بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۲۳ شعبان سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۳۲ء | نمبر ۱

اسلام کی تبلیغ یا "مرزائیت کی ترویج"؟

انجمن مجاہدین اسلام لاہور کے ایک سوال کا جواب

...مبر ۱۹۳۱ء کے زمیندار میں سکرٹری صاحب انجمن مجاہدین
...کی طرف سے ایک اطلاع شائع ہوئی ہے جس میں انجمن
...ریزولیوشن بدیں الفاظ نقل کیا گیا ہے :-

...۹ دسمبر کے جریدہ "انقلاب" میں مولوی محمد علی صدر
...ن احمدیہ لاہور کی طرف سے مسلمانوں کے نام تبلیغ
...ام کے نام سے چندہ کی اپیل کی گئی ہے اور جماعت کی
...سالہ خدمات کا بڑے زور سے تذکرہ کیا گیا
...ہم مولوی محمد علی سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کی
...ساعی سے جو (لوگ) مشرف باسلام ہوتے چلے
...ے ہیں یا ہو رہے ہیں انہیں مسلمانوں کے عقائد
کا سبق دیا جاتا ہے یا غلام احمد آنجہانی کے عقائد کا
کیا انہیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ غلام احمد آنجہانی
نے ہر اس مسلم کو جس نے اس کی نبوت یا مجددیت
سے صریح انکار کیا ہے، حرامزادہ اور ان کی عورتوں
کو کتیوں سے بدتر کہا ہے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا جاتا ہے
کہ ہر غیر احمدی کو اس نے کافر جانا ہے۔"؟

انجمن مجاہدین اسلام کے کرتا دھرتا جہاں تک ہمیں معلوم ہے
محمد ابراہیم صاحب سکنہ تکیہ سادھواں لاہور ہیں جن سے
...بھائی ملاقات ہوئی تو ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ
انجمن نے کوئی ایسا ریزولیوشن پاس نہیں کیا۔ لیکن چونکہ
...ں بات بات پر حشرات الارض کی طرح انجمنیں بن جاتی ہیں۔
...ہے اس ریزولیوشن کی خاطر بھی کوئی مجاہدین اسلام کے نام سے
...ی مسجد میں انجمن بنالی گئی ہو۔ کیونکہ بقول مولوی محمد ابراہیم صاحب
...کل گھر گھر مجاہدین پیدا ہو رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی انجمن مجاہدین
...سلام کی شاخ ہی نکل آئی ہو

غیر مسلموں کو سبق

بہرحال جہاں تک اصل سوال کا تعلق ہے میں سکرٹری صاحب انجمن مذکور
...قارئین زمیندار کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک غیر مسلم کو مسلمان کرتے ہوئے
...عقائد کی تعلیم ہماری طرف سے دی جاتی ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ میں گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد
...صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے...

(۲) نماز، روزہ...

(۳) فرشتوں پر ایمان، تمام کتب سماوی پر ایمان، بعث بعد الموت
پر ایمان، حشر و نشر اور جنت و دوزخ پر ایمان۔

(۴) ختم نبوت پر ایمان، جس میں یہ منوایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر تمام نبوتیں ختم ہو گئیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا خواہ نیا ہو یا
پرانا۔

حضرت مرزا صاحب کے عقائد

یہ وہ عقائد ہیں جن کی تعلیم ایک غیر مسلم کو مسلمان کرتے وقت ہماری
طرف سے دی جاتی ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا سکرٹری صاحب انجمن مجاہدین
اسلام کا کام ہے کہ آیا یہ "مسلمانوں کے عقائد" ہیں یا کسی اور مذہب والوں
کے۔ اگر یہ تمام عقائد مسلمانوں ہی کے ہیں تو ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ
حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی عقائد کو مانتے
تھے اور ان میں سے کسی ایک عقیدہ کا انکار آپ موجب کفر سمجھتے تھے۔
جیسا کہ آپ کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے :-

(۱) "میں کافر نہیں ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور
ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت
مانتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی
طرف نماز پڑھتا ہوں۔ اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے
مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (آسمانی فیصلہ)

(۲) "اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور آخرت پر ایمان لانا اس بات کو مستلزم
پڑا ہوا ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ایمان لایا جائے وجہ
یہ کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کے نام کی قرآن شریف میں یہ تعریف کی
ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو رب العالمین اور رحمٰن اور رحیم ہے۔
جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا۔ اور آدم کو پیدا کیا اور
رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد
مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء
اور خیر الرسل ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۱۳۶)

امید ہے کہ ان صاف و صریح عبارات کی موجودگی میں سکرٹری صاحب
انجمن مجاہدین اسلام کو یہ باور کرنے میں تامل نہ ہوگا کہ "مسلمانوں کے عقائد"
اور حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد میں کوئی فرق نہیں اور اس لئے
اس سوال کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی "کہ ایک غیر مسلم کو مسلمان کرتے وقت
ہماری طرف سے "مسلمانوں کے عقائد" کا سبق دیا جاتا ہے یا حضرت
مرزا

احمدیت کیا ہے؟

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ذریعہ ہندوستان اور بلاد غیر میں
سینکڑوں لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، ضلع مظفر گڑھ و ڈیرہ غازی خاں
میں اچھوت اقوام کی ایک بہت بڑی تعداد جو تین اور چار ہزار کے
درمیان ہے مسلمان ہو چکی ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہیں "مسلمانوں کے
عقائد" کے خلاف کسی اور عقیدہ کی تعلیم دی گئی؟ احمدیت یا مرزائیت
ہمارے نزدیک یہی ہے کہ اسلام کی صحیح تصویر دنیا میں شائع کی جائے
اور غیر مسلموں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔ خود حضرت مرزا صاحب
نے اپنی بعثت کا یہی مقصد قرار دیا ہے۔

ہمارے تبلیغی مشن

اسی مقصد کی پیروی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے انگلستان،
جرمنی، جاوا، اور خود ہندوستان میں تبلیغی مشن قائم کر رکھے ہیں الخ
میں ڈیڑھ لاکھ کے خرچ سے ایک شاندار مسجد بنائی ہے ان مشنوں کی
اعانت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس سے روکنا گویا اسلام کے رستہ
میں رکاوٹ پیدا کرنا ہے، آخر ایک شخص کے خیالات و معتقدات
کو اس کے کاموں سے پرکھنا چاہیئے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب
علیہ الرحمۃ کے معتقدات اگر اسلام کے خلاف ہوتے تو یہ عظیم الشان
کام اسلام کی تائید میں ان سے ظہور میں نہ آتے۔ غور کرنا چاہیئے کہ جس
شخص کے افعال اسلام کی ترقی کا موجب ہیں، جس کے نام لیوا اب تک
دین کی حمایت و نصرت میں کوشاں ہیں۔ کیا ان کے معتقدات اسلام
کے خلاف ہو سکتے ہیں؟

دعوے نہ ماننے والوں کے متعلق

یہ بھی قطعاً غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی نبوت یا مجددیت
کا صریح انکار کرنے والوں کو "حرامزادہ اور ان کی عورتوں کو کتیوں سے
بدتر کہا ہے"۔ نبوت کا تو آپ کا دعوے ہی نہیں۔ مجددیت کے انکار
کو آپ نے موجب کفر بھی قرار نہیں دیا۔ چہ جائیکہ حرامزادہ وغیرہ
الفاظ استعمال کئے ہوں۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ میرے دعوے
کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب)
اور باوا غلام فرید صاحب سکنہ چاچڑاں کو باوجود اس کے
انہوں نے بیعت بھی نہیں کی "اے فرید وقت در صدق و صفا" کے
الفاظ سے یاد کیا۔ ہاں بعض مولویوں نے جن کو حدیث نبوی میں "شر
من تحت ادیم السماء" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے جنہیں اعلان
میں بندر اور سور تک کے خطاب دیئے گئے ہیں۔ جن کو خود مولوی ظفر
علی خان "نابکار" تک لکھ چکے ہیں حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف کافر اکفر،
دجال قرار دیا بلکہ حد درجہ کی غلیظ ترین گالیاں ان کے حق میں تصنیف
کیں جن کا جواب انہی کے الفاظ میں آپ نے بعض جگہ دیا۔ اور اکثر مواقع
پر ایسی باتوں سے درگزر کیا۔ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول
الا من ظلم کیا مظلوم کو یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ خود ظالم کے الفاظ اس پر
لوٹائے؟ کیا قرآن کریم نے بعض کفار کو ھماز مشاء بنمیم عتل بعد
ذالک زنیم نہیں کہا؟

اسلام کے رستے میں روک نہ بنو!

میں سکرٹری صاحب انجمن مجاہدین اسلام سے یہ عرض کرونگا کہ
اس قسم کی غلط بیانیوں اور فتنہ انگیز تحریرات سے اسلام کے رستہ میں روک
کا موجب نہ ہوں۔ اسلام آخر کار غالب آئے گا۔ اور جماعت احمدیہ
کے ہاتھ سے انشاءاللہ غالب آئے گا۔ لیکن ان کی روک جو صدود
عن سبیل اللہ کی مصداق ہے خود ان کے لئے خسران کا موجب
ہوگی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ کی اپیل خدا کے دین کے لئے
ہے اور ان کا احسان ہے کہ وہ اس کار خیر میں عامۃ المسلمین کو شامل کرنا
چاہتے ہیں۔ ورنہ یہ تو خدا کے کام ہیں جو ہو کر رہیں گے۔ جو شخص خدا کا کام
سمجھ کر اس میں شامل ہونا چاہتا ہے وہ شامل ہو اور جو شخص خدا کا کام نہ
سمجھتا وہ بے شک الگ رہے۔ اور انتظار کرے کہ خدا کی نصرت...

...ہاولوں کے جو اس وقت پیدا کی جارہی ہیں کہاں تک اس عجات
...امل حال ہوتی ہیں سے ؎
...ت ایں اجر نصرت را دہند اے اخی ورنہ قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

بیسویں جلد کا آغاز

...کنان پیغام صلح کی چند معروضات

الحمد للہ پیش نظر اشاعت سے آپ کے قومی اخبار "پیغام صلح" کی
بیسویں جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم مالک حقیقی کے سامنے سجدۂ
بجا لانے کے بعد سب سے پہلے اپنے قارئین کرام کا شکریہ ادا
اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔ پیغام صلح بالکل صحیح معنوں میں
...م کا اخبار اور قوم کی ملکیت اور قوم کا ہر ایک فرد اس کا
سرپرست اور مالک ہے۔

آپ کے اخبار کی عمر اس وقت تقریباً ۱۹ سال ہے اردو
...ارات و رسائل کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عمر پر اظہار
...بنان کیا جا سکتا ہے۔ پیغام صلح کی خدمات آپ کے سامنے
... اس وقت ان پر کسی قسم کا تبصرہ مقصود نہیں۔ اصلاح کی
...ش اور نقائص سے دنیا کی کوئی چیز کوئی کام یکسر خالی نہیں ہے
... ایک حقیقت ہے کہ آپ کے قومی اخبار نے اپنی طاقت و
...کے مطابق اپنے فرائض کو ادا کرنے کی ایمانداری سے کوشش
ہے۔ اور اس کی وجہ محض خداوند کریم کا فضل و کرم اور احباب
...ی اور مخلصانہ اعانت ہے۔ اور دراصل اس کے لئے ہمارے
...ب ہی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اس وقت ضروری ہے کہ اخبار کے ماضی کے بجائے آئندہ
...قبل پر ایک نظر ڈالی جائے۔ اسی سلسلے میں ہم اپنے معاونین
...احباب سے چند باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق تو
...ے کی ضرورت نہیں ہے کہ موجودہ زمانہ پروپیگنڈا کا زمانہ
... اخبارات و رسائل لوازمات حیات قرار پا گئے ہیں کوئی
... کوئی جماعت، مضبوط اور ترقی یافتہ پریس کے بغیر زندہ
... رہ سکتی ہے اور نہ ہمیں اپنی حریف اقوام اور طاقتوں کے
...کی بے پناہ مخالفت کو بیان کرنے کی حاجت ہے۔ کیونکہ
...ہمارے ناظرین کو بخوبی معلوم ہیں۔

پیغام صلح جماعت کا واحد اردو آرگن ہے۔ لیکن اس
...قی میں سب سے بڑی رکاوٹ مالی مشکلات ہیں۔ موجودہ
...بازاری، تجارتی لڑائی کے اضافہ اور کاغذ کی گرانی نے
...اخبارات کے لئے خاص طور پر بہت سے خطرات پیدا کر دیئے
...م صلح بھی ان سے باہر نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے
...ب اب خاص طور پر اخبار کی ترقی کی طرف توجہ کریں۔
...نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ عرصہ سے ہمارے
...ب اس طرف بہت کم توجہ دے رہے ہیں۔ ہماری درخواست
...وہ موجودہ مشکلات اور عدم توجہ کو خیر باد کہیں۔ اخبار کے
...جات آمدنی سے بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ مالی لحاظ سے انجمن
...لئے ایک زبردست بوجھ ثابت ہو رہا ہے۔ اس کی
...مشکلات کو دور کرنا انجمن کی بھی ایک زبردست خدمت ہوگی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیا کر رہی ہے

(۱) جرمنی جاوا، سیام میں تبلیغ اسلام کے باقاعدہ مشن چل رہے ہیں جرمنی میں ایک سو جرمن مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور ایک عظیم الشان مسجد بن چکی ہے۔
(۲) ہندوستان میں اچھوتوں میں تبلیغ اسلام ہو رہی ہے۔ چار ہزار کے قریب اچھوت داخل اسلام ہو چکے ہیں۔
(۳) ۵۰ مختلف ممالک میں خط و کتابت اور مفت تقسیم لٹریچر کے ذریعہ سے تبلیغ ہو رہی ہے۔
(۴) پچیس ۲۵ مختلف زبانوں میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا اسلامی لٹریچر چھپ چکا ہے۔
(۵) ہزارہا کی تعداد میں رسالے ٹریکٹ مختلف زبانوں میں مفت تقسیم ہو رہے ہیں۔
(۶) دو کامیاب ہائی سکول چل رہے ہیں؛
(۷) ذیل کی زبانوں میں تبلیغی اخبارات اور رسالے نکل رہے ہیں؛ اردو، انگریزی، عربی، جرمن، ڈچ، ملائی، پولش، چینی؛

---

(۱) ۵۵۵ چوہڑے اور ساہنسی داخل اسلام ہوئے؛
(۲) جرمنی میں کئی لوگ داخل اسلام ہوئے جن میں ایک بیرن یعنی نواب ہیں۔ بیرن عمر ایہرنفلز۔ سعید لیڈی ایرانفلز ایک پادری میں۔ ایک پی۔ ایچ۔ ڈی کی طالب علم ہے؛
(۳) جرمنی میں مسلم سوسائیٹی قائم ہوئی جس کے ممبران کی تعداد ایک سو ہے۔
(۴) بمبئی میں ایک مشن اشاعت قرآن کریم کے لئے کھولا گیا جس میں دو فاضل مشنری کام کر رہے ہیں۔
(۵) پچاس ہزار ٹریکٹ مسلمانوں میں باہم اتحاد پیدا کرنے اور فرقہ اور مسرفانہ رسوم سے بچنے کے لئے شائع کئے گئے۔
(۶) پانچ ہزار رسالہ انگریزی اصول اسلام پر پانچ ہزار رسالہ انگریزی نماز پر مفت تقسیم ہوئے۔
(۷) بیوہ یتامی مساکین کالجوں کے طلباء کو مدد دی گئی
(۸) ایک مشنری جزائر فجی میں بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔
(۹) ۱۸۹۷۶ روپے بیرونی مشنوں پر ۱۸۹۱۵ روپے تبلیغ ہند پر خرچ کئے؛
(۱۰) کل آمد تمام شعبوں کی ۲۷۵۲۵۷۱ ہوئی اور خرچ کل ۲۷۸۶۹۴ ہوا؛

ایک جرمن انجنیر اور میڈیکل سٹوڈنٹ کا قبول اسلام

پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب گرامی!

بخدمت اقدس عالیجناب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابھی نماز جمعہ کے بعد ایک اور عالم ڈاکٹر انجنیر صاحب نے آنحضرت صلعم کی غلامی کو اختیار کیا ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ آپ کا اسلامی نام اسلم رکھا گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ بھی اسلام کی طرف بہت مائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی قبولیت اسلام کی توفیق دے۔ انجنیر صاحب موصوف یہاں کی یونیورسٹی کے ڈاکٹر ہیں آپ کی عمر قریب چالیس سال کے قریب ہے۔ عرصے سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ہمبرگ کے رہنے والے ہیں۔ اور خاندانی نام ہیلٹر

ہے (Hutten) آج صبح میونخ سے بذریعہ خط ایک میڈیکل سٹوڈنٹ کے اسلام قبول کرنے کی خبر موصول ہوئی اچھے خاندانی آدمی ہیں ہمارا رسالہ مسلمش ریویو مدت سے منگواتے ہیں بالآخر اسلام کا اعلان کر دیا ہے ان کا اسلامی نام فاروق رکھا گیا ہے۔ اللھم زد فزد۔

یہ خط بذریعہ ہوائی ڈاک روانہ کر رہا ہوں امید ہے کہ سالانہ جلسے کے موقعہ پر مل جائیگا۔ اول الذکر کے مسلمان ہونیکی خبر سے مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی اس خوشی میں دیگر احباب کو بھی شامل کرنے کی خاطر یہ خط بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال خدمت ہے جملہ احباب کو مبارک ہو اور ہم سب جلسہ کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں۔

دوستانہ چیلنج

(منجانب پروفیسر چیتن دت صاحب)

بنام جناب مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت

و دیگر علمائے جماعت احمدیہ بالخصوص و فضلائے زمان بالعموم

مکرمی قاضی عبدالحق صاحب زاد لطفہٗ ۔ نیاز و تسلیم۔

آپ نے ۱۹۲۸ء میں میری کتاب "پیغام اتحاد" کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے اخبار "پیغام صلح" میں چند مضامین میرے برخلاف شائع فرمائے۔ اس امر کا علم مجھے ماہ اپریل ۱۹۳۱ء میں ہوا۔ مضامین کے شائع کرنے کی خبر مجھے ہرگز نہ دی گئی تھی۔ میں ان دنوں حنیفیس کالج میں تھا۔ میں اپریل ۱۹۳۱ء میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مضامین کا مطالبہ کیا مگر آپ کو تلاش کرنے پر نہ ملے صرف دو پرچے ملے جن کو پڑھ کر میں نے اسی وقت واپس کر دیا۔ انہی کی بنا پر میں نے آپکو دو طویل و مشرح خطوط لکھے جن کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

دعا کا مطالبہ

میرے مکرم دوست! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ زبان عربی کو ام الالسنہ ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھانے سے پہلے ایک ہفتہ تک رات کے وقت تنہائی میں نہایت عجز و انکسار سے درگاہ ایزدی میں سر جھکا کر یہ دعا مانگیں کہ اے زمین و آسمان کے مالک میں تیری مخلوق تک کسی طرح بھی باطل خیالات پہنچانے کا ذریعہ نہ بنوں۔ اگر مجھے اس امر کا پورا یقین کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے۔ یعنی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ تب اور صرف تب ہی اپنی قلم کو اس موضوع پر لکھنے کے لئے حرکت دوں۔

دوستانہ گفتگو

میرے معزز و مکرم دوست! ہم لوگوں کی بوجہ تعلیم یافتہ ہونے کے بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ ہرگز مناسب نہیں کہ ہمارے قلم سے کذب و بطلان پر مبنی تحریرات نکلیں اور نہ یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی دوستانہ گفتگو میں ایک دوسرے کے خلاف کوئی ناشائستہ الفاظ استعمال کریں ہماری گفتگو اور ہمارا مناظرہ اس قسم کا ہو کہ جیسے کوئی دو دوست یا بھائی کسی اہم اور ضروری مضمون پر باہم تبادلہ خیالات کر رہے ہوں۔

عربی زبان کی وسعت

میرے مکرم قاضی صاحب! میں نے ان دو پرچوں میں پڑھا تھا کہ عربی زبان بمقابلہ سنسکرت کے اور دنیا کی دوسری زبانوں کے بہت زیادہ وسیع ہے۔ اور اس کی وسعت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اہل عرب نے اونٹ کے واسطے ایک ہزار نام رکھے۔ مجھے ہرگز اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اہل عرب اونٹوں اور گھوڑوں کی مخصوص طور پر پرورش کرتے تھے اور مختلف قسم کے اونٹوں اور گھوڑوں کے واسطے مختلف نام رکھتے تھے۔ مگر ایسے ناموں کا اطلاق عام لفظ اونٹ پر نہیں ہو سکتا عرب کے جنگلوں میں قدیم وقتوں میں شیر بھی بہت ہوتے تھے۔ اور ان پر یا دیگر اعدا کے برخلاف طرح طرح کی شمشیریں بھی استعمال کی جاتی تھیں اس لئے شیروں اور تلواروں کے بھی مختلف نام تھے۔ میرے دوست اونٹ کے واسطے ایک ہزار اسما میں سے صرف ایک سو اسما ایسے تحریر فرمائیں جن کا اطلاق عام اونٹ پر ہو سکے۔ باقی کے نو سو ناموں کے واسطے لغات کا نام اور اس کا صفحہ تحریر فرمائیں

میرے دوست میں نہایت ممنون ہونگا اگر آپ مفصلہ ذیل پچاس چیزوں اور جانوروں کے واسطے ہر ایک کے واسطے دس دس الفاظ عربی کے تحریر فرمائیں۔ ایسا کرنے سے آپ کو اور مجھ کو عربی کی وسعت کا حال معلوم ہو جائے گا۔

(۱) زمین - (۲) آسمان - (۳) چاند - (۴) سورج - (۵) دن - (۶) رات (۷) ہاتھی (۸) ہرن (۹) بھیڑیا (۱۰) بھیڑ (۱۱) گائے (۱۲) بھینس (۱۳) کتا (۱۴) گیدڑ - (۱۵) بلی (۱۶) چوہا (۱۷) سمندر (۱۸) دریا (۱۹) خوراک (۲۰) پانی (۲۱) کھانا (۲۲) پینا - (۲۳) جاگنا (۲۴) سونا (۲۵) سفید (۲۶) سیاہ (۲۷) ہاتھ (۲۸) پاؤں (۲۹) بازو (۳۰) ٹانگ (۳۱) ناک (۳۲) کان (۳۳) مرد (۳۴) عورت (۳۵) باپ - (۳۶) ماں (۳۷) خاوند (۳۸) جورو (۳۹) بھائی (۴۰) بہن (۴۱) بیٹا (۴۲) بیٹی - (۴۳) پھل (۴۴) پھول (۴۵) کافور (۴۶) افیون (۴۷) لباشیر (۴۸) لونگ (۴۹) بیبی (۵۰) بنفشہ۔

میرے مکرم دوست! میرا یہ یقین ہے کہ عربی زبان سنسکرت زبان کی بڑی بیٹی یا چھوٹی بہن ہونے کی وجہ سے ایک وسیع زبان ہے، سنسکرت زبان کا تقریباً ہر ایک لفظ صحیح و سالم یا بگڑی ہوئی شکل میں اس میں موجود ہے۔ اور وسعت کے لحاظ سے اگر عربی کو عرب ساگر سے تشبیہ دی جائے تو سنسکرت کو ہند مہا ساگر سے تشبیہ دینا انسب ہے۔ کیونکہ جس مطلب کے لئے عربی ایک لفظ پیش کرتی ہے تو سنسکرت عموماً دس الفاظ پیش کرتی ہے۔ اور اسی لئے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ عربی بحیرہ ہے تو سنسکرت ایک بحر اعظم، عربی ایک وسیع جزیرہ ہے تو سنسکرت ایک بر اعظم۔

عربی میں پانی کے نام

ذرا غور فرمائے میرے فاضل مہربان! عربی میں نمکین پانی اور چشمے، گہرا پانی اور پایاب پانی وغیرہ مخصوص قسموں کو چھوڑ کر پانی کے واسطے ایک اور صرف ایک ہی لفظ ماء ہے جو کلام مجید میں ۵۵ دفعہ آیا ہے۔ موہ اس کی دوسری شکل اور میاہ اس کی جمع ہے۔ یم اس کی منقلب شکل ہے اور سنسکرت کا مھ جسکے معنے پانی ہیں۔ اس کا مادہ یا بیج یا بزر ہے یہ لفظ پانی کے واسطے سنسکرت زبان کے ایک سو پچاس (۱۵۰) میں سے ایک ہے۔

میرے مہربان! ہندوستان میں پانی کو عموماً پانی اور جل کا نام دیا جاتا ہے۔ افغانستان کے پشتو بولنے والے علاقہ میں پانی کو آبو اور فارسی بولنے والے علاقہ میں آب کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں الفاظ سنسکرت کے لفظ آپ کی دو شکلیں ہیں۔ انگلینڈ میں پانی کو واٹر کہا جاتا ہے اور سنسکرت میں وار کہا جاتا ہے۔ واٹر میں ٹ یا ط کی زیادتی ہے۔ جیسے مصطفےٰ کے لفظ میں ط زائد ہے۔ یہ امر خاص قاعدہ کے ماتحت ہے۔ اٹلی میں پانی کو اکوا کہتے ہیں تو سنسکرت میں بھی ایک نام پانی کا کیم یا کان کی شکل میں موجود ہے۔ اور آپ کو کمنڈل یعنے پانی کا منڈل یا برتن یا کنول یعنی جل والا وغیرہ الفاظ میں فوراً مل سکتا ہے۔

یونان میں نیر کا لفظ پانی کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو بالکل سنسکرت کا لفظ ہے، سپا میں سیے یا یہ پانی کا نام ہے۔ جو بالکل سنسکرت کے ایک سو پچاس میں سے ایک ہے۔ جاپان میں مزد کا لفظ ہے جو بالکل مھ کی ایک شکل ہے۔ میں تو رانی زبانوں پر اس وقت ظلم اور بے انصافی کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ انڈو یوروپین اور سامی زبانیں بالکل سنسکرت کی بیٹیاں ہیں۔ میرے مہربان! کیا سراسر بے انصافی نہیں ہے کہ عربی کو باوجود اس قدر تنگدستی اور افلاس کے ام الالسنہ کہا جاتا ہے۔

لسان عربی ام الالسنہ ہے

پروفیسر چیتن دت صاحب

کے چیلنج کا جواب

از مولانا عبدالحق فاضل سنسکرت

میں نے آپ کی کتاب "پیغام اتحاد" کا اصولی جواب ۲۸-۱۹۲۷ء میں دیا تھا۔ آپ ان مضامین کے شائع ہونے کے بعد چودھری سردار خاں صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح کی معرفت مجھ سے ملنے احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے تھے چونکہ میں لاہور میں موجود نہیں تھا اس لئے آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ نے جس قدر خطوط اب مجھے لکھے ہیں ان میں آپ نے اپنے پہلی مرتبہ تشریف لانے یا نہ لانے کا باوجود میری یاددہانی کے اقرار نہیں کیا۔ مکرم پروفیسر صاحب آپ اپنے حافظہ پر زور دیجئے تو آپ کو یاد آ جائے گا کہ آپ انہی دنوں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور آپ کو اس وقت علم تھا کہ میں نے آپ کی کتاب کا جواب لکھا ہے۔ اب بھی جب آپ اپریل میں تشریف لائے ہیں تو میری یاددہانی پر کہ میں نے آپ کی کتاب کا جواب لکھ دیا ہے آپ نے یہ فرمایا کہ ہاں میں نے سنا ہے مگر پڑھا نہیں فرمائیے چار سال کے بعد آپ کو کس طرح علم ہوا کہ میں نے آپ کی کتاب کا جواب لکھا ہوا ہے۔ ۲۰ اپریل کو گئے ہوئے بھی ۸ مہینے گزر گئے آپ نے ان مضامین کا کیا جواب دیا یہ عذر معقول نہیں کہ آپ کو پرچے نہیں ملے دفتر میں جو پرچے آپکو دیئے گئے آپ دس منٹ میں ان کو نوٹ لے سکتے تھے۔ خلاف قاعدہ نئے نئے اعتراضات کرنے کے بجائے اگر میری کسی ایک دلیل کو بھی توڑ دیا جاتا تو میں سمجھتا کہ ہاں آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے

کہ میری غلطی مجھ پر ظاہر کر دی ہے۔

دعا کا مطالبہ

۰۳۔ ایک مسلمان پانچ وقت کی نماز میں اصولاً کم از کم پچاس مرتبہ ہر روز وہی دعا مانگتا ہے جو آپ نے تجویز کی ہے اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ آپ بھی میرے مضمون کا جواب لکھنے سے پیشتر ایک ہفتہ بھر صبح، دوپہر، دن ڈھلے، شام، اور رات کو سوتے وقت سچے دل سے خدا کے حضور ادب سے کھڑے ہو کر اس کی درگاہ میں اپنا سر جھکا کر غرور و تکبر کو چھوڑ کر زمین پر سر نیاز رکھکر یعنے اپنے علم اور عقل کو محض اس کی رضامندی کے لئے وقف کر کے دعا کیجئے کہ "اس رب کی مدد اور اس کے سہارے کو اس امر میں میں طلب کرتا ہوں جس نے محض اپنی رحمت کاملہ سے مجھے عقل اور سمجھ عطا کی ہے۔ اور جو اس سمجھ اور عقل کے محض اس کی خاطر کام میں لانے پر اپنی برکت اور رحمت نازل کرتا ہے۔ سب حمد اور خوبیاں اسی کی ذات سے خاص ہیں جو تمام زمانوں میں قوموں اور انواع مخلوقات کو جسمانی۔ عقلی اور روحانی پرورش کے سامان عطا کرتا ہے اس کی بخشش محض عطائے کامل ہے۔ البتہ وہ ہماری کوششوں، جد و جہد اور سعی کا نتیجہ ضرور پیدا کرتا ہے۔ وہ ہمارے خیالات ہمارے اعمال اور افعال کی اگر اس کی مرضی کے مطابق نہوں سزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے اے ایسے صفت موصوف پرماتما ہم تجھ ہی سے درخواست کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تو اس امر خاص میں ہمیں سیدھی اور استقامت کی راہ دکھا وہ راہ جس پر چلکر رشیوں منیوں اور نبیوں نے ہمیشہ ہمیشہ تیرے انعامات کو حاصل کیا۔ ہم ان لوگوں کے طریق اور روش کو اختیار نہ کریں جو تیری سزا کے مستوجب ہوئے۔ یا سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے۔ اے رحمٰن اور رحیم خدا ایسا ہی ہو"

دوستانہ گفتگو

۰۴۔ مجھے افسوس ہے کہ قابل اور معزز پروفیسر صاحب نے ہمیشہ اپنی بلند روحانیت کا واسطہ ڈالکر مجھے نرمی اور شائستگی سے گفتگو کرنے کا وعظ کیا ہے۔ لیکن ان کی کتاب پیغام اتحاد سے لیکر اس وقت تک ایک بھی تحریر مجھے ایسی نہیں ملی جو استہزا، مذاق اور درشتی سے پاک ہو۔ اس سے پیشتر بھی خط میں ذکر کر چکا ہوں۔ اس تازہ خط میں بھی نمونہ ملاحظہ ہو "آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ بغیر امداد سنسکرت کے کیسے دلدل میں پھنس جاتے ہیں"۔ اس جملہ کا اس شخص کے قلم سے نکلنا جو دوسروں کو نرمی اور شائستگی کا وعظ کرتا ہے۔ ایک تعجب زا امر ہے۔

عربی زبان کی وسعت !

۰۵۔ اونٹ کے ایک سو اور بعض دیگر اشیاء کے دس دس عربی اسماء آپ نے اپنے پہلے خط میں غیاث اللغات اور صراح سے پیش کرنے کا مطالبہ مجھ سے کیا تھا اس پر میں نے اپنے خط میں جناب کی وسعت علمی کی داد دیتے ہوئے گزارش کی تھی کہ گستاخی معاف غیاث اللغات عربی لغت نہیں اور صراح بیچاری ایک بہت ہی مختصر سی لغت ہے جس میں مترادفات کی کوئی فہرست نہیں۔ آپ اونٹ کے ایک ہزار نام دیکھنے ہوں تو المخصص جلد ہفتم صفحہ تا صفحہ ۱۷۴ ملاحظہ فرمایئے۔ جو آپ کو کسی مصری کتب فروش سے ملے گی۔ آپ نے اس پر اپنے خط میں ... مذاق اڑایا کہ اچھا کتب ملنے کا پتہ بتایا لیکن وہ آپ کی اپنی غلط فہمی تھی اگر آپکو زبان عربی پر بحث کرنے کا شوق ہے تو عربی کتب فروشوں سے جو مصری کتب فروخت کرتے ہیں کتابیں منگوا لیجئے۔ ورنہ خدا کے لئے اپنے قصور علم سے کسی بیگناہ پر الٹی چھری نہ چلایئے۔ آپ قیمت بھیجکر بمبئی سے کتاب المخصص خرید لیجئے۔ آج کل غالباً ۵۰ روپیہ میں ملتی ہے اگر خریدنے کی ہمت نہ ہو تو کسی کتب خانہ میں بیٹھکر دیکھ لیجئے علمائے اسلام کو چیلنج دینے سے پیشتر کم از کم زیر بحث فن کی کتب کے نام سے تو واقفیت ہونی چاہیئے۔ فلسفہ لغت اور مترادفات کی کتابوں کو یوں نقل کرنا تحصیل حاصل ہے۔ پچاس اشیا کے نام تو کیا آپ کو کل اشیا کے کثرت نام ان کتابوں میں ملیں گے۔ البتہ جس بات میں آپ کو شک ہو اس کا ازالہ مجھ سے کر لیجئے میرا یہ دعوےٰ ہے کہ زبان سنسکرت عربی زبان کے بالمقابل ایک تہیدست، گداگر اور مردہ زبان ہے۔ کسی ایک چیز کے نام بھی اس میں عربی زبان سے زیادہ نہیں یہ ثابت کر دینا آسان ہے بشرطیکہ آپ کسی اصول پر گفتگو کریں، اونٹ، گھوڑے اور تلوار کے لئے ہی نہیں بلکہ کسی چھوٹی سے چھوٹی نیچرل چیز کا نام لیجئے سنسکرت لغت سے اس کے اسماء نقل کیجئے۔ اور پھر اس پر عربی فصاحت کی روانی کا لطف دیکھئے۔ ورنہ عنکبوت (مکڑی) کا فلسفہ سنسکرت کہ وہ کبوتر کی طرح اڑتی ہے پیش کر کے علما کے لئے ہنسی کے لطائف نہ تالیف کیجئے۔

اگر محض بے اصولی اور بے نتیجہ بحث نہیں کرنا بلکہ تحقیق حق مطلوب ہے تو بتایئے:-

(۱) سنسکرت میں انسان کی عمر الگ الگ حصوں کے کتنے نام ہیں؟

(۲) عنکبوت یا مکڑی کے نر۔ مادہ۔ واحد جمع۔ بچہ۔ اور بڑی مکڑی کے کیا کیا مفرد نام ہیں؟

(۳) گائے جو ہندوستان کا جانور ہے اور آریوں کا خاص معبود ہے۔ اس کے لئے اور اس کی مختلف اور بکثرت حالتوں، رنگوں، اقسام، اور کیفیات کے لئے کتنے مفرد الفاظ ہیں؟

(۴) گھوڑے کی مختلف اقسام، اس کی مختلف کیفیات، حالات، گھوڑ دوڑ میں جو گھوڑا اول نکلے اس کا کیا نام ہے؟ دوسرے کا کیا، تیسرے کا کیا؟ چوتھے کا کیا؟ پانچویں کا کیا؟ چھٹے کا کیا ساتویں کا کیا؟ سب سے آخر رہنے والے۔ آخر کی طرف سے دوسرے، تیسرے کا کیا نام ہے؟

(۵) پانی کے اپنے گہراؤ کے لحاظ سے کتنے نام ہیں (ب) ذائقہ کے لحاظ سے کتنے نام ہیں؟ (ج) مختلف قسم کے پانیوں کے کیا کیا نام ہیں؟ الگ الگ معہ انکی خصوصیات کے بتایئے کس لغت میں یہ نام لکھے ہوئے ہیں۔

(۶) مختلف جانوروں کی اصوات کے کس قدر نام سنسکرت لغت نویسوں نے شمار کئے ہیں؟

(۷) بڑی سے بڑی لغت جو سنسکرت زبان کی آج تک لکھی گئی ہے اس میں مشتقات کو چھوڑ کر اصل اسما کس قدر ہیں؟

(۸) سنسکرت زبان میں مفردات کی تعداد کتنی ہے۔ یعنے وہ الفاظ جو دو لفظوں سے ملکر نہیں بنے۔

(۹) سنسکرت زبان میں عورت کے لئے کتنے الفاظ اس کی مختلف صفات حالات اور کیفیات کے لحاظ سے موجود ہیں۔

(۱۰) انسان کے مختلف رشتوں کے لحاظ سے کس قدر نام سنسکرت زبان میں موجود ہیں سنسکرت کی قدیم کتابوں میں دادی کا مفرد نام کیا ہے؟

(۱۱) شہید، رحمٰن، اور اللہ کے مترادف الفاظ سنسکرت میں کیا کیا ہیں؟ لفظ رب کا ترجمہ سنسکرت میں ایک لفظ میں کر کے دکھایا جائے جو اس مفہوم کو پورے طور پر لئے ہوئے ہو جو لفظ رب میں موجود ہے۔

(۱۲) خدا کے کون کون سے نام سنسکرت زبان میں موجود ہیں۔ جو خاص خدا ہی کے نام ہوں اور کبھی کسی دوسرے معنوں میں یا کسی دوسری چیز کے لئے ان کا استعمال نہ ہوا ہو۔

(۱۳) دن اور رات کی تقسیم سنسکرت زبان میں کتنے حصوں میں کی گئی ہے ان کے الگ الگ نام کیا کیا ہیں؟

(۱۴) الہام اور وحی کی کتنی اقسام کا ذکر ویدوں میں ہے۔ اور ان کی الگ الگ خصوصیات کیا کیا ہیں۔

(۱۵) نبی کا صحیح مفہوم سنسکرت کے ایک لفظ میں ادا کیجئے۔

(۱۶) زبان سنسکرت کا خود اپنا نام کب رکھا گیا؟ کیا یہ لفظ قدیم کتب وید وغیرہ میں موجود ہے۔

(۱۷) مختلف قسم کے رنگوں کے نام اور ان کے الگ الگ مختلف درجات کے نام سنسکرت میں کیا کیا ہیں۔ مثلاً نہایت سیاہ، نہایت سفید، نہایت زرد، نہایت سبز۔ وغیرہ وغیرہ میں ایک ہی لفظ "نہایت" سب کے ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ سنسکرت زبان اگر وسیع زبان ہے تو وہ ہر ایک رنگ کے ساتھ اس کی "نہایت" کے لئے بھی الگ لفظ پیش کرے۔

(۱۸) مشہور مشہور درختوں مثلاً کیکر، پیپل، بڑ، شیشم، کھجور، زیتون، وغیرہ وغیرہ کے نر و مادہ کے الگ الگ مفرد نام کیا کیا ہیں۔

(۱۹) جانوروں کے دانتوں کے لحاظ سے یا عمر کے لحاظ سے کیا کیا الگ الگ نام ہیں اس میں گائے، اونٹ، اور گھوڑے کو ہی صرف لے لیا جائے۔

(۲۰) کتوں کی باہمی لڑائی، انسانوں کی باہمی جنگ، ہاتھیوں کی باہمی کشتی کے لئے الگ الگ اور مخصوص الفاظ کیا کیا ہیں۔

یہ سوالات بطور نمونہ میں نے پیش کئے ہیں ان کو میدان مباحثہ بنایئے آپ سنسکرت کی کسی کتاب سے ان سوالات کا جواب دیجئے۔ میں عربی لغت سے دونگا۔ پھر آپ کو پتہ چلیگا کہ آیا سنسکرت مہا ساگر ہے یا عربی کے سامنے بالکل گنگ زبان ہے۔

عربی میں پانی کے نام

آپ فرماتے ہیں عربی میں صرف ماء پانی کا نام ہے۔ اس قصور علم کے صدقہ میں عربی زبان کی تحقیر کی ہے اس پر کیا کہوں ع:-

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

عربی میں پانی کے نام سنئے:- مو، ماء صفار، حضار، البلال، الرجع، الابیضان، (دودھ اور پانی دونوں کا اکٹھا نام ہے)، الغد، الکرع، صیب، عمر، جوار، السعر، الطیس، الطیل، الریب، خضرم، تلیزم، الحصر، زمزم، کوثر، وغیرہ وغیرہ پانی کے دو سو نام عربی میں موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ پروفیسر صاحب کو صرف ایک ماء ہی ملا۔ آپ نے سنسکرت میں پانی کے ڈیڑھ سو نام ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ وہ صرف پانی کے نام نہیں بلکہ ہر مائع شے ان میں شامل ہے۔

نادر موقع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات
میں
حیرت انگیز رعایت

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول اعلیٰ کاغذ جو براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے	عا ر	۴ عہ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول ادنیٰ کاغذ	۴ عہ ر	۱۵ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتب سرمہ چشم آریہ، شحنہ حق، ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے	عا ر	عہ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم جو تین کتب یعنی فتح اسلام، توضیح المرام و ازالہ اوہام ہر دو حصص پر مشتمل ہے	۸ عا ر	۴ عہ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم جو چار کتب الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ، نشان آسمانی پر مشتمل ہے	۸ عا ر	۴ عہ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد پنجم جو پانچ کتب آئینہ کمالات اسلام، برکات الدعا، جنگ مقدس، حجۃ الاسلام، سچائی کا اظہار پر مشتمل ہے	۸ ہے ر	۲ عہ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ششم جو سات عربی کتب، تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ، نور الحق حصہ اول، نور الحق حصہ دوم، اتمام حجت اور سر الخلافت پر مشتمل ہے	۴ ہے ر	۱۰ عہ ر
ملفوظات احمدیہ جلد اول۔ حضرت صاحب کی تقاریر کا مجموعہ۔ قیمت	۴ عا ر	۲ عہ ر
ملفوظات احمدیہ حصہ دوم	۴	عہ ر
آثار مبارکہ	۱ ر	۰ ر
احمدیہ بشریٰ	۴ ر	۱ ر
الہامات حضرت مسیح موعود حصہ اول	۴ ر	۱ ر
الہامات حضرت مسیح موعود حصہ دوم	عہ ر	۸ ر
مکاشفات	۴ ر	۲ ر
اسلام کیا ہے	۳ ر	۲ ر
درس الصلیب	۴ ر	۲ ر
مسیح قرآن میں	۱ ر	۰ ر
مناجات احمدیہ	۲ ر	۱ ر
واقعات صلیب	۱ ر	۰ ر
حمامۃ البشریٰ	عہ ر	۸ ر
کرامات الصادقین	۱۲ ر	۶ ر
آسمانی فیصلہ	۵ ر	۲ ر
اتمام حجت	۴ ر	۲ ر

سیرت خیر البشر
اس کتاب میں حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب۔ اصل قیمت عہ رعایتی ۱۲

تاریخ خلافت راشدہ
اس کتاب میں خلفاء راشدین کے حالات زندگی درج ہیں جن سے عظیم الشان سبق حاصل ہوتے ہیں۔ اصل قیمت ہر دو حصص عہ رعایتی ۱۲ ر

محمد مصطفیٰ
حضرت نبی کریم صلعم کی مختصر سوانح عمری جو غیر مسلموں میں تقسیم کے لئے بہترین چیز ہے۔ اصل قیمت ۵ ر۔ رعایتی ۲ ر

ہستی باری تعالیٰ
ہستی باری تعالیٰ پر دلائل قرآنی کو چار قسم پر تقسیم کرکے ہر ایک عنوان کے ماتحت کو یکجا قرآنی کو جمع کیا گیا ہے۔ اصل قیمت ۲ ر رعایتی ۴ ر

اسلام کیا ہے سوال جواب کے رنگ میں تعلیم اسلام درج کی گئی ہے۔ اصل قیمت ۳ ر۔ رعایتی ۲ ر

بیان القرآن
یعنی
اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن (نصف قیمت پر)
تالیف۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

اس تفسیر میں ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بہترین تفسیر ہے۔ جس کے متعلق بڑے بڑے لوگوں نے بہت عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے۔ ضخامت ۲۹×۲۲ کے دو ہزار صفحات علاوہ فہرست مضامین و انڈکس تین جلدوں میں۔ اصل قیمت بجلد بیس روپیہ (عنٹ) رعایتی قیمت دس روپیہ (عنٹ) مجلد پچیس روپیہ (روپیہ ۲۵) رعایتی قیمت (۱۳ روپیہ)

حمائل شریف مترجم معہ حواشی
مترجمہ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ
بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج ہیں تفسیر بیان القرآن کا مختصر ایڈیشن۔ ضخامت ۲۲×۲۰/۱۶ ایک ہزار صفحات، اصل قیمت بجلد سفید ولایتی کاغذ لله ۸ رعایتی ہے۔ حنائی مصری کاغذ اصل قیمت بجلد لله ر۔ رعایتی تین روپیہ (ے ۳ ر)

عقائد احمدیہ
(مصنفہ میر مدثر شاہ صاحب)
حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔ اور محمودیوں کے غلط عقائد کی تردید کی گئی ہے۔
اصل قیمت ہے۔ رعایتی عہ ر

النبوۃ فی الاسلام
نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی
اصل قیمت - - - عا ر
رعایتی - - - عہ ر

محمد اینڈ کرائسٹ انگریزی
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور معجزات پر مدلل کتاب۔ اصل قیمت، - - عہ ۲
رعایتی - - - ۱۲ ر

حمائل مطبوعہ جرمنی
نہایت بے نظیر حمائل شریف جو جرمنی میں طبع کرائی گئی ہے کاغذ اور جلد نہایت خوبصورت۔ شائقین کلام اللہ کیلئے عجیب غریب تحفہ ہے
اصل قیمت عا ر۔ رعایتی - عہ

اسلامی اصول کی فلاسفی
پانچ معرکۃ الآراء مذہبی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
اصل قیمت انگریزی عہ ر۔ رعایتی عہ ر
" اردو " " ۱۲ ر
رعایتی " " ۴ ہر

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۶ ر	۴ ر
درثمین۔ حضرت مسیح موعود کی اردو اور فارسی نظموں کا مجموعہ	۱۱ ر	۹ ر
الحق مباحثہ لدھیانہ	۱۲ ر	۴ ر
الحق مباحثہ دہلی	۴ عہ ر	۶
حجۃ الاسلام	۴ ر	
سر الخلافت	۸ ر	
جنگ مقدس	۱۲ ر	
شحنہ حق	۸ ر	
نور الحق حصہ اول	عہ ر	
نور الحق حصہ دوم	۸ ر	
برکات الدعا	۴ ر	
القول المجید	۸ ر	
اعلام الناس	۵ ر	
اعجاز القرآن	۱۰ ر	
عصمت انبیاء	۹ ر	
غلامی	۴ ر	
الوصیت	۶	
الضحیٰ	۱ ر	
سراج الوہاج	۴ ر	۱ ر
اظہار النصائح	۵ ر	۱ ر
القول المبین	۲ ر	۰ ر
ستہ ضروریہ مباحثہ رام پوری	۳ ر	۱ ر
تبلیغ الحق علی عبد الحق	۱۰ ر	۵ ر
رسالہ نماز	۸ ر	
رسالہ روزہ	۴ ر	
رسالہ زکوٰۃ	۳ ر	۱۰ ر
رسالہ تربیت اولاد	۵ ر	۲ ر
مراۃ الحقیقت	۵ ر	۲ ر
نکات القرآن حصہ سوم	۱۰ ر	۳ ر
نکات القرآن حصہ چہارم	۸ ر	۲ ر
آیت اللہ	۳ ر	۱ ر
احمد مجتبیٰ	۴ ر	۱ ر
حدوث مادہ	۶ ر	۲ ر
حقیقت اختلاف	۵ ر	۲ ر
شناخت مامورین	۳ ر	۱ ر
رسالہ نجات	۱ ر	۰ ر
سوانح عمری حضرت مسیح موعود	۴ ر	۲ ر

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی
ویدوں کا بہشت	۸ ر	۴ ر
سند بہشت	۲ ر	۱ ر
مسئلہ تعذیب	۶ ر	۱ ر
اسطمار تمہید	۷ ر	۳ ر
احمدیہ پوسٹ	۱ ر	۵ ر
النبوت فی الاسلام انگریزی	۷ ر	۴ ر

یجر وید
یجر وید کے پہلے ابتدائی ادھیاؤں کا مستند ترجمہ
اصل قیمت - - ۸ ہر
رعایتی - - - ۴ ر

جمع قرآن
اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب آیات رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق ہوئی اور جو اعتراضات قرآن پاک کی جمع اور ترتیب کے متعلق ہوئے ہیں انکی تردید کی گئی ہے
اصل قیمت ۱۲ ر - - - رعایتی - ۸ ر

مسیح موعود
سلسلہ عالیہ احمدیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے
اصل قیمت ۸ ہر - - - - رعایتی ۱۲ ر

عسل مصفیٰ حصص ہر دو
حضرت عیسیٰ کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ مجددیت پر مفصل بحث۔
اصل قیمت للعہ ر رعایتی عا ر

فتح اسلام انگریزی ۶ ر ۳ ر
بیان القرآن پارہ اول تا ہفتم ۴ ر
المہدی اول تا ہفتم
رباعیات حامد ۳ ر۔ رعایتی ۲
اسلام اور دیگر مذاہب

تمام آرڈر ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء تک بھیجے جانے چاہئیں۔ اس کے بعد کے آرڈر اس رعایت کے ماتحت نہ لئے جائیں گے [illegible]

ملنے کا پتہ
[illegible] لاہور

کتابیں بذریعہ ریل بھیجی جائیں یا ڈاک [illegible] صورت میں قیمت کا کچھ حصہ پیشگی آنا چاہئے [illegible] ڈاک و دیگر مصارف [illegible]

لعناکہ وہ پانی کی مختلف کیفیات، اقسام، اور ذائقہ کے لحاظ سے نام نہیں بلکہ عام پانی کے اور کلیتہً مترادف نام ہیں۔ تو معاف رکھئے نگھنٹو (ایک خاص لغت کا نام) سے آپ کو واقفیت نہیں۔ اس پر نردحین (تشریح اللغت) کی کتابوں کو بھی پڑھیئے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن شریف میں پانی کے لئے صرف ایک لفظ ماء آیا ہے یہ بھی غلط ہے قرآن شریف کوئی لغت عرب کی کتاب نہیں اگر اس کے بالمقابل آپ ویدوں کو لائیں تو میں دنیا کے مشیار الفاظ اور اسمار کا ذکر کرونگا جو ویدوں میں موجود نہیں چارلہ ویدوں میں سے خدا کا ذاتی نام ہی نکال دیجئے۔ اور انعام لیجئے۔ مگر پہلے کسی کے ذاتی نام کی تعریف کسی سے دریافت کر لیجئے گا۔ سنئے جناب قرآن شریف میں عذب اور لجی اور اجاج بھی پانی کے نام ہیں۔ اجّ کے معنے بھی پانی ہیں، اجیج بھی پانی کو کہتے ہیں۔

واٹر کے لئے سنسکرت میں کوئی لفظ نہیں یہ عربی کا ورتن اور رواتن ہے جس کے معنی ہمیشہ جاری رہنے والے پانی کے ہیں۔ سنسکرت کا لفظ جل عربی کے اجّ - زُلّ - جلّ - اجلالؔ میں سے کسی سے ماخوذ ہے۔ پہلے لفظ کے معنے موجیں مارنیوالا پانی اور باقی الفاظ کے معنے جاری اور شیریں پانی کے ہیں۔ سنسکرت کا لفظ آپہ، فارسی کا آب سب عربی کے لفظ عبت سے نکلے ہیں۔ عربی میں عبًا۔ عباب۔ عبُبؔ معنے پانی پینا، پانی، اچھل اچھل کر نکلنے والا پانی ہیں۔ جس طرح وا... سے زیادہ قریب ہے نہ کہ سنسکرت کے داری سے۔ اور نہ اس میں ٹ ...

انگوا اٹلی کا لفظ جسکے معنے پانی کے ہیں ہرگز سنسکرت کے کم سے نکلا ... عربی کا ینبوع ہے اس سے زیادہ ملتا جلتا ہے جسکے معنے عربی میں تیز پانی کے ہیں۔ خود سنسکرت کا کم عربی کے غم سے ہے جس سے غمامہ اور غیم بھی مشتق ہوتے ہیں۔ اس کے معنے پانی کی جگہ یا بادل کے ہیں۔

یونانی اور سنسکرت کا لفظ نیر بھی عربی کے نہر سے نکلا ہے جسکے معنے وسیع جاری پانی کے ہیں۔ عربی لغت میں اس کے معنے الماء الجاری المسمع، ایسا پانی جو جاری ہو اور وسیع نہر۔ جاپان میں اگر پانی کو مزو کہتے ہیں اور سنسکرت میں یہ مہد ہے تو یقیناً عربی مَعِن، مَغ، مائغ، مانعات سے بنا ہے۔ جو پانی کے لئے بطور اسم جنس کے ہیں۔

سر جلال الدین برنٹن سے لارڈ بشپ لاہور کی ملاقات

ایک مشنری لیڈی سے گفتگو

۱ار سر جلال الدین برنٹن کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کیطرف سے ۱۴ نومبر کو چائے کی دعوت دی گئی۔ اس موقعہ پر احمدیہ انجمن اشاعت ... کے بعض دیگر اراکین بھی شامل تھے۔ سر موصوف نے ان انگریز ... جرمن نو مسلمین کی تصاویر کو نہایت توجہ اور شوق کے ساتھ ملاحظہ کیا ... جرمنی میں مسلمان ہوئے ہیں۔ ان میں سر آرچیبالڈ ہملٹن کو دیکھ کر بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا "او یہ آرچیبالڈ ہے میں ان سے ووکنگ میں ملا تھا" یہ ۱۹۲۳ء کی بات ہے جب سر برنٹن انگلستان میں تھے۔ اور ووکنگ میں انہیں دعوت دی گئی تھی۔ اسوقت سر آرچیبالڈ کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ صرف پیرو ہونے پر ہی ان سے رشتہ اخوت نہیں رکھیں گے بلکہ آیندہ کسی وقت ان کی اسلامی برادری میں بھی شامل ہو جائیں گے۔ دوران گفتگو میں سر جلال الدین نے بتایا۔ کہ لاہور کے لارڈ بشپ ... اور ایک مشنری لیڈی کے ہمراہ ان سے ملنے آئے تھے جن سے الوہیت مسیح پر گفتگو ہوئی تھی اور میں نے ان سے کہا۔ کہ مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ وہ صلیب پر یہ نہ کہتے "اے خدا۔ اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح خود خدا نہ تھے، اور نہ ہی وہ خدا کے اکلوتے بیٹے تھے! جیسا کہ بائبل کے پہلے باب کی پہلی ہی آیت سے ظاہر ہے جس میں لکھا ہے کہ:-

"ابتداء میں کلام تھا، کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا"

اصل مسودات بائیبل میں ایک چھوٹا سا حرف آخری فقرہ میں موجود ہے۔ جس کو نہایت چالاکی سے ترجمہ میں حذف کر دیا گیا ہے "یعنی کلام خدا تھا" کے بجائے اصل مسودات میں "کلام ایک خدا تھا" پایا جاتا ہے

سر موصوف نے بتایا کہ اس طرح لارڈ بشپ کیساتھ سلسلہ گفتگو جاری ہی تھا۔ کہ اس لیڈی مشنری نے جو ان کے ساتھ تھی۔ یہ دیکھ کر کہ ان کی کوششیں بے سود ثابت ہو رہی ہیں اور وہ مجھے کسی طرح بھی مسیحیت کا قائل نہیں کر سکتے کہا

لیڈی او ہو یہ تو بالکل لا علاج ہے اسے چھوڑ دیجئے یہ تو جہنم کا وارث ہے

میں تو جبکہ میں سمجھتا ہوں ابدی جہنم کا ...

لیڈی - یقیناً ابدی جہنم ہی کے وارث تم ہو،

میں - اور تم اپنے اس خدا کو محبت کا خدا اور آسمانی باپ کہتے ہو؟ انسانوں میں بھی جو لوگ جسمانی رنگ میں باپ ہیں ان کے دل اپنی اولاد کے لئے بہت نرم ہیں۔ کبھی وہ اپنے بچوں کو جلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے لیکن اس خدا کو کیا کہیں جو اپنے بچوں کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے ایک حد کے ہی توقف کے بغیر جلتے ہوئے دیکھتا ہے، اور اس پر خوش ہوتا ہے۔ ایسا خدا محبت کا خدا نہیں ہو سکتا۔

اس مکالمہ کو بیان کرنے کے بعد سر جلال نے باری تعالیٰ کا تصور نہایت خوبصورت پیرایہ میں بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نور جس کی طرف انکی فطرت نے انکی رہبری کی، اسلام کی تعلیم کسقدر مطابق ہے، انہوں نے کہا کہ خدا پر صرف ایمان ہی کافی نہیں، بلکہ اصل چیز جسکی ضرورت ہے وہ اپنی زندگی کی باگ کو خدا کے ہاتھ میں دے دینا ہے۔ انسان کا اپنا فراست غیر کامل ہے۔ اس کا فایدہ اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو وہ خدا کے سپرد کر دے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو بدل دیں۔ اور اپنے آپ کو اسکی مرضی پر چھوڑ دیں، جیسا کہ جناب مسیح نے فرمایا "تیری مرضی ہو نہ کہ میری" یہی بات اسلام کی اصل روح ہے۔ یعنی خدا کے آگے اپنا سر رکھ دینا، ایک معمولی موٹر کا کو بھی جب چلایا جاتا ہے اور ڈرائیور کے بغیر ہی چھوڑ دیا جائے، تو وہ جلدی ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائیگی پھر انسانی جسم کو کس طرح یونہی چھوڑا جا سکتا ہے۔ وہ یقیناً ٹوٹ جائیگی جب اسے خدا کی مرضی کے بغیر چلایا جائے۔

اس دلچسپ گفتگو پر یہ پر لطف صحبت ختم ہوئی اور سر جلال الدین اپنے قیام گاہ واقعہ اچھرہ کو تشریف لے گئے۔

(بقیہ صفحہ ۲)

مدد کے لئے سیام بھیج دیا۔ جنھوں نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء گزشتہ کو وہاں سینچر کا کام شروع کر دیا۔ اور نہایت مستعدی کے ساتھ کام میں مصروف ہیں۔ اس وقت تک مشنری کی تنخواہ اور دیگر اخراجات ڈاکٹر صاحب اپنی جیب سے ادا کرتے رہے ہیں۔ اور اس مشن کو باقاعدہ چلانے کے لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی جائداد بھی وقف کر دی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو بہت بہت دینی و دنیاوی برکات سے حصہ دے۔ اور اس نیک کام کو فروغ دے۔

جرمنی

جرمن مسلم مشن کو قایم ہوئے آج قریباً دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس عرصہ میں باوجود مالی مشکلات کے اس مشن نے جو کچھ اسلام کی خدمات کی ہیں ان سے وہی لوگ واقف ہوئے ہیں جن کو وسطی یورپ کے ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا ہے خود جرمنی میں اسلام کی نسبت جو غلط فہمیاں پادری صاحبان نے پھیلا رکھی تھیں وہ قریباً مفقود ہو چکی ہیں۔ اور لوگ ہمارے اسلامی لٹریچر کو نہایت دلچسپی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ شروع اجراء مشن سے ہی حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ایک جرمن سہ ماہی رسالہ جاری کیا تھا۔ جو بیچ میں آکر بوجہ مالی مشکلات دو سال شائع نہ ہو سکا لیکن اب ۱۹۳۰ء سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے اس کے ذریعہ سے نہ صرف خود جرمنوں میں بلکہ ترکی اور پولش مسلمانوں میں بھی بڑی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ اور نو مسلم جرمنوں کی کثیر تعداد اس رسالہ کے ذریعے سے ہی اسلام میں آئی ہے۔ اور جو لوگ ابھی تک اس کا بغور مطالعہ کرتے رہتے ہیں ان کی تعداد تو بدرجہا زیادہ ہے۔ موجودہ حالات میں ہم صرف پانصد کا بیان شائع کر کے قریباً سب کی سب مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ جو جرمن قوم کے کروڑ ہا نفوس کی آبادی کے لئے بالکل غیر مکتفی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں یہ رسالہ کئی ہزار کی تعداد میں شائع کرنے کی توفیق دے۔ تو اس کے ذریعہ ہم جرمن بولنے والی تمام اقوام میں نہایت مفید کام کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ملحقہ علاقہ جات کے مسلمانوں میں بھی جن میں سے اکثر جرمن زبان بولتے ہیں۔ بیداری کی روح پیدا کر سکتے ہیں۔ اس رسالہ کے علاوہ آج تک کئی مفید ٹریکٹ اسلام پر جرمن زبان میں شائع ہو چکے ہیں حضرت مولانا صدر الدین کے دو رسالے اسلام پر اور ایک نماز پر جرمنی میں نہایت مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں سیرت نبوی مؤلفہ پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب کو مکرم خان محمد اسلم خان صاحب آف مردان نے اپنے خرچ پر پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کر دیا۔ پھر حال ہی میں جرمن مسلم سوسائٹی نے پانچ ہزار کی تعداد میں "اسلام میں عورت کی پوزیشن" پر شائع کیا۔ ایک اور رسالہ "اسلام اور تلوار" شائع کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام پر وقتاً فوقتاً چھوٹے چھوٹے اشتہار و پمفلٹ بھی شائع ہوتے رہے۔

علاوہ اس کام کے جرمن اخبارات میں اسلام پر جو اعتراضات عیسائیوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے جوابات دینا اور مختلف شہروں کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ بڑا مفید ثابت ہو رہا ہے مسجد اور بڑی بڑی علمی سوسائٹیوں میں سلسلہ تقاریر وغیرہ ان سب کے علاوہ ہے۔ اور یہ سب کام صرف ایک آدمی کے ذمہ ہے۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی ان تھک

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۱۹ | لاہور — یوم جمعرات مطبوعہ ۲ شعبان ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۳۲ء | نمبر ۲

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بخیر و عافیت ہیں۔ اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

—— اخویم رحمت خاں صاحب تدر کی لمبی بیماری افسوس ہے کہ ایک ٹانگ کٹ جانے کے بغیر ختم نہ ہوئی۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جان بچالی اور بیچارہ اب ایک ہی ٹانگ کے ساتھ دفتر میں آنے اور کام کرنے کے قابل ہوگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

—— ہمارے نہایت ہی عزیز اور پیارے بھائی ڈاکٹر اللہ بخش صاحب گورنمنٹ کالج لاہور سے تبدیل ہوکر رجان ضلع ڈیرہ غازیخان تشریف لے گئے ہیں۔ اسلام اور احمدیت کے لئے جو جوش اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کے دل میں ودیعت کیا ہے اس کے لحاظ سے یہ کہنا بیجا نہیں کہ لاہور میں ان کا وجود جماعت کے لئے بہت سے فوائد کا موجب تھا۔ اور گو وہ اس وقت ہم سے دور ہیں لیکن جوش محبت کی وجہ سے دل سے وہ ہمارے قریب ہیں۔ احباب کرام سے استدعا ہے کہ ان کے لئے دعا کریں۔ کہ لاہور میں ان کی واپسی کی کوئی صورت جلد تر پیدا ہوجائے۔

—— شیخ فاروق احمد صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل لائل پور ہماری جماعت کے بڑے ہوشیار نوجوانوں میں سے ہیں۔ آپ نے سب ججی کا امتحان دیا تھا۔ خدا کے فضل سے کامیاب ہوگئے ہیں ابھی کا طبی معائنہ باقی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس مرحلے میں بھی ان کو کامیاب فرمائے۔

—— اخویم مکرم قاضی عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہ سے مطلع فرماتے ہیں کہ ان کے والد ماجد قاضی فیض احمد صاحب ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کو فوت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انکو مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

—— اخویم مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول کی صاحبزادی بعمر ۲۲ سال (شادی شدہ) کا انتقال ہوگیا۔ گزشتہ جمعہ کو مسجد احمدیہ میں جنازہ پڑھا گیا۔ مولوی صاحب سے ہمیں اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے۔ اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔

مستقل فنڈ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

سب احباب اور انجمنیں نوٹ کرلیں کہ آئندہ مستقل فنڈ کے لئے حسب ذیل شرح سے چندوں میں اضافہ یکم جنوری سے کردیا جائے۔

ایک سو روپیہ ماہوار سے کم آمد والے ار ماہوار۔ ایک سو سے تین سو روپے تک آمد والے احباب ۸ر ماہوار تین سو سے زائد آمد والے احباب عہ ر ماہوار۔

سکرٹری صاحبان جملہ احباب سے اس کے مطابق مستقل فنڈ کا چندہ وصول کریں اور جو احباب براہ راست چندہ بھیجتے ہیں وہ اس اضافہ کے ساتھ چندہ بھیجیں۔

نوٹ:- جو احباب اس حصہ کو ادا نہ کرینگے انکے نام وہ رقم بطور بقایا یکم جنوری سے درج ہوتی رہیگی

پنڈت ملک راج صاحب ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر ویر بھارت سیالکوٹ ایڈیشن معافی مانگیں

فیروزدین فتح حسین صادق بھٹی راجپوت دفعدار کلرک کشمیر باڈی گارڈ کیولری جموں چھاؤنی کی طرف سے ایک ماہ کا نوٹس

مکرمی پنڈت صاحب تسلیم۔ آپ نے اپنے روزنانہ ضمیمہ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۱ء جلد ا نمبر ا میں مجھ پر غلط اور بے بنیاد الزام لگانے کی شرمناک کوشش کی ہے انسانیت کے نام پر میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے اخبار میں معافی مانگیں اور نامہ نگار کا نام ظاہر کریں ورنہ آپ کے خلاف ایک ماہ بعد قانونی چارہ جوئی کی جائے گی

ہماری تبلیغی کوششیں

جرمن مسلم مشن کے شاندار نتائج

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب گرامی جو جلسہ سالانہ میں پڑھا گیا

جرمن مسلم مشن و مسجد کو قایم ہوئے بفضلہ آج کم و بیش بیس سال کا عرصہ ہونے کو ہے اور اس دوران میں اس مشن کی کوشش سے کم و بیش سو نفوس حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں

ڈاکٹر حمید مارقوس

ان نومسلمین میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں جن میں سے سب سے ممتاز ہستی علامہ جناب ڈاکٹر حمید مارقوس صاحب کی ہے جن کا نام نامی بہت حد تک احباب کو معلوم ہوگا۔ آپ جس وقت مسجد و مشن کی بنیاد رکھی گئی اس وقت سے مسلمان ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ کو اسلام کی غلامی کا دس سال سے فخر حاصل ہے آپ ایک طرف بڑے بھاری فلاسفر اور مصنف ہیں۔ اور اس کے ساتھ آپ کے اخلاق بہت ہی بلند اور اعلیٰ پائے کے ہیں۔ اور آپ کی عادات و اطوار میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا پرتو نظر آتا ہے۔ باوجود مالی نقطۂ نگاہ سے غریب ہونے کے آپ کا دل بے بہا خزانوں کا مالک ہے اور آپ کی سخاوت کو دیکھ کر بسا اوقات انسان حیران رہ جاتا ہے یہ کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ امر واقعہ ہے۔ کہ اگر کوئی سائل یا محتاج آگیا ہے۔ تو وہ کبھی خالی نہیں گیا۔ آپ خود فاقہ کر لیتے ہیں۔ مگر دوسروں کی امداد کرنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ اگر ایک طرف اخلاق کا یہ حال ہے تو دوسری طرف علم میں بھی کمال حاصل ہے۔ اور انتظامی معاملات میں بھی کافی دلچسپی لیتے ہیں۔ اور جب سے ہماری جرمن مسلم سوسائٹی قایم ہوئی ہے اس وقت سے اس کے صدر ہیں۔

بیرن عمر ایرنفلز

حال ہی میں ایک اور قابل ذکر ہستی بیرن عمر ایرنفلز حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ آپ کے والد باجدایہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اور آپ خود صحافت کا کام کرتے ہیں۔ اور بڑے اعلیٰ پایہ کے مصنف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قلم میں خوب زور دیا ہے ہنگری کے رہنے والے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ چند سال تک ہندوستان عرب، ایران، عراق، ترکی، مصر، و دیگر اسلامی ممالک کا دورہ کریں۔ اور بچشم خود ان اسلامی ممالک میں اسلامی اخوت کا شاہدہ کریں۔ اور فریضۂ حج بھی ادا کریں۔ آپ کی عمر چالیس سال کے قریب ہے۔ آپ معہ اپنی اہلیہ محترمہ کے مسلمان ہوئے ہیں اور آپ کے دو بچے بھی ہیں جن کو اسلامی تعلیم دلوا رہے ہیں۔

ایک پی ایچ ڈی کی طالبعلم خاتون

ایک اور خاص طور پر قابل ذکر خاتون ہے جو پی ایچ ڈی کی طالبعلم ہے اور میونخ (جرمنی) میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ اس کا اسلامی نام صفیہ رکھا ہے۔

افسوس کہ بوجہ قلت وقت ان تمام ہستیوں کا ذکر نہیں کر سکتا جنہوں نے اس مشن کے ذریعہ اسلام کی غلامی اختیار کرنے کو اپنا فخر سمجھا ہے۔ ڈاکٹر عارف گرافنڈٹ کے نام نامی سے بھی اکثر احباب واقف ہوں گے۔

ایک پادری کا قبول اسلام

آخر پر میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک پادری صاحب نے عیسائیت کو خیرباد کہکر اسلام کی غلامی کا طوق پہنا ہے اور ایک اور پادری صاحب زیر تبلیغ ہیں اور غالباً عنقریب مسلمان ہو جائیں گے۔ اللھم زد فزد۔

جرمن تبلیغی رسالہ

مسلمان بنانا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہمارا کام صرف بیج بونا ہے اور وہ ہم بفضلہ تعالیٰ مختلف ذرائع سے کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اکثر احباب کو علم ہوگا۔ آغاز مشن سے ہی یہاں سے ایک سہ ماہی رسالہ جرمن زبان میں نکل رہا ہے۔ افسوس کہ بوجہ مالی مشکلات متواتر دو سال یہ رسالہ شائع نہ ہو سکا۔ مگر اب پھر ۱۹۲۹ء سے بفضلہ باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ اور اب اس کی اشاعت کا آٹھواں سال شروع ہونے والا ہے۔ اس رسالہ کی اہمیت اس امر سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ حال ہی میں میں نے یہ معلوم کیا ہے کہ ان جرمن نومسلموں کی نصف تعداد محض اس رسالہ کی حاصل کردہ ہے۔ اور ایسے اشخاص کی تعداد جو ابھی اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور یہ سب کچھ اس ایک سہ ماہی رسالہ کی بدولت ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ تمام ذرائع تبلیغ میں سب سے زبردست طریقہ لٹریچر کا ہے اور میں اس کو کامیابی کی کلید سمجھتا ہوں۔ موجودہ حالت میں ہم یہ رسالہ صرف پانچسو کی تعداد میں شائع کر رہے ہیں۔ جو کہ جرمنی کی ۶۵ ملین آبادی کے لیے آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ اور پھر ہمارا رسالہ بفضلہ ان تمام ممالک میں جاتا ہے جہاں جرمن زبان سمجھی جاتی ہے کاش کہ ہم اس کی تعداد اشاعت کو اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ہزار تو کر سکیں۔ اصل میں رسالہ کی ہر کاپی ایک اسلامی سپاہی کا حکم رکھتی ہے۔ اور اس اسلامی فوج میں جتنے زیادہ سپاہی ہوں گے اتنی ہی زیادہ کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔

مختلف ٹریکٹ اور رسالجات

اس رسالہ کے علاوہ مختلف ٹریکٹ اور رسالجات بزبان المانوی شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی تعداد اس وقت تک چار پانچ کے قریب ہے۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے (جنہوں نے اس مشن و مسجد کی بنیاد رکھی تھی) دو رسالے اور ایک نماز جرمن و عربی زبان میں ایک ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیے تھے۔ اس کے بعد میں نے آنحضرت صلعم کی مختصر سی زندگی ۱۹۲۹ء میں لکھی جو کہ ہمارے مکرم و محترم دوست مولانا محمد اسلم خاں صاحب کی مالی امداد سے ۵ ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اب میں نے ایک اور رسالہ لکھا ہے یعنے "اسلام میں عورت کی پوزیشن" جو جرمن مسلم سوسائٹی نے ۵ ہزار کی تعداد میں شائع کیا ہے۔ "اسلام اور تلوار" پر میں ایک رسالہ لکھ چکا ہوں۔ جس کے شائع کرنے کی فکر ہو رہی ہے اگر اللہ تعالیٰ کوئی سامان پیدا کر دے۔ تو یہ بھی چند ہزار کی تعداد میں شائع ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔

جرمن اخبارات میں مضامین

ان کے علاوہ یہاں کے جرمن اخبارات میں مضامین کا سلسلہ جاری ہے۔ جن میں عیسائیوں اور پادریوں کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا جاتا ہے۔

یہ ہے سب سے پہلا ذریعہ تبلیغ اور جسکو میں سب سے زبردست سمجھتا ہوں۔

تقاریر اور لیکچر

دوسرا طریقہ بذریعہ تقاریر ہے۔ علاوہ ان لیکچروں کے جو باقاعدہ مسجد میں ہوتے ہیں اکثر یہاں کی بڑی بڑی سوسائٹیوں میں اسلام کی حقانیت پر لیکچر دیئے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ یہاں کے بعض گرجوں میں امسال میرے لیکچر ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں مسجد میں جو لیکچر ہوتے ہیں ان میں لوگوں کی تعداد اور دلچسپی اس امر سے معلوم ہو سکتی ہے کہ باوجود اس بات کے کہ داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوتا ہے (یعنے نصف شلنگ فی کس) حاضرین و سامعین کی تعداد بعض اوقات اس قدر ہو جاتی ہے کہ ہمارے ہاں گنجائش نہیں ہوتی۔ اور بوجہ عدم گنجائش داخلہ بند کرنا پڑتا ہے یہ لیکچرز موسم گرما میں تو مسجد کے وسیع ہال میں ہوتے ہیں۔ مگر موسم سرما میں چونکہ مسجد میں بیحد سردی ہوتی ہے۔ لہذا ان کو مجبوراً رہائشی مکان کے دو کمروں تک محدود رکھنا پڑتا ہے۔ اگر مسجد میں چھت اور انگیٹھیوں کا انتظام ہو جائے تو موسم سرما میں بھی ان لیکچروں کا سلسلہ وہاں جاری رکھا جا سکتا ہے۔

خطبۂ عید تمام یورپ میں سنایا گیا

علاوہ ان تبلیغی کاموں کے فرائض مذہبی یعنے صوم و صلوٰۃ کی ادائیگی کا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے۔ ہر دو عیدیں منائی جاتی ہیں امسال عید الفطر کا خطبہ بذریعہ ریڈیو تمام یورپ میں سنایا گیا۔ اور عید الضحیٰ کے موقعہ پر شہزادگان نظام حیدر آباد دکن مسجد میں تشریف لائے اور فریضۂ نماز ادا کیا۔ اور اسی طرح میلاد النبی کے موقعہ پر جلسوں اور لیکچروں کا باقاعدہ انتظام کیا جاتا ہے۔ جن موقعوں پر عموماً اسلامی ممالک کے سفراء یا ان کے نمائندے تشریف لاتے ہیں۔

مشکلات کا سامنا

ہر ایک کام کا آغاز ہمیشہ مشکل ہوتا ہے۔ اور جن مشکلات کا سامنا اس مشن کو کرنا پڑا ہے اس سے اکثر احباب واقف ہوں گے ۱۶ ہزار مارک پر مسجد کا رہائشی مکان آج تین سال سے گرو رکھا پڑا تھا۔ جس کا فکر ایک منٹ کو دور نہیں ہو سکتا جب تک یہ رقم ادا نہ ہو جائے اور مسجد و مکان آزاد ہو جائیں۔ ان مشکلات کے علاوہ یہاں کے فتنہ پرداز و نام نہاد مسلمانوں نے اس نیک کام کے اندر بڑے روڑے اٹکانے کی کوشش کی۔ مگر ؎

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت حد تک یہ اندرونی مشکلات رفع ہو چکی ہیں۔ اور مخالف خائب و خاسر ہو گئے ہیں الحمد للہ علی ذالک۔ اگر گزشتہ دس سال میں باوجود ان اندرونی و بیرونی مشکلات کے اللہ تعالیٰ نے اس کام کو اس قدر فروغ دیا ہے تو اب جبکہ بہت حد تک یہ مشکلات رفع ہو چکی ہیں اس کے فضل و کرم سے بڑی بھاری کامیابی کی امید ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۳۲ء	نمبر ۲

گلینسی کمیشن میں ہندوؤں کے قانون وراثت کا مسئلہ

مذہبی آزادی کا قانونی مفہوم کیا ہے؟

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

گلینسی کمیشن کے اغراض و مقاصد میں اس سوال کے شامل ہونے پر کہ ہندو مذہب ترک کرنے والوں کو جائداد کا حقدار ٹھہرایا جا سکتا ہے یا نہیں نہ صرف کشمیری ہندوؤں نے بلکہ بیرون ریاست کی کثیر ہندو آبادی نے بھی سخت اعتراض کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ امر ہندو مذہب میں مداخلت ہے۔ کیونکہ ہندو شاستروں میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ مذہب کی تبدیلی اور ذات سے اخراج پر وراثت سے محروم کیا جا سکتا ہے۔ یہ امر کشمیر کے ہندوؤں کے لئے تو قدرے قابل معافی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ حکمران خاندان کے ہم مذہب ہونے کی وجہ سے صرف اپنی مذہبی آزادی کا خیال کر سکتے ہیں اور شاید انہیں ابھی تک اس بات کا علم نہیں کہ سب کے لئے مذہبی آزادی کے کیا معنے ہیں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ برطانی ہندوستان کے ہندو کشمیری ہندوؤں کے اس اعتراض کی کیونکر حمایت کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں اچھی طرح سے علم ہے کہ ہندو دھرم چھوڑنے پر وراثت سے محروم کر دینے کا جو قاعدہ ہندوؤں کے شاستروں میں مندرج ہے اس کو اسی سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ اس مذہبی آزادی کے منافی ہونے کی وجہ سے مسترد کیا جا چکا ہے جو حکومت برطانیہ نے تمام اقوام و ملل کو دی ہے۔

قانون کیا ہے

ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ء کے ذریعے سے جس کو بجا طور پر مذہبی آزادی کا قانون کہا جاتا ہے یہ پابندی دور ہو چکی ہے کہ ہندو دھرم چھوڑنے اور مذہب سے خارج ہو جانے پر کسی کو وراثت سے محروم کیا جائے۔ اس قانون میں بالوضاحت درج ہے کہ:۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے ماتحت علاقوں میں اگر کسی نافذ العمل قانون یا ضابطہ کے کسی جزو کی وجہ سے کسی مرد یا عورت کے اپنا دھرم ترک کرنے یا مذہب کے دائرے سے خارج کئے جانے یا برادری سے نکالے جانے پر حقوق یا جائداد ضبط ہوتی ہو یا کسی طرح سے اس کے حق وراثت پر ضرب لگتی ہو تو آئندہ ان علاقوں میں اس قانون کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی عدالتوں اور رائل چارٹر کی رو سے قائم شدہ عدالتوں میں قانون تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

کیا برطانی ایکٹ مذہب میں مداخلت ہے

وہ ہندو جو برطانی ہند کے باشندہ ہیں اور جن پر دفعہ ۲ باب ۹ منو دھرم شاستر کے بجائے ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ء اثر انداز ہے کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ریاست میں ایسے قانون کے نفاذ سے جس کو انہوں نے اسی سال قبل خود تسلیم کیا تھا کشمیری ہندوؤں کی مذہبی آزادی سلب ہو جائے گی۔ یا کیا ہم یہ خیال کریں کہ برطانی ہند کے ہندو ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ء کو اپنے مذہب میں مداخلت تصور کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ سوراج کے حصول پر یہ خرابی دور ہو جائے گی اور سنہ ۱۸۵۰ء کے ایکٹ ۲۱ کے بجائے منو دھرم شاستر باب ۹ دفعہ ۲۰۱ نافذ کر دی جائے گی۔

مذہبی آزادی

عجیب بات ہے کہ تمام ہندوستان کے ہندوؤں میں سے کسی ایک شخص نے بھی آواز بلند نہیں کی اور نہ کسی کانگرسی نے اس طرف توجہ دلائی ہے جس کی جماعت کو ہندوستان کے تمام طبقوں کی نمائندگی کا دعویٰ ہے۔ کہ منو دھرم شاستر مذہبی آزادی کے ابتدائی اصولوں کے منافی ہے۔ نیز اگر مذہبی آزادی سب کے لئے یکساں نہ ہو تو وہ بالکل بے معنی ہے۔ مذہبی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص جو مذہب چاہے شہریت کے کوئی حقوق کھوئے بغیر اختیار کر سکے۔ منو، ہندوستان کے موجودہ حالات کا کس طرح اندازہ کر سکتا تھا جہاں اب صرف ہندوؤں ہی کے حقوق کا خیال نہیں بلکہ بدھوں، یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے حقوق بھی ہندوؤں کے حقوق کی طرح مقدس سمجھے جاتے ہیں۔

مذہبی آزادی سے محروم کرنے کی کوشش

افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانان کشمیر کے اس مطالبہ کی کہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کر لینا حقوق جائداد پر اثر انداز نہ ہونا چاہئے۔ حمایت کرنے کے بجائے برطانی ہند کے ہندو کشمیری ہندوؤں کو گلینسی کمیشن کے مقاطعہ کا مشورہ دے رہے ہیں اور یہ محض اس لئے کیا جا رہا ہے کہ کہیں مسلمانوں، عیسائیوں کو مذہبی آزادی حاصل کرنے کا موقع نہ مل جائے۔ کیا کشمیر کے ۳۰ لاکھ مسلمانوں کو اس مذہبی آزادی سے ہمیشہ کے لئے جواب دے دیا جائے گا۔ جو ان کے ہم مذہبوں کو برطانی ہند میں اسی سال سے زیادہ عرصہ ہوا مل چکی ہے اور یہ اس لئے کہ چند لاکھ ہندو دوسرے باشندوں کی مذہبی آزادی کو اپنے دھرم پر حملہ تصور کرتے ہیں۔

کشمیر کی خاص حالت

کہا جا سکتا ہے کہ کشمیر کا معاملہ جس کا حکمران ایک ہندو ہے برطانی ہند سے جداگانہ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک ہندو حکمران ہندو شاستروں پر عمل کرانے پر مجبور ہے۔ یقیناً ہمیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ کوئی ہندو حکمران اپنی ہندو رعایا پر ہندو شاستروں کو نافذ کرے۔ برطانی حکومت نے بھی ہندوؤں کو اپنے شاستروں ہی پر عمل کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔ اور ان کے تمام معاملات میں شاستروں کے لفظ لفظ پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ لیکن سوال یہ درپیش نہیں ہے کہ آیا ریاست میں ہندو شاستروں کا نفاذ ہو یا نہ ہو یہ بالکل جداگانہ مسئلہ ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا شاستروں کا نفاذ اس شخص پر کیا جائیگا جو ہندو دھرم چھوڑ کر عیسائی یا مسلمان ہو چکا ہے۔ ہندو شاستروں کے مطابق اسے ذات سے گرا ہوا کہا جا سکتا ہے جس کے حقوق جائداد زائل ہو گئے۔ لیکن جب وہ ہندو دھرم چھوڑ چکا ہے تو اس پر ہرگز ہندو قانون کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ایک ایسے تنازعہ میں جہاں پر فریقین ہندو ہی ہوں ہندو قانون پر عمل ہوگا۔ خواہ یہ قانون عدالت کے نزدیک انصاف کے منافی ہی ہو لیکن جب فریقین میں ایک ہندو اور دوسرا عیسائی یا مسلمان ہے تو اس بات کا مطالبہ کرنا کہ ہندو قانون ہی استعمال کیا جائے سخت حماقت ہے۔ لہذا کسی ہندو حکمران کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ فریقین میں سے اگر ایک ہندو نہ ہو تو اس پر بھی ہندو قانون نافذ کرے۔ ایسے معاملات میں اسلامی یا عیسائی قوانین بھی نافذ نہیں کئے جا سکتے۔

مذہبی آزادی سے انکار

انہی حالات کے ماتحت سنہ ۱۸۵۰ء میں ایکٹ ۲۱ کے منظور کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد اسی سال سے زائد عرصہ تک مسلمانان کشمیر کو مذہبی آزادی کے اس ابتدائی حق سے محروم رکھا گیا ہے۔ لیکن یہ حالت ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اس سے بہتر تو یہ بات ہے کہ کشمیر کا حکمران یہ کہہ دے کہ مسلمانوں کو اس کی حکومت میں کوئی مذہبی آزادی حاصل نہیں ہو سکتی برخلاف اس کے الفاظ میں آزادی عطا کرنے کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کو ان کی جائداد سے محروم کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ امر مذہبی آزادی کے بالکل منافی ہے۔ مجھے امید ہے کہ کشمیر کے ہندو اس معاملہ میں زیادہ معقول روش اختیار کریں گے۔ اور برطانی ہند میں ان کے ہم مذہب ان کو عمدہ مشورہ دیں گے۔

کشمیر میں فرقہ پرستی

آخر کار حکومت کشمیر کی دسیسہ کاریاں اور احرار کا احمدیوں کے خلاف جہاد رنگ لایا اور کشمیر میں فرقہ پرستی کی وبا شروع ہو گئی۔ حکومت نے پہلے تو میر واعظ محمد یوسف کو کھڑا کیا اور اس نے احمدیت کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ پھر نمائندگان کشمیر میں دو اور آدمی بھی احمدیت

دفیر احمدیت کے سوال میں الجھنے لگے۔ جس سے قریب تھا کہ لوگوں پر کوئی بُرا اثر پڑے اور وہ کُل مراد جو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق سے پیدا ہوا اور کشمیری احمدیوں کے خون سے سینچا گیا تھا تباہ و برباد ہو کر رہ جائے کہ عین وقت پر شیخ محمد عبداللہ صاحب شیر کشمیر کا حسن تدبر کام آیا اور انہوں نے ایک عام جلسہ منعقد کر کے مسلمانان کشمیر کو اس فرقہ پرستی کی وبا اور میرواعظ کی پیمان شکنی کے بد نتائج سے پورے طور سے آگاہ کیا۔ اور ان سے کہا کہ:۔

بظاہر وہ آپکی اور اسلام کی جائز ترجمانی سے گریز کر رہے ہیں اس لئے میں اس مسئلہ کو آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں آپ مجھے اپنے فیصلہ سے آگاہ فرمائیں۔ تاکہ میں اس کی تعمیل کروں۔

اس کے جواب میں حاضرین جلسہ نے جو کچھ کہا وہ اس قابل ہے کہ مسلمانان پنجاب جو ہر مشترک اسلامی کام کو فرقہ بندی کی الجھنوں سے بگاڑنے میں ساعی رہتے ہیں۔ اسے گوش ہوش کے ساتھ سنیں۔ اور جاہل کشمیری مسلمانوں کے حسن فہم کی داد دیں۔ انہوں نے صاف کہا

"گزشتہ پر آشوب زمانہ میں جب مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا۔ اس وقت حکومت کشمیر یا ڈوگرہ درندے یہ امتیاز نہ کرتے تھے کہ فلاں شیعہ ہے یا سنی احمدی ہے یا اہلحدیث بلکہ ان کے نیزوں اور گولی کا نشانہ بننے کے لئے صرف مسلمان ہونا ہی کافی تھا۔۔۔۔
اس وقت جو شخص بھی ہماری جائز نمائندگی نہیں کر رہا ہے اسے نمائندگی سے الگ کیا جائے۔"

یہ الفاظ اس قابل ہیں کہ انہیں سنہری حرف سے لکھا جائے۔ جو قوم اپنے جہل و درماندگی کے زمانہ میں اس قدر عقل و دانش اور حسن تدبر سے کام لیتی ہے۔ وہ اگر علم کے زیور سے آراستہ ہو ترقی کے منازل میں اسے قدم بڑھانے کا موقعہ دیا جائے تو ملک و قوم کے لئے کس قدر مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ حکومت کشمیر کی بدقسمتی ہے کہ ان لوگوں کو ان کے جائز حقوق دینے سے اس نے پہلوتہی کی اور حکومت کے نظم و نسق میں حصہ لینے کے انہیں قابل نہ سمجھا۔ ابھی وقت ہے کہ وہ تمام حقوق انہیں عطا کئے جائیں جو اپنے مطالبات میں انہوں نے پیش کئے ہیں۔ کہ یہ ریاست کے لئے نقصان کے بجائے بہت سے فوائد کا موجب ہوگا۔

آخر میں ہم میرواعظ محمد یوسف اور دیگران اشخاص سے جو اپنی تفرقہ پرداز کوششوں کی وجہ سے قوم کی نمائندگی سے الگ کئے گئے ہیں یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اتحاد و اتفاق میں جو برکت ہے وہ منتشر ہونے میں نہیں اگر وہ بھی قوم کے ساتھ ملکر حسب سابق اپنی کوششوں کو ایک مرکز پر متمرکز رکھیں تو ان کے لئے بہت مفید ہوگا۔ اب تک جو کچھ حاصل ہوا وہ اتفاق ہی کی برکت ہے۔ اور وہ تین اشخاص ساری قوم سے الگ ہو کر خود اپنے ہی نقصان کا موجب ہوں گے۔ کیا جس شخص کے گھر آگ لگی ہوئی ہو وہ یہ دیکھا کرتا ہے کہ اس آگ کے بجھانے میں جو لوگ اس کی مدد کر رہے ہیں وہ احمدی ہیں یا اہلحدیث ہیں یا کون ہیں؟ کیا اس وقت اس کا دماغ ان تمام باتوں سے الگ ہو کر ہر امداد دینے والے کا صدق دل سے خیر مقدم نہیں کرتا؟ تعجب ہے کہ میرواعظ اور ان کے ہمنوا آتش سوزاں میں گرفتار ہونے کے باوجود ابر رحمت کے لانے والوں کو محض احمدی ہونے کی وجہ سے دھکے دیتے ہیں اور تمام قوم کے جل مرنے کی پروا نہیں کرتے۔

شادم کہ با رقیباں دامن کشیدہ رفتی
گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

خواتین سے اپیل

خواتین سے جو اپیل زیورات کے لئے کی گئی تھی اس کی طرف بہت کم احباب نے توجہ فرمائی ہے۔ صرف ذیل کی خواتین نے اس میں اس وقت تک حصہ لیا ہے۔ جملہ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں اس کے متعلق تحریک کر کے قرضہ کے بوجھ سے انجمن کو ایک بار کے انہار اندر فارغ کر دیں۔ (محمد علی)

فہرست زیورات جو بطور عطیہ انجمن کے خزانہ میں آئے

تاریخ	نام اہلیہ معطی	نام زیور	سونا یا چاندی	وزن (رتی ماشہ تولہ)
۱۰ دسمبر	اہلیہ صاحبہ بابو عبدالرحمٰن صاحب فرزند مولانا غلام حسن خان صاحب پشاور	چوڑی دو عدد	سونا	۱—۸—
"	والدہ صاحبہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہور	انگوٹھی ایک عدد	سونا	۴—۵—۰
"	بیگم صاحبہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب سب جج دہلی	کلپ دو عدد	"	۱—۹—۰
"	" "	آویزے دو عدد	"	۵—۷—۰
۲۲ دسمبر	سید بیگم صاحبہ بنت داروغہ نبی بخش صاحب لاہور	انگشتری دو عدد	"	۷—۶—۰
۲۵ "	چودھری غلام حسن خان صاحب لوہری والا	گوکھڑو دو عدد	چاندی	۲۳—۰—۰
"	مسماۃ کرم بی بی چندر کے منگولے	ڈنڈیاں دو عدد	چاندی	۲—۶—۰
۲۶ "	از خانہ شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد	انگشتری ایک عدد	سونا	۰—۶—۰
"	اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	بالیاں دو عدد	"	۶—۵—۰
"	اہلیہ صاحبہ میاں رحیم بخش صاحب سانبھر	چوڑیاں دو عدد	"	۳—۶—۱
"	اہلیہ صاحبہ شیخ عبدالعلی صاحب پی ایس سی قصور	" "	"	۲—۲—۱
"	اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر عدالت خان صاحب نوشہرہ	لچھیاں دو عدد	"	۰—۶—۵
"	معرفت شیخ فضل کریم صاحب	انگشتری ایک عدد	"	۰—۴—۰
"	اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب لڑپلی	مالا ایک عدد	"	۰—۳—۱۵
۲۷ "	اہلیہ صاحبہ میاں احمد علی صاحب مبارہ	جھمکے دو عدد	چاندی	۰—۰—۸
"	" " "	پہنچیاں دو عدد	"	۰—۳—۷
"	اہلبیت حضرت امیر ایدہ اللہ	پہنچیاں دو عدد	سونا	۰—۲—۵
"	اہلیہ صاحبہ چودھری اسمٰعیل صاحب	گلوبند ایک عدد	سونا	۰—۸—۱۳
"	اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب	چوڑیاں دو عدد	"	۰—۷—۱
"	اہلیہ صاحبہ سید غلام مصطفٰے شاہ صاحب	انگوٹھی ایک عدد	"	۰—۵—۰
"	اہلیہ صاحبہ بشیر الدین صاحب سیالکوٹ	انگوٹھی ایک عدد	"	۷—۱—۰
"	معلوم الاسم معرفت حضرت امیر ایدہ اللہ	کڑے ایک جوڑی	"	۰—۳—۱۴
		کل سونا قریباً		۰—۰—۵۰
		کل چاندی قریباً		۰—۰—۴۰
"	اہلیہ صاحبہ شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد	نقد		۷۵ روپیہ

ضروری اعلان

جہاں جہاں انجمن کی شاخیں ہیں وہاں کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ جن کے ہاں چندہ کا حساب رکھنے کا رجسٹر موجود نہ ہو وہ اطلاع دیدیں اور جن کے ہاں موجود ہے وہ بھی [illegible] کر دیں کہ کب ختم ہوگا۔ تاکہ ان کے لئے رجسٹروں کا انتظام کیا جا سکے۔ مقامی رجسٹروں کے متعلق اگر کوئی صاحب اپنا مشورہ بھی دینا چاہتے ہوں تو اس سے اطلاع دیں۔

دین محمد
افسر تحصیل

آہ سر محمد شفیع!

اخبار کی آخری کاپی پریس میں جا رہی تھی کہ یکایک یہ اطلاع موصول ہوئی کہ آنریبل سر میاں محمد شفیع وزیر تعلیم گورنمنٹ ہند آج اس جہان فانی سے چل بسے انا للہ وانا الیہ راجعون ۰

ممدوح کی خدمات اسلامی کا آج کون صحیح المزاج انسان ہی جو انکار کر سکے انہوں نے ہر موقعہ پر مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کے کاموں میں حصہ لیا۔ اور حال ہی میں گول میز کانفرنس میں جو تقاریر کیں وہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ افسوس کہ آج مسلمانوں میں سے سر محمد علی اٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپکی وفات نمونیہ سے ہوئی۔

جلسہ سالانہ پر غیر جانبدارانہ تبصرہ

مولوی ثناء اللہ اور علامہ محمد علی آج سے چالیس سال قبل اور آج

حیات جاوید کا مالک کون ہے مسیح موعود یا مولوی ثناء اللہ؟

(تاثرات جناب حافظ محمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل گجرات)

مہمانوں کی قلت

اس دفعہ جلسہ سالانہ پر گزشتہ سال سے کم مہمان آئے جماعت کے جو احباب اس دفعہ نہیں آسکے۔ ان کو اپنی اس حالت پر بہت ہی افسوس کرنا چاہئے۔ میری اپنی رائے میں اس دفعہ کا جلسہ تمام گزشتہ جلسوں سے زیادہ اہم اور زیادہ نتیجہ خیز تھا۔ اور جو اس دفعہ شمولیت سے محروم رہے ان کو لازماً کف افسوس ملنا ہوگا۔

خدا کا کام نہیں رکے گا

اس دفعہ یہ حقیقت بھی میرے لوح دل پر ثبت ہوگئی ہے کہ جو کام انجمن کے ہاتھ میں ہے وہ جاری رہے گا۔ اس میں ترقی ہوتی رہے گی۔ بلاشبہ مشکلات کا سامنا ہوگا۔ مگر وہ حل ہوتی چلی جائینگی جماعت کے افراد اگر اس طرف توجہ نہ کریں گے تو یہ ان کی اپنی ہی محرومی ہوگی۔ دیگر انسان پیدا ہوجائیں گے جو اپنی جلیل القدر قربانیوں سے اس کام کو ترقی دیتے چلے جائیں گے۔ اس کام میں مجھے صاف خدا کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آیا۔ اس دفعہ میرے ایمان کو بڑی مضبوطی ہوئی اور مجھے یقین ہوگیا کہ اسلام دنیا میں ضرور پھیلے گا۔ کسی کی بےحسی اور بے توجہی قطعاً اس کام میں مخل نہ ہوگی۔

اس کام کی جڑیں زمین میں بہت مضبوط گڑ چکی ہیں۔ اور ایک شاندار درخت اپنے سائے سے تمام دنیا کو ڈھانپنے والا ہے۔

دور حاضرہ کی عظیم الشان شخصیت

گزشتہ جلسوں کی طرح اس جلسہ کا روح رواں بھی حضرت امیرالمومنین قبلہ علامہ محمد علی تھے۔ محبت اسلام کی جو چنگاری حضرت مسیح موعود نے آپ کے قلب مبارک میں آج سے تقریباً چالیس برس قبل روشن کی وہ نہ صرف مدھم نہیں پڑی بلکہ دن بدن زیادہ فروزاں ہوتی گئی اور کئی ایک دل اس کی روشنی سے منور ہوتے گئے۔ دور حاضرہ کی یہ عظیم الشان شخصیت تمام عالم انسانی پر اپنا اثر ڈال رہی ہے اور میری آنکھیں صاف دیکھ رہی ہیں کہ دنیا آہستہ آہستہ اس کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی اس کی طرف چلی آرہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے بعض افراد کو اس برد بار ہستی کی عظمت و شوکت کا آج احساس نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ دنیائے حال کی سب سے بڑی شخصیت ان کے درمیان رہتی، ان سے ہمکلام ہوتی اور محبت کے اثرات ڈال رہی ہے۔ دنیا کا آئندہ مورخ عجیب انداز سے اس عظیم الشان انسان کو آئندہ نسلوں کے سامنے پیش کرنے والا ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اس انسان کی آواز کی جو بے قدری کرتے ہیں وہ پچھتائیں گے۔ اور اپنی بے دردی پر روئیں گے۔ [illegible] کی بے نظیر خدمات اس انسان کی جد و جہد سے سرانجام پا رہی ہیں۔ جماعت احمدیہ کا اس انسان پر کوئی احسان نہیں بلکہ جماعت احمدیہ پر اس کے بے شمار احسان ہیں۔ وہ ہر آن خوابیدہ گان کو خواب گراں سے جگاتا رہتا ہے۔ ناممکن ہے کہ وہ انسان جس [illegible] زندگی کی ایک حقیف سی حرارت بھی موجود ہو بیدار نہ ہوجائے۔ ہاں جو روحانیت کی ابدی موت مر چکا ہے وہ اس آواز پر بھی متحرک نہیں ہوسکتا۔

ایک بصیرت افروز پیغام

۲۵ تاریخ (دسمبر) کو جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کا خطبہ ایک بصیرت افروز پیغام تھا۔ جو اسلامی سپاہیوں میں جرأت، شجاعت، حوصلہ مندی، استقامت، عزم اور ایمان پیدا کر رہا تھا۔ سیاسی ہنگامہ آرائیوں میں ہمیشہ کامیابی کی منزل نزدیک نظر آتی ہے قربانیاں کرنے والے جانتے ہیں۔ کہ وطن آزاد ہونے کے قریب ہے۔ فتحمندی بڑے قریب سے دکھائی جاتی ہے۔ اور عظیم الشان نتائج پیدا ہوتے نظر آتے ہیں۔ مگر وہ کام جس کی طرف محمد علی بلاتا ہے۔ اس میں کوئی مادی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اگر یورپ کے کسی گوشہ میں کوئی انسان حلقہ بگوش اسلام ہوجاتا ہے۔ تو ہندوستان کے کسی دیہاتی احمدی کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بایں ہمہ دیہاتی احمدی اپنی پاک کمائی سے ایک معتدبہ حصہ یورپ کے انسانوں میں نور اسلام پھیلانے کے لئے خرچ کرتا رہتا ہے۔ یہ بہت مشکل مقام ہے۔ اسی سے اس میں شامل ہونا بھی بعض طبائع کو بہت مشکل نظر آتا ہے۔ مگر جو اس میں شامل ہوتے ہیں ان کا ایمان پہاڑ کی طرح محکم ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یورپ سے دور دراز براعظم کے انسانوں میں نور ہدایت پھیلانا انہیں خدا کے نزدیک ان کے پیارے رسولؐ کے نزدیک کس قدر محبوب کردے گا۔ اور بالآخر اس دنیا میں بھی کس قدر عظیم الشان نتائج مادی رنگ میں بھی پیدا ہوں گے۔ ہمارے اسلاف محض اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچانا چاہتے تھے۔ ان کے راستے میں طرح طرح رکاوٹیں تھیں۔ جن کو انہوں نے عزم و استقلال سے دور کیا۔ اور ہزارہا مشکلات کے ہوتے ہوئے اپنے مقصد سے نہ ہٹے۔ آخر اس دنیا میں بھی نعمائے الٰہی کے وارث ہوئے۔ اور آخرت میں بھی ان کے لئے ہزارہا خزانے موجود ہیں۔

احمدیت کی دو تصویریں !!

۲۵ تاریخ کو علامہ موصوف کی تقریر کا موضوع "احمدیت کی دو تصویریں" تھا۔ یہ تقریر اپنے موضوع کے لحاظ سے بالکل انوکھی تھی۔ اس میں کوئی دقیق فلسفہ نہ تھا۔ کوئی منطق نہ تھی۔ کوئی مجادلانہ اور مناظرانہ طرز استدلال نہ تھی بلکہ صحیح واقعات کا ایک ہجوم تھا۔ جسے ظاہری آنکھیں دیکھ سکتی تھیں اور انکار نہ کرسکتی تھیں وہ حقایق کی ایک دنیا تھی جس میں صداقتیں مجسم ہوکر ظاہری حواس کے سامنے آرہی تھیں۔ میں یہاں حضرت امیرالمومنین کی تقریر نقل نہ کرونگا بلکہ احمدیت کی یہی دو تصویریں اپنے الفاظ میں اور اپنے پیرایہ میں بیان کرونگا۔ کیونکہ میری آنکھوں کے سامنے بھی یہی دو تصویریں ایک اور انداز میں پیش ہوئی ہیں۔

احمدیت کی ایک تصویر!

اسی دنیا میں، اسی ملک، اور اسی صوبہ میں احمدیت کی ایک تصویر مدت مدید سے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ جسے وہ نہایت شد و مد کے ساتھ دنیا میں پیش کر رہے ہیں اس تصویر کے خط و خال نہایت بھونڈے اور گھناونے ہیں جو اسے دیکھتا ہے اسے اس سے نفرت ہوجاتی ہے۔ اور خدا معلوم کس قدر بندگان خدا کو محض اس تصویر کی ہیبت ناکی نے ابتک "تحریک احمدیت" سے باز رکھا۔ اور جسے مولوی ثناء اللہ صاحب شاید اپنی بے نظیر کامیابی سمجھتے ہوں گے لیکن آؤ دیکھیں کہ اس قسم کی بھونڈی تصویر کی نمائش نے اسلامی نقطۂ نگاہ سے دنیا میں کیا کیا کارنامے کئے ہیں۔

(۱) مولوی صاحب کا اخبار اہلحدیث اس تصویر کی وجہ سے بعض حلقوں میں خوب مقبول ہوا۔ اور اس سے مولوی صاحب کو مادی فائدہ بھی پہنچا۔

(۲) مولوی صاحب کی احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے بعض حلقوں میں خوب شہرت ہوئی۔ اور آج وہ گزشتہ گمنامی سے نکلکر صوبۂ پنجاب کے بعض اسلامی طبقوں میں ہستی معروف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۳) بہت سے لوگ ان کی تحریروں اور تقریروں کو پڑھ اور سنکر تحریک احمدیت سے متنفر بھی ہوگئے ہیں۔ اگرچہ بعض محض اس مخالفت کی وجہ سے خود تحقیقات میں لگ گئے اور بالآخر اس تحریک میں شامل ہوگئے۔

(۴) اس تصویر کی نمائش نے اسلامی دنیا میں کوئی انقلاب پیدا نہیں کیا۔ عام عالم اسلامی اس سے قطعاً متاثر نہیں ہوا اس سے مسلمانوں کے اندر عزم اور قربانی کی سپرٹ نہیں پھونکی جاسکی۔ اسلام اور مسلمانوں کی کوئی خدمت اس سے انجام نہ پاسکی۔ مسلمان اتحاد اور اتفاق میں منسلک نہیں کئے جاسکے۔ اسلام کی کوئی باعزم سپاہ اس سے تیار نہیں ہوسکی۔ غرض کسی قسم کا کوئی تعمیری کام اس سے آغاز نہ ہوسکا۔

چالیس سال پہلے کا ثناء اللہ

مولوی ثناء اللہ صاحب اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنی گزشتہ چالیس سالہ جد و جہد پر ایک غائر نگاہ ڈالیں تو ان پر حسب ذیل حقایق روز روشن کی طرح کھل جائیں گے۔

(۱) آج سے چالیس سال پیشتر کا مولوی ثناء اللہ ایک ذہین، چلبلا، دینی امور میں دلچسپی لینے والا، علم و معرفت حاصل کرنے کی استعداد رکھنے والا، نہایت مضبوط قوت کا مالک، و فور جوش سے پُر اور کام کرنے کی اہلیت رکھنے والا۔ نوجوان مولوی نظر آئے گا۔ جو تھوڑی سی تربیت اور محنت اور تھوڑی سی ترغیب و تحریک سے ایک ایسے راستے پر ڈالا جاسکتا تھا کہ اس پر چلکر آج چالیس برس بعد ہم سرزمین پنجاب میں ایک ایسا ثناء اللہ دیکھ سکتے جو متعدد معرکۃ الآرا تصنیفات کا مالک ہوتا۔ جو دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر اسلامی حقایق کو ایک عالم پر آشکارا کردیتیں۔ اس کے زیر اثر ایک جاں نثاروں کی جماعت ہوتی۔ جو اسلام کے نام پر ہر طرح کی قربانیاں کرنیکو تیار رہتی جس کی ایک جنبش ابرو سے براعظم یورپ میں مساجد تعمیر ہوجاتیں اور اسلامی مشن قائم ہوتے اس کے سامنے یورپ کے بڑے بڑے علماء حلقہ بگوش اسلام ہوکر زانوئے ادب طے کرتے۔ اسکے نام پر اہل اسلام کو فخر ہوتا۔ وہ ہندوستان ایران، عراق، شام، عرب اور ٹرکی کا ایک مایۂ ناز فرزند توحید ہوتا۔ اسکے کارناموں کا مشرق میں بھی اور مغرب میں بھی غلغلہ بلند ہوتا۔

چالیس سال بعد کا ثناء اللہ

مگر آہ! چالیس برس کے بعد ہم ایک بوڑھا منقطع القویٰ ثناء اللہ دیکھتے ہیں۔ جو کولہو کے بیل کی طرح جہاں سے چلا تھا وہاں ہی اب تک چلتا نظر آتا ہے۔ وہی پھبتیاں اور تمسخر آمیز گفتگو ہیں وہی ظریفانہ اشعار اور مذاقیہ ترنم ہے۔ وہی دلآزار چوٹیں ہیں۔ وہی نکتہ چینیاں اور غلط بیانیاں ہیں وہی اہلحدیث کی ادارت ہے۔ اور وہی محدود حلقہ ہے جس میں اس کی مقبولیت ہے۔

مولوی ثناء اللہ کا محبت نامہ

حال ہی میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک چھوٹا سا مکتوب موسوم بہ محبت نامہ حضرت امیر المومنین علامہ محمد علی کی خدمت میں لکھا ہے۔ اس کی ظاہری زبان بڑی نرم اور پر اخلاص معلوم ہوتی ہے۔ مگر نیش کژدم کی زہر چکانی کا یہ عالم ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ایک پرائیویٹ مکتوب ہوتا اسے شہروں میں مختلف جگہوں میں دیواروں پر چسپاں کیا گیا ہے۔ اور اس کی عام تشہیر کی گئی ہے۔ اور اس میں حضرت مرزا صاحب کا "مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ" والا مضمون پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مولوی ثناء اللہ کا حضرت صاحب کے بعد زندہ رہنا ان کے بطلان پر ایک قوی دلیل ہے۔ یہ وہ بات ہے جو مدت سے مولوی ثناء اللہ کی طرف سے پیش ہو رہی ہے۔ اور حضرت علامہ کی طرف سے اس کا ایک مستقل جواب "آیت اللہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ مگر مولوی صاحب ابھی تک وہی رٹ لگا رہے ہیں۔ کاش کہ مولوی صاحب غور کرتے کہ تو انہیں اس فیصلہ کی حقیقت کا بھی خود بخود علم ہو جاتا۔

مولوی ثناء اللہ کی موت

مجھے تو صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مرزا صاحب کی زندگی ہی میں مر گئے۔ ان کے قوائے عالیہ پر اسی وقت سے موت طاری ہے۔ جب سے حضرت مسیح موعود کی مخالفت شروع کی۔ اسی لئے دنیا میں ان سے کچھ کام نہیں لیا جا سکا۔ ان کی ذہنی قابلیت مر گئی۔ ان کی علمی استعداد مر گئی۔ وہ جوہر انسانی جو مخصوص حالات میں چمکتا ہے۔ اور ایک دنیا کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے۔ ان کے وجود سے مر گیا ہے۔ ان کے دماغ سے مر گیا ہے۔ ان کے دماغ سے مغز لیاقت نکل چکا ہے ظریفانہ پھبتیاں پوست کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مولوی صاحب اسی پوست میں مگن ہیں۔

مسیح موعود کی حیات جاوداں

مگر اس کے بالمقابل مسیح موعود کو حیات جاوید مل چکی ہے وہ شہرت دوام کے آسمان پر ایک درخشاں ستارہ کی حیثیت سے چمک رہے ہیں۔ ان کا نام صفحہ ہستی سے نہیں مٹ سکتا۔ اشاعت اسلام کے لئے ان کی جاں فروش جماعت جو جو کارنامے کر رہی ہے وہ سب انہی کے طفیل سے ہے اور اس کا موجب انہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔ پس مولوی صاحب کا اس امر کو پیش کرنا حیرانی کا موجب ہے۔ ان الانسان لربہ لکنود و انہ علیٰ ذالک لشہید۔ ایسی صریح حقیقت کی موجودگی میں یہ ناشکر گزار انسان اس کی مزید تصریح چاہتا ہے۔ حالانکہ اس کی اپنی قلبی کیفیت اس پر شاہد ہے۔ عنقریب حضرت امیر المومنین کی طرف سے دندان شکن جواب اس کی مزید تسلی کر دیگا مگر میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ فی الواقع خود مسیح موعود کی زندگی ہی میں اس وقت مر گئے تھے جب کہ اشاعت اسلام کے نازک کام میں انہیں جانبکی بجائے وہ اس کی تخریب میں مصروف ہو گئے۔

احمدیت کی دوسری تصویر

ہاں احمدیت کی ایک دوسری تصویر بھی ہے۔ جس کی دلآویزی آج ایک دنیا کی نگاہیں خیرہ کر رہی ہے۔ اس تصویر کو حضرت علامہ محمد علی (میں دیدہ و دانستہ مولوی کا لفظ حضرت کے نام کے ساتھ مربوط نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ لفظ بہت بدنام ہو چکا ہے۔ اور اس پر طرہ پر ایک دوست کا یہ مشورہ تھا کہ اس لفظ سے حتی الوسع احتراز کیا جائے تا کہ اس دنیا میں پھر دوبارہ اس کی عزت قایم ہو۔) مدت سے دنیا میں پیش کر رہے ہیں اور اس کے حسن دجمال کے سامنے انسانوں کا معقول طبقہ اپنی گردنیں جھکا رہا ہے۔

چالیس سال پیشتر کا محمد علی

یہ تصویر بھی بڑی شد و مد سے پیش کی جا رہی ہے۔ اور آج ہم حضرت علامہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ بھی ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنی گزشتہ چالیس سالہ زندگی پر نگاہ ڈالیں تو ان پر بھی حسب ذیل حقائق روز روشن کی طرح کھل جائیں گے۔

(۱) مسٹر محمد علی ایک لا کالج کا گریجویٹ لا کی تعلیم کے بعد وکالت کی ڈگری حاصل کرکے وکالت کے کاروبار کو جاری کرنے کے لئے ایک سائن بورڈ لکھواتا ہے۔ عربی سے اسی قدر نا واقف ہے جس قدر آج کل کے گریجویٹ واقف ہوتے ہیں۔ دینی امور سے اسی طرح بے پروا جس طرح ایک گریجویٹ کو ہونا چاہیئے۔ البتہ انگریزی میں اچھی مہارت ہے۔ ایم اے کی ڈگری بھی حاصل ہے۔ اور اس کی بھی توقع کی جاتی ہے کہ عنقریب مجرموں، ڈاکوؤں، قزاقوں اور قاتلوں کی وکالت کرکے عدالت میں اپنی لیاقت کے جوہر دکھائے گا۔ بے گناہوں کو بچا کر، اور گنہگاروں کو سزا دلوا کر مہرم دنیا کی نگاہ میں ایک نامی وکیل کی حیثیت سے چمکیگا مگر قادیان کے ایک گوشہ گزیں نے اسے اپنی جھونپڑی میں بلا لیا۔ اور اس کے ہاتھ میں احمدیت کی ایک تصویر دیدی۔ نہایت خوبصورت تصویر! نہایت دلآویز اور مرصع تصویر! سرورق کو تو الٹ کر دیکھو! — ہیں! یہ تو خالص اسلام کی تصویر ہے۔ مبارک تھے وہ ہاتھ جنھوں نے نہایت شوق اور محبت سے شکر گزاری اور احسان مندی کے والہانہ جذبات کے تلاطم میں اس تصویر کو قبول کیا۔ اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اس سے محبت کی اور ایک دنیا سے محبت کرائی۔

چالیس سال بعد کا امیر المومنین محمد علی

یہ وہی مسٹر محمد علی ہے جسے میں کبھی امیر المومنین کہہ کر پکار رہا ہوں، کبھی حضرت علامہ کے نام سے موسوم کر رہا ہوں۔ آؤ دیکھیں کہ اس تصویر کی نمائش نے دنیا میں کیا کچھ کر دیا۔

(۱) تفسیر قرآن سے دنیا کی متعصب ذہنیت کو منقلب کرنیوالا

قرآن کریم کی ایک بے نظیر انگریزی تفسیر اس وقت تمام انگریزی داں دنیا کے ہاتھوں میں متداول نظر آتی ہے اس تفسیر نے دنیا کو بتلا دیا ہے کہ قرآن اوراق پریشاں کا ایک مجموعہ نہیں۔ بلکہ اس میں ایک زبردست نظم و ضبط موجود ہے۔ روح کی تربیت کے لئے اس میں ایسی تعلیم موجود ہے جو اس سے قبل دنیا کو نہیں دی گئی۔ دنیا اس کو پڑھکر اپنی ناشکر گزاری اور احسان فراموشی پر نادم ہے جس کا اظہار اس سے پہلے صدیوں تک ہوتا رہا ہے۔ اس تفسیر نے متعصب دنیا کی ذہنیت منقلب کر دی۔ یہی وہ تفسیر ہے جو صدہا انسانوں کو حلقہ بگوش اسلام بنانے کا موجب ہوئی۔

پھر اردو میں ایک جامع تفسیر تین جلدوں میں علامہ محمد علی کے قلم سے لکھی گئی جس نے ہندوستان میں قرآن کی عظمت کو دنیا میں دوبارہ قایم کر دیا۔

(۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ بے نقاب کرنیوالا

نبی کریم صلعم کی سیرت پر ایک جامع کتاب اردو اور انگریزی میں لکھی گئی۔ جس سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ بے نقاب کر دیا گیا۔ جس کے انوار کو دیکھکر بہت سی سعید روحیں اسلام میں داخل ہوئیں۔

(۳) اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کا رد کرنے والا

علاوہ ازیں عیسائیت کی تردید اور آریوں کی تردید میں متعدد کتابیں لکھیں۔ مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کو مٹانے کے لئے اور اس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لئے النبوۃ فی الاسلام جیسی معرکۃ الآرا تصنیف دنیا میں شائع کی جس کو پڑھکر خدا کی وحدت کے ساتھ ساتھ ختم نبوت کا عقیدہ بھی وحدت اسلامی کے لئے بطور بنیاد کے نظر آنے لگا ہے۔

(۴) حدیث کے صحیح مقام کو ظاہر کرنے والا

نبی کریم صلعم کی زندگی اور آپ کے اقوال آج طرح طرح کی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کے پردوں میں چھپے ہوئے تھے۔ اور یہاں بھی افراط و تفریط کے دونوں پہلو نظر آتے تھے۔ ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی تھی جو قرآن کریم پر بھی حدیث کو عملاً مقدم سمجھنے لگی تھی۔ علامہ موصوف کے قلم گوہر رقم نے "مقام حدیث" جیسی محقق، مدلل، اور مبسوط کتاب لکھکر تمام دنیائے اسلامی پر ایک عظیم الشان احسان کیا۔

آج تک حدیث کی باقاعدہ کوئی تفسیر دنیا میں موجود نہ تھی۔ جو رطب و یابس سے پاک ہو۔ اور جس سے ہادی برحق کے حکیمانہ کلام کی عزت ہو اور وہ دنیا کے لئے رشد و ہدایت کا باعث ہو۔ اس تفسیر کی ترتیب کا کام بھی قسام ازل نے علامہ موصوف ہی کے سپرد کیا ہوا تھا۔ جو ان سے سرانجام پایا۔ اس کے علاوہ دیگر بے شمار کتابیں جو اس وقت دینیات میں مستند سمجھی جا رہی ہیں علامہ موصوف نے تصنیف کیں۔

(۵) سنی اور شیعہ میں باعزت تصفیہ کرانیوالا

زرا ہاں جلد ایک خلافت راشدہ ہے جو سنی اور شیعہ کا ایک باعزت تصفیہ کرنیوالی تصنیف ہے۔ اور جسے پڑھکر صحابہ کرام کی عظمت اور شوکت اور ان کا اسلام سے محبت اور عشق دلوں پر عجیب تاثرات پیدا کرتا ہے۔

(۶) انگلستان اور جرمنی میں تبلیغی مشن قایم کرنے والا

علامہ موصوف کی مساعی جمیلہ سے دنیائے مہذب کے بڑے بڑے مرکزوں میں مثلاً جرمنی اور انگلستان میں عظیم الشان اسلامی مشن قایم ہو گئے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جو دنیا کا مرد ہیں علامہ موصوف کے دست راست ہیں۔ دنیائے اسلام میں مبلغ اسلام کے نام سے موصوف ہیں اور ان کے احسان دنیا پر اس قدر ہیں کہ دنیا ابد الآباد تک انہیں یاد رکھے گی۔ دنیا کا آئندہ مورخ انقلاب یورپ کی جب تاریخ لکھے گا تو اسلام کے اس پہلوان کو بڑی عزت کی جگہ دے گا۔

(۷) برلن مسجد کا بانی

برلن کی عظیم الشان مسجد جو کلیسائی دنیا کے مرکز میں خدائے واحد کا ایک معبد ہے علامہ محمد علی کی بے نظیر قربانیوں اور متواتر اور مسلسل کوششوں کا ایک زندہ اور دیر تک قایم رہنے والا ثبوت ہے۔ یورپی دنیا میں متعدد مشن اسلام کے کھل گئے اور مبلغین اسلام ہر طرف دنیا کو پیغام حق سنانے لگ گئے۔ حتی کہ دور حاضرہ کا فلاسفر اکبر "پکار اٹھا کہ عنقریب دنیائے تہذیب حلقہ بگوش اسلام ہو جائیگی۔"

تازہ آرڈیننسوں کی تفاصیل

ہنگامی اختیارات کے آرڈیننس کے رو سے صوبجاتی کو ہتوں کے افسروں کو قیام امن و نظام کیلئے خاص اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اور عملاً اسی آرڈیننس کی بنا پر قائم ہے۔ جو صوبہ سرحد پر نافذ کیا گیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ آرڈی نس دائرہ وسیع کر دیا گیا ہے اور اسمیں وہ تمام افعال بھی شامل ہیں۔ جو امن عامہ اور تحفظ خلائق سے تعلق رکھتے ہیں۔ نیز اس کے رو سے قدیم پریس آرڈی نس تمام ہندوستان پر نافذ کر دیا گیا ہے۔ پریس ایکٹ کی اغراض و مقاصد کے لئے اس آرڈیننس کو ایک اعلان کے ذریعے سے فی الفور بمبئی اور بنگال میں نافذ کر دیا گیا ہے۔ اس آرڈیننس کے رو سے مشتبہ اشخاص کو گرفتار کرنے کے جو اختیارات دیئے گئے ہیں ان میں صرف وہی اشخاص نہیں آتے۔ جو امن عامہ اور تحفظ خلائق کے منافی افعال کا ارتکاب کریں۔ بلکہ ایسے افعال پر حاوی ہوگا۔ جو امن عامہ اور تحفظ خلائق کے منافی کسی تحریک کو تقویت پہنچانے کے لیے کیے جائیں۔

غیر آئینی ترغیبات کا آرڈیننس

خلاف قانون ترغیب کا آرڈیننس ویسا ہی ہے۔ جیسے یوپی اور صوبہ سرحد پر نافذ کئے گئے ہیں۔ اور ان کا نفاذ فی الفور مدراس بمبئی۔ پنجاب۔ بہار۔ اور سی پی میں کیا گیا۔

مجالس خلاف قانون کا آرڈیننس بھی ویسا ہے جیسا کہ صوبہ سرحد میں نافذ کر دیا گیا ہے۔ اور یہ مدراس بمبئی۔ بنگال۔ یوپی اور بہار اور اڑیسہ میں فی الفور نافذ کر دیا جائیگا۔ اس کے رو سے حکومت ہند کو اختیار ہوگا۔ کہ کسی مجلس (ایسوسی ایشن) کو خلاف قانون قرار دے تاکہ اس کے احکام تمام برطانی ہند پر نافذ العمل ہو سکیں اس کارروائی سے وہ وقت دور ہو جائے گی جو پہلے کانگرس کی مجلس عاملہ کو خلاف قانون قرار دینے کے لئے ہر مقامی حکومت کو علیحدہ علیحدہ کرنا پڑتا تھا۔

بائیکاٹ آرڈیننس

مزاحمت کے انسداد اور مقاطعہ کا آرڈی ننس تمام برطانی ہند پر نافذ العمل ہوگا۔ لیکن اس پر عمل درآمد کرانے سے پیشتر ہر مقامی حکومت کو اعلان شائع کرنا پڑے گا۔ آرڈی ننس قدیم آرڈیننس کی بنیاد پر قائم ہے۔ البتہ اس میں مزاحمت کی تعریف میں پرامن پکٹنگ بھی داخل ہے۔ جو جرم قرار دیا گیا ہے۔

ہنگامی اختیارات کی تشریح

ہنگامی اختیارات کا آرڈی ننس ۶۴ دفعات پر مشتمل ہے تین ابواب میں تقسیم کی گئی ہیں پہلے باب میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ یہ آرڈیننس اس صوبے و صوبوں کے حصص پر جاری ہوگا جنہیں گورنر جنرل باجلاس کونسل گزٹ کے ذریعے سے مخصوص کر دے بالفعل بمبئی بنگال بہار میں اس کے نفاذ کے متعلق اعلانات فوراً شائع کئے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں ہنگامی اختیار کی تعریف کی گئی اس کی رو سے مشتبہ اشخاص کی گرفتاری اور نظربندی کے متعلق وہی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ جو صوبہ سرحد کو حاصل ہیں۔ اس میں ایک اور دفعہ بھی ہے جس کی رو سے مشتبہ اشخاص کو گرفتار کرنے کے اختیارات عطا کئے گئے ہیں۔ اور ان اختیارات کو مقامی حکومتیں ایسے حالات میں بھی استعمال کر سکیں گے جب انہیں شبہ ہو جائے کہ کسی شخص کی نسبت اس امر کے لئے کافی وجوہ موجود ہیں کہ اس نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے یا کر رہا ہے یا کرنیوالا ہے۔ جو امن عامہ اور حفاظت خلائق کے منافی ہے اس قسم کی تحریک کو تقویت پہنچانے کا موجب ہوگا۔ لہٰذا اس دفعہ کے رو سے وہ اشخاص بھی گرفتار کئے جا سکیں گے۔ جو سول نافرمانی کی تحریک کو فروغ دیتے ہیں۔

عمارات پر قبضہ کے اختیارات

دفعہ کے ماتحت اختیارات دیئے گئے ہیں کہ عمارات پر قبضہ کر لیا جائے دفعہ میں کسی مقام میں داخلے کی ممانعت یا پابندی کر دی گئی ہے۔ دفعہ ۷ میں ذرائع آمد و رفت کے نظام ممانعت یا عام استعمال کی اشیا پر قبضہ کرنے کے اختیارات حاصل ہونگے دفعہ ۹ میں تحقیر بسامان پر قبضہ کرنے اور دفعہ ۱۰ میں سامان بار برداری پر قبضہ کیا جا سکیگا۔ دفعہ ۱۱ کے رو سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ اسلحہ اور بارود پر قبضہ کریں۔

ریل، تار اور ڈاک کے استعمال کی بندش

دفعات ۱۲ لغایت ۱۵ میں ایڈیشنل پولیس کو استعمال کرنے بعض اشخاص کی امداد کرنے اور استعمال عامہ کے سامان ڈاک اور تار پر قبضہ اور ریلوں اور جہازوں کے استعمال کا انتظام شامل ہے۔ دفعہ ۱۷ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ کسی ایسے پولیس افسر کو متعین کریں جس کا عہدہ ہیڈ کانسٹیبل سے کم نہ ہو کہ عام جلسوں کی رپورٹیں حاصل کرنے اور اگر ضرورت ہو تو اس کی امداد کے لئے پولیس کی گارد اس کے ساتھ جائے اس دفعہ کی اغراض و مقاصد پبلک جلسہ سے مراد ایسا جلسہ ہوگا جو عوام یا کسی حصہ کے لئے کھلا ہو۔ اور ایسے جلسے بھی پبلک جلسے شمار ہوں۔ جو کسی نجی کے مکان میں کئے جائیں۔ یا جنہیں داخلہ کے ٹکٹ حاصل کرنے کی پابندی ہو یا اور کسی قسم کے ہوں دفعات (۱۸ و ۱۹ و ۲۰) کے رو سے تلاشی کے وارنٹ جاری کرنے کے وسیع اختیارات تلاشی کرنے کے عام اختیارات اور اگر کوئی شخص احکام کی خلاف ورزی کرے تو ان احکام پر عمل درآمد کرانے کے عام اختیارات حاصل ہوں گے۔

خلاف ورزی احکام کی سزا

مشتبہ اشخاص احکام کی خلاف ورزی یا عدم تعمیل کے لئے دو سال سے زیادہ سزائے قید یا جرمانہ یا ہر دو سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

دوسرے جرم کا ارتکاب جن کا باب اول میں ذکر کیا گیا ہے کہ ملزم ۶ ماہ کی سزائے قید کا مستوجب ہوگا۔ سرکاری ملازموں کے راستہ میں حائل ہونا یا ان کے ادائے فرائض میں رکاوٹ ڈالنا ایسا جرم ہے۔ کہ اس کے لئے ایک سال کی سزائے قید دی جا سکتی ہے۔ ایسا ہی فوج یا دیگر سرکاری محکموں میں بھرتی نہ ہونے کی ترغیب دینا جھوٹی افواہیں اڑانا اسی جرم کے ذیل میں آتا ہے۔

جرمانہ کی وصولی

دفعہ ۲۴ میں شورش والے علاقوں میں باشندوں پر جرمانہ عائد کرنے کے احکام مندرج ہیں۔ ضبط شدہ لٹریچر کی اشاعت کیلئے ۶ ماہ قید کی سزا دیجا سکتی ہے۔ دفعہ ۲۰ کی رو سے اختیار دیا گیا ہے۔ کہ اگر کسی نوجوان پر جرمانہ عائد کیا گیا ہو۔ تو اس کے والدین یا گارڈین سے جرمانہ کی رقم وصول کی جائے۔ ۴۴

---

(۲) ہر ملک میں پیغام حق پہنچانے والا

احمدیت کی جسین تصویر جو درحقیقت اسلام کے صحیح خط و خال کو ظاہر کرنے والی ہے مشرق کو بھی مسخر کرلے گی اور مغرب کو بھی۔

علامہ موصوف کی تصانیف دنیا کی تمام مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر تشنہ کام دنیا کی پیاس بجھانے لگیں پس آج ہم دیکھتے ہیں کہ آج سے چالیس سال قبل کا ایک انگریزی داں نوجوان جس کی وکالت کا سائن بورڈ اب بھی شاید کسی سٹور میں موجود ہوگا۔ اسلام کی وکالت کر رہا ہے۔ اس کی زبان مشرق میں بھی گونج رہی ہے۔ اور مغرب میں بھی۔ وہ ہر زبان میں باتیں کرتا ہے اور ہر ملک کے باشندوں تک پیغام حق پہنچا رہا ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اسلام کی حمایت میں جرائد و رسائل نکل رہے ہیں۔ جن میں بعض کی سرپرستی وہ براہ راست کر رہا ہے۔

دونوں تصویروں کے حاملان میں فرق

اب قارئین کرام ان دونوں تصویروں کے حاملان میں فرق دیکھ لیں۔

ایک تو مولوی کا مولوی ہے۔ جسکے تھیلے میں تکفیر و تفسیق کے ڈھیلے برابر آج تک موجود ہیں۔ جو احمدیت کے قصر گردوں رفعت پر برابر مارتا چلا جا رہا ہے۔ مگر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جس نے آج تک کسی فرد بشر کو یہ تکلیف نہیں دی کہ وہ اپنے مادی عقائد سے تائب ہو کر حق و صداقت کے مذہب میں داخل ہو اور دوسری طرف وہ چالیس سال قبل کا گریجویٹ ہے جو عدالتی وکالت کی ذلت سے نکل کر آج اسلام کی وکالت کر رہا ہے۔ پہلی حالت میں وہ ترقی کرکے شاید گورنمنٹ ایڈووکیٹ ہو جاتا مگر آج وہ خدا کا ایڈووکیٹ ہے۔ جسکے دلائل و براہین کے سامنے تہذیب کی عدالت، انصاف کی عدالت، فلسفہ کی عدالت، معقولیت کی عدالت بلکہ تمام مذاہب عالم کی عدالت اسلام کے حق میں فیصلہ کر رہی ہے اور کرتی جائے گی حتے کہ

لیظہرہ علی الدین کلہ کا نظارہ دنیا کے سامنے آجائے گا۔ (باقی آئندہ)

---

۴۴ خاص عدالتوں کے اختیارات

باب چہارم میں سپیشل ججوں سپیشل مجسٹریٹوں اور سرسری عدالتوں کا ذکر ہے سپیشل جج ایسی سزا کا حکم دے سکتا ہے۔ جس کا قانون کے رو سے اسے اختیار دیا گیا ہو سپیشل مجسٹریٹ کے اختیارات سات سال کی سزائے قید تک محدود ہیں۔ سرسری عدالتیں سرسری کے متعلق ایسے احکام نافذ کر سکتی ہیں جن کے نافذ کرنے کا اختیار مجسٹریٹ درجہ اول کو حاصل ہو۔ سرسری عدالتیں ایسے احکام نافذ کرنے کی مجاز نہیں۔ اصلاحی ملزموں کے متعلق سپیشل عدالتوں کو ہدایات دے دی ہیں۔

ٹربیونل

باب پنجم ٹربیونل یعنی خاص عدالتوں کے متعلق ہے۔ جو تین ججوں پر مشتمل ہونگے۔ یہ عدالتیں ہرجانہ کے متعلق ایسے اشخاص کے مطالبات اور دعاوی کا فیصلہ کریں گے جنہیں آرڈی ننس کے ماتحت جرائم سے نقصان پہنچے گا۔ اگر مقامی حکومتوں اور مدعیوں کے درمیان کوئی قرارداد نہیں ہوگی۔ تو ٹربیونل یعنی خاص عدالت قائم کی جائے گی۔ یہ ضروری نہیں کہ ہرجانہ کا تعین موجودہ شرحوں کے ماتحت کیا جائے۔ بلکہ ٹربیونل اس آرڈیننس سے پیشتر کی بازاری قیمتوں کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

ناقابل ضمانت جرائم ※

خبریں

—— الہ آباد ۴ر جنوری - آج ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس دفتر صوبہ کانگرس کمیٹی واقع سوراج بھون میں گئے - اور دفتر مذکور کی تلاشی لی - ٹائپ کرنے کی دو مشینیں اور نقل کرنے کی ایک مشین اور کچھ کاغذات اپنے ہمراہ لے گئے - اور دفتر کو مقفل کر گئے -

—— الہ آباد ۴ر جنوری - پنڈت جواہر لال نہرو جنرل سکرٹری انڈین نیشنل کانگرس کو آج یو پی آرڈی نینس کے ماتحت دو سال قید سخت اور پانسو روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائے جرمانہ تین ماہ قید مزید کا حکم ہوا ہے - آپ کے خلاف یہ الزام تھا کہ آپکو یو پی آرڈی نینس کے ماتحت حکم دیا گیا تھا کہ بلدیہ الہ آباد کی حدود سے باہر نہ جائیں مگر آپ نے اس کی خلاف ورزی کی

—— بمبئی ۵ر جنوری - آج شام بمبئی گزٹ کی ایک غیر معمولی اشاعت میں وہ تمام آرڈی نینس شائع کئے گئے ہیں جو ۴ر جنوری کو وائسرائے نے جاری کئے تھے اور ایک اعلان کیا تھا کہ ۵ر جنوری سے تمام صوبہ بمبئی میں ان آرڈی ننسوں کا نفاذ ہو جائے گا -

—— لکھنؤ ۴ر جنوری - گاندھی جی اور سردار پٹیل کی گرفتاری کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی غرض سے آج سہپہر کو ایک جلسہ منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا تھا مگر تین روز کے لئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی - آج شہر میں ہڑتال کی گئی -

—— نئی دہلی ۴ر جنوری - آج شب اہل دہلی کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جسمیں مولانا عارف ہسوی نے اعلان کیا کہ دہلی ضلع کانگرس کمیٹی توڑ دی گئی ہے - اور اس کے بجائے وہ دہلی کے پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے ہیں -

—— الہ آباد ۴ر جنوری - پولیس کی لاٹھیوں کی ضربات سے دو اشخاص ہلاک ہو گئے - ان کے نام مسٹر مادھو پرشاد اور مسٹر جگناتھ ہیں -

—— نئی دہلی ۵ر جنوری - آج پولیس نے ۱۰ مقامات پر چھاپا مارا جن میں ڈاکٹر انصاری کا مکان، روزنامہ ارجن اور روزنامہ تیج اور ضلع کانگرس کمیٹی کے دفاتر بھی شامل ہیں - آخر الذکر جگہ سے پولیس تمام بورڈ، اشتہارات اور جھنڈے لے گئی -

—— احمد آباد ۵ر جنوری - سٹی کانگرس کمیٹی نے رضا کاروں کے نام اپیل کی ہے - کہ وہ تحریک سول نافرمانی میں حصہ لیں اور فیصلہ کیا ہے کہ ایک دو روز میں برطانوی پٹرول کے پمپوں پر پکٹنگ شروع کر دیا جائے گا -

—— پٹنہ ۴ر جنوری - آج حکومت بہار و اڑیسہ نے تمام کانگرس کمیٹیاں اور متعلقہ انجمنیں خلاف قانون قرار دی ہیں پولیس سداکت آشرم اور بہار صوبہ کانگرس کمیٹی اور حکومت کا تازہ اعلان پڑھکر سنایا اور آشرم کے مکینوں سے کہا کہ وہ منتشر ہو جائیں - مگر وہ منتشر نہ ہوئے اور گرفتار کر لئے گئے - گرفتار شدگان میں بابو راجندر پرشاد، مسٹر برج کشور پرشاد، ماتھر پرشاد - کرشنا بلبھ سہائے، پراجیتی مصر - اور جگت نارائن شامل ہیں - پولیس نے آشرم پر قبضہ کر لیا - کانگرس کا جھنڈا اتار کر یونین جیک نصب کر دیا ملزمان ۸ر تاریخ کو عدالت میں پیش کئے جائیں گے -

—— سری نگر ۵ر جنوری - اس خبر کی سرکاری طور پر تصدیق ہو گئی ہے کہ مفصلات میں دو سرکاری ریسٹ ہاؤس جلا دیئے گئے اور موضع ترال کے ایک مندر سے بت اور کچھ چیزیں چرائی گئیں -

—— بمبئی ۵ر جنوری - مستند حلقوں میں تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت بمبئی آج سہپہر کو نئے آرڈی ننس شائع کرے گی - جن کی رو سے اعلان کیا جائے گا کہ گرفتاریاں شروع کرنے سے پہلے ۲۴ گھنٹہ کی مہلت دی جاتی ہے کہ جو شخص چاہے ان انجمنوں سے جو کہ خلاف قانون قرار دی جا چکی ہیں علیحدگی اختیار کر لیں -

—— پشاور ۵ر جنوری - کل اسسٹنٹ نے فوجی رسالہ کے ایک دستہ کے ہمراہ شنیواگدی خیل میں گرفتاریاں کیں - دو سو اور اشخاص نے بھی اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا - تو رادادی میں بھی گرفتاریاں کی گئی ہیں -

—— الہ آباد ۴ر جنوری - مسٹر تصدق احمد خاں شروانی کو چھ ماہ قید اور ڈیڑھ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی ہے بصورت عدم ادائے جرمانہ آپکو تین ماہ کی مزید قید بھگتنی ہوگی -

—— کانپور ۴ر جنوری - جی - جی جلے نے اپنے آپکو گرفتاری کے لئے پیش کیا - چھ اور کمسن بچوں کی گرفتاری عمل میں آئی -

—— نئی دہلی ۴ر جنوری - موجودہ سیاسی صورت حالات کے متعلق آل انڈیا مسلم کانفرنس سے ریاست سلیم کے راجہ نے استعفٰی دے دیا ہے -

—— نئی دہلی ۵ر جنوری - معلوم ہوا ہے کہ عنقریب حکومت ریلوے آفیسرز ٹریننگ سکول کھول دے گی اور ریلوے آفیسرز اسٹاف کالج ڈیرہ دون بند کر دے گی -

—— کانپور ۳ر جنوری گزشتہ شب مجلس احرار کا ایک جلسہ منعقد ہوا - مولانا قتیل ایڈیٹر "انصاف" نے اس الزام کی پرزور تردید کی کہ تحریک کشمیر فرقہ پرستانہ ہے -

—— نئی دہلی ۵ر جنوری - اجمیر اور مارواڑ کی تمام کانگرس کمیٹیاں اور قومی انجمنیں خلاف قانون قرار دے دی گئیں -

—— مدراس ۴ر جنوری - چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۱۴۴ احکام جاری کئے ہیں - کہ ایک ماہ تک حدود شہر میں کوئی رکن کانگرس یا اسی قسم کی دیگر انجمنوں کے اراکین تحریک سول نافرمانی کی ہمدردی میں نہ کسی قسم کے جلسے منعقد کر سکتے ہیں - نہ جلوس نکال سکتے ہیں - اور نہ مظاہرے کرنے کے مجاز ہیں -

—— کلکتہ ۵ر جنوری - گزشتہ شب "کلکتہ گزٹ" کی ایک غیر معمولی اشاعت میں اعلان کیا گیا کہ زیر دفعہ ۱۶ کرمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ کلکتہ اور گرد و نواح کی ۴۵ انجمنیں جو کانگرس سے ملحق ہیں خلاف قانون قرار دی گئی ہیں - اس اعلان کی بنا پر پولیس نے آج صبح سے ہی ان عمارات کی تلاشی لینی شروع کر دی جن میں ایسی انجمنوں کے دفاتر موجود ہیں - اور بعض در جن رہنماؤں کو گرفتار کیا -

—— کانپور ۴ر جنوری - ایک ہجوم کو منتشر کرنے کی غرض سے جو صرافہ چوک میں قومی نعرے بلند کر رہا تھا - پولیس کو کئی مرتبہ لاٹھی چلانی پڑی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک رات کے لئے سات بجے شام کے بعد کرفیو آرڈر کا اعلان کر دیا ہے - اگر صورت حالات تسلی بخش نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ اس کی توسیع کر دی جائے -

—— کانپور ۵ر جنوری - پولیس نے مقامی ٹاؤن کانگرس کمیٹی کے دفتر پر قبضہ کر کے اسے مقفل کر دیا ہے - اور پولیس کے سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے -

—— نئی دہلی ۴ر جنوری - آج یہاں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں گاندھی جی اور سردار پٹیل کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دی گئی - اور دہلی کے اس ارادہ کا اظہار کیا گیا کہ پرامن جنگ میں آل انڈیا کانگرس کی مجلس عاملہ کے احکام کی تعمیل کی جائے گی -

ڈاکٹر انصاری نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا - شاید آج کے بعد مجھے آپ کے سامنے کچھ عرصہ کے لئے تقریر کرنے کا موقعہ نہ ملے آپ کے سامنے یہ سوال درپیش ہے کہ آیا آپ سوراج کی خاطر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ یہ ہمارا آخری امتحان ہے کیونکہ ہمارا بہت سخت امتحان کئے بغیر حکومت آزادی نہ دیگی اور اگر آپ عزم صمیم کر لیں تو آپ کو کسی قسم کے ہتھیاروں کی ضرورت نہیں - ہر قسم کی سختیوں اور تشدد کے باوجود آپ سوراج حاصل کر کے رہیں گے - آپ نے کہا کہ کوئی آرڈی نینس یا کسی قسم کا تشدد ہندوستانیوں کو برطانوی مال خریدنے پر مجبور نہیں کر سکتا گاندھی جی کی گرفتاری سے روز آزادی کے طلوع آفتاب کے آثار نظر آتے ہیں -

—— نئی دہلی - بابو راجندر پرشاد کی جگہ ڈاکٹر انصاری کانگرس کے صدر تصور کیا گیا ہے -

—— مراد آباد ۵ر جنوری - گاندھی جی کی گرفتاری کی خبر پہنچتے ہی تمام شہر میں ہڑتال ہو گئی - جلسے جلوس کا اعلان کر دیا گیا لیکن دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت جلسوں اور جلوس کی ممانعت کر دی گئی - معلوم ہوا ہے کہ کانگرس کمیٹی اس حکم کی خلاف ورزی پر تلی ہوئی ہے -

—— سری نگر ۵ر جنوری - معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ہندو راج - ہندو عبادت گاہوں، ہندو قوانین کشمیر میں ہندو اقلیت کے تحفظ کے لئے حال میں کشمیر میں ینگ مین ہندو ایسوسی ایشن کے نام سے جو انجمن قائم کی گئی ہے - بھائی پرمانند نے اس کی سرپرستی منظور کر لی ہے -

—— نئی دہلی ۴ر جنوری - سر محمد یعقوب نے اخبارات کے نام ایک بیان ارسال کیا ہے - جس میں آپ نے سول نافرمانی اور مقاطعہ کی تحریکوں کی مذمت کی ہے - اور ساتھ ہی مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ اس تحریک کی مخالفت کریں - آپ نے فرمایا کہ اسلام اصولاً مقاطعہ کے خلاف ہے - کفار مکہ نے پیغمبر اسلام کے خلاف یہ حربہ استعمال کیا تھا مگر مسلمانوں نے آج تک اس پر عمل نہیں کیا - بدامنی اور نافرمانی اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں - قرآن شریف میں لکھا ہے لا تفسدوا فی الارض - واللہ لا یحب المفسدین

مسلمان حب الوطنی کے جذبہ میں کسی سے کم نہیں - یہ اسلام ہی تھا جس نے حریت اور مساوات کے اصول سکھائے - ہم علیؓ اور خالدؓ کی تلواروں کے ساتھ جنگ کریں گے - اور کانگرس اور کمیونسٹوں کے پیش کردہ بزدلانہ حربوں کو استعمال میں نہ لائیں گے -

گاندھی جی نے گول میز کانفرنس میں جو رویہ اختیار کیا اس سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں - جن لوگوں نے مسلمانوں کے جائز مطالبات کو اس طرح پاؤں تلے روندا ہم ان کے ساتھ اشتراک عمل کرنے کے لئے تیار نہیں - آخر میں آپ نے اس امید کا اظہار کیا ہے - کہ مسلمان اس غیر اسلامی تحریک میں شامل نہ ہوں گے -

—— پشاور ۵ر جنوری - مقاطعہ اور مجرمانہ زد و کوب کا آرڈی ننس اجمیر اور مارواڑ میں بھی نافذ کر دیا گیا -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۳۲ء	نمبر ۳

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے مخالفین

غلط بیانی اور خیانت کی انتہا

جس دن سے "زمیندار" اور اس کے ہمنواؤں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے خلاف جہاد شروع کیا ہے غلط بیانیوں، افترا پردازیوں اور خیانت کا ایک طوفان ہے جو اٹھا چلا آ رہا ہے۔ طرح طرح کے عقائد حضرت مسیح موعود اور آپ کے پیرووں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جن کا کبھی اس سلسلہ کو وہم و گمان بھی نہیں ہوا۔ اور پھر ایسی عبارت میں انہیں لکھا جاتا ہے کہ گویا خود حضرت مرزا صاحب کے الفاظ ہیں جنہیں پڑھکر انسان حیران ہو جاتا ہے۔ کہ یہ عبارات کہاں سے نکل آئیں لیکن جب اصل کتاب کو اٹھا کر دیکھو تو مخالفین کی جرأت اور ناحق کوشی اور بد دیانتی پر اس سے بھی بڑھکر حیرت ہوتی ہے اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہیں خدا یاد نہیں کہ اس قدر دیدہ دلیری سے جھوٹی باتیں لکھکر پبلک کو بدظن کرنا چاہتے اور ناحق اکسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی قسم کی باتیں اچھرہ لاہور کے ایک شخص قاضی سراج احمد نے "زمیندار" میں شائع کی ہیں۔ اور معزز معاصر "وطن" نے انہیں انتخاب نقل کرتے ہوئے "پیغام صلح" کو بالخصوص مخاطب کیا ہے۔ ہم اپنے معزز معاصر کی واقفیت کے لئے ان کی صداقت کو ذیل میں ایک ایک کرکے پرکھنا چاہتے ہیں۔

سب سے پہلی بات جو قاضی سراج احمد نے حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کی ہے وہ یہ ہے کہ:۔

"آنحضرت صلعم نے سورۃ الزلزال کے معنے غلط سمجھے"

(ازالہ صفحہ ۱۲۸)

ازالہ صفحہ ۱۲۸ اس وقت ہمارے سامنے ہے اس پر جو کچھ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

"ہمارے علما نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اس سے زیر و زبر ہو جائے گی۔ اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آ جائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اس روز زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے"

قابل غور بات ہے کہاں آنحضرت صلعم کا سورہ الزلزال کے غلط معنے سمجھنا اور کہاں علما کا غلط تفسیر کرنا۔ کیا یہ حیرتناک بات نہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں آنحضرت صلعم کا ذکر تک نہیں بلکہ علماء کا ذکر ہے۔ اور قاضی سراج احمد علما کے بجائے آنحضرت صلعم کا نام لکھدیتے ہیں۔ کیا یہ ظلم اور بد دیانتی نہیں؟ کیا علما کا غلط معنے سمجھنا آنحضرت صلعم کے غلط سمجھنے کے مترادف ہے؟ کیا علما ایک دوسرے کو کئی امور میں اور بعض آیات کی تفسیر میں غلطی پر نہیں سمجھتے رہے؟ لیکن سب سے بڑھکر حیرت اس امر پر ہے کہ قاضی سراج احمد نے "علما" کے بجائے "آنحضرت صلعم" کے الفاظ حضرت مرزا صاحب کی طرف کیوں منسوب کر دیئے؟ کیا یہ قاضی صاحب کی خیانت اور ناحق کوشی کا ایک کھلا ثبوت نہیں؟

دوسری بات جو ازالہ اوہام ہی کی طرف منسوب ہے حسب ذیل ہے

"انبیا علیہم السلام بھی جھوٹ بولتے ہیں۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸)

تعجب ہے حضرت مرزا صاحب جنہوں نے عصمت انبیا پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور نہ صرف عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ انبیا علیہم السلام فطرتاً پاک ہوتے ہیں۔ اور گناہ اور بدی ان کے نزدیک تک نہیں پھٹک سکتی بلکہ ان تمام گناہوں کا جو بعض انبیا کی طرف لوگوں نے منسوب کئے ہیں۔ ایک ایک کرکے رد لکھا ہے ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے انبیا علیہم السلام پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا اور یہ بات ان لوگوں کے منہ سے نکلتی ہے جو خود لم یکذب ابراھیم الا ثلاثا کے قائل ہیں۔ کاش معاصر "وطن" ایسی باتوں کو اپنے کالموں میں فخریہ نقل کرنے سے پیشتر اس بات کو بھی دیکھ لیتا کہ جو لوگ خود حضرت ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر نبی کے متعلق جن کے بارے میں قرآن کریم کا انہ کان صدیقا نبیا کی شہادت دیتا ہے۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انہوں نے تین مرتبہ جھوٹ بولا۔ ان کا حضرت مرزا صاحب پر بدظنی کرکے یہ لکھنا ہے کہ "انبیا علیہم السلام بھی جھوٹ بولتے ہیں" کہاں تک جائز ہے۔ اگر بالفرض کوئی اس قسم کی بات بھی حضرت مرزا صاحب نے کہی ہوتی تو بھی ان لوگوں کو جو خود اس سے بڑھکر کئی باتوں کے قائل ہیں اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل تھا۔

لیکن آؤ ذرا ازالۂ اوہام کے صفحہ ۶۲۸ کو اٹھا کر دیکھو! کیا اس میں یہ لکھا ہے کہ "انبیا علیہم السلام بھی جھوٹ بولتے ہیں"؟ سارے صفحہ کو پڑھ جاؤ۔ ساری اگلی پچھلی عبارات کو بغور مطالعہ کرو ایک بھی لفظ ایسا لکھا ہوا موجود نہیں جس میں اشارتاً یا کنایتاً ہی انبیا علیہم السلام کے جھوٹ بولنے کا ذکر ہو۔ پھر تعجب ہے کہ قاضی سراج احمد صاحب نے یہ الفاظ کہاں سے لئے ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ اگر صدق اور دیانت کا کوئی شائبہ بھی ان کے اندر موجود ہے تو وہ اس بات کو ثابت کریں کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ "حضرت انبیا علیہم السلام بھی جھوٹ بولتے ہیں" اور اگر وہ ثابت نہ کر سکیں اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ تو اپنی ناحق کوشی کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے توبہ کریں۔

سر میاں محمد شفیع مرحوم اور عظمت قرآن

جمعہ ۸ جنوری ۱۹۳۲ء کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت امیر نے خطبہ جمعہ میں سر میاں محمد شفیع کی وفات کے اندوہناک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ میاں صاحب مرحوم مسلمانوں کے سچے بہی خواہ اور اسلام کے جاں نثار تھے بعض پہلو سے لوگ انہیں زیادہ آزاد خیال سمجھتے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل میں قرآن کریم کی بہت بڑی عظمت تھی اور قرآن کریم کے احکام سے عمداً انحراف انہوں نے شاید ہی کیا ہو ابھی چند دن کا واقعہ ہے کہ پنجاب کونسل میں ایک مسودہ قانون پیش ہونے والا تھا جس میں شریعت اسلام کے مطابق وراثت کی تقسیم کو مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھیرایا گیا تھا۔ اس پر غور کرنے کے لئے بعض مسلمان امرا کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں بعض بڑے بڑے زمیندار بھی شامل تھے۔ انہوں نے اس پر بہت ایچا پیچا پالی سرفروع کیں کہ اگر یہ قانون بنا دیا گیا تو ہماری زمینیں کا بیں کی کہیں چلی جائیں گی۔ اور بہت نقصان ہوگا۔ سر میاں محمد شفیع مرحوم نے ان سب کو کہا کہ ایچا پیچیاں جتنی مرضی ہے ڈال لو لیکن ایک بات کا جواب مجھے دیدو کہ یہ جو قرآن میں میراث کو بیان کر کے آیا ہے کہ ومن یعص اللہ و رسولہ و یتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا و لہ عذاب مھین (ترجمہ) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اس کو آگ میں داخل کیا جائے گا۔ اسے اس کے اندر رہنا ہوگا۔ اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ اس کو کہاں لیجاؤ گے۔ اور اس وعید سے تم کس طرح بچ سکتے ہو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ میاں صاحب مرحوم کے دل میں قرآن کریم کی بڑی عزت و عظمت تھی۔ اور اس کے احکام سے انحراف کرو گوارا نہ کرتے تھے۔

حضرت امیر نے اظہار تعزیت و ہمدردی کی تحریک پیش کی جو بالاتفاق منظور ہوئی اور اس کے ساتھ ہی آپکی تحریک پر نماز جمعہ کے بعد تمام جماعت نے میاں صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا۔

شکریہ احباب

ان سب احباب کا شکریہ ہے جنھوں نے اس تحریک پر، جو میں نے جلسے سے پیشتر جرمن اور جاپان مشن کے اخراجات کے لئے کچھ حصہ لے کر ان ہر دو مشنوں کا قریباً نصف خرچ پورا کر دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ اور ان کی مشکلات کے وقت اس کا فضل ان کے شامل حال ہو۔ جس طرح وہ اس کے دین کی مشکل کے وقت کام آئے ان میں خصوصیت سے قابل ذکر وہ احباب ہیں جنھوں نے مطالبہ سے بھی بڑھکر کام کرکے دکھایا۔ جن کی فہرست نیچے درج ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمتیں ان پر زیادہ کرے۔

(محمد علی)

نمبر	نام	مطالبہ	جمع کردہ
(۱)	ازمستورات شہر لاہور بذریعہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ	۷۵۰	۱۰۳۰
(۲)	طلبہ مسلم ہائی سکول لاہور بذریعہ ہیڈ ماسٹر صاحب و اساتذہ	۷۵۰	۱۱۲۰
(۳)	ڈاکٹر نبی بخش صاحب لاہور	۲۰	۵۰
(۴)	خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب جھنگ مگھیانہ	۲۰۰	۶۶۱
(۵)	ڈاکٹر عبدالمجید صاحب ٹوپی	۲۰	۶۴-۹
(۶)	ملک کندل خان صاحب و میر اکبر خان صاحب سفید ڈھیری	۲۵	۱۱۵
(۷)	سید سردار علی صاحب پلیڈر ریویڑ	۱۰	۵۵
(۸)	میاں احمد دین صاحب۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب۔ قاضی محبوب عالم صاحب منشی محمد حسین صاحب، جماعت گوجرانوالہ	۱۰۰	۱۷۳-۱-۳
(۹)	چودھری غلام حسین صاحب لویری والا	۱۰	۱۶-۴-۰
(۱۰)	چودھری عبدالمجید صاحب سپرنٹنڈنٹ کوٹ موکھل	۱۰	۲۹-۸-۰
(۱۱)	ماسٹر انعام اللہ خان صاحب لورالائی	۱۰	۲۶-۰-۱
(۱۲)	پروفیسر شیخ محمد فاضل صاحب اسلامیہ کالج پشاور	۲۰	۳۵-۰-۰
(۱۳)	منشی نور محمد صاحب نائب ضلعدار نہر شجاع آباد	۱۰	۱۶-۰-۰
(۱۴)	چودھری نظیر احمد صاحب ماڑی ہزارہ ضلع منٹگمری	۱۰	۱۶-۰-۰
(۱۵)	چودھری سلطان علی صاحب جالندھر	۱۰۰	۱۲۵-۰-۰

ان کے ماسوا حسب ذیل وہ اصحاب ہیں جنھوں نے اپنی رقم کو جسے وہ دوسروں سے فراہم نہیں کرسکے خود ادا کرکے مطالبہ کو پورا کر دیا ہے۔

نمبر	نام	روپیہ
(۱۶)	شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیرآباد	۱۰۰
(۱۷)	خان محمد خان صاحب انبالہ	۵۰ روپیہ
(۱۸)	مولوی عبدالحق صاحب مبلغ انجمن بمبئی	۵۰
(۱۹)	میاں محمد صدیق صاحب کرتارپور	۱۰۰
(۲۰)	ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	۲۰
(۲۱)	بابو احمد الدین صاحب کابل	۲۵
(۲۲)	ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب رزمک	۵۰
(۲۳)	خان بہادر ڈاکٹر محمد شریف صاحب بٹالہ	۲۵
(۲۴)	ڈاکٹر کے۔ اے خان صاحب سکندرآباد	۲۵
(۲۵)	مرزا نصر اللہ بیگ صاحب کلانور	۱۰
(۲۶)	سید شاہ محمد صاحب سری گوبندپورہ	۱۰
(۲۷)	شیخ امر الٰہی صاحب کنجاہ	۱۰
(۲۸)	ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند	۵۰

ڈوگرہ بربریت کا تازہ مظاہرہ

میرپور جموں کی تازہ ترین اطلاعات سے یہ معلوم کرنا بحد افسوسناک ہے۔ کہ حکومت کشمیر اور ڈوگرہ فوجوں نے اپنی تشدد کی پالیسی کو بدلنے کے بجائے دوبارہ اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۰ رجنوری ۳۳ء کو علی الصبح فوج کا ایک دستہ چند پولیس کنسٹیبلوں اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی معیت میں موضع اندرہال میں پہنچا اور چند سپاہی زمینداروں کو عدم ادائیگی لگان کے سلسلے میں مال مویشی کی ضبطی کا حکم سناتے ہوئے ان کے مکانوں میں گھس گئے۔ اور مال مویشی کو نکال کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ اس غارت گری سے جب وہ فارغ ہوئے تو زمینداروں نے مطالبہ کیا کہ ان تمام اشیاء مویشیوں کی رسید ملنی چاہیئے۔ سپاہیوں نے جواب دیا کہ رسید وغیرہ کچھ نہیں مل سکتی یہ تمام مال زبردستی ضبط کیا جاتا ہے۔ زمینداران کے آگے لیٹ گئے اور کہا کہ ہمارے زندہ رہنے کی اب کوئی صورت نہیں رہی بہتر ہے کہ ہمیں بھی گرفتار کرکے جیل میں رکھا جائے۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جو ایک زبردست متعصب ہندو ہے۔ ہر ممکن طریق پر مشتعل کرنے کی کوشش کی مگر زمیندار بالکل پرامن رہے۔ اور صرف اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرتے رہے۔ اور مال مویشی کے گرد جمع رہے آخر فوج آپے سے باہر ہو گئی۔ اور اپنے ڈوگرہ پن کا اظہار کرنے کے لئے چاروں طرف سے تمام زمینداروں پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ اس وقت تک صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ پانچ آدمی شہید ہوئے اور کئی مجروح تڑپ رہے ہیں۔ یہ تازہ ترین دلدوز حادثہ اس بات کا ایک اور بین ثبوت ہے کہ انگریزی افواج کی جموں سے واپسی کمال درجہ کی غیر مآل اندیشانہ حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ راجہ محمد افضل خان یا دیگر مسلمان افسران کو جو کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر موجود تھے کس چیز نے ڈوگرہ افواج کو اس ظلم و ستم سے باز رکھنے سے روکے رکھا لیکن جہاں تک گزشتہ واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کا رعب داب اس درجہ پر پہنچا ہوا ہے۔ کہ بڑے بڑے مسلمان افسر بھی ایسے حالات میں اپنے غیر جانبدارانہ رویہ کا ثبوت سوائے اس کے نہیں دے سکتے کہ اپنے سامنے مسلمانوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھیں اور ٹس سے مس نہ ہوں۔ کیا یہ پہلے درجہ کی بربریت نہیں کہ غریب زمینداروں کے مال مویشی لگان کے سلسلے میں ضبط کئے جاتے ہیں۔ اور جب ان غریبوں کی طرف سے رسید کا مطالبہ ہوتا ہے۔ تو گولیوں کی بارش سے خاک و خون میں تڑپا دیا جاتا ہے۔ کیا دنیا کی کوئی عدالت، کوئی مہذب سوسائٹی انسانیت کا کوئی دستور العمل ایسا ہے۔ جو اس مستبدانہ طریق عمل کو جائز قرار دے سکے؟ ہمیں افسوس ہے کہ حکومت کشمیر اپنے مظالم کو کم کرنے کے بجائے اس خونی ڈگر پر سرعت میں اضافہ کا موجب ہو رہی ہے۔ اور ہمارا خیال ہے۔ کہ جب تک حکومت انگریزی اپنے اقتدار سے کام لے کر ان واقعات کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ نہ کر دے۔ مسلمان امن سے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔

جلسہ سالانہ پر غیر جانبدارانہ تبصرہ

اسلام کی دو تصویریں، انسانیت کی دو تصویریں، جماعت احمدیہ کی دیگر شخصیتیں

(تاثرات حافظ محمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل گجرات)

(بسلسلۂ اشاعت گزشتہ)

اسلام کی دو تصویریں

۲۶ دسمبر کو حضرت امیر المومنین کی تقریر کا موضوع "اسلام کی دو تصویریں" تھا یہ تقریر بھی اپنے موضوع اور دلائل کے لحاظ سے بالکل انوکھی و نرالی تھی۔ ایک اسلام کی وہ تصویر ہے جو صدیوں تک احسان فراموش پادری دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا ہے۔ اس کی ناشکرگزاری اس امر کو فراموش کر گئی ہے کہ قرآن کریم دنیا میں پہلی کتاب اور محمد رسول اللہ دنیا میں پہلے انسان ہیں جنہوں نے عیسائیت کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے رکھی جنہوں نے حضرت مریمؑ کے دامن عصمت کو ناپاک بہتانوں سے پاک کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پاکبازی اور صحیح تعلیم کو الم نشرح کیا۔ مگر عیسائیت کی طرف سے اسلام کو یہ صلہ ملا کہ پادریوں نے اس کی ایسی بھونڈی اور بدنما تصویر کھینچی کہ اسے دیکھکر اسلام کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا ہوئیں اس سے بڑھکر محسن کشی کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

اسی قسم کی ایک تصویر خود اسلام کے اندرونی دوست نما دشمن یعنی ملّانے تیار کی۔ جو خود مسلمانوں کو اسلام سے بدگمان کرنے لگی۔ تلوار سے مذہب کی اشاعت، ارتداد کی سزا قتل، بعض آیات قرآنی کا منسوخ ہونا، خدا کے بندوں کا ابدی عذاب میں گرفتار کیا جانا، مسیح میں صفات خداوندی کی موجودگی۔ انسانوں کے اشاروں پر مردوں کا زندہ ہو جانا ایسی باتیں تھیں جن کو عقل انسانی اور واقعات تاریخی جھٹلاتے تھے مگر ملا کو ضد تھی کہ انہیں باتوں پر اسلام کی بنیاد ہے۔

حضرت مسیح موعود نے ان غلط عقائد کا ابطال کیا اور اسلام کے خوبصورت چہرہ سے ان مصنوعی پردوں کو ہٹایا اور دنیا کے سامنے اسلام کی وہ تصویر کھینچی جو تسخیر عالم کا موجب ہوئی۔

حضرات علما نے اس تصویر کی قدر نہ کی۔ اور اب خود مسلم پبلک کے سامنے ذلیل ہو رہے ہیں۔ کوئی پڑھا لکھا روشن خیال مسلمان اب ان علماء سوء کے زیر اثر نظر نہیں آتا۔ یہ نادان دوست اپنی نادانی اور کج فہمی کی وجہ سے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور درحقیقت دشمنوں سے اسلام کو وہ گزند نہیں پہنچا جو ان نادان دوستوں سے پہنچا ہے۔

انسانیت کی دو تصویریں

۲۷ تاریخ کو علامہ کی تقریر تھی "انسانیت کی دو تصویریں" ایک وہ تصویر ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ دکھاتی ہے۔ اس تعلق باللہ کی وجہ سے انسان تنہائی اور تخلیہ میں بھی جہاں اس کے افعال سوسائٹی اور قانون کی زد سے محفوظ ہوتے ہیں۔ بدی سے بچ جاتا اور نیکی پر قادر ہو جاتا ہے۔ ایک انسان کی وہ تصویر ہے جو اسے خدا سے جدا دکھلاتی ہے۔ یہ درحقیقت حیوانیت کی تصویر ہے۔ اس کے افعال پر اب کوئی اخلاقی گرفت نہیں۔ وہ طرح طرح کی تہذیب سوز اور انسانیت سوز افعال میں گرفتار رہے۔ مرد اور عورت کا تعلق بذریعہ مناکحت اس کے ہاں کچھ اہمیت نہیں رکھتا

بچوں کی پرورش میں ماں کی محبت اور باپ کی محبت کو کوئی دخل نہیں اس قسم کے بچے کس اخلاق کے مالک ہوں گے۔ ابھی دنیا اس حقیقت سے بے خبر ہے۔ مگر قرینہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ بچے حیوانوں سے بدتر وحشیوں سے بڑھکر درندگی اور حیوانیت کا نمونہ ہوں گے۔ حضرت امیر المومنین کی یہی تقریر تھی جس نے ایک غیر احمدی عالم کو جو حافظ بھی ہیں اور حاجی بھی سٹیج پر کھینچ بلایا۔

امیر اسلام

نہایت بلند آہنگی سے پرجوش لہجہ میں اس نیک طینت اور صحیح الفطرت عالم نے سٹیج پر آکر اعلان کیا۔ کہ حضرت امیر صرف جماعت احمدیہ کے امیر نہیں ہیں۔ ان کو ایسا کہنا ان کی سخت توہین ہے۔ وہ اسلام کے امیر ہیں۔ اور انہیں امیر اسلام کے نام سے پکارنا چاہیئے۔ اسی اعلان کا اثر ہے کہ میں اپنے اس مضمون میں حضرت کو امیر المومنین کے لقب سے پکار رہا ہوں اس اعلان کا حاضرین پر بیحد اثر ہوا۔ اور انہوں نے اس عالم کی جرأت ایمانی اور جرأت اخلاقی کی داد دی۔

قومی قرضہ

زاں بعد حضرت علامہ نے قوم کی توجہ اس قرضہ کی طرف دلائی جو اقتصادی مشکلات کی وجہ سے انجمن کو لینا پڑا ہے۔ ہر فرد بشر کو حضرت نے یہ محسوس کرا دیا کہ اس قرضہ کا ہر ایک فرد ذمہ دار ہے۔ اور یکساں طور پر ذمہ دار ہے۔ آپ کی آواز پر جاں نثاروں نے اپنی جیبیں خالی کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس قرضہ کا بوجھ کبھی انجمن پر دیر تک نہیں رہ سکتا۔ عنقریب آپ حضرات اخبار کے ذریعے یہ نوید جانفزا سن لیں گے کہ قرضہ بے باق ہو گیا۔ بشرطیکہ جو حضرات جلسہ پر تشریف نہیں لائے وہ بھی اپنے فرض کو محسوس کریں۔

خواجہ کمال الدین اور مولانا صدرالدین صاحب

اس جانفروش جماعت میں علاوہ حضرت امیر المومنین کے چند دیگر مقتدر ہستیاں ہیں جو قوم پر اپنے اخلاق، اپنے علم و فضیلت زہد و تقویٰ، ذہنی قابلیت اور روحانی عظمت کی وجہ سے بیحد اثر انداز ہو رہی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ محبوب اور محترم وہ تین ہستیاں ہیں جن کے روحانی فیوض ایک طرف انگلستان میں کئی ایک مقتدر ہستیوں کو حلقہ بگوش اسلام کرنے میں کامیاب ہوئے اور دوسری طرف انگریزی داں طبقہ کو لامذہبیت سے نکالکر شمع اسلام کے جاں نثار پروانے بنانے لگے۔ میری مراد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولانا صدرالدین صاحب اور مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر "لائٹ" سے ہے۔ ان میں اول الذکر صاحب کئی سال سے صاحب فراش ہیں۔ بایں ہمہ ان کے مضطر قلم کو قرار نہیں اس خطرناک بیماری کی حالت میں بھی ان کا قلم دشمنوں کے مقابلہ میں بے دریغ چلتا ہے۔ اور اسلام کی تائید میں بلند پایہ مضامین اس سے لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب اسلام کی ایک غیور شجاع، خوددار، بلند پایہ، اور بے نظیر ہستی ہیں جن کے نزدیک غم و اندوہ نہیں پھٹک سکتے۔ ان کے چہرہ پر ایک دل لبھانے والا تبسم رہتا ہے۔ جسے دیکھکر **لاخوفٌ علیهم ولاهم یحزنون** کی تفسیر یاد آجاتی ہے۔ ان کی تقریر ایک ولولہ انگیز اور جوش آور پیغام ہوتا ہے جو سینوں کو امیدوں سے بھر دیتا ہے۔ جو کمزوردل اور ناتوانوں کے حوصلے بلند کر دیتا ہے۔ نبی کریم صلعم کی زندگی کے تفصیلی حالات پر حضرت مولانا کو کمال کا عبور حاصل ہے۔ اور یہی وہ زندگی ہے جو ہر وقت ان کے پیش نظر رہتی ہے جس سے وہ کبھی ملول خاطر نہیں ہوتے۔ ان کی طبع میں حد درجہ کی سادگی کے ساتھ حد درجہ کی نفاست موجود ہے۔ ان کے نزدیک مومن کا مفہوم وہ نہیں جو مسجد کا ملا سمجھتا ہے۔ میلے کچیلے کپڑے۔ داڑھی اور سر جوؤں سے پُر غلاظت اور گندگی کا ایک مجسمہ ہمارے ملاؤں کے ہاں مومن سمجھا جاتا ہے۔ مگر مولانا کے نزدیک نہایت صاف ستھرا رہنا، کاروبار میں ہوشیار۔ چلبلا۔ عمدہ لباس میں ملبس، خوددار، خوبصورت اور توانا ہونا بھی شان مومنیت میں شامل ہے۔

آپ کی اس دفعہ کی تقریر جو میں نے سنی (پہلا لیکچر جو ۲۵ تاریخ کو ہوا میں نے نہیں سنا) وہ ایک دلگداز اور جوش پرور تقریر تھی۔ جس نے حاضرین کو بار بار رلایا۔ مگر مایوس نہیں کیا۔ جرأت صولت، حوصلہ مندی اور امید سے قلوب بھر گئے۔ آپ کا پیغام ہمیشہ امید اور کامیابی کا پیغام ہوتا ہے۔ ناکامی اور یاس سے آپکی ذات کو کوئی تعلق نہیں۔

مولانا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر لائٹ

یہ ایک عجیب و غریب شخصیت ہے جو انجمن کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دستیاب ہو گئی ہے۔ خدا نے ان کے ہاتھ میں وہ قلم دیا ہے جو بیک وقت قتل خنزیر بھی کرتا ہے۔ اور کسر صلیب بھی۔ دشمن کو پچھاڑتا ہے اور دوست کا دل بھی اچھالتا ہے۔ سوتے ہوؤں کو فقط جگاتا نہیں بلکہ جگا کر زندگی کی جدوجہد میں دوڑا دیتا ہے ان کے جمود شکن اور ولولہ انگیز مضامین عالم اسلامی کے تمام اطراف واکناف میں مقبول ہو چکے ہیں۔ ان کے قلم سحر رقم میں اعجاز ہے۔ وہ غازی کی تلوار کیطرح تیز اور مجاہد کی ضرب کی طرح باطل شکن ہے۔ سالانہ جلسہ پر بار بار وہ پبلک کے سامنے آئے مسلمانوں کی موجودہ مصائب سے متاثر ہو کر کئی دفعہ انہوں نے جلسہ گاہ میں متعدد ریزولیوشن پیش کئے جو بالاتفاق پاس ہوئے۔ آپ اخبار میں یہ ریزولیوشن پڑھ چکے ہیں مجھے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

آپ کا اس دفعہ لیکچر تھا ہماری ذمہ داری جس خوبصورتی اور دلآویزی سے آپ نے اپنے خیالات پبلک کے سامنے رکھے وہ صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ نے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ "تحریک احمدیت" کوئی مقامی اور آنی تحریک نہیں ہے بلکہ وہ دور حاضرہ کی ایک عظیم الشان تحریک ہے جس میں ہر انسان کو جو دنیائے موجودہ کی ہولناکیوں سے متاثر ہے شامل ہونا چاہیئے

آپ نے فرمایا کہ دنیا لامذہبیت کی طرف جا رہی تھی تمام مذاہب اپنا اثر کھو چکے تھے۔ تہذیب، تمدن اور اخلاق سب کوچ کر جانے والے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مبعوث فرما کر اس رَو کو روک دیا۔ یورپ میں یہ رَو بڑے زور سے چلی تھی مگر مسیح موعود کی زبردست تحریروں، اور ان کے پیرؤوں کی عظیم الشان مساعی سے وہ رُک گئی۔ اسی طرح ایک اور خطرناک رَو دنیا میں شروع ہے۔ وہ وطنیت کی تحریک ہے۔ اس تحریک نے بھی دنیا میں طرح طرح کے مظالم برپا کر رکھے ہیں۔ اس کے مقابلہ پر اسلام کی تحریک جو بنی نوع انسان کے لئے عالمگیر اخوت کی تحریک ہے۔ مسیح موعود کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ اور اسی تحریک کی کامیابی پر آئندہ نسل انسانی کی امن و سلامتی کا راز مضمر ہے۔ آپ نے مسیح موعود کی بعثت کی دو بڑی اغراض کسر صلیب اور قتل خنزیر بتائی۔ اتفاق سے اس وقت سر جلال الدین جو ایک بڑے پایہ کے انگریز ہیں اور حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں۔ سٹیج پر موجود تھے۔ آپ نے ان کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ دیکھو اس طرح احمدیہ جماعت کسر صلیب کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں "صلیب" عبد اللہ آتھم کی شکل میں، اور "خنزیر" لیکھرام کی صورت میں ظاہر ہوئے بڑے بڑے مباحثات ہوئے۔ آخر وقت آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکے اور دشمنان اسلام کو ملیامیٹ کر دے۔ مگر قبل اس کے کہ صلیب بالکل نابود کر دی جاتی وہ خود نرم پڑ گئی اور مجمع عام میں عبد اللہ آتھم نے رسول اللہ صلعم کی توہین سے کان پکڑے اور ڈر گیا۔ اور آئندہ کے لئے اس کی زبان نبی کریم صلعم کی شان میں دشنام دہی اور افترا پردازی سے باز آ گئی۔ مگر خنزیر کی ضد اور ہٹ بدستور رہی۔ اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرایا گیا۔ اور انذاری پیشگوئی شائع کر دی گئی۔ مگر اس نے حق و صداقت کے سامنے نہ جھکنا تھا نہ جھکا۔ بالآخر کسی نامعلوم شخص کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ آپ نے بیان فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی دنیا تو اپنے مشرکانہ عقائد سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گی۔ اور وہاں کسر صلیب کا نظارہ اپنی مکمل شکل میں نظر آ جائے گا۔ مگر یہاں ہندوستان میں ہمارے برادران وطن معقولیت اور دلائل کے سامنے جھکنے کے بجائے اپنی ضد پر اڑے رہیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا اپنا مذہب تو مٹ جائے گا۔ اور مشرکانہ عقائد قتل ہو جائیں گے مگر اسلام سے انہیں خصومت رہے گی۔ اور ہندو کلچر اور ہندو تہذیب کے نام پر وہ اسلام سے الجھتے رہیں گے میں اس کے ساتھ اور اضافہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ ہندو آئندہ مردم شماری میں دن بدن کم اور قلیل تعداد میں نظر آئیں گے۔ اور مسلمان آبادی بڑھتی چلی جائے گی۔ حتےٰ کہ آئندہ ہندوستان خالص اسلامی ملک نظر آنے لگے گا۔ مجھے تو قتل خنزیر کا یہی مفہوم سمجھایا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

میرا یہ مضمون ادھورا رہ جائے گا اگر میں ایک نہایت مقدس ہستی کا ذکر نہ کروں جو اس سالانہ جلسہ پر گو پبلک سٹیج پر تو ظاہر نہ ہوئی مگر مسجد کے منبر سے احمدی قوم کو خدا کا پاک کلام سناتی رہی۔ میرے مشارٌ الیہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہیں۔ میں بلا مبالغہ یہ عرض کر سکتا ہوں کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کو خدا نے جو فہم قرآن دیا ہے اس زمانہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک زندہ کلام، ایک مقدس کلام، ایک پاکیزہ کلام، ایک تازہ اور جانبخش کلام، محض اس لئے ان صفات کا مالک نہیں بن جاتا کہ اس کے متبعین اور عقیدتمند اس کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں۔ ہاں وہ بلاشبہ ان صفات کا مالک نظر آئے گا اگر اس کے اندر علم و حکمت کے بلند مضامین اور معرفت الٰہی کے دقیق نکات خود پڑھنے والے کے دل پر کھل جائیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قرآن کو جس نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے جو مطالب اخذ کر لیتا ہے اس سے بلاشبہ قرآن کا اعجاز صاف اور کھلا نظر آنے لگتا ہے۔ قرآن کے متعلق بلند دعاوی کر لینا آسان ہے۔ مگر قرآن سے مطالب عالیہ کا حل کر دکھانا اور اس کے غلبہ اور عظمت سے قلوب کو بھر دینا ایک دقیق نگاہ چاہتا ہے۔ یہ نگاہ اس زمانہ میں قبلہ ڈاکٹر صاحب کو عطا ہوئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ احمدی قوم نے ابھی ان کے اس بلند مقام کو نہیں پہچانا اگر وہ اس حلاوت کو چکھ لے جو درس قرآن میں ڈاکٹر صاحب کی زبان سے ٹپکتی ہے۔ تو بیرونی اصحاب ضرور متعدد دنوں کے لئے لاہور میں محض اس لئے آ کر قیام کیا کریں کہ درس قرآن سے مستفیض ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مختلف شہروں سے احمدی اصحاب کچھ وقت نکال کر کبھی کبھی محض درس قرآن کی خاطر لاہور تشریف لے جایا کریں۔ مرکز میں اس غرض کے لئے ایک رجسٹر ہونا چاہیئے جس میں ایسے متعلمین کا نام درج ہونا چاہیئے جو بیرونجات سے درس کی خاطر حاضر ہوا کریں۔

ڈاکٹر صاحب نہ صرف قرآن میں یدطولےٰ رکھتے ہیں بلکہ چندہ طلبی بھی آپ کی طبع ثانی ہو چکی ہے۔ وہ اسلام کے ان تھک مبلغ ہیں۔ اور ان کی تحریک سے بہت سے سخت اور متشدد قلوب بھی نرم ہو گئے ہیں۔ ان کی چندہ فراہمی کی یہ کیفیت ہے کہ روکنے کے باوجود آ دھمکتے ہیں اور جہاں کچھ امید نہیں ہو سکتی وہاں سے بھی اچھی رقم لے لیتے ہیں (یہ ایک اشارہ ہے جسے قبلہ ڈاکٹر صاحب ہی سمجھ سکتے ہیں)۔ میں ڈاکٹر صاحب کے صرف ایک درس میں حاضر ہو سکا اس دن آپ نے سورۃ العادیات سنائی تھی۔ ابھی میرے دماغ میں شکر گزار، احسان نا فراموش، وفادار عرب گھوڑے کی جدوجہد، اس کی تیز دوڑ، اس کا مشقت سے ہانپنا سنگلاخ زمینوں پر اس کا بلا تامل دوڑنا، پتھروں اور سنگریزوں کو پامال کرتے چلے جانا، وقت کی پروا نہ کر کے اپنے مالک کے اشارہ پر راتوں کے سفر قطع کرنا، منزل مقصود پر جا صبح کرنا اور اپنے پیچھے گرد و غبار چھوڑ جانا کہ اس کی جد و جہد کے نشان ہیں، وہاں پہنچ کر آرام کرنے کی بجائے دشمنوں کی فوجوں میں بلا دھڑک گھس جانا خوب محفوظ ہے۔ انسان کی ناشکر گزاری بھی مجھے خوب یاد ہے جو حیوان کی سی وفاداری بھی نہیں دکھلا سکتا۔ حالانکہ اس کا رب ایک عارضی طریق پر معمولی سی غذا مہیا کرتا ہے اور انسان کا رب اس کی جسمانی، دماغی اور روحانی ترقیات کے تمام سامان ربوبیت پیدا کرتا ہے۔ انسان کو زر کی محبت نے آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور اس کی تمام زندگی اس حقیقت پر شاہد ہے۔ روپے کی خاطر وہ گھوڑے سے بھی زیادہ مستعدی سے دوڑ سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر مشقت دکھا سکتا ہے۔ اس کا ہانپنا بھی گھوڑے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ وہ بڑی کٹھن منزلوں میں سے گزر جاتا ہے، وہ پہاڑوں کو کاٹتا اور دریاؤں کو چیرتا ہے، وہ آگ میں کودتا اور موت کے منہ میں جا پڑتا ہے۔ پیسے کے لالچ میں وہ رات کی نیند حرام کر لیتا ہے۔ اور اپنی جدوجہد کے نشانات چھوڑ جاتا ہے۔ اسی لالچ کے ماتحت اس کی دشمنوں سے نبرد آزمائیاں ہیں مگر اللہ کے نام پر اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ ہاں حیات بعد الممات [illegible]ن کو دکھلا دیگی کہ اس کے سینے میں کیا راز تھے۔ اور کن تحریکات کے ماتحت اس کی جنبشیں ہوتی تھیں۔ اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا خدا معاملات کی کیسی خبر رکھنے والا ہے۔

مرزا مظفر بیگ ساطع

ایک نوجوان مبلغ سٹیج پر آیا۔ کیا شستہ اس کی زبان تھی۔ اور کیسے مصفا اس کے دلائل۔ وہ وید کا ایک عالم متبحر ہے۔ مگر اس کی نکتہ چینی میں دل آزاری نہ تھی۔ اس کی ایک عالمانہ تنقید تھی جو قلوب کو روشنی بخشتی اور قرآن کریم کی عظمت آشکارا کرتی تھی۔ اس کی نہایت برجستہ تقریر اور برمحل گفتگو تھی اگر ہمارے برادران وطن کو توفیق ہو اور وہ ہمارے اس نوجوان کی باتیں سنیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ اب وید کی حکومت دنیا میں قایم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ دنیا عنقریب قرآن کریم کی حکومت قبول کرے گی۔ وید کے متعلق ہمارے آریہ دوستوں نے جس قدر نظریئے قایم کر رکھے ہیں۔ وہ سب کے سب خود وید کی رو سے مرزا مظفر بیگ غلط ثابت کر دیتے ہیں۔ خدا اس نوجوان کو سلامت رکھے اور اس میں تبلیغ کا جوش زیادہ پیدا کرے۔

قومی شاعر

مہجور نے بڑے مزے کی نظم سنائی، اسلام کے گیت گائے۔ اس کے ترنم سے ہمارے ایمان بڑھے۔ وہ کسی فرضی معشوق کی غزال چشمی کی تعریف میں زبان نہیں ہلاتا تھا بلکہ اس کا موضوع خود پروردگار عالم تھا یا سرکار دو عالم، اس کا موصوف خود اسلام تھا۔ یا قرآن برحق، وہ مسیح موعود کی تعریف میں ترانے گاتا تھا وہ مومنوں کے قصیدے پڑھتا تھا۔ اس کے شعر اشاعت اسلام کے لئے ایک نیک تعبیر تھے۔ وہ خدمت اسلام کے لئے اسلامیوں کو ابھارتا تھا۔ خدا اسے دیر تک زندہ رکھے۔ اور ہمیں ہر سال اس کے کلام سے استفادہ ہو۔ آمین۔

مولوی عصمت اللہ صاحب

ایک تیلا دبلا مولوی، چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی، مگر ایک بڑا عصا ہاتھ میں، رعد تھا جو خرمن دشمن پر کڑک کر برسا۔ بم تھا جو حصار عدو پر پھٹا۔ زبان تھی کہ ایک سیف براں جو مقابل کے دلائل و براہین کو کاٹتی چلی گئی۔ افسوس کہ مولوی صاحب کو زیادہ وقت نہ مل سکا۔ ورنہ حاضرین کو خوب گرماتے۔ ان کا جوش قابل قدر اور ان کا علم باعث فخر جماعت احمدیہ ہے۔

جلسہ کی بعض دیگر خصوصیات پر اپنے آئندہ مقالہ میں روشنی ڈالونگا انشاء اللہ!

(باقی آئندہ)

ممبران مجلس معتمدین کا انتخاب

انجمن کی مجلس معتمدین کے اراکین کا انتخاب ہونے والا ہے جن جماعتوں یا انجمنوں کو حق انتخاب دیا گیا ہے وہ کسی ممبر کا نام انتخاب کرتے وقت ممبر کی مالی امداد اور دینی خدمات کو مد نظر رکھیں اور انتخاب میں ان لوگوں کو مقدم کریں۔ جن کی مالی امداد اور دینی خدمات زیادہ ہوں اس کے متعلق ان جماعتوں کے سکرٹری صاحب (جنہیں حق انتخاب دیا گیا ہے) کو فرداً فرداً دفتر سے بھی اطلاع دی گئی ہے۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مسیح موعود کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۷ رمضان ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء | نمبر ۴

اخبار احمدیہ

ایک مفید تحریک - اخویم مکرم جناب ڈاکٹر حسین علی صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ :-

" جناب کی تازہ تصنیف تحریک احمدیت کا ترجمہ بزبان اردو - انگریزی - فارسی - عربی - پشتو میں ہونا ضروری ہے - انجمن اگر اس کتاب لاثانی کے تراجم کرانے کا بندوبست کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ رقم پیش کروں گا - میرے خیال میں غیر بلاد میں (ہندوستان سے باہر) اس کتاب کا جانا نہایت ضروری ہے - ممکن ہے غیر احمدیت کا پھاٹک اس کتاب کے سامنے کھل جائے "

پیغام صلح - ہم ڈاکٹر صاحب کی اس مفید تحریک کی بزور تائید کرتے ہیں - اگر دوسرے احباب بھی اس طرف توجہ کریں - اور اس کام کی سرانجام دہی کے لئے حسب استطاعت امداد دیں - تو جماعت کی توسیع اور اسلام کی ترقی کا یہ ایک سہل ترین ذریعہ ہے

وفات - نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ ہمارے عزیز بھائی سراج الدین صاحب سائنس ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ بقضائے الٰہی فوت ہوگئے ہیں - مرحوم جماعت کے بڑے مخلص اور سرگرم ممبروں میں سے تھے - اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت فرمائے - آج جماعت لاہور نے بعد از نماز جمعہ ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا۔

(۲) ملک قمر الٰہی صاحب لاہور کی اہلیہ فوت ہوگئی ہیں ان کا بھی جنازہ غائبانہ پڑھا گیا - بیرونی احباب بھی ہر دو کا جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روحوں کو ثواب پہنچائیں -

دعاء صحت - اخویم مرزا جلال احمد صاحب اور سیر حمید بیمار ہیں احباب کرام ان کے لئے دعائے صحت فرمائیں -

ایک ضروری مضمون حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے کسی دوسری جگہ درج ہے - احباب کرام اس کو ضرور توجہ سے پڑھیں اور جن احباب کے پاس اخبار نہ جاتا ہو انہیں بھی پڑھوائیں بلکہ جیسا کہ حضرت امیر نے لکھا ہے ۱۳ رمضان کو خطبہ جمعہ میں پڑھکر سنایا جائے - لاہور مورخہ ۱۲ ج ۳۲ء

ایک معزز بہن کا قابل قدر نمونہ

اشاعت اسلام میں امداد کے مختلف طریقے

(سکرٹری صاحبہ احمدیہ انجمن خواتین اسلام کے قلم سے)

قرون اولیٰ میں مسلمان مرد اور عورتوں نے اسلام کے لئے بے نظیر ایثار اور جانفروشی کے نمونے دکھائے تھے وہ اب تاریخ میں افسانے کی طرح لکھے اور پڑھے جاتے ہیں (مسلمانوں کی موجودہ دینی بے حسی نے ان کو " قصہ ماضی " کا رنگ دیدیا ہے -

اسلامی روایات کا احیا

حضرت مسیح موعود کی صداقت کی یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کے دل میں خدمت اسلام کی تڑپ پیدا کرکے اور ان کو صحابہؓ کے نقش قدم پر ڈالکر ان پرانی اسلامی روایات کو زندہ کردیا ہے - یقیناً جس نے سلسلہ احمدیہ کی اس غرض و غایت کو سمجھا وہ حضرت مسیح موعود کا سچا پیرو اور آپ کے رفقا میں شامل ہونے کا مستحق ہے

ایک معزز خاتون کا مجاہدہ

میں اس وقت ایک ایسے ہی واقعہ کا ذکر کرتی ہوں یعنی میری ایک عزیز بہن جو کمشنر اسسٹنٹ صاحب کی بیگم صاحبہ ہیں وہ چند دن کے لئے اپنے مربعوں میں تشریف لے گئیں - تو انہوں نے باوجود اپنی دولت داامارت کے، عزت و وجاہت کے، شہری نازونعم کی زندگی کا عادی ہونے کے اپنے لئے یہ مجاہدہ تجویز کیا کہ وہ ہر روز کھیت میں جاکر اپنے ہاتھوں سے کپاس چنتی تھیں - اور مسلسل کئی روز تک دن بھر کی تھکا دینے والی محنت سے جو کپاس جمع کی وہ فروخت کرکے قیمت اشاعت اسلام کے لئے دستکاری فنڈ میں دیدی - اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے اور دین و دنیا کے بہترین انعامات کا وارث بنائے -

ایک اور نیک نمونہ

مجھے یاد آیا کہ ایسا ہی میری ایک اور محترم بہن ہیں جو اپنے شوہر کے کاروبار کی خاطر ایک گاؤں میں اقامت پذیر ہیں اور وہاں پر نہایت رسوخ رکھتی ہیں - وہ بوجہ اپنی نیکی اور شفقت کے گاؤں کی عورتوں اور بچوں کا مفت علاج کرتی ہیں مگر انہوں نے ایک صندوقچی رکھی ہوئی ہے جس میں ہر عورت جو علاج کے لئے آئے صرف ایک پیسہ ڈال دیتی ہے - یہ رقم وہ ہر سال اشاعت اسلام میں ڈالدیتی ہیں یہ بہن کثیر الاولاد ہیں اور خانہ داری کا کام اپنے ہاتھوں انجام دیتی ہیں - مگر باوجود کم فرصتی کے ایسے موقعے نکال لیتی ہیں جن سے کچھ خدمت دین ہوسکے - کاش ہماری امیر و غریب ہر احمدی بہن کے دل میں ایسا ہی جوش اور محبت اسلام پیدا ہوجائے تو نہ صرف ہماری جماعت کی طاقت دگنی ہوجائے گی بلکہ بچوں پر بھی اس نیک نمونہ کا اثر پڑے گا اور وہ ہمارے صحیح جانشین ہوکر ہمارے لئے ثواب جاریہ کا موجب ہوں گے -

ایک سہل طریقہ

مدد دینے کا میں نے ایک گھر میں دیکھا کہ صاحبہ خانہ بی بی نے ایک چھوٹی سی صندوقچی رکھی ہوئی تھی جس پر سوراخ تھا وہ جتنے روپے روزانہ خرچ کرتیں - فی روپیہ ایک پیسہ کے حساب سے اتنے پیسے اس صندوقچی میں ڈال دیتیں اور اس طرح نہایت آسانی سے ایک معقول رقم ہر سال اشاعت اسلام کے لئے نکل آتی - میری ہر ایک بہن سے اور خصوصاً آسودہ حال اور متمول بہنوں سے خاص طور پر گزارش ہے کہ وہ اس طریقے کو اپنے اپنے گھروں میں ضرور رائج کریں تھوڑی سی پابندی سے اور بغیر محسوس کرنے کے وہ ایک معقول رقم خدمت اسلام کے لئے پس انداز کرسکیں گی - مجھے امید ہے کہ معزز برادران میری اس تجویز کو اپنے گھروں تک پہنچا کر عند اللہ ماجور ہوں گے -

احمدیہ انجمن خواتین اسلام کا چھٹا سالانہ جلسہ

(از آنریری سکرٹری صاحبہ)

چندہ کی فراہمی

اس جلسے کی کامیابی میں اہلیہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب و اہلیہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب و اہلیہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور سیدہ بیگم صاحبہ نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ اور ایک معقول رقم اشاعت اسلام کے لئے گدائی کر کے جمع کی۔ اہلیہ مصطفےٰ شاہ صاحب اہلیہ بابو عمر دین صاحب۔ اہلیہ غلام محمد صاحب۔ اہلیہ بابو منظور الٰہی صاحب۔ اقبال بیگم صاحبہ۔ اہلیہ محمد رمضان صاحب اور اہلیہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی کا پیوں پر چندہ جمع کر کے دیا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی بہنیں ہیں جنہوں نے تھوڑی تھوڑی رقوم جمع کیں۔ اور تقسیم اشتہارات میں مدد دی۔ اور سب سے زیادہ خوشی اپنی نوجوان بچیوں اور بہنوں کو بطور رضا کار کام کرتے ہوئے دیکھ کر ہوتی تھی۔ کہ تمام کاموں میں انہوں نے نہایت محبت اور سرگرمی سے حصہ لیا۔ میری عزیز بہن زہرا بیگم نے تو خاص طور پر مجھ سے درخواست کی کہ سب سے زیادہ محنت طلب کام ان کے سپرد کیا جائے۔ چنانچہ وہ نمائش کی انچارج تھیں۔ اور نہایت فکر سے کام کرتی رہیں۔

جلسہ کی کامیابی

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور خدمت دین کی بیش از بیش توفیق بخشے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ اور بہنوں کی ہمت کا نتیجہ ہے کہ ہمارا جلسہ ایسی شان و شوکت اور کامیابی سے ہوا کہ اکثر غیر از جماعت معزز بہنوں نے مجھ سے کہا کہ لاہور میں معزز و شائستہ خواتین کا اس قدر اجتماع عظیم اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ اور انہوں نے ان خاموش مگر مفید کاموں کی تعریف کی۔ یہ سب خدا کا فضل ہے۔ کہ اس نے ہماری ناچیز کوششوں کو قبولیت دی۔ اگر ہم اپنے فرائض کو کماحقہ سمجھیں تو خداوند کریم کے مزید انعامات کے وارث ہو سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میری بہنیں اظہار تشکر کے لئے اپنی کوششوں کو دو چند کر دیں گی۔ اور دوسری بہنوں کو بھی اپنے ساتھ ملائیں گی۔

مردانہ جلسوں میں خواتین کی شرکت

۲۴ تاریخ کے جلسے کے بعد بھی ۲۵-۲۶ اور ۲۷ کے جلسوں میں پردے کا انتظام تھا۔ جن میں سب بہنیں شریک ہو کر بزرگان سلسلہ کے پند و نصائح سے مستفید ہوتی رہیں۔ ہماری محترم بہن اہلیہ ڈاکٹر عبد المجید صاحب جو کہ بالخصوص پشاور سے تشریف لائی تھیں۔ وہ فرماتی تھیں۔ کہ جلسہ میں شریک ہو کر جو دینی معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں وہ مجھے مجبور کرتی ہیں کہ میں ہر سال آؤں اور یہ نایاب دلپذیر تقریریں سنوں اور علم حاصل کروں۔ کاش ہماری سب احمدی بہنیں ان موقعوں کو غنیمت سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

دستکاری کی نمائش میں

سیدہ صفیہ بیگم صاحبہ (لاہور) زہرہ بیگم صاحبہ (جالندھر) آمنہ بیگم صاحبہ (جھنگ) عطیہ بیگم صاحبہ (بنارس) سیدہ بیگم صاحبہ (لاہور) حامدہ بیگم صاحبہ و محمودہ بیگم صاحبہ دختران ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ بنت محمد دین صاحب سیالکوٹ۔ اہلیہ ڈاکٹر مرزا صاحب

اور اہلیہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ اور اپنے عزیزوں کو بھی شامل کیا۔ دو ترک نژاد بہنوں یعنی بیگم زکریا آفندی۔ اور ان کی صاحبزادی نے جو قسطنطنیہ جاتے ہوئے چند دن ہمارے ہاں رہی تھیں۔ انہوں نے بھی قلیل وقت میں ایک خوبصورت میز پوش بنا کر دی۔ اور معذرت کی کہ وقت نہ ملنے کی وجہ سے وہ حسب دلخواہ حصہ نہیں لے سکیں۔ مگر اس سعادت سے محروم نہ رہنے کے لئے یہ چیزیں پیش کرتی ہیں۔

انعامات کی محرک

ہماری بہن بیگم صاحبہ عبد العلی صاحب ای۔ اے۔ سی قصور کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے دستکاری کی ترقی کے لئے انعامات کی تجویز کی اور اس سال انعامات کی قیمت بھی اپنی جیب سے ادا کی۔ پانچ روپیہ انہوں نے دیئے اور باقی انجمن نے اپنی طرف سے کمی پوری کر دی۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ سال بھی کوئی معزز بہن انعام کی رقم (پانچ روپیہ) کو اپنے ذمے لے لیں گی۔ وہ سب بہنیں جو دستکاری کی ممبر ہیں۔ قوم کے شکریہ کی مستحق ہیں کہ ان کی تھوڑی تھوڑی کوششیں مل کر ہی اس بڑے نتیجے کا موجب بنی ہیں خداوند کریم سب کو اجر عظیم دے۔ اور باقی بہنوں کو بھی توفیق دے کہ وہ اس دینی کام میں شریک ہو کر اسلام کی قوت کا موجب ہوں۔

دستکاری کے متعلق مفصل ہدایات کبھی آئندہ اشاعت میں لکھوں گی۔

دستکاری میں حصہ لینے والی بہنیں

(۱) سیدہ صفیہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب
(۲) فہمیدہ بیگم صاحبہ بنت شیخ عبد الواحد صاحب دہلی
(۳) رقیہ رحمٰن بیگم عبد الرحمن صاحب سب جج دہلی
(۴) سیدہ شوکت صاحبہ جڑانوالہ
(۵) زہرہ بیگم صاحبہ گجرات
(۶) ماہ انور اہلیہ سید بشیر حسین صاحب لاہور
(۷) فرخندہ بیگم اہلیہ سید الطاف حسین صاحب خان پور
(۸) مسز نذیر احمد صاحب وکیل منٹگمری
(۹) آمنہ بیگم بنت خان بہادر میاں غلام رسول صاحب جھنگ
(۱۰) رشیدہ طاہرہ صاحبہ لاہور
(۱۱) عظمت بیگم صاحبہ لاہور
(۱۲) ثروت النساء صاحبہ ترکیہ
(۱۳) اختر النساء بنت مولانا محمد علی صاحب
(۱۴) سندس النساء صاحبہ ترکیہ
(۱۵) عزیزہ بیگم اہلیہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لاہور
(۱۶) حامدہ بیگم بنت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
(۱۷) اہلیہ مولانا صدر الدین صاحب لاہور
(۱۸) نور بیگم اہلیہ عمر دین صاحب کلرک لاہور
(۱۹) عالم بی بی صاحبہ منار
(۲۰) رشیدہ بی بی صاحبہ منار
(۲۱) صغرا بیگم بنت کرم الٰہی صاحب لاہور
(۲۲) افتخار بیگم زوجہ منظور الٰہی صاحب لاہور
(۲۳) اہلیہ ڈاکٹر شجاعت علی صاحب لاہور
(۲۴) سلمہ بنت امجد علی شاہ صاحب لاہور
(۲۵) رشیدہ بیگم بنت مولوی صدر الدین صاحب لاہور
(۲۶) امۃ العزیز اہلیہ چودھری فضل حق صاحب لاہور
(۲۷) سعیدہ بی بی از منار
(۲۸) صالحہ بی بی از منار
(۲۹) شریفہ بی بی از منار
(۳۰) عطیہ بیگم بنت خلیل الرحمن صاحب بنارس
(۳۱) اہلیہ امانت علی صاحب از لاہور
(۳۲) نور بیگم از لاہور
(۳۳) اہلیہ قمر دین صاحب رنگ محل لاہور
(۳۴) اہلیہ رحمت الٰہی صاحب انجینیر جالندھر
(۳۵) ناصرہ سلطان بنت مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور
(۳۶) بنت غلام محمد خاں صاحب ای۔ اے۔ سی۔ فیروز پور
(۳۷) بنت خورد غلام محمد خاں صاحب ای اے سی فیروز پور
(۳۸) شنیہ عطا الٰہی صاحب سب جج
(۳۹) سیدہ بیگم صاحبہ بنت داروغہ نبی بخش
(۴۰) سعیدہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر غلام محمد صاحب
(۴۱) ولایت بیگم صاحبہ
(۴۲) مسعودہ بیگم صاحبہ
(۴۳) اصغری بیگم صاحبہ
(۴۴) ارشاد بیگم اہلیہ سید نذیر حسین مرحوم
(۴۵) رفیعہ بیگم صاحبہ بنت میاں عزیز اللہ راولپنڈی
(۴۶) صادقہ بیگم صاحبہ بنت خواجہ احمد حسن راولپنڈی
(۴۷) امتیاز بیگم صاحبہ بنت خواجہ احمد حسن راولپنڈی
(۴۸) بیگم صاحبہ مرزا یعقوب بیگ صاحب
(۴۹) بنت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور
(۵۰) زینت بیگم صاحبہ عبد العلی ای اے سی صاحب قصور
(۵۱) رضیہ بیگم بنت مولوی مصطفےٰ خاں صاحب لاہور
(۵۲) سردار بیگم صاحبہ معرفت اہلیہ بابو منظور الٰہی صاحب
(۵۳) اہلیہ بابو منظور الٰہی صاحب لاہور
(۵۴) صالحہ بیگم اہلیہ چودھری ظہور احمد صاحب لاہور
(۵۵) زکیہ سلطان بنت مولانا محمد علی صاحب لاہور
(۵۶) ممتاز جہاں اہلیہ ممتاز احمد فاروقی کلکتہ
(۵۷) شہزادہ بیگم اہلیہ خواجہ جلال الدین صاحب
(۵۸) مختار بیگم صاحبہ معرفت اہلیہ ڈاکٹر مرزا صاحب
(۵۹) مبارک بیگم صاحبہ
(۶۰) زبیدہ بیگم صاحبہ بنت عبد الحکیم صاحب
(۶۱) مقصودہ بیگم بنت مولوی دوست محمد صاحب لاہور
(۶۲) اہلیہ سید مصطفےٰ شاہ صاحب لاہور
(۶۳) رشیدہ بیگم بنت ڈاکٹر طفیل حسین صاحب لاہور
(۶۴) مریم بیگم صاحبہ بنت عطا الٰہی سب جج
(۶۵) خورشید آرا بنت خواجہ جلال الدین صاحب
(۶۶) اہلیہ ڈاکٹر عبد المجید صاحب پشاور
(۶۷) اہلیہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہور
(۶۸) امام بی بی صاحبہ گوجرہ
(۶۹) ایک خاتون صاحبہ
(۷۰) کنیز فاطمہ مسز محمد حیدر قریشی لاہور
(۷۱) خورشید بنت خان بہادر سردار حبیب اللہ صاحب لاہور

(باقی بر صفحہ ۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء	نمبر ۴

حضرت مسیح موعودؑ اور حکومت برطانیہ

سکھ، ڈوگرے اور انگریز

"زمیندار" اور دیگر اخبارات میں بار بار یہ اعتراض کیا جارہا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے حکومت برطانیہ کی اطاعت اور وفاکیشی کی تعلیم دی ہے۔ اور اسے مسلمانوں کے لئے "آیہ رحمت" قرار دیا ہے۔ حالانکہ انگریز کی غلامی ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی ذلت ہے۔

حکومت برطانیہ اور حضرت مرزا صاحب کے معاصرین

ہم معترضین سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس ذلت کا احساس آپکو کب سے پیدا ہوا؟ آیا جس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب زندہ تھے تمام ہی مسلمان حکومت انگریزی کو آیہ رحمت نہ سمجھتے تھے؟ کیا سر سید احمد خاں، نواب محسن الملک مرحوم۔ مولانا الطاف حسین حالی۔ مولانا ڈپٹی نذیر احمد خاں۔ جو سب کے سب مسلمانوں کے جید علما کی حیثیت رکھتے تھے اسی کشتی کے سوار نہیں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو آپکی نظروں میں مورد اتہام ٹھیراتی ہے؟

مولوی ظفر علی خاں کے سابقہ خیالات

اور تو اور مولوی ظفر علی خاں جو آج معترضین کے پیش امام ہیں۔ سنہ ۱۹۱۲ء تک کیا مذہب رکھتے تھے۔ جب ملک معظم کی تاجپوشی کے موقعہ پر انہوں نے ایک قصیدہ لکھا جس کے ذیل کے دو شعر خاص توجہ کے قابل ہیں ؎

نظر آتی ہے ظل اللٰہی کی شان دونوں کو ؛
برہمن کو صنم خانہ میں مسلم کو اذانوں میں ؛
رہیں ثابت قدم ہم اپنے قیصر کی اطاعت پر ؛
کہ جس سے سرخرو ہم ہوسکیں دونوں جہانوں میں ؛

لیجئے مولانا کو تو اس وقت مسلم کی اذانوں میں بھی ہز میجسٹی جارج پنجم کی ظل اللٰہی کی شان نظر آرہی ہے۔ اور قیصر کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا ہی ان کے نزدیک دونوں جہانوں میں سرخروئی کا موجب ہے۔ پھر کس منہ سے حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ ایک مدت تک تو "زمیندار" ہی کی طرح پر مسلمانوں کو یہ سبق پڑھایا جاتا رہا ہے کہ ؎

تم خیر خواہ دولت برطانیہ رہو
سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جاں نثار

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کیوں ہے کہ انہوں نے کہ انہوں نے دولت برطانیہ کی وفاداری کی تعلیم دی۔

سکھ ڈوگرے اور انگریز

ہم ان معترضین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے محض اس مذہبی آزادی کی وجہ سے حکومت برطانیہ کی تعریف کی جو اس کے عہد میں رعایا کو حاصل ہے اور جو فی الحقیقت اسلام کی اشاعت اور ترقی میں بہت بڑی امداد کا موجب ہے۔ حکومت انگریزی سے پیشتر سکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں کو اذان تک کی اجازت نہ تھی چہ جائیکہ اسلام کی کھلے طور پر تبلیغ کی جاسکتی، طرح طرح کے تشدد مسلمانوں پر روا رکھے جاتے تھے جس کی وجہ سے بعض نیک دل مسلمانوں (مثلاً مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ) نے سکھوں کے ساتھ جہاد بھی کیا۔ ایسی حالت میں انگریزوں کی حکومت فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے آیہ رحمت تھی۔ جیسا کہ آج بھی ڈوگروں کے ہاتھ سے تنگ آئے ہوئے کشمیری مسلمان انگریزی فوجوں کو آیہ رحمت سمجھتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے انگریزوں کو دجال قرار دیا

لیکن حضرت مرزا صاحب نے جہاں حکومت انگریزی کے عدل و انصاف اور مذہبی آزادی کی تعریف کی وہیں انگریزوں کو دجال اور یاجوج ماجوج بھی قرار دیا۔ اور یہ وہ بات ہے، جس کو آج گو بہت سے لوگ منہ سے نکالنے کے لئے تیار رہیں، لیکن اس زمانہ میں یہ آواز اٹھانا اسی شخص کا کام تھا جو خدا کی طرف سے مجدد اور مامور ہو کر آیا۔ انگریزی حکومت کے کسی بڑے سے بڑے دشمن کو بھی یہ جرأت نہ تھی کہ اس زمانہ میں انگریزوں کو دجال قرار دیتا۔ دجال کو انگریزی میں اینٹی کرائسٹ (دشمن مسیح) کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک عیسائی کے لئے اس سے بڑھ کر سخت لفظ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے بلا لحاظ اس امر کے کہ انگریزی حکومت مذہباً عیسائی ہے۔ انگریزوں کو دجال ثابت کرنے میں ذرا تامل اور دریغ نہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے مذہب پر ایسی شدید نکتہ چینی کی کہ اس کا تار و پود بکھیر کر رکھدیا انہوں نے آنحضرت صلعم پر عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں الزامی جوابات کی وہ بوچھاڑ ان پر کی کہ آج مسلمانوں کو بھی یہ بیجا شکوہ پیدا ہورہا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کی توہین کی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح کی توہین انہوں نے نہیں کی بلکہ عیسائیوں کے فرضی خدا یسوع کو تخت الوہیت سے نیچے اتارا ہے۔

برطانوی استعمار اور حضرت مرزا صاحب

تعجب ہے ان تمام کھلے حقایق کے باوجود یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب برطانوی استعمار کے آلہ کار ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کیا برطانوی استعمار کو یاجوج ماجوج کا فتنہ قرار دینے والا عیسائی مذہب اور اس کے طریق اشاعت کو فتنہ دجال کے نام سے تعبیر کرنے والا اور اس مذہب کا تار و پود بکھیر کر اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ثابت کرنے والا برطانوی استعمار کا آلہ کار ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم دعا کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالےٰ ایسا ہی آلہ کار بننے کی توفیق دے۔

محشرستان کشمیر

گزشتہ اشاعت میں میرپور کے اس ہولناک سانحہ کی اطلاع دی جاچکی ہے کہ عدم ادائے مالیہ کی وجہ سے اس علاقہ کے ایک گاؤں کا مال مویشی حکام نے فوج اور پولیس کے ذریعہ قرق کرالیا۔ اور جب غریب زمینداروں نے قرق شدہ مال کی رسید طلب کی اور انکار ہونے پر اپنے مویشیوں کے آگے لیٹ گئے تو گولیوں کی بوچھاڑ سے ان کے جسم چھلنی کر دیئے گئے جن سے پانچ آدمی شہید ہوگئے اور ۲۵ شدید طور پر مجروح ہوئے بعد کی خبر ہے کہ شہدا کے جنازہ میں کم و بیش ۲۵ ہزار کا مجمع تھا۔ جو اس خونی حادثہ سے متاثر اور مشتعل تھا۔ لیکن یہ امر موجب طمانیت ہے کہ اس قدر اشتعال کے باوجود اتنے بڑے مجمع کی طرف سے کوئی خلاف قانون حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ اگرچہ ہندو ان کے اشتعال کو بڑھانے اور انہیں کچلنے کے سامان فراہم کرنے کی پوری تدابیر کر رہے ہیں۔ چنانچہ اخباری کوتموں میں ہندو دیودک سبھا کے پروگرام کے مطابق سینکڑوں ہندو مہاراجہ کشمیر کے محلات تک پہنچ گئے اور ریاست کی موٹریں روک کر حکام کو مجبور کیا کہ مہاراجہ تک پیغام پہنچاؤ۔ اس کے جواب میں حکام کی طرف سے کوئی ایسا سلوک نہیں کیا گیا جو مسلمانان کشمیر کے ایک اسی قسم کے جلوس کے ساتھ روا رکھا گیا تھا جب وہ اپنی شکایات مہاراجہ کے کانوں تک پہنچانے کے لئے محلات کی طرف جارہے تھے۔ ڈوگرہ افواج کی وہ سنگینیں اور بندوقوں کی آتشباری جو خون مسلم کی ارزانی کا موجب تھی آج ہندو دیودک سبھا کے اشتعال انگیز جلوس کو روکنے کا موجب نہ ہوئی۔ حالانکہ ایک ذمہ دار مسلم افسر میاں عبدالرشید صاحب ڈی ایس پی کو جو اتفاقیہ وہاں جا پہنچے تھے۔ دیکھتے ہی ہجوم بے قابو ہوگیا اور شرم شرم کے نعرے لگاتے ہوئے بے شمار ہندوؤں نے ان کا پیچھا کیا۔ اور وہ بیچارے بمشکل جان بچا کر بھاگے لیکن اس بے قابو ہجوم کو بھی بلا روک ٹوک محلات تک پہنچا دیا گیا اور ہندوؤں کی توقع کے مطابق مہاراجہ کو اطلاع ملنے پر آپ نے ہندو دیودک سبھا کے لیڈروں کو ہجوم کے نمائندوں کی حیثیت سے شرف باریابی عطا کیا اور ان کو یقین دلایا کہ آج شام تک میرپور کے علاقہ کا خاطر خواہ انتظام ہوجائے گا۔

ہم نہیں جانتے "خاطر خواہ انتظام" سے مہاراجہ کا منشا کیا ہے۔ لیکن جو طریق عمل ریاست کی طرف سے اختیار کیا جارہا ہے اسے ملحوظ رکھتے ہوئے یہ خیال کرنا بیجا نہیں کہ خود مہاراجہ کی طرف سے "خاطر خواہ انتظام" کا اعلان مسلمانوں کے لئے کوئی خوشخبری کا پیغام نہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ سوال حکومت اور مسلمانوں کا ہے جو مالیہ کے ادا نہ کرنے سے پیدا ہوا۔ ہندوؤں کا اس سے کوئی تعلق نہ ہونے کے باوجود انہوں نے دخل در معقولات ضروری سمجھا اور مہاراجہ نے انہیں یہ جواب دینے کے بجائے کہ میرا اور میری رعایا کا معاملہ ہے۔ تم دخل دینے والے کون؟ الٹا ہندوؤں کی پیٹھ ٹھونکنا ضروری سمجھا۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ میرپور میں لوگوں کا جوش بہت بڑھ گیا ہے۔ یہاں تک کہ نواح کے دیہات سے

جھنڈے اور لاٹھیاں لیکر لوگ جمع ہورہے ہیں۔ اور ۱۲ جنوری کی خبر ہے کہ برقی تار کاٹ دیئے گئے ہیں۔

یہ حالات ریاست کشمیر کے لئے باعث عزت نہیں بات بات پر گولیاں چلانا اور نہتے مسلمانوں کو آن کی آن میں خاک وخون میں تڑپا دینا حکام ریاست کی پرلے درجہ کی غیر دانشمندی اور اصول سیاست سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اور اس پر مہاراجہ کی طرف سے ہندو ہجوم کو بار یاب کیا جانا اور بھی خلاف مصلحت بات تھی جس سے صاف طور پر فرقہ وارانہ جذبات کا شبہ پیدا ہوتا ہے ہم اس سے قبل بارہا ہز ہائینس مہاراجہ صاحب اور ان کے مشیروں کو مخلصانہ مشورہ دے چکے ہیں۔ کہ تشدد ... اصول حکمرانی کا سب سے نکما ہتھیار ہے اور اس سے جتنا بھی کام لیا جائے گا نقصان ہوگا۔ بہترین ہتھیار جمہور یاست کے لئے ہر طرح سے مفید ہو سکتا ہے۔ وہ وہی ہے جس کا ذکر کسی دانا نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ

دل بدست آور کہ حج اکبر است

کاش ہز ہائینس مہاراجہ صاحب اور حکام ریاست بھی مخلصانہ مشورہ پر کاربند ہوں اور مسلمانوں کے مطالبات پورے کرکے اس بڑھتی ہوئی آگ کو بجھانے کا موجب ہوں۔

ایک اور "خود فریبی"

ہمارے آریہ سماجی دوست اپنے مذہب کی تبلیغ لینی تحریک اشدھی کے سلسلہ میں بہت خود فریب واقع ہوئے ہیں۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر یا دیگر وجوہ سے مرتد ہوئے اور جلد ہی ویدک دھرم اور آریہ سماج کو سلام کرکے دوبارہ مسلمان ہوگئے۔ بلکہ ان میں سے اکثر معہ منافعہ کے واپس آئے۔ اور آریہ سماج کے لئے ندامت و مصیبت کا باعث ثابت ہورہے ہیں۔ اصغری بیگم صاحبہ (شانتی دیوی) کا واقعہ ابھی تازہ ہے۔ لیکن ہمارے سماجی دوست ان پے درپے تلخ تجربوں سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ اور آئے دن اپنے تئیں فریب دینے کا کوئی نہ کوئی ڈھنگ نکال ہی لیتے ہیں۔ اخبار "پرکاش" مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۳۶ء میں "سعید احمد سے ستیہ پرکاش" کے عنوان سے مندرجہ ذیل اطلاع شائع ہوئی ہے:-

"مولانا احمد سعید پریزیڈنٹ راجپوتانہ سیوا سنگھ شدھ کرلئے گئے آپ کا نام ستیہ پرکاش رکھا گیا مسلمانوں کی فرقہ وارانہ روش سے تنگ آکر مولانا کا ہندو دھرم سے پریم ہوگیا اور ان کے اندر شدھ ہونے کی بھاونا پیدا ہوئی"

احمد سعید کی اشدھی آریہ سماج کی ایک اور خود فریبی ہے۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو "مولانا" آج "شدھ کرلئے گئے ہیں" وہ جلد یا بدیر خود بخود مشرف باسلام ہو جائیں گے۔ سچ ہے جو لوگ اپنے تئیں فریب میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کی غلط فہمی دور نہیں کرسکتی۔

آریہ سماج کی بے بسی

ہم حیران ہیں کہ آخر ہمارے سماجی دوستوں کو کیا ہوگیا ہے وہ زبان سے خواہ کچھ کہیں لیکن ان کے دل اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی سمجھدار آدمی کے لئے ویدک دھرم کے اندر کوئی کشش نہیں ہے۔ ہندو قوم کسی شخص کو اپنے اندر جذب کرنے کی قطعاً طاقت نہیں رکھتی۔ جس مذہب کا یہ حال ہو کہ وہ دلائل وعلوم کے سامنے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ٹھہر سکے۔ موجودہ زمانہ کے حالات وضروریات کے پیش نظر اس پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اور جس قوم کی یہ کیفیت ہو کہ اس کے اندر کسی نئے آدمی کے لئے کوئی جگہ نہ ہو۔ اور نہ جس کے فرسودہ اور پُر نقائص تمدن ومعاشرت کو کوئی سنجیدہ مزاج اختیار کرسکے۔ اس مذہب کے پیرو اور اس مذہب کے افراد لوگوں کو اشدھ کرنے کی پے در پے حماقت کیوں کرتے ہیں۔ اور پھر اس قدر تلخ تجربوں کی موجودگی میں غالباً تحریک اشدھی کے تنخواہ دار کارکن محض "گرمی محفل" اور "ثبوت زندگی" کے لئے احمد سعید کی اشدھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے "نوگرفتار" جب ویدک دھرم کی "برکات" اور ہندو قوم کے "اعلیٰ برتاؤ" کو دیکھکر آریہ سماج پر تین حروف بھیجتے ہیں۔ تو اس وقت نہ صرف ان تنخواہ دار کارکنوں بلکہ تمام آریہ سماج اور حامیان اشدھی پر پشیمانی، ندامت اور بیچارگی کی مردنی چھا جاتی ہے۔ ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح دو اور دو چار ہوتے ہیں اسی طرح کسی اشدھ شدہ مسلمان کا دوبارہ قبول اسلام یقینی ہے۔ ... لیکن ہم یہ کن کو کہہ رہے ہیں؟ ہمارے سماجی دوستوں نے خود فریبی میں رہنے کا عزم کیا ہوا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مذکورہ بالا احمد سعید "کون" اور "کیا" ہیں۔ اس کی تفصیل ہم پھر کسی فرصت میں بیان کرینگے۔ البتہ اس قدر بتا دینا موجب دلچسپی ہوگا کہ "مولانا" کا خطاب انہیں آریہ سماج کی بارگاہ عالی سے عطا ہوا ہے۔

دس سال کے بجائے پانچ سال

میں بھی

پچاس ہزار کا مستقل سرمایہ جمع ہو سکتا ہے

بشرطیکہ ہر احمدی

ایک ایک آنہ والی رسیدیں اپنے پاس رکھے

اور مستقل فنڈ کے لئے

روزانہ ایک آنہ

کسی سے وصول کرنا اپنا فرض سمجھے تو ایک سال میں وہ کم از کم بیس روپے سے مستقل فنڈ کو بڑھا سکتا ہے۔ (محمد علی)

بارہا

عرض کیا گیا ہے کہ ناظرین محترم خط وکتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں لیکن اکثر خطوط ایسے آتے ہیں جن میں حوالہ نہیں ہوتا۔

دربار ریوان کی بیدار مغزی

ہندو ریاستوں میں بہت سے ایسے قوانین پائے جاتے ہیں جن سے اسلامی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے بعض قوانین کی طرف جو ریاست ریوان میں نافذ تھے "پیغام حق" نامی ایک ٹریکٹ میں کچھ عرصہ ہوا روشنی ڈالی گئی تھی۔ جس کے بعض اقتباسات بھی ان کالموں میں شائع کئے گئے تھے۔ یہ معلوم کرنا موجب مسرت ہے کہ دربار ریوان نے مسلمانوں کی شورش اور احتجاج سے متاثر ہو کر ان میں سے بعض کو منسوخ کردیا۔ اس سے پیشتر اس ریاست میں لاولد مسلمانوں کی جائدادیں ان کے مرنے کے بعد بحق سرکار ضبط ہو جایا کرتی تھیں لیکن اب یہ قانون منسوخ ہوگیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو گوشت کی دکان کھولنے کی بھی اجازت مل گئی ہے، جو ہر طرح لائق تحسین ہے اس بارہ میں ریاست کے بیدار مغز سکرٹری پنڈت جانکی پرشاد اور فنانس کمشنر اور ملٹری سکرٹری بالخصوص قابل شکریہ ہیں۔ جن کی مساعی سے مسلمانوں کو یہ حقوق عطا ہوئے۔ ہمیں امید ہے کہ اور بھی ایسے قوانین جن سے مسلمانوں کا کوئی حق غصب ہوتا ہو منسوخ کردیئے جائیں گے۔ اور دوسری ریاستیں بھی ریاست ریوان کی اس نیک مثال کی پیروی کریں گی۔

ہم کیا چاہتے ہیں؟

ہم اپنے معاونین سے کیا چاہتے ہیں۔ یہ اس سے قبل بھی بار بار بیان ہو چکا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے عطیات اور غیر معمولی چندوں کا کبھی مطالبہ نہیں کیا۔ اور نہ اب کرتے ہیں۔ ہماری درخواست صرف اس قدر ہے کہ:-

(۱) جن اصحاب کے ذمہ بقایا رقوم ہیں وہ فی الفور ادا کردیں۔

(۲) توسیع اشاعت کے لئے پوری کوشش کی جائے ہر ایک خریدار کم از کم دو نئے خریدار پیدا کرے۔ صاحب استطاعت احباب غریب لوگوں کے نام اخبار جاری کرائیں۔

بقایا جات کی وصولی کے لئے ہمیں بے حد کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اس کے باوجود بہت کم کامیابی ہوتی ہے۔ اخبار کا بقایا ایک قومی قرض ہے اور اس کو جلد سے جلد ادا کرنا آپ کا فرض ہے۔ پیغام صلح کسی کا ذاتی اخبار نہیں ہے۔ اس کا بقایا رکھنا قوم کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ ڈاکخانہ نے محصول ڈاک میں مزید ناقابل برداشت اضافہ کردیا ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دفتر کو خط وکتابت کے اخراجات سے محفوظ رکھیں۔

توسیع اشاعت کی کوشش میں اخبار کی ترقی اور زندگی کا راز مضمر ہے۔ اخبار کے لئے توسیع اشاعت کی مساعی آب حیات ہیں۔ کیا ہمارے احباب اپنے اخبار کو اس سے محروم رکھیں گے۔ کیا آپ اپنے اخبار کے لئے فرصت کے چند گھنٹے بھی نہیں نکال سکتے؟ یقیناً آپ یہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ صرف معمولی عزم وہمت کی ضرورت ہے ہمیں جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کردیا گیا ہے۔ کیا ہم امید کرسکتے ہیں کہ ہمارے یہ الفاظ بہرے کانوں سے نہ سُنے جائیں گے؟ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کے اخبار کو اور ہم سب کو خدمت دین وملت کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ آمین ثم آمین

(بقیہ صفحہ ۲)

(۷۲) طاہرہ سلطان بنت مولانا محمد علی صاحب
(۷۳) امۃ الرؤف صاحبہ بنت سردار حبیب اللہ لاہور
(۷۴) معرفت انعام اللہ صاحب پانی پت
(۷۵) ایک خاتون
(۷۶) حمیدہ بیگم ہمیر بخت یاور علی صاحب دہلی
(۷۷) نور بیگم اہلیہ سلطان بخش تحصیلدار
(۷۸) بدرالنساء اہلیہ مولوی عبدالحق صاحب
(۷۹) اہلیہ عبدالرحمن صاحب
(۸۰) زبیدہ خاتون صاحبہ
(۸۱) بنت سیٹھ احمد دین صاحب جہلم
(۸۲) اہلیہ سیٹھ احمد دین صاحب
(۸۳) الٰہی جان صاحب معرفت سید بیگم صاحبہ
(۸۴) امۃ اللہ بیگم صاحبہ پنڈی بہاؤالدین
(۸۵) کنیز فاطمہ صاحبہ مسز بخاری سیالکوٹ
(۸۶) زہرہ بیگم صاحبہ منیجر زنانہ سٹور
(۸۷) نفضیلت بیگم صاحب لاہور
(۸۸) سعیدہ بیگم بنت سید جلال صاحب لاہور
(۸۹) محمودہ نزہت صاحبہ لاہور
(۹۰) رشدہ بیگم صاحبہ لاہور
(۹۱) بیگم سعادت علی خاں صاحب
(۹۲) رشیدہ بیگم صاحبہ سیالکوٹ
(۹۳) محمودہ بیگم بنت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
(۹۴) عائشہ بی بی صاحبہ
(۹۵) بنت نوازش علی صاحب لاہور
(۹۶) خورشید بیگم صاحبہ
(۹۷) اہلیہ اکمل صاحب
(۹۸) وحیدہ بیگم صاحبہ بدوملہی
(۹۹) اہلیہ عبدالرحمن صاحب پشاور
(۱۰۰) فیروز بیگم صاحبہ سیالکوٹ
(۱۰۱) والدہ ثریا صاحبہ
(۱۰۲) حمیدہ بیگم صاحبہ کلکتہ
(۱۰۳) اختر بیگم صاحبہ بنت لائق علی صاحب سب جج دہلی
(۱۰۴) مائی جیو صاحبہ
(۱۰۵) والدہ محبوب صاحب معرفت اہلیہ ڈاکٹر مرزا صاحب
(۱۰۶) زینب بیگم صاحبہ اہلیہ عدالت خان صاحب مراڑیاں ضلع گجرات
(۱۰۷) فاطمہ بیگم صاحبہ لاہور
(۱۰۸) ہمشیرہ غلام احمد صاحب
(۱۰۹) اہلیہ مشتاق احمد صاحب
(۱۱۰) رقیہ بیگم صاحبہ اہلیہ میاں رحیم بخش صاحب
(۱۱۱) زبیدہ بیگم صاحبہ بنت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب لائل پور
(۱۱۲) بنت خورد میاں محمد اسماعیل لائل پور
(۱۱۳) مسز ولیم صاحبہ معرفت بنت عزیز اللہ صاحب راولپنڈی
(۱۱۴) مسز مبارک علی صاحب "کوٹھی" لاہور
(۱۱۵) اہلیہ یعقوب خاں صاحب اڈیٹر لائٹ
(۱۱۶) خورشید بیگم مسز غلام حمید قصور
(۱۱۷) بلقیس بیگم صاحبہ
(۱۱۸) زہرا بی بی صاحبہ
(۱۱۹) اقبال بیگم صاحبہ
(۱۲۰) انور بیگم صاحبہ
(۱۲۱) بنت محمد عبداللہ صاحب
(۱۲۲) فاطمہ بی بی صاحبہ
(۱۲۳) عائشہ خانم صاحبہ
(۱۲۴) عائشہ بی بی صاحبہ
(۱۲۵) بنت محمد دین صاحب سیالکوٹ
(۱۲۶) نواب بیگم صاحب معرفت اہلیہ ڈاکٹر مرزا صاحب
(۱۲۷) ایک بہن صاحبہ
(۱۲۸) اہلیہ مقبول الٰہی صاحب انسپکٹر
(۱۲۹) بست بیگم بنت خان بہادر میاں غلام رسول جھنگ
(۱۳۰) حمیدہ بیگم بنت میاں محمد بخش صاحب گوجرہ۔

جرمن مسلم مشن کے شاندار نتائج

(پروفیسر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب گرامی جو جلسہ سالانہ میں پڑھا گیا)

(بسلسلہ اشاعت ۷ر جنوری ۱۹۳۴ء)

اس حدیث کی صداقت کا مشاہدہ کرنا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اگر انسان ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دو قدم اٹھاتا ہے۔ اور اگر انسان اس کی طرف چلکر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ تو اب موقع ہے اٹھو اور ایک قدم اٹھاکر صداقت کا مشاہدہ کر دیکھو۔ ان وعد اللہ حق تمام یورپ وسطیٰ میں یہی ایک مسجد اور مشن ہے۔ جو اعلائے کلمۃ اللہ کا کام کر رہا ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ آہستہ آہستہ اس کی اہمیت ظاہر ہو رہی ہے۔

جینوا کی مذہبی کانفرنس میں شرکت

امسال ہی جبکہ جینوا میں تمام مذاہب کی کانفرنس کا اجلاس ہوا تو کارکنان کانفرنس کو اسلام کے نمائندے کے لئے ہماری مسجد و مشن کی طرف رخ کرنا پڑا۔ اور مجھے خود آمد و رفت کا کرایہ دیکر وہاں شمولیت کی دعوت دی اور اس کانفرنس کی انتظامی مجلس میں میری ایک مختصر سی تقریر بھی ہوئی۔ اب کارکنان کانفرنس مجھے پھر زور دے رہے ہیں کہ میں ان کی بڑی بھاری کانفرنس میں جو آئندہ سال امریکہ میں ہونے والی ہے شمولیت اختیار کروں۔ اور وہاں اپنا مضمون پڑھوں۔ اور اگر نہ آسکوں تو یا خود مضمون لکھکر ارسال کروں اور یا حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا۔ چنانچہ اس مضمون کے واسطے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کرچکا ہوں۔

تمام اسلامی ممالک میں شہرت

اس تمام قصے سے میری مراد صرف اس قدر ہے کہ اس مسجد و مشن کے ذریعہ تمام یورپ پر کس قدر اثر پڑ رہا ہے۔ یہ اثر صرف یورپ تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ اسلامی ممالک مثلاً مصر عرب، عراق، ایران تک یہ مشن مشہور ہوچکا ہے۔ اصل میں غیر اسلامی ممالک یا اسلامی ممالک سے ایک رشتۂ اتحاد قائم کرنے کے لئے اشد ضروری ہے کہ یہاں کا مبلغ دو چار سال بعد ہی سہی ان ممالک کا دورہ کرے۔

دو مبلغین کی ضرورت

مگر ایسے کام کے واسطے روپیہ درکار ہے۔ اور پھر موجودہ صورت میں صرف ایک مبلغ ہے۔ جس کو رسالہ کی ایڈیٹری اور مسجد کی امامت اور لیکچروں کی سرانجام دہی کے علاوہ یہاں کے سارے انتظامی معاملات بھی طے کرنے پڑتے ہیں کام کو توسیع دینے کے لئے اشد ضروری ہے کہ یہاں کم از کم دو مبلغ ہوں۔

اب میں یہاں کی مالی حالت کی طرف آتا ہوں

دس سال میں اڑھائی لاکھ کا خرچ

انجمن نے مسجد و مکان کی عمارتوں پر کم و بیش ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی رقم کثیر صرف کی ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۲۹ء میں دو صد پونڈ فٹ پاتھ پر صرف ہوئے اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں کم و بیش دو صد پونڈ کی رقم سے مسجد کا ہال قالینوں کے فرش سے مزین کیا گیا۔ اس رقم میں ایک بھاری رقم ہمارے دوست شیخ احمد صادق صاحب امرتسر کی عطا کردہ ہے۔ ان اخراجات کے علاوہ دس سال میں کم و بیش مزید ایک لاکھ کی رقم بطور تنخواہ مبلغ طبع رسالہ و ٹریکٹ اور دوسرے متفرق اخراجات پر خرچ ہوئی ہے۔

جرمن مسلم سوسائٹی

جس خاص بات کا ذکر کرنا اشد ضروری سمجھتا ہوں وہ جرمن مسلم سوسائٹی کا قیام ہے۔ اس سوسائٹی کی بنیاد اپریل ۱۹۳۰ء میں رکھی گئی ہے۔ اور اسی وقت سے اس کے صدر علامہ ڈاکٹر حمید مارتوس ہیں۔ اگرچہ اس سوسائٹی کو قائم کئے ہوئے صرف ڈیڑھ سال کا قلیل عرصہ گزرا ہے۔ اور اگرچہ تاحال اس کے ممبروں کی تعداد سو سے تجاوز نہیں کرسکی مگر کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ اس قلیل عرصہ میں باوجود اس قلت تعداد کے اس سوسائٹی نے کم و بیش نصف اخراجات عیدین وغیرہ برداشت کئے ہیں اور گزشتہ سال کم و بیش ڈیڑھ ہزار کا بجٹ تھا۔ اور موجودہ سال کا بجٹ اڑھائی ہزار کا ہے۔ اگرچہ یہ اعداد بالکل معمولی ہیں۔ مگر ہر آغاز ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ مجھے امید کامل ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ خدا کرے کہ آئندہ دس سال کے عرصہ میں یہ سوسائٹی اتنی ترقی کر جائے گی۔ کہ ہم اس مشن کو بکلی اس کے سپرد کرسکیں۔ اور یہ اس قابل ہوجائے کہ یہاں کے سارے اخراجات کو خود برداشت کرسکے۔ سب سے بڑھکر خوشی کی بات یہ ہے کہ اس سوسائٹی کے ممبر اکثر جرمن نومسلم ہیں۔ یا ایسے جرمن غیر مسلم جو اسلام سے دلچسپی اور محبت رکھتے ہیں۔ اور اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہاں اس بات کا بھی ذکر کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ علاوہ معمولی ممبروں کے جن میں مسلم و غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ و حضرت مولانا صدرالدین صاحب اس کی سرپرستی بطور اعزازی ممبر قبول فرما چکے ہیں اور یہاں برلن کے مقامی سفراء بھی اس میں شریک ہوچکے ہیں۔

پانچ روپیہ سالانہ دینے والے ایک ہزار ممبروں کی ضرورت

آخر میں ہزارہا میل کے فاصلہ پر بیٹھکر انما المؤمنون اخوۃ کو سامنے رکھکر ایک التجا، ایک اپیل، ایک درخواست پر خاتمہ کرتا ہوں وہ درخواست ہر ممبر جماعت اور ان مسلمان بھائیوں سے ہے جو کہ یہاں کفرستان اور تثلیث کے گھر میں اعلائے کلمۃ اللہ کے کام کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ ہمیں یہاں کے کام کو جاری رکھنے کے لئے کم از کم ایک ہزار روپیہ ماہوار کی ضرورت ہے۔ اگر متذکرہ بالا جرمن مسلم سوسائٹی کے ممبروں کی تعداد دو ہزار تک پہنچ جائے تو اس طرح سے ہم سال بھر میں دس ہزار روپیہ کی رقم کثیر بغیر کسی تکلیف کے جمع کرسکتے ہیں۔ اس سوسائٹی کی ممبری کا سالانہ چندہ ۵ روپے ہے۔ یعنے صرف ایک پیسہ فی دن۔ اگر ہندوستان سے صرف ایک ہزار ممبر مل جائیں تو ہم امید کرتے ہیں کہ بفضلہ بقیہ ایک ہزار ممبروں کی تعداد کو ہم یورپ سے پورا کرلیں گے۔ الغرض ہماری درخواست یہ ہے کہ ہمیں ایک ہزار ایسے سپاہیوں کی ضرورت ہے جو کہ صرف ایک پیسہ فی دن فی سبیل اللہ نکال کر قطرہ قطرہ بہم شود دریا۔

ما علینا الا البلاغ و باللہ التوفیق۔

لیل و نہار

ہندوؤں کے رشیوں منیوں نے انسان کی عمر کو چار حصوں پر تقسیم کر کے قرار دیا تھا کہ ہر شخص اپنی عمر کا پہلا حصہ تحصیل علم میں صرف کرے دوسرے حصے میں گرہست یعنی متاہل زندگی کی آسائشوں اور آرائشوں کا لطف اٹھائے۔ تیسرے حصے میں بنی نوع انسان کی خدمت کرے۔ اور چوتھا حصہ دنیا سے منہ موڑ کر خدا کی یاد میں بسر کر دے۔ لیکن یہ تقسیم ان بزرگوں نے کی تھی جن کے نزدیک مذہب سب سے اہم چیز تھی۔ اور آج کل چونکہ نئی روشنی کے زمانہ میں مذہب ایک بیکار شے ہو کر رہ گیا ہے۔ اور مغربی زندگی نے اہل ہند کو بھی اللہ میاں اور مذہب سے کچھ ناراض کر دیا ہے اس لئے آجکل انسان کی زندگی کو صرف تین حصوں میں تقسیم کر دینا کافی سمجھا گیا۔ اور ان حصوں کے لئے پروگرام یہ وضع ہوا کہ انسان اپنی عمر کا پہلا حصہ ماں باپ سے روپیہ وصول کر کے سینما تھیٹر دیکھنے، سکول اور کالج میں پڑھنے سے زیادہ کھیلنے کودنے اور سوٹ پہننے میں صرف کر دے۔ دوسرے حصہ میں کسی رشتہ دار کی سفارش یا رشوت کے بل پر ملازمت حاصل کر کے لوگوں کا خون چوسے اور اس کے بعد تیسرے حصہ میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر بنی نوع انسان کے لئے ایک ایسی مصیبت بن جائے جس کا کوئی علاج نہیں۔

ممکن ہے بعض قدامت پرست اصحاب کو تقسیم عمر کے اس طریق سے اختلاف ہو لیکن چونکہ انہوں نے کوئی بہتر طریقہ ایجاد نہیں کیا اور وہ لوگوں کو قدیم طریق پر چلانے میں ناکام رہے ہیں اس لئے ان کے اختلاف کو ہم "روشن خیال" لوگ کوئی وقعت یا اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔ اجی یہ اگلے وقتوں کے پرانے لوگ جو تنگ و فرسودہ زنجیروں سے بھی آزاد نہیں ہو سکتے اور متمدن اور مہذب زمانہ میں بھی خدا کو مانتے ہیں۔ نئی روشنی کے لوازم اور آزادی کی برکات کو کیا سمجھ سکتے ہیں؟ کوئی ان سے پوچھے کہ مذہب تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ کیا مذہب کی مدد سے تم لاکھوں کروڑوں روپے کما سکتے ہو؟ رشوت لے سکتے ہو؟ اپنے رشتہ داروں کو ٹھیکے دلا سکتے ہو؟ بنی نوع انسان کو تباہ کرنے کے لئے مشین گنیں بنا سکتے ہو؟ اجی دور کیوں جاؤ، کیا تم مذہب کی مدد سے ماڈل ٹاؤن میں برقی رو اور راینڈھن چرا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں! تو پھر مذہب تمہارے کس کام آیا؟؟

لیکن مندرجہ بالا شاندار استدلال کے بعد ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں تو تقسیم عمر کا یہ نیا اصول بھی نقائص سے بالکل پاک نظر نہیں آتا۔ اس طریق میں انسان پر اس کی عمر کے پہلے دو حصوں جو فرائض عائد کئے گئے ہیں ان پر ہمیں فی الحال کوئی اعتراض نہیں، مثلاً اگر کوئی صاحبزادہ اپنے والدین کا روپیہ ضائع کرتا ہے۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہم لڑکنے والے کون اور پھر اس کے بزرگوں نے کونسا یہ روپیہ حلال اور جائز طریقوں سے کمایا تھا؟ اسی طرح اگر کوئی شخص رشوت دیکر ملازمت حاصل کر لیتا ہے تو ہماری گرہ سے کیا گیا؟ حکومت تنخواہ دیتی ہے اور وہ لیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی موقعہ ملنے پر رعیت کا خون بھی چوس لیتا ہے۔ پھر اس میں کسی کا کیا اجارہ؟ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھایا ہی کرتی ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ عادت عمر کے تیسرے حصہ میں بہت خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور ہمیں صرف اسی حصہ کے پروگرام پر اعتراض ہے۔ روپیہ اور وقت ضائع کرنے والے نوجوانوں اور رشوت لینے والے افسروں سے سوسائٹی کو نسبتاً بہت کم خطرہ ہے لیکن بعض ریٹائرڈ افسر تپ دق کے ایسے جراثیم ہیں کہ ان سے بچنے کے لئے نہ اڈگول میز کانفرنس کی مجوزہ فیڈرل حکومت کام آ سکتی ہے اور نہ حکیم صاحب کی گولیاں۔

اگر یہ ریٹائرڈ افسر صاحبان اپنی عمر کا بقیہ حصہ پوتے پوتیوں سے کھیلنے اور سستی قسم کے ناول پڑھنے میں صرف کر دیا کریں۔ تو خدا شاہد ہے ہم ان کی تھوڑی بہت "خدمت" کر دینے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان کی ہوس پیری میں ضرورت سے زیادہ جوان ہوتی ہے۔ جہاں آپ نے رفاہ عامہ یا باہمی امداد کا کوئی کام شروع کیا یہ پیرزرے جھاڑ کر نوچ کھسوٹ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اب آپ کی سکیم ہے اور ان کی چونچیں۔ وہ سازش پہ سازش بنا رہے ہیں۔ آپ تعمیری کام میں مصروف ہیں یہ سب کچھ ہڑپ کر جانے کے طریقے سوچ رہے ہیں۔ آپ اپنی سکیم کی تکمیل کے لئے ضروری مصالحہ فراہم کرنے میں ہلکان ہو رہے ہیں۔ اور یہ آپ کے تعمیر کردہ قصر کی بنیادیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپ تو بزعم خویش محل تعمیر کر کے اس کی آرائش کی فکر میں ہوتے ہیں اور ادھر اڑا دھم! لے میرا بھائی! وہ گرا تیرا محل اور وہ رہی تیری سکیم!! کاش قیصر جرمنی ۱۹۱۴ء میں جنگ شروع نہ کرتا۔ تاکہ امریکہ کا مشہور و معروف موجد ایڈیسن جنگی سامان کی تیاری میں مصروف نہ ہوتا۔ اور اس عرصہ میں کوئی ایسی چیز ایجاد کر دیتا جس سے دنیا کو ریٹائرڈ افسروں کی لعنت سے نجات مل جاتی۔

پیغام صلح:۔ حفیظ صاحب معاف فرمائیں ریٹائرڈ افسروں کے متعلق جو کلیہ آپ نے وضع کیا ہے اس میں استثنا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایسے بھی خدا کے بندے انہی ریٹائرڈ افسروں میں پائے جاتے ہیں جو اپنی عمر کا بقیہ حصہ "تپ دق کے جراثیم" بننے کے بجائے مخلوق خدا کی خدمت میں صرف کر دیتے ہیں ہمارے خیال میں پوتے پوتیوں سے کھیلنے اور سستی قسم کے ناول پڑھنے کا مشورہ دینے کے بجائے یہ بہتر ہو کہ انہیں اعلائے کلمۃ اللہ میں اپنے بقیہ دن گزارنے کا مشورہ دیا جائے۔ جیسا کہ بعض نیکدل ریٹائرڈ افسر اس کام کو کر رہے ہیں۔

مولویوں کی خدمت اسلام

ڈیرہ غازیخان کے ایک مولوی صاحب کا دعویٰ

منشی محمد بخش صاحب محرر چوڑ انیل تونسہ رقمطراز ہیں کہ میں ایک دن کے لئے بہ تقریب شادی ڈیرہ غازی خاں ہو رہا گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب قاضی شہر ڈیرہ غازی خاں بھی آئے ہوئے تھے۔ قاضی صاحب کے والد صاحب بھی ساری عمر سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کرتے رہے۔ اور اب قاضی صاحب موصوف کو بھی یہ مخالفت میراث میں ملی ہوئی ہے۔

میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کچھ خدمت اسلام کا کام بھی کیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں کبھی کبھی کوئی رسالہ لکھ دیتا ہوں۔ وہابیوں کی تردید میں۔ مرزائیوں کی تردید میں وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ان کو کہا کہ موجودہ زمانہ میں آریہ اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے نکال دینے کے لئے ہمہ تن زور لگا رہے ہیں۔ آپ کو بھی انہیں سے جنگ کرنا چاہئے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھنے والوں کے خلاف جنگ کرنا کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دینا چاہئے۔ اور اپنی قابلیت لیاقت اور ذہن و قلم کو عیسائیت اور آریوں کے مقابلے پر لگانا چاہئے۔

گر گنی تکفیر تو مم خود چہ کارے کردہٴ

ور اگر مردی جہودی را بہ اسلام اندر آر

کلمہ گوؤں کے خلاف ساری عمر لڑتے رہنا۔ یہ تو کوئی جوانمردی کا کام نہیں۔ بہت سی باتیں اور بھی ہوئیں انہی باتوں میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ ساری دنیا کے علمار نے مرزا صاحب کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا ہے میں نے کہا کہ اگر تم یہ ثابت نہ کر سکو تو مجھے کو سو روپیہ جرمانہ ادا کرنا چاہئے جو۔ . . . خدمت اسلام میں لگایا جاوے۔ اس پر کہا کہ ساری دنیا کے علما سے میری مراد سنی علما ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ بھی ثابت نہ کر سکو گے۔ کہا کہ احمدی علماء کو بھی ان سے نکال دو۔ میں نے کہا کہ ان کو نکال کر بھی ثابت نہ کر سکو گے کہا کہ یہ ثابت کر دوں گا۔ اچھا میں نے کہا کہ دور نہ جاویں ایک خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمۃ چاچڑاں والہ کے متعلق ہی آپ ثابت کر دیویں۔ کہ انہوں نے کفر کے فتویٰ پر مہر کی۔ کہا کہ میں ثابت کر دوں گا۔ چنانچہ ان سے اسی وقت تحریر لی گئی جو حسب ذیل ہے:۔

باعث تحریر آنکہ

بندہ کا اقرار ہے کہ خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والہ کا مرزا صاحب کو کافر کہنا ثابت کریگا۔ بلکہ خود مرزا صاحب کی کتب سے۔ اگر ثابت نہ کیا تو صد روپیہ منشی محمد بخش کو جرمانہ دونگا۔ اگر ثابت کیا تو منشی محمد بخش صاحب صد روپیہ مجھے ادا کریں گے۔ روپیہ اشاعت اسلام پر خرچ ہوگا۔

دستخط منشی صاحب	الراقم مقر تحریر ہذا
محمد بخش ولد الٰہی بخش شیخ سکنہ	عبید اللہ عفی عنہ قاضی ولد قاضی غلام یسین صاحب ساکن ڈیرہ غازی خاں
	بلاک نمبر ۳ بقلم خود

بقلم خود علی محمد عبید اللہ بقلم خود

نے میرے روبرو اس اقرار کو تسلیم کیا ہے ۱۴

۱۴

الٰہی بخش بقلم خود ۱۴ محمد بخش بقلم خود

نوٹ۔ وصول کنندہ اگر منشی صاحب ہوئے تو روپیہ مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ کو ادا کریں گے۔ اور اگر یہ بندہ ہوا تو انجمن تائید الاسلام لاہور میں داخل کریگا۔ میعاد اثبات دو ماہ ہے میاں محمد افضل صاحب وکیل ڈیرہ غازی خاں اس امر پر فیصلہ کنندہ ہونگے۔ بندہ عبید اللہ عفی عنہ

اس اقرار نامہ کی ایک نقل مولوی صاحب نے اپنے پاس رکھ لی اور ایک مصدقہ نقل مجھے دیدی۔ دیکھیں مولوی صاحب کب اس اقرار کو پورا کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۰ رمضان ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۳۲ء | نمبر ۵

تفصیل البیان فی مقاصد القرآن

مولوی سید ممتاز علی صاحب کی ایک اہم تالیف

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ریویو

مسلمانوں میں ہر زمانہ میں قرآن کریم کی خدمت کا بہت شوق رہا ہے اور سوائے اس کے جو زمانہ حال کے عیسائی معتقدین نے بائیبل یا انجیل کے مطالعہ پر کافی محنت خرچ کی ہے اور بائیبل سوسائٹیوں نے اس کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کئے ہیں۔ کسی قوم نے اپنی کتاب مقدس کی اس قدر خدمت نہیں کی۔ جیسے مسلمانوں نے قرآن کریم کی کی ہے۔ اور یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کی حالت بہت ہی گر چکی ہے قرآن کریم کی خدمت کا شوق ان میں پھر زندہ ہو رہا ہے۔ اور درحقیقت مسلمانوں کے از سر نو دنیا میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کرنے کے لئے یہی ایک شعاع امید ہے۔ سید ممتاز علی صاحب نے اپنی عمر کے اس حصہ میں جسے لوگ بیکاری اور آرام کا زمانہ سمجھتے ہیں خدمت اسلام کا ایک نہایت بیش بہا کام انجام دیا ہے۔ اور کتاب تفصیل البیان فی مقاصد القرآن لکھکر قرآن کریم کے مطالعہ کا ایک نیا دروازہ کھولا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی کتابیں پہلے بھی لوگوں نے لکھی ہیں۔ مگر وہ عموماً ایک بہت محدود دائرے کے اندر ہیں۔ تفصیل البیان میں سید ممتاز علی صاحب نے ایک طالب علم کی محنت شاقہ کے ساتھ کام کیا ہے۔ اور کوشش کی ہے کہ نہ صرف ہر ایک اہم مضمون بلکہ ہر ایک مضمون کے مختلف پہلوؤں پر کل آیات قرآنی کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ مضامین کی تقسیم اور پھر ان کے مختلف پہلوؤں کو جمع کرنا شدید محنت کو ہی نہیں بلکہ قرآن کریم سے گہری واقفیت کو چاہتا تھا۔ اور تفصیل البیان کا محض سرسری طور پر مطالعہ کرنے والا بھی سید صاحب کی محنت شاقہ اور ان کی نظر غائر کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیرا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن کریم کے اندر جس قدر علم وحکمت کے خزانے ہیں وہ قیامت تک نئے سے نئے رنگ میں کھلتے رہیں گے کتنے اہم مضامین ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے لیکن ایک زمانہ میں اس ضرورت کے پیش نظر نہ ہونے کی وجہ سے وہ نظروں سے اوجھل رہے تو دوسرے زمانہ میں کھل گئے۔ اور اسی طرح جو باتیں آج ہماری نظروں سے مخفی ہیں وہ آئندہ نسلوں پر کھلتی رہیں گی۔ مگر اس میں کچھ شبہ نہیں کہ سید ممتاز علی صاحب کی محنت نے اس نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے کہ اس پاک کتاب میں فلاں مضمون کے متعلق کیا روشنی ڈالی ہے۔ رستہ نہایت سہل کر دیا ہے۔ اور یہ کتاب ایسے لوگوں کے لئے اور قرآن کریم کا درس دینے والوں کے لئے ایک بیش قیمت معاون ہوگی۔ میری درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ سید صاحب کو اپنے پاک کلام کی خدمت کے لئے صحت اور لمبی عمر عطا فرمائے اور تکمیل کتاب کے علاوہ ان سے اور بھی اپنے پاک کلام کی خدمت کا کام لے۔ اس کتاب کی ابھی چار جلدیں شائع ہوئی ہیں جن کی مجموعی قیمت پندرہ روپے ہے۔ (محمد علی)

دعا ایڈیٹر پیغام صلح رمضان میں احباب کرام سے خاص طور پر دعا کا ملتجی ہے۔

اخبار احمدیہ

— **کامیابی** ۔ صوبہ پنجاب میں ڈاکٹری کی سب سے اعلےٰ ڈگری ایم ڈی ہے۔ یہ سننا موجب مسرت ہے کہ امسال اس کے امتحان میں ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر شجاعت علی صاحب اسسٹنٹ سرجن میڈیکل کالج لاہور نمایاں طور سے کامیاب ہوئے ہیں۔ ہم اس اعزاز پر ڈاکٹر صاحب اور ان کے اعزہ اقارب بالخصوص شیخ صادق علی صاحب پٹیالوی کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔

— **بریت** ۔ حکیم حبیب الرحمٰن صاحب جمشید پور سے مطلع فرماتے ہیں کہ جو مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ چند کانگرسی ہندوؤں کی طرف سے میرے خلاف دائر تھا۔ ۵ جنوری کو اس کا فیصلہ ہو گیا مخالف پارٹی نے قبل از وقت اعلان کر دیا تھا کہ حبیب الرحمٰن کو چھ ماہ قید سخت اور سو روپیہ جرمانہ ہو گیا ہے۔ لیکن مجسٹریٹ نے اپنا تمام فیصلہ جو تین صفحات پر مشتمل تھا بلند آواز سے سناتے ہوئے مجھے بالکل بری کر دیا۔ اور یہ حق دیا کہ میں اپنے مخالفوں پر ہتک عزت کا دعوےٰ دائر کروں۔ مخالفوں پر اس سے موت وارد ہو گئی

— **قابل تقلید نمونہ** ۔ دفتر انجمن سے افسر تحصیل مطلع فرماتے ہیں کہ:۔

جناب مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت مبلغ انجمن سے گزشتہ سال اراضی اکاڑہ کی خرید کے سلسلے میں ایک سال کے لئے کیصد روپیہ قرض انجمن نے لیا تھا جس کو مزید ایک سال اور پر نہ لینے کی درخواست کی گئی۔ جسکے جواب میں ان کا حسب ذیل خط آیا ہے:۔

"آپ کا خط انجمن کے ذمہ میرے قرضہ کے بارے میں وصول ہوا میں خود اپنے ابتداء ملازمت کے زمانہ سے انجمن کے احسانات کا مقروض ہوں میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ انجمن کے فیضان سے حاصل کیا مجھے افسوس ہے کہ میں اس قابل نہ ہوا کہ انجمن کی خدمت مفت کر سکتا۔ میں صرف بارہ مہینے کے لئے اس قرضہ کی توسیع نہیں کرتا بلکہ اس کو انجمن کی نذر کرتا ہوں۔"

مولانا صاحب کے ذمہ کچھ رقم جلسہ سالانہ پر بمبئی سے فراہم کرکے بھیجنے کیلئے لگائی گئی تھی اس کے جواب میں بھی آپ نے اپنی گرہ سے ۴۴ پچاس روپے ادا کر دیئے۔

جلسۂ سالانہ پر غیر جانبدارانہ تبصرہ

جماعت کی علمدوستی، جماعت کا عمل، مراسم مذہب کی پابندی، مسلمانوں سے محبت، اسلام کی بین المذہبی پوزیشن

احمدی بیگمات کا جوش ملی، تنظیم جماعت کا کام

(تاثرات حافظ محمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل گجرات)

جماعت کی علمدوستی

میں نے مختلف آدمیوں سے ملاقاتیں کیں، معمولی دکانداروں سے دیہات کے زمینداروں سے، پیشہ وروں اور کاریگروں سے۔ غرضیکہ ہر طبقہ کے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ نہایت معقولیت سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور سلسلہ کے لٹریچر سے خوب واقف ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ جہاں سلسلۂ احمدیہ نے اور بے نظیر خدمات کی ہیں: وہاں لوگوں میں علمدوستی بھی پیدا کر دی ہے۔ تقریباً ہر ایک احمدی آسانی سے اردو بول سکتا اور سمجھ سکتا ہے۔ ان کے ہاں نبوت کے متعلق بڑی نتیق اصطلاحی مباحث ہوتے رہتے ہیں۔ ان تمام علمی موشگافیوں کو ہر ایک احمدی خوب سمجھتا ہے۔ عام مذہب کے متعلق جماعت کے افراد کے بڑے وسیع معلومات ہیں۔ ہر ایک آدمی بذاتہ ایک مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے جاہل سے جاہل آدمی عیسائیوں کے بڑے بڑے پادریوں سے جا گفتگو کرتے ہیں۔ آریوں سے مناظرے کرتے ہیں۔ غیر احمدی علما کا ناطقہ بند کر دیتے ہیں۔ علم کے اندر ایسے انوار پیدا کر دینا میری رائے میں ایک عظیم الشان کام ہے جو احمدیت نے سرانجام دیا۔

جماعت کا عمل

مگر علم سے بڑھکر جماعت کا عمل ہے جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتا ہے۔ ہر سال چندہ کی خاص تحریکیں کی جاتی ہیں۔ ماہوار چندوں کے علاوہ ہمیشہ ناگہانی ضروریات کے لئے سرمایہ جمع کرنے کی ضروریات لاحق ہوتی رہتی ہیں۔ مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان تحریکات سے یہ جاں نثاروں کی جماعت کبھی گھبرائی ہو۔ ادھر اپیل ہوئی، ادھر ہاتھ جیبوں میں چلے گئے اور ہزارہا روپیہ جمع ہو گیا۔

خوب یاد رکھو کہ جماعت کی یہ جانفروشی اور ایثار محض تقریروں اور تحریروں سے پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسا کرنا ممکن ہوتا تو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں میں ایسی کئی جماعتیں پیدا ہو جاتیں مسلمانوں کے ہاں آتش بیان فصیحوں کی کمی نہیں اور نہ جادو نگار مضمون نویسوں کی کوئی قلت ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ اس جماعت کا مرتب کرنیوالا اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوا۔ اس کی تڑپ کچھ ایسی تڑپ تھی جس نے جماعت کے لوگوں کے سینوں میں آگ لگا دی یہ تڑپ تو گویا اس "محسن اعظم" صلے اللہ علیہ وسلم کی تڑپ کا ایک عکس تھی۔ جس نے دنیا کے آتش کدے تو بجھا دیئے مگر نوع انسان کے ہر فرد کو توحید کا ایک آتش کدہ بنا دیا۔ جس نے تمام عالم انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

دیکھنے میں تو ایک مٹھی بھر جماعت نظر آتی تھی۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں اگر آپ کسی جامع مسجد میں چلے جائیں تو جس قدر اجتماع وہاں ایک محلہ یا دو محلہ کے لوگوں کا ہو جائے بس اسی قدر

(بسلسلۂ اشاعت گزشتہ)

اجتماع احمدیوں کا سالانہ جلسہ کہلاتا ہے۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ خدا کا یہ چھوٹا سا مجمع مشرق و مغرب میں حق و صداقت کی صدائیں اس زور سے بلند کر رہا ہے کہ دنیا مضطرب ہو کر ان صداؤں کو سننے پر مجبور ہو رہی ہے۔ ان کی تصانیف جا بجا شائع ہو رہی ہیں۔ ان کے جرائد اور اخبار دور دراز ملکوں میں لوگوں کو پیغام حق سنا رہے ہیں۔ اس کی وساطت سے دو مستقل ہائی سکول چل رہے ہیں۔ کہیں جرائم پیشہ اقوام کی نگرانی اس کے سپرد کی جا رہی ہے۔ کہیں اچھوتوں میں وہ احساس خودداری پیدا کر رہا ہے۔ اس کے مختلف النوع کاموں کو دیکھکر اور اس مجمع کے افراد کی قلت کو مدنظر رکھکر ہم صرف ایک ہی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ خود اللہ تعالےٰ اپنے کام کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اور اسی کے فضل اور رحمت سے اس کا کلام دنیا میں پھیل رہا ہے۔

مراسم مذہب کی پابندی

ایک اور خصوصیت جو جلسہ سالانہ پر میں نے دیکھی وہ احمدی احباب کا وہ شوق تھا کہ جو انہیں نمازوں کے وقت مسجد میں کھینچ لاتا تھا۔ بالخصوص صبح کی نماز وہاں بہت سویرے ادا ہوتی تھی ابھی لاہور کی تمام کائنات پڑی سو رہی تھی کہ احمدیہ مسجد پر اخلاص انسانوں سے پر ہو جاتی تھی۔ صبح کی نماز نے جو کیفیت میرے قلب میں پیدا کی وہ بھی کبھی نہیں بھول سکتا۔ نماز میں بھی میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا سورۂ فاتحہ کے اختتام پر مقتدیوں میں سے کوئی تو بلند آواز سے آمین پکار رہا ہے کوئی بالکل خاموش ہے۔ کوئی سینہ پر ہاتھ باندھے کھڑا ہے کوئی احناف کی طرح نیچے ہاتھ باندھے ہوئے ہے۔ ڈاڑھی والے اصحاب کے کندہ بہ کندہ بلا ڈاڑھی جنٹلمین کھڑے ہیں۔ جو کوٹ پتلون پہنے اپنی عبودیت کے اظہار میں دربار الٰہی میں کبھی رکوع میں جھکتے ہیں۔ اور کبھی سجدے میں گر جاتے ہیں۔ عام مسلمانوں میں بعض دفعہ نہایت چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے نزاعوں کا موجب ہو جاتی ہیں۔ مگر احمدی ان امور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

مسلمانوں سے محبت

ایک اور خوبی جو مجھے اس سالانہ جلسہ پر نظر آئی۔ وہ لاہوری احمدیوں کی عام مسلمانوں سے محبت ہے۔ ان کی ہر تکلیف اور مصیبت کو یہ اپنی تکلیف اور مصیبت خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور ان کا بھائی ہے اس خوبصورت عقیدہ نے انہیں ملت اسلامیہ میں ایک بے نظیر مقام عطا کر دیا ہے بدقسمتی سے مسلمانوں میں تکفیر کا مرض اس قدر عالمگیر ہے۔ کہ اگر اس کے نتائج و عواقب پر غور کیا جائے تو دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک فرد بھی ایسا نہیں ملے گا۔ جسے کسی نہ کسی مسلمان گروہ نے کافر نہ بنایا ہو لاہوری احمدی ہی دنیا بھر میں ایک ایسی جماعت کے افراد ہیں۔ جن کے نزدیک اہل تشیع بھی مسلمان، اہل السنت والجماعت بھی مسلمان، اہل حدیث بھی مسلمان اور اہل قرآن بھی مسلمان۔ غرضیکہ ہر کلمہ گو جو خود کو "سردار دو عالم صلعم" کے دامن سے وابستہ خیال کرتا ہے ان کے نزدیک مسلمان ہے۔ اسی طرح جو

اسلام کی بین المذہبی پوزیشن

ہے وہی اسلام کے اندر احمدیت کی بین الفرق پوزیشن ہے۔ اگر دنیا کے مختلف مذاہب کے نمائندوں کا ایک اجتماع قائم کیا جائے تو وہاں مسلمانوں کی حیثیت ایک بلند مقام کو ظاہر کرے گی۔ اسے عیسائی سے بھی انس ہوگا کیونکہ وہ عیسےٰ علیہ السلام کا پیرو ہے جس کو مسلمان نبی برحق تسلیم کرتے ہیں۔ یہودی سے بھی اسے کوئی عناد نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے خود کو وابستہ کرتا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام مسلمان کی نگاہ میں ایک عظیم الشان نبی گزرے ہیں۔ وہ زرتشتی سے بھی صلح و آشتی رکھے گا۔ کیونکہ اس کے نزدیک ژند اوستا بھی ایک الہامی کتاب ہے۔ اسے برہمن سے بھی کوئی لڑائی نہیں کیونکہ وہ رامچندر جی کا نام لیوا اور وید مقدس کا ماننے والا ہے غرضیکہ مسلمان کی ہر مذہب کے نمائندے سے قدرتاً اپنے عقائد کی وجہ سے محبت ہوگی مگر دوسرے نمائندے ایک دوسرے کو جہنم کے وارث سمجھتے ہوں گے۔ اور صرف خود کو جنت کے لئے مخصوص کر رہے ہوں گے۔ بعینہٖ یہی حال جنت کا ہے۔ اسلامی فرقے ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ سب کو ناری سمجھتے ہیں اور اپنے فرقے کے آدمیوں کو ناجی خیال کرتے ہیں مگر احمدی سب کلمہ گوؤں کو مسلمان خیال کرتے ہیں۔ اور نجات کے لئے اپنے عمل اور فضل الٰہی کو معیار سمجھتے ہیں اگر کسی غیر احمدی کا عمل اچھا ہے اور احمدی بدعمل ہے تو احمدی عقیدہ کے رو سے اول الذکر خدا کے ہاں زیادہ مقبول ہے بہ نسبت موخر الذکر کے۔

احمدی بیگمات کا جوش ملی

ایک اور خصوصیت جو جلسہ سالانہ پر نظر آئی وہ احمدی خواتین کا اشاعت اسلام کی تحریک میں دن بدن زیادہ جوش اور اخلاص سے حصہ لینے کا نظارہ تھا۔ کچھ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید اسلام کی آئندہ اشاعت کا کام محض مستورات کے سپرد کیا جانے والا ہے۔ مردوں میں قدرے سستی بھی نظر آتی تھی مگر مستورات تو شمع اسلام پر پروانہ کی طرح قربان ہونیکو تیار رہیں۔ انہیں اگر علم کی دولت بھی نصیب ہو جائے جو مردوں کے بخل کی وجہ سے ابھی تک انہیں نصیب نہیں تو وہ شاید یہ سارا کام اپنے ذمہ ہی لے لیں۔

بچوں کا جوش

اس سے بڑھکر جوش کن نظارہ دیکھنے میں آیا۔ وہ بچوں کا جوش تھا۔ اس جوش کو پیدا کرنے والے ہمارے شاہ صاحب سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ہیں ان کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ — مورخہ ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۳۲ء — نمبر ۵

کشمیر اور ہندو

مہاراجہ کشمیر کے نادان دوست

مسلمانان کشمیر کی الم انگیز داستان روز افزوں ہولناکیوں کے ساتھ دن بدن طویل ہوتی جارہی ہے جس کی ذمہ داری زیادہ تر ان نام نہاد قوم پرست ہندوؤں پر عائد ہوتی ہے جو مہاراجہ کشمیر کے نادان دوست بن کر انہیں مسلمانوں کے خلاف اکسانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ سرینگر اور جموں میں ڈوگروں کی سفاکی اور بربریت نے جو ہولناک مناظر پیدا کئے ان کا تصور ابھی تک منصف مزاج انگریزوں کے بھی رونگٹے کھڑے کر رہا ہے لیکن ان تمام باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے میرپور میں بھی وہی آتش فساد مشتعل کر دی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو کچلنے اور بندوق دسنان کا نشانہ بنانے کے لئے ہندوؤں کی کوششیں یہاں تک رو براہ ہو چکی ہیں کہ مہاراجہ کشمیر نے خاص اختیارات سے کام لیتے ہوئے ایک آرڈیننس نافذ کر دیا ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کو ان مظالم کے خلاف جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ سے آواز اٹھانے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ مہاراجہ صاحب مظلومین کی دادرسی کرتے اور اپنے وزراء اور مشیروں کو گولہ باری اور ظلم و ستم سے روکتے۔ بجائے اس کے کہ اس آگ کو جو ہندوؤں کی ہنر مندی سے دن بدن مشتعل ہوتی جا رہی ہے تلطف و مہربانی کے آب بارد سے بجھانے کی کوشش کرتے وہ خود اپنے ہم قوموں کی باتیں کان لگا کر سنتے اور ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اور بھی انہیں شہ دلاتے ہیں۔

اس کی ذمہ داری جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں زیادہ تر پنجاب کے ان ہندوؤں پر ہے جو اپنی قوم پرستی کے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ ملک کے بہترین خیر خواہوں میں شمار ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے جب کوئی آرڈیننس نافذ ہوتا ہے، کانگرس کے شورش پسندوں کو جب قید و بند کے مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے یا شاذ و نادر طور پر لاٹھیوں اور آتشباری سے ان کے شر و فساد کو فرو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو یہی پنجابی مہاشے رام رام کرتے ہوئے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور حکومت انگریزی کو دنیا کی بدترین وحشی حکومت قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ اس وقت اگر کوئی مسلمان ان کے خلاف آواز اٹھائے تو اس کو غدار اور ٹوڈی اور ملک کا بدخواہ اور ہر قسم کے ناپاک خطاب دینے اور ذلیل و رسوا کرنے سے بھی نہیں عار نہیں ہوتی لیکن کشمیر کے معاملہ میں یہی ہندو ہیں جو حکومت کشمیر کے ان کھلے مظالم کو عین انصاف اور مہاراجہ کے خلاف لب کشائی کو پرلے درجہ کی "خیانت" قرار دیتے ہیں۔ "پرتاپ" اور "ملاپ" کا کونسا پرچہ ہے جس میں کشمیری مسلمانوں اور ان کے مظلومیت پر فریاد کرنے والوں کو مورد طعن و تشنیع نہیں ٹھیرایا جاتا اور ڈوگروں کی بربریت اور حکومت کشمیر کے قاہرانہ طریق عمل کی کھلے طور پر حمایت نہیں کی جاتی لیکن اس کو چھوڑیئے۔ اخبارات سے بھی آگے ان لوگوں نے قدم رکھا اور مہاراجہ کو جب وائسرائے کی دعوت پر دہلی جانا پڑا تو بھائی پرمانند وغیرہم ایک اڈریس لے کر وہاں پہنچے جس میں خدا جانے مسلمانوں کے خلاف کیا کیا زہر اگلا۔ اور کس کس طریق سے مسلمانوں کو کچلنے کے لئے مہاراجہ کو اکسایا گیا تھا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ انہی باتوں کا یہ نتیجہ ہے کہ حکومت کشمیر گلینسی کمیشن اور فرنچائز کمیٹی کے انعقاد کے باوجود اب پھر جبر و تشدد اور ظلم و ستم پر اتر آئی ہے۔ جو کسی طرح اس کی معاملہ فہمی اور سیاست دانی کا نتیجہ نہیں۔ ہندوؤں کی دوستی اور حمایت حکومت کشمیر کے حق میں ایک نادان دوست سے زیادہ حیثیت و وقعت نہیں رکھتی اور مہاراجہ صاحب کا اس دوستی پر بھروسہ کرتے ہوئے حکمرانی کے بجائے ستمرانی پر اتر آنا اپنے آپ کو اور ریاست کو دن بدن خطرہ میں مبتلا کرنا ہے۔

آخر میں ہم حکومت برطانیہ سے بھی یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ کشمیر کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اس کا خاموشی اختیار کرنا ان مظالم کی ایک طرح سے تائید کرنا ہے مسلمان ابھی تک یہ خیال نہیں کرتے کہ حکومت برطانیہ حکومت کشمیر کی پشت پر ہے اگرچہ برطانوی فوجوں کا ایسے نازک لمحات میں والیر بلا لیا جانا اس حسن ظن کو ٹھیس لگانے کا موجب ہے تاہم جب تک ریاست ہائے جموں و کشمیر انگریزی تسلط میں شمار ہوتی ہیں ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس سرزمین ظلم و ستم کا پورے طور پر انتظام کیجئے۔ ورنہ اگر آپ انتظام کرنے کے ناقابل ہیں تو اسے اپنی مملکت سے خارج کر دیجئے۔

ناسک میں ہندوؤں اور اچھوتوں کی کشمکش

ناسک (بمبئی) میں کچھ عرصہ سے اچھوتوں اور ہندوؤں کے مابین خطرناک کشمکش شروع ہے۔ اچھوت ہندو مندروں میں داخل ہونا چاہتے ہیں ہندوؤں کی طرف سے انہیں روکا جاتا ہے۔ وہ تالابوں پر غسل کے لئے جاتے ہیں تو انہیں غسل نہیں کرنے دیا جاتا۔ اس پر قتل و خونریزی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور اچھوتوں نے کئی مرتبہ دھمکی بھی دی ہے کہ اگر انہیں مندروں وغیرہ میں داخل نہ ہونے دیا گیا تو وہ مسلمان ہو جائیں گے

اس بارہ میں مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی چند دن ہوئے بمبئی سے ناسک تشریف لے گئے تھے اپنے ایک تازہ خط میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

چند دنوں سے میں ناسک میں ہوں وہاں سے بھی وہی حالات معلوم ہوئے جو میں بمبئی میں دریافت کر چکا تھا۔ حاجی سیٹھ اسمٰعیل صاحب وہاں ایک معزز بزرگ ہیں۔ اور ناسک کے رؤسا میں سے ہیں۔ ان سے اور دوسرے لوگوں سے یہ معلوم ہوا کہ بمبئی سے .... کبھی کبھی یہاں تشریف لایا کرتے ہیں ان کی یہ آمد و رفت دو سال سے جاری ہے یہ لوگ اچھوتوں سے ملتے ہیں کبھی کبھی دعوت بھی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر کھاتے ہیں لیکن آج تک ان میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوا اور نہ آج تک انہوں نے مسلمان ہونے کا وعدہ کیا اچھوت صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ مسلمان اور دوسرے لوگوں کی مدد سے رام مندر میں داخل ہو کر ہندوؤں کو شکست دیدیں۔ اسی کے لئے ان کی ساری کوششیں وقف ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ ان میں سے پچاس، سو یا پانچ دس بھی کبھی مسلمان ہوئے۔ فساد یہاں روزانہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ میری موجودگی میں بھی ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں ایک رام کنڈ چھوٹا سا حوض ہے۔ اچھوت اس میں غسل کرنا اپنا حق سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک پبلک جگہ تھی لیکن ہندوؤں نے ان کو اس سے روکا۔ شہر کے برہمن ایک دوسرے کے بازو پکڑ کر حوض کے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔ اچھوت پہلے تو ذرا فاصلہ پر کھڑے آپس میں کھیلتے رہے۔ پھر ایک اچھوت نے یکایک بھاگ کر حوض میں چھلانگ لگا دی اس پر دونوں پارٹیوں میں فساد ہو گیا اور ایک اچھوت جان سے مارا گیا۔ کلکٹر صاحب موقعہ پر تشریف لائے اور کچھ ہندوؤں کو گرفتار کر کے لے گئے اس کے بعد اچھوتوں نے ایک ہندو ہلاک کر دیا۔ اس پر اردگرد کے علاقہ کے ہندوؤں میں جوش پیدا ہو رہا ہے۔ اور وہ ایک بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ اچھوتوں پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اس کی روک تھام کے لئے پولیس نے بمبئی مدد کے لئے تار دیئے مگر وہاں سے کانگرس کی سرکوبی میں مصروفیت کی وجہ سے صاف جواب ملا"

امید ہے کہ مولانا ان لوگوں کو اسلام کی طرف لانے کی پوری کوشش کرینگے۔ کہ بغیر اس کے انسانیت کا وہ حقیقی مرتبہ انہیں ملنا مشکل ہے۔ جو ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

ڈاکٹر کے اے خاں صاحب کا مضمون

اس اشاعت میں مکرم جناب ڈاکٹر کے اے خاں صاحب کا ایک مضمون پیدائش مسیح پر شائع کیا جاتا ہے۔ مضمون اگرچہ طویل ہے لیکن خاں صاحب محترم کے ارشاد کے مطابق تمام و کمال درج کر دیا گیا ہے تاکہ اس کی زائد کاپیاں جو مفت اشاعت کے لئے انہوں نے طبع کرائی ہیں انہیں بھیجی جاسکیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش باباپ

(جناب ک۔ س۔ خانصاحب وٹرنری اسسٹنٹ سکندرآباد کے قلم سے)

اخبار فاروق مورخہ ۱۲ر دسمبر [illegible] کے پرچے میں یہ دیکھکر کہ حضرات قادیانی احمدی بھی عیسٰی کی پیدائش کو بلا باپ مانتے ہیں، میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جبکہ عرصہ دراز ہوا کہ یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ قانون ابتدا کے بعد قانون اعادہ کے ماتحت جو بھی پیدائش ہوگی اور جس کا تعلق جنس حضرت انسان سے ہوگا کوئی بھی آدمی بلا باپ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ قانون اعادہ کے جاری ہونے کے بعد خواہ کوئی معمولی انسان ہو اس کا تعلق انبیاء سے ہو اس کی پیدائش جوڑے سے اور مرکب نطفہ سے ہونا (بہ حالت صحت) نسل انسان کے لئے لازمی ہے۔ حضرت عیسٰی کی پیدائش قانون اعادہ کے ماتحت ہوئی ہے۔ اور جبکہ قانون اعادہ میں کسی مستثنیات کی گنجائش بھی نہ ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ حضرت عیسٰی اللہ کی سنت کے خلاف بلا باپ پیدا ہوں۔ ان کو بھی جوڑے اور مرکب نطفہ سے لازمی پیدا ہونا پڑیگا اس لئے کہ یہ اللہ تعالٰی کا اپنا بنایا ہوا قانون ہے۔ لہذا ثابت ہے کہ وہ بن باپ نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جب اللہ تعالٰی ہی خود بتائے کہ میرے قانون اٹل ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی تا قیامت ہو نہیں سکتی۔ تو پھر اللہ تعالٰی کے قانون (پیدائش انسان) میں کسی کو کوئی بھی ترمیم تنسیخ کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔

قدرت خداوندی کا استخفاف نکرو

مگر اس کا تو کسی کے پاس کوئی علاج ہی نہیں کہ جب تک عیسٰی کی پیدائش بلا باپ نہ مانی جائے اس وقت تک اظہار قدرت ہی کیا ہوا۔ اور اللہ تعالٰی قدرتوں کا مالک ہی کیا ہوا۔ ایسی ذہنیت پر سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لیا جائے۔ اور کیا ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں اللہ تعالٰی کی ہتک کرنا دنیا میں عظیم ترین گناہ اور عظیم ترین جرم ہے۔ جبکہ انسان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالٰی زبردست قدرتوں کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ جس کا عملی ثبوت یہی ہو کہ جب کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے سب کچھ کر ڈالا۔ اور سب سے پہلے مرد اور سب سے پہلی عورت کو اس نے بلا ماں اور بلا باپ پیدا کر دیا ہو۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ پر بلا وجہ درمیان میں اگر کسی شخص کے متعلق یہ رائے قائم کر لینا کہ فلاں شخص بلا باپ پیدا ہوا۔ مگر کسی شخص کی مثال بلا ماں پیدا ہونے کی پیش نہ کی جائے تو اس حالت میں اللہ تعالٰی کی ہتک نہیں تو اور کیا ہے۔ جبکہ اس کا اپنا یہ فرمان بھی ہو کہ اے انسان تو میرے کسی قانون میں جو میں بنا چکا ہوں کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھے گا۔

بغیر ماں کیوں نہیں؟

اللہ تعالٰی جو مسلمانوں اور تمام جہان کا رب ہے۔ وہ مکمل ہونا چاہئے اور اس کے قانون بھی مکمل ہونے چاہئیں ورنہ ایک دہریہ کے اس استدلال کا ایک مسلمان کے پاس کیا جواب ہے۔ جب وہ یہ کہے کہ آپ ایک جگہ تو بلا باپ اور بلا ماں کے پیدائش انسان مانتے ہیں۔ اور ایک جگہ صرف ماں سے پیدائش مانتے ہیں۔ تو ایک جگہ بلا ماں کے پیدائش کیوں نہیں مانتے۔ اور بلا ماں والی پیدائش کا بھی ذکر قانون اعادہ کے ماتحت قرآن سے کیوں نہیں پیش کرتے۔ جیسے کہ عیسٰی کی پیدائش مثال میں پیش کرتے ہو ورنہ یہ تو ادھورا اور نامکمل قانون ہے کہ ایک جگہ تو نہ ماں ہے نہ باپ۔ ایک جگہ صرف ماں ہے باپ نہیں۔ تیسری جگہ بھی باپ ہونا چاہئے اور ماں نہ ہو۔ ورنہ بات بھی نامکمل اور قانون بھی نامکمل اور ایسے قانون کا بنانے والا بھی نامکمل۔ بس اگر مجھے خدا پیش کرنا ہے تو مکمل خدا پیش کرو میرا اطمینان آپ کے اس نامکمل خدا سے نہیں ہو سکتا۔ مگر پاک ہے وہ ذات جس کا نام اللہ ہے۔ وہ خود مکمل اور اس کے قانون اس قدر مکمل ہیں کہ دہریہ کیا دہریہ کا باپ بھی اس کے مقرر کردہ قوانین کے سامنے چون وچرا نہیں کر سکتا۔

ایک اور اعتراض

بعض حضرات کا اعتراض یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ چونکہ وہ قوانین تو بنا چکا۔ جو اسے بنانے تھے۔ اور وہ اب اٹل ہیں۔ اور ان میں کوئی ترمیم تنسیخ ہو نہیں سکتی۔ لہذا وہ اب نعوذ باللہ معطل ہو گیا ہے۔ اور اب وہ کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نے جو قوانین بنانے تھے وہ بنا چکا اور وہ قطعی اٹل ہیں ان میں اب کوئی ترمیم تنسیخ قیامت تک ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کی ہی کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کے قوانین میں کوئی ترمیم تنسیخ کرائیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس کے قوانین کیا کیا ہیں؟ اگر انسان پتہ چلانا چاہے تو اس کو بہت سے قانون اللہ تعالٰی کے قرآن کے مطالعہ سے مل سکتے ہیں۔ جیسے کہ انسان نے انسانی پیدائش کا قانون قرآن ہی سے معلوم کر لیا ہے۔ کہ انسانی پیدائش کے لئے قانون اعادہ کے ماتحت جوڑے کا ہونا اور مرکب نطفہ کا ہونا (بہ حالت صحت) لازمی ہے۔ ورنہ انسان پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس کے اور بھی بے شمار مختلف باتوں کے لئے مختلف قانون ہیں۔ جس قانون کو معلوم کرنا چاہو قرآن سے معلوم کر لو۔

ابتدائی پیدائش اور دوبارہ پیدائش

مگر اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کے قانون جو پیدائش انسان کے متعلق ہیں زبردستی تڑوانا چاہیں۔ صرف اس بنا پر کہ ہمیں یہ یقین آجائے کہ وہ بلا باپ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ کیا اس کے متعلق وہ یہ جواب نہیں دے سکتا کہ تمہیں اس قانون میں ردوبدل کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوئی جب تمہیں یہ معلوم ہے کہ میں بلا ماں اور بلا باپ بھی پیدا کر سکتا ہوں۔ ورنہ بتاؤ کہ سب سے پہلے مرد اور سب سے پہلی عورت کے کون ماں تھی اور کون باپ تھا۔ اس لئے میں نے تو پہلے ہی تمہارے لئے اس معاملہ میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رکھی۔ لہذا بلا ضرورت میں اپنا قانون کیسے توڑ سکتا ہوں۔ اور اگر تجھے اس میں شک ہو کہ تو مرنے کے بعد دوبارہ قیامت کے دن کیسے (بلا ماں باپ کے) زندہ اٹھایا جائیگا۔ تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ جب تیرا نام ونشان کیا معنی تیرے وجود کا بھی پتہ نہیں تھا۔ ہم نے تیرا وجود قائم کر کے تجھے پیدا کر دیا تو پھر میرے لئے یہ کہیں سہل ہے کہ تجھے مارنے کے بعد پھر زندہ کر دوں۔ الغرض اللہ تعالٰی نے انسان کی ابتدائی پیدائش وموجودہ پیدائش اور دوبارہ پیدائش کے مسئلہ کو واضح طور پر انسان کو بتلا دیا ہے۔ اور اچھی طرح پر ثابت کر دیا ہے کہ مجھے سب کچھ کرنے کی طاقت ہے۔ اور میں ہر چیز پر قادر ہوں۔

قانون الٰہی نہیں بدلتا

رہا یہ سوال کہ انسان یہ چاہے کہ اللہ تعالٰی اپنا قانون بنانے کے بعد بھی توڑ دیا کرے۔ تو اللہ تعالٰی اور انسان میں فرق ہی کیا رہا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالٰی اب بھی اور جب بھی چاہے جس کو چاہے بلا ماں باپ جس کو چاہے بلا باپ کے اور جس کو چاہے بلا ماں کے پیدا کر سکتا ہے۔ مگر جب وہ ہی اپنا قانون ہمارے سامنے رکھکر اس پر ہم کو عمل کرنے کی ہدایت کرے تو اس حالت میں ہم کو یہ کہاں شایاں ہے۔ کہ ہم اس کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف ایک انچ بھی ادھر ادھر جنبش کر سکیں۔ چونکہ عیسٰی کی پیدائش قانون اعادہ کے ماتحت ہوئی ہے۔ لہذا ان کی پیدائش کے لئے بھی جوڑے کا ہونا اور مرکب نطفہ کا ہونا لازمی ہے اور پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان کا باپ نہ ہو۔ وہ بلا باپ پیدا ہو ہی نہیں سکتے تھے جس کا مفصل جواب میں آگے چلکر اپنے نمبر (۲) میں پیش کروں گا مگر عجوبہ پرست لوگوں کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ان کو نہ کسی اصول سے غرض نہ کسی قانون سے مطلب ان کی تو محض یہ غرض ہوتی ہے کہ چارپائی پر لیٹے رہیں (اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے رہیں) اور اسی تاک میں لگے رہیں کہ کب کھجوریں خودبخود ان کے منہ میں آکر گریں اور کب وہ ان کو نوش جان کر جائیں اور انہیں کہیں ہلنا جلنا بھی نہ پڑے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ولادت مسیح سے پہلے زکریا کی مثال

اب "فاروق" کے مضمون کی اصل نقل نمبروار معہ نمبروار جواب عرض کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ اس مسئلہ میں آپ صاحبان کو اب ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

نمبر (۱) اصل نقل۔ اللہ تعالٰی نے پہلے حضرت یحیٰی کی پیدائش کا ذکر فرمایا جن کا والد زکریا بوڑھا اور والدہ عقیم یعنی بانجھ تھی۔ بظاہر حالات یعنی عام قانون قدرت کے ماتحت پیدائش قریباً ناممکن تھی۔ مگر اللہ تعالٰی نے ان ناممکنات کے باوجود فرمایا ھو علی ھین۔ چونکہ اظہار قدرت منظور تھا۔ اس لئے ناممکنات کو ممکنات کر دینے کی قدرت اللہ تعالٰی ہی کو ہے۔ اس لئے فرمایا کہ یہ میرے لئے آسان ہے۔

جواب نمبر۱۔ اس نمبر (۱) میں یہ بات پیش کرنی چاہی ہے کہ ایک شخص تو بوڑھا ہو اور اس کی عورت بانجھ ہو تو پھر بچہ کیسے پیدا ہو۔ اور اگر ہو جائے تو وہ اظہار قدرت ہے۔

بنجر کھیت اور بیج کی اصلاح

میں ایک معمولی مشاہدہ اور عقل جیش کرتا ہوں۔ اگر بیج میں کسی قسم کی خرابی ہو تو اس کو مختلف طریقوں پر خشک اور صاف کر لیا جاتا ہے اور اس کو مختلف قسم کے خاص ٹمپریچرس میں رکھا جاتا ہے جس سے وہ پھر کاشت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی زمین بنجر ہو گئی ہو تو اس کی بہت گہری مٹی تمام کھیت کی اور اس کے گردونواح تک کی کھدوا دی جاتی ہے اور اس کو وہاں سے نکال کر سمندر میں ڈلوا دیا جاتا ہے۔ اور

اس کی بجائے قدرتی مٹی کے پہاڑ یا ٹیلے یا جہاں سے مناسب مٹی دستیاب ہو سکے وہ وہاں سے اٹھا کر لائی جاتی ہے اور اس کھیت میں بھر دی جاتی ہے۔ اور اس میں مختلف اصولوں اور قاعدوں سے کھاد ملا دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ کھیت کاشت کے قابل ہو جاتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ فصل کی پیداوار کے راستے میں جو چیز حائل ہو اس کا نقص دور کر لیا جاتا ہے۔

معاملہ کی اصل صورت

ہمیں اس معاملہ میں بھی یہ دیکھنا ہے کہ دراصل معاملے کی صورت کیا ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا کہ قرآن میں ایک شخص اپنے آپ کو بوڑھا بتاتا ہے اور بیوی کو بانجھ بتاتا ہے اور اولاد کا خواہشمند ہے جس کا ثبوت قرآن میں ملتا ہے کہ اس نے اس امر کے لئے دعا مانگی وغیرہ وغیرہ اس سے مطلب حل نہیں ہو سکتا ہم کو اس سے کیا مطلب کہ کون وہ شخص تھا۔ اور کون وہ عورت تھی یہیں تو اصل غرض کو معلوم کرنا ہے اور معاملہ کی اصل حقیقت کا پتہ لگانا ہے۔ غور طلب دو باتیں ہیں۔ قانون اعادہ کے ماتحت اگر بچہ پیدا ہو تو اس کے لئے یہ لازمی ہونا چاہئے کہ اس کا باپ بھی تندرست ہو۔ اور اس کی ماں بھی تندرست ہو۔ یعنی بیج اور زمین بھی دونوں ایسے ہونے چاہئیں کہ جس میں کاشت شدہ چیز ضرور پیدا ہو سکے) اور ایک مرکب نطفہ کی شرط بھی لازمی ہو۔ اگر زکریا علیہ السلام کو لڑکے کے ہونے کی خوشخبری ملتی ہے تو زکریاؑ اور ان کی بی بی دونوں کا تندرست ہونا لازمی ہے۔ اور اس کے بعد ان کے مرکب نطفہ کا ہونا ضروری ہے ورنہ یحییٰ پیدا ہی نہ ہو سکیں گے۔ فرشتہ آکر لڑکے کی خوشخبری دیتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے۔ لڑکے کی خوشخبری سنکر زکریاؑ پھر یہ خود کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ ہے۔ ذکریا جب یہ کہہ چکتے ہیں تب جواب ملتا ہے کہ میرے لئے یہ آسان ہے۔ فرشتہ زکریا کے الفاظ سنکر یہ نہیں کہتا کہ تم جو کہہ رہے ہو وہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ اس کے تو صرف یہ الفاظ ہیں کہ میرے لئے یہ آسان ہے۔ اور یہ اتنے الفاظ زکریا کے ہیں۔ مگر یہ تصدیق نہیں کرتا کہ واقعی ذکریا نے جو کہا وہ حقیقتاً صحیح ہے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ زکریاؑ کی یہ آرزو اپنی ذاتی رائے تھی۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر ایک شخص ایسا ہو کہ اس کے چار بیویاں ہوں۔ تین تو برابر بچہ دیتی رہی ہوں۔ اور چوتھی نے شروع سے لیکر آخر تک بچہ ہی نہ دیا ہو اس حالت میں اگر وہ شخص یہ کہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری فلاں بیوی بانجھ ہے تو حقیقتاً اس کی بات قابل قبول ہے مگر اس حالت میں جب کہ ایک ہی بیوی ہو اور میاں بھی ایک ہو اور خاوند کو ظاہرا اپنے میں کوئی ایسی بات محسوس نہ ہوتی ہو جس سے اس کا یہ خیال ہو کہ بچے کے پیدا ہونے میں میں حائل ہوں۔ اور دونوں میاں بی بی بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائیں اور کوئی بچہ ہوا نہیں تو خاوند کا یہ کہنا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ قدرتی امر ہے

پیدائش میں روک کیا تھی

اندریں حالات ہمیں پتہ یہ چلانا پڑے گا کہ خدا کی بات تو ہو کر رہیگی۔ بچہ تو ہونا یقینی ہے مگر پھر وہ بات کونسی ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ میرے لئے آسان ہے

اگر یہ بات آسان ہے کہ ادھر تو فرشتہ خوشخبری دیکر گیا ہوتا اور ادھر بچہ پیدا ہو گیا ہوتا تو پھر اس معاملہ پر بحث ہی عبث ہے۔ اور اگر معاملہ کی صورت یہ ہو کہ بچہ قانون اعادہ کے ماتحت جوڑے سے مرکب نطفہ سے۔ پورا کورس ختم کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ تو پھر یہ بات بھی پتہ لگانا پڑیگی کہ دونوں میں سے یعنی زکریاؑ اور ان کی بی بی میں سے کون شخص ایسا ہے جو بچہ نہ ہونے میں حائل ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ۔ زکریاؑ کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم تین دن سوائے اشارہ کے لوگوں سے بات نہ کرو۔ اور اپنے رب کو بہت یاد کرو۔ اور شام اور صبح کو تسبیح کرو چونکہ زکریاؑ نبی تھے لہذا ان کو جسمانی اور روحانی علاج بتلا کر ان پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ جسمانی تو یہ کہ خاموش رہ کر اشاروں سے بات کرو۔ اور روحانی یہ کہ رب کو بہت یاد کرو۔ صبح و شام تسبیح کرو۔ زکریاؑ کی بی بی کے لئے کوئی نسخہ یا عمل تجویز نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ کوئی بات جو بچہ بننے میں حائل تھی وہ جناب زکریاؑ سے وابستہ تھی۔ نہ ان کی بی بی سے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ جو حکیم کامل ہے اس کو علم تھا کہ اس کے لئے وہ بات آسان تھی۔ جو درمیان میں حائل تھی۔ اور جس کا حل اس نے جناب زکریاؑ کو جسمانی اور روحانی نسخہ تجویز کر کے بتلا دیا۔

خاموشی کا روزہ اور تسبیح

اب رہا یہ سوال کہ ایک ایسا شخص جو ظاہراً اپنے آپ کو تندرست خیال کرتا ہو۔ اور بچہ یا اولاد کا خواہشمند ہو۔ اور جس کی عمر بھی ایسی ہو کہ وہ صحیح طور پر نہ جوان ہو اور نہ بوڑھا ہو اگر وہ تین دن خاموش رہے اور صرف اشاروں سے بات کرے۔ تو اس عمر کے آدمی کے اس عمل سے کس کس اعضا پر کیا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ یا پڑ سکتا ہے۔ اور اس کے کیا کیا نتائج ہو سکتے تھے۔ یا ہو سکتے ہیں۔ اس کو انشاء اللہ تعالیٰ میڈیکل سائنس عنقریب اپنی ریسرچ سے معلوم کر لیگی۔ کم از کم مشاہدہ میں یہ تو ضرور اب بھی آتا ہے کہ مشرکا مذہبی تین دن کا لگاتار تو خاموشی کا روزہ نہیں رکھتے۔ مگر کبھی کبھی رکھتے ہیں تو اس کا ظاہرا اتنا تو ثبوت ضرور ملتا ہے کہ وہ بہت کم بیمار ہوتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔ بہرحال یہ تو درمیانی بات تھی۔ اب رہا روحانی سلسلہ کہ رب کو بہت یاد کرو صبح و شام تسبیح کرو۔ اس شرط کے ساتھ کہ تین دن صرف اشاروں سے بات کی جائے یہ کوئی مولوی صاحب ازراہ عنایت اور بندہ پروری ریسرچ کر کے خدا کی مخلوق کو اپنے اس فیض سے مستفید فرمائیں۔ کہ ایسا کرنے یا اس عمل سے کیا بات ظہور میں آتی ہے۔

اعجوبہ کوئی نہیں

مختصراً میرا مدعا جو ہے وہ یہ ہے کہ بچہ کے نہ ہونے کا باعث زکریاؑ تھے۔ نہ کہ ان کی بیوی اور خدا کا یہ کہنا کہ میرے لئے یہ آسان ہے۔ وہ یہی ہے کہ جس بات کی خامی تھی وہ زکریاؑ کو حکیم کامل نے نسخہ تجویز کر کے بتا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قانون اعادہ کے ماتحت جوڑے سے۔ مرکب نطفہ سے۔ دونوں کی تندرست حالت ہونے پر اللہ تعالےٰ نے یحییٰؑ پیدا کر دیئے۔ بس یہ اتنی سی بات تھی۔ جس کو زمانہ موجودہ کے ملاؤں کے مکتب کے طالب علم بھی سمجھ سکتے تھے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں اظہار قدرت کا کیا معاملہ تھا۔ اور کونسی انوکھی بات تھی انوکھی اور اعجوبہ پرستی کی بات تو جب ہی ہو سکتی تھی۔ کہ فرشتہ خبر دیکر گیا ہوتا۔ تین دن خاموشی کا چلہ ختم ہونے کے بعد چوتھے دن بچہ پیدا ہو گیا ہوتا۔

زکریاؑ کے قصہ کا مدعا

ہمیں اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قسم کے قصے جو قرآن بیان فرماتا ہے ان سے اس کا مدعا کیا ہے۔ اصل مدعا تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر جب اس نے قرآن انسانوں کے لئے نازل کیا ہو تو ہر انسان کا فرض ہے کہ جہاں تک اس کی عقل کی رسائی ہو اللہ تعالیٰ کے کلام سے علمی اور عملی سبق حاصل کرے میں اس رکوع کی غایت سے حسب ذیل نتیجہ نکالتا ہوں جس میں حسب ذیل ہدایتیں معہ اصول کے ہمارے عمل کرنے کے لئے تجویز کی گئی ہیں:۔

(۱) برگزیدہ انسانوں کی اللہ تعالیٰ جلد دعائیں سن لیتا ہے اور قبول کر لیتا ہے۔ لہذا اے انسان تجھے بھی صحیح معنوں میں اپنے آپ کو بندہ بنا لینا چاہئے۔ تاکہ تیری دعا بھی جلد سن لی جا سکے۔ اور قبول کر لی جا سکے (یوں تو وہ ہر بندہ کی دعا سنتا ہے) مگر اس میں عمل پیش کیا ہے۔

(۲) اے انسان اگر تو کسی بات کا خواہشمند ہے کہ وہ ہو جائے تو تجھے اس نقص کو معلوم کر کے درمیان سے ہٹانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ جو اس کے نہ ہونے میں حائل ہے۔

(۳) اے انسان اگر تو کسی بات کے لئے یہ سمجھتا ہے کہ یہ ناممکن ہے یا تیری نگاہ میں ظاہر وہ بات ناممکن دکھائی دے تو خواہ تو بوڑھا بھی کیوں نہ ہو گیا ہو تجھ کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ اور تجھے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جس بات کو تو اپنی ظاہرا نگاہ میں ناممکن خیال کرتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی وہ بات ناممکن ہو۔ اس لئے تجھے اپنی جد و جہد میں لگا رہنا چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے حل کے لئے دعا میں یعنی غیبی امداد کے طلب کرنے میں سستی سے کام لینا چاہئے۔

(۴) اے وہ انسان جو تو ابھی یہ سمجھتا ہے کہ تیرے اولاد ہونے کا امکان ہے۔ اور تیری بیوی بھی حقیقتاً بانجھ نہیں ہے۔ اور تو کسی نامعلوم وجہ کے باعث ناامید ہو گیا ہو تو تجھے بھی اسی عمل پر عمل کرنا چاہئے۔ کہ تو بھی تین دن لوگوں سے اشارہ سے بات کر اپنے رب کو بہت یاد کر صبح و شام تسبیح کر۔ تو بھی اللہ کی ذات سے ناامید نہ ہو۔ تو بھی یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ (جس کو یقین نہ آئے وہ اس قسم کی عمر میں پہنچکر آزما کر دیکھ لے۔ اس لئے کہ یہ نسخہ حکیم کامل کا اپنا بتایا ہوا ہے۔ کبھی خطا ہو ہی نہیں سکتا قرآن پاک کے نسخے گذشتہ موجودہ اور آئندہ سب زمانوں کے لئے ہیں)۔

مختصر یہ کہ اس رکوع میں اس قسم کے اصول اور ان پر عمل کرنے کے لئے معہ ہدایتوں کے ایسے قصے کے رنگ میں بتائے گئے ہیں۔ کاشکہ کوئی عجوبہ پرستی کو چھوڑ کر ان پر عمل کر کے دیکھے اور قرآن کو قرآن کے رنگ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے سامنے پیش کرے۔ تاکہ وہ اس سے مستفید ہو سکیں۔

فاروق کی دوسری دلیل

حوالہ اخبار فاروق نمبر (۲) نقل اصل مضمون۔ اگلے رکوع میں اس سے بھی زیادہ اظہار قدرت منظور تھا۔ کیونکہ وہاں صرف ماں ہی ماں تھی۔ باپ بوڑھا یا جوان موجود نہ تھا حضرت مریم کو فرشتے نے بشارت دی تو جواب میں حضرت مریم فرماتی ہیں کہ ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا۔ نہ جائز طور پر مجھے کسی مرد نے چھوا اور نہ ناجائز طور پر زنا کی مرتکب ہوئی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے بیٹا ہو۔ کیونکہ بظاہر قانون قدرت کے ماتحت تو مرد عورت کا ملنا ازبس ضروری ہے جیسے وہاں جوان مرد اور صحیح الجثہ عورت کا باہم ملنا اولاد کے لئے ضروری تھا۔ مگر جیسے وہاں ناممکن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہو علی ہین فرما کر اظہار قدرت فرمایا اسی طرح یہاں اس سے زیادہ

ناممکن امر پھر بھی وہی فقرہ دہرایا کہ ھو علی ھین یہ امر میرے لئے آسان ہے۔ پس اگر بیوی خاوند کے ملے بغیر لڑکا پیدا نہ ہو تو پہلے نشان قدرت یعنی پیدائش یحییٰ سے اس دوسرے رکوع والے نشان کو زیادہ فوقیت کیا حاصل ہوئی۔ گویا ایک لغو اور بے معنی بات ٹھہرتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہرگز منسوب نہیں کی جا سکتی۔

مریم صدیقہ کی حیرت اور فرشتہ کا جواب

جواب نمبر (۲) ملاحظہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ زکریا کے بعد مریم صدیقہ کو لڑکے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اول تو یہ امر ہے کہ زکریا تو بالغ تھے جب فرشتہ آیا مریم صدیقہ کا اس وقت کیا سن ہوگا۔ فرشتہ چونکہ ہمیشہ بالغ مرد اور بالغ عورت کے پاس آسکتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مریم صدیقہ بالغ ہو چکی ہوئی تھیں۔ اب رہا سوال لڑکے کی خوشخبری کا۔ فرشتہ بالغ عورت کو ہی خوشخبری دے سکتا ہے نہ کہ قبل از وقت کسی نابالغ لڑکی سے یہ کہنا کہ تجھے لڑکے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ فرشتہ آتا ہے اور لڑکے کی خوشخبری دیتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے۔ مریم صدیقہ لڑکے کے ہونے کی خبر سنکر حیران ہو جاتی ہیں۔ اور حیرانی کا باعث یہ ہے کہ وہ جانتی تھیں کہ اللہ کی بات اٹل ہے۔ فرشتہ کی بات سنکر وہ بھی اپنی مجبوریاں جانتی تھیں کہ میں ہیکل کے تو سپرد ہوں اور اس صورت میں شریعت موسوی کے ماتحت میری شادی ہو نہیں سکتی۔ اور ابھی میری شادی ہوئی نہیں۔ کہ جس سے میں یہ خیال کروں کہ جائز طور پر مجھے کسی مرد نے چھوا ہے اور نہ ہی میں ناجائز طور پر زنا کی مرتکب ہوئی۔ پھر بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرشتہ سنکر یہ نہیں کہتا کہ جو تم کہہ رہی ہو یہ صحیح ہے یا غلط بلکہ مریم صدیقہ کی بات سنکر وہ صرف وہی بات کہہ دیتا ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ یہاں بھی وہی بات موجود ہے اور بالکل اسی طرح ہے۔ جیسے زکریا کے قصے میں میں بیان کر آیا ہوں۔ زکریا نے اپنی مشکلات کہہ دی تھیں۔ مریم نے اپنی مشکلات کا اظہار کر دیا۔ قرآن تو صرف یہ تصدیق کرتا ہے کہ فرشتہ نے یہ کہا۔ مریم نے یہ کہا۔ پھر فرشتہ نے یہ کہا۔ یعنی لفظوں کی تصدیق کرتا ہے کہ ایسے ایسے بلاشک وشبہ بات ہوئی۔ مگر یہ کہیں نہیں کہتا کہ مریم نے جو کہا وہ صحیح ہے یا غلط۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ خواہ مرد ہو یا عورت اس کو کوئی اس قسم کی خوشخبری دے کہ تم فلاں اپنے کام میں کامیاب ہو گئے۔ اس حالت میں جبکہ وہ ظاہرا اسی امر کو ناممکن دیکھتے ہوں۔ ان کا جواب یہ ہوگا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور اپنی اپنی حالتیں بیان کرنے لگ جائیں گے۔ مثلاً اگر میں کسی ملاں سے یہ کہہ دوں کہ میاں جی میں آپ کو یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ آپ فلاں ہائیکورٹ کے جج بنا دیئے گئے۔ تو سب سے اول تو اتنا سنکر بلا اس کے کہ میں نے کیا کہا اول تو میرے لئے کفر کا فتویٰ پیش کر دیا جائیگا۔ اور اگر کہیں بکلاہٹ میں ایسا کرنا بھول گئے تو پھر ان کو لازمی اور قدرتی طور پر اپنے حالات کے مطابق مجھے جواب دینا پڑیگا۔ کہ انگریزی میں جانتا نہیں۔ قانون میں جانتا نہیں۔ جج کے عہدے کی میرے پاس ڈگری نہیں اور عمر میں زیادہ ہوں۔ یہ بات قطعی ناممکن ہے۔ خیر یہ تو درمیانی بات تھی

تمام واقعات پیدائش قانون اعادہ کے ماتحت ہیں

اب ہمیں یہ بھی غور کرنا ہے کہ بچہ کے ہونے کی خوشخبری تو اٹل ہے۔ یہ تو ہو کر رہے گی۔ مگر ماں تو موجود ہے ابھی باپ کا پتہ نہیں۔ اور بچہ کو ایک تندرست جوڑے اور مرکب نطفہ سے قانون اعادہ کے ماتحت پیدا ہونا چاہئے۔ لہٰذا ہمیں اس تلاش کی ضرورت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی عمل مریم صدیقہ کو بتایا ہو کہ باوجودیکہ تیرے خاوند نہ ہو تو فلاں بات پر عمل کر تیرے بچہ ہو جائیگا۔ تلاش کرنے سے معلوم ہوا کہ اس قسم کا کوئی عمل نہیں بتایا گیا۔ اور نہ ہی یہ بتایا کہ تیری شادی ہو جانے کے بعد جو خاوند ہو اس کو ایسا عمل کرنا پڑیگا۔ جس سے اتنی بات کا بھی پتہ چل گیا کہ مریم صدیقہ کی ذات خاص اور اس کے آئندہ ہونے والا خاوند جو کوئی بھی ہوگا۔ وہ بچوں کی پیدائش کے سلسلے میں دونوں تندرست ہیں۔ ایک بات یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ فرشتہ جب یہ کہکر چلا گیا کہ یہ میرے لئے آسان ہے اس کے بعد مریم صدیقہ کا کیا حشر ہوا۔ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بس فرشتہ گیا ہوگا یا تو اسی دن یا اس کے دوسرے دن اُن کے بچہ ہو گیا ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ کے لئے کونسی بات ناممکن ہے اور اگر یہ بات ثابت نہیں ہو تو ہمیں ہر اس بات کا پتہ لگانا پڑیگا جو کہ قانون اعادہ کے ماتحت انسانی پیدائش کے متعلق اللہ نے بتاتا ہے۔ ہمیں اس خوشخبری کے بعد پتہ لگاتے لگاتے یہ پتہ لگا کہ ایک دور مقام پر دردزہ مریم صدیقہ کو لے گیا اور وہاں ایک بچہ کی ان سے ولادت ہو گئی۔ اب یہاں ایک بڑی مشکل بات پیش آگئی کہ دردزہ تو ان عورتوں کو ہوتا ہے جو قانون اعادہ کے ماتحت بچے پیدا کرتی ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ جب بچہ کا باپ تو ہو نہیں اور بچہ کی پیدائش انسانی مرکب نطفہ سے ہو نہیں تو پھر دردزہ کیسا۔ اب اس بات سے اتنا تو پتہ چل گیا کہ دردزہ ہو کر بچہ پیدا ہوا تو یقیناً یہ بات قانون اعادہ کے ماتحت ہوئی۔ الغرض سب باتیں ابتک موافق پڑ رہی ہیں۔ ماں بھی موجود ہیں بچہ پورا کورس بھی پورا کر لیتا ہے۔ دردزہ بھی ہوتا ہے۔ اور پھر بچہ کی ولادت بھی ہو جاتی ہے۔ صرف کسر باپ کی رہ جاتی ہے۔ اور اس بات کے معلوم کر لینے کی رہتی ہے کہ آخر وہ کیا بات تھی جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ میرے لئے آسان ہے میں پہلے عرض کر آیا ہوں کہ فرشتہ کی اس خوشخبری کے بعد یہ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ مریم صدیقہ کا پھر کیا حشر ہوا۔ بس اتنا پتہ چلتا ہے کہ دردزہ اُن کو ایک مقام پر لے آیا۔ اور اس کے بعد بچہ کی ولادت ہو گئی۔

دوسری الہامی کتب پر ایمان

اب یہاں سے تعلق ایک اور ضروری بات کا ہے وہ یہ کہ مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی علاوہ قرآن کے دوسری الہامی کتابوں پر ایمان نہ رکھے۔ اس لئے کہ قرآن کا تعلق انجیل توریت اور زبور سے وابستہ ہے۔ اگر اعتراض یہ ہو کہ چونکہ ان میں حسب ضرورت ترمیم تنسیخ کر دی گئی ہے۔ اس لئے ان پر ایمان کیسے رکھا جائے تو آخر پھر وہ کون سی الہامی کتابیں ہیں جن پر علاوہ قرآن کے ایمان رکھا جائے بہرحال مسلمان کو تو طوعاً وکرہاً دیگر الہامی کتابوں پر بھی ایمان رکھنا ہی ہوگا۔ ورنہ ایک دہریہ اور ایک مسلمان پھر آپس میں مقابلہ کرلیں کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ ایک مسلمان کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ترمیم تنسیخ دیگر الہامی کتابوں میں کیا ہوئی ہے۔ اور کن ضروریات کے ماتحت ایسا کیا گیا ہے جب ضروریات کا اس کو پتہ چل جائیگا تو وہ یہ بھی معلوم کرے گا۔ کہ ایک برابر ایک کے ہوگا۔ نہ کہ ایک برابر تین کے ہو سکتا ہے۔ اگر کسی انسان کو کوئی خدا بنائے تو مسلمان جانتا ہے کہ ایک انسان خواہ وہ معمولی انسان ہو یا اس کا تعلق انبیاء سے ہو آخر و اول ہر حالت میں انسان رہے گا۔ وہ خدا کسی بھی حالت میں کسی بھی معنی میں بن ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر کسی رسول کی شان میں اگر حسب ضرورت کسی نے کچھ فرضی تہمت تراش رکھی ہو تو قرآن نے سب نبیوں اور رسولوں کی پوزیشن صاف کر رکھی ہے۔ سمجھ لو کہ جہاں اس قسم کی باتیں ہوں وہ الہامی ہو ہی نہیں سکتیں۔ بلکہ حسب ضرورت تراش لی گئی ہیں۔ مگر اس کے علاوہ الہامی کتابوں میں اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کی بو آ رہی ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس پر ایمان نہ رکھا جائے۔ انصاف ناظرین پر ہی چھوڑتا ہوں۔

علی ھین کا مطلب

آمدم برسر مطلب چونکہ خوشخبری کے بعد سے لیکر دردزہ ہونے تک کا درمیانی زمانہ ہمیں تلاش کرنا ہے اور معلوم کرنا ہے کہ اس درمیانی عرصہ میں مریم صدیقہ کا کیا حشر ہوا۔ تومتی کی انجیل نے ہمیں اس درمیانی وقت کا پتہ دے دیا۔ ملاحظہ ہو متی کی انجیل (۱۱-۲۴)

”اور جب یوسف اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا“

خاوند کا تو پتہ چل گیا۔ مگر ابھی یہ بات بدستور غور طلب ہے کہ وہ کونسی بات تھی کہ یہ میرے لئے آسان ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مریم صدیقہ کا چھٹکارہ ہیکل کی سپردگی کی مصیبت سے بھی ہوا ہے یا نہیں اس لئے کہ جب تک وہ اس قصہ سے آزاد نہ ہوں اس وقت تک ان کی شادی ہو ہی نہیں سکتی تھی معلوم ہوا کہ کچھ ایسے واقعات پیش آ گئے کہ ان کا چھٹکارہ اس مصیبت سے ہو گیا۔ اور یہی بات تھی جو اللہ تعالیٰ کے لئے آسان تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مریم صدیقہ کی ایسی غیبی امداد کی۔ کہ وہ مشکل جو ان کو ہیکل سے چھٹکارہ پانے کی راہ میں حائل تھی۔ اور جس کو وہ ناممکن سمجھتی تھیں ممکن کر دی

اناجیل میں مسیح کا باپ

اس کے علاوہ اور انجیل کے حوالے ملاحظہ ہوں۔ اور انہوں نے کہا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے ماں اور باپ کو ہم جانتے ہیں۔ اب کیونکر کہتا ہے کہ آسمان سے اترا ہوں (یوحنا باب ۶-۴۲) وہ حیران ہو کر بولے کہ ان کو یہ حکمت اور معجزے کہاں سے مل گئے۔ کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں کا نام مریم نہیں اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہودا ہیں۔ اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں۔ پھر یہ ساری باتیں کہاں سے آ گئیں (متی باب ۱۳۔ ۵۵-۵۶)

ان انجیلی واقعات نے کس قدر معاملہ کو صاف کر دیا ہے کہ اب شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہنے پاتی۔ اگر اس پر بھی اعتراض ہو کہ نہیں ایسا نہیں ہوا۔ تو یوں ہونا چاہئے تھا کہ فرشتہ خبر دے کر جیسے ہی گیا تھا اسی دن یا اس کے دوسرے دن بچہ کی ولادت ہو گئی ہوتی اتنے لمبے کورس کے بھگتنے اور دردزہ اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ جبکہ بچہ کی پیدائش انسانی نطفہ سے تھی ہی نہیں۔ مگر یہاں تو سارے معاملات قانون اعادہ کے تحت چل رہے ہیں۔ مریم صدیقہ بالغ بھی ہیں۔ تندرست بھی ہیں ان کا شوہر بھی تندرست ہے۔ وہ انجیل کے مطابق اپنے گھر بھی لے آتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ منزلیں طے ہونے کے بعد دردزہ ہو کر بچہ کی ولادت بھی ہو جاتی ہے۔

اعجوبہ بات یا قانون فطرت

ان صاف اور واضح حالات کے ہوتے ہوئے بھی نہ معلوم اعجوبہ پرست کن حالات کے تحت ان کی پیدائش بلا باپ بنائے جا رہے ہیں۔ اور یہ کتنی بھدی بات ہے کہ کسی بات

کا آدھا پہلو تو اعجوبہ پرستی کے رنگ میں اور دوسرا پہلو قانون اعادہ کے ماتحت مانا جائے یہ قابل افسوس بات ہے کہ کسی بات کا آدھا تیتر بنایا جائے اور آدھا بٹیر۔ بعض حضرات کا یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن میں اس کا کہاں ذکر ہے کہ مریم صدیقہ کے شوہر تھا۔ اور اس کا یہ نام تھا۔ وغیرہ وغیرہ میں ان حضرات کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک اگر انہیں قصے کہانیوں کی کتاب ہے تو پھر نہ معلوم ایسے ایسے کتنے قرآن درکار ہوں گے۔ رکوع مریم میں تو یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ ان کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا ذکر نہیں ہے۔ کیوں صاحب زکریا کے رکوع میں خوشخبری دینے کے بعد اور عمل تجویز کر دینے کے بعد یہ کہاں درج ہے کہ یحیٰی کہاں پیدا ہوئے۔ کس وقت پیدا ہوئے۔ کس تاریخ اور کس سن میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کو دردزہ کہاں لے گیا۔ وغیرہ۔ ایسے حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن جس کا نام ہے وہ اصولوں کے مجموعہ کا نام ہے جس میں اصول درج ہیں اور ان پر عمل کرنے کی ہدایات معہ

پیدائش مسیح کے قصے کا مدعا

ہمیں اب یہ پتہ لگانا ہے کہ اس رکوع کی یعنی رکوع مریم کے زکریاؑ کے رکوع کے ساتھ ساتھ پیش کرنے اور مریم کے قصے کا اس طرح ذکر قرآن میں پیش کرنے سے اللہ تعالےٰ کا کیا مدعا ہے۔ اس کا اصل مدعا اور اصل غرض اور اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر انسانی عقل کی کہاں تک رسائی ہے۔ وہ اس رکوع سے حسب ذیل باتیں اخذ کر سکتی ہے۔

(۱) زکریا کے رکوع میں ایک برگزیدہ مرد کا ذکر ہے کہ باوجودیکہ وہ برگزیدہ ہستی تھی۔ مگر ایک بات جو حقیقتاً ناممکن نہیں تھی ان کو ناممکن نظر آتی تھی۔ اور جس کا کہ حل تاوقتیکہ تائید غیبی سے اطلاع پا کر کوئی عملی صورت اختیار نہ کی جاتی ناممکن تھا۔ اور رکوع مریم میں ایک برگزیدہ عورت کا ذکر ہے کہ باوجودیکہ وہ بھی برگزیدہ ہستی تھیں۔ مگر ایک بات جو حقیقتاً ناممکن نہیں تھی ان کی نگاہ میں بھی ناممکن نظر آتی تھی (یعنی ہیکل سے کسی صورت سے چھٹکارہ پا کر ان کی شادی کا ہو جانا) جس کا حل اللہ تعالیٰ نے کچھ بتلایا نہیں بلکہ اس قانون اعادہ کے ذریعہ سے کر دیا۔ جو وہ اپنی مخلوق پر واضح کرنا چاہتا ہے۔

غیبی امداد کا قانون

اور وہ یہ ہے کہ بعض خاص حالات میں وہ مشکلات جو تمہاری نگاہ میں ناممکن نظر آتی ہوں۔ خدا کا ایک ایسا ہی قانون ہے کہ ان مشکلات کو وہ اپنی تائید غیبی سے درمیان سے ایسے دور کر دیتا ہے جس کا کہ اے انسانوں تمہیں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اے انسانوں تم اس خیال میں بھی نہ رہنا کہ ہر جگہ اور ہر موقع پر حکمت عملی سے ہی کام چلتا ہے جس کا یہ ثبوت ہے۔ کہ ہر بالغ مرد اور ہر بالغ عورت کو کم و بیش اس قانون سے عملی واسطہ پڑا ہے اور پڑتا رہتا ہے۔ کہ بعض دفعہ ناگہانی آفتیں آ جاتی ہیں۔ یا یہ کہ بعض حالات میں وہ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ بس اب اس کھڈ سے نکلنا نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ان کی نگاہ میں قطعی ناممکن نظر آتا ہے اور کبھی یہ گمان یا اس کی جھلک بھی دکھائی نہیں دیتی کہ آیا اس کھڈ سے نکل بھی سکیں گے۔ مگر تائید غیبی اُن کو اس کھڈ سے ایسے نکال دیتی ہے۔ جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا بھی آٹومیٹکل یعنی خودبخود غیبی امداد کرنے کا قانون ہے جس سے ناممکن باتیں خودبخود حل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جن کے ہونے کے امکان کا حال اس سے پہلے انسانوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ یہ یہ صورتیں پیش آئیں گی۔ یہ بناوٹی بات نہیں ہے۔ کاش کہ کوئی غور کرنے والا رکوع مریم سے اس قانون کی حقیقت معلوم کر لے۔ اور اس رکوع کی اصل غایت سمجھ لے اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لے۔

عورت بھی برگزیدہ ہو سکتی ہے

(۲) زکریاؑ اور مریمؑ کے ساتھ ساتھ بیان کرنے سے یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ عورتوں کو بھی یہ خیال نہ ہو کہ برگزیدہ مخلوق صرف مرد ہی ہو سکتا ہے۔ نہیں بلکہ عورت بھی ہو سکتی ہے۔ فرشتہ سے خبر صرف مرد ہی کے حصے میں نہیں بلکہ عورت کے حصے میں بھی آ سکتی ہے۔ اگر کسی کو آزمائش کے طور پر معلوم کر کے دیکھنا ہو تو وہ قرآنی اصطلاح میں صحیح معنوں میں اللہ تعالےٰ کا بندہ اور بندی بن کر دیکھ لے۔ اس لئے کہ اس کے فیض و کرم کے دروازے جیسے پہلے کھلے ہوئے تھے اب بھی کھلے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی کھلے رہیں گے۔

خلاصہ مطلب

مختصر یہ کہ اس رکوع میں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وہ اپنا قانون ظاہر کرتا ہے کہ بعض ناممکن حالات میں میں تمہاری ایک غیبی آٹومیٹکلی امداد والے قانون سے مدد کرتا ہوں جس کا نتیجہ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جس کی کہ کوئی ظاہرا تدبیر بھی تمہارے پاس نہیں ہو سکتی۔ جس پر تم عمل کر کے کامیاب ہو سکو۔ اور عورتوں کو بھی آگاہ کرتا ہے کہ تم بھی خدا کی نگاہ میں اسی قدر مقبول ہو سکتی ہو جتنے کہ مرد اور عورتوں کو بھی چاہئے کہ تم بھی کسی بات کو ناممکن سمجھ کر یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ کبھی تمہارا خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ مردوں کی ہی سنتا ہے اور ان ہی کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ چونکہ عورت مرد سے کمزور ہے لہٰذا بعض حالتوں میں مردوں کی تو اسی حالت میں مدد کرتا ہوں کہ پہلے وہ میری بتائی ہوئی بات پر عمل کر لیں۔ مگر عورتوں پر تو میرے کرم کا یہ حال ہے اور میرے رحم کی یہ حالت ہے کہ بعض حالتوں میں کوئی امر جو ان کی نگاہ میں ناممکن ہو بلا اس کے کہ وہ پہلے کوئی عمل کریں میں خود ہی اپنے غیبی امداد کے قانون سے مدد کر دیتا ہوں۔ جن کا نتیجہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا۔ الغرض یہ اتنی سی مختصر اور سیدھی بات ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور بندیوں کو اس قصے کے رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ مگر واہ ری اعجوبہ پرستی تو نے اس سارے رکوع سے بس ایک ہی نتیجہ نکالا کہ عیسےٰؑ بلا باپ پیدا ہو گئے تجھے نہ کسی قانون معلوم کرنے کی فکر رہی۔ نہ کسی عمل سے غرض رہی۔ نہ کسی اصول سے مطلب رہا۔ تیری ذہنیت پر افسوس۔

فاروق کی تیسری دلیل

نمبر (۳) نقل اصل مضمون۔ چونکہ حضرت یحیٰی کے ماں باپ دونوں تھے اس لئے ان کے بیان میں تو یہ آیا کہ برا بوالدیہ ولم یکن جبارا عصیا۔ یعنی ماں باپ دونوں سے احسان کرنا وغیرہ۔ مگر حضرت عیسٰیؑ کے صرف ماں ہی ماں تھی اس لئے ان کے متعلق آیا و برا بوالدتی کہ صرف ماں سے نیکی کرنا۔ پس اگر حضرت عیسٰی کا باپ بھی ہوتا تو آپ کو حضرت یحیٰیؑ کی طرح بوالدیہ یعنی ماں باپ دونوں سے بھلائی کرنے کا ارشاد ہوتا۔ یا آپ کا عمل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا چھ سات سو برس بعد حضرت مسیحؑ کی صرف ماں کا ذکر کرنا اور پھر ایک ہی جگہ رکوع میں مکمل ذکر کرنا صریح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ولادت مسیحؑ کو حضرت آدم کی ولادت سے تشبیہ دی کہ اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا ابن اللہ بنا دیتا ہے تو آدم کو جس کو تم سب مانتے ہو کہ بغیر ماں باپ پیدا ہوئے عیسٰی پر زیادہ فوقیت ہے پس بغیر ماں باپ یا بغیر باپ کے پیدا ہونا کوئی فضیلت کا امر نہیں۔ اگر یہ بغیر ماں باپ پیدائش فضیلت کا امر ہوتی تو لامحالہ حضرت سرور کائنات صلعم کو ضرور یہ حاصل ہوتی۔ پس چونکہ یہ امر فضیلت کا موجب نہیں اس لئے قرآنی عقیدہ بے باپ کو من و عن مان لینا آنحضرت کی شان میں کوئی کمی نہیں لاتا۔

یحیٰےؑ نے براً بوالدیہ کیوں کہا؟

جواب نمبر (۳) ملاحظہ ہو۔ اس نمبر ۳ میں کچھ عجیب و غریب باتیں پیش کی گئی ہیں۔ کہیں اپنی ذاتی رائے ہے کہیں عقیدہ کا سوال ہے۔ بہرحال میں سلسلہ وار جواب دیتا ہوں۔

اول تو یہ اصول قرآنی معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ جب بھی اپنے حکم احکام کی تعمیل کرنے کا حکم دیتا ہے تو خواہ وہ نبی ہو خواہ عام انسان ہو اس حالت میں دیتا ہے۔ جبکہ وہ بالغ ہو گیا ہو۔ اور دوسرا اصول قرآنی یہ بھی ملاحظہ ہو کہ وہ بلا وجہ اور بلاضرورت خواہ مخواہ کسی بالغ مرد یا کسی بالغ عورت کو کسی حکم کی تعمیل کے لئے نہیں کہتا۔ جس کی کہ ضرورت نہ ہو۔ خواہ تمام قرآن پڑھ کر دیکھ لو۔ ہمیں اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یحیٰےؑ کے والد زکریاؑ اور ان کی بی بی اس وقت زندہ تھیں یا نہیں جبکہ ان کو ماں اور باپ دونوں کے ساتھ نیک سلوک کئے جانے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح حضرت عیسٰیؑ کے ماں باپ زندہ تھے یا نہیں۔ جبکہ ان کو محض یہ حکم ہوتا ہے کہ تم اپنی ماں سے نیک سلوک کرو۔ اول ہم یحیٰےؑ کے معاملے کو لیتے ہیں۔ آیا وہ شخص جو اپنے آپ کو بوڑھا تو کہے مگر اولاد ہونے کا خواہشمند ہو۔ وہ کس عمر کا اندازاً آدمی ہو سکتا ہے۔ اور کیا اگر ایسے شخص کے اس عمر میں بچہ ہو بھی جائے تو کیا ضروری ہے کہ اس کے ماں باپ دونوں کا انتقال ہو جائے۔ پیشتر اس کے کہ اُن کا بچہ ان کی زندگی میں ہی بالغ ہو جائے یقیناً ایسی بہت سی مثالیں مل سکیں گی۔ کہ بوڑھاپے کی اولاد بالغ ہو گئی ہو۔ اور ان کے ماں باپ زندہ رہے ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم کہ تم اپنے ماں اور باپ سے سلوک کرو قطعی یحیٰےؑ کے متعلق درست ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یحیٰےؑ کے لئے اس قسم کا خاص حکم کیوں ہے۔

اول تو ہر بالغ شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ جنرل آرڈر ہے کہ تم اپنے ماں اور باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ مگر وہ لوگ جن کے بڑھاپے میں اولاد ہوتی ہے۔ اس کی داشت اور پرورش میں جو اس عمر میں ماں باپ کو ناز اٹھانے پڑتے ہیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اس لئے قدرت کا بھی یہ جائز تقاضا تھا کہ اے یحیٰےؑ تمہارے بالغ ہوتے تک تمہارے ماں باپ نے سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ تجھے بھی لازم ہے کہ ان کے صلہ میں تو بھی ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا کر۔

مسیح نے براً بوالدتی کیوں کہا

اب رہا سوال حضرت عیسٰی کا۔ اول تو قرآنی اصول ہی بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسےٰؑ کے بالغ ہونے پر جیسی کچھ حالت

ہوگی۔ ویسا ہی حکم دیا ہے۔ دوسرے تلاش کرنے سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ علیسےؑ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ پیشتر اس کے کہ وہ بالغ ہوئے۔ ورنہ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے۔ کہ بلا ضرورت ایک بالغ انسان کو وہ حکم دے کہ تم فلاں بات کرو۔ اور فلاں بات کا نام ونشان نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو عملی جامہ پہنا کر اپنی مشین سے کام لے رہا ہے اور ہر بالغ مرد اور ہر بالغ عورت سے عملی جامہ میں ہی وہ چاہتا ہے کہ اس کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔

ولادت مسیحؑ اور ولادت آدمؑ

اب رہا سوال ولادت مسیحؑ اور ولادت آدمؑ کی تشبیہ کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ نے علیسیٰ کی پیدائش کو آدم کے ساتھ بالکل صحیح اور درست تشبیہ دی ہے۔ صرف اسی ایک ہتیار سے موجودہ عیسائیت کی تمام عمارت معہ بنیادوں کے گر جاتی ہے۔ حضرت آدم اگر انسان ہیں۔ تو علیسےؑ بھی انسان ہیں۔ اگر آدم کے ماں اور باپ تھے تو علیسے کے بھی ماں اور باپ تھے۔ آدم کا انتقال ہو چکا تو علیسے کا بھی ہو چکا۔ آدمؑ اگر نبی ہیں تو علیسیٰ بھی نبی ہیں۔ آدم اگر کھانا کھاتے تھے تو علیسیٰ بھی کھاتے تھے۔ علیسیٰ پر اگر الہامی کتاب نازل ہوئی تو آدم پر بھی صحیفے نازل ہوئے۔ مختصر یہ کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ علیسےؑ ہر طرح سے انسان ہیں۔ تو ایک انسان کسی بھی طرح نعوذ باللہ خدا نہیں ہو سکتا۔ بس موجودہ عیسائیت بھی پھر ختم۔

اگر یہ کہا جائے کہ آدم علیہ السلام کے تو نہ ماں تھی نہ باپ اور علیسیٰ کے باپ نہیں تھے تو پھر تشبیہ کہاں رہی اللہ کی ذات پاک ہے کہ وہ کوئی تشبیہ دے اور وہ غلط ہو دیکھنا یہ ہے کہ آدم اور آدم علیہ السلام میں کیا فرق ہے۔ جب تک یہ بات معلوم نہ ہوگی مسئلہ صاف طور پر حل ہی نہیں ہوگا۔ سب سے پہلا مرد اور سب سے پہلی عورت جو اللہ تعالیٰ نے بلا ماں اور بلا باپ قانون ابدا کے ماتحت پیدا کئے اس کو آدم کہتے ہیں۔ ان سے جو نسل قانون اعادہ کے مطابق چلی وہ نسل آدم ہے۔ اور نسل چلنے پر جو پہلا نبی ان کی رہنمائی کے لئے اسی نسل آدم سے پیدا ہو کر تعینات کیا جاتا ہے۔ وہ آدم علیہ السلام ہے۔ سب سے پہلا مرد اور سب سے پہلی عورت جو قانون ابدا کے ماتحت پیدا ہوئی ہے۔ اس کا رہنما اللہ کی اپنی ذات خاص تھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں میں سے تمہاری رہنمائی کے لئے نبی بھیجے جس سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ جب تمہاری نسل چل پڑی تب نبی بھیجا گیا۔ ورنہ جب تم ہی نہ تھے تو تم ہی میں سے نبی کہاں سے بھیجا گیا۔ لہذا پہلے تمہارا ہونا لازمی ہے۔ موٹی سی بات ہے کہ گاؤں ابھی آباد نہیں ہوا۔ مگر نمبردار صاحب بلا ضرورت آموجود ہوئے۔ یہ کہاں کی منطق ہے۔ لہذا ہر قرینہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ آدم پہلے انسان نہیں تھے۔ بلکہ پہلا مرد اور پہلی عورت کوئی اور ہیں۔ جن کی پیدائش قانون ابدا کے ماتحت بلا ماں اور بلا باپ سے ہوئی اور اس کے بعد ان کی نسل قانون اعادہ اور مرکب نطفہ سے (بہ حالت صحت) چلی اور اسی سلسلہ سے آدم علیہ السلام وابستہ ہیں۔ جن کی ماں اور باپ دونوں تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی تشبیہ کیسے صاف صاف چسپاں ہے۔ ایسی حالت میں اب فضیلت کا سوال ہی کہاں باقی رہا۔

آنحضرت صلعم کی فضیلت

اب رہا ہمارے پیغمبر اسلام کا قصہ اور ان کے ساتھ فضیلت کا معاملہ۔ ان کے مقابلہ پر تو کسی کو بھی کسی بھی رنگ میں کسی بھی طرح کوئی بھی فضیلت دی ہی نہیں جا سکتی جس کا کہ گواہ اللہ تعالیٰ خود ہی ہے۔ افسوس ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی صحیح عزت حقیقتاً ابھی بہت سی مخلوق اس رنگ میں نہیں کر رہی ہے جس عزت کے وہ مستحق ہیں۔ پیدائش مسیح کے متعلق اگر مزید دریافت کرنا ہو تو ایک کتاب ولادت مسیح از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے صرف ۴ر پر مل سکتی ہے۔

حضرات قادیانی احمدیوں سے بھی میں باادب التماس کرتا ہوں کہ وہ مسیح موعود کو صحیح معنوں میں مسیح موعود سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسیح موعود کے آنے کی کیا غرض ہے؟ ان کے آنے کی محض غرض کسر صلیب (مکمل) اور قتل خنزیر ہے۔ آپ غور اور تیز نگاہ سے کام لیں کہ مکمل کسر صلیب کے لئے کن کن ہتھیاروں کی ضرورت ہے اور اس کا فیصلہ بھی میں آپ ہی حضرات پر چھوڑتا ہوں۔ رہا قتل خنزیر کا معاملہ یہ بھی اسی وقت مکمل ہو سکتا ہے جب کہ انہی اصولوں سے کام لیا جائے۔ جو جناب مسیح موعود نے قرآن کے پڑھنے اور اس کے سمجھنے کے متعلق بتلائے ہیں۔ ورنہ مفت میں دیری ہو رہی ہے۔ بھلا اس موجودہ صدی میں عقیدے بازی سے بھی کام چل سکتا ہے۔ جب کہ ہر دہریہ لفظ لفظ اور بات بات پر ثبوت چاہتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے تو باپ ہوں۔ اور علیسے کے نہ ہوں۔ پیغمبر اسلامؐ تو انتقال فرما جائیں اور علیسے ابھی بلا ضرورت زندہ ہوں۔ لاکھ کہا جائے کہ اس میں فضیلت کا کوئی سوال ہی نہیں مگر معشوق کا رنگ کسی عاشق سے پوچھو۔

مسیح موعود کا اعتقاد

اس بات پر آپ کو ضد نہ پکڑنی چاہیئے کہ میرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے لٹریچر میں جناب علیسیٰ کو بلا باپ فرمایا ہے مگر کہیں اس مسئلہ کو اس رنگ میں تو پیش نہیں کیا کہ مجھے بذریعہ الہام اطلاع ملی ہے کہ علیسیٰ کی پیدائش بلا باپ ہوئی ہے۔ جیسے کہ علیسیٰ کے انتقال کی خبر آپ بذریعہ الہام دیتے ہیں جب یہ بات نہیں تو معلوم ہوا کہ مسیح موعود اپنی خوش عقیدگی کے سلسلہ میں ایسا لکھ گئے ہیں۔ اور انہیں زمانہ نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی فرصت ہی نہ دی۔ اور قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ اگر آپ نے اسے بڑھانا چاہا تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ درحقیقت آپ مکمل کسر صلیب کے ابھی ہتیاروں سے واقف ہی نہیں۔ اور آپ حضرات کو مسیح موعود کی آمد کی ابھی غرض ہی معلوم نہیں۔

مسیح موعود اور لاہوری انجمن کا احسان

کاشکہ میرے مدعا کو جس کا میں لفظوں میں اظہار نہیں کر سکتا۔ آپ حضرات بخوبی سمجھ جائیں پیشتر اس کے کہ زمانہ آگے چل کر آپ کو اپنے آپ سمجھا لے۔ میں بھی اسی مسیح موعود کا شکر گزار ہوں۔ کہ اس پاکیزہ ہستی نے مجھے بھی قرآن پڑھنا سکھا دیا۔ ورنہ کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں۔

میری یہ عین خواہش ہے کہ میرے محسن کے مشن کے ضروری ہتھیاروں کو صحیح طریقہ پر استعمال کیا جائے۔ اور میں یہ بھی یقین کامل سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر قرآن پڑھ کر اس کے سمجھنے کی کسی کو ضرورت ہے۔ تو میرے اس معلم (مسیح موعود حضرت مرزا صاحب علیہ رحمۃ) سے سیکھ لے۔ جو اپنی ذاتی تصنیفوں میں زندہ موجود ہیں۔ پیشتر اس کے کہ لفظ پرستی کے ہیر پھیر میں الجھ الجھا کر کہیں کسی کا بنڈل نہ بندھ جائے۔

ممکن ہے کہ مجھ پر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ یہ عجیب آدمی ہے کہ مسیح موعود کو مسیح موعود بھی مانتا ہے۔ اپنا محسن بھی مانتا ہے۔ اپنا معلم بھی بتاتا ہے۔ مگر احمدی ہونے سے انکار۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ بات اسی طرح ہے اور میں سچ کہتا ہوں۔ البتہ میری نگاہ سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی عمارت اسلام کہاں پر اور کون لوگ صحیح اور مناسب طور پر از سر نو تیار کر رہے ہیں۔ وہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔ ان کے ساتھ بہ حیثیت ایک مسلمان نہ کہ بہ حیثیت ایک احمدی اس عمارت کی تعمیر میں میں بھی مثل ایک ادنیٰ مزدور عملی طور پر کام کر رہا ہوں۔ اب رہا یہ ثبوت کہ مناسب اور صحیح طریقہ پر یہی انجمن عمارت اسلام تیار کر رہی ہے۔ اس کو موجودہ تعلیم یافتہ حضرات اور آئندہ نسلیں خود معلوم کر لیں گی۔ اور اگر کسی کو اب بھی شک کی گنجائش ہو تو آزمائشاً کم از کم چھ ماہ کے لئے عملی طور پر وہ بھی اس انجمن کا مزدور بن کر دیکھ لے۔ تاکہ اس امر کی صداقت کے ثبوت میں مجھے مزید زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ کھلا چیلنج ہے۔ آزما لے جس کا جی چاہے ✣

غم کے آنسو

مولانا محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول کی صاحبزادی کے انتقال کی خبر گزشتہ سے گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے اس حادثہ جانکاہ پر مولانا کے قلب حزیں کا جو نقشہ آپکی چشم اشکبار نے دکھایا اس نے ذیل کے اشعار کی شکل اختیار کی ہے جو مولانا کی خواہش سے ہدیۂ قارئین کرام ہیں (مدیر)

لخت جگرم گشت چوں از من جدا — پارہ پارہ شد دلم وا حسرتا
چوں نہ سوزم چوں نہ گریم زار زار — راحت و آرام از من شد جدا
برد ایں سانحہ ز من صبر و شکیب — از دل محزون می آید صدا
ایں غم جانکاہ جان و تن بسوخت — زیں ہمی دلسوز شد پشتم دو تا
زیست در غم برابر شد کنوں — کرد ایں سانحہ بمن محشر بپا
اے عزیزہ چوں ترا یاد آورم — آتش اندر تن دمد سر تا بپا
ایزدت بخشد گناہت نور چشم — نور بارد بر تربت صبح و مسا
میدہد مارا دوائے درد دل — میکند صبر جمیلم ہم عطا
سہ صد و پنجاہ ہجری یک ہزار — بدکہ دختم رفت در دار البقا
رشتۂ دنیا و دوں بگسیختہ — در جوار فاطمہ بگرفت جا

ضروری التماس

عزیزم غلام مصطفےٰ آتش کے نام سے ہمارے احباب غالباً واقف ہوں گے "تبلیغ دا ہاڑا" نامی ایک پنجابی نظم کچھ عرصہ ہوا، انہوں نے ہماری انجمن کو لکھ کر دی اور انجمن نے چھپوا کر دیہات میں مفت تقسیم کی۔ عزیز موصوف میرے ماموں زاد بھائی ہیں۔ عام قومی کاموں میں بھی نمایاں حصہ لیتے ہیں اور فسادات لاہور کے سلسلہ میں بے گناہ گرفتار ہیں الزام سنگین ہے احباب کرام سے التماس ہے کہ انکی رہائی کے لئے اپنے خاص اوقات میں درد دل سے دعا فرمائیں (نیاز کیش، ایڈیٹر پیغام صلح)

اشارے پر کیسے نہایت جوش کے ساتھ اشاعت اسلام کے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی اپنی سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں جن میں وہ تقریریں کرتے اور خطبے دیتے ہیں۔ چندہ جمع کرنے کا کام بھی وہ نہایت جوش سے کرتے ہیں۔

مہمانوں کی مہمانداری کا سارا انتظام ہیڈ ماسٹر صاحب بذاتہ سرانجام دے رہے تھے۔ اور ان کے حکم کے ماتحت سکول کے لڑکے جابجا انتظام کرتے نظر آتے تھے۔ یہی بچے مسلمانوں کی آئندہ قوم بننے والے ہیں جس قوم نے اپنی بیگمات اور بچوں کو صحیح راستہ پر ڈال لیا۔ وہ قوم یقیناً کامیاب ہوگی ہمارے احمدی احباب کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے گھروں میں احمدیت کو خوب پھیلائیں اور ایک ایسی فضا پیدا کئے رکھیں جس میں کسی نہ کسی رنگ میں اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام سرانجام پاتا رہے۔

حضرت علامہ کی جماعت کو نصائح

اس دفعہ جلسہ سالانہ پر باوجود شدید مصروفیت کے حضرت امیر المومنین نے مختلف جماعتوں سے ملاقاتیں کیں۔ اور ان کو چند نہایت قیمتی نصیحتیں فرمائیں جن میں سے چندایک ایسی اہم اور ضروری ہیں۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ اخبار کے ذریعہ ان کا اعادہ کردوں تاکہ احباب کے دلوں میں وہ نصائح تازہ ہوجائیں۔

تنظیم جماعت کا کام

علامہ موصوف نے جماعت کی تنظیم پر بڑا زور دیا۔ اور فرمایا کہ ہر جماعت کے افراد کو یہ خیال کرلینا چاہیئے کہ وہ اسلام کے مبلغ ہیں اور ان کو اپنے اوقات میں سے کچھ وقت محض خدمت اسلام کے لئے مختص کرلینا چاہیئے۔ اور اپنی روزانہ زندگی میں اس امر کا خیال ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ہم کس قدر وقت محض اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف کرتے ہیں اور اس سے کیا کیا نتائج پیدا ہورہے ہیں۔ جماعت کی توسیع کا کام بھی جماعت کی تنظیم کے ساتھ ساتھ جاری رہنا چاہیئے ہر ایک احمدی کو دین کی اس قدر واقفیت ہونی چاہیئے کہ دلائل و براہین سے اپنے سامعین کے قلوب پر اثر پیدا کرسکیں۔

نماز جمعہ کا التزام

حضور نے جمعہ کی نماز پر بہت زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ممکن ہوسکے تو تمام نمازیں ہی باجماعت ادا ہونی چاہیئے۔ لیکن جمعہ کے دن تو لازماً مقامی احمدیوں کا اجتماع ہونا چاہیئے۔ میں مسلمانوں کی موجودہ حالت پر جب غور کرتا ہوں، ان کے جمود اور بے حسی کو دیکھتا ہوں۔ دوسری قوموں کے مقابلہ میں ان کی تگ و دو کی نرم روی کو دیکھتا ہوں۔ ان کے باہمی افتراق و نفاق کو دیکھتا ہوں اور پھر بعض اوقات ان کے جوش اور عزم کا نظارہ کرتا ہوں کہ آن واحد میں ملت اسلامیہ کے منتشر اجزاء ایک سلک میں منسلک ہوجاتے ہیں اور دشمن کے مقابلہ میں بعض دفعہ حیرت انگیز استقامت اور جرأت دکھاتے ہیں تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ گو مسلمانوں نے مغز عبادت کو سمجھنا تو چھوڑ دیا ہے مگر ظاہری رسم کی ابھی تک ان کے ہاں پابندی ہے۔ ان کی مسجدیں ابھی تک بارونق ہیں۔ محلہ محلہ کی الگ الگ مسجدیں ہیں اور ان میں محلہ دار اکٹھے ہوتے ہیں۔ گو وہ اس اجتماعی زندگی کے فلسفہ سے نابلد ہوگئے ہیں۔ مگر ان کا روزانہ اجتماع اور ہفتہ وار بڑا اجتماع جو ہر جامع مسجد میں ہوتا ہے ان کے اندر نامعلوم طور پر ایک قوت پیدا کردیتا ہے اور یہ اسی قوت کا اثر ہے۔ کہ بعض اوقات مسلمان بے نظیر قربانیاں کر دکھاتے ہیں۔

وہ روزے کی حقیقت کو نہیں سمجھتے مگر روزہ رکھکر ایک قسم کا تقویٰ ان میں خود بخود پیدا ہوجاتا ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں بھی آپ دیکھینگے کہ مسلم غیروں کے مقابلہ میں زیادہ دیانتدار زیادہ سچا اور زیادہ بہادر ہے۔ اگر ان ظاہری مراسم کے ساتھ ساتھ ان کو حقیقت کا بھی علم ہوجائے تو آج پھر دنیا میں ایک اور انقلاب پیدا ہوجائے۔ آخر وہ کیا قوت تھی جس نے اوائل میں مسلمانوں میں یہ طاقت و جرأت بخشدی تھی کہ چند سالوں میں انہوں نے دنیائے معلوم کو متحرک کردیا۔ وہ قرآنی تعلیمات کے فلسفہ سے آگاہ تھے وہ عبادات کی اصل غرض کو سمجھتے تھے۔

حضرت علامہ نے نماز پر بڑا زور دیا۔ کہ مسلمانوں کی ترقی کا یہی ایک زینہ ہے۔ اس سے تعلق باللہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اور اس کے ذریعے انسان بڑی بڑی روحانی منازل طے کرسکتا ہے۔

درس قرآن

آپ نے یہ بھی تلقین فرمایا کہ ہر جماعت میں درس قرآن باقاعدہ جاری ہونا چاہیئے اور احمدیوں کو محسوس کرنا چاہئے کہ قرآن ایک زندگی بخش پیغام ہے۔ وہ اب بھی مسلمانوں میں زندگی اور حرکت پیدا کرسکتا ہے۔ مگر جب وہ جزدانوں میں بند کردیا گیا ہے۔ اسے پڑھنا مسلمانوں نے یکسر چھوڑ دیا ہے۔ تو ان میں حرکت کیسے پیدا ہو۔ از سر نو قرآن کی تعلیم کو زندہ کرنا مسیح موعود کا خاص کام تھا اس کی جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس کام کو جاری رکھے۔ اگر آج مسلمانوں میں قرآن کریم کی تعلیمات کا چرچا ہو اور اس کے مضامین عالیہ کے سمجھنے کا شوق پیدا ہوجائے تو یہ قوم دوبارہ دنیا میں حق و صداقت کی واحد علمبردار نظر آئے اور تمام دنیا اپنی تہذیب کے باوجود، اپنی سائنس کے باوجود، اپنے دوسرے علوم کے باوجود مسلمانوں کو اپنا رہنما تسلیم کریں۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ سے یہی مراد تھی کہ مسلمان دنیا کی صحیح رہنمائی کریں اور کہ وہ بہترین امم ہیں۔

مسلمانوں کی اعانت

آپ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جہاں جہاں کوئی احمدی ہو وہ مسلمانوں کے لئے بطور ایک مرکز کے ہو۔ مسلمان اپنی ہر تکلیف اور مصیبت میں اس کی طرف رجوع کریں۔ اور وہ اپنی تمام طاقت ان کی اعانت میں خرچ کرے۔ اس کا دل اپنے مسلمان بھائی کی کلفت پر پگھل جائے۔ اور اس کی مدد کے لئے وہ اس طرح تیار رہے جس طرح اپنے حقیقی بھائیوں اور فرزندوں کے لئے وہ تیار رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بہت سی نصائح تھیں جو اخبار میں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور میں طوالت کے خوف سے ان کو سردست چھوڑتا ہوں۔

آخری گزارش

میری احباب سے آخری گزارش یہ ہے کہ اپنے اس قومی اجتماع کو پرشوکت بنانا ان کا قومی فرض ہے۔ جو لوگ کسی بہانے کے ماتحت اس میں شامل نہیں ہوتے وہ بہت بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور وہ قوم کے سامنے جوابدہ ہیں۔

اسی اجتماع میں اپنی قوم کا وقار اور جبروت نظر آتا ہے۔ اس میں شامل ہوکر ہم درحقیقت اس عظیم الشان مقصد یعنی اشاعت اسلام کی اہمیت دنیا پر ظاہر کرتے ہیں۔ جس کے لئے ہماری جماعت معرض وجود میں آئی ہے۔

اس لئے میں اپنے احباب سے التجا کرتا ہوں کہ وہ آئندہ اس امر کا خیال رکھیں کہ وہ خود بھی اس قومی اجتماع میں شامل ہوں۔ اور اپنے بال بچوں کو بھی اس میں شامل کریں۔ تاکہ قوم میں جوش اور ولولہ بڑھے اور دین کی تمکنت دنیا میں قائم ہو۔ (والسلام)

رمضان المبارک کا جہاد عظیم

حضرت امیر ایدہ اللہ کے دو ضروری ارشادات

حضرت امیر ایدہ اللہ کا جو طویل ضمون گزشتہ اشاعت میں درج ہوچکا ہے اس کا ضروری اقتباس آپ ہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں:- (مدیر)

اگر دعا کو کمال کو پہنچانا چاہتے ہو

تو نماز تہجد اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اسی سے انسان مقام محمود پر پہنچتا ہے ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ اور نماز تہجد کے لئے خاص طور پر نبی کریم صلعم تاکید بھی فرماتے تھے ان ایام میں نیند کو ترک کرنے کے لئے سامان تو خود روزہ ہی ہے۔ جس کی حد اسی لئے قبل از صبح صادق رکھی ہے۔ طلوع آفتاب نہیں رکھی تاکہ انسان اپنے آپ کو کچھ نیند کی آسائش سے محروم کرے اور یہی وقت تہجد کا ہے۔ اس وقت ایک طرف عالم سکون کی حالت میں ہوتا ہے دوسری طرف خود انسان کے اندر ایک سکون کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کھانے کی گرانی، نیند کی گرانی یہ سب باتیں دور ہوچکی ہوتی ہیں۔ اور کچھ خارجی سکون کا اثر بھی انسان کے قلب پر پڑتا ہے۔ تو جیسے اس وقت انسان دعا میں لذت محسوس کرتا ہے اور جیسے اس وقت اس کے دل پر خدا تعالیٰ کی عظمت کا اثر ہوتا ہے یہ کیفیت دوسرے اوقات میں اسے کم میسر آسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلعم رمضان میں خود بھی تہجد کے لئے زیادہ تعاہد فرماتے تھے اور ساتھ والوں کو بھی تاکید فرماتے تھے بعد میں اسی تہجد کی جگہ لوگوں نے تراویح مقرر کرلی مگر ظاہر ہے کہ تراویح میں وہ کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی ہے۔ جو تہجد سے مخصوص ہے۔ پس ہمارا اصل مجاہدہ ماہ رمضان میں یہی ہونا چاہیئے کہ تہجد کے ذریعے دعا کو کمال کو پہنچایا جائے۔

(۳)

اس کے ساتھ ہی حسب حیثیت احمدیت کے لٹریچر کو پھیلانے کے لئے چندہ جمع کیا جائے اور جس قدر رقم جمع ہو وہ فوراً الگ کی الگ دفتر محاسب میں بھیجدی جائے اور جہاں احباب جمعہ میں جمع نہیں ہوتے وہاں اس اخبار کو پڑھ کر وہ اپنی اپنی جگہ پر فوری عمل کے لئے تیار ہوجائیں۔ میں دوسری دفعہ اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا جو لوگ میری آواز پر لبیک کہنا چاہتے ہیں وہ پہلی آواز پر ہی مصروف عمل ہوجائیں۔ میرے مدنظر تین باتیں ہیں۔

اول

پانچسو کے قریب جلد تحریک احمدیت کی مفت شائع کی جائے۔ بہت سے دوست اس غرض کے لئے یہ کتاب طلب کررہے ہیں۔ اس غرض کے لئے اس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ جو لوگ اس کو پڑھیں گے وہ احمدیت کی صداقت اور فوائد کے ضرور قائل ہوجائیں گے۔

دوم

پچاس ہزار یا ایک لاکھ کی تعداد میں ایک مختصر اشتہار شائع کیا جائے جس میں احمدیت کی اصل حقیقت کو واضح کیا جائے لیکن اگر کوئی دوست ایسی خواہش کریں کہ ان کا دیا ہوا روپیہ کسی اور رنگ میں احمدیت کی تبلیغ پر صرف ہو تو اس کا روپیہ اسی طرح صرف ہوگا

والسلام۔ (محمد علی)

دوستانہ چیلنج
بنام
مولوی عبدالحق صاحب و دیگر علمائے اسلام

پروفیسر چتین دت صاحب کے قلم سے

جم اور یم

میرے مکرم و محترم مستفق (ذیل) کے سارے الفاظ میں اکٹھا ہونے کا madan یعنے خیال پایا جاتا ہے۔

(۱) جمع بمعنے اکٹھا ہونا۔ (۲) جماع یا مباشرت۔ دو آدمیوں کا مباشرت کی غرض سے اکٹھا ہونا (۳) جمد یا انجماد یا منجمد (۴) جمل بمعنی جملہ کرنا (۵) جم غفیر یعنے بڑی بھیڑ بھاڑ کا اکٹھا ہونا (۶) انجمن فارسی میں لوگوں کا اکٹھا ہونا (۷) انگریزی میں جمبل (Jumble) لوگوں کا بے ترتیبی سے جمع ہونا۔

اور ان سارے الفاظ میں جم کا حصہ مشترک ہے۔ کیا ان سارے الفاظ کا مادہ جم یعنی لفظ جم یا سنسکرت کا یم (यम) نہیں ہے۔ اگر ایسا نہیں تو عربی میں ان سارے الفاظ کا کیا مادہ ہے؟ یا علیحدہ علیحدہ الفاظ اپنا اپنا مادہ ہیں؟ جمد کا مادہ جمد اور جمل کا مادہ جمل اور جمع کا مادہ جمع۔ جیسا کہ عربی کا عام قاعدہ ہے کہ زبان کے باریک اور دقیق مسائل کو ہرگز حل نہیں کر سکتی۔

آفت یا آپت

میرے مہربان قاضی صاحب! عربی میں لفظ آفت پایا جاتا ہے۔ اور ایک مفرد لفظ ہے۔ سنسکرت میں لفظ آپت یا آپد یا آپتی بالکل ایک معنے رکھتے ہیں۔ اور عربی کے لفظ آفت سے پوری مطابقت رکھتے ہیں۔ سنسکرت اپنے لفظ کو مرکب بتاتی ہے اور آ و پد اس کے اجزا ہیں یعنے آ پڑنا (مصیبت کا سر پر)۔ مہربان مکرم! اپنے لفظ کی تشریح کرنے سے قاصر ہے کیا دنیا کی کوئی عربی لغات اس لفظ کو آفت سے ملاتی ہے۔ اس کا حوالہ دیدیں [illegible] نہ دیں۔

۴۴ معنے لما اصابہ۔ [illegible] آفت ہے۔ اف کے معنے لکھے ہیں قال اُفٍّ معنی کرہٗ او ضجر ادا لمرء [illegible] نے مصیبت، سختی اور غم سے اف کیا۔ عرب آفت کے معنے سمجھنے کے لئے [illegible] ہندوستان میں تشریف لائیں [illegible] سے آپد یا آپت لیا ہو۔ جس نے لفظی معنے آ پڑنا ہیں اور مصیبت جو اصل لفظ ہے وہ گھر سے ساتھ جوڑ لیں۔ یہ علم الالسنہ کے ایک عالم کی رائے ہے اصل معاملہ کیا ہے؟ عربی سے سنسکرت والوں نے آفت لیا۔ اب لگے اس کا جانچ پڑتال کرنے یہ تو وہ جانتے ہی تھے کہ عرب اس کو مصیبت کے معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ اب اگر آفت ان کی اپنی زبان کا لفظ ہوتا تو اس میں مصیبت کا مفہوم سب سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔ مگر انہوں نے ہاتھی نکال اس کی دم یعنے آ پڑنا کو پکڑ لیا۔ جناب! نہ آ کے معنے مصیبت ہیں اور نہ "پت" کے معنے مصیبت ہیں۔ تو آپت میں مصیبت کہاں سے آ گھسی پس یہ لفظ آفاً ہے یا اف سے لیا گیا جو مصیبت کا مفہوم سب سے پہلے اپنے اندر رکھتا ہے۔ آفۃٌ اصل مصدر ہے سنسکرت نے آپد۔ یا آپت۔ یا آپدُ خواہ مخواہ اتنا طول دیا۔

تحریک احمدیت

وہ معرکۃ الآرا تصنیف جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال ہی میں لکھی ہے اور جس میں احمدیت کی تمام خصوصیات اور اس کے کاموں اور خدمات اسلام کا بالتفصیل ذکر کیا ہے جسکو پڑھ کر کوئی منصف مزاج اس تحریک میں شامل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ضرورت ہے کہ احباب اس کتاب کی بہت سی کاپیاں خرید کر مفت اپنے دوستوں اور دیگر مسلمانوں کو پڑھوائیں۔ قیمت فی جلد مجلد ۱۲

لسان عربی ام الالسنہ ہے
پروفیسر چتین دت صاحب اور دیگر فضلائے سنسکرت سے خطاب

(جناب مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

جم اور یم

پروفیسر صاحب نے اپنے پہلے خط میں جمع، جماع، جماعت، جمد، انجماد، منجمد، جملہ وغیرہ کا مادہ سنسکرت کا لفظ یم بتایا تھا۔ میں نے اس پر تنقید لکھی کہ ان سب کا مادہ سنسکرت کا یم نہیں۔ کیونکہ اس کا ابتدائی اور حقیقی مفہوم ایک کا دوسرے سے ملنا ہے۔ اگر اسی طرح مادہ تجویز کرنا ہے تو معاف فرمائیے عربی کو سنسکرت کے مادہ یم کی ضرورت نہیں خود عربی میں جم موجود ہے۔ جسکے معنے بہت سی چیزوں یا لوگوں کا اکٹھا ہونا ہے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ پروفیسر صاحب اس پر خاموش رہتے۔ مگر عصبیت کا ستیاناس، میرے ہی خط سے فائدہ اٹھا کر آپ نے جم (غفیر) کا مادہ بھی سنسکرت کا مادہ یم قرار دیدیا۔ اور پھر عربی سے اس قدر اجنبیت کہ جم غفیر کو ایک مفرد لفظ سمجھ لیا حالانکہ مفرد لفظ صرف جم ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے ویحبون المال حبا جما اور وہ مال کے ساتھ بکثرت و بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ اب پروفیسر صاحب کہیں حباً جماً کا اکٹھا مادہ یم نہ سمجھ لیں علم الالسنہ پر یہ کند چھری کہ ایک زبان میں خود جم موجود ہے اور اس کے معنے کثر، اجتمع الکثرۃ من کل شیء۔ تجمّع القوم اجتمع بعضهم الی بعض اور پھر دوسرے معنے اجمّ کے، حرکت کا چھوڑ دینا ہے۔ اسی سے جمد، انجماد، جمود اور منجمد ہیں۔ پروفیسر صاحب نے سمجھا کہ چونکہ سب میں جم ہے لہذا سب کے معنے جمع ہونے کے ہیں۔ حالانکہ جمود، انجماد، جامد اور منجمد میں جمع ہونے کے معنی نہیں بلکہ حرکت چھوڑ دینے کے ہیں۔ جیسے پانی منجمد ہو گیا۔ یعنی اس نے حرکت چھوڑ دی۔ عربی زبان نے اپنے مصدر جم کے ساتھ مختلف حروف کا اضافہ کر کے بکثرت خصوصیات پیدا کر دی ہیں۔ سنسکرت بیچاری یم کو لئے ہی جمنا میں ڈبکیاں کھا رہی ہے۔ پروفیسر صاحب بتائیے سنسکرت نے کہاں یم کو جمع، جماع، جمد، انجماد، منجمد اور جملہ وغیرہ کے الفاظ ترکیب دیئے ہیں۔ یہاں ہم سینکڑوں الفاظ جم سے مشتق دکھا سکتے ہیں۔ کوئی بتائے سنسکرت نے کہاں اتنے الفاظ اس سے مشتق کیے۔ اور ان میں اس قدر تنوع پیدا کیا۔ سنسکرت کا مادہ یم بھی عربی کے یم سے نکلا ہے۔ یم کے اصل معنے تو پانی کے ہیں اسی سے مینا بنی ہے۔ یم کے معنے ہیں طرحَ فی الیم اسے فی البحر۔ پانی میں ڈال دیا یا ملا دیا۔ اسی سے انگریزی کا لفظ جمبل (jumble) عربی میں جمل موجود ہے جَمَلَ الشیءَ جملاً اے جمعہ (اکٹھا کیا)۔ کاش سنسکرت سے بھی یہ لفظ دکھا دیا جاتا۔ مجھے حیرت اس امر پر ہے کہ عربی تو خیر پروفیسر صاحب کے لئے اجنبی سہی مگر سنسکرت میں لغزشیں کیوں ہو رہی ہیں۔ سنسکرت میں یم دو کے مجموعہ کو ہرگز نہیں کہتے بلکہ ملنے والے کو یم کہا جاتا ہے مثلاً گنگا اور جمنا دو دریا باہم ملتے ہیں ان کے مجموعہ کا نام یم نہیں بلکہ جمنا وہ ہے جو گنگا سے ملتی ہے ایک بھائی اور ایک بہن توام ہیں ان دونوں کے مجموعہ کو یم نہیں کہتے بلکہ یم بھائی ہے اور یمی بہن ہے ملنے والا یم ہے اور اس سے جو ملتی ہے وہ یمی ہے۔ یم کے معنے نروکت نے لکھے ہیں "یمو ہا جاتا اندرینہ سنگتہ" الٰہی چونکہ اندر کے ساتھ توام پیدا ہوتا ہے اس لئے اس کا نام بھی یم ہے۔ یہ نہیں کہ اندر اور یم دونوں کے مجموعہ کا نام اگنی ہے۔ اسی طرح یم ملک الموت کا نام ہے۔ کیونکہ وہ مردوں کو بلاتا ہے۔ دیکھو نگھنٹو میں یندھی ان مصادر میں سے ایک ہے جن کے معنے بلانے اور دعوت دینے کے ہیں یا اپنے ساتھ ملانے کی خواہش کے ہیں۔ اس یم کے لفظ سے بہت سے سماج، سنگ، سنگتی، سمنا وغیرہ الفاظ بنتے ہیں، جس کے معنے اکٹھے اور مجموعہ کے ہو سکتے ہیں۔ سنج کے معنے بھی ملنا ہیں۔

آفت یا آپت

سنسکرت میں آپت یا آپد ایک لفظ بلاشبہ ہے۔ اس کے معنے پروفیسر صاحب آ پڑنا بتاتے ہیں مگر مصیبت اپنی جیب سے نکال کر اس کے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ اور یوں اسکے معنے آ پڑنا مصیبت کا سر پر یعنے "مصیبت کا سر پر آ پڑنا" کرتے ہیں۔ اور یوں یہ لفظ عربی کے لفظ آفت سے برابر کر دکھاتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ عربی میں آفَ۔ آفاً۔ آفت۔ اوفٌ اور آفت کے معنے مصیبت کے ہیں۔ آفات اس کی جمع ہے۔ ان سب کے معنے ضرر، فساد اور مصیبت کے آتے ہیں۔ آفت کو اقرب الموارد (لغت) نے اوفٌ کے ماتحت لا کر بتایا العاهة ادعرضٌ ۴۴

اخبار احمدیہ

مبارک تقریب ۔ احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے ۔ کہ ہمارے مکرم و محترم بزرگ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے صاحبزادے مرزا داؤد بیگ صاحب کی شادی ایک ترک خاتون کے ساتھ کراچی میں ہوگئی ۔ یہ ترک خاتون کچھ عرصہ ہوا کہ اپنے والد جناب محمد زکریا آفندی کے ساتھ افغانستان سے آتے ہوئے لاہور احمدیہ بلڈنگس میں اقامت پذیر ہوئی تھیں اور یہاں سے بعزم ترکی کراچی تشریف لے گئی تھیں ۔ یہاں سے تشریف لیجانے کے بعد رشتہ کے متعلق انکو والد سے خط و کتابت ہوئی جسکے سلسلہ میں مرزا داؤد بیگ صاحب کو کراچی جانا پڑا اور وہاں سے ۲۲ رجنوری کو بذریعہ تار یہ خوشخبری موصول ہوئی کہ نکاح ہوگیا اور ہر دو میاں بیوی ۲۳ رکی شام کو کراچی میل سے تشریف لا رہے ہیں ۔ اس اطلاع کے مطابق بہت سے احباب استقبال کے لئے ۲۳ رکی شام کو سٹیشن پر پہنچ گئے ۔ ٹرین ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ تھی لیکن جب پہنچی تو یہ سنکر مایوسی کی کوئی حد نہ رہی کہ دولہا دلہن اس ٹرین پر نہیں آئے ۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ اسی گاڑی پر ہر دو آئے ہیں لیکن مشرقی حجاب نے دولہا کو بھی سامنے آنے سے روک دیا ۔ بہرحال انہیں ڈھونڈھ کر نکالا گیا اور پھولوں اور سہروں سے لاد کر ہر دو کو بذریعہ موٹر گھر پہنچایا گیا ۔ ہم اس تقریب سعید پر مکرم و محترم ڈاکٹر مرزا صاحب والدہ صاحبہ مرزا داؤد بیگ صاحب اور تمام اعزہ و اقارب کو صدق دل سے مبارکباد دیتے ہیں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لیے موجب [illegible] برکت بنائے ۔ آمین ۔

خواتین کا جلسہ ۔ ۲۴ رجنوری ۱۹۳۶ء کو برکت علی محمڈن ہال میں احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کا ایک جلسہ سر محمد شفیع مرحوم و مغفور کی بے وقت اور افسوسناک وفات پر اظہار غم کے لئے منعقد ہوا جس میں متعدد لائق اور معزز بہنوں نے تقاریر کیں اور سر محمد شفیع مرحوم کی ملکی و ملی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی وفات کو مسلمانوں کے لئے ایک نقصان عظیم قرار دیا ۔ (مفصل آئندہ پرچہ میں)

بنز ایرفجی سے دستکاری

دستکاری میں جن بہنوں نے مدد دی ہے ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر ہماری پرجوش بہن اہلیہ محمد عبد اللہ صاحب مسلم مشنری فجی ہیں ۔ بہن موصوفہ کے دل میں خدمت دین کی تڑپ ہے انہوں نے فجی جاتے ہی وہاں کی خواتین میں دستکاری کے لئے تحریک کی اور چند ماہ کے بعد ہی ایک معقول تعداد چیزوں کی نمائش کے لئے بھیجدی ۔ افسوس ہے کہ یہ اشیاء وقت پر نہ پہنچیں اس لئے نمائش میں نہ رکھی جاسکیں ۔ مگر بحیثیت دستکاری کے اس قدر نفیس ، خوبصورت اور کارآمد تھیں کہ آتے ہی سب فروخت ہوگئیں ۔ اللہ تعالےٰ بہن موصوفہ کو جزائے خیر دے ان کے ذریعہ سے خدا نے اور کئی بہنوں کو خدمت اسلام کی توفیق بخشی ہے ۔ ہماری دیگر بہنوں کو بھی غور کرنا چاہئیے کہ ایک بہن سینکڑوں کوس دور ایک غیر ملک میں تھوڑی سی کوشش سے کئی بہنوں کو آمادۂ عمل کرکے اس قدر مدد دے سکتی ہے ۔ تو کیا وہ اپنے وطن میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے اپنی رشتہ دار بہنوں میں اور اپنے حلقہ ملاقات میں یہ تحریک نہیں کرسکتیں ۔ یقیناً کرسکتی ہیں ۔ صرف تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے ۔ اور جب انسان کسی بات کا عزم کرلیتا ہے تو تمام روکاوٹیں دور ہوتی چلی جاتی ہیں میں امید کرتی ہوں کہ اس سال ہماری سب بہنیں اپنی پوری توجہ اور کوشش اس نیک کام میں صرف کردیں گی ۔ خداوند کریم توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

(سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور)

خادم بنے تو دیں کا حامی ترا خدا ہو

(از اہلیہ صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

میرے چھوٹے بھائی نصیر احمد آئی سی ایس کے بخیریت مراجعت وطن پر جن محترم بہنوں نے مجھے مبارکباد کے خطوط لکھے ہیں میں ان کی نہایت مشکور ہوں اور خدا کا شکر کرتی ہوں کہ اس نے مجھے ایسی مخلص بہنیں عطا کی ہیں ۔ منجملہ ان کے میری ایک نہایت عزیز بہن ہیں جنہوں نے مجھے اشعار میں مبارکباد لکھکر بھیجی ہے وہ اشعار میں یہاں لکھتی ہوں ۔ اور چاہتی ہوں کہ ہر احمدی بی بی کی یہ دلی تمنا اور خواہش ہو کہ اس کی اولاد خادم دین و ملت بنے ۔ وہ اشعار یہ ہیں جو شاعرانہ نہیں بلکہ خواہرانہ حیثیت سے لکھے گئے ہیں ۔

منظوم خط

اے خواہر مکرم میرا سلام پہنچے
پھر آپ کے ذریعے سب کو پیام پہنچے

میری دلی مبارک ہو خیاب لکھیے
پھر اپنے گھر میں سب کو میری طرف سے دیجیو

ماں باپ بہن بھائی سب کو میری مبارک
پھر خاص طور پر ہو دادی کو بھی مبارک

آئے نصیر احمد ہیں کامیاب ہوکر
سجدات شکر لازم ہیں رب کے آستاں پر

رحمت خدا کی تم پر اے خوش نصیب بندو!
سو بار ہو مبارک فضل خدا یہ تم کو

خوش آمدی عزیزم آنا تجھے مبارک
پھل اپنی محنتوں کا پانا تجھے مبارک

یورپ میں جاکے رہنا اور کامیاب آنا
اعمال صالحہ سے پھر بہرہ یاب آنا!!

نعمت بیکراں ہے رحمت کا نشاں ہے
شکر اس کا کرسکیں ہم طاقت ہمیں کہاں ہے

اتنی ہے یہ تمنا جو ہیں ترے دعاگو
خادم بنے تو دیں کا حامی ترا خدا ہو

دنیا کا بن کے حاکم خادم ہو دیں کا پکا
تا حق کی رحمتوں کا مظہر بنے تو سچا

تحریک احمدیت

وہ معرکۃ الآرا تصنیف جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال ہی میں لکھا ہے اور جس میں احمدیت کی تمام خصوصیات اور اس کے کاموں اور خدمات اسلام کا بالتفصیل ذکر کیا ہے جس کو پڑھ کر کوئی منصف مزاج اس تحریک میں شامل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ ضرورت ہے کہ احباب اس کتاب کی بہت سی کاپیاں خرید کر مفت اپنے دوستوں اور دیگر مسلمانوں کو پڑھوائیں ۔ قیمت فی جلد عہ پتہ دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

میرپور میں ڈوگرہ حکام کی بربریت

زمینداران میرپور کی تخفیف مالیہ کی درخواست

اور وزیر اعظم کا سفاکانہ جواب

(نامہ نگار پیغام صلح کے قلم سے)

میرپور کی خاص حالت

ضلع میرپور ریاست جموں کے علاقہ کا ایک پہاڑی حصہ ہے زمین ناہموار اور آبپاری نہ ہونے کے سبب پیداوار نسبتاً کم ہوتی ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ مناسب اوقات پر بارش ہوتی رہے اور اگر بارش نہ ہو یا ٹھیک وقت پر نہ ہو تو صوبہ جموں کے جس حصہ میں سب سے پہلے قحط شروع ہوتا ہے وہ یہی خطہ ہے

زمینداران میرپور کی تکالیف

جموں وکشمیر کے زمینداروں کو حکومت سے مختلف اقسام کی تکالیف ہیں۔ لیکن جو مشترکہ تکلیف ہے وہ زیادتی مالیہ ہے۔ اور اس بات میں بھی میرپور کا علاقہ سب سے زیادہ تکلیف میں ہے۔ مثلاً مالیہ علیحدہ ادا کرنا پڑتا ہے مویشیوں کی چرائی کی رقم علیحدہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ جن مویشیوں کی گھاس چرائی وصول کی جاتی ہے ان کے چرنے کے لئے کوئی چراگاہ سرکاری طور پر وقف نہیں ہے اور سختی یہاں تک ہے کہ گدھوں پر بھی ٹیکس ہے۔ ان سب سختیوں کے علاوہ رقم مالکانہ علیحدہ ادا کرنی پڑتی ہے بعض جگہ مالکانہ بہت زیادہ ہے

وزیر اعظم کی خدمت میں درخواست

علاقہ مذکور کے غریب اور مفلس زمینداروں نے بذریعہ ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن مہاراجہ ہری کشن کول صاحب وزیر اعظم کو توجہ دلائی کہ رقم مالیہ میں جو تخفیف یعنی ۲ ر اور ۴ ر فی روپیہ کی گئی ہے یہ بہت کم ہے۔ کیونکہ اس سال سرکار انگریزی نے جس کا مالیہ ریاست کشمیر کی نسبت قریباً نصف ہے، زمیندار کی بدحالی کو نگاہ رکھتے ہوئے ایک خاص رعایت دی ہے۔ اس لئے جناب بھی ہماری موجودہ تکلیف کو ملحوظ فرماتے ہوئے کچھ اور رعایت فرمائیں رعایت جس کی خواہش کی گئی تھی حسب ذیل ہے:۔

(۱) اول تو ہم سے اس قدر مالیہ کی رقم وصول کی جائے۔ جو سرکار انگریزی نے زمیندار کو رعایت دینے کے بعد تجویز فرمائی ہے

(۲) اگر یہ نامنظور ہو تو جو اصل مالیہ ریاست کے ملحقہ علاقہ میں سرکار انگریزی وصول کرتی ہے اسی قدر وصول کیا جائے۔ اگرچہ اس طرح بھی ہم کو زیادہ تکلیف ہے کیونکہ ہماری اراضی سے پیداوار بہ نسبت اراضی پنجاب کم ہوتی ہے اور مالیہ پورا ادا کیا جاتا ہے۔

وزیر اعظم کا سفاکانہ جواب

اس درخواست پر ہمدردانہ غور کرنے کے بجائے وزیر صاحب نے سائلین انجمن مذکور کی گذارش کے جواب میں فوج۔ رسالہ، پولیس ہمارے علاقہ میں بھیجکر جبراً مالیہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ اور طریق جو اختیار کیا ہے وہ اس بیسویں صدی کی تہذیب میں عجیب و غریب ہے۔ نصف رات کے وقت مال افسر ڈپٹی کمشنر سپرنٹنڈنٹ پولیس انسپکٹر جنرل پولیس مع رسالہ و فوج اور پولیس ایک گاؤں کا محاصرہ کر لیتے ہیں اور دروازوں کو باہر سے سنگل لگا کر بند کر دیتے ہیں۔ ایک ایک مکان کے دروازے کھلوا کر اندر گھس جاتے ہیں ورنہ [illegible] کسی حالت میں ہوں ان کو پکڑ کر کپڑا زیور مال مویشی چھین کرلے جاتے ہیں۔ عورتوں کی پردہ دری۔ بچوں کو زدوکوب کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان خلاف انسانیت حرکات پر اظہار نفرت کرے تو گولیاں چلا کر انسانی خون سے ہولی کھیلتے ہیں۔

چنانچہ گذشتہ واقعات میرپور میں جو آدمی گولیوں کا شکار کئے گئے ان کے شکاریوں میں خود افسران حکومت شریک تھے۔

رعایا پر تشدد نہ کرو

اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ رعایا کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کہاں تک مستحسن ہے۔ کیا جب سے دنیا آباد ہوئی کبھی اس قسم کے سلوک مفید ثابت ہوئے۔ کیا ڈوگرہ حکومت سے پہلے جو حکمران تھے رعایا پر سختیاں کرنی خود ان کے لئے باعث زوال ثابت نہ ہوئیں۔ جناب پرائم منسٹر صاحب کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وہ ریاست کشمیر کے خیرخواہ ہیں تو حکمران اور رعایا کے درمیان جلد از جلد کوئی صورت سمجھوتہ پیدا کریں۔ کیونکہ جو حالات علاقہ میرپور میں اور اس کے ملحقہ ریاستی علاقہ میں پیدا ہو رہے ہیں مجھے خوف ہے کہ وہ بعد میں سنبھالے نہ جائیں گے۔ آپ میرپور کے زمینداروں کی اس درخواست پر کہ مالیہ کی رقم بہت زیادہ ہے حکومت انگریزی کے ملحقہ علاقہ کے برابر لیا جائے غور کریں اور فوراً رعایا کو مراعات دیکر خوش کریں۔ ورنہ کچھ عرصہ بعد اگر مجبوراً یہی رعایت کرنی پڑی تو چنداں مفید ثابت نہ ہوگی۔ (نامہ نگار میرپور)

ماہ رمضان اور روزہ

(شری سوامی۔ آر۔ ایس ٹھاکر صاحب کے قلم سے)

ماہ رمضان اور اخلاقی ترقی

مسلمان بہن بھائیوں کو ماہ رمضان مبارک ہو۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں آپ لوگوں نے سال آئندہ کے لئے اپنی روح کو متقی اور پرہیزگار رکھنے کی پریکٹس کرنی ہے۔ اس ماہ میں آپ نے اپنی روح پر نیک و پاک خیالات اور پرہیزگاری و عبادت کے اتنے گہرے نقش پیدا کرنے ہیں کہ جن کا اثر سال بھر ضائع نہ ہو سکے بلکہ آپ کے آئندہ افعال سے اور بھی ترقی کرے۔ اور اس کے اثر سے آپ کی اندرونی اور بیرونی یعنی روحانی و اخلاقی زندگی میں بین فرق معلوم ہونے لگے۔ اور وہ فرق پہلے سال کی نسبت دوسرے سال اور دوسرے کی نسبت تیسرے سال زیادہ معلوم ہوتے رہنا چاہیئے۔ ماہ رمضان میں جو کچھ بھی آپ کے فرائض ہیں ان کی صحیح ادائیگی اور ان کے قبول ہونے کا ثبوت آپ کی روحانی اور اخلاقی حالت میں کچھ بہتری کے آثار پیدا نہیں ہوئے جسے کہ آپ خود اور دوسرے بھی بخوبی محسوس کر سکیں تو مجھے معاف کیجئے گا اگر میں یہ کہہ دوں کہ آپ نے اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا نہیں کیا بلکہ محض ایک رسم کا بوجھ سر سے اتار رہا ہے۔

موجودہ مسلمانوں کا روزہ

میں بظاہر ایک غیر مسلم ہوں اور غیر مسلم لوگ روزہ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اور پھر یہ زمانہ تو روزہ کا مضحکہ اڑانے میں پیش پیش ہے۔ سمجھتا ہوں اسے اتنی اہمیت دیتا ہوں کہ سمجھ سکتے۔ مگر مجھے رنج ہوتا ہے جب میں روزہ داروں میں کوئی فرق نہیں دیکھتا۔ وہ دوکان پر بیٹھے ہیں تو حسب بقہ جھوٹ بولتے جا رہے ہیں۔ دوسروں کو گالیاں دینے سے پرہیز نہیں کرتے۔ غصہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھا لیتے ہیں۔ راہ گزرتی عورتوں پر آنکھیں پھینکنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ گویا کہ جو کچھ وہ پہلے تھے وہی روزہ کی حالت میں بھی نظر آتے ہیں۔ حالانکہ ان ایام میں دنیا کے کام کرتے ہوئے بھی انھیں اپنا خیال ہر وقت خدا کی طرف رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے اخلاق کو اتنا اچھا بنانا چاہیئے کہ دوسرے خواہ مخواہ ان کا روزہ دار ہونا محسوس کریں۔ اور یہ سب کچھ ظاہرداری یا دکھلاوے کے طور پر نہ ہو بلکہ دکھلاوے کا خیال تک بھی نہ آئے۔

مسلمان دوکاندار روزہ میں

کئی سال سے میں ماہ رمضان میں اپنی ضروریات کے متعلق مسلمان دوکانداروں وغیرہ سے خاص طور پر واسطہ رکھتا ہوں۔ اس خیال سے کہ ان دنوں میں وہ کوئی غلط بات نہیں کہیں گے۔ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ دھوکا نہیں دیں گے کسی چیز کے نرخ میں اختلاف رائے ہونے کے سبب طیش میں نہیں آئیں گے۔ مگر مجھے ہمیشہ مایوسی ہوئی ہے۔ اور میں نے کوئی خاص فرق نہیں دیکھا

مسلمان اخبار اور روزہ

پھر میں نے ان ایام میں نکلنے والے مسلمان اخباروں اور رسالوں کا مطالعہ کیا جن میں فضیلت روزہ اور فلسفہ صوم کے متعلق خاص طور پر لکھا جاتا ہے۔ ان میں بھی میں نے مسلمانوں کی عملی زندگی میں جس کا تعلق کہ خصوصاً دوسروں سے ہے بہتری لانے اور پہلی حالت سے عملی فرق دکھلانے کی نصیحتیں بہت کم دیکھی ہیں گویا کہ مسلمان لیڈروں اور علماء کو سوائے اس فرض کو پورا کرنے کی تلقین کرنے کے اس سے حقیقی فائدہ اٹھانے یا نہ اٹھانے کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ میں عام حالت کا ذکر کر رہا ہوں۔ اس لئے اگر کوئی اخبار یا رسالہ کبھی ایسا مضمون شائع کر چکا ہو یا کوئی مولوی صاحب کسی محلے کی مسجد میں اس کے متعلق کوئی وعظ کر چکے ہوں تو وہ خاص حالت سمجھنی چاہیئے۔

میرا مقصد طعنہ زنی نہیں

میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے۔ مسلمان لیڈر یا علماء ذرا تکلیف کرکے ان ایام میں مسلمانوں کی زندگی کا خاص طور پر مطالعہ کریں گے تو انھیں اس سے بہت کچھ زیادہ باتیں معلوم ہوں گی۔ میں ایک ایسے مذہب (ست دھرم یا مذہب الٰہی) سے تعلق رکھتا ہوں جس میں ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی وغیرہ کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ ہم سب مختلف مذہبی جماعتوں میں پڑھنے والے حقیقی بھائی ہیں۔ اس لئے ایک بھائی کو اس کی کمزوری سے دوسرے بھائی کا آگاہ کرنا کوئی طعنہ نہیں ہو سکتا اور اگر طعنہ سمجھ بھی لیا جائے تو وہ روزہ پر یا کسی اصول پر نہیں بلکہ اس پر عمل نہ کرنے والوں پر ہے۔ امید ہے میرے مسلمان بھائی ان چند لفظوں پر خاص توجہ دیں گے اور اگر کوئی صاحب اس سے مخالف یا موافق خیالات کا اظہار کرنا چاہیں تو ان کے لئے اخبار [illegible] موجود ہے۔ میں بھی آئندہ نمبر میں کچھ عرض کروں گا۔ (باقی)

دوستانہ چیلنج
بنام
مولوی عبدالحق صاحب و دیگر علمائے اسلام

(پروفیسر چیتن دت صاحب کے قلم سے)

(بسلسلہ گزشتہ)

ذیل کے پانچ جوڑے الفاظ کے دیئے جاتے ہیں۔ سب میں ایک ایک جزو مشترک ہے۔ آپ ان پر روشنی ڈالیں۔

جوڑا نمبر اول - رغبت، فراغت۔ جن میں رغ کا جزو مشترک ہے۔ اور ف کی وجہ سے فراغت کا معنے رغبت کے برعکس ہے۔

جوڑا نمبر دوم - عقیمہ و عاقرہ - ہر دو میں عین کا جزو مشترک ہے اور ع سے (سنسکرت کی طرح الف میں سے) نفی کا معنے نکلتا ہے۔

جوڑا نمبر سوم - اتفاق و نفاق۔

جوڑا نمبر چہارم - وصل و فصل، اس میں بھی ف کی وجہ سے متضاد معانی پیدا ہوجاتے ہیں۔

جوڑا نمبر پنجم - نصیحت و فضیحت اس جوڑے میں بھی ف کی وجہ سے متضاد معانی پیدا ہوجاتے ہیں۔

کیا آپ عنایت فرماکر اوپر کے الفاظ پر روشنی ڈال سکتے ہیں کیا آج تک ہزارہا سال میں عربی کی کسی لغات میں اس قسم کے الفاظ پر توجہ دی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ عربی کی کوئی لغات آج تک ان موضوع پر نہیں لکھی گئی۔

صراط یا سراط

میرے مہربان! سنسکرت میں صرطی (   ) لفظ کا معنے راستہ ہے اور یہ لفظ صر یا سر مادہ سے نکلا ہے جس کے معنے سیر کرنا، سرکنا یا چلنا ہے۔ عربی میں بھی تین الفاظ تین ہجا کے ساتھ صراط، سراط، و زراط وہی معنے راستہ کا رکھتی ہیں۔ اور صراط کا لفظ قرآن شریف میں چالیس مرتبہ آتا ہے مگر آج تک کسی لغات نے بوجہ ص سے عموماً لکھے جانے کے اس لفظ کو سیر یعنے سیر کرنا یا چلنا سے نہیں نکالا اور نہ اس کا تعلق سیر سے کبھی اور کسی حالت میں ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح سے آپ مربوط رکھنے والے الفاظ شرط، حیا و خیط، عوطا و غطا وغیرہ عربی میں درجنوں کی تعداد میں موجود ہیں اور نہایت آسانی کے ساتھ ان کے مادے اور بناوٹ کا دریافت کا حال دریافت ہوسکتا ہے مگر افسوس کہ عربی زبان اور اس کے علما بالکل ایسی باریک باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے ورنہ سنسکرت کی مدد سے ایسے تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ کیا آپ کو میرے اوپر کے بیان سے اتفاق ہے؟ آپ اپنے نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالیں۔

شلشم اور بلغم

میرے مہربان! منہ سے جو لیسدار مادہ خارج ہوتا ہے سنسکرت میں اس کو شلشم یعنے لیسدار مادہ عربی میں اس کو بلغم، فلیم یا فلیغم کہتے ہیں۔ کیا آپ عربی کے لفظ بلغم پر روشنی ڈال سکتے ہیں جبکہ سنسکرت کا لفظ اپنے اندر اپنا مادہ رکھتا ہے۔ شلیش جس میں اردو میں شین محذوف ہوجاتا ہے اور لفظ لش لیس بن جاتا ہے یعنے چکنا یا لیسدار ہونا، عربی میں یہ لفظ تین شکلیں اختیار کرتا ہے۔ لعق، یا لزق یا لزج جس سے لزوجیت بن جاتا ہے۔ اور جیسا کہ قاضی صاحب کا خیال ہے کہ عربی کے سل یا سلالہ سے اس کا تعلق ہے قطعی غلط ہے۔

اسد اور حیدر

میرے معزز مہربان! علاوہ اور ناموں کے شیر کے عربی میں تین نام اسد، حیدر، اور غضنفر بھی ہیں۔ سنسکرت کی مدد سے ان تینوں الفاظ کی آسانی سے تشریح کی جاسکتی ہے مگر چونکہ آپ کو میرے طریقہ تشریح سے اتفاق نہیں ہے اس لئے میں ملتجی و ملتمس ہوں کہ اپنے طور پر آپ تینوں الفاظ بالا کی تشریح و تصریح فرما دیں کن وجوہ سے شیر کو یہ تین نام دیئے گئے۔

مگر فرضی و قیاسی طور پر ان کی صراحت نہ کریں۔ لغات کا ضرور حوالہ دیں کہ فلاں فلاں علمائے عرب نے ان الفاظ پر اس اس طرح سے روشنی ڈالی ہے۔ اگر آپ ایسا نہ کرسکتے ہوں۔ تو عربی زبان کا لنگ ہونا یا بچی ہونا تسلیم کریں۔ اور پھر مجھے ارشاد فرمادیں اور دیکھیں کہ میں کس سہولت سے ان الفاظ کی تشریح کرتا ہوں۔

صم و بکم

میرے مہربان! میرے خیال میں صُمٌّ و بُکمٌ جو اصل میں اصم اور ابکم ہے سنسکرت کے الفاظ ہیں سنسکرت میں (   ) یا (   ) اور بکم اس آدمی کو کہتے ہیں جو بول نہ سکے۔ یعنے گونگا ہو اور شم مصدر کے معنے سننا ہے۔ اسی شم سے عربی کا سمع اور عبرانی کا شمع یعنے سننا بنے ہیں۔ عربی میں غلط طریقہ کتابت کی وجہ سے اس کو اصم کہا گیا ہے اور اس کا معنے بہرا ہے یعنے جو شخص جو نہ سن سکے۔ لہذا سنسکرت کے رو سے اصم و ابکم کے معنے بہرہ و گونگا ہیں۔ آپ اپنے لفظ نگاہ سے ان کی تصریح فرمائیں۔

عنکبوت کے معنے

میرے مہربان عربی میں عنکبوت اور سیتقل دو لمبے لمبے الفاظ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کبھی بھی کسی لغات نویس نے ان الفاظ پر روشنی نہیں ڈالی۔ سوائے اس کے کہ عنکبوت کا معنے مکڑی ہے۔ مگر کیوں؟ کوئی وجہ نہیں۔ آپ اگر عنکبوت اس کا مادہ بتاتے ہیں تو کسی مشہور اور مستند کتاب لغت کا حوالہ دیں ورنہ قیاسی طور پر عنکبوت بنانا اگرچہ غیر معقول نہیں مگر قابل تسلیم نہیں، عنکبوت کا لفظ کلام مجید میں بیسویں پارہ میں آیا ہے۔ اور عن یا عہن کا معنے عربی میں اون ہے جو دو دفعہ ۲۹ و ۳۰ پارہ میں آیا ہے۔ کیا عنکبوت کا معنے وہ کیڑا نہیں جو اپنے جسم سے اون نکالتا ہے۔ کبوت کے معنے سنسکرت میں عام پرندہ یا کبوتر ہے مگر کے صفحہ ۱۳۳ پر اس کا مادہ دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا معنے وہی کیڑا بھی ہوسکتا ہے جو اون جسم سے نکالتا چلاتا ہے اور ایک عجیب اور نادر امر یہ بھی ہے کہ انگریزی لفظ کا ب ویب میں بھی کاب آیا ہے جو کبوت سے ملتا جلتا ہے۔ یعنے کاب بمعنے مکڑی اور وین کا معنے جالا یا اون۔ آپ سکیٹ کی مشہور و معروف انگریزی ڈکشنری کو غور سے پڑھیں تب آپ کو صاف معلوم ہوجائے گا کہ میرا عربی لفظ کے متعلق خیال کیسا صحیح اور درست ہے اور آپ کا استہزا بالکل بے محل ہے

لسان عربی ام الالسنہ ہے

پروفیسر چیتن دت صاحب اور دیگر فضلائے سنسکرت سے خطاب

(مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

الفاظ کے پانچ جوڑے

رغبت، فراغت، وصل، فصل، اتفاق، نفاق، عقیمہ، اور عاقرہ یہ الفاظ سنسکرت میں موجود نہیں اگر مادوں سے اوپر انکا کچھ بحث کرنی ہے تو عربی میں ان سے بہتر مادے موجود ہیں سنسکرت میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سنسکرت کی مدد سے ان کو حل کرنا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ مثلاً آپ عقیمہ اور عاقرہ میں ع کو سنسکرت (د 37) آنا فیہ کا بدل قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عربی میں عقیمہ اور عاقرہ کے ساتھ عین اصلی ہے نہ کہ زائدہ۔ کیونکہ عربی میں عق کے معنے ہیں الگ کردینا محروم کردینا۔ جیسے کہتے ہیں کہ بیٹے کو عاق کردیا۔ یعنے ورثہ سے محروم کردیا۔ عقیمہ اور عاقرہ وہ جو اولاد سے محروم ہو۔ آپ کا خیال درست ہے۔ کہ عربی کی کوئی لغات اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔ انسان کے خیالات کی پرواز اس کے علم اور معلومات کے مطابق ہوتی ہے۔ آپ کا علم معاف رکھئے گا۔ غیاث اللغات اور صراح تک ہے۔ جن کو آپ چوٹی کی عربی لغت سمجھے بیٹھے ہیں۔

صراط یا سراط

سنسکرت میں اگر سری مادہ سرتی کا ہے تو عربی میں صرف سر ہے۔ جسکے معنے چلنا اور سیر کرنا ہیں اور عربی کا مادہ یقیناً سنسکرت سے مختصر ہے۔ پس سنسکرت والے عربی سے لے گئے سین کے علاوہ ص سے صائر موجود ہے جو چلنے کے لئے عام ہے۔ صُر موجود ہے جسکے معنے واپس چلے آنے کے ہیں عربی کے یہ قریبی مادے چھوڑ کر سنسکرت میں مادے تلاش کرنے جانا عالم علم الالسنہ کے مصنف مزاج کے لئے تعجب کی بات ہے۔ سنسکرت بیچاری عربی کے مسائل کیا حل کرے گی۔ وہ تو گائے کا مادہ گم بتاتی ہے یعنے جو چلتی ہے وہ گائے ہے یعنے گھوڑے اور گدھا بھی گائے ہیں۔

لفظ بلغم اور شلشم کی تحقیق

پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ سنسکرت میں شلیشماہ کے معنے اس لیسدار مادہ کے ہیں جو انسان کے منہ سے نکلتا ہے" عربی میں اسے فلیم یا فلیغم کہتے ہیں۔ کیا آپ عربی کے لفظ بلغم پر روشنی ڈال سکتے ہیں" پروفیسر صاحب نے گھبراہٹ میں یہ جملہ لکھ دیا ہے۔ فلیم یا فلیغم عربی نہیں بلکہ انگریزی ہے جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب ام الالسنہ سے آپ نے اس کو لیا ہے لیکن نقل کرنے غلطی ہو گئی۔ عربی زبان میں کئی ایک لفظ اس مادہ کے لئے مستعمل ہیں جو انسان کے منہ سے باہر پھینکا جاتا ہے۔ ایک سَعَل ہے جو سنسکرت کے لفظ شلیشماہ کے مادہ شلیش سے بھی زیادہ مختصر ہے۔ انگریزی میں سلائیوا ( ) کہتے ہیں جس کا پہلا جزو عربی کا سعل ہے۔ ایک منصف مزاج عالم علم الالسنہ کے نزدیک سعلا (وی) اکا مادہ سعل ہی ہو سکتا ہے شلیش نہیں ہو سکتا۔ اب ہم اصل لفظ بلغم پر بحث کرتے ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں جو لفظ بلغم کے لئے مستعمل ہے وہ عربی کے لفظ بلغم کے ساتھ ایک حیرت انگیز مشابہت رکھتے ہیں لیکن سنسکرت والوں نے اس لفظ کو ایسا بگاڑا ہے کہ اس کا تعلق نہ صرف سامی زبانوں بلکہ خود آرین زبانوں سے بھی منقطع ہو گیا ہے اور اسی سے یہ ثابت ہے کہ سنسکرت والوں کا یہ دعوے کہ سنسکرت ایک صاف کی ہوئی دوسری زبان سے سنوار کر نکالی ہوئی زبان ہے (جیسا کہ خود سنسکرت کی شہادت ہے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں) غلط ہے انہوں نے زبان کو صاف نہیں کیا بلکہ بگاڑ لیا ہے۔ لفظ بلغم پر غور کیجئے۔ قرون وسطیٰ کی انگریزی میں اسے ( ) فلیم کہتے تھے۔ قدیم فرانسیسی میں یہ فلیم ہے۔ لاطینی میں یہ ( ) فلیغم ہے۔ موجودہ فرانسیسی میں یہ ( ) فلیغم ہے۔ یونانی میں یہ ( ) فلیغوس ہے۔ یونانی میں اس کو فلیم سے نکالا گیا ہے جس کے معنے ہیں جلانا یا ( ) یعنے ورم یا پختہ مواد۔ سنسکرت کے لفظ شلیشماہ کو ان الفاظ کے ساتھ کوئی دور کی نسبت بھی نہیں تمام زبانوں میں یہ لفظ سنسکرت کے لفظ سے مختصر ہے۔ اور عربی کے لفظ بلغم سے زیادہ قریب ہے۔ رہا پروفیسر صاحب کا یہ اعتراض کہ باقی زبانیں اپنا مادہ نہیں بتاتیں یہ بھی غلط ہے۔ یونانی نے صاف طور پر فلیغوس کے معنے جلانا بتائے ہیں یا "پختہ مواد کے"، سنسکرت لفظ شلیشماہ کے معنے لیسدار مادہ بتاتی ہے۔ پس دیگر آرین زبانوں کے الفاظ کے ساتھ سنسکرت لفظ کی مشابہت بھی نہ رہی نتیجہ صاف ہے کہ لفظ شلیشماہ کی بلحاظ تجنیس صوتی اور معنوی کسی قسم کی بھی مشابہت دوسری آرین زبانوں کے ساتھ نہیں۔

البتہ عربی زبان کا لفظ بلغم اپنے تلفظ کے لحاظ سے تمام زبانوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور معنوں کے لحاظ سے اس کے معنے پختہ یعنی نضج پائے ہوئے مواد کے ہیں۔ عربی زبان کی ہر ایک مفصل لغت میں یہ تشریح موجود ہے کہ یہ وہ مائی مواد ہے جو صفرا کے ساتھ مل کر نضج پا گیا ہو یا جلا ہوا مادہ ہو۔ پس معنوی مشابہت کے لحاظ سے ان تمام زبانوں کے ساتھ عربی لفظ بلغم گہرا تعلق رکھتا ہے۔

مادہ کے لحاظ سے عربی لفظ بلغم بلغ سے قریب ہے اور اس کے معنے عربی زبان میں پختہ شدہ کے ہیں۔ گدرایا ہوا پھل، پختگی کو پہنچا ہوا انسان۔ جانور۔ ملا جلا مادہ وغیرہ سب کے لئے یہ لفظ مستعمل ہے۔ باہم کسی چیز کے مل جانے یا وصل پانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ پس عربی لفظ بلغم کی معنوی مشابہت بھی مذکورۂ بالا تصریحات کی بنا پر ان تمام الفاظ کے ساتھ ظاہر و ثابت ہے جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

عربی زبان میں منہ میں لی ہوئی بہنے والی چیز کو شلشل کہتے ہیں۔ پس سنسکرت کا شلیشماہ بھی عربی سے ماخوذ ہے۔

میں نے یہ ہرگز نہیں لکھا کہ بلغم کس سے نکلا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ شلیش جو شلیشماہ کا مادہ ہے وہ عربی کے مادہ سَل سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ دو حرفی اور نہایت مختصر مادہ ہے۔

اسد، حیدر، غضنفر (شیر) کی تشریح

اسد عربی میں غالب آنیوالے کو کہتے ہیں۔ سد کے معنے مضبوط روک، مزاحمت اور مقابلہ کرنے والی چیز۔ اشد، بہت زیادہ طاقتور اور غالب آنیوالا [illegible] جس کے معنے مضبوط اور ہلاکت دینا ہی یعنی ڈالنے والا ہیں۔ تمام لغتوں میں اسد کو [illegible] کہتے ہیں۔ اگر اس کا تعلق حدر سے نہ ہوتا تو اس کو حیدر کے ذیل میں لاتے۔ غضنفر کو [illegible] غضف کے ذیل میں لاتے غضف اور اغضف کے معنے ہیں کان کھڑے تھے۔ [illegible] اوپر کی پلکوں کو نیچا آنکھوں پر جھکا لیا۔ (دیکھو اقرب الموارد) یہ شیر کی ایک خاص حالت کے لحاظ سے اور آواز کے لحاظ سے اس کا نام ہے۔ زبان مبین عربی نے اور سنسکرت بھی لینی گونگی ہے۔

صم و بکم پر بحث

اگر سنسکرت زبان کے لحاظ سے اس کی دو ہی شقیں یہ ہے جو آپ نے کی ہے تو یہ سنسکرت زبان والوں کی جہالت ہے۔ میرے دوست صُمّ دو حرفی ہے۔ اصم سہ حرفی ہے۔ عربی کی لغات دیکھئے کہ وہ اسم کو دو حرفی لاتا ہے۔ آپ اس کا مادہ سہ حرفی بتاتے ہیں۔ مادہ بہر حال آپ کے اور آپ کے ہمخیال علما کے اصول کے لحاظ سے اسم سے مختصر ہونا چاہیئے۔ مگر آپ مختصر مادہ پیش کرنے کے بجائے اصل اسم سے ڈیوڑھا لفظ پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح بُکمٌ سہ حرفی ہے۔ آپ سنسکرت میں اس کو اوادیم یعنے پنج حرفی بناتے ہیں۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ آپ ایک اسم پر حرف نفی داخل کر کے اس کو دو مرا اسم بناتے ہیں جو سنسکرت زبان کی کم مائیگی پر دلالت کرتا ہے۔ عربی زبان اثبات کے لئے الگ اسم رکھتی ہے۔ اور نفی کے لئے الگ، بولنے والا، اور نہ بولنے والا، سننے والا، اور نہ سننے والا، اس میں اصلیت صرف "بولنا" اور "سننا" ہے۔ جس طرح بولنا الگ الگ کیفیات اور اسباب رکھتا ہے اسی طرح نہ بولنا بھی الگ الگ کیفیات اور اسباب رکھتا ہے۔ گنگ زبان وہ ہے۔ جو ہر طرح کے بولنے اور نہ بولنے، سننے اور نہ سننے کے لئے صرف ایک ایک لفظ رکھتی ہے۔ اس نے بولنے سے ہی نہ بولنا بنا لیا ہے۔ اور سننے سے ہی نہ سننا بنا لیا ہے۔ لیکن عربی زبان جس طرح بولنے کی ہر کیفیت کے لئے الگ الگ الفاظ رکھتی ہے۔ اسی طرح نہ بولنے یا نہ بول سکنے کی ہر کیفیت کے لئے الگ الگ الفاظ رکھتی ہے وہ سننے سے نہ سننا نہیں بناتی۔ بلکہ سماعت کی ہر کیفیت کے لئے الگ الگ الفاظ رکھتی ہے اور عدم سماعت کے مختلف وجوہات کے لحاظ سے الگ الگ نام رکھتی ہے۔ اگر اصم کے معنی مطلق نہ سننے والا بغیر کسی جزئی تخصیص کے ہوتا تو آپکی سنسکرت کی مین میخ شاید کسی کام آتی۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ اصم کے معنی عام نہ سن سکنے والا، عربی زبان میں نہیں بلکہ اس کے معنے خاص ہیں جس کی علماء سنسکرت اور سنسکرت زبان کے فلک کو بھی خبر نہیں۔ اَصم صرف اس نہ سننے والے کو کہتے ہیں جو ارادۃً نہ سنے۔ صَمّ کے اصل معنے ہیں رک جانا، ڈٹ جانا، مضبوط ارادہ کر لینا جیسے اردو میں بھی صمم ارادہ محاورہ میں لاتے ہیں۔ یا وہ شخص جو اپنی قوت سمع کو استعمال نہ کرے اور وہ ضائع ہو جائے اور یا وہ آواز اپنے کان کے اندر نہ جانے دے۔ چنانچہ قرآن کریم نے خود اس لفظ کے معنے بیان کئے ہیں۔ یجعلون اصابعھم فی اٰذانھم وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے یا آواز ان کے اندر نہ جانے دینے کا نتیجہ کیا ہونا چاہئے۔ ولو شاء اللّٰہ لذھب بسمعھم اللہ تعالےٰ چاہتا تو ان کی قوت شنوائی کو باطل کر دیتا۔ اب غور کیجئے کہ یہاں صم کن کو کہا ہے۔ جن میں شنوائی موجود ہے مگر وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر نہیں سنتے۔ اسی طرح "بکم" وہ لوگ ہیں جو عمداً کلام سے رکتے ہیں۔ یا جنھوں نے جان بوجھکر اپنی قوت گویائی کو ضائع کر دیا ہے۔ بَکِمَ کے معنے لکھے ہیں: امتنع عن الکلام تعمدا جو ارادۃً کلام سے رک گیا جس نے جان بوجھکر اپنی قوت کلام کو ضائع کر دیا۔ عرب کہتے ہیں کلم فلان فتبکم علیہ فلاں شخص نے کلام کیا مگر وہ اس پر نہایت مغلق یا سخت مشکل ہو گیا۔ یا اس کو ادا نہ کر سکا۔ یہاں قوت گویائی موجود ہے مگر ادا کرنے میں رک گیا۔ اب بتایئے جناب کیا سنسکرت میں بھی اشم اور آواچم میں یہ خوبی موجود ہے یعنی اپنے حقیقی معنوں کے لحاظ سے نہ یہ گونگے نہ بہرے لیکن جان بوجھکر گونگے بہرے بنے ہوئے ہیں آپ کی جانے بلا کہ عربی میں حقیقی گونگے اور بہرے کو کیا کہتے ہیں۔ اور اس کے لئے کس قدر الفاظ عربی میں موجود ہیں۔

سنسکرت کا تا عنکبوت یا مکڑو رکھر

عنکبوت کا لفظ اگر آپکو لمبا معلوم ہوتا ہے تو عربی میں عنکب بھی اس کے لئے مستعمل ہے۔ فراء کا یہ بھی قول ہے کہ عنکبوت میں ت تانیث کی ہے۔ اور عنکب مذکر کو کہتے ہیں اس کی جمع اَعکُب عناکب عناکیب، عِکاب اور عکب آتی ہے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ جب سنسکرت میں عن کبوت، یا اورن کیوت مکڑی کے لئے کوئی لفظ نہیں تو آپ کس لغت کی بنا پر عنکبوت کا ماخذ سنسکرت قرار دیتے ہیں اور اگر یوں ہی اٹکل پچو کبوتر سے اس کو تشبیہ دے کر لوگوں کے لئے ہنسی کا گول گپا تیار کرنا ہی تو آپکو اختیار ہے۔ عربی میں اَعکب موجود ہے۔ انگریزی میں کاب ( ) کے معنے مکڑی نہیں۔ البتہ کاب ویب کے معنے مکڑی کا جالا ضرور ہیں۔ اصل میں کاب بمعنے مکڑی پرانی جرمن زبان کا لفظ ہے۔ ڈچ زبان میں اس کو سپن عِکاب کہتے ہیں۔ سکسن میں اتر کاپ اس مکڑی کو کہتے ہیں جو زہریلی ہو اور کا ٹڈیا کی زبان میں کوپ مکڑی کے جالے کو کہتے ہیں۔ انگلوسکسن میں یہی لفظ کوپا ہو جاتا ہے۔ یہ تمام الفاظ [illegible] لفظ اعکب کے ساتھ کامل مشابہت رکھتے ہیں سنسکرت میں مکڑی کے لئے اس [illegible] ظاہر ہے کہ یہ تمام الفاظ عربی کے لفظ اعکب سے ماخوذ ہیں [illegible] لحاظ سے اس لفظ کی تشریح کئی طرح پر ہو سکتی ہے۔ عرب کہتا ہے کبب الغزل [illegible] اس نے سوت کا تار لمبا کھینچا (اقرب الموارد) تکبّب کے معنے ہیں اس نے اسپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ لیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ عنک کے معنے ہیں تعقد واتعنق فلم یکن طریق فیہ۔ اس نے پیچ ڈالے اور اس کو اٹھا لیا پس نہ رہا اس کے لئے کوئی رستہ، دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا وغیرہ وغیرہ (منجد) اور مرکب اپنے آپ سے سوت کات لیا۔ سنسکرت میں کپوت کے معنے ہرگز ہرگز کسی لغت میں جالا بننے والے جانور کے نہیں۔ یہ محض یاروں کی گپ ہے۔ کپوت کے معنے ہیں کبوتر ہیں۔ عربی میں عن کے معنے اون ہیں یہ بھی غلط ہے عہن کے معنے بھی عام اون یا جالا نہیں بلکہ صرف

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجدد دین کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا عقیدہ

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

نمبر ۷	لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۲ر رمضان ۱۳۵۰ھ مطابق ۹ر جنوری ۱۹۳۲ء	جلد ۲۰

اخبار احمدیہ

دعوت ولیمہ۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے فرزند مرزا داؤد بیگ صاحب کی شادی کی خبر گزشتہ اشاعت میں دیجا چکی ہے۔ ۲۵ر جنوری کو بعد نماز مغرب ڈاکٹر صاحب نے اس مبارک تقریب پر احمدی احباب اور بیگمات کو دعوت ولیمہ دی۔ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب مکرم نے جس اسلامی سادگی کا نمونہ دکھلایا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر احمدی دوست اور کل مسلمان اس کی تقلید کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور اس مبارک تقریب کو آئندہ کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

وفات۔ لائل پور سے مکرم شیخ مولا بخش صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے نواسہ اعجاز احمد کو ۱۹ر جنوری کو اچانک بخار ہوگیا۔ گھر میں کئی بچوں کو خسرہ نکلا ہوا تھا خیال ہوا کہ شاید اسے بھی خسرہ نکلنے والا ہے مگر بخار معمولی تھا کھیلتا رہا۔ کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی شام کے ۶ بجے معمولی تکلیف ہوئی میں روٹی کھا کر نماز کو چلا گیا اور محمد محسن موٹر میکر ڈاکٹر کو لینے گیا۔ مگر پندرہ منٹ میں اعجاز احمد فوت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نہ دوائی ہو سکی نہ دعا کا موقع ملا۔ عزیز مرحوم کی وفات سے گھر میں سب کو اور اس کے والدین کو بہت ہی صدمہ ہوا۔ ہمیں اس حادثہ میں شیخ صاحب مکرم اور مرحوم کے والدین سے نہایت گہری ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل دے۔ شیخ صاحب مکرم کی صاحبزادی بھی بیمار ہے۔ اس کی صحت کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

عطیہ۔ لاہور چھاؤنی سے اخویم مکرم قاضی ثناء اللہ صاحب نے اپنے پسر بشیر احمد کی شادی کی تقریب پر سو روپیہ انجمن کو مرحمت فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

جنازہ۔ ہمارے عزیز بھائی انعام اللہ خاں صاحب سالاری سکنہ پانی پت کے والد بزرگوار مولانا عبد القدیر خاں صاحب حیرت سالاری ۱۱ر جنوری ۱۹۳۲ء صبح ۹ بجے ایک ہفتہ کی علالت کے بعد بعارضہ نمونیا اور پلوریسی اپنے وطن پانی پت ضلع کرنال میں وفات پاگئے ہیں مرحوم ایک نہایت نیک دل بزرگ تھے اور اپنے بعد صالح اور خادم اسلام اولاد یادگار

صدقہ جاریہ
مستقل آمد کا ذریعہ

جن لوگوں کے پاس روپیہ ہو ان کو ہمیشہ یہ فکر ہوتی ہے کہ ان کا روپیہ کسی ایسے کام میں لگ جائے جہاں سے ایک مستقل آمد ہوتی رہے۔ اور فی الحقیقت روپیہ فائدہ وہی دیتا ہے۔ جو کسی نفع کے کام میں لگا رہے۔ ہماری شریعت نے مسلمانوں کو صدقہ جاریہ کی صورت میں بعض ایسے کاموں کی طرف توجہ دلائی ہے جن کا فائدہ انسان کو لگاتار پہنچتا رہے مثلاً ایک مسکین کو ایک وقت کھانا کھلا دیتا ہے یا کچھ مالی امداد دیتا ہے وہ بھی ثواب کا کام ہے۔ لیکن اس کا فائدہ ایک حد تک محدود ہے لیکن اگر کوئی شخص کنواں لگوا دیتا ہے یا پل بنوا دیتا ہے یا سرائے بنوا دیتا ہے تو اس کا فائدہ اس صدقہ کرنے والے کو اس وقت تک پہنچتا رہتا ہے۔ جب تک یہ چیزیں لوگوں کے مصرف میں آتی رہتی ہیں۔ ہر زمانہ کی اپنی اپنی ضروریات ہوتی ہیں۔ جہانتک میں دیکھتا ہوں۔ اس زمانہ میں صدقہ جاریہ کی بہترین صورت، دینی کتب کا لوگوں تک پہنچانا ہے اور بالخصوص ان کا ایسی جگہ رکھوانا جہاں عام لوگوں کے مطالعہ میں آسکیں۔ اور کسی خاص آدمی کی ملک نہ ہو جائیں ایسے ہی ایک صدقہ جاریہ کے کام سے ہماری قوم نے کسی قدر سینکڑوں کی تعداد میں قرآن کریم کے انگریزی ترجمے اور انگریزی سیرت کی کاپیاں یورپ اور امریکہ کی متعدد لائبریریوں میں بھجوائی تھیں۔

اسی جلسہ کے اختتام پر مسٹر محمد خیر الدین سگو بیرسٹر ایٹ لا یہاں تشریف لائے تھے اور چونکہ وہ عرصہ سے انجمن کے لٹریچر کو بھی دیکھ رہے تھے اور کاروبار کے بھی مداح تھے اس لئے انہوں نے خود ہی شمولیت جماعت کی خواہش ظاہر کی۔ اور بیعت کی۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے ایسے ایک صدقہ جاریہ کے کام کی طرف توجہ دلائی۔ اور کہا کہ جس قدر لمبا وقت آدمی کو جہاز پر سفر پر ملتا ہے۔ اور کم میسر آتا ہے اس لئے اگر جہازوں کی لائبریریوں میں کچھ ترجمۃ القرآن اور سیرت کی کاپیاں رکھوا دی جائیں تو ہزارہا مخلوق جو ان جہازوں پر آتی جاتی رہتی ہے۔ ان کتابوں سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے کئی ایک مالدار دوست ہیں وہ جہاں اپنے اموال کو اور نفع کی جگہوں پر لگانے کے خیال میں رہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈالے اور اس دائمی نفع کے کام پر وہ کچھ روپیہ لگا دے جو ہمیشہ کے لئے لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوتا رہے گا تو یقیناً اس کے مال کا یہ حصہ بہترین منفعت کے کام پر لگ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کسی صاحب مال کے دل میں ڈالے۔ والسلام۔

(محمد علی)

ماہوار ایڈیشن

پیغام صلح کا آئندہ نمبر ماہوار ایڈیشن ہوگا۔ جس میں حضرت امیر، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور دیگر بزرگان ملت کے مضامین عید پر بیش قیمت مقالات۔ جلسہ سالانہ کی بعض تقاریر اور بیرونی اسلامی مشنوں کے ضروری حالات درج ہوں گے۔ یہ نمبر ۳ر فروری ۱۹۳۲ء کو شائع ہوگا۔ اور ہر لحاظ سے اس کو دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

دوستانہ چیلنج

بنام

مولوی عبدالحق صاحب و دیگر علمائے اسلام

(پروفیسر پنڈت چیتن دت صاحب کے قلم سے)

(سلسلہ گزشتہ)

صیقل کا مادہ

دوسرے لفظ صیقل پر عربی زبان کی لغاتیں ہرگز کچھ روشنی نہیں ڈالتیں [illegible] صیقل کا مادہ صقل ہی ہے۔

میرے مہربان حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ بھی سنسکرت سے نکلا ہے اور صیقل کا معنے بموجب سنسکرت کے [illegible] یعنے چاقو چھری کو تیز کرنے کا آلہ ہے (صو) افعالی صورت میں (د [illegible]) یعنے صے سے بدل جانا ہے اور اس کا معنے تیز کرنا ہے۔ سنسکرت زبان کس خوبصورتی کے ساتھ لفظ کی تشریح کرتی ہے صیقل ہر سنسکرت کا مادہ ہمیں بالکل اپنی اصلی شکل میں قائم ہے مگر فعلی شکل میں عربی میں سعد یا سن بن جاتا ہے۔ [illegible] بالکل شاندار یعنے ساتھ بمعنی تیز کرنے والا آلہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

اسود اور اشویت

میرے مہربان! میں نے خط نمبر ۲ مورخہ ۲۲ راکتوبر میں آپ کو سنسکرت کے لفظ اشویت جو عربی میں اسود بن گیا ہے۔ اور اونٹ کے لفظ جمل پر بحث کرنے کے لئے تحریر کیا ہے اول لفظ اشویت سنسکرت میں الف کی وجہ سے نفی کا لفظ ہے۔ یعنے سفید نہ ہونا۔ بلکہ برعکس اس کے کالا ہونا اسود کا عام معنے کالا ہے نہ کہ زیادہ کالا۔ کالے پتھر کو حجرالاسود کہتے ہیں۔ نہ کہ زیادہ کالے پتھر کو بہرکیف کالے پن کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے سوائے اسود کے کوئی لفظ عربی میں موجود نہیں ہے۔ ایران میں سیاہ کا لفظ، ہندوستان میں شیام اور کالا۔ ترکستان میں قارا۔ انگلستان میں بلیک۔ اٹلی میں نگر یعنے وہ جو گورا نہیں تامل دتلوگو علاقہ جات میں بھی کار دمئی اور جاپان میں کاروئی یعنے کالا اور چین میں ایران کی طرح تھوڑی تبدیلی کے ساتھ ہیہا لفظ پایا جاتا ہے اور سنسکرت کی ڈکشنری میں سب الفاظ ملتے ہیں مگر عربی میں صرف ایک لفظ اسود ہے۔ باقی کے تمام الفاظ جو عربی نے ہزاروں سال پہلے سنسکرت سے سیکھے ہوں گے وہ بگڑ کر اپنے معنوں میں محدود ہوگئے ہیں۔ یہ کپڑا کالا ہے۔ عربی میں صرف اسود ہی ایسے موقعہ پر استعمال میں آسکتا ہے دوسرا ہرگز نہیں کیا میرے مہربان! ایسی مفلس اور نادار زبان کو ام الالسنہ کا خطاب دینا سراسر انصاف نہیں ہے۔ میرے مہربان فاضل سنسکرت صاحب۔ آپ ودیارتھی ہوکر ودیا کے طالب کیوں نہیں؟ آپ اپنی ضد کو چھوڑ دیں اور ذیل کے تین اصولوں پر غور فرما دیں۔

اصول اول:- آپ ہر ایک چیز یا جانور وغیرہ کے واسطے زیادہ سے زیادہ الفاظ تلاش کریں۔ ویسا کرنے سے آپ عربی کی وسعت ثابت کرسکتے ہیں۔

اصول دوم:- آپ مختلف ناموں کی وجہ تسمیہ دریافت کریں۔ یعنے بذریعہ مادوں کے ثابت کریں کہ اس چیز یا جانور کا نام کیسا معقول رکھا گیا ہے۔

اصول سوم:- آپ یہ معلوم کریں کہ زبان کے فلاں فلاں الفاظ دنیا کے مختلف حصوں اور ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسا کرنے سے آپ اس زبان کو عالمگیر اور ام الالسنہ ثابت کرسکتے ہیں۔ میرے مہربان قاضی صاحب! اگر آپ ایسا کریں گے تو عربی زبان کی فضیلت اور عظمت کا سکہ دوسرے علما و فضلا کے دلوں پر بٹھا سکیں گے۔

میرے مہربان قاضی صاحب! سنسکرت میں عام اونٹ کے واسطے ۴۵ کے قریب الفاظ ہیں۔ عربی میں عام اونٹ کے واسطے صرف تین الفاظ، انگریزی میں صرف ایک لفظ ہے سنسکرت کا لفظ کرمیل تھوڑی تبدیلی کے ساتھ یورپ میں کیمل کی شکل میں زندہ ہے۔ اور عرب میں جمل کی شکل میں زندہ ہے سنسکرت بقول آپ کے مردہ زبان نہیں بلکہ تمام دنیا کی زبانوں کو حیات بخش رہی ہے کوئی محقق علم الالسنہ اس مطابقت سے انکار نہیں کرسکتا۔ سنسکرت کا لفظ کرمیل نہایت عجیب اور نہایت معقول ہسٹری پیش کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو کرم (د [illegible]) مادہ سے نکالتا ہے۔ آپ اپنے کی لغات میں یا پدم کوشن میں یا دنیا کی کسی سنسکرت لغات میں دیکھیں کرم کا معنے قدم قدم چلنا ہے ٹھیک اسی طرح سے جیسے اونٹ لمبی لمبی ٹانگوں سے ایک قدم اٹھاتا ہے۔ پھر دوسرا قدم اٹھاتا ہے اور خراماں خراماں چلتا ہے۔ فارسی کا لفظ خرم اور مصدر خرامیدن اور اسم حال خراماں سنسکرت کے لفظ کرم سے نکلے ہیں۔ اور عربی کا لفظ تھوڑی تبدیلی کے ساتھ کرم سے قدم میں بدل گیا ہے۔ اگر کرمیل سے عربی کا لفظ قدمیل بنتا۔ تو اس کے معنے بھی نہایت عجیب اور بالکل معقول اور نادر بننے کے ہوتے یورپ میں کرمیل سے کیمل اور عرب میں جمل ہوا۔ اس لئے انگریزی میں کیمل کے .... معنے غائب ہوگئے۔ اور کوئی انگریزی و عربی ڈکشنری اپنے اپنے الفاظ پر پوری روشنی نہیں ڈال سکتی۔ سب کی سب صرف [illegible] میں گروپ کرتی ہیں۔ یعنی رستہ نکالتی ہیں مگر کامیاب نہیں ہوسکتیں۔

آپ بھی میرے فاضل دوست! اس امر کے حل کرنے میں کوشش فرماویں اور قیاسی و فرضی باتوں سے احتراز کرتے ہوئے بذریعہ کسی مستند لغات کے اس امر لاینحل کو حل کریں۔ آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ آپ بغیر امداد سنسکرت کے کیسے دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ بہرکیف مجھے آپ کی علمی لیاقت پر اعتبار کرتے ہوئے امید رکھنی چاہئے کہ آپ اس امر پر روشنی ڈالنے کی کوشش فرمائیں گے اور کامیاب ہونگے میں آخر پر فخر و تکبر نہ کرتے ہوئے رب ذوالجلال کا شکرگزار رہوں۔ کہ اس پاک رب نے مجھ کو ایسے امور کے حل کرنے میں غیر معمولی قابلیت بخشی ہے۔ میرے فاضل دوست! مجھے خوشی ہوگی اگر آپ اور دنیا کے دیگر علما و فضلا بغیر تعصب کے اس مناظرہ میں حصہ لیں اور ہم لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے علمی منازل کو طے کریں۔

(آپکا غلام - پنڈت چیتن دت - بی اے - سابق ہیڈ ماسٹر [illegible] کالج لاہور)

لسان عربی ام الالسنہ ہے

پروفیسر پنڈت چیتن دت و دیگر علمائے سنسکرت سے خطاب!

(از مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت)

صیقل کا مادہ

حقیقت تو یہ ہے صقل ہی سے صیقل (شیکلا) بنا ہے۔ یہ کہنا کہ شے یا شو کے معنے [illegible] تیز کرنے کے ہیں اس کا حوالہ آپ نے کوئی نہیں دیا اور نہ یہ سنسکرت میں کوئی معروف مادہ [illegible] چونکہ آپ کو شیکلا کا مادہ کوئی نہ ملا۔ اس لئے آپ نے اس کو شے اور کلا سے مرکب سمجھ لیا۔ کل آپ کو ضرورت پڑی تو اسی شیکلا سے سائیکل نکال لینگے۔ گھر کی لغت اور گرامر ہے۔ جس طرح جی چاہا اس کی ناک مروڑ لی۔ اسی لئے تو ثابت کرچکا ہوں کہ سنسکرت لغت اور گرامر دونوں ناقص ([illegible]) ہیں۔ لغت میں لفظ صیقل صقل سے نکلا ہے۔ جس کے معنے تیز کرنے کے نہیں بلکہ جلا دینے اور روشن کردینے کے ہیں۔ اور یہ مفرد لفظ ہے۔ قواعد زبان کی بنا پر مفرد لفظ مرکب "شے اور کلا" سے پہلے ہونا چاہیے۔ عربی میں اس کا مفہوم جلی اور روشن ہوتا ہے۔ چنانچہ تلوار، شیشہ، کپڑا، اور ورق، کے تیز ہونے کے کیا معنے ہوں گے۔ شو یا شے سے صیقل نکالنا جناب کی پروفیسری کی خوبی ہے ورنہ اس کو حقیقت سے کوئی نسبت نہیں خود لفظ شو عربی کے لفظ ضو، ضیاء سے نکلا ہے جس کے معنے روشن ہونے کے ہیں۔

سنسکرت کا گونگاپن

ہمارے پروفیسر صاحب کو جو بات سوجھتی ہے انوکھی اور نرالی سوجھتی ہے اور اس پر آپکو بہت فخر ہے مگر یہ فخر صرف موسم بہار تک رہے گا۔ اس کے بعد انشاءاللہ تعالےٰ آپ اپنے دماغ میں ایک عجیب تبدیلی اور تغیر دیکھیں گے۔ کیا مزے کی بات فرماتے ہیں کہ عربی کا لفظ **اسود** سنسکرت کے اشویت سے نکلا ہے۔ اشویت کہتے ہیں "نہ سفید" کو۔ یعنی سنسکرتی پنڈت نے کہا "نہ سفید" اور عرب نیلا پیلا، سبز، کاسنی، ارغوانی، سرخ۔ کچھ نہ سمجھا اس نے جھٹ اس کے معنے سمجھ لئے سیاہ۔ اگر ایسا ہی ہے تو پنڈت سے عرب بہت عقلمند نکلا۔ اس لئے کہ پنڈت نے "نہ سفید" کہکر اپنے گونگے پن کا ثبوت دیا "ہر وہ چیز جو سفید نہیں سیاہ ہے" یہ پنڈت کی عقل تھی مگر عرب کی ذہانت دیکھیے کہ اس نے پنڈت کو گنگ زبان سمجھکر اس کے دل میں جو مطلب تھا۔ یعنی "سیاہ" اسے سمجھ لیا۔ اس عقل اور منطق پر آپ کو یہ دعوےٰ ہے کہ میں عالم علم الالسنہ ہوں اور ع ہمچو من دیگرے نیست۔

جناب عربی کا لفظ اسود اپنے اندر فلسفہ رکھتا ہے جو سنسکرت کے کسی لفظ میں نہیں [illegible] ساد سے ہے۔ عربی کی کوئی لغت اٹھا کر دیکھیے اس کو عرب س اد کے ساتھ لاتا ہے۔ ساد سید سودا ہے۔ ساد کے معنے ہیں وہ جو دوسرے پر کامل قبضہ کرلے۔ اس پر غالب آجائے۔ اس پر چھا جائے۔ سوڈان ایک ملک کا نام ہے۔ جہاں کے لوگ سیاہ فام ہیں۔ انگریزی سے سوڈان

باقی بر صفحہ ۸

تحریک محبوب
درازی عمر و دولت کا آسمانی نسخہ

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے

برادران و خواتین سلسلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
میں آپ کو خدائے علیم و خبیر کا واسطہ دے کر ایک تجویز پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں کو کھول دے۔

اول:- ہر ایک زن و مرد سال آئندہ کے لئے اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی سے دس دس یوم کی آمدنی مستقل فنڈ میں داخل کر دے اور آئندہ کے لئے عہد کرے کہ یا اللہ جب تک ہم زندہ رہیں گے تیرے فضل و کرم سے اس کے پابند رہیں گے۔ یعنے ہر سال دس یوم اپنی زندگی سے تیرے راستہ میں قربان کیا کرینگے۔ اگر تمام جماعت ملکر دس ہزار یوم پیارے اللہ کے لئے اور اللہ کے محبوب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی اپنی عمروں سے ہر سال بیت المال میں جمع کر دیں اور اس کی اوسطاً فی یوم تین روپیہ لی ہو جائے، جو یقیناً ہو جائے گی۔ تو ایک سال میں تیس ہزار روپیہ داخل خزانہ ہو جائے گا۔ اس کے لئے صرف ایک ہزار ممبران جماعت کی ضرورت ہے۔ جو میدان عمل میں نکل آئیں۔

دوم:- چونکہ اس وقت سرمایہ اشاعت اسلام کی قلت کی شکایت ہے اس کے لئے اسی سال اگر (۳۰۰) دوست یکصد روپیہ فی کس کے حساب داخل بیت المال کر دیں۔ تو ۳۰ ہزار روپیہ مزید براں داخل خزانہ ہو سکتا ہے۔ ایک حصہ ماہ اگست میں اور ایک حصہ سالانہ جلسے سے پہلے ادا کیا جائے۔ تو ایک سال میں انشاء اللہ نصف لاکھ سے زیادہ روپیہ ہم بیت المال میں داخل کر سکتے ہیں اور خاکسار انشاء اللہ ہر دو تحریکات میں شامل ہے۔ پہلی تحریک مستقل طور پر ہے اور دوسری تحریک صرف ایک سال کے لئے ہے۔ یا اللہ ہم سب کو اس میں شامل ہونے کی توفیق دے۔

برادران و خواتین! خدائے علیم و خبیر جانتا ہے کہ یہ تمام خدمت آپ سے لے۔ اور جب تک اس مستقل خدمت کا آپ عہد نہ کریں گے یہ ہرگز کا ذکر دور نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت امیر کی قلت سرمائے سے آپ بے نیاز کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے قیمتی وجود اور نادر الوجود ہستی کا اگر آپ کے دل میں کچھ بھی احترام ہے تو خدا را میدان عمل میں نکل آئیے۔ اور پھر دیکھئے کہ بہادر اور عظیم الشان سپاہی کس قدر فتوحات آپ کے سامنے رکھے گا۔ اب آسمان کی نگاہ ان پانچ ہزار سپاہیوں کی طرف لگی ہوئی ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میدان کارزار میں محض اللہ قدیر کی رضا پر سر بکف ہو کر جہاد فی القرآن میں کون کون بہادر شامل ہوتا ہے۔

دوستو! تمہاری کمزور نگاہیں دوسروں کے بھروسہ پر جو لگی ہوئی ہیں ان کو چھوڑ دو جب تک یہ کثرت کا بت آپ اپنے دل سے نہ نکالیں گے خیالی تجاویز، ایں خیال است و محال است و جنون کا مصداق ہونگی۔ خود قربانی کرو تاکہ دوسرے لوگ خود بخود ثواب پانے کے لئے داخل ہو جائیں۔ اور یہی صحیح نسخہ ہے تنظیم اور تبلیغ جماعت کا۔ واللہ اعلم۔ فتح اسلام انشاء اللہ تمہارے نام پر لکھی جا چکی ہے تم صرف اس کا فکر ہے۔ آگے بڑھو اور پیچھے کی طرف نہ دیکھو۔ اپنے سپہ سالار کی قدر کرو اور اس کے قدم کو آگے بڑھاؤ۔ پھر قدرت ثانیہ کا تماشا دیکھو

پھر یہی ہیں دوستو! اس یار کو پانے کے دن

قدرت ثانی دراصل تم ہی ہو۔ اولین کی قلت اور آخرین کی قلت ہی دراصل قدرت ثانی ہے۔ اولین بھی دنیا کی اقل ترین جماعت تھی اور تم آخرین بھی دنیا کی اقل ترین جماعت ہو۔

میں نے اس تحریک کا نام تحریک محبوب اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں شامل ہونیوالے پیارے اللہ کے پیارے محبوب اول خدا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہو جائیں گے۔ اور آسمان اور زمین کے رجسٹروں میں ان کا امتیازی نام درج ہو جائے گا۔ انجمن اس کے لئے ایک علیحدہ رجسٹر تحریک محبوب کے نام سے کھولدے اور اس میں شامل ہونے والوں کے نام درج کرلئے جائیں۔ اور اس کی تمام سرمایہ مستقل فنڈ میں جمع ہو جائے۔ اور پیغام صلح میں ان کے نام شائع ہوتے رہیں۔

نوٹ:- زکوٰۃ اور چندہ ماہواری بدستور جاری رہیں اور تحریک محبوب میں ان کی وضعات کا کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے دعا کے بعد جو میرے دل میں ڈالا گیا اور یہ اسی کا اظہار ہے۔ یا اللہ تو ہی علیم و خبیر ہے۔ اور تو ہی غنی ہے ہمارے دلوں کو غنی کر دے اور ہمارے قومی خزانہ کو بھر دے۔ مالا مال کر دے۔ آمین۔

خاکسار
(عاصی محبوب عالم از گوجرانوالہ)

اعلان شکریہ

گوجرانوالہ میں منشی نواب خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس نے اپنے صاحبزادہ بشارت احمد خان صاحب انسپکٹر ریلوے پولیس کی شادی کی تقریب پر ۸۰ روپے ڈاکٹر بشارت احمد خان صاحب کے ذریعے بھجوائے تھے۔ ۴۰ روپے والدہ صاحبہ محمد اقبال بنت داروغہ نبی بخش صاحب کے ذریعے پہنچے۔ اور ۲۰ روپے اب انہوں نے جماعت کے چندے کے ساتھ ارسال فرمائے ہیں۔ ۱۰ روپے اس کے علاوہ اس تقریب پر والدہ صاحبہ محمد اقبال کے ذریعے انجمن کو وصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی جناب سے اجر عظیم عطا فرمائے۔

محمد دین جان
افسر تحصیل

(تیسرے کالم کا بقیہ)

ثبات سے قائم رکھا۔

بالآخر دعا ہے کہ آپ بعد الخیر ہوں اور دیگر کارکنان ووکنگ مشن الوار رحمت الٰہی اور نصرت ایزدی کے مورد ہوں۔

آپ کا مخلص نو مسلم بھائی:
ایچ وحید الدین گرین

ایک نو مسلم انگریز کا ثبات قدم
ووکنگ مسلم مشن کے نام مکتوب

ذیل کا مکتوب ایک نو مسلم انگریز نے امام مسجد ووکنگ انگلستان کی خدمت میں لکھا ہے جسکے مطالعہ سے اس کے ثبات قدم اور مشکلات میں استقامت کا پتہ چلتا ہے۔ (مدیر)

میرے معزز بھائی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

غالباً پانچ سال کے قریب عرصہ گذرا کہ میں نے آخری خط آپ کو لکھا تھا۔ اب بلحاظ کتابت اتنا طویل عرصہ گذر جانے پر مجھے یہ ڈر محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے میری اس خاموشی سے کہیں یہ نہ سمجھا ہو کہ میں آپ سے برگشتہ ہو گیا ہوں۔ اور پھر مجھے بھی اپنی لوح دماغ سے سراسر محو کر دیا ہو۔ لہذا میرا یہ خط جیسا کہ مجھے کامل یقین ہے ان سب غلط فہمیوں کا ازالہ کر دے گا اور میرے اس ظاہری سکوت کی اصلیت پر بھی پوری روشنی ڈالیگا۔

اب میں سب سے پہلے اپنے عقائد کے متعلق یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ آج بھی میں اپنے تئیں ویسا ہی مسلمان سمجھتا ہوں۔ جیسا کہ اس وقت تھا جب مجھے پہلے پہل مذہب اسلام کے حلقہ غلامی میں داخل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ اور جہاں تک خلوص اور جذبہ ایمان کا تعلق ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک میرے ایمان و اخلاص میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور میری زندگی کے اس اسلامی دور میں کبھی بھی کوئی ایسا منحوس وقت نہیں آیا جب میرے عقائد اسلامی میں کسی لغزش یا تردد کا شائبہ بھی نمودار ہوا ہو۔

ہاں البتہ اپنی خاموشی کی بابت یہ کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اس مدت میں مجھے دنیوی اعتبار سے بعض نہایت ہی ناگفتنی حالات سے دوچار ہونا پڑا اور ساتھ ہی فلاح و رستگاری کے جملہ سامان بھی تقریباً تقریباً مفقود ہو چکے تھے۔ اور اس مایوسی کے عالم میں صرف ایک ہی حربہ جو میرے پاس باقی بچا تھا وہ میرا عزم صمیم اور مستقل قوت ارادی تھی جس کے بل بوتے پر میں ان مشکلات سے ڈٹ کر مقابلہ کرتا رہا۔

پس اب ان واقعات کو سامنے رکھکر میرے مافی الضمیر کا اندازہ لگائیے۔ کیونکہ جب کبھی بھی میں یہ ارادہ کرتا تھا کہ آپ کو ان حالات پر مطلع کروں تو معاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ اس ابتلاء کا اظہار تو دوسرے معنوں میں استمداد کا مترادف ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی جانتا تھا کہ علم ہو جانے پر آپ سے لامحالہ دست مواخات تو دراز کر ہی دینا ہے۔ پس وہ حجاب جو مجھے اپنی اس خستہ حالی کے باعث محسوس ہوتا تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان حائل رہا۔

اگرچہ میرے اس خط نے آپ کا کافی وقت لے لیا ہوگا۔ مگر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ اس سے محظوظ بھی ہوں گے۔ اور یقیناً یہ دیکھکر خوش ہوں گے کہ وہ شخص جو ووکنگ میں کبھی آپ سے ملا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس نے ارتداد و انحراف ہی نہیں کیا۔ بلکہ مشکلات و مصائب کی گھناونی گھٹاؤں میں بھی اس نے اللہ اور مذہب اسلام پر اپنے ایمان کو مضبوطی اور

(باقی [illegible])

بنی نوعِ انسان کا سچا ہمدرد

رحمۃ للعالمین کی زندگی کا ایک چھلکتا سا نقشہ

تقریر سر عمر ہیوبرٹ رینکن بر تقریب جلسہ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) منعقدہ لندن

جناب صدر و محترم حاضرین جلسہ! ولادت نبی کریمؐ کی جو سالگرہ آج ہم منا رہے ہیں قمری حساب کی رو سے چودہ سو تیسری اور شمسی حساب کی بنا پر تیرہ سو ساٹھویں سالگرہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا سن پیدائش ۵۷۱ء ہے۔

بظاہر جن حالات میں قومیں بنا کرتی ہیں ان سب کی تہہ میں ایک ہی اصول کارفرما نظر آتا ہے جسے بقول مسلم فضلائے آریات بطل پرستی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ابطال اور شجاع انسانوں کے زریں کارناموں کے تاثرات ہی کسی قوم یا سوسائٹی میں جوش عمل اور حرکت پیدا کرنے کا باعث بنا کرتے ہیں۔ لیکن قوم کی تاریخ پر ایک وقت ایسا آجاتا ہے جب حدود اعتدال سے قوم تجاوز کرنا شروع کر دیتی ہے اور یہی بطل پرستی فائدہ کے بجائے اپنے پرستاروں کی ذہنیت کے لئے بالآخر ہلاکت کا سامان بن جاتی ہے۔ اور ذہنی بلند خیالی اور وسعت نظر کا معیار گر کر ضمیر انسانی کی آئندہ ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلعم کی پوزیشن ابطال عالم میں!

بدقسمتی سے ابطال عالم اور بالخصوص بانیان مذاہب کی تعلیمات مرور زمانہ سے ان کی شخصیتوں اور ذاتیات میں مدغم ہو کر سراسر غلط ملط ہو جاتی رہتی ہیں۔ لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کی تاریخ میں ایک ایسے بانیٔ مذہب ہیں جنہوں نے اپنی شخصیت کو ضمیر انسانی کی بلند نظری میں رکاوٹ کا موجب نہیں ہونے دیا۔ بلحاظ عظمت و بزرگی آپ ایک رہنما، ہادی اور پیشوائے زمانہ ہیں۔ لیکن انکساری کا یہ عالم ہے کہ ساتھ ہی یہ اعلان کرتے ہیں "میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک فانی انسان ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ سب کا صرف ایک ہی معبود ہے۔ اس لئے جو اپنے خدا کو ملنے کی خواہش رکھتا ہے اسے نیک عمل کرنے چاہئیں۔ اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔" (القرآن سورہ ۱۸ آیت ۱۱۰)

شہادت سے بڑھکر مرتبہ

حضرات! اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں کسی صداقت کو رواج دینے کی کوشش و سعی میں اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دینا انتہائی جرأت اور ایثار کی دلیل ہے۔ چنانچہ شہدا صرف اپنی قربانیوں کے طفیل ہی دنیا سے خراج تحسین حاصل کرتے ہیں لیکن کیا یہ بھی ایک بہترین شہادت نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کو لمحہ بہ لمحہ ایسے مصائب و شدائد سے سامنا کرنا پڑے جو شدت کے اعتبار سے موت سے بھی صعب تر ہوں۔ اور آخری وقت تک وہ شخص محض اس لئے ان کا صبر و استقلال سے مقابلہ کرتا رہے۔ کہ صحیح اصول کی دنیا میں اشاعت ہو اور وہ طبقۂ انسانیت صداقت کا پرستار بن جائے جس کی پست حالت نے ہی اس بطل انسانیت کے جذبات کو ابھارا تھا۔ اب ذرا ان مشکلات پر نظر دوڑائیے۔ جن سے حضرت محمد کو تیرہ سال برابر مقابلہ رہا اور پھر انسانیت سوز مظالم پر غور کیجئے جو آنحضرت کے پیروؤں پر جن میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں ڈھائے گئے۔

اور جن کے ساتھ آنحضرت کی ذات بھی شریک رہی۔ آخرکار جب فریق مخالف کی طرف سے دکھ اور ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی تو پھر ان مصائب کی تاب نہ لاکر بقول سر ولیم میور "گنتی کے یہ ایک سو انسان گھروں کو چھوڑ لیتے ہیں۔ سب خانماں ہو کر ابی سینا کی وادی میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرنا قبول کر لیتے ہیں" مگر اپنے سچے مسلک کو چھوڑنا کسی طرح اور کسی صورت میں بھی قبول نہیں کرتے۔ تحریص و ترغیب، تہدید و ترہیب اور ترک موالات کے جملہ حربے ان کے صبر و استقلال کے مقابلہ میں آخر بیکار ثابت ہو جاتے ہیں۔ اب ذرا دشمنان محمد یا بالفاظ دیگر دشمنان حریت و صداقت کے ان گھناؤنے اور بیہودہ منصوبوں پر بھی گہری نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ ان کے یا جیاد و قتل کے منصوبوں نے اس مبلغ اسلام کو آخر کیسے مجبور کیا کہ وہ مدینہ کی جانب ہجرت کرے اور کوئی دوسرا میدان صداقت کے پرچار کے لئے تلاش کرے۔ پس ایسے صبر آزما اور قدم قدم پر ہمت کو توڑ دینے والے جانگداز رنج زندگی کو نظر انصاف کے سامنے رکھئے اور پھر بتائیے کہ ایسی زندگی کے دوسرے جس میں یہ تمام تکالیف محض حق و صداقت کی خاطر جھیلی جائیں شہادت کی موت کے مقابلہ میں زیادہ جرأت، دلیری اور عالی حوصلگی کی ضرورت نہیں؟

عدم تشدد میں عملی ثابت قدمی

محترم احباب! غور کیجئے۔ عدم تشدد کے اصول کے لئے اگر کسی عملی نمائندگی کی ضرورت ہے تو پھر تاریخ عالم حضرت نبی کریمؐ کے ان حالات کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتی جہاں یہ اصول پر اتنا لمبا عرصہ ایسی عظیم الشان کامیابی اور استقلال کے ساتھ عمل ہوتا رہا ہو اب اس کے بالمقابل صورت حال پر نظر ڈالئے کہ اتنے طویل مقابلہ کی صورت میں بھی فرزندان توحید کی یہی کوشش رہی کہ مخالفین کو جو تعصب کے پتلے اور بدی کے مجسمے تھے کوئی معمولی سے معمولی دکھ بھی نہ پہنچنے پائے۔

احکام جنگ

دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ صرف بدی کے متوالے ہی ہوتے ہیں بلکہ ساتھ ہی حق و صداقت میں بھی عمداً روڑا اٹکاتے ہیں اس قبیل کے لوگ جو دنیا کی آبادی کا ایک وافر حصہ ہیں۔ سرزمین عرب میں بعثت نبی کریمؐ کے زمانہ میں بہت کثیر تعداد میں پائے جاتے تھے انہیں مسلمانوں کے جلاوطن کر دینے میں بھی چین نہ آیا۔ بلکہ حاکم ابی سینا کے پاس وفد کی صورت میں یہ استدعا لے کر گئے۔ کہ انہیں وہاں سے بھی نکال دیا جائے۔ سچ ہے کہ اگر ان کا بس چلتا تو مدینہ میں بھی انہیں پناہ نہ لینے دیتے۔ اور جب مسلمان نبی کریم صلعم کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ میں چلے گئے اور وہاں کی ایک باوقار اور معزز جماعت نے ان کی برادرانہ آؤ بھگت کی تو یہ ایک طبعی امر تھا۔ کہ دشمنان صداقت اس نبی صادق کی بستی پر جابرانہ حملوں کا اقدام کریں۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے انہوں نے یکے بعد دیگرے تین مہمیں روانہ کیں تاکہ مخالفین اصنام جیسے کہ مسلمانوں کو خطاب دیا جاتا تھا کہ شجر ہستی کو بیخ و بن سے اکھاڑیں۔ ایک لڑائی مدینہ سے تین اور مکہ سے دس دن کی مسافت پر بدر کے مقام پر اور دوسری اُحد میں مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہوئی۔ اور تیسرا وہ محاصرہ تھا جو اس شہر کا ہوا۔ جہاں مظلوم مسلمان پناہ گزیں تھے۔ ان سب محاربات میں پیغمبر صلعم نے ان غیر مبہم احکام قرآنی متابعت کی کہ لڑائی کی اجازت صرف ان کو دی گئی ہے جن کے خلاف جنگ کی جائے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ ان کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور مذہب اللہ کے لئے ہو جائے۔ (یعنی مذہبی آزادی ہو جائے) لیکن اگر وہ رک جائیں تو سزا ظالموں کے سوا اور کسی کے لئے نہیں (القرآن سورہ ۲ آیت ۱۹۳)

عفو عام

ظاہر ہے کہ مسلمان آخری حد تک ظالموں سے مقابلہ کرنے سے رکے رہے۔ لیکن اب آخرکار ایسا وقت آگیا تھا کہ جب یا تو وہ مدافعانہ طور پر لڑیں۔ اور یا پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کا منہ دیکھیں اب یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی صداقت کے اولین علمبرداروں کی زندگیاں اور پھر ان کے اسوۂ حسنہ نسل انسانی کے لئے اس مرگ شہادت سے کہیں زیادہ مفید اور سود مند ہیں۔ جس کی یاد دنیا میں محض ایک افسانہ کے طور پر قائم رہتی ہے۔ اس حقیقت نفس الامری سے پیغمبر صلعم آگاہ تھے۔ اور اس راز سے وہ عالم الغیوب خالق باخبر تھا۔ جو نہاں خانہ ہستی کی حقیقتوں کا جاننے والا ہے۔ پس باوجود قلبی نفرت و اکراہ کے بھی جیسا کہ قرآن سے ظاہر ہے کہ تحفظ کے لئے کثیر التعداد مخالفین سے مدافعانہ نبرد آزما ہوں۔ قاعدہ ہے کہ بعض امور نتائج کے لحاظ سے نیک ہوتے ہیں چنانچہ ان محاربات کا مسلمانوں کے حق میں کامیابی سے اختتام پذیر ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرزمین عرب میں نہ صرف مذہبی آزادی اور امن عام کا دور دورہ ہو گیا۔ بلکہ رحم و عفو کا صحیح نمونہ جس کی رہتی دنیا کو ضرورت تھی عملی رنگ میں منصۂ شہود پر جلوہ نما ہوا۔ صفحۂ عالم پر حضرت محمدؐ ہی ایک ایسی ہستی ہو گزرے ہیں جنہوں نے شہر مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہونے پر ان سب کے حق میں جنہوں نے بیس سال متواتر مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے عفو عام کا اعلان کر کے پہلی بار دنیا کے سامنے یہ مثال قائم کی۔ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی کیسے محبت کا سلوک اور آشتی کا برتاؤ کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر رحم و عفو کا حقیقی اظہار قدرت انتقام کو پہلے سے موجود ہو تا ایک لازمی شرط ٹھیراتا ہے تو پھر اس واقعہ میں حضرت محمدؐ کی یگانۂ روزگار اور مبارک شخصیت نے اس شرط کو بھی پہلے پورا کیا۔

ایک اعتراض جواب

اس ضمن میں ایک امر قابل تشریح ہے۔ کہ کیا فتح مکہ کے موقعہ پر لوگوں کو جبراً مسلمان کیا گیا؟ چلو دیکھیں۔ ایک غیر ہمدرد مورخ مسٹر میور اس بارہ میں کیا جواب دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے "اگرچہ شہر بھر نے بخوشی تمام اسے (یعنی حضرت محمدؐ کی) اپنا حاکم تو تسلیم کر لیا تھا لیکن سب اہل شہر نے ابھی آپ کا مذہب قبول نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی آپ کی رسالت کو ظاہرا طور پر ہی مانا تھا۔ بالمقابل (حضرت) محمدؐ اپنا رویہ ویسا ہی رکھنا چاہتے تھے جیسا مدینہ میں آپؐ نے اختیار کر رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اہل مکہ کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا۔ کہ اگر وہ اسلام قبول کریں بھی تو کسی جبر و اکراہ کے بغیر ہی آہستہ آہستہ قبول کریں" الغرض یہاں

(باقی بر صفحہ)

لڑائیوں کی کیفیت ہے جو آنحضرت صلعم کو خلاف طبع لڑنا پڑیں۔

مذہب اسلام کی حقیقت

رہی حضرت نبی کریم کے تبلیغ کردہ مذہب کی حقیقت۔ سو اس کی جانچ کے لئے ہمارے سامنے وہ بیان زیادہ باوقعت ہو سکتا ہے جو پناہ گزین مسلمانوں کی جانب سے مسیحی بادشاہ ابی سینا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اور جس کا ملخص یہ ہے۔

"اے بادشاہ ہم جاہل محض تھے۔ ہماری زندگیاں بت پرستی کے لئے وقف تھیں۔ ہم مردار کھاتے اور جملہ امور شنیعہ کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ رشتہ داروں اور ہمسایوں سے نہایت بدسلوکی سے پیش آتے تھے۔ اور زبردست افراد زیردستوں کو مظالم کا تختۂ مشق بنا کر ان کے اموال پر ہاتھ صاف کرتے تھے۔ بالآخر خدا نے ہماری اصلاح کے لئے ایک رسول مبعوث کیا جس کا حسب نسب، راستبازی، امانت دیانت، اور پاکدامنی کا ہمیں بخوبی علم ہے۔ اس نے ہمیں بت پرستی کے ترک کرنے اور خدائے واحد کی پرستش کرنے کی دعوت دی۔ اور ہم پر یہ فرض ٹھیرایا کہ ہم راست گفتاری اور وعدہ ایفائی کو اپنا شعار بنائیں۔ اور رشتہ داروں اور ہمسایوں سے نیک اور عمدہ برتاؤ کریں۔ اس نے ہمیں سب برائیوں سے بچنے کی تعلیم دی۔ خونریزی سے منع کیا۔ اور دیگر امور ناشائستہ دروغگوئی اور یتیموں کے اموال غصب کرنے سے روکا۔ پس جب ہم اس پر ایمان لے آئے اور اس کی اطاعت اختیار کی اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا شروع کیا۔ تو اس پر یہ ہمارے ساتھی برافروختہ ہو گئے اور ہمارے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکی شروع کر دی۔ اور ہمیں اس واسطے مظالم کا شکار بنایا تاکہ ہم اپنے مذہب کو چھوڑ کر پھر بت پرستی کو اختیار کریں۔ چنانچہ ان کی بے رحمیوں کی تاب نہ لا کر ہم آخر کار مجبوراً بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ لینے آئے ہیں۔"

بردباری کی تعلیم اور دیگر مذاہب

دیگر مذاہب کے بارے میں تو اسلام کی تعلیم گویا بے مثال بردباری کی ایک روح ہے۔ یہ مذہب دوسرے مذاہب کے بانیوں کی نہ صرف عزت ہی کراتا ہے بلکہ ان پر ایمان رکھنا بھی مسلمانوں پر فرض عین ٹھیراتا ہے۔ کیا ہی حیرت و استعجاب کا مقام ہے کہ ایک طرف تو متعصب ہندو، یہودی اور عیسائی حضرت محمدؐ کے متعلق توہین و تہجین روا رکھتے ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے مسلمان عارف باللہ بدھ، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسٰی کی عزت کرنا اپنے عقائد اسلام کا جزو قرار دیتے ہیں۔ ان کا یا ایسی ہی دیگر ہستیوں کا نام بھی اگر کوئی مسلمان لے گا تو ساتھ ہی ان پر درود و سلام بھیجے گا۔ یہ ہے وہ مسلمان اور حضرت محمدؐ کا وہ پیرو جو مغربی دنیا میں کس بُری طرح سے بدنام کیا جاتا ہے۔

جمہوریت و مساوات کی تعلیم اور اس کا عملی نظارہ

محمدؐ ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ اعلان کیا کہ تمام قومیں کیا سفید اور کیا سیاہ سب کی سب خدا کے ہاں مساوی ہیں۔ خدا نے سب کو بالقوہ ایک جیسی روحانی اور جسمانی بخششوں سے نوازا ہے۔ تمام قوموں میں انبیا خدا کی جانب سے ہدایت لے کر آتے رہے ہیں۔ اور فی الحقیقت یہ وہ انکشاف ہے جو آج کئی ایک فرقوں کا بنیادی اصول قرار دیا جا رہا ہے۔ اور بعض انسانی کوششیں اسی حقیقت کو سامنے رکھ کر کبھی بہترین مذہب کی تشکیل میں سرگرم عمل ہیں۔ پس کیا ہم ان لوگوں سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس قسم کا کوئی خیال حضرت نبی کریم سے پہلے کسی کو سوجھا یا کسی نے اس پر عمل کیا؟

جمہوریت حقیقی رنگ میں

پہلی بار صرف حضرت محمدؐ نے ہی تعلیم کی اور خود اس پر عمل کیا۔

آپ نے نسبی ولونی امتیازات مٹا کر رکھ دیئے۔ اور بڑائی اور بزرگی کا معیار صرف اعمال حسنہ کو قرار دیا۔ چنانچہ آپ کا ذاتی طرز عمل دنیا کے سامنے اس صداقت پر شاہد ناطق ہے۔ آپؐ نے منع فرما دیا کہ مجلس میں سے کوئی شخص آپؐ کے آنے پر تعظیم کے طور پر کھڑا نہ ہونے پائے۔ آپ اپنے ہاتھوں پر کبھی بوسہ نہیں لینے دیتے تھے۔ ایک غلام کی دعوت کو بھی بخوشی قبول فرماتے اور اس کے ساتھ شریک طعام ہو جاتے۔

مساوات کا نظارہ

مساوات کا وہ نظارہ کیا ہی عجیب و شاندار ہے کہ آپ خود تو ساتھ پیدل چلتے ہیں لیکن اپنے گھوڑے پر اپنے آزاد کردہ غلام کے لڑکے کو سوار کرتے ہیں پس یہ ایک ظاہر و باہر امر ہے کہ مساوات کی تعلیم و تبلیغ کے علاوہ آپ نے باوجود اعلیٰ ترین شخصیت و حیثیت کا مالک ہو جانے کے ہمیشہ اپنے عمل سے اس اصول کی دنیا میں ترویج کی۔

مسٹر بوسورتھ کی رائے

یہاں آپ کی شخصیت کے متعلق کچھ کہدینا بے جا نہ ہوگا۔ چنانچہ اس ضمن میں مسٹر بوسورتھ (ایک انگریز مورخ) لکھتا ہے کہ:-

"کبھی ایک مفلس گڈریا۔ سیریا کا تاجر۔ غار حرا کا گوشہ نشین۔ اس قلیل جماعت کا مصلح جو جلاوطن ہو کر مدینہ گئی۔ ایک مسلمہ فاتح اور پھر قیصر و شاہ ہرقل کا مدمقابل غرضیکہ تمام حیثیتوں میں (حضرت) محمدؐ کی زندگی ٹھوس اور حقیقی مساوات کا ایک ہی رنگ نظر آتا ہے"

الغرض حضرت نبی کریم کی زندگی اس بے مثال کیرکٹر کی حامل ہے جس کا مکمل فوٹو اتارنے اور صحیح نقشہ سامعین کے سامنے لانے کے لئے محنت شاقہ اور وسعت مضمون کی ضرورت ہے۔ جب وہ انسان بے نظیر و ادعائی اور قابل تقلید سوانح زندگی کا مالک تھا تو اس کی یاد میں جیسا کہ آج میں نے کیا کچھ کلمات کہنا جس قدر ضروری چیز ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔

دوسرے مذاہب کے پیرووں سے خطاب

اب میں دوسرے مذاہب کے پیرووں سے مخاطب ہو کر ایک بات عرض کرتا ہوں۔ جملہ انسان فرداً فرداً ہم سے منصفانہ برتاؤ کے مستحق ہیں چنانچہ صورت حال بھی اس کی موید ہے۔ کم از کم جس انسان کو ہر مہذب سوسائٹی جانتی ہو اسے اس بات کا حقدار خیال کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس کے ساتھ انصاف سے پیش آئے۔ پس حضرت محمدؐ کی زندگی پر ایک سرسری نظر ہی ڈال دینے سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ آپ بنی نوع انسان کے لئے آخر کچھ تو درد رکھتے تھے اور پھر ایک آنکھ اٹھا کر دیکھ لینے سے آپ کے کیرکٹر میں فی البدیہہ وہ بے نظیر باتیں پائی جاتی ہیں جو نسل انسانی کی رہنمائی کے لئے آپ بطور نمونہ پیش کر گئے اس لئے یہ محض انصاف ہوگا اگر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ آپ کا مشن کیا تھا؟ پھر سب ان باتوں کا علم ہو جانے پر کیا یہ صحیح نہ ہوگا اگر ہم آپؐ کو اپنا حقیقی دوست اور بھائی سمجھیں اور اس زندگی کی دھندلی اور پرخطر شاہراہ میں اپنا ممد و رہنما تسلیم کریں۔ ہاں آپ ایسے ہی مستحق ہیں۔ اور سچ ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے آپؐ ایک متاع ہیں اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح اب عالم آشکارا ہو گئی ہے۔

یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین تقریریں

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم،

تحریک یوم النبیؐ کے پروگرام میں جو تمام نوع انسان میں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام عزت و رحمت کی صحیح صحیح ترجمانی کرنے کے لئے شروع کیا گیا ہے بعض اہم تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ میں اگر نفیہ میں انہیں بطور مشورہ و اعلان برادران ملت کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اس سال متعدد تقریریں ہونگی

اب سے پیشتر تمام دنیا کے لئے ایک تقریر سیرت شائع کی جاتی تھی اسی تقریر کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوتے تھے۔ اور یہی تقریر یوم النبیؐ کے جلسوں میں سنائی جاتی تھی۔ مقصود یہ تھا کہ حضرت رحمۃ للعالمینؐ کی حیات پاک کا ایک پہلو بیک وقت تمام اولاد آدم کے سامنے آ جائے۔ اس سال علامہ عبداللہ یوسف علی، سیٹھ عبدالحمید حسن (مدراس) اور شیخ آفتاب احمد وغیرہ کے مشورہ پر یہ صورت بدل دی گئی ہے۔ صاحبان ممدوح کا خیال ہے کہ اس وقت اقوام عالم کے حالات اس قدر مختلف ہیں کہ تمام قوموں کو ایک ہی تقریر سے متاثر کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس سال تین تقریریں شائع کی جائیں گی۔ ایک تقریر دنیائے اسلام کے لئے ہوگی دوسری یورپ اور امریکہ کی آزاد خیال عورتوں کے لئے ہوگی۔ تاکہ انھیں بتایا جا سکے کہ عورتوں کی عزت، آسائش اور آزادی کا حقیقی مربی کون ہے۔ اور انہیں اپنے حقوق کی تکمیل کے لئے کس کی بارگاہ میں جھکنا چاہیئے۔ تیسری تقریر پسماندہ اقوام کے لئے ہوگی خاص طور پر ہندوستان کے اچھوتوں کے لئے، انہیں بتلایا جائے گا کہ ان کی مصیبت کا حقیقی حل کیا ہے؟ متعلقہ جماعتوں میں ان تینوں تقریروں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے گی۔

مولانا سید سلیمان کی تقریر کا موضوع

پہلی تقریر کے لئے جو دنیائے اسلام کے لئے لکھی جائے گی سیرت نبوی کے سب سے بڑے محقق علامہ سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی کو دعوت دی گئی تھی۔ مولانا سے عرض کیا گیا تھا کہ آپ دنیائے اسلام کی موجودہ حالت کو پیش نظر رکھکر امت مسلمہ کو جو وادی اطلس سے ساحل چین تک پھیلی ہوئی ہے۔ سیرت نبوی کا جو بھی سبق دینا چاہیں قلم بند فرمائیں۔ الحمدللہ کہ مولانا نے اس نہایت ہی ضروری اور اہم ذمہ داری کو قبول فرما لیا ہے۔ مولانا کی تقریر آخر جنوری تک مل جائے گی۔ (انشاءاللہ تعالیٰ) اور طے کیا گیا ہے کہ اسے حسب ذیل زبانوں میں شائع کیا جائے۔

(۱) اردو (۲) انگریزی (۳) افغانی (۴) ہندی (۵) سندھی (۶) گجراتی (۷) ٹامل (۸) ملیالم (۹) کنڑی (۱۰) بنگلہ (۱۱) فرینچ (۱۲) عربی (۱۳) فارسی (۱۴) سواحلی (۱۵) ملائی (۱۶) چینی (۱۷) ترکی

باخبر اصحاب مشورہ دیں کہ کیا یہ زبانیں دنیائے اسلام کے لئے کافی ہونگی۔ یا ان میں کمی بیشی کی ضرورت ہے؟ دفتر اشاعت سیرت کو اب سے پہلے صرف ایک تقریر کے ترجمہ و اشاعت کا کام کرنا ہوتا تھا جس کے لئے محدود انتظام کافی تھا۔ لیکن موجودہ حالت

پس جبکہ انا نیت کہ تین بڑا عظموں کے الگ الگ. تقریریں شائع کی جا رہی ہیں نئے معاونین کی امداد اعانت کا بھی نمونہ ہے۔ اسلامی انجمنیں اور دردمند مسلمان کسی خاص زبان کے (۱) ترجمہ (۲) اشاعت و طباعت (۳) منعقد جلسہ کے سلسلہ میں جو بھی خدمت انجام دے سکیں براہ کرم حضور رہبار کی امداد فرمائیں۔ آخری چھ سال اندازہ کی طباعت و اشاعت کے لیے افریقہ، ماریشس، ملایا، جاپان، ٹرکی، امریکہ اور ایران کے دوران اسلام کو خاص طور پر توجہ فرمانی چاہیئے۔ یہ ان پر رسول اللہ کی محبت کا حق ہے۔ دوران کے عہد کی خدمت ہے۔

باقی ممالک تقریروں کے متعلق چینی، مصر، منگری اور ہندوستان کے مسلم و غیر مسلم علما سے خط و کتابت کی جا رہی ہے اور عنقریب آخری اعلان کر دیا جائے گا۔

دعوت عمل و خدمت

برادران ملت مجھے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق محبت کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ہر مسلمان اس مقدس حق کی پاسبانی کے لئے آگے بڑھے اور سرکار دوجہاںؐ کی حقیقی شان کو نمایاں کرنے کے لئے اپنی زندگی کی پوری قوت صرف کر دے۔ اس مقصد کے پیش نظر کہ ہمیں حضورؐ کے پیغام عزت و رحمت کو کائنات عالم اور دنیائے اسلام کے ایک ایک شہر اور ایک ایک بستی میں پہنچانا ہے۔ میری تمام فرزندان اسلام سے مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ تمام دنیائے اسلام کے علما و اکابر اسلامی انجمنوں اور اخباروں، اور ہر کہ وہ مسلمانوں کے پتے اور ہر ایک اسلامی ملک کے متعلق مفصل معلومات بہم پہنچائیں تاکہ سیرت کی تقریریں طبع ہوتے ہی ان سب کو بھیجی جائیں۔ اور یہ پاک اور بابرکت تحریک ہر گوشہ عالم میں فروغ پا سکے۔ غیر ممالک کے دو مسلمان گذشتہ سالوں کی تقریر سیرت دفتر سے مفت منگوا سکتے ہیں۔

خاکسار

عبدالمجید قریشی پٹی۔ لاہور

(بقیہ صفحہ ۲)

لکھتے ہیں۔ فرمایئے سوڈان کا نام نہ سفید ہونے کی وجہ سے سوڈان ہے یا کسی اور وجہ سے اگر ایسا ہوتا تو اس کا نام اشو تیان ہوتا۔ "سواد اعظم" کے معنے بہت بڑا لشکر جس نے دوسری چیز کو چھپا لیا یا سیاہی کرنے والوں کو مٹا دیا ہے۔ دوسرا کوئی رنگ باقی اشیا پر اس طرح غالب نہیں آتا جس قدر سیاہ۔ عربی میں اسود کے معنے ہیں ہر شے اور رنگ کا مٹ جانا سق بصرہ ذی الشابیہ جس میں آنکھ کا کام کرنے سے رک جائے وہ کوئی کیفیت اور رنگ نہ بتا سکے۔

قرآن شریف کا اعجاز

قرآن شریف نے جہاں اور عربی الفاظ کا فلسفہ بتایا ہے وہاں رنگوں کا فلسفہ بھی بتایا ہے فرماتا ہے کہ ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود۔ اس میں ٹکڑے ہیں۔ سفید اور سرخ کو مختلف الوان یا رنگ قرار دے کر سود یعنی سیاہ کو اس سے باہر رکھا ہے کیونکہ یہ کسی رنگ کا نام نہیں بلکہ کسی رنگ کے نہ ہونے کا نام ہے۔ آپ دو ( ) یہ کسی نئی تحقیقات کر بیٹھیے۔ آپکو وہاں یہ لکھا ملے گا کہ (سیاہ) یعنی کسی رنگ کے نہ ہونے کا نام ہے۔ عربی میں رنگ کو لون کہتے ہیں جس کے معنے ہیں ما فصل الشی وبین غیرہ وہ جو ایک چیز کو دوسری سے جدا کر دے یا دونوں کو الگ الگ دکھا دے۔ سیاہی اور تاریکی اشیاء کی اقسام کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے وہ رنگ نہیں۔ لیکن سفیدی ہر چیز کو کامل طور پر ظاہر کر دیتی ہے۔ جیسے دن کی روشنی میں کل اشیا بین طور پر نظر آتی ہیں۔ روشنی جس قدر سفید ہوگی ہر چیز کا اصلی رنگ ظاہر ہوگا۔ لیکن اور کوئی رنگ اشیا کی حقیقت کو اس صفائی سے ظاہر نہیں کرتا۔ اس کے بالمقابل سیاہی اور تاریکی وہ ہے جو اشیا کی حقیقت کو کلی طور پر غائب کر دیتی ہے۔ غرابیب، سود میں سود کا بدل غرابیب ہے۔ غربت جسکے معنے غائب دور اور گم ہو جانے کے ہیں۔ یعنے کل رنگ (روشنی) جو اشیا کی مختلف کیفیات کو بتاتے تھے غائب ہو گئے۔ دور ہو گئے یعنے سیاہ۔

— مجھے نہایت ہی افسوس ہے ایک شخص جو عربی سے اس قدر ناواقف ہے کہ غیاث اللغات کو عربی کی لغت سمجھ رہا ہے وہ عربی دانی کا دعوے بھی ساتھ ہی ساتھ کرتا جاتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ "کالے پن کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے سوائے اسود کے کوئی لفظ عربی میں موجود نہیں" سیاہ کے معنے لکھے ہیں لون مظلم۔ کیوں صاحب یہ مظلم کالے سیاہ رنگ کا نام ہوا یا نہ ہوا۔ پھر قرآن نے غرابیب کا بدل سود لاکر بتا دیا یا نہیں کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں۔ غسق اللیل رات سیاہ ہو گئی۔ خود لفظ لیل کے معنے سیاہی کے ہیں۔ اور اسی سے لیلی سیاہ رنگ والی ایک عورت کیف کے معنے سیاہی کے ہیں۔ عرب کہتا ہے کسفت الشمس کسوفاً اے اسودت بالنہار۔ دن تاریک ہو گیا اسی طرح خسف القمر چاند سیاہ ہو گیا۔ انخسفت العین آنکھ سیاہ ہو گئی۔ السخم کے معنے ہیں السواد لینے سیاہی۔ الاسخم اے الاسود۔ اسی طرح الحمۃ اے السواد۔ الحموی اے الاسود۔ الیحموم الاسود من کل شئ۔ اسی طرح درجنوں نام سیاہ کے ہیں۔ پروفیسر صاحب فرماتے ہیں اسود میں چونکہ الف ہے اور یہ الف سنسکرت میں نافیہ ہے۔ لہذا اس کے معنے نہ سفید۔ اگر جناب ابیض، ابلق، اصفر، احمر، اخضر، یہ سب ہی رنگ اپنا پہلا حرف الف مفتوح رکھتے ہیں۔ آپ کی فلالوجی ان کا کیا ترجمہ کرتی ہے۔ ؟ یہی کہ نہ سفید، نہ نیلا، نہ زرد، نہ سرخ۔ نہ سبز۔ شاید یہی الہام ہے جو آپکو دن رات ہوتا رہتا ہے۔

انگریزی میں بلیک کے معنے یاد ہیں تو یہ موالی لفظ ہے بلق کے معنے عربی میں ایسے سیاہ کے ہیں جس میں ہلکی سی سفیدی کی جھلک ہو۔

عربی زبان میں [illegible] کے معنے رنگوں کے ہیں۔ اسی سے آپ نے شیام اور سیاہ بنائے ہیں۔

کیمل۔ جمل اور کرمیلہ یعنے اونٹ

پروفیسر صاحب کی نکتہ نوازیاں قابل داد ہیں آپ فرماتے ہیں کرمیلہ کا مادہ کرم سنسکرت ہے جسکے معنے قدم قدم چلنا ہے چونکہ اونٹ خراماں خراماں چلتا ہے۔ اس لئے اس کا نام کرمیلہ ہوا اسی سے کیمل نکلا ہے۔ مگر سلسلہ دار پاؤں جیسا ہاتھی اٹھاتا ہے۔ ویسا کوئی جانور نہیں معلوم نہیں سنسکرت والوں نے اس کا نام کرمیلہ کیوں نہ رکھا۔ ہتھنی کی چال ہندوستان میں ابھی مشہور ہے اور تو اور ناز و ادا سے چلنے والی عورت کا نام ہندو پنڈتوں نے ہستنی رکھا ہے۔ شاید کوک شاستر دیکھنے کا آپکو اتفاق ہوا ہو۔ نہیں تو ستیارتھ پرکاش اٹھایئے اس میں آپکو عورتوں کی دلربا چال کی تشبیہ ہتھنی کی چال ملے گی۔ یہ تو آپ کی وجہ تسمیہ پر لطیفہ تھا۔ اب سنئے صاحب جمل، کیمل اور کرمیلہ کی عجیب و غریب ہسٹری، ازمنہ وسطیٰ کی انگریزی زبان میں "کامل" ہے۔ قدیم فرانسیسی میں ( ) جمل جس کا تلفظ جمل سے زیادہ قریب ہے۔ موجودہ فرانسیسی میں شموے جرانی میں جامال ہے۔ اگر یہ لفظ سنسکرت سے گیا ہوتا تو کسی میں تو سر آ آل مگر تمام زبانیں اس سے پاک ہیں۔ اس لئے تمام زبانوں کے الفاظ عربی کے جمل سے بنے ہیں۔ جمل کے معنے عربی میں خاص ہیں عام اونٹ کے نہیں۔ عرب اونٹ کو جمل اس وقت کہے گا جب اس کے منہ میں دانت پورے نکل آئیں یا وہ بھرپور جوانی کو پہنچ جائے جیسے جملہ کلام کو اس وقت کہیں گے جب اس میں الفاظ جمع ہو کر فقرہ پورا ہو جائے۔ عرب جمل البحر وحیل مچھلی کو کہتے ہیں۔ کیا وہ بھی اپنے پاؤں اور قدم رکھتی ہے عرب رسے کو جمل کہتا ہے کیونکہ اس میں ریشے یا رسیاں جمع ہوتی ہیں آپ نے لکھا ہے کہ آپ جمل کی تشریح کرتے ہوئے دلدل میں پھنس جائیں گے۔ جناب یہ عرب کا ہی جمل یا رسہ ہے جس سے آپ سنسکرت کی دلدل سے باہر آ سکتے ہیں۔ آپ کی غیر معمولی قابلیت کے کیا کہنے ہیں جو اونٹ کے پاؤں یا قدم سے نکلتی ہے۔

قل یآاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ماہوار ایڈیشن

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰	لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۰ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۳۲ء	نمبر ۸

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیت

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ذات گرامی

(از محمد مرتضےٰ خان صاحب بی اے۔ مانگرول)

وہ امیر المومنیں، وہ شمع بزم عارفاں ! ۔۔۔ روئے پرتنویر سے جس کے ہوتا بانِ جہاں
ملک روحانی کی شاہی جس کو دی اللہ نے ۔۔۔ جس پہ ہے فضل خدا مثلِ ہما سایہ کناں
پُرز اسرار و رموزِ معرفت جس کا کلام ۔۔۔ جس کی خاموشی میں بھی مرکوز ہے لطفِ بیاں
فخر دیں رازی سے جو وا ہو سکے نہ عمر بھر ۔۔۔ کھول کر سب رکھدیئے اس نے وہ اسرارِ نہاں
اس نے دنیا میں کیا ارفع مقام میرزا ۔۔۔ احمدیت کو بنایا اس نے مقبولِ جہاں
اس کو ورثہ میں ملا ہے علم سلطان القلم ۔۔۔ کہہ گئے ہیں اس کی نسبت مہدیٔ آخر زماں
دعوۃ و تبلیغ دیں کا کام تیرا کام ہے ! ۔۔۔ تجھ سا باہمت نظر آتا نہیں کوئی جواں"
مضطرب رہتی ہیں جو دیں کے لئے اس کو مدام ۔۔۔ برق مضطر میں بھی وہ دیکھی نہیں بیتابیاں
تو فدا ہو جائے اس کے حسن دل افروز پر ۔۔۔ گر خدا سے ہو میسر تجھ کو چشمِ عاشقاں

ہوشدار! اے ہرزہ گوے! دم مزن در شان او
بہر تعظیمش ستادہ بادشاہانِ جہاں ! !
"قدرِ زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری"
قدرِ علم و عقل و عرفاں چیست پیش ابلہاں

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

اعمال کی جزا سزا یقینی ہے

سورۃ النبا (بقیہ)

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء)

متقیوں کی کامیابی

ان للمتقین مفازاً ۔ میں نے بتایا تھا کہ اس سورۃ میں ... زور دیا ہے۔ جس طرح آج کل حملہ ... نے عمل کو چھوڑ رکھا ... قرآن نے عمل پر زور دیا ہے ۔ اور اس کے نتائج بھی بتائے ... سے پہلے بدعملیوں کے نتائج کا ذکر کیا تھا اب ان لوگوں ... ہے جو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں اور ان کو ادا ... فرمایا ایسے لوگوں کے لئے کامیابی ہے ۔ اس دنیا میں بھی ... کامیاب کرکے دکھا دیا ۔ حالانکہ بظاہر ان کی کامیابی کی کوئی امید ... نہ تھی ۔ اور ہر قسم کے ساز و سامان ... ان کو تباہ کرنے کی ... کی گئی ۔ لیکن آخر کار تمام عرب اور عجم نبی کے قدموں پر گرا ... کامیابی اللہ تعالے نے ان کو دی ... مشکل ہے

عشق الٰہی کے پھل

حدائق واعناباً ۔ ایسے لوگوں کے لئے باغ ہے ایک باغ ... ہے ۔ یعنے راحت کی زندگی پیدا ہوتی ہے ۔ انگور کے پھل ... اس نے بیان کیا کہ انگور کی شراب سے جذبات کو ... کی تحریک ہوتی ہے ۔ اسی طرح عشق الٰہی یا خدمت دین ... جذبات عالیہ کے لئے خاص تحریک کا کام دیتا ہے ۔ جب تک ... عشق نہ ہو وہ کمال کو نہیں پہنچتا ۔ ادھورے کام سے کچھ نہیں ... اسلام کا کام بھی ایک عشق اور جنون کو چاہتا ہے ۔ مجھے ... افسوس ہوتا ہے ان لوگوں پر جو خدمت دین تو کرتے ہیں مگر ادھورے ... اشاعت اسلام کے لئے چندہ ایک ... جہاد ہے ۔ وہ وقت ... سکتے ۔ بقایا چلے جاتے ہیں ۔ پوچھو تو کہتے ہیں چندہ لینے والا ... اس لئے بقایا رہ گیا ۔ جس کو خدمت دین کا عشق ہو وہ ... انتظار نہیں کرتا کہ کوئی لینے آیا یا نہیں وہ خود وقت پر ... یہ نیم مردگی کی علامت ہے کہ انتظار کیا جائے ۔ کہ کوئی لینے ... تو فرمایا کہ ان لوگوں کو جو محبت الٰہی میں فنا ہوتے ہیں ان ... کے انعام میں وہ جنتی انگور ملیں گے جو درحقیقت اسی ... پھل ہیں جس سے دنیا میں انہوں نے خدمت دین کی ۔

عورتیں اور بہشت

وکواعب اتراباً ۔ نوجوان ہم عمر عورتیں بھی متقیوں کو ملیں گی ... لوگوں کو عورتوں کا ملنا اس قدر خطرناک سمجھا جاتا ہے کہ ... ہے ۔ مغربی لوگ اپنی سوسائٹیوں میں تو جب تک میم ... اس وقت تک سوسائٹی کو مکمل نہیں سمجھتے لیکن اعتراض ... مشرقی اسی لئے ترقی نہیں کرتے کہ عورتوں کے بہت ... اور اپنا یہ حال ہے کہ بغیر عورت کے چلنا پھرنا دشوار ہے ... بڑے نیک آدمی تھے ۔ انہوں نے اپنے رنگ میں مسلمانوں ... ہے ۔ لیکن علم قرآن مسیح موعود کے لئے مقدر تھا ... ایک دفعہ لکھا کہ بہشت میں عورتوں کا ملنا اور ان سے

تعلقات خدا کے تقدس کے خلاف ہے ۔ اس پر ہمارے حضرت مولانا نورالدین مرحوم نے انہیں خط لکھا کہ جب زناشوئی کے تعلقات اس دنیا میں خدا کے تقدس کے منافی نہیں تو پھر بہشت میں کیوں خدا کے تقدس کے منافی سمجھا جائے ۔ کیا خدا کا تعلق اس دنیا سے نہیں اسی دنیا سے ہوگا ۔

آریوں کا آنند

بہشت و دوزخ کے متعلق عجیب و غریب خیالات لوگوں میں پائے جاتے ہیں عیسائی کہتے ہیں جہنم میں رونا اور دانت پیسنا ہوگا آریہ کہتے ہیں بہشت میں آنند ہوگا ۔ خدا جانے یہ آنند کس قسم کا ہوگا اگر سکھ اور خوشی کی متاہل زندگی بری بات ہے تو کیا آنند یہ ہوگا کہ افیونیوں کی طرح آنکھیں بند کئے سوئے رہیں گے ۔ آخر آنند کی کوئی تشریح ہونی چاہئے ۔ آنکھ بند کئے اونگھتے رہنا کوئی سکھ اور راحت کا نشان نہیں بلکہ سستی اور غفلت کی علامت ہے ۔

روح کی لذت کا ذریعہ جسمانی حواس ہیں

ہماری روح نے اس دنیا میں انہی ظاہری حواس سے تربیت پائی ہے جو ہمارے جسم میں پائے جاتے ہیں ۔ روح نے لذت اٹھانا انہی حواس سے سیکھا ہے جو اس مادی جسم کو ملے ہیں ۔ اچھا کھانا کھاتا جسم ہے ذائقہ زبان کو ملتا ہے ۔ لیکن لطف اٹھاتا انسانی نفس یا روح ہے ۔ اسی طرح اچھا منظر دیکھتی آنکھ ہے لیکن لطف اٹھاتی روح ہے ۔ اسی طرح ہر ایک حس جو جسم کو ملی ہے ۔ اسی کے ذریعے روح لذت اٹھاتی ہے ۔ لہذا جسم اور روح کی حس مشترک ہے ۔ پس روح جب اس مادی جسم کو چھوڑے گی تو اگلی زندگی جو اسے ملیگی اگرچہ وہ اس سے مختلف اور اعلیٰ ہوگی ۔ لیکن اس زندگی میں بھی روح کو لذت کا احساس اگر ہوگا تو وہ انہی حواس کے ذریعے ہوگا ۔ جن سے وہ اس دنیا میں لطف اٹھاتی رہی ، وہ دیکھے گی ، سنے گی ، سونگھے گی ، چکھے گی ، چھونے کو محسوس کرے گی ۔ زناشوئی کی محبت کا لطف اٹھائے گی ۔ وجہ یہ کہ وہ اسی طریق سے دنیا میں لذت اٹھاتی رہی ۔ تو جس طریق پر اس کی اس عالم میں تربیت ہوئی ہے اسی طریق سے دوسرے عالم میں وہ لذت اٹھا سکتی ہے ۔ اس کے غیر سے نہیں ۔ جس حس سے اس نے کچھ محسوس ہی نہیں کیا نہ لذت اٹھائی اس سے وہ لذت کیسے اٹھا سکتی ہے اسی لئے عالم رویا میں ہم کوئی اگر باطنی یا روحانی چیز بھی دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں کسی شکل میں متمثل نظر آتی ہے ۔ اگر ہم کسی روحانی پھل کو چکھتے ہیں تو وہ ہمیں مادی پھلوں کی طرح متمثل نظر آتا ہے ۔ خواہ اس کا ذائقہ اور لطف اس دنیا کے پھلوں کی نسبت ہزارہا گنا بڑھکر ہو ، لیکن ہماری روح اس روحانی پھل سے لذت تب ہی اٹھا سکتی ہے جب وہ دنیا کے پھل کی طرح منہ میں آتا معلوم ہو ۔ اور ذائقہ اسے محسوس کرے ۔ ورنہ اس کا پھل اس کے کسی کام کا نہیں وہ اس پھل سے کوئی لذت نہیں لے سکتی ۔

ویدوں کا بہشت

غرضکہ ہماری روح اگلی زندگی میں لذات اور کیفیات انہی حواس سے محسوس کر سکتی ہے ۔ جن سے اس کی اس دنیا میں تربیت ہوئی ہے ہاں یہ سچ ہے کہ یہ حواس عالم میں یہاں کی نسبت بہت تیز اور حد بندیوں سے آزاد ہوں گے ۔ لیکن ہوں گے یہی حواس ۔ جن میں روح انسانی کی اس عالم میں تربیت ہوئی ہے ۔ پس اگر ایک بے حس و حرکت زندگی کا نام آنند ہے تو ایسے آنند کو سو دفعہ سلام ہے ۔ لیکن آریوں کی ساری شیخی بازی ہمارے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے طشت از بام کردی ہے ۔ انہوں نے "ویدوں کا بہشت" نام کتاب لکھکر بڑا احسان کیا ہے ۔ ویدوں کے سورگ یعنے بہشت میں گھی کے تالاب اور کھیر کے حوض اور استریوں کے جھنڈ کے جھنڈ اور خدا جانے کیا کیا نکال کر دکھا دیا ۔ جنھیں پڑھکر بھی شرم آجاتی ہے

اگلی زندگی حواس اور جذبات سے خالی نہیں

قرآن نے اگلی زندگی دو قسم کی بتائی ہے ۔ ایک جنتی اور دوسری جہنمی ۔ دونوں موجودہ زندگی کا پھل ہیں ۔ یہ زندگی عمل کرنے کے لئے ہے وہ پھل پانے کے لئے ہے ۔ پس اگلی زندگی کو غیر معمولی رنگ دینا اور موجودہ زندگی کے حواس و جذبات سے خالی سمجھنا حماقت ہے ۔ آخر وہ اسی زندگی سے تولد شدہ زندگی ہے ۔ پس اگر ہم عمر بیبیاں اگلی زندگی میں ملیں گی تو یہ عین تقاضائے فطرت ہے ۔ اس سے انکار کرنا نہایت غیر معقول بات ہے ۔

جنت کی سوسائٹی

لا یسمعون فیہا لغواً ولا کذاباً ۔ نہ وہاں لغو باتیں سننے میں آئیں گی اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانا ہوگا ۔ لغو کیا ہے ایک چیز مفید ہوتی ہے اور ایک نقصان دہ لیکن جو چیز نہ مفید ہو ، نہ نقصان دہ وہ لغو ہے ۔ لغو کو تغلیب کے رنگ میں فرمایا جب وہاں کوئی ایسی بات بھی سننے میں نہ آئے گی جو لغو ہوتی ہے ۔ تو نقصان دہ امر کا ذکر ہی کیا ہے ۔ آج کل ہمارے زمانہ میں تو لغویت ہی کا نام سوسائٹی ہے ۔ جب تک لغو کھیل ، بکواس ، تاش ، برج ، نہ ہو سوسائٹی کا مزہ ہی نہیں ۔ لیکن جنت کی سوسائٹی نہایت پاکیزہ ہر ایک قسم کی لغویت سے پاک اور نہایت مہذب اور راستبازوں کی ہوگی ۔ ایک دوسرے کو جھٹلانا پرلے درجہ کی بدتہذیبی کا نشان ہے ۔ مومن کبھی جھوٹ نہیں بولتا ۔ اس سے بڑھکر اس کے لئے کوئی گالی نہیں کہ اسے کہدیا جائے کہ تو جھوٹا ہے ۔ انگریزوں میں آج کسی کو جھوٹا کہدینا بڑی سخت بدتہذیبی اور سب سے بڑی گالی ہے ۔ لیکن یہ تہذیب درحقیقت اسلام سے آئی ۔ آنحضرت صلعم سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ مومن سے فلاں فلاں گناہ ہو سکتا ہے فرمایا ہاں ہو سکتا ہے ۔ پھر دریافت کیا کہ مومن جھوٹ بول سکتا ہے فرمایا نہیں ۔ پس مسلمانوں میں قرآن کی رو سے جو سب سے بڑی بدتہذیبی ہو سکتی ہے وہ ایک دوسرے کو

(باقی بر صفحہ ۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

نمبر ۸	مورخہ ۴ر فروری ۱۹۳۲ء مطابق ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ	جلد ۲۰

جماعت احمدیہ لاہور کی وسیع الاثر خدمات

ایک مسیحی مشنری کی شہادت

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا؟

احمدیت کی پوزیشن عہد حاضر میں

جماعت احمدیہ جن پاکیزہ اصولوں اور صداقتوں کو لیکر کھڑی ہوئی ہے، اسلام اور مسلمانوں کی جو عظیم الشان خدمات اس نے آج تک سرانجام دی ہیں زمانہ کو چار و ناچار ان کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں ایک طبقہ ابھی تک ان لوگوں کا موجود ہے کہ جو ظاہر اور کھلے واقعات کا بھی انکار کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور احمدیت کو بدنام کرنے اور غلط الزامات اور معتقدات کو اس کی طرف منسوب کرکے اس کی خدمات اسلام کو بھی ملیامیٹ کر دینے کے درپے ہیں۔ تاہم وہ عظیم الشان کام جو اس جماعت کے ذریعے سے سرانجام پا رہے ہیں ایسے نہیں کہ زمانہ حاضرہ کا تاریخ نویس کسی طرح بھی انہیں نظر انداز کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغربی مصنفین کو مذہبی دنیا کے متعلق جب کبھی کچھ لکھنے کا موقعہ ملتا ہے تو اس میں احمدیت کا ذکر اسے لازماً کرنا پڑتا ہے۔

پادری کریمر کا مضمون

ایک اسی قسم کا مضمون پادری ایچ کریمر نے جو جاوہ میں بطور مسیحی مشنری کام کر رہے ہیں" مسلم ورلڈ" میں "اسلام ان انڈیا ٹوڈے" کے عنوان سے لکھا ہے۔ جس میں ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر اجمالی ریویو کرتے ہوئے زمانہ حاضرہ کی تحریکات میں جماعت احمدیہ کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ مضمون تمام اس قابل ہے کہ قارئین کرام کے مطالعہ میں لایا جائے۔ لیکن اس کی طوالت اس ارادہ کو پورا کرنے سے مانع ہے۔ کوشش کی جائے گی کہ کسی دوسری فرصت میں بطور خلاصہ اسے پیش کیا جائے۔ فی الحال اس حصہ میں سے جو جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھتا ہے چند فقرات ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس جماعت کا اثر دنیا میں کس قدر پھیل رہا ہے۔ جس کا اعتراف ان مسیحی مشنریوں کو بھی چار و ناچار کرنا پڑتا ہے۔ جو اسلام کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کا ذکر کرتے ہوئے پادری صاحب لکھتے ہیں:

"جماعت احمدیہ لاہور جو اصل کمیونٹی سے اس بنا پر علیحدہ ہوئی ہے کہ وہ بانی سلسلہ کا احترام مجدد ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں۔ نہ کہ نبی ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی عامہ رائے میں زیادہ قبول کئے جانے کے قابل ہے مسیحیت کے متعلق اس جماعت میں بھی وہی مخالفانہ سپرٹ موجود ہے۔ جو قادیانیوں میں پائی جاتی ہے۔ لیکن ان کی سرگرمیاں زیادہ تر اس بات پر مرکوز ہیں کہ اسلام کو ایک معقول اور فطری مذہب ہونے کی حیثیت سے دنیا میں پیش کیا جائے یورپ میں مسیحیت کے تنزل سے انہیں اس مذہب کی حقیقت کو کھولنے اور اسلام کی عظمت ثابت کرنے کے لئے بہت بڑا مسالہ مل گیا ہے۔۔۔۔

۔۔۔ ان لوگوں کی تمام دماغی قابلیت اسلام کو وسیع اجتماعی اور اخلاقی اصولوں کا علمبردار ثابت کرنے میں صرف ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ ان کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ جس قدر ان کی تعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسلام کی صداقت اور حمایت میں جو دلائل انہوں نے دیئے ہیں بہت سے اعلےٰ تعلیم یافتہ مسلمان ان کے قائل ہیں اور اسی کو وہ اسلام کے ساتھ دماغی وابستگی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔۔۔۔"

قلت اور کثرت

یہ ایک مسیحی مشنری کے الفاظ ہیں جن سے ظاہر ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کا جو تعداد کے لحاظ سے بہت لوگوں کی نظروں میں چنداں وقعت نہیں رکھتی۔ جس کو خود اس کے اپنے بھائی "چند آدمی" کے ذلیل الفاظ میں یاد کرتے رہے۔ اور اپنی کثرت تعداد پر نازاں ہو کر اس کے عنقریب مٹ جانے کی پیشگوئیاں کرتے رہے۔ کس قدر اثر دنیا میں پایا جاتا ہے۔ اسلام کی کس قدر عظیم الشان خدمات اس نے سرانجام دی ہیں۔ کہ آج ایک پادری کو بھی ان تمام غلط بیانیوں اور زہر چکانیوں کے باوجود جن کو فقرات بالا میں ہم نے حذف کر دیا ہے۔ تا کہ کسی دوسری فرصت میں ان پر الگ نظر ڈالی جائے بشرح صدر اس بات کا اعتراف کرنا پڑا۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ آج احمدیت کے زیر اثر ہے۔ اور اسی کو اسلام کے ساتھ وابستگی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

وابستگی اسلام کی بین شہادت

"اسلام کو ایک معقول اور فطری مذہب کی حیثیت سے دنیا میں پیش" کرنے اور "وسیع اجتماعی اور اخلاقی اصولوں کا علمبردار ثابت" کرنے میں اگر جماعت احمدیہ کسی بناوٹ سے کام لیتی، اگر اسے خود اسلام کے ساتھ دلی وابستگی نہ ہوتی یا وہ حقیقت اسلام اسکے اندر پنہاں نہ ہوتی جس کو وہ دنیا میں پیش کر رہی ہے تو اس کی خدمات دنیا کے اندر کوئی اثر پیدا نہ کر سکتیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ تعداد کے لحاظ سے یہ جماعت نہایت درجہ کی اقلیت رکھتی ہے۔ اور اس کے بالمقابل ایک طرف وہ کثیر التعداد مسلمان ہیں جو سواد اعظم کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ خطرناک پروپیگنڈا ہے جو مخالفین احمدیت اور قادیانی احمدیوں کی طرف سے اس جماعت کے خلاف ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں اس قدر مخالف حالات کے ہوتے ہوئے تعلیم یافتہ مسلمانوں کا اس جماعت کے خیالات کو اپنی وابستگی اسلام کا ذریعہ قرار دینا اور اس کا اثر دنیا میں پھیلتا چلا جانا اس کی صداقت اور وابستگی اسلام کی ایک بین شہادت ہے۔

مخالفین احمدیت سے خطاب

کہاں ہیں وہ لوگ جو اس جماعت کے عقائد کو خلاف اسلام ثابت کرنے اور اس کی خدمات کو بے حقیقت ٹھہرانے کے درپے ہیں۔ کہاں ہیں وہ دشمنان احمدیت جن کو اس پاک جماعت کی تاریخ میں انگریز کی وفاداری اور اسلام سے غداری ہی کا درس نظر آتا ہے کیا وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی ان مخالفانہ اور معاندانہ کوششوں کے باوجود احمدیت کیا کچھ اثر دنیا میں پیدا کر رہی ہے۔ آیا یہ اسلام سے غداری کا اثر ہے یا اسلام سے وفاداری اور وابستگی کا نتیجہ ہے۔ کیا جو لوگ خود اسلام سے تعلق نہ رکھتے ہوں یا ان کے عقائد اسلام کے خلاف ہوں وہ دوسروں کو اسلام کا مطیع و فرمانبردار بنا سکتے ہیں؟ کیا مسیحیت کے متعلق وہ مخالفانہ سپرٹ جو بقول پادری کریمر جماعت احمدیہ میں پائی جاتی ہے اور ہر باغیرت مسلمان میں ہونی چاہئے۔ انگریز کی مخالفت کے سلسلہ میں بھی تمہارے اندر پیدا ہوئی؟ واقعات سے ظاہر ہے کہ مسیحیت کے مخالفانہ پروپیگنڈا کی تردید میں کبھی وہ زور تم نے نہیں لگایا جو آج احمدیت اور انگریز کی مخالفت میں صرف کیا جا رہا ہے۔ ملکی حقوق کا حاصل کرنا بے شک ضروری ہے۔ اور احمدیت حکومت کی وفاداری کی تلقین کرنے کے باوجود ملکی حقوق کے لئے آئینی جدوجہد کی مخالف نہیں لیکن محض اسی کو دین و ایمان قرار دے کر حامیان اسلام اور خادمان دین کو برا بھلا کہنا کہاں کی شرافت اور انسانیت ہے۔ یاد رکھو کہ تمہاری یہ کوشش کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ اور نہ احمدیت کا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ ممکن ہے جاہل اور غیر تعلیم یافتہ طبقہ میں کوئی ہنگامی اثر ان سے پیدا ہو۔ لیکن تعلیم یافتہ طبقہ جیسا کہ پادری کریمر نے بتایا۔ احمدیت کے زیر اثر ہے اور اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔

واقعات کی شہادت

یہ کوئی فرضی بات نہیں بلکہ اس مضمون کو لکھنے سے پیشتر پادری کریمر نے خود ہندوستان میں آکر اس کے طول و عرض کا

سفر کیا۔ جماعت احمدیہ اور دوسری اسلامی جماعتوں کے سرکردہ اصحاب سے ملاقات کی۔ بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں سے خود ملکران کے خیالات دریافت کئے۔ اور پھر اس مضمون کو قلمبند کیا جس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ واقعات کی بنا پر لکھا ہے یونہی فرضی باتیں بیان نہیں کیں۔ اس لئے یہ کہنا حق بجانب ہے کہ پادری کریمر کا یہ بیان دراصل واقعات کی شہادت ہے جس کو رد کرنا اور جھٹلانا بہت ہی مشکل امر ہے۔

احمدی احباب سے

آخر میں اپنے دوستوں سے بھی یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جہاں اس وسیع اثر کو دیکھ کر جو آپ کی قربانیوں اور رات دن کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ آپکو طبعاً خوشی حاصل ہوتی ہے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ان قربانیوں کو اور زیادہ ترقی دی جائے تاکہ یہ اثر اور زیادہ وسیع ہو اور اسلام دنیا میں چاروں طرف پھیل جائے احمدیت دراصل اسی بات کا نام ہے کہ اسلام کی خدمت میں ہم دن رات لگے رہیں اور اس کو دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلانے کی کوشش کریں۔ جس قدر یہ کوششیں زیادہ وسیع ہونگی، جسقدر اخلاص اور دلی وابستگی کے ساتھ ہم اس نیک کام میں ساعی ہوں گے۔ اسی قدر اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور افضال ہم پر نازل ہوں گے۔ اس وقت آپ کے سامنے کئی ایک تحریکات ہیں۔ ایک آنہ فنڈ، دس یوم کی آمداز جرمن اور جاوا مشن کے لئے جو رقوم حضرت امیر ایدہ اللہ نے جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کیلئے کوشش کرنا اور جماعت کی صحیح پوزیشن اور مسیح موعود کے اصل معتقدات اور دعاوی سے لوگوں کو مطلع کر کے انہیں اس سلسلہ کی طرف رغبت دلانا ضروری ہے۔ اور پہلے سے بڑھکر ہمت اور مستعدی کے ساتھ ان کاموں میں حصہ لینا ہر فرد جماعت کا ضروری فرض ہے کیا ہمارے احباب اس طرف متوجہ ہوں گے؟

عید مبارک

یہ غالباً آخری پرچہ ہے جو عید سے پہلے قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ سکتا ہے اس لئے ہم اس تقریب سعید پر قارئین کرام اور دیگر تمام احباب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں اگرچہ فی زمانہ مسلمانوں کی عید بھی ان بیشمار مصائب و آلام کی وجہ سے جو چاروں طرف سے انہیں گھیرے ہوئے ہیں چنداں مسرت پیدا کرنیکا موجب نہیں تاہم وہ روحانی فیوض جو رمضان مبارک کے مجاہدات کا نتیجہ ہوسکتے ہیں اور جو لیلۃ القدر کے بعد مطلع الفجر کا حکم رکھتے ہیں فی الحقیقت ایک ایسی عید لانیوالے ہیں جو اپنے اندر بہت سی خوشیوں اور مسرتوں کو جمع کئے ہوئے ہے۔ اس مبارک موقعہ پر غریب آدمی بھی کھانے پینے اور پہننے پر بہت کچھ صرف کرتا ہے یہانتک کہ بعض لوگ سودی قرض اٹھا کر بھی اپنے گھروں میں لذات دنیوی کے سامان جمع کرنے سے دریغ نہیں کرتے کیا خدا کے دین کا حق اتنا بھی نہیں کہ جب کبھی ان سے دین کیلئے سوال کیا جاتا ہے تو ان کی تنگدستی آڑے آجاتی ہے ہمیں امید ہے کہ ہمارے احباب اپنی سابقہ روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موقعہ پر بھی فرض کو یاد رکھیں گے اور جہاں اپنے بال بچوں کے لئے اخراجات کا سامان بہم پہنچائیں گے دین کیلئے کم از کم ایک پیسہ فی کس جو حضرت مسیح موعود نے بطور عید فنڈ مقرر کیا ہے عطا کریں گے۔

اس کے علاوہ فطرانہ کی رقم ہر ایک مسلمان پر واجب ہے۔ خاندان کے جسقدر نفوس کل پر بوجہ ہر یہانتک کہ ایک نوزائیدہ بچہ کا بھی صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ فطرانہ کی تعداد فی کس دو سیر گندم یا اسکی قیمت مقرر ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ہر جماعت میں فطرانہ کی جمع شدہ رقم کا ایک تہائی مقامی مساکین میں تقسیم کر کے بقایا مرکزی انجمن کو بھیجدیا جائے۔

امید ہے کہ تمام جماعتیں اور احباب ان ضروری امور کو ضرور پیش نظر رکھیں گے۔

قوم کے آنریری کارکن اور مبلغ

پانچ بزرگوں کی زندگیاں اسلام کی خدمت میں

ملازمت پیشہ اور دیگر اصحاب اپنے اوقات کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیں

(حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی)

یہ مضمون احباب کی خاص توجہ کے قابل ہے ان کے ایک ایک گھنٹہ یا ایک ایک دن کی محنت سے قوم کی عظیم الشان عمارت تیار ہوسکتی ہے۔ (محمد علی)

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جو تحریک گزشتہ سال کی گئی تھی کہ جو لوگ گورنمنٹ سروس سے ریٹائر ہوتے ہیں وہ بلا معاوضہ لاہور میں یا جہاں انجمن مناسب سمجھے خدمت دین کے کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیں۔ وہ بارور ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے میرے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش صاحب نے جو پنشن لینے کے بعد امرتسر میں ایک معقول تنخواہ پر کام کر رہے تھے اور وہاں بھی ایک مفید کام کر رہے تھے۔ اس آواز پر لبیک کہا۔ اور گزشتہ مئی میں بلا کسی معاوضہ کے اپنی خدمات کو انجمن کے سپرد کردیا۔ اس کے بعد خان بہادر میاں غلام رسول صاحب نے اسی ذیل میں دس یوم ماہوار کا وعدہ کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان موانع کو دور فرمائے جو قوم کو ان کی ان خدمات سے اب تک محروم کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ۴ اکتوبر کو جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائر ہو کر خدمات دینی کو سرانجام دینے کے لئے لاہور میں آکر مقیم ہوگئے ہیں۔ اور علاوہ درس قرآن کریم کے دیگر کئی ایک ضروری کام جن کا اب تک کوئی انتظام نہ تھا ان کے سپرد کردیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ انشاء اللہ تعالیٰ بیرونی جماعتوں میں بھی تھوڑا تھوڑا قیام کیا کریں گے۔ اور سردست رمضان کے بعد دہلی آپ اسی غرض کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ اس کے بعد اب خانصاحب چودھری منظور الٰہی صاحب نے جو ۱۲ر جنوری کو ریلوے سروس سے ریٹائر ہو رہے ہیں گو ان کو کوئی پنشن بھی نہیں ملے گی۔ مگر محض ابتغاء لوجہ اللہ اپنی خدمات کو کلی طور پر انجمن کے سپرد کردیا۔ چودھری صاحب موصوف اس سلسلہ کو بیرونی ممالک میں پہنچانے اور اس کے پودے مختلف ممالک میں لگانے میں جو عظیم الشان کام کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارا لٹریچر چودہ غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور کم از کم تین اخبار ہیں ایک چین ایک پولینڈ اور ایک عرب میں نکل رہے ہیں۔ وہ بے نظیر کام ہے یہ سب کام انہوں نے اس حالت میں کیا ہے جب وہ اپنے دفتر کا کام بھی ساتھ کرتے تھے۔ میں نے ان کے اس عشق کو دیکھا ہے کہ تکان کا نام تک ان کے پاس نہ آتا تھا۔ اور وہ دفتر کے کام سے فارغ ہو کر آتے تو بجائے گھر میں آرام کرنے کے جو اکثر لوگوں کی خواہش ہوتی ہے، دفتر میں آبیٹھتے اور آدھی آدھی رات تک کام میں لگے رہتے۔ ان کے اس اخلاص اور محنت کا اللہ تعالیٰ نے جماعت کی توسیع کے رنگ میں اتنا بڑا پھل دیا ہے کہ ہماری جماعت اس کا کما حقہ شکریہ ادا نہیں کرسکتی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اب جبکہ وہ سب کاموں سے فارغ ہو کر اس ملی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے ہیں۔ تو ہندوستان میں تبلیغ کی توسیع پر بھی خاص توجہ دیں گے۔ دو بزرگ اور بھی ہیں جو انشاء اللہ اپریل سے اسیطرح اس ملی خدمت میں آلگیں گے۔ یعنے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب جالندھری۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو بہت وسیع کرے اور اپنے دین کی خدمت کا جوش ہمارے احباب کے سینوں میں ایسا پیدا کردے کہ وہ دیوانہ وار اس کے لئے کام کرنے والے ہوں۔ ان بزرگوں سے جس قدر قوت سلسلہ کے کام کو ان کی ملازمت کے اثنا میں ملی ہے وہ بھی بہت بڑی ہے مگر ان کے ہمہ تن دینی خدمت پر لگ جانے سے انشاء اللہ اس جماعت کی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ اسی سلسلہ میں میں یہ چاہتا ہوں کہ

وہ احباب جو اس وقت ملازمت میں ہیں

یا اور کوئی صورت معاش رکھتے ہیں جس سے وہ کچھ وقت بچا سکتے ہیں وہ بھی آنریری طور پر اپنے اپنے علاقہ میں تبلیغ کا کچھ کام اپنے ذمہ لے لیں اس سے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو ان کے لئے پنشن کے بعد دینی خدمت میں لگنا بہت سہل ہو جائے گا۔ دوسرے اس طرح ان کے علم میں ترقی شروع ہو جائے گی۔ یہ دو ذاتی فوائد ہیں اور قوم کو اور دین کو جو فائدہ پہنچے گا اسے خدا ہی جانتا ہے۔ بہرحال اگر کچھ احباب اپنے دل میں یہ شوق پاتے ہوں تو وہ مجھے اطلاع دیں۔ کہ وہ کس قسم کا کام کرسکتے ہیں کس علاقہ میں کرسکتے ہیں۔ کتنا اور کونسا وقت دے سکتے ہیں۔ مثلاً صرف اتوار کا دن ہی دے سکتے ہیں یا اور کوئی وقت بھی روزانہ یا ہفتہ میں ایک دو دفعہ دے سکتے ہیں۔ اور انہیں کس قسم کا لٹریچر درکار ہوگا یا اور کس قسم کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی زمیندار احباب یا دوسرے احباب سے جن کو یہ موقعہ حاصل ہو یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں اس بات کی ٹوہ میں لگے رہیں۔ کہ آیا کوئی اچھوت چوہڑے چمار یا دوسری قوم کے لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو بہتر بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو اسلام ان کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بلند مقام پر پہنچا سکتا ہے جہاں ایسے لوگ موجود ہوں ان سے ملکر ان کو اسلام کی طرف لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اس بارے میں جس قسم کی امداد کی ضرورت مرکز سے ہوگی اس کی اطلاع مجھے دی جائے۔

(محمد علی)

جنوری، فروری سنہ ۱۹۳۲ء میں جن خریداران پیغام صلح کا چندہ ختم ہوتا ہے وہ براہ کرم فروری کی ۱۵ تاریخ تک آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماکر شکریہ کا موقعہ دیں۔ ورنہ وی پی بہر زیادہ خرچ ہونگے۔ (مینجر)

مسیح موعود کو ابن مریم کیوں کہا گیا

قرآن کریم میں اولیاء اللہ اور حضرت مسیح موعود کا مقام

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

سوال: حدیث شریف میں پیشگوئی ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ چلو مان لیا کہ نزول کے معنے خلق یا بعثت کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ قد انزلنا الیکم ذکرا رسولا سے ظاہر ہے۔ کہ تمہاری طرف نصیحت کرنے والا رسول نازل فرمایا۔ یعنے مبعوث فرمایا۔ لیکن ابن مریم کے نام کو کہاں لے جائیں۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب کی ماں کا نام مریم تھا؟ اگر نہیں تو وہ کیسے ابن مریم کا مصداق بن سکتے ہیں۔ کیا عربی زبان کے محاورہ میں اس قسم کے نام دوسرے شخص پر بولے جا سکتے ہیں؟

ابن مریم کنیت ہے نام نہیں

جواب: آپ کا اس قدر تعلیم یافتہ ہو کر یہ اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے۔ اگر ابن مریم اسی کو کہہ سکتے ہیں جس کی ماں کا نام مریم ہو تو دنیا ابن مریموں سے بھری پڑی ہے۔ سینکڑوں عورتوں کا نام مریم ہے پس ہر شہر میں سینکڑوں ہی ابن مریم مل جائیں گے۔ ایسی کچی بات کسی نیم ملانے تو نہیں آپ کے کان میں ڈال دی؟ اجی حضرت! عربی میں کنیت نام کی قائم مقام ہوتی ہے۔ اور جب کبھی کسی شخص کا نام عزت سے لینا منظور ہوتا ہے۔ تو اصل نام سے نہیں بلاتے بلکہ ہمیشہ کنیت استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت عمر ابن خطاب کا نام تو عمر ہے اور کنیت ابن خطاب ہے۔ ایک عرب اگر حضرت عمر کا نام عزت سے لے گا۔ تو ابن خطاب انکی کنیت کو استعمال میں لائیگا عمر نہیں کہے گا۔ یہ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ اور عربوں کی تہذیب ہے۔ حضرت ابوبکر کی تو کنیت ہی مشہور ہے۔ اصل نام بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کا نام ابوبکر رکھ لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس بچہ کا کوئی بیٹا ہے جس کا نام بکر ہے بلکہ ابوبکر کنیت کو درحقیقت نام کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ابوالحسن لوگوں کا نام ہوتا ہے جو حضرت علی کی کنیت ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ جس کا نام ابوالحسن ہے۔ اس کا کوئی بیٹا حسن بھی موجود ہے۔ اسی طرح ابن مریم حضرت عیسیٰ کی کنیت ہے جب کوئی عرب حضرت عیسےٰ کا عزت کے ساتھ ذکر کرے گا تو پھر وہ عیسےٰ نہیں کہے گا بلکہ ان کی کنیت ابن مریم کو استعمال کرے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جب حضرت عیسےٰ کے نزول کا ذکر کیا تو بجائے عیسےٰ کے ان کی کنیت کو استعمال کیا۔ یہ آپ کا کلام عربی تہذیب پر دلالت کرتا ہے۔

دوسرے کے لئے نام کا مجازی استعمال

آپ کا اعتراض تو یوں ہونا چاہیے تھا کہ جب پیشگوئی میں ابن مریم کی آمد کا ذکر ہے جو بوجہ کنیت ہونے کے حضرت عیسےٰ ہی کا دوسرا نام ہے تو آنے والے خود حضرت عیسےٰ ہی ہونے چاہئیں۔ اس صورت میں آپ کا اعتراض قابل توجہ تھا۔ مگر اس کا بھی فیصلہ بہت آسان ہے مفصل بحث کے لئے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ فرمائیں۔ لیکن سمجھنے کے لئے میں ایک موٹا اصول عرض کرونگا۔ جو ایک [illegible] کو بس کرتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص مر چکا ہو اور وہ دنیا میں نہ ہو مثلاً حضرت خالد ابن ولید سینکڑوں سال ہوئے وفات پا چکے اور دنیا سے گزر چکے۔ ان کی نسبت میں اگر آپ سے یوں عرض کروں کہ چلئے دہلی میں خالد بن ولید تشریف لانے والے ہیں ان سے آپ کی ملاقات کرالاؤں۔ تو کیا آپ یا کوئی بھی عقلمند اگر اس کی نظر میں میری راستگوئی اور سنجیدگی مسلم ہوگی۔ کبھی یہ گمان کرے گا کہ وہی خالد بن ولید دوبارہ زندہ ہو کر تشریف لا رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر ایک عقلمند یہی سمجھے گا کہ میں نے کسی ایسے شخص کو خالد ابن ولید کہا ہے جو ان بزرگوار سے مماثلت شدید رکھتا ہے۔ اور اس مشابہت کی وجہ سے میں نے مجاز اور استعارہ کے طور پر اسے خالد ابن ولید کہہ دیا۔ کیونکہ ہر ایک اہل علم کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ شدید مماثلت و مشابہت کی وجہ سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیدیا جاتا ہے۔ اسی کو استعارہ اور مجاز کہتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کی خوبصورتی اگر چاند کی خوبصورتی سے مماثلت شدید رکھتی ہے تو خود اس خوبصورت شخص کو چاند کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک بہادر آدمی کو شیر سے اس کی بہادری میں شدید مماثلت رکھنے کی وجہ سے شیر کہہ دیتے ہیں۔ اس کا نام مجاز اور استعارہ ہوتا ہے۔ اور یہ مجاز اور استعارہ محض اس امر کے اظہار کے لئے ہوا کرتا ہے کہ وہ شخص جسے کوئی مجازی نام دیا جاتا ہے اس چیز سے مماثلت شدید رکھتا ہے جس کا نام اسے دیا گیا ہے۔ پس اگر مجھے کسی شخص کی نسبت اس بات کا یقین ہو کہ وہ مر چکا ہے اور یہ بھی یقین ہو کہ مرے ہوئے پھر دنیا میں واپس نہیں آیا کرتے تو اگر مجھے یہ کہا جائے کہ وہ شخص آنے والا ہے تو میں اگر سمجھدار ہونگا اور با اصول اور معقول ہونگا تو اس سے یہی نتیجہ نکالونگا کہ اس وفات یافتہ شخص سے کوئی شدید مماثلت رکھنے والا انسان آئیگا جس کو مجاز اور استعارہ کے طور پر اصل شخص متوفی کے نام سے پکارا گیا ہے اصلی شخص ہرگز مراد نہیں ہے۔

آنیوالے مسیح کو مجازاً ابن مریم کہا گیا

پس ایک طرف ابن مریم کے آنے کی اگر کوئی پیشگوئی ہو اور دوسری طرف قرآن صاف صاف یہ کہتا ہو کہ ابن مریم مر گیا اور مرے ہوئے واپس نہیں آتے تو پھر مجھے سوائے اس کے چارہ کیا ہے کہ میں ابن مریم کے نام کو مجاز اور استعارہ سمجھوں۔ اور اس سے کوئی ایسا شخص سمجھوں جو ابن مریم سے شدید مشابہت و مماثلت رکھتا ہے۔ اور یہ نام اسی لئے بطور مجاز اور استعارہ کے اسے دیا گیا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ پہلے آپ قرآن سے تسلی کرلیں کہ مسیح ابن مریم مر گیا یا نہیں اور جب متعدد آیات آپ کو اس نتیجہ پر لے آئیں۔ کہ مسیح ابن مریم تو فوت ہو گیا (میں وفات مسیح پر یہاں بحث نہیں کرتا یہ الگ بحث ہے) اور یہ بھی قرآن پکار کر کہہ دے کہ مرے ہوئے واپس نہیں آیا کرتے۔ تو فرمایئے آنیوالے موعود کا نام ابن مریم مجازی طور پر نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔ اور جب اسی پیشگوئی میں امامکم منکم کے الفاظ موجود ہوں (جنھیں آپ چھوڑ گئے) کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم ہی میں سے ہوگا۔ تو بات آئینہ کی طرح صاف ہو جاتی ہے۔ جب وہ ہمارا امام ہوگا اور ہمیں میں سے ہوگا تو ہمیں میں سے وہ بنی اسرائیل والے ابن مریم تو نہیں ہو سکتے۔ جو گذر چکے اور مر چکے۔ ظاہر ہے کہ ہم امتیوں میں سے تو کوئی مجدد یا امام ہی ہو سکتا ہے جسے ابن مریم سے بوجہ شدید مشابہت و مماثلت کے مجاز اور استعارہ کے طور پر ابن مریم کہا گیا۔ اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔

اولیائے امت ابن مریم کے مقام پر

امت اسلامیہ میں بہت سے اولیائے کرام حضرت ابن مریم سے مماثلت رکھنے والے پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اس پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعوےٰ تو نہیں کیا کیونکہ وہ اس خاص پیشگوئی کے مصداق نہ تھے۔ لیکن وہ اس بات کے مدعی ضرور تھے۔ کہ انہیں ابن مریم کا مقام حاصل ہے جیسا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دمبدم روح القدس اندر معینی میدمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

حضرت حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

حضرت مولانا روم تو اس سے بڑھکر فرماتے ہیں جس کا ذکر آگے چل کر کروں گا۔

کافر اور مومن کی مثال قرآن کریم میں

پس پیشگوئی کا موعود ابن مریم تو ایک ہی ہے لیکن اولیائے امت میں بہت سے لوگ ابن مریم کے مقام کو پہنچے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ابن مریم منازل سلوک میں سے ایک مقام کا نام ہے اور اس کا ذکر صوفیائے کرام کی تحریرات کے علاوہ خود قرآن کریم میں سے مستنبط ہوتا ہے۔ سورۂ تحریم کے آخری رکوع کو آپ پڑھیں گے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال لوط کی بی بی اور نوح کی بی بی سے دی ہے اور مومن کی مثال فرعون کی بی بی اور مریم سے دی ہے۔ چونکہ یہاں مومنوں کے درجات کے متعلق بحث ہے اس لئے میں مومنوں والی مثال پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

فرعون کی بی بی سے مومنوں کی مثال

شروع یوں ہوتا ہے کہ ضرب اللہ مثلا للذین امنوا اللہ تعالیٰ مومنوں کی مثال بیان فرماتا ہے۔ پھر ان آیات میں دو قسم کے مومنوں کی مثال دی ہے۔ ایک قسم کے مومنوں کی مثال تو امراۃ فرعون یعنے فرعون کی بی بی سے دی ہے۔ اور اس کی دعا نقل کی ہے۔ اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظلمین۔ کہ اے میرے رب مجھے اپنے پاس جنت میں گھر عطا فرما۔ اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور ظالم قوم سے نجات دے۔ اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو وہ مومن ہوتا ہے جو فرعون کی بی بی کی طرح دن رات خدا سے اس کی رضا اور جنت کا طلبگار رہتا ہے۔ اور اگرچہ وہ نفس امارہ سے جو فرعون کی طرح اس کا جوڑا اور اس پر غالب ہوتا ہے ابھی

بکلی نجات نہیں پاچکا ہوتا۔ تاہم وہ اس کو اور اس کے عملوں کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے نجات پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور ہر ایک حد سے بڑھنے والے کے اثر سے نجات چاہتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔

عالی مقام مومن مقام مریمی پر

دوسری مثال ان مومنوں کی دی ہے جو نفس مطمئنہ کے مقام عالی پر پہنچ گئے ہیں۔ ان کی مثال مریم بنت عمران سے دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا وصدقت بکلمت ربها وکتبه وکانت من القنتین۔ یعنے دوسری قسم کے مومنوں کی مثال مریم کی مثال ہے۔ جس نے اپنے سوراخوں کی حفاظت کی پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔ گویا جب ایک مومن اپنے تمام سوراخوں اور روزنوں کی حفاظت کرلیتا ہے جن سے قلب میں شیطان کے داخل ہونے کا امکان ہو سکتا ہے اور ان میں کوئی کمزوری اور رخنہ باقی نہیں رہتا تو اس مومن میں اللہ تعالیٰ کی روح یعنے اس کا پاک کلام پھونکا جاتا ہے اور ایسا مومن مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوکر حالی طور پر اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے مکلم من اللہ ہونے سے نبیوں کی کتابوں یعنے وحی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ (گویا وحی ولایت وحی نبوت کی تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔) اور یہ وہ کامل فرمانبردار اور امتی ہوتا ہے۔

مومن میں نفخ روح

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اس آیت فنفخنا فیه من روحنا میں فیه کی ضمیر مذکر بیان فرمائی ہے۔ جو مریم کے لئے نہیں ہوسکتی بلکہ مومن کی طرف جاتی ہے۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نفخ روح مریم سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک مومن میں جو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ نفخ روح ہوتا ہے۔ یعنے خدا کا کلام اس میں پھونکا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد جس قدر باتیں بیان فرمائی ہیں وہ مریم کے بجائے اس مومن پر زیادہ صادق آتی ہیں۔ جو خدا کے مکالمہ سے مشرف ہوکر کھڑا ہوتا اور حالی طور پر مکالمہ الٰہیہ کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس کے مکلم من اللہ ہونے سے وحی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے اور وہ امتیوں میں سے ہوتا ہے۔

مقام مریمی سے ابن مریم

پس جب ایک مومن اس مقام مریمی پر پہنچ جاتا ہے اور خدا کی روح یعنے اس کا پاک کلام اس پر نازل ہوتا ہے تو اس نفخ روح القدس سے وہ ایک نئی زندگی پاتا ہے۔ چونکہ نئی زندگی حالت مریمی سے پیدا شدہ ہوتی ہے اس لئے اس نئی حالت کو مجازاً ابن مریم کا مقام کہا جاتا ہے۔ جس طرح جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ حضرت مریم سے پیدا ہونے کی وجہ سے ابن مریم کہلائے۔ اسی طرح روحانی طور پر ایک مومن بھی روحانی مریم سے پیدا ہوکر ابن مریم کہلاتا ہے۔ وہ روحانی مریم اس کی وہ حالت مریمی ہے جس میں وہ اپنے ان تمام روزنوں کو جن سے شیطان قلب میں داخل ہو سکتا ہے بند کرکے خدا کا ہوجاتا ہے۔ اس وقت خدا کی روح یعنے وحی اس کے اندر نازل ہوتی ہے۔ اور خدا کی روح کا یہ حمل آخر کار اس میں ایک نئی زندگی پیدا کردیتا ہے۔ اور وہ اس نئی زندگی کے لحاظ سے جو حالت مریمی سے تولد شدہ ہے۔ روحانی طور پر ابن مریم کہلاتا ہے۔

مریم سے حاملہ ہوکر ابن مریم بننے کا مطلب

یہی بات حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی نسبت فرمائی تھی کہ میں مریم کے مقام پر پہنچا اور خدا کے کلام اور روح سے حاملہ ہوا اور پھر ابن مریم بنا جس پر بعض کوتاہ فہموں نے جو اندھوں کی طرح علم باطن کے رموز و استعارات و محاورات سے ناآشنا ہے محض مذاق اڑایا۔ اور نہ سمجھا کہ یہ تو خود قرآن مجید و حکیم سے نعوذ باللہ تمسخر ہے۔ جس نے حالت مریمی کو کامل مومن کی شان ٹھہرایا۔ اور اس میں نفخ روح کو انعام کے رنگ میں بیان فرمایا ہے کاش وہ سورۃ تحریم کا آخری رکوع پڑھتے اور اس میں مومن بن کر روحانی طور پر مریم بنتے اور اس میں نفخ روح ہونے پر غور کرتے تو وہ خود نتیجہ نکال لیتے کہ اس نفخ روح کے بعد جو نئی روحانی زندگی اس مومن میں پیدا ہوگی اس کے لحاظ سے اسے روحانی طور پر ابن مریم نہ کہا جائے گا تو اور کیا کہا جائے گا۔ اور پیشگوئی میں ابن مریم کے فرمانے میں خاص طور پر انہی منازل سلوک کی طرف اشارہ نظر آتا ہے۔ جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہیں۔

حضرت مولانا روم اور مقام ابن مریم

واضح رہے کہ یہ نکتہ قرآنی آج نہیں کھلا ہمیشہ سے تمام اولیائے امت میں مسلم چلا آتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے ان میں سے بعض نے اپنے مقام ابن مریم کو ظاہر بھی فرمادیا۔ جس کی دو تین مثالیں میں اوپر دے آیا ہوں۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ نے اپنی مثنوی میں جو تصوف کا ایک بحر ذخار ہے اسی بات کو نہایت بسط سے بیان فرمایا ہے آپ دفتر دوم ملاحظہ فرمائیں میں یہاں چند اشعار اس میں سے نقل کئے دیتا ہوں۔ کس طرح مثالیں دے دے کر حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سمجھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

آخر این جان با بدن پیوستہ است　　ہیچ این جاں با بدن مانستہ است
تاب نور چشم با پیہ است جفت　　نور دل در قطرۂ خونی نہفت
شادی اندر گردہ و غم در جگر　　عقل چون شمع درون مغز سر
رائحہ در انف و منطق در لسان　　لہو در نفس و شجاعت در جنان
این تعلقہا نہ بے کیف است و چوں　　عقلہا در دانش چونی زبون
جان کل با جان جزو آسیب کرد　　عقل از وے در شد و در جیب کرد

ہمچو مریم جان ازاں آسیب جیب
حاملہ شد از مسیح دلفریب
آں مسیحے کہ بر خشک و تر است
آں مسیحے کز مسافت برتر است

پس ز جان جان چو حامل گشت جاں　　از چنیں جانے شود حامل جہاں
پس جہاں زاید جہان دیگرے　　ایں حشر را وانماید محشرے
تا قیامت گر بگویم بشمرم　　من ز شرح ایں قیامت قاصرم

اشعار مندرجہ بالا کا مطلب

اللہ تعالیٰ جو نہایت مقدس اور منزہ ہے۔ اس کا تعلق بندہ سے جو علائق مادی میں گرفتار ہے مذکورہ بالا اشعار میں مولانا روم علیہ الرحمۃ اس طرح واضح فرماتے ہیں۔ کہ:-

"جس طرح بدن جو مادی جسم ہے آخر روح کا اس سے تعلق ہے۔ آنکھ کے پٹھوں سے نور بصارت کا تعلق ہے۔ دل کے خونی قطرہ میں آخر نور دل موجود ہے۔ گردہ سے خوشی کا اور جگر سے غم کا تعلق ہے سر کے اندر مغز میں عقل شمع کی طرح موجود ہے۔ ناک کا تعلق خوشبو سونگھنے سے اور بولنے کا زبان سے اور لہو و لعب کا نفس سے اور شجاعت کا بازوؤں سے تعلق ہے۔ اگرچہ تعلقات سمجھ میں نہیں آتے کہ کس طرح غیر مادی چیزیں مادی اشیا سے تعلق پکڑے ہوئے ہیں مگر ان تعلقات کی شہادت ایسی زبردست ہے کہ انکار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا تعلق بندہ سے ہوتا ہے۔ پس جب تمام کائنات کی روح یعنے باری تعالیٰ ایک جزکی یعنے انسان کی روح سے تعلق پکڑتا ہے تو عقل و ادراک انسانی کے رحم میں ایک نئی زندگی کا نطفہ پڑتا ہے۔ اس حمل کے اثر سے اس بندہ کی جان جو مریم کی طرح ہے ایک دلفریب مسیح کو حمل میں لے لیتی ہے۔ پھر اس حالت حمل سے جو مسیح بنتا ہے وہ وہ مسیح نہیں ہوتا جو عالم ظاہر میں گزر چکا بلکہ یہ مسیح روحانی ہوتا ہے جس کی علو شان کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی جان سے بندہ کی جان حاملہ ہوجاتی ہے تو ایسی جان سے ایک جہان حاملہ ہوجاتا ہے پھر اس جہان میں سے ایک دوسرا جہان پیدا ہوتا ہے۔ اور ایسا انقلاب روحانی دنیا میں آتا ہے۔ گویا قیامت قائم ہوگئی۔ مگر یہ دنیا کی قیامت روحانی یا بعثت روحانی اس شان کی ہوتی ہے کہ اس کی شرح کرنے سے فرماتے ہیں کہ میں قاصر ہوں۔

انقلاب روحانی پیدا کرنیوالے لوگ

فرمایئے حضرت مولانا روم سے بڑھ کر تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا روم تو فرماتے ہیں کہ دنیا میں انقلاب روحانی ایسے ہی لوگوں کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے جو مریم بن کر خدا کے تعلق سے ایک نئی روح اپنے اندر حاصل کرلیتے ہیں اور اس روحانی حمل سے ان میں ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کی حالت مریمی سے پیدا شدہ ہونے کی وجہ سے وہ ابن مریم کہلاتے ہیں۔ اور یہ ابن مریم اس شان کے ہوتے ہیں۔ اور ان کے فیوض سے ایسے انقلابات روحانی وابستہ ہوتے ہیں کہ پہلے ابن مریم کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔ پھر حضرت مرزا صاحب نے کیا زیادہ کہہ دیا جو کہا کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

آخر یہ تمام مقامات عالیہ جن کا ذکر مولانا روم یا جناب مرزا صاحب نے فرمایا حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے جن بزرگوں نے ابن مریم کے مقام کو حاصل کیا وہ حدیث نبوی کی پیشگوئی کے موعود نہ تھے اور حضرت مرزا صاحب موعود ہیں۔

آنے والے موعود کا نام ابن مریم کیوں کہا!

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اور بھی اولیا اس امت میں ابن مریم کے مقام کو پہنچے تو آنے والے موعود کو ابن مریم کے نام سے خاص طور پر یاد کرنے میں کیا حکمت تھی۔ سو اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے چند مختصراً عرض کرتا ہوں۔ تفصیل کے لئے احمدیہ لٹریچر ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدیہ

ایک تو یہ کہ تا سلسلہ بنی اسمٰعیل کی مماثلت سلسلہ بنی اسرائیل سے پوری ہو۔ چونکہ حضرت نبی کریم صلعم آیت انا ارسلنا الیکم شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا کے ماتحت مثیل موسیٰ ہیں اس لئے آیت استخلاف وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم کے ماتحت چاہیے کہ آپ صلعم کے خلفا کا بھی قدم حضرت موسیٰؑ کے خلفا کے قدم پر ہو اور وہ ان کے مثیل ہوں پس وہ خلیفہ موعود چونکہ بعد آنحضرت صلعم کے چودھویں صدی کے سر پر آنا مقرر تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ وہ ابن مریم کا مثیل ہوتا کیونکہ مسیح اسرائیلی بھی حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی پر آئے تھے۔ اس طرح سلسلہ محمدی کی مماثلت سلسلہ موسوی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

(باقی برصفحہ ۸ کالم ۳)

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

بمبئی مسلم مشن کی سہ ماہی رپورٹ

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کا مکتوب

بمبئی مشن کا آغاز

سال گزشتہ ماہ دسمبر ۱۹۳۸ء سے اس مشن کی بنیاد ڈالی گئی اور مرزا مسعود بیگ صاحب کو اس میں کام کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

اغراض و مقاصد

یہاں کے مشن کے اغراض و مقاصد سردست یہ ہیں:-
مسلمانوں کی عملی زندگی کی اصلاح پر لٹریچر پیدا کرنا اور لوگوں میں تقسیم کرنا۔ قرآن شریف اور شریعت اسلامیہ کے متفقہ مسائل کی طرف مسلمانوں کو عمل کے لئے توجہ دلانا۔ مسلمانوں میں زبان عربی کی ترویج کے وسائل مہیا کرنا اور لوگوں کو اس کی تحصیل کی طرف ترغیب دلانا۔ ناواقف اور جاہل مسلمانوں میں تبلیغ اسلام

طریق کار

سب سے پہلے یہ تجویز کی گئی کہ بمبئی کی بڑی بڑی مساجد میں (خواہ وہ شیعہ مساجد ہوں۔ بوہروں کی ہوں یا آغاخانی جماعت اور اہل سنت وغیرہم کی) ہر جمعہ کی نماز کے بعد مذکورہ بالا مقاصد کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلانے کے لئے اردو اور گجراتی زبان میں اشتہارات اور ہینڈ بل تقسیم کئے جائیں۔ ۲۔ مختصر سیرت نبی کریم، اصول اسلام اور قرآن شریف کا ترجمہ اردو انگریزی اور گجراتی میں مفت تقسیم کیا جائے اس کا زیادہ تر حصہ سکولوں کالجوں وغیرہ میں تقسیم ہوگا۔ ۳۔ سیرت صداقت اسلام اور اصلاح رسوم وغیرہ پر تقریریں کی جائیں اور اخبارات وغیرہ میں مضامین لکھے جائیں۔

کام کی سہ ماہی رپورٹ

اس وقت تک مندرجہ ذیل مضامین پر اشتہارات اور ہینڈ بل شائع کئے گئے:-

(۱) مسلمانوں کی موجودہ پست حالت کو دکھا کر اس کا علاج قرآن شریف بتایا گیا۔ اس کے با معنی پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ تعداد اشتہار اردو ۴۰۰۰ - اور گجراتی ۲۰۰۰ -

(۲) قرآن شریف پر عمل ہی مسلمانوں کی قومی مشکلات کا علاج ہے۔ یہی نسخہ عرب میں اکسیر ثابت ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوگا۔ تعداد اردو اشتہار ۴۰۰۰ - اور گجراتی ۲۰۰۰ -

(۳) نماز فحشا اور امور منکرہ سے بچانے کے لئے بہترین طریق علاج ہے۔ نماز پڑھنے والوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کیا ان کو یہ بھی ثمر نماز حاصل ہو گیا -

(۴) نماز کا فلسفہ، اس کا مقصد، عملی فوائد۔ اذان مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ نماز بہترین ذریعہ ہے باہمی محبت کا۔ تعداد اشتہار ۴۰۰۰ و ۲۰۰۰ -

(۵) [illegible] دوسرا حصہ۔ [illegible] کرنے ہیں [illegible] گندہ [illegible] پاکیزگی حاصل کرنے کی نیت کرے اور [illegible] اشتہار [illegible] گجراتی ۲۰۰۰

(۶) [illegible] اللہ کا ذکر، نماز جمعہ کے فوائد۔ تعداد اردو اشتہار ۴۰۰۰ گجراتی ۲۰۰۰-

(۷) رمضان ہمارے لئے کیا پیغام لایا ہے۔ روزے رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ روزہ کا فلسفہ۔

(۸) روزہ کا فلسفہ۔ روزے کے فضائل کے متعلق احادیث غیبت جھوٹ۔ گالی گلوچ اور فساد کی باتوں سے پرہیز روزے کی اصل حقیقت ہے۔ تعداد ۴۰۰۰ و ۲۰۰۰

(۹) رمضان قرآن شریف کی سالگرہ کا دن ہے۔ رمضان نے ایک حکومت خود اختیاری کی بنیاد ڈالی۔ حکومت کیونکر ملے۔ تعداد اشتہار ۴۰۰۰ و ۲۰۰۰ -

(۱۰) اعتکاف بدی اور گناہ کے خلاف ایک زبردست جہاد کی تیاری۔ اعتکاف میں بیویوں سے الگ رہنے کا حکم کیوں دیا گیا؟ اعتکاف اور روزے سے کتنا بلند مقام ملتا ہے لیلۃ القدر کونسی رات کو ہوگی؟

ان کے علاوہ مختصر عقائد اسلامیہ کا اردو ترجمہ کیا گیا۔ مختصر سیرت تیار ہو رہی ہے۔ تبلیغی کلاس کھولنے کا فیصلہ کیا گیا طلباء مہیا کرنے کی غرض سے اشتہار دیدیا گیا۔ اس میں قرآن شریف کے علاوہ عبرانی اور سنسکرت پڑھانے کا کام میں نے اپنے ذمہ لیا ہے مرزا صاحب عربی کی تعلیم دیں گے۔

روپیہ کس قدر خرچ کیا گیا

اس سہ ماہی میں تقریباً ۱۵۰۰ روپیہ خرچ کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے:

تنخواہ عملہ ۸۰۰ روپیہ کرایہ مکان ۱۵۰ روپیہ
کتابت و طباعت اشتہارات وغیرہ ۵۵۰ روپیہ
کل میزان ۱۵۰۰ روپیہ

نتائج و کامیابی

اصلاح قوم کا کام مسلمانوں جیسی سرد اور پست قوم اور تین ماہ کی قلیل مدت اس میں کامیابی اور نتائج شاندار نہیں ہو سکتے اور نہ کوئی ایسا میٹر اور ناپ ہے جس سے اس کام کے ثمرات کا وزن کر کے یا ناپ کر دکھایا جا سکے۔ تاہم ان معمولی سے اشتہارات اور ہینڈ بلوں کا یہ اثر ہے کہ لوگ اس میں دلچسپی لینے لگ گئے ہیں۔ مدراس مالابار، ناسک، پونہ، وغیرہ دور دور کے مقامات سے اشتہارات کی مانگ بڑھتی جا رہی ہے۔ چنانچہ بمبئی کے علاوہ اکثر جگہ لوگوں کی درخواست پر اور متعدد مقامات پر اپنے طور پر اشتہارات تقسیم کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ مقامات کی فہرست یہ ہے۔ مدراس، مالابار حیدر آباد دکن۔ کلکتہ۔ سورت۔ راندیر۔ احمد آباد۔ ناسک۔ مانگرول۔ پونہ۔ ناسم۔ بھوپال۔ ان میں سے جامع مسجد مدراس اور راندیر نے خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ناسک اور پونہ سے بہت بڑی تعداد میں اشتہارات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ مانگرول میں حضور نواب صاحب اشتہارات بازاروں میں بھی چسپاں کرانے کا حکم دیتے ہیں۔ اور جامع مسجد میں جمعہ کے روز تقسیم بھی ہوتے ہیں۔

یہاں بمبئی میں لوگ آکر مسجدوں میں بہت بڑی تعداد میں تقسیم کرنے کے لئے لیجاتے ہیں۔ اور بعض نوجوان نہایت شوق سے خود تقسیم کرتے ہیں۔

ان کاموں کے علاوہ کچھ ہمارے ذاتی اشتغال بھی ہیں مثلاً مرزا صاحب مرہٹی اور جرمن دونوں زبانوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی ایک تازہ تصنیف

یورپ میں تبلیغ اسلام

اسلامی وسعت قلبی کا نظارہ جامع برلین

حضرت عیسے علیہ السلام کی سالگرہ مسجد برلین میں

پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب گرامی

سفیر افغانستان سے ملاقات

وسط دسمبر میں ہز ایکسلنسی سردار عبدالہادی خان صاحب سابق سفیر افغانستان متعینہ برلین خاکسار کو ملنے کے لئے تشریف لائے اور کم و بیش دو گھنٹہ مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوتی رہی۔ دوران گفتگو میں مجھ سے کہنے لگے کہ اسلام کس قدر وسیع القلب واقع ہوا ہے کہ ہر پیغمبر و نبی کا ماننا ضروری قرار دے دیا ہے۔ اور اس تعلیم سے ہمیں یقیناً فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اور وہ یوں کہ ہم حضرت عیسےٰ کا جشن دن منائیں اور حضرت عیسےٰ کی اصل تعلیم کو پبلک تک پہنچانے کی کوشش کریں جو یقیناً آنحضرت صلعم کی ہی تعلیم ہے اور اس طرح سے ہم عیسائی دوستوں پر یہ ظاہر کر سکیں گے کہ ہم نے الواقعہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اسی طرح عزت کرتے ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ یا آنحضرت صلعم کی اور یہ لا نفرق بین احد کا عملی ثبوت ہوگا۔

مسجد برلین میں جلسہ

چنانچہ ان کی تحریک پر یہ قرار پایا کہ ۲۷ر دسمبر کو جرمن مسلم سوسائٹی کی طرف سے دعوتی رقعے روانہ کئے جائیں۔

۲۷ر دسمبر کو ۴ بجے سے ہی لوگ آنے شروع ہو گئے اور پانچ بجے تک کمرہ میں کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ بوجہ شدت سردی یہ جلسہ کے ہال میں نہ ہو سکا۔ اور مجبوراً رہائشی مکان کے دو کمروں تک محدود رکھنا پڑا۔ پانچ بجے ہز ایکسلنسی خود تشریف لائے۔ علاوہ مسلمانوں اور عیسائی دوستوں کے دیگر مذاہب کے لوگ مثلاً بدھ مت اور ہندو مت کے پیرو بھی موجود تھے

تمام مذاہب کا اجتماع اسلام میں

سب سے پہلے جرمن مسلم سوسائٹی کے صدر علامہ ڈاکٹر حمید مارقوس صاحب نے جلسہ کی تحریک اور غرض و غایت پر ایک مختصر سی تقریر کی جس کا لب لباب یہ تھا کہ اسلام میں ایک ایسا مذہب جسکے اندر دنیا کے تمام مذہبوں کا اجتماع ہو سکتا ہے۔ اور جو تمام دنیا کو یکجا جمع کر سکتا ہے۔

حضرت مسیح اور اسلام

آج ہم حضرت عیسےٰ کی پیدائش کا دن منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ افسوس کہ مرور زمانہ سے آپ کی زندگی کے اصل حالات کا ہمیں بہت ہی کم علم ہے۔ یہاں تک کہ بعض ایسی باتیں آپ کی طرف منسوب کی گئی ہیں کہ جن کا دراصل آپ کی زندگی یا اقوال کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ تاہم ہر مسلمان اسی طرح آپ کی تکریم کرتا ہے جس طرح کہ کسی دوسرے نبی یا رسول کی۔ ہم حضرت عیسےٰ کا نام جب لیتے ہیں تو علیہ السلام کے الفاظ اس کے ساتھ کہتے ہیں۔

اسلام کی وسعت قلبی اور اخوت

پھر آپ نے اخوت اسلامی کا ذکر کرتے ہوئے کہ دو تین دن ہوئے کہ ان کو مصر سے ایک خط آیا جس پر مصری ٹکٹ لگے ہوئے تھے فرمانے لگے کہ میں حیران تھا کہ مصر میں مجھے کون جانتا ہے خیر لفافہ کھولا تو ایک نہایت ہی خوبصورت سنہری حرف میں چھپا ہوا خط تھا۔ جو ہمارے ایک اسلامی مصری بھائی نے حضرت عیسےٰ کے جشن دن پر بطور مبارکباد ارسال کیا تھا۔ اس خط کو دیکھ کر ڈاکٹر موصوف کے دل پر ایک طرف اسلامی اخوت اور دوسری طرف اسلام کی وسعت قلبی کا جو اثر ہوا وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ کہاں مصر اور کہاں برلین اور ڈاکٹر صاحب اپنے اس مصری بھائی کو نہیں جانتے مگر یہ اسلام کی برادری کو شرف حاصل ہے کہ کل مومنون اخوۃ پھر اسلام کی وسعت قلبی ایک عیسائی جب مسلمان ہوتا ہے تو اس کا دل اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ سارے انبیا کی تعظیم کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

سفیر افغانستان کی تقریر

اس مختصر سی تقریر کے بعد ہز ایکسلنسی نے بزبان انگریزی تقریر کی آپ نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انگریزی میں تقریر کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ڈاکٹر حمید مارقوس صاحب کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ یورپ میں اسلام کوئی ۵۰ سال سے شروع ہوا ہے۔ اور اس عرصہ میں جو ترقی ہم نے کی ہے وہ بہت ہی کم ہے اور اس میں قصور ہم مسلمانوں کا ہے۔ ہم نے تبلیغ کا جو حق تھا وہ ادا نہیں کیا۔ مگر باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کس طرح اسلام کی طرف آرہا ہے۔

مغربی مصنفین اور آنحضرت صلعم

آپ نے فرمایا میرا مطالعہ انگریزی کتب تک محدود ہے۔ لہٰذا وہاں کے لٹریچر سے چند ایک مصنفین کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ نے سب سے اول کارلائل کی مشہور کتاب "ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ" کا حوالہ دیا۔ اور کارلائل نے جو کچھ آنحضرت صلعم کے متعلق کہا ہے اس کا مختصر سا ذکر کیا۔ اس کے بعد (Wells) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک قدم اور آگے گیا ہے۔ اور اس نے کہا کہ آنحضرت صلعم کا باوجود ان پڑھ اور امی ہونے کے ایک ایسی پر حکمت اور سائنٹفک کتاب یعنی قرآن کا لانا اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ آپ کا تعلق اللہ تعالےٰ سے تھا۔ اور آپ سچے نبی اور رسول تھے۔

برنارڈ شا اور اسلام

بالآخر آپ نے موجودہ زمانے کے مشہور و معروف ناولسٹ و مصنف برنارڈ شا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کس طرح اس نے حال ہی میں یہ کہا ہے کہ یورپ کا اگر کوئی مذہب ہوگا تو اسلام ہوگا اور میں دیکھتا ہوں کہ اس سو سال کے اندر اندر یورپ بالعموم اور انگلستان بالخصوص اس بات پر مجبور ہوگا کہ اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کرے۔

ان باتوں کے بعد آپ نے پھر اس امر پر زور دیا کہ ہم اپنے فرض منصبی کو کما حقہ پہچانیں اور آنحضرت صلعم کی عظمت دنیا پر ظاہر کر دیں۔

جرمن فضلا کا رجحان

اس کے بعد ہمارے ایک ہندو دوست ڈاکٹر رائے صاحب نے آپکی تقریر کا المانوی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور بالآخر خاکسار نے جملہ حاضرین کا بالعموم اور ہز ایکسلنسی کا بالخصوص شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہ رجحان جس کا ذکر صاحب موصوف نے اپنی انگریزی تقریر میں کیا ہے صرف انگلستان ہی میں نہیں پایا جاتا بلکہ جرمنی میں بھی یہی حال ہے۔ جس پر خاکسار نے گوئٹے اور نیٹشے کے چند اقوال بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ کس طرح اسلام بالآخر یورپ کا مذہب ہونے والا ہے اور برنارڈ شا کی پیشگوئی انشاءاللہ ضرور پوری ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ لیظهره على الدين كله بالکل پورا ہو کر رہے گا۔

خاکسار

(محمد عبداللہ امام برلن مسجد)

(بقیہ صفحہ ۶)

(۲) کسر صلیب کی وجہ سے ابن مریم نام رکھا

دوم اس موعود کا زمانہ وہ مقدر تھا جس میں صلیب کا غلبہ اور عیسویت کا بڑا زور ہونا تھا۔ جیسا کہ احادیث یاجوج ماجوج و دجال سے ظاہر ہے۔ عیسائی اقوام کو دنیوی شان و شوکت کے لحاظ سے یاجوج ماجوج اور دینی رنگ میں باطل پرستی کی وجہ سے دجال کہا گیا تھا (دیکھو تفصیل کے لئے "تحریک احمدیت" مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب) اور پیشگوئیوں میں اس موعود کی بعثت اور دجال اور یاجوج و ماجوج کا زمانہ ایک ہی قرار دیا گیا تھا اور کسر صلیب اس کے ہاتھ پر مقدر تھی اس لئے اس کے ابن مریم ہونے کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔ تاکہ عیسےٰ پرستوں پر حجت ہو کہ ابن مریم جسے تم نے خدا بنا رکھا ہے وہ کچھ نہ تھا۔ ایک انسان تھا اور اس مقام پر آج بھی محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی سے لوگ پہنچ سکتے ہیں وہی محمد رسول اللہ صلعم جس کی اہانت اور تذلیل کے لئے عیسویت نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎

چون کار فراز ستم پرستار مسیح را
غیورئ خدا ابن مریم کرد مسیح

اور جناب الٰہی نے محمد رسول اللہ صلعم کی شان ظاہر کرنے کے لئے اس مسیح موعود کو یہ الہام فرمایا کہ ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

(۳) مسیح سے شدید مماثلت

اس خلیفہ موعود کے ہاتھ پر چونکہ کسر صلیب مقدر تھا۔ اور اس کی توجہ خاص کر عیسائی قوموں کو اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی میں جذب کرنے کے لئے تھی۔ اس لئے ضرور تھا کہ اس کی روحانیت ابن مریم کی روحانیت سے ایسی شدید مشابہت رکھتی کہ گویا وہ ایک ہی پھل کے دو ٹکڑے ہیں۔ کیونکہ خود جناب مسیح اسرائیلی کو اپنی امت کی گمراہی اور تثلیث پرستی سے جو رنج ہو سکتا ہے اور ان کی ہدایت کے لئے جو جوش ہو سکتا ہے اس کا اظہار اس عالم میں اسی رنگ میں ہو سکتا تھا کہ انہی کی روحانیت سے رنگین ایک شخص پیدا ہو کر ان کی امت کو راہ راست پر لاتا اور اس نبی برحق کی غلامی کے حلقہ میں داخل کرتا جس کی اتباع کے لئے کل نبیوں سے میثاق لیا گیا اور جس میثاق کے ماتحت جناب عیسےٰ اگر وہ بھی زندہ ہوتے تو

(باقی بر صفحہ ۱۱)

مسلمانان کشمیر کی معجزنما بیداری

حکومت کشمیر کے لیئے بہترین طریق کار

شیخ غلام محمد صاحب خادم ہماری جماعت کے ان پرانے مخلصین میں سے ہیں جنھیں مسلمانان کشمیر کی درماندگی کا ہمیشہ احساس رہا ہے۔ اور موجودہ تحریک سے پہلے بھی وہ وقتاً فوقتاً ان کی تعلیمی ومعاشری اصلاح کی کوشش کرتے رہے ہیں اور جو حکومت کے جابرانہ اقتدار کی وجہ سے نشو ونما نہ پاسکیں۔ موجودہ تحریک میں بھی ان کا نمایاں حصہ ہے۔ ذیل کے مضمون میں انہوں نے اس تحریک کے ضروری پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی ہے جس میں مسلمانوں کی معجزنما بیداری اور حکومت کے ظالمانہ جبر وتشدد کو واقعات سے ثابت کیا ہے اور میرواعظ اور حکومت کو بہترین مشورے دیئے ہیں۔ یہ مضمون جو تحریک کشمیر کا بہترین اجمالی نقشہ ہے خاص توجہ سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔

(ملاحظہ)

خطۂ کشمیر کے مسلمان باشندگان میں احساس خودداری اور غیرت وحمیت ملی کا اتنا فقدان ہوچکا تھا کہ بڑے بڑے اہل الرائے اصحاب اس پر متفق تھے کہ قدرت کا ہاتھ ہی انہیں بیدار کرے تو کرے راقم الحروف ... ان کو بیدار کرنے کے لئے جدوجہد میں مصروف رہا مگر حصول مقصد میں ناکامی ہی رہی۔ ایک مرتبہ ایک سیاسی انجمن بنائی جلسے ہوئے زمینداروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے قراردادیں منظور ہوئیں جو حکام کے گوش گذار کی گئیں۔

انجمن پر حکومت کا وار

اس وقت جو گورنر تھا اس نے علاقہ کے ایک جابر ذیلدار کو اس انجمن کی تخریب پر مامور کیا جس نے سوائے خاکسار کے تمام عہدہ داران انجمن کو بلاکر ڈرایا دھمکایا اور ایک اشٹامپ پیران سے لکھوالیا کہ بندہ بڑا مفسد ہے اسٹیٹ اور گورنمنٹ کا دشمن ہے امیر کابل سے سازباز کرنا چاہتا ہے اس کو جلا وطن کرنا چاہیئے وغیرہ جب میں نے دیکھا کہ میرے تمام دست و بازو ہی میرے دشمن ہوگئے ہیں تو میں خاموش ہوگیا اور انجمن کا بادل ناخواستہ فاتحہ پڑھ دیا۔

تعلیمی اور معاشری اصلاحات کی جدوجہد

مجبوراً تعلیمی اور سوشل خدمات پر کمر باندھی ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے چندہ لایا۔ بیگم صاحبہ بھوپال سے ۶۰۰ روپیہ کی دوامی امداد حاصل کی۔ لیکن سوشل حالت میں ایک ذرہ بھر اصلاح نہ ہوسکی۔ یہاں تک کہ ۲۵ سال متواتر جدوجہد سے اتنی اصلاح بھی نہ ہوسکی کہ مسلمان کھانے سے پہلے اور بعد سنت نبوی کی پیروی کرسکیں یعنی دونوں ہاتھ دھولیا کریں۔ میری ہستی کیا تھی۔ مولانا انور شاہ صاحب مولانا میرک شاہ صاحب فاضل دیوبند ایسے بزرگ ناامید ہوکر ہندوستان کو مستفیض کرنے روانہ ہوگئے۔ میں نے بھی اپنی ہجرت کا بندوبست کیا۔ کہ اچانک کتم ناامیدی سے لیلائے مقصود ظاہر ہوئی کشمیری مسلمان یکایک بیدار ہوگیا۔

معجزنما بیداری

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایک خارق عادات طاقت لے کر اٹھے اور اس گمنام از صداقت نے خفتگان کشمیر کو ایسا بیدار کیا کہ از شرق تا غرب کشمیر کے گوشہ گوشہ میں بیداری کے آثار نمایاں ہوگئے مسلمان حالت جمود سے نکلکر متحرک ہوئے اور جو تھوڑے سے لوگ اس آواز سے بھی بیدار نہ ہوسکے تھے۔ وہ ڈوگرہ فوجوں کی سنگینوں کی ٹاپوں۔ پولیس کے ڈنڈوں بید زنی اور گولیوں سے بیدار ہوگئے۔ اس خونی ڈرامہ نے کشمیر کے بزدل لوگوں میں بھی اتنا احساس حمیت بیدا کردیا جو ذیل کے دو واقعات سے بخوبی واضح ہو

جاتا ہے۔

میرواعظ میر یوسف کا ایک مرید ضرب تازیانہ کھاکر انکی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مولانا! کیا اسی سزائے تازیانہ کا نام ہی مارشل لا ہے۔ جواب ملا "ہاں" مرید نے کہا اگر یہی ہے تو معمولی بات ہے۔ اسیطرح ایک ادھیڑ عمر کے آدمی کو ۱۵ تازیانے لگائے گئے اور کہا گیا بولو مہاراج کی جے۔ اس نے کہا "اللہ اکبر"۔ ۵ بید اور لگائے گئے اور کہا گیا بولو مہاراج کی جے۔ اس نے نعرہ لگایا کہ "اللہ اکبر" ۵ بید اور لگوائے گئے اور پھر وہی مطالبہ کیا کہ بولو "جے" اس نے زور سے کہا "اسلام زندہ باد"۔ ۵ بید پھر رسید کئے اور کہا بولو مہاراج کی جے۔ اس نے جواب میں کہا "محمد عبداللہ زندہ باد" یہاں تک کہ ۳۰ بید کی انتہائی سزا اسی طرح پوری کردی گئی مگر اس خدا نے مہاراج کی جے نہ پکاری پر نہ پکاری۔

شیر کشمیر کا اثر واقتدار

میں نے خود دیکھا کہ سوپور میں شیر کشمیر کی آمد کی خبر پہنچی۔ دس پندرہ ہزار آدمی جمع ہوگئے۔ پروگرام کے مطابق شیخ صاحب نہ آسکے۔ سوائے نزدیکی دیہات کے تمام لوگوں نے اس کڑکتے ہوئے جاڑے میں فاقہ کرکے مسجدوں میں شب گذاری۔ دوسرے دن بھی انتظار میں رہے۔ یہاں تک کہ ... بجے آپ تشریف لائے اور ۴ بجے واپس چلے گئے۔ مگر ان شیدائیوں نے سردی اور فاقہ کی کچھ پرواہ نہ کی۔ ہندواڑہ کی آمد کی خبر پر ۲۰ میل کے زیادہ فاصلہ کے پروگرام سے ایک دن پہلے ہی لوگ ہندواڑہ ہی پہنچ جاتے ہیں وہاں بھی مقررہ پروگرام کے خلاف ایک دن بعد شیخ صاحب تشریف لائے ہیں لوگ تین دن تک فاقہ کشی اور سردی کے مصائب برداشت کرتے ہیں اور خوشی سے۔ قصبات میں آمد پر ایسی آرائش کی جاتی ہے کہ کبھی ہز ہائنس اور وائسرائے کی آمد پر بھی نہ ہوئی ہوگی۔ تمام کشمیر کے مسلمان باشندے شیر کشمیر کے ہر حکم پر جانیں نثار کرنے کے لئے تیار ہیں خلاصہ یہ ہے کہ آج اگر جسموں پر حکومت مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر کی ہے تو دلوں کا مالک شیخ محمد عبداللہ ہے۔ اگر آج اس کی زبان سے سول نافرمانی کی آواز نکلے تو تمام مسلمان لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

حکومت کشمیر کے لئے بہترین طریق کار!

ان حالات میں حکومت کو پرانے استبدادی خیالات ترک کرکے رفتار زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے مطالبات پورے کردینے چاہئیں۔ اس وقت تک اسے کافی سے زیادہ تجربہ ہوچکا ہے کہ خونریزی موجودہ اضطراب کا ازالہ نہیں کرسکتی۔ قوم بیدار ہوچکی ہے۔ اب انسانیت سوز سلوک کو برداشت نہ کریگی اس لئے مزید تشدد سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اب تو واحد علاج اسلامیان کشمیر کو ان کے جائز حقوق دیدینا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حکومت کو صد سالہ جبر واستبداد کے خلاف رعایا کی صدائے واویلا غیر مانوس اور غیر متوقع معلوم ہورہی ہے اور حکومت مبہوت اور متحیر ہے کہ ہماری غیر ذی روح مسلم رعایا میں کس طرح حلول کرآئی۔ لیکن حکومت کو دنیائے عالم پر ایک غائر نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ روس، روم، ایران اور عرب کے انقلابات پر ٹھنڈے دل سے غور وخوض کرنا چاہیئے۔ اور تاریخ عالم کی اوراق گردانی کرنی چاہیئے۔ تاکہ اسے معلوم ہو کہ جب خفتہ قومیں بیدار ہوتی ہیں۔ تو پھر وہ حصول مقصد کے بغیر خواب غفلت کا شکار نہیں ہوا کرتیں اس لئے ان تاریخ کو دیکھتے ہوئے جو تشدد کرنے سے ظاہر ہوتے ہیں تشدد کارروائیوں سے کلیتہً محترز رہنا چاہیئے۔

میرواعظ محمد یوسف صاحب سے مودبانہ التجا

اسی سلسلہ میں میرواعظ محمد یوسف صاحب کی خدمت اقدس میں بھی مودبانہ گزارش ہے کہ اب افراد پرستی اور خاندانی تقدس کے احترام و اعزاز کا زمانہ نہیں رہا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کے خاندان نے تعلیمی خدمات میں بے نظیر حصہ لیا ہے۔ اور اگر سچ پوچھا جائے تو ایجیٹیشن آپ کے خاندان سے ہی شروع ہوئی کیونکہ تعلیم سے ہی بیداری ہوا کرتی ہے۔ اور تعلیم میں آپ کا خاندان نمایاں رہا اور ہے اور شیر کشمیر نے بھی ابتدائی تعلیم آپ کے ہائی سکول کی شاخ نوشہرہ میں حاصل کی تھی لیکن باایں ہمہ آج ہم ضرورت وقتی کی خدمات میں عملی استدام دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت عمرؓ ایسے شہنشاہ امیر المومنین کو ایک بدو منبر پر ٹوک دیتا تھا آج اسی طرح ایک تھوڑی سی لغزش پر قوم لیڈروں سے بازپرس کرتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کبھی وہ وقت تھا کہ سعدالدین شال جب کسی قصبہ میں تشریف لیجاتے تھے تو لوگ آنکھیں بچھاتے تھے۔ لیکن جب قوم کو ان کی بےراہروی کی اطلاع ہوئی اور وہ سوپور جمعہ کے دن تشریف لائے تو پندرہ ہزار کے مجمع نے ان کی جو گت بنائی خدا کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ اگر حبیب بخش اور ان کا بھائی موٹر کے دونوں دروازوں پر کھڑے ہوکر ان کو قصبہ سے باہر نہ کرآتے تو خدا معلوم کیا ہوتا۔ ایسا ہی کبھی میرواعظ صاحب یا ان کے خاندان کا کوئی رکن قصبات ودیہات میں آتا تھا تو تمام علاقہ کے لوگ ان پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے تھے۔ لیکن آج معاملہ دگرگوں ہے۔

نقض عہد اور اس کے بد اثرات

میرواعظ صاحب نے میدان کارزار میں عین گھمسان کی لڑائی کے وقت فرقہ بندی کا سوال پیدا کرکے اپنے دامن عزت پر بدنما داغ لگایا۔ جسکے باعث اگر آپ بیرونجات میں تشریف لائیں تو ممکن ہے آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہو۔ جیسا کہ خواجہ سعدالدین شال سے ہوا۔ یہ باتیں میں خلوص دل سے لکھ رہا ہوں کیونکہ مجھے آپ سے اور آپ کے خاندان سے ارادت ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے خانقاہ معلیٰ میں فرقہ بندی کے خلاف اعلان کیا اور پولیٹیکل میدان میں قدم رکھا۔ لیکن جس وقت جنگ نے شدت پکڑی تو آپ نے خود اس عہد کو توڑا۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ مولانا ظفر علی خان جب سری نگر آئے تو انہوں نے اپنی جادوبیانی کا آپ کو شکار بنایا۔ آج آپ بھی وہی باتیں پیش کررہے ہیں جو مولانا موصوف اپنے اخبار میں لکھتے ہیں۔ زمیندار کے ایک پرچہ میں نے پڑھا تھا کہ جب تک ایک مرزائی بھی کشمیر میں رہے کامیابی نہیں ہوسکتا وہی باتیں آپ کے بیان میں پائی جاتی ہیں۔ کہ کشمیر کمیٹی سے مرزائی عنصر نکل جائے۔ مرزائی وکلا جو مظلومین کشمیر کے مقدمات کی مفت

(باقی برصفحہ ۱۳)

پنڈت رودرانند کا چیلنج مناظرہ

اور ہمارا جواب

بجائے ایک دن کے تین دن مناظرہ کیجئے

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا مکتوب پنڈت رودرانند کے نام

جناب پنڈت رودرانند جی! آداب عرض۔

۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کے اخبار "آریہ ویر" میں آپ کا ایک چیلنج شائع ہوا ہے جس میں آپ نے احمدی (لاہوری و قادیانی) دونوں فریق کے مناظرین کو مناظرہ کے لئے مخاطب فرمایا ہے۔

پنڈت جی بے ادبی معاف اگر آپ کے چیلنج کی غرض صرف آریہ سماجیوں میں شہرت طلبی ہی نہیں کہ آپ بھی مناظرہ کرنا جانتے ہیں اور فی الواقعہ آپ میں مناظرہ کا حوصلہ ہے تو آپ کا اخلاقی فرض تھا کہ آپ اپنے چیلنج کی ایک ایک نقل یا اخبار حوالہ بالا کی ایک ایک کاپی احمدی مناظرین کے نام (جن کے نام آپ نے اپنے چیلنج میں درج کئے ہیں) ان کے مرکز لاہور اور قادیان کے ذریعہ بھیج دیتے تاکہ انہیں جواب دینے کا موقع ملتا۔

چیلنج کا علم کیونکر ہوا؟

ہم نے اخبار "آریہ ویر" کو نہیں دیکھا نہ ہمارے نام آتا ہے اخویم ماسٹر محمد شفیع صاحب علوی سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ ریاست پٹیالہ نے ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء کو اخبار مذکور سے آپ کا چیلنج نقل کر کے اخویم شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کو لاہور بھیجا کہ مرزا مظفر بیگ جہاں کہیں ہوں انہیں پہنچا دیں مگر گرنتھی صاحب نے وصول کرتے ہی مجھے بھیج دیا جو مجھے ۲۳ جنوری شام کی ڈاک میں راولپنڈی ملا۔ ۲۴ جنوری کو اتوار تھا دوسرے آپ کو جواب بصیغہ رجسٹری بھیجا تھا۔ آج سوموار سب سے پہلا کام آپ کو جواب لکھنے کا کر رہا ہوں۔ آپ خود انصاف فرمائیے کہ اگر ماسٹر محمد شفیع صاحب علوی بھی "آریہ ویر" کو نہ دیکھ پاتے اور ہمیں چیلنج نقل کر کے بھیجنے کی تکلیف گوارا نہ فرماتے تو ہماری اطلاع کا ذریعہ باقی کیا رہ گیا تھا۔ اور ہمیں کس طرح علم ہوتا کہ کسی پنڈت نے ہمیں مناظرہ کے لئے مخاطب کیا ہے۔ آریوں کو یہ کہنا کہ آپ مناظر ہیں اور احمدی مناظرین آپ سے ہارے خوف کے گھبرا رہے ہیں۔ لیکن چال ایسی رکھی کہ احمدی مناظرین کو کانوں کان خبر ہی نہ ہو اور آپ "میدان" بھی لاکھوں پائے لیکر اطمینان کا سانس لیں۔

آریہ سماجی تہذیب

میں نے آپ کے چیلنج کو اول سے آخر تک بار بار پڑھا اور بار بار یہی دکھ ہوا کہ آریہ دوستوں کو (وید والوں نے تو کیا سکھانا تھا) زمانہ کی ترقی اور آئے دن کے واقعات نے بھی تہذیب و شرافت سے کسی کو مخاطب کرنا نہیں سکھایا۔ احمدی مناظرین کے متعلق "کہیں دبک گئے ہیں" "دربے میں منہ چھپائے پڑے رہے" وغیرہ الفاظ لکھ کر آپ نے یہی ثابت کیا ہے کہ جن لوگوں کو ستیارتھ پرکاش (جس سے مہاتما گاندھی جیسا انسان بھی بیزاری کا اعلان کر چکا ہے) جیسی دل آزار کتاب ورثہ میں ملی ہو ان سے کسی تہذیب و شرافت کی توقع عبث ہے۔ پنڈت صاحب ہم کو آنجہانی نے علوم متعارفہ ومنقولہ کے جواہرات آریہ سماج کے ذہن میں کیا اچھا لکھا ہے کہ "ہر خیر جہاں ہوتی ہے وہی وہاں سے برآمد ہوتی ہے۔"

سامانہ میں آپ کا چیلنج اور فرار

آپ بھولے نہ ہوں گے کہ گزشتہ سے پیوستہ سال آریہ سماج سامانہ ریاست پٹیالہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک شب جوش میں آکر آپ نے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیدیا تھا۔ میں سامانہ میں موجود تھا۔ صبح کو ہمیں حالات کا علم ہوا تو ہم نے اسی وقت تمام شہر میں منادی کرا دی کہ دن کے ایک بجے آریہ سماج مندر میں لوگ جمع ہو جائیں۔ کیونکہ آریوں سے مناظرہ ہوگا۔ وقت مقررہ پر میں شہر کے مسلمانوں سمیت اپنی کتابیں لئے سماج مندر میں حاضر ہو گیا۔ اور آپکو بھری مجلس میں للکار کر پھر کیا آپ مناظرہ کے لئے اٹھے؟ نہیں بلکہ سماج کے پریزیڈنٹ لالہ شادی رام صاحب اپنے رضا کاروں سمیت ہمارے آگے روک بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور ہم سے یہ درخواستیں کیں کہ آپ سماج مندر سے چلے جائیں۔ ہم نے مناظرہ کا کوئی چیلنج نہیں دیا۔ سچ ہے

کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

آخر میں نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ اب میں پنڈت رودرانند اور اس کے دیگر ساتھی پنڈت صاحبان کو للکارتا ہوں کہ آج سے ہمارا جلسہ شروع ہے جس کا جی چاہے میرے مقابلہ پر میدان مناظرہ میں اترے۔ ہم اپنے ہاں مناظرہ کا انتظام کرتے ہیں۔

سماجی نوجوانوں کی غیرت

سماجی مندر میں ہمارا اس طرح جا دھمکنا اور تمام پنڈتوں کا لرزہ براندام ہو کر چپ سادھ لینا یہ کوئی ایسا نظارہ نہ تھا جو دلوں پر اثر نہ کرتا۔ چنانچہ نوجوان آریہ سماجی آپ سے بگڑ گئے اور انہوں نے آپ کو غیرت دلائی کہ چیلنج دے کر آپ نے ہمیں مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل کرا دیا ہے۔ وہ مندر میں آکر دندنائے اور آپ سے کچھ بھی بن نہ سکا۔ ہم بازار میں منہ دینے کے قابل نہ رہیں گے آپ ضرور مناظرہ منظور کر لیجئے۔ نوجوان آریوں کی حق بجانب ضد نے آپ کو مجبور کر دیا اور آپ نے آمادگی کا اظہار کیا آریہ نوجوان دوڑے دوڑے ہمارے پاس آئے کہ سوامی رودرانند جی نے مناظرہ منظور کر لیا ہے۔ آپ آج ہی دو بجے دن کے اجلاس میں مناظرہ کا انتظام کر دیجئے۔ چنانچہ ہم نے آریہ نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے تمام شہر میں مناظرہ کا اعلان کرا دیا۔ یہ واقعہ ہمارے مندر میں جانے کے دوسرے روز کا ہے۔

مناظرہ کا وقت آیا لوگ جوق در جوق جمع ہوئے صاحب صدر نے کرسی صدارت کو زینت دی۔ لیکن ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ سوامی رودرانند کی جگہ مہاشے چرنجی لال صاحب پریم ہیڈ ماسٹر مناظرہ میں اترے اور نہ معلوم کن وجوہ کی بنا پر آپ نے مناظرہ سے پہلوتہی میں ہی اپنی خیر سمجھی۔

پنڈت جی خدا لگتی کہئے کہ جس شخص کی یہ حالت ہو کہ پہلے وہ خود مناظرے کے لئے للکارے۔ جب ہم مندر میں پہنچیں تو چپ سادھ لے اور مناظرہ سے پیٹھ دکھائے۔ اور جب اسے اپنا نوجوان طبقہ غیرت دلائے تو مناظرہ کے لئے آمادگی کا اظہار کرے۔ لیکن جب مناظرہ کا وقت آئے تو خود پیچھے ہٹ جائے اور آگے کسی دوسرے کو کر دے کیا ایسا شخص اس قابل ہے کہ آئندہ کبھی اسے منہ لگایا جاتا اور اس کی گھر بیٹھے کسی تعلّی کو کوئی وقعت دی جاتی۔

آریہ سماج سامانہ کی مایوسی

اس سال سامانہ آریہ سماج کا سالانہ جلسہ ہوا۔ میں (باوجودیکہ بخار میں مبتلا تھا) وقت پر سامانہ پہنچ گیا۔ لیکن آپ اور دوسرے پنڈت صاحبان تشریف نہ لائے۔ لوگوں نے جب لالہ شادی رام صاحب پردھان آریہ سماج سے دریافت کیا کہ پنڈت رامچندر دہلوی اور سوامی رودرانند وغیرہ نے آنا تھا ابھی تک آئے نہیں تو لالہ جی جو پنڈتوں کی اس عمداً غیر حاضری سے بھرے بیٹھے تھے طیش میں آکر فرمانے لگے کہ:-

"رام چندر دہلوی ہو کہ رودرانند ہماری طرف سے سب پنڈت مر گئے۔ ان کا زندہ ہونا نہ ہونا برابر ہے۔"

مجھے اپنے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی پیشگوئی کہ آریہ سماج سو سال کے اندر اندر مر جائے گی یاد تھی۔ میں نے سامانہ میں اپنے لیکچر کے دوران میں لالہ شادی رام کے الفاظ پیش کر کے خوب ہی لطف لیا۔

مُشتے بعد از جنگ

سامانہ میں آریہ سماج کا جلسہ ہوا۔ پھر ہماری جماعت کا جلسہ ہوا۔ ان دونوں جلسوں کے دوران میں اور آخر ہماری واپسی تک آپ کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اب اگر اس کے بعد کہیں آپ سامانہ تشریف لے گئے ہیں تو ہمارے کس کام کے۔

آپ کی اس غیر حاضری اور گزشتہ پہلوتہی سے جو خفت آپکو ہوئی اسے بھی کسی طرح مٹانے کی کوشش کرنا آپ کا فرض تھا "آریہ ویر" میں ایک چیلنج چھپوا کر خوش ہو کر بیٹھ گئے کہ لاہور اور قادیان دونوں قلعوں کو سر کر لیا ہے۔

چیلنج منظور

سنئے پنڈت جی! ہم آپ کے چیلنج کو منظور کرتے ہیں اور ببانگ دہل آپ کو للکارتے ہیں کہ آپ مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر اس دفعہ بھی آپ نے گریز سے کام لیا تو ہم آپ کے فرار کا اعلان اخبارات میں شائع کرا دینے پر مجبور ہوں گے۔

آپ نے اپنے چیلنج میں لکھا ہے کہ "جہاں چاہیں مناظرہ کر لیں" آپ کے مرغوب مقام سامانہ میں (ریاست ہونے کی وجہ سے) آئے دن حصول اجازت کے جھگڑے ہوتے ہیں۔) اس لئے ہم سامانہ سے صرف دو میل باہر مقام گڑھی کو میدان مناظرہ قرار دیتے ہیں جو ضلع کرنال یعنی سرکاری علاقہ میں ہے اور جہاں حصول اجازت وغیرہ کی الجھنوں کا احتمال نہیں۔ امن وغیرہ کے بھی ہم خود ذمہ وار ہوں گے۔ آپ کو مناسب ہے کہ "جہاں چاہیں مناظرہ کر لیں" کو سامنے رکھ کر مقام گڑھی متصل سامانہ میں مناظرہ قبول فرمائیے۔

آج کل رمضان شریف ہے۔ سامانہ والوں کی خواہش ہے کہ یہ مناظرہ ماہ فروری کے آخری یا ماہ مارچ کے ابتدائی ہفتہ میں ہو اور مناظرہ ایک دن نہ ہو بلکہ تین دن ہو۔

مضمون مناظرہ

آپ کے چیلنج کے یہ الفاظ:-

"مضمون وید اور قرآن ہوگا ثبوت میں وید اور قرآن شریف

ہی پیش ہوگا - اور کسی کتب ("کسی کتب" نہیں بلکہ کسی کتاب کہئے) کا پرمان پیش نہ ہوگا۔ صرف ترجمہ کی امداد کے لئے کوش اور دیاکرن، نروکت قواعد، لغات، وار کے وقت پیش ہوسکتی ہیں"

مجھے منظور ہیں اور انشاء اللہ آپ مجھے مناظرہ کے وقت ان کا پابند پائیں گے - ہاں حسب تجویز مسلمانان سامانہ اتنی ترمیم ضرور چاہتا ہوں کہ مناظرہ ایک دن نہ ہو بلکہ تین دن ہو - اور اس کو آپ اس طرح تقسیم کرسکتے ہیں :-

پہلے دن وید پر مناظرہ ہو - ہم ثابت کرینگے کہ وید غیر الہامی ہیں - آپ ثابت کریں کہ وید الہامی ہیں -

دوسرے دن قرآن شریف پر مناظرہ ہو - آپ ثابت کریں قرآن غیر الہامی ہے - ہم ثابت کریں گے کہ قرآن الہامی ہے -

تیسرے دن آپ کے مایۂ ناز مسئلہ تناسخ (پترجنم) پر مناظرہ ہو اور یوں لوگوں کو نہایت تفصیل سے کچھ سننے کا موقعہ میسر آئے - میں اجازت دیتا ہوں کہ آپ اپنی امداد کے لئے پنڈت رام چند دہلوی ودیگر آریہ مناظرین کو بلالیں - (یہ تجویز بھی مسلمانان سامانہ کی ہے) اور جس طرح چاہیں کیل کانٹے سے لیس ہوکر میرے مقابلہ پر اتریں -

پندرہ دن میں جواب دیجئے

کیا میں امید رکھوں کہ آپ مجھے عرصہ پندرہ یوم کے اندر اپنی منظوری سے اطلاع دیں گے - ورنہ یاد رکھئے کہ اس دفعہ آپ سے کوئی رعایت روا نہ رکھی جائے گی - سامانہ کے شہر میں آپ کے فرار کے اشتہار لگوانے کے علاوہ اخبارات میں بھی اعلان کرایا جائے گا -

آخر پر ایک عرض کی جرات کرتا ہوں - کہ اپنے نام کے ساتھ لفظ "سوامی" اپنے قلم سے استعمال کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ میں اپنے آپ کو "حضرت مرزا مظفر بیگ" لکھ دوں - ان باتوں سے عزت اور شہرت حاصل نہیں ہوتی - ہاں اگر دوسرے لوگ آپ کو سوامی لکھیں تو مضائقہ نہیں -

اس جواب کی ایک نقل اخبار پیغام صلح میں شائع ہونے کے لئے بھیجی جارہی ہے -

آپ کا پرانا دوست
مرزا مظفر بیگ ساطع مسلم مشنری - کوچہ چودھری فتح -
(محلہ چھاچھی راولپنڈی شہر)

(بقیہ صفحہ ۴)

انہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے سوا چارہ نہ تھا جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی - کہ اگر موسیٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا - پس ضرور تھا کہ جو شخص امت مسیحی کو حلقہ اسلام میں لانے کے لئے قدم اٹھا دے - وہ ایک طرف تو ابن مریم کی روحانیت سے شدید مماثلت رکھتا ہو جس کی وجہ سے اس کا نام آسمان پر ابن مریم ہو اور دوسری طرف حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھتا ہو - یعنے ابن مریم مجازی رنگ میں ہو اور غلام احمد حقیقی رنگ میں ہو چنانچہ حضرت مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

لیلۃ القدر روحانی معنوں میں
زمانہ کی تاریکی اور مجدد وقت کی نورانی شعاعیں

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اسسٹنٹ سرجن اوچھاں)

لیلۃ القدر کیا ہے

یہ رمضان کا مہینہ ہے - جس کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر آتی ہے - اس مبارک رات کو پانے کی بہت دنوں میں تمنا ہے - اگر کوئی اس رات کو پالے تو اس جیسا خوش قسمت اور کون ہوگا - ایک روز میں سوچ رہا تھا کہ کیونکر اس رات کی تلاش ہو - ایک خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ قرآن شریف میں روحانی ظلمت اور اندھیرے کو رات سے تشبیہ دی گئی ہے - اور روحانی نور کو دن اور آفتاب سے پھر اس کے مطابق چاہیئے تو یہ تھا کہ مسلمان روحانی نور یا کسی مبارک دن کی جستجو کریں - نہ یہ کہ وہ ظلمت اور رات کی تلاش میں لگے رہیں پھر قرآن شریف میں ہے کہ وہ رات نہ صرف بابرکت ہوتی ہے بلکہ ایسی بابرکت کہ ہزار مہینہ کی رات سے بہتر رات ہے - بالفاظ دیگر اس کی برکت ہزار مہینوں کی ظلمتوں کو دور کرنے کا موجب ہوا کرتی ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر -

پس لیلۃ القدر کیا ہے اس کی حقیقت اس سے منکشف ہوتی ہے کہ یہ رات رمضان میں آتی ہے - اور رمضان کے بھی آخر پر رمضان کا مہینہ مسلمہ طور پر مسلمانوں کے لئے ایک مجاہدہ کا مہینہ ہے یوں تو مسلمان کا طریق یہ ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر آن خدا تعالیٰ کی طرف جھکا رہے - لیکن یہ مہینہ تو خاص اسی غرض کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان ہر قسم کی مادی قربانی کرکے خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگ جائے - جیسا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ظاہر ہے - ما یکون اجود فی رمضان

مجاہدہ کا کمال رمضان میں

رمضان میں اسلام نے مجاہدہ کو اس قدر کمال تک پہنچا دیا ہے کہ ایک مسلمان نہ صرف اپنی ضروریات کو پورا کرکے مخلوق کی خدمت کرتا ہے بلکہ وہ جائز اور حلال چیزوں کو ترک کرنے کی قدرت دکھاتا ہے پھر وہ نہ صرف دن کو محنت کرتا ہے بلکہ راتوں کو بھی جاگتا ہے - گویا وہ اعلےٰ مقاصد کے حصول کے لئے نہ صرف ناجائز کو چھوڑتا ہے بلکہ جائز حقوق کو بھی قربان کر دیتا ہے - حتے کہ اگر اسے بھوکا اور پیاسا رہنا پڑے تو وہ اس کے لئے بھی ہمہ تن تیار ہو جاتا ہے - اگر اسے نیند جیسی ضروری شے بھی ترک کرنی ہو تو اس کی بھی اسے پروا نہیں ہوتی غرضیکہ ایک جملہ میں رمضان کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے "کوشش اور جدوجہد کی انتہا اور قربانی اور ترک خواہشات کی انتہا" جدوجہد کی انتہا کے ساتھ قربانی کے کمال کو رکھکر یہ بتانا بھی مقصود ہے - کہ یورپ کا فلسفہ زندگی سراسر باطل ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انسان کوشش اور جدوجہد تو بے شک کمال کی کرے لیکن قربانی اور بےنفسی کی اسے ضرورت نہیں - اسلام یہ حقیقت آشکارا کرتا ہے کہ جس جدوجہد کے ساتھ کمال کی قربانی اور بےنفسی نہیں وہ درحقیقت کامل مجاہدہ نہیں اس لئے کہ اس میں نفس کی ملونی موجود ہے - لیکن لیلۃ القدر کی حقیقت اس سے ایک مرتبہ اور زیادہ ہے - رمضان میں تو مجاہدہ اور قربانی کا کمال ہے - مگر لیلۃ القدر میں ان دونوں چیزوں کے ساتھ ایک تیسری چیز بھی شامل ہے اور وہ ہے ظلمت -

لیلۃ القدر میں مومن کامل کی ظلمت پاش جدوجہد

لیلۃ القدر جو مہینے کے آخر میں ہے - اس سے یہی مطلب ہے کہ اس وقت تاریکی کی انتہا ہے نہ سورج کی کوئی کرن ہے اور نہ چاند کی کوئی چمک بلکہ وہ مبارک گھڑی کہتے ہیں کہ رات کے بھی آخری حصہ میں ہوتی ہے - جس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ خاص وقت اپنی تاریکی میں نمایاں خصوصیت رکھتا ہے - جہاں رمضان کے مہینے میں یہ سبق ہے کہ کوشش اور قربانی دونوں امور میں کمال کی ضرورت ہے وہاں لیلۃ القدر میں یہ راز ہے کہ ایک کامل مسلمان کی کوشش اور قربانی نہ صرف اس وقت کامل جوش میں آتی ہے جب روشنی ہو، اور راستہ دکھائی دیتا ہو بلکہ یہ کوشش اور قربانی اس وقت بھی انتہا پر ہوتی ہے - جب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو - اور ظلمت کی انتہا ہو - بلکہ ایک کامل مسلمان کی اسی کامل کوشش اور قربانی کی وجہ سے جو وہ کامل ظلمت کے اوقات میں کرتا ہے - اس کی اسی کامل جدوجہد سے ظلمت کے پردے چاک ہونے شروع ہو جاتے ہیں ظلمت کے وقتوں میں صداقت پر کامل یقین اور اس کے ساتھ کامل جدوجہد قربانی رات کے سیاہ بادلوں کو اڑانا شروع کرتی ہے اندھیرے کی جگہ روشنی لینا شروع کرتی ہے - فساد کے بجائے سلامتی اترتی ہے - خوف وہراس کے بدلے استقامت وشجاعت نمودار ہوتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے - یہاں تک کہ فجر ہو جائے - تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر -

مجدد وقت کی زندگی

خدا تعالیٰ کی طرف سے جو انسان مامور ہوکر آتے ہیں چونکہ وہ کامل مسلمان ہوتے ہیں - اس لئے ان کی زندگیاں کامل مجاہدہ کا نمونہ ہمیں دکھاتی ہیں چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی زندگی ہمارے سامنے اس زندگی کے واقعات کے مطالعہ سے ایک عجیب حقیقت آشکارا ہوتی ہے - حضرت مسیح موعود کو دنیاوی کاروبار میں لگایا جاتا ہے - آپ جس قدر مدت اس کام میں لگاتے ہیں وہاں بھی زیادہ تر شغل دینی ہی رکھتے ہیں - آخر دنیاوی کاروبار کو چھوڑ کر ہمہ تن زہد وعبادت میں لگ جاتے ہیں - یہ قربانی وایثار کی انتہا ہے - ہر ایک کوشش وسعی عبادت وخدمت میں صرف ہوتی ہے - لیکن جہاں یہ دکھائی دیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود انتہا درجہ کے عابد وزاہد تھے وہاں بھی نمایاں ہے کہ آپ کی عبادت چلہ کشی کی قسموں میں سے نہ تھی بلکہ اگر ایک طرف نماز ودعا میں کامل استغراق ہے - تو دوسری طرف اسلام کے دفاع میں مخالفوں کے سامنے سینہ سپر ہوتے ہیں - آخر اس محنت ومشقت کا کمال براہین احمدیہ کے خاتمہ پر ہوتا ہے - یہ وہ وقت ہے جب حضرت مسیح موعود کی جدوجہد کامل درجہ پر پہنچ گئی تھی ایک طرف رجوع الی اللہ کامل درجہ پر ہے دوسری طرف ضرورت زمانہ کے مطابق جہاد کمال کو پہنچ چکا ہے - یعنے براہین احمدیہ چھپ چکی ہے - حالانکہ آپ ابھی مامور نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ نے جماعت بنانے کی کوئی خواہش ظاہر کی ہے

(باقی برصفحہ ۱۴)

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر کامل طور پر یہ انکشاف ابھی نہیں ہوا کہ اس زمانہ میں غلبۂ اسلام کس راہ سے مقدر ہے۔

تاریکی کی انتہا اور مجدد وقت کی تڑپ

تاہم آپ اپنی کوشش و جد و جہد کو کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔ ایک طرف ظلمت کا کمال ہے۔ مغرب اپنی پوری طاقت سے مادیت کے جہنم کو بھڑکا رہا ہے اور نہ صرف وہی اپنی اس مادی ترقی پہ نازاں ہے اور یقین کر بیٹھا ہے کہ اب اسے اور کچھ درکار نہیں اور اسی لئے وہ دہریت کی طرف پورے زوروں سے بہا چلا جا رہا ہے۔ بلکہ مشرق بھی مغرب کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں حسرت کے آنسو بہا رہا ہے کہ کاش اسے بھی یہی ترقی نصیب ہوتی یلیت لنا مثل ما اوتیت قارون۔ دنیا میں کوئی مذہب اگر غربت اور نکبت کے تاریک پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ تو وہ مذہب اسلام ہے مسلمانوں کی حالت دنیا کی ہر قوم سے بدتر ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ اب کیونکر اسلام اٹھے گا۔ اس انتہائی ظلمت میں ایک کامل انسان اپنے مجاہدہ و ایثار کو کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی دعائیں قبولیت کا رنگ اختیار کرنے لگتی ہیں۔ اس کے دل میں اسلام کے غلبہ کی تڑپ ہے۔ جسکے لئے وہ اپنی کوشش و قربانی کو انتہائی مقام تک پہنچا دیتا ہے۔

طلوع فجر اور غلبۂ اسلام

ظلمت کی بھی انتہا ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس کی دعاؤں سے نور حق کی شعاعیں صبح صادق کی طرح تاریکی کے پردوں کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں اور خدا تعالےٰ آپ پر غلبۂ اسلام کی ایک راہ منکشف کرتا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ چہارم حصہ کے آخری ورق کو پڑھنے سے اسی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ آپ وہاں فرماتے ہیں کہ ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی۔ اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی اور یہ عاجز بھی ابن عمران کی طرح ظلمت کی تاریکیوں میں سفر کر رہا تھا کہ یکایک پردۂ غیب سے انی انا ربک کی آواز آئی۔ اور وہ اسرار اور بھید کھلے جن تک عقل کی رسائی نہیں۔ سو اس کتاب کا متولی ظاہرًا و باطنًا اب خدا تعالےٰ ہی ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ یہ کتاب کس حد تک لکھی جائے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ پر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ جس مسیح کے آنے کی پیشگوئی ہے وہ آپ ہی ہیں اور آپ ہی کے وجود سے بذریعہ روحانیت و دلائل اس وقت غلبۂ اسلام مقصود ہے۔

روحانی ظلمت اور لیلۃ القدر

ان تمام واقعات کے مطالعہ سے یہی نظر آتا ہے کہ کامل ظلمت کے وقت جب کوئی مرد خدا اپنے جہاد و ایثار کو کمال تک پہنچا دیتا ہے تو پھر اسے صبح کی روشنی کی خبر دی جاتی ہے۔ اور ایک راستہ قطعی اور یقینی اس کے سامنے واضح کیا جاتا ہے۔ جس پر چلکر ظلمتیں اس طرح دور ہو جاتی ہیں جیسے آفتاب کی کرنوں سے رات کی سیاہی مٹ جاتی ہے۔ یہی وہ مبارک گھڑی ہوتی ہے جب ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ سعید روحوں کو کشاں کشاں کھینچ کر اس مقصد کی طرف لے آتے ہیں یہی وہ سعید وقت ہوتا ہے جب اگرچہ دنیا میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ اور سیاہی ہی سیاہی نظر آتی ہے۔ جس سے خوف و ہراس اور بے یقینی و بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے جد و جہد و کوشش پر بھی ایک موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن مرد کامل پر عرفان و یقین کا نور نازل کیا جاتا ہے۔ خوف و ہراس کی جگہ اطمینان و تسلی اور بے یقینی و بے اطمینانی کی بجائے ایمان و علم ڈیرہ جما لیتا ہے۔ ظلمت اور اندھیرا چھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ روشنی نمودار ہوتی ہے۔ لوگ جاگنا شروع کرتے ہیں۔ یہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ صداقت کی فجر ہو جاتی ہے۔ اور روحانیت کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی بھی خوابیدہ نہیں رہتا جو خواب سے نہ جاگ اٹھے۔

صبح صادق ہو چکی

کیا یہ واقعات نہیں ہیں کہ آج سے ۴۰ سال قبل مغرب اپنی انتہائی مادہ پرستی میں غرق ہونے کے باوجود اس پر نازاں اور خوش تھا اور کیا اب یہ حقیقت کھل نہیں چکی کہ مغرب اپنی اس مادہ پرستی اور قوم پرستی سے بیزار اور نالاں ہے؟ کیا آج سے ۴۰ سال قبل دنیا کا جو نقطۂ نگاہ اسلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھا وہ قطعی اور یقینی طور سے آج بہت بڑی حد تک تبدیل نہیں ہو گیا؟ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ اس تبدیلی کا موجب وہی ذریعہ ہے جو حضرت مسیح موعود نے بتایا تھا؟ کیا آج نہیں ہر طرف سے یہ آوازیں سنائی نہیں دیتیں کہ اب تھوڑے ہی عرصہ میں یورپ میں اسلام کا غلبہ ہوگا؟ ان سوالات کے جوابات واقعات میں دیکھیں اور پھر ذرا اپنے بھی گریبان میں منہ ڈالیں کہ ہم نے اس مبارک رات کی کیا قدر و منزلت کی ہم میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اجی کیا ہے تم کہتے ہو کہ مسیح موعود آ گیا۔ لیکن بنا بنایا ابھی کچھ بھی نہیں۔ نہ مسلمان سدھرے نہ مسلمانوں کی کوئی حکومت قائم ہوئی۔ یہ وہ ہیں جن کو صبح صادق روشنی نظر نہیں آتی۔ یہ بیچارے اس بات کے محتاج ہیں کہ جب تک صبح کی دھوپ کو نہ دیکھ لیں بلکہ شاید جب تک اس دھوپ کی گرمی نہ محسوس کر لیں تب تک ان کو سورج کے چڑھنے کا یقین نہ آئے گا۔

اٹھو سونیوالو سحر ہو گئی ہے

لیکن میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود پر ایمان لے آئے ہیں۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے دعوے صحیح ہیں تو پھر یہ سست رفتاری اور پژمردگی کے آثار کیوں ہیں؟ کیا اس لئے کہ اسلام کی ترقی کا آفتاب ابھی پوری تابانی کے ساتھ نصف النہار پر نہیں پہنچا؟ یا اس لئے کہ قیام اللیل کی ماندگی نے آپکو دبا لیا؟ صبح کی نورانی روشنی تو عرفان و یقین کی بلندی اور زیادہ سے زیادہ جہد و سعی میں سرگرم ہونے کا وقت تھا نہ کہ سست ہو جانے کا! اور دن چڑھنے پر تو وہ لوگ بھی قوت و حرکت میں آ جاتے ہیں جو پہلے سو رہے تھے۔ آج ہم میں ایسے بھی ہیں جنھیں دنیاوی ترقی کے حصول کی خواہش خدمت دین سے مانع ہے۔ وہ بھی ہیں جو بیوی بچوں اور خاندان کے حقوق دین کی تقویت کے کام پر مقدم کرتے ہیں۔ اور شاید کوئی ایسا بھی ہو جو زمانہ کی رو کو دیکھ کر ملکی خدمت کو ہی اعلےٰ ترین نصب العین خیال کر رہا ہو۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ملکی خدمت بھی مفید چیز ہے۔ اور بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی اور حصول جاہ بھی ضروری ہے۔ لیکن یہ سب اس انتہائی مقام تک پہنچانے والی چیزیں نہیں جہاں مسیح موعود لیجانا چاہتے ہیں بلکہ اس میں بعض پہلو ایسے ہیں جو بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہیں۔ آج دنیا میں کیوں فساد و بے امنی ہے محض اس لئے کہ اپنے نفس، اپنے خاندان، اپنے ملک، اپنی قوم کے حقوق کو ہر شخص دوسرے سے مقدم سمجھتا اور ایثار و قربانی کے بجائے حسد و بغض سے کام لیتا ہے۔ اس کا علاج سوائے انتہائی بے نفسی کے اور کوئی چیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے مجدد کو مسیح کا لقب دیا گیا۔ مسیحیت کے اندر سوائے انتہائی بے نفسی کے اور کوئی راز مضمر نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس حقیقت کو اس شعر میں واضح کیا ہے۔

> ہر کسے غمخواری اہل و اقارب مے کند
> اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

مبارک رات کی سیاہی پھٹ چکی ہے۔ صبح صادق کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ منزل مقصود نظر آنے لگی ہے۔ کیا کوئی ہے جو اس وقت کی قدر کرے۔ اور سورج چڑھنے سے پیشتر قدم اٹھائے۔ اور آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ اس کے بعد نہ ایمان و عرفان کی کوئی عزت ہوگی نہ کوشش اور جد و جہد کی ضرورت ہی باقی رہ جائے گی۔ مبارک ہیں وہ جو اس گھڑی کو پہچان لیں اور اس وقت کچھ کر لیں۔ مسیح موعود کے کامل ایثار و مجاہدہ اور آپ کے دن رات کے سوز و گداز سے یہ مبارک [illegible] نصیب ہوا جس کی تمنا کرتے کرتے ہزاروں اولیاء [illegible] گئے۔ اس کی قدر کیجئے ورنہ وہ وقت آتا ہے جب [illegible] اور یہ آیت پڑھی جائے گی۔ لاینفع نفسًا ایمانہا لم تکن امنت من قبل۔ کیا ہی سچ فرمایا ؎

> بہ مفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ور
> قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود

—— بمبئی میں اب کانگرسی تشدد پر اتر آئے ہیں۔

—— ۲۹ر جنوری کو الہ آباد کے قریب قریہ گارپر ہندو مسلم فساد ہو گیا۔

احمدی خواتین سے اپیل

آپکا مال وہ نہیں جو آپکے صندوق میں بند ہے بلکہ جو آپنے خدا کی راہ میں دیدیا ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب گرامی

ذیل کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ نے احمدی بیگمات کی خدمت میں فرداً فرداً ارسال فرمایا ہے۔ (مدیر)

خواہر محترمہ!

دسمبر میں میں نے آپ سے ایک اپیل کی تھی کہ آپ بھی خدمت دین کے لئے کچھ قربانی کریں۔ اور اپنے زیور کا کوئی حصہ خدا کی راہ میں دیں۔ اس اپیل کا جواب جس رنگ میں مجھے ملا ہے اس سے مجھے افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی۔ افسوس اس لئے کہ صرف بیس خواتین نے اس آواز پر لبیک کہا۔ خوشی اس لئے کہ ان بیس نے قربانی کا ایک اچھا نمونہ دکھایا کہ قریباً پندرہ سو روپے کی رقم ان کے زیورات سے وصول [illegible] کی امید ہے اور دوسرے اس لئے کہ یہ جواب ابھی صرف اس حصہ سے ملا ہے جو امراء کی تعریف میں نہیں آتے۔ بلکہ سب سے بڑا عطیہ جس کی قیمت سوا چار سو روپیہ ہے ایک ایسی بی بی کی طرف سے ہے جو خود تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ اور وہ اپنا نام بھی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتیں مگر ان صالح بندوں کے کام اللہ تعالیٰ خود ہی تکمیل کو پہنچاتا ہے۔ جو اس کے دین کی حاجت کے وقت کام آتے ہیں ایک اور بی بی ان میں ہیں جو متواتر قومی تحریکات میں اپنا زیور دیتی رہی ہیں یہانتک کہ اس موجودہ تحریک میں انہوں نے قریباً اپنا آخری زیور دیدیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس طرح وہ اپنے زیور سے محروم نہیں ہوئیں بلکہ ایک طرف انہوں نے اس زیور کو ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لیا ہے۔ اور دوسری طرف اپنی قوم کو بنا دیا ہے۔

خدا کے حق کو لاپروائی سے دیکھنا اچھا نہیں

بہرحال میں آپ کی پہلی خاموشی کی وجہ سے مایوس نہیں ہوتا۔ اور پھر آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے مال میں خدا کا بھی حق ہے۔ جس نے یہ سب کچھ آپ کو دیا ہے۔ خدا کے حق کو لاپروائی سے دیکھنا اچھا نہیں۔ یہ دنیا ہمیشہ کے رہنے کی جگہ نہیں۔ اور آخر یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر جانا ہے۔ ہمارے ساتھ صرف اسی قدر جائے گا جو ہم نے اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں دیدیا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور نبی کریم صلعم نے اپنی احادیث میں بار بار اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تمہارا مال وہی ہے جو تم خدا کی راہ میں خرچ کردو۔ اور وہی ہمیشہ تمہارے کام آئیگا۔

دوسروں کے اعمال کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا

یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا ہے۔ کہ ایک انسان کے نیک اعمال کا دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر کسی بی بی کا خاوند ساری رات تہجد پڑھتا رہے اور وہ خود بے نماز ہے تو خاوند یا باپ کی نماز سے اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر کسی بی بی کے خاوند نے ہزارہا روپے خدا کی راہ میں دیدیئے مگر اس کو خود کچھ خرچ کرنے کی توفیق نہیں ملی تو خاوند کا خرچ کیا ہوا اس کے کام نہیں آئیگا۔ اس وقت خدا کا دین سخت احتیاج کی حالت میں ہے۔ اگر کسی مفلس محتاج، بیمار کو دیکھ کر آپکو دل میں رحم آجاتا ہے۔ تو دین کی احتیاج اور بیکسی پر کیوں رحم نہیں آتا۔

آپ کا مال

آپ کا مال وہ نہیں ہے جو صندوق میں بند ہے۔ وہ آپ کی آنکھوں کے بند ہوتے ہی دوسروں کا ہوگا۔ بلکہ آپ کا مال وہ ہے جو آپ نے اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں دیدیا ہے۔ وہ آپ کے ساتھ جائے گا آپ اپنے زیور کا جو حصہ خدا کی راہ میں دینگی وہی آپ کے اس وقت کام آئیگا۔ جب نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ خاوند، نہ باپ کچھ کام آسکیں گے وہ ہمیشہ کے لئے آپ کا اپنا ہوگیا۔ نہ اس کو چور چرا سکتا ہے نہ اس پر ڈاکہ پڑ سکتا ہے۔ نہ موت اسے آپ کے ہاتھ سے چھین سکتی ہے۔

بھائیوں سے التجا

یہ تحریک میں رمضان کے ایام میں کر رہا ہوں۔ رمضان میں خدا کی راہ میں دینا اور بھی زیادہ ثواب کا کام ہے۔ میں اپنے ان بھائیوں سے بھی جن کے ذریعے سے یہ خط آپ کے ہاتھوں تک پہنچے گا۔ یہ التجا کرتا ہوں کہ جب وہ خود دین کی ضروریات کے لئے سینکڑوں اور ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں اور خرچ کرکے خوش ہوتے ہیں کہ ان کا مال خدا کے دین کے کام آگیا تو وہ اپنی بیویوں سے کیوں بخل کرتے ہیں وہ کیوں انہیں نہیں کہتے کہ وہ بھی اپنے لئے کچھ توشۂ آخرت جمع کرلیں۔ تاکہ جس طرح دنیا میں وہ ان کے ساتھ ہیں آخرت میں بھی اپنے نیک اعمال کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں۔

غریب بہنوں سے سبق

ہماری جماعت میں بہت سی متمول بیبیاں ہیں جن کو اپنی اس غریب بہن سے سبق لینا چاہیئے جس نے اپنا سب سے قیمتی زیور اٹھا کر خدا کی راہ میں پھینک دیا ہے کہ دین کو قوت پہنچے۔ گو وہ خود تکلیف اٹھائیں اور وہ تو بغیر تکلیف اٹھانے کے اپنے قیمتی زیوروں کو جو صرف صندوقوں اور سیفوں میں پڑے ہیں۔ خدا کے خزانے میں داخل کرسکتی ہیں۔ جہاں ان کو اس کا اجر کئی گنا ہو کر ملے گا جس طرح بیج وہی بڑھتا ہے جو کھیت میں ڈالا جائے۔ اسی طرح مال وہی بڑھتا ہے اور بالآخر انسان کے کام آتا ہے جو خدا کی راہ میں دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن شریف میں فرماتا ہے

کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ

وہ اس دانہ کی طرح ہوتا ہے جو اگتا ہے تو سات خوشے بنتے ہیں اور ہر خوشہ میں سو دانہ ہوتا ہے۔

میں نے یہ تحریک دلی درد سے کی ہے۔ اور اس پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ مال کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان کردیں۔ اور اس کی برکتوں اور فضلوں کے وارث ہوں۔

والسلام

خاکسار

محمد علی

۱۰ رمضان المبارک — احمدیہ بلڈنگس لاہور

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔ (مینیجر)

(بقیہ از صفحہ ۹)

پیروی کر رہے ہیں کشمیر سے واپس بلالئے جائیں تو پھر آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔ تعجب ہے کہ اپنے قوم پرست کے مطالبات معقولہ سے اتنے زیادہ گرے ہوئے ہوں۔

چند ضروری استفسارات

آخر میں آپ سے میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) کیا آپ نے اہل سنت والجماعت وکلاء کا بندوبست کرلیا ہے؟ جو آپ موجودہ پیروکاروں کو جو مظلومین کے مقدمات کی مفت پیروی کر رہے ہیں، واپس بھیجنا چاہتے ہیں۔

(۲) کیا مرزائی وکیل عدالتوں میں اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں یا قانونی پیروی؟

(۳) کیا اس سوال کے اٹھانے کا یہی وقت تھا اور کیا اگر آپ کا مقدمہ کوئی ہندو وکیل مفت کر رہا ہو اور وہ بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے تو آپ اس سے اپنا مقدمہ اس بنا پر واپس لے لیں گے کہ اس کے حسن کار کے سبب آپ کے اور آپ کے متعلقین کے دل پر ایسا اثر نہ پڑے کہ آپ یا آپ کے عزیز شدھ ہو جائیں۔

(۴) کیا مرزائی وکیلوں کے مقدمات کی پیروی کرنے سے واقعی ایسا اثر پڑ سکتا ہے یا نہیں اور کیا مسلمانان کشمیر کو اتنا فراغ خاطر حاصل ہے کہ وہ تحقیق مذہب پر متوجہ ہو سکیں۔

(۵) کیا آپ ابتدا میں اس حال سے بیخبر تھے آپ نے مرزائی وکلاء و دیگر اشخاص سے رابطہ اتحاد و دستداری قائم کیا تھا اگر آپ چاہیں تو ان روابط کے متعلق تفصیلی حالات بھی عرض خدمت کئے جاسکتے ہیں

(۶) کیا آپ میں اور آپ کے ہمخیال افراد میں جو فتنہ سامانی کی صورت پیدا کر رہے ہیں، اتنی مقدرت ہے کہ مظلومین کشمیر کے مقدمات کی پیروی کا کوئی انتظام کر سکیں، خدارا انصاف کیجئے اور حق بات فرمایئے اور آپ خیال کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔

(۷) کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ آپ نے اس دور اضطراب و بے چینی میں حکومت کو اس کے رویہ پر سرزنش کی اور اس کا آئینی مقابلہ کیا اور کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں، کہ اگر حکومت آپکو آنکھ دکھائے تو پھر بھی آپ کشمیری مسلمانوں کی مظلومیت پر احتجاج کریں گے میرا خیال صاحب خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے اور پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی توقع رکھتے ہوئے صحیح جواب دیجئے گا۔ ورنہ خاموش رہئے گا۔ کیونکہ بسا اوقات خاموشی بھی حکمت ہوا کرتی ہے۔

(۸) کیا آپ چند ایک مضمون سے شیر کشمیر کو گرانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور نہیں لگا رہے۔ اور کیا آپ کی مخالفت کے اسباب [illegible] حسد اور بیرونیوں کی جانبی اغراض کے پیش نظر کشمیر کے اثر و اقتدار کو زائل کرنا چاہتے تھے۔ اشتعالک نہیں تھے۔

(۹) کیا آپ نے ہنگامی اختیارات آرڈیننس پر کوئی واویلا کیا اور کوئی ایسی موثر کاروائی کی جس پر حکومت متوجہ ہوتی ہوئی اس بیجا تشدد کی نامعقولیت پر غور کرتی۔

مجھے رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ آپ ایسا خاندانی انسان ایسی رکیک حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جو ایسے خاندان اور ملت [illegible] سے سرزد ہوں جن کی گزر اوقات ہی مفسدہ پردازی اور فرقہ بندی پر منحصر ہو۔ آپ کو دیکھنا چاہیئے کہ شیر کشمیر کی آواز صداقت نے وہ کام کیا جو ناممکن خیال کیا جاتا تھا۔ یہ آپ ہی کا کام تھا کہ آپ نے ان بے زبانوں میں وہ روح پھونک دی کہ آج ہر شخص معترف ہے، کہ کشمیری مسلمانوں کی قربانیاں ایسی ہیں جن کی نظیر ہندوستان کی [illegible]

یورپ کی اجتماعی زندگی پر عربی علوم و تہذیب کا انقلاب انگیز اثر

مغربی سلاطین پاپائے روم اور عام عیسائیوں کی سرپرستی میں عربی علم و ادب کی اشاعت

یورپ کی عربی یونیورسٹیوں میں رازی، ابن سینا، اور ابن رشد کا فلسفہ

احمد ذکی پاشا مشہور مورخ نے مشرق کی عالمگیر تحریک پر ایک سلسلہ مضامین سپرد قلم کیا ہے جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں تقریباً تمام یورپ میں عربی علم ادب اور عربی تہذیب پھیل چکی تھی اور یورپ نے ذہنی ارتقا کے اصول عربوں سے حاصل کئے تھے۔ ان مضامین میں آخری مضمون اس قدر دلچسپ اور حقایق سے معمور ہے جس نے یورپ کے خیال باطل کی اچھی طرح پردہ دری کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ مغربی مصنفین آج جو اس بات کا دعوے کر رہے ہیں کہ مغرب نے مادی علوم کے ہر شعبہ میں جو ترقی کی ہے اور طبابت، تاریخ، جغرافیہ اور فلسفہ وغیرہ میں جو اس نے کمال حاصل کیا ہے اور جو اس کا اپنا پیدا کردہ ہے اور اختراعات و ایجادات نے ان علوم کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا ہے یہ صحیح نہیں بلکہ یہ تمام باتیں عربوں ہی سے لی گئی ہیں۔

عرب اور یورپ کا اتحاد

یورپین اقوام سے عربوں کے اتحاد کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ عربوں نے شام اور مصر اپنا فاتحانہ پیشقدمی کی اس وقت سے مشرقی اور مغربی تاریخ میں ایک جدید باب کا اضافہ ہوا اور مغرب کو مشرق سے سابقہ پڑا۔ عرب اسپین اور پرتگال پر قابض ہو کر یورپ کے بہت سے ممالک کو اپنے علوم اور اپنی تہذیب سے آشنا کیا۔ دوسری، تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں جب خلافت بنی امیہ مستحکم بنیادوں پر استوار ہوئی تو اس وقت عرب حکمرانوں اور مغربی عیسائیوں میں حسن تعلقات کا آغاز ہوا۔ اور دونوں قوموں کو ایک دوسرے سے تعلقات کا اتفاق ہوا۔ یہ رشتہ اس وقت اور بھی مضبوط ہو گیا جب عربوں نے سسلی کو فتح کر کے جنوب کی رومی حکومت پر اپنا اقتدار قائم کیا جس کے باعث عیسائیوں مذہبی، معاشرتی اور سیاسی تغیرات ہونے لگیں محاربات صلیبیہ کے زمانہ میں عربوں اور مغربی ممالک کے اختلاط نے ان تبدیلیوں کو اور زیادہ سریع کر دیا۔ اور عیسائی قومیں اسلامی تہذیب سے مستفید ہونے لگیں عیسائیوں نے مشرقی تہذیب اور علوم کی خوشہ چینی کر کے اپنی ذہنی اور فکری استعداد کو بڑھایا۔ جنگ صلیبی کے بہت سے سپاہیوں نے عربی زبان کی تحصیل کی اور بہت سوں نے تہذیب و تمدن کا دلی خیر مقدم کیا۔ اور اس کو اپنی زندگی کا معمول بنالیا۔

پوپ سلوسٹر اور مسلمانوں کی شاگردی

اس سے پہلے تمام یورپ میں عربی تہذیب و تمدن اپنا گھر کر چکا تھا۔ اور یورپ کے طلبا اسپین کی عربی یونیورسٹیوں میں آ کر مسلمان اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے تھے۔

پوپ سلوسٹر دوم جو ۹۹۹ء میں پاپائیت کے عہدے پر مامور ہوا تھا وہ بھی مسلمان اساتذہ کا ایک ادنیٰ شاگرد تھا جس نے کارڈوا اور ذیشیا کی یونیورسٹی میں علم حساب، علم ہیئت اور جغرافیہ کی تعلیم حاصل کی [illegible] انقلاب فرانس کے ارکان ثلثہ کا ایک رکن [illegible] نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں یورپ کے مطلق العنان بادشاہ عربوں اور ان کے شاگرد یہودیوں کو اپنے ہاں بطیب علم رکھتے تھے اور عدالتوں میں ان کو جج مقرر کیا جاتا تھا۔ سپین اور اس کے قرب و جوار کے عیسائی نہایت شوق سے عربی پڑھتے تھے۔ تاکہ وہ اسلامی حکومت میں اعلیٰ مناصب حاصل کر سکیں۔ اور مشرق قریب میں اپنی تجارت کو فروغ دے سکیں۔ جو اس وقت صرف عربوں کے قبضہ میں تھی۔

عربی علوم پوپ کلیمنٹ کی سرپرستی میں

دسویں صدی کے آغاز میں عربی زبان کی طرف عیسائیوں کو خاص طور پر توجہ ہوئی کیونکہ ایشیا، افریقہ، اسپین اور سسلی میں عیسائیوں کی تبلیغی جدوجہد قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ ان ممالک میں پاپائے روم کے مشورے سے ایک جدید حکم نافذ کیا گیا۔ عیسائیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ جب تک ہم مشرقی زبانوں بالخصوص عربی۔ عبرانی اور سریانی سے اچھی طرح واقف نہ ہوں گے اس وقت تک ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہو گی چنانچہ ۱۳۱۱ء میں پوپ کلیمنٹ چہارم نے وائنا میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ فرانس، اٹلی، اسپین، اور انگلستان کی یونیورسٹیوں میں عربی، عبرانی اور سریانی زبانوں کی تحصیل کو لازمی قرار دیا جائے۔

یورپ میں عربی یونیورسٹیوں کا قیام

۱۲۲۰ء میں مونٹ پیلیئر کے اندر ایک طبی کالج کا افتتاح ہوا جس میں اسپین کے عرب پروفیسر عربی زبان میں طب اور علم النفس کی تعلیم دینے پر مامور کئے گئے۔ وسط یورپ میں جو سب سے پہلی یونیورسٹی قایم ہوئی وہ پولینڈ کے شہر "کراکو" کی یونیورسٹی تھی۔ جس کا افتتاح ۱۳۶۴ء میں ہوا۔ اس کے بعد وائن میں بھی یونیورسٹیاں قایم کی گئیں۔ غرض یورپ کے مختلف ممالک میں جہاں جہاں یونیورسٹیاں قایم ہوئیں وہاں عربی زبان اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر پڑھائی گئی۔ اور ابن رشد، ابن سینا امام رازی اور ابن زہر جو فلاسفہ اسلام کے سرخیل اور اساطین تھے۔ ان کا فلسفہ نہایت شوق اور دلچسپی کے ساتھ ان یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا تھا۔ ان کتابوں کی درس تدریس سے عیسائی پادریوں کو شکوک پیدا ہوئے اور انہوں نے طلبہ کو ان کتابوں کے مطالعہ سے باز رکھنے کی کوشش کی کیونکہ ان کے خیال میں ان کتابوں کا فلسفہ مسیحی مذہب کی اشاعت میں زبردست روک تھا اور ان کو پڑھ کر مسیحیت بے حقیقت معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس مخالفت نے ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ڈالا جو اپنی علمی تشنگی کو عربی سرچشموں کے آب زلال سے بجھانا چاہتے تھے اٹلی کے اکثر شرفا اور علم دوست سیاسی مفکرین نے یہ تجویز کی کہ اپنے ملکی قوانین کو عربی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ اور عدالتوں کی کرسیوں کو عربی فضلا سے زیب و زینت دی جائے۔

عربی علوم اور شاہ رچرڈ

ان لوگوں میں جو عربی زبان اور عربی علم ادب کو محبوب رکھتے تھے رچرڈ دوم بادشاہ سسلی بھی تھا۔ اسی بادشاہ کی خدمت میں شریف ادریسی نے ایک اسطرلاب بنا کر ہدیۃً پیش کیا تھا جس پر پہاڑ، سمندر، اور مختلف ممالک کے نقشے کھدے ہوئے تھے۔ انہیں شریف ادریسی نے ایک بہترین جغرافیہ بھی لکھا تھا جس کا نام تھا "نزہتہ المشتاق فی افراق آفاق" اس کتاب کو مصنف نے شاہ رچرڈ کے نام پر معنون کیا تھا۔ شریف ادریسی نے رچرڈ کی بہت تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ بڑا مہربان اور انصاف دوست تھا۔

صفدی نے اپنی کتاب "الوانی بتوفیات" میں رچرڈ کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں۔

> "رچرڈ نے شریف ادریسی کو اپنے دربار میں بلا کر کہا کہ میں دنیا کو دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ دنیا کے متعلق کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اس سے تسلی نہیں ہوتی۔ چنانچہ ادریسی کے مشورے سے بڑے بڑے فضلا کو دنیا کے مختلف حصص میں بھیج دیا۔ اور ہر عالم کے ساتھ ایک نقشہ نویس بھی کر دیا تاکہ وہ جس جس مقام پر پہنچیں وہاں کی زمین کی تصویر اور نقشے بنائیں۔ چنانچہ فضلا نے دنیا کی سیاحت کر کے تمام نقشے اور تصویریں رچرڈ کے لئے مہیا کر دیئے۔ اور اس طرح اس علم دوست بادشاہ کی خواہش پوری ہو گئی۔

اسی کتاب میں صفدی فرماتے ہیں کہ رچرڈ ادریسی کا نہایت احترام کرتا تھا۔ اور ان کو ہر وقت اس کے دربار میں آنے کی اجازت تھی۔ چنانچہ ادریسی جب کبھی اس کے دربار میں جاتے تھے تو رچرڈ ان کو اپنے تخت پر بٹھا کر علم و فضل کی تحصیل کیا کرتے تھے۔

فریڈرک اور پوپ گریگوری کا ذوق ادب

ان کے علاوہ شاہان روم عربی زبان سے خاص محبت اور دلچسپی رکھتے تھے۔ فریڈرک دوم جو چھٹی جنگ صلیبی میں عیسائی مجاہدین کا کمانڈر انچیف تھا۔ وہ عربی کا ایک بڑا فاضل تھا۔ پریس کی ایجاد کے بعد بہت سے علم دوست اطالویوں نے عربی کتابوں کو چھاپ کر شائع کیا۔ سب سے پہلے ۱۶۲۴ء میں شہر روڈینا میں قرآن حکیم اور دیگر عربی کتابیں جو طب اور عام علوم سے متعلق تھیں طبع کر کے شائع کی گئیں۔ ان ایام میں تقریباً اٹلی کی تمام یونیورسٹیوں میں عربی زبان کے ماہر اور اساتذہ کی ایک جماعت خاص طور پر رکھی جاتی تھی۔

یہ واقعہ ہے کہ یورپین اقوام میں اٹلی کے باشندوں کو عربی علوم کی قدر و قیمت معلوم تھی۔ ان لوگوں نے بہت سی عربی کتابوں کا لاطینی زبان میں اور لاطینی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ جو اب تک ڈیکسن لائبریری کی الماریوں میں محفوظ ہیں۔

۱۵۷۴ء میں پوپ گریگوری ہفتم نے روم میں پادریوں کو عربی علم ادب سکھانے کے لئے ایک درس گاہ قایم کی۔ اس درس گاہ کے تین طالب علموں نے (جن کے نام گگریسلے، ابراہن، اور سماتی ہیں) بہت سی عربی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔ (باقی آئندہ)

حضرت امیر کا ایک خطبہ

(از جناب محمد مرتضیٰ خان صاحب حسابی اتے مانگرول)

جلوہ فرما ایکدن تھے بر سرِ منبر حضور　اور لسانِ صدق سے یوں ہو رہے تھے دُرفشاں

درد ملت سے نہیں پڑتی مجھے کل ایک دم　درد سے میں ہوں تڑپتا مثلِ مرغِ نیم جاں،

اے عزیزو! یہ غمِ دیں جاں کو میری کھا گیا　کاش ہوتا کوئی تم میں میرے غم کا رازداں!

"میں نے تو رو رو کے دامن کر دیا تر درد سے　کیا تمہارے کان تک پہنچی نہیں میری فغاں؟

سر سے پانی اب گزر جانے کو ہے اے غافلو!　کچھ تو اب جاگو خدارا! چھوڑ دو خوابِ گراں!

گر یونہی غفلت رہی میں جاں سے جاؤں گا گزر　کیا یہ ٹھانی ہے کہ تم لیکر رہو گے میری جاں؟

خدمتِ دیں کے لئے اللہ نے تم کو چنا　دینِ احمد کے بنے ہو اس جہاں میں پاسباں

کیا نہیں تم چاہتے اے زمرۂ ابرارِ دیں!　گلشنِ احمد میں پھر آئے بہارِ جاوداں؟

اس قدر پھر کیوں یہ غفلت؟ اسقدر کیوں ہے جمود　کیا خدا کو بھول بیٹھے اے گروہِ عاقلاں؟

مشکلاتِ دین سب آسان ہو جائیں گی، ہاں　تم اگر راہِ خدا میں کچھ کرو قربانیاں

زندگانی پاؤ گے مر کر خدا کی راہ میں　ہاں ملے گی دیں کی خدمت سے حیاتِ جاوداں

مال و دولت اے عزیزو! اب نثارِ دیں کرو　وقت نازک ہے بہت شاہد ہے ربِ دو جہاں

میں سوالی بن کے پھیلاتا ہوں دامانِ سوال　جو مجھے دے گا خدا اس کو کرے گا شادماں!

از پئے دینِ محمدؐ من گدائے آمدم!!
حسبتہً للّٰہ مرحبے کز مرا صاحبدلاں

(بقیہ صفحہ ۲)

جھٹلاتا ہے۔ اور جس سوسائٹی میں ایک شخص دوسرے کو جھٹلائے وہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق والے لوگ نہیں ہوا کرتے۔ پس جنت جہاں راستبازوں کی سوسائٹی ہوگی وہاں ایک دوسرے کو جھٹلانا ممکن ہی نہیں۔ جب وہاں جھوٹ ہی نہ ہوگا اور جھوٹے ہی نہ ہونگے تو کسی نے کسی کو جھٹلانا ہی کیا ہے۔

نیکی کا بدلہ غیر منقطع ہوگا

جزاءً من ربك عطاءً حسابا۔ بدلہ ہے تیرے رب کی طرف سے عطائے کافی۔ حساباً حسب سے ہے۔ جسکے معنے کافی کے ہیں۔ چونکہ انسان کے عمل محدود ہیں اس لئے عمل کا بدلہ بھی محدود ہونا چاہئے۔ اسی لئے بدی کا بدلہ محدود ہوگا لیکن نیکی کا بدلہ جو ہوگا وہ محض بدلہ ہی کے رنگ میں نہ ہوگا۔ بلکہ بخشش اور عطا اسے عمل کرنے والے کے لئے کافی [illegible] ہوگا۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔

احکم الحاکمین سے خطاب

رب السمٰوات والارض وما بینھما الرحمٰن لا یملکون منہ خطابا۔ کتنا بڑا احسان اور بندہ نوازی ہے کہ فرمایا وہ تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کی ربوبیت اپنی رحمانیت سے کرتا ہے۔ اس کے سامنے تو تم خطاب بھی نہیں کر سکتے۔ اس قدر عظیم الشان ہستی اور ایک مسلمان کے لئے اس کا دروازہ اتنا کھلا ہے کہ پانچ وقت آکر خطاب کرنے کی اجازت ہے تاکہ اس کی ربوبیت سے مومن استعانت طلب کرتا رہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ایک ادنےٰ حاکم آجائے تو خواہ وہ منہ بھی نہ لگائے اس کی پیشوائی کے لئے تو خوار ہوتے پھرتے ہیں اور خدا جو پانچ وقت بلاتا ہے اس کا نام نہیں لیتے۔ بھیرہ میں ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر آیا۔ اس کے سلام کے لئے صبح سے تمام افسر اور رؤسا ڈاک بنگلہ جا بیٹھے۔ صاحب کبھی غسلخانہ میں کبھی کھانے کی میز پر۔ دو چار کو بلایا۔ پھر آرام کیا۔ پھر دو چار کو بلایا پھر آرام کیا۔ بہت سے نمازی بھی بیٹھے ہو رہے تھے۔ ظہر کا وقت آگیا اور بہت سے لوگوں کی جن میں میں بھی تھا۔ ابھی تک سلام کی باری ہی نہ آئی تھی۔ خیال ہوا کہ ظہر و عصر کو جمع کرائیں گے۔ لیکن پھر ضمیر نے ملامت کی کہ لعنت ہے تیرے ایمان پر۔ ایک ادنےٰ حاکم کے سلام کی خاطر احکم الحاکمین کا سلام پس پشت پھینک رہا ہے۔" یہی حالت آج کل عام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ خدا کی قدر انسان نہیں پہچانتا۔ خدا جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اپنی رحمانیت سے پرورش کرتا ہے۔ وہ بلائے تو کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی۔

نیکی کی طرف کھینچنے والے بطور گواہ

یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا۔ یوم کے معنے ہیں "دن ہوگا" اس فقرے میں بڑا زور ہے۔ الروح سے مراد انسانی روح بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن میرے مذاق کے مطابق روح وہ فرشتہ ہے جو وحی نازل کرتا ہے جس سے انسان کو نئی زندگی ملتی ہے۔ فرمایا دن ہوگا جب وہ فرشتہ بھی حاضر ہوگا جو ہدایات آسمانیہ وحی کے ذریعہ انسان کو پہنچاتا تھا اور وہ فرشتے بھی ہوں گے جو نیکی کی تحریکات قلوب میں ڈالتے تھے۔ گویا انسان کو نیکی کی طرف کھینچنے کے لئے جو جو سامان اللہ تعالےٰ نے کئے تھے۔ وہ بطور گواہ سامنے موجود ہونگے

مالک یوم الدین کا وقت

لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔ کلام نہ کر سکیں گے سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے۔ اور وہ درست بات کہے۔ وہ ربوبیت کا وقت نہیں۔ وہ مالک یوم الدین کا وقت ہے۔ عدالت کا وقت ہے۔ اس لئے بغیر اجازت کلام وہاں کوئی نہ کر سکے گا۔ آج سب کو جناب الٰہی میں عرض معروض کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ربوبیت کا وقت ہے۔

ربوبیت سے فائدہ اٹھاؤ

ذالک الیوم الحق فمن شاء اتخذ الی ربہ مآبا۔ یہ سچا دن ہے۔ ہو کر رہے گا۔ پس جو چاہے آج اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنالے۔ یعنے اس کی ربوبیت سے فائدہ اٹھالے۔

دنیا میں آخرت کا نقشہ

انا انذرناکم عذابا قریبا۔ الخ۔ اگر تمہیں اس دن کے متعلق کوئی شک ہے تو ہم نے تو تمہیں قریب کے عذاب سے بھی ڈرایا ہے۔ کونسا قریب کا عذاب؟ جنگ بدر، غزوہ احزاب فتح مکہ۔ ان ایام میں بھی آخرت کا نقشہ دکھا دیا۔ اور اہل مکہ کو ان کے کئے کا مزہ چکھا دیا۔ پس عقلمند وہ ہے جو اس سے عبرت اور نصیحت پکڑے اور اس دن سے جو آخرت کا دن ہے اور حقیقی فیصلہ کا دن ہے ڈرے۔

غیور طبائع پر نتائجِ اعمال کا اثر

ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا۔ کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہو جاؤں۔ انسان کی کرتوتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ بس پردہ یا اپنی شرارت اور جہالت سے وہ ایسے ایسے کام کر گزرتا ہے کہ جب وہ اعمال بطور نتائج کے سامنے آتے ہیں۔ تو ندامت اور شرم سے وہ چاہتا ہے کہ کاش میں مٹی ہو جاؤں۔ اور اس ذلت سے دوچار نہ ہوؤں۔ یہی حال قیامت کے دن ہوگا اپنے اعمال بد کی ندامت سے ایک منکر یا ناشکرا یا کافر یہ چاہے گا کہ کاش وہ مٹی ہو جاتا۔ اور اس ذلت اور عذاب سے بچ جاتا فتح مکہ کے دن بھی کفار مکہ کی یہی حالت ہوئی۔

عرب کی رعونت

عربوں کی قوم ایک بڑی غیور قوم تھی۔ ایک مثال سناتا ہوں جنگ بدر میں ابوجہل کا سر انصار کے دو لڑکے کاٹنے لگے ابوجہل نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو۔ کہا انصار میں سے ہیں۔ کہنے لگا تم میرا سر نہیں کاٹ سکتے۔ میں شریف ہوں اور ایک اعلیٰ قوم سے ہوں اس لئے کسی قریشی کو بلاؤ جو میرا سر کاٹے۔ انہوں نے کہا ہم ہی کاٹیں گے کہنے لگا اچھا پھر ذرا گردن کو نیچے سے کاٹنا تاکہ جب کٹے ہوئے سروں میں میرا سر رکھا جائے تو معلوم ہو کہ سردار کا سر ہے" یہ رعونت تھی جو اس قوم کا طغرائے امتیاز تھی۔

فتح مکہ کی ذلت

لیکن فتح مکہ کے دن وہی قوم جس نے آنحضرت صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں کو گھر سے نکالا تھا۔ سامنے کھڑی تھی اور اس سے آنحضرت صلعم پوچھتے ہیں کہ مجھ سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہو۔ کہا تو کریم ابن کریم ہے۔ تجھ سے بھلائی ہی کی توقع ہے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ جاؤ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ معافی جو انہیں ملی ان کے لئے کس قدر ذلیل کن تھی۔ کیا وہ شرم

ہفتہ بھر کی خبروں کا خلاصہ

—— شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب حکومت کشمیر کے ظالمانہ آرڈی ننس کی خلاف ورزی کرنے کے الزام میں گرفتار ہو کر چھ ماہ کے لئے قید کردیئے گئے ہیں معلوم ہوا ہے کہ ان کو جیل میں اے کلاس دی گئی ہے۔

—— مفتی ضیاء الدین صاحب پونچھی بھی گرفتار ہو کر جلاوطن کردیئے گئے ہیں۔ حکومت کشمیر کی پولیس ان کو کوہالہ کے پل تک چھوڑ گئی ہے۔ مفتی صاحب مسلمانان کشمیر کے محبوب و بااثر رہنماؤں میں سے تھے۔

—— ان گرفتاریوں اور سزایابیوں سے مسلمانوں میں بے چینی بڑھ رہی ہے۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے ہی کشمیر میں امن قائم تھا۔ سمجھدار لوگ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ گرفتاریاں ظلم کے علاوہ مصلحت کے لحاظ سے بھی بہت بڑی ہیں۔

—— ہندوستان کے بہت سے بڑے بڑے شہروں میں زنانہ پولیس کی بھرتی جاری ہے۔ سول نافرمانی کرنیوالی عورتوں کو گرفتار کرنے کا کام ان سے لیا جائیگا۔

—— بہت سے مقامات پر حکومت نے کانگریس کا سرمایہ ضبط کرلیا اور اس کے دفاتر اور آشرموں پر قبضہ کرلیا ہے۔

—— گذشتہ ہفتہ چنیوٹ میں ہندوؤں نے خواہ مخواہ فساد برپا کردیا اور مسلمانوں کو مارا اور لوٹا۔ مقامی حکام زیادہ تر ہندو ہیں مسلمانوں سے سخت بے انصافی ہو رہی ہے اور وہ بڑی خطرہ میں ہیں

—— اکثر عربی ممالک میں تحریک آزادی زور شور سے جاری ہے ان ممالک میں جمود و غفلت رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے اور مسلمان بیدار ہو رہے ہیں

—— آل انڈیا مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس امسال لاہور میں منعقد ہوگا۔ وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں۔

—— خان صاحب شیخ عبدالعزیز صاحب جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا ہے جو منظور کرلیا گیا ہے

—— بے شمار انجمنوں نے شیخ عظیم اللہ صاحب کے اگزیکٹو آفیسر منتخب ہونے پر اظہار مسرت کیا ہے اور گورنمنٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بہت جلد اس تقرر کا اعلان کردے

—— فسادات لاہور کے مقدمات کی سماعت جاری ہے مسلمان ملزموں کی خاطر خواہ امداد نہیں ہو رہی ہے پبلک کی طرف فوراً توجہ ہونی چاہئیے

—— حکومت سرحد نے اخبار انقلاب کا داخلہ بند کردیا تھا۔ اور یہ پابندی اٹھا دی گئی ہے۔

—— حکومت ہسپانیہ کے رومن کیتھولک فرقہ کے تمام گرجے ضبط کرلئے گئے ہیں۔

—— مولانا شوکت علی ۲۹ر جنوری کو بخیریت بمبئی پہنچ گیا جہاں کے مشہور سیٹھ ڈاکٹر اسکرمبی ان کے ہمراہ تھے۔ دونوں ہندوؤں کی محافظ استقبال کیا گیا۔

—— قابل وثوق اعداد سے معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ایام میں چھ ہزار مسلمان نارتھ ویسٹرن ریلوے سے نکال دیئے گئے ہیں۔ بخلاف اس کے کل ۳۰۰ ہندوؤں کو علیحدہ کیا گیا ہے حالانکہ مسلمانوں کی تعداد پہلے ہی کم تھی۔ موجودہ اسلامی حلقوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا ہے

—— اعلیٰحضرت نظام دکن ۱۲ر فروری کو دہلی رونق افروز ہوں گے اور دس روز تک قیام فرمائیں گے۔

—— مہاشہ کرشن ایڈیٹر اخبار پرتاپ کے صاحبزادہ مسٹر دیوندر کو گرفتار کرلیا گیا۔

—— ریاست حکام نے ہکتہ سیل پارلیمنٹ سے لاہور

اور تھرڈ کلاس ڈیبہ بڑھا دیا ہے۔

—— ان دو بنگالی لڑکیوں کو جنہوں نے گذشتہ دنوں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کپلا (بنگال) کو قتل کردیا تھا عمر قید کی سزا دی گئی ہے۔

—— کیپ ٹاؤن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اب سر فضل حسین صاحب بالقابہ کامل طور پر فتحیاب ہوگئے ہیں۔

—— چین اور جاپان میں جنگ شروع ہوگئی اندیشہ ہے کہ عالم گیر جنگ کی صورت اختیار نہ کرے۔ تمام دنیا کے سیاسی اقتصادی حلقوں میں اس کو بیحد رغبت دی جاری ہے۔

—— لاہور میں پرزور پکٹنگ ہو رہی ہے اور گرفتاریاں عمل میں آتی ہیں۔ بہت سی عورتیں بھی گرفتار ہوچکی ہیں۔ لاہور کی تمام کانگرس کمیٹیاں خلاف قانون قرار دی جاچکی ہیں

—— شیخ محمد عبداللہ صاحب کی گرفتاری کے بعد سری نگر اور اس کے نواح میں ڈوگرہ پولیس اور فوج نہایت شرمناک تشدد کر رہی ہے۔

—— ۲۰ر جنوری کو یروشلم کے ہائی کمشنر نے وہاں کی عبرانی یونیورسٹی کے پہلے جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کی جس میں ایم اے کے کامیاب

امیدواروں کو ۳ ڈگریاں دی گئیں۔

—— روس اور پولینڈ میں ایک معاہدہ عدم جنگ پر دستخط ہوگئے ہیں۔

—— گذشتہ ہفتہ کانگرسی تحریک کے سلسلہ میں بمبئی اور بعض دوسرے مقامات پر گولی چلائی گئی جس سے متعدد آدمی زخمی اور ہلاک ہوئے سرکاری اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ ہجوم نے پولیس پر سنگباری کی اس لئے انتہائی مجبوری کی حالت میں گولی چلائی گئی۔

—— مولانا احمد سعید ناظم جمعیۃ العلماء دہلی گرفتار کرلئے گئے۔

—— کلکتہ میں مسٹر بی۔ آر۔ داس آنجہانی کی ہمشیرہ اپنے گھر کے اندر نظربند کردی گئیں۔

—— وائسرائے کی طرح مہاراجہ کشمیر بھی دھڑا دھڑ آرڈیننس جاری کررہے ہیں۔ تقریر و تحریر پر نہایت نامناسب قیود لگادی گئی ہیں۔ جن کی وجہ سے بے چینی روز بروز ترقی کررہی ہے

—— ریاست جموں میں میرپور کے نواح میں کوٹلی اور راجوری اور بعض دوسرے دیہات میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کئے اور خود ہی یہ پروپیگنڈا کررہے ہیں کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو لوٹا ان کے گھر جلادیئے گئے۔ اور عورتوں کی بےحرمتی کی۔ قابل وثوق اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ ہندوؤں اور ہندو اخبارات کے تمام بیانات غلط گمراہ کن و بیحد مبالغہ آمیز ہیں۔

—— حاجیوں کا پہلا جہاز رحمانی ۱۲ر فروری کو جدہ شریف پہنچ گیا ہے۔

—— مہاراجہ خورشید ایڈیٹر پرتاپ کا فرزند رنبیر سنگھ اور اس کے دونوں رفقاء درگاداس اور چمن لال کو ہائی کورٹ نے بری کردیا سشن جج نے انکو گورنر کے قتل کرنے کی سازش کے الزام میں سزائے موت دی تھی۔

—— پیغام صلح۔ ہم ان نوجوانوں کی بریت پر ان کو ان کے رشتہ داروں اور خاصکر مہاشہ خورشید صاحب کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

—— تازہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ حکام کشمیر خود فساد برپا کرنے کے متمنی ہیں۔ انکی زیادہ تعداد متعصب ہندو بھائیوں کی ہے۔ وہ فساد برپا کرکے کشمیر کی تحریک آزادی کو ہندو مسلم مسئلہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کی آڑ میں من مانی کاروائیاں کرنا چاہتے ہیں۔

—— سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ایوان ریاست کا آئندہ اجلاس ۲۸ر مارچ کو دہلی میں منعقد ہوگا۔

—— گول میز کی مشاورتی کمیٹی کا اجلاس جسکے صدر خود وائسرائے ہیں ۲۸ر جنوری کو منعقد ہوا آئندہ ۲۲ فروری کو منعقد ہوگا۔

—— بعض ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں جن کی وجہ سے مسلمانان کشمیر میرواعظ صاحب سے سخت ناراض ہیں اور ان کو حکومت کشمیر کا پٹھو اور قوم کا غدار سمجھتے ہیں۔

—— ریاست پونچھ میں بھی ایجی ٹیشن شروع ہوگیا ہے۔ حالات نازک بیان کئے جاتے ہیں۔

—— صوبہ سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کا اعلان ہوگیا ہے مجلس قانون ساز کے ارکان کی تعداد چالیس ہوگی ان کی تعداد طریق ذیل پر تقسیم کی جائے گی۔

مسلمان	۲۰	سکھ	۱
ہندو	۵	زمیندار	۲
نامزد ارکان غیر سرکاری	۶	نامزد ارکان سرکاری	۶

صوبہ سرحد بجائے چیف کمشنر کے گورنر کا صوبہ ہوگا اس کی ایک مجلس شوریٰ ہوگی دوسرے صوبوں کی طرح ایک مجلس قانون ساز بھی ہوگی شعبہ جات منتقلہ کیلئے حسب دستور وزراء کا تقرر عمل میں آئے گا۔

—— بہت سے والیان ریاست نے حکومت ہند کی تشدد کی حکمت عملی کی تائید کی ہے۔ اور حکومت کیساتھ مکمل طور پر تعاون کی خواہش ظاہر کی ہے۔ مندرجہ ذیل رئیسان ریاست خاص طور پر قابل ذکر ہیں اندور کشن گڑھ۔ پٹیالہ۔ کپورتھلہ۔ جنید۔ بہاولنگر۔ گونڈل۔ بہاولپور۔ رادھن پور۔ خیرپور۔ دربھنگہ۔ پرتاپگڑھ۔ دھرول باتھانہ۔ راجکوٹ۔ دوجوان۔ فریدکوٹ۔ رتنا۔

—— مولانا ابوالکلام آزاد مسٹر سبھاش چندر بوس کی جگہ کلکتہ کارپوریشن کے ایلڈرمین منتخب ہوئے ہیں۔

—— پنڈت موتی لعل نہرو کی دونو صاحبزادیاں تحریک کانگرس کے سلسلہ میں گرفتار کرلی گئی ہیں۔

—— سری نگر کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک اعلان کیا ہے کہ جو عورتیں یا بچے جلوسوں اور مظاہروں میں شرکت کریں گے ان کے شوہر و سرپرستوں کو گرفتار کیا جاویگا۔

—— بارہ مولا میں ریاست کی پولیس نے گولی چلادی بعض خبروں سے پایا جاتا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے طول و عرض میں فسادات

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۴ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ فروری سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۹

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ماسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ واجب الاحترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بعافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— دیگر بزرگان ملت بھی بخیریت ہیں اور اپنے اپنے خلوص کے مطابق خدمت دین و ملت میں منہمک۔

— **انتقال پر ملال**۔ ع آں ماتم سخت است کہ گویند جوان مُرد

۹ فروری ۳۲ء بروز عید الفطر عزیزم محمد عمر ایک ہفتہ تک صاحب فراش رہ کر ۳۰ سال کی بھری جوانی میں اپنے والدین کو ضعیفی کی حالت میں داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ٹیلیگراف مغلپورہ میں سٹور کیپر تھے۔ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پاتے تھے۔ اور اس قدر مخیر اور سعادتمند واقع ہوئے تھے کہ اپنے کسی عزیز غریب کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے مرحوم نے اپنے پسماندگان میں علاوہ دیگر متعلقین کے ایک جوان بیوہ اور دو چھوٹے چھوٹے یتیم بچے چھوڑے۔ یہ نوجوان میرا سگا بھتیجا تھا۔ غالب نے اپنے بھتیجے کے انتقال پر لکھا تھا سہ

ہاں اے فلک پیر جواں تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

بعینہ یہی حالت یہاں ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور متعلقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب جماعت و بزرگان ملت سے التجا ہے کہ وہ مرحوم کا غائبانہ جنازہ پڑھیں۔ (خاکسار دوست محمد)

یورپ کی اجتماعی زندگی پر عربی علوم وتہذیب کا انقلاب انگیز اثر

مغربی سلاطین، پاپائے روم اور عام عیسائیوں کی سرپرستی میں عربی علم وادب کی اشاعت

یورپ کی عربی یونیورسٹیوں میں رازی، ابن سینا اور ابن رشد کا فلسفہ

(لسلسلہ اشاعت گزشتہ)

یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ سپین اور پرتگال جو آٹھ سو برس تک عربی تہذیب وتمدن کے مرکز رہے۔ ان کے باشندوں نے عربی علم وادب کی طرف بہت ہی کم توجہ کی، حالانکہ ان کی قومی اور سرکاری زبان عربی تھی۔ ان ملکوں کے باشندے عربی علوم کے غیرمعمولی مطالعہ کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

سب سے پہلے طلیطلہ (کارڈوا) میں عیسائیوں کی زیر نگرانی عربی یونیورسٹی قایم ہوئی، گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی میں ولیشیا کے اندر بھی عربی یونیورسٹیاں قایم ہوئیں۔ مگر انہوں نے عربی زبان سے کوئی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ اور نہ ان کو اس باب میں کوئی خاص کامیابی حاصل ہوئی۔

لوئیس شاہ فرانس اور عربی کتب

چودھویں یا پندھویں صدی کے آغاز میں یورپ کے فضلاء نے عربی کتابوں کو مشرقی ممالک سے خریدنا شروع کیا۔ لوئیس سیزدہم شاہ فرانس پہلا شخص تھا جس نے عربی کتابوں کے ذخائر کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اس نے صلیبی مجاہدین کی زبانی سنا تھا کہ مسلم بادشاہ اپنے کتب خانوں میں عربی کتابوں کو جمع کرتے ہیں۔ اور فرصت کے اوقات میں ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ چنانچہ سلاطین اسلام ہی نے اول اول مسیحی بادشاہوں کے دلوں میں کتب خانوں کے قیام کا خیال پیدا کیا۔

لوئیس نہم نے اسٹریلیا کے بڑے بڑے علما کو عربی کتابوں کی خریداری کے لئے مشرقی ممالک میں بھیجا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پندرھویں صدی کے وسط میں تقریباً ۲۵۰۰۰ عربی کتابیں یورپ کی مختلف لائبریریوں میں جمع ہو گئیں۔ چنانچہ لیننگراڈ، برلن، پیرس، لندن، لیپزگ، منش، دانتا، لیڈن، اوکسفورڈ، کیمبرج، اڈنبرگ، ڈبلن، نیویارک، شکاگو اور کیلیفورنیا وغیرہ شہروں میں عربی کتب کی لائبریریاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ان لائبریریوں میں جو عربی کتب ہیں ان کی فہرستیں بھی بڑی ضخیم ہیں۔ یہ کتابیں دنیا کے گوشہ گوشہ سے بڑی بڑی قیمتوں پر خرید کر جمع کی گئی ہیں۔ تاکہ ان مشرقیوں کے علوم سے استفادہ کیا جائے جو دنیا کے کسی گوشہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔

یورپ میں مشرقیات کا مطالعہ اور مستشرقین

جب یورپ کا مذہبی تعصب کم ہوا اور علمی فتوحات نے مذہب کی جگہ لی تو مغربی اقوام نے عربی علوم کی طرف خاص توجہ مبذول کی۔ یہاں تک کہ مشرقیات کا مطالعہ ان کی زندگی کا اصل اصول بن گیا۔

۱۷۵۳ء میں آسٹریا نے مشرقی علوم کی ایک درسگاہ قایم کی جس میں حکومت کے سفراء و تجار عربی سیکھتے تھے ۱۷۹۵ء میں فرانس کے اندر ایک مشرقی ادارہ قایم ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۱۸ء میں جرمنی، انگلستان، اور اٹلی میں بھی مشرقیات کی درسگاہیں اور یونیورسٹیاں قایم ہوئیں۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ سولہویں صدی سے بہت پہلے انگلستان جرمنی اور ہالینڈ نے اپنی یونیورسٹیوں میں عربی زبان کو لازمی زبان قرار دیا تھا۔ اور اس کو سرکاری زبان قرار دے لیا تھا۔ مشرقی زبانوں سے مغربی قوموں کی وابستگی کا ایک ثبوت وہ مغربی علما ہیں جنھوں نے مشرقی زبانوں کی تحصیل میں اپنی تمام زندگیاں وقف کر دیں۔ (باقی اسی صفحہ کے پہلے کالم میں دیکھئے)

(بقیہ کالم ۳ صفحہ ہذا) بہت سے مستشرقین مشرقی زبانوں کے ماہر اور استاد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ مثلاً جرمن ڈاکٹر لوڈوف جو ۲۵ زبانوں کے ماہر ہیں۔ ڈینیالی جو فرانس کے زبردست مستشرق ہیں اور جن کو بیس زبانوں پر عبور حاصل ہے اسی طرح سوس اور ڈاکٹر ورن برس ۲۰ اور ہول ہیں۔ ڈوزی (جس نے قاموس کا تتمہ لکھا)، ایک ڈچ فاضل ہیں جو سات زبانوں کا ماہر ہے اور تمام زبانوں میں اس طرح بلاتکلف بولتا اور لکھتا ہے کہ گویا وہ اس کی مادری زبانیں ہیں ہنگری کا پروفیسر زامیلے ٹرکی اور لاطینی زبانوں کا ماہر ہے صرف یہی نہیں کہ یورپ کے باشندوں نے عربی زبان کی درسگاہیں قایم کی ہوں بلکہ ہم

بسنت پنچمی اور حقیقت رائے کا واقعہ

ایک حقیقت شناس ہندو کی قلم سے

مدت سے میں اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ ہندو مسلمانوں کی لڑائی کا اصل سبب کیا ہے؟ تو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ آپس میں لڑانے کے لئے ایسے غلط واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن کے باعث ہندو مسلم کشیدگی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر حقیقت رائے کا ایک واقعہ ہے جو ہر سال ہر شہر میں میلہ بسنت کے موقعہ پر ایسے غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے جس سے اتفاق کی بجائے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس افسانہ کا خاکہ جو ایک "دردمند ہندو کی قلم سے" (رسالہ تبلیغ انبالہ شہر مورخہ یکم اپریل ۲۸ء) میں شائع ہوا ہے۔ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں امید ہے برادران وطن مطالعہ کے بعد مسلمانوں کی طرف سے اطمینان کرلیں گے اور آئندہ اس طرح جو اس قسم کے مضمون مہیا ہوسکیں ان کی اشاعت کرکے ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط کرنے میں میری امداد کریں گے۔ بندہ عبدالعزیز۔ لدیانوی

ہندو بھائی غور سے مطالعہ فرمائیں

(مسٹر ایس این کندن لال صاحب کپور بھارت انجنیرنگ کمپنی کانپور)

بسنت آئی اور گزر گئی، اہل ہنود نے حسب دستور اس دن بسنتی کپڑے زیب تن کئے اور بازاروں یا کھلے میدانوں میں گشت لگا کر رنگ رلیاں منائیں۔ عورتوں، مردوں۔ لڑکیوں، لڑکوں۔ بچوں، بوڑھوں نے بھی اس موقعہ پر کھیل کود، ہنسی، مذاق، ٹھٹھے دل لگیوں سے اپنا اپنا دل خوش کیا۔ ہندو اخبارات نے بھی بسنت نمبر نکالے۔ مگر بسنت کے ساتھ جس واقعہ کی یاد ہندوؤں میں تازہ کی جاتی ہے اس کے سلسلے میں مجھے چند امور اپنے بھائیوں سے عرض کرنے ہیں۔ پنجاب کے دارالصدر اور بقول ہندوؤں کے شری مہاراجہ رامچندر جی کے بسائے ہوئے نگر لاہور میں اس دن خاص چہل پہل ہوتی ہے۔ اور لوگ جوق در جوق ایک سمادی کی طرف جو حقیقت رائے کی سمادھ کے نام سے مشہور ہے۔ اپنی اپنی شردھا کے پھولوں کی بھینٹ چڑھانے جاتے ہیں۔ مگر کسی نے آج تک اپنی عقل کو کام میں لاکر یہ نہ سوچا کہ آیا یہ افسانہ درحقیقت درست بھی ہے۔ یا یہ بھی دیگر افسانوں کی طرح ایک فرضی کہانی ہے جس کو متعصب اشخاص نے ہندوؤں کے دلوں کو مسلمانوں کی طرف سے زہریلا بنانے کے لئے تیار کیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ظالم ہیں۔ ہندوؤں پر بلاوجہ سختیاں کرتے ہیں۔ قبل ازیں کہ میں اس معاملہ پر بحث کروں۔ یہ ضروری خیال کرتا ہوں کہ ناظرین کرام کو "حقیقت رائے" کے مروجہ قصے سے کچھ واقفیت بہم پہنچا دوں۔ تاکہ ان کو میرے اس مضمون کے سمجھنے میں مدد اور سوچنے کا موقع ملے۔

حقیقت رائے کا افسانہ طبعزاد

حقیقت رائے کی جو کہانی تصنیف کی گئی ہے اس کے بموجب حقیقت رائے بھگمل نامی ایک شخص کا گیارہ سالہ لڑکا ہے جو بہت ہونہار ہے۔ والدین اور استادوں کو اس کی خداداد ذہانت اور لیاقت پر بڑا ہی ناز ہے۔ وہ سیالکوٹ شہر کی ایک مسجد میں دیگر لڑکوں کے ساتھ تعلیم پا رہا ہے۔ کہ ایک دن استاد کی غیر حاضری میں لڑکوں نے کھیلنا چاہا اور اپنے ساتھ حقیقت رائے کو بھی اس خیال سے شامل کرنا چاہا کہ مبادا استاد کے پاس پر شکایت کرے مگر وہ شامل نہ ہوا۔ اور دیوی بھوانی کی قسم کھا کر اس نے کہا کہ وہ کھیل میں کبھی بھی شامل نہ ہوگا۔ جب تک کہ وہ اپنا سبق یاد نہیں کرے گا۔

مگر مسلمان لڑکوں نے دیوی بھوانی کا مذاق اڑایا۔ جو حقیقت رائے کو برا لگا۔ اور اس نے کہا کہ بھائی صاحب ایسے الفاظ اور یہی مذاق آپ کی رسول زادی یعنی (حضرت) فاطمہ کا بھی اڑایا جا سکتا ہے۔ جس پر مسلمان لڑکوں نے ملکر اس کی پہلے تو خوب مرمت کی پھر استاد کے واپس آنے پر انہوں نے شکایت کی جس نے تعصب میں آکر حکم دیا کہ اس کو باندھ کر قاضی کے پاس لے چلو قاضی نے استاد اور لڑکوں کا بیان سنکر فتوے دیا کہ یا تو "حقیقت" مسلمان ہو جائے یا اس کو "قتل" کر دیا جائے۔ اور مقدمہ کا حکم سیالکوٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ جس نے یہ بات واضح کی اور زور دیا کہ:-

لڑکوں کے آپس کے ذاتی جھگڑوں کو مذہبی رنگ دے کر اتنی اہمیت نہ دی جائے۔ اور "حقیقت کو چھوڑ دیا جائے"۔ مگر قاضیوں نے زور دیا کہ شرع اسلام صرف اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ایسا تصور کرنے والے کافر کو سزائے قتل دی جائے۔ یا وہ اسلام قبول کرے۔ چونکہ حاکم سیالکوٹ اس گورکھ دھندے کی گتھی سلجھا نہ سکا لہذا اس نے مقدمہ منتظم صاحب لاہور کی عدالت میں منتقل کر دیا۔ جس نے حقیقت کو بہت سمجھایا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اور جب اس نے آخر تک مسلمان ہونے سے انکار کیا۔ تو اس کے قتل کا حکم دیا اور حقیقت رائے اس بسنت کے روز پھانسی پر لٹکا یا گیا۔

بادشاہ وقت کے پاس شکایت

اس کے بعد اس کے والدین کی زندگی برباد ہوگئی۔ انہوں نے فقیرانہ لباس زیب تن کیا اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے عالم رنج و اضطراب میں شہنشاہ ہند شاہجہاں کے محلوں کے نیچے سے گزر رہے تھے کہ ان کی آواز سنکر شہنشاہ نے ان کو بلوایا۔ اور سارا قصہ سنکر ان کو تسلی دی اور یقین دلایا کہ ان کے ساتھ پورا انصاف کیا جائے گا۔ لہذا وہ لاہور واپس جائیں اور بادشاہ کے وہاں پہنچنے کا انتظار کریں۔ مگر کسی کو شاہ کی آمد کی خبر نہ دیں۔ چنانچہ وہ لاہور آجاتے ہیں۔ اور شہنشاہ وقت کی آمد کے انتظار میں دن گزارنے لگے۔

یکایک بادشاہ کی سواری آجاتی ہے منتظم و دیگر افسران صوبہ حیران ہیں کہ شہنشاہ اس طرح بلا اطلاع کئے کیوں تشریف لائے مگر شاہجہاں نے خود ہی کہلوایا کہ وہ شکار کھیلتے ہوئے اس طرف آنکلے تھے۔ اس لئے انہوں نے مناسب خیال کیا کہ منتظم صاحب سے ملتے چلیں اور ساتھ ہی رعایا و حکومت کے تعلقات بھی دریافت کرتے چلیں۔ اس کے جواب میں منتظم لاہور نے حقیقت رائے کا واقعہ بیان کیا جس کو سنکر شاہجہاں نے فرمایا کہ وہ ان تمام قاضیوں کو جنہوں نے اس مقدمہ میں حصہ لیا انعام دیکر جو عہدہ افزائی کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا ان تمام قاضیوں کو بلوا لیا جائے۔ قاضی حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ چلو سب مل کے سب راوی دریا کی سیر کریں چنانچہ سب قاضی کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں۔ اور بادشاہ وقت شاہجہاں بھی منتظم لاہور کی ہمراہی میں ایک کشتی پر سوار ہو جاتے ہیں۔

اسلامی عہد حکومت کے انصاف کی ادنیٰ مثال

جب کشتیاں دریا کے درمیان پہنچتی ہیں تو قاضیوں والی سب کشتیاں یکے بعد دیگرے ڈوبنے لگتی ہیں۔ اور تمام قاضی دریا میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ و منتظم واپس ہوتے ہیں رات کے وقت قلعہ کے اندر محل کی چھت کے اوپر جبکہ بادشاہ و منتظم دن والے واقعہ کے متعلق بات چیت اور افسوس ظاہر کر رہے تھے کہ شاہجہاں نے فرمایا کہ منتظم صاحب دیکھنا نیچے کیا ہو رہا ہے؟ جب وہ نیچے دیکھنے کو جھکا تو بادشاہ نے اس کو دھکا دیدیا۔ اور منتظم صاحب نیچے گر کر راہی ملک عدم ہوئے۔ دوسرے روز بادشاہ نے دربار عام میں اس راز کو پبلک کے سامنے کھولا اور اقرار کیا کہ کشتیوں کے ڈوبنے کا واقعہ ان کی اپنی مرضی و اجازت اور ایما سے ہوا۔ اور انہوں نے خود ہی منتظم کو محل سے گرا کر مارا اور یہ سب اس لئے ہوا کہ ان سب نے ملکر ایک بیگناہ معصوم بچے حقیقت رائے کے قتل کرنے میں حصہ لیا تھا۔ اور یہ اس کے خون کا بدلہ ہے۔

اس کے بعد انہوں نے بھگمل کو خلعت و جاگیر عطا کر فرمایا کہ جب تمہارے ہاں دوسرا فرزند تولد ہو تو اس کے گلے میں لال دھاگا ڈالا ہوا کرتہ پہنانا۔ جب یہ موقعہ آیا تو بادشاہ نے خود دہلی سے سیالکوٹ آکر بچہ کو اپنے دست مبارک سے کرتہ پہنایا۔

اس واقعہ پر غور کرو

ناظرین یہ ہے حقیقت رائے کی کہانی جس کے اندر حسب ذیل باتیں نہایت غور و توجہ کے قابل ہیں۔

اول۔ چھوٹے بچوں کا (طفلان مکتب کا) آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کی قابل عزت ہستیوں کو برے الفاظ سے مخاطب کرنا۔ مگر حقیقت کا ملزم قرار دیا جانا۔

کوئی مہذب و شائستہ حکومت ایک نابالغ گیارہ سالہ بچے کو ملزم نہیں گردانتی۔ اور اگر ملزم قرار دے تو بھی ایسے

معقول جواب دیا:-

"اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے۔ جیسا کہ یہ الہام ہوا هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق۔ اور جیسا کہ یہ الہام ہوا جری الله فی حلل الانبیاء اور جیسا کہ یہ الہام ہوا۔ دنیا میں ایک نبی آیا۔ مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ ایسے ہی بہت سے الہام ہیں۔ جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔ بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم پاکر پیشگوئی کرنیوالا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول الله وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے ...... جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے۔ اور ہم محض دین اسلام کے خادم بنکر دنیا میں آئے ہیں۔ اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے۔ اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہیئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے۔ ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے۔ اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقایق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھکر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے۔ اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوےٰ بالمقابل نہیں۔ اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریمؐ کے ذریعے فیض و برکات پاتے ہیں۔ اور قرآن کے ذریعے سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہ ہی خدا کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے۔"

مولوی صاحب کی دلیل کے مطابق حضرت مسیح موعود نے نہایت صفائی اور وضاحت سے اپنی نبوت کا انکار کیا ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔

سمیت نبیا من الله علےٰ طریق المجاز لا علےٰ وجه الحقیقة۔

اب مولوی صاحب کا اختیار ہے کہ حدیث شریف "علماؤهم شر من تحت ادیم السماء" (مشکوۃ کتاب العلم) کے مصداق بنکر سلسلہ احمدیہ کے خلاف شرارت پھیلائیں یا ایک مسلم کی طرح اپنی غلطی کا اعتراف کرکے بدگوئی سے توبہ کریں۔

(محمد منظور الٰہی)

(بقیہ صفحہ ۲)

(بقیہ صفحہ ۲)

جیل میں رکھا جاتا ہے جہاں سے وہ اچھے اثرات لے کر باہر آئے اور اپنے وجود سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے مگر اس افسانہ سے ثابت ہوتا ہے کہ منتظم نے قاضیوں کی خود ساختہ شرع اسلامی کے زیر اثر آکر حقیقت کو ملزم قرار دیکر پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور اس طرح اس نے اپنے آپ کو کمزور حاکم ثابت کیا۔ اسلام کی مقدس کتاب قرآن کریم میں (جس سے قاضیوں نے شرع اسلام نکالی)، کہیں بھی ایسا لکھا ہوا نہیں کہ "ایسا ملزم یا تو قبول اسلام کرے ورنہ گردن زدنی قرار دیا جائے" بلکہ برخلاف اس کے ہمیں ایک اعلیٰ قانون ملتا ہے جس کو سنہری حروف میں لکھکر پبلک کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے "لا اکراه فی الدین" دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔

دوم۔ گیارہ سالہ بچہ حقیقت رائے کو اتنی مذہبی واقفیت کہ جھٹ اس نے دیوی بھوانی کے برابر حضرت فاطمہ کو سمجھا اور اپنی دیوی کا بدلہ رسول زادی سے لیا۔ اور اپنی اتنی بڑی دلیری کا ثبوت دیا۔

آج کل کے زمانہ میں جبکہ مذہبی پرچار بہت زوروں پر ہے اور تقریباً ہر ہفتہ جلسے ہوتے ہیں۔ جن میں مذہبی وعظ لیکچر اور اپدیش کیے جاتے ہیں۔ گیارہ سالہ بچہ کو اپنے ہی مذہب سے واقفیت نہیں ہوتی چہ جائیکہ دوسرے مذہبوں کی تعلیم و بزرگوں کی بابت علم رکھنا اور وہ بھی اس زمانہ میں جبکہ ایسی کوئی سوسائٹی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔

اور پھر اس دلیری سے آج کل تو کسی ہندو نے ایسی جرأت دکھائی نہیں جبکہ ایک تیسری قوم کا دور حکومت ہے۔ چہ جائیکہ ایک ہندو بچہ اسلامی دور حکومت میں ایسی جرأت دکھائے۔ جس کو میرے ہندو بزرگ ایک ظلم کا زمانہ قرار دیتے ہیں، ناممکن امر ہے۔

سوم۔ قاضیوں کا متعصبانہ رویہ اور حقیقت کا قتل اور شاہی انصاف۔ اول تو مندرجہ بالا واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ دراصل ہوا ہی نہیں۔ اگر ہوا بھی تو جس طرح میرے ہندو بھائی اس کی یاد اپنے دلوں میں رکھتے چلے آتے ہیں اسی طرح کیوں اس کے ساتھ اسلامی انصاف کو بھی پیش نظر نہیں رکھتے، جس نے ایک خون کے بدلے تمام قاضیوں اور لاہور کے حاکم اعلیٰ یعنے پنجاب کے گورنر کی جانیں لیں۔ کیا اس کو اس لئے یہ درجہ نہیں دیا جاتا کہ اس سے اہل ہنود کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت و عداوت پیدا ہونے کے بجائے ان کے لئے شکرگزاری اور احسان مندی کے جذبات پیدا ہونگے۔

چہارم۔ کتب تواریخ میں اس واقعہ کا ذکر تک نہ آیا۔ ہر ایک واقعہ جن کا تعلق بادشاہ وقت سے ہو تاریخ میں درج ہوتا ہے۔ مگر ایک ایسے انصاف کا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے تاریخ میں ذکر تک نہ ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ واقعہ ظہور ہی میں نہ آیا۔

اگر میرے ہندو بھائی یہ خیال کریں کہ مورخ مسلمان تھے اور انہوں نے حقیقت کے قتل کو اسلام پر ایک دھبہ خیال کیا جس کو چھپانے کی خاطر انہوں نے ذکر تک نہیں کیا۔ تو اس کے متعلق میری دست بستہ گزارش ہے کہ جو دھبہ ایک خون کے ہو جانے سے اسلام کے پاک دامن پر لگ گیا تھا کیا وہ اس ایک خون کے بدلے کئی جانوں کا خون کرکے چھٹ نہیں جاتا۔ اور کیا مورخ لوگ اس اسلامی انصاف کی اعلیٰ ترین مثال کو جو دنیا میں قابل ذکر ہے چھپا دیتے؟ یہ بعید از قیاس ہے۔

ہندوؤں کی احسان فراموشی

پنجم۔ آج کل کے زمانہ میں اگر کوئی ضلع کا حاکم یعنے ڈپٹی کمشنر ہی کسی کے ساتھ ہاتھ ملائے تو وہ پھولا نہیں سماتا چہ جائیکہ بادشاہ وقت کا دہلی سے چلکر سیالکوٹ پہنچا، اور اپنے دست مبارک سے بھگومل کے نئے پیدا شدہ فرزند کے گلے میں سیلا کرتہ ڈالنے کی رسم کو ادا کرنا ایسا واقعہ ہے جس کو کوئی نہیں بھول سکتا۔ مگر افسوس کہ میرے ہندو بھائیوں نے مسلمان شہنشاہ کے اس اہم واقعہ و انصاف و نوازش شاہانہ کو دل میں جگہ نہ دے کر اور بھلا کر اپنی متعصبانہ روش اور تنگدلی کا ثبوت دیا۔

تنقیحات کا نتیجہ

مندرجہ سطور سے بس یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت رائے کا افسانہ محض ایک من گھڑت کہانی ہے۔ اور دراصل یہ واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ نیز اس کو ہندوؤں نے مسلمانوں کی طرف سے نفرت و حقارت پیدا کرنے کے لئے ایک کھلونا سا بنا کر اپنے [illegible] کے لئے میدان تیار کرنے کی کوشش کی۔ اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ واقعہ ضرور ہوا۔ اور حقیقت رائے قتل کیا گیا تو اس حالت میں بھی ہندو ہی ملامت، نفرت، اور حقارت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے

الف۔ ایک معمولی واقعہ کو اتنی اہمیت دیکر اور اس کی یاد اب تک اپنے دلوں میں رکھکر دنیا کو یہ دکھلانے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ اسلامی عہد حکومت میں ہندوؤں پر طرح طرح کے مظالم اور تکالیف پیش آئیں۔ [illegible] ان میں سے ایک یہ معمولی واقعہ ہے۔

ب۔ اسلامی انصاف جو شہنشاہ شاہجہان نے حقیقت یعنے ایک گیارہ سالہ بچے کے خون کے عوض قاضیوں اور [illegible] کی جانوں کو لیکر دکھلایا اس کو یاد نہ رکھکر [illegible] کا ثبوت [illegible] کیا۔

ج۔ شہنشاہ شاہجہان کی اسلامی شفقتوں اور مہربانیوں کا جو اس نے بھگومل کے ساتھ کیں ذکر نہ کرنا [illegible] یاد نہ رکھکر اپنے آپ کو احسان فراموش اور ناشکر گزار کہلانے کے [illegible]

اب ناظرین مندرجہ بالا واقعات پر غور کرکے [illegible] ہی سوچیں کہ آیا مسلمان قابل ملامت ہیں یا ہندو [illegible]

اگر ہندو اس واقعہ کو سچا مانیں تو ان کو چاہیے کہ جہاں وہ حقیقت کے قتل کو یاد رکھیں وہاں اس کے ساتھ اسلامی انصاف اور شہنشاہ کی مہربانیوں کی یاد بھی تازہ رکھیں۔

نوٹ:- یہ مضمون کتابی شکل میں بھی شائع ہو [illegible] جس قدر نسخے درکار ہوں حسب ذیل پتہ سے مل سکتے ہیں

عبدالعزیز۔ محلہ شیخ پورہ سیالکوٹ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۳ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۳۲ء عیسوی | نمبر ۹

چودھویں صدی کے مولویوں کا نمونہ

اہل قبلہ کی تحقیق

مجلس اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور کی طرف سے ایک دیوبندی مولوی محمد مسلم عثمانی نے سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک رسالہ "اہل قبلہ کی تحقیق" نام لکھا ہے۔ لیکن ان کی ساری تحریر پر ان کا اپنا استدلال ہی پانی پھیر گیا ہے۔ آپ بہت لوچ اعتراضات کر چکنے کے بعد لکھتے ہیں،،

"علماء کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ کسی شخص کے کلام میں ننانوے احتمالات کفر کے اور اسی کلام سے ایک وجہ اس کے ایمان کی ظاہر ہوتی ہو تو اس کو کافر نہ کہو یعنی کسی کو محض شبہ کی وجہ سے کافر نہ کہو جب تک اس کی طرف سے کفر کا صاف طور پر اقرار نہ پایا جائے۔ مرزائی عام طور پر یہ شبہ بھی ظاہر کیا کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہر فریق اپنے مخالف کو کافر کہتا ہے۔ تو اس صورت میں سب کافر ہوئے مسلمان کوئی بھی نہ رہا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جن الزامات کے ماتحت ایک فریق دوسرے فریق پر کفر کے فتوے لگاتا ہے۔ فریق مخالف اس سے قطعاً اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہوا صاف طور پر یہ کہہ دیتا ہے۔ کہ اگر میری کسی عبارت سے ایسا مطلب سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو میری اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ میں ان باتوں کو کفر تسلیم کرتا ہوں جو تم نے الزامات میں بیان کی ہیں۔ لیکن میں ان کفریہ باتوں سے بیزار ہوں اور میری اس عبارت سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے بلکہ اس کا فلاں فلاں مطلب ہے جس سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔ صفحہ ۲۰"

اب ذرا مولوی صاحب کی استدلالات پر نظر کیجئے۔ فرماتے ہیں کہ علماء کے اس قول کا ذکر اگر کسی شخص کے کلام سے ایک وجہ اس کے ایمان کی ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کے کلام میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں تو اسکو کافر نہ کہو) مطلب یہ ہے۔ کہ "محض شبہ کی وجہ سے کافر نہ کہو" اب ہم علماء کرام کے اس نمائندے سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص (۱) خدا کو وحدہ مانتا (۲) حضرت نبی کریم کو خاتم النبین جانتا (۳) خدا کی تمام کتابوں پر ایمان لاتا ہے (۴) اس کے فرشتوں پر ایمان (۵) قدر خیر و شر کو خدا کی طرف سے مانتا ہے۔ (۶) نماز پڑھتا ہے۔ (۷) روزہ رکھتا ہے۔ (۸) زکوۃ دیتا۔ (۹) توفیق ملنے پر حج کرتا۔ ایسے شخص یا جماعت کو محض شبہ کی وجہ سے کافر کہنا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے۔ ایک شخص کا عمل اس کے کلام اور ایمان کی بہتر تشریح ہے ننانوے وجہ کفر چھوڑ یہاں تو وہ ارکان اسلام پر ایمان لاتا اور ان پر عمل کرتا ہے لیکن چودھویں صدی کے علماء کے نزدیک سو کفر کی وجہ کے مقابل پر اس کے یہ عمل قابل توجہ نہیں۔

اب ذرا دوسری دلیل لیجئے جو چودھویں صدی کے علماء کی بیا دلی کا پورا پورا آئینہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ جن الزامات کے ماتحت مسلمانوں کا ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر گردانتا ہے۔ فریق مخالف اس سے بیزاری کا اعلان کرکے اپنا ایسا مطلب بیان کرتا ہے جو بقول مولوی صاحب کفر نہیں۔ سبحان اللہ۔ دیوبند کے تعلیم یافتہ مولوی کے دماغ سے اس سے بہتر دلیل کیا نکل سکتی تھی۔ فرمائے کیا بریلوی حضرات نے جو فتاوے تکفیر علمائے دیوبند پر لگائے۔ مثلاً امکان کذب باری وغیرہ کیا دیوبندیوں نے ان کفریہ باتوں سے بیزاری کا اعلان کرکے کوئی دوسرا مطلب بیان کیا۔ جس سے معبود حقیقی کو قرآن فرمائے للہ الاسماء الحسنٰی۔ اس کی ذات کی طرف دیوبندی صاحبان امکان کذب منسوب کریں۔ کہاں تک قرآن اور خدا کی عزت کا دعوی صحیح مانا جا سکتا ہے۔ کیا یہ کفر صریح نہیں۔ پھر اہل حدیث جو حنفیوں کو بدعتی اور مشرک وغیرہ ان کے افعال و اقوال کی بنا پر کہتے ہیں۔ کیا یہ قبر پرستی پیر پرستی اور گنڈے ٹونے پرستی حقیقی اسلام کا ایک جزو ہیں۔ اور یہ کفر نہیں اسلام ہے۔ کیونکہ بت پرستوں کی طرح ان کو ماننے والے بھی کوئی تشریح کر دینگے جسے دیوبندی صاحب جزو اسلام سمجھ لینگے۔ اسی طرح کبھی دیوبندی صاحب کے کان میں شیعہ صاحبان نے کہہ دیا ہوگا۔ کہ وہ اصحاب ثلاثہ اور امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کو منافق کہنے کی کوئی دلیل ثبت اسلام دی ہوگی۔ مولوی صاحب کی یہ دلیل ہمارے مقابل تب کام آسکتی ہے۔ جب کفر کے فتوے دینے والے گروہ نے فریق مخالف کی تشریح کو قبول کر لیا ہو۔ اگر وہ فریق مخالف کی تشریح قبول کرلیں۔ تو کفر کے فتوے بھی ہٹ جائیں۔ لیکن ہنوز روز اول ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور خیالوں کے ایک دوسرے کے خلاف فتوے اسی طرح برقرار ہیں۔ کسی ایک فریق نے نہ اپنی باتوں سے بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ اور نہ دوسرے فریق نے اپنے سے مخالف فریق کی تشریح کو قبول کیا ہے۔ اگر چودھویں صدی کے علماء ایسے فراخ دل ہوتے۔ تو اسلام کو رونا ہی کس بات کا تھا۔ یہ سب کفربازی ایک دن میں ختم ہو سکتی تھی۔ اس کا علاج جو سلسلہ احمدیہ کے پاس ہے کہ کوئی کلمہ گو اہل قبلہ کافر نہیں۔ شیعہ۔ سنی۔ وہابی۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ چکڑالوی سب دائرہ اسلام کے اندر ہیں۔ ان پر فتاوے تکفیر علماء کی گری ہوئی ذہنیت کی وجہ سے ہیں۔

اب ہم مولوی صاحب کی اس دلیل کا دوسرا پہلو لیتے ہیں۔ کہ فریق مخالف اس سے قطعاً اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہوا صاف طور پر کہہ دیتا ہے کہ اگر میری کسی عبارت سے ایسا مطلب سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ تم بیان کرتے ہو۔ تو میری اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ میں ان باتوں کو خود کفر تسلیم کرتا ہوں۔ جو تم نے الزامات میں بیان کی ہیں۔ لیکن میں ان کفریہ باتوں سے بیزار ہوں۔ اور میری اس عبارت سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس کا فلاں فلاں مطلب ہے جس سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔ کسی اور فریق مخالف نے فتاوے تکفیر دیکھکر مولوی صاحب کی تحریر کے مطابق آج تک تو اعلان نہیں کیا۔ بلکہ الٹا اپنے غلط عقائد اور خیالات کی ترویج میں فتاوے لگانے والوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ لیکن ہاں اس بارہ میں بھی اگر کسی شخص کو خصوصیت ہے۔ جو مولوی صاحب کی اس دلیل پر پورا اترتا ہے۔ تو وہی بابرکت وجود ہے جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ سنئے اور کان کھول کر سنئے۔ جب انہیں باتوں کی بنا پر جو مولوی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں لکھی ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے فتوے تکفیر شائع کیا تو آپ نے ذیل کا اعلان شائع کیا۔

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کر رہے ہیں۔ کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائکہ کا منکر۔ بہشت دوزخ کا انکاری۔ اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوۃ کا مدعی ہوں نہ معجزات و ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ الخ (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

پھر اسی قسم کا دوسرا اشتہار ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بدیں الفاظ شائع کیا۔

"...... یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور میری کتاب توضیح المرام اور ازالہ اوہام سے جو ایسے اعتراض نکالے گئے ہیں۔ یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو۔ اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔ الخ

لیکن چودھویں صدی کے علماء آج تک باوجود ان اعلانوں کے انہیں حوالوں کو پیش کرکے اپنی دیانت اور ایمانداری کی پردہ دری کر رہے ہیں جب بعض جگہ نبی اور رسول استعمال کرنے پر اعتراض ہوئے تو آپ نے لکھا

معقول جواب دیا:-

" اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے ۔ جیسا کہ یہ الہام ہوا هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق ۔ اور جیسا کہ یہ الہام ہوا جری اللہ فی حلل الانبیاء اور جیسا کہ یہ الہام ہوا ۔ دنیا میں ایک نبی آیا ۔ مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا ۔ ایسے ہی بہت سے الہام ہیں ۔ جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے ۔ لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے ۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے ۔ بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے ۔ کہ اللہ تعالے کی طرف سے علم پاکر پیشگوئی کرنیوالا یا معارف پوشیدہ بتانے والا ۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں ۔ اسلام میں فتنہ پڑتا ہے ۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں ۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے ...... جاننا چاہیئے کہ خدا تعالے نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے ۔ اور ہم محض دین اسلام کے خادم بنکر دنیا میں آئے ہیں ۔ اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں ۔ نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں ۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے ۔ اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہیئے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے ۔ ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے ۔ اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں ۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں ۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقایق اور معارف کو بیان کرنا ۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھکر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں ۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں ۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے ۔ اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے ۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے ۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوے بالمقابل نہیں ۔ اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے ۔ ہم اپنے نبی کریم کے ذریعے فیض و برکات پاتے ہیں ۔ اور قرآن کے ذریعے سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے ۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خدا کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا ۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے "

مولوی صاحب کی دلیل کے مطابق حضرت مسیح موعود نے نہایت صفائی اور وضاحت سے اپنی نبوت کا انکار کیا ہے ۔ اسی پر بس نہیں ۔ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں ۔

سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ ۔

اب مولوی صاحب کا اختیار ہے کہ حدیث شریف " علماءھم شر من تحت ادیم السماء " (مشکوۃ کتاب العلم) کے مصداق بنکر سلسلہ احمدیہ کے خلاف شرارت پھیلائیں یا پیغام مسلم کی طرح اپنی غلطی کا اعتراف کرکے بدگوئی سے توبہ کریں ۔

(محمد منظور الٰہی)

(بقیہ صفحہ ۲)

جیل میں رکھا جاتا ہے جہاں سے وہ اچھے اثرات لے کر باہر آئے اور اپنے وجود سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے مگر اس افسانہ سے ثابت ہوتا ہے کہ منتظمین قاضیوں کی خود ساختہ شرع اسلامی کے زیر اثر آکر حقیقت کو ملزم قرار دیکر پھانسی پر لٹکا دیا ۔ اور اس طرح اس نے اپنے آپ کو کمزور حاکم ثابت کیا ۔ اسلام کی مقدس کتاب قرآن کریم میں (جس سے قاضیوں نے شرع اسلام نکالی) کہیں بھی ایسا لکھا ہوا نہیں کہ " ایسا ملزم یا تو قبول اسلام کرے ورنہ گردن زدنی قرار دیا جائے " بلکہ برخلاف اس کے مجھے ایک اعلیٰ قانون ملتا ہے جس کو سنہری حروف میں لکھکر پبلک کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے " لا اکراہ فی الدین " دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ۔

دوم ۔ گیارہ سالہ بچہ حقیقت رائے کو اتنی مذہبی واقفیت کہ جھٹ اس نے دیوی بھوانی کے برابر حضرت فاطمہ کو سمجھا اور اپنی دیوی کا بدلہ رسول زادی سے لیا ۔ اور اپنی اتنی بڑی دلیری کا ثبوت دیا ۔

آج کل کے زمانہ میں جبکہ مذہبی پرچار بہت زوروں پر ہے اور تقریباً ہر ہفتہ جلسے ہوتے ہیں ۔ جن میں مذہبی وعظ لیکچر اور اپدیش کیئے جاتے ہیں ۔ گیارہ سالہ بچہ کو اپنے ہی مذہب سے واقفیت نہیں ہوتی چہ جائیکہ دوسرے مذہبوں کی تعلیم و بزرگوں کی بابت علم رکھنا اور وہ بھی اس زمانہ میں جبکہ ایسی کوئی سوسائٹی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی ۔

اور پھر اس دلیری سے آج کل تو کسی ہندو نے ایسی جرأت دکھائی نہیں جبکہ ایک تیسری قوم کا دور حکومت ہے ۔ چہ جائیکہ ایک ہندو بچہ اسلامی دور حکومت میں ایسی جرأت دکھائے ۔ جس کو میرے ہندو بزرگ ایک ظلم کا زمانہ قرار دیتے ہیں ، ناممکن امر ہے ۔

سوم ۔ قاضیوں کا متعصبانہ رویہ اور حقیقت کا قتل اور شاہی انصاف ۔ اول تو مندرجہ بالا واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ دراصل ہوا ہی نہیں ۔ اگر ہوا بھی تو جس طرح میرے ہندو بھائی اس کی یاد اپنے دلوں میں رکھتے چلے آتے ہیں اسی طرح کیوں اس کے ساتھ اسلامی انصاف کو بھی پیش نظر نہیں رکھتے ، جس نے ایک خون کے بدلے تمام قاضیوں اور لاہور کے حاکم اعلےٰ یعنے پنجاب کے گورنر کی جانیں لیں ۔ کیا اس کو اس لئے یہ درجہ نہیں دیا جاتا کہ اس سے اہل ہنود کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت و عداوت پیدا ہونے کے بجائے ان کے لئے شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات پیدا ہونگے

چہارم ۔ کتب تواریخ میں اس واقعہ کا ذکر تک نہ آیا ۔ ہر ایک واقعہ جن کا تعلق بادشاہ وقت سے ہو تاریخ میں درج ہوتا ہے ۔ مگر ایک ایسے انصاف کا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے تاریخ میں ذکر تک نہ ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ واقعہ ظہور ہی میں نہ آیا ۔

اگر میرے ہندو بھائی یہ خیال کریں کہ مورخ مسلمان تھے اور انہوں نے حقیقت کے قتل کو اسلام پر ایک دھبہ خیال کیا جس کو چھپانے کی خاطر انہوں نے ذکر تک نہیں کیا ۔ تو اس کے متعلق میری دست بستہ گزارش ہے کہ جو دھبہ ایک خون کے ہو جانے سے اسلام کے پاک دامن پر لگ گیا تھا کیا وہ اس ایک خون کے بدلے کئی جانوں کا خون کرکے چھپٹ نہیں جاتا ۔ اور کیا مورخ لوگ اس اسلامی انصاف کی اعلیٰ ترین مثال کو جو دنیا میں قابل ذکر ہے چھپا دیتے ؟ یہ بعید از قیاس ہے ۔

ہندوؤں کی احسان فراموشی

پنجم ۔ آج کل کے زمانہ میں اگر کوئی ضلع کا حاکم یعنے ڈپٹی کمشنر ہی کسی کے ساتھ ہاتھ ملائے تو وہ پھولا نہیں سماتا ۔ چہ جائیکہ بادشاہ وقت کا دہلی سے چلکر سیالکوٹ پہنچا ، اور اپنے دست مبارک سے بھگومل کے نئے پیدا شدہ فرزند کے گلے میں پیلا کرتہ ڈالنے کی رسم کو ادا کرنا ایسا واقعہ ہے جس کو کوئی نہیں بھول سکتا ۔ مگر افسوس کہ میرے ہندو بھائیوں نے مسلمان شہنشاہ کے اس اہم واقعہ (انصاف و نوازش شاہانہ) کو دل میں جگہ نہ دے کر اور بھلا کر اپنی متعصبانہ روش اور تنگدلی کا ثبوت دیا ۔

تنقیحات کا نتیجہ

مندرجہ سطور سے بس یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت رائے کا افسانہ محض ایک من گھڑت کہانی ہے ۔ اور دراصل یہ واقعہ ظہور میں نہیں آیا ۔ نیز اس کو ہندوؤں نے مسلمانوں کی طرف سے نفرت و حقارت پیدا کرنے کے لئے ایک کھلونا سا بنا کر اپنے مقصد کے لئے میدان تیار کرنے کی کوشش کی ۔ اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ واقعہ ضرور ہوا ۔ اور حقیقت رائے قتل کیا گیا تو اس حالت میں بھی ہندو ہی ملامت ، نفرت ، اور حقارت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں ۔ کیونکہ انہوں نے

الف ۔ ایک معمولی واقعہ کو اتنی اہمیت دیکر اور اس کی یاد اب تک اپنے دلوں میں رکھکر دنیا کو یہ دکھلانے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ اسلامی عہد حکومت میں ہندوؤں پر طرح طرح کے مظالم اور تکالیف پیش آئیں ۔ اور ان میں سے ایک یہ معمولی واقعہ ہے ۔

ب ۔ اسلامی انصاف جو شہنشاہ شاہجہان نے حقیقت یعنے ایک گیارہ سالہ بچے کے خون کے عوض قاضیوں اور منتظم کی جانوں کو لیکر دکھلایا اس کو یاد نہ رکھکر خود کو متعصب ثابت کیا ۔

ج ۔ شہنشاہ شاہجہان کی اسلامی شفقتوں اور مہربانیوں کا جو اس نے بھگومل کے ساتھ کیں ذکر نہ کرنا اور ان کو یاد نہ رکھکر اپنے آپ کو احسان فراموش اور ناشکر گذار کہلانے کے ذمہ دار ہوئے

اب ناظرین مندرجہ بالا واقعات و سطور کو مدنظر رکھکر خود ہی سوچیں کہ آیا مسلمان قابل ملامت ہیں یا ہندو ۔

اگر ہندو اس واقعہ کو سچا مانیں تو ان کو چاہیئے کہ جہاں وہ حقیقت کے قتل کو یاد رکھیں وہاں اس کے ساتھ اسلامی انصاف اور شہنشاہ کی مہربانیوں کی یاد بھی تازہ رکھیں ۔

نوٹ :- یہ مضمون کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا ہے جس کے جس قدر نسخے درکار ہوں حسب ذیل پتہ سے مل سکتے ہیں ۔

عبدالعزیز ۔ محلہ شیخ پورہ ۔ سیالکوٹ

سوالات و جوابات

موسوی اور محمدی سلسلہ میں مشابہت، خلافت میں اجتماع، حضرت مسیح کشمیر کیوں تشریف لائے؟

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی میں مماثلت

سوال نمبر ۱ - مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ مماثلت مذہب اسلام دین موسوی سے ہے۔ مماثلت تامہ کاملہ تب ہی متحقق ہو سکتی ہے، کہ مماثلت فی الانعامات متحقق ہو۔ اور میرا بھی اس پر ایمان ہے۔ مگر آپ کے اور میرے عقیدہ کے درمیان ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند کریم نے ان کے چچا زاد بھائی وصی، وزیر، خلیفہ اور نبی "فرعون پر غالب آنے کے لئے بنا کر دیا۔ اسی دنیا میں فرعون کے پیچھے لعنت لگا دی اور اس کی نسل منقطع کر دی گئی۔ فرعون بادشاہ مصر تھا۔ جناب رسول اللہ کے عہد میں نہ کوئی ایسا بادشاہ تھا جس سے آپ کو واسطہ پڑا۔

جواب :- رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں فرعون کا مثیل کون تھا یہ تو میں پیچھے بتاؤں گا۔ پہلے میں یہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ کا کونسا چچا زاد بھائی، وزیر، خلیفہ، اور نبی تھا جس کے صدقہ میں فرعون پر غلبہ انہیں ملا۔ قرآن تو بتاتا ہے کہ فرعون کے دربار میں ساحروں کے ساتھ میدان میں، بحر قلزم کے کنارے جو جو نشانات ظاہر ہوئے سب حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے اور جو غلبہ ظاہر ہوا ان کے ہاتھ سے ہی ظاہر ہوا۔ ان کا چچا زاد بھائی کونسا تھا جو بقول آپ کے ان کا وصی بھی تھا، خلیفہ بھی تھا، وزیر بھی تھا نبی بھی تھا۔ شاید آپ کی مراد حضرت ہارون سے ہو۔ وہ آپ کے سگے بھائی تھے چچا زاد نہ تھے۔ نبی ضرور تھے۔ اور وزیر یعنے بوجھ اٹھانے والے صرف اس قدر تھے کہ صرف نماز کی امامت کرا دیا کرتے تھے۔ یا یہودیوں کو قربانیوں کی رسومات سکھا دیا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد وہ جانشین نہیں ہوئے اس لئے نہ وہ حضرت موسیٰ کے وصی تھے نہ خلیفہ تھے۔ البتہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کی زندگی میں چالیس دن کے لئے ان کو قوم کی حکومت دی گئی تھی۔ حضرت موسیٰ کوہ طور پر شریعت لینے گئے تو اپنے بھائی ہارون کو کہہ گئے کہ ذرا قوم کی حکومت سنبھالو میں ایک مہینے تک آ جاؤں گا۔ وہاں لگ گئے چالیس دن پیچھے وہ درگت بنی کہ تو بھلی۔ حضرت ہارون بیچارے نہایت کمزور ثابت ہوئے۔ اور حکومت سنبھالنے کے اہل ثابت نہ ہوئے۔ بنی اسرائیل نے ان کی آنکھوں کے سامنے گوسالہ سونے کا بنایا۔ اور اس کی پرستش کی اور وہ بیچارے کچھ نہ کر سکے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ واپس آئے تو غضب سے ان کی داڑھی پکڑ کر اکھیڑی۔ پس ہارون بیچارے نے فرعون جیسے عظیم الشان بادشاہ پر کیا غلبہ کر کے دکھانا تھا۔ وہ اپنی قوم تک کو تو سنبھال نہ سکے۔ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد حضرت یوشع خلیفہ ہوئے۔ آپ نے چچا زاد بھائی، وصی، خلیفہ شاید کسی شیعہ بزرگ سے سن لیا۔ کہ اس سے حضرت علیؓ سے مماثلت ہو جائیگی لیکن یہ یاد رہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت تامہ کاملہ کسی چچا زاد بھائی یا سگے بھائی کی نبوت یا وزارت کی محتاج نہ تھی نبوت کے سارے کام اور سارے انعامات خود اس ایک ذات واحد میں جمع تھے۔ البتہ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت علی کو حضرت ہارون سے مشابہت دی تھی۔ اللہ اللہ نبیوں کی بھی کیا فراست ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی وہی معاملہ ہوا جو حضرت ہارون کے ساتھ ہوا تھا۔ یعنے ایک تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی خلیفہ نہ بنے۔ جس طرح ہارون نہ بنے تھے۔ دوسرے جب چوتھے نمبر میں خلافت حضرت علی کو ملی تو مسلمانوں میں وہ فساد اور شور شر مچا کہ الامان !! ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ حضرت ہارون کے زمانہ میں قوم میں تشتّت اور شور و شغب مچ گیا تھا۔

خیر یہ تو ہو گیا چچا زاد بھائی کا قصہ۔ رہ گئی یہ بات کہ حضرت محمد رسول اللہ کے زمانہ میں فرعون کون تھا سو وہ تو خود نبی کریم صلعم نے بتا دیا ہوا ہے کہ میرا فرعون ابوجہل ہے۔ مصر والا فرعون تو مصر پر حاکم تھا اور اس نے بنی اسرائیل کو سیاسی طور پر اپنا غلام بنا رکھا تھا لیکن ابوجہل کا ڈنکا سارے عرب پر بجتا تھا۔ قریش کی قوم سارے ملک عرب کی رہبر اور رہنما سمجھی جاتی تھی۔ اور قریش میں سب سے بڑا سردار ابوجہل تھا۔ اس شخص نے سیاسی رنگ میں ہی نہیں بلکہ تمام عرب کی ذہنیت اور اخلاقی حالت کو شرک اور توہمات اور رسم و رواج کا غلام بنا رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ نے تو صرف فرعون کی حکومت سے اپنی قوم کو نجات دلائی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے ہاتھوں سے اپنی قوم کو کیا نکالا کہ تمام بت پرستیوں، توہمات اور جاہلیت کے رسم و رواج سے انہیں نجات دلا دی۔

خلافت میں اجتماع

سوال نمبر ۲ - آیت استخلاف - وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں اور عمل کئے صالح، ان کو زمین میں خلیفہ بنائیگا مرزا صاحب کا دعویٰ نیابت نبوت کا ہے۔ اور طریق اہل السنت والجماعت کے اصول کے قائل ہیں مگر اہل السنت والجماعت میں خلافتیں اجتماعی ہیں اور مرزا صاحب ان خلافتوں کو خلافت حقہ مانتے ہیں۔ مگر مرزا جی کے اپنے دعوے میں اجتماع نہیں ہوا۔ اگر خلافت میں اجتماع کی ضرورت نہیں تو ابتدائی خلافتیں باطل ہیں۔ اگر ابتدائی خلافتیں حقہ ہیں تو مرزا جی کے دعویٰ خلافت میں اجتماع نہیں ہوا لہٰذا بطلان ہے۔

جواب :- قبل اس کے کہ میں تحقیقی جواب دوں مجھے آپ کا یہ فقرہ سمجھ نہیں آیا کہ "اگر خلافت میں اجتماع کی ضرورت نہیں تو ابتدائی خلافتیں باطل ہیں" کیوں باطل ہیں؟ اگر خلافت کے لئے اجتماع کی ضرورت نہ ہو اور اجتماع ہو جائے تو خلافت باطل کیوں ہو گئی۔ یہ کہاں کی منطق ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ اجتماع خلافت کی نقیض ہے تب تو یہ کہنا ٹھیک ہے کہ چونکہ اجتماع ہو گیا اس لئے خلافت باطل ہو گئی ضرورت نہ ہونا اور بات ہے۔ اور نقیض ہونا اور بات ہے۔ ضرورت نہ ہونے کے معنے تو صرف اس قدر ہیں کہ اگر کسی کی خلافت میں اجتماع نہ بھی ہو تب بھی وہ خلافت حقہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے معنے یہ نہیں ہو سکتے کہ اگر اجتماع ہو جائے تو وہ خلافت باطل ہو گئی۔ خیر یہ تو آپ کی منطقی فاش غلطی ہے اور اگر میں یوں کہہ دوں کہ خلافت کے لئے اجتماع ضروری نہیں تو اس سے پہلی خلافتیں باطل بھی نہیں ٹھہرتیں اور مرزا صاحب کی خلافت کی تائید بھی ہو جاتی ہے۔

لیکن میں یوں نہیں کہنا چاہتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک اگر کسی خلافت کے لئے اجتماعی ہونا ضروری ہے تو صرف سیاسی اور انتظامی خلافت ہے اور بس۔ حکومت کے لئے امرھم شوریٰ بینھم کے ماتحت جو کام ہونا چاہیئے شوریٰ کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ چونکہ ابتدائی خلافتیں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی سیاسی رنگ کی تھیں اس لئے شوریٰ کے ماتحت ان کا ہونا ضروری تھا لیکن جو خلافتیں فقط روحانی ہوتی ہیں جن کا تعلق سیاست سے نہیں ہوتا وہ شوریٰ سے نہیں ہوا کرتیں بلکہ ایسا شخص خدا کے حکم سے کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مجدد میں آتا ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت میں ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

پس حضرت مرزا صاحب کی خلافت چونکہ سیاسی نہیں روحانی ہے اس لئے ضرور تھا کہ آپ شوریٰ سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے کھڑے ہوتے۔

حضرت عیسیٰ کشمیر کیوں

سوال نمبر ۳ :- آپ کے عقیدہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مسیح بحکم خدا یہاں آئے تھے یا اپنی مرضی سے تشریف لائے تھے۔ اگر بحکم خدا یہاں آئے تھے تو قرآن کریم اور انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام فرستادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخری خلیفہ تھے جو صرف قوم بنی اسرائیل کو ہدایت کرنے کے لئے آئے تھے۔ اگر دشمنوں کے ڈر سے آئے تھے تو خلاف قانون نبوت ہے۔

جواب نمبر ۳ :- ہمارے عقیدہ میں نہیں بلکہ ہماری تحقیقات میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔ عقیدہ تو کسی مذہبی اصول کے متعلق ہوتا ہے۔ کسی کی قبر کشمیر میں ہے یا فلسطین میں یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک تحقیقاتی امر ہے۔ مذہب کو اس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مر گئے اب وہ کہیں بھی دفن ہوں ہمیں اس سے کیا۔ ہم کیا تمام دنیا کے لوگوں اور نبیوں کی قبریں بتانے کے ٹھیکیدار ہیں۔ رہ گیا یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کشمیر کس کے حکم سے آئے سو وہ خدا کے حکم سے آئے آپ تاریخی تحقیقات مطالعہ فرمائیں۔ اہل تحقیق کے نزدیک یہ مسلّمہ ہے کہ جب بخت نصر بادشاہ بیت المقدس فتح کر کے بنی اسرائیل کی قوم کو غلام بنا کر بابل لے گیا اس وقت بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے دو قبیلے تو اس کی غلامی میں پھنس گئے۔ اور باقی دس قبیلے بھاگ کر افغانستان اور کشمیر میں آباد ہو گئے۔ اسی لئے افغانستان اور کشمیر کے لوگوں کی شکلیں، لباس، رسم و رواج، شہروں کے نام بنی اسرائیل قوم سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ لہٰذا اگر بنی اسرائیل قوم کے لئے حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے تھے تو ان کا بحیثیت رسول ہونے کے فرض تھا کہ وہ نہ صرف ان دو قبیلوں کی اصلاح کرتے جو بابل سے آزاد ہو کر پھر فلسطین میں واپس چلے گئے تھے۔ بلکہ ان دس قبیلوں میں بھی تبلیغ حق کرتے جو افغانستان اور کشمیر میں آباد تھے۔ اور اسی لئے وہ اس طرف آ گئے۔ اور اپنی عمر بھی

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ تھا

شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کا یہ مضمون نومبر ۱۹۳۱ء میں شائع ہونا شروع ہوا تھا لیکن افسوس ہے۔ کہ چند قسطوں کی اشاعت کے بعد بعض وجوہات سے اسے روکنا پڑا۔ آخری قسط ۱۹۳۱ء کے پرچہ میں شائع ہوئی تھی۔ جہاں مولوی اللہ دتہ صاحب جالندہری کی پہلی دلیل کا ابطال کیا گیا ہے۔ "مدیر"

مریم کی شادی اور گرجا کی خدمت

دوسری دلیل کیلئے جو کوئی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کی ولادت کا جو ذکر فرمایا ہے۔ وہ اپنی تفصیلات میں ہی حضرت مسیح کے بن باپ ہونے پر شاہد ہے۔ چنانچہ پہلا فرق یہ بتلایا ہے کہ حضرت مریم گرجہ کی خدمت کی وجہ سے شادی نہیں کر سکتی تھیں مگر اس کے متعلق قرآن کریم یا بائبل سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ برعکس اس کے حضرت ذکریا جو گرجے کے انچارج تھے ان کا شادی شدہ ہونا قرآن شریف اور بائبل کی رو سے فریقین کو مسلم ہے۔ اس صورت میں مولوی صاحب کا دعویٰ بالکل غیر معقول ہے۔ دوم سورہ العمران میں والدہ حضرت مریم کی دعا حضرت مریم کے حق میں اس طرح پر ہے۔ الی سمیتها مریم وانی اعیذها بک و ذریتها من الشیطن الرجیم۔ (ترجمہ) میں نے (مریم کی ماں نے) اس کا نام مریم رکھا۔ اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اس آیت میں والدہ حضرت مریم جنابہ مریم۔ اور ان کی اولاد کیلئے دعا فرماتی ہیں۔ جس سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے۔ کہ والدہ حضرت مریم کا ارادہ حضرت مریم کو تارک الدنیا بنانے کا نہیں تھا۔ بلکہ خادم دین بنانے کا منشا تھا۔ اس سے بھی مولوی صاحب کے خیال کی اچھی طرح تردید ہوتی ہے۔

ایک اچھوتا خیال

پھر ایک نہایت اچھوتا خیال مولوی صاحب نے ظاہر فرمایا ہے۔ کہ حضرت ذکریا کو جو بشارت دی گئی۔ وہ ان کی دعا کے بعد تھی۔ اور حضرت مریم کو خدا نے از خود بشارت دی اس سے مولوی صاحب بطور اشارۃ النص سمجھتے ہیں کہ اول الذکر پیدائش میں اسباب ظاہری موجود ہونگے۔ لیکن ثانی الذکر بچہ محض خدا کی قدرت کا نمونہ ہوگا۔

یہ بھی مولوی صاحب کا صرف خیال ہی خیال ہے۔ جس کا کوئی ثبوت ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خیال آرائی کا تو مولوی صاحب کو ہر طرح سے حق ہے مگر افسوس۔ اس خیال کو دماغ میں رکھکر انہوں نے صحیفۂ دنیا کیطرف نگاہ نہ دوڑائی۔ ورنہ اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے کوئی مثال حاصل کرنے کیلئے جس قدر چاہتے جستجو فرماتے۔ مگر سوائے ناکامی اور کچھ میسر نہ ہوتا۔

اور اگر صحیفۂ فطرت سے کامیابی نہ ہوتی تو اپنے اس استدلال کے ثبوت میں کہ جس پیدائش کی بشارت دعا کے بعد ہو وہ ماں اور باپ کے اختلاط سے ہوتی ہے۔ مگر جو بشارت دعا کے بغیر ہو۔ اس سے جو اولاد ہو۔ وہ بلا پدر شمار ہوتی ہے۔ قرآن کریم سے کوئی ثبوت پیش فرماتے۔ مگر قرآن کریم کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسی باتیں تعلیم فرمائے جو ہنسی کے قابل ہوں۔ خود اپنے سلسلہ پر غور فرمائیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کو اپنی اولاد کے متعلق جس قدر بشارات ہوئیں۔ ان کے متعلق کون ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ وہ دعا کے بعد ہیں۔ اور جبکہ ان میں دعا کو دخل نہیں تو آپ کے استدلال سے کیا جس قدر حضرت کی اولاد ہوئیں۔ وہ بھی مثل پیدائش مسیح علیہ السلام ہے۔ اگر نہیں تو کونسا امر آپ کو ایسا تسلیم کرنے سے مانع ہے۔

ذرائع کی عدم موجودگی اور بن باپ پیدائش

دوسرا فرق دونوں نبیوں کی تفصیل پیدائش کے متعلق مولوی صاحب نے یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت ذکریا نے بچہ ہونے کے ذرائع کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان ذرائع کے نقص کا اظہار کیا ہے۔ (یعنی اپنے بڑھاپے اور اپنی بیوی کی بیماری کا عذر کیا ہے۔) مگر حضرت مریم نے اپنے مرد کا انکار کیا ہے۔

مولوی صاحب اگر دونوں بزرگوں کے جواب میں جو الفاظ خدائے تعالیٰ نے فرمائے ہیں۔ ان پر غور فرماتے۔ تو ان کو نقص اور کمی کا مغالطہ نہ لگتا اور اسی واقعہ کی ایک عمدہ تفسیر ہاتھ آجاتی۔ جائے غور ہے۔ کہ تفصیل پیدائش کے الفاظ میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف سے دو جدا جدا نتیجے پیدا کرنے مدنظر تھے۔ تو جواب میں جو الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں ان میں کیوں یہ امر نظر انداز کر دیا گیا۔ خدائے تعالیٰ حضرت ذکریا کے جواب میں فرماتا ہے کہ قال کذالک قال ربک هو علیّ هیّن۔ یہی الفاظ حضرت مریم کو فرمائے۔ اب اگر ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ بغیر مس بشر بچہ پیدا ہوگا تو ذکریا اور مریم دونوں یکساں اس سے فائدہ اٹھانے چاہئیں۔ کیونکہ دونوں کی دعوں کے الفاظ ایک ہی ہیں مولوی صاحب اگر حضرت مسیح کی پیدائش بغیر مس بشر تجویز فرماتے ہیں تو لازماً ان کو حضرت ذکریا کی پیدائش بھی بغیر مس بشر تسلیم کرنی پڑیگی ورنہ ہر دو بزرگوں کی ابوت کا اقرار کرنا پڑیگا جو راہ پسند ہو وہ منظور فرمالیں۔

لم تک شیئا بن باپ یا باپ پیدائش سے تعلق

تیسرا فرق تفصیل پیدائش کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ذکریا کو خدا نے کہا کہ تو کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ اور اس کی تائید میں یہ آیت لکھی ہے:

هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکورا

(ترجمہ) ہم نے تجھے پیدا کر دیا۔ اسی طریق پر یحییٰ کو پیدا کر دینگے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ دلیل نمبر اول کے خاتمہ پر مولوی صاحب نے حضرت یحییٰ کی پیدائش کو خارق عادت فرمایا ہے۔ مگر اس جگہ وہ حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ کی پیدائش کو ایک ہی طریق پر بیان فرماتے ہیں۔ غالباً یہ بھول ہوگئی ہے اور دوسری بھول یہ ہوئی ہے۔ کہ یہ آیت جو نقل فرمائی ہے۔ یہ حضرت ذکریا کے قصہ کے متعلق نہیں ہے بلکہ جو آیت حضرت ذکریا کے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ قد خلقتک من قبل ولم تک شیئا۔ پہلی آیت کا مفہوم عام ہے مگر مولوی صاحب اسمیں ذکریا اور یحییٰ کو تو شامل فرماتے ہیں لیکن حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو اس سے الگ رکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں مسیح کی پیدائش بن باپ تھی۔ حیرانی کی بات ہے کہ اس سے باپ یا بن باپ کی پیدائش کا کیا تعلق ہے۔ اس آیت کے اثر کے نیچے تو جیسے ذکریا اور یحییٰ ہیں ویسے ہی مریم اور حضرت عیسیٰ پر اس کا اثر حاوی ہے۔ اور اس سے مسیح کا بن باپ ثابت کرنا ایک بے سود کوشش ہے۔

حضرت عیسیٰ کن معنوں میں آیت ہیں؟

اور اسی ضمن میں آیت ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا (سورۂ مریم) کو بھی یاد فرمایا ہے۔ غالباً اس سے بھی بغیر باپ کی پیدائش ثابت کرنی منظور خاطر ہے۔ دراصل اس آیت میں ایک لفظ تشریح طلب ہے۔ یعنی آیت جس کے معنی نشان ہیں۔ مولوی صاحب کا مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ چونکہ اون کے اعتقاد میں مسیح علیہ السلام بلا باپ ہیں۔ اس لئے وہ ایک نشان ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ آیات ذیل میں تمام بنی نوع انسان کی پیدائش بلکہ اس سے بھی عام امور کیلئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیات للعالمین ومن آیاتہ منامکم باللیل والنهار وابتغاؤکم من فضلہ ان فی ذالک لآیات لقوم یسمعون ومن آیاتہ یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتها ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون ومن آیاتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ (سورہ روم) (ترجمہ) اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تم انسان بنکر پھیل جاتے ہو۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے نفسوں سے بیبیاں پیدا کیں۔ تاکہ تم ان سے تسلی پاؤ۔ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا۔ اس میں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ اور اس کے نشانوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے۔ اور تمہاری زبانوں اور رنگوں میں اختلاف کا پیدا کرنا اس میں علم والوں کیلئے نشان ہیں۔ اور اس کے نشانوں میں سے رات اور دن کو تمہارا سونا اور تمہارا اسکے فضل کو تلاش کرنا ہے۔ اس میں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو سنتے ہیں۔ اور اسکے نشانوں میں سے ہے۔ کہ تمہیں خوف اور امید کیلئے بجلی دکھاتا ہے۔ اور بادل سے پانی اتارتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اس میں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔

اور سورہ جاثیہ میں ہے۔ ان فی السموات والارض لآیات للمؤمنین وفی خلقکم وما یبث من دابة آیات لقوم یوقنون واختلاف اللیل والنهار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتها وتصریف الریاح آیات لقوم یعقلون۔ تلک آیات اللہ نتلوها علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون (ترجمہ) آسمانوں اور زمین میں مومنوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اور تمہاری پیدائش میں اور زمین میں جو چوپائے چلتے ہیں۔ ان میں ان کیلئے جو یقین کرتے ہیں نشانیاں ہیں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ یہ آیتیں ہیں جن کو ہم پڑھکر سناتے ہیں۔ پھر خدا اور اس کی آیات کے بعد کس چیز پر ایمان لائینگے۔

علاوہ ازیں سورۂ بقر۔ انعام۔ یونس۔ فصلت۔ ہود۔ یوسف۔ قصص۔ اعراف۔ عنکبوت۔ انبیاء کی اگر تلاوت کی جائے تو لفظ آیت کی مزید تشریح وہاں پر موجود ہے۔

واضح رہے کہ یہی آیت ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا حضرت مسیح موعود کو بھی الہام ہوا ہے۔ جس کو بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۱۰ حضور نے کشتی نوح صفحہ ۴۸ پر بھی اس کو درج فرما کر ارقام فرمایا ہے کہ الہامی عبارت میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں میری نسبت بھی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنائینگے۔

اب مولوی صاحب کا اختیار ہے کہ اگر وہ ولنجعلہ آیۃ للناس سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام کو بن باپ کا ثابت کریں تو انہی الفاظ سے حضرت مسیح موعود کی نسبت بھی ایسا ہی اعتقاد رکھیں ورنہ ایک ہی الفاظ سے دو علیحدہ علیحدہ عقاید پیدا کرنا انصاف سے بعید ہے۔ (باقی آئندہ)

...تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر

دوست محمد

جلد ۱۹ | لاہور - یوم دوشنبہ مطبوعہ ۷ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ فروری سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۰

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہؓ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جرمن ترجمہ قرآن

میں نے تین سال سے جرمن ترجمہ قرآن کریم کا کام شروع کر رکھا ہے مجھے اس کے لئے ایک جرمن فاضل کی معاونت کی ضرورت تھی۔ میں نے اپنے ایک دوست کو جو میرے ساتھ مسجد ووکنگ میں رہا کرتے تھے اور جن کا نام شاہ مصطفےٰ احمد صاحب ہے لکھا کہ آپ اس میں امداد کریں انہوں نے چار صد روپیہ ماہوار دو سال کے لئے دینے منظور کئے ہیں چنانچہ بارہ صد روپے پہلی سہ ماہی کے لئے بھیج بھی دیئے ہیں۔ میں اپنے احباب سے التجا کرتا ہوں کہ ان کے لئے خصوصیت سے دعا کریں اور ان کی اہلیہ کی بھی درخواست آئی ہے کہ میرے لئے دعا کریں۔ میں نے ان کے لئے بڑی بڑی دعائیں کیں میں چاہتا ہوں کہ میرے احباب بھی اب ان کے لئے دعا کریں۔ اور خود میری بھی درخواست ہے کہ میرے لئے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عنایت فرمائے کہ اس کام کو سرانجام دے سکوں۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے عربی تفاسیر میرے زیر مطالعہ ہیں اور اس تیس سال میں بہت غور سے تفاسیر کو پڑھ رہا ہوں تاہم بعض مقامات حل نہیں ہوئے۔ اس لئے بھی احباب کرام سے دعاؤں کی احتیاج محسوس کرتا ہوں۔

میرے دوست ڈاکٹر منصور پی ایچ ڈی جو اکیس سال تک جرمنی رہ چکے ہیں وہ اس کام میں میری معاونت کریں گے۔ سب دوست ان کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کو ہر طرح سے توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

خاکسار

صدرالدین - ۱۰ فروری

---

۲۲ ہمشیرہ صاحبہ بروز اتوار گزشتہ ۳۱ جنوری ۱۹۳۲ء بعارضہ فالج بوقت ۴ بجے دن میرٹھ میں انتقال کر گئیں مرحومہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ گئی ہیں۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

— خان بہادر میاں غلام رسول صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر جھنگ کے ایک عزیز میاں اللہ دتہ فوت ہوگئے۔ نماز جنازہ غائبانہ گزشتہ جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں پڑھا گیا۔ بیرونی احباب بھی پڑھیں۔

اخبار احمدیہ

— مودت نامہ کا جواب - مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جو مودت نامہ شائع کیا تھا اس کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ نے لکھدیا ہے جو امید ہے کہ عنقریب بصورت ٹریکٹ شائع ہوکر احباب کے ہاتھوں میں پہنچ جائیگا۔ اس ٹریکٹ کو کثرت سے غیر از جماعت حلقوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے۔

— دہلی میں نماز عید - اخویم مکرم شیخ عبدالحق صاحب دہلی سے لکھتے ہیں:-

خدا کے فضل و کرم سے جب سے جناب قبلہ شیخ محمد صادق صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور سے تبدیل ہوکر دہلی تشریف فرما ہوئے ہیں جماعت احمدیہ دہلی کو آپ کے نافع وجود سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ نماز جمعہ کی باقاعدگی اور ہفتہ واری جلسوں کے علاوہ ماہوار چندوں کی جو غفلت بعض احباب میں تھی وہ بھی دور ہو رہی ہے۔

جمعۃ الوداع شیخ صاحب ممدوح کے مکان پر پڑھا گیا سوائے چند احباب کے باقی سب دوست نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔ جناب شیخ محمد صادق صاحب کے ارشاد کے مطابق اتوار کی شب کو سب احباب سلسلہ نے آپ کے دولتکدہ پر روزہ افطار کیا اور قرار پایا کہ امسال ہمکو نماز عید کسی باغ میں ادا کرنی چاہیے چنانچہ نماز عید ایڈورڈ پارک میں ادا کی گئی۔ پچاس احباب کے قریب نماز میں شریک ہوئے۔ دوران خطبہ میں چند دوسرے معزز مسلمان بھی شریک ہوگئے۔ سب احباب نے خدا تعالیٰ کے حضور مسلمانوں کی بہتری فلاح و بہبود اور کامیابی کے لئے درد دل سے دعا کی۔ اور برادران اسلام کے دلوں سے سلسلہ احمدیہ کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر کام کو جاری کرنے کے وسائل پر غور و خوض کیا گیا۔ نماز عید جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب نے پڑھائی اور خطبہ بھی نہایت عمدہ دیا۔

— جنازہ غائبانہ - اخویم عزیز الدین صاحب دہلی کی

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(بسلسلہ اشاعت ۳ فروری ۱۹۳۲ء)

نتائج اعمال کو کمال تک کیونکر پہنچایا جا سکتا ہے؟

(سورۃ النازعات کی تفسیر)

النازعات کی سورۃ ہے۔ پہلی سورۃ میں بتایا تھا کہ کہ اعمال کا بدلہ ملنا ضروری ہے۔ اس سورۃ میں بتایا ہے کہ اعمال کو کیونکر بجا لانا چاہئے کہ اُن کے نتائج کمال تک پہنچ جائیں۔ چنانچہ فرمایا:۔ والنازعات غرقا۔ گواہ ہیں ڈوب کر نکال لینے والے یا نکال لینے والی جماعتیں۔

قرآن میں قسمیں

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہ پر قسم کھائی ہے۔ یہاں میں نے ترجمہ کیا ہے "گواہ ہیں" اس لئے کہ خدا کی قسم کا منشا وہ نہیں ہوتا جو ہمارا ہوتا ہے۔ جب عدالتوں میں جا کر لوگ قسم کھاتے ہیں یا اور کسی موقعہ پر لوگ قسم کھاتے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ میری بات پر اگر اور کوئی گواہ قابل قبول نہیں تو پھر اللہ تعالےٰ گواہ ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو وہ مجھے سزا دیوے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ قسم کھاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اس سے بڑھکر درجہ رکھتی ہے۔ اور اسے نعوذ باللہ سزا دے سکے گی۔ بلکہ جن چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے انہیں محض گواہ ٹھیرانا مقصود ہوتا ہے۔ ہاں اس گواہی میں وہ تاکید اور شدت ضرور ہوتی ہے۔ جو قسم کھانے میں مضمر ہے۔

ہر کام میں کامل استغراق کی ضرورت

والنازعات غرقا کے معنے مولویوں نے کئے ہیں فرشتے جو کھینچ کر اور ڈوب ڈوب کر کافر کی جان نکالتے ہیں۔ حالانکہ سیدھی بات ہے کہ یہاں اعمال کا ذکر ہے اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو پورے انہماک کے ساتھ ایک کام کو کرتے ہیں اور اس علم میں ڈوب کر اور اس میں استغراق کامل حاصل کر کے حق و حکمت کے موتی اس میں سے کھینچ نکالتے ہیں۔ اس راز کو یورپ نے خوب سمجھا چنانچہ ہر ایک علم میں کمال حاصل کرنے کے لئے اسپیشلسٹ ہوتے ہیں۔ جو تمام دوسرے علوم کو چھوڑ کر صرف ایک ہی علم کی تحصیل میں لگ جاتے ہیں۔ اور اسے کمال تک پہنچاتے ہیں۔ یہی یہاں فرمایا کہ تم نے جس کام کو لیا ہے اور عمل کرنے لگے ہو اس میں مستغرق ہو کر اسے کمال تک پہنچا دو۔ پہلے پہل جب انسان ایک کام کو کرنے لگتا ہے تو بہت بڑا بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن پھر طبیعت اس میں لگ جاتی اور سینہ کھل جاتا ہے۔ وہی کام پھر ہلکا اور سہل ہو جاتا ہے۔

ہر کام میں جب تک انسان اس کو پورے انہماک کے ساتھ نہ کرے اس وقت تک اس کو کمال تک نہیں پہنچا سکتا اسی طرح ہماری قوم کبھی اشاعت اسلام پورے طور پر نہیں کر سکتی جب تک اپنی توجہ کو چاروں طرف سے ہٹا کر اسی میں غرق نہ ہو جائے یہ جو کہیں ڈھول بجنے لگتا ہے کہ ہجرت کر دو یا بائیکاٹ کرو، یا جتھے بھیجو، اگر ان باتوں میں ہم اپنی توجہ صرف کرنے لگیں تو اشاعت اسلام کا کام جو ہماری جماعت کا اصلی مقصد ہے بالکل رہ جائیگا۔

کام ایک ہونا چاہئے۔ اور پھر اس کو اس طرح اختیار کرو کہ اس کے اندر غرق ہو جاؤ۔

انہماک سے انشراح صدر

والناشطات نشطا۔ گواہ ہیں خوشی خوشی آگے چلنے والے یا آگے چلنے والی جماعتیں۔ جب اس طرح ایک کام میں انسان استغراق کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کے ساتھ ایک عشق ہو جاتا ہے۔ اور اس کے کرنے میں بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے جب ان جماعتوں کا ذکر کیا جو ایک کام میں غرق ہو کر پورے انہماک اور تندہی سے اسے کرتی ہیں۔ تو ان کی اس حالت کا بھی ذکر کیا کہ اس کام میں گو شروع شروع میں بوجھ محسوس ہو لیکن بعد میں پھر انشراح صدر اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور دل کو اس سے خوشی محسوس ہونے لگتی ہے۔

انشراح صدر کے بعد کام کا سہل و تیز ہونا

والسّٰبحٰت سبحا۔ گواہ ہیں تیرنے والے یا تیزی سے آگے چلنے والے۔ پھر ان کی اس حالت کا ذکر کیا کہ خوشی اور نشاط کی حالت میں وہ اس کام میں اس طرح چلتے ہیں جیسے ایک شخص پانی میں تیرتا چلا جاتا ہے۔ گویا ایک کام میں انہماک کے بعد انسان اس میں خوشی محسوس کرنے لگتا ہے اور پھر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ ایسی تیزی سے اس کو سرانجام دینے لگتا ہے کہ گویا وہ نہایت آسانی سے پانی میں تیرتا چلا جاتا ہے۔ یعنے وہ اس علم کے دریا کا شناور ہو جاتا ہے۔

دوسروں سے سبقت لے جانا

فالسّٰبقٰت سبقا۔ پس گواہ ہیں سبقت کرتے ہوئے آگے بڑھ جانیوالے۔ ف۔ نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا کہ ان تینوں حالتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسی جماعتیں آگے بڑھ جائیں گی اور تمام دوسری جماعتوں یا نفوس پر اس امر میں سبقت لیجائینگی

تدبیر امر

فالمدبّرات امرا۔ پھر گواہ ہیں معاملہ کی تدبیر کرنے والے یعنے وہ جماعتیں پھر اس قابل ہو جاتی ہیں کہ اس کام کو ہاتھ میں لے کر اس کا انتظام بھی کریں۔ اس وقت وہ مدبرات امر میں سے ہو جاتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر ان کی رائے ایک سند ہوتی ہے وہ اس فن یا علم کے ایک ماہر ہوتے ہیں۔ جہاں کوئی تدبیر امر کرنی ہو وہ اس بات کے اہل ہوتے ہیں کہ ان کو تمام دوسرے نفوس یا جماعتوں پر مقدم اور منتخب کیا جائے۔

عمل کی ان تمام منازل کو صحابہ کرام نے بوجہ احسن طے کیا اور آخر اللہ تعالےٰ نے انہیں مدبرات امر بنا دیا۔ کیونکہ وہ اس بات کے اہل ہو گئے تھے کہ دنیا کی اصلاح، تہذیب و تعلیم کے علمبردار بنیں اور سیاست امور کو مت ان کے قدموں سے آلگے۔

آج بھی مسلمان سواراج مانگتے ہیں۔ لیکن جب تک یہ تمام مراحل طے نہ کریں کس طرح اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا ؎

چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

جب تک مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان نہ بنیں دور خسروی کیونکر آسکتا ہے

کامیابی کے پانچ مدارج

غرضکہ یہ پانچ درجے ہیں۔ پہلے انہماک[۱]، پھر شوق[۲]، پھر تیز روی[۳] اس[۴] کا نتیجہ یہ کہ دوسری قوموں سے سبقت لیجائیں گے۔ اور ان امور[۵] کے انتظام اور تدبیر کرنے کے اہل بنکر ان کے وارث بن جائیں گے یہ وہ باتیں تھیں جن کی طرف قرآن نے مسلمانوں کو بلایا تھا۔ لیکن آج مسلمان پہلے درجہ پر بھی نہیں ہیں۔ انہماک کی عادت ہی ان سے اٹھ گئی۔ جو کام کریں گے ادھورا۔ نماز پڑھیں گے تو اس میں بھی کوئی انہماک نہیں آخر نماز بھی انہماک کو چاہتی ہے۔ جب تک نماز میں انہماک نہ ہو وہ الصلوٰۃ معراج المومنین کیسے بن سکتی ہے یہی حالت اشاعت اسلام کی ہے۔ جب تک پورے انہماک سے یہ کام نہ کیا جائے اور دین کو سچ مچ دنیا پر مقدم نہ کر لیا جائے کامیابی کا اعلیٰ مقام حاصل نہیں ہو سکتا جس کا نام فرقان ہے

ایجی ٹیشن اور انقلاب عظیم

یوم ترجف الراجفۃ۔ دن ہوگا کہ کانپنے والی کانپیں گی۔ یعنے اس ملک میں بڑا زلزلہ آئے گا۔ بڑے لطیف استعارہ میں بات بیان کی ہے۔ اسلام کے آنے سے عرب میں جو بڑی زبردست جنگیں ہوئیں۔ اور بڑے جھٹکے آئے جن سے سارا ملک ہل گیا اور عرب تھرا اٹھا۔ انہیں ایک زبردست زلزلہ سے تعبیر کیا ہے۔ اس زلزلہ کے پیچھے انقلاب کا آنا لازمی امر تھا۔ جیسا کہ فرمایا تتبعھا الرادفۃ اپنے پیچھے آنیوالی اس کے پیچھے آئے گی۔ یہ کیا چیز پیچھے آنے والی ہے جو آئے گی۔ ظاہر ہے کہ وہی انقلاب عظیم جو ملک میں ایجی ٹیشن اور زلازل کے بعد ظہور پذیر ہوتا ہے۔ پس فرمایا اس انقلاب عظیم سے وہی جماعت فائدہ اٹھائے گی جو اعمال کے مختلف مدارج طے کر کے سبقت لے جائے گی اور تدبیر امر یعنے ملک کی حکومت اور انتظام کی اہل ثابت ہوگی اگر چاہتے ہو کہ کامیابی اور فتوحات تمہارے حصہ میں آئیں اور تم اس زمین پر غالب آجاؤ۔ تو پھر جس کام کو اٹھایا ہے اسے پورے انہماک پورے انشراح اور خوشی اور پوری تیز روی سے کرو تاکہ مقابلہ کی قوموں سے آگے بڑھ جاؤ۔ اور تدبیر اور حکومت کے اہل ثابت ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پیچھے آنیوالی جب آئی تو مسلمانوں کی فتح اور کامیابی اور غلبہ کے ساتھ لیتی آئی کیونکہ وہ عمل کے تمام مراتب طے کر کے اس کے مستحق ٹھیر چکے تھے

باقی بر صفحہ کالم نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۸ رشوال المکرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ رفروری ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۰

ایک عزیز کی موت

قبر سے ایک آواز!!

کل ایک عزیز کو جانکنی کی حالت میں میں نے دیکھا، اف کس قدر دردناک منظر تھا، وہ گھبراہٹ، وہ تلخی، وہ جسم کے جوڑوں اور بند بند کا ٹوٹنا اور اس کا بے اختیار رہ رہ کر اٹھنا اور غش کھا کھا کر پھر لیٹ جانا یہاں تک کہ باتیں کرتے کرتے یکلخت دم توڑ دینا ایک ایسا جانگداز منظر تھا، ایک ایسا جانگسل اور عبرت انگیز نظارہ تھا کہ اگر کوئی دل کی آنکھوں سے اسے دیکھنے والا ہوتا اور اس آواز کو جو مرنے والے کی روح نے جسم سے مفارقت کرتے وقت دنیا اور اہل دنیا کو دی دل کے کانوں سے سننے والا ہوتا تو یقیناً اس سے بہت سے قیمتی سبق حاصل کر سکتا تھا۔

مرنے والا جوان تھا، پوری جوانی میں سرشار، والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اور ہر قسم کی سہولتیں اور فوائد اسے حاصل تھے۔ قابل سے قابل ڈاکٹر اس کے پاس موجود، جان سے زیادہ عزیز و محبوب رکھنے والے والدین اس کے پاس موجود، بیوی اور دیگر عزیز سے عزیز رشتہ دار اس کے پاس موجود۔ لیکن موت جب وقت آئی، سکرات الموت کی تکلیف جب اسے اٹھانی پڑی تو ان میں سے کوئی بھی اس کے کام نہ آسکا اور اس کی روح نے نہایت بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے غافلو! کس چیز کو تم دیکھ رہے ہو؟ کیا اس کی جوانی کو؟ کیا اس کے والدین کی محبت کو؟ اس کے تمول اور خوشحالی کو؟ کیا ان قابل ڈاکٹروں کو تم دیکھ رہے ہو جو انسانی جسم کے بگڑے ہوئے کل پرزوں کو پھر درست کر دینے کے دعویدار ہیں؟ کیا تم یہ خیال کر رہے ہو کہ تم خود دوڑ بھاگ کر اس کے بچاؤ کا کچھ اور سامان کر لوگے؟ نہیں تمہارے یہ تمام خیالات غلط ہیں۔ کوئی چیز اس وقت ایسی نہیں جو اس کے کام آسکے، جو اس کو موت کے منہ سے چھڑا سکے۔ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر لو کنتم تعلمون۔

یہ آواز تھی جو مرنے والے کی روح نے زبان حال سے دی اور اہل دنیا کو متنبہ کیا کہ تم اپنے ساز و سامان پر نازاں نہ ہو اپنے مال و دولت پر بھروسہ نہ کرو، اپنی جوانی کا بھی اعتبار نہ کرو، اور اس خیال کو دل سے نکال دو کہ صحت بخش دواؤں اور طاقت و قوت کے نسخوں سے تم دائمی زندگی پا لوگے۔ نہیں یہاں کی زندگی دائمی زندگی نہیں۔ یہاں تو تم اس مسافر کی طرح ہو جو ایک سایہ دار درخت کو دیکھ کر اس کی چھاؤں کے نیچے بیٹھ جائے۔ یہاں سے تم کو چلنا ہے آج یا کل جس وقت حکم آئے تم کو چل پڑنا ہے۔ اس وقت کوئی عذر معذرت نہیں۔ کوئی لیت و لعل نہیں۔ کوئی دوست و یار نہیں کوئی حکیم اور ڈاکٹر نہیں۔ کوئی مال و دولت نہیں جس سے تم اس حکم کو معرض التوا میں ڈال دو۔ اس لئے ابھی سے اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھو کہ نہیں معلوم کب حکم آجائے۔

ہاں "وہ تیاری کیا ہے"؟ مرنے والے کی روح سے میں نے پوچھا۔ اس نے مجھے اس جوان کی زندگی کی طرف توجہ دلائی، اس کے اعمال اور اخلاق پر دھیان کرنے کے لئے کہا کس طرح سے اس نے خدا کے حکموں کی تعمیل کرنا ضروری سمجھا، کس طرح سے والدین کی اطاعت کو اپنا شعار بنایا۔ اور آخری دم تک اپنا حوصلہ پست نہیں ہونے دیا۔ تاکہ وہ حوصلہ نہ ہار دیں ان کی ایک ایک بات کو اپنی طبیعت کے خلاف پاکر بھی عمل میں لانا ضروری سمجھا، دوستوں عزیزوں، رشتہ داروں اور قریبیوں کی عزت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ ان کی مشکلات میں ان کی امداد و اعانت سے دریغ نہ کیا اور کبھی کسی کو مخالفت یا رنج کا موقع نہ دیا۔ یہی نہیں غیروں سے اس کا سلوک کیا تھا؟ ایک ایک شخص اس کے اخلاق کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ ایک ایک متنفس اس کے حسن کردار کا مدح خواں ہے یہاں تک کہ اس کے ماتحت اور اس کے افسر اس کے برتاؤ اور اس کے سلوک کو یاد کر کے بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ کیا یہ چیزیں اس کے کام آنے والی نہیں؟ یقیناً یہی وہ سامان ہے جو اس کی آخرت کا حقیقی توشہ ہے۔ یہی وہ تیاری ہے جو ہر ایک شخص کو اپنے مرنے سے پہلے کرنی لازم ہے۔ اسلام تو انہی دو باتوں کو سکھانے آیا تھا تعظیم لامر اللہ وشفقت علی خلق اللہ یہ دو باتیں اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائیں تو اور کونسی چیز ہے جس کی اسے ضرورت ہے۔ دنیا میں اسے انہی دو چیزوں پر عمل پیرا ہونے اور دوسری زندگی کے لئے تیار ہونے کو بھیجا گیا لا تموتن الا وانتم مسلمون میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ بہت کم ہیں جو اس حقیقت کو سمجھ سکیں اور موت سے پہلے مسلمان کا رنگ اپنے اندر پیدا کر سکیں "ایہہ جگ مٹھا اگلا کس ڈٹھا" ایک عام مقولہ ہے اور بہت لوگ ہیں جو اعتقاداً نہیں تو عملاً اس کے قائل ہیں۔

لیکن ایک اور نظارہ بھی دیکھئے۔ مرنے والے نے اپنا آخری دم توڑا، اور والدین کے منہ سے سب سے پہلے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے الحمد للہ۔ اے اللہ اگر تو اسی طرح راضی ہے تو ہمیں بھی منظور ہے۔ تیری رضا حاصل ہو۔ اللہ اللہ! اسلام نے بھی کیا ایمان! کس قدر جذبۂ تسلیم و رضا انسان کے اندر پیدا کیا ہے۔ جوان لڑکا، اکلوتا بیٹا، جو ایک معقول آمدنی کا ذریعہ ہو فوت ہو جاتا ہے۔ والدین بوڑھے ہیں کسی کام کے لائق نہیں مرنے والا دو یتیم بچے اور ایک جوان بیوہ چھوڑتا ہے اس سے بڑھ کر مصیبت اور غم و ہم کا موقعہ اور کونسا ہوگا۔ اس وقت سکھایا کہو "الحمد للہ" تمام خوبیاں اللہ ہی کو سزاوار ہیں۔ وہی ہر قسم کے مصائب اور غموم و ہموم سے بالا ہے۔ انسان کے ساتھ تو یہ باتیں لگی ہوئی ہیں۔ وہ تو مملوک ہے اور اس نے اپنے مالک کے حکم پر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اسی لئے فرمایا وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدو جنھیں جب کبھی کوئی مصیبت پیش آجائے تو بجائے اس کے کہ جزع فزع کرنے لگیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں، ہم کو تو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوات بھی ہیں اور رحمتیں بھی اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

کس قدر غم غلط کرنے والی تعلیم ہے۔ کیا اس تعلیم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایک مسلمان کے لئے کوئی بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت بھی باعث اندوہ ہو سکتی ہے؟ کیا یاس اور ناامیدی اس تعلیم کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کے قریب بھی پھٹک سکتی ہے۔ ہاں دل میں غم بھی ہوتا ہے لیکن وعدۂ الٰہی اس غم کو بہت جلد مٹا دینے کا موجب ہو جاتا ہے۔

یہ تو وہ آواز تھی جو مرنے وقت اس کی روح سے میں نے سنی لیکن جب اس کی لاش کو لے کر قبر پر ہم پہنچے اور سر اور پاؤں سے پکڑ کر اسے لحد میں اتارا گیا اور سب عزیز و اقربا مٹی اٹھا اٹھا کر اس کی قبر میں ڈالنے لگے تو ناگاہ ایک آواز اس کی قبر سے پیدا ہوئی نہایت ہولناک، نہایت مہیب آواز جس نے میرے جسم و روح کو تڑپا دیا۔ اس نے کہا نادان انسان! آج تو اس لاپروائی کے ساتھ مجھے سپرد خاک کر کے میرے اوپر اس طرح مٹی ڈال رہا ہے کہ گویا کبھی تیرا کوئی تعلق ہی مجھ سے نہ تھا۔ دیکھ غور کر! ایک وقت تھا کہ تو میری ناز برداریاں کرتا ہوا تھکتا نہ تھا ایک وقت تھا کہ تو میرے جسم نہیں میرے کپڑوں پر بھی کوئی داغ نہ دیکھ سکتا تھا آج تو اپنے ہاتھ سے مجھ پر مٹی ڈال رہا ہے اب وہ تیری نازبرداریاں کہاں گئیں؟ تو میرے مال و دولت کو دیکھ کر میرے آگے جھکتا تھا۔ دیکھ اور غور کر وہ میرا مال اب کہاں ہے؟ تو میری جوانی کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا لیکن وہ میرے کس کام آئی؟

کیا کوئی چیز ہے جو اس منوں خاک کے نیچے قبروں کو ڈوانی بنانے کا موجب ہو؟ دیکھ اور اس بیابان میں جو قبرستان کے نام سے موسوم ہے اپنے چاروں طرف نظر دوڑا۔ کس قدر خوش رو نوجوان، کس قدر نواب اور شہزادے اور شہنشاہان جہاں، کس قدر فلاسفر اور حکیم اور ڈاکٹر اس خاک کے نیچے پڑے سو رہے ہیں؟ کیا ان کا کوئی نام لینے والا آج باقی ہے؟ کیا ان میں سے اکثر کے نام بھی اب کسی کو یاد ہیں؟ ہاں ایک چیز ہے جس نے بعض لوگوں کے ناموں کو اب تک زندہ کر رکھا ہے۔ اور وہ ان کے پاکیزہ اخلاق و اعمال ہیں۔ ایک چیز ہے جو خالی ہاتھ جاتے ہوئے بھی ان کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہے۔ وہ راہ خدا میں ان کا ایثار اور قربانی ہے اگر تو بھی ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہے، اگر اپنی دوسری زندگی کو جو اس قبر سے شروع ہونیوالی ہے خوشی وخرمی کی زندگی بنانا چاہتا ہے تو ان جیسے کام کر۔ اپنے اخلاق و اعمال سے دنیا کے لئے رحمت کا موجب بن۔ مخلوق خدا کو نیکی اور تقوے کی طرف دعوت دے اور جس مال و دولت کو تو اپنا سب سے بڑا سہارا سمجھتا ہے۔ اسے دین کے رستے میں صرف کر کے آخرت کا توشہ بنا۔ مرنے کے بعد اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اس کا رستہ یہی ہے۔ کہ خدا کی راہ میں اسے دیدے۔ ورنہ یاد رکھ کہ یہ تیرا مال نہیں تیرے رشتہ داروں کا مال ہے۔ جو تیرے کسی کام نہیں آسکتا ہاں اُٹھ اور لوگوں کو نیکی کے رستہ کی طرف بلا اور جو بھی دکھ اور تکلیف تجھے اس راہ میں اٹھانا پڑے اسے صبر اور حوصلہ سے برداشت کر۔ اس وقت مجھے قرآن کی وہ آیت یاد آئی جس میں اللہ تعالےٰ نے زمانہ کو اس بات پر گواہ ٹھیرایا ہے کہ انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے اور لوگوں کو حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ یعنی والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا و عملوا الصلحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر۔

کیا کوئی ہے جو اس آواز کو دل کے کانوں سے سنے؟ مرنے والا تو ایک معمولی انسان تھا۔ اس سے ہزار ہا درجہ زیادہ اعلیٰ اخلاق اور نیک اعمال رکھنے والے انسان یہی درس دیتے ہوئے گزر گئے۔ خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ انہی پاک کاموں کی تلقین کرتے ہوئے گزری اور اس نے وہ اثر بھی پیدا کیا جو ساڑھے تیرہ صدیاں گزرنے پر بھی دنیا کو محو حیرت بنائے ہوئے ہے۔ ان الانسان لربہ لکنود۔ وانہ لحب الخیر لشدید۔ انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ روپیہ، عزت وجاہ، نام و نمود دنیا میں انسان کو خدا سے غافل کرنے کا موجب چلے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں اس لئے پیدا کی گئی تھیں کہ نہ صرف اپنی زندگی کو اچھا بنانے کی کوشش کرے بلکہ دوسروں کو بھی ان سے فائدہ پہنچانے اور دین کی راہ میں انہیں لگا کر اپنے آپ کو خدا کا سچا فرمانبردار ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ کیا کوئی صاحب دل انسان اس آواز کو سنکر اپنے مقصد حیات کو پانے اور دوسروں کو بھی اس پر عامل بنانے میں کوشاں ہوگا؟

احمدی جماعت اسی ایک مقصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے خدا کے دین کی اشاعت، مخلوق خدا کی خدمت۔ احمدی جماعت کا مقصد وحید ہے۔ دنیا اسے کچھ سمجھے لیکن مسیح موعود نے اپنی بعثت کی غرض یہی قرار دی ہے اس مقصد کو پورا کرنا ہم سب

کا فرض عین ہے۔ دنیا غفلت اور لاپروائی کے لحافوں میں پڑی سو رہی ہے۔ اس کے لئے تھوڑی سی ہمت، کوشش، ایثار، اور قربانی کی ضرورت ہے وہ پاک لٹریچر جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت پر مشتمل ہے دنیا میں پھیلاؤ۔ قرآن کریم کا انگریزی اردو ترجمہ، سیرت خیر البشر، خلفائے اربعہ کے حالات زندگی، جرمن مشن کی امداد یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے لئے اگر تھوڑی سی امداد اور ایثار و قربانی سے کام لیا جائے تو بہت بڑے اور عظیم الشان فوائد مرتب ہوسکتے ہیں اور ان الانسان لفی خسر سے نکل کر ہماری قبریں ایمان اور عمل صالح کے نور سے منور ہوسکتی ہیں۔ کاش کوئی اس پر غور کرے

کشمیر اور مسلمان

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کشمیر نے مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دینے کے بجائے انہیں کچل دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جموں اور کشمیر میں شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہوگی جہاں مسلمانوں کا قتل عام نہ ہو رہا ہو۔ سرینگر۔ راجوڑی۔ رڈزی۔ رسوپور۔ جموں اور میر پور وغیرہ سے ہر روز اس قدر ہولناک واقعات کی خبریں موصول ہوتی ہیں کہ جن کو سنتے ہی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جمعہ اور عید کی نماز میں ڈوگرہ افواج نے گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کیا۔ آج کی تازہ خبروں میں حضوری باغ کی مسجد کے نذر آتش کئے جانے کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ۱۱ر فروری کو موضع کھٹو میں جو جموں سے سات میل کے فاصلہ پر ہے منہاس راجپوتوں نے نمازیوں پر حملہ کر دیا۔ اور امام مسجد سے کہا کہ آئندہ اگر تم نے نماز سے پہلے اذان دینے کی کوشش کی تو تمکو جان سے مار دیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی دھمکی دی گئی کہ اگر مسلمانان جموں کو تم نے اس واقعہ کی اطلاع دی تو تم سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ ایسا ہی رام نگر اور اس کے گرد و نواح میں نمبرداروں اور چوکیداروں کے ذریعے سے مسلمانوں کو شرکت نماز عید کی حکماً ممانعت کر دی گئی۔ یہانتک کہ اپنے اپنے گاؤں میں بھی نماز عید پڑھنے کی انہیں اجازت نہ دی گئی۔ جمعۃ الوداع کو مسلمان نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جا رہے تھے تو تحصیلدار کے حکم سے ڈوگرہ فوج نے ان پر فائر کیا جس سے ۱۹ اشخاص شہید اور ۵۰ سے زائد زخمی ہوئے۔ شہدا کی نعشوں کو اٹھانے کے لئے جو بھی آگے ہوتا اسے گولی کا نشانہ بنایا جاتا۔ گولیاں ختم ہوگئیں تو جامع مسجد و عیدگاہ سے نماز پڑھتے ہوئے ۵۰ اشخاص گرفتار کر لئے گئے۔ تحصیل ہندواڑہ میں بھی ۳۲ سے زیادہ مسلمان شہید کر دئے گئے۔ جہلم ویلی روڈ سے جس وقت کوئی افسر یا ٹھاکر گزرتا ہے ہندو کسی نہ کسی مسلمان کی شکایت کر کے اسے گرفتار کرا دیتے ہیں۔ غرض اس قسم کی طوائف الملوکی اور بدامنی تمام ریاست میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور گولیاں چلانا، مارنا، پیٹنا حکام ریاست کا ایک ادنیٰ مشغلہ بن گیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ حالات اس بیسویں صدی کی مہذب دنیا میں کب تک قابل برداشت سمجھے جائیں گے۔ اور برطانوی حکومت کب تک اس وحشت و بربریت کو چپ چاپ بیٹھی ہوئی دیکھتی رہے گی مسلم ینگ مینز ایسوسی ایشن جموں نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو بھی تار دیا ہے کہ ہمیں وحشی ڈوگروں اور راجپوتوں کے مظالم سے بچاؤ، کاش ہم امید کریں کہ ہز ایکسیلنسی کی حکومت اس طرف فوری توجہ مبذول فرما کر اس بڑھتی ہوئی آگ کو اپنے معدلت گسترانہ طریق عمل سے فرو کرنے کی کوشش کرے گی؟

ہندوؤں کی شرمناک دروغبافیاں

اسی سلسلہ میں یہ دیکھنا ازحد افسوسناک ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں نے اپنی مظلومیت کی فرضی اور جھوٹی داستانیں بنا بنا کر مسلمانوں کے خلاف بلا وجہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے بارہا ان سے کہا گیا کہ مسلمانوں کی شکایات حکومت سے تعلق رکھتی ہیں اس کو ہندو مسلم سوال بنانا کسی طرح جائز نہیں۔ لیکن اس کی قطعاً پرواہ نہ کرتے ہوئے انہوں نے نہ صرف ہر جگہ خود فتنہ و فساد برپا کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی جیسا کہ مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہے بلکہ مسلمانوں کے مظالم کی جھوٹی داستانیں وضع کر کے انہیں بدنام کرنے کی بھی کوشش کی۔ اور بیرون ریاست کے ہندوؤں نے ان فرضی داستانوں پر اعتبار کر کے وائسرائے تک فریادیں پہنچانی شروع کر دیں۔ چنانچہ حال ہی میں اسمبلی کے ہندو اور سکھ ارکان نے اس قسم کا مکتوب وائسرائے کی خدمت میں بھیجا ہے۔ جس پر مقامی اینگلو انڈین معاصر سول اینڈ ملٹری گزٹ نے تبصرہ کرتے ہوئے ان تمام شکایات کو جو اس مکتوب میں درج ہیں فرضی اور بے بنیاد قرار دیا ہے ایسا ہی ۴ر فروری کے "سٹیٹسمین" میں کسی انگریز نامہ نگار نے صفائی کے ساتھ ہندوؤں کے ان بیانات کی تردید کی ہے۔ جن میں ۱۲۔ گوردواروں کے اور ہندوؤں کی جائدادوں کے جلا دیئے جانے کا ذکر ہے۔ اس کا بیان ہے کہ صرف ایک گوردوارہ اور ایک ہندو کا گھر جلا دیا گیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ نیم سرکاری (ریاستی) رپورٹ مظہر ہے کہ پانچ پولیس کے آدمی جان سے مار دیئے گئے اور ان لاشیں غائب کر دی گئیں۔ حالانکہ کوئی پولیس مین مفقود الخبر نہیں ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوؤں اور خود حکام ریاست کے مدنظر مسلمانوں کو بدنام کر کے اپنی تباہ کن کارروائیوں کو حق بجانب ثابت کرنا ہے۔ کیا حکومت برطانیہ ان کھلے واقعات اور شواہد کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ کرے گی۔

اقتصادی تنزل

گزشتہ دو تین سال سے اقتصادیات عالم میں جو حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو رہا ہے۔ اس کا یہ نمایاں اثر ہے۔ کہ ہندوستان کی درآمد و برآمد دن بدن روبہ تنزل ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں کل ۱۲۱٫۳۵ لاکھ روپے کی اشیا ہندوستان میں باہر سے آئیں حالانکہ ۱۹۳۰ء میں ۱۵۹٫۵۸ لاکھ کی اور اس سے پیشتر ۱۹۲۹ء میں ۲۴۵٫۱۷ لاکھ کی اشیا باہر سے آئی تھیں گویا دو سال پہلے کی نسبت ہندوستان کی درآمد قریباً نصف رہ گئی ہے اس ضمن میں برطانوی کپڑے کی تجارت پر نمایاں اثر پڑا ہے ۱۹۲۹ء میں ہندوستان نے ۱۴۴٫۱۵ لاکھ کا کپڑا منگوایا ۱۹۳۰ء میں ۶۲٫۲۹ لاکھ کا اور ۱۹۳۱ء میں ۱۹٫۳۴ لاکھ کا۔ گویا گزشتہ دو سال میں کپڑے کی درآمد میں قریباً ⅔ کی کمی واقع ہوگئی۔

اس تنزل کے اسباب کیا ہیں؟ "پرتاپ" جیسے قوم پرست اخبار کی رائے ہے کہ "دنیا بھر میں لوگوں کی خرید کی طاقت گر رہی ہے اور سول نافرمانی یا کانگرس کے کسی پروپیگنڈا کا نتیجہ نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی "پروپیگنڈا پولٹیکل حالات" اور گورنمنٹ کی سختگیری کو بھی اس نے تجارتی مشکلات میں "اضافہ" کی ایک حد تک وجہ قرار دیا ہے۔

یہ تبلیغ ہے یا تقیہ؟

ایمان کا نقص" بمعنے "کفر"

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

عقیدۂ تکفیر اور میاں صاحب

الفضل ۲۸ مجریہ ۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۳۲ء میں جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان کی ایک تقریر چھپی ہے جس سے بعض دوستوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ میاں صاحب موصوف نے اپنے عقیدۂ تکفیر مسلمانان عالم میں تبدیلی کر لی ہے۔ کاشکہ ایسا ہوتا تو ہمیں بڑی خوشی ہوتی۔ لیکن میری رائے میں جناب میاں صاحب اپنے عقیدہ تکفیر سے ایک انچ بھی نہیں کھسکے۔ ہمارے دوستوں کو جہاں سے غلطی لگتی ہے وہ یہ امر ہے کہ ایک زمانہ تھا جب میاں صاحب بڑے زور سے فرمایا کرتے تھے کہ غیر احمدی مسلمانوں کو صاف صاف سنا دو کہ تم کافر ہو جب تک تم انہیں کافر نہ کہو گے انہیں احمدیت میں داخل ہونے کے لئے کوئی اور بات محرک ہو ہی نہیں سکتی۔ اب جو یکبارگی میاں صاحب نے اپنے مریدوں کو یہ حکم دیا کہ جب غیر احمدی مسلمانوں کو تبلیغ کیا کرو تو انہیں یہ نہ کہا کرو کہ تم کافر ہو بلکہ اپنی ایک خاص اصطلاح بنا لو جس کے معنے کفر کے ہوں۔ تو جب مسلمانوں کو کافر کہنے کی ضرورت ہوا کرے تو وہ اصطلاحی الفاظ استعمال کر لیا کرو۔ اسی حکم سے ہمارے دوست دھوکا کھا گئے۔ وہ سمجھے شاید میاں صاحب نے عقیدۂ تکفیر کو تبدیل کر لیا لیکن انہیں واضح ہو کہ میاں صاحب کی اولوالعزمی ان امور سے مانع ہے۔ عقیدہ کی تبدیلی بلکہ دعوے کی تبدیلی کا داغ تو حضرت مسیح موعود کے دامن پر ہی ہمارے قادیانی دوستوں کی نگاہ میں زیب دیتا ہے۔ خلیفہ صاحب بھلا ایسی کمزوری کا ارتکاب کریں یہ کیونکر ممکن ہے۔

سیاسی اور "اصطلاحی مسلمان"

یہ سچ ہے کہ عرصہ سے جناب میاں صاحب اس امر کو محسوس کر چکے ہیں کہ ان کا عقیدۂ تکفیر غیر احمدی مسلمانوں میں ان کے خلاف جذبۂ نفرت و بیزاری پیدا کرتا ہے۔ لیکن میاں صاحب بیچارے بزعم خود قرآن کے فتوے سے مجبور ہیں جو شخص نبی وقت کو نہ مانے اسے وہ کافر نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ اس لئے تنگ آ کر انہوں نے کئی ایک اصطلاحات تجویز کیں جن کے استعمال سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یعنے مسلمانوں کو کافر بھی کہہ لیں اور انہیں پتہ بھی نہ لگے۔ کہ ہمیں کافر کہا گیا۔ چنانچہ ایک اصطلاح نکالی "سیاسی مسلمان" یعنے قرآن کی رو سے کافر اور سیاست کی رو سے مسلمان۔ ایک اور اصطلاح گھڑی "ٹکنیکل یا اصطلاحی مسلمان" یعنے جب مسلمان اپنا نام مسلمان رکھتے ہیں تو ہم مجبور ہیں کہ انہیں اسی نام سے پکاریں۔ جو انہوں نے اپنا نام رکھا ہوا ہے۔ یعنے اگرچہ ہم قرآن کی رو سے ان کے اندر اسلام کی حقیقت نہیں پاتے اور قرآن نے جو امت محمدیہ کا نام هو سمّٰكم المسلمين کے ماتحت مسلمان رکھا تھا اس کے لحاظ سے ان کو مسلمان کہنا درست نہیں بلکہ کافر کہنا ٹھیک ہے لیکن چونکہ وہ اپنا نام مسلمان رکھتے ہیں اس لئے ہم مجبور ہیں کہ ان کے رکھے ہوئے نام سے انہیں پکاریں۔ مثلاً کسی شخص کا نام اگر بہادر ہو تو خواہ وہ کتنا ہی بزدل ہو لیکن چونکہ اس نے اپنا نام بہادر رکھا ہوا ہے اس لئے اسی جائز نام سے ہم مجبور ہیں کہ اسے پکاریں۔

ایک نئی اصطلاح

یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جناب میاں صاحب اپنے عقائد کے پھیلانے میں سخت ناکام ہوئے ہیں اور اس ناکامی کو چھپانے کے لئے یہ ساری تدبیریں ہو رہی ہیں۔ تقریر زیر بحث میں بھی ایک نئی اصطلاح جناب میاں صاحب نے گھڑی ہے۔ جو سب سے عجیب اور مغالطہ انگیز اور تقیہ کے لئے بہترین ہتھیار ہے۔ پہلے وہ خاص حصہ تقریر کا نقل کئے دیتا ہوں جو زیر بحث ہے۔

"مثلاً اگر یوں کہیں کہ مسلمانوں میں یہ نقص اور یہ کمزوریاں پیدا ہو گئیں اور ان کے ایمان میں نقص آ گیا ہے تو ہر شخص اسے تسلیم کرے گا لیکن اگر چڑ کے اسے خواہ مخواہ کہا جائے کہ تم کافر ہو تو وہ متنفر ہو جائے گا۔ جب کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ ایمان کا ایک درجہ ہے وہ اس میں نہیں ورنہ کئی باتیں ایمان کی اس میں پائی جاتی ہونگی۔ جس طرح ایک طالب علم امتحان میں پانچ نمبروں کی کمی کی وجہ سے بھی فیل ہو جاتا ہے اسی طرح وہ بھی ایمان میں نقص کی وجہ سے مومن نہیں کہلا سکتا۔ تو نقص تسلیم کرنے کے لئے ہر شخص تیار رہیگا اور پھر اس کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہو سکے گا۔"

اس تقریر میں جو نئی اصطلاح تقیہ کی خاطر گھڑی گئی ہے وہ ہے "ایمان کا نقص" جسے "کفر" کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں "جب کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایمان کا ایک درجہ ہے وہ اس میں نہیں۔ ورنہ کئی باتیں ایمان کی اس میں پائی جاتی ہونگی جس طرح ایک طالب علم امتحان میں پانچ نمبروں کی کمی کی وجہ سے فیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ایمان میں نقص کی وجہ سے مومن نہیں کہلا سکتا۔"

حضرت مسیح موعود کا عقیدہ

اللہ اللہ کہاں تو حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب جس کی تائید میں حضور حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب پیش کیا کرتے تھے۔ کہ جس میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو اسے بھی کافر نہ کہو اور ادھر میاں محمود احمد صاحب کا مذہب دیکھو کہ ایمان کے سو نمبروں میں سے اگر پانچ نمبروں کی کمی بھی ہو بلکہ صرف ایک درجہ کی کمی ہو تب بھی وہ مومن نہیں کہلا سکتا ہم اسے کافر کہیں گے لہذا ہم اگر کسی کو یوں کہدیں کہ تیرے "ایمان میں نقص" ہے تو اس کے صاف معنے یہ ہوں گے کہ تو "کافر" ہے۔ لہذا جب مسلمانوں کو کافر کہنے کی تڑک اٹھے تو یوں کہکر دل کا بخار نکال لیا کہ ان کے "ایمان میں نقص" ہے۔

ایمان میں نقص اور کفر

میاں صاحب کے اپنے الفاظ بھی عرض کئے دیتا ہوں:۔

"مثلاً اگر یوں کہیں کہ مسلمانوں میں یہ نقائص اور یہ کمزوریاں پیدا ہو گئیں اور ان کے ایمان میں نقص آ گیا ہے تو ہر شخص اسے تسلیم کرے گا لیکن اگر چڑ کے اسے خواہ مخواہ کہا جائے کہ تم کافر ہو تو وہ متنفر ہو جائیگا جب کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایمان کا ایک درجہ ہے وہ اس میں نہیں"

دیکھئے مسلمانوں کو کافر کہنے کا کیسا اچھا طریقہ مسلمانوں کو سکھایا اس طرح وہ خود بھی مسلمانوں کو کافر کہہ لیا کریں گے اور ان بدبخت مسلمانوں سے بھی اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو کافر کہلا لیں گے اور انہیں پتہ بھی نہیں لگے گا۔ جب ایک قادیانی مبلغ مسلمانوں کی ہمدردی میں بیقرار ہو کر کہے گا کہ دیکھئے بھائی صاحب مسلمانوں کے "ایمان میں نقص" آ گیا ہے تو مخاطب غیر احمدی مسلمان بھی اس ہمدردی سے متاثر ہو کر کہہ اٹھے گا کہ واقعی مسلمانوں کے "ایمان میں نقص" آ گیا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہو گا کہ قادیانی مبلغ تو ایمان کے نقص سے مراد لیگا کہ یہ لوگ کافر ہیں کیونکہ نبی وقت پر ایمان نہیں لائے۔ اور غیر احمدی مسلمان ایمان کے نقص سے مراد لے گا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں البتہ ان کے ایمان میں جو کمزوریاں نظر آتی ہیں وہ ایمانی کمزوری کا نتیجہ ہیں۔

یہ تبلیغ ہے یا تقیہ؟

لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طریق کے اختیار کرنے میں کیا نفع مدنظر ہے۔ اگر قادیانی مبلغ نے مسلمانوں کے متعلق کہہ لیا کہ ان کے ایمان میں نقص ہے جس کا اصلی مفہوم اگرچہ کافر ہے لیکن مخاطب غیر احمدی مسلمان نے اس کے اس مفہوم کو نہ سمجھا اور کسی اور مفہوم سے متاثر ہو کر وہی فقرہ دہرا دیا۔ تو اس میں نبی وقت کی تبلیغ تو نہ ہوئی۔ اس میں تو مسلمانوں کی عام کمزوریوں اور نقائص کا ذکر آیا اور مخاطب نے یہی سمجھا۔ تو اس کے معنے سمجھانا اور تبلیغ کرنا تو نہ ہوئے جب متکلم کا صحیح مفہوم مخاطب نہ سمجھے گا تو اس کا اقرار یا انکار بالکل بے معنے ہے۔ تبلیغ کے تو معنے ہیں اپنا مافی الضمیر مخاطب کو سمجھا دینا جب سمجھایا تو نہیں بلکہ کوشش یہ کی کہ وہ اصلی حقیقت کو نہ سمجھے۔ تو یہ تبلیغ تو نہ ہوئی بلکہ تقیہ ہو گیا۔ ایسی صورت میں کسی مبلغ کو نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس نے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے فرض تبلیغ سے قاصر رہا۔ اور حقیقت میں وہ تقیہ کے ذریعے سے مخاطب کو دھوکا دے رہا ہے۔

یہ کفر دون کفر نہیں بلکہ کفر مطلق ہے

اور مخاطب تو خیر جب دھوکا کھائے گا تب کھائے گا خود ہمارے دوست دھوکا کھا گئے۔ انہوں نے جب میاں صاحب کو یوں کہتے سنا کہ "اگر ہم یوں کہیں کہ مسلمانوں میں یہ نقائص اور کمزوریاں پیدا ہو گئیں اور ان کے ایمان میں نقص آ گیا تو ہر شخص اسے تسلیم کرے گا"، تو وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید میاں صاحب کفر دون کفر کے قائل ہو گئے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے کو وہ وہی مقام دینے لگے ہیں جو مسلمانوں کی دوسری کمزوریوں اور نقائص کو دیتے ہیں۔ لیکن یہ میرے دوستوں کی غلط فہمی ہے۔ آگے کی عبارت پڑھو تو مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ "لیکن اگر چڑ کے اسے خواہ مخواہ کہا جائے کہ تم کافر ہو تو وہ متنفر ہو جائے گا۔ جب کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایمان کا درجہ ہے وہ اس میں نہیں۔ ورنہ کئی باتیں ایمان کی اس میں پائی جاتی ہونگی۔ جس طرح ایک طالب علم امتحان میں پانچ نمبروں کی کمی کی وجہ سے بھی فیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ایمان میں نقص کی وجہ سے مومن نہیں کہلا سکتا۔" اب اگر میاں صاحب کفر دون کفر کے قائل ہوتے تو کسی کی عملی کمزوری پر جو فتویٰ لگتا ہے وہ فتوے یہاں پیش کرتے۔ کسی کی عملی کمزوری پر اسے کافر نہیں کہا جاتا۔ اس کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مومن نہیں کہلا سکتا

یعنے دوسرے لفظوں میں وہ خارج از اسلام ہے۔ کوئی شخص اگر کسی فرض میں کوتاہی کرے۔ تو وہ کفر دون کفر کا مصداق ضرور ہوگا لیکن کفر دون کفر کی وجہ سے اسے "کافر" نہیں کہا جاتا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ "وہ مومن نہیں کہلا سکتا"۔ اگر اعمال کی کمزوری اور نقائص پر کافر بننے لگیں تو غیر احمدی کیا خود میاں صاحب کے مریدین سے بہت کم نکلیں گے جو مومن کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ خود قرآن نے اعمال کی نسبت فرمایا ہے "ومن ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ" کہ جس کی نیکیوں کا وزن بڑھ گیا وہ دل پسند زندگی میں ہوگا۔ تو بدی اور عملی کمزوری کا احتمال تو مومن میں بیدا ہوگیا۔ تو پھر اعمال کی کمزوری اور نقائص تو ایسی چیز نہ ہوئے جس پر کافر ہونے کا فتوے لگ سکے۔ پس یہاں میاں صاحب جو ایک مسلمان کے کافر ہونے کا اور مومن نہ کہلا سکنے کا فتوے دے رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ عملی کمزوریوں کو مد نظر رکھکر فتوے نہیں دے رہے بلکہ نبی وقت پر ایمان نہ لانے کو سامنے رکھکر یہ فتوے دے رہے ہیں۔ لہذا یہ کفر دون کفر نہیں ہے بلکہ کفر مطلق ہے جس سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

تکفیر کی تلوار ریشم میں

رہ گیا یہ کہ پھر عام مسلمانوں کی عملی کمزوریوں اور نقائص کا ذکر کیوں کیا یہ اور بات ہے۔ یہ محض ریشم ہے جس میں عقیدہ لپیٹا گیا ہے۔ میاں صاحب کی ہدایت کے ماتحت ان کے مبلغ نے فرض کرو ایک غیر احمدی مسلمان سے اس کو مغالطہ میں ڈالنے کیلئے ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ مسلمانوں کی عملی کمزوری کا ذکر کیا۔ کہ "دیکھو ان کے ایمان میں نقص آگیا ہے" وہ کہے گا "ہاں صاحب ایمان میں نقص نہ ہوتا تو یہ کمزوریاں کیوں ہوتیں"۔ اس پر قادیانی مبلغ دل میں خوب ہنسے کہ کیا الّو بنایا! ایمان میں نقص کا کلمہ اس کے منہ سے نکلوا لیا جو کافر کے قائم مقام ہے۔ اس نئی اصطلاح کے صدقہ میں ہم نے خود بھی سب مسلمانوں کو کافر کہہ لیا اور اس احمق سے بھی کہلوا لیا۔ اور یہ ناراض بھی نہ ہوا۔ لیکن درحقیقت یہ اپنے نفس کو دھوکا دہی ہے۔ جب اگلا آدمی بات کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں تو اس کا ناراض ہونا یا نہ ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ بات کا مزا تو جب تھا کہ اصل مفہوم اس کے ذہن نشین ہو جاتا۔ اور وہ ناراض نہ ہوتا۔ لیکن عقیدہ تکفیر وہ خنجر براں ہے کہ اسے چاہے لاکھ ریشم میں لپیٹ کر پیش کرو جگر کے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ لیکن جب ریشم اتنا زیادہ لپیٹ دیا جائے کہ اس کی دھار ہی محسوس نہ ہو تو وہ تقیہ ہوا تبلیغ نہ ہوئی۔

تبلیغ کیا ہے؟

شاید میرے دوست یہ کہیں کہ یہ احسن طریقہ تبلیغ کا ہے کہ کسی بات کو نرم لفظوں میں پیش کیا جائے۔ تو میں کب کہتا ہوں کہ نرم لفظوں میں نہ پیش کرو مگر خدا کے لئے پیش تو کرو۔ اس کا نام تبلیغ نہیں کہ مخاطب اصل حقیقت کو سمجھے ہی نہیں اور وہ متکلم کے معنے کچھ اور سمجھ لے۔ تقیہ اسی کا نام ہے۔ کہ کہنے والا ایسا چھپا کر بات کرتا ہے کہ مخاطب اس سے وہ نہیں سمجھتا جو کہنے والے کے دل میں ہے۔ تبلیغ تو یہ ہے کہ ہم اپنے مافی الضمیر کو دوسرے کو سنا دیں پہنچا دیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے سختی سے پہنچا دیں یا نرمی سے۔ میں کہتا ہوں نرمی سے پہنچاؤ۔ لیکن پہنچاؤ تو سہی۔ اگر مخاطب آپ کی بات کو نہ سمجھا اور اس سے کچھ اور سمجھ گیا تو یہ تبلیغ تو نہ ہوئی اور آپ نے اگر عمداً ایسا طریق اختیار کیا جس سے وہ آپ کے مافی الضمیر کو نہ سمجھ سکے تو یہ صاف تقیہ ہے۔ تقیہ کے سر میں اور کیا سینگ ہوا کرتے ہیں۔

تقیہ کا طریق

بات یہ ہے کہ میاں صاحب اپنے اس رسوائے عالم عقیدہ کو پیش کرنے سے اب کتراتے ہیں۔ بے شک وہ اپنے اس عقیدہ کو پیش کرکے دیکھ لیں اور جتنے نرم لفظوں میں چاہیں پیش کرکے دیکھ لیں اور دیکھ کیا لیں دیکھ لیا۔ نفرت ہی بڑھے گی۔ بڑے پیار سے کسی مسلمان کو کہہ دیکھو "کہ میرے پیارے میں تمہاری محبت میں فنا ہو چکا ہوں اور رات دن دعا کرتا رہتا ہوں کہ خدا تمہیں کافر سے مسلمان بنائے۔ جب سے تم مسیح موعود کے انکار سے کافر ہوئے ہو میں رو رو کر دریا کی طرح بہا چلا جا رہا ہوں تم بھی تو ذرا اپنے کافر ہونے کا کبھی خیال کرو۔ اور اسلام میں داخل ہونے کے لئے قدم اٹھاؤ"۔ دیکھو وہ تمہاری کیا گت بناتا ہے یہ عقیدہ تو تیغ براں ہے دیشی ہوا نہیں اور اس لئے محبت اور اتحاد کو کاٹتا نہیں۔ ہاں اگر یہ عقیدہ ہی نہ پیش کرو بلکہ ایسے الفاظ استعمال میں لاؤ جس سے مخاطب یہ سمجھے کہ یہ مسلمانوں کے عام نقائص اعمال اور ایمانی کمزوریوں پر بحث کی جا رہی ہے۔ تو پھر معاف کیجیئے تبلیغ نہیں تقیہ ہے۔ تم نے یہ مان لیا کہ یہ عقیدہ ایک کھوٹا سکہ ہے۔ جو زمانہ میں چل نہیں سکتا وقت آئے گا بلکہ تقریباً آگیا ہے کہ میاں صاحب اپنے عقائد خصوصی کی تبلیغ بابیوں اور بہائیوں کی طرح سینہ بسینہ کیا کریں گے اور حسن بن صباح کے فدائیوں کی طرح جو فدائی جتنا زیادہ اپنے اخلاص اور فدائیت کا ثبوت دیتا جائے گا۔ اتنا ہی صحیح عقائد کا انکشاف اس پر بیش از بیش ہوتا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود پر الزام

مجھے سب سے زیادہ افسوس جس بات پر ہوا ہے وہ اس حصۂ مضمون پر ہے جس میں جناب میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ بھی اپنے دعوئے نبوت کو پیش کرنے میں اسی تقیہ اور مغالطہ انگیزی کو کام میں لایا کرتے تھے۔ ذرا یہ فقرے ملاحظہ ہوں۔

> "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بعض باتیں ایسے رنگ میں لکھی ہیں کہ لوگ انہیں سمجھ جائیں اور کسی کی دل آزاری بھی نہ ہو مثلاً آپ نے جو تشریحات نبوت کی ہیں ان کے یہ معنے نہیں کہ آپ دنیا سے ڈرتے تھے۔ بلکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ نبوت کو ایسے رنگ میں پیش کریں کہ لوگ الفاظ میں الجھ نہ جائیں ایسا طریق اختیار کریں کہ بغیر اس کے کہ سچائی کا ایک ذرہ بھی چھوڑیں اصل بات بیان کر دی جائے تاکہ لوگوں کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے"۔

یعنے حضرت مسیح موعود نے جو اپنے دعوئی نبوت کے متعلق بار بار انکار کیا۔ یہ محض ایسی تشریح تھی جس سے لوگوں کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے۔ ورنہ وہ مدعی نبوت یقیناً تھے مثلاً ازالۂ اوہام میں جو یہ فرمایا کہ "نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے" یہ محض ایک تشریح اس رنگ میں تھی جس سے لوگوں کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے ورنہ نبوت کا دعوےٰ یقیناً تھا۔ اور با ایں ہمہ نبوت کے دعوئے کا انکار کرکے انہوں نے بقول میاں صاحب سچائی کا ایک ذرہ بھی نہیں چھوڑا۔

اسی طرح حمامۃ البشریٰ میں جو تحریر فرمایا کہ "ان ھٰؤلاء قد افتروا علیّ وقالوا ان ھذا الرجل یدعی انہ نبیٌ۔ کہ یہ لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے" یہ سب بقول میاں صاحب دعوئے نبوت کی تشریح تھی۔ ورنہ وہ مدعی نبوت ضرور تھے اور باایں ہمہ دعوئ نبوت کو افترا بتانے میں انہوں نے بقول میاں صاحب سچائی کا ایک ذرہ بھی نہیں چھوڑا۔

اسی طرح مولوی غلام دستگیر قصوری کے مباہلہ کے وقت جو اشتہار میں یہ فقرہ فرمایا کہ "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں . . . . غرضکہ جبکہ نبوت کا دعوےٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے"۔ یہ لعنتیں بھی دعوئ نبوت کی محض ایک تشریح ہو جو صرف ایسے رنگ میں پیش کی گئی ہے کہ لوگوں کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے اور باانیہمہ یہ کمال ہے کہ سچائی کا ایک ذرہ بھی نہیں چھوڑا۔

اور حقیقۃ الوحی میں یہ جو فرمایا ہے کہ "سمیت نبیًا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" کہ اللہ کی طرف سے میرا نام نبی مجاز کے طور پر رکھا گیا نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ اور اسی کتاب میں یہ جو فرمایا کہ "ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعًا لفظیا ... ولعنۃ اللہ علیٰ من ادعیٰ خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعھا لعنۃ الناس والملائکۃ۔ کہ میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور یہ اہل سنت کے اکابر کے نزدیک مسلم ہے۔ پس یہ صرف نزاع لفظی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس کے خلاف ذرہ بھر دعوےٰ کرے اور ساتھ ہی تمام لوگوں اور فرشتوں کی لعنت اس پر ہو" یہ بھی محض دعوئ نبوت کی تشریح ہے جس سے لوگوں کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے اور باانیہمہ سچائی کا ایک ذرہ نہیں چھوڑا گیا۔

کثرت مکالمہ اور نبوت

ممکن ہے حقیقۃ الوحی کی آخری عبارت محولہ پر میاں صاحب کہدیں کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ ہی تو نبوت ہے۔ اور دیکھو کیسی خوبصورتی سے دعوئ نبوت پیش بھی کر گئے اور اہل السنت والجماعت کو پتہ بھی نہ لگا تو میں یہ عرض کرونگا کہ کیا اکابر اہل السنت کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو ہی نبوت کہا کرتے ہیں اور اگر وہ بھی اسی کو نبوت کہا کرتے ہیں۔ تو حضرت صاحب لعنت کس دعوے پر کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ جو اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے اس کے مدعی کو مدعی نبوت نہیں کہا جاتا۔ اسی لئے حضرت فرما رہے ہیں کہ جس چیز کا نام مجازی طور پر نبوت میں نے رکھا ہے وہ محض کثرت مکالمہ مخاطبہ ہے اور یہ تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اور جس کو اکابر اہل سنت دعوے نبوت کہتے ہیں اس کے مدعی پر لعنت ہے۔

کیا نبی اسی طرح دعوے کرتے ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود کا یہ مطلب نہ تھا جو میں نے بیان کیا بلکہ وہ نہایت چالاکی سے یا خوبصورتی سے اپنے دعوے نبوت کو اس رنگ میں پیش کر رہے تھے کہ لوگوں کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے تو فرمائیے کیا یہ تبلیغ دعوئ نبوت کہلائے گی کہ جس سے مخاطب یہ دھوکا کھا جائے کہ متکلم کا دعوے نبوت کا نہیں ہے۔ یا یہ تقیہ ہے جو روافض سے مخصوص ہے۔ کیا دنیا میں کوئی نبی ایسا گذرا ہے۔ جو اپنے دعوئے نبوت کو اسی رنگ میں پیش کرے کہ مخاطب اس سے یہ سمجھے کہ یہ نبوت کا مدعی نہیں ہے اور وہ نبی یہاں تک تقیہ سے کام لے کہ مدعی نبوت

پر لعنتیں بھی بھیجے۔ کیا نبی لوگ اسی طرح اپنے دعویٰ نبوت کی تشریحات کیا کرتے ہیں کیا قرآنی حکم بلغ ما انزل الیك وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کے ماتحت اسی طرح رسالت پہنچائی جاتی ہے'۔ حالانکہ خدا تو کہتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دے۔ اور اگر نہیں پہنچایا تو تو نے خدا کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔ اور لوگوں کے احساسات کی خاطر کیا نبی یہی کیا کرتے ہیں کہ اپنا دعویٰ اس رنگ میں لوگوں کو سنایا کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا دعوے نبوت کا نہیں اور نبی کے مرنے کے بعد بعض اس کے جانشین لوگوں کو بتایا کرتے ہیں کہ دعویٰ تو نبوت کا تھا۔ صرف تمہارے احساسات کو ٹھیس نہ لگنے کی خاطر ایسے الفاظ میں کیا گیا کہ تم غلط مطلب سمجھتے رہے۔ . . . . اور تمکو یہ سمجھ آتا رہا کہ نبوت کے دعوے کا انکار کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا میاں صاحب بھی اسیطرح کے مدعی ہیں

اگر نبیوں کا یہی طریق ہوا کرتا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ جناب میاں صاحب کا دعویٰ بھی نبی اور مامور من اللہ اور مصلح موعود ہونے کا ہو اور یا تو انہیں ابھی تک سمجھ نہ آئی ہو یا لوگوں کے احساسات کی خاطر وہ ایسی تشریحات کرتے رہتے ہیں جس سے یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ ان کا ایسا دعوے نہیں اور بعد میں آنے والا کوئی خلیفہ اس راز پر سے پردہ اٹھائے۔ اور بتائے کہ درحقیقت وہ مامور من اللہ اور مصلح موعود تھے۔ کیونکہ باتیں تو وہ ایسی ہی کیا کرتے تھے جیسے کہ مامور من اللہ اور نبی کی ہوا کرتی ہیں۔ اور اپنی پوزیشن بھی ویسی ہی قایم کر رکھی تھی البتہ جانتے نہ تھے کہ نبی یا مامور اسی قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ یا لوگوں کے احساسات کو ٹھیس لگنے کے خیال سے گول مول باتیں کر جاتے تھے۔ اس لئے کیا بہتر نہ ہوگا کہ مریدان خاص با اخلاص کسی تخلیہ کے وقت میں اس گتھی کو سلجھا لیں اور صاف عرض کر دیں کہ حضور ہمارے جذبات کو ٹھیس لگنا کجا ہم تو رات دن خدا سے یہ منا رہے ہیں کہ آپ کہیں نبی نہیں اور مصلح موعود قرار پائیں تو غیر احمدی مسلمانوں کی طرح رہے سہے پیغامی بھی کافروں کے ذیل میں جا پہنچیں۔ اور ہم اصحاب نبی کا رتبہ پائیں۔

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

شیخ محمد عبد اللہ سے سپیشل کلاس چھین لیگئی

سرینگر ۱۳ ار فروری۔ اس امر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ مفتی جلال الدین صاحب ۵ ہزار روپیہ کی ضمانت پر رہا کر دیئے گئے ہیں۔ غلام نادر صاحب کی گرفتاری اور شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی ڈاک روک لے جانے کی بھی تصدیق ہو چکی ہے۔ لیکن شیخ صاحب کی میعاد سزا کے بڑھائے جانے کی تردید کی گئی ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شیخ صاحب کو سپیشل کلاس دیئے جانے کی رعایت واپس لے لی گئی ہے۔ تمام کشمیر میں جمعہ کا روز امن و امان سے گزر گیا کل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہندواڑہ میں گئے۔ اس جگہ کی تازہ ترین سرکاری خبر مظہر ہے کہ وہاں بالکل امن و امان ہے۔ لیکن وہاں کے تازہ فسادکی افواہیں بھی شہر میں اڑ رہی ہیں سرکاری طور پر اس کی ابھی تک تصدیق نہیں ہوتی۔

مسلمان اور موجودہ حالات

(از جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس لاہور)

الحمد للہ کہ ماہ رمضان کے فریضہ سے ابھی ہم سبکدوش ہوئے ہیں اور عید کے موقعہ پر ہم نے خوشی منائی ہے اور ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے ہیں جیسے کہ دوکاندار اور بیوپاری سال بھر کے بعد اپنے حساب کتاب کی پڑتال کرتا ہے۔ اور اپنے نفع نقصان کی جانچ کرتا ہے۔ ویسے ہی ہم مسلمانوں کو اپنی قومی حالت کا بھی اندازہ کرنا چاہیئے کہ سال گذشتہ میں ہماری کیا حالت تھی اور اب کیا ہے۔ تھوڑے سے تدبر سے بھی یہ یقینی طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بہ حیثیت قوم کے مسلمانوں کا قدم آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے جا رہا ہے۔ اور ہم نے سال بھر میں کوئی بھی ترقی نہیں کی۔ بلکہ تنزل کیا ہے۔ اور ہمارے آپس کے تشتت اور بغض و عناد کیوجہ سے ہمارا قدم آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے جا رہا ہے۔

اگر ہم نے پہلے اپنی حالت کو سنوارنے کا فکر نہیں کیا تو آؤ اس نئے سال ہی کی ابتدا بہترین طریق سے کریں اور جیسے کہ عید کے موقع پر ضروری ہے کہ ہم جیسے کہ ظاہری طور پر ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ اور مسجد میں باہم ملکر صف آرا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ہمارے دل بھی مل جائیں۔ اور ہم کدورتیں اور کاوشیں دور کر دیں۔ اور آپس کے بغض و عناد کیوجہ سے قومی تحریکوں اور قومی کاموں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

قرآن مجید کا حکم

اسلئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کے حکم واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (یعنی اللہ تعالےٰ کے رسے اسلام کو مضبوط پکڑو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو) کے حکم پر عمل پیرا ہوں اور اپنے موجود تشتت اور افتراق کو چھوڑ دو۔ تم کو تو شرق اور غرب کے مسلمانوں کو ایک کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کل نسل انسانی کے لئے تھی اور کل بنی نوع انسان کو ایک ہی مرکز پر جمع کرنیکا ان کا مقصد تھا۔ مگر اس وقت ہماری کیا حالت ہے۔ بجائے اسکے کہ تمام دنیا کیلئے ایک نمونہ بنتے جیسے کہ ہمکو قرآن مجید کا حکم تھا ہم اسوقت اپنے اعمال بد کی وجہ سے اس قومی افتراق اور اختلاف کیوجہ سے سب قوموں کے لئے باعث عبرت بنے ہوئے ہیں اور ہم میں نہ صرف یہ کہ دوسری قوموں کے ساتھ مودت و رحمت نہیں رہی۔ بلکہ ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ سلوک نہایت برا ہے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے تیار ہیں اور ملکر کام کرنا جانتے نہیں۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے اعتقادی اختلافات ہی ہمارے لئے موجب ننگ بنے ہوئے ہیں۔ مگر اب جبکہ ملکی حکومت اور سوراج کو حاصل کرنے کیلئے سب دوسری قومیں عملی رنگ میں باوجود گوناگوں اختلافات کے ایک ہو گئی ہیں۔ اور اپنی وحدت کا ثبوت دے رہی ہیں۔ اور ہم باوجودیکہ ہمارا قرآن ایک ہمارا خدا ایک ہمارا رسول ایک ہمارا قبلہ ایک ہمارے سینکڑوں اصول دین ایک مگر ہم ہیں کہ ایک دوسرے سے لڑنا اور جھگڑنا اور اپنی ذاتی اغراض کو قومی و ملی ضروریات پر مقدم کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ اسوقت جبکہ ایک دشمن کا مقابلہ ہو تب بھی ایک ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ باوجود اس قسم کے وحدت کے سامان کے ایک نہیں ہو سکتے اور دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوکر بھی ہم ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور ہماری آپس میں پھوٹ ہے۔ ان حالات میں ہم کسطرح سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔

تین بڑے مرحلے

عام پولٹیکل حقوق ۔ اس وقت تین بڑے مرحلے سامنے ہیں۔ (۱) ملک میں عام بیداری پیدا ہو چکی ہے اور ہماری ہمسایہ قوم یعنی اہل ہنود کے نہ صرف مرد بلکہ عورتیں اور بچے بھی اس قومی تحریک میں حصہ لے رہے ہیں۔ بلکہ بلا روک ٹوک سرفروشی سے کام لے رہے ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ خواب غفلت میں پڑے ہیں گویا کسی نشے میں بدمست و بدہوش ہیں۔ ہمکو نہ اپنے نفع نہ نقصان کی خبر ہے۔ اور نہ ہی کوئی عاقبت و انجام کا فکر ہے اگر اسوقت ہوش نہ سنبھالی اور اپنے گھر کی خبر نہ لی اور اپنے حقوق کی حفاظت نہ کی تو ہمارا کیا انجام ہوگا۔ اور آئندہ کس قسم کی ذلت نصیب ہوگی۔ بھیل، گونڈ، سانسیوں اور چوہڑوں اور چماروں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ یہ بھی کسی وقت میں ہندوستان کی حکمران قومیں تھیں۔ مگر مخالف حملہ آوروں نے انکو ایسا پچھاڑا اور ذلیل و خوار کیا کہ انکو پہاڑوں اور جنگلوں میں پناہ لینے کے سوائے نہ سوجھی اور یہی اقوام اسوقت اچھوت کہلاتی ہیں۔ اور کسی شمار میں نہیں۔ اگر ہم نے ہوش نہ سنبھالی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔ مگر حقیقتاً سچا مسلمان ذلیل نہیں ہو سکتا۔ ہماری مسلمانی میں فرق ہے۔ ورنہ ہمارا دین ایسا ہے اور ہمارے اصول ایسے مستحکم ہیں۔ کہ ہم سب سے بڑھ چڑھ کر رہنے کیلئے مامور ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

ہمارے سرحدی بھائی ۔ دوسری سخت ترین مصیبت جو ہمارے اوپر ہے۔ وہ ہمارے سرحدی بھائیوں کے متعلق ہے ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں اگر کوئی قوم زندہ کہلانے کی مستحق ہے تو وہ ہمارے سرحدی بھائی ہیں جو کہ نہ صرف اپنے عملی نمونہ کیوجہ سے اور صوبہ میں اپنی اکثریت کی وجہ سے بلکہ جسمانی طور پر بھی ایک جاندار قوم ہیں۔ اور مسلمانوں میں یہی وہ قوم ہے۔ کہ جس نے اسوقت سب سے بڑھ کر پولٹیکل جدوجہد میں حصہ لیا ہے اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی پر عمل پیرا ہیں۔ اور باوجودیکہ سخت سے سخت قوانین ان پر نافذ کئے گئے ہیں۔ اور انکی طاقت اور انکی مردمی کو کچل ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کیجا رہی ہے۔ اور انکی ننگ و ناموس بھی خطرہ میں ہے مگر وہ باوجود ہتھیار رکھنے کے حکومت کے مقابلہ میں ہتھیار نہیں اٹھاتے اور باوجود طاقت رکھنے کے طاقت کا استعمال نہیں کرتے اور پورے عدم تشدد پر کاربند ہیں۔ مگر ہم ہیں انکی کوئی مدد نہیں کر رہے۔ سرحد میں کم از کم چار لاکھ نفوس اس قسم کے پیدا ہو گئے ہیں۔ جنکو سرفروش کہا جا سکتا ہے مگر وہ اعلیٰ درجہ کا اخلاقی [illegible] دے رہے ہیں اور باوجود گولیاں

کھالنے اور ہر قسم کی سختی اور بے عزتی برداشت کرنیکے کسی مخالف کو کوئی تکلیف دینا جائز نہیں سمجھتے اور صبر و تحمل کا نمونہ اعلے پیمانہ پر دکھلا رہے ہیں۔

سرحد میں شیعہ، سنی، وہابی، احمدی قادیانی سب ایک ہیں۔ بلکہ ملاں اور غیر ملاں بھی ایک ہیں سوائے ایک فرقہ کے جس کو قوم فروش اور ایمان فروش کہنا چاہیئے جو اپنے مطلب کیلئے اس وقت قومی مفاد کیخلاف ہے اور سرحدی حکومت کے بیجا جبر و تشدد کو جائز و مباح سمجھتا ہے۔ مگر یہ فریق چونکہ اپنی ذاتی اغراض رکھتا ہے۔ اسلئے حکومت کا بھی سچا دوست نہیں ہو سکتا ہے۔ والا اس قسم کی کاروائی سے حکومت کو روکتا مگر اس میں وہ اپنا فائدہ سمجھتا ہے۔ اور اگرچہ جانتا ہے کہ آخر کار حکومت کو اس قسم کی کارروائیوں سے نقصان ہوگا۔ مگر کلمہ حق کہنے کیلئے تیار نہیں۔

کانگریس اور سرحدی مسلمان

گذشتہ دو سال سے جس جبر و تشدد کے نیچے سرحدی مسلمان ہیں اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسری ہندوستانی رعایا کے ساتھ جبر و تشدد نہیں ہوتا۔ سرحدی قانون کی کمیٹی کی رپورٹ کے باوجود سرحدی قانون اس وقت تک ان پر نافذ ہے۔ بلکہ ہنگامی قوانین کے نیچے بقول سر عبدالرحیم کئی سرحدی کی عزت و ناموس اور جان و مال محفوظ نہیں۔ پہلے تو سرحدی مسلمانوں کو بالشویک کا الزام دیکر ان پر جبر و تشدد روا رکھا جاتا تھا اب کانگریس کے نام سے ان پر ہر قسم کے ظلم و ستم [illegible] کئے جاتے ہیں۔ جو کہ برطانیہ کی بہترین روایات کے بالکل برخلاف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سوائے معدودے چند آدمیوں کے سرخ پوش جو کہ ان پڑھ ہیں۔ کانگرس کے مفہوم سے قطعاً نابلد ہیں۔

ہمارا فرض

آؤ اس وقت سرحدی مسلمانوں کے نمونہ سے فائدہ اٹھاؤ اور اسلام اور خدمت اسلام کے لئے شیعہ، سنی، وہابی، اہلحدیث قادیانی اور احمدی سب ایک ہو جاؤ اور اپنی وحدت ملی کا ثبوت دو اور اگر آپ اپنے سرحدی بھائیوں کی اور کوئی امداد نہیں کر سکتے تو کم از کم انکے لئے ہر نماز میں بلکہ نماز تہجد میں بھی درد دل سے دعا کرو کہ اللہ تعالےٰ ان پر رجوع برحمت ہو اور انکی مشکلات دور کرے اور انکو عزت و وقار کی زندگی نصیب کرے اور برٹش گورنمنٹ کیلئے بھی دعا کرو کہ انکو اللہ تعالےٰ چشم بصیرت عطا کرے اور جس قوم نے انکا ہر میدان میں ساتھ دیا ہے فرانس اور دیگر غیر ممالک میں جاکر انکی خاطر اپنا خون بہایا ہے نہ صرف اہل سرحد بلکہ آفریدی، مہمند اور دیگر یاغستان کے لوگوں کی ہڈیاں انکی ہڈیوں کے ساتھ مل گئی ہیں ان پر اس قسم کا جبر و تشدد روا نہ رکھیں اور خدا نے جو انکو اس ملک کی حکومت دی ہے وہ اپنے فرض کو بہترین صورت میں ادا کریں اور رعایا سے نیک سلوک کریں اور بے جا جبر و تشدد سے باز آویں۔

ہمارے کشمیری بھائی تیسرا مرحلہ ہمارے سامنے ہمارے کشمیری بھائیوں کا ہے جو اگرچہ صدیوں سے ایک جابر راجہ کی حکومت کے نیچے ہیں مگر گذشتہ چھ سات ماہ سے ہر قسم کا ظلم و تشدد ان پر روا رکھا جا رہا ہے اور وہ گولیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ اور بے خانماں ہو رہے ہیں۔ حکومت نے انکو اپنی طرف سے کچل ہی ڈالا تھا مگر خدا کی شان ہے کہ جنہوں نے [illegible] ان کے اندر مرکز بھیج [illegible] کے بعد ان میں زندگی کے آثار [illegible] انہوں نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا ہے اور ہر قسم کی قربانیاں بلاخوف و خطر کر رہے ہیں

ہمارا فرض۔ ہماری طرف سے انکی ہمدردی میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ احرار کی تحریک سے تین ماہ میں کم از کم چھبیس ستائیس ہزار نفوس جیل خانوں میں چلے گئے ہیں کشمیر کمیٹی نے بھی بے حد خدمت کی ہے نہ صرف قلم سے پروپیگنڈا کی صورت میں بلکہ روپیہ سے بھی کشمیری غریب بیواؤں اور یتیم بچوں کی امداد کی ہے۔ مگر ان تمام قربانیوں کا اس وقت تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ وہی ہمارا آپس کا افتراق و فساد ہم دشمن کے مقابلہ میں تو صف آرا ہیں۔ مگر آپس میں لڑ رہے ہیں اور قادیانی و غیر قادیانی وغیرہ کا قصہ چل رہا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اختلافی مسائل کو اگر شرافت سے حل کیا جائے تو بہتر بات ہے مگر اس مخالفت اور فسادات کو ایسے وقت میں جاری کرنا جبکہ دشمن کے مقابلہ پر ہم نے مورچے لگائے ہوئے ہوں۔ بالکل ناموزون اور ہماری تباہی کا موجب ہیں۔

ایک دوسرے سے بغلگیر ہو جاؤ

اسلئے اٹھو اور عید کے سبق کو پھر تازہ کرو اور سب شیعہ، سنی، احمدی، قادیانی اور اہل حدیث اور احرار وغیرہ اجرار سب ایک دوسرے سے بغلگیر ہو جاؤ۔ اس وقت اپنے اختلافات کو پس پشت ڈال دو اور اسلام کے مفاد [illegible] کو مدنظر رکھو۔ اور جیسے کہ نماز میں سب ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے دلوں کے اندر بھی یہی کیفیت پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو پھر نہ کشمیر میں اور نہ سرحد میں نہ پنجاب میں اور نہ ہندوستان کے کسی دوسرے حصہ میں ذلیل و خوار رہ سکتے ہو۔ نہ ہی ہم پر کوئی بے جا تشدد و جبر کی جرأت کر سکتا ہے۔

کامیابی کی راہ یہ ہے۔ جو بھیڑ باہر ہوگئی اس پر بھیڑیا حملہ آور ہوگا۔ مگر جو بھیڑیں ایک چرواہے کے ماتحت ہوں ان پر کوئی بھیڑیا حملہ آور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ جبکہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم جیسا ہمارا چرواہا ہو اور ہم سب اس کے جھنڈے کے نیچے ہوں تو تم کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ جو کچھ تکلیف اور مصیبت کہ ہم پر ہے ہمارے اپنے افتراق اور فساد کا نتیجہ ہے۔ آؤ اپنے دل سے سب کدورتیں دور کرو اور سب ایک خدا کے آگے سرنگوں ہو جاؤ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر دیکھو گے کہ گئی ہوئی عزت اور وقار ہمارا دنیا میں قائم ہو جاتا ہے اور ہم دنیا کی زندہ قوموں میں شمار ہوں گے۔ آمین۔

موضع گھگھو (جموں) کی مسجد مقفل کردی گئی

جموں ۲۷ فروری۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ موضع گھگھو (جموں) میں جہاں سکھ ہندو مہاجنوں نے ۲ سال قبل [illegible] پر بحالت نماز حملہ کر دیا تھا۔ اور امام مسجد کو ازالہ نہ کرنے کی صورت میں قتل کر دینے کی دھمکی دی تھی کل سے ہندو سود خوروں نے وہاں کی مسجد کی دربندی کر رکھی ہے اور قفل لگا دیا ہے مقامی مسلمان کل سے مسجد کا رخ تک نہیں کرتے۔ گویا ہندوؤں کی دراز دستی کی انتہا ہو گئی ہے۔ شہر میں مذکورہ واقعہ سے مسلمان بے حد پریشان ہیں۔ (نامہ نگار)

لنڈا اور [illegible] ۲۴ فروری۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ موضع [illegible] میں [illegible] حبیب اللہ صاحب و خواجہ امیر الدین صاحب کو گرفتار کرایا گیا ہے۔ [illegible] قوم کے نہایت ہمدرد ہیں۔ اور اس پر [illegible] سرگرمی سے حصہ لیتے تھے

(بقیہ صفحہ ۲)

مخالفین کا انجام

اس انقلاب کے ذریعہ بالمقابل جو جماعتیں مسلمانوں کی مخالفت کر رہی تھیں ان کا کیا انجام ہونا تھا وہ اگلی آیات سے ظاہر ہے۔ فرمایا قلوب یومئذ واجفۃ ابصارھا خاشعۃ۔ دل ہوں گے جو اس دن پریشان ہوں گے اور آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی اس میں ان کی پریشانی اور شرمندگی دونوں کا ذکر کیا ہے۔ صرف پریشانی ہی گر انسان کو ہو تو قابل برداشت ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ شرمندگی بھی ہو تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ یہی حالت ان کی آخر کار فتح مکہ کے وقت ہوئی ہے۔ اس دن انہیں پریشانی بھی تھی اور شرمندگی بھی۔

اعمال کی ذمہ داری سے بچنے کے بہانے

یقولون ءانا لمردودون فی الحافرۃ کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں لوٹائے جائیں گے۔ حفرۃ کھودی ہوئی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی کسی چیز میں عود کرنا بھی ہے، ءاذا کنا عظاما نخرۃ۔ کیا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے۔ قالوا تلک اذا کرۃ خاسرۃ۔ کہنے لگے یہ لوٹنا تو بڑا نقصان والا ہے۔ اس میں ان کی ذہنیت کا نقشہ کھینچا ہے یقولون سے شروع کر کے ان کا وہ اعتراض نقل کیا ہے۔ جو اعمال کی ذمہ داری سے بچنے کی خاطر کیا کرتے تھے۔ اور جن کا نتیجہ آخر انہوں نے یہ بھگتا کہ دنیا میں بھی وہ دن دیکھا جس میں پریشانی اور شرمندگی اٹھانی پڑی اور آخرت کا عذاب جو ہے سو الگ ہے۔ وہ اعمال کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے طرح طرح کی بات بنایا کرتے تھے۔ اور اپنے ضمیر کی آواز کو مارنے کے لئے کہدیتے تھے کہ جب مر کر ہڈیاں کھوکھلی ہو گئیں تو کیا ہم پھر واپس لوٹائے جائیں گے۔ یعنے یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ضمیر کی آواز اندر سے اٹھتی تھی کہ اگر مسلمان کا عقیدہ بعث بعد الموت سچا ہے تو پھر ہم تو بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ مطلب یہ کہ آخرت کا انکار محض اعمال کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے تھا۔ مری ہوئی ہڈیوں کے جینے پر اعتراض تو محض طفل تسلی تھی۔

زجر الٰہی اور اس کا اثر

فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم بالساھرۃ فرمایا اسکی تو یہی حقیقت ہے۔ کہ صرف ایک ڈانٹ ہوگی اور وہ میدان یا زمین پر موجود ہوں گے۔ اس میں اپنی قدرت کاملہ کا تذکرہ منظور ہے کہ خدا جب ایک کام کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا ایک حکم یا ایک ڈانٹ کافی ہوتی ہے۔ اور وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ دنیا میں بھی اس قدرت کاملہ کا ظہور ہوا کہ ایک الٰہی ڈانٹ میں سارا عرب مسخر ہو گیا اور آخر وہ دن آگیا۔ جب بڑے بڑے مغرور اور صاحب قوت کفار کا فیصلہ سننے کے لئے مکہ کے میدان میں موجود نظر آئے۔ تو پھر اس میدان کا ایک بات ہے۔ کہ آخرت میں بھی بہت بڑے اور مکمل پیمانہ پر خدائی حکم اور ڈانٹ کے نیچے لوگ اس کے حضور میں خدائی فیصلہ سننے کے لئے اور اپنے نتائج اعمال بھگتنے کے لئے نظر آئیں۔ دنیا میں قدرت کاملہ کا یہ ظہور اسی لئے ہوا کہ وہ قیامت میں خدائی فیصلہ کے دن کیلئے بطور دلیل کے ہو۔ جب خدا ایک چیز کو موجود کرنے لگتا ہے۔ تو اس کے اسباب بھی جمع کر لیتا ہے۔ آخر کفار عرب کا مقابلہ چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ تھا اور ان پر غالب آنا بالکل بعید از قیاس تھا لیکن خدا نے جب یہ کرنا چاہا تو وہ اسباب جمع ہو گئے اور اس سرعت سے جمع ہوئے کہ دیکھتے دیکھتے مسلمان غالب ہو گئے اور فتح مکہ کے بعد کفار اپنے اعمال کے بدلہ میں خائب و خاسر ہو کر معافی مانگنے کے لئے موجود ہو گئے۔ پس اسی طرح انسان مر جانے کے بعد جب خدا یہ چاہیگا کہ اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے تو حکم کے ساتھ وہ اسباب بھی بنا دے جائیں گے کہ انسان خدا کے سامنے نتائج اعمال پانے کیلئے آن حاضر ہو۔

(باقی آئندہ)

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ○

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۱۹ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۱۰ شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۱

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

پونچھ میں ہندوؤں کی منظم سازش

مسلح سکھوں کے جتھے مسلمانوں کے قتل و نہب کے لئے

انگریزی افواج کی بروقت آمد

تقریباً دو ہفتہ سے حالات پونچھ ہندو پریس میں زیر بحث ہیں مگر مسلم قوم بعض وجوہات کی بنا پر آج تک اظہار حقیقت نہ کر سکی مگر اب اصل حال کو ظاہر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ وہ اس طرح پر ہے کہ زمانہ نیابت ریزیڈنسی میں یہاں مکمل طور پر امن و سکون رہا جب سے یہ علاقہ ریزیڈنسی کی نگرانی سے نکلکر حکومت جموں و کشمیر کی نگرانی میں منتقل ہوا۔ یہاں کی ۹۶ فیصدی مسلم رعایا مکمل ہندو راج کے طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ ان مظالم سے نجات حاصل کرنے کی خاطر انہیں بھی یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ جو جدید اصلاحات جموں و کشمیر میں نافذ ہوں ان کا اطلاق پونچھ میں بھی ہو۔ ہندوؤں کو یہ بات معلوم ہوتے ہی کلیجہ پر سانپ لوٹ گیا۔ اور انہوں نے باقاعدہ منظم سازش کے ماتحت مسلمانوں کو حقوق طلبی کی طرف مائل ہونے سے باز رکھنے کے لئے یہ کھیل کھیلا کہ علاقہ ہذا کے تمام ساہوکار و نکو میرپور راجوری اور کوٹلی کے واقعات سے ڈرا کر ترغیب دی کہ تم لوگ اپنا نقد جنس زیور شہر پونچھ میں لاکر محفوظ کرو۔ اور جب یہ ہو چکا تو اس سازشی ہندو پارٹی نے راجہ صاحب کو مختلف جھوٹی افواہوں سے ڈرانا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ راجہ صاحب معہ وزیر و دیگر ارکان حکومت قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ جموں کشمیر کے ملحقہ علاقہ جات کے اثرات اور خدا وندان حکومت کے قلعہ میں چھپ کر جان بچانے کی کمزوری نے بعض جرائم پیشہ لوگوں کے حوصلے بڑھا دیئے۔ اور تحصیل مینڈر کے مختلف مواضعات میں قریباً بند رہ ڈاکے پڑے چونکہ مال و دولت ہندو لوگ پہلے ہی صرف قلعہ ہی میں محفوظ کر چکے تھے بلکہ بچا بھی کچھ چکے تھے۔ اس لئے جب ڈاکوؤں کے ہاتھ سوائے نکی کے کچھ نہ آیا تو جل کر ان مکانوں کو جلا دیا۔ اسی اثنا میں تمام ہندو آبادی سازشی ہندو پارٹی کے ایما پر خوف زدہ ہو کر اپنے بال بچے ساتھ لیکر شہر پونچھ آگئی اور ساتھ ہی غلط افواہوں سے ڈر کر حکومت پونچھ نے مسلح سکھوں کے جتھے بیرونجات سے منگا لئے۔ اگر نیتے مسلمانان پونچھ کی خوش نصیبی شامل حال نہ ہوتی تو احتمال تھا کہ ۵-۶ فروری کی درمیانی رات کو مسلمانوں کا بچہ بچہ موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ مگر اسی رات مسٹر جارڈین جموں سے فوج لے کر پہنچ گئے۔ اور مسلمانوں کی جانیں بچ گئیں۔ مسٹر آپ معقول انگریز ہیں اور حالات کا مطالعہ بنظر غائر کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ بہت جلد صحیح حقیقت آپ پر منکشف ہو جائے گی۔

(راقم)

مسلمانان پونچھ

تصحیح

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح تسلیم۔

پیغام صلح کا ماہوار نمبر جو ۲ فروری ۱۹۳۲ء کو شائع ہوا ہے اس کے صفحہ ۶ پر کالم ۲ میں میرے مضمون "ابن مریم" میں غلطی سے مولانا مرحوم کا شعر غلط چھپ گیا ہے۔ کاتب صاحب نے "مساحت" کو مسافت لکھ دیا ہے جس کا سخت افسوس ہے۔ اصل شعر یوں ہے:۔

آں مسیحے کہ بر خشکی ہمی راند ز مہر
آں مسیحے کز مساحت پا ترا

(راقم عبدالرشید)

اخبار احمدیہ

تقریب نکاح۔ اخویم شیخ ریاض الدین احسن صاحب انسپکٹر پولیس کامل پور کی چھوٹی ہمشیرہ حمیدہ بیگم بنت صفدر جنگ مرحوم کا نکاح بتاریخ ۱۴ فروری ۱۹۳۲ء کو شیخ عبدالرب سردار حسین صاحب کے ساتھ جو سکوٹس کے سکرٹری ہیں اور دہلی میں ملازم ہیں۔ بعوض حق مہر تین ہزار روپے لاہور میں پڑھا گیا۔ دولہا نے نکاح کی تقریب پر مبلغ پچاس روپے اشاعت اسلام میں دیئے۔ اللہ تعالیٰ اس ازدواج کو بابرکت کرے۔ اور میاں بی بی میں اتحاد و محبت، اور مودت و سکینت اپنی جناب سے عطا فرمائے۔ ہم فریقین کو اس تقریب سعید پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی بمبئی سے رقمطراز ہیں کہ بمبئی کی آب و ہوا صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ نزلہ، زکام، اور قبض تو یہاں کی عادتی بیماریاں ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی اس کا حصہ ملتا رہتا ہے۔ مرزا مسعود بیگ صاحب کا کان تین چار ماہ سے خراب ہے۔ کبھی کبھی درد بڑھ جاتا ہے۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں توفیق خدمت، ہمارے کام میں برکت اور بعض لوگوں کے حسد سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کریں۔ اگر کوئی دوست اپنی دعا سے ہمیں بھی اطلاع دیں گے تو ہمیں بھی ان کے لئے دعا کا انشاء اللہ موقع ملے گا۔

ایک اور درخواست دعا۔ میری اہلیہ بعارضہ نمونیہ بیمار ہے۔ احباب سے دعا کے لئے درخواست ہے۔ (رحمت اللہ خان)

جریان اور دمہ کی دوا مفت۔ میرے پاس امراض جریان و دمہ کی دو بے نظیر دوائیاں ہیں جو جڑی بوٹیوں کے مرکب سے بنا ہے۔ اور بفضل خدا سو فیصدی کامیاب ہیں عرصہ سے مفت تقسیم کر رہا ہوں۔ بے شمار مایوس مریض صحت یاب ہو چکے ہیں۔ اب احمدی بھائیوں کے فائدہ کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے، تاکہ کوئی مریض بے خبر نہ رہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ دنیا بھر میں ایسی دوا نہ ہوگی۔ دوا منگانے کا پتہ حسب ذیل ہے:۔
ملک میراں بخش پوسٹ جبک کمند۔ ضلع امرتسر۔

درس قرآن کریم کے نوٹ

فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ

حیات بعد الموت پر نبوت اور فلسفہ کی شہادت

سورۃ النازعات کی تفسیر

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

نبی اور فلاسفر کے استدلال میں فرق

یہ جو فرمایا کہ بس ایک ڈانٹ ہی کافی ہے اور سب کے سب میدان میں آجائیں گے یہ ایک دعوے ہے جس کے ثابت کرنے کے لئے دو قسم کے ثبوت پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ایک نبوت سے اور دوسرا فلسفہ سے۔ نبی اور فلاسفر کے استدلال میں یہ فرق ہوتا ہے کہ نبی باطن سے ظاہر کی طرف آتا ہے۔ اور فلسفی ظاہر سے باطن کی طرف جاتا ہے۔ ایک فلسفی ظاہر حالات و واقعات سے استدلال کرکے صرف اس قدر حکم لگاتا ہے کہ فلاں بات یوں ہونی چاہئے اور نبی براہ راست خدا تعالیٰ سے علم پاکر پیش کرتا ہے کہ فلاں بات یوں ہے۔ فلسفی اور نبی کی مثال اندھے اور آنکھوں والے کی ہے۔ جس طرح ایک اندھا کسی چیز کو ٹٹول کر قیاس کرتا ہے کہ یہ فلاں شے ہوسکتی ہے اسی طرح ایک فلسفی بھی ظاہر حالات سے اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ یوں ہونا چاہئے لیکن نبی قیاس سے نہیں بلکہ براہ راست خدا سے علم حاصل کرکے حکم لگاتا ہے۔ کہ فلاں بات یوں ہے اور نبی کا علم اسی طرح یقینی علم ہوتا ہے جسطرح ایک آنکھوں سے دیکھنے والا آدمی آنکھوں سے دیکھکر علم حاصل کرتا ہے۔

انسانی نتائج اعمال کے متعلق نبوت اور فلسفہ سے استدلال

کفار کا یہ اعتراض کہ اگر ہڈیاں کھوکھلی ہوگئیں تو کیسے لوٹائے جائیںگے پیچھے نقل کیا ہے۔ وہ اپنے اعتراض سے اپنے نفس کو اور خلق کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ چاہتے تھے کہ اعمال کے نتائج کا معاملہ اگر مشتبہ ٹھہر جائے تو اعمال کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی ہوجائے گی۔ قرآن نے اسی لئے دونوں قسم کے دلائل سے ان کے اعتراض کو رفع کیا ہے۔ اس رکوع میں جواب کو نبوت سے مدلل کیا ہے اور اگلے رکوع میں فلسفہ سے۔

نبوت سے استدلال

نبوت والی دلیل کے لئے حضرت موسیٰ کے واقعہ کو منتخب کیا ہے آنحضرت صلعم سے پہلے سینکڑوں انبیا خدا سے علم پاکر مبعوث ہوئے جنھوں نے سب نے یہی سبق دہرایا کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے جہاں اعمال کے نتائج کا کامل ظہور ہوگا۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰ بھی تھے ان کا ذکر بالخصوص اس لئے بھی کیا کہ انہیں خاص مماثلت آنحضرت صلعم سے ہے۔ فرمایا ھل اتٰک حدیث موسیٰ۔ کیا تجھے موسیٰ کی خبر پہنچی ہے۔ نہایت ہی مختصر الفاظ میں حضرت موسیٰ کے واقعات کو اس رکوع میں بیان کیا ہے۔

طویٰ کسی خاص جگہ کا نام نہیں

اذ نادٰہ ربہ بالواد المقدس طوٰی۔ جب اس نے اپنے رب کو وادی مقدس طویٰ میں پکارا طویٰ کہتے ہیں نزدیکی یا قرب کو۔ اس وادی کو اس لئے طویٰ کہا کہ وہاں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا۔ ورنہ جغرافیہ میں طویٰ کے نام سے کوئی جگہ نہیں۔

حضرت موسیٰ کی بعثت

حضرت موسیٰ رعمیس ثانی یعنے فرعون مصر سے بھاگ کر مدین آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ آپ کے ہاتھ سے ایک قبطی مارا گیا تھا۔ مصر پہنچ کر آپ کے خون کی پیاسی تھی۔ مدین سے حاملہ بیوی کو ساتھ لیکر بنی اسرائیل آپ کے ماتحت قوم کے پاس جانا چاہتے تھے۔ جو رستہ میں جنگل بیابان میں سردی کی اندھیری رات میں بیوی کو درد زہ شروع ہوا۔ کیسا نازک وقت ہے کشفی نگاہ میں دور ایک چمک نظر آتی ہے۔ اور چمک اتنی واضح ہے کہ اس پر آگ کا دھوکا ہوجاتا ہے۔ آگ لینے جاتے ہیں تو وہاں نقشہ کچھ اور نظر آتا ہے حکم ہوتا ہے کہ اذھب الیٰ فرعون انہ طغیٰ۔ فرعون کی طرف ہاں اس خون کے پیاسے شہنشاہ کی طرف جاؤ۔ وہ بڑا سرکش ہے

فرعون کو دعوت تزکیہ

فقل ھل لک الیٰ ان تزکیٰ۔ پھر اس سے کہو کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہوجائے؟ ذرا دیکھنا کیا استغنا اور کیسی تحدی ہے۔ گویا اسے دوسرے لفظوں میں صاف کہدیا کہ تیرے اندر تزکیہ خاک نہیں اور یہ ایک بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔

تبلیغ میں ہمارا اخلاقی فرض

لیکن آج یہ حال ہے کہ کسی کو کہو کہ ذرا دوسروں کو تبلیغ بھی کیا کرو تو کہتے ہیں کس طرح تبلیغ کریں۔ وہ کہدے گا تمھیں میرے مذہبی معاملات میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ لیکن ایسی باتوں پر پیچھے ہٹ جانا ہماری کمزوری ہوگی۔ حق اور نیک بات کا دوسروں تک پہنچانا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ اس میں مذہبی مداخلت کوئی نہیں۔

تزکیہ کا لفظ زکی سے ہے جسکے معنے ہیں نشوونما دینا جیسے جیسے انسان پاک ہوتا جاتا ہے ویسے ہی اس کا روحانی نشوونما ہوتا جاتا ہے۔

فرعون کو دعوت ہدایت اور اس کی سرکشی

واھدیک الیٰ ربک فتخشیٰ اور تیرے رب کی طرف تجھے ہدایت کروں تاکہ تو اس سے ڈرے۔

فارٰہ الاٰیۃ الکبریٰ۔ پھر اسے سب سے بڑا نشان دکھایا۔

فکذب وعصیٰ۔ اس نے تکذیب کی اور نافرمانی کی۔

ثم ادبر یسعیٰ۔ پھر کوشش کرتا ہوا پھر گیا۔ یعنے حق کے مقابلہ کی کوشش کرتے ہوئے روگردانی کی۔

فرعون کا مقابلہ حق

فحشر فنادیٰ۔ پھر لوگوں کو جمع کیا اور پکارا۔

فقال انا ربکم الاعلیٰ اور کہا میں تمہارا بڑا رب ہوں۔

لوگوں کو کیوں جمع کیا؟ حضرت موسیٰ کے عصا والے نشان کے مقابلہ کے لئے بھی اور امرا کے مشورہ سے بھی لوگوں کو جمع کیا جنھوں نے اسے کہا تھا کہ موسیٰ کا محض اپنی قوم کی آزادی کا دعوے ایک دھوکا ہے اس کا حقیقی مقصد تیری سلطنت کا پلٹنا ہے۔

فرعون کی طاقت

کتنی بڑی طاقت فرعون کی تھی کہ تمام لوگوں کو جمع کرکے اپنی خدائی کا اعلان کرتا ہے اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ اس سے بڑھکر استبداد یت دنیا میں ہو نہیں سکتی۔

فرعون کے اعمال کا نتیجہ

لیکن باوجود اتنی بڑی طاقت کے اس کے اعمال کیا نتیجہ دکھاتے ہیں وہ بھی سن لو۔ فرماتے ہیں۔

فاخذہ اللہ نکال الاٰخرۃ والاولیٰ۔ اللہ تعالےٰ نے اسے آخرت اور دنیا کی عبرتناک سزا میں پکڑا۔ دنیا کی سزا پہلے ملی اور آخرت کی بعد میں۔ لیکن آخرت کی سزا کو پہلے ذکر کیا اس لئے کہ اصلی سزا وہیں ملتی ہے۔ دنیا کی سزا تو محض عبرت اور آخرت کی سزا کے لئے بطور تمہید اور دلیل کے ہوا کرتی ہے۔ دنیا کی سزا پر غور کرو کہ جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کو راتوں رات پوشیدہ طور نکال لے جاتے ہیں تو یہ بڑے غرور اور اپنی طاقت کے گھمنڈ کے ساتھ تعاقب کرتا ہے اور سمندر میں غرق ہوجاتا ہے۔ اور اس کی لاش آج بھی مصر کے عجائب خانہ میں دنیا کے لئے عبرت کا سامان ہے۔ اور اعمال کے نتائج کی صداقت کو زبان حال سے پکار پکار کر بتا رہی ہے۔

فرعون کے واقعہ سے آخرت کا ثبوت

ان فی ذالک لعبرۃ لمن یخشیٰ۔ بے شک اس میں عبرت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہے۔ اصل منشا تو اس واقعہ کو بیان کرکے آخرت کو ثابت کرنا ہے۔ فرمایا اگر یہ باتیں صحیح ہیں جو حضرت موسیٰ نے کہی تھیں اور دنیا میں فرعون نے اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتا اور اپنے کئے کی سزا پائی۔ تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دوسری بات جو حضرت موسیٰ نے تعلیم دی تھی اور کہی تھی کہ مرنے کے بعد بھی اعمال کا بدلہ ملے گا۔ وہ بھی صحیح ہے۔

عبرت کا لفظ عبور سے ہے جس کے معنے ہیں پار ہونا عبرت کے معنے ہیں باطنی طور پر ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ کی طرف عبور کر جانا

معجزۂ نبوت

حضرت موسیٰ کے واقعات کو بیان فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ یہ تعلیم کہ اعمال اپنے نتائج رکھتے ہیں سب نبیوں کی متفقہ تعلیم ہے بطور مثال حضرت موسیٰ کا واقعہ لے لیا۔ اور دکھایا کہ کس طرح حضرت موسیٰ نے اس اصول کو پیش کیا۔ فرعون نے اسے جھٹلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرعون باوجود اپنی طاقتوں کے اعمال کے نتائج سے بچ نہ سکا۔ پس یہ قدرت نمائی اور نشان نمائی نبیوں کے ہاتھ پر اسی لئے ہوا کرتی ہے تا اعمال کے نتائج پر انسان کا ایمان اور یقین کامل اور مکمل ہو اور انسان اپنے عملوں کی ذمہ داری کو سمجھے۔ انبیا خدا سے براہ راست یہ علم حاصل کرکے دنیا کو سناتے ہیں۔ اور ان کی اس تعلیم کی تائید کے لئے اللہ تعالےٰ اس دنیا میں بھی چھوٹے پیمانہ پر نتائج اعمال کا نقشہ دکھا کر ذمہ داری عمل

(باقی پھر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲	مورخہ ۱۵ر شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ر فروری ۱۹۳۲ عیسوی	نمبر ۱۱

ہماری جماعت کا ممبر کون ہے

حضرت مسیح موعود کا "آخری فیصلہ"

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک نہایت ضروری اعلان

"یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں کہ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہی سے پیوند ہے یعنے وہی خدا کے دفتر میں میرے مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مصروف ہیں مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں سو ہر ایک شخص کو چاہئیے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے مگر چاہئیے کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر شخص جو مرید ہے اس کو چاہئیے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے وہ **منافق** ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے لئے جواب کا انتظار کیا جائے گا۔ کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ اور مشتہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپروائی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد

کوئی مغرور اور لاپروا

جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔

المشتہر

مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور

حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کے نقل کر دینے کے بعد مجھے کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ میں نے خطبۂ عید میں اعلان کر دیا تھا آئندہ کے لئے اس ارشاد پر پورا عملدر آمد ہوگا۔ جہاں ایک بڑا حصہ جماعت کا اپنی بے نظیر قربانیوں سے خدا کے دین کی خدمت میں مصروف ہے۔ ایک حصہ احمدی کہلانے والوں کا وہ ہے جو بار بار کی تحریکات کے باوجود ماہوار چندہ مقرر ہی نہیں کرتے یا مقرر کر کے پھر اسے ادا نہیں کرتے۔ اور جب دو دو تین تین سال کا بقایا ہو جاتا ہے تو پھر کہہ دیتے ہیں کہ ہم میں اتنا چندہ اکٹھا دینے کی توفیق نہیں۔ میں اس بات کو بھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ ماہوار چندہ یعنے اپنی آمد سے ایک معین حصہ خدا کے دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے الگ کر دینا اس سلسلہ کا جہاد ہے اور جس طرح اس جہاد بالسیف میں جو نبی کریم صلعم کو اپنے زمانہ میں کرنا پڑا شامل نہ ہونے والوں کو قرآن شریف میں منافق کہا گیا ہے اسی طرح اس جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کو حضرت مسیح موعود نے منافق کہا ہے۔

اس وقت میں اسی ارشاد کے مطابق ان لوگوں کے لئے جو ہماری جماعت لاہور سے تعلق رکھتے ہیں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ:-

(۱) ہر ایک شخص جو خود کوئی ذریعہ آمد رکھتا ہے اس کا ماہوار چندہ اس کی کمائی کے مطابق ہوگا یعنی اپنی آمدنی کا ایک مقررہ حصہ دے گا۔ یہ حصہ ہماری انجمن نے اس طرح پر مقرر کیا ہے کہ پچاس روپے ماہوار سے کم آمد والے اصحاب تین پیسہ فی روپیہ کے حساب سے چندہ دیں۔ اور اس سے زیادہ آمد والے ایک آنہ فی روپیہ۔ یہ چندہ کی شرح بعض لوگوں کو زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن وہ غور کریں کہ زمانہ نبوی میں جس جہاد کی طرف بلایا جاتا تھا کیا اس کا بوجھ اس سے کئی گنا زیادہ نہ تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ بخل عموماً انہی طبائع میں پیدا ہوتا ہے جن کو خدا نے اپنے فضل سے زیادہ دیا ہے۔ ان کی آمد زیادہ ہے وہ ہر خرچ کے موقعہ پر خرچ زیادہ کرتے ہیں۔ دنیا کا کوئی خرچ ہو تو انہیں خیال ہوتا ہے کہ ہم مجبور ہیں۔ اپنی حیثیت سے کم خرچ نہیں کر سکتے۔ لیکن جب خدا کی راہ میں دینے کا وقت آئے تو اس وقت اپنی حیثیت کو بھول جاتے ہیں۔ اور اپنے دوسرے اخراجات کو عذر بنا کر خدا کی راہ میں کمی کرتے ہیں۔ عہد تو یہ کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا لیکن عملاً دنیا کو دین پر مقدم کیا جاتا ہے۔

(۲) عورتیں اور بالغ لڑکے اور لڑکیاں جن کا اپنا ذریعہ آمد کوئی نہیں انہیں اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں دیں مگر اس میں بھی عموماً اپنی حیثیت کا خیال رکھنا چاہئیے۔ بہت سے دوست ہیں جو عورتوں کی طرف سے خود ہی جواب دیدیتے ہیں کہ ہمارا چندہ سارے گھر کی طرف سے ہے۔ ایسے احباب کے خیال میں نماز بھی شاید سارے گھر کی طرف سے ایک ہی کافی ہو جاتی۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے عورت کی شخصیت کو الگ قائم کیا ہے اسے اپنے گھر کے اندر بادشاہ قرار دیا ہے۔ وہ اپنے دینے کا ثواب لے گی۔ قیامت کے دن کوئی شوہر بیوی کے کام نہ آئے گا۔ نہ باپ بیٹی کے نہ بھائی بہن کے اسی طرح لڑکے لڑکیاں جب سولہ سترہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں الگ چندہ دینے کی عادت ڈالنی چاہئیے۔ خواہ ایک آنہ دو آنہ ہی دیں۔ حضرت مسیح موعود نے جو ایک پیسہ تک ادنیٰ حد قرار دی ہے تو وہ ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے یا ان کے لئے جو فی الواقعہ سخت مشکلات میں ہیں۔

(۳) زمیندار اصحاب کی صورت میں بھی بہتر تو یہ ہے کہ وہ اگر نقد نہیں دے سکتے تو ماہوار کچھ غلہ ہی مقرر کر لیں جہاں بڑی بڑی جماعتیں ہیں ایسا کرنے میں کوئی دقت نہیں۔ جمع شدہ غلہ ماہوار فروخت ہو کر نقدی انجمن کو بھیجی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ ہر فصل پر بھی ایک سیر فی من کے حساب سے ہر جنس سے الگ کر دیا کریں تو حضرت مسیح موعود کے ارشاد کا منشا پورا ہو جاتا ہے۔

(۴) جن احباب نے چندے مقرر کر کے تین تین چار چار ماہ سے یا بعض صورتوں میں تین تین چار چار سال سے چندے ادا نہیں کئے۔ وہ اگر آئندہ کی ادائیگی کو باقاعدہ کر دیں تو پچھلے بقائے کی جس قدر ہلکی قسط ممکن ہو کر دی جائیگی لیکن بقایا بہر حال ادا کرنا ہوگا۔ کئی دوست ایسے ہیں کہ انہوں نے یہی طریق بنا لیا ہے کہ دو تین سال بعد پچھلا بقایا چھوڑ دیا جائے۔ آئندہ ایک دو ماہ دے کر پھر خاموش ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت سوائے خاص صورتوں کے یہ بقایا نہ چھوڑا جائے گا۔ انجمن کا اس وقت مقروض ہونا اور طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہونا انہی اصحاب کی لاپروائی کا ثبوت ہے۔

آخر میں اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ بے وفائی نہ کرو۔ جو ایسا کرے گا وہ دنیا میں بھی سکھ نہ پائے گا۔ جو شخص دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر کے پھر دین کا حصہ نہیں نکالتا وہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ بیوفائی کرتا ہے اور اپنے عہد کو توڑتا ہے اور یاد رکھو کہ غدار اور عہد شکن احمدی اس شخص سے بدتر ہے جو ابھی جماعت میں داخل نہیں۔ میری یہ آخری التجا ہے کہ خدا کے لئے سب دوست اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور

خدا کے سامنے فرمانبرداری کا طریق اختیار کریں۔ جس بڑائی پر وہ پھولے ہوئے ہیں وہ محض ایک دھوکا ہے۔ بڑا وہی ہے جو خدا کے رستے میں زیادہ دیتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ عید اضحیٰ تک سب احمدی دوست جو چندہ مقرر کرتے ہیں یا باقاعدہ ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں ان کی فہرست مکمل ہو جائے۔ اور جو لوگ ہمارا ساتھ نہیں دینا چاہتے وہ علی الاعلان الگ ہو جائیں۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں یا نوجوان۔

محمد علی

دستوری کمیٹیاں اور مسلمان

آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اگزیکٹیو بورڈ نے ۹ اگست ۱۹۳۱ء کو یہ فیصلہ کیا تھا کہ مسلمانوں کو فرقہ دار حقوق کے اطمینان بخش فیصلے سے قبل گول میز کانفرنس میں کوئی حصہ نہ لینا چاہیئے۔ گول میز کانفرنس کے گزشتہ اجلاس منعقدہ لندن میں مسلمان علی العموم اس فیصلے کے پابند رہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندوؤں کے زور دینے کے باوجود مرکزی ذمہ داری کا فیصلہ کانفرنس میں نہ ہو سکا۔ اور حکومت نے اس بارہ میں کوئی اعلان کرنا مناسب نہ سمجھا۔

اب اسی سلسلہ میں دستوری کمیٹیوں کی ترتیب عمل میں لائی گئی ہے جو ہندوستان کے آئندہ دستور (آئین) اور مرکزی ذمہ داری پر غور و خوض کرینگی یہ دیکھنا موجب حیرت ہے کہ ان کمیٹیوں میں اسی مسلم کانفرنس کے بعض ممتاز اراکین شامل ہیں۔ حالانکہ جہاں تک فرقہ وارانہ حقوق کا تعلق ہے۔ ان کا ابھی کوئی اطمینان بخش فیصلہ نہیں ہوا۔ اور نہ ایسے فیصلہ کے لئے اب تک کوئی عملی قدم اٹھایا گیا ہے اس سے بھی بڑھکر حیرت انگیز امر یہ ہے کہ خود مسلم کانفرنس نے اپنے ایک قریبی اجلاس میں دستوری کمیٹیوں سے بے تعلقی کی قرارداد کے متعلق بحث و تمحیص کو ملتوی کر دیا۔ اور یہ بھی فیصلہ نہ کیا کہ دوران التوا میں دستوری کمیٹیوں کے مسلم اراکین کس طریق پر عمل پیرا ہوں۔

یہ حالات ازحد افسوسناک اور موجب نقصان عظیم ہیں ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان کی آئندہ قسمت کا فیصلہ ہو رہا ہو اور ہندو قوم کا موجودہ طریق عمل، ان کے عزائم اور ارادوں کو کسی طرح بھی اطمینان بخش ثابت نہ کرتا ہو مسلمانوں کو ایک پختہ اور مستحکم اور متحدہ نظام عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ مسلم کارکنوں کو اس وقت اپنے ذاتی مفاد کے خیال سے الگ ہو کر تمام قوم کی سود و بہبود کو اپنا نصب العین بنانا چاہیئے۔ کہ اسی میں ان کی اور ان کی آئندہ نسلوں کی عزت و وجاہت مضمر ہے۔

ایک لاکھ مسلمانوں کے ارتداد کا خطرہ

معزز معاصر "انقلاب" نے کاٹھیاواڑ کے علاقہ میں ایک لاکھ مسلمان کمہاروں کے مرتد ہو جانے کا خطرہ ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ کہ آل انڈیا چندر بنسی کشتری سبھا کے اجلاس میں جو پچھلے دنوں ہزاری باغ کلکتہ میں منعقد ہوا تھا جس میں تین سو کمہاروں کو زنار پہنا کر چھتری بنایا گیا۔ اور یہ اعلان کیا گیا کہ کاٹھیاواڑ میں ایک لاکھ مسلمان کمہار شدھ ہونے کے لئے تیار ہیں۔ جن کا دعوتی رقعہ ابھی کانفرنس کو پہنچا ہے۔ یہاں سے ہم لوگ فرصت پا کر کاٹھیاواڑ جائیں گے۔ اور ان کو شدھ کر کے جاتی میں شامل کر لیں گے۔

یہ اطلاع فی الواقعہ ازحد تشویشناک ہے اور ضرورت ہے کہ مسلمان اس کے متعلق تحقیقات کر کے اپنے ایک لاکھ بھائیوں کی حفاظت کا فوری بندوبست کریں۔ اس بارہ میں سب سے پہلے ہماری نظر جناب نواب صاحب مانگرول کی طرف اٹھتی ہے۔ کیونکہ ان کی ریاست کاٹھیاواڑ کے علاقہ میں ہے۔ اور وہ اس خطرہ کا سدباب زیادہ سہولت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اس کام کے لئے حسب ضرورت احمدیہ انجمن انجمن اشاعت اسلام لاہور اپنے مبلغین کے ذریعہ سے بہترین امداد بہم پہنچا سکتی ہے۔ امید ہے کہ نواب صاحب ممدوح مناسب ذرائع سے کام لے کر اس خبر کی صحت کا پتہ لگائینگے اور اصل واقعات اور پیش آمدہ خطرہ کے سدباب کے متعلق اپنی مناسب رائے اور ارادہ سے پبلک کو مطلع فرمائیں گے۔

ایک سکول ماسٹر کا انعامی چیلنج

۵ فروری ۱۹۳۲ء کے "اہلحدیث" میں اسلامیہ ہائی سکول کوہاٹ کے (نظام الدین نام) ایک سائنس ماسٹر نے ایک انعامی چیلنج شائع کیا ہے۔ جس میں کسی غیر مسلم بیرسٹر یا وکیل کو منصف منتخب کر کے (۱) حضرت مرزا صاحب کو "سچے آدمی" ثابت کرنے اور (۲) آپ کے چیدہ چیدہ الہامات کو خدائے محمد رسول اللہ کی طرف سے ثابت" کرنے کی دعوت دی گئی۔ ان ہر دو امور کے ثابت ہو جانے پر ایک ایک سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے

> "اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لئے قرآن حکیم حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اکابر علمائے امت پر جھوٹ، افترا، باندھا ہے۔ میں مرزا صاحب کے صرف پچاس جھوٹ پیش کرونگا۔ اور ہر ایک جھوٹ کو سچا ثابت کرنے پر مبلغ دو روپے فی جھوٹ پیش کئے جائیں گے۔"

ہم نہیں سمجھتے کہ سائنس ماسٹر صاحب کو ان امور کے لئے انعامی چیلنج دینے اور منصف مقرر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا منتخب شدہ منصف خدا سے الہام پا کر فیصلہ کرے گا کہ فلاں فریق سچا ہے۔ اور فلاں جھوٹا۔ سوائے اس کے کہ فریقین کے دلائل کو سنکر وہ کوئی رائے قایم کرے۔ اور فیصلہ دے۔ اور کیا کر سکتا کون کہہ سکتا ہے کہ اسکی رائے خواہ وہ احمدیوں کے حق میں ہو۔ یا خلاف ضرور صحیح ہوگی۔ اور پھر ایک غیر مسلم اسلامی معاملات اور مسائل کو سمجھنے کی اہلیت ہی کہاں رکھتا ہے۔ اس سے ہزار درجہ یہ بہتر ہے۔ کہ سائنس ماسٹر صاحب اپنے اعتراضات کو اخبار کے ذریعے سے پبلک میں پیش کر دیں۔ جن کا جواب ہماری طرف سے اسی اخبار میں شائع ہو جائے۔ ہم اس بات کے لئے بھی تیار ہیں کہ ان کے اعتراضات کو پیغام صلح میں نقل کر دیا جائے۔ بشرطیکہ "اہلحدیث" یا جس دوسرے اخبار میں وہ ان اعتراضات کو پیش کریں وہ ہمارے جوابات کو بھی شائع کرنے کے لئے تیار ہو۔ اس کے بعد معاملہ ان کی منصفانہ رائے (بشرطیکہ وہ تعصب کی آلودگی سے پاک ہو) اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ انعام کی ہمیں خواہش نہیں اگر تحقیق حق منظور ہے۔ تو آؤ اور دلائل کے میدان میں اتر کر صداقت کو آزماؤ۔ کہ یہی حق کو معلوم کرنے کا بہترین طریق ہے۔ ورنہ یوں اگر کوئی غیر مسلم آنحضرت صلعم کی صداقت کو کسی منصف کی رائے پر منحصر کرنے کا مطالبہ کرے۔ تو کیا سائنس ماسٹر صاحب اس کے لئے تیار ہوں گے؟

بڑی بڑی جماعتوں میں دورہ

(حضرت امیر کا ارشاد)

حضرت صاحب کے اس ارشاد کی تعمیل کیلئے جو کسی دوسری جگہ اس اخبار میں درج ہے میرا ارادہ تھا کہ میں خود مختلف جماعتوں میں دورہ کروں۔ اور احباب کو اس ارشاد کی تعمیل کے لئے توجہ دلاؤں تا کہ کوئی دوست اس جہاد سے باہر نہ رہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود کی بعثت ہوئی ہے۔ مگر بعض وجوہات سے میں زیادہ سفر کی کوفت کو برداشت نہیں کر سکتا اس لئے خان بہادر میاں غلام رسول صاحب اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے میں نے یہ درخواست کی ہے کہ وہ اس مقصد کو اپنے ذمہ لیں۔ ان ہر دو بزرگوں نے یہ منظور فرمایا اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں میں اپنا دورہ شروع کر دیا ہے۔ اس دورہ کی چار بڑی بھاری اغراض ہیں۔

(۱) یہ کہ جماعت میں کوئی ایسا دوست باقی نہ رہے جو کچھ نہ کچھ ماہوار چندہ ادا نہ کرتا ہو حتیٰ کہ مستورات اور جوان لڑکے لڑکیاں بھی اس جہاد میں شامل ہوں خواہ ایک ایک دو دو آنے سے ہی ہوں۔

(۲) ماہوار چندہ کی مقدار حسب فیصلہ کانفرنس انجمن ہائے احمدیہ ... ارفی روپیہ تک لانے کی کوشش کیجائے ایک حصہ جماعت کا اس پر اب بھی عامل ہے مگر ایک بڑا حصہ اس معیار سے ابتک نیچے ہے۔

(۳) جن احباب کے ذمہ بقایا ہیں وہ سب اس وقت یکمشت وصول کئے جائیں اور خاص حالات میں باقساط وصولی کا انتظام کیا جائے۔

(۴) استقل فنڈ کو ساری جماعتوں میں مروج کیا جائے اور ایک ممبر جماعت کے چندے میں اضافہ رجسٹرات میں دیا جائے

اس کے علاوہ اور کام تنظیم جماعت کا بھی یہ بزرگ کرینگے جماعتوں کے سکرٹری اور صدر صاحبان اور جملہ ممبران انکی اعانت کریں۔

(بقیہ ص ۲)

ایمان کو مستحکم کرتا ہے اور نتائج اعمال کا نقشہ جب ظہور میں آتا ہے تو ایسی قدرت نمائی کے ساتھ آتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر بڑے بڑے سرکشوں کی گردن جھک جاتی ہے اس معجزہ کو معجزۂ نبوت کہا جائے تو بجا ہے۔

معجزۂ نبوت پر دلیل

جب ایک نبی قوم کو سناتا ہے کہ تمہارے اعمال پر نتائج ضرور مترتب ہونگے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج جن اصولوں کو میں پیش کرتا ہوں ان پر عمل کر کے لوگ نہ صرف آخرت میں بلکہ اسی دنیا میں فائز المرام ہونگے اور ان کی مخالفت کر کے مکذبین و مخالفین نہ صرف آخرت میں بلکہ اسی دنیا میں عذاب کا مزہ چکھیں گے۔ تو پھر جب دنیا میں مومنین کو کامیابی اور مکذبین کو ذلت و ہلاکت نصیب ہوتی ہے تو ارلعبہ متناسبہ کی طرح وہ اس بات کو ثابت کر دیتا ہے کہ اعمال اپنے نتائج رکھتے ہیں۔ اور جب وہ دنیا میں پھل لائے تو آخرت میں کیوں نہ پھل لائیں گے۔ جس شخص نے خدا سے علم پا کر یہ خبر دی تھی جب اس کی پہلے سے دی ہوئی خبر یعنے پیشگوئی اس دنیا میں پوری ہوئی اور ایسی حالت میں پوری ہوئی جب بظاہر اس کے پورا ہونے کے کوئی اسباب موجود نہ تھے۔ تو آخرت کے متعلق بھی اسی مخبر صادق کی خبر کیوں نہ سچی مانی جائے۔ پس نبیوں کی تعلیم پر کہ اعمال اپنے نتائج رکھتے ہیں اور آخرت میں ان نتائج کا کامل ظہور ہوگا معجزۂ نبوت بطور ایک دلیل کے قائم ہو جاتا ہے۔

فلسفہ کی بحث دو باتوں پر

نبی کا علم تو براہ راست خدا کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے یقینی ہوتا ہے لیکن فلسفہ آئندہ کی نسبت کسی بات کو یقین کے ساتھ نہیں پیش کر سکتا۔ صرف دو باتوں پر فلسفہ بحث کر سکتا ہے۔ ایک یہ کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اس کو دوسری بار پیدا کرنے کی طاقت ہے۔ یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ پیدا کرنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں اگلی آیات میں انہی دونوں باتوں پر بحث ہے۔

نظام کائنات اور انسان کی خلقت

ءانتم اشد خلقا ام السماء بنٰها۔ کیا پیدائش میں تم زیادہ سخت ہو یا آسمان جو اس نے بنایا۔ انسان چیز ہی کیا ہے۔ ذراسی ہستی، ساری زمین اور کائنات کے سامنے اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ پھر یہ نظام شمسی! اس کے سامنے تو حقیقت ہی کوئی نہیں یہ جو سورج ہمیں نظر آتا ہے اس کے سوا تین کروڑ سورج تو نظام شمسی والے دریافت کر چکے ہیں۔ ان کے اندر کیا کیا ہوگا۔ اس کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ انسان کی اس تمام مخلوق کے مقابلہ میں ہستی ہی کیا ہے۔ پس جس نے اس ساری کائنات کو بنایا اس کو انسان کے دوبارہ پیدا کرنے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔

رفع سمکها۔ آسمان کی بلندی کو اونچا کیا۔ ایک قطب ستارہ کی اونچائی کا اندازہ اس طرح کرو کہ روشنی ایک سکنڈ میں تقریباً سوا لاکھ میل چلتی ہے۔ کہتے ہیں قطب تارے کی روشنی ۵۰ برس میں ہم تک پہنچتی ہے۔ یہ روشنی جو آج ہم تک پہنچی ہے یہ ۵۰ سال پہلے سے چلی ہوئی ہے۔ اور اگر آج قطب ستارہ گم ہو تو ۵۰ سال کے بعد اس کی روشنی اس دنیا سے موقوف ہوگی۔ بعض ستاروں کی روشنی ڈیڑھ سو تین سو سال کی چلی ہوئی ہم تک پہنچتی ہے۔

فسوٰىها۔ پھر اسے ٹھیک ٹھاک بنایا۔ فی الواقع جو چیز بنی ہے اس سے بہتر ممکن نہیں۔

رات دن کی پیدائش

واغطش لیلها۔ اور اس کی رات کو تاریک بنایا۔ ساغطش کہتے ہیں رات کو سب سے پہلے بنایا گیا جو انتہا کی ظلمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ رات کو تاریک بنانا بھی حکمت سے خالی نہیں۔ رات کی تاریکی میں جیسی نیند آتی ہے وہ روشنی میں نہیں آ سکتی۔

واخرج ضحٰها۔ اور اس کی روشنی نکالی۔ اندھیرے کے بعد روشنی پیدا ہوئی۔ کیونکہ آفتاب بعد میں بنا۔ لیکن یہاں شمس نہیں فرمایا ضحٰی فرمایا۔ وجہ یہ کہ آسمان کی روشنی بہت سے آفتابوں کی روشنی پر مشتمل ہے ایک آفتاب پر نہیں۔

زمین کی پیدائش

والارض بعد ذٰلک دحٰها۔ اور زمین کو اس کے بعد پھینکا دحی کہتے ہیں کسی چیز کے پھینکنے کو۔ جیسے پتھر کو پھینکتے ہیں۔ آج علم ہیئت والے کہتے ہیں کہ ابتدا میں سورج کا کرہ جو زور سے گھوم رہا تھا۔ اس سے چنگاریوں کی طرح ٹکڑے نکل نکل کر جو فضا میں پھیلے وہ اس کے گرد گھومنے لگے۔ اور اس طرح ہمارا نظام شمسی بنا جس میں ہماری زمین بھی ہے۔ زمین بعد میں ٹھنڈی ہو کر قابل رہائش بنی۔

ان تمام چیزوں کی پیدائش کا ذکر کرنے سے مطلب یہ تھا کہ کیا ان عظیم الشان چیزوں سے بڑھ کر تمہاری پیدائش مشکل ہے۔ انہی چیزوں سے تو تمہاری پیدائش ہوئی تو پھر جب یہ چیزیں ہم پیدا کر سکتے ہیں۔ تو تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

پانی اور چارہ

اخرج منها ماءها ومرعٰها۔ زمین سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا۔ سب سے پہلے جب زمین الگ ہوئی تو پانی پیدا ہوا۔ زندگی پانی سے پیدا ہوئی۔ وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ پھر سبزی پیدا ہوئی پھر انسان بنے۔ جب پانی بنا تو چارہ بھی بنا دوسرے مقام پر آتا ہے کہ پھل بنے۔ یہاں چارہ کہا ہے۔ یہ دونوں چیزیں زندگی قائم رکھنے کے لئے ہیں۔

پہاڑوں کی مضبوطی

والجبال ارسٰها۔ اور پہاڑوں کو مضبوط بنایا۔ پہاڑ ان چیزوں کے قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ سمندروں سے پانی اٹھتا ہے مانسون کی ہوائیں چلتی ہیں۔ پہاڑ انہیں روکتے ہیں۔ پھر وہ پانی بن کر برستا ہے۔ کچھ تو زمین پر پڑتا ہے کچھ پہاڑ جذب کرتے ہیں۔ کچھ برف بن جاتا ہے اور اس سے دریا چلتے ہیں۔ پھر جس طرح ظاہر میں دریا چلتے ہیں اسی طرح زمین کے نیچے بھی پانی جمع ہوتا اور چلتا ہے جس سے کنوئیں سیراب ہوتے ہیں۔

انسان اور حیوان میں فرق

متاعا لکم ولانعامکم۔ تمہارے لئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے سامان یعنے یہ تمام چیزیں حیوانوں اور انسان کی حیوانی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ انسان کی حیوانی زندگی ہے اس لئے کہا کہ کھانے پینے میں حیوان اور انسان دونوں شریک ہیں اگر انسان کی پیدائش کا مقصد بھی فقط کھانا پینا ہوتا تو پھر انسان اور حیوان میں مابہ الامتیاز کچھ نہیں رہتا۔ دونوں میں مابہ الامتیاز اگر کچھ ہے تو وہ اعمال یعنے نیکی بدی کا امتیاز ہے۔ انسان کو عقل اور کانشنس سب کچھ عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ خود شناسی و خود اختیاری کے ساتھ دنیا میں عمل کرے اور ان عملوں کا ذمہ دار ٹھہرے۔ اور عملوں کے لئے ذمہ داری تبھی ہو سکتی ہے کہ جب ان کے نتائج یقینی ہوں۔ پس انسان کی انسانیت اس بات کی متقاضی ہے کہ کوئی اور عالم ہو جہاں وہ اپنے عملوں کے لئے جوابدہ ہو۔ یہ ساری کائنات اور اس کی تمام قوتیں جو کام کر رہی ہیں ان کا نچوڑ اور خلاصہ انسان کی پیدائش اور اس کی حیوانی زندگی کا قیام ہے۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں پس اگر انسان اپنے اندر چوپایوں سے کچھ زائد چیز رکھتا ہے اور وہ اعمال اور ان کی ذمہ داریاں ہیں تو پھر ان کے لئے کوئی اور عالم ہونا چاہئے تاکہ جو نتائج اس عالم میں نہ نکل سکے وہ اس عالم میں ظہور پذیر ہوں۔ متاعا لکم ولانعامکم فرما کر یہ جتلا دیا کہ موجودہ دنیا اور اس کا سامان تو حیوانیت کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے ہیں۔ پس انسانیت کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے کوئی اور عالم چاہئے۔ جس کے لئے موجودہ عالم بطور تمہید کے ہو۔ اس میں انسان کی مابعد الموت زندگی کی ضرورت کو جتلایا ہے کہ بغیر اس کے وہ ضرورت نہیں پوری ہوتی جس کے لئے انسان کا وجود پیدا ہوا ہے۔ یعنے اعمال اور اس کے نتائج میں ترقیات و کمالات کا حصول۔

دو ضروری نتائج

غرضکہ فلسفہ جن دو امور پر بحث کر سکتا تھا وہ کر دی۔ یعنے وہ خدا جو آسمان اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ انسان کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ انسان کی پیدائش کچھ ان چیزوں سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ بلکہ انہی چیزوں میں سے وہ پیدا ہوا ہے۔ اور دوبارہ پیدائش کی ضرورت بھی بتلا دی کہ انسان کے اعمال کا اگر کچھ نتیجہ نہ نکلے تو پھر انسان کی انسانیت بے معنے ٹھہر جاتی ہے۔ اس کی حیثیت پھر ایک چوپائے سے بڑھکر نہیں رہتی۔ موجودہ عالم تو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ انسان کو اس کی پیدائش اور اس کے قیام زندگی کا سامان مہیا کرتا ہے جو صرف حیوانیت کے تقاضہ کو پورا کرتا ہے۔ پس اعمال اور ان کے نتائج جو انسانیت کے تقاضہ کو پورا کرتے ہیں اس کے لئے کسی اور عالم کا ہونا ضروری ہے۔ (باقی آئندہ)

ایک ضروری اطلاع

خریدار صاحبان خاص توجہ فرمائیں

مندرجہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ فروری ۱۹۳۲ء میں ختم ہوتا ہے۔ ان تمام اصحاب کو بذریعہ خطوط اطلاع دی جا چکی ہے۔ چندہ بذریعہ منی آرڈر وصول نہ ہونے کی صورت میں ایک ہفتہ کے انتظار کے بعد ان کی خدمت میں وی۔ پی۔ ارسال ہوں گے جن کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہے۔

۲۸۰ و ۲۵۳ و ۱۸۶ و ۱۷۱ و ۱۶۹ و ۱۳۵ و ۱۲۳ و
۷۵ و ۶۲ و ۷۶ و ۶۶ و ۵۸ و ۴۴ و ۷۴۹ و ۶۶۰ و
۴۸۰ و ۳۸۹ و ۳۸۶ و ۳۸۲ و ۲۹۲ و ۲۸۲ و ۱۰۰۹
۹۵۸ و ۸۹۸ و ۸۹۲ و ۸۸۶ و ۸۷۶ و ۸۷۱ و ۸۶۷ و
۸۵۴ و ۱۱۳۹ و ۱۱۲۰ و ۱۱۱۷ و ۱۱۱۶ و ۱۱۱۴ و ۱۱۱۲ و
۱۱۱۱ و ۱۱۰۵ و ۱۰۹۷ و ۱۰۹۶ و ۱۵۸۱ و ۱۵۲۹ و ۱۳۴۶ و
۱۳۶۱ و ۱۳۵۳ و ۱۲۸۲ و ۱۲۴۸ و ۱۲۱۴ و ۱۱۴۱ و ۱۷۰۷ و
۱۷۰۴ و ۱۷۰۲ و ۱۷۰۱ و ۱۷۱۰ و ۱۷۱۶ و ۱۵۹۱ و ۱۵۸۸ و
۱۵۸۷ و ۱۵۸۶ و ۱۵۸۵ و ۱۸۲۷ و ۱۸۰۶ و ۱۸۰۴ و ۱۸۰۳ و
۱۸۰۲ و ۱۸۰۱ و ۱۶۹۲ و ۱۶۱۰ و ۱۷۰۹ و ۱۷۰۸

—— میرپور کے ہندوؤں اور سکھوں کے نمائندوں نے مہاراجہ صاحب سے ملاقات کی ہے اور کہا ہے کہ دوبارہ ہندوؤں کو سہولتیں مہیا کرے تاکہ ان لوگوں کا جو زبردستی مسلمان بنائے گئے ہیں۔ دوبارہ مذہب تبدیل کیا جاوے۔ نیز وزیر کو واپس بلا لیا جائے۔ اور فساد زدہ علاقہ میں ایک فوجی دستہ مستقل طور پر متعین کر دیا جائے۔

—— تازہ ترین سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کرامت گاؤں دکوٹلی سے ہندوؤں کے زبردستی تبدیل مذہب کے سولہ واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ ملزموں کو گرفتار کیا جا رہا ہے

خبریں

—— موضع ساہنی تحصیل بھمبر میں ۱۷ ماگھ کو ڈکیتی ہوئی تھی تھانہ بھمبر و نوشہرہ تفتیش کر رہا تھا کئی گرفتاریاں بھی ہوئیں جس سے تمام دیہات میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ آج ۴ پھاگن شنبہ کو صبح ہی ملحقہ دیہات کے مسلمانوں کا ایک بھاری ہجوم ساہنی کی طرف بڑھا سامنے ہی چودھری بار و رام صاحب مجسٹریٹ اور فوج موجود تھی۔ فوج نے جتھے کو منتشر ہونے کے لئے حکم دیا ہجوم نعرہ ہائے تکبیر لگاتا رہا اور منتشر نہ ہوا جس کے بعد فوج نے گولی چلا دی جس سے چار مسلمان شہید اور کئی زخمی ہوئے اور نعشیں چھوڑ کر ہجوم جنگل میں جدہر سے آیا تھا۔ بھاگ گیا۔ حالات سخت تشویشناک ہیں۔ فوج پہرہ پر موجود ہے تفتیش بھی شروع ہے۔ ایک نعش تو ورثاء لے گئے باقی کے دفنانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ آبادی خطرہ میں ہے۔ (نامہ نگار)

—— امرتسر ۔ ۷ فروری۔ آج سردار رندھیر سنگھ۔ نامبر سنگھ سیوا سنگھ اور سیواجی اُتم داس ایڈیٹر اکالی پتر و وردو۔ خالصہ سماچار کو ہنگامی اختیارات کے آرڈیننس کی دفعہ ۵ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے خان عبد الغفار خان کے مکان کو منہدم کرنے کے متعلق جھوٹی خبر شائع کی۔ سوامی رام سروپ آف سنت سماچار اور سنت پشاورا سنگھ ایڈیٹر پنجاب درپن کی گرفتاری کی اطلاع بھی موصول ہوئی ہے۔

—— جموں ۔ ۱۷ فروری۔ وزیر اعظم راجہ ہری کشن کول کی صحت عرصے سے خراب تھی جس کی وجہ سے کام کی زیادتی تھی۔ آپ نے کچھ عرصہ ہوا۔ مہاراجہ صاحب سے رخصت کی درخواست کی تھی۔ لیکن چونکہ ان کا کوئی موزوں جانشین نہیں مل سکتا تھا۔ اس لئے درخواست رخصت منظور نہ ہو سکی بدقسمتی سے گذشتہ ماہ ان کی رانی فوت ہو گئی جس کی وجہ سے ان کی صحت پہلے سے بدتر ہو گئی اور مہاراجہ صاحب نے مجبوراً فیصلہ کیا کہ ان کو فوراً رخصت عطا کی جائے۔ اب ان کا جانشین بھی مل گیا ہے۔ جو راجہ ہری کشن کول کے جموں پہنچنے پر ان سے چارج لیگا۔ جدید وزیر اعظم کے اختیارات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

—— پٹنہ ۔ ۱۶ فروری۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مونگھیر کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ کل شام کو چار بجے تارا پور تھانہ پر حملہ کیا گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ان کے ملازم سپرنٹنڈنٹ پولیس اور چوبیس پولیس والے خفیف طور پر مجروح ہوئے۔ پولیس گولی چلانے پر مجبور ہوئی ہجوم میں سے۔ آٹھ اشخاص ہلاک اور چار شدید زخمی ہوئے۔ اس کے بعد ہجوم منتشر ہو گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زخمیوں کی نگہداشت کے لئے مونگھیر سے فی الفور ڈاکٹر طلب کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہلاک شدہ اشخاص میں دو مقامی کانگرسی رہنما ہیں اور ایک شخص مقامی بدمعاش ہے۔ شام کو سات بجے مجروحین کو مونگھیر بھیج دیا گیا۔ اب بالکل امن ہے۔

—— لاہور ۔ ۱۷ فروری۔ آج صبح خانصاحب حیدر خاں سب انسپکٹر پولیس تھانہ انارکلی کی معیت میں پولیس نے پنڈت نانک چند ناز ایڈیٹر پرتاپ کو زیر دفعہ ۵ آرڈیننس ہنگامی اختیارات گرفتار کر لیا۔ یہ گرفتاری اس مضمون کے سلسلہ میں ہوئی جو اخبار مذکور میں گورنمنٹ نے خان عبد الغفار خان کا مکان جلا کر مسمار کر دیا کے زیر عنوان شایع ہوا۔ معلوم ہوا ہے کہ پنڈت نانک چند ناز دس ہزار روپے کی ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔ گذشتہ شب جو مسٹر دتا ایڈیٹر فری پریس مہاشہ خوشحال چند خورسند مالک ملاپ۔ پنڈت گوری شنکر ایڈیٹر ملاپ اور لالہ گنپت رائے ایڈیٹر بندے ماترم گرفتار کرلئے گئے تھے۔ پولیس نے ان کے لئے چودہری روشن لال مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت سے ۲۲ فروری تک مہلت تفتیش حاصل کر لی ہے۔ (نامہ نگار خصوصی)

—— جموں ۔ ۱۵ فروری۔ گذشتہ شب مسجد محلہ چوگان تنو کو آگ لگا دی گئی لیکن قریب کے بسنے والے ایک دو مسلمانوں نے بروقت خبردار ہو کر آگ جو مسجد کے زیریں حصہ کے دو شہتیروں تک پہنچ چکی تھی۔ بمشکل بجھا دی۔ صبح سے واقعہ مذکور پر وسط شہر کے مسلمانوں میں شدید ہیجان پھیلا ہوا ہے۔ سردار امر سنگھ ڈی آئی جی کے ساتھ ارکان ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں اور مسٹر قاسم علی چشتی پبلک پراسیکیوٹر موقع پر پہنچے۔ جہاں سینکڑوں اپنی بے بسی پر مسجد کو دیکھ رہے تھے مذکورہ آئی جی نے یہ دیکھ کر۔ کہ بھوسہ پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی ہے۔ اور دو شہتیر اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ آگ کے شعلے ان کے کچھ حصے کو جلا چکے ہیں تحقیقات کے لئے پولیس مقرر کر دی ہے چشتی صاحب ممدوح نے مسلمانوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم لوگوں کو اس قسم کی کمینہ اور اشتعال انگیز حرکات دیکھ کر بھی جوش نہ آنا چاہیئے۔ اور پورے سکون کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ۔

—— جموں ۔ ۱۶ فروری یوم مصیبت زدگان کشمیر کے موقعہ پر ہندوؤں نے اشتعال انگیز تقریریں کیں جن میں مقررین نے اپنے ہم مذہبوں کے مصائب و نوائب کو بڑھا چڑھا کر دکھایا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان تقریروں سے مقامی مسلمانوں پر خوف و ہراس چھا گیا جنہوں نے حکام سے امداد طلب کی کل رات ۱۰ بجے شہر کی محافظ افواج نے شہر میں گشت کی لیکن کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہ آیا۔ فساد زدہ میرپور سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ فوری گرفتاریوں اور سماعت مقدمات سے امن امان کے قیام میں گراں قدر امداد ملی ہے۔ پولیس کی زبردست جماعتیں ان دیہات کو بھیجی جا رہی ہیں۔ جو لوٹے گئے تھے۔ نیز باغیوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔

امید کیجاتی ہے کہ اشیائے خوراک اور کپڑے پر چنگی کے قواعد نرم کر دیئے جائیں گے۔ جرائم کی تعداد اور نوعیت کے متعلق اعداد شمار کئے جا رہے ہیں۔ سوختہ مکانوں اور اغوا کی وارداتوں اور نیز تبدیل مذہب کے واقعات کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ نیز جائداد کے نقصانات کا اندازہ لگایا جا رہا ہے۔

—— لاہور ۔ ۱۶ فروری۔ آج فیمیل بورسٹل جیل میں محمد رشید مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں ساوتری دیوی۔ دھرم کور بھاگونتی وگور دیوی کا مقدمہ زیر دفعہ ۴ پکٹنگ آرڈیننس پیش ہوا بعد سماعت شہادت استغاثہ عدالت نے ساوتری دیوی کو ۶ ماہ قید اور ایک سو روپیہ جرمانہ دھرم کور بھاگونتی وگور دیوی کو چار چار ماہ قید و سو سو روپیہ جرمانہ یا بصورت عدم ادائے جرمانہ چاروں عورتوں کو ڈیڑھ ماہ مزید قید کا حکم سنایا اور ان سب کو صاحب حیثیت ہونے کی وجہ سے بی کلاس دی گئی۔

—— جموں ۔ ۱۵ فروری۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کا پیغام مظہر ہے۔ کہ راجوری میں ابھی بغاوت باقی ہے۔ ۹ فروری کی شب کو شہر کے ارد گرد ہزاروں مشعلیں دکھائی دی گئیں۔ نیز باغیوں کے نعرے بھی سنے گئے۔ فوج نے انہیں کسی نقصان کے بغیر بھگا دیا حملہ آور جماعت کے پاس آتشیں اسلحہ تھے نوشہرہ کے قریب ایک فوجی دستہ پر ایک مسلح ہجوم نے حملہ کیا۔ اور لڑائی ہوئی فوجیوں کو گولی چلانی پڑی اور یقین کیا جاتا ہے کہ ہجوم میں نو اشخاص ہلاک ہوئے۔ جب پولیس کی ایک جماعت واپس ہو نیوالے پناہ گزینوں کو موضع درسی میں پہنچا کے جا رہی تھی۔ ایک مسلح ہجوم نے مزاحمت کی۔ اور پولیس کو حفاظت خود اختیاری میں گولی چلانی پڑی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پانچ اشخاص ہلاک ہو گئے۔ ان واقعات سے مزید خطرہ پھیل گیا ہے۔ فساد زدہ علاقہ کے ہندو افواج

قل یآ اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۱۵ شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۲

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

مبارک تقریب۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے صاحبزادے خواجہ صلاح الدین محمود کی شادی ۲۱ فروری ۳۲ء کو خلیفہ رجب الدین صاحب مرحوم کی دختر سے ہوئی برات کے ساتھ جماعت کے متعدد اصحاب کے علاوہ معززین شہر کا ایک خاص مجمع تھا لڑکی والوں کی طرف سے برات کی نہایت پرتکلف ضیافت کی گئی۔ دوسرے دن حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے احباب اور معززین شہر کو دعوت ولیمہ دی گئی۔ ہم خواجہ صاحب مکرم و محترم اور دیگر متعلقین کو مبارکباد دیتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے خوشگوار اور ثمرہ برکات حسنہ بنائے۔

تبدیلی۔ مکرم جناب چودھری محمد اسمعیل صاحب ای اے سی فیروز پور سٹرایچ مین مجسٹریٹ درجہ اول لاہور کی جگہ تبدیل ہوکر لاہور آگئے ہیں۔

جماعتوں میں دورہ۔ گزشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور خان بہادر میاں غلام رسول صاحب کے بڑی بڑی جماعتوں میں دورہ کا اعلان ہوا تھا۔ اب یہ معلوم کرنا موجب مسرت ہے کہ ہر دو بزرگوں نے مجوزہ دورہ شروع کر دیا ہے۔ گزشتہ جمعہ کو دونوں بزرگ لائلپور گئے تھے۔ ۲۲ فروری کو لاہور سے وزیر آباد تشریف لے گئے۔ جہاں سے جموں۔ سیالکوٹ ہوتے ہوئے راولپنڈی اور پشاور تشریف لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

مودت نامہ کا جواب۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مودت نامہ کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شائع ہو گیا ہے۔ احباب کرام کو جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منگوالیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی مبسوط جواب لکھا ہے جو زیر طبع ہے۔

برلن مسجد میں نماز عید

پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب گرامی

یہاں برلن میں عید الفطر ۸ فروری کو منائی گئی۔ ۱۰ بجے لوگ جوق در جوق مسجد کے ہال میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ٹھیک ۱۰½ بجے نماز عید پڑھی گئی۔

خطبۂ عید جرمن زبان میں

اس کے بعد خاکسار نے بزبان المانوی خطبہ پڑھا جس میں سب سے پہلے یہ بتلایا کہ اسلام کیا ہے اور اس مذہب کا مقصد کیا ہے۔ اور پھر یہ ثابت کیا کہ یہ مقصد کس طرح سے بذریعہ صلوٰۃ صوم، زکوٰۃ، حج پورا ہوتا ہے۔ روزوں کی اہمیت اور غرض و غایت پر سیر کن بحث کی گئی۔ اور بالآخر عید الفطر کے مفہوم کو حاضرین کے اوپر واضح کیا۔

ترکی اور فارسی تقاریر

اس کے بعد حاضرین میں سے امام شکری صاحب نے (جو ترکوں کے امام تھے) بزبان ترکی پروفیسر مرزا حسن صاحب نے (جو کہ یہاں یونیورسٹی میں فارسی کے پروفیسر ہیں) فارسی میں مختصر تقریر کی۔

حاضرین کی تواضع

اس کے بعد حاضرین کی فواکہ اور مٹھائی سے خاطر تواضع کی گئی اور ۱۲ بجے کے قریب مسلمان ایک دوسرے سے گلے ملکر خوش و خرم رخصت ہوئے۔

جرمن پریس میں عید کا ذکر

حسب معمول پریس کے نمائندے بھی اچھی خاصی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ اور اب تک تقریباً ۱۵-۲۰ اخبارات میں جو برلن کے بڑے بڑے روزانہ اخبارات ہیں۔ تصاویر و مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ (چند اخبارات کے کٹنگ ارسال کر رہا ہوں)

مبارکباد کے خطوط اور تار

اس دفعہ عید کے موقع پر مبارکبادی کے بے شمار خطوط اور تار موصول ہوئے۔ ان میں سے اکثر تو بزبان جرمن تھے البتہ چند عربی میں بھی تھے۔ عربی کا ایک خط بجنسہ ارسال خدمت ہے۔ اس کو بھی اخبار میں شائع کر دیں۔ البتہ یہ خط بعد اشاعت واپس مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

(خاکسار عبداللہ)

پیغام صلح: جس عربی خط کا پروفیسر صاحب نے ذکر فرمایا ہے وہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

بقیہ اخبار احمدیہ

جرمن ترجمۃ القرآن کے متعلق مولانا صدر الدین صاحب کا اعلان گزشتہ سے گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے۔ مولانا نے لکھا تھا کہ ڈاکٹر منصور جو کئی سال تک جرمنی میں رہ چکے ہیں اور جرمن زبان سے خوب واقف ہیں۔۔۔ اس ترجمہ میں ان کے ممد و معاون ہوں گے۔ اب یہ معلوم کرنا موجب مسرت ہے کہ ڈاکٹر صاحب ممدوح لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ اور گزشتہ ۱۹ فروری سے ترجمہ کا کام شروع کر دیا گیا ہو ۲۰ فروری کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے ڈاکٹر صاحب اور بعض دیگر احباب کو چائے کی دعوت دی۔

چودھری غلام حسین صاحب سیالکوٹ کا مضمون وفات مسیح بجواب مولوی اللہ دتہ صاحب افسوس ہے کہ پھر رہ گیا کوشش کی جائے گی کہ بقیہ حصہ جلد شائع ہو جائے۔

درس قرآن کریم کے نوٹ

فرمودہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ

نتائج اعمال کا ظہور لازمی امر ہے!!

سورۃ النازعات کی تفسیر!

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

الطامۃ الکبریٰ

فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ ۔ جب سب پر غالب آجانیوالی مصیبت آجائیگی ۔ قرآن کی بعض اصطلاحات ہیں ۔ وہ ایک ہی چیز کو اس کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے مختلف نام دیتا ہے ۔ مثلاً قیامت کو اس نے حشر بھی کہا ہے ۔ القیامۃ بھی کہا ہے ۔ الساعۃ بھی کہا ہے ۔ الطامۃ بھی کہا ہے ۔ الصاخۃ بھی کہا ہے ۔ القارعۃ بھی کہا ہے ۔ الحاقۃ بھی کہا ہے ۔ جس قسم کا موقع اور محل ہو اس کے مطابق ہی اسے نام دیتا ہے ۔ الطامۃ کے معنی ہیں جو ہر درجہ پر غالب آجائے ۔ (طم الماء پانی غالب آگیا) تو مطلب یہ کہ جب نتیجہ نکلتا ہے ۔ تو وہ ایسا غلبہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی طرح ٹالے نہیں ٹلتا ۔ اعمال کے نتائج جب خدا کے قانون کے نیچے نکلنے لگتے ہیں تو وہ سب پر غالب آجاتے ہیں ۔ فرمایا کہ نتائج تو یہاں بھی نکلتے ہیں ۔ لیکن ایک الطامۃ الکبریٰ ہوگی ۔ جہاں پوری زندگی کے سب اعمال کے نتائج ظاہر ہو جائیں گے اور پھر کسی طرح ان سے مفر نہ ہوگا ۔ جس طرح ایک طالب علم جو پڑھتا نہیں ۔ نکما اور نالائق ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ناکام ہوگا ۔ اور جس وقت وہ نتیجہ نکلے گا وہ اس کے لئے الطامۃ ہوگا ۔ اب اس کا غلبہ کوئی روک نہیں سکتا ۔

یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ ۔ اس دن انسان یاد کریگا جو کچھ اس نے کوشش کی ۔ گویا تمام اس کی مساعی اور اعمال اس کے لئے تازہ ہو جائیں گے ۔ پھر کیا خوب فرماتے ہیں ۔

جہنم کا ظہور

وبرزت الجحیم لمن یریٰ ۔ اور دوزخ اس کے لئے ظاہر ہو جائے گا جو دیکھتا ہے ۔ انسان کی آنکھیں ہوں تو وہ جہنم جو انسان کے اعمال تیار کرتے ہیں ۔ اس دنیا سے ہی نظر آتا رہتا ہے ۔ لیکن چشم بصیرت نہ ہو اور انسان جان بوجھ کر اپنی بداعمالیوں کی طرف التفات نہ کرے اور جہنم سے آنکھیں بند کر لے تو وہ امر دیگر ہے ۔

انسان کا امتیاز

یہ بڑی سچی بات ہے کہ اگر اعمال کا نتیجہ ظاہر نہ ہو تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے ۔ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن برائے خوردن است

انسان حیوانوں کی طرح صرف کھانے پینے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ نیک اعمال کے بجا لانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۔ اگر ان اعمال کا نتیجہ اسے نہیں ملتا تو یہ امتیاز جو اسے حیوانات پر دیا گیا ہے بیہودہ ہے

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا مجاہدہ!

فامامن طغیٰ وآثر الحیاۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ سو جو کوئی حد سے نکل گیا ۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو مقدم کیا تو دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے ۔ یہ دنیا کی زندگی مقدم کرنے کا نتیجہ ہے ۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے کتنا عظیم الشان معاہدہ حکم قرآنی کے ماتحت لیا ۔ کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا" آج دنیا کی زندگی کو مقدم کرنا زندگی کا دستور العمل بنا ہوا ہے ۔ پس مصلح وقت کی حیثیت سے آپ نے خوب زمانہ کی نبض شناسی کی اور ضروری سمجھا کہ مسلمانوں سے یہ عہد لیں کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا ۔ قابل غور امر ہے کہ آپ نے بیعت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ لیکر اپنی نبوت و رسالت نہیں منوائی بلکہ صرف دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا اقرار لیا ۔ جو زمانہ کی روحانی بیماری کا علاج تھا ۔

حصول جنت کا ذریعہ

وامامن خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ ۔ اور جو کوئی اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے ۔ اور نفس کو خواہش سے روکتا ہے تو بہشت ہی اس کا ٹھکانا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال کی ذمہ داری کو محسوس کرنا اور دنیا کی خواہشات پر خدا کے خوف کو مقدم رکھنا ہی جنت کو پیدا کر دیتا ہے ۔

امام شافعی کی نکتہ رسی

اس بارہ میں ایک لطیفہ یاد آگیا ۔ ایک دفعہ ملکہ زبیدہ نے غالباً ہارون الرشید سے کہدیا کہ تو جہنمی ہے ۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تو مجھ پر حرام ہے ۔ جب بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اسے افسوس ہوا کہ زبیدہ جیسی پیاری ملکہ حرام ہوگئی ۔ کیونکہ یہ کسے خبر ہے کہ بادشاہ جہنمی نہیں ہے ۔ مولویوں نے بھی الٹی سیدھی ہانکی کہ حضور ہم کسی کو جنتی نہیں کہہ سکتے ۔ لہذا زبیدہ خاتون کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ۔ بڑی مصیبت ہوئی ۔ حضرت امام شافعی ان دنوں بچے تھے استاد کے ساتھ دربار گئے تو یہ چرچا سنا ۔ خلیفہ سے عرض کی کہ میں اس مشکل کا حل جانتا ہوں آپ مجھ سے فتوے طلب کریں ۔ لیکن اس شرط سے کہ میں تخت پر بیٹھا ہوں اور آپ بحیثیت سائل کے کھڑے ہوں ۔ خلیفہ کے دل کو لگی ہوئی تھی ، راضی ہوگیا ۔ اس ہونہار بچہ کو تخت پر بٹھایا اور خود سارا واقعہ دہرایا ۔ اس بچہ نے سوال کیا کہ آپ کو ملکہ کے پاس جانے کی بڑی زبردست تڑپ اور خواہش ہے پھر آپ کو کون چیز اس سے روک رہی ہے ۔ خلیفہ نے کہا خدا کا خوف ۔ بچہ نے کہا تو پھر آپ جنتی ہیں اور زبیدہ آپ پر حلال ہے ۔ کیونکہ قرآن فرماتا ہے ۔ وامامن خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ ۔ کہ جو شخص خدا کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کو خواہش سے روکتا ہے پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے ۔ خلیفہ اور اس کے درباری یہ قرآنی استدلال سنکر پھڑک اٹھے اور مولوی لوگ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے ۔

صحابہ کا عجیب و غریب نمونہ

صحابہ کی قوم بھی عجیب جنتی قوم تھی ۔ خدا کا خوف ایسا ان کی خواہشات پر غالب تھا کہ کیسا ہی امتحان ہو وہ اس میں پورے اتر جاتے تھے ۔ کون نہیں چاہتا کہ میں سستا سودا خرید دوں بلکہ اگر بس چلے تو دکاندار کو لوٹ لاؤں ۔ فروخت کرنے والا اور خریدنے والا دونوں اسی فکر میں رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو بیوقوف بنا کر جہاں تک ممکن ہو مالی نفع اٹھائیں ۔ لیکن صحابہ یہاں بھی عجیب و غریب نمونہ پیش کرتے ہیں ۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ ایک شخص گھوڑا بیچنے آیا ۔ انہوں نے قیمت پوچھی ۔ شاید اس نے کہا سو روپے انہوں نے کہا نہیں تمہیں غلطی لگی ہے یہ گھوڑا اس سے زیادہ قیمت کا ہے ۔ اچھا اسے دلکی چلاؤ ۔ دلکی چلایا تو کہا دوسو کا ہے ۔ پھر کہا کہ پویہ چلاؤ ۔ پویہ چلایا تو کہا تین سو کا ہے ۔ پھر کہا قدم چلاؤ ۔ قدم چلایا تو کہا کہ چار سو کا ہے ۔ اور چار سو روپے دے کر خرید لیا ۔ فروخت کرنے والے کو کہا کہ تمہیں اس گھوڑے کی خوبیوں کا علم نہیں اس لئے تم کم قیمت پر بیچ رہے تھے ۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری ناواقفیت سے فائدہ اٹھاؤں ۔ اور تمہاری بیش قیمت چیز کم قیمت پر لے جاؤں آج کیا حال ہے ؟ ناواقف آدمی ہیرا بیچنے جائے تو اسے کانچ کا ٹکڑا بتا کر قیمت چند آنے بتا دیں گے ۔

پیشگوئیوں میں لوگوں کی کج بحثی ،

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا ۔ وہ تجھ سے اس گھڑی کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اس کا قائم ہونا ہے ۔ یعنی اس طامۃ کے متعلق سوال کرتے ہیں جو ظاہر ہونیوالی تھی اور جس کا اوپر ذکر کیا ہے ۔

فیم ۔ یہ کس قسم کا سوال ہے ۔ انت من ذکرٰھا تو تو صرف یاد دلانے والا ہے ۔ یہ لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی عذاب کی پیشگوئی ہو حجتیں نکالنے لگتے ہیں ۔ کہ ہمیں وقت ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ کب ایسا ہوگا ۔ حالانکہ مامور کا کام صرف یاد دلانا یا ڈرانا ہے وقت بتانا نہیں ۔ ہمارے حضرت صاحب کو "بلائے دمشق" کا الہام ہوا تھا ۔ جب دمشق تباہ ہوا تو میں نے ایک شخص کو کہا کہ حضرت صاحب کو ایسا الہام ہوا تھا ۔ اس نے کہا پہلے سے تاریخ کیوں نہیں بتائی گئی ۔

افغانستان کے متعلق پیشگوئی

بچہ سقہ نے جب کابل کے تخت پر حملہ کیا اور امان اللہ خاں بھاگنے لگے تو میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے "ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے مریں گے" معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی پورا ہونے کا وقت آگیا ۔ اس پر وہ لوگ بجائے اس کے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے متاثر ہوتے کہنے لگے کہ وقت ۔ تاریخ ۔ گھڑی ۔ پل ۔ بتاؤ کہ کب یہ

(باقی صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۰ء مطابق ۲۳ فروری ۱۹۳۲ء | نمبر

مڈلٹن رپورٹ اور مسلمان
مظالم کشمیر کی افسوسناک پردہ پوشی

(۱)

حکومت کشمیر کے وہ ہولناک مظالم جو چند ماہ ہوئے سرینگر، اننت ناگ اور شوپیان میں غریب اور نہتے مسلمانوں پر توڑے گئے اور ڈوگرہ فوج نے بلا ضرورت گولیاں چلانے، عورتوں کی بےحرمتی کرنے اور برسر بازار لوگوں کو پیٹنے میں جس سفاکی کا نمونہ دکھایا ٹکٹکی سے لوگوں کو باندھکر سزائے تازیانہ دینے میں جس وحشت و بربریت کا اظہار کیا اور پرستاران توحید سے "مہاراجہ کی جے" "اسلام مردہ باد" کے نعرے لگوانے، ریاستی جھنڈے کو سلام کرانے میں جس جہالت کا ثبوت پیش کیا وہ ایسی باتیں نہ تھیں جن سے علانیہ انکار کیا جا سکتا۔ لیکن اگر کوئی شخص دن دہاڑے آنکھیں بند کر کے سورج کے چڑھنے کا انکار کرنے لگے تو اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ بعینہ یہی کیفیت اس کمیشن کی ہے جسے حکومت کشمیر نے مسٹر مڈلٹن کے زیر سرکردگی واقعات کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا تھا۔

بلا ضرورت گولہ باری کی حمایت

اس کمیشن نے جو رپورٹ شائع کی ہے۔ اس میں ڈوگردی کی ان تمام سفاکیوں اور مظالم کو حق بجانب قرار دیا گیا ہے اور لکھا ہے،

"شوپیان میں گولی چلانا ضروری اور مبنی بر انصاف تھا۔ مائیسوما میں آتشباری ضروری اور جائز تھی اگرچہ چند بلا امتیاز فائر ضرورت نہ رہنے کے بعد بھی کئے گئے۔

جامع مسجد سرینگر میں جو آتش باری کی گئی، وہ اس وجہ سے ضروری ہو گئی تھی کہ فوج کا ایک حصہ خطرناک مشکل حالت میں تھا۔ لیکن اگر حکام وقت وہاں موجود رہتے اور مناسب تجاویز اختیار کی جاتیں تو غالباً طاقت استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔"

آننت ناگ میں آتشباری اس لئے ضروری ہو گئی تھی کہ وہاں حکام نے سخت بدانتظامی کا ثبوت دیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ وہاں ضرورت نہ رہنے کے بعد بھی گولیاں چلائی گئیں۔"

ان فقرات میں جلی الفاظ خاص غور اور توجہ کے قابل ہیں۔ باوجود اس کے کہ مسٹر مڈلٹن کو یہ اعتراف ہے کہ ضرورت نہ رہنے کے باوجود گولیاں چلائی گئیں۔ "اگر حکام وقت وہاں موجود رہتے اور مناسب تجاویز اختیار کی جاتیں تو غالباً طاقت کے استعمال کی ضرورت پیش نہ آتی" اور کہ "حکام نے سخت بدانتظامی کا ثبوت دیا" پھر بھی گولی چلانا ان کے نزدیک حق بجانب تھا۔ کیوں؟ کیا اس لئے کہ حکام کی عدم موجودگی اور بدانتظامی مسلمانوں کا قصور تھا؟ کیا اس لئے کہ فساد کو روکنے کی "اگر کوئی فساد وہاں موجود تھا" مناسب تدابیر اختیار کرنا بھی مسلمانوں ہی کا کام تھا؟ آننت ناگ کے ہجوم کو منتشر کرنے میں حکام نے جس بزدلی کا اظہار کیا مسٹر مڈلٹن نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ "اس وقت ان کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے" کیا یہ بھی مسلمانوں ہی کا قصور تھا۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں پھول جانے کا خمیازہ جو مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔ اس کا کوئی تدارک نہ کیا جائیگا اور ایسے بدحواس حکام آیا اس قابل ہیں کہ حکومت کا کوئی شعبہ ان کے ہاتھ میں رہنے دیا جائے۔

سکھاشاہی کی مثال

پنجاب کے عہد سکھا شاہی کی یہ ایک مشہور روایت چلی آتی ہے کہ جب کبھی سکھوں کو لوٹ مار کرنے کا شوق پیدا ہوتا اور کسی غریب پران کا دست ستم دراز ہوتا تو اس کے اس سوال کے جواب میں کہ کس جرم کی پاداش میں مجھے لوٹا جا رہا ہے۔ وہ کہا کرتے کہ اگر تم سے جرم سرزد نہ ہوگا تو کیا ہم مال لینا بھی چھوڑ دیں گے۔ بالکل یہی کیفیت مندرجۂ بالا فقرات سے نظر آتی ہے۔ گولیاں بلا ضرورت بھی چلائی گئیں۔ حکام موجود ہوتے تو طاقت کے استعمال کی ضرورت بھی پیش نہ آتی۔ حکام نے سخت بدانتظامی کا بھی ثبوت دیا۔ اور "ان کے ہاتھ پاؤں بھی پھولے ہوئے تھے" یہ سب کچھ مسلم ہے لیکن باوجود اس کے آتشباری حق بجانب تھی۔ حکام نے اگر انتظام نہ کیا۔ اگر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تو کیوں اس کی سزا مسلمانوں کو نہ دی جائے۔ یہ وہ فلسفہ اور منطق ہے جو اس بیسویں صدی کی روشنی میں ایک ڈوگرہ حکومت کے پروردہ انگریز کے قلم سے نکلتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم و ستم کی ناحق پردہ پوشی کی کوئی مثال دنیا مل سکتی ہے کہ قصور حکام کا ہو اور عوام الناس ملزم ٹھہرائے جائیں؟

"اگرچہ" اور "لیکن"

کیا مڈلٹن کمیشن کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ حکام کی بدنظمی اور فوج کی بلا ضرورت گولہ باری کو "اگرچہ" اور "لیکن" وغیرہ کے استثنائی فقرات میں لپیٹنے کے بجائے صاف اور کھلے طور پر حکومت کو اس بات کا ملزم ٹھہراتی کہ وہ اپنی بدانتظامی کی وجہ سے کئی غریبوں کی جانیں تلف کرانے کا موجب ہوئی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ کئی ایک گھر برباد ہو گئے۔ کئی بچے یتیم ہو گئے اور بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ کیا کم از کم ان یتیموں اور بیوگان کے لئے کمیشن نے کوئی سفارش کی جنکے باپ اور شوہروں کو ڈوگرہ سپاہیوں کی بلا ضرورت گولیوں کا نشانہ بننا پڑا۔ کیا ضرورت نہ رہنے کے بعد بھی گولیاں چلانے والے سپاہیوں سے باز پرس کرنے اور ایسے خطرناک جرم کی انہیں قرار واقعی سزا دینے کی کوئی سفارش کمیشن نے کی؟ اگر نہیں اور جہاں تک رپورٹ کے اس خلاصہ سے ظاہر ہے جو ایسوسی ایٹڈ پریس کی وساطت سے شائع ہوا ہے۔ کوئی ایسی سفارش نہیں کی گئی تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مڈلٹن کمیشن نے حکومت اور ڈوگرہ راج کی بیجا طرفداری سے کام لیا ہے اور واقعات کی اصل شکل و صورت پر غور کرنے کے بجائے انہیں تعصب کی زنگدار عینک سے مطالعہ کیا ہے جو ایک انگریز کے کسی طرح شایان شان نہ تھا۔

ایک مثال سے تمام واقعات کی تردید

سرینگر کے فوجی قبضہ کے زمانہ میں جو واقعات ہوئے مسٹر مڈلٹن کو ان کی صحت میں بھی انکار ہے۔ اور صرف ایک مثال کی بنا پر کہ دو شخصوں کے سزائے تازیانہ سے ہلاک ہو جانے کی افواہ عینی شاہدوں سے ثابت نہیں ہوئی۔ تمام واقعات کو انہوں نے افسانہ قرار دے دیا۔ حیرت ہے کہ ایک مثال سے تمام واقعات کو غلط قرار دیدینا کہاں کا انصاف ہے۔ کیا ڈوگرہ سپاہیوں کا وہ سفاکانہ طرز عمل جو برسر عام مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا اور نہایت بے رحمانہ طریق پر انہیں زدوکوب کیا جاتا تھا۔ جس کو دیکھکر کئی ایک انگریز مرد اور عورتوں کو دلیرانہ مداخلت کرنی پڑی۔ اس ایک مثال سے غلط ثابت ہو گیا؟ کیا زمانہ بربریت کی وہ وحشیانہ سزا جو تازیانہ کے نام سے موسوم ہے کسی غلط افواہ کی وجہ سے حدود کشمیر میں حق بجانب ٹھہر جاتی ہے؟

سزائے تازیانہ

مسٹر مڈلٹن کو اعتراف ہے کہ ایک سو اشخاص کو سزائے تازیانہ دی گئی لیکن وہ لکھتے ہیں کہ:-

"یہ سزائیں بے بنیاد افواہوں کی اشاعت کے انسداد اور اشتعال انگیز نعروں کو روکنے کے لئے ضروری تھیں جن سے فساد کے بڑھ جانے کا خطرہ تھا۔"

تعجب ہے کہ افواہوں اور نعروں کے انسداد کے لئے ایک ایسی سزا تجویز کی جاتی ہے جو حدود کشمیر سے باہر ساری مہذب دنیا میں آج کہیں پسند نہیں کی جاتی۔ آج برطانوی ہندوستان میں بھی روزانہ کئی ایک غلط افواہیں مشہور ہوتی ہیں۔ بہت سے اشتعال انگیز نعرے بھی لگائے جاتے ہیں لیکن کیا ایک بھی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ ان غلط افواہوں اور اشتعال انگیز نعروں کی بنا پر کسی کو سزائے تازیانہ دی گئی ہو۔ موجودہ آرڈیننس کے زمانہ میں بعض اخبارات کے ایڈیٹروں کو ایک غلط افواہ کی اشاعت پر گرفتار کیا جاتا ہے۔ ان پر باقاعدہ مقدمہ

چاہتاہے۔ سزائے تازیانہ ابھی تک کوئی نہیں دی گئی۔ آئے دن عدالتوں میں "انقلاب زندہ باد" کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ کوئی سزائے تازیانہ حکومت برطانیہ نے ان کے لئے تجویز نہیں کی۔ تعجب ہے کہ کشمیر کی حکومت دنیا کے کس نرالے خطہ میں واقع ہے۔ جہاں افواہوں اور نعروں کا انسداد تازیانہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ پھر سوال یہ ہے کہ آیا ایسی سزاؤں سے بے بنیاد افواہوں اور اشتعال انگیز نعروں کا انسداد ہو گیا۔ اور فساد کے بڑھ جانے کا جو خطرہ لاحق تھا وہ رک گیا کاش مسٹر مڈلٹن واقعات وحقایق کی روشنی میں ان سوالات پر بھی غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہی سزائیں فساد کے اور بڑھ جانے اور حکومت کے خلاف جذبہ نفرت اور افواہوں کے زیادہ پھیلنے کا موجب ہوئیں اور یہ آگ جموں اور کشمیر کے تمام علاقوں میں چاروں طرف پھیل گئی۔ کاش ایسی سزائیں تجویز کرنے کے بجائے نرمی اور تحمل سے لوگوں کے دلوں کو قابو میں لانے کی کوشش کی جاتی۔ تو کبھی اس قسم کی طوائف الملوکی دیکھنے میں نہ آتی جیسی کہ اب نظر آرہی ہے۔

گالیوں کا الزام!

۲۱ رفروری ۳۲ء کے "زمیندار" میں قلعہ بھنگیاں امرتسر کے حکیم عزیز الرحمٰن نامی کسی شخص نے بعض ان کلمات کو نقل کر کے جو حضرت مسیح موعود نے مولویوں کی ناحق کوشی اور دشنام طرازی کے جواب میں استعمال کئے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ آپ نے علما کو منثور و منظوم گالیاں دی ہیں۔ منثور گالیوں کے متعلق (اگر انہیں گالیاں کہنا جائز ہے) یہ لکھا ہے کہ "عصائے موسیٰ" اور "عشرہ کاملہ" سے ماخوذ ہیں۔ کاش یہ بھی بتا دیا ہوتا کہ یہ دونوں کتابیں کس کی تصنیف ہیں۔ حیرت ہے کہ حوالہ دیا جاتا ہے مخالفین کی کتابوں کا۔ اور گالیاں دینے کا الزام حضرت مسیح موعود پر لگایا جاتا ہے۔ معلوم نہیں "زمیندار" کی لغت میں اسکو ایمانداری کونسا درجہ حاصل ہے۔ اس سے بھی بڑھکر حیرتناک امر یہ ہے کہ "منظوم" گالیوں کے ثبوت میں جو نظم لکھی گئی ہے۔ اس کے متعلق کتاب کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ کہ کہاں سے ماخوذ ہے۔ شاید اس لئے کہ جس فریب خوردگی میں حکیم صاحب اپنے قارئین کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں اس کی حقیقت آشکارا نہ ہو جائے۔ کیونکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ وہ نظم حضرت مرزا صاحب کی نہیں ہے۔ ورنہ کتاب کا حوالہ نہ دینے کی کیا وجہ ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ حکیم صاحب اس نظم کو حضرت مرزا صاحب کے کلام میں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اور نہ اپنی غلط بیانی اور فریب خوردگی کی کوئی تاویل ہی کر سکتے ہیں۔ تاہم حکیم صاحب سے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جن علما کو قرآن کریم نے کمثل الحمار یحمل اسفارا کا معزز خطاب دیا۔ اور حدیث نبوی میں شر من تحت ادیم السماء (سقف آسمانی کے نیچے بدترین خلایق) اور شرّ و ۃ والخنازیر قرار دیا گیا۔ حضرت مرزا صاحب نے اگر لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم کے ماتحت انہیں "بدذات فرقہ مولویان" "اسلام کے دشمن" "پلید طبع" وغیرہ الفاظ سے یاد کیا۔ تو کیا اندھیر آگیا۔ کیا مولویوں نے اس مامور ربانی کے متعلق اس سے بڑھکر ناپاک الفاظ استعمال نہیں کئے۔ حضرت مسیح موعود نے تو مولویوں کے متعلق جو کچھ لکھا وہ ان کی حقیقت حال کا صحیح نقشہ ہے۔ اس لئے گالی کہلانے کا مستحق نہیں لیکن مولویوں نے جو گندہ دہانی کی وہ اس مامور من اللہ کی پاک باطنی اور مجددیت کو جانتے ہوئے کی جیسا کہ راس المکفرین مولوی محمد حسین بٹالوی کے اس ریویو سے ظاہر ہے جو براہین احمدیہ پر کرتے ہوئے اس نے صاف لکھا کہ تیرہ سو سال میں اس عظمت و

بزرگی کا انسان کوئی نہیں ہوا۔ اس اعتراف حق کے باوجود فتوے کفر دینا اور ناپاک کلمات استعمال کرنا کیا پرلے درجہ کی گندہ زبانی اور دشنام طرازی نہیں؟ ایک مولوی محمد حسین نہیں حکیم عزیز الرحمٰن صاحب نے باعتبار حروف تہجی جو الفاظ حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ان سے بڑھکر سبت سے مولویوں کی گندہ دہانی کا طومار ہمارے پاس موجود ہے جو حروف تہجی ہی کے طریق پر مرتب کیا جا چکا ہے۔ افسوس ہے کہ "پیغام صلح" کی ضخامت اس کی اشاعت کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ حکیم عزیز الرحمٰن صاحب کو اگر اپنے ان مقتدایان ملت کی گندہ دہانی کا نقشہ دیکھنا ہو تو عنقریب اسے ایک ٹریکٹ کی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔ جو امید ہے کہ ان جیسے بہت سے "فریب خوردہ اصحاب کے لئے سرمۂ چشم بصیرت" کا کام دے گا۔ اور علمائے کرام کے متعلق مولانا حالی کا یہ شعر بے ساختہ اُن کی زبان پر آجائے گا۔ ؎

ستون چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

ایک امریکن پروفیسر حقانیت اسلام پر

امریکہ کی سنائی یونیورسٹی کے پروفیسر مسٹر ہوورڈ نے اسلامیات پر لیکچر دیتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ اس قابل ہیں۔ کہ ہر متلاشی حق انہیں غور اور توجہ کے ساتھ مطالعہ کرے۔ پروفیسر موصوف نے بتایا کہ:-

"ہم لوگ خواہ کتنا ہی انکار کریں۔ مگر واقعات کو پیش نظر رکھکر یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ وہ اس قوم پر حکومت کر رہا ہے جو ازمنہ مظلمہ میں عیسائیوں کے لئے شمع ہدایت بنی رہی اور جس نے اپنے علوم وفنون سے ہمارے دماغوں کو سیراب وشاداب کیا۔"

آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اگر اسلامی حکومتیں صفحہ ہستی سے نابود بھی ہو جائیں تو اسلام اور مسلمان فنا نہیں ہو سکتے۔ جو چیز انہیں حیات تازہ بخشتی ہے وہ ان کی کتاب قرآن ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے ایسی ہی محفوظ ہے جیسا کہ آسمان اپنی پیدائش کے وقت ہے۔ اس کا حال بائیبل کی طرح نہیں جو اپنی تمام مذہبی اور تاریخی خصوصیات کو گم کر چکی ہے۔ اور نہ اس کی تعلیم بیرونی تعلیم وعقائد سے ملوث ہوئی ہے۔ عیسائیت اور بت پرستی میں اب وہ فرق نہیں رہا اور اگر کوئی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بت پرستی کے جراثیم نے اصل عیسائیت کو چٹ کر لیا ہے۔ قرآن ایک زندہ اور حیات بخش کتاب ہے۔ اور مسلمانوں کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مسلمان جس طرح قرآن شریف کی عزت کرتے ہیں۔ انجیل کے لئے ہمارے دلوں میں عزت نہیں ہے۔ مسلمان اپنے دل ودماغ کو اسلام کے حوالے کر چکے ہیں اور عیسائی رسماً یا بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر اس کو مان رہے ہیں۔ ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ قرآن کی تعلیم کا صحیح ظہور ہوا تو اس سے عیسائی دنیا کو بھی بہت فائدہ پہنچے گا۔

یہ الفاظ حقانیت اسلام پر ایک بصیرت افروز مرقع کا کام دے سکتے ہیں۔ حقیقت اسلام اور قرآن کی صحیح اور سچی تصویر ان الفاظ میں کھینچ دی گئی ہے۔ جس کو احمدیت دنیا میں ایک مدت سے پیش کر رہی ہے۔ یہ امر ازحد موجب امتنان ہے کہ احمدیت کی کوششیں ہر پہلو سے بارآور ثابت ہو رہی ہیں اور مہذب دنیا کے فہمیدہ انسان اسلام کی اس اصل تصویر کو دیکھکر اس کی حقانیت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔

فضائے آسمانی میں ایک انگریز شہزادی کا قبول اسلام

لندن ۱۸ رفروری، ایوننگ سٹنڈرڈ رقمطراز ہے کہ برطانی شہزادی ڈیانگ موڈ آف سارا واک (Dayang Muda of Sarawak) جو راجہ بروک کے متبنیٰ کی بیوی ہیں۔ رود بار انگلستان کو طیارہ میں عبور کرتے ہوئے ڈاکٹر خالد شیلڈرک کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئیں شہزادی نے کرائیڈن سے فرانس کی طرف پرواز کرتے ہوئے راہ میں قرآن مجید مطالعہ کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان میں دعا پڑھنے کے بعد شہزادی کے مشرف باسلام ہونے کا اعلان کیا اور خیر النسا نام رکھا شہزادی نے کہا کہ میں نے صداقت اسلام کے اعتراف کے لئے فضائے آسمانی کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ یہ ایک نئی بات تھی۔"

یہ ڈاکٹر خالد شیلڈرک کی ان تبلیغی سرگرمیوں کا ثمر شیریں ہے جن میں وہ ایک عرصہ سے منہمک ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ووکنگ مشن نے نہ صرف ان انگریزوں کو جو اسلام سے دور اور نفور تھے صداقت اسلام کا قائل کرنے میں معجزانہ اثر دکھایا۔ بلکہ ڈاکٹر خالد شیلڈرک جیسے پرانے نومسلمین کو بھی سرگرم تبلیغ بنا کر اس مسیحائی کا نمونہ دکھایا جو احمدیت کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے ڈاکٹر خالد شیلڈرک کی تبلیغی سرگرمیاں ہر طرح سے لائق استحسان ہیں اور ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں کو اور زیادہ بارآور کرے۔ اور اسلام کا سورج مغرب کی ظلمات کو بہت جلد منور کرنے کا موجب ہو۔

موت نامۂ ثنائی کا جواب

ایام جلسہ میں بحالت بیماری میں نے اہل جلسہ کو اطلاع دی تھی۔ کہ بیماری سے شفایاب ہونے پر اس کا جواب دوں گا۔ جلسہ کے بعد پھر بیمار ہو گیا۔ خدا کا فضل ہے کہ عید سے پہلے میں ان سطور کے بتدریج لکھانے کے قابل ہو گیا۔ اب یہ تحریر جو غالباً پچاس صفحہ تک پہنچ گئی ہے۔ کتابت کے لئے چلی گئی ہے۔ میں اسے مفت تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ خصوصاً غیر احمدی سرکل میں۔ جو احمدی بھائی یہ تحریر دیکھیں۔ وہ اپنے شہر کے غیر احمدی لیکن بلا تعصب اصحاب کی فہرست مجھے بھیج دیں۔ اگر وہ اپنے لئے یہ تحریر چاہیں تو بھی وہ بلا قیمت حاضر ہوگی۔ ہاں محصولڈاک ان کے ذمہ ہوگا۔ وہ ٹکٹ کی بجائے جوابی کارڈ بھیج دیں۔ دوسرے پر کوئی پتہ نہ ہو میں اسے محصولڈاک میں محسوب کر لوں گا۔ غیر احمدیوں کے محصول ڈاک کا بھی فکر نہ کریں۔

(خواجہ کمال الدین۔ عزیز منزل۔ لاہور۔ مورخہ ۱۳ رفروری)

جن

احباب کا چندۂ اخبار فروری میں ختم ہوتا ہے وہ جلد منی آرڈر بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں۔

پنڈت رودر انند کو ہمارا جواب الجواب

مقام گڑھی میں مناظرہ کیلئے پنڈت رودر انند کی جملہ شرائط منظور

اگر ۵-۶ مارچ کو پنڈت جی مناظرہ کیلئے نہ پہنچے تو ان کے فرار کا اعلان ہوگا

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا مکتوب پنڈت رودر انند کے نام

پنڈت رودر انند صاحب کے چیلنج کے جواب میں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے جو مکتوب انہیں لکھا تھا وہ ۱۳ر فروری ۳۲ء کے "پیغام صلح" میں درج ہوچکا ہے۔ پنڈت صاحب کی طرف سے جو کچھ اس کا جواب موصول ہوا اس کا جواب الجواب ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے:- (مدیر)

پنڈت جی آداب عرض۔ مزاج شریف۔ خط آپ کا ملا جواب کے لئے شکریہ! چونکہ آپ نے اپنا چیلنج "آریہ ویر" نامی ایک اخبار میں ہی شائع کرایا تھا اس لئے اگر میں نے بھی اپنا جواب اخبار "پیغام صلح" میں اشاعت کے لئے بھیجدیا تو آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ ہاں آپ کے اور میرے طرز عمل میں ایک فرق ضرور ہے۔ کہ آپ نے تو اپنا چیلنج براہ راست ہمارے نام یا ہمارے مرکز کے ذریعہ نہیں بھیجا اور صرف اخبار آریہ ویر میں ہی (جو ہمارے مطالعہ میں نہیں آتا) شائع کراکر بیٹھ گئے۔ لیکن ہم نے اپنا جواب نہ صرف اخبار میں اشاعت کے لئے بھیجا بلکہ آپ کے نام بھی براہ راست بصیغہ رجسٹری ارسال کیا۔ چاہئے تو یہی تھا کہ اخباری چیلنج کا جواب اخبار ہی میں دیدیا جاتا اور آپ کو براہ راست کوئی اطلاع نہ دی جاتی۔ (جیسا کہ آپ نے کیا) لیکن ہم اسے مردانگی کے خلاف سمجھ کر ذیل میں نمبروار جواب الجواب عرض ہے۔ توجہ دیجئے اور اگر مناظرہ کا حوصلہ نہ ہو تو خواہ مخواہ کی خط وکتابت میں میرا وقت ضائع نہ کریں۔ کہ آج کل اپنے دیگر تبلیغی فرائض میں مصروفیت کے علاوہ مقدس ویدوں پر ایک فیصلہ کن کتاب لکھنے کا کام بھی کر رہا ہوں۔

(۱) آپ کا یہ لکھنا کہ آپ کو احمدی مناظرین کے پتہ سے علم نہ تھا اس لئے اپنے چیلنج کی نقول یا اخبار آریہ ویر کی کاپیاں نہ بھیج سکے صحیح نہیں۔ پنڈت جی سچ کہئے کہ کیا آپ کو احمدی مناظرین کا اتنا موٹا پتہ بھی معلوم نہ تھا کہ انہیں ان کے مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور احمدیہ انجمن قادیان کی معرفت اپنے چیلنج سے مطلع کرتے۔ اور یہی میں نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا کہ آپ ہمارے مرکز کے ذریعہ ہمیں اپنے چیلنج کی نقول یا اخبار آریہ ویر کی کاپیاں بہم پہنچاتے۔ پھر کیا آپ نے میری تشریحات کو پورے غور سے پڑھکر جواب دیا؟ کتنا کمزور جواب ہے کہ پتہ معلوم نہ تھا اس لئے جواب نہ دے سکا۔ پنڈت جی غور تو فرمایئے آپ تو اس جواب سے دنیا کو یہ سمجھنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ جو شخص تمام احمدی مناظرین کو مناظرہ کا چیلنج دے رہا ہے اس کی معلومات کا یہ حال ہے کہ اسے احمدیوں کے مرکز کا بھی پتہ معلوم نہیں۔ تاکہ نام بنام اور الگ الگ نہ سہی احمدی مناظرین کو ان کے مرکز کے ذریعہ ہی یکجا طور پر اپنے چیلنج سے مطلع کردیتا۔ اور اگر پنڈت جی ہمیں اجازت دیں گے تو ہم تو یہی عرض کریں گے کہ آپ کو سب کچھ معلوم تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے چیلنج میں بھی احمدیوں کے دونوں فریق (لاہوری وقادیانی) کا ذکر کیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مناظرہ کرنا آپ کا مقصد نہ تھا سامانہ میں پے در پے جو خفت آپ کو ہوئی صرف اس کو رفع کرنے کا کچھ سامان کرنا تھا۔ بس اخبار میں ایک چیلنج شائع کراکر سمجھ لیا گیا کہ لو پر ثابت ہوگیا ہوگا کہ سوامی جی تو مرد میدان ہیں یہ احمدی ہی میں جو سامنے نہیں آتے۔

آپ کی اور احمدی مناظرین کی شہرت

(۲) آپ کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ مسلمانوں میں آپ کو شہرت حاصل ہے۔ سامانہ کے مسلمانوں کے علاوہ (جہاں آپ سے وہ سلوک ہوا جس کا ذکر میں اپنے پہلے خط میں کرچکا ہوں) باہر آپ کو کوئی نہیں جانتا لیکن اس کے مقابلہ میں آپکو اگر ہماری شہرت میں کوئی شبہ ہو تو آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے کارکنان اور ان کے مشہور اپدیشکوں سے دریافت کیجئے یا پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ریکارڈ کا وہ حصہ ملاحظہ کرنے کی کوشش فرمایئے جس میں مرزا مظفر بیگ احمدی پریچر کے خلاف لالہ بودھراج ملتانی سابق ممبر لیجسلیٹو کونسل کا رونا پیٹنا درج ہے۔ کہ گورنمنٹ ہمیں اس احمدی پریچر سے نجات دلائے۔ جو ہلائے بے درماں ہوکر ہمارے پیچھے پڑگیا ہوا ہے۔

آپ کا ڈر پوک ہونا نہ ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ آپ نے احمدی مناظرین کو اپنے چیلنج سے اطلاع نہیں کی۔ یہ الگ بات ہے کہ آپکی بدقسمتی سے ہمیں اطلاع مل گئی۔ اور ہم آپ کے گلے کا ہار بن گئے۔

"تہذیب کی نانی"

اگر آپ ایک مذہبی آدمی اور پھر (بقول اپنے) سوامی بھی ہیں۔ تو میں نے تہذیب وشرافت سے خطاب کرنے کی طرف توجہ دلانے میں کونسا جرم کردیا۔ اتنا شرمندہ ہونے کے بعد بھی آپ کی وہی روش اور ہجو قسم فقرات کہ "اس میں تہذیب کی نانی کا کیا دینا" یہی ثابت کر رہا ہے کہ آپ ستیارتھ پرکاش کے جائز وارث ہیں۔ سچ ہے ..... مقتضائے طبیعتش ایں است۔ اس نمبر کے آخری چند الفاظ کا جواب آگے ۹ میں آئے گا۔ توجہ دیجئے گا۔

آخری سانس کو ختم کرنے کی کوشش

(۴) سامانہ میں آپ کا چیلنج۔ میرا مندر میں جاکر آپ کو للکارنا اور آپ کا منہ چھپالینا۔ پھر دوسرے دن آمادگی کے بعد عین وقت پر بقول اپنے "کنی" دبانا۔ سامانہ کے بچہ بچہ کو معلوم ہے۔ پھر کیا ایسے شخص کو منہ لگانا (جبکہ مناظرہ کامیابی سے ختم ہوچکا تھا) اس کو جان بوجھ کر اہمیت دینا تھا کہ نہیں۔ اب بھی آپ اس قابل نہ تھے کہ آپ کو مخاطب کیا جاتا لیکن چونکہ آپ نے آریہ ویر میں تمام احمدی مناظرین کے نام چیلنج شائع کرایا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ آپ کے اس آخری سانس کو بھی ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے۔

واقعات سامانہ کے متعلق خلاف بیانی

(۵) آپ کا یہ فرمانا کہ سامانہ میں مولانا عبدالحق صاحب مناظرہ کرنے کو مقابلہ میں آپ نکلے۔ مرزا مظفر بیگ کے لئے پریم جی نے مناظرہ کا فیصلہ ہوا تھا بالکل غلط ہے۔ آریوں کے جلسہ میں مناظرہ کا چیلنج دیا تھا تو آپ نے (نہ کہ پریم جی نے) اور میں سماج کے جلسہ میں مناظرہ کے لئے گیا تھا تو آپ سے مناظرہ کے لئے۔ پھر آریہ نوجوانوں نے ہمیں بتایا تو یہی کہ آج سوامی رودرانند جی مناظرہ کے لئے تیار ہوگئے ہیں" اور ہم آخر دم تک سمجھتے رہے تو یہی کہ پنڈت رودرانند سے مناظرہ ہے۔ لیکن عین وقت پر آپ پیچھے ہٹ گئے۔ اور پریم جی کو آگے کردیا۔ اور اب محض غلط بیانی سے کام لے کر اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ آپ صرف مولانا عبدالحق صاحب کے ساتھ مناظرہ کے لئے تیار تھے۔ سچ ہے جن کی ستیارتھ پرکاش میں یہ لکھا ہو کہ مخالف کی تردید کے لئے جھوٹا عقیدہ بنالینا بھی ممکن ہے (دیکھو باب ۱۱ نقرہ ۲۱۔ بیان شنکر اچاریہ) یا جن کے دھرم شاستر کی یہ تعلیم ہو کہ سچ کہنے سے اگر کسی کی جان جانے کا خطرہ ہو تو جھوٹ بول دینا چاہئے۔ (دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۸ اشلوک ۱۰۴) وہ لوگ اگر حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے کوئی "ایسی ہی" کاروائی کریں تو آخر یہ بھی ستیارتھ پرکاش اور دھرم شاستر کی مقدس تعلیم پر ہی عمل کرنا ہے۔ بھلا وہ سوامی ہی کیا ہوا جو اپنے دھرم کا پورا پورا نمونہ نہ ہو۔

آریہ سماج کی موت

(۶) آپ کا یہ لکھنا کہ آریہ سماج زندہ ہے اور دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے خلاف واقعات ہے۔ آریہ سماج اگر افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور یقیناً ہے تو پھر آریہ سماج سامانہ کے پریذیڈنٹ کا یہ فتوے کہ "سب پنڈت مرگئے" آریہ سماج ہی کی موت کا اعلان ہے۔ اور پھر آپ نے اپنے جواب کے آخر پر خود اپنے قلم سے لکھدیا ہے کہ:-

"پنڈت جی آپ شہرت کے بھوکے ہیں اور آریہ سماج میں شہرت کرانا چاہتے ہیں . . . . .
.... مولوی صاحب آپ کو علم ہونا چاہئے کہ
میں آریہ سماج سے علیحدہ ہوگیا ہوں"

بول مرزا غلام احمد کی جے، کہئے پنڈت جی اب بھی آپکو سماج کی موت میں شبہ باقی ہے۔ اور کیا آریہ سماج کی یہی دن دونی رات چوگنی ترقی ہے کہ آپ جیسے سچو مادیگر سے نیست کے دعویدار "سوامی" بھی آریہ سماج سے علیحدگی پر مجبور ہوگئے ہیں۔ پنڈت جی یہ ہے آریہ سماج کی موت جس کے متعلق ہمارے امام کی پیشگوئی ہے۔

لفظی غلطیاں

(۷) سماج کے معنے اردو میں اگر جماعت۔ انجمن اور مجلس کے ہیں تو اردو میں "آریہ سماج مرگئی" لکھنا کوئی قباحت پیدا نہیں کرتا یہ بحث اگر آپ آگے چلائیں گے تو میں آپ کو سنسکرت کے بہت سے ایسے الفاظ پیش کرونگا جو اردو میں استعمال کے وقت اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہتے۔

میری غلطی کے لئے تو آپ اتنی دور کی کوڑی لائے اور اپنے لفظ "امرالدین" کو تو سنبھالئے یہ لفظ "عمرالدین" ہے ڈی آر۔ رودر سوامی لکھنے پر بھی مجھے اعتراض ہے لفظ "سوامی" آپ کے نام (رودر) کے آگے ہو یا پیچھے۔ بہرحال رودر نے اپنے قلم سے اپنے نام کے ساتھ لفظ سوامی لکھنے کا جرم کیا ہے اور اپنے منہ میاں سوامی بنے ہیں۔ پھر کہے دیتا ہوں کہ ان باتوں سے شہرت وعزت نصیب نہیں ہوتی۔

مقطعات کا طریق

یہ تو فرمایئے کہ یہ ڈی آر رودر لکھنے کا فن آپ نے کہاں سیکھا ہے؟ ویدوں میں تو اس فن کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ سنئے پنڈت جی یہ بھی اسلام کا احسان ہے کہ آپ لوگ اپنے نام حروف میں لکھ کر دیں۔

قرآن شریف میں حروف مقطعات اسی غرض کے لئے ہیں اور مسلمانوں نے ہی سب سے پہلے اس فن کو فروغ دیا۔ محمد رسول اللہ کے نام کے ساتھ درود یعنے صلے اللہ علیہ وسلم کے لمبے چوڑے فقرے کو مسلمانوں نے ص۔ل۔ع۔م (یعنے لفظ "صلعم") میں بند کر دیا ہے جو آج تک مستعمل ہے۔ ہمارے ہی گھر کا مال چرا کر استعمال کرنا۔ اور پھر الٹا ہمیں ہی کہنا کہ تم ڈی، آر، رودر، سوامی، کے فقرے کو سمجھے نہیں۔ الٹا… کوتوال کو ڈانٹے کا مصداق ہے کہ نہیں؟ پنڈت جی آج اگر موہن داس کرم چند گاندھی اپنے آپکو ایم۔ ڈی۔ سی گاندھی لکھتا ہے تو مسلمانوں سے سیکھ کر۔ اور کوئی ڈی آر رودر بن رہا ہے تو مسلمانوں کی خیرات۔ خود اپنے گھر میں اس کے لئے کوئی سند نہیں رکھتے۔

پچھاڑیں کون کھا رہا ہے؟

سب احمدی مولویوں کو پچھاڑ کر خوش ہونے کا وقت تو آپ کو ترجمہ (تناسخ) کی امداد سے بھی نصیب نہیں ہو سکتا البتہ آریہ پنڈت بقول لالہ شادی رام صاحب پریزیڈنٹ آریہ سماج سامانہ ضرور مر چکے ہیں۔ آریہ بیچارے اپنے سالانہ جلسوں میں انتظار کرتے رہ جاتے ہیں لیکن پنڈت صاحبان احمدیوں کے خوف سے پدھارنے کا نام تک نہیں لیتے۔ اور اپنے قلم سے احمدیوں کو لکھ بھیجتے ہیں کہ ہم تو آریہ سماج سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ فرمائیے پنڈت جی یہ پچھاڑیں کون کھا رہا ہے۔ احمدی مولوی یا آپ؟

ایک ہندو بزرگ کی عقیدت آنحضرت صلعم سے

گزشتہ سال آپ خود تو سامانہ کے مناظرے میں میرے سامنے آنے سے (بقول خود) کنی دبا گئے۔ لیکن پنڈت جی ذرا دل پر ہاتھ رکھکر بیان کیجئے کہ میرے مقابلہ پر جو آریہ مناظر (پریم جی) تھا اس غریب کی کیا حالت تھی؟ دیکھو غلط بیانی نہ لفظ "سوامی" کو بدنام نہ کرنا اسی مناظرہ کا اثر تھا کہ جب میں اس سال سامانہ میں گیا تو ایک خاندانی متمول اور عمر رسیدہ ہندو بزرگ محمد رسول اللہ کی شان اقدس میں ایک طویل اور عقیدت سے بھری ہوئی نعت لکھ کر میرے پاس لائے جس کو الگ مکان میں تمام احمدی جماعت کی موجودگی میں پڑھا گیا اور خود اس ہندو بزرگ نے مزے سے لے کر پڑھا۔ یہ نظم اصل کی حیثیت میں (یعنے اس ہندو بزرگ کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی) سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ کے قبضہ میں آج بھی موجود ہے کہئے پنڈت جی پچھاڑیں کون کھا رہا ہے احمدی مناظرین یا آریہ اپدیشک

بستیوں میں کون پناہ لیتا ہے

(۹) ہم بستیوں میں پناہ لیتے ہیں کہ آپ؟ اس کا جواب آپ کے موجودہ حالات دے رہے ہیں۔ اخبار آریہ ویر میں آپ کا پتہ جو شائع ہوا اس سے معلوم ہوا کہ آپ ضلع فیروزپور کی کسی ملوٹ منڈی نام بستی میں پناہ گزیں ہیں۔ اس کے بعد اب آپ کا خط آیا تو معلوم ہوا کہ آپ ضلع حصار کی کسی بستی منڈی ڈبوالی میں خیروعافیت منا رہے ہیں اور اب نا معلوم کس گاؤں کا ارادہ ہے۔ اپنے چیلنج کے زمانہ میں بھی آپ (بقول خود) ایک ایسے مقام پر تھے جہاں احمدیوں کو کوئی جانتا تک نہیں (گویا نہایت ہی غیر معروف مقام تھا) اب فرمایئے کہ جو شخص خود چھوٹی بستیوں اور غیر معروف مواضعات کا چکر کاٹ رہا ہو وہ احمدی مناظرین کو بستیوں میں پناہ لینے کا طعن دے سکتا ہے؟

پنڈت جی! آپ نے لکھا ہے کہ آپ قوم پرست ہیں شاید جلد گرفتار ہو جائیں۔ بے ادبی معاف ہمیں تو آپ کی قوم پرستی میں شبہ ہو رہا ہے۔ کیا یہ بستیوں کا طواف کہیں گرفتاری ہی کے خوف سے تو نہیں؟

اپنے متعلق تو ہم صرف یہی عرض کریں گے کہ پنڈت جی اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو ہندوستان کے وہ مشہور شہر اور آریہ سماجیں گنوا سکتے ہیں جہاں ہم پہنچے اور کھلے بندوں دندنائے۔ مقابل پر آنے کی یا تو آریوں کو ہمت ہی نہیں ہوئی۔ یا انہیں بری طرح شکست آئی۔

شرائط مناظرہ منظور

آپ کا شکریہ کہ آپ نے مقام گڑھی متصل سامانہ ریاست پٹیالہ میں چند شرائط کے ساتھ مناظرہ قبول فرمالیا ہے۔ آپ کے ضروری امور کرایہ، بھوجن، رہائش، اپنے قتل کا خوف، پولیس کا انتظام، پر ذیل میں کچھ لکھتا ہوں توجہ دیجئے گا۔

سامانہ تک تو آپ اپنے کرایہ پر آنے کو تیار رہیں ہی۔ آگے رہ گئے صرف دو میل۔ خان صاحب محمد اکبر خاں صاحب رئیس اعظم مقام گڑھی کی رتھ بھجوا دینے کا انتظام میں کر دونگا۔ کہ ویدوں کی بیان کردہ مقدس سواری یہی ہے۔ ہاں منو دھرم شاستر ادھیائے ۱۱ شلوک ۲۰۱ میں آپ لوگوں کو گدھوں اور اونٹوں کی سواری کی مخالفت آئی ہے۔ لہٰذا آپ کے جذبات کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے رتھ میں صرف بیلوں کا ہی انتظام کیا جائے گا۔

بھوجن کے متعلق آپ فکر نہ کیجئے گا مسلمان مہمان نواز ہوتے ہیں۔ یجروید ادھیائے ۱۸ منتر ۱۲ میں آپ کی خوراک چاول، ارہر، ارد، مونگ، چنے، مسور وغیرہ) کی فہرست لکھی ہوئی موجود ہے۔ جس دن آپ سامانہ سے گڑھی مناظرہ کے لئے تشریف لائیں گے غلہ مطابق فہرست حاضر خدمت کر دیا جائے گا۔

رہائش کا انتظام

رہائش کے لئے اگر آپ آریہ سماج مندر سامانہ کی جگہ گڑھی کو پسند فرمائینگے تو گڑھی کے مسلمانوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا ؎

کعبہ کدھر ہے شکر کا سجدہ ادا کروں
اللہ! آپ آئے ہیں میرے مکان پر

سوامی دیانند جی مہاراج کے حالات زندگی اگر آپ سے پوشیدہ نہیں تو آپ کو علم ہی ہوگا کہ ہندو تو انہیں اپنے مکانات سے نکال باہر کرتے تھے لیکن مسلمان انہیں رہائش کے لئے اپنی کوٹھیاں پیش کرتے تھے۔ اس ضمن میں لاہور کے ڈاکٹر رحیم بخش و نواب نوازش علی خاں اور راولپنڈی کے خان بہادر سیٹھ آدم جی وغیرہ کے اسمائے گرامی پیش کر دینا کافی ہیں۔ پھر اگر مقام گڑھی میں مسلمان آباد ہیں تو آپ اپنی اس پرانی محسن قوم کی موجودگی میں رہائش کا فکر کیوں کر رہے ہیں؟

قتل کا خوف

قتل کا خوف آپ کا بالکل بجا ہے۔ میں کسی دوسرے کے ہاتھ سے نہیں بلکہ خود اپنے ہاتھ سے آپ کو قتل کرونگا۔ ہاں فرق صرف اتنا ہوگا کہ میرے ہاتھ میں لوہے کی نہیں بلکہ دلائل کی تلوار ہوگی اور یہی ہمارا قرآن فرماتا ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ یعنے ہلاک ہوتا ہے وہ جو ہلاک ہوتا ہے کھلی دلیل سے اور زندہ ہوتا ہے وہ جو زندہ ہوتا ہے کھلی دلیل سے متصل سامانہ میں آپ اس کا ایک دفعہ نظارہ کر چکے ہیں کہ کس طرح پریم جی ہلاک ہو گئے تھے اور یہ دراصل یکسر الصلیب کے آگے بیان کردہ دوسرے مشن کی تکمیل ہے اور یہی نشان ہے جو حضرت محمد رسول اللہ نے اس زمانہ کے مہدی اور آپ کے سپاہیوں کا مقرر فرمایا ہے۔

امن کا سوال

اب رہ گیا پولیس اور امن کا سوال۔ سو اس کے لئے خان صاحب محمد اکبر خاں صاحب رئیس اعظم مقام گڑھی ہر طرح سے ذمہ دار ہونگے اور آپ جو مناسب اطمینان طلب کریں گے ہم انشاء اللہ بہم پہنچائیں گے بس پنڈت جی اب تو آپکو کوئی انکار نہ ہوگا۔ اٹھئے اور کمر ہمت باندھیئے۔

تاریخ اور مضمون مناظرہ

میں ماہ مارچ ۳۲ء کے پہلے ہفتہ سے ۵۔۶ تاریخ کو مناظرہ کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ تناسخ پر مناظرہ سے آپ جی چراتے ہیں میں آپ کی خاطر اس مضمون کو چھوڑتا ہوں۔ صرف الہام وید اور الہام قرآن پر ہی حسب ترتیب دو دن مناظرہ ہوگا۔ میں وقت پر سامانہ پہنچ جاؤں گا۔ اگر آپ نہ پہنچے تو پھر ہم آپ کے فرار کے اعلان پر مجبور ہوں گے۔ ع

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

احباب کی خدمت میں ایک ضروری التماس

اکثر احباب بذریعہ خطوط لکھتے رہتے ہیں اور ملاقات کے وقت بھی اور سالانہ جلسہ پر بھی زبانی فرماتے رہتے ہیں کہ میں اپنے پرانے علمی مضامین کو ایک جگہ جمع کر کے شائع کر دوں۔ میں نے ان کی خدمت میں زبانی یہ عرض کیا تھا کہ میں انجمن پر یہ بوجھ ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ نقد روپیہ میرے پاس کوئی نہیں جو طبع و اشاعت کے کام میں خرچ کر سکوں لہٰذا اس کی صورت یہی ہے کہ احباب اگر اتنے خریدار جمع کر دیں کہ اس میں اخراجات طباعت و اشاعت نکل آئیں تو یہ کام بآسانی ہو سکتا ہے لیکن اب ایک اور تجویز میری سمجھ میں آئی ہے کہ اگر چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں وہ مضامین سلسلہ وار شائع کر دیئے جائیں جن کی قیمت نہایت تھوڑی رکھی جائے تو احباب پر بھی بوجھ نہ ہوگا اور جو رقم ان رسالوں کی فروخت سے آئے گی اس سے اور نئے رسالے طبع ہو سکیں گے مثلاً اب میں نے تناسخ کے مضامین کو رسالہ کی شکل میں چھپوایا ہے جو رقم ان کی فروخت سے آئے گی اس سے رسالہ سراج انسانی چھپ جائے گا۔ جو اس کے بعد انشاء اللہ القدیر شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ و باللہ التوفیق۔ غرضکہ اس طریقہ سے تمام مضامین یکے بعد دیگرے چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں شائع بھی ہو جائیں گے اور احباب پر بوجھ بھی نہ ہوگا اور میری ناداری بھی اس راہ میں حائل نہ ہوگی امید ہے احباب اس معاملہ میں میری حوصلہ افزائی فرما کر عنداللہ ماجور اور مجھے مشکور فرمائیں گے۔ تناسخ کے رسالہ کی قیمت صرف ۳ر اسی لئے رکھی ہے کہ احباب زیادہ تعداد میں خرید کر ہندوؤں اور آریوں میں اسے آسانی سے تقسیم کر سکیں اگر کوئی اور تجویز کسی دوست کے ذہن میں آئے تو اپنے قیمتی مشورہ سے مجھے مستفیض ہونیکا موقع دیں۔ والسلام (البشارت احمد)

بابت ولادت مسیح پر چند اعتراضات کے جوابات

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن مدظلہ)

اعتراض ۱۔ حضرت زکریا کے جواب میں ان کو کہا قال کذالك یفعل مایشاء (۳: ۴۰) اور حضرت مریم کو قال کذالك یخلق مایشاء اذا قضی امراً الخ۔ ایک ہی سوال کے جواب میں ایک جگہ فعل اور دوسری جگہ خلق کہنا کس وجہ سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ زکریا اور انکی بیوی کو تندرست کرنے کو یفعل مایشاء سے ظاہر کیا۔ اور مریم کو نئی قسم کی پیدائش سے خبر دینے کے لئے یخلق مایشاء ہے۔ ورنہ دونوں جگہ ایک ہی لفظ چاہئے تھا۔

جواب ۱۔ ضروری نہیں کہ ایک مطلب کو دو جگہ ظاہر کرنے کے لئے ایک ہی جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں۔ بلکہ الفاظ ہم معنی اور مترادف بھی ہوا کرتے ہیں۔ اور دو جگہ ایک ہی معنے کو ظاہر کرنے کے لئے بعض دفعہ دو مختلف الفاظ استعمال کئے جانے میں فصاحت و بلاغت مدنظر ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایک لفظ سے دوسرے لفظ کی تشریح کرنی منظور ہوتی ہے۔ کبھی الفاظ کے بدلنے میں کوئی نکتۂ علمی پنہاں ہوتا ہے۔

تعمیم اور تخصیص کا فرق

ان دونوں آیات میں یفعل اور یخلق ہم معنی ہیں۔ کیونکہ خلق بھی تو خدا کا فعل ہے۔ قال کذالك اللہ یفعل مایشاء کے معنے ہیں "کہا اسی طرح ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" قال کذالك اللہ یخلق مایشاء کے معنے ہیں "کہا اسی طرح ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے"۔ دونوں جگہ دونوں کو لڑکا عطا کرنے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ دونوں کی نگاہ میں لڑکا پیدا ہونے میں کچھ مشکلات ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا نہایت درجہ مشکل ہے۔ اس پر جناب الٰہی سے تسلی دی جاتی ہے۔ کہ مشکلات تو واقعی ہیں لیکن اللہ جو چاہتا ہے کر لیتا ہے یا پیدا کر لیتا ہے۔ یفعل اور یخلق میں صرف تعمیم اور تخصیص کا فرق ہے۔ یفعل عام ہے۔ ہر ایک فعل پر بول سکتے ہیں۔ یخلق خاص ہے۔ صرف پیدا کرنے کے فعل پر بولا جاتا ہے پس یفعل میں یخلق بھی شامل ہے۔

تخصیص سے تعمیم کی تشریح

اب دیکھنا یہ ہے کہ یفعل مایشاء سے کیا پیدا کرنے کا فعل مراد ہے یا کوئی اور فعل ہے۔ اول تو جب ایک ہی رنگ کے دو واقعات ہوں جن میں سوال بھی یکساں ہوں اور جواب بھی یکساں ہوں تو دو مختلف الفاظ میں تعمیم و تخصیص کا فرق کوئی فرق نہیں ہوا کرتا بلکہ ایک جواب کی تخصیص دوسرے جواب کی تعمیم کو بھی زائل کر کے تخصیص پیدا کر دیتی ہے۔ یعنے ایک جگہ کی تخصیص دوسری جگہ کی تعمیم کے لئے بطور تشریح کے ہوتی ہے۔ حضرت زکریا فرماتے ہیں، میرے بیٹا کیسے ہوگا فلاں فلاں مشکلات ہیں۔ حضرت مریم فرماتی ہیں میرے بیٹا کیسے ہوگا فلاں فلاں مشکلات ہیں۔ ایک جگہ فرمایا یفعل مایشاء خدا جو چاہتا ہے کر لیتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا یخلق مایشاء، جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے۔ اب یفعل کی تعمیم کی تشریح یخلق کی تخصیص نے کر دی۔ یفعل میں خدا کا فعل عام ہے۔ یخلق میں خدا کا فعل خاص ہے۔ چونکہ بچہ کی ولادت کی مشکلات کے متعلق اعتراض تھا اس لئے یفعل کے معنے بھی یخلق کے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہی فعل ہے جو یہاں زیر بحث ہے۔ ایک فہیم انسان کو خود بھی یہی سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہاں وہ فعل الٰہی کیسے مراد ہو سکتا ہے جو زیر بحث نہیں لیکن اتنا ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے خود دوسری جگہ جو جواب دیا۔ وہاں یخلق فرما کر بات کو صاف کر دیا کہ پہلی جگہ بھی یفعل میں خدا کے فعل سے مراد خدا کے خلق کرنے کا فعل تھا نہ کہ کوئی اور فعل۔

دوسری آیات سے تشریح

یہ تو ہوا سورہ آل عمران میں حضرت زکریا و مریم کا تذکرہ اب آیئے سورہ مریم میں انہی واقعات کو پڑھیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔ آپ حضرت زکریا کے واقعہ کو وہاں پڑھیں گے تو بات شیشہ کی طرح صاف ہو جائے گی۔ وہاں جب حضرت زکریا نے بچہ کی ولادت میں مشکلات کا ذکر کیا تو جواب میں فرمایا قال کذالك قال ربك هو علی هین وقد خلقتك من قبل ولم تك شیئا۔ "کہا اسی طرح ہے۔ تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔ اور بے شک میں نے اس سے پہلے تجھ کو پیدا کیا اور تو کچھ بھی نہ تھا"۔ اب دیکھئے کس طرح ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کر رہی ہے۔ سورہ آل عمران کے الفاظ "یفعل مایشاء" کے ٹھیک بالمقابل سورہ مریم کے الفاظ ہیں "هو علی هین وقد خلقتك من قبل ولم تك شیئا" یعنے "خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے" کی تشریح اللہ تعالیٰ نے خود یوں فرمائی ہے "یہ بات ہم پر آسان ہے۔ اور اس سے پہلے تجھے بھی تو پیدا کیا تھا۔ حالانکہ تو کچھ بھی نہ تھا"۔ اب تو یہ ثابت ہو گیا کہ یفعل سے یہاں مراد یخلق یعنے پیدائش کا فعل مراد ہے۔ جس چیز کو فرمایا کہ مجھ پر آسان ہے۔ وہ بچہ کی پیدائش ہے۔ اور اس پر دلیل لاتے ہیں خود زکریا کی پیدائش کو پس جو فعل زیر بحث تھا وہ خلق کا تھا اس لئے یفعل کے معنے یخلق کے سوا دوسرے نہیں ہو سکتے۔

کن فیکون سب پر حاوی ہے

آپ اذا قضی امراً فانما یقول له کن فیکون (آل عمران) سے نہ گھبرایئے یہ حضرت مسیح کی ولادت ہی پر نہیں بولا گیا بلکہ ہر چیز کی ولادت پر بولا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون کہ اس کا امر تو یہ ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق ارادہ کرتا ہے کہ ہو جائے پس وہ ہو جاتی ہے۔ ہر ایک انسان، میں ہوں یا آپ، بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ کن فیکون کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ پھر کن فیکون کا حکم اور نتیجہ محض ولادت سے ہی مختص نہیں۔ بلکہ ہر ایک چیز جو معرض ظہور میں آتی ہے سب کن فیکون کے ماتحت آتی ہے موت اور ہلاکت بھی کن فیکون کے ماتحت ہی ظہور میں آتی ہے جیسا کہ اراد شیئا سے ظاہر ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کسی کی موت یا ہلاکت کا ارادہ نہ کرے وہ کس طرح آسکتی ہے۔ پس ہر ایک چیز جو پیدا ہوتی ہے یا فنا ہوتی ہے یا جو امر بھی ہو رہا ہے وہ سب کن فیکون کے ماتحت ہو رہا ہے۔ یہاں اذا قضی امراً... الخ سے مقصد فقط حضرت مریم کو سمجھانا تھا کہ یہ امر مقدر ہے ہو کر رہیگا۔ اس لئے جو بھی مشکلات ہونگی اٹھ جائینگی۔ چنانچہ اسی لئے سورہ مریم میں اذا قضی امراً.... الخ کے بجائے کان امراً مقضیا فرمایا۔ یعنے یہ امر مقدر ہے جو ہو کر رہے گا۔ اس آیت میں حضرت مسیح کی ولادت میں کسی اعجوبہ اور نرالی ادا دکھانے کا کوئی ذکر نہیں نکلتا۔ آخر ساری دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے کن فیکون کے ماتحت ہو رہا ہے تو حضرت مسیح کی ولادت کے لئے جب وہی الفاظ بولا جائے تو اس میں اعجوبہ پرستی کی راہ کیوں نکالی جائے۔ اگر کن فیکون کے الفاظ سے کوئی اعجوبہ نمائی مراد ہوا کرتی تو ہر ایک فعل الٰہی جو دنیا میں ہو رہا ہے اعجوبہ نمائی ہے۔

مریم کی پیش کردہ مشکلات کی آسانی کا ذکر ہے!

غرضیکہ لاکھ جتن کرو اس آیت میں سے مسیح کی ولادت کے متعلق کسی اعجوبہ پرستی کی گنجائش تو نہیں نکلتی ویسے خوش عقیدگی سے جو چاہو مانا کرو۔ اس آیت کو یہاں لانے کی غرض یہ تھی کہ حضرت مریم کو لڑکا پیدا ہونے کی راہ میں بہت سی مشکلات نظر آ رہی تھیں وہ جانتی تھیں کہ مس بشر کے بغیر لڑکا تو ہوا نہیں کرتا۔ اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے شادی کی۔ اور ہیکل والے، ایک راہبہ کو جو ہیکل کی نذر ہو، شادی کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اگر شادی نہ ہو تو پھر دوسری شکل مس بشر کی بدکاری تھی۔ جو ایک نیک اور پاک بی بی سے بالکل مستبعد امر تھا۔ اس لئے حضرت مریم کو سمجھ نہیں آتا تھا کہ لڑکا کیسے ہوگا۔ چنانچہ جناب باری میں عرض کر ہی دیا۔ فرمایا ہاں مشکلات تو ایسی ہی ہیں جو تمہارے پیش نظر ہیں لیکن تیرے رب کے لئے سب مشکلیں آسان ہیں۔ وہ لڑکا تو دنیا میں لوگوں پر خدا کی حجت تمام کرنے اور رحمت بن کر آئے گا۔ اور یہ امر مقدر ہے ہو کر رہے گا۔ تمہیں اس میں حیران اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہاں مشکلیں آسان کرنے کا ذکر ضرور ہے لیکن پیدائش میں نیا طریقہ برتنے اور سنت اللہ کے بدلنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ صفحہ ۷

عملی حصہ نہ لینے والے دوستوں سے خطاب

دوسری بات میں پھر دہراتا ہوں۔ اپنے ان دوستوں کے لئے جو عملی طور پر حصہ نہیں لیتے ان کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر یوں کر لیا جائے کہ جس کو دس روپے آمد ہے وہ یہ سمجھے کہ نو روپے آٹھ آنے آمد ہوئی ہے۔ اگر اس طریق سے اپنے آپ کو خدمت دین میں لگاؤ اور جس بات کا تم نے اقرار کیا ہے اس میں عملی حصہ لو تو تمہارا جماعت میں شامل ہونا بھی کارآمد ہو سکتا ہے۔ ورنہ نرا زبانی اقرار کرنا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

بقیہ صفحہ ۲

ہو جائے گا۔ میں نے کہا خدا سے ڈرو۔ یہ پیشگوئی جس وقت کی گئی ہے اس کے بعد افغانستان کی ریاست سلطنت میں مبدل ہو گئی افغانستان آزاد ہو گیا۔ امان اللہ خاں نے ترقیات مغربی سے اسے مالا مال کیا۔ غرضکہ جو اسباب تھے وہ ترقی کے تھے۔ لیکن خدا کا کلام کہتا تھا کہ باوجود ان تمام طاقتوں کے خدا کا کلام پورا ہو کر رہے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ بعد میں وہاں کے معتبر لوگوں سے جب میں نے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ ہاں پون لاکھ اور لاکھ کے درمیان ہی مرنے والوں کی تعداد ہو گی غرضکہ پیشگوئیوں میں کج بحثی کرنے والوں کا طریق ہی یہ ہے۔ کہ تاریخ بتاؤ۔ دن بتاؤ۔ منٹ بتاؤ۔ اس کے جواب میں فرمایا الیٰ ربک منتھٰھا تیرے رب کی طرف ہی اس کا انجام ہے۔ انما انت منذر من یخشٰھا۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے۔ جو اس سے ڈرتا ہے یعنے اس کی باگ خدا کے ہاتھ میں ہے جب چاہے گا لے آئے گا۔ رسول کا کام تو ڈرانا ہے۔

پچھتانے کے دن

کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا۔

جس دن وہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہو گا کہ گویا صرف ایک شام یا صبح ہی ٹھیرے تھے۔ جب عذاب آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سکھ کا زمانہ چشم زدن میں گزر گیا۔ عمر گزر جاتی ہے اور پتہ نہیں لگتا۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ٹھیرے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔ پس فرمایا کہ وقت کی قدر کرو اور قرآن کی ہدایات سے فائدہ اٹھاؤ۔ جب عذاب آ گیا تو اس وقت کو یاد کر کے پچھتاؤ گے اور پھر گیا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں۔ ؎

خدمت دیں کا تو کھو بیٹھے ہو وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

ڈوگرہ فوج کی حرکات مذبوحی مسلم خواتین کی علانیہ آبروریزی

ہٹے کٹے ہندوؤں کو بھوکے پیاسے مسلمانوں کے کندھوں پر سوار کر کے لایا گیا

ضلع میرپور میں لوٹ مار اور غارت گری کی گرم بازاری

مورخہ ۱۷ر فروری کو ایک فوجی دستہ نوشہرہ سے روانہ ہوا اس کے ساتھ سیوا سمتی کے مسلح والنٹیر تھے۔ اس دستہ نے کھمبہ میں آ کر مسلمانوں کے مکانوں کو لوٹا۔ ان وحشیوں نے کئی ایک عورتوں کی عصمت خراب کی ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں۔ مسماۃ کیشرو زوجہ ار عاجٹ عمر ۱۸ سال۔ بگی زوجہ بنس جبٹ عمر ۲۰ سال ہاشم بی بی نائین عمر ۲۰ سال غریب عورتیں بے ہوش ہو گئیں اور ڈر ہے کہ موخر الذکر صدمات سے جان بحق ہو جائے۔ قلعہ کھمبہ سے دو میل کے فاصلہ پر موضع ڈبے وہاں ایک متمول دکاندار کا مکان ہے اس کو فوجیوں نے لوٹ لیا۔ جب اس نے شور کیا تو فوجیوں نے گولی چلا دی لیکن خوش قسمتی سے وہ بچ گیا قلعہ کھمبہ سے پونہ تک ۱۰ میل کا فاصلہ ہے۔ جو مکانات راستہ میں آئے فوجیوں نے لوٹ لئے۔ بیگناہ عورتوں کی عصمت خراب کی۔ یہ فوجی دستہ بھاگن کو میرپور میں پہنچا۔ لیکن اب پھر نوشہرہ واپس جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ (ناصر میرپوری)

ایک مظلوم کا بیان

ذیل کا بیان مسٹر عزیز احمد وکیل میرپور کے روبرو دیا گیا۔

یہ واقعات بالکل درست ہیں۔ میں نے مستورات مذکورہ کو عصمت دری کے فوراً بعد دیکھا تھا۔ میں موضع کھمبہ کا رہنے والا ہوں اور خشکل سے جان بچا کر میرپور میں پہنچا ہوں۔

نشان انگوٹھا محمد فقیر محمد دولت خان قوم ... ساکن قلعہ کھمبہ مرلا کوٹی تحصیل بھمبر

ظلم کی انتہا

۱۸ر فروری ۱۹۳۲ء کو چند زودگان ...

پر ہندو عورتوں اور مردوں کو اٹھائے ہوئے میرپور روانہ ہوئے یہ غریب الوطن مسلمان بھوک اور پیاس سے لاچار تھے لیکن ظالم ڈوگرے ان کو آرام نہیں لینے دیتے تھے۔ جب یہاں فاقہ کشی کی اطلاع چوہدری عزیز احمد صاحب وکیل نمایندہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو ہوئی تو انہوں نے مظلوم مسلمانوں کے کھانے وغیرہ کا بندوبست کیا۔ جس سے ان بیچاروں کی جان میں جان آئی۔ انہوں نے مسٹر سری کمشنر کو ایک درخواست دی ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے

ہم مظلوم مسلمان عرض کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ برطانوی منصف مزاج حاکم ہماری دادرسی کریگا۔ ہم پونہ تحصیل بھمبر کے رہنے والے ہیں کل ڈوگرے فوجی ہمارے گاؤں میں داخل ہوئے اور ہمارا غلہ وغیرہ نکال کر خچروں اور گھوڑوں وغیرہ کو ڈال دیا اور ہم کو گرفتار کر لیا اور ہندوؤں کو ہمارے کندھوں پر سوار کر کے باربرداری کے جانوروں کی طرح ہمیں بھوکے پیاسے میرپور میں لے آئے۔ اگر ہم ذرا بھی ستانے کی مہلت مانگتے تو ڈوگرے ہمیں زدوکوب کرتے تھے۔

مہاراجہ بہادر نے اعلان کیا تھا کہ ریاست میں بیگار بند ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم شریف زمینداروں کو ہٹے کٹے ہندوؤں کے اٹھانے پر مجبور کیا گیا ہے۔ . . . .

. . . . اگر یہی قانون ہے تو کیا انصاف اسی کا نام ہے۔ اگر آپ ہماری دادرسی نہیں کر سکتے تو اے برطانیہ کے نمایندے ہماری فریاد صرف خدا کے پاس ہے۔

(ناصر میرپوری) ۲۰/۲/۳۲

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر

دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۱۹ / شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۳

اخبار احمدیہ

دورہ وفد انجمن۔ جناب خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب و ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے وفد کے ہمراہ خاکسار جموں، سیالکوٹ اور جہلم گیا تھا۔ ہر سہ جماعتوں نے تنظیم جماعت میں پوری دلچسپی سے حصہ لیا۔ اور جس مقصد کو لیکر وفد روانہ ہوا تھا۔ اس میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے پوری کامیابی ہوئی۔ کل ممبران جماعت چندہ ماہوار کے نظام میں شامل ہوئے اور سابقہ چندوں میں مناسب اضافے بھی کئے۔ اور آئندہ ہر ماہ باقاعدگی سے اپنے چندے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور مستقل فنڈ کے ماہواری چندوں کو بھی مقرر کیا۔ جموں میں مستری امام الدین صاحب موذن نے دس روپے اپنا بقایا ادا کردیا۔ اور سیالکوٹ میں حاجی ماسٹر محمد اسمعیل صاحب نے مستقل فنڈ کی ایک سال کی رقم گھر کے تمام ممبروں کی طرف سے ادا فرمادی اور ۱۰۰ کاپیاں تناسخ کی مفت تقسیم کے لئے خرید فرمائیں۔ جماعت جہلم میں میاں شمس الدین صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے ۵۰ روپے تحریکات زیورات میں ادا فرمائے۔ اور دعا کے لئے درخواست کی ہے۔ اس کے علاوہ لٹریچر مفت اشاعت ہر جگہ تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا باقی جماعتیں اور احباب سلسلہ بھی خود بخود ان امور کی تعمیل و تکمیل فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔

آنریری مبلغ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اپیل پر حسب ذیل احباب نے اپنے آپ کو آنریری مبلغ کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۱) میر گل محمد صاحب اورسیر صدر بازار انبالہ چھاؤنی۔
(۲) عبدالکریم صاحب سوداگر چوب نیا بازار جہلم۔
(۳) چودھری نور عالم صاحب موضع نین ضلع گجرات۔ (یہ صاحب ابھی جماعت میں شامل نہیں)
(۴) محبوب خان صاحب دھاروال (یہ بھی جماعت میں شامل نہیں ہیں)

ان کے علاوہ بیگم صاحبہ رحمت الٰہی صاحب انجنیر لاہور نے بھی اپنے آپ کو بطور مبلغ پیش کیا ہے۔ جو خواتین کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے اس زمانہ میں جبکہ تبلیغ اسلام کے لئے مردوں کی خدمات حاصل کرنا ایک دشوار ترین امر ہے۔ ایک خاتون کا اپنے آپ کو پیش کرنا از حد قابل تحسین ہے۔ ہم بیگم صاحبہ رحمت الٰہی صاحب کو اس اقدام عمل پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے پاک ارادہ میں کامیاب فرمائے۔ (سکرٹری)

وفات حسرت آیات:۔ آپ یہ سنکر یقیناً رنجیدہ خاطر ہوں گے کہ میر محمد صدیق صاحب موضع سارو کی ضلع گجرات ۱۸ / ۱۹ / فروری کی درمیانی رات کو حرکت قلب کے بند ہوجانے کی وجہ سے اس جہان فانی سے ملک جاودانی کو سدھار گئے۔ میر مرحوم پرانے احمدیوں میں سے تھے۔ آپ کے پیچھے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ کسی ایک کی بھی شادی نہیں ہوئی۔ احباب سے التماس ہے۔ کہ ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا جائے۔

(فضل داد۔ از گجرات)

ضرورت ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ایک مبلغ کی ضرورت ہے جو جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھتا ہو۔ درخواست میں اردو انگریزی اور علم دین کی قابلیت کا ذکر مفصل کیا جائے۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔

محمد دین جان
(انسپکٹر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

بزرگان قوم سے ایک گزارش

ہماری احمدیہ جماعت جس کی زندگی کا نصب العین اشاعت اسلام ہے۔ اسی جماعت میں بعض ایسے بزرگ بھی موجود ہیں۔ جو دوسروں کو تبلیغ تو کیا خود اپنے گھر کی چار دیواری میں بھی تبلیغ اسلام کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔

افسوس کا مقام ہے کہ وہ بزرگ جو مسیح زمان کے ہاتھ پر عہد کرچکے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے ان کی نوجوان اولاد اتنا بھی نہیں جانتی کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ اور ان کے والدین کے عقائد کیا ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں نے آزادی مذہب کو سمجھنے میں یہاں تک غلطی کھائی ہے کہ ان کے وہ نوجوان بچے جن کی تربیت اسلامی اصولوں پر کرنی چاہیے تھی یہ نہیں جانتے کہ کونسے عقائد پر چلنے سے وہ دنیا میں ترقی اور آخرت میں نجات حاصل کرسکتے ہیں۔

ایک دن مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے ایک دوست کے والد بزرگوار خداوند تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں منسلک ہیں اور بڑی بڑی قربانیاں کرچکے ہیں۔ میں خوش ہوا۔ اور دوسرے دن اپنے دوست کو پہلے سے زیادہ شوق اور محبت سے ملا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ میں یہ خوشخبری سن کرکہ آپ بھی احمدی ہیں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب خیال کرتا ہوں مگر میں نے دیکھا کہ وہ کچھ حیران سے ہوگئے۔ اور فرمانے لگے کہ آپ کو کس نے بتایا۔ میں نے جواب دیا کہ آپ کے والد صاحب جو احمدی ہیں۔ انہوں نے کہا "کیا آپ ٹھیک کہتے ہو؟ مجھے تو معلوم نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے ہاں پیغام صلح اخبار آتا ہے"

اگرچہ چند دن گفتگو کرنے سے وہ ہمارے عقائد کو بہت پسند کرنے لگے ہیں۔ اور انشاء اللہ جلدی ہی بیعت بھی کرلیں گے مگر میں حیران ہوں کہ ان کے والد صاحب نے ابھی تک ان سے کبھی مذہب کے متعلق گفتگو نہ کی۔ لہٰذا التماس ہے کہ احمدی بزرگ اس عریضہ کو پڑھکر آج ہی سے اپنے گھر میں بچوں کو بھی تبلیغ اسلام کریں اور اپنی جماعت کے خیالات اور اغراض و مقاصد انہیں بتاکر اشاعت اسلام کے لئے پہلا قدم اٹھائیں۔

(حمید احمد آفتاب سٹوڈنٹ ایف اے اسلامیہ کالج لاہور)

پنڈت رودرانند کا مناظرہ سے گریز

تحریری جنگ میں پنڈت رودرانند کو شکست فاش

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا مکتوب پنڈت رودرانند کے نام

ہم نے بھی ان حسینوں کو چھیڑا ہے اس قدر
ایسا بھی کوئی ہے جو ہمیں کوستا نہ ہو،

پنڈت جی آداب عرض - اپنے جواب الجواب کا ناتمام جواب ملا۔ جو حقیقت میں ایک طرح پر مناظرہ سے جواب ہی ہے۔ اور آپ مناظرہ سے جی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ آپ نے اپنے خط کی پیشانی پر عنوان "مناظرہ سے کنارہ کرنے کی کوشش" لکھ کر ایک طرف اپنی قابلیت اور دوسری طرف اصل حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ کہ آپ کا خط جو مندرجہ بالا عنوان سے شروع کیا گیا ہے دراصل مناظرہ سے کنارہ کرنے کی کوشش ہی ہے۔

حق کی فتح

پنڈت جی! ہمیں اپنے جواب الجواب کے نمبروار جواب کا انتظار بڑی بیقراری سے تھا۔ کہ دیکھئے پنڈت کا بل کس کہاں تک جاری تاب لاتا اور اس میدان میں کتنی دور ہمارا ساتھ دے سکتا ہے لیکن آریہ سماج کی بدقسمتی کہ اس کا پہلوان (جو کہ ایک بلند بانگ چیلنج کے ساتھ اُٹھا تھا) ایک ہی جواب الجواب سے چاروں شانے چت زمین پر آ رہا۔ اور اس نے ہماری باتوں کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ یہ ہے حق کی فتح اور باطل کی شکست۔ حق کی یہ فتوحات ہیں جن کا اعلان برابر ساڑھے تیرہ سو برس سے قرآن مجید کرتا چلا آ رہا ہے کہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

یعنی حق کے آنے پر باطل بھاگ کھڑا ہوا یقیناً باطل کی حیثیت ہی یہ تھی کہ بھاگ نکلتا ہے

مناظرہ سے بچنے کیلئے ایچا پیچیاں

سوامی جی۔ تحریری جنگ میں تو آپ کو شکست فاش آئی اور ہمارے جواب الجواب کا جواب آپ سے بن نہ سکا۔ اب رہ گئی تقریری جنگ (مناظرہ) اور اس میں ہماری کسی بات کا جواب دیا سو اس کے لئے اول سے آخر تک آپ کی یہی کوشش چل رہی ہے کہ نہ یہ وقت آئے نہ آپ کو کوئی زحمت گوارا کرنی پڑے۔ آپ ہزار حیلے بہانوں سے کام لیکر مناظرہ کی بلا کو (جسے آپ نے خود چیلنج دے کر بلایا ہے) سر سے ٹال دینے کی فکر میں ہیں۔ اور میدان مناظرہ آپ کو موت کا کمیت نظر آ رہا ہے چنانچہ کبھی لکھتے ہیں کہ "تمام اخراجات مناسب (ارے صاحب تمام مناسب اخراجات" لکھئیگا۔ ساطع) مع کرایہ ریل آپکے ذمہ ہونگے؟ اور کبھی فرماتے ہیں "صرف غلہ ہی کافی نہ ہوگا گھی دودھ سے بنے ہوئے حلوا کھیر (حلوہ میں دودھ اور کھیر میں گھی آخر پنڈتوں ہی کی شان ہے۔ کیوں نہ ہو۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ ساطع) لوں گا اور پنڈت بھی ساتھ ہوں گے" کبھی ارشاد ہوتا ہے کہ "مناظرہ ایک مہینہ ہوگا" اور کبھی چونک پڑتے ہیں کہ "تم مجھے وہاں بلوا کر قتل کرا دوگے" وغیرہ۔

اب زمانے پنڈت جی کیا آپ کی یہ ساری ایچا پیچیاں ثابت نہیں کر رہیں۔ کہ مناظرہ کے نام تک سے آپ کی روح قبض ہو رہی ہے۔ اور آپ مقابل پر آنے سے کوسوں بھاگ رہے ہیں۔ اللہ اللہ کہاں وہ وقت کہ آپ نے بڑے طمطراق سے تمام احمدی مناظرین کو مناظرہ کے لئے للکارا تھا۔ اور کہاں یہ حالت کہ آپ پر ایک موت سی طاری ہو رہی ہے۔ پنڈت جی ابھی آپنے کیا دیکھا ہے ؎

دکھا دونگا تماشا۔ دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغاں کا

ویدک دھرم کی صداقت "صرف" ایک مہینہ میں

ایڈیٹر صاحب اخبار آریہ ویر و دیگر دوستو۔ تمہیں غلط فہمی ہے تمہارا پنڈت مناظرہ کے لئے طیار در بالکل طیار ہے۔ ہاں اُسے تمام اخراجات مناسب مع کرایہ ریل کی ضرورت ہے۔ اُسے مقام گڑھی متصل سامانہ پٹیالہ میں مناظرہ کے لئے آنے سے کوئی انکار نہیں اور مطلق نہیں۔ مگر اسے حلوہ۔ کھیر۔ اور چند مددگار پنڈت چاہئیں۔ ہاں ہاں تمہارا مناظر ویدک دھرم کی صداقت کو آشکارا تو کر سکتا اور ضرور کر سکتا ہے۔ لیکن "صرف" پورے ایک مہینہ میں غرض تمہارے پنڈت کی یہ حالت دیکھ کر اگر بے اختیار یہ کہہ دیں تو نازیبا نہ ہوگا ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

لیکھرام کا قتل

اپنے خط میں پنڈت لیکھرام اور سوامی شردھانند کے قتل کا ذکر کرکے آپ نے اصولی بحث سے انتہائی بیخبری کا ثبوت دیا ہے۔ پنڈت جی۔ آپ کو تو مناظر ہونے کا دعویٰ تھا۔ پھر یہ خلاف اصول تحریر کیوں؟ سنئے پنڈت لیکھرام کا قتل ہو کہ سوامی شردھانند کا۔ یہ افراد کے افعال ہیں۔ اسلام صرف اپنی تعلیم کا جوابدہ ہے۔ زید، عمر، بکر کے افعال کا ذمہ دار نہیں۔ غور فرمائیے۔ کہ سوامی دیانند جی مہاراج کو (بقول پنڈت لیکھرام و لالہ لاجپت رائے) خود ویدوں کے ماننے والے ویدک دھرمیوں نے زہر دیکر مارا۔ اور مہاشہ رام چندر آریہ کو ریاست جموں (رسانبہ) کے ہندوؤں نے قتل کیا۔ پس اگر یہ دونوں قتل صرف افراد کے افعال ہیں۔ اور ویدک دھرم کی تعلیم سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ تو پنڈت لیکھرام (جن کے قاتل کا پتہ بھی نہ چل سکا کہ ہندو تھا کہ مسلمان) اور سوامی شردھانند کے قتل پر آپ اسلام کو کس طرح الزام دے سکتے ہیں۔ یاد رکھئے۔ اسلام کی تعلیم وہی ہے جس کو میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ کہ يهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة۔ یعنی ہلاک ہوتا ہے وہ جو ہلاک ہوتا ہے کھلی دلیل سے۔ اور زندہ ہوتا ہے وہ جو زندہ ہوتا ہے کھلی دلیل سے۔

حفظ امن کا سوال

خان صاحب محمد اکبر خان صاحب رئیس اعظم مقام گڑھی کو آج لکھ رہا ہوں۔ کہ وہ آپ کو براہ راست بھی تحریری تسلی اور حفظ امن کے متعلق اطمینان لکھ بھیجیں لیکن چونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اگر خان صاحب موصوف کا مکتوب آپ کو بروقت نہ مل سکے تو آپ مقررہ تاریخوں (۵-۶-۷ مارچ ۱۹۳۲ء) پر مقام سامانہ تشریف لے آئیے۔ ہم پہلے امن کی ذمہ داری آپ کے حوالے کریں گے۔ بعد میں گڑھی تشریف لیجانے کے لئے رتھ۔

مقام مناظرہ

میرا اور آپ کا مناظرہ دراصل مقام سامانہ کے (جہاں دو سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے) ہندوؤں۔ سکھوں جینیوں اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن چونکہ وہاں (جیسا کہ قبل ازیں بھی لکھ چکا ہوں) مناظرہ کیلئے حصول اجازت میں مشکلات ہیں۔ اس لئے مقام گڑھی کو جو کہ بالکل قریب ہی ہے۔ میدان مناظرہ قرار دیا ہے اور یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں تفریح کے طور پر بھی سامانہ کے ہندو۔ سکھ۔ جینی اور مسلمان پہنچ سکتے ہیں۔ آپ ایک دفعہ تشریف تو لائیے۔ اور پھر دیکھئے گا کہ لوگ کس طرح جمع ہوتے ہیں۔ سامانہ کی پبلک تو (جیسا کہ مجھے متعدد خطوط سے علم ہوا ہے) انتظار کی گھڑیاں گن رہی ہے ؎

مجھ سے لاحاصل ہے میری حسرتوں کا پوچھنا
تم تو آخر وہ کروگے جو تمہارے دل میں ہے

آخر میں ایک بار پھر کہے دیتا ہوں کہ اگر آپ ۵-۶-۷ مارچ کو مناظرہ کے لئے نہ پہنچے تو ہم آپ کے فرار کا اعلان کرا دیں گے

کُود اپنے ترے گھر میں کوئی دھم سے نہ ہوگا
جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہ ہوگا

مناظرہ کئے بغیر نہ ٹلنے والا:-
(مرزا مظفر بیگ ساطع مسلم مشنری کوچہ چوہدری فتح محلہ چھاچھی راولپنڈی شہر)

لندن میں نماز عید

ووکنگ مسجد میں شاندار اجتماع

۹ فروری کو مسجد شاہجہان ووکنگ انگلستان میں عید الفطر کی تقریب پر نماز عید ادا کرنے کے لئے شاندار اجتماع نظر آیا۔ حاضرین میں ایرانی سفیر مقیم لندن، مصری سفیر، ہندوستانی ہائی کمشنر لارڈ اور لیڈی ہیڈلے اور مسٹر ایم اے۔ جناح، بھی شامل تھے۔ امام عبد المجید صاحب نے خطبہ پڑھا جس میں آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ وہ تمام دنیا کی اقتصادی اور تمدنی مشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد لارڈ ہیڈلے نے اس کام پر تبصرہ کیا جو لنگلٹن میں مسجد کی تعمیر کے لئے ہو چکا ہے اور کہا کہ اس مقصد کے لئے اراضی حاصل کر لی گئی ہے۔ اور سر ریسول ٹامسن نے نقشہ تیار کیا ہے۔ آپ نے مزید فنڈ کی ضرورت پر زور دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۳

جواب مودت نامہ

(حضرت امیر ایدہ اللہ کی قلم سے)

مودت نامہ کا خلاصہ

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک اشتہار بنام مودت نامہ شائع کیا ہے جس میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے:-

" آپ کا ہمارا قبنا مذہبی اختلاف ہے اس کا اصل الاصول جناب مرزا صاحب قادیانی کی شخصیت خاصہ ہے - یہی ایک حد فاصل ہے جو ہم کو ایک جگہ جمع ہونے نہیں دیتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے وجوہات میں سے بڑی وجہ مرزا صاحب کا وہ اعلان ہے جو انہوں نے " مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہی ایک سد سکندری ہے جس کی بابت آج بھرے دل سے آپ کا احترام ملحوظ رکھکر آپ کو متوجہ کرتا ہوں - کہ آپ اپنے علم وفضل سے مجھے فائدہ پہنچائیں جس کی صورت بہت سادہ اور آسان ہے - کہ بمقام لاہور مجلس خاص احباب میں اس آخری فیصلہ پر تھوڑا سا وقت محض مخلصانہ گفتگو ہو جس میں ہر فریق کی یہی کوشش ہو کہ دوسرے فریق کے دل میں بات پہنچا دے نہ طعن، تشنیع - نہ غلظت کلام، نہ سوء مزاجی "

اختلاف عقائد اور حضرت مرزا صاحب

ان الفاظ میں مولوی صاحب نے باہمی مذہبی اختلاف کو حضرت مرزا صاحب کی " شخصیت خاصہ " تک محدود قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ " یہی ایک حد فاصل ہے جو ہمکو ایک جگہ جمع ہونے نہیں دیتی " جس کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ اختلاف عقائد میں ان سے قبنا چاہوں رکھوں، بیشک یہ مانوں کہ اس امت میں اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کا سلسلہ جاری ہے اور ایسے لوگ اس امت میں ہوتے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے رہے ہیں۔ گو وہ نبی نہ تھے ، یہ بھی مانوں کہ ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے۔ پہلے بھی آتے رہے۔ اور چودھویں صدی کے سر پر بھی کوئی مجدد آیا ہے ۔ یہ بھی مانوں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے ۔ بلکہ جس طرح دوسرے نبی فوت ہوئے وہ بھی فوت ہو گئے ۔ یہ بھی مانوں کہ آنے والا مسیح اسی امت کا ایک مجدد ہو گا ۔ اور امامکم منکم کا مصداق ۔ یہ بھی مانوں کہ حضرت عیسےٰ کا اس امت میں آنا ختم نبوت کے منافی ہے یہ بھی مانوں کہ مسیح اور مہدی دو الگ الگ شخصیتیں نہیں بلکہ ایک ہی مصلح ربانی کے دو نام ہیں ۔ لا مهدی الا عیسیٰ ۔ یہ بھی مانوں کہ مسیح موعود کا کام جو کسر صلیب اور قتل خنزیر بتایا گیا ہے تو اس سے سچ مچ یہ مراد نہیں کہ مسیح لکڑی وغیرہ کی صلیبوں کو توڑتا پھرے گا اور سؤروں کو قتل کرتا پھرے گا ۔ یہ بھی مانوں کہ مہدی تلوار کے زور سے کسی کو مسلمان نہیں کرے گا ۔ یہ بھی مانوں کہ حدیث قرآن پر قاضی نہیں بلکہ قرآن حدیث پر مقدم ہے ۔ جس طرح قرآن وحدیث فقہ پر مقدم ہیں ۔ یہ بھی مانوں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور کہ مولوی صاحبان قرآن کریم کی بعض آیات کو دوسری آیات سے منسوخ قرار دینے میں سخت غلطی کر رہے ہیں ۔ یہ بھی مانوں کہ اجتہاد کا دروازہ حضرت رسالتمآب صلعم نے کھولا اور ائمہ اربعہ نے جو اجتہادات کئے وہ جب تک قرآن وحدیث کے مخالف ہوں ماننے کے قابل ہیں ۔ اور ان ائمہ اربعہ کے بعد بھی اجتہاد کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے ۔ جیسا کہ ان سے پہلے تھا ۔ یہ بھی مانوں کہ دوزخ کا عذاب ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ بطور علاج کے ہے اور آخر کار دوزخ پر فنا آ جائے گی ۔ اور سب لوگ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اپنی اپنی بیماریوں کے علاج کے بعد دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے ۔ یہ بھی مانوں کہ نہ ہی کسی کو تلوار کے زور سے مسلمان کرنا جائز ہے ۔ نہ ہی مسلمان کے سر پر تلوار کا خوف رکھنا جائز ہے ۔ کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا ۔ اور بالآخر یہ بھی مانوں کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، تمام ائمہ علیہم السلام خواہ وہ مقلدین کے ائمہ ہوں یا غیر مقلدین کے ۔ یا اہل السنت کے ہوں یا اہل تشیع کے ۔ اور تمام مجددین اور محدثین اور اولیاء اللہ قابل احترام ہیں ۔ تو ان تمام باتوں کو مانتے ہوئے مولوی صاحب میرے ساتھ ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں ۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ وہ شخص بھی قابل احترام ہے جس نے یہ سب باتیں مجھے سکھائیں اور جس کے پاس بیٹھ کر میرے سینے میں باوجود انگریزی خواں اور وکیل ہونے کے خدمت اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی ۔ یا اس کو چودھویں صدی کا مجدد مانوں یا چودھویں صدی کے مجدد کو مسیح اور مہدی تسلیم کروں جس کے اس امت میں آنے کا وعدہ دیا گیا ہے ۔ تو پھر مولوی صاحب میرے ساتھ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ۔ العجب

دشمنی کی وجہ کیا ہے ؟

میں اگر یہ کہوں کہ حدیث مجدد صحیح ہے اور ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب اس صورت میں ہنسی خوشی میرا ساتھ دیں گے لیکن اگر اس کے ساتھ یہ بھی کہوں کہ اس چودھویں صدی میں اور کوئی مجدد مجھے ملتا نہیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی اس کے مجدد ہیں جنہوں نے مجدد کا کام بھی کیا اور مجددیت کا دعویٰ بھی کیا تو مولوی صاحب میرے قریب نہیں پھٹکیں گے ۔ بلکہ میری مخالفت کو ہی دین اسلام کی سب سے بڑی خدمت سمجھیں گے ۔ اور اگر یہ کہوں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام وفات پا گئے ۔ اور ان کا اس امت میں آنا ختم نبوت کے منافی ہے ۔ اور اسی لئے آنے والا مسیح اسی امت میں کا ایک مجدد ہونا چاہیئے ۔ تو مولوی صاحب کو مجھ سے کوئی پرخاش نہیں ۔ بلکہ ہم شیر وشکر ہو کر رہ سکتے ہیں ۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ میرے نزدیک وہ مسیح ہی چودھویں صدی کا مجدد ہے تو مولوی صاحب میرے ساتھ بیٹھنے کے روادار نہیں ہو سکتے اور سارا زور اس جماعت کی بیخکنی پر صرف کر دیں گے ۔ جو میرے ساتھ خدمت دین کے کام میں مصروف ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب اس بات کو صاف کر دیں ۔ کہ ان کی دشمنی اس وجہ سے ہے کہ میں حضرت مرزا صاحب کا احترام کرتا ہوں یا انہیں چودھویں صدی کا مجدد اور مسیح موعود تسلیم کرتا ہوں یا اس وجہ سے کہ میرے وہ عقائد اور خیالات ہیں جن کا ذکر میں نے اوپر کیا اور آیا ان کا میرے ساتھ مل جانا اس شرط سے مشروط ہے کہ میں مرزا صاحب کو چھوڑ دوں یا اس سے کہ میں اپنے ان عقائد اور خیالات کو بھی ترک کر دوں ۔

راستبازوں کیساتھ لوگوں کا عناد

مولوی صاحب شاید اس بات کو تو جانتے ہوں گے کہ جو لفرت اور بغض انہیں حضرت مرزا صاحب سے ہے یا ان عقائد اور خیالات سے ہے جو حضرت مرزا صاحب کی وجہ سے مروج ہوئے ہیں وہی نفرت اور بغض ایک وقت بڑے بڑے مسلمان علما کو امام عبدالوہاب نجدی سے اور ان کے خیالات وعقائد سے تھا جو امام موصوف کی وجہ سے مروج ہوئے ۔ اور احمدیت کے ساتھ جس نفرت اور بغض کی علمبرداری پر مولوی صاحب کو آج فخر ہے ۔ وہابیت یا اہل حدیث کے ساتھ ایسی ہی نفرت اور بغض کا جذبہ اور دلوں میں بھی موجزن تھا ۔ اور اب بھی ہے ۔ اور یہ بھی جانتے ہوں گے کہ اسلام کے کتنے بزرگ ہیں حضرت ابو بکرؓ جیسے بے مثل مومن سے لیکر ہمارے اس زمانہ تک جن کی مخالفت لوگوں نے نہیں کی انہیں برا نہیں کہا ان کو تباہ کرنے کے لئے زور نہیں لگایا ۔ اور یہ بھی جانتے ہونگے کہ نہ یہ جذبات نفرت کوئی محمود شے ہیں ۔ نہ ہی یہ دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں ۔ نہ ہی ان سے اسلام کو کبھی فائدہ پہنچا ہے ۔ بلکہ ہمیشہ نقصان کا موجب ہوتے ہیں ۔

اشتہار دعائے مباہلہ مولوی ثناء اللہ کے بغض وعناد کا نتیجہ تھا

رہی وہ تجویز جس کا ذکر مولوی صاحب کے اشتہار میں ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار کے متعلق ان کا اطمینان ہو جائے تو وہ میرے ساتھ مل جائیں گے میں سمجھتا ہوں کہ یہ خلوص پر مبنی نہیں ۔ ان کے اس بارہ میں خلوص پر شبہ کرنے کے میرے پاس قوی وجوہات ہیں ۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

میرے وجوہات میں سے بڑی وجہ مرزا صاحب کا وہ اعلان ہے جو انہوں نے " مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ " کے عنوان سے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا ...... یہی ایک سد سکندری ہے

جس کی بابت آج بھرے دل سے آپ کا احترام ملحوظ رکھکر آپ کو متوجہ کرتا ہوں "

اس عبارت کے پڑھنے والے کو بظاہر یہ خیال گزرے گا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے بارے میں کسی لمبی چوڑی مخالفت کا بیڑا نہیں اٹھایا۔ جب تک کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے کچھ امور پیدا نہیں ہوئے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس اشتہار کا شائع کرنا اس سخت بغض و عناد کا نتیجہ تھا۔ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعوے کے شروع سے تھا۔ اور اس خطرناک مخالفت کا نتیجہ تھا، جس لئے یہاں تک نوبت پہنچائی ہوئی تھی کہ حضرت مرزا صاحب بھی ان کو مباہلہ کے لئے سالہا سال سے دعوت دیتے تھے۔ اور مولوی صاحب بھی حضرت مرزا صاحب کو برا کہنے اور گالیاں دینے میں اول نمبر پر تھے۔ مولوی صاحب کو علم ہے کہ وہ اس اشتہار سے بہت سال پہلے حضرت مرزا صاحب کو دجال، کذاب، مردود، شیطان، مفتری، کے الفاظ کے سوا دوسرے نام سے یاد نہ کرتے تھے۔

دعائے مباہلہ کو مخالفت کی وجہ قرار دینا صحیح نہیں ہے

تو آخر اس اشتہار سے پہلے بھی کوئی بڑی بھاری وجہ موجود ہوگی۔ جس کی بنا پر مولوی صاحب نے ایک خادم دین اسلام کو ایک ایسے شخص کو جس کے سینے میں خدا اور اس کے رسول کی محبت کی آگ ایسی شعلہ زن تھی کہ ہزاروں دلوں کو جنھیں آپ سے ادنےٰ تعلق بھی تھا روشن کر دیا۔ ایسے شخص کو کذاب اور دجال کے نام سے بار بار یاد کیا۔ اور پھر تقلیداً بھی نہیں بلکہ "علی وجہ البصیرت" جیسا کہ اس اشتہار میں مولوی صاحب نے دعویٰ کیا ہے۔ ایسا کرنا بغیر زبردست اور قوی وجوہات کے نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے مولوی صاحب کا اس اشتہار کو سب سے بڑی وجہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ اگر اس اشتہار کے معاملہ میں ان کو قائل کر دیا جائے تو پھر وہ حضرت مرزا صاحب کو کذاب و دجال کہنا چھوڑ دیں گے۔ مولوی صاحب کے قلب کی اصل حالت کا اظہار نہیں۔

بحث دعائے مباہلہ پر نہیں بلکہ عقائد پر ہونی چاہئے

جب تک وہ باتیں پہلے صاف نہ ہوں جن کی بنا پر مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو کذاب و دجال کہنا شروع کیا اس اشتہار پر بحث بے سود ہے۔ ممکن ہے مولوی صاحب کو خود بھی دھوکا لگا ہو لیکن اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ مولوی صاحب کی مخالفت کی اصل وجہ کچھ اور ہے۔ اور جب تک وہ بات صاف نہ ہو مولوی صاحب کا دل بھی حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے صاف نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب کی اور دیگر علما کی مخالفت کی وجہ جیسا کہ کل دنیا جانتی ہے۔ وہ عقائد اور خیالات ہیں جن کو ان علما نے تعلیم اسلام کے خلاف سمجھا۔ یعنی یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور کہ آنیوالا مسیح اسی امت کا ایک مجدد ہوگا۔

مخلصانہ گفتگو دو شرائط سے منظور ہے

اس لئے میں مولوی صاحب کی تجویز کو کہ "بمقام لاہور مجلس خاص احباب میں مخلصانہ گفتگو ہو" ذیل کی دو شرائط کے ساتھ قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور یہ شرائط محض اس لئے پیش کرتا ہوں کہ ان کے بغیر بات کبھی فیصلہ کن نہ ہوگی

(۱) شرط یہ ہے کہ گفتگو بالترتیب ذیل کے چھ امور پر ہو۔ (الف) کیا ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے یا نہیں اور چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ (ب) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یا بجسد عنصری جو تھے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں؟ (ج) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خود واپس آنے سے ختم نبوت کا عقیدہ باطل ہوتا ہے یا نہیں؟ (د) کیا اس امت میں آنیوالا مسیح حضرت عیسیٰ نبی اللہ ہیں۔ یا کوئی اور؟ (ہ) دجال اور یاجوج ماجوج کون ہیں؟ (و) کیا حضرت مرزا صاحب اشتہار "آخری فیصلہ" سے صادق ثابت ہوتے ہیں یا مفتری؟

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مجلس خاص میں جس قدر احباب شامل ہوں ان میں سے نصف احمدی اور نصف غیر احمدی ہوں احمدیوں کا انتخاب مولوی ثناء اللہ صاحب کریں اور غیر احمدیوں کا انتخاب میں کروں۔ اور روزانہ جس مسئلہ پر گفتگو ہو اس کے آخر پر اس مجلس کی رائے لے لی جایا کرے کہ کثرت رائے کس کے حق میں ہے۔ یا آیا فریقین کے حق میں رائے کی مساوات ہے۔ اور اس کو دونوں فریق کے دستخط سے شائع کر دیا جایا کرے۔ اس شرط کے بغیر گفتگو بے سود ہے۔ ان سب مسائل پر کتابوں میں بحث موجود ہے دیکھنا صرف یہ ہے کہ دلائل کا وزن کس طرف زیادہ ہے اور وہ اسی طرح معلوم ہوگا کہ آیا میں غیر احمدی احباب کو قائل کر سکتا ہوں یا مولوی ثناء اللہ صاحب احمدی احباب کو قائل کر سکتے ہیں۔ یا دونوں صرف اپنے اپنے ساتھیوں کو ہی قائل کر سکتے ہیں۔

آخر پر میں اس بات کو بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ شاید دس سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ ہو گیا ہے کہ میں اپنے رسالہ "آیت اللہ" میں اس آخری فیصلے کے متعلق مفصل بحث کر چکا ہوں جس کا کوئی جواب آج تک مولوی ثناء اللہ صاحب کے قلم سے میری نظر سے نہیں گزرا۔ میں نے اس رسالہ میں ان تمام باتوں کا جواب دیا ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے پیش کی تھیں۔ اگر مولوی صاحب ٹھنڈے دل سے اس رسالہ ہی کو پڑھ لیتے تو کافی تھا۔ جو اصحاب اسے دیکھنا چاہیں۔ دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب فرمائیں

(محمد علی)

انجمن اسلامیہ پونچھ کی قرارداد میں

انجمن اسلامیہ پونچھ کے ایک جلسہ کی روئداد ہمیں موصول ہوئی ہے جس میں مہاراجہ پونچھ کے ساتھ مسلمانوں کے جذبہ عقیدت و وفاداری کا ذکر کرتے ہوئے ان لوگوں کے متعلق نفرت و حقارت کا اظہار کیا گیا ہے "جنہوں نے پونچھ کی پُر امن و سکون فضا کو فسادات اور غلط پروپیگنڈے سے مکدر کیا ہے" اور انہیں "انتہائی سزا" دینے کی سفارش کی گئی ہے۔ نیز باشندگان پونچھ پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ "موجودہ فضا ہمارے قومی و ملکی مفاد کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی ہے جس کے نتائج خلقت خدا کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے" اور معزز و مقتدر اصحاب سے استدعا کی گئی ہے کہ "بدامنی و بے چینی کو جو فی زمانہ لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے اور جس سے لوگوں پر خوف و ہراس طاری ہے اپنا پورا اثر اور قوت صرف کر کے فرو کرنے کی کوشش کریں" اس کے ساتھ ہی حکومت کی توجہ بعض ہندو اخبارات بالخصوص "ویر بھارت" "ملاپ" کے متواتر بے بنیاد اور بے سر و پا اور سراسر غلط پروپیگنڈا کی طرف مبذول کرائی گئی ہے جو مسلمانوں اور حکومت کے خلاف کیا جا رہا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ پروپیگنڈا موجودہ بے چینی اور بدامنی کی آگ کو بھڑکا کر ہندو مسلم کشیدگی کا باعث ہوگا"۔

یہ مسلمانوں کا طریق عمل ہے۔ جو انتہائی مظلومیت کی حالت میں بھی فتنہ و فساد اور بے چینی کو دل سے فرو کرنے کے خواہاں ہیں۔ اور اپنے والئے ملک کے تابع فرمان رہنا دل سے پسند کرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل حکومت اور ہندوؤں کی طرف سے جو طریق اختیار کیا گیا اس کی تفصیل گذشتہ اشاعت میں خود مسلمانان پونچھ کے ایک مراسلہ میں بتائی جا چکی ہے۔ ہم مہاراجہ صاحب پونچھ کی رواداری اور نیکدلی کے دل سے معترف ہیں۔ لیکن ہندو اخبارات اور ہندو سبھائیوں نے جو فضا اس وقت پیدا کر رکھی ہے وہ اس درجہ زہریلی واقع ہوئی ہے کہ بعض وقت بڑے بڑے ہوشمند اور بیدار مغز لوگوں پر بھی اثر کئے بغیر نہیں رہتی ہمیں امید ہے کہ مہاراجہ پونچھ اپنی نیکدلی اور بیدار مغزی کی روایات کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اور جن جائز انسانی حقوق کا مطالبہ حکومت کشمیر سے کیا جا رہا ہے پونچھ کی مسلمان رعایا کو ان سے مستفید کرنے میں انہیں دریغ نہ ہوگا۔ کہ یہی ایک چیز ہے جو ان کی وفاداری اور عقیدت کو بڑھانے اور تمام بے چینیوں کو رفع کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔

فرمانروائے بھوپال کی بیدار مغزی

ہندو ریاستوں کے جبر و استبداد اور حکومت کشمیر کے جور و ستم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمان ریاستوں کے متعلق کسی قسم کی شکایت کرنا پرلے درجہ کی بے انصافی اور حماقت ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ وہاں ہندوؤں کو بہت سی مراعات حاصل ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ہندوؤں نے کشمیر کا انتقام لینے کے لئے مسلمان ریاستوں کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیا۔

ہز ہائنس فرمانروائے بھوپال کی بیدار مغزی قابل ستائش ہے کہ آپ نے اس بے بنیاد پراپیگنڈے کی لغویت کو واضح کرنے کیلئے اپنی ہندو رعایا کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ ایک کانفرنس منعقد کر کے اپنی شکایات (اگر کچھ ہوں) مرتب کریں۔ تاکہ ان پر ہمدردانہ غور ہو سکے اس کانفرنس کی صدارت پنجاب کے مشہور سبھائی ہندو بھائی پرمانند سپرد کی گئی ہے۔ جو اپنے تعصب اور فرقہ وارانہ جذبات کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔

ہم انصاف پسند ہندوؤں سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس قسم کی مراعات کسی ہندو فرمانروا نے بھی آج تک اپنی مسلمان رعایا کو دی ہیں۔ کیا نواب صاحب بھوپال کا یہ اقدام اس اسلامی رواداری اور انصاف پسندی کا ایک کھلا ثبوت نہیں جو مسلمان فرمانرواؤں کا امتیاز خصوصی ہے؟ ہندو اخبارات بجائے اس کے کہ نواب صاحب کی اس رعایا نوازی کو شکریہ اور استحسان کی نظروں سے دیکھیں انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ نواب صاحب نے کوئی احسان نہیں کیا۔ بلکہ اپنا فرض ادا کیا ہے۔ لیکن ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ فرض صرف مسلمان فرمانرواؤں پر ہی عائد ہوتا ہے؟ کیا ہندو والیان ریاست کو اس فرض کی ادائیگی ضروری نہیں؟ کیا کشمیر، جے پور، بڑودہ۔ اور بہت سی دیگر ہندو ریاستوں میں اس فرض کی ادائیگی کا ایک شمہ بھی نظر آتا ہے؟ برخلاف اس کے بھوپال اور حیدر آباد جہاں پیشتر ہی سے ہندوؤں کو بہت سی مراعات حاصل ہیں اور حکومت کے بہت سے ذمہ دار عہدوں پر ان کا دخل و تصرف ہے۔ اگر رعایا نوازی سے کام لیکر ان کے حق سے زائد بھی دینے لگیں تو وہ فرائض میں شمار ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھکر احسان فراموشی کی مثال شاید ہی دنیا میں مل سکے۔

بابا پ ولادتِ مسیح پر چند اعتراضات کے جوابات

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہٗ)

اعتراض ۲ ۔ حضرت زکریاؑ کے لئے آگیا کہ اصلحنا لہ زوجہ (۲۱: ۹) مگر مریم کے لئے زوجنٰھا بیوسف" نہ آیا حالانکہ زیادہ ضروری الذکر تھا ۔ اگر آیا تو یہی کہ مریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا الخ اس اختلاف کی کیا وجہ ہے ؟

مشکلات دور ہونے کا طریق

اگر کسی شخص کو خوشخبری لڑکا ہونے کی دی جائے اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں بہت کچھ مشکلات ہوں ۔ اور یہ الٰہی وعدہ بھی ہو کہ ان مشکلات کو دور کر دینا ہمارے لئے سہل ہے ۔ اگر کچھ عرصہ کے بعد ہم یہ سنیں کہ لڑکا پیدا ہو گیا ہے ۔ اور خدا کی باتیں پوری ہو گئی ہیں تو خود بخود سنت اللہ کے ماتحت ہمیں ماننا پڑے گا کہ جو مشکلات رستہ میں حائل تھیں وہ دور ہو گئی ہونگی ۔ اس کی ضرورت نہیں کہ وہ تمام حالات بھی ہمیں سنائے جائیں جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ نے وہ مشکلات دور کر دیں ۔ دراصل حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ کے گرد خوش عقیدگی کا حلقہ لوگوں کے دماغ میں اس قدر چھایا ہوا ہے کہ جو بات بھی ان کے متعلق ہوتی ہے ۔ اس میں کچھ نہ کچھ اعجوبہ پرستی کی طرف لوگوں کی طبیعت مائل ہو جاتی ہے ۔ ورنہ بات کچھ بھی پیچیدہ نہ تھی ۔ مثال کے طور پر سمجھنے کے لئے آج کے زمانہ میں فرض کرو کہ کسی کنواری لڑکی کو خواب میں یہ بتایا جائے کہ تیرے بیٹا ہوگا ۔ لڑکی بڑی نیک ہو اور اس کا باپ بیٹی کی شادی کرنا خلاف غیرت خاندانی سمجھتا ہو تو وہ لڑکی حیران ہو جائے گی کہ میرے لڑکا کس طرح ہوگا وہ اگر جناب الٰہی میں توجہ کرے اور عرض کرے کہ خدایا کیسا خواب مجھے نظر آیا ہے ۔ میرے لڑکا کس طرح ہو سکتا ہے ۔ لڑکا بغیر مس بشر کے ہو نہیں سکتا اور میری شادی ہو نہیں سکتی ۔ بدچلن میں نہیں تو میرے لڑکا کس طرح ہوگا ۔ اس پر پھر اسے ایک خواب آ جائے کہ تجھے پریشان اور حیران ہونے کی ضرورت نہیں مشکلیں بیشک موجود ہیں مگر ہمارے لئے سب کچھ آسان ہے ۔ اس کے دو سال بعد ہمیں فقط اتنی خبر ملے کہ اس لڑکی کے لڑکا تولد ہو گیا ہے ۔ تو ہم فوراً سمجھ جائیں گے کہ کسطرح اس کا باپ رضامند ہو گیا ہوگا ۔ اور اس لڑکی کا نکاح ضرور کہیں ہوا جس سے لڑکا تولد ہوا ۔ ہم کبھی یہ نہیں سمجھیں گے کہ اس لڑکی کے لڑکا بغیر مس بشر کے ہوا ۔ اور ہم کبھی ایسی حماقت کے مرتکب نہیں ہونگے جب تک کہ کوئی ہمیں صاف لفظوں میں یہ سنا دے کہ اس لڑکی کا نکاح بھی ہوا تھا ہم یہی رٹ لگاتے چلے جائیں کہ اس کے لڑکا ضرور مس بشر کے بغیر پیدا ہوا ہے ۔ اور وجہ یہ دیں کہ ہمارے سامنے کسی نے اس کے نکاح کا ذکر نہیں کیا لہذا خدا نے ضرور یہاں اپنا قانون بدل دیا ہے ۔ اور بغیر مس بشر کے لڑکا پیدا ہوا ہے ۔ یہ ہم کبھی نہیں کرینگے کیونکہ ہمارے سامنے قانون فطرت اور سنت اللہ پڑی ہوئی ہے ۔ ہم بغیر مس بشر کے کبھی انسانی پیدائش کو مان ہی نہیں سکتے ۔ اسی طرح فرض کرو کہ کسی مرد کو یہ الہام ہو کہ تجھے ایک بیٹا دیا جائے گا اور وہ مرد بیچارہ کچھ ایسا نامردی اور ضعف کا شکار ہو کہ شادی سے کوسوں بھاگتا ہو سال دو سال کے بعد ہمیں یہ خبر ملے کہ اس شخص کے لڑکا پیدا ہوا ہے تو ہم بغیر کسی کے بیان کے یہ سمجھ جائیں گے کہ اس کی نامردی بھی دور ہو گئی اور شادی بھی کی ۔ تب لڑکا ہوا ۔ ہم کبھی ایسی خوش عقیدگی سے کام نہیں لیں گے کہ یوں سمجھنے لگیں کہ اس مرد نے عورت کی طرح لڑکا جنا ہے

اور وجہ یہ دیں کہ چونکہ ہم سے یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ اس مرد کی نامردی دور ہو گئی اور اس نے نکاح کیا ۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس مرد نے خود لڑکا جنا ہو اور جب خدا علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے تو پھر کیا یہ اس کی قدرت سے بعید ہے ۔ کہ ایک مرد لڑکا جن دے ۔ اس نے اپنی قدرت دکھانے کو اپنی سنت اللہ بدل دی ہوگی ۔

حضرت ذکریا کی دو مشکلات

پس اگر ہم اس قاعدہ سے کام لیں کہ جب تک مریم کے نکاح کا ذکر نہ ہو ہم مریم کے بیٹا بغیر مس بشر کے مانیں گے ۔ تو ذکریا کے معاملہ میں بھی بڑی مشکل پڑے گی ۔ جب حضرت ذکریاؑ کو بیٹے کی خوشخبری ملی تو انہوں نے دو مشکلات وہاں پیش کی ہیں ۔ فرماتے ہیں رب انّٰی یکون لی غلام و کانت امرأتی عاقرا وقد بلغت من الکبر عتیا ۔ یعنے اے میرے رب میرے لڑکا کس طرح پیدا ہوگا میری بیوی بانجھ ہے ۔ اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں گویا ایک طرف تو اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کا ذکر کیا ۔ دوسری طرف اپنے ضعف کا ذکر کیا ۔ جو بڑھاپے کی وجہ سے ہو گیا تھا اور جس نے عورت کے نزدیک جانے کے قابل نہ رکھا تھا ۔ تو اب حضرت ذکریا کی بیوی کے صحت یاب ہونے کا ذکر تو قرآن نے اصلحنا لہ زوجہ فرما کر کر دیا ۔ لیکن حضرت ذکریاؑ کی قوت کے عود کر آنے کا ذکر کہیں نہیں کیا ۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ ان کی بیوی کو بھی بغیر مس بشر کے ہی حمل ہوا ۔ یہ کہنا کہ چونکہ ذکریاؑ خاوند موجود تھے اس لئے ضرور ہے کہ ان کے مس سے ان کی بیوی حاملہ ہو ۔ یہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا ۔ کیونکہ اول تو وہ اپنی بی بی کے پاس جانے کے قابل نہ تھے اس کے وہ خود اقراری ہیں اور ان کی صحتیابی کا ہم سے نہ خدا نے ذکر کیا نہ انسان نے لہذا وہ لاکھ خاوند ہوا کریں تو جب تک ان کی قوت کے عود کر آنے کا ذکر نہ ہوگا ان کی بیوی کا حمل بغیر مس بشر کے مانیں گے چنانچہ عیسائی حضرت مریم کی نسبت بھی یہی مانتے ہیں ۔ وہ یہ مانتے ہیں کہ حضرت مریم کا نکاح یوسف سے ہو چکا تھا ۔ لیکن یوسف نے اسے نہ جانا ،، اور وہ روح القدس سے حاملہ ہوئیں ۔ یعنے خاوند موجود تھا اور پھر بغیر مس بشر کے حضرت مریم حاملہ ہوئیں تو پھر کیوں نہ یہی حضرت ذکریا کے معاملہ میں مانا جائے ۔

بابا پ ولادت کے لئے مس بشر کی روایت ضروری نہیں

لہذا اب کسی بچہ کے مرد اور عورت دونوں سے تولد ہونے کیلئے ضروری ہوا کہ ہمارے پاس یہ دو روایتیں ضرور پہنچیں ایک تو یہ کہ فلاں مرد اور فلاں عورت نے آپس میں نکاح کیا ہے ۔ اور دوسرے یہ کہ پھر ان دونوں نے ایک دوسرے سے صحبت بھی کی ہے ۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ نکاح کے بعد وہ ایک دوسرے سے ہم صحبت نہ ہوئے ہوں ۔ پس جب تک یہ دونوں روایتیں ہمارے پاس کھلے طور پر نہ پہنچیں اس وقت تک ہم مجبور ہیں کہ اگر ہم یہ سنیں کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا ہے تو اسے بغیر مس بشر کے تولد شدہ مانیں ۔

آپ نے دیکھا کہ غلط رستہ پر پڑنے سے ہم کہاں سے کہاں جا پہنچے ۔ ہم اس دلدل میں جا پھنسے کہ ہر عورت کے جو لڑکا ہوگا اسے مس بشر سے پیدا شدہ ماننے کے لئے ضروری ہو گیا کہ ہمارے پاس دو شہادتیں ضرور ہوں ایک تو یہ کہ اس عورت کا کسی مرد سے نکاح ہوا ہے ۔ دوسرے یہ کہ اس مرد نے اس عورت سے صحبت بھی کی ہے ۔ ورنہ ہم مجبور ہیں کہ ہم ہر ایک بچہ کو بغیر مس بشر کے پیدا شدہ مانیں ۔ اور یہ بالبداہت غلط ہے ۔ کیونکہ بالکل خلاف فطرت ہے ۔ خلاف سنت اللہ ہے ۔ ہماری فطرت ہے کہ جب کسی عورت کے سنیں گے کہ لڑکا ہوا ہے ، ہم بغیر شبہ کے دو دو چار کی طرح سمجھ جائیں گے کہ مس بشر ہوا ہے ۔ یہ فطرت کی گواہی انسان کے اندر اس قدر مرکوز ہے کہ انسان کے اندر سے نکل ہی نہیں سکتی ۔ کوئی عورت کتنی ہی نیک پاک کیوں نہ ہو اور حرم کے اندر کیوں نہ رہتی ہو جب حاملہ پائی جائے گی کوئی جج کوئی انسان کبھی نہیں فیصلہ دیگا کہ یہ بغیر مس بشر کے حاملہ ہو گئی ہے ۔ ایسی نیک عورت کے لئے یہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ اس کا نکاح ہوا تھا تب وہ حاملہ ہوئی ۔ اس کے متعلق اگر کچھ بھی ہمیں حسن ظنی ہوگی تو ہم بغیر کسی ذکر کے فوراً سمجھ جائیں گے کہ اس عفیفہ نے ضرور نکاح کیا ہوگا ۔ کیونکہ دوسری شکل بدچلنی کی ہے جو ہم کبھی اس میں تسلیم نہیں کر سکتے پس ہم فطرت کی اس گواہی اور خدا کی اس سنت کو کہاں لیجائیں ؟

حضرت اسحٰق کی پیدائش کس طرح ہوئی

ہر ایک مولوی ، ہر ایک مسلمان اس سنت اللہ کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے ۔ قرآن میں جیسا کہ ذکر ہے ذکریاؑ کی طرح حضرت ابراہیمؑ کو بھی بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری ملتی ہے ۔ ان کی بڑھیا بیوی پاس ہی کھڑی تھیں انہوں نے اپنا ماتھا پیٹ لیا کہ ہائے ہائے میں بڑھیا بانجھ (عجوز عقیم ۔ سورہ الذاریات) اور یہ میرا خاوند بوڑھا پھونس (ھذا بعلی شیخا ۔ سورہ ہود) یعنے ہم دونوں ہی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں وہ بھی حیرت یہی ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے لڑکا کس طرح ہوگا اس پر خدا کے مرسلوں نے بلکہ ملامت بھی کی کہ کیا تم خدا کی رحمت سے مایوس ہو ؟ اس کے بعد حضرت اسحاقؑ پیدا ہوتے ہیں مگر کوئی خدا کا بندہ نہیں پوچھتا کہ نہ تو حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کے لئے اصلحنا لہ زوجہ کی آیت آئی ہے ۔ اور نہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے کوئی آیت ان کی طاقت عود کرنے کی نازل ہوئی ہے ۔ لیکن مانتے سب ہیں کہ دونوں میاں بیوی کے ملنے ہی سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے ۔ گویا حضرت اسحٰق کا پیدا ہونا ہی اس بات پر دلیل مانی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم کی طاقت بھی عود کر آئی اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کی بھی اصلاح ہو گئی ۔ تو پھر حضرت مریم کے معاملہ میں یہ مطالبہ کیوں ہے ۔ بات یہ ہے کہ ایک خوش عقیدگی اور عجوبہ پرستی ہے جو حضرت مسیح کی شخصیت کے گرد احاطہ کئے ہوئے ہے ان کی ولادت عجیب ، ان کی طفولیت عجیب ، ان کی رسالت اور معجزات عجیب در عجیب خدائی کے مترادف ۔ ان کی موت کا مسئلہ عجیب ۔ سیدھی سی بات ہو گی حضرت مسیح سے اس کا تعلق ہوا نہیں اور وہ عجیب بنی نہیں ۔ مسیح علیہ السلام کا کوئی واقعہ آیا نہیں اور عقل فہم علم حکمت سب رخصت ہوئے ۔

تدبر بالقرآن کی ضرورت

قرآن کریم ایک حکیم کتاب ہے ۔ اس سرچشمہ سے نکلی ہے جو تمام علم و حکمت کا منبع ہے ۔ وہ اپنے پڑھنے والے کے علم کو ترقی دینے اور عقل کو تیز کرنے آئی ہے ۔ وہ چاہتی ہے کہ انسان غور و فکر اور علم و عقل سے کام لے ۔ اسی لئے بار بار آیات الٰہیہ پر غور کرنے ۔ تدبر کرنے فکر کرنے ، علم و عقل سے کام لینے کے لئے اپیل کرتی ہے ۔ اسی لئے وہ بالعموم ان باتوں کو نظر انداز کر دیتی ہے جن کو انسان تھوڑے سے تدبر اور فہم سے کام لے کر خود ہی سمجھ سکتا ہے ۔ اس طرح اس کی سمجھ اور فہم کی قوت بھی ترقی کرتی ہے ۔ کائنات عالم پر جو افعال الٰہیہ کا مظہر ہے نظر ڈالو تو وہاں بھی یہی قاعدہ ہمیں نظر آتا ہے ۔ یکی یکائی

روٹیاں کسی درخت میں نہیں لگتیں، فرشتے آکر ریل اور تار اور ہوائی جہاز اور اسٹیمر نہیں بنا جاتے۔ سامان سب جناب الٰہی نے مہیا کر دیا ہے۔ لیکن انسان خود متکلف کیا گیا ہے۔ کہ وہ خود عقل اور علم سے کام لے۔ اور ان چیزوں کو ایجاد کرے اور بنائے اگر سب چیزیں فرشتے بنا جاتے تو انسان کبھی علم و عقل، سائنس و حکمت میں ترقی نہ کر سکتا۔ اس کی دماغی نشوونما تمام ماری جاتی اگر قرآن میں تمام مسائل شرعیہ لکھ دیئے جاتے تو علم دین میں انسان مطلق ترقی نہ کر سکتا۔ اس لئے قرآن میں ہدایت کے وہ تمام اصول ذکر کر دیئے گئے جن سے انسان اگر از خود مسائل شرعیہ کا استنباط کرے اسی طرح ولادت انسانی کے متعلق جب ایک سنت اللہ بیان کر دی کہ مرد و عورت سے انسانی پیدائش ہوتی ہے۔ تو پھر اس بات کی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہر جگہ جہاں کسی بچہ کی ولادت کا ذکر ہو وہاں اس کے ماں باپ کا نام اور ان کے نکاح اور باہمی مباشرت کا بھی ذکر ضرور کیا جائے یہ انسان کو خود سمجھ لینا چاہیئے۔ اصلحنا الله زوجہ اگر کہہ دیا تو یہ بھی بڑی مہربانی تھی مطلب فقط اشارہ کرنا تھا۔ کہ مشکلیں بھی آسان اسباب کے ماتحت ہو اکرتی ہیں۔ ہر جگہ اسی طرح سمجھو کہ جو بھی مشکل جہاں بھی وہ اسباب کے ماتحت ہی حل ہوئی تھی۔

تحصن فروج کے معنی

آپ نے آیت مریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا (سورۂ مریم) کیوں پیش کی۔ شاید آپکو کسی قادیانی نے اس کے یہ معنے بتائے ہونگے کہ عمران کی بیٹی مریم نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی پس ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی اور مطلب اس نے آپ کو یہ سمجھایا ہوگا کہ مریم کنواری رہی۔ پھر اس میں خدا نے اپنی روح پھونک کر اسے حاملہ کر دیا۔ اگر یہ معنی اس نے بتائے ہیں تو اس نے نہایت غلط بتائے ہیں۔ اس کے یہ معنے قطعاً قطعاً نہیں ہیں۔ اگر احصنت فرجها یعنی شرمگاہ کی حفاظت کے معنے ہیں۔ کنوارے رہنا اور مطلق کسی شخص کو نکاح کرکے بھی اپنے نزدیک نہ آنے دینا۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ تمام ازواج مطہرات انبیاء نے اور انکی صاحبزادیوں نے اور خدا کی ہزار ہا صالحات بندیوں نے جنھوں نے نکاح کیے سب کی سب نے تحصن فروج یعنے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کی۔ نعوذ باللہ من هذه الهفوات۔ خدا معاف کرے یہ کس قدر اہانت اور تذلیل ان نیک اور پاک خاتونوں کی ہے۔ اور پھر اس اہانت سے خود حضرت مریم بھی نہیں بچیں کیونکہ نکاح ان کا بھی یوسف سے ہوا۔ حضرت عیسیٰ [illegible] کے لیے ہوا اسی تو کیا نکاح کے بعد ان کا تحصن [illegible] اور پھر یہ تحصن فروج عورتوں ہی سے [illegible] کے لئے بھی قرآن نے یہی لفظ فرمائے ہیں۔ تو [illegible] خدا کے نیک بندے انبیاء و اولیاء جو نکاح کرتے رہے ہیں سب کے سب اپنی شرمگاہوں کا تحصن نہیں کرتے تھے۔ اس سے بڑھکر ننگ خدا کے راستباز اور صالح بندوں اور بندیوں کی ممکن نہیں۔

حضرت مریم کی رہبانیت

پھر اسلام میں لا رهبانية في الاسلام فرما کر رہبانیت کو کیوں حرام کیا گیا۔ کیونکہ نکاح سے بچنا تو رہبانیت ہے۔ ممکن ہے کوئی کہے کہ یہود میں رہبانیت شاید خدا کی راہ میں پسندیدہ فعل ہوگا۔ لیکن یہ بھی غلط بات ہے۔ قرآن نے خود بتایا ہے کہ۔ رهبانية ابتدعوها۔ کہ رہبانیت یہود نے بدعت کے طور پر اپنے ہاں رائج کر لی تھی۔ خدا کا کوئی حکم نہ تھا۔ پس جب رہبانیت خدا کا حکم نہ تھا بلکہ بدعت تھی اور خدا کی نگاہ میں ایسی بری چیز تھی کہ اس کے حرام ہونے کا اعلان کرنا پڑا تو پھر کیا وجہ کہ حضرت مریم کی رہبانیت کو مقام مدح اور ستائش میں قرآن نے ذکر کیا۔ اگر قرآن میں حضرت مریم کے کنواری رہنے کو جو ایک رہبانیت کا فعل تھا نہایت ہی پسندیدہ اور قرب الٰہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ تو پھر حصول قرب الٰہی کے اس ذریعہ سے مسلمانوں کو کیوں روکا گیا۔ اور ان تمام نبیوں اور ولیوں کا مقرب ہونا کس قدر مشتبہ ہوگیا۔ جو اس رہبانیت سے دور رہ کر نکاح کرتے رہے۔ خیال کرو خدا کے نیک بندے شرمگاہ کی حفاظت نہ کر سکے۔ یہ کتنا ناپاک افترا ہے۔ اگر جائز طور پر نکاح کر لینے سے بھی شرمگاہ کی حفاظت زائل ہو جاتی ہے۔ تو پھر خدا نے اسے نسل چلانے کے لئے بنایا ہی کیوں تھا۔ کیا بندوں کو جہنم میں دھکیلنے کے لئے؟ یہ معنے کتنے گندے اور ناپاک ہیں۔ لیکن یہ ان قادیانیوں کا وطیرہ ہے کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ ذرا اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ اس کی زد کہاں جاکر پڑتی ہے۔ آپ کو ان لوگوں نے کس قدر غلط راہ پر ڈالا ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

تحفظ فروج اور تحصن فروج

اب میں آپ کو اس آیت کا صحیح مطلب بتاتا ہوں و باللہ التوفیق۔ قرآن میں حفاظت شرمگاہ کے لئے دو کلمے آئے ہیں۔ ایک تحفظ فروج اور دوسرا تحصن فروج۔ اور یہ دونوں کلمے مرد اور عورت دونوں پر یکساں [illegible] جاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے والحافظین فروجهم والحفظت۔ یعنے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں، اسی طرح محصنین اور محصنٰت یعنے تحصن کرنے والے مرد اور تحصن کرنیوالی عورتیں۔ دونوں کے معنے شرمگاہ کی حفاظت کرنے کے ہیں جس سے مطلب ہے "ہر ایک ناجائز فعل سے شرمگاہ کی حفاظت" کیونکہ جائز فعل سے حفاظت بے معنی بات ہے۔ جو فعل خود جناب الٰہی کو اس کی پیدائش میں مدنظر تھا اسے کون ناجائز ٹھہرا سکتا ہے اور اس سے حفاظت کیا معنے۔ ہاں جن حدبندیوں کے ماتحت جناب الٰہی کو رکھنا منظور تھا۔ اسی حد بندی کے اندر رہنا اور حدود اللہ سے تجاوز کر جانے سے بچنا یہ اصل حفاظت ہے۔

لیکن ان دونوں کلموں میں ایک باریک فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "تحفظ فرج" کے معنے عام ہیں۔ یعنے ناجائز فعل سے شرمگاہ کی حفاظت۔ ایک کنواری لڑکی، ایک منکوحہ عورت، ایک بیوہ عورت سب کے سب حفاظت فرج کرتے ہیں۔ جب تک وہ ناجائز فعل سے بچتے ہیں۔ لیکن تحصن فرج کے معنے خاص ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ نکاح کے ساتھ شرمگاہ کی حفاظت کرنا۔ گویا تحفظ فرج تو سب کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ کنواری، منکوحہ، بیوہ سب کے لئے کیونکہ اس میں نکاح شرط نہیں۔ لیکن تحصن فرج صرف اس کے لئے بولا جائیگا جس نے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ اس میں حفاظت شرمگاہ کے لئے شرط ہے نکاح کی۔ یعنے اس نے قید نکاح میں آکر شوہر یا بی بی کے ذریعہ شرمگاہ کی حفاظت کی۔ اس لئے جہاں بھی تحصن کے کلمہ کو قرآن استعمال کرتا ہے وہاں اس سے مراد نکاح لیتا ہے۔ مثال کے لیے دیکھو والمحصنٰت من النساء ایسی عورتیں جو قید نکاح میں ہیں۔ سورۃ النساء پڑھو۔ فرماتے ہیں واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين۔ اور تم پر ان کے سوا سب عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ بشرطیکہ بطور تحصن کے ہو یعنے نکاح میں لینے کے لئے محض شہوت رانی کے لئے نہیں۔ پھر فرمایا محصنٰت غير مسافحات ولا متخذات اخدان ایسی عورتوں کا مقصد تحصن یعنے نکاح میں آنا ہو نہ کہ کھلم کھلا یا چوری چھپے شہوت رانی کا۔ غرضکہ تحصن اور نکاح قرآن میں ہم معنے استعمال ہوئے ہیں۔

حضرت مریم میں نفخ روح

پس حضرت مریم کے لئے جو یہ فرمایا کہ احصنت فرجها۔ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ انہوں نے نکاح کر لیا۔ کیونکہ تحصن میں حفاظت شرمگاہ کے لئے نکاح لازمی امر ہے۔ اس ذکر سے جہاں حضرت مریم کی عصمت و عفت کا اظہار مقصود تھا۔ وہاں یہ بھی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ آپ نے رہبانیت کی زندگی ترک کرکے خدا کے برگزیدہ مردوں اور عورتوں کی طرح نکاح بھی کیا۔ فنفخنا فيه من روحنا۔ کا مطلب آپ کے ذہن میں شاید یہ ہو کہ وہ حاملہ ہوگئیں۔ تو نکاح کے بعد حاملہ ہو جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ لیکن اہل تحقیق کے نزدیک اس کے معنے یہ ہیں کہ ان میں روح القدس کا نزول ہوا۔ یعنے خدا کی وحی ان پر نازل ہوئی اور وہ اس کے ذریعہ ایک نئی زندگی کی وارث بنیں۔ جو خدا کے برگزیدوں کو ملتی ہے۔

اگر یہ وسوسہ دامنگیر پیدا ہو کہ نکاح کے بعد اس کلام الٰہی کے نزول کے ذکر کی ضرورت کیا تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ رہبانیت یعنی برہم چریہ کے دلدادہ لوگوں کے نزدیک متاہل زندگی یعنے گرہست آشرم ایک معیوب زندگی ہے۔ جو خدا کا قرب حاصل کرنے میں روک بن جاتی سو اس غلط خیال کا مٹانا منظور تھا۔ اور بتانا تھا۔ کہ نکاح حفاظت شرمگاہ اور عصمت و عفت کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے اور اسی لئے خدا کی رضا کا موجب ہے۔ پس آپ نے نکاح بھی کیا اور خدا کی برگزیدہ بھی بنیں۔ یہاں تک کہ خدا کی وحی کا نزول ان پر ہونے لگا۔ اور روح القدس کے ذریعہ ایک آسمانی زندگی انہیں نصیب ہوئی۔

(باقی آئندہ)

سفید لوگوں کا مذہب

جنوبی افریقہ کے ایک فاضل ڈاکٹر اے ڈی دیر ...... نے جو بوئر قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک مکالمہ کے دوران میں اس بات کی شکایت کی ہے کہ

"یونین اور اس کے ملحقہ علاقوں میں سفید لوگوں کا مذہب خطرے میں ہے۔ لکھو کھا اسود اللون انسان ہیں جن میں مذہب اسلام نہایت تیزی سے پھیلتا چلا جا رہا ہے اور ہم اپنا وقت ذات پات کی تفریقات۔ سیاسیات اور آزادی ملک کے مباحث میں برباد کر رہے ہیں۔ اور یورپ اور ہمارا کلیسا بھی اس طرح تشتت میں مبتلا ہے کہ اتفاق و اتحاد کی کوئی امید اس سے نہیں ہو سکتی۔"

ڈاکٹر دیویر کو معلوم ہونا چاہیے کہ صرف یونین اور اس کے ملحقہ علاقوں میں ہی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی سفید لوگوں کا مذہب خطرے میں مبتلا ہے۔ صرف اسود اللون انسان ہی نہیں بلکہ خود سفید لوگ بھی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں جن میں اسلام سرعت کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ اور تمام مسیحی سائر و سامان اور سیم و زر کی فراوانیوں کے باوجود اپنی غربت اور بیکسی کے ساتھ ان پر غالب آرہا ہے۔ یہ اس کی روحانی شوکت اور صداقت کا نشان ہے اور ان لوگوں کے لئے جو ظاہری تنزل کو اس کے آخری سانس سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک قابل عبرت سبق۔

کہاروں کے ارتداد کی خبر غلط ہے

کسی گذشتہ اشاعت میں آل انڈیا کھشتری سبھا کے اس اعلان کا ذکر کیا گیا تھا کہ کاٹھیا واڑ میں ایک لاکھ مسلمان کہاروں کو مرتد کیا جانے والا ہے۔ اب یہ سننا موجب طمانیت ہے۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے نہایت معتبر ذرائع سے یہ معلوم کیا ہے کہ یہ اعلان ازسرتاپا غلط ہے جو مسلمانوں کو خواہ مخواہ اشتعال دلانے کے لئے کیا گیا ہے۔ تمام کاٹھیا واڑ میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ اور کوئی ایسی جگہ تمام کاٹھیا واڑ میں نہیں جہاں کہاروں کی قوم آباد ہو۔

ہمیں افسوس ہے کہ آل انڈیا کھشتری سبھا نے ایک ایسی بے بنیاد خبر کا اعلان کر کے خواہ مخواہ اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کیا شدھی اسی بات کا نام ہے کہ اس قسم کی غلط خبریں شائع کر کے ملک میں بے چینی اور فرقہ وارانہ کشمکش کو ترقی دی جائے؟

نامہ نگار سول کا بیان

سول کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ پنڈی سبار وال (میرپور تحصیل) سے مندرجہ ذیل واقعہ کی اطلاع ملی ہے۔

شنبہ کو صبح دس بجے موضع سال کی جانب شور و غوغا ہونے پر جمعدار سجاول خاں سواروں کے دستہ۔ وزیر اور پنڈی سبار وال کی پولیس کے ساتھ گئے۔ اور چار سکھوں کو سبار وال میں پکڑ لائے جہاں ان سے سوالات کئے گئے ان سکھوں نے نہر کے کنارے ایک کرایہ کی موٹر کو جو میرپور سے پنڈی سبار وال کو جا رہی تھی روک لیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ تفتیش کر رہے تھے۔ مسلمان دیہاتیوں نے خطرہ سے آگاہی دی۔ ایک سکھ نے بندوق سے تین گولیاں چلائیں۔ انہیں علی بیگ گوردوارہ میں [illegible] امن عامہ کی خلاف ورزی کرنے کے الزام میں پولیس کے حوالہ [illegible] تاکہ میرپور کی حوالات میں پہنچا دیئے جائیں۔

اسلام کو تمھاری جسمانی نہیں مالی خدمات کی ضرورت ہے

ہر احمدی خاتون اپنے گھر کے اخراجات میں سے ایک پائی فی روپے کے حساب سے نکالکر اشاعت اسلام میں دے

ایک خاتون کا پیغام احمدی بہنوں کے نام

میری عزیز بہنو! میں ایک نہایت ضروری تجویز آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں اور ان سب ناظرات سے جو محض خدا کے لئے اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے لئے اور حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کے فرمان کی متابعت میں اس اخبار کا مطالعہ فرماتی ہیں یہ التجا ہے کہ اس مضمون کو بغور مطالعہ فرمائیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ کیونکہ مردوں کے عمل ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جائیں گے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اس تجویز پر کاربند ہونے کے لئے آپ کے دلوں کو کھولدے اور خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

میری محترم بہنو! ایک احمدی خاتون ہونے کی حیثیت سے دیکھو۔ آج اسلام وہ اسلام نہیں جو قرون اولی میں تھا۔ آج اس کی وہ شان نہیں جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تھی۔ آج اسے جن خدمات کی ضرورت ہے اگر غور کرکے دیکھا جائے تو روز روشن کی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ان خدمات سے قاصر ہیں۔ حقیقت میں ایک مسلمان کا سب سے بڑا کام تبلیغ اسلام ہی تھا۔ اور ہے اس کے لئے ضرورت ہے مالی قربانیوں کی۔ کوئی وقت تھا کہ اسلام کو جسمانی قربانیوں کی ضرورت تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے اور جب تک جوان نہیں ہوتا اس کی پرورش میں سخت جسمانی صعوبت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس وقت مال کی اسے اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی ماں کی جسمانی مشقتوں کی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوکر اپنے آپ کو خود سنبھال لے لیکن اس کے پھر اس پر ایک وقت بڑھاپے کا آتا ہے اس وقت پھر انسان دوسرے کا محتاج ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک انسان بچپن میں کسی کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح بڑھاپے میں بھی دوسرے کی خدمات کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اب پہلے کی طرح جسمانی مدد کے بجائے مالی مدد زیادہ چاہتا ہے۔ میری ناچیز رائے میں یہی اسلام کا حال ہے۔ آغاز زمانۂ اسلام میں جتنی جسمانی خدمت اسلام کی مسلمانوں نے کی اس کے عشر عشیر کی بھی اب ضرورت نہیں انہیں گھروں سے نکالا گیا۔ دکھ دیئے گئے۔ اپنی جانیں بھی اسلام کے رستے میں قربان کرنی پڑیں۔ اسلام کی اور انسان کی اس لحاظ سے بڑی گہری مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ جیسے ماں بچہ کے لئے بہت سی تکالیف اٹھاتی ہے اور دل کی پوری محبت سے اٹھاتی ہے۔ بالکل اسی طرح صحابہ کرام نے اسلام اور پیارے اسلام کی پرورش کی خاطر تکلیفوں پر تکلیفیں اٹھائیں۔ مگر کس طرح؟ تاریخ شاہد ہے کہ بالکل اسی طرح دلی محبت کے ساتھ انہوں نے دکھ اٹھائے جیسے ماں بچہ کے لئے اٹھاتی ہے۔ ایک ماں جسطرح اپنے بچہ کے لئے خوشی سے تمام دکھ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کی تھوڑی سی تعداد جب کئی ہزار دشمنوں کے مقابلہ میں نکلتی ہے تو چہرے مارے خوشی کے منشرح ہو جاتے ہیں یہ تو آغاز اسلام کا حال ہے۔ اب آخر کا زمانہ بھی آگیا۔ جو میری اور آپکی سب کی نظروں کے سامنے ہے۔ اب پھر وہی انسانی مناسبت ہے جیسے بوڑھوں کی پرورش میں جسمانی خدمت تو اتنی درکار نہیں۔ مگر مالی خدمت ضرور کرنی پڑتی ہے۔ مگر جس طرح بچہ کی پرورش ہنس ہنس کر کی جاتی ہے بوڑھوں کی خدمت لوگ خوش ہوکر نہیں کرتے۔ حالانکہ جسمانی خدمت کے مقابلہ میں مال کی قربانی ایک معمولی چیز ہے۔ تاہم آسان ہونے کے باوجود یہ ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ آج اسلام کو بھی جسمانی خدمت اتنی بکار نہیں جتنی مالی۔ جو خدمت اسلام آغاز میں ۶۰۰ نفر کر سکتے تھے آج اس کیلئے چھ ہزار روپیہ بکار ہے۔ مگر یہ جسمانی خدمت کے مقابلہ میں بہت آسان خدمت بھی ہمکو ناگوار گزرتی ہے۔ پیاری بہنو! آپ غور کریں کہ آیا آغاز اسلام میں خواتین نے بھی خدمت اسلام میں حصہ لیا تھا یا نہیں۔ ہر ایک مسلمان بہن جو تاریخ اسلام کو جانتی ہے اس پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آغاز اسلام میں مسلمان خواتین نے کیا کیا خدمات انجام دیں۔ کیا یہ بات پوشیدہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور بھائی اور خاوند سب کچھ ہی اسلام پر نثار کر دیتی تھیں اور خود میدان جنگ میں جاکر اسلام کے زخمی سپاہیوں اور پیاسوں کی خدمت بجالاتی تھیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا وہ ان خدمات کو خوشی سے بجالاتی تھیں یا تنگدلی سے؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنا فرض جانکر یہ سب کچھ کرتی تھیں۔ تو کیا ہم پر فرض نہیں کہ ہم بھی اپنا فرض سمجھکر اسلام کی مالی خدمات بجالائیں اور قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے بڑی عجلت کے ساتھ اسلام کی خدمات میں حصہ لیں؟ اسلام کو آج روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ اب تو اشاعت اسلام علمی رنگ میں ہی ہو سکتی ہے جو روپیہ چاہتی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ سابقہ خواتین اسلام کی طرح اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ ایک اصول میں آپ کو بتاتی ہوں۔ اگر آپ سب بہنوں کو پسند ہوا اور اس پر عمل کیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو تبلیغ اسلام میں بڑی آسانی ہو جائیگی اور اس اصول سے گھر والوں کا بھی نقصان نہ ہوگا۔ اور آج کل کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو بھی نقصان نہ پہنچے گا۔ جس طرح مرد اپنی آمدنی کے حساب سے چندہ دیتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اپنے خرچ میں کفایت کریں۔ اور چھ پائی فی روپیہ کے حساب سے نکالی جائیں مگر یہ ایسے سلیقہ سے پس انداز کیا جائے کہ نہ تو گھر کی ترتیب میں فرق آئے۔ اور نہ یہ ہو کہ گھر کے خرچ سے زائد بوجھ مردوں پر ڈالا جائے۔ میری رائے میں جو چیزیں ہم ظاہری نمائش کے لئے کرتی ہیں اس میں بہت کچھ اصلاح کرکے یہ کمی پوری ہو جاتی ہے۔ یہ چندہ ماہ بماہ دفتر میں بھیج دیا جائے تو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ امید ہے کہ سب بہنیں ایسا کرینگی۔ نیز میری درخواست ہے کہ ہر ایک احمدی بھائی اس کو ایک فرض جانکر اس تجویز کو اپنے گھروں

جلد ۲۰ لاہور ـ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۴ شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ مارچ ۱۹۳۲ء نمبر ۱۴

اعلان ضروری

انجمن کے نوٹس میں یہ امر آیا ہے کہ بعض احباب کو شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ لاہور کی نسبت غالباً اس وجہ سے کہ وہ انجمن کے کام کو جو ان کے سپرد ہوتا ہے۔ بڑی محنت اور دلچسپی سے کرتے ہیں۔ یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ شیخ صاحب موصوف انجمن کی ملازمت میں ہیں۔ چونکہ اس خیال کی موجودگی میں شیخ صاحب کو کاروباری لحاظ سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اس لئے تمام دوستوں کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ یہ خیال قطعاً غلط ہے۔

شیخ صاحب موصوف انجمن کے ملازم نہیں ہیں بلکہ ہائیکورٹ لاہور میں وکالت کا کام کرتے ہیں اور وہ کام جو انجمن نے ان کے سپرد کیا ہوا ہے بلا معاوضہ اعزازی طور پر فرصت کے وقت کرتے ہیں۔ ان کے سپرد آج کل تنظیم، تبلیغ اور تحصیل کا کام ہے۔ اس لئے اکثر خطوط اور کاغذات پر جو ان امور کے متعلق باہر جاتے ہیں۔ ان کے دستخط ہوتے ہیں۔ لیکن دوستوں کو ان کے دستخطوں سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ انجمن کے ملازم ہیں۔ کیونکہ یہ غلط بھی ہے اور ان کے لئے نقصان رساں بھی۔

(محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکریٹری)
(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

تقریب نکاح۔ اخویم مکرم بابو محمد رمضان صاحب پنشنر کے صاحبزادے ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب متعلم میڈیکل کالج کا نکاح ۲۷ فروری ۱۹۳۲ء کو امرتسر میں ایک معزز غیر از جماعت خاندان میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

عقائد سلسلہ عربی میں۔ انجمن کے کاموں اور عقائد پر جو تبصرہ سالانہ جلسہ پر انگریزی و اردو میں یہاں تقسیم کیا گیا تھا اس کا عربی ترجمہ بغداد میں اخویم سید تصدق حسین صاحب نے شائع کیا ہے۔ اور عراق میں تقسیم کرنے کے علاوہ ایران، دمشق، البانیا وغیرہ جماعتوں کو بھی بھجوایا ہے اللہ تعالیٰ شاہ صاحب اور ان کے معاون برادران شیر گل صاحب مستری نتھے خان صاحب و عبد المجید آفندی صاحب و عبد اللہ آفندی رمضان صاحب کو بہت بہت جزائے خیر دے جو نہایت باقاعدگی سے خدمات اسلام میں مصروف ہیں۔

احمدی اور غیر احمدی میں فرق

(مرزا مسعود بیگ صاحب بی۔ اے مبلغ جرمنی)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال)

ایمان اور عمل

اسلام کے ظہور سے قبل جو مذاہب دنیا میں موجود تھے وہ بھی کسی نہ کسی طریق پر خدا کی ہستی کے قائل ضرور تھے۔ گو شرک اور بت پرستی کا زور عام تھا لیکن قرآن سے پہلی الہامی کتابوں میں اکثر توحید کا پیغام ہی ملتا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ ایسی اقوام بھی موجود تھیں۔ جو خدا کو ایک ہی مانتی تھیں۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی توحید کا پیغام دنیا کو سنایا بظاہر آپ نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی۔ بلکہ اسی سبق کو دہرایا۔ جو آپ سے پہلے انبیاء دہرا چکے تھے۔ لیکن جو اس سبق نے اثر پیدا کیا اس کے لحاظ سے بیشک یہ ایک نئی چیز تھی۔ رسول عربی کی سکھائی ہوئی توحید نے جو نتائج پیدا کئے ان کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں اور نظر نہیں آتی۔ پہلے لوگ توحید کو مانتے ہوئے بھی خدا تعالیٰ کے ان انعاموں کے وارث نہ ہوئے جو محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کی امت کو مرحمت ہوئے۔ کیا خدا تعالیٰ کو مسلمانوں کی خاص رعایت منظور تھی؟ نہیں۔ وہ کسی کی رعایت بلاوجہ نہیں فرماتا ہاں نتیجہ پیدا کرتے وقت انسان کے دل کو دیکھتا ہے کہ کیا اس کے دل میں وہی کچھ ہے جو اس کی زبان پر ہے۔ یا دونوں میں کچھ فرق ہے۔

رسول اکرم سے کئی دوسری اقوام کو عقیدہ میں کوئی تفریق نظر نہ آتی تھی لیکن اس امر میں اختلاف ضرور تھا۔ کہ وہ لوگ زبان سے اور صرف زبان سے خدا کی توحید کے قائل تھے۔ حالانکہ رسول مقبول اور آپ کی امت عملی طور پر بھی خدا کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتی تھی۔ اگر ایک عیسائی خدا کو تین خدا کہدے۔ اور اس کے مقابل پہ میں خدا کو ایک کہدوں۔ بجائیکہ ہمارے قول نے ہمارے قلوب پر اثر نہیں کیا۔ تو یقیناً ہم دونوں کی پوزیشن میں فرق نہیں۔ منہ سے خدا کو ایک کہدینا یا ایک ہزار کہدینا یکساں ہے۔ پس قرآن مجید نے اور نبی اُمّی نے (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مذہب ہمیں سکھایا وہ صرف زبان کا مذہب نہیں۔ بلکہ وہ دل اور زبان دونوں کا مذہب ہے جہاں ہو وہ اقرار باللسان ہے اس کے ساتھ ہی وہ تصدیق بالقلب بھی ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں انعام اور جنات کا ذکر آیا وہاں الذین اٰمنوا کے ساتھ ہی عملوا الصلحٰت کو بھی لازم ٹھہرایا ہے۔ اگر صرف دنیا میں عقائد یا ایمان ہی کامیابی کے لئے کافی ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کو تو کم از کم عمل اور تکالیف سے بری کیا جاتا۔ مگر خدا کی سنت یہی ہے کہ جو لوگ فرقان کے خواہشمند ہیں جن کو اپنے مولا کا قرب مطلوب ہے۔ ان کا عمل بھی بہت مضبوط ہونا چاہیئے۔

رسول اکرم اور صحابہ کرام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات بابرکت کے فیض سے وہ عشق اور جنون اپنے متبعین کے دلوں میں پیدا کیا کہ دنیا آج تک اس کی مثال دکھانے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب اس قدر روشن ہو چکے تھے۔ کہ گویا ان کو خدا نظر آتا تھا۔ اور غور سے دیکھا جائے۔ تو توحید باری کا سب سے بڑا مقام یہی ہے۔ کہ جب بندہ کو اپنا مولا واقعی نظر آنے لگے اور اس کے بغیر تو ایمان میں لطف ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب عرب کے بدو اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے تھے تو وہ دشمنوں کے قلوب کو چیر دیا کرتا تھا۔ اور مسلمانوں کے نعرے بھی نیزوں کی طرح دشمنان اسلام کے سینوں سے پار ہو جاتے تھے۔ یہ کیفیت کیوں پیدا ہوئی؟ اتنی بڑی کامیابیاں کیونکر حاصل ہوئیں؟ صرف اس وجہ سے کہ وہ لوگ صرف آمنوا پر اکتفا نہ کرتے تھے۔ بلکہ عملوا پہ ان کا زیادہ زور تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ سے یہی سبق انہیں ملا تھا۔ کہ عمل کے بغیر ایمان ایک بے معنی چیز ہے۔ اور اس ایمان کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس سے فرقان پیدا نہیں ہوتا۔ جس کے پیدا کرنے کا خدا نے وعدہ فرمایا تھا۔

مسیح موعود کی بعثت کی غرض

امام زمان کوئی نئی شریعت یا انوکھے اصول لیکر دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔ بلکہ آپ کی بعثت کی غرض انہیں قوانین کی تجدید تھی جو قرآن شریف میں درج ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد صرف اسی نمونہ کو تازہ کرنا اور انہی واقعات کو دہرانا تھا جو آج سے چودہ سو سال پیشتر وقوع پذیر ہوئے مسیح زمان اسلام ہی کا بول بالا کرنا چاہتے تھے۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ کا عملی ثبوت دنیا کو دکھانا چاہتے تھے۔ پس آپ نے اسی نمونہ کو سامنے رکھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمونہ تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ منہ سے اپنے آپ کو آخرین منہم کا مصداق کہہ لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جب تک عمل بھی بزرگان سلف کے نمونہ کے مطابق نہ ہو۔

مسیح موعود نے اپنا فرض بڑی عمدگی سے پورا کیا۔ آپ نے مسیحائی کا پورا نمونہ دکھایا۔ بیمار بلکہ برلب موت قوم کو از سر نو زندہ کیا۔ ان کے مردہ دلوں کو زندگی اور تازگی بخشی۔ اور زندہ کرنے کے بعد پھر انہیں ایسا چشمہ دکھایا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھودا تھا۔ اور جس چشمہ کا پانی پینے سے ہی حقیقی زندگی اور موت سے نجات ملتی ہے۔ اسی چشمہ کے پانی میں ہی صحت اور زندگی پیدا کرنے کی تاثیر ہے۔ کیونکہ خدا نے شروع سے بتا دیا تھا کہ ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین جہاں اس چشمہ سے پانی پیا اور پھر ساتھ ہی پرہیز بھی کرنا یہ ایسا اکسیر نسخہ ہے کہ مسلمان پھر کبھی مردہ نہ ہوں گے جب تک اس کا استعمال جاری رکھیں گے اور اس اکسیر کا باقاعدہ استعمال کرنا اور اسی سے اپنی روح کو زندہ رکھنا ہی مسیح موعود نے اپنی جماعت کو سکھایا تھا۔

احمدی اور غیر احمدی میں فرق

وہ لوگ غلطی پر ہیں جو احمدیہ جماعت کو اسلام کا کوئی خاص فرقہ قرار دیتے ہیں۔ احمدیت کوئی فرقہ نہیں۔ بلکہ احمدیت اسلام کی سچی اور اصلی پاک اور خوبصورت تصویر ہے۔ اور احمدی بھی وہ ہے۔ جو اسلام کے تمام اصولوں کو ماننے والا اور نہ صرف ماننے والا بلکہ سچے دل سے ان پر عمل کرنے والا مسلمان ہے۔ احمدی اور غیر احمدی میں یہی فرق ہے کہ دوسرے لوگ صرف زبانی جمع خرچ کو ہی اسلام سمجھتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں احمدی ایک باعمل مسلمان ہے۔ یاد رکھو احمدی وہ نہیں کہ جو مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ سمجھے یا تھوڑا بہت چندہ اسلام کی خدمت کے لئے دیدیا کرے یا جو حضرت مرزا صاحب کو اس زمانہ کا مجدد اور مسیح تسلیم کرلے بلکہ اصلی احمدی وہی ہے جو ہر امر میں محمد رسول اللہ اور ان کے پاک اصحابؓ کے نمونہ پر قدم مارتا ہے۔ جو صحیح معنوں میں آخرین منہم کا مصداق بنتا ہے نہ صرف قول سے۔ تقریر سے۔ تحریر یا چندہ سے بلکہ فعل سے عمل سے۔ تقوے سے پرہیزگاری۔ راستی۔ خلوص اور دیانت داری سے۔ احمدی اسلام کے لئے ہر وقت جہاد کرتا ہے۔ اس کا سب کچھ خدا اور اس کے رسول کے لئے وقف ہے۔ اور اسلام کی عظمت کو ہی وہ اپنی دولت

یاد رکھئے احمدی وہ ہے جو ورہ حالت ہے جو اندرونی بیرونی فرقان کا متلاشی ہے۔ اس فرقان کا متلاشی جو مجاہدین بدر کو نصیب ہوا۔ اور جس کا رنگ اس تاریک زمانہ میں خدا کے مامور نے ایک دفعہ پھر دکھایا۔

احمدیت دنیا پہ کب غالب آئیگی؟

احمدیت کی تعریف۔ احمدیوں کا دوسروں سے مابہ الامتیاز اپنی سمجھ کے مطابق مختصر طور پہ عرض کر دیا ہے۔ اب یہ کہنا کہ کون ان اصولوں پہ پورا اترتا ہے۔ اور کون ناقص احمدی ہے یہ میرا کام نہیں۔ ہر شخص کو خدا نے عقل اور فہم بخشے ہیں۔ پس وہ خود گردن جھکا کر اپنی تصویر دیکھ لے اور اپنے دل سے پوچھ لے کہ آیا اس میں نور کی چنگاری دمکتی ہے یا نہیں۔ ہر ایک شخص خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۲۴ر شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ر مارچ سنہ ۱۹۳۲ء	نمبر ۱۴

اسلام اور عیسائیت

فتوحات اسلامی کا ایک شاندار نظارہ

کسر صلیب اور مسیح موعود

اسلام اور مسیحیت کے مابین جو کشمکش سالہا سال سے جاری ہے معلوم ہوتا ہے اس کے فیصلے اور انجام کا وقت آپہنچا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے مہذب ترین ممالک کے فضلاء ایک طرف اور افریقہ کے جنگلات کے رہنے والے اور سادہ دل و دماغ رکھنے والے دوسری طرف آج ایک ہی رجحان طبیعت کو ظاہر کر رہے ہیں جس طرف نظر اٹھا کر دیکھا جائے عیسائیت کی طرف سے ایک عام بیزاری اور اسلام کی طرف عام رجحان نظر آتا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ یورپ اور امریکہ کا ایک ایک متنفس اسلام کو ایک وحشیانہ مذہب سمجھتا اور اس کے خلاف زور لگانا اپنا ایک ضروری فرض خیال کرتا تھا۔ ابھی کل کی بات ہے۔ کہ اسلام کے خلاف غلط بیانیوں کا ایک طومار کھڑا کر کے لوگوں کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اور اسلامی سلطنتوں کے زوال اور مسیحی طاقتوں کی وسعت کو اسلام کے کذب اور مسیحیت کی صداقت کی ایک بہت بڑی دلیل قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن آج اسی یورپ اور امریکہ کے فضلا جب اسلام پر تقریر کرنے کے لئے اٹھتے ہیں تو انہیں سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں نظر آتا کہ اسلام کو "ایک عالمگیر مذہب" اور "عیسائیوں کے لئے شمع ہدایت" قرار دیں۔ اس کی پاک کتاب کے "زندہ اور حیات بخش" ہونے کا اعتراف کریں کہ "اگر اسلامی سلطنتیں صفحہ ہستی سے نابود بھی ہو جائیں تو اسلام اور مسلمان فنا نہیں ہو سکتے" آج خود مسیحیت کے بڑے بڑے فضلاء اور کلیسائے انگلستان کے رہنما مسیحی معتقدات کو کیا سمجھتے ہیں؟ غلطیوں اور انسانی توہمات کا مجموعہ۔ شرک و بت پرستی کا نچوڑ! جو کسی حالت میں علم و عقل کی کسوٹی پر پورے نہیں اتر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلستان، جرمنی، فرانس اور یورپ و امریکہ کے دیگر ممالک میں کئی ایک فضلاء اسلام کی آغوش میں علی الاعلان آچکے ہیں۔ اور بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جو عیسائیت کو ترک کئے بیٹھے ہیں اور اسلام کی روشنی ان تک پہنچنے کی دیر ہے۔ کہ اس پاک مذہب کو اپنا دین و ایمان قرار دینے میں انہیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ یہ تو عیسائیت کے گھر کی حالت ہے۔ لیکن بیرونی ممالک میں اس کا کیا حال ہے۔ جہاں جگہ جگہ اس کے شاندار مشن موجود ہیں ہسپتالوں کالجوں اور سکولوں اور بہت سے دیگر امدادی اور اصلاحی کاموں کے ذریعے سے عوام الناس کو مرعوب و مرہون منت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اناجیل اور مفت لٹریچر کی اشاعت اور اسلام کے خلاف ہر قسم کے پروپیگنڈا سے کام لیا جاتا ہے مال و زر اور ہر طرح کے ساز و سامان اسے حاصل ہیں۔ ابھی گزشتہ اشاعت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جنوبی افریقہ کے فاضل ڈاکٹر دیمیر نے اعلان کیا ہے کہ:-

> "یونین اور اس کے ملحقہ علاقوں میں سفید لوگوں کا مذہب خطرے میں مبتلا ہے۔ لکھو کھہا سیاہ رنگ کے لوگ ہیں جن میں اسلام سرعت کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ اور ہم ذات پات کی تفریقات کی بحثوں میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اور تو اور ہمارا کلیسا بھی اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے کہ اس کی اصلاح اور اتحاد کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔"

صرف یہی نہیں کیپ ٹاؤن کے "ملیٹ" نامی کلیسائی آرگن نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ مسیحی عورتیں اسلام میں کیوں جا رہی ہیں۔ وہ لکھتا ہے:-

> "بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ کس قدر مسیحی مرد اور عورتیں اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ کام کرنیوالوں نے ایک ہفتہ میں چھ ایسی عورتوں کا پتہ لگایا جن کے متعلق علم نہ تھا کہ وہ اسلام میں چلی گئیں۔ اور کوئی ہفتہ نہیں گزرتا کہ ہمیں اسی قسم کی عورتوں کا پتہ نہ چلتا ہو"

> "گزشتہ دس ماہ میں ایک گرجا کے دو آدمی جو کنفرم ہو چکے تھے مسلمان لڑکیوں سے شادی کرنے کے لئے ملائی بن گئے۔ اور ایک گرجا کی کنفرمیشن جماعت کی چالیس لڑکیوں سے جب یہ کہا گیا کہ اگر وہ ایسی مسیحی لڑکیوں کو جانتی ہیں جو اسلام میں چلی گئی ہوں تو اپنے ہاتھ کھڑے کریں تو عملاً ہر ہاتھ بلند ہو گیا"

پھر لکھا ہے:-

> "دو آدمی حال ہی میں مسلمان ہونے کا ارادہ کرتے ہوئے پائے گئے۔ حالانکہ وہ کنفرم ہو چکے ہیں۔ اور بظاہر بہت اچھے کلیسائی ہیں۔ ایک خادم کی بہن جو ایک کلیسائی خاندان کی ممبر ہیں حال ہی میں مسلمان ہو گئی ہے۔ اور ایک ملائی سے اس نے شادی کر لی ہے"

اسلام کی طرف مسیحیوں کے اس عام رجحان کی وجوہ و اسباب تلاش کرتے ہوئے اخبار مذکور لکھتا ہے:-

> "ایک مسلمان اسلام کے لئے اس سے بڑھکر پختہ کیوں ہے۔ جس قدر ایک مسیحی کے اندر مسیح کے لئے پختگی اور اخلاص پایا جاتا ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ رنگدار اقوام میں مسیحیت کی تعلیم ناکافی ہے۔ رنگدار عیسائیوں کی تبدیلی مذہب کی ایک اور وجہ یہ احساس بھی ہے کہ سفید رنگ مسیحی زیادہ مسلمانوں کو کلیسا میں جمع کرنے سے لاپرواہ ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہر مذہب اپنی اپنی جگہ پر اچھا ہے"

ان دونوں وجوہ کی تردید مسٹر ایم اے گامبٹ نامی ایک مسیحی نے کی ہے اور لکھا ہے کہ:-

> "اس ملک میں اسلام کا سب سے زبردست مبلغ وہ تفاوت الوان ہے جو یورپین کلیساؤں میں پایا جاتا ہے۔"

آگے چل کر لکھا ہے کہ:-

> "اسلامی مساجد میں سچی اور خالص جمہوریت پائی جاتی ہے جہاں سیاہ، بھورے، سفید اور زرد رنگ کے لوگ، امیر اور غریب خدا تعالے کے سامنے پوری مساوات کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔"

مسیحیت کے متعلق مسٹر گامبٹ رقمطراز ہیں:-

> "مسیحیت بالخصوص اس ملک میں اپنے پیرووں کو اختلاف الوان کی بنا پر تقسیم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں سفید گرجے، رنگدار گرجے، اور دیسی گرجے۔ الگ الگ پائے جاتے ہیں۔ اسلام میں ایسی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی۔"

> "اسلام رنگدار اقوام کے لئے اور منصف مزاج سفید رنگ لوگوں کے لئے بھی ایک ہی جائے امید ہے۔"

> "ملائی یا محمدی ہو جانے کی اصطلاح بالکل احمقانہ اور بے معنی ہے۔ ایک انگریز مسلمان ہو سکتا ہے لیکن ملائی نہیں بن سکتا۔"

مسٹر گامبٹ نے آخر میں صاف لکھا ہے کہ اختلاف الوان کی بنا پر مسیحیوں میں جو انشقاق پیدا ہوا ہے۔ "یہ مسیحیت کی ناکامی کی دلیل ہے اور اسے اپنی کمزوری کا الزام دوسروں کے سر پر نہ رکھنا چاہیے۔"

یہ وہ مسیحیت ہے جسے کل تک دنیا کی نجات دہندہ اور تہذیب و شائستگی کی واحد علمبردار قرار دیا جاتا تھا۔ اور اسلام

کا کوئی حقیقت اس کے سامنے نہ کبھی جاتی تھی۔ خود مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے تعلیم یافتہ اصحاب اسلام کی زندگی ہی سے مایوس ہو بیٹھے تھے۔ لیکن آج ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہی اسلام اپنے صحیح اور فطری اصولوں کی وجہ سے ایک طرف یورپ اور امریکہ کے فضلا کے دلوں پر قبضہ جما رہا ہے۔ اور دوسری طرف افریقہ کے جاہل اور علم سے نابلد لوگوں میں پھیلتا چلا جا رہا ہے بحالیکہ اس کے پاس نہ سلطنت ہے نہ مال و دولت اور نہ مبلغین اتنے موجود ہیں کہ ان تمام ممالک میں پھر سکیں۔ اس کے بالمقابل عیسائیت اپنے گھر میں بھی ناکام ہے۔ اور باہر بھی اس کے اصول ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور جوق در جوق لوگ اس سے بیزار ہو کر الگ ہوتے جا رہے ہیں بحالیکہ اس کے پاس مال و دولت بھی ہے حکومت اور سلطنت بھی۔ اور تعلیمی اور تبلیغی اداروں اور ساز و سامان کی اس قدر فراوانی ہے کہ صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

کیا یہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا کھلا نظارہ نہیں؟ کیا مسیح موعود کی صداقت کا اس سے بڑھ کر کوئی اور نشان درکار ہے؟ اسلام اور عیسائیت کی عظیم الشان جنگ میں کسر صلیب کرنے والا آج کون ہے؟ اور کس کے ہاتھ سے اسلام دنیا میں آج غالب ہو رہا ہے؟ امید ہے سلسلہ احمدیہ کی مخالفت پر ادھار کھائے والے ان سوالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی کوشش کریں گے۔ س

نبگر اے قوم نشانہائے خدا وند قدیر
چشم نابشا کہ بہ چشم نشانیست کبیر

انقلاب سے پانچ ہزار روپے کی ضمانت

کشمیر کا معاملہ سلجھنے کے بجائے دن بدن الجھ رہا ہے اور افسوس ہے کہ برطانوی حکومت نے اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے بجائے اپنی ہی رعایا کا گلا گھونٹنے کا بندوبست کر لیا ہے تاکہ مظلومین کشمیر کی چیخ پکار کی آواز بیرونی دنیا تک نہ پہنچ سکے۔

سب سے پہلے اس بارے میں روزنامہ "احرار" سے دو ہزار کی ضمانت طلب کی گئی۔ جس کی وجہ سے اسے اپنی اشاعت کو عارضی طور پر ملتوی کرنا پڑا۔ اب روزنامہ "انقلاب" اور مسلم پرنٹنگ پریس لاہور سے بھی ڈھائی ڈھائی ہزار روپے کی ضمانت اس بنا پر طلب کر لی گئی ہے۔ کہ روزنامہ مذکور کی ۱۲ر فروری ۳۴ء کی اشاعت میں ایک خبر درج ہوئی ہے۔ جس کی اشاعت حکومت کے نزدیک قابل اعتراض ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ "انقلاب" جیسے متین اخبار سے جو متواتر پانچ سال سے ملک و ملت کی بہترین خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اور جو صالح حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے بھی حزم و احتیاط کے پہلو کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیا ایک معمولی خبر کی بنا پر پانچ ہزار کی رقم خطیر کا مطالبہ کر لیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا خبر غلط ہو۔ لیکن ایک اخبار نویس کوئی عالم الغیب تو نہیں ہوتا۔ کہ کرسی ادارت پر بیٹھے ہوئے ہر خبر کی صحت و عدم صحت کو معلوم کر لیا کرے۔ ہاں احتیاط کے طور پر نامہ نگار کی حیثیت اور گرد و پیش کے واقعات و قرائن سے اس کی صحت کا اندازہ لگا لینا ضروری ہوتا ہے۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "انقلاب" اخبار نویسی کے اس بلند معیار سے کبھی نیچے نہیں گرا۔ تاہم بشر انسانی کام میں سہو و خطا کا امکان باقی ہے۔ خود حکومت کے اس وسیع نظام میں جو پامال کی خبریں لانے کا مشاق ہے۔ کس قدر غلطیاں آئے دن واقع ہوتی ہیں۔ اور کتنے ایسے مقدمات ہیں جن میں عدالتوں کو پولیس کی غلطیوں کی اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ لیکن کیا کبھی ان پر اس قسم کی سختی روا رکھی گئی؟ چاہیئے تھا کہ مذکورہ بالا خبر کی بھی (اگر وہ غلط تھی) ایک اعلان کے ذریعہ سے تردید کر دی جاتی پانچ ہزار کی رقم طلب کرنا (جس کے ساتھ یہ بھی خطرہ لگا ہوا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں کسی اور معمولی غلطی کی بنا پر اس کو بھی ضبط کر کے دس ہزار روپیہ طلب کر لیا جائے گا) اردو اخبار نویسی کا گلا گھونٹنا ہے۔

کارپردازان "انقلاب" نے مذکورہ بالا وجوہ و خطرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ عارضی طور پر "انقلاب" کی اشاعت کو ملتوی کر دیا جائے۔ احرار پہلے ہی بند ہو چکا ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ پنجاب میں اسلامی پریس پر موت وارد کرنے کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔ ہم حکومت پنجاب سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ طریق عمل نہ تو حکومت کشمیر کے لئے چنداں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اور نہ حکومت برطانیہ کے مفاد کا تحفظ اس میں مضمر ہے۔ سوائے اس کے کہ عوام الناس کے دلوں میں اور زیادہ کشیدگی پیدا ہو اور کوئی نتیجہ نہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ "انقلاب" کی ضمانت کا حکم منسوخ کر کے اس باوقار جریدہ کو جو مسلمانوں کا ایک ہی حقیقی نمائندہ ہے زندہ رہنے دیا جائے۔

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

کشمیر آرڈی ننس کی بے پناہ تلوار نے "احرار" کا سر قلم کر دیا "انقلاب" کا گلا گھونٹ دیا۔ اور یوں مظلوم کشمیریوں کی آواز اور چیخ پکار سننے سے دنیا کے کانوں کو بند کیا جا رہا ہے۔ ایسی حالت میں کیا اسلامی ہند کا یہ فرض نہیں کہ وہ مظالم کشمیر سے دنیا کو آگاہ کرنے۔ اور حکومت کو ان مظالم سے روکنے کا کوئی اور بندوبست کریں؟ اسلامی پریس کا گلا گھونٹنے کے ساتھ اگر حکومت ہند کشمیری مسلمانوں کی بھی حفاظت کا کوئی بندوبست کرتی تو چنداں وجہ شکایت نہ تھی لیکن جس حالت میں غریب اور بے گناہ مسلمانوں کو محض اس جرم میں کہ وہ اپنے جائز حقوق کے طالب ہیں قید و بند کے مصائب میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ پرلے درجہ کا متشددانہ سلوک ان سے روا رکھا جاتا ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ان مظلومین کی رستگاری اور نجات کا کوئی بہترین انتظام سوچا جائے؟ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت کا تشدد بلا امتیاز تمام مسلمانوں پر حاوی ہے۔ یہاں تک کہ کسی کے نام کشمیر کمیٹی کا کوئی پمفلٹ یا اشتہار چلا جانا بھی اسے مجرم ٹھہرا دیتا ہے۔ خواہ اس کا اس سے کوئی تعلق بھی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں احمدی جماعت جس کے ممبروں کا کثیر حصہ جماعت لاہور سے تعلق رکھتا ہے۔ بالخصوص معتوب ہو اور ابھی چند ہی دن ہوئے سرینگر کی احمدی جماعت کے سکرٹری کو چھ ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے اور بھی برادران جماعت اور بہت سے دیگر مسلمان جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں پہنچ چکے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارا فرض ہے کہ ہم ان برادران ملت کی رستگاری کے لئے دعا کریں تاکہ اللہ تعالےٰ ان کی نجات کا کوئی بہترین سامان پیدا کر دے۔

کیا ہمارے دوست اس طرف متوجہ ہوں گے؟

اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت کشمیر کے اس طریق عمل کے خلاف نہایت موثر آواز بلند کی جائے۔ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ انگلستان، امریکہ اور مہذب

ملاحظات

معزز معاصر "مدینہ" نے اپنی ۹ر فروری ۳۴ء کی اشاعت میں ایک کتاب بنام "مہر نبوت ختم رسالت" پر تنقید کرتے ہوئے حسب ذیل خیالات کا اظہار فرمایا ہے:-

"مولانا حافظ قاری حکیم رئیس المتکلمین فخر مناظرین محمد لسین صاحب انصاری بلالی فاضل مناظر اسلام سہارنپوری نے یہ کتاب اسلام کے مہتم بالشان مسئلہ ختم نبوت پر لکھی ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائد کا ابطال کیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ایک معمولی استعداد کے آدمی نے اس نہایت اہم مسئلہ پر بحث کر کے غلط مبحث کے سوا اور کوئی نتیجہ پیدا کیا۔ یہ مسئلہ اس قدر صاف اور کھلا ہوا ہے کہ قادیانی مناظر کے پاؤں میدان مناظرہ میں کبھی نہیں جمے۔

"خود مرزا صاحب کا یہ حال ہے کہ وہ اس پر اظہار خیالات کرتے ہوئے اس قدر بہک گئے ہیں کہ خود ان کے متبعین پر ان کا اصل عقیدہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ قادیانی جماعت ان کو مدعی نبوت سمجھتی ہے۔ اور اسی پر بنیاد رکھ کر تمام دنیائے اسلام کو کافر قرار دیتی ہے۔ لیکن لاہوری جماعت مرزا صاحب کی تحریروں کو بنیاد قرار دے کر ان کے ادعائے نبوت سے انکار کرتی ہے"

ہمیں صرف آخری خط کشیدہ الفاظ کے متعلق اپنے معزز معاصر سے یہ عرض کرنا ہے کہ اگر قادیانی اور لاہوری جماعت کا باہمی اختلاف حضرت مرزا صاحب کے بہک جانے اور اصل عقیدہ کے مشتبہ ہو جانے کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا جائز ہوگا کہ وہ مسئلہ الوہیت و ابنیت پر اظہار خیالات کرتے ہوئے (نعوذ باللہ) اس قدر بہک گئے کہ خود ان کے متبعین پر ان کا اصل عقیدہ مشتبہ ہو گیا، عیسائیوں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کو مدعی الوہیت سمجھتی ہے اور اسی پر بنیاد رکھ کر تمام دنیا کو جہنمی اور ناقابل نجات سمجھتی ہے۔ لیکن یونیٹیرین عیسائی جناب مسیح کے اقوال کو ہی بنیاد قرار دے کر ان کے ادعائے الوہیت سے انکار کرتے ہیں۔

ہر کلام میں متشابہات بھی ہوتے ہیں اور محکمات بھی خود قرآن کریم نے اپنے اندر متشابہات اور محکمات ہر دو کا ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور متشابہات کی پیروی کرنے والوں کو زیغ قلب کا اعلان کر کے اس حقیقت نفس الامری کو واضح کر دیا کہ ان کی غرض فتنہ پردازی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ فاما الذین فی

باقی بر صفحہ

دنیا کے دیگر حصص میں بھی یہ آواز پورے زور سے بلند ہو۔ اس بارہ میں ووکنگ مسلم مشن اور انگلستان کے مسلمانوں کی امداد کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس وقت ۳۵ لاکھ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے۔ جس کا حل ہمارے انگلستانی بھائی نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ نہایت وسیع پروپیگنڈا کیا جائے۔ اور اشتہارات و اخبارات کے ذریعہ سے یورپ کی مہذب دنیا کے سامنے کشمیر کی تہذیب و انسانیت کو پورے طور پر الم نشرح کر دیا جائے۔

بابِ ولادتِ مسیح پر چند اعتراضات کے جوابات

(جنابِ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ مدظلہٗ)

اعتراض ۳۔ کیا سنت اللہ کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی جیسے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو باوجود قل ھو الذی انشأکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون (الملک) کہنے کے کیوں بہرے اندھے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ایک جگہ ہے ان الانسان لربہ لکنود۔ کیا انبیا علیہم السلام بھی ناشکرے ہوتے ہیں۔ پھر آیا اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس (الحج) تو کیا یہ قانون بعد آنحضرت صلعم بھی جاری ہے؟ کیا وجہ ہے کہ سنت اللہ کی ان میں مخالفت ہو رہی ہے۔ یا تو مانیئے کہ خدا تعالیٰ بعض اوقات سنت اللہ کے خلاف بھی قدرت سے ایک کام کر دیتا ہے۔ ورنہ قرآن میں کذب لازم آتا ہے۔ وھو المحال پھر انہ علی کل شیء قدیر اور یخلق ما یشاء۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کے تعارض ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اسی سنت میں نعوذ باللہ مقید ہے تو یہ کہنا کہ وہ علی کل شیء قدیر ہے اور یخلق ما یشاء بے معنے ہے۔ کیونکہ سنت کے باہر اگر وہ چاہے تو پیدا نہیں کر سکتا۔

کیا خدا کے قول و فعل میں اختلاف ہے

جواب:- آپ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا سنت اللہ کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس کا جواب مجھے دینے کی ضرورت نہیں بلکہ خود قرآن صاف لفظوں میں دیتا ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولا تجد لسنۃ اللہ تحویلا کہ اے انسان تو کبھی خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور اے انسان تو کبھی بھی نہیں پائے گا کہ خدا کی سنت ذرا سی بھی پھر گئی ہو۔ پھر ان محکم آیات کے بالمقابل میری یا آپ کی یا زید یا بکر کی مذبوحی حرکات کیا کام دے سکتی ہیں۔ یہ تو قرآن سے فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ سنت اللہ نہیں بدلتی۔ یہ اعتراض کہ خدا جب فرماتا ہے جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو پھر دنیا میں بہرے اندھے وغیرہ کیوں پیدا ہوتے ہیں۔ جناب میاں محمود احمد صاحب نے سب سے پہلے اٹھایا تھا۔ اور اسی ولادت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی تائید میں اٹھایا تھا۔ اور اس میں یہ بتلانا چاہا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی سنت کے خلاف بھی کر لیا کرتا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ اول تو اس میں خدا پر کذب لازم آتا ہے کہ ایک طرف تو بڑے زور اور تحدی سے بغیر کسی استثنا کے فرماتا ہے کہ اے انسان تو کبھی سنت اللہ میں تبدیلی نہیں پائے گا اور دوسری طرف سنت اللہ کے خلاف بھی کرتا رہتا ہے اور یہ اس وقت بھول جاتا ہے کہ قرآن ہی میں خود ہی فرما چکا ہوں کہ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون خدا کے نزدیک یہ بڑی ناپسند بات ہے کہ تم وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ گویا قول اور فعل کا اختلاف خدا کو بہت ہی ناپسند ہے لیکن خود وہی کام کرتا ہے جس سے لوگوں کو روکتا ہے۔ اور پھر اس کا یہ کہنا کہ اے انسان تو کبھی سنت اللہ میں تبدیلی نہیں پائے گا۔ صریح جھوٹ بن جاتا ہے۔ کیونکہ سنت اللہ میں تبدیلی موجود ہونے کے باوجود اس نے خلاف واقعہ بات کا دعوے کر دیا۔ کیا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت اندھے بہرے موجود نہ تھے ضرور تھے تو پھر ایک ایسا دعوے کیوں کر دیا۔ جو واقعہ کے خلاف تھا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ خدا نے عمداً جھوٹ بولا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جھوٹ کیوں بولا؟ اغلب یہ ہے کہ اپنے علی کل شیء قدیر صفت کو ثابت کرنے کے لئے بولا۔ کہ خدا چونکہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے وہ (نعوذ باللہ) جھوٹ بولنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ پس دیوبندی مولوی سچے نکلے جو امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے علی کل شیء قدیر ہونے کا مزہ ہی کیا ہوا۔ جو وہ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہو۔ اگر وہ سچ بولنے پر مجبور اور راست گفتاری میں مقید ہو تو وہ خدا ہی کیا ہوا۔

وفاتِ مسیح اور سنت اللہ

ممکن ہے میاں محمود احمد صاحب بھی اس کے قائل ہوں۔ لیکن خیر خدا تو نعوذ باللہ جھوٹا ٹھہرا سو ٹھہرا خود حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مسیح ابن مریمؑ کی وفات پر جو دلائل دیئے ہیں ان میں سنت اللہ والا معاملہ بہت چلتا ہے۔ حضرت صاحب نے حضرت مسیح ابن مریم کے بجسد ہٖ آسمان پر چڑھنے کے خلاف قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ لکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون وغیرہ وغیرہ بہت سی آیات پیش کی ہیں جن میں مختلف سنن الٰہیہ کو ہی پیش کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ بشر رسول کے لئے آسمان پر جسم کے ساتھ چڑھنا خدا کی سبحانیت کے خلاف ہے۔ انسان کے لئے اسی زمین میں مستقر اور متاع ہے۔ اسی زمین میں جینا ہے۔ اسی میں مرنا ہے اور اسی سے نکلنا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر ان سنن الٰہیہ میں تبدیلی ہو سکتی ہے تو پھر کیوں نہ مان لیا جائے کہ مسیح کیلئے یہ تمام خدا کی سنتیں بدل گئیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے جواب میں جو یہ کہتے تھے کہ مسیح مر گیا تو کیا ہوا وہ مر کر واپس آ جائے گا حضرت صاحب نے فیمسک التی قضی علیھا الموت اور حرام علی قریۃ اھلکنھا انھم لا یرجعون کو بطور سنت اللہ کے پیش کیا ہے کہ مرے ہوئے واپس نہیں آیا کرتے۔ لیکن جب سنت اللہ میں علی کل شیء قدیر خدا موقعہ موقعہ پر تبدیلی کر لیا کرتا ہے تو پھر کیوں نہ یہاں بھی وہ تبدیلی کرے گا۔ اور مرے ہوئے مسیح کو واپس دنیا میں بھیج دے گا۔ پھر مسیح کے وہ تمام معجزات جن سے شرک فی الصفات باری تعالیٰ لازم آتا ہے۔ مثلاً خلق طیر۔ احیائے موتیٰ وغیرہ سب درست ثابت ہوئے۔ ان کے خلاف حضرت صاحب نے جو سنت اللہ پیش کی تھیں وہ سب بے اثر ہو گئیں۔ آپ نے دیکھا ایک غلط رستہ اختیار کرنے سے کس طرح انسان باطل کے دلدل میں پھنستا ہے۔

سمع اور بصر کے متعلق سنت اللہ

پس یہ بالکل غلط بات ہے کہ سنت اللہ بعض دفعہ بدل جایا کرتی ہے۔ خدا حق ہے، اس کا کلام سچا ہے اس کی سنت اللہ کبھی نہیں بدلتی وہ جو بات کرتا ہے کبھی خلاف واقعہ نہیں کرتا۔ اس نے انعام کے رنگ میں فرمایا تھا کہ انسان کو جب پیدا کیا تو علم حاصل کرنے کے لئے اسے حواس دیکھنے اور سننے کے بھی دیئے جن کا انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہ سنت اللہ ناتمام رہتی اگر اسی قرآن میں اللہ تعالیٰ یہ بھی نہ فرما دیتا کہ ہم نے اندھے اور بہرے بھی پیدا کئے ہیں جیسا کہ قرآن میں اعمی و صم کے الفاظ بار بار آتے ہیں۔ مثلاً لا تسمع الصم الدعاء تو بہرے کو سنا نہیں سکتا۔ عبس وتولی ان جاءہ الاعمی۔ تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ کہ اس کے پاس ایک اندھا آ گیا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں ایک بات بیان فرمائی کہ ہم نے انسان کو کان اور آنکھ عطا کئے ہیں تو ساتھ ہی اس کے مستثنیات بھی کھلے لفظوں میں بیان فرما دیئے۔ کہ بعض انسان اندھے اور بہرے بھی ہوتے ہیں۔ تو سنت اللہ یہ نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو کان اور آنکھ عطا کئے ہیں۔ بلکہ سنت اللہ یہ ہوگی، کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عام طور پر کان اور آنکھیں عطا کی ہیں لیکن بعض لوگ اندھے اور بہرے بھی پیدا کرتا ہے اگر خود قرآن میں آنکھ اور کان کے عطایا کی مستثنیات کا ذکر کھلے اور صاف لفظوں میں موجود نہ ہوتا۔ تو پھر معترض کو حق حاصل تھا، کہ وہ کہتا کہ باوجود اس بات کے کہنے کے کہ انسان کو آنکھیں اور کان ملے ہیں۔ دنیا میں اندھے اور بہرے کیوں ہیں۔ لیکن جب قرآن ہی مستثنیات کو پیش کرتا ہے تو پھر کوئی قاعدہ بغیر اپنی مستثنیات کے جن کا ذکر موجود ہو سنت اللہ نہیں بن سکتا۔

بن باپ ولادتِ مسیح مستثنیات میں سے نہیں

ممکن ہے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ پھر کیوں نہ مسیح کی بن باپ ولادت کو مستثنیات میں رکھ لیا جائے لیکن یہ خیال غلط ہے وجہ یہ کہ مسیح کی بن باپ ولادت ایک مشتبہ اور متنازعہ فیہ امر ہے کسی قاعدہ کی مستثنیات اس وقت تک تسلیم نہیں کی جا سکتیں جب تک کلیہ کی طرح اس کی مستثنیات بھی واضح اور محکم نہ ہوں اور خدا کا فعل بھی اس کی تائید نہ کرے۔ مثلاً اندھوں اور بہروں کا ذکر خود قرآن نے واضح الفاظ میں کیا ہے اور خدا کے فعل یعنی واقعات عالم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اندھے اور بہرے پائے جاتے ہیں۔ لہذا آنکھوں اور کانوں والوں کی مستثنیات قائم ہو گئیں لیکن ولادت انسانی میں کسی مستثنیات کا ذکر خدا نے قرآن میں نہیں کیا اور واقعات عالم میں بھی ہمیں کوئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تو پھر بن باپ ولادت مسیح کو جو ایک متشابہ امر ہے۔ کسی محکم اصول کی مستثنیات کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اگر اس طرح کیا جائے گا تو ہر ایک متشابہ آیت محکم آیات کے لئے مستثنیات بن جائے گی۔ اور یہ قرآنی اصول بالکل بے اثر ہو جائے گا۔ کہ متشابہ آیت کا ترجمہ محکم آیات کی روشنی میں کیا کرو۔

محکمات اور متشابہات

متشابہ آیات تو وہ ہوتی ہیں جن کے ایک سے زیادہ طرح پر معنی ہو سکتے ہیں ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جو محکمات کے خلاف ہوں اور ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جو محکمات کے مطابق ہوں۔ قرآن نے تو یہ بتلایا ہے کہ متشابہات کو محکمات کے تابع کرو یعنی قرآنی اصول یہ ہے کہ متشابہات اور محتملات کے وہ معنے کرو جو محکمات کے مطابق ہوں۔ جب تک معنی تطبیق ... کھا سکتے ہیں کسی کو حق نہیں کہ محکمات کے خلاف معنے کرے اور اس کا نام استثنا رکھ دے۔ اور خدا کی قدرت کا نشان قرار دے۔ مثلاً قرآن کی محکم آیات بتاتی ہیں کہ جسمانی مردے اس دنیا میں واپس نہیں آتے۔ اور واقعات عالم بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ دوسری طرف نبیوں کے معجزات میں مردوں کے زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ چونکہ مردے دو قسم کے ہو سکتے ہیں جسمانی مردے اور روحانی مردے۔ اور زندگیاں بھی دو قسم کی ہو سکتی ہیں جسمانی زندگی اور روحانی زندگی۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم ان متشابہات آیات کے معنے وہ کریں جو محکمات آیات اور

واقعات عالم کے خلاف ہوں۔ اور نبیوں کے مردہ زندہ کرنے سے روحانی مردوں کو روحانی زندگی عطا کرنا لیں۔ ان حالات میں ہم یہ حق نہیں رکھتے کہ نبیوں کے مردہ زندہ کرنے کو استثنا قرار دیکر محکمات آیات کا تخالف کریں۔ جبکہ ہم آسانی سے ان کے معنوں میں تطبیق دے سکتے ہیں۔

ولادت مسیح کی آیات محکمات کے ماتحت کرو

پس کسی محکم آیت کے مقابلہ میں جب تک محکم آیت ہی نہ ہو استثنا نہیں قرار دیا جاسکتا۔ محکم آیت کے مقابلہ میں متشابہات اور متحملات کسی استثنا کو قایم نہیں کرسکتیں۔ انسان کا مرد و عورت سے پیدا ہونا قرآنی محکمات آیات سے ثابت ہے واقعات عالم بھی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کا استثنا اسی صورت میں قایم ہوسکتا ہے کہ بن باپ ولادت کا ذکر بھی ایسے ہی محکم الفاظ میں ہوتا جیسے کہ ماں باپ دونوں سے پیدا ہونے کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور واقعات عالم میں بھی ہمکو اندھوں اور بہروں کی طرح بن باپ پیدا ہونے کی نظیریں ملتی ہوتیں۔ تو ہم مان لیتے کہ مسیح کی ولادت ان استثنیات میں سے ہے جس کا ذکر خود قرآن کررہا ہے۔ لیکن جب مسیح کی ولادت کی آیات خود محتمل المعانی اور متشابہ ہوں۔ اور ان کے وہ معنے ہوسکتے ہوں جن سے محکم آیات کا تخالف لازم نہیں آتا اور واقعات عالم میں بھی کوئی بن باپ ولادت کی نظیر نہیں ملتی۔ تو پھر مسیح کی ولادت کی آیات کسی استثنا کو قایم نہیں کرسکتیں اندریں حالات ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان متشابہ اور محتمل المعانی آیات کو محکمات کی روشنی میں پڑھیں

ولادت آدم علیہ السلام

آدمؑ کی ولادت بھی کسی استثنا کو قایم نہیں کرتی کیونکہ وہ قانون ابدا کے ماتحت ہے۔ قانون اعادہ کے ماتحت نہیں۔ میں اپنی کتاب، ولادت مسیح میں قانون ابدا اور قانون اعادہ پر مفصل بحث کرچکا ہوں۔ مختصر یہ کہ ابتدائے عالم میں کوئی چیز کس طرح پیدا ہوئی یہ کسی کو علم نہیں ابتدائے عالم میں انڈے سے مرغی پیدا ہوئی یا مرغی سے انڈا پیدا ہوا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔ اگر انڈے سے مرغی پیدا ہوئی تھی تو وہ پہلا انڈا کہاں سے پیدا ہوا۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ بہرحال جو چیز بھی ان دونوں میں سے پہلے پیدا ہوئی تھی وہ کسی نئے طریق سے پیدا ہوئی تھی جس کی نظیر آج موجود نہیں۔ یعنے وہ قانون کوئی اور تھا، جو آج انڈے اور مرغی پر حاوی نہیں۔ اس قانون کا نام **قانون ابدا** تھا۔ لیکن جو قانون آج انڈے اور مرغی پر حاوی ہے وہ **قانون اعادہ** ہے۔ یعنے انڈے سے مرغی پیدا ہوتی ہے۔ اور مرغی سے انڈا۔ ہم انڈے کو دیکھکر فوراً کہدینگے کہ یہ مرغی سے پیدا ہوا ہے۔ اور مرغی کو دیکھکر فوراً کہدینگے کہ انڈے سے پیدا ہوئی ہے۔

اسی طرح قانون ابدا کے نیچے پہلا انسان کسی طرح مٹی سے پیدا ہوا۔ اچانک یا بتدریج کسی قانون ارتقا کے ماتحت؟ اس کا صحیح علم خدا کو ہے۔ لیکن آج وہ قانون انسانی ولادت پر حاوی نہیں۔ آج تو **قانون اعادہ** چل رہا ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ مرد و عورت کے مرکب نطفے سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ ہم ایک انسان کو دیکھتے ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ مرد و عورت سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا طریق پیدائش کا ہمارے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا۔ قرآن کریم بھی یہی فرماتا ہے کہ بدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ... یعنی انسان کی پیدائش کی ابتدا تو مٹی سے کی تھی۔ لیکن اس کی نسل کا سلسلہ ایک ذلیل پانی یعنے نطفہ سے چل رہا ہے۔

قانون ابدا اور حضرت مسیح موعود

پس قانون اعادہ میں نظیر قانون ابدا کی نہیں دی جاسکتی۔ وہ قانون اور تھا اور یہ قانون اور ہے۔ اس لئے قانون اعادہ کے سلسلے میں قانون ابدا کی نظیر پیش کرنا جائز نہیں۔ خود حضرت مسیح موعود بھی ان دونوں زمانوں کے قانون کو جدا کرتے ہیں۔ دیکھو براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶۔ فرماتے ہیں۔

"غرض جبکہ ہر ایک عاقل کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ پہلا زمانہ خالص قدرت نمائی کا زمانہ تھا۔ اور اس میں عام طور پر قانون قدرت یہی تھا کہ ہر ایک کام بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے کیا جائے تو پھر بولیں کہ اس عام قانون سے باہر نکال کر قانون قدرت کو توڑنا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اس زمانہ کی نظیر میں اس زمانہ کے حالات پیش کرنا درست نہیں مثلاً اب کوئی بچہ انسان کا بغیر ذریعہ ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس ابتدائی زمانہ میں بھی انسان کا پیدا ہونا والدین کے وجود پر ہی موقوف ہوتا تو پھر کیونکر یہ دنیا پیدا ہوتی"

انسان کی ناشکری اور سنت اللہ!

اب آپ کی دوسری آیت پیش کردہ کو لیتے ہیں ان الانسان لربہ لکنود اس کے معنے ہیں بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کیا انبیا علیہم السلام بھی ناشکرے ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں نہیں۔ لیکن پہلے میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے سنت اللہ کی تبدیلی کے نظائر میں اس آیت کو پیش کیوں کیا؟ کیا اس میں سنت اللہ کا ذکر ہے؟ ہرگز نہیں! البتہ اس میں سنت انسانی کا ذکر ہے نہ کہ سنت اللہ کا، کہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اس میں انسان کے کسی فعل کا ذکر ہے نہ کہ خدا کے۔ پھر سنت اللہ سے اسے تعلق؟ انسان کی ایک کمزوری کا ذکر ہے کہ وہ اپنے رب کی ناشکرگزاری کرتا ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ کے رنگ میں نہیں فرمایا۔ بلکہ قاعدہ اکثریہ کے رنگ میں فرمایا۔ اور اسی قرآن میں واضح الفاظ میں قلیل من عبادی الشکور فرماکر اس کے استثنا کو بھی نہایت واضح اور کھلے الفاظ میں بیان کردیا۔ کہ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہوتے ہیں۔ اگر اس استثنا کا ذکر نہ بھی فرماتا تو بھی اس سے اگلی دو آیتوں انہ علیٰ ذالک لشھید و انہ لحب الخیر لشدید کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو مال کی محبت کو خدا کی محبت پر ترجیح دیکر اپنے حقیقی رب کی ناشکرگزاریاں کرتے ہیں۔ اور مال کی جو محض ایک ذریعہ ربوبیت ہے محبت میں خدا کو جو حقیقی رب ہے بھول جاتے ہیں۔

فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول

تیسری آیت آپ نے پیش کی ہے اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس۔ (الحج) اللہ انتخاب کرتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے رسول۔ آپ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا یہ قانون بعد آنحضرت صلعم بھی جاری ہے کیا وجہ ہو کہ سنت اللہ کی اس معاملہ میں مخالفت ہو رہی ہے؟ سنت اللہ کی اس معاملہ میں کوئی مخالفت نہیں ہو رہی۔ اس آیت میں کہیں نہیں فرمایا کہ میں بعد آنحضرت صلعم ہمیشہ فرشتوں اور آدمیوں میں سے رسول بھیجتا رہوں گا۔ یا قیامت تک فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول آتے رہیں گے۔ اگر یہ معنے ہوتے تو کہہ سکتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا یہ قانون بدل گیا؟ لیکن جب یہ معنے ہی نہ ہوں بلکہ ٹھیک معنے یہ ہوں کہ "اللہ انتخاب کرتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے رسول" اگر کبھی بھیڑیوں میں سے خدا نے کوئی رسول انتخاب کرلیا ہو یا . . . . یا ہاتھیوں میں سے انتخاب کرلیا ہو یا گائیوں میں سے انتخاب کرلیا ہو یا کبوتروں میں سے انتخاب کرلیا ہو تو بے شک اعتراض ہوسکتا ہے کہ خدا نے سنت تو اپنی بتلائی کہ میں رسول ہمیشہ انتخاب کرتا ہوں فرشتوں اور انسانوں میں سے اور حال یہ ہے کہ کبھی کبوتر کی شکل میں روح القدس نازل کردیتا ہے۔ کبھی گائے کی شکل میں وغیرہ وغیرہ تو یہ کیا خدا ہے کہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ لیکن جب یہ بات خدا نے کبھی بھی نہیں کی تو پھر سنت کس طرح بدلی اور یہ اعتراض کیسا؟

سنت اللہ اور مشیت ایزدی

رہ گیا آپ کا یہ اعتراض کہ "انہ علیٰ کل شیٔ قدیر اور یخلق ما یشاء" ۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کے متعارض ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اسی سنت میں نعوذ باللہ مقید ہے تو یہ کہنا کہ وہ علیٰ کل شیٔ قدیر ہے اور یخلق ما یشاء بے معنی ہے۔ کیونکہ سنت کے باہر اگر وہ چاہے تو پیدا نہیں کرسکتا ہے"

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ بالکل سچ ہے۔ اور یخلق ما یشاء بھی سچ ہے۔ کہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جو چاہا پیدا کیا اور جو چاہتا ہے پیدا کررہا ہے اور پیدا کرتا چلا جائے گا۔ آخر یہ سارا عالم اور یہ ساری کائنات کس کی مشیت سے پیدا ہوئی۔ اس نے چاہا اور پیدا کرلیا۔ پس قید کیسی۔ قید تو جب ہو کہ اس نے چاہا اور پیدا نہ کرسکا۔ لیکن جب کسی بات کو نہ چاہے تو وہ کس طرح پیدا ہوجائے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا قانون ٹوٹے۔ اس نے مخلوق کو سنا دیا۔ کہ ہم اپنا قانون نہیں توڑینگے۔ تو اب جو اگر اس کا قانون ٹوٹ جائے تو یہ خدا کی سلطنت کے ضعف کی دلیل ہے۔ نہ کہ قدرت کی۔ جب کوئی حکومت کمزور ہوتی ہے تو وہ جو قانون بناتی ہے لوگ اس کی چنداں پروا نہیں کرتے۔ اور وہ قانون ٹوٹتا رہتا ہے۔ اور بیچارہ کمزور بادشاہ بوجہ اپنے ضعف اور عجز اور عدم قدرت کے کچھ نہیں کرسکتا۔ اور خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہتا ہے اگر اس میں طاقت اور قدرت ہوتی تو مجال ہے کہ اس کا قانون ٹوٹتا۔ کوئی بادشاہ نہیں چاہتا کہ اس کا قانون ٹوٹے۔ آپ کو غلطی لگتی ہے۔ **قانون میں مقید مخلوق ہے نہ کہ خالق و مالک**۔ خالق و مالک تو اس قانون کا بنانے والا ہے۔ اور مخلوق پر وہ قانون عائد ہوتا ہے قانون بنانے والا یہ چاہتا ہے کہ میرا قانون نہ ٹوٹے تو پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اس قانون سے سرمو تجاوز کرجائے؟ بادشاہ نے ایک جیلخانہ بنایا اس میں قیدی رہتے ہیں۔ بادشاہ کا قانون یہ ہے کہ جیلخانہ سے باہر قیدی نہ نکلیں۔ قیدی چاہتے ہیں کہ ہم باہر کی بھی سیر کیا کریں بادشاہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے کہ یہ اس کے قانون کے خلاف ہے۔ تو اب قیدی اگر قہقہے مارنے لگیں کہ دیکھو بادشاہ اپنے قانون میں مقید ہے۔ تو یہ ان کا پاگل پن ہوگا۔ بادشاہ تو قید نہیں۔ قید تو وہ جیل خانے کے قیدی ہیں اور بادشاہ کے قانون نے ان کو قید کر رکھا ہے۔ ہاں بادشاہ اپنا قانون توڑنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس طرح پھر بہت خرابی اور فساد کا اندیشہ ہو

خدا اپنی سنت کو بدلنا نہیں چاہتا

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے قوانین بناکر مخلوق کو ان میں مقید کیا ہے۔ اور یہ خود اس نے چاہا ہے۔ کہ میرا قانون کبھی نہ ٹوٹے جیسا کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ سے ظاہر ہے۔ تو پھر اس میں خدا تو قید نہ ہوا۔ مخلوق قید ہوئی۔ یہ تو اس کے علیٰ کل شیٔ قدیر ہونے پر دلیل ہے۔ کہ اس کے قانون سے کوئی تجاوز

نہیں کرسکتا۔ ممکن ہے یہ وسوسہ پیدا ہو کہ خدا خود کیوں نہیں چاہتا کہ اس کے قانون میں کبھی کبھی تبدیلی بھی ہوجایا کرے۔ تو پھر یہ خود خدا تعالیٰ سے ہی دریافت کیا جائے کہ آپ کیوں نہیں ایسا چاہتے۔ مخلوق اس کی مصلحتوں کا اندازہ کہاں کرسکتی ہے لیکن ایک مصلحت تو صاف نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ اگر الٰہی قوانین میں تبدیلی کا امکان پیدا ہوجائے۔ تو آج تمام کائنات فنا ہو کر رہ جائے۔ آگ ہمیشہ گرمی پہنچایا کرتی ہے۔ کھانا اس سے پکتا ہے۔ ایک دن ذرا قانون بدل گیا۔ آگ سردی پہنچانے لگی۔ لوگ ہانڈی لئے بیٹھے ہیں کہ کھانا پکے۔ کھانا کہاں سے پکے۔ آگ کا قانون آج بدلا ہوا ہے ریل میں بیٹھے تھے چلے تھے کلکتہ۔ اسٹیم کا قانون اس دن بدل گیا۔ اب انجن نہیں چلتا۔ جنگل میں کھڑے ہیں۔ بھوکے پیاسے گرمی سردی میں مر رہے ہیں۔ کبھی سورج مغرب سے نکلنے لگتا ہے۔ کبھی بادلوں سے بجائے پانی کے آگ برسنے لگتی ہے کبھی میٹھا کڑوا بن جاتا ہے۔ کبھی میٹھا کڑوا لگنے لگتا ہے۔ کبھی کنواریاں بچے جننے لگتی ہیں۔ کبھی حمل میں سے کتے بلے نکلنے لگتے ہیں گیہوں بوتے ہیں تو اس میں سے کبھی جوار مکئی پیدا ہوجاتی ہے۔ نیکی کرو تو کبھی دوزخ مل گیا بدی کرو تو کبھی جنت مل گئی۔ کبھی ایک بھٹریا نبی رسول بن کر آجاتا ہے۔ غرضکہ نہ علم باقی رہتا ہے نہ سائنس نہ حکمت نہ دین۔ انسان پاگل ہوجائے گا۔ ترقیات مادی و روحانی کا تو ذکر ہی نہ کرو۔ زندگی ہی نہیں رہ سکتی۔ یہ کائنات عالم فنا ہو کر رہ جائے گا۔ پس قانون الٰہیہ کا اٹل ہونا ہی تمام علم و حکمت کی بنیاد ہے۔ انہی قوانین کو دریافت کرنے کا نام حکمت و سائنس ہے۔ جن پر ترقیات انسانی کی بنا ہے۔ انہی قوانین پر معاشرت، تمدن اور مذہب کی بنا ہے۔ پس قانون کا ٹوٹنا تمام کائنات کے فنا ہونے کا مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا اپنی سنت میں تبدیلی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ تبدیلی کر کیوں نہیں سکتا۔ کر تو ضرور سکتا ہے۔ کیونکہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے۔ لیکن وہ کرنا نہیں چاہتا۔ وہ اپنی سنت اللہ کے خلاف بھی پیدا کرسکتا ہے۔ لیکن پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ پس یہ فرق یاد رکھئے کہ مخلوق خدا کی سنت کو بدل نہیں سکتی۔ اس لئے کہ مخلوق میں یہ قدرت نہیں لیکن خالق جو اپنی سنت کو نہیں بدلتا۔ تو اس لئے نہیں کہ وہ بدل نہیں سکتا بلکہ اس لئے کہ وہ بدلنا نہیں چاہتا۔

دہلی میں جلسہ سالانہ

دہلی میں ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ مارچ ۱۹۳۳ء کو انجمن کا سالانہ جلسہ ہونا قرار پایا ہے جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ، حضرت مولانا صدرالدین صاحب مولانا محمد یعقوب خانصاحب اور مولانا عصمت اللہ صاحب لاہور سے تشریف لیجائینگے شیخ عبدالحق صاحب اور مولوی عمرالدین صاحب دہلی سے شامل ہونگے دہلی اور گردونواح کے تمام احباب عامۃ المسلمین جلسہ میں شامل ہو کر مستفید ہوں۔ (محمد دین جان اڈووکیٹ لاہور) (آنریری افسر تبلیغ)

(بقیہ صفحہ ۲)

سمجھ سکتا ہے کہ وہ کس حد تک احمدی ہے۔ اور اس کے دل کے اندر کہاں تک فرقان پیدا ہوچکا ہے۔ اور کل سے آج اس نے کہاں تک ترقی کی ہے۔

مسیح موعود کا زمانہ۔ اللہ اللہ برکات کا زمانہ۔ تائید ایزدی کا زمانہ جس میں رحمت کی بارش ہوئی۔ اور فضل خداوندی کا نزول ہوا۔ اس زمانہ سے لے کر اس وقت تک اگر ہمارے اعمال ترقی کی طرف جارہے ہیں۔ تو یقیناً ہم اپنے مرشد کے سعادتمند مرید ہیں اور اپنے پاک نبی کی بہترین امت ہیں۔ جس کو خدا نے خیر اُمت کہا تھا اور اگر اس زمانہ کی نسبت ہمارے اعمال میں کوئی ترقی واقع نہیں ہوئی یا اب صرف قال کا زیادہ زور ہے اور حال کی طرف توجہ کم ہے تو ہمیں ایک دفعہ پھر احمدی بننا چاہئے۔ اور اپنے مقصد اور بلند نصب العین کے حصول کے لئے پوری تن دہی اور پورے جوش سے قدم اٹھانا چاہئے۔ اسلام کا غلبہ بالکل قریب ہے خدا کے وعدے اٹل ہیں۔ لیظہرہ علی الدین کلہ کا زمانہ آچکا ہے۔ کامیابی ہمارے دروازہ پر کھڑی ہے۔ دنیا اب ہمارے سامنے جھکنے والی ہے۔ امت محمدیہ اب پھر سرفراز ہونے والی ہے مگر اسی بات کی انتظار ہے کہ ہم صحیح معنوں میں احمدی بن جائیں۔ رسول اکرم کے پاک نمونہ کو ہمیشہ سامنے رکھ کر قدم اٹھائیں۔ مسیح موعود کی دی ہوئی برکات سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ حامل قرآن نہیں۔ اور صاحب فرقان

احمدیت کسی سیاسی لیڈر کی یا پیر اور سجادہ نشین کی جاری کردہ تحریک نہیں۔ یہ کسی طالب زر یا شہرت کے خواہشمند بانی کی رکھی ہوئی بنیاد نہیں۔ یہ دیگر تحریکوں کی طرح بودی، کمزور اور وقتی تحریک نہیں۔ بلکہ یہ خدا کے مامور کی پیدا کردہ تحریک ہے یہ محمد عربی کے نام پر قربان ہونے والی اور اسی کے جمالی نام سے پکاری جانے والی جماعت ہے۔ یہ وہی جماعت ہے جس سے اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور یہ وہی جماعت ہے جو اب تمام دنیا پر غالب آئے گی۔

پس اے میرے بھائیو! احمدی بن جاؤ سچے معنوں میں احمدی بن جاؤ کیونکہ زندگی اسی کا نام ہے۔ تمہارے آقا کی خوبصورتی اور جمالی صفات اب دنیا کو اپنا گرویدہ کرلیں گی۔ بشرطیکہ تم میں بھی ان کا پرتو موجود ہو

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ۔ اے آوارگانِ دشتِ خار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

بقیہ ملاحظات

فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔ باوجود ان تصریحات کے اگر کوئی شخص متشابہات ہی کی پیروی کرے اور محکمات کو نظرانداز کرکے یہ کہنے لگ جائے کہ قرآن نے خدا کو مجسم قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کے دونوں ہاتھ بھی تسلیم کئے ہیں۔ بل یداہ مبسوطتن۔ آسمان پر اس کا ٹھکانا بھی بتایا ہے۔ اس کے لئے عرش اور کرسی کا بھی صاف طور پر ذکر ہے۔ تو کیا راسخون فی العلم کے نزدیک اس کو قابل پذیرائی سمجھا جائے گا؟ کیا لیس کمثلہ شئ کی نص صریح جو محکمات میں سے ہے۔ ان اوہام باطلہ کا رد کرنے کے لئے کافی نہیں؟

حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں صاف اور کھلے الفاظ میں ختم نبوت کا اعلان کیا۔ ایک دفعہ نہیں بیسیوں دفعہ دعوی نبوت سے انکار کیا۔ اور قسمیں کھا کر انکار کیا۔ اسے افترا قرار دیا مدعی نبوت پر لعنت بھیجی۔ اسے دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ان تمام تصریحات کو جو محکمات کا حکم رکھتی ہیں۔ چھوڑ کر یہ کہنا کہ چونکہ انہوں نے اپنے متعلق نبی کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے ان کا دعوے نبوت کا ہے۔ (حالانکہ انہوں نے خود تصریح فرما دی کہ مجازی طور پر محدث کے معنوں میں ہے۔ فنا فی الرسول کے مرتبہ کا اظہار ہے) کیا اس زیغ قلب کا نتیجہ نہیں جو ابتغاء فتنہ کی خاطر متشابہات کی طرف لے جاتا ہے۔

امید ہے ہمارے معزز معاصر ان چند تصریحات کو بنظر غور ملاحظہ فرما کر حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنے الفاظ واپس لینے میں کوئی تامل نہیں کرے گا۔

برٹش سول افسر کا بیان

امرتسر ۲۰ فروری مسٹر ی۔ ڈی سالبری۔ آئی۔ سی ایس برٹش سول افسر جموں کے ایک تار کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر ای جنکنس ڈپٹی کمشنر امرتسر نے گورکھپور بازار میں ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ میرپور کے فسادات کے متعلق اخبارات میں گمراہ کن اطلاعات شائع ہو رہی ہیں۔ ہندوں کے متعلق کل جرائم کی تعداد ۱۹۲ ہے جن کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ اموات کی کل تعداد ۸۱ ہے جن میں ۵۱ ہندو اور تین مسلمان شامل ہیں گوردوارہ علی بیگ کے سمیت کل ۵۰۷ مکانات جلائے گئے۔ جبری تبدیل مذہب و زنا بالجبر کی واردات کی تحقیقات بھی ہو رہی ہے لیکن ابھی تک ان کا ثبوت کوئی نہیں ملا علی بیگ کا گوردوارہ لوٹا گیا اور گروگرنتھ کی بےحرمتی کی گئی۔ بھمبر کے ہندو مصیبت زدگان کو گجرات لائے جا رہے ہیں۔ راجوری میں مال غنیمت کے ساتھ ۱۵ باغی گرفتار کئے گئے کوٹلی میں تبدیل مذہب کے ۱۶ مقدمات کی تحقیقات ہو رہی ہے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳: ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور- یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۹ر شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ، مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۵

اخبار احمدیہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دورہ سے واپس تشریف لے آئے۔ اتوار ۶ر فروری ۱۹۳۲ء سے درس قرآن کا سلسلہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پھر شروع ہوگیا ہے۔

عطیہ بابو محمد رمضان صاحب کے فرزند ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب کے نکاح کا اعلان گزشتہ اشاعت میں درج ہوچکا ہے۔ بابو صاحب مکرم نے اس تقریب سعید پر مبلغ پانچ روپے انجمن کو دیئے۔

دو قابل قدر نمونے۔ میاں نصیر احمد صاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ کلکٹر سورت (آئی سی ایس) خلف جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جو ابھی تھوڑے ہی عرصہ سے سلسلہ ملازمت میں داخل ہوئے ہیں۔ دہم حصہ آمدنی چندہ ماہوار ادا کرنے کی اطلاع بھجوائی ہے اور جس قدر رقم انہیں آمد ہوئی پورے حساب سے اس کا دسواں حصہ بھجوا دیا ہے۔

دوسرے مرزا محمد تقی بیگ صاحب نے بھنڈہ سے اپنی آمدنی وغیرہ کی جو تفصیل بھجوائی ہے وہ اگرچہ نہایت قلیل ہے لیکن آپنے ٹھیک ارنی روپیہ کے حساب سے چندہ مقرر کرکے لکھا ہے۔ کہ وہ گزشتہ آٹھ سال سے چندہ ماہوار ادا نہیں کرسکے اس کی تلافی میں وہ آئندہ دوگنا چندہ بھیجا کرینگے اللہ تعالےٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اسی قسم کے مالی ایثار اور قربانی کے نمونوں سے ہماری جماعت خدا کے فضل سے زندہ اور ممتاز ہے۔ اور اپنے اپنے رنگ میں سب احباب وقتاً فوقتاً اپنے نیک نمونوں سے جماعت کی قوت کا موجب ثابت ہوتے ہیں۔ تمام ممبران جماعت اس قسم کی قربانی کو اپنے اندر لے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(محمد دین جان۔ آنریری افسر تحصیل)

مبارک۔ اخویم مولانا ضیاء اللہ صاحب عربی مدرس چک جھمرہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کے دن مولود مسعود عطا فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اسے عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

(محمد منظور الٰہی)

مکتوب فجی

ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب جزائر فجی سے رقمطراز ہیں:۔

گزشتہ ہفتہ کو میں نابوا ضلع میں بغرض تبلیغ اسلام وہاں کے مسلمانوں کی دعوت پر گیا یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نصوری اور سوداسے نکلکر باہر گیا ہوں۔ میرے ہمراہ سات نوجوان اور بھی تھے۔ ایک رات وہاں ٹھہرے اتوار کو پبلک سکول میں میرے لیکچر کا انتظام تھا۔ اس جگہ مسلمانوں کی کثرت نہیں ہے ہندوؤں میں سے سناتنیوں کی کثرت ہے ایک سناتنی جلسہ کا صدر تجویز ہوا میں نے ہندو مسلم اتحاد، اسلامی رواداری اور تعلیم کی ضرورت پر تقریر کی۔ مسلمان بادشاہوں پر جو الزام لگائے جاتے ہیں کہ انہوں نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا۔ اس کی تردید کی اس کے بعد میں دو نوجوانوں کے ساتھ واپس آیا۔ اور باقی پانچ نوجوان چندہ کی وصولی کے لئے ٹھہر گئے۔ تین پونڈ کے ترب ایسوسی ایشن کو چندہ برائے لائبریری و اخبار وصول ہوا۔ اور پانچ پونڈ کے وعدے ہوئے۔ دو تین ہندوؤں نے بھی رسالہ کی خریداری منظور کی آئندہ ہفتہ کی رات کو وہاں کی ینگ مینز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام جلسہ ہوگا۔ اور دو شخص قبول اسلام کریں گے۔ ایک عیسائی ہے۔ ایک ہندو، مجھے دعوت مل چکی ہے۔

ضروری اعلان

تمام بیرونی جماعتوں کو اپنے چندوں کی رقم ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک مرکز میں بھجوا دینی چاہیئے اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن پر تفصیل مدات لکھکر مکمل تفصیل مطبوعہ فارم پر جو مرکز سے بھیجے جاچکے ہیں بھجوانی چاہیئے جس کے ساتھ متفنی رسیدات بھی شامل ہوں بعض جگہ رقم اگرچہ وقت پر وصول ہوجاتی ہے لیکن مرکز میں وہ اس ماہ نہیں پہنچتی۔ اس قسم کی بے قاعدگیوں کی اصلاح مقامی عہدیداروں کو کرانیکا خود خیال رکھنا چاہیئے۔ ورنہ مرکز میں تقابا نظر آنے سے خاص انتظام تک نوبت پہنچانی پڑتی ہے (محمد دین جان۔ آنریری افسر تحصیل و تبلیغ)

تنظیم جماعت

انجمن کی طرف سے جماعتوں کی تنظیم وغیرہ کے لئے مبلغین و محصلین کی تعیناتی کا حسب ذیل انتظام جنوری ۱۹۳۲ء سے کیا جاچکا ہے

مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ۔ ہیڈ کوارٹر سیالکوٹ باقی علاقہ جات جموں و کشمیر و پونچھ۔ جانگڑیاں، پسرور، بدوملی مگوالے و دیگر مفصلات ضلع سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ وزیرآباد لوپرانوالا۔ گجرات معہ مفصلات۔

مرزا مظفر بیگ صاحب مبلغ۔ ہیڈ کوارٹر راولپنڈی معہ مفصلات۔ ضلع جہلم۔ ایبٹ آباد۔ ہری پور۔ مانسہرہ۔ دربند و دیگر مفصلات ضلع ہزارہ۔ ضلع کیمبل پور۔

شیخ بشیر احمد صاحب مبلغ۔ ہیڈ کوارٹر سرگودھا۔ معہ مفصلات ضلع شاہ پور۔ ضلع شیخوپورہ۔ ضلع جھنگ۔ ضلع لائل پور۔

پنڈت شیخ محمد یوسف صاحب۔ ہیڈ کوارٹر لاہور معہ مفصلات لاہور۔ ضلع امرتسر۔ ضلع گورداسپور۔ ضلع جالندھر ضلع منٹگمری۔

قاضی شیر محمد صاحب۔ ہیڈ کوارٹر علی پور معہ ضلع مظفرگڑھ ضلع ڈیرہ غازی خاں۔ ضلع ملتان۔

صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب مبلغ۔ علاقہ سرحد

ان سب مبلغین کو دس یوم ہیڈ کوارٹر میں اور بیس یوم ہر ماہ دورہ پر رہنے کی ہدایت ہے تاکہ سب جماعتیں مستفید ہوسکیں اور نیز ان کی مسلسل آمد و رفت سے جماعتوں کی تنظیم اور چندوں کی حالت بہتر ہوجائے اور ان کے علاوہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب ہر ماہ پندرہ یوم کل بیرونی جماعتوں اور مبلغین کا کام دیکھنے حسابات پڑتال کرنے اور چندوں وغیرہ کا خیال رکھنے کے لئے مقرر ہیں۔ جملہ احباب سے التماس ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں انجمن کے کارکنوں کی پوری مدد کرکے عند اللہ ماجور ہوں۔

(محمد دین جان۔ آنریری افسر تحصیل و تبلیغ)

اسلام نپولین کی نظر میں!

سینٹ ہلینا میں نپولین کی تقریر — مصر میں اعلان اسلام

(از ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب)

اسلام فخر کرسکتا ہے کہ اس کے دامن سے نپولین بونا پارٹ سے زیادہ عظیم الشان مشاہیر بہ تعداد کثیر وابستہ ہیں۔ اسلام کسی خاص شخص یا فرد سے پروانۂ تصدیق حاصل کرنے کا محتاج نہیں۔ تاہم نپولین جیسے جلیل القدر فرانسیسی کا مذہب کے متعلق عموی اور اسلام کے متعلق خصوصی نقطۂ نظر کا معلوم کرنا ایک دلچسپ چیز ہے۔ نپولین اگرچہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوا۔ جبکہ فلسفۂ تشکیک یا سوفسطائیت کا عروج تھا مگر چونکہ وہ خود دلدادۂ دہریت نہ تھا۔ بونا پارٹ پورے اخلاص سے ایک خدا کا قائل اور برکات مذہب کا معترف تھا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ مذاہب مختلفہ کے مطالعہ سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ تمام مذاہب تخیلات انسانی کی مخلوق ہیں۔

مذہب کے متعلق نپولین کا نقطۂ نظر

میں اس کے وقائع سینٹ ہلینا سے ایک موزوں مبحث واقعہ نقل کرتا ہوں۔

شام کو بعد از طعام مذہب کے مضمون پر سلسلۂ کلام آغاز پذیر ہوا شہنشاہ نے اس میں بہت دیر تک حصہ لیا۔ میں اس کا ملخص سپرد قلم کرتا ہوں۔ اسلئے کہ اس کا تعلق ایک ایسے مبحث سے ہے جس نے بلاشک وشبہ با اوقات اکثر انسانوں کو متحیر کردیا ہے؟

شہنشاہ نے بڑی حیات افروز سرگرمی سے کہا:۔

"خدا کی ہستی کے بلا ریب سب قائل ہیں۔ لیکن ہمارے تمام مذاہب ظاہر ہے۔ کہ تخیلات انسانی کی مخلوق ہیں"۔

"کیا وجہ ہے کہ مذہبی جنگ ہر وقت اور ہر مقام پر برپا ہوئی ہے۔ اس کی ایک علت یہ ہے کہ انسان ہمیشہ انسان ہی رہے گا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ پادریوں اور عالموں نے کذب وفریب کی کشور گیر اشاعت کی ہے۔ جب سے مجھے اقتدار حاصل ہوا میں نے مذہب کو نئی بنیادوں پر مستحکم کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ اگر مجھے موقع ملتا تو میں اسے معاشی زندگی کی بنیاد بنا دیتا۔ میرے خیال میں تمام اعلیٰ اخلاق سچے اصول اور شائستہ عادتوں کا سرچشمہ مذہب ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے دہریت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ میں پادریوں کی تمام باتوں کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ اسلئے کہ ان کی تعلیم کو میری عقل قبول نہیں کرتی۔ ان کی توضیحات کو مان لینا اخلاص سے ہاتھ دھونا اور ریاکار بن جانا ہے۔ میں کہاں سے آیا ہوں؟ میں کیا ہوں؟ مجھے کہاں جانا ہے؟ یہ سوالات بلاشبہ میری سمجھ سے نادر الوقوع ہوئے ہیں۔ اس عدم علم کے باوجود میں ایک گھڑی ہوں جس کا وجود ہے لیکن ہستی کا علم نہیں۔"

یسوع کے متعلق نپولین کے خیالات

نپولین نے عہد نامۂ عتیق اور جدید کا بہ ژرف نگاہی مطالعہ کیا۔ جس کے باعث اس کے دل میں شخصیت یسوع اور انجیل کے مستند کلام ربانی کے باعث شبہات پیدا ہوگئے ہیں ذیل میں اس کے رسالہ (جرنل ان ایڈٹ دی) سنہ ۱۸۱۵ء کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ یہ رسالہ سینٹ ہلینا (جہاں نپولین نظر بند تھا) شائع ہوتا تھا اور اس کے اڈیٹر جنرل بیرن گورگاڈ تھے۔

جہاں تک میں اپنی نسبت کچھ کہہ سکتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں اپنی رائے قائم کرچکا ہوں۔ میں یہ نہیں مانتا۔ کہ کوئی یسوع اس دنیا میں کبھی بقید حیات موجود تھا۔ اگر کوئی شخص دنیا میں بنام یسوع گذر رہا ہوتا۔ تو میں عیسویت کو تسلیم ہی کرلیتا۔ بفرض محال ہوسکتا ہے۔ کہ کسی یسوع نے مسیح رسول کا پارٹ ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہو۔ اور اسے بھی دیگر مجانین مذہب کی مانند پھانسی پر چڑھا دیا گیا ہو۔ ہر ایک دور میں ایسے اشخاص ہوئے ہیں۔ مجھے میلان میں تاریخ یہود مصنفۂ (   ) جوزفس کا ایک نسخہ ملا جس میں ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ کہ کسی شخص نے یسوع کی بابت چار یا پانچ سطریں اپنی طرف سے بڑھادی ہیں۔ اس لئے کہ خود جوزفس نے یسوع کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اس نسخہ کو میرے پاس دیکھ کر پوپ نے مجھے سخت تنگ کیا۔ اس قدر یقینی امر ہے کہ رائے عامہ واحد خدا کی پرستش کے حق میں تھی اور اسلاف میں سے جن ہستیوں نے خدائے واحد کی پرستش کے متعلق اپنی زبان کھولی۔ عامۃ الناس نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اس لئے کہ حالات ہی ایسے تھے۔ میری حالت بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ اگر مجھے جماعت کا ایک ادنےٰ فرد ہونے کے باوجود شہنشاہ ہونے کا موقع ملگیا ہے۔ تو یہ بھی خاص واقعات کے باعث ہے اور اس وجہ سے ہے کہ رائے عامہ میرے حق میں تھی۔

پادریوں کا مکروفریب

میں نے انجیل کا مطالعہ کیا ہے۔ موسیٰؑ ایک قابل انسان تھا۔ مگر یہودی دغاباز بزدل اور بے رحم ہیں۔ کیا کوئی چیز لوط علیہ السلام اور اس کی لڑکیوں کے قصہ سے زیادہ دہشت ناک ہوسکتی ہے؟ سائنس جس نے ثابت کیا ہے کہ زمین سیارگان فلکی کا مرکز نہیں ہے۔ مذہب پر ایک سخت ضرب رسید کی ہے۔ یوشع سورج کو ٹھہرا لیتا ہے یا ایک شخص دیکھتا ہے کہ ستارے سمندر میں گر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تمام سیارے اور ثوابت وغیرہ ایک شہزادۂ اطالیہ نے گرجے میں ایک پادری کو سونے کا ایک ٹکڑا اس لئے دیا کہ اسے چند ایک نفوس کو دوزخ کے عذاب سے بچانا تھا۔ پادری اس تحفہ کو لیکر بہت خوش ہوا اور اس نے بڑے زور سے پکار کر کہا۔ اے خدا! تیرے نام کی تقدیس ہو۔ میں تیس روحوں کو جنت الفردوس کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں"!

"کیا آپ بھی انہیں دیکھ رہے ہیں؟" پادری نے شہزادے سے استفسار کیا۔

"ہاں میرے آقا میں انہیں دیکھ رہا ہوں"۔ شہزادے نے جواب دیا۔

میں اس صورت میں اپنا پارۂ طلا واپس لیتا ہوں۔ اسلئے کہ یہ ارواح دوبارہ جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے۔

آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ کس طرح مخلوق خدا کو دھوکا دیتے اور لوٹتے ہیں۔

مذاہب کی بنیاد معجزات پر رکھی جاتی ہے۔ اور ایسی چیزوں کو مذہب کا اساس بنایا جاتا ہے۔ جنہیں کوئی شخص سن نہیں سکتا مثلاً یہی تثلیث۔ یسوع نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا بھی کہا اور باایں ہمہ وہ داؤد کی اولاد بھی تھا!

"میں محمدؐ کے مذہب کو ترجیح دیتا ہوں"

"میں محمدؐ کے مذہب کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس میں اتنی زیادہ قابل تمسخر باتیں نہیں ہیں جتنی ہمارے ہاں ہیں۔ ترک بھی ہمیں اصنام پرست کہتے ہیں"!

یہ تصورات ہمیشہ ہی نپولین کے دل میں موجزن رہے۔ ہاں یہ ضرور صحیح ہے کہ سینٹ ہلینا کے زمانہ جلاوطنی میں اپنی فرصت کی گھڑیوں میں اس نے ان خیالات کو زیادہ صراحت اور زیادہ گرمجوشی سے ظاہر کیا۔ نپولین ایک معقولیت پسند انسان تھا اسلئے کوئی تعجب نہیں کہ اسلام نے جو اس کے اکثر خیالات کے مطابق تھا اس کے دل کو اپنی جانب کھینچ لیا ہو۔

اس صداقت کو پیش نظر رکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ مصر میں اسلام کے متعلق اس کے اقوال خلوص پر مبنی تھے۔ جو شخص طویل عرصہ کے بعد بھی یہ کہتا ہے کہ "میں مذہب محمدؐ کو ترجیح دیتا ہوں"۔ اسکی بابت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے مصر میں اسلام صرف سیاسی اغراض کے حصول کے لئے قبول کیا ہو۔ ہاں ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ اس میں سیاسی جھلک یا رنگ ضرور تھا۔

"میں ایک موحد مسلمان ہوں!"

نکولا بیان کرتا ہے کہ قاہرہ کی مجلس علماء، فضلاء اور شرفاء میں بونا پارٹ نے اعلان کیا:۔

"یقیناً میں نے تمہیں مختلف اوقات میں اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ اور میں نے متعدد ذرائع سے آپ تک اپنا یہ عقیدہ پہنچایا ہے کہ میں ایک موحد مسلمان ہوں۔ میں حضرت محمدؐ کی مدح وتوصیف کرتا ہوں۔ اور مجھے مسلمانوں سے محبت ہے"۔

بونا پارٹ کا اعلان بنام اہل مصر محررہ ۲ جولائی ۱۷۹۸ء بدیں الفاظ شروع ہوتا ہے:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور وہ مالک الملک بغیر کسی شریک کے حکومت کرتا ہے"۔

"فرانسیسی مخلص مسلمان ہیں"

ایک دوسرے مقام پر اعلان کرتا ہے:۔

(باقی بر صفحہ ۷ کالم ۳)

ؔ[1] یہ مضمون کتاب بونا پارٹ اینڈ اسلام مصنفہ عیسائی فاضل چرفلس دیریس ۱۹۱۴ء پر مبنی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۵

قوم کی علمی ترقی کے لئے ایک مفید تجویز

علوم دینیہ میں سہ ماہی امتحان کا سلسلہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک نہایت ضروری اعلان

برادران مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہماری جماعت کو جو مقام آج دنیا میں حاصل ہے وہ محض ان کی مذہبی حیثیت کی وجہ سے ہے یعنے اس وجہ سے کہ اس جماعت نے اسلام کے صحیح اصول کو سمجھا اور اس کو دنیا میں پھیلایا اسی غرض کے لئے ہماری جماعت قایم ہوئی - اور اسی اپنی بنیادی روایت کو قایم رکھ کر ہی ہم زندہ رہ سکتے ہیں - ہم میں سے جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کا زمانہ پایا انہوں نے آپ کی صحبت میں رہ کر نہ صرف علم دین حاصل کیا بلکہ علم دین کے حصول کے لئے ایک ایسا جوش ان کے دلوں کے اندر پیدا ہو گیا جس سے وہ علم نشوونما پاتا رہا اور آج خدا کے فضل سے وہ علم دنیا میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن

ہماری نئی نسل

والدین کی کافی توجہ یا حصول علم دین کے کافی ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے ہماری ان علمی روایات کو قایم رکھنے میں سست نظر آتی ہے اور اس کا ہمیں جلد فکر کرنا چاہیئے - اور اپنے نوجوانوں کے اندر اسلامی علوم کے حاصل کرنے کے لئے اشتیاق پیدا کرنا چاہیئے اس کے لئے جن جن سامانوں کی ضرورت ہے وہ ابھی ہماری مقدرت میں نہیں لیکن ایک بات ایسی ہے جس کی طرف ہم بغیر کچھ زیادہ صرف کرنے کے اپنی قوم کو علمی ترقی کی راہ پر ڈال سکتے ہیں اور اسی کی طرف میں اس وقت اپنے احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اگر ہمارے احباب صرف تھوڑی سی توجہ کریں تو وہ بڑی آسانی سے اپنی قوم کو علمی ترقی کی راہ پر ڈال سکتے ہیں - اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر نوجوان اپنے وقت کا کچھ حصہ روزانہ علوم اسلامی کے حاصل کرنے پر صرف کریں - بسا اوقات انسان ارادہ کرتا ہے مگر کوئی خاص غرض سامنے نہ ہونے کی وجہ سے اس کو عمل میں نہیں لا سکتا - اس لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ ماہوار یا سہ ماہی خاص خاص کتابوں میں امتحانات کا انتظام کیا جائے چنانچہ سردست

پہلا امتحان

آج سے تین ماہ بعد مئی کے آخر پر تجویز کیا گیا ہے - اگر سہ ماہی امتحان ہی تجویز ہوئے تو دوسرا اگست کے آخر پر ہوگا اور تیسرا نومبر کے آخر پر - یعنے اس سال صرف تین امتحان ہی ہو سکیں گے - آئندہ سال پورے چار ہوں گے - پہلے امتحان کے لئے جو مئی کے آخر پر تجویز کیا گیا ہے صرف دو مضامین ہوں گے - یعنے قرآن کریم سورۂ بقرہ کے آخر تک یا اڑھائی پارے - ایک پرچہ - اور فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام دوسرا پرچہ -

تجویز یہ ہے کہ قرآن کریم - حدیث، تاریخ اسلام، مسائل سلسلہ، غیر مذاہب، زبان عربی، ان سب مسائل و مضامین کو مدنظر رکھا جائے - اور اگر ہو سکا تو جلد ایک مکمل کورس پہلے سال کا تجویز کر کے اعلان کر دیا جائے گا - امتحان میں ہر وہ شخص شامل ہو سکے گا جو اپنا نام بھیج دے - سردست یعنے پہلے امتحان میں شمولیت کے لئے ناموں کے اندراج کا

۲۰ مارچ تک انتظار

کیا جائے گا - اس تاریخ سے پہلے پہلے سب احباب کے نام معلوم ہو جانے چاہئیں جو ان امتحانات میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں - امتحان کے لئے یہاں آنے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ امیدواروں کے نام معلوم ہونے پر مختلف سنٹر مقرر کر دیئے جائیں گے - جہاں امتحان لیا جائے گا -

امتحانوں کے اس سلسلہ میں زیادہ دلچسپی پیدا کرنے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے - کہ جو امیدواران امتحانات میں اعلیٰ نمبر حاصل کریں انہیں انعامات دیئے جائیں - اس طرح ہر سال میں جس قدر امتحانات ہوں ان سب کے نمبر جمع کر لئے جائیں اور

دس انعام

رکھے جائیں جو غالباً بیس روپے سے لے کر پانچ روپے تک ہوں گے لیکن یہ ضروری ہوگا کہ امتحان میں شامل ہونے والوں کی تعداد کم سے کم پچاس ہو ورنہ اسی نسبت سے انعامات کی تعداد کم کر دی جائے گی - یہ انعامات جلسہ سالانہ کے موقع پر تقسیم کئے جائیں گے - ان انعامات کے لئے احباب جماعت کو ہی اپیل کی جائے گی - لیکن جس قدر کمی رہیگی اسے امید ہے انجمن خود پورا کر دے گی -

چونکہ حصول علم مردوں کا ہی نہیں بلکہ خواتین کا بھی حق ہے اس لئے

خواتین کے لئے

بھی یہ سلسلہ انعامات کا ہوگا - لیکن چونکہ خواتین اپنی علمی استعداد میں موجودہ حالات میں پیچھے رہی ہوئی ہیں اس لئے ان کے لئے یہ سلسلہ انعامات کا الگ ہوگا - اور ان کا امتحان بھی علیحدہ رنگ میں ہوگا - یعنی جہاں ضرورت ہوگی انہیں کسی خاص جگہ امتحان کے لئے جمع ہونے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا - بلکہ ان کے کسی محرم کی ذمہ داری پر پرچے ان کے گھر پر بھیجنے کا انتظام کر دیا جائے گا - پہلی سہ ماہی کے لئے ان کے کورس میں دو پرچے ہوں گے - ان میں سے پہلے پرچہ میں قرآن کریم کا پہلا پارہ ہوگا اور دوسرے پرچے میں مسیح موعود - ان کے انعامات کی تعداد پانچ ہوگی - بشرطیکہ کم سے کم پندرہ خواتین امتحان میں شامل ہونے والی ہوں - ورنہ اسی نسبت سے انعامات کی تعداد کم کر دی جائیگی مگر رقم انعام مردوں کے انعامات سے کم نہ ہوگی -

انعام حاصل کرنے کے لئے یہ شرط ہوگی

کہ ہر پرچہ میں کم سے کم ۳۳ فیصدی نمبر حاصل کئے جائیں - اور کل میزان میں مردوں کی صورت میں کم سے کم پچاس فیصدی اور عورتوں کی صورت میں چالیس فیصدی -

اس اعلان کو سب جماعتوں میں سنا دیا جائے اور جو اصحاب اپنے نام دینا چاہیں وہ فوراً اطلاع دیں - ایسا ہی

جو بزرگ انعام کے لئے کچھ رقم دینا چاہیں

وہ بھی اسی وقت اطلاع دیں - کم سے کم رقم انعام کی پانچ روپے ہوگی اس سے کم رقم کسی صاحب سے قبول نہ کی جائے گی -

(محمد علی)

"ہماری طرح انسان"

۴ مارچ ۱۹۳۲ء کے "نور افشاں" میں پروفیسر قدیر چندی اے گوجرانوالہ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے :-

"مسیح یسوع کی اخلاقی خوبیاں الہام بائیبل کا ثبوت ہیں"

اس مضمون میں جناب مسیح کی جن اخلاقی خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے دو کے متعلق ہم اپنے دوست پادری ایس ایم پال ایڈیٹر "نور افشاں" سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں تک صحیح ہیں

"یسوع مسیح کی خوبی اس میں ظاہر ہوتی ہے کہ وہ انسان بنا اور فطرتی طور پر انسانی زندگی کے تمام مرحلوں میں سے گزرا - بچہ پیدا ہوا اور بچوں کی طرح لاچار تھا ماں کی حفاظت کی ضرورت ہوئی - لڑکپن سے جوانی کے تمام مدارج میں سے گزرا - غرض سوائے گناہ کے وہ سب باتوں میں ہماری طرح انسان تھا"

یہ اقبالی ڈگری ہے - اگر یسوع ہماری طرح انسان تھا تو اس کی الوہیت کا دعوے باطل ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کی طرح ہندوستان میں بھی عیسائی آہستہ آہستہ اسی بات کی طرف آ رہے ہیں کہ مسیح کو خدا ماننے کے بجائے ہمارے جیسا

طرح انسان مانا جائے

"سوائے گناہ کے" الفاظ بھی مسیح کو بشریت کے درجہ سے بلند کرنے والے نہیں کیونکہ نبی ہمیشہ معصوم ہی ہوتے ہیں۔ اس میں مسیح کی خصوصیت کوئی نہیں۔ ورنہ یہ بتانا پڑے گا کہ یسوع کا یہ قول کہ "مجھے نیک مت کہہ نیک کوئی نہیں مگر ایک" اور پانی کو شراب سے تبدیل کرنا اور اپنی ماں کو "اے عورت" کے مذہب الفاظ میں مخاطب کرنا نیکی کا کونسا درجہ ہے۔ اور کس تہذیب میں روا ہے؟ اور پروفیسر وزیر چند کی طرف سے اس اعتراف کے باوجود کہ "وہ فطرتی طور پر انسانی زندگی کے تمام مرحلوں میں سے گزرا" گناہ کی آلودگی سے جس کو مسیحی مذہب میں فطرت انسانی کا خاصہ سمجھا جاتا ہے۔ کیونکر محفوظ رہا؟

خاندانی یا قومی تعصبات

اسی مضمون میں پروفیسر وزیر چند لکھتے ہیں:۔

"خداوند یسوع مسیح کی زندگی میں کوئی شخصی یا مقامی یا خاندانی تعصبات نہیں پائے جاتے اور کسی قسم کی قومی یا خاندانی تنگ خیالی نے اس کی فائدہ مندی کو کسی طرح کم نہیں کیا ہے"

کیا معاصر "نورافشاں" اس بات پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائے گا۔ کہ ذیل کے فقرات آیا قومی یا خاندانی تعصبات کا نتیجہ ہیں یا نہیں:۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ۔۔۔۔۔۔
لڑکوں کی روٹی کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں"

(متی ۱۵: ۲۴ - ۲۶)

عبارت کا سیاق و سباق بتاتا ہے۔ کہ اس جگہ لڑکوں سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ اور کتوں سے کنعانی یا غیر بنی اسرائیل فرمائیے یہ کونسی "وسعت اور عالمگیری" کا نتیجہ ہے؟

ستیارتھ پرکاش اور مدر انڈیا

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ آج سے چند سال قبل مس میو (ایک امریکن لیڈی) نے مدر انڈیا کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی جس میں ہندو مذہب کا ایسا خاکہ کھینچا تھا کہ ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک تمام ہندو دنیا پر ایک زلزلہ آگیا۔ اور سب نے چیخ پکار شروع کر دی۔ کہ یہ کتاب فوراً ضبط کر لی جائے۔ ورنہ ہندو تہذیب جو پراچین حیا سوزیوں کا ایک بہترین مرقع ہے فنا ہو کر رہ جائے گی۔ اس احتجاج میں آریہ سماج سب سے پیش پیش تھا۔ حالانکہ سوامی دیانند کی مایہ ناز تصنیف ستیارتھ پرکاش اس سے کچھ کم ناگوار نہیں۔ اسی حقیقت کو مدراس کے ایک پنڈت نرلیش شاستری نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:۔

"مس میو کی کتاب مدر انڈیا کے کھنڈن کے لئے تو کئی لیکھک نکل آئے تھے۔ لیکن کیا وہ پستک دیانند کے ستیارتھ پرکاش، ورگوید آدی بھاشیہ بھومکا سے ادھک بری ہے؟"

(پرکاش ۱۴ر فروری سنہ ۳۲ء)

اسی قسم کی رائے پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے نامی پنڈت اور مہاتما گاندھی جیسا سمجھدار انسان بھی ستیارتھ پرکاش کے متعلق ظاہر کر چکا ہے۔ معلوم نہیں اس کی ضبطی میں آریہ سماج کو دریغ کیوں ہے؟

بلدیہ لاہور کے اگزکٹو افسر کا معاملہ

قبل ازیں ان کالموں میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ایک ریزولیوشن شائع ہو چکا ہے۔ جس میں بلدیہ لاہور کے اس انتخاب کی پرزور حمایت کی گئی تھی جس کی رو سے شیخ عظیم اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی کو بلدیہ کا اگزکٹو افسر مقرر کرنے کی سفارش کی جا چکی ہے۔ اس انتخاب میں بعض ہندو ممبران بلدیہ نے بھی شیخ صاحب کے حق میں ووٹ دیئے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب ممدوح مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں میں بھی ہر دلعزیز ہیں۔ اس کی تائید اس تازہ میموریل سے بھی ہوتی ہے جو حال ہی میں وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے۔ اور نہایت پرزور الفاظ میں بلدیہ کے فیصلہ کی حمایت کرتے ہوئے شیخ صاحب کے تقرر کی "فوری منظوری" کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس میموریل پر مسلمانوں کے علاوہ بہت سے معزز ہندوؤں اور سکھوں کے بھی دستخط ہیں۔ جس سے شیخ صاحب کی ہر دلعزیزی میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ ان حالات میں وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کو شیخ صاحب کے تقرر کا فوری اعلان کر دینا چاہیئے۔ کہ تاخیر بہت سے شبہات پیدا کرنے اور بےچینی پھیلانے کا موجب ہے۔

اسلام اور طلاق

معلوم نہیں کہ آریہ سماجی اخبارات کو اسلام کے نام سے کیوں اتنا بغض ہے۔ کہ جہاں کوئی بری بات اسلام کی طرف منسوب ہوتی نظر آئے۔ یہ جانتے ہوئے کہ درحقیقت وہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے ڈھنڈورہ پیٹنے لگ جاتے ہیں کہ یہ دیکھو اسلام کتنا تنگدل اور غیر معقول مذہب ہے۔

۲۸ر فروری کے پرکاش میں "اسلامی طلاق کے خلاف بغاوت" کے عنوان سے ایک اسی قسم کا نوٹ شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ:۔

"اسلامی خانہ داری میں مرد کے حقوق ہی حقوق ہیں اور عورت کے فرائض ہی فرائض ہیں"

قرآن نے اس کے خلاف صاف لفظوں میں کہا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (ان عورتوں) کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں جیسے ان کے فرائض ہیں۔ پسندیدہ طور پر۔ اس آیت کریمہ میں صاف طور پر عورت کے فرائض کے ساتھ اس کے حقوق بھی تسلیم کئے ہیں۔ لیکن پرکاش راوی ہے کہ

"مصر کی عورت اس صورت حالات کو بدلنے کا تہیہ کر چکی ہے۔ وہ ایسا قانون بنوانا چاہتی ہے کہ ایک تو طلاق کی کثرت رکے۔ اور دوسرا مطلقہ عورتوں کو ان کے خاوندوں سے نان و نفقہ دلایا جائے"

طلاق کی کثرت کو خود اسلام نے بھی ناپسند کیا ہے اور ابغض الحلال (سب سے بری حلال چیز) قرار دیا ہے۔ لیکن مطلقہ عورتوں کو ان کے خاوندوں سے نان و نفقہ دلانے کے کیا معنے؟ کیا مصر کی مطلقہ عورت معلقہ کی زندگی بسر کرنا زیادہ پسند کرتی ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ دوسری شادی کر کے راحت و آرام کی زندگی گزارے؟ اس کو تو آج آریہ سماج بھی پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتی۔ جس کی طرف سے طلاق اور نکاح ثانی کا بل اسمبلی میں پیش کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

دعائے مغفرت

ہماری جماعت کا ایک خادم مستری غلام حسن کلاتھ شاپ سرینگر بعارضہ نمونیا اٹھارہ روز کی علالت کے بعد ۲۷ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

(خاکسار محمد دین)

انعامات امتحانات

والدہ صاحبہ لیڈی سر عبدالقادر کا گرانقدر عطیہ

جماعت کی علمی ترقی کے لئے حضرت امیرایدہ اللہ نے جو اعلان آج کے افتتاحیہ میں کیا ہے۔ وہ قارئین کرام کی فوری توجہ کے قابل ہے۔ حضرت ممدوح نے علوم دینی کے مجوزہ امتحانات میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہونے والوں کیلئے بعض انعامات بھی تجویز کئے ہیں۔ اور جماعت کے ذی حیثیت اصحاب سے استدعا کی ہے کہ وہ مختلف رقوم کے انعام اپنے ذمہ لیں۔

یہی اعلان حضرت ممدوح نے گزشتہ جمعہ کو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بھی کیا۔ جہاں خواتین کی گیلری میں والدہ صاحبہ لیڈی سر عبدالقادر بھی تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے اسی وقت دس روپے کا ایک انعام اپنے ذمہ لیا۔ اور دس روپے ادا بھی کر دیئے۔ اس کی اطلاع ایک رقعہ کے ذریعہ سے حضرت امیرایدہ اللہ کو پہنچائی گئی۔ جس کو پڑھتے ہوئے آپ کے منہ سے دس روپے کے بجائے بیس روپے نکلا۔ اگرچہ اسی وقت اس کی اصلاح آپ نے فرما دی لیکن معزز معطیہ کے لئے یہ اتفاقی لغزش ایک اور تحریک کا موجب ہوئی اور انہوں نے اسی وقت [illegible] روپے کے بجائے [illegible] کے انعام کا وعدہ کر لیا۔ جو وصول بھی ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور دین و دنیا میں برکات و حسنات کا مورد بنائے۔

ان کے علاوہ مکرمی شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور نے پانچ روپے کا ایک انعام اور مکرمی جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے [illegible] روپے کا انعام اپنے ذمہ لیا ہے۔

امید ہے کہ ہمارے دوسرے ذی حیثیت احباب بھی اس نیک تحریک میں شامل ہو کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

نبوت اور رسالت کی بنیاد متشابہات پر

میاں محمود احمد صاحب منصب نبوت پر

میاں صاحب کے ایک نو مرید کے قلم سے

فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ

مسیح ناصری اور الوہیت

متشابہات سے کسی امر میں دلیل پکڑنا اور محکمات کو نظر انداز کردینا ہمیشہ گمراہی کی طرف لیجاتا ہے ۔ اس کی زندہ مثال ہمارے سامنے عیسائی لوگ ہیں ۔ جنھوں نے خدا کا بیٹا وغیرہ الفاظ کی بنا پر حضرت مسیح کو خدائی کے درجہ پر کھڑا کیا ۔ یہی الفاظ پرانے عہدنامہ میں مختلف انبیاء پر استعمال ہوئے ہیں ۔ اور دراصل مجازی طور پر کسی نبی کی بابت خدا کے بیٹے کے الفاظ آنے سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی اولاد ہے ۔ اس سے تو زیادہ سے زیادہ قرب الٰہی کا پتہ لگے گا ۔ ورنہ وہ تمام اسرائیلی انبیاء خدا کے بیٹے ماننے چاہئیں سو یہ غلطی عیسائیوں کی گمراہی کا باعث ہوئی انھوں نے مسیح کا صاف طور پر ابن آدم، ابن داؤد، ابن یوسف کہلانا نظر انداز کرکے شدت محبت کی وجہ سے اس غریب انسان پر خدائی کے دعوے کا الزام لگایا ۔ اور خدا تسلیم کرلیا ۔ قرآن کریم نے سورہ آل عمران کے شروع میں مندرجہ بالا آیت بیان کرکے جہاں اس طرف اشارہ کیا ہے ۔ کہ عیسائیت کی بنیاد متشابہات پر ہے اور انہوں نے مسیح کے خلاف نیا مذہب قائم کرتے ہوئے محکمات کو بکلی ترک کردیا ۔ وہاں یہ بھی تبلادیا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے محکم اصولوں کی پیروی کرنی چاہیئے ۔ اور متشابہات کو ان کے ماتحت لانا چاہیئے ۔ ورنہ عیسائیوں کی طرح وہ بھی گمراہی میں جا پڑینگے

مسیح محمدی اور نبوت

مسیح محمدی پیدا ہوا اور اس نے پہلے مسیح کی طرح اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ایک جماعت قائم کی مگر وہ نبی نہ تھا ۔ مگر مرنے کے بعد نبی بنایا گیا ۔ جس طرح پہلا مسیح خدا نہ تھا ۔ مگر مرنے کے بعد خدا بنایا گیا ۔ اور اس مسیح کو نبی بنانے کے لئے انہی اصولوں کی پیروی کی گئی جن اصولوں کی پیروی مسیح اول کو خدائی کا جامہ پہنانے میں کی گئی تھی ۔ یعنی محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کو مشعل راہ بنایا گیا

مسیح موعود کا دعوی نبوت سے انکار

حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہ اپنی نبوت سے انکار کیا ۔ مدعی نبوت کو کافر ۔ کاذب اور دجال کہا ۔ دعوی نبوت منسوب کرنے والے کو مفتری کہا ۔ تو اب اگر وہ دعوی نبوت کرتے تو ضروری تھا کہ وہ اعلان کرتے کہ میں پہلے جو نبوت سے انکار کرتا رہا ہوں وہ دراصل میری غلطی تھی ۔ مجھے اب سمجھ آگئی ہے کہ میں نبی ہوں ۔ میری انکار نبوت کی لگاتار جو وہ بیدرہ سال کی تحریریں منسوخ ہیں اور میرا منکر کافر ہے ۔ اگر حضرت مسیح موعود ایسا کوئی اعلان شائع نہیں کرتے تو ہم ان کی انکار نبوت کی تحریرات کو کس طرح منسوخ سمجھکر صرف لفظ نبی پہ ہی غلطی پر پڑیں ۔ جس کی بابت خود حضرت صاحب بار بار لکھ چکے ہیں کہ مجازی طور پر، لغوی طور پر استعمال کیا گیا ہے ۔ مجھے رہ رہ کر تعجب آتا ہے ۔ جب میں یہ سوچتا ہوں کہ دعوی مجددیت کرتے ہیں ۔ دعوی ملہمیت کرتے ہیں ۔ دعوی مسیحیت و مہدویت کرتے ہیں ۔ اگر نہیں کرتے تو دعوی نبوت اور غضب یہ ہے کہ انہیں مانا جاتا ہے تو نبی ۔ اسی کو کہتے ہیں مدعی سست اور گواہ چست ۔ جب خود حضرت صاحب کسی کتاب میں اپنے انکاروں کے بعد جب بقول میاں صاحب انہیں سمجھ آئی کہ وہ نبی ہیں ، نہیں لکھتے کہ میرا دعوی نبوت کا ہے ۔ تو قادیانی دوست کیوں گلے پھاڑ پھاڑ کر ان کی نبوت پر دلائل دیتے ہیں ۔

قادیانی جماعت کا عملی طور پر رجوع

میرے خیال میں عملاً تو جماعت قادیان نے اس عقیدہ نبوت اور کفر و اسلام سے رجوع کیا ہوا ہے ۔ اب ان کے وہ خیالات نہیں ہیں جو کسی وقت تھے یعنی (ان سے (غیر احمدیوں سے) بکلی قطع تعلق نہ کرنے والا شیطان کے پنجہ میں ہے ۔ اور آپ پر ایمان نہیں رکھتا ۔ اور اس کے اعمال حبط ہو جائیں گے ۔ اور آسمان پر اس کی عزت نہ ہو گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم لوگوں سے صلح کرتے ہوئے ان آیات قرآنی کو بھلا نہ بیٹھیں الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ...... یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین (تشحیذ جلد ۷ ۔ نمبر ۴ ۔ صد ۱۵۲ بحوالہ پیغام صلح ۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء) مگر اب ان آیات کو چھپانے کے بغیر غیر احمدیوں سے ملنے کی خواہش ہے ۔ اللہ تعالے نے اگر ان کو سمجھ عطا کی تو دور نہیں کہ بذریعہ تحریر کے اس عقیدہ کا ترک کرنا بیان کریں ۔

لوگوں کو بہلانے کا طریق

متشابہات دوستی نے جماعت قادیان سے قوت استدلال کو تقریباً سلب کرلیا ہے ۔ اور یا جماعت کے اخبار نویس علم النفس کے اس نکتہ کو تاڑ گئے ہیں کہ جماعت کو ایک شاندار بات بتا دینی چاہیئے ۔ فصیح و بلیغ تقریر کرکے اس کے دل کو قابو میں کرنا چاہیئے ۔ حقیقت سے خالی باتیں جن پر مبالغہ کا شدید رنگ چڑھا ہوا ہو بیان کرکے جماعت کو قائل کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ دلائل دینے کے معنے یہ ہوں گے کہ ان کا دعوے دلائل کا محتاج ہے ۔ چنانچہ الفضل کے خلافت نمبر ۱۴ مارچ ۱۹۳۱ء میں میاں صاحب کی تعریف میں یہی باتیں ہیں تاریخ خلافت :-

۱۳ ھ ۳۲

محبوب الٰہی بشیر الدین محمود احمد قادیانی مصلح موعود

۱۳۰۰ ھ ۱۸۸۹ ع

فخر رسل بشیر الدین محمود احمد مرزا (صدی) ، بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود ۔ میں پوچھتا ہوں ان باتوں کی کیا ضرورت تھی کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میاں صاحب خلیفہ برحق ہیں یا اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے ۔ ہاں کیا اس کا صرف یہی مطلب نہیں کہ جماعت کے خوش اعتقاد مریدان باتوں کو دیکھکر بغیر کسی دلیل کے دریافت کرنے کے خلیفہ تسلیم کرلیں ۔ مگر تمام جماعت اپنے دماغ خلافت کی نذر نہیں کرچکی ہوئی ۔ بہتیرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان باتوں کو اور اس پالیسی کو خوب سمجھتے ہیں ۔ اس سے ایک اور بات یہ پائی جاتی ہے ۔ کہ جماعت قادیان کے پاس اب کچھ دلائل نہیں رہے ۔ اور وہ انہی متشابہات کے ذریعے ایک دوسرے کو خوش کرنا چاہتے ہیں ۔ ایک معمولی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ تاریخیں میاں صاحب کی صداقت پر کوئی دلیل نہیں ہوسکتیں ورنہ جیسا کہ ایک معاند سلسلہ نے "تائید الاسلام" اچھرہ لاہور مارچ ۱۹۰۳ء میں صد پر فی العذاب والضلال البعید سے مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت کی تاریخ نکالی ہے صحیح ماننی پڑے گی ۔ ایسا ہی اگر کوئی ہندو یا عیسائی پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق ایسی ہی تاریخ لکھے تو وہ بھی صحیح ماننی ہو گی ۔ دراصل یہ اصول ہی غلط ہے نہ ایسی تاریخیں کسی کی صداقت پر دلیل ہوسکتی ہے ۔ نہ کسی کے کذب پر محض خوش اعتقاد مریدوں کو خوش کرنا اور ناواقفوں کو پھنسانا مقصود ہے ۔

میاں صاحب کی خلافت کا نشان

یہ لوگ اپنے دل سے ہی ایک دعوے کرتے ہیں اور فرضی دلائل دے کر اسے ثابت کرنا چاہتے ہیں ۔ اسی خلافت نمبر میں " ناقابل انکار نشان " کے نیچے لکھا ہے کہ "غرض حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ آپ کے عہد مبارک میں منارۃ المسیح کی تکمیل کا اتنا بڑا نشان ظاہر ہوا ہے جو آپکی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی حقیقی جانشینی کا ناقابل انکار ثبوت پیش کررہا ہے ۔" (صد ۴۲) حیرانی ہوتی ہے ۔ کہاں مرزا صاحب نے کہا تھا کہ جس کے عہد میں منارۃ المسیح تکمیل کو پہنچے وہ سچا خلیفہ ہوگا اسے مان لینا ؟ اگر نہیں کہا اور ہرگز نہیں کہا تو ہم ان متشابہات کے پیچھے کس طرح اپنا ایمان ضائع کردیں ۔ یہ " نشان ناقابل انکار " خوش اعتقاد مریدوں کے لئے ہوگا ۔ ایک محقق کے نزدیک اس کی تکمیل میاں صاحب کی خلافت کے لئے صداقت کا نشان نہیں ہوسکتی ۔

میاں صاحب کی منافرت انگیز تقریر

میاں صاحب متشابہات دوستی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں ۔ اور اگر ان میں یہ مادہ نہ ہوتا تو جماعت تفرقہ سے محفوظ رہتی ۔ انہوں نے بھی اخبار نویسوں کی طرح ہمیشہ مندرجہ بالا نکتہ پر عمل کیا ۔ جس کا سب سے بہتر نمونہ میاں صاحب کا وہ خطبہ ہے جس میں جماعت لاہور کو " پیپے کے ڈھیر سڑے ہوئے ٹکڑے ۔ شلغم اور گوبھی کے ٹکڑے " سے تشبیہ دی تھی ۔ اور جس میں یہانتک گوہر فشانی کی کہ " اگر کسی نے زمین پر چلتی پھرتی دوزخ کی تصویریں دیکھنی ہوں تو ان کو دیکھ لے " ۔ جب یہ خطبہ چھپا تو ان دنوں میں نے تازہ بیعت میاں صاحب کی کی ہوئی تھی ۔ مجھے یہ الفاظ نہایت گندے معلوم ہوئے ۔ اور تعجب ہوا کہ جو شخص تمام دنیا کی روحانیت اور نجات کا واحد ٹھیکیدار ہونے کا دعوے رکھتا ہے ۔ جو "امن کے شہزادے" کا بیٹا کہلا کر فخر کرتا ہے ۔ جو مصلح موعود ہونے کا مدعی ہے ۔ وہ کس طرح ان الفاظ کو ادا کرسکتا ہے ۔ کیا اسے تمام جماعت بیوقوف معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایسا دعوے

کرتا ہے۔ (یعنی اگر کسی نے زمین پر چلتی پھرتی دوزخ کی تصویریں دیکھنی ہوں ..... الخ) جس کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ میاں صاحب جیسا ایک مذہبی لیڈر منافرت پھیلانے کی اس حد تک کوشش کرتا ہے۔

قادیانی جماعت کی عجل پرستی!!

مگر جلدی ہی مجھے سمجھ آگئی۔ کہ میاں صاحب اپنے کام میں ماہر ہیں انہیں معلوم ہے کہ جماعت کی عجیب و غریب منطق پر بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ جس چیز پر بولے جائیں وہ ضرور وہی بن جاتی ہے (مثلاً "دوزخ کی آگ") اگر کسی کی بابت دھوکہ باز کا لفظ استعمال کیا جائے تو جماعت کے نزدیک خواہ وہ نیک ہی ہو دھوکہ باز سمجھا جائے گا۔ کیونکہ جماعت کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں اسے تو خاص الفاظ چاہئیں۔ اور مبالغہ کے شدید رنگ سے رنگین۔ افسوس کہ جس موعود جس عمارت کو مسلمانوں میں قائم کرنا چاہتے تھے جماعت قادیان اسی کو گرا کر پھر اسی پرانی اندھی تقلید کی طرف لانا چاہتی ہے۔ انہیں خلیفہ کا حکم چاہیئے ہزارہا دلائل سے اس حکم کا غلط ہونا ثابت کرو مگر حرام ہے کہ ان کے کان پر جوں بھی رینگے۔ خلیفہ معصوم کے مقابلہ میں وہ کسی قرآنی دلیل تک کی پرواہ نہ کریں گے۔ ایسوں کی بابت آیا ہے واللہ ربو فی قلوبھم العجل۔ گو ملامت جماعت میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جو دعوے بلا دلیل کو مجنونانہ بڑ سمجھتے ہوئے محکمات پر مدار ایمان رکھتے ہیں۔ اور انہی لوگوں کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ جماعت لاہور میں پیرپرستی کا رنگ نہیں۔ اور یہی وہ جماعت ہے جو جمہوریت پسند ہونے کی وجہ سے مسیح موعود کی خلیفہ کہلانے کی مستحق ہے۔

دعویٔ نبوت کی طرف میاں صاحب کا میلان

میاں صاحب کی متشابہات دوستی اور محکمات دشمنی کی بابت ہی حضرت مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا تھا اس سطر سطر پر میاں صاحب ٹھوکر کھاتے ہیں اس لئے کہ پہلے سے جو سمجھ ایک مذہب بنا لیا ہے۔ (رد تکفیر اہل قبلہ ص ۲) اگر ہم غور سے دیکھیں تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ واقعی میاں صاحب قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ نبوت مسیح موعود کے متعلق انہوں نے متشابہات کی پیروی کی۔ اپنی خلافت کے بارہ میں انہوں نے متشابہات کی پیروی کی اب ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے ناظرین کے لئے خالی از لطف نہ ہوگی اور وہ یہ ہے کہ میاں صاحب کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ **نبوت کے مدعی** ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے خلیفہ ہوں۔ اور انہی خلفا سے ہوں جنہیں خدا مقرر کرتا ہے۔ بالی ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو الہام کے ذریعہ مقرر نہ کیا گیا تھا۔ تو اب مجھے کیوں الہام کے ذریعہ بنایا جاتا کہ میں خلیفہ ہوں۔ ان میں سے ایک کے الہام کا بھی ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ اور اگر کہا جائے کہ ان کو الہام ہوتا تھا تو میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے بھی الہام ہوتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ مجھے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ (الفضل خلافت نمبر ۱۳ مارچ ۱۹۳۲ء صفحہ) پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

"پس اس بات کے ثابت کرنے سے کہ حضرت مسیح موعود ہمیشہ اپنی نبوت کے یہی معنے کرتے رہے کہ آپ کو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی تھی نبوت کا رد نہیں ہوتا بلکہ نبوت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ نبوت اسی کا نام ہے (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۹ ازالہ)

ناظرین خدارا انصاف۔ حضرت مسیح موعود اگر کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کا دعوےٰ کر کے میاں صاحب کی تعریف کے مطابق نبی بن سکتے ہیں۔ تو میاں صاحب بعینہ وہی دعوےٰ کر کے کیوں نبی نہیں بن سکتے۔ جو دعوےٰ مسیح موعود کا ہے۔ وہی میاں صاحب کا ہے۔ حضرت صاحب کہتے ہیں مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ جو میاں صاحب کے نزدیک نبوت ہے۔ اور یہی میاں صاحب کہتے ہیں کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ تو پھر صاف طور پر کیوں نہیں کہہ دیتے کہ میں نبی ہوں تاکہ یہ تھوڑا سا فرق جو باقی ہے اڑ جائے۔ ہمیں امید ہے کہ میاں صاحب نے اب تک اگر صریح الفاظ میں اپنے آپ کو نبی نہیں لکھا تو ضرور لکھیں گے۔ کیونکہ جو تعریف وہ کرتے ہیں وہ خلافت کی ہو نہیں سکتی۔ سمجھتے اپنے آپ کو خلیفہ ہیں اور نہیں جانتے کہ جو تعریف کرتا ہوں اس سے مراد سوائے نبی کے کچھ ہو نہیں سکتی اب میاں صاحب ہی کے بیانات سے یہ پایا جاتا ہے کہ اگر امور غیبیہ پر کثرت سے اطلاع پانے کا نام نبوت ہے تو بلا شبہ میاں صاحب بھی حضرت صاحب کی طرح "**نبی**" ہیں اور اگر میاں صاحب باوجود کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کے نبی نہیں ہو سکتے تو مسیح موعود کیسے نبی ہو سکتے ہیں یا للعجب!!

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے قادیانی دوست جو بھولی بھالی شکلیں بنا کر دن رات مسیح موعود کی نبوت ثابت کرنے کے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔ ضرور اس طرف توجہ کریں گے۔ اور ایک اور "نبی" پیدا کر کے "**امت مرحومہ**" پر احسان عظیم کرینگے اور اپنے خلیفہ کو اس اختلاف بیانی سے چھڑائیں گے۔ ورنہ وہ یاد رکھیں کہ قیامت تک یہ بار ثبوت ان کی گردن پر ہے کہ ایک ہی چیز ہے جو میاں صاحب میں اور مسیح موعود میں مشترک ہے (یعنی کثرت اطلاع برامور غیبیہ) مگر مسیح موعود اس سے نبی ہو سکتے ہیں۔ میاں صاحب اس مرتبہ کو نہیں پا سکتے۔ حالانکہ نبوت اسی کا نام ہے۔

قادیانی احمدی اور "محمودی احمدی"

ہاں قادیانی دوست! میاں صاحب موجود ہیں۔ ان کی زندگی میں خوب فیصلہ کرا لو۔ کہ آیا آپ نبی ہیں یا صرف خلیفہ مجھے خطرہ ہے کہ قادیانی اخبارات جو متشابہات دوستی میں نظیر ثابت کرنے میں اور جماعت کو قابو کرنے کے لئے فرضی دلائل دینے میں بے مثل سمجھے گئے ہیں۔ کہیں میاں صاحب کے بعد ان کی نبوت ثابت کرنے نہ بیٹھ جائیں۔ اگر ایسا ہو تو قادیانی میں دو فرقے ہو جائیں گے۔ ایک "قادیانی احمدی" اور دوسرا "محمودی احمدی" اگر سیکرٹری ڈاک آجکل کوئی دلیر آدمی ہیں۔ تو امید ہے کہ میاں صاحب کے سامنے یہ پرچہ پیش کر کے انہیں مجبور کریں گے کہ "اس غلط فہمی کا جو آپ کی تحریرات کی وجہ سے آئندہ پھیلنے والی ہے ازالہ فرمائیں" ورنہ جہاں سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی اپیلوں کا جواب نہ آیا وہاں ان حوالوں کی بابت کیا خاک تحقیق ہوگی۔

(سید اختر حسین)

"اے قاضیان و شیوخ و اماماں قاہرہ۔ اے امراء و روٗسائے قاہرہ اپنے اپنے حلقۂ اثر کو اس راز سے آگاہ کر دو کہ فرانسیسی مخلص مسلمان ہیں۔"

ہو سکتا ہے کہ اس اعلان میں "**مسلمان**" کا مفہوم قرآن کے مطابق قوانین الٰہی کی پابندی کرنے والے انسان کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہو۔ ہمیں اس ضمن میں گوئٹے کے ان الفاظ کو یاد رکھنا چاہیئے:-

"اگر اسلام یہی ہے تو کیا ہم سب مسلمان نہیں ہیں؟ ہاں ہم میں سے جو اشخاص کسی طرح کی اخلاقی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسلام کی اطاعت کر رہے ہیں۔"

"محمدؐ نے ساری کائنات کو توحید کا درس دیا"

اس سال نپولین بونا پارٹ نے عید میلاد النبی بڑی تزک و احترام سے منائی۔ میں ذیل میں تحریرات نپولین میں سے بعض اقتباسات کا ترجمہ کرتا ہوں۔ (از کتاب بونا پارٹ اینڈ اسلام صفحہ ۱۰۵-۱۲۵)

"موسیٰؑ نے اپنی قوم کو خدا کی ہستی سے آگاہ کیا۔ یسوع مسیح نے دنیائے روم کو اس راز سربستہ سے مطلع کیا۔ محمدؐ نے ساری کائنات کو توحید کا درس دیا۔"

یسوع سے چھ سو سال بعد کا واقعہ ہے کہ عرب بتکدہ تھا محمدؐ نے ابراہیمؑ کے خدا۔ اسمٰعیلؑ کے خدا۔ موسیٰؑ کے خدا۔ اور یسوع کے خدا کی تعلیم دی۔ ایرین اور بعض دیگر فرقوں نے باپ۔ بیٹا اور روح القدس کی حقیقت کا سوال پیدا کر کے مشرق کی جمعیت خاطر کو پریشانی میں تبدیل کر دیا۔"

"محمدؐ ایک شاہزادہ تھا"

"محمدؐ نے لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کیا۔ محمدؐ نے یہ تعلیم دی کہ نہ خدا کا کوئی باپ ہے نہ بیٹا نہ شریک۔ تثلیث نے صنم پرستی کے خیال کی تائید کی تھی"

محمدؐ نے صفحات قرآن پر یہ حقیقت ثبت کی۔ لا الٰہ الا اللہ

"محمدؐ ایک شاہزادہ تھا۔ اس نے اپنے اصحاب کو اپنے اردگرد اکٹھا کیا۔ مسلمانوں نے چند سال میں نصف دنیا فتح کر لی۔ انہوں نے پندرہ سال کے عرصہ میں اتنے انسانوں کو جھوٹے خداؤں کی غلطی سے نجات دلائی۔ اتنے بتوں کو سپرد خاک کیا۔ اتنے صنم کدوں کو مسمار کیا کہ موسیٰؑ اور یسوعؑ کے پرستار پندرہ صدیوں میں اتنا کچھ نہ کر سکے۔"

محمد رسول اللہ کا پیدا کردہ انقلاب

محمدؐ ایک عظیم الشان انسان تھا۔ جو انقلاب اس نے پیدا کیا اگر حالات اس کے سازگار ہوتے۔ تو محمدؐ واقعی خدا کہلانے کا مستحق ہوتا۔ جب محمدؐ کی بعثت ہوئی عرب مدت مدید سے خانہ جنگیوں کا شکار تھا جن اقوام نے عظیم الشان کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ان کو ضرور ان مراحل سے گذرنا پڑا ہے۔ جب تک ارواح و ابدان میں نئی سرگرمی پیدا نہیں ہوتی۔ یہ فائز المرامیاں نصیب نہیں ہو سکتیں مسلمانوں نے اسلام کے جھنڈے کو دریائے جیحون و سیحون کے سواحل اور سرحدات چین پر نصب کر دیا۔ انہوں نے اجنادین اور یرموک کے میدانوں میں فتوحات حاصل کیں۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ شام اور مصر میں ان کی حکومت قائم ہوئی۔ اگر خالدوں۔ ضراروں اور عمروں کو شکستیں ہو جاتیں۔ اور ان کو لوٹ کر عریض صحراؤں میں واپس [illegible] کو از سر نو خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنی پڑتی

اور وہ ویسے ہی مفلوک الحال ہو جاتے۔ جیسے کہ ان کے آبا و اجداد تھے اس صورت میں دنیا محمدؐ۔ علیؓ اور عمرؓ کے نام سے آشنا نہ ہو سکتی۔"

اسلام اور اشاعت علوم

"منگولوں۔ تاتاریوں۔ ترکوں وغیرہ غیر عرب مسلم اقوام نے اپنے آپ کو دشمنان علوم و فنون ثابت کیا ہے۔ لیکن عرب اس سے بری ہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تو قطعاً یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ اموی خاندان کا خلیفۂ اول معاویہ ایک شاعر تھا۔ اس نے ایک عرب شاعر کو چار اشعار تحریر کرنے پر انعام مرحمت کیا۔ اس کا فرزند یزید بھی شاعر تھا۔ مسلمانوں نے شاعری کی اتنی قدر و منزلت کی کہ اس کو شجاعت کے مساوی قرار دیا۔ المنصور۔ ہارون الرشید اور المامون نے علوم و فنون کی ترویج میں اعلیٰ درجہ کا انہماک ظاہر کیا۔ یہ سلاطین علم ادب۔ کیمیا۔ اور حساب کے جید دلدادہ تھے۔ یہ لوگ ارباب علم و فضیلت کی صحبتوں میں زندگی بسر کرنا موجب افتخار جانتے تھے۔ انہوں نے یونانی اور لاطینی عفیفن ایلیڈ۔ اوڈیسی۔ اور یوکلڈ وغیرہ کی تصنیفات کا عربی زبان میں ترجمہ کرایا۔ انہوں نے ہیئت۔ ادویات اور اخلاقیات کے مدارس و مکاتب قایم کئے۔ انہوں نے رصدگاہیں بنائیں۔ مساحت۔ فلاحت۔ کیمیا۔ سیمیا۔ طب۔ منطق اور فلسفہ وغیرہ میں انہوں نے کمال حاصل کیا۔ علم کیمیا۔ علم تحلیل مرکبات۔ مکسورات الجبرا۔ اعداد۔ اور گھڑیاں وغیرہ انہی کی ایجادات ہیں۔ ان کی اخلاقی کہانیاں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ان کی شاعری شجاعانہ جوش و خروش سے لبریز ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علما و فضلا کی بہت تعریف کی ہے اور جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں اور تحقیق اشیا اور خدمت علوم میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے درجات بیان کئے ہیں اگر مسلمانوں نے علم وظائف الاعضا سے تغافل برتا تو اس کا راز اس علم سے ان کا تعصب مذہبی پر موقوف ہے۔ (یہ دعوے بے حقیقت ہے۔ مترجم) دارالکتب قاہرہ میں صرف ۲ ہزار جلدیں علم ہیئت و نجوم پر تھیں۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ کتابیں دیگر علوم کی تھیں۔ قرطبہ کی لائبریریوں میں ۳ لاکھ کتابیں تھیں۔ خلفائے عرب کے پانچسو سال کے دور حکومت میں علوم و فنون کی سلطنت رہی۔ اور ان میں عظیم الشان ترقیاں ہوئیں۔ منگولوں کی یورش نے ترقی کی اس قیامت خیز رَو کو یکسر روک دیا۔

اسلام اور کثرت ازدواج

محمدؐ سے پیشتر ایک شخص جتنی عورتوں کو چاہے اپنے نکاح میں لا سکتا تھا۔ امرا متعدد عورتوں سے شادیاں کر لیا کرتے تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر معین تعداد کی پابندی کی۔ بنابریں آپؐ نے کثرت ازدواج کو رد کر دیا۔ عورتیں مردوں سے زیادہ متولد نہیں ہوتیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ محمدؐ کے مذہب میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خصوصی شریعت مسیحؑ کی تقلید نہ کی؟ یورپ میں قانون ساز اقوام نے خواہ یونانی ہوں یا جرمن۔ خواہ رومن ہوں یا گال۔ خواہ ان کا تعلق سرزمین ہسپانیہ سے ہو یا برطانیہ سے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت نہیں دی۔ برخلاف ازیں مشرق میں کثرت ازدواج کی اجازت رہی ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ایک زمانہ میں تمام فرزندان آدم یہودی۔ اعشاری۔ عرب۔ ایرانی۔ تاتاری یا افریقی سب کے سب ایک سے زیادہ بیویوں کے شوہر تھے۔ بعض اشخاص نے مشرق و مغرب کے اس تفاوت کو جغرافیائی اسباب پر محمول کیا ہے۔ ایشیا اور افریقہ میں مختلف رنگوں کی اقوام آباد ہیں ان کو ایک دوسرے سے ملانے اور پیوستہ کر دینے کا واحد علاج کثرت ازدواج ہے۔ تاکہ کالے گوروں کو نہ مار سکیں۔ اور گوری چمڑی والے سانولوں پر ظلم نہ کر سکیں۔ کثرت ازدواج کا دستور ان کو ایک ماں کے بیٹوں کی مانند بنا سکتا ہے۔ اور وہ ایک دسترخوان پر بلا روک ٹوک بیٹھ کر تناول کر سکتے ہیں۔ مشرق میں کسی خاص رنگ والی قوم کو دوسری قوم پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ تاہم اس مدعا کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چار بیویاں تک کر لینے کی اجازت کو کافی تصور کیا۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ نہیں ہے۔ تو چار عورتوں تک سے نکاح کر لینے کی اجازت دینا کن امکانات پر معقول خیال کیا جا سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ طبقۂ امرا کے علاوہ متوسط اور غربا شاذ و نادر ہی اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور یہی لوگ کرتے دھرتے ہوتے ہیں۔ مختلف رنگ والوں کو بذریعہ رشتہ ہائے نکاح ایک دوسرے سے پیوستہ کر دینا باہمی محبت و مودت کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نوآبادیات میں کالے بھی آزادی والے بن جائیں۔ اگر ہم اس تعصب کے داغ کو دھلانا چاہتے ہیں جو اختلاف رنگ پر مبنی ہے تو ہمارے واضعان آئین کو کثرت ازدواج کی اجازت دینے سے مجتنب نہیں رہنا چاہیے۔

اسلام اور غلامی

مشرق میں غلامی کی نوعیت بھی مغربی نوعیت غلامی سے یکسر متفاوت ہے۔ مشرق میں غلامی عہد نامۂ عتیق کی تصریحات کے مماثل ہے۔ غلام اپنے مالک کی جائداد سے حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور مرحوم مالک کی لڑکی سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔ اکثر پاشا ترک غلام تھے اکثر وزیر ہائے اعظم۔ تمام مالیک۔ علی بے۔ مراد بے وغیرہ غلام تھے۔ انہوں نے اپنے مالکوں کے گھروں میں ادنیٰ ترین خدمات سرانجام دیکر اپنی تمدنی زندگی کا آغاز کیا۔ اور آخر کار اپنی فضیلت و قابلیت یا حکومت وقت کی خاص عنایت سے اٹھے۔ اور درجات پر متمکن ہوئے۔ مغرب میں غلاموں کی حیثیت گھر کے نوکروں سے بھی کم ہوتی ہے۔ اور ان کو ذلیل و حقیر ترین تصور کیا جاتا ہے۔ اس خصوص میں مشرق و مغرب کے تخیلات میں اس قدر فرق ہے کہ مصری بہت عرصے تک یہ نہ سمجھ سکے کہ تمام فرانسیسی فوج نپولین بونا پارٹ کے علاوہ غلاموں پر مشتمل نہ تھی۔ گھر کا بڑا آدمی مجسٹریٹ بھی ہوتا ہے۔ اسے اپنی بیوی بچوں۔ اور غلاموں پر کامل آزادانہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے اختیارات میں کوئی تعرض نہیں روا رکھا جاتا۔ نظم و نسق عامۃ المسلمین کا ذمہ دار گھر کے اندرونی معاملات میں قطعاً کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ ضوابط دیوانی کی رو سے اس کی ازدواج کو خاص گونہ احترام حاصل ہوتا ہے۔

نپولین کا خواب

نپولین ایک بہت بڑا کارکن اور کارزار شخص تھا۔ اور تمام کارزاروں کی طرح دلدادۂ تخیلات بھی تھا۔ اس کا ایک خواب جو کہ اس کے دل میں مدتوں چٹکیاں لیتا رہا اس کی تعبیر پر اس کی مندرجۂ ذیل تحریر شاہد ہے:-

مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں کہ جب تمام جہان کے ارباب علم و فراست کو متحد و متفق کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اور قرآن کے اصول کے مطابق ایک مشترکہ دستور رعیت کے ارکان ہیئت عاملہ کو قایم و مستحکم کر سکوں گا۔ اسلئے کہ صرف قوانین قرآن ہی ایسے ہیں جو صداقت پر مبنی ہیں۔ اور جو بنی نوع انسان کو خوشحالی اور فارغ البالی کی منزل کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔

لیکن یہ خواب عملی جامہ نہ پہن سکا۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ خواب کبھی کسی اور کی زندگی میں پورا ہوگا یا نہیں۔ اس کا جواب خود وقت دے گا۔

ضروری تصحیح!

گزشتہ سے گزشتہ اشاعت میں "یاجوج ماجوج" کے نام سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک تازہ تصنیف کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کی قیمت کے اندراج میں غلطی ہو گئی اصل قیمت حسب ذیل ہے۔

ایک روپیہ میں ۵ کتابیں
پندرہ روپیہ میں ۱۰۰ کتابیں

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا؟

(شیخ محمد حسین صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۱ر فروری ۳۲ء)

یفعل اور یخلق کا فرق

اسی طرح اس سے آگے مولوی صاحب حضرت ذکریا کے متعلق فقرہ "اللہ یفعل ما یشاء" اور حضرت عیسےٰ کی نسبت فقرہ "اللہ یخلق ما یشاء" سے بھی یہ ہر دو الگ الگ نتائج اخذ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ذکریا کے معاملہ میں اصل چیز موجود کو اس کو عمل میں لانا ہے اور حضرت مریم کے معاملہ میں از سر نو خلق کا ظہور ہوگا۔

لفظ خلق کی یہ تشریح جو مولوی صاحب نے فرمائی ہے حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے صریح خلاف ہے۔ حضرت فرماتے ہیں۔ ربوبیت ربی دو طور سے نا پیدا چیزوں کو پیدا کرتی ہے اور دونوں کے پیدا کرنے میں پیدا شدہ چیزوں کے الگ الگ نام رکھے جاتے ہیں۔ جب خدا تعالےٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو۔ تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے اور اگر ایسے طور سے کسی چیز کو پیدا کرے کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں اپنا وجود رکھتی ہو۔ تو اس طرح کی پیدائش کا نام خلق اللہ ہے۔ (سرمہ چشم آریہ) چوتھے فرق کو یہ کہکر کہ اس کا جواب اگلے نمبر میں آئیگا۔ ادھورا چھوڑ گیا ہے۔ مگر اس میں ایک لغزش کا ذکر کئے بغیر ہم آگے چلنا پسند نہیں کرتے کوئی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ذکریا نبی تھے۔ اور مریم نبی نہ تھیں اس مقام پر بھی جناب کو دھوکا لگا ہے۔ جس ذکریا کا ذکر حضرت مریم کے قصہ میں آیا ہے۔ وہ ذکریا نبی نہ تھے۔ بلکہ کاہن تھے۔ اور جو ذکریا نبی ہوئے ہیں۔ وہ حضرت مریم سے قریباً ۵۰۰ برس پیشتر گذرے ہیں۔ اگر اس پر ضرورت ہوئی۔ تو دوبارہ روشنی ڈالی جاوے گی۔

اصلحنا لہ زوجہ سے استدلال

پانچویں فرق میں مولوی صاحب حضرت یحییٰ کے متعلق آیہ کریمہ "واصلحنا لہ زوجہ" سے استدلال کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ ان کی بیوی کے بانجھ پن کی اصلاح کی گئی۔ تب وہ وقت آ گیا۔ حضرت یحییٰ رحم مادر میں آئے ناظرین "قال کذالک قال ربک ہو علیّ ہین" کی تفسیر اب مولوی نے فرمائی ہے۔ کہ ذکریا کی بیوی کے بانجھ پن کی اصلاح کی گئی۔ تب وہ رحم مادر میں آئے۔ پس یہی چابی ہے جو قصہ حضرت مریم کو حل کر جاتی ہے۔ کیونکہ مریم کو بھی خدا نے یہی جواب دیا تھا۔ کہ "قال کذالک قال ربک ہو علیّ ہین" مولوی صاحب نے اس مقام پر دو آیات لکھی ہیں۔ اور وہی آئتیں اس قصہ کی تفسیر ہیں۔ "والتی احصنت فرجہا فنفخنا من روحنا" اور دوسری "فحملتہ فانتبذت بہ مکانا قصیا" ترجمہ یوں فرمایا ہے۔ جب مریم نے احصان فرمایا۔ اور خدا تعالےٰ نے انہیں بچہ کی بشارت دی اور اس کے ما بعد وہ حاملہ ہوگئیں۔ اس حمل کو مخفی رکھنے کی خاطر ایک تنہا جگہ میں چلی گئیں۔

احصنت کا ترجمہ

مولویصاحب۔ احصنت کا ترجمہ احصان لکھ کر جلد گذر گئے ہیں مگر یہ لفظ چونکہ اس حقیقت کی جان ہے اس لئے ہم اس کی تفسیر کی طرف خصوصیت سے ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔ محصنہ کا لفظ قرآن کریم کی اصطلاح میں شادی شدہ عورت پر استعمال ہوا ہے۔ پانچویں پارے کے شروع میں ہے "والمحصنات من النساء" جس کا ترجمہ شادی شدہ عورتیں ہیں۔ پس مطلب آیت کا یہ ہوا۔ کہ حضرت مریم نے اپنے شرمگاہ کی حفاظت بذریعہ نکاح کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس میں ہم نے نفخ روح فرمایا۔ یہ ترجمہ حضرت مسیح موعود کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں آپ کا ایک حوالہ درج کیا جاتا ہے۔

(۱) مولوی مبارک علی صاحب نے عرض کیا حضور اس کی تائید میں کہ مریم علیہا السلام نے ساری عمر نکاح نہیں کیا۔ یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں آیا ہے۔ کہ "والتی احصنت فرجہا" فرمایا۔ محصنات تو قرآن میں نکاح والی عورتوں پر بولا گیا ہے۔ "والمحصنات من النساء" اور "والتی احصنت فرجہا" کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ اس نے زناہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا

اب "قال کذالک قال ربک ہو علیّ ہین" کی تفسیر میں جہاں حضرت یحییٰ کا تولد مس بشر کے ذریعہ ثابت ہوا۔ اور اس پر آیہ کریمہ "اصلحنا لہ زوجہ" شاہد ناطق ہے۔ اسی طرح "قال کذالک قال ربک ہو علیّ ہین" سے حضرت مریم کا بغیر مس بشر بچہ ہونا غلط ہے۔ اور اس پر آیہ کریمہ "والتی احصنت فرجہا" قرینہ صارفہ موجود ہے۔ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود ان معنوں کے موید ہیں۔ مولویصاحب اور ان کی جماعت کا اختیار ہے۔ کہ اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔

فحملتہ کی ف

دوسری آیت "فحملتہ فانتبذت بہ مکانا قصیا" سے مولویصاحب کا یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ حمل فوری ہوگیا تھا۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ پہلی آیت "والتی احصنت فرجہا فنفخنا فیہا روحنا" میں ف موجود ہے۔ اس لئے اگر اس آیت پر غور کر لیا جاتا۔ تو یہ مشکل آسان ہو جاتی۔ کیونکہ محصنہ ہونے کا نتیجہ حمل ہوا ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض ہو چکا ہے۔ محصنہ ہونا یہ ایکدن کی بات نہیں۔ اسی طرح فحملتہ کی ف فوری سمجھنا صحیح نہیں۔ حضرت مریم کے قصہ میں ف کا استعمال بہت جگہ ہوا ہے "فاتخذت من دونہم حجابا فارسلنا الیہا فتمثل فحملتہ۔ فانتبذت بہ۔ فاجاءھا المخاض۔ فناداہا۔ فکل۔ فاما ترین۔ فقولی۔ فلن اکلم الیوم۔ فاتت بہ قومہا۔ فاشارت الیہ" ان سب جملوں میں ف ترتیب کے لئے آئی ہے۔ اگر اس سے ایک لحہ مراد لیا جائے، تو تمام مفہوم غیر ممکن الوقوع قرار دینے پڑیں گے، جو خدا کے کلام سے ایک دل لگی ہے۔

مکانا قصیا سے مراد

یہ کہ حمل کو لوگوں سے مخفی رکھنے کی خاطر ایک تنہا جگہ میں چلی گئیں یہ تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ واضح ہو۔ کہ حضرت مسیح کے والدین ان کے حمل کی حالت میں مردم شماری کی تقریب پر اپنے وطن ناصرہ سے بیت اللحم میں حسب دستور قوم گئے۔ چونکہ بیت اللحم ایک معمولی قصبہ تھا۔ اور اژدھام حد سے زیادہ تھا۔ اور یہ میاں بیوی غریب بھی تھے۔ اس لئے ان کو شہر کے اندر کوئی جگہ رہائش کی نہ ملی ناچار ایک سرائے کے باہر ٹھہرے۔ ایسے وقت میں حضرت مریم کو درد زہ شروع ہوا۔ بے سرو سامانی کی حالت میں اس انبوہ سے حضرت مریم نے علیحدگی اختیار کی اسی واقعہ کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ نہ کہ لوگوں کے ڈر کی وجہ سے۔ معلوم نہیں کہ جناب نے یہ فقرہ کہاں سے اڑایا ہے

انجیل کا سہارا

اس جگہ چلتے چلتے مولویصاحب نے انجیل سے سہارا لینے کی بھی کوشش کی ہے۔ اور بحوالہ انجیل لوقا باب ۱ لکھتے ہیں۔ مریم نے فرشتہ سے کہا۔ کہ یہ کیونکر ہوگا جس حال کہ میں مرد کو نہیں جانتی فرشتے نے جواب میں اس سے کہا۔ کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور خدا کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اور اس سبب سے جو پیدا ہونے والا ہے۔ وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا

انجیلی شہادت تو ہم ولادت مسیح کے متعلق ایسی سناتے کہ لطف آ جاتا۔ مگر ہم کو مضمون کی طوالت کا ڈر ہے اس لئے ہم اس مضمون کو چھیڑنا نہیں چاہتے۔ مگر اس قدر گذارش کرنیکی جرات کرتے ہیں۔ کہ خدارا اس دعوت سے کہ وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا ہمیں اور دیگر مسلمانوں کو معذور رکھا جائے۔ آپ نے اس قسم کا مضمون لکھکر کہیں اس دعوۃ پر لبیک کہنے کی تیاری تو نہیں کی ہے۔

فرشتے اور مریم کا مکالمہ

رہا فرشتے اور مریم کا مکالمہ فرشتے نے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور کہ خدا کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ یہ بے سروپا باتیں ہیں۔ جو آپ نے بے سوچے سمجھے لکھدی ہیں۔ کوئی عقلمند غور کرے۔ کہ ایک فرشتہ پہلے نازل ہوا۔ اس نے ایک دوسرے فرشتے یعنی روح القدس کے نزول کی خبر دی تیسرے یہ کہ خدا کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کیا یہ کسی صحیح دماغ کا کلام ہو سکتا ہے۔ پھر سارے مکالمہ کا نتیجہ یہ نکالا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا۔ مولویصاحب کو یاد ہونا چاہیئے۔ کہ ہم نے شروع مضمون میں لکھا تھا۔ کہ یہ مسئلہ یعنی مسیح کا بن باپ ہونا الوہیت مسیح کو تسلیم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ جس کی آپ نے یہ حوالہ لکھ کر تائید فرمائی ہے۔ "الحذر ثم الحذر"

من قبل ہذا کا مطلب

چھٹے فرق میں مولویصاحب لکھتے ہیں۔ کہ مسیح کی پیدائش پر حضرت مریم کہتی ہیں۔ "یالیتنی مت قبل ہذا وکنت نسیا منسیا" اے کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی۔ اور بھولی بسری ہو جاتی۔ ...... اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مریم کی اس وقت کیا حالت تھی۔ اور ان کو اس بچے کی پیدائش کے بعد کیسی مشکلات نظر آتی ہیں۔

تعجب ہے کہ ایک قدرتی اور نطرتی واقعہ کو کس طرف کھینچنے کی کوشش کی جا رہی ہے کیا وضع حمل کے وقت دنیا جہان کی عورتوں کے منہ سے ایسے کلمات نہیں نکلتے۔ یہ تو عین فطرت انسانی کا اظہار ہے۔ افسوس بداہت کا انکار کیا جا رہا ہے۔ اور جو مفہوم پیدا کرنیکی سعی کی جاتی ہے کیا وہ ایک صدیقہ کیطرف منسوب ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ فرشتہ ہر طرح سے پہلے ہی مطمئن کر رکھا ہے۔ کیا حضرت مریم کو بشارت پر ایمان نہ تھا۔ اور اگر ایمان تھا۔ تو اس کے خلاف عین وضع حمل کے موقع پر ناشکری ظاہر کرنے سے کیا حاصل تھا۔ جن انفاس قدسیہ سے خدا ہم کلام ہوتا ہے۔ وہ ایسے بزدل اور ڈرپوک نہیں ہوا کرتے۔ کیا خدا تعالےٰ کی اس وحی پر کہ "ہو علیّ ہین ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا" حضرت مریم کا ایمان ایک مولوی کے ایمان سے بھی کم تھا سوچو اور غور کرو۔ (باقی آئندہ)

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۶

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

جلسہ دہلی۔ دہلی کے جلسہ سالانہ کی اطلاع گزشتہ سے گزشتہ اشاعت میں دی گئی تھی۔ کہ ۲۱ - ۲۲ - مارچ کو ہوگا۔ چونکہ ان دنوں لاہور میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کا جلسہ ہونے والا ہے۔ جس میں بعض اصحاب کی شمولیت ضروری ہے اس لئے ۲۱ - ۲۲ مارچ کے بجائے ایسٹر کی تعطیلات یعنی ۲۷ - ۲۸ مارچ کو دہلی کا جلسہ ہوگا۔ دہلی اور گردو نواح کے تمام احباب مطلع رہیں۔

طلبہ مسلم ہائی سکول کا سالانہ ڈنر۔ پنجاب یونیورسٹی کا امتحان انٹرنس ۱۰ مارچ ۱۹۳۲ء سے شروع ہے مسلم ہائی سکول لاہور کی طرف سے امسال ۴۸ امیدوار بھیجے گئے ہیں۔ ۸ و ۹ مارچ کی درمیانی شب کو ان امیدواروں کی طرف سے جو سکول کے بورڈنگ میں قیام پذیر ہیں۔ بزرگان جماعت کو سالانہ ڈنر دیا گیا اور امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی گئی اس موقع پر طلبہ کے مدنظر ایک طویل پروگرام تھا۔ لیکن ایک افسوسناک موت کی وجہ سے . . . . بہت سا حصہ ترک کرنا پڑا۔ تین طالب علموں نے تقاریر کیں جن میں سے ایک جاوی طالب علم محمود احمد کی انگریزی تقریر بالخصوص قابل ذکر ہے۔ اس نے جاوا میں مسیحیت کی جد و جہد، حکومت کی امداد، مسلمانوں کی غربت اور مذہب سے لاپروائی اور فقدان ایمان پر بسیط تبصرہ کیا۔ اور بتایا کہ ایسے مخالف حالات میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے مرزا ولی احمد بیگ نے وہاں جاکر اسلام کی وہ عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں کہ جن کی نظیر وہاں نہیں ملتی۔ انہوں نے قرآن کریم کا اور بہت سی اسلامی کتب کا جاوی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور نوجوانوں کی جو اسلام سے برگشتہ ہورہے تھے دوبارہ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ اور ہر قسم کی مشکلات اور تکالیف برداشت کرکے اسلام کو غالب کرنے کی کوشش کی۔

ان کے علاوہ دوسرے طالب علموں حبیب اللہ اور

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

ایک پاک روح کا وصال

محمد صدیق مرحوم کے پاکیزہ خصائل

دنیا میں سینکڑوں مرتے ہیں اور گزر جاتے ہیں مگر مبارک ہے وہ جو اپنی عمر کو اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول میں صرف کر گیا ان سعید روحوں میں سے ایک مرحوم و مغفور محمد صدیق بھی تھے قوم کے کشمیری اور رہنے والے سارو کے ضلع گجرات (پنجاب) کے تھے۔ لیکن . . . . ملازم راولپنڈی کے کالکٹہ دفتر یعنی ملٹری اکونٹس میں تھے۔ میری ان سے ملاقات سب سے پہلے اس زمانہ میں ہوئی جب میں راولپنڈی میں متعین تھا۔ یہ زمانہ ۱۹۱۰ء سے شروع ہوکر ۱۹۱۴ء تک ختم ہوجاتا ہے۔ درس قرآن کریم میں مرحوم نے آنا شروع کیا۔ لیکن خدا جانے کہ وہ فطرت صحیحہ اور قلب سلیم رکھتے تھے۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ سلسلہ احمدیہ میں بیعت کرکے روحانی ترقیات میں بہتوں پر سبقت لے گئے۔ قرآن کریم کا اس قدر شوق تھا کہ روزانہ باقاعدہ درس میں آتے تھے اور درس ختم ہوجانے کے بعد بھی نکات و معارف قرآنیہ کی تحقیقات اور تذکروں میں رات کے بارہ بارہ بجے تک مشغول رہتے تھے۔ بابو غلام ربانی صاحب۔ راجہ غلام محمد خاں صاحب۔ بابو ثناء اللہ صاحب۔ بابو محمد شعیب صاحب ٹیلر ماسٹر فضل الٰہی، نمبردار عبد الکریم صاحب اور مرحوم ان خاص احباب میں سے تھے جن کے علم کی پیاس کبھی بجھتی ہی نہ تھی اور مذہبی اور علمی مشغلوں میں انہیں دنیا و مافیہا کی پروا نہ ہوتی تھی۔ مرحوم کی فارم ڈتی مشہور تھی۔ یہ ایک فارم تھی جو وہ اپنے دفتر سے لایا کرتے تھے اور فالتو وقت میں اسے بھر کر دفتر لیجانا چاہتے تھے۔ لیکن اس کی قسمت میں گھر پر بھی بھرنا نہ تھا۔ کیونکہ دینی مشغلوں سے فرصت ہی نہ ہوتی تھی۔ وہ وہیں دفتر میں پر ہوا کرتی تھی۔ جن دنوں میں راولپنڈی میں پلیگ زوروں پر تھی میں صدر میں رہتا تھا۔ مرحوم نماز فجر میرے مکان پر آکر پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے بعد ہم سیر کے لئے چک لالہ کی طرف نکل جاتے تھے۔ تمام راستے وہی مذہبی مشغلہ اور قرآنی آیات کی تحقیقات جاری رہتی تھی۔ اور مرحوم کی ہمیشہ کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ قرآن میں سے سنیں اس پر عمل کریں۔ یہ ادا ان میں ایسی تھی جو سلف صالحین کی یاد تازہ کردیتی تھی۔ **سمعنا و اطعنا** زبان سے ہی نہیں عمل سے سچ کر دکھانا یہ مرحوم کا نہایت مرغوب فعل تھا۔ نہایت سادہ غذا، نہایت سادہ لباس۔ غصہ کبھی آتا ہی نہ تھا۔ حق کی تبلیغ میں اپنے اعزا و اقربا کی ناراضگی کو بڑے صبر سے برداشت کیا۔ آخر ان پر اُن کی نیکی اور عمدہ نمونہ کا اثر پڑا۔ اور وہ بہت کچھ نرم ہوگئے بلکہ ان کا بھائی بھی احمدی بن گیا۔ میری تبدیلی کے بعد مرحوم نے راولپنڈی کے مشن کالج میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ جس کا بہت اچھا اثر طلبہ پر پڑا کئی سالوں کے بعد میں نے سنا کہ مرحوم کو دق ہوگئی ہے۔ اور دق (ٹیوبرکل) کے جراثیم ان کے بلغم میں پائے گئے ہیں جس کی وجہ سے انہیں بہت قبل از وقت پنشن دی گئی۔ مجھے صدمہ بہت ہوا لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں شفا غیر معمولی عطا فرمائی۔ مجھے سالانہ جلسوں کے موقعوں پر ملتے رہے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری شفا بھی خاص فضل ربی ہے۔ کئی سال پنشن کے بعد خاموش رہتے کیونکہ بہت بچوں کی پرورش میں مشغول تھے جو پیغام اجل پہنچا اور مرحوم اپنے رب سے جا ملے۔ ۶ فروری ۱۹۳۲ء کو میں راولپنڈی تھا جو خبر پہنچی نماز جمعہ کے بعد وہیں مرحوم کی نماز جنازہ پڑھی۔ اللہ اللہ مرنے کے بعد بھی جنازہ کی نماز کا راولپنڈی میں پڑھا جانا میرے دل پر ایک خاص اثر رکھتا تھا۔ وہی دوست جو کبھی ہم مشرب تھے مرحوم کی مغفرت طلب کرنے کے لئے جناب الٰہی میں حاضر ہوئے میرے تو دل کی گہرائیوں میں سے مرحوم کے لئے دعا نکلی۔

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ تھا؟

(از شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

یہود کی حرکات پیدائش مسیح پر

ساتواں فرق آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ مسیح کی پیدائش پر جو حرکات یہود نے کیں وہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وقولھم علی مریم بھتان عظیما۔ اور بہتان کا جواب مولوی صاحب کے پاس یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بن باپ مانا جائے مگر جدید انکشاف نے اس بہتان کا شان نزول ظاہر کیا ہے۔ کہ پنتھیرا نامی نام یہودی کی طرف یہ افک منسوب ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس امر کو بہتان عظیم کہکر رفع فرما دیا ہے نصاریٰ یا یہودیوں میں اس کے سوا اور کوئی بہتان کی روایت نہیں ہے چنانچہ اس واقعہ کی تردید کی گئی ہے۔ اسی ضمن میں لکھا ہے قالو یامریم لقد جئت شیئا فریا۔ اور ترجمہ میں بہت سا تصرف بیجا کیا ہے۔ چنانچہ ترجمہ ملاحظہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ اے مریم تو نے نہایت بری حرکت کی ہے۔ ناپسندیدہ فعل کیا ہے۔ اے اخت ہارون تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ شروع کے دو جملے "تو نے نہایت بری حرکت کی ہے۔ ناپسندیدہ فعل کیا ہے" یہ ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی گئی ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے مریم تو ایسے منفری کو کہاں سے لے آئی ہے۔ ان معنوں کی تصدیق قرآن کریم کی آئندہ آیات سے جو اسی موقعہ کے آگے ہیں بکمال وضاحت ہوتی ہے۔

حضرت مریم کا اشارہ

اس موقعہ سے آگے یوں مذکور ہے فاشارت الیہ۔ تو اس نے (مریم نے) اس کی طرف (مسیح کی طرف) اشارہ کیا اگر یہ الزام پیدائش مسیح کے متعلق ہوتا تو مریم اس کا خود جواب دیتیں کیونکہ بچے کی پیدائش جائز یا ناجائز کا علم ماں کو معلوم ہوتا ہے بچہ کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت مریم کا مسیح علیہ السلام کی طرف اشارہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ جھگڑا مسیح علیہ السلام کی نبوت کے متعلق تھا چنانچہ مریم کے اشارہ کرنے پر یہودی کہتے ہیں قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا۔ انہوں نے کہا ہم کس طرح اس سے کلام کریں۔ جو جھنگوڑے میں بچہ تھا۔ اس جملہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح علیہ السلام فی الحقیقت اس وقت بچے ہیں۔ بلکہ طرز کلام سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ حقارتاً ایسا کہتے تھے۔ بحث میں عموماً علماء ایسے رعونت کے کلمات کہا کرتے ہیں۔ احمدیوں کو اس کا اچھی طرح سے تجربہ ہے

حضرت مسیح کا جواب

جب گفتگو یہاں تک پہنچتی ہے تو حضرت مسیح بول اٹھتے ہیں قال انی عبد اللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیا و جعلنی مبارکا این ماکنت واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ (ترجمہ) (مسیح نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ اور مجھے برکت والا بنایا جہاں کہیں میں رہوں۔ اور مجھے زکوٰۃ اور نماز کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں سے نیکی کرنے والا۔ اور اس نے مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھے سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں۔ اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں

ولادت کا کوئی ذکر نہیں

اس سارے مکالمہ کو پڑھ جایئے۔ اس میں بغیر باپ کی پیدائش کے متعلق ایک حرف بھی نہیں ہے۔ چونکہ بقول مولوی صاحب بحث تو جناب مریم کے ساتھ یہود نے ناجائز مولود کے متعلق چھیڑی تھی اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہونے کے متعلق کوئی ثبوت دیتے۔ اتنا لمبا وعظ تو کیا مگر جس مسئلہ پر بات چلی تھی وہ کدھر غت ربود ہو گیا۔ کیا اس سے مسیح علیہ السلام بلکہ خود قرآن کریم کے بیان پر الزام نہیں آئے گا۔ کہ جس مسئلہ کو شروع کیا تھا اس کے متعلق تو کوئی تصفیہ نہ کیا اور ایک دوسرا جھگڑا نبوت مسیح علیہ السلام کا شروع کر دیا۔ فی الحقیقت انداز بیان سے پایا جاتا ہے کہ جھگڑا ہی نبوت پر ہوا تھا۔ ایک بے لاگ شخص اگر سارے بیان کو پڑھے تو وہ اسی نتیجہ پر آ جائے گا۔

ایک اور آسان طریق

مگر مولوی صاحب ہیں کہ ایک ہی ٹکڑے پر اٹک کر رہ گئے ہیں ہم ان کی راہبری کے لئے ایک اور آسان طریق بیان کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کی سمجھ میں آجائے لقد جئت شیئا فریا ما کان ابوک امرء سوء وما کانت امک بغیا۔ یہ الہام حضرت مسیح موعود کو بھی ہوا ہے۔ اب اگر لقد جئت شیئا فریا کہنے سے حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ بن سکتے ہیں تو ہم قادیانی دوستوں بالخصوص اپنے مخاطب مولوی صاحب سے دریافت کرنیکی جرات کرتے ہیں کہ پھر انہی الفاظ سے حضرت امام کیوں بن باپ نہیں تسلیم کئے جاتے۔ الفاظ دونوں وحیوں کے بالکل ایک ہی ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے دوست اس نکتہ پر ضرور غور فرمائیں گے حضرت صاحب نے اپنے اس الہام کا ترجمہ کرتے ہوئے باپ کے لفظ پر ایک نوٹ تحریر فرمایا ہے۔ اس موقعہ پر اس کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ فرماتے ہیں:۔

اس الہام پر مجھے یاد آیا کہ بٹالہ میں فضل شاہ یا شاہ ایک سید تھے۔ جو میرے والد سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اور بہت تعلق تھا۔ جب میرے دعوی مسیح موعود ہونے کی کسی نے ان کو خبر دی تو وہ بہت روئے اور کہا کہ ان کے والد صاحب بہت نیک آدمی تھے۔ یعنے یہ شخص کس پر پیدا ہوا ہے۔ ان کا باپ تو نیک مزاج تھا۔ اور افترا کی باتوں سے دور اور سید ھا اور صاف دل مسلمان تھا۔ ایسا ہی بہتوں نے کہا کہ تم نے اپنے خاندان کو داغ لگایا۔ کہ ایسا دعوے کیا

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت صاحب کا الہام اور آپ کی تشریح آیہ کریمہ لقد جئت شیئا فریا کو بہت اچھی طرح سے حل کرتی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے احباب اس سے محظوظ ہونگے۔

پیدائش بنی آدم کا اصول

آخر پر ہم اپنے دوستوں کی خدمت میں مخلصانہ مشورہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ وہ مسئلہ ولادت مسیح پر کچھ اظہار خیالات فرمائیں۔ انسب ہوگا کہ اس مسئلہ کی شق اول یعنے مسئلہ پیدائش بنی آدم کے متعلق قرآن کریم پر غور و فکر کریں۔ اگر قرآن کریم نے فی الحقیقت تخلیق بنی آدم کے مسئلہ میں سوائے ایک ہی اصول کے کوئی خاص اصول بھی تلقین فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کی تائید صحیفہ فطرت سے بھی ہوتی ہے۔ تو پھر شوق سے یہ راہ اختیار فرمائیں یہی اس مسئلہ کا اصولاً حل ہے۔ ایک دوسرے کے برخلاف مخالفانہ مناظرے کرنے سے کوئی نتیجہ پیدا ہونے کی امید نہیں۔ ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہی از سخنم پند گیر خواہ ملال

(بقیہ اخبار احمدیہ)

اور عبد القیوم نے سکول اور بورڈنگ ہوس کے قابل تعریف انتظام اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے مشفقانہ برتاؤ پر شکریہ کے چند کلمات کہے جسکے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے قریبا نصف گھنٹہ تقریر فرمائی اور بہت سی بیش قیمت نصائح طلبہ کو کیں اور دعا فرمائی۔ احباب کرام سے استدعا ہے کہ تمام امیدواروں کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

نماز جنازہ ۔ دلی رنج اور غم سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب ایم۔ بی بی ایس پشاور سکنہ وزیرآباد کے والد بزرگوار جناب عبد الرحمن صاحب سوداگر بوٹ وزیرآباد۔ جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے اور نہایت مخلص بھائی تھے۔ اور جنگ مقدس (مباحثہ مابین عبد اللہ آتھم اور حضرت مسیح موعود) میں شریک تھے۔ پشاور میں جہاں وہ علاج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ۵ مارچ کو وفات پا گئے ہیں۔ جنازہ وزیرآباد لاکر خاندانی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے آدمی اور نہایت با اخلاق بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب و دیگر متعلقین کو صبر عطا کرے۔ تمام جماعتیں مرحوم دوست کا جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

(بقیہ صفحہ اول کالم نمبر ۳)

اللہ تعالیٰ ہماری عرض کو قبول فرمائے۔ حدیث شریف میں ہے جو دو مومن محض اللہ کے لئے دوستی رکھتے ہیں وہ قیامت میں اللہ تعالےٰ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے اللہ ہم دونوں کو اس کا مصداق بنائے۔ کیونکہ ہماری دوستی محض اللہ تعالےٰ کے لئے تھی۔ جب مرحوم کے رقیق الطبع اور گداز قلب کی یاد آتی ہے۔ تو میرا دل خود بھی گداز ہو جاتا ہے کیا پاک روح تھی جو ہم سے رخصت ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے بچے اور کنبہ بہت ہے۔ امید ہے کہ گجرات کے دوست ان کے حالات سے انجمن کو بھی اطلاع دیں گے۔ اور خود بھی ان کے ساتھ مناسب ہمدردی کرینگے

(راقم خاکسار)
(بشارت احمد عفی عنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۲ ر ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ ر مارچ ۱۹۳۲ء	نمبر ۱۶

غیر مذاہب پر اسلام کی شاندار فتح

(۲)*

آریہ سماج اسلام کے قدموں میں

حضرت مسیح موعود کی ایک عظیم الشان پیشگوئی

* اس مضمون کا نمبر اول گذشتہ سے گذشتہ اشاعت میں "اسلام اور عیسائیت" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

ہندوؤں کا دو پہلا طریق عمل ہمیں بہت مایوس کرنیوالا تھا جو اپنے دلوں میں وہ لوگ اس طرز کو زیادہ پسند کے لایق سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی بات چیت نہیں کرنی چاہیئے۔ اور ہاں میں ہاں ملاکر گزارہ کرلینا چاہیئے۔ لیکن اب وہ مقابلہ پر آکر اور مقابلہ میں کھڑے ہوکر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آپڑے ہیں۔ اور اس صید قریب کی طرح ہوگئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہوسکتا ہے۔ ان کی آہوانہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ دشمن نہیں وہ تو ہمارے شکار ہیں۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھاکر دیکھوگے کہ کوئی ہندو دکھائی دے۔ مگر ان پڑھے لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہ دے گا۔ سو تم ان کے جوشوں سے گھبراکر نومیدمت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کے قبول کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آپہنچے ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ نہایت جوش سے بھرے ہوئے آج تمہیں نظر آتے ہیں تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم انہیں نہیں دیکھوگے حال میں جو آریوں نے ہم لوگوں کی تحریک سے مناظرات کی طرف قدم اٹھایا ہے تو گو اس قدم اٹھانے میں کیسی ہی سختی کے ساتھ ان کا برتاؤ ہے اور گو گالیوں اور گندی باتوں سے بھری ہوئی کتابیں وہ شائع کر رہے ہیں مگر وہ اپنے جوش سے درحقیقت اسلام کے لیے اپنی قوم کی طرف راہ کھول رہے ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۲-۳۳)

(۱)

یہ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے مامور نے آج سے ۴۲ سال پہلے تحریر فرمائے اور اس حقیقت کو جو آج ہمیں امر واقعہ کی صورت میں نظر آرہی ہے ایک پیشگوئی کے رنگ میں بیان کیا۔

آریہ سماج کو اس ملک میں پیدا ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوچکا ہے اس نصف صدی میں اس نے ہندو مذہب کو کیا کچھ رنگ دیا۔ کیا کیا اصول و قواعد وضع کیے اور وہ آیا قدیم ہندو مذہب یا ویدک دھرم کے مطابق ہیں یا ان کا بیشتر حصہ اسلامی تعلیمات کی نقل ہے؟ یہ سوالات ہیں جن پر غور کرنے اور ہندو دنیا کے مذہبی رجحان کو بنظر تعمق دیکھنے سے ایک صاحب بصیرت کو بہت سے سبق حاصل ہوسکتے ہیں

(۲)

توحید الٰہی اور مساوات انسانی اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ انہی کے اوپر اسلام کی بنیاد ہے۔ اور اگر غور کرکے دیکھا جائے تو یہی تمام تعلیم اسلام کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں اور انہی پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو ہمیشہ کامیابی ہوئی۔ اور آئندہ بھی ہوگی۔

ہندو مذہب ان دونوں اصولوں کے خلاف ہے توحید الٰہی کے بجائے طرح طرح کے مشرکانہ عقائد دیوی دیوتاؤں کی پرستش، مورتی پوجا ہندو مذہب کا خاصہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی نسل انسانی میں اس قدر تفاوت اور تفریق روا رکھی ہے۔ بنی نوع انسان میں افتراق و انشقاق کی وہ خلیج حائل کی ہے کہ الامان والحفیظ سوسائٹی کے ایک طبقہ کو اٹھاکر آسمان پر چڑھا دیا۔ اور دوسرے کو ان کا خدمتگار بناکر انتہائی چاہ مذلت میں گرادیا۔

سوامی دیانند نے یہ دیکھکر کہ یہ دونوں باتیں ہندو قوم کی تباہی کا موجب ہیں اور نئی تعلیم و تہذیب ہندوؤں کو ان باتوں سے متنفر کرکے اسلام کی طرف لئے چلی جارہی ہے اسلام کی تقلید میں یہ آواز بلند کی کہ ویدک دھرم مورتی پوجا اور ذات پات کے امتیازات کو روا نہیں رکھتا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دیوی دیوتاؤں کی پرستش ویدک دھرم اور عقل انسانی کے خلاف ہے۔ کیونکہ نسل انسانی کا خدا ایک ہے۔ اگرچہ خدا کا تصور جو سوامی دیانند نے پیش کیا [illegible] الوہیت سے بہت گرا ہوا ہے۔ اس قدر کمزور صفات کا خدا انہوں نے پیش کیا ہے کہ اس کی حیثیت ایک بڑھئی یا زیادہ سے زیادہ اعلیٰ درجہ کے انجنیئر سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتی۔ تاہم جہاں تک توحید کا تعلق ہے سوامی دیانند نے ہندوؤں کو ایک خدا کی تعلیم دے کر اسلام کے قدموں میں اعتقاداً نہیں تو عملاً سر رکھدیا۔

(۳)

اس کے ساتھ ہی جیسا کہ ہم اوپر عرض کرچکے ہیں ہندوؤں میں برہمن، چھتری، ویش اور شودر۔ اور پھر ان کے اندر ذات در ذات کی تقسیم اور ان میں سے بعض ذاتوں کا دوسروں سے قطع تعلق۔ یہ ایسی چیزیں تھیں جو ہندو قوم کی جڑوں کو کھوکھلا کررہی تھیں اور خطرہ تھا کہ اسلام کی وسیع برادری اور مسلمانوں کی باہمی اخوت انہیں اپنے اندر جذب نہ کرلے۔ اس کے علاوہ خود سوامی جی کو برہمنوں کے مکر و فریب اور ظلم و ستم کا ذاتی طور پر تجربہ ہوچکا تھا۔ اور یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ کہ ایک قوم ہر طرح کی بداعمالیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود دوسروں سے ممتاز اور برگزیدہ رہے۔ اور دوسری قومیں ہر طرح سے نیک اعمال بجالاکر بھی برہمنوں کے زیر تسلط ہی رہیں۔ اسی لیئے انہوں نے آریہ سماج کا بنیادی اصول یہ قرار دیا کہ کوئی شخص جنم سے برہمن یا ویش وغیرہ نہیں کہلا سکتا بلکہ جس قسم کے کسی کے اعمال ہوں وہ اسی قسم کی ذات میں شمار کیا جائے گا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تعلیم ویدوں یا ہندو دھرم شاستروں کی بنا پر دی گئی ہے۔ اگر ویدوں کے اندر یہ تعلیم موجود ہوتی۔ اگر ہندو دھرم شاستر میں اس تعلیم کا شائبہ بھی پایا جاتا تو آج اس کا کوئی اثر ہندو قوم میں موجود ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ویدوں کے زمانہ سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک ہندو تہذیب میں کہیں یہ نظر نہیں آتا کہ ایک جنم کا برہمن اپنی بدعملیوں کی وجہ سے شودر کہلانے لگا ہو۔ یا کسی شودر کو اس کے نیک اعمال کی وجہ سے برہمن کے معزز عہدے پر ممتاز کیا گیا ہو۔ بلکہ اس کے برخلاف ہندو مقننین بالخصوص منوجی مہاراج نے جن سے سوامی دیانند کو بہت بڑی عقیدت تھی۔ ذات پات کی بنا اعمال کو قرار دینے کے بجائے اعمال کی بنا ذات پات کو قرار دیا ہے۔ یعنی مختلف اعمال کو مختلف ذاتوں سے مختص کردیا۔ دو کہا کہ برہمن مذہب کی تعلیم دیں۔ چھتری فوج کا کام کریں۔ ویش کاروبار تجارت اور شودر خدمتگزاری میں منہمک رہیں۔ جس سے صاف نظر آتا ہے کہ سوامی دیانند کا اصول قدیم ہندو مذہب یا ویدک دھرم سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا۔ پھر یہ اصول انہوں نے کہاں سے لیا قرآن کریم کی اس تعلیم سے جس میں اس کتاب حکیم نے بتایا ہے کہ انا جعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

لیکن سوامی جی نے جو اصول اسلام کی دیکھا دیکھی ہندو مذہب میں ایجاد کیا۔ اس میں یہ بھی صاف طور پر لکھدیا کہ:-

"جو خاندانی نیک چلن شودر ہو تو اس کو منتر سنگھتا چھوڑکر سب شاستر پڑھادے۔ اور شودر پڑھے لیکن ان کا اپ نین نہیں کرنا چاہیئے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۷)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سوامی دیانند بھی ذات پات کے متعلق قدیم ہندو دھرم کی تنگ خیالیوں سے نہ بچے اسلام کی تقلید میں ذات پات کو اڑانے کی کوشش تو انہوں نے کی۔

خریداران

پیغام صلح کیلئے ایک ضروری اطلاع

مندرجۂ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ مارچ ۱۹۳۲ء میں ختم ہوتا ہے ان کو بذریعہ خطوط بھی اطلاع دی جا رہی ہے از راہ کرم یہ تمام اصحاب ہفتہ عشرہ کے اندر چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں ورنہ ان کی طرف سے وی پی کی اجازت سمجھی جائے گی۔ اور وی پی کر دیئے جائیں گے۔ جن کا وصول کرنا اخلاقی فرض ہوگا۔ وی پی میں چار آنے خواہ مخواہ ضائع ہوتے ہیں۔ اس لئے منی آرڈر کے ذریعے چندہ بھیج دینا بہتر ہوگا۔ (منیجر)

۳۹۵، ۱۴۳، ۷۳، ۱۸۱۲، ۱۸۱۱

۱۸۰۹، ۱۸۰۸، ۱۸۰۷، ۱۳۹، ۶

۷۰۸، ۵۴۵، ۱۳۶۸، ۱۱۳۰، ۱۱۲۵

۸۹۶، ۸۹۵، ۷۰۸، ۴۹۳، ۱۷۵۱

۱۷۱۵، ۱۷۱۴، ۱۷۱۳، ۱۵۹۹، ۱۴۷۲

۱۳۹۰، ۱۳۴۲، ۵۳۷، ۴۹۸، ۲۲۰

۲۱۹، ۱۸۱۸، ۱۸۱۴، ۱۸۱۳، ۱۸۱۰

۱۰۵۶، ۱۴۷۷، ۱۳۷۹، ۱۳۷۴، ۱۳۷۲

۱۲۹۴، ۱۱۵۰، ۱۱۴۳، ۸۸۷، ۷۶۷

۱۸۷۱، ۱۸۷۹، ۱۸۱۳، ۱۸۱۰، ۱۷۵۳

۱۷۰۳، ۱۷۰۲، ۱۴۸۰، ۱۱۵۸، ۱۱۵۶

۳۰۹، ۱۷۲، ۸۷، ۱۸۲۶، ۱۸۲۰

۱۸۱۹، ۹۲۸، ۱۷۰۵، ۱۴۸۶، ۱۴۶۶

۱۳۸۸، ۱۳۸۶، ۱۳۸۵، ۱۳۸۳، ۱۳۸۱

۱۳۸۰، ۱۸۲۶، ۱۸۲۰، ۱۴۳۹، ۱۷۱۸

۱۷۱۷، ۱۷۱۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۶ - -

لیکن پھر بھی شودروں کے رستہ میں ایک روڑہ اٹکا دیا۔ کہ ان کو منتر (گھتا وید) نہ پڑھایا جائے۔ اور نہ اپنین (زنار بندی) کی جائے۔ اس روڑہ کو آج آریہ سماج نے ہٹا کر اور شودروں کی زنار بندی کا طریق رائج کر کے ایک قدم اور اسلام کی طرف بڑھا دیا۔ اور یوں عملاً اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۴)

یہیں تک نہیں سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں ازدواج ثانی کو ہندو مذہب کے رو سے قطعی ناجائز قرار دیا۔ اور اس کے بجائے نیوگ کا سلسلہ رائج کرنا چاہا۔ ان کے صاف لفظ یہ ہیں:

> برہمن کھشتری اور ویش تینوں ورنوں میں
> کھشت یونی عورت اور کھشت ویرج مرد (جن کی مجامعت ہو چکی ہو) کا پنر وواہ (مکرر نکاح)
> نہ ہونا چاہیئے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۲)

"مکرر بیاہ" کے نقائص میں سے سب سے بڑا نقص سوامی جی کے نزدیک پتی برت اور استری برت دھرموں کا برباد ہونا ہے۔ یعنے شوہر اور بیوی کا وہ حلف ٹوٹ جاتا ہے جو انہوں نے شادی کے وقت اٹھایا تھا کہ اپنی حین حیات تک دوسرے کے ساتھ بیاہ نہ کریں گے۔ اسی پتی برت اور استری برت کو قائم رکھنے کے لئے سوامی جی نے ہندو مرد و عورت کو جن میں بیوائیں بھی شامل ہیں۔ ہر اس ضرورت کے موقعہ پر جو ازدواج ثانی کی داعی ہوتی ہے نیوگ کی اجازت دی اور یہی قدیم ہندو تہذیب اور بقول سوامی دیانند ویدوں کی تلقین ہے۔ لیکن اسلام کا اثر دیکھیئے کہ آج کوئی آریہ علی الاعلان اس مسئلہ کی حمایت اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس کے خلاف آج بڑا زور اس بات پر ہے کہ بیواؤں کے نکاح کر دو۔ چنانچہ ایسے نکاح آئے دن ہوتے ہیں۔ حال ہی کی خبر ہے کہ:۔

> ۱۹۳۱ء میں سر گنگا رام کی ودھوا بواہ سہایک سبھا کی طرف سے جو ودھوا بواہ کرائے گئے ان کی تعداد پانچ ہزار چار سو چوراسی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔
> ان قریباً ساڑھے پانچ ہزار ودھواؤں کی شادی کا یہ مطلب ہے کہ ۵½ ہزار نئے ہندو خاندان قائم ہو گئے ہیں لیکن لاکھوں ودھواؤں میں سے ۵½ ہزار کی شادی بہت تھوڑی ہے کوشش ہونی چاہیئے کہ آنے والے سال میں کم از کم ایک لاکھ ودھواؤں کی شادی کر دی جائے۔ (پرتاب ۱۱ر جنوری)

ہم پوچھتے ہیں کہ ودھواؤں کی شادی کا یہ اصول آریہ سماج نے کہاں سے لیا؟ کیا ویدک دھرم سے؟ اس کو تو سوامی دیانند بھی نہیں مانتے۔ جو آریہ سماج کے نزدیک ویدوں کے سب سے بڑے فاضل ہیں۔ ہاں اسلام کے سوا وہ کونسا مذہب ہے جس نے وانکحوا الایامیٰ منکم (بیواؤں کے نکاح کر دو) کی تعلیم دی ہے۔ پھر کیا یہ کہنا غلط ہے کہ آریہ سماج نے اسلام کے قدموں پر سر رکھ دیا ہے؟

(۵)

ہندوؤں میں بیوہ کو شوہر کی جائداد سے ورثہ پانے کا حق نہیں حال ہی میں اس افسوسناک رواج کو بدلنے کے لئے مسٹر ہربلاس سارادا نے اسمبلی میں ایک مسودۂ قانون پیش کیا ہے جو افسوس کہ خود ہندو ممبروں کی مخالفانہ آراء اور حکومت کی مخالفت کی وجہ سے مسترد ہو گیا [illegible] آریہ سماجی اخبار "ملاپ" (۱۹ر جنوری) اس مسودۂ قانون پر رائے زنی کرتا ہوا رقمطراز ہے:۔

> "میں شرمندہ ہوں اور عرق ندامت میرے ماتھے پر ہے کہ یہ ہندوؤں کی اشانت گھریلو زندگی کی نہایت سیاہ تصویر ہے۔ جو اسمبلی میں پیش ہو رہی ہے۔ اگر ہندوؤں نے ودھواؤں سے اچھا سلوک کیا ہوتا۔ اگر انہیں بھی انسان سمجھا گیا ہوتا اور محض ہندو قانون کے بل بوتے پر انہیں روٹی کپڑے سے بھی محتاج نہ کر دیا ہوتا تو آج اسمبلی میں ہندوؤں کے دھارمک قانون کی دھجیاں اڑانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی۔ یہ ایک شرمناک حقیقت ہے کہ آج اکثر خاندانوں میں ہندو بیوائیں انتہائی ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو ودھواؤں کی یہ حالت یونہی روا نہیں ہو گئی بلکہ ہندو دھارمک قانون کی بنا پر ہے۔ پھر اس ہندو دھارمک "قانون کی دھجیاں اڑانے" میں مسٹر ہربلاس سارادا اور اخبار "ملاپ" نے کس کی تقلید کی؟ کیا ویدک دھرم کی؟ وہی تو ہندو دھارمک قانون کا حقیقی سرچشمہ ہے۔

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

کیا سوامی دیانند کی حمایت میں یہ آواز اٹھائی گئی ہے نہیں سوامی جی نے ایک لفظ بھی ودھواؤں کے حق میں نہیں کہا اس کے بالمقابل اسلام نے ہر بیوہ عورت کو اس کے شوہر بلکہ اس کے ماں باپ سے بھی حصہ دلایا ہے۔ اس لئے یہ کہنا غیر حق بجانب نہیں کہ مسٹر سارادا اور آریہ سماجی اخبارات نے ہندو مذہب کی نہیں بلکہ اسلام کی ہمنوائی کی ہے۔

(۶)

اس سے قبل بھی مسٹر سارادا صغر سنی کی شادی کے خلاف ایک قانون پاس کرا چکے ہیں۔ جس کی حمایت سناتنی ہندوؤں کے سوا تمام آریہ سماجیوں نے کی۔ حالانکہ ہندو مذہب میں صغر سنی کی شادی کو ثواب عظیم قرار دیا گیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اسلام کی حمایت نہیں۔ جس نے بلوغت کی شادی کو مستحسن قرار دیا ہے۔

(۷)

اس طرح سے آریہ سماج اور اس کی تقلید میں دوسرے ہندو آہستہ آہستہ اسلامی اصولوں کو مانتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ بقول مسیح موعود "اسلام کی ڈیوڑھی پر آپہنچے ہیں" اور اپنے جوش سے درحقیقت اسلام کے لئے اپنی قوم کی طرف راہ کھول رہے ہیں" کوئی دن جاتا ہے کہ نکاح بیوگان کے علاوہ طلاق اور تعدد ازدواج اور تمام دوسرے اسلامی اصولوں کو بھی انہیں ماننا پڑے گا۔ لیکن چونکہ ہندو دھارمک قانون ایسی باتوں کے سخت خلاف ہے۔ اس لئے وہ وقت آنے والا ہے جب انہیں آخر کار اس قانون سے منہ موڑ کر اسلام کے آگے عملاً اور اعتقاداً سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ اور حضرت مسیح موعود کی یہ پیشگوئی کہ:۔

> "تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے. مگر پڑھے لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا"

اپنی اصل شان کے ساتھ پوری ہو کر رہے گی۔

سکرٹری آریہ سماج لاہور کا ایک انقلاب انگیز اعلان

گائے کوئی مقدس جانور نہیں مسلمانوں کے ساتھ چھوت چھات نہ کرو

اخبار "ڈیلی ہیرلڈ" میں جو بقول معاصر "انقلاب" ہندوؤں کا ایک نہایت متعصب اخبار ہے ۔ ایک خبر پڑھ کر بیحد حیرت ہوئی ۔ اس اخبار کی اشاعت مورخہ ۸ رمارچ میں آریہ سماج مندر بچھووالی کے ایک جلسہ کی روداد درج ہے ۔ جو ۶ رمارچ کو منعقد ہوا تھا ۔ اس جلسہ میں لاہور کے ایک معزز آریہ سماجی لالہ کانشی رام وید نے جو میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی رہ چکے ہیں ۔ ایک انقلاب انگیز تقریر کی ۔ جس میں نہایت جرأت سے دعوے کیا کہ :-

"آریہ سماجیوں کے نزدیک اب گائے کوئی مقدس جانور نہیں اور اس میں اور بھیڑ یا سور میں کوئی فرق نہیں ۔ کیونکہ ہر متنفس خواہ وہ انسان ہو یا پرندہ ، چارپایہ ہو ، یا حشرات الارض میں سے ہو خدا کی نگاہوں میں یکساں عزیز و محبوب ہے ۔

ہندوؤں کے مجمع میں کھڑے ہو کر اس قدر جرأت و جبارت کے ساتھ گؤ ماتا کی شان میں کفریہ کلمات کہنا فی الحقیقت نظیر نہیں رکھتا ۔ اور غالباً ہندوستان میں یہ پہلی آواز ہے جو کسی آریہ سماجی کی طرف سے اپنے ہم مذہبوں کے مجمع میں بلند ہوئی ہو ۔

لالہ کانشی رام وید نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ :-

"جس حالت میں اکثر ہندو گوشت کھا لیتے ہیں اور اس کے باوجود انہیں اپنے سبزی خور بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے کوئی نہیں روکتا میں نہیں سمجھتا کہ ہندو محض اس بنا پر مسلمانوں کے ساتھ چھوت چھات کیوں کرتے ہیں کہ وہ گائے کا گوشت کھاتے ہیں ۔

جو لوگ کسی گوشت خور ہندو یا غیر ہندو کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے ان کا فلسفہ سمجھ میں تو آ سکتا ہے ۔ لیکن وسیع معاشری تعلقات کے موجودہ دور میں یہ فلسفہ بالکل ناقابل عمل ہے ۔

وید جی نے یہ بھی فرمایا کہ اب پرانا زمانہ گزر چکا ہے حالات روز بروز تبدیل ہوتے جاتے ہیں ۔ اور مسلمانوں نے بنظر انتقام خود ہندوؤں سے چھوت چھات شروع کر دی ہے اس لئے وقت آ گیا ہے ۔ کہ آریہ سماج جو ہندوؤں کی پیشوا ہے اس معاملہ میں ہندوؤں کی رہنمائی کرے ۔ اور وسیع تر معاشرتی تعلقات اور بہتر قومی اتحاد کو قائم کرنے میں ساعی ہو ۔

نامہ نگار "ڈیلی ہیرلڈ" لکھتا ہے کہ اس جلسہ میں بعض ہندوؤں نے لالہ کانشی رام وید کی مخالفت کرنی چاہی لیکن پردھان نے ان کو روک دیا ۔ اور کہا کہ بحث مباحثہ کے لئے ایک اور جلسہ منعقد کیا جائے گا ۔ اس میں آپ لالہ کانشی رام وید سے ہر قسم کے سوالات کر سکیں گے ۔ "ڈیلی ہیرلڈ" نے لکھا ہے کہ اس کے کالم اس دلچسپ بحث کے لئے کھلے رہیں گے ۔

معاصر انقلاب کی رائے ہے :-

"اگرچہ ہندو بہت بڑی دانا و فرزانہ قوم ہے اور روز بروز مغربی خیالات اور اسلامی عقائد سے متاثر ہو رہی ہے لیکن ہمیں تو یقین نہیں آتا کہ گائے کے معاملہ میں اچھے خاصے تعلیم یافتہ ہندو بھی وید جی کی ہمزبانی کریں گے ۔ کیونکہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اگرچہ ہندو دھرم شاستروں میں گائے کو کوئی خاص مذہبی حیثیت حاصل نہیں لیکن آج کل کے ہندوؤں نے اسے سیاسی اقتدار کے حصول کا ایک آلہ بنا رکھا ہے ۔ اور ہندو اس حیوان پرستی کو فی الحال تو ہرگز نہ چھوڑیں گے ۔"

اس کے ساتھ ہی جہاں تک چھوت چھات کا تعلق ہے لالہ کانشی رام کے گورو سوامی دیانند بانی آریہ سماج کا حسب ذیل "پرمان" بھی پڑھ لینے کے قابل ہے ۔

"البتہ مسلمان اور عیسائی وغیرہ شراب و گوشت کھانے والوں کے ہاتھ کے کھانے میں آریوں کو بھی شراب و گوشت وغیرہ کے کھانے پینے کا عیب لگ جاتا ہے ۔"

(ستیارتھ پرکاش ص۳۵)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ لالہ کانشی رام نے جو قدم اٹھایا ہے وہ سوامی دیانند کے بھی عقیدہ کے خلاف ہے اور ہمارے اس دعوے کی کہ آریہ سماج قدیم ہندو مذہب کو چھوڑ کر اسلامی اصولوں کو اختیار کرتا جا رہا ہے کھلی تائید ہوتی ہے ۔

مسیح کے معجزات

صرف ایک معجزہ دکھانے کا وعدہ کیا

مسیح کے معجزات بہت سے اناجیل میں مذکور ہیں۔ اور یہ معجزات بھی عیسائیوں کے ہاتھ میں یسوع کی خدائی کی ایک دلیل ہیں حالانکہ مردہ زندہ کرنا اگر خدائی کی دلیل ہے تو پولوس کو بھی خدا ماننا پڑیگا کیونکہ اس نے بھی مردہ زندہ کیا (اعمال ۲۰: ۷-۱۲) اور الیسع کی لاش نے مردہ زندہ کیا۔ سلاطین ۲ ہم الیاسی انبیائے بنی اسرائیل نے یسوع جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر معجزات دکھائے مگر باوجود اس کے ان کو نبی نہیں مانا جاتا۔ یہ عیسائیوں کی غفلت ہے " افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض " پھر مردہ اور زندہ سے مراد روحانی مردہ اور روحانی زندہ ہے چنانچہ خود یسوع نے کہا " آدمی صرف روٹی سے ہی جیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے " (متی ۴: ۴)

بدروحیں نکالنے کا معجزہ !

ایک اور بہت عجیب معجزہ ہے۔ جسے بدروحوں کا نکالنا کہتے ہیں۔ چنانچہ متی (۸: ۱۶) و (۸: ۲۸-۳۱) و (۹: ۳۲-۳۴) مرقس (۱: ۳۳-۳۴) میں یہ معجزہ بار بار بیان کیا گیا ہے۔ پھر ایک جگہ یوں ذکر ہے " اور جب وہ بھیڑ کے پاس پہنچے تو ایک آدمی اس کے پاس آیا اور گھٹنے ٹیک کر کہنے لگا۔ اے خداوند میرے بیٹے پر رحم کر کیونکہ اس کو مرگی آتی ہے اور وہ بہت دکھ اٹھاتا ہے۔ اس لئے اکثر آگ میں گر پڑتا ہے۔ اور اکثر پانی میں بھی۔ میں اس کو تیرے شاگردوں کے پاس لایا تھا۔ مگر وہ اس کو اچھا نہ کر سکے۔ یسوع نے جواب میں کہا اے بداعتقاد اور کجرو قوم میں کب تک تمہارے ساتھ رہونگا ؟ کب تک تمہاری برداشت کرونگا ؟ اسے یہاں میرے پاس لے آؤ۔ یسوع نے اسے جھڑکا اور بدروح اس سے نکل گئی۔ اور وہ لڑکا اسی گھڑی اچھا ہو گیا۔ متی (۱۷: ۱۴-۱۸) ہندوستان میں ابھی تک ایسے علاقے ہیں جہاں اختناق الرحم کی مریضہ، مجنون و مصروع کو بدروحوں یا جنوں کا شکار سمجھا جاتا ہے اور لوگ جھٹ پیروں اور پنڈتوں کے پاس دوڑتے ہیں۔ کہ کوئی تعویذ دھاگا دو۔ یہی حال یسوع کے زمانہ کا ہے۔ حضرت مسیح بھی شاید علم طب سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ مصروع سے جن نکالنے گئے۔ بخار والے سے جن نکالے۔ قبر والے آدمیوں سے جن نکالے اور وہ جن سوروں کے غول میں گئے اور وہ غول جنوں سمیت دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ (متی ۸-۲۸) کوئی عقلمند ان توہمات کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض بیماریاں ایسی ہیں جن کا باعث جن ہیں پھر یہ واقعہ کہ سوروں کے غول میں جن گئے اور سوروں سمیت ڈوب گئے محض بناوٹی معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت اس میں ذرا نہیں صرف خدائی کے لئے ایک دلیل گھڑ لی گئی ہے جو علم کی روشنی میں باطل ثابت ہوتی ہے۔ کسی بڑے حکیم یا فلسفی نے آج تک اس بات پر اطلاع نہیں پائی کہ جنوں کی وجہ سے بعض بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بڑی حیرت ہوتی ہے جب عیسائی بھولی بھالی شکلیں بنا کر کہتے ہیں وہ خدا کا بیٹا تھا۔ اور وہ خدا تھا اس نے بدروحوں کو لوگوں کے اندر سے نکالا۔ حالانکہ نادان نہیں جانتے کہ اگر بدروحوں کا نکالنا خدائی کی دلیل ہے تو ہندوستان اور پنجاب کے تمام جوگیوں، سنیاسیوں اور پیروں کو خدا ماننا پڑے گا۔ جنہوں نے اسی کام کی وجہ سے جہلا کے طبقہ کو اپنی طرف مائل کیا ہوا ہے جو حاجات کے حاکم خیال کئے جاتے ہیں۔ اس صورت میں ہم یسوع ناصری کو ایک معمولی جوگی یا پیر سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔

صرف ایک نشان کا وعدہ

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت یسوع ہرگز ایسے توہمات کے قائل نہ تھے۔ یہ باتیں بعد میں ملائی گئی ہیں۔ انہوں نے کبھی ایسے تماشے نہیں دکھائے۔ چنانچہ خود اناجیل سے ہی واضح ہوتا ہے کہ یہ معجزات حضرت مسیح سے ظہور پذیر نہیں ہوئے۔ جیسا کہ لکھا ہے " اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا اے استاد ہم تجھ سے " ایک " نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دے کر ان سے کہا کہ اس زمانہ کے برے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں۔ مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ (متی ۱۲- ۳۸- ۳۹) اس جگہ یہودیوں نے جب صرف ایک نشان کا مطالبہ کیا تو حضرت مسیح نے بھی انہیں صرف ایک ہی نشان دکھانے کا وعدہ کیا اور کہا کہ صرف یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان ان کو نہ دیا جائیگا۔ اس بیان سے تمام دیگر اناجیلی معجزات کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اگر اور بھی بہت سے نشان انہوں نے دکھائے ہوتے تو یہ نہ کہتے کہ اس نشان کے سوا کوئی نشان ان کو نہ دیا جائیگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے کبھی اجنّا نہ نکالے۔ نہ کبھی جسمانی مردے زندہ کئے۔ اگر تمام زمانہ نبوت میں کسی نشان کا وعدہ کیا۔ تو وہ صرف ایک نشان تھا۔ یونس نبی والا اس کا مطلب یہی تھا کہ " جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا " (متی ۱۲: ۴۰) اب اگر اس معجزہ کے علاوہ عیسائی صاحبان کوئی اور معجزہ یسوع مسیح کا بیان کریں تو ہمارا حق ہے کہ اس کی صحت کا بموجب بیان حضرت مسیح انکار کردیں۔ ورنہ عیسائی صاحبان کو تسلیم کرنا ہوگا کہ یسوع مسیح نے (نعوذ باللہ) جھوٹ بولا۔ دونوں صورتوں میں ان کا دروغ ظاہر ہے۔

کیا وعدہ پورا ہوا ؟

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا وہ وعدہ جو حضرت یسوع نے کیا تھا پورا کیا اور وہ معجزہ دکھایا۔ عیسائیوں کے مسلمات پکار پکار کر کہتے ہیں کہ نہیں نہیں مسیح نے وہ ہرگز پورا نہ کیا مسیح یونس نبی کی طرح زمین کے پیٹ میں زندہ داخل نہ ہوئے بلکہ مر کر بموجب استثنا (۲۱: ۲۳) (نعوذ باللہ من ذالک) لعنتی ہوئے۔ یہ کفارہ ثابت کرنے میں حد سے گزرنے والی قوم اتنا نہیں جانتی کہ اس طرح مسیح پر ناکامی کا الزام آتا ہے۔ کہ تمام عمر میں صرف " ایک " نشان دکھانے کا وعدہ کیا اور وہ بھی پورا نہ کر سکے۔ حالانکہ وہ صلیبی موت سے بچنے کے لئے بڑی زاری سے تمام رات دعا مانگتے رہے۔ کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے۔ (مرقس ۱۴: ۳۵) (لوقا ۲۲: ۴۲) اور اس دعا کی بابت لکھا ہے " اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اس کی سنی گئی۔ (عبرانیوں ۵: ۷)

مسیح صلیب پر نہیں مرے

پس ضروری ہے کہ دعا قبول ہونے کی صورت میں حضرت مسیح مصلوب نہ ہوں۔ چنانچہ صلیب پر سے اتارے جانے کے بعد ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور اس سے خون اور پانی بہہ نکلا۔ یوحنا (۲۰- ۳۴) حالانکہ مردے سے کبھی خون نہیں نکلتا۔ پھر وہ مر جائیں تو جھوٹے بنتے ہیں ان کی سچائی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ بچ جائیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد گلیل میں شاگردوں سے ملے۔ تبلیغ کی ہدایت کی متی (۲۸: ۱۶-۲۰) واقعہ صلیب کے بعد جبکہ یسوع کے دو شاگرد " باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع آپ ان کے بیچ آ کھڑا ہوا۔ ان سے کہا تمہاری سلامتی ہو۔ مگر انہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا کہ تم کیوں گھبراتے ہو اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں۔ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو میں ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا۔ اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا کہ کیا تمہارے پاس یہاں کچھ کھانے کو ہے انہوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا اس نے لے کر ان کے روبرو کھایا۔ (لوقا ۲۴: ۳۶-۴۲) اس سے معلوم ہوا کہ وہ ضرور بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں اپنا موعود معجزہ پورا کرنے کے بعد نکلنے اور بعض تاریخی بیانات سے پایا جاتا ہے کہ کشمیر میں انہوں نے تبلیغ کی اور وہیں دفن ہوئے۔

(سید اختر حسین)

مسیحیت کی اشاعت کے طریقے

افریقہ میں متشددانہ طریق عمل مسیحیت کی ازسرنو تدوین رنگدار اقوام سے سلوک

اسلام کی حیرت انگیز ترقی

ہم مسلمانوں کے لئے یہ امر ہمیشہ موجب فخر رہا ہے کہ اسلام ان ممالک میں بھی ترقی کر رہا ہے جہاں اسے کسی قسم کا سیاسی اقتدار حاصل نہیں۔ اور یہ بات اسلام کی ذاتی خوبیوں پر ایک روشن دلیل ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ خود مسلمانوں نے اس بات سے فائدہ اٹھانے کے عوض اشاعت اسلام میں ایک گونہ بے پروائی کا اظہار کیا ہے۔ اور جو واقعات کہ اسلام اور مسیحیت کے تفرق کے ضمن میں افریقہ میں رونما ہو رہے ہیں ان کے مطالعہ کے بعد یہ غفلت اب زیادہ عرصہ تک قائم رہنی مناسب نہیں ہے۔

مسیحیت کا متشددانہ طریق عمل

تاہم اسلام کی ترقی ان کوششوں کے مقابلہ میں جو دولت و اقتدار کی بنا پر اغیار کی طرف سے کی جا رہی ہیں اور پھر بھی کچھ ثمرہ مرتب نہیں ہوتا۔ اب ہمارے مسیحی دوستوں کی آنکھوں میں کھٹک رہی ہے۔ چنانچہ مجبور ہو کر وہ لوگ اب ان مقامات میں جہاں ردعمل کا خطرہ نہیں ہے۔ متشددانہ طریق عمل پر اتر آئے ہیں جس کی مثال علاقہ ٹنگنیا ٹیکا کی موجودہ حالات سے مل سکتی ہے۔ ہمعصر "ٹنگنیا ٹیکا اوپی نیئن" نے ان طریقوں پر تنقید کی ہے۔ جو بعض دیسی عیسائی سردار استعمال کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ جو جانتے ہیں کہ بوجہ مسیحی حکومت کے ان کے اعمال پر بازپرس نہ کی جائے گی۔ چنانچہ ہمعصر مذکور لکھتا ہے:۔

"اصولی طور پر ہم اس علاقہ کی افریقی اقوام کے قبول مسیحیت پر معترض نہیں ہیں۔ کیونکہ مسیحیت یہاں کے حکمرانوں کا مذہب ہے اور وہ سرکاری طور پر مذہب مذکور کی اشاعت و امداد کرتے ہیں لہذا خواہ ہم پسند نہ بھی کریں تو بھی ان لوگوں کی تبدیلی مذہب کو برداشت کرنا پڑے گا۔ جو بعض اوقات غیر مناسب ذرائع سے عمل میں آتی ہے۔ یہ علاقہ ہنوز تبدیلی مذہب کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ اور لاکھوں باشندے ایسے ہیں جو کسی نہ کسی مذہب کے پابند ہو جائیں گے جس کو موقع کام کرنے کا ملے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں نو مریدوں میں مذہبی منافرت پیدا نہ ہو۔"

مسیحیت کی ازسرنو تدوین

اس تمام افتراق کے لئے جو موجودہ مسیحیت میں پایا جاتا ہے بالخصوص رسولی عقیدہ، نائسین عقیدہ، اتھانیسین عقیدہ اور کلیسائے فرنگ کے ۳۹ عقائد ذمہ دار ہیں۔ اور ان عقائد میں جو تخالف رنگ پایا جاتا ہے وہ ان کے مشرکانہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زعمائے کلیسا آئے دن کی اصلاح سے تنگ آ کر اب مکمل طور پر مسیحیت کو بیگن روایات سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ اور تعلیم یافتہ اور روشن خیال کلیسائی عہدہ دار مثلاً بشپ بارنز تو ان عقائد ہی کو ازسرنو مدون کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان تمام امور سے مسیحیت کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔ جن کی بدولت مسیحیت نے بیگن مذہب کا جامہ پہنا ہوا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو مسیحی عقائد میں اس لئے تبدیلی کرنا چاہتے ہیں کہ نئے پادریوں کو حلف اٹھاتے وقت کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔ کیونکہ آج کل وہ لوگ علم کو پس پشت ڈالے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر بارنز نے ڈایوسیس کانفرنس میں (بحوالہ ڈیلی ٹیلیگراف ۳۰ جون ۱۹۳۱ء) تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تو نئے عقائد نامہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مروجہ عقائد نامے مذہبی اور عقلی دونوں اعتبار سے صحیح نہیں ہیں۔ رسولی عقیدہ میں سے بہشت دوزخ اور زمین کے اس تصور کو بطور ایک سہ منزلہ مکان کے ہے۔ خارج کرنا چاہیئے کیونکہ یہ عقیدہ اب داستان پارینہ ہو چکا ہے۔

پادری اور عامۃ الناس نئے مذہب کی تلاش میں

کلیسائے انگلستان کے اتنے بڑے عہدے دار کے منہ سے یہ الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں اور ہمارے لئے تعجب خیز بھی نہیں ہیں۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے تک لوگوں کو اس عقیدہ کی تعلیم ہوا کرتی تھی کہ "عہد جدید" مسیحیت کی بنیاد ہے۔ اور اعتراضات سے بالاتر ہے۔ لیکن اب یہ بات ثابت ہوتی جاتی ہے کہ سب سے پہلی انجیل یسوع کی وفات سے ۷۰ سال بعد لکھی گئی تھی۔ اور "عہد جدید" سو سال کے طویل عرصہ میں مرتب ہوا تھا۔ اور کتاب مذکور اغلاط اور تحریف سے پاک نہیں ہے۔ پس جائے حیرت نہیں اگر لوگوں کے دلوں میں ایسی کتاب کی طرف سے بداطمینانی پیدا ہو گئی ہے اور پادری اور عامۃ الناس دونوں نئے مذہب کی تلاش میں ہیں۔

اسلام کے سوا کوئی تسلی بخش مذہب نہیں

لیکن اسلام کے علاوہ اور مذہب کونسا ہے جو ان کی تسلی کر سکتا ہے یا موجودہ زمانہ کے علما کی نظروں میں جچ سکتا ہے؟ اسلام ایسا مذہب ہے جو تمام پیچیدگیوں اور ان عیوب سے پاک ہے جو مسیحیت میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام میں کوئی عقیدہ خلاف عقل نہیں ہے۔ اس کی تلقین صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں منحصر ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جسے ہر سلیم الطبع انسان بہ آسانی تسلیم کر سکتا ہے۔ پروفیسر نائیٹ لکھتے ہیں کہ "اسلام ایک معقول مذہب ہے لفظاً اور تاریخاً۔ اور عقلیت کی یہ تعریف کہ وہ ایسا نظام ہے جو مذہبی عقائد کو عقلی اصولوں پر مبنی کرتا ہے۔ اسلام پر بخوبی صادق آتی ہے۔"

مسیحیت کا سلوک رنگدار اقوام سے

مسیحیت کے عملی پہلو کے متعلق جس قدر کم کہا جائے اسی قدر اچھا ہے۔ بہرکیف ہم لندن کے ایک مشہور ہفتہ وار اخبار سپکٹیٹر مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جو مسئلہ رنگ کے متعلق ہیں۔

مسٹر لنگسٹن ہیوز اپنے ناول میں لکھتا ہے "سیاہ رنگ کا ہونا تو ایسا ہے جیسے کوئی انسان زندگی کے ادنےٰ ترین طبقہ میں پیدا ہوا۔ اور اس طبقہ میں کسی قسم کی روشنی کا گزر نہ ہو اور سفید رنگ کے لوگ گویا بالائی منزل میں رہتے ہیں"

"یہ تو عام بات ہے کہ حبشی کو ٹرین کے ایک مخصوص حصہ میں جگہ ملتی ہے۔ اور موٹروں میں ان کے لئے پیچھے جگہ بنی ہوئی ہے۔ امریکہ کے بعض خطوں میں مجھے ایک حبشی دوست کے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت نہیں ملی۔ کیونکہ یہ بات ملکی قانون کے خلاف تھی۔ ہیمپٹن انسٹیٹیوٹ کے گرجا پر لکھا ہوا ہے کہ یہ ایک پرائیویٹ عمارت ہے۔ تاکہ حبشی کسی سفید رنگ آدمی کے برابر نہ بیٹھ سکے۔ پانی کے نل بھی سفید اور سیاہ کے لئے جداگانہ بنے ہوئے ہیں۔ بعض دھلائی کے کارخانوں پر لکھا ہوا ہے کہ یہاں حبشی لوگوں کے کپڑے نہیں دھوئے جاتے۔ کچھ عرصہ ہوا حبشی لوگوں کو تعلیم دینا بھی جرم تھا۔"

یہ سب ان لوگوں کی طرف سے کیا جاتا ہے جو مسیحی مساوات کا ڈھول بڑے زور سے بجاتے رہتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اقوال کو افعال کا جامہ آج تک نہیں پہنایا۔ تمام مذاہب میں اسلام ہی رنگ کے مسئلہ کا تسلی بخش حل پیش کر سکتا ہے۔ اور اس نے رنگ کے تمام امتیازات کو یکسر مٹا دیا ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف عیسائیوں کو بھی کرنا پڑتا ہے۔

اعلان ضروری

انجمن کے نوٹس میں یہ امر آیا ہے کہ بعض احباب کو شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ لاہور کی نسبت غالباً اس وجہ سے کہ وہ انجمن کے کام کو جو ان کے سپرد ہوتا ہے بڑی محنت اور دلچسپی سے کرتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ شیخ صاحب موصوف انجمن کی ملازمت میں ہیں چونکہ اس خیال کی موجودگی میں شیخ صاحب کو کاروباری لحاظ سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اس لئے تمام دوستوں کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ یہ خیال قطعاً غلط ہے۔

شیخ صاحب موصوف انجمن کے ملازم نہیں ہیں بلکہ ہائیکورٹ لاہور میں وکالت کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ کام جو انجمن نے ان کے سپرد کیا ہوا ہے بلامعاوضہ اعزازی طور پر فرصت کے وقت کرتے ہیں۔ ان کے سپرد آج کل تبلیغ، تنظیم اور تحصیل کا کام ہے اس لئے اکثر خطوط اور کاغذات پر جو ان امور کے متعلق باہر جاتے ہیں ان کے دستخط ہوتے ہیں۔ لیکن دوستوں کو ان کے دستخطوں سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ انجمن کے ملازم ہیں۔ کیونکہ یہ غلط بھی ہے اور ان کے لئے نقصان رساں بھی۔

خاکسار

محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

عورتیں اور امورِ خانہ داری

قدرت اٹل ہے اس میں تبدیلی کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے جب کبھی سرکش گمراہ اور کم عقل انسانوں نے اس کی خلاف ورزی کی احمقانہ کوشش کی قدرت کی طرف سے ان کو عبرت ناک سزا ملی ہے۔ دنیا کی تاریخ بے شمار قوموں کی بربادی کی سرگزشتوں سے بھری پڑی ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے قدرت کے کسی نہ کسی اصول کی خلاف ورزی کی کوشش کی جس کی سزا اس کو تباہی کی صورت میں ملی۔ آج مغرب کی لعنتی تہذیب بھی قدرت کے ساتھ برسرِپیکار ہے اگر اس تہذیب کے علمبردار اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے جلد نہ سنبھلے تو تاریخ عالم میں ایک اور عظیم الشان اور عبرت انگیز تباہی کی سرگزشت کا اضافہ ہو کر رہے گا۔

"عورت گھر کے لئے اور مرد میدان کے لئے ہے" یہ بھی قدرت کا ایک پرحکمت اصول ہے عورت کے فرائض یقیناً مرد سے مختلف ہیں۔ اسی تقسیم کار پر دنیا کا توازن قائم اور نوع انسانی کی بقاء و ترقی کا دار و مدار ہے۔ مگر آہ! یورپ کی گمراہ و سرکش تہذیب نے قدرت کے اس اصول کے خلاف خوفناک بغاوت برپا کر رکھی ہے۔ عورت مرد بننے کے جنون میں مبتلا ہو کر اپنے شرف اور اصلیت کو کھو رہی ہے۔ اور مرد اپنے نصف سے محروم ہو رہا ہے عورتیں زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش رہنے کے لئے دیوانی ہو رہی ہیں۔ گھر ویران ہو رہے ہیں نوع انسانی کا مستقبل خوفناک خطرے میں ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو وہ دن دور نہیں جب کم از کم "متمدن دنیا" میں عورت کا وجود بالکل ناپید ہو جائے گا۔ اس کا ذکر ہم شعرا کے کلام اور ناولوں اور افسانوں میں پڑھا کریں گے۔ اور عورت کی جگہ ایک اور عجیب و غریب صنف لے لیگی جو نہ مرد ہوگی نہ عورت۔ اس صنف کی پیداوار شروع ہو چکی ہے یا زیادہ صحیح الفاظ میں عورتوں نے اس صنف میں تبدیل ہونا شروع کر دیا ہے۔

آپ حیران ہو رہے، کیا ہم نے غلط کہا ہے؟ کیا یہ گیسو بریدہ مردانہ لباس پہننے والیاں اور مردوں کے دوش بدوش فوجی قواعد سیکھنے والیاں، ہاکی فٹ بال کھیلنے والیاں انجنیر، وکیل اور ممبر کونسل بننے والیاں عورتیں ہیں! آہ! یہ عورتیں نہیں ہیں۔ یہ نسوانیت سے دور ہو رہی ہیں ان کے دم سے گھر آباد نہیں نہ ان کی گود میں بچے نظر آتے ہیں۔ یہ اور سب کچھ ہونگی لیکن مائیں یا اچھی مائیں نہیں ہیں۔ بس اسی لئے نوع انسان کا مستقبل خطرے میں ہے۔

مغرب زدہ اصحاب کی کوششوں اور مغرب کی اندھی تہذیب کے طفیل ہندوستان میں بھی قدرت کے خلاف بغاوت شروع ہو چکی ہے۔ نئی روشنی کی عورتیں اپنے فرائض کو بھول رہی ہیں۔ نوجوان لڑکیاں، سعادتمند بیٹیاں، اطاعت شعار اور باوفا بیویاں اور قابل مائیں بننے کی بجائے بی اے۔ ایم اے اور وکالت کی ڈگریوں کی مشتاق نظر آ رہی ہیں۔ تقلید مغرب کے اس طوفان میں ہماری بات تو شاید ہی سنی جائے۔ اس لئے اس سلسلے میں ایک مشہور اور قابل امریکن خاتون کے خیالات پیش کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔

مشہور عالم موجد مسٹر ایڈیسن آنجہانی سے کون واقف نہیں ان کی مسز ایڈیسن ایک نہایت ہی قابل اور تجربہ کار خاتون ہیں موصوفہ کا ایک مضمون انگلستان کے اخباروں میں شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے عورتوں کو امور خانہ داری میں پوری دلچسپی لینے کی تلقین کی ہے۔ ان کے خیال میں امور خانہ داری کا انصرام ہی عورتوں کا سب سے بڑا فرض ہے۔ آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ مسز ایڈیسن کوئی قدامت پسند اور تاریک خیال خاتون ہوں گی نہیں وہ تجارتی دنیا میں بھی ایک خاص حیثیت رکھتی ہیں۔ بہت سی تجارتی کمپنیوں کی ڈائرکٹر رہی ہیں۔ اور غالباً اب بھی ہیں۔ چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں:۔

"کچھ عرصہ ہوا۔ میں تجارتی اور اقتصادی معاملات میں اس قدر منہمک ہو گئی کہ میری توجہ امور خانہ داری سے ہٹ گئی میں نے فوراً تجارتی سرگرمیوں سے قطع تعلق کر لیا۔ کئی کمپنیوں کی ڈائرکٹری سے استعفیٰ دیدیا۔ اور گھر کے کام کاج میں ہمہ تن مصروف ہو گئی۔"

عورتوں کے موجودہ مشاغل اور رجحان کی نسبت فرماتی ہیں:

"آج کل عورتیں مردوں کی برابری کرنے کے لئے بیتاب نظر آتی ہیں ان کی خواہش ہے کہ وہ مردوں کی طرح سیاسی مسائل میں دخل دیں۔ ملک کا انتظام کریں۔ اقتصادی اور تجارتی معاملات میں حصہ لیں۔ سائنس اور فلسفہ میں نام پیدا کریں ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر مشرق و مغرب کا سفر کریں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ عورتوں کے لئے گھر کا کام کاج مقدم ہے۔ اور جو عورتیں دنیا کے تمام مسائل سے اپنی توجہ ہٹا کر صرف امور خانہ داری کے انصرام کو حاصل زندگی سمجھ لیتی ہیں وہ دنیا کی بہت بڑی خدمت انجام دیتی ہیں۔"

ضرورت ہے کہ ہمارے مغرب زدہ دوست روشنخیال عورتیں اور کالجوں اور سکولوں میں تعلیم پانیوالی لڑکیاں ان الفاظ کو ذرا غور سے پڑھیں۔ یہ کسی تاریک خیال مشرقی کی بکواس نہیں ایک روشن خیال امریکن عورت کے تجربات ہیں۔

اس کے بعد مسز ایڈیسن لکھتی ہیں:۔

"میرے نزدیک گھر کا کام کاج کرنے میں نہ تو کوئی ذلت ہے اور نہ یہ چیز بالکل بے کیف اور دلچسپیوں سے خالی ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا کام ہے۔ جس کی عظمت کا مقابلہ کوئی دوسرا مشغلہ نہیں کر سکتا۔ بدقسمتی سے بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ برتن دھونے۔ کپڑا سینے، بچوں کی دیکھ بھال کرنے اور کھانا پکانے میں ان کی ذلت ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تمام عورتیں گھر کا کام کاج خود کریں اگر انہیں ملازم رکھنے کی مقدرت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ خود تکلیف اٹھائیں لیکن کم از کم انہیں اتنا ضرور معلوم ہونا چاہیئے کہ کھانا کیونکر کھایا جائے، کس قسم کی غذا صحت کے لئے مفید اور بچوں کی تربیت کے لئے کونسی چیزیں ضروری ہیں۔

ہندوستان کی موجودہ نسل کی وہ عورتیں جو انگریزی کے چند الفاظ پڑھ کر چولھے چوکے سے عدم تعاون کر لیتی ہیں، وہ لڑکیاں جو صرف ڈگریاں حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ کاش ان الفاظ کو پڑھیں اور غور کریں۔

مسز ایڈیسن کی صحیح رائے میں موجودہ ایجادات کی موجودگی میں بھی عورت کے لئے گھر کی چار دیواری کافی وسیع ہے اور گھر کے اندر اس کے لئے بہت سے مشاغل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں:۔

"اکثر عورتیں محض اس لئے امور خانہ داری سے کنارہ کش ہو جاتی ہیں کہ اپنی سرگرمیوں کے لئے گھر کی مختصر دنیا بہت تنگ نظر آتی ہے اور گھر کی دلچسپیاں روز بروز کم ہوتی جاتی ہیں لیکن غور کیا جائے تو عورتوں کے لئے اب بھی گھر کے اندر قابلیت کے جوہر دکھانے کا کافی موقع ہے۔ مثلاً کسی عورت کو نقاشی اور مصوری میں مہارت ہے تو وہ اس مہارت کو گھر کی آرائش میں صرف کر سکتی ہے۔"

آخر میں موصوفہ لکھتی ہیں:۔

"عورت کی سرگرمیوں کا ایک بہت بڑا میدان بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ بچہ کو سکول جانے سے پہلے کئی باتیں سیکھ لینی چاہیئں جو صرف ماں ہی سکھا سکتی ہے۔ دنیا کے متعلق بہتیری باتیں ایسی ہیں جنھیں بچپن میں جان لینا ضروری ہے۔ ماں ہی بچہ کی دیکھ بھال میں دلچسپی نہ لے گی تو اسے کون سکھائے گا۔"

کیا ہندوستان کی وکیل، ممبر کونسل اور لیکچرار بننے والی عورتوں کو اپنے اس اہم اور مقدس فرض کا بھی کچھ احساس ہے؟

ہم ان "مغربی" خیالات پر اپنا "مشرقی" تبصرہ نہیں کرتے تاکہ ہمارے دوست ان کو بلا جھجک مطالعہ کر سکیں اور اگر خدا ان کو توفیق دے تو ان پر ٹھنڈے دل سے غور بھی کریں۔

(کارزار)

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون ٥

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او ست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۷

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت ہیں اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

ایک انگریز کا اشتیاق اسلام - ایک قابل انگریز کو جو لاہور میں سول سروس کے ایک معزز عہدہ پر ممتاز ہے۔ اس کے اشتیاق اسلامی کی وجہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۱۰ مارچ کو دعوت چائے دی۔ جسکے دوران میں اسلام پر بہت دلچسپ گفتگو ہوتی رہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا دل اسلام کے لئے کھول دے۔

پنڈت رودر رانند نے احمدی مبلغین کو مناظرہ کی جو دعوت دی تھی اس کے جواب میں مرزا مظفر بیگ ساطع حسب اعلان ۴ مارچ کو سامانہ پہنچ گئے۔ ۵-۶- مارچ کو پنڈت رودر رانند کا انتظار کیا گیا۔ لیکن وہ تشریف نہ لائے۔ مقامی آریہ سماج کو انہیں بذریعہ تار بلوانے کے لئے کہا گیا۔ لیکن بےسود۔ ہندوؤں نے اس ہزیمت کی وجہ سے دکانیں بند کردیں اور احمدی مبلغ کو اللہ تعالیٰ نے شاندار کامیابی عطا کی۔ اس تمام کیفیت کی مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

وصال - گوجرانوالہ سے ڈاکٹر حسن علی صاحب رقمطراز ہیں۔ قارئین کرام کو یہ سنکر افسوس ہوگا کہ جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے ایک صوفی منش بزرگ استاد فضل الدین صاحب عطار نے بروز جمعہ ۱۱ مارچ کو، صبح کے وقت ملک عدم کی طرف سفر اختیار کیا۔ مرحوم نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی تھی بیعت کرنے کے بعد مرحوم کا تمام کنبہ اور اہل محلہ سخت مخالف ہوگئے۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بوجہ محبت احمدیت مرحوم کو ایک دائمی دماغی صدمہ لاحق ہوگیا۔ آپ کا جوش ایمانی۔ صبر۔ استقلال اخلاق بہت مشہور ہیں۔ عوام الناس میں آپ بہت ہر دلعزیز تھے غربا فقرا، مساکین اور یتامیٰ وغیرہ کی خدمت کرنے میں کسر نہ رکھتے تھے۔ احمدیت کی وجہ سے آپ نے بیسیوں صدمے دیکھے مگر منہ سے اف تک نہ کی۔ علاوہ ازیں آپ کے تین جوان لڑکے دو لڑکیاں۔ بیوی۔ بہو وغیرہ مرگئیں مگر آپ نے صبر و صبر کو ہاتھ سے نہ دیا۔ آپ بہرحال صابر اور خوش تھے احمدی احباب میں آپ کے لئے بڑی عزت و تکریم تھی۔ سب شہری لوگ آپ کو استاد جی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ مرحوم مستجاب الدعوات بھی تھے۔ چنانچہ اکثر لوگ آپ کو دعا کیلئے کہا کرتے تھے۔ مرحوم کے پیچھے اب چار بچے رہ گئے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مرحوم کی مالی مدد کرتی رہی ہے جو امید ہے یتیم بچوں کی تیاری جاری رہے گی۔ تاکہ یہ مرحوم کی عمدہ یادگار بن سکیں۔

سب احباب مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ثواب حاصل کریں۔

سر جلال الدین برنٹن اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ایک غلط بیانی کی تردید

ذیل کا مکتوب جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ۱۲ مارچ کے انقلاب میں شائع ہوا ہے۔ (مدیر)

آپ کے اخبار ۱۰ مارچ ۳۲ء میں "ایک مسلمان" نے زیر عنوان "سر جلال الدین لاڈر برنٹن کی تبلیغی سرگرمیاں" ذیل کے الفاظ لکھے ہیں:- "اس کے بعد آپ نے متعدد دفعہ اپنے عزائم کی طرف بعض مسلم اکابر کو متوجہ کیا اور انہیں کہا کہ تبلیغ اسلام میں ان کی امداد کریں۔ لیکن افسوس ہے مسلمانوں نے آپ کے کام کی اہمیت اور ضرورت کا اقرار کرنے کے باوجود آپکی اب تک امداد نہیں کی"

اس کے متعلق میں چند واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وسط دسمبر ۳۱ء میں جب ہماری ان سے ملاقات ہوئی تو ہم نے انہیں اپنی دیگر تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ جو ہم ہند و ممالک غیر میں کررہے ہیں اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کے کام کے حالات گوش گزار کئے اور ان سے کہا گیا کہ چونکہ خود انہیں بھی اس کام سے دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ہم سے ملکر یہ کام کریں۔ بہت سا انگریزی اسلامی لٹریچر بھی انہیں مطالعہ کے لئے دیا گیا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ وہ سوچ کر ان امور کا جواب دیں گے۔ چنانچہ جنوری ۳۲ء میں انہوں نے ہم سے ملکر کام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس پر ان سے ان کے ذاتی اخراجات وغیرہ دریافت کئے گئے۔ اور ان کی حسب منشا انجمن نے ان کے سارے ذاتی اخراجات مع سفر خرچ و مکان اور ایک ہمراہی عالم دین کے منظور کرکے انہیں اطلاع دیدی۔ کچھ عرصہ خاموش رہنے کے بعد ان کا آخری خط فروری ۳۲ء میں وصول ہوا۔ کہ وہ ہماری انجمن کے ساتھ مل کر تبلیغ اسلام کا کام اچھوتوں میں نہیں کرسکتے۔ بس معاملہ یہاں ختم ہوگیا اب اس پر یہ شائع کرنا کہ مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے کام میں ان کی امداد نہیں کی کہاں تک صحیح ہے۔ ہماری انجمن چاہتی تھی کہ وہ ان کے تمام اخراجات برداشت کرکے کسی نظام کے ماتحت تبلیغ اسلام کا کام ان سے لے۔ لیکن یہ مشکل ہے کہ بغیر نظام کے کوئی مفید نتیجہ نکل سکے۔ موجودہ سرے نو مسلم صاحب ان کے شریک کار ہیں خود انہوں نے اتنے سالوں میں اسلام اور مسلمانوں کی کونسی عملی خدمت کی ہے۔ محض لیکچروں سے جو دین سے ناواقف نو مسلم دیں اسلام اور مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ مسلمان روپیہ اور ہر امداد دینے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ کام کرنے والے کسی نظام کے ماتحت ہوکر کوئی عملی کام شروع کریں۔

خاکسار

محمد منظور الٰہی

آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا

شیخ غلام حسین صاحب محلہ چیچو سیالکوٹ

(گزشتہ سے پیوستہ)

۶ر اکتوبر ۱۹۳۱ء کے اخبار الفضل میں مسئلہ ولادت مسیح علیہ السلام کے متعلق مولوی اللہ دتہ صاحب مولوی فاضل کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد الفضل کے ایک دو پرچوں میں اس مضمون کا کوئی ذکر نہ ہوا۔ اس لئے ہم نے خیال کیا کہ مولوی صاحب کا مضمون ختم ہو چکا ہے۔ چنانچہ ہم نے ۶ر تاریخ والے پرچے کا جواب لکھکر بغرض اشاعت "پیغام صلح" میں بھیجدیا۔ جو شائع ہو چکا ہے۔ مگر ۱۳ر اکتوبر کے الفضل میں مولوی صاحب مذکور کا مزید مضمون اسی عنوان سے نکلا ہے اس لئے سلسلہ مضمون کے لحاظ سے تقابل ضروری ہے۔ لہذا سطور ذیل میں باقیماندہ مضمون پر تنقید کی جاتی ہے

صرف والدہ کا ذکر کیوں کیا گیا؟

مولوی صاحب نے تیسری دلیل میں دو آیات اپنے دعوے کے اثبات میں لکھی ہیں ایک برا بوالدتی، اور دوسری لعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک اور ہر دو آیات سے استدلال یہ کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے والا ہوں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح اپنی والدہ ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ والد کا ذکر نہیں کرتے۔ دوم اللہ تعالیٰ بھی ان کی والدہ تک ہی نعمت یاد دلاتا ہے۔ والد کا ذکر نہیں کرتا۔ یہ ایک مغالطہ ہے جو مولوی صاحب کو دونوں آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے لگا ہے۔ اگر وہ لکھتے وقت واقعات پر توجہ فرما لیتے تو اس غلطی میں نہ پھنستے۔ مولوی صاحب کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسائیوں کی طرح مسیح علیہ السلام کی زندگی کو واقعات صلیب تک ختم سمجھتے ہیں۔ بیشک جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کو واقعہ صلیب تک محدود سمجھتا ہے اس کے سامنے نعما کا تو کیا ذکر وہ تو حضرت ممدوح اور ان کی والدہ کو مصائب و آلام کا تختہ مشق دیکھتا ہے۔ مگر ان بزرگوں کی سوانح کا سلسلہ یہیں پر بس نہیں ہوتا۔ بلکہ دور تک پہنچتا ہے اگر جملہ حالات پر ان کی نظر ہوتی تو ان کو ایسے اشکال کا سامنا ہرگز نہ ہوتا۔

حضرت مسیح موعود نے نکاح تسلیم کیا ہی

ان کی ٹھوکر کی وجہ زیادہ تر یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ان کے دماغ میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ اس معاملہ میں حضرت مسیح موعود کا مذہب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ یہ مان لینے کے بعد وہ ہر جزئی واقعہ سے خواہ اس میں حضرت صاحب نے ان کی رائے کے خلاف لکھا ہو انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت مرزا صاحبؑ نے متعدد مقامات پر صریح طور سے لکھا ہے کہ حضرت مریمؑ کا نکاح یوسف سے ہوا تھا۔ مگر مولوی صاحب کنایۃً بھی اس کا ذکر نہیں فرماتے اگر ان کو اس بات کا اعتراف ہوتا تو اس قسم کے اعتراض کا حل نہایت آسان تھا۔ بھلا جس حالت میں حضرت مسیح موعود نے یہ تسلیم فرمایا ہے کہ مریمؑ کا نکاح یوسف سے ہوا تھا۔ گو حضرت مسیح آپ کے خیال کے مطابق یوسف کے نطفے سے پیدا نہیں ہوئے تھے تب بھی بلحاظ تعلق مادری جب ماں کے ساتھ ان کو نیکی کرنے کا حکم ہوا۔ اس وقت حضرت مریم کے شوہر سے کسی سلوک کے ذکر کا نہ ہونا کن معنوں پر محمول کیا جائے۔ مولوی صاحب سے اس سوال کے جواب کی توقع کرنا فضول ہے۔

یوسف واقعہ صلیب سے پہلے مر چکا تھا

اس مشکل کے حل کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت کا اپنی والدہ سے حسن سلوک اور ان دونوں پر نعمائے الٰہی کا نزول ہجرت کے زمانہ کے بعد کے واقعات تسلیم کئے جائیں۔ اس وقت جبکہ یوسف وفات پا چکا تھا حضرت مسیح موعود نے الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۲ء میں بحوالہ تحریر ایک یہودی فاضل تحریر فرمایا ہے۔ کہ حضرت مریم کا نکاح یوسف کے ساتھ بڑھاپے کی حالت میں ہوا تھا۔ دوم واقعہ صلیب کے وقت حضرت مسیح اپنی والدہ کو جن الفاظ کے ساتھ اپنے شاگرد کو سپرد فرماتے ہیں۔ اس سے اس حقیقت کا کما حقہ انکشاف ہو جاتا ہے چنانچہ یوحنا کی انجیل میں اس طرح لکھا ہے۔ "اور یسوع کی صلیب کے پاس اس کی ماں اور اس کی ماں کی بہن مریم کلوپاس کی بیوی اور مریم مگدلینی کھڑی تھیں یسوع نے اپنی ماں اور اس کے شاگرد کو جس سے محبت رکھتا تھا پاس کھڑے دیکھکر ماں سے کہا کہ اے عورت دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے۔ پھر شاگرد سے کہا دیکھ تیری ماں یہ ہے۔ اور اسی وقت سے وہ شاگرد اسے اپنے گھر لے گیا۔"

اس سپردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف مر چکا تھا۔ اگر اس وقت یوسف زندہ ہوتا اور کسی دیگر مقام پر ہوتا تو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ میری والدہ کو یوسف کے پاس پہنچا دینا۔ اس واقعہ سے پایا جاتا ہے کہ یوسف اس وقت فوت ہو چکا تھا۔ ورنہ بعد میں عیسائی لٹریچر یا دیگر واقعات تاریخی سے یوسف کی زندگی کے متعلق ضرور کہیں نہ کہیں مذکور ہوتا مگر اپنے اور بیگانے سب اس کے حالات بیان کرنے سے ساکت ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی جہاں حضرت مسیح کی کشمیر میں آمد کا ذکر فرمایا ہے وہاں حضرت مریم کی معیت کا تو ذکر ہے مگر یوسف کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ سب حالات اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ فی الواقعہ ہجرت کے وقت زندہ نہ تھے بلکہ مر چکے تھے۔ پس ایسی حالت میں حضرت مریم کے ساتھ جو سلوک حضرت مسیح کا یا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ اس کا ذکر مجردانہ حالت میں صرف حضرت مریم کو مخاطب کرکے ہونا چاہیئے نہ کہ متحدانہ۔ پس اس تجرید کی حالت کو سامنے رکھکر برا بوالدتی اور اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک کے ارشاد کیسے صحیح اور درست معلوم ہوتے ہیں:۔

نعمائے الٰہی کا وقت

اس ضمن میں دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ حضرت مریم اور حضرت ابن مریم پر نعما کا کونسا وقت ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مریم کے حاملہ ہونے سے لیکر واقعہ صلیب مسیح علیہ السلام تک دونوں ماں بیٹوں پر نعما کا تو کیا ذکر ان پر تو مشکلات اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ نکاح کا مشکلات کی حالت میں ہونا۔ حمل کی حالت میں والدین کا ایک لمبا سفر اختیار کرکے ناصرہ سے بیت اللحم جانا۔ پردیس میں وضع حمل ہونا جسکے متعلق قرآن کریم میں ہے یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیاً منسیاً ولادت کی خبر سن کر ہیرودیس کا بچوں کو مروانے کا حکم جاری کرنا۔ والدین کا مسیح کو لیکر مصر بھاگنا۔ واپسی پر واقعہ صلیب کا پیش آنا فرمایئے اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک کا اس وقت تک موقعہ کب پیش آیا۔ یہ اقبال اور عزت کا زمانہ حضرت مسیح اور حضرت مریم کو واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں ہجرت کر آنے کے بعد میسر آیا جیسا سب احمدیوں کا اعتقاد اور یقین ہے۔ یہی تنگی کے بعد فراخی کا زمانہ ہے جس میں نعمائے الٰہی کا ان مقدسوں پر نزول در نزول ہوا اسی کے متعلق ارشاد ہے۔ لعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک۔ چونکہ یوسف کی زندگی مصائب کے زمانہ تک محدود رہی ہے اس لئے نعما کا ذکر کرتے ہوئے ان کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔

برا بوالدتی میں انجیل کی تردید ہے

دوم برا بوالدتی کی توجیہ ایک اور رنگ میں بھی ہو سکتی ہے جو نہایت لطیف ہے اور وہ اس طرح پر ہے کہ برا بوالدتی کہنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت مسیح اپنی والدہ سے گستاخانہ پیش آیا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ ہی رہا تھا تو دیکھو اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے باتیں کرنی چاہتے تھے۔ کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے باتیں کرنی چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کے جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی۔ اور شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور بھائی یہ ہیں"

(متی ۱۲/ ۴۶-۵۰ مرقس ۳/ ۳۱-۳۵ لوقا ۸/ ۱۹-۲۱)

اس سے بڑھ کر یوحنا کی انجیل میں ہے "تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی۔ اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے ہو چکی۔ یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔ (یوحنا باب ۲)

پس خدا نے قرآن کریم میں ان جھوٹے الزامات کی یہ کہکر تردید فرمائی کہ برا بوالدتی۔ یہ ایک علمی تفسیر ہے۔ آپ اس کے مقابلہ میں زمانہ فیج الاعوج کی تفاسیر پیش کر رہے ہیں۔ جن کے متعلق حضرت نبی کریم کا ارشاد ہے کہ لیسو منی ولست منھم۔

نعمت نبوت و محدثیت

تیسری توجیہ یہ بھی ہے جو نہایت لطیف ہے کہ اس مقام پر

(باقی بر صفحہ ۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۷

دنیا کا سب سے بڑا معلم

ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کا ایک بے بنیاد دعوےٰ

ہمارے ایک دوست نے ۲ مارچ ۳۲ء کے "ٹریبیون" کے حسب ذیل فقرات کی طرف جو ایک نامہ نگار کی طرف سے لکھے گئے ہیں ہمیں توجہ دلائی ہے:-

"سہج دھاریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے دھرم پر پختہ رہیں اور اپنی دھرم شالاؤں کو قدیم اور اصلی دھرم کا مقام بنائے رکھیں جیسا کہ گورو نانک نے تعلیم دی ہے۔ جن کو ابھی گزشتہ ماہ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے دنیا کے تین سب سے بڑے معلمین میں سے قرار دیا ہے۔ باقی دو معلم (جن کو ڈاکٹر صاحب کی نظر میں بڑا ہونے کا فخر حاصل ہے۔) بدھ اور مسیح ہیں"

ڈاکٹر گوکل چند نارنگ (وزیر لوکل سلف گورنمنٹ) کا جو ایک کٹر آریہ سماجی ہیں اصل اعلان ہمارے سامنے نہیں تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ کن وجوہ و دلائل کی بنا پر انہوں نے مہاتما بدھ حضرت مسیح اور گورو نانک کو دنیا کے بزرگ ترین معلم قرار دیا ہے۔ جہاں تک واقعات وحالات کا تعلق ہے۔ کوئی ایسی خصوصیت ان تینوں بزرگوں میں نظر نہیں آتی۔ جو مصلحین عالم میں انہیں اس بلند ترین مقام پر کھڑے کرنے کا موجب ہو۔ انکی نیکی اور راستبازی بیشک قابل ستائش ہے۔ ان کا اصلاح خلق کا کام بے شک قابل تعریف ہے۔ لیکن دوسرے مصلحین عالم سے بڑھکر انہیں کوئی بلند درجہ حاصل نہیں ان کی تعلیم ان کا دائرۂ اصلاح بہت ہی محدود ہے اور کبھی تمام دنیا کے معلم اعظم ہونے کا دعوےٰ انہوں نے نہیں کیا۔ کیا جناب مسیح نے صاف طور پر یہ نہیں فرمایا کہ:-

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی ۱۵: ۲۴)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور اس لحاظ سے ایک قومی نبی سے بڑھکر ان کا مرتبہ نہیں۔ اگر انہیں دنیا کا سب سے بڑا معلم قرار دیا جائے تو ان کی اس تعلیم کو کیا کہا جائے گا۔ جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لیجائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"

(متی ۵: ۳۸ تا ۴۱)

کیا یہ تعلیم آج قابل عمل ہے؟ کیا دنیا کا سب سے بڑا معلم اس قسم کی تعلیم دنیا کو دے سکتا ہے۔ جس میں شریر کا مقابلہ تو ایک طرف اس کے مظالم کا اپنے آپ کو تختۂ مشق بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ کیا ڈاکٹر نارنگ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسرا بھی آگے کردینے کے روادار ہیں۔ کیا وہ بیگار میں دو کوس تو کیا نصف کوس بھی جانے کے لئے تیار ہوں گے؟ اور جو شخص زبردستی ان سے کرتہ چھیننا چاہے اسے اپنا کوٹ بھی اتار دینا پسند کریں گے۔ یا اسے سید ھا جیل ہی کی سیر کرائیں گے؟ تعجب ہے کہ ایسی ناقابل عمل تعلیم کے ہوتے ہوئے جو خاص ضروریات کے ماتحت خاص حالات میں دی گئی تھی۔ مسیح کو دنیا کا سب سے بڑا معلم قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو سب سے بڑا قرار دینے کے لئے تیار نہیں اور اپنے بعد کسی اور قابل انسان کے آنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور صاف فرماتے ہیں کہ:-

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب وہ یعنے سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھلائے گا"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جناب مسیح خود اپنی تعلیم کو ناقص اور ادھوری سمجھتے تھے اور اپنے بعد کسی اور بزرگ تر ہستی کے آنے کے قائل تھے جو کامل تعلیم دے سکے۔

ایسی حالت میں انہیں دنیا کا سب سے بڑا معلم قرار دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟

دوسرا بزرگترین معلم ڈاکٹر نارنگ کے نزدیک مہاتما بدھ ہیں۔ کیا بدھ کی تعلیم زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق ہے؟ کیا ڈاکٹر نارنگ نروان حاصل کرنے کے لئے دنیا ومافیہا کو چھوڑکر "الوار آلی"، کی مفروضہ آگ میں بھسم ہونے کے لئے تیار ہیں؟ کیا نروان کے اس چرخہ کو جو متبعین بدھ مذہب کی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ ڈاکٹر نارنگ گھمانا پسند کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو حیرت ہے کہ مہاتما بدھ کو دنیا کا واحد اور سب سے بڑا معلم انہوں نے کس منہ سے قرار دیا ہے؟

تیسرا سب سے بڑا معلم ڈاکٹر نارنگ نے گورو نانک کو بتایا ہے۔ حالانکہ ان کا اصلاحی کام جناب مسیح اور مہاتما بدھ سے بھی زیادہ محدود تھے۔ انہوں نے کوئی نئی تعلیم دنیا کو نہیں دی بلکہ اسلام ہی کی پیروی پر زور دیا۔ ان کی تمام تعلیم کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اسلام، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، پر عملدرآمد ہی کو نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلعم کی قدوسیت پر خاص زور دیا۔ اور تمام پیر پیغمبر اور شہدا و صالحین سے بڑھکر آپ کا مرتبہ بتایا اور آپ کی متابعت کو ضروری ٹھیرایا ہے

پیر پیغمبر، سالک شہدے اور شہید
شیخ مشایخ قاضی ملاں درویش سعید
برکت تنکی اگلے جو پڑھتے رہن درود

(آد گرنتھ۔ چھوٹا سائز صفحہ ۱۳۰)

بابا نانک نے ہندوؤں کے دیوتاؤں، برہما، وشن مہیش اور مہا دیو سب کے مہاگرو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو بتایا ہے (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۰۶ سطر ۲۳) اور جو لوگ آپ کو یاد نہیں کرتے انہیں دوزخ کا ایندھن قرار دیا ہے۔

اٹھے پہر بھوندے رہن کھاون سندڑے رسول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چیت نہ آوے رسول

(گرنتھ صاحب صفحہ ۲۹۷)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود گورو نانک دنیا کا سب سے بڑا معلم اپنے آپ کو نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے تھے۔ اور فی الحقیقت اگر اس عالمگیر تعلیم کو دیکھا جائے جو آنحضرت صلعم نے دنیا کو دی۔ اگر اس انقلاب عظیم پر نظر ڈالی جائے جو ایک بیس سال کے عرصہ میں تمام عرب میں اور نصف صدی کے اندر اندر دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں (روم اور ایران) کے اندر اسلام نے پیدا کیا۔ اور اس سے بھی بڑھکر مغرب اقصےٰ اور سپین تک پہنچکر یورپ کی قرون مظلمہ کو نور علم سے منور کیا۔ اگر اس روحانیت اور زہد وتقوےٰ کو دیکھا جائے جو عرب کے وحشیوں کو پرلے درجہ کی حیوانیت سے نکالکر ان کے اندر پیدا کیا۔ اگر ان اخلاق عالیہ پر نظر ڈالی جائے۔ جن کا درس انہوں نے دنیا کے عظیم الشان راہبروں اور مقدسین کو دیا۔ اور اس ظلمتکدۂ عالم کو ہر قسم کے فتنہ وفساد سے پاک کرکے علم ورحمت کا گہوارہ بنادیا۔ تو یہ کہنا غیر حق بجانب نہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا معلم اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے عیسائیت رومن امپائر کے زیر اقتدار ہر قسم کے سازوسامان سے مسلح ہوکر عرب کی اصلاح کی کوشش کرتی ہے۔ یہودیت اپنا پورا زور لگاتی ہے۔ لیکن ظلمت وفساد کے اس بحر عظیم میں اتنی بھی حرکت پیدا نہیں ہوتی جتنی ایک دریا کے اندر تنکا پھینکنے سے ہوسکتی ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم

جب توحید کا پیغام لیکر کھڑے ہوتے ہیں۔ تو اس قدر تلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اس سے پیشتر کبھی دنیا میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ ایک بیس سال کے عرصہ میں عرب کا زمین و آسمان بدل جاتا ہے۔ وہی عرب جو ذلیل سے ذلیل بت پرستی میں مبتلا تھے۔ تفرق و تشتت کے تباہ کن مرض میں گرفتار رہتے۔ تمدن و معاشرت کی بدترین بیماریوں میں گھرے ہوئے تھے۔ توہم پرستی ان کا شعار تھے۔ اور نور علم سے منور ہونے کے بجائے امی کہلانے میں انھیں فخر تھا ان کو توحید کے اس اعلےٰ مقام پر کھڑا کیا جہاں پہنچکر ہر قسم کے شرک و بت پرستی سے وہ آزاد ہو گئے۔ ایک خدا پر ایمان کے ساتھ تمام نسل انسانی کی اخوت کا جذبہ ان کے دلوں کے اندر پیدا ہو گیا۔ اور اسی پیغام کو لے کر وہ دنیا کے معلم بن کر نکلے۔ تمدن و معاشرت میں، اخلاق و روحانیت میں۔ اتفاق و اتحاد میں علم و تہذیب میں انہوں نے دنیا کو وہ نمونہ دکھایا۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمتہ للعالمینی کا وہ اثر دنیا کے انتہائی کناروں تک پہنچایا۔ کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ یہی وہ انقلاب عظیم ہے۔ جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسیکلو پیڈیا برٹینیکا کے عیسائی مصنفین کو اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں رہا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم "دنیا کے تمام انبیا اور مذہبی اشخاص میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں" اس "سب سے زیادہ کامیاب انسان" کو چھوڑ کر ان لوگوں کو "سب سے بڑا معلم" قرار دینا جو نہ کسی عالمگیر تعلیم کے حامل ہیں اور نہ کوئی بہت بڑا انقلاب انھوں نے دنیا میں پیدا کیا۔ بلکہ ایک خاص قوم کی بھی اصلاح پورے طور پر وہ نہ کر سکے۔ کہاں کا انصاف اور دانشمندی ہے۔ کیا ڈاکٹر گوکل چند نارنگ اس پر غور کریں گے؟

دینی امتحانات کا سلسلہ

گزشتہ سے گزشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے قوم کی علمی ترقی کے لئے ایک مفید ترین تجویز شائع ہو چکی ہے جس میں علوم دینیہ میں سہ ماہی امتحانات کا سلسلہ شروع کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ تجویز اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت ہی مفید ہے۔ اور قوم کے پڑھے لکھے نوجوانوں کو اس طرف فی الفور توجہ کرنی چاہیئے۔ اور امتحانات میں شمولیت کے لئے اپنے نام فوراً بھیجنے چاہئیں۔

گزشتہ جمعہ (مورخہ ۱۱ر مارچ) کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں دوبارہ اس تجویز کا اعلان کرتے ہوئے قوم کے نوجوانوں کو خاص طور پر شمولیت کی دعوت دی اور بزرگان ملت سے انعامات کے لئے اپیل کی۔ جس پر سابقہ وعدوں سمیت ۱۲۔ اصحاب نے مختلف رقوم کے انعامات دینے کا وعدہ کیا اور ۱۹ نوجوانوں نے بطور امیدوار امتحانات میں شامل ہونے کے لئے نام لکھوائے۔ انعامات دینے والے اصحاب کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) والدہ صاحبہ لیڈی سر عبدالقادر عـہ
(۲) لیڈی سر عبدالقادر عـہ
(۳) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب عـہ
(۴) شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ صہ ر
(۵) خان بہادر میاں غلام رسول صاحب عـہ
(۶) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لعـہ
(۷) چودھری محمد اسمٰعیل صاحب مجسٹریٹ درجہ اول لاہور لعـہ
(۸) ملک غلام محمد صاحب رئیس لاہور لعـہ
(۹) ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر لعـہ
(۱۰) ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم بی بی ایس ریٹائرڈ سول سرجن لعـہ
(۱۱) خلیفہ فضل حسین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی پوسٹماسٹر جنرل صہ ر
(۱۲) حکیم مرزا خدا بخش صاحب صہ ر

بیرونی احباب اور بزرگوں سے التماس ہے کہ وہ بھی اس کار خیر میں جلد شرکت فرما کر اور قوم کے نوجوانوں کو مجوزہ امتحانات میں شریک ہونے کی ترغیب دلا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ کیا ہم امید کریں کہ بیرونی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان اس تحریک کو قوم کے نوجوانوں تک پہنچا کر انھیں امتحانات میں شریک ہونے کی دعوت دیں گے اور ۲۰ر مارچ سے پہلے ان کی فہرست مرتب فرما کر سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں پہنچا دینگے۔ کالجوں کے طالب علموں کو بالخصوص ان امتحانات میں حصہ لینا چاہیئے چونکہ اس وقت کالجوں کے امتحانات بھی شروع ہیں۔ اس لئے خیال ہے کہ تاریخ داخلہ اور پہلے امتحان کی تاریخ (جو ۲۰ر مارچ اور آخر مئی مقرر ہے) کچھ دن آگے ڈال دی جائے لیکن شرکت امتحان کے لئے امیدواروں کے نام فوراً آ جانے چاہئیں۔

تحریک احمدیت فارسی زبان میں

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تازہ تصنیف تحریک احمدیت اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پوزیشن کو اس کی علمی و عملی خدمات کے ذریعہ سے واضح کیا گیا۔ اس کتاب کو خدا کے فضل سے خاص قبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اور ہر طرف سے ایسے خطوط موصول ہو رہے ہیں جن میں اس کتاب کی خوبیوں کا اعتراف کیا گیا ہے اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم کی خواہش کی گئی ہے۔ اس بارہ میں فی الحال جناب عبدالاکبر خاں صاحب تحصیلدار ایبٹ آباد کا اسم گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہے جنھوں نے . . . . یہ تحریک کی ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا جائے۔ آپ نے لکھا ہے کہ:۔

"تحریک احمدیت میں نے مکمل پڑھ لیا ہے۔ نہایت نفیس کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ فارسی میں ہونا از بس ضروری ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ احمدیت کی تبلیغ افغانستان، ایران اور ایک حصہ ترکستان میں بھی ہو سکے ... اس کا کاغذ اور چھپائی اور جلد بندی موجودہ کتاب تحریک احمدیت سے بھی اعلیٰ ہو۔ اگر یہ کتاب چھپ جائے تو اس کی ایک سو جلدیں انشاء اللہ تعالیٰ میں خرید کر مفت تقسیم کر دونگا۔"

ہمارے احباب یہ سنکر خوش ہوں گے کہ خاں صاحب ممدوح کی اس تحریک پر "تحریک احمدیت" کا فارسی ترجمہ شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس کی طباعت کے لئے یہ شرط ہے کہ ۵۰۰ جلدوں کی مفت تقسیم کا انتظام ہو جائے تو کتاب چھپ سکتی ہے۔ اس بارہ میں ہم اپنے سرحدی احباب کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ جن پر فارسی دان ممالک میں تبلیغ کا فرض دوسروں سے بڑھکر عائد ہوتا ہے۔ وہ اگر ذرا سی توجہ سے کام لیں تو پانچسو

اناجیل مروجہ

اور

یسوع کا نسب نامہ

حضرت مسیح موعود نے یسوعی پادریوں کو الزامی جواب دیتے ہوئے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اس کا جو نسب نامہ اناجیل مروجہ میں درج ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی کچھ نانیاں اور دادیاں بدکار تھیں۔ یسوعی صاحبان تو اس پر خاموش رہے کیونکہ یہ امران کے مسلمات میں داخل ہے لیکن چودھویں صدی کے ملانے کب نیچے بیٹھ سکتے تھے انہوں نے حضرت مسیح موعود پر حملے شروع کر دیئے کہ معاذ اللہ آپ قرآن کے مسیح پر ایسے الزامات لگاتے ہیں۔ گو اس کا جواب کئی دفعہ یسوعی صاحبان کی مسلمہ کتب کے حوالوں سے دیا گیا۔ لیکن ملانوں کی شرارت کا خاتمہ ہونے کو نہیں آتا۔ چنانچہ مختلف اخبارات و رسالجات کے ذریعہ سے اسی الزام کو دہرایا جا رہا ہے اور بجائے تحقیقات سے کچھ لکھنے کے ایک دوسرے کی قے کو چاٹ چاٹ کر مزے لے رہے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس معاملہ پر ذرا وضاحت سے لکھا جائے۔

پادری عمادالدین مشہور بدزبان یسوعی نے ایک کتاب تواریخ المسیح لکھی تھی۔ جس کے حصہ اول فصل دوم میں اسی مسئلہ کی توجیہہ کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:۔

(۱) مسیح کے دو نسب نامے کلام اللہ میں لکھے ہیں (متی ۱۔۱ سے ۱۷۔ لوقا ۳۔ ۲۳ سے ۳۸) اور ان دونوں کا علاقہ اس کے جسمانی پاک بدن سے ہے۔ تیسرا نسب نامہ مسیح کا ایک اور ہے۔ جس میں مسیح کی الوہیت کا علاقہ باپ کی الوہیت میں دکھلایا گیا ہے (یوحنا ۱۔ ۱ سے ۵ و ۱۴) اس کا بیان اس کے موقع پر آ جائے گا۔ پہلے دو نسب نامے فی الحقیقت دو ہیں ان کو ایک ہی نسب نامہ بتلانا بیجا تکلف ہے۔ کیونکہ پہلا سلیمانؑ سے یوسفؑ تک آتا ہے۔ اور دوسرا ناتن سے ہیلی تک۔ یا یوسف شرعی فرزند ہیلی تک۔ اگر یہ دونوں نسب نامے یوسف ہی کے ہوں اور ان میں مریم کا نسب نامہ کوئی نہ ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ مسیح کا نسب نامہ کوئی بھی نہیں ہے اس لئے کہ مسیح حقیقتاً ابن یوسف نہیں ہے۔ مجازاً اور شرعاً ابن یوسف ہے اور حقیقتاً وہ ابن مریم ہے جسمانی راہ سے (صـ۱۴ـ تواریخ المسیح حصہ اول)

(۲) ...... مسیح کا علاقہ اپنے نسب ناموں کے ساتھ ویسا علاقہ ہرگز نہیں ہے۔ جیسے سب آدمیوں کا علاقہ اپنے نسب ناموں کے ساتھ ہوا کرتا ہے کیونکہ مسیح بغیر جسمانی باپ کے محض قدرت الٰہی سے پیدا ہوا۔ البتہ والدہ کے خون سے اس نے جسم لیا پس لوقا والے نسب نامہ سے اتنا ہی علاقہ ہے کہ اس نسب کی ایک لڑکی یعنے مبارکہ کنواری بقولہ مریم کے خون سے اس نے اپنا جسم لیا تھا۔ تاکہ جسم کی نسبت داؤد کی نسل سے ہو (صـ۱۵ـ تواریخ المسیح حصہ اول)

(۵) مسیح کے نسب نامہ میں ..... بعض بدنام لوگ بھی ہیں اور ایسے لوگ ۲۲ بادشاہوں میں زیادہ ہیں۔ دنیا کی اقبالمندی میں پھنس کے عیاش اور ظالم ہو گئے تھے۔ (صـ۲ـ)

(۶) عورتوں کے نام نسب ناموں میں لکھنے کا دستور یہودیوں میں نہ تھا۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ متی رسول نے ... تحریک

موعود رسول کون ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود؟

آیت میثاق کی صحیح تفسیر

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

عادت ہی طبیعت ثانی بن جاتی ہے۔ ملت محمودیہ کو کچھ ایسا سا پڑ گیا ہے کہ جو خصوصیت یا فضیلت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن میں مذکور ہے۔ اسے کھینچ تان کر حضرت مرزا صاحب پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ تمام امت محمدیہ میں یہ بات مسلم چلی آتی ہے کہ آیت میثاق النبیین میں جس موعود رسول کے آنے کی بشارت اور اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا کل نبیوں سے عہد لیا گیا ہے۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ بھلا یہ خصوصیت کیسے نظروں سے چھپی رہ جاتی۔ آخر چھوٹے پر چھوٹے۔ عرصہ ہوا، میثاق النبیین کے عنوان سے ایک مضمون الفضل میں بڑی دھوم سے نکل چکا ہے جس میں یہ جتانے کی کوشش کی گئی تھی کہ سورۂ آل عمران کی میثاق النبیین والی آیت میں جس رسول پر ایمان لانے کے متعلق کل نبیوں سے عہد لیا گیا تھا۔ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ تھے بلکہ حضرت مرزا صاحب تھے۔ اور اس پر دلیل یہ دی گئی تھی کہ سورۂ احزاب میں چونکہ میثاق النبیین کے ذکر میں آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے "منک" کا لفظ بھی آگیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود آنحضرت صلعم بھی ان نبیوں میں شامل ہیں جن سے عہد لیا گیا تھا کہ جب کل نبیوں کا موعود رسول آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا ہو، جو آنے والا رسول تھا وہ حضرت مرزا صاحب تھے۔ جن پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا سب کو حکم تھا۔ یہ استدلال جیسا کچھ غلط اور لغو ہے اس بات ہی سے نظر آجائے گا کہ اگر آنحضرت صلعم آج زندہ ہوتے تو وہ اس میثاق کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ اور ان پر ایمان لاتے اور ان کی اتباع کرتے جیسا کہ اسی آیت کی تفسیر میں آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا لوکان موسیٰ و عیسےٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ اور بات بھی صاف ہے خود اس آیت کو پڑھ لو صاف کہہ رہی ہے کہ آنیوالا موعود سب کا متبوع ہوگا۔ اور اس پر ایمان لانا سب کا فرض ہوگا۔ آیت کو پڑھو "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین" اور جب اللہ تعالےٰ نے نبیوں کا عہد لیا اس لئے کہ ضرور تم کو میں نے کتاب اور حکمت سے دیا ہے۔ پھر تمہارے پاس جب وہ عظیم الشان رسول آئے جو **اس کی تصدیق کرنیوالا ہوگا جو تمہارے پاس ہے** تو تم کو ضرور ہی اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور ضرور ہی اس کی مدد کرنی ہوگی۔ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہا پس گواہ رہو اور گواہی دو اور میں تمہارے ساتھ گواہ ہوئے ہوں۔

محمد رسول اللہ ہی رسول موعود ہیں!

اس آیت سے ظاہر ہے کہ نبیوں سے کسی ایسے رسول پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کا اقرار لیا گیا تھا۔ جو **کل نبیوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا**۔ پس اگر وہ موعود رسول ان نبیوں میں سے کسی کی زندگی میں آجاتا تو اس نبی کو چارہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ اس نبی پر ایمان لاتا۔ اور اس کی اتباع کرتا۔ اور اس کے کام میں مدد کرتا۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم نے جو اس آیت میثاق کے موعود ہونے کے مدعی تھے فرمایا کہ اگر موسیٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا انہیں چارہ نہ تھا۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین کے ماتحت ان نبیوں کا ایک کام یہ بھی قرار دیا کہ وہ اس امر پر گواہ بنیں اور اپنی امت کے سامنے گواہی دے جائیں اور وصیت کر جائیں کہ وہ موعود رسول تمام نبیوں کا موعود ہے۔ پس جب وہ رسول آئے تو ان تمام نبیوں کی امتیں اس پر ایمان لائیں اور اس کی اتباع کریں۔ اور اس کے کام میں مدد کریں۔

اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے

اور بات بھی ٹھیک تھی۔ اگر یہ سچ ہے کہ ابتدا میں سب قومیں ایک دوسری سے الگ پڑی ہوئی تھیں اور ان کی استعداد بھی اس قابل نہ تھی کہ اس مکمل ہدایت کو جو انسان کے لئے مقدر تھی برداشت کر سکتیں تو پھر یہ ضروری تھا کہ ہر ایک قوم میں الگ الگ نبی آتے۔ اور ان کی استعدادوں اور ضرورتوں کے مطابق الگ الگ ہدایت اور شریعت لاتے۔ لیکن اگر یہ ضروری تھا کہ جب استعداد انسانی ارتقا کے منازل طے کرکے بلوغت کو پہنچ جائے اور اس قابل ہو جائے کہ مکمل ہدایت کو برداشت کر سکے۔ اور وقت آجائے کہ تمام قومیں آپس میں ملنا شروع ہوں تو پھر ضروری تھا کہ اس وقت ایک ایسا رسول آئے جو کل بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل ہدایت اور شریعت لائے۔ جو ہر قوم اور ہر زمانہ کے لئے ہو۔ تا قوموں کی باہمی منافرت اور مغائرت دور ہو کر ایک عالمگیر اخوت و مساوات قائم ہو اور اس کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ ہر ایک قوم کے نبیوں سے یہ عہد لیا جاتا کہ جب وہ موعود رسول آئے جو دنیا میں قومی مذہبوں کو مٹا کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھے گا تو ہر ایک نبی کا یا اس کی امت کا جو اس موعود رسول کے وقت میں موجود ہو یہ فرض ہوگا کہ اس موعود رسول پر ایمان لائے۔ اور اس کی اتباع کرے۔ اور اس کے اس عظیم الشان کام میں مدد کرے۔ کیونکہ اگر ہر ایک نبی سے یہ عہد نہ لیا جاتا اور ان کی امت کو یہ ہدایت نہ دی جاتی تو ان کے پاس یہ عذر معقول تھا کہ وہ اپنے قومی مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے اور اپنی قومیت سے مختص ہدایات کو چھوڑ کر کسی غیر از قوم شخص کی بات کو نہیں سن سکتے۔ کیونکہ قومیت کی تیج بڑی زبردست ہوتی ہے۔

امن و سلامتی کا مذہب

پس جب مشیت الٰہی یہی تھی کہ نوع انسان جو نفس واحدہ سے پیدا ہوا ہے۔ ایک امت واحدہ کی شکل میں بھائی بھائی بنکر دنیا میں رہے اور ایک دوسرے سے قومی تباغض و تحاسد اور تنافر کا جو باعث فساد و اختلال ہے خاتمہ ہو کر عالمگیر اخوت اور حریت اور مساوات قائم ہو جس سے سچا امن دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو ایک موزوں اور مناسب وقت پر ضروری تھا کہ ان قومی مذاہب کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کو قائم کر دیا جاتا اور اس کے لئے ہر ایک نبی اور اس کی امت کو یہ ہدایت دے دی جاتی کہ وہ ایسے عظیم الشان رسول پر جو نوع انسان کی یہ بہترین خدمت کرنے آئے ایمان لائیں۔ اور اس کی اتباع کریں۔ اور اس کام میں اس کی مدد کریں لیکن ایسے موعود رسول سے جو اس عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالنے کے لئے آنیوالا تھا اس بات کا مطالبہ ضروری تھا کہ وہ ہر قوم کے نبیوں اور ہر قوم کی شریعتوں کی تصدیق کرے یعنی ان نبیوں کو منجانب اللہ اور ان کی اصل تعلیمات کو جو اگرچہ صورت موجودہ میں مسخ شدہ یا بگڑ گئی ہوں مگر ابتدا میں منزل من اللہ ہوں۔ ان کے ماننے کو اپنا اصول دین قرار دے۔ تاکہ ہر ایک قوم کا فرد جب اس عالمگیر مذہب کو قبول کرے تو ساتھ ہی اسے اپنے مذہب کی ہدایات کو افترا علی اللہ اور اپنی قوم کے نبیوں کو مفتری اور کذاب نہ ماننا پڑے۔ بلکہ ان سب کو منجانب اللہ مانتے ہوئے وہ اس عالمگیر مذہب میں منسلک ہو سکے۔ اور دنیا میں اگر کوئی عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس میں یہ اصول بھی ہو۔ ورنہ صرف یہ امر ایک خلاف واقعہ ہوتا کہ دنیا کی کسی خاص قوم کے سوا دوسری قوموں میں کوئی ہدایت نہ آئی۔ جو خدا کی ربوبیت عامہ کے مطلق خلاف ہے۔ بلکہ مختلف قوموں کے افراد پر یہ ایک تکلیف مالایطاق ہوتی۔ کہ وہ کسی ایسے مذہب کو قبول کریں جس کے ماننے سے انہیں اپنے مسلمہ بزرگوں کو شیاطین ماننا پڑے۔ ایسا مذہب بجائے عالمگیر ہونے کے ایک لعنت ہوتا۔

آیت میثاق کی صحیح تفسیر

پس جب آنحضرت صلعم دنیا میں مبعوث ہوئے تو آپ نے ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اور اس میں بطور اصول کے یہ رکھا گیا۔ کہ "یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک" کہ اس مذہب کے ماننے والے اس پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر نازل ہوا اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوا۔ اور "لکل امۃ رسول" اور "لکل قوم ھاد" فرما کر بتا دیا کہ "ہر قوم میں رسول آیا۔ ہر قوم میں ہادی آئے" پس اب جو شخص اس مذہب کو قبول کرتا ہے وہ اپنے بزرگوں کو بھی منجانب اللہ سمجھتا ہے اور اس نے

مذہب کی مکمل اور اعلیٰ تعلیم سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔ برخلاف دوسرے قومی مذاہب کے جو ایک دوسرے کی تصدیق نہیں کرتے۔ اور ایک کو سچا ماننے سے دوسرے کو جھوٹا ماننا لازم آتا ہے۔ **پس عالمگیر مذہب کا یہ بنیادی اصول اس امر کا متقاضی تھا کہ اس مذہب کی بنیاد ڈالنے والے رسول سے بھی یہ عہد لیا جاتا کہ وہ تمام نبیوں اور ان کی لائی ہوئی ہدایتوں کی تصدیق کرے۔** لہذا جب آیت میثاق النبیین میں تمام نبیوں سے عہد لیا گیا کہ اس موعود رسول کے آنے پر ایمان لانا اور اس کی اتباع اور نصرت کرنا ان پر اور ان کی امتوں پر فرض ہے تو وہاں اس موعود رسول سے بھی ان تمام نبیوں کی تصدیق کرنے کا عہد لیا گیا۔ سورہ احزاب میں انہی دو عہدوں کو اس طرح فرمایا " واخذ نا من النبیین میثا قھم ومنك ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسی ابن مریم واخذ نا منھم میثا قا غلیظا " اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے عہد لیا اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسےؑ اور عیسٰیؑ سے عہد لیا اور ان سے بڑا مضبوط عہد لیا " یہاں النبیین میں تمام قومی نبیوں کا ذکر ہے جن سے کوئی عہد لیا گیا ہے۔ یہاں یہ ذکر تو نہیں کہ وہ عہد کیا تھے۔ ان کا عہدوں کا ذکر سورہ آل عمران میں میثاق النبیین والی آیت میں کیا ہے۔ مگر اس جگہ سے یہ پتہ خود لگتا ہے کہ تمام نبیوں سے آپ کا عہد مختلف تھا۔ اسی لئے آپ کے عہد کو الگ ذکر کیا۔

رسول اللہ کا عہد دوسرے انبیاء سے الگ تھا

اگر آپ کا اور ان نبیوں کا عہد ایک تھا اور اسی عہد میں آپ بھی شامل تھے جس میں دوسرے سب نبی شامل تھے۔ تو جب منك فرما کر رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر لیا تھا تو پھر **اخذنا منھم میثاقا غلیظا میں ضمیر غائب منھم نہ ہونی چاہیئے تھی بلکہ ضمیر مخاطب کا ہونا لازمی تھا یعنے بجائے منھم کے منك ہوتا** یعنے ہم نے تم سب سے بڑا پختہ عہد لیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے تمام نبیوں کو صیغہ غائب میں فرمانا کہ ہم نے ان سب نبیوں سے بڑا پختہ عہد لیا تھا صاف بتاتا ہے کہ ان کا کوئی اور عہد تھا اور آپ کا کوئی اور عہد تھا جس کا میثاقا غلیظا میں ذکر نہیں۔ جن سے میثاقا غلیظا والا عہد لیا گیا ان کے لئے ضمیر غائب استعمال کر کے انہیں رسول اللہ صلعم سے الگ کر دیا۔ البتہ اس عہد کی اہمیت کا تقاضا تھا۔ کہ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسٰےؑ کا ذکر بالخصوص کر دیا جاتا اور ان نبیوں کا خصوصیت سے ذکر کر کے اور اخذ نا منھم میثاقا غلیظا کے ماتحت اس میثاق میں ان کا شامل ہونا خاص طور پر جتلا کر یہ ظاہر کر دیا جاتا کہ ان تمام انبیاء سے باوجود ان کی عظمت و شوکت اور ایک بڑی امت اور نسل کے روحانی پیشوا ہونے کے اس موعود رسول پر ایمان لانے اور اتباع کرنے اور اس کی مدد کرنے کا اسی طرح عہد لیا گیا۔ جس طرح دوسرے قومی نبیوں سے اور عہد بھی میثاقا غلیظا۔ نہایت پختہ عہد۔ کہ اس موعود کو ماننے کے سوا چارہ نہیں۔

عہد کیا تھے ؟

وہ عہد جو میثاقا غلیظا کے ماتحت کل قومی نبیوں سے لیا گیا کیا تھا ؟ اس کا ذکر سورہ آل عمران میں میثاق النبیین والی آیت میں ہے کہ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ یعنے جب وہ موعود رسول آئے تو تم سب اس پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو۔ اسی طرح موعود رسول سے جو عہد لیا گیا تھا جس کا ذکر منك میں کیا تھا وہ کیا تھا وہ کیا تھا ؟ وہ مصدق لما معکم میں مذکور ہے۔ یعنے **تمام گزشتہ نبیوں کی تصدیق کرنے کا عہد تھا۔ گویا جہاں تمام قومی نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس آنے والے موعود نبی کی تصدیق کریں وہاں اس آنے والے موعود نبی سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ ان تمام گزشتہ نبیوں کی تصدیق کرے۔** اب خدا کے لئے بتاؤ کہ یہ کون تھا جس نے کل نبیوں کی تصدیق کی۔ کیا یہ وہی نہ تھا۔ جو قرآن لایا۔ جس نے لکل امۃ رسول فرما کر تمام دنیا کے نبیوں کی تصدیق کی۔ اور جس نے اپنے مذہب کے ایمانیات میں بطور اصول کے یہ بات رکھی کہ ما انزل الیک وما انزل من قبلك پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے یعنے ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ نہ صرف آپ پر نازل شدہ کتاب کو مانے بلکہ کل گزشتہ نبیوں کی وحی پر ایمان لائے۔ آخر واقعات سے کس طرح آنکھیں بند کر لی جائیں۔ کیا یہ جناب محمد رسول اللہ صلعم ہی نہ تھے۔ جنھوں نے عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالتے ہوئے دنیا میں اس " عالمگیر " اصول " کو قائم کیا۔ کیا ہم یہ مانیں کہ یہ عالمگیر اصول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی میں نازل نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت مرزا صاحب کی وحی میں نازل ہوا تھا۔ جو سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اور کیا ہم یہ مانیں کہ اگر محمد رسول اللہ آج زندہ ہوتے تو آپؐ کو سوائے اس کے چارہ نہ ہوتا کہ وہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان لاتے۔ اور ان کے ہاتھ پر جا کر بیعت کرتے اور ان کی اتباع کرتے اور ان کے کام میں مدد کرتے۔ جس طرح کہ حضرت محمد رسول اللہ نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا تھا کہ اگر موسٰیؑ اور عیسٰےؑ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ دیکھا ! کہاں سے کہاں پہنچ گئے ؛ یہ ہوتا ہے غلو کا نتیجہ !

حضرت مرزا صاحب کا مذہب

اور مزہ یہ ہے کہ وہ شخص جسے اس آیت کا مصداق بتایا جاتا ہے یعنی خود جناب مسیح موعود حضرت مرزا صاحب وہ آخر دم تک اس آیت کا مصداق آنحضرت صلعم کو سمجھتے اور لکھتے رہے۔ کیا کمال ہے کہ خود موعود کو پتہ نہ لگا کہ اس آیت کا مصداق میں ہوں۔ ایک دفعہ قادیانی بزرگوں سے سنا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کو پہلے نبوت کا پتہ نہ لگتا تھا۔ لیکن پیچھے آ کر پتہ لگ گیا تھا۔ مگر اس آیت کا مصداق ہونے کا تو آخر وقت تک پتہ نہ لگا۔ البتہ یہ سعادت بعض قادیانی بزرگوں کے حصہ میں آئی جنھیں آپ کی وفات کے بہت عرصہ بعد اس کا پتہ لگا۔ جنیمت ہے کہ آخر کار پتہ لگ گیا۔ مگر خود حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب نہ تھا۔ حاشا وکلا یہ مذہب نہ تھا ! ان کا دامن ان خرافات اور لغویات سے پاک ہے۔ وہ خود حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔ صفحہ ۱۳۰ :۔

" قولہ تعالیٰ :۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (الجزو ۳/۱۲) (ترجمہ)

" اور یاد کر جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دونگا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ کیا تم نے اقرار کیا اور اس عہد پر استوار ہو گئے۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ تب خدا نے فرمایا کہ اب اپنے اقرار کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ انبیا تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے۔ یہ حکم ہر نبی کی امت کے لئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہوگا

اب تبلائیں میاں عبد الحکیم خان نیم ملا خطرۂ ایمان کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کرے گا جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری کے قائل ہیں " ڈاکٹر عبد الحکیم خان اس بات کا قائل تھا کہ نجات کے لئے توحید کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اسے حضرت مرزا صاحب اسی آیت میثاق النبیین کو پیش کر کے قائل کر رہے ہیں۔ کہ دیکھو اس آیت کی رو سے ہر نبی کی امت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اب فرمایئے کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک تمام نبیوں کے موعود کیا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یا خود وہ آپ ؟ اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو یہ کتنی بڑی گستاخی اور کیسی خطرناک جرأت ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کو اس کرسی سے اتار کر انؐ کے غلام کو اس پر بٹھایا جائے اور خود حضرت مرزا صاحب پر کس قدر افترا اور بہتان ہے کہ اس مقدس انسان کی طرف ایسا غلط دعوے منسوب کیا جائے۔

ضروری اعلان

تمام بیرونی جماعتوں کو اپنے چندوں کی رقم ہر مہینے کی ۱۵ تاریخ تک مرکز میں بھجوا دینی چاہیئے اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن پر تفصیل مدات لکھکر مکمل تفصیل مطبوعہ فارم پر جو مرکز سے بھیجے جا چکے ہیں بھجوانی چاہیئے اس کے ساتھ مثنیٰ رسیدات بھی شامل ہوں بعض جگہ رقم اگرچہ وقت پر وصول ہو جاتی ہے لیکن مرکز میں وہ اس ماہ نہیں پہنچتی اس قسم کی بے قاعدگیوں کی اصلاح مقامی عہدیداروں کو کرانے کا خود خیال رکھنا چاہیئے ورنہ مرکز میں بقایا نظر آنے سے خاص انتظام تک نوبت پہنچانی پڑتی ہے۔

(محمد دین جان)
(افسر تحصیل و تبلیغ)

(بقیہ صفحہ ۲)

نعمت سے مراد نعمت نبوۃ اور محدثیت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام تو عہدۂ نبوت پر فائز ہوئے۔ اور ان کی والدہ کو خدا تعالیٰ نے مرتبہ محدثیت یا صدیقیہ کا عطا فرمایا جیسا کہ فرمایا کہ وامہ صدیقۃ۔ اب اگر باپ ان مدارج عالیہ تک نہیں پہنچ سکا تو اس کا ذکر کس طرح کیا جاتا۔ اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک کی یہ بھی ایک عمدہ تفسیر ہے۔

مسیح کو ابن مریم کیوں کہا گیا؟

چوتھی دلیل کو اس طرح پر دلیل کا رتبہ دیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں اکثر جگہ پر حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن مریم ہی قرار دیا ہے۔ اس طریق سے قرآن پاک کا یہی منشا ہے کہ وہ ان کو بے باپ قرار دے۔

ہمارے خیال میں اس دلیل کو دلیل نمبر سوم کے ساتھ ہی اگر رکھا جاتا تو مناسب تھا۔ کیونکہ نمبر سوم میں ہی وبرا بوالدتی اور اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک کے الفاظ موجود تھے۔ انہی آیات کے ساتھ اگر ابن مریم کو بھی شامل کر لیا جاتا تو ہر سہ آیات کا نتیجہ یکساں تھا۔ ہاں شاید اس صورت میں نمبر شمار میں اضافہ نہ ہو سکتا تھا۔ بہر حال سپینئے متکلم کو اختیار ہے کہ مخاطب کو خواہ ماں کی نسبت سے منسوب کرے یا باپ کی طرف سے۔ ہاں مخاطبت عموماً عظمت اور شہرت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اگر ماں کی ذات میں یہ نسبت باپ کے شرف اور بزرگی زیادہ ہے تو بچہ ماں کے نام پر منسوب ہوگا۔ اس کی مثالیں قریباً ہر ایک جگہ موجود ہیں۔ اور عام مثالوں سے اگر قطع نظر کی جائے تو خاص مثالیں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مثلاً شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ملکہ معظمہ کی طرف سے اور والئی بھوپال رانی؛ والدہ ماجدہ کے نام پر مشہور ہیں۔ یہی حال بنی فاطمہ کا ہے۔ قرآن شریف نے بھی اس اسلوب کو اختیار فرمایا ہے۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کو یا ابن ام کہکر مخاطب فرماتے ہیں۔ سورہ احزاب اور کئی ایک جگہ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ کی والدہ کو ان کے خاوند کی طرف سے نہیں بلکہ حضرت موسیٰ کی طرف سے نسبت دیکے اُمِّ موسیٰ ہی کہدیتا ہے۔ تو کیا ابن ام یا ام موسیٰ یا بنی فاطمہ اور ابن تیمیہ کہدینے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سب لوگ بن باپ تھے نہیں، بلکہ یہ ایک طرز کلام ہے۔ گویا جس طرح دنیا میں بچوں کو باپ کی طرف منسوب کرنے کا دستور اور رواج ہے۔ ویسا ہی ماں کے نام سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی بزرگ کسی بچہ کو ماں کے نام پر مخاطب کرنے سے اس کو بغیر باپ تصور کرتا ہے۔ تو پھر اس طرح باپ کی طرف منسوب ہونے سے بغیر ماں کے ماننا چاہئے۔ ہاں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ نسبت من وجہ ہوتی ہے۔

حضرت مریم کی خصوصیات

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مریم میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے یا نہیں کہ حضرت عیسیٰ ان کی طرف منسوب ہوں۔ قرآن شریف سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مریم میں کئی ایک خصوصیات ایسی ہیں کہ ان کی اولاد ان کے نام پر منسوب ہو۔

اول نسبی شرافت ہے۔ حضرت مریم کا خاندان بلحاظ بزرگی ممتاز تھا۔ حضرت ذکریا اور ان کی بیوی کا حال قرآن کریم میں موجود ہے۔ جو حضرت مریم کے رشتہ دار تھے۔ (۲) حضرت مریم کو دینی خدمت کے لئے وقف کیا گیا۔ (۳) قرآن کریم حضرت مریم کو صدیقہ کے خطاب سے یاد فرماتا ہے (۴) حضرت مریم کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جو ایک عظیم الشان نبی ہوئے ہیں (۵) مذکورہ بالا خصوصیات کے علاوہ قرآن کریم میں حضرت مریم کے حق میں یہ آیت ہے یا مریم ان اللہ اصطفٰک وطہرک واصطفٰک علیٰ نساء العٰلمین (سورہ آل عمران)

ترجمہ:۔ اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بنایا

اور قوموں کی عورتوں سے تجھے چن لیا ہے۔

پس جبکہ یہ ایک تسلیم شدہ صداقت ہے کہ حضرت مریم کو ان کے زمانہ کی تمام عورتوں پر فضیلت اور بزرگی ہے تو ایسی نامور اور برگزیدہ بی بی کی اولاد کو اگر ماں کے نام سے منسوب کیا گیا ہے تو یہ نہایت بجا اور درست ہے۔ مگر اس سے حضرت مسیح کو باپ کا مولود تسلیم کرنا اسلوب کلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے

مسیح موعود اور ابن مریم

اگر اس سے بھی تسکین خاطر نہ ہو تو حضرت مسیح موعود کا ایک حوالہ سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں صرف دو گروہ ہیں ایک وہ جو آسمان پر ابن مریم کہلاتے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو آسمان پر یہود مغضوب علیہم کہلاتے ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۳)

مزید اطمینان کے لئے حضرت اقدس کا ایک الہام نقل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ حضور کو ابن مریم کے نام سے مخاطب فرماتا ہے:۔

جعلناک المسیح ابن مریم

ابن مریم کہنے سے اگر کوئی شخص بغیر باپ کے بن جاتا ہے تو پھر مولوی صاحب حضرت صاحب کو بھی بغیر باپ قرار دیں۔ ورنہ یہ دلیل باطل ہے۔

آدم کے ساتھ مشابہت

اسی ضمن میں مولوی صاحب نے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون سے حضرت مسیح کی ولادت بغیر باپ پر استدلال کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس جگہ مشابہت بلحاظ پیدائش کے ہے۔ یہ خیال کورانہ تقلید کے اثر سے ان کے دماغ میں پیدا ہوا ہے جس قوم کو خدا تعالیٰ کی کتاب کی تفہیم کا جدید علم کلام عطا ہوا ہو۔ وہ اس سے منہ موڑ کر سطحی اور غیر معقول خیالات کا اظہار کرنے لگے۔ تو کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ حضرت آدم اور مسیح علیہ السلام کی پیدائش میں قطعاً مشابہت نہیں ہے آدم کی پیدائش میں نہ ماں کا تعلق پایا جاتا ہے اور نہ باپ کا بلکہ بنی آدم کی پیدائش کے کسی شعبہ میں بھی اس کو مشابہت حاصل نہیں۔ برخلاف اس کے حضرت مسیح علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہونا اور بتدریج حمل کیفیات حمل کا ان پر طاری ہونا ثابت ہے پھر مشابہت کیسی۔ اور طرہ یہ ہے کہ مولوی صاحب اس پیدائش کا نام برزخی رکھتے ہیں جس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ نہ تو حضرت آدم کی طرح بے ماں باپ ہیں۔ اور نہ ہی عام انسانوں کی طرح ماں اور باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کی درمیانی حالت تھی۔ یعنی بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے تھے یہ تعریف نہایت تعجب انگیز اور مضحکہ خیز ہے۔ اور ایک مولوی فاضل کے منہ سے اس قسم کی غیر معقول باتیں اس زمانے میں نکلنی حیرت کا مقام ہے۔ یہ فقرہ کہ نہ حضرت آدم کی طرح بے ماں باپ ہیں ان کے پہلے فقرہ سے کہ اس جگہ مشابہت بلحاظ پیدائش کے ہی ایک دوسرے سے نقیض ہیں۔ اور ان مثل عیسیٰ کی آیت کو پیش کرنا بھی عبث ہو جاتا ہے۔ عام انسانوں سے علیحدہ پیدائش مان کر شاید مسئلہ ابنیت مسیح یعنی الوہیت مسیح کی تائید فرمائی ہے مولوی صاحب کو صاف لکھدینا چاہئے تھا کہ حضرت مسیح لیس کمثلہ کے مصداق ہیں۔ اگر یہ کلمہ شاق نہ ہو تو ہم گذارش کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ وہ اس مسلک کو اختیار کر کے غیر احمدیوں کی گود میں بیٹھ کر ان کے خیالات کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا نورالدینؓ کا ارشاد

ناظرین غور فرمائیں کہ اسی آیت ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم کی تفسیر حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم مغفور یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ عیسیٰ کی مثال آدم کی مانند ہے اس کو ہم نے تراب سے پیدا کیا۔ پھر وہ مر گیا۔ اور مرنے کے بعد کن فیکون سے قیامت کے دن زندہ ہوگا۔ اسی طرح عیسیٰ بھی مر چکا اور قیامت کو زندہ ہوگا . . . . . . آدم کا مثیل ہونے سے اس کی بشریت ظاہر ہے۔ (تفسیری نوٹ صفحہ ۳۲ سورہ آل عمران)

مولوی اللہ دتا صاحب مشابہت پیدائش میں فرماتے ہیں اور حضرت مولوی نورالدین صاحب بشریت میں اظہار مماثلت فرماتے ہیں۔ اور بات بھی بالکل صاف ہے کہ پیدائش آدم کو جس طرز اور طریق سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کو حضرت مسیح کی پیدائش سے اگر ان کو بغیر باپ کے تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی کوئی مماثلت اور مشابہت حاصل نہیں ہے۔

آدم سے نہیں بنی آدم سے مشابہت دی ہے

اور یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت کی مثال کسی دوسرے انسان سے نہیں دی بلکہ حضرت آدم سے دی ہے۔ عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جس طرح مولوی صاحب کے خیال میں حضرت عیسیٰ کی ولادت بغیر باپ تسلیم کرنے سے حضرت آدم سے مشابہت ہے اسی طرح ماں سے پیدا ہونے کی وجہ سے دوسرے انسانوں سے مماثلت اور مشابہت ہے۔ گویا آیت ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم کی تقدیر یوں بھی ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل بنی آدم۔ اور اس سے مولوی صاحب کے پاس کوئی وجہ انکار کی نہیں ہے۔ امید کہ مولوی صاحب یا ان کے دیگر ہمنوا ضرور اس پر بھی غور فرمائیں گے۔

پیدائش مسیح خارق عادت نہیں!

پھر مزید ارشاد ہوا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش میں جو معجزانہ اشتراک پایا جاتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت آدم کے لئے نفخت فیہ من روحی فرمایا اور حضرت مسیح کے لئے نفخت فیہا من روحنا کا ارشاد فرمایا۔

حضرت مسیح کی پیدائش کو معجزانہ قرار دینا حضرت مسیح موعود کے کلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ حضرت اقدس خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۱۷۹ پر اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

ہم اس کو قبول نہیں کرتے کہ یہ خارج از عادت ہے اور نہ لائق ہے کہ اس کو قبول کیا جائے۔

ناظرین! حضرت اقدس تو فرماتے ہیں کہ یہ پیدائش خارج از عادت نہیں ہے اور دوسروں کو اس کے خارج از عادت قبول کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ مگر مولوی صاحب اس کو معجزانہ تحریر فرماتے ہیں اور اپنے بیان کی تائید میں نفخت فیہا من روحنا کی آیت پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی سلسلہ کی تحریرات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

نفخ روح اور مسیح موعود

اور حضرت مسیح موعود تو اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں:۔

"ایسا سمجھنا غلطی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو نفخ روح سے کچھ خصوصیت تھی جس میں دوسروں کو حصہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ خیال قریب قریب کفر کے جا پہنچا ہے۔ (مولوی صاحب توجہ فرمائیں) اصل حقیقت صرف یہ ہے۔ کہ قرآن شریف میں انسانوں کی پیدائش میں دو قسم کی شراکت بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک روح القدس کی شراکت جب والدین کے حالات پر پاکی اور خباثت غالب نہ ہو اور ایک شیطان کی شراکت جب ان کے خیالات پر ناپاکی اور پلیدی غالب ہو"

(باقی آئندہ)

بقیہ صفحہ ۴ کالم ۳

روح القدس یوسف کے نسب نامہ میں چار عورتوں کے نام ان کے فرزندوں کے نام کے ساتھ ایسے طور سے لکھے ہیں۔ جس سے ان کے برے تذکروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اپنی انجیل کے شروع ہی میں پڑھنے والے کے خیال کو ان کے تذکروں کی طرف توجہ دلا کے کچھ تعلیم دی ہے۔ (تمر اور راحاب اور روت اور بنت سبع) کا نام لکھا ہے۔ یہ عورتیں ہمارے خداوند یسوع جلشانہ کی دادیاں ہوئیں اور ان کے بیٹے یعنی فارض و بوعز اور عوبید اور سلیمان اجداد ہوئے۔ بظاہر یہ مقام کوتاہ اندیش آدمی کو معیوب معلوم ہونگے فی الحقیقت خداتعالیٰ کے فضل کی گہرائی دریافت کرنے کو گویا کھلی ہوئی کھڑکیاں ہیں کہ وہ جو گنہگاروں کے بچانے کو آنے والا تھا اس نے گنہگاروں کے سلسلہ میں آنے سے نفرت نہ کی اس لئے کہ گنہگاروں اور بدکاروں کو اس کی حاجت ہے۔

اگر وہ شروع سے اپنے لئے مقدس اور بے عیب بزرگوں کا سلسلہ لیتا تو ہم بدکاروں، گنہگاروں کا کہاں ٹھکانا تھا (صفحہ ۲۱)

پھر ان چاروں میں سے دو عورتیں غیر قوم ہیں جن کا عمدہ بیان (کتاب روت ۱-۱۶ و ۴-۱۳ و ۱۷ و لیوی ۲۰-۱ و ۱۸ سے ۲۱-۶ و ۲۳) میں لکھا ہے۔ یعنی روت موابی تھی اور راحات کنعانی عورت کسبی تھی۔ (صفحہ ۲۱) اس قسم کی ولادتوں پر جو زمانہ سابق میں ہوگئیں کسی کو اعتراض کرنا جائز نہیں۔ (صفحہ ۲۲)

مندرجہ بالا تحریر ایک متعصب یسوعی کی ہے۔ جس نے اسلام کے خلاف سخت سے سخت لکھا۔ اسے بھی نمبر ا میں یسوع کی نانیوں اور نمبر ۲ میں یسوع کی دادیوں کو زناکار اور گنہگار ماننا پڑا۔ اب ہر ایک کے بارہ میں جو تفصیل بائیبل میں دی گئی ہے۔ وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔

(۱) اور یوں ہوا کہ قریب تین مہینے کے بعد یہودا سے کہا گیا کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا۔ اور دیکھ اسے چھنالے کا حمل بھی ہے۔ (پیدائش ۳۸/۲۴)

(۲) تب نون کے بیٹے یشوع نے سطم سے دو مرد بھیجے کہ چھپ کے جاسوسی کریں اور انہیں کہا کہ جاؤ اس سرزمین کو اور یریحو کو دیکھو۔ چنانچہ وے گئے اور ایک فاحشہ کے گھر میں جس کا نام راحب تھا آئے اور وہیں ٹکے۔ (یشوع ۲/۱)

(۳) روت کا مفصل حال بائیبل کی کتاب روت ۲/۸ ۲/۱۶-۱۷ ۳/۱۰-۱۴ و ۴/۱۲ میں درج ہے کہ کس طرح اس نے بوعز سے ہمبستری کی جو اس کا خاوند نہ تھا۔

(۴) اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے بچھونے پر سے اٹھا۔ اور بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا۔ اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔ اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے انہوں نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بنت سبع حتی اوریاہ کی جورو نہیں۔ اور داؤد نے لوگ بھیج کے اس عورت کو بلا لیا۔ چنانچہ وہ اس پاس آئی اور وہ اس سے ہمبستر ہوا۔ کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہوئی تھی۔ اور وہ اپنے گھر کو چلی گئی۔ اور وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ سو اس نے داؤد پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔ (۲-سموائل ۱۱-۲ سے ۵) اور داؤد نے اپنی جورو بنت سبع کو دلاسا دیا اور اس کے ساتھ خلوت کی اور اس سے ہمبستر ہوا۔ سو وہ ایک بیٹا جنی اور اس نے اس کا نام سلیمان رکھا اور وہ خداوند کا پیارا ہوا۔ (۲ سموائل ۱۲/۲۴)

مندرجہ بالا حوالہ جات کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس میں کونسی خلاف واقعہ بات لکھی۔ یسوعی پادری جو یسوع کو خدا مانتے ہیں وہ اس الزام کو قبول کرتے ہیں۔ خواہ تاویل کچھ کریں۔ لیکن ملاں ہیں کہ خواہ مخواہ ان واقعات کو حضرت عیسےٰ پر چسپاں کرتے ہیں۔ اگر ملاؤں کا حضرت عیسےٰ بھی وہی ہے جس کا اناجیل مروجہ میں ذکر ہے تو پھر ان کو وہ سب باتیں تسلیم کرلی چاہئیں جن کو یسوعی تسلیم کرتے ہیں۔

یسوع کی سوانح عمری مطابق اناجیل مروجہ عنقریب شائع

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

قل یآاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۝ (۳: ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۰ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۹ ذیقعد سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۸

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بخیر و عافیت ہیں

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب آج (۱۹ مارچ) کو دہلی تشریف لے جا رہے ہیں۔ دو تین ہفتہ وہاں رہ کر تنظیم جماعت کا کام کریں گے۔

امرت دھارا ٹورنمنٹ ہیں جو ۵ سے ۱۲ مارچ تک ہوا۔ مسلم ہائی سکول لاہور کو بھی دعوت شرکت آئی تھی جس پر باکسنگ (مکا بازی) بیڈمنٹن۔ گتکا اور کشتی کے مقابلہ کے لئے لڑکوں کو بھیجا گیا۔ مندرجہ ذیل انعامات لڑکوں نے حاصل کئے۔

(۱) مکا بازی ۳ میڈل

(۲) گتکا ۲ میڈل

(۳) کشتی ۱ میڈل

حاضرین میں سے بہت سے ہندوؤں نے دوران مقابلہ میں ہمارے سکول کے لڑکوں کو اعلیٰ کھیل کی وجہ سے انعامات دیئے جو مندرجہ بالا انعامات کے علاوہ ہیں۔ تمام مقابلہ کرنے والوں میں سے اسی فیصدی انعامات مسلمان لڑکوں نے حاصل کئے جن میں مسلم ہائی سکول کا معتدبہ حصہ ہے۔

درخواست دعا - (۱) اخویم غلام سرور خاں صاحب سوہاوہ کا صاحبزادہ تین سال سے گھٹنہ کے عارضہ میں مبتلا ہے (۲) اخویم شیخ محمد نصیب صاحب سپرنٹنڈنٹ چک ۲۷/۱۲ ایل کا بچہ پھر پرانی بیماری میں مبتلا ہے (۳) اخویم مرزا رحمت بیگ صاحب اوورسیر مردان کی اہلیہ محترمہ کا اپریشن لاہور کے زنانہ ہسپتال میں ۱۸ مارچ کو ہوا۔ احباب ان سب کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔

اخویم لال حسین صاحب اختر انجمن کی ملازمت سے مستعفی ہو چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میرا پتہ دوستوں کی اطلاع کے لئے شائع کر دیا جائے۔ جو حسب ذیل ہے:-

" لال حسین اختر مبلغ اسلام۔ بازار بھاٹی دروازہ لاہور"

خریداران پیغام صلح کی شکایات کا انسداد

کچھ عرصہ سے بعض خریداران پیغام صلح کی طرف سے اخبار نہ ملنے کی شکایات موصول ہو رہی ہیں جو ہمارے لئے انتہائی رنج کا باعث ہیں۔ ہم اخبار کو وقت پر خریدار صاحبان کے پاس پہنچانا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں شکایات کی موجودگی میں احباب سے زیادہ رنج ہمیں ہوتا ہے۔ مذکورہ شکایات کے انسداد کی پوری پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ احباب کی اطلاع کے لئے اس کو مختصر الفاظ میں بیان کر دینا بھی مناسب ہوگا۔

(۱) اس بات کا تسلی بخش انتظام کر دیا گیا ہے کہ اخبار مقررہ تاریخوں پر چھپ کر سپرد ڈاک ہو جایا کرے اور بغیر کسی انتہائی مجبوری کے کوئی پرچہ ناغہ نہ ہو۔

(۲) اخبار کو پیک کرنے میں انتہائی احتیاط کی جائے گی عملہ کو سخت ہدایت کر دی گئی ہے کہ اخبار روانہ کرنے سے قبل ایک ایک پیکٹ کو غور سے چیک کر لیا جائے۔

(۳) پہلے پیکٹ پر صرف چٹ لگائی جاتی تھی جس سے اخبار کے خراب یا ضائع ہو جانے کا اندیشہ رہتا تھا اب انتظام کیا گیا ہے کہ اخبار کے پیکٹوں کو کاغذ میں لپیٹ کر اس کے اوپر چٹ لگائی جائے۔ اس طرح خرچ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ لیکن یقین ہے کہ شکایات بہت بڑی حد تک دور ہو جائیں گی۔

(۴) اس بات کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ کہ اخبار لاہور کے ڈاک خانہ سے بالکل محفوظ حالت میں روانہ ہو جایا کرے لیکن موجودہ شکایات پیدا ہونے کی بعض وجوہ ایسی بھی ہیں جن میں دفتر بالکل بے قصور اور بے بس ہوتا ہے۔ وہ یہی کر سکتا ہے کہ اخبار کو پوری احتیاط اور باقاعدگی کے ساتھ سپرد ڈاک کر دے۔ دفتر کے فرائض کی یہ آخری منزل ہے۔ مگر اس منزل اور خریدار صاحبان کے مکانات کے درمیانی فاصلہ میں ڈاک خانہ کی طرف سے بعض اوقات جو بد انتظامیاں اور بے قاعدگیاں ہوتی ہیں وہ بھی ان شکایات کے لئے بہت بڑی حد تک ذمہ دار ہیں ان کا انسداد ہم خریدار صاحبان کے پورے تعاون کے بغیر نہیں کر سکتے۔ اس لئے احباب کی خدمت میں چند درخواستیں کرنے کی جرات کرتے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے انشاء اللہ شکایات کا سلسلہ بالکل بند ہو جائے گا۔

(۱) اخبار ہر ماہ مقررہ تاریخوں پر شائع ہوا کرے گا۔ پرچہ نہ ملنے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کے اندر طلب کر لیا جائے۔ کیونکہ بعض اوقات پرچے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور فرمائشیں پوری نہیں ہو سکتیں

تاریخ ہائے اشاعت:- ۳ - ۷ - ۱۱ - ۱۵ - ۱۹ - ۲۳ - ۲۷ -

(۲) اخبار نہ ملنے کی اطلاع دفتر کے علاوہ اپنے ڈاک خانہ کو بھی دینی چاہیئے۔ اگر اس پر بھی تسلی بخش انتظام نہ ہو تو اپنے صوبہ کے پوسٹ ماسٹر جنرل کو لکھا جائے۔

(۳) جب آپ اپنا مقام تبدیل کریں تو فوراً دفتر کو تبدیل پتہ کیلئے لکھیں۔ علاوہ ازیں تمام خریدار صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی چٹوں کو بغور دیکھ لیں۔ اگر کوئی اصلاح طلب بات ہو تو فی الفور دفتر کو لکھیں تاکہ پتہ درست کر لیا جائے۔

(۴) دفتر سے خط و کتابت اور ترسیل زر کے وقت اپنے چٹ نمبر کا حوالہ لازمی طور پر دیا کریں۔ اس کے بغیر تعمیل

پنڈت رودرانند کا مناظرہ سے فرار

اسلامی پہلوان تین دن میدان میں ڈنڈناتا پھرا

آریہ سماجی مارے شرم کے دکانیں بند کر کے خانہ نشین ہو گئے!

جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

پنڈت رودرانند کا چیلنج

۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء کے اخبار "آریہ ویر" میں پنڈت رودرانند صاحب کا ایک چیلنج بدیں الفاظ شائع ہوا تھا:-

"احمدی مولویوں کو چیلنج"

" احمدی جماعت کے مولوی صاحبان جہاں پر میں نہیں پہنچتا وہاں پر ڈینگیں مارنے لگتے ہیں مگر جہاں دور پہنچا وہاں سے فوراً رفو چکر ہوئے۔ یا شرائط کے بہانے بنائے۔ پچھلے سال لاہوری پارٹی کے مولوی عبدالحق صاحب کو سامانہ ریاست پٹیالہ میں چیلنج دیا۔ آپ تو کنی دبا گئے اور مولوی مرزا مظفر بیگ صاحب نے چیلنج منظور کر لیا مگر جب مولوی صاحبان نے بتایا میں کیا ہوں تو دو دن ڈربے میں منہ چھپائے پڑے رہے۔ اگلے سال مجھے کام تھا سامانہ کے جلسہ پر نہ پہنچ سکا۔ (دوسرا موقعہ) پاکر مولوی مظفر بیگ صاحب نے بڑی پھوں پھاں کی اور میرے پہنچنے سے پہلے ہی تشریف لے گئے۔ قادیانی پارٹی کے مولوی میر قاسم علی صاحب وغیرہ اپنے پلیٹ فارم پر دبی دبی دبکیاں (یہ دبی دبی دبکیاں نہ معلوم کیا بلا ہے۔ علوی) مارتے رہے۔ خط کا جواب تک نہیں دیا۔ زبانی بہانہ بنایا کہ گورنمنٹ کی اجازت نہیں۔ جناب ریاست کا معاملہ ہے لوگ تو سب بھید سے واقف تھے ہی ہر ایک بول گئی۔ اس لئے اب بلا شرائط کے چیلنج دیتا ہوں جہاں **چاہیں مناظرہ کریں**۔ مضمون ویدا اور قرآن ہوگا۔ ثبوت میں وید اور قرآن شریف ہی پیش ہوگا۔ اور کسی کتب کا پرمان پیش نہ ہوگا۔ صرف ترجمہ کی امداد کے لئے کوش اور ویاکرن نرکت قواعد، لغات واد (گفتگو) کے وقت پیش ہو سکتی ہیں۔ اگر ہمت ہے تو چیلنج منظور فرمائیں اور مجھے بذریعہ خط اطلاع دیں۔

ویدک دھرم کا سیوک

دی۔ آر۔ رودرسوامی آریہ مناظر۔ ملوٹ منڈی

(ضلع فیروزپور)"

چیلنج کا جواب

جب محولہ بالا اخبار مقام سامانہ پہنچا تو آریہ سماجی اچھلنے پھرے کہ ہمارے پنڈت رودرانند جی نے تمام احمدی مولویوں کو مناظرہ کے لئے للکارا ہے۔ اب ہے کسی کی ہمت کہ مقابلہ میں نکلے۔ آریوں کے اس شور کی اطلاع جب ہمیں ہوئی تو ہم نے آریوں سے اخبار "آریہ ویر" طلب کی۔ جو ہمیں نہایت فخر اور خوشی سے دی گئی۔ ہم نے فوراً مرزا مظفر بیگ صاحب کو اطلاع کی۔ مرزا صاحب ممدوح نے اس چیلنج کو منظور کر لیا۔ اور پھر پنڈت رودرانند جی سے آپ کی جو خط و کتابت ہوئی۔ وہ قارئین اخبار پیغام صلح کی نظر سے گزر چکی ہے۔ پنڈت جی کی جملہ شرائط منظور کرتے ہوئے مقام "گڑھی نظیر" متصل سامانہ میں مناظرہ مقرر ہوا۔ اور پنڈت جی کو بار بار لکھا گیا کہ اگر وہ ۵۔۶۔ مارچ ۱۹۳۲ء کو مناظرہ کے لئے نہ پہنچے تو ان کے فرار کا اعلان کیا جائے گا۔

اسلامی مناظر کی آمد اور سماجی مناظر غائب

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۴ مارچ ۱۹۳۲ء کو دس بجے صبح مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تشریف لے آئے۔ معززین شہر استقبال کے لئے موجود تھے۔ پہلوان اسلام موٹر سے اتر کر مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔ اور ہر ایک کے گلے لگ کر ملا۔ پنڈت رودرانند جی نے نہ آنا تھا نہ آئے۔ ضلع حصار میں ہی محصور ہو کر رہ گئے۔ اور مقام "ڈبوالی" میں مارے شرم کے ڈبکیاں کھاتے رہے۔

آریہ سماج کا پنڈت جی کو بلوانے سے انکار

خاں صاحب محمد اکبر خاں صاحب رئیس اعظم مقام گڑھی نظیر کو جب مرزا صاحب ممدوح کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ سامانہ تشریف لائے۔ اور سب سے پہلے لالہ شادی رام صاحب پریزیڈنٹ آریہ سماج سامانہ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ آپ کے پنڈت صاحب کا چیلنج پڑھ کر ہمیں غیرت آئی اور ہم نے اسے منظور کر کے مرزا مظفر بیگ صاحب کو بلوایا۔ لیکن باوجود تاریخہائے مناظرہ مقرر ہو جانے کے آپ کے پنڈت صاحب نہیں آئے اور انہوں نے دانستہ راہ فرار اختیار کی۔ اب اگر انہیں کچھ خیال نہیں آیا تو آپ ہی کچھ حمیت سے کام لیں اور بذریعہ تار انہیں سامانہ آنے کے لئے مجبور کریں۔ مگر لالہ شادی رام صاحب نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ خانصاحب ممدوح نے لطور اتمام حجت یہ بھی فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو مجھ پر اعتماد نہیں۔ جواب ملا کہ آپ ہمارے بزرگ ہیں اور پیشوا ہیں۔ ہمیں آپ پر ہر طرح کا بھروسہ ہے۔ اس پر جناب ممدوح نے فرمایا کہ دیکھو میں ہر طرح سے حفظ امن کا ذمہ دار ہوں اور امن کی تحریر پہلے آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ اگر پنڈت جی جان چھڑا کر راہ فرار اختیار کر چکے تو آپ ہی کچھ مذہبی غیرت کیجئے۔ اور انہیں تار دیکر بلوایئے۔ ہم مرزا صاحب کو دو روز اور ٹھہرا لینگے۔ مگر آریہ سماجی کانوں پر ہاتھ دھرتے اور انکار پر انکار کرتے چلے جا رہے تھے۔

آریہ سماجیوں کی خانہ نشینی

آخر خاں صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں مرزا مظفر بیگ صاحب سے ملاقات کر آؤں تو حاضر ہوتا ہوں۔ جب مرزا مظفر بیگ صاحب سے ملاقات کرنے کے بعد خان صاحب دوبارہ تشریف لے گئے تو تمام آریہ سماجی مارے شرم کے دکانیں بند کر کے خانہ نشین ہو چکے تھے۔ پنڈت رودرانند جی کے فرار اور آریہ صاحبان کے اس طرح خانہ نشین ہونے پر اہل سامانہ نے جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ع

کا نجا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نہ ماند لوم را !!

عوام الناس کا اجتماع اور مایوسی

۵ مارچ کو میدان مناظرہ مقام گڑھی نظیر میں کافی لوگ جمع ہو گئے۔ پنڈت جی کے فرار کی اطلاع سامانہ کے بچہ بچہ کو مل چکی تھی۔ ہر ایک کو افسوس اور بالخصوص ان حضرات کو تو بہت ہی صدمہ ہوا جنہوں نے محض سننے کے شوق میں اپنے کاموں کو چھوڑ کر اور ملازمتوں سے رخصت حاصل کر کے دور دور سے آنا گوارا فرمایا تھا۔ بلکہ ہم نے تو یہاں تک سنا کہ بعض ہندوؤں نے اس مناظرہ کی خاطر باراتوں میں جانے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

جناب ساطع کا لیکچر

مجبوراً مرزا صاحب ممدوح کے لیکچر کا بندوبست کیا گیا اور یوں احباب کی دلچسپی کا سامان بہم پہنچایا گیا۔

مرزا صاحب نے پنڈت جی کے حالات اور مناظرہ کے متعلق اپنی خط و کتابت سنائی جس سے ہر ایک نے یہی نتیجہ نکالا کہ پنڈت جی پہلے دن سے ہی مناظرہ سے بچنے کے لئے کوشش میں رہے۔ اور غلطی سے مناظرہ کا چیلنج دے بیٹھے۔ جو ان کے اور ان کی قوم کے لئے ذلت کا سامان بن گیا۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے ویدوں سے اپنی نئی تحقیقات پیش کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے کھلے الفاظ ویدوں سے دکھائے کہ تمام لوگ حیران ہی رہ گئے۔ ویدوں سے آنحضرت صلعم کا نام اور آپ کے حالات اور نشانات اس صراحت سے بیان کئے کہ انجیل و توریت کی پیشگوئیاں بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگیں اگر پنڈت رودرانند ہوتے تو ان سے پوچھتے کہ بتاؤ اب تم محمد رسول اللہ صلعم سے کس طرح انکار کر سکتے ہو جبکہ بھوشیہ پوران نہیں بلکہ خود ویدوں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اصل نام (تشریحاً نہیں بلکہ لفظاً) اور آپ کے حالات نہایت تفصیلاً آئے ہیں۔

ویدوں پر ایک فیصلہ کن کتاب

مرزا صاحب ممدوح نے بیان فرمایا کہ وہ ویدوں پر ایک فیصلہ کن کتاب لکھ رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق ویدوں کی پیشگوئیوں اور بیانات کو تفصیل سے اس کتاب میں درج کرینگے۔ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی آریوں کی کمریں انشاء اللہ تعالیٰ ٹوٹ جائیں گی۔ (باقی بر صفحہ ۸)

اسلامی دنیا

ترکی میں اشاعت اسلام کی رفتار

جب سے ترکی میں جمہوریت قائم ہوئی ہے اس وقت سے نومسلموں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو اسلام قبول کرنے میں کسی خاص دقت کا سامنا کرنا نہیں پڑتا خلفائے عثمانیہ کے زمانہ میں اسلام قبول کرنے والوں پر سخت پابندیاں عائد تھیں اور جب تک کوئی شخص ان پابندیوں کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے اس وقت تک وہ دائرہ توحید میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ مثلاً زمانہ خلافت میں ہر اسلام قبول کرنے والے پر لازم تھا کہ وہ اپنے اسلام قبول کرنے کی اطلاع شیخ الاسلام کو دے۔ اور شیخ الاسلام اس وقت تک اس کو مسلمان نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کو اس کی طرف سے اطمینان کلی نہیں ہو جاتا تھا۔ مگر اب جمہوریہ ترکیہ میں نومسلموں سے یہ تمام پابندیاں ہٹالی گئی ہیں۔ اور ہر شخص بغیر کسی دقت کے اسلام قبول کر سکتا ہے۔

آستانہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ گزشتہ سالوں کی نسبت امسال نومسلموں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔ ترکی نظامت انقابل نے ان لوگوں کے اعداد و شمار شائع کئے ہیں۔ جو امسال حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد تین سو سے زائد ہے ان میں مردوں کی تعداد زیادہ ہے۔ جو ہنگری، فرانس اور روس کے باشندہ ہیں۔ حال میں ایک جرمن ڈاکٹر اور ایک فرانسیسی انجینیر نے اسلام قبول کیا ہے۔

ایک فرانسیسی خاتون کا انشراح صدر

ایک فرانسیسی خاتون (جو اس وقت مصر میں مقیم ہے) قرآن حکیم کا دو سال سے مطالعہ کر رہی تھیں۔ اور قرآن و انجیل کی تعلیمات کا مقابلہ دقت نظر سے فرما رہی تھیں کہ ان پر اسلام کی صداقت منکشف ہو گئی۔ اور انہوں نے مسیحی مذہب کو طلاق دیدی۔

خاتون مذکور نے البلاغ کو ایک مکتوب ارسال کیا ہے جس میں موصوفہ نے اپنے مشرف بایمان ہونے کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔ کہ اسلام کی فطری تعلیمات نے مجھے انشراح صدر عطا فرما دیا ہے۔ جس سے میں نے حق و باطل کو دو اور دو۔ چار کی طرح سمجھ لیا ہے۔

موصوفہ نے محکمۂ شرعیہ کی طرف رجوع کر کے اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنا اسلامی نام دلیتہ محمد اختیار کیا ہے توقع ہے کہ اس خاتون کے بعد کئی اور بڑے بڑے ذی علم فرانسیسی اسلام قبول کریں گے۔

ہندو دنیا

ریاست دھولپور کا ارادہ

معاصر "اسلامک ریویو" رقمطراز ہے کہ مسجد ووکنگ میں ایک معزز ہندو جنٹلمین تشریف لائے۔ اس وقت امام مسجد ووکنگ انگریزوں کی ایک پارٹی کو جو گلبرٹ وہائیٹ فیلوشپ سے تعلق رکھتی ہے۔ اسلام پر لیکچر دے رہے تھے۔ انہوں نے وہ تمام لیکچر سنا اور اس کے بعد مباحثہ بھی۔ جب اس پارٹی کے لوگ رخصت ہوئے۔ تو معزز نووارد ہندو کی چائے سے تواضع کی گئی۔ دوران گفتگو میں یہ معلوم ہوا کہ یہ معزز جنٹلمین ریاست دھولپور کے وزیر اعظم مسٹر ایم سی شرما ہیں۔ انہوں نے اس بات کی تعریف کی کہ ہمارا وعظ و تلقین آزاد خیالی پر مبنی ہے۔ اور بتایا کہ میں نے مولانا محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمۃ القرآن صفحہ بہ صفحہ مطالعہ کیا ہے۔ اور اس بات کی خواہش تھی کہ یہاں کے مشن کی سرگرمیوں کو اس شہرت کے سبب سے جو اسے حاصل ہے اپنی آنکھوں سے دیکھوں"۔

افواہ ہے کہ ریاست دھولپور کا ارادہ لندن میں ایک مندر تعمیر کرنے کا ہے۔ مسجد ووکنگ میں وزیر اعظم کا ورود اس سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ہندوؤں کی شدھی؟

اچھوتوں کے ایک نمائندہ انشیرداس بی اے رقمطراز ہیں

"ہندو پلیٹ فارم پر یہ دیر سے کہا چلا آ رہا ہے کہ اچھوت ہمارے بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ نفرت کرنا ہندو دھرم کی توہین ہے۔ انہیں گلے لگانا چاہئے۔ انہیں شدھ کر کے ان کے ساتھ کھان پان کر لینا چاہئے۔ اب تو ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ اچھوت ہم سے دور بھاگتے ہیں تو انہیں چھوڑ دمت۔ ان کے پیچھے بھاگو وہ ہمارے ماس کے ماس اور ہاڑ کی ہڈی ہیں۔

اچھے دلکش خیالات ہیں۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ان جذبات میں عملی زندگی کا نام و نشان نہیں ہے۔ میں تو شدھی کے ڈھونگ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہمیں شدھ کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا شدھی سے پہلے ہم انسان نہیں ہوتے؟ اگر آپ کہیں کہ ہندو بنایا جاتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم ہندو ہی نہیں۔ ہم ہندو صرف اس وقت بن سکتے ہیں جب شدھ ہو جائیں۔ تو آپ کا یہ کہنا کہ اچھوت ہندو ہیں ناجائز ہے۔

رشتہ کرنے میں گھبراہٹ کیوں؟

آگے چلکر لکھا ہے:-

اگر آپ ہمیں ٹھیک اپنے بھائی سمجھتے ہیں تو آپ ہمیں مجلسی اور سیاسی زندگی سے کوسوں دور کیوں رکھنا چاہتے ہیں اگر آپ سچے دل سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا اور آپ کا خون اور ماس ایک ہے تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ آپ ہمارے ساتھ روٹی بیٹی کا سمبندھ کرنے سے گھبرائیں۔ گھبرانے کی کیا بات ہے اگر آپ ہمیں برابر مانتے ہیں تو اس کا ثبوت صرف یہی ہو گا کہ آپ ہمارے ساتھ رشتہ ناطہ کرنے تک سے نہ گھبرائیں۔ ہم کوئی بری چیز نہیں آپ جیسے انسان ہیں اگر آپ ہمارے ساتھ شدھی کے ہر موقعہ پر مٹھائی وغیرہ کھا کر یہ ثابت کرنا چاہیں کہ آپ نے مساوات کا اصول مان لیا ہے تو ہم ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے آپ یہ کہکر ہمیں چاپلوسیوں سے تسلی دینے کی کوشش نہ کریں کہ آہستہ آہستہ سب کچھ ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ تو غیر محدود لفظ ہے آپ تو ہمیں اشتعال دلاتے ہیں۔ جب یہ کہتے ہیں کہ کچھ نسلوں کے بعد بیاہ شادی کرنا جائز ہو گا۔ پھر آپ سدھر جائیں گے۔ جناب من! اگر آپ نے ہماری مدد نہ کرنا ہو تو ہمیں بگڑے ہوئے تو نہ کہیں۔ (انصاف امرتسر)

مسیحی دنیا

ایک بھی مسیحی نہیں

ہندوستان اگرچہ غیر ملکی مشنوں کا ایک عظیم الشان میدان خدمت ہے۔ مگر اس کے ۶ لاکھ دیہات میں ایک شخص بھی مسیحی نہیں ہے۔ نیپال، بھوٹان، تبت اور ۵۰۰ دیگر دیسی ریاستوں میں مسیحی تبلیغ کا نام و نشان نہیں۔ ملک برما میں ۳۵ ہزار سے زائد گاؤں ہیں مگر مسیحی صرف ۳۲۳۳ ہیں لنکا کے دس ہزار دیہات میں ایک بھی مسیحی آباد نہیں حالانکہ وہاں ۴۵ گاؤں ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کی آبادی کم از کم ۵۰۰ نفوس کی ہے۔

سیام واقعہ مشرقی بنگال میں صرف ایک پراٹسٹنٹ مشن کام کر رہی ہے۔ اور ایک ہزار آدمیوں میں سے صرف ایک پراٹسٹنٹ کلیسا کا پختہ ممبر ہے۔ مشرقی سیام میں جہاں ۲۵ لاکھ اشخاص آباد ہیں ایک بھی مسیحی مبشر نہیں۔ ضلعوں کے ضلعے مسیحی منادوں سے خالی ہیں۔ اور ہزاروں گاؤں ایسے ہیں جہاں انجیل کی تاثیر نہیں پہنچی۔ (المائدہ)

ایک مسیحی کی مشکل

مسیحی رسالہ "المائدہ" میں ایک صاحب سی۔ ڈی ضلع لائل پور رقمطراز ہیں:-

ہم لوگوں کو بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے جبکہ معترض لوگ بار بار ساتھ ثبوت کے علانیہ پکار پکار کر کہتے ہیں کہ یہ عیسائی لوگ ہر سال اپنی بائیبل کو رد و بدل کرتے رہتے ہیں۔ چلو لوگو ان کی کیا سننی ہے۔ پس ہم لوگ اس وقت کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے یعنے میں آپ کو ثبوت دیتا ہوں کہ ۱۸۸۳ء کی بائیبل اور موجودہ بائیبل میں سچ مچ بڑا ہی فرق ہے ۱۸۸۳ء کی بائیبل میں یہ آیات موجود ہیں لیکن موجودہ بائیبل میں نہیں ہیں۔ مثلاً متی ۲۱/۱۷ - ۱۱/۱۸ - ۱۴/۲۳ مرقس ۱۶/۷ - ۴۴/۹ - ۲۶/۱۱ - ۲۸/۱۵ - لوقا ۳۶/۱۷ - ۱۷/۲۳ - یوحنا ۴/۵ اعمال ۳۴/۱۵ - روم ۲۴/۱۶ - آپ براہ مہربانی فوراً جواب عنایت فرمائیں کہ مذکورہ بالا آیات کی بابت معترض کو کیا جواب دیا کریں۔

انجیل کی جدید تدوین

عنقریب مطبع شکاگو یونیورسٹی سے انجیل کا ایک جدید نسخہ شائع ہونیوالا ہے۔ جس کی زبان موجودہ نسخہ سے مقابلہ میں زیادہ سہل اور آسان ہو گی۔ اب تک تین سو سال سے زیادہ عرصہ کا جو نسخہ انگریزی زبان میں رائج ہے۔ وہ شاہ جیمس (انگلینڈ) کا تیار کردہ ہے۔ اور اپنی سلاست کی وجہ سے نہایت مقبول عام ہے۔ لیکن امریکہ کے بعض اہل قلم کے نزدیک اس کی زبان کو سہل تر بنانے کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ آٹھ سال کا بچہ بھی آسانی کے ساتھ اسے پڑھ اور سمجھ سکے چنانچہ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر یہ نسخہ تیار کیا گیا ہے۔ اس کی تیاری میں آٹھ ہزار قلمی نسخوں سے امداد لی گئی ہے۔ (معارف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۳۲ء	نمبر ۱۸

عقل اور مذہب

معزز معاصر "الفنانس" نے اپنے ۱۶ مارچ کے افتتاحیہ میں "شری سوامی آرائیں بھٹاکر صاحب" کا ایک مضمون بعنوان "عقل اور مذہب کی ٹکر" شائع کیا ہے جس میں مذہب اور عقل کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے:

(۱) مذہب کورانہ تقلید کی تعلیم دیتا ہے اور سوچ بچار سے روکتا ہے۔ جو خلاف عقل ہے۔

(۲) مذہب دنیا میں تعصب، ناروا داری، غلامی، بے امنی، تنگدلی پھیلانے کا موجب ہے۔

(۳) مذہب کے نام پر غریبوں سے روپیہ بٹور کر سنہری مندر اور وسیع مسجدیں بنائی جاتی ہیں۔ حالانکہ غریبوں کے رہنے کو جھونپڑیاں نہیں۔

(۴) مذہب سرمایہ داروں کی غلامی سکھاتا ہے۔

(۵) مذہب نے کروڑوں نفوس کو نکما اور کاہل الوجود بنا دیا۔ اور مادہ پرستی نے انسانی قوتوں کو استعمال میں لاکر قدرتی طاقتوں پر غلبہ پا لیا۔ بیماریاں دور کر دیں آسمانوں کے نقشے کھینچے۔ موت کے دروازہ پر زبردست قفل لگا دیا۔

(۶) گناہ سے بچانے کے بجائے مذہب نے توبہ کا مسئلہ ایجاد کرکے گناہ کی طرف راغب کر دیا۔

ان تمام امور کو پیش کرنے اور مذہب کی عمارت کو بزعم خود گرا دینے کے بعد سوامی صاحب نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ جس کا نام انہوں نے "ست دھرم" تجویز کیا ہے اور اسے "بیسویں صدی کا سائنٹفک مذہب" قرار دیا ہے۔

قبل اس کے کہ اس نئے مذہب کے اصولوں پر ہم غور و بحث کریں ہم سوامی صاحب کے انصاف سے یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کہاں تک جائز ہے کہ کسی مذہب کی تعلیم کو معلوم کرنے کے لئے عوام الناس یا زید و بکر کے خیالات کو دیکھا جائے جو الزامات انہوں نے مذہب پر لگائے ہیں ان کی صحت کا معیار کیا ہے؟ کیا عوام الناس کے خیالات؟ وہ تو کوئی معیار نہیں ہو سکتے۔ جب تک کسی مذہب کی حقیقی تعلیم کو سامنے رکھکر یہ ثابت نہ کیا جائے کہ اس نے اپنے پیرؤوں کو ایسی تعلیم دی مثلاً ہمارا دعوے ہے کہ اسلام نے کورانہ تقلید کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہر بات پر غور و خوض کرنے اور عقل و فکر سے کام لینے کا حکم دیا قرآن میں بار بار "افلا تعقلون" کا ارشاد موجود ہے۔ اور صدیوں تک مسلمانوں نے اس ارشاد ربانی کی پیروی کی اور دنیا کو علم و عقل کے وہ وہ جوہر دکھائے کہ جس سائنس اور رشنلزم پر سوامی صاحب اس قدر فدا ہیں وہ بھی آج تک فضلائے اسلام کی عقلیات پر انگشت بدنداں ہیں۔ آج اگر مسلمانوں نے علم و عقل سے کام لینا چھوڑ دیا تو یہ مذہب یا اسلام کا قصور نہیں۔

تعصب ناروا داری وغیرہ کے ثبوت میں سوامی جی نے لکھا ہے کہ:۔

"مذہب کا جھنڈا لے کر ہی محمود غزنوی، تیمور اور نادر شاہ لوگوں کو قتل کرتے رہے۔"

جس تعصب اور ناروا داری کا الزام مذہب پر لگایا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس فقرے میں سوامی صاحب خود بھی اس سے بچ نہ سکے۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ محمود غزنوی، تیمور اور نادر شاہ "مذہب کا جھنڈا لے کر" لوگوں کو قتل کرتے رہے کیا یہی "ست دھرم" ہے کہ ایسے واقعات کو جو بار بار غلط ثابت ہو چکے ہیں حقائق کے رنگ میں پیش کرکے کسی مذہب کو بدنام کیا جائے۔ اور کیا بیسویں صدی کا "سائنٹفک مذہب" یہی سکھاتا ہے کہ غلط سلط واقعات سے الٹے سیدھے نتائج اخذ کرکے مذہب کا نام بدنام کیا جائے؟ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ محمود غزنوی، تیمور اور نادر شاہ مذہب کا جھنڈا لے کر لوگوں کو قتل کرتے رہے تو کیا اس کی ذمہ داری مذہب پر عائد ہوتی ہے۔ کیا اسلام نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ مذہب کے نام پر لوگوں کو قتل و غارت کیا کرو۔ "لا اکراہ فی الدین" کی تعلیم کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے مذہبی جبر کو کسی پر روا رکھا ہے۔ تاریخ اسلام اس قسم کی بے شمار مثالوں سے معمور ہے کہ مسلمانوں نے اپنی حکمرانی کے زمانہ میں غیر مذاہب کی حفاظت کو اپنا فرض اولین سمجھا۔ بیت المقدس کے عیسائی گرجا میں حضرت عمر جیسے جلیل القدر شہنشاہ کا عیسائی پادری کی درخواست کے باوجود اس بنا پر نماز نہ پڑھنا کہ کہیں مسلمان اس کو مسجد نہ بنا لیں۔ اور اورنگ زیب جیسے راسخ الاعتقاد مسلمان بادشاہ کا مساجد کے ساتھ مندروں کی حفاظت کے فرامین جاری کرنا کیا اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ اسلام کبھی اور کسی حالت میں بھی تعصب، ناروا داری اور تنگدلی کی تعلیم نہیں دی؟؟

باقی امور پر آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ تعالےٰ غور کی جائے گی۔

---

۲۵ ہزار روپے سے زائد خرچ

گزشتہ سال پنجاب یونیورسٹی کے ایف اے کے امتحان کے پرچے چوری ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے یونیورسٹی کو دوبارہ امتحان کا انتظام کرنا پڑا۔ اور پرچوں کے افشا کی تحقیقات پولیس کے سپرد کرنے کے لئے یونیورسٹی کے ارباب بست و کشاد نے ضروری خیال کیا کہ محکمانہ تحقیقات بھی کرائی جائے۔

اس تحقیقات کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس کی تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم صرف ایک فقرے کی طرف قارئین کرام کی توجہ کو مبذول کرانا چاہتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ

"گزشتہ بے احتیاطی سے پنجاب یونیورسٹی کا تحقیقات وغیرہ پر ۲۵ ہزار روپے سے زائد خرچ ہوا ہے"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پرچوں کے افشا کے متعلق محکمانہ تحقیقات اور اس پر ۲۵ ہزار روپے سے زائد خرچ۔ اتنا خرچ پولیس کو بھی کہاں برداشت کرنا پڑا ہوگا۔ ایک طرف گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں تخفیف کا حربہ بڑے زور سے چل رہا ہے۔ اور دوسری طرف اخراجات کا یہ حال ہے۔ تعلیم کو دن بدن گراں کیا جا رہا ہے اور غریب طلبا اور ان کے والدین کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ایسی بے طرح خرچ کی جا رہی ہے کیا یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ میں کوئی خدا کا بندہ ایسا نہیں جو اس مسرفانہ کارروائی کی طرف حکام یونیورسٹی کو توجہ دلائے۔

حکام ریاست کی بے تدبیری

فسادات کشمیر کے متعلق مڈلٹن رپورٹ کے بعض حصص پر کسی سابقہ اشاعت میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اسی رپورٹ میں جموں کے فسادات کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی پوری طرح وضاحت کی گئی ہے کہ "فساد کے دوران میں حکام ریاست کی بے تدبیری کو بہت کچھ دخل ہے جب کوئی نازک صورت حالات پیدا ہوئی تو متعلقہ حکام نہایت اضطراب کی حالت میں افسران بالا سے مشورہ کے لئے بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ اس معاملہ سے صاف ظاہر ہے، کہ ان حکام کو اپنی ذمہداری کا پوری طرح احساس نہ تھا۔ اور نہ اپنے فیصلوں پر اعتماد تھا"

ہم حیران ہیں کہ جس حکومت کے ارکان کی یہ حالت ہے وہ کہاں تک قابل ستائش ہو سکتی ہے۔ اور مسلمانوں کو جو شکایات حکومت کشمیر سے ہیں وہ ایسے حکام کی موجودگی میں کیونکر غیر حق بجانب قرار دی جا سکتی ہیں۔ کیا مڈلٹن رپورٹ کے اس کھلے فیصلہ کی کوئی تاویل ہندو اخبارات کے پاس ہے؟

ہندوؤں کو کھلے بندوں چھوڑ دیا

اسی رپورٹ میں آگے چلکر لکھا ہے:۔

"فساد کے وقت فوج فوراً پہنچ گئی۔ جس نے

مسلمانوں کو تو منتشر کر دیا اور ہندوؤں کو کھلے بندوں چھوڑ دیا گیا۔ جنھوں نے جتھے بنا کر لے کے مسلمانوں کی دکانوں کو فوج کی موجودگی میں لوٹنا شروع کر دیا۔ ہندو مسلمانوں کو اس طرح تباہ و برباد کر رہے تھے لیکن فوجی سپاہی پاس کھڑے دیکھتے رہے۔ اگرچہ بعد میں فوج کو شہر کے مختلف حصوں میں تعینات کر دیا گیا لیکن ہندوؤں کی جیرہ دستیاں کئی دنوں تک بدستور جاری رہیں"

کیا اب بھی "پرتاب" اور "ملاپ" ہندوؤں کی مظلومیت ہی کی نوحہ خوانی کرتے رہیں گے؟ فوج کی موجودگی میں مسلمانوں کا قتل و نہب ایک ایسی بات ہے جس پر ہز ہائنس مہاراجہ جموں کو فی الفور سختی کے ساتھ نوٹس لینا چاہیئے۔ اور مہاراجہ سے کیا کہا جائے ہم حکومت انگریزی سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جس ریاست کی فوج کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کو منتشر کر کے ہندوؤں کو کھلے بندوں چھوڑ دیتی ہے وہاں ۳۵ لاکھ نفوس کے فلاح و بہبود کو کیونکر ملحوظ رکھ سکتی ہے۔

آخری فیصلہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے حضرت مسیح موعود کی دعائے مباہلہ کو بصورت اشتہار چھپوا کر اس کی چند کاپیاں ہمارے پاس بھجوائی ہیں۔ معلوم نہیں اس سے کیا مقصد ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے "جواب مودت نامہ" کے بعد جس کا کوئی جواب الجواب آج تک مولوی ثناء اللہ سے بن نہیں آیا۔ اس اشتہار کو شائع کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ اگر کھسیانے ہو کر کھمبا نوچنے پر اتر آئے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اس اشتہار کے حاشیہ پر ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے "اہلحدیث" میں سے اپنا جواب بھی نقل کر دیتے۔ کہ:۔

" یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں ....
بدکاروں کو خدا مہلت دیتا ہے"

ہمارے خیال میں "آخری فیصلہ" کی بہترین راہ وہی ہے جو آپ نے مودت نامہ میں انہوں نے خود تجویز کی ہے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے کسیقدر ترمیم کے ساتھ اسے منظور کر لیا۔ کیا وہ اس طرف نہ آئیں گے؟

پنجاب کی ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصّہ

ہندو قوم کا یہ رویہ نہایت عجیب ہے کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں تو اپنی اکثریت کی بنا پر اپنے حقوق قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انہیں کچھ دینا فرقہ پرستی بن جاتا ہے۔

۱۷ مارچ کو پنجاب کونسل میں ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق کا سوال در پیش تھا۔ ایک ہندو ممبر نے ریونیو ڈیپارٹمنٹ کے ایک سرکلر کے خلاف جس میں عارضی ماتحت ادنیٰ ملازمتوں میں مسلمانوں کو تخفیف میں نہ لانے کی ہدایت کی گئی ہے احتجاج کرنا چاہا۔ ریونیو ممبر نے صاف کہا کہ "یہ سرکلر عین انصاف پر مبنی ہے۔ جو قوم اس صوبہ میں اکثریت میں ہے اس کی نمائندگی اس محکمہ کی ادنےٰ ملازمتوں میں بہت کم ہے"۔ بس پھر کیا تھا۔ پنڈت نانک چند سے لیکر راجہ نریندر ناتھ تک تمام ہندو ممبر چیخ اٹھے کہ "یہ بے انصافی ہے"۔ "فرقہ پرستی ہے"۔ "ظلم ہے"۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ لوگ کسی حالت میں ادنےٰ ملازمتوں میں بھی مسلمانوں کو ان کا جائز حق دینے کے لئے تیار نہیں۔ یہ سوراج کی پہلی منزل ہے

ع۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

یہ امر قابل مسرت ہے کہ حکومت نے اس چیخ پکار سے متاثر ہونے کے بجائے صاف صاف یہ اعلان کر دیا کہ "ہماری پالیسی یہ ہے کہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ نئی بھرتی کے معاملہ میں حتی الوسع پچاس فیصدی ملازمتیں مسلمانوں کو دی جائیں اور پچاس فیصدی غیر مسلموں کو۔ اور اس میں سے ۱۷ فیصدی سکھوں کو اور ۳۳ فیصدی باقیوں کو دی جائیں"۔ حکومت کی یہ پالیسی اگرچہ ایک حد تک مسلمانوں کے لئے باعث اطمینان ہے تاہم یہ کہنا بیجا نہیں کہ مسلمانوں کا پورا حق پھر بھی انہیں دیا گیا۔ کاش برادران وطن کے دلوں میں انصاف کا کچھ بھی حصہ ہوتا۔

ستیارتھ پرکاش اور گاندھی جی

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے مدراس کے ایک نرلش شاستری کی رائے ستیارتھ پرکاش کے متعلق نقل کی تھی جس میں اس نے بتایا ہے کہ یہ کتاب مس میو کی مدر انڈیا سے بھی بُری ہے۔ ہم نے لکھا تھا کہ اسی قسم کی رائے پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے فاضل پنڈت اور مہاتما گاندھی جیسا سمجھدار انسان ستیارتھ پرکاش کے متعلق ظاہر کر چکا ہے۔

"پرکاش" (۱۳ مارچ) نے اس کو "سفید جھوٹ" قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ:۔

" فاضل پنڈتوں کے متعلق جو "پیغام" کے دماغ میں نہد ہیں تو تب دیکھا جائے گا جب وہ ان کے نام لے گا .... "پیغام" میں ہمت ہے تو مہاتما جی کی رائے معہ حوالہ نقل کرے"۔

مہاتما جی کی رائے کیا، "پرکاش" کو یاد نہیں جو یرودہ جیل سے واپس آ کر انہوں نے ظاہر کی۔ اور اس میں ستیارتھ پرکاش کو "مایوس کن" کتاب قرار دیا؟ فاضل پنڈتوں کی رائے دیکھنی ہو تو "پرکاش" کے اسی پرچہ میں صفحہ ۱۴ کو ملاحظہ کر لیا جائے۔ جس میں پنڈت گرداندتہ کی ستیارتھ پرکاش پر تنقید کا جواب دیتے ہوئے اس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

" انیسویں صدی کے مہرشی سوامی دیانند جی گرو ورجانند سے ودیا حاصل کرنے کے کارن بہرد بہر دیہ) اندھے بھی ہو گئے"۔

کیا یہ الفاظ سوامی دیانند اور ان کی تصنیفات کی عظمت کو ظاہر کرنے والے ہیں؟ اس کا فیصلہ "پرکاش" ہی کے ذمہ ہے۔

اچھوتوں کو نشستیں نہ دو

"پرکاش" رقمطراز ہے:۔

" ہندو مہا سبھا کے پردھان ڈاکٹر مونجے کو اچھوتوں کے نمائندہ سے اس بات پر سمجھوتہ کرنا پڑا ہے کہ ہندو اچھوت انتخاب لیجسلیچرز میں اچھوتوں کے لئے مخصوص نشستوں کے ساتھ مشترکہ ہو۔ اس سمجھوتہ سے سمجھا یہ گیا ہے کہ بلا ٹل جائے گی میں اغلب ہے کہ سردست بلا ٹل بھی جائے۔ لیکن اس کا انتم پرنام کیا ہوگا۔ یہ کہ وقت آئے گا کہ ڈاکٹر امبیدکر کی بات مانی جائے گی۔ اور جن اچھوتوں کو مشترکہ انتخاب میں نشستوں سے محروم رہنا پڑے گا۔ وہ اچھوت جاتیوں کو جداگانہ انتخاب کی پٹی پڑھائیں گے۔ اور اس صورت میں انہیں بآسانی کامیابی نصیب ہوگی۔ کیونکہ جب مخصوص نشستیں دے کر اچھوتوں کی علیحدگی کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا تو جداگانہ انتخاب کے حق سے انہیں کب تک محروم رکھا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ حق مسلمانوں کو حاصل ہو۔ ان حالات میں ڈاکٹر مونجے اگر اس خیال میں ہوں کہ انہوں نے مسٹر راجہ کے ساتھ سمجھوتہ کر کے جاتی کی کوئی سیوا کی ہے تو وہ غلطی پر ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو اچھوتوں کو کچھ دینا دلانا نہیں چاہتے صرف منہ سے "انگ" قرار دے کر بہلانا چاہتے ہیں۔ جس قوم کی ابھی سے یہ حالت ہے وہ آگے چلکر جو کچھ سلوک کرے گی ظاہر ہے۔

مسلمانان روس کے مصائب

روس کی بالشویک حکومت میں وہاں کے مسلمانوں کو جن دردانگیز مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان پر ان کالموں میں قبل ازیں کسی قدر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ تازہ ترین اطلاعات سے ان کی مزید تصدیق ہو رہی ہے۔ اور یہ معلوم کرنا ازحد موجب تشویش ہے۔ کہ روسی بالشویک تین کروڑ مسلمانان روس کو اپنے اندر جذب کرنے کی عظیم الشان سازش پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ چالیس ہزار مساجد اور بیس ہزار اسلامی مدارس پر انہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ جن میں اکثر قہوہ خانوں اور جلسہ گاہوں کی صورت میں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ بعض مقامات پر مسلمانوں کے قدیم اوقاف ضبط کر لئے گئے ہیں۔ مسلمانوں کو بنوک شمشیر مجبور کر دیا گیا ہے کہ وہ قرآن حکیم یا دوسری دینی مطبوعات ہرگز نہ چھاپیں۔ دینی کتابیں تلف کی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کے مطابع بند کئے جا رہے ہیں۔ ترکستان اور آل قریم کے ہزاروں مسلمان شہر بدر کئے گئے ہیں۔

گزشتہ تین سال کی مدت میں ہزاروں علما تفقا زبھیجدیئے گئے ہیں جہاں ان پر بہت سے مظالم کئے گئے۔ اور بعض ان مظالم کی تاب نہ لا کر شہید بھی ہو گئے۔ فریضہ حج کے ادا کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ چنانچہ کئی سال سے روسی حاجیوں کا کوئی قافلہ روس سے حجاز میں وارد نہیں ہوا۔

حکومت روس نے [illegible] طلاق اور میراث کے احکام کو [illegible] شرعی رسم [illegible] کالعدم [illegible] ہیں [illegible]

قرآن میں اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کا مقصد

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی)

درس قرآن کریم میں میں نے جو یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اس سے مطلب صرف ان کو بطور گواہ کے پیش کرنا ہے۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس پر "پرکاش" نے جو آریہ سماجی اخبار ہے آوازہ کسا ہے کہ جو قسمیں کھاتا ہے وہ اپنی بے اعتباری کی وجہ سے قسمیں کھاتا ہے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ کچھ تھوڑی سی تشریح ان قسموں کے مقاصد کی کردوں

قسم کے دو مقصد

عرف عام میں قسم قائم مقام گواہ کے ہوتی ہے۔ مثلاً جب ہم قسم خدا کی کھاتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اگر اور گواہ موجود نہیں تو خدا ہمارا گواہ ہے۔ لیکن اس گواہی کے علاوہ اس کے اندر ایک اور امر مضمر ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے **تاکید** اور **زور اس گواہی کی صداقت پر** اور وہ اس طرح کہ خدا کی قسم کھانے والے کا خدا کی گواہی کو قسم کے رنگ میں پیش کرنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر میرا بیان صحیح نہ ہو تو خدا جو گواہ ہے وہ مجھے سزا دے۔ جو جھوٹے کو ملنی چاہیے۔ پس **"خدا گواہ ہے"** اور **"خدا کی قسم ہے"** یہ دونوں فقرے ہم معنے ہیں۔ سوائے اس کے کہ "خدا کی قسم" میں گواہی کی صداقت پر زیادہ زور اور تاکید ہے۔ بہ نسبت "خدا گواہ ہے" کے کلمہ کے۔ لہٰذا قسم جب کھائی جائے گی تو اس کے دو مقصد ہوں گے۔ ایک **گواہی** دوسرے **تاکید۔**

اسی طرح اللہ جب کسی چیز کی قسم کھائے گا تو اس میں بھی یہی دو مقصد ہونے چاہئیں ایک تو **گواہی** دوسرے **تاکید۔** مثلاً **والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت** الخ۔ قسم ہے زمانہ یا وقت کی کہ انسان گھاٹے میں ہے سوائے اس کے کہ وہ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔ وغیرہ وغیرہ یہاں زمانہ یا وقت کو بطور گواہ پیش کیا ہے۔ کہ دیکھ لو وقت گزرتا چلا جاتا ہے اور انسان کو جو عمر کا ایک وقت مقرر دیا گیا ہے اس میں سے ہر آن کم ہوتا چلا جا رہا ہے اگر انسان اسی وقت کو مفید باتوں اور کاموں میں نہ لگائیگا تو صریح گھاٹے میں ہے۔ زمانہ یا وقت کی گواہی کو قسم کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ تاکہ اس میں تاکید کا رنگ پیدا ہو۔ اگر یوں کہتے کہ وقت گواہ ہے تو صرف گواہی پیدا ہوتی۔ تاکید کا رنگ پیدا نہ ہوتا۔ قسم کے رنگ میں گواہی پیش کرنے سے تاکید کا زور بھی ساتھ پیدا ہو گیا۔

قرآن کی قسموں میں جھوٹ کا احتمال نہیں

اب اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ قسم کھانے میں بالعموم یہ امر مضمر ہوتا ہے کہ اگر قسم کھانیوالا سچ نہیں کہہ رہا تو اسے وہ چیز جس کی قسم کھائی جاتی ہے وہ سزا دے جو جھوٹے کی ہوتی ہے [illegible] ادہوتی ہے۔ تو کیا خدا [illegible] تا ہے۔ اس کا جواب [illegible] چونکہ جھوٹ [illegible] ملنے کا

کسی قسم کے جھوٹا ہونے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں:۔

(۱) ایک تو یہ کہ متکلم کے صفات میں جھوٹ کا احتمال ہو۔

(۲) دوم متکلم نے جو بیان کیا ہے اس میں جھوٹ کا احتمال ہو۔

قرآن میں جو قسمیں مذکور ہیں یہ دونوں باتیں ان میں نہیں۔

(۱) متکلم خود خدا مانا جاتا ہے۔ جس کی صفات میں قرآن نے کذب کا امکان مانا ہی نہیں کیونکہ وہ **حق** ہے۔ جھوٹ اس کی صفت کے خلاف ہے۔

(۲) جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں وہ خود بدیہات ہیں یعنی خدا کسی گزشتہ واقعہ کو نہیں بیان کر رہا۔ کہ اس کی صداقت کی نسبت مخاطب کے شبہ کو دور کرنے کے لئے قسم کھانے کی ضرورت پڑ گئی بلکہ جن امور کی قسم کھائی ہے وہ قدرت کے اٹل اور مسلم الثبوت قوانین اور نظارے ہیں۔ جو دوست دشمن سب کو مسلم ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں:۔

والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انہ لقول فصل وما ھو بالھزل ۔ قسم ہے آسمان کی جو بارش لاتا ہے اور قسم ہے زمین کی جو اس کے ذریعہ زندہ ہوتی ہے اور نباتات نکالتی ہے اور نشو و نما دیتی ہے۔ یہ قرآن کا قول فیصل ہے۔ اور یونہی کوئی بیہودہ بات نہیں۔ گویا اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ وحی الٰہی سے قلوب زندہ ہوتے اور ان کی مخفی قوتیں نشو و نما پاتی ہیں۔ ایک قانون قدرت کی قسم کھائی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے بطور گواہ پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ جس طرح جب تک آسمان سے بارش نہ ہو زمین زندہ نہیں ہوتی اور اس کی مخفی قوتیں ظاہر نہیں ہوتیں۔ اور وہ کسی بیج کو اگا نہیں سکتی۔ اسی طرح جب تک وحی الٰہی کی روحانی بارش نہ ہو قلوب کی زمین زندہ نہیں ہوتی۔ اور اس کے اندر مختلف باطنی قوتوں کے بیج نشو و نما نہیں پا سکتے۔

قسم کی آخری غرض

پس ایک قانون قدرت کو جو مخاطب اور دوست دشمن سب کو مسلم ہے پیش کر کے اس کی قسم کھانا اس لئے تو نہیں ہو سکتا کہ مخاطب کو اس کی صداقت میں شبہ تھا۔ خوب غور کرو جب خود متکلم کی صداقت میں بھی شبہ کا امکان نہیں اور جس کی قسم کھائی جا رہی ہے وہ بھی ایک مسلمہ صداقت ہے تو پھر قسم کھانے کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ امکان کذب یا کسی شبہ کو دور کرنا ہے۔ بلکہ صرف اس تاکید اور زور کو گواہی میں پیدا کرنا ہے۔ جو قسم کھانے کی آخری غرض ہوتی ہے۔ اور یہ خدا کے تمام افعال کے لئے مخصوص امر ہے۔

جیسا کہ اہل علم و معرفت جانتے ہیں کہ جب کسی فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو اگرچہ لفظ تو وہی بولا جاتا ہے جو انسان کے لئے ہوتا ہے مگر یہ فرق ضرور ہوتا ہے کہ انسان چونکہ اپنے اندر بہت سی کمزوریاں رکھتا ہے مثلاً وہ آلات و ذرائع کا محتاج ہے اس سے غلطیاں ہو جانے کا بھی امکان ہے وغیرہ وغیرہ جن سے خدا کی صفات مبرا اور مستغنی ہیں۔ اس لئے اس لفظ کے اندر اگر کوئی آلہ یا ذریعہ یا کمزوری کا احتمال نظر آئے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوگا۔ اور اس لفظ کے بولنے میں صرف اس فعل کی آخری غرض مقصود ہوگی۔ مثلاً انسان دیکھتا ہے اور اس کے لیے وہ آنکھ اور روشنی کا محتاج ہے۔ مگر جب کہیں گے اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے تو آنکھ اور روشنی جو ذریعہ انسان کے دیکھنے کے ہیں۔ وہ اس میں شامل نہیں ہونگے۔ صرف جو غرض دیکھنے سے ہوتی ہے وہ مراد ہوگی۔ ایسا ہی انسان سننے کے لئے کان اور ہوا کا محتاج ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے سننے میں یہ ذرائع مفقود ہونگے اور اصل غرض جو سننے سے ہوتی ہے وہ مراد ہوگی۔ ایسا ہی انسان کا رحم یا غضب اس کے قلب پر ایک خاص حالت کے وارد ہونے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر خدا کا غضب اور رحم صرف نتیجہ کا نام ہے۔ اسی طرح استہزا کا فعل جب انسان کی طرف منسوب ہوگا تو اس کے معنے ہوں گے ہنسنا۔ جس سے دوسرے کی تحقیر و تذلیل ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف جب یہ فعل منسوب ہوگا تو ہنسنا جو ایک ذریعہ تحقیر کا تھا مفقود ہو جائے گا۔ اور تحقیر و تذلیل کرنا جو اصل غرض تھی وہ باقی رہ جائے گی۔ اسی طرح خدا کی قسم کھانا ہے

قرآن کی قسموں کا مقصد

اسی طرح خدا کا قسم کھانا ہے اس میں بھی جو اصل غرض قسم کی ہوتی ہے یعنے گواہی میں تاکید اور زور پیدا کرنا وہ باقی رہ جائیگا اور باقی باتیں جو انسان کے لئے مخصوص اور کمزوریوں کے رنگ میں ہیں۔ اور خدا کی صفات کاملہ کے منافی ہیں وہ مفقود ہو جائیں گی۔

پس قرآن میں جو قسمیں اللہ تعالےٰ نے کھائی ہیں ان میں مسلم الثبوت، قدرت کے قوانین اور مظاہر کو امور باطنی و روحانی پر بطور گواہی پیش کیا ہے۔ اور گواہی میں تاکید اور زور پیدا کرنے کے لئے قسم کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ تاکہ مخاطب کے دل پر اس کا پورا پورا اثر پڑے۔ جو آخری غرض قسم کی ہوتی ہے۔ یہاں وہ کمزوریاں جو خدا کی صفات کے منافی ہیں اور جن کا احتمال اور امکان انسان میں ہو سکتا ہے۔ وہ خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتیں جن لوگوں کو خدا کی صفات اور افعال کی معرفت اور علم صحیح نہ ہو وہ اسی قسم کی ٹھوکر کھا جاتے ہیں جیسی کہ "پرکاش" نے کھائی ہے مثل ہے کہ ع:۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

شرفا اور خواص کی قسمیں

قسموں کے بارہ میں "پرکاش" کی نظر خدا کی صفات اور افعال پر تو کیا پڑنی تھی خود نوع انسان کے شرفا اور خواص پر بھی نہیں پڑی۔ اسی لئے بول اٹھے کہ قسم تو وہی کھاتا ہے جس کے بیان پر اعتبار نہ ہو! کچھ شک نہیں کہ بازاری لوگوں میں تو یہی طریقہ ہے۔ کہ اپنی باتوں پر اعتبار جمانے کی خاطر قسمیں کھاتے ہیں اور پھر بھی کوئی ان کی بات نہیں مانتا۔ ان کی قسمیں بھی اعتبار نہیں پیدا کر سکتیں لیکن لالہ جی بھول گئے کہ خواص اور شرفا میں قسم کے معنے ہمیشہ بے اعتباری ہی نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ اپنے بیان کی صداقت پر زور اور تاکید پیدا کرنے کے لئے بھی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ مثلاً عدالت میں جب کسی معزز افسر ڈاکٹر یا مجسٹریٹ یا کسی شریف شخص کی گواہی پر اس سے حلف لیا جاتا ہے۔ تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ آدمی بے اعتبار ہے؟ یا یہ معنے ہیں کہ گواہی دینے والا اپنی گواہی کی صداقت کو تاکید اور زور کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔ ایک جج کو جب عدالت عالیہ کی کرسی ججی کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ اور وہ اس کرسی پر بیٹھنے سے قبل حلف اٹھاتا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ ایک بے اعتبار آدمی ہے یا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی انصاف بندی اور عدالت پروری پر زوردار تاکید اور یقین کے ساتھ کھڑا ہونے لگا ہے کیا ایک

گورنر سے یا ایک بادشاہ سے حکومت کے تخت پر بیٹھنے سے قبل جو قسم لی جاتی ہے وہ اس کی بے اعتباری اور جھوٹا ہونے کی وجہ سے لی جاتی ہے یا اس کو اپنے فرائض کے متعلق توجہ دلانے اور تاکید اور زور دینے کے لئے لی جاتی ہے۔ کیا ایک بادشاہ جب کسی باغی قوم کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہے کہ اگر وہ لوگ بغاوت سے باز نہ آئے تو انھیں وہ سخت سزا دے گا۔ تو کیا اس وقت وہ ایک بے اعتبار آدمی ہوتا ہے۔ یا قسم سے مراد سزا کے متعلق زور دینا اور یقین دلانا مقصود ہوتا ہے۔ ان تمام جگہوں میں قسم کے جھوٹا ہونے کا احتمال مفقود ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ایسے شریف اور معزز اور مقتدر لوگوں کی نسبت یہ گمان ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے سے ان کی شان بلند ہے۔ دوسرے لفظوں میں قسم کھانے والا جس قدر معزز و باعتبار اور مقتدر اور شریف ہوگا اتنا ہی اس کی قسم کھانے میں بے اعتباری اور عدم صداقت کا پہلو مفقود ہوگا۔ اور قسم سے مقصد محض تاکید اور زور کا پیدا کرنا ہوگا

خدا کے قسم کھانے میں بے اعتباری نہیں ہو سکتی

اور یہ ایک انسان کے لئے ہے جس میں آخر تک امکان کذب کا باقی رہ سکتا ہے۔ لیکن جب قسم کھانیوالا انسان نہ ہو بلکہ خدا ہو جہاں امکان کذب کا ہو ہی نہیں سکتا۔ تو پھر وہاں عدم صداقت اور بے اعتباری کا پہلو کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اس کی قسم سے سوائے گواہی میں تاکید اور زور پیدا کرنے کے اور مقصود ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اور جب قسم ہی ایسی چیز کی کھائی جائے جس کی صداقت ظاہر اور سب کو مسلم ہو اور اس کو بطور دلیل اور گواہ کے پیش کیا جا رہا ہو اور گواہی بھی ایسی جس کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ایک حقیقت ظاہرہ ہے۔ تو بے اعتباری کو قدم دھرنے کی جگہ ہی کہاں رہ جاتی ہے۔ **اور ایسی قسم سے صرف اس دلیل کے استحکام اور گواہی کے زوردار ہونے کی طرف خصوصیت سے توجہ دلانے اور تاکید کرنے کے سوائے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے؟**

آریہ سماج کا تخیل خدا تعالیٰ کے متعلق

"پرکاش" کا خدا کو بازاری لوگوں پر قیاس کرنا محل تعجب نہیں (وجہ یہ کہ جس قوم کی معرفت اور خدا شناسی کا یہ حال ہو کہ خدا کو مادہ اور روح کا محتاج سمجھتی ہو وہ خدا کا اس قدر حقیر اندازہ نہ لگائے تو کیا کرے۔ ان کے نزدیک تو پرمیشر ایک ترکھان یا لوہار کی طرح ہے جس کے پاس لکڑی یا لوہا یا مادہ نہ ہو تو وہ کچھ نہیں بنا سکتا۔ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب پرمیشر کی صفات میں احتیاج کا پہلو داخل ہو گیا اور وہ اپنی خالق صفت میں روح اور مادہ کا محتاج نکلا۔ تو پھر اس کا ہاتھوں اور آلات اور مشینری کے محتاج نہ ہونے کا کیا ثبوت باقی رہ گیا۔ یا تو صفات میں احتیاج نہ مانو۔ لیکن جب احتیاج مان لیا۔ تو پھر قصہ ختم ہے اس کی حیثیت ایک بڑے لالہ سے زیادہ نہیں رہ جاتی اسی لئے یہ بیچارے جب خدا کو قیاس کرینگے اپنے نفس پر قیاس کریں گے اس سے بلند ان کا تخیل ہی نہیں جاتا۔ تو ان سے گلہ ہی کیا ہے۔

ع ۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

نفع کی بات

بات یہ ہے کہ ناظرین کرام جن کا چندہ ختم ہو چکا ہے وہ وی پی طلب کرنے کے بجائے منی آرڈر روانہ فرمائیں تاکہ مزید نقصان سے بچ جائیں (مینیجر)

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ تھا؟

(شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: "یاد رکھو کلمہ اور روح کا لفظ عام ہے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت اس جگہ نہیں ہے۔ یؤمن باللہ وکلماتہ۔ اب اللہ تعالیٰ کے کلمات تو لا انتہا ہیں۔ اور اپ ہی صحابہ کی تعریف میں آیا ہے۔ ایدھم بروح منہ پھر مسیح کی کیا خصوصیت رہی۔" (الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۳ء از حضرت اقدس)

نفخ روح اور مولانا نورالدین

اور حضرت مولوی نورالدین صاحب اس آیت کی تشریح یوں فرماتے ہیں:-

"مسلمان الٰہی کلام کو بھی روح کہتے ہیں۔ نفخنا فیہا من روحنا کے معنے ہوئے کہ حضرت مریم میں الٰہی کلام کو پہنچا دیا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ونفخت فیہ من روحی آیا ہے۔ جس کا ترجمہ ہے کہ جب میں اس میں اپنا کلام پہنچا دوں۔ یا پھونک دوں۔"

اور حاشیہ میں روح کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق دو آیات قرآن کریم سے نقل فرماتے ہیں:-

"اس بات کا ثبوت کہ قرآن میں روح کلام الٰہی کو کہتے ہیں یہ ہے: وکذالک اوحینا الیک روحا (پ ۲۵) ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا (پ ۱۴)"

ان حقائق اور شواہد کی موجودگی میں ایسی رائیں ظاہر کرنا جس سے عیسائیت کی تائید ہوتی ہو افسوس کی بات ہے۔ اور زیادہ افسوس اس لئے بھی ہے کہ ایک احمدی اور مولوی فاضل ہو کر اس قسم کی رائیں ظاہر کرے جس سے سلسلہ کی تخریب اور نئی لغوں کی تقویت ہوتی ہو۔ احمدی احباب کو خصوصیت کے ساتھ اس خطرے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

کن فیکون کا مطلب

مولوی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت آدمؑ کی پیدائش پر لفظ کن فیکون کا ذکر ہے ویسا ہی حضرت مسیح کی پیدائش پر کہا ہے۔

اس موقع پر بھی ہم یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ کن فیکون کا مفہوم بھی ہمارے مخاطب مولوی صاحب نے غلط سمجھا ہے۔ اس لئے ان کی راہبری کے لئے اس جگہ بھی ہم بزرگان سلسلہ کے کلام سے اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

رسالہ نورالدین کے صفحہ ۳۸ پر حضرت مرحوم تحریر فرماتے ہیں:-

"اصل بات یہ ہے کہ کن کا تعلق بعد الموت ہوا کرتا ہے۔ تمام قرآن کریم میں مرنے کے بعد پھر جی اٹھنے پر کن فرمایا ہے"۔

اس سے آگے قرآن کریم سے کئی ایک آیات بطور حوالہ نقل فرمائی ہیں۔ علاوہ ازیں تفسیری نوٹ کے صفحہ ۵۹ میں سورہ آل عمران کی تفسیر فرماتے ہوئے اس موقعہ پر لکھا ہے: "کن فیکون۔ اس پر مجھے بارہا سوال اٹھا ہے کہ یہ کس موقعہ پر آتا ہے۔ تو میں نے جہاں تک دیکھا یہ حیات بعد الموت پر بولا جاتا ہے۔ سورہ یٰس میں ہے اولیس الذی خلق السموات (الی) انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔"

ایسا ہی حضرت مسیح موعود چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۱۳ پر لکھتے ہیں:- "انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون یعنی خدا کا حکم اس طرح پر ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کہتا ہے کہ ہو تو ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ فی الفور بلا توقف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آیت میں فی الفور کا لفظ نہیں۔ بلکہ یہ اطلاق پر دلالت کرتا ہے۔"

کن فیکون میں خصوصیت نہیں

مولوی صاحب کے خیال میں کن فیکون کا مسیح کی پیدائش پر استعمال ہونا خاص قدرت نمائی کی غرض سے ہے۔ اور آدمؑ اور مسیح میں گویا یہ اشتراک پایا جاتا ہے۔ مگر مندرجہ بالا حوالجات میں نہ تو قدرت نمائی تسلیم ہوئی ہے۔ اور نہ ہر دو بزرگوں کی پیدائش میں مشارکت مانی گئی ہے۔ بلکہ ایک بزرگ کے کلام نے تو اس قصہ کا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کن فیکون کا اطلاق مابعد الموت پر ہوگا۔ ان حوالجات سے مولوی صاحب کے استدلال کی جو حقیقت رہ جاتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اور پھر اپنے بیان میں ایک ہی مقام پر اس کلمہ کی عمومیت کو تسلیم کرنا اور اس کو خاص کہنا اپنی آپ تردید کرنا ہے۔ الفاظ آیت پر اگر غور کیا جائے تو عمومیت اور خصوصیت کا حال واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کن فیکون سے پہلے اذا اراد شیئا کا جملہ مذکور ہے جس میں عام عادت الٰہی کا اظہار ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ نوع انسان کی قسم سے ہو یا حیوانات و نباتات اور جمادات کی قسم سے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہو تو وہ ہو جاتی ہے۔ اس میں آدم اور مسیح کو مختص سمجھنا اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ اسی طرح دوسری آیت یہ ہے۔ انما قولنا لشیء اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون (پ ۱۴ نحل) تیسری آیت ہے۔ ھو الذی یحیی ویمیت فاذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون (پ ۲۴)

پہلی آیت بھی عام اور صریح طور پر عادت الٰہی کا اظہار فرما رہی ہے۔ کہ ہمارا فرمان کسی چیز کے لئے جب ہم اس کا ارادہ کریں صرف یہی ہوتا ہے کہ ہم اسے کہدیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اس میں زید و بکر عمرو خالد کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پھر جب وہ ایک بات کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اسے بھی کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ مولوی صاحب کی عادت ہے کہ وہ واقعات اور قصص سے ایک قانون مستنبط فرماتے ہیں۔ حالانکہ قانون کو علیحدہ دیکھنا چاہیئے۔ اور پھر اس قانون کے ماتحت واقعات کی تفسیر کرنی چاہیئے مگر وہ اسے الٹ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ان کے مغالطہ کی ہے۔

ابطال الوہیت مسیحؑ اور آدمؑ سے مشابہت

اور مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ پھر حضرت عیسیٰ کو آدمؑ سے کیوں مشابہت دی۔ حالانکہ آیت کا اصلی مقصد (ابطال

الوہیت مسیح) ہی آدم سے مشابہت دینے کے بجائے حضرت نوح۔ ابراہیم اور موسےٰ علیہم السلام یا کسی عام انسان سے مماثلت بیان کرنے میں زیادہ نمایاں طور پر پورا ہوتا تھا۔ پس خدا کا باقی تمام انسانوں کو چھوڑ کر حضرت آدم سے مماثلت دینا بتاتا ہے کہ بے شک مسیح کی ولادت غیر معمولی ہے۔

مولوی صاحب اگر اصلیت پر توجہ کرتے تو ضرور ان پر حقیقت منکشف ہو جاتی۔ مقام غور ہے کہ الوہیت مسیح کی تردید اور اس کی بشریت کو ثابت کرنے کے لئے ابوالبشر حضرت آدم کو ہی مثال میں پیش کرنا چاہیے تھا۔ یا کسی درمیانی اور آخیری زمانہ کے انسان سے مشابہت دی جاتی۔ مولوی صاحب نے یہ نہ فرمایا کہ ابتدائی زمانہ کو چھوڑ کر درمیانی یا اخیری زمانہ کے کسی شخص کو اگر مشابہت کے لئے منتخب کیا جاتا تو ان میں ان کی تسلی اور اطمینان پانے کے لئے کونسی سہولت اور ترغیب تھی۔ مگر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ان کی اس مشکل کو بھی حل فرما دیا ہے۔ کاش وہ غور کریں۔

وہ فرماتے ہیں:۔ "آدم سے مراد عظیم الشان انسان ہے جیسے نوح۔ ابراہیم علیہما السلام۔ (تفسیر نور صفحہ ۱۶۹ سورہ طہٰ)

مولوی صاحب خدارا اب تو اپنی ضد کو چھوڑیں۔ اور سر تسلیم خم فرمائیں۔

ولنجعلہٗ آیۃ للناس کا مطلب

یہاں پر پہنچکر مولوی صاحب کے دلائل ختم ہو گئے ہیں اور آئندہ انہوں نے اپنے اس خاص قانون کی حکمت اور مصلحت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا تفصیل کے ساتھ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے اس پر بھی اجمالاً نظر کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی آیت جو پیش کی گئی ہے۔ وہ ولنجعلہ آیت للناس ہے۔ مولوی صاحب اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح کی یہ غیر معمولی پیدائش یہود کے لئے نشان تھی .... لہٰذا اس نے مسیح کو بے باپ کے پیدا کرکے بتا دیا کہ اب وقت آگیا کہ توریت کے نوشتوں کے مطابق اسماعیل کے گھرانے کو نعمت نبوت سے سرفراز فرمایا جائے۔"

مولوی صاحب ایک ذوقی کیفیت کا نام نشان رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس کو ایک وجدانی حالت تصور فرمائیں۔ تو ہمکو بھی اس کا اعتراف ہے۔ اور اگر وہ اس کو دلیل اور حکمت پر محمول فرمائیں تو یہ ذرا مشکل سی بات ہے۔ اگر ایک شخص بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اس قوم کا خاتم بن سکتا ہے تو جس کا نہ ماں ہو نہ باپ اس کو اول البشر نہیں بلکہ خاتم البشر کہنا چاہیے اور پھر اگر ختمیت کی یہی تعریف ہے۔ تو اس کی نظیر دیگر اقوام میں بھی ہونی چاہیے۔ یعنی جب کسی قوم سے نبوۃ کا خاتمہ مقصود ہو تو اس کے بزرگ کو بغیر باپ پیدا کیا جانا ۔ اور اس طرح پر مثالیں پیدا ہو کر دلیل کا مرتبہ حاصل ہو جاتا اور سب سے بڑی بات تو اس میں غور طلب یہ ہے کہ امت محمدیہ بالاتفاق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی اور یقین کرتی ہے۔ جس میں آپ بھی شامل ہیں۔ پھر یہاں پر یہ مصلحت اور حکمت کیوں کارفرما نہ ہوئی۔ امید ہے اس پر ضرور غور ہوگی +

مسیح موعود کا ارشاد

اور مزید اطمینان کے لئے حضرت مسیح موعود کا ایک حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مسیح کے آیت اللہ ہونے میں کوئی خصوصیت نہیں ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ آیت اللہ ہی ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ میں ہمکو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے لنجعلہ آیۃ رسول اللہ صلی علیہ وسلم بھی آیت تھے مسیح کی کوئی خصوصیت اس میں نہیں۔ عزیر بھی آیت اللہ تھے۔"

ناظرین مولوی صاحب کی توضیح اور حضرت اقدس کے ارشاد میں بین فرق ہے۔ مولوی صاحب بلحاظ پیدائش مسیح کو نشان مانتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب دعاوی کے لحاظ سے ایسا سمجھتے ہیں جو بالکل صحیح اور درست ہے۔

نکاح مریم صحیح تاریخوں میں

اور والتی احصنت فرجہا کے متعلق مولوی صاحب نے یہ تحریر فرمایا کہ مریم وہ عورت ہے کہ اس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔ تب ہم نے مریم میں نفخ روح کیا۔ اس آیت کی تفسیر ہم حضرت مسیح موعود کے قول سے اپنے مقام پر پہلے لکھ چکے ہیں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو واقعہ نکاح مریم سے ہی انکار ہے اس لئے ہم چند ایسے حوالے جن سے اس مطلب کی اچھی طرح وضاحت ہوتی ہے پیش کرتے ہیں۔

اخبار الحکم مورخہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء بضمن ڈائری حضرت اقدس لکھا ہے۔

"یہ تاریخی غلطی مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے۔ صحیح تاریخوں سے ثابت ہے کہ مریم کا نکاح یوسف کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اور پھر اس سے اولاد بھی ہوئی تھی۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی حضرت مریم کو ساری عمر بتول ٹھہرانا کہ انہوں نے نکاح نہیں کیا۔ بڑی غلطی ہے۔ ان تاریخی امور سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔"

اسی طرح الحکم ۱۴ر مارچ ۱۹۰۳ء اور کشتی نوح سے نکاح مریم ثابت ہے۔ اس لئے والتی احصنت فرجہا کی تفسیر لکھتے وقت مہربانی فرماکر اول ان حوالوں پر ضرور نظر فرما لیا کریں اور پھر قلم کو حرکت میں لائیں۔

مثلاً لبنی اسرائیل سے مراد

آگے مولوی صاحب نے مثلاً لبنی اسرائیل سے بھی خصوصیت بلا بدرپا استدلال فرمایا ہے۔ بات تو سیدھی تھی۔ کہ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے بلحاظ منصب نبوۃ نشان ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ ہمارے مخاطب کو ایک دھت لگی ہوئی ہے۔ وہ کھینچ تان کر غیر متعلق عبارتوں سے بھی ولادت بن باپ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ اس مسلک کو اختیار کرنے سے کوئی نص ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس لئے وہ ایسی محرکات پر مجبور ہیں۔

انہ لعلم الساعۃ کا مطلب

چوتھی آیت انہ لعلم الساعۃ فلا تمترن بہا واتبعون لکھکر ترجمہ کیا ہے۔ وہ الساعت کا نشان تھا۔ پس تم اس قیامت میں شک نہ کرو۔ اور میری پیروی کرو۔ پھر لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کی بن باپ کی پیدائش یہود کی قیامت کا نشان تھی۔

واللہ عالم یہ بن باپ پیدائش کا جملہ اس عبارت سے کس جگہ سے نکالا گیا ہے۔ اور کتب ہائے سابقہ کے کس مقام سے مسیح کی بن باپ پیدائش کی پیشگوئی آپ نے پڑھی ہے۔ یا اگر یہودیوں کی کسی اور مذہبی کتاب میں اس کا ذکر ہو تو اس کا حوالہ ضرور دینا چاہیے تھا۔ اصل میں یہ ساری مجبوریاں ہیں جو ایک غلط عقیدے کو پہلے ماننے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ سنئے حضرت مسیح موعود نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے۔ کہ

"یہ معنے ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اٹھنے کے لئے نشان ہے۔" (ازالہ اوہام)

مگر مولوی صاحب ان صریح حوالوں کے ہوتے ہوئے کہیں کے کہیں جا رہے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

اور انہیں ویدوں پر بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تبغہ نظر آئے گا اہل ثروت حضرات سے استدعا ہے کہ وہ اس کتاب کے حسب حالات و ضرورت نسخے خرید کر اپنے تعلیم یافتہ ہندو دوستوں کو بطور تحفہ پیش کریں۔

مولوی عصمت اللہ صاحب کی آمد

۶ر مارچ کو مولوی عصمت اللہ صاحب بھی مناظرہ کی صدارت کے لئے دہلی سے تشریف لے آئے تھے۔ قصبہ کے اکثر معزز احباب مولانا ممدوح کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ بعض احباب سے احمدیت کے متعلق بھی گفت و شنید ہوئی۔ مولانا عصمت اللہ صاحب نے نہایت مستحسن پیرایہ میں احباب کے شکوک کا ازالہ کیا۔ جس سے احباب کافی حد تک مطمئن ہو گئے۔

آخر پر ہم اپنے بزرگ محسن و محترم جناب خان صاحب محمد اکبر خان صاحب رئیس اعظم گڑھی نظر کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے نہایت ہی وسعت قلبی کا ثبوت دیتے ہوئے مناظرہ کے متعلق ہر ایک تکلیف کو گوارا فرما کر ایک سچے مسلمان کا نمونہ پیش کیا۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور بیش از بیش خدمات دینیہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار

محمد شفیع علوی سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ (پٹیالہ)

(بقیہ صفحہ اول)

(۵) پرچوں کی تاریخوں کے علاوہ ان کے نمبر بھی ملا لینے چاہییں۔ کیونکہ بعض اوقات کسی تاریخ کا پرچہ ناغہ ہو جاتا ہے احباب اخبار کا نمبر ملائے بغیر پرچہ طلب کر لیتے ہیں۔ پرچہ کا نمبر پہلے صفحہ پر پیشانی کے نیچے بائیں طرف ہوتا ہے فائل رکھنے والے اصحاب کو خاص طور پر اس احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۶) اگر آپ کے ذہن میں ان شکایات کے انسداد یا اخبار کی اصلاح و بہتری کے لئے کوئی مفید تجویز ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔ اگر وہ قابل عمل ہوئی تو ہم اس پر عمل کرنے کی ممکن کوشش کریں گے۔ نیز تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اس قومی اخبار کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرمائیں۔ اگر ہر ایک خریدار ایک ایک دو دو خریدار فراہم کر دے تو اخبار کی مالی مشکلات کا خاتمہ ہو کر اس کی ترقی کی نہایت شاندار راہ کھل سکتی ہے۔

نیازکیش

بشارت احمد۔ افسر اخبارات

جلد ۲۰ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۳ - مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۹

اخبار احمدیہ

دہلی کا جلسہ - چونکہ دہلی میں آج کل دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے اس لئے سالانہ جلسہ جو ایسٹر کی تعطیلات میں ہونیوالا تھا - ملتوی ہو گیا ہے -

راولپنڈی میں جلسہ :- راولپنڈی میں اپنی جماعت کا سالانہ جلسہ ۳۰ اپریل و یکم مئی کو قرار پایا ہے - جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ مولانا صدر الدین صاحب، مولانا عصمت اللہ صاحب - مرزا مظفر بیگ صاحب - شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اور میر مدثر شاہ صاحب شامل ہوں گے سر محمد دین جان آنریری انسر تحصیل و تبلیغ)

وفات - مکرم جناب شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری کی صاحبزادی ایک طویل علالت کے بعد لاہور میں فوت ہوگئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ، مرحومہ کی لاش موٹر پر لائل پور پہنچائی گئی اس حادثہ میں ہمیں شیخ صاحب مکرم اور مرحومہ کے شوہر میاں محمد محسن صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے - اور پسماندگان کو صبر جمیل -

علی پور ضلع مظفرگڑھ سے اطلاع آئی ہے کہ آریہ سماجی مناظر سوامی رودرانند نے سالانہ کی شفقت کی پروا نہ کرتے ہوئے وہاں احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیدیا ہے - اس لئے مرزا مظفر بیگ صاحب کو اس چیلنج کے جواب کے لئے وہاں بلایا گیا ہے -

---

ایک انگریز شاہزادی کا قبول اسلام

"ملک سراوک کی حسین شاہزادی ڈاینگ موڈا خاص انگریزی نسل کی ہیں - ولیعہد کی بیوی ہیں - پروٹسٹنٹ خاندان میں پیدا ہوئیں - پھر کرسچن سائنٹسٹ فرقہ میں شامل ہوگئیں - پھر رومن کیتھولک رہیں - اب مسیحیت کو بالکلیہ چھوڑ کر اسلام قبول کر رہی ہیں - ... شاہزادی موصوفہ نے ہمارے خاص نمائندہ سے کہا - کہ وہ طیارہ کے اوپر لندن اور پیرس کے درمیان ہوا میں اڑتی ہوئی اسلام قبول کریں گی - اور پیرس میں جونہی اتریں گی تو وہاں کی مسجد میں دھوم دھام سے ان کی پیشوائی کے لئے مسلمانوں کا ایک مجمع عظیم موجود ہوگا اور ان کا نام خیر النسا رکھا جائے گا - اور اس کے دس دن بعد جب وہ لندن پھر واپس آئیں گی تو انہیں وہ متبرک جبہ نذر دیا جائے گا - جسے تیرہ سو برس سے زائد ہوئے خود پیغمبر نے پہنا تھا - اور جس کی قیمت ۵ لاکھ پونڈ ہے ! لندن کا ایک عظیم الشان ہال اس کے لئے کرایہ پر لیا جائے گا اور کئی دن تک وہاں اس مقدس تبرک کی زیارت ہوتی رہے گی - اور ساری دنیا کے مسلمان اس اہم ترین مذہبی تقریب میں شرکت کے لئے جمع ہوں گے "

("ڈیلی اکسپرس" لندن - ملخصاً ۱۸ فروری ۱۹۳۲ء)

لیڈی صاحبہ کا مسلمان ہونا خدا ان کو اور ہم کو سب کو مبارک کرے - خدا کرے کہ ان کا اب کی تبدیل مذہب پختگی و استقامت کے ساتھ ہو - ان کا اسلام لانا یقیناً ہر مسلمان بھائی اور مسلمان بہن کیلئے باعث مسرت ہے - لیکن اسلام کی تاریخ میں شہزادیوں تک کا ایمان لے آنا کوئی نیا اور ایسا انوکھا واقعہ نہیں کہ اسے اسی درجہ اہمیت دیجائے لیڈی صاحبہ کی یہ بلند پروازی تو خیر ایک تفریح کی چیز سمجھی جا سکتی ہے کہ عین اسلام لاتے وقت انہوں نے بجائے زمین کی پستیوں کے آسمان کی بلندیوں کا انتخاب فرمایا - البتہ اس کے تخیل کے کوئی معنی سمجھ میں نہ آئے کہ پیرس کی مسجد پر ان کی پیشوائی کے لئے مسلمانوں کا ایک اجتماع عظیم ہوگا - بعد پیکینڈ سے کے لئے اور بہت سے مقامات موزوں ہو سکتے ہیں - مسجد غریب کو اگر رکوع و سجود - عجز و نیاز - عبدیت و عبودیت ہی کے لئے چھوڑ دیا جاتا تو زیادہ اچھا تھا — لیکن خبر کا سب سے زیادہ دلچسپ و پرلطف حصہ وہ ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے - کہ حضور صلعم کا کوئی جبہ مبارک بھی شہر لندن میں محفوظ ہے - جس کی قیمت ۵ لاکھ پونڈ یعنی موجودہ شرح تبادلہ سے کوئی ۸۰ لاکھ روپیہ) اور جو اب لیڈی صاحبہ کے قبضہ میں آجائے گا - اور جس کی زیارت کے لئے حج کی طرح مسلمانان عالم جوق جوق اپنے اپنے ملکوں سے سفر کر کر کے لندن میں جمع ہوں گے ! — کون کہتا ہے کہ داستان گوئی اور افسانہ طرازی کا فن الف لیلہ اور بوستان خیال کے لکھنے والوں پر ختم ہوگیا ؟ (سچ)

امریکہ کی فرد جرم

"امریکہ کے شہر شکاگو میں ۱۰ ہزار سے زائد جرائم پیشہ اس وقت آزاد پھر رہے ہیں
نیویارک میں ۳۰ ہزار ان کی تعداد ہے -
ڈٹرائٹ اور میمفس میں ان کی تعداد اس سے بھی زائد ہے - امریکہ میں ہر سال ۲۰ کروڑ اور ۳۰ کروڑ پونڈ کے درمیان یہ غارت گر لوٹتے رہتے ہیں - یہ بدمعاش انسان کے قتل کر ڈالنے میں اتنا بھی دریغ نہیں کرتے جتنا ایک دیوانہ کتے کے گولی مارنے میں کیا جاتا ہے ! انسانی زندگی سے متعلق جو شقاوت و بیدردی آج امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں پائی جاتی ہے - اس کی نظیر سے شاید انسانیت کی تاریخ خالی ہو -
ڈاکوؤں کے سردار آل کیپون نے شراب - جوئے افیون اور حرام کاری کے اڈے کھول رکھے ہیں اور پانچ برس میں ان ذرائع سے ایک کروڑ ۴ لاکھ پونڈ کی دولت حاصل کر لی ہے - ۱۹۲۹ء میں امریکہ کی شرح قتل انسانی برطانیہ سے ۱۲ گنی زائد تھی -
دس برس کے عرصہ میں اس میں فی صدی ساڑھے تین سو کا اضافہ ہوگیا ہے "

یہ اقتباسات پروفیسر ڈبلیو - ٹی مارگن کے مضمون "جرائم امریکہ" سے ماخوذ و منقول ہیں - جو رسالہ کنٹمپرری ریویو (لندن) کے فروری نمبر میں شائع ہوا ہے - اور "لیڈر" کے توسط سے ہندوستان میں شائع ہوا ہے - ہمارے روشن خیال "مصلحین" جو اس دھن میں لگے ہوئے ہیں کہ ہندوستان کو بھی جس طرح ممکن ہو امریکہ بنا دیں - امریکہ کے تمول و امارت - موٹر کاروں اور بلند کوٹھیوں کے ساتھ امریکہ کے قاتلوں اور خونیوں - ڈاکوؤں اور رہزنوں - بدمعاشوں اور اوباشوں کو خدا معلوم کیوں بھولے ہوئے ہیں!

مولوی ثناء اللہ کیسا آخری فیصلہ اور حقیقت الوحی کا مطالبہ

(مولوی عمر الدین صاحب شملوی کی قلم سے)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار "اہلحدیث" مورخہ ۴ دسمبر کے صفحہ ۴ پر قادیانی مشن کے ماتحت ایک مضمون بعنوان "آخری فیصلہ کی چھان بین" شائع کیا ہے جس میں اشتہار آخری فیصلہ کی دعا مباہلہ نہ ہونے کے ثبوت میں صرف ایک بات پر زور دیا ہے جو یہ ہے کہ

"مرزا صاحب نے اخبار بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء میں
اعلان کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت
کریں گے جب کتاب حقیقت الوحی چھپ کر ان کو
پہنچ جائے گی۔ اور وہ اسے پڑھ کر ہمارے
دلائل پر مطلع ہو جائیں گے"

"کتاب حقیقت الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی
جو کئی روز بعد ہم کو پہنچی۔ اور ہم نے دیکھی اور مرزا
صاحب کی دعا فیصلہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع
ہوئی تھی معلوم ہوا یہ دعا اس مباہلہ سے الگ ہے
جس کا سلسلہ ۱۸۹۷ء سے چلا آ رہا تھا"

"یہ دلیل ایسی صاف اور واضح ہے کہ ادنیٰ انسان
کا ایمان بھی اسے تسلیم کرے گا۔ مگر قادیانی اور تسلیم"

"مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ
کے ساتھ مباہلہ بعد اشاعت حقیقت الوحی ہو گا۔
پس اس سے پہلے جو ہوا وہ مباہلہ معہودہ نہیں"

ہم نے مولوی صاحب کا اعتراض ان کے اپنے الفاظ میں پورے طور پر نقل کر دیا ہے۔ تاکہ مولوی صاحب کو یہ شکایت نہ ہو کہ ان کا اعتراض کچھ اور تھا اور جواب کچھ اور دیا گیا ہے اور چونکہ مولوی صاحب نے مرکز سے ادھر ادھر جانے کی بجائے مرکز پر قائم رہتے ہوئے جواب لکھنے کو زور سے چیلنج کیا ہے اس لئے خدا کے فضل سے میں صرف اسی سوال کا جواب عرض کرتا ہوں۔

مولوی صاحب کا علمی نکتہ

مولوی صاحب مجھے یقین ہے کہ حقیقت حال سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور ان کا یہ سوال غالباً تجاہل عارفانہ ہے۔

مگر مولوی صاحب نے یہ خیال کر لیا ہے کہ گو یا احمدیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور اسی خیال کی وجہ سے آپ نے جواب دیتے ہوئے ایک علمی نکتہ کے ماتحت یہ بھی لکھ دیا کہ:۔

"اہل علم بالخصوص مولوی اللہ دتا صاحب ایک بات
یاد رکھیں گے تو کبھی یہ جواب نہ دیں گے۔ دیں گے تو
اہل علم کی نگاہ میں ذلیل ہوں گے۔ اقتضاء النص۔
دلالۃ النص وغیرہ جو کچھ ہو متکلم کی عبارت النص کے
ماتحت رہے گی۔ پس مولوی اللہ دتا صاحب یا ان کے
دوسرے ہمخیال کتنے ہی استدلالات سے اس دعا
آخری فیصلہ کو مباہلہ ۱۸۹۷ء سے ملائیں لیکن متکلم
کی نص صریح کا مقابلہ نہیں کر سکتی"

آخری فیصلہ کی دعا، دعائے مباہلہ ہے

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ متکلم کی نص صریح کے مقابل زید یا بکر کی تاویلات کی کچھ حقیقت نہیں مگر اسی اصول کے ماتحت ہم مولوی صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ جب آخری فیصلہ والی دعا پر آپ کے یہ کہنے پر کہ یہ طریق فیصلہ غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلعم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے حضرت مرزا صاحب سے سوال کیا گیا کہ حضور آپ تو لکھتے ہیں۔ کہ سچے کی زندگی میں جھوٹا ہلاک ہو جائے گا لیکن اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو آنحضرت صلعم کو جو سچے نبی ہیں جھوٹا اور مسیلمہ کذاب کو سچا کہنا پڑے گا۔ تو حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ

"یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے
ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔۔۔۔۔
ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے
جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے
یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ یہ
بالکل غلط ہے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے۔ کہ سچے کے
ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی
میں ہی ہلاک ہو جاتے ہیں۔" (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

اس عبارت سے فیصلہ ہو گیا کہ جب سچے کی زندگی میں جھوٹے کی موت کی دعا کی جائے تو یہ مباہلہ ہے پس آخری فیصلہ درحقیقت دعائے مباہلہ ہی ہے۔ جسے مولوی صاحب نے نامنظور کر کے اپنی جان بچالی تھی۔ اور جب یہ دعائے مباہلہ ہے تو بلاشبہ یہ وہی دعائے مباہلہ ہے جس کا سلسلہ ۱۸۹۷ء سے چلا آ رہا تھا۔

حقیقت الوحی سے پہلے دعائے مباہلہ کیوں کی گئی؟

مولوی صاحب کو عذر یہ ہے کہ یہ مباہلہ تو حقیقت الوحی کی اشاعت پر ملتوی کیا گیا تھا۔ اور چونکہ وہ کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی۔ اور آخری فیصلہ کی دعا ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی ہے لہٰذا یہ دعا وہ دعائے مباہلہ نہیں ہو سکتی۔ مگر مولوی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ جب ان کو یہ لکھا گیا کہ آپ سے مباہلہ حقیقت الوحی کی اشاعت کے بعد ہو گا تو آپ نے فوراً حسب عادت یہ کہنا شروع کر دیا کہ لو صاحب مرزا صاحب بھاگ گئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے رہے کہ میں مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ پہلے بتا دو کہ عذاب کیا آئے گا۔ یہ سب دراصل جان بچانے کے ڈھنگ تھے۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود چاہتے تھے کہ ایک دفعہ پھر آپ پر از راہ ترحم حجت تمام کر دی جائے۔ مگر مولوی صاحب نے بار بار اپنی ہمہ دانی کا اظہار کیا۔ اور مباہلہ سے بچنا چاہا۔ لہٰذا حکمت الٰہی نے مولوی صاحب کو دوسرے راہ سے پکڑ لیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود نے فوراً مباہلہ کا اعلان بذریعہ اشتہار آخری فیصلہ کر دیا۔ اور اشاعت حقیقت الوحی پر جب مولوی صاحب نے حقیقت الوحی کا مطالبہ کیا تو آپ کو مفتی صاحب نے لکھ دیا کہ

"آپ کی طرف حقیقت الوحی کا ارادہ اس وقت
ظاہر کیا گیا تھا جبکہ جناب کو مباہلہ کے واسطے لکھا
گیا تھا۔ تاکہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے۔ مگر چونکہ آپ نے
اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر
اس ... سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی راہ
نکالی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری
راہ سے پکڑا۔ اور حضرت حجت اللہ کے دل میں
ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا دوسرا طریق اختیار کیا"

اس تحریر نے فیصلہ کر دیا کہ مباہلہ کا وقوع جو اشاعت حقیقت الوحی کے بعد پایا گیا تھا۔ وہ مصلحت الٰہی کے ماتحت حقیقت الوحی کی اشاعت سے پہلے ہی بذریعہ اشتہار مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری فیصلہ کی صورت میں ظہور میں آ گیا۔ پس مولوی صاحب کا اب یہ کہنا کہ اب یہ عذر کہ آخری فیصلہ دعائے مباہلہ نہیں بالکل غلط ہے۔ اس حوالہ سے یہ نکلا ناکہ دوسری راہ سے مراد مباہلہ کے سوا اور راہ ہے بالکل زبردستی ہے۔ کیونکہ جو دعا کی گئی وہ تو صریحاً مباہلہ کی دعا ہے۔

مولوی صاحب کی بدحواسی

مباحثہ لدھیانہ کے وقت جب میر قاسم علی صاحب نے منقولی اور معقولی طور پر جناب فاضل صاحب کا قافیہ تنگ کر دیا۔ تو مولوی صاحب سے اور تو کچھ بن نہ پڑا جھٹ یہ کہہ دیا کہ نبی جو کہتا ہے وہ وحی الٰہی ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ دعا الہامی ہے خصوصاً اس لئے کہ اس دعا کے بعد مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا کہ تیری دعا ہم نے قبول کر لی۔ اور اپنی اس بات کے ثبوت کے لئے مولوی صاحب نے اخبار بدر میں سے ڈائری پیش کی جس میں یہ الفاظ تھے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا وہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن جب مولوی صاحب کو بتایا گیا کہ مولانا یہ ڈائری اگرچہ شائع تو آخری فیصلہ سے بعد ہوئی ہے مگر دراصل ہے یہ اس سے پہلے کی۔ اور ثبوت میں اخبار سے تاریخ بھی دکھا دی گئی۔ تب مولوی صاحب بدحواسی میں کہنے لگے کہ یہ تاریخ غلط چھپی ہوئی ہو گی لیکن جب یہ عذر بھی باطل کر دیا گیا تو فرمانے لگے کہ آخری فیصلہ کی دعا ہی دراصل ۱۵ اپریل کی نہیں ہو گی۔ بلکہ کئی دن پہلے کی ہو گی۔ مگر اس کا ثبوت نہ دے سکے۔ اور اپنے بچاؤ کے لئے بدر اخبار میں سے مفتی محمد صادق صاحب کا وہ جواب جو حقیقت الوحی کے مانگنے پر آپ کو دیا گیا تھا جس کو ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے پیش کر کے فرمانے لگے کہ اس تحریر کی رو سے آخری فیصلہ کی دعا کا الہامی دعا ہونا ثابت ہے۔ اب ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیوں مولانا جب خود حضرت مرزا صاحب آخری فیصلہ میں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ "یہ دعا کسی الہام یا وحی کی بنا پر نہیں" تو اس عبارت النص کے مقابلہ میں مفتی صاحب کے اس خیال کو کہ خدا تعالیٰ کی مشیت نے آپ کو دوسرے راہ سے پکڑ لیا۔ آپ کیوں پکڑ بیٹھے۔ کیا اس وقت یہ آپ کا علمی نکتہ آپ کو یاد نہ تھا۔ یاد تو تھا اور ضرور یاد تھا مگر سچ یہ ہے کہ بدحواسی کی وجہ سے محض مطلب برآری کی خاطر آپ کچھ کا کچھ کہہ گئے۔ مگر آج تک آپ ہی اپنے علمی نکتہ کے جال میں پھنس گئے۔ ذرا خود ہی اب کہئے تو کد۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دلیل بین

مباحثہ لدھیانہ کے موقعہ پر تو آپ نے اس طرح مطلب براری کا راز نکالا۔ اب جب دیکھا کہ آخری فیصلہ کے دعائے مباہلہ ہونے میں تو شک نہیں۔ تو آپ نے دوسرے راہ سے نکالنا چاہا۔ جسے ہم نے اس مضمون میں پہلے ہی بند کر دیا ہے۔ مگر مولوی صاحب چونکہ لا نسلم کی گردان کے عادی ہیں ضرور کہیں گے کہ یہ جواب غلط ہے۔ اور مرزا صاحب کی عبارت النص چاہتی ہے کہ مباہلہ حقیقت الوحی کی اشاعت کے بعد ہو۔ مگر ہمیں تعجب ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی حکمت نے مولوی صاحب کے اس اعتراض کا جواب

اسلامی دُنیا

جزیرۂ فلیپائین میں تبلیغ اسلام

سنہ ۱۳۸۰ء میں جبکہ فیروز شاہ تغلق سریر آرائے سلطنت دہلی تھا، عرب کے کچھ تاجر مال تجارت لئے ہوئے جزائر فلیپائن میں پہنچے۔ جو جاوا سے ایک ہزار میل جانب شمال و مشرق بحر اوقیانوس میں واقع ہیں سب سے پہلے ان کا قدم سولو نامی ایک جزیرہ میں پہنچا جہاں حسب معمول مال تجارت کو بیچنے کے ساتھ امر بالمعروف کا کام بھی انہوں نے کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک صدی کے اندر اندر کل جنوبی جزائر دولت اسلام سے مالا مال ہو کر ایک مسلمان بادشاہ کے سایۂ عاطفت میں آ گئے۔ یہ رفتار ترقی شمال کی طرف بھی بڑھتی چلی گئی۔ اور آخر کار تمام جزائر کی کل آبادی مسلمان بادشاہ کے زیر نگین ہو گئی۔ لیکن شمالی جزائر میں تبلیغ کا کام ابھی مکمل نہ ہوا تھا کہ اہل ہسپانیہ نے سنہ ۱۵۷۸ء میں حملہ کر کے کل شمالی جزائر پر قبضہ کر لیا۔ اور جیسا کہ ہر حکمران کی عادت رہی ہے زبردستی لوگوں کو عیسائی بنانا شروع کر دیا۔

مسلمانان فلیپائین کی موجودہ حالت

باوجود اس کے آج بھی قریباً ایک کروڑ دس لاکھ کی کل آبادی میں سے مسلمان قریب پانچ لاکھ ہیں۔ یہ آبادی ایک ہی جگہ پر جنوبی جزائر میں ہے بہت زیادہ متشدد اور دیگر ادیان کے ساتھ مخلوط نہیں۔

مسلمانان جزائر جنوبی علم میں بہت پیچھے ہیں۔ دولت میں کم ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مجلس ملکی میں ایک بھی مسلمان نمائندہ سنہ ۱۹۲۳ء کے انتخاب میں نہیں تھا۔ ایک عرصہ دراز تک مسلمان حکومت کر چکے ہیں اور فطرتاً عادات و اطوار میں اور جسمانی قویٰ میں وہ عام فلیپائنیوں سے بہتر اور انسب ہیں۔ چونکہ آپ تعداد میں کم ہو گئے ہیں۔ اس لئے جب اسپین والوں کو شکست ہوئی۔ اور امریکہ کا قبضہ ہوا۔ اور عیسائی رعایا فلیپائن نے ملکی حکومت کا خواب دیکھنا شروع کیا۔ تو یہ لوگ اس تحریک سے بالکل علحدہ رہے۔ اور ایک اعلان بھی شائع کیا کہ وہ امریکہ کی سلطنت میں رہنا فلیپائنیوں کی غلامی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اگر ملک آزاد ہو تو اس صورت سے ہو۔ کہ جنوبی جزائر کی ایک علحدہ سلطنت قائم کی جائے +

ترک اور قرآن

ترکوں میں قرآن عزیز کو سمجھنے اور اس کے مقاصد کو عام کرنیکا خیال روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ ترکی مدبرین کا خیال ہے۔ کہ قرآن عزیز کو ترکی زبان میں پڑھا جائے۔ تاکہ ترکوں کا بچہ بچہ اسکی غرض و غایت سے واقف ہو۔ اگرچہ قرآن شریف کو ترکی زبان میں پڑھنے کی تحریک کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہے تاہم اس قلیل مدت میں ترکوں کے اندر ایک عجیب مذہبی اسپرٹ پیدا ہو گئی ہے۔ ترکی زبان میں خطبہ بھی پڑھا جانے لگا ہے جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ جمعہ کے روز مساجد میں جگہ نہیں ملتی۔ مسجد ایا صوفیہ میں شب قدر کو تقریباً چالیس ہزار کا اجتماع تھا۔ جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بعض ترکی علماء کا خیال ہے۔ کہ جب اس طریقے سے قرآن حکیم کے مطالب پر تمام ترکوں کو عبور حاصل ہو جائیگا۔ تو پھر ترکی زبان میں قرآن اور خطبہ پڑھنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہیگی۔

مسیحی دُنیا

فلیپائین میں مسیحی جبر و تشدد

اسپین والوں کی سلطنت کی یہ خصوصیت ہر جگہ رہی ہے کہ زبردستی ملک کی رعایا کو دین مسیحی اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اس وقت نوے فی صدی عیسائی فلیپائن میں ہیں۔ دوسری عادت اسپین والوں کی یہ بھی ہے کہ ممالک مفتوحہ میں وہ ملکی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ اور ان کی اولاد ملک میں پھیل جاتی ہے۔ اس وقت ایسے لوگوں کو مسٹا زو کہتے ہیں۔ ان کی تعداد بہت کم ہے مگر ملک بھر کے زمیندار یہی لوگ ہیں اور کل اختیارات بھی انہیں کے ہاتھ میں ہیں۔

زمانہ موجودہ میں عیسائیوں کی کوشش بلیغ ہو رہی ہے کہ ان تھوڑے مسلمانوں کو بھی اپنے دام تزویر میں پھنسائیں۔ چنانچہ ایک مسیحی فادر جیفوئن سانچو رقمطراز ہیں کہ جب مرغنہ کا زور توڑ دیا جاتا ہے۔ تو رعایا اپنے لڑکوں کو مشن اسکولوں میں بھیجتی ہے۔ بعد ازاں ہزاروں کی تعداد میں دین عیسوی قبول کر لیتے ہیں۔" صرف ایک ضلع داؤد میں سنہ ۱۸۹۲ء میں تین ہزار مسلمان عیسائی ہو گئے۔

مسیحی مردم شماری

تازہ مردم شماری میں مسیحیوں کا شمار ۴۷۰۰۰ ۱۸ بڑھ گیا ہے۔ یعنی ۲۵ فی صدی گذشتہ مردم شماری میں اضافہ ۱۴ فیصدی تھا۔ موجودہ میزان میں برما کے مسیحیوں کا شمار شامل نہیں۔ جہاں پچھلی مردم شماری میں ۲۵۷۰۰۰ مسیحی شامل تھے۔ ان کو شامل کرنے سے یقیناً ساٹھ لاکھ مسیحی ہند میں آباد ہیں۔ اس حساب سے مسیحیوں کی ہستی کی شرح ۲۲ فی صدی ہو گئی۔ اس دفعہ کئی ایک اچھوت قوموں نے اپنے تئیں سکھ درج کرایا ورنہ سکھوں کا اصلی شمار کم ہے اور اس میں ۱۷۷۰۰۰۰ مسیحی آباد ہیں۔ اس کے بعد ٹراونکور کا درجہ ہے۔ یعنی ۷۶۰۰۰۰ ۱ اور پنجاب میں ۴۰۰۰ ۴۱ برار اور اڑلیسہ میں ۳۱۰۰۰ ۴۱ ریاست کوچین میں ۲۴۴۰۰۰ صوبۂ بمبئی میں ۲۱۷۰۰۰ یوپی میں ۲۰۵۰۰۰ آسام میں ۲۰۲ اور بنگال میں ۱۸۰۰۰۰ عورتوں کی نسبت ۱۴۵۰۰۰ مردوں کی زیادتی ہے۔ صوبۂ پنجاب میں مرد زیادہ ہیں۔ مگر مدراس اور بہار و اڑلیسہ میں عورتوں کی خفیف سی کثرت ہے +

✻ سردھا آریہ سماج اور رشی دیانند کی سپرٹ کے خلاف ہیں۔ اس لئے ہم بڑے زور سے ان کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ آریہ سماج کے سدھانت انوار کسی مسلمان کے ساتھ شدھی کئے بغیر کھانا درست نہیں۔ اور نہ ہی سور۔ اور بکرا برابر ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ ایک آریہ سماجی ہر قسم کا مانس کھانا پاپ سمجھتا ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ گئو۔ سور اور بکرا ایک (لسٹ) پر آ جائیں۔ رشی دیانند نے گئوکرونا ندھی پتک لکھی۔ سور ندھی یا بکرا ندھی نہیں لکھی۔ گئو کی ویدک دھرم میں بڑی مہانتا ہے۔ رشی دیانند اپنے جیون میں بھارت سے گئو ہتیا کے کلنک کو مٹانے کے لئے کتنی کوششیں کرتے رہے یہ انکے جیون کے پڑھنے سے ہی بخوبی پتہ لگ سکتا ہے گئو رکھشا بھی انکے پرچار کاریہ کا ایک مکھیہ انگ تھا۔ کتنے شوک کی بات ہے کہ آج اسی گئو کے متعلق لالہ

ہِندو دُنیا

ابتدائی آریوں کے خواب

"مہرشی دیانند نے آدی وید منتروں سے سارے سنسار کو آریہ بناؤ" کے اپدیش سنا کر صرف مسلمانوں کو ہی نہیں۔ بلکہ ساری دنیا کے عیسائیوں۔ بدھوں اور نانکوں وغیرہ منشیہ ماتر کو آریہ بنانے کی تلقین کی۔ وہ چاہتے تھے کہ آریہ ہندو جاتی کی رگ رگ اور نس نس میں یہ خیال گھر کر جائے کہ انہوں نے سارے سنسار کو آریہ بنانا ہے۔

ابتدائی ایام کے آریوں میں یہ خیال بڑے زوروں سے پیدا بھی ہوا۔ اس وقت کے بھجنوں میں بڑے جوش سے آریہ بھجنیک گایا کرتے تھے ؎

مکے کے مندروں میں ہو وید پاٹھ جاری
یوروشلم میں گونجے جا کر صدا ہماری

اس وقت کے آریہ پرچارکوں کی نظر ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں پر ہی نہیں تھی۔ بلکہ ایران۔ عرب۔ ٹرکی۔ مصر کے کروڑوں مسلمانوں کو بھی شدھ کر کے آریہ بنانے کے وہ خواب لیا کرتے تھے۔ لیکن آج تو ہندوستان میں ہندو جاتی کی ہستی کے لالے پڑ رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کو ہر طرح سے کمزور کر کے اسلامی راجیہ کے ہی منصوبے باندھے جا رہے ہیں۔" (آریہ ویر)

کسی ہندو کو مسلمان نہ بننے دو

"آریہ ہندوؤں کا یہ پرم کرتویہ ہے کہ اگر وہ جینا چاہتے ہیں اگر ویدک دھرم اور آریہ سبھیتا کو زندہ رکھنا چاہتے اور اس کا آریہ ورت میں ہی نہیں بلکہ سارے سنسار میں پرچار و وستار کرنا چاہتے ہیں تو ملکراسی سپرٹ سے شدھی کا کام شروع کر دیں جس سے مسلمان ہندوؤں کو مسلمان بنایا کرتے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر ہم ۲۲ کروڑ ہندو یہ نشچے کر لیں کہ ہم نے کسی بھی ہندو کو مسلمان نہیں بننے دینا اور ۷ کروڑ مسلمانوں سے جن میں $\frac{1}{99}$ سے بھی زیادہ یہاں کے ہی آریہ بزرگوں کی اولاد ہیں۔ اور اسلامی زمانہ میں جبر و تشدد سے مرعوب ہو کر یا خود ہندوؤں کی مورکھتا سے مسلمان بننے پر مجبور ہوئے۔ پھر ویدک دھرم میں لا کر دم لینا ہے۔ تو دنیا کی کوئی شکتی نہیں جو ان کے راستہ میں رکاوٹ ہو سکے۔ سالوں میں ہی آریہ جاتی کا پانسہ پلٹ سکتی ہے اور دیش کی اوستھا کچھ سے کچھ ہو سکتی ہے۔ اور ان رذنوں کا جو آج مالابار کے ہی ڈنکل کو ہانٹ رہے اور پرسوں کشمیر کے۔ ان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور سنسار میں پھر ویدک دھرم اور آریہ جاتی کا بول بالا ہو سکتا ہے۔" (آریہ ویر)

لالہ کانشی رام وید کا بیہودہ لیکچر

"دوسپاہ ہوسے دھوڑالی آریہ سماج کے سپتاہک ستسنگ میں لالہ کانشی رام وید نے چھوت چھات پر لیکچر دیتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ کھانے کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا وہ ✻

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر ۱۹

عقل اور مذہب

(۲)

مساجد اور منادر

شری سوامی ایس آر ٹھاکر صاحب نے مذہب کی مذمت کرتے ہوئے تیسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ :-

"مذہب کے نام پر ہی غریبوں سے روپے بٹور بٹور کر بڑے بڑے سنہری مندر اور بڑی بڑی وسیع مسجدیں بنائی جاتی ہیں کہ جو فرقہ وارانہ لڑائی جھگڑوں کو بڑھانے کے صلاح مشورے کرنے کے سوا کوئی خاص کام نہیں دیتیں"

ہم حیران ہیں کہ اس فقرے کو سوامی صاحب کی "بے تعصبی" کا نمونہ قرار دیں یا "ناروا داری" کی نادر مثال مسجدوں اور مندروں کو جو عبادت الٰہی کے لئے تعمیر ہوتے ہیں لڑائی جھگڑوں کا مرکز قرار دینا کہاں کا "دست دھرم" ہے اور کس "سائنٹفک مذہب" نے اس بیسویں صدی میں ایسی "ناروا داری" کی جو توہین کی حد تک پہنچتی ہے تعلیم دی ہے۔ جھگڑے وغیرہ کی کوئی ایک آدھ مثال بھی کہیں ہو تو کیا اس کی بنا پر تمام منادر و مساجد کو یہ کہنا کہ وہ لڑائی جھگڑوں کو بڑھانے کے صلاح مشورے کرنے کے سوا کوئی خاص کام نہیں دیتیں جائز ہے سوامی صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک غریبوں کے اندر یہ دل موجود ہے کہ اپنے رہنے کے لئے جھونپڑیاں تک نہ رکھنے کے باوجود خدا کے گھر کے لئے وہ دل کھولکر روپیہ دیتے ہیں اسوقت تک نیکی اور صلاحیت بھی دنیا کے اندر باقی ہے۔ جس وقت خدا کا نام اٹھ گیا مساجد اور منادر کی جگہ غریبوں کی جھونپڑیاں نہیں بلکہ امیروں کے محلات بنتے نظر آئیں گے۔ (کیونکہ غریبوں کو پھر بھی رہنے کے لئے جھونپڑیاں میسر نہ آئیں گی) اور روحانیت کی جگہ یہ نام نہاد سائنس اور مادہ پرستی لے لیگی جو مغرب کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہے تو رہا سہا امن بھی دنیا سے اٹھ جائے گا۔

مذہب اور سرمایہ داری

سوامی صاحب کو شکایت ہے کہ مذہب سرمایہ داروں کی غلامی سکھاتا ہے۔ لیکن یہ کس کی غلامی ہے کہ خدا کو چھوڑکر مادہ پرستی کو قبلۂ مقصود بنایا جاتا۔ اور مغربی سرمایہ داروں کی ترقیات کو مذہب پر ترجیح دی جاتی ہے۔ مذہب سرمایہ داروں کی غلامی نہیں سکھاتا۔ بلکہ سرمایہ داری ہی سے انسان کو روکتا ہے وہ امیروں کے مال میں غریبوں کا حق قایم کرتا اور اس طرح غربا کو اوپر اٹھاتا ہے وفی اموالھم حق للسائل و المحروم۔ قرآن کا ارشاد ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک سرمایہ داری کی لعنت سے جو غربا کی پرورش سے باز رکھنے والی ہو۔ انسان کو نجات نہیں دلاتا۔

مغربی ترقیات اور اسلام

ہم نہیں کہتے کہ مغرب کی ترقیات قابل قدر نہیں۔ اور اہل مذہب کو ان سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔ جو مذہب دنیوی ترقیات کا دشمن ہے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے دنیوی علوم اور سائنس کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ اور اس پہلو میں ترقی کی طرف قدم بڑھانے کی ہدایت کی ہے۔ اور اسی ہدایت کے ماتحت مسلمانوں نے قرون اولے میں بیش بہا علوم کا دروازہ کھولا لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام نے خدا پرستی کو بھی انسانی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ دین و دنیا دونوں ہی اسلام کے نزدیک مذہب کے ضروری اجزا ہیں۔ اور جو مذہب دنیا کو چھڑانا اور انسان کو نکما اور کاہل الوجود بنانا چاہتا ہے۔ وہ ہرگز پیروی اور اتباع کے قابل نہیں۔

مذہب اور مادہ پرستی

ایسا ہی وہ نام نہاد سائنٹفک مذہب بھی جو خدا سے چھڑاکر مادہ پرستی کی طرف لیجانا چاہتا ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسے مذہب کے نام سے پکارا جائے۔ ہم حیران ہیں کہ سوامی آر ایس ٹھاکر صاحب نے اس میں کونسی مصلحت سمجھی ہے کہ دنیا کو مذہب کے نام سے متنفر کرکے مادہ پرستی کی طرف لیجایا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں مختلف فرقوں کی باہم آویزش اور بعض مذہبی خیالات قابل اصلاح ہیں۔ لیکن اس کا ذمہ دار مذہب کو قرار دینا اور مذاہب کی اصل تعلیم لوگوں تک پہنچانے کے بجائے خود اسی کے مٹانے کے درپے ہو جانا ہرگز قرین مصلحت نہیں۔ کیا مغرب کی لامذہبیت اور مادہ پرستی باوجود ان تمام شاندار ترقیات کے جو اسے حاصل ہوئی ہیں۔ اسے تباہی اور بربادی کی طرف نہیں لے جا رہیں۔ کیا یہ مذہب اور خدا پرستی سے دوری کا نتیجہ نہیں کہ ہر قسم کے حیا سوز اور انسانیت کش اخلاق آج مغرب میں پرورش پا رہے ہیں۔ اور بڑے بڑے دولتمند اور سرمایہ دار ذراسی ناکامی پیش آجانے پر مایوسی کی اس حد تک جا پہنچتے ہیں جہاں خودکشی کے سوا انہیں چارہ نہیں۔ حال ہی میں سویڈن اور جرمنی کے دو بڑے سرمایہ داروں کی خودکشی اسی حقیقت کا عملی ثبوت ہیں۔ برخلاف اس کے قرآن کا مذہب جو لاتقنطوا من رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو) کی تعلیم دیتا ہے۔ سخت ناکامیوں کی حالت میں بھی ایسے خیالات سے بہت دور لیجانیوالا ہے۔ شراب، زنا اور خودکشی جو ہر قسم کے معاصی اور بدامنیوں کی جڑ ہیں۔ مغربی مادہ پرستی کی مایہ ناز پیداوار ہیں۔ کون دانشمند اس بات کو پسند کر سکتا ہے کہ مذہب کو چھوڑکر جو ان مصائب سے نجات دلاتا اور امن وامان کی زندگی پیدا کرتا ہے۔ مادہ پرستی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے

مذہبی فرقوں کی آویزش

ہندوستان میں مذہبی فرقوں کی آویزش چنداں موجب تعجب نہیں کیا مغرب میں یہ جھگڑے اور فساد، جنگ اور جدال موجود نہیں۔ کیا ہندوستان کے لڑائی جھگڑے مغربی ایجادات کی ہلاکت خیزیوں سے زیادہ خطرناک ہیں، کاش سوامی صاحب نے اس پہلو میں ٹھنڈے دل سے غور کیا ہوتا تو وہ کبھی مذاہب کو مٹانے اور مغربی مادہ پرستی کی تقلید میں آواز بلند کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

مذہب پر الزامات کے ذیل میں صرف ایک قابل جواب امر باقی رہ گیا ہے جو گناہ اور توبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پر آئندہ اشاعت میں نظر ڈالی جائے گی۔ انشاء اللہ

سورۂ فاتحہ اور بائیبل

لاہور سے مسیحیوں کا ایک نیا رسالہ المائدہ کے نام سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جس میں دیگر مختلف مضامین کے علاوہ پادری ایس ایم پال کی تفسیر قرآن بھی شائع ہو رہی ہے۔ رسالہ مذکور کے دوسرے نمبر میں سورۂ فاتحہ کی ایک ایک آیت کو جو صرف دو دو تین تین لفظوں پر مشتمل ہے بائیبل کی طویل طویل عبارات سے مطابقت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ ان عبارات میں سورۂ فاتحہ کا کوئی مفہوم بھی پورے طور پر نہیں پایا جاتا۔ مثلاً رب کا یہ مفہوم کہ ادنےٰ حالت سے اٹھاکر اعلےٰ سے اعلےٰ مدارج تک پہنچانے والا۔ العالمین میں کل جہانوں کی شمولیت۔ الرحمٰن میں رحم بلا مبادلہ کا خیال اور مالک یوم الدین میں یہ اشارہ کہ جہاں وہ اعمال کا بدلہ اور ان کی جزا دے گا۔ وہاں اپنی مالکیت کی وجہ سے بعض گناہوں کو بخش بھی سکتا ہے۔ بائیبل کی کسی بھی عبارت میں پایا نہیں جاتا۔ انعمت علیھم کا کوئی مفہوم بائیبل کی عبارت سے پیش نہیں کیا گیا۔ اور مغضوب علیھم اور ضالین کو "شریر" کے لفظ سے تعبیر کرکے ثابت کردیا ہے کہ بائیبل قطعاً اس بلند خیالی کو نہیں پہنچ سکتی جو سورۂ فاتحہ میں مضمر ہے۔

سورۂ فاتحہ کی شان

اسی بلند خیالی کی وجہ سے پادری سلطان محمد پال کو آخر میں

کیلے لفظوں میں یہ اعتراف کرنا پڑا ہے کہ:-

"سورۂ فاتحہ اپنے حقیقی مفہوم کے اعتبار سے نہایت شاندار سورت ہے۔ اس کے ہر جملہ سے خدا کی خدائی اس کی عظمت اور برتری اس کے رحم اور فضل کی عالمگیری۔ اس کے بندوں کی طرف عجز و نیاز مندی، اطاعت و فرمانبرداری اور حقیقی دعا و التجا ظاہر ہوتی ہے" ڈاکٹر ویری صاحب نے اپنی انگریزی تفسیر القرآن میں کیا خوب لکھا ہے کہ:-

"سورۂ فاتحہ کی اس کے حقیقی مقصد کے لحاظ سے کوئی مسیحی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے ... آخر تک ایک خالص دعا ہے۔ جس کو مسیحیانہ طور پر ادا کیا گیا ہے۔ ہر ایک شخص اس کے جواب میں آمین کہہ سکتا ہے"

میں کہتا ہوں کہ صرف آمین نہیں بلکہ اس کو ورد کر سکتا ہے۔ اور پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بائیبل مقدس کے وہ جواہر ریزے ہیں جن کو ایک نئے طرز اور نئے اسلوب کے ساتھ ایک ہی سلک میں پرو دیا گیا ہے۔"

کیا اس اعتراف کے باوجود پادری سلطان محمد کو سورہ فاتحہ کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہے؟ کیا عرب کا ایک امی انسان جس کو نہ بائیبل کا علم ہے نہ علم فصاحت و بلاغت سے کوئی تعلق اس "نئے طرز اور نئے اسلوب" کی "نہایت شاندار سورۃ" بنا سکتا ہے؟

سیٹھ عبداللہ ہارون کا خطبہ صدارت

آل انڈیا مسلم یوتھ کانفرنس میں سیٹھ عبداللہ ہارون نے جو خطبۂ صدارت دیا وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں نوجوانوں کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے جن مختلف ذرائع کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ ان کی حیات ملی کے لئے ایک زبردست معاون کا کام دے سکتے ہیں مثلاً یہ کہ (۱) فرصت کے ایام میں دیہات میں جا کر مسلمانوں کو تعلیم کی طرف رغبت دلائیں۔ اور ان کے بچوں کو مدارس میں داخل کریں۔ (۲) کم خرچ بورڈنگ ہوس اور مفلس طلبا کے لئے لائبریریاں قایم کر کے حصول تعلیم میں ان کی امداد کریں۔ (۳) دفتر یا سکول کے کام سے فارغ ہو کر اپنے ہمسایوں کے بچوں کو بلا معاوضہ تعلیم دینے میں صرف کریں۔ (۴) اپنی آمدنی اور مصارف میں توازن پیدا کریں۔ (۵) زراعت پیشہ اور مزدور پیشہ جماعتوں کو ساہوکاروں کے پنجہ سے نکالنے کی کوشش کریں۔ اور ان کی ایسی تنظیم کریں کہ یہ جماعتیں خود غرض اصحاب کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیاں نہ بن جائیں (۶) اسلامی اخوت و مساوات کے عہد زریں کو پھر تازہ کریں اور سید و غیر سید، پیر اور مرید میں رشتہ ناطہ کا سلسلہ قایم کر کے ثابت کریں کہ مسلمان نسلی قومی اور جغرافیائی حدود کی زنجیروں میں اسیر نہیں ہیں (۷) زکوٰۃ اور صدقات کو چونکہ کسی آل انڈیا انتظام کے ماتحت لانا مشکل ہے۔ اس لئے ہر محلہ ... زکوٰۃ اور صدقات جمع کر کے مردوں اور عورتوں کو جو معاش پیدا کرنے کے ناقابل ہیں؛ اور کوئی ان کا سرپرست نہیں ماہوار وظائف دیں۔ نادار طلبہ کے لئے کتابیں اور فیسیں بہم پہنچائیں اور کتب خانے کھولیں۔ (۸) حصول تعلیم کا نصب العین پہلے سے قایم کر لیں۔ اور اسی کے مطابق اپنے آپ کو تیار کریں۔ مثلاً وکیل بننا ہے تو وکیلوں سے دوستی بڑھائیں۔ مقدمات کی روئدادیں پڑھیں۔ عدالتوں میں مقدمات کی پیروی کے طریقے ملاحظہ کریں۔ (۹) زمانۂ طالب علمی میں اپنے سرپرستوں پر کم مالی بوجھ ڈالیں۔ اور مطالعہ سے فراغت کے وقت ہر قسم کی ملازمت اور کلرکی وغیرہ سے روپیہ کمائیں (۱۰) اپنی کمائی کا دسواں حصہ محفوظ رکھیں۔ جس کو شدید ضرورت کے بغیر ہاتھ نہ لگایا جائے۔ (۱۱) شادی یا ماتم کے موقعہ پر ہرگز قرضہ نہ لیں (۱۲) اخبارات کے مطالعہ کی عادت ڈالیں۔ ... اور رسالوں کے اشتہارات اور علی الخصوص گورنمنٹ گزٹ کو ضرور پڑھ لیا کریں۔ اور جب کسی ملازمت کی جگہ کے خالی ہونے کا یقین ہو جائے تو موزوں اشخاص کے پاس پہنچکر سفارش حاصل کریں۔

یہ نصائح اس قابل ہیں کہ نوجوانان اسلام انہیں عمل میں لانے کی کوشش کریں۔ مسلم یوتھ لیگ کے ارکان اگر ذاتی مفاد و اغراض سے الگ ہو کر ان امور پر مسلم نوجوانوں کو کاربند کرنے کی کوشش کریں۔ تو اسلام بہت جلد موجودہ پستی سے نکل کر شاندار مستقبل کا حامل ہو سکتا ہے۔

چالیس فیصدی سے زائد اراضی کا نقصان

سیٹھ عبداللہ ہارون نے اپنے اسی خطبہ میں قرضہ کی وبا اور سود کے اس بلا خیز چکر کا ذکر کرتے ہوئے جس میں مسلمان عام طور پر گرفتار ہیں۔ اس افسوسناک حقیقت کا اعلان کیا کہ:-

"صوبہ سندھ میں اس طریق پر میرے مسلمان بھائی ۴۰ فیصدی سے زائد اراضی ضائع کر چکے ہیں۔"

اسی قسم کے ناگوار واقعات کا مشاہدہ پنجاب اور دوسرے صوبوں میں مدت سے ہو رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ان حالات کی اصلاح کی کوئی موثر صورت آج تک نہیں ہو سکی۔ بلکہ دن بدن یہ وبا بڑھتی جا رہی ہے۔ کیا قوم کے ارباب حل و عقد کونسلوں کی نشستوں کا تصفیہ کرنے کے بجائے ان حالات کی بھی اصلاح کی صورت پیدا کریں گے؟

تصفیہ حقوق کا وعدہ

یہ کس قدر افسوسناک حقیقت ہے کہ ہندوستان کی دو بڑی قومیں جو ذمہ دارانہ حکومت کی اپنے آپ کو اہل سمجھتی ہیں اپنے حقوق کے متعلق باہم تصفیہ کرنے سے عاجز ہیں اور اس کے لئے ملک معظم کی حکومت کے آگے دست سوال دراز کرنے پر مجبور! ہندو قوم اگر اس بارہ میں ذرا بھی وسعت قلبی سے کام لیتی تو ہندوستان کو یہ بدنامی کا داغ نہ اٹھانا پڑتا کہ وہ حکومت خود اختیاری کا اپنے آپ کو اہل قرار دیتے ہوئے اور اس کی پہلی ہی سیڑھی پر قدم رکھنے کے لئے دوسروں کے سہارے کا محتاج ہے

بہرحال ملک معظم کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ "وہ مشکل اور متنازعہ امور میں احتیاط کے ساتھ از سر نو غور کرنے میں مصروف ہے۔ اور حکومت کا پختہ ارادہ ہے کہ اس بارہ میں کوئی غیر ضروری تاخیر نہ ہو" حکومت کا وعدہ موجودہ حالات کے لحاظ سے ایک گونہ قابل اطمینان ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمانوں کے جائز مطالبات کو جو ہندوستان کی ایک اہم اقلیت ہونے اور کم از کم چار صوبوں میں اکثریت کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے ان کا واجبی حق ہیں ضرور پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

جماعت کو ترقی دینے کی ضرورت

احباب سلسلہ کو اس طرف خاص طور پر متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جس پاک مقصد کو لے کر وہ کھڑے ہوئے ہیں اور خدا کے مجدد نے جو عظیم الشان کام ان کے سپرد کیا ہے اس کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک جماعت کو ترقی اور وسعت دینے اور مستحکم اور مضبوط کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ مجدد وقت کی شناخت یوں بھی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب تک اس کے ساتھ نہ ہوں اور اس کے روحانی فیوض اور علوم عالیہ سے مستفیض ہو کر اپنی اصلاح نہ کریں اور ایک نظام کے ماتحت دنیا کو پیغام ہدایت نہ پہنچائیں مسلمان قوم کامیاب اور فائز المرام نہیں ہو سکتی۔ مہدی اور مسیح کے نام کے ساتھ جو کامیابیاں وابستہ ہیں اور اس کی تائید و نصرت کے لئے جو تاکید دربار نبوی سے ارشاد ہو چکی ہے کون مسلمان ہے جو اس سے انکار کر سکے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے دوست اس طرف خاص طور پر توجہ کریں اور مجدد وقت کا پیغام لوگوں کو پہنچا کر انصار دین کی اس جماعت کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل جو بیس ہزار کی تعداد میں چھپوائی گئی ہے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ احباب اس کو منگوا کر کثرت سے لوگوں میں تقسیم کریں۔ اور انہیں اس پیغام حق کی طرف بلائیں۔ جس کی دعوت مجدد وقت نے دی ہے۔

مسٹر کے ایم حسن کی رپورٹ

ریلوے بورڈ نے مسٹر کے ایم حسن کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ ریلوے کی ملازمت میں مسلمانوں کے تناسب کے متعلق تحقیقات کریں مسٹر موصوف کی تحقیقات کی جو روئداد شائع ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان بھر کی ریلوں پر جو ملازم ریلوے بورڈ کے ماتحت کام کر رہے ہیں ان کی تعداد سات آٹھ لاکھ کے قریب ہے گزیٹڈ افسروں میں مسلمانوں کا تناسب صرف تین فیصدی ہے اور سینئر سب آرڈینیٹ ملازمتوں میں چار فیصدی ہے ہندوؤں کی اس دروغ بیانی کا کہ ملازمتوں کے قابل مسلمان نہیں ملتے۔ یہ جواب دیا گیا ہے کہ گزشتہ سال ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے عراق ریلوے کے لئے سات قلیل المشاہرہ اور عارضی اسامیوں کے لئے صرف مسلمانوں کی درخواستیں طلب کی تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ تین چار دن کے اندر ایک ہزار سے زائد درخواستیں پہنچ گئیں۔ مسٹر کے ایم حسن نے اعداد و شمار سے ثابت کیا ہے کہ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے سات ڈویژنوں میں سے ایک ڈویژن میں مسلمانوں کی تعداد بمقدار زیادہ ہے کہ ساری نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ملازموں کی مجموعی تعداد بھی اس سے کم ہو گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ریلوے کی چھوٹی ملازمتوں کے

جماعتِ قادیان سے قطع تعلق اور اس کی وجوہات

قادیانی جماعت کے اخلاق، میاں صاحب سے چند اہم سوالات

(سید اختر حسین راولپنڈی)

قادیانیت اور احمدیت

یوں تو مجھے چند سال سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرنے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق واقفیت بہم پہنچانے کا موقعہ حاصل تھا اور بلاشبہ میں نے اس موقعہ سے فائدہ بھی اٹھایا مگر جب تک میں نے جناب میاں محمود احمد صاحب کی بیعت گزشتہ سال ماہ اپریل میں نہ کی مجھے " قادیانیت " اور " احمدیت " کا فرق معلوم نہ ہو سکا۔ چنانچہ جب میں قادیان سے بیعت کرنے کے بعد واپس ہوا تو ایک لاہوری دوست سے میری ملاقات ہوئی جنھوں نے حضرت امیر کی " جماعت قادیان سے اپیل نمبر ۲ " مجھے پڑھنے کے لئے دی۔ گو اس سے پہلے بھی بعض ٹریکٹ اور رسالجات جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کئے تھے میری نظر سے گزرے تھے۔ مگر اس مضمون نے میرے دل پر ایک گہرا اثر کیا۔ اور میں اس کا جواب تلاش کرنے کی بے سود کوشش میں لگ گیا۔ میں اپنے ایک نہایت مہربان مگر " پکے قادیانی " دوست کے پاس گیا اور " الفضل " کے وہ پرچے طلب کئے جن میں اس اپیل کا جواب شائع ہوا تھا۔ انہیں غور سے پڑھنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ ان جوابات کو پڑھ کر صرف وہی شخص خوش ہو سکتا ہے جس نے عقل سلیم کو کسی " سجادہ نشین " کے قدموں پر نثار کر دیا ہو۔ ورنہ کامن سنس سے کام لینے والا آدمی ان جوابات کو تنکوں کا سہارا کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قادیانی اخلاق

میں نے اپنے دوست سے بعض باتوں کا جواب مانگا۔ اور جب وہ عبارات پڑھیں جو مضمون میں مذکور تھیں تو ان سے نہ رہا گیا۔ بے اختیار یوں گوہر افشانی فرمائی کہ " جب آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت کر لی ہے تو یہ منافقانہ رویہ کیا معنے رکھتا ہے؟ کیا آپ میں " لاہوری سانپ " کا زہر اثر کر گیا ہے؟ اگر ایسی بات تھی تو پہلے بیعت ہی کیوں کی؟ جب آپ نے حضور کو امام تسلیم کر لیا ہے تو ایسے اعتراضات کرنا بڑی لغویات ہے " جب میں نے یہ کہا کہ " ہم تو حضرت مسیح موعود پر دلائل ہی سے مغلوب ہو کر ایمان لائے ہیں۔ اور حضرت صاحب نے دلائل ہی پر اپنے ہر ایک دعوے کی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کبھی کسی احمدی کو دلائل کے مطالبہ پر برا بھلا نہیں کہا تو اب کسی مسئلہ پر بیعت کے بعد دلیل مانگنا کوئی جرم تو نہیں۔ آخر ہم لاہوریوں کو کیا جواب دیں۔ وہ لوگ حضرت مسیح موعود کے یہ اقوال دکھا کر ہمیں بہت شرمندہ کرتے ہیں " تو یہ صاحب غصہ میں بھر گئے اور حضرت امیر کی شان میں وہ ناپاک کلمات استعمال کئے کہ الامان والحفیظ۔

بعض لوگ میری باتوں کو سن کر صرف یہی کہہ کر فیصلہ کر دیتے کہ " ہم حضرت مسیح موعود کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں۔ اگر ان کا انکار کفر نہیں تو ان کا آنا نہ آنا برابر ہوا۔ گویا حضرت مسیح موعود کافر بنانے کے لئے آئے تھے۔ ورنہ بصورت دیگر ان کا آنا عبث تھا۔ العیاذ باللہ

کثیر حصہ جماعت کے عقاید

مگر کثیر حصہ جماعت مجھے ایسا ملا جو غیر احمدیوں کو کافر نہ کہتا تھا۔ وہ اگرچہ حضرت مسیح موعود کو نبی مانتا تھا۔ مگر انکار مسیح موعود کو کفر دون کفر سمجھتا تھا۔ اس حصہ میں سے بعض آدمی صاف کہہ دیتے کہ " ہم حضرت مسیح موعود کے منکر کو دائرہ اسلام سے کسی صورت خارج نہیں کہہ سکتے۔ جب تک وہ کلمہ طیبہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ "

ان متضاد بیانات نے مجھے بڑے ششں و پنج میں ڈال دیا میں حیران تھا کہ میاں صاحب اور علمائے سلسلہ کچھ اور بات پیش کرتے ہیں۔ اور عوام کچھ اور۔

قادیان میں ڈیڑھ ہفتہ

میں دوبارہ قادیان گیا اور ڈیڑھ ہفتہ تک وہاں ٹھہرا بعض علما کے سامنے سوالات کو پیش کیا۔ مگر وہاں سے وہی جوابات ملے جن کی تردید حضرت امیر کی طرف سے ہو چکی تھی۔ مثلاً یہ کہ حضرت مسیح موعود پر نزول جبرئیل ہوا۔ جیسے آپ کا الہام ہے جاءنی ائیل۔ آپ کا انکار کفر ہے جیسے فرمایا " دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا " مجھے سمجھ نہ آیا کہ حضرت مسیح موعود ازالہ اوہام میں یہ عقیدہ لکھ کر کہ وحی نبوت بعد آنحضرت صلعم تا قیامت مسدود ہے۔ اس کی مخالفت کس طرح کر سکتے ہیں۔ جب بارہا آپ نے فرمایا کہ نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی نبوت بعد آنحضرت صلعم نہیں ہو سکتا۔ ہاں مومنوں کی تائید کے لئے جبرئیل کا آنا ممتنع نہیں تو " جاءنی ائیل " سے " نزول جبرئیل بپرایہ وحی نبوت " مراد لینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ الہام متشابہات میں سے ہے۔ اور اگر خالی الذہن ہو کر اس پر غور کیا جائے تو معنے سوائے " نزول جبرائیل لغرض تائید " کے کچھ اور ہو نہیں سکتے۔ اسی طرح تمام غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر بنانے والی مایہ ناز دلیل میں " دوسرے یہ کفر " کے الفاظ ہی اسے کفر دون کفر والی قسم میں داخل کر رہے ہیں۔ ایسے ہی " مثلاً " کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ اسی قسم کے اور بھی کفر ہوں۔ جو ایک ایسے شخص سے ظاہر ہوں جو اسلام میں داخل ہے صرف مسیح موعود کا انکار ہی کفر نہیں۔ بلکہ نماز نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا بھی کفر ہے۔ مگر یہ کفر وہ نہیں جسے حضرت مسیح موعود نے پہلی قسم بتا کر اسلام سے ہی خارج کہا بلکہ کفر دون کفر ہے۔

قصر خلافت سے بے نیل مرام واپسی

میری تسلی تو کیا ہوئی تھی اور بہت سی باتیں جو پہلی دفعہ قادیان میں آ کر مجھ سے مخفی رہی تھیں ظاہر ہونے لگیں۔ اور ان سے زیادہ بے چینی ہوئی۔ جتنے دن میں وہاں رہا ہر صبح میرا یہی معمول رہا کہ " قصر خلافت " میں جا کر پرائیویٹ سکرٹری جناب کو اپنا نام بتاؤں تا کہ وہ کاغذ پر نوٹ کر کے باری پر مجھے حضرت میاں صاحب کی ملاقات کا موقعہ دیں مگر افسوس کہ ملاقات نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ ع

بدامنش نہ رسد دست ہر گدا حافظ

برآمدہ میں اس بات کے انتظار میں ٹہلتے ٹہلتے گھنٹے گزر جاتے کہ کہیں ہمارا نام پکارا جائے۔ اور ہم اوپر جا کر زیارت کریں۔ مگر بعض " خاص مریداں " آ کر میاں صاحب کو ایسا تنگ کرتے کہ ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جاتے۔ اور اس طرح انہیں مجبور کر کے ان لوگوں کی ملاقات سے جن کے پاؤں باہر کھڑے ہو ہو کر سونے لگتے تھے باز رکھتے۔ بعض اوقات بوجہ " علالت طبع " ملاقات نہ فرما سکتے اور اس طرح کئی آدمی ہوتے جو میری طرح بے نیل مرام واپس چلے جاتے۔ کئی دفعہ پرائیویٹ سکرٹری صاحب کی گھڑی " منارۃ المسیح " کے کلاک سے آگے ہوتی۔ اور یہ صاحب بجائے بارہ بجے کے ساڑھے گیارہ بجے ہی کسی " دور سے آئے ہوئے مہمان " کو آنکھیں نکال نکال کر اور دیر سے آنے کا غلط الزام دے کر زجر و توبیخ فرمانے لگ جاتے۔

" دربار فاروقی " میں رسائی مشکل تھی اور آخر کار واپس ہی آنا پڑا۔ مگر یہ نظارہ مجھے بھولنے والا نہ تھا۔ جن غیر از جماعت پیر پرست لوگوں کے سامنے میں " پیر پرستی " کے نقائص بیان کیا کرتا تھا۔ ان کے سامنے اب مجھے خاموش رہنا پڑا۔ واللہ در القائل ؎

اے برہمن چہ زنی طعنہ کہ در معبد ما
سبحۂ نیست کہ آں غیرت زنار تو نیست

قادیانی پیر پرستی

اس " پیر پرستی " کو خدا تعالےٰ نابود کرے اس نے اچھے اچھے عالی دماغ اشخاص کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر اور ان کی قوت فیصلہ کو سلب کر کے انہیں لا الیٰ ھٰؤلاء ولا الیٰ ھٰؤلاء کا مصداق بنا یا ہوا ہے۔ اخبارات کے کاغذ پر چند اصطلاحات قلم اور سیاہی سے لکھی ہوئی ہیں (جو الفاظ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں کہ وہ لکھی ہوئی ہیں -) اور ان " الفاظ " اور " محض الفاظ " کو اس لئے لکھا گیا ہے کہ ان کو پڑھ کر عوام بلا کسی دلیل کے " خلافت محمود " اور " نبوت مسیح موعود " کو تسلیم کر سکیں اور ان میں حسن ظن کا مادہ اس حد تک ترقی کر جائے کہ یہ سوچنے کے بغیر کہ یہ بات مسیح موعود کے مذہب کے خلاف تو نہیں۔ ہر ایک آواز کو جو قادیان سے بلند ہو بلا تامل دہرانے لگیں۔ ادھر " حضرت خلیفۃ المسیح " نے جماعت لاہور کو " میلے کے ڈھیر " اور " دوزخ کی چلتی پھرتی تصویروں " سے تشبیہ دی اور ادھر انہوں نے اس جماعت کے خلاف بغیر قوت فکر کو کام میں لائے۔ زہر اگلنا شروع کر دیا۔ " خلیفہ معصوم " کے شیدائی کبھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچیں گے کہ میاں صاحب کا ان برے الفاظ کو ایک خادم اسلام اور مسیح موعود سے نسبت رکھنے والی جماعت کے حق میں استعمال کرنا ایک ابتلا ہے جو خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی جماعت کی دماغی نشو و نما کو جو حضرت مسیح موعود ہی کے زیر سایہ ہوئی تھی معلوم کرنے کی خاطر بھیجا ہے اور یہاں احتیاط برتنی چاہیے تا کہ مخالفین کو ہنسی کا موقع نہ مل سکے۔

میاں صاحب کی خدمت میں خط

میں نے مسائل متنازعہ فیہ کے متعلق کتب اور رسالجات کا مطالعہ شروع کیا۔ اور گزشتہ ماہ رمضان میں ایک خط جناب میاں صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ جو ذیل کے سوالات پر مشتمل تھا:-

(۱) ا۔ کیا یہ ایک نبی کے شایان شان ہے کہ نبوت ملنے کے بعد سترہ اٹھارہ سال تک اپنے مرتبہ کو ہی نہ سمجھ سکے جو حکم اپنی حیثیت کو ہی نہ سمجھ سکا وہ کسی اور امر میں کیا فیصلہ کرے گا۔

ب۔ منہاج نبوت پر پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کسی ایسے نبی کی مثال پیش کریں جو "خدا تعالیٰ کی اصطلاح میں نبی ہونے کے باوجود بعد از حصول مرتبۂ نبوت اس قدر عرصہ تک مدعی نبوت کو کافر، کاذب اور لعنتی کہتا رہا ہو۔

(۲) ا۔ حضرت مسیح موعود نے امتی نبی، جزوی نبی، ظلی نبی، اور مجازی نبی کو ازالہ اوہام میں محدث کہا ہے آپ نے کیسے ان اصطلاحات کے معنے "غیر تشریعی حقیقی نبی" کے لئے؟

ب۔ کیا حضرت مسیح موعود یا حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے وقت کسی احمدی نے؟ نہیں غیر تشریعی حقیقی نبی کہہ کر انکار نبوت کی تمام تحریرات کو منسوخ کیا؟

ج کیا آپ نے ان صحابۂ مسیح موعود کی شہادات کے جواب میں جنھیں حضرت مولانا محمد علی صاحب نے رسالہ "مسیح موعود اور ختم نبوت" میں چھپوایا ہے کم از کم ستر (۷۰) صحابہ کی شہادات پیش کیں؟ اگر کی ہیں تو براہ نوازش وہ مجھے ارسال فرمائیں۔ مجھے ان کی سخت ضرورت ہے

(۳) ا۔ براہین احمدیہ کی اس ایک سطر کا جو مسیح ناصری کی آمد کے متعلق تھی اور پرانے عقیدہ کی بنا پر لکھی گئی تھی حضرت مسیح موعود نے کثیر التعداد کتب، رسالجات اور اخبارات کے ذریعہ ازالہ کیا۔ مگر سترہ سال تک انکار نبوت کرنے کے بعد جب (بقول آپ کے، غلطی پر اطلاع پائی تو کوئی کتاب اجرائے نبوت پر نہ لکھی اور نہ کسی اخبار میں مضمون لکھا۔ اب یا تو مانیے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے مشن کو پورا نہ کیا۔ وہو المحال۔ اور یا یہ کہ ان کا عقیدہ اجرائے نبوت کا نہ تھا۔ وہو المطلوب۔

ب۔ نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت اور نہ کبھی حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کے وقت اجرائے نبوت پر مناظرے اور تقاریر ہوئیں۔ اگر ان بزرگوں کا عقیدہ اجرائے نبوت کا تھا تو ان پر الزام آتا ہے کہ انہوں نے ایسے اہم مسئلہ کو چھپا کر لوگوں کو غلطی میں ڈالا۔ (نعوذ باللہ)

(۴) حضرت مسیح موعود نے دعویٰ مسیحیت، مہدویت، مجددیت تو کیا مگر باوجود نبی ہونے کے "دعویٰ نبوت" نہ کیا یا تو دیدہ دانستہ لوگوں کو غلطی میں ڈالا اور یا نبی نہ تھے۔ پھر جب انکار نبوت کی بیسیوں تحریرات موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود نے اپنے قلم سے لکھی ہیں تو ایک دوسرے شخص کی لکھی ہوئی ڈائری پر دعوے کی بنیاد رکھنا تعجب انگیز بات ہے۔ حضرت مسیح موعود کو تو اپنی ان تحریرات کا جو انکار نبوت پر مشتمل تھیں یوں ازالہ کرنا چاہیئے تھا کہ اپنی کسی کتاب میں لکھتے کہ میں غلطی سے پہلے اپنے آپ کو محدث سمجھتا رہا ہوں مگر اب مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ میں نے الحقیقت نبی ہوں اس لئے میری انکار نبوت کی تحریرات منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ اب میرا دعوےٰ نبوت کا ہے اور میرا منکر کافر ہے۔" لفظ نبی آجانے سے کوئی شخص ٹھوکر کھائے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ کیونکہ مسیح موعود نے بارہا فرمایا سمیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت۔ ہمیشہ دعویٰ مجازی نبوت کا کیا جس کو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہتے ہیں

ب۔ کسی مدعی کا صاحب شریعت نبی ہونے سے انکار کرنا اسے "غیر صاحب شریعت حقیقی نبی" کیسے ثابت کرسکتا ہے۔ اب اگر "احمد نور کابلی اللہ کا رسول" (جو قادیان میں غیر تشریعی حقیقی نبوت کا مدعی بنا بیٹھا ہے) نبوت سے انکار کردے تو کیا ہم اسے مدعی محدثیت مان لیں؟ کیونکہ غیر تشریعی نبوت سے نیچے یہی درجہ ہے۔

ج۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کبھی اپنے آپ کو "نبوت غیر تشریعیہ" کا مدعی نہ کہا حالانکہ مخالفین انہیں الزام بھی یہی دیتے رہے۔ دیکھئے "پیر گولڑوی" کی سیف چشتیائی صفحہ ۹۵ انہیں چاہیئے تھا کہ اس الزام کے جواب میں کہتے کہ "ہاں تم نے بہت خوب سمجھا ہے واقعی میں نبوت غیر تشریعیہ کا مدعی ہوں"۔ مگر آپ نے ہمیشہ اس الزام کو اپنے اوپر افترا قرار دیا۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں "جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ صفحہ ۳۹ مگر افسوس کہ سچ وہی تھا جو اس حکم کے مخالف علماء سوء نے سمجھا۔

(۵) ا۔ جب ایک شخص قطع اور یقین کی بنا پر حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ مانتا ہے تو اس بات کا زبان سے اقرار نہ کرنا کس مصلحت کی وجہ سے ہے؟ یہ کلمہ پڑھنے میں کیا حرج ہے کہ لا الٰہ الا اللہ غلام احمد رسول اللہ

ب۔ اردو میں ایک شخص اعلان کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام رسول اللہ ہیں تو کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ مگر انہی الفاظ کے عربی ترجمہ میں جو مندرجہ بالا کلمہ ہے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے۔

ج۔ جب محض کلمہ طیبہ پڑھنا کسی شخص کو مسلمان نہیں کرسکتا خواہ اس نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو تو ہمیں وہ کلمہ بتایا جائے جو مسلمان کرسکتا ہے۔

(۶) کیا حضرت مسیح موعود نے کسی احمدی سے بوقت بیعت یہ اقرار بھی لیا کہ مجھے رسول مانا کرو۔ یا کسی جگہ لکھا کہ جو مجھے رسول نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں حالانکہ نہایت معمولی معمولی بات پر "میری جماعت میں سے نہیں" کے الفاظ کشتی نوح میں پائے جاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایسے عظیم الشان مسئلہ کے متعلق کسی کتاب میں کچھ نہیں لکھا۔ "ایک غلطی کے ازالہ" ہی پر لکھ دیتے کہ میری جماعت سے مراد وہی احباب ہیں جو مجھے رسول اللہ مانتے ہیں۔

ب۔ کیا بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنے والا یا ہر وقت دعاؤں میں نہ لگا رہنے والا، مسیح موعود کی جماعت سے خارج ہونے کے ساتھ ہی اسلام سے بھی خارج ہوگیا۔ کیونکہ بقول آپ کے، جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں رہا وہ خارج از اسلام ہے۔

ج۔ کیا وجہ ہے کہ آپ نے کبھی ان پر جو شرائط مندرجہ کشتی نوح کی خلاف ورزی کرتے ہیں اپنی جماعت سے خارج کرنے کے اعلان کے ساتھ ہی فتوےٰ کفر نہیں لگایا غیر احمدیوں پر تو آپ کا یہ عتاب ہے اور وہاں یہ چشم پوشی ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر میکنند

(۷) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس جگہ کہا کہ چونکہ میں نبی ہوں اس لئے میرا منکر کافر ہے؟ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ دوسروں کا فتوےٰ بطور دلیل کے پیش کیا۔

(۸) ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر او شد اختتام

غیر تشریعی اور تشریعی دو نبوتیں تھیں اور دونوں کو حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم پر ختم مانتے ہیں۔ پھر یہ "غیر تشریعی حقیقی نبوت" کیسے جاری ہوگئی؟-

(۹) حضرت مسیح موعود نے کہاں لکھا ہے کہ مجھ پر نزول جبرئیل بہ پیرایۂ وحی نبوت ہوتا ہے؟-

(۱۰) مسیح ابن مریم پر فضیلت آپ پہلے سے بیان فرما رہے تھے جیسے "غیور دی خدا بسرش کرد ہمسرم" یا "عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم" پھر اگر حقیقۃ الوحی میں ایسی فضیلت کا ذکر کیا۔ تو دعویٰ نبوت کیسے ثابت ہوا

وتلک عشرۃ کاملہ

حقیقۃ النبوت کے ناکافی جوابات

اس کے جواب میں مجھے جناب میاں صاحب کی طرف سے ان کی معرکۃ الآرا تصنیف حقیقۃ النبوت حصۂ اول (جسکے حصۂ دوم کا بے سود انتظار مریدان مخلص سولہ سال سے کر رہے ہیں) موصول ہوئی۔ جسے جوابات کے لئے کافی سمجھا گیا تھا۔ میں نے اسے غور سے پڑھا مگر اس میں ان مسائل پر کچھ روشنی نہ تھی۔ جو کچھ اس میں تحریر تھا وہ مسئلہ نبوت کو حل کرنے کے لئے بہت ناکافی تھا۔

حضرت امیر کی خدمتمیں خط اور اسکا شافی جواب

اسی مہینے میں نے حضرت امیر کو بھی ایک خط لکھا تھا ان کی طرف سے مجھے "النبوت فی الاسلام" اور چند رسالجات ملے جنھیں پڑھنے کے بعد مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق میرے تمام شکوک کا ازالہ ہوگیا۔ النبوۃ فی الاسلام میں حقیقۃ النبوۃ کا پورا پورا جواب موجود ہے۔ اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ میاں صاحب کی خودساختہ شرائط نبوت جو نبوت مسیح موعود کو ثابت کرنے کے لئے بطور بنیاد سمجھی گئی ہیں۔ کس قدر دور از صداقت ہیں۔

میاں صاحب کی شرائط نبوت

میں جوں جوں سوچتا ہوں حیران ہوتا ہوں کہ میاں صاحب نے شرائط نبوت بنانے میں کس قدر جلدی سے کام لیا ہے ان کے نزدیک نبی کے لئے ضروری ہے کہ (۱) کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پائے (۲) وہ امور مہمہ کے متعلق جو انذار و تبشیر کے متعلق ہوں خبر دے (۳) اس کا نام خدا تعالیٰ نبی رکھے

گویا کہ ہدایت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اس کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قوموں کی ترقی اور تباہی کے متعلق خبر دیتا رہے۔ حالانکہ تھوڑی سی دیر سوچنے سے یہ بات بالبداہت غلط معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ قوموں کی ترقی اور تباہی تو نتیجہ ہے ہدایت پر ایمان لانے یا اس کا انکار کرنے کا۔ اس لئے قوموں کی ترقی اور تباہی کی خبر دینے سے پہلے ضروری ہے کہ نبی کسی ہدایت کو قوم کے سامنے پیش کرے۔ ہاں جب لوگ انکار کریں تب وہ امور مہمہ کے متعلق جو انذار و تبشیر کے متعلق ہوں" خبر دے سکتا ہے۔ بغیر کسی ہدایت کی طرف بلانے کے یونہی بیٹھے بیٹھے یہ کہتے رہنا کہ فلاں قوم ترقی پائے گی اور فلاں قوم تباہ ہو جائے گی کہاں کی عقلمندی ہے۔ کیا ہمارے قادیانی دوست کسی ایسے نبی کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس نے صرف قوموں کی ترقی اور تباہی کے متعلق خبر دی ہو اور ہدایت کی طرف بلانا ترک کر دیا ہو؟ اگر نبی کا صرف یہی کام ہے تو نبی کے دنیا میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اپنے اپنے وقت پر تو ہر ایک قوم تباہ ہوگی یا ترقی پائے گی۔ یہ بات بطور پیشگوئی بتانا کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ ہاں جو چیز فائدہ دے سکتی ہے وہ ہدایت ہے۔ نبی قوم کے سامنے ہدایت پیش کرتا ہے۔ پھر جو لوگ اسے قبول کرتے ہیں انہیں بطور نتیجہ عظیم الشان ترقیات کی بشارت دی جاتی ہے۔ اور جو لوگ انکار کرتے ہیں انہیں عذاب دنیوی و اخروی سے ڈرایا جاتا ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ پہلے امور مہمہ کے متعلق جو انذار و تبشیر سے متعلق ہوں خبر دی جائے اور اس کا نتیجہ لوگوں کا ہدایت پا جانا ہو۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں بہت روشنی ڈالی گئی ہے۔ جہاں لوگوں کے انکار پر انہیں اس طرح عذاب سے ڈرایا گیا ہے کلا لئن لم ینتہ لنسفعاً بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ فلیدع نادیہ۔

النبوت فی الاسلام لوگوں تک پہنچا دو!

میں اپنے احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ نہایت کثیر تعداد جماعت قادیان میں ایسے لوگوں کی ہے جن کے دلوں میں مسئلہ نبوت کے متعلق بے شمار شکوک ہیں مگر وہ میاں صاحب کی محبت کی وجہ سے ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور یہ محبت مختلف طریقوں سے عوام کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے اسی طرح نہایت کثیر تعداد اس جماعت میں ان لوگوں کی ہے جن کے پاس آج تک کتاب "النبوۃ فی الاسلام" نہیں پہنچی۔

اگر ہمارے دوست اس کتاب کو علاوہ خود اچھی طرح پڑھنے کے اپنے قریب کے قادیانی دوستوں تک اس کو پہنچائیں تو یقیناً یہ کتاب بہت سی سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بن جائے گی

قادیانیت کو خیرباد اور بیعت امیر

میں خود اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مجبور ہو گیا ہوں کہ "قادیانیت" کو خیرباد کہوں اور حقیقی معنوں میں احمدیت کو قبول کروں۔ میں نے حضرت امیر کی بیعت کر لی ہے اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی نہیں مانتا۔ مجدد اور محدث مانتا ہوں۔

واللہ علیٰ ما اقول شہید

سید اختر حسین

موہری کتھڑیل۔ ڈاک خانہ گوجر خاں۔
(ضلع راولپنڈی)

اقتباسات

بندہ کی بیچارگی

مسٹر ایف ڈنکیپ پامر لندن کے مشہور ترین سالسٹر (وکیل) تھے۔ مشہور یہ تھا کہ فوجداری میں جو آمدنی ان کی ہے وہ برطانیہ کیا معنی ساری دنیا میں کسی کی نہیں۔ برطانیہ میں قتل وغیرہ کا جب کوئی اہم و پیچیدہ مقدمہ ہوا تو ان کا وکیل ہونا لازمی سا ہو گیا تھا۔ اسی جنوری میں ایک شب فرلینی لاج میں دعوت میں شریک ہوئے۔ دعوت کے بعد ایک مزیدار تقریر کی۔ جس میں خوب لطف رہا۔ تقریر کر کے بیٹھے ہی تھے۔ اور کسی دوسرے صاحب کی تقریر شروع ہی ہوئی تھی۔ کہ دفعتہً یہ اپنی کرسی میں آگے کی طرف گرے۔ جو ڈاکٹر صاحب ان کے معالج رہتے تھے وہ بھی اتفاق سے دعوت میں شریک تھے۔ وہ اور دوسرے ڈاکٹر دوڑ کر قریب آئے۔ آکر دیکھا تو اتنی سی دیر میں روح پرواز کر چکی تھی۔ اور کرسی پر جسد بے روح پڑا ہوا تھا!

ملکہ بحر کی آبدوز کشتی

برطانیہ دول یورپ میں ملکہ بحر مشہور ہے۔ اس ملکہ بحر کے پاس ایک نہایت قیمتی اور اعلیٰ آبدوز کشتی "ایم۔ ا" کے نام سے تھی۔ آبدوزوں میں اسے وہی شہرت حاصل تھی جو ہوائی جہازوں میں مشہور و معروف "آر۔ ا و ا" کو۔ جو پچھلے سال جل کر تباہ ہوا۔ جنوری کی آخری تاریخوں میں یہ آبدوز۔ سات افسروں اور ۵۳ ملاحوں کے ساتھ ساحل پورٹ لینڈ پر خشکی سے ۵-۶ میل کے فاصلہ پر سمندر میں جنگی مشقیں کرنے کے لئے گئی۔ حفاظت کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان موجود۔ غوطہ لگایا۔ لیکن غوطہ کے بعد اب ابھرتی ہے نہ جب۔ لاسلکی کا سلسلہ دوسرے جہازوں سے جڑا ہوا۔ انہوں نے محکمہ بحری کو خبر دی۔ کہ کچھ خبر نہیں ملی۔ محکمہ بحری نے اسی وقت تفتیش و تلاش کے فرمان صادر کر دئے بڑے بڑے "ماہرین فن" کے بیانات شائع ہونے شروع ہو گئے۔ کہ اول تو خود آبدوز ہی کا غرق ہونا قرین قیاس نہیں۔ اس لئے کہ حفاظت کی بہتر سے بہتر تدبیریں اختیار کر لی گئی ہیں اور بالفرض ایسا ہوا بھی ہو تو کم از کم اس میں جو انسان سوار تھے۔ ان کی زندگی خطرہ سے یقیناً باہر ہے۔ فلاں فلاں قسم کی پیٹیاں ایسی ہیں کہ انہیں باندھ کر ہر شخص کم از کم ۴۸-۴۸ گھنٹے تک ضرور زندہ رہ سکتا ہے۔

ادھر یہ بیانات و اعلانات، عزیزوں قریبوں کی تسکین کے لئے شائع ہوتے رہے۔ ادھر محکمہ بحری نے "سمندر متھ ڈالنے" کے محاورہ کو عملاً و لفظاً سچ کر دکھایا! جہازوں نے بناہ کن کشتیوں نے غواصوں نے۔ غوطہ خوروں نے میلوں دور تک جانے والی بجلی کی روشنی کی مدد سے سمندر کا چپہ چپہ چھان ڈالا۔ دن رات ایک کر دیا۔ پر کئی دن تک اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ وہ آبدوز ڈوبی کس مقام پر! کہیں ہفتہ بھر کے بعد جا کر وہ جگہ متعین ہوئی اور ایک عشرہ کے بعد اندازے سے اس مقام پر ایک جہاز کا لنگر ڈال کر ایک پادری صاحب نے ڈوبنے والوں کی نماز جنازہ پڑھائی!!

(سچ)

مصر میں عیسائی عدالتیں

مصر کے عیسائیوں نے حکومت کے سامنے ایک درخواست پیش کی ہے کہ مصر کے عیسائی باشندوں کے متعلق جو قوانین ہیں وہ سخت ناتسلی بخش ہیں۔ شرعی عدالتوں کو ایک عیسائی خاوند اور اس کی عیسائی عورت کے نکاحی معاملات پر غور کرنے اور فیصلہ صادر کرنیکا اس وقت اختیار ہے جب وہ دو فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن اگر دونوں ایک فرقہ کے متعلق ہوں تو پھر شرعی عدالت کو ان کے نزاع کے تصفیہ کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اس کا تصفیہ عیسائی ٹریبونل کی عدالت میں ہونا چاہئے۔ اگر ایک شخص اپنا عیسائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جائے تاکہ وہ اپنی عیسائی عورت کو طلاق دے سکے۔ تو وہ فوراً شرعی عدالت میں جا کر طلاق کی منظوری لے سکتا ہے اس کے بعد وہ عقد ثانی کے لئے آزاد ہے۔ کیونکہ اسلام نے اس کو آزادی دی ہے۔ کہ وہ خواہ کسی عورت سے شادی کر لے۔ لیکن اس کے خلاف ایک مسلم خاتون کسی غیر مسلم سے شادی نہیں کر سکتی۔ اور نہ اس کو شریعت کی رو سے اس کی اجازت ہے۔

موجودہ قانون

اس حالت میں ایک عیسائی عورت کو طلاق دینا تاکہ خاوند نان و نفقہ سے بچ جائے۔ عیسائی عورت کے لئے تباہ کن ہے کیونکہ نہ وہ عقد ثانی کر سکتی ہے اور نہ نان و نفقہ حاصل کر سکتی ہے قانون میں اس کی صورت یہ رکھی گئی ہے۔ کہ پھر یہ مطلقہ عورت اپنی جماعتی عدالت میں جا کر استغاثہ کرے۔ خاوند کے خلاف فیصلہ صادر کر کے نان و نفقہ اس کے ذمہ ڈالے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں خاوند کو اجازت ہے کہ وہ اس فیصلہ کے خلاف شرعی عدالت میں نگرانی کرائے۔ اب یہ عدالت فیصلہ کرتی ہے کہ خاوند کے ذمہ اپنی سابقہ بیوی کا نان و نفقہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کے اختلاف کا فیصلہ منسٹری آف جسٹس میں ہوگا۔ جو عورت کے حق میں ہوگا مگر بہت سا وقت خراب ہونے کے بعد۔

اس کے بعد درخواست کی گئی ہے کہ عیسائیوں کے تمام معاملات کے لئے عیسائی عدالتیں مقرر کی جائیں۔ جہاں پادریوں کی امداد سے جج اپنا فیصلہ صادر کرے گا۔ حکومت نے اس درخواست کو منظور کر لیا ہے عنقریب مصر میں عیسائی عدالتیں قائم ہو جائیں گی +

(بقیہ صفحہ ۴)

مسٹر کے ایم حسن نے تمام ریلوں کے مسلمانوں کا جو فیصدی تناسب تجویز کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی اقلیتوں کو زائد از استحقاق ملازمتیں مسلمانوں کے حصہ میں سے قطع کر کے دینا چاہتے ہیں۔ جو اصولاً غلط ہے۔ اقلیتوں کو زائد از استحقاق ملازمتیں اکثریت کے حصہ میں سے دینی چاہئیں نہ کہ مسلمانوں کے حصہ سے

اس بارہ میں اور رپورٹ مذکور کے بعض دیگر اہم حصص پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے انگریزی میں بسیط تبصرہ فرمایا ہے۔ جو معاصر ایسٹرن ٹائمز میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کا ترجمہ عنقریب اخبار "پیغام صلح" میں شائع ہوگا۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰	لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۱۹ ذیقعد ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۳۲ء	نمبر ۲۰

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بعافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

درس - امیدواران امتحان علوم دینیہ کی امداد کے لئے، جناب مولانا مولوی احمد صاحب نے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا ہے۔

مناظرہ - علی پور ضلع مظفرگڈھ میں سوامی رودرانند نے مناظرہ کا جو چیلنج دیا ہے اس کو چونکہ وہاں کے لوگوں نے منظور کرلیا ہے اس لئے مرزا مظفر بیگ صاحب شاطع مناظرہ کے لئے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔

عزم فجی - مرزا مظفر بیگ صاحب کو فجی سے دعوت آئی ہے۔ کہ وہاں چند سالوں کے لئے جاکر آریہ سماج کی بڑھتی ہوئی رو کا مقابلہ کریں۔ اس لئے تھوڑے دنوں تک وہ فجی تشریف لے جائیں گے۔

جلسہ - گزشتہ اشاعت میں جماعت راولپنڈی کے سالانہ جلسہ کی اطلاع دی جاچکی ہے۔ اس جلسہ میں جو ۳۰ اپریل و یکم مئی کو ہوگا حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت تشریف لے جائیں گے۔ قریب کے مقامات کے احباب کو بھی اس جلسہ میں شامل ہونا چاہیئے۔

بدوملہی میں جلسہ - بدوملہی کی انجمن اسلامیہ کا جلسہ یکم۔ ۲۔ ۳ اپریل کو ہوگا۔ مولوی عصمت اللہ اور مظفر بیگ صاحب لیکچر دینے کے لئے .... تشریف لے جائیں گے۔ گردو نواح کے احباب کو اس جلسہ میں شامل ہوکر مستفید ہونا چاہیئے۔

جماعت قادیان سے قطع تعلق - غلام نبی صاحب مالک پنجاب مسلم ہوٹل بنگال جو جماعت قادیان سے تعلق رکھتے تھے۔ جماعت لاہور کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاک دین کی خدمت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔
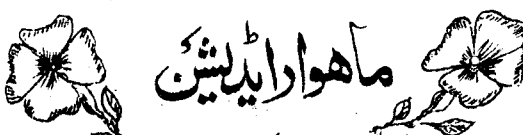
مسلمانان پونچھ کی دردناک مصیبتیں

پونچھ کو کشمیر کا ایک ضلع قرار دیا جائے

پونچھ کے تمام لیڈر، اور معزز سربرآوردہ اور سمجھدار مسلمانوں کو اس بات کا نہایت رنج اور افسوس ہے کہ تحصیل سیڈر کا غیر تعلیم یافتہ طبقہ کوٹلی، راجوری، میرپور کی شورش سے متاثر ہو کر اپنے جملہ جائز مطالبات کو پس پشت ڈال کر ان ساہوکاروں سے الجھ گیا جن کے ظلم و ستم، بلا شرح سود در سود کے تقاضوں، ڈگریوں اور آئے دن کی قرقیوں سے یہ گروہ تنگ آچکا تھا۔ نیز پونچھ کے تمام لیڈر با اثر اور شریف لوگ ان نادانوں کو جنہوں نے اس خطہ کی پر امن و پر سکون فضا کو فسادات برپا کر کے یا فسادات کو غلط پروپیگنڈے کے ذریعہ رائی کا پہاڑ بنا کر دکھایا۔ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے خدا وند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شہر پونچھ میں جہاں علاقہ کے بہت سے ہندو معہ اہل و عیال و مال و متاع پناہ گزیں ہیں کسی قسم کی کوئی بدامنی نہیں ہوئی۔ شہر کے مسلمانوں نے اپنے ابنائے وطن کو بھائی سمجھ کر گلے لگایا۔ بلکہ بے چینی کے زمانہ میں ان کی قیام گاہوں کی رات رات بھر حفاظت کی۔

مسلم نمائندوں کا قابل تعریف کام

مسلم نمائندوں نے شہر اور مضافات میں امن قائم رکھنے میں نہایت تندہی سے کام کیا راجہ صاحب اور وزیر صاحب کے ایماء سے روزہ کی حالت میں کئی دیہات میں صرف اس غرض سے گئے کہ غیر مسلموں کے مکانات کی حفاظت کی جائے۔ سب سے زبردست قابل تحسین کام جو کیا وہ یہ تھا کہ علاقہ سے جب سکھوں کے گروہ تلواروں، بندوقوں، پستولوں اور کرپانوں سے مسلح شہر میں داخل ہوئے۔ مقامی ہندو پہلے ہی مسلح تھے۔ اب کیا تھا۔ ہر غیر مسلم علے الاعلان ہتھیار لگائے بازاروں میں اپنے اسلحہ کی نمائش کرتا اور نہتے مسلمانوں کو ذرا ذرا سی بات پر اشتعال دیتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ حکومت نے بھی مسلمان فوجی ملازمین سے ہتھیار لے لئے تھے۔ ایسے نازک وقت میں اگر مسلم نمائندے ہاتھ جوڑ کر سخت سست برداشت نہ کرتے اور صبر و تحمل کی تلقین نہ کرتے تو آج ایک بھی مسلمان کم از کم پونچھ خاص میں تو دکھائی نہ دیتا

اشتعال کے باوجود مسلمانوں کا صبر

ذرا غور کیجئے پنڈت .... جیسے لوگ قلعہ کے زینہ پر (جہاں راجہ صاحب آج کل مقیم ہیں) کھڑے ہو کر بیرونجات کے سکھوں اور مقامی ہندوؤں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ باہر کے مسلمانوں نے ہندوؤں کو قتل و غارت اور بے خانماں کرنے کے لئے حکومت سے دریافت نہیں کیا تو پھر مقامی مسلمانوں سے اس کا انتقام لینے کے لئے تم کس بات کے منتظر ہو؟ (کیسی اچھی منطق ہے) ہندو دھرم کے ماننے والو! یہی وقت ہے اٹھو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ باوجود اس تقریر کے مسلمانان پونچھ کی زندگی اگر معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ پنڈت رام رتن صاحب وزیر کی کوششوں سے گورنمنٹ جموں و کشمیر کی فوج یلغار کرتی ہوئی شہر میں پہنچ گئی۔ اور اسی روز سے شہر میں بالکل امن و امان ہے۔

کیا کوئی نئی سازش ہو رہی ہے

شہر پونچھ میں ہندو مسلم اور سکھوں کی ایک مشترکہ اتحادی کمیٹی موجود ہے۔ تینوں اقوام کے لوگ مل جل کر قیام امن، اتحاد اور اتفاق کے لئے دلچسپی سے کام کر رہے ہیں۔ مگر سری راجہ صاحب پونچھ کا کچھ پرائیویٹ عملہ خدا معلوم از خود یا کسی کی شہ پر پوشیدہ طریقہ سے ایک گہری سازش میں مصروف ہے۔ جس میں شہر کے سرغنہ ہندو بھی شامل ہیں۔ اور جو بلا روک ٹوک قلعہ میں آتے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ محض ہندو اخبارات میں سراسر غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا ہو رہا ہے۔ نیز یہ کہ پرانی ہندو سبھا کو توڑ کر نئی ہندو سبھا قائم کی گئی ہے۔ یہ تمام باتیں ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ دیکھئے کیا گل کھلتا ہے۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں پر کوئی جدید ظلم توڑنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جس کے لئے وہ بیچارے قطعی تیار نہیں۔ تاہم خیال ہے کہ کوئی زبردست ظلم ہوگا۔ جس کا آغاز یہ ہے کہ سری راجا صاحب کو بے قصور اور پر امن مسلم رعایا کی طرف سے شب و روز بدظن کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ تمام مسلمان بلا استثنا بدمعاش باغی اور غدار ہیں۔ اہل عقل سوچیں کہ ساڑھے تین لاکھ مسلمانوں میں سے ان کے نزدیک ایک بھی خیر خواہ اور وفادار نہیں۔ کیا یہ بات قابل تسلیم ہے کسی ملک کے فرمانروا کو ایسی غلط فہمی میں مبتلا کرنے والا اگر دشمن نہیں تو نادان دوست ضرور ہے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ اس بات کے باور کرنے والے آج کل راجہ صاحب کے نہایت ہی معتمد بنے ہوئے ہیں۔

راجہ صاحب کے مشیر

سری راجہ صاحب پونچھ بذات خود نہایت نیک دل اور اعلیٰ کیرکٹر کی ہستی ہے۔ مگر ناتجربہ کاری کی وجہ سے ان کا کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا بڑا مشکل ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ مشیر بھی کم تعلیم یافتہ اور ناتجربہ کار۔ رہنمائی کرے تو کون۔ مزید براں یہ کہ اہل الرائے سے نفرت۔ مسلمانان پونچھ درخواستوں، وفدوں، انجمنوں اور ایڈریسوں کے ذریعہ حکومت کی توجہ اپنی تکالیف کو رفع کرانے اور اپنے مطالبات کو پورا کرانے کی طرف بارہا مبذول کرا چکے ہیں۔ مگر ع۔

صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانہ میں

جہاں راجہ صاحب کے مشیر دیو بدیال جیسے سکرٹری، کپور سنگھ جیسے مصاحب، وشوا ناتھ جیسے صلاحکار۔ اور لکشمی چند دربار دار ہوں وہاں خدا ہی حافظ ہے۔ ابھی بہت سے نام رہ گئے جن کا ذکر آئندہ مقالہ میں آئے گا۔

۹۷ فیصدی آبادی کے حقوق کی پامالی!!

پونچھ میں ۹۷ فیصدی مسلم آبادی ہے۔ اور مدت دراز سے تختۂ مشق ستم بنی ہوئی ہے۔ جب سے پونچھ کی ریذیڈنسی اٹھ گئی مسلمان افسروں کا خاتمہ ہو گیا۔ اس وقت یہ حالت ہے کہ وزیر ہندو۔ چیف میڈیکل افسر ہندو۔ چیف جج۔ ریونیو افسر ہندو۔ چیف فارسٹ افسر ہندو۔ چیف انجینیر ہندو۔ سپرنٹنڈنٹ کسٹم ہندو۔ اکاونٹ افسر ہندو۔ جنرل کمانڈنگ آفیسر ہندو۔ راجہ صاحب کے دونوں ایڈی سی ہندو۔ چار تحصیلداروں میں سے تین ہندو۔ راجہ صاحب کے دفتر کا تمام عملہ ہندو۔ وزارت کا تمام عملہ ہندو۔ غرض کہاں تک لکھوں ہر ایک دفتر کا یہی حال ہے۔ پونچھ کے مسلمان پر جو گریجویٹ اور اپنے کام میں ٹرینڈ ہو ایک میٹرک پاس ہندو کو ترجیح دی جاتی ہے۔ طرفہ یہ کہ ہندو کو سٹرک الاونس تنخواہ کے علاوہ ملتا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے مسلمان ۹۷ فیصدی اور ملازمت کے لحاظ سے ۳ فیصدی بھی نہیں۔ ہر ایک محکمہ کے اعداد و شمار سے صرف تناسب ہی کا پتہ نہ لگے گا بلکہ تمام اصلیت آئینہ کی طرح صاف ظاہر ہو جائیگی تمام محکموں میں یہ حال ہے کہ افسر انچارج کم تعلیم یافتہ، ان ٹرینڈ اور اپنے کام کے نااہل۔ اکثر تو اتنی اتنی عمر کے ہیں کہ انہیں اب سے کئی سال پیشتر ہی پنشن پر چلا جانا چاہیئے تھا۔ ان کے ماتحت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ جن کے سپرد کوئی کام نہیں۔ نہ بیکار بوڑھوں کو علیحدہ کیا جاتا ہے اور نہ ٹرینڈ نوجوانوں سے کام لیا جاتا ہے۔

کوئی فریاد رسی نہیں کرتا

ملازمتوں کے علاوہ بیگار، جنگلات، کسٹم، مال شکارگاہ، جوڈیشل، نذرانہ خالصہ۔ ترنی یعنی گھاس چرائی کے مظالم اور شفاخانہ۔ تعلیم سڑک۔ نلکہ۔ پل وغیرہ کی تکالیف میں ان کے بیان سے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے۔ ان سب کے علاوہ رشوت ستانی اس قدر عام ہے۔ کہ کوئی شخص باز پرس کرنے والا نہیں ہے۔ جب اعلیٰ حکام تک اس کے عادی ہوں تو چھوٹے اہلکاروں کا کیا ذکر۔ اس لعنت کی طرف زبانی اور تحریری توجہ دلانے اور راجہ صاحب اور وزیر صاحب کے سامنے درخواستیں پیش کرنے کے باوجود کوئی پروا نہیں کی جاتی۔

اب وہ وقت آگیا ہے کہ پونچھ کے مظالم طشت از بام کئے جائیں اور تمام قلعی کھول دی جائے۔ راجہ صاحب پونچھ اس خیال سے مطمئن نہ رہیں کہ وہاں کے چند سربرآوردہ مسلمانوں کو لالچ دے کر قابو میں کر لیا تو ساڑھے تین لاکھ مسلمان چین سے بیٹھے رہیں گے۔ کیا اس سے تمام مسلمانوں کی تکلیفیں رفع ہو جائیں گی۔ آپ نے ان لوگوں کے منہ بیشک بند کر دئے مگر لاکھوں بے زبانوں کی فریاد اگر آپ تک نہیں پہنچی تو مالک حقیقی اور بادشاہ دو جہان کے دروازہ پر تو جا کر ٹکراتی ہے۔

ایک کمیشن مقرر کیا جائے!

جس حالت میں کہ پونچھ گورنمنٹ جموں و کشمیر کے ماتحت ہے اور یہ علاقہ ایک جاگیر متصور ہوتا ہے تو پھر اس ابتری کی تمام تر ذمہ داری گورنمنٹ جموں و کشمیر پر عائد ہوتی ہے۔ سری حضور مہاراجہ بہادر سے درخواست ہے کہ وہ پونچھ کے مظالم۔ مطالبات اور حکومت کی ابتری کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے تین شخصوں کا ایک کمیشن مقرر فرمائیں جس میں ایک انگریز۔ ایک مسلمان اور ایک ہندو ہو۔ تینوں افسر غیر جانبدار ہونے چاہئیں یعنی اگر وہ لوگ مہاراجہ بہادر کی گورنمنٹ کے آدمی ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ کمیشن تمام و کمال تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ مہاراجہ بہادر کے حضور میں پیش کرے۔ اگر رعایائے پونچھ کی تمام تکالیف و مصائب اور حکومت کی ابتری صحیح ثابت ہو تو یا تو اس علاقہ میں پیشتر کی طرح ریذیڈنسی قائم کر دی جائے۔ یا علاقۂ پونچھ کو کشمیر کا ایک ضلع بنا دیا جائے۔ تاکہ جو جدید اصلاحات کشمیر کو ملیں ان سے یہ علاقہ محروم نہ رہے۔ اس علاقہ کی تمام آمدنی غیر ضروری عمارتوں۔ بیکار محکموں اور متفرق اخراجات میں صرف ہوتی ہے۔ اس کا کوئی حصہ رعایا کے مفاد۔ سہولت یا بہبود میں خرچ نہیں کیا جاتا۔ اس صورت سے کہ پونچھ کشمیر کا ایک ضلع بنا دیا جائے کافی بچت ہو سکتی ہے جس سے رفاہ عام اور ملک کو ترقی

(باقی بر صفحہ ۸)

اسلامی دنیا

قرطبہ کی مسجد اعظم کی واپسی کا مسئلہ

معاصر الفتح قاہرہ کو اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جینوا میں وفد سوریہ کو قابل اعتماد ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اسپین کی جمہوری پارلیمنٹ کے بعض ممتاز ارکان ایوان کے آئندہ اجلاس میں قرطبہ کی مسجد اعظم کی واپسی کے مسئلہ کو ایک تجویز کی صورت میں پیش کرنے والے ہیں۔ اس تجویز کا منشا یہ ہوگا کہ مسجد اعظم کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اور وہاں جو گرجا ہے اسے اٹھا لیا جائے اور مسجد کی صورت میں مسلمانوں کو دیدیا جائے۔

اس تجویز کو عالم اسلامی میں غیر معمولی مسرت کے ساتھ سنا جائے گا۔ لیکن یہ امر کہ اسپین کا ایوان پارلیمنٹ اس کا فیصلہ کیا کرے گا۔ ابھی پردۂ خفا میں ہے تاہم مستقبل قریب میں کسی قطعی نتیجہ کا علم ہو جائے گا۔

اس سلسلہ کی ایک اور عجیب و غریب خبر یہ ہے کہ بعض سپینی حضرات یہ تجویز کر رہے ہیں کہ آئندہ موتمر اسلامی کا اجلاس قرطبہ کی مسجد اعظم میں منعقد کیا جائے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد کی واپسی قرطبہ اور اندلس کے عمرانی نقطۂ نظر سے بہت مفید ہوگی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہنگری کے عیسائیوں نے بھی موتمر اسلامی کو بوڈاپسٹ میں اجلاس کی دعوت دی ہے۔ اور اجلاس کا مقام ولی اللہ حضرت گل بابا کو تجویز کیا ہے۔

روسی حکومت سے مسلمانوں کی درخواست

عشق آباد (روس) کا ایک عربی جریدہ رقمطراز ہے کہ باکو کے مسلمانوں نے صدر جمہوریہ روس کی خدمت میں ایک درخواست گزاری ہے جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے معابد و مساجد و اوقاف سے وہ سلوک نہ کرے جو عیسائیوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو بدستور آزاد رکھے اور ان کی روایات ملی میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔ درخواست میں روسی حکومت کا شکریہ بھی ادا کیا گیا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ اب تک رواداری کا برتاؤ کیا ہے۔ اور مساجد و خانقاہوں کو جو نقصان پہنچا ہے اول تو وہ بہت قلیل ہے۔ دوسرے اس کے ذمہ دار عاقبت نا اندیش عمال حکومت ہیں جن کو گرجاؤں اور مسجدوں میں تمیز کرنی نہیں آتی۔

روسی نظام حکومت اور مسلمان

درخواست میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ روسی نظام حکومت سے مسلمان مطمئن ہیں۔ کیونکہ اسلام اس نظام کا موئید ہے مثال کے طور پر خلفاء راشدین کا نظام حکومت اور اسلام کے اساس کو پیش کیا گیا۔ آخر میں یہ بھی لکھ دیا گیا ہے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۸ء تک روسی حکومت کی طرف سے جو سلوک مسلمانان روس کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا اب اس میں کمی واقع ہونے لگی ہے۔ اور عیسائیوں کی مخالفت کے ساتھ مسلمانوں کی مخالفت بھی قدرے بڑھتی جا رہی ہے۔ اخبار مذکور اس درخواست پر رائے زنی کرتا ہوا لکھتا ہے کہ روسی گورنمنٹ کی طرف سے اس کا جواب خاطر خواہ ملے گا۔ کیونکہ اب تک روس کے مسلم باشندوں نے نظام حکومت کے خلاف کسی باغیانہ تحریک میں حصہ نہیں لیا ہے۔

مسیحی دنیا

حکومت ہالینڈ اور مسیحیت کی تبلیغ

لائڈن (ہالینڈ) کی شرقیاتی موتمر میں موسیو پاسترا ہالینڈ کے وزیر تعلیم نے ایک مقالہ سنایا جس میں ولندیزی شرقیات کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ اعلان کیا۔

"یہ صحیح نہیں جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ایشیائی مقبوضات سے ہالینڈ کا اصلی مقصد سوائے تجارتی نفع کے اور کچھ نہیں اس کے برخلاف ہالینڈ کی اولین کوشش رہی ہے کہ ان دور دراز ممالک میں عیسائیت کی خوبیوں اور فائدوں کی تبلیغ کرے"

ہز اکسلنسی وزیر تعلیم ہالینڈ نے ہالینڈ کے ان تبلیغی مشنوں کی کوششوں کے نتائج کو مستشرقین کی کانفرنس میں فخر سے پیش کیا جس کے ذریعہ بحر الکاہل کی ولندیزی نوآبادیوں میں ایک ناقابل یقین سرگرمی اور جوشش عمل سے (جس کی پشت پناہی کے لئے ہر قسم کے ذرائع لاکھوں آدمی اور کروڑوں فلورین (سکے) ہیں۔ ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو جن کا بڑا حصہ یتیموں اور مفلسوں پر مشتمل تھا۔ عیسائی بنا لینے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے گو یہ تعداد مملکہ ہالینڈ کی ساڑھے چھ کروڑ شرق الہندی مسلم رعایا کے مقابلہ میں چنداں حیثیت نہیں رکھتی تاہم ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ (معاصر)

حجاز میں ایک پراسرار مسیحی مشنری

عسیر کے علاقہ میں ایک نو وارد شخص نے آکر ڈیرہ جما یا یہ شخص عربی بولنے پر پورا قادر تھا۔ مگر اس کی بعض حرکات سے عربی قبائل کو شک پڑ گیا۔ ابتدا میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ جاسوس ہے جو سرزمین عرب میں استعمار کی بارود بچھانے آیا ہے۔ مگر اس کی تلاشی لینے اور خود اس کے اقرار کر لینے پر معلوم ہوا کہ وہ جاسوس تو نہیں البتہ پیغمبر فلسطین کی ایک مقدس بھیڑ ہے جو عربوں میں خفیہ مسیحی تبلیغ کرنے آئی ہے۔ تلاشی لیتے پر مشنری صاحب کے پاس سے انجیل کی متعدد کاپیاں نکلیں اور کچھ خطوط برآمد ہوئے۔ جو کلیسائے فرانس کے نام روانہ کئے جانیوالے تھے۔ اس پراسرار شخصیت کی موجودگی نے عربوں کو سخت مشتعل کر دیا۔ آخر بارسوخ اور معزز عربوں کے بیچ میں پڑنے سے یہ فیصلہ ہوا کہ اس کو بیک بینی و دو گوش سرزمین عرب سے باہر نکال دیا جائے چنانچہ پولیس کی ایک جمعیت نے بحفاظت تمام پادری صاحب کو اپنی حدود سے خارج کر دیا۔ معلوم ہوا کہ پادری صاحب اپنی ناکامی پر آنسو بہاتے ہوئے سیدھے اٹلی کو سدھارے۔

(الشعب)

ہندو دنیا

گوا میں شدھی کا چکر

پونہ کا مرہٹی اخبار کیسری رقمطراز ہے:۔

"تقریباً تین سال پہلے گوا (مقبوضہ پرتگال) میں ... گاوڑے دین مسیحی کو خیرباد کہکر ہندو دھرم میں داخل ہوئے تھے جس کا اثر حکومت گوا اور عیسائی گاوڑے لوگوں پر زبردست پڑا ہے جب سے گاوڑے ہندو دھرم میں داخل ہوئے ہیں ان کی زندگی میں بھاری تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ وہ خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں۔ اس لئے یہ خوف دامنگیر ہو رہا ہے کہ کہیں دوسرے عیسائی گاوڑے بھی ہندو دھرم میں داخل نہ ہو جائیں کیونکہ ونایک مہاراج آف میسور کے شاگرد وہاں بڑے وسیع پیمانہ پر شدھی کا کام کر رہے ہیں"

ساڑھے پانچسو گاوڑے شدھ ہوگئے

ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ساڑھے پانچسو گاوڑے شدھ ہو گئے ہیں۔ حکومت پرتگال نے جدید ہندوؤں پر چند پابندیاں عائد کی تھیں۔ اور میسور آشرم کے پرچارکوں کا علاقہ گوا میں داخلہ بند کر دیا تھا لیکن اس جدید شدھی سے تو حکومت گوا اور گوا کی عیسائی رعایا میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔ گوا کے ایک نامہ نگار نے ٹائمز آف انڈیا میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں اس بات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ گوا کے موجودہ گورنر جنرل نے اپنے عہد حکومت کے ابتدائی دور میں شدھی والوں کو رخصت کر کے دانشمندی کا اظہار کیا تھا۔ نامہ نگار کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہاں کی حکومت اور عیسائیوں میں شدھی کے خلاف جذبہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جدید شدھی کے بعد گوا کی ایک نو ہندو خاتون ۱۲ فروری کو انتقال کر گئی اس کی لاش کو جلانے لگے تو حکومت گوا کا امتناعی حکم ملا اور عیسائی قبرستان میں دفن کرنے کا حکم دیا گیا۔ حیف جس سے بھی دخل دینے سے انکار کر دیا۔

ہندو قانون ازدواج و طلاق

معاصر "پارس" رقمطراز ہے:۔

جہاں تک ہندو شاستروں اور برطانوی ہند کے ہندو قانون ازدواج کا تعلق ہے۔ شوہر کی زندگی میں عورت دوسری شادی نہیں کر سکتی۔ ایک دفعہ شادی ہو جانے کے بعد کسی حالت میں بھی یہ شادی فسخ نہیں ہو سکتی۔ حال ہی میں سر ہری سنگھ گوڑ نے اسمبلی میں ایک قانون پیش کیا کہ اگر کسی ہندو عورت کا پتی، کوڑھی۔ پاگل۔ یا نامرد ہو تو اسے طلاق حاصل کر سکنے کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن اسمبلی کے فرض شناس ممبروں نے اجلاس میں شرکت کرنا ہی گوارا نہ کیا۔ کہ انہیں اس بل کی موافقت میں یا مخالفت میں اپنی آواز اٹھانے کی زحمت ہی گوارا نہ کرنی پڑے بھائی پرمانند جی نے اس بل کی شدید مخالفت کی اور اسمبلی میں نیوگ کا مسئلہ پیش کر دیا۔ بھائی جی نے جو دلائل پیش کی ہیں بظاہر نیوگ کا مسئلہ ان کی سب سے بڑی دلیل تھا۔ لیکن بھائی جی اس وقت بھول گئے کہ نیوگ صرف اولاد کے لئے اور وہ بھی پتی کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔ خاوند کے قطعی طور پر نامرد ہونے کی صورت

۴۴ میں نیوگ کا مسئلہ بھی ہندو عورت کے مصائب کو کم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک اعتبار سے زیادہ رنجدہ حالت پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے

(پارس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد: ۲ | مورخہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۳۲ء | نمبر

سیاسیات ہند میں مسلمانوں کی موجودہ پوزیشن
آئندہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس میں جو ۲۱۔۲۲ مارچ کو لاہور میں منعقد ہوا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اپنے خطبہ صدارت میں "کیل کی دنیا" سے نکل کر جن بصیرت افروز عملی حقایق کی طرف توجہ دلائی ہے ان کے بعض پہلو اس قابل ہیں کہ قارئین "پیغام صلح" کے مطالعہ میں لائے جائیں۔ اور یہ دکھایا جائے کہ موجودہ سیاسی دور میں ان کی پوزیشن کیا ہے۔ اور کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لئے کیا روش انہیں اختیار کرنی چاہیئے۔

موجودہ نیشنلزم اور اسلام

خطبہ کے ابتدائی حصہ میں موجودہ نیشنلزم کے خطرات کو واضح کرتے ہوئے نہایت خوبصورتی کے ساتھ آپ نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ "سیاسیات کی جڑ حقیقتاً انسان کی روحانی زندگی میں ہے میرا عقیدہ ہے اسلام ذاتی آرا کا نام نہیں بلکہ یہ سوسائٹی ہے۔ یا اگر آپ پسند فرمائیں تو میں کہونگا کہ یہ ملکی مذہبی نظام ہے میں اس لئے سیاسیات میں دلچسپی لے رہا ہوں کہ کہیں دور حاضر کے سیاسی معتقدات اسلام کے ابتدائی اصول اور حیثیت کو متاثر نہ کریں میں یورپ کے پیشکردہ نیشنلزم کا مخالف ہوں لیکن اس لئے نہیں کہ اگر یہ نیشنلزم ہندوستان میں نشوونما پا جائیگا تو مسلمان اس سے کم فائدہ اٹھائیں گے بلکہ اس لئے مخالف ہوں کہ مجھے اس میں دہریانہ مادیت کے جراثیم نظر آرہے ہیں جو میرے نزدیک دور حاضرہ کی انسانیت کے لئے شدید ترین خطرات کا سرچشمہ ہے۔ حب وطن ایک فطری خوبی ہے اور یہ انسان کی اخلاقی زندگی کا جزو ہے لیکن جو شے ضروری ہے وہ انسان کا عقیدہ ہے اس کا کلچر ہے۔ اور اس کی تاریخی روایات ہیں۔ یہی چیزیں ہیں جن کے لئے انسانوں کو زندہ رہنا چاہیئے اور جن کے لئے انہیں اپنی جانیں قربان کرنی چاہئیں۔ زمین کا وہ ٹکڑا جس کے ساتھ انسان کی روح عارضی طور پر وابستہ ہوتی ہے۔ اس قابل نہیں کہ اسے بہت اہمیت دی جائے۔"

فی الحقیقت یہ مغربی نیشنلزم ہے جو آج ہندوستان اور قریباً ساری دنیا کو بدامنی اور شروفساد میں مبتلا کئے ہوئے ہے انسانوں کو ملکی حدود سے وابستہ کر کے ایسی قومیتوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو باہمی تباغض و تحاسد کے سوا اور کوئی نصب العین نہیں رکھتیں۔ مغربی نیشنلزم میں جرمن، فرانسیسی، انگریز اور روسی اور ایسا ہی ہندوستانی، عرب اور ترک وغیرہم گویا مختلف خداؤں کی مخلوق ہیں۔ جو زمین کے ٹکڑوں کے لئے ایک دوسرے کے دست و گریباں رہنا اپنی زندگی کا سب سے بڑا اصول سمجھتے ہیں یہی وہ چیز ہے جس نے آج ہندوستان کو مبتلائے مصیبت بنا رکھا ہے۔ لیکن اسلام وہ ضابطہ ہے جس نے ہر قسم کے ملکی و نسبی حدود سے بالاتر ہو کر نسل انسانی کو مساوات کا وہ سبق پڑھایا جو آج دنیا کے لئے ہر قسم کی رحمت و برکت کا موجب ہو سکتا ہے۔

ہندوؤں کی چیرہ دستی

لیکن افسوس ہے کہ ہندوؤں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر کے مغرب کی تقلید میں وہ رستہ اختیار کر لیا ہے۔ جو کسی طرح انہیں کامیابی کی منزل پر پہنچانے والا نہیں۔ انہوں نے ہندوستان کی سرزمین کو اپنی واحد ملکیت قرار دے کر ہر قسم کے سیاسی دعاوی حقوق کا اپنے آپ کو واحد اجارہ دار سمجھ لیا ہے۔ جس کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اقبال نے گول میز کانفرنس کی کارروائی اور ہندوؤں کی چیرہ دستی پر مختصراً تبصرہ کیا۔ اور صفائی کے ساتھ بتایا کہ ہر قسم کی مخلصانہ مساعی کے باوجود ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کے مطالبات اور جائز حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ سر جافرے کاربٹ کی سکیم کو بھی جس میں انبالہ ڈویژن کو پنجاب سے علیحدہ کر کے اس صوبہ میں مخلوط انتخاب رائج کرنے کی تجویز تھی اس بنا پر مسترد کر دیا کہ "وہ پنجاب میں مخلوط انتخاب کے ساتھ بھی مسلمانوں کی اکثریت کے روادار نہ تھے۔"

مسلمانوں کے مطالبات

مسلمانوں کے مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ممدوح نے بتایا کہ:۔

"جداگانہ انتخاب کو باقی رکھنے اور صوبۂ سرحد کو برابر کا درجہ دینے کا یقین دلایا جا چکا ہے۔ لیکن کامل صوبہ جاتی خود اختیاری حکومت، پارلیمنٹ سے اختیارات کا براہ راست صوبوں کے ہاتھ میں انتقال، فیڈریشن کے تمام اجزائے ترکیبی کی کامل مساوات و شعبہ جات کی تقسیم فیڈرل، سنٹرل اور پراونشل کے بجائے صرف فیڈرل اور پراونشل، پنجاب اور بنگال میں اکثریت کے حقوق، سندھ کی غیر مشروط علیحدگی اور مرکز میں ایک تہائی نیابت بھی ہمارے قومی مطالبہ کے کم اہم اور کم ضروری اجزا نہیں ہیں۔ ان معاملات کے متعلق وزیر اعظم کی خاموشی کا نتیجہ کانگرس کے ساتھ جنگ اور باقی ملک کے ساتھ فقدان صلح کی غیر دانشمندانہ پالیسی کے سوا کیا نکلا ہے۔"

کانگرس اور مسلمان

اس کے ساتھ ہی آپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا موجودہ مہم میں ہم کانگرس کے ساتھ شریک ہو جائیں؟ ایک لمحہ کے تامل کے بغیر نفی میں جواب دیا۔ اور کانگرس کی سول نافرمانی کی مہم کا مقصد ان الفاظ میں واضح کیا کہ:۔

"کانگرسی رہنماؤں کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ حکومت برطانیہ کہیں عارضی فیصلے میں اقلیتوں کے مطالبات مان نہ لے۔ لہذا انہوں نے موجودہ مہم شروع کر دی ہے۔ تاکہ ایک بے بنیاد دعوے کے لئے سامان تقویت بہم پہنچائیں۔ اس میثاق کو (جو اقلیتیں باہم کر چکی ہیں) ناکام رکھیں جس کے شامل دستور ہو جانے کا اندیشہ ہے اور حکومت کو مجبور کریں کہ وہ اقلیتوں کا مسئلہ صرف کانگرس کے ساتھ طے کرے"

انگریزی حکومت کی حکمت عملی

اسی سلسلہ میں آپ نے انگریزوں کے ناقابل اعتماد رویہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

"دو سو سال تک ہمارے لئے یہی تھا کہ ہم انگریزوں سے انصاف کی امید رکھتے کیونکہ انہوں نے جب سے اس ملک کو مسلمانوں سے لیا ہے وہ ہمیشہ اس کے دعویدار رہے ہیں کہ ان کی حیثیت ہندوستان میں توازن قایم رکھنے کے لئے ایک غیر جانبدار ثالث کی ہے۔ لیکن اب ہم نے یہ دیکھا کہ قدیم برطانوی جرأت و دیانت کی جگہ ایک متزلزل اور غیر مستقل حکمت عملی نے لے لی ہے۔ جس پر کوئی اعتماد نہیں کر سکتا۔ اور جو محض اس غرض سے انگریزوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ کہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کو سہولت کے ساتھ قایم رکھ سکیں۔"

اپنا فرض ادا کرو یا مر جاؤ

انگریزوں کی حکمت عملی کو بدستور جاری رکھنے یا اسے بدلوانے کا تصفیہ آپ نے مسلم کانفرنس کے اجلاس عام کے سپرد کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی:۔

"اگر تم موجودہ حکمت عملی کو ترک کر دینے کا فیصلہ کرو تو تمہارا فوری فرض یہ ہوگا کہ ساری قوم کو ایسے ایثار کے لئے تیار کرو جس کے بغیر کوئی خوددار قوم عزت کی زندگی بسر نہیں کر سکتی ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ میں نہایت نازک وقت آپہنچا ہے۔ اب دو ہی راستے ہیں۔ اپنا فرض ادا کرو یا مر جاؤ۔"

اقوام ایشیا اور مغرب کا قابوچیانہ اقتصاد

اس کے بعد آپ نے صوبہ سرحد میں حکومت کے جبر و تشدد اہل کشمیر کی بیداری اور ہندوؤں کے انتقامی رویہ پر مختصر ریویو کرتے ہوئے یہ پیشگوئی کی کہ:۔

"یہ مناظر محض ایک آنے والے طوفان کے آثار ہیں جو سارے ہندوستان بلکہ سارے ایشیا پر چھا جائے گا۔ یہ قطعاً اس سیاسی تمدن کا لازمی نتیجہ ہے جس نے انسان

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار اُرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور ۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۱

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

ہم کون ہیں؟

مسلم ہیں ہم طریقہ اسلام ہی ہمارا | اور دین کی اشاعت ہر کام ہی ہمارا
مرزا کو ہم نے مانا اس وقت کا مجدد | تسلیم اس کے ہر کام ہی ہمارا
اک وار میں ہی اس نے کسر صلیب کر دی | رستم ہے وہ ہمارا وہ سام ہی ہمارا
قرآن کا سمجھنا قرآں کا سکھانا | آغاز ہی ہمارا انجام ہی ہمارا
ہم دین احمدی کی تبلیغ کر رہے ہیں | حکم خدا سے دشمن ناکام ہی ہمارا
برلن میں ہم نے گاڑا اسلامیوں کا جھنڈا | لندن میں بھی ہے جاری جو کام ہی ہمارا

مہجور شعر تیرے ہیں تفسیر احمدیت!
گویا یہ اک طرح سے پیغام ہے ہمارا
(مہجور)

جرمنی میں تبلیغ اسلام

اسلام کے رستہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش

برلن مسجد کا وقف کا عیسائی حکومت کے سپرد کرنے کا ناپاک خیال

ایک مصری مسلمان کا امام مسجد برلن کا مکالمہ

کاموں میں مشکلات اور آزمائش

دنیا کا کوئی کام کبھی بغیر مشکلات کے منزل مقصود کو نہیں پہنچا۔ آزمائش کے بغیر کامیابی کا منہ دیکھنا کبھی [illegible] نہیں ہوا۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کا انکشاف ان لفظوں میں کیا ہے۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون

کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ چونکہ انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ لہذا وہ بغیر آزمائش کے چھوڑ دیئے جائیں گے نہیں ہرگز نہیں۔ آزمائش ہر کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔

جماعت احمدیہ کی مشکلات

جماعت احمدیہ اور اس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو کن کن مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ابھی کل کی بات ہے اور تمام مسلمان اور بالخصوص احمدی اس سے بخوبی واقف ہیں۔

برلن مسجد کیلئے قربانیاں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے برلن مسجد کو بنانے اور قائم رکھنے کیلئے کیا کیا قربانیاں کیں۔ ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ سب سے اول حضرت مولنا صدر الدین صاحب مبلغ اسلام کو یہاں جن جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا [illegible] بخوبی واقف ہیں۔ اور سب [illegible] اس وقت [illegible] میں درج ہو چکی تھی۔ ان [illegible] کرنا [illegible] اور الگ مضمون کا محتاج ہے۔

میری پیش آمدہ مشکلات

[illegible] شروع میں جب میں نے یہاں کی مسجد و مشن کا چارج لیا اس وقت مسجد و مشن کی جو حالت تھی اس سے بھی اکثر احباب واقف ہوں گے۔ ایک طرف زبان کی بڑی بھاری مشکل اور پھر دوسری طرف بے سروسامانی کا یہ عالم کہ کوئی ایک شخص ایسا نہیں تھا جو کسی طرح حامی و مددگار ہو سکے۔ درانی صاحب نے جس حالت میں مسجد و مشن کو چھوڑا اس کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ خیر یہ بھی پرانی باتیں ہیں۔

قادیانیوں کی پیدا کردہ مشکلات

جماعت قادیان کے غلط عقیدے سے جو ہماری جماعت کو جو نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے وہ اس بات سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ہمارے دشمن یہاں آج تک یہی کہہ رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ گورنمنٹ انگریزی کی جاسوس ہے۔ اور اس کا پروپیگنڈا کرتی ہے۔ اور کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتے تھے۔ اور ہم احمدی ان کو نبی اور رسول مانتے ہیں۔ اور اس طرح ہمارا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ گو بار بار ان تمام غلط اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا جاتا ہے مگر پھر بھی دشمن در جو افسوس کہ مسلمان ہی ہیں) ایک ہی رٹ لگا رہے ہیں۔ گو بعض عقلمند اور سمجھدار آہستہ آہستہ ہمارے قریب آ رہے ہیں مگر عام مسلمانوں کی [illegible] [illegible]

ایک مصری مسلمان کے خیالات

ان [illegible] کی اسلامی ہمدردی [illegible] مکالمہ سے ہو سکتا ہے۔ جو کہ عید کے بعد ایک شخص سے ہوا۔ یہ صاحب ڈاکٹر [illegible] اور مصر کے رہنے والے ہیں۔ عربی ان کی مادری زبان ہے۔ مگر مذہب سے جو واقفیت انہیں ہے اس کا اندازہ ان کی گفتگو سے ہوگا۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ

مصری دوست:۔ احمدیت کیا ہے اور مرزا غلام احمد [illegible] اور ان کا کیا دعویٰ تھا؟

خاکسار:۔ احمدیت ایک مذہبی تحریک ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب [illegible]

مصری:۔ کیا مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا؟

خاکسار:۔ نہیں۔ بلکہ مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ کی تحریرات میں نبی اور رسول کا لفظ آتا ہے۔ مگر اس کی تشریح آپ نے خود کر دی ہے [illegible]

مصری:۔ تو پھر تو مرزا صاحب نبی ہوئے [illegible] مکالمہ مخاطبہ نہیں ہوتا۔

خاکسار:۔ یہ آپ کا خیال غلط ہے۔ قرآن کریم سے اور احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر نبی کے ساتھ بھی ہمکلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کی ماں اور حضرت عیسیٰ کی ماں سے ہمکلامی کا ذکر تو قرآن کریم میں بھی ہے۔ حالانکہ وہ ہر دو نبیہ نہ تھیں۔ پھر حدیث ہے

رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

مصری:۔ مگر عام طور پر مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ صرف نبیوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔

خاکسار:۔ یہ خیال غلط ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا کام

مصری:۔ مرزا صاحب اگر نبی نہ تھے تو انہوں نے کونسا کام کیا۔ اور کیا تعلیم دی؟

خاکسار:۔ حضرت مرزا صاحب مجدد تھے۔ اور انہوں نے تجدید دین کا کام کیا۔ اور ان کی تعلیم کا خلاصہ یہی تھا کہ مسلمان خود تدبر کرنا سیکھیں اور قرآن کریم کی طرف رجوع کریں۔ اور ہر عقیدے کو جو مسلمانوں کے اندر رائج ہو ہمیشہ قرآن کریم کی تعلیم پر پرکھنا چاہئے۔ بعض غلط عقائد کی مثلاً یہ کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلا وغیرہ۔ حضرت مرزا صاحب نے تعلیم کی۔ اور فرمایا کہ اسلام کو کبھی تلوار کی ضرورت نہیں پڑی۔

مصری:۔ یہ بالکل درست ہے کہ اسلام کو بذریعہ تلوار اور جبر پھیلانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی صاف آتا ہے۔

لا اکراہ فی الدین۔

خاکسار:۔ مگر ایسے مسلمان اس برلن میں بھی موجود ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلا۔

اعجوبہ بات

مصری:۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہوتا ہے؟

خاکسار:۔ ہاں۔

مصری:۔ مگر یہ کیا عجوبہ بات ہے۔

خاکسار:۔ یہ عجوبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء امت اور اپنے نیک بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ بلکہ عجوبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے ہمکلام نہیں ہوتا۔ اور ان پر اپنی رضا کی راہیں نہیں کھولتا۔

مکالمۂ الٰہیہ کا ثبوت فلسفہ سے

مصری:۔ ہیں! یہ کیونکر۔ یہ تو خوب کہی۔

خاکسار:۔ آپ تو فلسفہ سے بھی مس رکھتے ہیں۔ عقلی دلائل سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ہمکلامی کرتا ہے۔

مصری:۔ کس طرح؟

خاکسار:۔ آپ یہ تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے شمار صفات کا مالک ہے۔

مصری:۔ ہاں۔

خاکسار:۔ مثلاً وہ سمیع ہے۔ بصیر ہے۔ علیم ہے۔

مصری:۔ ہاں بالکل درست۔

خاکسار:۔ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابدی ازلی ہے اور اس کا ابدی ازلی ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ ان ساری صفات کا ابدی ازلی مالک ہو۔

مصری:۔ ہاں۔ بے شک۔

خاکسار:۔ اس کی ایک صفت کلیم ہے۔

مصری:۔ ہاں۔

خاکسار:۔ کیا وہ اب بھی اس کا مالک ہے۔ یا اب نعوذ باللہ گونگا ہو گیا ہے۔ مصری دوست اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

مسجد برلن کی تولیت

مصری:۔ اچھا یہ بتایئے کہ یہ مسجد کس کی ملکیت ہے۔ میں نے سنا ہے کہ یہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے۔

خاکسار:۔ یہ مسجد خانۂ خدا ہے۔ اس کی مالک یا متولی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔

مصری:۔ آپ اس کو یہاں کے مسلمانوں کے نام وقف کیوں نہیں کر دیتے۔

خاکسار:۔ کون سے مسلمان۔ یہ سارے مسلمانوں کے لئے وقف ہے عربی۔ ترکی۔ مصری۔ ہندی۔ ایرانی سب کے لئے وقف ہے۔ ہر ایک کو آنے کی اور فریضہ اسلام ادا کرنے کی اجازت ہے۔ شیعہ سنی۔ وہابی۔ سب اس میں آ سکتے ہیں۔

مصری:۔ مگر آپ اس کو جس طرح کہ یہاں عیسائیوں کے گرجے حکومت کے دفتر میں وقف شدہ درج ہیں۔ اسی طرح کیوں نہیں کر دیتے۔

خاکسار:۔ یہ غلط ہے۔ عیسائیوں کے گرجے اپنی اپنی دینی منظم جماعت کے ماتحت ہیں۔

مصری:۔ آپ اس کو حکومت کی جائداد قرار دیں۔ اور ہم مسلمان ایک جماعت بنا لیں گے۔ جو اس کا انتظام کرے گی۔

خاکسار:۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خوب۔ آپ ایک مسجد کو ایک مسلمان انجمن کی تولیت سے نکال کر ایک عیسائی حکومت کے سپرد

(باقی بر صفحہ ۱۴ کالم اول)

اولیاء اللہ کو عرفان الٰہی کا جام

غیر نبی پر بھی من جانب اللہ یقینی اور قطعی الہام ہو سکتا ہے

"من بعرفاں نہ کمترم ز کسے" کی تشریح

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ مدظلہ)

زنانہ شہزادہ کی حکایت

ایک بادشاہ تھا اس کا ایک بیٹا تھا۔ بدقسمتی سے اس کے مزاج میں کچھ زنانہ پن تھا۔ اس کی طبیعت کا رجحان زنانہ پن کی طرف دیکھکر بادشاہ کو بڑی فکر ہوئی۔ اہل دربار سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا اسے فردوسی کا شاہنامہ پڑھایا جائے۔ اس میں رستم و زال سام و نریمان۔ سہراب و اسفندیار جیسے بہادروں اور جوانمردوں کا ذکر ہے۔ ان کے مردانہ کارنامے اور بہادری کے حالات پڑھ پڑھ کر طبیعت میں مردانگی پیدا ہوگی۔ بادشاہ نے ایک بڑے قابل استاد کے سپرد کیا۔ استاد نے بھی شاگرد کو خوب شاہنامہ پڑھایا۔ جب شاہنامہ ختم ہوا تو بادشاہ کے سامنے شہزادہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے امتحاناً شاہزادہ سے پوچھا کہ میاں شاہنامہ میں سے کوئی شعر یاد ہو تو پڑھو۔ شاہزادہ نے ایک شعر پڑھا۔ قبل اس کے کہ میں بتاؤں کہ شہزادہ نے کیا شعر پڑھا۔ پہلے میں تمہیداً کچھ عرض کر دوں۔ شاہنامہ میں جہاں ہزارہا بہادری اور مردانگی کے کارنامے موجود ہیں۔ وہاں ایک نازنین کی حکایت بھی درج ہے۔ افراسیاب بادشاہ توران کی ایک بیٹی تھی منیژہ، نہایت حسینہ و جمیلہ شہرۂ آفاق تھی۔ ایرانیوں اور تورانیوں کے درمیان دشمنی تو برابر چلی آتی تھی۔ ایران کے مشہور و معروف پہلوان رستم کا نواسہ بیژن تھا۔ جو نہایت خوش شکل اور قوی ہیکل جوان تھا جن دنوں اس نے توران پر حملہ کیا۔ شہزادی منیژہ سرحد کی ایک نزہت گاہ میں خیمہ زن تھی۔ اتفاق سے دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ اور وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے۔ دونوں نے خفیہ شادی کی ٹھہرائی۔ افراسیاب کو پتہ لگا۔ تو اس نے بیژن کو پکڑ کر ایک اندھے کنوئیں میں قید کر دیا۔ اور منیژہ اپنی لڑکی کو محل سے نکالدیا۔ وہ بھیک مانگ کر بیژن کو کھلایا کرتی۔ رستم کو پتہ لگا کہ بیژن قید ہے۔ اس نے حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مبادا افراسیاب بیژن کو قتل کر دے۔ اس لئے وہ اپنے تمام بہادروں سمیت سوداگروں کے قافلہ کا بھیس کر کے توران میں داخل ہوا۔ منیژہ بھیک مانگتی ہوئی جو قافلہ میں آئی تو اس کی شکل و شباہت سے رستم بھانپ گیا کہ یہ کوئی بلند مرتبہ عورت گدائی کے لباس میں ہے۔ اس سے ہمدردی کی تو اس نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ رستم اس کی رہبری میں اس کنوئیں پر گیا۔ اور بیژن کو نکال لایا۔ اور توران کو تاراج کرتا ہوا ایران کو واپس آیا اور وہاں بیژن اور منیژہ کی شادی بڑی دھوم سے رچائی۔ شاہنامہ میں منیژہ کے حالات بہت دردناک پیرایہ میں مذکور ہیں۔

الغرض بادشاہ نے جب اپنے بیٹے سے پوچھا کہ شاہنامہ میں سے کوئی حسب پسند شعر پڑھو تو شاہزادہ نے وہ شعر پڑھا جس میں رستم کے دریافت کرنے پر منیژہ نے نہایت دردبھرے الفاظ میں اپنا تعارف کرایا تھا۔ اور وہ یہ ہے:۔

منیژہ منم دخت افراسیاب
کہ ہرگز ندیدہ تنم آفتاب

یعنی افراسیاب کی بیٹی منیژہ میں ہی ہوں جس کے بدن کو کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا تھا۔ شہزادہ کا سارے شاہنامہ میں سے یہ شعر منتخب کرنا شہزادہ کے رجحان طبع پر دلیل روشن تھا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر استاد کو دیکھا۔ استاد نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور میرا اس میں قصور نہیں۔ شاہنامہ کے ہزارہا مردانہ اشعار میں سے یہی ایک زنانہ شعر تھا جسے شاہزادہ نے منتخب کیا تو یہ انکا رجحان طبع ہے وہ اپنی زنانہ فطرت سے مجبور ہیں۔

زنانہ شہزادہ اور محمودی

مطلب اس قصہ سے یہ ہے کہ ہمارے محمودی حضرات بھی اس شاہزادہ کی طرح اپنی فطرت سے مجبور ہیں۔ انہیں حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق حضرت کی تحریروں میں سے جو ہزارہا صفحوں پر مشتمل ہیں۔ نظم ہو یا نثر جب ملتا ہے اپنے رجحان طبع کے مطابق کوئی متشابہ فقرہ یا شعر مل جاتا ہے خواہ وہ ساری تحریروں میں اکیلا اور منفرد ہی کیوں نہ ہو وہ اسے پڑھتے رہیں گے اور سر دھنتے رہینگے بلکہ اس کی وجہ سے ساری محکم تحریروں کو نظر انداز کرنا پڑے۔ وہ اپنے رجحان طبع سے مجبور ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب جو ابھی حال میں فیض محمودیت سے مشرف اور مقبول بارگاہ خلافت ہوئے ہیں انہوں نے حضرت مسیح موعود کی نبوت پر بس یہی دو شعر پڑھے ہیں کہ ؎

انبیا گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
آنکہ داد است ہر نبی را جام
دادہ آں جام را مرا بہ تمام

اگر مسیح موعود کے اشعار پر ہی نبوت کی بنا ہے۔ اور قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود کی ہزارہا صفحوں کی تحریریں سب نظر انداز کرنے کے قابل ہیں تو پھر یہ بھی اشعار تو موجود ہیں:

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

دیگر

جان و دلم فدائے جمال محمد است ؎
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است ؎
ایں چشمۂ رواں کہ بہ خلق خدا دہم ؎
یک قطرۂ ز آل زلال محمد است ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے!

راغب اندر رحمتت اے رحمۃ اللہ آمدیم؎
اے کہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امید وار

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

ختم شد بر ذات پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبری

ہمچو ایں ہزارہا اشعار بھرے پڑے ہیں۔ لیکن ایک نبی بنانے کے شیدائی کو ان سے کیا غرض۔ اسے تو اس زنانہ شہزادہ کیطرح اپنے رجحان طبع کے مطابق کوئی متشابہ شعر ملا نہیں اور وہ بغلیں بجاتا لیکر دوڑا نہیں۔ اگر انہی دونوں اشعار کے اگلے پچھلے اشعار کو ملا کر پڑھتے تو بھی مطلب صاف ہو جاتا۔ لیکن مطلب صاف کرنے سے ہی تو بچنا ہے۔ متشابہ آیت سے جو غیر مسلم فائدہ اٹھاتے ہیں یا غیر احمدی یا محمودی حضرت مسیح موعود کے کسی متشابہ فقرے کو لے دوڑتے ہیں۔ انہیں وہاں ایک ہی صورت کامیابی کی نظر آتی ہے کہ سیاق سباق کی طرف سے توجہ ہٹائی جائے۔ اور دوسری محکم آیات یا تحریروں کی روشنی کو نزدیک نہ آنے دیا جائے بس پھر تو بارے ہیں۔ راوی چین لکھتا ہے۔ مطلب حاصل ہو گیا۔

اشعار بالا کا محل وقوع

یہ دونوں اشعار جو محمودی صاحبان جھوم جھوم کر پڑھا کرتے ہیں اور جو خود خلیفہ صاحب قادیان کی کتاب حقیقۃ النبوۃ پر لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت کی کتاب نزول المسیح کے اشعار ہیں۔ نزول المسیح میں جو سلسلہ مضمون چل رہا ہے جس کے اندر یہ اشعار آگئے ہیں اسے سمجھ لینے سے بات صاف ہو جاتی ہے۔ گولڑہ والے پیر صاحب نے ایک کتاب سیف چشتیائی لکھی تھی اس میں حضرت مسیح موعود کی کتاب اعجاز المسیح پر کچھ اعتراضات کئے تھے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا۔ دیکھو نزول المسیح صفحہ ۹۸:۔

"(۱) اول یہ کہ کیوں قبول نہ کیا جائے کہ یہ الہام اضغاث احلام میں سے ہے جیسا کہ بعض حفاظ قرآن شریف کو کثرت تلاوت قرآن شریف سے ایسے فقرات قرآنیہ بیہوشی کی حالت میں بھی زبان پر چڑھ جایا کرتے ہیں۔"

اولیاء اللہ کا اپنی وحی پر یقین !

حضرت مسیح موعود نے اسی اعتراض کو صفحہ ۸ سے شروع کیا ہے اور باقی کی ساری کتاب نزول المسیح اسی اعتراض کے جواب میں ختم کر دی ہے - اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح تمام انبیاء کو اپنی وحی پر یقین تھا کیونکہ ان کا قلب صافی شیطان کے دستبرد سے بکلی محفوظ تھا - اسی طرح اولیاء کاملین امت کے الہامات بھی شیطانی دستبرد اور القائے نفسانی سے پاک ہوتے ہیں - کیونکہ ان کے قلب پاک میں بھی شیطان کا گزر نہیں ہوتا - اور انہیں بھی اپنی وحی پر ایسا ہی یقین ہوتا ہے - جیسا کہ گزشتہ نبیوں کو اپنی وحی پر یقین ہوتا تھا - ایسا فرد کامل اپنی وحی کے من جانب اللہ ہونے پر بھی اسی طرح یقین رکھتا ہے - جیسا کہ قرآن کے من جانب اللہ ہونے پر یقین رکھتا ہے -

اولیاء اور انبیاء کی وحی میں فرق

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں کی وحی کا مرتبہ یکساں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دخل شیطانی سے منزہ ہونے میں وہ دونوں میں فرق نہیں جانتا - ورنہ فرق تو ظاہر ہے کہ ایک وحی نبوت ہے جو بتوسط جبرئیل نازل ہوتی ہے اور دوسری وحی ولایت جس کا نزول جبرئیل کے توسط سے نہیں ہے اور جس کے لئے بوجہ ملہم کے امتی ہونے کے ضروری ہے کہ قرآن اس کی تصدیق کرے - جیسا کہ مسیح موعود حمامۃ البشریٰ میں فرماتے ہیں وما امتی لا اصدق الہاما من الہاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ کہ میں اپنے الہاموں کو جب تک کتاب اللہ پر عرض نہیں کر لیتا میں ان کو سچا نہیں سمجھتا - مطلب یہ کہ ایک ولی اپنے الہامات کے معنے وہی کرے گا - اور ان سے مراد وہی لے گا جس کی تصدیق قرآن کرے گا - لیکن باایں ہمہ من جانب اللہ ہونے میں ایک فرد کامل امتی کی وحی بھی انبیاء کی وحی کی طرح شیطان سے پاک ہوتی ہے اس لئے اس پر بھی اسی طرح یقین کیا جا سکتا ہے جیسا کہ وحی نبوت پر کیونکہ بلحاظ قرب الٰہی اور معرفت الٰہی کے ایک فرد کامل بھی نبی کی طرح نفسانی کمزوریوں اور شیطانی اثرات سے محفوظ ہوتا ہے - گو وہ منصب نبوت پر کھڑا نہ کیا گیا ہو -

غیر نبی پر یقینی اور قطعی الہام

غرضکہ یہ وہ نکتہ ہے جسے حضرت مسیح موعود نے بار بار مختلف پیرایوں سے ثابت کرنا چاہا ہے - چنانچہ صفحہ ۸۱ پر لکھتے ہیں :-

"جو شخص تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ خدا کا یقینی اور قطعی کلام بھی اس کے بندوں پر نازل ہوا کرتا ہے وہ خدا کے وجود سے ہی بے خبر ہے - لہٰذا وہ اپنی طرح تمام دنیا کو وساوس کے نیچے پامال دیکھتا ہے - اور اس کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ بجز وساوس اور اضغاث احلام اور حدیث نفس کے اور کچھ نہیں - اور غایت کار وہ ظنی طور پر نہ یقینی اور قطعی طور پر الہام الٰہی کا خیال دل میں لاتا ہے مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر در حقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے - اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی - کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے - پھر جس حالت میں موسیٰ کی ماں کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر پورا یقین رکھ کر اس نے اپنے بچہ کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا - اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بجرم اقدام قتل مجرم نہ ہوئی تو کیا یہ امت، اسرائیل کے خاندان کی عورتوں سے بھی گئی گزری ہے - اور پھر اسی طرح مریم کو بھی یقینی الہام ہوا - جس پر بھروسہ کر کے اس نے قوم کی کچھ پرواہ نہیں کی - تو حیف ہے کہ اس امت مخذول بر جوان عورتوں سے بھی کمتر ہے پس اس صورت میں یہ امت خیر الامم کا ہے کو ہوئی - بلکہ شر الامم اور اجہل الامم ہوئی اسی طرح خضر جو نبی نہیں تھا - اور اس کو علم لدنی دیا گیا تو کیا اگر اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہیں تھا تو کیوں اس نے ایک بچہ کو ناحق قتل کر دیا - اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ الہام کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہئے - یقینی اور قطعی نہ تھا تو کیوں انہوں نے اس پر عمل کیا - پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے ، اور پوشیدہ دہریہ نہیں تو اس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونا چاہئے کہ یقینی قطعی مکالمہ الٰہیہ ہو سکتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس امت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے - تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہر جائے - سو خدا نے آخری زمانہ میں اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا -"

من حیث الوحی فرق نہیں !

پھر صفحہ ۱۱۴ پر فرماتے ہیں :-

"خلاصہ کلام یہ کہ مردود مذہب کی یہ نشانی ہے کہ تازہ کلام کا نور اس میں پایا نہیں جاتا . . . . . . اس تمام بیان کا خلاصہ در خلاصہ یہ ہے کہ تازہ کلام الٰہی خدا کی شریعت کا پشتیبان ہے اور اس کشتی کو جو گناہوں کے سبب سے غرق ہونے لگتی ہے جلد تر کنارا من تک پہنچانے والا ہے - مگر شاید کوئی بھول نہ جائے اس لئے بار بار کہا جاتا ہے کہ کلام الٰہی سے مراد وہی کلام ہے جو زمانہ کے لئے تازہ طور پر اترتا ہے - اور اپنی طبعی خاصیت سے ملہم اور اس کے ہم نشینوں پر ثابت کرتا ہے کہ میں یقینی طور پر خدا کا کلام ہوں - ایسا ملہم طبعاً اس میں اور خدا کے دوسرے کلمات میں جو پہلے نبیوں پر نازل ہوئے من حیث الوحی کچھ فرق نہیں سمجھتا گو دوسری وجوہ سے کچھ فرق ہو"

"من بعرفاں نہ کمترم زکسے"

اسی مضمون کو حضرت نے اشعار میں بھی ظاہر کیا ہے - جو صفحہ ۹۹ سے شروع ہو کر ۱۰۱ پر ختم ہوتے ہیں - اور ان میں سارا زور اسی بات پر ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہے اور شیطان کا آپ کے قلب میں گزر نہیں - اور محبت الٰہی اور معرفت الٰہی کا جو جام مقربین الٰہی کو پلایا جاتا ہے - وہ آپ کو بھی پلایا گیا ہے - اس میں نبیوں کی کوئی خصوصیت نہیں اس لئے ہر ایک نبی کو اپنی وحی کے منجانب اللہ ہونے پر جو یقین ہو سکتا ہے وہی آپ کو اپنی وحی پر یقین ہونا چاہئے - اور ہے -

ولی کا عرفان نبی سے کم نہیں ہوتا

پس اس بنا پر آپ کی وحی کو غیر یقینی ٹھہرانا کہ آپ کی وحی نبیوں کی وحی کی طرح محفوظ نہیں ہے - بالکل غلط ہے - جب ایک ولی بھی نبی کی طرح معرفت الٰہی سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور اس کے عرفان میں نبی کے عرفان سے کمی نہیں ہوتی - اور اس کے قلب کو بھی شیطان سے محفوظ کیا جاتا ہے - جیسا کہ نبی کے قلب کو - اور قرب اور معرفت الٰہی کا جام اسے بھی اسی طرح پلایا جاتا ہے جیسا کہ ایک نبی کو - تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی وحی کو نبی کی وحی کی طرح یقینی نہ سمجھا جائے - یہ اور بات ہے کہ وہ نبوت کے منصب پر کھڑا نہیں کیا گیا - لیکن اس کی معرفت اور قرب الٰہی اور اس کے الہامات کے منجانب اللہ اور یقینی ہونے میں بہر تو اس سے شبہ نہیں پڑ سکتا -

مسیح موعود کا عرفان

چنانچہ ان اشعار کو خوب غور سے پڑھو - یہی مطلب ہے :-

کارہائے کہ کرد با من یار	برتر آں دفتر است از اظہار
آنچہ داد است ہر نبی را جام	داد آں جام را مرا بتمام
دل من برد و الفت خود داد	خود مرا شد بوحی خود استاد
. . . .	. . . .
آنچہ من بشنوم ز وحی خدا	بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم	از خطاہا ہمیں است ایمانم
. . . .	. . . .
انبیا گرچہ بودہ اند بسے	من بعرفاں نہ کمترم زکسے
وارث مصطفےٰ شدم بیقیں	شدہ رنگیں برنگ یار حسیں
آں یقینے کہ بود عیسیٰ را	بر کلامے کہ شد برو القا
واں یقین کلیم بر تورات	واں یقیں ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں	ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں
لیک آئینہ ام ز رب غنی	از پئے صورت مہ مدنی
ہر چہ آں با ریز دل من ریخت	نہ شیاطیں بدو نہ نفس بیخت
خالص آمد کلام آں دادار	زیں سبب شد دلم پر از انوار

ہست آں وحی تیرہ سوختنی

کہ نہ بوداست بر یقیں مبنی

اشعار کا مطلب

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ جو کچھ یار نے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر عنایتیں کی ہیں ان کے اظہار کے لئے ایک دفتر بھی کافی نہیں - جو جام ہر نبی کو پلایا گیا وہ مجھے بھی سارا پلایا گیا یعنے میرے دل کو لے لیا اور اپنی الفت عنایت کی - اور اپنی وحی کے ذریعہ خود میرا استاد بنا - جو کچھ خدا کی وحی میں سنتا ہوں خدا کی قسم میں اسے خطا سے پاک سمجھتا ہوں - میں قرآن کی طرح اسے خطا یعنے دخل شیطانی سے منزہ مانتا ہوں -

انبیا اگرچہ بہت سے ہوئے ہیں - لیکن میں معرفت الٰہی میں کسی سے کم نہیں ہوں - لیکن یہ یقین و معرفت مجھے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے ملی ہیں اسی حسین یار (یعنے محمد رسول اللہ صلعم) کے رنگ سے رنگین ہوا ہوں وہ یقین جو حضرت عیسےٰ کو اپنی وحی پر تھا - اور حضرت موسیٰ کو تورات کے منجانب اللہ ہونے پر تھا - اور حضرت سید السادات صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی وحی پر تھا - میرا یقین بھی اپنی وحی پر ان سے کم نہیں ہے - اور اگر جھوٹ کہوں تو جھوٹا لعنتی ہوتا ہے - لیکن میں تو خدا کی طرف سے بطور آئینہ کے ہوں جس میں مدینہ کے چاند کا (یعنے آنحضرت صلعم کا) عکس پڑ رہا ہے - جو کچھ خدا تعالیٰ میرے دل میں القا کرتا ہے - اس میں نہ شیطان کا دخل ہے نہ نفس کا - وہ خدا کا خالص کلام ہے - اسی لئے میرا دل انوار سے بھر گیا - وہ ظلمت بھری وحی جلا دینے کے قابل ہے - جو یقین پر مبنی نہ ہو -

غیر نبی کو عرفان کا جام

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مذکورہ بالا اشعار میں کونسا امر حضرت مسیح موعود کی نبوت دال ہے - ایک ملہم کا حق ہے - اگر وہ اپنے الہام کو یقینی طور پر منجانب اللہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں اعلان کرے کہ میں اپنی وحی یا الہام کو بالکل اسی طرح منجانب اللہ اور دخل شیطانی سے منزہ سمجھتا ہوں جس طرح قرآن کو یا کسی دوسری وحی کو جو کسی نبی پر نازل ہوئی ہے - ورنہ اس کے الہام کا دعوے بے معنی ہے - یا تو یہ مانا جائے کہ نبی کے سوا کسی کا

قلب شیطان کی دستبرد سے محفوظ نہیں ہو سکتا - اور کسی کو خدا کی معرفت تامہ و کاملہ سوائے نبیوں کے نصیب نہیں ہوتی - لیکن اگر یہ بات نہیں ہے اور مسلمانوں میں یہ مسلم ہے کہ ایک غیر نبی کا قلب بھی نفس مطمئنہ کی حالت کو پا کر شیطانی دستبرد سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اسے بھی معرفت تامہ کاملہ نصیب ہو سکتی ہے - تو پھر اگر کوئی ایسا فرد کامل امت میں سے ان مراتب کا اپنے متعلق ذکر کرے تو کیا وجہ ہے کہ اس امر کو اس کی نبوت پر دلیل ٹھیرا لیا جائے ظاہر ہے کہ جس کا قلب شیطانی دستبرد سے محفوظ ہو گا - اس کا الہام بھی خطا سے پاک ہو گا - اور جب قرب الٰہی کے مراتب سب کے لئے کھلے ہیں تو معرفت و محبت الٰہی نبیوں کے لئے کوئی مخصوص امر نہیں ہو سکتا - ہر ایک فرد کامل خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی، اس کو یکساں طور پر پا سکتا ہے - تو پھر ان باتوں سے نبوت نکالنی کیا معنے رکھتا ہے - نبوت تو ایک جدا چیز ہے - وہ ایک منصب ہے جس پر کسی فرد کامل کو مشیت الٰہی کھڑا کرتی ہے اور اس کے ذریعہ دنیا کو کوئی ہدایت کا نیا پیغام پہنچاتی ہے - ختم نبوت سے پہلے بھی معرفت الٰہیہ سینکڑوں آدمیوں کو ملتی تھی اور عرفان کا جام انہیں بھی پلایا جاتا تھا - لیکن سب نبی نہیں ہوتے تھے آخر حضرت مریم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بھی عرفان کا جام نبیوں کی طرح ہی پلایا گیا ہے تب ہی تو انہوں نے اس یقین اور معرفت کے ساتھ اپنی وحی پر عمل کیا - جیسا کہ نبی کیا کرتے ہیں - تو پھر آج اگر امت محمدیہ میں سے کسی کو نبیوں کی طرح معرفت کا جام پلایا جائے - اور اسے بھی اپنے الہامات پر یقین کامل ہو تو اس سے نبوت کی سند کیونکر حاصل ہو جائے گی -

حقیقۃ الوحی کے تین باب

حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود نے اسی امر کو تین مستقل بابوں میں بیان کیا ہے - جن کے عنوان اسطرح ہیں:

(۱) **باب اول**:- ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں - یا بعض سچے الہام ہوتے ہیں لیکن ان کو خدا تعالےٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں - اور اس روشنی سے ان کو ایک ذرہ حصہ نہیں ملتا جو اہل تعلق پاتے ہیں اور نفسانی قالب ان کا تعلق نور سے ہزار ہا کوس دور ہوتا ہے -

(۲) **باب دوم** - ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض اوقات، سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالےٰ سے کچھ تعلق بھی ہے - لیکن کچھ بڑا تعلق نہیں - اور نفسانی قالب ان کا شعلۂ نور سے جلکر نیست و نابود نہیں ہوتا - گرچہ کسی قدر اس کے نزدیک آجاتا ہے -

(۳) **باب سوم** - ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالےٰ سے اکمل اور اصفےٰ طور پر وحی پاتے ہیں - اور کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ ان کو حاصل ہے اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں - اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں اور محبت الٰہی کی آگ میں داخل ہو جاتے ہیں اور نفسانی قالب ان کا شعلۂ نور سے جلکر بالکل خاک ہو جاتا ہے -

کاملین امت پر خدا کا یقینی کلام

اسی تیسرے باب والے گروہ میں تمام مقبولین و کاملین امت کو رکھا ہے - اور اپنے آپ کو بھی انہی میں رکھا ہے - جس کا دل چاہے پڑھ لے - یہاں سارا باب نقل کرنے کی گنجائش نہیں اس گروہ کے الہامات کے یقینی ہونے پر اور عرفان تام حاصل ہونے پر سارا تیسرا باب بھرا ہوا ہے - چنانچہ صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں:-

"اور وہ امور اس پر ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتے - اور وہ غیب کے دروازے اس کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں - جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے - خدا کا کلام اس پر اسی طرح نازل ہوتا ہے جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے - **اور وہ ظن سے پاک اور یقینی ہوتا ہے**"

حق الیقین کی مبارک اور کامل حالت

پھر صفحہ ۲۳ پر فرماتے ہیں:-

"تیسری مبارک اور کامل حالت حق الیقین کہلاتی ہے - اور انسانی **معرفت کامل نہیں** ہو سکتی - اور نہ کدورتوں سے پاک ہو سکتی ہے جب تک حق الیقین تک نہیں پہنچتی - کیونکہ حق الیقین کی حالت صرف مشاہدات پر موقوف نہیں - بلکہ بطور حال کے انسان کے دل پر وارد ہو جاتی ہے - اور انسان محبت الٰہی کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑکر اپنے نفسانی وجود سے بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے اور اس مرتبہ پر انسانی معرفت پہنچکر قال سے حال کی طرف انتقال کرتی ہے - اور سفلی زندگی بالکل جلکر خاک ہو جاتی ہے - اور ایسا انسان خدا تعالیٰ کی گود میں بیٹھ جاتا ہے - اور جیسا کہ ایک لوہا آگ میں پڑکر بالکل آگ کے رنگ میں آجاتا ہے - اور آگ کی صفات اس سے ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں - ایسا ہی اس درجہ کا آدمی صفات الٰہیہ سے **ظلی طور پر** متصف ہو جاتا ہے"

کامل افراد کی قطعی اور یقینی وحی

پھر اسی تیسرے درجہ کا ذکر کرتے ہوئے صفحہ ۴۸ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ وہ کامل درجہ ہے جس کے ساتھ ظن جمع نہیں ہو سکتا - اور یہی وہ درجہ ہے جو بشریت کی سردی اور قبض کو بکلی دور کرتا ہے اس حالت کا نام حق الیقین ہے - اور یہ مرتبہ **محض کامل افراد کو حاصل** ہوتا ہے جو تجلیات الٰہیہ کے حلقہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں - اور علمی اور عملی دونوں حالتیں ان کی درست ہو جاتی ہیں اس درجہ سے پہلے نہ علمی حالت کمال کو پہنچتی ہے - اور نہ عملی حالت مکمل ہوتی ہے - اور اس درجہ کو پانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں - جو خدا تعالےٰ سے کامل تعلق رکھتے ہیں اور حقیقت میں وحی کا لفظ انہی کی وحی پر اطلاق پاتا ہے - کیونکہ وہ شیطانی تصرفات سے پاک ہوتی ہے - اور **وہ ظن کے درجہ پر نہیں ہوتی بلکہ یقینی اور قطعی ہوتی ہے -**"

قرب کا انتہائی درجہ کامل افراد امت کو

مذکورہ بالا حوالجات ایک عقلمند کے لئے بس کرتے ہیں - آپ نے تیسرا درجہ کمال معرفت کا امت کے افراد کامل کے لئے تسلیم کیا ہے اور اس درجہ کے لوگوں کی وحی کو انبیاء کی وحی کی طرح شک و شبہ سے پاک اور یقینی بتلایا ہے - اور ان کی معرفت کا درجہ حق الیقین کا بتایا ہے - جس سے آگے کوئی درجہ نہیں تو پھر اگر اپنے لئے بھی یہی فرمایا کہ میری وحی بھی ظن اور شک سے پاک اور یقینی ہے کیونکہ میری معرفت بھی اپنے درجہ کمال کو نبیوں کی طرح پہنچ چکی ہے - جیسا کہ معرفت کے اس کمال پر پہنچنے کو کاملین امت میں آپ نے تسلیم کیا ہے - تو پھر اس سے نبوت کا دعوےٰ کس طرح لازم آئے گا - اگر یہ معاملہ ہوتا کہ نبیوں کے سوا اور کسی کو معرفت کاملہ نصیب نہیں ہوتی - اور تمام کاملین امت اور مقربین الٰہی اس نعمت سے بے نصیب ہی دنیا سے گزر جاتے ہیں تب کوئی بھلا بات بھی تھی - کہ چونکہ معرفت کاملہ نبیوں کی طرح آپ کو مل گئی اس لئے آپ ان اشعار سے نبوت کے مدعی بن گئے - لیکن جب مرتبہ حق الیقین اور معرفت کاملہ کو آپ نے قرب الٰہی کا انتہائی درجہ بتلایا ہے - جو امت کے افراد کامل کو ملتا ہے - اور ایسے لوگوں کی وحی کو نبیوں کی وحی کی طرح ظن و شبہ سے پاک اور یقینی مانا ہے تو پھر اپنے لئے اسی مقام کا دعوےٰ کرنے کی وجہ سے نبوت کا دعوےٰ کس طرح لازم آئے گا -

زنانہ شہزادہ کا پارٹ ادا نہ کرو

کاش کہ اسی کتاب نزول المسیح کو تحقیقی رنگ میں پڑھا جاتا اور زنانہ شہزادہ کی طرح ساری کتاب میں سے اپنی رجحان طبیعت کے مطابق دو چند اشعار کو لے کر غل نہ مچایا جاتا - اور اسی کتاب کی محکم تحریروں کی روشنی میں ان کے معنے کئے جاتے - تو کہیں دور جانے کی ضرورت ہی نہ تھی - بات صاف ہو جاتی - غور کی جگہ ہے کہ جب خود اسی کتاب نزول المسیح میں لکھا ہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد میرا کوئی نیا دعوےٰ نبوت کا نہیں ہو سکتا - اور نبی مجھے بطور استعارہ کے کہا گیا ہے - تو پھر دو شعر لیکر زنانہ شہزادہ کا پارٹ ادا کرنا اور محمد رسول اللہ صلعم کے دعوی نبوت کے بعد زبردستی نیا دعوی نبوت کا آپ کی طرف منسوب کرنا آپ پر افترا کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے -

دعوی نبوت نہیں

نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳ ملاحظہ ہو - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود **میرا اسم** پائے گا - اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا - یعنی اس کی طرف سے **کوئی نیا دعوےٰ** نبوت اور رسالت کا نہیں ہو گا - بلکہ جیسا کہ ابتدا سے قرار پا چکا ہے - وہ **محمدی نبوت** کی چادر کو ہی **ظلی** طور پر اپنے پر لے گا - اور اپنی زندگی اسی کے نام پر ظاہر کرے گا - اور مر کر بھی اسی کی قبر میں جائے گا - تا یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے اور یا علیحدہ رسول آیا - بلکہ بروزی طور پر **وہی آیا** جو خاتم الانبیا تھا **مگر ظلی طور پر** - اسی راز کے لئے کہا گیا - کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن کیا جائے گا - کیونکہ رنگ دوئی اس میں نہیں آیا - پھر کیونکر علیحدہ قبر میں تصور کیا جائے گا - دنیا اس نکتہ کو نہیں پہچانتی - اگر اہل دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنے ہیں - کہ **اسمہٗ کاسمی ویدفن معی فی قبری** تو وہ شوخیاں نہ کرتے اور ایمان لاتے - اس نکتہ کو یاد رکھو کہ **میں رسول اور نبی نہیں ہوں**، یعنی باعتبار **نئی شریعت، نئے دعوے اور نئے نام** کے - اور میں **رسول اور نبی** ہوں یعنی باعتبار **ظلیت** کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں **محمدی شکل اور محمدی** نبوت کا کامل انعکاس ہے - **اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالےٰ میرا** نام محمد اور احمد اور مصطفےٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح **خاتم الاولیاء** کا مجھ کو خطاب دیا جاتا - **بلکہ میں کسی** علیحدہ نام سے آتا - لیکن خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں **وجود** محمدی میں مجھے داخل کر دیا - یہاں تک کہ یہ بھی نہ رہا کہ یہ کہا جائے

کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔"

مستعار طور پر نبی اور رسول

پھر نزول المسیح صفحہ ۵ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

"اور محمدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا اور پھر اسی خاتم الخلفا کا نام باعتبار ظہور تام صفات محمدیہ کے محمد اور احمد رکھا گیا اور **مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا**"

ظل اور استعارہ کا استعمال

مذکورہ بالا عبارت آئینہ کی طرح صاف ہے۔ لیکن چونکہ مولوی فاضل محمد نذیر لائل پوری ملت محمودیہ کے گل سر سبد **ظل** کو عین بتایا کرتے ہیں اور انعکاس سے انتقال مراد لیا کرتے ہیں۔ اور ان کے پیر و مرشد میاں محمود احمد صاحب مجاز اور استعارہ کو حقیقت کا مقام دیدیتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ **ظل** اور **استعارہ** کا استعمال خود حضرت مسیح موعود کی کتاب حقیقۃ الوحی سے جو محمودیوں کے نزدیک ناسخ الکل ہے۔ نقل کر دوں تاحجت تمام ہو جائے۔

ظل کا استعمال

پہلے ظل کا استعمال حضرت مسیح موعود کی قلم سے ملاحظہ فرمائیے:۔ حقیقۃ الوحی صفحہ (۲۳ و ۲۴)۔

"پس اس طرح جب نفس تزکیہ یافتہ ہر چہ تمام کدورتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ وحی نازل ہوتی ہے۔ تو اس کا نور خوارق العادت نمایاں ہوتا ہے۔ اور اس نفس پر صفات الٰہیہ کا انعکاس پورے طور پر ہو جاتا ہے۔ اور پورے طور پر چہرۂ حضرت احدیت ظاہر ہوتا ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے۔ کہ جیسے آفتاب جب نکلتا ہے تو ہر ایک پاک ناپاک جگہ پر اس کی روشنی پڑتی ہے یہاں تک کہ ایک پاخانہ کی جگہ بھی جو نجاست سے پر ہے اس سے حصہ لیتی ہے۔ تاہم پورا فیض اس روشنی کا اس آئینہ صافی یا آب صافی کو حاصل ہوتا ہے جو اپنی کمال صفائی سے خود سورج کی تصویر کو اپنے اندر دکھلا سکتا ہے۔ اسی طرح بوجہ اس کے کہ خدا تعالیٰ بخیل نہیں ہے۔ اس کی روشنی سے ہر ایک فیضیاب ہے۔ مگر تاہم وہ لوگ جو اپنی نفسانی حیات سے مر کر خدا تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں۔ اور **ظلی طور پر خدا تعالیٰ ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے** ان کی حالت سب سے الگ ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ اگرچہ سورج آسمان پر ہے لیکن تاہم وہ ایک شفاف پانی۔ یا مصفےٰ آئینہ کے مقابل پر پڑتا ہے۔ تو یوں دکھائی دیتا ہے کہ وہ اس پانی یا آئینہ کے اندر ہے"

مرد کامل کی ظلی الوہیت!

سو کہاں گئے ہمارے ظلی مولوی فاضل محمد نذیر لائلپوری ذرا ظلی کی تشریح خود حضرت صاحب کی قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ مرد کامل کو نبوت تو ظلی طور پر ملتی تھی سو ملتی تھی۔ معلوم ہوا۔ کہ **خدائی بھی ظلی طور پر ملتی ہے**۔ اگر اب مرد کامل نبوت نبی کا ظل ہونے کے نبی بن سکتا ہے۔ تو وہ خدا کا ظل ہونے کے خدا بھی بن سکتا ہے۔ اور پھر وہ مولوی سچے ہو جاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے نعوذ باللہ نہ صرف نبوت کا دعوےٰ کیا ہے بلکہ خدائی کا بھی دعوےٰ کیا ہے۔ گویا محمودیوں نے کھلم کھلا الوہیت کے دعوے کی تائید کی ہے۔ بلکہ در پردہ خدائی کے دعوے کی بھی تائید کی ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ خدا کا ظل بننے سے انسان خدا نہیں بن جاتا۔ تو پھر نبی کا ظل بننے سے نبی بھی نہیں بن جاتا۔

استعارہ کا استعمال

اب استعارہ کا استعمال ملاحظہ ہو۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۳ پر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"تب خدا جو اس کے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلی کے ساتھ اس پر نازل ہوتا ہے۔ اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل رکھا گیا ہے۔ آفتاب کا عکس پورے طور پر پڑتا ہے کہ **مجاز اور استعارہ کے رنگ** میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اترتا ہے اور اس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ پہلی کتابوں میں جو کامل راستبازوں کو خدا کے بیٹے کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بھی یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ درحقیقت خدا کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کفر ہے۔ اور خدا بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہے۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ ان کامل راستبازوں کے آئینہ صافی میں **عکسی طور پر** خدا نازل ہوا تھا۔ اور ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے پس جبکہ ایسے دل میں جو نہایت صافی ہے۔ اور کوئی کدورت اس میں باقی نہیں رہی تجلیات الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے۔ تو وہ عکسی تصویر استعارہ کے رنگ میں اصل کے لئے بطور بیٹے کے ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر توریت میں کہا گیا ہے کہ یعقوب میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا بیٹا ہے۔ اور عیسےٰ ابن مریم کو انجیلوں میں بیٹا کہا گیا۔ اگر عیسائی لوگ اسی حد تک کھڑے رہتے کہ جیسے ابراہیم اور اسحاق اور اسمٰعیل اور یعقوب اور یوسف اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان وغیرہ خدا کی کتابوں میں استعارہ کے رنگ میں ان نبیوں کو پہلے نبیوں کی کتابوں میں بیٹا کر کے پکارا گیا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے۔ **اور اصل بات یہ ہے کہ نہ وہ تمام نبی خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا ہیں بلکہ یہ تمام استعارات ہیں محبت کے پیرایہ میں**"

اہل تحقیق کیلئے کافی سبق

اب فرمائیے اگر مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کسی کو خدا کا بیٹا کہہ دیا جائے تو بجا ہے اور اس سے کفر لازم نہیں آتا کیونکہ استعارہ کے رنگ میں خدا کا بیٹا کہنے سے وہ بیٹا نہیں بن جاتا۔ تو پھر **مجاز اور استعارہ کے رنگ میں نبی** کہدینے سے وہ نبی کیسے بن جاتا ہے۔ یہ مجاز اور استعارہ کی تشریح خود حضرت مسیح موعود کی قلم سے ہے نہ مولوی محمد علی صاحب کے قلم سے نہ کسی اور "پیغامی" کے قلم سے۔ تو یہ حضرت صاحب کو کیا ہو گیا کہ پیغامیوں کی تائید کرنے لگ پڑے۔!!!

اہل تحقیق کے لئے اس میں کافی سبق ہے۔ اور اگر تحقیق حق مطلوب نہیں اور اتباع ہوائے نفس کے ماتحت دھڑے بازی مقصود ہے۔ تو پھر لا اکراہ فی الدین۔ "منیر منم دخت افراسیاب" کیطرح جو متشابہ یا مبہم شعر یا فقرہ اپنے مذاق کے مطابق تمہیں نظر آئے اس کا وظیفہ ورد کیا کرو۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت کثرت کار کی وجہ سے ناساز رہتی ہے۔ باوجود اس کے آپ خدمات دینیہ میں پوری مستعدی سے مصروف رہتے ہیں۔ احباب کرام صحت کامل کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ کے گھر میں کچھ دنوں سے ایک عارضہ کی وجہ سے تکلیف ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔

مسلم ہائی سکول لاہور کے سالانہ امتحانات کے نتیجے نکل آئے یکم اپریل سے نئے داخلے شروع ہو گئے ہیں۔ سکول فی الحال موسم بہار کی تعطیلات کے لئے بند ہے۔ ۹۔ اپریل کو کھلے گا۔

ووکنگ مسلم مشن کے زیر اہتمام کچھ دن سے محمڈن ہال میں زنانہ جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ جن میں مشن کے حالات سنائے جاتے ہیں۔ ۱۰ اپریل کو بھی ایک جلسہ منعقد ہونے والا ہے جس میں محترمہ خدیجہ بیگم ایم۔ اے پروفیسر لاہور زنانہ کالج تقریر فرمائیں گی۔

سوامی رودرانند کو شکست فاش

سوامی رودرانند کے چیلنج پر مرزا مظفر بیگ صاحب بالمقابل علی پور ضلع مظفر گڑھ تشریف لے گئے تھے جہاں سے حسب ذیل اطلاع موصول ہوئی:۔

"علی پور ۱۳ مارچ۔ سوامی رودرانند کو بری طرح شکست ہوئی۔ الحمد للہ" مرزا مظفر بیگ صاحب علی پور سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ لیکن بیمار ہیں احباب دعا فرمائیں +

مولنا عصمت اللہ صاحب ایک خاص کام کے لئے جہلم تشریف لے گئے تھے۔ جہاں انہیں بعض مقامی دوستوں کی امداد سے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

مولانا مرتضیٰ خان صاحب بگردل ایک مدت سے خاموش ہیں۔ منتظم اس رخی کا سبب کیا ہے۔ کیا "پیغام صلح" آپ کے تازہ کلام سے مستفید ہو سکتا ہے؟

ایک احمدی کی دکان

ہمارے ایک دوست عبد الغنی صاحب احمدی نے احمدیہ بلڈنگس میں دال آٹا وغیرہ کی دکان کھولی ہے۔ تمام اشیا ستھری اور ارزاں نرخ پر ملتی ہیں۔ احمدی بھائیوں کو اس دکان کی سرپرستی فرمانی چاہئے۔ دکان صبح چھ بجے سے رات کے ۱۱ بجے تک کھلی رہتی ہے۔

افسوسناک خبر۔ اکاڑہ سے یہ نہایت افسوسناک خبر آئی ہے کہ ہمارے عزیز دوست حافظ محمد فضل صاحب کی اہلیہ محترمہ ایک طویل علالت کے بعد فوت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے ہیں۔ جن کو شفقت مادری کی یاد چین نہیں لینے دیتی۔ احباب ان کے لئے دعا فرمائیں۔ اور مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں۔ لاہور میں گذشتہ جمعہ جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

ٹرکی میں عیسائی پادریوں کی ناکامی

بہت جلد ترکی کا بیشتر عیسائی عنصر اسلام قبول کرلے گا!

ایک امریکن مشنری کے خیالات

ایک عیسائی پادری جو ٹرکی کے نسطوری عیسائیوں میں ۱۲ سال سے کام کر رہے تھے۔ وہ اب اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کر امریکہ واپس جا رہے ہیں۔ رخصت کے وقت نسطوری عیسائیوں نے آپ کو ایک پر تکلف دعوت دی اور نہایت جوش و عقیدت سے اپنے اس مذہبی رہنما کو الوداع کیا۔ انگورہ سے چلتے وقت ایک ترکی اخبار کے نمائندہ نے آپ سے ملاقات کی۔ اور مندرجہ ذیل سوالات کئے:۔

سوال۔ نسطوری عیسائیوں میں آپ نے اب تک کیا کام انجام دئے؟ آپ اپنے ہم مذہبوں کی مذہبی اصلاح کرتے رہے یا آپ کے فرائض میں سیاسی تلقین بھی شامل تھی؟

جواب۔ میں جو کچھ اپنے دینی بھائیوں کے متعلق کر سکتا تھا وہ دیانت داری سے کرتا رہا۔ اور بلاشبہ مجھے اپنے مقصد میں بہت بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ نسطوری عیسائیوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا میرے فرائض میں داخل تھا جس کو میں نے آخر تک انجام دیا۔ کیونکہ نسطوری عیسائی مذہبی تعلیم کے فقدان سے دیگر عیسائی فرقوں کا جلد شکار ہو جاتے تھے۔ سیاسی مقاصد میرے فرائض میں کبھی داخل نہیں ہوئے اور نہ کبھی میں نے ان کی طرف توجہ کی۔

مذہب کے پردہ میں سیاست

س۔ کیا آپ کے خیال میں ایسے مشنریز بھی ہیں جو مذہب کے پردہ میں سیاسی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں۔ خصوصاً ٹرکی میں؟ کیا ایسے لوگوں کی عیسائی حکومتیں مالی امداد کرتی ہیں؟

ج۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ مگر دراصل بات یہ ہے کہ ہماری مذہبی تبلیغ سے یورپ کی سیاسیات کو بہت کچھ فائدہ پہنچا ہے مثلاً اگر ٹرکی میں چند مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ وہ نو عیسائی یورپ کی سیاسیات کے حامی بن گئے۔ کیونکہ انہوں نے جس مذہب کو اختیار کیا ہے وہ قدرتاً ان کی ذہنیت کو اس سطح پہ لے آئے گا۔ اسی مقصد کے پیش نظر عیسائی مشنوں کو مغربی ممالک سے امداد بھی ملتی ہے۔

تبلیغ مسیحیت میں دقتیں

س۔ مصطفیٰ کمال کی حکومت میں آپ کو مذہبی تبلیغ کے سلسلہ میں کوئی دقت تو پیش نہیں آئی؟

ج۔ الغائے خلافت اور ٹرکی میں جمہوریت کے قیام سے ابتداً عیسائی مشنریز کو کامیابی کی بہت کچھ امیدیں قائم ہو گئی تھیں۔ مگر چند سال میں معلوم ہو گیا کہ مصطفیٰ کمال کی جمہوریت خلفاء کے نظام حکومت سے بہتر نہیں۔ بلکہ موجودہ نظام حکومت عیسائیوں کے لئے بہت مہنگا پڑا ہے۔ پہلے عیسائی مشنریز ٹرکی میں کھلم کھلا تبلیغ کیا کرتے تھے۔ مگر اب کمالی حکومت نے ہماری جد و جہد کو سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسیحی مبلغین ٹرکی سے نکال دئے گئے اب ہم آزادی سے مسلمانوں کو مذہبی تلقین نہیں کر سکتے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ٹرکی کے ارباب بست و کشاد نے سمجھ لیا ہے کہ عیسائی مشنریز مذہب کی آڑ میں اجنبی حکومتوں کے سیاسی آلہ کار ہیں اس لئے وہ ہمارے اعمال و افکار پر سیاسی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں اب ہماری کیفیت یہ ہے۔ کہ مدارس میں کوئی پادری نہیں رکھا جاتا اور نہ انجیل کی خوشخبری کا اعلان آزادی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

عیسائیوں کا قبول اسلام

س۔ ٹرکی میں کتنے مسلمانوں کو عیسائی بنایا جا چکا ہے؟

ج۔ جو لوگ عیسائی ہوئے ہیں ہم ان پر فخر نہیں کر سکتے۔ بلکہ جتنے مسلمان اب تک عیسائی ہوئے ہیں اس سے زیادہ خود عیسائیوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور میرا تو خیال ہے کہ بہت جلد ٹرکی کا بیشتر عیسائی عنصر اسلام قبول کرے گا۔

س۔ خلفاء کے زمانہ میں آپ کی مساعی زیادہ بار آور ثابت ہوئیں؟

ج۔ نہیں۔ مگر اس زمانہ میں ہم خاطر خواہ تبلیغ کر لیا کرتے تھے۔

س۔ ترکی جمہوریت کے قیام کے بعد عیسائیوں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ترکی مسلمانوں کو بہت جلد عیسائی بنا لیا جائے گا؟

ج۔ درست ہے۔ مگر یہ قیاس چونکہ حقائق پر مبنی نہ تھا اسلئے غلط نکلا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ترکی مسلمان عیسائی مذہب سے بہت نفرت کرتے ہیں۔ اور وہ اس پر غور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ ان کا خیال ہے کہ عیسائیت کو صرف اس لئے زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ مغرب کی سیاست محفوظ رہے۔ میں خود اس خیال کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتا۔

عیسائیت سے مرتد ہونے کی ضرورت

س۔ آپ امریکہ جا کر عیسائیوں کو ترکوں کے بارے میں کیا بتائیں گے؟

ج۔ میں بتاؤں گا کہ ٹرکی کے ملحد مسلمان اب بہت آگے نکل گئے ہیں۔ اگر ان کو کلیسا میں شامل کرنا ہے تو پہلے خود عیسائیوں کو موجودہ عیسائیت سے مرتد ہونے کی ضرورت ہے۔ (المشرق)

عیسائیوں کو بدھ مذہب اختیار کرنے کا مشورہ

بدھ مذہب کا ایک جاپانی شاعر "کومائی" لندن میں بیس سال سے مقیم ہے جس کے لیکچر لندن کی مختلف سوسائٹیوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ حال میں آپ نے ایک لیکچر کے دوران میں عیسائیوں کو مخلصانہ مشورہ دیا کہ آپ بدھ مذہب اختیار کر لیجئے۔ پھر آپ کو سردی نہیں ستائے گی۔

بدھ مذہب کے لوگ گوشت مچھلی اور انڈہ کا بالکل استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اپنا اکثر وقت تصور اور مراقبہ میں گذارتے ہیں۔ "کومائی" شاعر نے لیکچر کے دوران میں اپنا تجربہ بیان کیا کہ میں بیس سال سے لندن میں مقیم ہوں۔ مگر آج تک ایکدفعہ بھی مجھے سردی نے نہیں ستایا۔ (اسٹیٹسمین)

مصر میں عربی انجیل کی تقسیم!

عیسائی پادریوں کی مذہبی دیوانگی

یوں تو ہر سال لاکھوں کی تعداد میں انجیل کے نسخے ممالک اسلامیہ میں تقسیم یا فروخت کئے جاتے ہیں۔ مگر امسال انجیل کا ایک عربی ایڈیشن خاص طور پر مصر اور اس کے نواح میں تقسیم کرنے کے لئے طبع کیا گیا ہے امریکن بائبل سوسائٹی نے نہایت عمدہ کاغذ اور کتابت و طباعت کے ساتھ عربی انجیل کے ساٹھ ہزار نسخے مصر کی مسیحی انجمنوں کو ارسال کئے ہیں جن کے متعلق عیسائی کارکنوں کو خاص طور پر ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ نہایت احتیاط سے ان نسخوں کو ان لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں جن کو مذہبی معاملات سے دلچسپی ہے۔ اور یہ عربی انجیل ان لوگوں کو دی جائے جو متمول اور صاحب اثر ہوں۔ امریکن بائبل سوسائٹی کا ارادہ ہے کہ عربی انجیل کے مزید ایک لاکھ نسخے طبع کرا کر فرانسیسی مستعمرات الجزائر طرابلس اور بغداد وغیرہ میں تقسیم یا معمولی قیمت پہ فروخت کئے جائیں۔ تاکہ زندہ اور حی و قیوم خدا کے پرستار مریم اور کفارہ پرستی کے مکروہ طوق کو اپنی گردنوں میں ڈالیں اور یوں وہ نجات (دار البوار) کے راستہ پر لگ جائیں۔

(کیا عیسائیوں کی اس سعی نامبارک میں علمبرداران توحید کیلئے کوئی سبق ہے؟) (الجمعیۃ)

جاپان کی سپریم کورٹ میں ایک اہم مقدمہ کا فیصلہ

ناجائز بچوں کے حقوق کا تصفیہ

جاپان کی سپریم کورٹ میں حال ہی میں ایک ناجائز (ولد الحرام) لڑکے کے حقوق کے متعلق ایک منصفانہ فیصلہ ہوا جو امید ہے کہ آئندہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

"ہونگو گو" شہر کے ایک لڑکے کو (جس کی عمر سات سال کی ہے) اس کے باپ نے ان تمام حقوق سے محروم کر دیا تھا جو ایک جائز وارث کے لئے قانونی اور شرعی عدالتوں میں تسلیم کئے گئے ہیں۔ باپ کا عذر یہ تھا کہ یہ لڑکا میرا اصلی لڑکا نہیں ہے۔ کیونکہ ناجائز طور پر پیدا ہوا ہے۔ جاپان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈاکٹر "ہورادمی" نے مدعی کے دعوے کو خارج کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ حقوق کے معاملہ میں جائز اور ناجائز کا سوال ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ وہ بچہ جس کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ آخر کہاں جا کر سر چھپائے۔ اور کس کو اپنا مربی اور سرپرست سمجھے۔ اس کی ماں کی بدبختی کا بچہ کس طرح ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

چیف جسٹس نے مزید کہا کہ پیدائش کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۳۰ء میں بچے رجسٹر میں درج کئے گئے ہیں ان کی تعداد ۲۰۷۷۰۲۶ ہے جس میں سے ۱۹۳۰۹۷۸ بچے جائز اور ۱۳۸۰۴۸ بچے ناجائز تھے۔ یعنی سات فیصدی بچے ناجائز پیدا ہوئے۔ جب یہ واقعہ ہے کہ ایسے بچوں کی ایک معقول تعداد ہر سال پیدا ہوتی ہے۔ تو پھر بتایا جائے کہ ان کی حفاظت کی اور کیا سبیل ہے۔ ۱۸۹۸ء تک وہ تمام بچے جو منکوحہ عورتوں سے ناجائز طریق پر پیدا ہوتے تھے۔ قانونی طور پر جائز تسلیم کئے جاتے تھے۔ (جاپان ٹائمز)

"پیغام صلح" کی توسیع اشاعت کے لئے سعی فرما کر اپنی علم نوازی اور مذہبیت کا ثبوت دیجئے۔ (مینجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح (لاہور)

جلد ۲۰ | مورخہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ ہجری مطابق ۳ اپریل ۱۹۳۲ء عیسوی | نمبر ۲۱

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی احمدیت میں

اسلام میں از سر نو تفقہ اور اجتہاد کی ضرورت

ملاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ اوہام اور ڈاکٹر سر محمد اقبال

"ہمارے دین کی عظیم الشان بلند نظری ملاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ اوہام میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور آزادی چاہتی ہے۔ روحانی اعتبار سے ہم خیالات و جذبات [illegible] قید خانے میں محبوس ہیں۔ جو صدیوں کی مدت میں ہم نے اپنے گرد خود تعمیر کر لیا ہے۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو ڈاکٹر سر محمد اقبال نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں اسلام کی بلند نظری اور وسیع اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمائے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مسلم قوم کی حقیقی نبض شناسی کی ہے۔ فی الحقیقت اگر غور کر کے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے موجودہ تنزل وادبار کا حقیقی سبب یہی ہے کہ انہوں نے اجتہاد اور تفقہ فی الدین سے کام لینا چھوڑ دیا۔ اور ان بزرگان دین کو جنہوں نے اپنے زمانہ میں وقتی حالات کے مطابق مسائل دینی میں اجتہاد کیا خدا اور رسول کے درجہ پر کھڑا کر دیا۔ حالانکہ خود ان بزرگوں نے اپنے بعد اجتہاد کا دروازہ بند نہیں قرار دیا۔

موجودہ انحطاط کے اسباب

اس وقت بیشمار اسلامی مسائل ہیں جو "ملاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ اوہام" میں جکڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے مسلم قوم کو انحطاط کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور اگر ذرا بلند نظری سے کام لیکر اس صحیح عینک سے انہیں دیکھا جائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی صورت میں ہمیں عنایت کی ہے تو ان کا رنگ بالکل بدل جاتا ہے اور مسلمان ترقی کی بلند ترین منازل پر پہنچ سکتے ہیں۔ غور کر کے دیکھا جائے۔ آخر وہ کیا بات تھی جس نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو اعلیٰ مدارج پر پہنچایا۔ کیوں انہوں نے دنیا میں بڑے بڑے نام پیدا کئے؟ اور کیوں ترقی کی؟ ان کے سامنے ایک چیز تھی قرآن کریم۔ اس کو انہوں نے سامنے رکھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کی روشنی میں اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطالب سمجھنے اور دنیا کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن آج چونکہ قرآن ہی کو ایک [illegible] چیز سمجھ لیا گیا ہے اور اس کا سمجھنا اور سمجھانا تو ایک طرف اس کا ترجمہ کرنا بھی گناہ سمجھ لیا گیا ہے اور صرف فقیہوں۔ اور ملاؤں" کے خیالات دین سمجھ کر ان پر قناعت کر لی گئی ہے۔ تو مسلمانوں کو غور و فکر کرنے اور قرآن کریم کے بلند اصولوں سے فائدہ اٹھا کر ترقی کی طرف قدم بڑھانے کی کیا ضرورت رہ گئی۔

قرآن کا ترجمہ اور مصری علما

آپ حیران ہوں گے کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا کس نے گناہ قرار دے دیا؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مصر کی مشہور علمی اور دینی یونیورسٹی جامع [ازہر] کے مفتی نے اس بات کو ناجائز قرار دیا ہے کہ قرآن کریم کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ اور اسی وجہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا بھی مصر میں داخلہ بند کر دیا گیا۔ دوسری زبان میں ترجمہ ہی کا سوال نہیں بلکہ اگر خود عربی زبان میں حالات حاضرہ کی روشنی میں قرآن کریم کی کوئی تفسیر لکھی جائے تو وہ بھی مصری علما اور بیشتر ہندوستانی علما کے نزدیک موجب کفر دلی رہے۔ ابھی حال ہی میں ایک مصری عالم کی تفسیر کا جو حشر ہوا اس کا ذکر آپ حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطبہ میں پڑھ چکے ہیں۔ جس قوم کی ذہنیت ہو جس کے علما اور پیشرو انہیں قرآن کریم کی طرف راغب کرنے کے بجائے اس سے ہٹا کر اور دور رکھنے کی کوشش میں منہمک ہوں۔ وہ کب ترقی کی طرف قدم اٹھا سکتی اور کسی بلند مرتبہ پر پہنچ سکتی ہے۔ آج بڑے بڑے مغربی علما کی یہ رائے ہے کہ قرآن کریم ہی مسلمانوں کی زندگی کے لئے آب حیات ہے۔ جسقدر اس کی طرف رجوع کریں گے اسی قدر اپنی فلاح و بہبودی کی طرف قدم بڑھائیں گے۔ اور جس قدر اس کی طرف سے منہ موڑیں گے اسی قدر ذلت اور انحطاط کے گڑھے میں گرتے جائیں گے۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ مسلم قوم علی العموم "فقیہوں اور ملاؤں ہی کے فرسودہ اوہام" میں جکڑے رہنا پسند کرتی ہے۔ اور جب کوئی مصلح وقت انہیں اس قید سے نکالکر زمانہ کی صحیح روشنی میں بیدار اور عامل بالقرآن بنانا چاہتا ہے تو وہ اس طرف توجہ ہی کرنا پسند نہیں کرتے۔

معاشرتی اور تمدنی مسائل

انہی "فرسودہ اوہام" اور قرآن کریم سے بے رغبتی اختیار کرنے کا اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ معاشرتی اور تمدنی اعتبار سے بھی مسلمان تنزل و انحطاط کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے کتنے گھر ہیں۔ جو تسکین قلب اور رأفت و رحمت کا موجب ہونے کے بجائے جہنم کا نمونہ ہیں۔ کتنے نام کے مسلمان ہیں جو عورت ذات کو ان حقوق و فوائد سے بہرہ ور دیکھنا چاہتے ہیں جو اسلام اور قرآن کریم نے انہیں عطا کئے ہیں۔ کتنے مسلمان ہیں جو تعلیم۔ نکاح۔ طلاق۔ خلع اور دیگر تمدنی و معاشرتی اصولوں میں اسلام کے صحیح رستہ پر گامزن ہیں؟ تعلیم کے معاملہ میں تو خیر فقیہوں اور فریسیوں کے فرسودہ اوہام سے ایک حد تک نکل چکے ہیں۔ اور اگر یہی رفتار ترقی رہی تو انشاء اللہ نکل آئیں گے۔ لیکن دوسرے بیسیوں تمدنی و معاشرتی مسائل ہیں جن میں حقیقی اسلامی تعلیم سے دور جا پڑنے یا ملاؤں کے دور پھینکدینے سے نت نئی مصائب کا سامنا انہیں کرنا پڑتا ہے۔ صغر سنی کی شادی۔ پردہ کی بے جا قیود اسلامی تصور کے قطعاً خلاف ہیں۔ اسی ناواجب پردہ کی وجہ سے مرد و عورت کی بلا رضامندی انہیں رشتۂ ازدواج میں جکڑ دینا اور بعد میں طبائع کی غیر موافقت پر عورت کو معلقہ کی حالت میں چھوڑ دینا یا اور طرح طرح کے ظلم و ستم اس پر روا رکھنا جو آخرکار اسے تبدیلیٔ مذہب کی طرف راغب کر دیتے ہیں اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آ چکے ہیں کہ خاوندوں کے مظالم سے بچنے یا دیگر وجوہ کی بنا پر مسلمان عورتوں نے عیسائیت کا جتبہ لے لیا۔ حالانکہ جہاں تک فسخ نکاح کا تعلق ہے از روئے قرآن تبدیل مذہب سے نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن مرتد کے واجب القتل ہونے کے غلط نظریہ نے اصل اسلامی تعلیم سے دور لے جا کر فسخ نکاح کے لئے ایک ناجائز رستہ بنا دیا ہے غرض یہ اور اسی قسم کے بیسیوں مسائل ہیں جو زمانۂ حال کے ملاؤں کی تنگ نظری کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو تباہی کی طرف لیجا رہے ہیں۔ اور جب تک وہ خیالات و جذبات کے اس قید خانہ سے باہر نہ نکلیں جو ملاؤں نے تعمیر کر دیا ہے اس وقت تک وہ کبھی ترقی کے رستہ پر گامزن نہیں ہو سکتے۔

مجوزہ علاج

اس قید خانہ سے باہر نکلنے کا رستہ کیا ہے؟ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تجویز یہ ہے کہ:-

"ایک جمعیتہ علماء قائم کی جائے جس میں وہ مسلمان قانون دان لازماً شامل ہوں جنہوں نے جدید قانونی تعلیم حاصل کی ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ شرع اسلامی کی حفاظت کی جائے۔ اس کو وسعت دی جائے اور اگر ضروری ہو تو حالات جدیدہ کی روشنی میں نئے سرے سے اس کی ایسی تعبیر و تاویل کی جائے جس میں اس کے اصول اساسی کی سپرٹ کی خلاف ورزی ہرگز نہ ہونے پائے۔"

تجویز بظاہر بہت شاندار ہے اور اس میں شک نہیں کہ اگر مسلمان علما اور قانون دان اصحاب ملکر اخلاص کے ساتھ اس کو سرانجام دینا چاہیں تو اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دیں گے۔ لیکن وہ کون سے علما ہیں جو اس کام کو کرنا پسند کریں گے۔ کیا موجودہ زمانہ کے علما خود ان فقیہوں اور ملاؤں کے فرسودہ اوہام میں مبتلا نہیں جنہوں نے خیالات و جذبات کے قید خانہ میں مسلمانوں کو محبوس کر رکھا ہے؟ یہ کیا بات ہے کہ جمعیتہ العلما بنانے کی اب پھر نئے سرے سے ضرورت پیش آ رہی ہے۔ حالانکہ اسی نام سے ایک جمعیتہ دہلی میں بنی ہوئی موجود ہے؟ کیا اس کے تلخ تجربہ کے بعد بھی یہ امید باقی ہے کہ کوئی ایسے علما ہوں گے جو نئی جمعیتہ علما کی صورت میں منظم ہو کر اور جدید قانون دان طبقہ سے ملکر شرع اسلامی کو وسعت دینے اور حالات جدیدہ

کی روشنی میں نئے سرے سے اس کی تعبیر و تاویل کرنے کے لئے تیار ہوں گے؟

علماء سے توقع بےسود ہے!

شرع اسلامی کو وسعت دینا یا اجتہاد کا دروازہ کھولنا تو دور کی بات ہے - وہ کبھی ان فرسودہ اوہام سے باہر آنے کے لئے بھی تیار نہ ہوں گے۔ جن میں وہ خود مبتلا چلے آتے ہیں۔ جن علما کی ذہنیت اس حد تک گری ہوئی ہو کہ ذرا ذرا سے اختلاف پر وہ کفر کے فتوے دینے کے لئے تیار ہوں اور موجودہ جمیعتہ علما کے روشن خیال اراکین میں شمار ہونے کے باوجود تکفیر کو اپنا سب سے بڑا ہتھیار سمجھتے ہوں (جیسا کہ مولوی کفایت اللہ صاحب نے ایک موقعہ پر کہا) ان سے یہ توقع کرنی کہ وہ جدید قانون دان طبقہ سے مل کر شرع اسلامی میں اجتہاد کا دروازہ کھولیں گے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

آخری جمیعتہ علما میں بھی ایسے ہی علما شریک ہوں گے۔ جو پہلے ہی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو باہر نکال کر موجودہ جمیعتہ علما کے واحد اجارہ دار بنے ہوئے ہیں۔ پھر ان سے اس کے خلاف عمل کرنے کی توقع کیونکر ہو سکتی ہے۔

احمدیت کی امتیازی خصوصیت

ایسی حالت میں اگر مجدد وقت کے اس عظیم الشان کارنامہ کی طرف توجہ دلائی جائے۔ جو اس تجویز کی غرض و غائت کو پورا کرنے کا موجب ہے تو بے جا نہ ہوگا وہ کام جو ڈاکٹر اقبال ایک نئی جمیعتہ علما سے لینا چاہتے ہیں اور واقعات و قرائن اسے ایک تخیل سے بڑھکر ثابت نہیں کرتے۔ وہ مجدد وقت نے کر کے دکھا دیا۔ اور ایک جماعت پیدا کر دی جس نے "فقیہوں اور ملاؤں کے فرسودہ اوہام" سے نکل کر صحیح اسلامی تعلیم پر گامزن ہونا ضروری سمجھا۔ اجتہاد کا وہ دروازہ جو آج مسلمانوں نے عملاً اور اعتقاداً اپنے اوپر بند کر رکھا ہے اور جس نے ان کی ترقی کے رستوں کو مسدود کر دیا ہے۔ احمدیت نے اسے کھول کر اسلام اور مسلمانوں کو اس شاہراہ ترقی پر ڈالدیا ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا حصہ تھا۔ کاش وہ تخیل پرستی اور "فرسودہ اوہام" سے نکلکر مجدد وقت کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ یہی حقیقت میں ان کی کامیابی کی راہ ہے۔

اسی امر کی طرف حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج سے چند ماہ پیشتر اپنی تازہ تصنیف تحریک احمدیت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی کہ

"آج دنیا میں اس قدر نئے خیالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کے لئے از سر نو فقاہت اور اجتہاد کی ضرورت ہے احمدیت نے از سر نو اجتہاد کا دروازہ کھول کر اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے رستے کو کھول دیا ہے"

کیا مسلمانوں کے سنجیدہ اور فہمیدہ اصحاب اس پر غور کریں گے؟

افسوسناک طریق عمل

آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس میں ۲۱ - مارچ کی شب کو اور ۲۲ مارچ کو تیسرے پہر جو منظر عوام الناس کی طرف سے دیکھنے میں آیا وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے حد افسوسناک ہے یعنی اس وقت سید محمد حسین صاحب بیرسٹر الہ آباد کی طرف سے دستوری کمیٹیوں کے مقاطعہ کی تحریک پیش ہو رہی تھی اور سید حبیب ایڈیٹر سیاست اس کا ترجمہ سنا رہے تھے - ہر طرف سے نعرہ ہائے تکبیر بلند ہونے شروع ہوئے جو کسی طرح رکنے میں نہ آتے تھے اور جن کی غرض بظاہر جلسہ کو درہم برہم کرنے کے سوائے اور کوئی نہ تھی - عام طور پر یہ بیان کیا گیا کہ مجلس احرار کی طرف سے یہ شور و غل برپا کرایا جا رہا ہے - اور اس [illegible] شیخ عبدالمجید سندھی نے آواز بلند رضا کاران احرار

کی قربانیوں کی مدح سرائی کر کے اس شور و ہنگامہ کو بند کرایا لیکن دوسرے دن جب عوام الناس کو اجلاس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی تو پنڈال سے باہر ہر طرح کی خلاف انسانیت حرکات سے کام لیا گیا اینٹ اور پتھر پھینکے گئے - اور خیموں کے رستے کھولنے کی کوشش کی گئی جس کو منتظمین جلسہ نے بدشواری روکا اور جلسہ کی کارروائی نہایت عجلت کے ساتھ ختم کی گئی۔

ہم حیران ہیں کہ اس قسم کی خلاف تہذیب حرکات مسلمانوں کو کیوں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کے

انگریزی سہ ماہی رسالہ

مسلم ریوائول کا پہلا نمبر

جو

بلند پایہ علمی مضامین کا ہندوستان بھر میں اپنے رنگ کا ایک ہی مجموعہ ہے -

نکل آیا ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ کے معرکۃ الآرا مضمون بہ عنوان **بابی تحریک** کے علاوہ مندرجہ ذیل نامی گرامی اہل قلم حضرات کے عالمانہ خیالات پر مشتمل ہے -

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال لاہور

لالہ رام چند منچندا لاہور

جناب ایس واجد علی صاحب کلکتہ

جناب ایس عبدالحق صاحب کرنال

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہور

اس کے علاوہ دنیا بھر کے چیدہ چیدہ واقعات و تحریکات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

ہم خرما و ہم ثواب

خریدار بن کر آپ نہ صرف اپنے دماغی اور روحانی افق کو وسیع کریں گے بلکہ انجمن کے فنڈز کو مضبوط کر کے اشاعت اسلام کے کام میں ممد و معاون ہوں گے -

خود خریدار بنیں اور دوسروں کو خریدار بنائیں

ایک سو سے اوپر صفحات - باتصویر!!

سالانہ چندہ	فی پرچہ
صہ (پانچ روپیہ معہ محصول)	عہ (سوا روپیہ علاوہ محصول)

مینجر "مسلم ریوائول" احمدیہ بلڈنگس لاہور سے منگائیے

مرغوب ہیں - خو[illegible] اپنی قوم کے رہنماؤں اور معززین پر آوازے کسنا اور [illegible] باہر سے [illegible] بو[illegible] صاحب کی اس التجا کے باوجود کہ ہم تماشہ [illegible] ہیں میز بانی کا یہ طریق اختیار کرنا کہاں کی [illegible] کس اسلام کی تعلیم ہے [illegible] اخوان حرکات سے [illegible] اقدام پہ تمام اکیا اثر پڑتا ہے [illegible] ڈاکٹر سر محمد اقبال کا یہ ارشاد کہ یہ قومی بیداری کا نشان ہے ممکن ہے صحیح ہو لیکن [illegible]

فرنچائز کمیٹی اور حضرت امیر ایدہ اللہ

شہادت دینے سے انکار

کسی دوسری جگہ خبروں کے ذیل میں حضرت امیر کے فرنچائز کمیٹی میں شہادت دینے کے ارادہ کا ذکر کیا گیا ہے اس بارہ میں ذیل کا مکتوب حضرت ممدوح نے "انقلاب" کو لکھا ہے:-

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "انقلاب"

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

۱۰ اپریل کے اخبار "انقلاب" میں فرنچائز کمیٹی پر آپ کا نوٹ میں نے پڑھا ہے جس میں میری شہادت کا بھی ذکر ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ جس وقت میں نے یہ ارادہ کیا اس وقت میں اکیلا نہ تھا۔ بلکہ لاہور کی تین بڑی انجمنوں یا کانفرنسوں کے نمائندے ایک جگہ جمع تھے جنہوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ سر دست فرنچائز کمیٹی کے سوالات کا جواب دیدیا جائے اور اگر مسلم کانفرنس یہ فیصلہ کر دے کہ فرنچائز کمیٹی کے سامنے شہادت نہ دی جائے تو یہ جوابات واپس لے لئے جائیں اس باہمی قرارداد کے مطابق میں نے ان سوالات کے جواب لکھکر بھیجدیئے تھے۔ مسلم کانفرنس کے ریزولیوشن جب میں نے دیکھے تو میری رائے ہوئی کہ مسلم کانفرنس نے ہر قسم کی کارروائی کو تین ماہ کے لئے ملتوی کر دیا ہے اور اس کے متعلق مسلم کانفرنس کے ایک بڑے بھاری رکن سے میں نے استفسار کیا تو ان کی بھی یہی رائے تھی کہ فرنچائز کمیٹی سے عدم تعاون کو آخر جون تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔ لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ جو بزرگ میرے ساتھ تھے انہوں نے سوالات کے جوابات نہیں بھیجے - اور ادھر آپ کے اخبار سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرف سے بطور نمائندہ کوئی شخص بھی فرنچائز کمیٹی کے سامنے پیش نہیں ہوگا تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس ریزولیوشن کا وہی مفہوم لینا چاہیئے۔ جو عملاً دوسرے مسلمانوں نے لیا ہے - اور بہر حال عملی روش سب مسلمانوں کی ایک ہی ہونی چاہیئے اس لئے میں نے آج ہی حسب ذیل چٹھی مسٹر ماٹلز اردنگ کے نام لکھدی ہے:-

" جناب من مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور کے فیصلجات اور مختلف اسلامی انجمنوں کے طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے میں خیال کرتا ہوں کہ میرا فرنچائز کمیٹی کے سامنے شہادت دینا کسی غرض کو پورا نہیں کرتا - اور اس لئے مجھے ۱۹ اپریل کو کمیٹی مذکور کے سامنے حاضری سے معذور سمجھا جائے - فرنچائز کمیٹی کے سوالات کا جو جواب میں نے دیا ہے میں اسے واپس لیتا ہوں"

خاکسار محمد علی

(پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

بو[illegible] مسلمانوں کی [illegible] تک پہنچ جانے اور اعلائے کلمۃ اسلام کا [illegible] نشان [illegible] ہر گز اس قابل نہیں کہ اسے نظر انداز کیا جائے [illegible]

حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات پر اعتراضات اور ان کے جوابات

انت منی بمنزلة ولدی - انت منی و انا منک۔ "میں نے دیکھا کہ میں خدا ہوں" "زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں"

(مولانا احمد صاحب کے قلم سے)

ماموین الٰہی کی مخالفت

ہمیشہ سے سنت الٰہیہ یہی چلی آتی ہے کہ انبیاء، رسولوں، ماموریں، مصلحین، مجددین کے مخالف اللہ تعالیٰ کے مشن کو فیل و ناکام کرنے کیلئے ہر ایک ممکن کوشش کرتے رہتے۔ ان کو مقابلہ کے لئے مادی اور علمی طاقتوں کو جائز اور ناجائز کی تفریق کو بالائے طاق رکھ کر استعمال میں لاتے ہیں۔ حق کے مقابلہ کا جنون ان پر ایسا سوار ہو جاتا ہے کہ وہ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو لے لینے کو حلال طیب سمجھتے ہیں نیز مقابلہ میں افترا اور بہتان کو عوام الناس کے بھڑکانے اور مخالفت پر آمادہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ کامیاب ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور تحریف اور خیانت یہی جو یہود کی صفت امتیازی ہے اس کو سب سے سبقت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ وہ یحسبون انھم یحسنون۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم نیک کام کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود پر بہتانات

اگر غور سے دیکھا جائے تو مصلحین میں سے جس قدر مخالفت حضرت مسیح موعود کی کی گئی ہے اور جس قدر آپ کو گالیاں دی گئی ہیں جس قدر افترا آپ پر کیا گیا ہے جس قدر کوشش آپ کو اور آپ کی جماعت کے تباہ کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ جس قدر تحریف اور خیانت آپ کی کتابوں میں کی جاتی ہے کہ آپ کی عبارات کو توڑ مروڑ کرکے دھوکہ دینے کے لئے دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اس کی مثال اور ماموریں کی مخالفت میں نظر نہیں آتی۔ آپ کی طرف خدائی کا دعوی منسوب کیا گیا۔ خدا کا بیٹا ہونے کا مدعی ٹھیرایا گیا۔ ملائکہ کا منکر قرار دیا گیا۔ دعوے نبوت کا افترا آپ پر ہوا۔ توہین انبیا خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام آپ پر لگایا گیا۔ آپ کی کتابوں اور تعلیم کے مقاصد کو تحریف اور خیانت کے ساتھ دیدہ و دانستہ دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ غرض کوئی بھی ایسی ناجائز بات نہیں جو آپ کی طرف افترا کے طور پر منسوب نہ کی گئی ہو اور آئے دن اسی قسم کے اشتہارات نکلتے رہتے ہیں جن میں ان افتراآت اور بہتانوں کا ذکر ہوتا ہے۔ اور تحریف کے ساتھ آپ کی عبارات ان میں نقل کی جاتی ہیں جس کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ ان کاموں کے علم بردار ہیں وہ قوم کے علمائے دین اور دیانتدار متقین ہیں۔ اور اگر کوئی عبارت صحیح طور سے نقل بھی کر دیں تو جو تشریحات مسیح موعود نے ان کی کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ دنیا کو حضرت مسیح موعود کے متعلق غلط فہمی میں رکھیں۔ اور آپ کے متعلق کسی کو حسن ظن پیدا نہ ہو۔

الیس منکم رجل رشید

جمشید پور بنگال سے ایک اشتہار ہمارے پاس آیا ہے جس میں ذیل باتیں درج ہیں۔ جو پنجاب اور ہندوستان کے مخالفین کئی مرتبہ یہ اعتراض اخباروں اور رسالوں اور اشتہارات میں شائع کر چکے ہیں اور جن کا کئی مرتبہ جواب دیا جا چکا ہے۔ مگر حق اور صحیح بات کا سننا اور اسے قبول کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ ہم ان معترضین سے پوچھنا چاہتے ہیں الیس منکم رجل رشید۔ بار بار وہی بوسیدہ اعتراض دھرائے جاتے ہیں اور جواب سننے کے لئے وہ کبھی تیار نہیں ہوتے اور نہ کبھی تحقیق حق سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تدلیس حق و باطل

میں ان باتوں کو بیان نمبروار نقل کرتا ہوں جو اس اشتہار میں درج ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح دنیا کو دھوکا دیا گیا۔ اور صحیح باتوں کو باطل کا لباس پہنا کر لوگوں کو آپ کی اور آپ کی جماعت کی مخالفت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور بعض باتوں میں تو صریحاً تحریف اور خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ حالانکہ جو باتیں آپ کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ قطعاً غلط ہیں۔ اور جو صحیح ہیں چونکہ عوام ان کی سمجھ سے بالا ہیں اور وہ ان کو برداشت نہیں کرتے اس لئے ان کو بھی لوگوں کے ابھارنے کے لئے اشتہار میں درج کیا ہے۔

انت منی بمنزلة ولدی

(۱) خدا نے مجھے الہام کیا کہ تو مجھ سے ایسے ہے جیسا بیٹا۔

(حقیقت الوحی صفحہ ۸۶)

یہ حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے جس کا ذکر آپ کی کتابوں میں ہے ان الفاظ ہے۔ انت منی بمنزلة ولدی اس عربی الہام کا ترجمہ اوپر اشتہار میں سے نقل کیا گیا ہے اور اس کو اشتہار میں درج کرنے سے غرض ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا ہے۔ جو کسی طرح جائز نہیں۔

عقیدۂ ابنیت کی تردید

مگر اس الہام سے یہ نتیجہ نکالنا قطعاً غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت کا اہم مقصد کسر صلیب اور عیسائیت کا مقابلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا ماننے کا عقیدہ عیسائیت کا عقیدہ ہے۔ بھلا جو شخص عیسائیت کے عقیدۂ ابنیت کو باطل کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہے اس کی نسبت یہ وہم ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا مانتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے صریح طور سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کوئی نہیں ہے جیسا کہ کشتی نوح صفحہ۱۰ میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر و قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا"

پس اس الہام سے یہ معنے لینے کی کوشش کرنا کہ حضرت مسیح موعود اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا مانتے تھے آپ کے صریح اعتقاد کے خلاف اور آپ پر ظلم و افترا ہے۔

محتمل عبارات کا مطلب صراحت کے خلاف لینا جائز نہیں

اور اگر یہ وہم ہو کہ الہام کی عبارت سے یہی پایا جاتا ہے تو یہ بھی غلط ہے ساری دنیا کا یہی اصول ہے کہ جو شخص صریح طور سے ایک بات کا قائل ہو اس کو محتمل عبارات سے اس قسم کا مطلب نکالنا جائز نہیں ہے جو اسکی صراحت کے خلاف ہو۔ کیونکہ صریح عقیدہ محکمات میں سے ہوتا ہے اور محتمل عبارات متشابہات میں سے ہوتی ہیں۔ اور متشابہ سے ایسے معنی لینا درست نہیں جو محکم کے خلاف ہوں۔ اس لئے الہام مذکور سے عقیدۂ ولدیت سمجھنا بے سمجھوں کا کام ہے۔

ولدیت سے اظہار محبت مقصود ہے

اس کے علاوہ الہام مذکور میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے عقیدۂ ولدیت سمجھا جائے۔ اگر ایک لا ولد شخص کسی کو کہہ دے کہ میں تجھے اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا ہوں تو بھی یہ جملہ درست ہے۔ کیونکہ اس جملہ کا مقصد اظہار محبت ہے اور اس شخص کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کہنے والے کا بیٹا بھی ہو۔ اور اگر تکلف کے طور پر یہ سمجھ بھی لیا جائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف ولد کی نسبت ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ولد ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف صرف نسبت ولد سے عقیدۂ ابنیت کیونکر مراد لیا جائے۔ مجازاً اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ولد کی نسبت کی جائے تو صرف نسبت ناجائز نہیں۔ اور نہ عقیدۂ ابنیت اس سے لازم آتا ہے۔ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر

اولیاء اللہ تعالیٰ کے بچے ہیں۔ کیا مولانا روم رحمتہ اللہ تعالیٰ بھی عقیدۂ ابنیت کے قائل تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے کمال شفقت اور محبت کرتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے بچوں سے کرتا ہے اور استعارہ کے طور پر کمال شفقت اور محبت کے اظہار کے لئے اگر کسی کی نسبت ولد یا ابن کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کے خلاف کونسا نص قرآن کریم یا حدیث کا موجود ہے جو اس نسبت کو ناجائز ثابت کرتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور حدیث سے تو اس نسبت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ولد کا لفظ مجازی معنوں میں

جس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے ولد کا ہونا حقیقت کی رو سے باطل ہے اسی طرح انسانی صفات یا اعضاء کا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے باطل ہے۔ لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے لئے ید کا ذکر ہے ید اللہ فوق ایدیھم (سورۃ الفتح) اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ بل یداہ مبسوطتان۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ والسمٰوٰت مطویات بیمینہ (الزمر) اور حدیثوں میں آتا ہے کلتا یدیہ یمین۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ ید (ہاتھ) کی جو حقیقت اور مفہوم ہے اس کو ساری دنیا جانتی ہے۔ اگر حقیقت کے رو سے ید کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مراد لی جائے تو اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ باطل ہے۔ لاز ما ید سے مجازی معنی مراد لینا ہوگا۔ اور مجازی معنے کے رو سے یہ نسبت درست اور صحیح ہے۔ حالانکہ حقیقی معنی کے رو سے ید کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح گو ولد یا ابن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی معنے کے رو سے ناجائز ہے۔ مگر مجازی معنے کے رو سے درست ہے۔ بلکہ ابن کی نسبت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی طرف موجود ہے۔ اور اس استعمال کو مجازی معنے کے رو سے قرآن کریم نے درست تسلیم کیا ہے۔ مگر مخالفین کا پیشہ ہی اعتراض کرنا ہے۔ وہ تو اس کے مقابلہ میں قرآن کریم کو بھی جواب دیدیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد جب اللہ تعالیٰ کے مامور کو ذلیل کرنا ہے گو یہ مقصد قرآن کریم کے انکار سے ہی حاصل ہو جائے۔

ابناء اللہ واحباءہ

سورۃ المائدہ میں ہے وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ واحباءہ۔ (اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ تعالیٰ

کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں)

تمام مفسرین نے ابناء اللّٰہ کو۔۔۔۔ مجازی معنے کے رو سے درست اور صحیح تسلیم کیا ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

ملے ای اعزۃ علیہ کالابن علی الاب

ملے او اشیاع ابنی اللہ عزیر والمسیح

ملے او نحن ابناء رسل اللہ۔

یعنی ہم خدا کے پیارے ہیں جیسا بیٹا باپ کا پیارا ہوتا ہے۔

یا ہم اللہ تعالیٰ کے دو بیٹوں کے طریق پر چلنے والے ہیں۔

یا ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے بیٹے ہیں۔

اور تفسیر بیضاوی میں مدارک التنزیل کی تاویلوں کے علاوہ ایک توجیہ یں مذکور ہے۔

ملے او المقربون عندہٗ قرب الاولاد من والدھم

یا ابناء اللہ کے یہ معنے ہیں کہ ہم اللہ کے ہاں مقرب ہیں جیسے اولاد کی قربت اپنے والد سے ہوتی ہے۔

اور تفسیر کبیر میں اس کی مزید تشریح اس طرح ہے کہ

ان لفظ الابن کما یطلق علی ابن الصلب فقد یطلق علی من یتخذ ابنا۔ واتخاذہ ابنا بمعنے تخصیصہ بمزید الشفقۃ والمحبۃ فالقوم لما ادعوا ان عنایۃ اللہ بہم اشد واکمل منہا بکل ماسواہم لاجرم عبر اللہ تعالیٰ عن دعوتہم انہم ابناء اللہ۔	یعنی ابن کا لفظ جس طرح صلبی بیٹے پر اطلاق پاتا ہے جو بیٹا بنایا جائے اور کسی کو بیٹا اس طرح بنایا جاتا ہے کہ اس کو زیادہ شفقت اور محبت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ پس یہود و نصاریٰ نے جب دعوے کیا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور عنایت ان کے ساتھ اوروں کی نسبت زیادہ اور کامل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکا دعویٰ ان الفاظ سے ذکر کیا۔ کہ وہ ابناء اللہ ہیں

کمال محبت الٰہیہ کی تعبیر ابناء اللہ کے لفظ سے

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس عبارت مرقومہ بالا سے پہلے ایک اعتراض نقل کیا ہے۔ کہ یہود اور نصاریٰ تو اپنے آپ کو ابناء اللہ نہیں کہتے تھے تو قرآن کریم میں یہ بات ان کی طرف کس طرح منسوب کی گئی کہ وہ کہتے ہیں نحن ابناء اللہ (ہم اللہ کے بیٹے ہیں) مندرجہ بالا عبارت میں اسی کا جواب دیا ہے۔ کہ ابن کا لفظ نسبی اور صلبی بیٹے پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور جو بیٹے کی طرح سمجھا جائے اس پر بھی یہی لفظ اطلاق پاتا ہے۔ اور بیٹے کی طرح سمجھنے کے یہ معنے ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ اس کے ساتھ زیادہ محبت اور شفقت ہو۔ اور یہود اور نصاریٰ نے یہ دعوے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ان پر اوروں سے بہت زیادہ اور کامل ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کمال محبت اور عنایت الٰہیہ کو ابناء اللہ کے لفظ سے تعبیر کیا۔ یعنی انہوں نے خود ابناء اللہ ہونے کا دعوے نہیں کیا تھا۔ دعوے ان کا صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان اور لوگوں سے ہم پر زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے دعوے کا خلاصہ اور نچوڑ ان الفاظ میں بیان کیا کہ ان کا دعویٰ ابن اللہ ہونے کا تھا۔ گویا کمال محبت اور فضل الٰہی کو اللہ تعالیٰ نے خود ابناء اللہ کے لفظ سے تعبیر کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ابن یا ابنا کی نسبت اللہ کی طرف مجازی معنے کے رو سے اللہ تعالیٰ نے خود ہی جائز ٹھیرائی ہے۔ پس جس بات کو اللہ تعالیٰ جائز کر دے کون مسلمان ہے جو اسے ناجائز قرار دے۔

ابناء اللہ کی مختلف توجیہات

غرض ابن یا ولد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی معنی کے رو سے تمام مفسرین نے جائز مانی ہے۔ اس واسطے اس نسبت کو صحیح قرار دینے کے لئے ابناء اللہ کی مختلف توجیہات مفسرین نے کی ہیں۔

ملے یہ کہ یہود و نصاریٰ کا دعوے یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے پیارے ہیں جیسے بیٹا باپ کا پیارا ہوتا ہے۔

ملے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دو بیٹوں عزیر اور مسیح کے طریق پر چلنے والے ہیں۔

ملے یہ کہ ابناء اور اللہ کے لفظ کے درمیان ایک اور لفظ رسل اللہ کا بڑھایا ہے۔ یعنی کہ ہم اللہ کے رسولوں کے بیٹے ہیں۔ پس مفسرین نے اسی نسبت کو درست اور صحیح مانا اور اسے عقیدہ ابنیت کا موجب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ سمجھا اور بقول امام فخر الدین رازی اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کو ابناء اللہ کے لفظ سے تعبیر کیا۔ اور اسے عقیدہ ابنیت کا موجب نہیں سمجھا۔ نہ یہود و نصاریٰ کا یہ دعوے تھا کہ ہم حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود کے الہام انت بمنزلۃ ولدی اور یا ولادی کو کیونکر عقیدہ ابنیت کا متلزم سمجھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف ابناء کی نسبت مجازی معنے کی رو سے درست ہے تو ولد کی نسبت مجازی معنے کے رو سے کیوں موجب شرک ہے پس حضرت مسیح موعود کے الہام میں اگر ولد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مراد لیجائے اور ابناء اللہ کی طرح ولد کا لفظ مجازی معنے میں مستعمل ہو تو یہ کیوں جائز نہیں۔ کیا ہمارے معترض بتلائینگے عدم جواز کے لئے ان کے ہاتھ میں کون سے دلائل ہیں۔ جہاں تک قرآن کریم اور اس کے محاورات کا تعلق ہے مندرجہ بالا دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ الہام مذکور پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ قطعی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

انت منی وانا منک

اعتراض ملے۔ پھر خدا نے کہا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (دافع البلاء صلے)

جواب۔ حضرت صاحب کا یہ الہام حقیقۃ الوحی صلے پر ان الفاظ سے مذکور ہے "یا قمر یا شمس انت منی و انا منک" سمجھ میں نہیں آتا کہ اس الہام کو اعتراض کے طور پر کیوں اشتہار میں درج کیا گیا ہے۔ اور کونسا عقیدہ باطلہ اس میں مذکور ہے کہ ہکو عقائد باطلہ کی فہرست میں لکھا گیا ہے۔

مسیح موعود کی بیان کردہ تشریح

حضرت صاحب نے خود اس کی تشریح کی ہے جس کو ایک مخالف کبھی بھی الہام کی اشاعت کے ساتھ شائع نہیں کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اب اس فقرہ کو جو شخص چاہے کسی طرف کھینچ لے۔ مگر اصل معنے اس کے یہی ہیں کہ اول خدا نے مجھے قمر بنایا۔ کیونکہ میں قمر کی طرح اس حقیقی شمس سے ظاہر ہوا۔ اور پھر آپ قمر بنا۔ کیونکہ میرے ذریعہ اس کے جلال کی روشنی ظاہر ہوئی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۵)

یعنی قمر کی روشنی اپنی کوئی نہیں۔ آفتاب سے ہی روشنی لیکر روشن ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میرے پاس جو نور ہے وہ میرا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور روشنی سے ہی میں روشن ہوا گویا میں مجازاً قمر (چاند) ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجازاً شمس (سورج) ہے۔ اور پھر چونکہ اللہ تعالیٰ کی روشنی میرے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوئی جیسے چاند کی روشنی سورج کی وجہ سے ہی دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے میں شمس ٹھیرا۔ اور اللہ تعالیٰ قمر۔ پس اس الہام مذکور کے معنے یہ ہوئے "اے چاند اور اے سورج: انت منی تو میری روشنی سے روشن ہوا۔ تیرا اپنا نور کوئی نہیں تھا۔ میرے نور سے ہی تو منور ہوا۔ وانا منک اور میرے جلال کی روشنی تیرے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوئی۔

حدیث اور قرآن میں منی اور منک

اس تشریح کے ہوتے ہوئے کون احمق ہے جو اس الہام کو عقائد باطلہ میں سے قرار دے۔ اور اگر صرف لفظ منی اور منک کی وجہ سے ضد ہے اور بعضیت اور جزئیت کا وہم ہے۔ کہ ایک انسان اللہ کی جزء اور اللہ انسان کی جزء ہو گیا ہے۔ تو جاؤ اور کتب لغت اور نحو پڑھو۔ کہ من کس کس کے لئے آتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سلمان منا اھل البیت (سلمان فارسی ہم میں سے یعنی اہل بیت میں سے ہے) کیا اس سے یہ لازم آیا کہ سچ مچ سلمان حقیقت کے رو سے اہل بیت میں سے تھے۔ حضرت مسیح کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلمۃ منہ (آل عمران) تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جزء اور حصہ ہے۔ پھر فرماتا ہے خلق السموات والارض جمیعا منہ۔ آسمانوں اور زمین سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ منہ اپنی طرف سے کیا آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کی جزء اور حصہ ہے اگر ان عبارات پر اعتراض نہیں ہے تو انت منی وانا منک پر کیوں اعتراض ہے؟ جبکہ حضرت مسیح موعود نے اس کی تشریح وضاحت سے کر دی ہے۔

"کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں"

اعتراض ملے۔ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں۔ یقین کیا کہ وہی ہوں (ضمیمہ کتاب البریہ صلے)

یہ عبارت صرف اس غرض کے لئے نقل کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے۔ اور ان کو یقین دلایا جائے کہ حضرت مسیح موعود نے خدائی کا دعوے کیا۔ ورنہ اگر یہ غرض نہیں ہے تو پھر اس اعتراض کرنے والے نے اس کو حضرت صاحب کا عقیدہ باطلہ کیوں قرار دیا ہے۔

کشف یا خواب اختیاری نہیں اس لئے قابل اعتراض نہیں

جواب۔ اس عبارت میں حضرت صاحب نے اپنے ایک کشف کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کشف اور خواب دیکھنا انسان کے اختیاری افعال میں سے نہیں ہیں کشف اور خواب دونوں میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس میں اس کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جو کچھ اسے کشف یا خواب میں دکھا جاتا ہے۔ اس کے اسباب اس کے اختیار میں نہیں ہوتے اور نہ کشف اور خواب کسبی امور میں سے ہیں۔ جس انسان جو کچھ کشف یا خواب میں دیکھے چونکہ وہ اس کا اختیاری فعل نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے دیکھنے والے کا عقیدہ قرار دینا اور اس پر اعتراض کرنا نامعقولوں کا کام ہے۔

حضرت یوسف کا خواب

خواب اور کشف چونکہ تعبیر طلب ہوتے ہیں اس لئے اس کے ظاہری نقشہ کو ہی حقیقت پر محمول کرنا اور اس پر عمارت بنانا درست نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند ان کو سجدہ کر رہے ہیں۔

انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتہم لی ساجدین ہ (میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کرتے ہیں۔) (سورۂ یوسف)

کیا سچ مچ ستارے اور چاند و سورج نے ان کو سجدہ کیا۔ یا حضرت یوسف نے اس کو ظاہر پر حمل کر کے ظاہری معنے مراد لئے؟

حضرت ابراہیم کا خواب

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

یابنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحك

(اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں)

کیا اس خواب کا مطلب یہی تھا کہ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کو ذبح کریں گے۔ اور کیا انہوں نے بیٹا ہی ذبح کیا؟

بادشاہ مصر کا خواب

بادشاہ مصر نے خواب میں دیکھا۔

انی اریٰ سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلات خضر واخر یابسات۔

(میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اور سات سبز بالیاں اور کچھ اور سوکھی)

تو کیا اس خواب کی حقیقت یہی تھی۔ کہ سات موٹی گائیں سات دبلی گائیوں کو کھا جائیں؟

کشف اور خواب تعبیر طلب ہوتے ہیں!

کشف بھی خواب کی ہی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح خواب میں ایک چیز مثالی صورت میں نظر آتی ہے اور وہ تعبیر طلب ہو جاتی ہے اسی طرح کشف میں بھی اشیاء مثالی اور استعارات کے روپ میں نظر آتی ہیں اور خواب کی طرح کشف بھی تعبیر طلب ہوتا ہے۔ پس کشف اور خواب کے ظاہری نقشہ کو اس کا حقیقی مقصد سمجھنا اور اس پر اعتراض کرنا خواب اور کشف کی حقیقت سے لاعلمی پر مبنی ہے۔

اگر مذکورہ کشف کی بنا پر حضرت صاحب کو خدائی کا دعویدار سمجھنا درست ہے تو کیا حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی خدائی کا دعویدار سمجھا جائے گا۔ کیونکہ از روئے قرآن کریم سورج۔ چاند اور ستارے تو صرف اللہ کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم

(کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے)

اگر حضرت یوسف علیہ السلام اس خواب سے خدائی کا دعویدار نہیں بنتے تو حضرت مسیح موعود کیونکر اس کشف سے خدائی کے مدعی بنے۔ نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ جس شخص کی زندگی ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی توحید قائم کرنے میں صرف ہوئی۔ آج مخالفین و لاعلم لوگ اسی کو مدعی الوہیت قرار دیں۔

اللہ تعالیٰ انسان کے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ پاؤں بن جاتا ہے

اگر اس کشف سے حضرت مسیح موعود کو مدعی الوہیت بنانے کا ہی شوق ہے تو مندرجہ ذیل حدیث کا کیا مطلب ہے جو مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل میں ہے۔

ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا سمع (قوت سامعہ) ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کا بصیر (قوت باصرہ) ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے"

جو شخص نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا کان آنکھ ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہے تو

کیا اللہ تعالیٰ تنزل کرکے انسان ہو جاتا ہے۔ یا انسان ترقی کرکے خدا بن جاتا ہے۔ جن معنے کو تم پسند کرتے ہو۔ تو اگر حدیث کے رو سے ایسا ہونا درست ہے تو پھر حضرت مسیح موعود نے بھی اگر کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں۔ تو کیا اندھیر آ گیا!

کیا اللہ تعالیٰ بیمار ہوتا ہے؟

اسی طرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے فرمائے گا کہ میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی ۔۔۔۔۔ یا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمنی ۔۔۔۔۔ یا ابن آدم استسقیتك فلم تسقنی

کشف میں استعارہ

اگر اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ بیمار بھی ہوتا ہے۔ اور اسے بھوک اور پیاس بھی لگتی ہے تو حضرت مرزا صاحب کا کشف میں دیکھنا کہ "میں خدا ہوں" کیوں قابل برداشت نہیں۔ دونوں باتوں میں چنداں فرق نہیں ہے کیونکہ خدا کا انسان بننا اور انسان کا خدا بننا دونوں کا امکان اور عدم امکان برابر ہے۔ خدا انسان بن سکتا ہے۔ بیمار ہو سکتا ہے۔ اور اس کو بھوک لگ سکتی ہے پیاس لگ سکتی ہے۔ تو انسان کیوں خدا نہیں بن سکتا۔ اگر ان احادیث کی کوئی صحیح توجیہ اور تاویل ہے اور یقیناً ہے۔ تو حضرت مسیح موعود کے کشف کی کہ میں نے دیکھا کہ میں خدا ہوں کیوں صحیح تاویل اور توجیہ نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ کشف تاویل کا زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ کشف استعارات سے پُر ہوتا ہے۔ اور استعارہ کے لحاظ تاویل کے زیادہ حقدار ہیں۔

فنا فی اللہ کا مقام

کیا وارثان علوم باطنیہ کے ہاں یہ ایک مسلمہ مسئلہ نہیں ہے کہ جب انسان روحانی ترقی کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا اور صفات الٰہیہ کا رنگ اس پر چڑھ جاتا ہے۔ اور اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تابع ہو جاتا ہے اور انہیں کاموں کو پسند کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ اور وہی کرتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ تو ایسے شخص کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ اور اسی مقام تک پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے کاموں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور اس کے اعضا کو اپنے قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کا کان۔ آنکھ اور ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں۔ اور جیسا کہ فرمایا ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ (جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے)

الفتح میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو اللہ تعالیٰ کی بیعت قرار دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو جو بیعت کے وقت صحابہ کے ہاتھ کے اوپر تھا اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیہم اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔ یا جیسے سورہ انفال میں ہے فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ

(پس تم نے انکو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور جب تو نے پھینکا تو تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔)

اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کا فعل قتل اپنی طرف منسوب کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ۔۔۔ اپنی طرف منسوب کیا۔

پس مسیح موعود کا کشف بھی مقام فنا فی اللہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ مذاہب کی تردید میں۔ اور انہیں اس کا کوئی ارشاد ہے نہ اس پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔

اختتام چندہ کی اطلاع

خریدار صاحبان کی خاص توجہ کے قابل

مندرجہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ اپریل ۱۹۳۸ء میں ختم ہوتا ہے۔ از راہ کرم وہ ہفتہ عشرہ کے اندر سال آئندہ کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں۔ ورنہ وی۔ پی ارسال ہوں گے۔ جن کا وصول کرنا ان کا اخلاقی و قومی فرض ہوگا۔ ان تمام اصحاب کو بذریعہ خطوط بھی اطلاع دی جا رہی ہے۔

یہ بات تو تمام اصحاب کو معلوم ہے۔ کہ وی۔ پی میں خواہ مخواہ چار آنے ضائع جاتے ہیں۔ اس لئے چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرانا ہی مناسب ہوگا۔

(خاکسار مینجر)

۱۳۸۷	۱۰۲۲	۱۹۱۳	۸۹۷
۷۰۷	۷۸۸	۲۵	۱۸۲۲
۲۲۲	۱۶۲۰	۱۷۱۵	۱۶۱۱
۱۷۱۰	۱۷۰۸	۱۵۰۰	۱۴۰۹
۱۳۹۲	۱۳۹۱	۱۳۸۹	۱۱۷۵
۱۱۷۵	۷۹۹	۵۳۸	۷۵
۱۸۲۲	۱۷۷۱۲	۱۷۲۱	۱۷۵۷
۱۶۲۱	۱۶۵۷	۱۷۵۶	۱۷۲۵
۱۴۰۲	۱۴۰۱	۱۳۹۹	۱۱۸۱
۱۱۷۳	۱۱۷۲	۱۱۶۶	۲۲۰
۴۲۳	۴۲۲	۴۲۰	۱۴۱
۱۴۰	۱۸۲۵	۱۸۲۴	۱۸۹۰
۱۸۲۸	۱۸۲۵	۱۸۲۴	۱۷۸۵
۱۷۲۹	۱۶۲۳	۱۴۴۷	۱۴۸۸، ۹۱۰

ایک ضروری اطلاع

اخبار کی نئی چٹیں عنقریب طبع ہونے والی ہیں۔ تمام احباب اپنی اپنی چٹوں کو بغور ملاحظہ فرمالیں۔ اگر ان میں کسی اصلاح کی ضرورت ہو تو وی۔ پی سے مطلع فرمائیں جن اصحاب کو تبدیل پتہ کے متعلق کوئی شکایت ہے وہ بھی تحریر فرمائیں۔ فوراً ان کی شکایت دور کی جائے گی۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ لازمی طور پر دیں۔ (مینجر)

تاریخ تحریک بیداریٔ نسواں

طبقۂ نسواں کی حالت اسلام سے پہلے اور بعد

تحریک بیداریٔ نسواں میں احمدیت کا حصہ

جناب حنیف الہاشمی مرحوم و مغفور کا ایک غیر مطبوعہ مضمون

جناب محمد حنیف الہاشمی مرحوم و مغفور کے اسم گرامی سے زمانۂ حال کی ادبی دنیا اس قدر روشناس ہو چکی ہے کہ قارئین پیغام صلح کو اس سے زیادہ اور کچھ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مرحوم جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص اور صاحب علم نوجوانوں میں سے تھے۔ آپ کی اصل رہائش جموں کی تھی جہاں آج سے چند سال پیشتر اشاعت اسلام کالج لاہور میں آکر داخل ہوئے۔ اور کچھ عرصہ حضرت مولنا صدرالدین اور بعض دیگر بزرگان ملت سے تحصیل علم دین کرتے رہے۔ لیکن علمی شغف اور ذوق ادبیت نے آپ کو تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں سے نکال کر رسالہ "ادبی دنیا" اور پھر "نیرنگ خیال" کے عملۂ ادارت میں داخل کر دیا، جہاں اپنے علمی اور ادبی جواہر ریزوں اور اصلاحی و اخلاقی افسانوں سے تھوڑے ہی دنوں میں بہت بڑی شہرت حاصل کر لی۔ افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور بہت تھوڑی مدت سل و دق میں مبتلا ہو کر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم عمر کے لحاظ سے ابھی بالکل نوجوان تھے۔ اور عین عنفوان شباب میں آپ کا وفات پا جانا جہاں ان کے لواحقین کے لئے صدمہ کا موجب ہے وہاں اردو علم ادب اور جماعت احمدیہ کا بھی ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ذیل کا بلند پایہ مضمون آپ کے غیر مطبوعہ جواہر ریزوں میں سے ہے۔ جس کے لئے ہم آپ کے برادر اکبر سید لطیف ہاشمی کے مرہون منت ہیں جنہوں نے ازراہ کرم "پیغام صلح" کے صفحات کو اس سے مزین کرنا پسند فرمایا۔ ہمیں امید ہے کہ مرحوم کی کوئی اور قلمی یادگار بھی اگر باقی ہو تو "پیغام صلح" کو مرحمت فرمانے سے دریغ نہ کیا جائے گا۔

(مدیر)

مشرقی خواتین کی بیداری کی تاریخ بیان کرنا مشرق کی تاریخ بیان کرنے کے مرادف ہے۔ وہی تاثرات جو تمام مشرق کی بیداری کے موجب ہوئے۔ انہوں نے ہی خواتین کو بھی بیدار کیا۔ جب مشرقی حکومتیں انحطاط پذیر ہوئیں مغربی قوموں نے مشرقی ممالک کی خانہ جنگیوں اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنا اور اپنی بنیادیں درست کرنی شروع کر دیں۔ سیاسی اثرات کے ساتھ اقتصادی اثرات بھی نفوذ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان اقتصادی اثرات نے محکوم ممالک کو ایسا جکڑ لیا کہ ان کے لئے ان سے آزاد ہونے کا خیال کرنا بھی ایک خواب ہو گیا۔

لوہے کی کڑیاں

ان اقتصادی اثرات کے متعلق ایک انگریز یہ لکھتا ہے کہ "یہ محکوم ممالک کے لئے لوہے کی کڑیاں ہیں جن سے وہ کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔ اور یہ ان کے زمانۂ غلامی کی طوالت کا باعث ہوتی ہیں" مغربی اثرات نے مشرق میں ایسی تیز رفتاری کے ساتھ اپنی بنیادیں مضبوط کرنی شروع کیں کہ انیسویں صدی کی ابتدا میں جب یورپ میں ترکوں کے بیڑے کو شکست ہوئی اور مشرق میں سلطان ٹیپو سا جری سالار شہید ہوا تمام مشرقی ممالک مغربی اقتدار کے زیر اثر آ چکے تھے۔

اسلام اور طبقۂ نسواں

مغرب کے ہاتھ سے مشرق کی مکمل تسخیر ہی مشرقی بیداری کا باعث ہوئی۔ اس وقت ان تمام ممالک میں خواتین کی کم و بیش وہی حالت تھی جو چودھویں صدی عیسوی میں یورپ کی تھی۔ اگرچہ چھٹی صدی عیسوی میں اسلام نے دنیائے نسواں پر عظیم الشان احسان کر کے اسے مردوں کے برابر لا کھڑا کیا تھا۔ لیکن مختلف ممالک کے مقامی اثرات کے ماتحت اسلام کے بلند اور اعلیٰ تصور کی صورت مسخ ہو گئی۔ فرقۂ نسواں کو بھی ان تمام مراعات سے محروم کر دیا گیا جن کی اسلام نے ان کیلئے سفارش کی تھی۔

اسلام جب عرب سے بڑھ کر فلسطین اور ارض شام اور ایران میں پھیلا تو قرآن کی توجیہ بھی مقامی اثرات کے ماتحت ہی کی گئی۔

گمراہ کن لٹریچر

میں اس موضوع پر اگر میری معزز بہنوں نے ضرورت محسوس کی تو پھر کبھی بحث کروں گا۔ لیکن اس وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ فرقۂ نسواں کے متعلق جس قدر توہین کن خیالات اس زمانہ میں مردوں میں پائے جاتے تھے اور جو آج بھی ان کی ذہنیت میں اسی طرح جاگزین ہیں۔ اس زمانہ میں ہی پیدا ہوئے۔ جب اسلام اپنے مقبوضات میں پھیلا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ گمراہ کن عقیدہ کہ "حوا" ہی حضرت آدم کی گمراہی کا باعث ہوئی۔ اور شیطان حوا کو ہی ورغلانے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس وقت مسلمانوں میں بھی یہ خیال آ گیا۔ جب ان لوگوں نے قرآن کی تفسیریں لکھیں جو کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے قومی لٹریچر سے متاثر ہو چکے تھے۔ یا اسلام لانے سے قبل خود عیسائی یا یہودی تھے۔

آدم اور حوا کا قصہ

قرآن میں حضرت آدم کا تذکرہ تو ہے اور شجر ممنوعہ کا بھی ذکر ہے لیکن اس امر کی طرف تو تلفا اشارہ بھی نہیں کہ حوا اس امر کی موجب ہوئی ہیں۔ کہ آدم نے اس پھل کو کھایا۔ اور جنت سے نکالے گئے۔ قرآن کی آیات کو ایک نفسیاتی تمثیل کی بجائے لفظ بلفظ بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی حوا کی معصومیت پر حرف نہیں آتا۔ لیکن پرانے عہد نامے کے ابتدائی ابواب میں یہ قصہ اس تمام ترغلو کے ساتھ موجود ہے جو یہودیوں کے مذہب کے متعلق فروغ حاصل کر چکا تھا۔ جب قرآن کی تفسیر کی گئی تو یہ قصہ بھی تفسیرات کے ساتھ بیان کیا گیا اور اسلامی عقائد میں بھی شامل ہو گیا۔ کہ شیطان کس طرح سانپ بن کر جنت میں داخل ہوا۔ کس طرح حوا کو شجر ممنوعہ کی طرف جانے کی ترغیب دی۔ اور کس طرح حوا نے خود وہ پھل کھا کر ...... آدم کو بھی اس امر پر آمادہ کیا۔ اور کس طرح خدا کا عذاب ان دونوں پر نازل ہوا۔ اور وہ دونوں جنت سے نکالے گئے۔

تفسیروں میں افسانہ طرازی

صرف یہی نہیں کیا گیا کہ پرانے عہد نامہ کے بناوٹی قصے قرآن مجید کی تفسیر میں بیان کر دئے گئے۔ بلکہ ان میں رنگ آمیزی کر کے افسانہ طرازی کی خوب داد دی گئی۔ آج تک ہماری عورتیں گھروں میں بیان کرتی ہیں کہ جب مور مستی میں آ کر رقص کرتا ہے تو رقص کرتے ہوئے مور اپنے پاؤں کو دیکھ کر رونے لگتا ہے۔ اور اس کے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ اور اس کے پاؤں کے بدنما اور بد منظر ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ شیطان نے جب سانپ بن کر جنت میں داخل ہونا چاہا تو وہ مور کے پاؤں سے لپٹ کر اندر چلا گیا تھا اس جرم کی پاداش میں مور کے پاؤں جو پہلے خوبصورت تھے بدصورت بنا دئے گئے۔

معصومیت سوز حرکات سے عورت کی ذلت

حوا اور آدم کے گمراہ کن رسوا سانی قصہ کی مانند یوسف و زلیخا کے واقعہ کو بھی شرمناک تفصیلات کے ساتھ تسلیم کر لیا گیا۔ غرضیکہ آہستہ آہستہ لوط کی بیوی کا نمک کے ستون بن جانے کا قصہ اس کی بیٹیوں کی بدکرداری کی داستان۔ "یہودہ" اور اس کی "بہو" کی معصومیت سوز حکایات یہ سب ہماری تفاسیر میں شامل ہوئیں۔ اور ان حکایات کی بنا پر عورت کو اس قدر ذلیل سمجھ لیا گیا کہ زلیخا اور لوط کی بیوی تمام صنف نازک کے اخلاق کا نمائندہ قرار پائیں۔

مسیحی اولیاء کے اقوال احادیث میں

قرآن کی تفسیرات کے ساتھ ساتھ مسیحی اور یہودیوں کے وہ اقوال بھی اسلامی ادب میں منتقل ہو گئے جن میں انہوں نے عورت کو مجسمۂ گمراہی کا پیکر اور شیطان کا آلہ بتایا ہے۔ جب خاندان بنو امیہ کے عہد میں احادیث کی ایک کثیر تعداد ضرورت کے مطابق موضوع کی گئی تو عیسائی عقائد بھی ان میں داخل ہو گئے۔ اکثر موضوع احادیث کا اگر عیسائی ولیوں اور کلیسا کے پاپاؤں کے اقوال سے مقابلہ کیا جائے تو وہ لفظ بہ لفظ منطبق ہونگے۔

مسخ شدہ اسلام کی پرستش

میری مراد یہ ارتقائی منازل بیان کرنے سے یہ ہے کہ ارض شام اور فلسطین میں سترھویں صدی کے ایک عام مسلمان کے خیال میں یہی عورت مجسم گمراہی اور شیطان کا آلہ کار تھی۔ یہ خیال ارض مقدسہ تک ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ جہاں جہاں اسلام گیا یہ خیال بھی ساتھ گیا۔ اور ایران و ہند میں بھی وہی عقائد فروغ پا گئے۔ اور یہی عقائد اسلام کے عظیم الشان قصر کے انہدام کا باعث ہوئے۔ صوفیہ کے وہ فرقے جو رہبانیت کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان ہی عقائد سے متاثر تھے۔ اور آجکل بھی ہمارے وہ اہل مذہب جو عورت کے حقوق کے تحفظ کی آواز سن کر چراغ پا ہو جاتے ہیں اسی مسخ شدہ اسلام کی پرستش کر رہے ہیں۔

مجوسی عقائد اسلام میں

طلوع اسلام کے مبارک زمانہ میں آتش پرستوں کی حکومت تھی اور یہی مذہب برسر اقتدار تھا۔ جب اسلام ایران میں پہنچا تو یہاں یہودی اور مسیحی اثرات کی بجائے مجوسیوں کے بوقلموں عقائد پر وہ کار تھے۔ آتشکدہ ٹھنڈا کر دیا گیا۔ مجوسیوں کے علما ایران سے فرار ہو گئے۔ لیکن عام اہالی کے دل و دماغ میں وہی عقائد جاگزین تھے جن کو زرتشت علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اور جن کی تلقین مجوسیوں کے علما کرتے تھے۔

زرتشتیوں میں عورت کا درجہ

یہاں بھی اسلام کے ماتحت عورت کو کم و بیش وہی درجہ دیا گیا جو زرتشتیوں کے یہاں تھا۔ زرتشت نے ایک ...... سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی نظام کی بنیاد رکھتے ہوئے عورت کو بھی ایک فرد مانا تھا۔ اور اس کی حیثیت عام مملوکات کی سی رکھی تھی۔ زرتشت کا معاشرتی نظام وہ تھا جسے آج اشتراکیت کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تمام دیگر مملوکات مشترک ہیں اسوقت عورت بھی مشترکہ ملکیت خیال کی جاتی تھی۔

اسلام کے بعد مملوک کی حیثیت

ان حالات میں عورت کو اسلام کی صحیح تعلیم کے مطابق مرد کے مساوی حقوق ملنا تو کجا اسے انسانیت سے ہی خارج کر دیا گیا تھا۔ اور اس لحاظ سے وہ یورپ کی چھٹی صدی کی عورت ہی تھی جس کے متعلق کلیسا کی طرف سے اس امر کی تحقیق کے لئے ایک مجلس منعقد کی گئی کہ عورت بھی روح رکھتی ہے یا نہیں۔

ایران میں بھی اس سے حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ اور اس لئے چونکہ عورت بھی مشترکہ مال تھی ایک عورت کے کئی کئی خاوند ہوتے تھے لیکن اسے معیوب نہ خیال کیا جاتا تھا۔ اسلام نے ایران میں پہنچ کر اس دستور کا تو انسداد کر دیا لیکن عورت کی حیثیت معاشرت میں تقریباً وہی رہی جو اس سے پیشتر تھی۔ وہ اب مشترکہ ملکیت نہ تھی۔ اگرچہ اس کی تجارت عام مملوکات کی طرح ہی ہوتی تھی۔

عہد عباسیہ میں لونڈی کا درجہ

خاندان بنو عباسیہ کے عہد حکومت میں برسر اقتدار لوگ بیشمار لونڈیاں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس وقت کے بعض فقہا کے نزدیک نکاح کے بغیر بھی لونڈی کو بیوی بنایا جا سکتا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا۔ میرے ان الفاظ سے وہ لوگ جو مذہب کے واحد اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں۔ اور جو نہیں چاہتے کہ مذہب میں کسی قسم کا اجتہاد ہو چراغ پا تو ہوں گے اور شاید مجھے مورد طعن بھی ٹھہرائیں لیکن میں مطمئن ہوں کہ وہ تاریخ اور قرآن کو یاما ماسی نہ پائیں گے۔

عورت ہندوستان میں

ایران اور فلسطین کی سی کیفیت ہندوستان میں تھی۔ مجھے ہندو مذہب میں عورت کی حیثیت پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ صنف نازک کو یہاں کس قدر ذلیل خیال کیا جاتا رہا ہے۔ اور یہاں عورت کس قدر غلامانہ حیثیت رکھتی تھی۔ میں اس پر بھی بحث کرنا نہیں چاہتا لیکن جو شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے وہ اس ملک کے قدیمی نوشتوں کی طرف رجوع کرے۔ اور دیکھے کہ مذہب کن کن ناروا امور کو جائز رکھتا ہے اور ان کے مذہبی نوشتوں میں کیا کیا شرمناک قصص بیان کئے گئے ہیں۔

مسلمان عورت کی عزت ہندوستان میں

ہندوستان میں آج سے دو سو سال پیشتر تو مسلمان عورت کی حیثیت بھی وہی تھی جو ایک ہندو عورت کی ہو سکتی ہے۔ ایک طرف اگر ہندو عورت کو خاوند کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا تو مسلمان عورت بھی تمام عمر بیوگی میں بسر کر دیتی تھی۔ اور یہی حالت اب تک موجود ہے۔ عام رواج کے مطابق عورت محروم الورثہ ہے۔ خاوند ہندو عقائد کے مطابق خداوند مجازی ہے اور اس کو عورت کی روح اور جسم دونوں پر اقتدار حاصل ہے۔ قدیم راجپوت عربوں کی طرح لڑکی کو پیدا ہوتے ہی ہلاک کر دیا کرتے تھے۔ مسلمان اگرچہ یہ نہیں کر سکے۔ لیکن لڑکی کا پیدا ہونا ان کے لئے ناگوار ضرور رہا۔ لڑکی کی شادی کم سنی میں ہی کر دی جاتی اور جس طرح ہندوؤں میں رواج ہے کہ لڑکیاں مندروں کی خدمت کے لئے تمام عمر شادی نہیں کرتیں اور ان کی تمام عمر معبدوں کو خرافات بنانے میں گذر جاتی ہے۔ مسلمانوں کے بعض طبقوں میں بھی یہ رسم فروغ پا گئی۔ سندھ کے بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ سادات کی لڑکیاں شادی نہیں کرتیں۔ اور جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے تو کہا جاتا ہے کہ ان کی شادیاں قرآن مجید سے ہو چکی ہیں۔

مسلمان اسلام سے دور

ان واقعات کے بیان کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ اسلام نے جو رتبہ عورت کو دیا تھا وہ ہندوستان میں بھی اس بدنصیب صنف کو نصیب نہ ہو سکا۔ اور مسلمان اسلام سے اس قدر دور جا پڑے جس قدر کہ وہ لوگ تھے جن کی اصلاح کے لئے آفتاب اسلام طلوع ہوا تھا۔ مسلمانوں میں بھی عورت کو وہی ذلیل درجہ دیا جانے لگا۔ جو یہودیوں عیسائیوں۔ زرتشتیوں۔ اور ہنود میں تھا۔ اور اس کو مختلف ممالک کے مقامی حالات نے اور بھی شرمناک بنا دیا۔

ترکوں میں عورت کی حیثیت

اس مقام پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ترک اگرچہ اسلام کے لئے خون بہاتے رہے ہیں لیکن وہ محض سپاہی تھے۔ عقائد پر بحث کرنا ان کا کام نہ تھا۔ جو عقیدہ مذہب کے اجارہ دار ان کے سامنے پیش کرتے وہ ایک سپاہی کی طرح اسے تسلیم کر لیتے۔ اس لئے ان میں بھی عورت کی حیثیت ایک کھلونے سے بڑھ کر نہ تھی۔ اور اسے معاشرتی زندگی میں کوئی اہمیت دی جاتی تھی۔

نشاط الثانیہ کا آغاز

مشرق کے نشاط الثانیہ کے آغاز سے پیشتر عورت کی حالت یہ تھی اب خواتین کی بیداری کی روئیداد جیسا کہ میں نے آغاز میں کہا ہے تمام مشرق کی بیداری کی داستان ہے۔

اس موقع پر ہم واقعات کا مطالعہ کریں گے۔ اور سطح پر جو حادثات رونما ہوتے رہے ہیں انہیں مشرق کی بیداری کی تاریخ مرتب کرنے کیلئے چھوڑ دیں گے۔

تحریک تجدیہ اور اس کا اثر

خواتین کی بیداری کا آغاز تحریک تجدیہ کے آغاز سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تحریک کا ابتدائی مقصد محض یہ تھا کہ اسلام کے ان عقائد پر شدت کے ساتھ عمل کیا جائے جو کہ مسلمانوں کی سرفرازی کا موجب ہوئے تھے۔ حدیث یعنی اسوہ رسول کی بھی اسی شدت سے پابندی کی جائے۔ اور ان تمام بدعتوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جو خارجی اثرات کی صورت میں اسلام میں داخل ہو گئی ہیں چنانچہ جہاں جہاں یہ تحریک گئی وہاں کے لوگوں نے اسلام کے صحیح عقائد کی جھلک دیکھ لی۔ اور مسلمانوں میں احساس ہو گیا کہ وہ صحیح راستہ سے کس قدر بھٹک گئے ہیں۔ یہی تحریک تجدیہ ان تمام تحریکات کا باعث ہوئی جنہوں نے مشرق کو بیدار کر دیا۔

تحریک احمدیہ اور بیداری نسواں

ایران میں بہائیت کا افتتاح بھی اسی تحریک سے متاثر ہو کر کیا گیا تھا کیونکہ اس ایرانی تحریک کے بانی کا نجد میں ان دنوں جانا ثابت ہوتا ہے جب تحریک تجدیہ کا آغاز کیا گیا تھا۔ اس کے بعد سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمتہ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمتہ مجدد صدی ہذا نے بھی حریت مشرق کا علم بلند کیا۔ اور اس تحریک کی موجیں بھی فرقہ نسواں تک پہنچیں۔ ہندوستان میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمتہ مجدد صدی ہذا۔ دوسرے سر سید علیہ الرحمتہ کی تحریک علمیہ نے جہاں ایک طرف مردوں کو بیدار کیا وہاں عورتوں میں بھی مذہبی اور دنیوی زندگی کا احساس پیدا کر دیا۔

مغربی خواتین اور بیداری نسواں

عورتوں کو بیدار کرنے میں مشنری سکولوں اور مغربی خواتین نے بھی بہت کام کیا ہے۔ اس تعلیم نے عورتوں کو اپنی صنف کی جہالت سے بیزار کر دیا تھا۔ مغربی عورتیں گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھرتی تھیں اور مشرقیوں کے مذہب پر اعتراض یا نکتہ چینی کی بجائے ان کو اسی معاشرت پر راغب کرتی تھیں۔ جسے وہ اختیار کئے ہوئے تھیں۔ اس کا اثر نہایت گہرا ہوا۔ اور خیال کیا جانے لگا کہ مذہب خطرے میں ہے۔ لیکن مذہب خطرے میں نہیں بلکہ وہ رسوم و قیود سے خطرے میں تھیں۔ جنہیں مذہب کہا جاتا تھا۔ مردوں کے علاوہ مشرقی عورتوں کے سامنے بھی ایک طرف مغربی معاشرت کے اصول اور وہاں کی عورتوں کے آزادانہ کارنامے تھے۔ اور دوسری طرف اپنی ناگفتنی حالت تھی۔ جس کا مقابلہ کسی طرح مغربی آزادی سے نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ عورتوں نے متحد ہو کر اس کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ اور مغربی تعلیم کو حاصل کرنا شروع کر دیا۔

حقیقی اسلام کی تصویر

اگر یہ غلط فہمی زیادہ عرصہ تک رہتی کہ ہماری موجودہ معاشرت ہمارے مذہب کے مطابق ہے اور عورت کا اسلام میں وہی رتبہ ہے جو ہماری معاشرت میں دیا جاتا ہے تو اس کا انجام خطرناک ہوتا۔ لیکن اسی وقت اسلام میں ایک مجددین کی جماعت پیدا ہو گئی تھی۔ جو حقیقی اسلام کو بے نقاب دکھانا چاہتی تھی۔ اس جماعت نے دیگر کارناموں کے ساتھ اس امر کی توضیح بھی کر دی کہ اسلام نے عورت کو مرد کے مساوی حقوق دئے ہیں۔ اور مرد کو عورت پر ذہنی برتری کے سوا کوئی اقتدار حاصل نہیں۔ ہندوستان۔ مصر۔ ایران اور ترکی میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں عورت کی حیثیت کو واضح کیا گیا۔ اس قسم کا لٹریچر پیدا کرنے میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اور حضرت مولانا خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام دام اقبالہ و حضرت غلام محمد عبدہ مصری و محترمہ خالدہ ادیبہ خانم ترکی دام مجدہا۔ سید مشیر حسین قدوائی۔ پروفیسر خدا بخش پٹنہ۔ علامہ مارماڈیوک پکتھال نومسلم پرنسپل جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن وغیرہم حضرات کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی کتابوں کے ترجمے انگریزی اور مشرقی زبانوں میں کئے گئے۔ اور ان کو کثیر تعداد میں تقسیم کر دیا گیا۔

اصلاحات کے لئے مذہب کی طرف رجوع

اس لٹریچر نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ لوگ اصلاحات کے لئے مذہب کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور جن مذموم رسومات کا انسداد کرنا چاہتے تھے ان پر اسلامی تعلیم کی روشنی میں بحث کی جانے لگی۔ یہ خطرہ کہ اسلام کی زندگی اور موت کا سوال ہے اس طرح گذر گیا۔ اور اب اس قدر مذہبی بیداری پیدا ہو چکی ہے کہ اصلاح کے لئے فوراً دین متین کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے۔

بیداری کا سنگ بنیاد

مشرقی عورتوں کی بیداری کا نمایاں سنگ بنیاد روسی اور جاپانی جنگ سے رکھا جاتا ہے۔ جب جاپان نے اس کو شکست دی تو باوجود اس امر کے کہ جاپان اسلامی حکومت نہ تھی۔ اسلامیوں نے بھی اس امر پر اظہار مسرت کیا گیا۔ کہ ایک مشرقی طاقت مغربی طاقت پر غالب ہوئی ہے۔ مشرق کے تمام شہروں میں اس پر بحث کی جاتی تھی۔ اور عورتوں تک بھی اس کا اثر پہنچ جاتا تھا۔

جنگ بلقان اور خواتین اسلام

لیکن ان کی تعلیم کا نکتہ عروج جنگ بلقان اور طرابلس کے دنوں میں نمودار ہوتا ہے۔ اس وقت تمام عالم اسلام ایک ہیجان کے عالم میں تھا جو کچھ طرابلس میں وقوع پذیر ہوتا تھا اس کی خبریں دم بدم تمام ممالک اسلام میں پہنچ جاتی تھیں۔ اور ترکوں کے مصائب پر آنسو بہائے جاتے تھے ان کی فتح مندی کے لئے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ ایک مقالہ اگر ترکی کے اخبار "اقدام" میں لکھا جاتا تو ہندوستان اور ایران کے اخبارات اس پر آتش بار تبصرہ کرتے۔ اور عام مسلمانوں میں آگ لگا دیتے۔ فرقہ نسواں بھی ان انقلابات سے بے خبر نہ تھا۔ وہ بھی ان میں دلچسپی لے رہا تھا دیندار عورتیں جمع ہو کر اسلام کی کامیابی کی دعا مانگتی تھیں۔ اگر ان سے ترکوں کی مدد کے لئے چندہ مانگا جاتا تھا تو اپنے زیورات اور گھر کے برتن وغیرہ تک دے دیتی تھیں۔ جنگ طرابلس سے عورتوں کو بھی اس امر کا احساس ہو گیا تھا۔ کہ عالم اسلام کی کامیابی کے لئے قومی امور میں ان کا حصہ لینا بھی ضروری ہے۔ اور یہ ان کا اسلامی فرض ہے۔

جنگ عظیم اور بیداری نسواں

زندگی کے لئے عورتوں کی تعلیم کو جنگ عظیم نے تقریباً مکمل کر دیا۔ اگرچہ ان کی زیادہ تعداد لکھ پڑھ نہ سکتی تھی تاہم ان تک تمام عالم کی خبریں پہنچ جاتی تھیں۔ اور وہ دنیا کے حالات سے واقف ہو رہی تھیں۔ کہ جنگ عظیم

کشمیر کی پناہ گزین مسلمان عورتیں جہلم میں

مسز عبداللہ صدر مجلس احرار خواتین پنجاب کا بیان

۲۴ر مارچ کو مجھے اطلاع ملی کہ میری بدقسمت کشمیری بہنیں سینکڑوں کی تعداد میں اپنے عزیز گھروں اور مال و اسباب کو چھوڑ کر جہلم میں اپنی بگڑی قسمت کو رو رہی ہیں۔ چنانچہ میں ۲۸ر مارچ کو مجلس احرار خواتین پنجاب کی چار ارکان کی معیت میں جہلم پہنچی۔ تا کہ ان بہنوں کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اور جو کچھ ان کے ساتھ بیتی ہے۔ خود ان کی زبان سے سنوں۔

وہاں پہنچ کر میں نے جو کچھ دیکھا اس کے بیان کرنے سے پہلے اتنا عرض کر دوں۔ کہ الفاظ میں ان کی اصلی حالت بیان کرنا نہایت ہی دشوار ہے۔ اور خصوصاً ایک عورت تو ان واقعات کو من وعن بیان ہی نہیں کر سکتی۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ان بدنصیب ظلم و ستم کی شکار بہنوں کی حالت دیکھ کر میری طبیعت پر اس قدر اثر ہوا کہ میں اور میری ساتھ والیاں دن بھر روتی رہیں۔ میرا دودھ خشک ہو گیا اور میرا چار ماہ کا بچہ دن بھر بھوک سے چلاتا رہا۔

شہر کے لوگوں نے ان بدنصیبوں کے لئے بہت سے مکانات خالی کر دئے ہیں جن کے اندر وہ اس طرح بھری پڑی ہیں جیسے [illegible] بکریاں۔ جب ہم ایک مکان کے اندر داخل ہوئیں تو ان بے چاریوں نے رو رو کر اپنا حال بیان کرنا شروع کیا۔ جوں جوں وہ اپنا حال بیان کرتی تھیں ان کا رونا اور پیٹنا بڑھتا جاتا تھا حتیٰ کہ گریہ و زاری کی دردناک آوازیں گونج گونج کر آسمان [illegible] کوئی بیوہ اپنے خاوند [illegible] کا حال سنا رہی ہے۔

غرضیکہ ان میں سے ہر ایک سر تا پا مظلومیت ہے۔ اور ان کا حال سننے کے لئے بہت مضبوط دل کی ضرورت ہے۔ یہی حالت دوسرے مکانوں میں تھی۔ ایک مکان میں ہم داخل ہوئیں تو وہاں ان کو کھانا کھلایا جا رہا تھا۔ جس انداز سے یہ کئی دن کی [illegible] اور بچے کھا رہے تھے اس کو دیکھ کر بے اختیار ترس آتا تھا۔

میں نے دیکھا کہ پناہ گزینوں میں کئی بہنیں ایسی تھیں جو گھر سے باہر قدم نہ رکھا کرتی تھیں۔ ایک مکان میں چوبارہ پر ایک چھوٹے سے کمرہ کے اندر پردہ دار خاتون بیٹھی نظر آئیں۔ اندر گئی تو ان کا دکھڑا سن کر کلیجہ شق ہوا جاتا تھا۔ ان میں سید صادق شاہ صاحب (جو اپنے علاقہ کے مشہور پیر ہیں) کی والدہ محترمہ اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھیں (اس جگہ تشدد کے متعدد واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جو نہایت ہولناک ہیں۔ لیکن ہم پریس آرڈیننس کی وجہ سے ان کی تفصیلات شائع نہیں کر سکتے)

میں نے پناہ گزینوں میں دو عورتیں ایسی دیکھیں جن کے وضع حمل کا وقت بالکل قریب تھا۔ چنانچہ ان میں سے ایک کو رات ہی لڑکی پیدا ہوئی۔ دوسری میرے واپس آنے کے وقت تک تکلیف میں مبتلا تھی۔ مردوں کو گرفتار کر کے معلوم نہیں کہاں لیجایا جاتا ہے۔ تمام مسلمان بہنوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مجلس احرار خواتین یا مجلس احرار اسلام ہند کے ذریعے سے ان کی امداد فرمائیں۔

—— الہ آباد ۲۶ر مارچ۔ الفریڈ پارک میں وہ درخت جس کے نیچے گذشتہ سال ایک انقلابی مشتبہ شخص مارا گیا تھا غالباً اس وجہ سے کاٹ ڈالا گیا ہے۔ کہ وہ سیاسی مظاہروں اور جلسوں کا مرکز بن گیا تھا۔

مسلمان کشمیر کانفرنس میں شریک نہیں ہونگے

متناسب آبادی کی نیابت اور اچھوتوں کی نمائندگی کا مطالبہ

جموں ۲۵ر مارچ۔ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مسلمانان جموں کا ایک عام جلسہ منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد یں باتفاق آرا منظور ہوئیں۔

(۱) قرار پایا کہ جس طرح حکومت کشمیر نے آئینی کانفرنس کے لئے ہندوؤں سکھوں۔ اور بدھوں کے نمائندے ان اقوام کے مشورہ سے منتخب کئے۔ اسی طرح سے مسلمانوں کو بھی موقع دیا جانا چاہئے تھا کہ اس کانفرنس کے لئے اپنے نمائندے خود نامزد کر لیں۔ لیکن چونکہ حکومت نے ایسا نہیں کیا۔ نیز چونکہ کانفرنس مذکور کے لئے مسلم نمائندے اس [illegible] نہیں رکھتے۔ کہ پیش آمدہ مسائل کو صحیح حقیقی معنوں میں بیان کر سکیں اس لئے مسلمان کانفرنس میں شرکت کرنے سے معذور ہیں اور [illegible] کے کسی فیصلے کے پابند نہیں ہونگے۔

(۲) یہ بھی قرار دیا گیا کہ مسلمان کانفرنس میں شرکت کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ حکومت [illegible] حسب ذیل امور کے متعلق احکام صادر کر دے۔

(الف) تمام سیاسی قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دے اور تمام سیاسی نوعیت کے مقدمات واپس لے لے۔

(ب) کانفرنس کے نمائندے مختلف اقوام کے تناسب آبادی کے لحاظ سے نامزد کرے۔

(ج) [illegible] اقوام کو جن کی آبادی سکھوں اور پنڈتوں سے [illegible]

لاہور میں لوتھین کمیٹی کی آمد

لاہور ۳۰ر مارچ۔ آج ۹ بجے [illegible] ارکان سپیشل ٹرین کے ذریعہ لاہور ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ ان کی آمد پر بات [illegible] پلیٹ فارم [illegible] ان کا استقبال کیا گیا۔ [illegible]

[illegible] کا استقبال کیا جا رہا ہے۔

لوزور[illegible] اور ملاقاتوں سے فارغ ہو کر لارڈ لوتھین اور [illegible] موٹروں کے ذریعے گورنمنٹ ہاؤس پہنچا دیا گیا [illegible] کمیٹی کے ہندوستانی ارکان حکومت پنجاب کے وزرا کے مہمان ہونگے۔

اس خیال سے کہ لوتھین کمیٹی کی آمد پر کسی قسم کا پبلک مظاہرہ نہ ہو سٹیشن کے قریب لنڈا بازار اور قریب کی تمام سڑکوں پر پولیس کی جمعیت کا کافی مظاہرہ کیا گیا تھا۔ کمیٹی کے لاہور وارد ہونے اور قیام کرنے کے متعلق کسی قسم کی اطلاع پیشتر سے اخبارات کو نہیں دی گئی۔ حقیقت میں کمیٹی کو پوشیدہ طور پر لاہور میں پہنچا دیا گیا۔

لاہور میں گرفتاریاں

لوتھین کمیٹی کی آمد کے سلسلے میں لاہور میں چند گرفتاریوں کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ گذشتہ شب کو رام گلی میں پولیس نے لالہ ملتانی کے مکان پر چھاپہ مار کر اسے اور دس رضاکاروں کو گرفتار کر لیا۔ جن کے قبضے میں سیاہ جھنڈیاں تھیں۔ جن پر لوتھین واپس جاؤ لکھا ہوا تھا۔ تین ہندو نوجوانوں کو صبح ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر گرفتار کیا گیا۔ اور تلاشی لی گئی۔ لیکن ان کے قبضہ سے کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی۔

کمیٹی کا اجلاس

دس بجے کمیٹی کے ارکان جمع ہوئے۔ اور بند کمرے میں بحث

ہوتی رہی۔ پبلک اجلاس اڑھائی بجے بعد دوپہر شروع ہوا۔ اخبارات کے نمائندے موجود تھے۔ پنجاب میں طریق انتخاب کے متعلق آج خان صاحب مفضل الٰہی قائم مقام ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات مسٹر [illegible] اور مسٹر کاف کی شہادتیں قلمبند کی گئیں۔ [illegible] صدر کے ایک سوال کے جواب میں خان صاحب موصوف نے فرمایا غیر تعلیم یافتہ ووٹروں کے لئے بہت مشکل ہوگا۔ پس بکثرت ووٹ دینے والی عورتوں کی شناخت کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔

"انقلاب" کی معلومات کے مطابق لاہور میں صرف تین مسلمان شہادت دیں گے۔ اول راجہ شیر محمد خاں آف ڈومیلی جو خود مرکزی دستوری کمیٹی کے ممبر ہیں اور جو فوجیوں کے نمائندے کہلاتے ہیں۔ دوم زمینداروں کے نمائندے نواب محمد جمال خاں اور سوم مولنا محمد علی صاحب (امیر جماعت احمدیہ لاہور) صدر انجمن اشاعت اسلام۔

خبریں

—— بمبئی ۳۰ر مارچ۔ آج دوپہر کو کاٹن بروکرز فرم کا ملازم مسٹر چونی لال بنک آف انڈیا میں روپیہ جمع کرانے کے لئے آیا۔ وہ اسی انتظار میں بنک کے خزانچی کے قریب کھڑا تھا کہ کسی نے پیچھے سے ایک رومال جس میں کلوروفارم تھا اس کی ناک اور منہ پر رکھدیا۔ جس کی وجہ سے ملازم مذکور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ چند بدمعاش اس کے پاس سے ۱۰ ہزار کے کرنسی نوٹ لے کر بھاگ گئے۔ ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

—— اعتدال پسند کانگرسی رہنما اس امر کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ پوری کانگرس کا اجلاس منعقد کرنے کے لئے حکومت کی اجازت حاصل کر لیں۔ تاکہ کانگرس کے اجلاس میں سیاسی صورت حالات کو زیر بحث لایا جا سکے۔ غالباً مسز سروجنی نائیڈو قائم مقام صدر کانگرس اس موضوع پر حکومت سے گفتگو کریں گی۔ لیکن ابھی تک کانگرس کیمپ میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا گیا۔

جہاں تک حکومت کا تعلق ہے معلوم ہوتا ہے اس کا خیال ہے۔ کہ انتہا پسند کانگرسیوں کو کافی دبا لیا گیا ہے۔ اور اگر اب اعتدال پسند اس غرض کے لئے کانگرس کا اجلاس منعقد کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں دستور اساسی کی تعمیر میں تعاون کے متعلق آئندہ طریق کار پر غور و خوض کیا جائے تو مزاحمت کرنے کے بجائے حکومت کی طرف سے ایسے اقدام کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ (ٹائمز آف انڈیا)

—— لاہور ۲۹ر مارچ۔ آنریبل خان بہادر کیپٹن سکندر حیات خاں ریونیو ممبر نے آج پنجاب کونسل میں اعلان کیا ہے کہ ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے گی۔ جو دیہاتیوں کے قرضہ جات کے متعلق امدادی کارروائی کرنے کے سلسلہ پر رائل کمیشن آف ایگریکلچر۔ رائل کمیشن آف لیبر اور بنکنگ انکوائری کمیٹی کی سفارشات نیز تمام دیگر سفارشات پر جو اس موضوع کے متعلق پیش کی جائیں گی غور کرے گی۔ اور اس کے بعد اپنی سفارشات حکومت کو پیش کرے گی۔ اس کمیٹی کے صدر مسٹر ایچ کالورٹ فنانشل کمشنر اور ارکان میسرز جے۔ ڈی۔ اینڈرسن آئی۔ سی۔ ایس۔ سردار حبیب اللہ ایم۔ ایل۔ سی۔ سردار سمپورن سنگھ ایم۔ ایل۔ سی۔ مسٹر مکند لال پوری۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ مسٹر لابھ سنگھ ایم۔ ایل۔ سی۔ اور مسٹر نور اللہ ایم۔ ایل۔ سی ہونگے مسٹر جی۔ ای۔ بی ایبٹ آئی۔ سی۔ ایس سکرٹری قرار پائے ہیں۔

—— لاہور ۲۹ر مارچ۔ مسٹر سیال پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور نے مسٹر نیل اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور مسٹر فرن انسپکٹر پولیس کے خلاف اس اقدام میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر رکھا تھا کہ مدعا علیہم نے ۸ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو بھگت سنگھ ڈے کے موقع پر کالج کی عمارت میں داخل ہو کر لڑکوں اور پروفیسروں کو زد و کوب کیا۔ آج آغا مرزا سلطان احمد سینئر سب جج نے اس مقدمہ کا [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۸۵

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام او ست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۳۰ ذیقعد ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۲

سلسلۂ امتحانات

پہلا امتحان ۱۵ جولائی کو ہوگا!

"ابھی تک امتحان دینے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے"
حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

بعض کالج کے نوجوان احباب کی خواہش پر یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ پہلے امتحان میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ تاکہ وہ اپنے امتحانات سے فارغ ہوکر ان دینی امتحانات کی تیاری کرسکیں۔ چنانچہ اب پہلا امتحان بجائے آخر مئی کے ۱۵ جولائی کو ہوگا۔ اور دوسرا امتحان آخر اکتوبر میں اور اس سال صرف یہ دو ہی امتحان ہوں گے۔ البتہ وقفہ پڑھ جانے کی وجہ سے تعداد مضامین و کتب زیادہ کردی گئی ہیں۔

پہلا مضمون قرآن کریم سورہ بقرہ
دوسرا مضمون مسائل سلسلہ فتح اسلام توضیح مرام ازالہ اوہام تحریک احمدیت
تیسرا مضمون سیرت و تاریخ سیرت نبوی پر کوئی کتاب مقرر نہ ہوگی اور تاریخ پر تاریخ خلافت راشدہ ہوگی۔

ان امتحانات میں کثرت سے احباب کو حصہ لینا چاہیے۔ بالخصوص کالجوں کے طلبا کو۔ جن کے لئے دس امتحانات میں سے تین انعام مخصوص ہوں گے۔ اور اپنے نام د پتے جلد بھیج دینے چاہئیں۔

مستورات کے امتحان میں حسب ذیل مضامین ہونگے۔

پہلا مضمون قرآن کریم پارہ اول
دوسرا مضمون مسائل سلسلہ مسیح موعود
تیسرا مضمون سیرت سیرت خیر البشر

ابھی تک امتحان دینے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

۵ اپریل
محمد علی

اخبار احمدیہ

جمشید پور سے اخویم حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ آجکل یہاں سلسلہ کے خلاف تقریری اور تحریری پروپیگنڈا ... ہو رہا ہے اس کے علاوہ جہلم سے ایک مولوی بلوایا گیا ہے جس نے اپنے لیکچروں میں احمدیوں کے قتل کا فتویٰ دیدیا ہے۔ یہ تو مخالفت کا حال ہے۔ اس کے مقابل خدا نے ہماری تسکین کے لئے نو سعید روحیں سلسلہ میں داخل کردی ہیں جن کے بیعت نامے ارسال خدمت ہیں۔ ان میں سے ایک مکرم دوست نے ۲۸ چندہ اشاعت اسلام کے لئے دیا جو اِرسال ہے۔ انشاء اللہ اور بھی سعید روحوں کی شمولیت سلسلہ کی امید ہے۔ دو قسم کے اندرونی دشمنان سلسلہ سے بیک وقت مقابلہ ہے۔ دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔

جرمن ترجمۃ القرآن

ہمارے احباب کے لئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ جرمن ترجمۃ القرآن جو ۱۹۔ فروری ۱۹۳۲ء کو شروع کیا گیا تھا باقاعدہ جاری ہے۔ چنانچہ ۲۰۔ مارچ کو اس کے دو پارے ختم ہوگئے تھے۔ بتوفیقہ تعالیٰ

صدر الدین ۵۔ مارچ

ضرورت

مسلم ہائی سکول بدوملہی کے لئے ایک ایف۔ اے۔ جے۔ اے۔ وی۔ ٹیچر کی ضرورت ہے۔ درخواست کنندگان میں سے جماعت احمدیہ لاہور کے افراد کو ترجیح دی جائے گی درخواست

افسر تعلیم مسلم ہائی سکولز احمدیہ بلڈنگس لاہور
کے پتہ سے آنی چاہئیں

احمدیہ بلڈنگ اور رام گلی کے لوگوں کی شکایات

لاہور ۳۔ اپریل۔ حال ہی میں رام گلی اور احمدیہ بلڈنگ کے باشندوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ان مقامات میں صفائی کے انتظامات کی سخت خراب حالت پر بحث ہوئی۔ ایک انجمن "رام گلی اور احمدیہ بلڈنگ کے محصول دہندگان" کے نام سے قایم کی گئی جو یہاں کے باشندوں کی شکایات ہز ایکسیلنسی گورنر حکام اور صدر بلدیہ کی خدمت میں بھیجنے کے متعلق کارروائی کرے گی۔

راولپنڈی میں جلسہ۔ راولپنڈی میں اپنی جماعت کا سالانہ جلسہ ۳۰ اپریل و کیم مئی کو ہونا مقرر ہوا ہے جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ۔ مولانا صدر الدین صاحب۔ مولانا محمد عصمت اللہ صاحب۔ مرزا مظفر بیگ صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اور میر مدثر شاہ صاحب شامل ہوں گے۔ (محمد دین جان۔ آنریری افسر تحصیل و تبلیغ)

بدوملہی میں مناظرہ۔ بدوملہی میں کیم ۲۔ ۳۔ اپریل کو مرزا مظفر بیگ صاحب کا مناظرہ پنڈت رودرا نند اور ٹھاکر امر سنگھ سے ہوا مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

الہامِ وید اور قرآن پر دو زبردست مناظرے

پنڈت رودرانند معافی مانگنے پر اُتر آئے

مبلغ اسلام کی نمایاں فتح !

(قاضی شبیر محمد مبلغ اسلام علی پور)

پنڈت رودرانند ہمارے مشہور مناظر جناب مولنا مرزا مظفر بیگ صاحب سابق مبلغ اسلام کی تاب نہ لاتے ہوئے ابھی پچھلے دنوں سامانہ سے جو بھاگے تو سیدھے علی پور ضلع مظفر گڑھ آ کر دم لیا اور آتے ہی تمام اہل اسلام کو بالعموم اور جماعت احمدیہ علی پور کو بالخصوص چیلنج مناظرہ دے دیا۔ حیرت ہوئی کہ جو شخص ابھی ہمارے مناظر سے بھاگا ہے وہ یہ کیا حرکات کر رہا ہے۔ ہم نے فوراً پنڈت صاحب کے چیلنج کو منظور کر کے ان کے گرو جناب مرزا مظفر بیگ صاحب کو بذریعہ تار اطلاع کر دی۔ چنانچہ ۲۶ مارچ کو صاحب موصوف راولپنڈی سے تشریف لے آئے۔ اور ۲۷ مارچ و ۲۸ مارچ کو وید اور قرآن کریم پر دو مناظرے ہوئے۔ مختصراً کیفیت درج ذیل ہے۔

ویدوں میں خدا کا ذاتی نام نہیں

۲۷ کو الہام وید پر مناظرہ تھا۔ مناظر اسلام نے فرمایا کہ

(۱) الہامی کتاب کا فرض ہے کہ وہ خدا کی ذات کا بیان کرے۔ لیکن چاروں ویدوں میں خدا کے لئے کوئی ذاتی نام موجود نہیں۔ اوم کے معنی رکھشا اور حفاظت کرنے والے کے ہیں۔ حفاظت کرنا ایک صفت ہے پس یہ ایک صفاتی نام ہے ذاتی نہیں۔ اس کے مقابلہ میں قرآن شریف نے خدا کا ذاتی نام اللہ بتایا ہے۔ جس کے معنی مستجمع جمیع صفات کاملہ ہیں۔ ثبوت میں لغت اور قرآن شریف کی آیات پیش کی گئیں۔

ویدوں میں توحید کا ذکر نہیں

(۲) قرآن شریف فرماتا ہے قل هو الله احد۔ اعلان کرو کہ اللہ ایک ہے۔ مجھے چاروں ویدوں سے کوئی منتر دکھا دو جس میں لکھا ہو کہ اوم ایک ہے۔ ورنہ میں بتلاتا ہوں کہ اوم کی جمع اوماسہ اور ویدوں کی لغت نرکت میں موجود ہے۔

پرماتما کے سماجی اسماء ویدوں میں نہیں

(۳) رب۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک وغیرہ خدا کے تمام اسماء ہم کو خود قرآن مجید نے سکھائے ہیں۔ لیکن آریوں کے پیش کردہ پرماتما کے اسماء سچدانند۔ سرو ویاپک۔ سرو شکتی مان۔ سروانتریامی۔ میرا دعویٰ ہے کہ یہ چاروں نام ویدوں میں موجود نہیں۔

چاروں ویدوں کے نام ویدوں میں نہیں

(۴) بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ اور انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون میں قرآن شریف نے ہیں اپنا نام قرآن مجید اور قرآن کریم خود بتلایا۔ لیکن کیا کسی پنڈت کی یہ ہمت ہے کہ رگ وید۔ سام وید۔ اتھروید۔ یجروید میں سے ویدوں کے یہ چاروں نام پیش کر سکے۔ پس جس کتاب میں نہ خدا کی ذات کا ذکر نہ توحید کا بیان نہ صفاتی نام اور نہ ویدوں کے خود اپنے نام موجود ہوں ایسی غیر مکمل کتاب کو الہامی کتاب کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

ویدوں میں تحریف

جناب مرزا صاحب موصوف نے سناتن دھرمیوں کے پرانوں کا ذکر وید سے نکال کر دکھلایا۔ اور ویدوں میں تحریف پر اتنی مبسوط بحث کی کہ ہزاروں منتروں کا ہیر پھیر ثابت کر دکھلایا۔ اور مقابل پر چیلنج دیا۔ کہ قرآن میں ایک آیت یا ایک لفظ تک کی بھی تحریف ثابت کرو۔

پنڈت جی کی زور آزمائی !

پنڈت جی جواب کے لئے اٹھے۔ لیکن ایک صفاتی نام اوم کے سوا پرماتما کا ذاتی نام ویدوں سے کوئی نہ پیش کر سکے۔ چاروں ویدوں سے ایک منتر بھی ایسا نہ پیش کر سکے جس میں لکھا ہو کہ اوم ایک ہے۔ اوم کی جمع اوماسہ کے متعلق فرمانے لگے کہ ہمارا دعوے ہے کہ ویدوں کی لغت نرکت میں اوماسہ کا لفظ نہیں آیا۔ اس پر مناظر اسلام نے فوراً حوالہ پیش کیا۔ پنڈت جی کے امدادی دو سرے دو شاستری پنڈتوں نے نرکت کا وہ مقام کھول کر پنڈت جی کو پیش کرتے ہوئے توجہ دلائی۔ کہ فی الواقع اوماسہ کا لفظ موجود ہے۔ پنڈت جی پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ پنڈت جی اور ان کے دیگر امدادی پنڈت باوجود ویدوں کی لگاتار اوراق گردانی کے پرماتما کے نام سچدانند۔ سرو شکتی مان سرو ویاپک۔ سروانتریامی ویدوں سے نہ نکال سکے۔ پنڈت جی نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن ویدوں سے رگ وید۔ اتھروید۔ یجروید سام وید یہ چاروں نام نہ نکال سکے۔

حیرت انگیز بدحواسی

پرانوں کے متعلق جو منتر اسلامی مناظر نے پڑھا تھا پنڈت جی کہنے لگے کہ یہ منتر ویدوں میں موجود نہیں۔ اگر دکھلا دو تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ جواباً مرزا صاحب نے فرمایا کہ اگر میں یہ منتر ویدوں سے نہ دکھلا سکوں تو میں آریہ بن جاؤں گا۔ چلو آؤ۔ اپنا اپنا اقرار اسی پبلک میں لکھ دیں۔ اور پھر ویدوں کو کھولیں۔ پنڈت جی دعوے تو کر بیٹھے تھے۔ لیکن پھر اتنے بدحواس ہوئے کہ الامان والحفیظ! آخر مرزا صاحب نے انہیں معاف کر دیا۔ اور پنڈت جی پبلک میں بیحد خفیف ہوئے۔

اعترافِ حق

ویدوں کی تحریف کے متعلق پنڈت جی کہنے لگے کہ کیا ہوا اگر تحریف ہو گئی ہے۔ کیا اگر کتے کی دم کٹ جائے تو کتا کتا نہیں رہتا۔

مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ پنڈت جی ویدوں کے بارے میں آپ کیسی بے تکی مثالیں دیتے ہیں۔ میں ویدوں کی عزت کرتا ہوں لیکن آپ انہیں کتوں سے مثالیں دے رہے ہیں۔ ہاں دُم کٹنے سے کتا کتا تو رہتا ہے۔ لیکن لوگ اسے دُم کٹا اور لنڈا کتا کہتے ہیں۔ کیا قرآن مجید جیسی صحیح و سالم کتاب کے سامنے آپ دُم کٹے اور لنڈے وید پیش کرتے ہیں؟

اس پر پنڈت جی نے فرمایا کہ ایک انسان کو خدا تو صحیح و سلامت پیدا کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کا سر کاٹ دے تو خدا کا کیا قصور؟ وید پرماتما کی طرف سے صحیح و سالم آئے تھے۔

مرزا صاحب نے فرمایا کہ پہلے آپ نے ویدوں کی دُم کاٹی اب سر کاٹ کر ویدوں کا کام تمام کر دیا۔ اس کتاب کی شرن لو جس کا سر سلامت اور سر پر صحت کا تاج رکھ کر دنیا میں راج کر رہی ہے۔ چھوڑو دُم کٹے ویدوں کو۔

اس پر پنڈت جی فرمانے لگے کہ یہ ہماری بدمعاشی ہے کہ ہم ویدوں میں کتر بیونت کرتے ہیں۔ پرماتما کا کیا قصور۔

مرزا صاحب نے فرمایا۔ سچ کہتے ہو۔ یہ تمہاری ہی بدمعاشی ہے قرآن ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر سے فرما رہا ہے فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله۔ ہلاکت ہو ان پنڈتوں کے لئے کہ بدمعاشی سے کتاب کو لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں سے۔ لیکن کہتے یہ ہیں یہ پرماتما کی طرف سے الہام کی گئی ہے۔

غرض الہام وید پر پنڈت رودرانند کو اتنی ذلیل ترین شکست ہوئی کہ باید و شاید۔ آخر دم تک مرزا صاحب کے وزنی مطالبات کو پورا نہ کر سکے۔ اور اپنی موٹی عقل سے ویدوں کے متعلق اُلٹی سیدھی مثالیں دے کر اپنی ساری قوم شرمندہ کیا۔

غلط دعویٰ اور طلب معافی

۲۸ مارچ کو الہام قرآن پر مناظرہ تھا۔ اور پنڈت جی کو اپنے اعتراضات پیش کرنے تھے۔ پنڈت جی نے اٹھتے ہی فرمایا کہ پرانوں کے متعلق آپ نے جو منتر کل پڑھا تھا وہ ویدوں کا منتر نہیں ہے۔ بلکہ برہمن گرنتھوں کا منتر ہے۔

اس پر مرزا صاحب نے پنڈت جی کی گردن پر پھر اپنا فولادی پنجہ رکھ دیا کہ لکھو پنڈت جی اقرار نامہ۔ اگر میں پرانوں کے متعلق ویدوں سے منتر ثابت نہ کر دکھاؤں تو میں آریہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ آپ کو مسلمان ہونا پڑے گا۔ آخر پنڈت جی بیچارے اتنے عاجز ہو گئے کہ ہزاروں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مجمع میں اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ مرزا صاحب میں ہارا۔ اور آپ جیتے۔ میری پگڑی آپ کے قدموں پر ہے۔ خدا کے لئے معاف فرما دیں۔

اللہ اللہ پنڈت کے ان الفاظ نے تمام پنڈال کو محو حیرت کر دیا۔ اور ہندو قوم نے مارے شرم و ندامت کے اپنی گردنیں جھکا لیں۔ ادھر ہمارا شیر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اور کہا چلو۔ پنڈت جی میں آپ کو معاف کرتا ہوں۔ اب آگے بڑھو۔ اور قرآن شریف پر اپنے اعتراضات پیش کرو۔

قرآن کریم پر اعتراضات اور جوابات

بیچارے پنڈت جی نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور اعتراضات کا پرچہ سامنے رکھ کر هدى للمتقين۔ ختم الله على قلوبهم خنزیر کیوں حرام ہے؟ معراج کس طرح ہوئی۔ بہشت کی حوریں بہشت کی شراب۔ کونوا قردة خاسئين۔ ام القرى وغیرہ پر اعتراضات پیش کئے۔ ان اعتراضات کے جوابات مرزا صاحب ممدوح نے نہ صرف تحقیقی رنگ میں دئے بلکہ الزامی جوابات بھی ویدوں سے پیش کئے جس نے تمام حاضرین کو محو حیرت کر دیا۔ العزة لله ولرسوله وللمؤمنين

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند   ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

پنڈت جی ایسے کھسیانے ہوئے کہ کوئی سیدھی اور معقول بات بھی بیان نہ کر سکتے تھے۔ صدق الله ورسوله ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

مدتوں سے کفر تھا اسلام کو کھاتا رہا   اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

آخری التماس

ان ہر دو مناظروں میں جو حق و باطل کی ٹکر ہوئی وہ ایک زمانہ تک اہلیان علی پور کو یاد رہیگی۔ اور پنڈت جی مرتے دم تک علی پور کے مناظرہ کو نہ بھول سکیں گے۔ بخیر و خوبی اور تہذیب و اخلاق۔ اور دلائل و براہین سے ہر دو مناظرے ختم ہوئے۔

تاریخ اسلام کے درخشاں ستارے

(۲)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات زندگی !

اسلام کے رستہ میں جانی اور مالی قربانیوں اور جوش تبلیغ کا بہترین نمونہ

حضرت عائشہؓ کی شادی سن بلوغت میں ہوئی

(خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۶ فروری ۱۹۳۲ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

سورۂ فاتحہ پڑھ کر فرمایا!

اسلام تاریخی مذہب ہے

تمام مذاہب میں اسلام کو جو ایک فخر تاریخی مذہب ہونے کا ہے وہ ایک عام مشہور بات ہے۔ کسی دوسرے مذہب یا اس کے پیشوا کے متعلق تاریخی رنگ میں پورے واقعات محفوظ نہیں رہے۔ یہاں تک کہ بعض انبیاء کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی شک پڑ جاتا ہے۔ خود حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک فرضی نام ہے۔ کوئی نبی اس نام کا نہیں ہوا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں تو کیا آپ کی زندگی کے اہم واقعات میں بھی مسلمان تو ایک طرف رہے کسی تاریخ نویس کو بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔

تاریخ کے مطالعہ کی ضرورت

مگر جس بات کی طرف میں نے پچھلے خطبہ میں توجہ دلائی تھی وہ یہ تھی کہ مذہب اسلام تاریخ کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے بلکہ تاریخ کو مذہب کا ایک حصہ قرار دیتا ہے۔ اس نے صراط الذین انعمت علیہم کی دعا سکھا کر ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ان لوگوں کے حالات معلوم کریں جن پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوئے۔ جب تک انعمت علیہم کی زندگیاں ہمارے سامنے نہ ہوں اس دعا کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اسے ضرورت ہے کہ ہم ان لوگوں کے حالات کو معلوم کریں۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح مغضوب اور ضالین کی راہ سے بچنے کے لئے ہمیں یہ بھی توجہ دلائی ہے کہ ہم دوسری اقوام اور دوسرے لوگوں کے حالات کا بھی مطالعہ کریں۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ کن کن باتوں پر انسان الٰہی ناراضگی کے نیچے آتا ہے۔ اور کون کون باتیں اسے اصل مقصد سے دور لے جاتی ہیں۔

بزرگان اسلام کے پاک نمونے

وہ پاک زندگیاں جن کی طرف انعمت علیہم میں اشارہ کیا گیا ہے ایک نہیں دو نہیں بلکہ تمام پہلوؤں میں ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ ان کی زندگیوں کے تمام پہلو ایسے روشن ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے انسان کی زندگی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کی زندگیوں کو اگر دیکھا جائے تو عموماً ایک ہی پہلو ان میں نمایاں نظر آتا ہے مگر کوئی فاتح ہے تو سوائے فاتح ہونے کے اور کوئی بات بڑائی کی اس میں نہیں۔ بلکہ بہت سی ایسی بری باتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں کہ جن سے انسان کو بچنے کی ضرورت ہے۔ اگر فلاسفر ہے تو فلسفہ کے سوائے اور کوئی نمونہ اس میں نظر نہیں آتا۔ لیکن اسلام کے بزرگ ہر رنگ میں ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اگر فتوحات نظم و نسق ملکی شجاعت ایک طرف ہیں اور محنت سعی تجارت دوسری طرف ہیں اور علم اور اخلاق کا کمال تیسری طرف ہیں تو زہد و تقویٰ عبادت چوتھی طرف ہیں۔ ان راستباز انسانوں کو اپنے سامنے رکھنے سے انسان کو کسی رنگ میں ٹھوکر نہیں لگ سکتی۔

حضرت ابوبکرؓ کا نام اور کنیت

اسلام کے راستباز گروہ انعمت علیہم میں سب سے اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کے مختصر حالات میں آج بیان کرنا چاہتا ہوں۔

ابوبکر نام نہیں بلکہ کنیت ہے۔ عربی زبان میں ایک تو نام ہوتا ہے اور ایک کنیت۔ کنیت عموماً بیٹے کے نام پر مشہور ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات کسی اور صفت کی طرف بھی نسبت دے کر کنیت مشہور ہو جاتی ہے۔ آپ کا اصل نام عبداللہ تھا۔ کنیت ابوبکر تھی۔ تو شاید اس عظیم الشان احترام کی وجہ سے جو حضرت ابوبکرؓ کو حاصل ہے آپ کی کنیت ہی زبانوں پر رہ گئی۔ اور اصل نام بھول گیا۔ یہ عرب کا دستور تھا کہ جہاں زیادہ احترام ملحوظ ہو وہاں کنیت سے ہی خطاب کرتے تھے۔

عرب میں کنیت کا طریق

بکر کے معنے تو ہیں "نوجوان اونٹ"۔ تو بظاہر معنے ہوں گے "نوجوان اونٹ کا باپ"۔ لیکن لفظ اب - اخت - ام یہ سارے عربی زبان میں بڑے وسیع معنے میں استعمال ہوتے ہیں جس چیز یا انسان کے ساتھ کسی کا تھوڑا سا تعلق یا مناسبت ہو۔ اس کے نام کے ساتھ اسے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں حضرت مریم کو خطاب کیا ہے وہاں کہا ہے یا اخت ھارون اور دوسری جگہ ابنت عمران بھی کہا ہے۔ مسلمان مفسرین نے لکھا ہے کہ ہارون حضرت مریم کا بھائی تھا۔ اور عمران آپ کے باپ کا نام ہے۔ درحقیقت یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ ہارون اور عمران کی طرف نسبت دینے کے لئے انہیں اخت ھارون اور ابنت عمران کہہ دیا کیونکہ حضرت مریم کا خاندان کہانت سے تعلق تھا۔ جو حضرت ہارون کا خاندان ہے۔ اسی طرح صحابہ میں ایک بڑا مشہور نام ہے ابوہریرہؓ "بلیوں کا باپ" درحقیقت بے زبان جانوروں سے محبت کرنا یہ بھی ایک بڑی صفت ہے۔ غالباً اسی شفقت کی وجہ سے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانوروں سے تھی آپ کی کنیت ابوبکر مشہور ہو گئی۔

تاریخ پیدائش اور عمر

حضرت ابوبکرؓ عمر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی وفات نبی کریم کے دو سال بعد ہوئی۔ گویا اتنی ہی عمر آپ نے پائی جو حضرت نبی کریم صلعم کو حاصل ہوئی۔ نبی کریم صلعم کی پیدائش کا سال عام الفیل کے نام سے مشہور رہے۔ اس سال حبش کے عیسائی گورنر نے ہاتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا۔ انھیں کو اس لشکر میں لانے کی غرض یہ تھی کہ گھوڑا ہاتھی سے ڈرتا ہے۔ اور عرب میں زیادہ تر گھوڑے لڑائیوں میں کام کرتے تھے۔ اس لئے وہ ہاتھی لیکر آیا تھا کہ گھوڑے کام نہ دے سکیں۔ اس عیسائی گورنر نے یمن کے دارالخلافہ صنعا میں ایک بہت بڑا گرجا بنوایا اس کا منشا تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا دے تاکہ عرب کے سب لوگ اس کے گرجا کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ مگر خدا کی قدرت کہ وہ خود ہی سب کے سب تباہ ہو گئے۔ تو یہ سال جب اس نے حملہ کیا تھا عام الفیل کہلاتا ہے۔ اسی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اس کے دو سال بعد حضرت ابوبکر پیدا ہوئے۔

آپ کا لقب

آپ کا ایک لقب صدیق تھا یعنی بڑا کامل سچا اور ایک عتیق۔ عربی میں صدیق اس کو کہا جاتا ہے کہ جو بڑی مشکلات کے وقت کام آنے والا اور قائم رہنے والا ہو۔ آپ کے اسلام لانے سے پیشتر کی زندگی بھی صداقت شعاری کی زندگی ہے۔

اخلاق حسنہ

اسلام سے پہلے عرب کی حالت بہت گری ہوئی تھی۔ صداقت اور راستبازی کا تو نام ہی نہ تھا۔ کسی کی مشکلات میں اس کی دستگیری بھی ان کا شیوہ نہ تھا۔ قوم کے اندر جو غریب اور یتیم اور مسکین ہوتے ہیں جن پر انسانیت کے شرف کا انحصار ہوتا ہے۔ ان پر شفقت ان کے کسی اخلاقی کوڈ میں لکھی ہوئی نہ تھی۔ بیوہ اور یتیم کو بالکل بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ تو مساکین۔ بیواؤں اور یتامیٰ کے ساتھ مدد۔ جو کی ہمدردی تھی۔ چنانچہ آپ کا قرآن کا اعتراف بھی کیا تھا جس کا میں آگے چل کر ذکر کروں گا۔ تو جس طرح مصیبت زدہ سے ہمدردی حضرت نبی کریم صلعم کی فطرت میں مرکوز تھی اسی طرح حضرت ابوبکرؓ بھی دوسروں کے مصائب میں ہمیشہ کام آتے تھے۔ اور اس کے لئے آپ نے کچھ مال بھی خرچ کیا۔ ایک دوسری خصوصیت جس سے رسول اللہ صلعم ممتاز تھے اور وہ حضرت ابوبکرؓ میں بھی پائی جاتی ہے یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہونٹوں کو شراب نے کبھی نہیں چھوا۔ یہ تمام باتیں جس طرح محمد رسول اللہ صلعم کی عزت اور مرتبہ بڑھانے والی تھیں ویسے ہی حضرت ابوبکرؓ کی بھی عزت کا موجب تھیں۔

نبی کریم صلعم پر ایمان

جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت عورتوں میں تو حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اور مردوں میں حضرت ابوبکرؓ بچوں میں حضرت علیؓ تو یہ بھی آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے ذکر کیا کہ تمہارے دوست نے ایسا دعوےٰ کیا ہے تو آپ نے کہا کہ انہوں نے تو انسان پر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ خدا پر کیا بولیں گے۔ ایمان لانے والے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک جو فوراً ایمان لے آتے ہیں دوسرے وہ جو مخالفت کے بعد صداقت کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکرؓ کی تو حالت یہ ہے کہ کوئی فکر ہی انہیں پیدا نہیں ہوا۔ اور دوسری طرف حضرت عمرؓ کی حالت یہ ہے کہ خوب ڈٹ کر مخالفت کی۔ تلوار لیکر نکلے۔ رستہ میں جب علم ہوا کہ بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکی ہیں۔ تو وہاں پہنچے اور بہنوئی کو خوب پیٹا۔ آخر جوش ٹھنڈا ہوا۔ تو قرآن سننے کی خواہش ظاہر کی۔ جب سنا تو گویا عاشق زار ہو گئے۔ اور کہا مجھے نبی کریم صلعم کے پاس لے چلو۔ وہاں جا کر مسلمان ہو گئے۔

تو یہ دو نمونے ہمارے سامنے ہیں ایک تو شروع ہی سے آپ پر ایمان لانا یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور دوسرا انتہائی مخالفت سے مگر جب اصلیت معلوم ہوتی ہے تو انتہا درجہ کا عاشق ہو جاتا ہے۔

جوش تبلیغ اور مسلمانوں سے حسن سلوک

ایمان لانے کے بعد دو باتیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو دوسرے صحابہ

(باقی بر صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔

پیغامِ صلح (لاہور)

جلد (۲۰) | مورخہ ۳ ذیعقدہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر (۲۲)

ضابطہ تحفظ حقوقِ زوجین

والیٔ بھوپال کا ایک قابلِ قدر کارنامہ

ہندوستان میں مسلمان عورتیں ایک مدت سے جن قانونی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ان کے متعلق پیشتر ازیں متعدد بار ان کالموں میں لکھا جا چکا ہے اور ملک کے قانون دان طبقہ اور علماء کو بارہا مرتبہ اس طرف متوجہ کیا جا چکا ہے۔ کہ ہندوستانی عدالتوں میں جو قانون اس وقت شرع محمدی کے نام سے رائج ہے وہ اسلام کی اصل تعلیم کے ہرگز مطابق نہیں۔ بلکہ بہت حد تک مخالف ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ تمام رعائتیں اور حقوق جو اسلام نے حقوق زوجین کے سلسلہ میں صنف نازک کو عطا کئے ہیں، موجودہ قانون میں پائے نہیں جاتے۔

صنف نازک کی مشکلات

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ

۱۔ ہزارہا کی تعداد میں ایسی مسلمان عورتیں موجود ہیں جن کو ان کے خاوند نہ تو اپنے گھروں میں آباد کرتے اور نہ نان و نفقہ دیتے ہیں اور نہ انہیں طلاق ہی دیتے ہیں۔ بلکہ قرآن کریم کے کھلے حکم کے خلاف انہیں معلقہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان بیچاریوں نے جب کبھی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ خاوندوں نے یہ عذر کر کے کہ ہم تو آباد کرنا چاہتے ہیں وہ خود آباد نہیں ہوتیں۔ ان کا دعوی خارج کرا دیا اور پھر وہی ظلم و ستم اور معلقہ کی حالت شروع ہو گئی۔

۲۔ انہی معلقہ چھوڑنے والوں میں کئی ایسے خاوند ہیں جو کسی نہ کسی بہانہ سے دوسرے ممالک میں جا کر مفقود الخبر ہو جاتے ہیں۔ اور تمام عمر واپسی کا نام نہیں لیتے۔ عورت بیچاری ان کی واپسی کے انتظار میں شرع محمدی کی بعض لاعلمی دفعات کے ماتحت تمام عمر دکھوں اور تکلیفوں میں گذار دیتی ہے۔ اور طلاق حاصل نہیں کر سکتی۔

۳۔ خاوندوں کے دائم المریض اور بالخصوص مردانہ بیماریوں میں مبتلا ہونے کی صورت میں یا دیگر ایسے حالات میں جو طبائع کی عدم موافقت کا موجب ہوں۔ عورت کو خلع کا اختیار اسلام دیتا ہے جیسا مرد کو اسی قسم کے حالات میں طلاق دینے کا حق حاصل ہے لیکن قانونی پیچیدگیاں اور فقہی اجتہادات مسلمان عورت کے اس حق کو بھی زائل کرنے کا موجب ہیں۔

۴۔ آئے دن اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں کہ بعض عورتیں تنسیخ نکاح کی خاطر عیسائی یا آریہ ہو جاتی ہیں۔ اور وہ حق جو اسلام کے اندر رہ کر انہیں کسی طرح حاصل نہ ہو سکتا تھا تبدیلِ مذہب سے فوراً حاصل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جہاں تک فسخ نکاح کا تعلق ہے محض تبدیل مذہب اس کا موجب نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلام نے اہل کتاب کی عورتوں سے بھی نکاح جائز قرار دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اصل اور صحیح راہ کو بند کر کے ایک نیا رستہ جو بہت سی برائیوں اور قباحتوں کا موجب ہے کھولا گیا ہے۔

جرائد اسلامی کی آواز

ان تمام امور پر بعض اسلامی جرائد نے وقتاً فوقتاً اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستان کے قانون ساز طبقہ کو ان قانونی نقائص کے دور کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن بعض علما کی شرعی موشگافیوں سے جو فقہی اجتہادات کی تقلید میں عموماً روا رکھی جاتی ہیں۔ ڈرتے ہوئے آج تک کسی نے اس طرف توجہ نہ کی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس علم اور روشنی کے زمانہ میں بھی صنف نازک کو طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ اور ہر قسم کے جائز حقوق سے انہیں محروم رکھا جاتا ہے۔

تاہم خدا کا شکر ہے کہ جرائد اسلامی کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوئی۔ اور برطانوی ہندوستان اگر اس قسم کا کوئی قانون آج تک نہیں بن سکا۔ جو عورتوں کو ان کے واجب حقوق دلانے کا موجب ہو۔ تو بھوپال کی اسلامی ریاست میں اس کے بیدار مغز حکمران کی سعی و کوشش سے "ضابطہ تحفظ حقوق زوجین" کے نام سے ایک قانون بنایا جا چکا ہے۔ جس میں مذکورہ بالا قانونی پیچیدگیوں کو دور کر کے عورتوں اور مردوں کو ان کے جائز اسلامی حقوق دلائے گئے ہیں۔

بھوپال کا نیا قانون

اس قانون میں :-

۱۔ امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق مفقود الخبر کی بیوی کو چار سال تک انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ اس کے خاوند نے نان و نفقہ چھوڑا ہو۔ ورنہ تین ماہ تک اشتہار دینے اور آخری اشتہار سے تین ماہ گذرنے کے بعد بھی اگر پتہ معلوم نہ ہو تو فوراً تفریق کرا دی جائے گی جس کے بعد چار ماہ دس دن ایام عدت گذار لینے پر وہ نکاح ثانی کر لینے کی مجاز ہو گی۔

۲۔ حسب ذیل صورتوں میں جو مانع رحمت و مروت ہیں۔ عورت طلاق مانگنے کی مستحق ہو جاتی ہے :- الف۔ جبکہ شوہر کا شرائط نکاح پورا کرنے سے قولاً و عملاً انکار پایا جائے۔ ب۔ جب اس کو معلق کر دے اور نفقہ نہ دے۔ ج۔ جب اس سے بھیک منگوائے۔ د۔ جب کسی طرح اس کے پاس نہ جائے۔ ہ۔ جب اس سے ایسی مزدوری کرائے جو کسر شان یا آبروریزی کا باعث ہو۔ و۔ جب وہ متعدد زوجات رکھتا ہو۔ اور سب سے برابری و انصاف نہ کرتا ہو۔ ز۔ جب وہ ہمیشہ زوجہ پر ظلم و جور کرتا ہو اور مار کر ضرر جسمانی پہنچاتا ہو۔ ان تمام صورتوں میں فیصلہ کنندہ کو اجازت دی گئی ہے۔ کہ وہ کسی ایک وجہ کو جو حقوق زوجیت کی ادائی میں مانع ہو بلحاظ احکام شرعیہ سبب فسخ قرار دے۔"

۳۔ بعض امراض مثل جنون۔ جذام۔ برص۔ قرن۔ رتق۔ بواسیر ناسور۔ استحاضہ۔ استطلاق البول۔ تنگی الفرج تنگی الفم۔ انحراق مجری البول۔ اندام نہانی کے بہنے والے زخم۔ اعدا الزوجین کی خنثیت وغیرہ کی صورت میں (جن میں سے کوئی ایک مرض نکاح سے پہلے مرد یا عورت کو لاحق تھا۔ اور اس کا علم نکاح کے بعد ہوا) مرد کو طلاق دینے یا عورت کو طلاق لینے کا مجاز ٹھیرایا گیا ہے۔ بشرطیکہ مرافعہ باستدعائے تنسیخ نکاح بہت جلد عمل میں لایا جائے۔ اگر تاخیر بے جا ہو گی تو گمان غالب ہو گا کہ طرفین نے اس حالت کو قبول کر لیا تھا یا حق فسخ سے دست بردار ہو گئے تھے۔

۴۔ زوجین کے دیگر تنازعات باہمی کے تصفیہ کے لئے ایک ایک حکم بلحاظ احکام شرعیہ اور ایک ثالث محکمۂ قضا سے مقرر کیا جائیگا۔ جس کا تصفیہ ناطق اور واجب التعمیل ہو گا۔"

غیر مناسب شرائط

یہ اس قانون کا خلاصہ ہے۔ جو فرمانروائے بھوپال نے اپنی مملکت میں نافذ کیا ہے۔ اور بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صنف نازک کے حقوق کی حفاظت کا بہترین سامان کر دیا ہے۔ اگرچہ شق سوم میں امراض کی تخصیص اور نکاح سے قبل لاحق ہونے کی شرط چنداں ضروری اور مناسب نہ تھی۔ کیونکہ کئی ایک اور بھی امراض ہیں جو باہمی تعلق کو ناخوشگوار بنا دیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں نکاح کے بعد اگر کوئی ایسا مرض لاحق ہو جائے تو اس صورت میں فریقین کو حق تنسیخ سے محروم کرنے کی کیا وجہ ہے۔ کیا جو مرض نکاح سے پہلے لاحق ہونے کی صورت میں میاں یا بیوی کے لئے ناقابل برداشت ہو سکتا ہے۔ وہ نکاح کے بعد لاحق ہونے کی صورت میں قابل برداشت ہو جاتا ہے؟

مسلمانوں کا فرض

لیکن اس معمولی سقم کو جو قانون کے زیر عمل آنے پر آسانی کے ساتھ رفع ہو سکتا ہے نظر انداز کرتے ہوئے بحیثیت مجموعی یہ لکھنا خلاف حقیقت نہیں کہ فرمانروائے بھوپال نے اس قانون کے ذریعہ سے وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ کاش! برطانوی ہندوستان کے مقتدر مسلمانوں اور نام نہاد علماء کو بھی اس اہم ضرورت کا احساس پیدا ہو۔ اور وہ اس قسم کا قانون مسلمانوں کیلئے بنوا کر خواتین اسلام کو طرح طرح کی قانونی پریشانیوں اور الجھنوں سے نکالنے کی کوشش کریں۔

اس بارہ میں معاصر "معارف" کی تجویز ہے جس کی ہم بصد قال تائید کرتے ہیں کہ :-

"اگر خود ہز ہائی نس (فرمانروائے بھوپال) اپنی سرپرستی میں مشاہیر علمائے ہند کی ایک منتخب مجلس دلی میں منعقد فرما کر اپنی صدارت میں اس کے چند اجلاس کرا کر اس ضابطہ کو اس لائق بنا دیں کہ اس کا اطلاق کل ہندوستان پر ہو سکے۔ اور اس کے بعد عوام کی اپیل اور خواہش سے ان قوانین کو مجلس واضعین قانون میں جگہ دی جائے تو یہ عظیم الشان

قرآن کریم کو مقدم کرو

ریاست بھوپال کے جس قانون کا ذکر آج کے افتتاحیہ میں کیا گیا ہے اس کے متعلق اس افسوسناک امر کا بھی ذکر کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ قانون مذکور کا سارا دارومدار بعض فقہائے اسلام کے اجتہادات پر رکھا گیا ہے۔ تمہید ہی میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ :-

"چونکہ مذہب حنفی میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ باقتضائے ضرورت حاکم کے حکم کے مطابق دیگر ائمہ کے مسلک کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس اصول کے تحت میں حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کی بنا پر منظوری اعلیٰحضرت خلداللہ ملکہ بہ ملحوظی احکام شرعیہ مندرجہ ذیل ضابطہ منظور کیا جاتا ہے"

وہ احکام شرعیہ جن کو ملحوظ رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہاں ہیں؟ تمام قانون میں ہر دفعہ اور ہر حکم کے نیچے حاشیہ میں جابجا قاضی خان معتبدی - منہاج۔ شرح الحلی - ہدایہ - زادالمعاد - رسالہ ابن زید - شامی اور بیضاوی وغیرہ کے حوالے دئے گئے ہیں - اور صرف ایک موقع پر جہاں عام متنازعہ امور کے تصفیہ کے لئے حکم مقرر کرنے کا بیان ہے - قرآن کریم کی آیات فابعثوا حکما ... الخ نقل کی گئی ہے - کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ آج احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم یا احادیث کے بجائے کتب مذکورہ کی ورق گردانی ضروری ہے؟ آخر اس قانون کی بنا "ائمہ کے مسلک" پر رکھنے کے بجائے براہ راست قرآن پر کیوں نہ رکھی گئی - جبکہ مذہب حنفی میں دیگر ائمہ کے مسلک کو اختیار کرنے کی اجازت ہے اسی میں اجتہاد کے موقعہ پر قرآن کریم کو سب چیزوں پر مقدم کرنے اور اس کے بعد احادیث اور بعد فقہ حنفی اور دیگر ائمہ کے مسلک کو دیکھنے کا ذکر ہے۔ اور ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر قانون مذکور کے بنانے میں اس طریق کو اختیار کیا جاتا تو اس سے زیادہ بہتر قانون ہمارے سامنے ہوتا۔ ہماری غرض ان فقرات میں ائمہ مجتہدین پر خدانخواستہ کسی قسم کا حرف رکھنا نہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں قرآن کریم کو سمجھنے اور مشکوٰۃ نبوت سے نور حاصل کرنے میں جو محنت اور کوشش کی اور مسائل کے استخراج میں اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق جن حقائق علمیہ کا انکشاف کیا اور آنے والی نسلوں کے لئے جو فقہ اور اجتہاد کے اصول وضع کئے وہ بلاشبہ ہر طرح لائق تحسین اور قابل عزت ہیں - اور ان پاک بزرگوں کا نام ہمیشہ کے لئے روشن رکھنے کا موجب - لیکن اجتہاد کا دروازہ ان پر بند نہیں ہو گیا - زمانہ کی ضروریات نت نئے اجتہاد کی داعی ہیں - اور وہ چیز جو ان کے لئے منبع فیوض تھی وہ آج اسی حالت میں ہمارے پاس بھی موجود ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو مقدم کیا جائے۔ قرآن کریم کو تمام چیزوں سے آگے رکھا جائے اور ہمارے استدلالات و اجتہادات کی اصل بنیاد قرآن کریم ہو نہ کہ کتب فقہ +

"نیشنل سینے ٹوریم"

بارہا کے تجربات و واقعات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ تپ دق وسل کی امراض کا علاج دواؤں اور حکماء کے بیش قیمت نسخوں میں تلاش کرنا بیسود ہے۔ اس کے لئے سب سے مفید علاج تازہ اور صحت بخش ہوا۔ عمدہ اور زود ہضم خوراک اور ہر قسم کی پریشانی اور غموم و ہموم سے آزادی ہے۔

اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے محترم بزرگ خان صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے جو عنقریب اپنے عہدہ کیمیکل اگزامینر سے ریٹائر ہونے والے ہیں کوہ مری کے پاس سالی کے مقام پر ایک وسیع خطۂ اراضی خرید کر سینے ٹوریم قایم کیا ہے جو اپنے محل وقوع اور انتظام کے لحاظ سے مریضان دق وسل کے لئے بہترین علاج گاہ کا کام دے گا۔

یہ مقام سطح سمندر سے پانچہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور تین سمتوں سے صنوبر کے جنگل سے گھرا ہوا ہے۔ چوتھی سمت میں ہزارہ کی خشک پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ مناظر اس قدر دلکش روح پرور اور دلفریب ہیں کہ مریض وہاں پہنچتے ہی صحت محسوس کرنے لگتا ہے۔ پانی کے چشمے جابجا موجود ہیں جن سے پاک اور سرد پانی ہر وقت بہتا ہے۔ ہوا میں رطوبت قطعی نہیں۔ بلکہ صحت افزا تازگی پائی جاتی ہے۔ سینے ٹوریم راولپنڈی سے تیس میل کے فاصلہ پر مری کی سڑک پر واقع ہے۔ راولپنڈی سے موٹر کار پر سفر کیا جاتا ہے۔ اور سڑک سے مسافر ڈانڈیوں میں سوار ہو کر جاتے ہیں۔

یہ سینے ٹوریم صرف ان مریضوں کے لئے ہے جن کا مرض ابتدائی حالت میں ہو۔ جن مریضوں کی عام حالت اچھی نہ ہو۔ یا مرض اپنے ابتدائی مدارج سے آگے بڑھ چکا ہو۔ ان کو ڈاکٹر صاحب ممدوح نے متنبہ کر دیا ہے کہ سینے ٹوریم میں داخل ہونے کی درخواست نہ کریں۔ قواعد داخلہ اور مصارف قیام معلوم کرنے کے لئے پتہ ذیل سے خط وکتابت کی جا سکے۔

"جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب نیشنل سینے ٹوریم سالی کوہ مری"

احمدی تبلیغی ادارہ

"کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ ہمارے سنی، شیعہ اور اہل حدیث بزرگ ہمیشہ اس امر پر حسرت ظاہر کیا کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک بھی ایسا تبلیغی ادارہ موجود نہیں ہے جو اگر احمدی نظاموں سے بڑھ چڑھ کر نہ ہو تو ان کے دوش بدوش ہی غیر ممالک میں دعوت اسلام کی خدمت انجام دے سکے۔ اگر یہ امر واقعہ ہے تو میں ہر ایک صاحب غیرت مسلمان سے یہ دریافت کروں گا کہ اب وہ کس چیز کے انتظار میں بیٹھے ہیں؟"

یہ وہ الفاظ ہیں جو مولانا کشفی شاہ نظامی نے ایک اپیل میں جو "تحریک یوم النبی کی عالمگیر اشاعت" کے عنوان سے طبع ہوئی ہے لکھے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کے نظام تبلیغ کا عام مسلمانوں کے قلوب پر کتنا اثر ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ انہیں احمدیوں کے دوش بدوش غیر ممالک میں دعوت اسلام کی خدمت انجام دینے کا احساس پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ یہ احساس عملی صورت اختیار کرے۔ اور غیر احمدی نظاموں کے ساتھ ہو کر دعوت اسلام کی خدمت سرانجام دیں +

تحریک یوم النبیؐ

اسی اپیل میں جناب مولانا کشفی شاہ نے تحریک یوم النبی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ اس تحریک کے متعلق ایک اہم اپیل دنیائے اسلام کے ۲۸۵ اخبارات کو بھیجی جا چکی ہے جن میں ۴ عربی ۳ جاوی - ۲ فارسی - ۴ چینی - ۶ افریقی - ۹ یورپین - ۱۲ ترکی - ۴ روسی مادر ۱۸۰ ہندوستانی اخبارات شامل ہیں - یہ بھی بتایا گیا ہے کہ "تحریک سیرت کی برکت سے اس وقت ۱۷ زبانوں میں سیرۃ النبیؐ کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے - اور ہر سال تمام کرۂ ارض میں ۵۰ ہزار سے زیادہ جلسے منعقد ہوتے ہیں - سیرت النبیؐ کی سات لاکھ سے زیادہ تقریریں مسلموں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کی جا چکی ہیں۔ چین میں اشاعت سیرت کا مرکز قایم ہو چکا ہے۔ یورپ سے لیکر چین کے ساحل تک ہر ایک ملک میں تحریک کا نام پہنچ چکا ہے - چینی زبان میں تقریر سیرت کا ترجمہ شائع ہوا ہے اور وہاں کے بدھوں اور مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں۔ بیت المقدس کی موتمر اسلامی نے بھی تحریک یوم النبیؐ کی تائید میں ایک قرارداد منظور کی ہے۔ اور فیصلہ کیا ہے کہ تمام کائنات میں ایک نظام کے ماتحت یوم النبیؐ کی تقریب منائی جائے۔ اور ہر ملک میں تقریر سیرت کے تراجم اور مفت تقسیم کا انتظام کیا جائے"

ان شاندار نتائج کی بنا پر مولانا کشفی شاہ نے ذی اثر انجمنوں اور عامۃ المسلمین کی عملی امداد طلب کی ہے۔ جو بلاشبہ ان کا جائز حق ہے۔ آنحضرت صلعم کی سیرت پاک کی اشاعت جس قدر وسیع پیمانہ پر کی جائے جس قدر اس ذات پاک کے جسم اطہر کو غلط فہمیوں کی ظلمتوں کو دھو کر اس کے اصلی نقوش کو دنیا میں روشن کیا جائے اسلام کی اشاعت اسی قدر وسیع پیمانہ پر ہوگی۔ جماعت احمدیہ ایک نظام کے ماتحت اشاعت اسلام کے کام کو سرانجام دے رہی ہے جس کی وسعت و اہمیت تحریک یوم النبی سے کسی طرح کم نہیں۔ اگر عامۃ المسلمین تھوڑی سی توجہ اور ہمت سے کام لیں تو یہ دونوں ادارے ...... اسلام کی کامیابی کا موجب ہو سکتے ہیں۔

جناب کے اے خان کی اپیل

کسی دوسری جگہ جناب کے اے خان نو سیکرٹری اسسٹنٹ سکندرآباد کی ایک درد بھری اپیل شائع کی جاتی ہے انہوں نے احباب کرام کو ان مختلف اپیلوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو حضرت امیر یا دوسرے احباب کی طرف سے گذشتہ ایام میں کی جا چکی ہیں انہیں اپنی ذمہ داری کے پہچاننے اور یک رنگ ہو کر قومی فرائض کو سرانجام دینے کی تلقین کی ہے۔ اسی ضمن میں انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس اعلان کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس میں حضرت مسیح موعود کے ارشاد گرامی کے ماتحت تین ماہ تک چندہ نہ دینے والوں کو جماعت سے خارج کرنے کا نوٹس دیا گیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ

"انجمن کا قرضدار ہونا ہم سب کا قرضدار ہونا ہے ...... انجمن بعض بیس پچیس ہزار کی معمولی مقروض ہے۔ یہ معاملہ اگر ہم فی کس ڈیڑھ روپیہ دو روپیہ بھی اپنے ذمہ ڈال لیں تو انجمن کو دو ماہ میں اس قرضہ سے سبکدوش کر سکتے ہیں۔ مگر یہ اسی حالت میں ممکن ہے جب انجمن کا ایک رنگ ہو۔ اور اس میں دورنگی نہ ہو"

دورنگی سے یہ مراد نہیں کہ انجمن یا اس کے ممبران کے عقائد و اعمال میں خدانخواستہ کوئی دورنگی پائی جاتی ہے۔ بلکہ انجمن کے ممبر کہلا کر اس کے مطالبات سے تغافل کو انہوں نے دورنگی سے تعبیر کیا ہے - اور جن لفظوں میں انجمن کے قرضہ کو اتارنے کی اپیل کی ہے ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جوانمرد دوست کو کیسے تڑپ اور ہمت عطا کی ہے کاش اس ہمت اور جوش کے مالک جتنے ہیں اور بھی بہت سے پیدا ہوں تو کامیابی ...

جماعت احمدیہ کی ذمہ داری

اپنے فرض کو سمجھو۔ ورنہ الگ ہو جاؤ!

جناب کے۔ اے خان صاحب کا انتباہ احباب جماعت کو

چند ضروری تحریکات

ابھی حال کا ذکر ہے۔ کہ پروفیسر محمد عبداللہ صاحب نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ پانچ روپیہ سالانہ دینے والے ایک ہزار ممبروں کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد جناب مسٹر خیر الدین صاحب نے بذریعہ حضرت امیر اپیل کی کہ صدقہ جاریہ کے لئے فنڈ کھولا جائے۔ اس کے بعد جناب مولنا محبوب عالم صاحب نے تحریک محبوب پیش کی اور اپنے حصے کے ۱۰۰ روپیہ کے متعلق منظوری بھی از راہ کرم فرما دی۔ جو غالباً وہ انجمن کو روانہ بھی کر چکے ہوں گے۔ اس کے بعد انجمن کی ایک خاتون نے اپنی بہنوں کے نام ۲ پائی فی روپیہ کے حساب سے بچت کر اشاعت اسلام میں دینے کے لئے اپیل کی۔ اس کے بعد حضرت امیر نے انعامات امتحانات دینیہ کے لئے اپیل فرمائی۔

ممبران جماعت کی ذمہ داری

اس میں شک نہیں کہ یہ اپیلیں اپنی اپنی جگہ اہم اور غرض رکھتی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ اس قسم کی مختلف اپیلوں کے کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ میرے خیال میں تو سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض بزرگوں نے اپنے آپ کو اور انجمن کو غلط فہمی اور مغالطہ میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ بزرگ انجمن کے ممبر ہوتے ہوئے اپنی اور انجمن کی ذمہ داری محسوس نہ کر سکے۔ آخر کسی بات کی حد بھی ہوتی ہے۔ حضرت امیر کے یہ الفاظ کہ وہ علی الاعلان الگ ہو جائیں۔ انہی صورت حالات کو دیکھتے ہوئے صادر ہوئے ہیں۔ جو اس موقعہ محل پر بالکل بجا اور بالکل درست ہیں اور دراصل بات بھی یہی ہے۔ کہ ان دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جائے سراسر موم ہو یا سنگ ہو جائے۔

ایک نیک مثال

مجھے حال ہی میں یہ دیکھ کر کہ ہمارے محترم بزرگ جناب مرزا محمد ... بیگ صاحب گذشتہ ۸ سال سے چندہ ماہوار کسی وجہ سے ادا نہ کر سکے اور اس کی تلافی میں وہ آئندہ ۸ سال تک انشاء اللہ تعالیٰ دوگنا چندہ بھیجا کریں گے بے حد و بے حساب خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اس نیک ارادہ میں کامیاب کرے۔ آمین

میرے خیال میں ابھی اور کچھ بزرگ بھی ہیں جنہوں نے ماہوار چندہ ابھی تک مدت سے ادا نہیں کیا۔ میں ان سے بھی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھی مرزا صاحب کی مثال کو اپنے سامنے رکھ کر اس پر عمل فرمائیں۔ تاکہ انجمن اپنی بہت سی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے قابل ہو جائے۔ اور اگر خدانخواستہ وہ ایسا کرنے سے قاصر ہیں یا ایسا کرنا وہ پسند نہیں کرتے تو پھر سیدھی اور صاف بات یہ ہے۔ دو رنگی چھوڑ دو یک رنگ ہو جاؤ۔ ورنہ (ہماری) انجمن سے علی الاعلان الگ ہو جاؤ۔

انجمن کے مطالبات پورے کرو

ممکن ہے کوئی صاحب یہ کہیں کہ میاں پڑے بھی رہنے دو۔ تمہارا کیا نقصان ہے۔ اس کا جواب اس معترض سے میرا یہ ہے کہ یہ انجمن کسی پیر کی گدی نہیں ہے۔ یہ انجمن کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ یہ انجمن تو ہر ممبر کی انجمن ہے۔ اس انجمن کا ہر ممبر اس انجمن کے ہر معاملہ کا ذمہ دار ہے اس انجمن کی ذمہ داری محض پریذیڈنٹ تک محدود نہیں بلکہ ہر ممبر پر اس کی ذمہ داری لاحق ہوتی ہے۔ اگر ہم یہ مزید دو رنگی جاری رہنے دیں کہ اس میں لوگ ممبر بھی بنے رہیں۔ اور حضرت امیر کے حکم کی جو تمام انجمن کا حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل بھی نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ انجمن مغالطہ میں بدستور پڑی رہے گی۔ اور مزید قرضدار ہوتی چلی جائے گی۔ اور انجمن کا قرضدار ہونا ہم سب کا قرضدار ہونا ہے۔ یہ کیسی مکروہ بات ہے۔ کہ بعض حضرات ممبر بھی بنے رہیں اور انجمن کے مطالبات بھی وہ ادا نہ کرتے رہیں۔

حضرت امیر کا اعلان

ان ہی حالات کو دیکھ کر جو ذمہ داری پریذیڈنٹ پر عائد ہوتی تھی حضرت امیر نے صاف اور کھلے الفاظ میں اعلان کر دیا کہ ایسے حضرات علی الاعلان الگ ہو جائیں۔ موجودہ حالت میں انجمن جس قدر مقروض ہے اس کے ذمہ دار حضرت امیر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس کے ذمہ وار وہ تمام بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت امیر کو اس طرح غلط فہمی اور مغالطہ میں ڈالے رکھا۔

ادائگی قرض کی صورت

میرے بزرگو اور میرے دوستو۔ ابھی کچھ بھی نہیں بگڑا۔ انجمن محض ۲۰-۲۵ ہزار کی معمولی مقروض ہے۔ یہ معاملہ اگر ہم ذکس دو روپیہ چار روپیہ بھی اپنے ذمہ ڈال لیں تو انجمن کو ۵ امسٹ میں اس قصے سے سبکدوش کرا سکتے ہیں۔ مگر یہ اسی حالت میں ممکن ہے۔ جب انجمن کا ایک رنگ ہو۔ اور اس میں اس قسم کی دو رنگی نہ ہو۔ بہرحال میری گذارش ہر بزرگ سے یہ ہے کہ وہ اگر اس انجمن میں رہنا پسند کرے تو شوق سے رہے۔ مگر رہے ایسا جیسا کہ رہنے کا حق ہوتا ہے۔ ورنہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنا اپنے آپ کو اور دوسروں کو مغالطہ میں ڈالے رکھنا بہت ہی مکروہ اور بہت ہی نازیبا اور بہت ہی خطرناک باتیں ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳)

پر مستعد کر لی تھی۔ ایک تو تبلیغ کا اس قدر جوش آپ میں موجزن تھا کہ بڑے بڑے صحابی مثلاً حضرت عثمانؓ۔ سعد بن وقاص۔ عبدالرحمن بن عوف وغیرہم آپ ہی کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ اور دوسرے ادنیٰ طبقہ کے لوگ غلام اور لونڈیاں جن کو مسلمان ہونے پر کفار سخت اذیت دیتے تھے۔ آپ کے مال سے وہ آزاد ہوئے۔

آپ کی مالی قربانیاں

ایک طرف اگر تبلیغ کا جوش تھا تو دوسری طرف اپنے مال کو خدا کے رستہ میں خرچ کر دینا اس کا بھی آپ کو بڑا جوش تھا۔ حضرت ابوبکرؓ قریش کے تاجروں میں سب سے زیادہ امیر تھے۔ آپ کے پاس چالیس ہزار درہم اس دن تھے جس دن آپ اسلام لائے۔ آپ کپڑے بیچنے کا کام کرتے تھے۔ یہی کام اسلام لانے کے بعد بھی کرتے رہے۔

لکھا ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو دوسرے دن گٹھڑی اٹھا کر چل پڑے حضرت عمرؓ ملے انہوں نے پوچھا کہاں جاتے ہیں؟ فرمایا روٹی بھی کھانی ہے اس کا سامان کرنے جاتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا خلافت کا کام ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ یہ کام بھی ہو سکے۔ آپ چھوڑ دیں اور بیت المال سے وظیفہ لیکر گذارہ کریں۔

غرض آپ تجارت کیا کرتے تھے اور جو شخص تجارت کرتا ہے اس کا روپیہ روز بڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی مال سے محبت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ آج جو تاجر ہو اور اس کے پاس روپیہ ہو وہ کہے گا کہ اس سے ایک اور کارخانہ بنا لوں۔ فلاں دکان کھول لوں۔ مگر آپ نے کیا کیا وہ جو نقد تھا مسلمانوں پر خرچ کر دیا۔ کون سے مسلمان؟ بڑے غریب۔ غلام اور لونڈیاں ہی پہلے مسلمان ہوتے تھے۔ ان کو آزاد کرانے میں آپ نے بہت روپیہ خرچ کیا۔ حضرت بلالؓ کے متعلق لکھا ہے کہ گرمیوں کے دنوں میں دوپہر کی دھوپ میں عرب کے ریگستان میں انہیں لٹا دیتے تھے۔ اور سینہ پر جلتے ہوئے پتھر رکھ دیتے تھے۔ اور کہا جاتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کا انکار کرو۔ لیکن ان کے منہ سے احد احد کی آواز نکلتی تھی حضرت ابوبکرؓ نے جب دیکھا تو فوراً ان کے مالکوں کو بہت بڑی رقم دے کر انہیں خرید لیا۔ اور آزاد کر دیا۔

اسلام کے بہترین نمونے

تو آپ نے اپنا سارا روپیہ انہی باتوں میں خرچ کر دیا۔ آپ کی زندگی میں دو ہی باتیں نظر آئیں گی۔ ایک تبلیغ کا جوش۔ دوسرے دین کے لئے روپیہ خرچ کرنا۔ یہی فی الحقیقت کامیابی کا گر ہے۔ آج ہم ایک معمولی لڑکے کے واقعات انگریزی تاریخ میں دیکھتے ہیں۔ کہ اپنے فرض کی ادائیگی میں اس نے جان تک دیدی۔ اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اگر ہم بزرگوں کے واقعات کا مطالعہ کریں۔ تو اس قسم کی بلکہ اس سے بڑھکر کئی ایک مثالیں ملیں گی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی مثال ان سب سے درخشاں ہے۔ جنہوں نے اپنا سب کچھ دین اسلام کے لئے نثار کر دیا۔ اور جان تک دینے سے دریغ نہ کیا۔

کفار کی ایذارسانی

جو دکھ دوسرے مسلمانوں کو پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھی باوجود اس احترام کے جو قوم میں آپ کو حاصل تھا پہنچے۔ اور ایک دفعہ اس قدر آپ کو پیٹا گیا کہ بالکل بے ہوش ہو گئے۔ اسی طرح آپ کو تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ حبش کی ہجرت میں آپ بھی ہجرت کے لئے نکلے۔

آپ کی قرآن خوانی کا اثر

آپ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ اور آپ کی آواز میں اس قدر درد ہوتا تھا کہ خواہ مخواہ لوگ متاثر ہوتے تھے۔ کفار اس سے آپ کو روکتے تھے۔ مگر آپ نہ رکتے تھے۔ اس لئے آخر تنگ آکر ہجرت کے ارادے سے چل پڑے۔ جب آپ مکے سے نکلے تو ایک شخص ابن دغنہ رستہ میں ملا۔ اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ کہا کہ حبش کو ہجرت کرتا ہوں کیونکہ تمہارے شہر کے لوگ مجھے تنگ کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ جیسے آدمی کا جو لوگوں کے دکھوں میں ان کی مدد کرنے والا ہے ہجرت کر جانا ٹھیک نہیں۔ وہ واپس لے آیا۔ اور آکر اعلان کر دیا۔ کہ ابوبکر آج سے میری پناہ میں ہے۔ مگر آپ نے قرآن کریم کا بلند آواز سے پڑھنا ترک نہ کیا اور قریش نے پھر ابن دغنہ سے شکایت کی۔ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ بلند آواز سے قرآن شریف کا پڑھنا ترک کر دیں۔ مگر آپ نے انکار کیا۔ اور کہا تم اپنی امان کو واپس لے لو۔ اس کے بعد مکہ میں ہی تکلیف کی زندگی بسر کرتے رہے۔

حضرت عائشہؓ کی شادی

ایک بات اور ہے جو اس خطبہ میں بیان کرنی چاہتا ہوں۔ اور وہ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی سے گہرا تعلق رکھتی ہے وہ ہے حضرت عائشہؓ کی شادی اور عمر کا مسئلہ۔ بعثت نبوی کا دسواں سال تھا کہ حضرت خدیجہؓ فوت ہوئیں۔ ایک صحابیہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ آپ

ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہؓ سے شادی کرلیں۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کی منگنی ایک شخص ابن مطعم کے ساتھ ہوچکی تھی جب حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی بات ہے۔ چنانچہ . . . . آنحضرت صلعم سے حضرت عائشہؓ کا نکاح ہوگیا۔ شوال سنہ بعثت میں نکاح ہوا۔ اور سنہ ہجری میں رخصتانہ ہوا۔ اس طرح نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق پڑتا ہے۔ تاریخوں میں جو یہ لکھا ہے کہ چھ سال کی عمر میں آپ کا نکاح ہوا۔ اور نو سال کی عمر میں رخصتانہ۔ اس میں . . . . غلطی ہوگئی ہے۔ اس لئے کہ اس سے کسی تاریخ نویس کو انکار نہیں کہ نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ کی اپنی شہادت ہے کہ جب سورۂ قمر نازل ہوئی تو میں لڑکی تھی جو باہر کھیلا کرتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ پانچ سال کی ہوں گی۔ اور سورۂ قمر کا نزول سنہ بعثت میں ہوا۔ گویا نکاح کے وقت (جو سنہ بعثت میں ہوا) آپ نو دس سال کی تھیں۔ اور رخصتانہ کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ اصابہ میں بھی ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہ سے عمر میں ۴ سال بڑی تھیں۔ اور یہ مسلّمہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ بعثت سے ۴ سال پیشتر پیدا ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ آپ سے ۴ سال بڑی تھیں۔

اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ کی عمر سنہ بعثت میں دس سال نکاح کے وقت۔ اور پندرہ سال رخصتانہ کے وقت بنتی ہے

شکاگو پریس کی جدید بائبل میں نصاریٰ کا دجل و فریب

عہد قدیم و جدید میں لفظی و معنوی تحریف کا جدید سلسلہ

شکاگو پریس کی بائبل میں جدید تحریف

اخبار "اسٹیٹسمین" مورخہ ۸ر نومبر سنہ صفحہ پر ایک مضمون "بائبل کی تجدید" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں بائبل کے ایک جدید ایڈیشن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو یونیورسٹی شکاگو پریس (امریکہ) سے شائع کیا گیا ہے۔ اس جدید ایڈیشن بائبل میں ایک دو نہیں سیکڑوں جگہ لفظی اور معنوی تحریف کی گئی ہے۔ اور اس زمانہ میں کی گئی ہے جس میں عیسائی مشنری اہل اسلام کو احمق بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ "اسٹیٹسمین" نے بائبل کی اس تجدید کو . . . . بنیادی تبدیلی . . . . معنوی تبدیلی وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ ذیل میں اس بائبل کی تحریف کے ایک دو نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

کتاب غزل الغزلات باب اول آیت ایک سے چار تک کی عبارت عام بائبل میں اس طرح پائی جاتی ہے۔

"وہ اپنے منہ کے چوموں سے مجھے چومے کیونکہ تیرا عشق مے سے بہتر ہے جیسی تیری لطیف عطروں کی خوشبو ہے تیرا نام ہے اس عطر کی مانند جو بہایا جائے اس واسطے کنواریاں تجھ پر عاشق ہیں۔ مجھے کھینچ تو ہم تیرے پیچھے دوڑیں گی۔ بادشاہ مجھے اپنے محل میں لے آیا۔ ہم تجھ میں شادماں اور مسرور ہوں گی۔ ہم تیرے عشق کی تعریف مے سے زیادہ کریں گی۔ وہ سچے دل سے تجھ پر عاشق ہیں"

لیکن شکاگو پریس کی اس جدید بائبل میں ان آیات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے:-

تم مجھے اپنے منہ کے چوموں سے چومو۔ کیونکہ تمہارا عشق مے سے بہتر ہے۔ تمہارے عطر کی خوشبو لطیف ہے تم خود قیمتی عطر کی مانند ہو۔ اس لئے کنواریاں تم پر عاشق ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو ہم دوڑیں گی۔ اے بادشاہ! مجھے اپنے محل میں لے چل تاکہ ہم تجھ میں مسرور اور مسرور ہوں ہم تیرے عشق کی تعریف مے سے زیادہ کریں گی۔ تم سچے دل سے عاشق ہو"

غائب کی جگہ حاضر اور حاضر کی جگہ غائب کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ ذرا خط کشیدہ سطور کا ان سے پہلی سطور سے مقابلہ کرو۔ اور عیسائیوں کی جرأت اور ہمت کی داد دو۔

یہ تو تحریف لفظی کا ایک نمونہ تھا۔ اب تحریف معنوی کا بھی ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ کتاب یسعیاہ باب اول آیت ۱۸ موجودہ بائبل میں اس طرح پائی جاتی ہے۔

"اب آؤ کہ ہم باہم حجت کریں۔ خداوند کہتا ہے۔ اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہوں۔ برف کی مانند سفید ہو جائیں گے اور ہر چند وہ ارغوانی ہوں پر اُون کی طرح اُجلے ہوں گے"

اس آیت کو "تجدید یا تحریف شدہ بائبل" میں استفہامیہ علامت کے ساتھ اس طرح درج کیا گیا ہے۔

"اب آؤ کہ ہم باہم حجت کریں۔ خداوند کہتا ہے اگر تمہارے گناہ ارغوانی ہوں تو کیا وہ برف کی مانند سفید ہو جائیں گے؟ اور ہر چند وہ قرمزی کی مانند سرخ ہوں تو کیا وہ اُون کی طرح اُجلے ہو جائیں گے؟"

پہلی عبارت میں اقرار اور وعدہ ہے۔ کہ گناہ خواہ قرمزی ہوں یا ارغوانی ہوں مگر وہ برف کی مانند سفید اور اون کی مانند اُجلے ہو جائیں گے مگر شکاگو پریس والی بائبل میں انکار کر دیا گیا ہے مثال کے طور پر اس عبارت میں کہ تم نے فلاں جرم کیا ہے۔ مگر تمہارا جرم معاف کر دیا جائے گا۔ اور اس عبارت میں کہ تم نے فلاں جرم کیا ہے مگر کیا وہ معاف ہوسکتا ہے؟ جو فرق ہے وہی فرق عام اور اس جدید بائبل کی عبارت میں ہے۔ ایک میں گناہوں کے برف کی مانند سفید ہونے کا اقرار ہے اور دوسری میں انکار! اسی کا نام تحریف ہے جو دو ہزار سال سے ہوتی چلی آئی ہے۔

تحریف کا نامتناہی سلسلہ

اس کے بعد پھر "اسٹیٹسمین" مورخہ ۱۷ر جنوری سنہ ۳۲ء صفحہ ۱۶ میں اسی بائبل کا دوبارہ تذکرہ آیا ہے۔ جس میں ذیل کے الفاظ قابل غور ہیں:-

"امریکن واعظ اور فضلا ر شکاگو پریس والی بائبل کے متعلق سخت بحث و تمحیص میں پڑ گئے ہیں۔ اور وہ امریکن زبان میں بائبل کو دوبارہ لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں"

گویا ان جدید لفظی اور معنوی تحریف سے ابھی امریکن "فضلاء" کو تسلی نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اپنی ایک علیحدہ بائبل بنانا چاہتے ہیں۔ خبر نہیں اس زیر تجویز بائبل میں تحریف کو کس حد تک پہنچایا جائے گا۔

امریکن شکاگو پریس بائبل کی تحریف کے ایک دو نمونے اور ملاحظہ ہوں۔ کتاب پیدائش باب اول آیت اول عام بائبل میں اس طرح پائی جاتی ہے:-

"ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا۔ اور خدا کی روح پانیوں میں جنبش کرتی تھی"

شکاگو پریس بائبل میں اس آیت کو اس طرح تبدیل کیا گیا ہے:-

"جب خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کرنا شروع کیا تو زمین ویران اور سنسان تھی۔ اور اندھیرا گہرائی (جس کی تھاہ نہ ہو) پر چھایا ہوا تھا۔ اور تند ہوا پانیوں کی سطح پر جنبش کرتی تھی" (اسٹیٹسمین ۱۷ر جنوری سنہ ۳۲ء صفحہ ۱۶)

موجودہ بائبل میں "آسمان" تھا۔ اور امریکن بائبل میں "آسمانوں" ہوگیا۔ پہلی میں صرف گہراؤ تھا۔ دوسری میں "اتھاہ گہراؤ" ہوگیا۔ عام بائبل میں خدا کی روح جنبش کرتی تھی" امریکن بائبل میں "تند اور تیز ہوا جنبش" کرتی ہے:

"اسٹیٹسمین" لکھتا ہے:-

"شکاگو یونیورسٹی کے فضلاء نے عہد جدید کی اس دعا میں بھی تحریف کی ہے جو ہمارے سردار مسیح نے مانگی اور سکھلائی" یہ اشارہ متی باب آیت ۹ کی طرف ہے۔

کشمیر کے مظلوم مہاجرین جہلم میں!

جہلم ۳۱-مارچ- خان بہادر شیخ رحیم بخش ممبر آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور سید مبارک علی شاہ صاحب ایم - ایل-سی مہاجرین علاقہ کھڑی کے حالات دریافت کرنے کے لئے جہلم تشریف لائے - دو دن تک مہاجرین کے بیانات قلم بند کرتے رہے - اور ہر طرح سے تسلی دی تکمیل بیانات کے بعد مسٹر سالسبری - مسٹر جارڈین اور مسٹر ل نظر کے سامنے مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں - اور کہا کہ اگر حکومت ان باتوں پر عمل پیرا ہو جائے تو یہ لوگ واپس جا سکتے ہیں -

(۱) عورتوں کی بےحرمتی نہ کی جائے - (۲) عورتوں کی تلاشی زنانہ پولیس کے ذریعہ لی جائے -(۳) اکثر مقدمات ہندوؤں نے باہمی سازش کے بعد دائر کئے ہیں - اس لئے کسی ایسے مقدمہ کی سماعت نہ کی جائے جس کی رپورٹ وقوعہ کے ایک ہفتہ بعد کی گئی ہو (۴) کوئی مال مسروقہ نہ سمجھا جائے جب تک کہ ابتدائی رپورٹ کی فہرست میں درج نہ ہو - (۵) اگر لوگ اپنی تکلیف کا اظہار کریں یا انگریزی عملداری کے خواہش مند ہوں تو اس بات جرم نہ قرار دیا جائے - (۶) جن آفیسرز کے تشدد سے یہ لوگ خانماں برباد ہو رہے ہیں ان کی کارروائی کی تحقیقات کر کے مجرموں کو سزا دیجائے (۷) جو مجسٹریٹ ان مقدمات کی سماعت کے لئے مقرر کئے جائیں ان پر ہر شش علاقہ کے لوگوں کو اعتماد ہو - (۸) ریاست کو چاہیئے کہ ان لوگوں کی بے اطمینانی کا ازالہ کر کے رعایا کے دلوں میں تسلی اور اطمینان پیدا کرے - مسٹر سالسبری نے وعدہ کیا ہے کہ میں ذمہ دار افسروں کے سامنے آپ کی شرائط پیش کروں گا - ہر دو حضرات نے ریلیف کمیٹی کے کام کا معائنہ فرمایا جو تسلی بخش ثابت ہوا خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب ممبر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ریلیف کمیٹی جہلم کو مبلغ پانصد روپیہ کا گرانقدر عطیہ دیا - فجزاہ اللہ احسن الجزا

مُسلم آزار ڈی - آئی - جی

چودھری رامچند صاحب ڈی - آئی - جی اپنی مسلم آزاری کی وجہ سے جموں سے میرپور تبدیل ہوئے تھے - لیکن آپ بدستور اپنی پالیسی پر قائم ہیں - آپ کی بے وجہ گرفتاریوں اور ایذا رسانیوں سے تنگ آکر علاقہ کھڑی کے مسلمان خانماں برباد ہو رہے ہیں - اور وہ کہہ رہے ہیں کہ جب تک چودھری رامچند ڈی - آئی - جی جیسے متعصب حکام اس علاقہ میں موجود ہیں ہم علاقہ میرپور میں نہیں رہ سکتے - غرضیکہ چودھری صاحب کی مسلم آزاری کا حشر یہ ہے کہ لوگ گھربار - مال مویشی اور اپنی پکی ہوئی فصلوں کو چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے - اس صورت حالات میں اس قسم کے افسر کو بحال رکھنا خطرناک غلطی ہے - افسران بالا کو چاہیئے کہ فوراً اس طرف توجہ کر کے چودھری صاحب مذکور کو تبدیل کریں - اور اپنی دور اندیشی و انصاف پسندی کا ثبوت دیں ورنہ حالات زیادہ پیچیدہ ہو جائیں گے -

فرقہ وار مسائل کا فیصلہ کب ہوگا؟

نئی دہلی ۵ - اپریل - "ٹریبون" کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے - کہ ملک معظم کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک لارڈ ارون اور ان کے ہم عصر رفقاء انگلستان واپس آکر ہندوستان کے حالات کے متعلق اپنے تجربات بیش از بیش وسائل سے مطلع نہ کردیں برطانیہ نے اگر کوئی تصفیہ کیا واسکے مختلف جماعتوں اور ملک کی عام حالت پر کیا اثر ہوگا فرقہ وارانہ مسئلہ کے متعلق اپنے تصفیہ کو روک رکھا جائے -

خبریں

—— پشاور ۴ - اپریل - خان بہادر عبدالغفور خان زیدا نے اپنے حلقۂ انتخاب آتمان نامہ ہوک نامہ میں کونسل کی امیدواری کے مقابلہ سے اپنا نام واپس لے لیا ہے - چنانچہ اب صرف نواب سر عبدالقیوم خان سابق رکن اسمبلی میدان میں رہ گئے جو بلا مقابلہ منتخب ہو جائیں گے -

—— بمبئی ۴ - اپریل - معلوم ہوا ہے کہ انڈین نیشنل کانگرس کا سالانہ اجلاس پوری کے بجائے ۲۴ - اپریل کو دہلی میں منعقد ہوگا - پنڈت مدن موہن مالوی صدر ہوں گے -

—— لندن ۴ - اپریل - مسٹر ایڈورڈ مرجوری بنکس رکن پارلیمنٹ جو قدامت پسند جماعت کے قابل ترین ارکان میں سے تھے - اپنے مکان سکیس میں مردہ پائے گئے - اور بندوق ان کے قریب پڑی تھی -

—— یروشلم ۴ - اپریل - یہودیوں اور عربوں کے درمیان پھر چپقلش رونما ہونے کا امکان ہے - کیونکہ وحشیانہ جرائم سرزد ہو رہے ہیں - اور ایک یہودی اور ایک عرب مارے گئے ہیں - جمعہ کے روز یروشلم کے نواح میں ڈاس انگلیز کا ایک یہودی سیاح اسرائیل دولف مردہ پایا گیا - اس کا گلا کٹا ہوا تھا - خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے خودکشی کر لی ہے کل ایک مسلمان ٹیکسی ڈرائیور اسی مقام کے نزدیک اپنی ٹیکسی میں مردہ پایا گیا - اور اس کا گلا کٹا ہوا تھا - صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے -

—— مدراس ۴ - اپریل - محکمۂ تعمیرات عامہ کے بارہ سو ملازموں نے آج سہ پہر کو ہڑتال کر دی ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ ہڑتال کی وجہ بعض اشخاص کی برطرفی ہے -

—— سنکورا ۵ - اپریل - معلوم ہوا ہے کہ ایک ڈاک کا ہرکارہ جو ڈاک کے تھیلے میں بہت کافی روپے خطوط وغیرہ لے کر دھوبانی کے جنگل میں جو جھانہ ٹنڈ نگرہ کے قریب ہے جا رہا تھا کہ اچانک ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کیا - نہایت بےدردی سے اس کو قتل کر کے تمام روپیہ وغیرہ لیکر بھاگ گئے -

—— پشاور ۶ - اپریل - مڈل سکول کے امتحان میں ناکامیابی سے مایوس ہو کر ایک مسلمان طالب علم نے پستول سے فائر کر کے خودکشی کے ارتکاب کی کوشش کی - خوش قسمتی سے گولی پھیپھڑے کے قریب دوسری طرف نکل گئی - طالب علم کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کیا گیا حالت روبہ اصلاح ہے -

—— لاہور ۶ - اپریل - سہ شنبہ کے روز ریورنڈ کینن مارچ ڈنفورڈ بارن سی - آئی - ای - او - بی - ای - ایم - اے پرنسپل رائل ملٹری سکول سناور ہندوستان سابق بشپ رائٹ ریورنڈ ہیری لکرسٹیتھ کی جگہ لاہور کے پانچویں بشپ مقرر ہوگئے

جلد ۲۰ | لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۲

اخبار احمدیہ

چودھویں صدی کے علما کا نمونہ۔ کچھ عرصہ سے ایک پیرزادہ حافظ قرآن دیوبند کا تعلیم یافتہ عیسائیوں کے پھندے میں پھنسا ہوا ہے ہماری طرف سے کوشش ہو رہی ہے کہ وہ پھر اسلام میں واپس آجائے لیکن قربان جائیے چودھویں صدی کے علما کے کہ ایک دوسرے پیرزادہ صاحب نے ایک مولوی فاضل کو اس ڈیوٹی پر متعین کیا کہ دیکھنا خبردار وہ احمدیوں کے ذریعہ مسلمان نہ ہو جائے۔ مگر اس سے بہتر ہے کہ وہ عیسائی رہے۔ چنانچہ مولانا صاحب دھوکا دیکر ہماری مہمان نوازی سے بھی فائدہ اٹھاتے رہے اور مرتد کو عیسویت پر پکا کرتے رہے۔ خدا کی لعنت کیوں نہ ایسی قوم پر ہو جس کے پیروں اور علما کا یہ حال ہو کہ انہیں خدا و رسول کی عزت کا ذرا بھی خیال نہ ہو۔

امتحان میں کامیابی کیلئے دعا۔ امسال ایف۔ اے کا سالانہ امتحان ۱۱ اپریل سے شروع ہے۔ لہذا التماس ہے کہ آپ اخبار میں اعلان کر دیں کہ احباب درد دل سے دعا فرمائیں کہ امسال داخل ہونے والے طلبا کو کامیاب بنائے۔ والسلام

(خاکسار فضل داد کمپ کلرک انسپکٹر سکیس گجرات)

مسلم ہائی سکول لاہور

مسلم ہائی سکول کا نیا داخلہ یکم اپریل سے شروع ہے یہ سکول اپنے تعلیمی انتظامات۔ بہترین سٹاف اور عمدہ نتائج کے لحاظ سے لاہور کے سکولوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے مروجہ دنیوی تعلیم کے ساتھ طلبار کو اسلامی اور دینی علوم سے حسب استعداد واقف کیا جاتا ہے۔ جو موجودہ زمانہ کے نوجوانوں کے لئے ایک نہایت ضروری چیز ہے۔

سکول کے علاوہ طلبار کی رہائش کے لئے ایک بورڈنگ بھی ہے۔ جس کے انتظامات سکول کے سینیئر سٹاف کے ذمہ ہیں۔ اور خود ہیڈ ماسٹر صاحب بھی وہیں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے بورڈنگ کی نگرانی کرتے ہیں۔ بورڈنگ میں طلبار کو رہائش اور خوراک کی سہولتیں بہم پہنچانے کے علاوہ ان کی تعلیم کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے اور کسی کو اپنا وقت فضول ضائع کرنے کی اجازت نہیں طلبار کو پنجوقتہ نمازوں کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اور اسلامی اخلاق و اعمال سے مزین کرنے کی کوشش ہے۔ اور ان تمام خوبیوں کے باوجود بورڈنگ کے اخراجات فی طالب علم پندرہ بیس روپے سے کبھی متجاوز نہیں ہوئے۔ گویا ہر لحاظ سے یہ بورڈنگ اور سکول طلبار کے لئے چشمۂ رحمت ہے۔ احمدی احباب کو اس سے خاص طور پر فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور اپنے

قربانی کی کھالیں اور عید فنڈ

عید قربان کے موقع پر ہر بالغ عاقل صاحب نصاب مسلمان پر قربانی واجب ہے۔ قربانی ۱۰۔ ذی الحج کو نماز عید کے بعد ۱۳۔ ذی الحج کی شام تک ہو سکتی ہے۔ قربانی کا جانور (اونٹ گائے۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ بکرا وغیرہ) صحیح و سالم اور تندرست ہونا چاہئے۔ اور اس کا گوشت قربانی کرنے والا خود بھی کھائے دوست احباب اور اقارب اور مساکین میں بھی تقسیم کرے۔

قربانی کی کھال لوگ عموماً قصاب وغیرہ کو مزدوری میں دیدیتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں۔ کھال کی قیمت خیراتی کاموں میں جانی چاہئے۔ اور اس زمانہ میں اشاعت اسلام سے بڑھکر کوئی دوسرا اس کا مستحق نہیں۔ یہ کام اس وقت بہترین تنظیم کے ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام جاری ہے۔ جماعت احمدیہ پر بالخصوص اور عامۃ المسلمین پر بالعموم واجب ہے کہ قربانی کی کھالیں یا ان کی قیمت انجمن کے حوالہ کریں۔ بیرونی جماعتیں اپنے ہاں اس بات کا خاص طور پر انتظام کریں۔ اپنی جماعت اور دوسرے مسلمانوں سے بھی جہاں تک ممکن ہو کھالیں وصول کی جائیں۔ اور انہیں فروخت کر کے قیمت انجمن کو بھجوا دیں۔

امید ہے ہمارے احباب اس بارہ میں خاص انتظام پیشتر سے فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ عید کے موقعہ پر جہاں دوسرے اخراجات لوگوں نے اپنے ذمہ ڈال رکھے ہیں وہیں ایک روپیہ کی حقیر رقم بطور عید فنڈ اشاعت اسلام میں دینے کا دستور چلا آتا ہے امید ہے ہمارے احباب اس بارہ میں بھی خاص توجہ سے کام لیں گے۔ اور ایک ایک روپیہ کئی دوستوں سے وصول کر کے خزانہ انجمن میں

اُمّی نبیؐ کے فاضل شاگرد

شتربانوں کی علم پروری

مشاہیر اسلام کے حالات۔ تاریخ ہسپانیہ پر ایک نظر

(از مرزا مسعود بیگ صاحب صبائی۔ مبلغ بمبئی)

نٓ والقلم وما یسطرون ۝ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ۝ وان لک لاجراً غیر ممنون ۝ وانک لعلیٰ خلق عظیم ۝ (القلم)

"دوات اور قلم اور جو کچھ ان سے لکھا جاتا ہے وہ اس بات پر گواہ ہیں (اے محمد رسول اللہ) کہ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں۔ اور بیشک تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے"

تمام انبیاء علیہم السلام جو وقتاً فوقتاً دنیا میں مبعوث ہوئے تکالیف اور مصائب کا نشانہ بنائے گئے۔ ان کے پیغام کو شروع میں ہمیشہ ٹھکرایا گیا ان کی باتوں کو سحر اور جادو اور ان کی حرکات کو دیوانگی پر محمول کیا گیا۔ ان کے حکیمانہ اقوال کا مذاق اڑایا گیا۔ اور انہیں مجنون کی باتوں سے زیادہ اہمیت نہ دی گئی۔ لیکن خدائے قادر وقدوس بھی اپنے مرسل کے مشن کو کامیاب بنانے اور دشمن کو نامراد کرنے کے لئے کھلے کھلے نشانات اور بین دلائل بھیجتا رہا۔ تاکہ یہ معجزات ثابت کریں کہ مامور من اللہ مجنون نہیں۔ بلکہ صاحب عقل سلیم اور اپنے دعوے میں صادق ہوتا ہے۔ اس وقت انبیاء کے معجزات پر بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں البتہ صرف اپنے پیارے اور محبوب رسول محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے اور سب سے بڑے معجزے پر کچھ بیان کرنا ہے۔ دوسرے انبیاء کو بھی معجزات دئے گئے لیکن ایسا معجزہ کسی کو مرحمت نہ ہوا۔ کہ جب تک دنیا قائم رہے وہ معجزہ بھی اپنے پورے انوار وبرکات سمیت قائم و دائم رہے۔ جب تک دنیا آباد ہے۔ جب تک قلم اور دوات کام میں آتی ہے۔ جب تک دنیا میں سائنس اور علم باقی ہے وہ ہمیشہ اس بات کی ۔۔۔ گواہی دیں گے کہ صحرائے عرب میں پیدا ہونے والا اُمی رسولؐ مجنون نہ تھا۔ بلکہ وہ کامیاب ترین پیغمبر تھا۔ اس کا اجر اور اس کے فیوض وبرکات کبھی منقطع نہیں ہو سکتے۔ اس کے اخلاق کی خوبصورتی ہمیشہ دنیا کو اپنا گرویدہ بنائے گی۔ اور نہ صرف اپنی بلکہ دشمن کی قلم اور دوات بھی محمدؐ عربی کی حمد وستائش لکھنے پر مجبور ہوگی۔

رسول اللہ کا سب سے بڑا معجزہ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کی عنایات وبرکات کا اندازہ کرنا ایک امر محال ہے نوع انسانی جب تک آباد ہے۔ وہ اس رحمۃ للعالمین کے احسانوں کا جوا کبھی اپنی گردن سے اتار نہ سکے گی۔ محمدؐ رسول اللہ نے ایک مردہ قوم میں جان ڈالی۔ ایک نہایت تاریک ملک کو روشن اور منور کیا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ اس قدر روشنی اس کے اندر ودیعت کی کہ اس کی ایک ایک شعاع نے ایک ایک ملک کو نور اسلام سے چمکا دیا۔

اللہ اکبر! کتنا زبردست اور حیرت انگیز انقلاب ہے کہ ایک ریتلا ملک صحرائے عرب تھوڑے ہی عرصہ میں علم ومعرفت کا گلستان بن گیا سوسمار کھانے والے اور اونٹ چرانے والے تہذیب وشائستگی سے بے بہرہ اور تعلیم وتمدن سے معرا بادیہ نشین ایک دنیا کے استاد بن گئے اور علم وحکمت کے وہ دریا بہائے کہ ان کے ایک ایک قطرہ نے ہزارہا ممالک کو سیراب کیا۔ یہی سب سے بڑا معجزہ ہے ہمارے آقا ومولیٰ کا اور یہی تفسیر ہے ن والقلم کی۔ اور یہی وہ عظیم الشان خوشخبری ہے۔ جو تاقیامت مسلمانوں کے قلوب کو تازہ اور روشن رکھے گی۔

مسلمانوں کی علم پروری

یورپ جو استعماریت کا پجاری اور خود جوع الارض کا مریض ہے۔ اس نے فتوحات اسلامیہ میں سوائے طمع دلالچ۔ لوٹ کھسوٹ اور مال غنیمت کی حرص اور خواہش کے کوئی عمدہ بات نہ دیکھی۔ کس قدر احسان فراموشی، محسن کشی اور حق پوشی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو ہر بات میں ماہرین اسلام ہی کے رہین منت ہیں آج اپنے احسان کرنے والوں پر آوازے کستے ہیں۔ آج یورپ کو اپنی تہذیب وتمدن۔ معاشرت اور سیاست۔ علم اور سائنس پر کتنا ناز ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو یورپ محض خوان عرب ہی کا ریزہ چین ہے جو کچھ ان لوگوں نے حاصل کیا وہ محض مسلمانوں سے ہی حاصل کیا۔ جو روشنی مغرب میں پہنچی وہ اسی آفتاب کی کرنوں سے پہنچی۔ جو افق یثرب پر طلوع ہوا تھا۔ مسلمانوں نے علوم وفنون کی وہ شاندار خدمت کی کہ ایک انصاف پسند کی قلم اور زبان ان کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہر علم اور سائنس پر مسلمانوں نے روشنی ڈالی۔ اور ضخیم کتابیں لکھ کر نہ صرف ادھورے علوم کو تکمیل کا جامہ پہنایا۔ بلکہ کئی اور نئے علوم دریافت کئے۔ قرآن مجید اور احادیث کے علوم کے علاوہ علم الصرف۔ علم النحو۔ علم بیان علم معانی۔ علم لغات۔ علم ریاضی۔ علم تاریخ۔ علم جغرافیہ۔ علم منطق۔ علم طب۔ اور نہ صرف یہ بلکہ طبعیات اور فلکیات اور الہٰیات جن کے مجموعہ کا نام فلسفہ ہے مسلمانوں کی ہی توجہ اور محنت سے اس وقت تک دنیا میں موجود ومحفوظ ہیں۔

مُردہ ہڈیوں میں رُوحِ حیات

اس میں شبہ نہیں کہ علمائے اسلام نے یونان اور ایران کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اور بہت سے علوم میں انہوں نے غیروں کے کارناموں سے مدد لی۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ یونان کا فلسفہ محض ایک مردہ ہڈیوں کا مجموعہ تھا جس میں مسلمانوں نے از سر نو جان ڈالی۔ اگر اس وقت فلاطون اور ارسطو کا نام دنیا میں موجود ہے اور ان کے علوم کی قدر کی جاتی ہے تو محض اسی لئے کہ مسلمانوں میں غزالی۔ ابن رُشد۔ ابن سینا اور ابن ماجہ پیدا ہوئے۔ اگر علوم ریاضی اور الجبرا اس وقت ہمیں نظر آتے ہیں تو صرف اس لئے کہ مسلمانوں میں محمد بن موسیٰ۔ ابوالوفا اور بہاء الدین پیدا ہوئے۔ اگر علم تاریخ اس وقت ایک مستقل اور وسیع علم کی حیثیت رکھتا ہے تو صرف اسی لئے کہ مسلمانوں میں ابن خلدون جیسی ہستیاں پیدا ہوئیں۔ الغرض مسلمانوں نے جدید علم پروری کے نمونے دکھائے۔ اور پرانی اور ناقابل فہم یونانی کتابوں کے تراجم کر کے ان پر مزید روشنی ڈالی۔ اگر مسلمان یہ محنت نہ کرتے تو آج دنیا علوم وفنون اور فلسفہ سے ناشناسا ہوتی۔

ہماری موجودہ حالت

اگر غور سے دیکھا جائے تو یورپ کی حق پوشی اور اسلام پر طعنہ زنی ہمارے ہی افعال کا نتیجہ ہے۔ جب ہم خود اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں سے ناواقف و بے بہرہ ہیں تو اغیار اگر ہم پر طعنہ زنی نہ کریں تو اور کیا کریں۔ ہمیں خود ہی معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے کیا کیا کمالات کئے۔ انہوں نے کیا لکھا اور کس رنگ میں لکھا۔ افسوس! آج ہماری حالت اس قدر خراب ہو چکی ہے۔ کہ باوجود تمام آسائشیں مہیا ہونے کے وسائل سفر کی آسانی۔ تحقیق علوم کے اسباب کی موجودگی کاغذ اور مطابع کی کثرت۔ یونیورسٹیوں اور دارالعلوم کی موجودگی۔ سائنس اور فلسفہ کی ترقی۔ اور اغیار کے ذوق علمی۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہم مسلمان ہیں کہ غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ تھے کہ تحصیل علم اور علم پروری ان کا خاصہ تھا۔ اور آج ہم انہی کی اولاد اور انہی کے کارناموں پر فخر کرنے والے نام نہاد مسلمان ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ علم اور علم نوازی کی بجائے جہالت اور لاعلمی ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو علم کو فرض قرار دیں۔ اور تحصیل علم کا درجہ اتنا بلند کر دیں کہ طالب علم کی سیاہی کو شہید کے خون سے مشابہت بخشیں۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تمام روایات کو بھلا دیا ہے۔ اور ان پر غور کرنے کی کبھی سعی نہیں کی۔

تاریخی مضامین کا سلسلہ

کہا جاتا ہے کہ اگر نئی نسل کو شروع سے ہی ان کے آباؤ اجداد کے کارہائے نمایاں سنائے جائیں اور انہیں اسلاف کی تاریخ سے واقف کیا جائے۔ تو ان میں بھی جوش اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں بعض اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے خاکسار راقم الحروف نے اپنی محدود وقفت اور ناچیز سمجھ کے مطابق ایک سلسلۂ مضامین لکھنا شروع کیا ہے۔ جس کی پہلی قسط ہدیۂ قارئین ہے۔ ان مضامین میں مشاہیر اسلام کے حالات مختصر طور پر لکھ کر دکھایا جائے گا۔ کہ کس طرح ایک ریگستان بنجر اور سنگلاخ سرزمین کے باشندے جو علم اور تہذیب سے مطلق ناآشنا تھے۔ محض رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حصہ لیکر دنیا کے رہنما اور رہادی بن گئے۔ اور کس طرح خدا تعالیٰ کا زبردست وعدہ نٓ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ہر زمانہ نے پورا ہوتا دیکھا۔

صحیح ترتیب تو یہ تھی کہ سب سے پہلے عرب کی تاریخ اور خلفائے راشدین کا زمانہ اور پھر بنی امیہ اور بنی عباس کے دور حکومت پر روشنی ڈالی جاتی۔ لیکن دو وجوہات کی بنا پر اس ترتیب کو چھوڑتے ہوئے ہم سب سے اول ہسپانیہ کی تاریخ پر بحث کرتے ہیں۔ اول اس لئے کہ زیادہ حصہ علوم وفنون کا جو یورپ نے حاصل کیا وہ ہسپانیہ سے ہی حاصل کیا ہے۔ اور آج یورپ کی حق پوشی کے اظہار کے لئے ضروری ہے کہ ہسپانیہ کی تاریخ پر زیادہ زور صرف کیا جائے۔ دوئم اس لئے کہ سپین کی تاریخ جہاں جاہ و جلال اور علم وہنر میں ہمارے لئے ایک قابل قدر نمونہ ہے تو اس کے ساتھ ہی وہ اپنی تباہی اور بربادی میں بھی ہمارے لئے ایک ناقابل فراموش سبق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ اور ہمیں ان حالات سے بچائے۔ جن کی وجہ سے سپین کے مسلمان تباہ ہوئے۔ اندر جن حالات کا رنگ اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی نظر آرہا ہے

(باقی برصفحہ ۔۔)

اسلامی دنیا

مڈغاسکر میں اسلام کس طرح پہنچا؟

شوکت صاحب افریقی معاصر "مدینہ" میں رقمطراز ہیں:-

مڈغاسکر کی قسمت کا ستارہ بنو امیہ کی حکومت اسپین کے زوال کے بعد سے طلوع ہوتا ہے۔ ۳۵۳ھ میں جب بنی امیہ کی حکومت گھٹتے گھٹتے غرناطہ تک محدود ہو گئی تو اسپینی مسلمانوں کو تشویش ہوئی اور اپنی قسمت آزمائی کے لئے نئی آبادی کی تلاش میں چند بحری قافلے سمندر کی ہموار سطح پر منتشر ہو گئے۔ اور اپنے سفینہ کی ناخدائی خدائے مطلق کے حوالے کر دی۔ ۳۵۳ھ ۶ اکتوبر کو شام کے وقت قافلۂ مذکور کے سردار محمد عنایت کو ایک وسیع پہاڑی سلسلہ نظر آیا۔ اور اس نے اپنی کشتی کا رخ اس طرف کر دیا۔ اور صبح صادق سے پہلے کشتی ساحل سمندر سے جا لگی۔ پہاڑوں کا غیر منقطع سلسلہ ہونے کی وجہ سے اترنے کے قابل زمین نہ تھی۔ آخر ہموار جگہ کی تلاش میں آپ نے پھر لنگر اٹھا دیا اور آٹھ دن متواتر مڈغاسکر کا طواف کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچکر اترے جہاں آج بندرگاہ ہے۔ اور مڈغاسکر کی سب سے بڑی تجارت گاہ ہے جس میں دو لاکھ نفوس آباد ہیں۔ اس اسپینی قافلہ کے بعد جزائر الصباح سے قبیلہ ہوفا آیا۔ اور مختلف اوقات میں عرب گروہ در گروہ اور فرداً فرداً وہاں آئے۔ اور وہاں کے باشندوں میں گھل مل گئے۔ اور اپنے اخلاق اور عمل سے اپنے دینی معتقدات ان کے قلوب میں اتار دئے۔ اسی دوران میں قبیلہ انتامورنا حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ جو اس سے پہلے اشجار و احجار کی پرستش کرتا تھا۔ اور آج تک مسلمان ہے۔ اور مڈغاسکر کے جنوبی شمالی ساحل پر آباد ہے۔ اس کا شہری مرکز مامینیا نا ہے۔ جو اسی نام سے نہر کے کنارے واقع ہے اس کے بعد قبیلہ نا نو با اور قبیلہ مقتیا تا اور قبیلہ انا کار کے چند افراد اسلام لائے۔ آخرالذکر قبیلہ تمام قبیلوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور اسی قبیلہ میں شاہی گھرانا ہے جس کی فرانس سے پہلے مڈغاسکر میں حکومت تھی۔ موسیو فران کا بیان ہے کہ اسلام لانے سے قبل قبیلہٴ انتامورنا کی حالت بہت خراب اور تاریک تھی لیکن اسلام نے ان پر بہت اچھا اثر قائم کیا۔ مگر آج زمانہ پھر تاریک دور دہرا رہا ہے۔ محض اسلامی تعلیم کے فقدان کے باعث۔

مڈغاسکر میں تبلیغ اسلام کی ضرورت

سواری صدی عیسوی کے اوائل میں انتامورنا کے علاوہ اور قبائل جو عربوں کے ہمہ گیر اخلاق و عمل سے متاثر ہو کر حکام و علیا سے سرشار ہوئے تھے آج ان کی نسلیں مذہبی تعلیم اسلامی درسگاہ اور اسلامی اجتماعی انجمن نہ ہونے کی وجہ سے ناقابل بیان انحطاط کو پہنچ گئی ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو ان کا یہ عمل جمود بہت ممکن ہے ان کی ہیئت کو بدل دے۔ عیسائی مبلغین نہایت انہماک اور سرگرمی کے ساتھ پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اور اکثریت قبائل مسیحی لیڈروں کی فہرست میں اپنا نام درج کرا چکے ہیں۔ اور کئی قبائل پر بھی کافی اثر ہو چکا ہے۔ جس کا ثبوت اکثر انتامورنا قبیلہ کے افراد کا ارتداد دے رہا ہے۔ اگر مسلمانان عالم کی یہی بے حسی و عدم توجہی رہی تو وہ دن عنقریب آنے والا ہے کہ اسپینی و عربی مسلمانوں کی روح علم بردارانِ مذہب و ملت پر ملامت و نفرین کریگی میں اپنے تعلیم یافتہ اور حقیقت آگاہ مسلمان بھائیوں سے دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اس جمود و غفلت کو دور کریں۔ اور اپنے

مسیحی دنیا

مصر میں پادریوں کی فریب کاریاں

مصر میں کچھ عرصہ سے مسیحی مبلغین نے ایک نہایت اضطراب انگیز فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ یہ لوگ مراعات کے پردہ میں مصر آتے ہیں۔ مدارس قائم کرتے ہیں اور ان میں ملطاالحیل مسلمان بچوں کو داخل کر کے مسیحیت کی تعلیم دیتے ہیں۔ انہوں نے نصاب تعلیم میں ایسی کتابیں داخل کر رکھی ہیں جو بتدریج مسلمان بچوں کے دل میں شک و شبہ کا زہر بھرتی رہتی ہیں۔ کتابوں میں اسلام پر مخفی و غیر مخفی اعتراضات اور طعن ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ بچوں اور بچیوں کو مغربی معاشرت کی دلفریبیوں کا مسحور بناتے ہیں۔ اور بالغ ہونے سے قبل ہی ان کو مسیحی بنا کر غائب کر دیتے ہیں۔ حکومت مصر کے سامنے اس قسم کی شرارتوں کی اطلاعات مسلسل پہنچتی رہی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ قانون مراعات سے مجبور ہے۔ اس لئے اب تک ان بدمعاشیوں کا کما حقہ انسداد نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن پچھلے دنوں ایک واقعہ نے تمام مصر میں غیظ و غضب کی آگ لگا دی ایک نوجوان یوسف عبدالصمد کو ایک پادری نے مسمریزم کا معمول بنا کر مسیحیت کی طرف مائل کر لیا۔ لیکن اس نے سارا حال پولیس سے کہہ دیا جس پر عوام مشتعل ہو گئے۔ اور انہوں نے اس قہوہ خانہ کا محاصرہ کر کے اس کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں جس میں پادری اور اس کے ہمراہی رہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد پتہ چلا کہ مسیحیت کی تبلیغ کے لئے مستقل طور پر اس قسم کے اڈے قائم ہیں۔ جن میں حسین عورتیں قہوہ پلانے کے بہانے نوجوانوں کو جذب کرتی اور پادریوں کے پھندے میں پھنسا دیتی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحمید سعید کی تقریر

پچھلے دنوں ایوان جمہوریہ مصر میں اس مسئلہ پر نہایت پرخروش بحث ہوئی تھی۔ ڈاکٹر عبدالحمید سعید رکن ایوان نے ایک نہایت رقت انگیز معلومات سے پر اور حقیقت آشنا تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح پادری لوگ مکر و فریب کے بھیس میں مسیحیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ انہوں نے مستقل مثالیں دیکر بتایا کہ یہ لوگ مراعات سے بالکل ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یوسف عبدالصمد کے واقعہ کے بعد متعدد واقعات کا انکشاف ہوا ہے۔ اخبارات . . . . میں اسوان۔ سوہاج۔ جرجا۔ بمصر قدیمہ اور تسرا وغیرہ سے متعلق اسی قسم کی شرارتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک مسجد میں ایک پادری خادم کی حیثیت سے کام کر رہا تھا اس نے ایک روز مسجد کے چراغ پھوڑ دئے۔ اور اس کے ایک دروازے پر صلیب بلند کر دی۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ متعدد نوجوانوں کے خطوط دستیاب ہوئے ہیں۔ جن کا لب و لہجہ، الفاظ اور خیالات یکساں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر مسمریزم کر کے ان سے لکھوائے گئے تھے۔ مسیحی مدارس میں طلبہ کو جبراً مسیحی مذہب کا مطالعہ کرنا اور عبادات میں شریک ہونا پڑتا ہے۔

وزیر اعظم کی تقریر

اس تقریر کے بعد وزیر اعظم نے تقریر کی۔ اور پادریوں کے افعال کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اپنے فرائض کو جانتی ہے لیکن ان معاملات کا اس طرح عجلت میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ حکومت مصر کا مذہب اسلام ہے۔ اور اس کے احترام کے خلاف کسی شے کو گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

ہندو دنیا

ہندو مہاسبھا کی جدید پانند جی سبھا

ایک ایسی ایسوسی ایشن قائم کرنے کے لئے جو ہندوستانی ریاستوں میں ہندو رعایا کے حقوق کی حفاظت کرے۔ بھائی پرمانند ایم۔ ایل۔ اے کی صدارت میں ممتاز ہندوؤں کا ایک جلسہ بارہ کھمبا روڈ نئی دہلی میں یکم اپریل کو منعقد ہوا۔ اور بالاتفاق یہ طے پایا کہ اس ایسوسی ایشن کا نام ریاستی ہندو سبھا منڈل رکھا جائے۔ اور اس کے حسب ذیل مقاصد قرار دئے جائیں۔

(۱) ہندو اور مسلم ریاستوں میں ہندو رعایا کی شکایات کی تحقیقات کی جائے۔

(۲) ریاستی رعایا کی کمزوریوں کو دور کرنے میں مناسب امداد اور ان کی شکایات رفع کرانے کی تدابیر۔

(۳) ریاستوں کی ہندو رعایا میں اپنے حقوق اور فرائض کی تبلیغ جو ان کی قوم اور ریاست کی طرف سے ان پر عاید ہوتے ہیں۔

اس ایسوسی ایشن کی سارے ہندوستان میں شاخیں قائم کی جائیں گی۔

پیغام صلح - افسوس ہے کہ بھائی پرمانند اور ان کے ہم نوا ایسی قسم کی فتنہ پردازیوں سے ہندوستان کے امن و امان کو تباہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ واقعات و حقائق سے یہ ثابت ہے کہ مسلم ریاستوں میں جو حقوق ہندوؤں کو حاصل ہیں وہ ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کو نہیں۔

(اسی صفحہ کے پہلے کالم کا بقیہ)

بھولے ہوئے بھائیوں کی ہمدردی کا عملی پروگرام اختیار کر کے ان کو اعتقادی و عملی انحطاط سے نکالنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کی مجموعی توجہ مسلمانان مڈغاسکر کی مذہبی حالت کو درست کر دے گی۔ مسلمانوں کے علاوہ وہاں کی بت پرست قوم بھی اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کر سکتی ہے۔

میں اپنے ذاتی تجربہ کے ماتحت یہ کہہ سکتا ہوں کہ مڈغاسکر میں مذہبی مدرسہ کے قیام اور تبلیغ کے لئے کسی خارجی امداد و سرمایہ کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف وہاں پہنچ کر کام کرنے کی ضرورت ہے

از نفسم گرہ کشا غنچۂ راز بستہ را
تازہ کن از نسیم من داغ درون لالہ را

ابراہیم دسوقی - (ایک رکن) ہم امید کرتے ہیں کہ مسیحی مبلغین اپنے فرائض ہمارے مذہب پر طعن کئے بغیر ادا کریں گے۔

(ایک شخص) ہم بھی بطریق احسن ان سے بحث و مناظرہ کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحمید سعید۔ کیا حکومت ہم کو مقابلہ کی اجازت دے گی؟

عبدالعزیز بک لطفی۔ جب حکومت غیر مذاہب کے مبلغوں کو دعوت و تبلیغ کی اجازت دیتی ہے۔ تو ہم کو ان کے مقابلے سے کیونکر روک سکتی ہے۔

اس پر گرما گرم بحث ہونے لگی۔ جب بات بڑھ گئی تو وزیر اعظم نے کہا۔

نمائندگان محترم! میری تقریر کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اور میرا خیال ہے مجلس نے اخذ کر لیا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ حکومت مصر مصر کو مسیحی تبلیغ کا میدان نہیں بننے دے گی۔ (تحسین)

اس کے بعد حکومت کی تصریحات پر اطمینان کی قرارداد پیش ہوئی جسے باتفاق رائے منظور کر لیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۲۰ | مورخہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ - اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۳

عید قربان اور مسلمان

ایک عظیم الشان سبق

عید قربان کا مقدس دن جو ابو الانبیا حضرت ابراہیم ؑ اور آپکے مقدس فرزند حضرت اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم الشان قربانی کی زندہ یادگار ہے۔ آج سے چند یوم بعد پھر ہم پر آنے والا ہے اور قربانی و ایثار تسلیم و رضا اور تبتل الی اللہ کا وہ شاندار سبق جو ان دونوں نے عملی طور پر دنیا کو پڑھایا پھر ایک دفعہ تصویری زبان میں مسلمانوں کے سامنے آنے والا ہے۔

قربانی کا حقیقی فلسفہ

ساڑھے تیرہ سو برس مسلمانوں کو یہ سبق پڑھتے ہوئے گذر گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس طویل مدت میں ان کی حالت ایسی ہوگئی ہوتی کہ ان کے جسم کا رواں رواں عملاً اس پر کاربند ہوتا۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے جس طرح اس پر کاربند ہو کر دکھایا اور خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے نہ صرف اپنی گردنوں پر چھریاں چلوائیں بلکہ اپنے عزیزوں۔ رشتہ داروں۔ باپ اور بیٹوں کو بھی خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہ کیا جس طرح سے انہوں نے اپنی خواہشات نفسانی جذبات۔ اور رسم و رواج کے سلاسل کو توڑ کر اپنا اول المسلمین ہونا ثابت کیا۔ اس کی نظیر اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ نے ابتداً اس کا چھچھلا سا نقشہ اپنے اندر دکھایا اور اب بھی ایسے نفوس خدا کے فضل سے اس جماعت کے اندر موجود ہیں جو عملاً ایک حد تک اس پر کاربند ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی عام حالت آج اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہر سال بکرے وغیرہ کی قربانی وہ ضرور کرتے ہیں اس کی رگ جان پر چھری چلا کر سنت ابراہیمی کی یاد کو تازہ کر لیتے ہیں۔ لیکن کیا وہ سبق بھی اس سے حاصل ہوتا ہے جو اس رسم کو قائم کرنے میں مقصود ہے؟ کیا ہماری زندگیاں اسلمت لرب العالمین کا عملی نقشہ پیش کرتی ہیں؟ رسمی طور پر ایک حکم کو بجا لانا اور بات ہے۔ لیکن وہ روح اپنے اندر پیدا کرنا جو اس کا حقیقی منشا ہے اور چیز رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا منشا یہ نہیں کہ ایک بے معنی رسم [illegible] کرنے غریب جانوروں کو بے فائدہ ذبح کرایا جائے بلکہ اس حقیقی روح [illegible] پیدا کرنا مقصود ہے جو اس کا منشائے اصلی ہے۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دماءها ولکن یناله التقوی منکم۔ اس کو نہ بکرے کے گوشت سے مطلب ہے نہ لہو سے سروکار۔ اس کو اگر کسی چیز سے مطلب ہے تو وہ یہی ہے کہ تقویٰ انسان کے اندر پیدا ہو۔ خدا تعالےٰ کے احکام کے آگے وہ عملاً سر جھکائے۔ اور تمام خواہشات نفسانی [illegible] منشائے ایزدی کے خلاف ہوں تسلیم و رضائے الٰہی کی چھری پھر جائے۔

موجودہ مسلمانوں کی عید

کیا ہماری زندگیاں اس کے مطابق ہیں؟ کیا عید کی قربانی سے یہ سبق ہم آج حاصل کرتے ہیں؟ ہم میں سے کتنے ہیں جو خدا کے حکم کے سامنے اپنے نفس کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کتنے ہیں جو اپنے رسم و رواج اور خواہشات نفسانی پر جن سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے چھری چلانے کے لئے تیار ہوں؟ برخلاف اس کے ہم میں سے اکثر ایسے ہیں جنہیں خود عید منانے کے لئے قرضوں کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ عید کیا آتی ہے مسلمان کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ گھر میں کھانے کو ہو نہ ہو عید کے لئے نئے کپڑے بنانے ضروری ہیں۔ قربانی اور زکوٰۃ وغیرہ کے لئے تو بہت لوگوں کے پاس عذر ہوتا ہے کہ وہ قرضدار ہیں۔ اور قرضدار پر قربانی یا زکوٰۃ واجب نہیں۔ لیکن یہ بھی کیا مسلمانی ہے کہ عید کے لئے نئے کپڑے نہ بنائے جائیں۔ کیا ہرج ہے اگر پیسہ پاس نہیں۔ ساہوکار کا گھر سلامت رہے۔ سو پچاس روپیہ قرض اٹھا لینا کیا مشکل ہے۔ معلوم نہیں یہ کس شریعت کا حکم ہے۔ کس دین نے یہ سکھایا ہے؟ کہ عید کے موقعہ پر ضرور نیا جوڑا بنوایا جائے۔ ضرور سینویاں اور پلاؤ پکایا جائے ورنہ عید نہیں ہوتی۔ مسلمان کی عید تو خدا نے بعض روحانی سبق سکھانے دنیوی مصائب اور مشکلات سے نکلنے کے لئے مقرر کی تھی۔ لیکن ہم ہیں کہ خدا کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کر کے خود اپنے آپ کو مصائب اور مشکلات میں پھنساتے ہیں۔ حیرت ہے کہ مسلمانوں کی قوم جو پہلے ہی قرض کے عظیم الشان بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہے ہر عید کے موقعہ پر کیونکر نیا قرض اٹھا کر خوشی اور مسرت کی عید منا سکتی ہے۔ کاش مسلمانوں کے رہبر اور پیشوا اور نہیں تو کم از کم اس بارہ میں تو ان کی ہدایت کا موجب ہوں۔ اور صاف طور پر انہیں تلقین کریں کہ کوئی شخص قرض اٹھا کر عید نہ منائے۔ کاش عید قربان کا حقیقی فلسفہ وہ انہیں بتائیں۔ کہ محض جانوروں کا ذبح کر دینا کوئی چیز نہیں جب تک خدا تعالیٰ کے احکام کے سامنے ہماری خواہشات۔ رسوم و رواج۔ اور جذبات نفسانی پر چھری نہ پھر جائے۔ کہ یہی فی الحقیقت فلاح انسانی کا اصل ذریعہ ہے۔

حج اور عید

غور کرنا چاہئے کہ عید سے ایک دن پہلے حج کی تقریب پر مکہ معظمہ میں جو بے نظیر نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ جب شاہان ذی وقار دو دو معمولی چادروں میں گدایان بے نوا کے دوش بدوش خدائے قادر کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں اور مغرب و مشرق عرب و عجم۔ افریقی اور ایشیائی۔ انگریز اور ہندوستانی۔ گورے اور کالے کے تمام امتیازات عملاً اٹھ جاتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام نسل انسانی وحدت اور مساوات کا مجسمہ بن گئی ہے۔ اور ایک خدا کے سوا اور کوئی ان سے بالا و برتر ہستی نہیں۔ کیا اس وقت ایک صاحب دل انسان کے لئے یہ سبق سیکھنے کا بہترین موقع نہیں ہوتا۔ کہ خدا تعالیٰ کا منشا ہرگز یہ نہیں کہ ظاہری نمود و نمائش کے سامان بہم پہنچانے میں اپنا وقت اور روپیہ بے فائدہ ضائع کیا جائے۔ عید کا دن بیشک خوشی کا دن ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اس دن خدا کے ایک پاک نبی نے اسلمت لرب العالمین کا بے نظیر منظر پیش کر کے نسل انسانی کے لئے ایک نمونہ قائم کیا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ ہمارے بے شمار بھائی جنہوں نے محض خدا کے لئے اپنے وطنوں اور عزیز و اقارب کو چھوڑا۔ آرام اور راحت کو ترک کیا۔ سفر کی صعوبتیں جھیلیں اور ہزاروں روپے خرچ کئے۔ اپنے مقصد و مراد کو پہنچ گئے اور خدا کے حضور میں اپنے عجز و نیاز کا ہدیہ پیش کر کے اس عظیم الشان فریضہ سے فارغ ہو گئے جو اسلام نے ان پر عائد کیا تھا۔ یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس قربانی و ایثار کا جو خدا کے رستہ میں انہوں نے کی۔ اس ایثار پر جس قدر وہ خوشی منائیں کم ہے۔

حقیقی عید

ہم بھی انہی کی تقلید میں عید مناتے ہیں اور دوگانہ نفل ادا کر کے وہ قربانی پیش کرتے ہیں جو جناب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی یادگار میں ہم پر واجب ہے۔ یہ قربانیاں یہ ایثار یہ لذات اور حصول مراد کیا سبق اپنے اندر رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری عید دنیوی لذات اور خواہشات میں نہیں بلکہ قربانی اور ایثار میں ہے۔ ہمیں سکھایا گیا ہے کہ خدا کے رستہ میں اپنا سب کچھ کھو کر روپیہ، پیسہ، راحت اور آرام۔ اور بشرط ضرورت جان تک پیش کر کے ہمیں خوشی اور لذت ہونی چاہئے جس دن اس عظیم الشان سبق کو ہم عملی طور پر دہرائیں گے وہی حقیقت میں ہمارے لئے عید کا دن ہوگا!

ہندوؤں کے لئے سم قاتل

بنارس کے ہندی اخبار "آج" نے پنڈت رام پرشاد پانڈے کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں مسلمانوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"مسلمانوں کے بعض اعتقادات ہندوؤں کے لئے سم قاتل ہیں۔ تمام مسلمانوں کو جیسے بھی ممکن ہو ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی فکر رہتی ہے اور اس کو وہ اسلام کا ایک لازمی جزو سمجھتے ہیں اس کے علاوہ سیاسی نقطۂ نگاہ سے بھی وہ اپنی تعداد بڑھانے میں مصروف ہیں"

اس میں شک نہیں کہ تبلیغ اسلام کا ایک لازمی جزو ہے جس پر کاربند ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن ہندوؤں کے لئے یہ سم قاتل ہرگز نہیں۔ بلکہ باعث رحمت ہے۔ اسلام امن و سلامتی اور عالمگیر اخوت و مساوات کا مذہب ہے۔ جس میں داخل ہو کر انسان غیر فطری معتقدات سے بچ جاتا۔ اور اس عالمگیر برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے سوائے اور کسی کو اپنا معبود نہیں سمجھتی۔ اسلام کے اندر آ کر انسانی غلامی کی تمام زنجیریں کٹ جاتی ہیں اور حیات ابدی انسان کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کو سم قاتل کہنا ایسا ہی ہے جیسے تریاق کو زہر کہا جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں سے بھی ہمیں یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا فی الواقع وہ تبلیغ کو اسلام کا لازمی جزو سمجھتے ہیں۔ کیا وہ فی الواقع اپنی تعداد کو بڑھانے میں مصروف ہیں؟ اس کا جواب سوائے افسوسناک خاموشی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

گئو رکھشا اور مسلمان

معاصر "پرکاش" نے اپنی ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں لالہ کانشی رام وید کی وکالت کرتے ہوئے ان کے اس بیان کی توضیح کی ہے جو آریہ سماج کے ایک گزشتہ جلسہ میں ذبح بقر اور چھوت چھات کے متعلق انہوں نے دیا تھا۔ "پرکاش" کی بیان کردہ توضیح پر ہم پھر کسی وقت روشنی ڈالیں گے۔ لیکن اسی ضمن میں اس نے قرآن اور بعض فرمانرواؤں کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ قابل غور ہے۔ لکھا ہے:۔

"قرآن میں گائے کے دودھ کو صحت بخش اور گوشت کو مضر صحت قرار دیا گیا ہے ۔۔۔۔۔۔ کیا کوئی مسلمان ہے جو ہندوستان کے مغل بادشاہوں، مصر یا افغانستان کے فرمانرواؤں یا حیدرآباد دکن کے کسی نظام کا کوئی ایسا حکمنامہ پیش کر سکے جس میں گئو کے بجائے بکری بھینس یا کسی اور ایسے ہی جانور کی ہتھیا کے خلاف پابندیاں عائد کی گئی ہوں؟ نہیں تو گائے میں کوئی خصوصیت تسلیم کر کے ہی انہوں نے گئو رکھشا کو عین اسلام سمجھا ہوگا۔"

سب سے پہلے ہمیں "پرکاش" سے قرآن کی وہ آیت دریافت کرنی ہے۔ جس میں گائے کے دودھ کو صحت بخش اور گوشت کو مضر صحت قرار دیا گیا ہے۔ اگر "پرکاش" میں صدق و دیانت کا ذرہ بھر مادہ موجود ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ قرآن کی وہ آیت پیش کرے ورنہ علی الاعلان اپنے اس بیان کو واپس لے۔

رہ گئے اسلامی فرمانرواؤں کے حکمنامے۔ تعجب ہے۔ جو بات ہندو قوم کی رواداری کے لئے بھی مسلمانوں کی طرف سے عمل میں آئے اس کے لئے شکر گزار ہونے کے بجائے اٹھا اسے مسلمانوں کا عقیدہ قرار دیدیا جاتا ہے۔ گائے کی کوئی خصوصیت کسی اسلامی فرمانروا نے تسلیم نہیں کی بلکہ محض ہندو قوم کی دلداری کے لئے اس کے ذبیحہ پر پابندیاں عائد کر دیں۔ جو ان کی وسعت قلب اور رواداری پر دال ہے۔ کیا ہندو قوم اس کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے۔

مُسلِم ریوائول

ایک بیش قیمت علمی رسالہ

اس نام سے ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے زیر نگرانی شائع کرنا شروع کیا ہے۔ پہلا نمبر $\frac{20 \times 26}{8}$ کے ۱۰۰ صفحات پر شائع ہو چکا ہے۔ جو حسب ذیل علمی مضامین پر مشتمل ہے:۔

۱۔ مسلم کلچر ۔۔ سید واجد علی صاحب بی اے کنٹب بیرسٹر ایٹ لار
۲۔ مغل کنٹری بیوشن ٹو دی سویلیزیشن آف انڈیا ۔۔ لالہ رام چند منچندا ایڈووکیٹ
۳۔ بابی موومنٹ ۔۔ ۔۔ حضرت امیر ایدہ اللہ
۴۔ اسلامز کنٹری بیوشن ٹو دی پیس آف دی ورلڈ ۔۔ شیخ عبد الحق صاحب (سب جج کرنال)
۵۔ پریذیڈنشل ایڈریس آل انڈیا مسلم کانفرنس ۔۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال
۶۔ لائٹ اینڈ لائف (اے سٹڈی آف قرآن) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
۷۔ کنٹمپریری تھاٹ اینڈ لا ۔۔ ۔۔ ایڈیٹوریل
۸۔ بک ریویوز ۔۔ ۔۔ ۔۔ "
۹۔ نوٹس اینڈ کومنٹس ۔۔ ۔۔ ۔۔ "

یہ تمام عنوانات اور مضامین نگاروں کے اسمائے گرامی اس بات کی کافی ضمانت ہیں۔ کہ یہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک بہترین علمی رسالہ ہے۔ جس کی سرپرستی اور اعانت ہر صاحب علم مسلمان پر واجب ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا مضمون ہسٹری آف دی بابی موومنٹ احمدیہ لٹریچر میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔ جس کی زمانۂ حال میں اشد ضرورت پیش آ رہی تھی۔ یہ مضمون غالباً متعدد قسطوں میں شائع ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ بعد میں کتابی صورت میں طبع کرایا جائے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ "پیغام صلح" میں اس کا ترجمہ بالاقساط شائع کیا جائے۔

شیخ عبد الحق صاحب سب جج کرنال کا مضمون سالانہ جلسہ کے موقعہ پر احباب کرام اپنے کانوں سے سن کر اس کی اہمیت کا اندازہ کر چکے ہیں۔ اسلام کا شاید ہی کوئی اہم پہلو ہو جس پر اس مضمون میں بسیط علمی تبصرہ نہ کیا گیا ہو۔ اور واقعات و حقائق سے یہ ثابت نہ کیا گیا ہو کہ اسلام ہر پہلو کے لحاظ سے کل دنیا کے لئے بالعموم اور یورپ کے لئے بالخصوص باعث رحمت ثابت ہوا۔ اس مضمون کے لکھنے میں بے شمار کتب سے امداد لی گئی ہے جو فاضل مضمون نگار کی محنت اور مذاق علم کا ثبوت ہے۔

لالہ رام چند منچندا کا مضمون بھی اس زمانہ میں جبکہ ہندو دنیا سلطنت مغلیہ کے جور و ستم اور تعصب و جہالت کے افسانوں سے رطب اللسان ہے۔ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی تک ہندو دنیا سے عدل و انصاف کا فقدان نہیں ہو گیا۔ اور اس نقار خانہ میں ایسی طوطیاں ابھی باقی ہیں جو سلطنت مغلیہ کے علم و تہذیب کے بدل ثنا خواں ہیں۔ اور کھلے طور پر اس بات کی معترف ہیں کہ شاہان مغلیہ نے ہندوستان کی تہذیب کو چار چاند لگائے۔ اور اس ظلمت کدۂ جہالت کو علم و نور کی روشنی سے منور کر دیا۔

جناب سید واجد علی صاحب بی اے کنٹب بیرسٹر ایٹ لار کا مضمون اسلامک کلچر بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا جس میں اسلامی تہذیب و معاشرت کا مقابلہ مسیحی۔ یہودی۔ ہندو۔ اور دیگر اقوام کی تہذیب سے کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہی تہذیب دنیا میں ہر طرح قابل اتباع اور لائق فخر ہے۔

لائٹ اینڈ لائف کے عنوان سے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے قرآن کریم کی سورہ العادیات کی نہایت لطیف اور بے نظیر تفسیر کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا اسم گرامی ہی اس تفسیر کی خوبیوں کی بہترین ضمانت ہے۔

ایڈیٹوریل میں بہت سے ملکی و ملی مسائل پر مفید تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ کئی ایک علمی کتابوں پر ریویو اپنے مضمون کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

رسالہ میں پانچ تصاویر بھی لگائی گئی ہیں۔ جن میں سب سے پہلی تصویر اس انگریز شہزادی کی ہے۔ جو حال ہی میں ہوائی جہاز میں ۔۔۔۔۔۔ مسلمان ہوئی ہیں دوسری تصویر میں گزشتہ سال کی عید الاضحیٰ کے موقعہ پر امام مسجد برلن خطبۂ عید پڑھ رہے ہیں۔ تیسری تصویر میں عید الفطر کے موقعہ پر جرمن اور مشرقی مسلمانوں کے اجتماع کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ اور چوتھی میں امام مسجد برلن اسی عید کا خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ پانچویں تصویر چین کے مسلم نوجوانوں کے ایک گروپ پر مشتمل ہے۔ ٹائٹل پیج نہایت خوبصورت بیل بوٹوں سے مزین ہے۔ اور پیشانی پر نہایت خوبصورت الفاظ میں ان اللہ یحی الارض بعد موتہا کی آیۂ کریمہ ثبت ہے۔ جو گویا رسالہ کے نام کی بہترین تفسیر ہے۔

غرض یہ رسالہ ہر پہلو سے علمی ذوق کا ایک نہایت کارآمد اور بیش قیمت نمونہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے احباب اس کی توسیع اشاعت میں خاص سرگرمی اور ہمت سے کام لیں۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو اس کی اشاعت کو ہزاروں تک پہنچا کر اسے اس قابل بنا دیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہترین خدمات سرانجام دے سکے۔

قیمت سالانہ پانچ روپے۔ فی کاپی عہ
منیجر صاحب مسلم ریوائول احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کریں۔

افریقہ کے اصلی باشندے اور سفید فام اقوام

مسٹر برناڈ شا جو انگلستان کے علمی حلقوں میں خاص شہرت رکھتے ہیں حال ہی میں افریقہ کے بعض علاقوں کا دورہ کیا ہے اور وہاں کے باشندوں اور سفید فام اقوام کے حالات اور اعمال و افعال کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ "افریقہ کے اصلی باشندے باعتبار اوضاع و اطوار و فہم و ذکا یورپین آبادی کے مقابلہ میں بدرجہا ترقی یافتہ ہیں" انہوں نے کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) سے عازم انگلستان ہوتے ہوئے ایک بیان کے دوران میں فرمایا کہ اگرچہ صدہا باشندگان ملک فاقوں مر رہے ہیں لیکن پھر بھی ایک قوم ہے جو ناکردنی افعال کو کر سکتی ہے" انہوں نے افلاس زدہ گوری اقوام پر نہایت بیدردانہ انداز میں تنقید کی۔ اور کہا کہ کینیا کے علاقے جس کے خوبصورت اور دلفریب ماحول میں میں رہ چکا ہوں۔ میں نے اکثر ناقص العقل دیکھے وہ لوگ قطعی طور پر عقل سے معرا تھے۔ اور ان کی حیثیت جنوبی افریقہ کے انعام و بہائم ۲۲

۲۲ سے کسی طرح بھی کم نہ تھی۔ آپ لوگوں کو چاہیئے کہ اس زمین کی مقدس سطح کو ان کے بوجھ کو پاک کرو۔ اور انہیں گولی کا نشانہ بنا دو۔ ڈچ لوگوں کو مسٹر شا نے حلیم الطبع، ذہین، مہذب اور تعلیم کے سوا ہر طرح مکمل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ انہیں عقل و فہم سے کام لینے کا موقع دو۔ سب سے ضروری یہ ہے کہ انجیل کو ترک کر دو۔ ان سے انجیل چھین لو۔ وہ اس کتاب کے بہت زیادہ محتاج ہو گئے ہیں"

یہ ایک انگریز مورخ کی رائے مغربی اقوام کے متعلق ہے ۔۔ فی الحقیقت یورپ نے جہاں مختلف ممالک میں تہذیب و تمدن کے پھیلانے میں حصہ لیا ہے۔ وہاں مختلف اقوام کی جہالت و پسماندگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں پامال کرنے میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ افریقہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ سفید اقوام کا یہ سلوک اور کا [illegible]

حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات پر اعتراضات

اور اُن کے جوابات

مسیح موعود کی منزلت ۔ انبیاء پر جھوٹ کا الزام ۔ انبیاء کی وحی میں دخل شیطان

مولانا احمد صاحب کے قلم سے

(بسلسلہ گذشتہ ۔ نمبر ۲۱ مورخہ ۳۔ اپریل)

مسیح موعود کی منزلت

پانچویں اعتراض میں معترض نے یہ الہام نقل کیا ہے :۔

(۱) " پھر خدا نے فرمایا کہ تیرے لئے رات دن پیدا ہوئے ۔
(۲) " جو کچھ چاہے تو کر میں نے تجھے بخشا ۔
(۳) " تو مجھ سے وہ منزلت رکھتا ہے جس کی دنیا کو خبر نہیں "

یہ عربی الہام کا ترجمہ ہے ۔ جس کو معترض نے عقائد باطلہ کی فہرست میں درج کیا ہے ۔ لیکن اس پر بھی کوئی تنقید نہیں کی کہ اس میں کونسا عقیدۂ باطلہ ہے ۔ اس الہام میں تین باتوں کا ذکر ہے ۔

(۱) تیرے لئے میں نے رات اور دن پیدا کیا ۔ اس سے پہلے یہ فقرہ ہے " تو میرے ساتھ ہے میں تیرے ساتھ ہوں ۔ اس کے بعد یہ ہے کہ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا " اس سے مطلب صاف ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو میرے کام میں لگا ہوا ہے ۔ میں تیرے ساتھ ہوں ۔ تیری مدد کروں گا ۔ رات دن یعنی آنے والا وقت تیری تائید اور مدد کرے گا ۔

(۲) جو کچھ چاہے تو کر میں نے تجھے بخشا ۔ اس کی تشریح خود حضرت مسیح موعود نے یوں کی ہے :۔

" اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ۔ اور اعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے ۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندہ کی بنائی گئی اور سب اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضے کے محبوب کی گئی "

(۳) " تو مجھ سے وہ منزلت رکھتا ہے جس کی دنیا کو خبر نہیں ۔" اس کے معنی بھی صاف ہیں ۔ اگر دنیا کو آپ کی منزلت کی خبر ہوتی خصوصاً مدعیان وراثت نبوی کو اگر آپ کی منزلت کی خبر ہوتی تو کیوں آپ کی مخالفت کرتے ۔ کیوں کفر کے فتوے لگاتے ۔ کیوں عیسائیوں سے مل کر آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ۔ چونکہ دنیا خصوصاً علماء آپ کی منزلت سے نابینا اور بے خبر تھے ۔ اس لئے انہوں نے مخالفت کی ۔ اور کفر کے فتوے لگائے ۔

انبیاء پر جھوٹ کا الزام

چھٹے اعتراض میں حضرت مسیح موعود پر یہ الزام لگایا گیا ہے

(۱) " انبیاء علیہم السلام جھوٹے بھی ہوتے ہیں ۔ یعنی نبی جھوٹ بھی بول دیا کرتے ہیں ۔
(۲) " اور نبیوں کی وحی دخل شیطان سے خالی نہیں ہوتی ۔" صفحہ ۱۲۸
(۳) چار سو نبیوں نے شیطان کا دھوکہ کھایا " (ازالہ اوہام)

اس الزام میں معترض نے دجل اور خیانت سے کام لیا ہے اور حضرت مسیح موعود کے اصل الفاظ کو نقل نہیں کیا اور اپنی طرف سے ایک بات بنا کر آپ کی طرف منسوب کر کے افترا کیا ہے ۔

یہ بات کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ نبی جھوٹ بھی بول دیا کرتے ہیں " کذب صریح ہے ۔ جو آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔ یہ انہیں لوگوں کا اعتقاد ہو سکتا ہے جو بخاری کی حدیث لم یکذب ابراھیم الا ثلاثۃ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین مرتبہ جھوٹ بولا تھا) پر ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں ۔ کہ حضرت ابراہیم نے تین مرتبہ جھوٹ بولا ۔ ازالہ اوہام میں یہ بات کہیں نہیں ہے ۔ کہ انبیاء جھوٹ بولا کرتے ہیں ۔

اسی طرح دوسری بات کہ نبیوں کی وحی دخل شیطان سے خالی نہیں ہوتی ۔ یہ بھی بہتان اور افترا ہے ۔ ازالہ اوہام میں انبیاء کی نسبت یہ نہیں لکھا ۔

تیسری بات یہ کہ چار سو نبیوں نے شیطان کا دھوکا کھایا ۔ یہ مضمون مجموعہ توراۃ سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹ سے ازالہ اوہام میں نقل کیا گیا ہے اور اس کا جو منشا ہے وہ میں آگے چل کر لکھوں گا ۔

انبیاء کی وحی میں دخل شیطان

ازالہ اوہام میں جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ " جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے انکشاف کے لئے بطور استخارہ و استکشاف وغیرہ توجہ کرتا ہے ۔ خاص کر ایسی حالت میں جب اس کے دل میں یہ تمنا ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اس وقت اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے ۔ اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے ۔ یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے ۔ مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے ۔ اسی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے ۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته .... اور مجموعہ توراۃ میں سے سلاطین اول ۲۲ باب انیس آیت میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبیوں نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکلی ۔

اس عبارت میں تین باتوں کا ذکر ہے :۔

(۱) انسان کی آرزو اور خواہشات میں شیطان دخل دیتا ہے ۔
(۲) یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے ۔
(۳) توریت میں ہے کہ چار سو نبیوں نے ایک بادشاہ کی فتح کی پیشگوئی کی تھی ۔ اور وہ غلط نکلی ۔

اس میں اس بات کا ذکر نہیں کہ وحی غیر متلو جو انبیاء کو بذریعہ جبریل ہوتی ہے اس میں شیطان کا دخل ہوتا ہے ۔ گو بعض غیر محقق مفسرین نے اس قسم کی وحی میں بھی شیطان کے دخل کو تسلیم کیا ہے ۔ اور ایک بے سروپا اور لغو قصہ نقل کیا ہے لیکن حضرت مسیح موعود نے اسے تسلیم نہیں کیا ۔ بلکہ وحی کو دخل شیطانی کے زائل کرنے کا موجب قرار دیا ہے ۔ اس کے ساتھ یہ بھی قابل غور امر ہے کہ ازالہ اوہام میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ خطاب اور مکالمہ الہیہ جو اولیاء اللہ یا محدثین کے ساتھ ہوتا ہے اس میں شیطان دخل دے سکتا ہے ۔ یہ بھی نہیں لکھا کہ جو کشوف اور الہامات یا خوابیں انبیاء اور اولیاء کو ان کی خواہش اور آرزو کے بغیر ہوتی ہیں اس میں شیطان کا دخل ہوتا ہے ۔ بلکہ صرف یہی لکھا ہے کہ انسان جب کسی بات کو چاہتا ہے اور اپنی خواہش کے مطابق چاہتا ہے کہ اسے الہام کے ذریعہ پتہ لگ جائے تو اس میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے ۔ پس یہاں صرف مطابق خواہش الہام چاہنے میں دخل شیطان کو تسلیم کیا ہے ۔ اور یہ انبیاء اور رسولوں کے علاوہ اور ملہمین کی نسبت لکھا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے ۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ یہاں انبیاء کی وحی سے کونسی وحی مراد ہے جس میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے ۔ اس کی تشریح کے لئے حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریر (جو آئینہ کمالات اسلام میں ہے) نقل کرنا کافی ہے ۔

" ہر ایک بات جو نبی کی توجہ تام سے ہے اور اس کے خیال کی پوری مصروفیت سے اس کے منہ سے نکلتی ہے ۔ وہ بلاشبہ وحی ہوتی ۔ تمام احادیث اسی درجہ کی وحی میں داخل ہیں ۔ جن کو وحی غیر متلو کہتے ہیں .... اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے ۔ کیونکہ نبی کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا ...... ہر ایک بات جو اس کے منہ سے نکلتی ہے وحی ہے ۔ اس لئے جب اس کے اجتہاد میں غلطی ہوگی تو وحی کی غلطی کہلائے گی ...... کبھی نبی کی اس قسم کی وحی جس کو دوسرے لفظوں میں اجتہاد بھی کہتے ہیں مس شیطان سے مخلوط ہو جاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب نبی کوئی تمنا کرتا ہے کہ یوں ہوگا ۔ تب ایسا ہی خیال اس کے دل میں گذرتا ہے جس پر نبی مستقل رائے قائم کرنے کے لئے ارادہ کر لیتا ہے ۔ تب فی الفور وحی اکبر جو کلام الہی اور وحی متلو ہے ۔ نبی کو اس غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے ۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۵۲)

یہاں یہ بات صاف ہو گئی کہ حضرت صاحب نے دخل شیطان کو نبی کے صرف اجتہاد میں تسلیم کیا ہے ۔ جو نبی کا اپنا فعل ہے ۔ اور چونکہ اجتہاد کو نبی کی وحی ٹھیرایا ہے اس لئے اجتہادی غلطی کو وحی کی غلطی کہا ہے ۔ اور یہ فرمایا ہے کہ یہ غلطی دخل شیطان یا مس شیطان کی وجہ سے ہوتی ہے ۔ اور قرآن کی وحی اس غلطی کی بلا توقف اصلاح کر دیتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ نبی کے ہر ایک اجتہاد میں نہیں بلکہ صرف اس اجتہاد میں غلطی ہو جاتی ہے جس کا تعلق اپنے ارادہ اور تمنا سے ہو ۔ جس بات کی تمنا اور آرزو ان کے دل میں نہیں ہوتی اس کے متعلق اجتہاد کرنے میں غلطی کو تسلیم نہیں کیا ۔ نہ دخل شیطان کو تسلیم کیا ہے ۔

انبیاء کے اجتہاد میں شیطان کا دخل

رہی یہ بات کہ اجتہاد میں غلطی ہو جانے کو کس معنی میں شیطان کا دخل قرار دیا ہے ۔ کیا یہ شیطان کے کسی فعل اور تصرف کا نتیجہ ہے اور کیا انبیاء علیہم السلام کے قوائے علمی میں وہ تصرف کر سکتا ہے اور انہیں صحیح علم سے روک سکتا ہے ۔ اس کا جواب نفی میں ہے اور اس کو ہم قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں حل کرتے ہیں ۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے متعلق فرماتے ہیں ۔

الا ان الله اعانني عليه فاسلم

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے خلاف مجھے مدد دی ہے ۔ پس وہ مسلمان ہو گیا ۔ یا میں اس سے محفوظ رہتا ہوں ۔

نیز قرآن مجید میں کئی جگہ ہے ان عبادی لیس لك

علیہم من سلطان "

میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی تصرف اور غلبہ نہیں ہے۔

نیز ایک حدیث میں آتا ہے کہ اجتہادی غلطی پر بھی انسان کو ثواب ملتا ہے۔

پہلی حدیث سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلعم کا شیطان مسلمان ہوگیا تھا یعنی شیطنیت کا حصہ اس سے نکل گیا۔ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محفوظ رہتے تھے۔ اس کا کوئی تصرف آپ پر نہ تھا۔ اور قرآن کریم کی آیت مذکورہ کے رو سے کسی نبی پر شیطان کا تصرف نہیں ہے بلکہ وہ خود شیطان پر غالب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا اور دوسری حدیث کے رو سے اجتہادی غلطی پر نہ صرف انبیا کو ثواب ملتا ہے بلکہ ہر ایک مجتہد کو بھی ملتا ہے۔ حالانکہ شیطانی کام پر سزا ملتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اجتہادی غلطی انبیا سے شیطان کے تصرف اور دخل سے نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ایک بشری نقص ہوتا ہے جو اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ اگر وحی الٰہی نہ ہوتی تو انبیا اپنی قوت اجتہادی کے رو سے علمی غلطی سے محفوظ نہ رہ سکتے۔

نسیان کی نسبت شیطان کی طرف

پس چونکہ اجتہادی غلطی شیطان کے تصرف کی وجہ سے نہیں ہے تو یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ نبی کی اجتہادی غلطی دخل شیطان کی وجہ سے ہے۔ اس کے لئے بھی ہم کو قرآن کریم کے محاورہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا رفیق سفر فرماتا ہے :-

فانی نسیت الحوت وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ (الکہف ع۲۲)

"میں مچھلی کو بھول گیا۔ اور شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ اسے یاد کروں۔"

نسیان اور بھول انسان کی صفت اختیاری ہیں۔ نہ وہ شیطان کے تصرف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ بھول اور نسیان انبیاء علیہم السلام سے بھی ہو جاتا ہے حضرت موسیٰ اور ان کے رفیق سفر کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ نسیا حوتہما (الکہف ع۱۲) دونوں اپنی مچھلی بھول گئے۔" اور نبی کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ (الاعلیٰ ع۱) "تو نہیں بھولے گا مگر جو اللہ چاہے"

اگر نسیان اور بھول شیطانی تصرف کی وجہ سے ہوتا تو انبیا سے کبھی سرزد نہ ہوتا۔ الکہف ع۶۲ میں اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا تو صرف لحاظ سے کہ اس بھول سے ان کو تکان کی تکلیف پہنچی۔ کیونکہ اس کی وجہ سے منزل مقصود سے آگے نکل گئے۔ اور پھر واپس ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ جس فعل سے انسان کو تکلیف پہنچے۔ یا فائدہ کی کوئی بات نہ ملے۔ تو اس سے چونکہ شیطان خوش ہوتا ہے اس لئے اس کو اسکی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

اجتہادی غلطی شیطان کی طرف منسوب کرنیکی وجہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب قبطی کو مکا مارا۔ اور قبطی مر گیا۔ تو فرمایا ھذا من عمل الشیطان۔ (القصص ع۱۵)

حضرت موسیٰ نے قبطی کو اس غرض سے نہیں مارا کہ اسے قتل کر دیں نہ مکا مارنا اقدام قتل ہے۔ کیونکہ مکا مارنا ذرائع قتل میں سے نہیں ہے لیکن اس کا قتل مکا مارنے کے بعد ہوا۔ اور مکا مارنا قبطی کے ظلم کی وجہ سے تھا۔ نہ قبطی ظلم کرتا۔ نہ حضرت موسیٰ مکا مارتے۔ نہ قبطی قتل ہوتا۔ مگر بہر حال قتل مکا مارنے کے بعد واقع ہوا۔ جو بظاہر حضرت موسیٰ کے فعل کا نتیجہ ہے۔ گو ان کا ارادہ قتل نہ تھا۔ اور مارنے میں وہ حق بجانب تھے۔ اور مکا مارنا شیطانی تحریک سے نہ تھا۔ مگر پھر بھی فرمایا کہ یہ فعل قتل شیطان کا کام ہے۔ تو اس کو شیطان کا کام اس لئے قرار دیا کہ اس کے قتل سے حضرت موسیٰ کو بھی تکلیف پہنچی۔ اور مقتول کے وارثوں کو بھی تکلیف پہنچی۔ اور اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح اجتہادی غلطی کی وجہ سے بھی انسان صحیح علم سے محروم ہو جاتا اور صحیح علم کے نہ ہونے کی وجہ سے ترقی میں روک پیدا ہو جاتی ہے۔ جو انسان کی تکلیف کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔

انبیا کی اجتہادی غلطی

پس توریت میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی کے غلط ہونے کا ذکر ہے اس کا مفہوم بھی اس قدر ہے کہ الہام میں اجتہادی غلطی کی بنا پر انہوں نے پیشگوئی کی۔ اور ان کا اجتہاد غلط نکلا۔ اور پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔ چونکہ پیش گوئی انہوں نے اپنی رائے کی بنا پر کی تھی اور رائے غلط نکلی۔ اس غلطی فی الرائے کی توریت میں یہ تعبیر کی گئی کہ وہ جھوٹی نکلی۔ توریت اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ صرف ترجمے ہیں۔ مترجمین نے اجتہادی غلطی کی تعبیر جھوٹ کے لفظ سے کی۔ اور چونکہ صرف مسلمان قوم ہی انبیاء کو جھوٹ وغیرہ سے معصوم سمجھتی رہی ہے اور دوسری معصوم نہیں سمجھتیں اسلئے ان سے یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ اجتہادی غلطی کو جھوٹ کہہ دیں۔

حضرت مسیح موعود کا بھی یہی منشا ہے کہ انبیا سے اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آئینہ کمالات کی عبارت سے ظاہر ہے۔ انبیا کے جھوٹ بولنے کو آپ نے کہیں بھی تسلیم نہیں کیا۔ اور توریت جو چار سو نبی کی پیشگوئی کو جھوٹ کہتی ہے اس کے معنی بھی حضرت صاحب کے نزدیک اجتہادی غلطی ہے۔ اور جھوٹ کے لفظ سے اس کا ترجمہ مترجمین نے کیا ہے جو غلط ہے۔

زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں

اسکے بعد معترض نے یہ الہام نقل کیا ہے کہ پھر خدا نے فرمایا کہ زمین آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ میرے ساتھ ہیں ۔" (براہین احمدیہ ص۲۱۲)

نہ معلوم کہ اس میں کونسا عقیدہ باطلہ ہے۔ جس کو معترض نے عقائد باطلہ کی فہرست میں درج کر دیا ہے۔ اس کے معنی تو بالکل صاف ہیں۔ جس طرح آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کی شہادت دے رہے ہیں۔ اسی طرح مسیح موعود کی صداقت کی شہادت دے رہے ہیں۔ ؎

آسمان بار د نشان الوقت میگوید زمین
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

آسمان کی شہادت خوف کسوف ہے۔ جو مہدی کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود مہدی مسعود کے وقت میں پورے ہوئے۔ نیز وہ پیشگوئیاں ہیں جو اپنے اپنے وقت میں پوری ہوئیں۔ اور وہ دعائیں ہیں جو مقبول ہوئیں۔ اور زمین کی شہادت دشمنان اسلام کا اسلام پر حملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض۔ قرآن کریم پر حملے۔ اور علمائے وقت کا جمود اور غفلت اور مقابلہ کی ناقابلیت ہے۔ ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کسی کو بھیجتا چونکہ اور کوئی مدعی نہیں ہے۔ اور حضرت مسیح موعود ہی ماموریت کے مدعی ہیں۔ جنہوں نے دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا۔ مقابلہ کے لئے ایک زبردست جماعت بنائی۔ جس کا اہم مقصد اشاعت و تبلیغ اسلام اور دشمنان دین سے جہاد کرنا ہے۔ اس لئے آپ کی صداقت کے متعلق شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی +

ایک ضروری اطلاع

اخبار کی چٹیں عنقریب طبع ہونے والی ہیں۔ تمام احباب اپنی اپنی چٹوں کو بغور ملاحظہ فرمالیں اگر ان میں کسی اصلاح کی ضرورت ہو تو جوابی مطلع فرمائیں۔ جن اصحاب کو تبدیلی پتہ کے متعلق کوئی شکایت ہے وہ بھی تحریر فرمائیں فوراً ان کی شکایت دور کیجائیگی۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ لازمی طور پر دیں (مینیجر)

(بقیہ صفحہ ۲)

ولید بن عبدالملک کا عہد حکومت

اس سے قبل کہ سپین کی اسلامی تہذیب و تمدن کا نقشہ پیش کیا جائے اور مشہور ہسپانیہ کے حالات لکھے جائیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نہایت مختصر طور پر مسلمانوں کی ملکی فتوحات اور ان کی تاریخ کا ذکر بھی کر دیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس زمانہ میں اور کس حالت میں وہ ہسپانیہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور انہوں نے کیا کچھ اصلاحات کیں اور لوگوں کو کیا فائدے پہنچائے۔

بنی امیہ کے چھٹے خلیفہ ولید بن عبدالملک کا عہد حکومت ملکی فتوحات اور سیاسی اقتدار و اقبال کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں ایک نہایت ہی شاندار دور گذرا ہے۔ اسی زمانہ میں مسلمانوں نے یونان اور ماوراالنہر کے اکثر شہروں پر قبضہ کیا۔ اسی خلیفہ کے عہد میں اس کے بھائی مسلمہ اور اس کے بھتیجے قتیبہ بن مسلمہ نے بلخ۔ بخارا فرغانہ اور خوارزم میں ترکوں کو پچھاڑا۔ اور اہل سمرقند کو اپنا مطیع کیا اسی زمانہ میں محمد بن قاسم علیہ الرحمتہ نے سندھ اور ملتان کو فتح کرتے ہوئے کفرستان ہند کو نور توحید سے روشن اور منور کیا۔ اور [illegible] اسی زمانہ میں اہل اسلام نے ہسپانیہ میں سلطنت قائم کی۔

طارق بن زیاد

ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں افریقیہ کی حکومت مشہور مجاہد اور جانباز سپہ سالار موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں میں تھی۔ ان دنوں سپین ایک عیسائی بادشاہ راڈرک کے ماتحت تھا۔ جس کی حکومت بدانتظامی اور بے انصافی کا نمونہ تھی۔ تمام رعایا اس بادشاہ سے تنگ اور اس کے جور و ظلم سے نالاں تھی۔ چنانچہ اکثر عیسائی قبائل نے ملکر خفیہ طور پر موسیٰ بن نصیر کو اسپین پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور اس کو یقین دلایا کہ راڈرک مسلمانوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکے گا موسیٰ نے خلیفہ کا حکم طلب کیا۔ جس نے بخوشی اجازت دیدی۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے اپنے مشہور جرنیل طارق بن زیاد کو اسپین پر حملہ آور ہونے کے لئے مامور کیا۔

فتح ہسپانیہ

طارق بن زیاد نے اپنے ایک کپتان کو چار کشتیاں اور پانچ سو ہمراہی دیکر روانہ کیا۔ تاکہ وہ صورت حالات دریافت کرے اس کے بعد طارق خود بارہ ہزار کی جمعیت ہمراہ لیکر اسپین روانہ ہوا۔ اور ۹۲ھ مطابق ۷۱۱ء کو وہ ساحل سپین پر پہنچا۔ اور اس مقام پر ڈیرہ لگایا جو بعد میں اس کے نام پر جبل الطارق مشہور ہوا۔ اور آج جبرالٹر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ طارق کے مقابلہ کیلئے شاہ راڈرک بذات خود ایک ٹڈی دل فوج لیکر میدان مقابلہ میں نکلا۔ ایک طرف مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج۔ اور سامان حرب کی قلت۔ اور دوسری طرف دشمن کی کثرت اور ساز و سامان کی افراط کے باوجود فتح طارق ہی کو نصیب ہوئی۔ اور راڈرک میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس نمایاں اور زبردست فتح نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دئے۔ اور طارق نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے سب اطراف میں پھیلا دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں البیرا۔ مالاگا۔ قرطبہ اور ٹولیڈو کے مشہور شہروں پر پرچم اسلامی لہرانے لگا۔ طارق کی کامیابی کی خبر سنکر موسیٰ بن نصیر بھی اٹھارہ ہزار مجاہدین کو ہمراہ لیکر اسپین پہنچ گیا۔ اور اشبیلیا۔ مریڈا۔ اور دیگر بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کیا مختصر یہ کہ صرف تین سال کے عرصہ میں تمام سپین مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور فرزندان تثلیث کے قلوب نور توحید سے روشن ہوگئے۔

ماہ صفر ۹۵ھ میں موسیٰ بن نصیر کو دربار خلافت میں حاضر

ہونے کا حکم پہنچا۔ چنانچہ طارق اور موسیٰ دونوں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بے شمار زر و دولت ہمراہ لیکر دمشق روانہ ہوئے۔ لیکن افسوس کہ ان کے دمشق پہنچنے سے قبل ہی ان کا قدردان اور مربی خلیفہ ولید بن عبد الملک راہی ملک عدم ہو چکا تھا۔

موسیٰ کے جانے کے بعد اس کا لڑکا عبد العزیز سپین کا گورنر اور اشبیلیا دار السلطنت مقرر ہوا۔

مسلمانوں کی نااتفاقی اور کمزوری

مسلمانوں نے ایک نہایت ہی قلیل مدت میں سپین کو اپنا مطیع کر لیا تھا لیکن جتنی جلدی ان کو طاقت نصیب ہوئی تھی اتنی ہی جلدی اس طاقت کو زوال آنے کے اسباب بھی پیدا ہو گئے۔ سپین کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد مسلمانوں میں امارت کے سوال پر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ عرب اپنا حق فائق سمجھتے تھے لیکن بربر اس کو گوارہ نہ کر سکتے تھے۔ ان کے نزدیک افریقہ کے لوگوں کا اور خصوصاً بربر اقوام کا حق تھا کہ سپین پر حکومت کریں۔ لیکن مصری اور شامی ان دونوں کی بجائے اپنے کو بہتر حقدار تصور کرتے تھے۔ الغرض اس خانہ جنگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سپین کی سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو گئی۔

مسلمانوں کی اس کمزوری کو دیکھ کر عیسائیوں نے کئی جگہ جگہ بغاوت کے علم کھڑے کئے۔ ادھر مرکز میں خلافت بنی امیہ کی طاقت بھی کمزور ہو گئی۔ اور مسلمانان ہسپانیہ کو قابو اور ایک نظام میں رکھنے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔

فتح سپین کے بعد چالیس سال خانہ جنگی میں گذر گئے۔ اور کوئی علمی ترقی نہ ہو سکی۔ مسلمانوں کے قدم بظاہر اکھڑ چکے تھے اور صورت حالات خطرناک ہو چکی تھی۔ لیکن خدائے قادر و قدیر نے غیب سے مسلمانوں کی امداد کے سامان پیدا کر دئے۔ اور اچانک ایک جانباز ہستی نے سپین میں آ کر مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچا لیا۔ اور سلطنت اسلامیہ کی بنیادوں کو از سر نو مستحکم کیا۔ اس کی کیفیت انشاء اللہ دوسری اشاعت میں بیان کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

خریداران پیغام صلح کی شکایات کا انسداد

کچھ عرصہ سے بعض خریداران پیغام صلح کی طرف سے اخبار نہ ملنے کی شکایات موصول ہو رہی ہیں جو ہمارے لئے انتہائی رنج کا باعث ہیں۔ ہم اخبار کو وقت پر خریدار صاحبان کے پاس پہنچانا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں شکایات کی موجودگی میں احباب سے زیادہ رنج ہمیں ہوتا ہے۔ مذکورہ شکایات کے انسداد کی پوری پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ احباب کی اطلاع کے لئے اس کو مختصر الفاظ میں بیان کر دینا بھی مناسب ہوگا۔

(۱) اس بات کا تسلی بخش انتظام کر دیا گیا ہے کہ اخبار مقررہ تاریخوں پر چھپ کر سپرد ڈاک ہو جایا کرے۔ اور بغیر کسی انتہائی مجبوری کے کوئی پرچہ ناغہ نہ ہو۔

(۲) اخبار کو پیک کرنے میں انتہائی احتیاط کی جانے کی عملہ کو سخت ہدایت کر دی گئی ہے۔ کہ اخبار روانہ کرنے سے قبل ایک ایک پیکٹ کو غور سے چیک کر لیا جائے۔

(۳) پہلے پیکٹ پر صرف چٹ لگائی جاتی تھی جس سے اخبار کے خراب یا ضائع ہو جانے کا اندیشہ رہتا تھا۔ اب انتظام کیا گیا ہے کہ اخبار کے پیکٹوں کو کاغذوں میں لپیٹ کر اس کے اوپر چٹ لگائی جاوے۔ اس طرح خرچ میں اضافہ ہو گیا ہے لیکن یقین ہے کہ شکایات بہت بڑی حد تک دور ہو جائیں گی۔

(۴) اس بات کا بھی انتظام کیا گیا ہے کہ اخبار لاہور کے ڈاک خانہ سے بالکل محفوظ حالت میں روانہ ہو جایا کرے لیکن موجودہ شکایات پیدا ہو جانے کی بعض وجوہ ایسی ہیں جن میں دفتر بالکل بے قصور اور بے بس ہوتا ہے۔ وہ یہی کر سکتا ہے کہ اخباروں کو پوری احتیاط اور باقاعدگی کے ساتھ سپرد ڈاک کر دے۔ دفتر کے فرائض کی یہ آخری منزل ہے۔ مگر اس منزل اور خریدار صاحبان کے مکانات کے درمیانی فاصلہ میں ڈاک خانہ کی طرف سے بعض اوقات جو بدانتظامیاں اور بے قاعدگیاں ہوتی ہیں وہ بھی ان شکایات کے لئے بہت بڑی حد تک ذمہ دار ہیں۔ ان کا انسداد ہم خریدار صاحبان کے پورے تعاون کے بغیر نہیں کر سکتے۔ اس لئے احباب کی خدمت میں چند درخواستیں کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے انشاء اللہ شکایات کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔

(۱) اخبار ہر ماہ مقررہ تاریخوں پر شائع ہوا کرے گا۔ پرچہ نہ ملنے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کے اندر طلب کر لیا جائے کیونکہ بعض اوقات پرچے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور فرمائشیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ تاریخہائے اشاعت ۳-۷-۱۱-۱۵-۱۹-۲۳-۲۷ و ۳۱

(۲) اخبار نہ ملنے کی اطلاع دفتر کے علاوہ اپنے ڈاک خانہ کو بھی دینی چاہیئے۔ اگر اس پر بھی تسلی بخش انتظام نہ ہو تو اپنے صوبہ کے پوسٹ ماسٹر جنرل کو لکھا جائے۔

(۳) جب آپ اپنا مقام تبدیل کریں تو فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کے لئے لکھیں۔ علاوہ ازیں تمام خریدار صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی چٹوں کو بغور دیکھ لیں۔ اگر کوئی اصلاح طلب بات ہو تو فی الفور دفتر کو لکھیں تاکہ پتہ درست کر لیا جائے۔

(۴) دفتر سے خط و کتابت اور ترسیل زر کے وقت اپنے چٹ نمبر کا حوالہ لازمی طور پر دیا کریں۔ اس کے بغیر تعمیل میں دفتر کو بہت دشواری ہوتی ہے۔

(۵) پرچوں کی تاریخوں کے علاوہ ان کے نمبر بھی ملا لینے چاہئیں۔ بعض اوقات کسی تاریخ کا پرچہ ناغہ ہو جاتا ہے۔ احباب اخبار کا نمبر ملائے بغیر پرچہ طلب کر لیتے ہیں۔ پرچہ کا نمبر پہلے صفحہ پر پیشانی کے نیچے بائیں طرف ہوتا ہے۔ فائل رکھنے والے احباب کو خاص طور پر احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۶) اگر آپ کے ذہن میں ان شکایات کے انسداد یا اخبار کی اصلاح و بہتری کے لئے کوئی مفید تجویز ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔ اگر وہ قابل عمل ہوئی تو ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ نیز تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرمائیں اگر ہر ایک خریدار ایک دو خریدار فراہم کر دے تو اخبار کی مالی مشکلات کا خاتمہ ہو کر اس کی ترقی کی نہایت شاندار راہ کھل سکتی ہے۔

نیاز کیش
بشارت احمد۔ افسر پیغام صلح

یسوع کے آباؤ اجداد

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی بمبئی سے لکھتے ہیں کہ یسوع کی نانیوں دادیوں کے متعلق مضمون اخبار میں پڑھا۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ پادری صاحبان نے آباؤ اجداد کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ نانیاں دادیاں اگر ایسی تھیں تو آباؤ اجداد بھی کچھ کم نہیں ہوں گے۔ بائبل میں صاف لکھا ہوا ہے کہ حرامی بچہ اپنی دس پشت تک خدا کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ معلوم نہیں عیسائی دوست اس حوالہ کی بنا پر کس کس نبی کو معاذ اللہ زد کے نیچے لا کر خارج کریں گے۔ سب سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ خود یسوع بھی اس زد کے نیچے آ جاتا ہے۔

بہر حال یہ ایک خطرناک مضمون ہے اور قرآن شریف نے اس کی نہایت صفائی سے تردید کر کے دنیا کے عیسائیوں پر احسان عظیم کیا ہے۔

راولپنڈی میں جلسہ

راولپنڈی میں اپنی جماعت کا سالانہ جلسہ ۳۰ اپریل و یکم مئی کو ہونا مقرر ہوا ہے۔ جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ۔ مولانا صدر الدین صاحب۔ مولانا محمد عصمت اللہ صاحب۔ مرزا مظفر بیگ صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اور میر مدثر شاہ صاحب شامل ہونگے۔

محمد دین جان۔ آنریری افسر تحصیل و تبلیغ

نیشنل سینی ٹوریم سالمی (کوہ مری)

سل و دق کا اصل علاج سینوٹوریم ہے۔ اور ہندوستان جیسے بڑے ملک میں ایسے ہسپتال تین چار سے زیادہ نہیں۔ خانصاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم ایس (پنشنر سول سرجن) احمدیہ بلڈنگس لاہور نے ازراہ ہمدردی انسانی راولپنڈی مری روڈ پر ایک نہایت ہی پرفضا اور صحت افزا پہاڑ پر چیڑ کے جنگلات میں موسومہ بالا سینوٹوریم بنایا ہے جو یکم مئی ۱۹۳۲ء سے جاری کیا جائیگا۔ ہر مذہب و ملت کے مریض داخلہ کیلئے ذیل کے پتہ پر درخواست کریں۔

(مطبوعہ قواعد ٹکٹ آنے پر ارسال ہوں گے)

سپرنٹنڈنٹ نیشنل سینی ٹوریم سالمی (کوہ مری)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکروں کا کفر و اسلام

جس دن سے مولوی عمرالدین صاحب شملوی جماعت قادیان سے علیحدہ ہو کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں قادیانی جماعت کے بعض افراد نے ان پر ڈورے ڈالنے کی بہت کوشش کی جن میں سے ایک مولوی جلال الدین شمس ہیں ذیل کا کھلا مکتوب جس میں مسئلہ کفر و اسلام پر بحث کی گئی ہے انہی کو مخاطب کر کے مولوی عمرالدین صاحب نے لکھا ہے جو امید ہے قارئین کرام کے لئے موجب دلچسپی ہوگا (مدیر)

مخدومی جناب مولوی جلال الدین صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - میں نے چاہا کہ زبانی مضمون مندرجہ عنوان پر گفتگو آپ سے کروں مگر موقعہ نہ ملا - اس لئے مہربانی کر کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر فرما کر مشکور فرمائیں:-

کیا مسیح موعود نے عقیدہ کفر و اسلام میں تبدیلی کی

(۱) جس طرح حضرت مسیح موعود نے حیات عیسیٰ کو ترک کر کے وفات عیسیٰ کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا اور اس کا اظہار کھلے لفظوں میں فرمایا تھا - اور مسیح ناصری پر اپنی فضیلت میں بھی تبدیلی کر کے صاف اعلان کر دیا تھا - کیا اسی طرح مسئلہ کفر و اسلام منکرین مسیح موعود کے متعلق بھی تبدیلی ہوئی اگر ہوئی تو اس کا اعلان بھی کیا گیا یا نہیں

منکر اور کافر کہنے والا

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ پہلے تو فرماتے تھے کہ سوائے ان لوگوں کے جو آپ کو کافر کہکر کافر ہو جائیں محض آپ کے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا اور عبدالحکیم خان کو آپ نے لکھا ہے کہ ہر شخص جسے میری دعوت پہنچی ہے - اگر وہ مجھے قبول نہیں کرتا تو وہ مسلمان نہیں ان دونوں بیانوں میں تناقض ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ اسی طرح پر ہے -

(۱) دعوت پہنچنے پر قبول نہ کرنے والا شخص بھی کافر کہنے والا بھی ہے - کیونکہ ایسا شخص اس وجہ سے ہماری دعوت کو رد کرتا ہے کہ اس کے خیال میں ہمارا دعویٰ افتراء علی اللہ ہے - اور مفتری علی اللہ یقیناً پکا کافر ہوتا ہے اور میں چونکہ مفتری علی اللہ نہیں لہٰذا ایسا منکر مجھ کو کافر کہہ کر خود کافر ہو جانے والا ہے - پس ایسا شخص اور کافر کہنے والا برابر ہوئے - لہٰذا میرے کلام میں کوئی تناقض نہیں ہے

محض دعوے کا انکار موجب کفر نہیں

لیکن اس جواب سے یہ نتیجہ نکلا کہ آپ اپنے پہلے ہی مذہب پر قائم ہیں - جو یہ ہے کہ آپ کے دعوے کے انکار سے تو کوئی کافر نہیں ہو جاتا البتہ تکذیب اور تکفیر کرنے والا منکر کافر ہو جاتا ہے - کیا آپ بھی اس بات کے قائل ہیں یا آپ میاں صاحب کی طرح یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر کلمہ گو اور اہل قبلہ گو وہ حضرت مسیح موعود کی تکذیب و تکفیر نہ کرے کافر ہے - اگر وہ حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتا - اگر آپ کا اعتقاد یہی ہے - تو یہ یقیناً حضرت مسیح موعود کے خلاف ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اپنے کلام میں مسئلہ کفر و اسلام کے بارہ میں اختلاف یا تناقض تسلیم نہیں کرتے - اور اگر تسلیم کیا ہو تو مہربانی کر کے آپ بتا دیں -

کافر کہنے میں سبقت نہ کرنا

(۳) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مخالفوں کو کافر کہنے میں کبھی سبقت نہیں کی اور اب جو ان کو کافر کہا جاتا ہے یہ ان کے ہمیں کافر ٹھہرانے کا نتیجہ ہے -

کیا کوئی نبی اللہ بھی ہوا ہے جو اپنے مخالفوں کے متعلق یہ کہے کہ میں نے ان کو کافر کہنے میں سبقت نہیں کی - کیونکہ اس کے تو یہ معنی ہونگے کہ وہ نبی ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا حالانکہ قرآن مجید کا صریح حکم ہے کہ اگر کسی بھی نبی یا رسول کا انکار کیا جائے تو کفر ہے پس نبی کا یہ کہنا کہ میں نبی ہوں - دوسرے لفظوں میں مخالفوں کو کافر ٹھہرانا ہے - خواہ مخالف اس نبی کو کافر ٹھہرائیں یا نہ ٹھہرائیں - پس انبیاء کے انکار کا نام چونکہ کفر ہے اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کافر کہنے میں کس نے سبقت کی اور کس نے نہ کی پس حضرت مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے اپنے منکرین کو کافر کہنے میں سبقت نہیں کی ثابت کرتا ہے کہ آپ اپنی نبوت کو بوجہ امتی ہونے کے موجب کفر نہیں سمجھتے - پس ہر غیر احمدی جو اہل قبلہ ہے محض انکار نبوت مسیح موعود کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتا - کیا آپ اس نتیجہ سے متفق ہیں - اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں - وجہ بیرونی نہ ہو بلکہ محض منکرین کو کافر کہنے میں سبقت نہ کرنے سے ہی استدلال ہو -

"میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا"

۴ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا - مگر جن اہل قبلہ نے خود اپنے ہاتھوں اپنے کفر کی وجہ پیدا کر لی ہے - ان کو میں مسلمان کیونکر کہہ سکتا ہوں -

الفاظ اب بھی بتاتے ہیں کہ حضور پہلے ہی مذہب پر قائم ہیں اور پھر "میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا" سے پایا جاتا ہے کہ حضور اپنے آخری ایام میں بھی اپنے دعوے کے منکر کو اگر وہ اہل قبلہ سے ہو تو محض انکار دعوے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے تھے - ہاں جو خود ہی کافر بن جائے یعنی آپ کو مفتری یا کافر کہہ کر کافر ہو جائے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے - لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ جو شخص یہ کہتا ہے - کہ حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب ہے کہ آپ کے جملہ منکرین کافر ہیں وہ بالکل غلطی پر ہے - آپ کا اس نتیجہ سے اگر اتفاق نہیں تو آپ ان الفاظ کا صحیح نتیجہ نکال کر دکھائیں -

مسلمان کہنے والوں کے اسلام میں شک نہیں

۵ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اگر میرے کلمہ گو اہل قبلہ منکرین منافق نہ ہوں اور مجھے مفتری نہ جانتے ہوں - اور میرے کھلے نشانوں کے مکذب بھی نہ ہوں اور جو لوگ مجھے کافر کہنے والے ہیں ان کو کافر جانتے ہوں اور مجھے مسلمان جانتے ہوں - تو میں بھی انہیں مسلمان مان لونگا - بلکہ آپ نے بڑے زور سے فرمایا کہ مجھ پر حرام ہوگا کہ میں ان کے مسلمان ہونے میں شک کروں

کیا اس تقریر کا یہ منشاء تھا کہ ایسے اہل قبلہ لوگ واقعی مسلمان ہوں گے - میرا خیال ہے کہ یہ منشا غلط ہے کیونکہ احمدیوں کے اسلام میں شک کرنا تو مسیح موعود کے لئے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے - لہٰذا وہ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مجھ پر حرام ہوگا کہ میں احمدیوں کے مسلمان ہونے میں شک کروں - ایسا فقرہ تو غیر احمدی علماء کہہ سکتے ہیں -

تعلیق بالمحال اور مسیح موعود

یہ کہا گیا ہے - کہ یہ شرائط محال ہیں اور کلام بطور تعلیق بالمحال ہے - یہ دراصل حضرت مسیح موعود کو چالباز کہنے سے کم نہیں ہے اور یہ وہی بات ہے جو آریوں نے پیغام صلح پڑھ کر سمجھی کہ مرزا صاحب صلح تو کرنا چاہتے ہیں پر سب ہندوؤں کو مسلمان کر کے - لیکن بے وقوفوں نے یہ نہ سمجھا - کہ جب ہندو مسلمان ہو گئے - تو صلح کا کونسا موقعہ رہا کیونکہ اب تو صرف مسلمان ہی مسلمان رہ گئے ...... اب جبکہ فریقین میں سے ایک فریق ہی دوسرے فریق کے اندر داخل ہو گیا تو اب کیسی صلح اور کس معاہدہ اور پھر گائے کو چھوڑتے اور آنحضرت کا نام عزت سے لینے کی صورت میں ایک لاکھ روپیہ تاوان کس پر ہوگا اور کون وصول کرنے والا ہوگا - غرض جس طرح پیغام صلح کی شرائط کو علت تموہ سے آریوں نے تعلیق بالمحال سمجھ کر پیغام صلح کو رد کر دیا - اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ شرائط اسلام کو تعلیق بالمحال سمجھ کر کلام کو بہت وسیع کر دیا گیا -

میاں فضل حسین سے گفتگو

(حضرت کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے فضل حسین صاحب نے حضرت مسیح کے بار بار سمجھانے پر یہ کہا کہ جو لوگ آپ کو کافر کہتے ہیں ان کو تو آپ بے شک کافر کہیں ....

.... لیکن جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ مل کر تو نماز پڑھنے کی دیدیں تو حضور نے فرمایا کہ میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا - لیکن چونکہ مجھے کافر کہا گیا ہے - اور ایسے لوگ جو مجھے کافر نہیں کہتے - وہ میرے منکرین کو بھی مسلمان جانتے ہیں - اس لئے میں ایسے لوگوں کو بھی کافر کہنے والوں میں ہی شامل سمجھتا ہوں - اس لئے اگر وہ واقعی مجھے مسلمان جانتے ہوں اور اس میں کوئی نفاق کا شبہ نہیں تو پھر وہ ایک اشتہار دے دیں کہ ہم مرزا صاحب کے منکرین کو کافر جانتے ہیں - تو میں اپنی جماعت کو حکم دونگا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں -

اگر کفر کا فتویٰ نہ ہوتا

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر صرف حضرت مرزا صاحب کو کافر نہ ٹھہراتے تو یہ ساری مصیبت نہ پڑتی - چاہے وہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی تصدیق کرتے یا نہ کرتے - صرف فتوےٰ کفر نہ دیتے تو مسیح موعود کے منکروں کے کفر کا سوال پیدا نہ ہوتا - اور اب جو لوگ حضرت مرزا صاحب کو صحیح صحیح مسلمان جانتے ہیں وہ اگر مکفرین سے علیحدہ ہو جائیں اور حضرت مسیح موعود کو مومن مان لیں اور مکفرین کو کافر تسلیم کریں - تو وہ نہ صرف مسلمان ہی ثابت ہونگے - بلکہ ان کو ایسا مسلمان ماننا ہوگا کہ وہ احمدیوں کی جماعت کرا سکتے ہیں اور یہ بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کا محض نہ ماننا موجب کفر نہیں ہے -

مولانا کیا آپ اس نتیجہ سے اختلاف کرتے ہیں یا اتفاق اگر اختلاف کرتے ہیں تو زیر بحث واقعہ سے مدلل اپنا استدلال فرمائیں -

مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع

۷ - حضرت مسیح موعود کی پیش گوئی تھی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نہیں مریگا جب تک وہ میرے مومن ہونے پر ایمان نہ لے آئے - کیا پیش گوئی آپ کے خیال میں پوری ہوئی یا نہیں - میرے خیال میں تو یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے - غالباً آپ بھی یہی فرمائیں گے اور واقعات بھی اس امر پر شاہد ہیں -

ایک واقعہ یہ ہے کہ وفات سے پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شملہ تشریف لے گئے - وہاں تو وہ جناب مستری محمد اسمٰعیل صاحب کی دوکان نمبر ۱ - واقعہ لکڑ بازار میں تشریف لے آئے وہاں بابو محمد یوسف صاحب احمدی مرحوم نے ان سے کہا

حضرت مسیح موعود پر بعض اعتراضات

اور اُن کے جوابات

ولادت مسیح، مسیح اور مسلمانوں کو گالیاں دینے کا الزام۔ معراج کی حقیقت۔ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

(مولانا احمد صاحب کے قلم سے)

ولادت مسیح۔ اور مسیح موعود

عـ۸ "حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے" (ازالہ اوہام صـ۳۰۳)

حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام صـ۳۰۳ پر ہرگز ایسا نہیں لکھا۔ کہ حضرت مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ حوالہ بھی غلط ہے حضرت مسیح موعود کی رائے جو مواہب الرحمٰن میں لکھی ہے یہی تھی۔ کہ حضرت مسیح بلا باپ کے تھے۔ اور ساری عمر آپکا یہی خیال رہا۔

مسیح کا باپ ماننا عقیدۂ باطلہ نہیں

حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام کے صفحۂ مذکور پر یہ لکھا ہے کہ "حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ......" اس میں یوسف کو مسیح کا باپ کہا ہے لیکن صرف اس معنے سے کہ یوسف نے حضرت عیسیٰ کی والدہ سے نکاح کیا تھا۔ نہ اس لحاظ سے کہ وہ یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ مواہب الرحمٰن میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح بلا باپ پیدا ہوئے۔

لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسیح کا اگر باپ مانا جائے تو یہ عقیدہ باطلہ کیوں ہے۔ اور اس بات کو عقیدۂ باطلہ کی فہرست میں معترض نے کیوں درج کیا ہے۔ کسی شخص یا کسی نبی کے باپ ہونے یا نہ ہونیکا عقائد ایمانیہ سے کیا تعلق ہے۔ کیا کہیں قرآن کریم نے یا احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ یا ائمہ مجتہدین نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت مسیح کے بلا باپ ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے کیا کتب عقائد میں یہ کہیں لکھا ہے کہ مسیح بن باپ پر ایمان لانا ضروری ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر شرار العلماء کی فہرست میں شامل ہو کر کیوں دنیا کو دھوکا دینا چاہتے ہو؟

معترضین کا ایمان کچا ہے

لیکن اگر یہ لکھ بھی دیا کہ مسیح باپ سے پیدا ہوئے تو کون سی قیامت آگئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے معترضین کا ایمان بہت کچا ہے اگر سارے انبیاء وفات پا جائیں تو عقیدہ بالکل صحیح اور مضبوط رہتا ہے مگر حضرت عیسیٰ اگر وفات پا جائیں اور ان کو وفات یافتہ مانا جائے۔ تو عقیدہ باطلہ اور ایمان رخصت۔ اسی طرح اگر انبیاء علیہم السلام کی پیدائش باپ کے نطفہ سے مانی جائے تو کوئی جرم نہیں۔ ایمان میں کوئی خلل نہیں آتا۔ مگر حضرت عیسیٰ کو اگر باپ کے نطفہ سے پیدا شدہ تسلیم کیا جائے تو ایمان کی عمارت گر گئی۔

حضرت عیسیٰ کو گالیاں دینے کا الزام

عـ۸ "عیسیٰ علیہ السلام شریر۔ مکار۔ موٹی عقل والا۔ بدزبان۔ جھوٹا۔ چور تھا۔ اور اس کی دادیاں۔ نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپکا ظہور ہوا"

اس حوالہ میں بھی دجل سے کام لیا گیا ہے اور معترض نے افتراء کیا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے حضرت عیسیٰ کے متعلق ایسی باتیں لکھیں۔ انجام آتھم میں حضرت عیسیٰ کے متعلق آپ نے ایسا کوئی لفظ نہیں لکھا۔ جس کی نسبت یہ لفظ استعمال کئے۔ اس کا ذکر خود حضرت صاحب نے انجام آتھم میں دو جگہ پر کیا ہے۔ صـ۱۳ پر فرماتے ہیں:۔

"اور یاد رہے کہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور بٹمار کہا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہ کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئینگے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں"

اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ بھی غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے اور اس بات کے لئے مجبور کیا کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔

اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالےٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کو ڈاکو اور چور کہا۔ اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں"

حضرت عیسیٰ کے متعلق مسیح موعود کا اعتقاد

مجھے اس پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ لکھا ہے وہ یسوع کے متعلق لکھا ہے۔ نہ حضرت عیسیٰ کے متعلق۔ اور پادریوں کے نزدیک یسوع وہ شخص ہے جو خدائی کا مدعی تھا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے شخص کو قرآن کریم نے نبی نہیں کہا۔ اور جو کچھ لکھا ہے اسی مدعی الوہیت کے متعلق لکھا ہے۔ اور لکھا بھی اس وقت جب پادریوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سخت بدزبانی کی۔ اور جو کچھ لکھا غیرت ایمانی سے۔

حضرت صاحب حضرت عیسیٰ کے مثیل ہونے کے مدعی تھے۔ کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو کسی کا مثیل ٹھہرائے وہ اس کی توہین نہیں کر سکتا۔ حضرت صاحب نے کئی جگہ لکھا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ کو سچا نبی سمجھتا ہوں۔ اور نیک اور راستباز سمجھتا ہوں چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں"

مسلمانوں کو گالیاں دینے کا الزام

عـ۹ "تمام مسلمان حرامزادے ہیں" (انوار الاسلام صـ۳۰)

یہ حوالہ بھی خیانت اور افترا ہے۔ انوار الاسلام میں ہرگز ایسا نہیں لکھا۔ صـ۳۰ پر جو عبارت ہے وہ یہ ہے:۔

"اور اگر عبداللہ آتھم قسم نہ کھائے یا قسم کی سزا میعاد کے اندر دیکھ لے تو ہم سچے اور ہمارا الہام سچا۔ پھر بھی اگر کوئی تحکم سے ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ ولد الحلال اور نیک ذات نہیں ہوگا۔ کہ خواہ مخواہ حق سے روگرداں ہوتا ہے۔ اور اپنی شیطنت سے کوشش کرتا ہے کہ سچے جھوٹے ہو جائیں"

جو کچھ اس میں فرمایا گیا ہے۔ وہ انہی کے متعلق فرمایا گیا ہے جو ناحق سچائی پر پردہ ڈالتا ہے۔ اور حق سے خواہ مخواہ روگرداں ہوتا ہے۔ اور سچوں کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تمام مسلمانوں کے متعلق اس میں کوئی کلمہ نہیں ہے۔

مسلمان عورتوں کو گالیاں دینے کا الزام

عـ۱۰ "مسلمانوں کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں" (نجم الہدیٰ صـ۱۰)

اس حوالہ میں بے ایمانی اور افترا سے کام لیا گیا ہے۔ نجم الہدیٰ میں ایسا کوئی فقرہ نہیں ہے۔ نجم الہدیٰ میں جو کچھ عربی شعر میں لکھا ہے وہ یہ ہے:۔

ان العدا صاروا خنازیر الفلا

ونساؤھم من دونھن الاکلب

سبوا وما ادری لای جریمۃ

سبوا انعصی الحب او نتجنب

(ترجمہ) دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے۔ اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کیوں انہوں نے گالیاں دیں۔ ہم اس دوست کی مخالفت کریں یا کنارہ کریں۔

یہاں جو کچھ لکھا ہے ان دشمنوں کے متعلق لکھا ہے۔ جنہوں نے گالیاں دیں اور جن کی عورتوں نے گالیاں دیں۔ انہی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کاٹنے اور بھونکنے میں کتیوں سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ اس کے متعلق یہ لکھنا کہ آپ نے مسلمانوں کی عورتوں کو کتیوں سے بدتر قرار دیا ہے۔ جھوٹ اور ناپاک خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔

غلط حوالہ

عـ۱۱ "براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے" (ازالہ اوہام صـ۵۳۳)

ازالہ اوہام میں ایسا کوئی حوالہ نہیں اس لئے یہ حوالہ غلط ہے۔

آنحضرت صلعم کا جسم

عـ۱۲ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم کثیف تھا" (ازالہ اوہام صـ۲۹۵)

جسم کثیف جسم خاکی کو کہتے ہیں۔ نبی کریم فرماتے ہیں۔ "انما انا بشر مثلکم" میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ نبی کریم کا خاکی جسم ہونے میں کونسا اعتراض ہے؟

(باقی بر صفحہ ۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکروں کا کفر و اسلام

جس دن سے مولوی عمر الدین صاحب شملوی جماعت قادیان سے علیحدہ ہو کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں قادیانی جماعت کے بعض افراد نے ان پر ڈورے ڈالنے کی بہت کوشش کی جن میں سے ایک مولوی جلال الدین شمس ہیں ذیل کا کھلا مکتوب جس میں مسئلہ کفر و اسلام پر بحث کی گئی ہے۔ انہی کو مخاطب کر کے مولوی عمر الدین صاحب نے لکھا ہے جو امید ہے قارئین کرام کے لئے موجب دلچسپی ہوگا (مدیر)

مخدومی جناب مولوی جلال الدین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے چاہا کہ زبانی مضمون مندرجہ عنوان پر گفتگو آپ سے کروں مگر موقعہ نہ ملا۔ اس لئے مہربانی کر کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

کیا مسیح موعود نے عقیدہ کفر و اسلام میں تبدیلی کی

(۱) جس طرح حضرت مسیح موعود نے حیات عیسےٰ کو ترک کر کے وفات عیسےٰ کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا اور اس کا اظہار کھلے لفظوں میں فرمایا تھا۔ اور مسیح ناصری پر اپنی فضیلت میں بھی تبدیلی کر کے صاف اعلان کر دیا تھا۔ کیا اسی طرح مسئلہ کفر و اسلام منکرین مسیح موعود کے متعلق بھی تبدیلی ہوئی اگر ہوئی تو اس کا اعلان بھی کیا گیا یا نہیں

منکر اور کافر کہنے والا

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ پہلے تو فرماتے تھے کہ سوائے ان لوگوں کے جو آپ کو کافر کہکر کافر ہو جائیں محض آپ کے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا اور عبد الحکیم خاں کو آپ نے لکھا ہے کہ ہر شخص جسے میری دعوت پہنچی ہے۔ اگر وہ مجھے قبول نہیں کرتا تو وہ مسلمان نہیں ان دونوں بیانوں میں تناقض ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ اس طرح پر ہے۔

(۱) دعوت پہنچنے پر قبول نہ کرنے والا شخص بھی کافر کہنے والا بھی ہے۔ کیونکہ ایسا شخص اس وجہ سے ہماری دعوت کو رد کرتا ہے کہ اس کے خیال میں ہمارا دعویٰ افترا علی اللہ ہے۔ اور مفتری علی اللہ یقیناً پکا کافر ہوتا ہے اور میں چونکہ مفتری علی اللہ نہیں لہذا ایسا منکر مجھے کافر کہہ کر خود کافر ہو جانے والا ہے۔ پس ایسا شخص منکر اور کافر کہنے والا بلا ہوا ہے۔ لہذا میرے کلام میں کوئی تناقض نہیں ہے

محض دعویٰ کا انکار موجب کفر نہیں

لیکن اس جواب سے یہ نتیجہ نکلا کہ آپ اپنے پہلے ہی مذہب پر قائم ہیں۔ جو یہ ہے کہ آپ کے دعویٰ کے انکار سے تو کوئی کافر نہیں ہو جاتا البتہ تکذیب اور تکفیر کرنے والا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ کیا آپ بھی اس بات کے قائل ہیں یا آپ میاں صاحب کی طرح یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر کلمہ گو اور اہل قبلہ گو وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب و تکفیر نہ کرے کافر ہے۔ اگر وہ حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتا۔ اگر آپ کا اعتقاد یہی ہے۔ تو یہ یقیناً حضرت مسیح موعود کے خلاف ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اپنے کلام میں مسئلہ کفر و اسلام کے بارہ میں اختلاف یا تناقض تسلیم نہیں کرتے۔ اور اگر تسلیم کیا ہو تو مہربانی کر کے آپ بتادیں۔

کافر کہنے میں سبقت نہ کرنا

(۳) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مخالفوں کو کافر کہنے میں کبھی سبقت نہیں کی اور اب جو ان کو کافر کہا جاتا ہے یہ ان کے ہمیں کافر ٹھہرانے کا نتیجہ ہے۔

کیا کوئی نبی اللہ بھی ہوا ہے جو اپنے مخالفوں کے متعلق یہ کہے کہ میں نے ان کو کافر کہنے میں سبقت نہیں کی۔ کیونکہ اس کے تو یہ معنی ہونگے کہ وہ نبی ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا حالانکہ قرآن مجید کا صریح حکم ہے کہ اگر کسی بھی نبی یا رسول کا انکار کیا جائے تو کفر ہے پس نبی کا یہ کہنا کہ میں نبی ہوں۔ دوسرے لفظوں میں مخالفوں کو کافر ٹھہرانا ہے۔ خواہ مخالف اس نبی کو کافر ٹھہرائیں یا نہ ٹھہرائیں۔ پس انبیاء کے انکار کا نام چونکہ کفر ہے اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کافر کہنے میں کس نے سبقت کی اور کس نے نہ کی پس حضرت مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے اپنے منکرین کو کافر کہنے میں سبقت نہیں کی ثابت کرتا ہے کہ آپ اپنی نبوت کو بوجہ امتی ہونے کے موجب کفر نہیں سمجھتے۔ پس ہر غیر احمدی جو اہل قبلہ ہے محض انکار نبوت مسیح موعود کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ اس نتیجہ سے متفق ہیں۔ اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں۔ وجہ بیان ہو جو یہ نہ ہو بلکہ محض منکرین کو کافر نہ کہنے میں سبقت نہ کرنے سے ہی استدلال ہو۔

"میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا"

(۴) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ مگر جن اہل قبلہ نے خود اپنے ہاتھوں اپنے کفر کی وجہ پیدا کر لی ہے۔ ان کو میں مسلمان کیونکر کہہ سکتا ہوں۔

الفاظ اب بھی بتاتے ہیں کہ حضور پہلے ہی مذہب پر قائم ہیں اور پھر "میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا" سے پایا جاتا ہے کہ حضرت اپنے آخری ایام میں بھی اپنے دعوے کے منکر کو اگر وہ اہل قبلہ سے ہو تو محض انکار دعوے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے تھے۔ ہاں وہ خود ہی کافر بن جائے یعنی آپ کو مفتری یا کافر کہہ کر کافر ہو جائے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ لہذا یہ ثابت ہو گیا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب ہے کہ آپ کے جملہ منکرین کافر ہیں وہ بالکل غلطی پر ہے۔ آپ کا اس نتیجہ سے اگر اتفاق نہیں تو آپ ان الفاظ کا صحیح نتیجہ نکال کر دکھائیں۔

مسلمان کہنے والوں کے اسلام میں شک نہیں

(۵) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اگر میرے کلمہ گو اہل قبلہ منکرین منافق نہ ہوں اور مجھے مفتری نہ جانتے ہوں۔ اور میرے کھلے نشانوں کے مکذب بھی نہ ہوں۔ اور جو لوگ مجھے کافر کہنے والے ہیں ان کو کافر جانتے ہوں اور مجھے مسلمان جانتے ہوں۔ تو میں بھی انہیں مسلمان مان لوں گا۔ بلکہ آپنے بڑے زور سے فرمایا کہ مجھ پر حرام ہوگا کہ میں ان کے مسلمان ہونے میں شک کروں

کیا اس تقریر کا یہ منشاء تھا کہ ایسے اہل قبلہ لوگ دائمی جہنمی ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ منشا غلط ہے کیونکہ احمدیوں کے اسلام میں شک کرنا تو مسیح موعود کے لئے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ پس وہ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مجھ پر حرام ہوگا کہ میں احمدیوں کے مسلمان ہونے میں شک کروں۔ ایسا عقیدہ تو غیر احمدی علماء کہہ سکتے ہیں۔

تعلیق بالمحال اور مسیح موعود

یہ کہا گیا ہے۔ کہ شرائط محال ہیں اور کلام لبطور تعلیق بالمحال ہے۔ یہ دراصل حضرت مسیح موعود کو چالباز کہنے سے کم نہیں ہے اور یہ وہی بات ہے جو آریوں نے پیغام صلح پڑھ کر سمجھی کہ مرزا صاحب صلح تو کرنا چاہتے ہیں پر سب ہندوؤں کو مسلمان کر کے۔ لیکن بے وقوفوں نے یہ نہ سمجھا کہ جب ہندو مسلمان ہو گئے۔ تو صلح کا کوئی موقعہ نہ رہا کیونکہ اب تو صرف مسلمان ہی مسلمان رہ گئے ...... اب جبکہ فریقین میں سے ایک فریق ہی دوسرے فریق کے اندر داخل ہو گیا تو اب کیسی صلح اور کس سے۔ اور پھر گائے کو چھوڑنے اور آنحضرت کا نام عزت سے لینے کی صورت میں ایک لاکھ روپیہ تاوان کس پر ہوگا اور کون وصول کرنے والا ہوگا۔ غرض جس طرح پیغام صلح کی شرائط کو تعلیق بالمحال سمجھ کر پیغام صلح کو رد کر دیا۔ اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ شرائط اسلام کو تعلیق بالمحال سمجھ کر کلام کا خلیج کو بہت وسیع کر دیا گیا۔

میاں فضل حسین سے گفتگو

حضرت کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے فضل حسین صاحب نے حضرت مسیح کے بار بار سمجھانے پر یہ کہا کہ جو لوگ آپ کو کافر کہتے ہیں ان کو تو آپ بے شک کافر کہیں ....

.... لیکن جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ مل کر تو نماز پڑھنے کی دیدیں تو حضور نے فرمایا کہ میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن چونکہ مجھے کافر کہا گیا ہے۔ اور ایسے لوگ جو مجھے کافر نہیں کہتے۔ وہ میرے مکفرین کو بھی مسلمان جانتے ہیں۔ اس لئے میں ایسے لوگوں کو بھی کافر کہنے والوں میں ہی شامل سمجھتا ہوں اس لئے اگر وہ واقعی مجھے مسلمان جانتے ہوں اور اس میں کوئی نفاق کا شبہ نہیں تو پھر وہ ایک اشتہار دے دیں کہ ہم مرزا صاحب کے مکفرین کو کافر جانتے ہیں۔ تو میں اپنی جماعت کو حکم دونگا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔

اگر کفر کا فتوےٰ نہ ہوتا

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر صرف حضرت مرزا صاحب کو کافر ٹھہراتے تو یہ ساری مصیبت نہ پڑتی۔ چاہے وہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی تصدیق کرتے یا نہ کرتے۔ صرف فتوےٰ کفر نہ دیتے تو مسیح موعود کے منکروں کے کفر کا سوال پیدا نہ ہوتا۔ اور اب جو لوگ حضرت مرزا صاحب کو سچا مسلمان جانتے ہیں وہ اگر مکفرین سے علیحدہ ہو جائیں اور حضرت مسیح موعود کو مومن مان لیں اور مکفرین کو کافر تسلیم کریں۔ تو وہ نہ صرف مسلمان ہی ثابت ہونگے۔ بلکہ ان کو ایسا مسلمان ماننا ہوگا کہ وہ احمدیوں کی جماعت کرا سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کا محض نہ ماننا موجب کفر نہیں ہے۔

مولانا کیا آپ اس نتیجہ سے اختلاف کرتے ہیں یا اتفاق اگر اختلاف کرتے ہوں تو زیر بحث واقعہ سے مدلل اپنا استدلال فرمائیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع

(۷) حضرت مسیح موعود کی پیش گوئی تھی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نہیں مریگا جب تک وہ میرے مومن ہونے پر ایمان نہ لے آئے۔ کیا پیش گوئی آپ کے خیال میں پوری ہوئی یا نہیں۔ میرے خیال میں تو یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ غالباً آپ بھی یہی فرمائیں گے اور واقعات بھی اس امر پر شاہد ہیں۔

ایک واقعہ یہ ہے کہ وفات سے پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شملہ تشریف لے گئے۔ وہاں تو جناب ماسٹر محمد اسمعیل صاحب کی دوکان نمبر ۱۔ واقعہ لکڑ بازار میں تشریف لے آئے وہاں بابو محمد یوسف صاحب احمدی مرحوم نے ان سے کہا

کہ مولانا آپ نے حضرت مرزا صاحب کو تو ہر طرح دیکھ لیا اب آپ کو کچھ شک ہے۔ تو مولوی صاحب نے کہا۔ میں اب انہیں کافر نہیں کہتا بلکہ مسلمان جانتا ہوں۔ بابو محمد یوسف صاحب نے کہا تو اب آپ حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر لیں۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ وہ تو اب زندہ نہیں ہے۔ تب بابو محمد یوسف صاحب نے کہا اگر وہ زندہ نہیں ہیں۔ تو ان کا خلیفہ تو موجود ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ نورالدین کی بیعت میں نہیں کر سکتا۔ اگر مرزا صاحب زندہ ہوتے تو ان کی بیعت میں کر لیتا۔ اس موقعہ کے گواہ بابو عبدالرحمٰن صاحب احمدی بھی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس واقعہ کی تحریری اشاعت ہم سے اس وقت نہ ہوئی۔ زبانی ہم یہ واقعہ ہمیشہ کہتے رہے ہیں۔ واللہ علی ما اقول شہید۔

کیا محمد حسین مسلمان مرا یا کافر

اب سوال یہ ہے کہ خدا کے کلام کے مطابق مولوی محمد حسین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مومن بلکہ سچا مومن مان کر مرا ہے۔ اور ایسا ماننا یقیناً ممکن بھی ہے جبکہ حضور کو وہ مفتری علی اللہ نہ جانتا ہو۔ مگر یہ سچ ہے۔ کہ اس نے آپ کی بیعت آخر تک نہیں کی۔ تو کیا وہ مسلمان مرا یا کافر۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ جو مجھے کافر نہیں کہتا میں بھی اسے کافر نہیں کہتا اس لئے ہم تو یہی کہیں گے کہ چونکہ مولوی محمد حسین حضرت مسیح موعود کو مومن مان چکا تھا۔ لہٰذا ہم بھی اسے کافر کہنے کے مجاز نہیں ہیں۔

مسیح موعود کا اقرار عدالت میں

آپ کو یاد ہوگا۔ کہ جب عدالت میں مولوی محمد حسین صاحب نے لکھ دیا کہ میں آیندہ مرزا صاحب کو کافر نہیں کہوں گا۔ تو حضرت اقدس نے بھی لکھ دیا کہ میں بھی آیندہ مولوی محمد حسین صاحب کو کافر نہیں کہوں گا۔ حالانکہ محمد حسین حضرت مسیح موعود پر ایمان نہ لایا تھا۔ پس مولوی محمد حسین کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے کے منکر کو کافر نہیں ٹھہرایا اور جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔

باوا غلام فرید اور مسیح موعود

۸۔ حضرت غلام فرید صاحب چاچڑاں والے نے حضرت اقدس کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی کافر کہنے والوں کا ساتھ دیا۔ اور نہ ہی حضور کے دعویٰ کی کبھی تکذیب کی لیکن بایں ہمہ کبھی وہ آپ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ مگر حضرت مسیح موعود نے فرید وقت در صدق و صفا الکفو ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اگر اور لوگ بھی اسی طرح ہوں وہ گویا مصدقین ہی میں شامل ہیں۔ ان کو کافر کہنے کا ہمیں کوئی حق نہیں اور غالباً حضرت مسیح موعود نے جو شرائط صلح پیش کی تھیں وہ ایسے ہی وجودوں پر اسی طرح پوری اترتی ہیں۔ لہٰذا وہ محال نہیں ہیں۔ بلکہ وہ واقعی ممکن الوقوع ہیں اور بعض وجودوں میں وہ پائی جاتی ہیں اور علیٰ ہذا القیاس آیندہ بھی پائی جاسکتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ محض مسیح موعود کی بیعت نہ کرنا کسی اہل قبلہ کے کافر ہو جانے کو مستلزم نہیں ہے۔ مولانا آپ کیا فرماتے ہیں۔

اصل اور فرع کا کفر

۹۔ مسیح موعود کفر کی دو قسمیں بتاتے ہیں۔ ایک اصل کا کفر اور ایک فرع کا کفر یا کسی حکم کا انکار۔ اصل کے کفر کو بیان کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے معلوم ہوا۔ کہ پہلی قسم کفر کی تو سرے سے ہی اسلام کا انکار ہے۔ لہٰذا دوسری قسم کفر اسلام کا انکار نہیں بلکہ اسلام کے احکام یا فروعات میں سے کسی فرع یا حکم کا انکار ہے۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود نے اپنے انکار کو قسم ثانی میں داخل فرمایا ہے۔ اس لئے یہ ماننا پڑا کہ آپ کا منکر اسلام کا منکر نہیں بلکہ اسلام کی صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی کا منکر ہے۔ اور یہ ایسا کفر ہے جو اسے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا تاوقتیکہ ایسا منکر تکفیر و تکذیب کا مرتکب نہ ہو۔ لہٰذا ایسا منکر گو کفر کا مرتکب ہے مگر اس کا کفر کفر دون کفر ہے۔ یا یوں کہو کہ کافر قسم دوم کفر دون کفر کا مصداق ہے یعنی وہ دائرہ اسلام کے اندر کافر ہے۔ جیسے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر میں تارک الصلوٰۃ کو کافر تو کہا ہے مگر وہ کفر کے نیچے ایک دوسرا کفر ہے جو سخت گناہ ہو۔ شاید اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود نے اخبار عام میں شایع کرایا تھا۔ کہ میں اپنی نبوت سے انکار کروں تو یہ میرا گناہ ہوگا۔ ازالہ اوہام میں بھی حضرت مسیح موعود نے نزول کے عقیدہ کو ایک فرع اسلام فرمایا ہے۔ پس فرع اور اصل انکار برابر کیونکر ہو سکتے ہیں۔

دونوں کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں

اگر آپ کو مجھ سے اختلاف ہو۔ اس لئے کہ حقیقت الوحی میں تو لکھا ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ تو میں عرض کرتا ہوں۔ کہ بلاشبہ اگر غور سے دیکھیں۔ تو جو شخص کسی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے مثلاً چوری کرتا ہے۔ تو وہ شخص اگر حقیقتاً خدا تعالیٰ کو علیم و خبیر اور حاضر و ناظر مانتا ہو۔ تو چوری کیوں کرتا۔ تو وہ خدا اور رسول کے موعود کا انکار کیونکر کر سکتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم چور کو منکر خدا اور فرع اسلام کے نہ ماننے والے کو خدا اور رسول کا منکر یا کافر کہدیں۔

اس لئے حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں اس کے یہ معنی کہاں ہیں کہ کفر کی دو قسمیں نہیں۔ کفر کی ضرور دو قسمیں ہیں جیسا کہ تمام اہل قبلہ کا مسلہ ہے ایک کفر بالاصل اور دوسرے کفر بالفرع جسے کفر دون کفر کہتے ہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود نے اپنے منکروں کو جہاں کافر کہا ہے تو اس سے مراد کافر قسم دوم ہی ہے۔ لیکن یہ تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ کسی نبی کا انکار کفر دون کفر کا مصداق نہیں ہوتا۔

نبوت مسیح موعود

لہٰذا حضرت مسیح موعود کی نبوت سے مراد وہ قسم نبوت نہیں جس کا انکار کفر قسم اول ہے۔ اور یہ تو ہم میں اور آپ میں مسلمہ ہے کہ حضرت مسیح موعود امتی نبی ہیں۔ نہ صرف نبی اس لئے حضور نے خود فرمایا ہے۔ "ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ"

مسیح موعود کی نبوت سے مراد فنا فی الرسول کا مقام ہے

اس سے آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرتا ہوں یا اسے گھٹیا نبوت سمجھتا ہوں نہیں بلکہ میں تو یہ ایمان رکھتا ہوں کہ بوجہ فنا فی الرسول ہونے کے وہی نبوت محمدیہ ہے۔ جو مسیح موعود کے آئینہ قلب سے منعکس ہوئی۔ اس لئے آپ جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں اور خاتم الاولیاء۔

غیر احمدی کا جنازہ

۱۔ حضرت مسیح موعود کے خطوط سے ثابت ہوتا ہے کہ احمدی اپنے غیر احمدی بے ضرر اور خاموش غیر مکفر رشتہ داروں کی نماز جنازہ اپنے احمدی امام کی اقتداء میں پڑھ سکتے ہیں ان خطوط میں سے ایک خط وہ بھی ہے جس کا ذکر ۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء کے قریب سالانہ جلسہ پر میاں صاحب نے ان الفاظ میں کیا تھا۔ کہ ایک خط بھی ملا ہے۔ جو قابل غور ہے۔ مگر پھر اس خط کا میاں صاحب نے کبھی جواب نہیں دیا۔ اگر آپ چاہیں تو ان خطوط کو جو مولانا محمد علی صاحب کی طرف سے شایع ہو چکے ہیں۔ دیکھ لیں۔

اب آپ بتائیں کہ نماز کبھی کسی کافر کی بھی جائز ہوتی ہے۔ خواہ وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور نماز جنازہ میں جو دعا ہے وہ تو مومنین کے لئے ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح موعود کا سچ مچ یہی مذہب ہے۔ کہ آپ کے نہ ماننے والے مسلمان جو خاموش اور بے ضرر رہتے ہیں اور نہ وہ مفتری کہتے ہیں نہ تکذیب کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہرگز ہرگز کافر نہیں ہیں۔

عبداللہ صاحب تیماپوری کا دعویٰ

۱۱۔ ممکن ہے کہ آپ اس تمام تحریر کا جواب یہ دیں کہ آپ کوئی ایسا غیر احمدی پیش کر دیں جو حضرت مسیح موعود کو نہ ماننے کے باوجود نہ مکذب ہو نہ مفتری کہنے والا ہو۔ اور نہ مکفر ہو۔ بلکہ کیسے کھلے نشانوں کا مصداق ہو۔ اور مکفرین مسیح موعود کو کافر جانتا ہو۔ تو ہم مان لیں گے کہ مسیح موعود کے منکروں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو باوجود منکر ہونے کے مسلمان ہیں۔ ورنہ یہ تو اصل امر محال ہے احمدی ہونا سہل ہے مگر ان شرائط کو پورا کرنا محال نہیں تو کم مشکل ضرور ہے۔ اس خیال کا رد واقعات سے بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ سنئے مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری احمدی سے آپ خوب واقف ہیں۔ ان کا دعوے ہے کہ وہ جلالی ہیں۔ اور انجیل قدسی ان پر نازل ہوئی ہے اور وہ اپنے دعوے کی بنیاد مکالمہ مخاطبہ الہیہ پر رکھتے ہیں۔ اور جس طرح حضرت مسیح موعود مدعی ہیں۔ اسی طرح تیماپوری احمدی کا بھی دعویٰ ہے۔

نہ دعویٰ سچا ہے نہ انکار موجب کفر

جناب میاں صاحب نے اور مولوی نورالدین صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ تیماپوری مفتری علی اللہ نہیں ہے اور احمدی تمام اور مسلمان اور احمدی ہی جانتے ہیں بلکہ سینکڑوں اس کے ہاتھ پر بیعت شدہ بھی ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری کا دعوے آپ کے نزدیک سچا ہے۔ آپ کا جواب یہی ہوگا کہ دعویٰ سچا نہیں۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جب وہ مفتری علی اللہ بھی نہیں اور سچا بھی نہیں۔ تو اب اس کا دعوے کس قسم کی صورت اختیار کر سکتا ہے یا کچھ اور غالباً آپ کہیں گے کہ ہاں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ جو لوگ تیماپوری کو مفتری علی اللہ یا کافر کہتے ہیں۔ وہ غیر احمدی آپ کے نزدیک مسلمان ہیں یا نہیں۔ غالباً آپ کہیں گے کہ وہ غلطی پر ہیں یا کافر ہیں۔ اچھا تو اب اگر کوئی مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری کا مرید آپ سے یوں بحث کرے کہ جب وہ مفتری نہیں ہے تو کافر ہے بلکہ وہ مسلمان ہے۔ تو آپ ان کا دعوے کیوں نہیں مان لیتے۔ تو آپ یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا دعوے درست نہیں ہے۔ تو اب وہ پوچھتا ہے کہ جب دعوے درست نہیں تو آپ انہیں مسلمان اور غیر مفتری کیونکر مانتے ہیں تو آپ اس کے سوائے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ بھئی میں یہ صرف جانتا ہوں کہ باوجود دعوے میں سچا نہ ہونے کے مولوی صاحب کو میں نہ مفتری جانتا ہوں اور نہ کذاب کہتا ہوں نہ ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ خدا جانے کیا بات ہے۔ بہرحال مسلمان جانتا ہوں۔

غیر مکفرین کا جواب

اب میں غیر مکفرین مسیح موعود کی طرف سے بھی اگر ایسے افراد پیش کروں جو مسیح موعود کو نہ مفتری کہیں نہ ان کے دعوے کو مانیں بلکہ وہ حضرت مسیح موعود کو مسلمان جانیں اور جب آپ اس پر جرح کریں، مسلمان جانتے ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو مسلمان جانتا ہوں تو آپ کے ہاتھ میں اسے کافر کہنے کی کیا دلیل ہے۔ اگر ...... انصاف سے جواب دیں گے۔ تو آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ہم ایسے منکر کو کافر نہیں کر سکتے۔

مسیح موعود کا جنون

شائد آپ کو یہ خیال آئے۔ کہ تیما بوری کو تو مجنون کہہ کر پیچھا چھوٹ گیا۔ اب اگر مسیح موعود کو بھی ایسا کہا جائے تو یہ تو بڑی ہتک کی بات ہے۔ تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ مگر للجنون فنون جنون کوئی دیوانگی کا ہی نام نہیں ہے بلکہ جس خیال میں زیادہ محو ہوا اور اس میں ہر وقت مستغرق رہے تو بسا اوقات اس تخیل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو مسیح وغیرہ ویسا ہی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا جنون ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا امر نہیں جس سے کچھ ایسی توہین ہو جائے مگر حضرت مسیح موعود کی شان اس وہم سے بھی پاک ہے۔ مگر میں تو کہتا ہوں کہ جب مسلمانوں کے پاس عشق و محبت کے جذبہ میں انا الحق کہنے والے بھی مسلمان ہیں تو ان کے خیال میں ؎

من کہ در عشق او ہستم نہان ہم
من ہمانم من ہمانم من ہمان } کلام مسیح موعود

کہنے والا بھی مسلمان ہو تو کیا تعجب ہے۔ والسلام

عمر الدین احمدی

(بقیہ صفحہ ۵)

معراج کی حقیقت

۱۳۔ "معراج جسمانی نہیں تھا بلکہ ایک کشف تھا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۷)

بے شک معراج جسمانی نہیں تھا حضرت عائشہ حضرت معاویہ اور حسن کا بھی یہی مذہب تھا۔ کیا ان کا عقیدہ باطل تھا۔ قرآن کریم اور احادیث سے معراج جسمانی کا ثبوت نہیں ملتا۔

آنحضرت صلعم کی وحی

۱۴۔ "حضور کی وحی بھی غلط نکلی" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۸)

یہ حوالہ بھی محرف اور خیانت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ ازالہ اوہام میں یہ فقرہ نہیں ہے۔ وہاں صرف اس قدر ہے کہ بعض پیشگوئیوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد غلط ہوا جس رنگ میں آنحضرت نے ان کو سمجھا تھا وہ اس شکل میں پوری نہیں ہوئیں بلکہ اور رنگ میں پوری ہوئیں۔

آنحضرت صلعم کا کشف

۱۵: "حضرت محمد کو ابن مریم اور دجال۔ یاجوج ماجوج اور دابة الارض کی وحی نے خبر نہیں دی" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۵)

ازالہ اوہام میں ایسا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ یہاں بھی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ اتنا لکھا ہے کہ دجال کے متعلق جو امور آپ کو معلوم ہوئے وہ کشف سے معلوم ہوئے۔ ان معترض حضرات کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ نبی کا کشف وحی ہے یا نہیں۔ احادیث میں تو رؤیا الانبیاء وحی آیا ہے۔ کہ انبیا کا خواب بھی وحی ہے۔ اور انبیاء کے کشوف تو ساری دنیا کے نزدیک وحی میں شامل ہیں۔

آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں

۱۶: "حضور کی پیشگوئیاں غلط نکلیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۸)

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ العالی)

ترقیات روحانی کے واسطے سب کے لئے یکساں راہ کھلی ہے

سورۂ عبس

اس سورۃ کا نزول مکّی معظمہ میں ہوا۔ پہلی دو نوں سورتوں میں بتایا گیا تھا کہ اعمال کے نتائج ضرور ظاہر ہو کر رہتے ہیں اور جدوجہد کا کیا رنگ ہونا چاہئے۔ جو اعمال بہتر سے بہتر نتائج پیدا کریں۔ اس سورت میں بتایا کہ نتائج سب کے لئے یکساں ہیں۔ امیر ہو یا غریب۔ اندھا ہو یا بینا مسکین ہو یا صاحب مال، سب کے لئے اعمال اور ان میں ترقی کرنے کے لئے یکساں راہ کھلی ہوئی ہے۔ اور سب کو نتائج ان کے اعمال پر یکساں عملوں کے مطابق ملیں گے اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ فلاں شخص امیر ہے۔ یا کسی بڑی قوم میں سے ہے یا کسی نبی یا ولی کی اولاد ہے۔ تو وہ بُرے اعمال کے بدنتائج سے بچ جائے گا۔ یا غریبوں کو اعمال صالحہ کے وہ بلند نتائج نہیں ملیں گے۔ جو امیروں یا اعلیٰ اقوام کو ملتے ہیں۔ خدا کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں اس لئے تبلیغ میں بھی امیر یا غریب کا کوئی لحاظ نہیں ہونا چاہئے۔

پیغام حق پہنچانے میں بڑے چھوٹے کا امتیاز

ہم احمدیوں میں بھی کبھی کبھی یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے کہ کسی بڑے آدمی کو جماعت میں لینے کا شوق زیادہ دامنگیر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ خدا کے ہاں دل کا اخلاص اور نیک نیتی زیادہ مقبول ہے چنانچہ اس صورت میں اسی مرض کا علاج خداتعالیٰ نے کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ بڑے لوگوں کی تلاش خصوصیت سے نہ کرو بلکہ جو آدمی بھی نیک نیتی سے تلاش حق کے لئے آتا ہے۔ خواہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا وہ حق رکھتا ہے کہ اس کی طرف تم زیادہ توجہ کرو اور خدا کا پیغام اسے پہنچاؤ اور سمجھاؤ۔

ابن ام مکتوم کا واقعہ

ابن مکتوم ایک صحابی تھے۔ آنکھوں سے اندھے۔ رسول اللہؐ کے پاس مکہ کے بعض بڑے بڑے اکابر آئے ہوئے تھے ان کو آپ تبلیغ فرما رہے تھے۔ وہ بیچارے اندھے جو آئے تو اپنی رام کہانی شروع کر دی۔ آپ تبلیغ فرما رہے تھے یہ دخل درمعقولات کچھ ناگوار خاطر ہوا۔ اور اس کی طرف توجہ نہ کی اس پر فرمایا عبس وتولّٰی ان جاءہ الاعمیٰ۔ تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس لئے کہ اس کے پاس اندھا آگیا۔

آنحضرت صلعم کی بلندیٔ اخلاق

محمد رسول اللہ صلعم کے اخلاق پر بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی نگاہ تھی اتنے اعلیٰ اخلاق آپ کے تھے اور اس بلندی اخلاق پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنچایا تھا۔ کہ اتنی معمولی سی بات بھی خدا کو گوارا نہ ہوئی حالانکہ آج موجودہ زمانہ کی تہذیب بھی یہی ہے کہ دوسروں کی باتوں میں کوئی شخص دخل نہ دے۔ اور جو شخص ایسا کرے اسے بدتہذیب سمجھا جاتا ہے۔ تو آنحضرت صلعم کو اگر یہ دخل درمعقولات ناگوار ہوئے تو یہ تہذیب کے عین مطابق تھا۔ لیکن چونکہ وہ ایک غریب آدمی تھا اس لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ایک اندھے کی طرف آپ توجہ نہ فرمائیں اور بڑے آدمیوں سے باتوں میں لگے رہیں۔

غربا کی دلداری دربار نبوی میں

غربا کی دلداری اور حوصلہ افزائی کے لئے ضروری تھا کہ نبی کے دربار میں ایسا کوئی فرق نظر نہ آئے بلکہ غربا کو امرا پر ترجیح دی جائے دو چار مرتبہ ابن ام مکتوم نے بات کی جب جواب نہ ملا۔ تو وہ [illegible] اپنے گھر چلے گئے۔ اس پر یہ وحی اتری جس سے آپ کانپ اٹھے اور اسی وقت آپ ابن ام مکتوم کے گھر پہنچے۔ اور اسے بلا کر لائے اور اس کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی وہ ادب کی وجہ سے چادر پر بیٹھتا نہ تھا۔ لیکن بٹھایا اور فرمایا کہ اب پوچھو کیا پوچھتے ہو۔

وحی خارج سے آتی ہے

اس سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ کس قدر آپ کو اپنی وحی پر ایمان تھا۔ سرسید کہتے ہیں کہ وحی دل سے اٹھتی ہے اور دل پر پڑتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ آیتیں قرآن میں نہ ہوتیں اول تو دل نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اس دخل اندازی کا ابن مکتوم کو کوئی جواب نہ دیا جائے۔ اس لئے اس کے خلاف دل سے کس طرح وحی اٹھ سکتی تھی۔ اپنے فتوے اور فیصلہ کے خلاف دل کس طرح وحی کر سکتا تھا۔ دوم کبھی کوئی انسان یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے متعلق کوئی ایسی بات لوگوں کی زبانوں پر چڑھی رہے جو اس کے کسی فعل پر تنبیہ کے رنگ میں ہو۔ لیکن باوجود اس کے قرآن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے موجود ہے اور رہے گی اور ہر وقت لوگوں کی تلاوت میں آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت کے دل سے نہیں اٹھی۔ بلکہ خارج سے آئی ہے۔

امت کو سبق

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ محمد رسول اللہ صلعم کا کوئی ایسا فعل نہیں تھا جس کو اتنی اہمیت دی جاتی۔ اس قدر اس پر زور دینے کا مقصد محض امت کو ہدایت دینا ہے۔ ورنہ بذریعہ وحی خفی بھی آپ کو سمجھایا جا سکتا تھا۔ لیکن وحی متلو میں اس واقعہ کو لے آنے کا مقصد درحقیقت امت کو سمجھانے کے لئے تھا کہ ہم تبلیغ میں بڑوں کو چھوٹوں پر ترجیح نہ دیا کریں بلکہ متلاشیان حق کی یکساں قدر کریں۔ اور غربا کو حقیر نہ سمجھیں کہ خدا کے ہاں دل کی قدر ہے۔

قرآن کے نزول کی غرض

فرمایا وما یدریك لعله یزکّی تجھے کیا خبر ہے کہ شاید وہی پاکیزگی اختیار کرے۔ ہماری بعثت کی اور قرآن کے نزول کی غرض تو یہ ہے کہ تزکیہ کرے۔ کیا پتہ ہے کہ وہی اندھا شخص تزکیہ پا جاتا۔ او یذکر فتنفعه الذکریٰ۔ یا نصیحت قبول کرتا اور وہ نصیحت اسے فائدہ دیتی۔

بڑوں کی لاپروائی

اما من استغنیٰ فانت له تصدّیٰ۔ جو شخص پروا نہیں کرتا اس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے۔ بتایا کہ وہ بڑے آدمی جن کی طرف آپ اس وقت متوجہ تھے وہ تو اپنی بڑائی کی وجہ سے آپ کے پیغام کی پروا بھی نہیں کرتے اور آپ انہی کو سنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وما علیك الا یزکّیٰ۔ تجھ پر کیا الزام ہے اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کریں واما من جاءك یسعیٰ وھو یخشیٰ۔ اور جو خدا سے ڈر کر تیری طرف دوڑتا ہوا آتا ہے فانت عنه تلھّیٰ تو اس سے بے رخی کرتا ہے۔ غور کا مقام ہے کیسا زریں اصول سکھایا ہے۔ فرمایا ان پر توجہ دیتے ہو جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پروا بھی نہیں کرتے۔ شاید یہ کہو کہ ہمارا مطلب ہے کہ کسی طرح ان کا تزکیہ ہو۔ فرمایا کہ اگر ان کا تزکیہ نہ ہو تو تم پر کوئی الزام تو نہیں۔ پھر ان کے لئے اس قدر توجہ اور انہماک کہ دوسرے لوگوں کی طرف پوری توجہ نہ دی جا سکے جو خدا سے ڈر کر تمہارے پاس آتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔

تناسخ کی تردید

اس میں ایک نکتہ اور بھی قابل توجہ ہے۔ آریہ لوگ جو اختلاف عالم سے تناسخ نکالتے ہیں اور اختلاف کو گزشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ تبلاتے ہیں۔ اس عقیدہ کی بھی یہاں تردید ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس جگہ اعمال کے نتائج کو سب کے لئے یکساں بتایا ہے۔ خلقت یعنی کوئی پیدائشی نقص یا غربت یا افلاس ترقی روحانی میں روک نہیں ہو سکتے۔ اس دنیا میں جو جس حالت میں رکھا گیا ہے اسی دائرہ کے اندر اس کے اعمال کا موازنہ دیکھا جائے گا۔ دنیا ایک سٹیج ہے جس پر ہر ایک شخص مختلف پارٹ ادا کر رہا ہے۔ جو اپنا مقرر کردہ پارٹ خوبی سے مالک کے حسب منشا ادا کر جائے گا وہی اگلے عالم میں جو زندگی حقیقی ہے سکھ اور ترقی کا وارث ہوگا۔ اس میں نہ امیر و غریب کی تخصیص ہے نہ اندھے اور سوجھاکے کی بس یہ اختلاف تو اعمال کے پیدا کرنے کے لئے اور عارضی اور بطور تمہید کے ہے اختلاف نہ ہو تو عمل کا وجود بھی نہیں ہو سکتا۔ اور دنیا چل نہیں سکتی۔ لہٰذا اختلاف اس عالم کے لئے بطور بنیاد کے ہے۔ اور اعمال اختلاف عالم کا نتیجہ ہیں۔ نہ کہ اختلاف اعمال کا نتیجہ ہو۔

قرآن شرف اور بزرگی کا موجب ہے

کلا انھا تذکرۃ۔ یوں نہیں چاہئے یہ قرآن تو ایک تذکرہ ہے ذکر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان شرف حاصل کرے تو فرمایا یہ قرآن تو تذکرہ ہے۔ یہ تو ایک ایسی بڑائی ہے جو اپنے ماننے والوں کو بھی بڑا بنا دے گی خواہ وہ اندھا ہو۔ یا

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۵

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب عنقریب پہاڑ پر جانے والے ہیں۔

پشاور سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہمارے دوست غلام ربانی صاحب ایڈووکیٹ کو صوبہ سرحد کی نئی لیجسلیٹو کونسل میں حکومت کی طرف سے بطور ممبر نامزد کیا گیا ہے خان صاحب ممدوح کو ہم مبارکباد دیتے ہیں۔

قبول اسلام (۱) بتاریخ ۸ اپریل مسمی دیویداس ولد بکھاری داس ذات داس سوت ساکن خاص کھنہ ضلع لدھیانہ نے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بعد نماز مغرب مولانا عزیز بخش صاحب کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام عبد اللہ رکھا گیا۔

(۲) بتاریخ ۱۶ اپریل مسماۃ سبرائی زوجہ ماجہ عیسائی ساکن کھاگیہ متصل باغبان پورہ علاقہ لاہور نے بخوشی خود مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے ہاتھ پر مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بعد نماز مغرب اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام مریم بی بی رکھا گیا

(عزیز بخش اسسٹنٹ سکرٹری)

روپڑ میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر بحث

میر مدثر شاہ صاحب کی بحث جماعت قادیان سے

سید سردار علی صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر و سینیر وائس پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی و سنٹرل کواپریٹیو سوسائٹی روپڑ

قصبہ روپڑ میں ۲۱ و ۲۲ مارچ ۳۲ء کو اہل اسلام روپڑ اور جماعت قادیان کے درمیان مناظرہ ہوا تھا۔ مضامین زیر بحث میں سے نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ایک مبحث تھا۔ فریقین کی تقاریر نے حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق غلط خیالات کی اشاعت کا کام کیا۔ اس پر راقم نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ سے درخواست کی کہ جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے کوئی مبلغ اس طرف بھیجے جائیں جن کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود کی نسبت صحیح اعتقادات پبلک کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے سید مدثر شاہ صاحب کو روپڑ پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ چند یوم کے انتظار کے بعد سید مدثر شاہ صاحب سامانہ سے روپڑ مورخہ ۱۰ ماہ حال کی رات کو تشریف لائے۔ اتفاق حسنہ سے قادیانی فریق کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب بھی میرے پاس ہی فروکش تھے۔ بالمقابل جماعتوں کے مبلغین کی موجودگی ازبس مفید ثابت ہوئی کیونکہ حضرت مسیح موعود کی نسبت دعوی نبوت کی تائید و تردید میں تصانیف حضرت مسیح موعود سے حوالجات پیش کرنے اور ان پر اپنے اپنے نقطہ نگاہ کے مطابق تشریحات پیش کرنے کا بخوبی موقعہ فریقین کو ملا۔ سلسلہ گفتگو کے وقت بہت سے غیر جانبدار باشندگان روپڑ بھی موجود تھے جن میں سے کئی ایک اصحاب تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سید محمد صابر صاحب جعفری بی اے علیگ۔ حکیم بخشش علی صاحب حکیم حاذق۔ اور سیر میونسپل کمیٹی روپڑ۔ شیخ نصیب الٰہی صاحب رئیس روپڑ و سابق سکرٹری انجمن حمایت اسلام روپڑ۔ سید سلامت علی صاحب اہلمد ناظر عدالت دیوانی روپڑ۔ شیخ فیض محمد صاحب رئیس و ٹھیکیدار آڑھتی فروٹ۔ و منشی عبد الغنی صاحب محرر وکیل۔ سید عزیز احمد صاحب سابق فورمین سکھر بیراج پرو جیکٹ ریلوے اور مولوی الٰہی بخش صاحب مولوی فاضل دیوبندی۔ چودھری احمد الدین صاحب چودھری فضل الٰہی صاحب ٹھیکیدار بالخصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ فریقین کی باہمی گفتگو ۱۱ اپریل کی رات سے شروع ہو کر ۱۲ اپریل کی رات تک جاری رہی جبکہ آخر وقت پر لالہ گورو داس صاحب سونی بی اے ایل ایل بی پلیڈر منیجنگ ڈائرکٹر کرشنا انشورنس کمپنی دہلی لمیٹڈ بھی شریک جلسہ ہو گئے تھے سید مدثر شاہ صاحب کے مطالبات یہ تھے کہ حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریرات سے یہ دکھا دیا جائے کہ آپ کا دعوے نبوت کا ہے۔ اور آپ کی وحی وحی نبوت ہے۔ اور آپ کا دعوی مجازی نبی ہونے کا نہیں ہے۔ نیز سید صاحب کا یہ بھی دعوے تھا کہ اس کے بالمقابل آپ حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے یہ ثابت کریں گے کہ آپ کا دعوے نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا ہے۔ اور اپنی وحی کو آپ نے وحی ولایت قرار دیا ہے نہ کہ وحی نبوت۔ اور آپ کا دعوے مجازی نبی ہونے کا ہے نہ کہ حقیقی نبی ہونے کا۔ اور مجازی نبی بمعنے محدث ہے۔ دونوں اطراف سے حضرت صاحب کی مختلف اور متعدد تحریرات سے حوالجات پیش

دیئے گئے۔ سید مدثر شاہ صاحب کی تقاریر دلپذیر ایسی موثر مختصر اور عام فہم تھیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کی مناظرانہ کج بحثی اور پیچیدہ اور طویل معترضانہ کلام سے کہیں زیادہ مقبول گردانی گئیں۔ چنانچہ حاضرین نے سید صاحب کی باتوں کو بخوبی سمجھا اور غور و خوض سے قابل قبول تسلیم کیا۔ گویا سید صاحب کی تشریف آوری نے حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق صحیح نقطہ نگاہ کو عوام و خواص تک پہنچا دیا۔ سید صاحب کی ذات اور آپ کے خیالات سے یہاں خاص انس و محبت حاضرین میں پیدا ہو چکی ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ کہ سید صاحب موصوف کو آئندہ ایک لمبے عرصہ کے لئے روپڑ میں تشریف رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ اس دورافتادہ علاقہ کی طرف اپنی توجہ عالیہ مبذول فرماتے رہیں۔ والسلام

درسِ قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ العالی)

ترقیات روحانی کے واسطے سب کے لئے یکساں راہ کھلی ہے

سورۂ عبس

اس سورۃ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا - پہلی دو نوں سورتوں میں بتایا تھا کہ اعمال کے نتائج ضرور ظاہر ہو کر رہتے ہیں اور جدوجہد کا کیا رنگ ہونا چاہئے - جو اعمال کہ بہتر سے بہتر نتائج پیدا کریں - اس سورت میں بتایا کہ نتائج سب کے لئے یکساں ہیں - امیر ہو یا غریب - اندھا ہو یا بینا - مسکین ہو یا صاحب مال - سب کے لئے اعمال اور ان میں ترقی کرنے کے لئے یکساں راہ کھلی ہوئی ہے - اور سب کو نتائج ان کے اعمال پر یکساں عملوں کے مطابق ملیں گے اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ فلاں شخص امیر ہے - یا کسی بڑی قوم میں سے ہے یا کسی نبی یا ولی کی اولاد ہے - تو وہ بُرے اعمال کے بد نتائج سے بچ جائے گا - یا غریبوں کو اعمال صالحہ کے وہ بلند نتائج نہیں ملیں گے - جو امیروں یا اعلیٰ اقوام کو ملتے ہیں - خدا کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں اس لئے تبلیغ میں بھی امیر یا غریب کا کوئی لحاظ نہیں ہونا چاہئے -

پیغام حق پہنچانے میں بڑے چھوٹے کا امتیاز

ہم احمدیوں میں بھی کبھی کبھی یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے کہ کسی بڑے آدمی کو جماعت میں لینے کا شوق زیادہ دامنگیر ہو جاتا ہے - حالانکہ خدا کے ہاں دل کا اخلاص اور نیک نیتی زیادہ مقبول ہے چنانچہ اس صورت میں اسی مرض کا علاج خدا تعالیٰ نے کیا ہے - اور بتایا ہے کہ بڑے لوگوں کی تلاش خصوصیت سے نہ کرو بلکہ جو آدمی بھی نیک نیتی سے تلاش حق کے لئے آتا ہے - خواہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا وہ حق رکھتا ہے کہ اس کی طرف تم زیادہ توجہ کرو اور خدا کا پیغام اسے پہنچاؤ اور سمجھاؤ -

ابن ام مکتوم کا واقعہ

ابن مکتوم ایک صحابی تھے - آنکھوں سے اندھے - رسول اللہ کے پاس مکہ کے بعض بڑے بڑے اکابر آئے ہوئے تھے ان کو آپ تبلیغ فرما رہے تھے - وہ بیچارے اندھے جو آئے تو اپنی رام کہانی شروع کر دی - آپ تبلیغ فرما رہے تھے یہ دخل در معقولات کچھ ناگوار خاطر ہوا - اور اس کی طرف توجہ نہ کی اس پر فرمایا عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ - تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس لئے کہ اس کے پاس اندھا آگیا -

آنحضرت صلعم کی بلندیٔ اخلاق

محمد رسول اللہ صلعم کے اخلاق پر بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی نگاہ تھی اتنے اعلیٰ اخلاق آپ کے تھے اور اس بلندی اخلاق پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنچایا تھا - کہ اتنی معمولی سی بات بھی خدا کو گوارا نہ ہوئی حالانکہ آج موجودہ زمانہ کی تہذیب بھی یہی ہے کہ دوسروں کی باتوں میں کوئی شخص دخل نہ دے - اور جو شخص ایسا کرے اسے بدتہذیب سمجھا جاتا ہے - تو آنحضرت صلعم کو اگر یہ دخل در معقولات ناگوار ہوا تو یہ تہذیب کے عین مطابق تھا - لیکن چونکہ وہ ایک غریب آدمی تھا اس لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ایک اندھے کی طرف آپ توجہ نہ فرمائیں اور بڑے آدمیوں سے باتوں میں لگے رہیں -

غربا کی دلداری دربارِ نبوی میں

غربا کی دلداری اور حوصلہ افزائی کے لئے ضروری تھا کہ نبی کے دربار میں ایسا کوئی فرق نظر نہ آئے بلکہ غربا کو امرا پر ترجیح دی جائے دو چار مرتبہ ابن ام مکتوم نے بات کی جب جواب نہ ملا - تو وہ اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے - اس پر یہ وحی اتری جس سے آپ کانپ اٹھے اور اسی وقت آپ ابن ام مکتوم کے گھر پہنچے - اور اسے بلا کر لائے اور اس کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی وہ ادب کی وجہ سے چادر پر بیٹھتا نہ تھا - لیکن بٹھایا اور فرمایا کہ اب پوچھو کیا پوچھتے ہو

وحی خارج سے آتی ہے

اس سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ کس قدر آپ کو اپنی وحی پر ایمان تھا - سرسید کہتے ہیں کہ وحی دل سے اٹھتی ہے اور دل پر پڑتی ہے - اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ آیتیں قرآن میں نہ ہوتیں اول تو دل نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اس دخل اندازی کا ابن مکتوم کو کوئی جواب نہ دیا جائے - اس لئے اس کے خلاف دل سے کس طرح وحی اٹھ سکتی تھی - اپنے فتوے اور فیصلہ کے خلاف دل کس طرح وحی کر سکتا تھا - دوم کبھی کوئی انسان یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے متعلق کوئی ایسی بات لوگوں کی زبانوں پر چڑھی رہے جو اس کے کسی فعل پر تنبیہ کے رنگ میں ہو - لیکن باوجود اس کے قرآن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے موجود ہے اور رہے گی اور ہر وقت لوگوں کی تلاوت میں آتی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت کے دل سے نہیں اٹھی - بلکہ خارج سے آئی ہے -

امت کو سبق

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ محمد رسول اللہ صلعم کا کوئی ایسا فعل نہیں تھا جس کو اتنی اہمیت دی جاتی - اس قدر اس پر زور دینے کا مقصد محض امت کو ہدایت دینا ہے - ورنہ بذریعہ وحی خفی بھی آپ کو سمجھایا جا سکتا تھا - لیکن وحی متلو میں اس واقعہ کو لے آنے کا مقصد درحقیقت امت کو سمجھانے کے لئے تھا کہ ہم تبلیغ میں بڑوں کو چھوٹوں پر ترجیح نہ دیا کریں بلکہ متلاشیان حق کی یکساں قدر کریں - اور غربا کو حقیر نہ سمجھیں کہ خدا کے ہاں دل کی قدر ہے -

قرآن کے نزول کی غرض

فرمایا وما یدریك لعله یزکی تجھے کیا خبر ہے کہ شاید وہی پاکیزگی اختیار کرے - تمہاری بعثت کی اور قرآن کے نزول کی غرض تو یہ ہے کہ تزکیہ کرے - کیا پتہ ہے کہ وہی اندھا شخص تزکیہ پا جاتا - او یذکر فتنفعه الذکریٰ - یا نصیحت قبول کرتا اور وہ نصیحت اسے فائدہ دیتی -

بڑوں کی لاپروائی

اما من استغنیٰ فانت له تصدیٰ - جو شخص پروا نہیں کرتا اس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے - بتایا کہ وہ بڑے آدمی جن کی طرف آپ اس وقت متوجہ تھے وہ تو اپنی بڑائی کی وجہ سے آپ کے پیغام کی پروا بھی نہیں کرتے اور آپ انہی کو سنانا چاہتے ہیں - حالانکہ وما علیك الا یزکیٰ - تجھ پر کیا الزام ہے اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کریں واما من جاءك یسعیٰ وھو یخشیٰ - اور جو خدا سے ڈر کر تیری طرف دوڑتا ہوا آتا ہے فانت عنه تلھّیٰ تو اس سے بے رخی کرتا ہے - غور کا مقام ہے کیسا زریں اصول سکھایا ہے - فرمایا ان پر توجہ دیتے ہو جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پروا بھی نہیں کرتے - شاید یہ کہو کہ ہمارا مطلب ہے کہ کسی طرح ان کا تزکیہ ہو - فرمایا کہ اگر ان کا تزکیہ نہ ہو تو تم پر کوئی الزام تو نہیں - پھر ان کے لئے اس قدر توجہ اور انہماک کہ دوسرے لوگوں کی طرف پوری توجہ نہ دی جا سکے جو خدا سے ڈر کر تمہارے پاس آتے ہیں - یہ ٹھیک نہیں -

تناسخ کی تردید

اس میں ایک نکتہ اور بھی قابل توجہ ہے - آریہ لوگ جو اختلاف عالم سے تناسخ نکالتے ہیں اور اختلاف کو گزشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ بتلاتے ہیں - اس عقیدہ کی بھی یہاں تردید ہے - کیونکہ قرآن نے اس جگہ اعمال کے نتائج کو سب کے لئے یکساں بتایا ہے - خلقت یعنی کوئی پیدائشی نقص یا غربت یا افلاس ترقی روحانی میں روک نہیں ہو سکتے - اس دنیا میں جو جس حالت میں رکھا گیا ہے اسی دائرہ کے اندر اس کے اعمال کا موازنہ دیکھا جائے گا - دنیا ایک سٹیج ہے جس پر ہر ایک شخص مختلف پارٹ ادا کر رہا ہے - جو اپنا مقرر کردہ پارٹ خوبی سے مالک کے حسب منشا ادا کر جائے گا وہی اگلے عالم میں جو زندگی حقیقی ہے سکھ اور ترقی کا وارث ہوگا - اس میں نہ امیر و غریب کی تخصیص ہے نہ اندھے اور سوجھاکے کی بس یہ اختلاف تو اعمال کے پیدا کرنے کے لئے اور عارضی اور بطور تمہید کے ہے اختلاف نہ ہو تو عمل کا وجود بھی نہیں ہو سکتا - اور دنیا چل نہیں سکتی - لہٰذا اختلاف اس عالم کے لئے بطور بنیاد کے ہے - اور اعمال اختلاف عالم کا نتیجہ ہیں - نہ کہ اختلاف اعمال کا نتیجہ -

قرآن شرف اور بزرگی کا موجب ہے

کلا انھا تذکرۃ - یوں نہیں چاہئے یہ قرآن تو ایک تذکرہ ہے ذکر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان شرف حاصل کرے تو فرمایا یہ قرآن تو تذکرہ ہے - یہ تو ایک ایسی بڑائی ہے جو اپنے ماننے والوں کو بھی بڑا بنا دے گی خواہ وہ اندھا ہو یا

سوجاتا تھا۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ واقعی قرآن نے اپنے ماننے والوں کو بڑا بناکر دکھا دیا۔ جب عرب اس پر عمل پیرا ہوئے تو ان کی شہرت اور بڑائی کا ڈنکہ تمام دنیا میں بج گیا۔ اور ہر چیز کے وہ مالک بن گئے۔

کسرائے ایران اور اہل عرب

فردوسی نے شاہنامہ میں لکھا ہے کہ جب کسرائے ایران کے دربار میں اسلام کا پیغام اور مسلمانوں کا سفیر پہنچا تو اس نے نہایت حقارت سے یہ کہا :- ؎

زشیر شتر خوردن وسوسمار
عرب راںجائے رسید است کار
کہ تاج کیاں راکنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ دوراں تفو

فی الواقعہ عرب جیسے لوگوں کا جو ایرانیوں کے ایک سپاہی سے خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ اور ان کے دو سپاہی ملک عرب میں جاکر عرب کے بڑے سے بڑے آدمی کو پکڑ لاتے تھے۔ اس قسم کی جرات بھی کرنا حیرتناک تھا چہ جائیکہ بعد میں تخت کیانی پر وہ متمکن بھی ہو گئے۔

بڑی بڑی سلطنتیں غربائے عرب کے قدموں میں

بڑی بڑی سلطنتیں انہی عرب کے غربا کے قدموں میں آکر گر گئیں۔ قرآن نے کیا بڑائی اور شرف اس قوم کو جو دنیا میں حقیر ترین سمجھی جاتی تھی عطا فرمایا۔ خود عرب کے فخر کرنے والے قبائل کو غریب مسلمانوں کے سامنے جھکنا پڑا۔ جب آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو مکہ میں ان کے والد ابوقحافہ ابھی زندہ تھے۔ بہت بوڑھے تھے۔ انہوں نے کسی سے پوچھا کہ محمد صلعم تو فوت ہو گئے اب اسلام کا کیا بنے گا۔ کہنے والے نے کہا کہ قائم رہا۔ ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا "کون" ہے۔ کہا "ابن ابی قحافہ" پوچھا کس ابوقحافہ کا بیٹا۔ کہا "تمہارا بیٹا"۔ وہ بڈھا تو اپنے دونوں زانوؤں کے درمیان سر دیکر غرق ہو گیا۔ بڑی دیر کے بعد سر اٹھاکر پوچھا کہ "بنو ہاشم کہاں گئے"۔ (جو رسول اللہ صلعم کے رشتہ دار تھے) کہا کہ "بیعت کرلی" پھر بڈھا حیرت سے غرق ہو گیا۔ پھر سر اٹھاکر پوچھا "بنو امیہ کہاں گئے" (یہ بڑی پرزور سیاست داں قوم تھی) کہا کہ بیعت کرلی۔ پھر بڈھا غرق ہو گیا۔ پھر سر اٹھایا اور پوچھا "انصار کہاں چلے گئے"؟ (جن کے پاس آنحضرت صلعم نے پناہ لی تھی) کہا بایعوہ۔ یعنے بیعت کرلی۔ پھر بڈھا حیرت سے غرق ہو گیا بڑی دیر کے بعد سر اٹھاکر بولا کہ "الاسلام حق" یعنے پھر اسلام سچا ہے جو اتنے موانعات کے ہوتے ہوئے میرا بیٹا خلیفہ ہو گیا خلیفہ ہونے کی وجہ قرآن ہے۔ یہ قرآن تھا جس نے حضرت ابوبکر کو عزت کے اس تخت پر بٹھا دیا تھا

حضرت عمر خلیفہ تھے۔ حج کرکے واپس مدینہ آ رہے تھے۔ مکہ سے باہر ایک ببول کے درخت کو کھڑے ہوکر دیکھنے لگے ساتھ ہزارہا خلقت تھی سب کو کھڑا ہونا پڑا۔ حضرت عمر دیر تک کھڑے دیکھا کئے۔ ایک صحابی نے عرض کی کہ لوگوں کو دھوپ میں بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ آخر آپ اس درخت میں کیا دیکھ رہے ہیں فرمانے لگے نوعمری میں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ ایک اونٹ گم ہو گیا میرے باپ نے اس درخت کے نیچے مجھے بڑا مارا۔ یا آج ہم دنیا کے شاہنشاہ ہیں۔ یہ قرآن تھا جس نے اونٹ چرانے والوں کو دنیا و دین کا بادشاہ بنادیا۔

(باقی آئندہ)

مجاہدین اسلام کو گارڈن پارٹی

مولوی عبد المجید صاحب ایم اے کی تشریف آوری

مرزا عزیز الرحمن صاحب ایم ایس سی کا عزم جرمنی

قارئین کرام کے لئے یہ خبر موجب مسرت ہو گی کہ مولانا مولوی عبد المجید صاحب ایم اے جو مسلم ہائی سکول کے ٹیچنگ اسٹاف میں ایک عرصہ تک کام کرنے کے بعد ۱۹۲۲ء میں تبلیغ اسلام کی غرض سے جرمنی تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں سے کچھ مدت بعد ان کی خدمات ووکنگ مسلم مشن انگلستان میں منتقل کر دی گئی تھیں دس سال تک نہایت خاموشی کے ساتھ اسلام کی بہترین خدمات سرانجام دینے کے بعد عید اضحٰی سے دو دن پیشتر صرف ایک ماہ کی رخصت پر [illegible] لاہور تشریف لے آئے۔ ان کی تشریف آوری احباب جماعت اور بزرگان ملت کے لئے خاص مسرت اور ابتہاج کا موجب ہوئی۔ اور عید اضحٰی کی شام کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کے اعزاز میں احباب کو دعوت طعام دی۔

گارڈن پارٹی

حسن اتفاق سے عین اسی موقعہ پر مسلم ہائی سکول کے ایک اور ٹیچر مرزا عزیز الرحمن صاحب ایم ایس سی جنھیں ہمارے مخدوم حکیم مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفٰے کی فرزندیت کا شرف حاصل ہے تبلیغ اسلام ہی کی خدمت پر مامور ہوکر برلن (جرمنی) تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس لئے اس موقعہ پر مسلم ہائی سکول کے ٹیچنگ سٹاف نے ۲۰ اپریل ۱۹۳۲ء کو ہر دو بزرگوں کو گارڈن پارٹی دی جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور بعض دیگر بزرگان ملت کو بھی مدعو کیا گیا۔ اور لذیذ فواکہ اور مٹھائیوں اور ایریٹیڈ واٹر سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر

اکل و شرب کے بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب اردو ٹیچر نے قرآن کریم کی چند آیات موقع کے مناسب حال تلاوت کیں اور پھر سید غلام مصطفٰے شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نے ہر دو مہمانوں کی خدمات اور جذبہ اسلامی کی تعریف کرتے ہوئے انہیں مبارکباد دی۔ کہ ایک عظیم الشان مقصد کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں۔

مرزا عزیز الرحمن صاحب کی جوابی تقریر

ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر کا جواب دینے کے لئے مرزا عزیز الرحمن صاحب جب اٹھے تو سکول اور دوستوں کی علیحدگی کے خیال نے رقت پیدا کرکے چند منٹ کے لئے انہیں خاموش کر دیا جسکے بعد اپنے آپ پر ضبط کرکے انہوں نے شکریہ کے چند الفاظ کہے اور حاضرین کو بتایا کہ مسلم ہائی سکول سے میرے تعلقات بہت دیرینہ ہیں ایک عرصہ تک بحیثیت طالب علم یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اب دو اڑھائی سال تک ٹیچنگ اسٹاف میں کام کرتا رہا ہوں اور یہ اسی سکول کی خصوصیت ہے کہ طلبہ کے دلوں میں قومی خدمات کی ضرورت کا احساس پیدا کیا جاتا ہے۔ سکول کے زمانہ طالب علمی میں بھی بعض وقت دوسرے طلبہ کے ساتھ مجھ قومی خدمت کا موقعہ ملا۔ اور اب پھر وہی احساس مجھے جرمنی لیجا رہا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں اور مدرسی میں ہیڈ ماسٹر صاحب اور دیگر ممبران سٹاف نے جو حسن سلوک میرے ساتھ روا رکھا اس کا اثر میرے قلب پر ہمیشہ رہے گا۔ اور میں بزرگوں اور دوستوں سے التجا کرتا ہوں کہ جس مقصد کے لیے میں جا رہا ہوں اس میں میری کامیابی کے لئے دعا کریں۔

مولوی عبد المجید صاحب

مرزا صاحب کے بعد مولوی عبد المجید صاحب ایم اے کھڑے ہوئے اور اس پرلطف دعوت کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب اور اسٹاف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یورپ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رو پر مختصراً تبصرہ کیا۔ اور اس بات کی ضرورت ظاہر کی کہ تبلیغ اسلام کے کام کو زیادہ وسعت دی جائے۔ تاکہ اس بڑھتی ہوئی رو میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے نہایت مختصر مگر جامع تقریر کی۔ اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ سکول سٹاف کے ایک ممبر دس سال تک نہایت خاموش لیکن بہترین خدمات اسلام سرانجام دینے کے بعد تشریف لائے ہیں اور پھر واپس جانے کے لئے تیار ہیں۔ اور دوسرے ممبر اسی سٹاف میں سے نکل کر تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ مرزا عزیز الرحمن صاحب نے تو آج پھر بھی کچھ نہ کچھ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے جب سنگاپور اور جاوا کے تین آدمی جا رہے تھے تو ان میں سے ایک مرزا ولی احمد بیگ کو جب الوداعی جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے کہا گیا تو وہ ایک لفظ نہ بول سکے اور یہی کہا کہ جب تک میں وہاں جاکر کوئی کام نہ کروں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی خاموش خدمات اسلام سے ان جزائر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے تبلیغ دین کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے اس ولولہ کا ذکر کیا جو اعلائے کلمۃ اللہ کے بارہ میں آپ کے قلب کے اندر موجزن تھا۔ اور ایک گاؤں کا باشندہ ہوکر ایسے وقت میں جب یورپ اپنی مادہ پرستی کے زور میں مذہب بالخصوص اسلام کو دھکے دے رہا تھا۔ آپ کا یورپ ہی میں تبلیغ اسلام پر زور دینا اور اس جوش اور ولولہ کو ایک جماعت کے اندر پیدا کر دینا بتاتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام کے لئے مامور ہوکر آئے تھے۔ حضرت ممدوح نے مرزا عزیز الرحمن کو اسی سلسلہ میں چند نصائح کیں۔ اور قرآن کریم پر غور کی عادت ڈالنے اور اس سے نور اور روشنی حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی جسکے بعد دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲ | لاہور مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۵

علوم دینیہ میں امتحانات کا سلسلہ

داخلہ کی آخری تاریخ ۳۰ اپریل ہے

قوم کی علمی ترقی کے لئے علوم دینیہ میں امتحانات کا جو سلسلہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے تجویز کیا ہے وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ اس سے بہتر از یں کوئی نئی [illegible] نہیں ہے۔ یہ سلسلہ امتحانات قوم کے اندر ایک نئی روح پھونک سکتا ہے اور [illegible] سے انہیں پورے طور پر واقف کرنے [illegible] ہوگا۔ وہ کمی جو جماعت کو ہر طرف سے مبلغین کی ضرورت اور [illegible] پیدا کرتی رہتی ہے ان امتحانات کی تیاری کرنے سے [illegible] دور ہو سکتی ہے۔ اور ہر جگہ نئے نئے مبلغ پیدا ہو سکتے ہیں۔

نوجوانوں کے لئے بہترین موقعہ

ان نوجوانوں کو جو علوم مروجہ کی تحصیل اور سامان زیست کے [illegible] میں آج دینی علوم سے بالکل بے بہرہ ہیں اور مسلمان ہونے کے باوجود قرآن اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی سے بالکل ناواقف ہیں اگر ایک ایک دو دو گھنٹہ روزانہ صرف کریں اور ان امتحانات کی تیاری میں لگ جائیں تو وہ [illegible] اپنے مذہب اپنی پاک کتاب اپنے پاک نبی اور صحابہ کی زندگیوں سے بخوبی بہرہ یاب ہو سکتے ہیں۔ [illegible] بزرگوں کی علمی روایات [illegible] آج [illegible] نظر آتی ہیں۔ مسیح موعود کی ان [illegible] کے لئے تجویز ہوئی ہیں ایک نئی روح اور ایک [illegible] اسلامی زندگی اسے اندر پیدا کر سکتی ہے [illegible]

[illegible] علوم دینی!

[illegible]

صرف ۳۷ امیدوار

آج اس تجویز کے اعلان پر ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کم از کم پچاس آدمیوں کی امتحان میں شمولیت ضروری قرار دی گئی تھی اور ۲۰ روپے سے لے کر ۵ روپے تک کے دس انعام بھی تجویز ہوئے تھے جن میں سے تین کالجوں کے طلبہ کے لئے مخصوص ہیں۔ لیکن کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ امیدواروں کی تعداد اب تک ۳۷ سے متجاوز نہیں ہوئی جس میں ایک خاتون بھی شامل ہیں جنہوں نے مستورات کے بجائے مردوں کے امتحان میں شمولیت کی درخواست کی ہے۔ حالانکہ دوسری طرف مستورات کے امتحان کے لئے کم از کم پندرہ امیدواروں کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور پانچ انعام ان کے لئے رکھے گئے تھے۔ [illegible] ان کی تعداد پوری بھی ہو چکی ہے۔

داخلہ کے لئے جلدی کرو

ہم ذیل میں مردانہ امتحان کے امیدواروں کے نام شائع کئے دیتے ہیں اور جن لوگوں نے ابھی تک شمولیت کے لئے درخواستیں نہیں بھیجیں انہیں مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ امتحان میں داخل کی آخری تاریخ ۳۰ اپریل مقرر ہو چکی ہے جس میں صرف سات دن باقی رہ گئے ہیں۔ جو دوست ابھی تک شامل نہیں ہوئے انہیں چاہیئے کہ فی الفور اپنی درخواستیں بھیج دیں کہ یہ ایک نہایت آسان اور موثر ذریعہ علوم دینیہ اور کتب سلسلہ سے واقفیت حاصل کرنے کا ہے۔ جو پھر ہاتھ آنا مشکل ہے۔ قوم کے نوجوانوں کو بالخصوص متوجہ ہونا چاہیئے بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے نوجوان بچوں کو امتحان میں شمولیت کے لئے رغبت دلائیں۔

کالجوں کے طلبا توجہ کریں!

ان ایام میں کالجوں کے امتحانات ختم ہو جانے کی وجہ سے نوجوانوں کو علی العموم فرصت حاصل ہے۔ اگر وہ اس طرف توجہ کریں تو امتحان کی تیاری میں انہیں دقت اٹھانی نہ پڑے گی۔ اور بہت سی ایسی معلومات انہیں اس سلسلہ میں حاصل ہوں گی جو ان کی آئندہ زندگی میں کام آئیں گی اور اس وقت انہیں اس موقعہ کی حقیقی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔

جن امیدواروں کے نام اب تک آچکے ہیں وہ یہ ہیں:-

(۱) دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح (۲) شیر محمد (۳) محمد صادق (۴) ملک برکت علی (۵) ماسٹر نازمحمد (۶) مسٹر محمد احمد (۷) مرزا عزیز الرحمٰن (۸) مولوی ابوبکر (۹) ماسٹر محمد یعقوب (۱۰) شیخ انعام الحق دفتر پیغام صلح (۱۱) میر گل صاحب (۱۲) مرزا مسعود بیگ (۱۳) شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ (۱۴) عبدالرشید خانصاحب (۱۵) لال خانصاحب (۱۶) مولوی محمد ابراہیم صاحب (۱۷) چوہدری عبدالحق (۱۸) میاں تاجدین (۱۹) مرزا عبدالرحمٰن (۲۰) مرزا کمال الدین (۲۱) مرزا محمود احمد (۲۲) سید اختر حسین صاحب (۲۳) عبدالعزیز صاحب (۲۴) ڈاکٹر عطاءاللہ صاحب (۲۵) ڈاکٹر عبدالمجید صاحب (۲۶) عبدالاحد (۲۷) نصیر الدین (۲۸) عبدالرؤف (۲۹) امتیاز احمد (۳۰) غلام ربانی (۳۱) مرزا خلیل الرحمٰن (۳۲) سید عبدالغفور (۳۳) سید اسلم علی (۳۴) سلمیٰ خاتون (۳۵) ڈاکٹر شمس الدین (۳۶) محمد سرفراز خان (۳۷) میاں عزیز احمد

تاریخ امتحان اور مضامین

ان امیدواروں کی اطلاع کے لئے ہم اس بات کو پھر دہرا دینا چاہتے ہیں کہ پہلا امتحان ۱۵ جولائی کو ہوگا جو ذیل کے مضامین پر مشتمل ہوگا۔

(۱) قرآن کریم :- سورۂ بقرہ۔
(۲) مسائل سلسلہ :- فتح اسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام اور تحریک احمدیت۔
(۳) سیرت و تاریخ :- سیرت نبوی پر کوئی کتاب، تاریخ خلافت راشدہ۔

خواتین کے لئے

خواتین کے امتحان میں حسب ذیل مضامین ہونگے :-

(۱) قرآن کریم :- پارۂ اول۔
(۲) مسائل سلسلہ :- مسیح موعود و مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ
(۳) سیرت :- سیرت خیر البشر۔

کتاب مسیح موعود کے متعلق خواتین کی اطلاع کے لئے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ پہلے ۹۸ صفحات جن میں زیادہ دقیق علمی مسائل پر بحث ہے نصاب امتحان سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔

کیا ہم امید کریں کہ احباب اس قیمتی موقع سے فائدہ اٹھا کر اور اپنے نوجوان بچوں اور پڑھی لکھی خواتین کو شمولیت امتحان کی ترغیب دلا کر اپنے اور قوم کے فائدہ اور بھلائی کا موجب ہوں گے؟

امتحانات کے لئے وظائف

جناب کے اے خانصاحب نے اپنے ایک گرامی نامہ میں دریافت فرمایا ہے کہ دینی امتحانات کے لئے انعامات کی جو تحریک کی گئی تھی اس میں کتنے بزرگوں نے اب تک حصہ لیا ہے اور کس قدر انعامات مقرر ہوئے ہیں؟ ... اور کس قدر باقی ہیں۔

چونکہ خانصاحب ممدوح نے اس کا جواب بذریعہ اخبار طلب کیا ہے۔ اس لئے ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ کل پندرہ انعامات کے لئے مطالبہ کیا گیا تھا۔ دس مردوں کے لئے پانچ خواتین کے لئے ان میں سے اب تک ۱۲۔ انعامات کی منظوری آچکی ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) والدہ صاحبہ لیڈی سر عبدالقادر لاہور　عـ۲۰ـہ
(۲) لیڈی سر عبدالقادر لاہور　عـ۲۰ـہ
(۳) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور　عـ۱۵ـہ
(۴) خان بہادر میاں غلام رسول خاں صاحب جھنگ عـ۱۰ـہ

حضرت مسیح موعود پر بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو ٹریکٹ کچھ دن ہوئے "مسلمان بھائیوں سے اپیل" کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے چند اعتراضات لکھکر حضرت ممدوح کی خدمت میں بھیجے ہیں جن کے جواب جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے لکھے ہیں۔ جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہیں۔ (مدیر)

مکرمی! وعلیکم السلام۔

آپ کا خط جواب لکھنے کے لئے مجھے دیا گیا ہے چونکہ ان امور پر جو آپ نے تحریر فرمائے ہیں سیر کن بحثیں ہو چکی ہیں اس لئے مختصراً العاقل تکفیہ الاشارہ کے ماتحت عرض کئے دیتا ہوں۔ اگر اعتراض اور نکتہ چینیاں ہی کرنی ہوں تو اس کے لئے کسی نے کسی کا منہ بند نہیں کیا۔ خدا۔ رسول۔ قرآن ائمہ صحابہ۔ غرضکہ کون ہے جو بچا۔ یا آئندہ کے لئے لوگوں کا مطاعن سے منہ بند ہو گیا۔ ہاں تحقیق حق منظور ہو تو ایک بات بھی اصول کی نظر آجائے تو وہی کافی ہوتی ہے۔

دعویٰ نبوت افترا ہے

روشن اور تاریک پہلو

تصویر کا روشن اور تاریک پہلو دکھانے کے لئے ٹریکٹ لکھا گیا تھا جسے آپ تاریک پہلو فرماتے ہیں قرآن اسے متشابہات کا نام دیتا ہے۔ اور روشن پہلو کا نام محکمات رکھتا ہے۔ دانا لوگ متشابہ فقروں کو محکمات کی روشنی میں پڑھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں نبوت کے دعوے سے انکار کیا ہے۔ جو آپ کو بھی مسلم ہے اور جسے آپ روشن پہلو کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کے محکم ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ رہ گیا بقول آپ کے تاریک پہلو کہ انہوں نے نبی کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ سو چونکہ یہ ایک متشابہ امر تھا اس لئے ہمیشہ اس کی تشریح بھی ساتھ ساتھ کرتے رہتے ہیں۔

نبی کا نام پانے کی تشریح

جس شخص نے بار بار تشریح کر دی ہو اور بتا دیا ہو کہ نبی کا نام جو مجھے دیا گیا ہے وہ مجازی طور پر دیا گیا ہے۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ اس حوالہ کو پیش کر کے کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں مرزا صاحب کی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کرے۔ اسی حقیقۃ الوحی میں تو یہ بھی فقرہ موجود ہے کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت یعنی نبی کا نام مجھے مجاز کے طور پر دیا گیا۔ تو پھر آپ نے حوالہ کو پیش کرنے سے قبل نبی کا نام پانے کی یہ تشریح خود مصنف ہی کے قلم سے کیوں نہ پڑھ لی۔ جب مصنف خود لکھ رہا ہو کہ نبی کا نام مجھے مجاز کے طور پر دیا گیا تو پھر نبوت کا دعوے منسوب کرنا طریق حق پرستی نہیں۔

نبی اللہ کی تشریح کر کے ختم نبوت کو بچایا

بجائے اس کے کہ آپ مرزا صاحب کے مشکور ہوتے کہ حدیث مسلم میں نبی اللہ کی تشریح یوں کر دی کہ یہ مجازی طور پر نام دیا گیا ہے اور اس طرح ختم نبوت کو بچا لیا۔ آپ الٹا انہیں مورد الزام بنانے لگے۔ کیا اس سے قبل حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پر نہیں لکھا ہے کہ:۔

"پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔"

کیا نبوت کے مدعی اسی طرح دعویٰ نبوت کیا کرتے ہیں؟

نبی کے لئے نبی کا نام پانے کی خصوصیت

اور پھر اتنا تو سوچئے کہ جو نبی ہے اس کو نبی کا نام پانے کی خصوصیت کس طرح ہو سکتی ہے۔ ایک غیر نبی ولی کو تو یہ خصوصیت مل سکتی ہے۔ کہ اسے نبی کا نام دیا گیا اور دوسرے نبیوں کو نہیں دیا گیا۔ لیکن ایک نبی کو نبی کا نام پانے کی خصوصیت بے معنی بات ہوگی۔ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ کسی کی نبی کا نام پانے کی خصوصیت اس کو غیر نبی یعنی زمرۂ ابدال و اولیاء میں شامل کرے گی نہ کہ نبیوں میں۔ اگر حضرت مرزا صاحب نبیوں میں شامل تھے تو نبی کو نبی کا نام پانے کی کوئی خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر زمرۂ اولیاء میں شامل تھے اور آپ کو بوجہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے مجازی طور پر نبی کا نام دیا گیا تو یہ خصوصیت بیشک ہے اور یہ بہترین تشریح اس حدیث کی ہے جس میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اسی طرح ختم نبوت باقی رہ سکتی تھی ورنہ اگر یہ مان لیا جائے کہ وہی مسیح اسرائیلی واپس آئیں گے جو نبی اللہ تھے تو ختم نبوت کا کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔

اخبار بدر کی ڈائری

رہ گیا آپ کا بدر ۵ر اپریل ۱۹۰۸ء کا حوالہ کہ اس میں فرمایا ہے کہ "ہم رسول اور نبی ہیں" تو مختصر ضمن میں تو پہلے ہی عرض کر چکا کہ جب ایک شخص لکھ چکا ہے کہ میرا نام نبی اور رسول مجازی رنگ میں رکھا گیا تو اس اعلان کے بعد رسول اور نبی کے الفاظ وہ جہاں بھی اپنے متعلق لکھے گا انہی معنوں میں لئے جائیں گے جن کا وہ اعلان کر چکا ہے۔ ان الفاظ کو بار بار پیش کرنے سے کچھ حاصل نہیں یا تو فرمائیے کہ ان الفاظ کا مفہوم بدل دیا ہے۔ اور اگر نہیں بدلا ہے۔ اور الفاظ بھی وہی ہیں اور مفہوم بھی وہی ہے تو پھر آپ کو یا مجھے کوئی حق نہیں کہ ہم ان الفاظ کے وہ معنے کریں جو منشا متکلم کا نہیں۔ آخر وہاں لفظ نبی کی یہی تشریح کی ہے کہ "خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھکر ہو اور اس میں پیشگوئیاں کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں" کیا لفظ نبی کی یہ وہی تشریح نہیں جو ہمیشہ کرتے آئے ہیں اور اسی قسم کی نبوت کو مجازی، ظلی، لغوی معنوں میں نبوت لکھتے آئے ہیں۔ تو پھر نئی بات کونسی ہوئی اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ اخبار میں کسی آدمی کے لکھے ہوئے نوٹ ہیں جس میں ممکن ہے قلم بند کرنے میں کمی بیشی ہو گئی ہو۔

مکتوب بنام اخبار عام

لیکن ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عام میں جو حضرت مرزا صاحب نے لکھا وہ اپنی قلم سے لکھا ہے کیا وہاں انہی الفاظ کی بہترین تشریح موجود نہیں؟ فرماتے ہیں:۔

"اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں بعض کو الہام بھی ہوتا ہے اور کسی قدر ملونی کے ساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دی جاتی ہے۔ مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت کم ہوتی ہے۔ اور باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس کو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جائے تاکہ اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو۔ **اس لئے مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تاکہ ان میں اور مجھ میں** فرق ظاہر ہو جائے۔"

اس تشریح کے بعد اگر تقویٰ اور دیانت باقی ہے۔ تو پھر نبی اور رسول کے الفاظ کو پیش کر کے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت کو منسوب کرنا سراسر افترا ہے۔

دعویٰ خدائی افترا ہے

متشابہات کی پیروی

خدائی کا دعویٰ! جو شخص نبوت کا مدعی بھی نہیں، اس کی طرف خدائی کا دعویٰ منسوب کرنا کس قدر ظلم ہے۔ آپ نے حوالہ میں آئینہ کمالات اسلام میں درج شدہ حضرت مرزا صاحب کی کوئی رؤیا پیش کی ہے جس میں حضرت نے یہ دیکھا کہ میں خدا بن گیا ہوں اور میں نے نیا زمین و آسمان بنایا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہزارہا صفحے اپنی عبودیت کے اعتراف اور خدا کی توحید کاملہ پر ایک طرف اور یہ رؤیا ایک طرف۔ آپ ان تمام محکمات کو جو حضرت مرزا صاحب کے قلم سے نکلے ہیں مسترد کر کے اس رؤیا کو پکڑ بیٹھے جو ایک متشابہ کا حکم رکھتی ہے۔ کیا قرآن کا یہ فتویٰ یاد نہیں رہا کہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ کیا متشابہ کی پیروی زیغ قلب کا نشان نہیں؟ پھر آپ نے کیوں یہ طریق اختیار کیا۔

فنا فی اللہ کا مقام

اگر کسی رؤیا میں ایسا دیکھ لینے سے ایک شخص خدائی کا مدعی ٹھہر جاتا ہے تو پھر اس پر کیا فتوے دو گے۔ جس نے دیکھا تھا کہ مجھے سورج اور چاند اور گیارہ ستارے سجدہ کر رہے ہیں کیا یہ صاف خدائی کا دعوے نہیں۔ پھر قرآن نے حضرت یوسف کی اس رؤیا کا کیوں ذکر کیا۔ کیا یوسف کے خدائی کے مدعی ہونے کے ثبوت میں؟ یا ان کے فنا فی اللہ اور خلیفۃ اللہ کے مقام عالی کے حاصل کرنے کے ثبوت میں؟ پھر خود قرآن میں آنحضرت صلعم کے متعلق فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کہ تو نے کنکریاں نہیں پھینکیں بلکہ خدا نے کنکریاں پھینکی تھیں۔

اور ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ - ید اللہ فوق اید یھم - بیشک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں* خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے - اور ایک اور جگہ فرمایا قل یعبادی الذین اسرفوا - کہدے کہ اے میرے بندو جو حد سے گزر گئے تو کیا یہاں نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلعم کی خدائی کے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے ایسا فرمایا گیا ہے - یا آپ کے فانی فی اللہ ہونے کے مقام کو ظاہر کرنے کے لئے - پھر اگر حضرت مرزا صاحب نے ایک رویا ایسی دیکھ لی جس میں آپ نے اپنے آپ کو خدا میں ایسا فنا ہوتا دیکھا کہ گویا آپ خدا بن گئے ہیں - تو کیا قیامت آگئی -

رویا تعبیر طلب ہوتی ہیں

کیا یہ سچ نہیں کہ رویا تعبیر طلب ہوتی ہیں - کیا بادشاہ مصر کی رویا کی سات گائیاں سات سالوں سے تعبیر نہیں کی گئیں ... تو پھر حضرت مرزا صاحب کے بارے میں یہ بے انصافی کیوں ؟ آپ کی رویا کی تعبیر کیوں نہ کی جائے ؟ اور کیا یہ سچ نہیں کہ مصنف نے اپنی قلم سے اس رویا کی یہ تعبیر کی ہے کہ اس سے مراد فنا فی اللہ کے مقام کو ظاہر کرنا ہے - اور نیا زمین و آسمان سے مراد وہ انقلاب ہے جو کسی فانی فی اللہ مرد خدا کی بعثت سے دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے - تو پھر ایسے شخص کی طرف خدائی کا دعوے منسوب کرنا کہاں کا انصاف ہے -

انصاف

قرآن کا حکم یاد نہیں کہ لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا - کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر کا مجرم نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو - کیا اس دجالیت کے زمانہ میں یہی روش مومنانہ رہ گئی ہے کہ نبوت کے دعوے کو لعنت قرار دیتے ہوئے بھی ایک شخص نبوت کا مدعی کہلائے گا - اور دنیا سے انسان کی خدائی مٹانے کے مدعی کو ہم خود خدائی کا مدعی کہدینگے -

توہین انبیا کا الزام غلط ہے

توہین انبیا کا الزام تو اس قدر غلط ہے کہ پڑھکر رنج ہوتا ہے - کہ خدایا تعصب اور دشمنی بھی انسان کو کس درجہ گرا دیتی ہے جو شخص عصمت انبیا کا قائل ہو - سینکڑوں صفحے نبیوں کو معصوم ٹھیرانے پر لکھ چکا ہو وہ توہین انبیا کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے

انجیلی یسوع اور حضرت مسیح

اور اس کے ثبوت میں وہی پرانے بوسیدہ فقرے جو یسوع انجیلی کی نسبت حضرت مرزا صاحب نے لکھے ہیں اور بار بار اعلان کیا کہ میری مراد اس انجیلی یسوع سے ہے جس کا نقشہ اناجیل نے پیش کیا ہے نہ کہ حضرت عیسے علیہ السلام سے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے - چنانچہ نور القرآن ص۲ میں فرماتے ہیں :-

> ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے - اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے - اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں لیکن عیسائیوں نے جو ایک یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعوے کرتا تھا - اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا - یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں - قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بد زبان یسوع کی خبر نہیں دی ...... سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے - اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے - وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔"

صحاح ستہ کا انگریزی ترجمہ

تلخیص الصحاح (یعنی حدیث کی چھ اعلیٰ درجہ کی کتب کا نچوڑ) عرصہ ہوا عربی اور اردو میں ترجمہ ہو چکی ہے سخت ضرورت ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ اسلام مغربی ممالک میں ترقی کر رہا ہے اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہو - سو الحمد للہ کہ یہ کمی پوری ہونے کا وقت بھی آ گیا ہے - تلخیص الصحاح کے انگریزی ترجمہ کی پہلی جلد جس میں ۳۶۹ حدیثوں کا ترجمہ معہ ضروری نوٹوں کے چھپ رہا ہے حدیثوں کے باب حروف تہجی کی ترتیب سے ہیں اور اسی ترتیب پر ترجمہ کیا گیا ہے - جس میں حروف الف با و تا نصف شامل ہیں - دیباچہ میں جمع حدیث پر مختصر سا مضمون ہے پیشگی قیمت بھیجدینے والوں سے تین روپے فی کاپی معہ محصولڈاک لیا جائے گا - محدود تعداد چھپوائی گئی ہے - ممکن ہے دیر سے آنیوالی درخواستوں کی تعمیل نہ ہو سکے -

تمام درخواستیں بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں -

مثیل اصل کی توہین نہیں کرسکتا

ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے متعلق بطور نکتہ چینی جو کچھ بھی لکھا ہے اس کا مصداق حقیقی وہ ہرگز ان مسیح کو تو نہیں سمجھ سکتے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے - اور جن کے مثیل ہونے کے مدعی وہ خود تھے - کیا جس شخص کے مثیل ہونے کا مدعی کوئی ہوگا - وہ اسی کی توہین کرکے اسے لوگوں کی نظروں سے گرا دے گا - کیا یہ سچ نہیں کہ آپ نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ میں اور مسیح دونوں کو آپس میں ایسی شدید روحانی مماثلت ہے کہ گویا ہم ایک ہی پھل کے دو ٹکڑے ہیں - پھر کیا مسیح کی توہین میں خود ان کی اپنی توہین نہیں ہے - آخر غور کیجئے کہ مثیل مسیح ہونے کا مدعی مسیح کی توہین کس طرح کر سکتا ہے -

عیسائیوں کو الزامی جواب

کیا یہ سچ نہیں کہ ہمیشہ ایسی تحریریں عیسائیوں کے مقابلہ میں نکلیں جن سے مقصد عیسائیوں کو خود ان کی تحریروں سے ملزم ٹھیرانا تھا - جو کچھ انہوں نے ہمارے حضرت نبی کریم صلعم پر ناپاک حملے کئے تھے - ان کا رد کرتے ہوئے ذرا ان کا گھر بھی تو ان کو دکھانا تھا - کہ خود تمہاری کتابوں میں تمہارے خدا کا یا یسوع کا یا چلو یوں بھی سہی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نقشہ کیا کھینچا ہوا ہے - جس کا ایسا نقشہ خود تمہاری کتابوں میں لکھا ہو اس کو تو خدا مانتے ہو اور نبی کریم صلعم جیسے معصوم انسان پر منہ آتے ہو - کیا ہم جب آریوں سے کہتے ہیں کہ تمہارا خدا تو ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتا - کیونکہ وہ مادہ اور روح کا خالق نہیں - تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی توہین ہو جاتی ہے کیونکہ ان کا خدا تو وہی ہے جو ہمارا ہے - یا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم نے جو خدا کا نقشہ کھینچا ہے اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے - اسی طرح کیا عیسائیوں کو یہ بتاتے ہوئے کہ تم نے جو نقشہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا اپنی کتابوں میں کھینچا ہے اس سے یہ یہ اعتراضات ان پر وارد ہوتے ہیں حضرت عیسےٰ کی توہین ہوگئی یا ان کی حقیقی عزت قائم کرنے کا یہ ایک ذریعہ ہے - کہ ان کے غلط نقشہ کے نقصوں کو کھولکر دکھایا جائے - تا ان غلطیوں کی اصلاح ہو سکے - اس میں کیا شک ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا جو نقشہ اناجیل میں کھینچا ہوا ہے اس سے تو وہ خدا کیا نبی بھی ثابت نہیں ہوتے - بلکہ ایک نیک انسان کا بھی یہ نقشہ نہیں ہوتا - آپ کے نزدیک اس میں کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین نہیں ؟ تو پھر حضرت عیسےٰ کی ہتک کا گلہ عیسائیوں سے کرو - جنہوں نے ایسا نقشہ کھینچا - جو ان کے نقشہ پر انہیں ملزم ٹھیراتا ہے اس سے لڑنا کیا معنے ؟

توہین انبیا کا مرتکب کون ہے

اس کے بعد کیا میں بھی یہ حق رکھتا ہوں کہ آپ سے اسی اعتراض کے متعلق دو باتیں پوچھوں - ایک تو یہ کہ حضرت مرزا صاحب سے تو آپ اس لئے ناراض ہیں کہ انہوں نے بقول آپ کے حضرت عیسےٰ کی توہین کی - گو اس توہین میں حوالے اناجیل کے ہیں جس سے ایک عقلمند نتیجہ نکال سکتا ہے - کہ یہ صرف عیسائیوں پر حجت تمام کرنے کے لئے الزامی جواب ہیں - خود علماء ربانی مثلاً محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رحمۃ اللہ مرحوم وغیرہ اس قسم کی تنقید اناجیل پر کرتے رہے ہیں - لیکن ان لوگوں کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ منسوب کئے - حضرت داؤد پر زنا یا کم از کم کسی کی جورو چھیننے کا الزام لگایا - حضرت آدم کی طرف گناہ، اور حضرت ہارون کی طرف شرک، اور حضرت موسیٰ کی طرف قتل اور حضرت یوسف کی طرف اقدام زنا - حضرت سلیمان کی طرف بلقیس کی برہنہ پنڈلیوں پر نظر بازی کے ناپاک فعل کے لئے شیشے کے محل بنوانے کا اسراف جائز رکھا وغیرہ وغیرہ کیا یہ لوگ توہین انبیا کے مرتکب نہیں ہوئے - کیا یہ تمام امت وہ صدق دل سے نہیں مانتے تھے - اور ان میں بڑے بڑے ائمہ محدثین بھی شامل ہیں - میں نام نہیں لیتا خود سمجھ جایئے - ان لوگوں کی نسبت آپ کا کیا فتوے ہے ؟

قرآن میں مسیح کو روح اللہ نہیں کہا گیا

دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ قرآن میں حضرت عیسےٰ کی نسبت "روح اللہ" کا لفظ آیا ہے -

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی کوششیں

پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب گرامی

یہودی سوسائٹی میں اسلام پر لیکچر

مکرم شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد برلن جرمنی سے لکھتے ہیں کہ ۱۹ مارچ بروز دوشنبہ میرا ایک لیکچر یہاں کی ایک یہودی سوسائٹی میں "آنحضرت صلعم اور تعلیم" پر تھا۔ جس میں سب سے اول میں نے حضرت نبی کریم کی مقدس زندگی کو مختصراً بیان کر کے کہا کہ آج اس مہذب زمانہ میں بھی کس طرح بنی نوع انسان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد میں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک عملی مسلمان کی زندگی کا نقشہ پیش کر کے دکھایا کہ ایک سچا مسلمان کیسا ہوتا ہے اور یورپ میں جو عام مفہوم مسلمان کا سمجھا جاتا ہے کہ وہ بڑا متعصب، تنگدل، ضدی، حد درجہ کا مکار، شہرت پرست، جاہل، سست، اور کاہل وغیرہ ہوتا ہے۔ وہ ایک سچے مسلمان کی تصویر کے بالکل خلاف ہے اور یہ مخالفین اسلام اور پادری صاحبان کے پروپیگنڈے کا اثر ہے۔

ایک محقق کی مایہ ناز تحقیق

ایسے لوگ اپنے آپ کو محقق کہتے ہیں اور اپنی تحقیقات کو بڑے مطالعہ اور غور و خوض کا نتیجہ بتایا کرتے ہیں۔ لیکن ان کی معلومات کا یہ حال ہے کہ میں نے ایک جرمن اخبار میں ایک ایسے ہی محقق صاحب کا مضمون پڑھا جن کی عربی دانی کا یہ حال ہے کہ اس نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ترجمہ "محمد سب سے بڑا اور اللہ اس کا رسول ہے" کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ یورپ سے تاریکی دن بدن دور ہوتی جا رہی ہے اور آنحضرت کی حقیقی اور خوبصورت تصویر لوگوں کے سامنے آ رہی ہے۔

اسلام کے متعلق خیالات کی تبدیلی

میرے ایک واقف کار دوست جرمنی میں رہتے ہیں اور دو سال سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے گزشتہ سال انہوں نے "مشرق" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں اسلام کی نسبت چند غلط خیالات و واقعات درج کر دیئے۔ ان کی کتاب کو پڑھ کر میں نے ان سے اس بارہ میں خط و کتابت شروع کر دی جس کے باعث ان کو اسلام سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور بالآخر وہ ہماری جرمن مسلم سوسائٹی کے ممبر بن گئے اس سال انہوں نے پھر ایک کتاب شائع کی ہے جسے پڑھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ ذات باری تعالیٰ۔ قرآن۔ جنگ۔ مساجد۔ عورت۔ پردہ۔ قسمت۔ تعلیم۔ غرضکہ اسلام کے ہر پہلو اور شعبہ کو لیا ہے۔ اور ان تمام امور کے متعلق جو جو غلط فہمیاں یورپ میں رائج ہیں ان کو دور کر کے اسلام کی اچھی تصویر کو پیش کیا ہے۔ جہاں آج سے دس سال پیشتر اسلام کو ناول اور قصوں کی دلچسپی کے لئے استعمال کیا جاتا اور عجیب و غریب قسم کے افسانے اس کے متعلق لکھے جاتے تھے۔ اب خدا کے فضل سے وہ نقشہ ہی بدل چکا ہے۔

پادریوں کی ریشہ دوانیاں

لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ اور ہم نے جو کرنا تھا کر لیا ہے۔ نہیں بلکہ ایسا سمجھنا غلطی ہے اب جتنا اسلام کی صحیح تصویر ان لوگوں کے سامنے آ رہی ہے اسلام کے مخالفین بھی اپنے پروپیگنڈے میں سرگرمی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور خفیہ ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں چونکہ عوام قدرے تعلیم یافتہ اور سمجھدار ہو رہے ہیں۔ اس لئے پادری صاحبان کو اپنے بیت العنکبوت کی زیادہ فکر پڑ رہی ہے۔ گزشتہ سال ہمارا خطبہ عید الفطر بذریعہ ریڈیو تمام یورپ میں سنایا گیا تھا جس کے معاً بعد ہمارے خلاف کوششیں شروع ہو گئیں اور پادری صاحبان اور ان کے ہمدردوں کو فکر پڑ گئی کہ اگر اسی طرح اسلام کا پروپیگنڈا جاری رہا تو عیسائی مذہب چند دن کا مہمان ہے۔ اس لئے جب ہم نے اس سال ریڈیو کے دفتر کو خطبہ لینے کے لئے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ سال گزشتہ اسی عید کا خطبہ سنایا گیا تھا۔ اس لئے اس سال وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اور اب عید الضحیٰ کے خطبہ کو لینے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اس کی وجہ محض پادری صاحبان اور ان کے ہمدردوں کی ریشہ دوانیاں ہیں۔ لیکن انہیں معلوم نہیں کہ خدا کا وعدہ کیا ہے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

ہستی باری تعالیٰ پر تبادلہ خیالات

یکم اپریل کو مسجد کے بیسمنٹ ہال میں "ہستی باری تعالیٰ کے مفہوم" پر ایک زبردست لیکچر کا انتظام کیا ہے۔ تین صاحبان تقریر کریں گے۔ نصف گھنٹہ ایک عیسائی صاحب یسوعی نقطہ خیال پیش کریں گے۔ بعد ازاں ایک بدھ صاحب اور آخر میں مکرم ڈاکٹر حمید مارقوس صاحب اسلامی نقطہ خیال بیان فرمائیں گے اور بعد ازاں سوال و جواب کا موقع عوام کو دیا جائے گا۔

جرمن مسلم سوسائٹی کی خدمات کا اعتراف

یہاں کی جرمن مسلم سوسائٹی بڑا مفید کام کر رہی ہے عیدین کے جملہ اخراجات یہ پورے کرتی ہے اور اب مسجد میں بجلی اور گیس کے اخراجات بھی یہیں سے پورے ہوا کریں گے۔ پانصد مارک مرمت مسجد کے لئے جو موجود ہیں ان کے علاوہ دو صد مارک کا مزید انتظام ہو رہا ہے۔ سوسائٹی کی طرف سے ایک کتاب "عورت کی پوزیشن اسلام میں" پانصد کی تعداد میں مفت تقسیم ہو رہی ہے۔

ایک جرمن مرد و عورت کا قبول اسلام

ایک میاں بیوی نے جو برلن میں ملازم ہیں اور ایک سال سے زیر تبلیغ تھے اسلام قبول کیا ہے۔ ان کے اسلامی نام حکمت و فاطمہ رکھے گئے ہیں۔

خاکسار

محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ابو رافع کا قتل

شرح صحیح بخاری کے زیر طبع حصہ میں سے جو دو ٹکڑے حضرت امیر ایدہ اللہ نے قارئین کرام کے لئے مرحمت فرمائے ہیں ان میں سے ایک گزشتہ اشاعت میں درج کیا جا چکا ہے دوسرا ٹکڑا جو ابو رافع کے قتل کے مضمون پر مشتمل ہے حسب ذیل ہے:۔ (مدیر)

ابو رافع ایک یہودی تھا جس کا نام عبد اللہ تھا اور جسے سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ امر مسلم ہے کہ اس نے غزوۂ احزاب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف عداوت کی آگ بھڑکائی تھی اور بعض قبیلوں کو آپ کے خلاف اٹھا کر مدینہ پر اس خطرناک حملہ میں شامل کیا جو غزوۂ احزاب کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو اس قدر زبردست حملہ تھا کہ اس کی روک کے لئے آپ کو اور کوئی صورت نظر نہ آئی سوائے اس کے کہ خندق کھود کر مدینہ میں محصور ہو جائیں اگر یہ حملہ کامیاب ہو جاتا تو ایک مسلمان بھی زندہ نہ بچتا۔

ابو رافع کی فوج کشی

چنانچہ عینی میں لکھا ہے کہ اس بحث کی وجہ میں ابن اسحاق کہتے ہیں کما انقضی امر الخندق و امر بنی قریظۃ وکان ابو رافع ممن حزب الاحزاب علی رسول اللہ صلعم استاذنت الخزرج رسول اللہ صلعم فی قتلہ فاذن لھم فخرجوا۔ یعنے جب خندق کا واقعہ اور بنی قریظہ کا واقعہ گزر گیا اور ابو رافع ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ صلعم کے خلاف اقوام عرب کو اکٹھا کیا اور اکسایا تھا۔ تو خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت مانگی۔ تو آپ نے اجازت دیدی۔ سو وہ نکلے۔ اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ کان ابو رافع قد اجلب فی غطفان ومن حولہ من مشرکی العرب وجعل لھم من الجعل العظیم الحرب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فبعث رسول اللہ صلعم ھؤلاء الذین ذکرناھم۔ یعنے ابو رافع قبیلہ غطفان اور اس کے اردگرد کے مشرکین عرب کو اٹھا لایا تھا۔ اور ان کو بڑا بھاری سامان رسول اللہ صلعم سے جنگ کرنے کے لئے تیار کر کے دیا تھا۔ پس رسول اللہ صلعم نے ان لوگوں کو بھیجا جن کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے وکان ابو رافع یوذی رسول اللہ صلعم ویعین علیہ۔ ابو رافع رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا اور آپ کے دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔

ابو رافع کا قتل حق بجانب تھا

اب جائے غور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ابو رافع کو کچھ نہیں کہا جب تک اس نے جنگ احزاب میں حصہ لے کر کھلم کھلا رسول اللہ صلعم کے خلاف جنگ میں شرکت نہیں کی اور اپنے مال سے کہ وہ ایک مالدار تاجر تھا حملہ آوروں کو مدد نہیں دی۔ اور قبیلوں کے قبیلوں کو اکسا کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نہیں لایا۔ ان معترضوں پر حیرت آتی ہے جنہوں نے اپنا پیشہ ہی یہ بنا رکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ہر ایک فعل کو مورد اعتراض بناتا ہے۔ کیا ان کا یہ منشا ہے کہ آپ ایسے

مفسدوں، فتنہ پردازوں، جنگ کرنے والوں کو کچھ نہ کہتے اور مسلمان توہ کو تباہ کرا دیتے۔ ابو رافع نے یقیناً جنگ میں حصہ لیا۔ قوموں کو ابھارا جمع کیا۔ ان کو سامان حرب دیا۔ اور اس کی سزا سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ اس کو قتل کیا جائے۔

قتل کا طریق

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے اسے اس طرح پر قتل کیوں کرایا۔ بات تو صاف ہے۔ آپ نے تو کوئی خاص ہدایت نہیں دی کہ اس طرح قتل کرو۔ قبیلہ خزرج کے لوگوں نے اس فتنہ پرداز دشمن کے قتل کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دیدی یا جیسا یہاں ہے آپ نے خود ہی یہ ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کیا جائے۔ کیونکہ وہ اپنے افعال سے واجب القتل ہو چکا تھا جو لوگ اس کام کو کرنے والے تھے انہوں نے جس طرح مناسب سمجھا اس کام کو کیا۔ اگر وہ باقاعدہ فوج کشی اس پر کرتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ اس کے ساتھ اور بھی بہتوں کا خون ہوتا۔ جو اس کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے۔ انہوں نے ایسے طریق سے اس کام کو کیا کہ جو مفسد تھا وہ اپنی سزا کو بھی پہنچ گیا اور بلا ضرورت خون بھی نہ بہا۔ ایسے امور پر اعتراض کرنا محض بدنیتی سے ہے ورنہ واقعات صاف ہیں۔

مولانا عصمت اللہ صاحب کی تقریر اور مناظرہ حیدرآباد سندھ میں

ایک سکھ گیانی اور آریہ سے تبادلہ خیالات!!

انجمن نصرت الاسلام حیدرآباد سندھ کا جلسہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ اپریل ۳۲ء کو ہوسٹیڈ ہال میں ہوا۔ اور غازی محمود دھرمپال بی اے اور مولانا عصمت اللہ صاحب مناظر اسلام نیز مولوی رحمت اللہ صاحب انجمن کی دعوت پر شریک اجلاس ہوئے سب نے اپنی اپنی تقریروں سے حضار جلسہ کو محظوظ فرمایا۔ غازی صاحب اور مولانا عصمت اللہ صاحب کی تقریریں خصوصیت کے ساتھ سنی گئیں۔ مولانا عصمت اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں سکھ دھرم اور آریہ مذہب پر خوب روشنی ڈالی۔

ایک گیانی صاحب سے تبادلہ خیالات

اس پر ایک سکھ گیانی صاحب نے تبادلہ خیالات کے لئے وقت مانگا۔ مولوی صاحب نے بڑی خوشی سے گیانی صاحب کو ایک گھنٹہ وقت دے دیا۔ چنانچہ ۱۲ اپریل ۳۲ء کو زیر صدارت سید میر احمد شاہ صاحب بی اے ایل ایل بی ایم ایل سی جلسہ ہوا۔ اور اس میں گیانی صاحب کو وقت دیا گیا۔ گیانی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ گورو نانک صاحب مسلمان نہ تھے۔ مگر مولانا عصمت اللہ صاحب نے ایسے زبردست دلائل سے گورو نانک دیو کے اسلام پر روشنی ڈالی کہ باید و شاید۔ ہر شخص کی زبان پر مرحبا و احسنت کے الفاظ جاری ہو گئے اور ثابت ہو گیا کہ گورو نانک صاحب درحقیقت مسلمان ہی تھے۔

مولانا کا گرنتھ صاحب کے اشلوکوں کا پڑھنا اور ان کا ترجمہ کرنا اور گیانی صاحب کے پیش کردہ اشلوکوں ہی سے گورو نانک صاحب کا اسلام ثابت کرنا عجیب لطف دیتا تھا

ایک آریہ سے گفتگو

جلسہ کے خاتمہ پر ایک آریہ صاحب نے وقت مانگا۔ انہیں بھی وقت دے دیا گیا۔ مولانا کے زبردست دلائل کے آگے آریہ صاحب کا یہ حال ہوا کہ ویدوں کے الہامی ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ میں انقدر وید کو طب کی کتاب مانتا ہوں اور بس۔ غرض یہ کہ یہ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ ہم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ازبس مشکور ہیں کہ وہ ایک مدت سے ہمیں اپنے قابل ترین مبلغ بھیجکر ہماری امداد کرتی رہی ہے۔

راقم گل باز خان سکرٹری انجمن نصرت الاسلام حیدرآباد سندھ

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۳)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیا نہ پرانا۔
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت نہ منسوخ ہے نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۶

پیغام صلح کا ماہوار ایڈیشن
۳ مئی ۱۹۳۲ء کو شایع ہوگا

پیغام صلح کا یہ پرچہ اس مہینے کا آخری پرچہ ہے اس کے بعد ۳ مئی ۱۹۳۲ء کو

ماہوار ایڈیشن

شائع ہوگا۔ جو حضرت امیر ایدہ اللہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور دیگر اہل قلم حضرات کے علمی مقالات درس قرآن کریم، اسلامی مشنوں کے کارناموں، انجمن کی تبلیغی کوششوں، ممالک غیر کی خط وکتابت اور واقعات وحالات حاضرہ پر آراء وافکار کا

بہترین مجموعہ ہوگا۔

احباب کرام سے استدعا ہے کہ اس نمبر کو جہاں تک ہوسکے دوسروں تک پہنچانے اور اخبار کی اشاعت بڑھانے میں ممد ومعاون ہوں (منیجر)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ...ریا، رمئی کو ڈلہوزی تشریف لے جائینگے۔

لز کوٹ سے جناب فقیر شاہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ نے وہاں کی انجمن کے سالانہ جلسہ کی روئداد ارسال کی ہے جو ۶ ماہ اپریل کو زیر صدارت چودھری عبد الرؤف سفید پوش وحاجی محمد حیات و دوست محمد صاحب نمبردار سکنہ منٹگمری منعقد ہوا خواجہ غلام نبی صاحب مجور ٹیچر ہدنہلی۔ قادر بخش صاحب مولوی عبد الغنی صاحب ٹیچر ہائی سکول منٹگمری وسید فقیر شاہ صاحب سکرٹری انجمن نے محاسن اسلام اور مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح پر تقریریں کیں۔ جو بہت مفید ثابت ہوئیں۔ سامعین کی تعداد بہت کافی تھی۔ خواجہ غلام نبی کا کلام اور تلاوت قرآن اور پنڈت قادر بخش صاحب کا بیان حاضرین کی روحوں پر وجد طاری کرتا تھا۔ قرب وجوار کے مولویوں نے جلسہ سے بیشتر ہی بذریعہ اشتہارات لوگوں کو شرکت جلسہ سے روکنے میں بڑا زور لگایا۔ لیکن انہیں بری طرح ناکامی ہوئی اور جلسہ میں لوگ کثرت سے شامل ہوئے۔ نوجوان بچوں نے مہمانوں کی خدمت اور جلسہ گاہ کی آرائش میں بڑے شوق اور محبت سے کام کیا۔

امتحان علوم دینیہ۔ گزشتہ اشاعت میں علوم دینی کے امتحان کے (جو آئندہ ۱۵ر جولائی ۱۹۳۲ء کو ہونیوالا ہے) امیدواروں کے نام شائع کئے جاچکے ہیں۔ ان میں سید سردار علی صاحب پلیڈر رو ہڑ اور محمد اسحٰق صاحب ہیڈ ماسٹر ڈسٹرکٹ مڈل سکول گجرات براستہ ہوتی ضلع پشاور۔ چودھری فتح محمد صاحب عزیز الیف ایس سی گجرات کے اسمائے گرامی بھی شامل سمجھے جائیں گویا کل ۴۰ امیدوار اب تک درج رجسٹر ہوئے ہیں باقی دوستوں کو بھی جلد اپنے نام بھیجنے چاہئیں۔

وفات۔ اخویم شیخ محمد امین صاحب مالک لاہور ڈریگ ڈپو جموں سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے چچا صاحب شیخ کرم الٰہی صاحب

(بقیہ اخبار احمدیہ)

ولد شیخ علی محمد صاحب مرحوم جو ۱۴ یوم سے سرینگر میں بیمار تھے ۲۱ر اپریل ۱۹۳۲ء کی صبح کو (۳ بجے) اسی جگہ انتقال فرما گئے اور ان کا جنازہ بذریعہ لاری لا کر جموں میں سپرد خاک کیا گیا۔ جملہ احباب سے درخواست ہے کہ ان کا جنازہ غائبانہ ادا فرمائیں۔

نوٹ۔ ہمیں شیخ صاحب اور ان کے والد صاحب سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اجر جمیل اور صبر عطا فرمائے اور مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

ترقیات روحانی کے واسطے سب کے لئے یکساں راہ کھلی ہے

سورۂ عبس

عزت و شرف پانے کی راہ سب کیلئے یکساں کھلی ہے

فمن شاء ذکرہ - پس جو کوئی چاہے اسے یاد رکھے اور اسے عزت حاصل کرے - سب کے لئے اس قرآن پر عمل کرنے اور عزت و شرف پانے کی یکساں راہ کھلی ہوئی ہے - کیونکہ قرآن تو ایک تذکرہ ہے - جو کوئی چاہے اسے یاد رکھے - کیونکہ یہ اسی قابل ہے کہ انسان اسے یاد رکھے - اور عمل کر کے بڑائی حاصل کرے گو چونکہ ہر ایک زبانی یاد نہیں رکھ سکتا - اس لئے فرمایا فی صحف مکرمۃ یعنے یہ عزت والے صحیفوں میں ہے - صحف کا لفظ بتاتا ہے کہ قرآن وحی کے ساتھ ہی لکھا دیا جاتا تھا -

قرآن مجید کی عظمت یورپ میں

مکرمۃ میں پیشگوئی ہے - کہ قرآن مجید ہمیشہ عزت پائے گا - ایشیا میں اس کی جس قدر عزت ہوئی ظاہر ہے - اب یورپ کی باری ہے - وہاں حالانکہ ابھی اصل کتاب سمجھنے والے پیدا نہیں ہوئے، صرف ترجمہ کو پڑھ کر اسے دنیا کی سب کتابوں سے افضل قرار دیتے ہوئے اسے بائیبل سے دوسرے نمبر پر رکھا ہے - لیکن جب انشاء اللہ اصل متن سمجھنے والے پیدا ہو گئے تو قرآن کا اول نمبر پر آ جانا یقینی ہے - دنیا کی تمام مذہبی اور اخلاقی اور فلسفی اور تمدنی و معاشری کتابوں پر تو سبقت لیجا چکا بائیبل پر سبقت لیجانا تو کوئی بڑی بات نہیں - بائیبل اور قرآن دونوں کے جاننے والے جانتے ہیں کہ بائیبل کو قرآن سے نسبت ہی کیا ہے -

قرآن سب سے مقدم اور بلند ہے

مرفوعۃ مطھرۃ - بلند اور پاک - مسلمانوں نے مرفوعہ کے معنے بس اتنے ہی سمجھ رکھے ہیں کہ اونچے طاقوں پر رکھ دیا - جہاں مٹی گرد پڑتا رہے - کبھی اٹھا کر اسے پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہے چہ جائیکہ اس پر عمل کیا جاوے - یہ بھی قرآن کو پس پشت پھینکنا ہے قرآن تو سب چیزوں پر بلند ہونے کے لئے آیا ہے - دنیا بھر کی مذہبی کتابیں، منطق و فلسفہ، رسم و رواج - غرضیکہ ہر چیز سے اس کی تعلیم بلند، اس کا نقطۂ نگاہ بلند، اس کا مقام بلند ہے - مگر افسوس آج مسلمان اپنے رسم و رواج سے بھی اس کا مقام بلند نہیں کرتے - رسم و رواج کی خاطر، خواہشات کی خاطر قرآن کو نیچے گرا دیتے ہیں - قرآن کا مقام حدیث و فقہ سب پر بلند ہے - لیکن وہ علما جو فقہ ہی پر دار و مدار رکھتے ہیں وہ قرآن اور حدیث پر فقہ کا درجہ بلند رکھتے ہیں اور اہلحدیث، حدیث کا درجہ قرآن پر بلند کرتے ہیں - حالانکہ قرآن کا درجہ سب پر مقدم اور بلند ہے -

قرآن کے الفاظ اور معانی میں پاکیزگی

پھر نرا بلند ہی نہیں وہ پاک بھی ہے - جو باتیں اس میں بیان کی گئی ہیں وہ نہایت پاکیزہ ہیں - بائیبل میں ایسی جگہ بھی آ جاتی ہیں جن کا پڑھنا شریف لڑکیوں کے لئے بہت مشکل ہے نہایت حیا سے خارج الفاظ اور کلمات استعمال ہوئے ہیں - کہ فحش تک نوبت پہنچ گئی ہے - ویدوں میں ایسی ایسی شرتیاں موجود ہیں کہ شرم و حیا کی پیشانی عرق خجالت سے تر ہو جاتی ہے - ان کا اردو میں ترجمہ کرنا نہایت حیا سوز ہو جاتا ہے لیکن قرآن نے الفاظ و معانی سب میں نہایت پاکیزہ طریق اختیار کیا ہے - اگرچہ مسئلہ کتنا ہی نازک کیوں نہ ہو -

قرآن کو لکھنے اور پہنچانیوالے نیک ہیں

بایدی سفرۃ کرام بررۃ - لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو معزز اور نیک ہیں - سفرۃ کے معنے لکھنے والے اور پیغامبر دونوں کے ہیں - اس میں نہ صرف ان کو جنھوں نے اس کو تحریر کیا یعنے جو کاتب وحی تھے مثلاً ابو بکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ - علیؓ وغیرہم کو قابل عزت اور نیک بتایا ہے - بلکہ ان کو بھی نیک اور قابل عزت بتایا جو اس کتاب کے پیغامبر تھے - یعنے صحابہ کرام کی جماعت یہاں اہل تشیع اور خوارج کے لئے ایک سبق ہے اور قرآن کی حفاظت اور علو مرتبت کا بھی اس سے پتہ چلتا ہے - جب لکھنے والے اس کتاب کے اور پہنچانے والے معتبر اور نیک اور بزرگ ہیں تو یہ کتاب محفوظ ہے - اور اس کا مکرم و مرفوع ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا حکم سب پر مقدم ہو -

ناشکر گزاری موجب ہلاکت ہے

قتل الانسان ما اکفرہ - اتنی بڑی نعمت پا کر بھی جو عمل نہیں کرتا اور ناشکرا بنتا ہے وہ ہلاک ہو گیا - قتل الانسان کے معنے ہیں مارا گیا وہ آدمی - "مارا جائے وہ آدمی مجھے پسند نہیں

انسان کی پیدائش اور شیخی بازی!

من ای شیء خلقہ من نطفۃ - کس چیز سے اسے پیدا کیا؟ نطفہ سے -

خلقہ فقدرہ - اسے پیدا کیا اور پھر بڑی قوت والا بنایا -

ثم السبیل یسرہ - پھر راستہ اس کے لئے آسان کر دیا -

یہ قرآن کا طریق ہے - کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کرتا ہے - یہاں بھی ظاہری حالت کا ذکر کیا کہ حقیقت میں دیکھو تو انسان کیا چیز ہے ایک حقیر پانی سے پیدا ہوا ہے -

ایک دن حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ انسان کیا شیخی کرتا ہے - ایک دفعہ باپ کے پیشاب گاہ میں سے نکلتا ہے اور دوسری دفعہ ماں کے پیشاب گاہ میں سے نکلتا ہے - صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس دن سے اپنے سے نفرت ہو گئی - لیکن باوجود اس کے انسان کتنی شیخیاں مارتا ہے -

انسان کی ظاہری قوت

اور فی الحقیقت ایسی حقیر چیز سے پیدا کر کے خدا نے قوت کتنی دی ہے - وہ دماغ اور علم عطا فرمایا ہے کہ انھیں کام میں لانے سے سمندروں پر، ہواؤں پر، بجلی پر غرض کہ زمین کی کل چیزوں پر حکومت کرتا ہے -

باطنی قوت کے حصول کی راہ

اگر ادھر یہ جسمانی طاقت دی ہے تو دوسری طرف وہ رستہ بھی دکھایا جو خدا کی طرف لیجانیوالا ہے - خلقہ کے بعد فقدرہ جو فرمایا تو اس پر ف بڑھایا - فقدرہ کا مطلب یہ کہ یہاں قوت والا بنانے میں اسی چیز کا ذکر ہے جس کا ذکر خلقہ میں ہے یعنے ظاہری و جسمانی حالت کا - لیکن ثم السبیل یسرہ میں ثم کا لفظ لا کر حالت کی تبدیلی کا ذکر کیا ہے - یعنے ثم کے بعد جس حالت کا ذکر ہے وہ جسمانی نہیں بلکہ اس سے مختلف ہے یعنے روحانی و دماغی حالت - یعنے جہاں جسمانی قوت اسے بخشی وہیں دوسری طرف روحانی طاقت کے حصول کی راہ بھی بتا دی اور اس کو قرآن کے ذریعے آسان کر دیا - کیونکہ مجرد عقل کی رہبری انسان کے لئے کافی اور خطرہ سے خالی نہ تھی -

قوانین الٰہی کی فرمانبرداری

خدا کے قوانین کے ماتحت جب نطفہ آتا ہے تو باوجود حقیر ہونے کے اس سے کیسا عظیم الشان اور مضبوط انسان بنتا ہے تو پھر جائے غور ہے کہ نفس انسانی اگر خدا کے حکم کے ماتحت چلے اور اس کے قوانین کا فرمانبردار رہے تو کس قدر ترقی کر سکتا ہے!

ہمارے حضرت مسیح موعود بھی اسی مضمون پر فرماتے ہیں ؎

آنکہ از یک قطرہ انسان کند ٭ وز دو مشتے تخم بستانے کند
نطفہ را روئے درخشاں میدہد ٭ سنگ را لعل بدخشاں میدہد
چوں منے را گر مسیحائے کند ٭ یا گدائے را شہنشاہے کند
نیست از فضل و عطائے او بعید ٭ کور باشد ہر کہ از انکار دید

روح کی نشو و نما کے سامان

ثم اماتہ فاقبرہ - پھر اسے موت دی اور قبر میں ڈالا مطلب یہ کہ اس جسم کا انجام تو موت اور قبر میں دفن ہو جانا ہے - جب اس فانی چیز کے نشو و نما کے لئے اس قدر سامان مہیا کئے گئے ہیں تو روح یا نفس انسانی جو باقی رہنے والی ہے اس کے نشو و نما اور ترقی کے لئے جتنے بھی اعلیٰ سامان اللہ تعالیٰ نے مہیا کئے ہوں کم ہیں -

ثم اذا شاء انشرہ - پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کریگا وہ جو نطفہ سے بڑھا تھا - یعنے جسم انسانی اس کے لئے تو فرمایا ثم اماتہ فاقبرہ کہ وہ تو مر کر گاڑ دیا جائے گا - لیکن وہ جو باقی رہنے کے لئے تھا یعنے نفس انسانی مع اپنے اعمال کے اس کے لئے فرمایا جب چاہے گا مرنے کے بعد اسے اٹھا کھڑا کرے گا - جسم نے باوجود تمام قوتوں کے مٹی میں مل جانا ہے - لیکن نفس انسانی کے لئے موت ایک نئی زندگی کا آغاز ہے - جو حقیقی ہے لہٰذا نفس انسانی کی نشو و نما کا سامان کس قدر ضروری ہے - پھر خدا اس سے غافل کس طرح رہ سکتا تھا -

(بقیہ بر صفحہ ۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۳۲ء نمبر

جماعت احمدیہ لاہور اور ملت اسلامیہ

معاصر "مدینہ" کے متمردانہ خیالات

"پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں سر جلال الدین برٹن کے متعلق جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ سر موصوف نے ہمارے ساتھ ملکر اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کا کام کرنے کا امادہ ظاہر کیا ۔ ۔ لیکن قبل اس کے کہ اسے عملی جامہ پہناتے چند ہی دنوں میں اس سے انکار بھی کر دیا ۔ اور لکھا کہ "وہ ہماری انجمن کے ساتھ ملکر تبلیغ اسلام کا کام اچھوتوں میں نہیں کر سکتے ۔"

سر جلال الدین کے تعاون کی حقیقت

سر جلال الدین کے اس انکار میں خدا جانے کیا رکھا تھا کہ معاصر "مدینہ" نے اس پر بغلیں بجانی شروع کر دیں ۔ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ ملنا عام اسلامی مفاد کے منافی قرار دیتے ہوئے ان کے اس انکار کو قرین دانش ٹھیرایا ۔ جس پر خان صاحب محمد منظور الٰہی صاحب نے ایک مکتوب کے ذریعہ سے معاصر موصوف کو بتایا کہ

" ہمارے ساتھ تعاون کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ وہ ہم سے تنخواہ اور سفر خرچ لیتے اور پنجاب کے اضلاع کے بھنگیوں کو جن کو انہوں نے عیسائی بنایا تھا اسلام کا حلقہ بگوش بناتے ۔"

معاصر "مدینہ" کی شان تمرد

بجائے اس کے کہ اس حقیقت پر چشم بصیرت سے غور کیا جاتا معاصر "مدینہ" نے جس شان تمرد کے ساتھ اپنی تنگ نظری کا ثبوت دیا ہے وہ حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے :-

" اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور بتدریج اس تنگ نظرانہ روش سے علیحدہ ہو کر ملت اسلامیہ میں مدغم ہوتی چلی جا رہی ہے اور تو اور خود قادیانی جماعت جو چند سال پیشتر مسلمانوں کو کافر قرار دینا اپنا فرض سمجھتی تھی اب عملاً اس احمقانہ اور گمراہ عقیدے سے تائب ہو چکی ہے یہ رجعت خواہ تقیہ کے اصول پر ہو یا حق پر مبنی ہو لیکن صورت واقعہ یہی ہے ۔ اور اسلامی تاریخ میں یہ پہلی مثال نہیں ہے ۔ اس سے پیشتر سینکڑوں فرقے اس شان تمرد کے ساتھ اٹھے کہ گویا وہ تمام عالم اسلامی کو اپنی رو میں بہا لیجائیں گے لیکن اہل سنت والجماعت کا بحر محیط اس طرح ان پر جاری ہوا کہ آج ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا ۔ یہی حال قادیانی تحریک کا ہونے والا ہے ۔ لیکن جب تک یہ "عمل تحلیل" اپنے کمال کو نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک لاہور اور قادیان کی جماعتوں کی "جوے آب" سے کوئی شخص مخصوص ہو کر اپنے مقاصد و اسعہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ۔"

ان الفاظ کو سوائے اس کے کہ معاصر "مدینہ" کی کوتاہ نظری پر محمول کیا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔

جماعت احمدیہ کی وسعت خیالات

جماعت احمدیہ کی روش کو "تنگ نظرانہ" قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے ہندوؤں کی طرف سے آج اسلام پر تنگ نظری کا الزام لگایا جاتا ہے ۔ وہ جماعت جو اپنے عقائد کے لحاظ سے اس قدر کشادہ دل ہے کہ ہر کلمہ گو کو خواہ وہ کسی فرقہ و ملت سے تعلق رکھتا ہو مسلمان سمجھتی اور اس پر کفر کا فتوے دینا گناہ عظیم یقین کرتی ہے ۔ وہ جماعت جو قرآن کریم کو سب چیزوں پر مقدم سمجھتی اور اسے ہر قسم کے نسخ و تنسیخ سے پاک یقین کر کے اس کے لفظ لفظ اور حرف حرف کے ابدی صداقت ہونے پر ایمان رکھتی ہے ۔ وہ جماعت جو سنت نبوی اور ان احادیث کو جو قرآن کریم کے مطابق ہوں ماننا ایسا ہی ضروری سمجھتی ہے جیسے دیگر ارکان اسلامی پر ایمان لانا ۔ اور جس کی مساجد اور نمازوں میں اتحاد اسلامی اور وسعت خیالات کا یہ نقشہ ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک ہی صف میں آمین بالجہر اور آہستہ کہنے والے ۔ ہاتھ سینہ پر اور نیچے باندھنے والے ۔ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والے ۔ پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں اور جسکا مسلک فقہی مسائل میں اس قدر آزادانہ ہے کہ تمام ائمہ کے اجتہادات کو جو قرآن کریم کے مطابق ہوں وہ سر آنکھوں پر رکھتی ہے ۔ اور جو تمام اسلامی فرقوں کو ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوئے اتحاد کی دعوت دیتی ہے ۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی روش تنگ نظرانہ ہے خود اپنی تنگ نظری کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے ؟

کشادہ دلی کہاں ہے؟

جماعت احمدیہ کی یہ روش اور خیالات آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے چلے آتے ہیں ۔ ایک ذرہ بھر تبدیلی ان میں کبھی نہیں ہوئی پھر اس فقرے کے کیا معنے ہیں کہ :-

" جماعت احمدیہ لاہور بتدریج اس تنگ نظرانہ روش سے علیحدہ ہو کر ملت اسلامیہ میں مدغم ہوتی چلی جا رہی ہے ؟"

اگر یہ روش تنگ نظرانہ ہے تو کشادہ دلی دنیا میں کہیں پائی نہیں جاتی ۔ کیا اس کا نام کشادہ دلی ہے ۔ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کو جزئی اختلافات کی بنا پر کافر قرار دیا جائے ! کیا وسیع النظری اس بات کا نام ہے کہ اسلام میں مہدی اور مسیح کے ذریعہ سے لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کا عقیدہ داخل کیا جائے ۔ اور سر جلال الدین برٹن کو محض اس بنا پر عیسائی بھنگیوں کے اسلام میں لانے سے منع کیا جائے ۔ کہ مبادا

" احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ساتھ ملنے سے وہ نومسلموں کو احمدیت میں داخل کرنے پر مجبور ہوتے ۔"

اول تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں ایسی کوئی شرط نہیں ۔ چار ہزار سے زیادہ اچھوت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے توسط سے منظفر گڑھ کے علاقہ میں مسلمان ہو چکے ہیں اور آج تک انہیں احمدی نہیں بنایا گیا ۔ لیکن اگر بالفرض ایسا کیا بھی جائے تو کیا "مدینہ" کی وسیع النظری اسی بات کی متقاضی ہے کہ احمدیت میں لانے کے بجائے بہتر ہے کہ انہیں عیسائی ہی رہنے دیا جائے ؟

احمدیت پہلے اور اب

پھر ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کونسی تنگ نظرانہ روش ہے جس سے جماعت احمدیہ لاہور بتدریج علیحدہ ہو کر ملت اسلامیہ میں مدغم ہوتی چلی جا رہی ہے ۔ کیا وفات مسیح کے عقیدہ کو چھوڑ کر مسیح کی حیات کے ہم قائل ہو گئے ہیں ؟ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو اس صدی کا مجدد اور مہدی و مسیح ماننے سے انکار کر دیا ہے ؟ ان دو باتوں کے علاوہ کونسی تیسری بات ہے جو احمدیت میں پہلے تھی اور اب نہیں ۔ اور جس سے جماعت احمدیہ لاہور نے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے ؟

مدغم کون ہو رہا ہے

اس کے بجائے اگر یہ کہا جائے تو کیا صحیح نہ ہو گا کہ قائلین حیات مسیح میں سے ۹۹ فیصدی اپنے اس عقیدہ کو چھوڑ کر مسیح کو وفات یافتہ مان چکے ہیں ۔ رہا "ملت اسلامیہ کے اندر مدغم ہونا سو وہ آج سے نہیں جماعت احمدیہ ہمیشہ سے ملت اسلامیہ ہی میں چلی آتی ہے ۔ "مدینہ" کا اسے "ملت اسلامیہ" سے باہر سمجھنا اسی تنگی نظر کا اثر ہے جس کا الزام وہ جماعت احمدیہ پر رکھتا ہے ۔

عمل تحلیل

اس کے ساتھ ہی جس عمل تحلیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے مستقبل کے متعلق جو پیشگوئی معاصر "مدینہ" نے کی ہے اس کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے ۔

اے معترض بخوف الٰہی صبور باش
تا خود خدا عیاں کند آں نور اخترم

واقعات اس بات کو ثابت کر رہے ہیں اور کر دینگے کہ "عمل تحلیل" کہاں واقع ہو رہا ہے ۔ جماعت احمدیہ کسی "شان تمرد" کے ساتھ نہیں بلکہ مسکینی اور فروتنی کے عالم میں خدمت اسلام کے لئے اٹھی نہ کہ عالم اسلامی کو کسی غلط رو میں بہا لیجانے کے لئے ۔ وہ خود اہل سنت والجماعت کے اندر شروع سے

داخل ہے۔ لیکن نہ ان اہل سنت والجماعت میں جو ایسے غلط عقائد کی رد میں اسلام کو بھی بہا لیجانا چاہتے ہیں۔ انہی اہل سنت والجماعت پر وہ "عمل تحلیل" آج وارد ہے۔ جس کا معمول "مدینہ" نے غلطی سے احمدیت کو قرار دیا ہے۔

نظر کا قصور ہے

جس طرح ایک انسان جو ریل میں بیٹھا ہوا ریل کو ساکن اور باہر کی چیزوں کو متحرک دیکھتا ہے۔ جس طرح زمین کے رہنے والے کرۂ ارض کو ساکن اور اجرام فلکی کو حرکت کرتے ہوئے محسوس کرتے ہیں بعینہٖ یہی حال آج ہمارے مخالفین کا ہے۔ کہ جوں جوں وہ احمدیت کی پھیلائی ہوئی روشنی سے متاثر ہو کر اس کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں انہیں خیال یہ ہوتا ہے کہ احمدیت قریب آ رہی ہے یہ ان کی نظر کا قصور ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ؎

گر علم خشک کوری باطن نہ رہ زدے
ہر عالم و فقیہ شدے ہمچو جاکرم

ہاں وہ "جوئے آب" جو مدینہ کے نزدیک احمدیت کے ساتھ مخصوص ہو کر کسی شخص کو اس کے مقاصد واسعہ میں کامیاب نہیں بنا سکتی حقیقت میں وہی آج دنیا کے لئے چشمۂ رحمت بن رہی ہے۔ اور وقت آنے والا ہے کہ لوگ اپنے مقاصد واسعہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس کے ساتھ مخصوص ہونا عملاً ہی نہیں اعتقاداً بھی اپنے لئے باعث فخر و مباہات سمجھینگے۔

میاں لال حسین ملازم انجمن کی علیحدگی

میاں لال حسین کو کچھ عرصہ صیغہ تحصیل و تبلیغ میں کام کرنے کے بعد الامنی اوکاڑہ پر لگا دیا گیا تھا۔ جہاں اس نے انجمن کے مفاد کے خلاف انجمن کے روپیہ سے گھی کی تجارت شروع کر دی اور ملازمین انجمن کو گھی کی خرید پر استعمال کرنا شروع کر دیا اور وہاں سے گھی لاہور فروخت کرنے کے لئے بہانہ انجمن کے کام کا کر کے سفر خرچ انجمن سے وصول کیا۔ خود بھی خلاف دیانتداری کام کرتا رہا اور دوسرے ملازموں کو بھی ترغیب دیتا رہا اور پھر جب مینیجر نے باز پرس کی تو اس کے خلاف بے بنیاد افواہوں کی بنا پر جھوٹے الزام لگانے شروع کر دیئے۔ اور پھر افسران متعلقہ کے روبرو اس کا اعتراف کیا اور اپنی تحریر بھی اس کے متعلق لکھ کر دی۔ جب اپنی دیانت و امانت کا پردہ اس طرح چاک ہوتے دیکھا تو جھٹ رخصت لی۔ اور پھر استعفا داخل کر دیا۔ اور اب اسے مذہبی اختلاف کا بہانہ بنا لیا۔ اور مسلمانوں کی مذہبی حس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایسا خلاف دیانت کام کرنے والا شخص کہاں تک صداقت کا دعوےٰ کر سکتا ہے اس لئے احباب مطلع رہیں کہ یہ شخص نہ اب انجمن کا ملازم ہے اور نہ سلسلہ احمدیہ کا ممبر۔

محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکرٹری

بقیہ درس قرآن کریم

قرآن پر عمل نہ کرنیکا نتیجہ

کلا لما یقض ما امرہ۔ سنو جی حق تو یہ ہے کہ انسان نے جو خدا نے حکم دیا اسے پورا ہی کیا ورنہ قرآن تو انسان کی ترقی اور دائمی نشو و نما کے لئے آیا تھا۔ جب قرآن پر عمل ہی نہیں تو قرآن مسلمان لاکھ ہاتھوں میں لئے پھریں بغیر عمل کے کیا نفع ہو سکتا ہے۔ نسخہ پیتے ہی نہیں تو اثر کیا کرے گا۔ مسلمان اگر نطفہ کی طرح حقیر ہوں لیکن اگر قرآن پر عمل ہو تو وہ ایک مضبوط اور قوی قوم بن سکتے ہیں عمل نہ ہو تو وہ ایک حقیر نطفہ کی طرح ضائع ہو جانے کے قابل ہیں۔

فلینظر الانسان الی طعامہ ..... وفاکھۃ وابا۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ پہلے ہم خوب پانی برساتے ہیں پھر ہم زمین کو شق کرتے ہوئے پھاڑتے ہیں پھر ہم اس میں دانہ اگاتے ہیں۔ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ اور پھل اور چارہ۔ بتایا کہ جب آسمان سے بارش آتی ہے تو چند بیجوں سے کس قدر غلہ اور اناج اور کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تاکہ انسان کی جسمانی نشو و نما ہو۔ اسیطرح وحی کی بارش سے مختلف طبائع اپنی اپنی استعداد کے مطابق نشو و نما پاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انسان کی ہر ضرورت کو جانتا ہے۔ ان ضرورتوں کے مطابق سامان مہیا کرتا ہے۔ غلہ بھی، سبزی ترکاری بھی۔ پھل بھی وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح وحی الٰہی میں فطرت کی ضرورت کے لئے نشو و نما کا سامان مہیا کیا جاتا ہے جو انسان خود نہیں کر سکتا تھا۔ انسان کی جسمانی طاقت اور قوت کے نشو و نما کے لئے کیا کچھ سامان نہیں ہم پہنچائے گئے۔ آسمان اور زمین کے باہمی تعلقات، ہواؤں کا چلنا، بارش کا برسنا۔ زمین کا پھٹنا اور طرح طرح کے اناج پھل ترکاریوں کا پیدا ہونا اور یہ سب اس گوشت پوست کے لئے جس میں انسان اور حیوان برابر ہیں اسی لئے فرمایا متاعا لکم ولانعامکم یعنی یہ سامان تمہارے لئے اور تمہارے چارپایوں کے لئے ہے یعنی ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے میں انسان حیوان برابر ہیں یہ انسان کی حیوانیت کے سامان و سامان ہیں ان کے حصول میں کوئی امتیاز انسانی یا خصوصیت نہیں۔ تو پھر روحانیت جو انسان کا امتیاز خصوصی ہے اس کے نشو و نما اور ترقی کے لئے کیوں نہ خدا سامان کرتا۔ فرمایا اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے وحی کی بارش فرمائی ہے جس سے انسان کی روحانی غذاؤں کا سامان مہیا کیا ہے۔ تا وہ روحانیت میں ترقی کرے۔

بہرا کر دینے والی مصیبت

لیکن جب وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کان رکھتا ہوا بہرے بن جاتے تو پھر آخر ایک دن اذا جاءت الصاخۃ چیخنے والی اور کان کو بہرا کر دینے والی مصیبت آ کر رہے گی۔ آج نہیں سنتے تو اس دن تو سنو گے اور کس طرح نہ سنو گے وہ تو کانوں پر چیخ کی طرح پڑے گی۔ اور جو چیز آج سننا پسند نہیں کرتے وہ خود بخود دماغوں تک اتر جائے گی۔ مگر اس وقت سننا بھی تو کس کام کا

قیامت کی نفسا نفسی

اور وہ فیصلہ کا دن ہوگا۔ اس دن حالت یہ ہوگی۔ یوم یفر المرء من اخیہ۔ دن ہوگا جب آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا وامہ وابیہ اور اپنی ماں سے اور باپ سے وصاحبتہ وبنیہ اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے یہ فصاحت کا کمال ہے کہ جتنے تعلقات زیادہ شدید اور گہرے ہیں وہ بعد میں ذکر کئے گئے ہیں۔ ممکن ہے بھائی سے آسانی بھاگے۔ لیکن ماں باپ کا ساتھ دے۔ ممکن ہے ماں باپ سے بھاگے لیکن بیوی بچوں کا ساتھ دے۔ فرمایا کسی کا بھی نہیں ساتھ دے گا۔ سب سے ہی بھاگے گا۔ فرمایا لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ۔ ہر شخص کی حالت اس دن ایسی ہوگی کہ اسے دوسرے سے بے پروا کئے ہوئے ہوگی۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی۔

سید ہونا موجب بریت نہیں

یہاں بھی ایسا ہی ہوتا ہے جب مصیبت آتی ہے۔ تو نہ بچے اچھے لگتے ہیں نہ بیوی۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ جو لوگوں نے ڈھونگ بنا رکھا ہے کہ فلاں سید ہے یا آل سے ہے بس ہر گناہ کی سزا سے بری ہے ان کے جدا نہیں بخشوائینگے یہ سب یونہی ڈھکوسلا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے خود اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے کہا کہ میرا باپ ہونا تیرے کسی کام نہ آئیگا تیرے عمل ہی ہیں جو کام آسکتے ہیں۔

میں جب خانیوال میں میڈیکل افسر تھا اپنے سید محمد حسین شاہ صاحب کی زمین نزدیک تھی۔ ان کی وجہ سے لوگوں نے غلطی سے مجھے بھی سید سمجھ لیا۔ بس پھر کیا تھا لگے ہاتھ چومنے اور گھٹنوں کو ہاتھ لگانے۔ میں نے انکار کیا تو ادھر سے اور اصرار ہوا۔ اسے کسر نفسی پر محمول کیا گیا۔ کہنے لگے اس طرح نہ فرماؤ ابھی دنیا ہی میں انجان نہ بن جاؤ۔ قیامت والے دن جب نانا کے پاس حوض کوثر پر بیٹھے ہوئے ہوگے تو ہمیں بھول نہ جانا انہیں لاکھ کہا کہ میں تو سید نہیں وہ بھلا کب مانتے تھے اس قسم کے خیالات اور ذہنیت نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ سید بخشوائینگے یہ کوئی چیز نہیں ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور انہی کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا۔

کامیاب اور ناکام لوگ

وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ۔ ایسے بھی چہرے ہوں گے جو اس دن چمک رہے ہوں گے۔ اور وہ ہنستے اور خوشی کو بلیلنے والے ہوں گے۔ ووجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ اور اس دن ایسے چہرے بھی ہوں گے جن پر غبار ہوگا سیاہی انہیں ڈھانک رہی ہوگی یہ دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر کیا۔ ایک جو اپنے اعمال کے امتحان میں پورے اترے اور دوسرے جو ناکام ثابت ہوئے کبھی امتحان دینے والے طلبہ کو دیکھا جائے تو کامیاب اور ناکام صاف نظر آنے لگتے ہیں۔ ان کے چہرے دل کا آئینہ ہوتے ہیں کامیاب کا چہرہ روشن اور خوش ہوتا ہے۔ باچھیں کھلی جاتی ہیں ہنسی چہروں سے ٹپکی پڑتی ہے۔ ناکام کے چہرہ پر ایک غبار اور سیاہی چھائی ہوتی ہے۔

کافر اور فاجر

انہی ناکام لوگوں کے متعلق فرمایا اولٰئک ھم الکفرۃ الفجرۃ۔ یہی لوگ کافر اور فاجر ہیں۔ کافر اس لئے کہ حق کا انکار کیا اور خدا کی نعمت کی ناشکری کی اور فاجر اس لئے فرمایا کہ حق پا کر پھر اس پر عمل نہ کیا۔ غرضکہ حق کا انکار اور اس پر عمل

حضرت مسیح موعود پر بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہٗ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

مسلمانوں کی تکفیر اور دشنام دہی کا الزام

تکفیر اور دشنام دہی

مسلمانوں کی تکفیر اور گالیاں دینا یہ غلط ہے کیا تکفیر کا فتویٰ آپ کے مسلمان علماء نے مرزا صاحب کے خلاف تیار کیا تھا یا مرزا صاحب نے مسلمانوں کے خلاف تیار کیا تھا۔

مسیح موعود کا مذہب

موٹی بات ہے۔ واقعات پر نظر ڈالو۔ شروع سے دیکھو مرزا صاحب پکارے چلاتے رہ جاتے ہیں کہ ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں — دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں!
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے — جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا — ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب — کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

تکفیر میں سبقت کس نے کی

لیکن ظالم مولوی اس وقت تک بس نہیں کرتے جب تک ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک سینکڑوں علماء کی مہریں کفر نامہ پر نہیں لگوا لیتے۔ اشتہار پر اشتہار دیئے ان میں اپنے عقائد کھول کھول کر لکھے۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰:-

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھیرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ہم سے ایسے بیزار ہوگئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہوگیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھیرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوائے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھیرائیں آپ اور پھر ہم پر الزام لگائیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے۔ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں سے کافر ٹھیرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل ہوگئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے؟"

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

غرضیکہ کافر کہیں خود اور الزام لگائیں مرزا صاحب پر۔ مثل ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جب موقع ملے گا برس پڑیں گے۔ کہ ہائے ہائے علمائے کرام کو کافر کہا اور گالی دی۔ اور اپنی ساری کرتوتیں بھول جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو معصوم اور مظلوم ظاہر کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغلظات گالیوں کی وہ کونسی شکل ہے جو ان مولویوں نے مرزا صاحب کو نہیں دی۔ پرائیویٹ خطوط الگ آتے تھے جن میں فحش ترین گالیاں لکھی ہوتی تھیں۔

مولویوں کی دشنام طرازی

افسوس کہ پرائیویٹ خطوط جلا دیئے گئے۔ لیکن اخباروں اور اشتہاروں کی گالیوں میں سے چند مشتے نمونہ از خروارے نقل کئے دیتا ہوں۔ تاکہ کچھ پتہ تو لگے کہ فضا کس قدر مکدر تھی۔ اور خود مولوی سعد اللہ صاحب کے منہ سے کس قدر پھول جھڑا کرتے تھے۔ جن کے لئے آپ کو خاص درد معلوم ہوتا ہے۔ ذرا ان شیریں کلام بزرگوں کے بیش قیمت موتی اور نادر روزگار جواہر جو ان کی مقدس قلموں اور زبانوں سے ٹپکا اور جھڑا کرتے تھے ملاحظہ ہوں:-

شیخ محمد حسین بٹالوی کی منطق

" اسلام کا چھپا دشمن، مسیلمہ ثانی، دجال زمانی، نجومی، رملی، جوتشی، اٹکل باز، جفری، بھنگڑ، کھکڑ۔ اُڑد پوپو۔ اس کی موت کو نشان ٹھیرانا حماقت و سفاہت شیطان ہے۔ مکار۔ جھوٹا فریبی۔ ملعون، شوخ گستاخ، مثیل الدجال، اعور دجال غدار، پرفتنہ مکار۔ کاذب، کذاب، ذلیل و خوار، مردود بے ایمان۔ روسیاہ، مثیل مسیلمہ و اسود۔ رہبر ملاحدہ عبد الدراہم والدنانیر، تمغات لعنت کا مستحق، مورد ہزار لعنت خدا و فرشتگان و مسلمانان۔ کذاب۔ ظالم۔ افاک۔ مفتری علی اللہ۔ جس کا الہام احتلام ہے۔ پکا کاذب، ملعون کافر فریبی۔ حیلہ ساز۔ اکذب۔ بے ایمان بے حیا۔ دھوکہ باز۔ حیلہ باز۔ بھنگیوں اور بازاری شہدوں کا سرگروہ۔ دہریہ جہاں کے احمقوں سے زیادہ احمق۔ جس کا خدا معلم الملکوت شیطان (محرف۔ یہودی۔ عیسائیوں کا بھائی۔ خسارت مآب۔ ڈاکو۔ خونریز۔ بے شرم۔ بے ایمان۔ مکار۔ طرار۔ جس کا مرشد شیطان علیہ اللعنۃ۔ بازاری شہدوں، چوہڑوں، بہائم اور وحشیوں کی سیرت اختیار کرنے والا۔ مکر چال۔ فریب کی چال والا جس کی جماعت بدمعاش، بدکردار۔ جھوٹ بولنے والی۔ زانی شرابی۔ مال مردم خور۔ دغا باز۔ مسلمانوں کو دام میں لا کر ان کا مال لوٹ کر کھانے والا۔ ایسے سوال و جواب میں یہ کہنا حرامزادگی کی نشانی ہے۔ اس کے پیرو خران بے تمیز۔

(اشاعۃ السنہ نمبر یکم لغایت ششم جلد شانزدہم ۱۸۹۳ء)

عبد الحق غزنوی

" دجال۔ ملحد۔ کاذب۔ روسیاہ۔ بدکار۔ شیطان زاد۔ لعنتی بے ایمان۔ ذلیل۔ خوار۔ خستہ۔ خراب۔ کافر شقی سرمدی ہے۔ لعنت کا طوق اس کے گلے کا ہار ہے۔ لعن طعن کا جوت اس کے سر پر پڑا۔ ہیجا تا دل کرنے والا۔ مارے شرمندگی کے زہر کھا کر مرجاوے گا۔ بکواس کرتا ہے ... رسوا۔ ذلیل۔ شرمندہ ہوا۔ اللہ کی لعنت ہو۔ جھوٹے اشتہار شائع کرنے والا۔ اس کی سب باتیں بکواس ہیں۔"

(اشتہار ضرب النعال علی وجہ الدجال)

سعد اللہ نومسلم لدھیانوی

قادیانی رافضی۔ بے پیر۔ دجال، یزید۔ اس کے مرید یزیدی۔ خانہ خراب۔ فتنہ گر۔ ظالم۔ تباہ کار۔ روسیاہ۔ بے شرم۔ احمق۔ کاذب۔ خارجی۔ بھانڈ۔ یاوہ گو۔ غبی۔ لالچی۔ بدمعاش۔ جھوٹا۔ کافر۔ مفتری۔ دجالی۔ خمار۔ ملحد۔ اخنس۔ بکواسی۔ بد تہذیب اور دون ہے۔ مشرکانہ خیال کا آدمی اس کا گاؤں منحوس ہے۔ اس کی دجالیاں مکاریاں [illegible] اظہر من الشمس ہیں۔ اس کی کتابیں ایمان اور دین کا ازالہ کرنے والی ہیں۔

(نظم حقانی مسمیٰ باسرار کادیانی ۲۳ شعبان [illegible])

محمد رضا الشیرازی الغروی شیعی

" مرزا کاذب ہے۔ مفتری۔ یاوہ گو۔ تباہ کار۔ مکار غبی۔ عبی۔ غوی۔ گمراہ۔ نادان۔ فضول۔ ڈھکوسلے۔ بیہودہ سرا کاذب۔ جھوٹا۔ دروغگو۔ بے شرم۔ ننگ خلائق۔ کاذب بانی ملت مبتدعہ۔ تلبیس کرنیوالا۔ داعی ملت بدعیہ۔ سرکش الطبع راندۂ درگاہ ازلی۔ گم کردہ صراط مستقیم۔ سوفہم۔ یاوہ پیمائی کرنے والا۔ ژاژخایاں۔ چاہِ ضلالت میں ڈوبا ہوا۔ اور گمراہی کے تزویر میں پھنسا ہوا۔ عجب و تکبر میں گرفتار۔ مزخرفات موہومہ باطلہ کا کہنے والا۔ اس کی جماعت ضلالت و گمراہی میں ہے۔ اس کی مراسلت سراسر فضول و لچر ہے۔ اس کے دلائل سب شتم اور فحش سے بھرے ہوئے ہیں۔ مرزا مقہور شکستہ بال ہے۔ اس کی باتیں ہفوات و ہزلیات ہیں۔ وہ گمراہ غبی ہے۔ اس کی تحریرات میں خرافات ہیں۔ اس کے دہن کے ترشحات گندیدہ ہیں۔ اس کا مدعا زور اور طغیان ہے۔ شتم و فحش و بہتان لانے والا۔ افتراء کذب کے دلائل پیش کرنے والا۔ شناعت و فضیحت کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ کاذب دارالبوار میں جائے گا۔ ظلمت کفر طغیان اس کی وجہ سے دنیا میں ہے"

(اشتہار بت شکن مطبوعہ قمر الہند)

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی ہفوات

" دجال اکبر۔ خناس۔ مرزا جی کے روحانی باپ سرسید حضرت اک ہیں۔ مرزا جی فن ابلہ فریبی میں جیسے چالاک ہیں۔ قادیانی کا ... قادیانی کاہن کے منہ پر لک کی سیاہی۔ قادیانی کاہن کی روسیاہی۔ حضرت گدھا علیہ السلام۔ مرزا جیسے کی مری مٹی خراب کی۔ ؎

بکے قطاع نسل و یک امام بھنگیاں مبنی
مسیح ابن مریم بچہ چنگیز خاں بینی

مرزا کے الہامات ایک گوز شتر کی طرح ہوا میں اڑ کر بدبو پھیلا چکے ہیں۔ خودغرض۔ نافرجام۔ بد۔ بدنام۔ منحوس ؎

اسے لو وہ دم دبا کے بھاگ گیا
ایک ہی چوٹ کھا کے بھاگ گیا

قادیانی کاہن وہ بھاگا ۔ ؎

کرشن جی کی تو یہ اک رندگی سی توبہ ہے
رندگی کے رندا رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ع حیف در دین نبی رخنہ گرے پیدا شد

مرزائی مشن کی بنیاد سراسر کذب ۔ بہتان ۔ افترا ۔ دغا فریب جعلسازی ۔ عیاری ۔ غرض تمام دنیا کی چالبازی پر مبنی ہے ۔ قادیانی مشین میں الہام بافی ۔ تف ہے ایسی دروغگوئی پر اور حیف ہے ایسی بددیانتی پر ۔ کرشن جی کی مخبوط الحواسی اور پریشانی ۔ مرزا مرتد ہوا ۔ قادیانی کذاب ۔ ؎

جفا جو سنگدل بیرحم کاذب
لقب جنکے ہیں اتنے وہ نہیں ہو

کاذب ۔ دجال ۔ غدار ۔ مرجوم ۔ عدو دین ۔ کافر بے ایمان دوزخی ۔ ملحد ۔ دشمن ایمان ودین ۔ نار نے النار ۔ کرشن جی کا بننا ہے مرگھٹ ۔ بت فروش ۔ دجالی رسالت ۔ روسیاہ ۔ رمال ۔ چالباز ۔ مکار ۔ دجال ۔ مرزا کے پیر ومرشد سرسید احمد ۔ پیر مغاں ۔ مفتری ۔ کاذب کی رسالت ۔ جہالت ضلالت ۔ بطالت ۔ خاکش بدہن ۔ ؎

کار شیطاں میکند نامش ولی
گر ولی این ست لعنت بر ولی

حضرت اکذب ۔ میں آپ کو مفسد ودجال جانتا ہوں خواہ آپ بنتے تو بے پر ... رکھدیں ۔ آپ کے دجال کذاب مرتد وغیرہ ہونے میں کیا شک ہے ۔ آپ پکے کاذب اور دجال ہیں ۔ خبطی گیدڑ ۔ حسن بن صباح کی چال ۔ دغا باز مفسد ۔ بدکار واہ رے دجال تیری بے حیائی ۔ اے ظالم ۔ کانے دجال ۔ مسرف ۔ کذاب ۔ عیار ۔ مرزا جی کی اینٹ البحر ۔ مرزا جی کا حال میراثی کے مشابہ ہے ۔ مرزا جی کا الہام ۔ ملاد دبیازہ کی میت کی طرح جسکی ٹانگ نیچی کرنے سے سر اونچا اور سر کے نیچا کرنے سے پاؤں اوپر ۔ ابو اللہ ۔ کذب مجسم بلکہ اکذب الناس قلندر ۔ مرزائے قادیانی ۔ فرعون بود ثانی ۔ بدبخت بودانی با این ہمہ رعونت زد خیمہ شیطانی نی نار جاودانی ۔ شداد قعر دوزخ میں گرا ہے ۔ خائن ۔ سارق ۔ قارون ثانی ۔ غلام احمد قادیانی مسیلمہ ثانی ۔ تمام الہامات پاخانہ میں ڈالدیئے مرزا جھوٹ کا سٹیمر بڑا دنیا دار ۔ عبد الدرہم والدنیار ۔ خر دجال ۔ مردود ایسا شریر تھا کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ رہے اس کے بزرگوں کو دجال بنا کر مسلمانوں کو ابھارتا ۔ اور تیس جھلے مانسوں میں سے تھا ۔ مبتدع ۔ محدث ۔ تیس دجالوں میں سے تھا ۔ نادہا سوامی ۔ مرزا صاحب آنجہانی ۔ قادیانی نبو کی اماں ۔ آپ کے الہام طبع نفسانی اور کار شیطانی ہوتے تھے ۔ بیہودہ گو ۔ لاف زن ۔ مرزا کو سانپ ڈس گیا کہ صدائے برنجاست ۔ بڑ ہانکتے ہو ۔ مزخرفات آپ کا حصہ ہے ۔ گھر میں قصیدہ لکھو کے حمار کے مصداق بن گئے ۔ ع

عیلے نتوان گشت بہ تصدیق خرے چند

ع بیحیا باش وہرچہ خواہی کن
؎ بنا یا آڑ کیوں جورو کا چہرہ
نکل دیکھیں تری ہم شعر خوانی
ع ہے روسیاہ مسیلم دا سود ؛
ع لعین وبے حیا شیطان ثانی ۔

اس دیوانہ کی ایک اور بڑ سنو ۔ بلّی کو چھیچھڑوں کا خواب ۔ مشرک وگمراہ ۔ سفید جھوٹ بولاہے ۔ مرزا کی بکواس گوز شتر ثابت ہوئی ۔ اس مسیح کے رنگ دیکھئے کہ گرگٹ کو ماند کرتا ہے ۔ چوں شتر مرغے شناس این نفس را ۔ تمہارا امام بڑا کذاب ۔ بڑا دجال ۔ بڑا جھوٹا ۔ بڑا بیحیا ۔ بڑا غدار بڑا فریبی ۔ بڑا ابلہ فریب ۔ بڑا مکار ۔ بڑا مفتری علی اللہ ۔ غرض سب اوصاف قبیحہ میں بڑا ہے ۔ کار شیطاں میکند نامش ولی مرزا کی شان کو لفظ کاذب یا کذاب پورا ادا کہنے سے قاصر ہیں میں آپ کو اس سے ارفع جانتا ہوں ۔ ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر ع

سب پہ سبقت لے گئی ہے بیحیائی آپکی

گیدڑ بنکر بھاگ جانا آپ کا قدیمی دستور ہے ۔ دجال اکبر کا طلع الوتین ۔ ؎

ملہم وکذاب مرزا مرگیا
جس کا لاشہ ہو کے بار خر گیا

؎ قادیانی کار شیطاں کرد ورفت
بود جاہل جہل ہذیاں کرد ورفت

ع مضل وظالم ودجال بودہ ۔

وہ مفتری وفاسق وکاذب تھا ۔ بدخصال ۔ ع

دجال اٹھ گیا ہے خر رہ گئے ہیں باقی

ع مرد مرزا مسیلمہ مردود ۔

ایک کیڑا جو زمین پر چند برسوں رینگ کر مٹی میں مل گیا ۔ حماقت وضلالت کی بکواس ۔ اضغاث احلام ۔ بڑا خبطی ۔ بڈھا خبطی

تکبر عزازیل را خوار کرد — بزندان لعنت گرفتار کرد

سر سید کے اکلوتے بیٹے ۔ خود بدولت حسن کم جہان پاک ہو گئے تو کوئی قبر پر لات مارنے والا تھوڑا ہی آئے گا بہفوات مرزا ۔ دہریہ ۔ مفتری علی اللہ ۔

یہ ان مولویوں کے اخلاق کا نمونہ ہے جن کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے جواباً کچھ الفاظ درشتی کے ضرور استعمال فرمائے ہیں تو پھر کیا یہ سچ نہیں کہ خود حضرت نبی کریم صلعم نے اسی قسم کے اخلاق رکھنے والے مولویوں کی نسبت فرمایا ہے شر من تحت ادیم السماء آسمان کے تلے سب سے بدترین مخلوق ۔ اور سور اور بندر تک انہیں فرمایا ۔

مظلوم کی درشت کلامی ظالم کیساتھ

پس اگر ایسے لوگوں کے ساتھ حضرت مرزا صاحب نے کچھ درشتی سے کام لیا تو کیا قرآنی ارشاد لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم کے ماتحت آپ اس کے لئے حق بجانب نہ تھے ۔ قرآن فرماتا ہے کہ درشت کلامی کو اللہ پسند نہیں کرتا ۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص مظلوم ہو ۔ خود قرآن نے سورۃ القلم میں کیا ایسے لوگوں کے حق میں جو قرآن اور رسول کے خلاف درشتی اور ظلم سے کام لیتے تھے ۔ ارشاد نہیں فرمایا کہ لا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم ۔ عتل بعد ذالک زنیم ۔ دیکھ لیجئے یہاں ایسے لوگوں کو کیا کچھ نہیں فرمایا ۔ زنیم تک تو کہدیا جسکے معنے ہیں شرارت اور کمینگی میں نمایاں ۔ بلکہ بعض لوگوں نے ولد الحرام اور حرامزادہ تک کے معنے کر دیئے ہیں ۔ پھر کیا وہ علماء اہل کتاب نہ تھے جنہیں قرآن نے خود قردۃ وخنازیر یعنی بندر اور سور کا خطاب دیا ۔ کیا مثلھم کمثل الکلب فرما کر ان کی کتے سے مثال نہیں دی ۔ کیا کمثل الحمار یحمل اسفارا میں ان علما کی مثال جو علم رکھکر حق کی مخالفت کرتے ہیں ایسے گدھے سے نہیں دی جس نے کتابیں محض پشت پر اٹھائی ہوئی ہیں ۔

حضرت ابوبکر کا جواب نمائندہ کفار کو

تو پھر حضرت مرزا صاحب نے علماء سوء کی درشت کلامیوں کے جواب میں بعض الفاظ انہی علما کے پلٹ کر انہیں لکھدیا تو کیا قیامت آگئی ۔ مثلاً مولوی ثناء اللہ حضرت مرزا صاحب کو تحقیر سے " مرزا جی " لکھا کرتے ہیں تو اگر میں جواباً مولوی ثناء اللہ صاحب کو تحقیر سے " ملا جی " لکھدوں تو یہ تو ہتک نہ ہوگی بلکہ جواب ترکی بہ ترکی ہوگا ۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو جوش میں کفار کے نمائندہ کو فرمایا کہ امصص بظر اللات یعنی لات دیوی کی ... میں بذر کے صاف معنے نہیں کرتا کہ مناسب نہیں ہے)

خاموش ہماری مد میں ہیں

حضرت مرزا صاحب نے تو ایسا کہیں نہیں لکھا اور جو کچھ لکھا انہی لوگوں کی نسبت لکھا جو ان بدتمیزیوں اور بدکلامیوں کے مرتکب تھے ۔ سب مسلمانوں کی نسبت کیسے لکھ سکتے ہیں وہ تو ان لوگوں کو اپنے ساتھ سمجھتے تھے جو مخالفت اور تکفیر بازی میں حصہ نہیں لیتے تھے ۔ جیسا کہ فرماتے ہیں :-

" اس وقت تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو بغض وحسد میں جلے ہوئے ہیں ۔ اور ضد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں ۔ ان کی تعداد تو بہت ہی کم ہے دوسرے وہ جو اس طرف رجوع کرتے ہیں ان کی تعداد ترقی پر ہے ۔ تیسرے وہ جو خاموش ہیں نہ ادھر ہیں نہ ادھر ۔ ان کی تعداد کثیر ہے وہ ملانوں کے زیر اثر نہیں ہیں ۔ ورنہ ان کے ساتھ ملکر سب وشتم کرتے ۔ پس اس لئے وہ ہماری مد میں ہیں " (الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء)

تکفیر نہ کرنے والے علماء کے متعلق فتویٰ

ایسا ہی براہین احمدیہ حصہ پنجم میں آپ لکھتے ہیں :-

" آخری زمانہ کے وہ علما جن کو آنحضرت صلعم نے یہود اس امت کے قرار دیا ہے وہ بالخصوص اس قسم کے مولوی ہیں جو مسیح موعود کے مخالف اور جانی دشمن اور اس کی تباہی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ۔ اور اس کو کافر و دجال وبے ایمان کہتے ہیں اور اگر ان کے لئے ممکن ہو تو وہ اس کو صلیب دینے کے لئے تیار ہیں ۔ کیونکہ یہود کے فقیہ اور فریسی حضرت عیسے علیہ السلام سے اسی طرح پیش آتے تھے ۔ اور انہیں قتل کرنا چاہتے تھے لیکن جو علما اس قسم کے نہیں ہم ان کو یہودی نہیں کہہ سکتے ۔ بلکہ جو لوگ حضرت عیسے کے دشمنوں کی طرح مجھے دجال کافر اور بے ایمان کہتے ہیں ۔ وہی یہودی ہیں اور میں ان کو یہودی نہیں کہتا بلکہ خدا تعالےٰ کا کلام ان کو یہودی کہتا ہے اور یہ تو امر مجبوری ہے جس حالت میں در اصل میں سچا ہوں نہ کافر نہ دجال نہ بے ایمان ہوں ۔ پس جو شخص سچے مسیح کو ایسے الفاظ سے یاد کرتا ہے اس کو آنحضرت صلعم یہودی قرار دیتے ہیں ۔ اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان کافر ، دجال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل نہیں سمجھتے ہم ان کو یہودی نہیں کہتے ہیں ۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۴)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب صرف انہی مسلمانوں کو برا سمجھتے اور کہتے تھے جو آپ کو کافر ودجال اور برے الفاظ سے یاد کرتے تھے سب مسلمانوں اور تمام علما کو کبھی آپ نے برا نہیں کہا اور یہ آپ پر اتہام ہے کہ تمام مسلمانوں کو آپ نے گالیاں دیں ۔

مسلمانوں کی علم پروری
تاریخ ہسپانیہ پر ایک نظر

(۲)

(از مرزا مسعود بیگ صاحب مبلغ بمبئی)

گزشتہ مضمون میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد اسپین فتح کرنے کے بعد خلیفہ کے حکم کے مطابق دمشق واپس آگئے۔ ان کی واپسی کے بعد اسپین میں بہت تھوڑا زمانہ امن و امان کا گزرا۔ اور قبائل کی آپس میں خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں اس بدامنی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ مرکز میں خلافت بنو امیہ دن بدن کمزور ہو رہی تھی۔ ولید بن عبد الملک (جسکے عہد میں سپین فتح ہوا) کے بعد آٹھ اور خلفا تخت نشین ہوئے۔ سب سے آخری خلیفہ مروان تھا۔ جس کو ۱۱ رجادی الآخر ۱۳۲ھ مطابق ۲۵ جنوری ۷۵۰ء کو ابو العباس نے شکست دے کر دولت بنو امیہ کا خاتمہ اور خلافت عباسیہ کا آغاز کیا۔

دولت بنو امیہ کا بدنصیب شہزادہ

بنی عباس کے سب سے پہلے خلیفہ ابو العباس السفاح نے اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے ضروری سمجھا کہ خاندان امیہ کے شہزادوں کا کلیۃً خاتمہ کردے چنانچہ اس نے ایک بہت بڑی دعوت منعقد کرکے ان سب کو بلایا۔ لیکن بجائے دودھ اور شہد کے ان سب کو شربت موت پلایا گیا۔ اس بیرحمانہ قتل و غارت سے صرف ایک شہزادہ اتفاقاً بچ کر نکل گیا۔ اس کا نام عبد الرحمٰن بن معاویہ تھا اور یہ دسویں خلیفہ ہشام بن عبد الملک کا پوتا تھا۔ عبد الرحمٰن بن معاویہ نہایت ہی عالی ہمت با اخلاق شریف اور متین نوجوان تھا۔ جو دشمنوں کے چاروں طرف ہونے کے باوجود محض اپنے ذاتی محاسن سے ہر جگہ اپنے دوست و غمخوار پیدا کر لیتا تھا۔ جو اسے پناہ دیتے اور عباسی فوج سے جو اس کے تعاقب میں تھی محفوظ رکھتے تھے۔ بہت سی سرگردانی، مصائب اور پریشانیوں کے بعد عبد الرحمٰن افریقہ پہنچا اور اقوام زنت کے ہاں (جو اسکی والدہ کے قریبی تھے۔) پناہ گزیں ہوا۔

عبد الرحمٰن بن معاویہ تخت سپین پر

سپین کے اندر بدامنی اور ابتری بہت طول پکڑ چکی تھی آئے دن کی خانہ جنگی اور کشت و خون سے تمام اہل ملک تنگ آگئے تھے اور اس فکر میں تھے کہ کسی طرح امن قایم ہو جائے۔ چنانچہ مصر، شام، افریقہ اور سپین کے تمام سرداروں نے ملکر ایک کانفرنس منعقد کی تاکہ جنگ و جدال کے تدارک اور قیام امن کی ممکن تجاویز سوچی جائیں۔ ہسپانیہ کی اسلامی سلطنت چونکہ مشرقی مرکز خلافت سے بہت دور واقع تھی اس لئے یہی قرار پایا کہ قیام امن کیلئے وہاں ایک خود مختار حکومت قایم کی جائے۔ جو انتظامی معاملات میں اہل دمشق و بغداد کی محتاج نہ ہو۔ اہل سپین کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ دولت بنو امیہ کا ایک بدنصیب شہزادہ قوم زنت کے پاس پناہ گزیں ہے۔ اس لئے یہی طے پایا کہ سپین کی حکومت اسی کے سپرد کی جائے۔ چنانچہ ۱۰ ماہ ربیع الاول ۱۳۸ھ مطابق ۷۵۵ء کو عبد الرحمٰن اسپین میں داخل ہوا اور اہل ملک کی ایک کثیر تعداد نے اس کو اپنا حاکم تسلیم کیا۔

علمی روایات کی قلت

مسلمانان اندلس کی علم نوازی اور علم پروری کے تذکرے اور ان کے کارہائے نمایاں کے تفصیلی حالات ملنے ناممکن ہیں جو حالات اس وقت ہم معلوم کر سکتے ہیں وہ بہت حد تک دوسروں کی لکھی ہوئی تواریخ سے ہی اخذ ہو سکتے ہیں۔ اہل ہسپانیہ کی خود نوشتہ روایات اور صحیح تاریخی حالات قریبًا مفقود ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ عیسائیوں کی نظر عنایت ہے۔ مسلمانوں کو جس وقت غرناطہ سے جلا وطن کیا گیا تو وہ ایسی کس مپرسی اور بیچارگی کی حالت میں تھے کہ صرف اپنی عزیز جانوں کو لے کر سمندر میں کود پڑے اور اپنی کوئی یادگار ہمراہ نہ لاسکے۔ مسلمانوں کو بے خانماں کرنے اور ان کی جائدادوں پر قبضہ جانے کے بعد بھی عیسائیوں کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا متعصب پادریوں نے فیصلہ کر لیا کہ نہ صرف اسلامی عمارات کو مسمار اور معدوم کیا جائے بلکہ عہد اسلامی کی تمام علمی روایات کا بھی خاتمہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ صحیح اور تحقیق شدہ امر ہے کہ تنگدل آرچ بشپ زمینز ( ) کے حکم سے غرناطہ کی مشہور لائبریری نذر آتش کی گئی۔ عربی کتب کا بیش قیمت ذخیرہ جس میں مسلمانوں کی ہشت صد سالہ محنت اور ان کے درخشاں کارناموں عدیم المثال عہد حکومت کی یادگار رکھی۔ ایک ہی روز میں جلا کر خاک سیاہ کیا گیا۔

(عیسائیوں کے من گھڑت الزام کی طرح کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے اسکندریہ کی لائبریری جلائی گئی تھی یہ فرضی قصہ اور فسانہ نہیں بلکہ یہ واقعہ عیسائی مورخین نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے ملاحظہ ہو "لٹریری ہسٹری آف دی عربز" مصنفہ پروفیسر نکلسن)

عبد الرحمٰن کا دو سالہ نظم و نسق

امیر عبد الرحمٰن بن معاویہ ۱۳۸ھ میں سپین میں وارد ہوا۔ اور تینتیس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۷۱ھ میں راہی ملک بقا ہوا اس تاجدار کی حکومت کا تمام تر زمانہ بغاوتیں فرو کرنے ہی میں گزرا خود مسلمان سرداروں نے جگہ بجگہ بغاوت کے علم بلند کئے اور بنو امیہ کی حکومت مٹانے پر پورا زور صرف کیا۔ ان میں سے یوسف الفہری اور علی بن معیث مشہور ہیں۔ عبد الرحمٰن نے جس جوانمردی اور عقل و دانش سے ان دشمنوں کو نیچا دکھا کر سلطنت کو مضبوط کیا اس کا تذکرہ کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ مختصراً یہ کہ تیس سال کا عرصہ جنگ و جدال ہی میں گزرا۔ اور صرف دو سال کے لئے امیر مذکور کو چین نصیب ہوا۔ ان دو سالوں میں عبد الرحمٰن نے رفاہ عام کے کاموں پر اپنی توجہ صرف کی۔ باقاعدہ عدالتوں کی عمارات تعمیر کرائی گئیں۔ تمام شہر میں شفاخانے کالج اور مدارس کھولے گئے۔ سپین میں عوام کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا گیا اور ایک دمشقی فاضل کو افسر تعلیم مقرر کرکے قرطبہ اس کا صدر مقام ٹھہرایا گیا۔

"مسلمانوں کی بلند اور غیر معمولی تہذیب"

واضح ہو کہ سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی سپین کی عوام کی تعلیم کا بندوبست کیا تھا۔ اس سے قبل سوائے چند پادریوں کے جو معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے عام لوگ علم سے بالکل خالی اور کورے تھے۔ ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے:۔

"جس زمانہ میں ہمارے سیکسن آباؤ اجداد لکڑی کی جھونپڑیوں میں رہتے اور جنگلوں میں پھرا کرتے تھے جبکہ ہماری زبان بالکل نامکمل حالت میں تھی اور لکھنا پڑھنا صرف چند راہبوں تک ہی محدود تھا اس زمانہ کے نقشے کو اگر ذہن میں رکھا جائے تو ہم بہتر طریق پر ہسپانیہ کے مسلمانوں کی بلند اور غیر معمولی تہذیب کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور جب اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ تمام یورپ اس وقت جہالت و درندگی کے قعر عمیق میں گرا ہوا تھا اور صرف ایک دو مقامات یعنی قسطنطنیہ اور اٹلی کے کچھ حصہ میں رومن تہذیب کے کچھ نشان نظر آتے تھے۔ لیکن ان کا بھی جب ہم اندلس کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اور دونوں میں نمایاں فرق خود بخود نظر آتا ہے۔"

(دیکھو مورز ان سپین۔ مصنفہ اسٹینلے لینپول)

قرطبہ کی جامع مسجد

عبد الرحمٰن کے عہد کی سب سے مشہور یادگار جو اب بھی تمدن اسلامی کا زندہ نشان ہے قرطبہ کی جامع مسجد ہے اس مسجد کا نقشہ سلطان نے خود تجویز کیا تھا۔ اور اس کی تعمیر میں وہ بہت دلچسپی لیتا تھا۔ چنانچہ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن خود بھی ڈیڑھ دو گھنٹہ روزانہ اس میں کام کرتا تھا۔ یہ مسجد دمشق کی جامع مسجد کے نمونہ پر بنائی گئی تھی مسجد میں داخل ہونے کے لئے نقرئی کینیول ۲۱ بلند پھاٹک بنوائے گئے اور انیس محرابیں ایک طرف اور اکتیس محرابیں دوسری طرف تعمیر کی گئیں۔ مسجد کی چھت ۱۲۹۳ ستونوں پر کھڑی تھی۔ مینار کی بلندی بقول ابن ہارون اسی گز کے قریب تھی۔ مسجد کی تعمیر پر عبد الرحمٰن نے ۲۴ لاکھ روپیہ صرف کیا۔ اور اس کے بعد اس کے ورثاء مسجد کی زینت بڑھانے کے لئے وقتاً فوقتاً اور بھی خرچ کرتے رہے۔

قرطبہ کا مشہور پل

سلطان عبد الرحمٰن کی وفات پر اس کا بیٹا ہشام تخت نشین ہوا۔ یہ نہایت ہی نیک، متقی، صاحب علم، علم نواز، تاجدار تھا۔ اس کے دربار میں اہل علم کا ایک ہجوم رہتا تھا جن کی صحبت سے بادشاہ فائدہ اٹھاتا تھا۔ ہشام نے آٹھ سال حکومت کی۔ اس کے عہد میں جامع اعظم مکمل ہوئی۔ اور اس کے علاوہ قرطبہ کا مشہور پل تعمیر ہوا۔ جو اس وقت بھی موجود ہے۔ اور جسے دیکھ کر بڑے بڑے مغربی انجنیر حیرت کے دریا میں ڈوب جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عقل باور نہیں کر سکتی کہ صحرا نشینوں اور خانہ بدوشوں کے دماغ بھی ایسی عدیم المثال یادگاریں کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ ہشام کے بعد حکم اور پھر عبد الرحمٰن دوم تخت نشین ہوئے اس دوران میں ایک بہت ہی بڑے عالم ہسپانیہ میں پیدا ہوئے۔ جن کا مختصر تذکرہ ضروری ہے۔

امام مالک کا ایک شاگرد

یحییٰ بن یحییٰ جو خاص سپین کا ہی باشندہ تھا اپنے زمانہ کے علما میں سب سے اول نمبر پر تھا۔ اٹھائیس برس کی عمر میں یحییٰ نے

تحصیل علم کے لئے مشرق کا سفر اختیار کیا۔ مشرق میں ان دنوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام بہت شہرت حاصل کر چکا تھا۔ چنانچہ یحییٰ امام مالک کے شاگردوں میں داخل ہوئے اور بڑے شوق سے علم حاصل کرتے رہے۔ لکھا ہے کہ ایک روز امام مالک درس دے رہے تھے اور تمام شاگرد بیٹھے سن رہے تھے کہ ادھر سے ایک ہاتھی گزرا۔ ہاتھی کو دیکھکر ایک شاگرد چلایا کہ ہاتھی آیا ہاتھی! اور سب اسے دیکھنے بھاگ گئے۔ لیکن یحییٰ بدستور اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ امام مالک نے مسکراتے ہوئے پوچھا کہ تم کیوں ہاتھی دیکھنے نہیں گئے۔ ایسا جانور تو ہسپانیہ میں تمہیں نظر نہیں آئے گا۔ یحییٰ نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اتنی دور سے سفر اختیار کیا تھا تو صرف آپکو دیکھنے کے لئے اور علم حاصل کرنے کے لئے نہ کہ اونٹ ہاتھی دیکھنے کے لئے امام مالک اس جواب کو سنکر بیحد مسرور ہوئے اور اپنی مشہور تصنیف مؤطا یحییٰ کو نذر کی۔

یحییٰ جب سپین واپس آئے تو انہوں نے مؤطا کا درس دینا شروع کیا اور امام مالک کے خیالات کا بہت چرچا کیا چنانچہ ہسپانیہ کے مسلمان قرآن مجید کے بعد دوسری واجب التعظیم اور واجب العمل کتاب مؤطا کو ہی تصور کرتے تھے۔ حکومت کی طرف سے بڑے بڑے منصب پیش کئے گئے۔ لیکن یحییٰ نے علیحدگی کو ہی پسند کیا۔ اس کے باوجود تمام اسلامی سلطنت پر ان کا اثر تھا۔ اور ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام بھی انجام نہ پاتا تھا خود بادشاہ ان کی بیحد قدر کرتا۔ بلکہ ان کے اثر سے خائف بھی رہتا تھا۔ کیونکہ یحییٰ کے اشارہ سے لوگ بادشاہ کے خلاف بھی اٹھ سکتے تھے۔

قدرت کی اعجاز نمائی

عبدالرحمٰن دوئم کے بعد امیر محمد اور ان کے بعد عبداللہ تخت نشین ہوئے لیکن اس دوران میں سلطنت اموی پھر ضعیف ہونی شروع ہوئی۔ مسلمانوں کی کمزوری دیکھکر عیسائی اقوام نے بھی جو مدت سے موقع کی تلاش میں تھیں شمالی جانب سے دست اندازی شروع کی۔ اور جابجا مسلمانوں کو دھکیل کر اپنے پاؤں جما لیئے۔ بظاہر مسلمانوں کے قدم اکھڑ چکے تھے اور حکومت بنو امیہ کا خاتمہ تھا۔ کہ دست قدرت نے ایک دفعہ پھر اعجاز نمائی کی۔ مسلمانوں کا سویا ہوا بخت اچانک بیدار ہوا۔ اور محض تائید غیبی سے توحید نے ایک دفعہ پھر تثلیث پر غلبہ پایا۔

خلیفہ عبدالرحمٰن سوئم کے کمالات

ہسپانیہ کا تاریخ نویس خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلم۔ عربی ہو یا عجمی تمام اسلامی تاجداروں میں جو تخت اسپین پر جلوہ افروز ہوئے سب سے بلند مقام یقیناً عبدالرحمٰن سوئم کے لئے مختص کرے گا۔ بنی امیہ کے تمام حکمرانوں میں سب سے پہلے اسی نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا تھا۔ عبدالرحمٰن (الناصر دین اللہ) کی مدح و توصیف میں تمام مورخین یکزبان ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم مشہور ڈچ مستشرق پروفیسر ڈوزی آف لائڈن کی رائے نقل کرتے ہیں۔

"اسپین کے تمام اموی شہزادوں میں عبدالرحمٰن سوئم یقیناً سب سے ممتاز ہے اس کی کارگزاریاں معجزات سے کم نہ تھیں اس نے ایسی حالت میں عنان حکومت سنبھالی جب سلطنت اسلامیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی۔ اور نیز خانہ جنگیاں اور فسادات اسے اور بھی کمزور کر رہے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ عیسائی اقوام بھی حملہ پر حملہ کر رہی تھیں اور پھر اس اندرونی خطرہ کے علاوہ ایک اور خطرہ بھی تھا۔ کہ شمالی افریقہ میں بنی فاطمہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اور اب ان کی نگاہ بھی سپین پر ہی تھی۔ الغرض سخت مصائب اور مشکلات کا سامنا تھا۔ مگر عبدالرحمٰن نے کمال ہمت اور عقل سے اندلس کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچایا۔ اور نہ صرف اندرونی بلکہ بیرونی خطرات سے بھی اسے محفوظ کیا۔ امن و امان اور خوشحالی ہر طرف پھیل گئی۔ اور اسلامی سلطنت غیروں پر اپنا رعب بٹھانے لگی۔ عبدالرحمٰن جب مسند آرائے حکومت ہوا تو سرکاری خزانہ قریباً خالی تھا۔ لیکن عبدالرحمٰن نے اسے مال و دولت سے پر کیا سالانہ آمد کی ایک تہائی جو ۲۲۴۵۰۰۰ پونڈ تھی ریاست کے تمام اخراجات کے لئے کفایت کرتی تھی۔ ایک تہائی رقم بطور ریزرو جمع رہتی اور بقیہ ایک تہائی عمارات و رفاہ عام کے کاموں پر صرف ہوتی۔ عبدالرحمٰن کے عہد کی خوشحالی قابل رشک تھی۔ زراعت۔ تجارت۔ صنعت و حرفت اور علوم و فنون سائنس و فلسفہ سب ایک ہی رفتار سے ترقی کر رہے تھے۔ عبدالرحمٰن نے حیرت انگیز کلیں ایجاد کیں اور نئے سائنٹفک طریقوں سے خشک اور بنجر زمین کو جس کے آباد ہونے کی کوئی صورت نہ تھی اپنی ایجادوں سے سیراب کیا۔ دنیا ان تمام باتوں کو دیکھکر دنگ ہو رہی تھی۔ حفظ امن کے لئے اس کی پولیس بہترین انتظامی قوت کی مالک تھی۔ تجارت اس قدر ترقی کر گئی تھی کہ بقول وزیر تجارت خزانے کا زیادہ حصہ محصول اور چنگی سے ہی پر ہوتا تھا عبدالرحمٰن کی بحری فوج نے تمام بحرہ روم پر اپنا تسلط قائم کیا امیر موصوف کی افواج اپنے نظام اور ڈسپلن کے لحاظ سے یقیناً دنیا کی بہترین افواج تھیں۔ شمال کے عیسائی مغلوب ہو چکے تھے۔ بڑے بڑے خود سر بادشاہ عبدالرحمٰن سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی سعی کرتے۔ قسطنطنیہ۔ جرمنی۔ اٹلی اور فرانس کی حکومتوں نے اپنے سفیر عبدالرحمٰن کے دربار میں روانہ کئے"۔

(دیکھو "انسائیکلوپیڈیا برٹینکا" زیر آرٹیکل "اسپین")

سائنس و حکمت کی ترقی

خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر اور اس کے جانشین حکم ثانی کا عہد زریں نہ صرف سیاسی اقتدار اور جاہ و حشمت کے لحاظ سے بے نظیر تھا۔ بلکہ فروغ علم اور سائنس و حکمت کی ترقی کے لحاظ سے بھی عدیم المثال تھا۔ اسی عہد میں ہسپانیہ کے اندر مشہور علماء و فضلاء نے جنم لیا۔ اور ان کے بعد بھی جب تک قرطبہ اور غرناطہ کے شہروں پر پرچم اسلامی لہراتا رہا اور جب تک اسپین میں آفتاب اسلام کی ضیاباری ہوتی رہی اُمی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگردان رشید پیدا ہوتے رہے۔ جو نور نبوت کی کرنوں سے حصہ لے کر دوسروں کو بھی روشن اور منور کرتے رہے۔

آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ ہم ابن عبدربہ۔ محمد ابن علی القالی۔ ابن زیدون۔ ابن حزم۔ ابن باجہ اور ابن رشد جیسے اولوالعزم علما اور فلاسفہ کے حالات و کمالات لکھیں گے

(و باللہ التوفیق)

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

اللہ اکبر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ترجمان

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) صحابہ و ائمہ و اولیاء عظام میں سے مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲ | لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ مئی سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۷

ترانہ احمدی

(از جناب ثاقب کانپوری)

توحید کے نعروں سے مغرب کو ہلا دو تم — پھر دہر میں الہامی آواز سنادو تم!
اسلام کے احیار کا پیغام سنادو تم — سوتی ہوئی قوموں کو لینے کہ جگا دو تم
پھر وادیٔ مغرب میں آواز اذاں گونجے — پھر شمع کلیسا کو مغرب کی بجھادو تم
پھر زیب بلندی ہو اسلام کا سیّارہ — بچھڑی ہوئی قوموں کو رستے پہ لگادو تم
مسلم ہوں وہی مسلم، مومن ہوں وہی مومن — سینے میں محبت کی گر آگ لگا دو تم!!
"باہم رہو الفت سے پھر زندہ اخوت ہو" — دنیا کو مجدد کا پیغام سنادو تم
عالم میں نہیں چرچا اب علم و فضیلت کا — اقبال کے ترانوں سے دیوانہ بنادو تم

ایمان ہو جب رخصت پھر خاک جئیں ثاقب
یا ہم رہیں عزت سے یا ہم کو مٹادو تم!!

(محمد علی خوشنویس و نقاش نگار دو کتاب گھر۔ لاہور)

ویدک دھرم میں ایک سے زیادہ خاوندوں سے شادی

رگوید اور اتھرووید سے کثرتِ بعول کے چھ زبردست دلائل

مولانا عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت کی خدمت میں ایک خط اور اسکا جواب

نقل خط منجانب مولوی عمر الدین صاحب شملوی

جناب مولنٰا صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔

کل آریہ سماج میں مناظرہ تھا۔ وہاں بحث کا مضمون یہ تھا کہ شادی بیاہ کے معاملہ میں ویدک تعلیم کیسی ہے۔ میں نے آنانند المعروف بہ المسیح کے ٹریکٹ ویدک تہذیب میں سے مندرجہ ذیل وید منتر پیش کیا۔

سے ساوِتری ۔۔۔۔۔ رتھ پر چڑھ اور رخا وبدون اور دیوروں کیلئے تو اس رتھ کو ۔۔۔۔۔ سکھ

کاری بنا۔ اتھروید ۱۴-۱-۶۱ اور رگوید ۱۰-۸۵-۲۰

اس وید منتر میں چونکہ پتی کی بجائے پتی بھیو شبد ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ دیونشرانے خاوندوں اور دیوروں کیا ہے۔ اس کے بعد میں نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کتنے خاوند ہونے چاہئیں۔ ستیارتھ پرکاش صکلاس سے اتھروید ۱۴-۱-۸۰ کا مندرجہ ذیل ترجمہ پیش کیا۔

"اے پتی اور دیور کو دکھ نہ دینے والی عورت ۔۔۔۔۔"

اس سے خاوند اور دیور یعنی دوسرا خاوند کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ دو خاوند تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن پھر میں نے مندرجہ ذیل منتر پیش کر دیا۔

"اے عورت تجھکو جو پہلا خاوند ملتا ہے اس کا نام سوم ۔۔۔۔۔ دوسرا گندھرو۔ تیسرا اگنی ۔۔۔۔۔ چوتھے سے لیکر گیارھویں تک منش نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

(یجرو وید ۱۰-۸۵-۴۰)

اور نتیجہ یہ نکالا کہ ۱۱ خاوند ایک عورت کے ہو سکتے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ ایک ہی وقت میں ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں میں نے

"اے نیک بخت اولاد کی خواہش والی تو میرے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر (رگوید ۱-۱۰-۱۰)

پیش کر دیا۔ اور نیز مندرجہ ذیل منتر پیش کر دیا۔

"اگر کسی ایک بیوی کے دس غیر برہمن خاوند پہلے موجود بھی ہوں اور کوئی برہمن اس بیوی کا ہاتھ پکڑ لے تو وہی اس کا خاوند جاننا چاہئے۔" (اتھروید ۵-۱۷-۸)

اور نتیجہ یہ نکالا کہ ویدک تہذیب یہی ہے کہ گیارہ خاوند ایک ہی وقت میں ایک عورت کے ہو سکتے ہیں۔ اس پر تاریخی شہادت مہابھارت میں سے پیش کی۔ اور بیاس جی کا یہ قول کہ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ویدک مذہب ہے پیش کر دیا۔ پانچوں پانڈوں کی مشترکہ بیوی کا قصہ بہت مشہور تھا وہ بھی پیش کر دیا۔ اور جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر آریہ مناظر نے صرف پہلے وید منتر کو لے لیا اور اتھروید کی بجائے رگوید میں سے وہی منتر نکال کر پیش کیا۔ اور کہا کہ یہاں تو واحد کا صیغہ پتی موجود ہے۔ پتی بھیو نہیں ہے میں متعجب ہوا کیونکہ میں گھر سے حوالہ اصل وید میں سے نکالکر دیکھ کر گیا تھا۔ وہاں پتی بھیو ہی تھا لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ اتھروید کی بجائے رگوید پیش کی گئی ہے تو میں نے کہا کہ میرا پیش کردہ حوالہ درست ہے۔ وہاں جمع کا ہی صیغہ ہے تب آریہ پنڈت نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ مگر دیکھو ایک ہی منتر کو دوسرے وید میں لانے کا یہ سبب ہے کہ اتھروید میں تو منتر کا دیوتا دموپتی ہے جو بہوپتا سے مراد پتی کے رشتہ دار ہیں۔ اس لئے پتی بھیہ کا ارتھ خاوند کے رشتہ دار وغیرہ ہے۔ لہٰذا منتر کا ارتھ جیسا کہ کھیم کرن نے کیا ہے یہ ہے کہ اے عورت تو اپنے سسرال کے لوگوں (حفاظت کرنے والوں) کو خوش رکھ۔ اور چونکہ رگوید میں جس پرکرن میں یہ منتر آیا ہے وہ پرکرن میاں بیوی کے بیاہ کا ہے۔ اس لئے وہاں پتی شبد واحد رکھا۔ ورنہ دوبارہ منتر لانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اور یہ کہکر دعوے کیا کہ وید میں پتی شبد جمع کے صیغہ میں جہاں جہاں بھی آیا ہے وہاں خاوند مراد نہیں بلکہ حفاظت کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ ورنہ شوہر ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اب مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس جواب میں صداقت کہاں تک ہے۔ کیا آپ مہربانی کرکے اخبار پیغام صلح میں اس پر روشنی ڈالکر مشکور فرمائیں گے۔ کیا آریہ کا جواب صحیح ہے۔ کیا کسی اور مفسر وید نے بھی مانا ہے کہ وید کی رو سے ایک عورت کے کئی خاوند ہو سکتے ہیں۔ کیا دیوتا اور پرکرن اسی طرح ہے۔ جس طرح آریہ کہتا ہے۔ اور کیا واقعی پتی بھیو خاوندوں کے معنوں میں نہیں آتا۔ اور کیا واقعی دونو ویدوں میں مختلف پرکرن ہے یا دیوتا دونوں جگہ الگ الگ ہے۔ کیا بات ہے؟

کیا آپ اس مضمون پر اور بہتر منتر پیش کر سکتے ہیں۔ اگر کر سکتے ہیں تو کم از کم ایک درجن ایسے منتر ناگری میں لکھکر ساتھ لفظی ترجمہ معہ سند پیش کر دیں۔ والسلام۔

(عمر الدین احمدی)

جواب منجانب مولنٰا عبد الحق صاحب

سورج کی بیٹی کا بیاہ چاند سے

والا نامہ ملا۔ منتر زیر بحث ایک ایسے سوکت میں آیا ہے جس کا مضمون سورج کی بیٹی سوریا یعنی شفق کا چاند کے ساتھ بیاہ ہے اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ اس سوکت میں موجود ہے اور یہ سوکت کسی قدر اختلاف لفظی اور منتروں کی کمی بیشی کے ساتھ دو ویدوں میں موجود ہے یعنی رگ وید منڈل دس سوکت ۸۵ میں اور اتھروید کانڈ ۱۴ سوکت ۱ میں۔ سورج کی بیٹی سوریا کا چاند سے بیاہ۔ ایک استعارہ سمجھ کر اس کو ویدک دھرم کے علمائے شادی کا مضمون بیان کیا ہے اس پر گذشتہ اور موجودہ علما کا اتفاق ہے سناتن دھرمیوں کی مستند کتابیں اور آریہ سماج کی مستند کتابیں سنسکار ودھی اور ستیارتھ پرکاش اس پر گواہ ہیں۔

ایک بھائی کی شادی میں سب کی شادی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ویدک دھرم میں بھی عورت ایک ہی خاوند سے منسوب ہوتی ہے لیکن بعض اوقات چند بھائیوں میں سے ایک کی شادی سے سب شادی شدہ اور ایک کی اولاد سے سب اولاد والے سمجھے جاتے ہیں منو دھیائے ۹ شلوک ۱۸۲ کا مطلب یہی ہے۔ اور اس کے اگلے شلوک ۱۸۳ میں اس کے برعکس قضیہ کا ذکر ہے۔ مزید تشریح سے تہذیب مانع ہے دروپدی کا مشہور قصہ اس کی تاریخی مثال ہے

کایوں کے علاقہ میں اب تک آریہ اقوام میں یہی رواج ہے دیکھو انڈین انٹی کوٹی (Indian Antiquity) صفحہ ۸۸۸ اور پنجاب کسٹمری لا ۱۸۶۲-۱۰ اور رپورٹ مردم شماری پنجاب ۱۸۹۱ء ۱۱۲۴ و ۱۹۱ وغیرہ وغیرہ۔

رگوید اور اتھروید کے منتر یکساں ہیں

رگوید منڈل دس سوکت ۸۵ منتر ۲ میں بلا شبہ لفظ 'پتی' (خاوند) بصیغہ واحد ہے جس کے ساتھ سوریا کا بیاہ ہوتا ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اتھروید کے مذکورہ منتر میں 'پتی بھیو (خاوندوں) بصیغہ جمع ہے دونوں ویدوں میں سے کس کی قرآت درست ہے۔ اس کے لئے سارے قصہ پر غور کرنا ضروری ہے۔ پنڈت صاحب کا یہ عذر کہ اتھروید کا مضمون دوسرا ہے اور رگوید کا دوسرا صحیح نہیں۔ دونوں ویدوں میں مضمون ایک ہی ہے۔ اسلئے یہ ان کا دھوکا ہے کہ اتھروید کے منتر میں خاوند بصیغہ جمع دیوروں اور خاوند کے رشتہ داروں پر مشتمل ہے۔ اتھروید اور رگوید کے دونوں سوکتوں میں منتروں کی حالت یکساں ہے۔ کچھ منتروں کی کمی بیشی ہے اور ترتیب میں کسی قدر اختلاف ہے۔ باقی منتروں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ اتھروید نے ایک آدھ لفظ کی تبدیلی سے رگوید کے منتروں کی نہایت مختصر تفسیر کر دی ہے ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ چند ایک مثالوں سے اس مضمون کو اور واضح کر دیا جاتا ہے

مثال ۱

رگوید کے اسی سوکت کا منتر نمبر ۵ بعینہ وہی ہے جو اتھروید میں چوتھے نمبر پر ہے۔ دونوں کے منتروں میں صرف ایک لفظ کا فرق ہے۔ رگوید میں لفظ 'دیو' ہے۔ اور اتھروید میں 'سوم' لفظ دیو عام ہے اور 'سوم' ایک خاص دیوتا کا نام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دونوں میں تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے یہ ظاہر ہے کہ آسان ترکیب یہی ہو گی۔ کہ سوم کو دیو کا مترادف یا قائم مقام سمجھ لیا جائے یا یہ کہ رگوید کے اس منتر کے لفظ دیو کا تشریح اتھروید نے سوم سے کی ہے۔ ہمارے قیاس کی تصدیق خود وید منتر کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ وید کہتا ہے "یت تو ادیو پرپبنتی" (رگوید منڈل دس سوکت ۸۵ منتر ۵) ترجمہ "جب تجھے اے دیوتا پیتے ہیں"

اتھروید کہتا ہے "یت تو اسوم پرپبنتی" (اتھروید کانڈ ۱۴ سوکت ۱ منتر ۴) ترجمہ "جب تجھے اے سوم پیتے ہیں" ظاہر ہے۔ کہ رگوید کے منتر میں ابہام تھا کس دیوتا کو پیتے ہیں اسکی تشریح نہ تھی۔ اتھروید نے بتایا "سوم پیتے ہیں" معقول بات بھی یہی ہے کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے جب سوم کا ہی وہاں تذکرہ ہے۔ اور پینے کی چیز بھی سوم ہے۔ نہ مطلق دیوتا تو اتھروید کی قرآت معقول اور صحیح ثابت ہوئی یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اتھروید نے رگوید کے منتر کی تشریح کر دی۔

مثال ۲

رگوید کے اسی سوکت کے منتر ۱۰ میں اور اتھروید کے منتر ۱۰ میں ایک لفظ کا اختلاف ہے۔ رگوید میں لفظ 'گریہم' ہے۔ اور اتھروید میں 'پتم' لفظ گریہم (گھر) عام ہے۔ کچھ معلوم نہیں کس کا گھر مگر اتھروید کا لفظ 'پتم' (خاوند) بتاتا ہے کہ خاوند یا خاوند کا گھر ہے سوریا (دلہن) رتھ میں سوار ہو کر گھر جاتی ہے۔ کس کے گھر؟ اتھروید کی قرآت بتاتی ہے۔ خاوند کے پاس۔ اس سے بھی

(باقی بر صفحہ ۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ رمئی ۱۹۳۲ء | نمبر

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا مودت نامہ اور اس کے جواب الجواب پر ایک نظر

اصولی مسائل پر بحث کرنیسے گریز

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مودت نامہ کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو اشتہار شائع کیا تھا اس کا جواب الجواب یکم اپریل کے "اہلحدیث" میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے اور حیرت ہے کہ اس معقول طریق فیصلہ کو جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے پیش کیا تھا ایسے غیر معقول طریق سے ٹھکرانے کی کوشش کی ہے۔ کہ کوئی منصف مزاج انسان اسے مولوی صاحب کی نیک نیتی پر مبنی قرار نہیں دے سکتا۔

"مودت نامہ" یا "غضب نامہ"

سب سے پہلے عنوان ہی میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے جواب کو "غضب نامہ" سے تعبیر کرتے ہوئے اپنے مودت نامہ کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"مجھے یاد نہیں کہ ایسی نرم تحریر میں نے کسی مخالف کی مخالف کے حق میں دیکھی ہو۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ میرے مخاطب کو اس کا علم و اخلاص مجبور کرے گا کہ بلا حیل و حجت سیدھے غریب خانہ پر تشریف لائیں گے یا دولت خانہ پر بلا کر سمجھانے کی کوشش کریں گے مگر مولوی محمد علی صاحب کے جواب سے مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ تو اس کے پڑھنے والوں کو بھی حاصل ہوا ہوگا۔ خاص مجھے جو زائد چیز حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ میرے حسن ظن کو بہت ٹھیس لگی ہے"

مولوی صاحب کی تحریر کی نرمی تو اسی سے ظاہر ہے کہ جس چیز کا نام انہوں نے "مودت نامہ" رکھا ہے اس میں سلام علیکم تک لکھنا گوارا نہ کیا اور جس تحریر کو "غریب خانہ پر تشریف لانے" یا "دولت خانہ پر بلانے" کا ذریعہ قرار دیتے ہیں اسے مخاطب ہی کے پاس نہیں بھیجا بلکہ طبع کرا کر عام طور پر شائع کیا۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خود تو مودت نامہ کو پبلک میں شائع کر دیں اور جواب کے لئے "غریب خانہ پر تشریف لانے" یا "دولت خانہ پر بلانے" کی توقع رکھتے ہیں اور اگر "مودت نامہ" کی جگہ اس کا جواب بھی طبع کرا کر بھیجا جائے تو مولوی صاحب کے حسن ظن کو ٹھیس لگ جاتی ہے اور وہ اس کا نام "غضب نامہ" رکھ دیتے ہیں۔ ان کے حسن ظن کی حقیقت تو اسی دن معلوم ہو گئی تھی جب انہوں نے "مودت نامہ" میں سلام علیکم تک لکھنا گوارا نہ کیا۔ اور صرف اپنے مخاطب کے پاس بھیجنے کے بجائے اسے عام طور پر شائع کیا۔ ہمارے جلسہ سالانہ میں تقسیم کرایا اور اس کے ساتھ ہی ایک سا اشتہار کسی معمار کی طرف سے چھپوا کر شائع کیا
حضرت مسیح موعود پر قرآن کریم کی طرف غلط
کرنے کا الزام لگایا تھا۔ اگر مولوی صا
کے "علم و اخلاق" پر ایسا ہی "حسن ظن"
کہ ان کے "مودت نامہ" کا جواب
لا کر" یا "دولت خانہ پر بلا کر"
اسے شائع ہی نہ کرتے۔
کے دولت کدہ پر تشر
اس ناگوار اندرونی
کے الفاظ میں چھپانا
اختلا
مودت نا
لفظ لکھے تھے
آپ کا
اصل ا
کی شخ
ہے
اس کے

کہ اس کا مطلب لفظا ہر یہ ہے کہ اختلاف عقائد میں ان سے (مولوی ثناء اللہ صاحب سے) جتنا چاہوں رکھوں ... لیکن اگر میں یہ کہوں کہ وہ شخص بھی قابل احترام ہے جس نے یہ سب باتیں مجھ کو سکھائیں اور جس کے پاس بیٹھ کر میرے سینے میں باوجود انگریزی خوان اور وکیل ہونے کے خدمت اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی یا اسے چودھویں صدی کا مجدد مانوں یا چودھویں صدی کے مجدد کو مسیح اور مہدی تسلیم کروں جس کے اس امت میں آنے کا وعدہ دیا گیا ہے تو پھر مولوی صاحب میرے ساتھ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ العجب!"

اختلافی مسائل اور "مسیحیت موعودہ" پر اعتقاد

بجائے اس کے کہ مولوی صاحب اس کھلے ہوئے نتیجہ پر غور کر کے کوئی معقول جواب دیتے یا حضرت امیر ایدہ اللہ کی تجویز کے مطابق سب سے پہلے ان مسائل پر گفتگو کے لئے تیار ہوتے جو اصل مابہ النزاع ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"جو مسائل آپ نے ذکر کئے ہیں وہ اصل الاصول نہیں بلکہ آپ نے یہ سب مسائل مرزا صاحب سے بحسن عقیدت و اعتقاد مسیحیت موعودہ سیکھے ہیں۔ چنانچہ قدرتی تصرف نے آپ سے یہ مضمون لکھوایا ہے کہ مجھے یہ سب کچھ مرزا صاحب نے سکھایا ہے۔ میں ان کو قابل احترام کیوں نہ سمجھوں۔

بس یہی میرا جواب ہے کہ جس بزرگ نے آپ کو یہ عقائد سکھائے ہیں ان کے عہدہ پر گفتگو پہلے ہونی چاہیئے جس طرح انہوں نے خود بتائی ہے یعنے آخری فیصلہ۔"

یہ فقرہ عجیب ہے کہ "آپ نے یہ سب مسائل مرزا صاحب سے بحسن عقیدت و اعتقاد مسیحیت موعودہ سیکھے ہیں"۔ کیا اس سے مولوی صاحب کا ...

یا "مسیحیت موعودہ" پر اعتقاد کا نتیجہ ہے کہ ان مسائل کو مانا جائے صاف ظاہر ہے کہ کوئی شخص جو ان مسائل کو تسلیم نہیں کرتا وہ حضرت مرزا صاحب کی مسیحیت موعودہ پر قطعاً ایمان نہیں لا سکتا۔ ہم مولوی صاحب نے کیس طرح کہہ دیا کہ:۔

"آپ نے یہ سب مسائل مرزا صاحب سے بحسن عقیدت و اعتقاد مسیحیت موعودہ سیکھے ہیں۔"

حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس فقرے سے کہ:۔

"اگر میں یہ کہوں کہ وہ شخص بھی قابل احترام ہے جس نے یہ سب باتیں سکھائیں۔"

یہ کہاں نکلتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود آپ نے پہلے مان لیا تھا اور بعد میں "بحسن عقیدت و اعتقاد مسیحیت موعودہ" ان مسائل کو آپ سے سیکھ لیا۔

اشتہار "آخری فیصلہ" پر گفتگو

رہا مولوی صاحب کا یہ جواب کہ:۔

"جس بزرگ نے آپ کو یہ عقائد سکھائے ہیں ان کے عہدہ پر گفتگو پہلے ہونی چاہئے اور اسی طرح ہونی چاہئے جس طرح انہوں نے خود بتائی ہے۔ یعنی آخری فیصلہ"

اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اشتہار آخری فیصلہ میں حضرت مسیح موعود نے اپنے عہدہ پر گفتگو کا کوئی خاص طریقہ نہیں بتایا۔ بلکہ صرف ایک دعائے مباہلہ لکھی ہے جس کا پورا ہونا ہمارے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب کی منظوری کے ساتھ مشروط تھا۔ یعنے وہ اس فیصلہ کو منظور کر لیتے۔ لیکن انہوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور مشیت خداوندی نے وہی کیا جو انہیں خود مسلم تھا۔ کہ:۔

"خدا تعالیٰ نے جھوٹے، دغا باز، مفسد اور ... کو بھی لمبی عمریں دیا کرتا ہے"

مجلس خاص میں جس قدر احباب شامل ہوں ان میں سے نصف احمدی اور نصف غیر احمدی ہوں احمدیوں کا انتخاب مولوی ثناء اللہ صاحب کریں اور غیر احمدیوں کا انتخاب میں کروں۔ اور روزانہ جس مسئلہ پر گفتگو ہو اس کے آخر پر اس مجلس کی رائے لے لی جایا کرے کہ کثرت رائے کس کے حق میں ہے یا آیا فریقین کے حق میں رائے کی مساوات ہے اور اس کو دونوں فریق کے دستخط سے شائع کر دیا جایا کرے۔"

اس سے بڑھکر فیصلہ کی آسان ترین صورت اور کیا ہو سکتی ہے ہر ایک منصف مزاج اس کو تسلیم کرے گا کہ فریقین کے دلائل کا وزن معلوم کرنے کے لئے اس سے بہتر طریق اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے آدمیوں کو منتخب کریں۔ تا کہ کوئی فریق اپنے ان کٹر ہم خیالوں کا جو پہلے ہی سے مخالف کے وزنی سے وزنی دلائل کا بھی اثر قبول کرنے کے لئے کسی صورت میں تیار نہیں ہوتے۔ انتخاب نہ کر سکے۔

غیر احمدیوں کے متعلق مولوی ثناء اللہ کی رائے

لیکن مولوی ثناء اللہ کس شان محبوبیت سے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

بھلا یہ کیا منصفانہ شرط ہے کہ احمدی میں منتخب کروں اور غیر احمدی آپ۔ بھلا یہ تو فرمائیے غیر احمدی آپ کی اصطلاح میں کون کون لوگ ہیں سنئے افراد اہلحدیث، افراد حنفیہ بریلویہ۔ دیوبندیہ۔ شیعہ۔ نیچریہ۔ اہل قرآن معتزلہ، جہمیہ۔ قبر پرست۔ پیر پرست۔ قبہ پرست وغیرہ یہ سب آپ کے نزدیک غیر احمدی ہیں۔ یہ بھی آپ علی وجہ البصیرت جانتے ہیں کہ ان جماعتوں کی باہمی کتنی چپقلش ہے بلکہ ذاتی طور پر بھی افراد . . . .

اہلحدیث کو خاص مجھ سے کشیدگی ہے۔ پھر ایسی صورت میں میں اپنی حق رسی کا اعتبار کر کے حاضرین اکثریت پر اپنا فیصلہ چھوڑ دوں؟ ہاں اگر آپ ... انا چاہتے ہیں تو ایک یا دو تین غیر جانبدار ... (مسلم یا غیر مسلم) منصف مان لیں میں منظور کر لوں گا

... الت میں اقلام وہ فرقے جن کے نام مولوی ... مرزا صاحب کو کافر قرار دیتے ہیں ... فرقوں میں وہ بھی لوگ موجود ... بہتر سمجھتے ہیں بہ نسبت اس کے ... صاحب کو یہ ڈر کیوں پیدا ... میں فیصلہ کریں گے؟ ... عیاری ہے کہ دین ... رنگ منتی سے کام ... اہ کتنی ہو یہ کیسے ... کہ اس چپقلش ... اور نا جائز ... لیے ہی مذہبیت ... اللہ کو جھوٹا ... غزنوی پارٹی

ہی ہے کہا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اس پارٹی کے افراد مولوی ثناء اللہ کی مخالفت کی وجہ سے مرزا صاحب کو سچا اور راستباز کہنے لگ جائیں گے۔ خدا کے بندو! کچھ تو سوچو اور انصاف کے ساتھ جواب دو کہ کیا ان تمام فرقوں میں سے جن کے نام لئے گئے ہیں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو حق کے ساتھ کوئی تعلق و واسطہ ہو اور وہ محض ایک دوسرے سے چپقلش کے باعث حق سے مخالفت اور ناحق کی حمایت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر یہی حال ہے تو خود مولوی ثناء اللہ صاحب کو کیا کہا جائے کیا وہ بھی انہی لوگوں میں سے نہیں؟ اور حضرت مرزا صاحب کی مخالفت انہوں نے بھی کسی ایسے ہی جذبہ کے ماتحت شروع نہیں کی؟

جہاں تک کشیدگی رکھنے والے لوگوں کا سوال ہے مولوی صاحب بھی احمدیوں میں سے ان لوگوں کو منتخب کر سکتے ہیں جن کو ذاتی طور پر ہم سے کشیدگی ہے۔ یعنی قادیانی احمدی

منصفوں کے تقرر کا شوق

ہم مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اس نہایت آسان اور منصفانہ طریق کو جو حضرت امیر نے تجویز کیا فضول بہانہ سازی سے ٹالنے کی کوشش نہ کریں۔ حاضرین اور بالخصوص مخالف خیالات کے حاضرین کی اکثریت ہی سب سے بڑھکر صحیح اور آسانی کے ساتھ فیصلہ کر سکتی ہے۔ ایک یا دو تین غیر جانبدار (مسلم یا غیر مسلم) "منصف" ان لینا بے معنی بات ہے۔ ہم تو مذہبی معاملات میں منصف کسی کو بھی نہیں مان سکتے۔ تجویز پیش کردہ کا ماحصل تو یہ تھا کہ یہ دیکھا جائے۔ کہ آپ کے دلائل احمدیوں پر اثر کرتے ہیں یا ہمارے دلائل غیر احمدیوں پر۔ جس کے دلائل کا اثر فریق ثانی پر ہوگا وہی زیادہ وزنی دلائل مانے جائیں گے۔ مولوی صاحب کو غیر مسلم منصفوں کا ہمیشہ ہی شوق رہا ہے۔ کیا یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت یاد نہیں؟

احمدی افراد کا انتخاب

مولوی کو یہ بھی عذر ہے کہ

"میں اتنے احمدیوں کو جانتا بھی نہیں جن سے اچھی تعداد منتخب کر سکوں۔ سوائے آپ کی جماعت سے چار یا پانچ کو اور قادیان سے سات آٹھ کو۔ جن میں خلیفہ قادیان اور منشی قاسم علی وغیرہ داخل ہیں۔"

ہم حیران ہیں کہ تمام عمر جماعت احمدیہ سے بحث مباحثہ کرتے ہوئے گذر گئی۔ ان کا دعوے ہے کہ احمدیہ لٹریچر سے انہیں اتنی واقفیت ہے جتنی خود احمدیوں کو بھی نہیں لیکن افراد جماعت احمدیہ جن میں سے بہت سے لوگوں کے نام احمدیہ لٹریچر میں بھی بارہا آ چکے ہیں اور جن کا کچھ حصہ امرتسر میں بھی موجود ہے انہیں اس قدر ناواقفیت ہے کہ دونوں جماعتوں میں زیادہ سے زیادہ تیرہ آدمیوں کو وہ جانتے ہیں اور بس۔ یہ کس قدر غلط بیانی ہے۔ سوائے اس کے کہ مولوی صاحب اس معاملہ سے ایک صاف اور سیدھے طریق فیصلہ کو ٹالنا چاہتے ہیں اور کوئی غرض نہیں۔ ہم مولوی صاحب سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے حافظہ پر زور دیں تو انہیں جماعت احمدیہ میں چار یا پانچ اور سات آٹھ ہی نہیں بلکہ سینکڑوں آدمی ایسے یاد آ جائیں گے جن سے ان کی ذاتی واقفیت ہے اور اگر کسی وجہ سے بھی انہیں یاد نہ آئیں یا وہ یاد ہیں لانا پسند نہ کریں تو ہم انہیں ایسی فہرست مہیا کر دیں گے جس سے وہ مناسب نام چن سکتے ہیں جو فرمائے

اس سے بڑھکر رعایت اور کیا ہو سکتی ہے؟

مجوزہ طریق مسیح موعود کے خلاف نہیں

آخر میں مولوی صاحب نے یہ دریافت کیا ہے کہ "آپکے واجب الاحترام بزرگ مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم سے امرتسر میں اعلیٰ پیمانہ پر مباحثہ کیا، کیا اسمیں وہی طریق کے اختیار کیا تھا جو آپ نے لکھا ہے"؟

جواباً گذارش ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ کہاں لکھا یا کس جگہ فرمایا ہے کہ اس طریق کے سوائے جو مباحثہ آتھم میں انہوں نے اختیار کیا۔ دوسرا کوئی طریق اختیار کرنا ناجائز ہے۔ اور اگر امی طرح مقلد اسمہ طریق کو اختیار کرنا ہے۔ تو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا حضرت نبی کریم صلعم۔ صحابہ کرام۔ تابعین اور تبع تابعین یا ان کے بعد کوئی ایسے بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے کسی دینی مسئلہ فیصلہ کیلئے کسی مسلم یا غیر مسلم کو منصف قرار دیا ہو؟ اگر نہیں تو ان سب کے خلاف یتحاکموا الی الطاغوت پر عملدرآمد کرنے کا اتنا شوق انہیں کیوں ہے؟ ہم نے تو حضرت مرزا صاحب کے خلاف کوئی طریق اختیار نہیں کیا بلکہ اسی طریق کو زیادہ موثر بنانا چاہا ہے لیکن مولوی صاحب جس طریق کو اختیار کرنا چاہتے ہیں اور کرتے رہے ہیں وہ تمام سلف صالحین کے طریق اور قرآن کریم کے صریح ارشاد کے قطعی خلاف ہے۔ کاش وہ اس پر غور کریں۔

بہترین طریق گفتگو

آخر میں ہم پھر مولوی صاحب کو متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ صاف اور سیدھی راہ کو چھوڑ کر جو اپچ پیچیاں انہوں نے اختیار کی ہیں۔ وہ کسی حق پسند انسان کا کام نہیں۔ اگر فی الواقعہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے پر مخلصانہ گفتگو کرنے کا انہیں شوق ہے تو اسکے بہترین طریق وہی ہے جو حضرت امیر نے تجویز کیا کہ

ا۔ گفتگو بالترتیب ذیل کے چھ امور پر ہو:۔

ا۔ کیا ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے۔ یا نہیں اور چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟

ب۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یا بجسد عنصری چوتھے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ ج۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خود آنے سے ختم نبوت کا عقیدہ باطل ہوتا ہے یا نہیں؟ د۔ کیا اس امت میں آنے والا مسیح حضرت عیسیٰ نبی اللہ ہیں یا کوئی اور؟ ہ۔ دجال اور یاجوج ماجوج کون ہیں؟ و۔ کیا حضرت مرزا صاحب اشتہار آخری فیصلہ سے صادق ثابت ہوتے ہیں یا مفتری؟

۲۔ مجلس خاص کے انتخاب میں وہ طریق اختیار کیا جائے۔ جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے تجویز کیا ہے۔ کہ فریقین ایک دوسرے کے آدمیوں کو منتخب کریں۔ اور ہر مسئلہ پر گفتگو کے بعد۔۔۔۔۔ مجلس کی رائے لیکر دونوں فریق کے دستخط سے اسے شائع کر دیا جایا کرے۔

تعجب ہے کہ اس نہایت منصفانہ اور آسان ترین طریق فیصلہ کو چھوڑ کر مولوی صاحب ادھر ادھر کی لاطائل باتوں اور ایسے پیچیدگیوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ کیا انہیں خدا کا خوف نہیں؟

دنیائے اسلام کا واحد تبلیغی مشن

جناب محمد یعقوب صاحب بی اے (لکھنؤ) نے اسلامی دنیا کے اخبار و رسائل کے عنوان سے ایک مضمون معاصر "معارف" میں لکھا ہے جس کے چند ابتدائی فقرات قارئین "پیغام صلح" کی خاص توجہ کے قابل ہے

"مسلمانوں کی آبادی کرۂ ارضی پر ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے رو سے تیس کروڑ ہے۔ اس میں سے تقریباً ۱/۳ آبادی ہندوستان کے مسلمانوں کی ہے۔ اور باقی ۲/۳ افریقہ۔ یورپ۔ امریکہ، آسٹریلیا، اسپین اور تمام ایشیا کی ہے۔ مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہت خراب ہے۔ اور اس طرف سے مسلمانوں نے اپنے کان بالکل بند کر لئے ہیں۔ ناخواندہ مسلمان بیشتر افریقہ کے براعظم میں رہتے ہیں جس کی خاص زبان عربی ہے۔ خواندہ مسلمانوں کی تعداد مشکل سے ایک فیصدی بھی نہیں اس پر بھی ہم اپنے آپ کو خواندہ کہنے کے لئے ہر جگہ تیار رہے۔ ہماری ناخواندگی سے عیسائی مشن جو ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور ہر سال ہزاروں کی تعداد میں مسلمان عیسائی مذہب کے زیر سایہ ہوتے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں کسی مشن کا سوائے احمدیہ جماعت کے وجود نہیں۔ جب ہماری یہ حالت ہے تو ہمارے اخباروں کی بھی ویسی ہی اشاعت ہوگی۔ تمام اسلامی دنیا سے مشکل سے ایک ہزار روزانہ اخبار اور دو ہزار میگزینوں کی اشاعت ہوتی ہے ہمارے اخباروں کی تاریخ بہت پرانی نہیں ہے اور مشکل سے دو سو برس اس کی عمر ہے۔"

کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا خلاف حقیقت ہے کہ احمدیہ جماعت اس وقت اسلامی دنیا کی واحد مبلغ بننے کے قابل ہے آج علوم مذہبی کے متعلق جو خیالات دنیا میں پیدا ہو رہے ہیں اور مہذب ممالک کے زاویہ نگاہ میں اسلام کے متعلق جو خوشگوار تبدیلی پیدا ہو رہی ہے وہ فی الحقیقت احمدیہ جماعت ہی کے پھیلائے ہوئے نور کا اثر ہے۔ مسلمان اگر اس طرف متوجہ ہوں اور اس جماعت کے ساتھ مل کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام میں لگ جائیں تو وہ تمام خرابیاں جن کا ذکر جناب محمد یعقوب صاحب نے مندرجہ بالا فقرات میں کیا ہے بہت جلد دور ہو سکتی ہیں۔

مسلمانان پونچھ کی مظلومیت

قبل ازیں مسلمانان پونچھ کے درد انگیز مصائب کی داستان ان کالموں میں درج ہو چکی ہے۔ اس کے بعد پونچھ سے متعدد مراسلات ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ جن میں اور بھی بہت سے پر درد حالات کا ذکر ہے۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے مسلمانوں کے قتل و غارت، جھوٹی رپورٹوں سے مسلمانوں کو قید و بند اور جرمانہ کی سزائیں، ڈوگرہ فوج کی لوٹ اور معصوم بچیوں کی بے حرمتی کے واقعات نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم ان تمام مراسلات کو بوجوہ درج کرنے سے قاصر ہیں اور حکام پونچھ کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں، کہ مسلمانوں پر ان کا ظلم و ستم کسی صورت میں ان کے اور ریاست کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ ایسے واقعات کسی بھی حکومت اور والی ملک کے لئے کبھی باعث فخر نہیں ہو سکتے۔ مسلمان اگرچہ غریب ہیں لیکن آخر انسان ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں سے بڑھ کر وہ ان مراعات کے مستحق ہیں۔ جو رعایا کو راعی کی طرف سے ملنی چاہئیں لیکن حیرت ہے کہ اس تہذیب و تمدن کے زمانہ میں انہیں حیوانوں سے بھی بدتر سمجھا جاتا اور ہر قسم کے مظالم ان پر روا رکھے جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حکام پونچھ اس طرف متوجہ ہوں اور حالات کو بدلنے اور مسلمانوں کی حفاظت و بہتری کا سامان بہم پہنچانے کا بندوبست کریں۔

پیرے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است!

گزشتہ ہفتہ کی خبروں میں مولانا شوکت علی کی ایک انگریز خاتون مسز رائٹن سے شادی کی خبر خاص دلچسپی سے پڑھی جا رہی ہے۔ یوں تو جہاں تک میاں بیوی کی رضا کا تعلق ہے مولانا کا یہ ارشاد کہ "میں ایک بوڑھا اور سات پوتے پوتیوں کا دادا ہوں" چنداں قابل توجہ نہیں اگر کوئی شخص اس سے بھی زیادہ بڑی عمر میں اپنے آپ کو شادی کے قابل پاتا ہے اور مسز رائٹن جیسی نوجوان عورت اس کے آغوش ازدواج میں آنا پسند کرتی ہے تو کسی کو حق نہیں کہ اس پر معترض ہو۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے فرزند اکبر مسٹر زاہد علی اور دیگر رشتہ دار اس شادی سے ناراض ہیں۔ ایک ملاقات کے دوران میں مسٹر زاہد علی نے یہ عجیب نقرہ استعمال کیا ہے کہ:۔

"میں نے والد صاحب کو اس شادی سے بہت منع کیا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ اس نکاح میں بہت سی خامیاں ہیں اور یہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بھی ناجائز ہے"

سمجھ میں نہیں آتا کہ مسٹر زاہد علی کے اس نقرے کا کیا مطلب ہے۔ وہ کونسی خامیاں ہیں جو اس نکاح میں باقی رہ گئی ہیں اور کن وجوہ سے وہ شریعت اسلامیہ کے رو سے ناجائز ہے لیکن جہاں تک باپ بیٹے کا معاملہ ہے یہ نقرہ معنی خیز ضرور ہے۔ اور اس بوالہوسی اور اندھی محبت کو دیکھئے کہ بیٹا کہہ رہا ہے ابا جان! آپ یہ نکاح نہ کیجئے۔ اس میں بہت سی خامیاں ہیں اور شریعت اسلام کی رو سے بھی ناجائز ہے لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ:۔

"مجھے ان سے عشق ہے۔ اور میں ان پر فخر کرتا ہوں۔۔۔۔۔ میں کبھی اپنے بیٹے بھائی اور رشتہ داروں کو اس امر کی اجازت نہ دونگا کہ وہ میرے عقیدے میں مداخلت کریں"

بلکہ اس سے بھی چار قدم آگے بڑھکر آپ اپنی نئی دلہن کو حضرت عائشہ سے نسبت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"میری عائشہ میری زندگی کی شریک ہوگئی۔۔۔۔۔ عائشہ کے ساتھ شادی کرنے میں میں اپنے پیغمبر کے نقش قدم پر چل رہا ہوں جنہوں نے ۵۱ سال کی عمر میں بھی شادی کی تھی"

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کجا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ جیسی پاکباز خاتون سے آنحضرت صلعم کا نکاح اور کجا مسز رائٹن جیسی یورپین عورت سے مولانا شوکت علی کا عشق بازی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

ہم مولانا کی خدمت میں مخلصانہ عرض پرداز ہیں کہ

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را!

امریکہ میں روحانی بیداری کا مدوجزر

مسٹر چارلس شنزل صاحب نے ایک عجیب انکشاف کیا ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ امریکہ میں ایک بہت بڑی روحانی بیداری پیدا ہو رہی ہے یہ اتفاق ہے یا انتظام الٰہی کہ اس ملک میں صنعتی تنزل ہر نو سال کے

خط وکتابت ممالک غیر

(مرتبہ خان صاحب محمد منظور الٰہی صاحب)

یوگوسلیویا میں ہمارا اسلامی لٹریچر، ایک چینی مسلمان کا خط استنبول سے، ایران میں احمدی جماعت کا اثر
چین میں ہماری کتب - مجدد وقت کی تعلیم شام میں - پولینڈ میں اشاعت عقائد احمدیہ - ایک اطالین کا قبول اسلام

یوگوسلیویا

برادر حمدی صاحب لکھتے ہیں - کہ میں آپ کے اخبار کا جو یہاں ایک اخبار کے دفتر میں آتا ہے باقاعدہ مطالعہ کرتا رہتا ہوں اور اس کے مضامین ترجمہ کر کے یہاں کے اخبارات میں دیا کرتا ہوں جنکو یہاں کے مسلمان بہت دلچسپی سے مطالعہ کرتے ہیں - ہمارے ملک میں ڈیڑھ ملین مسلمان آباد ہیں اور وہ دیگر ممالک کے مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے بہت خواہشمند رہتے ہیں - میرا ارادہ ہے کہ میں آپ کی تمام اسلامی کتابوں کا یہاں کی زبان میں ترجمہ شائع کروں - اس لئے آپ ان کی فہرست بھیجدیں - گزشتہ اخبار سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ ایک سہ ماہی رسالہ نکالنے والے ہیں - مہربانی کر کے ہر دو میرے نام جاری کر دیں - اور قیمت کا بل بھیجدیں - ہم لوگوں کو آپ کے سلسلے اور کام سے گہری ہمدردی ہے - اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے خیالات کو اچھی طرح یہاں پھیلائیں - یہاں کے مسلمانوں کو باوجود عیسائی حکومت کے دوسرے لوگوں کے برابر حقوق حاصل ہیں - اور ان پر کسی قسم کی ناجائز پابندی نہیں - جو دوسری رعایا پر نہ ہو - اس لئے یہاں کے مسلمان ہر شعبہ میں خوب ترقی کر رہے ہیں -

استنبول (ترکی)

مسٹر ما (چینی) لکھتے ہیں کہ میں چین کا باشندہ ہوں کہ میرے والد صاحب وہاں کے مشہور و معروف آدمی ہیں جن سے آپ واقف ہیں - ۱۹۲۱ء میں میں ایک ہفتہ وار رسالہ کا ایڈیٹر تھا اور اب ایک ماہوار چینی رسالہ کا چیف ایڈیٹر ہوں - اور چین کے کئی اخبارات کا نامہ نگار ۱۹۲۴ء سے ہوں یہاں یونیورسٹی میں سائنس کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں - اور جون میں فارغ ہو جاؤنگا اسلام اور یورپ کے متعلق تعلیم حاصل کرنے کے لئے میرا ارادہ فرانس جانے کا ہے - اور بعد ازاں مصر اور ہندوستان - میری خدمات انجمن کی نذر ہیں - اور انشاء اللہ واپسی پر چین میں خوب تبلیغ کرونگا -

ایران

مرزا حسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کے ایک دوست کی صحبت سے آپ کی جماعت کی خدمات اسلام سے واقفیت حاصل ہوئی جس سے ایمان میں بہت ترقی ہوئی - مجھے اپنا خادم سمجھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی خدمت اسلام کی توفیق عطا کرے - مجھے آپ کے عقائد و اعمال سے پورا پورا اتفاق ہے - اور میں انشاء اللہ اپنے ملک میں ان کی اشاعت میں ساعی رہونگا - جملہ احباب جماعت کو السلام علیکم -

چین

محمد اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا عثمان صاحب چینی کو ملے ایک ہفتہ سے زائد عرصہ ہو گیا ہے - عید الفطر پڑھنے کے لئے میں کانٹن گیا تھا لیکن اس وقت ملاقات نہ ہو سکی - پچھلی ملاقات میں انہوں نے کتابیں پیکن روانہ کرنے کا وعدہ کیا تھا - جو غالباً اب تک بھیجدی گئی ہونگی - ان کی خط وکتابت براہ راست پیکن والوں سے ہو رہی ہے - آئندہ ہفتہ جا کر دوبارہ آپ کا پیغام ان کو پہنچا دونگا آج کل جنگ کے باعث اس طرف بھی خطرہ رہتا ہے - یہ جگہ کانٹن سے دس میل ہے - ریل کا راستہ ہے - اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے

شام

ڈاکٹر عبد الغنی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی عربی کتب سلسلہ مع نمونہ قرآن کریم پہنچیں - جن کے مطالعہ سے بڑی فرحت نصیب ہوئی - احباب میں اکثر ان کا تذکرہ رہتا ہے - میں نے اپنے رسالہ میں بھی ان کا ذکر کر دیا ہے - جس کا نمونہ ارسال خدمت ہے امید ہے آپ رسالہ کے لئے مفید مضامین لکھکر مشکور فرمائیں گے - تا کہ ظلمت اور اوہام کے بادل لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائیں - ایسی پاک تعلیم کی اشاعت کی ضرورت ہے جو اس زمانہ کا مجدد لایا - مجھے اپنا مخلص دوست سمجھیں - اور خط وکتابت کا سلسلہ باقاعدہ جاری رکھیں -

پولینڈ

برادر وسن لکھتے کہ پولش زبان میں جو رسالہ جاری کیا تھا شرح تبادلہ اور عام کساد بازاری کے سبب سے اس کی حالت نازک ہو گئی ہے - اس کے دو نمبر گزشتہ سال نکالے تیسرا نکالنے کی گنجائش نہ رہی - لیکن اخلاقی نقطہ نگاہ سے اس کی کامیابی عظیم الشان ہے ہمارے پرچے کے سرپرست غریب اور کسان مسلمان ہیں - رسالہ عقائد احمدیہ عرصہ سے ترجمہ ہو چکا ہے - رسالہ نماز مصنفہ حضرت امیر کے ترجمہ کی چھپوائی کا کام بوجہ کمی روپیہ بند ہے - یہاں کے مسلمانوں کو آپ کی تالیفات سے بہت دلچسپی ہے - اس لئے جس قدر کتب سیرۃ نبوی اسلامی تمدن اور اصول مذہب و تاریخ اسلامی پر ہوں وہ مفید ثابت ہونگی - نہ صرف ہمارے شہر کے بلکہ اس سلطنت کے سارے مسلمان آپ کے اسلامی لٹریچر سے گہری دلچسپی لے رہے ہیں ایک مسلمان نے رسالہ اسلام کے دو سو نسخے خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کئے (تازہ رسالہ کی تین کاپیاں ارسال ہیں -

پولینڈ

برادر رکانی صاحب اطالین لکھتے ہیں کہ میں نسلاً اطالین ہوں یہاں ایک بڑی جہازی کمپنی کا ایجنٹ ہوں عمر قریباً ۴۳ سال کی اور شادی شدہ ہوں دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں - والدین کیتھولک عیسائی تھے - میں نے بھی کیتھولک گرجا میں تعلیم پائی سولہ سترہ سال کی عمر میں عیسویت کے اصول نے میرے دل میں بغاوت پیدا کی - اور میں ایک ایسے دین کی تلاش کرنے لگا - جو میرے دل کو تسکین دے سکے - اس لئے اس کی تلاش میں میں نے ساری جدوجہد صرف کر دی - اور قریب قریب دنیا کے تمام پیشواؤں کی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھا - اسی اثنا میں یورپ میں جنگ عالمگیر کے شعلے بھڑکنے شروع ہو گئے - اور میں اپنے ملک کی فوج میں بطور ایک افسر کے شریک کر لیا گیا - لڑائی کے خاتمہ پر پھر میں نے مذہبی جستجو جاری رکھی - اٹلی میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد تیونس چلا گیا - وہاں جا کر اسلامی تعلیم کا مطالعہ کیا تو معلوم ہو گیا کہ مجھے صحیح راستہ مل گیا ہے - ایک سال کے بعد اٹلی واپس آنے پر میں نے اسلام قبول کر لیا - لیکن اس کا اظہار صرف خاص خاص دوستوں سے کیا - سلطان عبد المجید سابق سلطان ترکی سے خط وکتابت کی - اگرچہ ان کی طرف سے خط کا جواب آ گیا لیکن مسلمان ہونے کی سند نہ مل سکی - یہاں پولینڈ پہنچکر مسلمانوں کے مفتی سے ملا لیکن یہ حضرت بجائے اسلام کی خدمت کے کیتھولک مذہب کی خدمت کرتے ہیں - اس لئے یہاں سے برلن پہنچا - اور پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب سے ملاقات کی جنہوں نے مذہبی معلومات بہم پہنچانے میں بڑی مدد کی - میرے خاندانی حالات یہ ہیں کہ سولھویں صدی میں میرے آبا و اجداد ملک شام سے آئے تھے جو مسلمان تھے اور ہمارا خاندانی لقب حبّانی تھا - جو سسلی (صقلیہ) میں آ کر قبانی ہو گیا - یہاں آپ کی جماعت کے ممبر ڈاکٹر وسن سے مجھے بڑی مدد ملی - اور میں ان کے رسالہ میں مضامین بھی لکھا کرتا ہوں - لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں اسلام کی کوئی بڑی خدمت بجا لا سکوں - اس لئے آپ حضرات سے خط وکتابت شروع کی ہے - دو ڈالر چندہ ارسال ہے -

---

چندہ

جن دوستوں کا چندہ ماہ مئی میں ختم ہوتا ہے وہ براہ کرم جلد سے جلد اخبار کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں تا کہ وی پی میں بلاوجہ ۴ زائد نہ خرچ کرنے پڑیں - اگر تمام دوست اخبار کی قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ کیا کریں تو سینکڑوں روپیہ جو ہر سال ڈاک خانہ کی نذر ہو جاتا ہے وہ بچ رہے - (مینیجر)

تقدیر اور دُکھ سُکھ کا مسئلہ

تقدیر مبرم و تقدیر معلّق

اور ان کے متعلق قرآنی ہدایات

انسانی ترقی کیلئے ایک اعلیٰ ترین شاہراہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مظلہ)

کائنات کی ہر چیز کا مقصد و اندازہ

اس بات کا تو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر خدا نے اس کائنات کو کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو پھر اس کی ہر چیز کو بلکہ اس کے ہر ایک ذرہ کو کسی خاص مقصد و غرض حاصل کرنے کے لئے ایک خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کیا ہے۔ دیکھو جب کوئی شخص ایک چھوٹی سی گھڑی بناتا ہے اور اس کے بنانے میں اس کی ایک خاص غرض مدنظر ہوتی ہے۔ تو پھر اس کے ہر ایک کل پرزہ کو وہ کسی خاص مقصد کے لئے ایک خاص اندازہ کے ساتھ بناتا ہے اسی طرح اتنا بڑا کارخانہ کائنات عالم کا جب اللہ جلشانہ نے بنایا اور کسی خاص غرض کو مدنظر رکھکر بنایا تو پھر ہر ایک ذرہ ہر ایک چیز جو پیدا کی کسی خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کی۔

تقدیر اسی اندازہ کا نام ہے

اسی اندازہ کا نام تقدیر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے سبح اسم ربك الاعلى الذی خلق فسوّی۔ والذی قدّر فھدیٰ یعنے اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند و برتر ہے۔ جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا۔ اور جس نے اندازہ کیا۔ اور پھر ہر چیز کو اس کی پیدائش کی غرض کو حاصل کرنے کے لئے ایک خاص رستہ پر چلا دیا۔ یہاں صاف صاف فرما دیا۔ کہ ہر چیز کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے اندر ایسی ٹھیک ٹھاک ہے۔ کہ اس سے بہتر اس خاص غرض کے لئے پیدائش نہیں ہو سکتی۔ اور ہر چیز کو ایک خاص اندازہ سے پیدا کر کے اسے اپنے کام میں لگا یا ہے۔

تقدیر مبرم

یہی تقدیر ہے اور اسے مبرم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ یعنے خدا نے جو ہر ایک چیز کو ایک خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کیا ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی وہ اندازہ اٹل ہے۔

تدبیر کیا ہے

انسان کو دنیا میں جب خلافت الٰہیہ کے لئے پیدا کیا جیسا کہ انی جاعل فی الارض خلیفة سے ظاہر ہے تو اسے اخلاق الٰہیہ سے رنگین کیا۔ اور ادراک اور عقل ارادہ اور خود شناسی اور خود اختیاری دے کر اس قابل بنایا کہ وہ علم حاصل کرے۔ اور اسی کے مطابق عمل کرے اور اس علم و عمل کے ذریعہ تمام دنیا پر حکومت کرے۔ یہاں تک کہ ملائکہ کو جو مختلف عناصر اور قوتوں پر حکمران تھے۔ انسان کی فرمانبرداری کا حکم دیدیا۔ انسان اپنے ادراک اور عقل سے اپنے کرنے کے کاموں کو سوچتا۔ اور غور کرتا۔ اور کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تجویزیں اور سعی کرتا ہے اسے تدبیر کہتے ہیں۔

تقدیر و تدبیر کا باہمی تعلق

یوں سمجھو کہ جس طرح جناب الٰہی جب کسی چیز کو خلق کرنے لگتے ہیں تو اس کو کسی خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کرتے اور چلاتے ہیں اور اس اندازہ کا نام تقدیر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو جو اس کے لئے اندازہ لگاتا ہے اسے تدبیر کہتے ہیں۔ اس کا یہ اندازہ اسباب پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ جب کوئی مقصد اور نتیجہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے وہ ایک خاص اندازہ لگا کر اس کے مطابق اسباب کو تلاش کرتا ہے۔ اسباب کی اسی تلاش کا نام سعی ہے۔ جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔ لیس للانسان الا ماسعیٰ۔ کہ انسان کے لئے نہیں ہے مگر جو وہ سعی کرے گویا سعی کرنا اک فرض انسانی ہے۔ جس کے بغیر انسان نہ کوئی ترقی کر سکتا ہے اور نہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

انسان کی مقدرت و وسعت

اس تدبیر اور سعی کے سلسلہ میں جب انسان صحیح اسباب کو پالیتا ہے تو نتیجہ اس کے حسب منشا نکلتا ہے۔ اور جب اسے صحیح اسباب نہیں ملتے تو نتیجہ اس کے خلاف منشا نکلتا ہے بہرحال اسباب کو تلاش کرنا اور ان سے کام لے کر کسی نتیجہ پر پہنچ جانا انسان کی مقدرت اور وسعت کے اندر رکھا گیا ہے ورنہ انسان کا دنیا میں پیدا ہونا بے معنے ہوتا۔ اور اس کے عقل و شعور اور فہم و ادراک کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ اور خلافت الٰہیہ ایک مہمل بات ہوتی۔

تقدیر معلق

پس سلسلہ اسباب و نتائج میں ایک حد تک انسان کو دسترس حاصل ہونا یہ بھی پہلے سے جناب الٰہی نے اندازہ کر لیا تھا۔ اس نے ہر سبب پر جس سے انسان کام لیتا ہے۔ جو نتیجہ نکلتا ہے اس کا نام تقدیر معلق ہے۔ تقدیر معلق سے مراد ہے ایسی تقدیر جو ٹل سکے۔ مطلب یہ کہ جناب الٰہی نے پہلے ہی سے یہ اندازہ اور قاعدہ بنا دیا ہے کہ انسان جب کسی سبب سے کام لے گا تو اس کا نتیجہ ضرور نکلے گا۔ صحیح اسباب سے کام لے گا تو نتیجہ حسب منشا پائے گا غلط اسباب سے کام لے گا تو نتیجہ خلاف منشا نکلیگا۔ اس اندازہ کا نام تقدیر معلق ہے۔ اور اسی تقدیر معلق کے نیچے تمام سعی و عمل اور ترقیات انسانی کا ظہور ہے۔ اس تقدیر کو معلق اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس کا دار و مدار اور ٹل جانا انسان کی سعی اور اسباب کی کیفیت پر مبنی ہے مثلاً ایک مریض کا غلط علاج ہو رہا تھا وہ موت کی طرف جا رہا تھا اچانک صحیح علاج مل گیا۔ اور وہ مریض موت سے بچ گیا۔ تو یہ کہا جائے گا کہ اس کی موت ٹل گئی۔ ایک تقدیر یعنی جو اسباب کے ساتھ وابستہ تھی جب صحیح اسباب مل گئے تو وہ ٹل گئی۔ اگر غلط اسباب چلے چلتے تو وارد ہو جاتی۔

دکھ کا مسئلہ

تقدیر انسانی میں ایک مسئلہ انسان کے لئے بہت مشکل اور پیچیدہ رہا ہے۔ جو ہمیشہ اس کی ٹھوکر کا باعث ہوا ہے۔ اور جس کے نہ سمجھنے سے انسان کے ایمان۔ اعمال اور اخلاق پر بہت بہت برا اثر پڑا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ قرآن جو نوع انسان کے لئے ایک کامل اور مکمل ہدایت نامہ ہونے کا مدعی ہے اس مشکل کو بھی حل کرتا۔ وہ مسئلہ ہے دکھ کا۔ دکھ ایک ایسی چیز ہے جس کا اثر انسان کے دل و دماغ پر بڑا قوی پڑتا ہے۔ اور اسی لئے یہ وہ حالت ہے جس کا اثر انسان کے اخلاق پر بڑا زبردست پڑنا لازمی ہے۔

دکھ کے اثر سے انسان شیطان سے ولی بھی بن سکتا ہے اور دکھ کے اثر سے ہی انسان شیطان بھی بن سکتا ہے۔ دکھ ہی وہ چیز ہے جس میں انسان کے صبر اور استقامت، شجاعت اور دیانت راستبازی اور عصمت و عفت کے اخلاق بڑے زور اور سرعت سے نشو و نما پا سکتے ہیں۔ دکھ ہی وہ چیز ہے جس میں پڑ کر انسان پرلے درجہ کا بزدل اور نہایت مبتذل اور کمینہ اور شیطانی حرکات کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ خدا کی طرف سے انسان کو اس معاملہ میں ایسی ہدایات دی جائیں کہ انسان اس تقدیر کے جاری ہونے پر فائدہ اٹھاتا اور اخلاق میں ترقی کرتا اور تنزل نہ کرتا موت بھی دکھ کی ہی ایک شکل ہے لیکن چونکہ موت کے ساتھ اس دنیا کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اسی لئے اس کا ذکر خاص طور پر میں الگ کرنا چاہتا ہوں پہلے دکھ کو لے لو۔

دکھ کے دو سبب

قرآن نے دکھ کے دو سبب بتلائے ہیں۔ (۱) ایک تو وہ دکھ جو انسان اپنے ہاتھوں خود خریدتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔ جو مصیبت تم کو پہنچی وہ تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی تھی۔ (۲) دوسرے وہ دکھ جو خدا کے حکم سے پہنچتا ہے وما اصابکم من مصیبة فباذن اللہ۔ جو مصیبت تم کو پہنچی خدا کے حکم سے پہنچی

معلوم ہوا اگر کبھی مصیبت ہمارے ہی کرتوتوں سے ہمیں پہنچی ہے اور کبھی خدا کے حکم سے ہمیں پہنچتی ہے۔

اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہوا دکھ تقدیر معلق ہے

ظاہر ہے کہ جو دکھ ہمیں اپنے ہاتھوں پہنچتا ہے وہ تقدیر معلق ہے۔ جو بوجہ کمی علم اور نقص عمل کے ہم کو پہنچ جاتی ہے یعنے بعض دفعہ علم کی کمی کی وجہ سے ہم صحیح اسباب معلوم نہیں کر سکتے۔ جن کو کام میں لا کر ہم اپنے منشا کے مطابق فائدہ اٹھاتے اور دکھ سے بچ جاتے یا علم تو تھا لیکن ہمارے عمل میں نقص رہ گیا۔ اور ہم نے پوری کوشش ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی نہ کی اس لئے ہمیں تکلیف پہنچ گئی۔ اگر ہمارے علم میں یا عمل میں نقص نہ رہتا تو یہ تکلیف بھی ہمیں نہ پہنچتی۔ اور تقدیر ٹل جاتی۔ اس لئے اس کا علاج قرآن نے بتایا ہے۔ سعی اور دعا جیسا کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان کے لئے نہیں ہے مگر جو وہ سعی کرتا ہے۔ اور واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ کہ خدا سے مدد مانگو استقامت اور دعا کے ساتھ۔

زیادتی علم اور استقامت عمل کی سعی

سعی کس کام میں کرو؟ علم کو بڑھانے اور عمل میں استقامت دکھانے میں۔ علم کو بڑھانا اس لئے کہ تا صحیح اسباب کا پتہ لگ سکے جس سے حسب منشا نتائج حاصل ہو سکیں اور عمل پر استقامت اس لئے کہ جب تک صحیح اسباب پر استقامت کے ساتھ عمل نہ کیا جائے نتیجہ مفقود رہے گا۔ دعا بھی انہی دونوں مقاصد کے حصول کے لئے ہے یعنے علم کے بڑھنے اور سعی میں استقامت پیدا کرنے کے لئے خدا کی اعانت کا طلب کرنا۔ یعنی انسان جو صحیح اسباب کی جستجو کرتا ہے تو اللہ تعالے بھی اس جستجو میں اس کی مدد کرے اور انسان جو اسباب سے کام لیتا ہے تو خدا بھی اس کی اس سعی میں مدد کرے اور اس کے استقامت میں فرق نہ آنے دے۔ جیسا کہ قل رب زدنی علما اور اهدنا الصراط المستقیم سے ظاہر ہے ایک طرف تو علم کے بڑھنے کے لئے دعا ہے۔ تو دوسری طرف صحیح اسباب اور سیدھے رستہ پر ڈال کر اس پر استقامت طلب کی ہے یہاں تک کہ منزل مقصود پر انسان جا پہنچے۔

خدا کا بھیجا ہوا دکھ تقدیر مبرم ہے

دوسرا وہ دکھ ہے جو خدا کی طرف سے انسان کو پہنچتا ہے۔ یہ تقدیر مبرم ہے۔ یہاں سعی اور دعا کوئی چیز کارگر نہیں ہوتی۔ خدا کا اندازہ پہلے سے چلا آتا ہے جو اٹل ہے۔ اس موقعہ پر انسان کیا کرے۔ وہ بھی سن لو فرماتے ہیں۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون۔ اولئک علیهم صلوٰت من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون۔ اور بے شک ہم آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور صبر کرنیوالوں کو خوشخبری دیدے ان لوگوں کو جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہہ اٹھتے ہیں بے شک ہم تو اللہ کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے درود اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پا گئے۔ اور منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ گویا ایسی صورت میں خدا کی تقدیر کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کا حکم ہے۔ اور خدا سے سچی صلح اور راضی رہنے کا حکم ہے تا اس پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہو اور ایسا آدمی ہدایت پا گیا۔ یعنے جو دکھ کے نزول کا تھا کہ اس کے اخلاق ترقی کریں اور منازل سلوک طے ہوں وہ حاصل ہو گیا۔ اور انہوں نے منزل مقصود کو پا لیا۔

تقدیر معلق ومبرم سے نفع کسطرح اٹھایا جائے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی دکھ آوے تو یہ پتہ کس طرح چلے کہ یہ تقدیر معلق ہے یا مبرم۔ خدا کی مشیت اور تقدیر کا پتہ انسان کا علم ناقص تو نہیں کر سکتا۔ یہ تو اب غیب کی بات ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے یا مبرم۔ دعا اور سعی سے کام لیا جائے یا نہ لیا جائے۔

سو اس کے لئے قرآن نے جو انسان کو راہ بتائی ہے وہ یہی ہے کہ دنیا میں ہر ایک کام جس کے لئے انسان سعی کر سکتا ہے اسے وہ تقدیر معلق ہی فرض کرے۔ اور اس کے لئے حتے المقدور سعی اور دعا کرے تاکہ تقدیر معلق ہونے کی صورت میں وہ فائدہ اٹھائے اور اس سعی کے نتیجہ میں اگر ناکامی ہو تو اس وقت اسے تقدیر مبرم سمجھے اور خدا کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ دوسرے لفظوں میں ہر کام کے شروع میں جس میں سعی کرنا فرض انسانی ہے اسے تقدیر معلق سمجھا جائے۔ کہ کامیابی اسی طریق سے وابستہ ہے اور ہر سعی کے نتیجہ نکلنے کے وقت اگر وہ نتیجہ ہمارے حسب منشا نہیں تو اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے۔ کہ دل و دماغ کی تسکین و طمانیت اسی طریق سے وابستہ ہے۔

شروع میں تقدیر کو مبرم سمجھنے کا نتیجہ

اگر شروع ہی میں تقدیر کو مبرم فرض کر لیا جائے اور سعی اور دعا سے غفلت کی جائے تو بالکل ممکن ہے کہ وہ تقدیر معلق ہو اور سعی اور دعا سے ٹل سکتی ہو اور اس طرح ناحق کا دکھ اور نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور سعی کے نتیجہ پر اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ تقدیر معلق تھی اور ہماری سعی کی کمی سے ہمیں دکھ پہنچ گیا تو پھر اس وقت سوائے اس کے کہ ایک جلن اور غم ناقابل برداشت پیدا ہو اس کا کچھ فائدہ نہیں ہاں یہ سچ ہے کہ سعی پوری طرح کی گئی ہو۔ اگر سعی ہی نہ کی گئی ہو اور کوئی دکھ پہنچ جائے تو پھر وہ سوال ہی دوسرا ہے۔ اس وقت تو دکھ بطور سزا کے اس پر وارد سمجھا جائے گا۔ لیکن سعی اور دعا کے باوجود اگر نتیجہ حسب منشا نہیں نکلا تو پھر اس وقت ایک ہی طریق سکینت قلب کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے اور خدا کی تقدیر سے راضی ہو جائے۔

تقدیر معلق کے مبرم ہونے کی وجہ

یہ سچ ہے کہ ممکن ہے وہ تقدیر معلق ہی ہو۔ اور بندہ کی سعی کی کمی کی ہی وجہ سے دکھ پہنچ گیا ہو۔ لیکن چونکہ وہ بندہ بقدر اپنے علم اور استطاعت کے سعی اور دعا کر چکا اس لئے اس کے لئے وہ تقدیر مبرم ہی کا حکم رکھتی ہے۔ اور اسے وہی ثواب اور درجات ملیں گے جو تقدیر مبرم کے جاری ہونے اور بندہ کے رضا بالقضا ہو جانے پر ملتے ہیں۔ یہیں سے بعض اولیاء کو یہ غلطی لگی ہے جو انہوں نے سمجھ لیا کہ تقدیر مبرم بھی ٹل سکتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تقدیر مبرم وہی ہے جو ٹل نہیں سکتی ہے۔ جو ٹل گئی وہ تقدیر معلق ہے۔ بات یہ ہے کہ جس انتہائی مقام تک اولیاء نے اپنی دعا کو پہنچایا وہاں تک دوسرے آدمی کی دعا پہنچ نہ سکتی تھی۔ اس لئے وہ تقدیر جو ایک مقرب الٰہی کی دعا سے ٹل گئی وہ دراصل تھی تو تقدیر معلق مگر دوسرے بندہ کے لئے تقدیر مبرم تھی کیونکہ اس کی دعا سے ٹل نہ سکتی تھی۔ اس لئے بہت سی تکالیف جو بظاہر تقدیر مبرم نظر آتی ہیں یعنے ٹلتی نظر نہیں آتیں درحقیقت تقدیر معلق ہوتی ہیں۔ چونکہ سعی اور دعا ان میں اس انتہائی مقام تک نہیں پہنچتی جہاں پہنچ جانے سے وہ تقدیر ٹل جاتی اس لئے وہ تقدیر وارد ہو جاتی ہے

تقدیر معلق کے وارد ہونے پر مبرم کا ثواب

لیکن چونکہ وہ بندہ جو سعی اور دعا کر رہا تھا بقدر اپنے علم اور استطاعت کے اپنی طرف سے سعی اور دعا میں پورا زور لگا چکا۔ اس لئے اس کے لئے وہ تقدیر معلق تقدیر مبرم ہی کا حکم رکھتی ہے اور اس لئے نتیجہ کے وقت اس کے صبر اور تسلیم پر وہی ثواب [illegible] اور رحمت و برکات کا نزول ہوگا جس کا تقدیر مبرم کے نزول کے وقت اور اس سے راضی رہنے پر وعدہ الٰہی ہے۔

مایوسی مومن کا کام نہیں

پس کلام کے شروع میں جو لا ییئس من روح الله الا القوم الکافرون کا ارشاد فرمایا کہ مومن کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ اسی لئے فرمایا کہ شروع ہی سے تقدیر مبرم سمجھ کر مایوس ہو جانا اور ہاتھ پاؤں چھوڑ کر دعا اور سعی سے کام نہ لینا یہ شیوہ کفار کا ہے۔ مومن کا نہیں۔ اور باوجود سعی و دعا کے مالوں اور جانوں کے نقصان پر صبر کرنا موجب اجر و رحمت بتایا۔ اسی وجہ سے کہ انسان بقدر اپنے علم اور استطاعت کے اپنا فرض ادا کر چکا۔ پس چاہیے کہ مومن سعی اور دعا کر کے نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے۔ اگر نتیجہ حسب منشا نکل آیا تو تقدیر معلق تھی جسے خدا نے اپنی مغفرت اور رحمت و فضل سے ٹال دیا۔ اور حسب منشا نہ نکلا تو کم از کم اس بندہ کے لئے تو وہ تقدیر مبرم تھی۔ جس کے لئے وہ اپنے رب سے اجر کا امیدوار ہے۔

موت تقدیر مبرم ہے

یہی معاملہ انسان کی موت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب پیدا کیا تو اس کی ایک عمر مقرر کی جسے اجل مسمیٰ سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنے ایک وقت مقرر۔ یہ تقدیر مبرم ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ انسان پیدا ہوتا ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ بوڑھا ہوتا ہے۔ اور ومن نعمره ننکسه فی الخلق کے ماتحت گھٹتا گھٹتا آخر کار اپنا وقت ختم کر جاتا ہے۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی نے کسی کی عمر کم رکھی ہے کسی کی زیادہ۔ مثلاً کسی کو عمر ۱۰۰ سال وقت دیا گیا ہے تو کسی کو ۲۰ سال کا۔ غرضیکہ جو وقت ابتدا سے مشیت الٰہی نے اپنے اندازہ سے ایک شخص کے لئے مقرر کر دیا ہے وہ اٹل ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ولن یؤخر الله نفسا اذا جاء اجلها۔ جب ایک شخص کا وقت مقرر آ گیا تو پھر اللہ تعالے اس میں تاخیر نہیں ڈالتا۔ یہ تقدیر مبرم ہے

وقت سے پہلے موت تقدیر معلق ہے

لیکن کبھی موت انسان پر وقت سے پہلے بطور تقدیر معلق کے آ جاتی ہے۔ یعنے انسان سے ایسی غلط کاریاں ہوتی ہیں۔ کہ وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے اپنی موت بلا لیتا ہے۔ خواہ یہ غلط کاریاں بد پرہیزیوں کے رنگ میں ہوں جس سے جسمانی صحت برباد ہو جائے یا روحانی خرابیوں اور گندگیوں اور بداخلاقیوں کی وجہ سے ہو۔ اسی کو قرآن نے اس طرح فرمایا ہے وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمره الا فی کتاب۔ (سورہ فاطر) کوئی شخص بڑی عمر کو نہیں پہنچتا۔ اور اس کی عمر میں سے کم نہیں کیا جاتا ہے مگر وہ کتاب میں ہے۔ یہاں کتاب سے مراد تقدیر ہے۔ یہاں عمر کے متعلق دو باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی شخص کا اپنی لمبی عمر کو پہنچ جانا اور اپنا پورا وقت لے لینا جتنی اس کی لکھی ہوئی تھی، یہ تو تقدیر مبرم ہے۔ اور دوسری یہ کہ کبھی انسان کی عمر کم بھی ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہ بھی کتاب میں ہے یعنے تقدیر میں ہے لیکن یہ تقدیر معلق ہے۔ کیونکہ انسان کی اپنی ظاہری یا باطنی بد پرہیزی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس کا کتاب میں ہونا اسی رنگ میں ہوتا ہے۔

کہ انسان کے اعمال اور اسباب پر بطور نتیجہ کے وارد ہو جانا یہ خدا کا قانون ہے جو لکھا ہوا ہے۔ اگر وہ اسباب دور ہو جائیں جن سے یہ تقدیر وارد ہونے والی ہے تو وہ تقدیر بھی ٹل جائے گی۔ اسی بات کو سورۂ ہود میں کفار کو مخاطب کرکے فرمایا۔ ان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعاً حسناً الی اجل مسمی و یوت کل ذی فضل فضلہ وان تولوا فانی اخاف علیکم عذاب یوم کبیر۔ یعنے اپنے رب کے حضور میں استغفار کرو۔ اور اس کی طرف رجوع کرو۔ تو تمہیں وقت مقرر تک دنیا میں اچھی طرح رسائے جائے گا۔ اور اگر تم منہ موڑ دوگے تو میں ڈرتا ہوں۔ کہ تم پر ایک بڑے سخت دن کا عذاب نازل ہوگا" یہاں دونوں تقدیریں صاف نظر آ رہی ہیں۔ ایک تو عمر مقرر شدہ ہے جو تقدیر مبرم ہے۔ اور جسے اجل مسمی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ اور جو اٹل ہے۔ اور دوسری تقدیر معلق جو ان لوگوں کے بد اعمال کی وجہ سے موت کی شکل میں وارد ہونے لگی تھی اور جس کے متعلق یہ وعدہ فرمایا کہ اگر اپنی بد اعمالیاں چھوڑ دو گے اور استغفار کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس تقدیر کو ٹال دے گا۔ اور وقت مقررہ تک تمہیں دنیا میں رہنے دے گا۔ گویا جو موت عذاب کے رنگ میں آتی ہے۔ وہ تقدیر معلق ہوتی ہے۔ جو ٹل سکتی ہے۔

موت کو تقدیر معلق سمجھنا چاہئے

پس یہاں بھی وہی سوال درپیش ہوتا ہے کہ کس طرح پتہ لگے کہ کسی شخص پر جو موت وارد ہوئی یہ تقدیر معلق تھی یا تقدیر مبرم موت بھی دکھ کی ہی ایک قسم ہے اس لئے وہی اصول یہاں بھی چلے گا یعنے موت وارد ہونے سے پہلے ہمیشہ اسے تقدیر معلق سمجھا جائے گا۔ اور موت سے بچنے کے لئے جو بھی تدبیر ممکن ہو کی جائے گی۔ سعی سے بھی اور دعا سے بھی اور جب موت وارد ہوگئی تو پھر اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے گا۔ چونکہ میں اس پر مفصل بحث کر آیا ہوں اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قربانی اور ایثار کا نتیجہ تقدیر مبرم ہے

لیکن ایک بات خصوصیت سے ذکر کرنے کے قابل ہے جو وہاں ذکر کرنے سے رہ گئی وہ یہ کہ بعض دفعہ انسان کی ڈیوٹی اسے بلاتی ہے۔ اور اسے جان بوجھ کر ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے مشکلات میں پڑنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ بعض دفعہ موت بھی ہوتا ہے آیا اس صورت میں دکھ یا موت سے اپنی جان کی حفاظت کے لئے بھاگ جانا چاہیئے یا موت کی پروا نہ کرتے ہوئے قربانی اور ایثار کا نمونہ دکھانا چاہیئے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ قربانی اور ایثار کے وقت دکھ یا موت کو کیا سمجھا جائے؟ تقدیر معلق یا تقدیر مبرم۔ قرآن نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جو اپنی ڈیوٹی ادا کرتا ہوا مصیبت میں پڑے یا مارا جائے وہ اس کے لئے تقدیر مبرم ہوتی ہے نہ کہ معلق۔ گویا یہاں مطمح نظر کو بدل دیا اسے بتایا ہے کہ جسے فرض انسانی یا ڈیوٹی مصیبت یا موت کے منہ میں بلا رہی ہے۔ اسے اپنی مصیبت یا موت کے متعلق یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ مجھے دکھ یا موت نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک وہ مبرم نہ ہوگی۔ اگر میں اپنی ڈیوٹی ادا کرتا ہوا مصیبت میں پڑ گیا یا مارا گیا تو سمجھونگا کہ تقدیر مبرم تھی جو اٹل ہوا کرتی ہے چنانچہ قرآن نے ایک جنگ کے موقعہ پر یہی ارشاد فرمایا ہے یقولون لوکان من الامر شیء ما قتلنا ھٰھنا قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل فی مضاجعھم کہتے ہیں کہ اگر ہمارا اختیار اس معاملہ میں ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے کہہ دے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن پر مارا جانا لکھا گیا تھا وہ خود گھروں سے نکل کر اپنے پچھڑنے کی جگہ آ موجود ہوتے۔ قابل غور ہے کہ کس قدر مطمح نظر کو یہاں بدلا ہے۔ ایک طرف قرآن چاہتا ہے کہ انسان کبھی اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ جیسا کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ سے ظاہر ہے۔ (کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) مطلب یہ کہ موت کو ہمیشہ تقدیر معلق سمجھنا چاہیئے اور موت سے بچنے کے لئے پوری پوری سعی کرنی چاہیئے۔ اور تمام ان اسباب سے کام لینا چاہیئے جن سے انسان موت سے محفوظ رہے۔ یہ بنیاد ہے تمام حفظان صحت اور حفاظت جسمانی و روحانی کی۔ لیکن جب قربانی اور ایثار کا وقت آوے اس وقت بھی اگر یہی مطمح نظر سامنے رہے گا تو انسان پرلے درجہ کا بزدل بن جائے گا۔ اور وہ کوئی قربانی نہیں کر سکتا جو بنا ہے تمام قومی اور دینی ترقیات کی۔ اس لئے وہاں مطمح نظر بالکل کو بدل ڈالا۔ اور اس وقت کے لئے یہ ہدایت دی۔ کہ ادائیگی فرض اور قربانی و ایثار کے وقت دکھ اور موت کو ہمیشہ تقدیر مبرم سمجھو اور دل میں مطمئن رہو کہ ادائیگی فرض کے وقت جو موت آئے گی وہ تقدیر مبرم ہوگی۔ تقدیر معلق نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ایسے بہادری کے موقع پر یہ خطرہ تمہارے دل کے قریب بھی نہ آنے پائے۔ کہ کہیں میں مر نہ جاؤں۔ فرمایا ایسے موقعوں پر خدا کی طرف سے کبھی تم پر موت وارد نہیں ہوگی۔ جب تک وہ تقدیر مبرم نہ ہو۔ گویا قربانی اور ایثار ایسے اعلے درجہ کے اعمال ہیں کہ ان کا نتیجہ موت یا دکھ بطور تقدیر معلق کے کبھی وارد نہیں ہو سکتے۔ اگر وارد ہوں گے تو وہ تقدیر مبرم کے رنگ میں ہونگے۔ جو کبھی ٹل نہیں سکتی خواہ قربانی کرو یا نہ کرو۔ پس ان مواقع پر بے خطر اپنے فرض اور ڈیوٹی کو ادا کرو۔ اور موت یا دکھ سے ہرگز نہ ڈرو۔ یہ بنیاد ہے تمام ان بہادریوں اور قربانیوں کی جو مسلمانوں نے خدا کی راہ میں دکھلائیں۔

خلاصہ بحث

تقدیر تو ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک کامل مذہب کا کام تھا کہ انسان کو ایسی ہدایات دیتا کہ اس سے بہتر سے بہتر رنگ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا۔ اس لئے قرآن نے کیسی خوبصورت اور پاکیزہ مفید ہدایات دی ہیں جن پر انسان کا سارا سکھ اور تمام ترقیات ظاہری و باطنی مبنی ہیں۔ مختصراً پھر عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) ہر ایک کام جس میں انسان سعی کر سکتا ہے جب شروع کیا جائے تو اس کے نتیجہ کو ہمیشہ تقدیر معلق سمجھا جائے۔ لہذا اس کے لئے پوری پوری سعی اور دعا سے کام لیا جائے۔ یہی ساری کامیابیوں اور ترقیوں کی بنیاد ہے۔ اس لئے یہی طریق ہے جس سے انسان نفع میں رہتا ہے۔

(۲) اگر اس سعی اور دعا کا نتیجہ اپنے حسب منشا نہ نکلے تو اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے۔ اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرتے خدا کی تقدیر سے راضی ہو جائے۔ یہی طریق ہے جس سے انسان کے قلب کو سکنیت ملتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کا نزول اس پر ہوتا ہے۔ اس لئے نفع کی یہی راہ ہے۔

(۳) انسان کے لئے اس کی عمر کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت پورا ہو جاتا ہے۔ تو موت آ جاتی ہے۔ جو تقدیر مبرم ہوتی ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

(۴) لیکن انسان اپنی جسمانی بد پرہیزیوں اور روحانی بد اعمالیوں کی وجہ سے کبھی اپنی موت کو قبل از وقت بھی لے آتا ہے جو تقدیر معلق ہوتی ہے۔ اور جو صحیح طریق علاج اور حفاظت سے یعنے سعی اور دعا سے ٹل سکتی ہے۔ یہی طریق زندگی قائم رکھنے کا ہے۔

(۵) عام طور پر موت کو ہمیشہ تقدیر معلق سمجھنا چاہیئے۔ اور اس لئے موت سے بچنے کے لئے حفاظت اور علاج یعنے سعی اور دعا سے پوری طرح کام لینا چاہیئے لیکن اگر با ایں ہمہ موت وارد ہو جائے تو پھر اسے تقدیر مبرم سمجھنا چاہیئے یہی طریق سکنیت قلب اور نفع ظاہری و باطنی کا ہے۔

(۶) لیکن قربانی اور ایثار کے موقع پر جہاں فرض انسانی اور ڈیوٹی اس بات کے لئے متقاضی ہے کہ انسان اپنے تئیں خطرہ میں ڈال دے۔ وہاں ایسا انسان دل میں اچھی طرح سمجھ لے کہ ایسے موقعوں پر جو تکلیف پہنچتی یا موت وارد ہوتی ہے وہ ہمیشہ تقدیر مبرم ہوتی ہے کبھی تقدیر معلق نہیں ہوتی پس بے خوف و خطر بغیر کسی موت کے ڈر کے انسان اپنی ڈیوٹی ادا کرے ایسے موقعوں پر خدا کی طرف سے کبھی اس پر موت نہیں آئے گی۔ جب تک تقدیر مبرم ہی نہیں۔ اور اگر تقدیر مبرم کے رنگ میں موت آ گئی ہے تو پھر خواہ وہ اپنے آپ کو ایثار اور قربانی کے رنگ میں خطرہ میں ڈالے یا نہ ڈالے موت تو اس پر آ کر رہے گی لہذا قربانی اور ایثار کے وقت ایسی موت یا دکھ کا کوئی خطرہ نہیں جو کبھی بغیر تقدیر مبرم کے انسان کے اپنے ہاتھوں سے اس پر آیا کرتے ہیں۔ یہ وہ طریق ہے جس سے بے مثال بہادری اور سچی قربانی کی روح انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ کیا مذکورہ بالا طریقوں سے بہتر کوئی طریق تقدیر الٰہی سے فائدہ اٹھانے کا انسانی ذہن تصور کر سکتا ہے۔ پھر کتنا احسان ہے قرآن کا جس نے انسان کو تقدیر کے معاملہ میں ایسے اعلیٰ اور اکمل رنگ میں صراط مستقیم پر ڈالا۔

انگلستان میں داڑھی بڑھانے کا جدید شوق

انگلستان میں دن بدن بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے کہ نوجوان نے اپنی داڑھیاں بڑھانی شروع کر دی ہیں۔ ایک نوجوان جو داڑھی بڑھانے کا زبردست حامی ہے کہتا ہے کہ میں چند روز میں داڑھیوں کے معاملہ میں ماہر ہو جاؤں گا۔ گذشتہ پانچ سال کے عرصہ میں میں نے چار داڑھیاں بڑھوائی ہیں۔ اور پانچویں داڑھی میری ہے جو برابر ترقی کر رہی ہے۔

اخبار سنڈے ڈسپیچ میں آنریبل بینارڈ ڈٹریوائل لکھتے ہیں کہ داڑھی بڑھانے کے دلائل میرے نزدیک حسب ذیل ہیں۔

(۱) داڑھی بڑھانے سے تمام لوگوں کی (خواہ وہ کسی عمر کے ہوں) عزت ہوتی ہے۔

(۲) داڑھی کے باعث کوئی شخص داڑھی والے کو ذرا مشتبہ نہیں کر سکتا۔ اور اس کا چہرہ شناخت کر لیا جاتا ہے۔

(۳) داڑھی رکھنے سے ہر شخص اپنی قومیت تبدیل کر سکتا ہے اور ناشائستہ حالت سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

(۴) روزانہ دو دفعہ داڑھی درست کرنے سے انسان پشت در پشت سے آزادی اور اطمینان کی طرف ترقی کر سکتا ہے۔

(۵) داڑھی رکھنے سے عورتوں کے پھندوں سے نجات ملیگی۔

(۶) انگلستان کے باشندوں کے لئے داڑھی کا رکھنا نہایت مناسب ہے۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ انگلستان اپنی عظمت کا دعویدار

آئندہ یوم النبی کی تقریروں کے تراجم

جرمنی مصر اور ہندوستان کے بہترین علماء کے نتائج افکار

وابستگان سیرت النبی کی خدمت میں کام کی تنظیم کے متعلق ایک لفظ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس سال سیرت کی تین تقریریں شائع کی جا رہی ہیں جن کے متعلق تکمیل پذیر ہو چکے اور ناقابل تکمیل کاموں کی تفصیل مناسب ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی کی تقریر

یہ تقریر مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے اور اس لئے صرف تبلیغ اسلام کی زبانوں میں شائع کی جائے گی۔ اس وقت تک اردو۔ انگریزی وغیرہ کی ہندی۔ سندھی۔ گجراتی۔ تامل۔ ملیالم کنٹری۔ فرنچ۔ عربی۔ فارسی پشتو۔ ترکی بنگالی چودہ زبانوں کے تراجم اور اشاعت کا انتظام ہو چکا ہے بنگال۔ سوامی۔ اور ملائی کے ترجمہ واشاعت کا انتظام ابھی ہوا ہے میں واضح کر دوں کہ تقریر سیرت کے ترجمے شائع کرنے والے اداروں کو انتظام خود کرنا پڑتا ہے۔ مگر مالی نقصان کچھ نہیں ہوتا۔ انہیں تقریر کا ترجمہ شائع کر کے اخراجات کے مطابق قیمت کا اعلان کر دینا چاہئے۔ ہر قوم و ملک میں بے شمار ایسے مسلمان موجود ہیں جو ان تراجم کی ہزار ہا کاپیاں قیمتاً خرید سکتے ہیں اور تو اب اور اشاعت اسلام کی نیت سے یوم میلاد پر مفت تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح اخراجات اشاعت بھی ہو جاتے ہیں اور انتظام کرنے والے ادارہ کو کچھ بچ بھی رہتا ہے۔ بہرحال تقریر سیرت کے تراجم کی اشاعت ایک نفع آور چیز ہے۔ اور اس میں دینی و دنیوی دونوں قسم کے بے شمار فوائد ہیں بنگال۔ افریقہ اور ملایا کی اسلامی انجمنیں اور دردمند مسلمان جو مقامی زبانوں میں تقریر سیرت کی اشاعت کا انتظام فرما سکیں۔ اپنے ارادہ سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

علامہ سید رشید رضا مصری کی تقریر

یہ تقریر غیر مسلموں کے لئے جو مشرقی دنیا میں آباد ہیں مخصوص کر دی گئی ہے۔ اصل تقریر عربی میں ہے۔ انگریزی ترجمہ ایک مصری فاضل نے کیا ہے۔ اس میں سیرت نبوی کا خلاصہ۔ دعوت اسلام کی حقیقت اور شرعی احکام اور ان کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ ایسی بلند اور پر معارف تقریر کبھی یوم النبی کی تاریخ میں شائع نہیں ہوئی۔ اس میں رسول اللہ صلعم کی قوم اور قبیلے کے متعلق ایسے بصیرت افروز انداز میں بحث کی گئی ہے جس سے ہندوستان کی موجودہ کتب سیرت بالکل خالی ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ یہ مختصر تقریر واقعات سیرت کا اعادہ ہی نہیں بلکہ علم سیرت میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ اس تقریر کو اردو۔ گورمکھی۔ برمی۔ مرہٹی۔ اڑیا۔ ہندی۔ تامل۔ کنٹری۔ اور فرنچ کل دس زبانوں میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اگر مبلغین سیرت پسند کریں تو تراجم کی تعداد میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اڑیا۔ اور بنگلہ کا تا حال انتظام نہیں ہوا۔ کیا بنگال اور بہار کی اسلامی مجالس اور سیرت کمیٹیاں اس طرف توجہ فرمائیں گی؟

ڈاکٹر حمید مارکوس (جرمنی) کی تقریر

علامہ حمید مارکوس پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایک ممتاز نو مسلم ہیں۔ اشاعت اسلام سوسائٹی برلن کے صدر ہیں۔ آپ کی تقریر کا عنوان ہے "محمد عربی کا پیغام باشندگان یورپ کے نام"۔ یہ تقریر یورپ اور امریکہ کے غیر مسلموں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اصل تقریر جرمن میں ہو گی۔ انگریزی ترجمہ ڈاکٹر صاحب کی نگرانی میں تیار کرایا گیا ہے۔ فرانسیسی ترجمہ کا

انتظام بھی ہو چکا ہے۔ جاپانی۔ ڈچ۔ ہنگرین۔ روسی ہسپانوی۔ اور اطالوی کل پانچ زبانوں کا اور انتظام ہو جائے تو پھر بڑی آسانی سے تمام مغربی دنیا میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رحمت کی گونج پیدا ہو سکے گی گذارش کیا جا چکا ہے کہ یوم النبی کی بنیاد تحریک دنیائے اسلام کے سہ عربی ۳ جاوی ۲۷ فارسی ۴ چینی ۷ افریقی ۱۲ ترکی ۳ روسی اور ۹ یورپین اخبارات کو بغرض اشاعت بھیجی گئی ہے جیسے اعلان شائع ہو گا تو توقع ہے کہ مغربی ممالک کے مسلمان خود بھی اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یورپ کے تمام ممالک کی زبانوں میں تقریر کے ترجمہ کا انتظام ہو جائے۔ لیکن جب تک دونوں کے ساتھ یہ امر طے نہ ہو جائے ہندوستان کی تبلیغی انجمنوں اور دردمند مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مذکورۃ بالا پانچوں زبانوں کے تراجم کی اشاعت کا بیڑا اٹھائیں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ ایک ایک تبلیغی یا تعلیمی انجمن اپنی سہولت کے مطابق ایک ایک زبان کی اشاعت اور مفت تقسیم کا ذمہ لے۔ اور اس سال تقسیم عمل کے اصول کے ماتحت اسلامی ہندوستان کی متحدہ کوشش سے اس بڑی مہم کو سر انجام دیا جائے۔ آئندہ سال تک غالباً ہر ایک ملک میں مقامی طور پر انتظام ہو جائیگا۔ اور وہ انجمنیں جو اس سال اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں گی۔ قدرتی طور پر اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جائیں گی۔

ڈاکٹر حمید مارکوس کی تقریر کے انگریزی مترجم۔ اور جرمن تراجم دفتر اشاعت سیرت بھی شائع کر رہا ہے۔ یہ زبانیں اس وقت نصف سے زیادہ یورپ اور امریکہ پر حاوی ہیں۔ چونکہ مغربی دنیا میں طباعت و اشاعت کا معیار اس قدر بلند ہو چکا ہے کہ وہاں کا معمولی آدمی ہمارے ہاں کے اچھے چھپے ہوئے رسائل پڑھنا بھی نہیں سکتا۔ اس لئے اگر ہم باشندگان یورپ و امریکہ کو عزت و اطمینان کے ساتھ مطالعہ سیرت نبوی کا موقعہ بہم پہنچانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے دو چیزیں ضروری ہوں گی۔ اول یہ کہ تقریر کی طباعت اور کاغذ بہترین ہو۔ دوم یہ کہ یہ تقریریں یورپ اور امریکہ کے ہر ایک ملک میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں ارسال کی جائیں تاکہ حضور سرور عالم صلعم کی ذات پاک کے متعلق وہاں کے مردوں عورتوں اور طالب علموں کی معلومات میں اضافہ ہو اور ان کے دل میں قریب ترین راستے سے سرکار دو عالم کی عظمت وشان اور دین حق کی صداقت اور برتری کا احساس پیدا ہو سکے۔

ہر مسلمان کام کرے

میں ہر ایک مسلمان سے حق محبت اسلام اور حق محبت رسول صلعم کے نام پر استدعا کروں گا کہ وہ خلوص اور سنجیدگی سے تحریک سیرت

جرمنی میں اسلام

ایک معترض کو دنداں شکن جواب

دہلی کے اخبار "الامان" میں کسی صاحب مسٹر حبیب الرحمن نے جرمنی میں تبلیغ اسلام پر ایک مضمون لکھا تھا جس میں منجملہ اور باتوں کے جرمن مشن پر چند اعتراضات کئے تھے۔ جن کا جواب اسی وقت خاں صاحب محمد منظور الٰہی جائنٹ سکرٹری انجمن نے لکھ کر بھیجدیا تھا لیکن کئی ہفتے گزر جانے کے باوجود وہ اب تک نہیں چھپا لہذا اس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ (مدیر)

آپ کے اخبار ۱۹ مارچ ۳۲ء میں مسٹر حبیب الرحمن صاحب نے جرمنی میں تبلیغ اسلام کے مضمون پر ایک مقالہ لکھا ہے چونکہ اس ضمن میں ہماری جماعت کا ذکر بھی آگیا ہے۔ اس لئے اس مضمون سے جو غلط فہمی ہماری جماعت کی نسبت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس پر مختصر سی روشنی ڈالنی ضروری ہے

انجمن اسلامیہ برلن کے ٹوٹنے کے اسباب

موصوف نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ انجمن اسلامیہ اپنے مصارف برداشت نہ کر سکنے کے باعث توڑ دی گئی جب ان کے خیال میں ہماری جماعت کے علاوہ جس قدر مسلمان تھے خواہ وہ کسی قوم اور ملک کے ہوں اس میں ممبر بن گئے تھے اور کام بھی یہ مفید کر رہی تھی تو پھر ہماری جماعت کا جس کا صرف ایک ہی نمائندہ برلن میں رہتا ہے اس کے ٹوٹنے میں کیا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمان خواہ ہند میں ہوں یا کسی غیر ملک میں باہمی رواداری سے کام نہیں لیتے بلکہ ذرا ذرا سے اختلاف پر آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی تخریب کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے قومی کاموں کو نقصان پہنچتا ہے اگر کہیں ایسی صورت پیش نہ آئے تو ان کا جوش چند سال کے بعد خود ہی سرد ہو جاتا ہے۔ اور جو قومی کام انہوں نے بڑے جوش سے شروع کیا ہوتا ہے ان کی لاپروائی اور جوش کے سرد پڑ جانے کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے۔ خود ہندوستان میں ایسی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ ہجرت۔ خلافت۔ خدام الحرمین، خدام کعبہ۔ کئی آل انڈیا تحریکات کارکنوں کی سرد مہری اور لاپروائی سے سرد پڑ گئیں۔ انجمن اسلامیہ برلن کے ٹوٹنے کی خاص وجہ بھی کارکنوں اور ممبروں کی لاپروائی ہے نہ کہ جماعت احمدیہ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جرمنی اور دیگر ممالک یورپ میں مختلف ممالک کے مختلف الخیال سیاسی لوگ جمع رہتے ہیں وہ اپنی وقتی ٹولے لئے مختلف ناموں سے سوسائٹیاں بناتے رہتے ہیں۔ جن کی پشت پر کسی قوم کی طاقت نہیں ہوتی۔ اس لئے بانی سوسائٹی کی علیحدگی یا بے پروائی کی وجہ سے ان کا ٹوٹ جانا یقینی ہے۔

مسجد برلن میں نماز سے نقصان؟

اتنے تعلیم یافتہ مسلمان ایک تعلیم یافتہ ملک میں اپنے بھائی یعنے امام مسجد کی اتنی غلطی برداشت نہ کر سکے۔ کہ اس نے یا کسی اخبار والے نے یہ لکھدیا کہ جو مسلمان مسجد میں جمع ہوئے تھے۔ وہ جماعت احمدیہ کے مدد یا ممبر نہ تھے۔ بس اسی پر احمدی جماعت کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے ایک نقصان ہوا اور مسلمانوں نے اس قسم کا اتعاون جائز نہ سمجھا اور شاہ امان اللہ خاں کو بھی ورغلا کر مسجد کا دعوت نامہ قبول کر لینے سے روک دیا۔

مسجد ولنس ڈارف اور مسلمان

اسی ذہنیت کے مسلمان وہاں موجود تھے جو مسجد "ولنس ڈارف" کو جس میں ۱۹۲۸ء تک عیدین پڑھتے رہے۔ مرمت تک نہ کرا سکے یہانتک کہ بوسیدگی کی وجہ سے حکومت کو اس میں نماز بند کرنی پڑی۔ اگر ایک غیر مسلم حکومت اسے مرمت کرا دیتی تب تو بڑی خوشی سے ہم نماز پڑھتے رہتے۔ ترک۔ عرب۔ افغان۔ مصری۔ وغیرہ متفقہ طور پر بھی کچھ نہ کر سکے۔ اور نہ انجمن اسلامیہ نے اس بارہ میں کوئی کوشش کی کہ اس مسجد کو بچا سکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہماری جماعت کو چھوڑ کر بھی مسلمان باہم متحد نہ تھے۔ اور نہ ان میں کوئی ایسی انجمن یا نظام تھا کہ بنی بنائی مسجد کو تباہی سے بچا لیتے۔

احمدیت اور اسلام

ہماری جماعت کی خاص غرض اتحاد بین المسلمین اور اشاعت و تبلیغ اسلام ہے اور انہی اہم اغراض کو مدنظر رکھ کر ہم بیرونی ممالک میں اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ غیر مسلم ممالک میں ہم اسلام کی بہترین تصویر پیش کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے باہمی اختلاف کے ذکر کو درمیان میں نہیں لاتے اور نو مسلموں کو یہ بتاتے ہیں کہ حنفیوں، وہابیوں، شیعوں، احمدیوں کا کوئی علیحدہ علیحدہ اسلام ہے ہم ان کے سامنے قرآن و محمد رسول اللہ کا اسلام پیش کرتے ہیں۔ اور موجودہ ابتدائی حالات میں یہی ان کے لئے کافی ہے۔ جب وہ شرع کے عمیق مسئلوں میں پڑیں گے تو خود الجھنوں کو سمجھ لیں گے یہی وجہ ہے کہ سوائے امام مسجد کے اور کوئی نو مسلم شخص سلسلہ کی بیعت میں داخل نہیں۔ کیونکہ ہم اور وہ جانتے ہیں کہ احمدیت اور اسلام متضاد نہیں مترادف ہیں بیعت کا مفہوم خدمت دین کی ذمہ داری کا بوجھ لینا ہے۔ کسی خیال کے مسلمان کو ہماری مخالفت اس وقت زیبا دیتی ہے جب ہم غیر مسلموں اور نو مسلموں کو مسلمانوں کی اندرونی الجھنوں میں پھنسائیں جب یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں تو امام مسجد کو محض احمدی جماعت کا ممبر ہونے کی وجہ سے ناپسند کرنا کہاں کا اسلام ہے۔

ہمارا نظام اور عام مسلمان

ہماری جماعت اور ہمارے ہمدرد مسلمانوں نے ہزارہا روپیہ خرچ کر کے ایک غیر ملک میں عالیشان خدا کا گھر بنایا۔ اب وہ لوگ جنہوں نے اس کام میں ایک کوڑی سے مدد نہیں کی بلکہ شروع ہی سے اندرونی و بیرونی طور پر مخالفت کرتے رہے۔ کیا استحقاق رکھتے ہیں کہ ہماری مرضی کے خلاف امام مقرر کریں۔ یا مسجد پر قابض ہوں اور کچھ عرصہ بعد اسے سیاسی دنگل کا مرکز بنا دیں۔ اور باہمی دھینگا مشتی سے چلتے ہوئے کام کو نقصان پہنچائیں۔ ہم ایک نظام کے ماتحت کام کر رہے ہیں اور بعض وقت شرح تبادلہ و دیگر مالی مشکلات کی وجہ سے امام مسجد کو بروقت روپیہ نہ پہنچنے کی وجہ سے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ متفقہ طاقت اس کام کی پشت پر ہے اس لئے قوم اسے باوجود سب مشکلات کے چلائے گی۔ لیکن دوسرے مسلمانوں میں کونسا ایسا نظام ہے جو اس مذہبی کام کو کما حقہ چلا سکے۔ اگر ان میں نظم ہوتا تو وہ دوسری بنی بنائی مسجد سنبھال سکتے تھے۔

امام مسجد برلن کی غلطی

ان صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کو مدت ہوئی خط لکھا تھا جس کا معقول جواب انہیں دیدیا گیا تھا جو غالباً ان کے پاس ہوگا۔ اسے شائع کر دیں۔ رہا یہ کہ امام غلطی کرنے کی وجہ سے ہی سجدہ سہو رکھا گیا ہے۔ اور بڑے سے بڑا عالم نماز میں غلطی کر جاتا ہے۔ خود یہاں لاہور کی شاہی مسجد کے امام صاحب جو بڑے عالم ہیں نماز عید میں غلطی کر گئے۔ جس پر زبانی اور اخبارات میں بڑا شور مچا تو کیا محض غلطی کی وجہ سے یہ کہہ دیا جائے کہ شاہی مسجد کے امام صاحب نالائق ہیں۔ جو کام ایک نظام کے ماتحت ہوتا ہے وہ ایک آدمی کی فضول شکایت سے درہم برہم نہیں ہو جاتا جب تک امام سے کوئی اخلاقی برائی صادر نہ ہو۔ ایسے نماز میں غلطیاں کرنے کی وجہ سے ہٹایا نہیں جاتا وہ غلطی کرے تو مقتدی اسے لقمہ دیکر درست کر سکتے ہیں

مخالفت کرنیوالوں کی پروا نہیں

جو لوگ ہماری مخالفت محض اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ ہم احمدی ہیں ہمیں ایسے لوگوں کی ذرا پروا نہیں اور وہ مخالفت کر کے دیکھ لیں کہ وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ہم خادم اسلام ہیں۔ اور کسی شخص کی شدید سے شدید مخالفت ہمیں اس کام سے روک نہیں سکتی ہمسلمان ہمارے ساتھ ملکر کام کرینگے تو ان کا اپنا بھلا ہوگا۔ ورنہ خدائی کام تو ہوتا ہی رہیگا۔

قرآن کریم کا جرمن ترجمہ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب قرآن کریم کا جرمنی زبان میں ترجمہ ہو رہا ہے جس کے جملہ اخراجات صرف ایک مخلص دوست نے برداشت ... کر رکھے ہیں۔ جو گو نواب اور بادشاہ نہیں لیکن بادشاہوں سے بڑھکر دل گردہ خدا کی راہ میں قربانی کرنے کا رکھتا ہے ایک طرف ایسے لوگ ہیں جو ہماری خدمات اسلام کا عملی اعتراف کرتے ہیں لیکن دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں دینے تو ایک پیسہ نہیں اور شور اتنا کہ گویا وہ سب سے بڑھکر اسلام پر فدا ہیں۔

اسلام کے مرکز تمام ممالک یورپ میں

ڈچ زبان کا ترجمہ قرآن کریم ہماری جماعت چھاپ رہی ہے جو عنقریب چھپکر شائع ہونے والا ہے یورپ کی کئی دوسری زبانوں میں قرآن کریم اور سیرت نبوی کے تراجم ...

---

۸۱۹ زبانوں میں انجیل کے ترجمے

موجودہ صدی کے آغاز میں انجیل کا ترجمہ صرف ۳۴۲ زبانوں میں ہوا تھا۔ اور اب انجیل نو سو زبانوں میں پڑھی جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جس میں انجیل کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ اور نہ کوئی ایسی قوم ہے جس کی زبان میں انجیل موجود نہ ہو۔ عیسائی مشنریز نے ایسے مقامات پر جہاں کسی زبان کا کوئی لٹریچر اور رسم الخط نہ تھا وہاں پر خود حروف وضع کر کے رائج کرائے۔ اور ان پڑھوں کو حروف سکھائے تاکہ وہ انجیل کو خود پڑھ سکیں۔

۱۹۰۵ء میں یورپ اور امریکہ کی بائبل سوسائٹیوں نے اسی لاکھ اناجیل چار سو اسی زبانوں میں فروخت کیں۔ عام کتب فروشوں نے بھی چالیس لاکھ کے قریب اناجیل فروخت کیں۔ جن کی مجموعی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ ہوتی ہے۔ ۱۹۲۹ء میں ۸۱۹ زبانوں میں انجیل کے ترجمے ہو چکے تھے اس سال لندن کی بائبل سوسائٹی نے ڈیڑھ کروڑ۔ اسکاٹ لینڈ کی بائبل سوسائٹی نے پچاس لاکھ اور امریکہ کی بائبل سوسائٹی نے ڈیڑھ کروڑ اناجیل فروخت کیں یعنی اس سال کل ساڑھے تین کروڑ کی بکری ہوئی۔ اگر امریکہ اور دیگر یورپ کی تمام سوسائٹیوں کی بکری کا حساب لگایا جائے تو ۱۹۲۹ء میں سات کروڑ اناجیل فروخت ہوئیں۔ انجیل کی اس بکثرت فروخت سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں میں اس کی مقبولیت اور شہرت ترقی پذیر ہے۔ کیونکہ یورپ کے عام تعلیم یافتہ باشندے مسیحی مذہب سے عملاً بیزار ہو چکے ہیں۔ بلکہ اس کی اشاعت کا سبب بڑا سبب اس کا کم قیمت ہونا ہے۔

مولانا میرک شاہ صاحب قادیانیوں کی گود میں!

کیا مرتدین کی حمایت قابلِ سنگساری نہیں؟

یاد بخیر! مولانا میرک شاہ صاحب دیوبندی بھی عجب کینڈے کے بزرگ ہیں۔ ابھی پانچ چھ سال کا عرصہ ہوا کابل میں نعمت اللہ خان قادیانی کی سنگساری کے موقعہ پر مولانا ممدوح نے دیگر دیوبندی حضرات کے پیش پیش تمام قادیانیوں کو مرتد قرار دیتے ہوئے ان کے رجم کئے جانے کی بزور حمایت کی تھی۔ اور جب مسئلہ ارتداد اور اس کی سزا سے قطع نظر کرتے ہوئے مطلق سنگساری کے جواز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما قرآن کی آیت ہے۔ جو گو اب مرفوع التلاوت ہو چکی ہے۔ لیکن واجب العمل ضرور ہے۔ جس پر ہمارے دوست سید زین العابدین صاحب نے مکمل قرآن کریم شائع کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔

غرض دیوبندی حضرات نے بالخصوص مولانا میرک شاہ صاحب نے قادیانیوں کو مرتد اور واجب القتل قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور انہیں مسلمان سمجھنے والوں۔ ان کے کام میں شرکت کرنے والوں کو بھی مرتد قرار دیا۔ یہاں تک کہ مولنا مرتضیٰ حسن دیوبندی نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ آریہ اور عیسائی ہو جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ قادیانی مذہب اختیار کیا جائے۔

لیکن حیرت کی بات ہے کہ ابھی اس فتوے کو پورے پانچ سال بھی نہیں گذرنے پائے کہ وہی مولانا میرک شاہ صاحب قادیانیوں کی گود میں بیٹھے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں جس دن سے میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی زمام قیادت کو اپنے ہاتھ میں لیکر مسئلہ کشمیر میں دلچسپی لینی شروع کی ہے مولنا میرک شاہ صاحب ان کے دست راست بنے ہوئے ہیں۔ کشمیر سے قادیان۔ اور قادیان سے کشمیر کتنے ہی چکر گذشتہ چھ ماہ میں انہوں نے کاٹے ہیں۔ اور لگاتار ہفتہ ہفتہ۔ دو دو ہفتہ قادیان میں رہنے، "مرتدین قادیان" کی صحبت گزینی، اور "راس رئیس مرتدین" یعنی خلافت مآب کی حاشیہ نشینی میں وقت گذارنے میں انہیں خاص لطف حاصل ہوتا ہے۔ اگر نرا کشمیر کا معاملہ ہی پیش نظر ہوتا تو وہ مجلس احرار کے ساتھ شامل ہو کر کام کر سکتے تھے۔ جنہوں نے قادیانیوں سے بڑھکر قربانیاں کی ہیں۔ لیکن عامۃ المسلمین کی مخالفت اور "زمیندار" اور مجلس احرار کے اس اعلان کے باوجود کہ ہم خلافت مآب قادیان کی قیادت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ان کا اپنے اور دیگر دیوبندی حضرات کے فتوے کے خلاف قادیان کا طواف کرنا ظاہر کرتا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے آخر وہ کونسی بات ہے جو انہیں اس "تخت گاہ ارتداد" کے آگے جبہ سائی کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ بعض سنہری و روپہلی معشوقوں نے مولنا میرک شاہ کو احرار کے بجائے قادیان سے تعلق جوڑنے اور اپنے متاع ایمان کو ثمن قلیل کے عوض میں فروخت کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن کیا ہم دریافت کر سکتے ہیں کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر مرتدین کے ساتھ شامل ہو کر ان کے مقاصد کی تائید و حمایت کرنا کس مرفوع التلاوت اور واجب العمل آیت کی رو سے جائز ہے؟ اور کیا لاتشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا کی آیہ کریمہ بھی منسوخ العمل آیات میں تو شامل نہیں ہو گئی؟

ہم تو منتظر تھے کہ تکمیل قرآن کا عظیم الشان کام جس کے لئے ہمارے بھائی سید زین العابدین صاحب نے مبلغ دس ہزار روپیہ بھی مرحمت فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ سرانجام دینے کا بندوبست کیا جائے گا۔ اور نہیں تو کم از کم منسوخ التلاوت، منسوخ العمل اور منسوخ التلاوت والعمل آیات کی ایک فہرست ہی بنا کر قرآن کریم کے ساتھ بطور تکملہ شائع کر دی جاتی تاکہ عوام الناس کو کسی آیت کے متعلق دھوکا نہ لگنے کا احتمال باقی نہ رہتا اور یہ کشمیر کمیٹی سے ہزار گنا زیادہ موجب ثواب امر ہے۔ لیکن بجائے اس کے وہ خود ہی "مرتدین" کے ساتھ شامل ہو کر اپنی متاع ایمان کو ثمن قلیل کے عوض فروخت کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا مولنا شبیر حسین اور مولنا مرتضیٰ حسن دیوبندی اپنے سابقہ فتاوے کے پیش نظر مولانا میرک شاہ صاحب کو واجب القتل اور قابل سنگساری قرار دینے کے لئے تیار ہو سکیں گے؟

بینوا و توجروا۔ (خاکسار زیرک شاہ از لاہور)

بدھ مذہب کے متعلق قدیم رسم و رواج کی تحقیقات

درختوں کی پوجا۔ کثرت ازدواج۔ اور طلاق پر عمل

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کمرہ میں انتھروپولوجیکل سوسائٹی بمبئی کا ماہوار اجلاس مسٹر آر۔ پی مسان کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں بدھ مذہب کے متعلق ایک پرچہ پڑھا گیا۔ جو قدیم بدھ مت کے رسم و رواج اور ان کے مذہب کے حالات پر مشتمل تھا۔ پرچہ کا اقتباس حسب ذیل ہے۔ بدھ مذہب کے قدیم لٹریچر سے مندرجہ ذیل باتیں صاف طور پر روشنی میں آگئی ہیں:۔

(۱) بدھ مذہب کے لٹریچر میں لڑکی کے لئے شادی کی عمر ۱۶ سال مقرر ہے۔ شادی صغرسنی کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

(۲) عورتوں اور مردوں میں کسی قسم کا فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ اور ایک کی تکمیل دوسرے پر مبنی نہ تھی۔

(۳) شادی کو ایک خانگی معاہدہ تصور کیا جاتا تھا۔

(۴) شادی کے مراتب طے ہونے سے پیشتر مالی مساوات کے بجائے پیدائشی مساوات کا تصفیہ ضروری ہوتا تھا۔

(۵) نکاح کے مراسم بہت سادہ اور سہل تھے۔

(۶) بدھ زمانہ میں باپ کی طرف سے لڑکی کو جہیز دینے کا رواج پھیلا ہوا تھا۔

(۷) لڑکی کے باپ کی طرف سے دولہا کو نقد روپیہ یا کچھ بھی دیا جاتا تھا۔

(۸) اس زمانہ میں طلاق دینے کی بھی اجازت تھی۔ اور اس پر عمل بھی ہوتا تھا۔

(۹) عورتوں کی عصمت و عفت کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اور اس خصوص میں سخت احتیاط سے نگرانی کی جاتی تھی۔

(۱۰) بیوگان کی دوبارہ شادی کی بھی اجازت تھی۔

(۱۱) کثرت ازدواج کا عمل بڑے پیمانہ پر جاری تھا۔

(۱۲) چچازاد۔ خالہ زاد۔ ماموں زاد اور پھوپھی زاد بہن سے شادی کا بھی رواج تھا۔

(۱۳) عورتیں تعلیم یافتہ ہوتی تھیں۔

(۱۴) بدھ مذہب کے ولیوں کا اعتقاد جن عورتوں پر بھی بہت تھا۔

(۱۵) غلامی اور بردہ فروشی بھی مروج تھی۔

(۱۶) درختوں کی پوجا [illegible]

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۰ (۳ : ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰	لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۳۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ مئی سنہ ۱۹۳۲ء	نمبر ۲۸

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے متعلق پہلے لکھا گیا تھا کہ ۶ - یا ۷ - مئی کو ڈلہوزی تشریف لے جائیں گے لیکن بعض وجوہ سے ارادہ تبدیل ہوگیا۔ اور اب تاریخ روانگی ۱۱ - مئی مقرر ہوئی ہے۔

برلن کو روانگی۔ ہمارے عزیز دوست مرزا عزیز الرحمٰن صاحب خلف الرشید حکیم مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفٰے ۸ مئی کو فرنٹیئر میل سے تبلیغ اسلام کے لئے برلن روانہ ہونے والے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے نماز جمعہ میں احباب کو ان کی مشایعت کے لئے سٹیشن پر جانے کی تاکید کی۔ اور ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ بیرونی احباب سے بھی مرزا صاحب اپنی کامیابی کے لئے دعا کے ملتجی ہیں۔

ہمارے محترم بھائی سید سردار علی صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر ۲۲ - اپریل کو روپڑ میونسپل کمیٹی کیلئے سال ۳۳-۱۹۳۲ء کے لئے دوبارہ سینئر وائس پریذیڈنٹ منتخب ہوگئے۔ سید صاحب ممدوح نے اگزکٹو آفیسر کی تقرری کا سوال ملتوی کرانے کے سلسلہ میں جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ معلوم ہوتا ہے کہ ممبران میونسپل کمیٹی کی نظروں میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ہم اس کامیابی پر انہیں تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

بیعت۔ ۶ - مئی کو بعد نماز جمعہ ذیل کے دو اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ؛

(۱) مولوی نصیر الدین صاحب ہیرام پور ضلع میرٹھ۔
(۲) میر عبدالحمید صاحب کٹڑہ کرم سنگھ امرتسر۔

درخواست دعا۔ ریاست امب سے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب چند دن سے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے بھتیجے کی رسولی نکلوانے کے لئے میوہسپتال میں انہوں نے داخل کیا ہے۔ اپریشن ہوچکا ہے لیکن حالت ابھی خطرہ سے خالی نہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔

اخویم ڈاکٹر سعید احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹ ورکھ چند دنوں سے بیمار ہیں۔ احباب کرام ان کے لئے بھی خاص طور پر دعا فرمائیں۔

سید محمد قاسم مسلم ہائی سکول لاہور میں

دنیا کا پیدل سفر کرنیوالا نوجوان!

آج بتاریخ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱/۲ ۱۲ بجے حسب الحکم جناب سید غلام مصطفٰے شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول کے اساتذہ اور طلبہ سکول کے صحن میں اکٹھے ہوئے۔ جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے حاضرین سے سید محمد قاسم صاحب کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ آپ پہلے نوجوان ہیں جنھوں نے تمام دنیا کی پیدل مسافت کا اس بے سروسامانی کی حالت میں مصمم ارادہ فرمایا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر کل ۱۹ سال کی ہے اور اس وقت تک آپ ۲۰۰۰ میل سفر کر چکے ہیں۔

سید محمد قاسم کی تقریر

تعارف کے بعد سید محمد قاسم صاحب نے انگریزی میں ایک مختصر سی تقریر کی جس کا خلاصہ راجہ الہ یار خاں صاحب نے اردو میں حاضرین کو سنایا۔ جس کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

سید محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں سے ملکر بہت خوش ہوا ہوں۔ جیسا کہ شاہ صاحب فرما چکے ہیں۔ میرا ارادہ دنیا کا پیدل سفر کرنے کا ہے۔ اس سے قبل اکثر آدمی موٹر، سائیکل اور ہوائی جہازوں سے دنیا کی سیاحت کر چکے ہیں لیکن دنیا کی پیدل سیاحت آج تک کسی نے نہیں کی اس سیاحت سے میری غرض و غایت اپنے لئے نام پیدا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ملک کے لئے شہرت کا خراج تحسین وصول کرنا ہے۔ اور دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ اس کا تعلق قائم کرنا میرے مدنظر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بہت بے سروسامانی کی حالت میں کلکتہ سے گزشتہ ستمبر میں صرف ایک دو جوڑے کپڑوں کے اور ایک البم لیکر چلا تھا۔ گیا میں مجھے مشتبہ سمجھکر میری تلاشی بھی لی گئی لیکن مجھ سے کچھ نہ برآمد ہونے کی صورت میں مجھے زدوکوب کے ساتھ چھوڑ دیا گیا۔ اپنے سفر کے پہلے ۶۰۰ میل میں نے صرف تیز جیبوں کے گوشت سے طے کئے ہیں۔ کئی ایک احباب میرے شریک سفر ہوئے لیکن سب ہمت ہار کر رہ گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ آئندہ خدا جانے مجھے کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑیگا لیکن اگر زندگی نے وفا کی تو ہمت، صبر اور استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دونگا۔ اور جس عظیم الشان سیاحت کا میں نے ارادہ کیا ہے۔ اسے پورا کرکے رہونگا۔

آئندہ کا پروگرام

آپ اب گرینڈ ٹرنک روڈ کی راہ پشاور پہنچکر افغانستان کو جائیں گے اور پھر افغانستان کے رستے بعض ایشیائی ممالک کی سیاحت کرتے ہوئے یورپ جائیں گے وہاں سے چین اور جاپان ہوتے ہوئے زندگی نے مزید وفا کی تو امریکہ کا سفر بھی کریں گے۔ ازاں بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے ایک مختصر مگر نہایت سبق آموز تقریر فرمائی۔ اور بچوں کو ایسی مثالوں سے سبق سیکھنے کی تلقین فرمائی۔

دعا کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اور اختتام پر سید محمد قاسم صاحب کے فوٹو تقسیم کئے گئے۔

(راجہ) الہ یار خاں
(سکرٹری مسلم ہائی سکول سٹاف ایسوسی ایشن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبہ مبارک

فلسطین کے ایک عرب کے پاس قدیم زمانے کا ایک کرتہ ہے جس کے متعلق عرب کا دعوے ہے کہ اس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا ہے۔ یہ کرتہ معہ دیگر کپڑوں کے ایک قدیم خانقاہ کے مقفل صندوق سے برآمد کیا گیا ہے۔ جو شکل اور ساخت سے بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ عرب کے دعوے کی تصدیق دیگر مسلمانوں نے بھی کی ہے کیونکہ جس صندوق سے یہ کرتہ برآمد ہوا ہے اس میں سے قرآن حکیم کی قلمی آیتیں بخط کوفی بھی برآمد ہوئی ہیں۔ یہ آیتیں ایک باریک چمڑہ پر دونوں جانب لکھی ہوئی ہیں۔ چمڑہ بوسیدہ ہوگیا ہے۔ مگر آیات صاف طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ ہزاروں مسلمان اس کرتہ اور قرآنی آیات کی زیارت کے لئے دور دور سے سفر کرکے آرہے ہیں۔ اور عرب سکہ کو

رسوم قبیحہ کا انسداد

ایک دوست کی مساعی جمیلہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک مکتوب

چودھری فضل داد صاحب کیمپ کلرک السنکپٹر کوآپریٹو سوسائٹیز گجرات ان نیکدل اور مخلص نوجوانوں میں سے ہیں جو تبلیغ دین اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے کاموں میں عملی سرگرمی کا اظہار کرتے رہتے ہیں - اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان کی عملی کوششوں پر بہت سے مفید نتائج مرتب ہوئے ہیں -

ذیل کا مکتوب جو چودھری صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا ہے انہی کوششوں اور مفید نتائج کا عملی مرقع ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی سی ہمت اور سرگرمی سے کام لیکر انسان کس قدر مفید اور شاندار نتائج پیدا کر سکتا ہے - چودھری صاحب نے بعض رسوم قبیحہ کے انسداد میں جو نمایاں کامیابی حاصل کی ہے وہ اس قابل ہے کہ دوسرے احباب اس سے سبق حاصل کریں - اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں عملی طور پر رسوم قبیحہ کے انسداد کی کوشش کریں کہ یہ آج مسلمانوں کے فلاح وبہبود کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے - (مدلایر)

مکرم ومحترم جناب حضرت امیر صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کی خدمت اقدس میں خط تحریر کئے ہوئے کم وبیش دو ماہ کا عرصہ گزرنے والا ہے - خاکسار کی یہ سستی ہے جس کی معافی چاہتا ہوں - حضرت امیر صاحب آپ کی دعاؤں اور اللہ پاک کے کلام پاک کا یہ اثر ہوا ہے کہ میں اپنے خاص گاؤں سے ایک شرک کا بت توڑنے میں ۸۰ فیصدی کامیاب ہو گیا ہوں اس میں میری سعی نہیں ہے - اس کو پیدا کرنے والا اور کامیاب کرنے والا اللہ پاک ہے - گوجرات کے تقریباً ہر ایک گاؤں میں تین چار بڑی مشہور ومعروف رسومات قبیحہ ہیں مثلاً

بعض ناپاک رسوم

(۱) لڑکی کی شادی پر تقسیم لڈو کی رسم جس پر کم از کم چالیس روپے خرچ ہو جایا کرتے ہیں - جبکہ گھروں کی تعداد یک صد ہو -

(۲) جب کوئی آدمی مر جاوے اس کے بعد گاؤں میں چاول تقسیم کئے جاتے ہیں - اس رسم کا نام علما ہے -

(۳) جب بوڑھا آدمی مر جاوے تو اس کی قبر پر تباشے تقسیم کرتے ہیں اور گھر میں آکر ان عورتوں کو بھی یہ تباشے تقسیم کئے جاتے ہیں جو وہاں آتی رہتی ہیں -

زمین رکھکر شادی کرنا

تقریباً ایک سال کا عرصہ گزرنے والا ہے کہ ہمارے گاؤں میں تین لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی شروع ہوئی - میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ان میں سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا جو حقیقی بھائی بہنیں تھے رسومات مذکورہ کی ادائیگی اور دیگر اخراجات کے لئے ایک ایکڑ زمین رہن رکھکر شادی کرنے لگے ہیں -

عزم مقبلانہ

میں نے سب سے پہلے اپنے والدین سے مشورہ کیا کہ یہ کام جس پر وہ بیچارے قرضہ اٹھا کر خرچ کرنے لگے ہیں بالکل خلاف شریعت ہے آپ اگر میری مدد کریں تو میں کوشش کروں کہ لڈو تقسیم کرنے کی رسم تو کم از کم بند ہو جائے - پہلے تو والدین گھبرائے کہ تمام گاؤں ایک طرف ہے، تمہارا خیال کیا کر سکتا ہے اور تم بھی وہ ہو جو کہ گاؤں سے غیر حاضر رہتے ہو - بہتر ہے کہ خوش رہو - جب اپنے گھر کوئی موقع ہوگا تو یہ رسم بند کر دی جائے گی - میں نے والدین سے صاف صاف کہدیا کہ آپ اگر مدد کا وعدہ کرتے ہیں اور جو کچھ میں عرض کروں اس پر کاربند رہیں تو میں ضرور اس رسم کے خلاف جہاد کرونگا - والدین نے بہت منت کے بعد وعدہ فرمایا - اور جب وعدہ فرمایا تو صاف کہدیا کہ اے بچے اگر تمام دنیا مخالفت کرے تو ہم تم کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے -

ایک فرعون دماغ کی مخالفت!

یہ وعدہ لے کر میں نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اپنی پارٹی کے تمام صاحبان کو بلاؤ (کیونکہ گاؤں میں دو پارٹیاں ہیں) اللہ کے فضل وکرم سے آدھا گھنٹہ تک تقریباً تمام آدمی جمع ہو گئے حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا کہ سید رحم علی شاہ صاحب کو بھی بلاؤ - کیونکہ وہ بڑا پرہیزگار ہے - پنجگانہ نماز بلا ناغہ ادا کرتا ہے اور خدا خوف بھی ہے - میں نے جھٹ ان کو بھی بلا لیا - جب جملہ صاحبان جمع ہو گئے تو میں نے تمام کہانی جس کو وہ مجھ سے بدرجہا بہتر جانتے تھے - عرض کر دی - اور ساتھ ہی اللہ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم بھی عرض کر دیا - تمام حاضرین نے باتفاق رائے سید رحم علی شاہ صاحب کو اپنی طرف سے مختار کیا کہ جو کچھ یہ کہینگے - اس پر ضرور عمل کرینگے - شاہ صاحب نے بڑی متانت اور سنجیدگی سے جیسا کہ ان کی عادت ہے صاف کہہ دیا کہ یہ لڑکیوں کی خیرات ہے اس کو بند کرنا مناسب نہیں ہے - اور ساتھ ہی یہ بھی فتوے لگا دیا کہ یہ رسم بند ہو نہیں سکتی اور بند نہ ہونے کے ثبوت میں اپنے ایک فرعون دماغ کا حوالہ پیش کیا - میں نے جناب شاہ صاحب سے بہت سی ایسی باتیں بیان کیں جو ان رسوم کی وجہ سے ہمیں غربت وتنزل کی طرف لے جا رہی ہیں - لیکن شاہ صاحب کا دماغ عرش بریں کی سیر کر رہا تھا وہ ہرگز ہرگز کسی بات پر نہ آئے -

تمام گاؤں کی مخالفت

جب میں تنگ آگیا تو میں نے جملہ صاحبان کو مخاطب کرکے عرض کی تو آپ لوگ گواہ رہیں - میں آج سے اس قبیح رسم کی بیخ کنی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرونگا اور ساتھ ہی یہ عرض کر دی کہ چونکہ یہ کام میں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے ماتحت شروع کیا ہے - ضرور ہی کامیاب ہو جائے گا - آج سے ہی آپ اپنی پوری طاقت خرچ کریں دنیا دیکھ لے گی کہ اللہ کس کی مدد کرتا ہے - اس گفتگو کے بعد میں نے دوبارہ حاضرین سے استدعا کی کہ رسم علما اور تقسیم تباشے بھی چھوڑ دو - ان دونوں کا بھی وہی حشر ہوا - جو پہلی کا ہوا تھا اس پر بھی میں نے چیلنج کیا کہ تینوں رسومات ہرگز ہرگز اس گاؤں میں نہیں رہ سکیں - لوگ میری باتوں پر ہنستے تھے اور میرے منہ کو دیکھتے تھے اور کئی ایک نے پس پشت یہ بھی کہا کہ باولا ہے اس کی کون سنتا ہے - اس کے والدین جو جملہ رسومات کی ادائیگی تقریباً تمام گاؤں میں خود جا کر کرتے ہیں - کب مانتے ہیں -

تین آدمی میرے ساتھ

میں نے اس تمام مجمع کو سہ بارہ للکارا کہ کوئی اللہ کا پاک بندہ ہے جو اس شرک کا بت کو توڑنے کے لئے میرے ساتھ ہوگا - تین آدمی بولے کہ ہم اللہ کے فضل سے تیرے ساتھ ہیں - میرا دل پہلے سے بہت زیادہ قوی ہو گیا - خیر جلسہ برخاست ہوا - چونکہ شادی میں صرف چار دن باقی تھے اور تمام گاؤں ان یتیم بچوں کو نوچنے والا تھا - صرف چار آدمی تھے جو تقسیم لڈو کے خلاف تھے - دوسرے گاؤں کے لوگ ضد کئے ہوئے ہیں - چار آدمیوں نے پہلے سے بہت زور دار الفاظ میں ان سے لڈو کی تقسیم کا مطالبہ کیا - اور کئی ایک نے ناجائز دھمکی بھی دی اور ان کو یہ بھی یقین دلا دیا گیا کہ تمام گاؤں لے گا - جن میں ہم بھی شامل تھے - آخر کار لڈو نکلے اور تقسیم شروع ہوئی چونکہ یہ رسم میری والدہ محترمہ ادا کرتی تھی ایک عورت بلانے آئی والدہ نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا - بالآخر میلا برادری کا بھی آیا - لیکن محترمہ والدہ کب مانتی تھیں - ماسوائے چار گھروں کے تمام گاؤں نے لڈو لئے - ~

مرد باید کہ ہراساں نشود
مشکلے نیست کہ آساں نشود

آٹھ نو ماہ کی کوششوں کا نتیجہ

میں نے اپنا کام باقاعدہ جاری رکھا اور نوبت اس حد تک پہنچا دی کہ اپنے خاص دشمنوں کی منت کی کہ ان رسوم کو چھوڑ دو - یہ خلاف حکم خدا ورسول ہیں - ع

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

اللہ کے فضل وکرم سے لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ بات تو معقول ہے نیز ۸ - ۹ - ۱۰ ماہ کے عرصہ میں پروپیگنڈا اس حد تک کیا کہ اللہ پاک نے دو اشخاص ایسے میرے ساتھ ملا دیئے - جن سے میری طاقت پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گئی - اللہ پاک بہتر جانتا ہے کہ نماز میں اس قدر دعائیں کیں کہ اے اللہ پاک اس قوم کو جو اپنے نفع ونقصان کو نہیں سمجھتی سمجھ عطا فرما -

۲۳ گھر ایک نقطہ پر

۱۰ ماہ کے بعد دو شادیاں لڑکیوں کی اور ہوئیں - جن میں لڈو بالکل تقسیم نہیں کئے گئے - اللہ پاک کا احسان اور یہ محض اس کی مدد تھی - اس کے بعد سید رحم علی شاہ صاحب کی برادری میں شادی تھی - انہوں نے لڈو تقسیم کرائے - لیکن لوگ جنہوں نے کھائے صاف صاف کہتے تھے کہ اس سے نہ کھانا بہتر تھا ہزار ہزار منت، لاکھ لاکھ چاپلوسی کی گئی - یہ کیا تھا - یہ پروپیگنڈا کا اثر تھا جو جادو کی طرح دلوں میں سرایت کر گیا جب اس رسم کے بند کرنے کی تیاری کی تو چار آدمی تھے - اب اللہ کے فضل وکرم سے ۲۳ گھر ایک نقطہ پر جمع ہو گئے ہیں - الحمد للہ -

(باقی بر صفحہ ۷)

حضرت مسیح موعود پر بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

مسئلہ جہاد اور مسیح موعود

حضرت مسیح موعود کی عظیم الشان خدمات اسلام

جہاد کی تعلیم منسوخ نہیں

حضرت مرزا صاحب نے جہاد کی تعلیم کو کہیں منسوخ نہیں کیا جہاد بالقرآن تو آپ کا وظیفہ تھا اور آپ کی جماعت کا وظیفہ ہے۔ وہ تو قرآن کے کسی حکم اور کسی آیت کو منسوخ نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا تو ایمان تھا کہ قیامت تک قرآن کا ایک شوشہ منسوخ نہیں ہوگا۔ اس قسم کی تحریروں سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ جہاد کے حکم کو منسوخ کر دیا سراسر ظلم اور افترا ہے۔

قرآن میں ناسخ ومنسوخ ماننے والے علماء

آپ اگر اپنے ان علما پر ناراض ہوتے جو قرآن کی پانچ پانچ سو آیات کو اور احکام کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور ایک روایت مل جاتی ہے تو اس کے آگے قرآنی آیت کو رد کر دیتے ہیں تو بجا تھا لیکن ان پر تو آپ بہت مہربان نظر آتے ہیں۔ اور ان کی اس ساری کارستانی کو شربت کے گھونٹ کی طرح نگل جاتے ہیں۔ اور مرزا صاحب بیچارے پر ناحق برسنے لگتے ہیں۔

جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں

انہوں نے کب جہاد کے حکم کو منسوخ قرار دیا ہے۔ البتہ جہاد بالسیف کے متعلق ضرور یہ فرمایا ہے کہ ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں تلوار کے ساتھ جہاد کی شرائط موجود نہیں۔ اس لئے تلوار سے لڑنے میں مسلمانوں کو فائدہ نہ ہوگا نقصان ہوگا۔ پھر اس میں کیا بُری بات کہہ دی۔ جو آپ کو بُری لگی۔ ایک شخص نہایت راستبازی اور دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ تلوار سے لڑنے کا موجودہ زمانہ میں کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ سراسر نقصان ہے۔ اور اپنے اس خیال کو اشتہاروں اور کتابوں کے ذریعہ سے نہایت ہمدردی اور خیر خواہی سے مسلمانوں میں پھیلاتا ہے تو اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے۔

لڑتے کیوں نہیں؟

تمہارے نزدیک تلوار سے لڑنا مفید ہے تو لڑو۔ چپ کیوں بیٹھے ہو۔ کیا یہ منافقت نہیں ہے۔ کہ دل میں تلوار سے لڑنے کو جہاد کبیر اور فرض عظیم اسلام کا مانو اور موجودہ حالات میں بھی اس پر عمل کرنا ضروری سمجھو لیکن نہایت امن وامان سے چپ چاپ بیٹھکر انگریزوں کی نوکریاں کرو۔ اور بڑی بڑی تنخواہیں کھاؤ اور انگریزی حکومت کے امن وامان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور تجارتیں کرو۔ اور ٹھیکے لو اور روپے کماؤ۔ اور عیش کرتے اور دندناتے پھرو۔ کیا یہ پرلے درجہ کی منافقت اور نمک حرامی نہیں ہے کہ جن کا نمک کھاؤ ان کے ساتھ بغاوت اور دشمنی کو اپنے دل میں رکھو اور سامنے جھک جھک کر سلامیں کرو۔ اگر اسلام کی یہی تعلیم ہے تو تف ہے ایسے اسلام پر۔ چور اور ڈاکو بھی نمک کھا کر نمک حرامی نہیں کرتے۔ یا تو انگریزوں کی حکومت سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دو اور اعلان جنگ کرو۔ اور تلواریں سونت سونت کر نکل پڑو اور توپوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر جانیں دے جاؤ۔ اور دنیا سے گزر جاؤ تو خیر۔ گو دنیا بیوقوف اور احمق کہے گی لیکن یہ تو کہنے کو ہوگا کہ "بھئی مولانا لوگ تھے اصول کے پکے۔ جو عقیدہ رکھتے تھے اس پر جان تک دیدی"۔ لیکن آج جو سب سے زیادہ سہولت پسند ہے وہ مولوی ہے۔ ہجرت کی تحریک ہوئی سینکڑوں آدمی گھر سے بے گھر ہوئے اور اجڑ گئے۔ لیکن مولوی اپنے گھروں میں دندناتے رہے۔

دو میں سے ایک بات

اگر یہ کہو کہ آج تلوار لے کر کھڑے ہو جانا خودکشی کے مترادف ہے ہمیں ایک چاقو تو پکڑنا آتا نہیں۔ اس زمانہ کے خطرناک اسلحہ کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ تو پھر دو میں سے ایک بات سمجھی جائیگی یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایسے حالات میں اسلام تلوار سے لڑنے کو منع کرتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر مرزا سچا تھا۔ اور اگر یہ سچ نہیں تو پھر دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام ایک ناکمل مذہب ہے۔ ایسا وقت آجاتا ہے اور ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس وقت اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے جیسا کہ آج کل ہے کہ تلوار سے جہاد کا فریضہ ہر مسلمان کے سر پر کھڑا ہے۔ لیکن مسلمان اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہر مسلمان اس فریضہ کا تارک ہے۔ اور یہ ایسا فریضہ ہے جس کے تارک کو قرآن نے منافق صریح لفظوں میں کہا ہے۔ پس ہندوستان کے مسلمان منافقت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن وہ کیا کریں اسلام کا یہ حکم ایسا ہے کہ مر کر ہی مسلمان رہ سکتے ہیں زندگی میں تو مسلمان نہیں رہ سکتے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ مذہب ہی ایسا ہے کہ اس میں ان حالات کے لئے کوئی مراعات نہیں۔ بلکہ ایسے اصول بنا دیئے ہیں جن کا نتیجہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ کیا یہ دین کی جڑ پر تبر نہیں ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی شاندار خدمات اسلام

مرزا صاحب نے کیا بُرا کیا جو کہہ دیا کہ اسلام ان حالات کے ماتحت تلوار سے جہاد کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ ایک طرف ہم میں طاقت نہیں دوسری طرف گورنمنٹ نے پوری پوری مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ ایسی صورت میں تلوار سے لڑنا اسلام کا حکم نہیں ہو سکتا۔ اور پھر غضب تو یہ تھا کہ تلوار سے لڑنا اشاعت اسلام کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ جس سے دشمنوں کا یہ اعتراض صحیح ٹھیرتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ تو پھر اگر مرزا صاحب نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ اسلام نہ کبھی تلوار سے پھیلا۔ نہ آئندہ کبھی پھیلے گا۔ دین کی اشاعت تلوار سے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ دلائل اور حجج اور براہین نیرہ سے ہوا کرتی ہے۔ تو فرمایئے کیا زہر گھولدیا۔ اسلام پر سے تلوار کے ذریعے اشاعت کا دھبہ مٹانا کیا گناہ ہے۔ یہ تو دین کی اتنی بڑی خدمت ہے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں اور پھر دین کو ایسے خوبصورت حربہ کی شکل میں جماعت کے ہاتھ میں دیا کہ جہاں بھی اس حربہ کو استعمال کیا۔ اسلام کے لئے دلوں کے دروازے کھلے پائے۔ انگلینڈ، جرمنی، بلکہ ہر جگہ جہاں اس قرآن کو مجدد وقت کے علم کلام کے ساتھ پیش کیا اسلام کے آگے گردنیں جھکتی گئیں۔ یہ واقعات ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ حاسد جلا کریں۔ گھر میں بیٹھکر گالیاں دیکر دل خوش کر لیا کریں۔ لیکن زمانہ کچھ اور کہتا ہے حالات کچھ اور بتاتے ہیں۔

سیاسی لیڈر اور حضرت مرزا صاحب!

ایک مشرک قوم کا فرد گاندھی جی تلوار کی مخالفت کریں تو سارا ہندوستان ہندو اور مسلمان اس کو سر آنکھوں پر رکھے۔ شیخ عبدالرحیم تلوار کی پالیسی کے خلاف کہیں تو وہ پیشوا لیڈر قوم بنے رہیں۔ سرحد کے عبدالغفار خاں اسی بات کو دہرائیں تو واہ واہ ہو جائے اور وہ سرحدی گاندھی کہلائیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جہاد بالسیف اور خونی مہدی کے خلاف رسالہ لکھیں اور انعام میں مربعے لیجائیں۔ تب بھی وہ غیر مقلدین کے سردار بنے رہیں۔ لیکن مرزا صاحب یہی بات کہیں تو گردن زدنی ٹھیر جائیں۔ کیا دنیا سے انصاف اڑ گیا۔ مرزا صاحب نے تو سرکار انگریزی سے کوئی خطاب نہیں لیا۔ کوئی مربعے نہیں لئے۔ کوئی ملازمت نہیں لی۔ کوئی رعایت نہیں لی۔ کوئی جاگیر نہیں لی۔ کوئی سند نہیں لی۔ جو کچھ لکھا محض اسلام پر سے دھبہ مٹانے کے لئے لکھا۔ انہوں نے اسلام کی یہ خدمت سمجھی کہ اس پر سے یہ داغ مٹایا جائے۔ کہ وہ اپنی اشاعت کے لئے تلوار کا محتاج ہے۔

اسلام تلوار کا محتاج نہیں

انہوں نے ان سرحدیوں کے دل و دماغ سے یہ خیال مٹانا چاہا جو دین دین کرتے آتے اور کسی انگریز کو قتل کر کے اسے اسلام کا جہاد قرار دیتے تھے۔ بتایا کہ اس قسم کی مجنونانہ حرکتوں سے اسلام بدنام ہوتا ہے۔ وہ ایک صلح و امن کا مذہب ہے۔ تلوار صرف اسی صورت میں اٹھانے کی اجازت دیتا ہے جب اسے تلوار سے مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ گویا اپنی حفاظت کے لئے تلوار کا مقابلہ تلوار سے کرنا فرض ہے باقی حالات میں آئیں بائیں شائیں تلوار مارتے پھرنا مسلمانوں کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ جب آپ کے مولویوں نے گورنمنٹ میں یہ مخبری کی کہ یہ شخص مہدی کا دعوے کرتا ہے گو ظاہر میں تلوار کے جہاد کے خلاف باتیں کرتا ہے۔ لیکن در پردہ گورنمنٹ افغانستان سے سازباز رکھتا ہے اور اس مخبری کی بنا پر مرزا صاحب

(باقی بر صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲ | مورخہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۸

ہندو ریاستوں میں اسلام کیخلاف جہاد

کشمیر، جیپور، الور اور میسور میں مسلمانوں پر شدید مظالم

ہندو تبلیغی ریاستی سمیلن سنبھالنے جو پروپیگنڈا شروع کیا تھا اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامیاب ہو رہا ہے۔ ہندو ریاستیں یکے بعد دیگرے اسلام اور مسلمانوں پر مختلف طریقوں سے یورش کرکے انہیں تباہ و برباد کرنے میں کوشاں ہیں۔ اور شاید ہی کوئی دن جاتا ہو جب کسی نہ کسی ہندو ریاست کی مسلمان رعایا کی چیخ و پکار سننے میں نہ آتی ہو۔

کشمیر کا معاملہ جو نازک صورت حالات پیدا کر چکا ہے وہ قارئین کرام کے سامنے ہے۔ کشمیری مسلمانوں کی نظر زیادہ تر

گلینسی کمیشن

پر تھی جس نے کشمیر کے مطالبات کے جواز و عدم جواز کی تحقیقات کرکے ایسی سفارشات پیش کرنی تھیں جو مسلمانوں کے لئے اطمینان بخش ہوں۔ اس تحقیقات کی رپورٹ شائع ہو چکی ہے اور جو سفارشات اس میں کی گئی ہیں وہ بہت حد تک مسلمانوں کے لئے ناقابل اطمینان ہیں بالخصوص

مذہبی آزادی

قانون اس قسم کا ہے کہ کشمیر میں اسلام کے رستے میں ایک ناقابل عبور رکاوٹ ہے۔ یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ جس چیز کو برطانوی ہند کے ہندو اسّی سال سے برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور جس حق وراثت کو کسی مرد یا عورت کے اپنا مذہب ترک کرنے پر برطانوی ہند میں ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ء کے مطابق وہ قبول کرتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ آج کشمیر میں مذہبی مداخلت تصور کیا جاتا ہے اور خود برطانوی ہند کے ہندو اسے مذہبی مداخلت قرار دیتے ہیں حالانکہ کشمیر سے باہر خود وہ اس پر عامل ہیں۔ ایسا ہی

آزادی پریس

کا جو اعلان کیا گیا ہے وہ برطانوی ہند کے پریس ایکٹ سے بھی زیادہ سخت شرائط سے مشروط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کے کچھ حقوق تسلیم بھی کئے گئے ہیں لیکن ان عظیم الشان قربانیوں کا جو مسلمانان کشمیر کو دینی پڑیں یہ کافی صلہ نہیں جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ تسلیم شدہ حقوق بھی محض لفظی اور کاغذی حیثیت رکھتے ہیں۔ حقیقتاً ریاست میں وہی ہندو نوازی، مسلم آزاری اور حقوق کشی کا دور دورہ ہے جو اصلاحات سے پہلے تھا۔ چودھری غلام عباس بی اے ایل ایل بی نے (جموں کی طرف سے گلینسی کمیشن میں جو نمائندہ ہو کر گئے تھے) اپنے ایک تازہ بیان میں اس حقیقت نفس الامری کا اظہار کیا ہے۔ کہ

ریاست کی پالیسی

بالکل وہی ہے جو آج سے پیشتر تھی۔ کوئی عملی تغیر حکام ریاست میں پیدا نہیں ہوا۔ مثلاً سر ظفر علی سابق وزیر داخلہ نے مسلمانوں کے مفاد کے لئے جو چند احکام صادر فرمائے تھے۔ وہ کسی منظم پالیسی کے ماتحت منسوخ ہو رہے ہیں۔" اس دعوے کے ثبوت میں چودھری صاحب نے بعض مثالیں پیش کی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکام ریاست ہر محکمہ سے مسلمانوں کو چن چن کر نکال رہے ہیں۔ مسلم مصنفین کی کتب کو جو سر ظفر علی نے محکمہ تعلیم میں بطور ٹکسٹ بک رائج کی تھیں منسوخ کیا جا رہا ہے۔ اور متعصب ترین ہندو افسروں کو مسلمانوں کے سروں پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کشمیر میں دوبھر ہے۔ اور یہ انجام کار ریاست کے لئے موجب نقصان ثابت ہوگا۔ کاش ہز ہائنس مہاراجہ صاحب اس بارہ دور اندیشی سے کام لیکر جو ایک والی ملک کا خاصہ ہونا چاہیے گلینسی کمیشن کی سفارشات پر انحصار رکھنے کے بجائے مسلمانوں کے جملہ مطالبات کو قبول کر لیتے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کا بہترین سامان کرتے۔ تو یہ ریاست کی فلاح و بہبود اور ان کی عزت و نمود کو دوبالا کرنے کا موجب ہوتا۔ کشمیر کے ساتھ ساتھ

جے پور

سے بھی مسلمانوں کی چیخ پکار کی آوازیں سننے میں آ رہی ہیں۔ بیشتر ازیں ان کالموں میں بتایا جا چکا ہے کہ جے پور کے ٹھکانے رام گڑھ سیکر میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایک

مسجد کے متعلق جھگڑا

برپا ہے۔ جہاں تک حق کا سوال ہے ہر قسم کی سرکاری تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ اس مسجد پر مسلمانوں کا دیرینہ قبضہ ہے لیکن بدقسمتی سے وہاں ایک پیپل کا درخت بھی ہے جس کی وجہ سے ہندو اس پر اپنا تصرف جانا چاہتے ہیں۔ اور انہوں نے مسجد مذکور کی ایک دیوار شہید بھی کر دی ہے۔ ایک انگریز افسر مسٹر ہنگ نے اس دیوار کے بنانے کے لئے مسلمانوں کی درخواست پر سفارش بھی لکھ دی لیکن اجازت نہیں دی گئی۔ علاوہ ازیں حکیم محمد حق صاحب مدیر مبلغ کے بیان کے مطابق رام گڑھ کی تحصیل اور تھانہ میں جملہ اہلکار سنگھٹنی جمع ہو رہے ہیں۔ جو ہر قسم کا ظلم و تشدد مسلمانوں پر روا رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے رام گڑھ کے غریب و بیکس مسلمان زندگی سے تنگ آ گئے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانان اجمیر ایک

وار کونسل

بنانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ جس کے ماتحت رام گڑھ میں جتھے بھیجنے کا سامان کیا جائے گا۔ ہم ہز ہائنس مہاراجہ صاحب جے پور سے مخلصانہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خود غور و تدبر اور عدل و انصاف کے ساتھ اس قضیہ کو نپٹانے کی کوشش کریں۔ ہندو اور مسلمان ایک والی ریاست کی نظر میں ایک ہی قسم کے حقوق کے مستحق ہونے چاہئیں ان میں کسی قسم کا تفاوت اور پاسداری ایک والی ملک کے شایان شان نہیں۔ اور نہ ہی ہم امید کرتے ہیں کہ خود مہاراجہ صاحب اس ناگوار پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر کسی کی پاسداری کرنا مناسب سمجھیں گے۔ اگرچہ جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے انہوں نے مسلمانوں کو بدنام کرنے اور حکام کی نظروں میں مقہور ٹھہرانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جے پور کے علاوہ

ریاست الور میں بھی مسلمانوں کی تباہی کے سامان

کئے جا رہے ہیں۔ اگرچہ ریاست کے ایک نادان دوست مولانا شوکت علی نے وزیر اعظم مسٹر گردھاری لال کے پیچھے لگ کر ان الزامات سے ریاست کو بری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو مسلمانوں کی طرف سے عائد کئے جاتے ہیں۔ تاہم مولانا غلام بھیک نیرنگ نے اصل واقعات کو طشت از بام کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان بچوں کی تعلیم کو جس نہج پر ڈالا جا رہا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ آج سے پچاس سال بعد ریاست الور کی حدود میں کوئی ایسا مسلمان باقی نہ رہے گا۔ جو اسلام کا نام بھی جانتا ہو۔ سب سے پہلے ریاستی مدارس سے اردو اور فارسی کو خارج کیا گیا لیکن پھر بھی مختلف مقامات پر بعض پرائیویٹ مدارس اور مکاتب باقی تھے جہاں قرآن کریم اور اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی سنہ ۱۹۲۷ء میں حکام ریاست نے مسلمانوں کے خلاف مرضی یہ حکم دیدیا کہ تمام پرائیویٹ مکاتب اور مدارس بند کر دیئے جائیں اور ان کے بجائے تمام طلبہ کو ریاستی سکولوں میں بھیجا جائے۔ جہاں مسلمانوں کے آنسو پونچھنے کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ جس مدرسہ میں مسلمان طلبہ کی تعداد بیس تک پہنچ جائے وہاں دس روپیہ ماہوار کا ایک مسلمان استاد مقرر کیا جائے جو روزانہ نصف گھنٹہ دینی تعلیم دیا کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بڑی سختی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ:—

" اس بات کی خاص طور پر احتیاط کی جائے کہ ریاستی مدارس میں اسلام کی مذہبی تعلیم کتابوں کے ذریعہ سے نہ دی جائے بلکہ صرف زبانی تعلیم دی جائے تاکہ بچوں کو اردو نہ پڑھنا پڑے۔ اور اس طرح وہ ریاست کی ملازمت سے محروم نہ رہیں۔"

اس سے بڑھ کر کھلا تعصب اور اسلام دشمنی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اول تو دینی تعلیم کے لئے جو استاد رکھا جاتا ہے۔ اس کی قابلیت ۱۰ روپیہ ماہوار سے زیادہ حیثیت کی نہیں پھر اسے یہ بھی حکم نہیں کہ

کتاب کے ذریعہ سے دینی تعلیم

بچوں کو دے۔ اس کے لئے بہانہ تو یہ ہے کہ اردو بچوں کو نہ پڑھنا پڑے جو خود ایک متعصبانہ عذر ہے۔ لیکن اس کی تہ میں یہ حقیقت پنہاں ہے کہ نہ بچوں کو دینیات کے متعلق کوئی کتاب پڑھنی نصیب ہوگی۔ نہ ان کے ذہن میں دین کی کوئی بات باقی رہے گی۔ ایک دس روپے ماہوار کی قابلیت کا استاد زبانی کیا درس دے سکتا ہے۔ اور وہ کہاں تک بچوں کے دماغوں میں باقی رہ سکتا ہے۔ پرائیویٹ مدارس کو ویسے بند کر دیا گیا۔ سرکاری مدارس میں دین کی تعلیم کتابوں کے ذریعہ سے دینا ویسے ممنوع قرار دیا گیا فرمایئے اسلام کا علم انہیں کہاں سے حاصل ہوگا۔ اور قرآن کریم کے پڑھنے کا انہیں کیونکر موقعہ ملے گا۔ کہ وہ بھی ایک کتاب ہی کی شکل رکھتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں یہ کہنا بجا نہیں کہ حکام ریاست نے

مسلمانوں کی شدھی

کا یہ ایک پروگرام تیار کیا ہے۔ اور ان کا دلی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس طریق سے خاموشی کے ساتھ اسلام سے بیگانہ رکھ کر آہستہ آہستہ اس نوبت تک پہنچا دیا جائے کہ وہ ا[illegible] ہندو کمیونٹی کے ہی ایک "جُز" سمجھنے لگیں؟ ضرورت ہے کہ مسلمان اس طریق عمل کے خلاف نہایت زبردست احتجاج کریں۔ اور حکام ریاست کو اس بات پر مجبور کر دیں۔ کہ وہ مسلمان بچوں کی دینی تعلیم اور قرآن کریم کے درس و تدریس کا بہترین انتظام کریں۔ اور مدارس میں اردو اور فارسی بلکہ عربی کو رائج کیا جائے۔ کہ انہی زبانوں میں مسلمانوں کے دینی علوم پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور آواز جنوبی ہندوستان کی ایک

ریاست میسور

سے اٹھی ہے۔ جو کسی زمانہ میں اسلامی سلطنت اور علوم کا گہوارہ سمجھی جاتی تھی۔ ریاست میسور کچھ عرصہ سے بے تعصبی اور رواداری کے لئے مشہور ہو رہی ہے جس کا ایک بڑا ثبوت یہ پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی قلت تعداد کے باوجود دیوان ریاست کے عہدہ پر ایک مسلمان فائز ہے لیکن حالت یہ ہے کہ مسلمان دیوان کی آڑ میں ہندو عمال ریاست کو من مانی کارروائیوں کا موقعہ خوب حاصل ہے۔ کیونکہ انہیں یہ خیال ہے کہ مسلمان دیوان اگر مسلمانوں کو کسی قسم کے ظلم سے بچانے کی کوشش کرے گا تو اس پر طرفداری کا الزام عائد کیا جائے گا۔ اس خیال سے ہندو حکام وعمال اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھ کر مسلمانوں کی پامالی کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ بیرونی دنیا میں ریاست کی بے تعصبی مشہور ہو چکی ہے۔ اگر کوئی شکایت ہوگی تو مسلمان دیوان کا وجود بطور گواہ صفائی پیش کر دیا جائے گا۔

بعض تازہ واقعات

جو اس سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ۲۶ء میں ایک مسلمان مبلغ اسلام کو دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت بنگلور شہر میں وعظ کہنے سے روک دیا گیا۔ اس کے خلاف ہائی کورٹ میں مرافعہ کیا گیا۔ جہاں اسے مذہبی آزادی کے منافی قرار دیکر اس حکم منسوخ کر دیا گیا لیکن اب پھر ایک مسلمان مبلغ کو زیر دفعہ ۳۹ پولیس ریگولیشن وعظ و تبلیغ سے منع کر دیا گیا جس نے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس پر سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ جو زیر سماعت ہے۔

(۲) مسلمانان میسور نے اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنی اصلاح کیلئے تنظیم شروع کی۔ اور میسور سٹیٹ مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ جس کے ماتحت ایک مجلس مسلم نوجوانان اور رضاکاران بنائی گئی۔ ہندو عمال نے اس کو بھی ناپسند کیا۔ اور رضاکاران کے خلاف بھی دفعہ ۳۹ پولیس ریگولیشن جاری کر کے اس کام کو بھی بند کر دیا گیا۔

(۳) ۳۔ اپریل کو کولار کے پارچہ بافوں کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ اس جلسہ میں جو صنعت و حرفت سے تعلق رکھتا تھا مسٹر پاپانا آئنگر ڈپٹی کمشنر نے سری نواسپور کے علاوہ سے ایک نظم پڑھوائی جس میں سلطان محمود غزنوی۔ سلطان محمد غوری۔ سلطان قطب الدین اور شہنشاہ اورنگ زیب کو کوسا گیا۔ جب ایک ڈپٹی کمشنر پبلک جلسوں میں اس قسم کی مسلم آزار ذہنیت کا اظہار کر سکتا ہے تو ہندو عمال ان معاملات میں جو ان کے دفاتر میں پیش آتے ہیں کیا کچھ نہ کرتے ہونگے۔

میر غلام بھیک نیرنگ اور میسور کے ایک مقتدر مسلمان نے ان واقعات کو لکھتے ہوئے اسلامی ہند سے استدعا کی ہے۔ کہ وہ مسلمانان میسور کی حفاظت اور فلاح کے لئے آواز اٹھائیں۔ اور اسلامی انجمنیں احتجاجی تجاویز منظور کر کے جنرل سکرٹری گورنمنٹ میسور کی خدمت میں روانہ کریں۔

یہ ان چار ریاستوں کے مختصر حالات ہیں جہاں مسلمانوں میں زندگی کا کچھ تھوڑا بہت احساس باقی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی ہندو ریاستیں ہیں جہاں مسلمانوں کا احساس بھی ایک حد تک فنا ہو چکا ہے۔ اور وہ

ہندووانہ ذہنیت

کے پے در پے شکار ہو کر اپنی خودداری اور احساس قومیت کھو چکے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوؤں کو کسی حالت میں بھی مسلمانوں کی زندگی گوارا نہیں۔ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں بھی ان کو ذلیل اور تباہ کرنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں تو مسلمانوں کی مجال ہی کیا ہے کہ آواز تک اٹھا سکیں۔ کیا ان حالات میں برطانوی ہند کے

ذی وجاہت مسلمانوں کا فرض

نہیں کہ اپنے ریاستی بھائیوں کی حفاظت کا کوئی بہترین سامان پیدا کریں اور پیشتر اس کے مسلمان بھیلوں اور گونڈوں کی حیثیت اختیار کر لیں انہیں ہندوؤں کی دستبرد سے بچا کر حفاظت اسلام کا فریضہ ادا کریں؟

صلیب پرستی کا نظریہ

موسیو پوٹامیا یا عراق کی سرزمین بھی عجائبات کا گنجینہ ہے۔ جس میں سے بابل و نینوا کے قدیم آثار بکثرت برآمد ہوتے رہتے ہیں۔ چند ماہ پیشتر ایک محل برآمد ہوا تھا جس کو نمرود کے زمانہ کا بتایا جاتا ہے۔ اب وہاں زمین کھودنے پر ایک صلیب برآمد ہوئی ہے۔ جس پر پتھر کا ایک انسان لٹکا ہوا ہے صلیب بھی ایک قسم کے پتھر کو تراش کر بنائی گئی ہے۔ صلیب اور مجسمہ کی نسبت امریکن ماہرین آثار کا خیال ہے کہ وہ ایک ہزار برس قبل مسیح کے ہیں۔ اگر عمر کا یہ تخمینہ صحیح ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صلیب پر لٹکا کر مار دیا تھا پرانے مشرکین اور بت پرستوں سے ماخوذ ہے۔ جس کی تائید خود عیسائی محققین نے بھی کی ہے اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی کتاب ینابیع المسیحیت میں نہایت تفصیل کے ساتھ واقعات وحقائق سے اس نظریہ کو ثابت کیا ہے۔

عرب میں مسیحیت

شرق اردن کی کانفرنس میں (جو عمان میں منعقد ہوئی تھی) ڈاکٹر محمد صبحی نے حکومت برطانیہ پر بہت زیادہ آئینی نکتہ چینی کی۔ اور کہا کہ حکومت نے شرق اردن کے مفاد کے لئے اب تک کچھ نہیں کیا۔ حالانکہ ملک کے باشندے اور یتیم بیماریوں اور فاقہ کشی سے مر رہے ہیں۔ دوسری طرف حکومت نے عیسائی مشنریز کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ملک کے قلاش اور بے خانماں بھوکے یتیم بچوں کو عیسائی بنالیں۔ چنانچہ عیسائی مشنریوں کے یتیم خانے ہمارے یتیم بچوں کو داخل کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کو اسلام سے برگشتہ کر کے مسیحی دین میں شامل کریں۔

حکومت کو یہ سب کچھ معلوم ہے مگر اس نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی حیرت ہے کہ حکومت بقول خود اپنی مجبوریوں کی وجہ سے قوم کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ مگر عیسائی اداروں کے لئے اس کے خزانے کھلے ہوئے ہیں۔ غرض کانفرنس کے اجلاس میں عیسائی مشنریوں کی تباہ کن کارگزاریوں کا پردہ اچھی طرح چاک کیا گیا اور اس کا ذمہ دار حکومت برطانیہ کو ٹھہرایا گیا۔

شرق اردن کے مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ یہاں عیسائی مشنریز جو کچھ کر رہے ہیں وہ حکومت کے ایما بلکہ حکم سے کر رہے ہیں اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ عربوں کے بیشتر عناصر کو عیسائی بنا کر اس عرب سرزمین کو عیسائیت کی کثافت سے بھر دیا جائے۔

یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا محض حکومت پر نکتہ چینی کرنے اور [illegible] جلسوں اور تقاریر سے اس فتنہ کا سدباب ہو سکتا ہے؟ کیا شرق اردن کے مسلمانوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ خود بھی دین کی حفاظت کا کوئی سامان مہیا کریں۔ اپنے یتیم خانے اور ہسپتال قائم کریں۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے محاسن کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے اور مسیحی معتقدات کی خامیوں کو واضح کرنے کا انتظام کریں۔ بلاشبہ یہ کام روپیہ کو چاہتا ہے لیکن جب تک دین کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کا جذبہ مسلمانوں کے اندر پیدا نہ ہو۔ نری چیخ و پکار اور احتجاج بے فائدہ چیز ہے۔

اسلام اور عیسائیت افریقہ میں

افریقہ کے حبشیوں میں ایک مدت سے عیسائیوں نے تبلیغ کا جال پھیلا رکھا ہے۔ اور وہ بہت کچھ کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ ایک عرب مبلغ جو دس سال سے افریقہ کے ریگستانوں میں خاموش تبلیغ کے فرائض انجام دے رہے ہیں عارضی طور پر قاہرہ تشریف لائے ہوئے ہیں آپ نے ایک عربی اخبار کے نمائندہ سے فرمایا کہ افریقہ کے حالات بہت تاریکی میں ہیں۔ اور وہاں کی تبلیغی کوششوں کا حال تو شاید صحیح طور پر کسی کو معلوم ہی نہیں۔ عیسائی مشنریز اور عیسائی اخبارات افریقہ میں تبلیغ کے متعلق خبریں اور مضامین شائع کرتے رہتے ہیں۔ جنہوں نے وہاں کے حالات پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ اسلام کے مقابلہ میں عیسائیوں کو شکست ہو رہی ہے۔ اور اسلام مسیحیوں کی جد و جہد کے علی الرغم برابر پھیلتا جا رہا ہے اگرچہ اس قسم کی اطلاعات سے مسلمان بہت خوش ہوتے ہیں مگر عیسائیوں کا مقصد کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی خبروں سے مسلمان خوش ہو جائیں گے۔ اور خیال کرنے لگیں گے کہ جب دین اسلام سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے تو پھر مزید کوشش کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے وہ خود بخود حبشیوں کے دلوں میں گھر کرتا چلا جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی خوش کن [illegible] سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ واقعات اس طرح نہیں ہیں۔

افریقہ میں کوئی ایسی اسلامی انجمن نہیں جو [illegible] مستقل کام تبلیغ اسلام

اس کے مقابلہ میں عیسائیوں کے ۳۵ مشن کام کر رہے ہیں۔ اس نسبت سے ان کو کامیابی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ البتہ حبشیوں میں جو لوگ فطرت سلیمہ رکھتے ہیں یا ان کو عیسائیت کے متعلق ذاتی تجربات ہیں۔ وہ اسلام کے سوا عیسائیت کو قابل التفات بھی نہیں سمجھتے۔

(بقیہ صفحہ ۵)

کی خانہ تلاشی ہوئی۔ تو پھر اگر مرزا صاحب نے لکھدیا کہ ہم ان باتوں کو بُرا سمجھتے ہیں اور ہم نے تو اس قسم کے جہاد کی جیسا یہ سرحدی پٹھان کرتے ہیں یعنے جہاد بالسیف کی ممانعت کے بارے میں کتابیں لکھ ڈالی ہیں تو فرمایئے اس میں کیا بُرا کیا۔ واقعات کے طور پر لکھدیا کہ ہم نے ایسا کیا۔ اور جو کچھ کیا اسلام پر سے بدنامی کے داغ کو مٹانے کے لئے کیا۔

گورنمنٹ کی خوشامد کون کرتا ہے

گورنمنٹ کی خوشامد مدنظر نہ تھی بلکہ اپنا اصول بیان کیا تھا جسے گورنمنٹ سے کوئی طمع نہ ہو اسے خوشامد کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ہاں اپنے اوپر سے اور اسلام کے اوپر سے غلط الزامات کا ہٹانا آپ اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے۔ رسوائی برت اور صفائی میں یہ تمام امور لکھدیئے۔ اور بتادیا کہ اسلام کا دامن ان امور سے پاک ہے۔

منہ سے گورنمنٹ انگریزی کا کسی کو خوشامدی کہنا آسان ہو لیکن ذرا سا لقمہ تر مل جائے تو آج مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر اور علما انگریزوں کے بوٹ صاف کرنے لگ جاتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

شیخ صاحب کے تملق کی نہ قلعی کھل جائے
لاٹ صاحب کا کہیں حشر میں اظہار نہ ہو

حضرت مرزا صاحب کا حوصلہ

یہ مرزا کا ہی حوصلہ تھا کہ منہ بھر کے انگریزوں کو اور یورپین اقوام کو بلحاظ سیاست و حکومت کے یاجوج ماجوج اور بلحاظ مذہب کے دجال کہدیا۔ اور اس زمانہ میں کہا جب منہ سے ایک لفظ بھی خلاف نکالنے میں زبان کٹتی تھی۔ آج کا زمانہ اور ہے۔ ہوا ہی اور ہے۔ کانگرس وغیرہ نے ہر طرح کی بکواس کا انگریزوں کے کانوں کو عادی کردیا۔ وہ زمانہ اور تھا۔ دنیا میں اعلان کردینا کہ دجال اکبر یہی یورپین اقوام اور ان کے پادری ہیں کوئی ہنسی ٹھٹھا نہ تھا۔ بلکہ بڑی خطرناک بات تھی۔ آج بھی کسی مولوی کو دجال کہہ دیکھو وہ جان کو آجاتا ہے یا نہیں آجاتا ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے کسی مسلمان کو دجال کہہ کر دیکھ لو۔ وہ مرنے مارنے کو آجائے گا۔ تو پھر اس طرح دجال کا کھلے لفظوں میں اعلان کس دل گردہ کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک مامور من اللہ اور حق پرست باخدا انسان کا ہی یہ حوصلہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس طرح اتنی بڑی زبردست گورنمنٹ کی غلطی کو اس طرح ببانگ دہل للکار کر سنادے۔

مسیحی مذہب پر تنقید

نہ صرف انہیں دجال کہا بلکہ ان کے مذہب کو دُھنکر رکھدیا۔ ان کی آسمانی کتب اور ان کے فرضی خدا پر زبردست تنقید کی۔ کہ عیسائی تو خیر ان کا چیخنا چلانا اور گھبرانا یا اور فرار کی راہ اختیار کرنا بجا ہے۔ خود ہمارے چودھویں صدی کے مولوی جب کبھی مرزا کو گالیاں دینے اور بدنام کرنے کو جی چاہتا ہے تو اسی تنقید کو سامنے رکھکر ٹسوے بہانے لگ جاتے ہیں۔ کہ ہائے ہائے حضرت عیسٰے کی توہین کی گئی ہے حالانکہ دل میں سمجھتے ہوں گے کہ اس کا نام توہین نہیں ہے۔ مخالف کے عقیدہ پر تنقید ہے۔ ایسے بھی کیا عقل سے گئے گزرے ہونگے کہ سمجھتے نہ ہوں گے۔ خوب سمجھتے ہیں یہ تو صرف مرزا کو بدنام کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

اہل حق کا شیوہ

دراصل اہل حق کا یہی شیوہ ہے کہ کسی میں جو خوبی دیکھے وہ بھی کہدے اور عیب دیکھے وہ بھی بتادے۔ انگریزی حکومت کی انصاف امن پسندی، آزادی مذہب کی خوبیاں کو دیکھا۔ تو برملا کہہ دیا کہ اس معاملہ میں موجودہ زمانہ میں یہ بہترین گورنمنٹ ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کابل میں اختلاف عقیدہ کی بنا پر سنگساری اور حجاز میں قبوں کی تباہی و بربادی کا نظارہ دیکھ لو۔ ان کے مذہب کی لغویت پر نظر ڈالی تو کھلم کھلا اس کی اس زور سے تردید کی کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں۔ ان کی صلیب کو توڑ کر پاش پاش کردیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ عیسائی مذہب کا سب سے بڑا دشمن میں ہوں۔ اور یہانتک کہہ دیا کہ جسے تم خدا کہتے ہو وہ میرے جیسا ہی ایک انسان تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

چوں کا فراز ستم بپرستند مسیح را
غیوری خدا بسوزش کردم سرم

یہ دنیا پرستوں کا شیوہ ہوا کرتا ہے کہ کسی کی تعریف کریں گے تو زمین آسمان کے قلابے ملا دیں گے۔ ہر رنگ میں اس کی تعریف کرتے چلے جائیں گے۔ بگڑینگے تو پھر سر سے پیر تک عیب ہی نکالتے چلے جائیں گے۔ اور خوبیوں کو بھی عیب بتائینگے۔ لیکن اہل حق کا یہ دستور نہیں وہ خوبی کو خوبی کہیں گے اور عیب کو عیب کہیں گے۔

خاکسار
بشارت احمد

ایران میں قانون ازدواج کا نفاذ

رئیس الوزرا ایران کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا ہے جس میں مذکور ہے کہ قانون ازدواج ایران کی رو سے ذیل کی دفعات اطلاع عام کے لئے شائع کی جاتی ہیں:-

دفعہ اول:- مندرجہ ذیل حالات میں کوئی والی۔ حاکم یا قونصل کوئی رکن غیر ملکی باشندہ کو ایرانی عورت سے شادی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

(۱) ایسی صورت میں کہ قوانین ایران یا قوانین مملکت میں کسی خارجی شخص کے نکاح کے لئے مانع موجود ہو۔

(۲) ایسی حالت میں بھی نکاح کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ غیر ملکی شخص ایرانی عورت کے اخراجات (نان و نفقہ، مسکن و لباس) کو برداشت کرنے کے ناقابل ہو۔

(۳) ایسی صورت میں کہ غیر ملکی شخص (جہاں وہ نکاح کرنا چاہتا ہے) نہ مال غیر منقولہ رکھتا ہو اور نہ تجارتی علاقہ۔ اور نہ ایسا شغل رکھتا ہو جس کے بھروسہ پر وہ ایران کے کسی علاقہ میں سکونت اختیار کرسکے۔

(۴) ہر غیر ملکی شخص پر لازم ہوگا کہ وہ ایرانی عورت سے نکاح کرنے کے لئے حکومت کے پاس درخواست کے ساتھ دستاویز بھی روانہ کرے جس میں خواستگار ازدواج کی پوری تفصیل درج ہو۔

ایک عورت نے اٹھارہ ہزار پونڈ ہار دئے

مس مین ڈول نے "بیکارٹ ڈول" کھیل میں سنیر را ملیٹو سے مقابلہ کیا اور ۲۲۰۰۰۰ فرانک (تقریباً ۱۸۰۰۰ پونڈ) ایک رات میں ضائع کردئے۔ اس جوئے کو دیکھنے کیلئے ہزاروں عورت اور مرد بیکارٹ روم میں جمع ہوگئے تھے۔ پہلے تو مس مین ڈول نے اپنے مقابل سے ۴۰۰۰ پونڈ جیتے لیکن بعد میں اسکو شکست ہوئی اور گرہ سے اٹھارہ ہزار پونڈ ادا کرنے پڑے۔

افغانستان میں قبل مسیح کی آثار قدیمہ

حکومت افغانستان اور فرانس کے ایک معاہدہ کی رو سے حکومت فرانس کی طرف سے آثار عتیقہ کا ایک محکمہ افغانستان میں قائم ہے جو افغانستان کے ریگستان میں آثار قدیمہ اور بقایائے سابقہ کی تفتیش کرتا رہتا ہے۔ افغانستان قدیم آثار و اطلال کا ایک گرانبہا خزانہ ہے جس میں شاہان سلف کی عظمت و شوکت مدفون ہے۔

ہن قوم کے حملے سے پیشتر افغانستان کے صحرا صنعت و عجائبات کے مرکز تھے۔ خصوصاً "ہدہ" (جو مشرقی جلال آباد سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے) سے ۱۹۲۸ء میں حیرت سے قدیم مجسمے برآمد ہوئے تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بدھ مذہب کی عظمت کسی زمانہ میں بڑے عروج پر تھی۔ مسیح علیہ السلام سے پچاس سال قبل افغانستان یونان کے زیر نگین تھا۔ جس کے آثار اب تک نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ افغانستان اور چینی ترکستان کے صحرا میں سیکڑوں آثار بدھ اور یونانیوں کے عہد کے مدفون ہیں۔ جو تاریخ اور آثار کا ایک بیش قیمت ذخیرہ ہیں۔

تمام دنیا میں جواہرات کی بےقدری

دنیا کے بادشاہوں کے جواہرات کی آج کل بڑی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ کوئی خریدار ان کو خریدنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور مکر شیس کساد بازاری کی وجہ سے ان کو فروخت کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ صرف لندن میں جوہریوں کی ا[illegible] ۸۰۰۰۰۰ پونڈ کے جواہرات پڑے ہوئے ہیں۔ جن کو کوئی جوہری یا سرمایہ دار ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔ دنیا میں اسوقت وہ جواہرات جو فروخت کرنے کے لئے موجود ہیں ۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی قیمت کے ہیں۔

۱۹۳۱ء میں دنیا کے ہر گوشہ میں جواہرات کی خرید و فروخت بہت ہی کم رہی ہے گذشتہ سال صرف ۱۲۰۰۰۰۰ پونڈ کی قیمت کے جواہرات کی مانگ ہوئی۔ جس میں سے صرف ۲۰۰۰۰۰ پونڈ کے جواہرات فروخت ہوئے۔

لندن کے ایک مشہور جوہری نے اخبار کے ایک نمائندہ سے بیان کیا کہ آجکل کارپوریشن آفس اور دیگر مقامات میں فروخت کیلئے جس قدر جواہرات موجود ہیں اس کی نظیر کبھی نہیں ملتی۔ میری تحقیق ہے کہ ۷۵ فیصدی قیمت جواہرات کی کم ہوگئی ہے۔

۱۹۲۹ء میں امریکہ سے جو جواہرات آئے ہیں ان کی قیمت ۱۲۰۰۰۰۰ پونڈ ہے۔ اور ۱۹۳۱ء میں ۱۳۰۰۰۹۰ پونڈ کے جواہر کی درآمد ہوئی ہے۔ خیال ہے کہ ۱۹۳۲ء میں شاید جواہرات کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

فنلینڈ میں امتناع مسکرات کے قانون کا خاتمہ

امریکہ کی طرح فنلینڈ کی حکومت نے تجربتاً ۱۲ سال کیلئے شراب نوشی۔ اس کی فروخت اور کشید کی ممانعت کردی تھی۔ جس کی میعاد ۵ اپریل کو ختم ہوگئی۔ فنلینڈ کی تیس ہزار آبادی میں سے ہزارہا باشندوں نے امتناع مسکرات کے اختتام کی خوشی منائی۔ اور اسطرح منائی کہ شراب نوشی کے سلسلہ میں تمام ریکارڈ مات کردئے۔

ہلنگ فورس میں شراب کی دکانیں دس بجے صبح کھلیں۔ مگر لوگ صبح ۶ بجے ہی سے دکانوں پر آکر جمع ہوگئے۔ اور ہزاروں شراب فروشوں کے مکانوں پر جا ڈٹے۔ اجازت کے پہلے روز مردوں کے علاوہ مزدور پیشہ عورتوں کی طلب بھی بہت دلچسپ تھی ہلنگ فورس وییورگ اور دیگر قصبہ جات کی عورتوں نے دل کھول کر شراب نوشی سے لوٹے۔

(بقیہ صفحہ ۲)

ایک مرشدہ صاحبہ کا زور

دو ماہ بعد ایک اور شادی ہوئی۔ ہم نے صاف کہ دیا کہ اگر تقسیم لڈو کراؤگے تو فساد ہوگا۔ اس کا روپیہ کسی سکول میں یا مسجد میں لگا دو۔ یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کر دو۔ لیکن مخالف فرعون دماغ کب مانتے تھے۔ جب مخالف پارٹی کو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ضرور فساد کا اندیشہ ہے تو لڑکی والے کو جھٹ سید الوالی بھیجدیا کہ مرشدہ کو لے آؤ۔ یہ مرشدہ تمام گاؤں کی مرشدہ ہیں سوائے میرے۔ مرشدہ صاحبہ نے آتے ہی حکم دیا کہ لڈو نکلواؤ میں خود تقسیم کرونگی۔ اور جو نہ لے گا کوڑھی ہوگا۔ آخر مرشدہ صاحبہ کی وہ گت بنی کہ ۲۳ گھر سے ۴۷ گھر ہو گئے۔

جب مرشدہ صاحبہ کو اپنا زور معلوم ہو گیا۔ تو مجھے بد دعا دینی شروع کی۔ اور مجھے طرح طرح کی گالیاں دی گئیں۔ میں جب لوگوں کی زبانی سنتا تو الحمد للہ کہتا اور نماز میں دعا کرتا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب کیجو۔ بالآخر میرے والد صاحب کو بلا کر صاف صاف کہدیا کہ ابھی دفعہ میں بھول کر آگئی ہوں اور یہ لڈو میرے خیال کر کے لے لو آئندہ جس طرح تمہاری مرضی۔ والد صاحب اور دیگر احباب جو اسلام میں محو تھے انہوں نے کہا کہ ان کی تقسیم کے ساتھ یہ شرط ہے کہ آئندہ بکس لوگ جن کی تعداد اس گاؤں میں کم و بیش ۲۰ ہے۔ وہ رسم بند کر دیویں۔ یہ فیصلہ ہو گیا۔ والد صاحب نے کہدیا کہ ہم دوسروں کو کہہ دیتے ہیں کہ رہ لے جاویں ممکن ہے کہ ان کی کوئی موت ہو جائے تو وہ کہدیں کہ مرشدہ صاحبہ کی بد دعا سے ایسا ہوا ہے۔ اور ہم ہرگز ہرگز لڈو نہیں لیں گے۔ مرشدہ صاحبہ نے بہت دفعہ کہا اور یہی جواب ملا کہ آپ ہمارے لئے جتنی بد دعا کر سکتے ہیں کریں۔ ہم کبھی یہ رسم جاری نہیں رکھینگے۔ کیونکہ یہ کام اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے ماتحت شروع کیا گیا ہے۔

رسم نمبر ۲ و ۳ قطعی بند ہو گئی

اب تمام گاؤں میں صرف ۲۰ گھر اس رسم کے قائل رہ گئے ہیں۔ باقی سارا گاؤں چھوڑ چکا ہے رسم ۲ و ۳ جن کا ذکر پہلے کر چکا ہوں تمام گاؤں بند کر چکا ہے۔ اور رسم ۱ کے لئے ابھی کچھ گھر باقی ہیں۔

عالی جاہ میں نے اس سلسلہ میں بہت لوگوں سے گالیاں سنیں اور طرح طرح کے شگوفے کھلے۔ مگر میرا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔ اللہ پاک کی قسم ہے کہ آخری کارروائی سے تین چار دن پہلے بذریعہ خواب مجھے تسلی دلائی گئی کہ خوف و خطر کا فکر مت کرو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ قرآن پاک کے یہ الفاظ میں نے ایک جگہ قبرستان کے درختوں کے اوپر لکھے ہوئے پڑھے۔ ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون

قبلہ حضرت امیر ایدہ اللہ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ کہ میں نے لوگوں میں سعی کی۔

مستورات سے چندہ

۵۔ آپ نے ایک ٹریکٹ بنام مستورات سے اپیل چندہ شائع کیا۔ میں نے وہ ٹریکٹ اپنی مستورات کو سنایا۔ تمام گھر والوں نے اس میں حصہ لیا۔ اور زیور دیا۔ ان میں سے میری پھوپھی صاحبہ کی رقم زیادہ ہے۔ ان کے لئے درد دل سے دعا کریں۔ تمام مستورات سوائے میری اہلیہ کے غیر احمدی ہیں۔ زیور کو فروخت کیا گیا۔ ۲۳ روپے کی رقم بنی ہے جو چندہ کے ہمراہ بھیجی جا رہی ہے۔

ٹریکٹوں کی تقسیم

۶۔ میلہ مویشیاں گجرات امسال یکم تا بیت ۷ اپریل ۱۹۳۲ء کو ہوا۔ اس موقع پر میں نے خود تقریباً ۳۰۰ ٹریکٹ جو اپنی انجمن کی طرف سے آئے ہوئے تھے تقسیم کئے۔ ان میں غالب تعداد ان اشتہارات کی تھی جو کہ قبیح رسومات اور فرقہ ساہوکارہ کے متعلق تھے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تین صد ٹریکٹ تقسیم کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ بلکہ میں نے حتے الوسع یہ کوشش کی ہے۔ کہ ٹریکٹ نہایت عمدہ اور معقول انسانوں کے ہاتھوں میں جائیں۔ کمرۂ وکلا میں انگریزی کے ٹریکٹ رکھے گئے۔

خاکسار

فضل داد کمپ کلرک انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز گجرات

بدوملہی میں دو عظیم الشان مناظرے

پنڈت رودرانند و ٹھاکر امر سنگھ کو زبردست شکست

یکم ۲ و ۳ اپریل کو بدوملہی میں انجمن اسلامیہ کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس جلسہ میں شرکت کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ غازی محمود دھرم پال، مولوی عبدالمجید صاحب ایڈیٹر مسلمان و ماسٹر محمد بخش صاحب مسلم و دیگر لیکچرار اہلحدیث تشریف لائے تھے۔ چونکہ آریہ سماج نے مناظرہ کا چیلنج دیدیا تھا۔ اس لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بدوملہی نے مولانا عصمت اللہ صاحب و مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو بلوالیا جماعت قادیان کی طرف سے بھی میر قاسم علی صاحب و مولوی غلام رسول صاحب راجیکی و ماشٹر محمد عمر صاحب تشریف لائے۔

۳ اپریل کو مسئلہ نجات پر پنڈت رودرانند کے ساتھ غازی محمود دھرمپال کا مناظرہ ہوا۔ جو ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا ۳ اپریل کو ہی بوقت صبح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے آریہ سماج کے ساتھ ۴ اپریل کے لئے الہام وید و الہام قرآن پر دو مناظرے طے کر لئے۔ میدان مناظرہ دھرم سالہ ٹھریاں والی قرار پایا۔

۴ اپریل کو صبح آٹھ بجے پنڈت رودرانند و مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا الہام وید پر مناظرہ شروع ہوا مسلمانوں کی طرف سے فرائض صدارت مولانا عصمت اللہ صاحب نے سرانجام دیئے۔ اور آریوں کی طرف سے لالہ جیون داس صاحب صدر ہوئے۔

الہامی کتاب کے متعلق سماجی شرائط

سب سے پہلے پنڈت رودرانند نے الہامی کتاب کے متعلق چند شرائط مقرر کیں یعنے الہامی کتاب وہ ہونی چاہئے جو سب سے پہلے ہو۔ اور اس سے پہلے کوئی کتاب نہو۔ دوئم اس کتاب میں کسی دوسری کتاب کا ذکر نہ ہو۔ سوئم اس میں کسی خاص انسان کا نام نہیں ہونا چاہیئے۔ چہارم اس میں کسی خاص قوم کا نام نہیں ہونا چاہیئے۔ پنجم الہامی کتاب میں کسی خاص انسان کی بڑائی کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے۔

شرائط بالا کا ویدوں سے ابطال

جواباً مرزا صاحب اٹھے۔ انہوں نے ان پانچوں شرائط کو خود وید منتروں سے توڑ کر رکھدیا۔ مرزا صاحب نے وید منتر سے ثابت کیا کہ ویدوں میں سناتن دھرمیوں کے پرانوں کا ذکر آتا ہے۔ یہ کتابیں ویدوں سے پہلے تھیں۔ اور ویدوں میں ان خاص کتابوں کا نام موجود ہے۔ مرزا صاحب نے ویدوں کا ایک منتر پڑھا جس میں پراشر اور وسشٹھ دو خاص انسانوں کا ذکر آتا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے ایک منتر پڑھا جس میں کیکٹ نامی ایک خاص قوم کا ذکر آتا ہے۔

ویدوں میں آنحضرتؐ کا ذکر خیر

الہام کی پانچویں شرط کے لئے مرزا صاحب نے فرمایا کہ اس سے سماجی مناظر کی مراد حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ مگر ہم کیا کریں ایک قرآن ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام الہامی کتابیں محمد رسول اللہ صلعم کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ آپ کے ویدوں میں بھی اس خاص انسان کی بڑائی کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ اس پر مرزا صاحب نے ویدوں کے تین منتر پیش کیے جن میں محمد رسول اللہ صلعم کے نام کی تفصیل۔ پھر پورا نام۔ قاتلوں میں سے بچکر نکلنا اور ہجرت کرنے کا ذکر۔ اونٹوں کی سواری۔ عربی گھوڑوں کا تذکرہ وغیرہ سب کچھ نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا تھا۔ مرزا صاحب نے جتنے وید منتر پڑھے آریہ پنڈت حوالے کے لئے چیخ چلا رہا تھا۔

زندہ اور مردہ کتاب میں فرق

مگر مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم زندہ اور مردہ کتاب میں ایک فرق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تم قرآن کی آیتیں پڑھو اور کوئی حوالہ نہ دو۔ قرآن ایک زندہ کتاب ہے۔ جب پڑھا جاتا ہے تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں وید مردہ کتابیں ہیں۔ جب ہم پڑھتے ہیں تو تم حوالہ کے لئے شور ڈالتے ہو۔ اور تمہیں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آیا وید پڑھا جا رہا ہے یا کچھ اور۔ یہی ایک زندہ اور مردہ کتاب میں فرق ہے۔ باوجود اس اصولی بات کے پنڈت پھر بھی حوالہ مانگنے سے باز نہ آئے۔ اور مناظرہ بند کر دینے کی دھمکی دی۔ اس پر مرزا صاحب نے اتمام حجت کے لئے تمام وید منتروں کے حوالے انہیں نوٹ کرا دیئے۔

رودرانند جی کی ناکامی

لیکن حیرت ہے کہ حوالجات کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی پنڈت رودرانند نے کسی ایک منتر کا جواب نہ دیا۔ اور انہیں ایسی کھلی شکست ہوئی کہ یہاں کی پبلک میں بار بار اعتراف شکست کرا جاتا تھا۔ مرزا صاحب نے پنڈت جی کو انہی کی پیشکردہ شرائط الہام میں ایسا رگڑا کہ پنڈت جی ساری چوکڑی بھول گئے۔ اور ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے کہ تعلیمیافتہ طبقہ ہنس رہا تھا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ فتح کے سر سینگ نہیں ہوتے۔ دیکھ لو ساری ہندو قوم کے چہروں کی طرف کہ کس طرح مرجھائے ہوئے ہیں۔ اور مقابلہ میں مسلمانوں کے چہروں کی طرف دیکھو کہ پھول کی طرح کھلے ہوئے ہیں۔ الہام وید پر چونکہ وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے الہام قرآن پر کارروائی شروع ہونے لگی۔

قرآن کے الہامی ہونے پر بحث

لیکن آریوں نے اپنا مناظر بدل دیا۔ اور بجائے پنڈت رودرانند

کو اس قابل نہ سمجھا گیا کہ وہ مرزا صاحب کے سامنے اس مضمون پر بھی کھڑے کئے جائیں۔ چنانچہ ان کی جگہ پنڈت امر سنگھ کو کھڑا کیا گیا کارروائی کے شروع ہونے پر مرزا صاحب نے قرآن شریف کے متعلق دعوے اور دلیل خود قرآن شریف سے پیش کئے اور دنیا کے واقعات سے بھی قرآن شریف کی صداقت بیان کی۔ جس کے جواب میں پنڈت امر سنگھ نے ھدی للمتقین - ختم اللہ علی قلوبھم - فی قلوبھم مرض - ام القرانی وغیرہ آیات پر اعتراضات کئے۔

تحقیقی اور الزامی جواب

مرزا صاحب نے ہر ایک آیت کا پہلے تحقیقی جواب دیا پھر ہر ایک آیت کے بالمقابل ایک ایک وید منتر پیش کر دیا اور فرمایا کہ یہ قرآن کو اپنے ویدوں سے سمجھو یہ طرز جواب ایسا دل پسند تھا کہ پبلک کو لطف ہی آ گیا۔ لیکن پنڈت امر سنگھ آخر دم تک وید منتروں کی طرف نہ آیا۔ اور اپنے پہلی بار ہی کے اعتراضات کو بار بار دہراتا رہا۔ مرزا صاحب نے تحقیقی جوابات کے بعد بار بار وید منتروں کی طرف توجہ دلائی کہ خدا کے لئے کسی ایک منتر کو ہاتھ لگاؤ۔ اور جواب دینے کی کوشش کرو۔ لیکن یہ روگ آریہ مناظر کے بس کا نہ تھا۔ علم سنسکرت سے ہی غلط اور اس کا ویدوں میں موجود ہونا خود ویدوں کی سخت ہتک ہے۔ مرزا صاحب نے اس وید منتر کی جو علمی غلطی پیش کی اس کا جواب پنڈت امر سنگھ سے آخر دم تک نہ ہو سکا۔ اور یوں یہ مناظرہ بھی اسلام کی فتح اور نمایاں کامیابی کا اعلان کرتا ہوا بخیر و خوبی ختم ہوا۔

مناظرہ کا اثر

بدوملہی کے بچہ بچہ کی زبان پر مرزا صاحب کی کامیابی کے چرچے تھے۔ لوگ عام طور پر کہہ رہے تھے کہ فی الواقعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہی مخالفین اسلام کو پوری پوری شکست دے سکتی ہے۔ جناب میر قاسم علی صاحب نے چونکہ مرزا صاحب کے مناظرے پہلی ہی دفعہ سنے تھے اس لئے انہیں نہایت خوشی ہوئی۔ اور اختتام مناظرہ پر مرزا صاحب کی پشت پر ہاتھ پھیر کر مبارکباد اور شاباش دی۔ اور حکیم نورالدین صاحب۔ پریزیڈنٹ انجمن اسلامیہ نے مرزا صاحب کو مبارکباد اور درازی عمر کی دعا دی۔ تمام مسلمانوں نے اس کامیابی پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔

شکریہ

میں جناب چودھری سرفراز خاں صاحب و چودھری غلام حیدر خاں صاحب اور دیگر اراکین انجمن احمدیہ اشاعت اسلام بدوملہی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مناظرہ کو کامیاب بنانے اور جلسہ گاہ میں امن و سکون کی فضا کے برقرار رکھنے میں پوری کوشش کی۔ والسلام

خاکسار

حکیم اللہ دتا منشی فاضل - (بدوملہی)

اطلاع

ناظرین پیغام صلح خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ (مینیجر)

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کی کوشش فرما کر اپنی ہمدردی اور مذہبیت کا ثبوت دیجئے۔

جواب طلب امور کیلئے پانچ پیسے کے ٹکٹ یا جوابی کارڈ ضرور ارسال فرمایا کیجئے۔ (مینیجر)

دُنیا کا خاتمہ کس طرح ہوگا؟

قیامت کیلئے پیشگوئی

ڈاکٹر رابرٹ برونگ لکھتا ہے کہ کون کہہ سکتا ہے دنیا کا خاتمہ کب ہوگا۔ ممکن ہے آج رات کو ہی قیامت آ جائے۔ اس لئے اس سوال کا جواب یہ ہے کوئی نہیں جانتا۔ میرے ہمسایہ میں ایک عورت رہتی ہے اس نے پیش گوئی کی تھی کہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو دنیا فنا ہو جائے گی۔ جب میں نے ۱۴ - مارچ کو اس سے کہا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ تو اس نے جواب دیا کہ دنیا تو ۱۳ - مارچ کو ہی ختم ہو چکی مگر تمہارا دماغ اس قدر مادی ہے کہ تمہیں اس کا احساس نہ ہو سکا۔

ہر زمانہ کے انسانوں نے اس معاملہ میں قیاس آرائیاں کی ہیں۔ ان جملہ قیاسات کو ایک جگہ جمع کر کے سر جیفری ڈیشن نے کتابی صورت میں شائع کر کے ان پر تنقید کی ہے۔

زمین کے فنا ہونے کے قسم کے امکانات جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱) کسی مدار ستارے سے تصادم۔

(۲) آگ سے جل جانا یعنی وہ اندرونی طور پر پیدا ہو یا باہر سے آئے۔

(۳) پانی خشکی کا ڈوب جانا اور سمندر کا تمام کرۂ ارض پر پھیل جانا۔

(۴) پانی کا غائب ہو جانا جیسی کہ چاند میں حالت ہے۔ اور شاید مریخ کا بھی یہی حال ہے۔

(۵) چاند کسی روز زمین پر آ پڑے یا اس کے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر جائیں۔

(۶) آفتاب ٹھنڈا ہو جائے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ زمین آبادی کے قابل نہ رہے۔

(۷) آتش فشاں پہاڑوں سے زہریلی گیس برسے۔

(۸) کوئی سائنٹسٹ ذرہ کے توڑنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور اس سے اس قدر برقی نکلے کہ زمین کی ہر شے ریزہ ریزہ ہو جائے۔

(۹) آئندہ جنگ یا متعدد جنگوں میں نوع انسان کا خاتمہ ہو جائے۔

(۱۰) حد سے زیادہ سردی یا حد سے زیادہ حرارت زمین پر پیدا ہو جائے۔

(۱۱) زمین کے اندر برقی طاقتیں ہر وقت سرگرم عمل ہیں ممکن ہے کہ کسی وقت زمین کا گولہ شق ہو جائے۔

(۱۲) زمین کا کوئی حصہ ٹوٹ کر ایک نیا چاند بن جائے۔

زہریلی گیس کو زبردست شکست

جنگ عظیم میں انسانوں کو ہلاک کرنے کیلئے جو مختلف قسم کے زہریلے گیس ایجاد کئے گئے تھے ان کی تباہ کاریوں کی یاد اب تک دماغوں میں تازہ ہے۔ لیکن ایک مدت کی جدوجہد اور کاوش کے بعد خدا نے اس کا تریاق بھی دے دیا ہے۔ کیمیکل ڈیفنس ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کے اسٹاف نے ۱۴ سال کی کوشش کے بعد گیس کا تریاق ایجاد کر لیا ہے جس کا تجربہ کر کے بھی دیکھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ چند لوگوں کو پہلے زہریلی گیس سے بے ہوش کرایا گیا۔ اور پھر فوراً نئی ایجاد کا ان پر عمل کیا گیا۔ اس عمل سے وہ لوگ بہت جلد ہوش میں آ گئے۔ اور ہلاکت سے بچ گئے۔ اور لطف یہ کہ ان کی صحت بھی برقرار رہی۔ اور اس طرح گیس کے نقصانات کی پوری تلافی ہوگئی۔

یہ ایجاد دنیا کی سب سے بڑی ایجاد ہے۔ کیونکہ اس پر لاکھوں انسانوں کی زندگی کا انحصار ہے۔ اس ایجاد سے بلاشبہ نوع انسانی کی بہت بڑی خدمت انجام دی جا سکے گی۔ جہاں اس ایجاد کا تجربہ کیا گیا۔ اس جگہ پر زہریلی گیسوں کے ماہرین اور بڑے بڑے انجینئر موجود تھے۔ جنہوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ یہ ایجاد بلاشبہ زہریلی گیسوں کو شکست دے سکے گی۔

دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتار طیارہ

ایک جدید ہوائی جہاز جس کا شہرہ تمام عالم میں مچا ہوا تھا۔ اپنی تعمیر کے بعد آزمائش کے طور پر فضا میں پرواز کیا۔ اور کامیاب رہا یہ جہاز تین میل کی بلندی پر دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرے گا۔ جہاز میں محض اسٹیل لگایا گیا ہے۔ اور کوئی کمزور دھات استعمال نہیں کی گئی ہے۔ جہاز پر دو مشین گنیں بھی نصب کی گئی ہیں۔ اور کئی سو بم کے گولوں کے لئے بھی گنجائش نکالی گئی ہے۔ انتہائی بلندی پر ہوا بازوں کے لئے برقی گرمی۔ اور سانس لینے کے لئے آکسیجن کا کافی انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ برقی روشنی کا بھی بہت عمدہ انتظام ہے۔

برطانیہ میں جرائم کی کثرت

انگلستان کے ہوم آفس کی طرف سے ایک بلیٹن شائع ہوئی ہے جس میں ان جرائم کے اعداد و شمار دکھائے گئے ہیں جن کا ارتکاب ۱۹۳۰ء میں انگلستان اور ویلز کے اندر کیا گیا۔

اس کتاب کے دیباچہ میں بتایا گیا ہے کہ انسانی بہیمانہ حملوں اور عورتوں کے خلاف سخت حملوں کی تعداد میں اس تعداد کی بہ نسبت کمی ہو گئی ہے جو جنگ عظیم سے قبل تھی۔ لیکن نقب زنی۔ جعلسازی اور سرقہ وغیرہ کے واقعات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء میں جرائم کی اتنی کثرت ہوئی کہ عدالتوں کو اپنا طریقہ کار بدلنا پڑا۔ اور سزا دینے میں اس کا خیال رکھا کہ کسی نہ کسی طرح جرائم کا بڑھتا ہوا سیلاب کم ہو جائے۔ جوانوں میں ارتکاب جرم کا جذبہ زیادہ بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ شمال اور جنوب کی عدالتوں سے جن مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں ان میں سے ½ کی عمر ۳۰ سال سے اور ⅕ کی عمر ۲۱ سال سے کم تھی۔ صرف سوا ایسے اشخاص تھے جن کی عمر ۵ سال سے زیادہ تھی۔ سال زیر رپورٹ میں عدالتوں کے سامنے بطور مجرم ۷۸۹ لڑکیاں پیش ہوئیں جن میں ۹۱ فیصدی ایسی تھیں جن پر جرم ثابت ہوا اور جن کی عمر ۱۶ سال سے کم تھی۔ اسی طرح گیارہ ہزار دو سو چھ لڑکوں میں سے ۸۹ فیصدی ۱۶ سال سے کم عمر تھے۔ ایک ہزار دو سو انتیس لڑکیوں میں سے ۸۲ فیصدی ایسی تھیں جن کی عمریں ۱۶ اور ۲۱ سال کے درمیان میں تھیں۔ اور اس عمر کے لڑکوں کی تعداد دس ہزار سات سو میں ۵۹ فی صدی تھی۔

۱۹۳۰ء میں تمام جرائم کی مجموعی تعداد جو پولیس نے معلوم کی ۴ ایک لاکھ ۴۷ ہزار اکیس تھی۔ جن میں سے ایک لاکھ ایک ہزار مقدمات میں فیصلے سنا دئے گئے۔ جرائم کی یہ تعداد بہ نسبت تعداد سال گذشتہ قریباً ۱۲ ہزار چار سو پچاس سے زیادہ تھی۔ ۱۹۳۰ء میں ہر دس ہزار آدمیوں پر جرموں کا تناسب ۳ ہزار ۶ سو ۹۴ تھا۔

احباب کی توجہ کے قابل

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر نہایت آب و تاب سے ۲۷ - مئی کو شائع ہونیوالا ہے۔ مضامین نگار حضرات ۱۷ - مئی ۱۹۳۱ء تک مضمون بھیج کر شکریہ کا موقع دیں۔ دیگر برادران قوم سے استدعا ہے کہ وہ اس نمبر کو زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیت

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۴ محرم ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۹

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۱ مئی کو ڈلہوزی روانہ ہو گئے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کچھ دن بعد روانہ ہوں گے۔ حضرت امیر کی مشایعت کے لئے اسٹیشن پر احباب کثرت کے ساتھ موجود تھے۔ آپ کا پتہ دار السلام۔ ڈلہوزی ہوگا۔

دہلی سے ایک نیکدل افسر کا تبادلہ

ہمارے مکرم دوست جناب میر بختیار علی خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس دہلی سے تبدیل ہو کر گوجرانوالہ تشریف لے گئے ہیں۔ جماعت احمدیہ نے اس موقع پر جناب میر صاحب ممدوح کو الوداعی ٹی پارٹی دی۔ بہت سے احباب قبلہ شیخ محمد صادق صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دولتکدہ پر اکٹھے ہو گئے اور ایک گھنٹہ تک پر لطف صحبت رہی۔

آپ کی ہر دلعزیزی اس امر سے بھی ظاہر ہے۔ کہ آپکی تبدیلی کی خبر سننے پر بہت سی الوداعی پارٹیاں دی گئیں اور بوقت روانگی سٹیشن پر ایک اچھا خاصہ مجمع تھا۔ جو آپ پر اور آپ کی اہلیہ محترمہ پر پھولوں کی بارش کر رہا تھا جس گاڑی میں آپ روانہ ہوئے وہ پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔

بہت سے معزز ذمہ دار پولیس افسروں کے علاوہ شہر کے دیگر مجسٹریٹ وغیرہ بھی الوداعی ملاقات کے لئے سٹیشن پر موجود تھے۔ دعا ہے کہ میر صاحب قبلہ جہاں بھی جائیں حسب دستور امانت و دیانت سے فرائض منصبی کو ادا کرتے رہیں۔ اور ساتھ ہی وہ اپنی قوم کو نہ بھولیں۔ بالخصوص جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کی بیداری اور اصلاح میں جو عظیم الشان کام کیا ہے اس کی ہر ممکن طریق پر مدد کرتے رہیں۔

گوجرانوالہ کی خوش قسمتی ہے کہ ایک نیک دل اور خدا ترس افسران کو مل گیا۔

شیخ عبد الحق
(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی)

مرزا عزیز الرحمن صاحب کی روانگی برلن

احباب و اعزا کا اجتماع ریلوے سٹیشن پر

لاہور ۸ جنوری۔ آج رات کے ۸ بجے مرزا عزیز الرحمن صاحب ایم ایس سی فرنٹیر میل سے تبلیغ اسلام کے لئے برلن روانہ ہوئے۔ مرزا صاحب کو الوداع کہنے کے لئے احباب جماعت اور بہت سے دیگر حضرات کا ایک بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا۔ جنھوں نے پھولوں کے ہاروں سے اس عزت و عقیدت کا اظہار کیا جو خدا کی راہ میں کام کرنے والوں کے لئے ہر فرزند اسلام کے دل میں ہونی چاہیئے۔ مرزا صاحب ممدوح ایک ایک بھائی سے بغلگیر ہوئے۔ اور سب سے فرداً فرداً دعا کی تاکید کی۔ اسی سلسلہ میں آپ کے والد ماجد حکیم مرزا خدا بخش صاحب جب آپ سے بغلگیر ہوئے تو انہوں نے ذیل کی نصائح اپنے فرزند ارجمند کو کیں:۔

اے میرے لخت جگر! اب تم ہم سے ایک عرصۂ دراز کے لئے جدا ہو رہے ہو۔ میری ہمیشہ سے یہی خواہش اور یہی دعا رہی ہے کہ میری اولاد خادم دین مبین۔ علامۂ زماں اور صاحب اقبال ہو۔ اب خدا تعالیٰ نے تمکو موقع دیا ہے۔ کہ تم دین کی خدمت کرو مگر یاد رکھو جہاں تم جا رہے ہو وہاں بہت سی مصائب اور مشکلات کا سامنا ہوگا اور شیطانی وساوس اور شیطانی تحریکات تمہارے گرد و پیش ہونگی۔ تم صبر و استقلال کے ساتھ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کرنا اور حوصلہ اور ہمت کو نہ ہارنا۔ بلکہ جب کبھی لاینحل مشکل بھی پیش آئے تو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں نہایت عجز و انکسار سے دعا کرنا۔ دعا ہی ایسی چیز ہے جس سے سب مشکلات دور ہو جاتی ہیں ہر حال دینی خدمت کو مقدم رکھنا۔ اب میں تم کو خدائے رحیم و کریم کی حفاظت میں الوداع کرتا ہوں۔ خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ اور تین مرتبہ اللھم ایدہ بروح القدس کہتا ہوا وداع ہوا۔

سب احباب سے ملنے کے بعد جب آپ ٹرین میں سوار ہوئے تو پائدان پر کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر کی۔ جس میں احباب کی محبت اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے پھر دعا کے لئے درخواست کی۔ اس تمام نظارہ کو بعض لوگ نہایت حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھتے رہے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ جس نوجوان کو رخصت کیا جا رہا ہے وہ جماعت احمدیہ کا ایک فرد ہے۔ اور تبلیغ کے لئے جرمنی جا رہا ہے تو اس جماعت کی خدمات اسلام کا اعتراف انہوں نے کھلے لفظوں میں کیا۔

درخواست دعا۔ میں اپنے اور اپنے بھائی ممتاز احمد کے امتحانات بی اے اور ایف اے کی کامیابی کے لئے حضرت امیر اور دیگر بزرگان سے دعا کی استدعا کرتا ہوں۔ اور میں اس امر کا بھی متمنی ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے اور میرے بھائی کو خادم سلسلہ بنائے۔ آمین۔
محمد اکبر حمید (سابق متعلم اسلامیہ کالج لاہور)

تقریب نکاح۔ ۲ مئی کو ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار کی لڑکی زینب بی بی کا نکاح عبد اللطیف صاحب [illegible] جہانخان سے بعوض دو ہزار روپیہ مہر معجل معہ سبیع [illegible] پڑھا۔ فریقین نے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

| جلد ۲۰ | مورخہ ۴ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۹ |

"مدینہ" اور ہم
چند گزارشات

افسوس ہے کہ ہمارے بعض معاصرین جماعت احمدیہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پہلے خود ہر قسم کے سخت و درشت الفاظ استعمال کر لیتے ہیں اور جب ہماری طرف سے ان کا معقول جواب دیا جاتا ہے۔ تو انہیں حیرت ہونے لگتی ہے۔ کہ پیغام صلح کیوں مشتعل ہو گیا۔

"مدینہ" کا لب و لہجہ

یہی حال معاصر "مدینہ" کا ہے۔ جس نے اپنی ۲۵ اپریل کی اشاعت میں جماعت احمدیہ لاہور کی روش کو "تنگ نظرانہ" قرار دیتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ "وہ بتدریج ملت اسلامیہ میں مدغم ہوتی چلی جا رہی ہے" جسکے صاف یہ معنے ہیں کہ جماعت احمدیہ پہلے "ملت اسلامیہ" سے باہر تھی اور اب وہ آہستہ آہستہ اس میں جذب ہونے لگی ہے۔ اس کو دو صورت واقعہ قرار دیتے ہوئے معاصر ممدوح نے اس خیال کا بھی اظہار کیا تھا کہ "یہ رجعت خواہ تقیہ کے اصول پر ہو یا حق پر مبنی"، یعنے یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ ملت اسلامیہ سے ہم تقیہ کے طور پر مل رہے ہوں (جو ہمارے نزدیک پرلے درجہ کی منافقت میں داخل ہے) اور پھر "اسلامی تاریخ" کا حوالہ دیتے ہوئے نہایت تمکنت کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

"یہ پہلی مثال نہیں ہے۔ اس سے پیشتر بیسیوں فرقے اس شان تمرد کے ساتھ اٹھے کہ گویا وہ تمام عالم اسلامی کو اپنی رو میں بہا لیجائینگے لیکن اہل السنت والجماعت کا بحر محیط اس طرح ان پر حادی ہوا۔ کہ آج ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ یہی حال قادیانی تحریک کا ہونے والا ہے۔"

ہماری گزارش

ان فقرات میں صاف طور پر جماعت احمدیہ کو ان فرقوں میں شامل کیا گیا ہے جو "تمام عالم اسلامی کو اپنی رو میں بہا لیجانے کا ارادہ رکھتے تھے۔" اور یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ جس طرح ان فرقوں کا آج نام و نشان نہیں ملتا۔ وہی حشر قادیانی (یا احمدی) تحریک کا بھی ہونے والا ہے۔

ان تیز و تند فقرات اور بیجا الزامات پر اظہار خیال کرتے ہوئے ہم نے اپنے لائق معاصر کو چند ایسے حقایق کی طرف توجہ دلائی تھی جو ان کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ جماعت احمدیہ اپنے اصول و عقائد کے لحاظ سے "ملت اسلامیہ" سے باہر ہرگز نہیں کہ "مدغم" ہونے کا خیال اس پر عائد ہو سکے۔ وہی کلمہ۔ وہی نماز۔ وہی روزہ۔ وہی حج۔ وہی زکوٰۃ ہے۔ جو ارکان اسلام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور تمام مسلمان ان کے قائل ہیں۔ خدا، رسول، کتب سماویہ، فرشتوں یوم قیامت، اور حشر و نشر پر ہمارا بھی وہی ایمان ہے جو دوسرے مسلمانوں کا ہے۔ بلکہ مجدد وقت نے اس جماعت کے اندر جو پختہ اور مستحکم ایمان پیدا کیا ہے وہ دوسروں کے اندر ملنا مشکل ہے۔ یہی ایمان ہے جس نے اس جماعت کو خدمت دین کے کام پر لگا دیا اور انہوں نے عملاً دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھا دیا باوجود اس کے اسے ملت اسلامیہ سے باہر قرار دینا کس قدر حق ناشناسی اور تنگ نظری پر مبنی ہے۔

ہمارے جزئی اختلافات

ہم نے کہا تھا کہ جزئی اختلافات جو جماعت احمدیہ کو دوسرے مسلمانوں سے ممیز کرنے کا موجب ہوئے وہ اب بھی بدستور ہیں اب بھی وہ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی مانتے ہیں اس لئے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہم اپنے خیالات کو چھوڑ کر دوسرے مسلمانوں میں مدغم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس کے خلاف ۹۹ فیصدی مسلمان حیات مسیح کے عقیدہ کو چھوڑ کر وفات مسیح کے قائل ہو چکے ہیں۔ اور کوئی دن جاتا ہے کہ انہیں حضرت مرزا صاحب کی مسیحیت اور مہدویت کا بھی قائل ہونا پڑے گا پس ایسے حالات میں ہم پر تقیہ کا الزام لگانا اور ان فرقوں میں شامل کرنا جو "شان تمرد کے ساتھ اٹھے اور تمام عالم اسلامی کو اپنی رو میں بہا لیجانے" کا منصوبہ کرنے لگے۔ ایک ایسی بات ہے جو خود معاصر "مدینہ" کے "تمرد" کو ظاہر کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ کسی شان تمرد کے ساتھ نہیں بلکہ مسکینی اور فروتنی کے عالم میں خدمت اسلام کے لئے اٹھی نہ کہ عالم اسلامی کو کسی غلط رو میں بہا لیجانے کے لئے۔

مدینہ کی بدحواسی

ظاہر ہے کہ ان الفاظ میں کوئی ایسا تلخ لب و لہجہ اختیار نہیں کیا گیا جو معاصر ممدوح کے الفاظ سے زیادہ سخت ہو۔ لیکن "خونی مہدی"، اور "جنگجو مسیح" کا تصور ہمارے لائق معاصر کو ہر بات میں "خونی مجاہدین کے آب شمشیر" کے جلوے دکھانے لگتا۔ اور خود آمادۂ جنگ ہونے کی وجہ سے ہماری صلح جوئی بھی اسے "پیغام جنگ" نظر آیا کرتی ہے۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کے "ملت اسلامیہ میں مدغم" ہونے کا سوال ہے معاصر ممدوح نے ہماری عرضداشت کا جواب دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"معاصر پیغام صلح یا بالفاظ صحیح تر پیغام جنگ کو اس بات پر غصہ ہے کہ ہم نے یہ کیوں کہا کہ جماعت احمدیہ ملت اسلامیہ میں مدغم ہوتی چلی جا رہی ہے اور یہ کیوں نہیں کہا کہ ملت اسلامیہ جماعت احمدیہ میں مدغم ہو گئی ہے"

یہ تو ہر شخص کا اختیار ہے کہ "پیغام صلح" کو "پیغام جنگ" کہے یا "مدینہ" کا نام "کوفہ" رکھدے۔ لیکن اس بدحواسی کے کیا معنے ہیں کہ ہم تو کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ملت اسلامیہ سے باہر نہیں لیکن ہمارا قابل معاصر ہمارے مفہوم کو ایسے رنگ میں پیش کرتا ہے کہ گویا ہم جماعت احمدیہ کو ملت اسلامیہ سے الگ اور باہر تسلیم کر رہے ہیں۔

اسلامی مقاصد میں دلچسپی

اس کو بھی چھوڑ یئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک وقت تھا کہ احمدی جماعت خود مسلمانوں سے بچکر چلتی تھی۔ اور ان کے مقاصد میں خواہ وہ سیاسی ہوں یا معاشرتی کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھی لیکن آج وہ خود ان کی خدمت کے لئے آمادہ نظر آتی ہے۔ اس سے زیادہ عمل تحلیل کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ قادیان کا مرکز تکفیر بھی مسلمانان کشمیر کو مسلمانان کشمیر اور مسلمانان ہند کو مسلمانان ہند ہی کہتا ہے اور احمدیہ جماعت لاہور بھی دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھ لینے کے مسئلہ میں قطعی انکار سے بڑھکر تذبذب کی حالت تک پہنچ گئی ہے۔ اس سلسلہ میں خواجہ کمال الدین صاحب کی جماعت زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اسکو اسلام کی تبلیغی خدمات سرانجام دینے کی زیادہ سعادت حاصل ہو رہی ہے"

مسلمانوں سے بچکر چلنا اور ان کے مقاصد میں کوئی دلچسپی نہ لینا ہم نہیں جانتے کب جماعت احمدیہ نے اپنا اصول بنایا تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ تبلیغ اسلام کے فریضہ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم تقسیم عمل کے اصول پر دوسرے چھوٹے چھوٹے کاموں میں اپنی مساعی کو خرچ نہیں کرتے۔ لیکن جہاں تک ہمدردی اور تائید کا سوال ہے ہر نیک تحریک میں جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے تعلق رکھتی تھی جماعت احمدیہ نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا۔ سوائے اس کے کہ قادیانی جماعت نے مسلمانوں کو کافر قرار دینے اور ایک عرصہ تک سیاسیات سے گریز کرنے کے باوجود اب انہیں "سیاسی مسلمان" کہنا اور ہر سیاسی تحریک میں پیش پیش رہنا اپنا مقصد ٹھیرا لیا ہے۔

نماز کا سوال

جہاں تک نماز کا تعلق ہے اس بارہ میں بھی ہمارے لائق معاصر کو غلطی لگی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور اب تک اسی مسلک پر قائم ہے جو اس کے مقدس بانی کی زندگی سے چلا آتا ہے کہ تمام وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب یا کسی مسلمان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ ہاں جو لوگ علانیہ مکفرین سے اعلان بیزاری کریں اور اس حدیث کا انہیں مورد ٹھہرائیں کہ کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اور حضرت مرزا صاحب اور ہر کلمہ گو کو مسلمان یقین کریں ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں ہمیں کوئی عذر نہیں۔ اس مسلک میں نہ کبھی تذبذب پیدا ہوا۔ اور نہ اس وقت ہے اس لیے اس کو کسی "عمل تحلیل" کا نتیجہ قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ رہی خواجہ کمال الدین صاحب کی جماعت۔ ہم معاصر "مدینہ" سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کونسی جماعت ہے جو جماعت احمدیہ لاہور سے الگ ہو کر خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ہو گئی ہے اور کن معنوں میں ہمارے لائق معاصر نے اسے "ترقی یافتہ" قرار دیا ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب خود جماعت احمدیہ لاہور کے رکن ہیں۔ اور انہی اصول و عقائد کے حامی ہیں جو اس جماعت کے معتقدات میں داخل ہیں۔

ویدوں کی سنسکرت

بھائی پرمانند نے جو ہندوؤں میں دیوتا سروپ کے نام سے مشہور ہیں "تاریخ پنجاب" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں زبان سنسکرت پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ " ویدک زبان سنسکرت سے علیحدہ ہے یہ بھائی جی کا دعوےٰ ہے جس کے ثبوت میں انہوں نے مختلف وید منتر نقل کئے ہیں۔ کہ وید سب سے پہلے ارکیک ( ) زبان میں لکھے گئے جو بعد میں سنسکرت زبان سے بدل دی گئی۔ چنانچہ ذیل کا منتر جو رگوید (۶۱ - ۵ - ۶) سے بھائی جی نے نقل کیا ہے۔ خاص طور پر قابل توجہ ہے:-

> اے اندر بڑے اچنبھے کرنے والا ہے۔ رشی جو ابتدائی زمانہ میں رہتے تھے۔ تمہارے لئے یگیہ کر کے تمہارے منتر بن گئے۔ درمیانی زمانہ والوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور آج کل کے رشیوں نے بھی اسی طرح تمہاری دوستی حاصل کی۔ اس لئے اے اندر کر پا کر کے اس منتر کو سنو جو تمہاری پوجا کرنے والا پیش کرتا ہے"

اس منتر سے بھائی جی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ویدوں پر تین زمانے گزرے ہیں۔ اور ہر زمانہ میں ویدوں کی زبان بدلتی رہی ہے۔

کیا فرماتے ہیں ہمارے آریہ دوست اس بارہ میں کہ بھائی پرمانند جی کا یہ ارشاد اور تحقیقات کہاں تک صحیح ہے۔ اور کیا مندرجہ بالا منتر اور بھائی جی کے پیشکردہ نتائج کی روشنی میں یحرفون الکلم عن مواضعہ کا دعوےٰ جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ حق و صداقت پر مبنی ثابت نہیں ہوتا؟

نکاح اور ارتداد

معاصر "الجمعیتہ" میں ایک استفتا شائع ہوا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندہ نامی ایک عورت کا خاوند نہایت بدچلن ہے۔ اور اسے مار پیٹ کرتا ہے۔ کھانا کپڑا بھی نہیں دیتا اور اس کا سارا جہیز بیچ کر کھا گیا۔ ہندہ نے خلع کی خواہش کی جس سے اس کے خاوند نے انکار کر دیا۔ اور بجبر اسے اپنے گھر لیجانا چاہا آخر مجبور ہو کر ہندہ مرتد ہو گئی۔ کیا ایسی حالت میں ان کا نکاح فسخ ہو گیا یا باقی رہا؟

اس استفتا کے جواب میں معاصر ممدوح نے مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی کا یہ فتوےٰ شائع کیا ہے کہ:-

> "اس صورت مرقومہ میں ہندہ کا نکاح بوجہ ارتداد فسخ ہو گیا۔ اور زید کا کوئی تعلق زوجیت کا ہندہ کے ساتھ نہیں رہا۔ مگر جس نے ہندہ کو ارتداد کی تعلیم کی ہے۔ یا امر کیا ہے مرتدہ ہو جانے کا تو یہ تعلیم کرنے والا اور امر کرنے والا بھی کافر و مرتد ہو گیا ہے۔ ان کا نکاح بھی فسخ ہو گیا ہے۔ ان پر بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح اور تجدید اسلام بھی کر لیں۔"

بوجہ ارتداد فسخ نکاح کا فتوےٰ کوئی نیا تو نہیں لیکن یہ دیکھنا افسوسناک ہے کہ قرآن کریم کے کھلے ارشادات کے خلاف ایسے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ جو فتنہ ارتداد کو کم کرنے کے بجائے اسے اور زیادہ ترقی دینے کا موجب ہیں قرآن کریم نے صاف طور پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز رکھا ہے اور کہیں بھی ارتداد کو فسخ نکاح کا موجب نہیں قرار دیا۔ باوجود اس کے خلع پر زور دینے کے بجائے ارتداد کو موجب فسخ نکاح ٹھہرانا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارنا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس بارہ میں زیادہ وسعت نظر سے کام لیتے ہوئے وہ رستہ اختیار کیا جائے جو فتنہ ارتداد کو روکنے کے علاوہ قرآن کریم کے بھی عین مطابق ہے۔

ایک مسیحی رسالہ کی توبہ

رنگون کے سینٹ گیبریل ہائی سکول کے ماہوار میگزین کے مضمون نگار نے حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق انتہائی دریدہ دہنی سے کام لیتے ہوئے بعض ایسے واقعات شائع کئے تھے جو سراسر کذب و افترا اور فتنہ و شرارت سے تعلق رکھتے تھے۔ جمعیتہ العلما صوبہ برما نے اس کے خلاف پرزور احتجاج کیا جس پر اس رسالہ کے ایڈیٹر نے اراکین جمعیتہ کے نام حسب ذیل خط بھیجا ہے:-

> "محترم حضرات مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں نے سینٹ گیبریل ہائی سکول میگزین کی دسمبر والی اشاعت میں نبی کریم صلعم کی سیرت کے متعلق چند عبارتیں شائع کیں۔ جن میں صداقت کا کوئی شائبہ موجود نہیں ہے۔ وہ سب کی سب کذب و افترا پر مبنی ہیں۔ مجھے انتہا رنج ہے کہ میں نے تمام مسلمانوں کو عموماً اور اراکین جمعیتہ العلما کو خصوصاً اپنی حرکت سے سخت تکلیف پہنچائی۔ میں آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ کرونگا۔ پریس کے منیجر (مصنف کا نام) نے جو کچھ لکھا ہے اس کی کوئی تاریخی بنیاد نہیں ہے۔ میں میگزین کی مارچ والی اشاعت میں نبی کریم صلعم کی زندگی کے صحیح حالات بھی شائع کرونگا۔ اور یہ معذرت بھی اسی نمبر میں درج کرونگا۔"

ہم اس اخلاقی جرأت پر ایڈیٹر صاحب "سینٹ گیبریل ہائی سکول میگزین" کو مبارکباد دیتے ہیں۔ انسانیت اور شرافت فی الحقیقت اسی بات کا نام ہے کہ انسان کو جب اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو اس سے فوراً رجوع کرے۔ بلکہ جہاں تک پیشوایان مذاہب کا تعلق ہے یہ ضروری ہے کہ ان کی عظمت و عزت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے "تا کہ ان کے پیرووں کا دل نہ دکھے اور بین الاقوامی فتنہ و فساد کا موجب نہ ہو اگر اس اصول کو آج ہندوستان کے اہل قلم حضرات پیش نظر رکھیں تو فتنہ و فساد اور باہمی کشیدگی بہت حد تک دور ہو سکتی ہے۔ کاش ہمارے آریہ اور دیگر عیسائی معاصر بھی ایڈیٹر صاحب سینٹ گیبریل ہائی سکول میگزین کے اس پاکیزہ نمونہ سے سبق حاصل کریں۔ اور اس کی تقلید اپنے لئے باعث فخر سمجھیں۔

مسلمانان پونچھ کی استدعا

مسلم ایسوسی ایشن پونچھ کی طرف سے ذیل کا تار موصول ہوا ہے:-

> "پونچھ ۷ مئی۔ مہاراجہ بہادر اور وزیر اعظم جموں و کشمیر کی خدمت میں حسب ذیل تار ارسال کیا گیا ہے:-
>
> مسلمانان پونچھ نہایت شدید مصیبت اور تکلیف میں مبتلا ہیں۔ افسران تفتیش بھی ہندو ہیں اور مقدمات سننے والے جج بھی ہندو ہیں جو بسبب واقعات سے ذاتی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور خود ان میں الجھے ہوئے ہیں۔ مگر ایسوں کو جو اور تکالیف پہنچائی جاتی ہیں وہ ان کو ناہی بدل دی جاتی ہے۔ کمزور اور بوڑھے سرداروں کو چکیوں کے آگے لگا دیا جاتا ہے۔ اور سخت ترین اذیتیں انہیں دی جاتی ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ آزادانہ تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ اور اپیلوں کے سننے کے لئے ایک ٹریبونل قائم کیا جائے۔ ہم سوائے انصاف کے اور کچھ نہیں چاہتے"

مسلمانان پونچھ کی یہ درخواست فی الحقیقت قابل غور اور توجہ ہے ایسی حالت میں کہ پیش آمدہ واقعات میں ہندو افسر خود الجھے ہوئے ہیں اور تمام واقعات ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی کشیدگی سے تعلق رکھتے ہیں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ان واقعات کی چھان بین اور مقدمات کے فیصلے انہی ہندوؤں کے سپرد کئے جائیں۔ امید ہے کشمیر کی حکومت مسلمانوں کی ستم رسیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا مناسب تدارک کرنے کی کوشش کریگی۔ اور ایک آزادانہ کمیشن مقرر کرکے

سامانہ میں مسئلہ نبوت پر بحث

مسیح موعود کا دعویٰ نبوت سے انکار۔ قادیانیوں کی لفظی و معنوی تحریف، پبلک کا متفقہ فیصلہ

بخدمت جناب مکرم ایڈیٹر صاحب سلمہ الرحمٰن۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

سامانہ (ریاست پٹیالہ) میں حال ہی میں مسئلہ نبوت پر جناب میر مدثر شاہ صاحب اور قادیانیوں کے مابین جو مناظرہ ہوا ہے اس کی روئداد ارسال خدمت ہے۔ اس مناظرہ کے بانی مبانی خان صاحب محمد اکبر خان صاحب رئیس اعظم گڑھی نظیر ضلع کرنال ہیں جنہوں نے خود روئداد قلم بند فرمائی ہے۔ پس مناسب سمجھتا ہوں کہ خان صاحب ممدوح کا تعارف قارئین کرام سے کرا دیا جائے۔

آپ اس علاقہ میں ایک بارسوخ اور صاحب ذی شخص ہیں۔ نوابان کرنال و حیدرآباد دکن سے آپ کے جدی تعلقات رشتہ داری چلے آتے ہیں۔ مگر سب سے بڑھکر آپ کے وجود میں نمایاں خوبی یہ ہے کہ آپ کو اسلامی کاموں میں پوری دلچسپی ہے۔ اور مجلس علمیہ اور مشاغل دینیہ کے دلدادہ اور شیدا ہیں۔ اور یہ خوبیاں آپ کو ورثہ کے طور پر اپنے بزرگوں سے ملی ہیں۔ چنانچہ جب جناب گورو تیغ بہادر معہ اپنے خاندان کے بحالت اضطرار اس علاقہ میں پہنچے تو خان صاحب ممدوح کے جد امجد نے ایسے نازک اور پرخطر وقت میں گرو صاحب اور ان کے متعلقین کو اپنے ہاں پناہ دی۔ جب تک ان کا وہاں پر قیام رہا ہر طرح سے ان کی امداد و حفاظت کی گئی اور حسن سلوک کیا گیا۔ جس جگہ گرو صاحب نے قیام فرمایا تھا وہاں بعد ازاں ایک گوردوارہ بنایا گیا جو آج تک بدستور چلا آتا ہے اور اس موروثی لالا کا ذکر گرو صاحب ممدوح کی ساکھیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ریاست پٹیالہ، جنید اور نابھہ کی طرف سے اس گوردوارہ کے لنگر اور حفاظت کے لئے مستقل امداد ملتی ہے۔ ازیں قبیل خوبیوں کی وجہ سے بھی اس علاقہ کی تمام پبلک خواہ وہ سکھ ہوں یا ہندو اور مسلمان خان صاحب ممدوح کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مناظرہ کی روئداد خان صاحب ممدوح اور دیگر معززین سامانہ کی دستخطی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

(خاکسار محمد شفیع از سامانہ)

روئداد مناظرہ

برادران اسلام! میری خواہش عرصہ دراز سے چلی آتی تھی کہ مسئلہ اجراء نبوت پر جیسا کہ موجودہ قادیانی جماعت کا اعتقاد ہے ایک فیصلہ کن مناظرہ ہو جائے۔ چنانچہ میں اس کام کیلئے حضرت میر مدثر شاہ صاحب پشاوری کو زیادہ موزوں سمجھتا تھا کیونکہ شاہ صاحب ممدوح نے پہلے بھی فرقہ قادیانیہ سے بمقام سامانہ مسئلہ نبوت پر مناظرہ کیا تھا۔ بس میں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے اس امر کی استدعا کی۔ انجمن نے میری درخواست پر شاہ صاحب کو سامانہ بھیجدیا۔ آپ چند روز درس قرآن کریم کا سلسلہ سامانہ میں جاری فرما کر میرے موضع گڑھی نظیر میں تشریف لائے۔ اور وعظوں کا سلسلہ شروع کیا۔ جس میں موضع کے لوگ شریک ہوتے رہے۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ

میری خواہش تھی کہ جناب مرزا صاحب کے اصل دعویٰ سے واقفیت حاصل کروں کیونکہ انکی جماعت کا ایک فریق کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور دوسرا فریق اس دعوے سے انکار کرتا اور مجددیت کا دعویدار مانتا ہے۔ یہ مشکل اسی طرح حل ہو سکتی تھی کہ دونوں فریق کے نمائندے روبرو بالمقابل کھڑے ہو کر اپنے اپنے دلائل پیش کریں۔

قادیانیوں سے مناظرہ

منشی فضل الرحمٰن صاحب سکرٹری تبلیغ و اشاعت قادیان سے تبادلہ خیالات کے لئے خط و کتابت شروع کی۔ بالآخر قرار پایا کہ تین روز مسلسل بتاریخ ۴-۵-۶ اپریل ۱۹۳۲ء کو مناظرہ کیا جائے اور مسئلہ زیر بحث یہ ہو کہ آیا امت محمدیہ میں سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں۔ اس موضوع پر پہلی تقریر سکرٹری صاحب جماعت قادیان کی ہوئی جس میں انہوں نے چند آیات قرآنی اور چند حوالجات مرزا صاحب کی کتابوں سے اور زیادہ تر حوالجات اخبار "بدر" اور "الحکم" کی ڈائریوں سے پیش کئے۔ شاہ صاحب نے اپنی جوابی تقریر میں سکرٹری صاحب کی تقریر پر نہایت معقول جرح کی۔ اور پیش کردہ حوالوں اور آیات کی پوری تشریح کی اور آیات پیش کردہ کا اصولی طور سے یہ جواب دیا کہ ان میں رسول کا لفظ آیا ہے۔ اور لفظ رسول بقول مرزا صاحب عام ہے۔ جس میں مجدد و محدث سب شامل ہیں۔ آپ کو لفظ نبی بتلانا چاہیئے۔ کیونکہ ہماری بحث لفظ نبی کے متعلق ہے۔ اور ان آیات سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ امت میں نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور یہ پبلک پر روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ جناب مرزا صاحب نے ہرگز نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ بلکہ مدعی نبوت کو کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا تھا اور ایسے حوالجات بھی جناب مرزا صاحب کی کتابوں سے سنائے۔ کہ جس میں آپ نے قسمیں اور حلف اٹھا اٹھا کر دعویٰ نبوت سے انکار بلکہ مدعی نبوت کو لعنتی قرار دیا ہے۔ اس دلچسپ اور موثر تقریر کو سنکر پبلک کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ کہ ایسی صریح، واضح اور کھلی کھلی تحریرات کی موجودگی میں نہیں معلوم کہ قادیانی جماعت کے لوگوں کا دماغ اس قدر کیوں کند ہو گیا ہے۔ کہ ایسے صاف الفاظ کی موجودگی میں وہ مرزا صاحب کی نسبت دعویٰ نبوت منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں دعویٰ نبوت کو کلمہ کفر قرار دیا۔

چار مطالبات

شاہ صاحب موصوف نے چار مطالبات پیش کئے۔ کہ ... کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے۔ میری وحی وحی نبوت ہے۔ میں حقیقی نبی ہوں۔ میں اصطلاح اسلام کی رو سے نبی ہوں۔ اور یہ مطالبات شاہ صاحب ممدوح اپنی ہر ایک تقریر میں فریق ثانی سے تین روز تک برابر کرتے رہے۔ مگر یہ بالکل سچ ہے اور ذرہ بھی مبالغہ نہیں کہ فریق ثانی ان چار مطالبات کے پورا کرنے سے تمام پبلک کے روبرو قاصر و ناکام رہا۔ البتہ اخبار "بدر" کے ایڈیٹر کی لکھی ہوئی ایک ڈائری پیش کی کہ ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔ اور بس۔

دعویٰ نبوت سے انکار

شاہ صاحب موصوف نے بیسیوں حوالے پیش کئے۔ جن سے دعویٰ نبوت کا انکار ثابت ہوتا تھا۔ لیکن سکرٹری صاحب نے اس پر تراز در دیا کہ مرزا صاحب نے ان حوالجات میں صرف تشریعی نبوت سے انکار کیا ہے۔ نبوت سے انکار نہیں کیا۔ مگر شاہ صاحب نے مرزا صاحب کی کتب سے بتایا کہ اس نبوت سے مراد صرف محدثیت ہے اور محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے۔ شاہ صاحب نے یہ بھی بتایا۔ کہ حقیقۃ الوحی اور الوصیت میں ہے کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ اس میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے۔ ہاں امتی نبی کے الفاظ اجتماعی حالت میں صادق آ سکتے ہیں اور اس اجتماعی حالت کو خود مرزا صاحب نے محدثیت سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ جب شاہ صاحب ممدوح نے بار بار مطالبہ کیا کہ مرزا صاحب کی کتاب سے بتاؤ کہ انہوں نے لکھا ہو کہ میں اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی ہوں۔ تو سکرٹری صاحب نے لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۷-۱۸ طبع دوئم میں سے ایک عبارت پڑھی جس میں لفظ محدث بھی موجود تھا۔ مگر انہوں نے لفظ محدث کو نہیں پڑھا۔ اسیوقت شاہ صاحب نے گرفت کی کہ لفظ محدث کیوں چھوڑ دیا۔ اس پر پبلک نے مطالبہ کیا کہ کتاب دکھاؤ۔ مگر سکرٹری صاحب اول تو پس و پیش کرتے رہے لیکن جب پبلک نے مجبور کیا اور ان کی میز کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ تو انہوں نے ایک اخبار دکھایا۔ جس میں لفظ محدث کٹا ہوا تھا۔ اور بجائے لفظ محدث کے یہ نشان × دیا ہوا تھا۔ جس سے پبلک پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ صرف سکرٹری صاحب ہی تحریف لفظی و معنوی نہیں کر رہے بلکہ ان کے بزرگ اور پیشوا اخبارات میں مرزا صاحب کی تحریرات کی قطع و برید کرتے رہتے ہیں۔

تمام پبلک کا فیصلہ

شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں ختم نبوت پر آٹھ آیات قرآنی پیش کیں۔ اور چند احادیث بھی مگر فریق ثانی کی طرف سے قطعاً کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ تمام پبلک نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ قادیانی جماعت کے موجودہ عقائد مرزا صاحب کی کھلی کھلی تحریرات کے بالکل خلاف ہیں۔ اس تین روز کے مناظرہ سے میں اور تمام پبلک اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جناب مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ ہرگز نہیں کیا بلکہ جیسا کہ صوفیائے کرام کی کتابوں سے ظاہر ہے لفظ نبی کو بحالت فنافی الرسول جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جناب مرزا صاحب نے استعمال کیا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۷)

قادیانی جماعت احمدیت کے رستے میں روک

غرضیکہ جو پردہ قادیانی جماعت نے مرزا صاحب کی تحریرات پر ڈال رکھا تھا۔ اس کو شاہ صاحب نے اٹھا کر یہ ثابت کیا کہ ان کا اصل دعوے محدثیت کا تھا۔ اور میں اس بات کے کہنے سے رک نہیں سکتا کہ احمدیت کی اشاعت میں قادیانی جماعت ایک روک ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا حصہ کثیر اس میں شامل ہوتا۔ کیونکہ احمدیت سوائے اشاعت اسلام کے اور کچھ نہیں ہے۔

صداقت سلسلہ کا بیج

بہرحال اس مناظرہ سے یہ مشکل حل ہوگئی کہ مرزا صاحب کا دعوے صرف مجددیت کا تھا اور مجدد امت اسلامیہ میں آیا ہی کرتے ہیں۔ اور پبلک پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اور حق پسند طبائع کے اندر اس سلسلہ کی صداقت و حقانیت کا بیج بویا گیا اور اللہ کریم کے فضل سے امید قوی ہے کہ ایکدن یہ بیج ایک عظیم الشان درخت کی شکل میں نظر آئے گا۔ میرا یہ بھی ارادہ تھا کہ قرب و جوار کے دیہات میں شاہ صاحب ممدوح سے تبلیغ کراؤں مگر آج کل فصل ربیع کا موقعہ ہے۔ اور فصل کی کٹائی میں لوگ بالکل مصروف ہیں۔ اس لئے میں اپنے ارادہ کو کسی دوسرے وقت کے لئے ملتوی کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

(محمد اکبر خاں موضع گرؤسی نظر بقلم خود لسو بدار تحصیل کیتھل۔ کرنال)

میاں جی اللہ بندہ نقلم خود۔ چودھری قادر بخش سکنہ ساما نہ شیخ بگہ سکنہ ساما نہ۔ صوبا جانی۔ عبد الحکیم۔ کرم بخش۔ چودھری احمد۔ خدا بخش۔ برکت خاں۔ بہادر خاں۔ گھیا۔ عمر بخش خاں۔ رحمت اللہ نقر یا خاں۔ شادی خاں۔ چودھری اولیا راجپوت۔ کالو خاں۔ چودھری برکت۔ جانی راجپوت۔ ابراہیم خاں۔ قادر بخش۔ عبد العزیز خاں۔ عبد الکریم خاں۔ ابراہیم۔ امید۔ محمد جمال الدین۔ کریم بخش چودھری۔ قمر الدین خاں۔ ساکنان سامانہ

نمائیندگان مذاہب کے لیکچر برلن مسجد میں

تصور باری تعالےٰ پر اہم تقاریر

عید اضحے کا شاندار اجتماع

پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب گرامی

یکم اپریل ۱۹۳۲ء کو حسب معمول مسجد کے وسیع ہال میں تصور باری تعالیٰ پر ۷ بجے بعد دیگرے تین لکچر ہوئے سب سے اول ایک عیسائی پادری نے عیسوی نقطہ نگاہ سے کم و بیش نصف گھنٹہ نفس مضمون پر تقریر فرمائی اس کے بعد تقریبًا ۲۰ منٹ بدھ مت کے پیرو ڈاکٹر بردلو نے اسی موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اور سب سے آخر ہمارے مکرم فاضل دوست ڈاکٹر حمید مارکوس صاحب نے تصور باری تعالیٰ کے موضوع پر فاضلانہ و عالمانہ بحث کی۔ اس جلسہ کے صدر ہمارے مکرم دوست پروفیسر مرزا حسن تھے۔ حاضرین کی تعداد سو ڈیڑھ سو کے درمیان تھی لیکچروں کے بعد سوال و جواب کا موقع دیا گیا تھا اور یہ تبادلہ خیالات کا سلسلہ رات کے ۱۲ بجے تک جاری رہا۔

عید اضحیٰ مسجد برلن میں

عید الاضحیٰ یہاں برلن میں ۱۷ اپریل کو بروز اتوار منائی گئی حسب معمول ۱۰½ بجے نماز عید شروع ہوئی اور بوجہ ایثار حاضرین کی تعداد سے مسجد کا وسیع ہال اور ارد گرد کی گیلری کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ عید ین پر اخوت اسلامی کا جو نظارہ نظر آتا ہے اس سے بے شک ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ کالے۔ گورے۔ امیر غریب۔ مشرق مغرب دوش بدوش صف باندھے معبود حقیقی کے حضور میں بصد عجز و نیاز رکوع و سجود کرتے نظر آتے ہیں۔

بعد از نماز عید خاکسار نے بزبان المانوی خطبہ دیا جس میں سنت ابراہیم یعنے قربانی کے مسئلہ پر فلسفیانہ رنگ میں روشنی ڈالی۔ اس کے بعد پروفیسر مرزا حسن نے زبان فارسی میں اور امام فخر الدین مشکوی نے زبان ترکی میں چند کلمات کہے۔ جسکے بعد اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دعا مانگی گئی بعدہ جملہ حاضرین ایک دوسرے سے گلے ملے۔ اور تقریبًا بارہ بجے احباب رخصت ہوئے۔ اس دفعہ ایرانی سفیر بھی معہ اپنے عملہ کے تشریف لائے تھے۔

جرمن مسلم سوسائٹی

شام کو ۸ بجے جرمن مسلم سوسائٹی کی طرف سے چائے کی دعوت دی گئی تھی۔ اور وہ مختصر تقاریر بھی ہوئیں ڈاکٹر زکی کرام بیگ صاحب (ترک) نے حج پر اور سعید علی صاحب (تاتار) نے فن صناعی پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا پھر ایک ترک دوست نے بزبان ترکی نعت پڑھی جس پر اس مبارک تقریب کو ختم کیا گیا۔ اور رات کے بارہ بجے احباب بخیر و خوبی رخصت ہوئے۔

خاکسار

محمد عبد اللہ

کتاب تحریک احمدیت کے مفید ہونے کا ثبوت

مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۳۲ء بروز ہفتہ بعد از عصر ہمارے مکرم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اڈیٹر "لائٹ" اپنے ہمراہ مولوی مصباح الدین صاحب قادیانی کو حضرت امیر کی خدمت میں لائے۔ اور ان کو انٹروڈیوس کراتے وقت فرمایا کہ مولوی صاحب باوجود قادیانی مبلغ اسلام ہونے کے اس بات کے دل سے قائل نہ تھے کہ بلاد غربیہ میں بے شمار روپیہ صرف کرکے تبلیغ اسلام کا کام کیا جائے۔ جسکا بظاہر حالات کوئی مفید نتیجہ نہیں ہے اور کہ کتاب تحریک احمدیت کو پڑھ کر ان کے ان خیالات میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے خود اپنی زبان سے اقرار کیا۔ کہ یہ بالکل درست ہے۔ اور نہ صرف وہ بلکہ مولوی غلام فرید صاحب قادیانی بھی اسی خیال کے تھے۔ لیکن تحریک احمدیت نے ان کے خیالات دربارہ تبلیغ اسلام در ممالک غربیہ بھی بدل دئے ہیں۔ اور ان پر ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا اصل مشن اسلام کی تبلیغ خصوصًا ممالک غربیہ میں تھا اور سابقہ رائے ان کی اس بنا پر تھی۔ کہ غربی لوگوں کی توجہ مذہب کی نسبت زیادہ تر دنیاوی امور پر ہے۔ اس لئے ان کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے کثیر اخراجات برداشت کرنا بیفائدہ اس کی بجائے مسلمانوں کو ہی احمدیت میں داخل کیا جائے۔ جس پر نسبتًا بہت کم خرچ ہوتا ہے۔

اس پر حضرت امیر نے فرمایا کہ جہاں تک ہم نے حضرت مسیح موعود کی تحریر اور کلام کا مطالعہ کیا ہے۔ ہم پر تو یہ واضح ہوگیا تھا کہ آپ کی توجہ خاص طور پر ممالک غربیہ میں اشاعت اسلام کی طرف ہے۔ ورنہ آپکا اپنی کتابوں میں اپنے رویا و کشف لکھنا کہ گویا آپ ولایت میں وعظ فرما رہے ہیں۔ اور آپ نے سفید پرندے پکڑے اور پھر قرآن کریم اور اسلامی کتب کے انگریزی تراجم کرکے پھیلانے کی خواہش کا اظہار ایک بے معنی بات ہوتی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا اصل مقصد ہی اسلام کو ممالک غربیہ میں غلبہ دینا ہے۔ اس لئے ہمارا تو شروع سے ہی اس بات پر محکم ایمان ہے کہ سامان خواہ اس زمانے کے مجدد کی آواز پر کان دھریں یا نہ دھریں۔ مغربی دنیا ضرور آپ کا پیغام قبول کرکے حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گی۔

اس مختصر گفتگو کے بعد مولوی صاحب نے حضرت امیر سے حضرت مسیح موعودؑ کی مبارک زندگی کے حالات (جو آپ کو معلوم ہیں) لکھ دینے کے لئے کہا۔ اور اپنے سابقہ خط کی طرف اشارہ کیا۔ اور جو کوشش وہ قادیان میں اس بارہ میں کر رہے ہیں اس کا ذکر کیا۔ حضرت امیر نے کثرت مشاغل کا عذر کیا۔ کہ وعدہ تو نہیں کر سکتا۔ لیکن سردیوں کے شروع میں اپنے تاثرات آپ کی مجلس کے روبرو ان شاء اللہ بیان کر سکوں گا۔ اگر آپ نے دعوت دی۔ کیونکہ جو لوگ مامور کی صحبت میں بیٹھے ہیں ان پر اپنی اپنی حیثیت اور حالات کے مطابق مختلف تاثرات پڑتے ہیں۔

مسلم ہائی سکول لاہور کا قابل قدر نتیجہ

مسلم ہائی سکول لاہور نے گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی میٹریکولیشن میں نہایت شاندار نتیجہ دکھایا ہے اور اپنی گزشتہ عظیم الشان روایات کو برقرار رکھا ہے۔ سکول سے ۸۹ طلبا شامل امتحان ہوئے جن میں سے ۶۴ طلبہ کامیاب ہوئے یعنی بحیثیت مجموعی ۷۵ فیصدی طلبا کامیاب ہوئے (ان) میں سے تین طلبہ فسٹ ڈویژن میں اور باقی میں سے اکثر سکنڈ ڈویژن میں آئے ہیں۔

سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر خصوصًا اور دیگر ارکان عملہ عمومًا قابل مبارکباد ہیں۔ جن کی ساعی جمیلہ کا یہ ثمرہ ہے۔

(سکرٹری۔ اسٹاف ایسوسی ایشن)

چندہ اخبار

ہمیشہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا کیجئے تاکہ وی پی میں خرچ نہ ہو

خبریں

— سیٹھ عبداللہ ہارون جو اوٹاوہ کانفرنس کے ہندوستانی وفد کے رکن ہیں - آج ۱۰ مئی کی صبح کو لندن جانے کے لئے روانہ ہوگئے۔

روانگی سے قبل ایک ملاقات کے دوران میں سیٹھ صاحب نے اس خیال کی تردید کی کہ سلطنت کے دوسرے حصوں کے ساتھ تجارت کے متعلق جوابی معاہدے اس وقت تک نہ کئے جائیں جب تک ہندوستان کو کامل خود اختیاری حاصل نہیں ہو جاتی - آپ نے فرمایا کہ اس ضمن میں کوئی تاخیر نہیں ہونی چاہیئے - آپ نے ہندوستانی تاجروں سے مخلصانہ اپیل کی کہ تعمیری مسئلہ میں اوٹاوہ کانفرنس کے وفد کی رہنمائی کریں - تاکہ ایسے فیصلے کے لئے جس سے ہندوستان کی اقتصادی برائیوں کا تدارک ہو جائے - کانفرنس میں بہترین حکمت عملی اختیار کی جائے - آپ نے کہا کہ میرا اپنا یہ خیال ہے کہ کانفرنس کے فیصلے سخت نہیں ہونے چاہئیں - بلکہ ایسے ہوں کہ عملی تجربہ کی روشنی میں آئندہ تغیر و تبدل ممکن ہو -

— چودھری افضل حق صاحب کے متعلق ابھی تک حکومت نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ آپکو کس کلاس میں رکھا جائے چودھری صاحب کی معزز حیثیت اور ہر دلعزیزی کے لحاظ سے اے کلاس ہی موزوں ہو سکتی ہے - خصوصاً اس لئے کہ آج کل انکی صحت کمزور ہو رہی ہے -

— لکھنؤ ۸ مئی - بادشاہ افغانستان نے گورنمنٹ آف انڈیا سے ایک ماہر ٹیلیگراف کی خدمات مستعار طلب کی تھیں گورنمنٹ ہند نے مسٹر ہر اکنشا ڈائرکٹر آف ٹیلیگراف صوبہ متحدہ کو اس اہم خدمت کی انجام دہی کے لئے منتخب فرمایا ہے چنانچہ آپ نے کل چارج دیدیا اور آج آپ میل سے پشاور تشریف لے گئے -

— لکھنؤ ۸ مئی - جریدۂ ہمدم رقمطراز ہے کہ اعلیحضرت، حضور نظام دکن نے سر وزیر حسن کو تار دے کر بلایا ہے - چنانچہ آپ ایک ماہ کے لئے حیدر آباد تشریف لے جا رہے ہیں - گو ابھی یہ معلوم نہیں کہ آپ کی طلبی کی غرض کیا ہے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ آپ کو حیدر آباد کی چیف ججی نذر کی جائے گی -

— لندن ۹ مئی شاہ حجاز کے بیٹے امیر فیصل جوان ملکوں کا دورہ فرما رہے ہیں جن کے ساتھ حجاز کے دوستانہ تعلقات ہیں - شنبہ کی سہ پہر کو پیرس سے لندن پہنچے - وکٹوریہ سٹیشن پر آپ کا ملک معظم کے نمائندہ لارڈ ایلن ڈیل نے خیر مقدم کیا اس وقت سر انیڈ ریو رائن برطانی سفیر مقیم جدہ بھی موجود تھے -

امیر فیصل آخری شخص ہیں جن کی ایم ڈومر صدر فرانس نے سرکاری طور پر دعوت کی تھی - اس سے اگلے روز صدر فرانس کے قتل کا حادثہ پیش آیا - آپ ملک معظم سے ملاقات کرینگے

— لندن ۹ مئی - اعلان کیا گیا ہے کہ صدر فرانس ایم ڈومر کی موت پر قصر سینٹ جیمز میں درباری ماتم کیا جائیگا صدر فرانس کی رسم تکفین پنجشنبہ کو عمل میں آئے گی سرکاری طور پر اعلان ہوا ہے کہ ملک معظم کی نمائندگی کے لئے پرنس آف ویلز چہار شنبہ کو ہوائی جہاز میں پیرس پہنچیں گے - تاکہ جنازہ میں شرکت کریں - اور پنجشنبہ کو لندن واپس آجائیں گے -

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۸ محرم ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۰

پادری ایس ایم پال کے نام
ایک کھلا چیلنج

جناب پادری صاحب آپ نے اپنی تفسیر کا جو نمونہ شائع کیا ہے اس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے اس جملہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہ لفظ رحمٰن بطور خدا کے نام کے قریش کو معلوم نہ تھا اسی لئے انہوں نے یہ کہا وما الرحمٰن رحمٰن کیا چیز ہے (الفرقان ۔ ۶۰) آپ نے یہ لکھا ہے کہ بائیبل مقدس میں لفظ رحمٰن موجود ہے چنانچہ آپ نے خروج ۳۳/۱۹ ۔ استثنا ۳۰/۳ ۔ زبور ۲۵/۶ و ۱۱/۴ دیانیال ۹/۱۸ و ۹/۹ سلاطین اول ۸/۵۰ ۔ دانیال ۲/۱۸ ۔ نوحہ یرمیا ۳/۴ ۔ یسعیا ۲۷/۴ ۔ آپ نے اس قدر حوالجات لفظ رحمٰن کے لئے بائیبل سے پیش کئے ہیں عبرانی بائیبل سے مشورہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یا تو آپ نے جان بوجھکر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے ۔ اور یا آپ عبرانی ابجد سے محض ناواقف ہیں (۱) ان حوالجات میں لفظ رحمٰن موجود ہی نہیں ۔ (۲) بطور خدا کے نام کے لفظ رحمٰن بائیبل میں ہرگز استعمال نہیں ہوا ۔ ہمارا نمبر ۲ آپکو شبہ میں نہ ڈالے کہ لفظ رحمٰن بائیبل میں موجود تو ہے مگر بطور خدا کے نام کے نہیں اس لئے اسکو واضح کر دیا جاتا ہے کہ ان تمام حوالجات میں سے صرف ایک حوالہ یعنی نوحہ یرمیا والے میں جو لفظ "رحمانیوت" آیا ہے اس سے آپ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں یا خود دھوکا کھا گئے ہیں اس لئے کسی عبری دان سے مشورہ کر کے اطلاع دیجئے کہ اگر "رحمانیوت" رحمٰن اور یوت سے مرکب ہے تو قواعد عبری کی بنا پر یہ کیا ترکیب ہے مؤنث ہے مذکر ہے ۔ واحد ہے جمع ہے ۔ اگر مؤنث ہے تو اس کا مذکر کیا ہے جمع ہے تو اس کا واحد کیا ہے جواب جلد دیجئے ۔ (ایک محقق از بمبئی)

اخبار احمدیہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ۱۳ - ۱۴ - مئی کی درمیانی شب کو ڈلہوزی تشریف لے گئے آپ اپنا مکان وہاں تعمیر کرا رہے ہیں ۔ فی الحال آپ کا پتہ دار السلام ڈلہوزی ہے ۔

جناب ۔ مولانا صدر الدین صاحب جرمن ترجمۃ القرآن کے کام میں ہمہ تن مصروف ہیں ۔

جناب مولوی مرتضےٰ خاں صاحب بی اے کوہانگ دل سے تشریف لائے ہوئے قریباً دو ہفتے گزر چکے ہیں آپ ڈیڑھ ماہ کی رخصت گزار کر واپس تشریف لے جائیں گے ۔

مسیح موعود نمبر کے لئے جن احباب کو مضامین نثر و نظم ارسال کرنے ہوں براہ مہربانی ۲۰ مئی تک بھیجدیں ۔

دینی درسوں کا سلسلہ

مسجد احمدیہ بلڈنگس میں مندرجہ ذیل درسوں کا انتظام کیا گیا ہے ۔ جو نوجوان اب یونیورسٹی کے امتحانات سے فارغ ہو چکے ہیں ان کے لئے دینی علوم سیکھنے کا عمدہ موقع ہے ۔ علاوہ ازیں غیر ملکی زبانوں مثل جرمن وغیرہ سیکھنے کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے ۔ یہ سلسلہ درس ۹ مئی ۱۹۳۲ء یعنی پیر کی صبح سے شروع ہے ۔

مضمون	وقت	معلم
قرآن کریم	بعد نماز فجر (ہفتہ میں چار بار)	مولانا احمد
حدیث	" (ہفتہ میں دو بار)	"
صرف نحو عربی	قبل نماز عصر	"
کتب سلسلہ	قبل نماز مغرب	مولانا عزیز بخش
بچوں کی دینی تعلیم	صبح و بعد عصر	موذن مسجد

(شیخ منظور الٰہی آنریری جائنٹ سیکرٹری)

بمبئی مسلم مشن کی سہ ماہی رپورٹ

فروری - مارچ اور اپریل میں کس قدر کام ہوا

(مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کے قلم سے)

گزشتہ سہ ماہی رپورٹ میں اس امر کا ذکر کر دیا گیا تھا کہ اس مشن کی غرض صرف قرآن شریف اور متفقہ مسائل اسلامیہ کی تبلیغ کر کے مسلمانوں کی عملی زندگی کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تبلیغی لٹریچر مہیا کرنا اور مسلمانوں میں مفت تقسیم کرنا ہے مسلمانوں کو عربی زبان کی تحصیل کے لئے رغبت دلانا اور سیرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے سامنے بطور اسوۂ حسنہ کے پیش کرنا ہے۔

کام کی نوعیت

کام کا جو طریق ابتدا میں سوچا گیا تھا اسی پر اب تک عمل ہو رہا ہے یعنے بمبئی کی بڑی بڑی مساجد میں خواہ وہ شیعہ مساجد ہوں یا اہل سنت جماعت کی ان میں ہر جمعہ کی نماز کے بعد مختلف تبلیغی مضامین پر ہینڈبل طبع کرا کے مسلمانوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں - اور بازاروں میں مسلمان دکانداروں تک پہنچائے جاتے ہیں - اشتہارات اردو اور گجراتی دونوں زبانوں میں شائع ہوتے ہیں

موجودہ سہ ماہی میں ذیل کے مضامین پر اشتہارات لکھے گئے

اشتہار نمبر ۱۱ روزہ کا فلسفہ مسلمانوں میں تقویٰ پیدا کرنا ہے ہر شخص کے ذمہ دوسروں کے حقوق ہیں - ان کا ادا کرنا تقویٰ کہلاتا ہے - روزوں کے بعد عید کا فلسفہ - فطرانہ جمع کرنے کے لئے نظام قومی کی ضرورت - تعداد اشتہار ۵۰۰۰ اردو ۲۰۰۰ گجراتی -

اشتہار نمبر ۱۲ سورہ فاتحہ کی مختصر تفسیر تعداد اشتہار ۵۰۰۰ اردو

〃 〃 〃 ۲۰۰۰ گجراتی

اشتہار نمبر ۱۳ 〃 〃 〃

〃 نمبر ۱۴ 〃 〃 〃

〃 نمبر ۱۵ 〃 〃 〃

〃 نمبر ۱۶ 〃 〃 〃

〃 نمبر ۱۷ قرآن شریف مسلمانوں کے ہر دکھ کی دوا ہے -

〃 نمبر ۱۸ قرآن شریف ایک عظیم الشان معجزہ ہے اردو ۴۰۰۰
〃 〃 گجراتی ۲۰۰۰

〃 نمبر ۱۹ قرآن شریف عربی زبان میں کیوں اترا ؟ عربی زبان کی علمی خوبیاں اردو اشتہار ۵۰۰۰ گجراتی ۲۰۰۰ -

اشتہار نمبر ۲۰ مسلمانوں کے لئے عربی زبان کا سیکھنا کیوں ضروری ہے - قرآن شریف اور عربی زبان کے فضائل تعداد اشتہار اردو ۴۰۰۰ - گجراتی ۳۰۰۰ -

اشتہار نمبر ۲۱ - قرآن شریف نے صحابہ کرام میں کیا خوبی پیدا کی

〃 نمبر ۲۲ - عید اضحیٰ کا پیغام مسلمانوں کے نام - قربانی کا فلسفہ اور مسلمانوں کے لئے راہ عمل - تعداد اشتہار اردو ۴۰۰۰ گجراتی ۲۰۰۰

اشتہار نمبر ۲۳ حج کا فلسفہ مسلمانوں کو دعوت اتحاد تعداد اشتہار اردو ۴۰۰۰ گجراتی ۲۰۰۰ -

انگریزی اور اردو میں ٹریکٹ

ہفتہ وار اشتہارات کے علاوہ دو ٹریکٹ انگریزی میں اور ایک اردو - پانچ پانچ ہزار اور تین تین ہزار کی تعداد میں مفت شائع کیا گیا - "مسلم کیٹیکزم" جو خان صاحب ابو منظور الٰہی صاحب کی تالیف ہے اس کو ۳۰۰۰ ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا ٹریکٹ کی ضخامت ۷۴ صفحات ہے جو نہایت نفیس کاغذ پر اعلیٰ درجہ کی طباعت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے - اس ٹریکٹ کی قبولیت انگریزی داں طبقہ میں بے حد ہوئی ہے - اس کی شہرت سنکر لوگ اب تک دفتر میں کثیر تعداد میں آتے رہے ہیں - سکولوں کالجوں اور دفاتر میں ہر جگہ اس کو پہنچا دیا گیا ہے -

ٹریکٹ نمبر ۲ مختصر سیرت ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے زور قلم کا نتیجہ ہے - اس کو ۵۰۰۰ ہزار کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیا گیا ہے - اس کی قبولیت بھی بہت زیادہ ہوئی ہے اور نصف سے زیادہ لوگ ہاتھوں ہاتھ لے گئے ہیں سکولوں کالجوں اور دفاتر میں بھی اس کو تقسیم کر دیا گیا ہے - اس کی ضخامت ۶۰ صفحہ ہے اور نہایت عمدہ کاغذ پر دیدہ زیب طباعت کے ساتھ اسے شائع کیا گیا ہے -

ٹریکٹ نمبر ۳ "مسلم کیٹیکزم" کا اردو ترجمہ ہے جس میں اردو دنیا کے مذاق کے مطابق کسی قدر ترمیم اور ضروری اصلاح بھی کر دی گئی ہے یہ نہایت گنجان اور باریک کتابت کے ساتھ ۳۲ صفحات پر ختم ہوا ہے - کاغذ اور طباعت بھی اچھی ہے - یہ ۳۰۰۰ ہزار کی تعداد میں مفت تقسیم کیا گیا - اور اردو داں طبقہ نے اسے بہت پسند کیا ہے - گجراتی اور مرہٹی بولنے والے مسلمان اس کا گجراتی اور مرہٹی ترجمہ مانگ رہے ہیں - اگر ہو سکا تو امسال کو دونوں زبانوں میں ضرور شائع کیا جائے گا۔

اخبارات میں پروپیگنڈا

اشتہارات اور ٹریکٹوں کے علاوہ اخبارات میں بھی مسلمانوں کی اصلاح اور قرآن شریف کی تعلیم کی طرف توجہ دلانے کے لیے مضامین لکھے گئے - اردو اخبارات نے تنگدلی کا اظہار کیا اور مضامین شائع کرنے سے انکار کر دیا - لیکن گجراتی پریس قابل شکریہ ہے کہ اس نے اپنے طور پر بھی اور ہمارے مرسلہ مضامین کو بھی گجراتی میں ترجمہ کر کے شائع کیا - چنانچہ اخبار "انصاف" نے ان مضامین کے شائع کرنے میں فراخدلی سے کام لیا -

لیکچروں کا سلسلہ

گزشتہ سہ ماہی میں کام زیادہ تر تحریری تھا لیکن اس سہ ماہی میں تحریر کے علاوہ تقاریر کا سلسلہ بھی جاری رہا - یہاں کی مقامی "ربانی" کچھی میمن انجمن کے ہال میں ہفتہ وار تقریریں ہوئیں - ان تقاریر کا موضوع عموماً مسلمانوں کی اصلاح رہا - "انجمن ترغیب و تبلیغ اسلام" کے صدر صاحب نے بھی اپنے ہاں تقریر کی دعوت دی -

بمبئی کے علاوہ باہر کا دورہ

گزشتہ مارچ میں بمبئی کے علاوہ پونہ اور پنچگنی وغیرہ کا دورہ بھی کیا گیا - پنچگنی وغیرہ میں اشاعت اسلام کا کام نہایت تسلی بخش طور پر شروع ہو سکتا ہے - اس کے متعلق ایک علیحدہ مفصل رپورٹ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں سر دست اخبار میں اس کا شائع کرنا مناسب نہیں - پنچگنی میں جناب سیٹھ صالح محمد صاحب سکلانی کے بنگلہ پر ایک تقریر ہوئی - بنگلہ اگرچہ شہر سے دور تھا - تاہم حاضری امید سے بہت زیادہ تھی - اور لوگوں نے تقریر کو نہایت دلچسپی کے ساتھ سنا -

نتائج اور کامیابی

اشتہارات اور ٹریکٹوں کی تقسیم کا سلسلہ صرف بمبئی شہر تک محدود نہیں بلکہ مدراس - شولاپور - شموگہ - مالابار - حیدرآباد دکن - کلکتہ - پونہ - سورت - راندیر - احمد آباد - ناسک مانگرول - جوناگڈھ - پنچگنی اور اس کے مضافات مہابلیشور وغیرہ تک وسیع ہے - لیکن میں اس امر واقعہ کے اظہار سے خاموش نہیں رہ سکتا کہ حضور نواب صاحب مانگرول جس تسلی بخش نظام سے ٹریکٹوں کو تقسیم فرمانے ہیں وہ ہندوستان کے مسلمان روسا کے لئے ایک قابل قدر نمونہ ہے "مسلم کیٹیکزم" اور "سیرت" جن قابل قدر اور ذی علم لوگوں تک انہوں نے پہنچانے کا انتظام کیا اس کی فہرست ہمیں بھی بھجوا دی گئی تھی اس کو پڑھکر دل بہت ہی خوش ہوا - اگرچہ یہ معمولی ٹریکٹوں کی مفت تقسیم کا کام تھا - مگر ان میں سے ایک بھی تو ضائع نہ ہونے پائی - بلکہ ایسے لوگوں تک پہنچا دی گئی جہاں پہنچنا نہایت ضروری تھا - اللہ تعالے ان کو جزائے خیر دے -

بمبئی کے مسلمانوں کو اب عام طور پر اطلاع ہو گئی ہے کہ یہاں سے اسلام کے متعلق نہایت مفید لٹریچر شائع ہوتا ہے اور بعض وہ لوگ جن کی نسبت یہ خیال تھا کہ ان کو ایسے کاموں میں دلچسپی لینے کی فرصت نہیں - ان میں سے کئی ایک دفتر میں خود تشریف لائے اور اس کام میں حصہ لینے کا وعدہ کیا - مگر جہاں چاروں طرف ہمارے کام کی تعریف ہو رہی ہے وہاں اندر ہی اندر کسی کی طرف سے معاندانہ پروپیگنڈا بھی ہو رہا ہے اور لوگوں کو ہمارے خلاف غلط فہمیوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے مگر اس کا ہونا ناگزیر تھا - حق بالآخر کامیاب ہوگا - مگر اس سے پیشتر اس کے لئے فتنہ کا وجود ضروری ہے -

(عبد الحق)

(بقیہ صفحہ ۵)

۲۳ - مئی کو منعقد ہوگا یا نہیں - بعض ارکان کی یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ ۲۳ - مئی کو اجلاس ضرور منعقد ہو لیکن کسی مفید کارروائی کی توقع نہیں - یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کی تجویز کی گئی ہے کہ ملک معظم کا فیصلہ خواہ کچھ بھی ہو لے تیسری گول میز کانفرنس میں پیش کیا جائے - تجویز یہ ہے کہ فیڈرل سٹرکچر کمیٹی یا بیس یا پچیس ارکان کی کوئی اور کمیٹی ماہ ستمبر میں اپنی کارروائی شروع کر دے - اور لارڈ سینکی اس کے صدر ہوں -

تیسری گول میز کانفرنس

اس کے بعد تیسری گول میز کانفرنس کا اجلاس ہو - اور اس میں ملک معظم فیڈرل دستور کے نفاذ پر غور فرمائیں - یہ اجلاس زیادہ دو ہفتے تک کام کرے گا - کمیٹیوں اور کانفرنس کی کارروائی کے بعد اصلاحات کا جدید مسودہ قانون دار العوام میں پیش کیا جائیگا پارلیمنٹ کی ایک مشترکہ کمیٹی مسودہ قانون کے متعلق ہندوستانی شہادتوں پر غور کرے گی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۳۲ء | نمبر ۳

محرم اور اہل تشیع

مسلمانوں کی کامیابی کا واحد ذریعہ!

محرم کا مہینہ عام طور پر مسلمانوں میں ماتم کا مہینہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ جہاں تک امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان قربانی اور ایثار کا تعلق ہے، جہاں تک حق کے لئے اپنی جان خدا کے رستہ میں دینے کا سوال ہے، یہ رونے اور پیٹنے کا موقعہ نہیں بلکہ خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ ایک حق کے لئے انہوں نے جان تک قربان کر دینے سے دریغ نہ کیا۔

یزید اور امام حسین علیہ السلام

یزید ظالم تھا، بدکار تھا، فاسق و فاجر تھا یا کیا کچھ تھا ایک مسلمان کا یہ کام نہیں کہ ان باتوں پر طبع آزمائی کرے۔ کسی مسلمان سے قیامت کے دن یہ نہ پوچھا جائے گا کہ یزید فاسق و بدکار تھا یا نیک چلن۔ کسی کو اس بات کی جوابدہی نہ کرنی ہوگی کہ اس نے کس طرح ظلم وستم کئے نہ ہی امام حسین کی شہادت پر ماتم کرنے، اہلبیت کی مظلومیت پر آنسو بہانے اور سال کے سال ان کے بلکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو یہ تمام باتیں موجب ثواب ہونے کے بجائے لائق عذاب ٹھیرتی ہیں۔

اسلام کا حکم

اسلام نے ہر بڑی سے بڑی مصیبت پر جو انسان کو پیش آئے صبر کی تلقین کی ہے۔ ہر ابتلا پر جو انسان کی جان اور مال و اسباب پر آئے ولبشر الصابرین کا پیغام دیا ہے۔ نہ کہ گریہ و بکا ماتم نہ خونریزی کا۔ اسی پر خود امام حسین رضی اللہ عنہ اور تمام اہلبیت کرام کا عملدرآمد تھا۔ انہوں نے جس ذوق و شوق کے ساتھ میدان کربلا کے مصائب برداشت کئے جس دلی راحت و سرور سے انہوں نے جام شہادت کو نوش جان فرمایا۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ اس پر گریہ و بکا کیا جائے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ محققین اہل تشیع نے خود تسلیم کیا ہے کہ یزید نے قاتلین امام حسین رضی کو بہت سخت سزائیں دیں۔ اور کئی ہزار دینار آپ کے لواحقین کو بطور خونبہا دیئے بلکہ اس کے بعد آپ کے اہلبیت کو اس نے نہایت عزت و احترام سے رکھا اور وہ کھانا نہ کھاتا تھا جب تک امام زین العابدین اس کے دسترخوان پر نہ ہوں۔ ایسا ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اہل کوفہ کے گریہ و بکا پر امام زین العابدین بہت متعجب ہوئے اور کہا کہ میں اس پر حیران ہوں کہ کس نے ہمیں مارا اور کون ہم پر روتا ہے۔

ماتم کا فائدہ نہیں

غرض جہاں تک واقعات کربلا اور یزید اور امام حسینؑ کے ذاتی خصائل کا تعلق ہے امام موصوف کی فضیلت اور واقعات کربلا کی شدت کا دلی اعتراف کرتے ہوئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان واقعات کی ظاہری حیثیت اس قابل نہیں کہ ان پر سال کے سال روتے اور پیٹتے رہیں۔ مسلمان عمل اور خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ رونے اور پیٹنے کے لئے نہیں۔ رونا اور پیٹنا مایوس انسانوں کا کام ہے۔ مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ واقعات کربلا گذر چکے۔ یزید اور امام حسینؑ کی معرکہ آرائی ختم ہو چکی۔ ظلم وستم اپنی انتہائی شدت کے ساتھ امام حسینؓ پر وارد ہو چکے۔ اب رونا اور ماتم کرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ نہ ان واقعات کو کسی طرح بدل سکتا اور نہ مسلمانوں کو کسی بلند مرتبہ پر پہنچا سکتا ہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

عظیم الشان سبق

ایک ہی بات ہے جس کا سبق ان تمام واقعات سے لیا جا سکتا ہے۔ اور وہ ایثار و قربانی۔ حق کے لئے جان تک دینے سے دریغ نہ کرنا یہ وہ عظیم الشان سبق ہے جس کی تلقین بار بار قرآن کریم نے کی ہے۔ یہی وہ سبق ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں سے کر آئے اور صحابہ کرام سے لیکر تمام ائمہ اور اولیاء و محدثین نے اپنے عملی نمونوں سے اسی سبق کو بار بار دہرایا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ اسی عظیم الشان سبق کے عملی مدرس بنے۔ اور ایثار و قربانی کی ایسی شاندار مثالیں قائم کیں کہ جن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ انہی عملی نمونوں اور خود امام حسینؓ کی قربانیوں نے اسلام کا دنیا میں بول بالا کر دیا۔

جہاد اور مسلمان

مگر آہ! آج یہ سبق ہم بھلا چکے ہیں۔ اور اس کے بجائے گریہ وزاری سے دنیا کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اسلاف تلواروں کے سایوں کے نیچے لوگوں کے قلوب کو فتح کرتے تھے۔ اسلام اگر زندہ تھا تو جہاد سے۔ آج بھی اسی جہاد کی ضرورت ہے۔ گریہ وزاری کی نہیں۔ مسیح موعود ہمیں جہاد ہی کی تعلیم دینے آیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جہاد کو منسوخ کرنے آیا تھا لیکن حقیقت میں وہ ہمکو جہاد سکھانے کے لئے آیا تھا۔ حالات زمانہ نے ہمیں تلوار کے جہاد سے بیگانہ اور ناآشنا کر دیا تھا۔ اس نے قرآن ہمارے ہاتھ میں دیکر اس کے ذریعہ جہاد کرنا سکھایا۔ جسے فی الحقیقت جہاد کبیر کا حکم رکھتا ہے۔ کاش مسلمان اس پر عامل ہوں تو دنیا کو اپنا زیرنگیں بنا سکتے ہیں۔

ایک نہایت مفید تجویز

چوہدری سلطان علی صاحب ایگریکلچرل اسسٹنٹ جالندھر نے ذیل کی تجویز انجمن کے فائدہ کے لئے پیش کی تھی جو مجلس مشاورت میں پیش ہو کر منظور ہو چکی ہے:-

"اگر ایک ہزار ممبران جماعت یا دیگر معاونین ایک سو روپیہ فی کس، دس سال کے لئے بطور قرض حسنہ انجمن کو دیں یا اپنے طور پر جمع کرا دیں اور رقم مذکور کا دس سال کا جو سود بنے وہ انجمن کو دیدیں تو دس سال میں اس پر اسی ہزار یا ایک لاکھ روپیہ بطور سود جمع ہو جائے گا۔ گویا دس سال کے بعد ممبران کو ان کی اصل رقوم واپس کر دی جائیں تو سود اصل رقم کے لگ بھگ ہوگا۔ جو انجمن کے مستقل فنڈ کا کام دے گا۔ اور اس طرح انجمن کو آئے دن کی ناگہانی رقوم کے خرچ سے آزاد کر دے گا۔ اگر اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا جا سکے تو جالندھر کی جماعت ایسے چار حصے لے گی۔"

یہ تجویز اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت اہم اور انجمن کی مالی ضروریات کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہے۔ کیا ہمارے احباب اس طرف توجہ فرما کر اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے؟

جناب کے اے خاں کی مساعی جمیلہ

جناب کے اے خاں کے ایثار اور عملی سرگرمیوں سے ہمارے احباب خوب واقف ہیں۔ ہر نیک تحریک اور دینی خدمت کے کاموں میں آپ کا قدم ہمیشہ پیش پیش رہتا ہے۔ ماہوار چندوں اور خاص تحریکات میں خود حصہ لینے کے علاوہ آپ اپنے احباب کو بھی ان میں شامل کرتے رہتے ہیں۔ اور انجمن کے ہر شعبہ کی امداد و اعانت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ سننا موجب مسرت ہوگا کہ آپ آج کل پیغام صلح کی توسیع اشاعت میں خاص کوشش فرما رہے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دو ماہ میں چھ سات خریدار آپ "پیغام صلح" کے لئے دے چکے ہیں جس کے لئے ہم صدق دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور دیگر معاونین کرام سے متدعی ہیں کہ اس بارہ میں تھوڑی سی کوشش فرما کر اس قومی آرگن کی اعانت کا فرض ادا کریں۔ اگر ہمارے تمام معاونین ایک ایک خریدار بھی بہم پہنچا سکیں تو دنوں میں اخبار کی اشاعت دگنی ہو سکتی ہے۔ جو انجمن کو ایک بہت بڑے مالی بوجھ سے سبکدوش کرنے کا باعث ہوگی۔ کیا ہمارے بھائی

خط و کتابت بلاد غیر

احمدیت کی بیدار کن تحریک مشرق و مغرب میں

(از خانصاحب محمد منظور الٰہی جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام)

شام

برادر سلیم صاحب انطاکیہ (شام) سے برادران سلسلہ کی خدمت میں عید مبارک عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

عراق

برادر سید تصدق حسین صاحب بغداد کے تازہ خط سے معلوم ہوا کہ اخویم علی حاجی حسین صاحب مدرس بغداد تشریف لے گئے تھے لیکن ان سے نہ مل سکے اخویم محمد ادیب عبد العزیز صاحب دمشق سے آج کل عراق میں رسالہ کا چندہ جمع کرنے اور نئے خریدار پیدا کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ وہ بصرہ، بحرین۔ اور کویت بھی جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سفر میں وہ سلسلہ احمدیہ کی نسبت جو غلط فہمیاں غالی فرق کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہیں۔ دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سفر کے خاتمہ پر وہ اپنے تاثرات سے مفصل طور پر اطلاع دیں گے۔

الجیریا (شمالی افریقہ)

برادر احمد صاحب ایڈووکیٹ لکھتے ہیں۔ کہ ترجمۃ القرآن انگریزی پہنچ گیا ہے۔ میں آپکو مشورہ دونگا۔ کہ آپ اس ترجمہ کے چند نسخے ایک مسلمان کتب فروش کے پاس جس کا پتہ لکھتا ہوں فروخت کے لئے رکھدیں۔ تاکہ مسلمانوں کو اس قیمتی چیز کا علم ہو جائے اور وہ اس سے مستفید ہو سکیں۔ میں نے قرآن کریم کا فرنچ ترجمہ کیا ہے جو ترتیب نزول کی طرز پر ہے۔ تین ہزار نسخوں پر جو بیس ہزار فرنک خرچ آیا ہے۔ اس ترجمہ کی تعریف امیر شکیب ارسلان صاحب اور موسیو لوئی میناں نے اپنے اپنے رسالوں میں کی ہے۔ اس کی ایک کاپی میں نے پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب امام برلن کو بھی بھیجدی ہے۔

(برادر موصوف کی طرف سے تازہ ڈاک میں ایک نئی کتاب فرانسیسی زبان میں "اسلامی قوانین نکاح و طلاق" پر موصول ہوئی ہے)

جاوا

برادر مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ "جماعت احمدیہ کا طرز عمل" نامی اشتہار کو ڈچ اور جاوی زبانوں میں چھپوایا گیا ہے اول الذکر کی پانچہزار کاپیاں انڈونیشیا اور ہالینڈ میں تقسیم کی گئی ہیں۔ نمونہ ارسال ہے۔

قرآن شریف کا ڈچ ترجمہ ۲۰۰ صفحات تک چھپکر رک گیا ہے کیونکہ موجودہ مالی مشکلات کے باعث جمع شدہ چندہ ختم ہوگیا ہم مزید چندہ جمع کر رہے ہیں۔ تاکہ یہ کام جلد مکمل کر لیا جائے ہمارا ہمارا جلسہ جو ماہ جون میں ہونے والا ہے۔ اس وقت تک ہمارا ارادہ ہے کہ **محمد دی پرافٹ** کا ڈچ ترجمہ چھپوا لیا جائے اس کے پچاس صفحے چھپ چکے ہیں۔ اور انشاء اللہ شروع جون تک اس کی چھپائی ختم ہو جائے گی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تازہ تالیف "تحریک احمدیت" کا ملائی ترجمہ شروع ہے جس کے بعد اس کا ڈچ ترجمہ کیا جائے گا۔

فلپائن

برادر عبد العزیز تجالا لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا۔ ہم ڈاکٹر عبد الوہاب صاحب کی آمد کے سخت منتظر ہیں اور ان کے آنے پر ہم انشاء اللہ یہاں کے مسلمانوں کے لئے کوئی مفید کام کر سکیں گے چند اور نوجوانوں کے پتے لکھتا ہوں۔ مہربانی کر کے ان کو اپنا لٹریچر بھیجدیں۔ یہ سب تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان ہیں۔ امید ہے آپ نے سابقہ پتوں پر خط لکھدیئے ہوں گے اور لٹریچر بھی بھیجدیا ہوگا۔ آپ کی کتب یہاں کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کر رہی ہیں اور ان کو اسلام کی صحیح تعلیم سے واقف بنا رہی ہیں۔ انشاء اللہ دوسرے خط میں یہاں کے مفصل حالات سے اطلاع دونگا۔

سیام

برادر ایم اے حق صاحب دار الخلافہ سیام سے لکھتے ہیں کہ ۱۹۲۳ء میں میں نے آپ کو سیام میں اشاعت اسلام کے بارہ میں لکھا تھا۔ اور میرا آخری خط صوبہ ناکو آیا سے تھا جس کی آبادی بارہ ہزار نفوس کی تھی۔ وہیں سے میں نے اخبار بند کر دینے کے لئے لکھا تھا۔ وہاں میں ایک لائٹ ریلوے اور پل کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک میں پل پر سے تیس فٹ کی بلندی سے نیچے گر پڑا۔ اور منہ ناک اور کان سے خون جاری ہو گیا۔ گیارہ ماہ ہسپتال میں علاج کرانے کے بعد دائمی مریض کی حیثیت سے باہر نکلا لیکن چلنے پھرنے کے بالکل ناقابل ہوں اور یہی وجہ میرے اخبار بند کرانے کی تھی۔ جب سے (۱۹۰۷ء سے) میں اس ملک میں آیا ہوں میں نے اسلام کی ترقی اور بہتری کو حسب وصیت اپنے مرحوم والد صاحب ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ اور اسی لئے میں آپ سے اس بارہ میں خط و کتابت کرتا رہا۔ میں نے اس تمام ملک کا مختلف حیثیتوں میں دورہ کیا ہے۔ اور ہر جگہ کے مسلمانوں سے خوب واقفیت پیدا کی۔ اور بدھ مذہب کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اب چونکہ میں کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اور نہ میرے پاس روپیہ ہے اور نہ جسمانی قویٰ اس لئے میں اپنا وقت مطالعہ اور لکھنے میں خرچ کرتا ہوں۔ میں شروع ہی سے دنیا داری میں اتنا منتغرق نہ تھا۔ اس لئے اپنی طاقت اور سمجھ کے مطابق اسلام کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ اور بذریعہ تحریر و تقریر لوگوں کو اسلام کی طرف توجہ دلاتا رہتا تھا۔ اتنا عرصہ دراز یہاں رہنے کے باعث میں انگریزی کی نسبت سیامی زبان خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور اسے اپنی مادری زبان بنگالی کی طرح لکھ اور پڑھ سکتا ہوں۔ جب میں وطن سے بیرونی ممالک کو ۱۹۰۳ء میں نکلا تو میں انگریزی سے بالکل بے بہرہ تھا لیکن کام کاج کے سلسلے میں مجھے اس زبان میں اچھی مہارت ہو گئی۔ میں سنسکرت بھی خاصی جانتا ہوں۔

سیام کی کل آبادی ۱۱۵۰۶۲۰۷ نفوس کی ہے۔ اور صرف دار الخلافہ کی ۹۲۱۶۱۷ نفوس کی ہے۔ جن میں غیر ملکی لوگ حسب ذیل ہیں:-

	مرد	عورت	کل میزان
چینی	۱۵۴۹۶۵	۸۱۳۱۲	۲۳۱۲۷۷
ہندوستانی	۱۶۹۶۱	۱۴۸۹۱	۳۱۸۵۲
یوروپین	۸۰۲	۵۵۲	۱۳۵۴
برمی	۲۹۶	۱۸۸	۴۸۴
میزان	۱۷۸۰۲۴	۹۶۹۴۳	۲۷۴۹۶۷

ہر قوم کے لوگ یہاں پائے جاتے ہیں۔ اس ملک کے ۷۹ صوبے ہیں۔ جن پر گورنر حکمران ہیں۔ کل آبادی کا ½ حصہ مسلمان ہیں۔ جن کی مادری زبان سیامی ہے۔ گو اب انگریزی زبان بھی اس ملک میں ترقی کر رہی ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے ابھی یہ ملک بہت پیچھے۔ دار الخلافہ کی ہندوستانی آبادی میں ۵۰ فیصدی مسلمان ہیں۔ جن میں سے اکثر انگریزی داں ہیں۔ اور قریباً سب کے سب۔ ۔ ۔ ۔ دنیاوی کاروبار اور تجارت میں مصروف ہیں۔ پرانے ملانوں کے پیرو ہیں۔ یہاں ایک انجمن بھی ہے۔ جس نے ایک اینگلو ورنیکلر سکول جاری کر رکھا ہے۔ لیکن تبلیغ و اشاعت اسلام کی طرف کسی کا خیال نہیں۔

میرے مرحوم والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ احمدی لوگ بہترین مبلغ ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی چاہیئے میں بھی آپ کی جماعت کو حق پر سمجھتا ہوں۔ اور اس پر میری سابقہ موجودہ تحریریں شاہد ہیں۔ حال ہی میں مجھے سیامی زبان میں سکول کے طلبہ کے سامنے لیکچر دینا پڑا۔ اور انہیں میں نے اسلام کے پاک اصولوں سے آگاہی دی۔ جہانتک میری ہمت اور طاقت ہے کچھ نہ کچھ اسلام کے لئے کرتا رہتا ہوں۔ ایک مضمون اسلام پر بھیجتا ہوں مناسب سمجھیں تو اخبار میں دیدیں۔

جزائر فجی

برادر عبد الغفور خاں صاحب لکھتے ہیں کہ میری تبدیلی پہلی جگہ سے دوسری جگہ ہوگئی ہے۔ میرے احباب کے نزدیک یہ تبدیلی بہت سی برکات کا موجب ہوگی۔ اور میں یہاں اسلام اور مسلمانوں کی بہترین خدمت ادا کر سکوں گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں کے مسلمانوں کی تنظیم کی جائے۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ مرکز سے ہمیں مدد ملتی رہے۔ تنظیم کے بعد ہم اپنی پوری توجہ اشاعت اسلام کی طرف کریں گے۔ اور انشاء اللہ یہ کام بڑا مفید ثابت ہوگا۔ کیونکہ اس کے لئے وسیع میدان موجود ہے۔ یہاں کے نوجوانوں کی انجمن بڑا مفید کام کر رہی ہے۔ اور انشاء اللہ وہ نوجوانوں میں صحیح اسلامی جذبہ پیدا کرنے میں پورے طور پر کامیاب ہوگی۔

برٹش گیانا (جنوبی امریکہ)

مسٹر بجو صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط و کتب مل گئی ہیں۔ ہم نے یہاں ایک لائبریری کھولدی ہے تاکہ تمام لوگ سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کر سکیں۔ بیعت کے فارم مزید بھیجدیں کیونکہ بہت سے آدمی سلسلہ میں شامل ہونے کی آرزو رکھتے ہیں۔ آپ کے لٹریچر نے مسلمانوں میں بیداری کا ایک عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے اور وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر کچھ حرکت کرنے لگے ہیں ورنہ اگر ان کی پہلی سی حالت رہتی تو دیگر اقوام ان کو ہڑپ کر جاتیں۔

اور یہ سب سلسلہ احمدیہ کی برکت ہے کہ مسلمان اپنے دین پر پکے ہو رہے ہیں ۔ یہیں تک نہیں بلکہ اب دوسروں کو بھی اپنے مذہب کی طرف دعوت دے رہے ہیں ۔

ناٹال (جنوبی افریقہ)

برادر الف خاں صاحب لکھتے ہیں کہ :- مجھے آپ کی مرسلہ کتب پہنچ گئی ہیں اور میں نے ان تمام کو نہایت غور سے پڑھا جس سے مجھ پر ثابت ہو گیا کہ آپ کی جماعت اسلام کی ایک عظیم الشان خدمت ادا کر رہی ہے ۔ میں آپ کے تمام عقائد سے متفق ہوں ۔ اور اپنے ایک دوست کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیا ہے ۔ آپ کی کتب طلبہ اور یہاں کے لیڈروں میں تقسیم کر دی ہیں ۔ اور وہ لوگ آپ کی خدمات اسلامی کا اعتراف کرتے جا رہے ہیں ۔ خدا کرے کہ دوسرے مسلمان بھی اسلام کی ایسی خدمات بجا لائیں جیسا آپکی جماعت کر رہی ہے اس علاقہ کے مسلمان بہت دولتمند ہیں لیکن اعلٰے دماغ اور فہم سے عاری ہیں ۔ علم کے حاصل کرنے سے بالکل غافل ہیں ۔ اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلمان صرف کاروبار کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کسی اور کام کے لئے ۔ انشاء اللہ آہستہ آہستہ یہ غلط خیال ان کے دماغوں سے دور ہو جائیں گے ۔

کیپ کالونی (جنوبی افریقہ)

برادر ایم لے صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا دلچسپ خط اور کتب پہنچ گئیں ۔ آپ کی قربانیاں اسلام اور مسلمانوں کے لئے قابل تحسین ہیں ۔ مسلمانوں میں سے جہالت اور تنگدلی دور کرنے کے لئے بھی آپکی مساعی قابل قدر ہیں ۔ کئی سال سے مجھے بھی ایسے ہی تنگدل لوگوں سے واسطہ پڑتا رہا ۔ قرآن کریم کے معانی و مطالب جو آپ بیان کرتے ہیں مجھے اس سے پورا پورا اتفاق ہے ۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ایک ممبر جماعت سے ہی خط و کتابت کر رہے ہیں ۔ احمدیہ عقائد پر جو چھوٹا سا رسالہ حضرت امیر نے لکھا ہے وہ نہایت مفید ہے ۔ اور میں آپ کی تحریک کو اسلام کی نہایت عظیم الشان تحریک سمجھتا ہوں ۔ میرے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہوا کہ آپ کے ممبر کس طرح دین کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کر رہے ہیں ۔ انشاء اللہ اقتصادی حالات کے درست ہو جانے پر میں بھی اس ثواب میں شریک ہو جاؤنگا ۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اپنی سالانہ کانفرنس میں آپ کا نمائندہ بھی بلائیں لیکن مالی مشکلات نے اجازت نہ دی ۔ اس لئے انشاء اللہ کسی بہتر وقت پر ہم اس کا خیال رکھیں گے ۔ ہم کو اشاعت اسلام کی طرف اب خاص خیال ہے ۔ اور ہم اس کا خاطر خواہ انتظام کر کے آپ کو اطلاع دینگے ۔

رومادا (اٹلی)

برادر عثمان کلاجہ صاحب لکھتے ہیں کہ خط لکھنے میں دیر اس لئے ہو گئی کہ میں فوجی تعلیم میں مصروف تھا ۔ اور آخری امتحان کے لئے تیاری کر رہا تھا ۔ ۱۵ مئی سے ہمارا فوجی کورس ختم ہوتا ہے ۔ جس کے بعد انشاء اللہ میں فارغ ہو کر اپنے ملک البانیا کو چلا جاؤنگا ۔ اور اسلام کی خدمت بجا لانے کے قابل ہو سکونگا ۔ میرے دوسرے خط کا انتظار کیجئے ۔

جزیرۂ فلپائن

برادر جالن صاحب لکھتے ہیں کہ میں آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے نو ماہ سے زائد غور و خوض کے بعد اسلام قبول کر کے اس کی تمام تعلیمات کو قبول کر لیا ہے ۔ میں اب خوش ہوں کہ میں نے سب سے سچا سب سے پاک اور بہت سادہ مذہب الٰہی پا لیا ہے ۔ میرے چچا صاحب یہاں کی مسلم ایسوسی ایشن کے سرگرم ممبر ہیں جن کے پاس آپ کا انگریزی قرآن اور دوسرا اسلامی لٹریچر ہے ۔ ان کی خاص مہربانی اور پرجوش تبلیغ اسلام سے مجھے اسلام اور موجودہ عیسویت کا بین فرق معلوم ہو گیا ۔ کیتھولک ہونے کی حالت میں میں مذہبی امور میں ایک شکی اور دہریہ طبیعت کا آدمی تھا اور حقیقت یہ ہے کہ میں اس سے پہلے ہرگز مذہبی آدمی نہ تھا اگرچہ میرا موجودہ علم اسلام کے بارہ میں محدود ہے تاہم میں اس کی دوستوں اور گھر کے لوگوں میں تبلیغ کرتا رہتا ہوں ۔ افسوس ہے کہ میرے ہموطن زیادہ تر کیتھولک مذہب کے پیرو ہیں ۔ اور اس کے فرسودہ اصولوں کے گرویدہ ۔ میرا یقین ہے کہ زیادہ عرصہ نہیں لگے گا کہ وہ اپنے مذہب کے غلط اصولوں کو ترک کر دینگے ۔ بشرطیکہ ہم یہاں ایک مسلم مشن قائم کر سکیں ۔ دوسرے جزیرے میں ہزارہا مسلمان آباد ہیں اور مسلمان طلبہ کی ملاقات سے جو یہاں تعلیم پاتے ہیں میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کو بھی اسلام کی تعلیم سے کم واقفیت ہے افسوس ہے کہ مسلمان جزیرہ میں جہاں کہ اسلام کی تہذیب و تمدن کا زور رہے کوئی مسلمان مشنری یا واعظ نہیں ہے ۔ میں اس وقت کا منتظر ہوں جبکہ نہ صرف یہاں بلکہ ساری دنیا میں اسلامی جماعتیں ترقی کرنے میں مصروف ہوں اسلام کی اخوت اور باہمی محبت کو محسوس کر کے نہایت خوشی ہوتی ہے ۔ تاہم یہ زیادہ خوشی کا موجب ہوگا ۔ کہ ہماری سرزمین پر بھی اس اخوت باہمی کا نظارہ نظر آئے ۔ اور اسلام کا جھنڈا گڑ جائے تاکہ تمام لوگ محبت اور اخوت باہمی کے سلسلہ میں منسلک ہو جائیں ۔ میں دل و جان سے اسلام پر فدا ہوں ۔ میں نے موجودہ عیسویت اور کیتھولک مذہب چھوڑ دیا ہے جس کی فی الحقیقت حضرت مسیحؑ نے کبھی تعلیم نہ دی تھی میں دل سے یقین کرتا ہوں کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے ۔ اور یہی موجودہ مذاہب میں سے خدائی مذہب ہے ۔ جو بنی نوع انسان کو متحد کر سکتا اور آئندہ زندگی میں ان کے لئے بہتر جگہ مہیا کر سکتا ہے اپنے چچا صاحب کی ہدایت کے بموجب میں اپنا فوٹو آپ کو بھیجتا ہوں جس سے امید ہے کہ میرے بھائیوں اور بہنوں کے دلوں میں خوشی پیدا ہوگی ۔ جن کو میں نے ابھی نہیں دیکھا ۔ لیکن ان کی محبت میرے دلوں میں موجزن ہے ۔

جزیرہ فلپائن سے ایک اور خط

طوپان صاحب (سکنہ علاقہ مسلمانان) لکھتے ہیں کہ چونکہ ہمیں اپنے مذہب کی اشاعت میں بوجہ مفید کتب نہ ہونے کے مشکلات پیش آتی ہیں اس لئے آپ ہماری مدد کریں ۔ یہاں کی پبلک لائبریری میں آپ کی طرف سے بہت سی کتابیں اور پمفلٹ موجود ہیں لیکن ان سب کو ایک علیحدہ کمرہ میں رکھا ہوا ہے ۔ جہاں وہ عام مسلمانوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں ۔ صرف وہی لوگ جن کو ان کی موجودگی کا علم ہے ۔ انہیں پڑھ سکتے ہیں ۔ یہاں کے کیتھولک عیسائی اشاعت اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے بہت کوشش کرتے ہیں اور آپ کی کتابوں کو عام مسلمانوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش میں ہیں ۔ یہاں کا لائبریرین کیتھولک مذہب کا پیرو ہے اسی سے آپ سمجھ لیں کہ وہ آپ کی کتابوں کو کس نظر سے دیکھتا ہوگا یہاں کے اکثر مسلمان نوجوان انگریزی جانتے ہیں ۔ اور گو وہ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں ۔ لیکن وہ حقیقی اسلام سے بالکل بے بہرہ ہیں ۔ اسی لئے وہ عیسائیوں کے اعتراضات کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے ۔ کئی مسلمان قرآن پڑھ سکتے ہیں لیکن اس کے مطالب کو سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ میں خوشی سے اشاعت اسلام کے کام میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں ۔ اور آپ کی مدد سے عیسائیوں کی تردید کرنے کے قابل ہو سکتا ہوں ۔ اس لئے مجھے ایسا مصالحہ بہم پہنچائیں کہ میں قرار واقعی یہ کام کر سکوں ۔

جزیرہ ٹرینیڈاڈ (جنوبی امریکہ)

مسٹر امیر علی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے سابقہ شہر سے نقل مکانی کر لی ہے اور جزیرہ کے ایک وسطی شہر میں آ گیا ہوں جہاں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے اور یہیں ہماری مخالفت کا مرکز ہے ۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کی صحیح ترجمانی کروں اور ان کو اپنا لٹریچر دے کر مخالفین سلسلہ کی شرارتوں سے آگاہ کروں ۔ گو اس وقت یہاں سخت مخالفت ہے ۔ لیکن یہ چند روزہ ہے ۔ اور وہ دن دور نہیں کہ تعلیم یافتہ طبقہ ہماری طرف آ جائے گا ۔ میں یہاں مکڈلو کی شاخ مقرر کرنے کی فکر میں ہوں ۔ اور جونہی آپ کی مرسلہ کتب پہنچیں کام شروع کر دونگا ۔ بغیر عمدہ لٹریچر کے نہ تو اسلام کی صحیح تعلیم پھیل سکتی ہے ۔ اور نہ غلط فہمی دور ہو سکتی ہے ۔ اسلام کے لئے ان علاقوں میں شاندار مستقبل نظر آتا ہے ۔ کمی ہے تو صرف سرمایہ کی اور اخلاص سے کام کرنے والوں کی ۔

کیا حکومت اور گاندھی کے مابین کوئی معاہدہ ہونیوالا ہے

حالات حاضرہ پر مختلف قیاس آرائیاں

شملہ ۱۳ مئی ۔ سیاسی حلقوں میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ آرڈی نینسوں کی منسوخی یا ان کو جاری رکھنے کے مسئلہ کا حل زیادہ تر حکومت ہند پر عائد ہوتا ہے ۔

یہ ظاہر کہ یہ امر اکثر سر کردہ کانگرسیوں کے سامنے بیان کر دیا گیا ہے ۔ کہ اگر گاندھی جی سول نافرمانی کی تحریک کو بند کر دینے کا اعلان کر دیں گے تو حکومت بھی تمام آرڈی نینسوں اور ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت نوٹسوں کو منسوخ کر دیگی لیکن حکومت نے اس کے متعلق بیان کر دیا ہے کہ حکومت ہی کی طرف سے پہلے کانگرس کے خلاف جارحانہ کارروائی شروع کی گئی تھی ۔ اس لئے اب یہ حکومت کے ذمہ ہی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ صلح صفائی میں پہل کرے لیکن حکومت اس کے لئے تیار نہیں ۔ کانگرس کو چاہئے کہ پہلے وہ اقدام کرے ۔ اس معاملہ کے متعلق کسی غیر کانگرسی نے بھی حکومت کو کسی قسم کا اطمینان بخش جواب نہیں دیا ۔

مشاورتی کمیٹی کا آئندہ اجلاس

مشاورتی کمیٹی کے متعلق یہ افواہ گرم ہے ۔ کہ ۲۳ ۔ مئی کو اس کا کوئی اجلاس نہیں ہوگا ۔ اور اگر ہوا بھی تو بہت نہایت مختصر ہوگا ۔ راما سوامی آئر اور مسٹر جیکر کا سابقہ اعلان کسی خاص وجوہ پر مبنی تھا ۔ ان کی رائے یہ تھی کہ معروف ارکان کمیٹی کو خواہ مخواہ اس لئے کیوں تکلیف دی جائے کہ وہ آ کر صرف اس فیصلہ سے آگاہ ہوں کہ فرقہ وار مسائل کے عدم تصفیہ کی صورت میں مسلمان اور باقی اقلیتیں مرکزی تحفظات کے مسائل میں شرکت نہیں کریں گی ۔

وائسرائے کا استفسار

بیان کیا جاتا ہے کہ ان حالات کے پیش نظر وائسرائے نے مشاورتی کمیٹی کے ارکان سے دریافت کیا ہے کہ فرنچائز کمیٹی اور ریاستوں کی کمیٹی کی رپورٹیں جون سے پہلے شائع نہیں ہوں گی ۔ کیا ان مشکلات کے باوجود بھی مشاورتی کمیٹی کا اجلاس

(باقی بر صفحہ ۲)

غلامانِ محمدؐ کی علم پروری

مشاہیرِ اسلام کے حالات، تاریخِ ہسپانیہ پر ایک نظر

(۳)

(از جناب میرزا مسعود بیگ صاحب)

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (القلم)

خلیفہ الحکم اور اسکی لائبریری

خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث کا ذکر گزشتہ اشاعت میں کیا گیا تھا۔ اس تاجدار نے پچاس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۶ اکتوبر ۹۶۱ء کو ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا فرزند الحکم ثانی تخت نشین ہوا۔ ہسپانیہ کے تمام حکمرانوں میں بلحاظ لیاقت ذوقِ علمی اور علم دوستی کے الحکم کا رتبہ یقیناً سب سے افضل ہے۔ یہ علم و ادب کا شیدائی تھا۔ اور اہلِ علم کا بیحد قدردان۔ یہی نہیں بلکہ خود بھی بہت بڑا فاضل تھا اور تمام علومِ مروجہ میں مہارتِ تامہ رکھتا تھا۔ اس کے کتب خانہ کی صفت میں آج بھی مورخین رطب اللسان ہیں۔ الحکم نے قرطبہ کے اندر ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی جو اس وقت یورپ کی سب سے بڑی لائبریری تھی۔ کتابوں کے جمع کرنے میں خلیفہ نے بہت محنت کی اور پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ مشرق و مغرب کے ہر بڑے شہر خصوصاً بغداد، دمشق قاہرہ، اسکندریہ اور قسطنطنیہ میں اس کے کارندے موجود رہتے جن کا فرض صرف کتابیں مہیا کرنا تھا۔ جہاں خلیفہ کو خبر ہوئی کہ فلاں مصنف کسی کتاب کی تصنیف میں مشغول ہے تو اسے پہلے ہی دو تین ہزار درہم بھیج دیئے جاتے۔ تاکہ سب سے پہلا نسخہ شاہی کتب خانہ میں پہنچ جائے۔ غرضیکہ الحکم نے بےشمار کتابیں جمع کیں جن میں اکثر نادرالوجود تھیں۔ اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا کہ قرطبہ کے عظیم الشان ہال میں جہاں لائبریری قائم تھی کتابوں کے لئے جگہ باقی نہ رہی۔ کتابوں کی تعداد چار لاکھ اور چھ لاکھ کے درمیان تھی۔ (دیکھو "مورش امپائر ان یورپ" مصنفہ ایس پی سکاٹ) چالیس جلدوں تو صرف لائبریری کی فہرستِ کتب ہی تھی۔ تمام مورخین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ الحکم نے یہ تمام کتابیں بذاتِ خود مطالعہ کی تھیں اور ان میں سے کثیر تعداد ایسی کتابوں کی تھی جس پر اس نے حواشی بھی لکھے۔ خلیفہ کے لکھے ہوئے یہ نوٹ اور حواشی بہت ہی قابلِ قدر تھے۔ اور اس کے بعد ہمیشہ یہ دستور رہا کہ جب بھی کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ تو الحکم کے حواشی کو بطور سند استعمال کیا گیا۔ کیونکہ وہ کمال محنت اور تحقیق کا نتیجہ تھے ہر کتاب کے شروع، در آخر میں خلیفہ نے مصنف کی زندگی کے حالات درج کیئے۔ الغرض علم نواز خلیفہ نے علم اور سائنس کا ایک بیش بہا اور نادر ذخیرہ اپنے ہاں جمع کیا اور یہی وہ گنجینہ تھا جس سے آہستہ آہستہ تمام یورپ میں علوم و فنون پھیلے۔ جس کا یورپ خود معترف ہے۔

درسگاہوں کی کثرت

نہ صرف یہ کہ الحکم نے عظیم الشان کتب خانہ ہی قائم کیا بلکہ بےشمار درس گاہیں بھی قائم ہوئیں۔ جن سے ہزاروں بندگانِ خدا فیضِ علم وعقل و نور حاصل کرتے۔ ابتدائی مدارس تو ہسپانیہ کے اندر بہت کثرت سے پائے جاتے تھے۔ اور علم کا عام چرچا تھا۔ چنانچہ ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے "اس زمانہ میں اندلس کا ہر شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ حالانکہ یورپ میں بڑے معزز طبقہ کے لوگ بھی سوائے پادریوں کے لکھنے پڑھنے سے مطلق ناآشنا تھے۔ (دیکھو "اسپینش اسلام" مصنفہ ڈوزی) ان پرائمری سکولوں کی کثرت کے باوجود محسوس ہوا کہ درسگاہیں ابھی کافی نہیں۔ اور غربا کو تحصیلِ علم میں پوری آسانی میسر نہیں۔ چنانچہ الحکم نے قرطبہ کے اندر ستائیس درسگاہیں اور قائم کیں۔ جن میں غربا کے بچوں کو (بلاتفریق مذہب وملت) تعلیم دی جاتی اور وظائف بھی مرحمت کیئے جاتے۔ ان ستائیس درسگاہوں کا خرچ بادشاہ کی جیب سے ادا کیا جاتا۔

دارالعلوم قرطبہ

قرطبہ کی یونیورسٹی اس زمانہ میں دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی تسلیم کی جاتی تھی۔ اندلس میں تمام علوم مروج تھے۔ اور ہر فن کے ماہرین موجود تھے۔ دارالعلوم قرطبہ کے لکچر مسجدِ اعظم میں منعقد ہوتے تھے۔ مشہور پروفیسروں میں سے تین چار کا ذکر کرتے ہیں۔ (۱) علامہ ابوبکر ابن معاویہ جو قریشی تھے حدیث کا درس دیتے اور سیرتِ رسولِ کریمؐ پڑھاتے تھے (۲) علامہ ابوعلی القالی جو بغداد سے ہسپانیہ تشریف لائے تھے علمِ ادب کے پروفیسر تھے۔ عربی زبان اور اس کے محاورات و علم الالسنہ کے وہ بہت فاضل تھے (اور ان کا ذکر علمائے ہسپانیہ کے ذیل میں بھی کیا جائے گا) (۳) علامہ ابن قطیہ گرامر کے پروفیسر تھے اور سب سے بڑے نحوی یعنی فاضل گرامر تھے۔ ان کے علاوہ بیسیوں اور بڑے بڑے فاضل یونیورسٹی میں موجود تھے مسلمہ ابن احمد علم نجوم اور علم ریاضی کے ماہر تھے۔ اور علامہ ابوالقاسم بڑے پایہ کے سرجن تھے۔ یورپ ان کی بہت قدر کرتا ہے اور ( ) البوکیسس کے نام سے انہیں یاد کرتا ہے۔

طلبہ کی تعداد کئی ہزار تھی جن میں زیادہ تعداد فقہ کے طالبعلموں کی تھی۔ فقہ میں ان دنوں لوگ خاص طور پر دلچسپی لیتے تھے۔ کیونکہ اس علم میں نام پیدا کرنے سے انہیں قضاۃ کے اعلےٰ عہدے دیئے جاتے تھے۔ (دیکھو اسپینش اسلام مصنفہ ڈوزی)

علمائے ہسپانیہ

(۱) سب سے پہلے ہسپانوی مصنف جن کی تصنیف محفوظ رہی وہ ابن عبد ربہ ہیں۔ یہ مشہور شاعر بھی تھے اور مورخ بھی۔ یہ علم حدیث کے بھی فاضل تھے ان کی سب سے مشہور تصنیف "العقد الفریدا" ہے جو ۱۲۹۳ھ میں قاہرہ میں تین جلدوں میں شائع ہوئی اس کتاب میں انہوں نے بہت سے علوم پر بحث کی ہے اور اہلِ عرب کے اخلاق وعادات اور ان کی رسوم و اطوار پر تبصرہ کیا ہے۔ ان کا دیوان "محاصات" کے نام سے مشہور ہے۔ (دیکھو وفیات الاعیان لابن خلکان")

(۲) علامہ محمد ابن ابوعلی اسمٰعیل القالی علم الالسنہ کے فاضل تھے ابوبکر ابن درید کے یہ شاگرد تھے۔ قرطبہ کی یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ درس کے دوران میں جو نوٹ لکھوایا کرتے تھے وہی بعد میں کتاب کی شکل میں شائع ہو گئے اور وہ کتاب "الامالی" کے نام سے مشہور ہے۔ جو علی القالی کی سب سے مشہور تصنیف ہے ایک اور کتاب بھی انہوں نے لکھی جو کتاب البارِی" کے نام سے مشہور ہے۔ پرانے مسلمان علماء میں یہ بڑا کمال تھا کہ وہ تمام علوم سے واقف اور ہر فن مولا تھے۔ ہر ایک عالم شاعر بھی تھا۔ محدث بھی تھا۔ مورخ بھی تھا۔ اور سائنس اور علمِ نجوم یعنے اسٹرالوجی کا بھی ماہر تھا علامہ علی القالی نے مختلف علوم پر کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک میں اونٹ اور گھوڑے کے خواص اور ان کی نسل کی حفاظت وغیرہ کے متعلق بڑی مفید معلومات جمع کی ہیں۔ بہرحال جس فن میں انہیں کمال حاصل تھا وہ علم الالسنہ تھا۔ اور علامہ علی القالی یورپ میں علم فلالوجی کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔

(۳) ابومروان ابن حیّان اسپین کے بلند پایہ مورخ تھے۔ ہسپانیہ کی تاریخ پر انہوں نے ایک بہت ضخیم کتاب ساٹھ (۶۰) جلدوں میں لکھی جو "المتین" (اور بقول ابن خلکان المبین) کے نام سے مشہور ہوئی۔ افسوس ہے آج یہ کتاب کہیں بھی موجود نہیں اس کے علاوہ ایک اور تصنیف بھی ان کی تھی جس کا نام "الکتاب المقتبس فی تاریخ الاندلس" تھا لیکن یہ بھی مفقودالوجود ہے۔

(۴) علامہ ابوالولید الباجی بڑے پایہ کے فقیہ اور شاعر تھے احکامِ شریعت اور فقہ پر انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان کی کتاب "احکام الفصول فی احکام الاصول" بہت مشہور ہے۔ علمِ حدیث پر انہوں نے ایک کتاب "التعدیل والتجریح" کے نام سے لکھی جس کے حوالے امام بخاریؒ کی صحیح میں نظر آئیں گے۔ یہ بڑے زبردست عالم، حافظ اور امام تھے۔ علامہ ابن حزم کے ساتھ ان کے بحث و مباحثے ہوتے رہتے تھے۔ (دیکھو وفیات الاعیان)

ان کے علاوہ یوسف ابن عبدالبر محدث اور البکری ماہرِ علمِ جغرافیہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

غلامی اور اسلام

اس جگہ یہ ذکر کرنا بےمحل نہ ہوگا۔ کہ دینِ اسلام کی برکت سے معمولی حیثیت کے انسان بھی ایک دنیا کے مخدوم ومکرم بن گئے۔ سرورِ کونینؐ کا وجود جو تمام جہانوں کے لئے رحمت تھا۔ غلاموں اور کنیزوں کے لئے بالخصوص باعثِ الطاف واکرام ہوا حضرت بلالؓ اور حضرت زیدؓ نے جو بلند رتبہ پایا وہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ونسب کی تمام امتیازات کو مٹا کر زیدؓ کے لڑکے یعنی ایک غلام زادے کو بڑے بڑے قریشیوں کا سردار بنا دیا۔ رسول اللہ کا یہ نیک نمونہ آپ کے بعد بھی امت کے لئے مشعلِ ہدایت بنا رہا۔ مراد میری اس بیان سے یہ ہے کہ جن علمائے اسپین کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں سے اکثر غلام زادے تھے۔ ابن عبدربہ ہشام ابن عبدالرحمٰن امیر ہسپانیہ کے آزاد کردہ غلام کی اولاد تھے۔ ابومروان ابن حیان۔ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے

غلام کی نسل میں سے تھے - اور اس امر کے باوجود کہ ان علما کا حسب نسب بہت عمدہ نہ تھا یہ لوگ محض اپنی لیاقت اور ذاتی محاسن کی وجہ سے اتنی قدر و منزلت کے مالک تھے کہ جب دربار میں آتے تو خود خلیفہ اٹھ کر ان کا استقبال کرتا - اور اپنی نشست پر انہیں بٹھا کر خود ان کے زانو کے پاس بیٹھنے میں ہی فخر خیال کرتا - یہ محض اسلام ہی کی تعلیم کا اثر تھا ورنہ آج بھی بڑی بڑی اہل علم اقوام موجود ہیں جو اپنی تہذیب کا ڈھول پیٹ رہی ہیں لیکن حسبی نسبی تفریق اور سرخ و سپید کے جھگڑوں سے ابھی تک آزاد نہیں ہوئیں - رسول پاکؐ کی پاک زندگی اور آپ کی تعلیم ہر ایک کے لئے رحمت ثابت ہوئی - اور آپ کی نسبت شاعر نے کیا خوب کہا :-

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم !
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا

ابن حزم

علمائے اندلسیہ میں سب سے قابل اور لائق اور مشہور عالم ابو محمد علی ابن حزم گذرے ہیں - تیس سال کی عمر میں یہ اموی خلیفہ عبد الرحمن خامس کے وزیر مقرر ہوئے لیکن اس کے بعد سلطنت بنی امیہ زوال پذیر ہو گئی - اور ابن حزم نے بقیہ عمر خدمت دین اور تالیف و تصنیف میں صرف کر دی - علامہ ابن خلکان ان الفاظ میں ان کا ذکر کرتے ہیں "...... تمام علمائے ہسپانیہ میں سے ابن حزم کا رتبہ بوجہ اس کے تبحر علم اور وسعت معلومات اور تمام علوم و فنون میں مہارت تامہ کے یقیناً سب سے بلند ہے - ابن حزم (باوجود عجمی ہونے کے) عربی زبان کا بہت بڑا فاضل تھا - وہ ایک قابل مصنف، فصیح گو شاعر اور وسیع العلم مورخ تھا - اس کے فرزند کے پاس چار صد جلد میں ایسی تصانیف کی تھیں جو ابن حزم کی قلم سے لکھی گئیں " ابن حزم کہا کرتے تھے کہ میں نے تحصیل علم میں اس قدر محنت اگر کی ہے تو صرف اس لئے کہ اس دنیا میں بھی اور اگلی دنیا میں بھی مشرف و معظم ہو جاؤں -

علامہ موصوف کی بے شمار تصانیف میں سے سوائے چند ایک کے سب ضائع ہو چکی ہیں - لیکن حسن اتفاق سے ان کی سب سے مشہور و مقبول تصنیف اب بھی دنیا میں موجود ہے - یعنی کتاب "الملل والنحل" - کتاب مذکور ۱۳۲۱ھ میں قاہرہ میں شائع ہوئی ہے - اس کتاب میں ابن حزم نے تمام مذاہب پر بحث کی ہے اور ان کی تعلیم کے ساتھ تعلیم اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے صداقت دین محمدیؐ پر مہر ثبت کی ہے - علامہ مذکور لکھتے ہیں کہ توہم پرستی سے انسان کا چھٹکارا ہونا بہت مشکل ہے - چنانچہ وہ عیسائیوں کی مثال پیش کرتے ہیں کہ وہ لوگ اتنے علمی دعاوی کے باوجود ایک اور تین کے جھگڑے کو حل نہیں کر سکتے - خدا ایک بھی ہے اور تین بھی - عیسیٰ مسیح انسان بھی ہیں اور خدا بھی - وغیرہ وغیرہ - یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے - کہ اس قسم کی تصنیف سب سے اول ایک مسلمان کے قلم سے ہی لکھی گئی - اہل یورپ کو آج منجملہ اور باتوں کے اس بات پر بھی بڑا ناز ہے کہ وہ "کمپریٹو سٹڈی آف ریلیجنز" کے بانی ہیں - یعنی ان کا خیال ہے کہ تمام مذاہب کو سامنے رکھ کر مقابلۃً ان پر بحث کرنے کا فن انہی مسیحی حضرات کی قلم گوہر رقم کا رہین منت ہے - لیکن حقیقت یہ ہے - کہ سب سے اول اس فن کی کتاب عربی زبان میں ہی شائع ہوئی اور اس فن کا سب سے پہلا مصنف بھی وہ تھا جسے نبی امی (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل تھا - مسلمانوں کی حکومت میں چونکہ مذہبی آزادی عام ہو چکی تھی اس لئے ہر خیال کے لوگ اپنے اپنے مذہب کا پرچار کرتے اور اپنے خیال کی تائید و تصدیق میں آزادی سے کتابیں شائع کرتے تھے - اس پر مسلمان علما بھی ان مذاہب پر غور و تنقید کرتے اور اسلامی اصولوں کو ان مذاہب کے ساتھ ساتھ رکھتے ہوئے دین حنیف کی صداقت ثابت کرتے - مسلمانوں کے چند مسائل میں اختلاف پر روشنی ڈالنے کے علاوہ ابن حزم نے کتاب مذکور میں تمام مذاہب یعنی موسوی - عیسوی - زرتشتی وغیرہم پر اپنے نرالے قدرتی انداز پر بحث کی ہے -

ابن حزم کی قابلیت اور محنت پر ان کے ہمعصر علما نے مطلق داد نہ دی بلکہ ان کی سخت مخالفت ہوئی کہ وہ ظاہری خیال کے پابند تھے - علمانے ان کی اور انہیں کئی جگہوں سے جلا وطن کیا گیا - اشبیلیا پر ان کی تصانیف کو نذر آتش کیا گیا - اس موقعہ پر ابن حزم نے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ "تم کاغذ کو تو بیشک جلا سکتے ہو لیکن اس چیز کو تم نہیں جلا سکتے - کیونکہ وہ میرے سینہ میں ہے جہاں بھی جاؤں گا وہ میرے ساتھ جائے گی اور لحد میں اتارا جاؤں گا تو وہ میرے ساتھ ہی" (دیکھو لٹریری ہسٹری آف دی عربز مصنفہ ...) کتاب الملل والنحل کے علاوہ ابن حزم کی ایک اور تصنیف بھی مشہور ہے جس کا نام ہے "طوق الحمامہ" (باقی ...)

مسئلہ تکفیر پر مسیح موعود کا ایک خط

"بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی اخویم ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو خط مولوی محمد علی صاحب کے نام آیا تھا میں نے اس کو پڑھا ہے - مجھے تعجب ہے کہ کیونکر مخالف لوگ ہم پر تہمتیں لگاتے ہیں - تکفیر کے معاملہ میں اصل بات یہ ہے کہ پہلے میں ان تمام لوگوں کو کلمہ گو خیال کرتا تھا اور کبھی میرے دل میں نہیں آیا کہ ان کو کافر قرار دوں - پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت ایک استفتا تیار کیا اور وہ استفتا مولوی نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا - اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ شخص اور اس کی جماعت کافر ہیں - اگر مر جاویں تو مسلمانوں کی قبرستان میں ان کو دفن نہیں کرنا چاہئے - پھر بعد اس کے دو سو مہر تکفیر کی اس فتوے پر مولویوں کی لگائی گئیں - یعنی تمام پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں نے اس پر مہریں لگا دیں - کہ درحقیقت یہ شخص کافر ہے - بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ کافر ہیں - اور اگر یہ مسلمان ہیں تو پھر ہم کافر ہیں - کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کو کافر کہے تو کفر اسی پر پڑتا ہے - پس اس بنا پر ہمیں ان لوگوں کو کافر ٹھہرانا پڑا - ورنہ ہماری طرف سے ہرگز اس بات کی سبقت نہیں ہوئی - کہ یہ لوگ کافر ہیں - ان لوگوں نے خود سبقت کی - اس کا فتویٰ پہلے ان لوگوں کی طرف سے شائع ہوا - ہم نے کوئی کاغذ ان لوگوں کی تکفیر کا شائع نہیں کیا - اب جس شخص کو یہ امر گراں گذرتا ہو کہ اس کو کیوں کافر کہا جائے تو اس کے لئے یہ سہل امر ہے کہ وہ اس بات کا اقرار شائع کر دے کہ میں ان لوگوں کو کافر نہیں جانتا - بلکہ وہ لوگ کافر ہیں - جنہوں نے ان کو کافر ٹھہرایا - اس بات کا ہمارے مکفرین مولوی محمد حسین وغیرہ کو اقرار ہے کہ بموجب اصول اسلام کے مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے - پس جبکہ پنجاب - ہندوستان کے تمام مولویوں نے مجھے اور میری جماعت کو کافر ٹھہرایا اور عدالتوں میں بھی لکھا دیا کہ یہ کافر اور دین اسلام سے خارج ہیں تو پھر اس میں ہمارا کیا گناہ ہے - ان کو پوچھ کر دیکھ لیا جائے - وہ خود کہتے ہیں کہ مسلمان کو کافر ٹھہرانے والا خود کافر ہو جاتا ہے - اور اگر ہم نے اس فتوے کفر کے پہلے ان کو کافر ٹھہرایا تو وہ کاغذ پیش کرنا چاہئے - پھر جو شخص مولوی محمد حسین اور نذیر حسین وغیرہ کو باوجود اس فتوے کے مسلمان جانتا ہے تو کیونکر ہمیں مسلمان کہہ سکتا ہے - اور اگر ہمیں مسلمان جانتا ہے تو کیونکر ان کو مسلمان قرار دیتا ہے - پس یہ ہے اصلیت اس امر کی کہ ہم ان لوگوں کو کافر کہنے کے لئے مجبور ہوئے ہیں - والسلام"

خاکسار مرزا غلام احمد
۲۴ - اگست ۱۹۰۶ء

(منقول از روزنامہ پیسہ اخبار) الحکم مجریہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۶ء

مجھے معلوم نہیں کہ اس خط کو پہلے کسی احمدی دوست نے پیش کیا ہے یا نہیں - اس لئے میں نے تمام کا تمام نقل کر دیا ہے - اس خط میں ۱۹۰۶ء میں بھی حضرت مسیح موعود اپنے مخالف مسلمانوں کو صرف اسلئے کافر کہنے پر اپنی مجبوری کا اظہار کر رہے ہیں کہ انہوں نے فتوے کفر دیا - اگر وہ فتوے کفر نہ دیتے تو یقیناً حضرت مسیح موعود اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کسی کو بھی کافر نہ کہتے - بلکہ جس طرح آپ نے مولوی عبد الحق غزنوی سے مباہلہ کرنے سے صرف اس لئے انحراف کیا کہ آپ اسے خطا کار جانتے تھے - کاذب نہ جانتے تھے اور مباہلہ میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا ہوتا ہے - اسی طرح حضرت مسیح موعود تمام کلمہ گو مسلمانوں کو خطا کار ہی کہتے تاوقتیکہ وہ بوجہ تکفیر اور تکذیب خود کافر نہ بن جاتے -

تعلیق بالمحال نہیں !

اس خط میں یہ بھی امر طے کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو کافر کہلانا پسند نہیں کرتے یا انہیں یہ کلمہ اپنے حق میں ناگوار گذرتا ہے تو وہ اعلان کر دیں کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان جانتے ہیں - اور جو انہیں کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے - ایسا کرنا اگرچہ بعض کے نزدیک تو تعلیق بالمحال ہے مگر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ یہ امر سہل ہے - جناب ...... صاحب بتائیں گے کہ جو امر بہت سہل ہے بطور شرط پیش کرنا تعلیق بالمحال کیونکر ہے - کیونکہ یہ انہی کی بیان ہے کہ مسئلہ تکفیر میں شرائط پیش کردہ محال ہیں یا ان کو پورا کرنا کسی طرح ممکن نہیں - اگرچہ میاں صاحب کو بوجہ مصروفیت اس کے حل کرنے کا موقعہ نہ ہو تو ہمارے دوسرے بھائی ہی مہربانی کر کے اس مشکل کو حل کر کے دکھا دیں ہم شکر گزار ہوں گے -

(خاکسار عبد الدین احمدی شملوی)

ناظرین کرام خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں - (مینجر)

خبریں

ـــــ انبالہ ۱۱ مئی۔ انبالہ کی پولیس نے دو اشخاص کو جن کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ کہ ان کا بدمعاشوں کے ایسے گروہ سے تعلق ہے۔ جو ضلع انبالہ میں اغوا کی وارداتوں کے لئے ذمہ دار ہیں۔ ایک عورت کے اغوا کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ سے ضلع میں اغوا کی وارداتیں رونما ہو رہی تھیں اور بے گناہ عورتیں طرح طرح کے مکر و فریب سے اغوا کی جاتی تھیں۔ اور دور دراز مقامات پر لیجا کر انہیں فروخت کر دیا جاتا تھا۔ اکثر واقعات میں ان کا مذہب بھی تبدیل کر دیا گیا تھا اگر سارے گروہ کی گرفتاری عمل میں آگئی۔ تو دلچسپ انکشافات ہوں گے پولیس تفتیش کر رہی ہے۔

ـــــ میرٹھ ۱۰ مئی۔ ڈویژنل مجسٹریٹ میرٹھ نے محرم کے انتظامات کے سلسلے میں حفظ ماتقدم کے طور پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا ہے۔

ـــــ نئی دہلی ۱۳ مئی۔ مقامی حکومت نے روزنامہ ہندی "ارجن" سے دو ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے۔ جو دس دن کے اندر داخل کرنی لازمی ہے۔ اخبار مذکور کی ۲۷۔ ۲۸۔ اور ۲۹۔ اپریل کی اشاعتوں میں کانگرس کے متعلق مضامین شائع ہوئے ہیں جن کی بنا پر یہ کارروائی کی گئی ہے۔

ـــــ شملہ ۱۲ مئی۔ میجر ارنسٹ ہاول فارن سکرٹری، آئندہ کیشنبہ کو شملہ سے رخصت پر یورپ کو روانہ ہو جائینگے۔ آپکے عہدہ کا چارج مسٹر میٹکاف کو دیا جائیگا۔

ـــــ بمبئی ۱۲ مئی۔ چار سرخ پوشوں کو جنہیں آج صبح ۲ بجے سڑکوں پر کوئلوں کے ساتھ پروگرام لکھتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا۔ زیر دفعہ ۱۰ (الف) قانون ترمیم ضابطہ فوجداری چھ چھ ماہ قید بامشقت اور سو سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی۔ بصورت عدم ادائے جرمانہ چھ چھ ہفتے مزید قید کی سزا کا حکم ہوا۔

ـــــ میرٹھ ۱۰ مئی۔ کل صدر بازار میں جب لیٹر بکس کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں کولتار کافی تعداد میں ڈال دیا گیا ہے۔ جس سے بہت سے خطوط اور پیکٹ بالکل خراب ہو گئے۔

ـــــ دھرا پورم ۱۲ مئی۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ایک مسلمان کنبہ کے پانچ اشخاص فوراً بیہوش ہو گئے۔ اور بعد ازاں سب کے سب پاگل ہو گئے۔ اس المناک حادثہ کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کھانے میں غلطی سے دھتورا پڑ گیا تھا۔

ـــــ سلیم ۱۲ مئی۔ پندرہ اشخاص جن میں تین پادری بھی شامل ہیں ایک گرجے میں ایک دعوت کے موقع پر کھانا کھانے کے بعد فی الفور بیمار ہو گئے۔ وہ بیہوش ہو گئے تھے اور اب زیر علاج ہیں۔

ـــــ لندن ۱۲ مئی۔ سر جان سائمن وزیر خارجہ نے دار العوام میں کہا کہ پروپیگنڈے کے متعلق سوویٹ کے وعدہ کے سلسلہ میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کے "آرگن" میں ایک مضمون پر جس میں ہندوستان میں مسلح بغاوت کی تلقین کی گئی ہے۔ غور کیا گیا ہے۔ حکومت برطانیہ کی رائے ہے کہ سوویٹ حکومت اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کو ان معاملات میں علیحدہ علیحدہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے کہا کہ میری تجویز ہے کہ اس مضمون کے متعلق سوویٹ کے نمائندہ کے ساتھ گفتگو کی جائے۔

ـــــ مشرقی افریقہ میں ایک بند تیار کرنے کی تجویز کی گئی ہے جس پر ایک کروڑ پونڈ خرچ آئے گا۔ اور اس تجویز کے ماتحت سوڈان و مصر میں پانی کی مقدار تین گنا بڑھ جائے گی۔ دریائے نیل کی سطح آب کو کارآمد بنانے کے لئے یہ تجویزیں کی جا رہی ہیں۔ اور انگلستان کے رقبہ کے برابر بعض مرطوب علاقے زیر آب ہو گئے ہیں۔

رویٹر نے نیروبی سے یہ اطلاع دی ہے کہ یہ تجویز ۱۴ سال کے غور و فکر کے بعد منظور کی گئی ہے۔ حکومت مصر اس سکیم کو عملی جامہ پہنائے گی لیکن امید نہیں کہ اس کی موجودہ مالی حالت ان مصارف کی متحمل ہو سکے۔ سر دست انجینئر کسی سنگلاخ سطح کی تلاش میں مصروف ہیں تا کہ وہاں بند تیار کیا جا سکے۔ کام کے شروع ہونے پر قریباً تین سو یورپین اور ایک ہزار مصری مصروف ہو جائیں گے۔

ـــــ تنگیل ۱۲ مئی۔ ۹ ر ماہ حال کی شام کو موضع تری سومن میں نہایت سخت آندھی آئی جس سے بہت سی جھونپڑیاں اڑ گئیں۔ درخت جڑ سے اکھڑ گئے، اور فصلوں کو نقصان پہنچا۔ اسیطرح ایک طوفان باد اشوک پور میں آیا۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۔

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰	لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۲ محرم سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ مئی سنہ ۱۹۳۲ء	نمبر ۳۱

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

ڈلہوزی سے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں کہ "میں تو جب سے آیا ہوں بیمار پڑا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالٰی شفا دے اخبار میں بھی دوستوں کو دعا کے لئے تحریک کر دیں۔ جمعہ میں بھی دعا کے لئے تحریک فرما دیں۔ نیز اخبار میں یہ بھی عرض کر دیں کہ میں بوجہ علالت چوہدری فضل داد صاحب اور مرزا غلام ربانی صاحب کے خطوط کا جواب نہیں دے سکا۔ لیکن جن امور کی نسبت انہوں نے لکھا ہے ان سے غافل نہیں ہوں۔
وباللہ التوفیق۔ والسلام (بشارت احمد)

حج سے واپسی - میاں عبد الشکور صاحب محصل انجمن مطلع کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ایک مخلص دوست محمد ابراہیم صاحب ملازم انار رمعہ اپنے بھائی توکل مجید صاحب و ہمشیرہ صاحبہ اور والدہ صاحبہ ۱۰ مئی ۳۲ء کی صبح کو حج سے بخیروعافیت واپس تشریف لے آئے ہیں ہم اس موقعہ پر جماعت کی طرف سے انہیں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ امید ہے وہ اس خوشی کے موقعہ پر انجمن کو بھی یاد رکھیں گے۔

مرزا جلال احمد صاحب والئ وزیرستان سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ آج کل بیمار رہتے ہیں۔ ان کے لیے خاص طور پر سب احباب دعا کریں۔ آپ اس انجمن کے بڑے مخلص رکن ہیں۔ اور مالی خدمات کے علاوہ تبلیغی اور دیگر خدمات میں بھی آپ بہت حصے لیتے رہتے ہیں۔ سب احباب کو درد دل سے ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔
(محمد دین جان ایڈووکیٹ افسر تحصیل)

وفات (۱) نواب زادہ عبد القیوم خاں صاحب پھلڑہ سٹیٹ ضلع ہزارہ کی اہلیہ محترمہ ۱۲ مئی کو بعارضہ انفلوانزا و نمونیہ فوت ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ اپنے پیچھے ایک دو سال کی بچی چھوڑ گئی ہیں احباب سے دعائے جنازہ کی درخواست ہے۔
(۲) ملک عبد الغنی صاحب کلرک کا چھوٹا بھائی جو ساتویں جماعت میں تھا فوت ہو گیا احباب دعائے مغفرت کریں۔

جناب مرزا عزیز الرحمن صاحب کا مکتوب جہاز سے

احباب سے درخواست دعا

وکٹوریہ ممبئی - ۱۲ مئی ۳۲ء

مکرمی مولوی صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

میں یہ عریضہ جہاز سے تحریر کر رہا ہوں - میں آپ کا اور تمام بزرگان قوم کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اسٹیشن پر آکر میری عزت افزائی کی - افسوس کہ میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں خود اخبار کے لئے چند الفاظ شکریہ کے تحریر کرتا - بہرحال یہ فرض آپ میری طرف سے ادا کر دیں - اور اخبار میں میری طرف سے تمام احباب کا شکریہ ادا کر دیں - نیز دعا کے لئے دوبارہ میری طرف سے تحریر کر دیں - افسوس کہ زیادہ تحریر نہیں کر سکتا -
(طالب دعا - عاجز عزیز)

پیغام صلح :- مرزا صاحب کا یہ خط بجائے خود احباب کے شکریہ اور درخواست دعا کا قائم مقام ہے امید ہے کہ احباب انہیں ضرور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے -

---

مسیح موعود نمبر

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر جس کے متعلق قبل ازیں ۲۷ مئی کو شائع ہونے کا اعلان کیا جا چکا ہے بعض ناگزیر وجوہ سے کسیقدر تاخیر کے ساتھ

۷ جون کو

شائع ہوگا - احباب کرام یاد رکھیں اور مضمون نگار حضرات ۲۷ مئی تک اپنے مضامین بھیجدیں - اور ناظرین و معاونین اپنے دوستوں میں مفت تقسیم کرنے کے لئے جسقدر پرچے خریدنا چاہیں اس کی تعداد سے یکم جون تک اطلاع دیں -

اناجیل مروّجہ اور یسوع

قرآن کریم کا احسانِ عظیم مسیحیوں پر!

یسوع کا نسب نامہ آباؤ اجداد کے لحاظ سے

اناجیل مروجہ کو جہاں تک موجودہ بائبل کی روشنی میں دیکھا جائے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے لکھنے والے یا تو یسوع کے نادان دوست تھے۔ اور یا منافق دشمن یسوع کے نسب نامہ میں جن بدکار عورتوں کا ذکر آتا ہے ان کے بارہ میں جو توجیہ پادری عماد الدین نے کی ہے وہ اس کی تواریخ المسیح حصہ اول کے حوالہ سے ۱۵ مارچ ۱۹۳۲ء کے اخبار پیغام صلح میں دی جا چکی ہے۔ اب ہم مسیح کے نسب نامہ کے مردوں پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

بائبل استثناء ۲۳ باب ۲ آیت میں ہے۔ "حرامی بچہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہووے۔ اس کی دسویں پشت تک وہ خداوند کی جماعت میں شامل نہ ہو۔ کوئی عمونی یا موآبی خداوند کی جماعت میں دسویں پشت تک داخل نہ ہوں۔ وے کبھی ہمیشہ تک خداوند کی جماعت میں شامل نہ ہوویں"

اب لیجئے بائبل پیدائش باب ۳۸ آیت ۱۸ میں ہے کہ یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے خلوت کی جس سے پھارس پیدا ہوا۔ (آیت ۲۹) اب متی کی انجیل کا نسب نامہ پڑھا جائے جس میں صاف نظر آ جائے گا کہ پھارس سے داؤد دسویں پشت میں شامل ہے۔

یسوع کو ابن داؤد کیوں کہا گیا؟

پادری عماد الدین صاحب غالباً مقدس متی کے اس نکتہ کو بھول گئے کہ نسب نامہ کے شروع میں یسوع کو ابن داؤد کیوں کہا گیا ہے۔ گویا داؤد پر نعوذ باللہ دو طرح پر متی نے بہتان باندھا ہے ایک تو پھارس کی نسل میں اسے دسویں پشت کے اندر رکھا۔ پھر اس کے بعد اس کے بیٹے سلیمان کو ایک ناجائز نکاح کی اولاد قرار دیا۔ اسی طرح داؤد کے دوسرے بیٹوں امنون اور ابی سلوم وغیرہ کی نسبت نہایت فحش باتیں بائبل میں درج ہیں۔ یہ وہ نکات اور پیسوری حکمت کے نکتے ہیں جن کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ یسوع کو متی نے ابن داؤد لکھا ہے۔ پھر داؤد کو ابن ابراہام بھی لکھا۔ اور حضرت ابراہیم کی طرف بت پرستی اور بار بار جھوٹ بولنے کو نسبت کر کے گویا اشارہ کر دیا کہ جناب یسوع کا نسب نامہ نہ صرف نانیوں اور دادیوں کے لحاظ سے قابل غور ہے بلکہ آباؤ اجداد کے لحاظ سے بھی قابل رشک ہے۔

پادری عماد الدین کی توجیہ

حضرت ابراہیمؑ سے لیکر حضرت داؤدؑ تک کے کل افراد نسب کی تاریخ کو بائبل میں پڑھو۔ بلکہ بنی اسرائیل کی مکمل تاریخ کا بائبل میں مطالعہ کرو۔ اور بقول پادری عماد الدین یہ نکتہ ذہن نشین کرو "بظاہر یہ مقام کوتاہ اندیش آدمی کو معیوب معلوم ہوں گے (یعنی یسوع کے شجرہ نسب میں ایسی ... عورتوں اور مردوں کا ہونا) مگر یہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل کی گہرائی دریافت کرنے کو گویا کھلی ہوئی کھڑکیاں ہیں۔ کہ وہ جو گنہگاروں کے بچانے کو آنے والا تھا۔ اس نے گنہگاروں کے سلسلہ (نسب) میں آنے سے نفرت نہ کی اس لئے کہ گنہگاروں اور بدکاروں کو اس کی حاجت ہے اگر وہ شروع سے اپنے لئے مقدس اور بے عیب لوگوں کا سلسلہ لیتا تو ہم بدکاروں گنہگاروں کا کہاں ٹھکانہ تھا"

(تواریخ المسیح مؤلفہ پادری عماد الدین حصہ اول صفحہ ۲۰/۲۱)

یہ نسب نامے یوسف کے ہیں نہ کہ مریم کے

پادری عماد الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ مسیح کے دونوں نسب نامے مریم کی نسبت سے ہیں۔ یعنی مریم کے ہیں۔ "مسیح مجازاً اور شرعاً ابن یوسف ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ ابن مریم ہے جسمانی راہ سے" یہ غلط محض ہے۔ موجودہ تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ نسب نامے مریم کے نہیں بلکہ یوسف کے ہیں۔ چنانچہ پادری فیرر نے دی لائف آف کرائسٹ میں لکھا ہے:۔

It is now almost certain that the genealogies in both gospels are genealogies of Joseph.

(ترجمہ) یہ تقریباً یقینی امر ہے کہ دونوں اناجیل کے نسب نامے یوسف کے نسب نامے ہیں۔

نیز دیکھو بائبل اور دیل کی ڈکشنری زیر عنوان نسب نامہ یسوع

قرآن کی تصریح

قرآن شریف نے حضرت مریم کے متعلق فرمایا ہے یا اخت هارون ما كان ابوك امرأ سوء وما كان امك بغیا۔ حضرت مریم حضرت ہارون کے خاندان یعنی لاویوں یا آل عمران میں سے تھیں۔ اور اس کے سلسلہ نسب کا کوئی مرد اور عورت بدکار نہ تھا۔ یہ جملہ پیشگوئی رنگ میں ادا کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ہارون کا خاندان کہانت اور تقدس کے لحاظ سے امام اور پیشوا سمجھا جاتا تھا۔ قرآن شریف کا کمال یہ ہے کہ اناجیل اگر یسوع کے نسب نامہ کو بدکار لوگوں سے مملو کرتی ہیں اور بقول پادری عماد الدین جان بوجھ کر بدکاروں کا ایک وسیع گھرانا ٹھہراتی ہیں۔ تو قرآن شریف اس نسب نامہ کا عنوان ایک نیک انسان اور نبی کو بناتا ہے اور اس خاندان کی کثرت پاکیزگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

قرآن شریف نے دوسرا نسب نامہ جو جناب مسیح کے باپ کی طرف سے ہے یہ بتایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ہرگز مشرک نہ تھے۔ بلکہ دلائل و براہین سے شرک کی تردید کرتے تھے۔

وتلك حجتنا اتينها ابراهيم على قومه نرفع درجت من نشاء ان ربك حكيم عليم ووهبنا له اسحق ويعقوب كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل ومن ذريته داود وسليمان وايوب ويوسف وموسى وهارون وكذلك نجزي المحسنين وزكريا ويحيى وعيسى والياس كل من الصالحين ○

حضرت نوح کے بعد حضرت ابراہیم بہت بڑے انسان ہوئے ان کی ذریات میں داؤد۔ سلیمان۔ ایوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ ہارون محسنین میں سے تھے۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ۔ الیاس یہ بھی گروہ انبیاء کی ایک مخصوص تقسیم میں ہو گذرے ہیں۔ جو سب کے سب صالح لوگ تھے۔ آخر میں فرمایا ومن اباءهم وذريتهم واخوانهم واجتبينهم وهدينهم الى صراط مستقيم۔ ان سب کے آباء ان کی اولاد۔ داؤد سلیمان۔ ایوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ ہارون زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ الیاس اسمٰعیل۔ الیسع اور یونس اور ان کے بھائیوں میں سے ہم نے بعض کو چن لیا۔ اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی تھی۔ گویا اس سے تمام شجرہ نسب کو جو ایک طرف حضرت عیسیٰ پر ختم ہوتا ہے بلند درجات والے۔ ہدایت یافتہ محسن نسل انسانی اور صالحین قرار دیدیا۔ یہ ہے ابن داؤد۔ ابن ابراہیم کا حقیقی نسب نامہ جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔

یسوعیین پر قرآن کریم کا احسان عظیم

یسوعی صاحبان نے دو رستوں سے یسوع کو ملعون کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک تو ماں کی طرف سے اس شجرہ نسب کو منسوب کر کے جو متی اور لوقا نے پیش کیا ہے۔ یعنی اس کی نانیوں کو زانیہ قرار دیا اور دوسری طرف حضرت ابراہیمؑ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ پر بہتان باندھ کر قرآن شریف نے دونوں حسب اور نسب کو پاک ٹھیرا کر حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے حضرت مسیحؑ کو پاک لوگوں کی اولاد قرار دیا۔ اور یہ وہ احسان عظیم ہے جو اسلام نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ پر کر کے عیسائیوں کو مرہون منت کیا ہے۔ کاش عیسائی دوست اس کو سمجھیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قرآن شریف ان کی بائبل سے لیا گیا ہے کیا وہ بائبل۔ اناجیل اور قرآن کی تعلیم میں رات دن کا یہ بین فرق محسوس نہیں کرتے۔

عیسائی مشنری کا قبول اسلام

اسلام قبول کرنیکی معقول وجہ

سکندریہ میں یوں تو یورپ کے متعدد مشن تبلیغ عیسائیت کے لئے خاص طور پر مدتوں سے کوشش کر رہے ہیں مگر ہالینڈ کی مشن نہایت سرگرمی سے انجیل کی خوشخبری سنانے میں مشغول ہے اس مشن کے رکن اعلیٰ اور مبلغ اعظم ڈاکٹر گبریل گیارہ سال سے سکندریہ میں مقیم ہیں۔ جو نہ صرف سکندریہ بلکہ مصر، مصری سوڈان اور دیگر ملحقہ مقامات میں نہایت جوش سے کام کر رہے ہیں۔

گزشتہ مہینہ میں لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ نے یکایک اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور ہالینڈ مشن کو لکھ دیا ہے کہ اب میں ایک مسلمان ہوں اور عیسائیوں سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے اس لئے میرا مبلغین کی فہرست سے نام کاٹ دیا جائے۔ آپ کے قبول اسلام سے عام طور پر عیسائیوں میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر گبریل نے اسلام قبول کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک اخبار کو لکھا ہے کہ میں نے صرف اس لئے اسلام قبول کیا ہے کہ وہ انسان کے فطرتی تقاضہ کو پورا کرتا ہے۔ اور اس میں اعمال پر تمام کامیابیوں کا انحصار رکھا گیا ہے۔

کشمیر میں پنڈتوں کا نمائشی ہنگامہ

مسلمانوں کے حقوق کی پامالی کا ایک اور ثبوت

کشمیری مسلمانوں کے جائز حقوق کی پامالی کے بے اندازہ ثبوت دنیا کے سامنے آچکے ہیں۔ اس باب میں سب سے آخری اور مستند تاریخ گلینسی کمیشن کی رپورٹ تھی لیکن حال ہی میں ملاپ کے نامہ نگار خصوصی نے کشمیری پنڈتوں کے ایجی ٹیشن کے اسباب بیان کرتے ہوئے ایک نیا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ہندو جرائد و عائد اور ریاست کے ہندو ارکان کم از کم اس ثبوت کو ناقابل تسلیم قرار نہیں دیں گے۔ "ملاپ" کا نامہ نگار لکھتا ہے:۔

"اس وقت تیرہ سو کے قریب کشمیری پنڈت تعلیم یافتہ بے روزگار ہیں۔ چھ سو کے قریب کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تین سو کے قریب ان پڑھ ہیں۔ اور اگر ریاست میں تخفیف ہوئی تو ایک ہزار کے قریب یہ لوگ اور بیکار ہو جائیں گے۔ گلینسی کمیشن میں جو کچھ سفارشات ہوئی ہیں ان سے کشمیری پنڈت و دیگر ہندو اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ ان کے لئے اب ملازمتوں کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔"

کیا اس بیان سے صاف واضح نہیں ہوتا کہ اب تک کشمیری پنڈت مسلمانوں کے حقوق غصب کئے بیٹھے تھے۔ گلینسی کمیشن کی سفارشات ہمارے نزدیک اور عام مسلمانوں کے نزدیک اطمینان بخش نہیں ہیں۔ علی الخصوص ملازمتوں کے تعلق میں تو مسلمانوں کا تناسب بالکل متعین نہیں کیا گیا۔ اس طرح عام مسلمانوں کو یقین نہیں ہو سکتا کہ ایک خاص مدت میں نظم و نسق کے اندر ان کا تناسب پورا ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ سفارشات سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب مسلمانوں کو پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں ملازم رکھا جائے گا۔ اور کشمیر کے مختلف محکمے کشمیری پنڈتوں اور ڈوگروں ہی کے لئے مختص نہیں رہیں گے۔ لہذا پنڈتوں کو بے روزگاری کی بلا سامنے آنے لگی۔ لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ان پنڈتوں نے آج تک ان مسلمانوں کے حقوق کا بھی خیال کیا ہے۔ جن پر کم و بیش اسی سال سے پنڈتوں کا قبضہ چلا آتا ہے؟ کیا آج تک بے روزگار مسلمانوں کی مصیبتوں کا احساس کبھی ان کے دل میں پیدا ہوا ہے؟ کیا انہیں کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ کشمیر کے سیکڑوں ہزاروں مسلمان لاہور، امرتسر اور دوسرے شہروں میں نہایت مصیبت خیز مزدوریاں کر کے اپنے پیٹ پالتے تھے (اور اب تک پال رہے ہیں) اور چند پنڈت ان کے وطنی حقوق پر قابض تھے؟

"ملاپ" کا نامہ نگار مندرجہ بالا تحریر کے بعد لکھتا ہے:۔

"یہ وجوہات ہیں جن سے کشمیری پنڈتوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں کاشت کے لئے اراضیات دی جائیں۔ صنعتی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفے دیئے جائیں۔ کارخانہ و دیگر کام جاری کرنے کے لئے روپیہ سے مدد کی جائے۔ اور جس طرح گورنمنٹ سے ہو سکے انہیں وہ سہولتیں دے تاکہ وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکیں۔"

ہمیں کشمیری پنڈتوں کی تکالیف میں (اگر کوئی ہیں) ان سے دلی ہمدردی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا اس سے سو گنا بلکہ ہزار گنا زیادہ تکالیف لاکھوں مسلمان اسی سال سے برداشت نہیں کر رہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ انہیں ہر جگہ ہر ممکن ذریعہ سے پامال کیا جاتا رہا۔ نہ ان کے بے روزگاروں کے لئے ملازمتوں کا بندوبست کیا گیا۔ نہ کاشت کاری کے لئے زمینیں دی گئیں نہ صنعتی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یا کوئی دوسری تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفے دیئے گئے۔ اور نہ کارخانے اور دیگر کاروبار جاری کرنے کے لئے روپے سے امداد دی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی بہت بڑی جماعتیں اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے قابل بھی نہ ہو سکیں۔ اور آج بھی ہزاروں غریب، بے کس اور محتاج کشمیری مسلمان لاہور، امرتسر، راولپنڈی اور دوسرے شہروں میں نہایت تکلیف دہ زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ کشمیری پنڈت یا "ملاپ" یا اس کے نامہ نگار صاحب یا دوسرے ہندو اخبارات ہمیں بتائیں کہ کیا اس قسم کے مطالبات کا حق صرف کشمیری پنڈتوں کو ہے؟ کیا حکومت کشمیر کا فرض یہی ہے کہ محض کشمیری پنڈتوں کے لئے آرام و آسائش کے سامان فراہم کرے۔ اور لاکھوں مسلمانوں کے لئے اس حکومت پر کوئی چیز واجب نہیں ہے؟ جس حکومت سے پنڈت یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ انہیں نوکریاں دے۔ کاشتکاری کے لئے زمین دے۔ صنعتی تعلیم کے لئے وظیفے دے۔ کارخانے اور دکانیں جاری کرنے کے لئے مالی امداد دے۔ کیا اس حکومت کی پچانوے فیصدی مسلم رعایا یہ مطالبہ بھی نہیں کر سکتی کہ اس کے ساتھ انسانوں کا سا سلوک کیا جائے۔ نظم و نسق میں اس کے حقوق کو محفوظ کیا جائے۔ اسے چند ہزار پنڈتوں اور ڈوگروں کی دستبرد سے محفوظ رکھا جائے۔ اور ملک کے وسائل منفعت خیزی و منفعت گیری سے علی قدر تناسب استفادہ کا موقع دیا جائے۔

یہ ہے کشمیری پنڈتوں کے ایجی ٹیشن کی حقیقت۔ یہ ہے ان کی نمائشی ہنگامہ آرائی کی علت۔ مسلمان اسی برس تک ہر دائرے میں ہر ممکن ذریعے سے پامال کئے جاتے رہے۔ انہوں نے عاجزانہ التماسیں کیں۔ رحم کی درخواستیں کیں۔ انصاف کی عرضداشتیں حکام اور مہاراجہ بہادر کی خدمت میں گذرانیں۔ مگر ان پر کوئی توجہ نہ فرمائی گئی۔ تنگ آکر انہوں نے اپنے مطالبات کے لئے زیادہ جوانمردی، زیادہ ہمت۔ اور زیادہ جوش کے ساتھ جدوجہد شروع کی۔ تو انہیں باغی قرار دیا گیا۔ ان پر لرزہ خیز تشدد کیا گیا۔ انہیں قید کیا گیا۔ ان کی جانوں اور مالوں کے ساتھ بے پروائی کا سلوک کیا گیا۔ کشمیر سے باہر کے ہندوؤں اور سکھوں نے ان کی مخالفت کے لئے جتھے تیار کرنے کی کوششیں کیں۔ آج کشمیری پنڈتوں کے دوائر استفادہ میں محض معمولی سی تحدید کا امکان سامنے آیا ہے اور پنڈت جوش میں آکر ہنگامہ آرائی پر اتر آئے ہیں۔ مگر ایک ہندو اور ایک سکھ نہیں ہے جس نے ان کے اس شرانگیز فعل پر نفرت کا اظہار کیا ہو۔ بلکہ مختلف ذرائع سے اس کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ کیا یہ ہے ہندوؤں کا انصاف؟

ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ سارا فتنہ بعض ہندو حکام اور پنڈتوں کی سازش سے برپا ہوا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ایک طرف گلینسی کمیشن کی ناکافی سفارشات کی مخالفت سے مسلمانوں پر یہ اثر ڈالا جائے۔ کہ اگر انہوں نے فوراً ان سفارشات پر اظہار اطمینان نہ کر دیا تو ہندوؤں کی مخالفت ان میں مزید کمی پیدا کر دے گی۔ دوسری طرف ہندو حکام

حکومت ہند سے یہ کہہ سکیں کہ گلینسی کمیشن کی سفارشات جو مہاراجہ بہادر نے تو مان لی تھیں مگر ہندوؤں کے ہنگامے کی وجہ سے ان پر عمل پیرائی اور کاربندی کو ملتوی کر کے انہیں ہر لحاظ سے بے حقیقت بنا دیا جائے اور عملاً وہی صورت حالات قائم رکھی جائے، جو کشمیر ایجی ٹیشن سے پہلے موجود تھی۔ اور اب تک موجود ہے۔ (انقلاب)

بمبئی میں ہولناک فساد

۱۲۳ ہلاک۔ ۱۶۱۱ مجروح

بمبئی سے ہندو مسلمانوں کے ہولناک فساد کی خبریں موصول ہو رہی ہیں جس کی ابتدا یہ بیان کی جاتی ہے کہ چند مسلمان لڑکے محرم کی سبیلوں کے لئے چندہ فراہم کرتے تھے۔ کہ ایک ہندو دکاندار نے ان سے سخت کلامی کی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں بھی چند قابل اعتراض کلمات کہے جس پر لڑکوں کو غصہ آگیا انہوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اس پر بات بڑھ گئی اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ گئی۔

عین اسی وقت جب یہ واقعہ پیش آیا۔ سردار سلیمان قاسم مٹھا کا جلوس نکل رہا تھا۔ جو حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ اس جلوس میں بمبئی کے تقریباً تمام جیوش رضاکاران اسلام شامل تھے اور مولانا شوکت علی اور دیگر سربرآوردگان خلافت بھی شریک تھے ان حضرات کو فساد کی اطلاع دوران جلوس ہی میں پہنچ گئی۔ چنانچہ چند رضاکار حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جنہوں نے آکر بتایا کہ واقعی بڑا سخت فساد رونما ہو گیا ہے۔ اس پر مولانا محمد عرفان، غازی محی الدین اجمیری اور دیگر کارکنان خلافت اپنی جان ہتھیلیوں پہ رکھ کر مقام فساد پر پہنچے اور مسلمانوں کو امن و سکون کی تلقین کرنے میں مصروف ہو گئے۔ بعض مقامات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی چھتوں سے مسلمانوں پر سوڈا واٹر کی بوتلیں اور اینٹیں پھینکی گئیں۔ کارکنان خلافت کی توجہ دلانے پر پولیس نے ان مکانات کی تلاشی لی تو سوڈے کی بےشمار بوتلیں نکل آئیں جن پر پولیس نے قبضہ کر لیا۔

ان تدابیر سے فساد کی آگ بہت حد تک فرو ہو چکی تھی۔ لیکن بعض شرانگیز ہندوؤں نے سردار سلیمان قاسم مٹھا کے جلوس پر اینٹیں برسائیں۔ اور فساد دوبارہ شروع ہو گیا۔ جس کا اثر شہر کے ان تمام محلوں میں پھیل گیا۔ اور دو تین روز میں ۱۲۳ آدمی ہلاک اور ۱۶۱۱ مجروح ہو گئے۔ ۱۹ مقامات پر آگ لگا دی گئی۔ ۸۲۵ لوٹ کے واقعات ہوئے۔ ۲۹۰ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ بمبئی کے تمام ہسپتال زخمیوں سے بھر گئے بے شمار ہندوؤں اور مسلمانوں کی دکانیں جلا کر خاک کر دی گئیں۔ اور دو ہی تین دن میں شہر ویرانے کی صورت بن گیا۔

اس وقت شہر پر فوج کی حکومت ہے کرفیو آرڈر اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو چکا ہے۔ جس سے صورت حالات نمایاں طور پر بہتر ہو گئی ہے نقصان جان کی تعداد اب مقابلتاً کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگرچہ اکے دکے حملے ابھی (۱۹ مئی تک) بند نہیں ہوئے۔

بعض اطلاعات کی بنا پر ہندوؤں کی زیادتی قرار دی جا سکتی ہے۔

خبریں

—— لاہور ۱۸ مئی۔ آج سندر بیرون شاہ عالمی دروازہ میں ہندوؤں کا ایک اجلاس عام منعقد ہوا۔ راجہ نرندر ناتھ صاحب صدر جلسہ تھے بھائی پرمانند اور دیگر ہندو مقررین نے تقریریں کیں۔ اور اس بات پر زور دیا کہ ہندو لڑکیوں کو عیسائی مدارس میں نہ بھیجا جائے اس لئے کہ عیسائی مبلغ ان کے عقائد کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ گاندھی کمیشن کی سفارشات پر بھی اظہار خیال کیا گیا۔

—— لاہور ۱۸ مئی۔ آج مسٹر سی۔ ایچ ڈرنی مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں شیخ غلام مصطفے حیرت۔ عبدالکریم۔ لال دین۔ اور مہر علم الدین کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۲/۳۹۶ تعزیرات ہند پیش ہوا۔ بجد سماعت وکلا عدالت نے عبدالکریم کو بری کر دیا۔ لال دین اور مہر علم دین کے خلاف زیر دفعہ ۳۴۳ تعزیرات ہند فرد جرم عاید کر دی۔ اور دونوں کو پانچ پانچ ہزار کی ضمانت حاضری پر رہا کیا۔ شیخ غلام مصطفے حیرت پر زیر دفعہ ۲۰۲ جرم عاید کر کے مقدمہ سشن سپرد کر دیا۔ تینوں ملزموں کے خلاف آئندہ سماعت عدالت سشن شملہ ہوگی۔

—— جموں ۱۵ مئی۔ آج وزیر وزارت جموں۔ مسٹر تیج رام کوتوال کی معیت میں چودھری غلام عباس صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی اور شیخ محمد امین صدر ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں موضع ڈگور گئے۔ جہاں کے ہندوؤں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ وزیر وزارت صاحب نے ہندوؤں کو بہت سمجھایا کہ تم تالاب کے واحد اجارہ دار نہیں ہو۔ بلکہ اس کا پانی استعمال کرنے میں مسلمانوں کو بھی اپنا برابر کا شریک سمجھو۔ لیکن ہندوؤں نے صاف انکار کر دیا۔ پھر چودھری غلام عباس صاحب نے بے حد نرمی سے ہندوؤں کو بے فائدہ سمجھانے کی کوشش کی۔ آخرکار وزیر وزارت صاحب۔ تحصیلدار اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ہر دو مسلم نمائندگان ناکام واپس چلے آئے۔ وزیر صاحب نے ۹ جیٹھ کو فریقین کو جموں میں طلب کیا۔ وزیر وزارت صاحب کہتے ہیں کہ اگر ہندو اپنی ہٹ پر قائم رہے تو میں ان کا غسل کرنا بھی روک دوں گا۔

—— کراچی ۱۳ مئی۔ پبلک سروس کمیشن کی طرف سے انڈین پولیس کے مقابلہ کا امتحان بروز دوشنبہ ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء کو بمبئی۔ کلکتہ۔ الہ آباد اور رنگون میں منعقد ہوگا۔

مقابلہ کے امتحان کے ذریعہ سے مندرجہ ذیل اسامیاں پُر کی جائیں گی۔

بمبئی	۱
بنگال	۱
یو پی	۲
برما	۲

علی ہذا القیاس مندرجہ ذیل اسامیوں کے لئے ۱۹۳۷ء کے انڈین پولیس سروس رولز کی دفعہ (۲) الف کے ماتحت مدراس اور کلکتہ میں بھی ایک امتحان منعقد ہوگا۔

مدراس ۲۔ ۱ ایک غیر برہمن ہندوؤں کیلئے اور مسلمانوں کیلئے

بنگال ۱ مسلمانوں کے لئے

ان امتحانات کے امیدواروں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ ۱۶ جون ۱۹۳۱ء سے قبل اپنے ضلع کے کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر کے ذریعہ سے مخصوص فارم پر جس صوبہ کے لئے امیدواری مقصود ہو۔ اس کے چیف سکرٹری کے نام درخواست ارسال کریں۔ ریاستی امیدوار اپنی ریاستوں کے پولیٹکل افسر یا ایجنٹ کی معرفت درخواست ارسال کریں۔ درخواست کی فارم کی نقول اور امتحان کے اصول وضوابط اور سیلبس وغیرہ صوبہ کے چیف سکرٹری سے مل سکتے ہیں۔

جو حضرات حکومت ہند کے اعلان اور دیگر متعلقہ کاغذات کے مطالعہ کے متمنی ہوں وہ مندرجہ ذیل پتے پر کسی دن گیارہ بجے صبح سے ۱ بجے شام اور چار بجے شام سے ایک بجے شام تک تشریف لا سکتے ہیں۔ دسیٹھ حاجی عبداللہ ہارون ایم ایل اے)

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۰ — لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۱۹ محرم ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء — نمبر ۴۲

شیخ عبداللہ کوئلیم کا انتقال

مشہور انگریز نومسلم جس نے چوبیس سال تک نام بدلے رکھا!

ولایتی ڈاک سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ عبداللہ کوئلیم نے ٹیوٹین سٹریٹ گارڈن سکوئر ہبورن (لندن) میں انتقال کیا۔

آج سے تقریباً چالیس سال شیخ عبداللہ کوئلیم کی شہرت سے سارا عالم اسلام گونج رہا تھا۔ شیخ عبداللہ کا اصلی نام مسٹر ولیم ہنری عبداللہ کوئلیم تھا۔ جزیرہ مان میں پیدا ہوئے۔ لورپول میں تعلیم پائی۔ ۱۸۸۷ء میں سالسٹر بنے۔ مسلمان ہونے کے بعد ۱۸۸۹ء میں ایران گئے۔ جہاں شاہ ایران نے اپنا مہمان بنا کر رکھا۔ ۱۸۹۰ء میں سلطان عبدالحمید نے قسطنطنیہ میں بلایا بعد ازاں امیر افغانستان نے دعوت دی۔ لورپول میں ایران کے وائس قونصل کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کئی مرتبہ ترکی گئے۔ سلطان عبدالحمید سے ایسے گہرے تعلقات تھے کہ جنگ کے زمانہ میں ایک صاحب نے کہا تھا کہ اگر سلطان معزول نہ ہوچکے ہوتے تو شیخ عبداللہ کوئلیم کی سعی و کوشش سے شاید جنگ کی نوبت ہی نہ آتی۔ شیخ عبداللہ مشرقی مذاہب پر پورا عبور رکھتے تھے۔ عموماً بہت ہی معمولی کپڑے پہنتے تھے لیکن لیکچر دیتے وقت علم و فضل کے مواج دریا بن جاتے تھے۔ فرانسیسی، ہسپانوی، جرمن، عربی، اور ترکی زبانیں بھی جانتے تھے۔ مذاہب، فزیالوجی اور علم الطیور کے خصوصی ماہر تھے۔

نام کی تبدیلی

غالباً ۱۹۰۸ء سے ان کی زندگی میں انقلاب واقع ہوا اور انہوں نے اپنا نام بدل لیا۔ یعنے ولیم ہنری کوئلیم کے بجائے وہ ڈاکٹر ہنری مارسل لیون بن گئے یہ معلوم نہیں کہ نام کیوں بدلا بعض کہتے ہیں کہ نام بدلنے سے وہ ایک وصیت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ بعض اصحاب کی روایت ہے کہ ڈاکٹر لیون شیخ کا ایک فرانسیسی دوست تھا۔ جس نے شیخ کے ہاتھوں میں وفات پائی۔ شیخ نے اپنے دوست کی یاد میں اپنا نام بدل کر متوفی کا نام اختیار کر لیا۔ بہرحال گزشتہ ۲۴ برس میں کسی نے بھی کبھی کوئلیم کا نام نہیں سنا۔ عام طور پر سمجھا جانے لگا کہ کوئلیم مرچکا ہے لیکن حقیقتاً کوئلیم ڈاکٹر لیون بن گیا تھا۔ وفات کے وقت شیخ کوئلیم لندن سکول آف فزیالوجی کے ڈین تھے۔

اسلامی کاموں میں شرکت

"نیوز آف دی ورلڈ" نے لکھا ہے کہ جنگ کے زمانہ میں کوئلیم نے حکومت برطانیہ کو نہایت اہم خفیہ اطلاعات بہم پہنچائیں معلوم نہیں یہ روایت کس قدر صحیح ہے۔ شیخ موصوف بڑے پرجوش مسلمان تھے۔ وہ جب تک شیخ کوئلیم تھے لیورپول کی مسجد میں باقاعدہ نماز پڑھاتے رہے۔ اور کم و بیش دو سو انگریزوں کو انہوں نے دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ ڈاکٹر لیون بننے کے بعد بھی آپ اسلامی کاموں میں حصہ لیتے رہے ووکنگ مسلم مشن کے ساتھ بھی ان کے تعلقات رہے اور اسلامی لیکچروں اور نمازوں میں شریک ہوتے رہے۔ شیخ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ برٹش میوزیم کے شہرۂ آفاق کتب خانہ کے مستقل مطالعہ کرنے والوں میں سے ایک شیخ مرحوم بھی تھے۔

شیخ کی ایک رفیقہ حیات مریم نامی تھیں جو عمر رسیدہ اور باوقار عورت تھیں معلوم نہیں ان کا کیا حال ہے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

اخبار احمدیہ

خط آمدہ از ڈلہوزی سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی حالت صحت بدستور ہے۔ اگرچہ باہر ہوگیا ہے۔ درد دردسے تکلیف کے ساتھ چلنا پھرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو اب نسبتاً افاقہ ہے مگر ابھی تکلیف ہے ان کو زیادہ آرام کی ضرورت ہے انکے گھر میں بھی شدید بخار ہے احباب دعا کریں کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور جلد شفا بخشے۔ (عزیز بخش)

احمدیہ مشن دہلی - مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حکم کے مطابق خدا کے فضل و کرم سے دہلی میں احمدیہ مشن قائم کیا گیا ہے جس کے لئے جامع مسجد کے عین سامنے ایک بڑا مکان مبلغ ۵۲ روپیہ ماہوار کرایہ پر لیا گیا ہے۔ جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے آنریری طور پر اپنی خدمات تبلیغ سلسلہ اور حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دی ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

دہلی اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغی فرائض کی سرانجام دہی احمدیہ مشن دہلی کے ذمہ ہوگی۔ اور وہ حسب الحکم مرکز لاہور ان فرائض کی سرانجام دہی میں پورے طور پر کوشاں رہے گا۔

احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کرے۔ اس مشن کے قیام کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ دہلی کے علماء دانستہ طور پر پبلک کو احمدیت کے متعلق دھوکا دے رہے ہیں۔ حالانکہ احمدیت کا منشا محض حفاظت و اشاعت اسلام ہے لیکن ہمارے مولوی صاحبان سوائے احمدیوں کو گالیاں دینے کے اور کچھ نہیں جانتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جلد از جلد حق و باطل میں تمیز کے سامان کر دے۔ آمین

شیخ عبدالحق
(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی)

انجمن کے ہائی سکول کا نتیجہ امتحان انٹرنس امسال ۷۰ فیصدی رہا یعنی ۳۰ امیدواروں میں سے ۲۱ پاس ہوئے۔

سیرۃ نبوی اور علمائے یورپ

(۱)

(از مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر اخبار "سچ" لکھنؤ)

انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں جارج فنلے برطانیہ میں ایک ممتاز مورخ گزرا ہے۔ جرمنی کی گوٹنگن یونیورسٹی میں تعلیم پائی ایم اے اور ایل ایل ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ فن مخصوص تاریخ یونان تھا۔ یونان اور یونانیات کے محقق نے ۱۸۲۶ء سے لے کر ۱۸۶۴ء تک تاریخ یونان، سیاسیات یونان وغیرہ پر انگریزی اور یونانی میں تصانیف و رسائل کا انبار لگا دیا۔ ۱۸۴۴ء میں ایک کتاب "یونان رومیوں کے عہد حکومت میں" کے عنوان سے شائع کی جو مدتوں اپنے موضوع پر مستند سمجھی گئی۔ ظہور اسلام تاریخ کے اسی عہد میں ہوا ہے۔ جس وقت رسول اللہ صلعم کی بعثت ہوئی ہے روم کی حکومت یونان تک وسیع تھی۔ اور یونان اس کے ایک صوبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ عہد صحابہ میں مسلمانوں اور رومیوں میں جو آویزشیں ہوئیں یونان ہی کے واسطہ سے ہوئیں۔ اس لئے اس تصنیف میں اسلام و شارع اسلام کا تذکرہ آجانا لازمی تھا۔

مصنف کو اسلام سے کوئی خاص عداوت یا تعصب نہیں۔ اور نہ کتاب اسلام کے رد میں لکھی گئی ہے لیکن بہرحال ہے ایک فرنگی کی تصنیف۔ صفحات ذیل سے اندازہ ہوگا کہ جن علمائے فرنگ کو کوئی خاص عناد اسلام سے نہیں ہے وہ بھی کس کس طرح واقعات کو مسخ کر کر کے پیش کرتے ہیں۔ اور خواہ ضمناً ہی سہی سیرۃ نبوی کو کیسی تلبیسات و تحریفات کا ہدف بنالتے رہتے ہیں۔

عرب جاہلیت کے متعلق ایک غلط خیال

عرب میں آفتاب رسالت کے طلوع سے قبل جو دھندلی روشنی کہیں ایک دو افراد کو نظر آگئی تھی اس کا نقشہ یہ مورخ اپنے قلم سے یوں کھینچتا ہے کہ گویا عرب میں خود ہی اصلاح کی تشنگی اور انقلاب کی تڑپ پیدا ہو چکی تھی:-

"یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اہل عرب چھٹی صدی عیسوی بھر اپنے اخلاقی و سیاسی تمدن میں تدریجاً ترقی ہی کرتے رہے۔ اور ان کے مذہبی خیالات میں بہت زائد تغیرات ہوگئے تھے۔ ان کی تجارت کی جو خود انہی کے ہاتھ میں تھی اہمیت، مضبوط ہمسایوں کے کمزور پڑ جانے سے بڑھ گئی تھی اور اس کی ترقی سے وہ اپنی نظر سے خود بہت اہم ہوگئے تھے اور اتحاد قومی کے وہ خیالات ان میں موجزن رہنے لگے تھے جو اس کے قبل نہیں ہوئے تھے۔ ہرقل کی تخت نشینی سے قبل والی صدی میں یہ اسباب ساری عرب آبادی پر زبردست اثر ڈال چکے تھے۔ اور یہ نہ نظر انداز ہونا چاہئے کہ محمدؐ کی ولادت جسٹن دوم کے زمانہ میں اور تربیت اسی قومی جوش کے درمیان ہوئی۔"

(باب ۴۔ فصل ۵۔ ص ۳۲۲ مطبوعہ ڈنٹ اینڈ سنز۔ لندن)

آنحضرت صلعم کا مشن

انتشار جو اس کا اس سے بہتر نمونہ ملنا دشوار ہے مصنف کے سامنے شارع اسلامؐ کی معجزانہ کامیابی بطور واقعہ موجود ہے اور وہ بیچارہ مبہوت ہے کہ اس کی اہمیت کو کیونکر گھٹائے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس برگزیدہ رسولؐ کو مذہبی جامہ میں پیش کرے یا محض سیاسی رنگ میں۔ خلط مبحث کر کے وہ مجبوراً ایسے الفاظ لکھ جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضورؐ کا اصلی مشن سیاسی تھا۔ یعنے قبائل عرب کو متحد کرنا اور ملک میں ایک قومی اتحاد قایم کرنا۔ اگر یہی مراد ہے تو اس سخن فہمی کے قربان جائیے۔ اگر مقصد سیاسی تھا تو توحید خالص پر اس قدر زور دینے، بت پرستی کے مٹانے۔ اس کی خاطر جہاد و قتال کرنے ایک مخصوص نظام عقائد اور متعین ضابطہ عبادات پیش کرنے کی خدا معلوم کیا ضرورت تھی۔ اور پھر فنلے صاحب تو خیر بدرجہ مورخ ہیں۔ اگر اتحاد قومی و سیاسی کی تحریک عرب میں ظہور اسلام سے قبل ہی پھیل چکی تھی تو کاش اس تحریک کے دو ایک چار علمبرداروں کے نام گنا دیئے ہوتے۔

غیر مذاہب کا اصلاحی اثر

پھر اگر مورخ موصوف کی یہ مراد ہے کہ تحریک تھی تو مذہبی ہی اصلاح کی لیکن اس حیثیت سے بھی تحریک کی بنیاد قبل سے پڑ چکی تھی تو کاش ایسے ہی مصلحین دین کے کارناموں کی ذرا تصریح کر دی گئی ہوتی۔ جس سے معلوم ہو جاتا کہ فلاں فلاں حد تک کام قبل سے ہو چکا تھا اور اس کے بعد اسلام نے اضافہ کیا (ابن ہشام وغیرہ میں لے دے کے چار ایسے شخصوں کے نام لئے ہیں جو شرک بت پرستی کے آبائی مذہب سے بیزار ہو کر دین ابراہیمی کی تلاش میں دربدر ملک ملک پھرنے کو نکلے تھے۔ ان میں سے دو بالآخر عیسائی ہوگئے۔ ایک آخر تک بھٹکتا اور رنگ بدلتا رہا۔ اور صرف چوتھے کی قسمت میں مسلک توحید پر قایم رہنا آیا۔ کیا اسی کا نام زمین کی تیاری ہے؟ ایسے انے گنے چند افراد کس قوم میں اور کس زمانہ میں ہدایت یافتہ نہیں نکلتے رہتے۔ دیکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ آیا ان چند افراد کا، یا مسیحیت کا یا یہودیت کا، یا کسی مذہب کا کوئی اصلاحی اثر عرب نے قبول کیا تھا۔ اس کا جواب نفی میں صرف مسلمان مورخ ہی نہیں بلکہ میور صاحب بھی دے چکے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

محمدؐ کی نوعمری کے زمانہ میں عرب کی حالت نہایت جمود کی تھی۔ اصلاح کی طرف سے اتنی مایوس کن حالت شاید پیشتر کبھی بھی نہ رہی ہو۔ بعض اوقات ایک واقعہ کے ہو چکنے کے بعد اس کے عجیب عجیب اسباب گڑھ لئے جاتے ہیں محمدؐ کے پیدا ہونے کے ساتھ ہی سارے عرب میں ایک نئی اور ایمانی روح دوڑ گئی۔ اس سے نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ عرب اس وقت تبدیلی کے لئے جوش میں تھا اور اس کے قبول کرنے کو بالکل آمادہ تھا۔ یہ قیاس تاریخ قبل اسلام کے واقعات کے بالکل منافی تھا

(مقدمہ سیرت محمدی باب ۲ ص ۹۶، ۹۷ مطبوعہ جان گرانٹ ایڈنبرا)

اسلامی لشکر کے ہاتھ سے ہرقل رومی شہنشاہ کی شکست تاریخ کا ایک عجیب ترین واقعہ ہے۔ ایک طرف ہر طرح کا ساز و سامان، پشتہا پشت کا جنگی تجربہ، دولت و علم، جنگی افواج کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی۔ اور دوسری طرف تعداد بھی قلیل اور سامان جنگ بھی کچھ یونہی سا، علوم و فنون سے بیگانگی اور ساز و سامان کی ناداری، کامیابی اور نمایاں کامیابی اسی آخری فریق کو نصیب ہوتی ہے۔ اس واقعہ کی تصویر اس مرقع میں یوں نظر آتی ہے۔

ہرقل کی شکست کا واقعہ

"جہاں ایک طرف ہرقل کی کوشش یہ رہی کہ مشرقی سلطنت کی کھوئی ہوئی عظمت واپس آجائے اور اس اتحاد مذہبی کے نفاذ کی دھن سوار رہی جو ذہن بشری کے لئے ہمیشہ ایک عظیم ترین مغالطہ رہا ہے وہاں دوسری طرف محمدؐ نے نوع انسان کے جذبۂ توحید کا صحیح تر اندازہ کر کے ملک عرب کو ایک حکومت قرار دیدینے اور سب سے ایک مذہب اختیار کرا لینے میں کامیابی حاصل کر لی۔ (ص ۳۴۲-۳۴۲)

سبحان اللہ و بحمدہ! ہرقل ایک عظیم الشان سلطنت کا تاجدار ہے۔ حکومت مدتوں سے اس کے خاندان میں چلی آرہی ہے۔ زر و جواہر کا خزانہ رکھتا ہے۔ اہل علم و اہل خرد اردگرد موجود ہیں اس کی تمام مساعی اتحاد ناکام رہیں اور اس ناکامی کی بنا پر نفس کوشش ہی "ذہن بشری کا ایک عظیم ترین مغالطہ" قرار پا جائے۔ لیکن جب بادیۂ عرب کا ایک امی، تہذیب و شائستگی کی اقلیموں سے دور، تہیدست و فاقہ کش، چند سال کے اندر دیکھتے دیکھتے ملک کے ملک کی کایا پلٹ کر دے اور سب کے دلوں کے عقائد ہی نہیں۔ زندگیوں کے اعمال بھی بدل دے۔ تو اس کے عقب میں نہ کسی نصرت غیبی کا اعتراف کیا جائے نہ کسی ملکوتی قوت کی امداد تسلیم کی جائے۔ بلکہ محض یہ کہکر دل کو سمجھا لیا جائے کہ "آپ کو فطرت بشری کا صحیح تر اندازہ تھا"۔ یہ مورخانہ واقعہ نگاری ہے۔ اس کا نام محققانہ روشن خیالی ہے!

یورپ کا کمال تلبیس

یورپ کو اسلام و شارع اسلام کے معاملہ میں جو کمال تلبیس حاصل ہے اس کا دلچسپ نمونہ یہی اقتباسات بالا ہیں۔ لکھنے والا کوئی پادری نہیں مسیحی مناظر نہیں۔ ایک مورخ ہے۔ صاحب علم اہل قلم ہے۔ موضوع تصنیف تردید عقائد اسلامی نہیں تاریخ یونان ہے۔ اسلام و شارع اسلام کا تذکرہ محض ضمناً آجاتا ہے۔ پڑھنے والا بیچارہ بالکل خالی الذہن ہو کر پڑھ رہا ہے۔ پڑھتے پڑھتے یک بیک رسول اسلام کا نام آتا ہے کسی ظاہری ہجو و تنقیص اور لفظی توہین کے ساتھ نہیں بلکہ اعتراف عظمت کے ساتھ لیکن حیثیت ظاہر ہو کیجاتی ہے وہ نبی برحق کی نہیں مصلح کی نہیں کسی مقدس برگزیدہ ولی کی بھی نہیں بلکہ محض ایک باتدبیر اور کامیاب لیڈر کی۔ اور پیمبرانہ کارناموں کی ماہیت کہکر ختم کر دی جاتی ہے کہ آپ نے فطرت بشری کا خوب اندازہ کر لیا تھا۔ اب سادہ دل مسلمان طالبعلم جو مصنف کی بے تعصبی رواداری اور قوت تحقیق کا کلمہ پہلے سے پڑھ رہا ہے جب اچانک ایسے موقع پر آجاتا ہے تو عموماً خلوئے ذہن کے ساتھ وہ اس باب میں بھی مصنف کے بیان سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح مصنف اسے متاثر کرنا چاہتا ہے اور بے اختیار وہ نبی کو محض ایک کامیاب قائد، ایک اولوالعزم فاتح، ایک ماہر مدبر کی حیثیت میں دیکھنے

سوالات وجوابات

کونوا قردۃ خاسئین پر بحث

(مولانا احمد صاحب کے قلم سے)

کونوا قردۃ

سوال ۱ ۔ کونوا قردۃ خاسئین میں مسخ صورت ہے یا مسخ اخلاق؟ یعنے انسانی صورتیں بندروں کی میں تبدیل ہوگئی تھیں یا اخلاق میں خباثت اور فساد آگیا جس سے ان پر ذلت وارد کی گئی؟

جواب ۱ ۔ کونوا قردۃ خاسئین سے مراد ہے کہ حالت بندروں کی سی ہوگئی تھی۔ اور انسانیت کے درجہ سے گر گئی تھی اور وہ خوار و ذلیل ہوگئے تھے۔ اور ان کے اعمال و اخلاق صرف اسم کے طور پر تھے۔ جن میں ان کی غرض و غایت کی روح نہ تھی۔ گویا بندروں کی طرح ان کے اعمال صرف نقل ہی نقل تھے۔ اور ان کے دل مردہ اور مسخ ہوچکے تھے۔

صورت کی تبدیلی سنت اللہ کے خلاف ہے

یہ معنی نہیں کہ ان کی صورت مسخ ہوکر بندر کی شکل بن گئیں۔ احکام الٰہی کی نافرمانی سے انسانی صورت حیوانی صورت میں تبدیل نہیں ہوتی۔ صورت کا مسخ ہونا اور حیوانی صورت اختیار کرنا یہ سنت الٰہیہ کے خلاف ہے۔ اگر خدا کے قوانین شریعت کا اتباع اس واسطے ہوتا کہ انسان کی انسانی صورت رہے یا ترقی کرتے کرتے انسان انسانی صورت چھوڑ کر ملکی صورت اور شکل و شباہت اختیار کرے تو لامحالہ ان کی نافرمانی سے انسان کی صورت کسی ذلیل جانور اور حیوان کی صورت میں تبدیل ہو جانی چاہیے تھی لیکن جب احکام کی غرض و غایت یہ نہیں کہ انسان کی ظاہری صورت قائم رہے یا ظاہری شکل و صورت کو چھوڑ کر اس کے عوض ملکی صورت لے لے۔ نہ ایسا کبھی ہوتا ہے۔ کہ قوانین کے اتباع اور نافرمانی سے ظاہری شکل و صورت کسی دوسرے کی شکل و صورت سے تبدیل ہوتی ہے۔ تو اصحاب السبت کی صورت اور ظاہری شکل کیونکر بندروں کی صورت سے تبدیل ہوگئی۔

مسخ صورت کی سزا آج کیوں نہیں؟

اس کے علاوہ جن اعمال کے کرنے سے اصحاب السبت کو سزا ملی ویسے ہی اعمال بلکہ ان سے بڑھ کر اعمال آج بھی لوگ کرتے ہیں تو اگر اصحاب السبت کو مسخ صورت کی سزا دی گئی تھی تو آج بھی مسخ صورت کی سزا دینی چاہیے۔ لیکن آج تو مسخ صورت کی سزا کسی کو نہیں ملتی پس معلوم ہوا کہ اصحاب السبت کو بھی مسخ صورت کی سزا نہیں ملی تھی۔

مفسرین کی شہادت

امام مجاہد نے بھی یہی تفسیر اس آیت کی کی ہے۔ کہ ان کے دل مسخ ہوگئے تھے اور وہ بندر نہیں بنے۔ مسخت قلوبھم فلم یمسخوا قردۃ۔ امام راغب نے بھی مفردات میں ایک قول یہ نقل کیا ہے جعل اخلاقھم کاخلاقھا۔ ان کے اخلاق بندروں کے اخلاق کی طرح ہوگئے تھے۔

مخالفین قرآن اور اصحاب السبت

اور اسی معنے کی تائید آیت ذیل سے بھی ہوتی ہے۔ یا ایھا الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما انزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علی ادبارھا او نلعنھم کما لعنا اصحٰب السبت ۔ سورۂ نساء ۔ آیت ۴۷۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ قرآن کریم پر ایمان نہ لانا اسی لعنت کا موجب ہے جو اصحاب السبت پر کی گئی تھی ۔ لیکن قرآن کے منکرین اور مخالفین کو تو آج تک مسخ صورت کی سزا نہیں ملی اور وہ بندر صورت نہیں بنائے گئے ۔ تو معلوم ہوا کہ اصحاب السبت کی صورت بھی مسخ نہیں ہوئی تھی ۔ قرآن کریم میں بہت سے نافرمانوں کے متعلق فرمایا اولٓئک کالانعام بل ھم اضل وہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں ۔ اور کسی کے بارہ میں فرماتا ہے مثلہ کمثل الکلب ۔ اس کی صفت کتے کی صفت کی طرح ہے ۔ اور کسی کے متعلق فرمایا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا ان کی صفت ایسے گدھے کی طرح جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔

شکلوں سے تشبیہ نہیں بلکہ امتیازی صفات سے دی گئی

لیکن ایسی تمثیلوں اور تشبیہوں میں اس قسم کے لوگوں کی صورت اور شکل کی تشبیہ ان جانوروں کی صورتوں اور شکلوں سے نہیں دی گئی بلکہ ان حیوانوں اور جانوروں میں جو جو امتیازی صفت ہے۔ ایسے لوگوں کے اخلاق و عادات کی تشبیہ ان جانوروں کی اس امتیازی صفت سے دی گئی ہے۔

تشبیہ میں عینیت اور اتحاد

لیکن بعض وقت جب تشبیہ میں مبالغہ مدنظر ہوتا ہے اور مشبہ کی صفت انتہا تک پہنچنے کا اظہار ہوتا ہے ۔ تو الفاظ میں تشبیہ کے بجائے عینیت اور اتحاد کا دعویٰ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم ایک بڑے مغرور اور متکبر والے کو فرعون اور اس کے مقابل کو موسیٰ کہتے ہیں ۔ یا کسی شخص کی بہادری کے کمال کے اظہار کے وقت اسے شیر کہہ دیتے ہیں ۔ لیکن نہ کوئی حقیقی فرعون اور موسیٰ مراد ہوتا ہے نہ حقیقی شیر بلکہ مقصود مبالغہ ہوتا ہے ۔ کہ اس شخص میں فلانی صفت انتہا تک پہنچ گئی ۔ اور گویا کہ وہ حقیقتہً فرعون، موسیٰ یا شیر ہے ۔ ایسا ہی یہاں بھی مبالغہ کے طور پر انہیں بندر کہا گیا ہے اور تشبیہ کا لفظ بیچ میں نہیں لایا گیا ۔ اور یوں نہیں کہا گیا کونوا مثل قردۃ خاسئین یعنے چونکہ مقصود اس بات کا اظہار تھا کہ چونکہ ان کے اعمال و اخلاق صرف اسم اور نقل کے طور پر تھے اور مغز شریعت ان میں باقی نہ رہا تھا اور ان میں بدکاری اس حد تک پھیلی ہوئی تھی کہ وہ بالکل بندر صفت نظر آتے تھے ۔ اور یہ صفات ان میں انتہا تک پہنچ گئی تھیں اس لئے اس کمال تشبیہ کو عینیت اور اتحاد کے رنگ میں بیان کر دیا اور انہیں بندر کہا گیا۔

امت محمدیہ یہود کے قدم پر

نبی کریمؐ نے فرمایا تھا کہ میری امت یہود اور نصاریٰ کی تقلید کرے گی اور یہودی صفت بن جائے گی اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان اس پیشگوئی کے مصداق بن گئے ہیں اور ان کے اعمال و اخلاق عموماً الا ماشاء اللہ یہودیوں کی طرح ہو گئے ہیں لیکن اس یہودیت کے نمونہ بننے سے ان کی صورت مسخ نہیں ہوئی لیکن یہود کی طرح ان پر بھی ذلت اور مسکنت چھائی ہوئی ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اصحاب السبت کی صورت مسخ نہیں ہوئی تھی۔

امت محمدیہ کا مسخ

پھر بخاری کی کتاب الاشربہ میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اس امت میں بھی مسخ ہوگا ۔ لیکن ابھی تک تو مسخ صورت ہوا نہیں ہاں مسخ قلوب اور مسخ حالت ہے اس سے بھی یہ شہادت ملتی ہے کہ اصحاب السبت کا مسخ مسخ صورت نہ تھا بلکہ دل اور حالت کا مسخ تھا۔

امام سے پہلے سر اٹھانیوالا گدھے کی شکل میں

بخاری باب اثم من رفع راسہ قبل الامام میں ہے کہ اما یخشی احدکم اذا رفع راسہ قبل الامام ان یجعل اللہ راسہ راس حمار او یجعل اللہ صورتہ صورۃ حمار۔ یعنے جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ خدا اس کا سر گدھے کا سر کر دے ۔ یا اس کی صورت گدھے کی صورت بنا دے اس حدیث میں اس عمل کی سزا کہ امام سے مقتدی اپنا سر پہلے اٹھائے یہ مقرر کی گئی ہے کہ اس کا سر گدھے کا سر بنایا جائے گا۔ اور اس کی صورت گدھے کی صورت بنا دی جائے گی ۔ لیکن باوجود اس فعل کے مرتکب ہونے کے کسی کا سر یا صورت گدھے کا سر یا صورت نہیں بنتا تو معلوم ہوا کہ اس سے مراد گدھے کے ساتھ بیوقوفی میں تشبیہ دینا ہے اور حقیقت نہیں مراد کیونکہ واقعات کی شہادت اس کے خلاف ہے۔

اصحاب السبت کا مسخ

پس اس حدیث میں بھی مسخ سے صورت کا مسخ مراد نہیں بلکہ حالت اور دل کا مسخ مراد ہے ۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ بُرے اعمال سے دل اور تزکیہ نفس کی حالت مسخ ہوتی ہے صورت مسخ نہیں ہوتی ۔ نہ اعمال کا صورت کے مسخ ہونے کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔

پس جو مسخ اس امت میں جاری ہے اور جسے ہم دیکھتے ہیں اور جس کے لئے واقعات شہادت دیتے ہیں ۔ اس سے یہی پتہ لگتا ہے کہ اصحاب السبت کا مسخ یہی مسخ قلب تھا مسخ صورت نہیں تھا۔

خاسئین سے استدلال

سوال ۲ ۔ جبکہ کونوا قردۃ خاسئین میں لفظ خاسئین جو یا اور نون کی وجہ سے ذوی العقول پر دال ہے آیا یہ لفظ قردۃ کی صفت ہے یا نہیں؟

جواب ۲ ۔ بعض لوگ مسخ قلب ثابت کرنے کے واسطے خاسئین کے لفظ سے یہی استدلال کرتے ہیں کہ یہ لفظ جمع ہے یا اور نون کے ساتھ ۔ اور یا اور نون کے ساتھ جمع ذوی العقول پر بولا جاتا ہے اور چونکہ اصحاب السبت کو قردۃ خاسئین کہا گیا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ ان کی صورت مسخ نہیں ہوئی تھی ۔ بلکہ دل مسخ ہوگئے تھے ۔ کیونکہ بندر کی صورت میں ذوی العقول کی روح نہیں ہوتی ۔ خاسئین قردۃ کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور کونوا کی دوسری خبر بھی ہو سکتی ہے ۔ بہر صورت یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ ان کی صورت مسخ نہیں ہوئی تھی۔

چٹ نمبر

کا حوالہ ایک ضروری چیز ہے جس کی طرف اکثر توجہ دلائی جاتی ہے لیکن پھر بھی بعض دوست خط لکھتے وقت نمبر خریداری کا خیال رکھے بغیر دستخط کیلئے اس زور سے قلم گھماتے ہیں کہ سبحان اللہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۲

مولوی ثناء اللہ کی "دلیری"

عیسائیت کی حمایت۔ اصولی مسائل پر گفتگو کرنے سے انکار نامردی و بزدلی کا عملی ثبوت

۴ مئی کے "پیغام صلح" میں "مودت نامہ" کے جواب الجواب پر جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کا کوئی معقول جواب دینے کے بجائے امرتسری مکذب نے ۲۰ مئی ۱۹۳۲ء کے "اہلحدیث" میں "دلیر کون ہے؟" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں عیسائیوں کی خوب پیٹھ ٹھونکی ہے۔ اور اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ جماعت احمدیہ اس بات کا دعوے رکھنے کے باوجود کہ "وہ متکلمین کی جماعت" ہے اور "تبلیغ کی واحد ذمہ دار" ہے عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکی۔ اور نہ پادری عبدالحق کو "جو ادنے گفتگو سے قائل ہو سکتا ہے" آج تک قائل کر سکی۔

الکفر ملۃ واحدۃ

ہم حیران ہیں کہ عیسائیت کی حمایت کا ذمہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کیوں لے لیا کیا "نورافشاں" "المائدہ" اور دوسرے عیسائی رسائل و اخبارات اپنی وکالت کے لئے کافی نہیں؟ اور توحید نے التثلیث کا یہ انوکھا منظر دنیا کو ابھی اور دیکھنا باقی تھا کہ احمدیت کے بالمقابل "اہلحدیث" اور "نورافشاں"، الکفر ملۃ واحدۃ کا عملی نمونہ پیش کر رہے ہیں یہ پہلی آواز نہیں جو عیسائیت کی حمایت میں مولوی ثناء اللہ نے اٹھائی ہے اس قسم کے بیسیوں مضامین ہیں جو اس سے پیشتر "اہلحدیث" میں نکل چکے ہیں۔ اور مسیحی اخبار "نورافشاں" نہایت فخر و ابتہاج کے ساتھ انہیں نقل کر چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کو مسیحیت کے ساتھ ایک خاص انس اور لگاؤ ہے۔ اور وہ درپردہ اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ورنہ اس ملی بھگت کا کیا مطلب ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے بالمقابل جو اسلام کی حمایت پر کمربستہ ہے "نورافشاں" اور "اہلحدیث" میں جو بھی آواز اٹھتی ہے یکساں ہے جو بھی خیال ظاہر ہوتا ہے وہ ایک ہے، بلکہ "اہلحدیث" کے وہ مضامین جن میں احمدیت کی خدمات اسلام پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں "نورافشاں" میں نقل ہوتے ہیں۔ اور اس نام نہاد مناظر اسلام کو ذرا شرم نہیں آتی کہ وہ احمدیت کو نہیں بلکہ اسلام کو شرمندہ اور ذلیل کرنے کے درپے ہے۔

جماعت احمدیہ کی ناکامی اور اسلام

جماعت احمدیہ تو آخر اسلام ہی کا غلبہ عیسائیت پر ثابت کرنا چاہتی ہے۔ پھر جو شخص یہ کہتا ہے کہ جماعت احمدیہ عیسائیت کے بالمقابل ناکام ثابت ہوئی کیا وہ خود اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کو فتح کی ڈگری نہیں دیتا؟ احمدیت کے ساتھ اگر مولوی ثناء اللہ کو دشمنی تھی تو اس کے ظاہر کرنے کے اور بھی طریق تھے لیکن اس کے کیا معنے ہیں کہ احمدیت کی دشمنی میں مخمور ہو کر اسلام کو بھی شرمندہ اور ذلیل کرنے کی کوشش کی جائے۔

پادری عبدالحق اور مولوی ثناء اللہ

پادری عبدالحق اگر "ادنے گفتگو سے قائل ہو سکتا ہے" تو کیا مولوی ثناء اللہ نے اسے آج تک قائل کیا؟ جس بات کا الزام احمدیت پر انہوں نے لگایا ہے کم از کم خود تو اس سے عہدہ برآ ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر وہ بھی اسی طرح اس الزام کے نیچے ہیں جیسے جماعت احمدیہ کو وہ سمجھتے ہیں تو کس منہ سے وہ جماعت احمدیہ پر نکتہ چینی کرنے بیٹھے ہیں اور پادری عبدالحق کی پیٹھ ٹھونکنے سے آخر ان کی کیا مراد ہے؟ ہاں ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ پادری عبدالحق کو نیچا دکھایا۔ توحید کے بالمقابل اس کی تثلیثی منطق کی دھجیاں براہین قاہرہ سے بکھیر کر رکھ دیں۔ مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب کے مناظرات اس بارہ میں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں لیکن مولوی ثناء اللہ کی "ادنے گفتگو" معلوم نہیں کب اور کس جگہ ہوئی اور کس طرح انہوں نے پادری عبدالحق کو قائل کیا امید ہے کہ پادری عبدالحق صاحب اس پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا کریں گے

عیسائیت کا خوف

یہ تو تمہید تھی جس سے "اہلحدیث" کو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ جماعت احمدیہ صرف مولوی ثناء اللہ ہی کے مقابلہ سے نہیں بلکہ عیسائیوں کے مقابلہ سے بھی خائف ہے گویا عیسائیوں کو دجال اور یاجوج ماجوج قرار دینا۔ وفات مسیح کا اعلان کر کے کفارہ اور تثلیث کی تمام عمارت کو گرا دینا اور عیسائیوں کے مصنفین بھی خدا کے کیریکٹر کو خود اناجیل کے بیان سے داغدار کرنا جماعت احمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہ سب عیسائیوں کا خوف ہی کا نتیجہ تھا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ ایسا خوف اللہ امت مرحومہ کے ہر فرد کو نصیب کرے۔ اور مولوی ثناء اللہ کو بھی اس سے حصہ دے تاکہ وہ اسلام کو عیسائیت پر غالب کرنے کی خدمت ادا کر سکے۔ آخر وہ "شیر پنجاب" ہونا کس کام کا جو عیسائیت کی مغلوبیت کے بجائے غلبہ کا موجب ہوا ہزار درجہ بہتر وہ بزدلی اور کمزوری ہے جو عیسائیت کی کو متزلزل اور مسمار کر کے رکھ دے۔

"شیر پنجاب کی بزدلی"

لیکن صرف یہیں تک نہیں مولوی ثناء اللہ نے بڑ زور سے جماعت احمدیہ کو للکارا ہے کہ:-

"احمدی دوستو! اتنا تو سوچو کہ عیسائی کیوں ایسے دلیر ہیں کہ وہ الوہیت مسیح کے اثبات کا تمکو چیلنج دیتے ہیں بلکہ اس کی منظوری کرانے کے لئے قادیان پہنچتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اپنا طریق عمل دیکھو کہ تم آخری فیصلہ پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ عیسائی تم سے زیادہ دلیر ہیں۔ اور وہ جو کچھ مانتے ہیں دل سے مانتے ہیں اور تم جو مرزا جی کو (اصلی یا ظلی) نبی رسول مانتے ہو یہ صرف منہ سے کہتے ہو۔ ورنہ ایسے نہ ہوتے"

عیسائیوں کی دلیری کا حال تو تمہیں معلوم ہوگا کیونکہ تم ان کے سگے بھائی ہو۔ اور ہر بات میں ان کی پیٹھ ٹھونکنا فرض سمجھتے ہو۔ ہم تو مرکز تثلیث میں پہنچ کر عیسائیت کی ناکامی و نامرادی کا عبرتناک منظر دیکھ چکے ہیں۔ رہی آخری فیصلہ پر گفتگو اس سے بھی ہم نے تو انکار نہیں کیا۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ شیر پنجاب کہلاتا ہے جس کو "علم و فضل۔ دیانت۔ تقوی۔ منطق کلام" میں سب سے بلند مرتبہ ہونے کا دعوے ہے۔ جو مرد کہلاتے ہوئے جماعت احمدیہ کو عیسائیت کے بالمقابل قرار دے کر بغلیں بجانے لگتا ہے۔ ہاں وہ شخص جس کے عیسائیت کی شکست وفات مسیح میں نہیں۔ حیات مسیح آج اس کے اندر اتنی بھی جرأت نہیں کہ وفات مسیح کے مسئلہ کر سکے۔ ایسے جب کہا جاتا ہے۔ کہ آؤ مرزا صاحب کے گفتگو کرنے سے پہلے ان مسائل پر غور کر لیں جو مرزا صاحب کے دعوے کی بنیاد ہیں تو لرزہ براندام ہو جاتا ہے اور شائیں کر کے انہیں ٹالنے لگتا ہے۔ متشابہات پر بحث اس کے لئے آسان ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ اصول اور محکمات پر گفتگو کی جائے۔ کیا یہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ کا نظارہ نہیں

ایک منطقیانہ دلیل

کیا منطقیانہ دلیل دی ہے کہ:-

"احمدی شیرو! کیا کوئی آریہ تمہارے سامنے پیش کرے کہ مجھے حج کی فلاسفی بتا دو تو میں مسلمان ہوتا ہوں اسے کہو گے کہ فقہا کی ترتیب سے بحث کرو۔ پہلے استنجا پر۔ پھر وضو پر۔ پھر نماز پھر زکوٰۃ پر۔ پھر روزہ پر۔ پھر کہیں حج کی باری آئے گی۔ واللہ اگر ایسا کہو تو لاہور میں نہیں بلکہ بریلی بھیجے جانے کے قابل قرار دیئے جاؤ گے۔"

ن ظالم مولوی کو اتنی سمجھ نہیں آتی کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ کی فلاسفی بتادو تو میں مسلمان ہوتا ہوں " وہ نماز، اور زکوٰۃ وغیرہ کو سمجھ چکا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ م کی صداقت کو ماننے میں صرف حج کی فلاسفی ہی اس کے ں روک ہے۔ بنیادی چیز جس کا ماننا ایک مسلمان کے روری ہے۔ وہ توحید الٰہی اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ اتت ہے اگر کوئی شخص ان دونوں باتوں کو مانتا ہے حج کی فلاسفی اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تو ہمیں کیا ہے کہ دوسری باتوں پر اس سے گفتگو کریں۔ ایسا ہی ثناء اللہ صاحب بھی اگر اعلان کر دیں کہ وہ وفات مسیح کے بھی ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق تمام بنیادی مانتے ہیں لیکن صرف اشتہار آخری فیصلہ ان کے رستہ کی روک ہے۔ اگر وہ روک اٹھ جائے اور "آخری فیصلہ" پر سے ان سے گفتگو کر لی جائے۔ تو وہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو جائیں گے تو بلاشبہ ہم ان کے ساتھ صرف "آخری فیصلہ" ہی پر گفتگو کریں گے۔ اور باقی مسائل (اگر وہ ان کے ماننے کا اعلان کر دیں تو) ہرگز معرض بحث میں نہ لائیں گے۔

پانچ بنیادی مسائل

کیا مولوی ثناء اللہ صاحب جو شیر پنجاب کہلانے کا فخر ہیں۔ یہ ہمت اور دلیری دکھانے کے لئے تیار ہیں کہ اس کا اعلان کر دیں کہ:-

(۱) ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے اور چودھویں صدی میں حضرت مرزا صاحب کے سوا اور کوئی مجدد نہیں ہوا۔

(۲) حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور بجسد عنصری جیتے آسمان پر بیٹھے ہوئے نہیں۔

(۳) حضرت عیسٰے کے واپس آنے سے ختم نبوت کا عقیدہ باطل ہوتا ہے۔

(۴) اس امت میں آنے والا مسیح حضرت عیسٰے نبی اللہ نہیں۔

(۵) دجال اور یاجوج ماجوج سے عیسائی پادری اور یورپین استعماریت مراد ہے۔

ان پنجگانہ امور کا اعلان اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کر دیں ن فرضی آریہ کی طرح جو حج کی فلاسفی سمجھ کر مسلمان ہو جانے کا اقرار ہے یہ لکھ دیں کہ اشتہار آخری فیصلہ سے حضرت مرزا صاحب اد(ق) ہونا ثابت کر دیا جائے۔ تو وہ ان کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ تو ہم باقی تمام امور کو چھوڑ کر محض آخری فیصلہ ہی پر گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں۔

دلیری کا عملی امتحان

او شیر پنجاب کہلانے والے اٹھ اور ہمت کر۔ اب تیری دلیری کا عملی (امتحا)ن ہے یا تو یہ اعلان کر دے کہ میں ان تمام باتوں کو مانتا ہوں جو حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی بنیاد ہیں اور صرف "آخری (فیصلہ)" میرے رستہ میں روک ہے اور اگر یہ نہیں تو یہ کیا تماشا ہے کہ (تجھ می)ں بھی تم میں ہمت نہیں کہ وفات مسیح ہی پر گفتگو کر سکو۔ کیا (ی)ہ شخص جو شیر پنجاب کا خطاب پاکر ایسی بے ہمتی دکھاتا ہے کہ (ایک) صاف اور سیدھی اصولی بات پر گفتگو نہیں کر سکتا۔ نہ اس (کی) صداقت کا اعلان کر سکتا ہے۔ اور متشابہات کی آڑ میں منہ چھپاتا (پھرت)ا ہے۔ دوسروں کے متعلق یہ کہنے کا حقدار ہے کہ:-

"ایک دفعہ گر کر منہ نہ اٹھا سکے"

گرنے کا حال تو انہی کو معلوم ہوگا جو پہلے دن ان تحاکموا الی الطاغوت پر عامل ہیں۔ ہاں ہم اتنا جانتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب "مودت نامہ" کا جواب پاکر اس طرح چاروں شانے چت گرے ہیں کہ اب سوائے غرغرانے کے اور کوئی چارہ انہیں نہیں۔

اشتہار آخری فیصلہ اور اس کا جواب

یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پیشتر اشتہار آخری فیصلہ کی اشاعت کے وقت بھی یہی نظارہ دیکھنے میں آیا تھا۔ وہ وقت کس کو یاد نہیں جب "شیر پنجاب" کے بار بار کے مطالبہ کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے اشتہار آخری فیصلہ شائع کیا اور دعائے مباہلہ کے آخر میں مولوی ثناء اللہ کو یہ اجازت دی کہ وہ بھی اس پر جو چاہیں لکھیں تو ان کی تمام شیریت دھری کی دھری رہ گئی۔ اور لرزتے اور کانپتے ہوئے انہوں نے یوں غرغرانا شروع کیا۔ کہ

(۱) یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔

(۲) آپ اس دعوے میں (کہ مفسد اور کذاب کی بہت لمبی عمر نہیں ہوتی) قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ۔ جھوٹے، دغاباز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔ پھر تم کیسے من گھڑت اصول بیان کرتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی!" (اہل حدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

اس حجت بازی اور غرغراہٹ کو دیکھ کر جو مباہلہ کو ٹالنے کے لئے کی گئی اللہ تعالیٰ نے وہی کیا جو مولوی ثناء اللہ کے نزدیک صحیح تھا کہ مسیح موعود کے بالمقابل انہیں لمبی عمر دیدی اور یوں بتا دیا کہ جھوٹا، دغاباز، مفسد، اور نافرمان کون ہے۔

صداقت مسیح موعود کے متعلق اصل الاصول

لیکن اس کھلے فیصلے کے باوجود اب وہ پھر اسی پرتاؤ کھائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور اتنی ہمت نہیں کہ وفات مسیح جیسے مسئلہ پر لب کشائی کر سکیں۔ اس کا سبب نام ہو تو نہ رہا تھی ہیں

"احمدی دوستو! ادھر غور کرو وہ متکلم مخالف کے سامنے کیا کلام کرے گا۔ جو نبوت محمدیہ جیسے اصل الاصول مسئلہ پر تو بحث نہ کر سکے مگر ادھر ادھر کی باتوں پر آستینیں چڑھا کر تن جائے۔ ایسا متکلم یا تو نبوت محمدیہ کا قائل نہیں یا اپنے میں خامی دیکھتا ہے"

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اشتہار آخری فیصلہ نبوت محمدیہ کی طرح حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے؟ واللہ اگر ایسا کہو تو امرتسر نہیں کسولی کے ہسپتال میں بھیجے جانے کے قابل قرار دیئے جائیں گے۔

حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق اصولی مسائل وہی ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اشتہار آخری فیصلہ اصل الاصول نہیں بلکہ ایک متشابہ امر ہے جس کے متعلق بھی خدا کے فضل سے کافی دلائل ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن اس کا آخری درجہ ہے۔ اس سے پیشتر بہت سے اور مسائل ہیں جو اصل الاصول کا حکم رکھتے ہیں۔ اور ان کا فیصلہ ہونا ضروری ہے۔

کیا ہم امید کریں کہ امرتسری ملاں اس ہمت اور دلیری سے کام لے کر جو شیر کا خطاب رکھنے والے انسان کے لئے ضروری ہے، ان اصولی مسائل پر گفتگو کرنے یا ان کی صداقت کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہوگا؟ اگر نہیں تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شیر پنجاب تو گویا (ا)بن خضر ہی ہونے کا بھی مستحق نہیں کہ آجکل تو "خضر جو" اور رمضان جو" بھی ہمت و دلیری کے وہ جوہر دکھا رہے ہیں جو شیر پنجاب سے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔

بمبئی کا خونین ہنگامہ

گزشتہ ہفتہ کی خبروں میں بمبئی کے اس خونیں ہنگامہ کی مختصر کیفیت ملاحظۂ قارئین کرام ہو چکی ہے۔ جو ۱۵ مئی سے لیکر ۲۴ مئی تک مسلسل جاری رہا اور اس تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں انسانیت کا وہ نمونہ دنیا کو دکھاتا رہا جو ہندوستان کو حکومت خود اختیاری کی منزل سے کوسوں دور پھینکنے والا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے افسوسناک واقعات کی تہ میں حکومت کا ہاتھ ہے ممکن ہے ایسا ہو لیکن تعجب یہ ہے کہ اس بات کو جانتے ہوئے بھی وہی لوگ فسادات کی آگ کو مشتعل کرتے اور اس میں کودنا موجب فخر سمجھتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ حکومت ان فسادات کی بالواسطہ طور پر ذمہ دار ہے اگر یہ سچ ہے کہ ہندوستان کو حکومت خود اختیاری کے ناقابل ثابت کرنے کے لئے یہ آگ آئے دن مختلف مقامات پر مشتعل کی جاتی ہے۔ تو وائے برحال ما کہ اس بات کو جانتے ہوئے ہم اس میں حصہ لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اپنے ہی بھائیوں کا گلا اپنے ہاتھ سے کاٹنا ان کے مال و متاع کو لوٹنا اور ان پر آگ برسانا اپنا بہترین شغل بنا لیتے ہیں۔

فسادات بمبئی کی شدت اور ہولناکی ان مناظر سے پورے طور پر عیاں ہے جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اور تعجب یہ ہے کہ جوش و اشتعال میں لوگوں نے کہیں گھر کو بھی جذبۂ انتقام کی جولانگاہ بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ کیا اس پست تہذیب کی کوئی نظیر دنیا میں مل سکتی ہے کہ مسجدوں اور مندروں کو بھی جو عبادت کے لئے مخصوص ہیں نذر آتش کرنے سے دریغ نہ کیا گیا؟ اور ہر قسم کا ظلم و ستم جو ایک وحشی انسان دوسرے انسان پر کر سکتا ہے۔ ایک دوسرے پر روا رکھا گیا۔ ان واقعات کی ذمہ داری کس فریق پر ہے۔ ہندو اخبارات حسب دستور تمام واقعات کو نظر انداز کر کے اپنی قوم کو معصوم عن الخطا اور مسلمانوں کو ظالم و سفاک ثابت کرنے میں کوشاں ہیں لیکن اس حقیقت نفس الامری کا وہ کیا جواب دیں گے جس کا اظہار سر سموئیل ہور وزیر ہند نے دار العوام میں کیا اور اس سوال کا کہ:-

"آیا کانگرسی رضا کاروں نے جو ہندو آبادی پر قابو رکھنے کے دعویدار ہیں، امن و قانون بحال کرنے میں حکومت کی عملی طور پر امداد کی تھی؟"

یہ جواب دیا کہ:-

"امداد کرنے کے بجائے بعض حالتوں میں وہ عوام کے لئے خطرہ اور تمام حالتوں میں لوگوں کے لئے تکلیف کا موجب ثابت ہوئے ہیں"

اس سے کانگرس کی ذہنیت اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلق و لگاؤ کی کیفیت آشکارا ہے۔ بہرحال یہ موقع نہیں کہ فسادات کی ذمہ داری ایک دوسری قوم پر عائد کر کے جذبات کو اور زیادہ مشتعل کیا جائے۔ ہندو اور مسلمان لیڈروں اور اخبارات کا یہ فرض ہے کہ وہ دوسروں کو برا کہنے کے بجائے اپنی اپنی قوم کو سمجھائیں انہیں نیک اخلاق اختیار کرنے اور وحشیانہ اخلاق سے کنارہ کشی کر کے تہذیب و شائستگی سیکھنے کی تلقین کریں۔ اگر دونوں قوموں کے لیڈر اس بات کا عزم کر لیں کہ وہ اپنی اپنی قوم کو صحیح

راستہ پر چلانے کی کوشش کریں گے تو فسادات کی وبا ہندوستان سے یکقلم دور ہو سکتی ہے۔ اور دلوں میں محبت و اتحاد پیدا ہو کر اس بدقسمت ملک کو جلد سے جلد آزاد کرا سکتی ہے۔

بلدیہ لاہور پر نئی ضرب

جب سے لوکل سلف گورنمنٹ کی باگ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ جیسے کٹر آریہ سماجی کے ہاتھ میں آئی ہے بلدیہ لاہور پر آپ کی چشم عنایت خاص طور پر مبذول ہو رہی ہے قبل ازیں ڈابسن کمیٹی کے نام سے ایک کمیشن مقرر کر کے کمیٹی کے کاروبار کی تحقیقات کرائی گئی۔ جس نے بلدیہ کے نقائص کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ذمہ داری صدر بلدیہ میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹرایٹ لا پر عائد کی [illegible] نے نہایت مدلل اور مسکت جوابات سے حقیقت حال کو آشکارا کر دیا لیکن ہندو ذہنیت ایک اتنے بڑے ادارہ کو جو لوکل سلف گورنمنٹ کی پہلی سیڑھی ہے مسلمانوں کے ہاتھ میں کیسے دیکھ سکتی ہے۔ تازہ خبر ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے حکومت سے سفارش کی ہے کہ لاہور کی موجودہ میونسپلٹی کو معطل کر دیا جائے۔ اور اس کی جگہ ایک یورپین افسر مقرر کیا جائے۔ جو میونسپلٹی کے کام کو بحسن و خوبی انجام دے۔

یہ سفارش ظاہر ہے کہ بلدیہ لاہور پر ایک ایسی کاری ضرب ہے جو پنجاب کی لوکل سلف گورنمنٹ کو سخت نقصان پہنچانے والی ہے۔ لیکن چونکہ بلدیہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اور مسلمانوں کو اس کے جائز حقوق و اختیارات سے محروم کرنا ہندو کا دین و مذہب ہو چکا ہے۔ خواہ اس سے حکومت خود اختیاری کے مطالبہ کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچ جائے۔ اس لئے اس بات کو نہایت سہولت کے ساتھ برداشت کر لیا گیا ہے۔ کہ بلدیہ کے تعطل کی سفارش حکومت سے کر دی جائے۔

معاصر ٹربیون نے اس سفارش کو نہایت ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ پنجاب میں بہت سے دوسرے بلدیات ہیں۔ جو بلدیہ لاہور سے زیادہ بدنظم ہیں۔ ان کے تعطل کی سفارش کیوں نہیں کی گئی۔ ہم معاصر موصوف کو بتانا چاہتے ہیں کہ بلدیہ کی اصلاح تو صرف ایک بہانہ ہے حقیقت میں مسلم اکثریت کو بلدیہ سے نابود کرنا مقصود ہے۔ جو ان تمام کارروائیوں کے باوجود ڈاکٹر گوکل چند کے بس میں نہیں۔

مبالغہ آمیز اطلاعات

مسلمانان کشمیر کو ان مراعات سے محروم کرنے کے لئے جو گلینسی کمیشن کی رپورٹ کی بنا پر عطا کی گئی ہیں۔ اور جو ان کے جائز حقوق سے بہت کم ہیں۔ ریاست کے ہندو باشندوں نے جو شورش و ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ اس پر معاصر "انقلاب" کا ایک بسیط مضمون ان کالموں میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ہندو اخبارات نے اس سلسلہ میں بھی جھوٹی خبریں تراشنے اور مبالغہ آمیز اطلاعات شائع کرنے میں کچھ دلچسپی سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ معاصر سول کا نامہ نگار سرینگر سے اطلاع دیتا ہے کہ ۱۲ رمئی کو بدامنی میں مظاہرے کرنے والے ہندوؤں کے زخمی ہونے کی بابت مبالغہ آمیز اطلاعات اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ جو فی الحقیقت کوئی بنیاد نہیں رکھتیں۔

ہسپتال میں تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا [illegible] ہسپتال میں آنے والے اکثر لڑکوں نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے کہنے پر اپنے زخمی ہونے کی شکایات درج کرائی تھیں ورنہ ان میں سے اکثر لڑکوں کے جسم پر زخموں کے کوئی نشانات [illegible] تھے۔ اور بعض پرانے زخموں کے نشانات دکھا رہے تھے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے رستے ہوئے زخموں کے باوجود انہیں کوئی اہمیت نہ دیتے اور حکومت پر رعایت کا الزام لگاتے تھے آج وہی اسی حکومت کے خلاف اپنے زخموں کے شاکی ہیں جن کا وجود ہی کوئی نہیں کیا ہندو اخبارات اپنے بھائیوں کے کرتوتوں پر اظہار نفرت کریں گے؟

پھر وہی ہندو گردی

گلینسی کمیشن کی سفارشات اگرچہ مسلمانوں کے حقوق کا پورا مداوا نہیں تاہم ان کا یہ پہلو بھی بسا غنیمت ہے کہ ملازمتوں میں ہر فرقہ کو اس کی آبادی کے مطابق نمائندگی دینے کی سفارش کی گئی ہے۔ اور مختلف شعبہ جات اور اسامیوں کے لئے معیار قابلیت بھی مقرر کر دیا گیا ہے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ مہاراجہ بہادر کی منظوری کے باوجود ان سفارشات پر عمل کرنے کے بجائے ان سے بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ اور اس منظوری کے بعد متعدد ذمہ داری کے عہدے متعصب ترین ہندوؤں کو دیئے جا چکے ہیں۔ اور ایک بھی عہدہ مسلمانوں کو نہیں دیا گیا مثلاً ٹھاکر جنک سنگھ سابق منسٹر مال کے پنشن یاب ہونے پر مسلمانوں کے ایک اور شدید دشمن اور ریاست کے ناعاقبت اندیش افسر ٹھاکر کرتار سنگھ کو منسٹر مال بنا دیا گیا ہے۔ باوجودیکہ گلینسی کمیشن نے ایسے عہدوں کے لئے گریجویٹ ہونے کی شرط لگائی ہے اور کرتار سنگھ نے تھرڈ کلاس میٹرک کے سوا کوئی بھی امتحان پاس نہیں کیا۔ اور اس کے علاوہ مڈلٹن رپورٹ میں جامع مسجد میں گولی چلنے کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد کی گئی ہے۔

ایسا ہی عطر سنگھ کو جو عرصہ سے جونیئر وزیر وزارت تھا [illegible] روپیہ ماہانہ سے اٹھا کر ایک ہزار ماہوار پر گورنر کشمیر بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ سردار محمد اکرم خاں صاحب اور خان صاحب آغا سید میر حسین سینئر وزیر وزارت موجود ہیں۔

اسی سلسلہ میں عطر سنگھ کی جگہ ایک نہایت ہی جونیئر کو نوال تیج رام بی اے ایل ایل بی کو لگا دیا گیا ہے۔ بحر افسر مال ادھم پور کی جگہ ٹھاکر گردھن سنگھ کو لگا دیا گیا۔ آخر میں ٹھاکر گردھن سنگھ کی جگہ ایک مسلمان سید تصدق حسین کو تحصیلدار بنا دیا گیا ہے اور نائب تحصیلدار کی جگہ ایک اور ٹھاکر کو دے دی گئی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حکومت کشمیر [illegible] ابھی تک مسلمانوں کو ملازمتوں میں ان کا واجبی حق دینا نہیں چاہتی اور وہی ٹھاکر گردی ابھی تک ان کے سروں پر مسلط ہے۔ افسوس ہے کہ جس چیز کے لئے مسلمانوں نے اس قدر شاندار قربانیاں کیں وہی ابھی تک مفقود ہے۔ اور کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں کی جدوجہد کامیاب ہو گئی۔

ہم حکومت کشمیر سے بڑے زور سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی اوپری اصلاحات مسلمانوں کی تسلی وتشفی کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ چاہیئے کہ مہاراجہ بہادر کے حکم پر پورا پورا عمل درآمد کیا جائے۔

تحریف اناجیل و مسیحی مشن

دس ہزار قدوسیوں کے بجائے لاکھوں قدوسیوں

ہیچمدان فقرہ

حضرت پولوس کی دماغی کاوش نے بعض عقائد باطلہ کلیسا میں داخل کر کے بیچاری مسیحی بھیڑوں کو عجب مشکلات میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ان بیچاروں کو ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے اور کئی جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں۔ مگر مسلمان بھی عجیب ہیں۔ وہ بھی یہ کہتے ہوئے کہ؎

ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

ہر چوری کو موقع پر جا پکڑتے ہیں۔ حضرت پولوس ہر سال کتاب مقدس میں کتر بیونت کرتے رہتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ دن دہاڑے کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کفارہ کی پناہ میں آئے ہوئے ہیں۔ مگر یہ کفارہ بھلا دنیا میں کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ آخرت کی تو خدا جانے۔

چنانچہ ایک مسیحی مسٹر سی داس نے ضلع لائل پور سے غالباً چک نمبر ۲۴۲ منٹگمری والہ سے مسیحی رسالہ "المائدہ" میں عہد جدید کی ایک چھوڑ بارہ آیات جو موجودہ نسخہ میں یا تو نکال ہی دی گئی ہیں۔ یا اول بدل کر دی گئی ہیں پیش کر کے اپنی بیچارگی کا رونا رو دیا ہے۔ "المائدہ" کے ایڈیٹر کے پاس بھلا اس کا کیا علاج ہو سکتا تھا۔ سنا ہے کہ آپ نے پادری ایس ایم پال کی کسی تصنیف کو پڑھنے کی تلقین کر کے پیچھا چھڑایا ہے۔ بہرحال مجھے مسٹر سی داس کے ساتھ اس مشکل میں گہری ہمدردی ہے۔ چونکہ وہ پادری صاحب کی کتاب پڑھیں گے ہی۔ اس لئے میں ایک اور اسی قسم کا حوالہ اپنے مسیحی دوست کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ لگے ہاتھوں اس کا جواب بھی وہ اسی کتاب میں سے ڈھونڈ لیں۔ مثلاً عہدنامہ قدیم کی کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۲ پرانے نسخہ جات میں یوں مرقوم ہے:۔

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت تھی۔"

اب ذرا کتاب مقدس ایڈیشن ۱۹۲۰ء کو اٹھا کر دیکھو تو اس آیت کو اس طرح لکھا ہوا دیکھو گے:۔

"اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر آتشی شریعت تھی۔" ہر دو خط کشیدہ الفاظ کا مقابلہ کریں۔ یہ وہ آیت ہے جس میں مسلمانوں کے خیال میں حضرت نبی عربی محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق پیشگوئی تھی کیونکہ فتح مکہ کے دن آپ ہی فاران کی چوٹیوں سے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے تھے۔ مگر بھلا وہ عیسائی ہی کیا جو اپنی کتب میں سے کوئی پیشگوئی مسلمانوں کی صداقت میں دیکھ کر صبر کر سکے۔ چنانچہ دس ہزار قدوسیوں کے آنے کو لاکھوں قدوسیوں میں سے آنے میں بدل دیا۔ اور بے فکر بیٹھ گئے گویا کوئی اب ان کے دجل کو جاننے والا ہی نہ رہا۔

(باقی برصفحہ)

مسیح موعود کو مسلمان جاننے والے مسلمانوں کی فہرست

(مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے قلم سے)

مسیح موعود کے پیشکردہ شرائط

حضرت مسیح موعود نے بار بار فرمایا کہ میں اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتا البتہ جو لوگ میری تکفیر و تکذیب کرتے ہیں وہ بموجب حدیث نبوی بوجہ تکفیر و تکذیب کافر ہو جاتے ہیں اور جب آپ سے یہ سوال ہوا کہ اچھا جو لوگ آپ کی تکفیر نہیں کرتے اور آپ کے دعوے کو بھی نہیں مانتے اور نہ تکذیب کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگ اگر اشتہار دیدیں کہ ہم مرزا صاحب کو سچا مسلمان جانتے ہیں اور جو لوگ ان کو کافر کہتے ہیں انہیں کافر جانتے ہیں اور وہ کھلے کھلے نشانوں کے مکذب نہ ہوں اور اب کرنے میں وہ منافقت سے بھی کام نہ لیتے ہوں تو میں ایسے لوگوں کو مسلمان تسلیم کروں گا۔

میاں صاحب کی ناممکنات

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا یہ قول بطور تعلیق بالمحال ہے یعنے ایسا ہونا تو ناممکن ہے اور مسیح موعود سمجھتے تھے کہ کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لئے آپ نے اس شرط محال کو لگا کر سائلین کو خاموش کر دیا۔

مصدقین ہمیشہ ہوتے رہے

مگر واقعات ہمیشہ اس کے خلاف یہ ثابت کرتے رہے کہ ایسے مصدق ہمیشہ موجود رہے جو سچے دل سے حضرت مرزا صاحب کو مسلمان ماننے والے تھے۔ اور فتوے تکفیر کو بکلی غلط سمجھتے رہے اور فتوے تکفیر کے دینے والوں کو بعض تو غلطی ہی پر سمجھتے رہے اور بعض نے ایسے مفتیوں کو بموجب حدیث نبوی کافر بھی کہدیا۔ گو انہوں نے نام بنام اشتہار شائع نہ کیا لیکن زبانی اور تحریری طور پر اس کا اقرار ضرور کیا۔

شملہ کا ایک واقعہ

چنانچہ شملہ میں ایک شخص بابو نادر خاں نام جو محکمہ جنگلات میں ملازم تھے انہوں نے ایک دفعہ یہ لکھکر دیدیا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو سچا مسلمان جانتا ہوں اور مکفرین کو کافر جانتا ہوں اور یہ شخص کھلے کھلے نشانوں کا مکذب بھی نہ تھا۔ ہم لوگوں نے وہ تحریر اپنی مسجد میں (جو ایک کرایہ کا مکان تھا) لٹکا دی اور اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دی اور کچھ عرصہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ اس پر کسی احمدی نے اس وقت اعتراض نہیں اٹھایا۔

مسیح موعود کا ایک اشتہار

لیکن کہا جائے گا کہ ہم اس واقعہ کو حجت نہیں مانتے یہ جماعت احمدیہ شملہ کا ایک فعل تھا۔ جو خدا جانے کن حالات میں واقع ہوا۔ اس لئے میں آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے شائع شدہ ایک اشتہار پیش کرتا ہوں جو یہ ثابت کرتا ہے کہ شرائط پیش کردہ محال نہیں۔ بلکہ سہل ہیں اور ان کا اکثر حصہ واقعہ بھی ہو چکا ہے۔

۲۷۹ مصدقین مسیح موعود

جب لیکھرام کی پیشگوئی کا کھلا کھلا نشان ظاہر ہوا تو حضرت مسیح موعود نے بطور استفتا لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ بتائیں کہ آیا یہ نشان اپنی شرائط کے ساتھ پورا ہوا یا نہیں تو ہزار ہا سینکڑوں لوگوں نے تصدیق کی اور مصدقین میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے اس الہام الٰہی کے پورا ہونے پر ہر پہلو سے تصدیق کی اور حضرت مسیح موعود کو نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانوں میں سے خاص برگزیدہ انسان مانا۔ تریاق القلوب میں بطور ضمیمہ یہ فہرست شائع کی گئی اس میں صرف ۲۷۹ مصدقین کے نام ہیں جو سب کے سب یا اکثر ان کے غیر احمدی ہیں۔ اور تصدیق کرنے والے غیر احمدی اقرار کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب کے مرید نہیں لیکن وہ مرزا صاحب کو اسلام کا سچا خیر خواہ اور بزرگ مانتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ الہام متعلقہ پیشگوئی لیکھرام پورا ہو گیا اور حضرت مسیح موعود اس اشتہار کو اپنے صادق ہونے کا ایک نشان قرار دیتے ہوئے اپنی کتاب میں شائع فرماتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ ایمانداری سے حضرت مرزا صاحب کو سچا مسلمان ملہم من اللہ تک مانتے تھے۔ اور کھلے کھلے نشانوں کے مکذب نہ تھے بلکہ مصدق تھے۔ اب، اس وقت ان سے یہ مطالبہ بھی نہیں کہ وہ مکفرین کو کافر کہیں اس لئے ان کی وہ تصدیق جو اشتہار ضمیمہ تریاق القلوب میں ہے ان کے مسلمان قرار دیئے جانے کے لئے کافی ہے۔ یا یوں کہو کہ یہ لوگ ہیں جنھوں نے مسیح موعود کی پیشکردہ شرائط کو پورا کر دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ وہ شرائط تعلیق بالمحال نہیں ہیں۔ اور ہم ایسے لوگوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں کہہ سکتے۔

اصل عبارت حضرت مسیح موعود

ناظرین کی سہولت کے لئے رسالہ تریاق القلوب کے ضمیمہ کا اقتباس درج ذیل ہے:-

"چونکہ اس رسالہ کا اہم مقصد (جس کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے) یہ ہے کہ راقم ہذا کو خدا تعالےٰ نے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اس لئے نظیر کے طور پر مندرجہ ذیل نقشہ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس دعوے کی تائید میں وہ نشان جو مجھ سے صادر ہوئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جن کا علم میرے خاص مریدوں تک ہی محدود ہو بلکہ اکثر ان کے ایسے عام شہادتوں سے ثابت ہیں جن کی روایت کے گواہ ہر ایک فرقے کے مسلمان اور ہندو اور عیسائی ہیں۔ یہ نقشہ گو اصل کا جدول میں لکھا جاتا ہے۔ یہ اس نشان کے بارہ میں ہے جو لیکھرام کی نسبت ظہور میں آیا۔ . . . ."

اوپر کی عبارت کے نیچے ایک نقشہ دیا گیا ہے جس میں نام مصدقین پیشگوئی معہ ان کے پتوں اور عبارت تصدیق کے درج ہیں اور خلاصہ تمام تصدیقات کا یہ ہے۔

عبارت تصدیق

"پیشگوئی اعلیٰ درجہ کی صفائی سے سچی ثابت ہوئی اور اس میں حضرت مرزا صاحب کی سازش کا دخل نہیں ہے۔ واقعات متعلقہ پیشگوئی کا وقت پر پورا ہونا بشری طاقتوں سے بالکل ناممکن اور خارج ہے ایسی سچی خدائی طاقت کا انکار کرنا ناپاک روحوں کا کام ہے"

شہادت صادقہ

۹ استشہادوں کے بعد ایک مندرجہ ذیل عبارت ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

ہم سب مسلمان جن کے دستخط ذیل میں درج ہیں شہادت صادقہ ادا کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دام عنایتہ نے جو پنڈت لیکھرام وغیرہ دشمن خدا تعالےٰ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سچے دین اسلام کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر پیشگوئی کی تھی وہ خدا تعالیٰ عزیز مقتدر مؤید الصادقین جلشانہ نے عین میعاد کے اندر اپنے تمام لوازم کے ساتھ پوری کی۔ اور اس پیشگوئی میں مرزا صاحب اور کسی اہل اسلام کی کسی نوع کی سازش نہیں ہے یہ خاص خدا تعالیٰ کا فعل تھا۔ جو عین وقت پر اسلام کی صداقت میں اپنی شوکت و عظمت سے ظاہر ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین والسلام علی رسولہ خاتم النبیین۔

نوٹ:- اس کے نیچے کچھ سجادہ نشینوں اور علماء کی مہریں ثبت ہیں جو تعداد میں اکیس ہیں۔ اور پھر دوسرے دستخط کنندوں کے نام معہ پتہ اور عبارت تصدیق درج ہیں۔ انہیں سے ایک دو کی شہادت درج ذیل ہے:-

نمبر و نام	عبارت تصدیق
۱۲۱: عبدالحق صاحب ہیڈ ماسٹر پرائمری اسلامیہ سکول راولپنڈی دھرڈ ماسٹر۔	"اگرچہ میں مرزا صاحب کے مریدوں میں سے نہیں ہوں لیکن میں صاحب موصوف کو اسلام کا ایک رکن اعظم ایک نہایت ہی عالم قوم کا مصلح اور ریفارمر مانتا ہوں اور دل و جان سے اقرار کرتا ہوں کہ یہ موت پنڈت لیکھرام کی مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق ہوئی"
۱۲۲ مولوی محمد حسن صاحب ہیڈ مولوی اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم	"اگرچہ میں حضرت مرزا صاحب کے تمام دعاوی کے ماننے والوں میں سے نہیں ہوں لیکن میں مرزا صاحب کو اہل اللہ جانتا ہوں میں مانتا ہوں کہ یہ موت حضرت مرزا صاحب کو قبل از وقت اللہ تعالےٰ نے بتا دی"

مسلمانوں نے تو تصدیق کی ہی تھی بعض ہندوؤں نے بھی اس پیشگوئی کی تصدیق کی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کھلے کھلے معجزوں کی تکذیب نہ کرنا ایک ایسی شرط ہے کہ اسے ایک ہندو بھی پوری کر سکتا ہے۔

چار ہزار مصدقین

بعض مصدقین پیشگوئی کی تصدیقی عبارات بہت لمبی ہیں اور جوش و اخلاص سے بھری ہوئی تھیں مگر حضرت مسیح موعود نے ان تمام عبارات کو بوجہ عدم گنجائش درج رسالہ نہیں کیا صرف یہ لکھدیا ہے کہ ان کی عبارات اس قسم کی ہیں۔ پھر آگے چلکر صرف صفحہ ۲۹ تا ۳۰ پر تصدیق کنندگان کے نام ہی نام درج کر دیئے ہیں۔ ان کے بیانات کو چھوڑ دیا گیا ہے صفحہ ۳۰ کے خاتمہ پر ایک نوٹ اس طرح درج ہے نوٹ:- یہ دستخط مصدقین کے قریباً چار ہزار کے [illegible]

اس رسالہ میں صرف تھوڑے سے نام بطور نمونہ للمحدثیہ ہیں "

مکفرین کو کافر سمجھنے کی شرط

اب صرف ایک سوال رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ کیا ان تصدیق کنندگان نے اس شرط کو بھی پورا کیا جو بعد میں حضرت مسیح موعود نے کتاب حقیقۃ الوحی میں بیان کی ہے کہ وہ دوسرے لوگ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں مسلمان سمجھیں تو وہ ہمیں کافر کہنے والے علماء کے کفر کی نسبت اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں۔

یہ شرط دراصل پہلے پیش ہی نہیں کی گئی تھی ورنہ جن لوگوں نے آپ کو اہل اللہ میں سے مان لیا اور ملہم من اللہ تسلیم کرلیا۔ اور وہ اس کے خود قائل ہیں کہ مومن کو کافر کہنے والا خود ہی کافر ہو جاتا ہے تو پھر ایسے لوگوں کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اشتہار دیدیں کہ حضرت مرزا صاحب تو مسلمان ہیں ان کو کافر کہنے والے خود کافر ہیں۔

میرے خیال میں تو یہ بات بہت سہل ہے اور مسیح موعود نے اس شرط کو صرف اس لئے بڑھایا کہ تا ایسے لوگ مکفرین سے الگ ہو جائیں۔ اور منافقت درمیان سے نکل جائے ہم اس شرط کو ناممکن نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض غیر احمدی ایسے بھی ہیں جو علماء کے فتوائے تکفیر کے باوجود حضرت مرزا صاحب کو مسلمان ہی کہے جاتے ہیں۔

مسیح موعود کو مسلمان جاننے والوں پر فتوے

چنانچہ ایک فتوے بنام "فتوئے شریعت غراء" شہر جالندھر کے ایک جاہل و مجہول صوفی نے طیار کیا اور بار بار شائع کیا۔ اس میں لکھا ہے :-

فتویٰ شریعت غرا

" اس شخص کی نسبت جو مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید نہ ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جانتا ہے۔"

اس فتوے سے یہ تو پتہ چل گیا کہ ایسے لوگ بھی ضرور ہیں جو حضرت مرزا صاحب کو بہرحال مسلمان جانتے ہیں اسی وجہ سے اس فتوے میں آگے چلکر مفتیان شرع متین نے ایسے لوگوں کو بھی کافر ہی قرار دیدیا ہے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ جن مسلمانوں نے کفر کا فتوے اپنے اوپر لینا قبول کر لیا اور علماء کی مہذبانہ گالیاں سننا پسند کیں مگر حضرت مرزا صاحب کو باوجود ان کے دعوے مہدویت اور مسیحیت کافر کہنے سے انکار کر دیا۔ اور سچے دل سے آپ کو مسلمان جانا۔ ان کے لئے یہ کونسا مشکل کام ہے کہ وہ ایسے بے ایمان مولویوں پر حدیث نبوی کے ماتحت کفر کا فتوے دیدیں۔

جھگڑے میں پڑنا پسند نہیں

اصل بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو جو انہیں کافر کہتے ہیں خطاکار سمجھتے ہیں اور ان کو وہ اسی خطا کی وجہ سے کافر نہیں جانتے اس لئے وہ اس جھگڑے میں بھی پڑنا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ اس طرح تو سلسلہ تکفیر وسیع ہو کر کوئی فرد واحد بھی دنیا میں مسلمان نہیں رہ سکتا ورنہ ایسے لوگوں کے لئے یہ معمولی بات ہے کہ وہ بھی شائع کردیں کہ ہر ایک وہ مولوی جو حضرت مرزا صاحب کو (جو یقیناً مسلمان ہیں) کافر کہتا ہے۔ بلاشبہ حدیث نبوی کے ماتحت کافر ہے۔

مسیح موعود کے ایمان کے متعلق مباہلہ

جن دنوں حضرت مسیح موعود پر فتوے کفر لگایا گیا اور ایک طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا انہی دنوں حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری نے باوجود حضرت مسیح موعود کی بیعت میں نہ ہونے کے اس فتوے کفر کی مخالفت کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک جلسہ میں بمقام امرتسر حافظ صاحب نے بڑے زور سے کہا کہ حضرت مرزا صاحب اور ان کے متبعین مسلمان ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب کے مقابل کوئی شخص مباہلہ کے لئے نہیں نکلتا اور اس قدر غیرت دلانے والے الفاظ کہے کہ مولوی عبدالحق غزنوی نے اٹھکر حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ میں تم سے ابھی مباہلہ کرتا ہوں۔ تب حافظ صاحب نے اس سے حضرت مرزا صاحب کے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کے اور مولانا محمد احسن صاحب کے مسلمان ہونے پر قسم کھاکر کاذب پر لعنت بھیجی اور مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر لیا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے بالمقابل تینوں بزرگوں کے کفر پر قسم کھاکر مباہلہ کر لیا۔ مگر اپنی ضد کی وجہ سے یہ بھی کہدیا کہ اگر میں مباہلہ کے اثر سے سور اور بندر بھی بن جاؤں تو بھی مرزا صاحب اور ان کے رفقا کو مسلمان نہیں مانونگا۔ مباہلہ کا اثر تو وہیں ظاہر ہو گیا کیونکہ اس کا یہ قول اس کے کفر کی کھلی شہادت تھی اس واقعہ کو حضرت مسیح موعود نے اپنے ایک اشتہار میں درج کیا ہے اور یہ اشتہار تبلیغ رسالت جلد سوم کے صفحہ [illegible] پر موجود ہے۔

اس واقعہ سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو سچے دل سے حضرت مرزا صاحب کو ان کے دعوے کو قبول کئے بغیر سچا مسلمان جانتا ہو یہاں تک کہ وہ حضرت اقدس کے ایمان پر مباہلہ بھی کرلے۔ اور حضرت اقدس کا فتوے ایسے شخص کے حق میں یہی ہوگا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس کے اسلام میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ پس صحیح مذہب یہی ہے کہ محض انکار دعوے مسیح موعود کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا اور اس کے خلاف کہنے والا ضرور غلطی پر ہے۔

خواتین سے وصول شدہ زیورات کی دوسری فہرست

گزشتہ دسمبر [illegible] میں حضرت امیر نے جماعت کی خواتین سے اپیل فرمائی تھی کہ وہ اس وقت قوم کی دینی ضروریات کے لئے اپنے ان زیورات کو جو گھروں میں عموماً بند پڑے رہتے ہیں انجمن میں بھیجدیں۔ اور اپنی اس قربانی سے اپنی آخرت کا ثواب خریدلیں جو ان زیورات سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ جن بیبیوں کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مال دیا ہے اور وہ اس قسم کی قومی تحریکات سے علیحدہ رہتی ہیں انہیں اپنے آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر غور فرمانا چاہئے اور قرآن پاک کی تعلیم کے اس حصہ پر جہاں دنیا کا مال ایک طرف اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا اور دینی مقصد دوسری طرف ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اور انہیں اختیار دیدیا گیا تھا کہ وہ جس کو چاہیں پسند فرمائیں لیکن انہوں نے دینی مقصد کو ترجیح دیکر دنیا کی آرائش اور ساز وسامان کو چھوڑ دیا تھا۔ اور آج ان کے ان نمونوں کو یاد کرکے ہم لذت اٹھاتے ہیں۔ اور ہمارا دل پکار اٹھتا ہے کہ اس قسم کے کام اور نمونے ہی دنیا میں زندہ رہنے والی چیزیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ جس قدر کام اور مصرف یا آرام کی زندگیاں ہمیں انفراداً اپنے گھروں میں حاصل ہوتی ہیں ان میں سے کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں ہے۔ ہاں اس کے ساتھ جس قدر ہماری توجہ، ہماری قوت، اور مال اللہ کی راہ میں اور قوم کی زندگی میں خرچ ہوتا ہے وہی ہمیشہ باقی رہنے والا اور ہماری بھلائی کا موجب ہے ان چند الفاظ کے ساتھ میں اس تحریک کی دوسری فہرست شکریہ کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ پہلی فہرست، جنوری [illegible] میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱) اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور دو عدد بالیاں (سونا)
(۲) اہلیہ صاحبہ چودھری ظہور احمد صاحب لاہور کلپ (سونا)
(۳) اہلیہ صاحبہ مرزا خدابخش صاحب لاہور انگشتریاں (۲ عدد)
(۴) اہلیہ صاحبہ مولوی محمد رمضان " " (نقد) صہ؍
(۵) اہلیہ صاحبہ چودھری فضل حق صاحب " (") ۵؍
(۶) اہلیہ صاحبہ چودھری عبدالمجید صاحب " (") ۵؍
(۷) اہلیہ صاحبہ ملک لال خاں صاحب (") للعہ
(۸) اہلیہ صاحبہ میاں شمس الدین صاحب جہلم (") ۱۹۵؍
(۹) اہلیہ صاحبہ مرزا جلال احمد صاحب والٹن (") للعہ
(۱۰) اہلیہ صاحبہ بابو عبدالحق صاحب لدھیانہ (") صہ؍
(۱۱) اہلیہ صاحبہ شیخ مولابخش صاحب لائلپور (۵۰) فہ؍
(۱۲) اہلیہ صاحبہ خان صاحب شیخ عبدالواحد صاحب دہلی (نقد) ۹۶۰؍
(۱۳) والدہ صاحبہ ثریا بیگم معرفت چودھری محمد اسمٰعیل صاحب لاہور (نقد) ۱۰۵؍
(۱۴) اہلیہ صاحبہ شیخ رحمت الٰہی صاحب جالندھر ٹھوس کڑے سونے کے دو عدد وزنی ۱۴ تولے ۶ ماشے تھینی
انگشتریاں طلائی وزنی ۸ ماشے
بندے چار عدد طلائی ۱۰ ماشے
مرکیاں دو عدد طلائی ۳ ماشے
(۱۵) اہلیہ صاحبہ شیخ ظہور الحسن صاحب جالندھر شہر ایک ست لڑی طلائی ایک تولہ ۱۱ ماشے
(۱۶) رضیہ بیگم بنت شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد دو آویزے طلائی معہ نگ ۵½ ماشے وزنی۔
(۱۷) اہلیہ صاحبہ شیخ عطا محمد صاحب امرتسر بالے ایک جوڑی طلائی۔ وزنی ۳ تولہ
(۱۸) مرحومہ اہلیہ صاحبہ چودھری غضنفر علی صاحب بدوملہی۔ پہنچیاں دو عدد طلائی معہ دھاگہ وزنی ۴ تولہ ۹ ماشے
(۱۹) اہلیہ صاحبہ حافظ محمد بخش صاحب اوکاڑہ۔ لونگ طلائی ۵ ماشہ
(۲۰) " " " " پھول ایک جوڑی طلائی وزنی ۲ تولہ ایک ماشہ
(۲۱) اہلیہ صاحبہ منشی محمد بخش صاحب چک ۳۵۵ کڑے ایک جوڑا ۳ تولہ
(۲۲) اہلیہ شیخ محمد لطیف صاحب شملہ انگشتری سونا ½ ۵ ماشے
(۲۳) مس ملک غلام سرور صاحب پاراچنار آویزے ایک جوڑہ طلائی ایک تولہ ۳ ماشے

مہربانی فرماکر سلسلہ کی جملہ خواتین اس طرف توجہ فرماکر اس تحریک میں حصہ لیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام

محمد دین جان،
(آنریری افسر تحصیل)

منڈی بہاؤالدین میں تعمیر مسجد کا قضیہ یا مرضیہ

مسلمان اراکین بلدیہ و حکام ضلع کا ناروا طرز عمل

ضلع گجرات میں منڈی بہاؤالدین ایک نیا تعمیر شدہ قصبہ ہے۔ جہاں تجارت، صنعت و حرفت، کارخانجات وغیرہ کی روز افزوں ترقی اس قدر سرعت سے جاری ہے کہ پچھلے دنوں گورنمنٹ نے بازار کے لئے جو جگہ نیلام کی ہے وہ ایک لاکھ روپیہ فی ایکڑ کو فروخت ہوئی۔ یہاں سکھوں کا گوردوارہ۔ سناتن دھرم کا مندر کئی سال سے تعمیر ہے۔ ایک جگہ پر جو سرکاری ہے ہندوؤں نے جبراً قبضہ کر لیا ہے۔ جس کو ہندو ڈپٹی کمشنر دل مٹر بھنڈاری اور میاں لال سنگھ کی عمداً چشم پوشی کے باعث باوجود گورنمنٹ کے سخت احکام کے اب تک اٹھایا نہیں گیا۔ مسلمانوں کو چار سال سے مسٹر کنگ کی تجویز سے مسجد کے لئے ایک احاطہ دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جگہ سرکاری نقشوں اور مطبوعہ خاکوں میں بطور مسجد دکھلائی گئی ہے۔ جس پر اب تک کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ اور جب تک میاں لال سنگھ مستقل ڈپٹی کمشنر نہیں ہوئے۔ اور ان کو ہر ایک ملت و مذہب کے لوگوں کی ہمدردی کی ضرورت تھی وہ بھی اس جگہ کو مسجد کے لئے مخصوص رہنے اور ہندوؤں کے اعتراضات کو فضول بتانے کی رپورٹ کرتے رہے۔ جس دن سے وہ مستقل ہو گئے انصاف سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور مسجد کو یہاں سے اٹھا کر کسی غیر آباد اور دور جگہ تجویز کرنے کے لئے وہ سب سے آگے ہیں۔ کیونکہ اب ان کو کسی قسم کا خطرہ نہیں رہا۔ آریہ سماج کے لئے میاں لال سنگھ نے چار احاطے تجویز کر دیئے۔ سکھوں کے گوردوارہ نے سرکار کو اب تک زمین کی قیمت نہیں دی۔ ان سے اعتراض نہیں کیا گیا۔ لیکن مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ یہاں ہمیشہ باجہ اور فساد کا خطرہ ہے۔ اس لئے ایسی بارونق اور آباد جگہ پر مسجد تعمیر نہیں ہو سکتی مسجد وہاں بنائی جائے جہاں دور دور تک کسی ہندو کا گزر نہ ہو۔ اور جس کے سامنے باجے کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا اس کی پشت کی طرف یہاں روشندان تک بوجہ ادب نہیں بنائے جاتے باجہ سے فساد کا اندیشہ ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات کا خیال ہے کہ مسجد کے متعلق ان سے مسلمانوں کی رجسٹری شدہ جماعت ہی گفتگو کر سکتی ہے۔ اور عوام کو کوئی حق نہیں کہ وہ مسجد کے متعلق صاحب بہادر کی سمع خراشی کرے۔ حالانکہ معمولی سے معمولی ہندو دھرمسالہ کے متعلق اور مسجد کو روکنے کی نئی نئی تجاویز ایجاد کرنے کے لئے ہر وقت میاں لال سنگھ کو بغیر اجازت مل سکتا ہے۔ ہندوؤں کے مندر جو بن چکے ہیں اور گوردوارہ کے متعلق کوئی ایسی شرط نہ تھی۔ منڈی کی کمیٹی میں مسلمانوں کے دو ممبر ہیں ایک ملک محمد دین ایڈیٹر "صوفی" دوسرے چودھری فتح محمد یہ دونوں ہندو ڈپٹی کمشنر کی خوشنودی مزاج کو خدا اور رسولؐ کی اطاعت و احکام سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اور اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے ڈپٹی کمشنر صاحب کو مسلمانوں کے صحیح جذبات سے اطلاع نہیں دیتے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کمیٹی میں ایسے خود غرض اور مطلب پرست برائے نام مسلمان، مسلمانوں کی نیابت کا کونسا حق ادا کر رہے ہیں۔ اہل اسلام کی نمائندگی کا کوئی فرض انہوں نے آج تک ادا نہیں کیا۔ اگر وہ کمزور ہیں اور ان کی آواز کو کوئی نہیں سنتا تو ان کو اپنے استعفے داخل کر کے کمیٹی سے علیحدہ ہو جانا چاہئے تاکہ ہندو ڈپٹی کمشنر اپنی من مانی تجاویز برائے نام نمائندگان سے جن کو وہ غلطی سے مسلمانوں کا نمائندہ سمجھ رہے ہیں تمام امیدیں منقطع ... پر عمل کر سکے۔ اور مسلمان ان سے اپنی امیدوں کا ملجا و ماوی سمجھ رہے ہیں تمام امیدیں منقطع کر کے تعمیر مسجد کے عالی شان کام کو فوراً اپنے ہاتھ میں لیں۔ یہ تمام علاقہ مسلمانوں کا ہے مسلمانوں میں ڈپٹی کمشنر گجرات کی اس بیجا رعایت ... مسلمان ممبران کمیٹی کی مجرمانہ غفلت اور جھوٹ خود غرضانہ خاموشی اور ہندوؤں کے شرانگیز اور جھوٹے پروپیگنڈا سے سخت اضطراب اور بے چینی پھیل رہی ہے۔ ہندوؤں کے مختلف فرقوں کو چار مندروں کے لئے دس احاطہ دیئے جائیں اور مسلمانوں کے مشہور چار فرقوں اہل سنت جماعت، شیعہ، احمدی، اہلحدیث کے لئے چار مسجدوں کے لئے چار احاطے بھی نہ دیئے جائیں۔ اور جو ایک تجویز ہو چکا ہے اس کو بھی ایسی جگہ تبدیل کیا جائے جہاں کوئی مسلمان بوجہ بعد یا دوری جا کر نماز نہ پڑھ سکے۔ اور جس احاطہ کی تجویز کی وجہ سے مسلمانوں جیسی قوم نے محض مسجد کی رونق کی وجہ سے گزشتہ نیلامی میں کئی ہزار روپیہ جمع کر کے دکانیں بھی خریدی ہیں اس کو اب ہندوؤں کے حوالے کر دیا جائے۔ یا نیلام کر کے ہندوؤں کے حوالہ کر دیا جائے مسلمان ایسی ذلت کو ہرگز برداشت نہ کریں گے۔ اگر حکام نے ان کی اس آواز کو نہ سنا تو وہ اس خاص مذہبی کام کو اپنے ہاتھ میں لینگے جس کا علاج بہت مشکل ہوگا۔

(نامہ نگار)

---

۲۳ مئی کا پرچہ

ایڈیٹر کی علالت کی وجہ سے شائع نہ ہو سکا

اس پرچہ ۰ اصفحات پر شائع کیا جا رہا ہے

آئندہ پرچہ بھی معمولی سے زیادہ صفحات پر

شائع کر کے اس کسر کو پورا کر دیا جائے گا

انشاء اللہ تعالے۔

جموں کے مسلمان ملزمین قتل و ڈاکہ بری

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی مساعی جمیلہ

مقدمہ سرکار بنام غلام وغیرہ جس میں بارہ ملزمین کے خلاف قتل و ڈاکہ کا الزام تھا۔ فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ نو ملزمین جو حاضر تھے اور تین مفرور ملزمین کو بری کر دیا گیا۔ دو ملزمین غلام محمد و محمد حسین کی نسبت جج صاحبان نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ اس لئے مقدمہ برائے تصفیہ ہائیکورٹ کو بھیجا گیا۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے مسلمانان جموں کی درخواست پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے جناب مسٹر محمد بخش صاحب میر لیڈر کو بھجوایا گیا تھا۔ میر صاحب موصوف نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اس مقدمہ کی پیروی کی۔ چنانچہ خدا کے فضل و کرم سے سب ملزمین بری کر دئے گئے ہیں۔ ہم اس کامیابی پر میر صاحب موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں۔ جزاہ اللہ خیراً

جن دو ملزمین کا کیس ہائی کورٹ میں پیش ہوا ہے۔ ان کی طرف سے جناب میاں محمد احمد صاحب مظہر ایڈوکیٹ جن کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے مسلمانوں کی قانونی امداد کے لئے سرینگر بھیجا ہوا ہے۔

جو ملزمین بری ہوئے ہیں۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) غلام قادر بٹ (۲) سلیم خان بٹ (۳) اکبر خان (۴) علم خان پٹھوعی (۵) امام دین (۶) دینا (۷) پنجا (۸) میاں عطا محمد (۹) رکھا

اس کے علاوہ تین مفرور ملزمین سائیں درزی۔ فضل غلام و فضل شاہ بھی بری کر دئے گئے ہیں۔ (شمس کاشمیری)

(بقیہ صفحہ ۶)

مگر نا ڑ جاتے ہیں تاڑنے والے۔

شاید میرے مسیحی دوست یہ کہیں کہ کتاب مقدس ہماری ہم اپنے گھر چھاج بنائیں یا چھلنی آپ کو اس سے کیا۔ مگر جب آپ حضرات بار بار قرآن کریم کے منہ آتے ہیں۔ تو ہمارے لئے راہ کھلی ہے کہ دروغ گو کو اس کے گھر تک پہنچا کے چھوڑیں کیا میں امید کروں کہ کوئی مسیحی دوست ٹھنڈے دل سے ان واقعات پر غور کرے گا۔

وما علینا الا البلاغ

احقر عبد اللہ خاں۔ نمبردار۔ چک ۱۶۲۔ لاڑوے

(ضلع لائلپور)

مسیح موعود نمبر

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر جس کے متعلق پہلے بھی اطلاع دی جا چکی ہے کہ آئندہ ۷ جون کو شائع ہوگا۔ مضمون نگار حضرات جلد سے جلد مضمون بھیجکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۲۴ محرم ۱۳۵۱ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۳

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار احمدیہ

ڈلہوزی سے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ کو نمونیہ ہوگیا ہے احباب درد دل سے دعا کریں۔

دینی امتحانات۔ ۱۰ جولائی کے امتحانات دینیہ کے لئے جو کورس تجویز ہوکر ۲۳ اپریل کے اخبار میں مشتہر ہوچکا ہے اس میں حسب ذیل ترمیم کی گئی ہے۔

(۱) مسائل سلسلہ کی کتب میں سے تحریک احمدیت کو اور سیرت و تاریخ کی کتابوں میں سے تاریخ خلافت راشدہ کو فی الحال خارج کیا گیا ہے ان کو دوسرے امتحان میں شامل کیا جائے گا۔

(۲) خواتین کے لئے سلسلہ کی کتاب مسیح موعودؑ کے امتحان میں نزول ابن مریم کے باب سے قبل کے صفحات شامل نہیں ہوں گے۔

(عزیز بخش سکرٹری سب کمیٹی امتحانات)

جھنگ گھیانہ سے خان بہادر میاں غلام رسول صاحب یہ افسوسناک خبر دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ صاحبہ کے بائیں پہلو پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ ہاتھ اور پاؤں کی حرکت جاتی رہی ہے۔ اور زبان پر بھی مرض کا اثر ہے۔ جملہ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ جلد ان کو شفا عطا فرمائے۔

(عزیز بخش)

جرمن ترجمۃ القرآن۔ مولانا صدر الدین صاحب اور ڈاکٹر منصور صاحب جرمن ترجمۃ القرآن کے کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اور خدا کے فضل سے تیسرا پارہ قریب الاختتام ہے۔

ہمارے ایک مخلص دوست منشی عبد الغنی صاحب جو میدہ منڈی لاہور میں کام کرتے ہیں۔ بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ میو ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

سیالکوٹ میں واقعات کربلا پر بحث

مولانا عصمت اللہ صاحب کا اہل تشیع سے دلچسپ مناظرہ

مولانا عصمت اللہ صاحب سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں۔ محرم الحرام کی وجہ سے بعض احباب کی یہ خواہش ہوئی کہ میں اپنے درس میں واقعات کربلا پر کچھ روشنی ڈالوں اور یہ ظاہر کردوں کہ واقعہ کی اصلی صورت کیا ہے۔ جہاں تک میرا ناقص علم تھا میں نے اصلی صورت حال کو دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ سے آئینہ کرکے دکھلا دیا۔ اور تمام جزئیات پر سیر کن بحث کی۔ یہ درس جو تقریر کی صورت اختیار کر گیا تھا نہایت ہی کامیاب رہا اور اس میں اس کثرت سے ہجوم خلائق ہوا کہ لوگوں کو بیٹھنے کے لئے جگہ نہ مل سکی۔ کھڑے ہو ہو کر سنتے رہے۔

عصمت ائمہ اور اہل تشیع

اس ہجوم میں کچھ شیعہ صاحبان بھی شریک تھے انہوں نے مسئلہ عصمت ائمہ پیش کرکے کچھ اعتراض کئے۔ اور میں نے جواب دیئے مگر شیعہ صاحبان یہ چاہتے تھے کہ ایک سیر کن بحث و گفتگو ہوجائے۔ چنانچہ کل مورخہ ۲۱/۵/۳۲ کا درس اس غرض کے لئے مختص کردیا گیا اور سورہ رحمٰن کی چند آیات کا درس دینے کے بعد شیعہ صاحبان کو سوال و جواب کی اجازت دیدی گئی۔ میں نے عصمت ائمہ کے خلاف چند سوالات اٹھائے۔ دو گھنٹہ تک لگاتار گفتگو ہوتی رہی مگر شیعہ بھائی آخر تک ایک سوال کا بھی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ اس درس میں ہجوم خلائق بھی بہت تھا۔ اور دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ الحمد للہ کہ یہ گفتگو نہایت موثر ثابت ہوئی۔ اور حد سے زیادہ کامیاب رہی۔

عصمت ائمہ کے متعلق پہلا سوال

میں نے سب سے پہلے یہ سوال اٹھایا کہ شیعہ نقطہ نگاہ سے اصحاب ثلاثہ کی خلافت برحق نہ تھی اور نہ امیر معاویہ کی خلافت حق پر تھی۔ نہ یزید جائز طور پر وارث خلافت ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ موافقت کی۔ اور ان کی حکومت کو تسلیم فرمایا۔ اور جناب امام حسنؓ نے امیر معاویہ سے مصالحت کی اور حضرت امام حسینؓ نے تلوار اٹھائی۔ خلافت تینوں جگہ ناجائز تھی۔ مگر تینوں اماموں کا فعل ایک ہی قسم کے ناجائز معاملہ میں مختلف ہے۔ ان میں سے کس کا فعل صحیح اور کس کا غلط ہے۔ کسی کا بھی غلط ثابت ہو عصمت قائم نہیں رہ سکے گی۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال یہ تھا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ۔ علامہ یعقوب کلینی کی روایت کے مطابق ارشاد فرماتے ہیں کہ سورہ طٰہٰ کی یہ آیت ولقد عھدنا الیٰ آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزماً اصل میں اس طرح پر نازل ہوئی تھی ولقد عھدنا الیٰ آدم من قبل کلمات فی محمد و علی و فاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتھم فنسی اور قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ واللہ اسی طرح پر نازل ہوئی تھی دیکھو اصول کافی صفحہ ۲۶۳ اب سوال یہ ہے کہ اگر امام کا یہ ارشاد صحیح ہے تو قرآن کریم میں تحریف ہوگئی۔ اور وہ صحیح نہ رہا۔ اور خدا کا یہ ارشاد کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون باطل ہوگیا اور اگر قرآن صحیح ہے اور حفاظت الٰہی حق ہے تو امام کا قول غلط ہوگیا اور وہ معصوم نہ رہا۔

تیسرا سوال

تیسرا سوال یہ تھا کہ حسب تصریح کلینی امام محمد باقر ارشاد فرماتے ہیں کہ آیت ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ دراصل اس طرح پر نازل ہوئی تھی ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ [illegible]

پونچھ میں مکمل ہندو راج

مسلمانانِ پونچھ کی حالت کا درد انگیز مرقع

مسلمانانِ ہند نے پونچھ (کشمیر) کے حالات کو چنداں قابل التفات نہیں سمجھا۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں پونچھ کے مسائل کے متعلق کوئی اضطراب نہیں پایا جاتا۔ اخبارات خاموش ہیں اسلامی مجالس خاموش ہیں اور اب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اس سرزمین کو جسے "بندہ بیراگی" کے مولد ومنشا ہونے کا "شرف" حاصل ہے اپنی قسمت پر چھوڑ دیا ہے۔

گذشتہ ہنگامے کے بعد ہم نے دیکھا کہ سارے علاقے میں مسلمانوں کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ اس وقت تک سینکڑوں مسلمان گرفتار ہو چکے ہیں جن میں اکثر نہایت معزز اور محترم بزرگوار شامل ہیں۔ ہمیں ان مقدمات کے سلسلے میں قطعاً انصاف کی امید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پونچھ کے تمام محکموں پر ہندو قابض ہیں۔

تمام محکموں پر ہندو

راجہ بلدیو سنگھ صاحب آنجہانی کے عہد میں سپرنٹنڈنٹ پولیس مسلمان ہوا کرتا تھا۔ افسر مال مسلمان ہوا کرتا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ کسٹم مسلمان ہوا کرتا تھا۔ تحصیلداروں اور مجسٹریٹوں میں مسلمانوں کی کافی تعداد تھی۔ لیکن اب یہ عالم ہے کہ مسلمانوں کو ان عہدوں سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ یہاں دستور چلا آتا ہے کہ وزارت کے عہدے کو ہندوؤں کی ملکیت نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس عہدے پر کبھی کوئی ہندو مقرر ہوتا تھا اور کبھی کوئی مسلمان لیکن جب راجہ بلدیو سنگھ کا انتقال ہوا ہے۔ وزارت کا عہدہ ہندوؤں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اب دوسرے صیغوں پر نظر ڈالئے تو ہر صیغے کا افسر اعلیٰ ہندو نظر آئے گا۔ چیف جج ہندو ہے۔ افسر مال ہندو ہے۔ افسر جنگلات ہندو ہے۔ انجینئر ہندو ہے۔ چیف میڈیکل افسر اور تمام ڈاکٹر ہندو ہیں۔ کسٹم کا افسر ہندو ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہندو ہے۔ افسر خزانہ ہندو ہے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل ہندو ہے۔ افسر فوج ہندو ہے اور ایک ایسے علاقے میں جس کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۹۶ فی صدی ہے۔ مسلمان ملازمین کا تناسب ۵ فی صدی بھی نہیں۔ لے دے کے دو تحصیلدار ہیں اور ایک مجسٹریٹ مسلمان نظر آتے ہیں۔ ہاں سرکاری اسکول کا ہیڈ ماسٹر مسلمان ہے۔ لیکن اگر اس عہدے پر بھی کسی مڈل فیل ہندو کو مقرر کیا جا سکتا۔ تو بلاتامل مقرر کر دیا جاتا۔ کیونکہ کئی مڈل فیل ہندو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔

کیا مسلمان ہجرت کر کے چلے جائیں؟

جب ہندوؤں کے تسلط و اقتدار کا یہ عالم ہو تو کیونکر یہ توقع کی جا سکتی کہ پونچھ میں مسلمانوں سے انصاف کیا جائے گا۔ مستغیث ہندو، گرفتار کرنے والے کانسٹبل، تھانے دار اور پولیس کے دوسرے افسر ہندو۔ سزا دینے والے مجسٹریٹ ہندو۔ اور تو اور ان کے اہلمد، منشی اور محرر ہندو۔ اپیل کی جائے تو کس کے پاس کی جائے۔ چیف جج ہندو، وزارت چیف جج سے تمام اہلکار ہندو۔ غرض پونچھ میں مکمل ہندو راج ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ وہ اس سرزمین سے ہجرت کر جائیں۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک مرتبہ ہجرت کر چکے ہیں۔ راجہ بلدیو سنگھ کے زمانہ میں توہین قرآن کا واقعہ ہوا تھا تو انہوں نے ہجرت کی تھی۔ اب بھی وہ اس سرزمین کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ سکتے ہیں۔

پونچھ میں ظالمانہ قوانین

پونچھ میں جو ظالمانہ قوانین عرصہ دراز سے رائج ہیں ان کی مثال کشمیر کے کسی دوسرے حصے میں نہیں ملتی۔ اور اکثر قوانین ایسے ہیں جن کی زد صرف مسلمانوں پر پڑتی ہے۔ مثلاً ایک محصول قلی کورس کہلاتا ہے۔ جو تمام کسانوں سے بیگار کے عوض وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان سے بیگار بھی لی جاتی ہے۔ ہندو عملاً اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ایک محصول نکاح خوانی کا ہے جو ہر نکاح پر دولہا کے والدین سے وصول کیا جاتا ہے حالانکہ نکاح کو اسلامی شریعت کے رو سے مذہبی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس پر محصول لگانا مذہبی مداخلت ہے۔ ہندوؤں کے لئے ایسا کوئی قانون نہیں۔ اگر کوئی ہندو مندر کے لئے لکڑی لینا چاہے تو اسے مفت دی جاتی ہے۔ لیکن مسلمان مسجد کے لئے لکڑی خریدنا چاہے تو اس سے زیادہ قیمت وصول کی جاتی ہے۔ ایک اور عجیب قانون یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علاقہ انگریزی سے کوئی چیز لائے تو دو مرتبہ چنگی کا محصول ادا کرنا پڑے گا۔ ایک مرتبہ تو ریاست کشمیر کی حدود میں داخل ہوتے وقت اور دوسری مرتبہ علاقہ پونچھ کی حدود میں ہوتے وقت اس دوہرے محصول کی وجہ سے پونچھ میں اکثر ضروری اشیاء جو دوسرے مقامات سے آتی ہیں بیحد گراں ہیں۔

پونچھ کے مسلمانوں نے بارہا تحقیقاتی کمیشن کا مطالبہ کیا لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ گلینسی کمیشن کے پاس درخواستیں بھیجیں لیکن اس نے بھی پونچھ کے مسائل کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔

(اسلامی اخبارات۔ اسلامی مجالس اور مسلمان رہنماؤں کی خدمت میں التجا کی جاتی ہے کہ خدا کے لئے پونچھ کی جانب توجہ کیجئے ورنہ پونے چار لاکھ مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔

(خاکسار مخدومی چشتی)

نماز کے متعلق ایک انگریز کے تاثرات

ایک انگریز مسٹر ڈبلیو ڈی لیسٹر کیرڈ نے عید اضحیٰ کے موقعہ پر مسجد شاہ جہاں میں مسلمانوں کو نماز عید ادا کرتے دیکھا۔ اور وہ اس نظارہ سے بہت متاثر ہوا۔ مسٹر موصوف اپنے ایک بیان میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس یکجہتی کو دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام مذہب کے اعتبار سے ایک قیمتی مذہب ہے جو عالمگیر امن و امان اور نوع انسانی میں خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا واحد ذریعہ ہے آپ نے مزید فرمایا کہ نماز کے وقت مسلمانوں کی یکجہتی اور صف آرائی ان کی زندگی اور بقا کی ضامن ہے۔ اور وہ قوم کبھی نہیں مر سکتی جس میں عبادت اور تنظیم کی یہ واحد صورت پائی جائے۔

ضروری اعلان

اخبار پیغام صلح اور الگ مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ جملہ احباب کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس اشتہار سے اطلاع دی گئی تھی جس میں آپ نے ہر احمدی کو کھول کر بتا دیا ہے کہ مالی نصرت کے بغیر کسی شخص کا ان سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ سکتا۔ اور یہ مدد ماہوار مستقل رنگ میں ہونی چاہئے۔ ان اعلانات پر بعض دوستوں نے خاص توجہ دی ہے۔ اور بقایا ادا کر کے اپنا چندہ آئندہ باقاعدہ کر دیا ہے جن میں سے خصوصیت سے حسب ذیل دوستوں کے نام شکریہ کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔ ان کے ماسوا باقی جس قدر دوست ابھی تک خاموش ہیں یا جن کے ذمے بقائے ہیں وہ توجہ فرمائیں۔ اور انجمن کا اس چندہ کا قرضہ ادا فرمانے کا انتظام کریں۔ اور آئندہ اس کی ادائیگی میں باقاعدگی اختیار فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) چودھری روشن الدین صاحب ایس۔ ڈی۔ او بٹالہ ۳۰۰ روپیہ بقایا وصول

اس رقم کے لئے چودھری صاحب کی بیگم صاحبہ کا خاص حصہ ہے۔ ان کی سعادت سے اس قدر رقم انجمن کو یکمشت وصول ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو کو اس کا بہترین اجر اپنی جناب سے دے۔

(۲) خان صاحب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب تھانہ سانپلہ ضلع رہتک ۱۱۰ روپیہ بقایا وصول

(۳) مخدوم محمد اشرف صاحب شملہ ۱۰۵ روپیہ بقایا وصول

(۴) چوہدری محمد سعید صاحب معرفت شیخوپورہ ۵۰ " " "

(۵) شیخ محمد حیات صاحب شیخوپورہ ۷۰ روپیہ جرمن مشن اور ۷۰ روپیہ چندہ ماہوار۔ چندہ کا بقایا نہ تھا بلکہ دس روپے کی بجائے بیس روپے مقرر کر کے زائد رقم بھجوائی۔

(۶) چوہدری غضنفر علی صاحب تھانہ ڈگھڑی ۲۰ روپیہ بقایا۔

جن احباب نے از سر نو چندہ دینا شروع فرمایا ہے ان کی تعداد زیادہ ہے ان سب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

محمد دین جان
آنریری افسر تحصیل

جزائر فلپائن میں آریوں کی تبلیغ کا حشر

مسلمانوں اور عیسائیوں کی دیکھا دیکھی ہندوستان کے آریوں کو بھی یہ شوق چرایا کہ ہندوستان سے باہر بھی اور آریہ دھرم کی تبلیغ کی جائے۔ چنانچہ ہندوستان سے کئی ویدک مشنری یورپ روانہ کئے گئے جہاں انہوں نے ویدجیسی مردہ کتاب کو زندہ کرنے اور لوگوں کو ویدک دھرم میں لانے کی کوشش کی۔ خبر نہیں ان مشنری صاحب کی سعی کا کیا نتیجہ نکلا۔ لیکن جزائر فلپائن کے ایک جزیرہ میں کچھ حبشیوں نے پھر سابق چولہ پہن لیا اور جب ان سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے اتنی جلدی کیوں آریہ دھرم ترک کر دیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تھیٹروں میں جس طرح ظریفانہ حرکات سے لوگوں کو خوش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہم نے یہ صرف مذاق کیا تھا جس سے ہم بہت مسرور ہوئے اور خود مشنری صاحب بھی اس امر کو سمجھ گئے تھے کیونکہ چلتے وقت انہوں نے اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا مگر وہ رقم ہم شراب خوری پر پہلے ہی صرف کر چکے تھے۔

لیئے بند سمجھے جائیں۔

نجات کے دروازے

اسلام تو پھر مسیح موعود کا ماننا ہوا نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم کا کیونکہ محض محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ماننا نہ تو کسی شخص کو نجات دلا سکتا ہے اور نہ مسلمان بنا سکتا ہے۔ صرف مسیح موعود کا ماننا ہی ہے جس سے حقیقی طور پر محمد رسول اللہ صلعم کا ماننا وابستہ ہے۔ اور جس سے کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے ورنہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور وہ نجات کے دروازے "بند ہونے" کی وجہ سے جہنمی ہے۔ آپ اگر ان خیالات کے مقابل حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ دیکھینگے جو انہوں نے حقیقۃ الوحی میں درج فرمائے ہیں۔ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کا یہ افترا ہے جو اس نے ہمیں تمام بنجیر مسلمانوں کو کافر اور جہنمی کہنے والا قرار دیا۔ تو آپ کو اپنی غلطی کا علم ہو جائے گا۔

میاں صاحب کا کفر

مکرر عرض ہے کہ کیا عقل و فطرت اسی بات کو چاہتے ہیں کہ خواہ ایک شخص حضرت مسیح موعود پر پورے طور پر ایمان لایا ہو محض میاں صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے فاسق ٹھہرے۔ مکرم سید صاحب! اس طرح اسلام عالمگیر مذہب ثابت ہوگا۔ یا اس کے خلاف۔ اور اگر ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے انکار سے کفر اور فسق لازم آیا تو تسلی فرمائیں دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہے گا۔

مثلاً ایک شخص جو میاں صاحب کا مرید ہو وہ اپنی جماعت کے امیر کے کسی حکم کا انکار کر دے تو آپ وہاں جھٹ سے کہنے لگیں گے۔ چونکہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے امر کی نافرمانی کی اس لئے گویا حضرت خلیفۃ المسیح کی نافرمانی کی اور جس نے خلیفۃ المسیح کی نافرمانی کی اس نے مسیح موعود کی نافرمانی کی۔ اور جس نے حضرت مسیح موعود کی نافرمانی کی اس نے محمد رسول اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے محمد رسول اللہ صلعم کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی لہذا وہ کافر ہو گیا۔

کشتی نوح کی شرائط

افسوس آپ لوگوں نے مذہب فطرت کو کس قدر کمزور اور لچر سمجھ لیا ہے۔ اب آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں وہ خارج از اسلام ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل رہنے کے لئے شرائط مندرجہ کشتی نوح کی پابندی ضروری ہے۔ جس نے ایک کو توڑا وہ مسیح موعود کی جماعت سے خارج ہونے کے ساتھ ہی اسلام سے بھی خارج ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اگر اسی کا نام اسلام ہے تو آپ اپنے اردگرد دیکھ کر بتائیں قادیان میں کس قدر مسلمان باقی رہ جاتے ہیں۔؟

آپ غور فرمائیں کہ جب ایک ہندو یا عیسائی جناب میاں صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو تو اسے کونسا کلمہ پڑھایا جاتا ہے۔ اگر وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہی کلمہ ایک غیر احمدی مبلغ کسی غیر مسلم کو پڑھا کر مسلمان کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ آپ کو ایسا کلمہ بتانا چاہئے جو مسلمان کر سکے۔

کفر دوں کفر

پھر آپ خوب یاد رکھیں کہ اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا ماننا کسی کو مسلمان بنا سکتا ہے۔ تو مسیح موعود کا جان کے خلیفہ ہیں انکار کسی کو کافر نہیں بنا سکتا۔ ہاں تو اپنا اخلاق ضرور ہوگا۔

اور وہ ایسے ہی کافر ہوگا جیسے ایک بے نماز شخص ہوتا ہے یعنی اس کا کفر، کفر دون کفر ہوگا۔ نہ کہ حقیقی کفر۔ سوچنے کی بات ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کہتے ہیں ؎

کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام لے اخی؟

پتہ کی بات

آپ نے ایک بڑے پتہ کی بات لکھی ہے کہ کافر کہنا کوئی گالی تو نہیں صرف ایک امر حق ہے۔ یعنے منکر کو عربی میں کافر کہتے ہیں۔ لیکن کیا آپ یا آپ کے ہمخیال چاہتے ہیں کہ منکر کو مومن کہا جائے؟ نہیں ہرگز نہیں چاہتے۔ کہ منکر اسلام کو مومن کہا جائے۔ مگر آپ بتائیں کہ کیا آپ یا آپ کے ہمخیال چاہتے ہیں کہ جو لوگ منکر اسلام نہیں انہیں کافر کہا جائے؟ اگر نہیں چاہتے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے چالیس کروڑ انسانوں کو جو اسلام کا اقرار کر رہے ہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسلام آخر بموجب ان الدین عند اللہ الاسلام خدا تعالیٰ کا مذہب ہے۔ کسی کے گھر کا تو ہے نہیں کہ جسے چاہا کان سے پکڑ کر "خارج" کر دیا۔ اس سے وہی "خارج" ہو سکتا ہے جو اس کے اصول کا انکار کر دے نہ کہ زید و بکر و عمر کا۔ ہاں فروعات میں سے اکثر وہ باتیں ہیں جن کا انکار قابل مواخذہ ہے مگر ہم اسے کفر نہیں کہہ سکتے۔

کیا کافر کا لفظ گالی نہیں ہے؟

آپ ہی انصاف سے اپنے دل کی شہادت طلب کریں کہ اسلام کا اقرار کرنے والے کے لئے "کافر" کا لفظ گالی ہے یا نہیں۔ یوں تو کافر مومن کو بھی کہا گیا ہے ومن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ۔ مگر کیا آپ پسند کریں گے کہ آپ کی جماعت کے کسی لیڈر کو سب سے بڑا کافر کہا جائے۔ کیونکہ اس نے سب سے بڑھ کر شیطان کا انکار کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ پر ایمان لایا۔ یقیناً آپ اسے اچھا نہیں سمجھینگے۔ بلکہ ناراض ہوں گے ایسے ہی اگر کسی مسلمان کو خواہ لغوی طور پر ہی کافر کیوں نہ کہا جائے۔ اسے ناگوار خاطر گزرے گا۔ کیونکہ وہ اسلام کا اقرار کرتا ہے۔ اور اصطلاح اسلام میں کافر کا لفظ مومن اور مسلم کے مقابل پر ہے۔

تقیہ نہ کریں

آپ میں یہی تو خرابی ہے کہ مسلمانوں کو "منکر" "ناقص الایمان" "اصطلاحی مسلمان" "سیاسی مسلمان" وغیرہ الفاظ کہکر انہیں کافر کہنے سے جھجکتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح موعود کی نبوت کا منکر "کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج" ہے تو بڑی خوشی سے اسے علے الاعلان پیش کیجئے "امر حق" کی تبلیغ میں کسی قسم کا خوف جائز نہیں۔ آپ کوشش فرمائیں کہ آئندہ "الفضل" کے کالموں میں "مسلمانان ہند" اور "مسلمانان پنجاب" وغیرہ کے الفاظ کے بجائے "کفار ہند" "یا کفار پنجاب" یا "ہندوستان کے کافر مسلمان" "او پنجاب کے کافر مسلمان" کے الفاظ استعمال کئے جائیں۔

کاشکہ باب نبوت کے مسدود ہونے کی دلیل مانگنے سے پہلے آپ حضرت مسیح موعود کے اس شعر پر ہی غور فرما لیتے ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

(سید اختر حسین)

(بقیہ صفحہ اول)

اس پر بھی وہی سوال عائد ہوتا ہے۔ فرمایئے قرآن مجید محرف اور صحیح ہے یا امام کا قول۔ اگر قرآن صحیح اور غیر محرف ہے تو امام معصوم نہیں۔

چوتھا سوال

چوتھا سوال یہ تھا کہ جیسا کہ علامہ محمد یعقوب کلینی نے تحریر فرمایا ہے جناب امام حسین ایک منافق کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اسی بنا پر بعض شیعوں نے اعتراضاً دریافت کیا کہ حضور نے منافق کا جنازہ کیوں پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو جنازہ میں اس پر لعنتیں کی تھیں۔ فرمایئے امام کا یہ فعل از روئے شریعت جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو امام معصوم نہ رہا۔

حضرت علی اور اصحاب ثلاثہ

یہ سوالات ایسے تھے کہ شیعہ سائل سر نہ اٹھا سکا بولا تو یہ بولا کہ کیا غم غدیر کے موقعہ پر رسول پاک نے حضرت علی کے متعلق من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ نہ فرمایا تھا میں نے جواباً عرض کیا یونہی سہی۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ علی نے کل غدیر کا مولا ہو کر اصحاب ثلاثہ کی اطاعت کیوں کی اور ان سے کیوں موافقت فرمائی کیا ان کا یہ طریق درست تھا اگر درست تھا تو امام حسین نے کیوں تلوار اٹھائی۔ دونوں میں سے ایک ضرور غیر معصوم ہے۔ کوئی غیر معصوم ثابت ہو مسئلہ عصمت ضرور باطل ہو گیا۔

الغرض اس گفتگو کا پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۵)

انسانوں کا سمندر لہریں لے رہا ہے۔ شیر دل بھی تھوڑی دیر کے لئے جھجک گئے۔ لیکن آنکھ جھپکنے کی دیر تھی کہ نہایت ہی دلیری سے باغ میں کود پڑے اور دائیں بائیں کاٹتے دروازہ پر پہنچکر اسے کھول دیا۔ طوفان باراں کی طرح مسلمان باغ میں چل پڑے بنی حنیفہ اس موت کے باغ میں پنجرے کے شیر دل کی طرح جھنجلاتے تھے۔ مگر ایک نہ بچا۔

طرفین کا نقصان اور اسلام کی فتح

بنی حنیفہ کا نقصان جان بے اندازہ ہوا۔ صرف باغ کے اندر زخمیوں کو چھوڑ کر ۱۲۰۰۰ مردے تھے مسیلمہ کی نعش کشتوں کے ڈھیر کے نیچے سے ملی۔ گو کہ مسلمانوں کو بھی یہ لڑائی بہت مہنگی پڑی۔ ۶۰۰ مہاجر اور اسی قدر انصار شہید ہوئے ان میں ۹۳ صحابہ کرام تھے۔ مگر اس عظیم الشان قربانی سے اسلام خطرے سے نکل گیا۔ اور اس کے بعد اسلامی تاریخ کا وہ شاندار زمانہ شروع ہو گیا۔ جس نے آج تک دنیا کے مورخوں کو تصویر حیرت بنا رکھا ہے۔

کچنر کو ہلاک کرنے والی شخصیت

نیو یارک میں ایک شخص کی گرفتاری

نیویارک ۲۴ مئی۔ یہاں ایک شخص گرفتار ہوا۔ جس کے قبضہ سے ایک ڈائری برآمد ہوئی ہے۔ جس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ وہ شخص جس نے کچنر کو ہلاک کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ گرفتار شدہ شخص ایک سابق جرنلسٹ ہے جو انگلستان کے خلاف جنگ میں حصہ لے چکا ہے۔

بمبئی کا ہولناک فساد ابھی تک جاری ہے

بمبئی ۲۹ مئی۔ باشندگان بمبئی کی مصالحتی کمیٹی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے وارڈ کمیٹیاں مقرر کی ہیں۔ ہر جماعت کے بارسوخ اصحاب کو کہا جائیگا کہ اپنے اپنے حلقوں میں قیام امن کی ذمہ داری لیں۔ بدامنی کے خطرہ پر وارڈ کے لوگ اپنی کمیٹی سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کمیٹیاں صرف ہندو مسلم کمیٹیاں ہی نہیں بلکہ ان میں وارڈوں کے تمام سرکردہ شہری شامل ہیں۔

بدامنی پھیل رہی ہے

بمبئی ۲۹ مئی۔ کل فساد میں ایک شخص ہلاک اور بیس مجروح ہوئے۔ گزشتہ شام پولیس فی الفور کثیر تعداد میں فساد زدہ علاقہ میں پہنچ گئی۔ اور آدھی رات تک امن بحال ہوگیا۔ آج دس بجے شب تک تین اشخاص ہلاک اور بیس زخمی ہونے کی اطلاع ملی ہے بدامنی ان علاقوں میں جہاں تازہ فساد رونما ہو چکا ہے سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ پولیس نہایت غور کے ساتھ صورت حالات کا معائنہ کر رہی ہے۔ بعد کی خبر ہے کہ فوج بھی طلب کر لی گئی ہے۔ مسلح کاریں فساد زدہ حصوں کا گشت کر رہی ہیں۔ پولیس نے کئی موقعوں پر گولی چلائی۔ گولی چلانے کا سبب یہ تھا کہ ہندو مسلمان باہم سنگباری کر رہے تھے اور منتشر ہونے سے انکار کرتے تھے۔ پولیس کی گولی سے کوئی زخمی نہیں ہوا البتہ باہمی فساد و سنگباری سے ۶ اشخاص ہلاک اور ترسیٹھ زخمی ہوئے۔

گورہ فوج پر بوتلوں کی بارش

بمبئی ۳۰ مئی۔ فسادات بمبئی نے آج ایک نرالا پہلو اختیار کر لیا۔ برطانوی فوجی دستے ایک ہجوم کو منتشر کرنے میں مصروف تھے کہ لوگوں نے ان پر سوڈا واٹر کی خالی بوتلوں سے حملہ بولدیا۔ سپاہیوں نے ہجوم کو بندوقوں کے دستوں سے منتشر کر دیا اس سلسلہ میں پانچ اشخاص مجروح ہوگئے۔ سارجنٹ شا جس نے فوجی امداد طلب کی تھی ایک سوڈا واٹر کی بوتل سے خود بھی مجروح ہوگیا۔ آج صبح فساد پھر شروع ہوگیا۔ بلوائیوں نے کرافورڈ مارکیٹ کے قریب عطریات کی ایک دکان کو لوٹنا شروع کر دیا۔ سارجنٹ شا اس علاقہ میں گشت کر رہا تھا اس لئے فوجی امداد طلب کی۔ جب وہ موقعہ پر پہنچی تو سوڈا واٹر کی بوتلوں کی بارش شروع کی گئی۔

عبادتگاہ کو آگ لگادی

ایک عبادت گاہ کو بھی آگ لگا دی گئی۔ لیکن فائر انجن آنے پر اسے بجھا دیا گیا۔ آج صبح سے ایک ہلاک اور تیرہ زخمی ہو چکے ہیں۔ گورہ فوج لاریوں اور ٹیکسیوں میں گشت لگا رہی ہے۔ مسلح کاریں بھی گھومتی دکھائی دے رہی ہیں۔ فسادات کے علاقہ میں بلوائیوں کی گرفتاریاں شروع ہیں۔ دکانیں بند ہیں۔ چند ٹرمیں چل رہی ہیں۔

اس وقت روس میں یونیورسٹی کے پیمانہ پر ۸۸ ٹکنیکل اسکول ہیں۔ اس سے کم درجہ کے اسکولوں کی تعداد ۶۶۳ ہے۔ زراعتی درسگاہوں کی تعداد ۱۲۱۳ تک پہنچ چکی ہے

خبریں

— مسٹر ایڈورڈ فاریر سولیفٹ امریکہ کے ایک کروڑپتی اپنے مکان کی چھٹی منزل کی کھڑکی سے گر پڑے اور ہلاک ہوگئے

— نیویارک ۲۸ مئی جہاز "گریشین" کی غرقابی میں تین ملاح غرق ہوگئے اس جہاز کا بحث گر میں ایک جزیرہ کے قریب ایک اور جہاز کے ساتھ تصادم ہوگیا۔

— پشاور ۲۸ مئی۔ اعلیحضرت محمد نادر شاہ نے ایک فرمان جاری کیا ہے جس میں متعدد سرکاری عمارتیں اور کابل کے عام باغات وزارت تعلیم کے سپرد کر دیئے ہیں نیز فرمان میں کابل میں ایک یونیورسٹی کے قیام کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے۔

— حکومت افغانستان نے کابل کے اندر ایک جدید ہسپتال کھولنے کے لئے دو لاکھ روپیہ کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ کابل کے اس ہسپتال میں تازہ ترین آلات نصب ہوں گے۔ نیز تجویز ہے کہ بعد ازاں اس ہسپتال کو میڈیکل کالج میں تبدیل کر دیا جائے۔

— بنارس ۳۰ مئی۔ سودیشی ڈے کی تقریب پر تقریر کرتے ہوئے پنڈت مالویہ نے فرمایا کہ "ہمیں اپنے ملک کے لئے سامان زیست کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ اور دیگر ممالک سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے۔" اکثر اشخاص نے جن کے [illegible] بھی مختلف تھے۔ اس موقع پر تقریریں کیں پنڈت گووند مالویہ نے جو گزشتہ گول میز کانفرنس کے موقع پر پرائیویٹ سکرٹری کی حیثیت سے اپنے پتا جی کے ہمراہ انگلستان گیا تھا۔ اس نے برطانیہ کی اس تحریک پر روشنی ڈالی کہ "برطانوی مال خریدو" کی تحریک سے انگلستان کو کس قدر فائدہ ہوا ہے۔ جلسہ سے قبل ایک شاندار جلوس نکالا گیا جس میں گاندھی جی کی تصویر اور قومی جھنڈے بھی نظر آ رہے تھے۔ عورتوں کی ایک کثیر تعداد نے جلسہ کی کارروائی میں حصہ لیا۔ پنڈت مالویہ نے بھی ایک سودیشی بازار لگایا۔

— ڈھاکہ ۳۰ مئی۔ سپیشل مجسٹریٹ نے تلیر باغ کے سیاسی ڈاکہ کے مقدمہ میں آج فیصلہ سنا دیا۔ اور جگنناتھ کالج کے ایک طالب علم کو پانچ سال قید بامشقت کی سزا دیدی۔ استغاثہ کا بیان ہے کہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کی رات کو چھروں۔ تلواروں۔ ہتھوڑوں اور بکس کی روشنی سے ایک مسلح گروہ نے تلیر باغ میں ایک مکان کے دروازے توڑ دیئے۔ اور زیورات لیکر بھاگ گئے۔ جب ان کا تعاقب کیا گیا تو مذکورہ صدر ملزم ایک کھائی میں گر گیا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ایک بم برآمد ہوا۔

— معلوم ہوا ہے کہ عدن میں اب یہودیوں اور عربوں کے درمیان کوئی فساد نہیں۔ کاروبار از سر نو پھر جاری ہوگیا ہے۔ فسادات کے دوران میں ۲۰ اشخاص زخمی ہوئے ہلاک کوئی نہ ہوا۔

پہلے ہندوستان کی ڈاک کا تبادلہ کرایہ کے موٹروں کے ذریعہ ہوتا تھا۔ لیکن اب حکومت افغانستان نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ ولایت کابل کے محکمۂ مخابرات نے اس مقصد کیلئے موٹریں خرید لی ہیں۔ اور اب ڈاک کے تبادلہ کا کام انہی سے لیا جائیگا ڈاک کے موٹروں کی آمد و رفت سے افغانستان کا سفر اختیار کرنے والوں کو بھی سہولت ہو جائے گی۔ کرایہ نسبتاً کم اور سفر قابل اعتماد طریقہ سے طے ہوگا۔

حکومت کی طرف سے مسافروں کے لئے حسب ذیل کرایہ کا اعلان کیا گیا ہے۔

کابل سے پشاور تک	۲۰ افغانی (تقریباً چھ روپے کلدار)
کابل سے جلال آباد تک	۱۲ افغانی (تقریباً چار روپے کلدار)
پشاور سے کابل تک	۱۰ کلدار
پشاور سے جلال آباد تک	۵ کلدار

بالشویک حکومت ارادہ کر رہی ہے کہ موجودہ ۱۶ ہزار انجینئروں کی تعداد کو بڑھا کر ساٹھ ہزار کر دی جائے۔ ساٹھ ہزار دیگر ماہرین کو ۹۰ ہزار کر دیا جائے اور ۳۵ ہزار ایسے لوگ پیدا کر دیئے جائیں جو فن زراعت کے استاد ہوں۔

لئے بند سمجھے جائیں۔

نجات کے دروازے

اسلام تو پھر مسیح موعود کا ماننا ہوا نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم کا کیونکہ محض محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ماننا نہ تو کسی شخص کو نجات دلا سکتا ہے اور نہ مسلمان بنا سکتا ہے۔ صرف مسیح موعود کا ماننا ہی ہے جس سے حقیقی طور پر محمد رسول اللہ صلعم کا ماننا وابستہ ہے۔ اور جس سے کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے ورنہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور "نجات کے دروازے" بند ہونے کی وجہ سے جہنمی ہے۔ آپ اگر ان خیالات کے مقابل حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ دیکھینگے جو انہوں نے حقیقۃ الوحی میں درج فرمائے ہیں۔ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کا یہ افترا ہے جو اس نے ہمیں تمام بنجیر مسلمانوں کو کافر اور جہنمی کہنے والا قرار دیا۔ تو آپ کو اپنی غلطی کا علم ہو جائے گا۔

میاں صاحب کا کفر

مکرر عرض ہے کہ کیا عقل و فطرت اسی بات کو چاہتے ہیں کہ خواہ ایک شخص حضرت مسیح موعود پر پورے طور پر ایمان لایا ہو محض میاں صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے فاسق ٹھہرے۔ مکرم سید صاحب! اس طرح اسلام عالمگیر مذہب ثابت ہوگا۔ یا اس کے خلاف۔ اور اگر ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے انکار سے کفر اور فسق لازم آیا تو تسلی فرمائیں دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہے گا۔

مثلاً ایک شخص ہو جو میاں صاحب کا مرید ہو وہ اپنی جماعت کے امیر کے کسی حکم کا انکار کر دے تو آپ وہاں جھٹ کہہ اٹھیں کہ۔ چونکہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے امر کی نافرمانی کی اس لئے گویا حضرت خلیفۃ المسیح کی نافرمانی کی اور جس نے خلیفۃ المسیح کی نافرمانی کی اس نے مسیح موعود کی نافرمانی کی۔ اور جس نے حضرت مسیح موعود کی نافرمانی کی اس نے محمد رسول اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے محمد رسول اللہ صلعم کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی لہذا وہ کافر ہو گیا۔

کشتی نوح کی شرائط

افسوس آپ لوگوں نے مذہب فطرت کو کس قدر کمزور اور لچر سمجھ لیا ہے۔ اب آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں وہ خارج از اسلام ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل رہنے کے لئے شرائط مندرجہ کشتی نوح کی پابندی ضروری ہے۔ جس نے ایک کو توڑا وہ مسیح موعود کی جماعت سے خارج ہونے کے ساتھ ہی اسلام سے بھی خارج ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون اگر اسی کا نام اسلام ہے تو آپ اپنے ارد گرد دیکھ کر بتائیں قادیان میں کس قدر مسلمان باقی رہ جاتے ہیں۔؟

آپ غور فرمائیں کہ جب ایک ہندو یا عیسائی جناب میاں صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو تو اسے کونسا کلمہ پڑھایا جاتا ہے۔ اگر وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہی کلمہ ایک غیر احمدی مبلغ کسی غیر مسلم کو پڑھا کر مسلمان کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ آپ کو ایسا کلمہ بتانا چاہئے جو مسلمان کر سکے۔

کفر دون کفر

پس آپ خوب یاد رکھیں کہ اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا ماننا کسی کو مسلمان بنا سکتا ہے۔ تو مسیح موعود کا جہان کے خلیفہ ہیں انکار کسی کو کافر نہیں بنا سکتا۔ ہاں [illegible] اور وہ ایسے ہی کافر ہوگا جیسے ایک بے نماز شخص ہوتا ہے یعنی اس کا کفر، کفر دون کفر ہوگا۔ نہ کہ حقیقی کفر۔ سوچنے کی بات ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کہتے ہیں ع

کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی؟

پتہ کی بات

آپ نے ایک بڑے پتہ کی بات لکھی ہے کہ کافر کہنا کوئی گالی تو نہیں صرف ایک امر حق ہے۔ یعنے منکر کو عربی میں کافر کہتے ہیں۔ دیکھئے آپ یا آپ کے ہمخیال چاہتے ہیں کہ منکر کو مومن کہا جائے؟ نہیں ہرگز نہیں چاہتے۔ کہ منکر اسلام کو مومن کہا جائے۔ مگر آپ بتائیں کہ کیا آپ یا آپ کے ہمخیال چاہتے ہیں کہ جو لوگ منکر اسلام نہیں انہیں کافر کہا جائے؟ اگر نہیں چاہتے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے چالیس کروڑ نفوس کو جو اسلام کا اقرار کر رہے ہیں کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسلام آخر بموجب ان الدین عند اللہ الاسلام خدا تعالیٰ کا مذہب ہے۔ کسی کے گھر کا تو ہے نہیں کہ جسے چاہا کان سے پکڑ کر "خارج" کر دیا۔ اس سے وہی "خارج" ہو سکتا ہے جو اس کے اصول کا انکار کر دے نہ کہ زید و بکر و عمر کا۔ ہاں فروعات میں سے اکثر وہ باتیں ہیں جن کا انکار قابل مواخذہ ہے مگر ہم اسے کفر نہیں کہہ سکتے

کیا کافر کا لفظ گالی نہیں ہے

آپ ہی انصاف سے اپنے دل کی شہادت طلب کریں کہ اسلام کا اقرار کرنے والے کے لئے "کافر" کا لفظ گالی ہے یا نہیں۔ یوں تو کافر مومن کو بھی کہا گیا ہے ومن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ۔ مگر کیا آپ پسند کریں گے کہ آپ کی جماعت کے کسی لیڈر کو سب سے بڑا کافر کہا جائے۔ کیونکہ اس نے سب سے بڑھکر شیطان کا انکار کیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ پر ایمان لایا۔ یقیناً آپ اسے اچھا نہیں سمجھینگے۔ بلکہ ناراض ہوں گے ایسے ہی اگر کسی مسلمان کو خواہ لغوی طور پر ہی کافر کیوں نہ کہا جائے۔ اسے ناگوار خاطر گزرے گا۔ کیونکہ وہ اسلام کا اقرار کرتا ہے۔ اور اصطلاح اسلام میں کافر کا لفظ مومن اور مسلم کے مقابل پر ہے۔

تقیہ نہ کریں

آپ میں یہی تو خرابی ہے کہ مسلمانوں کو "منکر" "ناقص الایمان" "اصطلاحی مسلمان" "سیاسی مسلمان" وغیرہ الفاظ کہکر انہیں کافر کہنے سے جھجکتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح موعود کی نبوت کا منکر "کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج" ہے تو بڑی خوشی سے اسے علے الاعلان پیش کیجئے "امر حق" کی تبلیغ میں کسی قسم کا خوف جائز نہیں۔ آپ کوشش فرمائیں کہ آئندہ "الفضل" کے کالموں میں "مسلمانان ہند" اور "مسلمانان پنجاب" وغیرہ کے الفاظ کے بجائے "کفار ہند" "یا کفار پنجاب" یا "ہندوستان کے کافر مسلمان" اور "پنجاب کے کافر مسلمان" کے الفاظ استعمال کئے جائیں۔

کاشکہ باب نبوت کے مسدود ہونے کی دلیل مانگنے سے پہلے آپ حضرت مسیح موعود کے اس شعر پر ہی غور فرما لیتے ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

(سید اختر حسین)

(بقیہ صفحہ اول)

اس پر بھی وہی سوال عائد ہوتا ہے۔ فرمایئے قرآن غیر محرف اور صحیح ہے یا امام کا قول۔ اگر قرآن صحیح اور غیر محرف ہے تو امام معصوم نہیں۔

چوتھا سوال

چوتھا سوال یہ تھا کہ جیسا کہ علامہ محمد یعقوب کلینی نے تحریر فرمایا ہے جناب امام حسین ایک منافق کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اسی بنا پر بعض شیعوں نے اعتراضاً دریافت کیا کہ حضور نے منافق کا جنازہ کیوں پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو جنازہ میں اس پر لعنتیں کی تھیں۔ فرمایئے امام کا یہ فعل از روئے شریعت جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو امام معصوم نہ رہا۔

حضرت علی اور اصحاب ثلاثہ

یہ سوالات ایسے پتھر تھے کہ شیعہ سائل سر نہ اٹھا سکا بولا تو یہ بولا کہ کیا غم غدیر کے موقعہ پر رسول پاک نے حضرت علی کے متعلق من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ نہ فرمایا تھا میں نے جواباً عرض کیا یونہی سہی۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ علی نے کل مومنین کا مولا ہو کر اصحاب ثلاثہ کی اطاعت کیوں کی اور ان سے کیوں موافقت فرمائی کیا ان کا یہ طریق درست تھا۔

اگر درست تھا تو امام حسین نے کیوں تلوار اٹھائی۔ دونوں میں سے ایک ضرور غیر معصوم ہے۔ کوئی غیر معصوم ثابت ہو مسئلہ عصمت ضرور باطل ہو گیا۔

الغرض اس گفتگو کا پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۵)

انسانوں کا سمندر لہریں لے رہا ہے۔ شیر دل برہ بھی تھوڑی دیر کے لئے جھجک گئے۔ لیکن آنکھ جھپکنے کی دیر تھی کہ نہایت ہی دلیری سے باغ میں کود پڑے اور دائیں بائیں کاٹتے دروازہ پر پہنچکر اسے کھولدیا۔ طوفان باراں کی طرح مسلمان باغ میں پل پڑے بنی حنیفہ اس موت کے باغ میں پنجرے کے شیروں کی طرح جھنجلاتے تھے۔ مگر ایک نہ بچا۔

طرفین کا نقصان اور اسلام کی فتح

بنی حنیفہ کا نقصان جان بے اندازہ ہوا۔ صرف باغ کے اندر زخمیوں کو چھوڑکر ۱۲۰۰ مردے تھے مسیلمہ کی نعش کشتوں کے ڈھیر کے نیچے سے ملی۔ گو کہ مسلمانوں کو بھی یہ لڑائی بہت مہنگی پڑی۔ ۳۶۰ مہاجر اور اسی قدر انصار شہید ہوئے ان میں ۳۹ صحابہ کرام تھے۔ مگر اس عظیم الشان قربانی سے اسلام خطرے سے نکل گیا۔ اور اس کے بعد اسلامی تاریخ کا وہ شاندار زمانہ شروع ہو گیا۔ جس نے آج تک دنیا کے مورخوں کو تصویر حیرت بنا رکھا ہے۔

کچنر کو ہلاک کرنے والی شخصیت

نیویارک میں ایک شخص کی گرفتاری

نیویارک ۱۴ مئی۔ یہاں ایک شخص گرفتار ہوا۔ جس کے قبضہ سے ایک ڈائری برآمد ہوئی ہے۔ جس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ وہ "شخص جس نے کچنر کو ہلاک کیا"۔ معلوم ہوا ہے کہ گرفتار شدہ شخص ایک سابق جرنلسٹ ہے جو انگلستان کے خلاف جنگ میں حصہ لے چکا ہے۔

بمبئی کا ہولناک فساد

ابھی تک جاری ہے

بمبئی ۲۹ مئی - باشندگان بمبئی کی مصالحتی کمیٹی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے وارڈ کمیٹیاں مقرر کی ہیں - ہر جماعت کے بارسوخ اصحاب کو کہا جائیگا کہ اپنے اپنے حلقوں میں تمام امن کی ذمہ داری لیں - بدامنی کے خطرہ پر وارڈ کے لوگ اپنی کمیٹی سے مدد حاصل کر سکتے ہیں - یہ کمٹیاں صرف ہندو مسلم کمٹیاں ہی نہیں بلکہ ان میں وارڈوں کے تمام سرکردہ شہری شامل ہیں۔

بدامنی پھیل رہی ہے

بمبئی ۲۹ مئی - کل فساد میں ایک شخص ہلاک اور بیس مجروح ہوئے - گزشتہ شام پولیس فی الفور کثیر تعداد میں فساد زدہ علاقہ میں پہنچ گئی - اور آدھی رات تک امن بحال ہوگیا۔ آج دس بجے شب تک تین اشخاص ہلاک اور بیس زخمی ہونے کی اطلاع ملی ہے بدامنی ان علاقوں میں جہاں تازہ فساد رونما ہوا ہے سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے - پولیس نہایت غور کے ساتھ صورت حالات کا معائنہ کر رہی ہے - بعد کی خبر ہے کہ فوج بھی طلب کر لی گئی ہے - مسلح کاریں فساد زدہ حصوں کا گشت کر رہی ہیں - پولیس نے کئی موقعوں پر گولی چلائی - گولی چلانے کا سبب یہ تھا کہ ہندو مسلمان باہم سنگباری کر رہے تھے اور منتشر ہونے سے انکار کرتے تھے - پولیس کی گولی سے کوئی زخمی نہیں ہوا البتہ باہمی فساد و سنگباری سے ۹ اشخاص ہلاک اور ترسیٹھ زخمی ہوئے۔

گورہ فوج پر بوتلوں کی بارش

بمبئی ۳۰ مئی - فسادات بمبئی نے آج ایک نرالا پہلو اختیار کر لیا - برطانوی فوجی دستے ایک ہجوم کو منتشر کرنے میں مصروف تھے کہ لوگوں نے ان پر سوڈا واٹر کی خالی بوتلوں سے حملہ بول دیا۔ سپاہیوں نے ہجوم کو بندوقوں کے دستوں سے منتشر کر دیا اس سلسلہ میں پانچ اشخاص مجروح ہوگئے - سارجنٹ شا جس نے فوجی امداد طلب کی تھی ایک سوڈا واٹر کی بوتل سے خود بھی مجروح ہوگیا - آج صبح فساد پھر شروع ہوگیا - بلوائیوں نے کرافورڈ مارکیٹ کے قریب عطریات کی ایک دکان کو لوٹنا شروع کر دیا - سارجنٹ شا اس علاقہ میں گشت کر رہا تھا اس لئے فوجی امداد طلب کی - جب وہ موقعہ پر پہنچی تو سوڈا واٹر کی بوتلوں کی بارش شروع کی گئی۔

عبادتگاہ کو آگ لگا دی

ایک عبادت گاہ کو بھی آگ لگا دی گئی - لیکن فائر انجن آنے پر اسے بجھا دیا گیا - آج صبح سے ایک ہلاک اور تیرہ زخمی ہوچکے ہیں - گورہ فوج لاریوں اور ٹینکوں میں گشت لگا رہی ہے - مسلح کاریں بھی گھومتی دکھائی دے رہی ہیں - فسادات کے علاقہ میں بلوائیوں کی گرفتاریاں شروع ہیں - دکانیں بند ہیں - چند ٹرامیں چل رہی ہیں۔

[illegible] روس

[illegible] پانچ سو ۸۸ ٹیکنیکل اسکول [illegible] - اس سے [illegible] اسکولوں کی تعداد ۱۶۳ [illegible] زراعتی درسگاہوں کی تعداد [illegible] تک [illegible] ہے

خبریں

— مسٹر ایڈورڈ فارنر سولیفٹ امریکہ کے ایک کروڑپتی اپنے مکان کی چھٹی منزل کی کھڑکی سے گر پڑے اور ہلاک ہوگئے

— نیویارک ۲۸ مئی جہاز "گریشین" کی غرقابی میں تین ملاح غرق ہوگئے اس جہاز کا بحث گہر میں ایک جزیرہ کے قریب ایک اور جہاز کے ساتھ تصادم ہوگیا -

— پشاور ۲۸ مئی - اعلیحضرت محمد نادر شاہ نے ایک فرمان جاری کیا ہے جس میں متعدد سرکاری عمارتیں اور کابل کے عام باغات وزارت تعلیم کے سپرد کر دیئے ہیں نیز فرمان میں کابل میں ایک یونیورسٹی کے قیام کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے -

— حکومت افغانستان نے کابل کے اندر ایک جدید ہسپتال کھولنے کے لئے دو لاکھ روپیہ کی منظوری عطا فرمائی ہے - کابل کے اس ہسپتال میں تازہ ترین آلات نصب ہوں گے - نیز تجویز ہے کہ بعد ازاں اس ہسپتال کو میڈیکل کالج میں تبدیل کر دیا جائے -

— بنارس ۳۰ مئی - سودیشی ڈے کی تقریب پر تقریر کرتے ہوئے پنڈت مالویہ نے فرمایا کہ "ہمیں اپنے ملک کے لئے سامان زیست کا اہتمام کرنا چاہیئے - اور دیگر ممالک سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے - اکثر اشخاص نے جن کے [illegible] عقائد بھی مختلف تھے - اس موقع پر تقریریں کیں پنڈت گووند مالویہ نے جو گزشتہ گول میز کانفرنس کے موقع پر پرائیویٹ سکرٹری کی حیثیت سے اپنے پتاجی کے ہمراہ انگلستان گیا تھا - اس نے برطانیہ کی اس تحریک پر روشنی ڈالی کہ "برطانوی مال خریدو" کی تحریک سے انگلستان کو کس قدر فائدہ ہوا ہے - جلسہ سے قبل ایک شاندار جلوس نکالا گیا جس میں گاندھی جی کی تصویر اور قومی جھنڈے بھی نظر آرہے تھے - عورتوں کی ایک کثیر تعداد نے جلسہ کی کارروائی میں حصہ لیا - پنڈت مالویہ نے بھی ایک سودیشی بازار لگایا -

— ڈھاکہ ۳۰ مئی - سیشن مجسٹریٹ نے تلیرباغ کے سیاسی ڈاکہ کے مقدمہ میں آج فیصلہ سنا دیا - اور جگناتھ کالج کے ایک طالب علم کو پانچ سال قید بامشقت کی سزا دیدی - استغاثہ کا بیان ہے کہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کی رات کو چھروں - تلواروں - ہتھوڑوں اور بجلی کی روشنی سے ایک مسلح گروہ نے تلیرباغ میں ایک مکان کے دروازے توڑ دیئے - اور زیورات لیکر بھاگ گئے - جب ان کا تعاقب کیا گیا تو مذکورہ صدر ملزم ایک کھائی میں گر گیا - اسے گرفتار کر لیا گیا - جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ایک بم برآمد ہوا -

— معلوم ہوا ہے کہ عدن میں اب یہودیوں اور عربوں کے درمیان کوئی فساد نہیں - کاروبار از سر نو پھر جاری ہوگیا ہے - فسادات کے دوران میں ۶۰ اشخاص زخمی ہوئے ہلاک کوئی نہ ہوا -

پہلے ہندوستان کی ڈاک کا تبادلہ کرایہ کے موٹروں کے ذریعہ ہوتا تھا - لیکن اب حکومت افغانستان نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے - ولایت کابل کے محکمہ مخابرات نے اس مقصد کیلئے موٹریں خرید لی ہیں - اب ڈاک کے تبادلہ کا کام انہی سے لیا جائیگا ڈاک کے موٹروں کی آمد و رفت سے افغانستان کا سفر اختیار کرنے والوں کو بھی سہولت ہو جائے گی - کرایہ نسبتاً کم اور سفر قابل اعتماد طریقہ سے طے ہوگا -

حکومت کی طرف سے مسافروں کے لئے حسب ذیل کرایہ کا اعلان کیا گیا ہے -

کابل سے پشاور تک	۳۰ افغانی (تقریباً چھ روپے کلدار)
کابل سے جلال آباد تک	۱۲ افغانی (تقریباً چار روپے کلدار)
پشاور سے کابل تک	۱۰ کلدار
پشاور سے جلال آباد تک	۵ کلدار

بالشویک حکومت ارادہ کر رہی ہے کہ موجودہ ۱۶ ہزار انجینئروں کی تعداد کو بڑھا کر ساٹھ ہزار کر دی جائے - ساٹھ ہزار دیگر ماہرین کو ۹۰ ہزار کر دیا جائے اور ۳۵ ہزار ایسے لوگ پیدا کر دیئے جائیں جو فن زراعت کے استاد ہوں۔

السلام خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا مؤقر آرگن

مسیح موعود نمبر

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جماعت احمدیہ کی علمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
مہبط آخر رسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام است
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۰	لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ جون ۱۹۳۲ء	نمبر ۳۴

منم مسیح بیانگ بلند میگویم

(انتخاب از کلام امام ہمام حضرت مسیح دوراں میرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

عجب مدار اگر خلق سوئے ما بدوند
کہ ہر کجا کہ غنی می بود گدا باشد

گلے کہ روئے خزاں ہمگہے نخواہد دید
بباغِ ماست اگر قسمت رسا باشد

بیامدم کہ در علم و رشد بکشایم
بخاک نیز نمایم کہ در سما باشد

منم مسیح بیانگِ بلند می گویم
منم خلیفہ شاہے کہ بر سما باشد

SA 81.32

خطاب بہ امام زماں

از مولینا محمد عبداللہ خانصاحب سابق پروفیسر عربی مہندرا کالج پٹیالہ

اے زتو انوار نبوت عیاں
وے زتو احکام شریعت رواں

مغز شریعت بحقیقت توئی
مرحلہ پیمائے طریقت توئی!

زندگی عہد رسالت زتست
تازگی روضۂ ملت زتست

گوہر یکتائے مصفا توئی
درّ درخشندہ زکان نبی!

طرفہ معارف ز زبانت عیاں
بحر معانی زبیانت رواں!

شان محمد زجبینت شہود
معجزہا یافت زذاتت وجود

مورد الہام خدائے علیم
مہدی دوران بشان کلیم،

مرسل حق تابع حکم نبی
مجمع اوصاف خفی و جلی

عمدۂ مصداق کلام مبیں
صدرنشین زمن آخریں

نیز لیظہرہ خبرداد باز
غلبۂ دیں را بتو بخشید راز

ذات تو تفسیر بیا آیتا
گرچہ وجودت ہمہ یک آیتا

ذات تو خود معجزۂ احمدی
واضح برہان بصدق نبی

شان رفیع تو ہویدا ازیں
گفت سلامت ختم المرسلیں

حجت حق بھر زمیں آمدی
روشنئ دین متیں آمدی

از پئے امت چو حصار آمدی
درمعرکۂ سخت بکار آمدی

بود تو موعود زرب العباد
رحم الٰہی در رحمت کشاد!

وقت ضرورت چو تقاضا نمود
ذات گرامیت فرستاد زود

کرد ترا عیسیٔ مریم خدا
زیب دہد بود ن مہدی ترا

مہدی و عیسیٰ دو صفات عظیم
نیست کسے با تو دراینہا سہیم

حال ایں ہر دو صفت آمدی
ذات تو شد محو بہ ذات نبی

راستی و صدق و صلاح و سداد
آشتی و صلح و وفا و وداد!!

خشیت حق خدمت دین متیں
ذکر خدا درس کلام مبیں

سادگی و حسن و نماز و دعا
رشد و ہدایت پئے خلق خدا

کثرت سجدات خشوع و خضوع
بہر مہمات الی اللہ رجوع

گریۂ شب سوز و گداز دلی،
درد دعائی ہمہ وارفتگی

جملہ بہ منہاج نبوت زتو
رونق دیں گشت دوبالا ازو

قوم پیادر ہمہ با دجل ریو
راہ مسلمان زدندے چو دیو!

حملہ بر اسلام نمودے غوی
کذب تراشیدہ بہ ذات نبی

غلبۂ تثلیث بطغیاں رسید
سیف ستم بر سرایماں کشید

گشت زمیں تنگ بر اہل زمیں
از دجل و فتنۂ ایں اہل کیں

نیز در طعن بہ اسلام باز
کرد ہنوداں زرہ عجب و ناز

سبّ و شتم چند کہ نشمردہ بہ
جور و ستم چند کہ نسپردہ بہ

جملہ بر اسلام فشاند ندایں
شور برافتاد بعرش بریں

غیرت حق کرد مسلح ترا
بہر وغا ایں ہمہ اہل جفا

خنجر حق تیز زصدق و سداد
نیز دمت قاتل کفار داد

چوں تو بمیدان وغا آمدی
زیب تنت کردہ لباس نبی

قبضۂ شمشیر فشردی بہ شست
جملگی کفار نمودند پشت

جملہ سلاح پیش تو انداختند
تاب بیک حملۂ تو باختند

دفتر اینہاں ہمہ شد گاؤ خورد
باد سفینہ ہمہ اینہاں بہ برد

کار تو ایں کار یداللّٰہی است
دست تو دست اسداللّٰہی است

باکہ خبر نیست باتھم چہ رفت
حملۂ صدقت نہ دماغش شکست

ہست خبردار ازیں کہ دمہ
خائف و ترساں چو شدے دہ بدہ

لطمۂ اخفائے شہادت بخورد
غضب الٰہیش گرفت است و مرد

لیکھوے گستاخ چو از بددلی
کرد زباں باز بطعن نبی

پہلوے او تیر دعایت درید
طائر روحش زجسد بر پرید،

آنچہ بہ جمولی و ڈوئی رسید
جملہ عیان است و ہویدا پدید

باز سفیہ راہ سفاہت روند
لعنت ابدی پے خود می خرند

وقت ہمانست کہ دست دعا
جملہ کشایند بہ رب الورا

کبر و منی ترک کنند عز و ناز!
ساز کنند ساز لعجز و نیاز

توبہ کنند توبہ زگفتار بد
عفو بخواہند زرب الصمد

باز باخلاص غلامت شوند
تاکہ شود رتبت ایشاں بلند

مظہر اسرار محمد توئی!
مطلع انوار محمد توئی!

کشتی نوح است وجودت زحق
ذات تو حق است وظہورت زحق

دست دعا بہر غلامت کشا
تا رہد از نکبت ہر دو سرا

ہست دعایت پئے ایں بندہ بس
بعد ازیں ہیچ ندارم ہوس

تاکہ شود فضل خدایم شمول
گر شود ایں ہدیہ بحضرت قبول

باد سلامت زخدائے وحید
ایدک اللہ بنصر مزید

مجدد وقت کی اسلامی خدمات

وہ کام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرہ سو سال میں کسی سے نہ ہوا!

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ العالی)

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شھیدا۔ وہ خدا ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ گواہ کافی ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا میں بھیجا ہے تا وہ دنیا کو وہ دین سکھلا دیں جو ایک طرف تو ایمان لانے والوں اور متبعین کے لئے ہدایت یعنے دینی و دنیوی منزل مقصود اور کامیابی کے معراج پر پہنچانے والا ہے اور دوسری طرف مخالفوں کے مقابلہ پر وہ دین حق یعنے ایک سچائی ہے جسے کوئی باطل نیست و نابود نہیں کر سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہے کہ وہ اپنے اس رسول کے ذریعہ اس دین کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ اپنے فعل سے اس پر گواہی دیگا گویا واقعات زمانہ اس پر گواہ ٹھیرینگے۔ چنانچہ تاریخ کے اوراق اس پر گواہ ہیں کہ کس قدر کامیابی کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم نے اس دین کو جسے آپ لائے تھے دنیا کو پہنچایا۔ اور جنہوں نے اس کی اتباع کی وہ کس قدر دینی و دنیوی کامیابی کے معراج پر پہنچ گئے اور جنھوں نے اس حق کا مقابلہ کیا وہ کس درجہ خائب و خاسر ہوئے۔ اور اس دین کے مقابلہ میں جو مذہب بھی آیا وہ مغلوب ہوا۔ کیا بلحاظ حجت و براہین کے اور کیا بلحاظ اپنی روحانیت اور اعلیٰ تعلیم و تہذیب کے۔

غلبۂ دین مسیح و مہدی کے زمانہ میں

لیکن چونکہ اسلام ایک مذہب تھا جس کا دامن قیامت تک دراز تھا پس اگرچہ وہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ اپنی تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اور ہدایت کے کل لوازمات اس میں بدرجۂ اولےٰ واتم واکمل موجود تھے۔ لیکن اس کا واسطہ قیامت تک ادیان باطلہ سے پڑنا تھا۔ اور ہر زمانہ میں نئے نئے فلسفہ اور نئے نئے مذاہب سے اس کا مقابلہ ہونا تھا اس لئے ضروری تھا کہ لیظھرہ علی الدین کلہ کا کام آپ صلعم کی امت میں بھی جاری رہتا اور آپ کے متبعین محدثین۔ مجددین۔ علماء ربانی اس خدمت کو ہر زمانہ میں ادا کرتے رہتے۔ اور یہ تمام امت محمدیہ میں مسلّم چلا آتا ہے کہ مسیح و مہدی کے زمانہ میں یہ غلبۂ دین اسلام ادیان باطلہ پر بہت زور دار اور نمایاں طریق پر ہوگا۔ البتہ اکثر لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ تلوار سے یہ غلبہ ہوگا۔ حالانکہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ دین منوانے کے لئے یا غلبہ ظاہر کرنے کے لئے تلوار اٹھانا بے معنی بات ہے بلکہ اس دین کی کمزوری کی دلیل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم بھی فرماتا ہے کہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ تا کہ جو ہلاک ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے زندہ ہو۔ مطلب یہ کہ کسی کو ہلاک کیا جا سکتا ہے تو دلائل و براہین سے اور کوئی زندہ رہ سکتا ہے تو دلائل و براہین سے۔ بس یہ دلائل و براہین ہی ہیں جن سے حقیقی غلبہ اسلام کا مقصود تھا اور رہا ہے اور رہے گا۔

خدا کا پہلوان مذہبی دنگل کے بیچ میں

کس شخص کو اس بات سے انکار ہو سکتا ہے کہ آج مذہبی تحریکوں کا اکھاڑہ جس نمایاں طریق پر ملک ہندوستان ہے وہ دنیا کا کوئی ملک نہیں اور ہندوستان میں پنجاب کے صوبہ نے اس امر میں جس قدر حصہ لیا ہے اور کسی صوبہ نے نہیں لیا یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ یورپ اور امریکہ مذہب کو چھوڑ رہا ہے۔ افریقہ ابھی وحشت سے نہیں نکلا۔ ایشیا میں عرب روم اور شام تک خاموش ہے تو اور کسی کا ذکر ہی کیا ہے یہ واقعات ہیں جن کا انکار کرنا صداقت کا انکار کرنا ہے۔ پھر اسلام کا خادم اگر کوئی اس زمانہ میں پیدا ہو سکتا تھا اور وہ جری اللہ یعنے خدا کے پہلوان کی حیثیت سے اگر اس مذہبی دنگل میں کوئی پارٹ ادا کرنے کے لئے خدا کی مشیت کے نیچے مامور ہو سکتا تھا۔ تو اس کا مولد و مسکن پنجاب ہونا چاہیئے تھا اور ایسا ہی ہوا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا ظہور پنجاب میں خدا کے پہلوان کو عین دنگل کے بیچ میں ثابت کرتا ہے۔

بے نظیر غلبۂ اسلام

ضد اور تعصب اور حسد اور کبر نفس ہمارے مولویوں اور ان کے مقلدین سے جو فتوے چاہے لگوائے لیکن اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ جس کامیابی کے ساتھ حضرت مرزا صاحب نے اس دنگل میں اسلام کو غالب کر کے دکھایا۔ وہ اسلام کی تاریخ میں بعد زمانہ آنحضرت صلعم کے بے نظیر ہے۔ جس کا اعتراف مولوی محمد حسین بٹالوی تک کو کرنا پڑا۔ جنھوں نے بعد میں تکفیر میں بڑا نمایاں پارٹ لیا۔ لیکن ایک حق تھا جو خدا نے اس شخص کے قلم سے لکھوا دیا کہ ایسی کتاب (براہین احمدیہ) اسلام کی تائید اور باطل کی تردید میں تیرہ سو برس میں کوئی نہیں لکھی گئی۔ حضرت مرزا صاحب کے دلائل سے غیر مذاہب کے مقابلہ میں آج اشد ترین مخالف فائدہ اٹھاتے ہیں اور خدا کے شیر کا جھوٹا کھا کر خود شیر پنجاب کہلاتے ہیں جہاں کہیں غیر مذاہب کا مقابلہ سخت اور ناقابل برداشت ہو وہاں اسی پہلوان کے خدام کو دعوت دی جاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ غیر مذاہب پر غلبہ کا سہرا صرف اسی مجدد وقت کے غلاموں کے سر پر بندھتا ہے۔ پنجاب ہو یا ہندوستان ایشیا ہو یا یورپ ہر جگہ اسلام کا غلبہ اسلام کی کامیاب تبلیغ اسی جماعت کے حصہ میں آئی ہے۔ آخر اس حقیقت کا کس طرح انکار کر دیا جائے جلنے والے جلا کریں۔ اور رونے والے روتے رہیں۔ دین کی خدمت کا انعام تو مرزا لے گیا اب خدا سے لڑا کرو۔ موتوا بغیظکم

غلبۂ اسلام مختلف رنگوں میں

اسلام کا غلبہ جس جس طریق سے غیر مذاہب پر حضرت مرزا صاحب نے دکھایا ہے اس کی تفصیل کے لئے تو ایک کتاب چاہیئے۔ بلکہ اجمال کا بھی اخبار متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں یہاں انڈکس کے طور پر چند سرخیاں لکھ دیتا ہوں۔ خدا نے زندگی اور توفیق بخشی تو انشاء اللہ ان سرخیوں کے ماتحت ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے:۔

غیروں سے مقابلہ:۔

(۱) دہریت:۔ آج زمانہ مادہ پرستی اور دہریت کا تھا اس لئے سب سے پہلا کام جو اس زمانہ کے مجدد کا ہونا چاہیئے تھا وہ خدا پر ایمان کا پیدا کرنا تھا۔ اس لئے آپ نے نہ صرف اعلیٰ درجہ کے براہین و دلائل خدا کی ہستی پر تحریر فرمائے بلکہ بطور صاحب حال کے یہ دعوےٰ کیا کہ وہ خدا جو دنیا کی آنکھوں سے مخفی اور نہاں ہے جس کی وجہ سے آج دنیا اس کے انکار پر اتر آئی ہے وہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے۔ اور مجھ سے بولتا اور ہمکلام ہوتا ہے۔ اور دعاؤں کو سنتا اور غیب کی خبریں بتاتا ہے۔ چنانچہ سینکڑوں اخبار غیبیہ کے ذریعہ آپ نے اپنے متبعین کے قلب پر ایمان باللہ کو اس درجہ ثبت کر دیا کہ وہ اس خدا کی خاطر ہر ایک قسم کی قربانیوں کے لئے تیار ہو گئے۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کو آمادہ ہو گئے۔ یہی ایمان باللہ تھا جو مذہب کی روح ہے اور یہ اس موجودہ زمانہ میں قلوب پر اپنا اثر ڈال نہیں سکتا تھا۔ جب تک کوئی شخص خدا سے مکالمہ و مخاطبہ کا مدعی نہ ہوتا اور وہ بطور صاحب حال کے اپنے وجود کو دنیا کے آگے پیش نہ کرے۔ اور یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے اس زمانہ میں عین ضرورت کے مطابق علاج فرمایا۔ اور اس زمانہ کے مجدد کو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے سرفراز فرما کر ثریا پر گئے ہوئے ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا۔ ناشکرے اور احسان ناشناس لوگوں کا سینکڑوں اخبار غیبیہ اور پیشگوئیوں کو پس پشت پھینک کر ایک آدھ متشابہ پیشگوئیوں پر اعتراض کر کے مجدد وقت کے اس کارنامہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا درحقیقت اسلام اور ایمان باللہ کی جڑوں کو کاٹنا ہے۔ مزہ تو جب تھا کہ کوئی اور شخص اسی شان اور دعوے کا پیش کرتے جو تمام ادیان باطلہ کو للکار کر کہتا کہ:۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور اگر پیش نہیں کر سکتے تو پھر علماء اسلام پر جو حق کا اعتراض کرکے کفر کی تائید کرتے۔

(۲) ہندو مذہب - یہ مذہب بت پرستی کا مذہب ہے کے اس قابل ہو گیا تھا کہ عقل انسانی خود اسے رد کر دیتی لیکن اس میں بعض مصلحین کی وجہ سے چند فرقے ایسے اٹھے جن کا رد ضروری تھا۔ مثلاً دیوسماج، برہمو سماج، آریہ سماج، سکھ

(ا) دیوسماج دہریت کا مترادف ہے آپ نے خدا کی ہستی پر دلائل قائم کرکے اس کی جڑ کاٹ دی۔ خدا اگنی ہوتری سے آپ کے مباحثے ہوئے ہیں جن میں آپ نے دین حق کو بفضلہ غالب کرکے دکھایا ہے۔

(ب) برہمو سماج - یہ وحی کے منکر تھے آپ نے وحی الٰہی کی حقیقت اور صداقت پر دلائل و براہین قائم کرکے اور خود الہام کے مدعی بنکر اس مذہب کی بنیاد پر تبر رکھ دیا۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں اس کا رد نہایت اعلیٰ درجہ پر موجود ہے

(ج) آریہ سماج - یہ فرقہ بہت شوخی اور تیزی سے اسلام پر حملہ آور ہوا۔ اور عیسائی پادریوں کی کاسہ لیسی کی وجہ سے اسلام پر اعتراضوں کا ایک طومار لیکر میدان میں آیا۔ آپ نے نہ صرف ان تمام اعتراضات کا کافی و شافی جواب دیا بلکہ اس فرقہ کو ایسا گردن سے پکڑا کہ اس پر موت طاری کر دی۔ خدا کے بارہ میں ان کی معرفت اور عقیدہ پر ایسی سخت نکتہ چینی کی کہ ان کی ساری شیخی بازی خاک میں مل گئی۔ اور مخلوق کے حقوق میں ان کے نیوگ کے مسئلہ کو ایسا طشت از بام کیا کہ انسانی اخلاق نے شرم سے منہ چھپا لیا۔ چنانچہ آریہ سماج کے رد پر متعدد کتابیں تحریر فرمائیں۔

(د) سکھ مذہب پر حجت یوں تمام کی کہ بابا گورو نانک صاحب کو مسلمان ثابت کرکے قصہ ختم کر دیا۔ ڈیرہ بابا نانک کا چولہ صاحب اور گرنتھ صاحب کی پوتھی صاحب کے انکشافات نے حق یہ ہے کہ سکھوں پر حجت تمام کر دی۔

(۳) بدھ مذہب - ابتدا میں اس کی جو بھی شکل ہو لیکن اب اس میں سوائے بت پرستی یا دہریت کے کچھ بھی باقی نہیں حضرت مرزا صاحب نے توحید باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ پر دلائل و براہین قائم کرکے اس مذہب کی جڑیں کاٹ دیں۔ رہ گئی تعلیم کی نرمی سو اس کی نسبت بھی یہ ثابت کر دیا کہ ہر جگہ مسیح یا بدھ کی نرم تعلیم کام نہیں دے سکتی۔ کامل تعلیم وہی ہے جو نرمی اور گرمی یا جمالی و جلالی تعلیم دونوں رنگ اپنے اندر بدرجہ احسن رکھتی ہو جو اس کے موقعہ و محل پر استعمال ہو سکے۔

(۴) مجوسی مذہب - بجائے خود مر چکا ہے۔ اس لئے کسی خاص سعی کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن آپ نے قرآن کے آدم اور ابلیس کے فلسفہ پر روشنی ڈالکر اہرمن کا جو بدی کا خدا تھا ہمیشہ کے لئے قصہ پاک کر دیا۔

(۵) عیسائی مذہب - اس مذہب کا تو بالخصوص ایسا قلع قمع کیا کہ اس سے بڑھکر ممکن نہ تھا۔ کجا مسیح کا زندہ آسمان پر بیٹھنا اور اس کے خدائی معجزات اور کجا اسے دوسرے انسانوں کے برابر لا بٹھانا یہ ایک ہفتخوان تھا جسے اسلام کے اس رستم نے ہی فتح کیا۔ مسیح کو فوت شدہ منوانا اور اس کے معجزات کو دوسرے انبیاء کے معجزات کے حدود کے اندر لے آنا یہ کوئی آسان کام نہ تھا وجہ یہ کہ خود مسلمان اس کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ اس کے خلاف سننا وہ پسند نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ اس معاملہ میں پادریوں سے بڑھکر مولویوں نے مخالفت کی اور مسیح کو بشری حدود کے اندر لانے پر شور مچانے والے سب سے زیادہ مولوی تھے۔ اور پھر قیامت یہ ہوئی کہ خود بھی دعوے کر دیا کہ میں مسیح ابن مریم کا ہمسر ہوں۔ یعنی مسیح ابن مریم بھی میرا جیسا انسان تھا خدا نہ تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

چیں کافرازستم بہ پرستد مسیح را
غیوری خدا السوش کرد ہمسرم

عیسائی ایک طرف تو حضرت مسیح کو خدا مانتے تھے اور دوسری طرف حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر نہایت سیاہ کھینچتے تھے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے جو کمال کیا وہ یہ کیا کہ ایک طرف تو حضرت مسیح کی بشریت ثابت کی اور دوسری طرف محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت اور شان اس قدر اعلیٰ درجہ پر دکھائی کہ یورپ تو خیر خود مسلمانوں کی آنکھوں پر سے بھی پردہ اٹھ گیا اور آنحضرت صلعم کی صحیح معرفت حاصل ہونے پر نظر آ گیا کہ آپ کی وہ بلند شان ہے کہ آپ کی اتباع سے مسیح جیسے مقربین پیدا ہو سکتے ہیں۔ ع

زاں مسیح ناصری شد از دم او بیشمار

(۶) بہائی مذہب - آپ نے قرآن کا کامل کتاب اور کامل شریعت ہونا ثابت کرکے کسی دوسری کتاب یا شریعت کی ضرورت کو باطل کر دیا۔ اور اس طرح بہائی مذہب خود بخود گر گیا۔ قرآن کے جس اصول کو لیا اس کے کامل و اکمل ہونے پر چاند چڑھا دیا۔ جس سے بہتر اصول عقل انسانی تجویز ہی نہیں کر سکتی۔

گھر کی اصلاح

(۱) علمائے ظاہر و باطن - اسلام کے ابتدائی ایام میں اس کی تعلیم ظاہر و باطن دونوں پر مشتمل تھی لیکن مرور ایام سے علمائے ظاہر یا خشک مولوی الگ ہو گئے اور علمائے باطن یا صوفیا کا گروہ الگ ہو گیا۔ اور دونوں میں بڑے بڑے مقابلے ہوتے رہے۔ علمائے ظاہر نے تکفیر کے فتوے تیار رکھے۔ اور کیا کیا نہ کیا۔ اور صوفیا کو علم ظاہر سے یہاں تک نفرت ہوئی کہ موجودہ زمانہ میں تو وہ شریعت کی حدود سے آزاد ہونے پر فخر کرنے لگے۔ حضرت مرزا صاحب نے پھر علم ظاہر و باطن کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور ظاہری شریعت کی پابندی کے ساتھ علم تصوف و معرفت کو ایسا آمیز کیا کہ پھر سلف صالحین کا زمانہ یاد آ گیا۔ اور اسلام اپنی ظاہری و باطنی مکمل صورت میں اپنے پورے حسن و جمال کے ساتھ پیش نظر ہو گیا۔

(۲) مقلد غیر مقلد اور اہل قرآن - ایک طرف مقلدین تھے جو ائمہ مجتہدین کے اقوال کو احادیث و قرآن پر مقدم کرتے تھے۔ دوسری طرف غیر مقلد یا اہل حدیث تھے جو حدیث کو نہ صرف ائمہ مجتہدین کے اقوال پر مقدم کرتے تھے بلکہ قرآن پر بھی مقدم کرنے لگے تھے۔ تیسری طرف چکڑالوی یا اہل قرآن تھے جو سوائے قرآن کے تمام احادیث اور تعامل کو ردی کی ٹوکری میں پھینکتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے جو فیصلہ کیا اس سے بہتر فیصلہ ممکن نہیں آپ نے قرآن کو سب پر مقدم کیا۔ اور احادیث میں اس حصہ کو جو امت کے تعامل میں آ چکا قولی احادیث پر ترجیح دے کر احادیث کو قرآن کے تابع کیا یعنے احادیث کی صداقت کو مانتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی شرط لگا دی کہ حدیث وہی صحیح ہو سکتی ہے جو قرآن کے مطابق ہو جو قرآن کے خلاف ہے وہ رسول اللہ صلعم کی حدیث نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی قول و فعل قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ پھر قرآن و حدیث کو ائمہ مجتہدین کے اقوال پر مقدم کیا۔ اور ائمہ مجتہدین میں کسی خاص امام کے اجتہاد کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ جس امام کا جو اجتہاد معقول ہو اس کے لینے کی ہدایت کی البتہ ائمہ مجتہدین میں امام ابوحنیفہؒ کو ترجیح ضرور دی اس لئے کہ وہ اکثر اجتہاد قرآن سے کرتے ہیں لیکن کسی کو ان کے اجتہاد کا پابند نہیں کیا۔

(۳) شیعہ سنی خارجی - جو خلافت کی بنا پر اسلام کے تین گروہ ہو چکے تھے ان میں سے اہل سنت والجماعت کا مسلک صحیح قرار دیا۔ اور تمام خلفائے اسلام اور ائمہ مجتہدین و معصومین اور بزرگان دین کی عزت کرنی ایمان کا جزو قرار دیا۔

(۴) حنابلہ - معتزلہ - اشاعرہ - علم کلام یا فلسفیانہ رنگ میں جو اسلام میں تین گروہ ہو چکے تھے حنابلہ جو ہر مسئلہ کو ظاہر پر محمول کرتے تھے۔ معتزلہ جو ہر مسئلہ کو باطن پر محمول کرتے تھے۔ اور اشاعرہ جو ہر ایک مسئلہ کی اس کی حالت کے مطابق تشریح کرتے تھے یعنے جہاں ظاہر معنے مراد ہوں وہاں ظاہر معنے لیتے تھے اور جہاں باطنی معنے مراد ہوں وہاں ویسے ہی معنے کرتے تھے آپ نے جس طریق پر اپنے علم کلام کی بنیاد رکھی۔ وہ اشاعرہ کا طریق تھا اور سچ تو یہ ہے کہ بنیاد تو اشاعرہ پر رکھی لیکن ایسی اعلیٰ اور انوکھی طرز میں اپنے علم کلام کو اٹھایا کہ اس کے آگے زمانہ حال کے فلسفہ اور سائنس کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ یہ آپ کا طرز علم کلام ہی جس سے آپ کے علم لدنی کا پتہ چلتا ہے۔ اور حیرت ہوتی ہے کہ ایک گمنام گاؤں کے رہنے والے کے قلم کے سامنے کس طرح یورپ اور امریکہ کا فلسفہ ایک ہیچ یا افتادہ اور پامال شدہ مضمون نظر آتا ہے۔ یہی وہ علم کلام ہے جسے ہاتھ میں لے کر آپ کی جماعت کا ہر فرد مذہبی دنگلوں میں خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں مظفر و منصور نظر آتا ہے۔

(۵) نیچریت کے زہر کو اسلام میں سے خارج کیا۔ یعنے نیچریوں نے جو اسلام کی جڑ پر تبر چلایا تھا اس کا جواب دیا مثلاً ملائکہ کے وجود کا انکار، معجزات انبیا کا انکار۔ دعا کی قبولیت کا انکار۔ وحی کا الفاظ میں نازل ہونے کا انکار آپ نے ان تمام باتوں پر سینکڑوں صفحات حجت و براہین سے مدلل تحریر فرمائے۔ اور ثابت کر دیا کہ اللہ تعالےٰ مقبولوں اور مضطر کی دعاؤں کو سنتا۔ الفاظ میں کلام کرتا۔ اپنے مقبول بندوں کے ہاتھ پر

نشانات و معجزات ظاہر کرتا ہے اور ملائکہ کا وجود برحق ہے بھران چیزوں پر نہ صرف دلائل و براہین قاطع تحریر فرمائے بلکہ خود صاحب حال ہونے کا دعوےٰ کرکے حجت تمام کردی۔ آپ نے دعوےٰ کیا کہ میری دعائیں قبول ہوتیں، مجھ پر خدا کی وحی الفاظ میں نازل ہوتی۔ اور نشانات الٰہیہ کا ظہور میرے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ اور میں نے خود ملائکہ کو دیکھا ہے۔ غرضیکہ ہر طرح حجت تمام کرکے اسلام کی روحانیت کو تباہ ہونے سے بچالیا۔

(۵) **مولویت** کی نا معقولیت سے اسلام کو پاک کیا مثلاً معجزات میں خدائی صفات، نبیوں میں گناہوں کا وجود ختم نبوت میں رخنہ، قرآن میں ناسخ و منسوخ، تلوار سے اسلام کی اشاعت، مسلمانوں کی تکفیر وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے معجزات کو مانتے ہوئے یہ حد ضرور لگادی کہ اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ ایسا نہیں دکھاتا جس سے اس کی صفت الوہیت بشر میں نظر آوے۔ یا قرآن کی بیان کردہ سنت اللہ کے خلاف ہو اور اس طرح معجزات کو بجائے خود ایک علم اور فلسفہ کے رنگ میں اس معقولیت کے ساتھ پیش کیا کہ جس سے کسی عقلمند کو انکار نہیں ہوسکتا عصمت انبیاء پر بڑا زور دیا اور نبیوں کے دامن کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک کیا جس میں مولویوں نے انہیں مبتلا کر رکھا تھا۔ مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کو ممتنع ثابت کرکے ختم نبوت کے رخنہ کو دور کیا قرآن میں جو مولویوں نے ناسخ و منسوخ کا سلسلہ بنا رکھا تھا بلکہ بعض آیات ایسی بھی گھڑ رکھی تھیں جنھیں منسوخ التلاوۃ اور منسوخ التلاوۃ والعمل قرار دے رکھا تھا ان تمام باتوں کو باطل ثابت کرکے قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی جس کی طرف تیرہ سو سال سے علماء کو توجہ نہ ہوئی تھی۔ تلوار سے اشاعت اسلام کو باطل قرار دے کر اسلام پر سے ایک نہایت بدنما داغ کو مٹا دیا خونی مہدی کا عقیدہ کیا مٹا ایک سیاہ داغ مٹ گیا۔ مسلمانوں کی باہمی اتحاد و وحدت کو قائم کرنے کے لئے مسئلہ تکفیر پر بڑا زور دیا۔ اور اصول یہ قائم کیا کہ کسی اہل قبلہ کلمہ گو کو کافر نہ کہو اور جو کسی مسلمان کو کافر کہے اسے عملی طور پر بائیکاٹ کرو۔

(۶) **حفاظت و اشاعت اسلام**۔ آپ نے نہ صرف خود حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے تمام عمر جہاد کیا۔ بلکہ اسی کام کے لئے ایک جماعت بنائی اور اتنا ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں اس خیال کی اشاعت کی کہ اسلام دلائل و براہین سے پھیلے گا۔ اور دنیا میں اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی اس زمانہ میں اشد ضرورت ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس دہریت والحاد کے زمانہ میں اس خیال کو ابتدا میں قابل مضحکہ سمجھا گیا لیکن واقعات زمانہ بتا رہے ہیں کہ اسلام کو دنیا کے جس گوشہ میں بھی اس عَلم کلام کے ساتھ پیش کیا گیا جسے مجدد وقت نے مسلمانوں کے ہاتھ میں دیا ہے۔ اسلام کی کامیابی اور ترقی یقینی نظر آتی ہے۔ آج خود ہندوستان کے مختلف اطراف میں مختلف تبلیغی انجمنیں نظر آتی ہیں وہ کامیاب ہیں یا ناکام اس سے بحث نہیں لیکن اس میں کیا شک ہے کہ یہ مجدد وقت کی تبلیغی سرگرمیوں کی ہی صدائے بازگشت ہیں جس کام کو مسلمان بھول چکے تھے وہ پھر یاد دلایا۔ جس خدمت سے مسلمان دنیا میں سرسبز ہوئے تھے وہی خدمت پھر ان کے سامنے رکھدی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ترقی کی صحیح شاہراہ پر انہیں ڈالدیا۔

وہ کام جو تیرہ سو برس میں نہ ہوا

مذکورہ بالا درجن بھر سرخیاں اس مجدد وقت کے سارے کارناموں پر حاوی تو نہیں ہوسکتیں۔ لیکن ایک ہلکا سا خاکہ میں نے اپنے احباب کے سامنے پیش کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک سرخی ایک مستقل تصنیف کو چاہتی ہے جس کے لئے وقت۔ فرصت۔ علم اور سب سے بڑھکر توفیق الٰہی درکار ہے جو لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ مرزا نے کیا کیا وہ کبھی غور سے دیکھیں تو پتہ لگے کہ وہ کیا جو تیرہ سو برس کے عرصہ میں کسی مجدد نے نہ کیا تھا۔ اور وہ کیا جس سے بہتر خدمت اسلام کی زمانہ موجودہ میں متصور نہیں ہوسکتی۔ لیکن بدقسمتوں نے اس محسن زمانہ اور خادم اسلام کی قدر نہ پہچانی۔ اور نہ سمجھا کہ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

آج

سے دس سال بعد

آپ کے ایک ایک آنے اور ذی استطاعت اصحاب کی صورت میں چار چار آنے اور ایک ایک روپے سے

آپ کی قوم کے ہاتھ میں

۵۰۰۰ روپیہ ہوگا

جس سے آپ قومی بہبود کا کوئی عظیم الشان کام کرسکتے ہیں۔ کوئی مشن قائم کریں یا روزانہ اخبار چلائیں۔ یا کالج بنائیں

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

(محمد علی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی ایک خصوصیت

جماعت احمدیہ کے غور کے قابل

(جناب نبی محمد صاحب نائب ضلعدار شجاع آباد)

تبلیغ کا جوش

مجھے خود حضرت مسیح کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل ہے حضور کا جوش اسلام آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ آپ کے زمانہ میں آپ کی جماعت کے ہر فرد کی یہ خصوصیت اور پہچان تھی کہ ہر جگہ خلوت جلوت دعوت احمدیت اور تبلیغ سلسلہ میں ان کو منہمک دیکھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے ذاتی کام کو بھول جاتے تھے۔ کوچہ بازار میں کھڑے کھڑے گھنٹے گذر جاتے تھے۔ اور مخاطب کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے خبطی اور مجنون کا لقب انہیں دیا جاتا تھا۔ یہ اس عشق کا اثر تھا جو خود بانی سلسلہ میں مستولی تھا اگر کوئی آدمی نہ ملتا تو پھر کتابیں مطالعہ میں رہتیں۔ اور رد دشمن کی نظر زبان پر ہوتی۔ دور سے بعض انگشت نمائی کی جاتی تھی۔ تبلیغ دین ہی احمدیت کا نشان تھا۔ اور یہی ایک چیز ہے جس کی آج بھی ضرورت ہے۔ مردہ رگوں میں پھر بجلی پیدا کرنے والی یہی تبلیغ ہے۔

احمدیت اور اسلام

آج بھی اسلام کا جلال جہاں ظاہر ہوتا ہے اس کے اظہار کرنے والے احمدی ہوتے ہیں۔ ولایت میں پادری بول اٹھے کہ ہندوستان میں اسلام اور ہے اور یہ لوگ [illegible] کرتے ہیں۔ خوبصورت چہرہ اسلام کا دیکھ کر ہم سے یہ سوال کرتے ہیں۔ اب اسلام کون پیش کرتے ہیں ہاں احمدی۔ تو پھر احمدیت اسلام کی بہترین تشریح نہ ہوئی تو کیا ہوئی یہ سچ ہے مسلم احمدی ہے اور احمدی مسلم۔ اسلام احمدیت ہے اور احمدیت اسلام۔

اسلام کیلئے بےچینی پیدا کرنے کی ضرورت

ضرورت اس جنون اور درد اور بے آرامی کی جو دن رات دین کے لئے ہمیں بےچین رکھے۔ وہ جنون موت تک ہمارے ہمراہ رہے۔ اگر ایسا ہو تو ہم اولٰئک ھم الفائزون کا مصداق بنیں گے اور حاصل کرکے یورپ کو ایشیا، افریقہ تک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا غلغلہ پیدا کردیں گے۔

ہر احمدی کا فرض

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور دیکھے کہ آیا وہ رنگ مسیح موعود کا اس میں باقی ہے۔ کیا مطالعہ کتب مسیح موعود۔ اور تبلیغ احمدیت کا جنون دن رات اسے ہے۔ کیا سونے وقت اور پھر اٹھتے وقت اسے یہ خبط احمدیت کا رہا ہے۔ اور درثمین کے اشعار سے دل اندر گلیں کو حاصل لذت دکھاتا ہے۔ کیا سجدہ گاہ نماز میں اپنی چیخوں سے عرش کے کنگروں کو ہلاتا ہے۔ ہاں کیا اسے یاد ہے کہ اسی پاک انسان کے کلام اور شخصیت کے پیش کرنے سے ہی ثریا سے ایمان لایا جاسکتا ہے۔ کیا اسے قوت ارادی ایسی ملی ہے۔ جو اس سے بلال رضی کی طرح مصائب میں الاحد الاحد کی آواز نکلوا سکتی ہے۔ اگر کسی دوست میں یہ جوش نہیں ہے اور مادیت، نفسانیت، اور جوش امنگ کی وجہ سے ان سے تبلیغ کا جنون بہت کم ہوگیا ہے۔ اور چندہ ماہواری میں بھی قبض پاتا ہے اور صحبت احباب سے دور رہتا ہے تو اس دوست کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

مسیح موعود کے زمانہ کی طرف رجوع

ضرورت ہے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کی طرف پھر رجوع کیا جائے۔ اور قال اللہ وقال الرسول کی پکار کو چار دانگ عالم میں پہنچا دیا جائے۔ اور ہر ایک کو حقیقی درد و گداز پیدا کرکے مبلغ بننا چاہیے۔ تب ہم مردوں کو زندہ کرسکیں گے۔ اور مسیح کا نور دنیا میں پھیلا دیں گے۔ اور اسلام کا سکہ یورپ، افریقہ، امریکہ میں بٹھا دیں گے۔ یہ احمدیت کا ہی معیار ہے جو چاہے اسے پرکھ سکتا ہے۔ ؎

من از سہر ردیت گفتم تو خود ہم تنسکرکنی یارے
خرد از پہلوی ردراست ای رانا طوشی رسد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ یکم صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ رجون ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۴

اسلام اور احمدیت
مذہب کی ایک نئی شاندار تصویر

احمدیت کا پیغام جو دراصل اسلام ہی کی وہ اصل تصویر ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے بنی آج دنیا کو ایک نئی چیز معلوم ہوتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی نیا مذہب بنانا چاہا ہے جس کو اسلام سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں۔ حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے اور بانئ احمدیت کی تحریرات اور خیالات کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا صحیح اور اصل فوٹو پیش کرنے کے سوا اور کوئی غرض اور مقصد آپ کے سامنے نہ تھا۔

عشق رسول

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت [illegible] س پاک انسان کو تھا جس دلی درد اور تڑپ کے ساتھ اس نے اسلام کی حالت زار کا نقشہ کھینچا ہے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس عاشقانہ جوشش محبت کا اظہار کیا ہے اس کی نظیر موجودہ زمانہ میں شاید مشکل سے ملے گی۔ وہ اسلام کی دردناک حالت کا ذکر ان درد انگیز الفاظ میں کرتا ہے ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ؎

آتش عشق از دم من ہمچو برقے می جہد
یکطرف اے ہمرہان خام از گرد و جوار

یہ مضمون بجائے خود ایک علیحدہ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے جس پر کسی اشاعت میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ یہاں ان دو شعروں سے کم از کم اتنا پتہ چل جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے دل میں اسلام اور آنحضرت صلعم کا درد و عشق ایک طوفانی سمندر کی طرح جوش مارتا تھا بلکہ اس سے بڑھکر منقولہ بالا الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے یوں کہنا چاہیئے کہ عشق محمد صلعم کی آگ آپ کے ہر تنفس سے اس طرح نکلتی تھی جیسے بجلی کی رو ہے۔ اس شخص کے متعلق یہ کہنا کہ وہ نعوذ باللہ دین اسلام کی تخریب کے لئے پیدا ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو کر کوئی نیا دین بنانا چاہتا ہے۔ پرلے درجہ کی کور باطنی اور حق ناشناسی کا ثبوت دینا ہے۔

اسلام کی موجودہ تصویر

لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو تصویر اسلام کی حضرت مرزا صاحب نے احمدیت کے رنگ میں پیش کی وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ان خیالات اور اس مذہب سے بہت کچھ مختلف ہے جو عام طور پر اس زمانہ میں مسلمانوں میں رائج ہے اسلام کی جو شکل و صورت آج مسلمانوں نے بنا رکھی ہے اس کے بالمقابل احمدیت کا نقشہ جو اسلام کی اس اصل تصویر کو پیش کرتا ہے جو قرون اولے میں تھی ایک بالکل نئی چیز ہے اور اس لئے بعض لوگ یہ خیال کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ایک نیا مذہب مرزا صاحب نے ان کے سامنے رکھا ہے۔ طرح طرح کے خلاف عقل معتقدات اور یہودیوں اور نصرانیوں کے خیالات مسلمانوں کے ایمانیات میں ایسے داخل ہو چکے ہیں کہ گویا وہی اصل دین ہیں اسلام کو انہوں نے ایک ایسا مذہب سمجھ رکھا ہے جس کے منوانے کے لئے تلوار کے سوا اور کوئی چیز کام نہیں دے سکتی۔ اور چونکہ خود اتنی ہمت نہیں رکھتے کہ تلوار پر ہاتھ ڈال سکیں۔ اس لئے ایک ایسے مہدی اور مسیح کے منتظر بیٹھے ہیں۔ جو آسمان سے نازل ہو کر تلوار کے ذریعہ سے دین کو غالب کرے اور اپنے تنفس سے جو ان کے نزدیک کئی کئی ہزار میل تک پہنچ سکتا ہے۔ کفار کو مارتا چلا جائے محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی جو تیرہ سو سال تک برابر کام کرتی چلی آئی اور ہر زمانہ میں آپ کے پیرؤوں میں سے کوئی نہ کوئی ایسا انسان پیدا ہوتا رہا جو دین کو ہر قسم کی خرابیوں اور غلطیوں سے پاک کرتا اور امت مرحومہ کو صراط مستقیم پر قایم کرتا تھا۔ آج زائل شدہ سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ آج مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے اسی امت میں سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی غلام کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور باہر کے ایک اسرائیلی نبی کو اس عظیم الشان کام کا اہل سمجھا جاتا ہے آج وحی والہام کا سلسلہ ایسا ہی منقطع سمجھا جاتا ہے۔ جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ باوجودیکہ حدیث میں صاف ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو نبی نہ ہونے کے باوجود مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف تھے اور اس امت میں بھی ایسے لوگ ہونگے باوجودیکہ گزشتہ تیرہ سو سال میں ہزارہا ایسے اولیا پیدا ہوئے جن کو ملہم من اللہ ہونے کا دعوے تھا اور آج تک ان کے الہامات کو الہامات ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ عام طور پر اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت ایسی خراب ہو چکی تھی کہ الہام کا نام ہی ان کے لئے ایک اچنبھا اور عجیب بات تھی الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا سلسلہ قرب الٰہی کو چاہتا ہے اور یہاں خدا تعالیٰ سے اس قدر بعد ہو چکا تھا کہ بہت سے لوگ دین سے بیزار ہو کر نہ صرف عملاً بلکہ اعتقاداً اسے ترک کر چکے تھے۔ اس لئے الہام کا سلسلہ ان کے لئے ایک غیر ممکن بات ہو گئی۔ اور تو اور علما کا طبقہ بھی شریعت کی چند ظاہری باتوں کو جاننے کے سوا قرآن کے مغز اور حقیقت سے قطعاً بے خبر ہو گیا۔ اسی وجہ سے جب ان سے کوئی سوال ہوتا اور دین کے کسی مسئلہ کی معقولیت کو کوئی شخص جانچنا چاہتا تو ان کی طرف سے کافر کے خطاب اور ڈنڈے کی مار کے سوا کوئی جواب نہ ملتا تھا۔ قرآن کو بجائے اس کے کہ غور اور فکر کے ساتھ وہ پڑھتے اور اس کے مطالب کو اس طریق سے سمجھنے کی کوشش کرتے کہ غیروں کے اعتراضات کا دفعیہ ہو۔ انہوں نے خود ایسے معنے کرنے شروع کر دیئے جن پر سو سو اعتراضات وارد ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ جس آیت کو انہوں نے بظاہر دوسری آیت کے خلاف سمجھا اسے منسوخ قرار دے دیا۔ اور اس طرح سے قرآن کا ایک بڑا حصہ ان کے لئے عملاً بیکار ہو گیا۔ دین کو محض رسمیات کے اندر محدود کر دیا گیا جس میں نماز روزے کے علاوہ تسبیحات و اوراد، قبروں اور خانقاہوں پر چلہ کشی، پیروں اور فقیروں سے مرادیں مانگنا۔ مردوں کی فاتحہ خوانی وغیرہ امور پر بہت زور رہتا۔ اور اب بھی ایک بڑا طبقہ انہی باتوں کو دین و ایمان سمجھتا ہے۔ گروہ اہلحدیث نے ان باتوں سے کنارہ کشی اختیار کی لیکن ان سطحی باتوں کو چھوڑنے کے علاوہ اسلام کی حقیقت کو سمجھنے اور قرآن کے مغز کو تلاش کرنے کی انہوں نے بھی کوشش نہ کی۔ وہی ناسخ و منسوخ کے جھگڑے۔ وہی عیسٰے کا دوبارہ نزول اور تبلیغ دین کے لئے تلوار کی ضرورت ان کے دماغوں پر بھی مسلط رہی۔

"نیا اسلام"

ایسی حالت میں دین کے اس عام نقشے کے بالمقابل مرزا صاحب نے کھڑے ہو کر اگر یہ کہا کہ اسلام ایک ایسا معقول مذہب ہے کہ اسے منوانے کے لئے کسی تلوار کی ضرورت نہیں نہ کسی خونی مہدی اور مسیح کی حاجت ہے بلکہ خود اس کے اندر ایسی خوبیاں اور اس قدر معقولیت پائی جاتی ہے کہ دنیا کے معقول ترین انسان کے سامنے بھی اگر اسے پیش کیا جائے تو اسے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ انہوں نے اگر یہ کہا کہ آج دین کا مقابلہ تلوار کے ساتھ نہیں بلکہ قلم کے ساتھ ہے اس لئے جہاد بالسیف کی آج کوئی ضرورت نہیں

اور نہ کسی ایسے مسیح کی حاجت ہے جو اسرائیلیوں میں سے آکر امت محمدیہ کی نصرت کرے اور تلوار کے ذریعہ سے دین کو پھیلائے بلکہ خود امت محمدیہ میں سے ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو دین کے لئے قلمی جہاد کر سکیں اگر انہوں نے اپنے متعلق یہ فرمایا کہ میں جو مسیحی صفات اپنے اندر لے کر آیا ہوں اور کسی دوسرے سلسلے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ خود رسول اللہ صلعم کے فیضان قدسی کا تربیت یافتہ ہوں۔ ؎

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کا مجدد بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں خدمت دین کے لئے ایک جماعت تیار کروں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے ساتھ الہامات کا سلسلہ جاری ہے جیسے مجھ سے پیشتر اولیاء اللہ کے ساتھ جاری رہا تو یہ بالکل ایسی باتیں تھیں کہ گویا ایک نیا دین ہے۔ حالانکہ اگر غور کرتے تو یہی درحقیقت اصل دین ہے۔ اسی میں اسلام کی عظمت اور فوقیت نظر آتی ہے۔ جو مذہب تلوار کے ذریعہ سے منوایا جائے۔ نہ دین کے ماننے والوں کو اس بات کی حاجت ہو کہ کوئی دوسرا نبی جو سلسلہ محمدیہ سے تعلق نہیں رکھتا ان کی نصرت کے لئے آئے۔ جس مذہب کے پیرو دوں کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شرف مکالمہ تک حاصل نہ ہو اس کی صداقت پر ایمان لانے کے لئے کون عقلمند تیار ہوگا۔ اسلام کا بڑا شرف یہی ہے کہ اس کے اندر ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو جبر و اکراہ کے ساتھ نہیں بلکہ اس کی معقول باتوں اور خوبیوں کو پیش کر کے لوگوں کو اس میں داخل کرتے رہے ہیں۔ اور ان کا ایمان ایمان بالغیب کا رنگ نہیں رکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ان کے اوپر نازل ہوتا ہے اور وہ اس سے باتیں کر کے اس یقین راسخ تک پہنچ جاتے ہیں جس کو حق الیقین کا مرتبہ کہنا چاہیے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس پر غور نہ کیا۔ اور محض نئی باتیں سمجھ کر ان سے انکار کر دیا۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآن کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور دنیا کو پکار کر کہا کہ اگر تم کامیابی اور فلاح چاہتے ہو تو قرآن کی طرف آؤ۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو کہ اسی میں ہر قسم کی دینی اور دنیوی فلاح کا سامان پایا جاتا ہے۔ ناسخ و منسوخ کی تقسیم کو قرآن سے مٹا کر آپ نے دنیائے اسلام کو اس طرف متوجہ کیا کہ آج تمہیں کامیابی اگر حاصل ہو سکتی ہے تو قرآن کو محکم پکڑنے اور اس کے ایک ایک لفظ کو اپنا دین و ایمان بنانے سے ہو سکتی ہے۔ آج اگر مسلمان فتح پا سکتے ہیں تو تسبیح و اوراد کے ذریعے سے نہیں۔ پیروں اور فقیروں کو وسیلہ پکڑنے سے یا قبروں سے مرادیں مانگنے سے نہیں۔ بلکہ قرآن پر عامل ہونے اور اسے دنیا میں پھیلانے اور صلح اور نرمی اور محبت کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض ادا کرنے سے وہ فتحیاب ہو سکتے ہیں۔ وہ یہ ایک ایسی چیز تھی جو مسلمانوں کو بالکل نئی معلوم ہوئی۔ اور صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ عیسائی پادریوں تک نے اس کو "ایک نیا اسلام" قرار دیا۔ چنانچہ زویمر آج تک یہی شور مچا رہا ہے کہ احمدیوں نے جس دین کی اشاعت شروع کر رکھی ہے وہ اصلی اسلام نہیں جو عام مسلمانوں میں پایا جاتا ہے بلکہ ایک نیا اسلام ہے جو انہوں نے موجودہ زمانہ کے علم و تہذیب کی روشنی میں بنایا ہے۔ حالانکہ کہنا یوں چاہیے کہ موجودہ علم و تہذیب نتیجہ ہے اس اسلام کا جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو ملا۔ مسلمان اس اسلام کو آج کھو چکے ہیں ان کے پاس چھلکا ہے جس کے اندر مغز کوئی نہیں۔ مرزا صاحب نے مغز کو نکال کر باہر رکھ دیا۔ اور مسلمانوں کو بلایا کہ آؤ اور اس کی لذت و شیرینی سے خود بھی متمتع ہو اور دنیا جہان کو بھی اس سے لذت آشنا کرو کہ اسی میں تمہاری نصرت و کامیابی کا راز مضمر ہے۔

مسیح موعود پر اعتقاد

بمبئی کا گجراتی اخبار "پرکاش" اپنی ایک تازہ اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"احمدی عالم فاضل ہیں لیکن وہ بھی دوسروں کی مانند ہیں جیسے مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت محمدؐ پر ایمان لانے سے جنت میں نشست مخصوص ہو سکتی ہے۔ یہی اعتقاد احمدی رکھتے ہیں ان کے خیال میں غلام احمد پر اعتقاد لانے سے جنت میں نشست ریزرو ہو سکتی ہے"

ہم حیران ہیں کہ کب اور کس جگہ جماعت احمدیہ یا کسی دوسرے مسلمان نے اس بات کا دعوے کیا کہ محض حضرت مرزا غلام احمد صاحب یا حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم پر ایمان لے آنے سے "انسان کے لئے جنت میں نشست مخصوص ہو سکتی ہے" محض ایمان لے آنا چنداں مفید نہیں جب تک اس کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں۔ قرآن کریم نے بار بار آمنوا وعملوا الصلحٰت والوں کو ہی خوشخبری دی ہے۔ آریہ اخبارات محض اعتراض کرنا جانتے ہیں اور اس بارہ میں ہم افسوس کے ساتھ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بمبئی کا گجراتی "پرکاش" غلط بیانی کرنے میں لاہور کے اردو "پرکاش" سے کسی طرح کم نہیں۔ کسی احمدی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم یا حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لے آنے سے جنت میں نشست مخصوص ہو جاتی ہے۔ جنت اور دوزخ انسان کی دلی کیفیت کا نام ہے اور یہ ان پاک اعمال سے پیدا ہوتی ہے جو احکام الٰہی کی فرمانبرداری اور مخلوق خدا سے حسن سلوک سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ کے راستبازوں اور ماموروں پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کو سچا نہ سمجھنا ان پاک تعلیمات اور نیک رستوں سے محروم رہنا ہے جو جنت کی طرف انسان کو لیجانے والی ہیں۔ اور افسوس کی بات ہے کہ آریہ قوم ہر ایک راستباز کو مفتری علی اللہ قرار دیکر دنیا کو ان کی صدق و سلامتی سے بھری ہوئی تعلیمات سے محروم اور جنت سے دور رکھنے کی کوشش میں مصروف ہے۔

جنت ارضی اور مسیح موعود

"یورپ اور اسلام" کے عنوان سے مولانا عبداللہ شاہ صاحب قادری کا جو مضمون معزز معاصر "سچ" میں ایک مدت سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کی آخری قسط میں مولوی صاحب موصوف نے ان احادیث کو نقل کیا ہے جن میں مسیح موعود کے ان کاموں کا ذکر ہے جو کسر صلیب۔ قتل خنزیر، ترک جزیہ، ہلاکت دجال وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن نہ تو اس بات کی تفصیل بیان کی ہے کہ کسر صلیب اور قتل خنزیر وغیرہ سے کیا مراد ہے۔ اور نہ ہی یہ بتایا ہے کہ نزول مسیح کس رنگ میں ہوگا۔ آیا وہی مسیح ناصری جو بنی اسرائیل میں سے ہیں دوبارہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آئیں گے یا اس امت میں سے کوئی شخص مسیحی صفات کے ساتھ کھڑا ہوگا جب تک تفصیل کے ساتھ ان امور پر روشنی نہ ڈالی جائے اس آسمانی بادشاہت یا جنت ارضی کو پانا محال ہے۔ جو بقول مولوی سید عبداللہ شاہ صاحب مہدی و مسیح کے عہد سعادت عہد سے وابستہ ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ جناب مولانا ان امور پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالیں گے؟

حضرت مسیح موعود اور ابنیت مسیحیت

معاصر "نور افشاں" (مورخہ ۳ر جون) میں میر نقیر اللہ نامی ایک صاحب نے جو اپنے آپ کو "غیر جانبدار مسلمان" کے نام سے پکارتے ہیں ایک طویل مضمون لکھا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کسر صلیب کے بجائے صلیب پرستی کی حمایت کی ہے اس کا ثبوت آپ نے یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب کا الہام ہے۔ "انت منی بمنزلۃ ولدی"

"مرزا صاحب کے اس الہام میں لفظ "ولدی" میں خدا کا بیٹا ہونے کا اقرار ہے۔ کیونکہ بیٹے کی منزلت پر تب ہی ہو سکتا ہے جب خدا کا کوئی بیٹا ہو اور اگر خدا کا کوئی بیٹا ہی نہیں اور یہ عقیدہ کفریہ ہے تو پھر مرزا صاحب کس کی منزلت پر ہوئے؟"

اس دلیل کے کیا کہنے ہیں۔ گویا کسی کو پیار سے بیٹا کہنا جائز نہیں جب تک پہلے سے ایک حقیقی بیٹا موجود نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بچے کو بیٹا کہکر پکارے یا یہ کہے کہ تو مجھے بیٹے کی طرح پیارا ہے تو یہ تب ہی صحیح ہوگا کہ پہلے وہ حقیقی بیٹا بھی رکھتا ہو جس شخص کا کوئی بیٹا نہیں وہ بڑا بوڑھا ہو کر بھی کسی کو بیٹا کہکر نہیں پکار سکتا۔ نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ تو مجھے بیٹے کی طرح پیارا ہے۔ اس دلیل کو ان عیسائی فادرز کی تاریخ میں جنھوں نے تمام عمر تجرد میں بسر کی نمایاں حروف میں لکھنا چاہیئے۔ کیا میر نقیر اللہ صاحب بتائیں گے کہ ان بزرگوں کو باپ کے نام سے کیوں پکارا گیا۔ کیا ان کے تجرد کے باوجود کوئی حقیقی بیٹے بھی پہلے سے موجود تھے۔؟

مسیح موعود کا مرتبہ

انت منی بمنزلۃ ولدی کے یہ معنے کرنا کہ تو میرے حقیقی بیٹے کے مرتبہ پر ہے اپنی عقل و فہم کو جواب دینا ہے۔ اس کے صاف معنے ہیں کہ تو مجھے ایسا پیارا ہے کہ گویا میرا بیٹا ہے انہی معنوں میں مسیح کا دعوے بھی ابن اللہ ہونے کا تھا جس کو عیسائیوں نے حقیقت پر محمول کر لیا۔ حضرت مرزا صاحب نے اسی کی تردید کی اور الہام الٰہی انت منی بمنزلۃ ولدی اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی متابعت سے انسان اس مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے کہ گویا خدا کا بیٹا کہلائے یہ مسیحیت کی حمایت نہیں بلکہ تردید ہے کہ جس مقام کو وہ الوہیت کا درجہ دیتے ہیں وہ اس امت کے افراد کے لئے ولایت کا درجہ رکھتا ہے جیسے مولانا روم فرماتے ہیں ؏ اولیا اطفال حق اند اے پسر!

نبیوں، صدیقوں، شہدا اور صالحین کی معیت

مع الذین انعم اللہ علیہم کا صحیح مفہوم

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

ایک قادیانی دوست نے خاص طور پر یہ فرمایش کی ہے، کہ میں اپنے قلم سے ایک مضمون عنوان بالا پر پیغام صلح کے لئے لکھوں، صرف اس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ چند لفظ لکھتا ہوں، ورنہ اس پر اتنا لکھا جا چکا ہے۔ کہ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں، ہمارے اس دوست کا یہ خیال ہے کہ یہ آیت تو بظاہر چار مقامات کا دروازہ کھولتی ہے یعنی اس کے رو سے ہر اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والا یا نبی بن سکتا ہے یا صدیق یا شہید یا صالح، تو اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ ان میں سے تین کا دروازہ کھلا سمجھا جائے اور چوتھے کا بند

الفاظ آیت

الفاظ آیت یہ ہیں۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا

جس کے اردو معنی دو رائے نہیں ہو سکتیں یعنی ترجمہ یوں ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے، تو وہ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں۔"

دو گروہ

بظاہر یہاں دو گروہوں کا ذکر ہے، ایک یطع اللہ والرسول اور ایک انعم اللہ علیہم یعنی ایک اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے اور ایک وہ جن پر اللہ کا انعام ہوا یعنی صدیق، شہید، صالح اور یہ بات ظاہر بھی ہے، کہ خدا پر ایمان لانے والے موٹے طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں، ایک وہ جن کی زندگیاں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ دوسرے وہ جو اپنے دنیا کے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، اور حتی الوسع احکام الٰہی کی تعمیل بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس آیت میں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالحین کو ایک گروہ قرار دیا ہے کیونکہ گو وہ بلحاظ مراتب الگ الگ ہیں لیکن سب کی زندگیوں کی غرض ایک ہے۔ اللہ کے نام کو دنیا میں پھیلانا اور لوگوں کو خدا کی طرف بلانا۔ تو یہاں یہ فرمایا ہے۔ کہ عام مومنین کہ جو گو اپنے دنیا کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ مگر اللہ اور رسول کے احکام کی اطاعت کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اس کامل گروہ کی رفاقت حاصل ہوگی۔ جن کی زندگیوں کا مقصد ہی اعلائے کلمۃ اللہ ہے، خواہ وہ نبی ہوں یا صدیق یا شہید یا اولیاء

نبیوں اور صدیقوں کی معیت

احادیث نبوی اسی معنی کی مؤید ہیں ترمذی کی روایت میں ہے۔ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء تاجر جو سچ بولتا ہے اور دیانتدار ہے، وہ نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرتے کرتے ایک شخص نبی بن جاتا ہے۔ یا صدیق بن جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ گو وہ کاروبار تو دنیا کا کرتا ہے۔ اور اپنی دنیوی ترقی میں کوشاں رہتا ہے لیکن اگر وہ سچائی اور دیانتداری سے کام کرتا ہے تو اسے بھی صالحین کی معیت حاصل ہو جائے گی۔ اور ایک صحیح حدیث میں ہے۔ کہ نبی صلعم سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا۔ جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے۔ اور ان کے مرتبے کو نہیں پہنچا تو فرمایا المرء مع من احب۔ انسان ان کے ساتھ ہوگا۔ جن سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اور انس کی روایت میں ہے انی احب رسول اللہ صلعم واحب ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما وارجو ان اللہ یبعثنی معہم وان لم اعمل کعملہم۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے ساتھ مبعوث کرے گا۔ گو میں نے ان جیسے عمل نہیں کئے

اصحاب الیمین اور مقربین

علاوہ ازیں خود قرآن کریم میں مومنوں کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک سابق یا مقربین۔ اور ان مقربین میں امت کا ایک گروہ شامل ہے۔ صرف انبیاء نہیں ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین۔ اور ایک اصحاب الیمین اور یہ سابقین یا مقربین کا گروہ وہی ہے جس کو یہاں انعم اللہ علیہم کہا ہے۔ اور دوسرا گروہ اصحاب الیمین کا وہی ہے۔ جس کا من یطع اللہ والرسول میں ذکر ہے۔ بعض جلد باز کہیں گے کہ کیا الذین انعم اللہ علیہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں میں شامل نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے یہ کہا جائے۔ کہ کیا مقربین اصحاب الیمین نہیں ہیں۔ پس اس آیت قرآنی کا صاف، صریح مفہوم جو قرآن کریم کے دوسرے مقامات کے مطابق ہے یہ ہوا کہ ایک گروہ مومنوں کا وہ ہے جو اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ مگر اللہ اور رسول کی اطاعت کو مدنظر رکھتے ہیں اور ایک گروہ مومنوں کا انعم اللہ علیہم میں شامل ہے، جس کی غرض بھی اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ تو اس پہلے گروہ کو بھی دوسرے گروہ کی معیت حاصل ہوگی۔ اور اس معیت کی تصریح خود آیت میں فرما دی وحسن اولئک رفیقا یعنی وہ ان کے رفیق ہوں گے۔

عام مومنین کے لئے بشارت

تو یہ معنی اپنے اندر ایک خوشخبری رکھتے ہیں کہ جو لوگ نبوت کے مقام پر نہیں پہنچے صدیقیت کا کمال انہوں نے حاصل نہیں کیا۔ شہادت کا مقام بلند انہیں میسر نہیں آیا۔ ولایت کے مقام علیٰ تک ان کی رسائی نہیں ہوئی وہ بھی نبیوں صدیقوں، شہیدوں، صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ یہاں نہ نبی بننے کا ذکر ہے نہ صدیق بننے کا نہ شہید بننے کا نہ کوئی خاص دروازہ کھلنے کا۔ صدیق، شہید، ولایت وغیرہ کے مراتب کے حاصل کرنے کا ذکر دوسری جگہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ تو یہ تو واقعی ایک مفہوم ہے۔ جو اپنے اندر ایک حقیقت اور ایک بشارت بھی رکھتا ہے۔ کہ اطاعت کرنے والا گروہ گو نبی نہ ہو مگر نبیوں کے ساتھ ہوگا۔ گو صدیق نہ ہو مگر صدیقوں کے ساتھ ہوگا۔ گو شہید نہ ہو مگر شہیدوں کے ساتھ ہوگا گو ولی نہ ہو مگر ولیوں کے ساتھ ہوگا۔

قادیانی مفہوم اور اس کی لغویت

لیکن ہمارے قادیانی دوست اس سیدھے سادے مفہوم کو جو خود قرآن و حدیث کے مطابق ہے چھوڑ کر اپنی طرف سے کچھ آیت میں بڑھاتے ہیں، اور بڑھا کر بھی مفہوم کچھ نہیں بنتا بڑھاتے تو یوں ہیں کہ من یطع اللہ والرسول کے معنی یوں کرتے ہیں۔ جو لوگ کامل اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں کامل اطاعت کا کوئی ذکر نہیں اور مفہوم پھر بھی نہیں بنتا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک کامل اطاعت سے انسان نبی بن جاتا ہے یا صدیق یا شہید یا ولی تو گویا آیت کا مفہوم یوں ہوا کہ جو لوگ کامل اطاعت کر کے نبی۔ صدیق، شہید، ولی بن جاتے ہیں وہ نبیوں صدیقوں، شہیدوں ولیوں کے ساتھ ہوں گے لہذا ان کا یہ جملہ در دہانند کا مصداق ہے۔ ایک شخص کامل اطاعت کر کے نبی بن گیا۔ وہ نبیوں کے ساتھ ہوگا۔ دوسرا اس سے کمتر اطاعت کر کے صدیق بن گیا۔ وہ صدیقوں کے ساتھ ہوگا تیسرے کی اطاعت میں اور کچھ نقص رہا۔ وہ شہید بنا کر شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ چوتھا۔ جو اس سے بھی کم اطاعت کے مرتبہ پر ہے۔ وہ ولی بن کر ولیوں کے ساتھ ہوگا۔ آیا آیت کا منشا یہ ہے کہ غیر نبی بھی نبیوں کے ساتھ ہوں گے۔ یا یہ کہ نبی نبیوں کے ساتھ ہوں گے۔ اور پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ساری امت ان چار گروہوں پر ہی تقسیم ہے۔ اس امت میں سے کچھ نبی بن جائیں گے کچھ صدیق۔ کچھ شہید۔ کچھ صالح۔ مگر آیا نبیوں صدیقوں، شہیدوں اولیاء کے علاوہ بھی کوئی لوگ ہوں گے یا نہیں۔

واقعات کی مخالفت

پھر یہ معنی واقعات کے بھی خلاف ہیں۔ تو کیا اس لئے کہ کامل اطاعت سے تو صرف نبی بنیں گے۔ اور نبی اس امت میں کوئی ہوا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ تیرہ سو سال تک کسی شخص نے اللہ اور رسول کی کامل اطاعت ہی نہیں کی، وہ لوگ جن کی کامل اطاعت کا اقرار دشمنوں کو بھی ہے۔ کہ جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر اجلہ صحابہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جس نے کامل اطاعت کی ہو۔ اور تمام مجددین اور اولیاء اسی ناقص حالت پر ہی گذر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

مفہوم کو نہ بگاڑو

غرض اس آیت میں ہرگز یہ ذکر نہیں کہ اطاعت اختیار کر کے نبی بنتا ہے۔ یا صدیق یا شہید یا ولی اس میں صرف یہ ذکر ہے اور صاف الفاظ میں ذکر ہے۔ کہ عام مومنین اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کو مقربین اور سابقین کی جن کی زندگیوں کا مقصد واحد اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ رفاقت حاصل ہوگی۔ اور یوں مفہوم کو بگاڑ کر تو عیسائی مسیح کی خدائی، قرآن شریف سے ثابت کرنے کو تیار رہیں۔ اور ہندو تناسخ کا عقیدہ بھی نکالنے کیلئے تیار رہیں، اس کا کوئی علاج نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ کیا پھر اس امت میں صدیق شہید اور ولی بھی نہیں ہوتے تو اس کے لئے دوسرے مقامات کو دیکھو

مجددِ وقت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محبتِ رسولؐ کا بحرِ مواج مسیحِ موعود کے سینہ میں

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

رسول اللہ علیہ وسلم کا عشق و محبت ایک مسلمان کے ایمانیات میں داخل ہے۔ قرآن کریم نے جابجا مختلف پیرایوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کا ذکر کرکے قلوب انسانی میں آپ کے لئے محبت کے جذبات پیدا کئے ہیں اور محبت میں مسلمانوں نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ ہر زمانہ میں آپ کے نام پر جانیں قربان کرنے والوں کی شاندار مثالیں پائی جاتی ہیں۔

صحابہ کا عشق و محبت

خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک صحابہ نے عشق و محبت کا جو نمونہ دکھایا وہ تو ایسا بے نظیر ہے کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال ملنی مشکل ہے آپ کے ایک ایک حکم اور ایک ایک اشارہ پر اپنی گردنیں کٹوا دیں۔ صدیوں کے رسوم و رواج کو بدل دیا۔ جاہلیت کی غیرتوں اور رسموں کو "جان جائے پر آن نہ جائے" کے مصداق ہوتی ہیں آپ کی محبت پر قربان کردیا۔ ایک صحابیہ کو باپ بیٹے بھائی اور خاوند کے شہید ہوجانے پر وہ اضطراب پیدا نہ ہوا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی خبر سے پیدا ہوگیا تھا اور جب آپ کی زندگی کی خبر اسے مل گئی تو اسے اپنی مصیبتیں بھول گئیں اور آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھ کر اسے ٹھنڈک پڑ گئی۔

عشقِ نبوی کی ضرورت

غرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی محبت و عشق کا نمونہ اس درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ مقدس انسان خداتعالیٰ کی طرف سے نور اور ہدایت اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بنکر آتا ہے۔ جب تک اس کے ساتھ محبت اور عشق نہ ہو۔ جب تک اس کی اتباع اور اس کے اشارہ پر چلنا انسان کے ایمان میں داخل نہ ہو اس وقت تک مشکل ہے کہ کوئی شخص اس کی پیشکردہ ہدایات سے فائدہ حاصل کرسکے۔ اپنے محبوب اور معشوق کے لئے انسان سب کچھ گزرتا ہے۔ اس کی ایک ایک حرکت، اور ایک ایک ادا کو اپنے اندر لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لئے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ ارشاد فرمایا ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین کوئی شخص تم میں سے ایمان نہیں لاتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حضرت مسیح موعود کا عشقِ رسولؐ

صحابہ کرام کے بعد بھی تیرہ سو سال کے عرصہ میں بہت سے بڑے بڑے بزرگانِ دین اور باکمال لوگ ہوئے جنھوں نے اپنے عملی نمونہ سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ عشق و محبت کا کھلا ثبوت دیا بعض نے نعتیہ کلام کے ذریعہ سے آپ کے حسن و خوبی کو آشکارا کیا یہ سب کچھ قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔ لیکن آج ہمارے سامنے اس زمانہ کے مجدد نے عشق رسولؐ کا جو نقشہ ہمیں دکھایا ہے جس سوز اور گداز کا پاکیزہ نمونہ پیش کیا ہے۔ اور محبت رسولؐ کا جو چشمہ آپ کے قلب صافی سے پھوٹا ہے اور زبان و کاغذ پر آنے کے بعد عملی رنگ میں اس کی شاخیں جس طرح سے چاروں طرف کو نکلی ہیں۔ اور ہر نیک فطرت انسان کے قلب کی آبیاری اس سے ہوئی ہے اس کی بھی نظیر صحابہ کرام کے بعد تیرہ سو برس میں ملنی مشکل ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذاتی کمالات، محمد رسول اللہ صلعم کا دین محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق غیرت۔ آپ کے دین کی اشاعت کی فکر، بس یہی مرزا صاحب کا رات دن کا وظیفہ اور شغل ہے وفات مسیح کے مسئلہ پر اگر زور ہے تو رسول اللہ صلعم کی عزت کو قایم کرنے کے لئے ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

دعویٰ مسیحیت ہے تو وہ بھی محمد رسول اللہ صلعم ہی کی شان اور علو مرتبت کے اظہار کی خاطر۔ بلکہ صرف اپنی ہی مسیحیت کا ذکر نہیں وہ تو فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کے انفاس قدسی سے بے شمار مسیح بن گئے۔ ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

رسول اللہ صلعم کے لئے غیرت

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو غیرت حضرت مرزا صاحب نے دکھائی ہے وہ اس درجہ کمال پر پہنچی ہوئی ہے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں ہے جہاں کہیں کوئی اعتراض رسول کریم صلعم کے متعلق سننے میں آیا آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ اور چین نہیں آتا تھا جب تک اس کا جواب نہ دے لیں مسیحی معترضین کو جواب دیتے ہوئے ان کے وہ دانت کھٹے کئے کہ وہ الامان پکار اٹھے۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا۔ اور رسول اللہ صلعم کو ہر پہلو سے نہ صرف معصوم ثابت کیا بلکہ آپ کے کمالات کا ذکر کرتے ہوئے اس کے بالمقابل انجیلی یسوع کی غلط کاریوں پر بھی پوری روشنی ڈالی کہ تصویر کے دونوں رخ ان کے سامنے آجائیں مولوی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جناب مسیح کی توہین کی اور اتنا نہیں دیکھتے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا کچھ کہا گیا۔ جس کا ازالہ سوائے اس کے ممکن نہ تھا کہ آپ کی شان اور علو مرتبت کو واضح کرنے کے ساتھ عیسائیوں کو ان کا گھر بھی یاد دلا دیا جاتا یہ تو غیرت کی بات تھی جو رسول اللہ کے متعلق ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہیئے۔ لیکن افسوس کہ مولویوں نے نہ تو خود کوئی غیرت دکھائی اور نہ اس غیرتمند انسان کے طرز عمل کو ہی پسند کیا کاش خود ہی کچھ کرکے دکھاتے اور اپنے عمل کے ساتھ اپنے آپکو محبانِ رسولؐ میں سے ثابت کرتے۔

صداقت رسول کے متعلق دلائل و براہین

صرف الزامی جوابات پر ہی انحصار نہیں رکھا بلکہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دلائل و براہین سے واضح کیا۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ جہاں قرآن کی حقیت پر زبردست دلائل کی حامل ہے وہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بھی دلائل بینہ سے واضح کرتی ہے۔ اور یہ آپ کی ضرورت ہے کہ دشمنان رسول کے بالمقابل تلوار کی پناہ ڈھونڈنے کے بجائے دلائل و براہین کا ایسا زبردست مواد بہم پہنچایا ہے جس کی تردید مشکل ہے یہی درحقیقت وہ تلوار ہے جو دلوں کو گھائل کر دیتی ہے۔ اور چار و ناچار انہیں حق و صداقت کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔

عشق رسولؐ کا اظہار نظم و نثر میں

ظاہر ہے کہ یہ تمام کام اس شخص سے نہیں ہوسکتے جو رسول اللہ صلعم سے بغض و عداوت رکھتا ہو۔ یہ اس شخص کا کام نہیں جس کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عشق و محبت نہ ہو بلکہ اگر اس کلام کو پڑھا جائے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عشق و محبت کا ایک سمندر ہے جو آپ کے سینے کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے ایک آگ ہے جو ذات پاک نبوی کے عشق میں آپ کے سراپا کو جلا رہی ہے نثر اور نظم میں اس قدر عشق و محبت کا اظہار کیا ہے کہ جس سے بڑھکر ممکن نہیں۔ ان تمام ملفوظات کو اگر جمع کیا جائے تو معلوم نہیں کتنی مجلدات تیار ہوں۔ یہاں ہم صرف نمونہ کے طور پر چند اشعار درج کرتے ہیں۔ اور حق پسند مسلمانوں سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن قرار دینا کہاں تک جائز ہے۔ کیا کبھی کسی نے دیکھا کہ کسی دشمن رسول نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا اظہار کیا ہے۔ کیا جس شخص سے دشمنی ہو اس کی تعریف اس جوش محبت کے ساتھ کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت مرزا نے ان اشعار میں کی ہے؛

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا + نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر + لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے + اس پر ہر اک نظر ہے بدرالدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے + میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

کمالات نبوی کا ذکر

آج سے پہلے جس قدر نعتیہ کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھا گیا ہے اس کا زیادہ حصہ وہ ہے جس میں آپ کے ظاہری حسن کی تعریف کی گئی ہے۔ اور آپ کے گیسو اور زلفوں وغیرہ کا اسی رنگ میں ذکر کیا گیا ہے جیسے عام شاعرانہ کلام میں ایک عاشق اپنے معشوق کے متعلق کرتا ہے۔ لیکن مسیح موعود کے کلام میں اس سے بڑھکر آپ کی معنوی خوبیوں اور آپ کے کمالات علمی و روحانی کے حسن و جمال کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

ای کہ در علم و حکمت بے نظیر ؛ زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
آں شراب معرفت دادش خدا ؛ کز شعاعش خیرہ شد ہر اخترے
شد عیاں از وے علی وجہ الاتم ؛ جوہر انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال ؛ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

پھر فرماتے ہیں:-

احمد آخر زماں کز نور او ! ؛ شد دل مردم زخور تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال ؛ وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ ؛ در دلش پر از معارف کوثرے
بر حق داماں ز غیرت بر فشاند ؛ ثانی اش نیست در بحر و برے

عشق و محبت کا بحر مواج

مخلوق خدا کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوز و گداز کا ذکر کرتے ہوئے کس عاشقانہ پیرائے میں لکھتے ہیں۔

کس چہ میداند کرا زاں نالہ ہا باشد خبر
کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کنج غار
کشتۂ قوم و فدائے خلق و قربان جہاں
نے بجسم خویش میلش نے بہ نفس خویش کار
نعرہ ہا پر درد میزد از پئے خلق خدا
شد تضرع کار او پیش خدا لیل و نہار

عشق و محبت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:-

تا بمن نور رسول پاک را بنمودہ اند
عشق او در دل ہمے جوشد چو آب از آبشار
آتش عشق از دم من ہمچو برقے مے جہد
یکطرف اے ہمدمان خام از گرد و جوار

کون سلیم العقل اس بات کا دعوےٰ کرسکتا ہے کہ عشق و محبت کا یہ بحر مواج ایک ایسے دل سے نکلا ہے جو در حقیقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عناد سے بھرا ہوا ہو کس صحیح المزاج انسان کے منہ سے یہ نکل سکتا ہے کہ یہ آتش عشق محض ظاہری بناوٹ ہے۔ اور حضرت مرزا کا دل ان جذبات سے خالی ہے جن کا ذکر اشعار بالا میں کیا گیا ہے آہ کاش اگر دل کی آنکھ نہ تھی تو ظاہری آنکھوں سے ہی اس کلام کو پڑھ لیا جاتا اور دلا شقاوت قلبیہ کے ارشادیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کے دل کا اندازہ لگایا جاتا تو آپ کی صداقت کے اعتراف میں کوئی چارہ نہ تھا۔

ایک اور نعتیہ کلام

نعتیہ اور عاشقانہ کلام تو اور بھی بہت ہے لیکن بسبب عدم گنجائش صرف ذیل کے چند اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے جن سے حضرت مرزا صاحب کا رسول اللہ صلعم کے ساتھ دلی عشق و محبت اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

عجب نوریست در جان محمدؐ ؛ عجب لعلیست در کان محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف ؛ کہ گردد از محبان محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستی نفس ؛ بیا در ذیل مستان محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ؛ بشو از دل ثنا خوان محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ؛ محمدؐ ہست برہان محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم ؛ نثار روئے تابان محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند ؛ نتابم رو ز ایوان محمدؐ
دگر استاد را نامے ندانم ؛ کہ خواندم در دبستان محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ ؛ نباشد نیز شایان محمدؐ

کیا یہ عاشق زار کا کلام ہے یا دشمن کا؟

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ پاک کلام ایک عاشق زار کے سوا کسی دوسرے کے منہ سے نکل سکتا ہے؟ کلام کا زور اور جذب و کشش بتا رہا ہے کہ یہ ایک محب صادق کا دلی جوش ہے۔ جو الفاظ کی صورت میں دوسروں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اگر یہ منافقت اور رسولؐ کی دشمنی کا نتیجہ ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کی وہ غیرت جو رسول اللہ صلعم کے لئے آپ نے ظاہر کی محض ایک بناوٹی چیز ہے تو خدا کے لئے یہ بھی بتا دو کہ عشق و محبت رسول کس چیز کا نام ہے؟ کیا پائجاموں کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا؟ کیا رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا؟ خدا کے بندو! اتنا تو سوچو کہ تم ان چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں پڑ کر رسول اللہ صلعم کی شان اور عزت کو بلند کر رہے ہو یا حضرت مرزاؑ نے اپنے بناوٹی عشق و محبت کے اظہار اور عملی نمونہ سے آپ کی عزت کو بلند کیا ہے؟ خدا کے لئے غور کرو اگر کفر اسی بات کا نام ہے تو صدق و ایمان دنیا میں کہاں ہے؟

کوچۂ احمدؑ

ہے میرے لئے کوچۂ فردوس سے بڑھکر
لاہور کی بستی میں جو احمد کی گلی ہے
دائم ہیں شگفتہ وہاں گلہائے محبت
ہر خار وہاں کا مجھے جنت کی کلی ہے
ذرات وہاں بارش عرفاں ہے برستی
اور ضیا بار وہاں نور خدائے ازلی ہے
قائم ہے وہاں صل علیٰ مجلس احمد
اور زیب وہ صدر محمد و علی ہے
جا پہنچونگا پھر کوچۂ احمد میں حسن میں
گر فضل خدا سے مری تقدیر بھلی ہے

(حسن)

جن

احباب کا چندہ مئی میں ختم ہو چکا ہے وہ جلد بذریعہ منی آرڈر اخبار کا سالانہ چندہ بھیجکر مشکور فرمائیں (مینیجر)

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال

یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ کی اہلیہ محترمہ ۴ جون ۳۲ء کو ڈلہوزی میں نمونیہ سے انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی لاش اسی دن رات کے نو بجے بذریعہ لاری لاہور پہنچائی گئی۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ اور جناب ڈاکٹر صاحب مکرم بھی دس بجے کی گاڑی میں لاہور تشریف لے آئے۔ احباب پہلے سے جمع تھے اسی وقت جنازہ کو قبرستان لیجاکر دفن کیا گیا۔

مرحومہ نیکدل، خوش اخلاق اور طبقہ نسوان میں ملنسار خاتون تھیں جس کی وجہ سے ان کی موت عام طور پر بہت بڑے صدمہ کا موجب ہوئی ہے ڈاکٹر صاحب کو اس پیرانہ سالی میں جو نقصان پہنچا ہے وہ بہت بڑا ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ مرحومہ کی موت کی خبر سنتے ہی ان کے بہت سے عزیز و اقارب مختلف اطراف سے دوسرے دن لاہور آ گئے۔

ڈاکٹر صاحب مکرم اور حضرت امیر ایدہ اللہ ۵ جون کی رات کو واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے۔

ہمیں اس صدمۂ جانکاہ میں جناب ڈاکٹر صاحب مکرم، حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر تمام لواحقین سے ہمیں دلی ہمدردی ہے صدق دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ملفوظات مسیح موعود

قرب و رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ

حضرت مسیح موعود کی وصیت احباب جماعت کو

ذیل میں حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر مندرجہ در "الوصیت" کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جو امید ہے کہ احباب کے لئے خاص دلچسپی اور فوائد کا موجب ہوگا (مدیر)

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے

بندوں کو دین واحد

پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو۔ سب میرے بعد مل کر کام کرو۔ اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے

رُوح القدس سے حصہ لو

کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو۔ جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کے قریب آجاؤ۔ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کریگا۔ اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیگا۔

خدا کی رضا

کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے۔ جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لوگے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے۔ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ

تقویٰ ایک ایسا درخت ہے

جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے۔ تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے۔ اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو

دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی

رکھتا ہے۔ اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرّہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو۔ تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا۔ بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے

نفس سے درحقیقت مرجاؤ گے

تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا۔ جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائیگی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے۔ اور تعلق کو نہیں توڑو گے۔ بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے۔ تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ

تم خدا کی ایک خاص قوم

ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشا کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو۔ تا کہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ

قرب پانے کا میدان خالی

ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پائیں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا

تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو

جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ

ابتلاؤں کا آنا

بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کریگا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچا دیگی اور اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی۔ وہ

فتح یاب ہوں گے

اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق اور بزدلی سے آلودہ نہیں۔ اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

مسیحا اے مرے پیارے مسیحا

(از مولانا مرتضیٰ خانصاحب بی اے انسپکٹر مدارس بانگرول)

تمنا لکھتا ہوں فخر اولیا کی — بروز مصطفےٰ صل علیٰ کی
بشر کیا کر سکے توصیف اس کی — خدا نے عرش پر اس کی ثنا کی
مسیحا بن کے آیا وہ خدا سے — ہمارے درد کی اس نے دوا کی
گھٹایا زور کفر و شرک عصیاں — بڑھائی شان دین مصطفےٰ کی
کیا اک مار میں کسر صلیبا — یہ جرات دیکھنا مرد خدا کی
ضلالت میں پڑی تھی قوم غفلی — ہدایت کی اسے راہ خدا کی
کیا توحید سے آگاہ اس کو — بتائیں خوبیاں خیر الورےٰ کی
رہے کی ملت عیسیِ مریم — سلامی تا قیامت میرزا کی
کہا کا فر کسے اے تیرہ بختو! — جفا کی ظالمو! تم نے جفا کی
لیا عقل و فراست سے نہ کچھ کام — نہ فرمان خدا کی کچھ حیا کی
خدا نے صاف قرآں میں کہا ہے، — یقیناً ابن مریم نے قضا کی
بتائے حامی دین نصاریٰ — میں تیری بات مانوں یا خدا کی
مسیحا اے مرے پیارے مسیحا — مجھے ہے آرزو تیرے لقا کی
رہا میں مبتلائے سوز فرقت — یہ شمع عمر بس یونہی جلا کی

تصدق جان و دل تجھ پر کر دوں میں
یہ حسرت ہے دل درد آشنا کی

مسیح موعود سکھ مذہب کی کتابوں میں!

مہدی میر مسلمان ریفارمر

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی)

گورونانک صاحب نے جس طرح آخری زمانہ کا مذہب اسلام اور صرف اسلام تسلیم کیا ہے اسی طرح آپ یہ سنکر حیران ہوں گے کہ سکھ دھرم کی مستند کتب میں اسلام کے آخری دور یعنی قرب قیامت کے لئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کو نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور حضرت بابا نانک رح اور دیگر بزرگان سکھ دھرم نے اسلام کے آخری دور یعنی قرب قیامت میں ایک عظیم الشان مذہبی ریفارمر کے ظہور کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ یہ پیشگوئیاں مختلف کتب میں مختلف پیرایوں میں بیان کی گئی ہیں۔ کہیں اس کو جگت کا ٹی کہا گیا ہے۔ کہیں مہدی میرا اور کہیں مسلمان پیشوا۔ قارئین کرام کی واقفیت کے لئے چند حوالجات پیش کرتا ہوں۔

"بڑا بھگت بٹالہ پنجاب میں ہوگا"

ساکھی بالا میں حضرت نانک و مردانہ اور پہلا بھگت کا ایک مکالمہ ہے جس کا ماحصل یہ ہے:-

(۱) دنیا میں ایک بہت بڑا بھگت پیدا ہوگا۔ کہ اس کے بعد قیامت تک اس سے بڑا بھگت کوئی نہ ہوگا۔ اسی گفتگو کے دوران میں مردانہ سوال کرتا ہے کہ

سائیں جی اوہ کس ورن وچ ہوویگا جی۔ نے کس دھرتی ہوسی کیہڑے شہر۔ تاں پہلا بھگت کہیا بھائی پنجاب دھرتی تے ورن جٹ تے شہر بٹالے وچ ہوسی۔ (ساکھی ۲۷۳)

ترجمہ:- اور جی وہ کس خاندان میں ہوگا جی۔ اور کس ملک میں اور کس شہر میں ہوگا۔ تو پہلا بھگت نے کہا بھائی وہ ملک پنجاب۔ جاٹ خاندان اور شہر بٹالے میں ہوگا۔

جگت کا عیسیٰ

(۲) پٹہ راچس کا کاٹسی

سری اسجیت جگت کے عیسیٰ (دسم گرنتھ)

ترجمہ:- پھر وہ جگت کا عیسیٰ۔ راکشس یعنی دجال کا سرقلم کریگا

مہدی میر

(۳) جگ ایسی ریت چلائے — سر از تیر مچھرائے

سبھ لوگ آپن مان — تر آبنگ اور نہ آن

نہ کال پرکھ جپنت — نہ دیوجاپ پھنت

تب کال دیو رسائے — اک اور پرکھ بنائے

راجی اسر مہدی میر — اس دنت ہاٹھ میر

تہ ترن کو بدھ کین — بنہ آپ موں کیا لین

جگ جیت آپن کین — سب انت کال ادھین

اہ بھانت پورن سدھائے — بنے سو بیس اوتار

(دسم گرنتھ)

ترجمہ:- دنیا میں ایسی حالت پیدا ہو جائے گی کہ انقلاب عظیم آجائے گا۔ سب لوگ خود پسند اور ہٹ دھرم ہو جائیں گے۔ دوسروں کو نگاہ میں نہ لائیں گے۔ خدا کو کوئی یاد نہ کرے گا۔ اور کوئی نصیحت کرنے والا ہوگا۔ اس وقت خدا خواہش کرے گا کہ ایک اور انسان کو پیدا کرے۔ تب وہ امام مہدی علیہ السلام کو پیدا کرے گا جو خوش خلق مستقل مزاج اور امام ہوگا۔ (جب کہ حدیث کے الفاظ امام کم منکم یا امامکم سے ظاہر ہے) وہ اس (دجال) کو قتل کرے گا۔ (یعنی دلائل سے اس کے مذہب کو پاش پاش کر دے گا) پھر اس کو اپنے اندر جذب کرلے گا۔ (یعنی اس دجال کو حلقہ بگوش اسلام کرے گا۔ تمام جہاں کو فتح کر کے اپنا مطیع کرے گا۔ آخر کار سب اس کے ماتحت ہوں گے۔ (یعنی لیظہرہ علی الدین کلہ کا کامل ظہور ہوگا) اس طرح سدھار کی تکمیل ہوگی۔ چوبیس اوتاروں کا بیان ختم ہوا۔

انسان کامل کا شاگرد مغل خاندان سے

(۴) آون اٹھتر سے جان ستانوے ہور بھی اٹھسی مرد کا چیلا

سچ کی بانی نانک آکھے سچ سنائیسی سچ کی بیلا

(آدگرنتھ صاحب)

ترجمہ:- (مغلیہ سلطنت کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے بابا نانک صاحب فرماتے ہیں) مغلوں کی سلطنت سمت ۱۵۷۸ بکرم میں آئے گی۔ اور سمت ۱۸۹۷ بکرم میں چلی جائے گی۔ پھر اسی مغل خاندان سے ایک اور شخص اٹھے گا۔ جو انسان کامل کا شاگرد ہوگا۔ یہ سچا کلام ہے۔ جو وقت پر اپنی سچائی دکھلائے گا۔

سکھ صاحبان اس پیشگوئی کا مصداق جناب گوبند سنگھ صاحب کو قرار دیتے ہیں مگر گرو گوبند صاحب نہ تو مغل خاندان سے تھے۔ اور نہ وہ سلطنت مغلیہ کے بعد ہوئے ہیں کیونکہ سلطنت مغلیہ کا آخری دور سمت ۱۸۹۷ بکرم میں ٹھیک اس پیشگوئی کے مطابق ہوا۔ مگر گوبند سنگھ جی کا وصال اس سے بہت عرصہ پیشتر سمت ۱۷۶۵ میں ہو چکا تھا۔ لہذا یہ پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر ہی صادق آتی ہے۔

شری کرشن مغل کے روپ میں

(۵) ہے یاراں سہلے یاراں خوشخبری

بل بل جاؤں ہوں بل بل جاؤں — نیکی تیری بگاری جانے تیرا ناؤں

کہاں آئے کہاں جانی کہو میرے دی — دوار کانگری راست تجوی

خوب تیری پگڑی میٹھے تیرے بول — دوار کانگری کاہے کے مغول

چندیں ہزار عالم ایک کیتا — ہم جنیس بادشاہ سا دیلے درنا

اسب پت مرگ پت نرپ نرند — نامے کے سوامی میر مکند

(آدگرنتھ)

یہ بھگت نامدیو کا کلام ہے جو گرنتھ صاحب میں موجود ہے اس عبارت کا شان نزول سکھ دھرم کی مذہبی کتابوں میں یوں مرقوم ہے کہ متھرا کے قرب و جوار میں جبکہ بھگت نامدیو ایک مسافر کی حیثیت میں چلے جا رہے تھے تو آپ کو شری کرشن بھگوان ایک مغل کے روپ میں دکھائی دئے۔ جو سر پر ایک سادہ عمامہ باندھے ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ بھگت نامدیو اپنے سوامی کو باوجود ایک مغل کے روپ میں ہونے کے پہچان لیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں:-

ترجمہ:- آئیے میرے محب صادق خوش آمدید۔ قربان ہو ہو جاؤں میں آپ کے بار بار قربان جاؤں۔ آپ کی خدمت پھل دینے والی اور آپ کا نام بہت اعلیٰ ہے۔ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ (یہاں سوار کا جواب محذوف ہے کہ دوار کانگری اس پر نامدیو کہتے ہیں) دوار کانگری! آپ سچ فرماتے ہیں۔ آپ کی پگڑی بہت عمدہ ہے اور آپ کا کلام بہت خوبصورت ہے۔ مگر جناب دوار کانگری میں مغلوں کا کیا کام۔ مخلوق میں میں آپ کو پہچان لیتا ہوں۔ آپ سانولے رنگ والے کرشن مراری ہیں۔ آپ گھوڑوں کے مالک۔ ہاتھیوں کے مالک لوگوں کے بادشاہ نامدیو کے سوامی امام اور نجات دہندے ہیں۔

کرشن مہاراج نے پگڑی نہیں باندھی۔ نہ وہ مغل تھے یہ مغل کے روپ میں پگڑی باندھنے والا کرشن وہی ہے جس نے باوجود مسلمان ہونے کے علی الاعلان کہدیا کہ میں کرشن ہوں۔ بھگت نامدیو نے مدتوں پیشتر اس امام کو عالم مکاشفہ میں دیکھا اور اپنے کلام کو بطور پیشگوئی چھوڑا۔ سکھ دھرم کے بزرگوں نے اس کلام کو اپنی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں جگہ دیکر اس کی صداقت پر مہر لگادی۔ اسے دل غور کر۔

چاند اور سورج کی شہادت

(۶) نہکلنک بجی ڈنک چڑھو دل رندجیو (دسم گرنتھ صاحب)

ترجمہ جب نہکلنک اوتار ظاہر ہوگا تو چار کونٹ عالم میں اس کا ڈنکا بج جائے گا۔ اور چاند و سورج اس کی شہادت دینگے۔

نمبر ۳ میں دکھایا جا چکا ہے کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنے کلام میں اس امام کو چوبیسواں اوتار بتایا ہے۔ اور صاف لفظوں میں اس کو مہدی میر لکھا ہے۔ یعنی حضرت امام مہدی علیہ السلام۔ اور یہاں صاف طور پر چاند اور سورج کو اس کے شاہدان صداقت بتایا ہے۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت رمضان مبارک میں چاند گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ کو چاند کو گرہن لگے گا سورج گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانی تاریخ کو سورج کو گرہن لگے گا۔ اس حدیث کی طرف اس شلوک میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ گرہن سنہ ۱۸۹۴ء میں ہو چکے ہیں۔ نجات کے طالب غور کرو۔

رشید نام مسلمان ریفارمر

(۷) اور کل جگ ایسی کریگا تباتر گاتنری - ترپن - ایکادشی۔ تیرتھ برتے برتے سون سنجوگ تنہاں کو دیگا کوئی نہیں - یہ ورتارا ورت جائے گا۔ سنسار دیکھے کون کون گورو دکھائیں گے جوگی۔ سنیاسی۔ جنگم۔ برہمچاری۔ براہمن یہ کل جگ دسکے گورو دکھائیں گے۔ تنہاں کے باب یہ ہوگی جگناچور کرے گورو دپرا تانکا لیکھ نہ مٹیا جای۔ اونہاں دے باب یہ ہویگا سو مٹنے کا نہیں۔ اور ایک جو بندہ صاحب دا اٹھیگا تنکا نام رشید ہوویگا سو گورو کے حکم سیوں اٹھے گا۔ پر جامہ اس کا مسلمان کا ہوویگا۔ اسنو اپنی بندگی بخشیں گے۔ اوہ اکال پرکھ کو جائے گا۔ اور دوسرے کو نہ جانیگا۔ جو جہاں جھوٹ ہوویگا سو اس کے حوالہ کریگا۔ سو پارہم کے حکم ساتھ جگناچور کرے گا۔ جتنیاں جھوٹیاں ٹھوراں ہیں۔ تیرتھ مڑیاں۔ دیہرے۔ پیراں کے

حضرت مسیح موعود کے بعض نشانات

حضرت امیر ایدہ اللہ اور برادران سلسلہ کے متعلق چند حقائق

(جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ماہ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور ایک لیکچر کے دوران میں فرمایا۔ "اسی طرح اور بہت سے نشان ہیں۔ اگر وہ لکھے جائیں تو ممکن نہیں کہ وہ مضمون اس دن میں ہی ختم ہو سکے۔ ان نشانوں کے گواہ ایک دو نہیں بلکہ کئی لاکھ انسان گواہ ہیں . . . . وہ تمام نشان کئی قسم کے ہیں۔ بعض آسمان میں ظاہر ہوئے بعض زمین میں۔ بعض دوستوں کے متعلق ہیں بعض دشمنوں کے متعلق جو پورے ہو چکے بعض میری ذات کے متعلق ہیں بعض میری اولاد کے متعلق"

ایسا ہی حقیقۃ الوحی میں آپ نے متعدد مرتبہ ان کلمات کا اعادہ فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس ارشاد میں حضور نے چند حقائق ارشاد فرمائے ہیں۔

اول نشانات کی تعداد اس قدر ہے کہ دس یوم تک بھی ختم نہیں ہو سکتی۔ پھر اقسام نشانات تحریر فرمائے ہیں۔ جو بعض آسمان میں ظاہر ہوئے بعض زمین میں۔ بعض دوستوں کے متعلق ہیں بعض دشمنوں کے متعلق ہیں بعض اپنی ذات کی نسبت اور بعض اولاد کے حق میں۔ حضرت نے اپنی اور اپنے اعدا کی نسبت نیز ارضی و سماوی آیات و نشانات بلکے بارے میں جو حضور کی نصرت اور تائید میں ظاہر ہوئے اپنی متعدد تصنیفات میں نہایت شرح و بسط سے تحریر فرمایا ہے ایسا ہی اولاد کے حق میں جو حضور کی پیشگوئیاں ہیں ان پر بھی موافق اور مخالف نکتہ خیال سے اچھی طرح طبع آزمائی ہو چکی ہے۔

اس لئے آج کی صحبت میں ہم حضور کی تالیفات سے چند حقائق دوستوں کے متعلق پیش کرنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے اول ہم آپ کا وہ الہام درج کرتے ہیں جو ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء کو ہوا اور ۱۷ جنوری ۱۹۰۶ء کے الحکم میں شائع ہوا۔ وحی الٰہی کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ"

بظاہر یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے مگر اپنے اندر بے شمار معارف کو لئے ہوئے ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دو تاریخی شہر ہیں مکہ معظمہ بلحاظ پیدائش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ظہور اسلام ہونے کی حیثیت سے اور مدینہ منورہ بلحاظ نشر و اشاعت اسلام اور آنحضرت صلعم کی وفات کی جگہ کے مشہور ہیں۔ اب حضور کے ظل اور بروز پر یہ وحی ہوئی کہ "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ" دشمن کی نظر میں ان الفاظ کی خواہ کوئی وقعت ہو یا نہ ہو مگر جن لوگوں کو حضرت کے منجانب اللہ ہونے کا ایمان اور یقین ہے۔ ان کو تو ضرور اس کلام پر غور کرنا چاہیئے اس الہام میں بطور مجاز کے دو شہروں کی تعیین ہی اور یہ واقعات ہیں کہ حضرت امام کی پیدائش قادیان میں ہوئی اور وفات لاہور میں۔ اب خدا کے کام نے خدا کے کلام کی تعیین کر لی تھی سو واقعات گواہ ہیں کہ یہ شرف کن مکانوں اور کونسے مکینوں کو حاصل ہوا۔

دوسرا الہام ۱۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کا ہے جو الحکم ۱۷ دسمبر ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

یہ الہام بھی خاص غور کے قابل ہے۔ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ تو اس ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں موجود ہے پھر لاہور کی اس میں کیا خصوصیت ہے۔ دونوں الہامات کو اگر ملا کر دیکھا جائے تو پہلے الہام میں جس مقام پر وفات کی خبر ہے اسی بستی کے اہل کے حق میں یہ دوسری وحی ہے اس پر یہ بھی ہے کہ لاہور کے ان ممبروں کو پاک کہا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لاہوری ممبروں کے تقوے اور راستبازی پر خود جماعت کے اندر سے اعتراض ہونیوالے تھے اس لئے پہلے سے ہی ان کی تطہیر کر دی گئی ہے۔ سلسلہ کی تفریق کے بعد جماعت تبلیغ اسلام کے لئے لاہور میں کھڑی ہوئی ہے یہ الہامات اسی کے متعلق ہیں۔ اور حقیقت میں ان لوگوں سے زیادہ اہل ان پاک فرشتوں کا اور کون ہو سکتا ہے جنہوں نے اس وقت سے لے کر جب بیعت کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دیا پھر آج تک خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی تائید و نصرۃ میں کسی طرح منہ نہیں موڑا۔ اسی طاعت و قربانی کا نتیجہ تھا کہ خدا تعالیٰ کا موعود امام انہی بزرگوں کے پاکیزہ ہاتھوں اور مقدس گھروں میں واصل بحق ہوا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہر ایک احمدی کے لئے قابل توجہ ہیں۔

اسی ضمن میں ازالہ اوہام سے

حضرت کا ایک کشف

لکھا جاتا ہے جو ہمارے سلسلہ کی حقانیت کا زبردست شاہد ہے۔ حاشیہ صفحہ ۴۱۔۴۲۔ پر یہ کشف اس طرح پر درج ہے

کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری یہ بات سنکر بولا کہ ایک لاکھ نہیں پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

اس کشف کا مصداق صحیح طور پر اگر کوئی جماعت ہو سکتی ہے تو وہ یہی جماعت ہے۔ جس کے کارناموں سے دوست دشمن آگاہ ہیں جسکے مذہبی علم کلام نے بڑے بڑے معاندین سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ جن کے نشر و تبلیغ نے چار دانگ عالم کو مسخر کر لیا ہے جن کی نیم شبی دعاؤں اور حقائق و معارف سے لبریز وعظوں اور لیکچروں نے فضلاء یورپ کو حلقہ بگوش اسلام بنایا ہے۔ لاریب یہ کشف صریح طور سے انہی مجاہدوں پر صادق آتا ہے۔

قلت و کثرت کے اس صحیح تصفیہ کے بعد اس وحی الٰہی کے الفاظ پر بھی نظر کرو۔ جو ۱۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو خدا کے فرشتہ پر ہوئی اور ۲۴ اپریل ۱۹۰۸ء کے اخبار الحکم میں شائع ہوئی کہ "خدا دو فریق میں سے ایک کا ہو گا۔

پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے"

بظاہر یہ کلام مبہم ہے اور ایک محقق دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو سچا قرار دینے کے لئے مجبور ہے۔ مگر جب وہ پہلے الہام (ایک لاکھ نہیں ملیں گے مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا) کی روشنی میں اس مشکل کو حل کرنا چاہے تو اس نتیجہ پر بسہولت پہنچ جائے گا۔ کہ اس نزاع میں راستی پر وہ گروہ ہے جس کی تعداد قلیل ہے۔ اس مقام پر ہم ان لوگوں کو جو اس قلیل گروہ پر بے دریغ زبان طعن دراز کیا کرتے ہیں۔ محتاط رہنے کے لئے اپیل کرتے ہیں۔ خدارا وہ ان پاک کلمات کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے جو وحی ربانی کے چشمے سے نازل ہوئے ہیں اپنے ان مخلص احباب کو یاد کرتے وقت مہذب الفاظ میں مخاطب فرمایا کریں۔

اسی طرح ازالہ اوہام میں حضرت اقدس نے اپنا

ایک اور رویا

تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "اس عاجز پر جو ایک رویا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے۔ اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے

جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے۔ اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے۔

اس رویا میں مغربی ممالک کا صداقت اسلام سے منور ہونا اور لندن میں سفید پرندوں کے پکڑنے کا ذکر ہے اب واقعات پر نگاہ ڈالو اور دیکھو کہ یہ پاک نوشتہ جن بزرگ ہاتھوں سے پورا ہوا وہ اسی سلسلہ کے دو قائد اعظم ہیں یعنی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب بلاشبہ ان مقدس ہستیوں کے بعد اور ان کی تبعیت میں اور بزرگوں کو بھی اس شرف سے حصہ ملا اور خدا کرے قیامت تک اور لوگوں کو بھی یہ عزت اور مرتبہ حاصل ہو مگر السابقون الاولون کے مصداق اور مستحق یہی بزرگ ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

یہ مضمون یقیناً نا تمام رہے گا اگر تبرکاً و تیمناً اس کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے کارہائے نمایاں کے ذکر سے زینت نہ دی جائے اس لئے ہم چند ایسے نوشتوں کا حوالہ دینا ضروری اور فرض سمجھتے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود کے الہام اور کلام میں

حضرت امیر کے مرتبہ اور شان کا ذکر

ہے وہو ہذا۔

۱۵ر نومبر ۱۹۰۶ء کو دیکھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جا رہا ہوں۔ جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہوگئی تو میں واپس آگیا اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں واپس آتے ہوئے راستہ میں گرد و غبار کے سبب بہت تاریکی ہوگئی۔ اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر پکڑا ہوا ہے چند قدم چلکر روشنی ہوگئی آگے دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے اس پر اتر پڑا وہاں چند ایک لڑکے ہیں انہوں نے شور مچایا کہ مولوی عبدالکریم آگئے پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب آرہے ہیں ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا۔ اور السلام علیکم کہا مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکالکر مجھے بطور تحفہ دی اور کہا کہ یہ شب جو بادولیں کا انفسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح سے ہے جیسے خرگوش ہوتا ہے، بادامی رنگ، اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی سے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے۔ جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے میں نے کہا کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگایا ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں مولوی صاحب کو دیدوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہوگئی اس رویا کی خود ہی تعبیر فرمائی ہے کہ قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کرے کہ وہ مخالفین کی رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں یہ اعجازی قلم جو بطور تحفہ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور نے اس تحفہ کا اہل مولوی محمد علی صاحب کو تجویز فرمایا۔ حضور کا یہ انتخاب کس حد تک حق بجانب ثابت ہوا۔ اس کا ثبوت واقعات سے ملتا ہے اور دوست دشمن کو اس کا اعتراف ہے۔

اس علمی زمانہ میں

اسلام کی جو شاندار خدمت

حضرت ممدوح کے قلم سے ظہور میں آئی ہے وہ مذہبی دنیا میں ہمیشہ بطور یادگار باقی رہے گی۔ آپ نے جس دن سے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا تب سے تبلیغ اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ اور اس دن سے آج تک یہ شغف و انہماک زیادہ سے زیادہ بڑھتا گیا حضرت مسیح موعود کے ساتھ جس وجود کو انگریزی زبان میں نشر و تبلیغ اسلام کی نمایاں خصوصیت حاصل ہے وہ سلسلہ احمدیہ میں صرف حضرت مولوی صاحب کا وجود ہی ہے اس خصوصیت کے ساتھ جب قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور اردو تفسیر کے کام کو دیکھا جائے تو آپ کی پوزیشن کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ یہ سعادت عظمیٰ ابتدائے اسلام سے آج تک آپ کی ذات کے لئے ودیعت تھی اس صدی کے امام و مجدد نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے عنوان سے اور

قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی نسبت

کتنی فراست کی بات تحریر فرمائی ہے۔

"میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان وعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کراکر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۷)

اس ارشاد کو بار بار پڑھو اور پھر واقعات پر نگاہ کرو کہ یہ اجر اور ثواب کس کے حصہ میں آیا۔ اگر یہ صداقت اور حقیقت ہے تو ہم مسیح موعود کے نام لیوؤں کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اتنے بڑے جلیل القدر وجود کے سامنے اپنی عقیدت و ارادت کی نذر پیش کریں۔ تا حضرت مسیح موعود کی روح کو فرحت حاصل ہو۔

اس مضمون کی زیادہ توضیح اور تشریح اس کشف سے ہوتی ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ میں اس طرح پر درج ہے۔

ایک مرتبہ عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت جو خفیف نشاء سے مشابہ تھی۔

ایک عجیب عالم

ظاہر ہوا کہ پہلے یکدفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزے کی آواز آتی ہے پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور خوبصورت سامنے آگئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ و حسنینؓ و فاطمہ زہرا رضی اللہ علیہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت و شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ تلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

اب خوب غور کرکے دیکھ لیا جائے کہ سلسلہ میں جس شخص کو تفسیر قرآن لکھنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اور اگر آپ کے نام اور کام کو الگ کر دیا جائے تو فرمایئے بلحاظ نام کے یہ کشف کس پر منطبق ہوگا۔

علاوہ ازیں ایک اور عظیم الشان خوشخبری ناظرین پیغام صلح گزشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہوں گے۔ کہ

قرآن شریف کا ترجمہ جرمنی زبان میں

حضرت مولانا و بالفضل اولنا فدائے ملت والدین مولوی صدرالدین صاحب سلمہ ربہ کے زیر اہتمام شروع ہو چکا ہے۔ خداوند کریم اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے آمین و ہتو ان سب انعاموں اور فضلوں کا سلسلہ حضرت امیر کی ذات تک پہنچتا ہے اور پھر ان نیک ہستیوں پر جو قرآن شریف کے اس ترجمہ کی تالیف و اشاعت میں مالی حصہ لیں۔ ہاں ایسے لوگوں کے حق میں جو روز و شب اسلام کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں کسی طرح بدگمانی اور سوئے ظنی مناسب نہیں ان مجاہدوں کے پروگرام میں اسلام کے اندرونی فرقوں کی مخالفت نام کو نہیں ہے۔ یہ بزرگ کبھی اور کسی وقت بھی اندرونی نزاع یعنی رفع یدین اور آمین بالجہر اور فاتحہ خلف امام وغیرہ اختلافی مسائل میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ ان کے مسلک میں یہ بات داخل ہے کہ ہم ان اختلافی مسائل میں شوق سے جو شخص جس امام کی تقلید کرے وہ انکی نظر میں مسلمان ہے پس اس قدر وسیع القلب جماعت ہی حقیقت میں

مسلمانوں کی نمائندہ جماعت

کہلانے کی مستحق ہے جس میں اندرونی کاوش اور فرقہ بازی کی بیماری نہیں ہے اس جماعت کے کام کی اگر تفصیل مطلوب ہو تو حال ہی میں حضرت مولوی محمد علی صاحب نے ایک کتاب تحریک احمدیت تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب کا صفحہ ۲۱۴ لغایت ۲۳۱ دیکھنا کافی ہے۔ ساتھ ہی صفحہ ۲۳۲ اور ۲۳۳ پر تالیفات سلسلہ کا ایک خاکہ درج کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بزرگان سلسلہ نے کن کن زبانوں کے ذریعہ سے پیغام اسلام کو دنیا میں پہنچایا ہے علم دوست اصحاب کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف ازدیاد ایمان و معرفت کا ہی باعث ہوگا۔ بلکہ خدمت اسلام کے لئے ایک ترغیب و تحریص ہوگی۔

چونکہ ذوق سخن مضمون کے سمیٹنے کی اجازت نہیں دیتا اس لئے اخیر پر ہم دو تین ایسے سارٹیفکیٹوں کی نقول پیش کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ جو خدا کے مامور نے حضرت امیر کو بصلۂ حسن خدمات خوشنودی مزاج کے طور پر عطا فرمائی امید ہے کہ احمدی دوست ان کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے کتاب حقیقۃ الوحی میں نشان نمبر ۱۰۳ کے متعلق اس طرح ارقام فرماتے ہیں۔

مولوی محمد علی اور صداقت مسیح موعود

(۱) "ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہو گیا۔ اور ان کو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کر دی۔ اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کی نسبت خدا کا الہام ہے انی احافظ کل من فی الدار

(باقی بر صفحہ ۱۸)

حالات زمانہ اور ضرورت مجدد

غیر مذاہب کی یورش، مسلمانوں کی بدحالی، حضرت مسیح موعود کا اصلاحی کام

(از خان صاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب)

غیر مذاہب کے حملے اسلام پر

تنگ ظرف ملانوں اور ان کے کاسہ لیسوں کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ سب سے اول حضرت مسیح موعودؑ نے غیر مذاہب پر سختی سے حملے کر کے ان کو اسلام اور بانی اسلامؐ پر حملے کرنے کی جرات دلائی۔ یہ امر نہ صرف جھوٹ بلکہ پرلے درجے کی بے ایمانی اور ناواقفیت پر مبنی ہے، حضرت مسیح موعود کے میدان جنگ میں آنے سے پیشتر عیسائی۔ آریہ اور ہندو ایسی بیہودگی سے اسلام اور بانی اسلام پر حملے کر رہے تھے کہ ان کی کتابوں کے پڑھنے سے ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مخالفین کی اس جرأت کے مقابل پر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمان مولوی بالکل خاموش ہیں۔ اور کسی کو ہمت نہیں پڑتی کہ ان کا دفعیہ کر کے اسلام کی پوزیشن کو صاف کرے۔

مسیحی اور آریہ سماجی لٹریچر

ذیل میں ہم صرف ان چند کتابوں کے نام دیتے ہیں، جن میں اسلام پر نہایت دریدہ دہنی سے حملے کئے گئے ہیں، بلا اس کے کہ کسی مسلمان نے ان کے مذاہب پر حملہ کیا ہو، اگر ان کتابوں کے مضامین کے اقتباسات دیئے جائیں، تو یہ ایک لمبا مضمون ہو جائیگا۔

(۱) دافع البہتان مصنفہ پادری رانکلین مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۷۵ء

(۲) نیاز نامہ مصنفہ پادری عماد الدین قبل از ۱۸۷۴ء

(۳) رسالہ مسیح الدجال مصنفہ ماسٹر رامچند عیسائی ۱۸۷۳ء

(۴) سیرۃ المسیح والمحمد مصنفہ پادری ٹھاکرداس مشنری امریکن مشن ۱۸۸۲ء

(۵) تفتیش الاسلام مصنفہ پادری راجرس ۱۸۷۰ء

(۶) یادداشت اسلام مصنفہ اندرمن مرادآبادی ۱۸۷۶ء

(۷) ستیارتھ پرکاش مصنفہ پنڈت دیانند ۱۸۷۵ء

(۸) اخبار نور افشاں

(۹) اخبار ہندو پرکاش ۱۸۷۴ء

(۱۰) شمس الاخبار پادری کریون ۱۸۷۵ء

(۱۱) اخبار سفیر ہند

(۱۲) رسالہ ودیا پرکاش

ان میں جو خبث بھرا ہوا ہے۔ اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو کتاب البریہ مطالعہ کی جائے۔

براہین احمدیہ کی تالیف

ایسی تاریکی اور مخالفت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کی حمایت کیلئے اس زمانہ کے مجدد کو مبعوث کرتا ہے، اور وہ براہین احمدیہ کی تالیف میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جس کی ضرورت کا اظہار آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

”آج کل اشاعت دلایل حقیقت اسلام کی نہایت ضرورت ہے، اور تعلیم دینا اور سکھلانا براہین ثبوت اس دین متین کا اپنی اولاد اور عزیزوں کو ایسا فرض اور واجب ہو گیا ہے۔ اور ایسا واضح الوجوب ہے کہ جس میں کسی قدر ایماء کی بھی حاجت نہیں۔ جس قدر ان دنوں لوگوں کے عقاید میں برہمی درہمی ہو رہی ہے۔ اور خیالات اکثر طبایع کے حالت خرابی اور ابتری میں پڑے ہوئے ہیں، کسی پر پوشیدہ نہیں ہو گا۔ کہ کیا کیا رائیں ہیں جو نکل رہی ہیں۔ کیا کیا ہوائیں ہیں جو چل رہی ہیں۔ کیا کیا بخارات ہیں۔ جو اٹھ رہے ہیں۔ پس جن جن صاحبوں کو ان اندھیریوں سے جو بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھیڑتی جاتی ہیں۔ کچھ خبر ہے خوب سمجھتے ہونگے، جو تالیف اس کتاب کی بلا خاص ضرورت کے نہیں ہے۔ زمانہ کے باطل اعتقادات اور فاسد خیالات اگر رنگوں اور ڈھنگوں میں ظہور پکڑتے ہیں۔ اور خدا نے ان کے ابطال اور ازالہ کیلئے یہی علاج رکھا ہوا ہے، جو ایسی زمانہ میں ایسی تالیفات مہیا کر دیتا ہے۔ جو اس پاک کلام سے روشنی پکڑ کر پوری پوری قوت سے ان خیالات کی مدافعت کیلئے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اور معاندین کو اپنی لاجواب براہین سے ساکت اور ملزم کرتی ہیں۔ پس ایسے انتظام سے پودہ اسلام کا ہمیشہ سرسبز اور تر و تازہ اور شاداب رہتا ہے۔“

(صفحہ الف، براہین احمدیہ حصہ اول)

مخالفین اسلام کی شوخی

پہلے حصہ میں آپ نے انعامی اشتہار دس ہزار روپیہ چھپوا کر تقسیم کیا ہی تھا۔ کہ مخالفین اسلام نے جو پہلے سے نہایت دلیر بنے بیٹھے تھے، اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے اپنے اپنے اخبارات میں شور مچا دیا۔ جس پر آپ کو براہین احمدیہ حصہ دوم کے شروع میں حسب ذیل الفاظ لکھنے پڑے:۔

”کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آ کر اخبار ”سفیر ہند“ اور ”نور افشاں“ اور رسالہ ”ودیا پرکاشک“ میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں، جن میں وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ضرور بالضرور ہم رد اس کتاب کی لکھیں گے۔ اور بعض صاحب ڈوموں کی طرح لمبے لمبے صریح ہجو آمیز الفاظ استعمال میں لائے ہیں، کہ جن سے ان کی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے۔ گویا وہ اپنی اوباشانہ تقریروں سے ہمیں ڈراتے ہیں۔ اور دھمکاتے ہیں، مگر انہیں معلوم نہیں۔ ہم تو ان کی تہ سے واقف ہیں، اور ان کے جھوٹے اور ذلیل اور پست خیال ہم پر پوشیدہ نہیں، سو ان سے ہم کیا ڈریں گے، اور وہ کیا ڈرائیں گے۔ ؎

کرمک پروانہ را چوں موت مے آید فراز
مے فتد بر شمع سوزاں از رہِ شوخی و ناز

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مخالفین اسلام میں شوخی اور دلیری اس قدر بڑھی ہوئی تھی، کہ ابھی صرف ایک کتاب بتائید اسلام کا اعلان ہوتا ہے، تو وہ دلایل کو دیکھے بغیر جھٹ تردید کرنے کا اعلان کر دیتے ہیں، اور اسلام کی تائید میں کچھ لکھنے والے کو نہایت ہجو آمیز طریق سے یاد کرتے ہیں۔

مردانہ وار مقابلہ

یہ نقشہ تھا ۱۸۸۰ء میں اسلام اور مخالفین اسلام کا لیکن آپ ان سب کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور لکھا کہ

”آپ صاحبوں کو قسم ہے۔ کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں بیکن کا اوتار دھاریں۔ ارسطو کی نظر اور فکر لادیں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں، پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے۔ یا آپ لوگوں کے الہٰ باطلہ، اور جب تک اس کا جواب نہ دیں، تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دور سمجھیں“

مسلمانوں کی حالت

یہ حالت تو مخالفین اسلام کی تھی، اب مسلمانوں کی حالت کا نقشہ بھی آپ ہی کے قلم سے دیکھ لیجئے:۔

”یوں تو مسلمانوں کا اس ملک ہندوستان میں ایک بڑا گروہ ہے۔ اور بعض بعض متمول اور صاحب توفیق بھی ہیں، مگر امور خیر کی بجا آوری

میں بانسثنائے ایک جماعت قلیل امرا اور وزرا اور عہدہ داروں کے) اکثر لوگ نہایت درجہ کے پست ہمت ..... دستفیض الخاطر اور تنگدل ہیں، کہ جن کے خیالات محض نفسانی خواہشوں میں محدود ہیں۔ اور جن کے دماغ استغفار کے مواد ردیہ سے متعفن ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ دین اور ضروریات دین کو تو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے، ہاں ننگ و نام کے موقعہ پر سارا گھر بار لٹانے کو بھی حاضر ہیں۔ خالصاً دین کے لئے عالی ہمت مسلمان اس قدر تھوڑے ہیں کہ جن کو انگلیوں پر بھی شمار کرنے کی حاجت نہیں

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا، جو مسلمانوں میں متمول لوگ تھے۔ اب ان لوگوں کا سنئے۔ جن کو کچھ دین کا خیال تھا:۔
"بعض لوگ اگر کچھ تھوڑا بہت دین کے معاملہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ تو ایک رسم کے پیرایہ میں نہ واقعی ضروریات کے انجام دینے کی نیت سے جیسے کہ ایک کو مسجد بنواتے دیکھ کر دوسرا بھی جو اس کا حریف ہے، خواہ نخواہ اس کے مقابلہ پر مسجد بنواتا ہے اور خواہ واقعی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ گمر ہزارہا روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے کسی کو یہ خیال پیدا نہیں ہوتا۔ جو اس زمانہ میں سب سے مقدم اشاعت علم دین ہے ما ور نہیں سمجھتے کہ اگر لوگ دیندار ہی نہیں رہیں گے۔ تو پھر ان مسجدوں میں کون نماز پڑھے گا۔ صرف پتھروں کے مضبوط اور بلند میناروں سے دین کی مضبوطی اور بلندی چاہتے ہیں۔ اور فقط سنگ مرمر کے خوبصورت قطعات سے دین کی خوبصورتی کے خواہاں ہیں۔ ...... یہود کی طرح صرف ظواہر پرست بن رہے ہیں۔ نہ دینی فرائض کو اپنے محل پر ادا کرتے ہیں۔ اور نہ ادا کرنا جانتے ہیں اور نہ جاننے کی کچھ پروا رکھتے ہیں"۔

ہر ایک شخص جو قوم کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہا ہے وہ ان لوگوں کی لاپرواہی سے نالاں اور گریاں نظر آتا ہے۔ اور ہر ایک طرف سے یا حسرتاً علی القوم کی ہی آواز آتی ہے"۔

مولویوں کا اعتراض اور اس کا جواب

مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ کیلئے ایک عظیم الشان مجدد کی ضرورت تھی اور زمانہ پکار پکار کر تقاضا کر رہا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق ایک شخص کو عین وقت پر نصرت دین کیلئے کھڑا کر دیا لیکن جونہی اس شخص نے خدمت دین کا کام شروع کیا مولوی صاحبان اور دیگر نافہم لوگوں نے اس کی امداد سے بچنے کے لئے یہ بہانا شروع کر دیا کہ:۔
"کیا پہلی کتابیں کچھ تھوڑی ہیں"۔

اس پر اس مامور کو کہنا پڑا کہ
"جس مقصد اور مطلب کے انجام دینے کیلئے ہم نے اس کتاب کو (یعنی براہین احمدیہ کو) تالیف کیا ہے۔ اگر وہ مقصد کسی پہلی کتاب سے حاصل ہو سکتا تو اسی کتاب کو کافی سمجھتے اور اسی کی اشاعت کیلئے بدل و جان مصروف ہو جاتے"۔ .....
لیکن جہاں تک ہم نے نظر کی ہم کو کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو جامع ان تمام دلایل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے ... اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو۔ تو ایسی کتاب کہیں سے نکال کر ہم کو دکھا دے۔

پرزور تحقیقات کی ضرورت

اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے کہ ممکن ہے کوئی شخص ایسا لکھنے سے اپنی خودستائی خیال کرے۔ آپ نے لکھا کہ
"اس مقولہ سے کسی نوع کی خودستائی ہمارا مطلب نہیں۔ جو تحقیقات ہم نے کی اور پہلے عالیشان فضلا نے نہ کی یا جو دلایل ہم نے لکھیں اور انہوں نے نہ لکھیں، یہ ایک ایسا امر ہے جو زمانہ کے حالات سے متعلق ہے نہ اس سے ہماری ناچیز حیثیت بڑھتی ہے اور نہ ان کی بلند شان میں کچھ فرق آتا ہے انہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں ابھی خیالات کم بگڑے تھے۔ اور صرف غفلت کے طور پر باپ دادوں کی تقلید کا بازار گرم تھا سو ان بزرگوں نے اپنی تالیفات میں وہ روش اختیار کی جو ان کے زمانہ کی اصلاح کیلئے کافی تھی۔ ہم نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں بباعث زور خیالات فاسدہ کے وہ پہلی روش کافی نہ رہی۔ بلکہ ایک پرزور تحقیقات کی حاجت پڑی جو اس وقت کے شروفساد کی پوری پوری اصلاح کرے"۔

موجودہ فساد کے سبب پر لکھتے ہیں:۔
"اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جو فساد دین کی بیخبری سے پھیلا ہے اس کی اصلاح اشاعت علم دین پر ہی موقوف ہے"۔

مسیح اور مہدی کی ضرورت

مندرجہ بالا واقعات سے ان حالات کا مختصر نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ جو ۱۸۸۰ء سے پہلے پہلے ہندوستان کی مذہبی دنیا میں رونما ہو رہے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کی اس وقت کی بے بسی ظاہر ہو جاتی ہے۔ واقعات کی روشنی میں اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اگر ایسے زمانہ میں کوئی مسیح یا مہدی نہ آتا تو اسلام اور مسلمان زیادہ سے زیادہ پستی کی طرف چلے جاتے۔

(بقیہ صفحہ ۱۶)

میں ان کی عیادت کے لئے گیا اور ان کو پریشانی اور گھبراہٹ میں پاکر میں نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعوی الہام غلط ہے یہ کہکر میں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا یہ عجیب نمونہ قدرت الٰہی دیکھا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳)

(۲) "ہماری جماعت میں

اول درجہ کے مخلص دوستوں میں سے

مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں۔ جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے۔ اور بہت سا اپنا ہرج اٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام کے لئے یعنے بعض میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں ..... اور میں اس مدت میں یعنے جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں۔ ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کی رو سے تجسس کرتا رہا ہوں سو خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع، باحیا، نیک اندرون، پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لایق ہے .... یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہونہار لڑکے جو بہ صفت موصوف ہوں اور ہر طرح لایق اور معزز درجہ کے آدمی تلاش کرنے سے نہیں ملتے (از مجموعہ اشتہارات ۹ اگست ۱۸۹۹ء جلد ہشتم)

(۳) اور مجھے ان سے بہت خوشی ہے کہ

ایک اور جوان صالح

خدا تعالیٰ کے فضل کو پاکر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے، یعنے حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر میں ان کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں اور وہ ایک مدت سے دنیاوی کاروبار کا ہرج کرکے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے حقایق و معارف قرآن شریف سن رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی۔ کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونہ دکھائے گا۔ جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لایق ہوں گے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین
(از مجموعہ اشتہارات ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء جلد ہشتم)

برادران یہ پاک نوشتے حضرت مسیح موعود کی تالیفات سے اس غرض کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔ کہ تا معلوم ہو جائے کہ

ہمارے سلسلہ کی پوزیشن

کیا ہے۔ علاوہ ازیں کام کے لحاظ سے ہمارے پیش نظر نہ کوئی گدی ہے اور نہ پیری مریدی کا سلسلہ ہے۔ نزاع بازی۔ تفرقہ اندازی اور فتوے سازی سے ہمیں عار ہے۔ ہمارا عمل قرآن پاک کے اس ارشاد کی تعمیل و تفسیر ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔ یہی یہی ترتیب ہے جو ہمیں ہر کلمہ گو سے تعاون کی تحریک کرتی اور بخل سے باز رکھتی ہے ہم نے ہمیشہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر شیعہ، سنی، نیچری، وہابی، چکڑالوی وغیرہ کو یکساں دعوت عمل دی ہے اگر یہ عمل اور یہ مسلک مستحسن اور قابل تقلید ہے تو ہماری دعوت پر لبیک کہنا ہر بہی خواہ اسلام کا فرض ہے۔ شکمی تنازعات کا احترام اور اخوت و اتحاد کا سبق محض ہماری جماعت کے ذریعہ ممکن ہے۔ اختلاف آراء سے تو دنیا میں کوئی چارہ نہیں۔

شجرۂ احمدیت
كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء
تؤتي اكلها كل حين باذن ربها
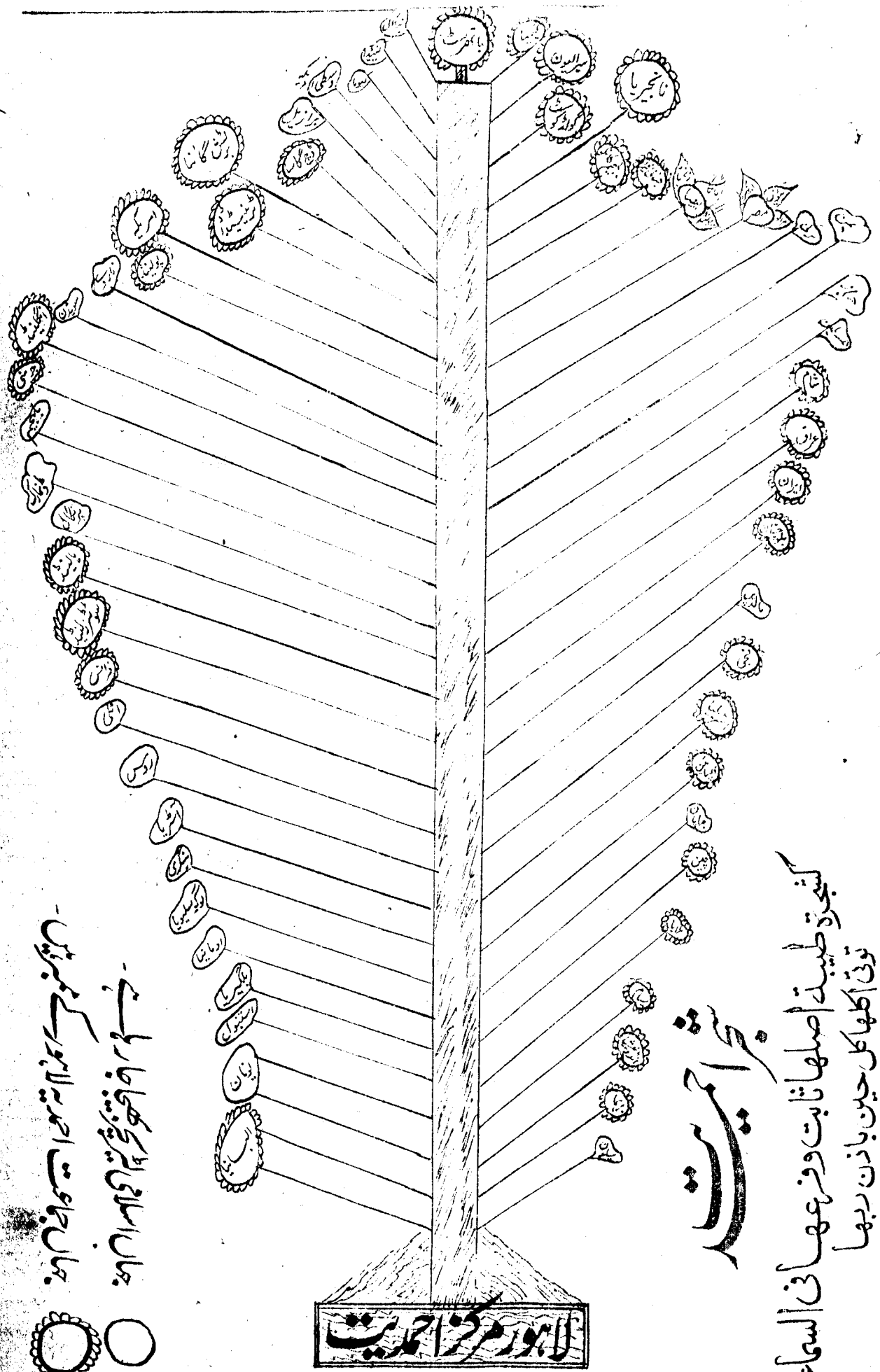
آپ ہمارے

اخبار پیغام صلح کے خریدار بن جائیے اور اپنے دوستوں کو بھی بنائیے

کیونکہ

پیغام صلح :- ہندوستان میں بہترین سہ روزہ تبلیغی اصلاحی اور اتحاد اسلامی کا علمبردار ہے۔
پیغام صلح :- میں نہایت دلچسپ مدلل اور موثر مضامین شائع ہوتے ہیں۔
پیغام صلح :- میں ہندوستان کے بہترین ارباب قلم مضامین لکھتے ہیں۔
پیغام صلح :- میں معترضین اسلام کے اعتراضات کا نہایت تسلی بخش طریق پر جواب دیا جاتا ہے اور اسلامی تعلیم کو نہایت دلکش طریق پر پیش کیا جاتا ہے۔
پیغام صلح :- مسلمانوں کو مذاہب غیر کی تبلیغی سرگرمیوں سے خبردار کرتا ہے اور ان کی قومی ضروریات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔
پیغام صلح کی ہر اشاعت میں دنیا بھر کی تازہ خبروں کا خلاصہ شائع ہوتا ہے۔
پیغام صلح کو مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور روشن خیال طبقہ بہت پسند کرتا ہے اس کے مضامین سلیس ہوتے ہیں جن سے بچے اور عورتیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں لکھائی چھپائی کاغذ سب سے اعلیٰ سائز ۲۰×۲۶
سالانہ قیمت چھ روپے ششماہی تین روپے سہ ماہی دو روپے طلباء سے چار روپے سالانہ ممالک غیر سے پندرہ شلنگ سالانہ نمونہ مفت

(مینیجر پیغام صلح لاہور)

اشتہار کا اچھا ذریعہ

اخبار پیغام صلح ہے

کیونکہ

پیغام صلح شمالی ہندوستان کا سب سے زیادہ باثر اور کثیر الاشاعت سہ روزہ اردو اخبار ہے
پیغام صلح کے ناظرین کا کثیر طبقہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور متمول ہے۔ اور اس کو ہر مذہب و ملت کے سنجیدہ مزاج لوگ مطالعہ کرتے ہیں۔
پیغام صلح ہندوستان کے ہر حصہ اور دنیا کے تمام ممالک میں بکثرت جاتا ہے۔
پیغام صلح۔ ایک منظم اور باثر جماعت کا واحد اردو آرگن ہے۔ اور اس کا ہر پرچہ کم از کم پندرہ ہزار ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔
پیغام صلح کی اجرت اشتہارات دیگر اخبارات کی نسبت بہت کم ہے۔

آپ

کسی اور اخبار میں اشتہار دینے سے پہلے نرخ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ ہماری معرفت اشتہار کی بہترین کتابت ہو سکتی ہے۔ نفیس چربے اور اعلیٰ بلاک بنوائے جاتے ہیں

(مینیجر پیغام صلح)

غیر مسلم دوستوں اور زیر تبلیغ اصحاب کیلئے بہترین تحفہ

پیغام صلح کا آخری نبی نمبر ہے

۱۹۲۶ء میں عید میلاد النبی کی تقریب سعید پر اخبار پیغام صلح کا ایک خاص نمبر "آخری نبی نمبر" کے نام سے شائع ہوا تھا جس کو ملک کے تمام سرکردہ اخبارات و رسائل اور ہر مذہب و ملت کے مقتدر اصحاب نے بہت پسند کیا تھا حسن اتفاق سے اس کی چند کاپیاں سٹاک میں سے دستیاب ہو گئیں جو برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ نمبر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے اس میں مسلم و غیر مسلم اصحاب کے نہایت معرکۃ الآرا مضامین اور اعلیٰ نظمیں درج ہیں غیر مسلم دوستوں کے لئے اس سے بہتر تحفہ اور کوئی نہیں ہو سکتا خود پڑھیے۔ عزیزوں اور دوستوں کو سنائیے۔ لوگوں میں مفت تقسیم کیجئے۔ عید میلاد قریب ہے اس مبارک تقریب کے لئے یہ بہترین تحفہ ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ سرورق رنگین اور دیدہ زیب ضخامت چالیس صفحے قیمت ۲ ؍ فی پرچہ۔ ایک روپیہ کے دس پرچے (علاوہ محصول ڈاک)

پتہ

مینیجر اخبار پیغام صلح لاہور

ضرورت ہے

صرف دو سو ایسے صاحب عزم و ہمت احمدی احباب کی جو تین ماہ کے عرصہ میں اپنی جماعت کے واحد اردو آرگن

پیغام صلح

کے لئے پانچ پانچ خریدار پیدا کریں۔ اگر ہمارا یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو آپ کا قومی اخبار ہر حیثیت سے ترقی کر سکتا ہے اخبار کو زیادہ شاندار اور مفید بنانے کے لئے بہت سی تجاویز زیر غور ہیں مگر وہ اسی وقت عملی صورت اختیار کر سکتی ہیں جب احباب اس معمولی مطالبہ کو پورا کر دیں خریدار ہونیوالے اصحاب کا چندہ پیشگی آنا چاہیئے یا وی پی منگائیں۔

(مینیجر اخبار پیغام صلح)

شجر احمدیت
کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء
تؤتی اکلها کل حین باذن ربها
لاہور مرکز احمدیت
جہاں جماعت احمدیہ لاہور کے ممبر ہیں۔
جہاں اسلامی لٹریچر بھیجا جا رہا ہے۔

آپ ہمارے

اخبار پیغام صلح کے خریدار بن جایئے اور اپنے دوستوں کو بھی بنایئے

کیونکہ

پیغام صلح :- ہندوستان میں بہترین سہ روزہ تبلیغی اصلاحی اور انکار اسلامی کا علمبردار ہے ۔
پیغام صلح :- میں نہایت دلچسپ مدلل اور موثر مضامین شائع ہوتے ہیں ۔
پیغام صلح :- میں ہندوستان کے بہترین ارباب قلم مضامین لکھتے ہیں ۔
پیغام صلح :- میں معترضین اسلام کے اعتراضات کا نہایت تسلی بخش طریق پر جواب دیا جاتا ہے اور اسلامی تعلیم کو نہایت دلکش طریق پر پیش کیا جاتا ہے ۔
پیغام صلح :- مسلمانوں کو مذاہب غیر کی تبلیغی سرگرمیوں سے خبردار کرتا ہے اور ان کی قومی ضروریات کی طرف توجہ دلاتا ہے ۔
پیغام صلح کی ہر اشاعت میں دنیا بھر کی تازہ خبروں کا خلاصہ شائع ہوتا ہے ۔
پیغام صلح کو مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور روشن خیال طبقہ بہت پسند کرتا ہے اس کے مضامین سلیس ہوتے ہیں جن سے بچے اور عورتیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں لکھائی چھپائی کاغذ سب سے اعلیٰ اسائز ۲۰×۲۶ سالانہ قیمت چھ روپے ششماہی تین روپے سہ ماہی دو روپے طلباء سے چار روپے سالانہ ممالک غیر سے پندرہ شلنگ سالانہ نمونہ مفت ۔

(منیجر پیغام صلح لاہور)

اشتہار کا اچھا ذریعہ

اخبار پیغام صلح ہے

کیونکہ

پیغام صلح شمالی ہندوستان کا سب سے زیادہ با اثر اور کثیر الاشاعت سہ روزہ اردو اخبار ہے
پیغام صلح کے ناظرین کا کثیر طبقہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور متمول ہے ۔ اور اس کو ہر مذہب و ملت کے سنجیدہ مزاج لوگ مطالعہ کرتے ہیں ۔
پیغام صلح ہندوستان کے ہر حصہ اور دنیا کے تمام ممالک میں بکثرت جاتا ہے ۔
پیغام صلح ۔ ایک منظم اور با اثر جماعت کا واحد اردو آرگن ہے ۔ اور اس کا ہر پرچہ کم از کم پندرہ ہزار ہاتھوں میں پہنچتا ہے ۔
پیغام صلح کی اجرت اشتہارات دیگر اخبارات کی نسبت بہت کم ہے ۔

آپ

کسی اور اخبار میں اشتہار دینے سے پہلے نرخ ضرور ملاحظہ فرمایئے ۔ ہماری معرفت اشتہار کی بہترین کتابت ہو سکتی ہے نفیس چربے اور اعلیٰ بلاک بنوائے جاتے ہیں

(منیجر پیغام صلح)

غیر مسلم دوستوں اور زیر تبلیغ اصحاب کیلئے بہترین تحفہ

پیغام صلح کا آخری نبی نمبر

۱۹۲۹ء میں عید میلاد النبی کی تقریب سعید پر اخبار پیغام صلح کا ایک خاص نمبر "آخری نبی نمبر" کے نام سے شائع ہوا تھا جس کو ملک کے تمام سرکردہ اخبارات و رسائل اور ہر مذہب و ملت کے مقتدر اصحاب نے بہت پسند کیا تھا حسن اتفاق سے اس کی چند کاپیاں سٹاک میں سے دستیاب ہو گئیں جو برائے فروخت موجود ہیں ۔ یہ نمبر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے اس میں مسلم و غیر مسلم اصحاب کے نہایت معرکۃ الآرا مضامین اور اعلیٰ نظمیں درج ہیں غیر مسلم دوستوں کے لئے اس سے بہتر تحفہ اور کوئی نہیں ہو سکتا خود پڑھئے ۔ عزیزوں اور دوستوں کو سنایئے ۔ لوگوں میں مفت تقسیم کیجئے ۔ عید میلاد قریب ہے اس مبارک تقریب کے لئے یہ بہترین تحفہ ہے ۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ سرورق رنگین اور دیدہ زیب ضخامت چالیس صفحے قیمت ۲ر فی پرچہ ۔ ایک روپے کے دس پرچے (علاوہ محصول ڈاک)

پتہ

منیجر اخبار پیغام صلح لاہور

ضرورت ہے

صرف دو سو ایسے صاحب عزم و ہمت احمدی احباب کی جو تین ماہ کے عرصہ میں اپنی جماعت کے واحد اردو آرگن

پیغام صلح

کے لئے پانچ پانچ خریدار پیدا کریں ۔ اگر ہمارا یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو آپکا قومی اخبار ہر حیثیت سے ترقی کر سکتا ہے اخبار کو زیادہ شاندار اور مفید بنانے کے لیے بہت سی تجاویز زیر غور ہیں مگر وہ اسی وقت عملی صورت اختیار کر سکتی ہیں جب احباب اس معمولی مطالبہ کو پورا کر دیں خریدار ہونیوالے اصحاب کا چندہ پیشگی آنا چاہیئے یا وی پی منگائیں ۔

(منیجر اخبار پیغام صلح)

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون ٥

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۶ر صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ر جون ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۵

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ۲ر جون کو جب لاہور تشریف لائے تو آپ کو کمر میں سخت درد تھا۔ ڈلہوزی واپس جانے پر یہ درد اور زیادہ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو تین چار دن سخت تکلیف رہی اب خدا کے فضل سے بہ نسبت سابق بہت آرام ہے۔ چلنے کے قابل ہو گئے ہیں احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ پوری صحت عطا فرمائے۔

وفات (۱) حضرت امیر کے ایک عزیز سلطان احمد صاحب نوجوان انٹرنس پاس قلعہ پھلور میں ایک چوٹ لگ جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ گذشتہ جمعہ کو لاہور میں جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ بیرونی احباب بھی جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

(۲) منشی عبد الستار صاحب کی والدہ محترمہ ۱۰ر جولائی کو بعمر سو سال فوت ہو گئیں۔ ان کا بھی جنازہ غائبانہ پڑھا جائے۔

ایک ضروری ریزولیوشن

پنجاب یونیورسٹی اور تاریخ اسلام

ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ایک ضروری جلسہ بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا جس میں جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پنجاب یونیورسٹی کے اس قابل نفرین فعل کی مذمت کرتے ہوئے کہ اس نے بی اے کے کورس سے تاریخ اسلام کو خارج کر دیا ہے۔ اس کے خلاف یہ تحریک پیش کی کہ صاحب وزیر پنجاب کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ وہ تاریخ اسلام کی اہمیت اور ضرورت اور مسلمانان پنجاب کے احساسات کو ملحوظ رکھتے ہوئے یونیورسٹی کی اس سفارش کو قبول نہ فرمائیں۔

سیام میں تبلیغ اسلام

(برادر عرفان کا خط)

برادرم عرفان صاحب مسلم مشنری دار الخلافہ سیام سے لکھتے ہیں کہ میں اس وقت بغرض تحصیل زبان سیامی بنکوک میں مقیم ہوں۔ پتانی سے ۴ر اپریل ۱۹۳۲ء کو روانہ ہو کر ناکوں سیترات میں چار یوم لوکل مسلمانوں کا مہمان رہا۔ اور وہاں جمعہ مطابق ۸ر اپریل کو جملہ برادران کی درخواست پر نماز جمعہ کی امامت کرائی اور خطبہ میں خاص طور پر احمدیت کو وضاحت سے بیان کیا اور حاضرین کو توجہ دلائی کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو چاہئیے کہ اس چھوٹی سی جماعت کی خدمات اسلام کی طرف دھیان دیں جو وہ تمام دنیا میں بجا لا رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اس جماعت کے بارہ میں بدگمانی پھیلائے تو آپ کو ہر ایک بات کی پوری پوری تحقیقات کر کے اصل حالات معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے کیونکہ مسلمانوں کی ذہنیت اتنی گر چکی ہے کہ وہ خود تو کوئی کام نہیں کرتے نہ کام کرنے والوں کو مدد دیتے ہیں بلکہ اُلٹا کام کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسی ذہنیت مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہے اس سے بچنا چاہئیے۔ بعد از نماز جمعہ ساڑھے چار بجے تمام بھائیوں سے رخصت ہو کر سٹیشن کو لاری کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے چھ بجے ڈاک گاڑی سے سوار ہو کر دوسرے دن گیارہ بجے دوپہر بنکوک خیریت سے پہنچ گیا۔ برادر عزیز الحق صاحب بیماری کے باعث کوئی خاص بندوبست نہ کر سکے۔ اس لئے مجھے ان کے دوست کے مکان پر جہاں وہ خود مقیم ہیں قیام کرنا پڑا۔ حاجی محمد آدم صاحب جنہوں نے ابھی حال ہی میں زنانہ کالج کھولا ہے۔ سکول کے کاروبار میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ بھی رہائش کے انتظام میں مدد نہ دے سکے۔ بالآخر یہاں کے روشن خیال مسلمانوں نے جو میرے نام واقف تھے اپنے ہاں رہنے کی دعوت دی اس لئے میں اب انہی کے پاس مقیم ہوں۔ نماز جمعہ کے بعد انہوں نے وعظ کے لئے کہا۔ جس پر میں نے اپنے سیام میں آنے کا مقصد ظاہر کیا اور مسلمانوں کے باہمی فرقہ ہی نزاعوں پر جو یہاں بھی موجود تھے افسوس کا اظہار کیا۔ اور متحد ہو کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ اگرچہ یہ ملک جہاں ہستی باری تعالےٰ کے منکر رہتے ہیں اس میں خدا کی توحید کو پھیلائیں۔ اور اسلامی لٹریچر کو اس ملک کی زبان میں ترجمہ کر کے پھیلائیں۔ میری تقریر کو امام صاحب نے سیامی زبان میں ترجمہ کر کے حاضرین کو سُنایا۔ جب عام لوگوں کو میرے یہاں آنے کا مقصد معلوم ہوا۔ تو انہوں نے اپنے ہاں ہی مجھے مستقل رہائش کے لئے مجبور کیا جہاں مجھے مسجد کے ساتھ ہی ایک مختصر مکان رہائش کے لئے مفت مل گیا ہے۔ اور سیامی زبان کی تعلیم کا بھی انتظام ہو گیا ہے۔ فالحمد للہ۔ جماعت کے احباب اور حضرت امیر سے میرے لئے خاص طور پر دعا کے لئے التجا کر دیں +

سیالکوٹ کے شوالے میں اسلامی لکچر

کل مورخہ ۱۷ر مئی کو عین تعزیوں کے دن سناتن دھرم سبھا سیالکوٹ نے عالمگیر مذہب پر یلیجن کانفرنس منعقد کی۔ یہ کانفرنس سناتن دھرم سبھا کے بہت بڑے مشہور شوالے میں ہوئی ہزاروں انسانوں کا مجمع تھا جس میں عیسائی مسلمان۔ آریہ۔ سناتنی۔ برہمو وغیرہ ہر مذہب کے انسان شریک ہوئے۔

میں بھی اس کانفرنس کو دیکھنے کے لئے چلا گیا بمشکل تمام ایک سکھ پہنچ سکا۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا بھی اس میں لکچر ہوا میرے جانے پر مسلمانوں نے متفقہ طور سے خواہش کی کہ میں بھی اس کانفرنس میں لکچر دوں چنانچہ مسلمانوں کی خواہش اور صدر کے کہنے پر بغیر کسی قسم کی تیاری کے میں لکچر دینے کے لئے کھڑا ہو گیا اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے میری تقریر اس قدر مقبول ہوئی کہ خارج از حد بیان ہے۔ میں نے اثنائے تقریر میں ایک موقعہ پر نہایت بلند آواز سے اذان دے دی۔ یہ اذان عین بت خانے کے سامنے ہوئی۔ ہندوؤں کے کان کھڑے ہو گئے کہ یہ کیا ہوا۔ مسلمان فرط خوشی سے تعجب دینے لگ گئے۔ مگر ہندو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ قواعد کے مطابق میرا وقت تھا اور میں نے

ملفوظات مسیح موعودؑ

بیعت کا مدعا، نزول بلا سے پہلے توبہ کی ضرورت، جماعت کو نصیحت

مدت ہوئی "پیغام صلح" میں "ملفوظات مسیح موعود" کے عنوان سے حضرت امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ پاک کلام درج کیا جاتا تھا جو اپنے اندر ایک روح اور زندگی رکھتا اور تقویٰ اللہ کی باریک راہوں پر گامزن کرتا ہے۔ کئی سالوں تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن کچھ عرصہ سے بند ہے۔ بعض دوستوں کی خواہش ہے کہ اس سلسلہ کو پھر جاری کیا جائے چنانچہ ذیل میں اس کو شروع کیا جاتا ہے

(مدیر)

اصل مدعا بیعت کا

یہی ہے کہ توبہ کرو استغفار کرو۔ نمازوں کو درست کرکے پڑھو۔ ناجائز کاموں سے بچو۔ میں جماعت کے لئے دعا کرتا ہوں مگر جماعت کو چاہیئے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو پاک کرے یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھکر ہوتا ہے۔ یہ گناہ زہر ہلاہل اور قاتل ہوتا ہے توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ جس کو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے۔ پس ضرورت ہے کہ غفلت کو چھوڑ دو۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کرکے اپنی حالت کو درست کرلے گا وہ دوسروں کے مقابلہ میں بچایا جائے گا۔ پس دعا اسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے۔ پیغمبر کسی کے لئے اگر شفاعت کرے لیکن وہ شخص کی گئی ہے اپنی اصلاح نہ کرے اور غفلت کی زندگی سے نہ نکلے تو وہ شفاعت اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ جب خود خدا تعالیٰ کی رحمت کے مقام پر کھڑا ہو تو دعا بھی اس کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

تم اس بات پر بھروسہ نہ کرلو کہ بیعت کرلی

ہے۔ اللہ تعالیٰ لفظی بیعتوں کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ جیسے بیعت کے وقت توبہ کرتے ہو اس توبہ پر قائم رہو اور ہر روز نئی توجہ پیدا کرو جو اس کے استحکام کا موجب ہو اللہ تعالیٰ پناہ ڈھونڈنے والوں کو پناہ دیتا ہے جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ ان کو ضائع نہیں کرتا۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ جب پورا خوف دامنگیر ہوا اور جان کنی کی سی حالت ہوگئی اس وقت کی توبہ توبہ نہیں جب بلا نازل ہوگئی پھر اس کا رد کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ تم

بلا کے نزول سے پہلے فکر کرو

جو بلا کے نزول سے پہلے ڈرتا ہے وہ عاقبت بین اور باریک بین ہوتا ہے۔ اور بلا کے آجانے کے وقت تو کافر بھی ڈرتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض گاؤں میں جہاں طاعون کی شدت ہوئی ہے ہندوؤں نے مسلمانوں کو بلا کر اپنے گھروں میں اذانیں دلوائیں وہی اذانیں جن سے پہلے ان کو پرہیز تھا۔

جو مومن غرض کے لئے خدا سے نہیں ڈرتا خدا اس سے خوف کو دور کر دیتا ہے مگر جس کے دروازے پر بلا نازل ہو جائے تو وہ خواہ نخواہ اس سے ڈرے گا۔

بہت دعائیں کرتے رہو تاکہ ان بلاؤں سے نجات ہو۔ اور خاتمہ بالخیر ہو۔ عملی نمونہ کے سوا بیہودہ قیل و قال فائدہ نہیں دیتی اور جیسے یہ ضروری ہے کہ ڈر کے سامانوں سے پہلے ڈرنا چاہیئے یہ بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ ڈر کے سامان قریب ہوں تو ڈر جاؤ اور جب وہ دور چلے جائیں تو بے باک ہو جاؤ۔ بلکہ تمہاری زندگی ہر حالت میں

اللہ تعالیٰ کے خوف سے

بھری ہوئی ہو خواہ مصیبت کے سامان ہوں یا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ مقتدر ہے وہ جب چاہتا ہے مصیبت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے کشائش کرتا ہے۔ جو اس پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ ڈرنے والا اور نہ ڈرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں فرق رکھ دیتا ہے۔ پس

ہماری جماعت کو چاہیئے

کہ وہ سچی توبہ کریں اور گناہ سے بچیں جو بیعت کرکے پھر گناہ سے نہیں بچتا وہ گویا جھوٹا اقرار کرتا ہے۔ اور یہ میرا ہاتھ نہیں خدا کا ہاتھ ہے جس پر وہ ایسا جھوٹ بولتا ہے۔ اور پھر خدا کے ہاتھ پر جھوٹ بولکر کہاں جاوے؟ وہ فرماتا ہے کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون مقت خدا کے غضب کو کہتے ہیں۔ یعنی بڑا غضب ان پر ہوتا ہے جو اقرار کرتے ہیں اور پھر کرتے نہیں۔ ایسے آدمی پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اس لئے دعائیں کرتے رہو کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک خدا نہ رکھے۔ دیکھو جس قدر آپ لوگوں نے اس وقت بیعت کی ہے اور جو پہلے کر چکے ہیں ان کو

چند کلمات بطور نصیحت

کے کہتا ہوں چاہیئے کہ اسے پوری توجہ سے سنیں آپ لوگوں کی یہ بیعت بیعت توبہ ہے۔ توبہ دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک تو گزشتہ گناہوں سے یعنی ان کی اصلاح کرنے کے واسطے جو کچھ پہلے غلطیاں کر چکا ہے ان کی تلافی کرے۔ اور حتی الوسع ان بگاڑوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور آئندہ کے گناہوں سے باز رہنا اور اپنے آپ کو اس آگ سے بچائے رکھنا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ سے تمام گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ توبہ صدق دل اور خلوص نیت سے ہو۔ اور کوئی پوشیدہ دغابازی دل کے کسی کونے میں پوشیدہ نہ ہو وہ دلوں کے پوشیدہ اور مخفی رازوں کو جانتا ہے وہ کسی کے دھوکے میں نہیں آتا۔ پس چاہیئے کہ اسے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کی جائے۔ اور صدق سے نہ نفاق سے اس کے حضور توبہ کی جائے۔ توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بے فائدہ چیز نہیں۔ اور اس کا اثر قیامت پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ اس سے انسان کے دنیا و دین دونوں سنور جاتے ہیں

سوالات و جوابات

امام زمان اور اس کی شناخت

(مولانا محمد صاحب کے قلم سے)

سوال (۱) حدیث من مات و لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ میں جہالت سے مراد کفر ہے یا وہ جہالت جو علم کی ضد ہے؟

جواب (۱) امام زمان سے اگر عام مراد لیا جائے جو نبی اور مامور دونوں کو شامل ہو۔ تو اس سوال کے جواب میں تفصیل ہے۔ یعنے اگر امام زمان نبی ہو تو جو شخص اسے نہ مانے اور اسے شناخت نہ کرے تو اس کی موت جاہلیت یعنے کفر کی موت ہوگی۔ کیونکہ نبی کا انکار کفر ہے۔ اور اگر امام زمان مجدد وقت ہو تو اس کی عدم معرفت اور اس کا انکار کفر نہیں بلکہ معصیت ہے۔ تو جو مجدد کو نہیں مانتا اور اس کا انکار کرتا ہے اس کی موت بھی جاہلیت پر بمعنی معصیت ہوتی ہے۔ نہ بمعنی کفر۔ جاہلیت کا لفظ کفر کے معنے میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور کفر کو چھوڑ کر معاصی پر بھی بولا جاتا ہے۔ چونکہ نبی کریم کے بعد نبوت ختم ہے اور آنحضرت خاتم النبیین یعنے آخر النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ نیا اور نہ پرانا آسکتا ہے اس واسطے آنحضرت کے بعد جو ائمہ مجددین مبعوث ہوتے ہیں۔ ان کا انکار عمل جاہلیت ہے۔ اور ایسے منکرین کی موت جاہلیت بمعنے معصیت پر ہے۔ کفر کی موت نہیں۔ ہر ایک عمل جو قوانین الٰہیہ کے خلاف ہو اسے جاہلیت کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس سے انسان کافر یعنے خارج از دائرہ اسلام نہیں ہوتا۔ اسی مفہوم کے واسطے امام بخاری ایک باب باندھا ہے۔ باب المعاصی من امر الجاھلیۃ ولا یکفر صاحبھا بارتکابھا الا بالشرک بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انک امرأ فیک جاھلیۃ یعنے گناہ جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔ اور اس کا کرنے والا کافر نہیں قرار دیا جاتا۔ ہاں شرک سے کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے ایک عظیم الشان صحابی ابوذر غفاری کو جب انہوں نے اپنے غلام پر اس کی ماں کی وجہ سے طعنہ دیا، فرمایا کہ تم ایسے آدمی ہو کہ تم میں جاہلیت ہے۔ اس صحابی کی طعنہ زنی کو جاہلیت قرار دیا۔ لیکن اسے اس سے کافر نہیں بتایا۔ اسی طرح مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جاہلیت کا کام ہے۔ لیکن آپس میں لڑنے والوں کو بھی قرآن کریم نے مومن قرار دیا ہے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا۔ یعنے اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں۔ دونوں گروہ آپس میں لڑنے والوں کو مومن کے لفظ سے موسوم کیا۔ حالانکہ ان میں جاہلیت ہے اسی طرح خدا کے مامور اور مجدد کو نہ ماننا جاہلیت کا کام ہے یعنے معصیت ہے اور خدا کی نافرمانی ہے۔ لیکن اس کا انکار کفر نہیں ہے کیونکہ مامورین کا ماننا ایمانیات میں سے نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ان کا انکار موجب کفر بھی نہیں ہے۔

امام الزمان کون ہے

سوال (۲) اس وقت امام زمان کون ہے اور کہاں ہے؟

جواب (۲) اس صدی کا امام اور مجدد اور مامور حضرت

(باقی بر صفحہ ۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۶ر صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ر جون ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۵

پنجاب یونیورسٹی اور تاریخ اسلام

پنجاب کی وسیع اکثریت کے حقوق کی پامالی!

کچھ عرصے سے پنجاب یونیورسٹی اپنی ہندوذہنیت کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے سخت مصیبت کا موجب ہو رہی ہے۔ ہر وہ چیز جس میں اسلام اور مسلمانوں کا ذرا سا بھی فائدہ نظر آئے وہ یونیورسٹی کی نظروں میں خار ہو کر کھٹکتی ہے اور جس وقت موقعہ ملے اسے نکال پھینکنے کی کوشش کرتی ہے۔

تاریخ اسلام کا اخراج

اسی سلسلہ میں یونیورسٹی کا ایک تازہ کارنامہ یہ ہے۔ کہ اس نے بی اے کے کورس سے تاریخ اسلام خارج کر دی ہے حالانکہ یونیورسٹی کے طلباء میں سے جن لوگوں نے تاریخ اسلام بطور کورس لی ہوئی ہے ان کی تعداد تین سو سے متجاوز ہے اور ان میں مسلمان ہی نہیں بلکہ بعض غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ پنجاب کی وسیع اکثریت کے جذبات و خواہشات کا لحاظ کئے بغیر محض ۲۰ کے بالمقابل ۲۱ رائوں کی مخالفت کی وجہ سے تاریخ اسلام کو بی اے ۔ یس سے خارج کر دیا گیا۔

حکومت کا انتظام

اخراج کی تحریک کرتے ہوئے مسٹر بروس پروفیسر یونیورسٹی نے تاریخ اسلام کی عدم ضرورت کے متعلق جو دلائل پیش کئے وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہیں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ گورنمنٹ نے تاریخ اسلام کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کیا حالانکہ گورنمنٹ کا انتظام نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کی ضرورت بھی نہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جب یونیورسٹی نے تاریخ اسلام کو بی اے کے کورس میں شامل کیا تھا اس وقت بھی گورنمنٹ نے کوئی خاص انتظام نہیں کیا تھا۔ اور انتظام نہ ہونے کے باوجود متواتر نو سال تک* اگر حکومت انتظام کرنے کو تیار نہ بھی ہو تو بھی جس طرح نو سال یہ مضمون پڑھایا گیا اسی طرح سے اسے جاری رکھا جا سکتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ہندو ذہنیت ہے جو یونیورسٹی میں حکمراں ہونے کی وجہ سے مسٹر بروس کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکی اور جب تک یونیورسٹی سینٹ میں مسلمان ممبروں کی تعداد پنجاب کی اسلامی آبادی کے متناسب نہ ہوگی اسی قسم کی بے راہ روی کا سلسلہ جاری رہے گا۔

تاریخ اسلام کی ضرورت

دوسری دلیل جو مسٹر بروس نے دی وہ یہ تھی کہ ہندوستانیوں کو صرف تاریخ ہندوستان پڑھنے کی ضرورت ہے یا تاریخ انگلستان کی اس کے علاوہ کسی دوسری قوم کی تاریخ پڑھنے کی ضرورت نہیں یہ دلیل اس قدر کچی اور بودی ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جو پہلے ہی سے اس کے حق میں ہاتھ اٹھانے کے لئے تلے بیٹھے تھے کوئی دوسرا ادنے سمجھ کا آدمی بھی اس کی صحت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں اگر صرف ہندو ہی آباد ہوتے اگر مسلمانوں کو تمام ہندوستان میں اہم اقلیت اور پنجاب میں غالب اکثریت حاصل نہ ہوتی تو کہا جا سکتا تھا کہ جس چیز سے ایک قوم یا اس کے کثیر حصہ کو لگاؤ ہی نہیں اس کو نصاب تعلیم میں داخل کرنا بے فائدہ ہے۔ اگرچہ ہم یہ کہینگے کہ تاریخ اسلام کو دنیا کی دوسری تاریخوں میں ایسی خصوصیت حاصل ہے کہ جس کی وجہ سے ہر قوم کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے دنیا کی کوئی قوم نہیں جس نے دوسری اقوام کے تمدن و معاشرت اور تہذیب و اخلاق پر ایسا نمایاں اثر ڈالا ہو جیسا کہ مسلمانوں نے پیدا کیا ہے۔

تاریخ اسلام کی خصوصیات

دنیا کے مختلف ممالک میں جہاں جہاں ان کا قدم پہنچا ہے وہاں کے لوگوں کو ادنے سے ادنے حالت سے اٹھا کر تہذیب و اخلاق کے اعلے سے اعلے مدارج تک انہوں نے پہنچا دیا۔ عرب، روم، ایران، افغانستان، ہندوستان چین، افریقہ اور خود یورپ کے مختلف علاقے آج بھی اس اسلامی تمدن و معاشرت کی زندہ مثالیں ہیں جو تہذیب و شرافت کی جان ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آج مسلمان مفلسی و ادبار میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان نمونوں کو عملاً زندہ نہیں رکھ سکے لیکن اس حقیقت کے اعتراف میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ مسلمانوں نے اقوام عالم کے تہذیب و اخلاق پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ اور جہاں جہاں وہ گئے وہاں کے لوگوں کے سامنے ایسے شاندار نمونے پیش کئے کہ وہ اپنی تمام قومی روایات تمام رسوم و رواجات اور طریق تمدن و معاشرت کو چھوڑ کر صرف انہی کے رنگ میں رنگین ہو گئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان علمی اکتشافات کی جنکی آج یورپ کو ناز ہے ابتداً مسلمانوں ہی نے بنیاد رکھی جس کا اعتراف آج بھی حکمائے یورپ کو ہے۔ تاریخ اسلام ان تمام باتوں کی بہترین سرمایہ دار ہے۔ اور ہمارا دعوے ہے کہ آج بھی اگر چشم انصاف کے ساتھ اسے مطالعہ کیا جائے تو وہ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں پر نمایاں اثر ڈال سکیگی

دوسری تاریخیں

اس بہترین یادگار کو چھوڑ کر ان لوگوں کی تاریخ پڑھانا جن کو علم و تہذیب سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ جن کی عمریں دیوی دیوتاؤں کی پرستش، وحشیانہ جنگ و جدال اور اخلاق انسانی کے نہایت قبیح نمونے پیش کرنے میں گذریں جن کی تہذیب و اخلاق میں کوئی اضافہ نہیں ہوا جب تک اسلام کے ساتھ وابستگی کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ پرلے درجہ کی کوتاہ فہمی اور جہالت کا ثبوت دینا ہے ہم انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں تفصیل کے ساتھ اس بات پر روشنی ڈالیں گے کہ تاریخ ہند اور تاریخ انگلستان کے بالمقابل اسلامی تاریخ کو دنیا کی تہذیب و تمدن کے سنوارنے میں کس قدر دخل ہے۔

مسلمانان پنجاب کا احتجاج

کاش مسٹر بروس اور اس کے ہمنوا ایسی کچی اور بودی دلیلوں سے تاریخ اسلام کو بی اے کے نصاب سے خارج نہ کرتے تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر ہوتا۔ لیکن اب جبکہ وہ اس ناواجب حرکت کا ارتکاب کر کے اپنی مسلم کش ذہنیت کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور تاریخ اسلام کے اخراج کی سفارش حکومت کے پاس بھیج چکے ہیں۔ مسلمانان پنجاب اس کے خلاف آواز اٹھانے اور وزیر تعلیم کو اس ذہنیت کے قبول کرنے سے روکنے میں حق بجانب ہیں۔ اس وقت تک پنجاب کی متعدد اسلامی انجمنیں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر چکی ہیں۔ اور کر رہی ہیں۔ اور تمام مسلمانان پنجاب کا ایک مشترکہ جلسہ بھی آج ہی ڈاکٹر سر محمد اقبال کے زیر صدارت منعقد ہونیوالا ہے۔ جو امید ہے کہ حقیقت نفس الامری کو حکومت پر واضح کرنے کا موجب ہوگا کہ پنجاب یونیورسٹی درحقیقت ہندو یونیورسٹی کہلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اس کی کوئی سفارش جو پنجاب کی وسیع اسلامی اکثریت کے حقوق کو پامال کرنے کا موجب ہو ہرگز اس قابل نہیں کہ اسے محض اس وجہ سے منظور کیا جائے کہ یونیورسٹی سنڈیکیٹ میں ایک رائے کی زیادتی کی وجہ سے اسے پاس کر دیا گیا ہے۔

آریہ سورماؤں کے کارنامے

آریہ اناتھ آلہ کی ایک درجن کیناؤں کی فریاد

ذیل میں ہم اس پوسٹر کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ جو آریہ اناتھ آلہ کی بارہ کیناؤں کی طرف سے مہابیر پریس دہلی میں طبع کرا کر شائع کیا گیا ہے۔ اور جس میں آریہ سورماؤں کے قابل افسوس و مذمت حالات کا پر اسرار نقشہ کھینچا گیا ہے۔

آج آریہ سماج کی خانہ جنگی کے سلسلہ میں اخبارات اور پوسٹروں میں ہمارا نام بار بار آ رہا ہے۔ ہم دکھی ہونے پر بھی اپنی درد آمیز رام کہانی کسی کو سنانا نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن لالہ نرائن دت کے مضمون نے جو انہوں نے تیج میں شائع کر دیا ہے۔ اور جس میں بہن پریم دتی جی کا اور ہمارا خیال اس کی جانب مبذول کر دیا گیا۔ اس کے لئے ہمیں اپنے متعلق کچھ کہنے کے لئے مجبور کیا گیا ہے ہمارے اناتھ آلہ سے نکلنے کی بیشمار وجوہات ہیں۔

(۱) آریہ اناتھ آلہ کی قابل لڑکی شریمتی پریم دتی جی کی نوشت و خواند کا کام بالکل بند کر دیا گیا۔ ان کی رضامندی کے خلاف اپنی مطلب براری کے لئے انہیں شادی کرنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ (۲) پریم دتی جی کو رات کے ۱۱ بجے بے سرو سامانی کی حالت میں بلدیو نامی ملازم کے ذریعہ ہاتھ پکڑ کر باہر نکلوا دیا گیا۔ اندھیری رات کا کچھ بھی خیال نہیں کیا گیا۔ پریم دتی ڈرتی ڈرتی ٹھکوڑی دور گئی۔ مگر پھر لوٹی اور عرض کیا۔ کہ رات یہاں کاٹنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن چوکیدار نے کہا۔ کہ لالہ نرائن دت نے آپ کو اندر آنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اس سے لڑکیوں میں بڑی سنسنی پھیل گئی۔ اور خیال گذرا کہ ہمارے لئے بھی یہی سلوک روا رکھا جائے گا۔ منوہر نامی ایک لڑکی کے حمل رہ جانے کا تذکرہ آجکل سب لڑکیوں کی زبان پر ہے تحقیقات کرنے کے بعد اس بدفعلی کا بھانڈا اناتھ آلہ ہذا کے ایک کارکن کے سر پر پھوٹا۔ ہم نے لالہ نرائن دت سے تحریری شکایت کی۔ اور صاف صاف کہہ دیا تھا۔ کہ یا تو آپ اس کا انتظام کر کے ہماری اور ہماری بہنوں کی عصمت کی حفاظت کا یقین دلا دیں۔ ورنہ ہم یہاں نہیں رہیں گی۔ لیکن کوئی بھی انتظام نہیں ہوا۔ بلکہ منوہر کو کسی مرد کے ساتھ فوراً روانہ کر دیا گیا۔

ہم نے اس قسم کی بیسیوں شکایات کیں۔ لیکن رائگان گئیں (۳) یتیم لڑکیوں کا انتظام بھی ایک ایسی عورت کے سپرد کر دیا گیا۔ جس میں ہندو پن بہت ہی کم ہے۔ اور جس کی عمر کا زیادہ حصہ شراب اور گوشت خوری میں گذرا ہے۔ اور اب بھی آشرم میں رہتے ہوئے منشی اور ہندوؤں کے لئے ممنوع اشیاء کو استعمال میں لاتی ہے۔ لالہ نرائن دت لالہ بال مکند آہوجہ لالہ شیو چرن داس اور ان کے نظم و نسق کے متعلق متعدد باتیں ایسی ہیں کہ ہم یہاں ان کو تحریر کر کے عوام کی دل آزاری کرنا نہیں چاہتی۔ کبھی پھر تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔

- ہماری علیحدگی کے بعد کیا گذرا۔

ہمارے وہاں سے چلے آنے کے بعد دیگر یتیم لڑکیوں کو کیسے زبردستی رکا گیا۔ ان پر کیا کیا مظالم توڑے گئے۔ اس کا ثبوت صرف اس امر سے مل سکتا ہے۔ کہ تھوڑے عرصہ ہی میں لڑکی "سونا" عمر ۱۳ سال۔ گنگا عمر ۱۷ سال۔ بھاری عمر ۱۷ سال۔ کستوری عمر ۱۴ سال۔ بیتجنا عمر ۱۲ سال تڑپ تڑپ کر ناگہانی موت کا شکار ہو گئیں۔ اور ایک ۱۶ سال کی لڑکی کلاوتی کو بند کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ جل کر مر گئی۔ مذکورہ بالا واقعات کے سرزد ہونے کی صورت میں ہمارا اناتھ آلہ ہذا کا خیرباد کہنا عوام کی نظر میں بجا ہے یا بیجا۔ وہ اس کا خود ہی اندازہ لگائیں گے۔ ہم اپنے آئندہ بیان میں آریہ سماج کو چھوڑ کر سناتن دھرم میں آنے کی پر اسرار داستان تفصیل کے ساتھ شائع کریں گی۔ اور ان پلیدوں کا نام لے لے کر پبلک کے سامنے رکھیں گی۔ جو دھرم اور سماج کا نام لے کر سخت ظلم کر رہے ہیں۔ الملتمس پریتی، بھگوتی۔ چمپا دتی۔ پرکاش وتی۔ شاردا دیوی۔ دھن کماری جوالا دیوی۔ جمنا دیوی۔ موہن دیوی۔ پورن دیوی

معذرت نامہ

بخدمت حضرت امیر ایداللہ

سیالکوٹ میں جب تحریک احرار زوروں پر تھی۔ تو اس کے لیڈروں نے مسلمانوں میں باہمی اتحاد و رواداری پیدا کرنے کے بجائے اپنا سارا زور حضرت مجدد اعظم رحمہ اللہ کو گالیاں دینے اور ممبران جماعت احمدیہ سیالکوٹ کو ہر طرح تنگ کرنے پر لگا دیا۔ اس ہیجان میں ہمارے دو ایک نوجوان استقلال کو جو ایک مخلص مومن کا خاصہ ہے قائم نہ رکھ سکے۔ جب سلسلہ احمدیہ کے عاقبت نا اندیش دشمنوں نے اپنی گندہ دہانی کا ایک مظاہرہ بنا لیا۔ لیکن آخر بدی کی بنیاد دیر تک قائم نہیں رہ سکتی اور نیکی نیکی ہی ہے خواہ اس پر کتنا پردہ ڈالا جائے گزشتہ چالیس سال سے مخالفین سلسلہ ایڑی چوٹی کا زور لگا لگا کر اس دنیا سے نامراد گزر گئے لیکن سلسلہ بجائے کمزور ہونے کے ترقی ہی کرتا گیا۔ اور انشاء اللہ ترقی کرتا جائے گا اور اس کے مخالف ہمیشہ خائب و خاسر ہی نظر آئیں گے۔ ہمارے دو نوجوان جو اس ہیجان میں بہہ گئے تھے وہ ذیل کا معذرت نامہ حضرت امیر کی خدمت میں بھیجتے ہیں:۔

بخدمت اقدس امیر قوم حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم ندامت سے سر نہیں اٹھا سکتے۔ جن دنوں تحریک جوش پر تھی۔ تو عام مسلمانوں میں کچھ اس طرح کا ہیجان پیدا ہو گیا تھا جو کہ خارج از حد بیان ہے۔ اس عام ہیجان اور جوش کے ریلے میں ہم خاکساران بھی بہہ نکلے۔ اور جو نہ کرنا چاہیئے تھا۔ کر بیٹھے۔ اب اپنے کئے پر افسوس آتا ہے۔ ندامت سے تو سامنے آنے کی جرأت نہیں۔ مگر اس معذرت نامہ کو خدمت اقدس میں روانہ کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ جناب ہمارے اس معذرت نامہ کو قبول فرمائیں گے اور ہمیں بدستور اپنے خادموں میں شمار کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہمارے سابقہ گناہوں کی معافی کی دعا فرمائیں گے ہمیں امید ہے۔ کہ ہماری یہ ٹھوکر آئندہ زندگی میں سبق آموز بنے گی۔

خاکسار نادم
بشیر ولد مولانا مبارک علی صاحب مرحوم بقلم خود

خاکسار نادم
عبدالحکیم از سیالکوٹ بقلم خود

25/5/1932

مسیح موعودؑ کا عظیم الشان کارنامہ

مسیح موعودؑ ۔۔ وہ مسیح موعودؑ جس کا کام کسر صلیب اور قتل خنزیر تھا۔ وہ جلیل القدر انسان جسے حضرت احدیت نے تجدید دین کے لئے چنا تھا وہ پہلوان جس کی بعثت کی غرض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ایک جماعت تیار کرنا تھی۔ اپنا کام کر کے ہم سے رخصت ہوا۔ مگر کیا اس کے بعد اس جماعت کے لئے جسے اس مامور نے یدعون الی الخیر کا مصداق بننے کے لئے تیار کیا تھا یہی کافی ہے کہ وہ مسیح موعود کی جماعت کہلائے اور اس میں وہ خصوصیات پیدا نہ ہوں جو دوسرے فرقہ ہائے اسلام سے اسے ممتاز کریں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کوئی جماعت دعوت الی الاسلام کے کام کو ہاتھ میں لے کر کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس میں اخلاق محمدی جلوہ گر نہ ہوں۔ کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کرتا ہے؟ کون ہے جس کی عقل اس بات کو باور کر سکتی ہے کہ وہ جماعت جس کے اندر اخلاق فاضلہ موجود نہیں ۔۔ وہ جماعت جسے روحانیت سے مس تک نہیں ۔۔ وہ جماعت جو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے محروم ہو۔ اللہ تعالیٰ کا نام پھیلانے میں کامیاب ہو سکے۔

محمدؐ نے اپنی پیاری تعلیم اور اعلیٰ درجہ کے نمونہ سے طبائع میں ایک پاک تبدیلی پیدا کی، مسیح محمدی نے ناچیز مٹی کو ہاتھ میں لے کر اس میں ایمان اور معرفت کی وہ روح پھونکی۔ کہ وہ مٹی آسمانی مخلوق بن گئی۔ جو کیا بلحاظ اخلاق اور کیا بلحاظ روحانیت بلند ترین مقام پر کھڑی تھی۔ کیا یہ کوئی نئی تعلیم تھی؟ آہ! یہ وہی تعلیم تھی جو بانیٔ اسلامؐ نے امت کو دی۔ مگر جسے مسلمانوں نے دجالی عہد میں بھلا دیا۔ مجدد وقت نے ان میں دوبارہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ پیدا کیا۔ جو جماعات میں ایک زبردست قوت پیدا کر دیتا ہے۔ تقویٰ اللہ سے اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ جو اعتصام بحبل اللہ کا سبق دیتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں قوم میں اعلیٰ درجہ کا اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو کسی وقت بغض و عداوت کے مجسمے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو آگ کے گڑھے میں گرنے کے قریب ہوتے ہیں۔ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ اور اس قوم میں سے ایک جماعت نکل کر میدان عمل میں آتی ہے۔ جو دعوت الی الخیر کے کام کو سر انجام دینے کا بیڑا اٹھاتی ہے۔ اس وقت وہ قوم ایک درخت کی طرح اصول میں متحد ہو جاتی ہے مگر اس کی شاخیں نکل کر تمام فضائے آسمانی میں پھیل جاتی ہیں۔ اور اپنے مشن کو پورا کرتی ہیں۔

خاتم الخلفاء کے کاموں کی اہمیت اس شخص کو معلوم ہو گی جس نے اقوام عالم کے عروج اور زوال پر ایک عمیق نظر ڈالی ہو۔ دوستو! ہم تمام دنیا کو صرف آزادی کا نہیں۔ بلکہ فلاح دارین کا سبق دیتے ہیں۔ اگر ہم میں وہ اخلاق نہیں ہوں گے۔ اگر ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے نہیں ہو گا۔ اگر ہم اپنے مقصد میں کچھ کمزوری دکھائیں گے۔ یعنی کفران نعمت کریں گے۔ تو خدائے قادر پر یہ آسان

خلیفۂ قادیان کا عتاب مریدین پر

مریدوں اور ان کی اولاد اور بیویوں پر لعنتوں کی بوچھاڑ

۲۰ر مئی کو جناب میاں محمود احمد صاحب نے جو خطبہ جمعہ پڑھا۔ اس میں اپنے مریدوں اور ان کی آل اولاد اور بیویوں پر جو لعنتوں کا مینہ برسایا گیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ قارئین پیغام صلح کے مطالعہ میں لایا جائے۔ لہٰذا ہم اس کے اہم حصص کا اقتباس ذیل میں درج کئے دیتے ہیں:-

مجھے تعجب ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ جماعت جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اس لئے قائم کیا ہے۔ تا وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرے۔ اسکے بعض افراد کی اولاد نہایت ہی گندہ اور شرمناک نمونہ اخلاق کا دکھا رہی ہے۔ اور وہ اپنے خبث باطن کی وجہ سے

دنیا کے خبیث ترین وجودوں سے مشابہت

رکھتی ہے۔ پھر مجھے حیرت آتی ہے ان والدین پر جو آنکھیں بند کر کے اس خباثت کو بڑھانے میں دن رات کوشاں ہیں۔ اور انہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ اس کا علاج کریں۔ . .

. . . . . . مجھے حیرت آتی ہے کہ وہ قرآن میں روز پڑھتے ہیں کہ یہ اولاد اور بیویاں تمہارے لئے فتنہ ہیں۔ مگر پھر وہ اس فتنہ سے بچتے نہیں۔ نہ معلوم ان کا نور بصارت کس وقت اور کس گناہ کی وجہ سے مارا گیا۔ اور نہ معلوم وہ کیوں ظاہری نور میں بیٹھے ہونے کے باوجود اندھے ہو جاتے ہیں۔ یہ کیا چیز ہے۔

تمہاری اولاد وہ تو ایک لعنت ہے

تمہاری اولاد۔ وہ تو ایک لعنت ہے۔ . . . .
اور کون ہے جو لعنت کا طوق اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ پھر کون ہے جو ایسی گندی اور خبیث اولاد رکھنے کے لئے تیار ہو سکے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی لعنت کو لعنت سمجھتے۔ اگر تم گندی چیزوں کو گندی سمجھتے۔ اگر ناپاکی کو ناپاکی سمجھتے۔ تو بجائے ایسی اولاد کی تائید میں کھڑے ہونے کے تم اسے پھینک کر الگ ہو جاتے۔ اگر تم کہتے ہو کہ تم سے یہ نہیں ہو سکتا۔ تو تم مومن نہیں . . . .
پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری اولادیں تمہیں خدا سے ملا دیں گی۔ یا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اولادیں تمہارے لئے سہارا ہیں۔ یا وہ تمہارے بڑھاپے کا سہارا ہونگی۔ وہ تو تمہاری جوانی کے لئے بھی لعنت کا باعث بن سکتی ہیں۔ کجا یہ کہ تمہارے بڑھاپے میں کسی کام آ سکیں۔ . . . . تم سے بعض اپنی بیویوں کے ڈر کے مارے اپنی اولادوں کو خراب ہونے دیتے ہیں اور ان کا کوئی علاج نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت بیحیائی سے کام لیتے ہوئے مجھے لکھتے ہیں کہ ہماری بیویاں سخت ہیں۔ ہم کیا کریں۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر

لعنت ہے تمہارے مرد ہونے پر

لعنت ہے تمہارے مرد ہونے پر . . . .

. . . . . پھر کیوں تم نے ایسی

خبیث عورت

کو اسی وقت علیحدہ نہ کر دیا۔ جب وہ تمہارے گلے ڈالی گئی تھی۔ اور کیوں تم نے اللہ تعالیٰ کے قانون طلاق سے کام لیتے ہوئے اس گندے عضو کو کاٹ کر نہ پھینک دیا۔ اگر تم نے اس وقت ایسا نہیں کیا۔ تو ہر دن جو تمہاری زندگی میں سے گذرا۔ اس دن تم نے اپنے گھر میں لعنت کا بیج بویا۔ اور لعنت کے درخت کو پانی دیا۔ اور تم اپنے لئے بھی اور اپنی اولادوں اور ان کی اولادوں کے لئے بھی لعنت کا باعث بنے۔ کیا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت . . . ہو گے۔ جو تم نے دنیا میں اس طرح کمائیں کہ تم نے ایک عورت کے لئے ایک

ذلیل چیتھڑے

کے لئے خدا کے دین کو برباد کیا۔ پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری یہ اولادیں تمہارے لئے سکھ اور آرام کا موجب ہونگی اگر وہ گندے کے گندے رہیں گے۔ قرآن کے برے اعمال کی وجہ سے لوگ یہی کہیں گے کہ لعنت ہو ان پر اور ان کے باپ پر اور جانتے ہو مومن کی لعنت کتنی سخت چیز ہوتی ہے۔ مومن کی لعنت نہایت ہی خوفناک چیز ہے . . . . پھر مجھے ان لوگوں پر بھی تعجب آتا ہے۔ جو اس فتنہ اور فساد کو دیکھتے ہیں۔

اصلاح کے مدعی

بن کر لڑکوں کو درست کرنے اور ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کی اصلاح تو کیا ہوتی ہے۔ وہ آگے سے بھی زیادہ فتنہ و فساد پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ احمق سمجھتے ہیں کہ بدمعاش کا بدمعاشی سے علاج کیا جا سکتا ہے۔ اور اٹھ لیکر اٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں گویا وہ خدائی فوجدار ہیں کہ انہی کے سپرد خدا نے لوگوں کی اصلاح کی ہے . . . . کیا اللہ تعالیٰ کی تمہاری نظروں میں اتنی بھی عظمت نہیں۔ جتنی روم کے بادشاہ کی حضرت مسیح کے حواریوں کے دل میں تھی۔ پھر تمہاری کیا ہستی ہے کہ تم قانون کو ہاتھ میں لیتے ہو۔ اور وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے اپنا مقرر کیا ہے۔ اسے اس سے چھینتے ہو۔ پھر تم کہتے ہو کہ تمہاری اولادیں خراب ہیں۔ اور ان کی اصلاح نہیں ہوتی۔ تم پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اپنی اصلاح نہیں کرتے۔ تو دوسرے کی اصلاح کے لئے کس طرح مدعی بنتے ہو۔
. . . . مگر تم قرآن تو پڑھتے نہیں۔ لیکن جس وقت تمہیں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس وقت قرآن بند کر کے علیحدہ رکھ دیتے ہو۔ اور اپنی دماغی تدبیروں سے اصلاح کے مدعی بنتے ہو۔ اور پھر کہتے ہو کہ ہم مصلح ہیں

اگر تم مصلح ہو تو پھر مفسد کس شخص کا نام ہے

تم تو اس وقت انہی لوگوں میں شامل ہوتے ہو۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی مفسد اور فتنہ پرداز ہیں۔ مگر یہ سمجھتے نہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم مصلح ہیں۔ اسی طرح تم ہو کہ تم انسانی تدبیروں سے اصلاح کے مدعی بنتے ہو۔ اور اس امر کو بھول جاتے ہو کہ پہلے اپنے نفس پر موت وارد کرو . . . . لیکن قرآن پر تو غور نہیں کریں گے۔ اور غصہ اور دیوانگی کی حالت میں دوسرے کو سزا دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ یہ کبھی خیال نہیں کریں گے کہ اپنے دل میں دوسروں کے لئے درد اور سوز پیدا کریں۔ اور اپنے بچوں کے غم میں گداز ہو جائیں۔ مگر مارنے کے لئے فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور پھر شکوہ کریں گے کہ لڑکوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔ شکایت کریں گے کہ ہماری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیا تم نے کبھی شیشہ میں اپنا منہ بھی دیکھا ہے۔ کیا تمہارے چہروں پر وہ رقت وہ نور وہ نرمی اور وہ محبت بھی پائی جاتی ہے۔ جو دوسروں کی اصلاح کر سکے۔ تم

بھیڑیوں کے سے چہرے

بھیڑیوں کے سے چہرے لیکر فرشتوں کا سا کام کرنا چاہتے ہو۔ اور پھر شکایت کرتے ہو کہ ہمارے لڑکے درست نہیں ہوتے . . . .
اور تمہیں کبھی خیال نہیں آتا۔ کہ تم خود بھی بیس دفعہ دن میں خطا کرتے ہو۔

غلاظت سے لتھڑے ہوئے ہاتھ

سے کون کسی کا کپڑا صاف کر سکتا ہے۔ ایک نابینا کب کسی دوسرے کو راستہ بتا سکتا ہے ایک ناپاک اور گندہ انسان کب دوسرے کو پاک اور مطہر بنا سکتا ہے۔ پس پہلے اپنے دل صاف کرو۔ پہلے اپنے آپ کو اصلاح کے قابل بناؤ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح کے لئے قابلیت بھی مل جائے گی۔ پہلے اپنی نابینائی دور کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ کا وہ نور بھی تمہیں ملے گا . . . . قرآن مجید نے تمہیں بتایا ہے کہ جب تم کسی بچہ کو بدی کرتے دیکھو۔ تو بجائے لٹھ مارنے کے اس کے لئے روؤ اور چیخو اور چلاؤ۔ کہ ہائے ہمارے اس بچہ کو کیا ہوگا۔ اگر اس کا باپ نیک آدمی تھا۔ یا نیک آدمی ہے۔ تو تم اس بچے کو علیحدگی میں لیجاؤ۔ اور سمجھاؤ کہ تمہارا باپ نیک آدمی ہے۔ بڑی عزت کا مالک ہے مگر تم میں یہ غلطی پائی جاتی ہے۔ اس کی اصلاح کر لو . . . . . . مگر تم اس وقت اصلاح کے طریق نکالتے نکالتے

قرآن شریف کو اس طرح چھوڑ رہے ہو جس طرح نعوذ باللہ پرانی جوتی

کو اتار کر پھینک دیا جاتا ہے۔ یا جس طرح میلا کپڑا اپنے جسم سے اتار پھینکتے ہو۔ تم نہ احمدی کہلا سکتے ہو۔ اور نہ مسلمان۔ تمہاری حالت تو نہایت ہی ابتر ہے۔ اور تم تو کہیں کے بھی نہیں رہے . . . .
پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اور پھر دوسروں کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ جن کے گھروں میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم بچے دیئے ہیں ان کا فرض ہے کہ یا تو وہ انکی اصلاح کریں۔ یا قوم کے حوالے کر دیں۔ کہ ان کی اصلاح کرو۔ اسی طرح وہ بیوی جو اپنے آوارہ گرد بچوں کا ساتھ دیتی ہے۔ اور سمجھانے پر بھی باز نہیں آتی۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اسے

طلاق دے کر علیحدہ کر دو

غرض والدین کا کام تو یہ ہے کہ وہ بچوں پر سختی کریں۔ اور دوسروں کا کام یہ ہے کہ ان سے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ جس وقت ایک باپ اسلام اور دین کی غیرت سے اپنے بچے کو گھر سے نکال دیتا ہے۔ تو اس وقت تمہارا فرض یہ ہے۔ کہ تم اپنے دروازے اس کے لئے کھول دو۔ اور اسے سمجھاؤ کہ تمہارے باپ نے تمہیں نکال دیا۔ مگر ہم تمہیں پناہ دیتے ہیں . . . . پس گند کو دور کرو

اور یقیناً دُور کرو۔ اور اگر دور نہیں کرو گے۔ تو آئندہ آنے والی نسلیں تمہیں بددعائیں دیں گی۔

. . . . اور مجھے تعجب آتا ہے کہ اچھے

اچھے پڑھے لکھے مولوی

پڑھے لکھے مولوی بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ خود تو وہ قانون توڑتے ہیں۔ لیکن دوسروں سے کہتے ہیں کہ وہ قانون نہ توڑیں۔ جب تم خدا کے بنائے ہوئے قانون کو توڑ کر خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہو۔ تو تمہارا کیا حق ہے۔ کہ تم دوسروں سے یہ کہو کہ وہ تمہارے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کریں۔ کیا وہ آگے سے یہ جواب نہ دیں گے۔ کہ جب تم نے خود قانون توڑ دیا۔ تو ہمیں کیوں حق نہیں کہ ہم بھی قانون توڑیں۔ تم خود تو قانون توڑ کر یہ خیال کرتے ہو۔ کہ تم نے کوئی جرم نہیں کیا۔ لیکن اگر کوئی اور قانون توڑ دے۔ تو اسے مجرم قرار دیتے ہو۔ پھر کیا قوم میں جو خرابیاں پیدا ہوں خدا کے حضور ان کے لئے تم جواب دہ ہو۔ تمہیں خدا نے قوم کا مصلح نہیں بنایا۔ پھر تم کون ہو۔ جو قانون کو توڑ کر اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے تمہارا نہیں۔ اگر تم خدا کے لئے دُکھ اٹھاؤ اور مصیبت میں رہتے ہوئے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لو۔ تو وہ خود بخود لوگوں کی اصلاح کی صورت پیدا کر دیگا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ خدا کو اپنے بندوں کے متعلق تمہارے جتنی غیرت بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر تم خود ہی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لو گے۔ تو چاہے تم لڑکوں کے سر پھوڑ دو۔ تو بھی ان کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔ پس یاد رکھو

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو آگ سے بچاؤ۔ اگر تم اندھے ہو کر اپنی اولاد کی اصلاح کا خیال نہیں کرتے۔ تو تم نہ صرف خود جہنم میں جاتے ہو اور اپنی اولادوں کو جہنم میں لے جاتے ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو بھی جہنم میں ڈالنا چاہتے ہو۔ پس وہ لوگ جن کے بچے آوارہ ہیں اور وہ لوگ جن کی عورتیں ایسے بچوں کی حمایت کرتی ہیں۔ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں اور عورتوں کو اگر وہ حدیث العہد ہیں تو نصیحت کریں۔ اور ان کی اصلاح کے لئے کوشش کریں۔ اور اگر ان کی متواتر نصیحتوں کا ان بچوں پر کوئی اثر نہ ہو۔ تو وہ انہیں محلے والوں کے سپرد کر دیں کہ ان کی اصلاح کریں۔ ایسے موقعہ پر محلہ والوں کا کام یہ ہے کہ وہ نرمی اور محبت سے انہیں سمجھائیں۔ گویا والدین کا تو یہ کام ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں پر سختی کریں۔ اور محلے والوں کا یہ کام ہے کہ وہ ان کے بچوں سے ساتھ نرمی کریں . . . . پھر اپنے جوشوں میں تو تم ڈنڈا اٹھا لیتے ہو۔ لیکن جب میں کہتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں میں سونٹا رکھا کرو۔ تو تم میری بات نہیں مانتے۔ گویا میرے حکم پر تو تم ڈنڈا نہیں اٹھاتے۔ لیکن جب تمہیں شیطان اکساتا ہے۔ تو پھر فوراً ڈنڈا سنبھال لیتے ہو۔ اور پھر جماعت کے والی وارث بننے کا دعویٰ کرتے ہو۔ جسے خدا نے جماعت کا والی بنایا ہے۔ وہ تمہیں کہتا رہے کہ اپنے ہاتھوں میں سونٹا رکھو۔ تو تم نہیں مانتے۔ لیکن جب تمہیں تمہارا نفس شیطانی تحریک کے ماتحت کہتا ہے۔ کہ ڈنڈا اٹھاؤ۔ تو اس وقت فوراً اٹھا کر دوسرے کو مارنے کے درپے ہو جاتے ہو۔ گویا اس کے حکم پر جس کے ہاتھ پر تم نے بیعت کی۔ اپنے نفسانی جوشوں کو ترجیح دیتے ہو۔ اور خدا کے حکم کو شیطان کے حکم پر قربان کر دیتے ہو۔ اور پھر لوگوں کے مصلح بنتے ہو۔ . . . .

. . . . تمہارے لڑکوں کی خرابی تمہارے اپنے گند کی وجہ سے ہے باجماعت نماز ہوتی ہے۔ مگر لوگ کم آتے ہیں۔ درس ہوتا ہے مگر کئی لوگ نہیں آتے۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔

تم خود گندے ہو گئے

تم خود گندے ہو گئے۔ اس لئے تمہیں دیکھ کر تمہاری اولادیں بھی گندی ہو گئیں۔ اور اگر آئندہ بھی تم نے اپنی اصلاح نہ کی۔ تو خدا تعالیٰ تمہاری اولادوں کو اور زیادہ گندہ میں بڑھا دیگا۔ اور چاہے تم ان کا سر پھوڑ دو۔ ان کا گند دور نہیں ہوگا۔ میں اُن لوگوں سے جو آجکل محلوں میں آوارہ گرد لڑکوں کیلئے لٹھ لئے پھرتے ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ کتنے ہیں اُن میں سے جو درسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ کتنے ہیں اُن میں سے جو نمازوں میں آتے ہیں . . . . پھر کتنے ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ گناہوں سے محفوظ ہیں۔ تم بڑے بڑے گناہوں کو نظر انداز کر دیتے ہو۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے ہو۔ اسے اگر ہم نابینائی نہ کہیں۔ تو اور کیا کہیں۔ . . . . . . اگر تمہیں بڑے عیب تو نظر نہیں آتے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے گناہوں پر لٹھ اٹھا لیتے ہو۔ تو یہ تمہاری نابینائی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں اگر اصلاح کیلئے صلح اور محبت کے ذرائع اختیار کرو تو پھر ساری جماعت تمہارے ساتھ ہو گی۔ کون چاہتا ہے کہ ایک پیپ سے بھرا ہوا پھوڑا اس کے بدن پر رہے۔ ہم آوارہ گردوں کے طرفدار نہیں۔ لیکن ان لوگوں کے بھی طرفدار نہیں۔ جو آوارہ گردوں کی اصلاح کیلئے غلط قدم اٹھاتے ہیں۔ آوارہ گردی آوارہ گردی سے دور نہیں ہو سکتی . . . . یہ مت خیال کرو کہ ایک چور کو چور کہہ کر تم اس کی اصلاح پر قادر ہو سکتے ہو۔ یا ایک آوارہ گرد کو آوارہ گرد کہہ کر اسے درست کر سکتے ہو۔ . . . .

سزا کس کی طرف سے ملنی چاہیے

میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی دقت سزا کا نہیں ہوتا۔ مگر سزا اس کی طرف سے ملنی چاہیے۔ جس کے ہاتھ میں خدا نے جماعت کا نظام رکھا ہے۔ اور سزا بھی ثبوت مہیا ہونے کے بعد دینی چاہیے۔ میں نے تین سال تک مستریوں کی شرارتوں کو دیکھا۔ بیسیوں آدمی مجھے کہتے۔ کہ ان کا کوئی علاج کریں۔ ورنہ یہ جماعت کو خراب کر دیں گے۔ مگر میں ہمیشہ انہیں یہی کہتا۔ کہ میرے ہاتھ قرآن مجید نے باندھ رکھے ہیں۔ جس دن قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصول شہادت کے ماتحت ان کا قصور ثابت کر دو گے میں انہیں سزا دے دوں گا۔ لیکن جب تک تم یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ سالہا سال تک شرارتیں کرتے چلے جائیں میں ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ میں ہمیشہ ایسے دوستوں کو یہی جواب دیتا تھا۔ حالانکہ میں سمجھتا تھا کہ ان کی باتیں درست ہیں۔ لیکن چونکہ عدالتی رنگ میں میرے پاس ثبوت مہیا نہ تھا۔ اس لئے میں تین سال تک خاموش رہا۔ اسی طرح میرے ساتھ ابتدائے خلافت سے یہ سلوک ہوتا چلا آیا ہے۔ مگر میں ہمیشہ اس امر کو دیکھتا ہوں کہ جہاں قرآن نے میرے ہاتھ بند کر رکھے ہیں۔ میں وہاں دنیا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا . . . . اور سب سے پہلے اپنے نفوس کی اصلاح کرو۔ یقیناً بچوں کا خراب ہو جانا بہت بڑا عیب ہے اور ہر احمدی کا جس کے دل میں احمدیت کا درد ہو۔ فرض ہے کہ وہ اس دھبہ کو مٹانے کی کوشش کرے۔

جدید ایجادات میں حیرت انگیز اضافہ

ہوا سے موٹروں اور گھڑیوں میں حرکت

(۱) جرمنی کے چند انجینئر اس کوشش میں ہیں۔ کہ مشینوں کو چلانے کے لئے ہوا کو استعمال کیا جائے۔ تاکہ کوئلہ، پانی اور تیل کے مصارف سے دنیا کو نجات ملے۔ اس خیال کے پیش نظر برلن کے اطراف میں ۲۰۰ میٹر کی بلندی کا ایک مینار تعمیر کیا جائے گا۔ اور اس پر تین پنکھڑیوں کا ایک بادزن نصب کیا جائے گا۔ ہر پنکھڑی کا قطر ۸۰ میٹر کا ہوگا۔ اس بادزن سے جو ہوا پیدا ہوگی۔ اس کو ایسے برقی کارخانوں میں پہنچایا جایا گا۔ جن میں آٹھ ہزار گھوڑے کی طاقت کے موٹر ہوں گے۔ اس طریقہ سے آگ اور پانی کی یہ موٹریں محض ہوا سے چلنے لگیں گی۔ اور کارخانے والوں کو کثیر اخراجات سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔

(۲) اسی طرح ایک جاپانی نے بندوق کی گولیوں سے محفوظ رکھنے کا ایک کرتہ ایجاد کیا ہے۔ جس کو پہن کر کوئی گولی کرتہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ موجد کا نام تاسن تاکایونے زادہ ہے۔ یہ ایجاد مسلسل تین سال کے تجربات کا نتیجہ ہے تجربہ کے لئے کئی بار اس کرتہ کو استعمال کیا گیا۔ حال میں میٹر کے فاصلہ سے گولی ماری گئی۔ مگر نہ تو رائفل کی گولیوں نے کرتہ کو نقصان پہنچایا۔ اور نہ ریوالور کی گولیوں نے کرتہ میں کوئی سوراخ کیا۔ اس کے علاوہ بھی اس موجد نے فولاد کی خود اور ڈھالیں ایجاد کی ہیں۔ جن کی مانگ ہر طرف سے آ رہی ہے۔ جنوبی منچوریا ریلوے کمپنی نے ان ایجادوں کے لئے آرڈر دیئے ہیں۔

(۳) اب خواتین کو دفتروں میں تاخیر سے پہنچنے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے گا۔ کیونکہ میز کوک دیئے ہوا سے خود بخود چلنے والی گھڑیاں ایجاد ہو گئی ہیں۔ جو کبھی نہیں ٹھہرتیں

(۴) ایک سگرٹ رکھنے کا بکس ایجاد ہوا ہے۔ جس میں دس سگرٹ سما سکتے ہیں۔ جس وقت آپ کو سگرٹ نکالنے کی ضرورت ہو۔ فوراً اس میں سے نکال لیجئے۔ اور نکالتے ہی منہ میں لگا کر کش لگانے شروع کر دیجئے۔ بکس کے ایک طرف ایک ایسا مسالہ لگایا گیا ہے۔ کہ ذرا سی رگڑ لگتے ہی سگرٹ جل جاتا ہے۔ اور لطف یہ کہ دوسرے سگرٹ محفوظ رہتے ہیں۔

(۵) گھر کی خادمہ اور غریب بیوی ہمیشہ اپنے مالک اور شوہر کے زیر عتاب رہتی ہیں۔ کیونکہ ان سے پانی پینے کے گلاس جلدی جلدی ٹوٹتے رہتے ہیں۔ مگر اب اس کا خدشہ بھی جاتا رہا ہے۔ کیونکہ اب ایسے گلاس ایجاد ہو گئے ہیں۔ جو کبھی نہیں ٹوٹتے۔ یہ گلاس دیکھنے میں ویسے

جنوبی افریقہ میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر

جنوبی افریقہ میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کے لئے ایک سوداگر نے پچاس ہزار روپیہ بطور چندہ عنایت کیا ہے اسی طرح چھوٹی بڑی رقموں کو ملا کر کل چندہ کی رقم ایک لاکھ روپیہ ہو گئی ہے۔

اس مسجد میں دینیات کا ایک مدرسہ بھی ہوگا۔ ملکی زبان میں اسلامی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا

(بقیہ صفحہ ۲)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں جنھیں خدا نے اپنے الہام اور خطاب سے دین کی خدمت کے لئے مامور کرکے مجددیت کے منصب پر کھڑا کیا ہے۔ نہ عہدۂ نبوت پر کیونکہ ان کا کام مجددین کا ہے نہ انبیا کا۔ اس پر فتن زمانہ میں کہ ہر طرف سے اسلام اور بانی اسلام جیسے مقدس نمونہ پر اعتراضات ہوتے ہیں ایک طرف عیسائی ہیں دوسری طرف آریہ تیسری طرف سائنس اور فلسفہ چوتھی طرف دہریت اور مادہ پرستی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عین وقت پر امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو دین اسلام کی حمایت کے لئے کھڑا کر دیا۔ انہوں نے وہ کام کر دکھایا۔ کہ تمام دنیا کے نام نہاد علما سے نہ ہو سکا۔ اور حمایت اسلام کے واسطے مسلمانوں کے ہاتھ وہ وہ ہتھیار دیدیئے کہ ہر ایک میدان ان کے علوم ربانی کی وجہ سے فتح ہوتا ہے۔ اور مذہب اسلام کی عظمت اور حقانیت لوگوں کے دلوں میں قایم ہوتی ہے۔ اگر وہ وقت پر خدا کی طرف سے پہنچ نہ جاتے۔ تو عموماً لوگ عیسائی یا دہریہ ہو جاتے۔ یا علمائے سو کی طرح صرف استخواں فروش ہوتے۔ ان کے علوم لدنی کے طفیل نہ صرف ہندوستان میں اسلام اپنی اصلی شکل وصورت میں نظر آنے لگا ہے۔ بلکہ عقلائے یورپ کے دلوں میں اسلام کا جو نقشہ عیسائیوں کی افترا پردازیوں اور مسلمانوں کے مروجہ خیالات کی وجہ سے کھینچا گیا تھا اسے بھی بدل دیا۔ اور اب ان کے دلوں میں اسلام کے متعلق حسن ظن پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ اسلام کا مطالعہ کرنے لگے ہیں اور آہستہ آہستہ اسلام کی طرف چلے آتے ہیں۔ اور بہت سی سعید روحیں ان میں سے اسلام کی حلقہ بگوش ہو بھی چکی ہیں۔ یہ تمام امور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی امام الزمان ہیں۔ اور ان کی پیروی ضروری ہے۔ اور ان کی جماعت میں جو شامل نہیں معصیت اور قابل مواخذہ ہے کیونکہ یہ خدا کے فعل کی ہتک ہے۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور مسلمانان کوٹلی

ریاست نے طول وعرض میں ایک سال سے مسلمانان کشمیر کے جان ومال پر جو قیامت برپا ہے کسی سے مخفی نہیں ہزارہا بے گناہ فرزندان توحید ظالم حکومت کے بے جفا خنجر سے ہلاک ہو کر پیوند خاک ہوئے حکومت نے بے گناہ مسلمانوں کی جائز استدعا قبول کرنے کے عوض گولیوں تیروں سے ہلاک کیا اور اگر بیرون ریاست سے کسی نے ان کی امداد کے لئے قدم اٹھایا۔ تو اس پر بھی پابندیاں عائد کر دیں۔ زمانہ شاہد ہے کہ جب سے مسلمانان ریاست پر یہ طوفان بے تمیزی نازل ہوا تو ہمارے کئی ایک مسلمانوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے سادہ لوح مسلمانوں کو غلط سبق دے کر اپنی غرض کو پورا کیا یہ امر محتاج بیان نہیں کہ کشمیری مظلومان کی امداد کے لئے ہر ممکن طریق سے ہمارے پنجابی مسلمانوں نے جان ومال قربان کئے جس کا شکریہ ادا کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے مگر ان ایسے لوگوں کی غلط چال پر از حد افسوس ہے جنھوں نے ہماری جانیں بمقابلہ اپنی خود غرضی کے عزیز تصور کیں۔

جائے غور ہے کہ ہماری معاونت کے لئے دو کمیٹیاں قایم ہوئیں۔ ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور دوسری احرار کمیٹی آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے مسلمانان ریاست کو جانی اور مالی اور قانونی امداد دے کر ثواب حاصل کیا۔ بمقابلہ اس کے احرار کمیٹی نے مسلمانوں کو تختہ لحد پر پہنچا دیا۔ اس کمیٹی کے دانا دشمن ممبر حال تک واقعات سے بے خبر ایسی جدوجہد میں ہیں کہ چندہ جمع کرو اور کشمیر کو جتھے روانہ کرو۔

اے خدا کے بندو! مجھے یہ تو بتاؤ کہ چندہ جمع شدہ سے مسلمانان کشمیر کو کیا فائدہ پہنچا۔ جبکہ ان کو ایسے موقع پر ایک پیسہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ اسی طرح ... جتھہ بندی جس کی بدولت ہزارہا انسان جن کی ریاست میں ازحد ضرورت تھی ہلاک ہوئے۔ اگر وہ زندہ رہتے یا آزاد رہتے تو کوئی کام کرتے مسلمانان ریاست کو احرار کی اس سرگرمی سے کوئی فائدہ بھی پہنچا جب سے احرار کی جتھہ بندی شروع ہوئی مسلمان تباہ وبرباد ہو چکے ہیں۔ ہاں اگر اس موقع پر کام کیا تو کشمیر کمیٹی نے۔ اور ان کی اس نیک نیتی سے کام کرنے کا انجام مسلمانان ریاست کو اچھا فائدہ نظر آتا ہے۔ کاش کہ احرار کمیٹی اب بھی متفق ہو کر کام کرے۔ ریاست کے حالات مسلمانوں کے لئے تا حال پرخطر ہیں۔ اگر متدیاشا کی پیروی اور مصیبت زدگان کی کما حقہ ہمدردی سے مدد نہ ہوئی۔ تو یقیناً یہ لوگ ریاست کو خیر باد کہکر کسی دیگر ملک میں پناہ گزین ہوں گے۔ ہم مسلمانان کشمیر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے تہہ دل سے مشکور ہیں کہ جس نے اس نازک موقع پر جانی اور مالی اور قانونی امداد دے کر ہمیں مشکور کیا۔ اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ اگر کشمیر کمیٹی کا وجود عالم شہود میں نہ ہوتا تو مسلمانان کشمیر کا وجود ریاست میں کالعدم ہوتا۔

علاوہ ازیں اب اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایسے مسلمانوں کے لئے جو کہ حکومت کے تنگ وتاریک جیل خانوں میں مہینوں سے مقید ہیں اب ان کے خلاف مقدمات چلائے جا رہے ہیں۔ ان کو قانونی امداد کی اشد ضرورت ہے کہ قانونی مشیر ہر ایک تحصیل میں بھیج دیئے جائیں تاکہ وہ کسی دوسری مصیبت کا شکار نہ ہوں مجھے آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے پوری امید ہے کہ فوری توجہ فرمائے گی۔

(ایک مظلوم ریاستی مسلمان)

میں شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگاؤں گا۔

بیٹی نے خودکشی کرکے باپ کی شراب نوشی چھڑا دی

ٹوکیو۔ پانامہ ایک ۱۹ سال کی جاپانی لڑکی نے زہر کھا کر جان دے دی جس کے بعد اس کے باپ نے شراب نوشی سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔ لڑکی نے اپنے بعد دو تحریریں چھوڑی ہیں جن میں اپنے باپ کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ وہ آئندہ شراب پینے سے توبہ کرے۔

ٹوکیو کے مضافات میں ایک مچھیرے کی چار لڑکیاں تھیں۔ چوتھی لڑکی نے خودکشی کرکے ایک تعداد کم کر دی جس وقت لڑکی کی لاش کو پیانے لگے۔ تو لڑکی کے باپ نے جو شراب کا زبردست عادی تھا۔ اس کے سامنے دوزانو ہو کر کہا۔ کہ اے میری پیاری بچی اب میں کبھی شراب نہ پیوں گا۔ اخبار کے ایک نمائندے سے لڑکی کے باپ نے چشم پرآب ہو کر کہا۔ کہ میری بچی کی موت کا کفارہ صرف یہی ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی خواہش کے مطابق شراب نہ پیوں گا۔ ایک روز شام کو لڑکی اپنے کام سے فارغ گھر پر آئی۔ اور اپنے باپ کو شراب میں مخمور اور سنسان پایا لڑکی نے اپنے باپ سے کہا۔ کہ کیا تم کو ابھی عقل نہیں آئی۔ کہ شراب پینے کا زمانہ گذر گیا؟ اس پر باپ نے غصہ سے لڑکی کو مارا۔ اور اس نے ایک کمرہ میں جا کر زہر کھا لیا۔ اور مر گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کی اس بری عادت کو چھڑانے کے لئے پہلے سے ہی خودکشی کا ارادہ کر چکی تھی۔ کیونکہ جو ... تحریریں ملی ہیں۔ ان پر بیس روز پیشتر کی تاریخ پڑی ہوئی تھی۔

لندن میں مشرقی زبانوں کی درسگاہ

اخبار "گرافک" کی کسی اشاعت میں ان مشرقی زبانوں کے اعداد وشمار شائع ہوئے ہیں جو لندن میں باضابطہ سکھائی جاتی ہیں عربی۔ اردو۔ پنجابی۔ ملائی۔ ترکی۔ سہنالی۔ تینی۔ سنسکرت فارسی اور دیگر زبانیں طلبا اور محققین کی دلچسپی کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ لندن میں آپ دیکھیں گے کہ ایک پروفیسر ہندوا خلاقیات پر بحث کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف طلبا کا ایک گروہ ... ریکارڈ سے فارسی کے اسباق یاد کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کو فارسی الفاظ کے صحیح مخرج اور استعمال کا طریقہ معلوم ہو سکے۔ دیگر طلبا ہندوستان کی قدیم زبان سنسکرت کے مطالعہ میں مشغول ہیں۔

ڈاکٹر ڈیٹن طلبا کو مختلف زبانوں کی مختصر نویسی سکھانے پر مامور ہیں۔ گزشتہ سال لندن کی اس درسگاہ میں پانچ سو طلبا السنہ مشرقیہ کی تعلیم کے لئے باہر سے آتے ہیں۔ ان میں اکثریت ہندوستان اور چین کے طلبا کی ہوتی ہے۔

برطانیہ کی طرف سے مصطفیٰ کمال پاشا کو خراج تحسین

"مہم گیلی پولی کی تاریخ" کا ہدیہ

انگورا ۴ مئی۔ سر بارج کلارک برطانی سفیر مقیم ترکی نے ایک سابق دشمن کی طرف موثر طریق پر دوستی اور دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی ایک دلچسپ تقریب انجام دی ہے۔ آپ نے برطانیہ کے دفتر جنگ کی شائع کردہ کتاب "مہم گیلی پولی کی تاریخ" کی ایک جلد غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں پیش کرنے سے اپنی خلوص نیت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ کتاب کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ غازی ممدوح کی نذر کیا گیا تھا۔

"حکومت برطانیہ کی طرف سے مصطفےٰ کمال پاشا کو ان کے ایک عظیم الشان قائد۔ ایک شریف حریف اور ایک فیاض دوست ہونے کی یاد میں نذر کی جاتی ہے۔"

خبریں

—— منٹگمری ۷ جون۔ آر۔ اے۔ دین مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں آنندکماری دیوی اور کوشلیا دیوی کے خلاف جو منٹگمری ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کی چھٹی اور سالاڑ میں ڈکٹیٹر تھیں مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ مجسٹریٹ نے دونوں کو چھ چھ ماہ قید محض اور ایک ایک سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ بصورت عدم ادائے جرمانہ ایک ایک ماہ مزید قید کا حکم ہوا۔ دونوں کے لئے بی کلاس کی سفارش کی گئی ہے۔

—— لاہور ۱۰ جون۔ سرشادی لال چیف جسٹس ہائیکورٹ آج شام کے ½ ۹ بجے فرنٹیئر میل سے سفر یورپ کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے بہت سے احباب نے آپ کو سٹیشن پر الوداع کہی۔

—— ڈاکٹر مونجے جو اپنے قیام لاہور کے دوران میں بعض ہندو سکھ اور ہندوستانی عیسائی رہنماؤں سے ایک معاہدہ کرنے کے متعلق مشورے کرتے رہے ہیں بدھ کی رات کو دہلی روانہ ہو گئے۔

—— جموں ۷ جون۔ ۵ جون کو محلات صاحب جموں میں منشی سینو سلیارام نے اپنے مکان کے صحن میں جو مسلمان گھروں کے بیچوں بیچ واقع ہے جھٹکہ کیا۔ اطلاع ملنے پر مسلم داروں نے اس مسلم آزاری پر اسے لعنت ملامت کی۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنے شریف ہمسایوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی کمینہ حرکت پر نادم ہوتا اس نے جھٹکے کے گوشت کو ایسے نل پر جا کر صاف کیا جہاں مسلم مستورات پانی بھر رہی تھیں۔ جس سے مسلمانوں کے گھڑوں اور عورتوں کے کپڑوں پر چھینٹیں پڑیں۔ مسلمانوں نے اپنی بے بسی پر صبر کرتے ہوئے اپنے ناپاک گھڑوں کو توڑ ڈالا اور اسی وقت بتوسط ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں ایک درخواست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس گزاری لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ مسلم جذبات بدستور مجروح کئے جا رہے ہیں۔ اور پھر کہا جاتا ہے کہ مسلمان حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔

—— لاہور ۸ جون۔ ٹریبیون کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ آج "ٹائمز" پریس کے کیپر اور مینیجر کو زیر دفعہ ۲۹۲ تعزیرات ہند (مخرب اخلاق لٹریچر چھاپنے پر) گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس مطبع نے مسٹر ڈی۔ ایچ لارنس کی کتاب "لیڈی چیٹرلے کا عاشق" شائع کی تھی۔ جو سب سے پہلے پیرس میں شائع ہوئی تھی۔ لیکن انگلستان میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ پولیس نے "ٹائمز" پریس لاہور پر چھاپہ مارا۔ اور کتاب مذکور کی ۸۰۰ جلدیں ضبط کر لیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب نے اس کتاب کو ضبط کر لیا ہے۔ پولیس نے کتب فروشوں کی بعض دوسری دکانوں سے بھی مذکورہ کتاب کی جلدیں ضبط کر لیں۔ بعد ازاں مطبع مذکور کے کیپر اور مینیجر کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

—— جموں ۸ جون۔ یو پی کے خان بہادر سید اعجاز علی ماسٹر عبدالقیوم ... منسٹری کا چارج لینے کے لئے کشمیر پہنچ گئے ہیں۔ امروز فردا میں آپ ماسٹر موصوف سے اس عہدہ کا چارج لے لیں گے۔

سرینگر ۸ جون۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ریاست الور کے فسادات کے متعلق مندرجہ ذیل تار ارسال فرمایا ہے:۔

"ریاست کشمیر کے مسلمان ریاست الور کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اپنی انتہائی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم نہایت بے چینی سے ... ان کی تکالیف کے ازالہ اور حالات کی بہتری کے لئے دعا کرتے ہیں"۔

دہلی ۸ جون۔ جنا گھاٹ پر بھولا ناتھ ایک سادھو نے دو بیرے گوپال نامی سادھو کو سلفہ کی چلم پر چاقو سے مار دیا تھا۔ پولیس نے بھولا ناتھ سادھو کو گرفتار کر کے چالان سے قبل میاں جگدیش سنگھ مجسٹریٹ کے روبرو ملزم سادھو نے بیان دیا کہ اس روز گوپال سادھو مقتول نے مجھ کو سلفہ لانے اور چلم بھرنے کے لئے کہا لیکن میں نے سلفہ تو لا دیا۔ اور چلم بھرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر مقتول نے گالیاں دیں۔ مجھ کو رنج ہوا۔ میں نے رات کو اٹھ کر پھاوڑے سے قتل کر دیا۔ ملزم کے بیان کے وقت کمرہ عدالت سے پولیس کے تمام آدمیوں کو نکال دیا گیا تھا۔ اور مجسٹریٹ نے ملزم سے کہا کہ پولیس کے زیر اثر کوئی بیان مت دینا۔ بعد بیان ملزم پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

—— دہلی ۹ جون۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ ڈاکٹر مونجے اور سر اندری راجہ عنقریب انگلستان روانہ ہو رہے ہیں۔ ان کا مقصد وہاں جا کر ڈاکٹر امبیدکر اور سر فضل حسین کے مقابلہ میں پروپیگنڈا کرنا ہے۔ ڈاکٹر مونجے نے جو آج دہلی پہنچے اس خبر کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن مصدقہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ ان کا لندن جانا یقینی ہے۔ نیز معلوم ہوا ہے کہ پنجاب میں ہندوؤں۔ سکھوں اور ہندوستانی عیسائیوں کے درمیان اقلیتوں کا معاہدہ مرتب ہوا ہے۔ اور فرقہ وارانہ کے تصفیہ میں کافی ترقی ہوئی ہے۔

—— بمبئی ۸ جون۔ تقریباً چار ہفتے کی بدامنی اور فسادات کے بعد آج شہر کے ان علاقوں میں جہاں فساد کا زور رہا بالکل امن و امان نظر آتا تھا۔ آج اس وقت تک کسی حملہ وغیرہ کی اطلاع موصول نہیں ہوئی آج مزید ہندوؤں اور مسلمانوں کی دکانیں کھل گئیں۔ بالخصوص فسادزدہ علاقہ کے بازاروں میں آج فسادات سے پہلے کی طرح چہل پہل تھی۔ لیکن بعض علاقوں میں ابھی تک خطرہ باقی ہے۔ کیونکہ بدامنی دو تین مرتبہ فرو ہونے کے بعد دوبارہ شروع ہوتی رہی ہے۔ گذشتہ شب بھنڈی بازار میں ۳ مسلمان گرفتار ہوئے۔ پیر کو جو ہندو زخمی ہوا تھا۔ آج ہسپتال میں زخموں کی وجہ سے مر گیا۔ فسادات کے آغاز سے اب تک نقصان جان کی کل تعداد ۱۷۵ ہلاک اور ۱۹۵۱ زخمی ہے۔

—— بمبئی ۹ جون۔ آج شہر میں شام کے چھ بجے تک کسی حملہ کی اطلاع نہیں ملی۔ مزید دکانیں اور منڈیاں کھل گئی ہیں۔ سوائے ان مقامات کے جہاں فسادات کا سب سے زیادہ زور رہا۔ شہر کے بازار عام حالت پر آ گئے ہیں۔ پولیس نے ایک ہزار سے زیادہ غنڈوں کو زیر حراست کر لیا ہے۔ ان تمام کو ورلی میں ایک عارضی جیل کے اندر بند کر دیا گیا ہے۔

—— لندن ۹ جون۔ "ٹائمز" کے نام ایک مکتوب کے دوران میں ہز ہائی نس سر آغا خان نے رجعت پسندوں کے حلقوں کے اس فعل پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ کہ انہوں نے فسادات بمبئی کو جدید دستور اساسی کے متعلق کام بند کرنے کے لئے دلیل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ آپ نے قدامت پسندوں کے اخبارات کے اس بیان کا سخت جواب دیا ہے کہ فرقہ وارانہ مسئلہ کے حقائق ہر سیاسی تصفیہ سے بالا تر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری رائے میں بمبئی کے ناخوشگوار واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مستقبل کے متعلق متواتر بے یقینی ہندوستان کی صورت حالات کو روبہ انحطاط کر رہی ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ برطانوی کابینہ و وزارت فرقہ وارانہ مسئلہ کے عارضی تصفیہ کے متعلق بہت جلدی اعلان کر دے۔

—— الہ آباد ۹ جون۔ بیان کیا جاتا ہے کہ گذشتہ شب پولیس نے ایک مکان پر چھاپہ مارا۔ جسے ضلع کانگرس آشرم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کچھ کاغذات قبضہ میں کر لئے گئے۔ اور کاشی پرشاد ڈکٹیٹر اور آشرم کے ملازموں کو گرفتار کر لیا گیا۔

—— لکھنؤ ۹ جون کل رات سر وزیر حسن جیف جج اودھ چیف کورٹ کے مکان پر نقب زنی کی واردات ہوئی معلوم ہوا ہے کہ چور ایک دروازہ کے شیشے توڑ کر مکان میں داخل ہو گئے۔ اور ایک بندوق۔ ایک ریوالور نقرئی اشیاء اور بعض دوسرا سامان لے گئے۔

—— الہ آباد ۹ جون۔ باغ بس کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ موضع باغ ربعہ میں ایک کانگرس کے جلسہ کے سلسلے میں پولیس اور دیہاتیوں میں تصادم ہو گیا۔ کانگرسی جھنڈوں کے ساتھ جلوس نکالا گیا۔ ایک سب انسپکٹر پولیس نے چند کانسٹیبلوں کی امداد سے جھنڈے چھین لئے اور چند لڑکوں کو گرفتار کر لیا۔ اس پر دیہاتی مشتعل ہو گئے۔ پولیس اور دیہاتیوں میں سخت چپقلش ہوئی چنانچہ پولیس والوں کو ضربات آئیں۔ اور چھ گرفتار شدہ لڑکوں کو زبردستی چھڑا لیا گیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد پولیس کی مزید امداد آ گئی۔ اور ۲۴ دیہاتیوں کو اسی وقت گرفتار کر لیا گیا

—— لندن ۹ جون۔ آل انڈیا کرکٹ ٹیم اور کیمبرج یونیورسٹی کے درمیان کرکٹ میچ میں جو کل شروع ہوا۔ آج دن کے خاتمہ پر سکور حسب ذیل تھا

کیمبرج یونیورسٹی (پہلی اننگ)	۹۲
آل انڈیا کرکٹ ٹیم (پہلی اننگ)	۳۰۸
کیمبرج یونیورسٹی (دوسری اننگ)	۲۱۴ (چھ کھلاڑی آؤٹ)۔

—— دہلی ۹ جون۔ مسٹر ایس۔ ایم عبداللہ جائنٹ سیکرٹری مسلم لیگ نے اخبارات کو ایک بیان دیا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ لیگ کی کونسل کی اس قرارداد کے متعلق جو بنگال کی قراردادوں کے بارے میں تھی جن پر کونسل کے ۲۹ مئی کے اجلاس میں غور و خوض ہوا تھا کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ کونسل نے مخلوط انتخاب کے متعلق قرارداد کی حمایت کی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ لیگ کی کونسل نے اس قرارداد کی حمایت کی تھی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ بنگال ایوان ثانی اور خاص حلقہ ہائے انتخاب کے سخت مخالف ہیں۔

حقوق رائے دہی رائے دہندگان اور نشستوں کے تحفظ کے متعلق تیسری قرارداد کے بارے میں عام خیال یہ تھا کہ اس کو مسترد کر دیا جائے لیکن یہ امر مناسب خیال کیا گیا تھا کہ ان معاملات کے متعلق مسلمانان بنگال کی رائے معلوم کر لی جائے۔ چنانچہ سکرٹری کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ مطلوبہ رائے معلوم کرے۔ اور اس اثنا میں اس قرارداد پر بحث و تمحیص لیگ کی کونسل کے آئندہ اجلاس تک ملتوی کر دی گئی تھی۔ جبکہ یہ قرارداد اور سکرٹری کی حاصل کردہ رائے کونسل کے اجلاس میں پیش کی جائے گی۔ پس یہ کہنا غلط ہے۔ کہ لیگ کی کونسل نے کسی طرح بھی اس قرارداد کی حمایت کی ہے۔

—— ٹونس ۹ جون۔ جزیرہ فرنینڈو پو کے قریب ہسپانیہ کا ایک جہاز تباہ ہو گیا۔ اور اس جہاز کے آٹھ سو مسافروں کو کشتیوں میں سوار ہو کر جانیں بچانی پڑیں۔ چونکہ وہ مقام جہاں جہاز تباہ ہوا ہے اکرا ... میں سخت خطرناک مقام ہے اس لئے مسافروں کو شدید خطرہ تھا تمام مسافر اور ملاح بچ گئے ہیں۔ دو برطانوی جہاز فی الفور امداد کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ ہسپانوی جہاز کی خطرناک حالت کے پیش نظر مسافروں کو فی الفور کشتیوں میں سوار کرانے کی ضرورت پڑی تھی۔

—— لندن ۹ جون۔ وزارت خارجہ کا اعلان مظہر ہے کہ موسیو ہیریٹ نے برطانیہ کو لکھا ہے کہ آئندہ پنجشنبہ کو لوزان کانفرنس کے آغاز سے قبل ابتدائی گفت و شنید کی جائے۔ چنانچہ مسٹر راجرز میکڈانلڈ اور سر جان سائمن ہفتہ عشرہ پیرس میں گزاریں گے۔

—— لندن ۹ جون۔ بل ورتھ کے ضمنی انتخاب میں جو مسٹر فریڈرک بال حکومت پسند رکن کی موت کی وجہ سے ظہور میں آیا نتائج حسب ذیل ہیں:۔ مسٹر برنیس ایل سمتھ (قدامت پسند) ۲۴۳۴۴۰ آراء۔ مسٹر گورف ٹائلر (لبرل) ۴۹۹۸۰ آراء۔ مسٹر سیلن بیٹ وچ (لیبر) ۵۰۹۰۳ آراء۔

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر ست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ بلا مدائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ جون سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۶

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت بفضلہ تعالیٰ پہلے کی نسبت بہتر ہے گو اگر بیماری کی تکلیف ابھی باقی ہے، احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ پوری صحت عطا فرمائے۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کے انتقال پر مسلم ہائی سکول کے طلباء اور اساتذہ نے ایک جلسہ منعقد کر کے تعزیتی ریزولیوشن پاس کیا۔ اور اظہار افسوس کے لئے نصف یوم کے لئے سکول بند کر دیا۔ امید ہے کہ احباب مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں گے۔

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ۹ جون کو ایبٹ آباد تشریف لے گئے آپ کی غیر حاضری میں ڈاکٹر ملک نذیر احمد صاحب ایم۔ بی۔ بی ایس جو ہمارے مرحوم دوست حافظ فضل احمد صاحب کے بھانجے اور نہایت خوش اخلاق نوجوان ہیں۔ آپ کے مطب میں کام کریں گے۔

جماعت دہلی شیخ عبد الحق صاحب دہلی سے تحریر فرماتے ہیں:۔
خدا کے فضل و کرم سے مورخہ ۳ جون ۱۹۳۲ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کا دفتر لال کنواں بازار سے جامع مسجد کے پاس ہی ایک وسیع مکان میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

بعد نماز جمعہ مولانا مولوی عمر الدین صاحب اور خاکسار کی تبلیغ سلسلہ و اشاعت اسلام کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔ باوجودیکہ بہت سے دوست شملہ تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اور بہت سارے کسی اور وجہ سے جمعہ میں شامل نہ ہو سکے۔ تاہم قریباً چالیس کے قریب موجود تھے۔

ہر روز صبح کے وقت ۶ بجے تا ۷ بجے درس قرآن شریف کا سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے۔ اور شام کے وقت عیسائیت اور آریہ دھرم پر تقاریر ہوتی ہیں۔ بعض غیر از جماعت حضرات بھی خدا کے فضل و کرم سے حصہ لے رہے ہیں۔ تین چار کس احباب جو نہایت معزز طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جماعت میں شامل ہو چکے ہیں جن کے بیعت نامے مولانا مولوی عمر الدین صاحب حضرت امیر صاحب کی خدمت میں ارسال کر دیں گے۔

قصبہ روپڑ ضلع انبالہ میں تحریک احمدیت

جون ۱۹۳۱ء تا جون ۳۲ء
کی
مختصر سرگزشت

(از سید سردار علی صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر)

جون سنہ ۳۱ء کا واقعہ ہے کہ میں لاہور میں بغرض شمولیت جلسہ کوآپریٹو یونین پنجاب بطور نمائندہ وارد ہوا۔ حسن اتفاق سے دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس میں ایک رفیق کی تلاش میں جا نکلا۔ شیخ محمد یوسف صاحب بیرسٹر ایم اے ڈی کی ملاقات تو میسر نہ ہوئی لیکن منیجر صاحب دار الکتب سے ملنے کی سعادت ہاتھ آئی۔ باتوں باتوں میں تحریک احمدیت کا ذکر آ گیا چونکہ اس وقت مجھے احمدیہ جماعت لاہور سے کوئی وابستگی حاصل نہ تھی نہ اس جماعت یا اس کے موجد کی اسلامی خدمات یا ان کے دعاوی سے کوئی واقفیت یا لگاؤ تھا بلکہ عام فضا کے مطابق احمدیہ جماعت سے گونہ نفرت اور بیزاری کی لہر دل میں موجود تھی کیونکہ علمائے سوء کی دریدہ دہنی نے طرح طرح کے الزامات اور اعتراضات کا طومار حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی ذات پر باندھا ہوا تھا۔ جن کے متعلق اصلیت حال پر آگاہ ہونا میرے لئے ازبس مشکل تھا۔

احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ

مسٹر فضل حق صاحب سے ملاقات کا بسر ہونا تھا کہ احمدیہ لٹریچر اور قرآن و حدیث کا ایک احمدی کی نظر کے مطابق مطالعہ کرنے کا شوق دامنگیر ہو گیا۔ تبلیغی رسائل مثلاً دعوت عمل، ہیک ٹو قرآن، اسلام ہمدردی بنی نوع انسان کا مذہب وغیرہ وغیرہ مجھے دیئے گئے۔ ان رسائل کا مطالعہ کرنا تھا کہ مزید تحقیقات کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ برادر مکرم سید نور احمد صاحب اسسٹنٹ انجنیر ساوتھ انڈین ریلوے کی نوازش سے بیان القرآن کی تینوں جلدیں عاریۃً میسر آگئیں علاوہ ازیں سیرت نبوی، تاریخ خلفائے راشدین، النبوۃ فی الاسلام و دیگر متعدد تصنیفات سلسلۂ احمدیہ مولفہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا بغور مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ظاہر پرست علما اور زر طلبی کے شیدائی سجادہ نشینوں اور فلسفی اور مادہ پرست نئی روشنی کے حضرات نے محسن اسلام کی صورت کو کس بدنمائی کے سانچہ میں پیش کرنے کی سعی کی دکھائی ہے۔

مسیح موعود کا کام

حق تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلائل و براہین قاطعہ کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو کر نفسانی خباثت کا اظہار کرنے پر اتر آئے۔ اور غلط بیانی اور افترا پردازی کا پروپیگنڈا کر کے عوام کو متنفر کر کے مسلمان طبقہ میں اپنا اقتدار قائم رکھنے کی سبیل نکال لی۔ تاکہ اپنی شکم پری کا ذریعہ فوت نہ ہو جائے۔ ورنہ کون صاحب فہم رسا اور فکر ذکا اس امر سے انکار کر سکتا ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں کسی ذات واحد نے اسلام کی عزت بچانے کا کام کیا۔ یا اشاعت اسلام کی ضرورت کا احساس کر کے اس اہم دینی خدمت کے لئے فعال قدر جماعت پیدا کی اور قرآن کریم کی افضلیت کو تمام ادیان باطلہ کی بیان کردہ آسمانی کتب پر ثابت کیا۔ یا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو بنی نوع انسان کا سچا بہی خواہ اور حقیقی محسن اور فخر رسان عالم

ملفوظات مسیح موعود

اقرار بیعت کی دو تاثیریں، عادات کا سنورنا، بعض گناہوں کے چھوڑنے میں مشکلات

۲ را پریل ۱۹۰۳ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد اقصےٰ میں چند آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی۔ بعد بیعت آپ کھڑے ہوئے اور مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بہت لوگ بیعت کی حقیقت نہیں سمجھتے اس لئے یاد رکھو کہ تم نے آج اللہ تعالےٰ کی جناب میں اپنے پچھلے گناہوں کا اقرار کرکے آئندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ کہ کوئی گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ نہیں کرینگے۔ یہ وہ عہد اور اقرار ہے جو تم نے میرے ہاتھ پر خدا تعالےٰ کے ساتھ کیا ہے۔ اس لئے تم کو چاہئے کہ اپنے اس اقرار اور عہد کے موافق جہاں تک تمہاری سمجھ اور طاقت ہے گناہوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ اس

اقرار کی دو تاثیریں ہیں

یا تو آئندہ زندگی میں یہ فضل کا وارث بنا دیتا ہے جبکہ وہ اپنے عہد پر قایم رہے گا۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کے مطابق اس پر رحمت نازل کرے گا۔ اور جب اس عہد اور اقرار کو توڑے گا تو پھر عذاب کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑتا ہے تو گویا اللہ تعالےٰ کی توہین کرتا ہے۔ دنیا میں دیکھ لو کہ جب کوئی آدمی کسی سے کوئی اقرار کرکے اسے توڑتا ہے تو وہ جرم عہد شکنی کا مرتکب ہوتا ہے اور سزا پاتا ہے اسی طرح جو خدا تعالےٰ کے ساتھ عہد کرکے توڑتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے حضور مجرم ٹھیرایا جاتا ہے اور اسے سزا ملتی ہے۔ پس آج کے جمعہ کا دن کا اقرار کہ ہم گناہوں سے بچتے رہیں گے بڑی بھاری بات ہے کیونکہ یا تو آج سے تمہارے لئے رحمت کی بنیاد پڑتی ہے اور یا عذاب کی۔ اگر کوئی شخص محض خدا کے لئے ان ساری باتوں کو چھوڑتا ہے جو اس کی عادت میں ہیں اور وہ اللہ تعالےٰ کی نارضامندی اور نافرمانی کا موجب ہیں۔ تو وہ بڑی رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔

عادت کا سنورنا

بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ جیسے افیونی شرابی جھوٹ بولنے والے وغیرہ کو اپنی عادت کا چھوڑنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے جب تک خدا تعالےٰ کا فضل شامل حال نہ ہو یہ سہل کام نہیں ہے اسی طرح پر جب کوئی آدمی گناہ کرتا رہتا ہے اور ایک حصہ اس کی عمر کا اس گناہ میں گزر جاتا ہے۔ تو جیسے ان نشہ بازوں کو جو افیونی، چرسی بھنگی وغیرہ ہوتے ہیں اپنی عادات کے خلاف چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے گنہگار کو بھی اپنی عادت سے باز آنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور بدون دکھ اٹھائے وہ اس عادت کو چھوڑ نہیں سکتا۔ لیکن اگر وہ دکھ اٹھا کر بھی اس بد عادت کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ آرام بھی پاتا ہے۔

ماسوا اس کے ایک اور مشکل یہ بھی ہوتی ہے کہ افیونی یا شرابی یا اور کسی قسم کا نشہ کھانے والے کو تو اس کے گھر والے بھی پسند نہیں کرتے۔ اور چاہتے ہیں کہ وہ ان نشوں کو چھوڑ دے کیونکہ جس قدر نشوں میں غرق رہے گا اسی قدر معاش میں سست اور فاتر ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ بیوی بچے والدین سب اس سے ناراض ہوں گے اور کوشش کرتے رہیں گے کہ وہ کسی طرح ان نشوں سے باز آ دے۔ مگر

بعض عادتیں اور گناہ

اس قسم کے بھی ہوتے ہیں۔ کہ گھر والے اور کنبہ والے ان کے حامی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر رشوت لینے والا توبہ کرے اور رشوت سے باز آئے تو بیوی ناراض ہوگی والدین ناراض ہوں گے۔ کیونکہ بظاہر ان کے مفاد اور آمدنی میں فرق آئے گا۔ اور وہ کب گوارا کریں گے کہ ایسا ہو۔ اس قسم کی صورتوں میں تو وہ اس کے گناہ کی عادتوں کے حامی اور معاون ہوں گے ایسا ہی ایک زمیندار اپنے کاروبار کو چھوڑ کر جب نماز پڑھنے لگے تو گھر والے کب پسند کریں گے کہ وہ ہل چھوڑ دے اور نماز میں لگا رہے وہ تو اسے ملامت کریں گے یا کب وہ چاہیں گے کہ یہ روزہ رکھکر سست ہو اور کام نہ کرے۔ اسی طرح پر چوری یا قمار بازی کی عادت رکھنے والے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے گھر والے ان کی حمایت کرتے ہیں۔ اور پھر ان کو ان عادتوں سے باز آنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ایک تو ان کا نفس ہی جو عادت کا خوگر وہ ہوتا ہے۔ ان بدیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا پھر گھر والے بھی حامی ہوتے ہیں۔ اس لئے توبہ کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ لیکن جو سچی توبہ اختیار کرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے بڑے فضلوں کا وارث بنتا ہے۔

آج کل طاعون کے سبب انسانوں کی زندگی بڑی مشکل اور خطرہ میں پڑی ہوئی ہے۔ اب یا انسان اس مشکل کو اختیار کرے جو گناہوں سے توبہ کرنے میں ہے۔ اور جو خدا کے فضل کا وارث بنا دیتی ہے۔ یا اس مشکل کو اختیار کرے جو آخر تباہ کر دیتی ہے۔ عقلمند جانتا ہے کہ توبہ ہی بہتر ہے۔ یہ مت سمجھو کہ فریب یا دغا سے کوئی رزق کما سکتا ہے۔

رزق دینے والا اللہ ہی ہے

قرآن شریف میں وعدہ ہے کہ جو شخص توکل کرے گا اور متقی ہوگا اللہ تعالےٰ اس کو خود رزق دے گا۔ جیسے فرمایا۔ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب یعنے جو شخص اللہ سے ڈر کر گناہ کو چھوڑ دیگا تو میں ہر ایک تنگی سے اسے نجات دونگا۔ اور اس کے لئے رزق کی ایسی راہ پیدا ہوگی اور ایسے طور سے اس کو رزق ملیگا کہ معلوم بھی نہیں ہوگا۔ کہ کہاں سے رزق آتا ہے۔ ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا ھو یتولی الصالحین۔ جیسے ماں شیرخوار بچے کی پرورش کرتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ اس کا تکفل کرتا ہے۔ پھر ایک جگہ فرمایا رزقکم فی السماء و ما توعدون تمہارا رزق اور جو کچھ تم کو وعدہ دیا گیا ہے آسمان میں ہے پھر اس کو تاکید کے ساتھ ثابت کیا۔ کہ فورب السماء و الارض انہ الحق۔ درحقیقت خدا تعالےٰ پر بھروسہ اور اس سے ڈر کر گناہوں سے بچنا ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو اس کو

ساری تنگیوں سے نجات

بخشتی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کا بھروسہ چھوڑتا ہے وہ درحقیقت اس کو مانتا ہی نہیں۔ گناہوں سے بچنے کی اصل جڑ یہی ہے کہ جب گناہ کو چھوڑتا ہے تو خدا تعالےٰ پر ایمان لاکر ہی چھوڑتا ہے مگر آج ایسا زمانہ ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے گناہ چھوڑنے والے کی مدد کرتا ہے کیونکہ طاعون کا خوف بھی اصلاح کا باعث ہو رہا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ طاعون ایسی چیز ہے جو خدا تعالےٰ کے رحم کے خلاف ہے۔ نہیں یہ ہرگز نہیں۔ خدا تعالےٰ کی ذات رحمت سے بھری ہوئی ہے۔ اور اس کے حملے بھی دراصل رحمت ہی ہوتی ہے۔ ۳۰ لاکھ کے قریب آدمی طاعون سے ہلاک ہو چکا ہے۔ مگر یہ سختی نہیں۔ اگر خدا تعالےٰ ایسا نہ کرتا تو ہزاروں آدمیوں کو ہدایت کس طرح ہوتی دنیا کی زندگی تو بہرحال گزر جاتی ہے۔ شب تنور گزشت شب سمور گزشت مگر اگلی زندگی کا فکر کرنا چاہئے۔ یہ تو خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ وہ سوئے ہوئے لوگوں کو طاعون کے تازیانہ سے بیدار کرنا چاہتا ہے یہ اس کی رحمت ہے۔ جیسے باپ بعض اوقات بیٹے کو نیک چلن ہونے کے لئے مارتا ہے تو اس کی اصل غرض اصلاح ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا کی مار میں اصل رحمت ہے ورنہ وہ فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ کا شکر کرو تو وہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔ پس

جو لوگ بیعت کرتے ہیں

ان کو مناسب ہے کہ وہ سچی توبہ کریں۔ اس کے بغیر فائدہ نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی بازار سے شربت بنفشہ لے اور وہ دراصل وہ نہ ہو تو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ اسی طرح پر جو نرے سڑے ہوئے لفظ ہی ہیں وہ زبان تک ہی آتے ہیں۔ اوپر نہیں جاتے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اسی صورت میں بیعت کرانے والے کو تو ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر کرنے والوں کو نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بیعت کے معنے بیچ دینے کے ہیں۔ اگر کوئی اپنا بیل بیچ دے تو وہ پھر اس پر کیا حق رکھتا ہے جس نے لیا ہے وہ اسے جس طرح چاہے کام میں لائے۔ اسی طرح پر تم نے اپنے کو خدا کی راہ میں بیچ دیا ہے ایسا جس کی بیعت کی اس کی مرضی پر چلنا ضروری ہوگا۔ اگر کچھ اپنی مرضی کے موافق کرو اور کچھ اس کی باتیں مانو تو یہ بیعت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ بلکہ نقصان ہوگا۔ خدا تعالےٰ ملی جلی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ خلوص چاہتا ہے۔ اس لئے اپنی طاقت کے موافق کوشش کرو کہ صالح بن جاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۰ رصفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ رجون ۱۹۳۲ء | نمبر ۳۶

دعوت عمل

(۱) جہاد بالمال کی ضرورت واہمیت

ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوا حضرت امیر ایدہ اللہ نے "دونوں عیدوں کے خطبے" کے عنوان سے ایک مضمون ان صفحات میں لکھا تھا جس میں "جہاد بالمال اور جہاد بالنفس" کی مختلف راہوں کا ذکر کرتے ہوئے چند ایک تجاویز قوم کے سامنے رکھی تھیں۔ جن پر عمل پیرا ہونا احمدی قوم کی زندگی کے لئے ازبس ضروری ہے یہ تجاویز اس قابل ہیں کہ انہیں ایک ایک کر کے پھر قوم کے سامنے لایا جائے اور اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کی کوشش کی جائے جو ان کی تہ میں مضمر ہے۔

حضرت مسیح موعود کا اعلان

پہلی بات جو جہاد بالمال سے تعلق رکھتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اعلان کو پیش کیا تھا جس میں لکھا ہے کہ جو شخص حسب حیثیت ایک معین ماہوار رقم بطور چندہ اپنے ذمہ نہیں لیتا یا چندہ مقرر کر کے تین ماہ تک اسے ادا نہیں کرتا ایسے شخص کو جماعت سے خارج کیا جائے گا۔ اس بارہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ لکھا تھا کہ:-

"یہ اعلان بہت لوگوں کو سخت نظر آتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ گو سخت ہو مگر ایک امر واقعہ کا اظہار ہے دنیا میں کونسی سوسائٹی ہے جس کا بغیر چندہ دینے کے کوئی شخص ممبر ہو سکے تو یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ خدا کا مامور ایک جماعت خدمت دین کے لئے تیار کرے اور اس کے ممبر وہ شخص بھی ہوں جو ایک پیسہ بھی خدمت دین کے لئے نہیں دے سکتے اب اس دھوکہ میں رہنے کا وقت گزر چکا ہے۔ کہ منہ کی باتوں سے وہ نتائج مل جائیں جو عمل پر مل سکتے ہیں۔ لم تقولون مالا تفعلون۔ وہ بات کہتے ہی کیوں ہو جو کرتے نہیں"

انجمنوں کے چندے

یہ الفاظ اس قابل ہیں کہ انہیں غور اور توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا جائے چندہ ماہوار درحقیقت ہر انجمن اور سوسائٹی کے نظام کی جان ہے اور اس کے بغیر نہ کوئی شخص کسی سوسائٹی کا ممبر ہو سکتا ہے اور نہ اس کا نظام ہی چل سکتا ہے آج دنیا میں ہر فن اور ہر پیشہ کے متعلق سوسائٹیاں موجود ہیں۔ تفریحی کلبیں اور خیراتی انجمنیں جگہ جگہ پائی جاتی ہیں۔ جن میں عموماً ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے اور بخوشی خاطر ان کے لئے چندے دیتے ہیں۔ کیا خدا کا دین اس قابل نہیں کہ اس کی خدمت واشاعت کے لئے جو انجمن مامور الٰہی نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے اس کے لئے ماہوار چندہ مقرر کیا جائے اور اس کی باقاعدہ ماہوار ادائیگی کا بندوبست کیا جائے؟

بیعت کا مطلب

آخر اس بیعت کا کیا مطلب ہے جو مامور من اللہ کے ہاتھ پر آپ نے کی یہ کوئی عام پیروں والی بیعت نہیں کہ پیر کا دامن پکڑا اور دین کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر مفت میں جنت کے وارث ہو گئے۔ یہ ایک اقرار ہے اس بات کا کہ دین کی خدمت اسلام کی حفاظت واشاعت کا کام ہم پوری مستعدی اور تندہی کے ساتھ کریں گے۔ احمدی قوم کا ایک ایک فرد درحقیقت اس فوج کا ایک سپاہی ہے جو دین کی حفاظت اور مخالفین اسلام کے بالمقابل سینہ سپر ہونے کے لئے تیار کی گئی ہے۔ فرمائیے جو سپاہی اپنی فوج کے قواعد کے مطابق نہیں چلتا۔ جو مقابلہ کے وقت اپنے جرنیل کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہی حالت اس شخص کی ہے جو خدا کے مامور کے ہاتھ پر بیعت کر کے خدمت دین کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن ایک پیسہ بھی خدمت دین کے واسطے دینے کے لئے تیار نہیں۔

توجہ اور اخلاص کی ضرورت

ہمیں خوشی ہے کہ ہماری جماعت کے اکثر افراد ماہوار چندہ کی ادائیگی میں خدا کے فضل سے بہت مستعد واقع ہوئے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے بھی جو باقاعدہ ادائیگی میں سستی سے کام لیتے رہے ہیں بعض ایسے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا اعلان سنتے ہی تمام بقایاجات بیکلخت ادا کر دیئے لیکن ان دوستوں سے جو ابھی تک اس طرف متوجہ نہیں ہوئے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگر وہ نیکی اور تقویٰ حاصل کرنے کے لئے اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اگر دین کی خدمت کے سوا اور کوئی دنیوی غرض ان کے مدنظر نہیں (اور ظاہر ہے کہ دنیوی اغراض کی کوئی بات اس سلسلہ میں پائی نہیں جاتی) تو جس پاک انسان کو انہوں نے امام وقت تسلیم کیا ہے اس کی بات کو ماننے اور اپنی کمائی میں سے کچھ تھوڑا بہت دینے میں کیا عذر ہو سکتا ہے؟

انجمن کے کام

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ خدمت دین کے بہت سے اہم کام ہیں جو انجمن نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ برلن مشن جاوا مشن، جرمن ترجمۃ القرآن۔ اچھوت اقوام میں تبلیغ اور ان کی اصلاح۔ مسلمانوں کو غیر اسلامی رسوم و رواجات سے چھڑا کر اسلام پر کاربند کرنے کی کوشش۔ مفت اشاعت لٹریچر۔ یہ سب کام اور ان کے علاوہ بعض اور چھوٹے چھوٹے امور اس انجمن کے نظام عمل میں داخل ہیں اور ایک ایک کام کثیر اخراجات کو چاہتا ہے کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان کاموں کی وجہ سے جماعت احمدیہ آج دنیا میں ایک خاص عزت و وقار کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔ اور خدا کے ہاں جو عزت ان کاموں کی ہے وہ دنیا کی تمام عزتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ان کاموں میں ذرا سا تساہل اور کوتاہی کس قدر اہم نقصانات اور قومی عزت و وقار کو کھونے کا موجب ہوگا۔ اور خدا کے ہاں جو مواخذہ ہو سکتا ہے وہ اور بھی زیادہ سخت ہے۔

ایک پیسہ سونے کے پہاڑ کے برابر

اس وقت خدا کے دین کے لئے خرچ کرنا کس قدر ضروری اور کتنی بڑی اہمیت رکھتا ہے یہ حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ:-

"پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہیں ہوگا"

پس ہم ان احباب سے جو اب تک اس آواز کو سننے سے معذور رہے ہیں۔ مودبانہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں۔ اور جس طرح اور ضروریات دنیوی کا انہیں فکر لاحق ہوتا ہے اسی طرح خدا کے دین کا بھی فکر کریں۔ دوسرے مصارف کو جو بالعموم اسراف کی حد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کم کر کے دین کی ضروریات کو پورا کریں۔ اور اپنی آمدنیوں میں سے کم از کم ایک آنہ فی روپیہ چندہ ماہوار اور ایک آنہ ماہوار مستقل فنڈ کے لئے انجمن کو باقاعدہ ہر مہینہ بھیجنے میں تساہل سے کام نہ لیں۔ یہ ان کے لئے ہر قسم کی برکات و فوائد کا موجب ہوگا۔

زبذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

افسوس کہ وفات ہمارے ایک نہایت مخلص بہت صوفی محمد عبداللہ صاحب کوچہ گوبیاں لاہور کی اہلیہ محترمہ صرف ایک یوم بیمار رہ کر ۱۲ رجون کی شام کو فوت ہو گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ کا جنازہ بذریعہ لاری ان کے وطن امرتسر میں پہنچا دیا گیا ہمیں صوفی صاحب مکرم سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے دعا

مولوی ثناء اللہ کا گریز

سیکرٹری صاحب انجمن اہلحدیث لاہور کی طرف سے ایک پوسٹر شائع ہوا ہے جس میں مولوی ثناء اللہ کے مروت نامہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ کے جواب کو ایسے غلط پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضرت امیر آخری فیصلہ پر مولوی ثناء اللہ سے گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور دوسرے مسائل پر بحث کی دھو سے کر آخری فیصلہ پر گفتگو کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بحث کو کسی نتیجہ تک پہنچانے کے لئے حضرت امیر نے جہاں آخری فیصلہ پر گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی وہاں دوسرے مسائل پر بھی جن کو مسیح موعود سے محض عقیدت نہیں بلکہ آپکے دعوے کی بنیاد اور قرآن کریم کے مسائل ہونے کی وجہ سے مجلس احباب میں گفتگو کی دعوت دی اور ترتیب کے لحاظ سے آخری فیصلہ کو سب سے آخر میں رکھا۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب خدا معلوم کیوں ان مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور محض آخری فیصلہ کی رٹ لگا رہے ہیں۔ اور اب انجمن اہلحدیث نے پبلک کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ اعلان کر دیا ہے۔ اگر مجلس خاص میں آخری فیصلہ پر مولوی محمد علی صاحب گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں تو کھلے میدان میں مناظرہ کر لیں۔ ہم کہتے ہیں کھلے میدان میں کر دیا مجلس خاص میں وفات مسیح، نزول مسیح، دجال یاجوج ماجوج اور اسی قسم دیگر مسائل پر پہلے گفتگو ہو گی اور اس کے بعد آخری فیصلہ پر۔ اگر ہمت ہے تو آؤ ورنہ شیر پنجاب کی جرأت اور بہادری کا عملی ثبوت دو ورنہ یہ روباہ بازیاں سنجیدہ اور فہمیدہ لوگوں کو مرعوب نہیں کر سکتیں۔

آریہ سماج اسلام کے قدموں پر

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے واقعات و حقائق سے ثابت کیا تھا کہ آریہ سماج آہستہ آہستہ انہی اصولوں کو اختیار کرتا چلا جا رہا ہے جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ توحید الٰہی، ترک بت پرستی، شدھی، ذات پات توڑک منڈل، عمر بڑی کی شادی کا سوال، بیوہ کا حق، شوہر کی حسب منشاء، غرض ہر رنگ زندگی کے ہر پہلو میں آریہ سماج اسلام کے قدموں میں چلا آ رہا ہے اور کوئی دن جاتا ہے کہ اسلام کی صداقت کا اعتراف انہیں عملاً ہی نہیں اعتقاداً بھی کرنا پڑے گا۔

بجائے اس کے کہ ان کھلے کھلے حقائق کی تردید واقعات سے کی جاتی لاہور کے آریہ سماجی معاصر "پرکاش" نے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی ضرب المثل کو حسب ذیل الفاظ میں زندہ کیا ہے۔

احمدیت آریہ سماج کے قدموں پر

آریہ سماج کا سدھانت ہے کہ جیو آتما کرم کرنے میں سوتنتر اور پھل پانے میں پرتنتر ہے اور حالات مشکل جو چاہے کر سکتا ہے لیکن یہ اس کی طاقت سے باہر ہے کہ جو کیا ہے اس کا پھل بھگتنے سے انکار کر سکے۔ لیکن اسلام اس عقیدہ کا مخالف ہے اور مسلمان کے بغیر اسے چارہ ہی کیا ہے جب وہ روح کو خدا سے علیحدہ ہستی تسلیم ہی نہیں کرتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کو اسلام کا یہ عقیدہ منظور نہیں۔ چنانچہ لائٹ ۲۴۔ اپریل لکھتا ہے:۔

"قرآن انسان کو کرم کرنے میں آزاد قرار دیتا ہے خدا صرف راہ دکھاتا ہے اور انسان کو اس راہ کے اختیار کرنے یا ترک کرنے سے جبراً باز نہیں رکھتا۔ یہ سب کچھ انسان کی اپنی مرضی پر چھوڑا گیا ہے"

الفاظ صاف ہیں اور ویدک سدھانت کے عین مطابق ویدک دھرم کے انوسار پرماتما نے سرشٹی کے آرمبھ اپنا گیان ویدک دھرم کے روپ میں دے کر منشوں کو بتایا کہ یہ تمہارے سدھے کلیان کا مارگ ہے۔ اور یہ کلیان کا ہے تمہاری مرضی ہے آج جسے چاہو اختیار کر لو۔ اور جسے چاہو ترک کر دو۔ لائٹ کا اس ویدک سدھانت کو تسلیم کرنا گویا احمدیت کا اسلام کے قدموں میں آنا ہے۔۔۔۔"

جہاں تک ویدک سدھانت کا تعلق ہے اس کو ہم مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تنقید کے لئے چھوڑتے ہیں۔ کہ انکا صحیح رہا اسلام کا عقیدہ۔ معاصر پرکاش کے ہم ممنون ہوں گے اگر وہ اس بات کا ثبوت دے سکے کہ اسلام نے انسان کو نیک یا بد راہ اختیار کرنے میں آزاد نہیں رہنے دیا۔ اور نہ ہی روح کو خدا سے علیحدہ ہستی تسلیم کرتا ہے۔ زید و بکر کے اقوال سے نہیں بلکہ قرآن کریم کی آیات کا ثبوت دیا جائے۔ اور آیات ذیل کو بھی اس بارہ میں نظر رکھ لیا جائے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر یعنی جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر اختیار کرے۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورا ہم نے انسان کو رستہ دکھا دیا اب چاہے شکر گزار ہو یا اس کا انکار کرے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی دین میں کوئی جبر نہیں سب نیکی اور بدی کے راستے تمیز ہو چکی ہے ان آیات میں صاف اور کھلے طور پر اسلام نے انسان کو فاعل مختار قرار دیا ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ نیک یا بد اعمال کے بجا لانے میں انسان کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے خدا نے اپنا قانون اور ہدایت نامہ بھیج کر اسے دونوں رستے دکھا دیئے اور اب وہ آزاد ہے جس راستہ کو چاہے اختیار کرے۔

کیا پرکاش اس پر غور کرے گا؟

مسٹر گلینسی کی رپورٹ

گلینسی رپورٹ کو شائع ہوئے کم و بیش ایک ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے اس کے بعض اقتباسات اور مہاراجہ کشمیر کے احکام کا خلاصہ اخبارات میں چھپ چکا ہے لیکن اصل رپورٹ شائع ہو جانے کے باوجود ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی معاصر "انقلاب" نے اپنے خاص ذرائع سے ایک نسخہ فراہم کیا ہے جس کے مطالعہ سے مسلمانوں کی قسمت کا عبرت انگیز مرقع نظر آتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی فی صدی مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں بائیس فیصدی غیر مسلموں کے مقابلہ میں کیا حیثیت حاصل ہے۔ مثلاً جنگلات کے محکمہ امور عامہ میں مسلمانوں کا حق ۱۸۰ ہے اور انہیں صرف ۵۴ جگہیں دی گئی ہیں۔ الیکٹرک میکانیکل میں ۴۴ کا حق ہے اور صرف ۳ جگہیں دی گئی ہیں ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون میں ۴۲ کے بجائے ۷ جنگی میں ۲۴ کی بجائے ۱۴ فینانس میں ۲۲۳ کے بجائے ۲۹۔ اور علیٰ ہذا القیاس ہر محکمہ اور ہر شعبہ میں چپڑاسی سے لیکر بڑے سے بڑے افسر تک مسلمانوں کے حقوق اس بے دردی کے ساتھ پامال ہو رہے ہیں کہ اس کی نظیر شاید ہی دنیا کے کسی خطہ میں مل سکے۔ باوجود اس کے اگر مسلمانوں کی طرف سے ذرا سی بھی آواز اٹھائی جائے تو انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا۔ تازیانوں سے مجروح کیا جاتا۔ اور قید و بند کی سختیوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

مجوزہ اسمبلی

گلینسی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اسمبلی کے لئے جو سفارشات کی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمانان کشمیر کی مشکلات کا بہترین مداوا ثابت ہوں گی لیکن حالات کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو مسٹر اسرار علی سابق ہوم منسٹر کے اس بیان سے ہمیں کلی اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق مجوزہ اسمبلی سے محفوظ نہیں ہوں گے کیونکہ اسمبلی میں منتخب اور نامزد شدہ ممبران کا جو تناسب رکھا گیا ہے اس میں مسلمانوں کی بجائے ہندوؤں کی ہی اکثریت ہو گی مسٹر ظفر علی کا بیان کسی دوسری جگہ درج ہے جس پر واقعات اور اعداد و شمار کی بنا پر دکھایا گیا ہے کہ موجودہ اضطراب اور بے چینی کے ازالہ کی کوئی صورت نہیں۔

دربار کشمیر کی رواداری

غالباً انہی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مہاراجہ کشمیر نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ دربار اب تک ایجی ٹیشن کرنے والوں کے متعلق میں رواداری سے کام لیتا رہا ہے لیکن آئندہ کیلئے فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ تمام قانون اور آرڈیننس کا سختی سے نفاذ کیا جائے گا۔ اس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ آئندہ مسلمانان کشمیر کو خواہ کتنی بھی مشکلات پیش آئیں وہ آواز تک نہ اٹھائیں۔ اب تک رواداری سے کام لینے کی بھی ایک ہی کہی اگر غریب اور نہتے لوگوں پر گولیاں چلانا، تازیانوں سے مجروح کرنا سنگینوں سے لہولہان کرنا اور قید و بند کے مصائب میں ڈالنا رواداری ہے۔ تو معلوم نہیں سختی اور تشدد کس چیز کا نام ہے

مسلمانوں کی قسمت

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی سختیوں اور تشدد کا آماجگاہ بنانے کے باوجود ان کے نقصانات کی تلافی کا کوئی بندوبست نہ کیا گیا سوائے اس کے کہ مہارانی صاحبہ نے شہداء کے متعلقین کے لئے تین ہزار روپیہ کی رقم عنایت کی دوسری طرف علاقہ جموں کے فسادات میں ہندوؤں کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ ریاست کے خزانہ سے دے دیا گیا اور مسلمانوں کو کسی نے پوچھا بھی نہیں۔ ایسا ہی پونچھ میں ہندوؤں کو نہایت فیاضی سے بلا سود قرضے دیئے جا رہے ہیں۔

کیا یہ حالات اس قابل ہیں کہ مسلمان اطمینان کا سانس لے سکیں؟ حکومت کشمیر کا جبر و تشدد مسلمانوں کو بیشک کچھ وقت کے لئے دبا سکتا ہے لیکن اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک تمام شکایات کا پورے طور پر ازالہ نہ ہو اور مسلمانوں کو کشمیر کی انسانی آبادی کے ممبر سمجھ کر ان کے جائز حقوق نہ دیئے جائیں اطمینان اور امن کی فضا پیدا نہیں ہو سکتی۔

خصائص قرآن مجید

(از مولانا عبدالسلام ندوی)

(۱)

داماں نگہ تنگ، وگل حسن تو بسیار ÷ گلچین جمال تو ز داماں گلہ دارد

قرآن مجید کا اعجاز

قرآن مجید گوناگوں مزایا و خصائص کا مجموعہ ہے اس میں اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، عقلی غرض ہزاروں قسم کی خوبیاں موجود ہیں اور انہی خوبیوں نے جمع ہو کر اس کو ایسا معجزہ بنا دیا ہے جس کا جواب نہ عرب کے امیوں سے ہو سکا نہ حکما و ذوی العقل اس کی ایک آیت کا جواب پیش کر سکے۔ اور نہ آج اس ترقی یافتہ دور میں کوئی اس کے مقابلہ کی جرأت کر سکتا ہے لیکن قرآن مجید کے ان محاسن میں سب سے پہلے جس چیز پر نگاہ پڑتی ہے۔ وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے قرآن مجید کے وجوہ اعجاز میں اگرچہ بہت سے اختلافات ہیں لیکن عام طور پر اسی فصاحت و بلاغت کو قرآن مجید کا معجزہ خیال کیا جاتا ہے اس لئے خصائص قرآنی کے سلسلے میں سب سے پہلے ہم اس کی فصاحت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

فصیح لفظ کی تعریف

علمائے معانی بیان نے فصیح لفظ کی تعریف یہ کی ہے کہ تنافر حروف سے خالی ہو، غریب نہ ہو، قیاس کے مخالف نہ ہو لیکن ان الفاظ سے جب کوئی جملہ یا فقرہ بنایا جائے تو اس کے لئے صرف اسی قدر کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ان الفاظ کے توازن و ترکیب میں ناہمواری اور تعقید نہ ہو۔

بلاغت کے لئے ان اوصاف یعنی مفرد الفاظ کی فصاحت اور ترکیب کی ہمواری اور خوشگواری کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو۔

قرون اولے کی اصطلاح

لیکن فصاحت و بلاغت کی یہ ایک اصطلاحی تعریف ہے اور زمانہ جاہلیت، عہد نبوت اور عہد صحابہ بلکہ بنو امیہ کے زمانہ تک یہ اصطلاح نہیں پیدا ہوئی تھی خود قرآن مجید نے اگرچہ اپنے آپ کو تحدی کے ساتھ اہل عرب کے سامنے بطور معجزہ کے پیش کیا ہے تاہم اس نے صریح الفاظ میں کہیں بھی فصاحت و بلاغت کا دعوےٰ نہیں کیا ہے۔ اور خطبائے عرب اور شعرائے جاہلیت نے بھی کسی قصیدہ یا خطبہ کی تعریف میں فصاحت و بلاغت کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ اس لئے ہم تاریخی حیثیت سے زمانہ جاہلیت اور آغاز اسلام میں فصاحت و بلاغت کا کوئی معیار قائم نہیں کر سکتے۔ البتہ اس زمانہ میں ہم کو بعض ایسے الفاظ ضرور ملتے ہیں جو کسی کلام کے حسن و اثر کے نمایاں کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے چنانچہ اس قسم کا سب سے زیادہ متداول لفظ سحر یعنی جادو تھا۔ اور کفار قرآن مجید کے حسن و اثر کے متعلق یہی لفظ استعمال کرتے تھے۔

علم بلاغت اور قرآن مجید

واذا تتلی علیہم آیتنا بینت قال الذین کفروا للحق لما جاءھم ھذا سحر مبین ”	جب ان کافروں پر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو سچائی کے آنے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں یہ کھلا ہوا جادو ہے

ایک حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

ان من البیان لسحرا — بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

سحر اور اوس کا اثر

لیکن افسوس ہے کہ ہم قرآن مجید کے حسن و اثر کے اظہار کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس سے اگرچہ قرآن مجید کی کشش و تاثیر کا اظہار ہو جاتا ہے لیکن معنوی حیثیت سے اس کی صداقت بالکل خاک میں مل جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب صعصعہ بن صوحان نے حدیث کا یہ ٹکڑا سنا تو کہا رسول اللہ صلعم نے بالکل سچ فرمایا کیونکہ ایک شخص پر کسی کا حق واجب الادا ہوتا ہے۔ لیکن وہ اظہار دلائل میں اصلی حقدار سے زیادہ لسان ہوتا ہے اور اپنی لسانی سے لوگوں کو مسحور کر کے حق کو مار لیتا ہے۔ کفار بھی قرآن مجید کو سحر اسی لئے کہتے تھے کہ وہ ان کے نزدیک محض اپنے الفاظ و عبارت کے حسن و اثر سے غلط کو صحیح اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

جوامع الکلم

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص قرآن کی نسبت ایک اور فقرہ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

بعثت بجوامع الکلم — میں جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا۔ یعنی قرآن مجید۔

اور یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو قرآن مجید کی تمام لفظی و معنوی خوبیوں کو حاوی ہے لیکن ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت اور زمانہ آغاز اسلام میں محض الفاظ کے حسن و تسجیع کے اظہار کے لئے کوئی لفظ ایجاد نہیں ہوا تھا بلکہ کلام کے زور و اثر کے نمایاں کرنے کے لئے جو الفاظ اور فقرے استعمال کئے جاتے تھے ان کا تعلق زیادہ تر معنے سے تھا کسی کلام کو سحر اس لئے کہتے تھے کہ وہ ایک غیر حقیقی چیز کو حقیقی بنا دیتا تھا جوامع الکلم کا لفظ قرآن مجید کے لئے اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ ہر قسم کی پاکیزہ تعلیمات اور ارشادات و ہدایات کا جامع ہے یا یہ کہ بڑے بڑے معانی و مطالب کو مختصر الفاظ میں ادا کر دیتا ہے۔

محاسن کلام کے اظہار کے لئے مختلف الفاظ

اس کے بعد محاسن کلام کے اظہار کے لئے بہت سے الفاظ اور فقرے ایجاد ہو گئے۔ مثلاً شیریں، خوشگوار، حسین، سحر حلال، مرغوب، لذیذ، تختہ باغ، آب زلال، دیبا منقش و رنگین۔ لیکن یہ الفاظ اور فقرے بھی قریب قریب مترادف تھے۔ اور ان سب سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ کلام میں ایسی خوبیاں جمع ہو گئی ہیں جو سامع کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہیں بہر حال فصاحت و بلاغت کی محدود اصطلاح نہیں پیدا ہوئی تھی۔ جس کے ذریعہ سے ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرے کی جانچ پڑتال کے بعد کسی کلام کے فصیح و بلیغ ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ مجموعی طور پر کسی کلام کا جو اثر دل پر پڑتا تھا اس کو پیش نظر رکھ کر ان الفاظ اور فقروں سے اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔

اہل عرب کے نزدیک فصاحت کا معیار

صاحب مثل السائر نے لکھا ہے کہ میں نے ایک فلسفی سے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کی تعریف کی تو اس نے کہا کہ قرآن مجید میں کیا فصاحت ہے؟ قرآن میں ہے:- ”تلک اذاً قسمۃ ضیزی“ تو کیا ضیزی کے لفظ میں کوئی حسن ہے؟ لیکن خود اہل عرب نے قرآن مجید کے کسی لفظ یا ترکیب پر اس قسم کا اعتراض نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک فصاحت و بلاغت کا معیار اس سے مختلف تھا اور اس کی بنیاد تمام تر ذوق سلیم پر قائم تھی۔ اور ہر قوم میں فطرۃً یہ معیار پایا جاتا ہے البتہ یونانیوں نے اس کو مستقل فن بنا دیا تھا اور ارسطو نے اس فن پر ایک مستقل کتاب لکھی تھی لیکن اس کتاب میں بھی صرف معانی و مطالب کے موثر و دلنشین کرنے کے طریقے بتائے گئے تھے۔ الفاظ و تراکیب سے بحث نہیں کی گئی تھی۔ یہ بات خاص طور پر لحاظ کے قابل ہے کہ منطق کو اگرچہ ایک عقلی علم اور تحصیل فلسفہ کا ایک ذریعہ خیال کیا جاتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ادبی علم تھا اور اس میں زیادہ تر وجوہ بلاغت سے بحث کی گئی تھی کیونکہ منطق کے ایک حصہ میں الفاظ کی دلالت اور عبارت و معانی کے تعلقات سے زیادہ تر بحث کی گئی ہے اور ایک حصہ برہان، خطابت، شعر، جدل اور سفسطہ سے تعلق رکھتا ہے جو انسان کے دل پر اثر ڈالنے کا ایک ذریعہ ہیں اور غالباً اسی مناسبت سے اہل عرب نے اس کا نام منطق رکھا جس کے معنے گفتگو اور کلام کے ہیں۔

فصاحت و بلاغت کی بنیاد ذوق پر

لیکن بہر حال فصاحت و بلاغت ایک ذوقی چیز ہے جس کی تحدید علمی طریقے سے نہیں کی جا سکتی کیونکہ علوم و فنون کی بنیاد کسی خاص چیز پر قائم ہوتی ہے۔ مثلاً نحو کی بنیاد کلام عرب پر قائم ہے طب کا دار و مدار تجربہ پر ہے۔ علم حساب و ہندسہ عقل سے تعلق رکھتے ہیں لیکن بلاغت کسی خاص چیز پر قائم نہیں

بلکہ عقل ونقل، ذوق، الفاظ، معانی، نظم وترکیب، موقع ومحل غرض وہ ہزاروں چیزسے تعلق رکھتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ آج تک اس کی کوئی متفقہ تعریف نہیں ہوسکی، جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے کہ ایرانی، ہندی اور رومی سب سے بلاغت کی تعریف پوچھی گئی تو سب نے مختلف جواب دیئے۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی زمانہ تک بلاغت کا دارومدار صرف اسی ذوق سلیم پر تھا یہی وجہ ہے کہ اہل عرب کے نزدیک بلاغت کا تعلق معانی اور ترکیب کے توازن وائتلاف یا دوسرے لفظوں میں کلام کے ترنم وموسیقیت سے تھا۔ وہ نفس الفاظ کی ظاہری خوبیوں کی طرف بہت کم توجہ کرتے تھے۔ لفظ ضیزیٰ پر اسی لئے انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا کہ اگرچہ اس کے ہم معنے الفاظ اس سے زیادہ فصیح ہیں۔ تاہم اگر وہ اس آیت میں لائے جائیں تو کلام کے توازن وائتلاف اور ترنم وموسیقیت کی خوبیاں خاک میں مل جائیں۔

فن بلاغت کی تدوین

تاریخی حیثیت سے فن بلاغت کا یہ پہلا دور تھا اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا اصلی معیار یہی دور ہے اس کے بعد جب مسلمانوں نے علمی ترقیاں کیں اور ادبی علوم مثلاً صرف ونحو اور عروض کی تالیف وتدوین ہوئی تو فن بلاغت کو بھی علما کی ایک خاص جماعت نے مدون کیا۔ اگرچہ اس دور میں بھی اس فن کی بنیاد زیادہ تر ذوق سلیم ہی پر قایم تھی۔ تاہم علمی حیثیت سے ان وسائل واسباب کے فراہم کرنے کی کوشش کی گئی جن کے ذریعہ سے یہ ذوق ترقی کرتے اس لئے دو خصوصیتوں کی وجہ سے یہ دور پہلے دور سے مختلف وممتاز ہوگیا۔

(۱) ایک تو یہ کہ محاسن کلام کے لئے خاص خاص نام مقرر کر دیئے گئے مثلاً مجاز، تشبیہ، استعارہ اور کنایہ وغیرہ

(۲) دوسرے یہ کہ کلام کے اور بہت سے جدید اوصاف پیدا کئے گئے جن سے دور اول کے لوگ ناواقف تھے یہ اوصاف زیادہ تر علم بدیع سے تعلق رکھتے ہیں جن کا موجد ابن معتز ہے۔

اس دور کے بعد تمدن اسلام کو اور ترقی ہوئی تو فن بلاغت نے ایک نیا پہلو بدلا۔ اور اس کا سب سے آخیر دور شروع ہوا جس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) علوم وفنون کی بنیاد علمائے عجم کے ہاتھ میں آگئی اور سیاست کے ساتھ وہ علم وادب کے خزانوں پر بھی قابض ہوگئے۔

(۲) فلسفہ کا عام رواج ہوگیا۔ اور تمام علوم وفنون جن میں فن بلاغت بھی داخل ہے فلسفیانہ قالب میں ڈھال گئے۔

عربی ذوق کی جگہ عجمی مذاق

اس دور میں عربی ذوق بھی خراب ہوگیا اور اس کی جگہ عجمی مذاق پیدا ہوگیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فن بلاغت کا تمام تر دارومدار زمخشری، سکاکی، قزوینی، اور تفتازانی کی تصنیفات پر رہ گیا جس میں منطق وفلسفہ کی کتابوں کی طرح اعتراضات ومناقشات کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اب عربی بلاغت بلکہ عربی فطرت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور عربی انشا پردازی میں تکلف وصنائع کی بھرمار ہونے لگی اور مقامات بدیع ہمدانی اور مقامات حریری کی مسجع ومقفیٰ عبارتیں اس دور کی بہترین یادگاریں قرار پائیں اس بنا پر اگر ہم فصاحت وبلاغت کو قرآن مجید کا معجزہ قرار دیں تو اس کا معیار ان دونوں دور کی تصنیفات نہیں قرار پاسکتیں بلکہ اس کا اصلی معیار اہل عرب کا ذوق سلیم ہوگا۔ اور اس ذوق سلیم کا اندازہ صرف اس اثر سے ہوسکتا ہے جو اہل عرب کے دلوں پر قرآن مجید کی آیتوں کا پڑتا تھا۔

(بقیہ صفحہ اول)

عالمیان ثابت کردکھایا بلکہ مذہب اسلام پر سے تمام بدنما دھبوں کو اٹھاکر اس کی حقیقی نورانیت، سادگی اور معقولیت کو اظہر من الشمس کرکے اسے فطرت انسانی کا اکلوتا صحیح مذہب پیش کردکھایا وغیرہ وغیرہ تو وہ ذات ستودہ صفات صرف حضرت مسیح زمان، مجدد دوران، مہدی پیروجوان اور مامور من الرحمٰن جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود تک محدود ہے۔ جن کی جمیع خدمات دینی کا ذکر کرنا اس مختصر مکتوب کے احاطہ سے سراسر باہر ہے۔

کونوا مع الصادقین کی تعمیل

اس نقطہ نگاہ کا پیدا ہونا تھا۔ کہ غیرت ایمانی نے تقاضا کیا کہ میں بھی "کونوا مع الصادقین کی تعمیل کا جوا اپنی گردن میں ڈال لوں اور امام الوقت کی تیار کردہ جماعت میں شامل ہوکر جہاد فی الاسلام کی اہم ذمہ داری اپنی استطاعت کے مطابق اپنے سر پر اٹھالوں تاکہ برکات آسمانی اور تبرکات روحانی سے دل ناتواں کی آبیاری ہوتی رہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مسلمانان رو ہڑ کا جوش واشتعال

احمدی جماعت میں شامل ہوجانے کا اعلان کردینے کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے مسلمانوں کی طرف سے اظہار ملامت اور تشہیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ میرے مکان کے روبرو عوام کے جلسے طلب کئے گئے۔ خرافات اور بکواس کی حد کردی گئی۔ اور ایذرسانی اور اشتعال دہی میں بھی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا۔ بلکہ دباؤ ناجائز کے ماتحت اس کار خیر سے منحرف ہونے کے لئے ہر قسم کا اثر ڈالنے کی کوشش کی گئی لیکن جس کے [illegible] میں خدا مضبوطی پیدا کردے۔ اور جس کی طبیعت میں استقامت واستقلال تائید غیبی کی بدولت پیدا ہوجائے اور جس کی آنکھوں میں نور وحدانیت روشن ہوجائے۔ بلکہ جس کے قلب مضطر میں پیغام محمدی کا اثر جاگزیں ہوجائے اور جس کی حالت پر تحریک احمدیت کی جلوہ گری نظر آنے لگ جائے اس کو صراط مستقیم سے بہکانے والا کون ہوسکتا ہے اور خناس کے وساوس سے اس کا دل کب متحیر ہوسکتا ہے۔ اور جہلا کے مفسدہ پردازی والے اعمال کب اس کا قدم متزلزل کرسکتے ہیں۔ الحمدللہ کہ مخالفت کی آندھی چلی اور خیروعافیت سے ختم ہوگئی۔ مایوسی اور ناامیدی کی گھٹا آئی پر خود بخود ہی معدوم ہوگئی۔ حیرانی اور پریشانی دامن گیر رہی لیکن اپنے آپ ہی نسیاً منسیاً ہوگئی اور اپنے پیچھے ایسی فضا چھوڑ گئی جس کے متعلق یہ بیان کرنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ۔

شام غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمت شب میں نظر آئی کرن امید کی

مسلم لائبریری کا قیام

اب چند ماہ سے ایک مسلم لائبریری عرض وجود میں آچکی ہے جس میں "پیغام صلح" "دی لائٹ" اور "دی مسلم ریوائیول" کے مطالعہ کا عوام کو موقع ملتا ہے علاوہ ازیں میری ذاتی لائبریری سے احمدیہ لٹریچر کی مفت اور عاریتاً تقسیم ہوتی رہتی ہے اور زبانی گفت وشنید کے سلسلہ کے ذریعہ پیغام حق سنایا جاتا رہتا ہے۔ اور نہ صرف مسلمانوں کے عقائد فاسدہ کی تردید شدومد سے ہوتی رہتی ہے بلکہ قادیانی جماعت کی غلو بیانی کا بھی ازالہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرت سید مدثر شاہ صاحب کو بھی دعوت دی گئی تھی جن کے مختصر سے قیام نے قادیانی اعتقادات کا تار وپود بکھیر کر رکھدیا اور حضرت مسیح موعود کے ارشادات کو اصلی روشنی میں پیش کرکے متعدد مسلمانوں کو غلط فہمیوں کا شکار ہونے سے بچادیا۔

صورت حالات میں گونہ صلاحیت

گو اس وقت تک جماعت احمدیہ میں مزید شمولیت کا علی الاعلان قدم اٹھنا شروع نہیں ہوا کیونکہ ابھی صرف پانچ ماہ سے اس سلسلہ کی بنیاد اس علاقہ میں رکھی گئی ہے۔ اور مخالفت عامہ کی موجودگی میں صحیح نقطہ نگاہ قایم کرنے کے مواقع ازبس محدود ہیں تاہم صورت حالات میں گونا صلاحیت رونما ہورہی ہے۔ کیونکہ کئی ایک معزز تعلیم یافتہ نوجوان تحریک احمدیت میں نہ صرف دلچسپی لینے لگ گئے ہیں۔ بلکہ بعض بعض اصول اور خیالات سے کما حقہ مانوس ہونے لگ گئے ہیں اس ضمن میں ایک غیر احمدی صاحب کے جو ایک مسلم گریجویٹ ہیں۔ سید ہیں۔ میرے قریبی عزیز ہیں۔ اور ذوق سلیم رکھتے ہیں۔ خواب کا واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے صاحب ممدوح کی پاک طینتی سعید روحانیت۔ اور نیک طبیعت کا پتہ چلنے کے علاوہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے مشن کی سچائی کا ایک مزید ثبوت بصورت آسمانی تائید ہاتھ میں آتا ہے یہ واقعہ صاحب ممدوح نے میرے پاس از خود بیان فرمایا۔

ایک خواب

میرے غیر احمدی دوست نے ایک رات بعالم خواب اپنے آپ کو ایک عظیم الشان غیر مسقفہ عمارت میں دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا پایا۔ جن کی آزار دہی سے تنگ آکر خالق کون ومکان کی استعانت کی طرف متوجہ ہوتے ہی آسمان کی طرف مرفوع ہونا شروع ہوا۔ چنانچہ ایک بلندی کے مقام پر پہنچکر انہوں نے محسوس کیا کہ ایک بزرگ صورت انسان کی موجودگی میں ہیں نے یہ کہکر انہیں روک لیا کہ یہ مسیح موعود علیہ السلام ہیں یہ معلوم کرکے میرے دوست نے عرض حال کیا جس پر امام الوقت نے تائید غیبی کا یقین دلایا۔ اور اعدا پر فتح وظفر کا مژدہ سنایا۔ جونہی دوبارہ نزول کرنے پر عظیم الشان مکان میں جس میں اول مرتبہ اپنے آپ کو محصور دیکھا تھا۔ میں اپنے آئے تو اپنے سب اعدا کو مقتول دیکھا اور اپنے آپ کو مظفر اور منصور!

اس خواب پر حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے مامور کے سایہ عاطفت میں پہنچ جانے کے لئے سعادتمند انسان کو رویا کے ذریعہ سے بشارت دیدیتا ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانا توفیق رفیق کے میسر آنے پر مبنی ہے۔ اور ایسی کھلی دلیل کے ہوتے ہوئے حرماں نصیب رہنا ازبس شومی قسمت ہے۔

حقیقت کفارہ

آدم نے گناہ کیا اور خدا کے نزدیک سزاوار ہوگیا اور اس گناہ کا اثر اولاد آدم میں موروثی ٹھیرا۔ خداوند رحیم کی زبردست خواہش تھی کہ دنیا کو گناہ کی لعنت سے نجات بخشے مگر چونکہ خداوند عادل اولاد آدم کے اس گناہ کو نہیں بخش سکتا تھا جب تک کہ اس کا کوئی کفارہ نہ ہو۔ کفارہ کسی ایسی ہستی کا دیا جانا تھا جو خود معصوم ہو۔ سوائے خداوند یا اس کے بیٹے کے اور کون ایسا ہوسکتا تھا اس لیے خداوند نے اپنا بیٹا حضرت مسیح بہ اس انسانی بھیجا تاکہ اولاد آدم کے گناہوں کے بدلے خوشی خوشی قتل کیا جاکر اور تین دن جہنم کی آگ میں پڑکر دنیا کو ابدی لعنت سے نجات دے (اگرچہ بوقت دیئے جانے صلیب حضرت مسیح ابن اللہ کا اظہار بیچارگی اور ایلی ایلی لما سبقتنی پکارنا بجائے خود ایک دلیل ہے کہ حضرت مسیح کے گلے یہ پھندا جبراً ڈالا گیا)

(حضرت مسیح انجیلی کی معصومیت پر پھر کبھی بحث ہوگی)

یہ ہے چند لفظوں میں مسیحی کفارہ کی اصل۔ مگر جب عہد عتیق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ پکار پکار کر بزبان حال کہہ رہا ہے کہ کسی فرد بشر کے گناہوں کے بدلے دوسرے کو سزا دینا ترین انصاف نہیں۔ اور اگر کسی نے اس خبط میں جان دی ہے تو وہ خودکشی کا مرتکب ہوا ہے۔ حزقی ایل نبی کو وحی کیا جاتا ہے کہ "تم اسرائیل کے ملک کے حق میں کیوں یہ مثل کہتے ہو کہ باپ دادا نے کچے انگور کھائے اور اولاد کے دانت کھٹے ہوئے؟ خداوند خدا فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم کہ تم پھر اسرائیل میں یہ مثل نہ کہوگے۔ دیکھ سب جانیں میری ہیں۔ جیسی باپ کی جان ویسی ہی بیٹے کی جان بھی میری ہے۔ جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی"

(حزقی ایل 18 آیت تا 4)

اس سے آگے دو مثالیں دی ہیں مثلاً اگر ایک انسان خود راست باز ہے مگر اس کا بیٹا بدکار اور گنہگار نکلا تو لکھا ہے کہ باپ ہی زندہ رہے گا۔ اور بیٹا ضرور مرے گا۔ اور اس کا خون اسی پر ہوگا۔ کیونکہ اس نے نفرتی کام کئے ہیں دوسرے اگر ایک گنہگار باپ کا بیٹا صالح ہوتا ہے تو لکھا ہے کہ "وہ اپنے باپ کے گناہوں کے بدلے نہ مرے گا۔ وہ یقیناً زندہ رہے گا۔ مگر بیٹے کے اعمال صالحہ باپ کے کام نہیں آئیں گے اس لئے باپ اپنی بدکرداری کے باعث ضرور مرے گا" (آیت 5 تا 18)

"اس سے آگے صاف لکھا ہے۔ تو تم کہتے ہو کہ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ کیوں نہیں اٹھاتا؟ جب بیٹے نے وہی جو جائز اور روا ہے کیا اور میرے سب آئین کو حفظ کر کے ان پر عمل کیا تو وہ یقیناً زندہ رہے گا۔ جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور نہ باپ بیٹے کے گناہوں کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے" (آیت 19 - 20)

کیا اس کے بعد کسی مزید ثبوت کی ضرورت باقی ہے۔ کہ جناب پولوس کی دماغی اختراع سے پیشتر بھی اس غیر منصفانہ طریق پر کوئی ایمان تھا کہ کرے زید اور بھرے بکر؟ کیا یہ قرآنی آیت لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کی صریح اور بین تفسیر نہیں؟ اب اس کے بعد انسان کے فطرتاً نیک پیدا ہونے اور کفارہ کا محتاج نہ رہنے میں کس کو شک ہوسکتا ہے؟

خاکسار محمد عبداللہ

ٹرکی میں مسیحی مدارس

ترکی اخبار سن بوسطہ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۰ء کا حسب ذیل اقتباس جو ڈاکٹر زویمر کے مشہور مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" میں کسی قدر اظہار برہمی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ ان حضرات کی دلچسپی کا باعث ہوگا جو قومی تعلیم میں غیروں کی مداخلت بیجا کو گوارا نہیں کرتے۔

"صلحنامہ لاسین کی رو سے ٹرکی میں مسیحی مبلغین کا حق تعلیم و تدریس امسال ختم ہوگیا ہے۔ حکومت ان تمام مسیحی مدرسوں کو بند کرسکتی تھی لیکن صورت حال اس کی متحمل نہ ہوسکتی کیونکہ تمام بچوں کے لئے کافی مدرسے موجود نہیں ہیں صورت حال کی اس نزاکت کو پیش نظر رکھکر معلوم ہوتا ہے کہ وزارت تعلیم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رفتہ رفتہ اس مقصد کی جانب قدم بڑھایا جائے ان غیر ملکی مدرسوں کے خلاف وزارت نے دو تدبیریں اختیار کی ہیں۔ پہلی یہ کہ ترکی بچوں کو ان مدارس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی یہ تدابیر درجوں کو ان تبلیغی اداروں سے خارج کردینے کے لئے کافی ہوگا۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ یونیورسٹی بغیر امتحان کے ان اداروں کی اسناد کو قبول نہ کرے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بالآخر غیر ملکی مدارس کے اونچے درجوں میں بھی طلبہ کی تعداد کم ہوجائے گی لیکن ان اداروں کے فارغ التحصیل طلبہ بہت کم ترکی یونیورسٹی میں داخلہ کی درخواست دیتے ہیں۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ یا امریکہ جاتے ہیں۔ لہذا یہ تدبیر ترکی طلبہ کو مسیحی کالجوں میں داخل ہونے سے نہ روک سکے گی۔ . . . . ان تبلیغی مدارس سے جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ ظاہر ہے۔ انہیں کسی نہ کسی طرح روکنا چاہئے۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت ایسے وسائل اختیار کرے گی جن سے کم سے کم یہ تو ہو کہ ہمارے بچے مزید نقصانات سے محفوظ رہیں۔"

مسلمانان جاپان کی بیداری

مسلمانان ہندوستان کی بیخبری کہئے کہ یا مسلمانان جاپان کی غفلت کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جاپان میں ہزارہا مسلمان آباد ہیں۔ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں جاپانی مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا ہے جس میں ہزارہا مسلمان شامل تھے انہوں نے "اسلامیک ٹوکیات کو" کے نام سے ایک انجمن قائم کی ہے۔ جس کے مقاصد میں ایک اخبار کا اجرا، جاپانی مسلمانوں کی مردم شماری، اتحاد اسلام، عربی کالج کا اجرا، ایک لاکھ ین چندہ کی فراہمی اور دنیائے اسلام سے تعارف اور تعلقات و روابط قائم کرنے کے لئے دنیائے اسلام میں ایک جاپانی نمائندہ کی روانگی شامل ہیں۔ ہم برادران جاپان کی سرگرمیوں کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ناظرین کرام میں سے کوئی دوست ہمیں مسلمانان جاپان کے متعلق مزید حالات بہم پہنچائیں۔ (ایمان)

آریہ سماج میں سرپھٹول

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے اس قماش کے لوگ فیصدی ایک یا دو ہونگے جو اپنے مالی اغراض یا کسی بوالہوسی کے باعث جھگڑا پیدا کرتے ہیں سماج یا اس کی کسی دوسری سبھا پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن زیادہ تعداد ان کی ہے جو سماج کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنا وقت بھی دینے کو تیار رہیں۔ لیکن ان کی خواہش یہ ہے کہ جیسے بھی ہوجاہے جیسا انتظام ہو ان کی بات میں کوئی خلل انداز نہ ہو ملک ہاں میں ہاں ملاتا رہے۔ خدمات عامہ کے ساتھ ساتھ شہرت حاصل کرنے کا مرض بھی لگا ہوا ہے جہاں کسی نے کہا مہاشہ جی بڑا کام کرنے والے ہیں۔ تو بس پھولکر کپا ہوگئے جبکہ مہاشہ جی کے مداحوں کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہوتی مہاشہ جی خود ہی ہر ایک کام اور ہر ایک عہدے کے لئے اپنے آپ کو پیش کردیں گے۔ قابلیت اور ناقابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے لیکن عہدہ ملنا چاہئے سماج یا اس کی شاخیں بہشت میں جائیں یا دوزخ میں ان کی بلا سے وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتظامیہ کمیٹی میں ان کے حواریوں کی تعداد زیادہ ہو جو ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے ہوں اور ان کے اشارے پر ہاتھ اٹھادیں اس خواہش کے اندر جو بھی سدراہ ہوتا ہے اس کو کانٹا سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کو راستہ سے ہٹانے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہوتا۔ بعض مقامات پر خوش قسمتی سے یا بد قسمتی سے تجربہ کار، کارکن سماج میں موجود ہیں۔ جن کی موجودگی میں نئے جوشیلے مہاشہ جی کی دال نہیں گلتی۔ اس لئے پھر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ جبتک تجربہ کار اور سرگرم کو نیچا نہیں دکھایا جائے گا اس وقت تک جی حضوریوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔ بدیں وجہ پرانے کارکنوں کی مخالفت شروع ہوجاتی ہے اور اس مخالفت کا کام پارٹی بازی، گروہ بندی ہے اس کا آغاز کانا پھوسی سے ہوتا ہے۔ اور انجام عبرتناک ہوتا ہے۔ اور بعض پرانے کارکن بھی ایسے ہوتے ہیں جو باؤلے جائے بیٹھے ہیں اور سماج کے گلے کا ہار ہورہے ہیں چاہے ان میں کام کرنے کی طاقت ہی نہ ہو لیکن جہاں ان سے عہدہ خالی کردینے کو کہا ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ نئے مہاشہ اپنی پارٹی کو لے کر حملہ کرتے ہیں اور پھر وہ اپنی حفاظت یا پاؤں جانے کے لئے مورچہ لگاتے ہیں۔ ایک پارٹی کے مقابلہ میں دوسری پارٹی تیار کرتے ہیں۔ اور انتقام لینے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں۔ (آریہ مترا)

آریہ سماج میں بغض و حسد

بابو پورن چند بی اے رقمطراز ہیں کہ جہاں بھی دیکھا آریہ سماج میں کشمکش پائی جاتی ہے۔ کوئی صوبہ نہیں، کوئی پرتی ندھی سبھا نہیں جہاں یہ بیماری نہ پھیل رہی ہو۔

سوامی سرودانند جی آگرے تشریف لائے تھے۔ ان کے چند لیکچر بھی ہوئے اور ان سے گفت و شنید کا موقعہ بھی ملا ان سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں تقریباً ہر ایک آریہ سماج میں کم و بیش بغض و عناد کی آگ بھڑک رہی ہے جس کی متعدد وجوہات اور کتنے ہی اسباب ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آریہ سماج کے خاص کام وید پرچار اور روحانی پاکیزگی کی رفتار سست پڑگئی ہے۔

کشمیر کی مجوزہ اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ نہیں ہونگے

گلینسی رپورٹ پر سر ظفر علی کا تبصرہ

لاہور ۱۳ ر جون گلینسی کمیشن کی رپورٹ پر ریاست کشمیر کے سابق ہوم اور پبلک ورکس کے وزیر سر ظفر علی نے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ مجوزہ مجلس وضع آئین مسلمانوں کی شکایات کے ازالہ کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکے گی۔ اس لئے موجودہ بے چینی اور اضطراب میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ کشمیر و جموں کے لئے جس وضع و ہیئت کی مجلس وضع آئین منظور کی گئی ہے۔ وہ ان دونوں ریاستوں کی مسلم آبادی کو مطمئن کرنے کے قابل نہیں۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ کشمیر ایک اسلامی خطہ ہے۔ اور کشمیر کی مسلم آبادی کو شاہان اسلام کی ترقی کا زمانہ خوب یاد ہے تعلیم کے نفاذ نے انہیں اس قدر بیدار کر دیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی پستی اور بدحالی سے متاثر ہو کر موجودہ حالات کو تبدیل کرنے کا عزم صمم کر لیا ہے انہیں اپنے افلاس کا احساس ہے۔ اور وہ اس بات کو محسوس کر رہے ہیں۔ کہ صدیوں تک ان کے ساتھ حیوانی سلوک کو جائز رکھا گیا ہے۔

ذمہ دار حکومت کا مطالبہ

انہوں نے اپنے مطالبات میں ایک یہ مطالبہ بھی کیا تھا۔ کہ انہیں ذمہ وار حکومت دی جائے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا مجوزہ اسمبلی ان توقعات کی تکمیل کا باعث ثابت ہوگی جس کے لئے مسلمانان کشمیر بے حد مضطرب ہیں؟ اس سوال کا جواب نفی میں ملے گا۔ اولاً مجلس کی مجوزہ ہیئت ترکیبی میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل نہیں ہوگی۔ اسمبلی کے ساٹھ ارکان ہوں گے۔ جس میں تینتیس منتخب شدہ بائیس نامزد شدہ اور پانچ وزیر ہوں گے تینتیس منتخب شدہ میں سے بیس مسلمان اور تیرہ غیر مسلم ہوں گے۔ اس بات کا کوئی علم نہیں کہ بائیس نامزد شدہ ارکان کس قوم میں سے ہوں گے۔ ممکن ہے کہ وہ تمام ہندو ہوں یا دونوں کی تعداد یکساں ہو۔ اور یا دونوں کا تناسب بالکل غیر مساوی ہو۔ پانچ وزرا میں سے صرف ایک مسلمان کی توقع ہے۔ ان حالات میں اسمبلی میں ہندوؤں یا مسلمانوں کی اکثریت کا سوال قطعی طور پر دربار کی رضامندی پر موقوف ہے۔

ہندو حکام کی اکثریت

اگر دونوں اقوام کی تعداد یکساں بھی ہو تو پھر بھی اسمبلی میں مسلمانوں کی حالت بہتر نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ سرکاری حکام کی اکثریت (جو زیادہ تر ہندو ہوں گے) اور یہ اقتدار مسلمانوں کے راستہ میں حایل ہوگا۔ ثانیاً یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اسمبلی کے منتخب شدہ ارکان میں سے کسی وزیر کا تقرر نہیں ہوگا۔ ان حالات میں یہ اسمبلی برطانوی ہند کی صوبجاتی مجالس آئین کے بھی ہم پایہ نہیں ہوگی۔

پیش نظر حالات سے اس قسم کی اسمبلی مسلمانوں کی اس اکثریت کو مطمئن کرنے سے قاصر رہے گی جنہیں اپنے عالمگیر مستقبل کا کافی احساس ہو چکا ہے اور وہ اپنے سیاسی و اقتصادی ارتقا کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں یہ اسمبلی مسلمانوں کی شکایات کے ازالہ کے قابل نہیں ہوگی موجودہ اضطراب کے ازالہ کی بھی کوئی توقع نہیں۔

ہم آیندہ کوئی ایجی ٹیشن نہ کرینگے

کشمیری پنڈتوں کا معافی نامہ

ہمیں اپنے محضر کا جواب مل چکا ہے۔ ہم جواباً یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے تمام سوالات کا جواب نہیں دیا گیا ہمیں اس بات کا یقین ہے۔ کہ حکومت نے ہمارے خیالات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور اس بات کے لئے تیار ہے کہ کسی قریبی فرصت میں ہماری بہبود و ترقی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا جائے اور ہمیں توقع ہے۔ کہ مستقبل قریب میں ہماری جانب سے جو مفصل محضر پیش ہوگا۔ اس پر ہمدردانہ غور کیا جائے گا۔

ہمیں خود اس بات کا احساس ہے۔ کہ ہماری گزارشات پر غور و فکر کے لئے پرامن ماحول کی ضرورت ہے ہم بذریعہ تحریر ہذا اپنی طرف سے اپنی قوم کی طرف سے اور قیدی رفقا (جن میں قیدی اور زیر سماعت مقدمات کے ملزمین بھی شامل ہیں) کی طرف سے حضور مہاراجہ کی حکومت کو یقین دلاتے ہیں کہ اب ہماری طرف سے کسی ایجی ٹیشن کا احیا نہیں ہوگا۔ اور ہم اپنی تمام قوتوں کو اس بات پر صرف کر دیں گے۔ کہ ہماری قوم کا کوئی فرد بھی کسی ایجی ٹیشن کی تجدید کا موجب نہ بنے اور ہم اپنی معروضات کو آئینی طریقہ سے پیش کریں گے۔ لہٰذا پرامن ماحول پیدا کرنے کے لئے ہماری یہ گزارش ہے۔ کہ کشمیری پنڈتوں کے تمام سیاسی قیدی (جن میں قیدی اور زیر سماعت مقدمات کے ملزمین بھی شامل ہیں) رہا کر دیئے جائیں۔

ہم ہیں آپ کے بندگان وفا کیش

(دستخط) کے بندھو اور ڈی بٹ

تصحیح

گذشتہ پرچہ میں بسبب سہو کتابت متعدد غلطیاں رہ گئیں:-

(۱) صفحہ اول سیالکوٹ کے شواہد میں لیکچر کے عنوان سے جو خبر چھپی ہے وہ مولانا عصمت اللہ صاحب کی طرف سے ہے

(۲) صفحہ ۲ پر مسیح موعود کا عظیم الشان کارنامہ کے عنوان سے جو مضمون شایع ہوا ہے وہ سید اختر حسین صاحب کی طرف سے ہے۔

(۳) صفحہ ۵ پر میاں صاحب کے خطبہ میں دو تین فقرات دو دو دفعہ لکھے گئے قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔

سر فضل حسین ایبٹ آباد میں

شملہ ۱۴ ر جون - سر فضل حسین شملہ سے ۱۸ ر ماہ حال کو روانہ ہو جائیں گے اور ۲۰ کو ایبٹ آباد میں پہنچیں گے۔ چودھری ظفر اللہ خان ۲۰ ر جون کو محکمہ تعلیم کے عہدہ کا چارج لے لیں گے۔

ایک ڈاکو پولیس کانسٹیبل کی گرفتاری

نئی دہلی۔ ۱۱ ر جون۔ دہلی کے نئے قایم شدہ محکمہ سراغ رسانی نے گذشتہ شب اپنی مستعدی کا نہایت دلچسپ ثبوت پیش کیا۔ انہوں نے ایک شخص کندن سنگھ پولیس کانسٹیبل دہلی حال رخصتی کو گرفتار کر کے اس کے گھر سے بیش قیمت مال اسباب برآمد کیا۔ جس میں ایک پستول۔ بہت کافی کارتوس۔ ۵۰ سیر چاندی کے زیورات۔ ایک سیر سونے کے زیورات اور لاتعداد پارچات شامل تھے۔ قارئین کو غالباً معلوم ہوگا کہ ۲ ر مئی کو موضع لڈا پور جو دہلی سے نزدیک ہی واقع ہے مسلح ڈاکہ کی واردات ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد ڈاکوں کی اطلاع موصول ہوئیں۔ نئے محکمہ سراغ رسانی کے افسر اعلےٰ نے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کو گرفتار کیا ہے جو عرصہ دو سال سے دہلی کے قرب و جوار میں ڈاکہ زنی کر رہے ہیں۔ اثنا تفتیش میں کندن سنگھ پولیس کانسٹیبل کی خطرناک سرگرمیوں کا سراغ بھی مل گیا۔ اس سلسلے میں گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے۔ اور عجب حالات معلوم ہونے کی توقع ہے۔

زمین دوز ریل گاڑیوں کا تصادم

لنڈن ۱۱ ر جون۔ کل ہیمرسمتھ سٹیشن کے قریب زمین دوز ریلوے کی دو ٹرینوں کا تصادم ہو گیا۔ لنڈن میں گذشتہ بیس سال میں لنڈن کی زمین دوز ریلوں کو ایسا حادثہ پیش نہیں آیا۔ دو ٹرینیں جو ایک ساتھ جا رہی تھیں ایک دوسری سے ٹکرا گئیں جس کی وجہ سے تین گاڑیاں لائن سے اتر گئیں۔ دو شخص خفیف طور پر مجروح ہوئے۔ اور کوئی شخص سخت زخمی نہیں ہوا۔ ٹرین کی پچھلی گاڑیوں کے مسافروں کو حادثہ کا علم بھی نہیں ہوا۔ گاڑیوں کے لائن سے اترتے ہی بجلی کی رو جس سے یہ ٹرینیں چلتی ہیں۔ خود بخود منقطع ہو گئی تھی۔ اور ٹرینیں رک گئی تھیں۔

مسلمان راہگیر پر حملہ

بمبئی۔ ۱۱ ر جون۔ کل چونکہ حملہ وغیرہ کی کوئی واردات نہیں ہوئی اس لئے آج مزید دکانیں کھل گئی تھیں۔ غنڈا پن اور حملوں کی زیادتی کے پیش نظر احتیاط کے طور پر پولیس کی جمعیت میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ آج صبح گیارہ بجے ایک حملہ کی اطلاع ملی ایک مسلمان راہگیر پر جو بھلیشور روڈ پر جا رہا تھا ہندو غنڈوں نے حملہ کیا۔ پولیس نے مجروح کو ہسپتال بھیجا جہاں مرہم پٹی کے بعد اسے گھر جانے کی اجازت دی گئی۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس سپرنٹنڈنٹ پر بم

فرید پور۔ ۱۳ ر جون۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ فرید پور سورنیش چندر بوس اور پولیس سپرنٹنڈنٹ حبیب الرحمان پر گذشتہ شب کو آٹھ بجے جب کہ ان کی ٹرین راج باڑی سٹیشن سے جو ای۔ بی ریلوے لائن پر واقع ہے۔ فرید پور کو روانہ ہوئی ایک بم پھینکا گیا۔ لیکن بم نشانہ پر نہیں لگا۔ اور ٹرین کے اگلے ڈبہ میں جو خالی تھا لگا اور کھڑکیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ ابھی تک حملہ آور کا سراغ نہیں ملا۔ (ا۔ پ)

شملہ میں آتشزدگی

شملہ - ۱۳ ر جون - یک شنبہ کی صبح کو مشوبرہ میں جو شملہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ آتش زدگی کا ایک خوفناک حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے لاتعداد درخت جل کر راکھ ہو گئے۔ اور بیسیوں کو اس لئے کاٹ دیا گیا کہ آگ زیادہ دور تک نہ پھیل سکے۔ اندازاً ۱۴ ہزار من لکڑی جو میونسپلٹی کی ملکیت تھی۔ جل کر راکھ ہو گئی۔ اس کے علاوہ تین چار مکان بھی نذر آتش ہو گئے۔ کسی جان کا نقصان نہیں ہوا۔ البتہ مالی اعتبار سے بہت کافی نقصان ہوا ہے۔

جلد ۲۰ | لاہور ۔ یوم یکشنبہ مطابق ۱۴ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۷

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔

لاہور میں احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن نے چند دن سے اپنے ہفتہ وار اجلاس شروع کر رکھے ہیں سب سے پہلا لیکچر سید اختر حسین صاحب نے نبوت مسیح موعود پر دیا تھا۔ دوسرا لیکچر ۱۰ جون کی شام کو چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ نے حقیقی کامیابی پر دیا۔ آئندہ ہفتہ سید اختر حسین صاحب الوہیت مسیح پر تقریر کریں گے۔

ہمارے مکرم دوست محمد اقبال صاحب شیدائی امسال الحاج محمد اقبال شیدائی بن گئے ہیں۔ اور مکہ معظمہ کے حج سے فارغ ہو کر پھر واپس یورپ تشریف لے گئے ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ وہ اپنے سفر حج کے حالات سے قارئین "پیغام صلح" کو بھی محظوظ فرمائیں گے۔

جزیرہ ٹرینیڈاڈ سے برادر میاں امام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ تیرہ روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں کتاب دجال و یاجوج ماجوج روانہ کریں۔ مجھے اخبار باقاعدہ مل رہا ہے۔ میں آپ کی جماعت میں شامل اور ہم عقیدہ ہوں۔ اور آپ کی کامیابی کیلئے بہت بہت دعائیں کرتا رہتا ہوں جن کے ذریعے دور دراز ملکوں میں اسلام کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اور دشمنان اسلام مرعوب ہو رہے ہیں

وفات ۔ مردان سے مرزا رحمت بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی صاحب مرزا اکرم بیگ صاحب ریٹائرڈ اوورسیئر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی اور پرانے مرید تھے لمبے عرصہ کی جگر کی بیماری سے اس دار فانی سے رحلت کر کے اپنی بوڑھی والدہ کو داغ مفارقت دے گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ غائبانہ جنازہ پڑھ کر مرحوم کے لئے دعا مغفرت فرمائیں مرحوم کی عمر ۶۵ سال اور بیعت ۱۸۹۸ء کی تھی؟

سیٹھ ابراہیم جمال مسلم ہائی سکول میں

دو صد روپیہ کا عطیہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ جناب سیٹھ ابراہیم جمال صاحب جنوبی افریقہ کے ایک بہت بڑے تاجر ہیں۔ آج کل لاہور میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپکے چھوٹے بھائی عباس جمال مسلم ہائی سکول میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان سے ملنے اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں آپ نے ۱۰ جون ۱۹۳۲ء کو مسلم ہائی سکول لاہور کا ملاحظہ فرمایا سکول کی تعلیم کو دیکھ کر اور طلباء اور اساتذہ سے مل کر آپ بہت ہی خوش ہوئے۔ اور اظہار پسندیدگی فرمایا۔ جب آپ رخصت ہونے لگے تو دو صد روپیہ سکول کے لئے مرحمت فرمایا جس کا میں اپنی طرف سے بلکہ تمام اساتذہ سکول اور انجمن کی طرف سے بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے افضال کی بارش کرے اور اس سے بڑھ کر خدمات دین کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ سیٹھ صاحب ممدوح آئندہ بھی اس سکول کی سرپرستی کرتے رہیں گے۔ اور وقتاً فوقتاً امداد دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے۔ جناب سیٹھ صاحب موصوف کے دل میں اسلام کی محبت اور درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور ان کی ہر ایک بات سے اسلام کی ہمدردی ٹپکتی ہے اور آپ کا وجود بہت ہی نافع الناس ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور دینی و دنیوی حسنات سے بہرہ ور فرمائے۔ والسلام سید غلام مصطفٰے ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور

جہلم میں پادری ایس ایم پال کی تقریر

اور سوال و جواب

شیخ عبد العزیز صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم مطلع فرماتے ہیں کہ ۱۳ ماہ حال کو جہلم میں پادری ایس ایم پال کا ایک لیکچر ہوا جس میں انہوں نے مسئلہ نجات کو عیسائیت کے ساتھ وابستہ قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ نجات مسیح پر ایمان لانے سے ہی ہو سکتی ہے کیونکہ مسیح ان کے گناہوں کے بدلہ میں مصلوب ہو گیا۔ پادری صاحب کی تقریر ختم ہونے پر لوگوں کو سوالات کی اجازت دی گئی۔ سب سے پہلے مولوی عبد الغنی صاحب قادیانی امام مسجد نے مسیحی نجات پر چند اعتراضات کئے جن کا جواب پادری صاحب نہ دے سکے بلکہ اخلاقی کمزوری دکھاتے ہوئے کبھی حضرت مسیح موعود کو برا کہنا شروع کر دیتے کبھی میاں محمود احمد صاحب اور کبھی خود مولوی صاحب پر حملے کرتے۔

مولوی عبد الغنی صاحب کے بعد خاکسار نے ذیل کے سوالات پادری صاحب پر کئے:۔

(۱) پادری صاحب نے فرمایا ہے کہ مسیح پر ایمان لانے سے نجات مل جاتی ہے۔ چونکہ پادری صاحب خود ایمان لا چکے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انہیں نجات حاصل ہو گئی ہو ہم چاہتے ہیں کہ ان کے ایمان کو انجیل کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ مرقس باب ۱۶۔ آیات ۱۷۔ ۱۸ میں ہے:۔

"ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہونگے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے۔ اور نئی نئی بولیاں بولیں گے۔ اور سانپوں کو اٹھا لیں گے۔ اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہ پہنچیگا۔ اور وہ بیماروں کو اچھا کریں گے"

پس کیا پادری صاحب اس معیار کیمطابق ہمارے سامنے دو ترولہ

انہوں کھا کر اپنے کامل الایمان ہونے کا ثبوت دیں گے؟ اگر وہ ایسا کریں تو تسلیم ہونے سے پہلے ہی معلوم ہو جائیگا کہ ہمیشہ کی زندگی پانے کے لیے اس دنیا کی زندگی سے نجات انہیں ملتی ہے یا نہیں

(۲) روزانہ مشاہدات میں ہم ادنےٰ چیزوں کو اعلےٰ پر قربان ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں یعنی اعلےٰ کو ادنےٰ پر بائبل بھی اس پر شاہد ہے:۔

شریر لوگ صادقوں کے بدلے اور خطاکار
راستبازوں کے عوض فدیہ دیئے جائیں گے
(امثال باب ۲۱ ۔ آیت ۸)

(باقی بر صفحہ سات (۷))

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ولقد ذرأنا لجہنم کثیراً من الجن والانس کی تفسیر

انسان اگر اللہ تعالیٰ کیلئے زندگی وقف نہیں کرتا تو وہ یاد رکھے کہ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا ہے۔ اس آیت سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ بعض خام خیال کوتاہ فہم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہر ایک آدمی کو جہنم میں ضرور جانا ہوگا۔ یہ غلط ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ تھوڑے ہیں جو جہنم کی سزا سے بالکل محفوظ ہیں اور یہ تعجب کی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔
قلیل من عبادی الشکور۔

جہنم کیا ہے؟

اب سمجھنا چاہیئے کہ جہنم کیا چیز ہے؟ ایک جہنم تو وہ ہے جس کا مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے اور دوسرے یہ زندگی بھی اگر خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہو تو جہنم ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے انسان کا تکلیف سے بچانے اور آرام دینے کے لئے متولی نہیں ہوتا۔ یہ خیال مت کرو کہ کوئی ظاہری دولت یا حکومت یا مال و عزت اولاد کی کثرت کسی شخص کے لئے کوئی راحت یا اطمینان اور سکینت کا موجب ہو جاتی ہے اور وہ دم نقد بہشت میں ہوتا ہے ہرگز نہیں وہ اطمینان اور وہ تسلی اور وہ تسکین جو بہشت کے انعامات میں سے ہے۔ ان باتوں سے نہیں ملتی۔ وہ خدا ہی میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی بھی یہی وصیت تھی۔ کہ لا تموتن الا وانتم مسلمون۔

جہنم اور لذات دنیوی

لذات دنیا تو ایک قسم کی ناپاک حرص پیدا کرکے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں۔ استسقا کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھتی۔ یہانتک وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بے جا آرزوؤں اور حسرتوں کی آگ بھی منجملہ اسی جہنم کی آگ کے ہے جو انسان کے دلوں کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ اس کو ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطاں پیچاں رکھتی ہے۔ اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ رہے کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشہ میں ایسا دیوانہ اور از خود رفتہ نہ ہو جائے کہ اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا ہو جائے۔ مال اور اولاد اسی لئے تو فتنہ کہلاتی ہے۔ ان سے بھی انسان کے لئے ایک دوزخ طیار ہوتا ہے اور جب وہ ان سے الگ کیا جاتا ہے تو سخت بے چینی اور گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے۔ اور اس طرح پر یہ بات کہ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ منقولی رنگ میں نہیں رہتا۔ بلکہ معقولی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پس یہ آگ جو انسانی دل کو جلا کر کباب کر دیتی اور ایک جلے ہوئے کوئلہ سے بھی سیاہ اور تاریک بنا دیتی ہے۔ یہ وہی غیر اللہ کی محبت ہے۔

غیر اللہ کی محبت جہنم ہے

دو چیزوں کے باہم تعلق اور رگڑ سے ایک حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پر انسان کی محبت اور دنیا اور دنیا کی چیزوں کی محبت کی رگڑ سے الٰہی محبت جل جاتی ہے اور دل تاریک ہو کر خدا سے دور ہو جاتا اور ہر قسم کی بے قراری کا شکار ہو جاتا ہے لیکن جبکہ دنیا کی چیزوں سے جو تعلق ہو وہ خدا میں ہو کر ایک تعلق ہو اور ان کی محبت خدا کی محبت میں ہو کر۔ اس وقت باہمی رگڑ سے غیر اللہ کی محبت جل جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ ایک روشنی اور نور بھر دیا جاتا ہے۔ پھر خدا کی رضا اس کی رضا اور اس کی رضا خدا کا منشا ہو جاتا ہے۔ اس حالت پر پہنچکر خدا کی محبت اس کے لئے بمنزلہ جان ہوتی ہے اور جس طرح زندگی کے واسطے لوازم زندگی ہیں اس کی زندگی کے واسطے خدا اور صرف خدا ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کی خوشی اور راحت خدا ہی میں ہوتی ہے۔ پھر دنیا داروں کے نزدیک اگر اسے کوئی رنج اور کرب پہنچے تو پہنچے لیکن اصل یہی بات ہے کہ اس ہم و غم میں بھی وہ اطمینان اور سکینت سے الٰہی لذت لیتا ہے جو کسی دنیا دار کی نظر کے بڑے سے بڑے فارغ البال کو بھی نصیب نہیں۔

برخلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے وہ جہنم ہے گویا خدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہی جہنم ہے۔

امراض جہنم کا نمونہ ہیں

پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔ امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں۔ اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور کفارہ کے لغو مسئلہ کی تردید کریں۔ مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضا گر گئے ہیں۔ اور رقیق مادہ اعضا سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی۔ فرزند ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں۔ اندر پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروا نہیں کرتا ہے۔ اس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔

آخرت کا جہنم

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے جہنم کے لئے اکثر انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ جہنم انہوں نے خود ہی بنا لیا ہے۔ ان کو جنت کی طرف بلایا جاتا ہے۔ پاک دل پاکیزگی سے باتیں سنتا ہے اور ناپاک خیال انسان اپنی نورانہ عقل پر عمل کر لیتا ہے پس آخرت کا جہنم یہی ہوگا۔ اور دنیا کے جہنم سے بھی مخلصی اور رہائی نہ ہوگی۔ کیونکہ دنیا کا جہنم تو اس جہنم کے لئے بطور دلیل اور ثبوت کے ہے۔

نااہل پلید لوگ سچی اور حق و حکمت کی بات سن ہی نہیں سکتے اور جب کبھی کوئی معرفت اور حکمت کی بات اور ان کے سامنے پیش کی جائے تو وہ اس پر توجہ نہیں کرتے۔ بلکہ لاپروائی سے ٹال دیتے ہیں۔

خدا کے لئے حق کہنے والے

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ جو حق کہیں۔ وہ بھی تھوڑے ہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کو حق کہنے والے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ گویا ہے ہی نہیں۔ علی العموم واعظ وعظ کہتے ہیں۔ لیکن ان کی اصل غرض اور مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے کچھ وصول کریں اور دنیا کماویں۔ یہ غرض جب اسکی باتوں کے ساتھ ملتی ہے تو حقانیت اور للہیت کو اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے۔ اور وہ لذت اور معرفت کی خوشبو جو کلام الٰہی کے سننے سے دل و دماغ میں پہنچتی اور روح کو معطر کر دیتی ہے۔ وہ خود غرضی اور دنیا پرستی کے تعفن میں دبکر رہ جاتی ہے۔ اور اسی مجلس وعظ میں اکثر لوگ کہہ اٹھتے ہیں۔ میاں یہ ساری باتیں ٹکڑا کمانے کی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اکثر لوگوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے۔ لیکن ہر ایک ایسا نہیں ہے۔

خدا کیلئے وعظ کہنے والے

ایسے پاک دل انسان بھی ہوتے ہیں جو صرف اس لئے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لوگوں تک پہنچاتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے وہ مامور ہیں اور اس کو فرض سمجھتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں۔ وعظ کا منصب ایک اعلیٰ درجہ کا منصب ہے۔ اور وہ گویا شان نبوت اپنے اندر رکھتا ہے بشرطیکہ خدا ترسی کو کام میں لایا جائے۔

وعظ کہنے والا اپنے اندر خاص قسم کی اصلاح کا موقعہ پا لیتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے سامنے یہ ضروری ہوتا ہے کہ کم از کم اپنے عمل سے بھی ان باتوں کو کرکے دکھاوے جو وہ کہتا ہے

انظر الیٰ ما قال

بہرحال اگر ایک آدمی اپنی ہی غرض و منشا کے لئے کوئی بھلی بات کہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے اس لئے اعراض کیا جائے کہ وہ اپنے کسی ذاتی غرض کی بنا پر کر رہا ہے وہ بات جو کہتا ہے وہ تو بجائے خود ایک عمدہ بات ہے نیکدل انسان کو لازم ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے جو وہ کہہ رہا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان اغراض و مقاصد پر بحث کرتا رہے جن کو ملحوظ رکھ کر واعظ کہہ رہا ہے سعدی نے کیا خوب کہا ہے

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ٭ گر نوشت است پند بر دیوار

یہ بالکل سچی بات ہے کہ قول کی طرف دیکھو قائل کی طرف مت خیال کرو۔ اس طرح پر انسان سچائی کے لینے سے محروم رہ سکتا ہے اور اندر ہی اندر ایک عجب و نخوت کا بیج پرورش پا جاتا ہے کیونکہ یہ اگر صرف سچائی اور صداقت کا طالب ہے تو پھر دوسروں کی عیب شماری سے اس کو کیا غرض۔ واعظ اپنے لئے کوئی ایک

سوالات و جوابات

حق پر کون ہے

سوال۔ دنیا میں اکثر علماء مرزا صاحب کے مکذب اور مکفر ہیں۔ اور اس کے علاوہ خود مرزا صاحب کے مریدین میں بھی اختلاف شدید ہے۔ قادیانی فریق شریعت اسلام کے ایک بڑے رکن عقیدہ ختم نبوت سے انکار کر کے مرزا صاحب کو انبیائے سابقین کی طرح اصلی حقیقی کامل نبی مانتا ہے اور مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والے مسلمانوں کو پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے (دیکھو کتاب آئینہ صداقت مولفہ جناب میاں محمود احمد صاحب صفحہ ۳۵ وغیرہ تالیفات جماعت قادیان) اور لاہوری فریق مرزا صاحب کو صرف ایک مجدد مثیل المسیح۔ خادم اسلام مانتا ہے۔ اور نہ ختم نبوت کا منکر اور نہ مسلمانوں کا مکفر ہے۔ پس آپ بتائیں کہ ان ہر سہ فریق میں کس کو حق بجانب سمجھا جائے۔ جبکہ ہر ایک فریق اپنا اپنا ادعا مرزا صاحب کی تالیفات سے ہی ثابت کرتا ہے۔

الجواب (از مولانا محمد یمین صاحب واتوی)

اس تنازعہ کے فیصلہ کے لئے خود حضرت مرزا صاحب کی اپنی تحریر مفصل موجود ہے۔ جو بمصداق تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ ایک قطعی فیصلہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"مسیح موعود کے وقت میں تین گروہ ہوں گے۔
(۱) ایک گروہ تفریط (تکذیب اور تکفیر) کی راہ لے گا۔ جو روشنی کو بالکل کھو بیٹھے گا۔
(۲) اور دوسرا گروہ افراط کی راہ اختیار کریگا۔ جو تواضع اور انکساری اور فروتنی کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھائے گا بلکہ خیرہ طبع ہو کر مقابلہ کرنے والے کی طرح روحانی دھوپ کے سامنے برہنہ ہونے کی حالت میں کھڑا ہوگا۔
(۳) مگر تیسرا گروہ درمیانہ حالت میں ہوگا۔"

بلفظہ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۳)

اس پیشگوئی یا فیصلہ میں حضرت مرزا صاحب نے افراط کرنے والے گروہ کو بھی اپنے مخالفین مکذبین کی طرح مقابلہ کرنیوالے قرار دیا ہے۔ اب سائل خود سوچ لے کہ ان ہر سہ فریق میں سے درمیانہ حالت میں لاہوری فریق ہے یا کہ کوئی اور۔

(راقم محمد یمین از مقام واتہ مانسہرہ ضلع ہزارہ)

قادیانی اور غیر احمدی

سوال:- قادیانی فریق مرزا صاحب کو نبی مانتا اور انبیائے بنی اسرائیل سے افضل سمجھتا ہے۔ حالانکہ خاتم النبیین کے بعد کسی کو نبی ماننا کفر ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے

جواب: (از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ ہم لوگ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے کفر الٹ کر خود اس پر پڑتا ہے۔ اس لئے تقویٰ کی راہ یہی ہے کہ کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے۔

رہ گیا یہ کہ محمودی حضرات حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل سے افضل جانتے ہیں۔ سوان پر وہی فتویٰ لگیگا جو ان لوگوں پر لگتا ہے جو حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اتارتے ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کا آنا مانتے ہیں اور اس طرح ختم نبوت کو مشتبہ کر دیتے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ وہ تاویلیں کرتے ہیں کہ وہ امتی ہو کر آئیں گے تو پھر محمودی لوگ بھی تاویلیں کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نبی بھی ہیں اور امتی بھی۔ تاویلیں خواہ کتنی ہوتی ہوں لیکن بالاول کرنیوالے دونوں ہیں۔ سو دونو ایک ہی فتوے کے نیچے آجاتے ہیں۔ رہ گئی فضیلت۔ تو وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھاتے۔ خلق طیر اور احیائے موتیٰ وغیرہ کے قائل روح اللہ پر ایمان رکھنے والے ہیں کیا وہ اس طرح خود حضرت عیسیٰ کو آنحضرت صلعم پر عملی طور پر فضیلت نہیں دے رہے ہیں؟ تو پھر محمودیوں سے شکایت ہی کیا ہے۔ صراط مستقیم وہی ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو جس طرح خدا کے مامور کی مخالفت بری چیز ہے اسی طرح اس کے متعلق غلو سے بھی کام لینا نہایت برا ہے۔ والسلام

(خاکسار۔ بشارت احمد)

ایک نہایت ضروری اور مفید تجویز

انجمن کے مستقل سرمایہ کی بہترین صورت

اخویم چوہدری سلطان علی صاحب نے ذیل کی تجویز انجمن کے فائدہ کے لئے پیش کی تھی جسے مینیجنگ کمیٹی نے نہایت استحسان کی نظر سے دیکھا۔ اور دوستوں کو اسے عملی جامہ پہنانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ امید ہے کہ وہ دوست جو اس نیک کام میں حصہ لے سکتے ہیں وہ اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے۔

"اگر ایک ہزار ممبران جماعت یا دیگر معاونین ایک سو روپیہ فی کس دس سال کے لئے انجمن کو بطور قرضہ حسنہ دیویں یا اپنے طور پر کسی بنک میں جمع کرا دیں، اور اس رقم کا دس سال کا جو سود بنے وہ انجمن کو دے دیں تو اس صورت میں ایک لاکھ کی رقم پر دس سال میں اسی ہزار یا لاکھ روپیہ بطور سود جمع ہو جائیگا۔ دس کے بعد اگر ممبران کو ان کی اصل رقوم واپس کر دی جائیں۔ تو سود اصلی رقم کے لگ بھگ ہوگا جو انجمن کا مستقل فنڈ بن جادیگا۔ اور اس طرح سے انجمن کو آئے دن کی ناگہانی ضروریات سے مستغنی کر دیگا اگر اس تجویز کو عملی صورت دی . . . . جا سکے تو جالندھر کی جماعت ایسے چار حصے لیگی۔"

رسید بکوں کا روپیہ

پڑتال حسابات بیرونی پر یہ امر نوٹس میں آیا ہے کہ انجمن کے حساب میں رسید بکوں وغیرہ کے ذریعہ روپیہ وصول کر کے بعض احباب اپنے پاس رکھ چھوڑتے ہیں بعض جگہ مقامی یا ذاتی مصرف میں بھی لایا گیا ہے۔ اور ماہوار چندوں کی صورت میں اسے بعض جگہ اس ماہ کے اندر مقررہ تاریخوں میں جو ۱۵ سے ۲۰ ہیں کسی ایسی ہی وجہ کے باعث مرکز میں نہیں بھجوایا جاتا اس قسم کی باتیں روپے کے معاملہ میں انجمن کے قواعد کے خلاف ہیں۔ سب دوست اس کا پورا پورا خیال رکھ کر احتیاط کریں اور کسی قسم کی شکایت کا موقع پیدا نہ ہونے دیں اور جن جن صاحبوں کے ہاتھ میں وصولی روپے کا کام ہے وہ اسے ہر ماہ میاں بھجوا دیا کریں۔ محمد دین جان (آنریری افسر تحصیل)

ارشادات نبوی صلعم

قرآن کریم کے بعد مسلمانوں کے لئے حدیث سب سے بڑھ کر بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ کہ اس میں خود مہبط وحی کے پاک ارشادات، اور افعال و اعمال کا ذکر ہے۔ بہت سی علمی باتیں ہیں جو حدیثوں میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ عام نظروں سے مخفی ہونے کے باعث مسلمانوں میں جہالت زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ کم از کم ایک کالم منتخب احادیث کے لئے وقف کر دیا جائے۔ جس کا سلسلہ آج سے شروع کیا جاتا ہے۔ ذیل کی حدیث معہ تشریحی نوٹ حضرت امیر کی کتاب فضل الباری ترجمہ صحیح بخاری سے لی گئی ہے۔

نزول مسیح اور آنحضرت صلعم

حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب (موت کی) شدت کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تھی تو اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈالنے لگے اور جب اس سے گھبرا جاتے تو اس کو اپنے چہرہ سے ہٹا دیتے۔ اور آپ اسی حالت میں فرماتے۔ یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ اس سے ڈراتے تھے جو انہوں نے کیا۔"

نوٹ:- اپنی امت کی کس قدر فکر تھی کہ جب موت کی گھبراہٹ سامنے تھی، اس وقت بھی یہ نصیحت فرماتے تھے کہ تم اپنے نبی کو بشر سے بڑھا کر خدا نہ بنانا۔ اور اس کی قبر کو پرستش گاہ نہ بنا لینا۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔ یہود کے انبیاء تو بہت گذرے ہیں لیکن نصاریٰ کا نبی صرف ایک ہی ہے یعنی حضرت عیسیٰ۔ یہ کہنا کہ نصاریٰ کے نبیوں سے مراد یہود کے انبیاء ہی ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ نصاریٰ نے مسیح کو خدا بنایا۔ اور انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی کو خدا نہیں بنایا۔ بلکہ وہ تو نبیوں کی عزت بھی چنداں نہ کرتے تھے۔ کیونکہ ان سب کو بشر اور گنہگار سمجھتے تھے۔ اور اب بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ پھر ان کی قبروں کو وہ مسجدیں کیونکر بنا سکتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ نصاریٰ کے انبیاء سے مراد حواری ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مجاز کے رنگ میں لفظ نبی کا استعمال غیر نبی پر ہو سکتا ہے مگر یہاں یہ بھی مراد نہیں۔ کیونکہ مراد تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے انبیاء کو خدا بنا دیا اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ لیکن نصاریٰ نے تو اگر کسی کو خدا بنایا تو وہ صرف حضرت عیسیٰ ہیں۔ اور مجاز مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ بھی یہاں نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم کے نزدیک

حضرت مسیح کی کوئی قبر

قبر تھی۔ اور یہ وہی قبر ہے جہاں صلیب . . . . . سے اتار کر حضرت عیسیٰ کو رکھا گیا۔ جس کو عیسائیوں نے بہت عظمت کا مقام دے رکھا تھا۔ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھانے والوں کی اس حدیث میں ایسی قطعی تردید ہے کہ جس میں کسی رکیک تاویل کی گنجائش بھی نہیں۔ اگر آنحضرت صلعم کا یہ خیال ہوتا کہ حضرت عیسیٰ نے ابھی دوبارہ آنا ہے اور میری قبر میں دفن ہونا ہے تو آپ کے منہ سے یہ لفظ کبھی نہ نکل سکتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | ۴ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۷

دعوتِ عمل

(۲)

اشاعت اسلام کا سہل ترین ذریعہ

جہاد بالنفس کے ذیل میں سب سے پہلا کام تبلیغ اسلام ہے جس کی متعدد صورتیں حضرت امیر ایدہ اللہ نے احباب کے سامنے رکھی تھیں۔ ان میں سے سب سے پہلا اور سہل ترین ذریعہ اشاعت لٹریچر ہے۔ مفت ہو یا قیمتی یا عاریتاً کتاب دیکر بہرحال یہ سب سے زیادہ مؤثر اور نہایت آسان ذریعہ ہے جس سے ہر شخص خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو کام لے سکتا اور دوسروں تک اسلام کا پیغام پہنچا سکتا ہے۔

مفت اور قیمتی لٹریچر

خدا کے فضل سے ہماری انجمن نے اس بارہ میں ہر قسم کا سامان بہم پہنچا رکھا ہے۔ مفت لٹریچر بھی موجود ہے جس میں چھوٹے چھوٹے انگریزی اور اردو ٹریکٹ اور اشتہارات مختلف پہلوؤں سے اسلام کی صداقت کو واضح کرتے ہیں۔ اور بہت سا قیمتی لٹریچر بھی ہے جس میں انگریزی اور اردو ترجمۃ القرآن سے لیکر حدیث، تاریخ، سیرت اور مقابلہ مذاہب پر مختلف تصنیفات کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ ان کتابوں کو اپنے پاس رکھے۔ خود بھی انہیں مطالعہ کرے اور دوسروں کو بھی پڑھوائے۔ ہر شخص کے کچھ نہ کچھ تعلقات بعض غیر مذاہب والوں کے ساتھ بھی ہوتے ہیں کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی نہ کوئی اسلامی کتاب انہیں پڑھنے کے لئے دی جائے؟ اگر بڑی بڑی قیمتی کتابیں نہیں دی جا سکتیں تو کم از کم مفت لٹریچر ہی انہیں پہنچایا جائے تاکہ کچھ تو اسلام کے متعلق انہیں واقفیت ہو جائے۔ تبلیغ اسلام کی اس اہم ذمہ داری سے آپ بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے جو مجدد وقت نے آپ کے کندھوں پر ڈالدی ہے۔ مفت لٹریچر کے علاوہ جو قیمتی کتابیں ہیں انہیں دوسروں تک پہنچانے کا یہ نہایت اعلیٰ ذریعہ ہے کہ وہ لوگ جو تھوڑی بہت استطاعت رکھتے ہیں وہ حسب ضرورت کتابیں خرید کر غیر مسلموں کو دیں ۔۔۔۔ لیکن جن لوگوں کو زیادہ توفیق نہیں وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ ہر کتاب کا ایک ایک نسخہ خرید کر اپنے پاس رکھیں اور حسب ضرورت لوگوں کو پڑھنے کے لئے دیں۔ جب ایک شخص ایک کتاب کو پڑھ لے تو اس سے لیکر دوسرے کو دیدی جائے اور پہلے شخص کو کوئی اور پڑھنے کے لئے دیدی جائے۔ اسی طرح یہ چکر چلتا رہے تاکہ اسلام کے متعلق ان پر پورے طور پر حجت تمام ہو جائے۔ اور کل کو خدا تعالیٰ کے حضور ہم اس بات کے ملزم قرار نہ پائیں کہ ہم نے اس کا پاک پیغام دوسروں تک پہنچانے کی کوشش نہ کی۔

سلسلہ کے اخبارات

کتابوں کے علاوہ ۔۔۔۔۔۔ دو ضروری اخبار ہیں جو اس وقت سلسلہ کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔ ایک انگریزی اخبار "لائٹ" اور دوسرا اردو "پیغام صلح" ان دونوں اخبارات کی توسیع اشاعت، لوگوں کو ان کی خریداری کی تحریک کرنا اور خود خرید کر لوگوں تک پہنچانا یہ بھی ہر فرد جماعت کا فرض ہے۔ جو لٹریچر آپ دوسروں تک پہنچائیں گے اس کو پڑھتے ہوئے کئی ایک سوالات دلوں میں پیدا ہوں گے۔ جن کے جوابات آپ سے طلب کئے جائیں گے۔ "لائٹ" اور "پیغام صلح" میں ایسے سوالات کے جوابات شائع ہوتے رہتے ہیں اور اس کے علاوہ سلسلہ کے کاموں، اندرونی اور ہنگامی تحریکات اور عام اسلامی خبریں بھی شائع ہوتی ہیں۔ اگر آپ ان اخبارات کو دوسروں تک پہنچائیں تو پیش آمدہ مشکلات کے حل اور سوالات کا جواب دینے میں آپ کو ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔ اور وہ کام جو تنخواہ دار مبلغوں سے آپ لینا چاہتے ہیں گھر بیٹھے خود بخود ہی سرانجام دے سکیں گے۔ اگر بالفرض کسی سوال کا جواب آپ کو ان ہر دو اخبارات میں نہ ملے تو آپ اسے لکھ کر بھیج سکتے ہیں کہ اس کا بھی جواب دے دیا جائے۔

بہترین مبلغ

کیا ہم امید کریں کہ ہمارے دوست اس سہل ترین ذریعہ سے کام لیکر اس فرض کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے جو محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے بعد اس زمانہ کے مجدد نے انکے کندھوں پر ڈالا ہے۔ آپ کو آئے دن مبلغین کی ضرورت رہتی ہے۔ لیکن کیا ایک کتاب، ایک اخبار آپ کے لئے بہترین مبلغ کا کام نہیں دے سکتا؟ یہ یاد رکھئے کہ لٹریچر کا اثر زبانی گفتگو سے زیادہ مؤثر اور دیرپا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انسان تنہائی میں بیٹھ کر ایک مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا اور اس کے متعلق کتاب کو دیکھتا ہے تو اس کے حسن و قبح کا وہ بہترین اندازہ لگا سکتا ہے بہ نسبت اس فوری اور ہنگامی اثر کے جو زبانی گفتگو یا وعظ سے اس کے دل پر ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس پہلو میں آپ سب سے زیادہ توجہ دیں کہ یہ ذریعہ سہل ۔۔۔ بھی ہے اور سب سے زیادہ موثر بھی۔ اگر آپ استقامت کے ساتھ لٹریچر کی اشاعت اور غیر مسلموں تک اسے پہنچانا اپنے ذمہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ چند دنوں میں دلوں کے اندر ایک انقلاب پیدا ہو جائیگا وہی لوگ جو آج اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور ان کی زبانوں اور حرکات و سکنات سے اسلام کے خلاف ایک زہر ٹپکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وہی آپکی کتابیں اور اخبارات پڑھ کر اگر مسلمان نہ ہوں گے تو کم از کم اسلام کے مداح اور دلدادہ و شیدا ضرور بن جائیں گے۔

برہمن اور اچھوت

اچھوتوں کو ہندوؤں میں شامل کرنے کے لئے جن مختلف طریقوں اور حیلوں بہانوں سے کام لیا جا رہا ہے ان کا ایک نہایت دلچسپ نظارہ ۱۵ جون کو رائے بہادر رام سرنداس کی لال کوٹھی میں دیکھنے میں آیا۔ جہاں ایک جلسہ اچھوتوں کو منتر دیکشا دینے کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ کیونکہ پچھلے دنوں پنڈت مدن موہن مالوی جی نے بھی اسی ذریعہ سے اچھوتوں پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی جس کی حقیقت سکرٹری صاحب پنجاب دلت سبھا نے لال کوٹھی کے مذکورہ بالا جلسہ کا اعلان ہوتے ہی ان الفاظ میں کھول دی کہ

> "کیا ہم ایسے اشخاص سے منتر دیکشا لینا گوارا کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے ساتھ چھو جانے پر کپڑوں سمیت نہاتے ہیں۔ غیر ممالک میں جانے کے لئے گنگا کی کیچڑ ساتھ لے جانا اور واپس آنے پر رنڈ منڈ ہو کر تپشیہ تاپ کرنا اپنا دھرم سمجھتے ہیں۔"

اور یہ بھی صاف لکھ دیا کہ "سوال تو روٹی بیٹی کا پیدا ہو رہا ہے اور مالوی جی منتر دیکشا کے فضول ڈھونگ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔"

بہرحال لال کوٹھی میں ۱۵ جون کو جلسہ ہوا۔ جس میں تماشا دیکھنے کے لئے بعض اچھوت بھی چلے گئے۔ اور بڑے بڑے سناتن دھرمیوں کی موجودگی میں گوسوامی گنیش دت، لالہ موہن لال سکرٹری اچھوت ادھار منڈل، ستیا بھگت جی اور سوامی پرکاشانند نے تقریریں کیں ان میں سوامی پرکاشانند نے جس صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اچھوتوں کی حیثیت کو واضح کیا وہ سننے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا:-

> "نارائن سروپو! میں دوسروں کی طرح کوئی ایسی تقریر نہیں کر سکتا جس میں آپ کو بڑی بڑی امیدیں دلائی گئی ہوں۔ صاف سن لیجئے کہ خواہ آپ کچھ کریں آپ اور برہمن ایک ورن نہیں ہو سکتے۔"

کہاں ہیں وہ آریہ سماجی حضرات جو ورن بیوستھا گن کرم سے نہیں بلکہ جنم سے وابستہ کرتے ہیں کیا وہ سوامی پرکاشانند کی اس

تقریر کو آنکھیں کھول کر پڑھیں گے اور واقعات اس بات کو ثابت کریں گے کہ کبھی اچھوتوں کو ہندو دھرم میں برہمن کا درن دیا گیا؟

"اُمرت کُنڈ" اور "گندہ نالہ"

اس سے بھی زیادہ صفائی کے ساتھ سن لیجئے ۔ سوامی پرکاشانند نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس طرح گندہ نالہ اور امرت کنڈ کا جل دونوں گنگا جی میں جا کر گنگا جی ہو جاتے ہیں ۔ اسی طرح میں یہ تو مان سکتا ہوں کہ چمار اور برہمن دونوں ہندو جاتی کی شکل میں سیاسی طور پر ایک ہندو جاتی کو ظاہر کر سکتے ہیں ۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیجئے گا کہ برہمن اور چمار ایک ہو گئے ۔ گندہ نالہ اپنی ہستی کھو کر گنگا جی بن جانے پر بھی اپنی حقیقت اور علیحدگی کو زندہ رکھنا چاہتا ہے ۔ اگر ایک مٹی کے گھڑے میں بھی اور ایک سونے کے گھڑے میں بھی گنگا جل بھرا ہو تو محض گنگا جل کی وجہ سے مٹی سونا نہیں ہو جائے گی ۔ اگر آپ انتہائی دینداری تقوے صداقت اختیار کریں گے تو آپ ودسی داس کی طرح مہاتما بن جائیں گے ۔ اور دنیا آپ کے آگے جھکیگی لیکن یاد رکھیئے کہ آپ کا درن جب بھی نہیں بدل سکتا ۔ اگر تم لوہا ہو تو تم پانچ روپیہ من کے لوہے سے انیکر سور و پیہ تولہ کا لوہا بن سکتے ہو لیکن یاد رکھو کہ سونا ہرگز نہیں بن سکتے ۔ اگر وورنوں کو اپنے شرف خاندانی پر ناز ہے تو تم کو بھی اپنے خاندان پر مخر ہونا چاہیئے میں اس چمار کو چمار ہی نہیں سمجھتا جو اپنی لڑکی کسی برہمن کو دینا گوارا کرتا ہے لیجئے صاحب ۔ اس سے بڑھ کر صفائی اور کیا ہو سکتی ہے ۔ اچھوتوں کو اگر ہندو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ ان کی "جاتی کا انگ" ہیں ۔ بلکہ اس لئے کہ ان کی سیاسی اہمیت کو قائم و برقرار رکھ سکتے ہیں ۔ روٹی بیٹی کا سوال ہی فضول ہے وہ تو صرف مطلب براری کے لئے سب کچھ ہو رہا ہے پھر تو کون اور میں کون چمار اور برہمن دیوتا بھی بھلا ایک ہو سکتے ہیں ؟ کیا اب بھی ہمارے آریہ سماجی دوست جات پات توڑک منڈل کی ضرورت پر زور دیں گے اور ویدک دھرم کے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کریں گے ۔

اچھوتوں کیلئے بہترین رستہ

سوامی پرکاشانند کی اس صاف بیانی اور برہمن دیوتاؤں کے اس سلوک کو دیکھ کر جو اچھوتوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے اچھوتوں کے لئے . . . . سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ ہندوؤں سے قطعی علیحدگی اختیار کریں لیکن اس کے ساتھ ہی اپنی سوشل حالت کو سنوارنے اور چھوت چھات کے قابل نفرین سلوک سے بچنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا تعلق اس قوم اور مذہب کے ساتھ جوڑیں جہاں ذات پات اور چھوت چھات کا کوئی جھگڑا نہیں اور تمام بنی نوع انسان کے ساتھ برادرانہ اور مساویانہ سلوک کیا جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے سوائے ایسا کوئی مذہب نہیں جو انہیں اس ذلیل ترین حالت سے اٹھا کر ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچا سکے اور کسی قسم کا تفاوت اور فرق ان سے روا نہ رکھے عبادات میں معاملات میں سوشل تعلقات میں اسلام کے اندر کوئی ایسی بات پائی نہیں جاتی جو جنم کے مسلمانوں اور باہر سے آئے ہوئے اور نئے طبقہ کے انسانوں میں فرق پیدا کرنیوالی ہو اس لئے آؤ اور اس پاک مذہب میں داخل ہو کر تم بھی امرت کنڈ بن جاؤ اور پھر دیکھو کہ وہی برہمن جو تمہیں آج گندہ نالہ قرار

ملاحظات

"اہلحدیث" ۲۰ ارجون ۱۹۳۲ء میں میانونڈ سے محمد صدر دین نامی ایک صاحب نے "مرزائی دوستو! خدا سے ڈرو" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دجال کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے امام مسلم اور اکابر محدثین کو "مشرک" اور شرک بنانے والے قرار دیا ہے ۔ ثبوت میں ازالہ اوہام صفحہ ۲۳ کی حسب ذیل عبارت پیش کی ہے :-

"ایسے پر شرک اعتقادات ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا تخت و تاج سپرد کر رکھا ہے اور ایک انسان ضعیف البیان کو انہی عظمتوں اور قدرتوں میں خدا تعالیٰ کے برابر سمجھ لیا ہے"

اس عبارت میں جو انشاء نامہ نگار "اہلحدیث" کے نزدیک امام مسلم اور اکابر محدثین کی طرف ہے اس لئے اس نے بڑے زور سے للکارا ہے کہ "مرزائی دوستو! خدا سے ڈرو"

لیکن اس عبارت کو اگر اصل کتاب میں اس کے سیاق و سباق سے ملا کر پڑھا جائے تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ خدا سے ڈرانے والے کیا خوف خدا سے فارغ ہو چکے ہیں کہ جان بوجھ کر دوسروں پر غلط الزامات لگاتے ہوئے ذرا خوف خدا سے کام نہیں لیتے ازالہ اوہام کو بھی کھول کر پڑھیئے کیا اس میں امام مسلم اور اکابر صحابہ پر شرک کا الزام لگایا گیا ہے یا ان نام کے موحدین پر جو حدیث دجال کو اس کے ظاہری معنوں پر محمول کرنا ضروری سمجھتے ہیں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں

کیا یہ مضمون اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو قرآنی توحید پر ایک دھبہ نہیں لگاتا ؟ تعجب ہے کہ ایک طرف ہمارے بھائی موحدین اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہم نے شرک سے بکلی کنارہ کیا ہے اور دوسرے لوگ مشرک و بدعتی اور ہم موحد متبع سنت ہیں اور ہر ایک کے آگے بکمال فخر اپنے اس موحدانہ طریق کی ستائش اور تعریف بھی کرتے ہیں ۔ پھر ایسے

پر شرک اعتقادات ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا تخت و تاج سپرد کر رکھا ہے اور انسان ضعیف البیان کو انہی عظمتوں اور قدرتوں میں خدا تعالیٰ کے برابر سمجھ لیا ہے اولیاء کی کرامات کے منکر ہو بیٹھے مگر دجال کی کرامات کا کلمہ پڑھ رہے ہیں . . . . افسوس کہ ان لوگوں کے دلوں پر کیسے پردے پڑ گئے ۔ کہ انہوں نے استعارات کو حقیقت پر حمل کر کے ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے اور باوجود قرآن توحید کے ان استعارات قبول کرنا نہ چاہا جن کی حمایت میں قرآن کریم شمشیر برہنہ توحید کی لے کر کھڑا ہے"

کون حق پسند یہ کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت میں حضرت مسیح موعود نے امام مسلم یا اکابر صحابہ کو مشرک قرار دیا یا حدیث دجال کو کسی نوع سے غلط ٹھہرایا ہے ۔ پھر تعجب ہے کہ غلط بیانی تو جناب میانونڈی صاحب کرتے ہیں اور خوف خدا کی تلقین ہمیں کی جاتی ہے ۔ کیا اس قسم کی ناحق کوشیوں سے گروہ اہلحدیث شرک کے اس الزام سے بچ جائے گا جو حدیث دجال کو اس کے ظاہری معنوں میں لینے سے اس پر عائد ہوتا ہے ۔

جناب میانونڈی نے آخر میں اللہ دتہ کی حسرتناک زندگی کا بھی ذکر خیر کیا ہے معلوم نہیں یہ لوگ اس بیچارے کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑے ہیں وہ تو بقول خویش من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا کا مصداق بنا ہوا . . . . اس بات کی عملاً شہادت دے رہا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے پس اسے اپنی بدکاری میں بڑھنے دیجئے اور بل متعنا ھؤلاء وآباءھم حتیٰ طال علیھم العمر کے مفہوم کو پورا کرنے دیجئے کہ "خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز مفتری نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کریں (اہلحدیث ۲۶ اپریل)

دیتے ہیں اور رستہ کاٹ کر دور سے نکل جاتے ہیں کہ کہیں تمہارے سائے سے بھرشٹ نہ ہو جائیں تمہارے ساتھ چھونا اور لین دین رکھنا گوارا کرتے ہیں یا نہیں ۔

ضرورت

(۱) چک $\frac{۲۷}{۲-ایل}$ بستی جرائم پیشہ میں مسجد کی امامت کے لئے ایک مولوی کی ضرورت ہے جو مسائل دینی سے واقف ہو اور جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھتا ہو ۔ تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہوگا ۔ درخواستیں سپرنٹنڈنٹ صاحب چک $\frac{۲۷}{۲-ایل}$ اکاڑہ ضلع منٹگمری بھیجی جائیں ۔

(۲) ایک احمدی دوست کو موٹر ڈرائیوری کا کام جانتے ہیں ملازمت کی ضرورت ہے ۔ اگر کسی بھائی کو موٹر ڈرائیور کی ضرورت ہے تو سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے خط و کتابت کریں ۔

(۳) ایک جے اے وی یا ایس اے وی ۔ انگریزی میں خاص قابلیت رکھنے والا ۳ ۔ ۴ سکول کے بچوں کو پڑھانے کے لئے درکار ہے ۔ درخواستیں معہ نقول اسناد اور کم از کم تنخواہ جو منظور ہو مندرجہ ذیل پتہ پر فی الفور بھیجی جائیں ۔

چوہدری محمد الٰہی خاں رئیس تلونڈی موسیٰ خاں براستہ گوجرانوالہ

احباب کا چندہ

بذریعہ منی آرڈر بھیجنے میں ناظرین کرام کا یہ فائدہ ہے کہ انہیں ۴ کی بچت ہوگی اور دفتر کو وی پی بھیجنے کی دقت پیش نہ آئے گی ۔ لہٰذا جن خریداران کا چندہ ختم ہو چکا ہے وہ جلد سے جلد چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور فرمائیں (منیجر)

خصائص قرآن مجید

از مولانا عبدالسلام ندوی

(۲)

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گلچین جمال تو ز داماں گلہ دارد

علم بلاغت اور قرآن مجید

اہل عرب کے دلوں پر اثر ڈالنے والی چیز

یہ سچ ہے کہ علمائے بلاغت نے ایک فصیح و بلیغ کلام کی جو خصوصیات قرار دی ہیں وہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت میں موجود ہیں۔ لیکن جو چیز اہل عرب کے دلوں پر اثر ڈالتی تھی وہ ان سب سے بالاتر تھی۔ حضرت انیس جو خود ایک شاعر تھے رسول اللہ صلعم کی نسبت اپنے بھائی حضرت ابوذر غفاری رضؓ سے کہتے ہیں کہ "لوگ آپ کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں۔ لیکن میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے۔ آپ کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں۔ میں نے آپ کے کلام کو انواع شعر پر پرکھا تو اب کوئی یہ نہ کہے کہ وہ شعر ہے۔ خدا کی قسم آپ سچے ہیں اور وہ لوگ جھوٹے ہیں"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز اہل عرب کو متاثر کرتی تھی وہ قرآن مجید کی صداقت تھی۔ جو الفاظ و عبارت کے خوشنما پردوں میں جلوہ گر ہو کر اپنے آپ کو اور بھی زیادہ مؤثر بنا دیتی تھی۔ اسی مضمون کو وہ دوسرے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ "میں نے آپ کو دیکھا کہ مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور ایسا کلام پیش کرتے ہیں جو شعر نہیں[۱]"

قرآن مجید کی روانی اور شستگی

حضرت عثمان بن مظعون رضؓ نے جب قرآن مجید کی یہ آیتیں سنیں:۔

ان اللہ یامر بالعدل و	خدا عدل، احسان، اور قرابتداروں
الاحسان وایتاء ذی القربی	کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے
وینھی عن الفحشاء والمنکر	اور بدکاری، برائی اور ظلم سے روکتا
والبغی یعظکم لعلکم	ہے وہ اس لئے نصیحتیں کرتا
تذکرون۔	ہے کہ شاید تم اس کو قبول کرو

تو ان کا بیان ہے کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا[۱]۔ لیکن ان آیتوں میں روانی اور شستگی الفاظ کے سوا نہ تو کوئی صنعت ہے نہ کوئی بلاغت کا نکتہ ہے۔ نہ شاندار الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس لئے اس اثر کا سبب اس کی پاکیزہ اخلاقی تعلیم کے سوا اور کچھ نہیں۔ جو ہر سلیم الفطرت شخص کے دل پر اثر کرتی ہے۔

قرآن مجید کا اثر دلوں پر

ایک بار نماز مغرب میں رسول اللہ صلعم سورہ طور پڑھ رہے تھے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضؓ نے آپ کی زبان مبارک سے اس سورہ کی یہ آیتیں سنیں:۔

ام خلقوا من غیر شئی	کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ
ام ھم الخالقون ام خلقوا	یا وہی ہیں بنانیوالے یا انہوں نے
السموت والارض بل لا	بنائے آسمان و زمین کوئی نہیں
یوقنون ام عندھم خزائن	پر یقین نہیں کرتے کیا ان کے پاس
ربک ام ھم المصیطرون	ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغے ہیں

تو ان کا بیان ہے کہ میرا دل اڑنے لگا[۳]۔ لیکن ہمارے علمائے بلاغت نے علم معانی و بیان میں بلاغت کے جو نکات بیان کئے ہیں ان میں سے ایک بھی اس آیت میں نہیں پایا جاتا۔ بااینہمہ اس کا اثر ایک طالب حق کے دل کو بے قرار کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اہل عرب صرف اپنے فطری مذاق سے قرآن مجید کے معانی و مطالب کو سمجھتے تھے اور وہی طبعی ذوق ان کے قلوب کو بیقرار و متاثر کر دیتا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں خطابی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "وہ اس آیت کو سن کر اس لئے بیقرار ہو گئے کہ انہوں نے آیت کے معنی، مطلب اور استدلال کو اپنی طبع لطیف سے سمجھ لیا"۔ صرف قرآن مجید ہی کی تخصیص نہیں، بلکہ اس فطری ذوق کی وجہ سے اہل عرب ہر صحیح کلام سے جو پر زور طریقے سے ادا کیا جاتا تھا۔ متاثر ہوتے تھے۔ اور یہ اثر دفعۃً ان کی حالت میں انقلاب پیدا کر دیتا تھا

آنحضرت صلعم کا ایک نہایت بلیغ خطبہ

غزوۂ حنین میں آپ نے تمام مال غنیمت مولفۃ القلوب کو دے دیا اور انصار بالکل محروم رہ گئے تو چند نوجوانوں کو نہایت ناگوار ہوا اور انہوں نے کہا "خدا پیغمبر کی مغفرت کرے۔ قریش کو دیتا ہے اور ہم کو چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے"۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو تمام انصار کو ایک خیمہ میں جمع کر کے اصل حقیقت دریافت فرمائی۔ لوگوں نے کہا کہ "چند نوجوانوں نے یہ کہا ہے"؛ ہم میں جو لوگ صاحب الرائے اور سردار ہیں انہوں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اب آپ نے اس موقع پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا:۔

یا معشر الانصار الم	اے گروہ انصار! کیا میں نے تم کو
اجدکم ضلالا فھداکم	گمراہ نہیں پایا پھر خدا نے میری وجہ سے
اللہ بی وکنتم متفرقین	تمہیں ہدایت دی تم متفرق تھے خدا نے
فالفکم اللہ بی وعالۃ	میری وجہ سے تمکو مجتمع کر دیا تم محتاج تھے
فاغناکم اللہ بی۔	خدا نے میری وجہ سے تمکو دولتمند کر دیا

انصار ہر بات پر کہتے جاتے تھے کہ "خدا اور رسول کا احسان اس سے زیادہ ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمد! تم اس حالت میں آئے تھے کہ لوگ تمہاری تکذیب کرتے تھے۔ ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ تمہارا کوئی مددگار نہ تھا۔ ہم نے تمہاری مدد کی تم گھر سے نکلے ہوئے تھے۔ ہم نے تم کو گھر دیا تم محتاج تھے ہم نے تمہاری غمخواری کی"۔ اس کے بعد آپ نے اصل اعتراض کا جواب دیا:۔

اترضون ان یذھب	کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ لوگ اونٹ
الناس بالشاۃ والبعیر	اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے
وتذھبون بالنبی الی	گھروں میں خود پیغمبر کو لیکر جاؤ خدا کی قسم
رحالکم فواللہ لما تنقلبون	تم لوگ جو لیکر واپس جاتے ہو وہ اس سے
بہ خیر مما ینقلبون	بہتر ہے جسکو تمام لوگ لیکر واپس جاتے ہیں

اس پر تمام انصار پکار اٹھے۔ "قد رضینا"۔ یعنی ہم اس پر راضی ہیں[۱]"

خطبات نبوی میں یہ خطبہ نہایت بلیغ ہے۔ لیکن مطول و مختصر المعانی میں بلاغت کے جو اصول و قواعد بتائے گئے ہیں وہ اس میں کہیں نہیں پائے جاتے۔ بلکہ اس کے اثر کا تمام تر دار و مدار صداقت اور واقعیت پر ہے جو فصیح الفاظ میں نہایت پر زور طریقے سے ظاہر کی گئی ہے۔ غور سے دیکھو اس کا ایک حرف بھی صداقت سے ہٹا ہوا ہے؟ کیا ہجرت سے پہلے انصار گمراہ نہ تھے؟ کیا جنگ بعاث نے ان کے شیرازے کو درہم برہم نہیں کر دیا تھا؟ کیا وہ محتاج نہ تھے؟ لیکن آپ نے صرف اپنا ہی احسان نہیں جتایا بلکہ انصار کے احسانات کو بھی تسلیم کیا۔ یعنی یہ کہ انصار نے آپ کی تصدیق کی، آپ کی حمایت کی۔ آپ کو گھر دیا اور آپ کی غمخواری کی۔ اور انہی احسانات کا یہ صلہ تھا کہ آپ نے مدینہ کو اپنا گھر بنا لیا۔ اسی صداقت کو آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لیکر جاتے ہیں اور تم خود رسول اللہ کو لیکر واپس ہو رہے ہو۔

حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ میں جو شک و اضطراب پیدا ہو گیا تھا اس کے رفع کرنے کیلئے حضرت ابوبکر صدیق نے ایک نہایت مختصر خطبہ دیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

الا من کان یعبد محمدا	آگاہ رہو جو شخص محمد کو پوجتا تھا تو محمد
فان محمدا صلی اللہ علیہ	صلعم کا وصال ہو چکا اور جو شخص خدا کو
وسلم قد مات ومن کان	پوجتا تھا تو خدا زندہ ہے جو نہ مرے
یعبد اللہ فان اللہ حی	گا اس نے کہہ دیا تھا کہ اے محمد
لا یموت وقال انک	تم مروگے اور وہ لوگ بھی مریں گے
میت وانھم میتون	اس نے کہہ دیا تھا کہ محمد صرف ایک
وقال وما محمد الا رسول	پیغمبر ہیں اور ان سے پہلے اور پیغمبر
قد خلت من قبلہ الرسل	گذر چکے ہیں تو کیا وہ مر جائیں گے
افان مات او قتل انقلبتم	یا قتل کر دیئے جائیں گے تو تم قدم
علی اعقابکم ومن ینقلب	پیچھے ہٹا لوگے۔ اور جو شخص پیچھے
علی عقبیہ فلن یضر	قدم ہٹا لیتا ہے وہ خدا کو کچھ نقصان
اللہ شیئا وسیجزی اللہ	نہیں پہنچاتا، اور خدا شکر کرنیوالوں
الشاکرین۔	کو عنقریب بدلہ دے گا۔

اس تقریر میں صرف چند ہی فقرے ہیں، لیکن ان کا اثر یہ ہوا کہ روتے روتے لوگوں کے ہچکیاں بندھ گئیں[۲]۔ حضرت عمر رضؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضؓ نے یہ آیتیں پڑھیں تو میرے پاؤں کانپنے لگے اور میں زمین پر گر پڑا[۳]۔

---

[۱] صحیح مسلم فضائل ابی ذر رضؓ۔ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۳۱۸

[۳] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ طور۔

[۱] بخاری غزوہ حنین مع فتح الباری۔

[۲] بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکر۔

[۳] بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ۔

آئندہ یوم النبی کے پروگرام کی تفصیل

دفتر اشاعت سیرت کا ضروری اور اہم اعلان

یوم النبی کے انعقاد میں صرف چند ہفتے باقی ہیں، لہذا ضروری ہے کہ ہر ایک شہر اور قریہ کے مسلمان، تحریک کے مقاصد اور اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کے مطابق ہر جگہ ولولہ انگیز اور پر جوش تیاریاں شروع کر دیں۔

پیش نظر مقاصد

تحریک کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ للعالمین کی ذات پاک میں جس قدر فضیلتیں اور شانیں پیدا کی ہیں، وہ خلق خدا پر پوری طرح افشا ہو جائیں۔ کائنات کی تمام قوموں اور زبانوں میں سیرت النبی کی اشاعت ہو ایسی عالمگیر اشاعت جس سے زمین کے گوشہ گوشہ میں ورفعنا لک ذکرک کے ڈنکے بج جائیں۔ اغیار سیاہ باطن کی الزام تراشیاں محو ہو جائیں اور نبی امی کا حسن معصوم اس طرح نکھر پڑے کہ کائنات عالم میں آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی حقیقی حیثیت اور شان آفتاب عالم تاب کی طرح نمایاں نظر آ جائے۔

شوکت اسلام کے اظہار کا دن

تحریک یوم النبیؐ کی عظمت و جلال کا تمام تر راز یوم النبیؐ کے لفظ میں پوشیدہ ہے۔ دنیا کا یہ ایک ہی دن ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے منسوب ہے۔ یہ دین مصطفوی کے اعلان اور امت مسلمہ کی سالگرہ کا دن ہے۔ اسی دن آسمان پر نور و ہدایت کے چشمے ابلے۔ اسی دن ایمان نے زندگی پائی اسی دن نبی معصوم کی جلوہ گری سے حضرت آمنہ کی گود نہال ہوئی اور اسی دن اسلام کو بقائے دوام کا خلعت اور تکمیل کا تاج پہنایا گیا۔

پھر اسی دن ایران کے آتشکدے ٹھنڈے ہوئے کفر و شرک کی آگ بجھا دی گئی۔ بیت الحرام کی مورتیاں زمین بوس ہو گئیں۔ اور نوشیروان عادل کا سفید محل بید مجنوں کی طرح لرزا اور زمین پر گر پڑا۔

یہ تمام واقعات نبی برحق اور آپ کی امت قاہرہ کی عظمت و صولت اور سطوت و جلال کی دلیل ہیں۔ اور اس امر کی دلیل ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی سنت نے نبی الامین کے ظہور کے وقت ہی اس عظیم الشان دن کو چن لیا تھا کہ اس میں حق کی شان و شوکت اور ایمان کی قوت و صولت کا اظہار ہو اور دین حق کی برتری اور امت قاہرہ کی حریت کا اعلان اور فیصلہ روقت مستقبل کی پیشانی پر اس طرح لکھ دیا جائے۔ کہ پھر کفر و باطل کی کوئی متصادم قوت اس کو نہ مٹا سکے۔

اتحاد اسلام اور اتحاد انسانیت

تحریک یوم النبی کے فرائض کی دو شاخیں ہیں۔ ایک اتحاد اسلام اور دوسری اتحاد انسانیت۔ جہاں تک اسلام کے اندرونی نظام کا تعلق ہے فرزندان امت کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اس تقریب کو اس طرح منائیں کہ اس سے اسلام کی عالمگیر مشکلات حل ہوں۔ اور رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اتحاد اسلام، نظام امت اور احیاء دین کی راہیں کھلیں اور تمام کائنات کے مسلمان مذہبی اور سیاسی تفریقوں اور قومی اور وطنی تمیزوں اور تنگ طریقوں سے نکل کر حضرت رحمۃ للعالمین کی یاد میں ایک دن اور ایک وقت علم اسلام کے نیچے جمع ہوں۔ اور اپنی اور اسلام کی موجودہ حالت پر غور کریں اسی دن کائنات عالم کے مسلمانوں کی طرف سے ہر ایک شہر اور قریہ میں اقوام عالم کو دعوت اتحاد دی جائے اور رنگ نسل اور وطنیت و قومیت کی تفریقوں اور سیاسی اور اقتصادی نزاعوں میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو اسلام کی روح سے آشنا کیا جائے اور اتحاد و اخوت اور امن و ترقی کا وہ راستہ دکھایا جائے۔ جو محمدؐ عربی کی نبوت کا منتہائے مقصود ہے۔

اشاعت صدائے اسلام

عملی پروگرام کے سلسلے میں مسلمانوں کا پہلا فرض یہ ہے۔ کہ وہ یوم النبی کی آواز کی اشاعت کریں۔ اور اس میں کسی نوع کے بخل، کوتاہی تنگی اور کاہلی کو دخل نہ دیں۔ شہروں کے مسلمان اس آواز کو قصبوں تک لے جائیں اور قصبوں والے دیہات تک پہنچا دیں۔ اور اشتہاروں، اعلانوں، منادیوں، خطبوں۔ اور تقریروں کے ذریعہ سے اس حد تک کام کریں کہ کوئی مسلم اور غیر مسلم اس آواز سے ناآشنا نہ رہے۔ ہر ایک مسلمان پیغام رسول کی اشاعت کے لئے خدمت و ایثار پر آمادہ ہو جائے۔ اور ہر ایک غیر مسلم اشتراک عمل اور اتحاد و تعاون کے لئے مستعد نظر آئے

عالمگیر تبلیغی مظاہرے

اس دن ہر جگہ بڑے سے بڑے پیمانے پر اسلامی اتحاد و غیرت کے مظاہرے ہوں جو سرور کائنات کی رفعت قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے۔ اس دن ہر ایک شہر کے مسلمان **"ایک نبی اور ایک امت"** کا نظارہ پیش کریں۔ تمام کلمہ گو ایک ہو جائیں، وہ شیعہ ہوں کہ سنی، مقلد ہوں کہ غیر مقلد، احمدی ہوں کہ غیر احمدی، کانگرسی ہوں کہ غیر کانگرسی، تمام مذہبی، سیاسی، ذاتی اور خاندانی جھگڑے اور رقابتیں بالائے طاق رکھ کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال کے صدقہ میں ایک متحدہ محاذ پیش کیا جائے مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ غیر مسلم لوگ انہی مظاہروں کی عظمت و شوکت سے اندازہ لگائیں گے کہ امت مسلمہ کے دل میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عزت و عقیدت موجود ہے۔ پس ضروری ہے کہ یوم النبی کے جلوس مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی اخوت و مساوات کے جھنڈے تلے جمع کر دینے والے ہوں۔ اور اس قدر عظیم الشان ہوں کہ دنیا کی ہر ایک زندہ اور موجود شے ان کی عظمت سے اسلام کی صداقت مسلمانوں کی اخوت اور حضرت رحمۃ للعالمین کے جاہ و جلال کی پائیداریوں کا اندازہ کر سکے۔

سیرۃ نبوی کے جلسے

تحریک کا اہم ترین حصہ اشاعت سیرت کے جلسے ہیں، ان جلسوں کے ذریعہ سے تمام اقوام عالم میں حضرت خاتم المرسلین کے عظیم الشان اخلاق اور ہمہ گیر ہدایت کی نمایندگی کی جائے، اور اسلام و قرآن کی طرف سے تمام انسانوں کو وہ گورے ہوں یا کالے، حاکم ہوں یا محکوم، عربی ہوں کہ عجمی، مسلم ہوں کہ غیر مسلم، برہمن ہوں کہ اچھوت اتحاد کی دعوت دی جائے، ہر ایک مقام کے جلسے ایک عظیم الشان شاہی دربار کی صورت میں ہوں جن میں ہندو اور مسلمان، سکھ اور عیسائی پارسی اور اچھوت، حاکم اور محکوم، بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے، محبت و اخوت کے پلیٹ فارم پر دوش بدوش بیٹھیں اور اپنی اپنی زبانوں اور بولیوں میں مساوات کے دعویٰ سے دنیا کی اس عظیم ترین تاریخی شخصیت کو خراج تحسین ادا کریں۔ جو اس کائنات انسانی کے عدل و قانون، اخلاق و روحانیت، علوم و فنون، اور تہذیب و تمدن کا سب سے بڑا محسن ہے

تقریر سیرت کی مفت تقسیم

اس سال سیرت کی تین تقریریں شائع کی جا رہی ہیں۔ (۱) مولینا سید سلیمان صاحب ندوی کی تقریر۔ یہ تقریر دنیائے اسلام کیلئے مخصوص اور دنیائے اسلام کی ۷ زبانوں میں شائع کی جا رہی ہے

(۲) علامہ سید رشید رضا مصری کی تقریر۔ یہ مشرقی ممالک کے غیر مسلموں کے لئے مخصوص ہے اور انہی کی دس زبانوں میں شائع کی جا رہی ہے

(۳) ڈاکٹر محمد مارقوس پی ایچ۔ ڈی جرمنی کی تقریر۔ یہ یورپین اقوام کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس کا عنوان ہے "محمد عربی کا پیغام اہل یوروپ کے نام" یہ تقریر صرف یوروپین زبانوں میں شائع کرائی گئی ہے

اس قدر وسیع اور عالمگیر انتظامات اور غیر معمولی کوشش و جانفشانی کا مقصد واضح ہے، ہندوستان مصر اور جرمنی کے بہترین علماء کے نتائج افکار کی اشاعت سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی مہذب اور تعلیم یافتہ مخلوق کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق بہترین معلومات بہم پہنچائیں۔ اب یہ فریضہ مسلمانوں ان کی انجمنوں اور ان کے علاوہ امراء پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ یہ تقریریں منگوائیں اور یوم النبی کی تقریب پر وسعت و کثرت سے مفت تقسیم کریں کہ کوئی تعلیم یافتہ مرد اور عورت نبی الرحمۃ کے پیغام سے بے خبر نہ رہے۔

(۱) اردو تقریروں کا ہدیہ ۵۰ روپیہ فی ہزار (ایک روپیہ کی ۲۰ کتب) ہے۔ (۲) عربی، انگریزی، جرمنی، ہندی، انگوزکھی تقریروں کا ۷۵، روپے فی ہزار (ایک روپیہ کی دس کتب) مقرر کیا گیا ہے دوسری اور تیسری تقریر بہت زیادہ مفصل اور مبسوط ہے اس دفعہ اردو کے سوا دوسری دو زبانوں کی تقریروں کی طباعت، اشاعت اور کاغذ کا معیار حسب مراتب بہت زیادہ بلند کر دیا گیا ہے۔

بدعات سے بچو

تحریک یوم النبیؐ ایک علمی، تاریخی اور بین الاقوامی تحریک ہے اور یہ بے حد ضروری ہے۔ کہ اسے جہالت و بے علمی کی یورش سے محفوظ رکھا جائے۔ اور بدعات و شنیعات کھیل اور کود، مضحکہ اور تماشا، باجا اور ناچ، آتشبازی گتکہ اور میلہ وغیرہ سے پوری طرح بچایا جائے۔ اگر کسی جگہ کوئی جہلا کی جماعت اس تبلیغی اور علمی تحریک کو وقار اسلام کے خلاف تماشے کا ذریعہ بنانا چاہے تو ذی اثر علماء اور ذمہ دار سیرت کمیٹی کا فرض ہے کہ وہ اسے پوری قوت اور مضبوط ترین عزم و فیصلہ کے ساتھ ختم کر دیں اس لئے کہ یہ مبارک اور عظیم الشان تحریک بدعات و محدثات کی عجائب پرستیوں کا ہنگامہ نہیں، بلکہ اسوۂ رسول پاک کی اشاعت کا ذریعہ ہے۔ وہ رسول جس پر اللہ کی نعمت ختم ہوئی۔ اور جس کا پیغام قیامت تک کی انسانیت کے لئے صلاح و فلاح دارین و سعادت و عزت و آسودگی کا سرچشمہ ہے

(بقیہ صفحہ اول)

پس اگر مسیح کو بھی آپ لوگوں کے عوض فدیہ یا بدلہ کے طور پر دیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ نعوذ باللہ شریر اور خطا کار تھا اور آپ صادق اور راستباز کیا مسیح کو ایسا ہی سمجھتے ہیں؟

پہلے سوال کے جواب میں تو پادری صاحب نے یہ کہہ دیا کہ انجیل کا محولہ بالا کلام استعارات نہیں ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں الزامی رنگ میں مشکوٰۃ کی ایک حدیث پیش کر دی جو غلط اور قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول تھی تیسرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا خاکسار نے پوچھا کہ اگر ایمانداروں کے معجزات استعارات کا کلام ہیں تو مسیح کے معجزات کیوں استعارات نہیں؟

پادری صاحب نے ولادت مسیح کا ذکر چھیڑا جس پر خاکسار نے انہیں چیلنج دیا کہ اناجیل سے مسیح کو بے باپ ثابت کریں مدمقابل میں

خبریں

— بمبئی - ۱۷ رجون شہر میں فسادات بہت بری صورت اختیار کر رہے ہیں - ایک مسلمان اور ایک ہندو کو آج پھر چھریوں سے شدید زخمی کر دیا گیا - دونوں کو ہسپتال داخل کر دیا گیا - اور تمام شہر میں پھر خوف اور دہشت زدگی کی کیفیت برپا ہو رہی ہے - آج صبح ایک مسلمان کو جو کسی کارخانہ میں ملازم ہے ہندو غنڈوں نے چاقو سے زخمی کر دیا - اس پر بہت ہنگامہ برپا ہو گیا - سو کے قریب کارخانہ مذکور کے مسلمان ملازموں نے کام بند کر دینے کا مطالبہ کیا - اسی طرح صبح کے وقت ایک مسلمان کے لکڑیوں کے گودام میں کسی نے آگ لگا دی - گذشتہ شب کو بھی چاقو گھونپنے کے متعدد واقعات پیش آئے - اور اکثر مجروح ہسپتال میں داخل کئے گئے -

صدر بلدیہ نے حسب ذیل اپیل شائع کی ہے :- یہ شہر نہ تو ہندوؤں کا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا - بلکہ اس شہر میں مختلف قومیں آباد ہیں جنہیں صلح و آشتی سے رہنا چاہیئے - اس لئے میں آپ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ قیام امن اور خوشگوار تعلقات کی بحالی کے لئے اپنی امکانی کوشش عمل میں لائیں - دونوں قوموں کے لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ حالات کی اصلاح کے لئے ضروری کارروائی عمل میں لائیں

— بمبئی ۱۸ رجون - فری پریس کے سپیشل کمشنر کی اطلاع مظہر ہے کہ چونکہ آرڈیننسوں کی میعاد ۴ رجولائی کو ختم ہو رہی ہے اس لئے آئیندہ چند ہفتوں میں رونما ہونے والی سیاسی صورت حالات کے متعلق قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں - باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ حکومت آرڈیننسوں کو دوبارہ جاری کرنے اور سول نافرمانی کے تمام قیدیوں کو رہا کرنے کے مسئلہ پر غور و خوض میں مصروف ہے کیونکہ اگر آرڈیننسوں کا خاتمہ کر دیا جائے اور عدم تشدد کے سیاسی قیدی رہا کر دیئے جائیں - تو ممکن ہے گاندھی جی کانگرس کو فوراً دوبارہ سول نافرمانی شروع کرنے کا مشورہ نہ دیں - اگر حکومت نے اس طریق کار پر عمل کیا تو اس صورت میں کانگرس اور حکومت کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا - حکومت اور کانگرس دونوں اپنے آئیندہ طرز عمل کے متعلق آزاد ہوں گی - کانگرس جب چاہے گی سول نافرمانی کر سکے گی - اور اسی طرح حکومت دوبارہ آرڈیننسوں کو نافذ کر سکے گی - حکومت کی اصلاحات کے متعلق تجاویز کا جو اثر عام پر ہوگا اس پر بہت کچھ منحصر ہے معلوم ہوتا ہے اس بات کی توقع ہے کہ اگر ایک دفعہ آرڈیننسوں کا خاتمہ ہو گیا اور سیاسی قیدی رہا ہو گئے تو لوگوں کی توجہ حکومت کی اصلاحات کی تجاویز کی طرف بدیں طریق پر مبذول ہو سکے گی - تازہ ترین تجویز یہی ہے کہ صوبجاتی خود مختاری اور فیڈریشن کے متعلق ایک ہی مسودہ قانون پیش کیا جائے اور مرکزی ذمہ داری کا نفاذ اس وقت تک ملتوی کر دیا جائے - جب تک صوبجاتی مجالس قانون ساز کے انتخابات ختم نہ ہو لیں - سرکاری حلقوں کا خیال ہے کہ اس وقت تک کانگرس کی جماعت میں افتراق پیدا ہو جائے گا - اور ہندوستان کی کثیر جماعت جو اس وقت کانگرس کے ساتھ ہے اصلاحات کے کام میں تعاون کے لئے تیار ہو جائے گی -

— لاہور کی پولیس نے اننت پرکاش کو گرفتار کر لیا ہے - جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے قرضہ حاصل کرنے کی فرضی کمپنیاں قائم کر رکھی تھیں - اور فریب ہی سے پبلک کو لوٹتا رہا ہے - اس کے خلاف پولیس کو اکثر اطلاعات موصول ہوئی تھیں - اور لوگوں نے شکایات پیش کیں - یہ شخص تین روپیہ کے ٹکٹ یہ کہہ کر فروخت کیا کرتا تھا کہ اس کے حامل کو آسان شرطوں پر قرضہ حاصل ہو سکے گا - اس کے علاوہ اس نے اور بھی فرضی بیمہ کمپنیاں قائم کر رکھی تھیں اور لوگوں کو دھوکہ دے کر بہت سا روپیہ فراہم کیا کرتا تھا - عدالت نے اس کو پولیس کی تفتیش مکمل ہونے تک مبلغ پانچ ہزار روپیہ کی ضمانت پر رہا کر دیا ہے -

— لاہور - آج مسٹر آر - این - لوتھر سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں کمیٹی کے دو ہزار روپیہ کے غبن کے متعلق دولت رام خزانچی ہری رام اکاؤنٹنٹ اور عبدالواحد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آفس کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۹ تعزیرات ہند پیش ہوا آج عدالت میں وکلا کی بحث ہوئی - بعد سماعت بحث مقدمہ آئندہ پیشی پر ملتوی ہوا -

— امرتسر ۱۷ رجون - ساڑھے دس بجے شب کٹڑہ رام گڑھیاں چوک کروڑی میں دو مسلمان کوچہ رام کی مسجد کی مرمت میں مصروف تھے - ایک سکھ پر مٹی گر پڑی اور وہ برافروختہ ہو گیا - مسلمانوں نے منت و سماجت کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا - اور کرپان نکال کر حملہ کر دیا - ایک مسلمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا - اور دوسرا پولیس کو بلانے چلا گیا - پاس سے ہی ایک اور سکھ نکلا - اس نے چوک بابا اٹل میں جا کر سکھوں کو اکسایا - آن کی آن میں چار پانچ سو سکھوں کا مجمع مسجد کے گرد جمع ہو گیا - مسلمانوں نے مسجد کا دروازہ بند کر لیا - سکھ دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے - اور مسلمانوں پر اینٹوں اور لاٹھیوں کی بارش کر دی جس سے دو سپاہی ایک عورت اور چھ مرد شدید طور پر زخمی ہوئے اور بعض کو معمولی ضربات آئیں - پولیس کے آنے پر سکھ بھاگ گئے لیکن سات سکھ موقع پر گرفتار کر لئے گئے - جن کو سردار گھمبیر سنگھ کی عدالت میں پیش کیا گیا - سردار صاحب نے ضمانتیں لے کر انہیں رہا کر دیا - بیان کیا جاتا ہے کہ پولیس کا رویہ قابل اعتراض تھا - مسلمان مشتعل ہو رہے ہیں - سکھ پولیس کے آنے سے پہلے بہت دیر تک مسجد میں ست سری اکال کے نعرے لگاتے رہے - اور مسلمانوں کو للکارتے رہے - کہ میدان میں آؤ - تمہارے ترک کہاں ہیں - اور افغان کہاں ہیں - وغیرہ وغیرہ (نامہ نگار)

— جموں - ۱۷ رجون - جموں کے گرد و نواح میں یہ افواہ بڑے زور سے گرم ہے کہ مسلمانان راجوری نے تحفہ سٹیشن کے والنٹیرس کو نذر آتش کر دیا ہے - اب معلوم ہوا ہے کہ ہندوؤں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے تاکہ مسلمان چین سے نہ بیٹھیں - مسلمانان راجوری پر انتہائی ظلم ہو چکا ہے - اور ان کے خون کو پانی کی طرح بہایا جا چکا ہے ہم حیران ہیں کہ ان خونیں واقعات کے بعد بھی مہاسبھائی جوش میں افسردگی پیدا نہیں ہوئی - (نامہ نگار)

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳ : ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰	لاہور ۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۸ صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۳۲ء	نمبر ۳۸

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ۔

برلن سے مرزا عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ مغرب بھی ایک عجیب ملک ہے یہ لوگ اگر خدا کو نہیں مانتے تو اس لئے کہ ان کے دماغ مادیت میں اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ ایک مشرقی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا ۔ ہر ایک کام اتنے سائنٹفک طریقہ پر ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر کسی خدا کی ضرورت انہیں محسوس ہی نہیں ہوتی ۔ .... یہ صحیح ہے کہ مادیت میں مشرقی بمقابل مغربی کے جاہل اور وحشی ہے لیکن اخلاق کے لحاظ سے ایک ہندوستانی فرشتہ ہے ۔ اگر صحیح طور پر دجال کو ایک آنکھ سے اندھا دیکھنا ہو تو مغرب میں دیکھنا چاہیئے وہی حضرات جو سارا دن انسان رہتے ہیں ۔ شام ہوئی اور وہ حیوانوں سے بدتر نظر آنے لگتے ہیں ۔ سر بازار وہ حرکات ہوتی ہیں کہ الامان ۔ ایک نہیں دو نہیں ہر انسان خواہ مرد ہو یا عورت ایسی ہی حرکات میں مبتلا نظر آتا ہے ۔ میں تو ہر نماز میں دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ تمام مکروہات سے محفوظ رکھے ۔ آپ بھی میرے لئے دعا کریں ۔ کہ جس مقصد کے لئے میں ہزاروں کوسوں آیا ہوں اس میں خاص نصرت عطا فرمائے ۔ میں زبان سیکھنے میں منہمک ہوں ۔ چار امتحان زبان کے دینے ہیں خدا تعالیٰ جلدی توفیق بخشے کہ زبان پر قابو حاصل ہو جائے ۔ تاکہ فرض مفوضہ کو بخوبی ادا کر سکوں ۔ سب احباب کو سلام عرض کر دیجئے ۔ اور تمام احباب کی خدمت میں التجا ہے کہ میرے جیسے دور افتادہ مسافر کے لئے ضرور دعا کریں ۔

قبول اسلام ۔ قاضی شیر محمد صاحب مسلم مشنری علی پور مطلع فرماتے ہیں کہ ۱۷-۱۸ مئی کو سلطانپور بستی خاکروباں میں چھ نفوس مشرف باسلام ہوئے جن کے اسلامی نام یہ ہیں :- اللہ بخش ۔ خدا بخش ۔ نبی بخش ۔ امینہ بی بی ۔ اللہ جوایا ۔ قائم خاتون ۔

شکریہ احباب اور درخواست دعا

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

میری اہلیہ کے انتقال کی وجہ سے جو رنج و مصیبت کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹا اس میں جس محبت اور ہمدردی کا سلوک میرے احباب نے مجھ سے کیا ہے اور جیسے محبت اور شفقت سے بھرے ہوئے خطوط مجھ کو لکھے ہیں اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے ۔ اور ہر ایک دنیوی و اخروی رنج و مصیبت سے اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔ ان سے اللہ راضی ہو ۔ پھر کس قدر احسان ہے میرے رب کا جس نے

اتنے پاک دلوں میں میری اس قدر محبت

اور ہمدردی ڈال دی کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ میرے درد دل کے ساتھ ہی میرے سارے دوستوں کے دل بھی درد سے بھر گئے ۔ یہ محض جناب الٰہی کی بندہ نوازی ہے ۔ ذرہ نوازی ہے ۔ کرم گستری ہے ۔ دلوں میں محبت ڈالدینا بھی خاص فضل ہے ۔ ورنہ دنیا میں لوگ مرا ہی کرتے ہیں ۔ جو لوگ میرے خانگی حالات جانتے ہیں انہیں علم ہوگا کہ مستقبل میں اس وقت میرے لئے کس قدر مشکلات کا سامنا ہے ۔ اس لئے

اپنے احباب سے میری یہ استدعا ہے

کہ وہ جہاں مرحومہ کے لئے درد دل سے دعائے مغفرت فرما دیں اور نماز جنازہ پڑھکر عند اللہ ماجور ہوں وہاں میرے لئے بھی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلات کو محض اپنے فضل و رحمت سے آسان کر دے اور مجھ سے راضی ہو ۔ میرا اس کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور اس سے راضی رہنا کوئی بڑی خوبی نہیں کیونکہ میں ایک عاجز بندہ ہوں بڑی بات جس کی مجھے فکر ہے وہ یہ ہے کہ میرا مالک مجھ سے راضی ہو وہ اگر راضی ہے تو یہ مشکلات اور غم و رنج کے پہاڑ سب آسان ہیں اگر وہ راضی نہیں تو پھر عیش و عشرت کے محل دوزخ سے کم نہیں

احباب سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ مولا کریم مجھ عاجز خطا کار گنہگار سے راضی ہو جس طرح اس کے انعامات اور فضل و کرم کا حساب نہیں میری ناشکریوں اور خطا کاریوں کا بھی کوئی حساب نہیں ۔ میری اہلیہ بھی میرے لئے

اللہ تعالیٰ کا ایک انعام تھا

مرحومہ نیکی و دینداری، تقوےٰ و طہارت ۔ حیا و عصمت، اخلاق و تہذیب، دانائی و فراست، خودداری و وقار ۔ انتظام خانہ داری و تربیت اولاد، غیرت دینی اور عشق تبلیغ اسلام و خدمت دین میں زندہ اور چلتا پھرتا نمونہ تھیں ۔ جماعت کی مذہبی تحریکوں میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینا اور اپنے قیمتی مشوروں سے قوم کی بچیوں اور لڑکیوں کو مستفیض کرنا یہ روزمرہ کا کام تھا ۔ اپنی زندگی میں زیور کا بڑا حصہ اشاعت اسلام میں دے چکی تھیں باقی ماندہ کے لئے وصیت کر دی تھی کہ ایک ثلث انجمن میں تبلیغ دین کے لئے دیدیا جائے ۔ دنیا کے افکار میں میں اگر بے فکر تھا تو گھر کی طرف سے ۔ یکایک جو اتنی بڑی عظیم الشان نعمت مجھ سے لے لی گئی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ میری شامت اعمال نہ ہو اور کسی ناشکری کی سزا نہ ہو ۔ اس لئے میں

دوبارہ اپنے دوستوں سے استدعا

کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے جناب الٰہی کے حضور میں خاص توجہ سے دعا فرما دیں ۔ کہ اگر میری کوئی شامت اعمال ہے تو وہ مجھے معاف فرما دے ۔ اور اگر وہ راضی ہے تو پھر مجھے کوئی فکر نہیں ان مشکلات کو آسان کر دینا اس قادر مطلق کے حضور میں کیا مشکل ہے ۔ اس سے قبل بھی تو سارا بوجھ اسی نے ہی اپنے فضل سے اٹھایا ہوا تھا لیکن فکر ہے تو اسی کی رضا کی مجھ گنہگار عاجز بندہ کا راضی ہونا کوئی چیز نہیں ۔ اس مالک

ملفوظاتِ مسیح موعود علیہ السلام

دعا کا فلسفہ، آدابِ دعا، ابتلا اور آزمائش، مسیح موعود کا تعلق دوستوں سے

قبولیتِ دعا کا وقت

دعا کا فلسفہ

دعا بڑی چیز ہے۔ افسوس لوگ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا ہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر دعا جس طرز اور حالت پر مانگی جائے ضرور قبول ہو جانی چاہیئے۔ اس لئے جب وہ کوئی دعا مانگتے ہیں اور پھر وہ اپنے دل میں جائی ہوئی صورت کے موافق اس کو پورا ہوتے نہیں دیکھتے تو مایوس اور نا امید ہو کر اللہ تعالیٰ پر بدظن ہو جاتے ہیں حالانکہ مومن کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ بظاہر اگر اسے اپنی دعا میں مراد حاصل نہ ہو تب بھی نا امید نہ ہو۔ کیونکہ رحمت الٰہی نے اس دعا کو اس کے حق میں مفید نہیں قرار دیا۔ دیکھو بچہ اگر ایک آگ کے انگارہ کو پکڑنا چاہے تو ماں دوڑ کر اس کو پکڑے گی بلکہ اگر بچہ کی اس نادانی پر ایک تھپڑ بھی لگا دے تو کوئی تعجب نہیں۔ اسی طرح مجھے تو ایک لذت اور سرور آجاتا ہے جب میں اس فلسفہ دعا پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ علیم و خبیر خدا جانتا ہے کہ کونسی دعا مفید ہے۔

آدابِ دعا

مجھے بار ہا افسوس آتا ہے جب لوگ دعا کے لئے خط بھیجتے ہیں اور ساتھ ہی لکھ دیتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے یہ دعا قبول نہ ہوئی تو ہم جھوٹا سمجھ لیں گے۔ آہ یہ لوگ آداب دعا سے کیسے بے خبر ہیں۔ نہیں جانتے کہ دعا کرنے والے اور کرانے والے کے لئے کیسی شرائط ہیں اس سے پہلے کہ دعا کی جائے یہ بدظنی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ماننے کا احسان جتانا چاہتے ہیں۔ اور نہ ماننے اور تکذیب کی دھمکی دیتے ہیں۔ ایسا خط پڑھ کر مجھے بدبو آجاتی ہے اور مجھے خیال آجاتا ہے کہ اس سے بہتر تھا کہ یہ دعا کے لئے خط ہی نہ لکھتا۔

اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ

میں نے کئی بار اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور پھر مختصر طور پر سمجھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دوستانہ معاملہ کرنا چاہتا ہے دوستوں میں ایک سلسلہ تبادلہ کا رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ میں بھی اسی رنگ کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبادلہ یہ ہے کہ جیسے وہ اپنے بندے کی ہزاروں دعاؤں کو سنتا اور مانتا ہے اس کے عیبوں پر پردہ پوشی کرتا ہے۔ باوجودیکہ وہ ایک ذلیل سے ذلیل ہستی ہے۔ لیکن اس پر فضل و رحم کرتا ہے۔ اسی طرح حق ہے۔ کہ یہ خدا کی بھی مان لے۔ یعنے اگر کسی دعا میں اپنے منشا اور مراد کے موافق ناکام رہے۔ تو خدا پر بدظن نہ ہو بلکہ اپنی اس نامرادی کو کسی غلطی کا نتیجہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا پر انشراح صدر کے ساتھ راضی ہو جائے اور سمجھ لے کہ میرا مولیٰ یہی چاہتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات (الآیہ) یہ خوف سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈر ہی ڈر ہے۔ انجام اچھا ہے۔ اسی سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

پھر الجوع فقر و فاقہ تنگ کرتا ہے۔ بعض وقت ایک کرتہ پھٹ جائے تو دوسرے کی توفیق نہیں ملتی۔ جوع کا لفظ رکھکر عطش کا لفظ چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یہ جوع میں داخل ہے نقص من الاموال بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ مال چور لیجاتے ہیں اور اتنا بھی نہیں چھوڑ جاتے کہ صبح کی روٹی کھا سکیں سوچو کس قدر تکلیف اور آفت کا سامنا ہوتا ہے۔

پھر جانوں کا نقصان ہے۔ بچے مرنے لگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بھی نہیں رہتا۔ جانوں کے نقصان میں یہ بات داخل ہے کہ خود تو زندہ ہے اور عزیز و متعلقین مرتے جائیں کس قدر صدمہ ایسے وقت پر ہوتا ہے۔

ہمارا تعلق دوستوں سے

ہمارا تعلق ایسے دوستوں سے اس قدر ہے کہ جس قدر دوست ہیں۔ اور ان کے اہل و عیال ہیں۔ گویا ہمارے ہی ہیں۔ کسی عزیز کے جدا ہو جانے کا اس قدر رنج ہوتا ہے کہ جیسا کسی کو اپنی عزیز سے عزیز اولاد کے مر جانے کا ہوتا ہے۔ ثمرات میں اولاد بھی شامل ہے اور محنتوں کے بعد آخر کی کامیابیاں بھی مراد ہیں۔ ان کے ضائع ہونے سے بھی سخت صدمہ ہوتا ہے۔ امتحان دینے والے اگر کبھی فیل ہو جاتے ہیں تو بار ہا دیکھا گیا ہے کہ وہ خودکشی کر لیتے ہیں۔ ایوب بیگ کی بیماری کی ترقی امتحان میں فیل ہو جانے سے ہی ہوئی۔ پہلے تو اچھا خاصہ تندرست تھا۔

ابتلاجن پر آئیں

غرض اس قسم کے ابتلا جن پر آئیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو بشارت دیتا ہے فبشر الصابرین (الآیہ) یعنے ایسے موقع پر جبر کے ساتھ برداشت کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت ہے۔ کہ جب ان کو کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یاد رکھو کہ خدا کا خاص بندہ اور مقرب تب ہی ہوتا ہے کہ ہر مصیبت پر خدا ہی کو مقدم رکھے۔ غرض ایک وہ حصہ ہوتا ہے جن میں خدا اپنی منوانا چاہتا ہے۔

دعا کے معنے تو یہی ہیں کہ انسان خواہش ظاہر کرتا ہے کہ یوں ہو پس کبھی مولیٰ کریم کی خواہش مقدم ہونی چاہیئے۔ اور کبھی اللہ کریم اپنے بندہ کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔

قبولیت دعا کا وقت

دوسرا محل معارضہ کا یہ ہے کہ ادعونی استجب لکم اس میں تناقض نہیں ہے۔ جب جہات مختلف ہوں تو تناقض نہیں رہا کرتا۔ اس محل پر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مانتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ انسان کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے غفلت اور فسق و فجور کو چھوڑ دے۔ جس قدر قرب الٰہی انسان حاصل کرے گا۔ اسی قدر قبولیت دعا کے ثمرات سے حصہ لے گا۔ اسی لئے فرمایا ہے واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلهم یرشدون

یہ گویا عام قانون قدرت کے نظارہ سے ایک سبق دیا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ سن نہیں سکتا۔ وہ تو دلوں کے مخفی ارادوں اور ان ارادوں سے بھی واقف ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ مگر یہاں انسان کو قرب الٰہی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جیسے دور کی آواز سنائی نہیں دیتی اسی طرح پر جو شخص غفلت اور فسق و فجور میں مبتلا رہ کر مجھ سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر حجاب اور فاصلہ اس کی دعاؤں کی قبولیت میں ہوتا ہے

(بقیہ صفحہ)

اور امید کرتا ہوں کہ وہ سائل کی تسلی کے لئے کافی ہونگے۔

(ا) حضرت شاہ نیاز احمد صاحب علیہ الرحمۃ اپنے دیوان کے صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں:-

آدم و شیث و نوح و ہود غیر حقیقتم نہ بود
صاحب ہر عصر منم من نہ منم نہ من منم
موسیٰ جلوہ بیں منم قبلہ فلسطیں منم
حیدر شیر نر منم من نہ منم نہ من منم

(ب) پھر صفحہ ۴۴ پر فرمایا:-

زبہر رفع شرک و دفع وہمی ہستی غیرے
بشکل انبیاء و اولیاء موجود بود استم
لباس بوالبشر پوشیدہ مسجود فلک گشتم
بہ تصویر محمدؐ حامد و محمود بود استم!
گہے ادریسؑ گاہے شیثؑ گاہے نوحؑ گہ یونسؑ
گہے یوسفؑ گہے یعقوبؑ گاہے ہود بودستم
گہے صالحؑ گہ ابراہیمؑ گہ اسحاقؑ گہ یحیٰؑ
گہے موسیٰؑ گہے عیسیٰؑ گہے داؤدؑ بود استم

(ج) بایزیدؒ را پرسیدند کہ عرش چیست گفت منم۔ گفت کرسی چیست گفت منم۔ گفت لوح و قلم چیست گفت منم۔ گفتند خدا را بندگان زید بدل ابراہیمؑ و موسیٰؑ و محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام گفت آں ہمہ منم۔

(تذکرۃ الاولیاء از حضرت شیخ فریدالدینؒ)

(د) حضرت مولانائے رومؒ مثنوی کے دفتر چہارم میں فرماتے ہیں کہ:-

علیم لیکن ہر آنکو یافت جاں ؛ از دم من او بماند جاوداں
شد زعیسےٰ زندہ لیکن باز مرد ؛ شاد آنکہ جاں بدیں عیسیٰ سپرد

سوالات وجوابات

(از سید انتر حسین صاحب)

مظہر الحق والعلا اور فخر رسل کی پیشگوئی

سوال ۱ :- مرزا صاحب نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ اور پھر ایک اور جگہ لکھا کہ ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ۔

دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

تریاق القلوب صفحہ ۴۲ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے نہ صرف اپنی شان کو بڑھایا بلکہ اپنے بیٹوں کے واسطے بھی بہت کچھ لکھ گئے ۔ کہ وہ فخر رسل ہوں گے ۔ ان کی آمد خدا کی آمد ہوگی ۔

الجواب :- مخالفین اگر نیک نیتی سے اعتراض کریں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ الہامات کی جو تشریح خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہے اسے مدنظر رکھیں ۔ مگر ایک عبارت کو مصنف کے منشا کے خلاف ثابت کرتے وقت مصنف کی تشریح کو نظر انداز کر کے اپنے ہی خیالات سے اس کی تشریح کرنا تحقیق حق کرنے والوں کا شیوہ نہیں ہے ۔

"مظہر الحق" والا الہام

البشریٰ میں اخبار "بدر" جلد ۶ نمبر ۵ صفحہ ۳ سے لیا گیا ہے جہاں الہام کا ترجمہ اور تشریح ان الفاظ میں موجود ہے ۔ " وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا ۔ گویا خدا آسمان سے اترے گا ۔ یعنے ایک نشان ظاہر ہوگا ۔ جو تمام فتوحات کا مجموعہ ہوگا ۔ اور اس وقت حق ظاہر ہو جائے گا ۔ اور حق کا غلبہ ہوگا گویا خدا آسمان سے اترے گا "

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی نشان کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارت ملی ہے ۔ "جو تمام فتوحات کا مجموعہ ہوگا" کسی بیٹے کا اس جگہ ذکر نہیں ۔ بلکہ اس الہام سے پہلے اور بعد کے الہامات کو دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کسی فتح ہی کی پیشگوئی ہے

جیسے ویل لکل ھمزۃ لمزۃ ۔ ہر ایک چغل خور اور عیب گیر پر لعنت ہے ، "کل الفتح بعدہ" سب فتح اس کے بعد ہے ۔ "انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم" میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اس کے ملامت کنندہ کو ملامت کروں گا ۔ پس یہ ایک پیشگوئی ہے ۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کی کامیابی سے متعلق تھی ۔ اس میں خدا تعالیٰ نے بتایا تھا کہ

مخالفین کی کوششیں

ضائع ہونگی اور جس مقصد کے لئے تجھے بھیجا گیا ہے اس میں تجھے عظیم الشان کامیابی حاصل ہوگی اور ایسے کھلے کھلے نشان ظاہر کیے جائیں گے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسلام کے قائل ہو جائیں گے ۔ اور اس حق کو

(باقی کالم ۳ پر)

ارشادات نبوی صلعم

حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب

ایثار کی روح

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعری لوگ جب لڑائی میں محتاج ہو جاتے ہیں یا مدینہ میں ان کے عیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں پھر اسے آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں تو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ۔

(بخاری کتاب فی الشرکۃ)

تفسیری نوٹ :- یہ الفاظ (فھم منی وانا منھم) کمال اتحاد اور محبت کے اظہار کے لئے بولے جاتے ہیں ۔ قبیلہ اشعری کے لوگ آپس میں ایثار اور ہمدردی کرتے تھے ۔ تنگی کے وقت سب اپنا بقیہ اناج اکٹھا کرتے پھر برابر تقسیم کرتے ۔ اس طرح سب کی حالت یکساں ہو جاتی ۔ اور یہ نہ ہوتا کہ بعض تو بے فکری سے کھانے کو ضائع کرتے ہیں اور بعض پر فاقے گزر رہے ہیں ۔ اسی ایثار کی روح کی وجہ سے آپ نے فرمایا ھم منی وانا منھم ۔

پیغام صلح :- وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود کے الہام انت منی وانا منک کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں وہ حضرت نبی کریم صلعم کے ان الفاظ پر غور کریں ۔ بخاری کتاب الصلح میں بھی ہے وقال لعلی انت منی وانا منک ۔ حضرت علی سے فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں ۔

مال مرہونہ سے نفع اٹھانا

ابوہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گروی جانور پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جائے جب وہ گروی ہو اور دودھ والے جانور کا دودھ پیا جائے اس کے خرچ کے عوض جب کہ وہ گروی ہو اور جو سواری کرے اور دودھ پیے وہی خرچ اٹھائے ۔ (بخاری کتاب الرہن)

تفسیری نوٹ :- یہ حدیث رہن کے معاملہ میں ایک مضبوط اصول قایم کرتی ہے یعنے جو چیز رہن رکھی جائے اس سے مرتہن نفع اٹھا سکتا ہے ۔ صرف ایک شرط ہے کہ وہ اس پر خرچ کرے ۔ جن لوگوں نے اسے حدیث ۱۱۶۰ سے منسوخ قرار دیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے ۔ کیونکہ ۱۱۶۰ میں صرف یہ ذکر ہے کہ کسی کے دودھ والے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہیں دوہا جا سکتا مگر رہن کی صورت میں راہن خود مرتہن کو قبضہ دیکر اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی آیت ربوا سے یہ منسوخ ہے اس لئے کہ اس حالت میں جب انسان خرچ کرتا ہے اور نفع اٹھاتا ہے کبھی خرچ زیادہ ہوگا اور نفع کم اور کبھی نفع زیادہ ہوگا اور خرچ کم اور یہ تجارت کی صورت ہے نہ سود کی ۔ اور اسی اصول کے مطابق زمین اور مکانات کے رہن سے بھی ان پر خرچ کر کے نفع اٹھانا جائز ہے ۔

ہدیہ اور رشوت

عمر بن عبد العزیزؒ نے کہا تحفہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں تحفہ ہوتا تھا اور آج رشوت ہے ۔

(بخاری کتاب الہبۃ)

تفسیری نوٹ :- اس امر کو ابن عباسؓ نے یوں روایت کیا ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے سیب کی خواہش ظاہر کی اور اپنے گھر میں کچھ نہ پایا جس سے سیب خرید لیں پھر گرجا کے لڑکے سیب سے بھرے ہوئے طباق ان کے لئے لائے عمر ابن عبد العزیز نے ایک سیب لے کر اسے سونگھا اور طباقوں کو واپس کر دیا میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔ میں نے کہا کیا رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ ہدیہ قبول نہ فرمایا کرتے تھے فرمایا ان کے لئے ہدیہ تھا اور یہ آج حکام کے لئے رشوت ہے ۔ اسی کا نام

(بقیہ کالم اول)

ایسا غلبہ ہوگا کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا ۔" "فخر رسل" کے الہام کا مصداق حضرت مسیح موعود نے بے شک اپنی ذریت میں سے کسی شخص کو قرار دیا ہے ۔ لیکن ذریت کا لفظ بہت وسیع ہے ۔ صلبی اولاد پر بھی بولا جاتا ہے اور متبعین پر بھی پس اگر کسی وقت کوئی شخص آپ کے متبعین یا آپ کی اولاد میں سے اس الہام کا مصداق پیدا ہو جو دین کی خدمت کر کے رسول کریم صلعم کے لئے باعث فخر ثابت ہو تو اس میں کیا حرج پیدا ہو جائے گا ۔ اور معترضین کا اس میں کیا نقصان ہے ۔ دین کی خدمت کرنے والا کوئی ہو حضرت مرزا صاحب ہوں یا آپ کی اولاد یا آپ کے متبعین ، دین کے لئے مفید اور باعث فخر ہے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی اولاد میں سے اگر کوئی شخص غلط عقائد رکھتا ہو اور خاتم النبیین کے بعد سلسلہ نبوت کو جاری سمجھتا اور چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر ٹھیراتا ہو ۔ تو وہ بھی اس پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلایق کے لئے کھڑا ہو ۔ وہ غلط عقائد رکھتا ہو یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے ۔

انبیا کے نام مسیح موعود کے لئے

سوال ۲ :- مرزا صاحب نے مسیح ، کلیم اللہ ، محمد ، احمد مجتبیٰ ، آدم ، شیث ، نوح ، ابراہیم ، اسحاق ، جری اللہ اور نبی فی حلل الانبیاء ہونے کا دعوے کیا ۔ چنانچہ ان کا ایک شعر ہے ؎

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ نہ صرف نبوت کے بلکہ تمام انبیا کی شانوں کے اپنے اندر پائے جانے کے مدعی تھے ۔ ایسے عقائد باطلہ پر فتوے کفر نہ لگتا تو اور کیا ہوتا ؟

الجواب ۔ اگر ہم خالی الذہن ہو کر حضرت اقدس کی کتب کا مطالعہ کریں تو ایک نہیں سینکڑوں مقامات ایسے ملیں گے جہاں حضور نے

دعوی نبوت سے انکار

کیا ہے ۔ ایک غلطی کے ازالہ میں فرماتے ہیں " اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے ۔ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں " باقی رہا لفظ نبی کا استعمال تو حضرت مسیح موعود نے خود لکھا ہے کہ وہ لغوی طور پر استعمال کیا گیا ہے جس کے معنے سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے اظہار کے اور کچھ نہیں جو کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے بڑھکر دعوے کرے وہ لعنتی ہے ۔ اور کثرت مکالمہ و مخاطبہ اہل سنت جماعت کے مذہب کے مطابق اولیا سے بھی ہوتا ہے ۔

اب میں اس بات کی طرف آتا ہوں کہ ایسے عقائد باطلہ پر فتوی کفر لگنا بجا تھا یا نہیں ۔ سو معلوم ہونا چاہیئے

مختلف انبیا کے نام

صرف حضرت مرزا صاحب نے ہی اپنے اوپر چسپاں نہیں کئے بلکہ بے شمار ایسے اولیا باللہ گزرے ہیں ۔ جنہوں نے بعینہ ایسے ہی یا اس سے بڑھکر دعاوی کئے ہیں ۔ ذیل میں میں چند اولیاء کے اقوال درج کرتا ہوں (باقی صفحہ ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۳۲ء | نمبر

دعوت عمل

(۳) اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام

"بہت سی اچھوت اقوام ہیں جنھوں نے اسلام کی بعض باتوں کو قبول کر لیا ہے - یا وہ ایسے دیہات میں آباد ہیں جہاں مسلمانوں کا عنصر غالب ہونے کی وجہ سے ان کو اسلام کے قبول کرنے میں کسی تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں ایسی اقوام کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور اپنی کوششوں کے علاوہ ضرورت ہو تو مرکزی انجمن کو اس کے لئے ذرائع اختیار کرنے کے لئے لکھا جائے - ہمارے زمیندار دوست تبلیغ اسلام کے اس کام کو نہایت آسانی سے کر سکتے ہیں اگر وہ ذرا بھی اپنی توجہ اس طرف پھیریں اور اس میں خصوصیت سے وہ مخاطب ہیں"

یہ دوسری تجویز ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے جہاد بالنفس کے سلسلہ میں تبلیغ اسلام کے ذیل میں لکھی ہو - اور ظاہر ہے کہ یہ تجویز اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قدر مفید اور سہل العمل ہے کہ تبلیغ اسلام کا کوئی دوسرا پہلو اتنا مفید اور سہل العمل نہیں ہو سکتا شہروں اور دیہات میں ہر جگہ ہر شخص کو اچھوت اقوام سے کم و بیش واسطہ رہتا ہے - بھنگی کے بغیر ایک دن آپ کا گزارہ نہیں ہو سکتا - کیا جس وقت وہ آپ کا کوڑا کرکٹ اٹھانے کے لئے آتا ہے جس وقت آپ کا دفتر صاف کرتا ہے جس وقت آپ سے وہ ہاتھ جوڑ کر مزدوری طلب کرتا ہے آپ ایک کلمۂ حق اسے نہیں سنا سکتے - اور اسلام کی اس عالمگیر برادری اور مساوات کا پتہ نہیں دے سکتے - جو انسان کو ادنے سے ادنے حالت سے اٹھا کر بلند مرتبت انسانوں اور اعلے ذات کے مسلمانوں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے؟ اگر آپ تھوڑی سی کوشش سے کام لیں - ہر روز اسے اسلام کی خوبیاں بتائیں اس کی ذلیل حالت سے اسے شرمائیں تو یقیناً ایک دن اثر ہوگا - اور آپ اسے اسلام کے سایہ عاطفت میں لانے میں کامیاب ہو جائیں گے -

پنجاب کے بھنگی اور عیسائیت

دیہات میں جا کر دیکھیں - بے شمار بھنگی عیسائیت کے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں - حالانکہ ان کے تمدن ان کے بود و باش ان کے کاروبار اور مسیحی برادری کے ساتھ ان کے تعلقات کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ صرف نام ہی کے عیسائی ہیں - ورنہ عملاً ان کی پہلی اور موجودہ حالت میں ذرہ بھر فرق نہیں - اپنے گاؤں کے لوگوں کے وہ ویسے ہی کمین اور خادم ہیں جیسے پہلے تھے - گاؤں والوں کی ان پر حکومت ہے اور وہی گند اٹھانا ان کا کام - عیسائی پریچر کبھی کبھی ان کے ہاں آتا ہے اور وعظ کر کے چلا جاتا ہے نہ گرجا تک ان کی رسائی ہو اور نہ اعلیٰ ذات کے عیسائیوں کے ساتھ میل جول - باوجود اس کے ان کے لئے یہی بڑے فخر کی بات ہے کہ وہ عیسائی کہلاتے ہیں - بھنگی یا چوہڑہ یا خاکروب کہلانا وہ ہرگز پسند نہیں کرتے - یہ بتاتا ہے کہ ان کے اندر ذلت کا احساس موجود ہے جس کو عیسائیت کے نام سے وہ دور کرنا چاہتے ہیں -

اسلام میں کیا حاصل ہوگا؟

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ مسلمان جو ان سے خدمت لیتے ہیں ان کے احساس سے اتنا بھی فائدہ نہیں اٹھاتے کہ انہیں بتائیں کہ عیسائی کہلا کر انہوں نے کیا حاصل کر لیا وہی ان کی ذلیل حالت ہے - جو پہلے تھی - وہی ان کے متعلق نفرت موجود ہے جو پہلے تھی - بات جب تھی کہ بڑے بڑے عیسائی انہیں اپنے گلے لگاتے - اور کم از کم اپنے گرجاؤں میں انہیں بھی اپنے پہلو بہ پہلو بٹھا کر عبادات میں شریک کرتے لیکن انہوں نے دیکھ لیا کہ ایسا نہیں ہوتا - نہ ہی روحانیت میں کوئی ترقی انہیں نصیب ہوئی ہے - اب آؤ اسلام کو بھی آ کر دیکھو صرف کلمہ پڑھنے کی دیر ہے - کہ مسلمان اپنے گلے ملائیں گے - مساجد میں لے جا کر اپنے پہلو بہ پہلو کھڑا کریں گے - اپنے ساتھ کھانا کھلائیں گے اور تمہاری ترقی و رفعت کی ہر ممکن تدبیر سے کام لیکر برادری کے تمام حقوق تمہیں عطا کریں گے - اور اس کے علاوہ دینی ترقی اور روحانی فلاح کے تمام سامان و وسائل تمہیں اسلام میں حاصل ہوں گے - ہمارا خیال ہے کہ اگر ہمارے زمیندار دوست اس پہلو میں ذرا سی ہمت اور توجہ سے کام لیں اور ذاتی منفعت کے خیالات سے علیحدہ ہو کر محض بنی نوع انسان کی بہبودی ان کے مدنظر ہو تو اس پہلو میں کسی محنت و مشقت اور خرچ کے بغیر اتنا عظیم الشان کام وہ سرانجام دے سکتے ہیں کہ کوئی تبلیغی انجمن ہزارہا روپیہ خرچ کر کے بھی اسے نہیں کر سکتی ہے -

پنچ اور اچھوت اقوام اور ہندو

بھنگیوں کے علاوہ بے شمار پنچ اقوام ہیں جو ہندوستان کے ہر علاقہ میں پائی جاتی ہیں - ان میں بہت سی خانہ بدوش قومیں ہیں - اور بعض مختلف جگہوں پر آباد بھی ہیں - سانسی بھیڈکٹ - بازیگر اور راور اسی قسم کی قومیں پنجاب میں بکثرت موجود ہیں - جو ہندوؤں میں شمار ہوتی ہیں - حالانکہ ہندو ان سے ہر طرح سے پرہیز اور نفرت کرتے ہیں - سیاسی طور پر وہ انہیں اپنے ساتھ ہی شامل رکھنا پسند کرتے ہیں لیکن کسی قسم کی برادری کے حقوق انہیں دینا نہیں چاہتے - گزشتہ اشاعت میں آپ اس بارہ میں اس جلسہ کی کیفیت پڑھ چکے ہیں جو پنجاب دلت ادھار سبھا کی طرف سے منعقد ہوا - ایک صاف دل ہندو پنڈت نے کس صفائی کے ساتھ انہیں بتا دیا کہ تم لاکھ دفعہ اپنی اصلاح کی کوشش کرو - اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں تم شامل نہیں ہو سکتے - ہم امرت کنڈ ہیں اور تم گندہ نالا - ہمارا تمہارا میل ناممکن ہے - ہاں سیاسی طور پر تمہیں ہندو ہی کہلانا چاہیئے -

اچھوت اقوام اور مسلمان

ایک طرف ہندوؤں کا یہ مطلب پرستانہ سلوک ہے اور دوسری طرف اسلام کی آغوش محبت - جو ہر حالت میں صدق و اخلاص کے ساتھ انہیں اپنے اندر لینے، بلند سے بلند مرتبہ تک پہنچانے اور ہر قسم کے برادری کے حقوق دینے کے لئے تیار ہے - ہمارے خیال میں اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو ان اقوام کو اسلام میں لے آنا کوئی مشکل امر نہیں - حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس بارہ میں زمیندار احباب سے خطاب کر کے صحیح راہ کی طرف قدم اٹھایا ہے - جس قدر زمینداروں کو ان اقوام سے واسطہ پڑتا ہے جس قدر ان کا اثر اور رسوخ اس بارہ میں کام کر سکتا ہے شاید ہی کسی اور شخص سے فائدہ پہنچ سکے - گزشتہ سے گزشتہ سال - بازیگر قوموں کا ایک حصہ زمیندار احباب ہی کی کوششوں سے مسلمان ہوا - اور ہمیں خوشی ہے کہ بعض زمینداروں نے انہیں مفت زمینیں دے کر اور ان کے لئے رہائشی مکانات بنوا کر انہیں خانہ بدوشی کی ناپاک زندگی سے نجات دلادی اگرچہ یہ امداد اس قدر ناکافی تھی کہ ان میں سے اب تک کچھ لوگ بھیک مانگ کر پیٹ پالنے پر مجبور ہیں -

احمدی زمینداروں سے خطاب

ہمارا خیال ہے کہ اگر زمیندار طبقہ میں تبلیغ اسلام کا جذبہ پیدا ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی ایسے سامان مہیا ہو سکیں کہ پنچ اور اچھوت اقوام قبول اسلام کے بعد عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہوں تو ان اقوام کا مسلمان کر لینا کوئی مشکل امر نہیں - ہم احمدی قوم کے زمیندار طبقہ کو اس طرف بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں - اگر وہ تھوڑی سی ہمت سے کام لیں تو دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اس کے لئے انہیں اپنے کام کاج چھوڑنے کی بھی ضرورت نہیں ان کے گاؤں میں جو پنچ قومیں ہیں یا وہاں سے جو خانہ بدوش لوگ گزریں انہیں وہ نرمی اور محبت کے ساتھ اسلام کی طرف بلائیں اور اگر کوئی ایسے ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہو جو ان کے اختیارات اور طاقت سے باہر ہوں تو اس کے لئے مرکزی انجمن کو بھی لکھیں تاکہ مناسب کارروائی اور متحدہ کوشش سے انہیں اسلام کے اندر لایا جا سکے -

اسلام اور تلوار

لارڈ اردن نے کینیڈا کی ٹارنٹو یونیورسٹی میں حال ہی میں ہندوستانیوں کے متعلق ایک لیکچر دیا ہے جس میں ہندو مذہب کی قوت جاذبہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

"لیکن آٹھویں صدی سے ہندو دھرم کو ایک بہت زبردست فاتح قوم سے واسطہ پڑا...... ان دنوں اسلام اصلی معنوں میں ایک فوجی مذہب تھا جس کا اول فرض یہ تھا کہ اپنے پروپیگنڈا سے اپنے عقیدہ کی اشاعت کرے اور اگر ضروری ہو تو تلوار سے بھی کام لے ...... اپنے عہد حکومت کے آخری سالوں میں اورنگ زیب نے وسطی ہندوستان کی جنگجو اقوام میں تلوار کے زور سے اسلام پھیلانا شروع کیا۔"

ان فقرات میں پرکاش کو خدا جانے کیا نظر آیا ہے کہ اس نے بڑے زور اور تحکم کے ساتھ للکارنا شروع کر دیا ہے۔

"کہاں ہیں وہ مسلمان جو کہتے ہیں کہ اشاعت اسلام کے لئے تلوار کا استعمال نہیں کیا گیا۔ وہ لارڈ اردن کے الفاظ کو آنکھیں کھول کر پڑھیں اور بتائیں کہ لارڈ اردن کو اسلام پر مذہب کے معاملہ میں تلوار کے استعمال کا الزام لگانے کی کیا ضرورت تھی"۔

ہمارے خیال میں بہتر ہو گا اگر پرکاش خود ہی تعصب کی عینک کو آنکھوں سے اتار کر لارڈ اردن کے الفاظ کو مطالعہ کرے صاف الفاظ میں اول فرض یہ تھا کہ پراپیگنڈے سے اپنے عقیدہ کی اشاعت کرے اور اگر ضروری ہو تو تلوار سے بھی کام لے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک تلوار کا اٹھانا موقوف ... ہوتا ہے جب کہ تلوار ان کے مقابلہ میں لائی جائے۔ فقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان لوگوں سے خدا کے رستہ میں لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔

حفاظت اسلام

اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے پروپیگنڈا ہی سے اپنے عقیدہ کی اشاعت کرنی چاہی لیکن ان کے اس امن پسندانہ طرز عمل کی وسطی ہندوستان کی جنگجو اقوام نے جب کوئی قدر نہ کی اور سیواجی جیسے متعصب ترین دشمنان اسلام مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے اور ان کا نام و نشان مٹانے کے درپئے ہو گئے تو ضروری تھا کہ اورنگ کی تلوار بھی چمکتی۔ اور اسلام کی ...... حفاظت کا پورا سامان بہم پہنچاتی۔

تعجب ہے ان صاف اور بے معنوں کو چھوڑ کر پرکاش نے خواہ مخواہ مسلمانوں کو للکارنا شروع کر دیا۔ ہم کہتے ہیں اگر لارڈ اردن نے بالفرض وہی کچھ کہا ہو۔ جو پرکاش نے سمجھا ہے تو بھی یہ کوئی خدا کا کلام تو ہے نہیں۔ کہ اسے کالوحی سمجھ لیا جائے جس طرح سے اور بہت سی غلط فہمیاں دنیا میں صداقت پر پردہ ڈالنے کا موجب ہوتی ہیں یہ بھی ایک ہے ہمیشہ کسی کے قول کو واقعات پر جانچنا اور دلائل و براہین کی کسوٹی پہ پرکھنا چاہیے نہ یہ کہ چونکہ کسی بڑے آدمی کے منہ سے نکلا ہے اس لئے صحیح سمجھ لیا جائے

اور رب کریم کا راضی ہونا اصل چیز ہے۔ میں دعا کے لئے درخواست کرتا ہوں۔ رسمی طور پر نہیں عرض کر رہا سچے دل سے دعا کے لئے درخواست کر رہا ہوں۔ ۱۴ جون کو۔

جب میں جنازہ لاہور لے کر گیا

تو جس محبت اور مستعدی کے ساتھ جماعت لاہور نے میری تکلیف میں میرا ہاتھ بٹایا اور رات کی تاریکی میں اکثر احباب نے تکلیف اٹھا کر تدفین کے کام میں شرکت کی اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ ۱۵ جون کو ہیڈ ماسٹر صاحب واساتذہ وطلبائے مسلم ہائی سکول نے ایک جلسہ کر کے جس محبت و ہمدردی کے ساتھ اظہار رنج و ہمدردی کا ریزولیوشن پاس کیا اور باقی وقت کے لئے اسکول بند کیا۔ اس کا شکریہ میں ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں پھر زنانہ کمیٹی انجمن حمایت اسلام لاہور کی طرف سے جو ہمدردی کا ریزولیوشن پاس ہوا اس کا بھی شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے میرے اعزا واقربا نے جس طرح میرے غم میں شرکت کی ہے وہ تو ایک فطرتی امر ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا ان کے رنج و غم کے لئے موجب ہتک ہے۔ لیکن یہ پرلے درجہ کی ناشکری ہو گی اگر میں

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب

کا اس جگہ ذکر نہ کروں جنہوں نے جب مجھے اس مصیبت کی رو میں ایک تنکے کی طرح بہتے دیکھا تو اس دکھ کے پہاڑ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ اور اس نازک وقت میں تمام انتظام کا بوجھ اپنے ذمہ لیا۔ اور مجھے سوائے بہتے چلے جانے کے اور کچھ پتہ نہ لگا۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ جب سب کچھ ہو چکا تو میرا دل اس رب حقیقی کے شکریہ سے بھر گیا۔ کہ کس طرح اس نے سارے بوجھ کو خود اٹھا لیا۔ اور اپنے فضل سے ایسے پاک اور ہمدرد لوگوں کو متعین کر دیا جنہوں نے سلف صالحین کے نمونہ کو دوبارہ پیش نظر کر دیا۔ اخلاق انسانی کا اعلیٰ نمونہ اسی وقت نظر آتا ہے جب کوئی نازک موقع آپڑتا ہے حضرت امیر کا پاک نمونہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن اس موقعہ پر تو مجھے سمجھ نہیں آیا کہ کس قدر پاک اور ہمدرد دل اللہ تعالےٰ نے اس انسان کو عطا فرمایا ہے۔ باوجود درد کمر کی شدت کے لاہور تک میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ بلکہ سچ پوچھو تو ان کے ساتھ ساتھ میں لاہور چلا گیا۔ ورنہ اکیلا میں کیا کر لیتا یہ سب رب کا فضل ہے۔ اس سے بڑھ کر رحم کرنے والا کون ہے کس قدر رحم اور کرم سے کام لیا ہے۔ کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے۔ اگر دل کی آنکھیں ہوں تو ماں باپ کی شفقت سے بڑھ کر جناب الٰہی کی شفقت و کرم کے نظارے پردوں کے پیچھے سے نظر آتے ہیں جن

دوستوں کے محبت بھرے خطوط

آئے ہیں ان کا الگ الگ جواب دینا تو میرے لئے مشکل ہے اس لئے ان خطوط کی رسید اور شکریہ اخبار کے ذریعہ ادا کرتا ہوں۔ ممکن ہے کسی دوست کا نام رہ گیا ہو یا بعد میں آوے۔ تو مجھے معاف فرمائیں گے۔ میں یادداشت سے لکھ رہا ہوں۔

(۱) جہلم سے :۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب۔ بابو عبدالمنان صاحب۔ میاں شمس الدین صاحب۔ شیخ قمرالدین صاحب۔ راجہ الٰہی بخش صاحب۔ مہتہ جگن ناتھ صاحب ڈسپنسر چودھری شہامد علی صاحب۔ محمد دین صاحب۔

(۲) راولپنڈی۔ فضل کریم صاحب ٹھیکیدار۔ بابو غلام قادر صاحب (یہ خود لاہور میں شامل جنازہ تھے) محمد عبداللہ صاحب سکول ماسٹر۔

(۳) پشاور سے :۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحب۔ شیخ خدا بخش صاحب ای۔ اے۔ سی۔ پنشنر۔ پیر مدثر شاہ صاحب۔ اللہ دتا صاحب۔ چراغ دین صاحب وسراج الدین صاحب وعبداللہ صاحب پارچہ فروش۔ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب

(۴) سیالکوٹ سے :۔ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب سوداگر۔

(۵) لائلپور سے :۔ شیخ مولا بخش صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ شیخ محمد محسن صاحب۔ محمد فضل قادر صاحب۔

(۶) گجرات سے :۔ حافظ محمد حسن صاحب پلیڈر۔ شیخ کریم اللہ صاحب

(۷) وزیرآباد سے :۔ شیخ محمد جان صاحب۔

(۸) گوجرانوالہ سے :۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب۔

(۹) لاہور سے :۔ سید بشیر حیدر صاحب ای۔ اے۔ سی۔ خان غلام محمد خاں صاحب ای اے سی ریٹائرڈ۔ بابو عبدالحق صاحب محکمہ نہر۔ سید ممتاز علی صاحب منیجر تہذیب نسواں

(۱۰) جالندھر سے :۔ چودھری سلطان علی صاحب۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب پنشنر

(۱۱) کپورتھلہ سے :۔ سید عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ جج

(۱۲) بٹالہ سے :۔ ڈاکٹر محمد شریف صاحب ریٹائرڈ سول سرجن

(۱۳) لدھیانہ سے :۔ سید اسد اللہ شاہ صاحب۔ شیخ عالم علی صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل۔ چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ڈسپنسر۔

(۱۴) پٹیالہ سے :۔ میر صادق علی صاحب۔

(۱۵) دھلی سے :۔ ڈاکٹر شمس الدین صاحب۔

(۱۶) فتح جنگ سے :۔ مرزا اسد اللہ جان صاحب۔

(۱۷) مانسہرہ سے :۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ خواجہ عبدالغنی صاحب۔

(۱۸) دھرم سالہ سے :۔ منشی فتح دین صاحب۔

(۱۹) بمبئی سے :۔ مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی۔ مرزا مسعود بیگ صاحب۔

(۲۰) شملہ سے :۔ مولوی محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ۔

(۲۱) دیدوانہ سے :۔ رحیم بخش صاحب سپرنٹنڈنٹ نمک۔

(۲۲) قصور سے :۔ حافظ محمد عیسےٰ صاحب۔

(۲۳) منار سے :۔ غلام محمد صاحب۔

ان کے علاوہ

بہت سی خواتین کے خطوط

ہمدردی سے بھرے ہوئے مختلف مقامات سے میری لڑکیوں کے نام آئے ہیں۔ ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن دوستوں کے خطوط نہیں آئے ہیں میں جانتا ہوں ان کے دل بھی ہمدردی اور محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں ان سے بھی درخواست دعا کرتا ہوں۔

خاکسار

بشارت احمد عفی عنہ

از ڈلہوزی ———— ۱۹ جون ۱۹۳۲ء

اخبار کا چندہ

بذریعہ منی آرڈر بھیجنے میں آپ کو بہت سی بچت ہو گی جن صاحبان کا چندہ مئی جون میں ختم ہوتا ہے وہ جلد بھیج کر مشکور فرمائیں۔

خصائص قرآن مجید

(از مولانا عبدالسلام ندوی)

(۳)

حضرت ابوبکرؓ کی ایک اور تقریر

سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کا جھگڑا پیش آیا تو اس موقع کیلئے حضرت عمرؓ نے پہلے ہی سے ایک تقریر تیار کرلی تھی جس کی نسبت خود ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک ایسی تقریر تیار کی تھی جو مجھے نہایت پسند تھی۔ اور مجھے خوف تھا کہ ابوبکر ویسی تقریر نہ کرسکیں گے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ان کو روک دیا اور خود تقریر کی جس کے چند ہی فقرے ہیں۔

ولكنا الأمراء وأنتم الوزراء هو ما ذكرتم فيكم من خير فأنتم له أهل ولن يعرف هذا الأمر إلا لهذا الحي من قريش هم أوسط العرب دارا وأعربهم أحسابا۔

(لیکن ہم لوگ امراء ہیں۔ اور تم لوگ وزراء ہو۔ تم لوگوں نے اپنی جن خوبیوں کا ذکر کیا ہے تم اس کے اہل ہو لیکن خلافت صرف قبیلۂ قریش کا حق ہے۔ کیونکہ وہ خاندان اور حسب و نسب کے لحاظ سے عرب کے بہترین لوگوں میں ہیں۔)

لیکن ان چند فقروں کی نسبت خود حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ثم تكلم أبو بكر فتكلم أبلغ الناس (پھر ابوبکر نے تقریر کی تو بلیغ ترین شخص نے تقریر کی)

دوسری روایت میں ہے فتكلم أبو بكر فكان هو أحلم مني وأوقر (حضرت ابوبکر نے تقریر کی تو وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے)

قرآن مجید کے مطالب و محاسن کی تحلیل

ان تمام واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک بلاغت کی بنیاد صرف زور کلام، حسن استدلال، واقعیت، صداقت اور الفاظ و ترکیب کی متانت و جزالت بلکہ خود متکلم کے علم و وقار پر تھی۔ اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا اصلی معیار یہی ہے۔ اور اس معیار کی رو سے اگر قرآن مجید کے تمام مطالب و معانی کی تحلیل کی جائے تو حسب ذیل قسمیں نکلیں گی۔

(۱) عقائد۔ اس میں تمام روحانی مسائل مثلاً توحید، ابطال شرک و البعث بالعبد الموت یعنی دوزخ، جنت، قیامت۔ اور پل صراط وغیرہ داخل ہیں۔ (۲) اخلاق و تہذیب نفس (۳) عبادات و اعمال (۴) معاملات و معاشرتی تعلقات (۵) تاریخ و قصص۔

قرآن مجید کا دعوے

قرآن مجید کا دعوے ہے کہ اس نے تمام مطالب و مقاصد کو نہایت یکسانی و ہمرنگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں اختلافات، ناہمواری اور پیچیدگی کا نام و نشان نہیں۔

أفلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔

(کیا کفار قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے اختلافات پاتے)

قرآنا عربيا غير ذي عوج۔

(قرآن عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی نہیں)

بلسان عربي مبين (یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو اپنے مطالب کو وضاحت سے ظاہر کرتی ہے)

صداقت بیان اور حسن استدلال

لیکن اگر پہلی اور دوسری آیت کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ متعلق کیا جائے تو قرآن مجید کا یہ دعویٰ بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید میں کہیں پیچیدگی نہیں پائی جاتی بلکہ تمام مطالب یکساں وضاحت و سلاست کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں لیکن جن آیتوں میں عقائد یعنی روحانیات کا بیان ہے۔ ان میں بہت زیادہ زور و اثر پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مکی سورتیں مدنی سورتوں سے زیادہ پُرجوش اور ولولہ انگیز ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اہل عرب کے نزدیک بلاغت کی بنیاد صرف جوش اور ولولہ پر نہیں بلکہ صداقت، واقعیت، حسن استدلال، کلام کی متانت و جزالت بلکہ متکلم کے علم و وقار پر قائم تھی۔ اور یہ اسباب اور صفات ہیں۔ جو قرآن مجید کی ہر آیت میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے قرآن مجید میں کہیں اختلاف نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب پر قرآن مجید کی پُرجوش آیتوں کا جو اثر پڑتا تھا وہ اس کی حقیقت پر سحر کا پردہ ڈال دیتے تھے۔ یعنی یہ کہ یہ صرف قرآن مجید کا زور بیان ہے۔ جو غیر حقیقی چیزوں کو حقیقی بنا دیتا ہے۔ لیکن حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ جن آیتوں کی وجہ سے ایمان لائے ان میں جوش و ولولہ نہ تھا بلکہ صرف صداقت اور حسن استدلال نے ان کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔

ایک بلیغ لیکن دور از صداقت شعر

اہل عرب پر کلام کی واقعیت اور صداقت کا جو اثر پڑتا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک شاعر نے ایک قبیلہ کی ہجو میں ایک شعر یہ لکھا

قوم إذا استنبح الأضياف كلبهم ... قالوا لأمهم بولي على النار

(یہ ایک ایسی قوم ہے کہ جب ان کا کتا مہمانوں کو بھونکتا ہے تو اپنی ماں سے کہتے ہیں کہ آگ پر پیشاب کر دے)

جس کے وجوہ بلاغت پر غور کرنے کے لئے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اہل عرب کے نزدیک فیاضی اور مہمان نوازی سب سے بڑا اخلاقی وصف تھا۔ اور مہمانوں کے کھانا پکانے کے لئے بہت سی آگ جلانا اس کی علامت تھی۔ شاعر نہایت بلیغ طریقے پر اس قبیلے سے اسی وصف کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کو مختلف شاعرانہ انداز سے ثابت کرتا ہے۔

(۱) ایک تو یہ کہ اس قبیلے میں مہمان بہت کم آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کتے ان کو اجنبی سمجھ کر بھونکتے ہیں۔

(۲) اور اگر بھولے بھٹکے مہمان آجاتے ہیں تو ان کے لئے کھانا پکانا تو درکنار خود آگ ہی کو بجھا دیتے ہیں۔

(۳) لیکن یہ آگ اس قدر کم ہوتی ہے کہ صرف پیشاب کی معمولی مقدار سے بجھ سکتی ہے۔

(۴) اس قدر بدتمیز ہیں کہ اپنی ماں سے پیشاب کرنے کی فرمائش کرتے ہیں۔

(۵) ان کے گھروں میں لونڈیاں نہیں ہوتیں۔ اس لئے ان کو باورچی نے کا کام گھر کی عورتوں سے لینا پڑتا ہے۔

(۶) ان کے گھروں میں پانی نہیں ہوتا اس لئے پیشاب سے آگ بجھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۷) نہایت گندہ اور نجس ہیں۔

کلام کی مقبولیت کیلئے صداقت کی ضرورت

لیکن باایں ہمہ بلاغت چونکہ اس شعر کو واقعیت و صداقت سے لگاؤ نہ تھا اس لئے عرب میں مقبول نہ ہوا۔ اس کے برخلاف ایک شاعر نے ایک قبیلے کی ہجو میں نہایت سادہ طور پر صرف ایک شعر لکھا جس کا ایک مصرعہ یہ ہے

حك استه وتمثل الأمثالا

یعنی جب اس قبیلے کے کسی آدمی سے کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو وہ اپنا سُرین کھجلانے لگتا ہے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

اور وہ اس قدر مقبول ہوا کہ ایک مجلس میں اس قبیلے کے ایک شخص کو سُرین کھجلانے کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن وہ اس لئے نہ کھجلا سکا کہ مبادا یہ مصرع اس پر چسپاں ہو جائے۔ لیکن اس شعر کی مقبولیت کا سبب صرف یہ تھا کہ اس میں واقعیت اور صداقت پائی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جب ایک بخیل شخص سے کوئی سوال کیا جاتا ہے اور وہ اس کو پورا نہیں کرنا چاہتا تو ٹال مٹول کیلئے اپنے بعض اعضا کو کھجلانے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلام کی مقبولیت اور اثر کے لئے اہل عرب کے نزدیک واقعیت اور صداقت کس قدر ضروری چیز تھی۔

دو قسم کے الفاظ

اس کے ساتھ بلاغت کا ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ معانی و مطالب کے اختلاف سے طرز تحریر و انشا میں لازمی طور پر اختلاف ہو جاتا ہے۔ درد و غم کے اظہار کے لئے خاص خاص الفاظ اور خاص خاص ترکیبیں ہیں۔ پُرجوش مضامین کے اظہار کے لئے شاندار و متین الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخلاق و تہذیب نفس کی تعلیم کیلئے نرم اور واعظانہ لہجے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کے مختلف مضامین کے لئے اس اصول کے لحاظ سے مختلف الفاظ مختلف ترکیبیں اور مختلف لہجے اختیار کئے گئے ہیں۔ لیکن باوجود اس اختلاف کے اصل حقیقت یعنی نفس بلاغت میں کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ اگر اس کے برعکس ان تمام مضامین کے لئے ایک ہی طرز اختیار کیا جاتا تو بلاغت خاک میں مل جاتی۔ یہی نکتہ ہے جس کو صاحب مثل السائر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں جزیل و رقیق۔ اور ہر ایک کے استعمال کے خاص خاص مواقع ہیں۔ جزیل الفاظ میدان جنگ کے بیان اور تہدید و تخویف وغیرہ کے موقع پر اور رقیق الفاظ شوق اور ایام فراق وغیرہ کے بیان کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جزیل الفاظ کی مثال حساب۔ عذاب، میزان اور صراط وغیرہ کے بیان میں قرآن مجید کی تہدیدی آیتوں میں ملتی ہے۔ اور رحمت۔ مغفرت۔ انبیا اور نیک بندوں کے خطاب کے موقع پر رقیق اور نرم الفاظ قرآن مجید میں ملتے ہیں۔ (معارف)

شراب نوشی اور امریکہ

امریکن اخبار نویسوں نے امریکہ کے مروجہ قانون انسداد شراب نوشی کی موافقت و مخالفت کے لئے رائے شماری کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس رائے شماری سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ قانون تنسیخ کے حق میں بڑی زبردست اکثریت ہے۔ جانڈی راکفیلر جو انسداد کے سخت حامیوں میں سے تھے اب اس کی تنسیخ کے موید ہو گئے ہیں۔ راک فیلر کی دولت و نسلوں سے انسداد شراب نوشی کے پروپیگنڈا کے لئے کثرت خرچ ہو رہی تھی لیکن اب جان راکفیلر اعلان کرتے ہیں۔ کہ قوانین امتناع و انسداد کی بدولت شراب نوشی بہت ترقی کر گئی ہے۔ اور قانون کی حرمت و وقعت کا کوئی لحاظ باقی نہیں رہا ہے۔

صدر جمہوریہ امریکہ مسٹر ہوور کے لئے انتخاب کے موقع پر بڑی کشمکش کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ اگر وہ انسداد کے حامی امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہوں گے جیسا کہ ان کا خیال ہے تو انہیں راکفیلر کی با اثر اعانت وحمایت سے دستبردار ہونا پڑے گا

پیغام صلح۔ اس کے بالمقابل محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کا اندازہ فرمایئے کہ کسی سیاسی طاقت و رعب کے بغیر شراب کی حرمت کا حکم زبان سے نکلتا ہے۔ اور عرب جیسے جاہل ملک سے شراب اسطرح نابود ہو جاتی ہے کہ کبھی تھی ہی نہیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آج اس مہذب زمانہ میں امریکہ کا سیاسی اثر و اقتدار اور قانونی جبر و تشدد وہ کام نہیں کر سکتا جو عرب کے ایک امی نے زمانہ جاہلیت میں، غربت اور مسکینت کے عالم میں کر دکھایا کیا یہ کھلے واقعات آپ کے فرستادہ الہی ہونے کا کھلا ثبوت نہیں؟

اسلام کی ایک زندہ کرامت

لطافت حسین صاحب کا عراق سے آیا ہوا ایک خانگی مکتوب لکھنؤ کے روزنامہ حقیقت میں شائع ہوا ہے جو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

"دریائے دجلہ کے کنارے سیدنا حضرت حذیفہ رض اور سیدنا حضرت عبداللہ ابن جابر رض کے مزارات ہیں۔ دریا زمین کاٹتا ہوا ان مزارات کی جڑ میں پہنچ گیا ہے۔ اور خیال تھا کہ چند روز میں یہ مزارات مقدسہ دریا برد ہو جائیں گے۔ اس لئے حکومت عراق نے تجویز کیا کہ ان اصحاب رضی اللہ عنہم کی نعش مبارک قبور کھود کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں دفن کر دی جائے۔ مجھ کو خبر ذرا دیر میں ملی۔ لیکن الحمدللہ مجھ کو ان اصحاب کبار کے جنازوں میں شرکت اور کاندھا دینے کا اچھی طرح سے موقع مل گیا۔ تقریباً آٹھ یا دس ہزار آدمی جمع ہو گئے تھے۔ میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں۔ کہاں میں سیاہ کار اور کہاں یہ اصحاب کبار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جنازوں کی میت! اس واقعہ نے میرے قلب میں ایک گونہ تسکین پیدا کر دی۔ اللہ پاک بحرمت ان بزرگوں کے ہم سب کی عاقبت بخیر کرے جب وقت ۱۲ ہم ان اصحاب کے جنازے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے سامنے لاکر رکھ دیئے گئے ایک ضعیف عرب قاری نے سورۂ انبیا کا آخری رکوع پڑھا اور ان صحابہ کی زندگی مبارک کے مختصر حالات عربی زبان میں بیان کئے گئے۔ نعشیں تیرہ سو برس گزرنے کے بعد سالم تھیں۔ کفن ہاتھ لگانے سے بوسیدہ تھا۔ ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک صاحب کی سیاہ۔ ہر دو پر زمین نے کسی قدر جلد پر بھی اثر نہ کیا تھا۔"

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

از جناب ثاقب کانپوری

سنت دیرینہ

جب معصیت کی سیاہ گھٹائیں مطلع روحانیات پر چھا جاتی ہیں، جب ایمانوں کو شرک کی ضلالتیں اپنا مامن و مسکن بنا لیتی ہیں، جب خدا کی طرف سے عقائد میں تزلزل واقع ہو جاتا ہے، جب کفر کی بجلیاں اپنی ایمان سوز چشمکوں کیساتھ کڑکنے لگتی ہیں، جب سرگشتہ گناہ تو درکنار خود اہل اللہ اور محبت الٰہی میں سرشار نفوس بھی اس دنیائے ظلمت ناک میں آگے قدم رکھتے ہوئے خطرہ محسوس کرتے ہیں، جب خرمن اسلام پر کفر کی بجلیاں اپنی پوری طاقت کے ساتھ رزنہ کر لیتی ہیں۔ اس وقت خدا کی اس سنت دیرینہ کے ظہور کا وقت آتا ہے، جس نے ہر صدی کے نازک ترین زمانے میں مسلمانوں کو راہ ضلالت سے ہٹا کر دینی و دنیاوی، جسمانی و روحانی ترقیوں کے راستے پر گامزن کیا ہے

مجددین کا ظہور

چونکہ اسلام میں نبوت کا دروازہ "الیوم اکملت لکم دینکم" کہہ کر ہمیشہ کیلئے بند کر دیا گیا ہے، اور اس مکمل و جامع شریعت کے بعد اب دنیا کو کسی دوسرے رسول کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ اس لئے امتداد زمانہ کے ہاتھوں دین میں جو نقائص واقع ہوتے رہتے ہیں انہیں دور کرنے کیلئے خدا نے ہر صدی کے آغاز پر مجددین کی بعثت کا سلسلہ جاری و باقی رکھا ہے۔ چنانچہ اس تیرہ سو برس کے طویل زمانے میں مختلف مقامات و ممالک میں مجددین کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ جنہوں نے اس زمانے کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح اور دین حقہ کی تجدید کی ہے۔

چودھویں صدی کا آغاز اور مجدد کی ضرورت

ممالک اسلامیہ عموماً اور بدقسمت ہندوستان خصوصاً باطل پرستیوں میں مبتلا تھا۔ کمزوری ایمان کی وجہ سے کفر و شرک کی تاریکیاں مطلع اسلام پر چھائی ہوئی تھیں۔ سب سے کمزور اور باطل سے باطل مذہب دین حنیف کو دنیا سے مٹا دینے کا تہیہ کر چکا تھا۔ عیسائیت اپنی خاموش کوششوں کے ساتھ دنیا کے میدان کو بہت کچھ عبور کر چکی تھی۔ آریہ اور برہمو سماج کی بے پناہ یورشیں اسلام کے سینے کو چھلنی کر رہی تھیں۔ کہ قادیان کے افق پر غیرت خداوندی کا آفتاب طلوع ہوا۔ جس نے ان اکاذیب و اباطیل کے سینے کو چیر کر اسلام کی مقدس روشنی سے منور کر دیا۔ چودھویں صدی کا آغاز اسلام اور مسلمانان ہند کیلئے جسقدر نازک اور اسلام سوز تھا اسے دیکھتے ہوئے کوئی صاحب فہم و تدبر انسان مجدد کی بعثت اور اس وقت اس کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہندوستان کا وہ فتنہ جسے مختلف دشمنوں نے متفقہ طور پر اسلام کے خلاف اٹھایا تھا، ہندوستان کی تاریخ ایسے سنگین و منظم فتنوں سے یکسر خالی ہے، اگر اس حدیث مبارکہ پر مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کے لئے ایسا نازک ترین زمانہ مجدد کی بعثت سے خالی رہتا۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ

چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ دعویٰ محض دعویٰ ہی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے آریہ سماج اور عیسائیت کے رد میں مسکت و لاجواب کتابیں لکھ کر اپنی علمی قوت کا شاندار مظاہرہ بھی کیا،

مگر یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ایسے ہر نئے دعویٰ کو خواہ وہ کتنا ہی براہین و صداقت سے لبریز ہو، تسلیم کرنے سے ہمیشہ انکار کرتی ہے تسلیم و رضا کی یہ سعادت صرف انہیں معدودے چند ہستیوں کے حصے میں آتی ہے جنہیں مشیت الٰہی اپنے کام کیلئے منتخب کر لیا کرتی ہے۔

ہنگامۂ تکفیر

یہی وجہ تھی کہ اس دعویٰ کیساتھ ہی خواب غفلت میں سوئے ہوئے تکفیر پسند مولوی جاگ اٹھے اور ہر طرف دار و گیر کا ہنگامہ بپا ہو گیا۔ اگرچہ حضرت مرزا صاحب کیلئے یہ زمانہ انتہائی ہمت شکن تھا، تاہم آپ دشمنان اسلام کے مقابلے میں میدان جہاد میں استقلال کے ساتھ کھڑے رہے، مسلمانوں کے اطمینان کیلئے آپ نے بار بار اعلان کیا کہ میرا یہ دعویٰ مجددیت اسلام کے لئے کوئی نیا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ اس سے پہلے بھی مجددین کی بعثت ہوتی رہی ہے، مگر جب عقلیں جذبات سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ تو پھر ان کیلئے نیک و بد، صحیح اور غلط میں امتیاز کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کے نتائج

آج ایک مدت گزر جانے کے بعد حضرت مرزا صاحب کی بعثت کے نتائج ہر آنکھ کے سامنے کھلے ہوئے موجود ہیں آپ ہی کی ذات تھی، جس نے اپنے زمانے میں آریہ سماج اور عیسائیت کی بڑھتی ہوئی آگ کو فرو کیا۔ اور ان کی معاندانہ حسرتیں ان کے دل ہی میں رہ گئیں۔

یورپ میں اسلام کو اس کے اصلی نقش و نگار کے ساتھ پیش کیا۔ اور دجال اور فتنہ دجال کا دلائل و براہین سے وہ قلع قمع کیا کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ خود مسلمانوں میں نیکی و تقویٰ رکھنے والی ایک جماعت پیدا کر کے اسے تبلیغ اسلام کے کام میں لگا دیا اور یوں اپنا مسیح اور مہدی ہونا عملاً ثابت کر دکھایا۔

خبریں

—— شملہ ۲۰۔جون۔حکومت پنجاب نے میونسپل ایگزیکٹو آفیسر ایکٹ کے مطابق مختلف بلدیات میں سوائے لدھیانہ کے حسب ذیل ایگزیکٹو افسر مقرر کردئے ہیں:۔

لاہور	رائے صاحب شنکرداس لوتھڑا
امرتسر	خواجہ غلام صادق صاحب
انبالہ	بخشی رگھبیرداس لیڈر
روہتک	لفٹنٹ عبد اللہ صاحب
جھنگ	مسٹر حاکم سنگھ
سیالکوٹ	رائے صاحب ٹھاکرام
ملتان	چودھری روشن لال
کیمبل پور	مسٹر عبداللہ۔

بھوانی کی میونسپلٹی نے اپنا ایگزیکٹو افسر خود منتخب کرلیا ہے۔

—— ناگپور ۱۷۔جون۔ہندوستان ٹائمز کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ برار سے کنوؤں میں گر کر ہلاک ہونے کی لرزہ خیز اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ صرف بسیم سب ڈویژن میں گذشتہ چھ ماہ میں کنوؤں میں ڈوب کر مرنے کی تقریباً تیس اتفاقیہ وارداتیں ہو چکی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ برار میں ایک سال میں تقریباً تین سو اشخاص ڈوب کر مرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دیہاتی علاقوں میں کنوئیں غیر محفوظ ہیں۔ اور بہت سے بے خبر مسافر ان میں گر کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ صوبجات متوسط کے ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ نے تجویز کی ہے۔ کہ برار کے کنوؤں کو محفوظ بنانا ضروری ہے۔

—— شملہ ۲۰۔جون۔سرتیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر آج شملہ سے روانہ ہوگئے ہیں۔ لیکن ان کی گفتگو کی تفصیلات تاحال صیغۂ راز میں ہیں۔

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر کے درمیان ایک خفیف سا اختلاف واقع ہوگیا تھا۔ سر سپرو کی یہ رائے تھی کہ گول میز کانفرنس کا ایک تیسرا تجربہ کر لیا جائے۔ ۱۷ مئی کو مسٹر جیکر اور سرسی۔پی راما سوامی آئر نے اپنے مشترکہ بیان میں یہ کہا تھا کہ ہندوستان یا انگلستان میں ایک ایسی کانفرنس منعقد کی جائے جو معاملات غیر منفصل کا تصفیہ کردے۔" ایسے مشورہ کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ وہ کانفرنس لازمی طور پر گول میز کانفرنس ہی ہو۔ ممکن ہے کہ ان کا مقصد تیسری گول میز کانفرنس ہو جس کو وہ غیر ضروری خیال کررہے ہیں۔ یا انگلستان میں فیڈرل سٹرکچر کمیٹی کا کوئی اجلاس ہو۔ جس کے متعلق یہ عام خیال ہے کہ وہ اپنی کارروائی کے دوران میں نہایت عمدہ کام کرتی رہی ہے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ متفق نہیں ہوں گے جن کا خیال ہے کہ تعمیری ترقی کا دور اپنے منتہا پر پہنچ چکا ہے۔ اور مشاورتی کمیٹی کے ایجنڈے پر ایک سرسری نظر سے اس خیال کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے۔ وہ ایک جدید گول میز کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں۔ جو سابقہ قواعد و ضوابط کے ماتحت برطانوی نمائندوں، برٹش انڈین نمائندوں اور ہندوستانی ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ جو اتحاد عمل سے یا متفقہ گفت و شنید سے ایسا بل تیار کریں۔ جو ہر جماعت کے نزدیک قابل قبول ہو اور ہر جماعت کے لئے اس پر عمل پیرا ہونا لازمی اور لابدی ہو۔

دراصل اندیشہ یہ ہے کہ ریاستوں کے نمائندے اپنے اختیارات کے اعتبار سے مختار کل نہیں ہوں گے۔ اس لئے مشاورتی کمیٹی کوئی مفید کام نہ کرسکے گی۔ مزید برآں پارلیمنٹ میں برطانوی عنصر کی غیر حاضری کے باعث مشاورتی کمیٹی کی تجاویز جو کسی بل کی صورت میں پیش ہوں گی۔ محتاج نامنظور رہ جائیں گی۔ آیا اس قسم کے اندیشے حقائق پر مبنی ہیں یا نہیں۔ ان کے متعلق تاحال کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا لیکن یہ بات ضروری ہے کہ گول میز کانفرنس کے ایک معتدد رکن نے بھی کم و بیش اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ مشاورتی کمیٹی کے اجلاس کے بعد چند ذمہ وار مدبرین کو جمع کرلیا جائے۔ جو پارلیمنٹ کی مجلس منتخبہ کے ساتھ مل کر کام کریں۔

اس کی رائے یہ تھی کہ ہندوستان میں کوئی ایسا نمائندہ نہیں جو متفقہ طور پر معتمد علیہ ہو۔ یا انگلستان میں جس کی کارروائی کے متعلق کسی کو اعتراض نہ ہو۔ کوئی ایڈیال جس کا تصور ممکن ہو سکتا ہے اس سے ہندوستان کی تمام جماعتیں تمام طبقے اور تمام مفاد یک وقت کبھی مطمئن نہ ہو سکیں گے۔

—— ڈبلن ۲۰۔جون۔مذہبی کانگرس چونکہ نزدیک آرہی ہے۔ اس لئے تمام ملک میں جوش و خروش کا اظہار کیا جارہا ہے۔ تمام اقطاع عالم سے مندوبین آرہے ہیں۔ روزانہ اوسط پانچ ہزار کے قریب ہے۔ بازاروں میں ہر طرف قربان گاہیں اور دیگر مذہبی نشانات قائم کئے جارہے ہیں اور بازار ایک عظیم الشان گرجے کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی کچھ سیاسی کشیدگی کے آثار بھی نظر آرہے ہیں۔ اگرچہ مختلف حکومتوں کے جھنڈے مختلف مقامات میں دیکھنے میں آئے ہیں۔ لیکن برطانیہ کا یونین جیک کہیں نظر نہیں آتا۔

ایک ہوٹل پر یونین جیک لہرا رہا تھا۔ لیکن چونکہ آئرش ریپبلکن آرمی کے نزدیک اس کا وجود قابل اعتراض تھا۔ اس لئے اسے سرنگوں کردیا گیا۔ ہوٹل کے منیجر نے اس سے سخت احتجاج کیا۔ اور کہا کہ اب اس ہوٹل میں زیادہ تر انگلستان کے لوگ ہی مقیم ہیں۔ لیکن کسی نے ایک نہ سنی۔

سمندر پار سے آنے والے مندوبین کے اعزاز اور تکریم میں تمام حکومتوں کے علم لہرائے گئے۔ لیکن جس وقت یونین جیک لہرایا گیا۔ تو آئرش ریپبلکن آرمی کے ایک افسر نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ علم سرنگوں کردینا چاہئے۔

اسقف اعظم (پوپ) کا نمائندہ کارڈینل لاری آئرلینڈ کو جاتے ہوئے کل انگلستان سے گزرا۔ کثیر ہجوم استقبال کے لئے موجود تھے۔ اندازہ لگایا ہے کہ اس مذہبی کانگرس میں ۷ لاکھ کے قریب انسان جمع ہوں گے۔ دنیا کے ہر حصہ سے مذہبی مقتدا اور زائرین جمع ہورہے ہیں۔

—— لاہور ۲۰۔جون۔اس خبر کے لئے "جمہور" ذمہ دار ہے کہ ایک معزز ہندو رہنما گاندھی جی کی ایک دستاویز کی بنا پر اعتدال پسند ہندو اور سکھ لیڈروں کے دستخط حاصل کررہے ہیں۔ اس دستاویز کا مضمون یہ ہے کہ مسلمانان بنگال و پنجاب کو اکاون فیصدی نیابت اور جداگانہ انتخاب کے حقوق دئے جائیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دستاویز موجودہ ہندو مسلم فسادات کی بڑھتی ہوئی رو کا ردعمل ہے۔ دستخط کنندگان کو اس امر کا یقین ہے کہ ہندو مہا سبھا کی پیروی سے ہندوستان کو نہ آزادی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ امن میسر آسکتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ فسادات کی رو جس قدر زیادہ بڑھے گی اسی قدر حکومت کا چنگل مضبوط ہوتا جائے گا۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ کوئی معقول راستہ اختیار کرکے ہندو مسلم اتحاد کے لئے جو ملک کی سیاسی اور اقتصادی خوشحالی کی جان ہے راستہ صاف کیا جائے۔

کہا جاتا ہے کہ گاندھی کی یہ مفید دستاویز اصلی حالت میں ہندو رہنمائے موصوف کے پاس موجود ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ عنقریب اسے بھی شائع کردیا جائے۔

—— دہلی ۲۱۔جون۔ مجے پور اور دہلی کے درمیان ایک ریل گاڑی میں چوری کی واردات ہوئی۔ جس میں ۱۵۵۰۰ روپے کی مالیت کے زیورات چوری ہوگئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حیدرآباد دکن کے ایک مارواڑی راجہ لکشی نواس کی بیوی اور سالی سیکنڈ کلاس میں سفر کررہی تھیں۔ ان کے ساتھ دو اور مرد مسافر بھی تھے۔ جو مردوں کے کمپارٹمنٹ کا ڈبہ میں سوار تھے۔ عورتوں کے پاس ایک سوٹ کیس میں زیورات کا ڈبہ تھا۔ دہلی پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ ڈبہ غائب ہے۔ سوٹ کیس اچھی طرح سے بند اور مقفل تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوٹ کیس چابی سے کھول کر چوری کی گئی ہے۔

—— بمبئی ۲۰۔جون۔کمشنر پولیس نے ۷۰ غنڈوں کے اخراج کا حکم صادر کیا ہے۔ جو فساد کے دوران میں گرفتار کئے گئے تھے ان کی سکونت اور معاش کے متعلق پولیس کو اطمینان نہیں تھا۔ دوشنبہ امن و امان سے گذر گیا۔ لیکن یکشنبہ کی شام کو ہندو غنڈوں نے ایک مسلمان کو سنڈھرسٹ روڈ پر لاٹھیوں سے شدید طور پر مجروح کیا۔ مظلوم کا سر لاٹھیوں سے پاش پاش ہوگیا۔ اور ہسپتال میں پہنچ کر فوت ہوگیا۔ اس کے علاوہ ڈونگری کے قریب بھی ایک مسلمان پر حملہ کیا گیا۔ اور اسے ضربات پہنچائی گئیں ہیں۔

—— لندن ۲۰۔جون۔کمبرلینڈ کے ایک سکول میں لارڈ لانڈ اور کارلائل کے بشپ کو طلبہ کے سامنے ۳ بجے تقریر کرنی تھی۔ لیکن بعض نامعلوم اشخاص نے پلیٹ فارم کے نیچے جہاں کھڑے ہو کر لارڈ موصوف کو تقریر کرنی تھی پوشیدہ طور پر ایک بم رکھ دیا تھا۔ جس کو ۱۰ بجے پھٹنا تھا۔ لیکن اتفاق کی بات ہے کہ بم وقت پر نہ پھٹ سکا۔ اور پولیس کو اطلاع مل گئی جس نے فوراً دو یا تین آتشگیر کے ماہرین کو طلب کیا۔ اب نتائج کا انتظار کیا جارہا ہے۔ کہ بم محض مذاق کے طور پر نقلی بنا کر رکھ دیا گیا تھا۔ یا فی الواقع خطرناک نوعیت کا ہے لیکن خیال یہی کیا جاتا ہے کہ بم عملی طور پر نقصان پہنچانے کے لئے رکھا گیا تھا۔ کمبرلینڈ کے پولیس افسر نے سکاٹ لینڈ یارڈ میں فون پر کہا کہ مجھے مادہ ہائے آتشگیر کے ماہر کی ضرورت ہے۔ تاکہ بم کا معائنہ کیا جائے یہ بم ایک بڑے صندوق میں رکھا ہوا تھا۔ اس میں سپرنگ اور گھڑی بھی لگی ہوئی تھی۔ تاکہ وقت معینہ پر پھٹ سکے۔ اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کی سپیشل برانچ نے اس امر کا فیصلہ کیا ہے کہ لارڈ لانڈ کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا جائے۔ اس کے علاوہ انگلستان کی بندرگاہوں پر تحقیقات ہو رہی ہے کہ کوئی مشتبہ شخص تو وارد نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ ہر طرف نگرانی ہو رہی ہے کہ شاید لارڈ موصوف کا انگلستان میں کوئی دشمن موجود ہو۔ بم پھٹتے پھٹتے بچ گیا بم مذکور عین اس نشست کے نیچے رکھا تھا جہاں لارڈ لانڈ اور کارلائل کے بشپ بیٹھنے والے تھے۔

—— پونا ۲۱۔جون۔کل سہ پہر گورکھا فوج کا ایک سپاہی کرکی کے قریب دریا میں ڈوب کر مرگیا۔ متوفی دریا کے کنارے دو اشخاص کے ساتھ مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا کہ اس دوران میں مچھلیاں پکڑنے کی بنسی دریا میں گر گئی۔ یہ اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے گیا اور ڈوب کر مرگیا۔ آج صبح اس کی نعش ملی۔

—— کانپور ۱۸۔جون۔ سال گذشتہ کے فسادات میں شتاق احمد کو قتل کے الزام میں عدالت سے سزائے موت کا حکم ہوا تھا۔ آج صبح فیض آباد جیل میں پھانسی دیدی گئی۔ پھانسی دینے کے بعد نعش اعزا و اقربا کے حوالہ کردی گئی۔ سہ پہر کے قریب نعش کانپور پہنچی جہاں مسلمانوں کا کثیر مجمع استقبال کے لئے موجود تھا۔ بعد ازاں بڑے جوش و خروش سے ہزاہا مسلمانوں کے ساتھ شہید کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد شب کو دس بجے سوداگروں کے قبرستان میں نعش سپرد خاک کردی گئی۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ماسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۳۲ء | نمبر ۲۹

نوع انسان کو عید میلاد النبی میں شمولیت کی دعوت

دنیائے اسلام کے علما و اکابر کی متحدہ عالمگیر اپیل

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کا منار تیرہ سو سال سے علم و عمل کی دو عظیم الشان چٹانوں پر کھڑا ہے اور وہ زندگی کے طوفانی سمندر میں ظلمت و طغیان کے ہر دور اور ہر زمانہ کے اندر تہذیب و تمدن کی ڈگمگاتی ہوئی کشتیوں کے لئے ایک آخری روشنی اور پناہ ثابت ہوا ہے۔ یعنے حضورؐ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سب کے لئے ہے اور جو کچھ کیا ہے وہ سب کے لئے ہے۔

آپ دنیا کی مختلف تہذیبوں اور ملتوں کو صحیح اصول کی بنا پر ایک رشتہ مساوات میں پرونے کے لئے مبعوث ہوئے تھے آپ صرف مذہبی فرقہ بندی ہی کے خلاف نہ تھے۔ بلکہ عام انسانیت میں بھی ہر قسم کی فرقہ بندی کے خلاف تھے۔ خواہ وہ کسی نام سے کی جائے۔ آپ نے دنیا کے سامنے جو تعلیم پیش فرمائی ہے وہ شخصی ملکی نسلی یا ہنگامی تعلیم نہ تھی بلکہ ایسی ابدی تعلیم تھی جو اس ساری کائنات انسانیت کو اخوت و محبت کے رشتوں میں مربوط کر دینے والی ہے آپؐ نے نوع انسان کو جس دین فطرت کی طرف دعوت دی ہے وہ کسی خاص جماعت کا نہیں بلکہ اس ساری کائنات کا مشترکہ دین ہے۔ اور اس دین کو قبول کر لینے کے یہ معنے ہیں کہ ہم ان تمام تنگ حلقوں سے جن کی بنیاد رنگ، نسل، زبان، قوم، یا وطن پر ہے۔ یہ کہتے ہوئے آزاد ہو جاتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ ایک خدا ہے۔ سارا کرۂ ارضی ہمارا وطن ہے اور اس کی پشت پر بسنے والے تمام انسان ایک گھرانے کے مختلف افراد ہیں۔

آؤ! اس پیغمبر وحدت و محبت کی یاد میں نوع انسان کے لئے سچی اور آزاد اخوت کا ایک ایسا عظیم الشان دن پیدا کریں جس میں ہم سب اپنے اپنے ہنگامی اختلافات و تعصبات کو بھول جائیں اور خدمت و اخوت انسانی کی بہبودی کے خیال کو لے کر محبت و مساوات کے متحدہ پلیٹ فارم پر نمایاں ہوں۔ یہ عظیم الشان دن ۱۲ ربیع الاول کا دن ہونا چاہیئے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور اسلام کی سالگرہ کی ایک غیر فانی یادگار ہے۔

ہم نہایت ہی خلوص و احترام سے تمام بنی نوع انسان کو اس عید اتحاد میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اپیل کرتے ہیں۔ کہ اس تقریب پر تمام کائنات کی آبادیوں میں سیرۃ النبی کے عنوان پر متحدہ جلسے کئے جائیں ایسے جلسے جو حضور کے پاک نام اور مبارک کام کی عظمت و وسعت کے شایان شان ہوں۔ اور جن سے نوع انسان میں باہمی ہمدردی اور محبت۔ خدمت خلق کا صحیح احساس پیدا ہو

اس تقریب پر بعض ممتاز علما کے قلم سے سیرت نبوی کے اہم پہلوؤں پر تقریریں شائع کی جا رہی ہیں۔ یہ تقریریں یوم النبی کے جلسوں میں سنائی جائیں۔ اور ان کے تراجم دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں شائع کر کے ہر جگہ مفت تقسیم کئے جائیں۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند پاک اس بین الاقوامی عید کو نسل انسان کے لئے بابرکت بنائے۔

(نوٹ) اس سال کی اردو تقاریر سیرت پچاس روپیہ فی ہزار عربی۔ ہندی، انگریزی ۷۵ روپیہ فی ہزار بحساب سے طلب فرمائیں۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔ سولہ اردو، دس انگریزی، ہندی اور عربی تقریریں ان کے سوا ہیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ڈلہوزی میں بفضل تعالےٰ بخیریت ہیں

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار جلسہ ۲۶ رجون کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ سید اختر حسین صاحب نے الوہیت مسیح پر لیکچر دیا۔ اور قرآن کریم سے الوہیت مسیح کی تردید میں متعدد دلائل پیش کئے۔ جس کے بعد ایک دو اصحاب سے سوال و جواب ہوئے۔ مولانا عزیز بخش صاحب صدر جلسہ نے لیکچرار کے حسن استدلال کی تعریف کرتے ہوئے اس فتنہ کا ذکر کیا جو حضرت مسیح موعود کے ظہور سے پہلے عیسائیوں نے بپا کر رکھا تھا اور کسی بڑے بڑے مولوی کو اس کے مقابلہ کی جرأت نہ تھی۔ اس فتنہ کا حضرت مسیح موعود نے جس جرأت و دلیری اور جن براہین قاطعہ کے ساتھ مقابلہ کیا اس نے عیسائیت کا دم خم توڑ دیا۔ اور آج یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے پادری مسیحی معتقدات سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں آپ نے نوجوانوں کو احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے کاموں میں حصہ لینے کی تلقین کی تاکہ وہ اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لئے تیار کر سکیں

دمشق سے محمد ادیب عبد العزیز صاحب دمشقی ایڈیٹر رسالہ الرابطۃ الاسلامیہ جو ہماری جماعت اور اس کے کاموں کی تائید اپنے رسالہ میں کرتے رہتے ہیں۔ ۲۸ رجون کو لاہور تشریف لانے والے ہیں۔

ٹکٹ ارسال فرمائیں۔ (خط و کتابت کا پتہ :-)
قاضی عبد المجید قریشی - پٹی - ضلع لاہور۔

المعلن

(حضرت مولانا) محمد عبد الظاہر ابو السمح (امام و خطیب حرم مکہ معظمہ) (حضرت مولانا) محمد عبد الرزاق (امام مسجد حرم مکہ معظمہ) (حضرت مولانا) عبد اللہ الہندی (سابق ناظم نظارۃ المعارف دہلی - مکہ معظمہ) (حضرت علامہ) عبد العزیز الثعالبی (مصر) (ہز ہائنس) پرنس عمر طوسون پاشا (مصر) (علامہ امیر شکیب [illegible] ارسلان) (جنیوا) (علامہ امیر سعید)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے، اہل مناسبت کا وجود، میری سچائی روز روشن کی طرح، حسن ظن سے کام لو

مبارک زمانہ، سلسلہ کی صداقت

ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے

قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا خدا تعالے کے مامور اور مرسل اگرچہ کھلے کھلے نشان لے کر آتے ہیں مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلا اور خفا کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں سعید جو باریک بیں اور دوربین نگاہ رکھتے ہیں اپنی سعادت اور مناسبت فطرت سے ان امور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں دیکھ لیتے ہیں۔ اور ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جن کی فطرت کو سعادت اور رشد سے کوئی مناسبت اور حصہ نہیں ہوتا وہ انکار کر لیتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جس کا بُرا نتیجہ ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اہل مناسبت کا وجود

دیکھو مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ابو جہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابو بکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے کہ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے۔ اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا۔ اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھیرے۔ لیکن ابو جہل نے باوجودیکہ ہزاروں نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا۔ اور تکذیب ہی کرتا رہا۔ اس میں کیا سر تھا۔ پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھیرتا ہے اور دوسرا جو ابو الحکم کہلاتا تھا۔ ابو جہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلم بن جاتی ہے۔ اور امور حقہ کی تعلیم دیتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

میری سچائی روز روشن کیطرح

میں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور میں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں مگر افسوس اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سن سکتے۔ وہ وقت ضرور آئے گا کہ خدا تعالیٰ سب کی آنکھیں کھول دے گا۔ اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائے گی۔ لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور پھر کوئی ایمان سود مند نہ ہو سکے گا۔ میری طرف دیکھو تمہارے جن کی فطرت میں حق سے محبت اور اہل حق کی عظمت ہوتی ہے جن کی فطرت سلیم ہے وہ دور سے اس خوشبو کو جو سچائی کی میرے ساتھ ہے سونگھتا ہے۔ اور اسی کشش کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو عطا کرتا ہے میری طرف اس طرح کھنچے چلے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف جاتا ہے۔ لیکن جس کی فطرت میں سلامت روی نہیں اور جو مردہ طبیعت کے ہیں ان کو میری باتیں سرد معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ابتلا میں پڑتے ہیں اور انکار یا انکار اور تکذیب پر تکذیب کر کے اپنی عاقبت کو خراب کر لیتے ہیں۔ اور اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے کہ ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ میری مخالفت کرنیوالے کیا نفع اٹھائیں گے۔ کیا مجھ سے پہلے آنے والے صادقوں کی مخالفت کرنے والوں نے کوئی فائدہ کبھی اٹھایا ہے اگر وہ نامراد اور خاسر رہ کر دنیا سے اٹھے تو میرا مخالف اپنے ایسے ہی انجام سے ڈر جاوے۔ کیونکہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں صادق ہوں۔ میرا انکار اچھے ثمرات نہیں پیدا کرے گا مبارک وہی ہیں جو انکار کی لعنت سے بچتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کی فکر کرتے رہیں۔

حسن ظنی سے کام لو

جو حسن ظنی سے کام لیتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے ماموروں کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان کا ایمان ان کو ضائع نہیں کرتا بلکہ بہرہ مند کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صادق کی شناخت کے لئے بہت مشکلات نہیں ہیں۔ ہر ایک آدمی اگر انصاف اور عقل کو ہاتھ سے نہ دے اور خدا کا خوف مدنظر رکھ کر صادق کو پرکھے تو غلطی سے بچا لیا جاتا ہے لیکن جو تکبر کرتا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب اور ہنسی کرتا ہے اس کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی۔

یہ مبارک زمانہ ہے

یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان پر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا میں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت ان کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس زمانہ سے بڑھکر اسلام پر گزرا ہے جس میں اس قدر سب و شتم اور توہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گئی ہو۔ اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہ رہی کہ اس بےعزتی کو محسوس کریں۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالےٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سب و شتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔ اور ان مخالفین اسلام کے منہ بند کر کے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا جبکہ خود اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے۔ اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی صورت میں کیا ہے۔ مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پھر قایم کروں** ۔ اور قرآن کریم کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے۔ اور اس کی آیات اور نشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ان کی تعداد اس قدر ہو کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔

سلسلہ کی صداقت پر شہادت

اس قدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے کم فہم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ میں اپنے مدارج کو حد سے بڑھاتا ہوں۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طبیعت اور فطرت میں ہی یہ بات نہیں کہ میں اپنے لئے کسی تعریف کا خواہشمند ہوں اور اپنی عظمت کے اظہار سے خوش ہوں۔ میں ہمیشہ انکساری اور گمنامی کی زندگی بسر کرتا رہا لیکن یہ میرے اختیار اور طاقت سے باہر تھا کہ خدا تعالےٰ نے خود مجھے باہر نکالا اور جس قدر میری تعریف اور بزرگی کا اظہار اس نے اپنے پاک کلام میں جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے کیا یہ ساری تعریف اور بزرگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔ احمق اس بات کو نہیں سمجھ سکتا مگر سلیم الفطرت اور باریک نگاہ سے دیکھنے والا دانشمند خوب سوچ سکتا ہے کہ اس وقت واقعی ضروری تھا کہ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قدر ہتک کی گئی ہے اور عیسائی مذہب کے واعظوں اور منادوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ اس سید الکونین کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ایک عاجز مریم کے بچے کو خدا کی کرسی پر جا بٹھایا ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے آپ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے یہ مقدر کیا تھا کہ آپ کے ایک ادنےٰ غلام کو مسیح ابن مریم بنا کے دکھا دیا۔ جب آپ کی امت کا ایک فرد اتنے بڑے مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ تو اس سے آپ کی شان کا پتہ لگ سکتا ہے۔ پس یہاں خدا تعالےٰ نے جس قدر عظمت اس سلسلہ کی دکھائی ہے اور جو کچھ تعریف کی ہے یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جلال اور عظمت کیلئے ہے مگر احمق ان باتوں سے فائدہ

سوالات و جوابات

(از سید اختر حسین صاحب)

اسم احمد کی پیشگوئی

(٢)

سوال :- مرزا صاحب نے آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے ازالہ صفحہ ٦٧٣ ۔

الجواب :- اصل عبارت حوالہ کی یہ ہے :-

" اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے اور احمد جمالی ۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں ۔ اسی کی طرف اشارہ ہے و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنے جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا ۔"

اس سے مندرجۂ ذیل امور بالوضاحت ثابت ہوتے ہیں

(الف) آنے والے کا نام احمد رکھا جانا اس کے مثیل احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کی طرف اشارہ ہے ۔

(ب) محمدؐ جلالی نام ہے اور احمدؐ جمالی آنے والے کا نام احمدؐ اس کے مظہر جمال ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(ج) احمدؐ اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں ۔

(د) مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں عیسےٰ نے اسی صفت جمالیت کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

(س) ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم احمد ہیں مگر فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنے جامع جلال و جمال ہیں

(ی) آخری زمانہ میں آنے والا جو مجرد احمد ہوگا اور صفت عیسویت کو اپنے اندر رکھتا ہوگا اسی پیشگوئی کے ماتحت ہے ۔

اب آپ غور فرمائیں کہ کونسی بات اس میں قابل اعتراض ہے ۔ اس بات کو یاد رکھنے سے کہ احمد کا نام آنے والے کو دیا جانا اس کے

مثیل احمد ہونے کی طرف اشارہ ہے

وہ تمام مشکل حل ہو جاتی ہے جس میں مخالفین مبتلا ہو گئے ہیں کیونکہ آخری زمانہ میں آنے والا احمد حقیقتاً احمد نہ ہوگا بلکہ مثیل احمد ہونے کی وجہ سے مجازاً احمد ہوگا دراصل مصداق اس پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر آنے والا اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر اور ان کے جمالی نام احمد سے مجازی طور پر مسمیٰ ہو کر اس کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرائے تو کوئی امر خلاف واقع نہیں

(باقی کالم ٣ پر)

ارشادات نبوی

(حضرت امیر کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب)

سادہ زندگی

(ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے تو ان کے پاس اندر تشریف نہیں لائے حضرت علیؓ آئے تو حضرت فاطمہؓ نے ان سے اس کا ذکر کیا انہوں نے اس کا ذکر نبی صلعم سے کیا آپ نے فرمایا میں نے ان کے دروازے پر دھاریدار پردہ دیکھا اور فرمایا کہ میرا اور دنیا کا کیا تعلق ہے ۔ حضرت علیؓ فاطمہؓ کے پاس آئے اور انہیں یہ بات بتائی حضرت فاطمہ نے کہا اس بارہ میں جو حکم چاہیں دیدیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اسے فلاں گھر والوں کو بھیجدو ۔ (بخاری کتاب الہبۃ)

تفسیری نوٹ :- یہ پردہ صرف زینت کے لئے تھا اور آنحضرت صلعم جس طرح خود سادہ زندگی بسر کرتے تھے جن لوگوں سے آپ کا خاص تعلق تھا اور جو امت کے لئے نمونہ کا حکم رکھتے تھے ان کے لئے بھی آپ وہی سادہ زندگی پسند فرماتے تھے اس لئے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا کہ یہ بیکار فضول ہے کسی محتاج کو دیدو تو اس کے کام آئے گا ۔ ازواج مطہرات میں بھی یہی نمونہ قائم کیا ۔ اور یہی نمونہ خلفائے راشدین نے دکھایا ۔

رستہ کا حق

ابو سعید خدری نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا رستوں میں بیٹھنے سے بچتے رہو ۔ انہوں نے عرض کیا (اس سے) ہمیں چارہ نہیں یہی ہمارے بیٹھنے کی جگہیں ہیں ۔ ان میں ہم بات چیت کرتے ہیں ۔ فرمایا جب تم وہاں بیٹھنے پر مجبور رہو تو رستہ کا حق ادا کیا کرو ۔ انہوں نے عرض کی رستہ کا حق کیا ہے فرمایا نگاہ نیچے رکھنا ۔ اور تکلیف کی چیز کو دور کرنا اور سلام کا جواب دینا اور نیک کام کی ہدایت کرنا ۔ اور برے کام سے روکنا ۔ (بخاری کتاب المظالم والغصب)

تفسیری نوٹ :- غض بصر کا حکم اس لئے دیا کہ رستوں پر عورتیں بھی گزرتی ہیں ۔ ٥ھ کے بعد مدینہ میں غیر مسلم کوئی نہ رہا تھا ۔ اور اسی وقت پردہ کا حکم نازل ہوا ۔ اگر رستوں پر عورتیں عام طور پر نہ گزرتی ہوتیں اور یہ مسلمان عورتوں کے سوائے اور ہو نہیں سکتیں تو غض بصر کی ضرورت نہ پڑتی ۔ اور اگر عورت سر سے پیر تک ڈھکی ہوئی ہوتی تو نگاہ کا اونچا اور نیچا رکھنا برابر تھا ۔ غض بصر کی ضرورت اسی صورت میں پیش آتی ہے کہ سامنے کوئی چیز ہو جو انسان کی توجہ کو کھینچ سکے ۔ کف اذی کو بھی رستہ کا حق قرار دیا ہے اس لئے رستہ میں کسی اذیت دینے والی چیز کا پھینکنا خلاف شریعت ہے ۔

پیغام صلح کا ماہوار ایڈیشن

پیغام صلح کا یہ پرچہ اس مہینہ کا آخری پرچہ ہے اس کے بعد ٣ جولائی کو ماہوار ایڈیشن شائع ہوگا جو مختلف بزرگان قوم کے قیمتی مقالات اسلامی مشنوں کے کارناموں انجمن کی تبلیغی کوششوں ، ممالک غیر کی خط و کتابت اور واقعات و حالات حاضرہ پر آراء و افکار کا بہترین مجموعہ ہوگا۔

(بقیہ کالم اول)

ہوتا ۔ کیونکہ وہ " مثیل احمد " ہے چنانچہ حضرت اقدس نے لکھا ہے :-

" و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ..... اس آیت کے " یہ بھی معنے ہیں " کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریمؐ جو حقیقی طور پر اس آیت کا مصداق ہے اس **مجازی احمد** کے پیرایہ میں ہو کر اپنی تجلی ظاہر فرمائیگا ۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی ۔ یعنے میں اسم احمد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ ان کی عادت ہے شور مچایا تھا ۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ٩٦

جب خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مخالفین کی اس توجیہ کو قبول نہیں کرتے اور آیت کا " حقیقی مصداق " آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹھہراتے ہیں تو باوجود اس کے اسی اعتراض کو رٹتے رہنا اگر دھوکہ دہی نہیں تو جہالت ضرور ہے ۔

یہاں اسم احمد میں

آنحضرت صلعم کے شریک

ہونے کے الفاظ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں حضرت مجدد الف ثانی نے بھی ایسی شرکت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :-

" الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ میں اللہ کا مرید بھی ہوں اور مراد بھی ہوں میری ارادت کا سلسلہ بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے متصل ہے ۔ اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا قائم مقام ہے ۔ سبحانہ پس میں محمد رسول اللہ صلعم کا مرید بھی ہوں اور آپؐ کا پیر بھائی بھی ہوں ۔ اس دولت کے دسترخوان پر اگرچہ میں طفیلی ہوں مگر بغیر بلائے جانے کے نہیں گیا ۔ اور اگرچہ میں تابع ہوں لیکن اصلیت سے بے بہرہ نہیں ہوں ۔ اور اگرچہ میں امتی ہوں مگر میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا " شریک دولت بھی ہوں " لیکن ایسا شریک نہیں کہ ہمسری کا دعوےٰ کروں کیونکہ یہ کفر ہے "

(مکتوبات جلد سوم مکتوب نمبر ٨٧)

ہمسری کا دعوےٰ مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی نہ تھا ۔ وہ تو غلام احمد تھے ۔ چنانچہ ان کا ایک الہامی مصرعہ ہے ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

(باقی آئندہ)

چٹ نمبر کا حوالہ خط و کتابت کے وقت ضرور دیا کیجئے ۔ (مینیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ رجون ۱۹۳۲ء | نمبر

دعوت عمل

(۴)

کالجوں کے احمدی نوجوانوں سے خطاب

"تبلیغ اسلام کے قابل اپنے آپ کو بنانے کے لئے کسی دوسری زبان کی واقفیت حاصل کرنا خواہ ہندوستان کی کوئی زبان ہو جیسے گورمکھی، ہندی، تامل، تلیگو وغیرہ یا یورپ کی کوئی زبان جیسے جرمنی، فرانسیسی، اطالوی، ہنگرین وغیرہ - ہمارے کالجوں کے نوجوان اگر اس طرف توجہ کریں تو دنیوی زندگی میں دوسری زبانوں کا حصول ان کے کام آنے والی شے ہے۔"

اشاعت اسلام کی دعوت دیتے ہوئے یہ تیسری تجویز حضرت امیر ایدہ اللہ نے قوم کے سامنے رکھی تھی جس میں زیادہ تر قوم کے وہ نوجوان مخاطب ہیں جو کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں ۔ جہاں تک اس نصب العین کا تعلق ہے جو ہماری قوم کے پیش نظر ہے، جہاں تک ان تبلیغی مشنوں اور غیر مذاہب کے مقابلہ کا تعلق ہے جو ہماری جماعت کی طرف سے قایم ہیں ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ ان کو چلائے اور اس نصب العین تک پہنچنے کی پوری کوشش کرے ۔ غیر ممالک میں مشن قایم کر لینا اور غیر مذاہب کے مقابلے شروع کر دینا آسان ہے ۔ لیکن اس کے لئے پورے طور پر سامان بہم پہنچانا ایک مشکل ترین امر ہے ۔

ہمارے تبلیغی مشن

انہی سامانوں میں ایک غیر زبان کی تحصیل بھی ہے اس وقت ہماری جماعت کی طرف سے انگریزی ممالک کے علاوہ ایک مشن جرمنی اور جاوا میں قایم ہے ۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف حصص میں تبلیغ اسلام کے لئے مختلف زبانوں سے سابقہ پڑتا ہے ۔ مثلاً سنسکرت، گورمکھی، ہندی، تامل، اور تلیگو وغیرہ ۔ پھر ان کے علاوہ یورپ کے بعض دوسرے ممالک ہیں جن میں حسب گنجائش نئے مشن قایم کرنا ہے ان ممالک کے لئے لٹریچر بہم پہنچانا ضروری ہے ۔ اگر ہمارے احمدی نوجوان جو کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں ۔ اس قومی اور دینی ضرورت کو اپنے پیش نظر رکھیں ۔ اور علوم مروجہ کی تحصیل کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا زبانوں میں سے کسی ایک زبان کے سیکھنے کی بھی کوشش کریں ۔ تو یہ ان کے دین اور دنیا دونوں کو سنوارنے کا موجب ہوگا ۔

احمدی والدین کا فرض

احمدی والدین کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنی اولاد کو تعلیم دلاتے ہوئے یہی غرض اپنے سامنے رکھیں کہ ان سے خدمت دین کا کام لینا ہے ۔ جب یہ غرض ان کے پیش نظر ہوگی تو وہ ان کے دینی معلومات کے اضافہ، ان کی علمی کمزوریوں کے ازالہ اور حسب ضرورت کسی نہ کسی غیر زبان کی تحصیل کا سامان بہم پہنچائیں گے ۔ اور اس طرح وہ اپنی اولاد کو زیادہ قابل اور دیندار بنانے کا موجب ہوں گے ۔ اور جب کبھی قوم کو ان کی خدمات کی ضروریات ہوگی چراغ لے کر ڈھونڈنے کی نوبت نہ آئے گی ۔ اور وہ اپنی خدمات کو خدا و رسول ؐ کے رستہ میں پیش کرنے کے قابل ہوں گے اگر بالفرض قوم کو ان کی خدمات کی ضرورت نہ بھی پیش آئے تو بھی کسی غیر زبان کا سیکھنا اور بہتر علمی قابلیت حاصل کرنا اکارت نہ جائے گا ۔ بلکہ ایسا شخص دنیوی ترقی کے میدان میں بھی دوسروں سے گوئے سبقت لیجانے والا ہوگا ۔

دنیا اور دین

اگر ہر احمدی اس ضروری نصب العین کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے کہ اس نے اپنی اولاد کو دنیوی ملازمتوں کے لئے نہیں بلکہ خدمت دین کے لئے تیار کرنا ہے ۔ اگر اس کی نظر سرکاری دفاتر کی سر بفلک عمارتوں، سرکاری افسران کے حاکمانہ جاہ و جلال اور سرکاری عہدوں کے بیش قرار مشاہروں پر وقف رہنے کے بجائے دین کی طرف مبذول ہو جائے ۔ اور اپنی اولاد کو وہ دین کے مزدور بنانے کی کوشش کرے ۔ اگر ہمارے نوجوان سر فضل حسین، سر شادی لال وغیرہ بننے کی آرزو رکھنے کے بجائے مولانا نور الدین ؓ، مولانا محمد علی ایدہ اللہ، مولانا صدر الدین اور خواجہ کمال الدین بننے کی کوشش کریں تو ہمارا دین آج

فتحیاب ہو سکتا ہے ۔ ہم نہیں کہتے کہ دنیوی عہدوں کا حصول یا ان کی خواہش حرام ہے ۔ لیکن اگر نصب العین زیادہ بلند ہو تو دنیوی عہدے ملنے کوئی مشکل امر نہیں ۔ لیکن اپنے آپکو تیار اسی نیت سے کیا جائے ۔ کہ ہم نے خادم دین بننا ہے تو آپ قوم اور مذہب کے لئے بھی مفید ثابت ہوں گے ۔ اور حسب ضرورت دنیوی عہدوں کا حصول بھی کوئی مشکل امر نہ ہوگا ۔

ایک منظم جماعت کی ضرورت

میر غلام بھیک صاحب نیرنگ سکرٹری انجمن تبلیغ اسلام انبالہ نے ۱۶ رجون کو میسور کی اشاعت اسلام کانفرنس میں جو خطبۂ صدارت دیا وہ اپنی معلومات اور نفس مضمون کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ کسی آئندہ اشاعت میں اس کے بعض اہم اقتباسات درج کئے جائیں ۔ سر دست فی الحال ہم ان لوگوں کو جو سلسلہ احمدیہ کے نظام پر محض اس وجہ سے معترض ہوتے ہیں کہ یہ دوسرے مسلمانوں سے ایک علیحدہ جماعت کیوں بنائی گئی ہے میر صاحب ممدوح کے حسب ذیل الفاظ کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں :-

"اسلام کی تعلیم اور اشاعت انفرادی طور پر کبھی تسلی بخش طریقے سے نہیں ہو سکتی ۔ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ آیہ کریمہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر میں لفظ امت اسی واسطے فرمایا گیا ہے کہ تعلیم و اشاعت اسلام کے واسطے ایک منظم جماعت قایم کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ ورنہ کہا جاتا ولتکن منکم رجال یدعون الی الخیر علیحدہ علیحدہ آدمی جن کا آپس میں کوئی اتحاد عمل نہ ہو کوئی سلسلہ معاونت نہ ہو رجال کہلا سکتے ہیں ۔ امت نہیں کہلا سکتے ۔ ویسے تمام مسلمان ایک امت ہیں ۔ اور مسلم کی حیثیت سے ان کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ بھی ہے تعاون بھی ہے ۔ دکھ درد کی شرکت بھی ہے ۔ باہمی فرائض بھی ہیں ۔ حقوق بھی ہیں ۔ یہ جو امت کے اندر ایک امت قایم کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اس امت در امت کے افراد کے درمیان ان کے فرض خاص کے لحاظ سے ایک نظم، ایک انسلاک ایک سلسلہ معاونت ہونا چاہئے ۔ ایک جماعت ایک انجمن ہونی چاہئے ۔ حضرات صوفیہ نے ایک ہی نظام قایم کیا تھا ۔ ہر شیخ طریقت کے خلفا ہوتے تھے ۔ ان خلفا کو ولایتیں تقسیم کی جاتی تھیں ۔ ہر ایک خلیفہ اپنی ولایت میں ایک صدر مقام پر بیٹھکر ایک خاص علاقے میں ہدایت و ارشاد کا کام کرتا تھا ۔ آج ہمیں اسی حکم الٰہی کی تعمیل میں انجمنیں قایم کرنی چاہئیں ؟"

آخری فقرہ کی ہمیں سمجھ نہیں آئی ۔ نری انجمنیں قایم کرنے سے وہ نظم، وہ انسلاک، وہ سلسلہ معاونت اور سب سے بڑھکر وہ سلسلہ مواخات کس طرح قایم ہو سکتا ہے جو حضرات صوفیہ کے نظام میں پایا جاتا تھا ۔ کیا حضرات صوفیہ کا نظام اس لئے صحیح تھا کہ وہ پرانے زمانہ میں ہو گذرے ہیں ۔ اور مرزا غلام احمد کا قایم کردہ نظام اس وجہ سے صحیح نہیں کہ وہ اس زمانہ کا سب سے بڑا صوفی اور مجدد تھے ۔ کیا میر صاحب اس زمانہ میں کسی کا خدا تک پہنچکر ولایت کا مرتبہ حاصل کرنا اور حضرات صوفیہ کے نقش قدم پر ایک جماعت اور سلسلہ بنانا دشوار اور ممنوع سمجھتے ہیں کہ نری انجمنیں قایم کرنا کافی خیال کرتے ہیں ؟ بہرحال متعدد جو بالا تحریر سے یہ ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کا قیام اسلام میں کوئی بدعت کی بات نہیں ۔ بلکہ حضرات صوفیہ کی تقلید اور ولتکن منکم امۃ الخ کے ارشاد الٰہی کی تعمیل اس سے ہوتی ہے ۔

پونڈری میں فساد

فسادات بمبئی کا سلسلہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ پنجاب کے ایک قصبہ پونڈری میں ہولناک فساد برپا ہو گیا۔ اس فساد کی ابتدا بھی جہاں تک واقعات سے معلوم ہوتا ہے، ہندوؤں کی طرف سے ہوئی۔ جنہوں نے مسلمانوں کا ایک ۴۴ سالہ مذبح اس طرح گرا کر غائب کر دیا کہ گویا وہاں کبھی تھا ہی نہیں۔ مسلمانوں نے اس کی رپورٹ ذمہ دار حکام کے پاس کی۔ مسٹر بھنڈاری ڈپٹی کمشنر کرنال اور مسٹر ڈیس سپرنٹنڈنٹ پولیس موقعہ پر پہنچے اور تمام کاغذات عدالتوں کے فیصلہ جات اور ذاتی شہادات کے باوجود ہندوؤں کے اس بیان کو موثق قرار دیا کہ مذبح وہاں کبھی موجود نہ تھا۔ آخر کار مسلمانوں کی استدعا پر زمین کھدوائی گئی جہاں سے خون آلود مٹی نکلی۔ جس کو دیکھ کر مسٹر ڈیس نے مذبح کی موجودگی کی تصدیق کر دی لیکن مسٹر بھنڈاری کی ہندوانہ ذہنیت اس کو قبول کرنا نہ چاہتی تھی اور "میں نہ مانوں" کی رٹ لگاتے رہے۔ جب یہ خون آلود مٹی کیمیکل اگزیمینر کے پاس بھیجا گیا وہاں سے بھی یہ نتیجہ آیا کہ یہ حیوان کا خون ہے لیکن مسٹر بھنڈاری نے پھر مذبح کے بنوانے کی اجازت مسلمانوں کو نہ دی اور تنازعہ کے تصفیہ کے لئے ثالث مقرر کرنے کی طرح ڈالی جس کو ابتداءً مسلمانوں نے نامنظور کیا۔ لیکن آخر کار مان گئے اور تین ثالث مقرر ہوئے جنہوں نے فیصلہ مسلمانوں ہی کے حق میں دیا۔ مسلمانوں نے پھر مذبح کے بنوانے پر زور دینا شروع کیا اور تاریخیں مقرر کر کے پولیس کی حفاظت طلب کی جس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ لیکن جب وہ مسٹر ڈیس کی معیت میں ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ ہندوؤں نے مذبح کی زمین کے متعلق دیوانی دعویٰ کر دیا ہے جس کا فیصلہ ۷ جون کو ہو جائے گا۔ اس کے بعد مذبح بنوا دیا جائے گا۔ مسلمانوں کے پوچھنے پر مسٹر بھنڈاری نے اینٹیں اور مصالحہ پیشتر سے جمع کر لینے کی اجازت دے دی اور ایک ہیڈ کنسٹبل اور چار سپاہی ان کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیئے۔ جس وقت اینٹوں کے چھکڑے آ رہے تھے۔ چھ سات سو ہندو قصبہ اور اردگرد کے دیہات سے چھریاں اور گنڈاسے کلہاڑیاں لیکر آ پہنچے۔ اور تیس چالیس مسلمان جو موقع پر موجود تھے۔ ان پر ٹوٹ پڑے سپاہی بھاگ نکلے۔ ۲۵ مسلمان بری طرح زخمی ہوئے۔ جن میں سے تین جو قصبہ کے ذی اثر اور معزز مسلمانوں میں سے تھے جانبر نہ ہو سکے۔

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے:-

(۱) اس فساد کی ابتداء ہندوؤں کی طرف سے ہوئی۔
(۲) مسلمان شروع سے آخر تک پرامن اور قانونی تدابیر پر عامل رہے۔
(۳) ضلع کے ہندو ڈپٹی کمشنر مسٹر بھنڈاری کا رویہ شروع سے آخر تک متعصبانہ اور غیر منصفانہ تھا۔ اور فساد محض اسی پاسداری کا نتیجہ ہے۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ:-

(۱) مسٹر بھنڈاری کے رویہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔
(۲) مجرمین کے مقدمات میں اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ

ملاحظات

"ہندو گھٹ رہے ہیں" کے عنوان سے ایک مضمون ۱۲ جون کے "پرکاش" میں شائع ہوا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ لاہور میونسپلٹی کے گزشتہ ہفتہ کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ۹۳ پیدا ہوئے اور ۱۰۱ مرے اور ہندو ۴۲ پیدا ہوئے اور ۶۱ مرے۔ گویا جہاں مسلمانوں کی شرح اموات ایک سو پیدا ہونے والوں کے پیچھے ۱۰۸ ہے۔ وہاں ہندوؤں کی ایک سو کے پیچھے ۱۴۵ ہے۔ اس طرح ایک تو ہندو پیدا ہی مسلمانوں کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم ہوئے اور پھر ان کی شرح اموات بھی مسلمانوں کی شرح اموات کو مات کر گئی ہے۔"

ان اعداد و شمار کے بعد "پرکاش" لکھتا ہے:-

"جب حالت یہ ہے تو وہ دن دور ہو یا نزدیک ایک دن ہمیں کو نظر ضرور آ رہا ہے جب ہندوستان میں ہندو تلاش کیا مشکل سے نظر آئیں گے۔ ہندوؤں کے اہل دماغ کو فخر ہے کہ وہ سوراجیہ کی نہایت اعلیٰ سکیمیں سوچتے ہیں لیکن ان دماغ والوں کا کبھی اس طرف بھی خیال گیا ہے کہ جن کے لئے سوراجیہ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے ان کی ہستی ہی معرض خطر میں ہے تو سوراجیہ ملا بھی تو کس کام کا۔"

سن لیا آپ نے؟ کیا اب بھی یہ کہنا غلط ہے کہ ہندو جس سوراجیہ کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ دراصل ہندو راج کا دوسرا نام ہے۔ قومیت متحدہ کا ڈھونگ تو یونہی رچا رکھا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ سوراجیہ کا مطالبہ ہندوستان کی کل اقوام کے لئے ہے۔ "پرکاش" کا جو مہاشہ کرشن مالک "پرتاپ" کا مذہبی اخبار ہے یہ کھلا ارشاد ہے کہ سوراجیہ کا مطالبہ صرف ہندوؤں کے لئے کیا جا رہا ہے جب ہندوؤں کی ہستی ہی معرض خطر میں ہے۔ تو سوراجیہ ملا بھی تو کس کام کا۔ کیا ہمارے نیشنلسٹ بھائی اب بھی ان سماجی کھدر پوشوں کی نیت بخیر ہونے کا وظیفہ رٹتے رہیں گے؟

قریباً چار ماہ تک اپنی بے عنوانیوں کی سزا بھگتنے اور انی مھین من اراد اھانتک۔ کے کئی ایک عبرتناک مناظر دیکھنے کے بعد معاصر "زمیندار" پھر عالم شہود میں آیا ہے۔ اور اسی شان بولہبی کے ساتھ جو شیطان رجیم کا خاصہ ازلی ہے۔ سلسلہ احمدیہ پر اس نے پھر زبان طعن دراز کرنی شروع کی ہے۔ تعجب ہے جس شخص کی رسوائی ادنے ادنے ملازمین کے ہاتھوں یہاں تک ہو چکی ہو کہ اشتہارات میں اس کی عیش پرستیوں اور فضول خرچیوں کا ڈھنڈورہ پیٹا گیا ہو جو ملازمین کے سینکڑوں نہیں ہزاروں روپے ہضم کر کے شائلاک کا خطاب حاصل کر چکا ہو اور اپنے فرزند ارجمند کے شئی فی النوم کے لئے غریبوں کا لہو پیپ سے کمایا ہوا روپیہ تباہ و برباد کر چکا ہو اور اب بھرے جلسوں میں چار چار آنے کے لئے کاسۂ گدائی دراز کر رہا ہو وہ خدا کے مامور اور مجدد کے منہ آتا ہوا ذرا نہیں شرماتا۔ کیا اس سے بڑھ کر ڈھٹائی کی مثال دنیا میں مل سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "زمیندار" اینڈ کو کے لئے مامور من اللہ کی تکذیب ہی ایک کام ہے جس پر ان کی روٹیوں کا گزارہ ہے لاچباسے ہوئے نوالوں پر بار بار منہ مارنا اور انہی باتوں کو دہراتے رہنا جن کے کئی بار جواب دیئے جا چکے ہیں کسی حق پسند انسان کا کام نہیں۔ "زمیندار" کے پلے اگر کوئی معقول بات ہے۔ اگر حضرت میرزا صاحب کے دعوی مسیحیت و مہدویت پر کوئی اصولی اعتراض ہے اگر آپ کے دعویٰ مجددیت میں کوئی نقص نظر آتا ہے تو اسے پیش کرے ورنہ یاد رکھے کہ جس انسان کے طفیل آج ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا نام زندہ ہوا۔ جس نے یورپ کے مختلف ممالک میں اسلام کا ڈنکا بجا کر سینٹ پال کے گرجا اور پوپ کے ویٹیکن میں تزلزل پیدا کر دیا جس کی وجہ سے آج نوے فیصدی عیسائی مسیحی معتقدات سے علانیہ بیزاری کا اعلان کر چکے ہیں۔ اور تثلیث کو چھوڑ کر توحید کی طرف آ رہے ہیں جس شخص نے قرآن حکیم کا پیغام انگریزی۔ ڈچ۔ جینی۔ تامل۔ اور ملائی زبانوں میں دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلا دیا اور کثیر التعداد اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں پھیلا کر مسلمانوں میں علمی ترقی کی روح پیدا کر دی اس کو آج نہیں تو کل دنیا مجدد بھی مانے گی اور مسیح اور مہدی بھی۔

کسی گزشتہ اشاعت میں اخبار "مدینہ" کو جواب دیتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ "جزئی اختلافات جو جماعت احمدیہ کو دوسرے مسلمانوں سے ممیز کرنے کا موجب ہوئے وہ اب بھی بدستور ہیں اب بھی وہ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی مانتے ہیں۔"

قادیانی اخبار "فاروق" (۱۲ مئی ۱۹۳۲ء) ان فقرات کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:-

"وفات مسیح کا عقیدہ تو سر سید کے معتقدین بھی مانتے ہیں اس لئے یہ تو اب کوئی ایسا جزئی اختلاف نہیں جس پر بنائے علیحدگی قائم ہو سکے باقی رہا حضرت مرزا صاحب کا مجدد، مسیح موعود اور مہدی ماننا یہ ایک طرح حضرت مرزا صاحب سے مذاق کرنا ہے۔ کیونکہ تمام دنیائے اسلام متفقہ طور پر اس کو مانتی ہے کہ آنیوالا مسیح اور مہدی اس قسم کی کم حیثیت کا انسان نہ ہوگا کہ اس کا ماننا نہ ماننا مساوی ہوگا۔"

یہ کون کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک مسیح اور مہدی کا ماننا نہ ماننا مساوی ہے ہاں ہم حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ ایسا کم فہم نہیں سمجھتے کہ یہ مان لیں کہ ۱۴۔۱۵ سال تک آپکو اپنے دعوے کی سمجھ ہی نہیں آئی اور جب آئی تو چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیکر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو عملاً منسوخ کر دیا کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ اس قسم کا مسیح اور مہدی حضرت مرزا صاحب کو ماننا آپ سے مذاق کرنا نہیں؟

خصائص قرآن مجید

(۴)

(جناب مولانا عبدالسلام ندوی)

مضامین مختلفہ میں قرآن مجید کا بلیغ کلام!

ان تمہیدی اصول کے بعد اب ہم تمام مضامین کے متعلق قرآن مجید کی چند آیتیں بطور نمونہ کے پیش کرتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ قرآن مجید ہر قسم کے مضامین کو کس بلیغ طریقہ سے ادا کرتا ہے۔

عقائد

عقائد میں توحید اور نفی شرک قرآن مجید کا نہایت اہم موضوع ہے اور اس کو قرآن مجید نے نہایت پر زور اور مدلل طریقے سے بیان کیا ہے۔ مثلاً:۔

توحید

امن خلق السموات والارض وانزل لكم من السماء ماء فانبتنا به حدائق ذات بهجة ما كان لكم ان تنبتوا شجرها ءاله مع الله بل هم قوم يعدلون امن جعل الارض قرارا وجعل خلالها انهارا وجعل لها رواسي وجعل بين البحرين حاجزا ءاله مع الله بل اكثرهم لا يعلمون امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء الارض ءاله مع الله قليلا ما تذكرون امن يهديكم في ظلمت البر والبحر ومن يرسل الريح بشرا بين يدي رحمته ءاله مع الله تعالى الله عما يشركون امن يبدؤ الخلق ثم يعيده ومن يرزقكم من السماء والارض ءاله مع الله قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين ۝ (القرآن)

بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور آسمان سے تم لوگوں کے لئے کس نے پانی برسایا (ہم ہی نے پانی برسایا) پھر پانی کے ذریعہ سے ہم (ہی) نے خوشنما باغ اگائے (لوگو!) تمہارے بس کی بات تو نہ تھی کہ تم ان کے درختوں کو اگا سکو کیا خدا کے ساتھ کوئی (اور) معبود (بھی) ہے؟ (نہیں) مگر پھر بھی (بے سمجھ لوگ ہیں کہ (ناحق) کجروی کرتے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو (آدمیوں اور جانوروں کے) ٹھیرنے کی جگہ بنایا۔ اور اس کے بیچ میں ندی نالے بنائے اور اس کے (ایک وضع خاص پر رکھنے کے لئے) اٹل پہاڑ بنائے اور (میٹھے اور کھاری) دو سمندروں میں حد فاصل رکھی (کہ ایک دوسرے سے مل نہ جائیں) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود (بھی) ہے (نہیں)، مگر ان لوگوں میں اکثر (اتنی موٹی بات بھی) نہیں جانتے۔ بھلا کون ہے کہ جب کوئی شخص (بیقرار ہوکر) اس سے فریاد کرے وہ اس بیقرار کی فریاد کو پہنچے اور (اس کی) مصیبت کو ٹال دے اور (کون ہے جو) زمین میں تم لوگوں کو نائب بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود (بھی) ہے؟ (نہیں) مگر تم لوگ بہت کم غور و فکر کرتے ہو۔ بھلا کون (ہے جو) تم لوگوں کو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور کون (ہے جو) اپنی رحمت (یعنی مینہ) کے آگے (آگے) ہواؤں کو (بارش کی) خوشخبری دینے کے لئے بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود (بھی) ہے؟ یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بالاتر ہے بھلا کون ہے جو مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اسی طرح کی مخلوقات بار بار پیدا کرتا ہے۔ اور کون (ہے جو) تم لوگوں کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود (بھی) ہے (نہیں)، اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگر (شرک کے دعوے میں) سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

صفات باری ؑ

عقائد میں توحید کے بعد سب سے اہم مسئلہ خداوند تعالیٰ کے اوصاف کا ہے۔ ان اوصاف کو قرآن مجید نے نہایت دلآویز اور پراثر طریقہ سے بیان کیا ہے۔ مثلاً:۔

الله نور السموات والارض مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كانها كوكب دري يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء

اللہ (ہی) کے نور سے (زمین اور آسمان کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور طاق) میں ایک چراغ (رکھا ہے) چراغ ایک شیشے کے قندیل میں ہے (اور قندیل) (اس قدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ پورب کے رخ واقع ہے نہ پچھم کے رخ۔ اس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ) اگر اسکو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اٹھیگا (غرضیکہ ایک نور نہیں بلکہ) نور علیٰ نور۔ (یعنی نور پر نور) اللہ اپنے نور کیطرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔

قیامت

قیامت کے مختلف مناظر میں قیامت کا آنا ایک نہایت ہی ہیبتناک منظر ہے۔ اور قرآن مجید نے اس ہیبتناک منظر کی تصویر نہایت مہیب، ہولناک اور دل ہلانے والے الفاظ میں کھینچی ہے مثلاً:۔

كلا اذا دكت الارض دكا دكا وجاء ربك والملك صفا صفا وجاي يومئذ بجهنم يومئذ يتذكر الانسان وانى له الذكرى ۔ يا ايها الناس اتقوا ربكم ان زلزلة الساعة شيء عظيم يوم ترونها تذهل كل مرضعة عما ارضعت وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس سكرى وما هم بسكرى ولكن عذاب الله شديد

ہرگز جس دن زمین مارے دھکوں کے چکنا چور ہو جائے اور (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار رونق افروز ہوگا اور فرشتے صف بستہ (اس کے جلو میں ہوں گے) اور اس دن جہنم (سامنے) لا حاضر کی جائیگی اس دن انسان چیتے گا مگر (اس وقت اس کے) چیتنے سے کیا فائدہ۔ لوگو! اپنے پروردگار (کے عذاب) سے ڈرو (کیونکہ) قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (سخت) مصیبت ہوگی۔ جس دن وہ تمہارے سامنے آموجود ہوگی۔ ہر دودھ پلانے والی (مارے ڈر کے) اپنے دودھ پیتے (بچے) کو بھول جائیگی اور جتنی حمل والیاں ہیں سب کے حمل گر پڑیں گے۔ اور (مارے بدحواسی کے) لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ وہ متوالے نہیں بلکہ خدا کا عذاب بڑا سخت ہے (جسکے ڈر سے لوگ بدحواس ہو رہے ہوں گے)

اس آیت کے اثر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب صحابہ کرام نے رسول اللہ کی زبان سے اس کو سنا تو ان کے چہروں کا رنگ بدل گیا۔ ترمذی میں ہے کہ ایک سفر میں آپ نے یہ آیتیں بلند آواز سے پڑھیں اور اپنے الفاظ میں اس کی تفسیر کی تو صحابہ کرام دم بخود ہو کر رہ گئے۔

انما يؤخرهم ليوم تشخص فيه الابصار مهطعين مقنعي رءوسهم لا يرتد اليهم طرفهم وافئدتهم هواء

خدا ان کو اس دن تک کی مہلت دے رہا ہے جب کہ (مارے خوف کے لوگوں کی) آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اپنے سر اوپر کی طرف اٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ (ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے کہ جدھر کو دیکھ رہے ہیں ادھر سے) نگاہ پھر ان کی طرف لوٹ کر نہیں آتی۔ اور ان کے دل (ہیں) اڑ رہے ہیں)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص قیامت کا منظر اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہے اس کو سورہ تکویر کی یہ آیت اذا الشمس کورت اور سورہ انفطار کی یہ آیت واذا السماء انفطرت اور سورہ انشقاق کی یہ آیت اذا السماء انشقت پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ وہ سورتیں ہیں جن میں واقعہ قیامت کی تصویر نہایت پراثر الفاظ میں کھینچی گئی ہے

لیکن اس زور و اثر کے ساتھ ایک لفظ بھی واقعیت سے ہٹا ہوا نہیں ہے بلکہ وہی حالات بیان کئے ہیں جو خوف و اضطراب کی حالت میں عموماً پیش آیا کرتے ہیں۔

فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر يقول الانسان يومئذ اين المفر كلا لا وزر الى ربك يومئذ المستقر

تو جب مارے ہیبت کے آنکھیں پتھرا جائیں اور چاند گہنا جائے اور سورج اور چاند دونوں یکجا کر دیئے جائیں اس دن آدمی بول اٹھیگا کہ اب کدھر کو بھاگ جائیں سو (اے آدمی) بھاگنا تو ہو نہیں سکے گا (اس دن) کہیں پناہ نہیں (اور) اس دن ٹھکانا ہوگا تو تیرے پروردگار (ہی) کے پاس ہوگا۔ (معارف)

معترضین سلسلہ احمدیہ کی خیرگی

اخبار زمیندار کے ایک اعتراض کا جواب

(ایک احمدی کے قلم سے)

سلسلۂ احمدیہ کے بعض مخالفین کی دکانداری تب ہی چل سکتی ہے جبکہ وہ اس سلسلہ کے بانی علیہ الرحمۃ کو گالیاں دیتے رہیں۔ اور آپ کی عبارات کے خلاف منشا اپنی طرف سے معانی گھڑ کر بکواس کرتے رہیں۔ آخر شرفا کی بھی دنیا میں کمی نہیں اس طرح گالیاں دیتے رہنے سے کب تک ان کی دکانداری چلتی رہے گی۔ بڑے بڑے معاندین سلسلہ اس پتھر سے ٹکرا ٹکرا کر اپنے سر پھوڑ کر دار البقا کو چلے گئے۔ مولوی ظفر علی جیسا بے اصول انسان اس سلسلہ کا کیا بگاڑ سکتا ہے باوجود اس کی گالیوں اور ہر قسم کی شرارتوں کے سلسلہ احمدیہ سے نکلتا کوئی نہیں بلکہ جماعت ترقی ہی کرتی جا رہی ہے۔ اور یہ کوئی کم صدمہ مخالفین سلسلہ کے لئے نہیں۔

اخبار زمیندار لاہور میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹ کا حوالہ دیکر حضرت مسیح موعود پر خلاف بیانی کا الزام دیا گیا ہے۔ حالانکہ اگر شروع عبارت سے حوالہ پڑھا جائے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اس جگہ اپنی نبوت سے انکار کر کے محدثیت والی نبوت کا ثبوت دے رہے ہیں اور اسی کی تائید میں حضرت مجدد سرہندی کا حوالہ دیا ہے۔ لفظاً نہیں بلکہ معناً چنانچہ عبارت کا شروع اس طرح پر ہے:-

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

مندرجۂ بالا عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ:-

(۱) آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا سراسر افترا ہے۔

(۲) جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔

(۳) امتی اور نبی ہونے کا دعوےٰ کیا گیا ہے۔

(۴) اس امتی اور نبی ہونے کے دعویٰ کی تائید میں حضرت مجدد سرہندیؒ کا حوالہ دیا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ ایسا نبی ہوتا ہے یعنے امتی اور نبی۔

قابل غور امر یہ ہے کہ جب خود آپ کا ایسا کوئی دعویٰ نبوت نہیں جو قرآن شریف کے رو سے منع ہے۔ تو آپ معاذ اللہ یہ کیوں لکھ سکتے تھے کہ قرآنی نبی کی تعریف یہ ہے کہ وہ بکثرت مخاطبہ و مکالمہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت مجدد صاحب سرہندی کا حوالہ جس نبی کی تائید میں لائے ہیں۔ وہ امتی نبی ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں محدث کہتے ہیں چنانچہ آپ امتی نبی کی تشریح یوں کرتے ہیں:-

"محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے۔ اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

ازالہ اوہام کی اس عبارت کو آپ نے حقیقۃ الوحی میں اس طرح ادا کیا ہے:-

"صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں۔"

اور اسی کی تائید میں حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ کا حوالہ دیا ہے جبکہ آپ نے صاف لکھ دیا ہے۔ کہ آپ کی طرف نبوت کا دعوےٰ منسوب کرنا سراسر افترا ہے اور ایسی نبوت کا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ جس کا کرنا قرآن شریف کی رو سے منع ہے۔ تو فرمائیں مولوی ظفر علی کہ اصل دعوے اور حوالہ کو جو مفہوماً بیان کیا گیا ہے اسلام کی اصطلاحی نبوت قرار دینا کونسی عقلمندی ہے ایسی ایسی لغو تحریروں سے اگر کچھ ثابت ہوگا تو یہی کہ مولوی صاحب مخالفت سلسلہ میں عقل کو بھی جواب دے چکے ہیں اور اپنے بڑھاپے کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ (ایک احمدی)

ضروری اعلان

امسال عید میلاد النبی پر جو تقریر اہل یورپ کے لئے سیرۃ کمیٹی پٹی سے شائع ہوئی ہے۔ وہ انگریزی میں تقسیم کے لئے ہماری انجمن کی طرف سے چھپ رہی ہے۔ جرمن تقریر برلن میں چھپکر وہیں تقسیم ہوگی۔ جن احباب کو مفت تقسیم کے لئے ضرورت ہو وہ بحساب دس کاپی فی روپیہ منگوا سکتے ہیں۔ تقریر کا مضمون "اہل یورپ کو نبی کریم کا پیغام" ہے اور نہایت دلچسپ پیرایہ میں سوال و جواب کی طرز پر یورپ کی اہم مشکلات کا علاج اسلام اور صرف اسلام ہی ثابت کیا گیا ہے۔

درخواستیں بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور بھیجئے

اقلیتوں کا نام نہاد معاہدہ

عیسائیوں کا نقطۂ نظر

ایک صاحب جو شوا فضل الدین کا ایک مکتوب "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کی اشاعت مورخہ ۱۲ جون میں شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ لاہور میں ڈاکٹر مونجے کی آمد سے فائدہ اٹھا کر ہندو مہاسبھا کے بعض رہنما اس کوشش میں ہیں۔ کہ پنجاب کی دوسری قلیتیں ایک جدید اقلیتوں کا معاہدہ قریب کرنے میں ان کے ساتھ شامل ہو جائیں چنانچہ مہاسبھا نے چند ایک عیسائی رہنماؤں کو بھی اس مقصد کے لئے مدعو کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجاب کا فرقہ وار مسئلہ دوسرے صوبوں کے فرقہ وار مسائل سے کچھ مختلف ہے۔ اس لئے اگر کسی تجویز سے اس کو حل کر لیا جائے تو نہایت مسرت کی بات ہوگی۔ لیکن بہت سے ایسے امور ہیں۔ جن کو پنجاب کے عیسائی، ہندوؤں یا کسی اور مذہبی جماعت کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت فراموش نہیں کر سکتے۔ ایک نقطۂ نظر سے فرقہ وار مسئلہ پر نظر ڈالتے ہوئے ہم کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ تمام ہندوستانی صوبوں میں کوئی ایسی قوم نہیں جو اکثریت میں ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ اگر کسی قوم کو ملک کے ایک حصہ میں اکثریت حاصل ہے۔ تو دوسرے حصے میں وہ اقلیت میں ہے۔ پس جہاں تک صوبجات کا تعلق ہے فرقہ وارانہ مسئلہ فی الحقیقت اقلیتوں کا مسئلہ ہے۔

عیسائی اور مہاسبھا

عیسائی مہاسبھا کے ساتھ اشتراک عمل کر کے صرف انہی صوبوں میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں جہاں مہاسبھا کو لوگوں کی سیاسی زندگی پر غالب رسوخ حاصل ہے لیکن چونکہ عیسائی بہت چھوٹی اقلیت ہیں اس لئے دوسرے صوبوں میں ان کی حالت ہندو اقلیت کی حالت سے بدرجہا بدتر ہوگی۔ اور اگر مہاسبھا اور عیسائیوں کے درمیان مجوزہ معاہدہ ہو گیا تو پنجاب میں ان کی حالت کا یہی نقشہ ہوگا۔ اور بعینہ یہی بات گزشتہ سال ہوئی تھی جب بعض عیسائیوں نے اقلیتوں کی کانفرنس میں عملی حصہ لیا تھا۔

جہاں تک ہندوستانی عیسائیوں کا تعلق ہے ہندوستانی سیاسیات میں ان کی پوزیشن بہت صاف اور واضح ہے وہ کسی حالت میں بھی ایسی جماعت کے ساتھ جو تناسب نیابت کی مدعی ہو کوئی سمجھوتہ یا معاہدہ نہ کریں گے جب اگر ڈاکٹر مونجے اور مہاسبھا نیابت کے نام پر اشتراک عمل کی خواہش

۴۴

تو عیسائی ہر ممکن امداد کے لئے تیار رہیں گے۔ ورنہ وہ ان کے ساتھ کسی معاہدہ پر رضامند نہ ہوں گے۔ جن لوگوں کے سامنے سارے ہندوستان کے مفاد کے بجائے صرف ایک قوم کا مفاد پیش نظر ہو عیسائی ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۸۵

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۲ر صفر سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ر جولائی سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۸

اسلام اور تہذیب

زبان مبارک نبوی سے تہذیب کی تعریف

بزرگان اسلام اور حضرت مسیح موعود کے اخلاق فاضلہ

از قلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہٗ

مسلمان کی تہذیب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی ایک تعریف کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمان وہ ہے۔ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان امن میں رہے۔ اس زمانہ میں جو تعلیم و تہذیب کے معراج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ کیا اس سے بہتر تعریف تہذیب کی کوئی ہوسکتی ہے؟ کیا تہذیب کے یہی معنی نہیں کہ ایک سوسائٹی میں جس شخص کا معاملہ بھی دوسرے شخص سے پڑے۔ کوئی امر ایسا نہ ہونے پائے زبان سے یا کسی فعل سے جس سے دوسرے شخص کو رنج یا نقصان پہنچے۔ ایک شخص دوسرے کے کام آئے یا نہ آئے یہ بحث دوسری ہے لیکن تہذیب کا تقاضا یہی ہے کہ واسطہ یا معاملہ پڑنے پر زبان سے یا فعل سے کوئی ایسی بات یا حرکت نہ ہونے پائے۔ جس سے دوسرے کی دلآزاری ہو۔ یا اسے نقصان پہنچ جائے۔ اگرچہ آجکل کی ظاہرداریوں میں تہذیب کا دائرہ یہیں تک محدود رہ جاتا ہے۔ کہ بظاہر کسی کی دلآزاری نہ ہو۔ خواہ بعد میں اس کی جڑیں کٹ جائیں لیکن اسلام کی تہذیب نے اپنا کوئی اصول ناممکن نہیں رکھا۔ اس نے یہ ضروری رکھا ہے کہ نہ صرف کسی کی دلآزاری نہ ہو۔ بلکہ کسی کو نقصان کسی رنگ میں بھی نہ پہنچایا جائے یعنی تہذیب ظاہری و باطنی دونو رنگ میں مکمل ہونی چاہیئے۔ گویا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے مطابق ایک مسلمان تہذیب کا کامل نمونہ ہوتا ہے۔ جس کے قول اور فعل سے نہ کسی کی دلآزاری ہوتی ہے اور نہ کسی کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہوسکتا ہے۔

نام نہاد اسلامی سادگی

بدقسمتی سے مسلمانوں میں جہاں ہر بات میں تنزل آگیا۔ وہاں ان کی تہذیب بھی زوال پذیر ہوگئی۔ میں بازاری لوگوں کا ذکر نہیں کرتا شرفا اور مہذب طبقہ کا ذکر کرتا ہوں۔ میں ان لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں جن میں مذاق اور بے تکلفی فحش اور بے حیائی تک پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ یا بغیر موقع و محل کو دیکھے ہوئے ان کی بذلہ سنجیاں ایسی لغو اور بیہودہ گوئی کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہیں کہ متانت و شرافت شرم سے منہ چھپا لیتی ہے۔ میں صرف ان لوگوں کو لیتا ہوں۔ جن میں متانت و تہذیب کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ وہاں بھی گفتگو میں بعض دفعہ ایسا طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ یا ایسی حرکت ان سے سرزد ہوجاتی ہے جس سے دوسرے کی دلآزاری ہوجاتی ہے۔ اور اس کا نام اسلامی سادگی اور بے تکلفی رکھ دیا جاتا ہے۔ جس کا مجھے بہت رنج ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اپنی کمزوری کو اسلام کی طرف منسوب کرکے اسلامی تہذیب کی توہین کی جاتی ہے۔ مسلمان کی تعریف تو یہ تھی کہ اس کے قول اور فعل سے دوسرا مسلمان امن میں رہے۔ جب ایک مسلمان کا دل دکھ گیا تو وہ تہذیب اسلامی کہاں رہی۔ سخت افسوس ہوتا ہے۔ جب دیکھتا ہوں کہ نہایت خشکی اور بے التفاتی کا برتاؤ کرکے اُسے اسلامی سادگی اور دینداری و زہد کا رومن قارمل جھٹکا یا جاتا ہے۔ اور زہد و تقویٰ کا یہ نشان سمجھا جاتا ہے کہ جب اس سے ملاقات ہو تو وہ ایک نہایت روکھا پھیکا ترش مزاج فصیلا منہ پھٹ آدمی ہو جس کے دل میں دوسرے کی عزت کی ذرا بھی پروا نہ ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی نمونہ تھا؟ کیا آپ اپنے دوستوں میں نہایت مہذب اور بے تکلف دوست نہ تھے۔ اپنے دوستوں میں مل کر کام کرنا۔ مل کر کھانا پینا۔ مل کر ہنسنا بولنا آپ کا دستور نہ تھا؟ مسجد بن رہی ہے تو صحابہ کے ساتھ مل کر اینٹیں اور مٹی ڈھو رہے ہیں۔ کوئی دعوت ہے۔ تو سب کے ساتھ مل کر کھا رہے ہیں۔ کوئی مجلس ہے۔ تو سب کے ساتھ مل کر باتیں کر رہے ہیں۔ مسکرا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ دیکھنے والوں کو پتہ نہیں لگتا کہ ان میں خدا کا رسول کونسا ہے۔

موجودہ علماء اور مشائخ کی تہذیب

بچپن میں علم تو نہیں ہوتا۔ اپنے علماء اور مشائخ کی بھاری بھرکم شکلیں دیکھ دیکھ کر اور ان کی تنگ مزاجی اور تکبر کے مظاہرے دیکھ دیکھ کر بچپن میں میرے دماغ میں یہ بات جم گئی تھی کہ دینداری کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ کہ انسان کسی کی پروا نہ کرے۔ جس کو جو دل چاہے کہہ دے۔ خواہ اُس سے مخاطب کی کتنی ہی ذلت کیوں نہ ہو۔ خواہ کسی کو ڈنڈا مار دے۔ کیونکہ اللہ والے لوگوں کو کسی کی کیا پروا ہے۔ ان کی دنیا سے بے پروائی کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے۔ کہ دنیا والوں سے نہایت بدسلوکی سے پیش آویں۔ بڑے سے بڑا معزز سے معزز آدمی آوے۔ اُسے دھتکار دیں۔ گالی دے دیں۔ ڈنڈا مار دیں۔ غرضیکہ بدتہذیبی اور دینداری ایک دوسرے کے مترادف ہوتے ہیں۔ اس لئے میں جتنے بھی لیتا تھا کہ فلاں آدمی ولی ہے یا اولیا ہے۔ تو میرا دم فنا ہوجاتا تھا۔ کیونکہ میں ڈرنے لگتا تھا کہ ولی صاحب کہیں کھڑے کھڑے بلا وجہ ڈنڈا مار دیں یا بددعا دے دیں تو میں غریب مفت میں مارا جاؤں گا۔ غرضیکہ یہ وہ ذہنیت

تھی۔ جو خدا پرستوں دینداروں کے متعلق میرے دماغ میں تھی۔ لوگوں میں شہرت یافتہ کسی مولوی یا ولی کے پاس سے اگر میں صحیح وسالم واپس آجاتا تو دل ہی دل میں خدا کا شکر کرتا کہ مولوی صاحب یا ولی صاحب بگڑ نہیں گئے۔ بددعا نہیں دے دی۔

ایک پادری اور ڈاکٹر اقبال

سیالکوٹ میں میں اسکاچ مشن ہائی سکول میں پڑھا کرتا تھا۔ پادری ینگ سن صاحب جو اسکاچ تھے ہمیں انجیل پڑھایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر اقبال میرے ہم جماعت تھے۔ ایک مرتبہ یہ پادری صاحب سے قرآن کی بے نظیر فصاحت و بلاغت پر بحث کر رہے تھے۔ بحث کے اثنا میں کہنے لگے۔ کہ قرآن کی عربی ایسی بے نظیر ہے کہ آپ کوئی عربی کا فقرہ پڑھیں۔ میں بتا دوں گا کہ یہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں۔ یہ ان کی استعداد سے بڑھ کر دعویٰ تھا۔ کیونکہ اس وقت یہ خود میری طرح بچے تھے۔ اور عربی کا علم ابھی شُد بُد ہی رکھتے تھے۔ پادری صاحب نے پڑھا۔ اذقال اللّٰہ یاعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ۔ اور ترجمہ کیا۔ جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا بھر لونگا اور اپنی طرف آسمان پر اٹھا لونگا۔ یہ آیت پڑھ کر اور مولویوں والا یہ ترجمہ کرکے پادری صاحب نے پوچھا کہ یہ قرآن کی آئت ہے یا نہیں؟ اس آئت میں مسیح کے اس طرح بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھنے سے ان کی الوہیت ایسی صاف صاف نظر آنے لگی کہ ڈاکٹر اقبال اس وقت سٹ پٹائے اور انکار کر دیا کہ یہ قرآن کی آئت ہی نہیں۔ اس پر پادری صاحب نے زور کا قہقہہ مارا اور آئت نکال کر دکھا دی۔ غرض ہم لوگ بہت شرمندہ ہوئے۔ میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ اور مجھے نعوذ باللہ خدا سے یہ رنج پیدا ہو گیا کہ خدا نے نہ معلوم کیوں حضرت عیسیٰ کو زندہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھا کر آج ہمیں پادری سے شرمندہ اور ذلیل کروایا۔ زندہ رکھنا اور آسمان پر چڑھانا تھا تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چڑھایا ہوتا۔ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہا۔ آپ کے دین کو ساری دنیا کے لئے عالمگیر اور تمام زمانوں کے لئے کامل و مکمل بتایا دوسری طرف انہیں تو مار کر زمین میں سلا دیا۔ اور حضرت عیسےٰ کو جو ایک مختص قوم اور مختص زمانہ کے لئے نبی تھے۔ زندہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھا کر بٹھا لیا۔ آخر اس میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ کوئی رشتہ بیٹے وغیرہ کا ہوگا۔ تبھی تو ایسی ناجائز اور غیر حکیمانہ رعائت کرکے بے انصافی کا مظاہرہ دنیا کو دکھا دیا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات و سبحٰنہ و تعالیٰ عما یصفون۔

مسیح موعود کی زیارت

ایک سال گزر گیا ۱۸۹۱ء میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب فتح اسلام میرے ایک بزرگ نے مجھے دکھائی۔ اللہ اللہ! اس میں وہی آئت جب میرے سامنے آئی اور متوفیک کے معنی موت کے اور رافعک الیّ کے معنی رفع درجات کے مجھے نظر آئے۔ تو میں خوشی سے اچھل پڑا۔ اور میں چیخ اٹھا۔ کہ یہ شخص صادق ہے۔ اس نے اسلام کی عزت رکھ لی۔ اور اسلام کو عیسائیت پر غالب کر دیا۔ میری اس غیر معمولی مسرت سے میرے بزرگ بہت ناراض ہوئے۔ اور مجھے دھکا دیا گیا لیکن چند ہی روز بعد حضرت صاحب سیالکوٹ تشریف لائے۔ میں زیارت کے لئے بھاگا ہوا گیا۔ مگر دل میں وہی دھڑکا "اگر یہ ولی اور مجدد ہیں اور یقینی سچے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بگڑ جائیں بددعا دے دیں۔ مار بیٹھیں" لیکن ایک کشش تھی جو لے گئی حکیم حسام الدین صاحب مرحوم کی گلی میں پہلی دفعہ زیارت ہوئی۔ آنکھوں کو ایک نور کا چمکارا نظر آیا۔ اور غائب ہو گیا۔ حکیم صاحب کی مسجد میں حضور بعد نماز عصر بیٹھ گئے۔ لوگ سوال کرتے تھے۔ حضور جواب دیتے تھے۔ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم باہر صحن میں میرے پاس بیٹھے ہوئے

بار بار مجھے توجہ دلاتے تھے کہ دیکھو خدا کا برگزیدہ۔ اس عرصہ میں میرے دل سے وہ ڈر جاتا رہا۔ اور آپ کے اخلاق اور سادگی کو دیکھ کر میرے دل کو بڑی خوشی ہوئی۔ کہ شکر ہے۔ یہ ویسے تنگ مزاج ولی نہیں۔ جیسا نقشہ میرے ذہن میں تھا۔ یہ ہماری طرح ہی کے انسان ہیں۔ لیکن مظہر نورانیت و اخلاق فاضلہ۔

مسیح موعود کے اخلاق فاضلہ

دس برس گزر گئے۔ درمیان کے زمانہ میں کیا کیا ہوا۔ میں اس کا یہاں ذکر نہیں کرتا۔ اس زمانہ کا ذکر کرتا ہوں۔ جب میں قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ ایک عشق تھا جو بار بار کشاں کشاں قادیان لے آتا تھا۔ کوئی چھٹی کوئی جائننگ ٹائم جو تبدیلیوں میں ملا کرتا ہے۔ نہ ہوتا تھا جس میں قادیان جا کر زیارت سے مشرف نہ ہوتا تھا۔ شروع شروع میں مجھے بڑی حیرت ہوئی جب حضرت صاحب مجھ سے ایسے ملے۔ جیسے ایک انسان دوسرے انسان سے ملتا ہے۔ یا ایک نہائت مہذب وشفیق دوست دوسرے دوست سے ملتا ہے۔

مجھے تو خیال تھا کہ کم سے کم آنکھیں بند کئے بیٹھے ہوں گے میرے اعمال پر شکل پر کپڑوں پر غضب کی نگاہیں ڈالیں گے۔ اور ان کے تمام نقص و عیوب مجھ پر ظاہر کرکے خوب زجر کریں گے لیکن جب دیکھا کہ نہائت خندہ پیشانی سے ہنستے ہوئے تشریف لائے۔ اور اپنے برابر بٹھا لیا۔ کبھی میرا مزاج پوچھ رہے ہیں کبھی بچوں کا حال پوچھ رہے ہیں کبھی ملازمت کا حال دریافت فرما رہے ہیں کبھی پلیگ کی کیفیت دریافت فرما رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ ہنستے بھی جاتے ہیں۔ چائے منگاتے ہیں۔ بڑی محبت سے پلاتے ہیں۔ پہلی مرتبہ میں نے ادب کی وجہ سے چائے نہیں پی اور وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ حضرت مولینا نورالدین صاحب فرمانے لگے آپ چائے کیوں نہیں پیتے۔ پی لیں۔ کوئی ہرج نہیں۔ حضرت نے دیکھا ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ فوراً ملازم کو حکم دیا گرم چائے لاؤ۔ وہ ٹھنڈی چائے کا پیالہ اٹھانے لگا روک دیا۔ فرمایا پہلے گرم چائے کا پیالہ لے آؤ۔ تب یہ اٹھاؤ۔ غرضیکہ ایک بے تکلف دوست کی طرح باتیں کر رہے ہیں۔ اور خوش ہو رہے ہیں۔ اور ہر طرح دلداری کرتے جاتے ہیں۔ اور کبھی کوئی وعظ یا تبلیغ خود بخود نہیں شروع کر دیتے۔ جبتک کوئی سوال نہیں کرتا اور مذہبی ذکر نہیں چھیڑ دیتا۔

حسن ظن کا نمونہ

ان سب سے بڑھ کر مجھے تعجب اس وقت ہوا جب ایک نئے صاحب سے نہائت اچھے الفاظ کے ساتھ میرا تعارف کروایا۔ مجھے یہ حیرت ہوئی کہ کیا دیندار آدمی بھی کسی دوسرے کی نسبت اچھے الفاظ استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم دنیا دار لوگ تو اسے تکلف سمجھتے ہیں اور ایک دیندار آدمی کی شان کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کبھی کسی کی نسبت کلمۂ خیر نہ کہے۔ کیونکہ وہ خدا کی طرح عالم الغیب تو نہیں۔ وہ کیا جانتا ہے کہ یہ بھلا آدمی ہے یا نہیں؟ لیکن اُس وقت ظن المؤمنین خیرا۔ کی تفسیر میری سمجھ میں آئی کہ دینداری اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے بھائی مسلمان کی نسبت نیک ظن کیا جائے۔ اور اُسے نیکیوں سے ہی متصف سمجھے۔ جب ایک شخص کی نسبت نیکی اور بدی دونو پہلو کا احتمال ہو سکتا ہے۔ تو اسلام یہ سکھاتا ہے کہ مومن ہمیشہ نیکی کے پہلو کو لیتا ہے۔ اور کبھی کسی مومن پر بدی کا پہلو نہیں لیتا۔ میں کہتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر تہذیب اور سوسائٹی میں محبت اور اتحاد کی بنیاد رکھنے والا اصول کونسا ہو سکتا ہے۔ یہ بات میں نے حضرت مولانا محمد احسن مرحوم میں بھی دیکھی کہ ہر ایک کے لئے ہمیشہ کلمۂ خیر کہتا۔ کسی کے خلاف کوئی کلمہ کہتے یا چغلخوری کرتے میں نے انہیں کبھی نہیں سنا۔

ایک رنج دہ بات

غرضیکہ حضرت مسیح موعود سب کے ساتھ اس طرح جھک کر

ملتے۔ اور خاطریں کرتے۔ کہ حیرت ہو جاتی تھی۔ اور اسلامی تہذیب کی ایسی خوبصورت تصویر آپ کے اخلاق میں نظر آتی تھی کہ روح کو خوشی ہوتی تھی۔ کسی کا دل دکھانا تو ایک بہت بعید امر تھا۔ لیکن میں جب دیکھتا ہوں کہ اس پاک انسان کے مریدوں میں جب بعض لوگ مجلس ہو یا دعوت۔ سفر ہو یا حضر۔ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ ان کی زبان یا کسی حرکت سے کسی بھائی کو تکلیف پہنچ گئی تو دل کو سخت رنج ہوتا ہے۔ یہ دینداری کا تقاضا نہیں کہلا سکتا کہ "ہم تو صاف گو ہیں۔ ننگی تلوار ہیں"۔ کہ کر جو مرضی چاہا کسی کو کہہ دیا۔ وعظ کرنے میں بھی ضروری نہیں ہوتا کہ درشت الفاظ استعمال کئے جائیں۔ جس سچی بات کہنے میں دلآزاری ہو۔ اس کے کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور اگر کہنا ضروری ہے تو ایسے طریق پر بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ہاں وہ امور الگ ہیں جب منافقوں کا نفاق یا کفار کے اصول کفریہ اور عقائد باطلہ کا اظہار مدنظر ہو۔ لیکن ایک سوسائٹی کبھی مہذب نہیں کہلا سکتی اور متحد نہیں رہ سکتی جب تک اس میں ایک فرد کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا فرد امن میں نہ ہو۔ ہنسی اور مذاق بھی وہیں تک اچھا ہوتا ہے۔ جہاں تک وہ دل کو خوش کرے۔ اور تفریح کا باعث ہو۔ جب کسی مذاق سے کسی کے دل کو رنج پہنچ جائے۔ یا اُس میں عیب گیری ہو۔ یا کسی شخص کی کسی کمزوری کا اظہار ہو۔ تو پھر وہ مذاق و تفریح نہیں رہتا۔ وہ بدتہذیبی کے ذیل میں آئے گا۔ اسی قسم کے مذاقوں میں شکر رنجیاں اور لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسرے پر چوٹ کر جانا یا فقرے کس جانا یہ کسی مہذب سوسائٹی کا طریق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کسی غریب آدمی سے بے توجہی اور اس کی بات کو حقارت سے مسترد کر دینا یہ اسلامی تہذیب نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ کسی دوست کو اس کی کسی کمزوری کی وجہ سے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا اور اس حقارت کا کسی رنگ میں اظہار کرکے چوٹ کر جانا تکبر کی بیماری ہے۔ جسے اسلامی تہذیب کبھی روا نہیں رکھتی۔

تاریخ اسلامی کے جواہر پارے

اگر اسلامی تاریخ کو پڑھ کر دیکھو گے تو تمہیں تہذیب کے ایسے اعلیٰ نمونے نظر آئیں گے۔ کہ عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ اور موجودہ تہذیب اس کے سامنے گرد ہو کر رہ جاتی ہے۔ حضرت ناصرالدین محمود ہندوستان کے شہنشاہ تھے۔ خزانۂ سرکاری میں سے ایک پیسہ اپنی ذات پر صرف نہ کرتے تھے۔ قرآن لکھ کر گزارہ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ قرآن کے مسودے اٹھا کر دیکھنے لگا۔ ایک لفظ کی نسبت کہا کہ صحیح نہیں ہے۔ بادشاہ نے جسطرح اس نے کہا۔ اس لفظ کو درست کر دیا۔ لیکن جب وہ چلا گیا۔ تو پھر کاٹ کر اسی طرح لکھ دیا۔ جس طرح پہلے لکھا ہوا تھا۔ کسی نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا مطلب؟ فرمایا صحیح تو وہی تھا جو میں نے لکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے خود غلط اصلاح دی تھی۔ لیکن میں نے اُسے جھٹلا کر شرمندہ کرنا نہ چاہا۔ اس کے کہنے کے مطابق اصلاح کر دی۔ جب چلا گیا تو پھر صحیح کرکے لکھ دیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے بدبو محسوس ہوئی۔ آپ نے یہ خلاف تہذیب سمجھا کہ یوں فرماتے کہ جس شخص کا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ وہ وضو کر لے۔ بلکہ یوں فرمایا۔ کہ آؤ ہم سب لوگ دوبارہ وضو کریں۔ ظاہر ہے کہ جس پردہ پوشی اور تہذیب سے یہاں کام لیا گیا ہے۔ وہ کس قدر عجیب ہے۔ اپنے اوپر تکلیف گوارا کر لی لیکن کسی شخص کو شرمندہ ہونے سے بچا لیا۔ حضرت مسیح موعود کو ہم نے دیکھا کہ سیر میں لوگ آپ کے اوپر گرے پڑ رہے

باقی بر صفحہ ۱۴

یہود و نصاریٰ کی کتب مقدسہ اور قرآن شریف

جان ڈاکرایم اے کے اعتراضات کے دندان شکن جواب

(مولانا عبدالحق ودیارتھی فاضل سنسکرت کے قلم سے)

اس مضمون کا ایک حصہ " اناجیل مروجہ اور یسوع " کے عنوان سے " پیغام صلح " مورخہ ۱۹ رمئی ۱۹۳۲ء میں شائع ہوچکا ہے جان ڈاکرایم اے نے " بائیبل کنبرکٹرزان دی قرآن " کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن شریف بائیبل کی نقل ہے۔ پیروان یسوع کی یہ کوئی نئی کوشش نہیں۔ اس سے پیشتر ٹولڈیکی، سینٹ کلیر ٹسڈل، میور سب نے اس خالص پانی کو شراب بنانے کی سعی کی ہے۔ جان ڈاکر نے اسی پرانی شراب کو ایک نئی بوتل میں بھر کر عیسائی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ کتاب ہمارے زیر تنقید ہے۔ (عبدالحق)

قرآن شریف اور دیگر کتب

قرآن شریف کا یہ دعوےٰ نہیں کہ وہ کوئی ایسی کتاب ہے جس کی تعلیم کا ہر ایک حصہ بالکل نیا اور انوکھا ہے اور اس سے پیشتر دنیا کے کسی نبی اور پیغمبر کو اس صداقت کا کوئی حصہ نہیں دیا گیا جو قرآن شریف میں وحی کی گئی ہے۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے۔ قل ما کنت بدعاً من الرسل (۴۶/۵) اس بات کا دنیا میں اعلان کردو کہ میں کوئی نیا اور انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ " ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت " دنیا کی ہر ایک قوم کے اندر اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث کیا ہے۔ انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوحٍ والنبیین من بعدہ۔ جس طرح گزشتہ انبیا کو وحی کی جاتی تھی، اسی طرح تجھے بھی کی جاتی ہے میں تمام انبیا و سابقین کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ان کی تعلیم کو خدا کی طرف سے برحق سمجھتا ہوں۔ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون۔ بطور اصول تمام انبیا کی تعلیم کل طیبات اور عمل صالحہ پر مشتمل تھی۔ کیونکہ انبیاء درحقیقت ایک جماعت ہیں۔ اور ان کا محور عمل آلٰہی احکام کی نگہداشت تھا۔ ہاں قرآن شریف اور دوسری کتب مذاہب میں فرق یہ ہے کہ ان کتابوں میں لوگوں نے اپنی طرف سے بہت کچھ ملا دیا ہے۔ قرآن شریف ان کے حق کی تصدیق کرتا ہے اور تحریف باطل کی اصلاح کرتا ہے۔

غیر مذاہب پر قرآن شریف کا احسان

خدا کے پاک انبیا پر غیر مذاہب نے بہتان تراش تراش کر ان کی صداقت کو مشتبہ کر دیا ہے اور اس طرح وہ کتابیں جو کبھی لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی تھیں وہی ان کی گمراہی کا موجب بن رہی ہیں۔ انبیاء اقوام عالم کے لئے بمنزلہ نمک تھے۔ اگر نمک ہی خراب تھا تو اس نے دوسروں کی اصلاح کیا خاک کی ہوگی۔ قرآن شریف جو نہ صرف بائیبل بلکہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اس نے اس اصول کو مد نظر رکھ کر صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی پاک اور معصوم نہیں قرار دیا بلکہ یہود و عیسائی دنیا کے تمام انبیا کی زندگی کو مطہر اور معصوم ٹھیرایا ہے۔ غیر مذاہب پر یہی قرآن شریف کا یہ احسان نہیں بلکہ مذہب کی اصلیت کو ایسا مضبوط اور طاقتور بنا دیا ہے کہ وہ دہریت کے سیل عظیم کا بھی مقابلہ کرسکتی ہے۔

قرآن شریف نہ صرف بطور اصول تمام انبیا علیہم السلام کو معصوم اور مطہر قرار دیتا ہے بلکہ ان کی کتابوں اور صحائف میں جو گندے اور ناپاک افعال ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی تردید کرکے مذاہب عالم پر عموماً اور یہود و نصاریٰ پر خصوصاً احسان مزید کیا ہے۔ اور ان کی زندگی کے صحیح واقعات کو از سر نو صاف اور پاک کرکے لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن شریف میں جمع کر دیا ہے۔

ضرورت زمانہ کے لحاظ سے اگر کسی نبی کی تعلیم میں کوئی کمی تھی یا اس کو لوگوں نے فراموش کر دیا تھا تو قرآن مجید نے اس کی بھی تکمیل کردی ہے۔ ہر ایک قوم کے نبی کی عزت کو دوبارہ دنیا میں قایم کرنا یہ وہ پاک اور مبارک مقصد ہے جس کے لئے قرآن شریف دنیا میں نازل ہوا۔ موجودہ بائیبل اور دیگر مذاہب کی کتابیں کل انبیا کی معصومیت اور طہارت کو تو دنیا میں کیا قایم کرینگی وہ خود اپنے انبیا پر بھی نہایت مکروہ اور گھنونے الزامات لگاتی ہیں۔

کفارہ اور قرآن شریف

یہود و نصاریٰ کی کتب مقدسہ اور قرآن مجید میں تیسرا اصولی فرق یہ ہے کہ قرآن مجید نسل انسانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دو عہدناموں کا قائل نہیں اس کے نزدیک خدا کا عہد اپنے بندوں کے ساتھ ہمیشہ سے ایک ہے۔ اور دنیا کے آخر تک ایک ہی رہے گا۔ اور وہ یہ کہ انسان کی نجات اس کے نیک اعمال کے ساتھ وابستہ ہے۔ کوئی کفارہ، کوئی بدلہ اور کوئی شفیع مختار بغیر اعمال صالحہ کے اس کو بچا نہیں سکتا۔ دنیا کی ہر ایک قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت نامہ ملا اس میں اسی اصول حقہ کی تلقین کی گئی۔ لیکن سرکش اور ضلالت پسند قوم نے اعمال صالحہ کی تنگ و دو سے ساحل نجات تک پہنچانے والی سیدھی اور ہموار صراط مستقیم کو چھوڑ کر اپنے لئے نئے عہدنامہ کا ایک کج راستہ تجویز کرلیا۔

انسان فطرتاً گنہگار ہے اور اس کی نجات اعمال صالحہ سے نہیں بلکہ کفارہ پر ایمان لانے سے ہوتی ہے یہ ایک ایسا گمراہ کن خیال تھا جو اپنے ہی بزرگوں پر افترا پردازی کا محرک ہوا۔ ابتداءً اپنی نفس پرستیوں کے جواز کے لئے انبیاء پر اتہام لگائے گئے۔ اور بعد میں اپنی نجات کے لئے کفارہ کا ڈھونگ تجویز کرلیا گیا۔ قرآن شریف کا دنیا پر اور بالخصوص عیسائی اور یہود دنیا پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے ان گندے الزامات سے ان کے انبیا کی برأت کرکے کفارہ کی بنیاد کو جڑ سے کاٹ دیا اور انبیا کے عالمگیر مشن یعنی عمل صالحہ کی عزت اور قدر کو نئے سرے سے قایم کر دیا۔

ایک غلط الزام

ٹولڈیکی، سینٹ کلیر ٹسڈل، میور اور جان ڈاکرایم اے نے قرآن شریف کی اس مخصوص خوبی کو نظرانداز کرکے قرآن شریف پر یہ الزام لگایا ہے کہ انبیاء کے متعلق اس کے بیانات بائیبل سے ماخوذ ہیں۔ چھٹی صدی مسیحی میں نصاریٰ اور یہود کے مختلف فرقے عقائد و اعمال کے جس طغیان عظیم میں بہک رہے تھے اور بائیبل کے صحائف جن حیوانی جذبات کی سیری کے لئے استعمال کئے جاتے تھے ان سے ولیم میور اور جان ڈاکر ناواقف نہ ہونگے۔ مذاہب اور ان کے فرقوں کے باہمی اختلافات میں سے امر حق کو معلوم کرلینا یہ کسی انسان کا کام نہ تھا ہاں یہ اسی حکیم اور خدا کی ہستی کا کام ہوسکتا ہے۔ جو گندلے ہوئے پانی کو آسمانی مشین سے اوپر اٹھاتی اور پاک و مطہر کرکے دنیا کو دوبارہ صحت بخش اور روح پرور بارش بہم پہنچاتی ہے۔

بائیبل کا ماخذ

اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے جو اعتراض قرآن شریف پر اس زمانہ میں متعصب عیسائیوں نے بڑی شدومد کے ساتھ کیا ہے وہی اعتراض بائیبل کے متعلق ایک ثابت شدہ حقیقت ہوگیا ہے۔ بائیبل تعلیم کا اکثر حصہ حمورابی تعلیم کی نقل ہے۔ اور یہ امر ان قدیم کتبوں سے ثابت ہے جو اس زمانہ میں بابل کے کھنڈرات سے دستیاب ہوئے ہیں۔ کالڈیا کی قدیم زبان کے علما نے ان کتبوں کو پڑھکر ان کا ترجمہ کر دیا ہے (سائیکلو پیڈیا اوف ریلجن اینڈ ایتھک جلد ۲۔ زیر عنوان بائیبل)

۱۹۰۱ء میں موسیو مورگان نے شریعت بابل کے متعلق تین پتھر دریافت کئے جن پر حمورابی شریعت کے ۲۸۳ احکام درج تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ۸۰۰ برس پیشتر (دو ہزار دو سو برس قبل مسیح) لکھے جانے کے باوجود لفظاً لفظاً توراۃ موسیٰ سے بالکل مطابق ہیں۔ مقابلہ کے لئے صرف چند مثالیں کافی ہونگی۔

خروج باب ۲۱ آیت ۱۲ اور ۱۳۔ حمورابی شریعت کی دفعہ ۲۰۶ اور ۲۰۷ کا ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱۔ آیت ۱۵۔ حمورابی شریعت کی دفعہ ۱۹۵ کا لفظی ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱ آیت ۱۶۔ حمورابی شریعت کی دفعہ ۱۴ کا لفظی ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱ آیت ۱۷۔ حمورابی شریعت کی دفعہ ۱۹۲ کا لفظی ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱۔ آیت ۱۸ و ۱۹۔ حمورابی شریعت کی دفعہ ۲۰۶ کا لفظی ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱۔ آیت ۲۰۔ ۲۱۔ حمورابی شریعت کی دفعہ ۲۱۷ کا لفظی ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱۔ آیت ۲۲۔ ۲۵۔ حمورابی شریعت کی دفعہ ۲۰۰۔ ۲۰۹ اور ۲۱۴ کا ترجمہ ہے۔

(باقی برصفحہ)

خروج باب ۲۱۔ آیت ۲۶ - ۲۷ - حمورابی شریعت کی دفعہ ۱۹۹ کا ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱۔ آیت ۲۸ - حمورابی شریعت کی دفعہ ۲۵۰ کا ترجمہ ہے۔

خروج باب ۲۱ آیت ۲۹ - ۳۲ - حمورابی شریعت کی دفعہ ۲۵۱ اور ۲۵۲ کا ترجمہ ہے

موسیٰ کی کتاب موسیٰ سے نوسو سال بعد لکھی گئی

"ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۳۲ء نے ابھی ابھی یہ ایک اور نئی خبر سنائی ہے کہ اسی پرانی کتاب کی ۵۰ سطور اور کندہ ملی ہیں جس کی نسبت پروفیسر سٹیفن لنگڈن عالم اسیری اور کلدانی نے تحقیقات کی ہے کہ اس میں "گل گمیش خدا اسیریا کا جنگ نامہ" ہے اس کا ترجمہ ہو جانے پر موجودہ بائیبل کا باقی راز بھی کھل جائے گا۔ اور ہمارے دوست مسٹر سلطان پال کو ایک اور کتاب لکھنے کا مصالحہ مل جائے گا۔ جس میں وہ یہ ثابت کریں گے کہ بائیبل کی شریعت حمورابی شریعت کی نقطہً لفظاً نقل ہے۔ لفظاً لفظاً میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ حمورابی شریعت خط میخی (Cuneiform) میں ہے اور دس احکام موسوی کا سب سے قدیم کتبہ عبری نہ تھا بلکہ خط میخی یعنی (Cuneiform) تھا۔ یا خط تمثال تھا موجودہ عبرانی خط میں بائیبل عزرا نبی نے ۴۴۲ قبل مسیح میں لکھی ہے اس سے پیشتر کا کوئی نسخہ عبری بائیبل کا لکھا ہوا آج تک ثابت نہیں ہوا۔ یعنے جس توراۃ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ۹۰۰ سال بعد لکھی گئی۔

بائیبل کی اندرونی شہادت

اس کے علاوہ ان کتابوں کے نام خود بائیبل کے اندر مذکور ہیں۔ جن سے بائیبل کتابیں نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً خروج ۲۴/۷ میں لکھا ہے "اور اس نے (موسے نے) عہد نامہ کی کتاب کو لیا اور لوگوں کو پڑھ سنایا" یہ "عہد نامہ" یقیناً توراۃ کی تحریر سے پہلے موجود تھا۔ جس کا حوالہ خود توراۃ میں موجود ہے (کتاب خروج توراۃ موسوی کی دوسری کتاب ہے) اسی طرح گنتی کی کتاب جو تورات میں شامل ہے اس میں لکھا ہے "جیسا کہ جنگ نامہ خداوند کی کتاب میں کہا گیا ہے" اعداد ۲۱/۱۴۔

پھر یشوع ۱۰/۱۳ میں لکھا ہے "کیا یہ یاشر کی کتاب میں نہیں لکھا کہ سورج آسمان کے درمیان میں ساکن رہا۔ اور تمام دن غروب نہ ہوا"۔

اسی طرح بائیبل کی کتاب تواریخ کا اکثر حصہ ناتن نبی کی کتاب اور مکاشفات یعدو کاہن سے ماخوذ ہے۔ دیکھو تواریخ دوم باب ۹ آیت ۲۹ - "اب باقی کے احوال سلیمان اول اور آخر جو ہے وہ "ناتن نبی کی کتاب میں" اور "سیلانی اخیاہ کی پیشگوئی میں" اور "عدو کاہن کے مکاشفات کی کتاب میں" جو اس نے یربعام بن نباط کی بابت دیکھی نہیں لکھا ہے"۔

کیا موجودہ بائیبل کے ان ماخذوں کا نام خود بائیبل کے اندر موجود نہیں؟

بائیبل قابل وثوق کتاب نہیں

مذکورہ بالا حوالجات سے یہ امر ظاہر ہے کہ بائیبل کی کل کتابیں کن کتابوں سے نقل کی گئی ہے۔

عیسائی مصنفین نے بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ قرآن شریف بائیبل کی نقل ہے۔ اور جہاں کہیں کسی امر کے متعلق بائیبل اور قرآن شریف کے بیان میں اختلاف پاتے ہیں وہاں یہ کہہ دیتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی یہودی یا عیسائی نے غلط خبر دیدی ہوگی۔ حالانکہ بائیبل بجائے خود مسلمہ طور پر کوئی قابل وثوق سند نہیں۔ اور کوئی محقق مشتبہ کسوٹی کو صداقت کا معیار نہیں قرار دے سکتا قصور ان کی اپنی رنگین عینک کا ہے۔ جس کی وجہ سے قرآن شریف کی خوبی بھی انہیں برائی نظر آتی ہے۔

موجودہ بائیبل کی تاریخی حیثیت

اس سے پیشتر کہ ہم جان واکر صاحب ایم اے کی کتاب پر ریویو کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ بائیبل کی تاریخی حیثیت پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ عیسائی دنیا کا یہ معیار کہاں تک قابل اعتبار ہے موجودہ بائیبل کا کوئی حصہ قطعاً الہامی نہیں اور اس کی کسی کتاب کو بھی کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اس کو بنی اسرائیل کی قومی تاریخ کا فسانہ سمجھنا چاہیئے جس کو مختلف قبیلوں نے اپنے اپنے مفاد کے لئے تصنیف کیا پادری اے ڈبلیو اکسفورڈ ریلیجس سسٹمز اوف دی ورلڈ کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں:-

Our cheif authority for the history of Israil are the books of the old Testament. Unfortunately non of the historical books have reached us in their original form They have been worked up by later whose aim was not to accurately reproduce the past so much as to paint such a picture of it as would best convey religious construction to the man of their own Generation

جس کا ملخص یہ ہے کہ "یہود کی تاریخ کے لئے بڑی سند صرف پرانا عہد نامہ ہے لیکن بدقسمتی سے اس کا کوئی پرانا نسخہ ہم تک اصل شکل میں نہیں پہنچا۔ یہ بعد کے مورخین کی قلم کاری کا نتیجہ ہے جن کا مقصد گزشتہ واقعات کو بلا کم وکاست بیان کرنے کے بجائے ایسی تصویر کھینچنا تھا جو اپنے فرقہ کے احکام کے مطابق ہو" اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے نہ صرف صحف انبیاء میں تحریف۔ اور تنسیخ کی اور بہت سی جگہ ترمیم بھی کی جس سے انہوں نے کتب مقدسہ کو اپنے خیالات کے مطابق بنا لیا"

سائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں زیر عنوان بائیبل لکھا ہے "الہامی اور انسانی تصنیفات میں خط امتیاز آسانی سے نہیں کھینچا جا سکتا تھا۔ یونانی بائیبل میں نہ صرف طالمودی حصص شامل ہو گئے ہیں بلکہ دوسری جعلی کتابیں بھی اس میں داخل کر دی گئی ہیں۔ جن کی اصلیت یونانی زبان کے قصے ہیں اور اس میں بہت سے عبری اور ارامی تصنیفات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ (سائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ عنوان بائیبل)

اسی طرح سائیکلو پیڈیا اف ریلیجن اینڈ ایتھک میں زیر عنوان بائیبل یوں لکھا ہے۔ "ابتداءً بائیبل کے صحائف کی حیثیت مذہبی اور اخلاقی نہ تھی بلکہ قومی روایات جو پہلے پہل تحریر ہوئیں وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک من گھڑت کہانی تھی اور اس کا مقصد قومی حالت کے طغیان جذبات اور مکارانہ فریب کاریوں کے ہتھکنڈے اور غیض وغضب کی جھلک کو دکھانا تھا۔

بائیبل پر دشمنوں کی دستبرد

موجودہ بائیبل کی تاریخی حیثیت علماء کے ان اقتباسات سے ظاہر ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ قوم یہود پر دشمنوں کے پے در پے حملوں نے اس قدر ستم توڑا کہ ان کی کتابیں ضائع ہو گئیں۔ اور بائیبل کے اصلی نسخے دنیا سے نابود کر دیئے گئے۔ بنی اسرائیل کے کل ۱۲ قبائل تھے جن میں سے دس قبیلے ۷۲۲ء قبل مسیح اسیریا والوں کے ہاتھ پڑ کر تباہ و برباد ہو گئے۔ کچھ ہلاک ہوئے اور کچھ مشرکین میں مل گئے۔ ان کے بعد ۵۸۶ء قبل مسیح میں باقی دو قبیلوں کو بخت نصر نے تباہ و برباد کر دیا۔ اور توراۃ کے کل نسخے تلاش کر کے جلا دیئے گئے۔ اس کے ۴۵ سال بعد عزرا اور نحمیا نے لوگوں کی زبانی روایات سے توراۃ کو جمع کر کے مورخانہ حیثیت میں قلمبند کیا ۱۶۸ء قبل مسیح یونانی بادشاہ انٹونیوس (Antioneo) نے پھر اس کے سب نسخے جو بیت المقدس میں رکھے رہتے تھے جلا دیئے اور بیت المقدس کو یونانی مندر بنا لیا۔ بعد ازاں جب یہودیوں نے کچھ قوت حاصل کی تو ۷۰ء قبل مسیح ٹائٹس رومی نے بیت المقدس کو مسمار کر دیا۔ اور تمام کتابیں تلاش کر کے جلا دیں۔

اسی دوران میں یہودیوں کے دو فرقے ہو گئے (صدوقی اور فریسی) صدوقیوں نے صرف توراۃ کی پانچ کتابوں کے سوا باقی سب کتابوں کو اپنے ایمانیات سے خارج قرار دیا۔ اس پے در پے تباہی کے باعث کتب یہود دنیا سے نابود ہو گئیں بعد میں زبانی روایات سے تاریخی طور پر اس کو پھر جمع کر لیا گیا اسی روایات پارینہ کے اس وقت دو نسخے مروج ہیں ایک نسخہ پروٹسٹنٹ فرقوں کا ہے اور دوسرا یونانی اور رومی کلیسیا کا۔ جو سیپٹوجنٹ یا ستر علماء یہود کا روایت کردہ نسخہ کہلاتا ہے اس میں پروٹسٹنٹ بائیبل کی نسبت ۳۵ کتابیں زیادہ ہیں ان میں سے ہر ایک کتاب اپنی ایک الگ تاریخ رکھتی ہے اور موجودہ زمانہ میں تنقید اعلیٰ (Higher Criticism) نے ان تمام کتابوں کو محرف اور مبدل ثابت کر دیا ہے۔ یہ مضمون بذات خود ایک وسیع مضمون ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

جان واکر کے اعتراضات کا جواب

قرآن شریف کے صحت بیان کے لئے ایک ایسی کتاب کو معیار ٹھیرانا جو خود اس قدر مجروح ہے کسی انصاف پسند انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہم صرف ایک اصولی دلیل سے ہی جان واکر کی تردید کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہر واقعہ کے متعلق ہم انشاء اللہ تعالےٰ ثابت کرینگے کہ موجودہ بائیبل کا وہ حصہ جو قرآن شریف سے مختلف ہے محرف اور پایۂ اعتبار سے گرا ہوا ہے۔ اب ہم ترتیب وار جان واکر کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔

حضرت مریم کو اخت ہارون کہنے کی وجہ

سوال :- قرآن شریف نے حضرت مریم علیہا السلام کو "اخت ہارون" یعنے ہارون کی بہن کہا ہے۔ (ہارون حضرت عیسے علیہ السلام سے ۱۴۰۰ برس پہلے ہو چکے ہیں)

(بقیہ صفحہ)

جواب :- عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں لفظ اخت اور "احوت" حقیقی بہن کے لئے ہی نہیں - بلکہ مجازاً مثل اور مانند کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ مسیح خود کہتا ہے "کی کل ھا عوسہ اصون ابی شیشمایم ہوآح ویاحوث دی ایمی (متی باب ۱۲- آیت ۵۰) یعنی جو کوئی بھی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے -

پس مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ ہارون کی مانند اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پیش پیش تھیں

حضرت مریم کا خاندان

صرف سیرت کی مشابہت کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن کہنے میں ایک اور بھی نکتہ ہے -

اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف نے حضرت مریم کو ہارون علیہ السلام کے خاندان سے بتایا ہے جو اپنی پرہیزگاری اور عظمت کے لحاظ سے بنی اسرائیل میں ہمیشہ امام رہا ہے - متی اور لوقا نے بقول پادری صاحبان حضرت مریم علیہا السلام کو جو شجرۂ نسب بتایا ہے اس میں بہت سے ایسے آبا و اجداد بھی آتے ہیں جن کا چلن عہد نامہ عتیق نے نہایت گندہ اور فحش بتایا ہے قرآن مجید نے اس شجرۂ نسب کی تردید اخت ہارون لکھکر بیان کی ہے یعنے اول تو تمہارا شجرۂ نسب ہی غلط ہے - حضرت مریم حضرت ہارون کے خاندان سے تھیں جو اپنے تقدس اور پرہیزگاری کے لحاظ سے اعلےٰ خاندان سمجھا جاتا تھا اور یہود میں یہ روایت تھی کہ مسیح اسی خاندان سے ہوگا - حضرت زکریا کا اپنے لئے ایسا بیٹا طلب کرنا جو وارث آل یعقوب ہو اسی بنا پر تھا حضرت زکریا حضرت ہارون کے شجرۂ نسب میں آل عمران یا لیوی خاندان سے تھے چنانچہ ان کی بیوی الیشبع حضرت مریم علیہا السلام کی بھتیجی تھی - جو لوقا $\frac{1}{۳۶}$ سے ثابت ہے - اور الیشبع کا حضرت ہارون کی اولاد میں سے ہونا لوقا $\frac{1}{۵}$ سے ظاہر ہے - پروفیسر ابوالڈ (Ewald) اور جارج سیل دونوں نے حضرت مریم علیہا السلام کا خاندان لیوی یا آل عمران سے ہونا تسلیم کیا ہے - پس قرآن کریم کی بنا پر اناجیل کے دونوں شجرے غلط ہیں - حضرت مریم خاندان ہارون سے تھیں اور اناجیل کے دونوں شجرے یوسف (ولد مسیح) کے ہیں جو حضرت داؤد کی نسل سے تھا لیکن اس شجرۂ نسب میں خصوصیت سے فاحشہ عورتوں کا ذکر اور یوسف کے آبا و اجداد کو مطعون کرنے کی کوشش یہ سب انجیل نویسوں کے ناپاک کارنامے ہیں مریمؑ اور مسیحؑ دونوں پاک خاندان اور نیک آبا و اجداد کی اولاد تھے - اس کو قرآن شریف نے نہایت صفائی سے بیان کر کے عیسائی دنیا پر ایک احسان عظیم کیا ہے -

ہابیل اور قابیل کا قصہ

سوال :- کیا ہابیل اور قابیل کا قصہ بائیبل کی نقل ہے ؟

جواب :- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بائیبل میں ہابیل اور قابیل کا قصہ موجود ہے لیکن بائیبل میں صرف قصے ہی ہیں قرآن شریف کا کمال یہ ہے کہ وہ کسی واقعہ کو بطور قصہ بیان نہیں کرتا - بلکہ وہ اس قصہ کی اصل اور روح کو جو بائیبل کے قصہ سے حاصل ہوتی ہے اس کو بیان کرتا ہے اور اکثر بائیبل کی طویل کہانی اور بے معنی تفصیلات کو چھوڑ دیتا ہے - ہابیل اور قابیل کے قصہ میں یہ بھی قابل غور امر ہے کہ یہود اور عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں ان دونوں کے متعلق نہایت بے سرو پا افسانے مشہور رہے ہیں ان میں سے کسی معقول بات کو معلوم کر لینا بھی آسان کام نہ تھا ان دونوں مذاہب میں بعض فرقے ایسے بھی موجود ہیں جو ان دونوں بھائیوں اور حضرت آدم کی بیوی کے متعلق نہایت فحش خیالات رکھتے ہیں - یہودیوں کی طالمود میں ایسے لغو قصے سب سے مذکور ہیں عیسائیوں کا فرقہ مانی (maneehism) کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ دونوں بھائی معاذ اللہ حوا کے پیٹ سے شیطان کی اولاد تھے - اور حضرت شیث حقیقی فرزند تھا ان تمام لغو قصوں کو چھوڑ کر جو یہود اور عیسائیوں میں زبان زد تھے -

قرآن شریف کا کمال

دونوں بھائیوں کے تذکرہ سے اخلاقی اور دینی سبق سکھانا یہ قرآن شریف کا کمال ہے۔

اور اس نے یہ بتایا ہے کہ آدم کے دونوں بیٹوں کا قصہ نسل انسانی میں باہمی پیار اور محبت کی تعلیم دینے کے لئے ہے - ایک بھائی ظلم سے دوسرے بھائی کو قتل کر دیتا ہے - مگر دوسرا بھائی اس کے خلاف اپنا ہاتھ نہیں اٹھاتا اس کے بعد ایک کوے کا ذکر ہے کہ وہ قاتل کے سامنے آکر زمین کریدتا ہے جس سے بتانا یہ مقصود ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ جانوروں میں بھی موجود ہے - کوا ایک معمولی جانور ہے مگر وہ اپنے اندر اپنے بھائی کے لئے کس قدر ہمدردی رکھتا ہے - اور دوسرا سبق اس میں یہ ہے کہ ابتدا میں انسان نے اپنی تعلیم کا بہت سا حصہ جانوروں سے بھی حاصل کیا ہے اس مختصر سے سبق کے علاوہ بائیبل کی بے معنی تفصیلات اور فرضی بیانات کو قرآن شریف نے پہلے ہی چھوڑ دیا ہے جن کو آج تنقید اعلیٰ (Higher criticism) نے غلط قرار دیا ہے مثلاً قابیل کا حنوک نامی شہر کو آباد کرنا کیونکہ شہروں کی آبادی اس قدر ابتدائی زمانہ میں وجود پذیر نہیں ہو سکتی بائیبل نے صرف قابیل اور ہابیل کی کہانی لکھدی ہے لیکن وہ سبق جو اس قصہ کی جان ہے اس کو چھوڑ دیا ہے - لیکن قرآن شریف نے اس تذکرہ سے اخلاقی و دینی سبق اخذ کیا ہے -

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ

انبیا علیہم السلام کے تذکرے بیان کرنے سے الہامی کتابوں کا مقصد لوگوں کی ہدایت اور اصلاح ہونی چاہیئے - اگر نیک لوگوں کی طرف بے سرو پا جھوٹی باتوں کو منسوب کر دیا جائے تو ان کے سوانح حیات بجائے اس کے کہ لوگوں کی اصلاح کا موجب ہوں الٹا لوگوں کی گمراہی کا باعث ہو جاتے ہیں اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے بائیبل اور قرآن شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوانح حیات پڑھو۔

(۱) بائیبل کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ معاذ اللہ مشرک اور بت پرست تھے چنانچہ الفرڈ جونز ایم اے - کروڈن کنکارڈنز کے ضمیمہ میں لکھتے ہیں

There are reasons for concluding that Abraham was at one time an idolator as well as his father & brethren (Page 707)

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بائیبل نے متعدد جھوٹ بولنے کے قصے بیان کئے ہیں - (پیدائش $\frac{۲۰}{۲}$) میں اپنی بیوی کو بہن بتایا - باب ۲۲ آیت ۸-۹-۱۰ اپنے بیٹے اور دادا دو شخصوں سے دو دفعہ جھوٹ بولا -

(۳) حضرت ابراہیم نے خدا کی بات کا اعتبار نہ کیا اس پر ہنسی کی گویا اس کو حقیر جانا - (پیدائش $\frac{۱۷}{۱۷}$)

(۴) بیٹا ذبح کرنے کا حکم خدا کی طرف منسوب کیا - اس کو خواب قرار دیا -

(۵) اپنی بیوی سرہ کے کہنے سے ایک بیکس عورت ہاجرہ اور اس کے بیٹے پر ظلم کئے - پیدائش باب ۱۶ آیت ۶ اور باب ۲۱ آیت ۱۲ - ۱۱ -

کیا ایک ایسا شخص جو کئی مرتبہ جھوٹ بولتا ہے - بت پرستی کرتا ہے - خدا کے حکم کو حقیر جانتا ہے - ایک بیکس عورت اور بچے پر ظلم کرتا ہے کیا وہ خدا کا نبی ہو سکتا ہے - اور ان وعدوں کا وارث ہو سکتا ہے جو خدا نے اس کے ساتھ کئے جن کو بائیبل نے خود بیان کیا ہے - قرآن شریف نے ایسے لغو قصوں کو بیان نہیں کیا - بلکہ ان باتوں کی تردید کی ہے چنانچہ فرمایا ما کان ابراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً وما کان من المشرکین $\frac{۳}{۶۶}$

ابراہیم یہودی نہ تھا - اور نہ نصرانی وہ تو راست رو فرمانبردار تھا اور کبھی مشرکوں میں سے نہ تھا -

بیٹا قربان کرنے کا حکم ہونے کی صورت میں خدا پر الزام آتا تھا - اور نسل انسانی کی وحشیانہ قربانی کا ذمہ دار خدا کو ٹھیرانا پڑتا تھا - قرآن شریف نے اصل حقیقت کو ظاہر کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو خدا کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہ ملا تھا - انہوں نے صرف خواب میں ایسا دیکھا تھا - ایسا ہی حضرت ابراہیم کے جھوٹ بولنے کی تردید میں فرمایا "انہ کان صدیقاً نبیاً" وہ ہمیشہ سچ بولنے والا نبی تھا ($\frac{۱۹}{۴۱}$)

حضرت ہاجرہ پر بھی انہوں نے کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو وعدہ کی سرزمین میں آباد کر دیا بائیبل کے لایعنی قصوں کو پڑھکر Von Bolen کا یہ خیال تھا کہ ابراہیم محض ایک موہوم ہستی ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہود کے مشہور دو ایلوہسٹ اور جیہوسٹ گروہوں نے بائیبل میں افسانہ تراشی کی ہے - چنانچہ سائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں لکھا ہے

He must be regarded as a historical character though the account of his life have mythical elements intermingled with much that is traditional or legendary.

یعنے وہ ضرور تاریخی وجود رکھتا ہے - اگرچہ اس کی زندگی کے حالات افسانہ کی رنگ آمیزی سے رنگین ہو گئے ہیں -

قرآن شریف پر مسٹر جان داک کا یہ اعتراض کہ بادشاہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ چونکہ بائیبل میں مذکور نہیں اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی کمزور سی روایت کسی سے سنی ہو گی - قطعاً غلط ہے اس مناظرہ کا ذکر بائیبل کے دوسرے نسخے سیپٹوجینٹ کی کتاب جوبلی میں مذکور ہے - اور بائیبل کا یہ نسخہ رومی اور یونانی کلیسا کے نزدیک زیادہ مستند ہے

(باقی آئندہ)

حیات جاوید

بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

والدہ محترمہ کی حیات صالحہ کا ایک ورق

(بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے قلم سے)

عرض حال

میری پیاری والدہ کی اچانک وفات پر جو رنج و غم ہم بہن بھائیوں اور تمام خاندان کو ہوا وہ فطرتی امر تھا۔ مرحومہ مغفورہ تمام خاندان کے لئے ایک مرکز محبت اور آیہ رحمت تھیں ان کا پاک اور نافع وجود نیکی و خوش اخلاقی کا مجسمہ اور ان تمام خصوصیات کا حامل تھا جو ھم المفلحون کی تفسیر ہیں اور ان کی حیات ایک دختر اسلام کا صحیح نمونہ تھی۔

اس قدر بابرکت اور شفیق ہستی کا اٹھ جانا یقیناً اندوہناک اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مگر یہ بھی میرے رب کا احسان ہے کہ اس نے ایسے غم و ہم کے وقت میں اپنی رحمت سے ہمارے دلوں کو ڈھارس دی اور یہ توفیق دی کہ صبر و رضا کے ساتھ اس کی مشیت کے سامنے اپنے سروں کو جھکا دیں اور اس کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی آرزو نے بے پایاں میں اپنے آپ کو کھو دیں۔

فانی دنیا

اہل نظر کے لئے منظر ہستی کا ایک ایک لمحہ دفتر عبرت ہے نہ معلوم کب سے یہ سلسلہ جاری ہے اور رہے گا ہزارہا آئے اور چلے گئے۔ سینکڑوں محفلیں بنیں اور بگڑ گئیں بیشمار پھول پھلے اور مرجھا گئے۔ مگر کارخانہ ہستی میں فرق نہ آیا۔ زمانہ کا دور اور زندگی کی دلچسپیاں بدستور باقی ہیں اس خاکستان میں وہ بدقسمت لوگ بھی ہیں جو دنیا کی آلودگی سے اپنے انجام کو فراموش کر کے خدا کو بھول چکے ہیں اور وہ برگزیدہ وجود بھی ہیں جو اس زندگی فانی کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے حیات ابدی کی فکر میں غلطاں ہیں۔

مقدس ہستی

والدہ مرحومہ بھی انہیں مقدس ہستیوں میں سے ایک تھیں جو حقیقی مقصد حیات سے ایک دم کو بھی غافل نہ ہوتیں اس لئے یہ غم کا موقعہ نہیں بلکہ مسرت کی جا ہے۔ کہ وہ اس مجازی قیام گاہ میں منشائے الٰہی کے ماتحت اپنی زندگی بسر کر کے اور ہمیشہ نیکنامی و حیات ابدی کو لئے ہوئے نفس مطمئنہ کے ساتھ اپنے معبود حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والدہ مرحومہ کا نام حلیمۃ النساء بیگم تھا۔ چھپن سال کی عمر پائی۔ نہایت دیندار، علم دوست۔ بی بی تھیں۔ دقیق سے دقیق مسائل پر صحیح اور صائب رائے دیتی تھیں۔ کتنا مضبوط کیرکٹر تھا۔ اللہ تعالیٰ پر کس قدر کامل بھروسہ اور پختہ ایمان تھا کہ مصائب اور مشکلات کی زبردست لہریں ان کے ایمان کی مضبوط چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی تھیں اور مایوسیوں کے تاریک بادل ان کے قلب منور پر سایہ پذیر نہ ہو سکتے تھے۔ مگر دوسرے کی مصیبت پر تڑپ جاتیں اور تشفی و دلدہی کرنے میں خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ جب دیکھتیں کہ کوئی بہن کسی ابتلا میں گرفتار ہیں تو فوراً ان سے ملتیں اور اپنی ہمدردی اور تسلی بھری گفتگو سے مایوس دل کو ڈھارس بندھا دیتیں اور جب بھی موقع ملتا تو صبر و شکر کی تلقین کرتیں۔ جو ایک بار بھی ان سے ملا وہ ان کی خوش اخلاقی و ملنساری کا گرویدہ ہو گیا۔

احمدیت

ہمارے خاندان میں احمدیت کا قدم بھی والدہ مرحومہ کی تحریک سے آیا۔ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود کی تصنیف برکات الدعا والدہ مغفورہ کی نظر سے گذری۔ اتفاق سے انہیں دنوں میرے بھائی ممتاز احمد (جو اب انجنیر ہیں اور کلکتہ میں مقیم ہیں) بعارضہ ٹائیفائڈ فیور سخت بیمار ہو گئے۔ بخار کا حملہ نہایت تیز تھا۔ یہاں تک کہ زندگی کی امید نہ رہی والد صاحب اگرچہ عرصہ سے حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو پڑھتے اور ان کے دل سے مداح تھے۔ لیکن کبھی قادیان جانے کا موقع نہ ملا تھا۔ اس موقع پر والدہ مرحومہ نے تحریک کی کہ وہ قادیان جائیں اور حضرت مسیح موعود کی خدمت میں بچے کی صحت کی دعا کے لئے عرض کریں۔ والد صاحب فوراً قادیان روانہ ہو گئے اور حضرت اقدس کی خدمت میں باریاب ہوئے بیعت بھی کی اور بچہ کی صحت کے لئے دعا بھی کروائی حضرت صاحب نے اسی وقت نہایت درد دل سے دعا کی خدا کی قدرت دیکھئے کہ اسی شب کو بچہ کا بخار یک بیک ٹوٹ گیا۔ جس سے تمام ڈاکٹر اس معجزہ پر حیران و ششدر رہ گئے۔

سفر قادیان

۱۹۰۶ء میں والدہ مرحومہ خود قادیان تشریف لے گئیں حضرت مسیح موعود نے کمال مہربانی اور شفقت کا اظہار فرمایا۔ پہلے خاص اپنے مکان دارالبرکات میں جگہ دی۔ اور پھر نواب محمد علی خاں صاحب کے مکان میں رہائش کا انتظام فرما دیا۔ والدہ مرحومہ اکثر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے گفتگو کرتیں۔ اور آپ کی اقتدا میں نمازیں پڑھتیں۔ سوء اتفاق سے وہ بیمار ہو گئیں۔ اور چند دن نہ آ سکیں۔ حضرت اقدس اپنے ہاتھ سے دوا بنا کر بھیجتے اور خبر خیریت دریافت فرماتے۔ بیماری کے بعد جب حاضر ہوئیں تو حضرت بیوی صاحبہ نے پوچھا کہ تم اتنے دن کیوں نہ آئیں۔ والدہ نے بیماری کا عذر کیا۔ بیوی صاحبہ نے ہنسکر فرمایا کہ بیمار ہونا تھا تو قادیان کیوں آئیں۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ہمیشہ نیت کا پھل ملتا ہے یہ نیک نیت سے یہاں آئی ہیں ان کو اس کا ثواب مل چکا۔ پھر کسی شخص کے ملبند و بالا مکان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کام محض نام و نمود کے لئے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔ غرض والدہ مغفورہ کا یہ سفر محض سطحی نہ تھا بلکہ انہوں نے سب باتوں کو بغور دیکھا اور اکثر ہم سے حضرت مسیح موعود کے اقوال کا ذکر کرتی رہتی تھیں۔

۱۹۰۹ء میں پھر قادیان گئیں۔ اور حضرت مولانا نور الدین مرحوم مغفور کے درس و نصائح سنے۔ انہی دنوں قادیان میں مستورات کا پہلا جلسہ ہوا۔ جس میں والدہ صاحبہ مرحومہ نے بھی نہایت موزوں اور مفید تقریر کی۔ دو ماہ کے قیام کے بعد بھیرے واپس آ گئیں کیونکہ میرے والد صاحب مکرم ان دنوں میں وہیں تھے۔ چند بہنوں کی کوشش سے بھیرے میں ایک مجلس مستورات قائم ہوئی جس کی صدر والدہ مرحومہ قرار پائیں۔

۱۹۱۰ء میں جب میری شادی ہوئی۔ اور درس قرآن کے موقعہ پر حضرت مولانا نور الدین مرحوم کی خدمت میں خاکسار اپنی شادی کے بعد پہلی دفعہ حاضر ہوئی۔ تو آپ نے اہل مجلس بہنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے ڈاکٹر بشارت احمد کی بیوی اور ماں میں خاص نور پایا ہے اور ایسا ہی محمد علی اور ان کے والد میں نور دیکھا ہے اس لئے میں نے اس تعلق پر زور دیا اور آج میں بہت مسرور ہوں کہ یہ دو نورانی خاندان ایک ہو گئے۔ پھر آپ نے سب کو دعا میں شریک ہونے کو کہا اور دیر تک میرے سر پر ہاتھ رکھکر نہایت توجہ سے دعا فرماتے رہے۔

جوش تبلیغ اور اصلاح رسوم

۱۹۲۵ء میں لاہور میں احمدیہ انجمن خواتین کے سالانہ جلسہ کی صدارت کی اور نہ صرف اس موقعہ پر بلکہ ہمیشہ ہی اپنی غیر معمولی فراست و دانائی سے اپنی ہمجنسوں کی رہنمائی کی۔ اخبارات میں بھی ان کے مضمون چھپتے تھے۔ اور اکثر مجالس خواتین میں برجستہ و موثر تقریر کرتی تھیں۔ سننے والیاں ان کی وسعت معلومات اور قابلیت پر عش عش کرتی تھیں۔ تبلیغ کا بہت جوش تھا۔ بارہا مشنری لیڈیز سے بحث مباحثہ ہوئے۔ احمدیت کی نہایت ہی معقول پیرایہ میں تبلیغ کرتیں۔ اور مختلف موقعوں مثلاً دعوتوں، پارٹیوں اور ریل کے سفروں میں بھی وقت کو ضائع نہ کرتیں اور باتوں باتوں میں ہی نہایت دلچسپ پیرایہ میں برمحل تبلیغ کر جاتیں

اصلاح رسوم کا بہت خیال تھا انہی کی سعی سے ہمارے تمام خاندان نے رسم و رواج سے آزادی حاصل کی اور میری شادی پہلی شادی تھی جو بالکل سادہ اور مسنون طریقہ پر ہوئی۔ اور میری پھوپھی صاحبہ کی وفات پہلی موت تھی (باقی بر صفحہ ۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۲۷ر صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ر جولائی ۳۲ء	نمبر ۴۰

جماعتِ قادیاں اور میاں صاحب

کسی سابقہ اشاعت میں جناب میاں محمود احمد صاحب کا وہ خطبہ جمعہ شائع کیا جاچکا ہے جس میں انہوں نے اپنے مریدین اور ان کی اولاد پر لعنتوں کی بوچھاڑ کی ہے۔ ان کی عورتوں کو "خبیث" اور "گندے چھیچھڑے" کے پاکیزہ خطاب عنایت کئے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر انہیں ڈانٹا ہے کہ کیوں وہ اپنی اولاد کو عاق نہیں کر دیتے۔ اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دے دیتے اور اس بات کا فیصلہ خلافت مآب پر نہیں چھوڑ دیتے کہ ان کا یہ جرم کہ خلیفہ کی ذات پر بعض "سچے اعتراض" بھی ان کی زبان سے نکل جاتے ہیں یا شاید خلیفہ صاحب کے ایام نوجوانی کی یاد میں بعض بے عنوانیاں بھی ان سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ کس تعزیر اور سزا کا مستوجب ہے۔ خیر یہ تو خلیفہ صاحب جانیں اور ان کے مرید دیکھیں کب ہمارے قادیانی دوست اپنے بچوں کو گھروں سے نکال کر اور بیویوں کو طلاق دے کر نحن بنو تیم بالدیہیم پر عمل پیرا ہوتے اور خلافت کے سامنے دھونی رما کر جا بیٹھتے ہیں۔

کم از کم ایک بات اس سے ظاہر ہے کہ کل تک ہمارے قادیانی دوست ہمیں یہ طعنہ دیتے تھے کہ لاہوری جماعت کی اولاد کو دین کی طرف رغبت نہیں۔ اور میاں صاحب کے ایک خاص الخاص مرید بیر عبد المجید صاحب آف منصوری نے تو ہمارے دوست بیر اختر حسین صاحب کو خط لکھتے ہوئے کھلے لفظوں میں یہ پیشگوئی فرما دی تھی کہ میاں صاحب کی مخالفت اور ان کی بیعت فسخ کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تمہاری آل و اولاد کو سلسلہ احمدیہ سے دُور کا بھی واسطہ نہ ہوگا اور وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو گی۔

کیا ہم یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ مریدین میاں صاحب اور ان کی آل و اولاد پر جو یہ پھٹکار پڑی ہے یہ کس کی مخالفت کا نتیجہ ہے؟ لاہوری جماعت کی اولاد میں تو خدا کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جو خدام دین کہلانا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور اگر کسی نوجوان میں کوئی کمزوری پائی بھی جاتی ہو تو وہ اتنے بداعمال نہیں کہ ایسی سخت لعنتوں کے مستحق ہوں لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ مقدسین قادیاں کی اولاد میں آج خود دربار خلافت سے لعنت و خباثت کے تمغے حاصل کر رہی ہیں۔ کیا یہ لاہور کے پاک ممبروں پر زبان درازی کا نتیجہ نہیں۔ سچ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

اس لعنت و پھٹکار کے بعد ایک اور جلالی خطبہ سہ رجون کو ارشاد ہوا ہے جس میں تعلیم الاسلام ہائی سکول اور اس کے اساتذہ اور طلبار کی خبر لیتے ہوئے پھر جماعت کو کوسا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"میں اہم جماعت کی کمزوری پر زیادہ کلام نہیں کرتا کیونکہ سمجھتا ہوں۔ ابھی جماعت میں وہ بلوغت نہیں آئی۔ جب کہ عقل پختہ ہوتی ہے۔ ابھی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی عیب بیان کیا جائے تو قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں تک ہے اور کس حد تک ہے لوگ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ جس میں یہ عیب پایا جاتا ہے اس سے زیادہ ذلیل چیز اور کوئی نہیں۔ اور اسے جس قدر جلد ممکن ہو۔ مٹا دینا چاہئے۔ اور اگر کوئی خوبی بیان کی جائے تو بجائے اس کے کہ غور کریں کہ وہ خوبی کتنی اہمیت رکھتی ہے کہنے لگ جائیں کہ اس سے زیادہ مفید اور اچھی چیز کوئی نہیں۔ اس وقت ہماری جماعت کے دوستوں کی مثال اس جھولے کی سی ہے جو میلوں پر لگایا جاتا ہے جب اس کا ایک سرا نیچے جاتا ہے تو دوسرا سرا اُوپر کو اٹھ آتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ کبھی وسطی مقام کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اور بسا اوقات میں کسی چیز کے متعلق اپنی رائے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ جماعت کی حالت ابھی بچوں کی سی ہے۔ اگر کوئی نقص بیان کیا جائے تو کہہ اٹھیں گے یونہی مال برباد ہو رہا ہے۔ اور اگر کوئی خوبی بیان کروں تو کہیں گے بھلا کوئی عیب ہو سکتا ہے کوئی کالا داغ تک نہیں۔ اور اس لئے کہ بعض کے لئے اس رنگ میں ٹھوکر کا موجب نہ ہو جاؤں بسا اوقات میں اپنی رائے کو مخفی رکھتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں ہر عقلمند خلیفہ جس نے ربانی ہونے کا مقام حاصل کیا ہو ایسی ہی احتیاط کرے گا۔ جب تک جماعت میں بلوغت نہ آجائے"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ اس جماعت کا حال ہے۔ جو ۲۴ سال تک مسیح موعودؑ کے زیر تربیت رہی۔ آٹھ سال تک حضرت مولانا نورالدین صاحب سے تربیت حاصل کی اور اٹھارہ سال کا طویل عرصہ میاں صاحب کو بھی اس کی تربیت کرتے ہوئے گذر گیا۔ اس پچاس سال کے عرصہ میں بھی اگر جماعت میں بلوغت نہیں آئی اور اس کی حالت ابھی بچوں کی سی ہے۔ تو سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو قوم مامور من اللہ کی تعلیم و تربیت سے منہ موڑ کر اور اپنی عقل و خرد کو ایک غیر مامور کے ہاتھ پر فروخت کر کے اس قدر خالی الدماغ ہو چکی ہو کہ اس کے اکابر بڑے فخر سے بحر مجمع میں یہ کہتے ہوئے نہ شرمائیں کہ رسول اللہ صلعم نے کہا کہ میرے بعد نبی نہیں آئے گا ہم نے مان لیا مسیح موعود نے کہا کہ میں نبی اللہ ہوں۔ ہم نے اس کو بھی مان لیا۔ اس کی حالت بچوں کی سی نہیں۔ بلکہ بچوں سے بدتر ہے۔ کیا یہ "جھولے کی سی طبیعت رکھنے والے دوست اب بھی اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ لاہور کے پاک ممبروں کی عیب جوئی اور مسیح موعود کی تعلیمات کو بیچنے میں وہ "وسطی مقام" پر نہیں رہے۔ اور محض خلافت مآب کے پیچھے لگ جانے کی وجہ سے "وسطی مقام" سے ہٹ کر افراط و تفریط کی حد تک جا پہنچے ہیں۔ اب بھی اگر وہ اس کورانہ تقلید کو چھوڑ کر سوچ بچار سے کام لیں۔ تو مسیح موعود کے صحیح مقام کو پہچاننے اور بچوں کی سی حالت سے نکل کر بلوغت تک پہنچنے میں انہیں کوئی دیر نہ لگے گی۔ کاش وہ اس طرف متوجہ ہوں۔

مندرجہ بالا اقتباس میں خلافت مآب نے اپنے "عقلمند" اور "ربانی" ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ ان کی عقلمندی میں تو کیا کلام ہو سکتا ہے۔ جبکہ اتنی بڑی جماعت کی عقل و خرد کو خرید کر ان کی بچوں کی سی حالت بنا دی۔ رہا ان کا ربانی ہونا وہ اس سے ظاہر ہے کہ چالیس کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو عملاً منسوخ کر دیا۔ لیکن یہیں تک نہیں۔ اپنی علمی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے کبھی کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ لیکن سلسلہ میں جب بعض ایم اے۔ بی اے اور مولوی خیال کرنے لگے کہ ہماری وجہ سے کام ہو رہا ہے تو خدا تعالےٰ نے ان کے خیال کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جسے دنیا کبھی کوئی وقعت نہ دیتی تھی۔ انگریزی تعلیم سے محروم ہوں۔ بلکہ جن معنوں میں آج کل سمجھا جاتا ہے عربی سے بھی۔ لیکن خدا تعالےٰ نے مجھے کھڑا کر کے میرے ذریعہ دونوں انگریزی اور عربی دانوں کو شکست دیدی۔ میں ابھی میدان سے نہیں ہٹا۔ میرے دشمن بھی ابھی نہیں ہٹے۔ اور میں نہیں جانتا کہ میری باقی عمر ایک منٹ ہے یا پچاس سال لیکن خدا تعالےٰ میرے ذریعے، میرے مخالفوں کو ایسی شکست دے گا جو تاریخی ہوگی۔ اگر وہ کہیں کہ پہلے ہمیں پتہ نہ تھا۔ کہ تم چیلنج کرتے ہو۔ تو اب سن لیں۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے دنیوی علوم سے اس لئے محروم رکھا تا وہ خود میرا معلم بنے۔ اور گو میں انسانی علوم میں فیل ہوں مگر الہٰی علوم میں پاس ہوں۔ باوجودیکہ انسانی نظروں میں جاہل ہوں۔ جاہل تھا اور جاہل رہوں گا مگر اللہ تعالےٰ کی نظر میں عالم ہوں۔ عالم تھا اور عالم رہوں گا"

اس میں شک ہی کیا ہے کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں۔ آپ کی فضیلت علمی کا یہ کوئی کم ثبوت نہیں کہ آپ نے دنیا کے انگریزی اور عربی دانوں کو محض اس ایک نکتہ علمی سے شکست دیدی کہ غلام احمد کی کوئی ترکیب نہیں نہ اس کی عربی ترکیب بنتی ہے نہ فارسی نہ انگریزی نہ پنجابی۔ نہ وہ مضاف مضاف الیہ ہے اور نہ صفت موصوف اور اس لحاظ سے مسیح موعود کا یہ شعر بھی آپ کے نزدیک غلط ہی ہوگا ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

آپ کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فضیلت علمی یہیں تک ختم نہیں "شورے" کو "شور" سے متمنی قرار دیکر مجاز کو حقیقت کا لباس پہنا کر علمی، ادر بدذری کو نقلی اور بناوٹی کہ کر ایسے ایسے علمی "طلائق" کا انکشاف آپ نے کیا کہ دنیا کے عالم اور فاضل سر دھنتے ہوکے رہ گئے، چیلنج کو بھلا کون قبول کرسکتا ہے۔ سنتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا۔ اور اس مقابلہ میں دنیا بھر کی تفاسیر بھی سامنے رکھ لینے کی اجازت دیدی تھی۔ کیا اس کو قبول کرنے کی جرأت خلافت مآب کو آج تک ہوئی۔

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

یہ تو خلافت مآب کے ذاتی فضائل و کمالات ہیں۔ جماعت کی حالت آپ نے پہلے سن لی اب اس سکول کی حالت بھی سن لیجئے۔ جس کو قائم کرنے سے بقول میاں صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منشا" محض یونیورسٹی کے امتحان پاس کرانا نہیں بلکہ آپ کا منشا یہ تھا کہ اس جگہ ایسے طالب علم پیدا کئے جائیں۔ جو یورپ سے آنیوالی وباؤں کا مقابلہ کرسکیں۔ اور اسلام کا مقصد ایسے طریق پر سمجھیں کہ اس کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ انہیں دُور کرکے اسلام کی محبت لوگوں کے دلوں میں قائم کر سکیں۔ اس سکول کی حالت آج کیا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے:۔

"یہ بات متواتر میرے کان میں پڑی ہے کہ اساتذہ کی طرف سے طالب علموں کو کہا جاتا ہے کہ اگر دینی مضامین کی طرف زیادہ توجہ کروگے تو پڑھائی میں ہرج ہوگا۔ میں نے وہ ریکارڈ پڑھے ہیں جن میں مجلس مشاورت کے نمائندوں اور مدرسوں میں بحث ہوئی ہے۔ کہ دینیات میں لازمی طور پر پاس ہونے کی شرط رکھنا تعلیم کے لئے نقصان دہ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر پرانے ریکارڈ دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ کوشش ہو رہی ہے کہ دینی کتب میں کمی کردی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعض لوگوں نے شکایت کی ہے کہ ان کے بچے جتنا قرآن شریف یا ترجمہ پڑھ کر آئے تھے اس سے زیادہ انہوں نے یہاں نہیں سیکھا۔ ان کی شکایت بجا ہے۔ مجھ پر بھی یہ اثر ہے کیونکہ عملہ دینیات کی اہمیت کو گرانے اور کم کرنے میں منہمک ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح وہ دنیوی تعلیم کو اعلیٰ درجہ کی بنا سکیں گے۔ مگر ہوتا کیا ہے۔ وہی مثال جو کسی شاعر نے بیان کی ہے کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نہ ہی وہ دنیوی تعلیم میں کوئی بڑا درجہ حاصل کرسکتے ہیں اور دینی تعلیم کے لئے تو کوشش ہی نہیں کی جاتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میرے پاس تو یہاں تک شکایت آئی ہے کہ ایک طالب علم سے اس کے استاد نے قرآن کریم چھین لیا۔ اور کہا کہ امتحان نزدیک ہے تمہیں بدنام کرنا چاہتے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ طالب علم اسلام کی تعلیم اور تاریخ کے متعلق ابتدائی باتوں پر اعتراضوں کے جواب بھی نہیں دے سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔"

یہ اس سکول کا حال ہے جس کو مسیح موعودؑ نے اپنے ہاتھوں سے قائم کیا۔ اور بقول میاں صاحب اس لئے قائم کیا ہے کہ اس کے طالب علم اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرکے اس کی محبت دلوں میں قائم کرسکیں، آج اس میں اسلام کا نام لینا قرآن کا پڑھنا اور دین کا سیکھنا سخت نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ اور عام دنیوی تعلیم کی جو کچھ حالت ہے۔ وہ خلافت مآب کے اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ "نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر رہے" یہ حالت کم از کم اس وقت نہ تھی جب سکول کا انتظام ان بزرگوں کے ہاتھ میں تھا۔ جن کو میاں صاحب نے اپنی جہالت کے صدقہ میں ایم اے اور بی اے ہونے کا طعنہ دیا ہے۔

یہیں تک نہیں۔ سکول کی دینی فضا اس حد تک خراب ہو چکی ہے۔ کہ اساتذہ کو مسلہ کی موٹی باتوں اور حضرت مسیح موعود کے نشانات کا بھی علم نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طاعون کا ٹیکہ ممنوع قرار دیا ہے اور یہ ایسی بات ہے جسے معمولی احمدی بھی جانتا ہے۔ اگرچہ حضور نے اجازت دی ہے کہ کمزور ایمان کا احمدی یا جسے حکام حکم دیں ٹیکہ کرا سکتا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوئی احمدی اسے گوارا نہیں کرسکتا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں اگر کسی کو عملاً طاعون ہو بھی جائے اور اسے ٹیکہ کرانے سے آرام ہوتا ہو۔ تو بھی ایک مخلص احمدی اس کی جرأت نہیں کرے گا۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ وہ سکول جسے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ اس میں استادوں نے سامنے بیٹھ کر لڑکوں کو ٹیکے لگوائے بلکہ بعض استادوں نے خود بھی لگوائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو وہ عظیم الشان نشان جس کا ذکر آپ کی (مسیح موعود کی) قریباً ہر مجلس میں ہوتا تھا۔ اور جسے آپ نے قریباً تین کتب میں نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ صریح طور پر اسکی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ بلکہ ندو دیکر اس نشان کو مشتبہ کیا گیا ہے۔ اس قسم کی کھلی نافرمانی بتاتی ہے کہ خود اساتذہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب نہیں پڑھتے۔ اور مزید حیرانی یہ ہے کہ جب انجمن کے افسر نے اس کے متعلق پوچھا کہ کیوں ایسا کیا گیا تو اسے ایسا جواب دیا گیا جو اخلاقاً بھی معیوب ہے۔ اور صداقت سے بھی دور ہے۔ اخلاقاً اس لئے کہ افسر کو یہ جواب نہیں دینا چاہیئے۔ کہا گیا کہ آپ کا اعتراض فضول ہے۔ ہم نے ایک ایسے آدمی سے پوچھ لیا تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو آپ سے دس گنا زیادہ جانتا ہے۔ یہ جواب بہت ہی گری ہوئی اخلاقی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔"

اب فرمایئے اس مشین کا کونسا پرزہ ٹھیک ہے۔ عام مریدین کی حالت ویسے خراب ہے۔ کہ پچھوں سے آگے انہوں نے ابھی قدم نہیں رکھا اور جھولے کی طرح "وسطی مقام" کو چھوڑ کر کبھی افراط کی طرف جاتے ہیں اور کبھی تفریط کی طرف۔ ان کی بیویاں اور بچے "لعنتی"، "اور ذلیل چیتھڑے" قرار پاچکے ہیں۔ ان کی تربیت گاہ اور تعلیمی انسٹی ٹیوشن میں دین کا نام لینا گناہ ہے۔ بلکہ قرآن کو ہاتھوں سے چھین لیا جاتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات کی کھلی تضحیک کی جاتی ہے۔ یہ حالت جس جماعت کی ہوچکی ہو۔ کیا وہ مسیح موعود کی جماعت کہلا سکتی ہے۔ اور اس کا رہبر اور پیشرو کسی صحیح رستہ کی طرف اسے لے جارہا ہے؟ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

کہتے ہیں۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ میاں صاحب نے جماعت کا تو حال بیان کردیا کیا کبھی انہوں نے غور کیا کہ یہ ثمرات ان کی خلافت کے اندر کیوں پیدا ہوئے؟ لیکن انہیں اس سے کیا غرض۔ خلافت انہیں مل چکی اب نتیجہ کچھ ہو۔ یہی ان کا پہلے دن کا الہام ہے ؎

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگ خارا ہوگیا

کہاں ہیں وہ لوگ جو مسیح موعودؑ کے مرکز کو چھوڑنے کا طعنہ ہمیں دیا کرتے ہیں۔ کیا یہ مرکز اس قابل ہے کہ کوئی شریف اور نجیب آدمی وہاں رہ کر عزت اور شرافت کی زندگی بسر کرسکے؟ آہ! وہ مقام جو کسی وقت علوم دینی کا سرچشمہ تھا۔ وہ جماعت جو دنیا کی معلم بننے کے لئے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ انسٹی ٹیوشن جہاں سے یورپ کی وباؤں کا علاج ہونیوالا تھا۔ آج وہ اس درجہ گری ہوئی اخلاقی اور علمی حالت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ خود خلافت مآب کو برسرعام اس کی شکایت کرنی پڑتی۔ اور لعنتوں کا مینہ برسانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کیا اب بھی وہ اس مرکز سے وابستگی ضروری سمجھتے ہیں؟

معذرت

افسوس ہے کہ پیغام صلح کے کاتب منشی سراج احمد صاحب کی ناگہانی علالت کی وجہ سے عین وقت پر بعض مضامین کی کتابت کا از سر نو انتظام کرنا پڑا۔ جس کی وجہ سے اخبار کی ترتیب اور کتابت میں کئی ایک نقص باقی رہ گئے۔ اور ایڈیٹوریل نوٹس اور بعض دیگر مضامین کی کتابت وقت پر ختم نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ کو ۱۶ کی بجائے ۱۴ صفحات پر شائع کرنا پڑا۔

کوشش کی جائے گی کہ اس کمی کو آئندہ اشاعت میں پورا دیا جائے۔

خاکسار
ایڈیٹر

مسیح اور مہدی کی انتظار اور موجودہ مسلمان

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت

(سید امجد علی شاہ صاحب پراسیکیوٹنگ انسپکٹر ریلوے پولیس لاہور)

انسانی طبیعت کی عجوبہ پسندی

مذہبی دنیا میں اختلافات کے جو عجائبات نظر آتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کا ایک بڑا حصّہ درحقیقت انسانی طبیعت کی عجوبہ پسندی ہے۔ واقعات تو ہمیشہ دنیا میں قانون فطرت کے مطابق ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن عجوبہ پسند طبیعتیں ایسی چیز کو قدر کے قابل خیال کرتی ہیں۔ جس میں ان کو کوئی بات فطرت کے قانون سے علیحدہ نظر آئے۔ یہی عجوبہ پسندی کثیر التعداد اشخاص سے مصلحین کی مخالفت کراتی ہے۔ اور یہی عجوبہ پسندی ایسے مصلحین کے گذر جانے کے بعد ان کی طرف وہ فرضی یا مبالغہ آمیز افعال یا خواص منسوب کراتی ہے۔ جو ان کو بشر سے اُوپر کوئی ہستی بنا دیتے ہیں۔ یہی عجوبہ پسندی تھی جس نے بنی اسرائیل سے کہلوایا۔ یا موسیٰ لن نومن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ (یعنی اے موسیٰ ہم تجھ پر ایمان نہیں لاویں گے۔ جب تک ہم خدا کو کھلا کھلا (ان آنکھوں سے) نہ دیکھ لیں۔ یہی عجوبہ پسندی تھی۔ جس نے حضرت عیسیٰ کے متبعین سے یہ تقاضا کرایا۔ کہ ہل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء۔ کیا تیرا خدا یہ استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے مائدہ اُتار دے۔

یہی عجوبہ پسندی تھی جس نے کفار سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں یہ کہلوایا۔ کہ لن نومن لک حتیٰ تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھر خللھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتیٰ تنزل علینا کتبا نقرؤہ۔ یعنی ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ بہا دے یا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔ پھر تو اس کے اندر خوب نہریں بہا دے۔ یا تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے۔ یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرا سونے کا گھر ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے۔ یہاں تک کہ تو ہم پر کتاب اُتارے جسے ہم پڑھ لیں۔ یہی عجوبہ پسندی تھی جس نے انبیاء اور مصلحین کا انکار لوگوں سے اس لئے کرا دیا کہ وہ کھاتے کیوں ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح بازاروں میں کیوں چلتے ہیں۔ مالِ ھٰذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ یہ لوگ دنیا میں اصلاح کے لئے آئے اور اپنا کام کر کے چلے گئے۔ سنۃ اللہ یہی ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان لوگوں کے سلسلے دنیا میں اپنے اپنے وقت پر بڑھے۔ اور اپنے کمال کو پہنچے۔ یہاں تک کہ مجبوراً لوگوں کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ اور اس اقبال وظفر کو دیکھ کر لوگوں کو ان کی عظمت اور حقانیت کا اقرار کرنا پڑا۔

لیکن جب ایسی ہستیاں اس دنیا سے گذر جاتی ہیں تو پھر یہ عجوبہ پسندی ایک دوسرے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ ان ہستیوں کے قائم کردہ اصول کامیاب ہوتے ہیں۔ اور اس کامیابی کے اسباب میں عجوبہ پسند طبائع پھر غیر فطری اسباب کو تلاش کرتی ہیں۔ اور قوت و صداقت کے ساتھ جو تائید الٰہی ہوتی ہے۔ وہ ان کی نظروں میں ان نتائج کو پیدا کرنے کا اصل سبب نہیں ہوتی اسی عجوبہ پسندی کا نتیجہ ہے کہ کہیں ایسے انسان خدا مانے جاتے ہیں۔ کہیں ان کو خدائی کا ظہور اور خدا انسان میں لے کر اوتار بنایا جاتا ہے۔ کہیں فرشتوں سے روحیں چھین کر مُردوں میں دوبارہ ان کے ہاتھوں سے ڈلوائی جاتی ہیں۔ کہیں صدیوں کے غرقاب مردے زندہ ہوتے نظر آتے ہیں۔ کہیں پھونکوں سے کفار تباہ ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں ان کو فوق البشر اقتدار کا مالک قرار دیکر انہیں جنات پر حاکم قرار دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ان کے نزدیک خارق عادت امور کا باعث ہوتے ہیں۔ کہیں خانقاہوں پر سجدے ہو رہے ہیں۔ کہیں روحوں سے مرادیں مانگی جا رہی ہیں۔ کہیں ان امور کو حقیقت قرار دیکر کائنات کو زیر و زبر کر دینے والے فقیروں کی تلاش ہو رہی ہے۔ اور وہ بھی ایسی شکلوں میں جو بظاہر صفات انسانی سے بھی مبرا ہوں۔

صداقت کی بنیاد دلائل و براہین پر

یہ سب عجوبہ پسندی کے نتائج ہیں۔ حالانکہ جہاں اول الفکر عجوبہ پسندوں کو ما انا الا بشر مثلکم (میں تو تمہاری طرح انسان ہوں) کے الفاظ میں قرآن کریم نے جواب دیا ہے۔ وہاں آخر الذکر عجوبہ پسندوں کی ہدایت کے لئے بھی صداقت کا معیار یہ قرار دیا کہ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ صداقت کی بنیاد ہمیشہ دلائل پر ہونی چاہئے۔ نہ کہ فرضی عجائبات پر۔ اس سے میری یہ مراد ہرگز نہیں کہ انبیاء یا اولیاء سے معجزات اور کرامات کا ظہور نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایک کے لئے قدرتی اسباب ہوتے ہیں۔ اور کوئی ایسی چیز بطور معجزہ کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔ جو قوانین الٰہی کو بدل دے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ درحقیقت کسی مصلح ربانی کا سب سے بڑا معجزہ اس کے مشن کی کامیابی ہی ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم نے نبیوں کا ذکر کر کے اس معجزہ پر زور دیا ہے۔ اور اس معجزہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے فرمایا ہے۔ سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین (زمین میں پھرو اور دیکھو کہ تکذیب کرنیوالوں کا کیا انجام ہوتا ہے) پھر فرمایا انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا۔ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کو ضرور مدد دیتے ہیں۔

مصلحین ربانی کی شناخت

عجوبہ پسندی کو اگر چھوڑ دیا جائے تو ان مصلحین ربانی کی شناخت کے لئے جو بات عام اصول کے طور پر قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ کوئی برائی زمانہ میں ایسی ہوتی ہے جس کی اصلاح مطلوب ہوتی ہے۔ سعید فطرتیں اپنی سعادت نفس کے ذریعہ اس برائی کو پہچان کر اس سے بیزار ہوتی ہیں مصلح اس بُرائی کو دُور کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ اس بُرائی کو دُور کیا جاتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا مصلح

چنانچہ دنیا کا سب سے بڑا مصلح اسی لئے سب سے بڑا ہے۔ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا۔ سب لوگوں کے اعمال سے) ایسے وقت میں کھڑا ہو کر اس نے فساد بر و بحر کی اصلاح کی۔ اصلاح نفس کے خواہشمندوں کے لئے وہ اصول دنیا میں چھوڑے۔ جن پر چل کر انسان احسن طور پر تکمیل نفس حاصل کر کے نجات ابدی اور راحت دائمی حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ رحمۃ للعالمین کہلایا۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے۔ کام کرتے ہوئے۔ آرام کرتے ہوئے۔ کوچہ و بازار میں۔ میدان جنگ میں گھر کے اندر بستر خواب پر ہر حالت میں خدا کی حمد و ثنا اس حد تک کی کہ دشمن پکار اُٹھے ان محمد قد عشق ربہ۔ محمد اپنے رب پر عاشق ہو گیا۔ اس لئے اس نے احمد کا خطاب پایا۔ انسان کی دنیاوی زندگی کی تکمیل کے لئے وہ ضابطہ عطا فرمایا جو انسان کو واقعی اس دنیا میں خدا کا خلیفہ بنا دے۔ اس ضابطہ میں ابدالآباد تک ترمیم کی گنجائش نہیں۔ حیات بعد الموت پر یقین دلانے اور اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کے لئے ہدایت کا وہ سامان مہیا کیا۔ کہ اس میں کوئی ازدیادی نہیں ہو سکتی۔ پس اس لئے وہ خاتم النبیین کہلایا۔

مصلحین کے سامنے جھکانے والی چیز

غرضکہ مصلح ربانی کسی برائی کی زیادتی کے وقت کھڑا ہوتا ہے۔ اور وہ بُرائی اس کے ذریعہ سے دُور ہوتی ہے۔ سعید فطرتوں نے صادقوں کو ہمیشہ اسی معیار پر پرکھا ہے۔ نہ کہ پیش گوئیوں یا معجزات کی بنا پر۔ جتنی جتنی کسی کی فطرت میں سعادت ہوتی ہے اتنی جلدی وہ بُرائی کو اور اس کے خلاف مصلح کی کامیابی کو محسوس کر لیتا ہے۔ جتنی سعادت نفس میں کمی ہو۔ اتنا مصلح کی کامیابی اور اس کی حقیقت کو سمجھنے میں توقف ہوتا ہے۔ لیکن انسان جھکتا ہمیشہ مصلح کی کامیابی کے سامنے ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کیا دیکھ کر رسول کریمؐ کو قبول کیا۔ یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق القول تھے۔ اور کوئی صادق انسان خدا پر جھوٹ نہیں بنا سکتا اس لئے ضرور ہے کہ جو پیغام وہ خدا کی طرف سے لایا ہے وہ کامیاب ہو کر رہے۔ یہ ایسی بلند سعادت فطرت تھی کہ اس نے قوت صداقت کے اندر ہی کامیابی کو دیکھ لیا۔ لیکن وہ لوگ جن کی فطرت میں اتنی لطیف سعادت نہ تھی وہ اپنی سعادت کے مطابق آہستہ آہستہ ایمان لائے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جن کو یہ اندرونی روشنی نہ تھی مگر حق کو پہچان لینے کے بعد محض شیطنت سے مقابلہ کرنے والے بھی نہ تھے۔ وہ ظاہری کامیابیوں یعنی فتوحات کے بعد جھک گئے۔ لیکن جھکانے والی چیز سب جگہ کامیابی ہی ہے۔ جیسا کہ فتح مکہ کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ اگر ہمارے بت سچے ہوتے تو ہم کو ناکامیاب نہ ہونے دیتے۔ مکہ کے بت پرستوں کے سامنے کوئی ایسی [illegible] کی سلمہ کی کتاب نہ پیش کی گئی تھی۔ جس کے حکم کے سامنے وہ ایسے ہی

جھک جلتے۔ جیسا کہ آج قرآن کریم کی آیت کا حوالہ مسلمان کو جھکانے کے لئے کافی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ افسوسناک امر ہے کہ آج مسلم بھی قرآن کے سامنے جھکنے والا حقیقی مسلم نہیں رہا۔

مصلح اعظم کی کامیابی

میں عرض کر چکا ہوں کہ دنیا کا مصلح اعظم اس وقت کھڑا ہوا جب ہر قسم کی بدی اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ان تمام بدیوں کو نیست و نابود کر کے اس نے ایک ایسی قوم پیدا کر دی۔ جس کی کامیابی اور عروج کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی۔ کیا بلحاظ تمدن کیا بلحاظ دنیوی وجاہت اور شان و شوکت۔ کیا بلحاظ اخلاقیات اور روحانیات کے۔ غرض کہ ہر رنگ میں آپ کی کامیابی ایسی زبردست ہے کہ دشمن سے دشمن کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اور آپ کی عظمت کے سامنے سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔

اسلام کا دور انحطاط

اس کے بعد پھر انحطاط کا ایک دور آتا ہے۔ اور وہ تمام شان و شوکت نکبت و ادبار سے بدل جاتی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے دولت و عزت کو اپنی ادنےٰ لونڈیاں بنا لیا تھا۔ جسے چاہتے دیدیتے جس سے چاہتے لے لیتے۔ ان کی اولادیں اس قدر ذلیل و خوار ہو گئیں۔ کہ ان کی اتنی بھی عزت نہیں ہوتی۔ جتنی صاحب ثروت لوگوں کے کتوں کی۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اب ان قومی اتخذوا ہٰذا القرآن مہجورا۔ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔ اور مسلم ہے کہ اس حالت پہ قانع ہے۔ ادبار کے گڑھے میں گرتا جا رہا ہے۔ مگر نہیں سنبھلتا ذلت کے دریا میں بہا چلا جا رہا ہے۔ مگر اس سے نکلنے کے لئے کوئی جدوجہد نہیں کرتا۔ وہ لوگ جن کے دل میں کچھ درد ہے۔ نوحہ خواں ہیں۔ مگر ان کی نوحہ خوانی کچھ اثر نہیں رکھتی سنبھلنا لحاظ سے ہر طرف سے اسلام کو نعوذ باللہ بدترین ظالمانہ و جابرانہ حیوانی مذہب دنیا کی نظروں میں ظاہر کرنے کے لئے دشمن ان تھک کوششیں کر رہے ہیں۔ اور مسلمان ہیں کہ اپنے آپ کو ان حملوں سے حفاظت کے ناقابل پا کر خود اپنے مذہب کی صداقت سے یا متنفر ہوتے جاتے ہیں یا شکوک کا شکار ہو رہے ہیں۔ کسی درد دل رکھنے والے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اسلام کے مرثیے لکھے جاتے ہیں۔ اور دین حق سے محبت رکھنے والے لوگ پکار پکار کر کہتے ہیں کہ یا خدا کوئی ایسا مرد بھیج۔ جو اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار اتار دے۔

قوت عمل کا فقدان

غرض کہ فسق و عصیان کو غلبہ اور حق و تقوی کی مغلوبیت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ اور کسی کو نہیں سوجھتا کہ کیا کرے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ طبیعتوں میں فساد کے باعث ہدایت کی راہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ قرآن کریم عمل کرنے کے لئے نہ رہا۔ بلکہ بطور تعویذ کے طلب برکات کے لئے۔ انبیاء کا اسوہ حسنہ اس لئے نہیں کہ ان کے نقش قدم پہ چلنے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ خلاف حکم قرآنی ان کو ایک رنگ میں اربابا من دون اللہ سمجھ لیا گیا۔ صحابہ کی تاریخ ہماری رہنمائی کے لئے نہیں۔ بلکہ پدرم سلطان بود کہنے کے لئے رہ گئی۔

حیات بعد الموت پر ایمان

یہ ایک حقیقت بینہ ہے کہ یقین سے عمل پیدا ہوتا ہے فائدہ کا یقین قلب انسانی کے لئے کٹھن کام میں جدوجہد کی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ پس مسلمانوں ہو کے اس جمود کی حقیقی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کے سامنے جدوجہد کا کوئی ایسا میدان نہیں جس کی نسبت انہیں نفع رسانی یا کامیابی کا یقین ہو۔

مادیات کی ترقی اور چمک دمک نے ہر شخص کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور انسان کی تمام کوششوں کا مدار ان مادی ترقی رہ گئی۔ جو دم نقد نفع دینے والی اور راحت رساں نظر آتی ہے۔ اور حیات بعد الموت فرضی قصہ ہو کر رہ گئی بقول غالب

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

مسیح اور مہدی کے متعلق عجوبہ پسندی

یہی وہ وقت ہوتا ہے۔ جب کہ کوئی مرد خدا اس یقین کو تازہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ جو قوت عمل پیدا کرے۔ مسلمانوں نے حقیقتاً محسوس کر لیا اور پکار اٹھے کہ اب ایسا مرد ہونا ضروری ہے۔ لیکن وہ کن صفات کا مرد چاہتے ہیں۔ یہاں پھر عجوبہ پسندی آتی ہے۔

عیسائیوں نے اسلامی عظمت و شان کو برباد کیا۔ لہذا مسلمان ایسا مرد چاہتے ہیں جو ان کو چن چن کر صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ نہیں چننے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کی پھونک میں وہ تاثیر ہو کہ جس طرف وہ پھونک مارے دنیا کے آخری کونے تک سب عیسائی اس کے اثر سے موت کے گھاٹ اتر جائیں۔ یہ خنزیر کا گوشت کھانے والی قوم ہے۔ ان کو وہ گوشت بھی نہ ملے۔ تمام خنزیروں کو وہ مرد خدا مار کر ان کی نسل ہی مٹا دے۔ یہ قوم صلیب پرست ہے۔ لہذا وہ تمام صلیبیں خواہ وہ گرجوں پر ہوں خواہ عیسائیوں کے سینوں پر خواہ سڑکوں پر ہوں یا پوشیدہ گھروں اور حجروں میں سب کو توڑ دے۔ اور اس طرح دنیا کے خزانے قبضہ میں کر کے بیچارے نہتے مسلمانوں میں بانٹ دے۔ لیکن یہ کارہائے نمایاں معمولی طور پر پیدا ہونے والے کسی انسان سے کبھی آج تک ظہور میں نہیں آئے۔ لہذا ضروری ہے۔ کہ ان عجیب و غریب طاقتوں والے انسان کا ظہور بھی کسی عجیب و غریب طریقہ سے ہو۔ یا اس کا نزول عجیب و غریب طریق پر آسمان سے ہو۔ ایسی ہستیوں کی تلاش کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ جس کو عیسائیوں نے دو ہزار سال سے آسمان پہ بٹھا رکھا ہے وہی عیسائیوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک عجیب طریق سے آسمان سے نازل ہوگا۔ اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے بھی۔ تیرہ سو سال سے سرمن کی غار میں ایک شخص پوشیدہ ہے وہی ظاہر ہو کر عجیب و غریب کارنامے دکھلائے گا۔ اور یہ مردود ہستیاں لوگوں کو نشان طلب کرنے پہ نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح یہ جواب ہرگز نہ دیں گی هل كنت الا بشرا رسولا آسمان سے اترنے کا تقاضا بھی پورا کر دیا جاوے گا۔ اور زمین سے چشمے اور نہریں نکالنے اور باغات اگانے اور آسمانی اور زمینی خزانے کا تمہیں مالک بنانے میں بھی کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔

عیسائیوں کو مار کر تمام چشموں اور انہار اور خزائن وغیرہ پہ وہ مسلمانوں کو متصرف کر دیں گے۔ بلکہ ان میں تقسیم کر دیں گے اور اس طرح سے ان مطالبات کو پورا کر دیا جائے گا جو آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن کریم کے لانے والے نے نعوذ باللہ هل كنت الا بشرا رسولا کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی۔

جمود کی انتہا

یہ خیالات اور حالت جمود یہاں تک مسلمانوں پہ مسلط ہوئی کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ جب تک یہ مرد کامل نہ آوے اس وقت تک مسلمانوں کی زندگی کی کوئی صورت نہیں۔ اور یہ لوح محفوظ کی تحریر ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے اس وقت تک دن بدن ذلیل و خوار اور تباہ حال ہوتے جانا مقدر ہے۔ کوئی کوشش کوئی محنت کارگر نہیں ہو سکتی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے۔ کہ مسلمان اس وقت تک گرتے اور تباہ و خستہ ہوتے چلے جاویں گے۔ پس تقدیر کے مقابلہ میں زور لگانا خواہ مخواہ مزید ہلاکت میں گرنا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اور کوئی چارہ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے ذلت و ادبار پہ قانع رہیں۔ اور استقلال و خاموشی کے ساتھ ان مصلحین کاملین کے ظہور کا انتظار کریں۔

مرد ربانی کا ظہور

عین اس حالت میں ایک شخص اٹھا۔ اور اس نے آواز بلند کی۔ کہ مسلمانو اٹھو! اس انتظار کو چھوڑ دو۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ قرآن کی قوت روحانی سے کام لو۔ اس کو تعویذ مت بناؤ۔ بلکہ اس کے حسن کو دنیا کے سامنے عریاں کر دو۔ تاکہ دنیا کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں۔ تمہارا محبوب معشوق اسلام اور فقط اسلام ہونا چاہئے۔ دنیا تمہارے سامنے کبھی نہیں جھک سکتی۔ تمہارے اس محبوب کے سامنے جھکے گی۔ دنیا اس محبوب کی غلام بنیگی۔ تم اس محبوب کو اپنا بناؤ۔ سب کچھ تمہارا ہو جائے گا۔

مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب

اس وقت مجھے اس بات سے بحث نہیں۔ کہ اس شخص کا درجہ کیا ہے۔ اس کا نام کیا ہے۔ اس کے خطابات کیا ہیں دنیا میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں اس میں اس کی ذاتی کوششوں کا حصہ کتنا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اسی وقت سے اسلامی دنیا میں ایک حرکت معلوم ہوتی ہے ۔ جد للبقا کا خیال سب میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنی ترقیوں سے مایوسی اور ذلت و ادبار پہ قناعت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اسلامی حکومتیں جو دم توڑ رہی تھیں اور کسی اچھے وقت کے انتظار اور دعا کے سوائے ان کے سامنے اور کچھ نہ تھا۔ وہ آج باوجود اپنی بے مائگی کے زندگی کو قائم رکھنے کے لئے اپنے تمام قویٰ کو خرچ کر رہی ہیں۔ دنیا کے دور و دراز کونوں میں بکھرے ہوئے اسلامی ذرات آپس میں ملنے کے لئے بے قرار ہو جاتے ہیں۔ اور ہر طرف سے جاگنے اور جگانے والوں کی آوازیں اور ان کی دوڑ دھوپ میں زندگی کے آثار نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ اب سب کو اپنی کامیابی کا یقین ہو چکا ہے۔ جو مصروف پیکار زندگی کے لئے ہوئے تھے۔ آسمان سے اترنے اور غار سے نکلنے والوں کی انتظار اس مرد ربانی کے ظہور کے ساتھ ہی ختم ہو گئی ہے۔ اور اب کوئی اس بات کا نام بھی نہیں لیتا۔ نہ وہ تمنا اور آرزو اور دعائیں ہیں۔ جو مسیح کے لئے کی جاتی تھیں۔ نہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے آئے بغیر ہم کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے انتظار میں سب کو ہلاکت نظر آتی ہے۔ اور بغیر انتظار جدوجہد میں زندگی کا امکان ہو سکتا ہے۔

اسلام کا بڑھتا ہوا اثر

اس کے ساتھ ہی یہ یقین بھی قوت پکڑتا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرنا ضروری ہے۔ تبلیغی مشن مشرق و مغرب میں پھیلتے ہوئے دیکھنے سے طبیعتوں میں ایک خوشی اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ ایک طرف تمام دنیا مذہب کے نام سے بیزار ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف مذہب اسلام کو علمی رنگ میں جہاں کہیں پیش کیا گیا۔ وہاں اس کی کامیابی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اور دور میں

نظروں نے اس حقیقت کو دیکھ لیا ہے۔ کہ لا مذہبی کی رَو درحقیقت اسی لئے ہے۔ کہ تمام مذاہب جن سے مذہب کے خلاف جہاد کرنے والے واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ معقولیت سے خالی ہیں۔ اب درحقیقت مذہب اسلام جو مذہب فطرت ہے۔ اس کے لئے بہت میدان صاف ہو رہا ہے۔ اور مذہب اسلام انہیں لوگوں میں مضبوط جڑیں پکڑ جاتا ہے۔ اور اسلام دنیا کو فتح کر کے رہے گا۔

دونوں غور طلب نتائج

میں اس وقت کسی آنے والے کی علامات سے بحث نہیں کرتا۔ مجھے صرف واقعات سے واسطہ ہے۔ اس میں نتائج کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور مسلمانوں سے سوال کرتا ہوں کہ کسی مہمان کی جس کا انتظار کیا جائے آمد کے نتائج کیا ہوتے ہیں۔ ظاہری طور پر دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔

اول انتظار ختم ہو جاتا ہے۔

دوم اس کی تشریف آوری سے جو امیدیں وابستہ ہوں وہ ظہور میں آنے لگ جاتی ہیں پس میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ مسیح اور مہدی کا انتظار ختم کر چکے ہیں۔ یا نہیں۔ اور آیا موجودہ جدوجہد آنے والے سے مایوسی کا عملی ثبوت ہے یا نہیں۔ آخر کیا بات ہے کہ آج سے نصف صدی بلکہ ربع صدی پہلے جس شد و مد کے ساتھ مسیح اور مہدی کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اور تاریخیں مقرر کر کے پیش گوئیاں کی جاتی تھیں۔ آج ان کا نام تک نہیں۔ وہ جن کوششوں کو مسیح اور مہدی کی آمد تک اٹھا رکھا تھا وہ خود تم نے عملاً شروع کر دیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اب تمہیں مسیح اور مہدی کا کوئی انتظار باقی نہیں۔ پھر وہ اسلامی ترقی جس کے واسطے آنے والے کی انتظار تھی اس کے آثار بھی نظر آنے لگے ہیں اب اس شخص کی بجائے آپ کی نظریں ان کوششوں میں لگ گئیں۔ گویا انتظار بھی ختم ہو چکا۔ اور برکات کا ظہور بھی ہونے لگ گیا۔

یا وہ جو مرد آنے کو تھا وہ آچکا

ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں پوچھتا ہوں کہ جس شخص نے سب سے اول یہ آواز اٹھائی اور جس کی آواز میں خدا تعالےٰ نے بڑا تاثیر پیدا کی۔ اس کے ساتھ ہی دوست و دشمن اس کی آواز پر یقین کرنے والے اور نہ کرنے والے عملاً سب اسی راستے پر گامزن ہو گئے جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ کیا وہی آنے والا مسیح اور مہدی نہیں؟ مسلمان اس بات کا زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں۔ مگر جس نے مسیح اور مہدی کا دعوےٰ کر کے کسی اور مسیح اور مہدی کے انتظار کا ان کی عملی زندگی میں بالکل خاتمہ کر دیا۔ اگر دوست دشمن سب دانستہ یا نادانستہ اس کے بتلائے ہوئے راہ پر چل پڑے ہیں۔ تو کیا یہی ایک بات اس کے دعویٰ کی صداقت کا کھلا ثبوت نہیں؟

غور کرنے کی بات ہے کہ جس شخص کی آمد کے ساتھ ہی مسلمانوں میں روح عمل پیدا ہو گئی۔ وہ مسیح نہیں تو اور کون ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار حضرت مرزا صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ ؎

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

پھر فرمایا

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

ناموں کے متعلق بھی لوگوں کی یہ عجوبہ پسندی ہے کہ ان کو شخصیتوں کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ کسی حقیقت کے اظہار کے لئے انہیں استعمال کیا جائے۔

انتظار کیوں ختم ہوا

پھر آپ کے اس عملی ترک انتظار کی بنا پر بھی میں پوچھتا ہوں کہ انتظار کا خاتمہ دو باتوں کے سوائے نہیں ہوا کرتا۔ یا تو انتظار کرنا غلطی پر مبنی ہوتا ہے۔ یا منتظر آچکا ہے۔ تو آپ کا یہ ترک کس بات پر مبنی ہے کیا آپ کے تمام نوشتوں کی پیشگوئیاں آپ کے خیال میں غلط تھیں۔ اور ان پر آپ کا ایمان نہیں رہا۔ یہ تو میں خیال نہیں کرتا کہ ایسا ہو۔ پھر کیا وہ آنے والا آچکا۔ وہ کہاں ہے۔ کیا وہ وہی نہیں جس کی تیغ برہان نے تثلیث کے مذہب کو وہ چرکے لگائے کہ اس کے مقابلہ میں آپ سب کو مردہ لاش نظر آنے لگا۔ جس نے اپنے پیروؤں میں نشر قرآن کا وہ جوش پیدا کر دیا کہ آپ سب سے پیش پیش قرآن کو لے کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ اور دشمن سے دشمن کو بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا۔ کہ اسلام ہی آج دنیا کا کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیا یہ وہی نہیں جس نے اس حالت کو بدل دیا۔ جس کو دیکھ کر مولانا روم نے فرمایا تھا۔

من ز قرآں مغز را برداشتم
استخواں پیش سگاں انداختم

اس نے قرآن کے اُوپر سے توہم پرستی کے تمام غلاف اُتار کر اس کو اپنی اصل آب و تاب میں ایسے علمی رنگ میں پیش کیا کہ سائنس اور فلسفہ کو باوجود اپنی بڑائی کے دعووں کے اس کی طرف صلح اور محبت کا ہاتھ بڑھانا پڑا۔ بلکہ اطاعت کا سر جھکانا پڑا۔ اور اسی لئے وہ نہ صرف غیر مسلم لوگوں میں نور اسلام کو پھیلانے کا موجب ہوا۔ بلکہ ان مسلمانوں کے دلوں کو بھی پھر اسی نور اسلام کا گرویدہ کرنے کا باعث ہوگا۔ جو مادیات کی جھوٹی چمک سے متاثر ہو کر اسلام سے علیحدگی کا اعلان کر چکے ہیں۔

مت خیال کرو کہ وہ خاتم النبیین کی حلقہ بگوشی سے باہر جا رہا ہے۔ وہ تو صاف کہ رہا ہے ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

ناصر دین کا ساتھ دو

مت سمجھو کہ وہ اپنی ذات کو مدار ایمان قرار دیتا ہے۔ بلکہ وہ صاف کہتا ہے۔ میرے دعووں کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

مت سمجھو کہ وہ قرآن سے کچھ کم یا کچھ زاید تعلیم دیتا ہے۔ یا اس میں کوئی ایزادی یا کمی کرنے کا مدعی ہے۔ بلکہ وہ ہر ایسے شخص کو کافر بے دین اور ملعون سمجھتا ہے۔

ہاں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام اور آپ کی امت کا موجودہ جنگ میں سپہ سالار اعظم ہے۔ اور پکار پکار کر کہ رہا ہے۔ ؎

بولے مائیم ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

دنیا اس عظیم الشان کارنامے پر اس کی عزت کرے گی۔ اور ضرور کرے گی۔

نصرت دین کے جس کام کی بنیاد اس کی اولین آواز ہے۔ وہ پورا ہو کر رہے گا۔ ہاں اس کا ساتھ نہ دینے والے نصرت دین کی سعادت اور ثواب سے محروم ہو کر جس خسران اور عتاب کے مستحق ہوں گے۔ اس کے متعلق ہر سعادت مند انسان کو چاہئے کہ اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں گہرا غور کرے۔ اور خدا سے تو[illegible]

کی توفیق طلب کرے۔ کہ یہی سب نیک کاموں کا مغز ہے۔ اور کوئی نیکی یہاں تک کہ حاجیوں کی خدمت اور مسجد حرام کی تعمیر بھی اس سے غفلت کی تلافی نہیں کر سکتی۔ اور ایسا غافل ظالمین کی سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیلہ۔ لا یستوٗن عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔

ملفوظات مسیح موعود علیہ السلام

مامور کے آنے پر دو گروہ

میں نے بہت غور کیا ہے کہ جب کوئی مامور آتا ہے تو دو فرقے بخود ہو جاتے ہیں۔ ایک موافق۔ دوسرا مخالف۔ اور یہ بات بھی ہر ایک عقل سلیم رکھنے والا جانتا ہے۔ کہ اس وقت ایک جذب اور ایک نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی سعید الفطرۃ کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور جو لوگ سعادت سے حصہ نہیں رکھتے۔ ان میں نفرت بڑھنے لگتی ہے۔ یہ ایک فطرتی بات ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔

فائدہ اٹھانے والا گروہ

طبیب اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اول مرتبہ اپنے مرض کو شناخت کرے۔ اور محسوس کرے کہ میں بیمار ہوں۔ اور پھر یہ شناخت کرے کہ طبیب کون ہے؟ جب تک یہ دو باتیں پیدا نہ ہوں۔ وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مختلف ہوتا ہے۔ جیسے قولنج کا درد یعنی جو محسوس ہوتا ہے۔ اور ایک مستوی جیسے برص کے داغ کہ ان کا کوئی درد اور تکلیف بظاہر محسوس نہیں ہوتی۔ انجام خطرناک ہوتا ہے۔ مگر انسان ایسی صورتوں میں ایک قسم کا اطمینان پاتا ہے۔ اور اس کی چنداں فکر نہیں کرتا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اول اپنے مرض کو شناخت کرے۔ اور محسوس کرے۔ پھر طبیب کو شناخت کرے۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معمولی حالت پر راضی ہو جاتے ہیں یہی حال اس وقت ہو رہا ہے۔ اپنی حالت پر خوش ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مہدی کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ خدادانی اور معرفت سے بالکل خالی ہو رہے ہیں۔

خدادانی اور معرفت

خدادانی اور معرفت بہت مشکل ہے۔ ہر ایک چیز اپنے لوازمات کے ساتھ آتی ہے۔ پس جہاں خدادانی آتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خاص معرفت اور تبدیلی بھی آجاتی ہے۔ کبائر و صغائر چیونٹیوں کی طرح ساتھ لگے ہوئے ہیں جو خدا کی معرفت کے ساتھ ہی دور ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اب میں وہ نہیں بلکہ اور ہوں۔ خدادانی میں جب ترقی کرنے لگتا ہے تو گناہ سے بیزاری اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

نفس کی تین حالتیں

نفس تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نفس امارہ۔ ایک لوامہ اور تیسرا مطمئنہ۔ پہلی حالت میں تو صم بکم ہوتا ہے۔ کچھ معلوم اور محسوس نہیں ہوتا کہ کدھر جا رہا ہے۔ امارہ جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ کا فضل ہو تو معرفت کی ابتدائی حالت میں لوامہ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور گناہ اور نیکی میں فرق کرنے لگتا ہے۔ گناہ سے نفرت کرتا ہے۔

خبریں

—— بمبئی ۳۰ جون - پھر دہی ہنگامہ آرائی اور فساد انگیزی شروع ہوگئی - شب کے ابتدائی حصہ میں مسلمانوں کا ایک جم غفیر قبرستان سے ایک مقتول کو دفن کر کے کلبہ دیوی کے رستہ پائی دہونی کی طرف واپس آ رہا تھا - کہ ان پر ایک مکان کی چھت سے سوڈا واٹر کی بوتلوں اینٹوں اور پتھروں کی بارش کی گئی جب پولیس کو اطلاع دی گئی - تو سات ہندو موقع پر گرفتار کر لئے گئے ہندوؤں کے اس حملہ کی اطلاع جس وقت مسلمانوں کے علاقہ میں پہنچی تو ٹاواڑی کے مقام پر مسلمانوں کا ایک مشتعل ہجوم جمع ہوگیا اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان سخت جنگ شروع ہوگئی - پولیس موقع پر پہنچ گئی - لیکن اس کی کسی نے پرواہ تک نہ کی - بلکہ دونوں طرف سے اس پر حملے کئے گئے - آخر پولیس نے چار فائر کئے - لیکن کوئی زخمی نہ ہوا - ہجوم عارضی طور پر منتشر ہوگیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر پوری شدت کے ساتھ دونوں طرف سے سنگ باری کا سلسلہ شروع ہوگیا - چنانچہ پولیس کو فائر کرنا پڑا - تین مسلمان اور ایک ہندو قتل اور ایک مسلمان مجروح ہوا اس کے علاوہ مختلف محلوں میں ۱۲ کے قریب اشخاص پتھروں اور چھروں کے حملوں سے زخمی ہوئے -

بمبئی یکم جولائی - نصف شب کے قریب نو دس علاقوں میں امن تھا - خطرہ کے مقامات پر مسلح پولیس کی مختصر جماعتیں متعین تھیں - اور مسلح پولیس لاریوں میں بھی گشت لگاتی رہی - جمعرات کی شب کو امن رہنے کے بعد کاسیتی پورہ میں گول پیٹھا کے قریب پھر فساد ہوگیا - تقریباً پانچ سو ہندو مسلمانوں کا ایک ہجوم سڑک پر جمع ہوگیا اور لڑائی شروع کر دی - پتھر اینٹیں اور سوڈا واٹر کی بوتلیں آزادانہ طور پر استعمال کی گئیں - پولیس موقع پر پہنچ گئی - اور ہجوم کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا - لیکن مشتعل ہجوم نے انتباہ کی کوئی پرواہ نہ کی - اس پر پولیس افسر نے ریوالور سے دو گولیاں چلائیں - اور ہجوم کو منتشر کر دیا - معلوم ہوتا ہے - کہ کوئی شخص گولیوں سے زخمی نہیں ہوا - صبح کے بعد دو مزید حملوں کی اطلاع ملی ہے - گزشتہ شب کے بعد کل نقصان جان چار ہلاک اور تیس سے زیادہ زخمی ہوئے -

بمبئی یکم جولائی - فسادات نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی ہے - بھنڈی بازار میں سخت دہشت پھیل رہی ہے - بھولیشور کے قریب ہندوؤں نے ایک مسلم جنازے پر پتھر پھینکے - تو پولیس کو گولی چلانی پڑی - ہندوؤں نے لاٹھیوں سے مسلح ہو کر کلبہ دیوی کے مقام پر مسلم جلوس پر حملہ کر دیا - پولیس کے گولی چلانے سے چھ اشخاص مجروح ہوئے -

بمبئی یکم جولائی مسلمانوں کا وہ تعزیتی جلوس جس پر آج بعد دوپہر فسادات کا احیا ہوا تھا - پولیس کی معیت میں سوناپور کے قبرستان میں پہنچ گیا - راستہ میں مشتعل جلوس پر پولیس کو بار بار گولی چلانی پڑی ان واقعات سے شہر میں سراسیمگی پھیل گئی - اور گرد و نواح کے علاقہ کی دوکانیں بند ہوگئیں - پولیس نے تعزیتی جلوس کو یہ ہدایت کر دی کہ کلبہ دیوی کے راستہ کو استعمال نہ کیا جائے - کیونکہ فسادات کے آغاز سے لیکر اب تک یہ راستہ ماتمی جلوسوں کے لئے استعمال نہیں ہوتا - لیکن جلوس نے کلبہ دیوی کا راستہ اختیار کر لیا اور اس پر ہندوؤں سے تصادم ہوگیا - پولیس کو بھی مداخلت کرنی پڑی - آج صبح سے لیکر ۲۵ مجروح ہو چکے ہیں - جن میں سے ایک درجن کے قریب گولیاں لگی ہیں - پولیس موقع پر پہنچ گئی ہے - اور حالات پر قابو پا لیا گیا ہے -

—— شام کے مشہور صحیفہ نگار مولانا محمد ادیب عبدالعزیز جو آج کل ہندوستان کی سیاحت میں مصروف ہیں - چہار شنبہ کو لاہور وارد ہوئے - اور مقامی مسلمان رہنماؤں سے ملاقاتیں کر رہے ہیں - آپ دمشق کے جریدہ الرابطۃ الاسلامیہ کے مدیر ہیں - سول ملٹری گزٹ کے نمایندہ سے ملاقات کے دوران میں آپ نے اس خبر کی تردید کی جو آجکل ہندوستانی اخبارات میں شایع ہو رہی ہے کہ عزت پاشا سابق سفیر ترکی متعینہ ریاستہائے متحدہ امریکہ شام کی جمہوریت کے صدر منتخب ہوگئے ہیں - آپ نے فرمایا - کہ جدید جمہوریت کے صدر عزت پاشا نہیں بلکہ آپ کے فرزند محمد علی بیگ ہیں -

آپ سے دریافت کیا گیا کہ جدید جمہوریت کے متعلق شام کی پبلک کا کیا خیال ہے - آپنے فرمایا - کہ اس کا دستور شامیوں کے جذبۂ حریت کو مطمئن کرنے کے لئے ناکافی ہے - اور اس پر مطمئن نہیں - محمد ادیب صاحب کا ارادہ ہے - کہ ہفتہ کے آخر تک لاہور میں قیام فرمائیں گے -

—— ۲۹ جون - ہانس گشان - آرچ منڈل اور کرل سٹ تین جرمن جو برلن کے رہنے والے اور جو تمام دنیا کا پیادہ پا سفر کر رہے ہیں کوئٹہ سے یہاں وارد ہوئے ہیں - یہ تینوں ساڑھے تین سال کا عرصہ ہوا کہ جرمنی سے روانہ ہوئے تھے - آجکل چونکہ گرمی کی انتہائی شدت تھی - اسلئے یہ کوئٹہ سے ملتان تک ریل میں آئے - عنقریب لاہور کی طرف روانہ ہو جائیں گے - وہاں چند روز قیام کر کے کشمیر چلے جائیں گے -

—— جموں معلوم ہوا ہے کہ سنٹرل جیل جموں میں بھی سیاسی ہندو مسلم اسیروں سے امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے - کئی ہندو قیدیوں کے معافی مانگ لینے کے بعد بقیہ قیدیوں کو پہلے سے بھی زیادہ سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں - ان کے آرام کے لئے پلنگ مہیا کئے گئے ہیں لیکا لیکایا کھانا باہر سے بھی آ جاتا ہے - دونوں وقت کھانے کے لئے دہی ملتا ہے - ٹھنڈے پانی کی صراحیاں موجود ہیں - انہیں پنکھے دیئے گئے ہیں - ان کے برعکس مسلمان اسیروں کو سخت دق کیا جاتا ہے - ابھی پچھلے دنوں لاہور کے چند نو عمر احراری قیدیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا - تو جیل کے داروغہ نے انہیں اپنے خاص اختیارات سے بارہ بارہ یوم کے لئے قید تنہائی کی سزا دی گئی - یہ سلوک ان سے اس لئے روا رکھا گیا کہ وہ ایجی ٹیشن سے باز آ جائیں اور معافی مانگ لیں - لیکن ان کا استقلال سزاوار تحسین ہے - تحزمیرپور اور راجہ محمد اکبر خاں اور مولانا اسماعیل صاحب جیسے مقتدر رہنماؤں سے بے حد شرمناک سلوک کیا جاتا ہے - چنانچہ ہر دو اصحاب بطور احتجاج چھ سات یوم سے بھوک ہڑتال کئے ہوئے ہیں - حالانکہ ان کے پاس کے ہندو سیاسی قیدیوں سے بہترین سلوک کیا جاتا ہے - دو چار یوم سے راجہ صاحب اور مولوی صاحب موصوف سے کہا جاتا ہے - کہ تم بھی اس شرط پر رہا کئے جا سکتے ہو - لیکن مسلم رہنمایان میرپور اور نو عمر اسیران احرار ہر طرح سے ثابت قدم ہیں -

—— لکھنؤ یکم جولائی ایک غیر معمولی گزٹ میں شایع ہوا ہے کہ گورنر باجلاس کونسل کے خاص اختیارات کے ہنگامی قانون کی پہلی دفعہ کی ضمنی دفعہ ۳ کے مطابق اعلان کیا ہے کہ مذکورہ آرڈینینس کی بقیہ دفعات کا نفاذ صوبجات متحدہ کے ۲۲ اضلاع میں ۳۰ جون سے کر دیا گیا ہے - ان اضلاع میں میرٹھ علی گڑھ آگرہ - کانپور - الہ آباد - جھانسی - بنارس - لکھنؤ اور رائے بریلی بھی شامل ہیں -

نئی دہلی - یکم جولائی چیف کمشنر دہلی نے خاص اختیارات کے ہنگامی قانون کی دفعہ ۱ ضمنی ۳ کے مطابق آرڈینینس مذکور کی حسب ذیل دفعات کی صوبہ دہلی میں توسیع کر دی ہے - ۳ تا ۴ - ۵ - ۱۳ یا ۱۴ تا ۲۲ (الف) ۲۲ تا ۳۱ - ۵۰ - ۵۸ تا ۶۳ - ۶۹ تا ۷۰ اس وقت تک دہلی میں چار ہنگامی قوانین نافذ تھے -

—— لاہور یکم جولائی افغانستان کے سرکاری جرائد میں مندرجہ ذیل سطور طبع ہوئی ہیں - آجکل سب سے بڑا مسئلہ جس نے تمام عالم کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی ہے وہ اقتصادی کساد بازاری اور توازن مصارف ہے - اگرچہ یہ کوئی نئی چیز نہیں - بلکہ ظہور علم اقتصادیات سے ایک اہم مسئلہ شمار کیا جاتا ہے مگر پچھلے چند برسوں میں اس نے دنیا کو ایک کشمکش میں مبتلا کر رکھا ہے - دنیا کے ہر خطہ اور ملک میں سودیشی کی تحریک روز افزوں ترقی کر رہی ہے - درحقیقت وطنی مصنوعات کی خرید میں ملک و ملت کی بہبود پوشیدہ ہے ہر شخص کے ذمہ مادر وطن کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے - کہ ملکی مصنوعات کا استعمال کرے اور دوسرے لوگوں کو اس پر عامل ہونے کی تحریک کرے - وہ یوں ہو سکتا ہے - کہ ان ضروری چیزوں کے سوا جو لازمہ حیات ہیں - اور اپنے ملک میں بنائی نہیں جاتیں - تمام وطنی اشیا کو ترجیح دینی چاہئے -

پھر بعض چیزیں ایسی بھی ہیں - جن کے بغیر زندگی ممکن ہے یعنی زینت اور عیش کے سامان - ان سے قطعاً اجتناب کیا جائے کیونکہ یہ تکلیف اور نفیس چیزیں ایک ریشمی پھانسی کے مانند ہیں جو ہمارے گلے میں ڈالی گئی ہے اور ہمیں موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے - جس قدر ہم اپنے ملک کی بنی ہوئی چیزیں خریدیں اسی قدر ہمارے ملک کو فائدہ پہنچے گا - کام زیادہ ہوگا تو کام کرنے والوں کو بھی شوق ہوگا - کام کرنے والے زیادہ تعداد میں ہوں گے اور بیکاری دور ہوگی - اور جب مال کی کھپت زیادہ ہوگی - تو لازماً ملکی صنعت ترقی کرے گی - لوگ بڑھ چڑھ کر میدان جدوجہد میں اتریں گے - اور ہر سال جو کروڑوں روپیہ اغیار کی جیبوں میں جاتا ہے - وہ ہمارے اپنے ہی ملک میں رہے گا - درحقیقت ایسی چیز تمام مصائب کا حقیقی علاج ہے -

لاہور یکم جولائی انقلاب کا نامہ نگار مصر سے اطلاع دیتا ہے کہ مصر میں سودیشی کی تحریک زوروں پر ہے پچھلے سال حکومت مصر نے چھ بین الاقوامی نمائشوں میں شرکت کی - تمام نمائشوں سے اول درجہ کے انعام حاصل کئے - نمائندگان مصر کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے - کہ مصری نمائش نے بہت سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا - مصر کی طرف سے پوست ماہیچہ - قالین اور سگریٹ کی مختلف قسمیں نمائش میں رکھی گئیں -

—— احمد آباد ۳۰ جون - نڈیاد کی ایک اطلاع مظہر ہے - کہ آج کیرا ڈسٹرکٹ کانفرنس کے انعقاد کی کوشش کی گئی - پولیس نے نڈیاد اور انند کے ریلوے سٹیشنوں پر کافی انتظامات کئے ہوئے تھے - تاکہ مندوبین کو داخل نہ ہونے دیا جائے - تاہم دوسو کے قریب مندوبین جمع ہو گئے - اور کانفرنس منعقد کرنے کی کوشش کی گئی - پولیس نے تمام کو گرفتار کر لیا - اسی طرح ۲۰۰ کے قریب عورتیں جلوس کی صورت میں نکلیں لیکن پولیس نے انہیں بھی روک کر گرفتار کر لیا -

—— نئی دہلی یکم جولائی سپرنٹنڈنٹ پولیس دہلی نے لاٹریوں میں خطوط کراک لگانے کا سراغ لگانے کیلئے ایکسو روپیہ کا انعام پیش کیا ہے

قل یاأهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون (۳:۳)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۱

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کسی شہادت کے سلسلہ میں لدھیانہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے ایک دن کے لئے لاہور تشریف لائے۔ ۵ر جولائی کی شب کو واپس لنڈی تشریف لے گئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل برائے ۲۰ ہزار روپیہ جو گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے جمعہ گزشتہ کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھکر سنائی گئی۔ جس پر اسی وقت کئی احباب نے لبیک کہا اور وعدوں اور نقد کی صورت میں قریباً چھ سو روپیہ ہوگیا۔ مزید کارروائی اور وصولی کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس میں دارو غہ نبی بخش صاحب۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور بابو محمد رمضان صاحب شامل ہیں۔ امید ہے کہ بیرونی احباب بھی اس بارہ میں فوری کارروائی فرماکر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

جناب سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور مطلع فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل وکرم سے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعا کریں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنا تار کا پتہ "مسلمان لاہور" دوبارہ رجسٹرڈ کرالیا ہے۔ اور اس کے علاوہ دفتر میں ٹیلیفون بھی لگ گیا ہے جس کا نمبر ۲۰۰۷ ہے احباب تار دینے یا کوئی ضروری پیغام پہنچانے کے لئے اس کا خیال رکھیں۔

خان بہادر میاں غلام رسول خاں صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ کی بیماری میں شفا کے آثار نظر آرہے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ جلد شفائے کامل عطا فرمائے۔

کانپور سے ہمارے عزیز دوست عزیز احمد صاحب سوداگر مطلع فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ صاحبہ دو سال سے بیمار ہیں۔ صحت کی بظاہر کوئی امید نہیں ہے۔ تاہم علاج کے لئے مریضہ کو لکھنؤ لے جارہا ہوں۔ احباب کی دلی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔

میرزا عزیز الرحمن صاحب برلن میں

جرمن مسلم سوسائٹی کی طرف سے دعوت چائے

جناب میرزا عزیز الرحمن صاحب ایم۔ ایس۔ سی ۲۴ر مئی کو برلن پہنچ گئے۔ جرمن مسلم سوسائٹی کی طرف سے ان کے اعزاز میں ۳۰ر مئی کو چائے کی دعوت دی گئی۔ جس میں علاوہ مسلمانوں کے غیر مسلم بھی شریک ہوئے۔ اخبارات کے نمائندے بھی موجود تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب موصوف کی فوٹو (لبعد ازاں) اخبارات میں شائع ہوگئی ہے۔ سب سے اول جناب حمید مارکوس صاحب صدر سوسائٹی نے ایک مختصر سی تقریر میں مرزا صاحب موصوف کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد خاکسار نے بزبان المانوی مرزا صاحب کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

جرمن مسلم سوسائٹی کا جلسہ

عالمگیر مذہب پر لیکچر

جرمن مسلم سوسائٹی کا ماہوار جلسہ بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۳ر جون بوقت آٹھ بجے شام منعقد ہوا۔ حاضرین میں مختلف ممالک کے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی تعداد بھی کافی تھی۔ خوش قسمتی سے مولانا عبد المجید صاحب ایم۔ اے امام مسجد ووکنگ (لندن) ان دنوں یہاں تشریف فرما تھے۔ ڈاکٹر حمید مارکوس صاحب صدر سوسائٹی کی استدعا پر مولانا نے موصوف نے کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ مقرر جناب ایم۔ اے بھٹی صاحب کا مضمون "عالمگیر مذہب" تھا۔ مقرر موصوف نے اسلام کی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اسلامی اصول ہی ایسے اصول ہیں جو ہر زمانہ میں ہر ملک کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ گو ہر ایک مذہب میں خوبیاں موجود ہیں لیکن ان میں کثرت سے ایسے اصول ملیں گے۔ جن پر ہر ایک انسان عمل نہیں کرسکتا۔ اس لئے ایسے مذاہب عالمگیر نہیں ہو سکتے۔ اسلام انسان کو باعمل بناتا ہے اور اس کے تمام اصول ایسے ہیں کہ جن پر ہر فرد بشر ہر زمانہ میں عمل کر سکتا ہے۔

لیکچر کے بعد صاحب صدر نے ترمان انگم نہ ہم عنہ صنہ وی امور پر روشنی ڈالی۔ اور بتلایا کہ اسلام دنیا کی تمام قوموں کے ہادیوں اور نبیوں کی محض عزت کرنا ہی نہیں سکھاتا۔ بلکہ ہر مسلمان کے لئے ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ یہ خصوصیت عالمگیر مذہب ہی کی ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے انجیل مقدس سے حوالجات پیش کئے۔ کہ جن کے متعلق بڑے بڑے پادریوں نے لکھا ہے کہ یہاں تحریف موجود ہے۔ لیکچر کے بعد خاکسار نے مولانا نے موصوف کی تقریر کا حاضرین کے لئے جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔

اس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس میں اکثر جرمن مسلمانوں نے بھی حصہ لیا۔ ایک عیسائی پادری صاحب نے کئی سوالات کئے جن کے مدلل جوابات دیئے گئے۔ بالآخر پادری صاحب کو ماننا پڑا اور انہوں نے وہیں اعلان کیا کہ نہ موجودہ انجیل اصل انجیل ہے۔ اور نہ موجودہ عیسائیت اصل عیسائیت ہے۔ اس کے بعد حاضرین کی تواضع مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔ جلسہ گیارہ بجے شب بخیر و خوبی اختتام پر پہنچا۔

خاکسار
عبد اللہ

جلسہ تقسیم انعامات

مسلم ہائی سکول لاہور

۴ر جولائی ۱۹۳۲ء کا دن مسلم ہائی سکول لاہور کی تاریخ میں ایک نہایت خوشگوار دن تھا جبکہ طلبہ کو مختلف کارہائے نمایاں کی وجہ سے انعامات تقسیم کئے گئے۔ اور بعض طلبہ نے مختلف موضوعات پر تقریریں کیں۔ اور کھیلیں بھی دکھائیں۔ جلسہ کے صدر جناب چودھری محمد حسین صاحب انسپکٹر ورنیکلر مدارس تھے۔ جنہوں نے فرائض صدارت کو نہایت خوش اسلوبی سے نبا ہا اور آخر میں ایک برجستہ اور عالمانہ تقریر فرمائی۔

کھیلیں اور سوشل سروس کے کام

سب سے پہلے چند طلبہ نے باری باری دو دو کر کے باکسنگ (مکا بازی) میں اپنا کمال دکھایا۔ جن میں چھوٹے بھی تھے اور بڑے بھی۔ لیکن کھیلتے وقت ان کا جوش و تہور مردانگی اور ڈسپلن قابل داد تھا۔ نہایت ہوشیاری کے ساتھ تاک کر ایک دوسرے کے منہ پر مکا مارنا اور نہایت جوش و خروش سے لڑائی کرتے ہوئے استاد کے سیٹی بجانے پر یکایک الگ ہو جانا اور کھیلتے ہوئے ایک ایک حکم اور اشارہ کو نگاہ رکھنا یہ خاص مہارت اور تربیت کو چاہتا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ مسلم ہائی سکول کے طلبہ نے اس بارہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کے بعد فرسٹ ایڈ (ناگہانی حادثات میں ابتدائی امداد) کے چند مفید عملی سبق ایک طالب علم قمر الاسلام نے سنائے اور بتایا انسان کے مختلف اعضاء پر بوقت ضرورت کس طرح پٹیاں باندھی جا سکتی ہیں۔ ملک عبد الرحیم نے مختلف طرز کی گانٹھیں لگانے اور بیمار کو اٹھانے کا طریق بتایا۔ ایک اور طالب علم نے اپنے جسم کے مختلف پٹھوں کو پھیلا کر بتایا کہ کس طرح انسان اپنے پٹھوں پر قابو حاصل کر سکتا ہے۔ اور بوقت ضرورت دشمن کی مار پیٹ کے اثرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ ماسٹر محمد اشرف صاحب ڈرل ماسٹر نے دو جوان لڑکوں کو ایک لوہے کے ڈنڈے کے سروں پر لٹکا کر اسے درمیان سے اٹھایا۔ اور نہایت خوبی کے ساتھ انہیں گھمایا۔ اور آخر میں دو طالب علموں ملک عبد الرحیم اور دیوان سنگھ نے گتکا بازی میں اپنے کمالات دکھائے۔

طلبہ کی تقاریر

اس کے بعد تقاریر شروع ہوئیں حافظ محمد رفیع کی تلاوت قرآن کریم کے بعد محمد سلیم، محمد سعید اور نعیم الدین نے مختلف نعتیں اور نظمیں سنائیں۔ پھر عبد السلام نے (جو مولانا عبد المجید صاحب سالک ایڈیٹر انقلاب کا نوجوان بچہ ہے) جہاد حریت آئرلینڈ کی تاریخ شروع سے آخر تک مختصراً سنائی اور بتایا کہ کس طرح آئرلینڈ کے کئی ایک فرزندوں کو مادر وطن کی آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کرنی پڑیں۔ اور کس طرح حکومت نے اپنے اثر و اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کا تشدد روا رکھا لیکن آخر کار حب الوطنی کے سچے جذبات کے آگے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ ایک اور طالب علم میاں بشیر نے مسلمانوں پر ادبار کے وجوہ بیان کئے۔ اور بتایا کہ جب تک مسلمانوں سے تکفیر کا مرض دور نہ ہو اور وہ ایک منظم جماعت کی شکل اختیار کر کے ایک امیر کی اطاعت نہ کریں اس وقت تک ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ تقریر اپنے موضوع اور مقرر کی سنجیدگی اور برجستگی کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی تھی۔ ارشاد علی (جماعت دہم) نے "عرب کا بے مثال نبی" کے عنوان سے ایک چھوٹا سا مضمون پڑھا۔ جس میں دوسرے نبیوں اور ریفارمروں سے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مقابلہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم اپنے کمالات کے لحاظ سے دنیا کی تاریخ میں ایک بے مثال شخصیت ہیں۔ اس کے بعد سعید محمد صاحب نے ایثار اور قربانی کے موضوع پر انگریزی میں مختصر تقریر کی۔ قمر الاسلام نے پانی پت کی تیسری جنگ کے واقعات بیان کئے اور جماعت ہفتم کے چار پانچ طالب علموں نے ایک مفید اور سبق آموز ڈرامہ کر کے دکھایا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کی رپورٹ

طالب علموں کی تقاریر کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول کی رپورٹ پڑھی۔ اور بتایا کہ کس طرح اور کن حالات میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس سکول کی بنیاد رکھی جو خدا کے فضل سے کامیابی کے اس درجہ تک پہنچ چکا ہے کہ دنیوی تعلیم میں اعلیٰ نتائج حاصل کرنے کے علاوہ طلبہ کی دینی اور اخلاقی تعلیم اور تربیت کا بھی بہت خیال رکھا جاتا ہے دینی تعلیم میں ترجمہ قرآن کریم، تاریخ اسلام، سیرت نبوی اور ارکان اسلام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور طلبہ کی اخلاقی اور جسمانی صحت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ سکول کے حصہ پرائمری کو بلدیہ کے سپرد کرنے پر آپ نے اظہار افسوس کیا۔ اور اس کی مختلف وجوہ بیان کیں۔ سکول کے سٹاف میں بہترین کارکنوں کا ہونا آپ نے سکول کی شاندار زندگی کا اصل سبب بتایا۔ اور مختلف امتحانات کے شاندار نتائج کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح سے ان نتائج اور سکول کی دیگر سرگرمیوں اور بورڈنگ کی خوشگوار زندگی نے پبلک اور حکام کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ سکول کی مختلف سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ سکاؤٹنگ۔ باکسنگ۔ ڈرل و گیمز میں بھی سکول کو نمایاں کامیابی حاصل ہے۔ اس کے علاوہ فرسٹ ایڈ (ناگہانی حادثات میں ابتدائی امداد) کی تعلیم بھی طلبا کو دی جاتی ہے۔ طلبہ کا جسمانی اور طبی معائنہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ ریڈنگ روم اور لائبریری بھی موجود ہے۔ جونیر اور سینیر طلبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ لٹریری سوسائٹیاں بھی ہیں۔ طلبہ کے علاج اور غریب طلبہ کو مفت دوائی فراہم کرنے کے لئے سکول ڈسپنسری بھی موجود ہے اور ان سب چیزوں کے علاوہ ایک سب سے بڑی چیز تھرفٹ سوسائٹی (انجمن کفایت شعاری) بھی ہے، جو طلبہ کو کفایت شعاری سکھاتی اور اپنے جیب خرچ میں سے بچانے اور جمع کرنے کی عادت ڈالتی ہے۔

تقسیم انعامات

رپورٹ پڑھی جانے کے بعد صاحب صدر نے اپنے ہاتھ سے طلبہ کو انعامات تقسیم کئے۔ جو پڑھائی کے علاوہ کھیلوں سوشل سروس۔ لٹریری سوسائٹیوں میں تقاریر اور کفایت شعاری وغیرہ کے لحاظ سے دیئے گئے۔ کئی ایک طالب علموں نے مختلف کاموں کی وجہ سے کئی کئی انعامات حاصل کئے

صاحب صدر کی تقریر

آخر میں صاحب صدر نے نہایت مختصر اور بہت برجستہ اور معقول تقریر کی اور بتایا کہ سکول درحقیقت دنیا کا ایک چھوٹا سا نقشہ ہے جس سے انسان دنیا میں آئندہ زندگی بسر کرنے کا عملی سبق حاصل کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج نرا سرٹیفکیٹ حاصل کر لینا اور بی اے اور ایم اے بن جانا بھی کوئی چیز نہیں حالانکہ اس سے پیشتر میٹرکولیشن کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لینا بڑی چیز سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج دنیا میں بی اے اور ایم اے قلیل مشاہروں پر زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ نری کتابی تعلیم ہی نہیں بلکہ مختلف شعبوں میں طلبہ کو تربیت اور تعلیم دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ سکول کوئی ترقی نہیں کرتا جو تمام شعبوں میں دلچسپی نہیں لیتا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ اس سکول میں اس بات کا بہت لحاظ رکھا جاتا ہے آخر میں آپ نے سکول کے اساتذہ کے باہمی اتحاد اور محبت و یگانگت اور ہمدردی اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی محنت و جانفشانی کی تعریف کی۔ اور آج کے جلسہ کی کامیابی کی مبارکباد دیتے ہوئے اسے برخاست کیا جس کے بعد ایک عراقی نوجوان نے عربی میں تقریر کی اور پھر مہمانوں کی تواضع سوڈا واٹر سے کی گئی۔

ڈاکٹر حمید مارقوس کی تقریر سیرت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مساعی جمیلہ

ڈاکٹر حمید مارقوس پی ایچ ڈی (برلن) کی شاندار اور محققانہ تقریر جس کا عنوان "محمد عربی کا پیغام باشندگان یورپ کے نام" ہے یورپین اقوام کے لئے لکھوائی گئی ہے۔ اس تقریر کے انگریزی اور جرمن تراجم، انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے شائع کئے ہیں ہدیہ ۵ / روپے فی ہزار ہے برادران اسلام یوم النبی کی تقریب پر یہ تقریر انجمن مذکور کے سکرٹری صاحب سے منگوا کر خود تقسیم فرمائیں دوسری صورت یہ ہے کہ انجمن مذکور کو روپیہ بھیج دیں وہ اتنی ہی کاپیاں جرمنی، یا یورپ و امریکہ میں اپنی معرفت تقسیم کرے گی

(ناظم دفتر اشاعت سیرت۔ بٹی۔ ضلع لاہور)

اخبار کا چندہ

ہمیشہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا کیجئے۔ وی پی میں ۴ر زیادہ خرچ ہوتے ہیں۔ جن خریداروں کا چندہ ماہ جون میں ختم ہوا ہے وہ جلد سے جلد رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج کر شکریہ کا موقع دیں

حضرت مسیح موعودؑ اور چودھویں صدی کے علماء

(از خانصاحب محمد منظور الٰہی صاحب)

مولوی ظفر علی اور مولوی ثناء اللہ اور ان کے نئے پرانے کاسہ لیس لٹھ بہا بہا کر اپنے اخبارات و رسائل میں لکھا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے چودھویں صدی کے بے زبان اور بے ضرر علما کو گالیاں دیں۔ میں اس حدیث کو یہاں نقل کرنا نہیں چاہتا۔ جس میں ان علما کا نقشہ مخبر صادق نے کھینچا ہے تاہم ان ہر دو مولاناؤں کی اپنی تحریروں کو نقل کرنے کے بعد علما کی شیریں دہانی کے کچھ نمونے فتوے کفر سے پیش کرونگا۔ جن کے جواب میں حسب فرمان خداوندی لایحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم (النساء) "بری بات کا بلندی سے اظہار کرنا اللہ کو پسند نہیں ہاں جس پر ظلم ہوا ہو" (تفسیر ثنائی ص۲۱۶) حضرت مسیح موعود کو لکھنا پڑا:۔

(۱) "افسوس ہے ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی۔ راہبر۔ ورثۃ الانبیا سمجھتے ہیں۔ ان میں یہ نفسانیت یہ شیطنت بھری ہوئی ہے تو پھر شیطان کو کس لئے برا بھلا کہنا چاہیئے"۔

(اخبار اہلحدیث ۱۷ نومبر ۱۹۱۶ء)

(۲) "نام کے بنی اسرائیل تو آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور صفحۂ دنیا سے نام غلط کی طرح مٹ گئے۔ مگر آہ! کام کے بنی اسرائیل اب بھی موجود و ترقی پذیر ہیں۔ ہم نے سجادہ نشینی کا فخر حاصل کیا۔ اور عنان اسرائیلی ہاتھ میں لے لی۔ اور اپنا گھوڑا گھوڑ دوڑ میں بنی اسرائیل سے بھی آگے بڑھا دیا۔ صادق اور مصدوق فداہ ابی و امی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہماری اس شہسواری اور گوئے سبقت کی پیش بری کی ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ یقیناً میری امت سے بھی لوگ ہو بہو بنی اسرائیل کی طرح افعال بد میں منہمک ہوں گے۔ حتی کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ماں سے زنا کرنے والے افراد موجود ہوں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج ہم مدعی اہلحدیث بھی **حذو النعل بالنعل بنی اسرائیل کی طرح** ہر معاملہ میں مصلحت دور اندیشی ضرورت وقتی۔ پالیسی۔ زر پرستی کاسہ لیسی خوشامد و چاپلوسی وغیرہ کو معبود برحق سمجھکر اسی کی پوجا کرنے لگے"۔ (اخبار اہلحدیث ۵ ستمبر ۱۹۳۱ء ص۱۱)

مولوی ظفر علی کی رائے علماء و پیروں کے بارہ میں سنیئے:۔

"شریعت آج کیا ہے۔ محمد عربی کے درس حقیقت کے بجائے عمامہ پوش ریشائیلیوں کے ایک بھاری بھر کم گروہ کے اقاویل لایعنی کا مجموعہ ہے"

"طریقت آج کیا ہے؟ جنیدؒ اور بایزیدؒ کا منہ چڑانے والوں عبدالقادرؒ اور معین الدینؒ کے خرقہ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑانے والوں کی سطحیات کا ایک رنگا رنگ مرقع ہے جسے احسان کا نام دیکر یہ مدلی مولی توندوں والے حقے اپنے جاہل مریدوں کی جان و مال و ناموس کو اپنی ہوسناکیوں کا کھلونا بناتے ہیں"۔ (زمیندار ۱۶ مئی ۱۹۳۶ء)

یوں تو مولوی صاحبان کی مخالفت کا سلسلہ حضرت مسیح موعود کے خلاف براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت سے ہی چلتا ہے۔ لیکن اس وقت ایسے مولویوں کی تعداد گنتی کی تھی۔ لیکن دعویٰ مسیح موعود کرنے کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو آگ ۱۸۹۱ء میں ہندوستان کے چاروں کونوں میں بھڑکائی اور جس طرح ایک ایک مولوی نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنی بدزبانی دکھائی اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اور جب بار بار سمجھانے کے باوجود مولوی اپنی بدزبانی سے باز نہ آئے۔ تو حضرت مسیح موعود کو بھی ایسے لوگوں کے خلاف سختی سے لکھنا پڑا۔

پس میں ۱۸۹۱ء کے فتوے تکفیر سے نام بنام ہر ایک مولوی کی گلفشانی کا نمونہ دکھاتا ہوں:۔

(۱) مرزا قادیانی پابندی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔ (ص۴۰)
اس کو ان تیس دجالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہے ایک دجال کہہ سکتے ہیں۔ اور اس کے پیروان اور ہم مشربوں کو ذریات دجال (ص۴۱)
(سید محمد نذیر حسین دہلوی)

(۲) قادیانی کجرو۔ پلید۔ حماقت ظاہر کی ہے۔ دین کا چور۔ دجال، کذاب، ملعون، شیطان، ص۸۶
(محمد عبدالجبار عمرپوری آگرہ)

(۳) ملحد ص۸۶ (احمد حسن دہلوی)

(۴) دجال ص۸۷ (اسحاق بن عبدالرحمٰن عربی)

(۵) ملحد اور چھپا مرتد۔ ص۸۷ (ابو عبدالمنان محمد عبدالرحمٰن)

(۶) گمراہ۔ گمراہ کرنیوالا۔ چھپا مرتد۔ کذاب۔ کافر۔ خدا اسے ہلاک کرے۔ ص۸۷ (ابو عبداللہ محمد فقیر اللہ الکھنوی الشاہ پوری)

(۷) نہ اس کذاب قادیانی کے کفر میں شک ہے ص۸۸ (محمد یوسف)

(۸) اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ص۸۸ (قادر علی)

(۹) مرزا قادیان اہل اسلام سے خارج ہے اور سخت ملحد و ایک دجال دجالوں مخبر عنہا سے ہے اور پیرو اس کے گمراہ ہیں" ص۸۹ (فقیر مسعود دہلوی سجادہ نشین نقشبندیہ)

(۱۰) بلاشک دجال ہے ص۸۹ (فتح محمد فتحپوری مدرس دہلی)

(۱۱) وہ قطعاً چھپا کافر و مرتد ہے ص۸۹ (محمد امان اللہ)

(۱۲) وہ دجال کذاب ہے ص۸۹ (عبدالقادر)

(۱۳) منجملہ ان دجالوں کے ایک دجال مگر بڑا بھاری دجال بلکہ اس کا عم دجال ہے ص۸۹ (ابو محمد عبدالحق)

(۱۴) دائرۂ اسلام سے خارج۔ ملحد۔ اور زندیق ہے ص۹۰
(محمد لطف اللہ۔ محمد عثمان)

(۱۵) اس کے کفر میں کوئی شک نہیں وہ کافر ہے بدکردار ہے شریعت محمدیہ کا مخالف۔ خدا اس کا منہ کالا کرے۔
ص۹۱ (محمد اسمعیل علی گڑھی)

(۱۶) اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ص۹۲ (محمد ایوب سکنہ کول)

(۱۷) احاطۂ اسلام سے خارج اور دجال کذاب ہے ص۹۲ (حکیم محمد حسن بنارسی۔ محمد عبدالرحمٰن امام مسجد جامع اہلحدیث بنارس)

(۱۸) دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ص۹۳ (ابو محمد عبدالقادر)

(۱۹) دجال و کاذب ہے۔ ص۹۳ (شہید الدین احمد بنارسی)

(۲۰) دجال و کذاب۔ اہل سنت سے خارج ص۹۴ (محمد عبداللہ خاں پوری)

(۲۱) دجالین کذابین میں داخل ہے پیروان و ہم مشربوں کو ذریت دجال کہہ سکتے ہیں ص۹۶ (محمد بشیر)

(۲۲) کذاب دجال مرزا جو اس کے گمراہ ہونے میں شک کرے وہ ویسا ہی گمراہ ہے ص۹۷ (حسین بن محسن الانصاری یمانی)

(۲۳) کافر بلکہ اکفر ہے ص۹۹ (محمد ادریس ابو محمد اسمعیل جھجھانوی)

(۲۴) غلام احمد کجرو و پلید۔ گمراہ۔ چھپا مرتد۔ شیطان سے زیادہ گمراہ۔ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ یہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے تاکہ وہ اہل قبور اس سے ایذا نہ پائیں ص۱۰۱ (عبدالصمد غزنوی)

(۲۵) قادیانی ایک دجال ہے۔ بڑا جھوٹا۔ چھپا مرتد۔ باطنی قرمطی ص۱۰۲ (ابو ادریس عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ الغزنوی)

(۲۶) الحاد و یہودیت اختیار کی۔ بلعم بن باعور کا مثیل ص۱۰۲ (عبدالواحد بن عبداللہ الغزنوی)

(۲۷) مرزا (کادیانی) کافر ہے۔ چھپا مرتد ہے۔ گمراہ ہے گمراہ کنندہ نڈر ہے۔ دجال ہے وسوسہ ڈالنے والا۔ ص۱۰۴ (عبدالحق غزنوی)

(۲۸) مرتد۔ یقیناً ملحد۔ جو اس کا مصدق و موید وہ بھی گمراہ ہے ص۱۰۵ (غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور)

(۲۹) کادیانی احاطۂ اسلام سے خارج ص۱۰۶ (محمد عبداللہ ٹونکی)

(۳۰) مرزا مذبور۔ بے ریب و شک زمرۂ اہل اسلام سے خارج و بفرقۂ کفار مندرج ص۱۰۸ (سید ظہور الحسین سجادہ نشین بٹالہ)

(۳۱) کافر۔ مرتد۔ ملحد۔ کذاب۔ ص۱۲۶ (عبدالرحمٰن المدعو الحی الدین لکھوکے)

(۳۲) ملحد۔ دجال۔ کذاب ص۱۲۸ (محمد حسن بن محمد بن بارک اللہ لکھوکے)

(۳۳) کافر۔ ملحد۔ دجال۔ کذاب۔ گمراہ کنندہ۔ ملحد کادیانی۔ شیطان اسپر مسلط ہے۔ بکواسی مفسد فسادی۔ بطال۔ کادیانی۔ حواس باختہ ص۱۲۸ تا ص۱۶۴ پشاور۔ سورت۔ گجرات۔ خانپور۔ وزیر آباد۔ نظام آباد۔ گنگوہ۔ مراد آباد۔ کے ملانوں کے الفاظ۔

مندرجۂ بالا الفاظ مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ہیں۔ ان الفاظ پر نہ صرف ان مولویوں نے اصرار کیا بلکہ بار بار فتاویٰ کفر کو شائع کرکے ملک میں مخالفت کی آگ بھڑکاتے رہے۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد حضرت مسیح موعود کو بھی ان کے خلاف لکھنا پڑا۔

مولوی ثناء اللہ اور مولوی ظفر علی کی درافشانیوں کے نمونے کسی آئندہ نمبر میں شائع کئے جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | لاہور مورخہ ۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۱

حضرت آدمؑ و حوّاؑ اور حضرت مسیح موعود

"زمیندار" کے ایک اعتراض کا دندان شکن جواب

"زمیندار" کے "فحاش" ایڈیٹر نے جو ہندوستان کی مذہبی اور سیاسی دنیا میں "پولٹیکل گرگٹ" کا خطاب حاصل کرچکا ہے کیونکہ اس کی جبین نیاز کبھی تو سرکار انگریزی کی چوکھٹ پر نظر آتی ہے اور کبھی سرکار کو گالیاں دینا اس کا وطیرہ بن جاتا ہے کبھی علمائے کرام اور "پیران عظام" کی پگڑیاں اچھالتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور کبھی ان کا سب سے بڑا خیر خواہ بن جاتا ہے۔ مطلب پرست لوگوں کی طرح نہ اس کا کوئی مذہب ہے اور نہ سیاست۔ جدھر کی ہوا دیکھی اسی رخ چلنا شروع کردیا۔ ایک وقت احمدیت کی حمایت کرتے کرتے جس وقت دیکھا کہ احمدیت کی مخالفت کی ہوا چل رہی ہے اور عوام کالانعام کی جیبوں پر اسی ذریعہ سے ڈاکا ڈالا جاسکتا ہے تو جھٹ پینترا بدل کر مخالفت کا رنگ اختیار کرلیا۔ اور ہر روز "نقاش" بروزن "خفاش" کے نام سے "زمیندار" کے صفحات میں علم و تہذیب کی وہ مٹی پلید کررہا ہے کہ الاماں۔

۳ر جولائی ۱۹۳۲ء کے نکاہات میں اسی "فحاش" نے حضرت مسیح موعود کا ایک نامکمل حوالہ لکھکر اپنی ناحق کوشی کا کھلا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ اور اس کی لپیٹ میں علامہ سر اقبال کو بھی لے لیا ہے۔ ذیل میں ہم وہ حوالہ من وعن نقل کردیتے ہیں۔ تاکہ "مولوی صاحب" کی دیانت اور امانت کا حال دنیا پر ظاہر ہوجائے۔ حضرت مسیح موعود تحفہ گولڑویہ میں سورہ والناس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اس خناس کی وسوسہ اندازی کا وہ زمانہ ہوگا کہ جب اسلام کے لئے نہ کوئی مربی اور عالم ربانی زمین پر موجود ہوگا اور نہ اسلام میں کوئی حامی دین بادشاہ ہوگا تب مسلمانوں کے لئے ہر ایک موقع پر خدا ہی پناہ ہوگا۔ وہی خدا۔ وہی مربی۔ وہی بادشاہ وبس۔

اب واضح ہو کہ خناس شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یعنے جب شیطان سانپ کی سیرت پر قدم مارتا ہے اور کھلے کھلے اکراہ اور جبر سے کام نہیں لیتا اور سراسر مکر اور فریب اور وسوسہ اندازی سے کام لیتا ہے اور اپنی نیش زنی کے لئے نہایت پوشیدہ راہ اختیار کرتا ہے تب اس کو خناس کہتے ہیں۔ عبرانی میں اس کا نام نحاش ہے۔ چنانچہ توریت کے ابتدا میں لکھا ہے کہ نحاش نے حوّا کو بہکایا۔ اور حوّا نے اس کے بہکانے سے وہ پھل کھایا۔ جس کا کھانا منع کیا گیا تھا[لہ] تب آدم نے بھی کھایا۔ سو اس سورۃ والناس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی نحاش آخری زمانہ میں پھر ظاہر ہوگا۔ اسی نحاش کا دوسرا نام دجال ہے۔

(ص ۱۰۶ حاشیہ)

(نوٹ) لہ۔ یاد رہے کہ یہ حوا کا گناہ تھا۔ کہ براہ راست شیطان کی بات کو مانا اور خدا کے حکم کو توڑا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حوا کا نہ ایک گناہ بلکہ چار گناہ تھے (۱) ایک یہ کہ خدا کے حکم کی بے عزتی کی اور اس کو جھوٹا سمجھا۔ (۲) دوسرے یہ کہ خدا کے دشمن اور ابدی لعنت کے مستحق اور جھوٹ کے پتلے شیطان کو سچا سمجھ لیا۔ (۳) تیسرے یہ کہ اس نافرمانی کو صرف عقیدہ تک محدود نہ رکھا بلکہ خدا کے حکم کو توڑ کر عملی طور پر ارتکاب معصیت کیا۔ (۴) چوتھا یہ کہ حوا نے نہ صرف آپ ہی خدا کا حکم توڑا بلکہ شیطان کا قایم مقام بنکر آدم کو بھی دھوکا دیا تب آدمؑ نے محض حوّا کی دھوکہ دہی سے وہ پھل کھایا جس کی ممانعت تھی۔ اسی وجہ سے حوا خدا کے نزدیک سخت گنہگار ٹھیری مگر آدمؑ معذور سمجھا گیا۔ محض ایک خفیف خطا جیسا کہ آیہ کریمہ ولم نجد لہ عزما سے ظاہر ہے یعنے اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آدم نے عمداً میرے حکم نہیں توڑا بلکہ اس کو یہ خیال گزرا کہ حوا نے جو یہ پھل کھایا ہے اور مجھے دیا شاید اس کو خدا کی اجازت ہوگئی۔ جو اس نے ایسا کیا۔ ..... اور حوا کو سزا سخت دی۔ مرد کا محکوم بنایا۔ اور اس کا دست نگر کردیا۔ اور حمل کی مصیبت اور بچے جننے کا دکھ اس کو لگا دیا۔"

مندرجہ بالا نوٹ سے جو تورات کے حوالہ پر دیا گیا ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے تورات کی عبارت سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں انہی کا ذکر کیا۔ نہ اس کو اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اور نہ یہاں آپ عقائد کی بحث کررہے تھے۔ بلکہ بحث صرف "خناس" کی تشریح پر تھی۔ جس نے عورت کو پھسلایا۔ اور عورت کو پھسلانے اور ورغلانے کے تمام قصے یا تو تورات کتاب پیدائش میں پائے جاتے ہیں۔ اور یا مسلمانوں کی بعض تفاسیر میں۔ قرآن اور اسلام ایسے نقصوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس نے حوا کا نام تک نہیں لیا۔

اس کا مزید ثبوت کہ حضرت مسیح موعود نے مندرجہ بالا حوالہ میں صرف تورات کی تعلیم کا ذکر کیا ہے۔ آپ کا یہ آخری فقرہ ہے کہ:۔

"حوا کو سزا سخت دی۔ مرد کا محکوم بنایا۔ اور اس کا دست نگر کردیا۔ اور حمل کی مصیبت اور بچے جننے کا دکھ اس کو لگایا۔"

ظاہر ہے کہ یہ قرآن کی تعلیم نہیں اور نہ حضرت مسیح موعود کا یہ عقیدہ ہے بلکہ توریت ہی میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور درد سے تو لڑکے جنے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا۔ اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔"

(پیدائش باب ۳-۱۶)

اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کا نقطۂ نگاہ آدمؑ کی پیدائش اور بہشتی زندگی کے متعلق جو کچھ ہے۔ وہ مولانا "نحاش" سے پوشیدہ نہیں۔ ہمارا تمام لٹریچر اور تفاسیر جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کے نقطۂ نگاہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔ لیکن میں مولانا "نحاش" سے اتنا کہونگا کہ اپنے دوست مولانا عبدالحنان نائب ناظم جمعیۃ العلما پنجاب سے حدیث ذیل کا ترجمہ دریافت کیجئے۔ جو بخاری میں پائی جاتی ہے:۔

"لولا حوا لم تخن انثیٰ زوجہا"

اس سے ظاہر ہے کہ "ابوالبشر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفیقہ حیات کی شان" آپ لوگوں کے نزدیک کیا ہے۔ اگر پنجابی جمعیۃ العلماء کے نائب ناظم آپ کو اس حدیث کا ترجمہ بتانے سے گریز کریں تو امرتسر قریب ہے وہاں اہلحدیث کے لیڈر سے دریافت کرلیں کہ اس میں حضرت آدمؑ کی "رفیقہ حیات" کی کیا عمدہ شان بیان کی ہے اور اسی عیسائیوں والے عقیدہ پیدائشی گناہ کی تائید ہے یا نہیں؟

علامہ اقبال کو باوجود اختلاف خیال ہم ایسی دریدہ دہنی سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہے اور یہ صرف "مولانا گرگٹ" کے اندر دل کی سیاہی ہے۔ جو علامہ اقبال کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرا رہی ہے۔

مسلم لیڈیز کانفرنس

مسلم لیڈیز کانفرنس کا ایک اجلاس ۱۹ر جون کو میسور میں منعقد ہوا۔ جس میں تین سو سے زیادہ خواتین شریک ہوئیں جناب اقبال النساء بیگم صاحبہ منشی فاضل سپرنٹنڈنٹ اردو گرلز سکول بمبئی جلسہ کی صدر تھیں جنھوں نے اپنی صدارتی تقریر میں زیادہ تر اسلامی پردہ پر اظہار خیال کیا اور بتایا کہ اسلام میں اس بات کی

بیس ہزار مارک کا فوراً انتظام کیا جائے

پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا تار حضرت امیرایدہ اللہ کے نام

برلن سے پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا تار حضرت امیرایدہ اللہ کے نام موصول ہوا ہے جس میں اس "نئی مصیبت" کے متعلق جس کا ذکر حضرت امیرایدہ اللہ نے گزشتہ اشاعت میں اپنی اپیل میں کیا ہے۔ یہ اطلاع دی ہے کہ فریق مخالف کے ساتھ چار ہزار مارک پر فیصلہ ہوچکا ہے اس لئے یہ رقم بذریعہ تار بھیجدی جائے۔ نیز سولہ ہزار مارک یا جتنی رقم ہوسکے قرضہ مسجد کے لئے بانڈوں کی خرید کے واسطے بھیجدی جائے۔

امید ہے کہ احباب کرام بالخصوص ذی استطاعت اصحاب اس نہایت ضروری اور نازک موقعہ پر اپنے دست کرم کو زیادہ کشادہ کرکے قوم کو اس بوجھ سے آزاد کرنے کی کوشش کریں گے۔

اجازت ہے کہ کوئی مسلمان عورت اگر چاہے تو اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے ساتھ چہرہ کھولے ہوئے اور جسم کو اسلامی لباس میں مناسب طریق سے پورے طور پر ڈھانپے ہوئے باہر جاسکتی ہے انہوں نے مردوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی لڑکیوں اور عورتوں کو اسلامی طریق پر تعلیم دیں۔

خانبہ اقبال فاطمہ بیگم صاحبہ کے یہ خیالات بہت سے تنگ خیال مولویوں کو ناگوار گزرینگے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اسلام سے مخالفت یا بیزاری کا اعلان نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کی پوری تائید اور حمایت ہے وقت آگیا ہے کہ ہمارے مولوی مسجدوں کے حجروں میں بیٹھکر غیر اسلامی رواجات کے خلاف آواز اٹھانے والوں پر فتوے لگانے کے بجائے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان رواجات کا قلع قمع کریں کہ یہی حقیقت میں اسلام کی سچی حمایت ہے۔

پردہ اور مسلمان

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ پردہ کے متعلق لوگوں کے خیالات عموماً افراط وتفریط کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اسلام نے جہاں مسلم خواتین کو ہاتھ اور چہرے کھلے رکھنے کی اجازت دی ہے، وہیں اپنے خاص رشتہ داروں کے سوا باقی لوگوں پر اظہار زینت سے بھی منع کیا ہے۔ لیکن آج پردہ کے مخالفین نے یہ تو پڑھ لیا ہے کہ قرآن نے چہرہ کو پردہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے (حالانکہ چہرہ کا استثنا بھی خاص حدود کے اندر ہے) مگر لا یبدین زینتھن الخ (اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں) کے الفاظ پر کبھی غور نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض طبقوں میں باہر نکلتے ہوئے چہرہ کھلا رکھنے کے ساتھ فیشن آرائی پر بھی پورا زور صرف کیا جاتا ہے۔ اور غیر مردوں میں اظہار زینت سے کوئی دریغ نہیں کیا جاتا۔ یہ فی الحقیقت اسلامی پردہ کی کھلی نافرمانی ہے۔ جو بہت سے فتنوں کو پیدا کرنے والی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان علما اور انگریزی تعلیمیافتہ اصحاب ملکر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پردہ کی حدود پر غور کریں۔ اور قرآن کی بتائی ہوئی حدود کے مطابق پردہ کو رائج کرکے مسلم خواتین کو آنے والی بلاؤں اور فتنوں سے بچانے کی کوشش کریں۔

بین الاقوامی ازدواجی تعلقات

انگلستان میں آج کل ایک تحریک شروع ہے کہ مختلف نسلوں اور قوموں کے لوگوں میں بین الاقوامی ازدواجی تعلقات قایم کیے جائیں۔ اور اس طرح سے ان نسلی اور قومی امتیازات کو مٹا دیا جائے جو دنیا میں تعصب اور باہمی منافرت کا موجب ہوتے ہیں۔

اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے حال ہی میں برٹش کامن ویلتھ لیگ کے زیر اہتمام لندن میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مس آر۔ ایم۔ فلمنگ نے جو رائل اینتھروپولاجیکل انسٹی ٹیوٹ سے تعلق رکھتی ہیں۔ قوموں کے نسلی اختلاط پر ایک بسیط لیکچر دیا جس میں بتایا کہ:۔

(۱) یہ دعوے غلط ہے کہ دنیا کی کوئی قوم نسلی اعتبار سے خالص ہے اور دوسری کسی قوم کا خون اس کی نسل میں نہیں۔ انسانی کھوپری کے قدیم ترین آثار مختلف اقوام کے اختلاط کو ثابت کرتے ہیں۔

(۲) انگلستان کے باشندے بہت ہی مخلوط النسل ہیں

(۳) دنیا کا موجودہ سلسلہ رسل ورسائل ہر قسم کے لوگوں کے جو پہلے ایک دوسرے سے بالکل ناآشنا تھے۔ باہمی میل جول کو بڑھا رہا ہے جس کی وجہ سے اقوام میں زیادہ اختلاط پیدا ہوگا۔

ان وجوہ ودلائل کی بنا پر مس فلیمنگ نے اس بات پر زور دیا کہ سفید لوگوں کا حبشیوں اور کالے انسانوں سے تعلقات ازدواج قایم کرنا کوئی معیوب امر نہیں اور کہ موجودہ دنیا کے کروڑ ہا انسان پرلے درجہ کے متخالف اور متضاد ٹائپ کے لوگوں کے اختلاط کا نتیجہ ہیں۔

حبشیوں کی بھر گئی

اسی ضمن میں انہوں نے حبشیوں کی بعض خوبیوں اور محاسن کا بھی تذکرہ کیا تاکہ ان کے رنگ کی وجہ سے جو نفرت سفید اقوام کے دلوں میں پائی جاتی ہے وہ دور ہوسکے انہوں نے بتایا کہ:۔

"روحانی اور اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے ہم اس بلند مقام پر نہیں جس کا کہ ہمیں خیال ہے۔ اگر ہم میں سے کسی کو کھانے پر بلایا جاتا ہے تو ہمارا خیال صرف کپڑوں اور میز کی آرائش تک محدود رہتا ہے۔ لیکن بعض دیسی قبائل میں جو ان چیزوں کو جانتے بھی نہیں کوئی شخص کھانے پر نہیں بیٹھتا جب تک وہ تین دفعہ بلند آواز سے پکار کر دریافت نہ کرلے کہ کوئی بھوکا آدمی تو وہاں موجود نہیں ہے"

اس کے علاوہ راگ گانے اور فسانہ گوئی میں دیسیوں نے دنیا کے کمالات میں اضافہ کیا ہے۔ اور اگر فلسفہ میں ان کی کوئی تحریر نہیں پائی جاتی تو کم از کم ان ناقابل برداشت حالات کو جو غیر ممالک کی غلامی میں ان پر وارد ہوئے نہایت خوشی خوشی برداشت کرکے انہوں نے اس روحانیت کا ثبوت دیا جو دلوں کو ہلا دینے والی ہے"

خدا کی شان! یہ وہ لوگ ہیں جو حبشی تو ایک طرف اچھے بھلے صحیح اللون انسانوں کو بھی کالا آدمی کہکر نفرت وحقارت سے ٹھکرا دینے کے عادی ہیں۔ آج انگلستان میں عورتوں کی کثرت انہی لوگوں کو مجبور کررہی ہے کہ کالے کلوٹے حبشیوں کی قصیدہ خوانی کرکے اپنی قوم کی بیٹیوں کو ان کے حوالے کردیں یہ خدا کے کام ہیں جو بڑے بڑے مغرور انسانوں کو بھی آخرکار نیچا دکھاکر رہتا ہے۔

مقصد حیات

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

انسان کا فرض ہے کہ اس میں نیکی کی طلب صادق ہو اور وہ اپنے مقصد زندگی کو سمجھے۔ قرآن شریف میں انسان کی زندگی کا مقصد یہ بتایا گیا ہے۔ **ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**۔ یعنی جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب انسان کی پیدائش کی علت غائی یہی ہے۔ تو پھر چاہیے کہ خدا کی شناخت کرے۔ جبکہ انسان کی پیدائش کی علت غائی یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اور عبادت کے واسطے اول معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ جب سچی معرفت ہوجائے۔ تب وہ اس کی خلاف مرضی کو ترک کرتا اور سچا مسلمان ہوجاتا ہے۔ جب تک سچا علم پیدا نہ ہو۔ کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ دیکھو جن چیزوں کے نقصان کو انسان یقینی سمجھتا ہے۔ ان سے بچتا ہے۔ مثلاً سم الفار جانتا ہے کہ یہ زہر ہے اس لئے اس کو استعمال کرنے کی دلیری کا اور جرأت نہیں کرتا۔ کیونکہ جانتا ہے کہ اس کا کھانا موت کے منہ میں جانا ہے ایسا ہی کسی زہریلے سانپ کے بل میں ہاتھ نہیں ڈالتا یا طاعون والے گھر میں نہیں ٹھہرتا۔ اگرچہ جانتا ہے جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے منشا سے ہوتا ہے تاہم وہ ایسے مقامات میں جانے سے ڈرتا ہے

سوالات و جوابات

سید اختر حسین صاحب اختر

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۰ جون ۱۹۶۲ء)

انبیا پر فضیلت

سوال ۴ - مرزا صاحب کے یہ اشعار بتاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو انبیا علیہم السلام سے افضل سمجھتے ہیں:-

آنچہ داداست ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بتمام
انبیا گرچہ بودہ اند بسے   من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم   ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم
آنچہ من بشنوم ز وحی خدا   بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم   از خطا ہا ہمیں است ایمانم
آں یقینے کہ بود عیسٰی را   برکلامے کہ شد برو القا
واں یقینے کلیم بر تورات   واں یقینہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں   ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

الجواب:- انبیا میں ایک صفت ہے جسے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کہتے ہیں یہ صفت اس امت کے اندر اولیا میں ہمیشہ پائی جاتی رہی ہے۔ خود رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امت میں محدثین کے متعلق پیشگوئی فرماتے وقت محدث کی تعریف کی رجالٌ یکلمون من غیران یکونوا انبیاء۔ تو جب یہ بات ثابت ہے کہ اس امت کے اولیا کے ساتھ اللہ تعالیٰ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جیسا کہ انبیا کے ساتھ کرتا تھا تو مرزا صاحب اگر یہ کہیں کہ مجھے وہی

معرفت کا جام

پورا پورا مل گیا ہے جو پہلے ہر نبی کو دیا جا چکا ہے۔ یا میں معرفت میں نبیوں سے کم نہیں ہوں۔ بیجا نہیں۔ کیونکہ معرفت کا انتہائی کمال مکالمہ و مخاطبہ آلٰہیہ کا پانا ہے اگر یہ جام جو نبیوں کو دیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ اس امت کے محدثین کو ہمیشہ عطا کرتا رہا۔ اور اب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی عطا کر دیا تو اس سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔

مسیح موعود علیہ السلام نے واقعی تمام انبیا کے ناموں کو زندہ کیا

دنیا میں کتنے لوگ تھے جو سوائے خاص خاص قوموں کے کسی اور قوم میں نبوت کے قائل نہیں تھے۔ مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہو گیا تھا کہ نبوت صرف آل ابراہیم تک محدود رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اس عقیدے کی لغویت کو ظاہر کر کے ثابت کر دیا کہ بموجب ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ہر قوم میں انبیا آئے۔ اور گو اس خیال کی اس وقت مخالفت کی گئی۔ مگر آج ہم اشد مخالفین کے قلم سے بھی یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ واقعی کوئی قوم اس نعمت سے محروم نہیں رہی۔ چنانچہ مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر "زمیندار" لکھتے ہیں:-

"نہ کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں جس کی برائیوں کی اصلاح کے لئے خدائے بزرگ و برتر نے خاص خاص اوقات میں اپنا کوئی برگزیدہ بندہ نبی یا مرسل یا مامور کے طور پر نامزد نہ کیا ہو۔ سری کرشن نبیوں کے اسی عالمگیر سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔"

(اخبار پرتاب کرشن نمبر ۲۸ اگست ۱۹۲۹ء)

یہی معنے تھے نبیوں کے زندہ ہونے کے۔ نسل انسانی میں عالمگیر اتحاد پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اسلام کی اس تعلیم پر عمل کیا جائے۔ اور مانا جائے کہ جس طرح عرب اور شام میں نبی آئے اسی طرح ہندوستان اور فارس اور چین میں آئے۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے پاس ہدایت ربانی نہ پہنچی ہو۔

ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

کا مطلب یہ ہے کہ رسولوں کی صفت مکالمہ و مخاطبہ مجھ میں پائی جاتی ہے اور ان کی بعض دیگر صفات جزوی طور پر مجھ میں موجود ہیں اس طرح گویا ان رسولوں کی بعض شانوں کا ظہور جزوی طور پر مجھ سے ہو رہا ہے۔ اور یہ بات اولیاء امت میں مسلم ہے۔ جیسا کہ گزشتہ اشاعت میں دکھایا جا چکا ہے۔ اس وقت سید عبد القادر جیلانی کے اس ارشاد پر اکتفا کیا جاتا ہے فحینئذ تکون وارث کل رسول ونبی وصدیق بک تختم الولایۃ والیک تصدر الابدال۔ اے سالک تو اس وقت ہر رسول نبی اور صدیق کا وارث بن جائے گا۔ تجھ پر ولایت ختم کی جائے گی اور ابدال تیرے پاس آئیں گے۔ (فتوح الغیب مقالہ ۴) یہ بالکل سچ ہے کہ حضرت اقدس کو

اپنی وحی پر انبیا کی طرح پورا یقین

تھا اور وہ اسے خطا سے پاک سمجھتے تھے۔ مگر یہ بات اولیاء اللہ میں پائی جاتی رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اس کی یوں تشریح یوں فرمائی ہے:-

"پھر جس حالت میں موسیٰ کی ماں کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر پورا یقین رکھ کر اس نے اپنے بچہ کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ..... تو کیا یہ امت، اسرائیل کے خاندان کی عورتوں سے بھی گئی گزری ہے .... اس صورت میں یہ امت خیر الامم کا ہے کو ہوئی۔ بلکہ شر الامم اور اجہل الامم ہوئی ..... پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ دہریہ نہیں تو اس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونا چاہیئے کہ یقینی اور قطعی مکالمۂ الٰہیہ ہو سکتا ہے۔"

(نزول المسیح ص ۸۱)

کیا عجیب بات ہے

کہ حضرت موسیٰ کی والدہ نبیہ نہ تھیں مگر ان کو نبیوں کی طرح اپنے الہام پر کامل یقین تھا۔ اگر اس واقعہ کی روشنی میں مسیح موعود کے ان اشعار کو دیکھا جائے تو بات بالکل صاف ہو جاتی ہے۔

مسیح ناصری پر فضیلت

سوال ۵:- مرزا صاحب نے مسیح ناصری پر کلی فضیلت کا دعوے کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "خدا نے اس امت میں مسیح بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے" اور نیز "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہر گز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہر گز نہ دکھا سکتا" بتایا جائے کہ مسیح ابن مریم سے بڑھکر مرزا صاحب نے کونسے نشان دکھائے۔

الجواب - کلی فضیلت کا دعوےٰ تو حضور نے کہیں نہیں کیا ہاں یہ ضرور لکھا ہے کہ "اپنی تمام شان" میں مسیح سے بڑھکر ہوں۔ اور ان کی

"اپنی تمام شان"

انہی کے الفاظ میں یہ ہے:-

"میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی۔ اس لئے مجھے وہ قوتیں عطا کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کیلئے ضروری تھیں۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۳)

اس کے مقابل مسیح علیہ السلام کے پاس کامل شریعت تمام جہان کے لئے نہیں تھی۔ اس میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی اور صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور قوم کو ہدایت کی طرف بلانا بنی اسرائیل کی حق تلفی سمجھا۔ تو یہ "شان" جو مسیح محمدی میں پائی جاتی تھی چونکہ مسیح ناصری میں نہیں پائی جاتی تھی اس لئے حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میں "اپنی تمام شان میں" اس سے افضل ہوں۔ ہاں مسیح ناصری کا منصب الگ چیز ہے۔ وہ نبی تھے اور ان کو کتاب دی گئی مگر مسیح موعود نبی نہ تھے اور نہ ان کو کتاب دی گئی۔ یہ پوچھنے سے پہلے کہ مسیح موعود علیہ السلام نے کون سے نشان مسیح ابن مریم علیہ السلام سے بڑھکر دکھائے۔ یہ بتانا چاہیئے تھا کہ

مسیح ناصری نے کون سے نشان دکھائے

گو وہ منصب میں مسیح موعود علیہ السلام سے افضل تھے۔ مگر چونکہ ان کی نبوت ایک ہی قوم تک محدود تھی اس لئے ان کو اس قوم کے مناسب حال نشانات اور اصلاح کی قوتیں عطا کی گئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے:-

"وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی ہے۔ و هذا الحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۳)

گویا جو قوتیں ان کو عطا کی گئی تھیں وہ تمام دنیا کی اصلاح کے لئے کام نہیں دے سکتی تھیں۔ پس یہ منصب میں فضیلت نہیں۔ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے کاموں کا مقابلہ ہے۔ فتدبر۔

ابن مریم اور غلام احمد

سوال ۶:- ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ اس شعر میں بھی اپنے آپ کو مسیح علیہ السلام

[illegible]

الجواب :- اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ابن مریم، ابن مریم پکارنا اور اس کی آمد کا بے سود انتظار کرنا چھوڑ دو۔ جو کام اس نے کرنا ہے اس کام کے لئے غلام احمد یعنی محمد رسول اللہ کا ایک غلام زیادہ موزوں ہے۔ اور اس سے زیادہ خوبی سے کام سرانجام دے سکتا ہے اور یہ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہے کہ اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہوں گے۔ یعنے جو کام پہلے انبیاء سے انجام پاتا تھا اب وہ احمدؐ کے غلاموں کے ہاتھ سے ہوتا رہے گا۔ اور کسی اسرائیلی نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ

امت محمدیہ کے اولیا

اسرائیلی نبیوں سے زیادہ کام کرسکتے ہیں۔ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں فنا ہوکر اور بروزی صورت میں محمد بنکر دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا کرسکتے ہیں۔ اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے امام ابن سیرینؒ نے کہدیا تھا کہ " ھو افضل من بعض الانبیاء " یعنے مسیح موعود بعض انبیاء سے افضل ہوگا تو یہ فضیلت بلحاظ کام کے تھی نہ بلحاظ مرتبہ کے۔ یہ فضیلت ایک غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے۔ جیسے بلحاظ معلومات کے حضرت خضر کو جو غیر نبی تھے حضرت موسیٰؑ پر فضیلت تھی اور جن کے سامنے آخر حضرت موسیٰؑ کو زانوئے شاگردی تہہ کرنا پڑا۔

آخرین منھم

سوال ۶ :- اس عبارت کا مطلب سمجھایئے۔ وانزل اللہ علیّ فیض ھذا الرسول (محمد) فاتمہ واکملہ وجذب الی لطفہ وجودہ حتی صار وجودی وجودہ فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیدی خیر المرسلین وھذا معنی واخرین منھم (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس رسول کا فیض اتارا۔ پس اس کو پورا کیا اور مکمل کیا۔ اور میری طرف اس کا لطف اور وجود پھیرا۔ یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہوگیا۔ پس اب جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوگا۔ وہ میرے سردار خیر المرسلین کے اصحاب میں داخل ہوجائے گا۔ یہی معنے ہیں واخرین منھم کے"

مرزا صاحب کا وجود کس طرح محمد مصطفےٰ کا وجود ہوگیا۔ اور ان کی جماعت میں داخل ہونے والے کس طرح صحابہ میں داخل ہوگئے؟

الجواب :- یہ فنافی الرسول کا مقام ہے۔ جب ایک شخص رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل تابعداری کرکے انہی کے رنگ میں رنگین ہوجاتا ہے تو دوسرے لفظوں میں وہ

فنافی الرسول کا مقام

حاصل کرلیتا اور محمد اور احمد بن جاتا ہے۔ مگر بروزی صورت میں۔ جس طرح لوہے کو آگ میں ڈالنے سے لوہا آگ کی طرح نظر آنے لگتا ہے۔ اور اس کا اصلی وجود باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح محبت واطاعت رسول میں اپنے آپ کو فنا کردینے والا اسی کے کمالات صفات اور اخلاق کی چادر میں ملبوس ہوجاتا ہے۔ تو اس وقت جو لوگ اس شخص کے گرد جمع ہوتے ہیں ان کی حالتوں میں بھی صحابہ کرام کی حالتوں کا سا انقلاب پیدا ہوجاتا ہے۔ گویا کہ وہ صحابہ کے نمونے بن گئے ہیں۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- من اللہ علیّ بالمجاورۃ بالطیبۃ المبارکۃ فکنت یوماً فی الخلوت متوجھاً اذکر اللہ تعالیٰ فاخذنی الحق عن الھ وان اقول لوکان موسیٰ بن عمران الا اتباعی علی طریق الانشاء لا علی طریق فعلمت ان ھذہ المقولۃ من بقایا تلک الاخذ وانی کنت فانیاً فی رسول اللہ صلعم ولم اکن فی ذالک الوقت فلاناً وانما کنت محمد! (ملفوظات اولیائے امت ص) (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مدینہ طیبہ کی مجاورت کا احسان کیا۔ میں ایک دن خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا۔ پھر کھینچ لیا اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اس عالم سے اور اپنے نفس سے پھر مجھکو لوٹا دیا۔ اور اس وقت میں کہتا تھا کہ اگر موسیٰؑ ابن عمران زندہ ہوتا تو اس کو میری تابعداری بطور انشا کے نہ بطور حکایت کے کرنی پڑتی۔ پس میں نے جان لیا کہ تحقیق یہ بات بوجہ خدائی کشش کے نتیجہ کے ہے۔ اور میں رسول اللہ صلعم میں فانی تھا۔ اور میں اس وقت عبدالقادر نہیں تھا بلکہ محمد تھا۔

حضرت میرزا غلام احمد صاحب نے تو فنافی الرسول ہوکر اپنی جماعت کو صرف صحابہ کی جماعت کہا تھا مگر حضرت سید عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے فنافی الرسول ہوکر ایک نبی کو بھی اپنی جماعت میں شامل کرلیا۔ وفیہ آیت للسآئلین۔ دراصل

یہ مقام ہزارہا اولیا کو حاصل ہوا ہے

اور ولایت نام بھی اسی چیز کا ہے۔ ہاں بعض اولیا اپنے کمالات میں بہت ترقی پر ہوتے ہیں۔ اور بعض اس درجہ تک نہیں پہنچے ہوتے۔ اسی ضمن میں حضرت مولانائے روم کا یہ شعر بھی قابل غور ہے ؎

اے مرا چوں مصطفےٰ من چوں عمر
از برائے خدمتت بندم کمر

اس میں مخاطب کو مثیل مصطفےٰ کہا ہے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں فنافی الرسول کہتے ہیں۔

دیسی عیسائیوں کی اخلاقی گراوٹ

اسمع ولدی الہام ثابت کرنیوالے کو سو روپے انعام

میری توجہ اخبار "نور افشاں" یکم جولائی ۱۹۳۲ء کے ایڈیٹوریل ص ۲ تا ص ۴ کی طرف دلائی گئی ہے۔ نہ معلوم ان دیسی یسوعی صاحبان کے اخلاق کا کیوں دیوالہ نکلا جارہا ہے کہ ایک معمولی بات کا تبنگڑ بنا کر جھوٹ کو سچ کرنے کی بیہودہ کوشش کررہے ہیں۔ میں نے بحیثیت مولف کتاب البشریٰ ہونے کے کئی دفعہ اخبارات کے ذریعہ سے اس امر کی طرف عوام کو توجہ دلائی ہے کہ اس کتاب کے حصہ اول کے ص ۴۹ جو حضرت مسیح موعود کے الہام میں الفاظ " اسمع ولدی " لکھے گئے ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔ یہ پورا الہام میں نے مکتوبات احمدیہ حصہ اول ص ۲۳ سے لیا تھا۔ جس میں " اسمع وادی " کے الفاظ موجود ہیں۔ اس لئے یسوعی صاحبان کا اس پر اتنا غوغا کرنا ان کی اخلاقی گراوٹ کا نتیجہ ہے۔ جس سے ایک خاص آدمی زر کثیر خرچ کرکے لاہور بھیجا گیا۔ کہ جماعت احمدیہ کی کتابیں پادری صاحب کے لئے لے آئے۔ اگر اس زر کثیر کے سبب ظاہر ہوجاتی۔ میں نے اپنی کتاب البشریٰ میں اصل ماخذ کا پورا پورا حوالہ دے رکھا ہے۔ تاکہ ایسی ایسی غور کی ضرورت میں اصل ماخذ کو دیکھ لیا جائے۔ لیکن اتنی تکلیف تو وہ کرے جس کی نیت نیک ہو۔ دیسی پادریوں کے لئے تو اتنا کافی ہے کہ سفید پادری خوش ہوجائیں۔

مولوی جلال الدین شمس صاحب نے تو دس روپے کا نوٹ پیش کیا تھا۔ جبپر یسوعی غربا نادم تحریر مٹھائی کے انتظار میں ۔۔۔۔۔ رہ رہے ہیں " لیکن میں بحیثیت مولف کتاب ہونے کے دیسی یسوعی پادریوں کو گارڈن صاحب یا کسی دوسرے سفید پادری کی معرفت سو روپے نقد دینے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ وہ سفید پادری اس الہام کا اصل ماخذ خود پڑھ کر یہ سند دیدے کہ مکتوبات احمدیہ حصہ اول میں " اسمع ولدی " لکھا ہوا ہے۔ " نور افشاں " کا دفتر بھی لاہور میں ہے۔ دیسی پادریوں کا مرکز بھی یہیں ہے اور میں بھی یہیں رہتا ہوں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ دس روپے کی بجائے یکصد روپیہ کی مٹھائی تیار ہے۔

(محمد منظور الٰہی)

خبریں

بمبئی ۱۳ رجولائی۔ فرقہ وار صورت حالات بدتر ہوجانے پر رائل آئرش نیوز گورہ فوج کی ایک کمپنی طلب کی گئی اور فسادات کے علاقہ میں اہم مقامات پر متعین کردی گئی۔ شام کو ۷ بجے سے رات کو ۹ بجے تک ہندو مسلم ہجوم کے درمیان کئی دفعہ تصادم ہوا۔ جس پر پولیس کو چھ مرتبہ گولی چلانی پڑی ایک مسلم ہجوم ایک مندر میں گھس گیا۔ اور بت کو توڑکر مندر کو آگ لگا دی چنانچہ ہجوم کو رائفلوں سے فائر کرکے منتشر کرنا پڑا۔ جس میں تین اشخاص زخمی ہوئے شام تک نقصان جان چار ہلاک اور تیس زخمی تھے۔

فوج ۴ ½ بجے شب کو طلب کی گئی تھی۔ شام کو فسادات نے نہایت نازک صورت اختیار کرلی تھی۔ تقریباً چھ مقامات پر نہایت افسوسناک واقعات رونما ہوئے۔ کا فیتی پورہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بہت سے تصادم ہوئے بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ایک ارتھی کے جلوس پر جو سوناپور کے مرگھٹ کو جارہا تھا مسلمان غنڈوں نے پتھر برسائے اس پر فریقین کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ جس میں سوڈا واٹر کی بوتلیں، اینٹیں پتھر اور چاقو استعمال کئے گئے پولیس نے متنبہ اعتباہ کرنے کے بعد بلوائیوں کو منتشر کرنے کے لئے اٹھارہ فائر کئے۔ اسی نواح میں ایک اور مقام پر بھی تصادم کے وقت گولی چلانی پڑی۔ جس سے ایک آدمی زخمی ہوا۔ اسی قسم کے تصادموں کی دوسرے مقامات سے بھی اطلاع ملی ہے۔ جہاں ۱۵ مئی میں سخت فسادات ہوئے تھے۔ بہت سے اشخاص گولیوں سے زخمی ہوئے ہیں۔ چار بجے شام تک نقصان جان چار ہلاک اور تیس زخمی تھا۔

اسی فساد کے سلسلہ میں ایک نہایت لرزہ خیز واقعہ رونما ہوا تقریباً ۹ بجے شب کو تین مسلمان ایک ٹیکسی میں گرانٹ روڈ پر آرہے تھے۔ جس وقت وہ جے جے ہسپتال میں پہنچے تو پولیس

انسروں نے جو ڈیوٹی پر متعین تھے۔ ان کو روکا۔ اس پران اشخاص نے بھاگ جانے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے روک لیا جس وقت ان کی تلاشی ہو رہی تھی ان میں سے ایک شخص نے جن کو کچھ شبہ ہو جانے پر پکڑ لیا گیا تھا۔ ریوالور نکال کر پولیس افسر پر فائر کیا۔ لیکن وہ خوش قسمتی سے بچ گیا۔ اس کے بعد حملہ آور بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن انسپکٹر بال نے اس کا سرگرمی کے ساتھ تعاقب کیا۔ حملہ آور اور انسپکٹر بال نے ایک دوسرے پر فائر کئے آخر کار انسپکٹر بال نے حملہ آور کو گولی مار کر گرا لیا۔ اس کے بعد اسے ہسپتال میں پہنچا یا گیا۔ جہاں اس کی حالت نازک ہے۔ ادھر دوسرے پولیس افسروں نے ان دونوں اشخاص کو گرفتار کر لیا۔

آج شام کو مسلمانوں نے کلبہ دیوی روڈ پر جنازے کا ایک جلوس لے کر پولیس کمشنر کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کی مسلم رہنماؤں نے ان کو منع کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر کار پولیس نے لاٹھیوں سے حملہ کر کے ہجوم کو منتشر کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد دو ہزار سے زیادہ مسلمان پھر جمع ہو گئے۔ اور ہندوؤں کے ایک محلہ سے گزرنے کی سخت کوشش کی جس پر پولیس نے امداد طلب کی لیکن پولیس نے صورت حالات پر دانشمندی سے قابو پا لیا۔ اور ایک خطرناک شدید تصادم رونما ہونے سے بچا لیا۔ پولیس کمشنر مسٹر کیلی اور مسٹر ... سکریٹ ... مشترکہ موقع پر پہنچے۔ اور بہت سی ترغیب و تحریص کے بعد ایک درجن غنڈوں کو گرفتار کر لیا۔ آخر الامر جلوس والوں نے طے شدہ رستہ سے جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن قبرستان پہنچنے کے بعد ان میں سے تین سو اشخاص نے ہندوؤں پر ہلہ بول دیا۔ اور پتھروں کی سخت بارش کی اس پر پولیس کو گولی چلانی پڑی جس سے دو اشخاص زخمی ہوئے۔ واپسی پر بھی ہجوم نے بدامنی شروع کی۔ اور پولیس کو دوبارہ گولی چلانی پڑی۔ دو بجے کے بعد شہر میں بالکل امن ہو گیا۔ آج کا نقصان جان - ۵ ہلاک اور ۱۲۰ سے زیادہ زخمی ہے۔ جن میں پندرہ اشخاص گولیوں سے زخمی ہوئے ہیں۔ (ایسوسی ایٹڈ پریس)

۲۴ر جولائی کو اگرچہ تمام دن ہندوؤں اور مسلمانوں کے ہجوم میں کسی قسم کا کوئی شدید تصادم واقع نہیں ہوا البتہ اکا دکا حملوں اور رہگزروں کو چھرے گھونپنے کے اکثر واقعات کی اطلاع موصول ہوتی رہی۔ صبح ۱۱ بجے تک ہی درجن سے زیادہ مجروحین مختلف ہسپتالوں میں داخل کئے گئے فساد پسندوں نے اپنے مخالفوں کو نقصان پہنچانے کا ایک نیا شیطانی طریق ایجاد کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آج ایک سڑک پر چار مسلمان خواتین چلی جا رہی تھیں۔ کہ چند ہندو غنڈوں نے اپنی شقاوت قلبی کا بدترین مظاہرہ اس طرح کیا کہ تیزاب کی ایک بوتل ان پر پھینک دی۔ یہ منظر نہایت ہی درد انگیز تھا۔ معصوم خواتین کے کپڑے اور جسم جل گئے۔ اور شدید طور پر مجروح ہو گئیں انہیں علاج کے لئے ہسپتال پہنچا دیا گیا مسلح فوج اور پولیس فساد زدہ علاقہ میں گشت لگا رہی ہے۔ کل کے فساد میں مجموعی طور پر پانچ اشخاص کی ہلاکت واقع ہوئی۔ اور ۱۵۰ مجروح ہوئے۔ پندرہ بار گولی چلائی گئی۔

—— لیبرٹی (کلکتہ) کے نامہ نگار خصوصی نے یکم جولائی کو لندن سے تار دیا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ اگرچہ سر سموئل ہور اس بات پر بہت زور دیتے رہے ہیں کہ کانگرس کی انتہا دیکھ لینی چاہیئے۔ اور قطعی فیصلے پر پہنچے بغیر کشمکش کو درمیان میں ختم نہیں کرنا چاہیئے لیکن سیاسی حلقوں میں عام طور پر رائے ظاہر کی جا رہی ہے۔ کہ (کانگرس و حکومت کے مابین) کسی معقول اور قابل قبول سمجھوتے کا امکان ہے۔ جس کے طے ہو جانے پر مسٹر گاندھی اور کانگرسی رہنماؤں کو رہا کر دیا جائے گا۔

صوبجاتی مجالس قانون ساز میں نشستوں کے متعلق اعلان آخر جولائی میں ہو جائے گا۔ پیشگوئی کی جا رہی ہے کہ اس اعلان سے کوئی قوم بھی مطمئن نہ ہو گی۔ بہرحال یہ یقین ہے کہ بنگال کی مجلس قانون ساز میں کسی قوم کے لئے بھی آئینی اکثریت کا بندوبست نہ کیا جائے گا۔

—— امپیریل بنک آف انڈیا کی ملتان شاخ میں تین لاکھ روپے کی چوری ہو گئی تھی۔ اب اس کا مقدمہ زیر سماعت ہے جس

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیت

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد | لاہور یوم دوشنبہ مطبوعہ ۔۔ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۲

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ ڈلہوزی دار السلام میں بعافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

—— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ڈلہوزی سے لکھتے ہیں کہ میری اہلیہ کے انتقال پر بعض اور احباب کے خطوط ہمدردی موصول ہوئے ہیں جن کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے:۔

(۱) جہلم سے بابو فقیر محمد صاحب۔
(۲) گجرات سے مرزا سردار بیگ صاحب۔
(۳) کامل پور سے چودھری محمد اسمٰعیل صاحب مال افسر۔
(۴) سرگودھا سے جناب چودھری غلام بار ۔۔ صاحب انکم ٹیکس افسر۔
(۵) فیروزپور سے فضل الٰہی صاحب انسپکٹر آف فشریز۔
(۶) شملہ سے بابو عبد اللطیف صاحب۔
(۷) سکندر آباد سے ڈاکٹر کے اے خاں صاحب۔

میں ڈاکٹر کے اے خاں صاحب کی نصائح کا بھی نہایت مشکور ہوں۔

—— ہمارے ایک نہایت مخلص دوست عبد العزیز خاں صاحب نے ملتان چھاؤنی میں فورڈ موٹر کمپنی کی ایجنسی لے لی ہے۔ جس کے لئے وہ احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔ اگر کسی دوست کو فورڈ موٹر کی ضرورت ہو تو ان کی معرفت قدرے ارزاں مل سکیگی۔

—— گوجرانوالہ سے ہمارے بھائی نصر اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ "خاکسار کے ایک عزیز شیخ محمد اکرم صاحب بعارضہ بخار عرصہ دو ماہ سے بیمار ہیں۔ یہ نوجوان بی اے کا طالب علم ہے اور بڑا نیک اور دیندار لڑکا ہے اس کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ احباب اس کی صحت کے لئے دعا کرینگے۔

فلپائن میں اسلام

مجمع الجزائر فلپائن کا تیسرا حصہ مورو لینڈ کہلاتا ہے جو کہ آج سے ۷۰ سال قبل تک بالکل آزاد تھا۔ جب امریکہ نے جزائر فلپائن اسپین سے چھین لئے تو انہوں نے مورو لینڈ کو بھی فتح کر لینے کا تہیہ کر لیا۔ جو عرصہ دراز سے

سلطنت سپین کے مظالم

دیکھ دیکھ کر ان کا مقابلہ کرکے اپنی آزادی کو برقرار رکھے ہوئے تھا امریکہ کی نام نہاد صلح پسند مسیحی بھیڑیں کب گوارا کر سکتی تھیں کہ ان کی ہمسائیگی میں ایک آزاد اسلامی سلطنت قائم رہے۔ اس لئے انہوں نے توپ و تفنگ کے ذریعہ سے ان اسلامی جزائر کی خودمختار سلطنت کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ سات سال متواتر ان اسلامی جزائر پر نام نہاد صلح پسند امریکہ نے فوجی قبضہ رکھکر یہاں کے باشندوں کی آزادانہ سپرٹ کو بالکل کچل دیا۔ یہاں تک کہ اب ان جزائر کے

مسلمانوں کی حیثیت

ایک صفر کے برابر رہ گئی۔ یہیں تک بس نہیں بلکہ امریکہ کے پادری ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک زور لگا رہے ہیں کسی ملک پر چند ماہ کا فوجی قبضہ رہا یا کو کچل ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ متواتر سات سال تک فوجی قبضہ رکھا جائے۔ اتنے لمبے فوجی قبضہ کے ماتحت ان غریب مسلمانوں کی جو حالت ہو گئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ اہل امریکہ کی صلح پسندی کے دعووں کو پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہند کے مسلمان مبلغ ان کے مقبوضہ اسلامی ممالک کے حالات سے واقف ہونے کے لئے اور اپنے بھائیوں کو عیسویت کے پنجے سے بچانے کے لئے ان ممالک میں جائیں اور عینی شہادت سے دنیا کو اصلیت سے واقف کریں۔ چونکہ ہند کے مسلمان بھائی ان جزائر کے

مسلمانوں کے حالات

سے بالکل ناواقف ہیں اس لئے میں مختصرًا ان کے حالات درج ذیل کرتا ہوں۔

ان جزائر میں اسلام ۱۵۲۱ء سے بہت پہلے داخل ہو چکا تھا جبکہ میگیلن سکنہ سپین ۱۵۲۱ء میں آکر ان کا نام فلپ شاہ سپین کے نام پر فلپائن رکھا۔ میگیلن تو دیسی باشندوں کو مفتوح کرنے کی کوشش میں مارا گیا۔ اور سوائے چند ایک ساحلی مقامات کے اسپین کا اندرونی علاقہ پر قبضہ نہ ہو سکا۔ ۱۵۶۵ء میں لیگاسپی نوآبادکار اور پادری اُردانیتا میکسیکو سے اشاعت عیسویت کے لئے ان جزائر کو روانہ ہوئے۔ اسلام عرب سے مشرقی ممالک ہند و جزیرہ نمائے ملایا سے ہوتا ہوا شمالی جانب بورنیو میں داخل ہوا پھر وہاں سے جزائر فلپائن۔ منڈاناؤ اور سولو میں پہنچا۔ لیگاسپی نے یہ دیکھکر کہ اسلام کے باقی جزائر پر بھی قبضہ کیا جا رہا ہے ۱۵۷۰ء میں خلیج منیلا میں داخل ہو کر سلطان لیکنڈولا پر حملہ کر دیا۔ کیونکہ یہ سلطان تھوڑا عرصہ ہوا پسیج کے مقام ٹونڈو پر جو بڑا زرخیز علاقہ تھا قبضہ کر چکا تھا سلطان ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ سپین والوں نے ٹونڈو (منیلا) پر قبضہ کرکے وہاں کے باشندوں اور مسلمانوں کو جنھیں یہ لوگ مورو کہتے تھے زبردستی عیسائی بنانا شروع کر دیا اور اس طرح جزیرہ منڈاناؤ سے شمالی علاقہ کی طرف

اسلام کی ترقی زبردستی روک دی

گئی گو اس جزیرہ کے شمالی مشرقی سواحل کے ملائی جہلا میں کسی حد تک عیسویت کو ترقی ہو گئی۔ لیکن جنوبی اور درمیانی منڈاناؤ اور جزیرہ نما سولو میں جہاں کہ اسلام اپنا قدم مضبوط کر چکا تھا۔ عیسائی پادریوں کی کوششیں اور ہسپانوی تو اعد دان سپاہیوں کے ہتھیار کچھ کام نہ دے سکے۔ اور ہر کوشش پر ان کو سخت

آریہ سماج اسلام کے قدموں پر

کیا ویدک سدھانت (عقیدہ) انسان کو کامل مختار قرار دیتا ہے؟

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

آریہ سماج کا طریق عمل

گزشتہ ۱۵ جون کا پیغام صلح میں نے جنوبی ہند کے دورہ سے واپس آکر یکم جولائی کو پڑھا جس میں اخبار پرکاش لاہور کے ایک اقتباس پر مجوزہ دعوت تنقید دی گئی ہے۔ آریہ سماجی پرانے خیال کے ہندوؤں کو بطور مذاق کہا کرتے ہیں کہ ان کا مذہب تو "سنسکرت واکیم پرمانم" یعنے سنسکرت کا ہر جملہ ان کا مذہب ہے۔ لیکن خود آریوں کا کیا حال ہے ان کے اخبارات اور کتب پڑھکر ہر شخص یہی کہے گا۔ "بابا دچیم دیدم" جو باوا دیانندجی فرما گئے وہ وید ہے"۔ خواہ چاروں ویدوں میں اس کا کوئی ثبوت ہو یا نہ ہو۔ "لائٹ" میں ایک فقرہ چھپا کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں مختار ہے مہاشہ پرکاش کو یہ فقرہ ایسا پسند آیا کہ اس کو وید کا منتر سمجھ لیا اور جھٹ ایک ہم معنے عبارت گھڑ کر بیچارے وید کے سر تھوپ دی۔ اس سیاہ جھوٹ کو معتبر بنانے کے لئے اس میں ہندی کے ایک دو لفظ ڈال دیئے۔ تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ مہاشہ جی نے سچ مچ وید منتر ہی اچارن کیا (بولا) ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ سوامی دیانندجی مذہب کی خاطر جھوٹ بولنا "پسندیدہ" فرما گئے ہیں (دیکھو شنکر اچاریہ کے متعلق ان کی رائے ستیارتھ پرکاش میں) اسی اصول اور نیم کی پابندی میں یہ لوگ بوقت ضرورت اپنا دھرم گھڑتے رہتے ہیں نہ ان کو ویدوں کی اصل تعلیم سے واسطہ ہے نہ مذہب سے مطلب۔ جو بات دل کو لگی وہی ان کا مذہب ہے اور پھر اس کے مطابق وید منتر گھڑ لینا کونسا مشکل کام ہے۔

"چھندوت کو یاہ کر دنتی"

ان کے پرانے شاعر بھی وید منتر گھڑ لیا کرتے تھے۔

پرکاش کا وید منتر

اب مہاشہ پرکاش کا تازہ گھڑا ہوا منتر ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:۔

سرشٹی کے آرنبھ (ابتدائے خلقت) میں اپنا گیان (علم) ویدک دھرم کے روپ میں دے کر منشوں (لوگوں) کو بتایا کہ یہ تمہارے لئے کلیان کا مارگ (فلاح و بہبود کی راہ) ہے اور یہ اکلیان (دکھ اور تکلیف) کا۔ . . . . یہ تمہاری مرضی ہے آج جسے چاہو اختیار کر لو اور جسے چاہو ترک کرو" وید ابتدائے دنیا میں لوگوں کو دیا گیا۔ یہ کسی زمانہ میں جاہل لالہ لوگوں کے خوش کرنے کا ڈھول گیا تھا جس کا در باطن ہیچ ہونا مہاتما تلک۔ لالہ لاجپت رائے۔ ابناش چندر دت سنسکرت لیکچرر کلکتہ یونیورسٹی اور خود آریہ بلعین کے مہاودیالہ لاہور کے پرنسپل صاحب۔ اور مہاتما آچاریہ وغیرہم ثابت کر چکے ہیں۔ وید میں اس خیال کا منتر ہوتا تو ان لوگوں کا سر پھرا تھا کہ اس دل خوش کن تخیل کی تردید کرتے یہ تو مہاشہ پرکاش کے اپنے دماغ کی اپج ہے۔ جو وید کے سر مڑھ دی گئی ہے مہاشہ کرشن لاہوری نے بھی اس اپنے گڑھت وید منتر کو تخلیہ میں اونچی سروں گاتے اور خوش ہوتے رہیں۔

(۱) وید میں انسان مجبور ہے نہ مختار

مذکورہ وید منتر کا دوسرا مصرعہ بھی مہاشہ کرشن کی ایجاد یا زیادہ سے زیادہ یہ کہو کہ سوامی دیانندجی کا بے بنیاد تخیل ہے جو خود آریہ سماج کے بعض دوسرے عقائد کی موجودگی میں باور ہوا ہے۔ ویدک سدھانت یا عقیدہ حقیقی معنوں میں جس دن انسان کو مختار سمجھنے کا ہوگیا۔ اسی دن آریہ سماج **احمدیہ مسجد لاہور میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتی ہوئی نظر آئے گی**۔ اس وقت آریہ سماج **مسئلہ تناسخ** کی قائل ہے اعمال کی جزا و سزا کا یہ نظریہ انسان کو اس دنیا میں مجبور محض قرار دیتا ہے قیدی کو آزاد کہنا یہ آریہ سماج کی ستم ظریفی ہے ہر آریہ مہاشہ جو اس دنیا میں کبھی پیدا ہوا۔ یا مستقبل قریب و بعید میں پیدا ہوگا وہ سماج کے عقیدہ کی رو سے اپنے گناہوں کا پھل بھگتنے کے لئے پیدا[1] ہوا ہے۔ گناہ کی یہ غلامی سناتن دھرم کے نزدیک مکتی خانہ (نجات) تک قائم رہتی ہے۔ لیکن آریہ سماج کے نزدیک یہ مکروہ غلامی مکتی خانہ کے پھاٹک کے اندر بھی دامنگیر رہتی تھی۔ اور بالآخر اس کو پھر اسی چکر میں لاکر قید کر دیتی ہے اس لئے ویدک عقیدہ کی بنا پر نہیں بلکہ آریہ سماج کے عقیدہ کی بنا پر انسان ازل سے تا ابد گناہ اور اس کے اثر سے کبھی بھی آزاد نہیں۔ ازلی اور ابدی قید کا نام اختیار رکھنا آریہ سماجی دماغ کا ہی کام ہے۔

(۲) پیدائش انسانی اور جبر و اختیار

مہاشہ کرشن نے جبر و اختیار کا مسئلہ چھیڑ کر خواہ مخواہ ہمیں اپنے دھرم کے بوسیدہ قلعہ پر گولہ باری کی دعوت دی غور کیجئے ایک شخص برہمن کے گھر پیدا ہوتا ہے ایک اچھے کے ایک بنئے کے اور ایک شودر کے۔ پیدا ہوتے ہی اختلاف مراتب کیوں؟ ویدک عقیدہ جواب دیتا ہے اس کی وجہ لوگوں کے گزشتہ جنم کے اعمال ہیں۔ اگر اختلاف مراتب نہیں تو تناسخ باطل ہوا جاتا ہے۔ اور اگر اختلاف مراتب ہے اور وہ پیدائش اور جنم ہی سے ہے تو انسان کا اختیار معلوم؟ کیونکہ جس ماحول میں انسان پیدا ہوگا اس کی دماغی، روحانی اور جسمانی تربیت اسی ماحول کے مطابق ہوگی اور وہ اس میں مجبور اور مقید ہوگا۔ اگر برہمن۔ چھتری۔ ویش اور شودر کو بلحاظ پیدائش مساوات کا درجہ دیتے ہو تو برہمنوں کے گزشتہ جنم کے سرمایۂ اعمال پر ڈاکہ ڈالتے ہو اس کے گزشتہ جنم کے ثمرۂ اعمال کی فضیلت نے پرماتما کو مجبور کیا کہ اس کو برہمن کے گھر جنم دے یا راجہ کے گھر پیدا کرے۔ مگر تم نے اس کو شودر کے مساوی ٹھہرا کر پرماتما کے اصول اور نیم (قاعدہ) کو توڑا۔ اگر سب کو آزاد اور خود مختار بناتے ہو تو مساوات گزشتہ جنم اور اس کے اعمال کو باطل ٹھہراتی ہے۔ اور اگر مساوات نسل انسانی پیدائش سے نہیں تو سب کا آزاد خود مختار ہونا غلط ہے۔ ہر شخص کے گزشتہ اعمال اس کے موجودہ اختیار پر یقیناً اثر انداز ہوں گے۔

(۳) الہام میں جبر و اختیار

کہا جاتا ہے کہ انسان کی ہدایت کے لئے وید دیا گیا لیکن:۔

(۱) بعض وہ لوگ تھے جنہیں وید براہ راست ایشور سے ملا۔

(۲) اور اکثر وہ تھے جن کو براہ راست نہیں بلکہ رشیوں کی معرفت وید دیا گیا۔

آریہ سماج کے عقیدہ کی بنا پر نسل انسانی میں یہ تفرقہ اور امتیاز کیوں روا رکھا گیا ہے؟ اس لئے کہ وید کا ملنا اعمال کی جزا پر موقوف ہے۔ جن کے گزشتہ اعمال کا تقاضا تھا کہ ان کو وید براہ راست دیئے جائیں یعنے گزشتہ دنیا کے سب سے بڑھکر نیک لوگ (جو بدقسمتی سے اربوں انسانوں کی دوڑ میں سے صرف ۴ شخص ہی منتخب ہوتے ہیں) ان کو وید براہ راست دیا گیا۔ لیکن وہ لوگ جن کے اعمال کی میزان مقررہ سٹینڈرڈ سے کم تھی ان کو وید بالواسطہ ملا۔ جب وید کا ملنا یا قانون کا رعایا تک پہنچنا بھی لوگوں کے اپنے اعمال پر منحصر ہے تو ایسے بھی لوگ ہوں گے اور یقیناً ہیں جن کے بداعمال کا تقاضہ یہ ہو کہ ان کے نصیب میں وید یکسر نہ ہو اس لئے یہ کہنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ وید راحت اور دکھ کے دو راستے الگ الگ بتا کر یہ کہتا ہے کہ یہ "تمہاری مرضی ہے آج جسے چاہو اختیار کرلو اور جسے چاہو ترک کرو" مرضی اور چاہت وہاں ہوتی ہے جہاں اختیار ہو۔ یہاں تو ہر شخص گزشتہ اعمال کی زنجیروں میں مقید ہے۔ مہاشہ جی غلط سمجھے وید کا منتر

---

[1] وہ نیک اعمال بجالانے میں مختار ہے یا نہیں یا کرم جونی کہاں تک ہے۔ اس کے لئے نمبر ۲ دیکھو۔

[1] :۔ اس پر ذرا ٹھہر کر سوچو یہ عقیدہ مساوات نسل انسانی کی بنیاد کو ہلا رہا ہے۔ کوئی چار شخص تھے جو اپنی پیدائش سے موروثی سمجھے گئے۔ اور اکثر ایسے تھے جن کو یہ نعمت عظمےٰ نہ ملی اس دنیا میں آکر تو فریقین میں سے دونوں نے ابھی کوئی نیک عمل نہیں کیا یقیناً یہ اختلاف مراتب گزشتہ اعمال کی بنا پر ہے۔ یقیناً رشیوں کو یہ فضیلت اپنی پیدائش سے حاصل ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو نہیں اسی طرح ہر وہ شخص جو اچھے خاندان اور اچھے حالات میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے گزشتہ جنم کے اعمال کی بنا پر قائم ہے۔ خواہ اس جنم میں وہ اچھے عمل کریں یا نہ کریں۔ البتہ موجودہ جنم کے اس کے بداعمال کا بدلہ آئندہ اس کو یہ ملے گا کہ وہ برہمنوں کے گھر نہ پیدا ہو۔ بلکہ شودروں کے گھر پیدا کیا جائے۔

ان کو یوں بنانا چاہیئے تھا کہ" وید ہم نازل تو کرتے ہیں مگر اس کا لینا اور نہ لینا تمہارے اپنے گزشتہ جنم کے اعمال پر منحصر ہے اگر تم لینا چاہتے ہو۔ مگر تمہارے پلے گزشتہ جنم کے اعمال کے دام نہیں تو اتنی گرانقدر چیز کے لئے دور سے دست حسرت ملتے رہو۔ تم اس کو نہیں لے سکتے۔ مصور تصویر جاناں کھینچنے کے لئے یقیناً دام طلب کرے گا۔ اگر تمہاری جیب میں پائی نہیں تو سوا اداس کے کیا ہو سکتا ہے کہ تم تصویر جاناں کے لئے افسوس کے ہاتھ ملتے رہو۔

اور اگر صورت معاملہ اس کے برعکس ہے یعنے آج تم وید نہیں لینا چاہتے۔ مگر تمہارے گزشتہ اعمال کے نتیجہ میں ایشور پرماتما کا جوش الہام تمہاری طرف بے قابو ہوا جاتا ہے تو اس سیل بے پناہ کا رخ دوسری طرف موڑ دینا تمہارے بس کی بات نہیں۔ تم کمبل کو لاکھ چھوڑنا چاہو۔ پر کمبل تمہیں اب نہیں چھوڑ سکتا۔

(۴) ناجائز ولادت اور جبر و اختیار

ایک بچہ ناجائز حرکت سے پیدا ہوتا ہے اس کی پیشانی پر ساری عمر کے لئے کلنک کا ٹیکہ لگتا ہے لیکن ایسا کیوں ہوا ویدک عقیدہ کی رو سے گزشتہ اعمال کی سزا میں اس کو یہ سزا دی گئی ایسی صورت میں وہ مرد اور عورت جو اس ناجائز حرکت کے مرتکب ہوئے کیا اپنے فعل میں مختار تھے؟ نہیں وہ ناجائز بچہ پیدا کرنے کا آلہ تھے۔ بچہ نے اپنے گزشتہ اعمال کی پاداش میں کہیں نہ کہیں اس سزا کو پانا تھا۔ اب پتھر میں تو وہ پیدا ہو لنے سے رہا لامحالہ ایک جوڑا اس فرض کی انجام دہی کے لئے ایشور پرماتما کو کرایہ پر لینا پڑا۔ ایسا ہی کرایہ پر جیسا جلاد کسی کے قتل پر اجرتی ہوتا ہے ان کو اپنے فعل میں آزاد اور خود مختار رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے۔

(۵) قصاب کا چھری چلانا جبر ہے یا اختیار؟

قصاب نے بکری کو ذبح کیا۔ لیکن بکری کیوں چھری کے نیچے تڑپی اور ذبح ہوئی۔ اس لئے کہ اس کو اپنے کسی گزشتہ جنم کے جرم کی پاداش میں اس سزا کو پانا تھا۔ قصاب کو برا مت کہو وہ پرماتما کے ہاتھ میں صرف ایک بیجان چھری سے بڑھکر نہ تھا۔ بلکہ اس امر پر غور کرو کہ بکری کو سزا ملی تو اس کے جرم کی پوری سزا ملی۔ یا ادھوری یا جرم سے بڑھکر ملی۔ ادھوری اور بڑھکر سزا ملنا دونوں پرماتما کے اصول اور نیم کے خلاف ہے۔ اگر سزا پوری ملی تو قصاب مختار نہ تھا مجبور تھا۔ اس کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ بکری کا گناہ کیا ہے۔ اور اس پر چھری کہاں تک چلانی چاہیئے۔ تاہم بکری کو اس کے جرم کی سزا پوری ملی اس سزا کا پورا ملنا ہی بتاتا ہے کہ یہ سزا اس پرماتما کے ہاتھ سے ہے جو بکری کے جرم کی نوعیت اور اس کی سزا کی حد سے واقف ہے۔

آریہ سماج احمدیت کے قدموں میں

مساوات نسل انسانی اور اپنے اعمال میں مختار رہونا یہ دونوں خالص اسلامی عقائد ہیں۔ ان کو آریہ سماج تسلیم کر رہا ہے اگر وہ یہ سمجھ چکا ہے کہ یہ دو قدم اٹھانا قوم کی زندگی کے لئے ضروری تھے اور یہاں سے واپس ہونے میں اس کی ہلاکت ہے۔ تو اس کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ان دو عقائد کی تسلیم و رضا میں اس کے باقی عقائد کی موت ہے اس کی سب سے پہلی زد تناسخ پر پڑے گی۔ دوسرے روح اور مادہ کی قدامت پر تیسری میعادی نجات پر اور اس کا چوتھا فائر الہام کے صرف شروع دنیا میں ہونے پر ہوگا۔ اور پانچواں الہام کا گزشتہ اعمال کا ثمرہ ہونے پر ہوگا۔ اور ان پانچ ارکان ویدک دھرم کے گرنے پر سماج کی چھت زمین پر آ رہے گی۔ اور آریہ یا تو احمدیہ مسجد میں پناہ لیکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں گے۔ اور یا کچھ دنوں اور دنیا میں ٹھوکریں کھانے کے لئے مذہب سے بیزار ہو کر دہریت کا طوق پہن لینگے اس کے دلائل ہم نے مذکورہ بالا پانچ شقوق میں دیدیئے ہیں مختصر الفاظ میں یہ سمجھو کہ اگر آریہ سماج انسان کو مختار مانتا ہے اور ذات پات توڑک منڈل کا ممبر ہو کر مساوات نسل انسانی کا قائل ہو رہا ہے۔ تو اب اس کے لئے فرار کی کوئی راہ نہیں یہی سیدھا راستہ احمدیہ مسجد کو پہنچتا ہے الٹے پاؤں واپس جاؤ تو بقول بھائی پرمانند اور ان کے ہمنوا سماجی پارٹی کے ذات پات کی تفریق ہی ہندو قوم کی ہلاکت کا گڑھا ہے مگر ذات پات کی تفریق کا عقیدہ تناسخ کے ریگزار پر ہے۔ خود تناسخ کا سراب روح اور مادہ کی قدامت کے خیال پر ہے۔ روح اور مادہ کی قدامت مجبور کرتی ہے پرماتما کو کہ وہ ازل سے تا ابد دنیا کے چکر کو ایک ہی ڈگر پر چلاتا جائے۔ اور وہ ڈگر وید کا قانون ہے تناسخ نہ رہا تو روح اور مادہ کی قدامت بھی نہ رہی اس سے الہام کا گزشتہ اعمال کے صلہ میں ملنا بھی نہ رہا غرض وہ رستہ جو سماج مندر کے ریگزار کو جاتا تھا یکسر مسدود ہو گیا۔ اب ان کے لئے صرف احمدیہ مسجد کی صراط مستقیم ہی نجات کی راہ ہے۔

مسلم بنک کے پانچ حصے

ہندوستان کے ایک دوست مسلم بنک آف انڈیا کے پانچ حصے انجمن کو دینا چاہتے ہیں اس شرط پر کہ ان کے باقی پانچ حصے فروخت کرا دیئے جائیں۔ فی حصہ یکصد روپیہ قیمت ہے اور وہ تمام حصص کا پورا روپیہ ادا کر چکے ہیں۔ جو دوست یہ حصص خریدنا چاہیں وہ اطلاع دیں۔

خاکسار

محمد منظور الٰہی۔ آنریری جائنٹ سکرٹری

مسئلہ نبوت اور قادیانی جماعت

جہلم میں مسئلہ نبوت پر بحث

(ایک غیر از جماعت کے قلم سے)

۲۲۔ جون کو جہلم میں قادیانی جماعت کی طرف سے "ختم نبوت کی حقیقت" پر ایک تقریر ہوئی جس میں مولوی عبدالغفور صاحب نے قرآن کی چند آیات سے سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا اجرا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ میں جلسہ ہونے سے پیشتر ہی جنرل سکرٹری صاحب سے تقریر پر اعتراضات کرنے کے لئے اجازت حاصل کر چکا تھا۔ مگر شیخ عبدالعزیز صاحب گھڑی ساز سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جہلم جو ٹھیک نو بجے جلسہ گاہ میں معہ کتب متعلقہ پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے بھی تقریر پر اعتراضات کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور ان کو وقت دیا گیا۔ قادیانی مبلغ نے قرآن کریم کی آیات ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ اور اھدنا الصراط المستقیم۔ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین ... اور دیگر چند ایک آیات قرآنی اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کیں جس کے جواب کے لئے شیخ عبدالعزیز صاحب کو نصف وقت دیا گیا۔ شیخ صاحب نے پہلی آیت کی تلاوت کے بعد یہ شعر پڑھا ؎

خدا شاہد ہے میرے دل میں گر کچھ بھی شرارت ہو
مگر دیکھا نہیں جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو

اور کہا۔ کہ مولوی صاحب کی ان پیش کردہ آیات میں سے بعض ایسی ہیں۔ جن کو حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش نہیں کیا۔ اور جو پیش کی ہیں۔ اُن کے معانی مولوی صاحب نے خلاف منشائے حضرت مرزا صاحب بیان کئے ہیں۔ مولوی صاحب کا کیا حق ہے۔ کہ حضرت صاحب کے پیش کردہ معانی کے خلاف معنی کریں۔ شیخ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ان آیات کے معنی حاضرین کو سنا کر محظوظ کیا جس سے پبلک پر واضح ہو گیا۔ کہ سید المرسلین و خاتم النبیین۔ رحمۃ للعلمین کے بعد نبوت کا خاتمہ ہے اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً کے نازل ہونے کے بعد خدا کے دین کی تکمیل اور اس کی نعمتوں کا اتمام ہو چکا ہے۔ جو شخص آنحضرت کے بعد مدعی نبوت اور رسالت ہو وہ نص قرآن خاتم النبیین کا صریح مخالف اور حدیث لا نبی بعدی کا منکر ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وان اللہ یبعث علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے نازل ہونے کے بعد خدا کے دین کی تکمیل اور اُس کی نعمتوں کا اتمام ہو چکا ہے۔ جو شخص آنحضرت کے بعد مدعی نبوت اور رسالت ہو۔ وہ نص قرآنی خاتم النبیین کا صریح مخالف اور حدیث لا نبی بعدی کا منکر ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وان اللہ یبعث علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے ارشادات کے مطابق امت کے اولیا بنی اسرائیل کے انبیا کے مثیل ہیں۔

شیخ صاحب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے چند معیار بیان فرمائے ہیں (۱) نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ الگ حکم ہو (۲) وہ معصوم ہو (۳) صاحب کتاب ہو وغیرہ وغیرہ۔ ان تینوں باتوں کی تردید میں مولوی عبدالغفور صاحب نے زبان کو جنبش تک نہ دی۔ اس کے بعد شیخ صاحب موصوف نے بے شمار حوالجات حضرت مرزا صاحب کی کتب سے پڑھ کر سنائے۔ جن سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ آپ مدعی نبوت نہ تھے۔ بلکہ ایسے مدعی نبوت کو خارج از اسلام سمجھتے تھے۔ قادیانی مبلغ کی زبان سے تنگ آ کر یہ نکلا۔ کہ تمام حوالجات پیش کردہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ہیں۔ جبکہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی قرار نہ دیتے تھے۔ اس پر شیخ صاحب ۱۹۰۳ء کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | لاہور مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۲

گلینسی کمیشن اور قانون وراثت

مذہبی آزادی کیخلاف ایک خطرناک حربہ

مسلمانوں کا مطالبہ

مسلمانانِ کشمیر کے ان مطالبات میں جو گلینسی کمیشن کے سامنے تحقیقات کے لئے پیش ہوئے ایک نہایت ضروری مطالبہ آزادی مذہب کے بارہ میں تھا جس میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ

ریاست کا ایک قانون ہے، کہ اگر کوئی اسلام قبول کرے تو اس کا حق وراثت اور اس کی خود پیدا کردہ جائداد ضبط کر لی جائے۔ یہ قانون صریحًا مذہبی آزادی کے تمام معانی کے قطعًا منافی ہے۔ اس لئے اس کو آیندہ ہرگز گوارا نہ کیا جائے۔

انگریزی قانون

اس مطالبہ کے ضمن میں برطانوی ہند کے اس قانون کا حوالہ دیا گیا تھا جو کاسٹ ڈس ابیلٹیز ریموول ایکٹ" (ذات پات کی پابندیاں دور کرنے کا قانون) کے نام سے موسوم ہے، اور جس کو برطانوی ہند کے ہندو اسی سال سے بھی زیادہ طویل عرصہ سے بلاچون وچرا تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اس قانون میں ایسے قوانین کو مسترد کر دیا گیا ہے جن کے رو سے کسی مرد یا عورت کے اپنا دھرم ترک کرنے یا مذہب کے دائرہ سے خارج کئے جانے یا برادری سے نکالے جانے پر حقوق یا جائداد ضبط ہوتی ہو یا کسی طرح سے اس کے حق وراثت پر ضرب لگتی ہو۔ گلینسی کمیشن کے سامنے یہ بات لائی گئی، کہ جب ایک ہندو مسلمان ہو جاتا ہے، تو انصاف کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس کے حقوق کا فیصلہ اس مذہب کے مطابق نہیں ہو سکتا جس کو وہ ترک کر چکا ہے، ہندو قانون اسی وقت اثرپذیر ہوگا جب کسی تنازعہ فیہ امر میں دونو فریق ہندو ہوں، لیکن جب ایک فریق مسلمان ہو اور دوسرا ہندو، تو ہندو یا اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرنا تقاضائے انصاف کے صریحًا خلاف ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک فریق اس کو صحیح قانون تسلیم نہیں کرتا۔ انہی حالات میں مذکورہ بالا قانون برطانوی ہند میں نافذ کیا گیا تھا۔ اور آج بھی گول میز کانفرنس کی اس سٹانڈنگ کمیٹی میں جو ۲۵ فروری ۱۹۳۲ء کو جسٹس راؤ اسمتھ کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس قانون کے بنیادی اصولوں کو (بقول "سول اینڈ ملٹری گزٹ" مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۳۲ء) باضابطہ طور پر اور متفقہ رائے سے تسلیم کیا گیا اور کمیٹی نے قرار دیا کہ محض "تبدیل مذہب کی بنا پر کسی شخص کو شہری حقوق سے محروم نہ کرنا چاہیئے۔ اور نہ اس کو کوئی سزا دینا چاہیئے۔

گلینسی کمیشن کا خیال

حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ ان صاف اور کھلی تصریحات کو گلینسی کمیشن نے صرف اس خیال سے رد کر دیا کہ

اگر ریاست جموں و کشمیر میں کاسٹ ڈس ابیلٹیز ریموول ایکٹ کی طرح کا کوئی قانون جاری کیا جائے تو ہز ہائی نس کی گورنمنٹ تبدیل مذہب کے نتائج کے متعلق نہ صرف ہندو قانون بلکہ شرع اسلامی کی خلاف ورزی کرے گی حالانکہ اس وقت اس کا ضابطہ قانون انہی دو قوانین (دھرم شاستر اور اسلامی شرع) پر مبنی ہے۔

شرع اسلامی سے یہاں وہ مولویوں والی شریعت مراد ہے جس کے رو سے بقول گلینسی کمیشن

مرتد یعنی تبدیل مذہب کرنے والے کو نہ صرف ورثہ سے محروم کر دیا جاتا ہے بلکہ وہ اس جرم کے لئے سزائے موت کا بھی مستوجب ہو جاتا ہے۔

کون کہہ سکتا ہے، کہ یہ شریعت قرآن کے احکام سے ذرا بھی مطابقت رکھتی ہے، مذہبی آزادی کا وہ بنیادی قانون جو قرآن کریم نے لا اکراہ فی الدین کے غیر مشتبہ الفاظ میں بیان کیا ہے، مولویوں کی اس شریعت کو دونو ہاتھوں سے دھکے دے رہا ہے، اور یہ نہایت شرمناک امر ہے، کہ قرآن کی کسی تعلیم کے خلاف ایک ایسے قانون کو شرع اسلامی مان لیا جائے جو ہندو دھرم شاستر سے قطعًا متفاوت نہیں۔

اختلافی نوٹ

لیکن اس سے قطع نظر کرتے ہوئے گلینسی کمیشن کے دو ارکین، مسٹر جی اے اشائی اور مسٹر غلام عباس نے اپنے اختلافی نوٹ میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ

کیا کوئی حکومت مسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے دیگر احکام کو پس پشت ڈال کر اپنے کسی خاص مذہبی قانون پر عمل پیرا ہوں۔

اس کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے اس اختلافی نوٹ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ

اگر ریاست کے قوانین کا انحصار اسلامی اصولوں پر ہوتا تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی مسلمان بہ حیثیت مسلمان ان کے خلاف اعتراض کرتا۔ اگر چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔ اگر زانی کو زنا کی پاداش میں سنگسار کر دیا جاتا۔ اگر زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا جاتا۔ اگر کسی کے خلاف غلط الزام اور اتہام لگانے والے کو ۸۰ کوڑے لگائے جاتے۔ وراثت کے متعلق قانون اسلامی کی کماحقہٗ تعمیل کی جاتی تو کم از کم ایک راسخ العقیدہ مسلمان کو تبدیل مذہب پر آبائی جائداد کی ضبطی کے خلاف کبھی کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن ایک مسلمان کو کسی خاص معاملہ میں اسلام کی پیروی کرنے اور دوسرے معاملات میں اسلام کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کرنا یقینًا خلاف انصاف ہے۔

کھلی ہوئی بے انصافی

یہ فی الواقعہ غور طلب بات ہے کہ جب بیسیوں اور معاملات میں اسلام کے کھلے احکام اور شریعت کی پیروی ضروری نہیں سمجھی جاتی، بلکہ اس کے خلاف قوانین نافذ کئے گئے ہیں۔ تو صرف تبدیل مذہب کے بارہ میں شرع اسلامی کو آڑ بنا لینا اور اس بہانہ سے آزادی مذہب کی راہ میں روڑے اٹکانا کہاں تک جائز ہے، تعجب ہے، کہ جہاں ہندوؤں کے قبول اسلام کا معاملہ پیش آتا ہے، وہاں ریاست نام نہاد اسلامی قانون کی حامی بن جاتی ہے، اور ذات پات کی پابندیاں دور کرنے کے انگریزی قانون کو محض اس وجہ سے نافذ کرنا نہیں چاہتی کہ اس سے شریعت اسلامی کی خلاف ورزی ہو گی، لیکن جہاں ایک مسلمان کی وراثت کا معاملہ پیش آ جائے۔ جہاں خلع کا کوئی مقدمہ عدالتوں میں آئے۔ جہاں کوئی مسلمان گائے کو ذبح کرے یا اسی قسم کے کسی اور خالص اسلامی معاملہ کا تصفیہ مطلوب ہو وہاں نہ شرع اسلامی کو دیکھا جاتا ہے۔ اور نہ مسلمانوں کی عامہ رائے کو۔ بلکہ ان ہندوانہ قوانین ہی کا نفاذ ضروری سمجھا جاتا ہے جنہوں نے انگریزی لباس پہن رکھا ہے۔ کیا یہ حکومت کشمیر کی کھلی ہوئی بے انصافی نہیں اور گلینسی کمیشن نے نام نہاد اسلامی قانون کا حوالہ دے کر اس غیر منصفانہ طریق عمل کی کھلی ہوئی تائید نہیں کی کیا ان حالات میں یہ ضروری نہیں کہ مسلمان اس نام نہاد شرع اسلامی پر غور کریں جو مرتد کو سزائے موت کا مستوجب قرار دیتی ہے؟ اگر یہ فی الواقعہ اسلام کا قانون ہے۔ تو کون کہہ سکتا ہے، کہ اسلام نے مذہب میں آزادی ضروری قرار دی ہے۔ قابل غور امر ہے کہ جو مذہب اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کا کوئی ماننے والا اگر تبدیل مذہب کرے تو اسے زندہ چھوڑ دیا جائے، اس کا آزادی مذہب کا دعوے کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے، ایک ہی منہ سے دو متضاد باتیں شرع اسلام کے اندر روا نہیں۔ اگر لا اکراہ فی الدین صحیح ہے تو مرتد کو واجب القتل قرار دینا شرع اسلام نہیں۔

ہندو اور مسلمانوں کی سیاست

بدقسمت ہندوستان کو اپنی جدوجہد آزادی میں جن مختلف سیاسی خیالات اور عجیب و غریب ماحول سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس کی نظیر قوموں کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ یوں کہنے کو ہندو اور مسلمان دونوں ہی ملکی آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن دونوں قوموں کا طور طریق کچھ اس قسم کا واقع ہوا ہے کہ آزادی کو قریب تر لانے کے بجائے خود اس سے دور بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوؤں کو کسی طرح اور کسی حال میں بھی یہ گوارا نہیں کہ ہندوستان کے کسی حصہ میں بھی مسلمانوں کے حقوق دیئے جائیں۔ خواہ ان کی آبادی ۵۶ فیصدی سے بڑھ کر نناوے فیصدی تک کیوں نہ پہنچ جائے۔ انہیں کسی طرح یہ پسند نہیں کہ مسلمانوں کو آئندہ دستور میں اپنی آزادی رائے سے صحیح نمائندے منتخب کرنے کا حق حاصل ہو بلکہ وہ مخلوط انتخاب پر زور دے کر ان کی نمائندگی کو بھی غیر مفید بنانا چاہتے ہیں۔ اور "سر جائے پر بات نہ جائے" پر پوری طرح عامل رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔

دوسری طرف مسلمان ہیں وہ بجائے اس کے کہ باہم متحد و متفق ہو کر اپنے مطالبات پر زور دیں۔ ایک دوسرے کی تضحیک و تذلیل میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ایک طرف نیشنلسٹ مسلمانوں کا گروہ ہے۔ جو کانگرس کے خلاف کسی قسم کی آواز اٹھانا گناہ عظیم سمجھتے ہیں دوسری طرف اعتدال پسندوں کا گروہ ہے۔ جو نہ تو کانگرس کا ہم آواز ہے۔ اور نہ حکومت کا بے دام غلام بلکہ اس نازک دور میں ہندوؤں اور حکومت ہر دو کا مقابلہ نہایت حزم و احتیاط سے کر رہا ہے۔ تیسری طرف وہ لوگ ہیں جن کے نزدیک حکومت کے اشاروں پر چلنا اور شملہ اور لندن سے آئی ہوئی آوازوں کو کالوحی سمجھنا سب سے زیادہ ضروری ہے یہ ہر سہ گروہ اپنی اپنی جگہ اگر کام کرتے رہیں۔ اپنی رائے اور خیالات کو قوم میں پھیلانے تک ہی اپنی کوششوں کو محدود رکھیں تو خیر کہا جا سکتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ وہ جس چیز کو پسند کرتے ہیں اس پر عامل ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تذلیل، ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنا اور ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جانا ان کی عادت ہے بالخصوص نیشنلسٹ خیالات کے اخبارات جس لب و لہجہ میں اعتدال پسندوں پر نکتہ چینی کرتے۔ یا قوم کے ان لوگوں پر جنہیں حکومت میں کچھ اثر و اقتدار ہے۔ سوقیانہ آوازے کستے ہیں۔ وہ کسی طرح ایک مسلمان کے شایاں نہیں۔ ہندوؤں میں بھی یہ تینوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔ لیکن وہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں اپنی قوم کے لئے کوئی نہ کوئی مفید کام سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ مختلف الخیال ہونے کے باوجود مسلمانوں کے بالمقابل متحد العمل ہیں۔ اور کبھی ان کے اخبار یا ان کے کسی لیڈر سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جو ان کی قوم کے لئے مضر اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو۔ کیا مسلمان اس سے سبق حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم نہیں کہتے کہ عدل و انصاف کو چھوڑ کر ہندوؤں کو خواہ مخواہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے لیکن کم از کم اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنی قوم میں اتحاد عمل تو ہونا چاہیئے ایک دوسرے کے ساتھ روادارانہ برتاؤ اور رائے کی عزت تو ہونی چاہیئے۔ کم از کم اختلاف رائے کو ایک دوسرے کی تذلیل و تضحیک کا ذریعہ تو نہ بنایا جائے۔

ہندو مسلم کشیدگی

اسی سلسلہ میں اس افسوسناک حقیقت کا اظہار بھی بیجا نہ ہوگا کہ ایک طرف سوراج کا مطالبہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف ہندو مسلم کشیدگی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ بمبئی کا فساد کئی دن تک کشت و خون کے ہیبتناک مناظر دکھانے کے بعد خدا خدا کر کے ختم ہوا تھا کہ چند روز ہوئے پھر شروع ہو گیا کہیں سوڈا واٹر کی بوتلوں سے انسانی سروں کی تواضع کی جاتی ہے کہیں پتھروں کی بارش سے انسانیت سوز وحشت و بربریت کا ثبوت دیا جاتا ہے اور اس وحشیانہ برتاؤ سے خدا کے گھر اور مردہ بھائیوں کے جنازوں تک کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا۔ یہ تو ہندوستان کے سب سے بڑے تجارتی مرکز کا حال ہے۔ جہاں ان پے در پے ہنگاموں کی وجہ سے ہو کا عالم طاری ہو رہا ہے۔ لیکن ہندوستان کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں جو اس باہمی کشیدگی سے خالی ہو۔ یہاں تک کہ کشمیر کے جہاد حریت میں ہندو اور مسلمانوں کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ حیرت ہے کہ کوئی خدا کا بندہ ایسا نہیں جو اس کشیدگی کو رفع کر لے۔ اس وحشت و بربریت کو رد کرنے کا موجب ہو۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ جو اپنی قوم کو خواہ مخواہ بھی ملزم قرار دیدیتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے ہندوؤں میں کوئی ایسا نہیں جو اپنی قوم کی زیادتیوں پر اظہار نفرت کرے بلکہ مسلمانوں کی کسی خوبی، کسی قربانی و ایثار کا اعتراف کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ کیا ایسے حالات میں مسلمان یہ سمجھنے میں حق بجانب نہیں کہ ہندو مسلمانوں کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹانا اپنا پرم دھرم سمجھتے ہیں۔

مسلمان بادشاہوں کے ہندوؤں پر احسانات

پشاور کے انگریزی جریدہ "خیبر میل" میں ایک حق گو سکھ سردار رمبیر سنگھ صاحب نے سکھوں اور ہندوؤں کے ساتھ مسلمان بادشاہوں کے سلوک پر ایک گرانقدر مقالہ شائع کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ "حقائق سے بیخبر اور متعصب ہندوؤں کے دل میں اب تک یہ بات جمی ہوئی ہے۔ کہ اسلام تمام روئے زمین پر تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ مثلاً عوام میں مشہور ہے کہ اورنگ زیب اس وقت تک کھانا نہیں کھاتا تھا جب تک اس کے سامنے نومسلموں کے ایک من زنار جمع نہ ہو جاتے تھے۔ اگر واقعی ہندوؤں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جاتا تو میرا خیال ہے کہ اس کے طویل عرصہ حکومت کے بعد ہندوستان میں کوئی ہندو نظر نہ آتا"

سردار صاحب نے آگے چلکر بتایا ہے کہ "اورنگ زیب کے مشیران کار مہاراجہ جسونت سنگھ اور راجہ جے سنگھ وغیرہ وغیرہ سب ہندو ہی تھے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو بادشاہ کے مزاج پر پوری طرح حاوی ہونے کی وجہ سے جو چاہتے تھے کرتے اور کراتے تھے۔ . . . . جس اورنگ زیب کو آج ہدف مطاعن بنایا جا رہا ہے۔ اس نے . . ۵ بگیہ اراضی کانگڑہ مندر کے اخراجات کے لئے عنایت کیا۔ مندر والوں کے پاس اب تک تانبہ کا وہ پترا موجود ہے۔ جس پر زمین کی سند عطا کی گئی تھی"

ان واقعات و حقائق کا ذکر کرنے کے ساتھ ہی سردار صاحب نے ایک مشہور فرانسیسی سیاح کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ۱۶۶۷ء میں اپنے دوست مسٹر چپلین کو لکھا تھا کہ مغل شہنشاہ اورنگ زیب اگرچہ راسخ العقیدہ مسلمان ہے لیکن اس نے غیر مسلموں کو اپنی رسوم و خرافات پر قائم رہنے کی عام اجازت دے رکھی ہے۔ اور یہاں کے بت پرست اپنے مذہبی ارکان ادا کرنے میں بالکل آزاد ہیں"

سردار صاحب لکھتے ہیں کہ ان تاریخی شہادتوں کے باوجود آج ہمارے بہت سے ہندو بھائی اور احباب اورنگ زیب کو متعصب سمجھتے ہیں تو یہ ان کی تنگ نظری کا قصور ہے۔

بقیہ صفحہ ۳ - کالم ۲

اور ۱۹۱۴ء کے حوالہ جات پڑھ کر سنائے جس پر قادیانی کیمپ میں کہرام مچ گیا۔ مولوی صاحب نے اپنے وقت میں یہ بھی کہا۔ کہ مرزا صاحب نے تو شریعت والی نبوت کا انکار کیا ہے دوسری سے نہیں۔ اس کی تردید میں شیخ صاحب نے "الحکم" اخبار مورخہ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۸ء کا حوالہ پڑھ کر سنایا۔ کہ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے۔ کہ نبوت تشریعی جائز نہیں۔ دوسری جائز ہے۔ مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ پھر شیخ صاحب نے چیلنج دیکر کہا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب یا اشتہار یا خط میں سے دکھایا جائے۔ کہ مسیح موعود نے لکھا ہو۔ کہ میرا نبوت کا دعویٰ ہے۔ دوسرے یہ بھی ثابت کیا جائے۔ کہ انہوں نے لکھا ہو۔ کہ میری وحی وحی نبوت ہے تیسرے مندرجہ بالا معیاروں کے مطابق حضرت مرزا صاحب کو نبی ثابت کیا جائے۔ مگر قادیانی کیمپ کی طرف سے ان اعتراضات کا جواب اخیر تک نہ آیا۔ ان کی اس حالت کا فوٹو اگر کوئی فوٹوگرافر ہوتا تو تمام دنیا کو یہ واقفیت حاصل ہو جاتی کہ گھبراہٹ میں ان سے کیا کیا حرکات صادر ہو رہی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے بھی اپنا وقت شیخ صاحب موصوف کو دے دیا۔ اس پر قادیانیوں کی طرف سے ناواجب حرکات کا اظہار ہونے لگا۔ اور خاتمہ پر شور و فساد پر آمادہ ہو گئے۔ شیخ صاحب کے آخری فقرات لوگوں کو کبھی نہیں بھولیں گے کہ قادیانیوں نے کہا ہے۔ کہ جلسہ ختم ہے ختم یعنے جاری۔ لہذا جلسہ جاری رہے گا" اس پر قادیانی سراسیمہ ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ دوران تقریر میں مولوی عبد الغفور صاحب کی زبان سے اکثر دل آزار کلمات نکلتے رہے۔ اور ذاتیات پر آ گئے۔ جو از حد قابل افسوس امر ہے۔

(نیاز مند محمد اسلم خاں (عفی عنہ) کلرک محکمہ تعلیم ضلع جہلم)

بقیہ اخبار احمدیہ

— مسز شیخ رحمت الٰہی صاحب نے جالندھر سے پیغام صلح کو از راہ کرم دو نئے خریدار مرحمت فرمائے ہیں۔ جن کے لئے ہم محترمہ موصوفہ کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں امید ہے وہ آئندہ بھی اس کوشش کو جاری رکھینگی اور دوسرے بھائی اور بہنیں بھی ان کی تقلید فرمائینگی۔

— دینی امتحانات آئندہ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷ جولائی کو منعقد ہونے والے ہیں امیدواروں اور سپرنٹنڈنٹوں کے نام ضروری ہدایات بھیجی جا چکی ہیں۔

ملاحظات

(از لف۔ د)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی بلندیٔ اخلاق کے بیسیوں نمونے دیکھنے والے دیکھے ہوں گے۔ لیکن ایک بہت بڑا خلق جو ہمیشہ ایڈیٹر "پیغام صلح" کو آپ کا گرویدہ بنانے کا موجب ہوا ہے وہ اشد ترین مخالفین کی گندہ دہانیوں سے آپ کا اعراض ہے۔ قادیان سے کئی ایک رکیک حملے آپ پر کئے گئے۔ طرح طرح کے ناپاک الفاظ میں آپ کو مخاطب کیا گیا اور بیہودہ نقرات آپ پر کئے گئے لیکن آپ نے کبھی ان کا ترکی بترکی جواب دینا پسند نہ کیا۔ اور جب کبھی کسی جواب کی ضرورت پیش آئی تو نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اصل موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

نہ صرف خود بلکہ اپنے دوستوں میں سے بھی جب کبھی کسی کے قلم سے کوئی ایسے الفاظ نکلے۔ جو مخالف کے سوقیانہ طریق تکلم کا ترکی بترکی جواب تھے۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ مخالف "زمیندار" ہو یا "اہلحدیث" یا قادیان کا کوئی جریدہ آپ نے ایسے جواب کو سخت ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا اور اس خیال سے ایسی باتوں سے روک دیا کہ آپ کی جماعت کا پایہ اس سے بہت بلند ہے۔ ایک اسی قسم کی بات ۳ر جولائی کے "پیغام صلح" میں مضمون زیر عنوان "میاں صاحب اور جماعت قادیان" میں ایڈیٹر پیغام صلح کے قلم سے اضطراراً نکل گئی۔ جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے اخلاق عالیہ کے خلاف پاکر پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا۔ اور ایڈیٹر پیغام صلح کو اس پر اظہار افسوس کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم بلا عذر اس پر **اظہار افسوس** کرتے اور اپنے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس قسم کی بلندیٔ اخلاق کا کوئی نمونہ تم میں بھی موجود ہے۔

"زمیندار" کا دعوےٰ ہے کہ وہ

"قادیانیوں کا عام اس سے کہ وہ دمشقی ہیں یا اندلسی بڑا پرانا حریف ہے اور مرزائیت کے جگر میں اس نے جو چرکے لگائے ہیں ان کی ٹیس سے مرزا دیانی قبر میں بھی بلبلا اٹھتا ہے۔ (زمیندار ۲ر جولائی ۱۹۳۲ء)

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے پرانے حریف نے "دمشقی" اور "اندلسی" کے پاکیزہ خطابات سے ان عظیم الشان فتوحات کا ہمیں اہل قرار دیا ہے۔ جو دمشق اور اندلس میں مسلمانوں کو نصیب ہوئیں۔ رہا جگر میں چرکا لگانا یہ شرف "زمیندار" ہی کو حاصل نہیں۔ اس سے پہلے بھی اسلام کے وہ خطرناک دشمن ہو گزرے ہیں۔ جنہوں نے دمشق اور اندلس میں اسلام کے جگر میں وہ وہ چرکے لگائے تھے کہ ان کی ٹیس سے سارا عالم اسلامی بلبلا اٹھا تھا۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ انہی کی اولاد آج ان پر نفرین بھیجتی اور اپنا دل و جگر اسلام کی حمایت میں کٹواتا باعث فخر سمجھتی ہے۔ وہ دن بھی انشاء اللہ آئے گا کہ احمدیت کے جگر میں چرکے لگانے والوں کی اولادیں بھی مجدد وقت کی تائید و حمایت کو موجب فخر یقین کریں گی۔

۲۳ر جون ۱۹۳۲ء کے "زمیندار" میں مولوی ظفر علی خاں کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے۔ جو زمیندار کے دوبارہ اجراء سے پہلے لاہور میں انہوں نے کی۔ اس تقریر میں ایک چوٹی کے مسلمان کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ انہوں نے

"لندن کے اخبار "ٹائمز" میں انگریزی سرکار سے یہ کہکر بھیک مانگی ہے کہ ہم مسلمانوں میں سے کسی نے نہ کبھی بم بنایا نہ کسی انگریز کی جان ریوالور سے لی۔ کانگرس کو شجر ممنوعہ سمجھا۔ خدا باپ، مسیح بیٹے اور روح القدس کی طفیل ہمارے کاسہ گدائی میں کچھ ڈالدو"

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:-

"میں ہندوؤں سے مہا سبھا کے نام پر۔ منو جی کے نام پر اور دھرم شاستر کی اس شق کے نام پر جس کے رو سے ایک سرکار ایک سو سے زیادہ سود وصول کر لینا منع ہے۔ اپیل کرتا ہوں کہ مسلمانوں سے سود کی مد میں جو کچھ وصول ہو چکا ہے اسے کافی سمجھا جائے"

کیا ہم یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ہندوؤں کی سرکار سے بھیک مانگنا انگریزی سرکار سے بھیک مانگنے سے افضل ہے۔ تعجب ہے کہ مہا سبھا کے ساتھ مونجے۔ مالوی، سیٹھ برلا، سوامی دیانند اور شیواجی کی روح کا واسطہ مولانا نے کیوں نہیں دیا؟

ہم نے بعض ان رسوائیوں کا ذکر کرتے ہوئے جو "زمیندار" کے فاحش نگار مالک کو اپنی نادہندگی کے صدقہ میں ادنےٰ ادنےٰ ملازمین کے ہاتھوں پچھلے دنوں اٹھانی پڑی ہیں۔ اور اس کی عیش پرستیوں اور فضول خرچیوں کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اسے اس طرف متوجہ کیا تھا کہ مامورین اللہ کی اہانت کے یہ نتائج دیکھکر بھی اگر وہ نہیں سرہانا تو اس سے بڑھکر ڈھٹائی کی مثال ملنی مشکل ہے۔

اس رسواکن تصویر کو اپنے قارئین سے چھپاتے ہوئے "زمیندار" نے اس "سیاسی مسلک" کی پناہ لینی چاہی ہے جس کی پاداش میں اس پر آئے دن خداوندان فرنگ کی نگاہ عتاب جمی رہتی ہے"۔ ہمیں اس نگاہ عتاب سے غرض نہیں لیکن اتنا کہے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ اس کا "سیاسی مسلک" بھی جو مرغ بادنما کی طرح آئے دن اپنا رخ بدلتا رہتا ہے انی مھین من اراد اھانتک کی کھلی ہوئی تفسیر ہے۔ وہ اسی بچاسی ہزار ہندو مسلمان جو ملکی آزادی کے لئے قید و بند کی مشقتیں جھیل رہے ہیں۔ وہ تو ایک اصول کے بندے ہیں۔ لیکن "زمیندار" کے گرگٹ نما ایڈیٹر کا مسلک ان سے مختلف ہے۔ جو عدالت کے اس فیصلہ میں نظر آتا ہے۔ جس میں اسے **بزدل** کا معزز خطاب عنایت ہوا تھا۔ کیونکہ کانگرس کے ایک جلوس میں شامل ہونے کے باوجود اس نے عدالت میں یہ کہکر انکار کر دیا تھا کہ میں تو صرف تماشائی تھا۔ جلوس میں شامل نہ تھا۔ عدالت نے اس بیان کو اس کی "**بزدلی**" پر محمول کیا۔ اور سرکاری مسلوں میں وہ لفظ اس کے لئے رہ گئے۔ جن سے بڑھکر ایک شریف آدمی کی توہین نہیں ہو سکتی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود

گناہوں کی شناخت

انسان کے اندر بہت سے گناہ ایسی قسم کے ہیں۔ کہ وہ معرفت کی خوردبین کے سوا نظر نہیں آتے۔ جوں جوں معرفت بڑھتی ہے۔ انسان ان گناہوں سے واقف ہوتا جاتا ہے۔ بعض صغائر ایسی قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ ان کو نہیں دیکھتا۔ لیکن معرفت کی خوردبین ان کو دکھا دیتی ہے۔ غرض اول گناہ کا علم عطا ہوتا ہے پھر وہ خدا جیسے فرمایا من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ۔ اس کو عرفان بخشتا ہے۔ تب وہ خدا کے خوف میں ترقی کرتا اور اس کی پاکیزگی کو پالیتا ہے۔ جو اس کی پیدائش کا مقصد ہے۔

اس سلسلہ کا مقصد

اس سلسلے سے خدا نے یہی چاہا ہے۔ اور اس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا ہے۔ بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں۔ اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں۔ مگر انہیں نہیں معلوم اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جائے تو سارا زہریلا ہو جاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے ریاکاری وغیرہ کے کام جن کی شاخیں باریک ہیں ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے۔ اسی غرض کے لئے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اس کا منشاء ہے۔

اطمینان کی حالت پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے لوامہ کی حالت پیدا ہو۔ اور گناہ کی شناخت ہو۔ گناہ کی شناخت حقیقت میں بہت بڑی بات ہے۔ جو اس کی شناخت نہیں کرتا اس کا علاج نبیوں کے پاس نہیں ہے۔ نیکی کا پہلا دروازہ اسی سے کھلتا ہے۔ اول اپنی کورانہ زندگی کو سمجھے اور پھر بری مجلس اور بری صحبت کو چھوڑ کر نیک مجلس کی قدر کرے۔ اس کا یہی کام ہونا چاہیئے کہ جہاں بتایا جائے کہ اس کے مرض کا علاج ہو گا۔ وہ اس طبیب کے پاس رہے اور جو کچھ وہ اس کو بتائے اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار رہو۔ دیکھو۔ بیمار جب کسی طبیب کے پاس جاتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ طبیب کے ساتھ ایک مباحثہ شروع کر دے۔ بلکہ اس کا فرض یہی ہے کہ وہ اپنا مرض پیش کرے۔ اور جو کچھ طبیب اس کو بتائے اس پر عمل کرے۔ اس سے وہ فائدہ اٹھائے گا۔ مگر اس کے علاج پر جرح شروع کر دی تو فائدہ کس طرح ہو گا۔

احمدیت کا مرکز

الفضل کی بیہودہ سرائی

پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر میں ایک نقشہ دیا گیا تھا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے مرکز سے احمدیت کن کن مقامات و ممالک میں پھیل رہی ہے۔ اور کن ممالک میں اسلامی لٹریچر اس جماعت کے مرکز سے تقسیم ہو رہا ہے۔ اس معمولی سی بات پر الفضل نے ایک کالم سیاہ کر کے اپنی "بیہودگی" کا ثبوت بہم پہنچایا ہے اور لکھا ہے کہ "کسی تحریک کا مرکز وہ مقام ہوتا ہے جہاں سے بانیٔ تحریک نے تحریک شروع کی ہو۔ یا جسے اس نے خود مرکز قرار دے کر وہاں سے تحریک جاری رکھی ہو" گویا اس کے سوا اور کسی جگہ کو مرکز قرار دینا باطل ہے۔ آج کل قادیان سے جو بھی تحریر نکلتی ہے وہ عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام کا مرکز مکہ تھا جہاں سے اسلام شروع ہوا۔ لیکن اس کے بعد اسلامی تحریکات کا مرکز حضرت نبی کریم کی زندگی ہی میں مدینہ منورہ قرار پایا۔ صحابہؓ کے بعد دمشق اور پھر بغداد وغیرہ مختلف اوقات میں اسلامی تعلیمات کے مرکز رہے۔ عیسویت میں دیکھئے حضرت مسیح نے بیت المقدس میں کام شروع کیا۔ لیکن اب ان کے پیروؤں کے مختلف مرکز ہیں۔ روم کیتھولک فرقہ کا۔ قسطنطنیہ گریک چرچ کا۔ اسی طرح پراٹسٹنٹوں کے مختلف ممالک یورپ میں مراکز ہیں۔ معلوم ہوا کہ بانی سلسلہ کو اصل مقام سے جو تعلق ہوتا ہے وہ علیحدہ بات ہے لیکن اس کی تعلیم کی اشاعت کے مراکز مختلف ہو سکتے ہیں اور جن لوگوں کو تاریخ سے واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ ایسا ہوتا رہا ہے۔ لیکن جس قوم کے سامنے نہ تاریخ کی کوئی وقعت ہے اور نہ واقعات، زمانہ اور نہ عقل کی وہ جو چاہیں لکھتے رہیں۔ حضرت مسیح موعود کی جائے رہائش اور تحریک احمدیت کی بنیادی جگہ ہونے کے لحاظ سے قادیان کی حیثیت علیحدہ ہے جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتی۔ لیکن ایسا خیال کرنا محض "بیہودگی" ہے کہ قادیان کے سوا دوسرے مقامات احمدیت کو دنیا میں پھیلانے کے باعث احمدیت کا مرکز نہیں بن سکتے۔ احمدیہ جماعت کے موجودہ اختلاف سے آنکھیں بند کرنا جس کا علم دوست، دشمن سب کو ہے۔ حد درجہ کی نادانی ہے دونوں فریقوں میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور ایسا سمجھنے میں کوئی امر مانع نہیں۔ قادیانی اگر یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت لاہور احمدی نہیں۔ یا احمدیت کی اشاعت نہیں کرتی تو دوسرے فریق کو اب خیال رکھنے میں کہ قادیان سے اب احمدیت کی تبلیغ نہیں ہو رہی بلکہ محمودیت اور غلو کی تعلیم جاری ہے جو بانی سلسلہ کے خلاف ہے کونسا امر مانع ہے ظاہر ہے کہ ہر ایک فریق اپنے اپنے اصولوں کی اشاعت میں اپنا اپنا مرکز علیحدہ قائم کرے گا۔ اور وہ ایسے مقام کو اپنا مرکز قرار دینے میں حق بجانب ہو گا۔ حضرت مسیح موعود کا اس انجمن کا مقام قادیان قرار دینا اس بات کے کیسے خلاف ہے کہ کوئی دوسری انجمن جو حضرت صاحب کے منشا کو پورا کرنے والی ہو اس کا مقام لاہور قرار دیا جائے۔ اسی طرح جس طرح اسلام کا منبع تو قیامت تک مکہ ہی رہے گا۔ لیکن اشاعت اسلام کا مرکز مدینہ بن گیا۔ اور باوجود مکہ فتح ہو جانے کے اسے اشاعت اسلام کا مرکز نہ بنایا گیا۔

"الفضل" لکھتا ہے کہ یہ دعوےٰ بالکل باطل ہے کہ لاہور کے مرکز کے ذریعہ سے احمدیت پھیل رہی ہے اس کا جواب تو نہایت آسان ہے۔ کہ قادیانی جماعت یورپ امریکہ، ایشیا کے اسلامی و غیر اسلامی ممالک و جزائر کے ان محمودیوں کے نام معہ پتے شائع کر دے جو اس کے ذریعہ احمدیت میں شامل ہوئے۔ اسی طرح اس کے مقابل ہم اپنے اخبار میں ان تمام لوگوں کے نام معہ پتے شائع کر دیں گے جنھوں نے سلسلہ احمدیہ کی باقاعدہ بیعت کی ہے یوں حق و باطل کے پرکھنے کا آسان معیار ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ ہمارے آدمیوں سے خط و کتابت کر کے یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ وہ احمدی ہیں یا نہیں اور ہم ان کے آدمیوں سے یہی امر دریافت کر سکیں گے لیکن ایسے بیعت شدہ لوگ خود ان ممالک کے رہنے والے ہوں مغربی افریقہ کو ہم نے دانستہ چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہاں محمودی مبلغین کی مبالغہ آمیز رپورٹوں کی بنا پر لکھو کھا محمودی ہیں جن کی فہرست تیار کرنا ان کے لئے مشکل ہو گا۔ تاہم اگر وہ اس کے لئے تیار ہیں تو اسے بھی شامل کرلیں علاوہ ازیں ہم خوش ہوں گے اگر کے ہاتھوں "الفضل" گزشتہ اٹھارہ سال کے اس تمام انگریزی و غیر زبانوں کے لٹریچر کی فہرست بھی شائع کر دے جو **احمدیت** اور **اسلام** پر قادیانی جماعت نے چھپوا کر ممالک غیر میں **احمدیت** اور **اسلام** کی تبلیغ کے لئے مفت شائع کیا۔ اور اس پر جو اخراجات ہوئے۔ اسی قسم کی فہرست ہم بھی شائع کر دیں گے اسی سے تمام دنیا پر ظاہر ہو جائے گا کہ کونسی جماعت سرگرم عمل ہے۔

لاہور کے بارہ میں ایک محمودی روایت پہلی دفعہ اخبار الفضل میں شائع ہوئی ہے۔ کہ ایک زمانہ آئے گا جب یہ کہا جائے گا کہ لاہور بھی کبھی ہوتا تھا۔ الفضل تو اس پر تب ہی لکھا جا سکتا ہے جب روایت کے اصل الفاظ سامنے ہوں۔ لیکن یہ تو خیر پھر بھی روایت ہی ہے۔ ہم اسے قادیان کی ہلاکت کی یقینی خبر دکھا دیتے ہیں۔ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً کان ذالک فی الکتٰب مسطوراً (۱۷-۵۸) خدا کی اس یقینی خبر سے نہ لاہور باہر رہے گا نہ قادیان۔ اس لئے اس روایت پر آپ خوش نہ ہوں۔ بلکہ خدا سے ڈر کر زبان اور قلم سے الفاظ نکالیں آپ لوگ خدا کے چہیتے بیٹے نہیں کہ خدا دنیا کو غارت کر دے گا۔ اور آپ قادیان میں بیٹھے خوشیاں مناتے رہیں گے خدا کا قانون جیسا لاہور پر حاوی ہے ویسا ہی قادیان پر بھی ہے۔ (محمد منظور الٰہی)

چٹ نمبر ایک ضروری نمبر ہے جو خط و کتابت کے وقت مد نظر رکھنی چاہیئے۔ (منیجر)

حضرت مسیح موعود کی تاریخ پیدائش اور عمر

مولوی ثناء اللہ صاحب اور اس قسم کے کالیقین، بہ بات پر بڑا زور مار رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے الہام الٰہی کے مطابق اپنی عمر ۷۵ سے ۸۵ سال کے درمیان" بیان فرمائی ہے۔ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ الہام کے یہ الفاظ ہیں۔ دوم مگر مولوی ثناء اللہ صاحب یا میاں حبیب اللہ صاحب اس بات سے ناواقف ہیں کہ مسلمان علما کا ایک گروہ عظیم قرآنی الہامات میں نسخ کا قائل ہے۔ اور پھر کیا وہ اس بات سے بھی ناواقف ہیں کہ حضرت یونس جو ایک نبی تھے ان کو قطعی وحی ہو جانے کے باوجود وہ وحی خدا نے بدل دی۔ قرآن و حدیث کی کس دلیل سے یہ ناجائز ہے کہ خدا تعالیٰ جو وحی کرنے والا ہے اپنی وحی کو بدل نہیں سکتا۔

ہم حضرت مسیح موعود کی پیدائش ۱۸۳۵ء یا ۱۸۳۹ء مان کر بھی خدا تعالیٰ کی اس حکمت کے قائل ہیں جو اس نے آپ کا جلد وصال کرنے سے ظاہر کی۔ اور وہ حکمت یہ ہے کہ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ بذریعہ مباہلہ فیصلہ کرنا چاہا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں تباہ ہو جائے۔ مولوی صاحب نے اسے نامنظور کر دیا۔ اور اخبار میں شائع کرا دیا کہ یہ اصول خلاف قرآن و اسوۂ نبوی ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ اور اس کے ہمنواؤں نے حضرت نبی کریم اور مسیلمہ کذاب کی مثال بھی شائع کر دی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جسے اپنے کلام پاک اور نبی پاک کی سچائی کی غیرت تھی مخالفین مسیح موعود پر ان کے مسلمات کی رو سے حجت پوری کر دی۔ اور **سچے کی عمر کم کر کے جھوٹے کی زندگی میں** اسے وفات دیدی اس لئے **اگر جھوٹے کا** منہ کالا کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ نے اپنے **الہام میں جو** عمر کے بارہ میں حضرت مسیح موعود پر نازل کیا تھا تبدیلی کر دی تو یہ امر خدا کی شان کے خلاف نہیں۔

(بقیہ صفحہ اول)

(بقیہ صفحہ اول)

ہزیمت برداشت کرنی پڑی۔ اڑھائی صدیوں کی متواتر کوششوں کے بعد سپین والے چند قلعے بنانے پر قادر ہو سکے۔ مگر ان کی حالت بھی فاتح ہونے کے بجائے ایک محصور کی رہی۔ جزیرہ کے دار الخلافہ جولو میں ہسپانوی فوج ایک اونچی پتھریلی دیوار کی آڑ میں قلعہ بند رہتی تھی۔ اب بھی

اہل امریکہ کے لمبے فوجی قبضے

اور ان کی سختی کے باعث عیسائی لوگ قلعہ سے بالضرور تک بمشکل باہر جا سکتے ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی تک فلپائن کے مسلمانوں نے سپین والوں کا خوب زور و شور سے مقابلہ جاری رکھا۔ اور ان کو اپنے علاقوں میں داخل ہونے سے روکے رکھا۔ مگر انیسویں صدی کی نئی ایجادوں سے فلپائن کے مسلمان بھی اپنے دیگر ممالک کے بھائیوں کی طرح بے خبر رہے اور اپنے آپ کو نئے آلات حرب سے مسلح نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ فلپائن کے سلطانوں کی طاقتیں کمزور ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۵ء میں ان کی ملکی طاقت کا بالکل قلع قمع ہو گیا۔

خبریں

ـــــ بمبئی ۷ر جولائی۔ فسادات کی حالت روبہ اصلاح ہے۔ پولیس اور فوج کی وجہ سے اور کچھ بارش کے باعث حالات نے بہتر صورت اختیار کر لی ہے۔ چہارشنبہ کے دن صرف ایک دو اِکّا دُکّا حملوں کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ آج ایک بجے بعد دوپہر تک صرف ایک حملے کی اطلاع آئی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر چہارشنبہ کی رات کو فوج کو اٹھا لیا گیا ہے۔ لیکن جس وقت ضرورت پڑے گی فوج کو اسی وقت مہیا کیا جائے گا۔

ـــــ بمبئی ۷ر جولائی۔ سہ شنبہ کے دن پولیس کے گولی چلانے سے جو شخص اسلام پورہ میں زخمی ہوا تھا وہ آج مر گیا۔ اسی طرح ماہ مئی یعنی آغاز فسادات سے لے کر آج تک اموات کی مجموعی تعداد ۲۱۱ ہے۔ اور مجروحین کی تخمینی تعداد ۲۰۰۰ کے قریب ہے۔ فسادات کے سلسلہ میں کل تیس اشخاص کو گرفتار کیا گیا۔ آج ایک بوہرا بھی گرفتار ہو گیا۔ اس کے پاس ایک بندوق اور بیس عدد سالم گولیاں تھیں۔

فسادات کے آغاز سے لے کر آج تک صرف ایک مسلمان لڑکے کو جس کی عمر دس سال ہے ایک مارواڑی کی دوکان کو لوٹنے کے الزام میں ایک درجن بید کی سزا ملی ہے۔

بمبئی ۸ر جولائی۔ مقامی رہنماؤں کے ساتھ میئر کی ایک کانفرنس جاری تھی۔ لیکن آج وہ بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو گئی۔ یہ تجویز پیش ہوئی تھی کہ فسادات بمبئی کے انسداد کے لئے ایک غیر فرقہ وارانہ بورڈ مرتب کیا جائے۔ جس میں ہم ممبر پولیس کمشنر، میئر اور دو اور ارکان بھی شامل ہوں۔ اور ان کا فرض یہ ہو کہ وہ بمبئی میں فرقہ وارانہ فساد کا خاتمہ کر دیں۔ اور ہندو مسلم تنازعات کو حتی الوسع پیدا ہونے سے بچایا جائے۔

ـــــ بمبئی ۷ر جولائی۔ بمبئی کے سی، آئی، ڈی نے آج صبح ایسے کانگرسی رضاکاروں کو گرفتار کیا ہے جن کے متعلق یہ شک کیا جاتا تھا کہ وہ فسادات بمبئی میں پس پردہ فتنہ کی آگ کو ہوا دے رہے تھے۔

ـــــ بمبئی ۸ر جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ بمبئی کی منڈیوں پر جو کانگرسی اثر موجود ہے۔ مستقبل قریب میں زائل ہو جائے گا۔ روئی کی تجارت کو خاص طور پر نقصان پہنچا ہے۔ اب ہندوستانی دلال اس کوشش میں مصروف ہیں کہ حالات کی جلد از جلد اصلاح کی جائے۔ ہڑتال کے سرگرم حامیوں کی بھی یہی رائے ہے کہ کم از کم ہفتہ میں پانچ دن تک کاروبار کو ضرور جاری رکھا جائے۔ ایک اجلاس کے انعقاد کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ ہفتہ میں کسی وقت مذکورہ تجاویز کو نافذ کر دیا جائے گا۔

ـــــ لاہور ۸ جولائی۔ گورداسپور میں انقلابی پارٹی کے ظہور کے متعلق تفصیلات موصول ہو گئی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ سے گورداسپور میں انقلابی پارٹی کی بنیادیں رکھی جا رہی تھیں۔ گورداسپور کی پولیس کو اس پارٹی کے متعلق پہلے بھی کچھ علم تھا۔ چنانچہ بعض ممبروں کی خفیہ نگرانی جاری تھی۔ اس پارٹی کے چند ممبر لاریوں کے ذریعے گورداسپور سے روانہ ہونے لگے تو تھانہ صدر کے سب انسپکٹر کو اطلاع مل گئی۔ چنانچہ دھاریوال کے قریب لاری کو روک کر ایک ملزم کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ملزم سکھ ہے۔ پولیس نے اس ملزم سے بعض اہم حالات معلوم کر لئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت پولیس کی ایک پارٹی اس مقصد کے لئے روانہ کر دی گئی۔ کہ اس جماعت کے باقی اراکین کو گرفتار کر لے۔ پولیس کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ یہ جماعت ضلع امرتسر کے ایک قصبہ جگدیو کلاں میں کسی ہندو ساہوکار کے گھر ڈاکہ ڈالنے جا رہی تھی۔ اس تمام جماعت کا مقصد یہی تھا کہ ضلع امرتسر اور ہوشیارپور کے مالدار ہندوؤں اور ساہوکاروں کے گھروں میں ڈاکے ڈالے جائیں۔ جس ملزم کو دھاریوال کے قریب گرفتار کیا گیا تھا اس کے قبضہ سے ایک پستول اور بہت سے کارتوس برآمد ہوئے تھے۔ اس وقت تک پولیس نے اس جماعت کے قریباً ایک درجن ارکان کو گرفتار کر لیا ہے۔ ان سب کے قبضہ سے جو ہتھیار برآمد ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

جاڑ کا راً مد بم۔ تین بند وقیں۔ دو ریوالور۔ ایک پستول۔ چند چھریاں بہت سائنز آپ اور بم بنانے کا مصالحہ وغیرہ۔

پولیس کا خیال ہے کہ ملزمین کا چالان مکمل ہونے میں کچھ دیر نہیں لگے گی اور دو ایک روز میں ملزموں کو عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ گورداسپور سے کچھ ملزم بغرض تحقیقات لاہور لائے گئے ہیں۔ اور باقی وہیں پولیس کی حراست میں رکھے گئے ہیں۔

ـــــ لاہور ۸ر جولائی۔ کچھ عرصہ ہوا کہ امرتسر کے قریب رانی بنگلہ میں ایک چوری کا واقعہ پیش آیا۔ واردات بابو ٹھاکر رام اوورسیئر نہر کے مکان میں ہوئی۔

واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ ان کے گھر میں اکھنڈ پاٹھ مقرر تھا۔ رات کے بارہ بجے کے قریب مکان کے مالک بابو ٹھاکر رام اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ اوپر سونے کے لئے چلے گئے۔ مگر پاٹھی اپنا پاٹھ کرنے میں مشغول رہے۔ صبح ۴ بجے بابو صاحب نیچے اترے اور نہا کر نوکر کو دوسری دھوتی اور تولیہ لانے کو کہا۔ لیکن نوکر نے دروازے کو اندر سے بند پایا۔ جب مکان کو اچھی طرح دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نقب لگائی گئی ہے۔

کمرے کا تمام سامان غائب تھا۔ لیکن پاٹھ والے ۲۵ روپے جو ایک الماری میں رکھے ہوئے تھے۔ نکال کر فرش پر رکھ گئے۔ چوری کے واقعہ کے دو دن بعد ان کو متواتر دو خطوط ملے۔ جن میں لکھا تھا کہ چور نہر کے پانی کے راستہ سے آئے ہیں۔ نیز کل سامان اسی راستہ سے چرا کر لے گئے ہیں۔ تفتیش جاری ہے ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ قریباً آٹھ ہزار کے نقصان کا اندازہ ہے۔

ـــــ لندن ۷ جولائی۔ لیڈی نوئین معاملات ہند کی صدر نے وزیر ہند کو ایک خط کے ذریعے سے اس امر سے آگاہ کیا ہے۔ کہ آرڈی نینسوں کے از سر نو احیا سے جدید دستور کے نفاذ میں بہت سی مشکلات پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔ یہ اپیل برطانوی خواتین کے متعدد اداروں کی طرف سے کی گئی ہے۔ اور اخبار نیوز کرانیکل میں چھپ بھی چکی ہے۔ اخبار مذکور نے اس اطلاع پر تنقید کے دوران میں یہ لکھا ہے کہ جب تک تیس ہزار فرزندان ملک جیل کی آہنی سلاخوں میں بند ہوں اس وقت تک کسی آزادی کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ اگر جدید دستور کو قابل عمل بنانا منظور ہے تو اس کے لئے باہمی سمجھوتے کی بیحد ضرورت ہے۔

ـــــ لندن ۷ جولائی۔ اوٹاوہ کانفرنس میں برطانیہ اور دیگر ممالک کے مندوبین کو یہ آسائش حاصل ہو گی کہ وہ دن اور رات کو ہر وقت اپنے اپنے ممالک کے ساتھ بذریعہ ٹیلیفون گفتگو کر سکیں گے۔ امپیریل ٹیلیفون کا سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ جو ہر وقت کام کرے گا۔ اور لندن اور کینیڈا لائن پر ہر وقت گفتگو ہو سکے گی۔ یہ سلسلہ آئندہ ہفتہ سے شروع ہو جائے گا۔ اور تین منٹ کے لئے دو پونڈ چارج کئے جائیں گے۔

امید کی جاتی ہے کہ موسم خزاں میں ہندوستان کے ساتھ بھی اس سلسلہ کا آغاز ہو جائے گا۔ اور جب یہ تجویز مکمل ہو گی تو پھر ڈومینین کی ۹۵ فیصدی آبادی کو ڈومینین کے ساتھ وابستگی حاصل ہو جائے گی۔

ـــــ رائٹر کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ لوزان میں پنجشنبہ کو جس معاہدہ پر دستخط ہونے کی توقع تھی وہ طوالت کے اعتبار سے ۱۲۵۰ الفاظ پر چھپا ہوا ہے۔ اس کی اہم شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) معاہدہ ورسیلز کی شرائط کو جہاں تک تاوان جنگ سے معاملہ کا تعلق ہے منسوخ قرار دیا جائے گا۔

(۲) جرمنی کا فرض ہو گا کہ وہ یورپ کے تعمیری فنڈ میں ۱۵ کروڑ پونڈ اقساط میں ادا کرے گا۔

(۳) معاہدہ ورسیلز کی وہ دفعہ جس کا تعلق جرمنی کے "جرم" سے ہے کالعدم قرار دیدی جائے گی۔

(۴) معاہدہ لوزان کی تصدیق کرنے والوں کا فرض ہو گا کہ وہ کسی ایسی کارروائی پر عمل پیرا نہیں ہوں گے جس سے دنیا کے اقتصادی سکون میں اختلال واقع ہونے کا احتمال ہو۔

آخری اطلاعات سے تو یہی توقع کی جا رہی تھی کہ ایک معقول تصفیہ ہو جائے گا۔ لیکن سہ شنبہ کو دول خمسہ کا اجلاس ملتوی ہو جانے کی وجہ سے پھر تمام امیدیں مایوسی میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ فرانسیسی اور جرمن ناامیدی کا اظہار کرتے ہیں لیکن مسٹر ریمزے میکڈانلڈ اپنی شکست کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ اب کانفرنس کی قسمت کا انحصار تمام تر جرمنی کے چانسلر وان پیپن اور ایم ہیریٹ کی ملاقات پر ہے۔ جو پنجشنبہ کو ہو گی۔ اس کے بعد صحیح طور پر اندازہ لگایا جائے گا کہ کیا تصفیہ کا امکان ہے۔ یا اس معاملہ کو کسی آئندہ موزوں وقت کے لئے ملتوی کر دیا جائے گا۔

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے اس معاملہ میں اپنی انتہائی جدوجہد کا اظہار کیا ہے اور فرانس اور جرمنی کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے ہر ممکن سعی کی ہے۔ گذشتہ اجلاس کو ملتوی کرتے وقت فیصلہ کیا گیا کہ پنجشنبہ کو ایم ہیریٹ اور کپتان وان پیپن اپنے تجربہ کار مشیروں کے ساتھ تبادلہ خیالات کریں۔ چنانچہ سوا گیارہ بج چکے ہیں اور اجلاس جاری ہے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۱۳)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر

دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰	لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۳۲ء	نمبر ۴۳

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔

ہمارے ایک بھائی ملک شیر محمد خاں صاحب پی سی ایس جہلم میں افسر مال کے عہدہ پر تعینات ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب ۱۵ جولائی کی صبح کو ممدوٹ تشریف لے گئے جہاں اسی شام کو عید میلاد کی تقریب پر ایک جلسہ میں آپ کا لیکچر ہوگا۔ وہاں سے فراغت کے بعد آپ جھنگ تشریف لے جائیں گے۔ وہاں بھی عید میلاد ہی کی تقریب پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ اور حضرت مولانا کو اسی میں شمولیت کے لئے بلایا گیا ہے۔

مولانا عصمت اللہ صاحب شملہ میں درس قرآن اور تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔

ہیلتھ افسر کی ضرورت

جنرل منیجر صاحب ٹاٹا آئرن اور سٹیل کمپنی لمیٹڈ جمشید پور براہ ٹاٹا نگر بنگال ناگپور ریلوے کو قصبہ جمشید پور کے لئے ایک ہیلتھ افسر کی ضرورت ہے درخواست کنندہ کسی انگریزی یا ہندوستانی یونیورسٹی کی پبلک ہیلتھ کا ڈپلومہ یا ڈگری یافتہ ہو اور کسی بڑے شہر کے سینیٹری کام کا کم از کم پانچ سال کا تجربہ رکھتا ہو۔ عرضی معہ نقول سندات بنام جنرل منیجر صاحب ۳۱ جولائی ۳۲ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ تنخواہ ساڑھے چار سو روپے سے پانچ سو روپیہ ماہوار تک ہے

محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکرٹری

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل چندہ برائے قومی قرضہ کے جواب میں لبیک کی آوازیں

اس سلسلہ میں سب سے پہلے اخبار پیغام صلح کا مطبوعہ مضمون چھپنے سے پیشتر یکم جولائی کے جمعہ میں لاہور میں سنایا گیا تھا جس پر حسب ذیل احباب نے اسی وقت وعدے فرما دیئے تھے

(۱) ڈاکٹر غلام محمد صاحب — ۱۲۵ روپیہ نقد وصول ۷۵ روپے پہلے ادا فرما چکے ہیں
(۲) شیخ محمد ابراہیم صاحب — ۱۲۵ روپے وعدہ
(۳) ڈاکٹر اللہ بخش صاحب — ۱۲۵ روپے وعدہ پہلے سے کیا ہوا تھا ۲۰ روپے نقد ادا کئے۔
(۴) مولوی عزیز بخش صاحب — ۵۰ روپے وعدہ
(۵) داروغہ نبی بخش صاحب — ۱۰ روپے وعدہ
(۶) بابو غلام قادر صاحب — ۱۰ روپے وعدہ
(۷) ڈاکٹر نذیر احمد صاحب — ۵ روپے "
(۸) مولوی محمد رمضان صاحب — ۱۵ روپے "
(۹) مرزا خدا بخش صاحب — ۱۲۵ " "
(۱۰) حضرت مولانا صدرالدین — ۱۲۵ " "
(۱۱) مولوی محمد عبداللہ صاحب — ۱۰ " "
(۱۲) سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب — ۲۵ " "
(۱۳) ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب — ۲۵ " "
(۱۴) مسٹر بشیر احمد صاحب مقیم نیہانگا — ۱۰ " وعدہ
(۱۵) چودھری فضل داد صاحب لالہ موسیٰ والے — ۵ " نقد

کل میزان ۷۹۰ روپے

اس کے بعد اصل اپیل، جو ۱۱ جولائی کے درمیان فرداً فرداً اور جماعت وار بھجوائی گئی جس کے جواب میں حسب ذیل اطلاعات آئی ہیں

(۱۶) شیخ انعام الحق صاحب ملازم انجمن — ۱۰ روپے نقد
(۱۷) چودھری عبدالمجید صاحب احمدیہ بلڈنگس — ۵ " "
(۱۸) ملک محمد امین صاحب وکیل لاہور — ۱۰ " "
(۱۹) چودھری یوسف علی صاحب چونیاں — ۵۰ روپے
لکھا ہے کہ یہ رقم آپ نے میرے ذمہ ڈالی ہے میں انشاء اللہ اس رقم کو ستمبر تک ضرور ادا کر دونگا۔
(۲۰) مرزا رحمت بیگ صاحب مردان — ۱۰۰ روپے
لکھا ہے کہ مرزا سردار بیگ صاحب کے ہاتھ بھجوا دیئے ہیں۔
(۲۱) مولوی امام الدین صاحب مدرس کھبن — ۵ روپے
لکھا ہے بسر و چشم منظور ہے ماہ اگست کی تنخواہ میں یکمشت ہی دیا جائے گا۔
(۲۲) چودھری رحمت خاں صاحب بدر — ۵ روپے وعدہ
بشرح ایک روپیہ ماہوار
(۲۳) چودھری فضل حق صاحب ملازم انجمن — ۱۵ روپے وعدہ
بشرح ۵ روپے ماہوار
(۲۴) نذیر احمد خاں چپڑاسی — ۲ روپے وعدہ
بشرح ایک روپیہ ماہوار
(۲۵) محمد حنیف " — ۲ وعدہ
بشرح ایک روپیہ ماہوار
(۲۶) عبدالحمید خاں صاحب فورٹ بھلور — ۲۰ نقد منجملہ ۵۰ مقررہ میں سے
(۲۷) شیخ محمد دین جان اڈہ کیٹ لاہور — ۵۰ نقد

میزان ۳۰۴ روپے

کل میزان ۱۰۹۴ روپے

(محمد دین جان۔ آنریری افسر تحصیل احمدیہ انجمن)

تمدن اسلام

اسلامی رواداری، مذہبی آزادی اور عدل گستری کی چند روایات

(از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب)

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ ۔ (آل عمران)

تمدن آفریں خلاق آئین جہانداری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارہ (اقبال)

کسی قوم کا تمدن ان صفات اور وعوائف کا نام ہے جو اس کی مذہبی، سیاسی، معاشرتی، تعلیمی اور اقتصادی حالت کو ظاہر کریں۔ جو سلوک ایک قوم نے اپنی ہمسایہ اقوام سے کیا۔ جو برتاؤ حکومت نے اپنے محکوموں سے کیا۔ قوم کی ترقی کے لئے علم و ہنر کا فروغ، صنعت و حرفت اور تجارت کی وسعت اسی طرح اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس اور دنیا میں امن قائم کرنے کا جذبہ یہ تمام باتیں ملکر اس قوم کا تمدن کہلائیں گی۔

لیکن سب سے پہلی بات جو کسی قوم کی تاریخ یا اس کا تمدن مطالعہ کرتے وقت ہمیں پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ اس قوم نے طاقت حکومت اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنے ماتحتوں سے کیا برتاؤ کیا۔ علم اور سائنس کی ترقی اور تجارت روپیہ پیسہ یہ سب بعد میں آنے والی چیزیں ہیں۔ سب سے پہلی اور ضروری بات رعایا کی خوشحالی اور حکومت کی رواداری ہے۔ اگر ایک قوم کے پاس روپیہ اور دولت و طاقت بہت ہے اس کی تجارت بھی وسیع ہے۔ اور یونیورسٹیاں اور دیار العلوم بھی اس نے کافی بنا رکھے ہیں۔ لیکن ان خوبیوں کے ساتھ ہی رعایا حکومت سے شاکی اور نالاں ہے تو یہ امر اس قوم کے تمدن کا ناقص ترین پہلو ہے اور اس کی تہذیب پر ایک نہایت ہی سیاہ داغ ہے۔

جہاں تک اسلامی تاریخ کا سوال ہے۔ ہمیں یہ عجیب بات نظر آئے گی کہ مسلمانوں کی تہذیب کے تمام پہلو نہایت ہی روشن ہیں۔ یہ خوش اعتقادی اس لئے پیدا نہیں ہوئی کہ یہ اسلامی تاریخ ہے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس میں خوبیاں ہی نظر آئیں گی۔ بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا دشمن کو بھی اعتراف ہی کرنا پڑا۔ اور سب نے اس بات کو تسلیم کیا۔ کہ مسلمانوں کی روایات کی مثال پیدا کرنا بہت ہی مشکل ہے آج ہم تمدن اسلام کے صرف ایک پہلو یعنے مسلمانوں کی رواداری پر روشنی ڈالتے ہیں۔

رسول اللہ کی پاک زندگی

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا تو ہر لمحہ مخلوق خدا کی بہتری کے لئے صرف ہوا۔ اور محبوب کبریا کا ہر قول اور ہر فعل دنیا کے لئے رحمت ثابت ہوا۔ اس لئے آپ کی سیرت اس بات کی محتاج نہیں کہ اس کی برکات پر روشنی ڈالنے کے لئے بار بار قلم اٹھایا جائے۔ صرف فتح مکہ کا واقعہ ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ رواداری، عدل و انصاف اور درگزر تو ایک طرف رسول کریم نے اپنے دشمنوں سے بھی وہ رحیمانہ سلوک کیا کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ نے نہ آپ سے قبل ہی دیکھی اور نہ آپ کے بعد آج تک کسی نے ایسی وسعت قلبی کا نمونہ دکھایا۔ تیرہ سال کے مصائب، دوستوں اور آشناؤں سے علیحدگی، عزیز و اقارب سے جدائی۔ وطن سے بیوطنی۔ جنگوں کی مصیبت۔ حمزہ جیسے عزیزوں کا قتل اور ان کا کلیجہ چبائے جانے کے واقعات اور اسی قسم کے دیگر مصائب و ابتلا جو رسول کریم اور اصحاب رسول نے برداشت کئے یہ سب کو معلوم ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود دشمن جب مغلوب ہوا اور مجرم کی حیثیت سے پیش ہوا۔ تو اس وقت رحمۃ للعالمین کے دہن مبارک سے یہی نکلا کہ "لا تثریب علیکم الیوم۔ اذھبوا فانتم الطلقاء۔" کیا ایسی رواداری کبھی کسی اور نے بھی دکھائی۔

صدیق اکبرؓ کا عہد خلافت

صدیق اکبرؓ کے عہد حکومت میں عراق اور شام کے کچھ علاقے فتح ہوئے۔ اور مسلمانوں کی حکومت دور دور پھیلنا شروع ہوئی آپ کے زمانہ میں دشمنان اسلام سے جو سلوک مسلمانوں نے کیا اور اپنے مفتوحین سے جو برتاؤ کیا اور جس مقصد کے لئے اور جس طریق پر انہوں نے تلوار چلائی وہ حضرت ابوبکرؓ کے ان الفاظ سے جو ابھی نقل کئے جائینگے عیاں ہوگا۔ رسول اللہ کے ارشاد کے تحت اسامہؓ بن زیدؓ مومنین کی فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے تھے۔ آپؐ کی وفات کے بعد ابوبکرؓ کی خلافت میں اسامہ شام کو روانہ ہونے میں اسامہ سوار ہیں اور حضرت ابوبکر پا پیادہ ان کے ہمراہ بھاگ رہے ہیں اور نصیحت کرتے جاتے ہیں۔ جن زریں الفاظ میں حضرت نے اسامہ کو نصیحت کی وہ بتاتے ہیں کہ مسلمان قوم کس ذہنیت کی مالک تھی ابوبکرؓ فرماتے ہیں:-

"لا تخونوا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا طفلا ولا امراۃ ولا شیخا کبیرا ولا تعقروا نخلا ولا تحرقوہ ولا تقطعوا شجرۃ مثمرۃ ولا تذبحوا شاۃ ولا بقرۃ ولا بعیرا" - دیکھو اے اسامہ "جس عظیم الشان مقصد کے لئے تم جاتے ہو اس میں خیانت نہ کرنا اور غلو اور زیادتی سے کام نہ لینا اور لاشوں کی بےحرمتی نہ کرنا۔ اور دیکھو چھوٹے بچوں اور بڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ نخلستانوں کو اجاڑنے اور جلانے سے باز رہنا اور پھلدار درختوں کو مت کاٹنا اور بھیڑ بکری گائے اونٹ کو بے فائدہ اور بلا ضرورت ذبح نہ کرنا"

اللہ اللہ! یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو میدان جنگ میں جارہا ہے۔ جنگ کے وقت ایک ایسا غضب اور جنون انسان کے سر پر سوار ہوجایا کرتا ہے اس وقت نہ بوڑھے کی تمیز رہتی ہے اور نہ بچے کی۔ نہ ظالم کا پتہ چلتا ہے اور نہ مظلوم کا۔ حیوان انسان۔ عورت و مرد جو سامنے آیا وہ اڑ گیا۔ سلامتی، لحاظ، اور رحم تو گویا اس وقت دلوں سے نکل ہی گیا ہوتا ہے اور مارا ماری کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا۔ اور بلا استثنا تمام اقوام کے جنگی حالات میں ہمیں یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ لیکن قربان جائیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کہ آپؐ نے سپاہی بھی ایسے پیدا کئے کہ جو تلوار چلائیں گے تو اندھا دھند نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر اور عین حد اعتدال کے اندر۔ انسان تو کیا وہ بھیڑ بکری اور درخت کو بھی بے فائدہ ضائع نہ کرتے۔ جو امان طلب کرتا وہ اس کو فوراً امان دیتے اور تلوار کو نیام میں کر لیتے۔ مفتوح شہر میں ہر طرح کا امن کر لیتے ان کی عبادتگاہیں اور درس گاہیں محفوظ ہوجاتیں اور جب لوگوں کا خوف و ہراس دور ہوکر انہیں اطمینان ہوجاتا تو پھر وہ آگے بڑھتے۔

عمر فاروقؓ کا دور حکومت

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اسلامی سلطنت بہت وسیع ہوگئی۔ عراق، شام، ایران اور مصر کے علاوہ کئی اور ممالک زیر نگیں ہوئے۔ فاروق اعظمؓ نے جس رواداری اور حسن سلوک کا نمونہ دکھایا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

مثال کے طور پر دو تین واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بیت المقدس کی فتح تاریخ اسلام میں ایک نہایت مشہور واقعہ ہے۔ اس شہر کی فتح سے قبل حمص، بعلبک۔ بصرہ۔ دمشق اور دوسرے شہر والوں نے صرف حضرت ابوعبیدہ اور خالد بن ولید کے ساتھ ہی معاہدہ کرنے کے بعد شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیئے۔ لیکن بیت المقدس چونکہ عیسائیوں کا سب سے بڑا متبرک مقام اور دینی مرکز تھا اس لئے شہر والوں نے یہ خواہش کی کہ اس کا قبضہ لینے کے خود امیر المومنین بنفس نفیس تشریف لائیں۔ اس خبر کی اطلاع پاکر حضرت عمرؓ بیت المقدس روانہ ہوئے۔ (آپ نے اسوقت وہی اپنا پرانا سیدھا سادا جبہ جس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ زیب تن کیا اور اپنی ناقہ پر سوار ہو بیت المقدس چل دیئے ہمراہ ایک غلام تھا جو کچھ رستہ پیدل چلتا اور امیر المومنین سوار ہوتے اور پھر وہ سوار ہوجاتا اور امیر المومنین پا پیادہ چلتے۔ سبحان اللہ) بیت المقدس کے عیسائیوں نے (جو آپ کی سادگی سے بیحد متاثر ہوئے تھے) آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے امان طلب کی۔ آپ نے انہیں امان بخشی اور صلحنامہ لکھ دیا۔ حضرت عمرؓ کے معاہدہ کا ترجمہ ہم نقل کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ مسلمان جرنیل اور بادشاہ مفتوح رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے۔

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندہ امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو بخشی ہے یہ امان ان کی جان، ان کے مال، ان کے گرجا اور صلیب ان کے تندرست اور مریض ان کے تمام ہم قوم اور ہم مذہب لوگوں کے لئے ہے ان کے گرجاؤں کو رہائش کی جگہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ وہ گرائے جائیں گے اور نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ مذہب کے بارہ میں ان پر کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا ایلیا کے اندر یہودی لوگ رہائش نہ رکھیں اور ایلیا والوں پر فرض ہے کہ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ ادا کریں" (دیکھو تاریخ طبری)

ایلیا میں یہودیوں کو رہائش سے منع کرنا بھی عیسائیوں کی دلداری اور رعایا کے جذبات کے احترام کی وجہ سے تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک یہودی لوگوں نے حضرت مسیح کو مصلوب کیا۔ اور بیت المقدس میں ہی آپ کو مصلوب کیا۔ اس لئے عیسائی یہ پسند نہ کرتے تھے کہ ان کے مذہب اور ان کے نبی کے جانی دشمن ان کے

مقدس شہر میں آباد ہوں۔ رعایا کی آزادی اور امن کے قیام کے لئے حضرت عمرؓ نے یہود کو دوسری جگہ آباد کر دیا۔ لیکن یہود پر کوئی پابندی نہ تھی ان کو بھی وہی آزادی اور مراعات حاصل تھیں جو دوسری اقوام کو۔

جب شہر مسلمانوں کے حوالے ہو چکا اور حضرت اور آپ کے ہمراہی اس میں داخل ہو گئے تو حضرت عمر بیت المقدس کا گرجا دیکھنے گئے۔ گرجا کو دیکھ رہے تھے کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور آپ نے نماز کی غرض سے وہاں سے باہر جانا چاہا عیسائیوں نے بیک زبان عرض کیا کہ حضرت وہیں نماز ادا کر لیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا اور باہر نکلکر سیڑھیوں پر اپنا مصلے بچھا نماز ادا کی۔ نماز ہو چکی تو پادری صاحبان نے وجہ دریافت کی کہ کیوں حضرت نے گرجا میں ہی نماز ادا نہ کر لی۔ آپؓ نے فرمایا کہ مجھے گرجا میں نماز ادا کرنے میں عذر نہ تھا لیکن میں ڈرتا تھا کہ کہیں مسلمان تمہاری عبادتگاہ کو اپنی مسجد نہ بنا لیں اس خیال سے کہ ان کے خلیفہ نے وہاں نماز ادا کی تھی۔ اس کا نام ہے رواداری اور یہ ہے مذہبی آزادی۔

نہ صرف یہ کہ ماتحت اقوام کو کامل مذہبی آزادی میسر تھی بلکہ ان کے مال اور ان کی جائدادیں بھی انہی کے قبضہ میں رہتیں مسلمان سوائے جزیہ اور مقررہ رقم خراج کے ان کے مال میں ایک پیسے کے حصہ دار بھی نہ تھے۔ بلکہ مسلمانوں کو حضرت عمر کا امتناعی حکم تھا کہ نہ وہ مفتوحین کی زمینیں خریدیں۔ اور نہ ان کی جائدادوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کریں۔ عیسائیوں کے مال انہی کے پاس بحال رہیں۔ ان کی درسگاہیں اور سوسائٹیاں جس نظام سے چلتی تھیں اسی نظام سے جاری رہیں اور مسلمان ان کی آزادی میں کسی طور پر مخل نہ ہوئے۔

مسلمانوں نے انصاف کے معاملہ میں حاکم قوم اور محکوم قوم میں کبھی تمیز نہ کی۔ یہ ان کے ذہن میں کبھی آیا ہی نہ تھا کہ حاکم قوم کے سپاہی کا خون محکوموں سے زیادہ قیمتی ہے۔ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دیدیا جائے چنانچہ مقتول کے وارثوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔

اسی طرح انصاف کی ایک یہ مثال ہے کہ شام کے ایک زمیندار عیسائی نے شکایت کی کہ فوج کے گزرنے سے اس کی تمام زراعت اور فصلیں پامال ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے دس ہزار درہم بیت المال سے بطور تاوان اس عیسائی کو ادا کئے۔ ایسی سینکڑوں مثالیں ہیں جو مجبوراً نظر انداز کرنی پڑتی ہیں کہ مضمون طویل نہ ہو جائے۔

خلافت شیخین کے بعد حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں بھی یہی سلسلہ بدستور جاری رہا۔ اور لوگ اسلام کی رواداری اور عدل گستری سے مستفید ہوتے رہے۔ حضرت علیؓ کا قول مشہور ہے کہ مسلم کا خون اور ذمی کا خون برابر حیثیت رکھتے ہیں۔

خلفائے بنوامیہ

خلافت راشدہ کے بعد بنوامیہ کا دور آیا جس میں گو پہلی سی سادگی اور دنیا داری سے قطعی اجتناب روا نہ رکھا گیا لیکن جہاں تک راعی اور رعایا کا سوال ہے محکوموں سے عمدہ سلوک اور ان کی مذہبی آزادی میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ عبدالملک اور اس کے بیٹے ولید کا زمانہ خوش حالی، سلطنت کی مضبوطی اور وسعت کے لحاظ سے اموی دور حکومت کا بہترین زمانہ تھا۔ ولید کے زمانہ ہی میں مشرقی ممالک کے علاوہ مجاہدین اسلام ہسپانیہ کو فتح کرتے ہوئے فرانس تک جا پہنچے۔ ان فتوحات کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا حسن سلوک اور رواداری تھی کہ لوگ آزادی پر مسلمانوں کی غلامی کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک عیسائی مورخ فتح ہسپانیہ کے متعلق لکھتا ہے۔ ــــــ "ہسپانیہ جیسا ملک جو اپنی قدرتی تقسیم اور جغرافیائی حیثیت سے اپنا دفاع اور حملہ آوروں کی خوب روک تھام کر سکتا ہے۔ اس کا اتنی جلدی فتح ہو جانا اور بغیر کسی سخت مقابلہ کے غیروں کی حکومت قبول کر لینا تاریخ میں واقعی ایک نرالا اور حیرت انگیز واقعہ ہے۔ مگر اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ فاتحین یعنے مسلمان نہایت ہی رعایا پرور اور مذہبی آزادی دینے والی قوم تھی۔"

(دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا)

حضرت عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ کے خلفا میں ایک یگانہ شخصیت کے مالک تھے آپ کے عہد میں گویا خلافت راشدہ ہی کا رنگ نظر آتا تھا۔ آپ کی رواداری کی مثال کے لئے صرف ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ ولید بن عبدالملک نے دمشق میں ایک عظیم الشان مسجد بننے کا حکم دیا۔ مسجد کا نقشہ تیار ہونے پر معلوم ہوا کہ اس میں تھوڑی سی زمین ایک گرجا کی بھی آجاتی ہے اور عمارت کی خوبصورتی بحال رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کو بھی مسجد میں شامل کیا جائے۔ ولید نے عیسائیوں کو بہت سا روپیہ اور زمین اس کے عوض میں دینی چاہی مگر عیسائیوں نے زمین دینے سے انکار ہی کیا۔ بالآخر ولید نے جبراً وہ زمین مسجد میں شامل کر لی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں عیسائیوں نے پھر یہ سوال اٹھایا۔ چنانچہ حضرت عمر ثانی کے حکم سے مسجد کا وہ حصہ عمارت سے علیحدہ کر دیا گیا اور زمین عیسائیوں کے حوالے کر دی گئی۔ یہ تھی مسلمانوں کی رواداری۔

اگر کوئی ولید کے فعل پر اعتراض کرے تو صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ان کی زمین سے کئی گنا زیادہ زمین اور روپیہ انہیں دیتا تھا اور اس کی صرف یہ خواہش تھی کہ مسجد کی عمارت میں کجی واقع نہ ہو۔ اس کے باوجود اگر عیسائی راضی نہ ہوئے تو یہ ان کی خواہ مخواہ کی ضد تھی۔ ولید کا فعل قابل الزام نہیں۔

خلافت عباسیہ

خلفائے بنی عباس جنہوں نے صدیوں حکومت کی۔ علاوہ اور خوبیوں کے مذہبی آزادی اور رحم و انصاف کے حق میں بھی بے مثل تھے خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے فرزند مامون الرشید کا عہد خلافت تاریخ اسلام میں نہایت ہی روشن زمانہ ہے۔ ہارون رشید کی طاقت کے مقابلہ میں اس وقت کوئی اور طاقت نہ تھی۔ اس کے باوجود وہ اپنے دشمنوں سے بہت نرم برتاؤ کرتا۔ قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ نائسیفورس نے جو ہارون الرشید کو بہت جھگڑا دیا کرتا تھا سنہ ۸۰۳ء میں شکست کھا کر خلیفہ سے صلح کی۔ جونہی خلیفہ کی فوج واپس ہوئی اس نے معاہدہ کو توڑ دیا۔ مسلمانوں نے پھر فوج کشی کی اور اس نے دوبارہ صلح کی اور پھر پہلے کی طرح صلحنامہ کو پس پشت پھینکا۔ بار بار وہ بدعہدی کرتا اور ہر بار ہارون الرشید اسے معاف کرتا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو ایک ہی دفعہ اسے کچل سکتا تھا۔ لیکن بے فائدہ کشت و خون اور قتل عام مسلمانوں کے اصول جنگ کے خلاف تھا۔ صرف شہنشاہی خراج کی شرط پر آخری دفعہ بھی خلیفہ نے نائسفورس کو معاف کر دیا۔

ایک روز ہارون الرشید سیر کرتے ہوئے ایک عیسائی خانقاہ میں جا پہنچے۔ راہب نے خلیفہ کی بہت آؤ بھگت کی اور کھانا کھلایا اور دیر تک خلیفہ سے گفتگو کرتا رہا واپسی پر خلیفہ نے کئی ہزار درہم نقد انعام دیا۔ اور بارہ سال کے لئے خانقاہ کی تمام مزروعہ زمینوں اور باغات کا محصول معاف کر دیا۔

مامون الرشید اعظم نے اپنے زمانہ میں نمائندہ حکومت کی بنیاد ڈالی یعنے وہ ایک کونسل مقرر کرتا جس میں تمام ممالک اور مذاہب کے لوگ شامل ہوتے۔ عیسائی۔ یہودی۔ صابی۔ زرتشتی اور دیگر مذاہب کے لوگ خلیفہ کو مشورہ دینے کے لئے اور اپنی قوم کی نمائندگی کرنے کے لئے اس کونسل کے ممبر بنائے جاتے۔ ہارون اور مامون کے عہد کی تو سینکڑوں مثالیں ہیں جن سے ان کی رواداری ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ان سب کو لکھنا مشکل ہے۔

ہسپانیہ میں اموی حکومت

آٹھ صدیوں تک قرطبہ اور غرناطہ کے شہروں پر پرچم اسلامی لہرایا گیا۔ مسلمانوں کے طفیل یورپ نے وہ باتیں سیکھیں اور انہیں وہ خوشحالی نصیب ہوئی جو کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہو۔ مسلمانوں کی رواداری اور انصاف کا یہ عالم تھا کہ حاکم و محکوم قوم سے یکساں برتاؤ کیا جاتا۔ یہودی قوم جو مسلمانوں کی آمد سے قبل عیسائیوں کے جور و جفا کا نشانہ بنی تھی چین کا سانس لینے لگی۔ اپنی محکوم رعایا کی حفاظت اور ان کے حقوق کی نگہداشت کے لئے مسلم خلفاء ہسپانیہ نے ایک خاص محکمہ قایم کر رکھا تھا جس کا افسر کاتب الذمام کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یعنے ذمیوں کا محافظ اور داروغہ۔ اور یہ وہ محکمہ تھا جو دنیا کی کسی اور مہذب گورنمنٹ نے قایم نہیں کیا۔

عیسائیوں کو اتنی آزادی حاصل تھی کہ علی الاعلان مسلمانوں سے ان کے مذہب پر بحث و تمحیص کرتے۔ بلکہ بر سر دربار مفتیان اور حاکم کے سامنے بھی اسلام کے خلاف زبان درازی کرتے۔ مسلمان بادشاہوں کی نرمی اور کسی حکمران کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ جھٹ بغاوت کر دیتے۔ آئے دن کی بغاوتیں محض مسلمانوں کی نرمی کی وجہ سے تھیں ورنہ وہ ان کا سدباب کرنا خوب جانتے تھے۔

ملازمت، تعلیم اور شہریت کے تمام حقوق میں عیسائی مسلمانوں کے برابر کے شریک اور حصہ دار تھے۔ ان تمام مراعات کے باوجود اسلامی حکومت کے زوال پر عیسائیوں نے جو بے جا سلوک مسلمانوں سے کیا اسے سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں (کبھی دوسرے موقعہ پر اس کا ذکر بھی کرینگے)

خلافت عثمانیہ

اپنے قوم اور مذہب کی اعلیٰ روایات کو ترکی کے خلفاء نے بھی بدستور قایم رکھا۔ خلفائے عثمانیہ خاص طور پر عیسائیوں کی مہربانی سے بدنام ہوئے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ترکوں نے تلوار چلائی۔ اور جنگیں بھی بہت کیں۔ لیکن صرف اپنی حفاظت کے لئے اپنے وجود کے قیام کے لئے اور اپنی عزت و آزادی کو برقرار رکھنے کی غرض سے رعایا سے حسن سلوک اور غیر مسلموں کو مذہبی آزادی عطا کرنے میں وہ بھی کسی سے کم نہ تھے۔

تین سو برس کا عرصہ ہوا کہ ترکی میں طاعون کی وبا پھیل گئی اس وقت ترکی میں عیسائی فرقہ فرینسکن (یعنے سینٹ فرنسس آف اسسی کے مریدوں کا) ایک مشن قایم تھا۔ اس مشن نے مریضوں کی دیکھ بھال اور لاشوں کی تدفین میں بہت کام کیا سلطان ترکی نے اس کے بدلہ میں اس مشن کی جائدادوں پر محاصل اور ٹیکس قطعی موقوف کر دیئے۔ فرمان کی رو سے صرف مغربی یورپ کے عیسائی مشنوں کو یہ رعایت تھی۔ لیکن بعد میں جب سینکڑوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۳

نبی امی صلعم کی یادیں

آج اس عظیم الشان انسان کی پیدائش اور وفات کا دن ہے، جو دنیا کے لئے آفتاب ہدایت اور رحمت بنکر آیا جس نے انسانیت کو حیوانیت کے اسفل السافلین سے نکال کر ملکوتیت کے بلند مینار پر کھڑا کر دیا اور نسل انسانی کو خدائے واحد کی چوکھٹ پر گرا کر اخوت و مساوات کا وہ عالیشان سبق پڑھایا جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم، کسی ہادی و پیشوا، کسی ہدایت نامہ اور ضابطہ کے اندر نظر نہیں آتی۔ یہ پاک انسان امی تھا۔ امیوں کے اندر پیدا ہوا۔ اس کے چاروں طرف علم اور روشنی کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا تھا بدیاں اور فواحش، لڑائیاں اور جھگڑے، بت پرستی اور توہمات کے سوا اور کوئی پاکیزہ منظر اس کے سامنے نہ تھا۔ تاہم جب وہ اٹھا اور پرلے درجہ کی بیکسی اور یتیمی کے عالم میں ایسے گندے ماحول کے اندر ہوش سنبھالا۔ تو وہ علم و تہذیب، نور و ہدایت اور صداقت و راستبازی کا ایک پیکر تھا جس نے عرب کی جہالت کو علم و حکمت سے، بدیوں اور فواحش کو قرب الٰہی اور طہارت سے اور فتنہ و فساد کو صلح و اتحاد سے بدل دیا۔ نہ صرف عرب بلکہ بیرونی ممالک میں جو بڑی بڑی زبردست سلطنتیں کی ملکیت تھے۔ وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ ان کے تمدن ان کی معاشرت ان کے لباس ان کی وضع قطع اور سب سے بڑھکر ان کے اخلاق و اعمال کو بدل کر اس دنیا میں ایک نئی دنیا بسا دی۔

لوگ کہتے ہیں اور واقعات ان کی تصدیق کے لئے موجود ہیں کہ انسان کا ماحول اس کے اخلاق و اعمال کے لئے موثر ہوتا ہے بلکہ انسان کی تربیت اور اس کے اخلاق و اعمال کی پرورش زیادہ تر اس کے ماحول ہی سے ہوتی ہے۔ لیکن عرب کے امی نبی کا ماحول کہاں تک اس کے اخلاق و اعمال کا ضامن ہے۔ کیا دنیا نے کبھی ایسا نظارہ دیکھا۔ کہ ایک بدترین سوسائٹی کا تربیت یافتہ انسان بہترین اخلاق و اعمال کا حامل ہو بلکہ دنیا کے اخلاق و اعمال بدل دینے کا موجب ہوا ہو کیا دنیا نے کبھی دیکھا کہ صدیوں کے رسوم و رواج کا ایک بیکس انسان کے منہ کی آواز سے قلع قمع ہو گیا ہو۔ دختر کشی کی رسم۔ شراب خوری کی عادت۔ زنا کی علت اور اسی قسم کی بیسیوں بیماریاں جس سرعت کے ساتھ عرب کے اس امی انسان کے ایک ایک اشارہ سے مٹ گئیں۔ اس کی نظیر آج اس مہذب دنیا میں بھی نظر نہیں آتی۔ امریکہ نے آج شراب خوری کی عادت کو جبراً روکنا چاہا اور ہر قسم کی قانونی طاقت سے کام لیکر پندرہ سولہ سال تک اس کے خلاف زور آزمائی کی لیکن نتیجہ کیا ہے۔ آج اسے اس قانون کو پھر منسوخ کرنا پڑا ہے۔ اور شراب کی دکانیں پھر اس ام الخبائث اور اس کے فدائیوں سے بھری ہوئی ہیں اس کے بالمقابل عرب کے امی نے ایک ہی آواز دی۔ کہ انما الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ تو شراب کا نام و نشان تک عرب کے اندر سے مٹ گیا۔ اور آج تک اس کا یہ اثر ہے کہ ایک یورپین کو اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ جہاں جہاں اسلام کا قدم پہنچتا ہے شراب کا نام مٹتا چلا جاتا ہے۔

نہ صرف بدیوں اور فواحش ہی سے دنیا کو چھڑایا بلکہ اس پاک انسان نے ان کی جگہ ہر قسم کی خوبیاں اور نیک عادات پیدا کر دیں تین سو ساٹھ بتوں اور ہزار ہا قسم کے معبودان باطلہ کی پرستش سے انہیں چھڑا کر خدائے واحد کی عبادت میں لگا دیا۔ وہ قوم جو بات بات میں ایک دوسرے کا سر کاٹنے کی عادی تھی۔ محبت و الفت کے رشتہ میں اس قدر جکڑی گئی کہ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی ممد و معاون بن گئی۔ وہ قوم جو قریشی اور ہاشمی، عرب و عجم، کی تفریقوں میں مبتلا تھی اور آبائی اور نسلی امتیازات کی وجہ سے اپنے جیسے انسانوں کو نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھتی تھی وہ بنی نوع انسان کی اخوت و مساوات کا پیغام لیکر نکلی اور دنیا کو اس اخوت کا سبق پڑھا کر اس بلند مرتبہ پر کھڑا کر دیا۔ جو الوہیت سے نیچے اور تمام مخلوقات سے برتر ہے۔ وہ قوم جو بیرونی ممالک کے ایک ایک سپاہی سے اس طرح ترساں اور لرزاں رہتی تھی کہ گویا ایک لشکر جرار آ گیا ہے اس نبی امی کے طفیل اس جرات و بہادری کے مرتبہ پر پہنچی کہ بڑی بڑی سلطنتوں کا تختہ الٹا کر رکھدیا باوجودیکہ ان کے پاس نہ کافی اسلحہ تھے۔ اور نہ پوری قوت لتعداد تاہم ایک خدائی طاقت تھی جو ان کے اندر کام کر رہی تھی وہ دن کو زبردست سپاہی کا کام کرتے تھے اور رات کو عابد و زاہد بن جاتے تھے اور اس سپاہیانہ زندگی میں بھی ایسے ایسے پاک اخلاق کا ظہور ان سے ہوا کہ مخالف تو عش عش کر کے رہ گئیں۔

طبقہ نسواں کو جو حقوق و مراعات عطا کیں کیا یورپ آج اس کی نظیر پیش کر سکتا ہے؟ مرد و عورت کی مساوات تہذیب جدید کا طغرائے امتیاز ہے لیکن آبائی وراثت میں عورت کا حق آج تک قانون نے تسلیم نہیں کیا۔ اس نبی امی صلعم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے نہ صرف اس کو عورت کا واجبی حق قرار دیا۔ بلکہ فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے مردوں کے حق عورتوں پر ہیں کیا اس کی نظیر انگریزی تہذیب پیش کر سکتی ہے۔

ہاں اس نبی امی کے فیضان کو اگر دیکھنا ہو تو بغداد کے نظامیہ، قرطبہ و غرناطہ کی یونیورسٹیوں میں جا کر دیکھو۔ جن کا وجود اگرچہ آج دنیا سے مٹ چکا ہے۔ لیکن تاریخ کے اوراق ان کے زریں تذکروں سے اب تک معمور ہیں اور آج بھی یورپ کے علمی حلقوں میں ان کے علمی انکشافات کے آگے سر تسلیم خم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امریکہ کے مشہور مورخ مسٹر سکاٹ تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم اس عجیب و غریب مذہب کے سریع ارتقا اور پائدار تاثرات کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جسکے دم قدم سے ہر جگہ ثروت راحت اور حسن اہتمام کی برکتیں نازل ہوئیں جس نے کیتھولک مجلسوں کو منتشر کر کے ان کے سامنے اعلےٰ عقائد پیش کئے جس نے ہمارے مشہور و معروف کلیساؤں کے موزوں اور دلفریب محرابوں کی تشکیل کی جس نے پیمائش زمین پر مہر لگا دی اور فلک کے درخشاں ستاروں پر اپنی ضیا باریوں کے تاثرات چھوڑے۔ جسکے نشانات مغربی زبانوں میں اب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جس کی عنایات کا نت نیا ثبوت ہماری لباس ہماری کتابوں ہمارے غلہ کی فصلوں ہمارے باغوں اور گلزاروں کے پھلوں اور پھولوں میں ملتا ہے۔ جس نے پے درپے ایسے حکمران پیدا کئے جن کی بلند نظری اور عالی ہمتی نے ان کی رعایا کا اخلاقی نظریہ بلند کر دیا اور آئندہ نسلوں کے لئے بیش بہا علمی خزانہ محفوظ کر کے حضرت انسان کی علمی اور ادراکی سلطنت کو دائمی قیام بخشا یہ امتیازی اور لاثانی خصوصیات صحرائے عرب کے شتربانوں اور گڈریوں کے غیر متزلزل استقلال، سیاست دانی اور اعلےٰ ذہانت کا نتیجہ تھیں۔"

لیکن صحرائے عرب کے ان شتربانوں اور گڈریوں کو یہ غیر متزلزل استقلال، سیاست دانی اور اعلیٰ ذہانت کہاں سے نصیب ہوئی؟ کیا اسی امی نبی سے نہیں جو یورپ کے نزدیک تلوار کا حامل ہونے کے سوائے اور کچھ نہ جانتا تھا

غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ لے لو۔ تمدن و معاشرت کا کوئی پہلو اپنے سامنے رکھ لو۔ ہر جزئی سے جزئی امر میں اس نبی امی کی زندگی میں آپ کو وہ نور و ہدایت ملیگی جو دنیا کے کسی رہبر و پیشوا میں نظر نہیں آتی۔

انبیا کی زندگیوں میں لوگ عجائب و غرائب واقعات اور خارق عادات امور دیکھنے کے عادی ہیں۔ کیا یہ عظیم الشان انقلاب جو اس امی لقب انسان نے ہر قسم کے مخالف حالات میں صرف بیس سال کے عرصہ میں پیدا کر دیا۔ اور جس کا اثر چند سالوں میں کل دنیا کے اندر پھیل گیا۔ کچھ کم خارق عادت امر ہے؟ ہم کہتے ہیں یہ سب سے بڑا معجزہ ہے۔ جو دنیا نے سب سے پہلی مرتبہ دیکھا۔ اور جس کی نظیر اس کے بعد بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ ایک امی شخص یتیمی کی حالت سے اٹھکر برے سے برے ماحول میں پرورش پاکر ہر قسم کی مخالفتوں اور شدید سے شدید دشمنیوں کو سہ کر وہ کام کرتا ہے جس سے بہتر کام دنیا میں آج تک نہیں ہوا۔ بدیوں کو وہ دور کرتا ہے بہترین اخلاق وہ پیدا کرتا ہے۔ علم و حکمت وہ پھیلاتا ہے اور ایک ایسی قوم کو جو حیوانوں اور درندوں سے بدتر تھی بااخلاق اور باخدا قوم بنا کر دنیا کا ہادی رہبر اور معلم و پیشوا بنا دیتا ہے یہ اگر خدا کی طرف سے نہیں۔ اگر خدا کی طاقت اس کے ساتھ نہیں

تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ انسانیت سے بالاتر ہستی نہیں ؎

امی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

کیا وہ لوگ جو ادنےٰ ادنےٰ باتوں کو معجزات کا رنگ دیکر اپنے پیشواؤں کو تخت الوہیت پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس امی انسان کے ان خدائی کارناموں پر غور کرینگے؟

احمدی کی تنسیخ نکاح کا مقدمہ

مسمیٰ عبدالرزاق ایک قادیانی احمدی کے خلاف ریاست بہاولپور میں تنسیخ نکاح کا ایک مقدمہ سات سال سے دائر ہے جس کا فیصلہ ابتدائی دو عدالتوں (ڈسٹرکٹ جج اور چیفکورٹ) سے مدعا علیہ کے حق میں ہوا۔ اس کے خلاف مدعیہ نے ریاست کی آخری عدالت "دربار معلی" میں مرافعہ دائر کر دیا جہاں چیف منسٹر صاحب نے ریاست کے مفتی صاحب کو جو احمدیوں کے خلاف فتنہ انگیزی میں خاص شہرت رکھتے ہیں بلوا کر تنسیخ نکاح کے دلائل دریافت کئے جنھوں نے یہ بیان دیا کہ:۔

"اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے اور اس پر وحی نازل ہوئی تو ایسا شخص چونکہ ختم النبوۃ حضرت نبی کریم کا منکر ہے اور ختم النبوۃ اسلام کی ضروریات میں سے ہے لہٰذا وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

شیخ الجامعہ کے اس بیان کو شامل مسل کر کے "دربار معلی" نے مقدمہ کو ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت میں دوبارہ اس ہدایت کے ساتھ بھیج دیا کہ:۔

"یہ مقدمہ بروئے شرع شریف فیصلہ کیا جائے"

اس کا صاف مطلب ہے کہ چیف منسٹر صاحب کے نزدیک ڈسٹرکٹ جج اور چیف کورٹ کے فیصلے "شرع شریف" کے مطابق نہ تھے۔ اور اب جس شرع شریف کی طرف رجوع کرنے کی انہیں ہدایت کی گئی ہے وہ وہی ہے جس کا ذکر شیخ الجامعہ نے کیا ہے۔ چنانچہ اسی ہدایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈسٹرکٹ جج نے بھی شیخ الجامعہ کی شہادت لینا ضروری سمجھا جس نے بقول "الفضل" "متواتر تین گھنٹے بیان جاری رکھا۔ بیان کیا تھا بانی جماعت احمدیہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ تھی۔ جھوٹے الزامات اور کذب وافترا کا مجموعہ تھا مگر جج صاحب ساتھ کے ساتھ ہر بات کی تائید کرتے جاتے اور شیخ الجامعہ جو بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر کے پیش کرتا۔ اس کے متعلق کہدیتے واقعی یہ صریح کفر ہے" اس کے ساتھ ہی مدعا علیہ کے ساتھ عدالت کا رویہ بالکل مخالفانہ تھا۔ جسے دیکھکر کوئی سلیم المزاج انسان یہ قیاس نہیں کر سکتا۔ کہ فیصلہ میں کسی قسم کا عدل وانصاف پیش نظر رکھا جائے گا۔ جس جج نے دوران تحقیقات ہی میں محض یکطرفہ بیان سن کر مدعا علیہ کے کفر کا اعلان کر دیا اور طرح طرح سے اسے ڈانٹنے اور صفائی میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اس سے انصاف کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مدعا علیہ نے عدالت کا رویہ دیکھکر انتقال مقدمہ کی درخواست دیدی ہے لیکن دوسری طرف "زمیندار" اور جمعیۃ العلما کے بعض ارکان نے فتاوی کفر کا حوالہ دیکر ریاست کے ارباب اختیار اور تمام عدالتوں کو پہلے ہی سے احمدیوں کے خلاف اکسانا شروع کر دیا ہے۔ جو تقاضائے عدل وانصاف کے صریح خلاف ہے۔

جہاں تک ختم نبوت کا سوال ہے ہم قادیانی احمدیوں کے اعتقادات سے قطعاً متفق نہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ مان نہیں سکتے کہ آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت کھلا ہے۔ اور کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ نبی ہونے کا تھا۔ لیکن جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کو اپنا کلمہ سمجھتے اور اسلامی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور تمام ارکان اسلام بجا لاتے ہیں اس وقت تک ہم انہیں کافر نہیں کہہ سکتے۔ یہی بات اس سے پیشتر بعض ایسے ہی مقدمات میں جو برطانوی ہند کے تین ہائیکورٹوں (پنجاب پٹنہ۔ اور مدراس) میں مختلف اوقات میں دائر ہوئے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ کوئی مسلمان محض احمدی ہو جانے کی وجہ سے مرتد نہیں ہو جاتا اور نہ اس کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو پٹنہ لا جرنل صفحہ ۱۰۱ جلد دوم۔ لا جرنل رپورٹ حصہ ۲ صفحہ ۶۶۳)

تعجب ہے کہ "دربار معلی" نے عدالہائے عالیہ کے ان کھلے اور صریح فیصلوں کو محض مولویوں کی متعصبانہ تنگ ظرفیوں اور فتنہ انگیزیوں سے متاثر ہو کر مسترد کر دیا اور مقدمہ کو ایک ایسی صورت دیدی ہے جو قانون عدالت کے صریحاً خلاف ہے۔ عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ کہ اس مقدمہ کو کسی برطانوی عدالت کے سپرد کیا جائے۔ تاکہ مولویوں کے متعصبانہ جذبات کا اثر اس پر باقی نہ رہے۔

(بقیہ صفحہ ۳)

(بقیہ صفحہ ۳)

اور مشن بھی آ گئے۔ تو سب نے یہی رعایت چاہی اور سلطان کی فیاضی اور رواداری سے سب مشنوں کی جائدادوں پر محاصل معاف ہو گئے۔

انگلستان کے بادشاہ چارلس دوم کے عہد میں ایک عیسائی خاتون اس زمانہ کے نئے عیسائی فرقہ کوائکرزم میں داخل ہو گئی۔ اور تبلیغ کی غرض سے اس نے تمام یورپ کے سفر کی ٹھانی۔ یورپ کے جس ملک میں بھی وہ پہنچی اسے سخت اذیت دی گئی اور بڑے مصائب کا اسے سامنا کرنا پڑا۔ صرف ترکی یورپ کا واحد ملک تھا جہاں پہنچکر اس کی مشکلات کا خاتمہ ہو گیا۔ سلطان بایزید نے بڑے تپاک اور خلوص سے اس مشنری خاتون کا استقبال کیا اور اس کی تبلیغ کو سلطان بڑے غور سے سنتا رہا اور بعد میں اسے فرمایا کہ جو صلح اور امن اور حسن سلوک کا پیغام اس خاتون نے سلطان کو سنایا بالکل وہی اسلام کی بھی تعلیم ہے۔ جب تک وہ عورت ترکی میں رہی سلطان کی طرف سے افسران کو خاص ہدایت تھی کہ اس کا ہر طرح خیال رکھیں اور کسی شکایت کا موقع نہ دیں

یہودی اقوام اور مشرقی ممالک کے عیسائی مغربی ممالک کی عیسائی حکومت پر ترکوں کی حکومت کو بدرجۂ اولیٰ ترجیح دیتے کیونکہ مسلمانوں کی حکومت میں انہیں ہر قسم کی آزادی اور چین میسر ہوتا تھا۔

شاہان مغلیہ

شاہان مغلیہ کی داستانیں تو گویا ہمارے گھر کی باتیں ہیں۔ ہندوستان کا چپہ چپہ مغلوں کے اعلیٰ ترین تمدن کا شاہد ہے۔ مغل بادشاہوں نے اپنی ہندو رعایا پر ہمیشہ لطف وکرم کی نظر رکھی ہندو فوجوں کے افسر ہوتے۔ اور صوبوں کے گورنر اور ریاست کے وزیر مقرر کئے جاتے۔ بادشاہ انہیں اپنے خاص ندیموں میں جگہیں دیتے۔ ہندوؤں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی میسر تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ ان پر جذیہ بھی معاف ہو گیا۔ (دوبارہ اسی وقت عائد کیا گیا جب ریاست کو روپے کی سخت ضرورت ہوئی اور اس وقت بھی حد اعتدال سے بڑھکر ٹیکس نہیں لگایا گیا بلکہ جائز رقم وصول کی گئی)۔ ہندوؤں کے عبادتخانوں کو جاگیریں بخشی گئیں) اس وقت بھی کئی مندر ایسے ہیں جن کی جائدادیں اور وقف مغلوں کے عطا کردہ ہیں۔ غرض یہ کہ رعایا کو ہر طرح کا چین میسر تھا اور وہ ہمیشہ مغلوں کے حسن سلوک کے گیت گاتے رہے۔

رعایا کی خوشحالی کی بڑی وجہ حکومت کا عدل وانصاف تھا اس میں شبہ نہیں کہ مغل بادشاہ محلوں میں رہتے اور عیش کی زندگی بسر کرتے لیکن رعایا پروری کے فرائض اور انصاف قائم کرنے میں وہ لاپروائی نہ کرتے۔ شہنشاہ جہانگیر کے محل کے باہر ایک زنجیر آویزاں تھی جسے ہر مظلوم بغیر کسی کورٹ فیس ادا کرنے کے ہلا سکتا تھا۔ عدل گستری کی روایات مغلوں نے بے شمار قائم کیں۔ سکھوں کے ایک گرو کو ایک ہندو افسر ریاست نے مروا دیا۔ انصاف پرور بادشاہ نے اس امر کی قطعاً پروا نہ کی کہ ملزم ایک بڑا افسر ریاست ہے۔ بلکہ قطع نظر اس بات کے اسے پوری سزا دی۔

تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق اور مسلمانوں کے عہد حکومت کا ایک ایک دن لاکھوں ایسی بے نظیر روایات کا انکشاف کرتا ہے جنھیں لکھنے کے لئے اخبار کے صفحات نہیں بلکہ دفتر بکار ہیں مسلمانوں نے وہ کارنامے کئے کہ آج بھی ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمدن نے اور ان کے افعال واقوال نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ واقعی وہ خدا تعالےٰ کے اس ارشاد کے صحیح مصداق تھے:۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۵

— کراچی ۱۲۔ جولائی۔ ایک ایرانی نوجوان جو ایران سے ماہ اپریل میں دنیا کا پیدل سفر کرنے کی مہم پر روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ہندوستان کی سیاحت کے بعد آپ چنگھائی روانہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور وہاں سے آپ امریکہ اور یورپ کو جائیں گے۔

— بمبئی ۱۲۔ جولائی۔ چار روز کے امن کے بعد آج پھر حملوں کا اعادہ ہوا۔ گیرگام روڈ میں دوپہر کے بعد ہندو غنڈوں نے جو لاٹھیوں اور چھتریوں سے مسلح تھے دو مسلمان خوانچہ فروشوں کو گھیر لیا

حضرت مسیح موعودؑ اور مسئلہ جہاد

"زمیندار" کے "فحاش" و "کاہات نگار" کی منافقت

(خانصاحب چودھری منظور الٰہی کے قلم سے)

کوئی زمانہ تھا۔ کہ اخبار "زمیندار" کے فحاش ایڈیٹر عرف "سیاسی گرگٹ" نے ذیل کے الفاظ میں دولت برطانیہ کے گن گائے تھے :-

ہے تیرہ بن نام ایسا بادشاہ جارج خامس کا
محبت ہے زبانوں میں حلاوت ہی بیانوں میں
ودیعت ہے شہنشہ کی عقیدت آفریں الفت
سروں میں اور سینوں میں دلوں میں اور جانوں میں
نظر آتی تری ظل الٰہی شان دونوں کو
برہمن کو صنم خانہ میں مسلم کو اذانوں میں
سلامت قیصرہ کو اور قیصر کو خدا رکھے
یہی اک نغمہ جاں پرور ہو سب قومی ترانوں میں
رہیں ثابت قدم ہم اپنے قیصر کی اطاعت پر
کہ جس سے سرخرو ہم ہو سکیں دونوں جہانوں میں
ہمارے واسطے کیا کم یہی انعام و عزت ہے
کہ داخل ہو گئے قیصر کے ہم بھی مدح خوانوں میں

ناظرین ان اشعار کے لکھنے والے کی جوش عقیدت حال دیکھئے۔ اس کے نزدیک دونوں جہانوں کی سرخروئی قیصر کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے پر تھی اور قیصر کی مدح خوانی کو انعام و عزت سمجھا جاتا تھا۔ شاید کوئی شخص یہ کہہ دے کہ شاعرانہ مبالغہ آمیزی تھی۔ تو اس کی نثر سے بھی سنیئے۔ فرماتے ہیں :-

خاکسار کو یہ اجازت بھی مرحمت فرمائی ہے۔ کہ اپنے ہفتہ وار اخبار "ستارۂ صبح" کو ترقی دے کر ایک اعلےٰ پیمانہ کا روزنامہ کر دے۔ ان نوازشات کے لحاظ سے خاکسار ہز آنر سر مائیکل اڈوائر بالقابہ کا جس قدر شکریہ ادا کرے کم ہے۔ . .

اور اس اخبار کا اولین مقصد اس **عقیدہ کی تلقین کرنا کہ ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کی بقا اہل ملک کے بہترین مفاد کی ضامن ہے۔**

کیا ایسا بے اصولا اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والا شخص جو خود تو ایک غیر مسلم بادشاہ کو ظل الٰہی مانے۔ اس کی اطاعت کو دونوں جہانوں کی سرخروئی کا باعث قرار دے اور اس کی مدح خوانی کو اپنی عزت قرار دے۔ کسی دوسرے شخص پر جو محض نظام سلطنت کی خوبی اور مذہبی آزادی کی وجہ سے حکومت برطانیہ کی تعریف کرے قابل الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ لیکن جس شخص کا کام ہی غریب مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنا ہو۔ وہ ہر ناجائز اور خلاف اخلاق بات کو اپنے لئے جائز سمجھتا ہے اور دوسروں کے لئے جائز بات کو بھی ناجائز قرار دیتا ہے۔

تین گروہ

کسی سلطنت کے تعلقات میں رعایا کے تین ہی گروہ ہوتے ہیں۔ اوّل اُس کے مخالف جو علانیہ اُس کا مقابلہ تیر و تفنگ سے کرتے ہیں اور اُس کے قوانین سلطنت کا ماننا اپنے اوپر فرض نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگ باغی کہلاتے ہیں۔ دوم جو سلطنت کے قوانین کے پابند اور اُس کے خیرخواہ ہوتے ہیں۔ سوم منافق لوگ۔ جو اپنی جبلی بزدلی کی وجہ سے نہ اوّل گروہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور نہ چند اغراض نفسانی کی وجہ سے جو عوام سے وابستہ ہوتی ہیں علانیہ قسم دوم میں شامل ہو سکتے ہیں ایسے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے۔ کہ جب سلطنت سے غرض پوری ہوتی دیکھی۔ تو اُس کی قصیدہ خوانی شروع کر دی اور جب عوام سے اپنی اغراض وابستہ دیکھیں تو حریت مآب بن بیٹھے۔ مولانا "فحاش" کی سابقہ اور موجودہ روش کا مقابلہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ گروہ ثالث میں داخل ہیں۔

سلطنت برطانیہ کی برکات

مولانا فحاش نے "زمیندار" ۱۲- جولائی ۱۹۳۲ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نظم سے جس سے مسلمان قوم کو ایک سبق عبرت مل سکتا تھا۔ کتر بیونت کر کے چند اشعار منجملہ ۵۵ کے نقل کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت صاحب نے انعام کی خاطر جنگ و جہاد کو منع کیا ہے۔ پھر اسی طرح ضمیمہ تحفہ گولڑویہ سے عربی عبارت نقل کر کے یہی نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا فحاش نے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں سے ذیل کے الفاظ قابل غور ہیں :-

اس میں شک نہیں کہ ہم سلطنت برطانیہ کے ماتحت کامل آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہمارا مال - ہماری جانیں - ہماری ملت اور عزت و آبرو اس سلطنت کی عنایت سے ظالموں کی دستبرد سے محفوظ ہو گئی ہیں۔

کیا مولانا فحاش اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سلطنت برطانیہ کے پنجاب میں قیام سے پہلے مسلمان کامل آزادی سے زندگی بسر کر رہے تھے اور اُن کے مال - جانیں - ملت - عزت و آبرو محفوظ تھی۔ سکھوں کے عہد کی یادگاریں اب تک اُن گاؤں میں کثرت سے مل سکتی ہیں جہاں اس قوم کا غلبہ ہے۔ کہ باوجود سلطنت برطانیہ کی موجودگی کے مسلمان آذانیں نہیں دے سکتے۔ مساجد تعمیر نہیں کر سکتے۔ ہندوستان میں جہاں سر بازار گائے کا گوشت بکتا ہے۔ وہاں پنجاب کے مسلمان ابھی تک نہ علانیہ گوشت بیچ سکتے ہیں اور نہ علانیہ گائے کی قربانی کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف سلطنت برطانیہ کہ عیسائی ہونے کے باوجود خود اُن کے مرکز میں مسلمان مساجد بنا سکتے ہیں۔ اذانیں دے سکتے اور انگریزوں کو اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔

سلطنت برطانیہ اور اسلامی سلطنتیں

اسلامی سلطنتوں میں اکثر میں ابھی تک اتنی تنگدلی پائی جاتی ہے۔ کہ کوئی مسلمان سلطنت کے عام مذہب کے خلاف علانیہ وعظ کہہ سکتا ہے اور نہ کوئی کتاب لکھ سکتا ہے۔ عراق میں ایک مسلمان عربی اخبار اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے کئی دفعہ سلطنت کے عتاب کے نیچے آیا مصر میں ابھی تک یہ سوال حل نہیں ہوا۔ کہ قرآن کا ترجمہ دیگر زبانوں میں جائز ہے یا نہیں۔ علمائے ازہر ترجمہ کے خلاف ہیں۔ حال ہی میں ایک شخص محمد ابو زید نے ایک تفسیر قرآن لکھی جس میں معقولی رنگ برتا گیا۔ سلطنت کی طرف سے اسے ضبط کیا گیا۔ حجاز میں علانیہ طور پر کوئی شخص حنفیت کا وعظ نہیں کر سکتا اور نہ اپنے مذہب کی اشاعت کر سکتا ہے۔ یہی حال ایران اور ٹرکی کا ہے۔ موخر الذکر میں ترکی حروف کا عربی میں لکھنا جرم ہے۔ اسی کا عربی کا درس و تدریس۔ شام میں کوئی شخص ملکی مذہب کے خلاف وعظ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد وہ ممالک اسلامی لیجئے جو یورپ کی استعماری سلطنتوں کے ماتحت ہیں۔ اُن میں مذہبی آزادی مسلمان سلطنتوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ ہر مذہب و خیال کا آدمی آزادی سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کر سکتا ہے۔ سلطنت کے مذہب کے خلاف لکھ اور بول سکتا ہے۔ اور ایسے سب ممالک سے بڑھ کر برطانیہ کے زیرنگین ممالک میں سب سے زیادہ آزادی ہے۔ قوانین ملکی کی پابندی کرتے ہوئے آپ یورپ کی ہر ایک عیسائی سلطنت میں اسلام کو آزادی سے پھیلا سکتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے۔ کہ اسلام کی تائید کرنے والا سنی ہے۔ یا شیعہ۔ حنفی ہے یا وہابی۔ احمدی ہے یا غیر احمدی۔ لیکن کیا ایسی مذہبی آزادی مولانا "فحاش" کسی اسلامی سلطنت میں دکھا سکتے ہیں۔ سلطنتوں کو تو چھوڑیئے۔ خود مولانا "فحاش" کے شہر لاہور میں یہ حال ہے۔ کہ مسلمانوں کی مساجد پر اشتہار چسپاں ہیں۔ کہ فلاں فلاں عقیدہ کا مسلمان ان مساجد میں نماز نہیں ادا کر سکتا جس قوم کی تنگدلی کا یہ حال ہو۔ وہ دوسروں پر کیا اعتراض کر سکتی ہے۔

مسئلہ جہاد اور گورنمنٹ برطانیہ

حضرت مسیح موعودؑ نے جہاد کے بارہ میں بارہ میں جو کچھ لکھا وہ تو اُنہی لوگوں پر حجت ہو سکتا ہے جو آپ کو مانتے ہیں۔ لیکن مولانا "فحاش" اور اسی قماش کے لوگوں کے لئے اُن کے اپنے علماء کے فتاوے قابل حجت ہیں۔ اس لئے یہاں انہی کا اقتباس دیا جاتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اہلحدیث نے ایک رسالہ بنام رسالہ جہاد مسمی بہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" اسلامیہ پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا۔ اس کے دیباچہ میں لکھا کہ

یہ رسالہ میں نے ۱۸۶۷ء میں تالیف کیا۔ اور اس میں علماء اسلام کی رائیں لینے اور اُن کا توافق رائے حاصل کرنے کے لئے لاہور سے عظیم آباد پٹنہ تک سفر کیا۔ اور اکابر علماء مختلف فرقہ ہائے اسلام کو یہ رسالہ حرف بحرف سنا کر اُن کا توافق رائے حاصل کیا اور بعض بلاد ہندوستان و پنجاب میں (جہاں راقم خود نہیں جا سکا) اس رسالہ کی متعدد کاپیاں بھیج کر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق رائے حاصل کیا۔ (رسالہ جہاد صفحہ ۲)

اب اس کتاب میں جو مسائل اخذ کئے ہیں وہ صفحہ

الفاظ یہ ہیں حسب ذیل ہیں :-

پہلا مسئلہ

مذہبی جہاد اصول مقاصد اور اصلی مطلب خداوندی سے نہیں ہے جو مخلوق کے پیدا کرنے اور انبیاء کے بھیجنے سے منظور الہی ہیں۔ (صفحہ ۲)

دوسرا مسئلہ

مذہبی جہاد نہ اس غرض سے شروع ہے کہ کافروں کو دنیا میں کفر کی سزا دیں۔ اور نہ اس غرض سے ہے کہ ان کو جبراً مسلمان کریں۔ اس جہاد سے غرض جو خدا و رسول کی کلام سے سمجھ میں آتی ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مخالفین مذہب کی مزاحمت بیجا سے بچادیں اور خدا کی عبادت کا راستہ صاف کریں۔ اور اس راستہ سے روکنے والوں کو راستہ سے ہٹادیں۔ (صفحہ ۶-۷)

تیسرا مسئلہ

جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ وہ شہر یا ملک دار الحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو۔ (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائر اسلام کی آزادی رہے وہ بحکم حالت قدیم دار السلام کہلاتا ہے۔ اور اگر وہ قدیم سے اقوام غیر کے قبضہ و تسلط میں ہو۔ مسلمانوں کو انہی لوگوں کی طرف سے ادائے شعائر مذہبی کی آزادی ملی ہو۔ تو وہ بھی دار الاسلام اور کم سے کم دار السلم و الامان کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے۔ ان دونوں حالتوں اور ناموں کے وقت اس شہر یا ملک پر مسلمانوں کو چڑھائی کرنا۔ اور اس کو جہاد مذہبی سمجھنا جائز نہیں ہے۔ اور جو مسلمان اس ملک یا شہر میں باامن رہتے ہوں۔ ان کو اس ملک یا شہر سے ہجرت کرنا واجب نہیں (صفحہ ۱۱-۱۲)

چوتھا اور پانچواں مسئلہ

جن لوگوں سے اسلام میں لڑائی اور مذہبی جہاد کرنے کا حکم آچکا ہے اُن سے بھی مسلمانوں کو صلح کر لینے اور جب تک وہ مناسب سمجھیں لڑائی پیدا کر دینے کی اجازت ہے۔

اس عہد صلح کے بعد عہد کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور مدت عہد میں اُن سے لڑنا اور درصورت خوف عہد شکنی جانب ثانی سے بلا فسخ عہد و اعلانِ فسخ اُن کا حملہ کرنا حرام ہے (صفحہ ۔۔)

چھٹا و ساتواں مسئلہ

کافر (ظالم اور مذہب مسلمانوں میں مزاحم لائق جہاد ہی کیوں نہ ہوں) جب مسلمانوں کے شہروں اور ملک پر تغلب سے تسلط پالیتے ہیں تو ان شہروں کے مالک و متصرف ہو جاتے ہیں۔

جب کسی کافر کے ملک یا شہر میں کوئی مسلمان امن چاہ کر رہے تو وہ اسی عہد والے کی مانند ہو جاتا ہے جس نے صریح عہد دیا ہو۔ اس کو اس کافر سے غدر کرنا اور اس کے جان و مال سے تعرض کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ صریح عہد والوں کی جان و مال سے تعرض حرام ہے۔ (صفحہ ۲۰)

مسئلہ ہشتم، نہم و دہم

کافر مسلمانوں کے مذہب میں مزاحم بھی ہوں اور ان کا ملک دار الحرب بھی ہو۔ اور ان سے کسی مسلمان رئیس یا رعایا کی دوستی و عہد بھی نہ ہوا اور ان کے ملک و امن میں مسلمان رہتے نہ ہوں تو ان شرطوں اور صورتوں میں بھی اُن سے جہاد تب ہی واجب و جائز ہے کہ مسلمانوں میں ایسی جمعیت حاصل و جماعت موجود ہے۔ جس میں ان کو کسر شوکت اسلام کا خوف نہ ہو۔ فتح و غلبہ اسلام کا ظن غالب ہو۔

انہی شرطوں اور صورتوں میں ایک بڑی بھاری شرط شرعی جہاد کی یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں امام و خلیفہ وقت موجود ہو۔ مسلمانوں پر ایسی بھی مجبوری کی حالت جائز اور ممکن الوقوع ہے کہ نہ کوئی اُن کی جماعت ہو۔ نہ ان کا کوئی امام و معہذا وہ گنہگار نہ ہوں۔ اور تارک فرض قرار نہ پائیں (صفحہ ۳۱)

ضروری امور

اس رسالہ کے مسئلہ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کے نتائج مصنف کتاب نے یہ بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ :-

ان مسائل اربعہ اور ان کے دلائل کے نتائج بیان کرنے سے پہلے دو امر واقعی نفس الامری کا بیان ضروری ہے۔

امر اول: یہ کہ ملک ہندوستان پر برٹش گورنمنٹ کا پورا قبضہ و تسلط ہے۔ کوئی ذی شوکت سلطنت اس قبضہ و تسلط کی مزاحم نہیں ہے۔

امر دوم۔ یہ کہ مسلمان جو ہندوستان میں اقامت گزیں ہیں تین قسم میں منقسم ہیں :-

قسم اول۔ اسلامی ریاستوں کے رئیس با اختیار (جیسے رئیس ٹونک رئیس رامپور۔ رئیسہ بھوپال۔ رئیس حیدرآباد وغیرہ)

قسم دوم۔ اُن رئیسوں کی ماتحت رعایا۔

قسم سوم۔ خاص برٹش گورنمنٹ کی رعایا۔ جو کسی اسلامی ریاست کے ماتحت نہیں۔ ان تینوں اقسام سے ہر ایک قسم کا برٹش گورنمنٹ سے دوستی و ترک مقابلہ و لڑائی کا عہد ہو چکا ہے۔

قسم اول نے تو گورنمنٹ سے صریح لفظی اور حقیقی عہد لکھ دیا ہے۔ کہ وہ گورنمنٹ سے کبھی مخالفت نہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے مددگار رہیں گے۔ اور ایسا ہی وہ اس وقت تک کرتے رہے ہیں۔

قسم دوم کا عہد ان کے رئیسوں کے عہد میں داخل و شامل ہے۔ یہ امر اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ سبھی مسلمانوں کا ذمہ ایک ہوتا ہے۔ ادنیٰ شخص کسی سے عہد کرے اور لڑنے مارنے سے امان دے تو اوروں کو اس عہد کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ پس چہ جائیکہ اعلےٰ طبقہ قوم کے رئیسوں اور سرداروں نے کسی کو عہد و امن دے دیا ہو۔

قسم ثالث سے بعض اشخاص کا تو صریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تحریراً و تقریراً علی الاعلان خیر خواہی و وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرتے ہیں اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں۔ ان ہی لوگوں میں پنجاب کے **اہلحدیث داخل ہیں جنہوں نے سر ہنری ڈیوس صاحب بہادر کے عہد لفٹننٹ گورنری میں بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا جس پر ۱۸۶۷ء میں پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکلر بھی ان کی تصدیق و تائید میں مشتہر ہوا تھا** .... مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہ گار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کالانعام تھے بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے۔ وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے۔ یا نافہم و بے سمجھ۔ باخبر و سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے۔ اور نہ اس فتوی پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے .... یہی وجہ تھی۔ کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے۔ اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے۔ اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں سے دست اندازی کرتے تھے کسی کو اونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔ (صفحہ ۲۸ تا صفحہ ۳۰)

اب کیا فرماتے ہیں مولانا "فحاش" اہلحدیث سرگردگان کے بارہ میں جو حضرت مسیح موعودؑ سے بہت پہلے سرکار انگریزی کے گن گا رہے تھے۔ کیا یہ سب لوگ کونسلوں کی رکنیت یا مربعوں کے بھوکے تھے۔ گو سرکار اگر مولانا فحاش کو خاص عنایت سے ایک مربعہ ہی دے دے۔ تو وہ دست بستہ غلاموں کی طرح رات دن سرکار کے گن ہی گاتا رہے جیسا کہ اسی جذبہ کے ماتحت امیر امان اللہ اور نظام کے گاتا رہا ہے۔

خبریں

کراچی ۱۲ جولائی۔ مسٹر سی۔ ایس۔ سی ہیرسن چیف انجینیر سندھ نے اخبارات میں اعلان کیا ہے۔ کہ برقی پیغامات سے معلوم ہوا کہ شیاک کا تودۂ برف ۱۱۔ جولائی کو تین بجے سہ پہر پھٹ گیا۔ اس وجہ سے دریائے سندھ میں پانی سرعت کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ سکھر میں شام کے چھ بجے تک پانی چودہ فٹ سے ۲ء ۲۳ فٹ تک چڑھ گیا تھا۔ لیکن ۱۲۔ جولائی کو صرف ۴ء ۲۳ تک اور بڑھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سکھر میں پانی آخری حد تک بڑھ چکا ہے۔

جب ۱۹۲۹ء میں شیاک کا تودہ برف پھٹا تھا۔ تو اس وقت سکھر میں پانی سترہ سے بیالیس فٹ تک بڑھ گیا تھا۔ اور اٹک میں ۵ء ۲۷ سے ۵۷ فٹ تک بڑھا تھا۔ توقع ہے۔ کہ اس موقع پر اٹک ۲۷ فٹ سے ۴۵ فٹ تک چڑھ جائے گا۔ چونکہ دریائے اٹک کے اس علاقہ میں اس وقت غیر معمولی سخت بارش نہیں ہو رہی ہے۔ اس لئے فی الحال جہاں تک سندھ کا تعلق ہے۔ خطرے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

شملہ ۱۳۔ جولائی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ شیاک بند کا پانی اٹک تک پہنچ گیا ہے۔ اور پانی نو فٹ تک چڑھ گیا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں یہ چڑھاؤ چھپن فٹ تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس سال ابھی چالیس سے کم ہے۔ ان حالات میں کسی خاص خطرے کا اندیشہ نہیں۔ اس لئے کہ دریائے سندھ کے پانی کی اوسط معمول سے بہت کم ہے۔

شملہ ۱۳۔ جولائی۔ کل شام ریذیڈنٹ کشمیر کی طرف سے ایک تار موصول ہوا تھا جس میں یہ لکھا ہے کہ "آج نو بجے کے تمام پانی معمول سے زیادہ چڑھ گیا" چڑھاؤ کی رفتار یہ تھی۔ کہ بارہ بجے دوپہر سے تین بجے شام تک پانی بائیس فٹ ہو گیا تھا۔ تار برقی کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔ ۱۳۔ جولائی کو نصف شب کے بعد ریذیڈنٹ کی طرف سے ایک اور تار موصول ہوا تھا جس میں لکھا ہے۔ کہ پانی پانچ فٹ اور چڑھ گیا ہے۔ چھ بجے شام کے قریب سترہ فٹ ہو گیا تھا۔

کراچی ۱۳۔ جولائی۔ شیاک کا بند ٹوٹنے کے متعلق جو آخری

تار چیف انجینئر سندھ کے دفتر سے موصول ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سیلاب اب اٹک میں پہنچ گیا ہے۔ اور پچاس فٹ کی بلندی میں ہر ایک چیز کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لئے جا رہا ہے۔ اور جیسا کہ خیال تھا۔ اس سے بھی پانچ فٹ زیادہ پانی جمع ہو رہا ہے اس سیلاب کے اثرات سکھر میں ۱۷ اور ۱۸۔ ماہ حال تک محسوس کئے جائیں گے۔ لیکن انجینئر نے اس صورت حالات سے زیادہ پریشانی کا اظہار نہیں کیا۔

——شملہ ۱۲۔ جولائی۔ "ٹریبون" کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ سر عبد الرحیم اور مسٹر ایچ۔ پی۔ موڈی نے جو اسمبلی کی انڈی پینڈنٹ پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج سیاسی تغیرات پر بحث و تمحیص کی۔ تاکہ ایک مشترکہ حکمت عملی اختیار کی جائے۔ سردار اجل سنگھ بھی جو مشاورتی کمیٹی کے واحد سکھ رکن ہیں۔ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ لبرلوں کے الٹی میٹم کے نتیجہ پر حکومت کی روش کے متعلق کوئی صحیح اطلاع نہیں مل سکی۔ جب وائسرائے دورہ سے واپس آئیں گے تو شملہ کی طرف سے تجاویز عملی جامہ پہنانے کے لئے لندن کو بھیجی جائے گی۔

معلوم ہوتا ہے۔ یہاں رائے یہ ہے کہ کانفرنس کے طریق کو دوبارہ اختیار کرنا چاہئیے۔ لیکن ابھی تک اس ضمن میں صحیح طریق کار پر غور نہیں کیا گیا۔ اس امر پر افسوس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ کہ لندن کو جو انتباہ بھیجے گئے۔ ان کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ نیز معلوم ہوا ہے کہ گول میز کانفرنس سے لبرلوں کی علیحدگی جاری رہے گی۔ اور یہاں

اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ تقریباً چالیس مندوبین علیحدہ ہو جائیں گے تاہم بعض نمائندے مثلاً سکھ مندوبین اس وقت تک انتظار کرنے کو

ترجیح دیں گے۔ جب تک فرقہ وار مسئلہ کے تصفیہ کا اعلان نہیں ہو جاتا وہ کہتے ہیں کہ ہماری قوم کے لئے سب سے اہم سوال یہ ہے۔ کہ پنجاب کی آئندہ پولیٹکل مشینری میں ہماری پوزیشن کیا ہوگی اور اگر فرقہ وار مسئلہ کا تصفیہ ان کے خلاف ہوا تو وہ مشاورتی کمیٹی سے مستعفی ہونے میں حق بجانب ہوں گے۔ تاہم فی الحال تمام امور تصفیہ طلب ہیں اور سرکاری حلقوں کو امید ہے کہ ممکن ہے۔ وزیر ہند اس اعتماد کو بحال کرنے کے لئے جو تازہ اعلان سے متزلزل ہو گیا ہے۔ معاملہ پر دوبارہ غور کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

——الہ آباد ۱۱۔ جولائی۔ "ٹریبون" کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ موجودہ خراب صورت حالات پر وائسرائے کے ساتھ بہت ہمدردی کی جا رہی ہے۔ غالباً عام طور پر یہ بات معلوم نہیں کہ تازہ موقع پر شروع سے آخر تک وائسرائے ہندوستان اور انگلستان دونوں جگہوں پر حد سے تجاوز نہ کرنے میں اپنے رسوخ کو کام میں لاتے رہے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ وائسرائے گول میز کانفرنس کے طریق کو برقرار رکھنے کی خواہش کا اظہار کرتے رہے ہیں خواہ ایسا کرنے میں اصلاحات کے نفاذ میں تاخیر ہو جائے۔ یقیناً ہز ایکسیلنسی مدت تک ہندوستان میں رہے ہیں۔ اور یہاں کے لوگوں کو اچھی طرح سے جانتے

ہیں۔ انہیں بخوبی علم ہے۔ کہ وزیر اعظم کے وعدہ کو پورا نہ کرنا تباہ کن اثرات کا موجب ہوگا۔

لیکن کہا جاتا ہے کہ وائٹ ہال کے "مغل اعظم" (وزیر ہند) اس وقت ایسی حالت میں نہیں کہ دوسرے کے کہنے پر سر تسلیم خم کریں اس لئے اگر غیر متوقع دانشمندی نے صورت حالات کو نہ بچا لیا۔ تو ہندوستان کا مستقبل نہایت تاریک ہوگا۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ممکن ہے حکومت لبرلوں کی مخالفت کے باوجود اپنے ارادے پر قائم رہے اور ان کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے۔ خالی جگہوں کو پُر کرنے کے لئے ان سے زیادہ نرم لوگ مل جائیں گے۔ یہاں تجویز ہو رہی ہے۔ کہ ایک آل پارٹی کانفرنس منعقد کر کے صورت حالات پر بحث کی جائے۔

——لاہور ۱۳۔ جولائی۔ آج مسٹر ای ایس۔ لوئمین ایڈیشنل ڈسٹرکٹ کی عدالت میں مسٹر بی دت ایڈیٹر فری پریس کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۲۵ ہنگامی اختیارات کے قانون اور زیر دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند پیش ہوا۔

آج عدالت نے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا۔ اور ہر دو مقدمات میں ملزم کو پچاس پچاس روپے جرمانہ۔ بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ایک ایک ماہ قید کا حکم سنایا جو ایک ساتھ شروع ہوگی۔ ملزم کو جرمانہ کی ادائیگی کے لئے پندرہ یوم کی مہلت دی گئی ہے۔ کہ وہ اس عرصہ میں جرمانہ داخل کر دے۔

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیت

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۸ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۴

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔

گزشتہ ۱۵ جولائی کو ایڈیٹر پیغام صلح کو میلاد النبی کے جلسہ میں شمولیت کے لئے اکھنور ریاست جموں میں جانا پڑا۔ جہاں ایک [illegible] شخص کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود ۱۷ جولائی کو سیرت نبوی پر تقریر ہوئی۔ جسے عام طور پر پسند کیا گیا۔ سید تصدق حسین صاحب تحصیلدار اکھنور اس جلسہ کے صدر تھے۔ سید صاحب ممدوح نے اس موقع کو ہر قسم کی فرقہ دارانہ کشیدگیوں سے پاک رکھنے میں غیر معمولی فراست سے کام لیا۔ اور بعض شرارت پسندوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ فالحمد للہ اس جلسہ کی کامیابی کا سہرا ہمارے دو مخلص دوستوں اخویم محمد حسین صاحب بزاز اور مستری نفضل کریم صاحب ٹھیکیدار کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

راولپنڈی سے اخویم نفضل کریم صاحب ٹھیکیدار رقمطراز ہیں کہ جناب خان بہادر عبدالغفور خان صاحب ڈی ایس پی ریلوے راولپنڈی نے صدقہ اور قیمت کھال قربانی کی مد میں بائیس روپے انجمن کو مرحمت فرمائے ہیں **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**۔ خان بہادر ممدوح کی صحت اچھی نہیں رہتی۔ ان کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔

احمدیہ مشن دہلی۔ مولانا مولوی نہال احمد صاحب نمائندہ جماعت علماء دہلی سے مولانا عمر الدین صاحب کا تبادلہ خیالات "نزول ابن مریم" کی حقیقت پر شروع ہے۔ جسکے سننے کے لئے کثرت سے مسلمان جمع ہو جاتے ہیں آریہ سماج کے ساتھ بھی ہفتہ میں دو تین مرتبہ تبادلۂ خیال ہوتا رہتا ہے۔

شیخ عبدالحق صاحب کا "توہین انبیاء" کے مضمون

جنوبی ہندوستان میں تبلیغ اسلام

مسلم کانفرنس میسور سٹیٹ کے سالانہ اجلاس میں میری شرکت

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

اپنے مکرم دوست اور میسور سٹیٹ مسلم کانفرنس کے مخلص اور سرگرم کارکن مسٹر عبدالجبار خلیل وکیل بنگلور کا ایک دعوت نامہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ میسور میں شرکت کے لئے مجھے موصول ہوا اور میں ۱۴ جون کو بمبئی سے ہندوستان کے انتہا و جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ ۱۶ کو میسور پہنچا۔ کانفرنس اپنے وسیع پنڈال اور ضروری آراستگی کے ساتھ منتظمین جلسہ کے دلی شوق اور خلوص کا نشان دور ہی سے دکھا رہی تھی اور مسلمانان میسور کی زندگی اور زندہ دلی دونوں کا پتہ بتا رہی تھی ایک پنجاب کے مہمان کو اس انتہا جنوب کے میزبان بھائیوں سے خود ہی اپنا تعارف کرانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن نام کی معرفت کے فوراً بعد جانبین کی ارواح نے اپنی پرانی محبت کا اظہار شروع کر دیا۔ اور دونوں نے یہ محسوس کیا کہ صرف نام کی مغائرت کے سوا روحوں کے تعلقات اور رشتے پہلے سے باہم پیوست تھے مسٹر عبدالجبار خلیل کی وساطت سے مدراس، حیدرآباد اور میسور کے معزز حضرات سے تعارف ہوا۔ کانفرنس میں شرکت کے بعد یہ ایک رنجیدہ خبر بھی کانوں میں پڑی کہ مجلس کے متعلق مسلمانوں میں افتراق ہے۔ تفرقہ پردازی اور تشتت مسلمانوں کی ہر انجمن اور مجلس کا لازم مالا یلزم قرار پا گیا ہے تعجب اور حیرت کی جا تھی کہ جنوبی مسلمانوں کی مجلس اس سے پاک ہوتی میسور میں گھوڑ دوڑ۔ قمار بازی اور ہر طرح کی خرافات کے خلاف کوئی پروپیگنڈا نہ تھا۔ گویا دنیا بھر کی ساری

کی ساری مزخرفات کی وہاں ضرورت تھی۔ لیکن مسلمانوں کی ایک جماعت کے خیال میں وہاں "اشاعت اسلام کی ضرورت نہ تھی"۔ اخبارات میں مضامین لکھے گئے اشتہار و تقاریر کے ذریعہ میسور کی فضا کو اس کے خلاف مسموم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس زہر پاشی میں اس جماعت کا بھی ہاتھ تھا جو دنیا میں اپنے آپ کو اشاعت اسلام کا واحد ٹھیکہ دار سمجھتی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری مراد مقامی قادیانی مبلغ کی فتنہ پردازی سے ہے۔

اشاعت اسلام کے خلاف دوسرا حملہ جہلا کی طرف سے اس بنا پر ہوا کہ کانفرنس کے بعض اراکین قادیانی ہیں غرض اپنے اور پرائے دونوں نے ملکر اس کانفرنس کو ناکام کرنے کی کوشش کی مگر دونوں اپنے مکروہ منصوبوں میں اسی طرح خائب ہوئے جیسے حق کے مخالف ہمیشہ ہوا کرتے ہیں اور اشاعت اسلام کانفرنس اسی طرح کامیاب ہوئی جس طرح خلوص اور درد سے بھری ہوئی تحریکات بالآخر کامیاب ہوا کرتی ہیں۔

کانفرنس مذکور کے بعض مخلص کارکن

مسٹر عبدالجبار خلیل بی اے۔ مسٹر حبیب اللہ خان بی اے

اور جناب عباس خان صاحب اس مجلس کے نہایت مخلص کارکن ہیں۔ انہی کی بے ریا کوششوں کے ذریعے دو تین سال سے ریاست میسور میں اشاعت اسلام کی تحریک زندہ ہو رہی ہے۔

(باقی بر صفحہ ۴)

ارشادات نبوی صلعم

حضرت امیر ایدہ کے ترجمہ صحیح بخاری سے ضروری انتخاب

رعایت چاہنے والوں کو رعایت دو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہتی ہیں رسول اللہ صلعم نے جھگڑنے والوں کی آوازیں دروازہ پر سنیں ۔ ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور اس سے ذرا نرمی چاہتا تھا اور وہ کہہ رہا تھا خدا کی قسم میں نہیں کرونگا ۔ تو رسول اللہ صلعم ان کی طرف باہر نکلے ۔ فرمایا کہاں ہے جو خدا کی قسم کھا رہا ہے کہ نیک کام نہیں کرے گا ۔ اس نے عرض کیا میں ہوں یارسول اللہ صلعم وہ اس میں سے جو پسند کرے مجھے منظور ہے ۔ (بخاری کتاب الصلح)

تفسیری نوٹ - یہ گویا بادشاہ وقت کی طرف سے اشارہ تھا کہ صلح کر لینی چاہئے ۔

سب سے بڑھکر پوری کرنیوالی شرط

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا جن شرطوں کا بہت بڑا حق ہے کہ تم انہیں پورا کرو وہ وہ ہیں جن سے تم عورتوں کی عصمت کے مالک ہو جاتے ہو

(بخاری کتاب الشروط)

تفسیری نوٹ - نکاح میں ایسی شرطیں لگانا جن کی وجہ سے میاں بیوی ایک دوسرے پر ظلم نہ کر سکیں اور جن سے ہر دو کے حقوق کی حفاظت ہو درست ہے ۔ لیکن ایسی شرطیں لگانا جن سے کسی ایک پر ناقابل برداشت بوجھ پڑ جائے یا جن سے کسی ایک کے وہ حقوق باطل ہوتے ہوں جو اسلام نے اسے دیئے ہوں ناجائز ہے ۔ اس قدر مہر مقرر کرنا جو شوہر کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے ادا نہ کر سکتا ہو یا صرف اس لئے زیادہ مہر مقرر کرنا کہ شوہر پر ایک قسم کا دباؤ رہے یا برائے نام عورت کی حیثیت بڑھانے کے لئے مقرر کیا جائے ناجائز ہے ۔

تباہی اور خوشی کا مقام

ابو ہریرہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اشرفی کا بندہ اور روپے کا بندہ اور مخمل کا بندہ اور چادر کا بندہ تباہ ہو گیا ۔ اگر اسے کچھ دیا جائے تو خوش رہتا ہے اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ۔ وہ تباہ اور سرنگوں ہوا ۔ اور جب اسے کانٹا لگے تو وہ اس کا سوئی سے نکالا جانا گوارا نہیں کرتا ۔ اس بندہ کے لئے خوشی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہوں ۔ اس کے دونوں قدم گرد آلود ہوں ۔ اگر پہرہ پر مقرر کیا جائے ۔ تو پہرہ پر ہوتا ہے ۔ اور لشکر کے پچھلے حصہ میں مقرر کیا جائے تو لشکر کے پچھلے حصہ میں رہتا ہے ۔ اگر وہ کسی کے پاس جانے کی اجازت چاہے تو اسے اجازت نہیں ملتی اور اگر وہ سفارش کرے تو سنی نہیں جاتی ۔ (بخاری کتاب الجہاد والسیر)

تفسیری نوٹ - پہلی مثال خود غرض دنیا پرست آدمی کی ہے کہ جو کام کرتا ہے اپنی اغراض کو سامنے رکھکر کرتا ہے ۔ خدا کی راہ میں نکلتا ہے تو بھی اپنی غرض سامنے ہوتی ہے ۔ وہ غرض پوری ہو تو خوش ہو جاتا ہے نہ ہو تو پھر نہ اللہ کی پروا ہے نہ حاکم کی اطاعت کی ۔ اور دوسری بات جو اس کے متعلق بیان کی وہ یہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں تکلیف نہیں اٹھا سکتا ۔ اگر ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو اسے یہ گوارا نہیں ہوتا کہ اسے کوئی سوئی سے نکال دے ۔ شاید میں ہے اذا شیک فلا انتقش ای اذا دخلت فیہ شوکۃ لا اخرجھا من موضعھا ۔ دوسری مثال ایسے شخص کی ہے جو نہایت غریب اور گمنام ہو ۔ نہ کوئی حیثیت دنیاوی ہے ۔ نہ وجاہت ہے نہ نام اور شہرت ہے ۔ مگر دل میں جہاد فی سبیل اللہ کی تڑپ ہے ۔ ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتا ہے اور امیر کے ہر ایک حکم کی تعمیل کے لئے تیار رہتا ہے ۔ اس کے لئے بڑی خوشی کا مقام ہے اور اللہ کے بندے ایسے ہی ہوتے ہیں ۔

چندہ ہمیشہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمایا کیجئے (مینجر)

ملفوظات حضرت مسیح موعود ؑ

سلسلہ کی غرض

اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ سلسلہ عظمت رسول کو قایم کرنے کے واسطے کھڑا کیا اور اس کی تائید اور نصرت ہر ایک پہلو سے کی ۔ وہ بجائے اس کے کہ اس سلسلہ کی قدر کرتے اور اس پیاسے کی طرح جس کو ٹھنڈے اور برف آب پانی کا پیالہ مل جاوے شکر کرتے انہوں نے مخالفت شروع کی اور اسی طریق پر جو ہمیشہ سے سنت اللہ چلی آتی ہے ہنسی اور استہزا سے کام لیا ۔ خدا تعالیٰ کے نشانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان سے منہ پھیر لیا مجھے ان لوگوں کی حالت پر رحم اور افسوس آتا ہے کہ یہ کیوں غور نہیں کرتے ۔ اور منہاج نبوت پر اس سلسلہ کی سچائی کو نہیں سمجھتے ۔

خدا کی نصرتیں

وہ دیکھتے ہیں کہ اس قدر نصرتیں اور تائیدیں جو اللہ تعالیٰ کر رہا ہے کیا یہ کسی مفتری یا دروغگو کو بھی مل سکتی ہیں ؟ ہرگز نہیں ۔ کوئی شخص نصرت الٰہی کے بغیر اس قدر دعوے کب کر سکتا ہے کیا وہ تھکتا نہیں ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ مفتری کے لئے اس قدر غیرت نہیں دکھاتا کہ اسے ہلاک کر دے بلکہ اسے مہلت دیتا جاتا ہے اور نہ صرف مہلت بلکہ اس کی پیشگوئیوں کو بھی سچا کر دیتا ہے اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں جو اس کی مخالفت کرتے ہیں اسی کی تائید کرتا ہے ۔ اور اسی کو فتح دیتا ہے ۔ انسانی حکومت کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص افترا کرتا ہے اور جھوٹی حالت بنا کر کہے کہ میں عہدہ دار ہوں ۔ تو وہ پکڑا جاتا ہے ۔ اور اس کو سخت سزا دی جاتی ہے لیکن کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک مفتری اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا جائے اور پھر نشان بھی دکھاتا جائے اور اسے کوئی نہ پکڑے ۔

گمنامی کا زمانہ

براہین احمدیہ کی اشاعت کو بیس برس کے قریب ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ گاؤں میں بھی ہم کو کوئی شناخت نہیں کرتا تھا ۔ گاؤں والے موجود ہیں ۔ خود مولوی محمد حسین جس نے اس کتاب پر ریویو کیا ہے زندہ موجود ہے ۔ اس سے پوچھو کہ اس وقت کیا حال تھا ۔ ایسے وقت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ فوج در فوج لوگ تیرے پاس آئیں گے یاتون من کل فج عمیق دور دراز سے تیرے پاس لوگ آئیں گے اور تحائف آئیں گے اور پھر یہ بھی کہا کہ لوگوں سے تھکیو مت

خدا کے وعدے پورے ہوئے

اب کوئی سوچے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ کے یہ وعدے کس طرح پر پورے ہوئے ہیں ان فہرستوں کو گورنمنٹ کے پاس دیکھ لے جو آنے والے مہمانوں کی مرتب ہو کر ہفتہ وار گورنمنٹ کے پاس جاتی ہیں ۔ اور ڈاکخانہ اور ریل کے رجسٹروں کی پڑتال کرے ۔ جس سے پتہ لگے گا کہ کہاں کہاں سے تحائف اور روپیہ آ رہا ہے ۔ اور قادیان میں بیٹھکر دیکھے کہ کس قدر ہجوم اور انبوہ مخلوق کا ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی طرف سے بشارت اور قوت نہ ملے تو انسان تھک جاوے اور ملاقاتوں سے گھبرا اٹھے مگر جیسے اس نے یہ الہام کیا کہ گھبرانا نہ ویسے ہی قوت بھی عطا کی کہ گھبراہٹ ہوتی ہی نہیں اور ایسا ہی انگریزی ، اردو ۔ عربی ۔ عبرانی میں بہت سے الہامات ہوئے جو اسی وقت سے چھپے ہوئے موجود ہیں ۔ اور پورے ہو رہے ہیں ۔ اب خدا ترس دل لے کر میرے معاملہ پر غور کرتے تو ایک نور ان کی رہبری کرتا ۔ اور خدا کی روح ان پر سکینت اور اطمینان کی راہیں کھول دیتی ۔ وہ دیکھتے کہ کیا یہ انسانی طاقت کے اندر ہے جو اس قسم کی پیشگوئی کرے ۔ انسان کو اپنی زندگی کے ایک دم بھر کا بھروسہ نہیں ہو سکتا تو یہ کس طرح کر سکتا ہے کہ تیرے پاس دور دراز سے مخلوق آئے گی ۔ اور ایسے زمانہ میں خبر دیتا ہے جبکہ وہ محجوب ہے ۔ اور اس کو کوئی اپنے گاؤں میں بھی شناخت نہیں کرتا ۔ پھر وہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے اس کی مخالفت میں ناخنوں تک کا زور لگایا جاتا ہے ۔ اور اس کو تباہ کرنے اور معدوم کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی ۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کو برومند کرتا اور ہر نئی مخالفت پر اس کو عظیم الشان ترقی بخشتا ہے ۔ کیا یہ خدا کے کام ہیں ۔ یا انسانی منصوبوں کے نتیجے ؟ اصل یہی ہے کہ یہ خدا کے کام ہیں ۔ اور لوگوں کی نظروں میں عجیب ۔

قومی قرضہ کی ادائیگی کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل چندہ پر احباب جماعت کی لبیک کی آوازیں

(قسط دوم)

(جناب محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ لاہور)

سید الطاف حسین شاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ خانپور ریاست بہاولپور کا جواب

"آنجناب کی اپیل درباره قرضہ برلن وغیرہ حسب الحکم حضرت امیر وصول ہوئی۔ حسب الحکم آنجناب مبلغ ۵۰ روپے میں بہت جلد بھجوا دونگا۔"

میرزا غلام ربانی صاحب سیکرٹری جماعت راولپنڈی کا جواب:۔

جناب کی طرف سے قرضہ کی ادائیگی کی جو اپیل شائع ہوئی ہے اس کو جماعت کے روبرو پڑھکر سنادیا ہے۔ ہم نے فہرست چندہ کھولدی ہے۔ میں جناب کی قومی تکلیف کو محسوس کرتا ہوں۔ انشاء اللہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا۔ اور جس قدر میرے بس میں ہوا خود بھی اس اپیل میں چندہ دونگا اور دوسروں سے بھی لیکر دونگا۔ اس وقت ہماری ساری توجہ اس چندہ کی فراہمی کی طرف لگ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان اور قلم میں برکت دے۔ میں اور ٹھیکیدار فضل کریم صاحب دونوں بصورت سب کمیٹی اس کام کو سرانجام دینے میں مشغول ہیں۔ حضور کی عزت ساری قوم کی عزت ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ جو آواز جناب نے بلند کی ہے۔ یہ خدا کے لئے ہے۔ نہ کہ اپنی ذات کے لئے اس لئے ہمیں امید کامل ہے کہ جناب کو اللہ تعالےٰ اس مہم میں کامیاب کرے گا۔

ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار راولپنڈی کا جواب:۔

آنجناب کی اپیل متعلق قرضہ برلن مسجد گزشتہ اشاعت پیغام صلح میں پڑھی اور بڑی توجہ سے پڑھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مہم میں کامیاب کرے آپ کی اس تکلیف کا اشارہ اس اپیل کے پہنچنے سے پہلے گزشتہ شب بذریعہ خواب پہنچ چکا تھا۔ جس کی تعبیر اس اپیل کے پڑھنے سے روز روشن کی طرح مجھ پر عیاں ہوگئی ہے۔ میری خواب، اور آپکی اپیل نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا ہے۔ جس کو میں اچھی طرح محسوس کر رہا ہوں۔ اور کرتا رہونگا۔ میں انشاءاللہ آپ کی اس مشقت میں ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ دل تو بڑا چاہتا ہے کہ بہت بڑی رقم کا (بشرطیکہ مجھے توفیق ہو) اعلان کر دوں مگر میرے وسائل آمدنی بہت محدود ہوچکے ہیں۔ بہرحال اس ضرورت کی اہمیت کے لحاظ سے ایک حقیر سی رقم یعنی پچاس روپیہ کا اعلان اپنی گرہ سے کرتا ہوں۔ اگر تین ماہ کے عرصہ میں میرا کوئی کام کھل گیا تو انشاءاللہ تعالیٰ اپنے دل کی خواہش کو بڑھ چڑھ کر پورا کرونگا۔

قبلہ! یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں اس رقم کا اعلان کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہوگیا ہوں نہیں ہرگز نہیں بلکہ میں دوسرا وعدہ کرتا ہوں کہ میں کاسۂ گدائی لیکر خدا اور رسولؐ کی خاطر اپنی پیاری انجمن کی خاطر، برلن مسجد کے عالیشان نشان کی خاطر جہاں سے **احدکی آواز** چہار دانگ عالم میں پیہم نکلکر کفر گڈھ کو چوٹ کاری لگا رہی ہے۔ فراہمی چندہ کے لئے جہاں تک میرا بس ہوگا آپ کے موعودہ عرصہ کے دوران میں ہمہ تن مصروف رہونگا۔ میرے دوست میرا ساتھ دیں یا نہ دیں میں اپنا فرض ادا کرونگا۔ اور ان لوگوں تک بھی پہنچونگا جن سے مجھے ایک پیسہ تک کی بھی امید نہیں۔ میں اس دعا پر اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں کہ اے خدا ہمارے امیر کی مشکلات کو حل کر جو اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ دین اسلام کے لئے اور قوم کے لئے گھل رہا ہے اور تکلیف اٹھا رہا ہے۔ اے خدا تو بطفیل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے امیر کی ہر مشکل کو آسان کردے۔ آمین"

میاں چراغدین خلف میاں احمد دین صاحب پارچہ فروش پشاور کا جواب

آپ کی دردناک اپیل پڑھ کر دل کو درد محسوس ہوا۔ گو میں ایک کاروباری اور غریب آدمی ہوں مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے میرے رفقائے کار اور معاونین کو کہ انہوں نے کبھی ایسے موقعہ کو ضائع نہ کیا۔ آپ کی دل سے نکلی ہوئی آواز کان کے اندر دھنس گئی اور انہوں نے اس اپیل پر مجھے اجازت دی کہ اس آواز پر مبلغ ایک سو روپیہ آپکی خدمت میں حاضر کردوں۔ گو قرضہ کے لحاظ سے نہایت ہی قلیل رقم ہے مگر ہمارے لئے اس کاروبار میں بڑی چیز ہے خیال تو چلے پر جیسے کہ ہمیشہ ادا کیا کرتے ہیں۔ ادا کرنے کا تھا۔ مگر فوری ضرورت کے لئے اپنے کاروبار کو کم کرکے بھی اس وقت ادا کردینا ضروری سمجھا گیا ہے۔"

انکی طرف سے یکصد روپے کا چیک وصول ہوگیا ہے۔

بابو علی بخش صاحب قریشی ہیڈ کلرک محکمۂ انہار بہاولپور کا جواب

حضور کی اپیل دربارۂ ادائیگی قرضہ پہنچی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو قرضہ سے مخلصی دیوے اور حضور کے دل کو اس بارگراں کے حزن سے اطمینان بخشے۔ میرے نام جو حضور نے ۵۰ روپیہ کا حصہ ارسال فرمایا ہے میں انشاءاللہ اس کو بطیب خاطر ماہ اگست میں یکمشت ارسال کر دونگا۔ جناب کی اپیل اور تفکرات انجمن سے دل کو بہت صدمہ پہنچا"

ڈاکٹر حسن علی صاحب کا گوجرانوالہ سے جواب:۔

میں نے اکتوبر ۳۱ء میں ۱۲۵ روپیہ کا وعدہ برائے فک الرہن (برلن مسجد) کیا تھا ۷۵ روپیہ تو میں نے سالانہ جلسہ پر ادا کردیا۔ انجمن میں میرے ۲۵ روپے بطور امانت گزشتہ ہیں وہ بھی وصول کریں۔ باقی ۲۵ روپے اکتوبر تک ادا کردونگا۔ اپنے ایک دوست کی طرف سے ۱۰ ارسال کرتا ہوں۔ اپنے اقربا سے ۱۵ اکتوبر تک ۴۰ روپے جمع کرکے انشاءاللہ روانہ کردوں گا۔ بے شک روپیہ کی کمی ہے لیکن دین کا بوجھ اٹھانا بھی ضروری ہے اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کی نصرت کرے۔"

ماسٹر انعام اللہ خاں صاحب لورالائی کا جواب:۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی مطبوعہ چٹھی مل گئی۔ حسب الحکم مبلغ پچاس روپے انشاءاللہ جلد پہلی تنخواہ پر ہی ارسال کردونگا"

ڈاکٹر عدالت خاں صاحب کا دانہ کیمپ سے جواب:۔

آج حضرت امیر کی اپیل چندہ کے لئے وصول ہوئی جس میں انہوں نے دس سے لیکر پندرہ یوم تک کی آمدنی ہر ایک سے مانگی ہے چند دنوں تک بندہ اپنے حصہ کی رقم یکمشت روانہ کردے گا"

چودھری فضل احمد صاحب انڈین اوورسیز بنک مری کا جواب

مجھے انجمن کی طرف سے نئی تحریک میں ۱۲۵ روپیہ حصہ میں دیا گیا ہے میں انشاءاللہ تعالیٰ یہ رقم ۱۵ اگست تک مکمل کرکے انجمن میں جمع کرادوں گا" (پہلی قسط ۳۵ روپے جمع ہوگئی ہے)

چودھری غضنفر علی صاحب تھانہ ڈگھڑی کا جواب:۔

بیس روپے بھیجکر لکھا ہے کہ پندرہ روپے ان کے حصہ کی یکمشت رقم ہے۔ اور پانچ روپے ان کی مرحومہ اہلیہ کی طرف سے ہیں جو ہمیشہ ایسی تحریکات میں حصہ لینے کی شائق تھیں"

میاں نصیر احمد صاحب اسسٹنٹ کلکٹر سورت:۔

میرے ذمہ ۱۰۰ روپے ڈالے گئے ہیں جس میں سے ۳۵ روپے ارسال خدمت ہیں تین اقساط میں یہ رقم پوری کردی جائے گی"

شیخ محمد حسین صاحب منیجر آئل ملز شیخصاحبان لاہور

آپ نے ۵۰ روپے کا وعدہ یکم جولائی کو جمعہ کے دن فرمایا تھا۔ پہلی قسط میں اس کا اعلان نہیں ہوسکا۔

(باقی بر صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۳۲ء	نمبر ۴۴

میلاد النبی اور مسلمان

سیرت پاک سے مسلمانوں کی انتہائی ناواقفیت

گزشتہ ہفتہ میلاد النبی صلعم کی تقریب پر مسلمانوں کے سینکڑوں جلسے ملک کے طول و عرض میں منعقد ہوئے۔ جن میں رسول کریم صلعم کی سیرت پاک اور اسلام کی عظمت و فضیلت پر نظم و نثر میں مسلمانوں نے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ یہ جلسے اور تقاریر اگر ان سے عملاً فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے تو فی الحقیقت ایک بہت بڑی کارآمد چیز ہے۔ جس سے مسلمانوں کے اندر زندگی کی ایک روح پیدا ہو سکتی ہے بشرطیکہ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے صحیح صحیح اور سادہ واقعات کو بیان کیا جائے اور انسانی زندگی کے ہر پہلو میں آپ کے عملی نمونہ کو پیش کر کے اس پر کاربند ہونے کی تلقین کی جائے۔ لیکن اعجوبہ پرستی لوگوں کی طبیعت میں اس قدر سرایت کر چکی ہے کہ آپ کی سیرت مبارکہ کو بھی جو انسانیت کا بہترین نمونہ ہے۔ عجائب و غرائب واقعات اور بے بنیاد معجزات سے ملوث کرنا اور انہیں مزے لے لے کر بیان کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور اتنا خیال نہیں کیا جاتا کہ آخر ان باتوں کا ہماری عملی زندگی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

میلاد النبی کی پاک تقریب پر راقم الحروف کو بھی اکھنور ریاست جموں کے ایک جلسہ میں شامل ہونا پڑا۔ یہ قصبہ کم و بیش دس ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے۔ جہاں ہندو اور مسلمان قریباً مساوی تعداد میں ہیں۔ ہر قسم کا لٹریچر اور اخبارات وہاں پہنچتے ہیں۔ اور دنیوی امور میں وہاں کے عام باشندوں کی بھی واقفیت شہری لوگوں سے کسی طرح کم نہیں۔ لیکن دینی امور میں اگر دیکھا جائے تو وہاں کے مولویوں اور پیش اماموں کے اندر بھی ایسے ایسے دقیانوسی خیالات پائے جاتے ہیں جن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ عید میلاد کی تقریب اس قصبہ میں بڑے اہتمام کے ساتھ منائی گئی۔ لیکن جو تقاریر اس موقعہ پر کی گئیں ان کا موضوع کیا تھا۔ کیا رسول کریم صلعم کی زندگی کا کوئی اخلاقی پہلو بیان کیا گیا؟ کیا آپ کی تبلیغی جدوجہد، مصائب میں صبر و استقامت۔ دوستوں اور دشمنوں سے آپ کے برتاؤ، معاشرتی اور خانگی زندگی میں آپ کے طریق عمل و شاہت میں غنا اور غیر مذاہب کے ساتھ روادارانہ برتاؤ کو کبھی نمونہ پیش کیا گیا؟ افسوس ہے کہ سوائے ایک تقریر کے جو راقم الحروف نے کی کسی ایک مقرر نے بھی اس طرف رخ نہیں کیا۔ اور بجائے اس کے کن باتوں پر زور دیا گیا؟ رسول اللہ صلعم کا کوئی سایہ نہ تھا۔ کھانے کی ایک دیگچی میں آپ نے دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا۔ اور روٹیوں کے اوپر جو تعداد میں چند تھیں اپنا کمبل ڈال دیا۔ اس سے ہزاروں آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور پھر بھی ان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ایک یہودی کی لڑکی باپ کی مرضی کے خلاف مسلمان ہو گئی باپ نے اسے دکھ اور اذیتیں دینی شروع کیں۔ اس نے اس کے حق میں بددعا کی جس سے وہ اندھا ہو گیا۔ اور آنکھوں میں سخت درد پیدا ہو گیا لڑکی نے موقعہ کو غنیمت جانا اور دوڑی ہوئی گئی اور رسول کریم صلعم کے پاپوش سے گرد جھاڑ کر لے آئی اور سرمہ کے طور پر باپ کی آنکھوں میں اسے ڈال دیا۔ جس سے وہ پھر بینا ہو گیا۔ اور اس کا درد بھی جاتا رہا۔ باپ نے کہا یہ کہاں سے لائی ہو۔ اس نے جواب دیا [illegible] رسول کریم صلعم کے پاپوش سے۔ فوراً اس نے چاقو لیکر اپنی آنکھوں میں گھونپنا شروع کیا۔ لیکن جوں جوں وہ چاقو مارتا بینائی اور تیز ہو جاتی آخرکار اس معجزہ کو دیکھ کر وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ اس قسم کے عجائب و غرائب قصے جن کی کوئی بنیاد نہیں۔ مولویوں کی تقاریر کا موضوع تھے۔ اور جب راقم الحروف نے محض سادہ واقعات زندگی کو پیدائش سے لیکر سلسلہ وار بیان کیا اور بعض اخلاق فاضلہ کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ زندگی سے ان کا مقابلہ کیا۔ تو ایک مولوی صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ ہمیں تو اب بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے ان کے (راقم الحروف کے) مقابلہ کا کوئی مولوی سارے اکھنور میں نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک بڑے بڑے قصبوں کے اندر بھی ایسے ایسے اماموں اور مولویوں کی کثرت ہے جو سیرت مبارک اور اسلام کی صحیح تعلیم سے قطعاً بے خبر ہیں اور جب ان کے سامنے آنحضرت صلعم کی زندگی کے سادہ واقعات کو رکھا جائے تو وہ ان کو سن کر محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ جس قوم کے اماموں اور پیشواؤں کی یہ حالت ہو کہ ان کو اپنے رہبر و مقتدا کے حالات زندگی کا بھی علم نہ ہو تو اس کی جہالت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ رسول کریم صلعم کی سیرت دنیا کے لئے ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا

اگر فی الواقعہ وہ معجزات حضور سے صادر بھی ہوئے ہوں جن کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ تو وہ ہمارے اسوہ حسنہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور کیونکر ہم ان کی پیروی کر سکتے ہیں؟ پیروی کے لئے تو آپ کے وہی اخلاق و اعمال کام دے سکتے ہیں۔ جو ہماری روزانہ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں اور یہی چیز فی الحقیقت مسلمانوں کے اندر وہ انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔ جس کی نظیر ان کی عظمت رفتہ کے سوائے آج تک دنیا نے نہیں دیکھی۔

پس ضرورت ہے کہ قصبات و دیہات میں بلکہ شہروں کے اندر بھی سیرت مبارکہ سے لوگوں کو واقف کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور نہایت سادہ اور عام فہم لٹریچر پیدا کیا جائے جس میں آنحضرت صلعم کے حالات زندگی اور اخلاق فاضلہ کو قوم کے اس طبقہ کے سامنے لایا جائے جو زیادہ علمی کتابوں کو پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں اس قسم کا لٹریچر عموماً پنجابی نظم میں زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دیہات اور قصبات میں پنجابی نظم ہی کی کتابیں عموماً مروج ہیں۔

الور اور مسلمان

ریاست الور کے مظالم کی داستان قبل ازیں قارئین کرام کو سنائی جا چکی ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کی پیہم کوششوں اور احتجاجی پیغامات کے باوجود ریاست کے تنگ نظر اور متعصب حکام نے مسلمان رعایا کو مبتلائے مصائب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ انجمن خادم الاسلام جو مسلمانوں کے حقوق کی حمایت کے لئے کھڑی ہوئی تھی اس کی زندگی کو ختم کرنے کے لئے ایک جدید قانون نافذ کر دیا گیا۔ اور اس کے ایک رکن کو ایک شخص کے استغاثہ پر دو سال کی قید اور دو سو روپے جرمانہ کی سزا دیدی گئی پولیس نے ایک پرامن جلوس پر گولی چلا دی اور جو لوگ شہید ہوئے انہیں عزت و احترام کے ساتھ دفن کرنے کی بھی اجازت نہ دی گئی۔ ایک ہندو کے قتل کے الزام میں بے گناہ مسلمانوں کو گرفتار کر کے ان پر مقدمات چلائے جا رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ دار و گیر بظاہر ختم نہیں ہو سکتا جب تک مسلمان خاموش ہو کر تمام مظالم کو برداشت کرتے ہوئے بیٹھ نہ جائیں جس کا آخری نتیجہ ارتداد ہے۔ ان حالات میں وہاں کے مسلمان [illegible] ہند کے سرکردہ مسلمانوں کو تاریں دے رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان ستم رسیدہ بھائیوں کی ہر طرح امداد کی جائے اور ان کی مخلصی اور ثبات قدم کے لئے دردمندانہ دعائیں کی جائیں۔

میری اپیل کا جواب

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے قلم سے

ہاں احباب کا جنھوں نے اس وقت ضرورت دینی کو محسوس کر کے ایثار کے قابل قدر نمونے دکھائے ہیں شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور درد دل سے ان کے لئے دعا بھی کرتا ہوں کہ جس طرح انہوں نے خدا کی راہ میں قلت مال کے باوجود وسعت قلبی سے کام لیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کو ان پر وسیع فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی میں ان احباب کی خدمت میں اور ان دوسرے احباب کی خدمت میں جنھوں نے ابھی تک اس کام کو جو انہوں نے کرنا ہے ہمت سے ہاتھ نہیں ڈالا۔ چند باتیں عرض کرتا ہوں

اول یہ کہ میں نے جو اپنی اپیل میں ذکر کیا تھا کہ ہم پر جرمنی میں ایک نئی چٹی آپڑی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہم نے برلن میں زمین اس وقت خریدی جب مارک کی قیمت بہت گری ہوئی تھی اور گو ہم نے اس وقت خاصی قیمت ادا کی جو سات سو پونڈ سے اوپر تھی۔ مگر پھر بھی وہ زمین کی اصل قیمت سے کم تھی۔ لیکن بعد میں جرمن گورنمنٹ نے ایک قانون بنایا جس کے ساتھ ان لوگوں کو جنھوں نے مارک کی اس گری ہوئی حالت میں کہ ایک ایک پونڈ کے کئی کئی کروڑ بلکہ ارب مارک ملتے تھے۔ اپنی جائدادوں کو فروخت کیا تھا کچھ معاوضہ دلایا گیا۔ اسی قانون کے ماتحت ہماری زمین پر بھی چٹی پڑی اور اس کمپنی نے جو اس کی اصل مالک تھی بیس ہزار مارک کا مطالبہ کیا اور اسی طرح کے مطالبات ان لوگوں سے بھی کئے جنھوں نے اس زمین کے اور حصے خریدے ہوئے تھے۔ جس طرح دیگر مالکان نے بجائے مقدمات میں پڑنے کے کمپنی کے ساتھ سمجھوتہ کے لئے بات چیت کی ہمارے مبلغ پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب نے بھی یہی کیا اور آخر چار ہزار مارک پر تصفیہ ہو گیا۔ جس کے لئے کوئی آج پندرہ دن ہوئے پروفیسر عبد اللہ صاحب کی تار پہنچی کہ یہ روپیہ فوراً بذریعہ تار بھیجا جائے۔ چنانچہ چار ہزار مارک جن کی قیمت روپوں میں ۴۲۶۳ روپے بنی بذریعہ تار پروفیسر صاحب کو بھیج دیئے گئے۔

دوم۔ انجمن پر جو سولہ ہزار مارک کا قرضہ ہے اس کی ادائیگی اب ایک دو ماہ کے اندر ہونی ضروری ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب جن کو اب جرمنی میں کام کرتے پانچ سال ہو گئے اور وہ وہاں کے حالات سے خوب واقف ہو گئے ہیں۔ وہ اکتوبر میں واپس آرہے ہیں اور نئے مبلغ کو ان جھمیلوں میں ڈالنا مناسب نہیں اس لئے ضروری ہے کہ قرضہ پروفیسر عبد اللہ صاحب کی وہاں موجودگی میں ادا ہو جائے۔ ویسے بھی اس کی میعاد ۱۵ر دسمبر ۳۲ء کو ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے بھی اس کی فوراً ادائیگی کی ضرورت ہے۔ اور اس وقت فوراً روپیہ بھیجنے میں ایک بڑا بھاری فائدہ بھی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جس بنک کا یہ قرضہ ہے اس کے بانڈز (اقرارنامے) اس وقت ستر اور بہتر روپے سینکڑہ کے حساب سے مل جانے ممکن ہیں۔ تو اگر روپیہ اس وقت پروفیسر صاحب کے ہاتھ میں ہو تو وہ ان ایک دو ماہ کے اندر جس قدر بانڈز مل سکیں خرید لیں گے اگر ساری رقم کے بانڈز مل جائیں تو گویا پندرہ ہزار کے بجائے گیارہ ہزار روپے میں قرضہ ادا ہو جائے گا۔

سوم۔ انجمن کے اپنے کام میں بھی اس وقت کچھ رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ چار ہزار مارک جو اس وقت برلن بھیجا گیا ہے اگر فوراً نہ بھیجا جاتا تو مقدمہ چل پڑنے کا خطرہ تھا وہ ایسی حالت میں بھیجا گیا کہ انجمن کے دوسرے کاموں کو روکنا پڑا جس سے کارکنان کو سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ ان تینوں باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میری یہ خواہش ہے کہ بجائے تین ماہ پر پھیلانے کے ہمارے احباب اس کل رقم کو جو ان کے ذمہ ڈالی گئی ہے۔ فوراً ادا کر دیں۔ اگر اس وقت پندرہ ہزار روپیہ فوراً انجمن کے ہاتھ میں آجائے تو خدا چاہے تو چار ہزار روپیہ بچ سکتا ہے اتنے بڑے فائدہ کے مقابل وہ تکلیف جو ہمیں فرداً فرداً اٹھانی پڑے گی بہت تھوڑی ہے۔ اس لئے میری یہ درخواست اپنے احباب سے ہے۔ اور بالخصوص ان سے جن کو خدا نے اپنے فضل سے زیادہ دیا ہے۔ اور جن کے ذمہ سو روپیہ یا اس سے زیادہ کی رقم ڈالی گئی ہے کہ وہ اپنے ذمہ کی رقم فوراً ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ قرضہ لیکر بھی دیں اور وہ قرضہ سودی بھی ہو تو بھی عند اللہ ان کا یہ فعل اجر کے قابل ہوگا۔ کیونکہ جس طرح اضطراری حالت میں انسان اپنے لئے قرضہ لے لیتا ہے اور اس حالت میں اگر اسے سود بھی دینا پڑے تو وہ معذور ہے اسی طرح ایک قومی ضرورت کے وقت جو اضطراری حالت پیدا ہو گئی ہے اس کا معاملہ ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ جولائی کے مہینے کے اندر اندر اپنے اپنے ذمہ کی رقم انجمن کے خزانہ میں پہنچا دیں گے۔ اور جو احباب اب تک خاموش ہیں۔ یا سوچ رہے ہیں وہ بھی زیادہ سوچ میں وقت ضائع نہ کریں گے۔ جب ایک کام ہم نے کرنا ہے اور اس سے چارہ نہیں جیسا کہ جرمن قرضہ کے بیس ہزار روپے سے ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں تو اس کو اگر احسن طریق پر کیا جائے تو اس میں جماعت کی نیکنامی بھی ہے۔ اور بظاہر چار ہزار روپے کی بچت بھی ہے۔ اور دوسرے اس طریق پر کام کرنے سے ہمیں کچھ نسبت ان مقدس ہستیوں سے بھی پیدا ہو جائے گی جنھیں رسول کریم صلعم کے ارشاد پر اپنے مال (اور مالوں سے بڑھکر جانیں جن کا موقعہ آج بہت کم ملتا ہے) حاضر کرنے پڑتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ ہماری جماعت کے ایک دو بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ وقتی چندوں کی تحریک جماعت کے لئے پریشانی کا موجب ہے اور جس مقدس ہستی کے نقش قدم پر ہمیں چلنا چاہئے یعنی ہمارے سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ وہ لوگوں سے اس طرح چندے طلب نہ کرتے تھے۔ مجھے یہ دونوں خیال درست نظر نہیں آتے۔ کسی قوم یا جماعت کے اندر زندگی پیدا ہی ان ایثار کے نمونوں سے ہوتی ہے۔ جو فوری تحریکات پر ظہور میں آتے ہیں۔ یہ وقتی تحریکات جماعت کی پریشانی نہیں بلکہ اس کی زندگی اور اس کی قوت کا موجب ہیں۔ اور ایثار کرنے والے جب ایک دوسرے سے آگے بڑھکر قدم رکھتے ہیں تو اس سے دوسرے دلوں میں فی الواقعہ محبت کی ایک ایسی آگ پیدا ہوتی ہے جو ان سے بھی وہی کام کرا دیتی ہے کیا ہمارے احباب نے ہمارے سالانہ جلسہ کا نمونہ کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کس طرح اپنے تو ایک طرف رہے غیر بھی ہمارے احباب کے ایثار کے نمونوں کو دیکھکر وہ اثر لے جاتے ہیں جو ہزاروں جیٹ پٹے وعظوں سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہنسانا اور رلانا تو اب ایک پیشہ بن گیا ہے قوت عمل قوم کے اندر انہی ایثار کے نمونوں سے پیدا ہوتی ہے میں تو اس وقت بھی دیکھتا ہوں کہ گو بمشکل ایک ہفتہ اس تحریک پر گزرا ہوگا میرے پاس ایسے ایسے خط پہنچے ہیں جن سے خود میرے ایمان نے بہت ترقی کی ہے اور میرا دل ایک مضبوط پہاڑ کی طرح ہوتا جا رہا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بعض احباب کو پریشانی بھی ہوتی ہے۔ مگر وہ خود اپنے دلوں میں سوچکر دیکھ لیں وہ پریشانی صرف مال کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پریشانی تو ہونی چاہئے تھی غربا میں مگر ان میں تو مجھے پریشانی کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ بلکہ وہ خوش ہو ہو کر خدا کی محبت کی آگ میں کود پڑتے ہیں تو ان احباب کے لئے بھی جن کی طبیعت میں پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ ہم سب کو دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کرے اپنی محبت۔ اپنے رسول کی محبت۔ اپنے دین کی محبت کی اس آگ کو پیدا کرے کہ ان کی تمام پریشانیاں خس و خاشاک کی طرح جل جائیں۔ اور وہ خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت میں فرزانوں کی طرح نہیں بلکہ دیوانوں کی طرح کام کرنے والے ہوں۔ زندگی کا لطف تو جب ہی آتا ہے جب انسان خدا کی محبت میں دیوانہ ہو جائے۔ اور اپنے دنیوی منافع کو بھول جائے۔ ہمارے بھائی کہتے ہیں مسلمانوں میں اشاعت اسلام کا جوش نہیں۔ میں کہتا ہوں اور کس کام کے لئے جوش ہے۔ دوسری قوموں کی دیوانگی کو بھی آج دیکھو کہ کس طرح ان کے مالدار لاکھوں روپیہ قومی ضروریات پر صرف کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اپنی قوم کی حالت کو بھی دیکھو کہ کس طرح ان کا ہر کام، ملکی معاملات سے تعلق رکھتا ہو۔ تعلیم سے تعلق رکھتا ہو یا تمدن سے، معاشرت سے، کسی قسم کی قومی ضرورت سے تعلق رکھتا ہو۔ کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ تو مجدد وقت نے آپ لوگوں کی جماعت کیوں بنائی؟ صرف

اسی لئے کہ آپ کچھ دلیرانگی کے نمونے دکھائیں اور ان لوگوں کے نقش قدم پر نہ چلیں جو خدا کی راہ میں کام کرنے کا نام آئے تو سوچ بچار میں پڑ جاتے ہیں۔

ایسا ہی یہ خیال بھی غلط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چندے نہ مانگتے تھے۔ آپؐ کی مدنی زندگی میں تو شاید کوئی مہینہ خالی جاتا ہوگا کہ ایسے چندوں کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ جنگ کے لئے کس قدر روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ آج کسی قوم کی جنگ کی تاریخ کو پڑھکر دیکھ لو۔ پھر آنحضرت صلعم کے چھوٹے بڑے غزوات کی تعداد اور مختصر مدنی زندگی پر ان کو پھیلاؤ تو شاید ہر سال میں پانچ چھ سے کم نہیں آئیں گے تو ان جنگوں کے لئے کہاں سے روپیہ آتا تھا۔ انہی غریب مگر دل کے غنی مسلمانوں کی جیبوں سے نکلتا تھا۔ جو خدا کے راہ میں دیتے جاتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ ہمیں خدا کی راہ میں دینے کا یہ ایک موقعہ ملا۔ ہم میں بھی آج وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی یہی حالت ہے۔ مگر میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کی یہی حالت ہو اس سے ہماری اپنی زندگی میں راحت پیدا ہوتی ہے۔ اسی سے قوم بنتی ہے۔ اسی سے آج محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہوتی ہے۔ اسی سے خدا کا نام دنیا میں بلند ہوتا ہے۔

فهل من مدكر

(بقیہ صفحہ ۳)

چودھری عبدالحق صاحب بی اے طالب علم

احمدیہ بلڈنگس لاہور:-

آپ کے ذمہ تین روپے ڈالے گئے تھے جس کی پہلی قسط ایک روپیہ وصول ہو گئی ہے۔

چودھری غلام حسن صاحب پنشنر لویری والا۔

آپ نے ۱۲۵ روپے ایک حصہ کی قیمت جلسہ سالانہ پر دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ جسے اپریل ۳۲ء میں ادا فرما دیا ہوا ہے۔ یہ رقم موجودہ اپیل میں نہیں مجرا دی گئی ہے۔

احباب ذیل یعنی :-

مولانا عبدالہادی خاں صاحب عظیم کلہ۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب حال مالنہرہ۔ خان عبدالاکبر خاں صاحب شبقدر۔ ڈاکٹر کے اے خاں صاحب سکندر آباد میں سے ہر ایک نے سال رواں میں ایک ایک حصہ کی قیمت ۱۲۵ روپے ادا کر دی ہوئی ہے۔ جو انہیں موجودہ اپیل میں مجرا دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ شیخ عزیز احمد صاحب وزیر آباد۔ سعادت علی صاحب رامپور۔ مخدوم محمد اشرف صاحب شملہ۔ ملک غلام سرور صاحب پاراچنار کی طرف سے بھی ایک ایک حصہ کی رقم وصول ہو چکی ہے۔ جو انہیں مجرا دیکر کچھ مزید مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور خاں محمد خاں صاحب انبالہ سے ۲۰۰ روپیہ۔

بعض احباب نے اپیل کے پہنچتے ہی بلا کم وکاست وہ رقم ادا کر دی جو دفتر نے ان کے ذمہ ڈالی تھی۔ اور اس طرح عملی طور پر اپیل کا جواب پیش کیا۔ ان میں سے منشی فضل احمد صاحب مدرس لاہور سکول نے چھ روپے اور چودھری خیرالدین صاحب نے سکھانہ چودھری سردار خاں صاحب وچودھری محمد حیات صاحب سے ۳۰ روپے بھجوائے ہیں۔

سوالات وجوابات

علیہ السلام پر اعتراض اور اس کا جواب

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

سوال (۱)۔ اکثر اسلامی لٹریچر میں بزبان عربی۔ فارسی۔ اردو پیغمبروں کے لئے علیہ السلام صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ دیگر بزرگان دین کے لئے رحمۃ اللہ علیہ لکھا جاتا ہے۔ اب غیر احمدی احباب کا اعتراض ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی نہیں ہیں تو ان کے نام کے ساتھ اکثر علیہ السلام کیوں لکھا جاتا ہے

(۲) اگر علیہ السلام کا استعمال پیغمبروں کے لئے کسی قرآنی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں بلکہ علیہ السلام سے مراد ہے سلامتی ہو ان پر جیسا کہ السلام علیکم سے مراد سلامتی ہو تم پر جو ہر مسلمان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو کیوں علیہ السلام صحابہ کرام اور دیگر بزرگان دین کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا

جواب۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کہیں نہیں فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا کرو اس لئے یہ اعتراض ان پر تو نہیں پڑتا۔ البتہ ان لوگوں پر پڑتا ہے جو اس کلمہ کو حضرت موصوف کے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اعتراض کیوں کیا جاتا ہے کیا کہیں قرآن کریم میں لکھا ہے کہ علیہ السلام نبیوں کے لئے مخصوص ہے یا حضرت نبی کریم صلعم نے ایسا فرمایا ہے جب یہ بات نہیں۔ اور قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کا ایسا کوئی ارشاد موجود نہیں تو پھر مذہباً تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ لوگ خود ہی عادت کے طور پر کوئی بات اپنے لئے لازم قرار دے لیں اور پھر اس کے خلاف کوئی کرے تو اعتراض کرنے لگیں۔ یہ مذہب نہیں بلکہ رواج ہے۔ لوگوں نے بزرگوں کے لئے مختلف کلمے بنا رکھے ہیں۔ اور جو کلمہ جس کے ساتھ چاہتے ہیں استعمال کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً :-

رحمۃ اللہ علیہ	ہر ایک صالح آدمی کے لئے
قدس سرہ	اولیا کے لئے۔
رضی اللہ عنہ	صحابہ کے لئے۔
کرم اللہ وجہہ	صرف حضرت علی کے لئے
علیہ السلام	نبیوں اور ائمہ اہلبیت کے لئے

مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت امام حسین علیہ السلام یہ قاعدے لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ خدا نے نہیں بنائے رسول نے نہیں بنائے۔ تو پھر اعتراض کیسا۔ معترضین کو کیوں یاد نہیں رہتا کہ امام حسین اور دیگر ائمہ اہل بیت نبی نہ تھے پھر ان کے ساتھ علیہ السلام کیوں لکھا جاتا ہے۔ اور جہالت کا بُرا ہو اور ہم ایک دوسرے کو السلام علیکم اور وعلیکم السلام کہتے ہیں۔ جس کے معنے ہیں "سلام ہو تم پر" تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو نبی سمجھتے ہیں۔ علیہ السلام اور علیکم السلام میں سوائے صیغہ واحد غائب اور جمع مخاطب کے کیا فرق ہے؟ علیہ السلام کے معنے ہیں "سلام ہو اس پر" اور علیکم السلام کے معنے ہیں "سلام ہو تم پر" دونوں جگہ سلام ہی بھیجا گیا ہے۔ تو پھر اس میں تخصیص نبوت کہاں سے نکل آئی۔

قرآن کریم میں کسی نبی کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہوا تو ہے نہیں۔ البتہ "سلام علی المرسلین" ضرور موجود ہے جس کے معنی ہیں سلامتی ہے مرسلوں پر یعنے نبیوں اور ماموروں پر جو خدا کی طرف سے فرستادہ ہوتے ہیں۔ مرسل میں نبی اور مجدد اور محدث سبھی شامل ہیں۔ یعنے جو بھی خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہو۔ خواہ وہ نبی ہو یا مجدد و محدث ہو سب پر سلام۔ لیکن اتنا ہی نہیں۔ قرآن نے "سلام" کے لئے مرسلین کی خصوصیت نہیں رکھی بلکہ ہر ایک برگزیدہ الٰہی پر وہ سلام بھیجتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے "سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ کہ سلام ہے خدا کے ان بندوں پر جن کو اس نے برگزیدہ کیا۔ پھر برگزیدوں کے علاوہ ہر ایک شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے قرآن نے سلام بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے "والسلام علی من اتبع الھدیٰ کہ سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ اندریں حالات حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر سلام بھیجنے پر اعتراض کیوں؟

ہم روزانہ نمازوں میں پڑھتے ہیں السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہ اے نبی تجھ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں اور ہم پر سلام اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام۔ کیا اللہ کے نیک بندوں میں صحابہ اور دیگر بزرگان دین شامل نہیں؟

درود شریف ہم روز پڑھتے ہیں اللھم صل علی محمد وبارک وسلم انك حمید مجید۔ کہ اے اللہ درود بھیج حضرت محمد صلعم پر اور حضرت محمد صلعم کی آل پر اور ان پر برکتیں نازل فرما۔ اور سلام نازل فرما۔ بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے" کیا یہاں جو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے ساتھ ساتھ ان کی آل پر درود اور برکات اور سلام نازل فرمانے کی دعا کی ہے تو کیا اس سے اب آل محمدؐ کا شمار نبیوں میں ہوگا۔ یا ان کا غیر نبی ہونا مسلم ہے۔ دیکھ لیجئے یہاں غیر نبیوں پر نہ صرف برکتیں اور سلام بھیجا ہے بلکہ درود تک بھیجا ہے۔ تو پھر سلام بھیجنا نبوت کے لئے مخصوص کیسے ہوا! پھر آل محمدؐ ہونا اہلبیت کے لئے مخصوص نہیں۔ آل کے معنے لغت میں اتباع کرنے والے کے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون۔ کہ ہم نے فرعون کی آل کو غرق کر دیا۔ اور تم دیکھ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ فرعون کے ساتھ جو لوگ غرق ہوئے تھے۔ وہ اس کی اولاد نہ تھے۔ بلکہ اس کے لشکری اور متبعین تھے۔ پس آل محمدؐ میں آپ کا ہر ایک سچا متبع شامل ہے۔ خواہ وہ صلبی اولاد ہو یا نہ ہو۔

لیکن ضروری ہے کہ وہ آپ کی سچی اتباع کرنے والا ہو۔

نتیجہ یہ کہ ہم روز درود شریف پڑھتے ہیں نہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو نبی تھے درود اور سلام بھیجتے ہیں بلکہ آل محمدؐ پر بھی جو یقیناً غیر نبی ہیں اور جن میں صحابہ یقیناً شامل ہیں درود اور سلام بھیجتے ہیں۔ تو پھر اگر آنحضرتؐ کے کسی متبع پر سلام بھیجا جائے تو اعتراض کیسا؟

رہ گیا یہ کہ صحابہ کرام کے لئے مسلمانوں نے علیہ السلام کیوں نہ استعمال کیا اس کے لئے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ میرے خیال میں تو "رضی اللہ عنہ" صحابہ کے لئے خاص طور پر اس لئے استعمال کیا گیا کہ قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے "رضی اللہ عنہم" کا معزز و شاندار خطاب انہیں عنایت فرمایا تھا۔ اور یہ اتنا قابل عزت و تکریم خطاب تھا کہ ضروری سمجھا گیا کہ اس بزرگ جماعت کے افراد کے ناموں کے ساتھ اسے لازمی طور پر لکھا جائے۔

علیہ السلام تو محض ایک دعا ہے۔ سلام کے معنے ہیں سلامتی "علیہ السلام" کے معنے ہیں "اس پر سلامتی ہو"۔ ہم رات دن ایک دوسرے کو السلام علیکم اور وعلیکم السلام کہہ کہہ کر ایک دوسرے کے لئے سلامتی کی دعا کرتے رہتے ہیں اسی طرح علیہ السلام کہہ کر انبیا یا ائمہ کے لئے بھی فقط دعا کرتے ہیں۔ پس اگر صحابہ کے نام کے ساتھ بھی علیہ السلام لکھدیں تو وہ فقط ایک دعا ہوگی۔ لیکن رضی اللہ عنہ تو ایک معزز خطاب ہے۔ جو خدا نے اس پاک جماعت کو عطا فرمایا تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے صحابہ کو اس معزز خطاب سے یاد کرنا چاہا جو خدا کی طرف سے انہیں ملا تھا۔ جس طرح کسی کو "خان بہادر" کا خطاب مل جاتا ہے اور ہم اس خطاب کو اس کے نام کے ساتھ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح رضی اللہ عنہ کا خطاب صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ رضی اللہ عنہ سے بڑھکر اعلیٰ خطاب انسان کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے۔ جس کے معنے ہیں "اللہ راضی ہوا اس سے" جس سے اللہ راضی ہو گیا اس سے بڑھکر عزت و تکریم کا نشان انسان کے لئے کیا ہو سکتا ہے!

کانفرنس کی مخالفت مسٹر خلیل اور ان کی پارٹی کے در پردہ احمدی ہونے کی وجہ سے تھی مگر میں جو ایک بے پردہ احمدی تھا بعض لوگوں کی نگاہوں میں ضرور کھٹکتا تھا تاہم کانفرنس والوں کو اپنے قواعد و ضوابط کی پابندی کی وجہ سے تقریر کے لئے مجھے وقت دینا پڑا۔ چنانچہ "ارجون کو اشاعت اسلام کے موضوع پر میری تقریر ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر اثر بخشا کہ تقریر کے بعد مخالفین بھی نہایت جوش و خروش کے ساتھ مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ صرف دوست ہی تقریر کی تعریف میں رطب اللسان نہ تھے۔ مخالفوں کے دل بھی مدح خواں تھے۔ اکثر لوگ میری دوسری تقریر سننے کے لئے بیقرار تھے لیکن کسی مصلحت کی بنا پر میں نے دوسری تقریر سے اجتناب کیا۔

ٹمکور اور بنگلور میں تقاریر

میسور کانفرنس سے فارغ ہو کر مولانا صدیق اور دیگر دوستوں کی معیت میں ہم بنگلور پہنچے اور وہاں سے ایک پرانے دوست میر حسن صاحب میل کنٹر ڈکٹر کی ملاقات کے لئے ٹمکور جانا ضروری معلوم ہوا۔ ٹمکور میں بعد نماز مغرب ایک تقریر ہوئی۔ یہاں سے روانہ ہو کر بنگلور واپس آئے اور دوستوں کے اصرار پر بنگلور مسلم ہال میں اتوار کی شب کو ایک تقریر کی گئی۔ بنگلور میں بھی احمدیت کی مخالفت ہو رہی تھی۔ تاہم موسم کی خرابی کے باوجود تقریر سننے کے لئے بکثرت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ یہاں بھی لوگوں کا بیحد اصرار تھا کہ ایک دو اور تقریریں ہونی چاہئیں مگر فرصت کی قلت کی وجہ سے مجھے بمبئی واپس آنا پڑا۔

کام کی اس رپورٹ کے بعد صرف اس قدر بتا دینا ضروری ہے کہ اس دورہ کے کل اخراجات اشاعت اسلام کانفرنس میسور اسٹیٹ نے ادا کئے جس کے لئے میں ان کا اور بالخصوص مسٹر عبد الجبار خلیل صاحب سکرٹری کانفرنس مذکور کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(عبد الحق ودیارتھی)

اعلان تعطیل

گزشتہ ہفتہ عید میلاد النبی کے جلسوں میں شمولیت اور پریس کی دو دن کی تعطیل کی وجہ سے ۱۹ر جولائی کا پرچہ شائع نہ ہو سکا۔ قارئین کرام نوٹ کر لیں۔

(بقیہ صفحہ اول)

سال گزشتہ کانفرنس کا اجلاس بنگلور میں تھا جو نہایت کامیاب ہونے کی وجہ سے بعض عمائد ریاست اور اغیار کے وظیفہ خواروں کے لئے سوہان روح تھا۔ اس سال اس کا اجلاس میسور میں منعقد ہوا۔ جو مولانا میر غلام بھیک نیرنگ کی زیر صدارت ہونا قرار پایا۔ آپ کا خطبۂ صدارت جو کانفرنس میں پڑھکر سنایا گیا "لائٹ" کی کسی گزشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ صاحب صدر کے علاوہ مدراس حیدر آباد اور ریاست میسور کے مختلف شہروں سے مقررین اور معززین اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ مسٹر سی عبد الحکیم ملک التجار۔ مولانا عبد الہادی پرنسپل مدرسہ جمالیہ۔ سید یعقوب حسن سیٹھ مدراس کے قابل ذکر بزرگ ہیں۔ مولانا مرتضےٰ احسن اور خواجہ بہار الدین صاحب حیدر آباد سے شریک ہوئے۔ مسلم لیڈیز تعلیمی کانفرنس کے سلسلے میں محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ۔ مس حجاب اسمعیل صاحبہ اور نذیر بیگم صاحبہ کی نہایت مفید اور پر از معلومات تقاریر ہوئیں۔

خبریں

—— لاہور ۲۱-جولائی۔ آج شام کے ۸ بجے برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ میں مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت مولانا عبد اللہ قصوری منعقد ہوا۔ لاہور کے مسلم اکابر و عمائد کافی تعداد میں شریک جلسہ تھے۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولانا آزاد سبحانی۔ سید حسن ریاض ایڈیٹر "ہمت" اور سید ذاکر علی صاحب نے مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے اغراض و مقاصد کی تشریح و توضیح کی۔

—— لاہور ۲۱-جولائی۔ لاہور پولیس نے آج ایک یورپین مسمی جی جے نیم کو گرفتار کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کوئٹہ پولیس نے اس کے خلاف کوئی وارنٹ جاری کیا ہے۔ اور وہاں فریب دہی کے ایک مقدمہ کے سلسلے میں اسے طلب کیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ نیم مالک خارجہ کے مسافروں کی سرا میں مقیم تھا۔ اور اس نے ایک فرضی نام اختیار کر رکھا تھا۔ اب اسے پولیس کے زیر حراست کوئٹہ بھیج دیا جائیگا۔

—— بنارس ۲۰-جولائی۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے اخبارات میں حسب ذیل اپیل شائع کی ہے۔ ۱۷ ماہ حال کو تمام ملک کے طول و عرض میں "یوم اچھوت" منانے کی تجویز تھی۔ لیکن اس دن پیغمبر اسلام صلعم کا یوم میلاد بھی تھا۔ اس لئے "یوم اچھوت" کو ملتوی کر دیا گیا۔ اور پبلک جلسے منعقد نہیں کئے گئے۔ البتہ دہلی۔ آگرہ۔ ناگپور۔ اور بعض دیگر مقامات پر اس دن کو منایا گیا۔ اب میں ہر خیال اور ہر جماعت کے مردوں اور عورتوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ ایسی قسم کے جلسے ۲۴ ماہ حال کو منعقد کئے جائیں۔ اور جہاں اس کا امکان نہ ہو ۳۱ ماہ حال کو جلسے کر کے حکومت کی موجودہ پالیسی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا جائے۔

—— کراچی ۲۱-جولائی۔ آج صبح ایک مقامی ہوٹل کے کمرہ سے جہاں راسن فیلز کو جسے کل لائڈز بنک کی جعل سازی میں پولیس نے گرفتار کیا ہے۔ ایک چٹائی کے نیچے سے مبلغ دو لاکھ اٹھتر ہزار روپیہ کے کرنسی نوٹ برآمد ہوئے۔ ان میں ہندوستان۔ انگلستان۔ اور امریکہ کے نوٹ شامل ہیں۔ اور ان میں اٹھارہ ہزار روپے کے وہ نوٹ بھی ہیں۔ جو ایک مقامی بنک نے ادا کئے۔ اور جن کی شناخت ہو چکی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہوٹل کا ایک ملازم کمرہ سے بستر وغیرہ صاف کر رہا تھا کہ اسے نوٹوں کی سرسراہٹ کی آواز آئی۔ اسے شبہ ہوا اور اس نے ہوٹل کے منیجر کو اطلاع دیدی۔ جس نے فوراً پولیس کو تمام واقعہ سے بذریعہ فون مطلع کر دیا۔ مسٹر ایف۔ ای شارپ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور مسٹر بی پائیک انسپکٹر صدر پولیس سٹیشن فوراً ہوٹل میں پہنچ گئے۔ اور تمام نوٹ قبضہ میں کر لئے۔ راسن فیلز گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور دین برگ کے ہمراہ اسے بمبئی لے جائیں گے۔

—— گوجرانوالہ ۲۰-جولائی۔ آج رات کو ۱۱ بجے جو مسافر گاڑی لاہور سے چل کر ایک بجے یہاں پہنچی۔ اس سے ایک حیرت انگیز واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی۔ واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ جب گاڑی سٹی سٹیشن گوجرانوالہ کے نزدیک پہنچی تو کسی شخص نے لاہور کے ریلوے افسر مسٹر ایس۔ این موتی کے لڑکے مسٹر پی۔ این موتی پر فائر کئے۔ مسٹر پی۔ این موتی کی عمر ۲۴ سال کے قریب ہے۔ اس کی چھاتی پر تین گولیاں لگیں۔ لیکن اس کے باوجود اس نے زنجیر کھینچ کر گاڑی کو روک لیا۔ حملہ آور اسے گاڑی کے نیچے گرانا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ گاڑی کھڑی ہو گئی۔ اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اور بھاگ نکلا۔ مسٹر پی۔ این موتی [illegible] گاڑی کے سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں سفر کر رہا تھا۔ اس کی حالت نازک ہے۔ تاہم اس نے سٹیشن ماسٹر کے روبرو بیان دیا ہے۔ کہ حملہ آور نے گارڈ کا لباس پہن رکھا تھا۔ اور چونکہ میرے پاس کافی روپیہ ہے اسلئے اس نے حملہ کیا۔ اس کے بیان پر گارڈ کی جامہ تلاشی لی گئی۔ لیکن اس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ مسٹر موتی کو ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔ پولیس پہنچ چکی ہے اور تفتیش میں مصروف ہے۔ گاڑی یہاں آدھ گھنٹہ لیٹ ہو گئی ہے گوجرانوالہ سٹیشن پر سکنڈ کلاس کے ڈبہ کو الگ کر دیا جائے گا۔ تفصیلات کا انتظار ہے۔

ہمارا نامہ نگار خصوصی الور سے بذریعہ برقی پیغام دیتا ہے۔ کہ الور میں روزانہ بے گناہ مسلمانوں کو کئی قسم کے حیلے بہانوں سے قید و بند میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ متعصب حکام مسلمانوں سے بے رحمی اور ناانصافی کا سلوک کر رہے ہیں۔ مقامی قانونی مشیر بے گناہ اسلامیان الور کے مقدمات کی پیروی کرنے سے نہ صرف گریز کرتے ہیں۔ بلکہ انکار کر رہے ہیں۔ نیز کوئی عرضی نویس مظلوم مسلمانوں کی اپیل وغیرہ لکھنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اور جھوٹے مقدمات مسلمانوں کے خلاف دائر کئے جا رہے ہیں۔ غریب مسلمانوں کی رحم اور انصاف کی درخواستیں مسترد کر کے سخت سے سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

—— ریواڑی سے مسلمانان الور کی ایک جماعت نے حضرت علامہ اقبال کے نام ذیل کا برقی پیغام ارسال فرمایا ہے:۔

"غلط اور بے بنیاد الزامات عائد کر کے دھڑا دھڑ مسلمانوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ عدالتوں میں متعصب لوگ کارفرما ہیں۔ اور مسلمانوں کی فریاد نہیں سنتے"

—— میاں عبد العزیز صدر بلدیہ لاہور نے اخبارات کو ایک بیان دیا تھا جس میں آپ نے پنجاب کے مسودہ ترمیم بلدیات پر نکتہ چینی کی تھی۔ کہ انہوں نے اور بلدیہ کے ان کے اکثر رفقا نے جن میں غیر مسلم ارکان بھی شامل ہیں فیصلہ کیا ہے۔ کہ اگر مسودہ قانون کو اس کی موجودہ شکل میں نافذ کیا گیا۔ تو وہ بلدیہ سے مستعفی ہو جائیں گے۔ اس بیان کے نتیجہ پر ڈاکٹر گوکل چند نارنگ وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ نے پنجاب کی تمام میونسپلٹیوں کے پریزیڈنٹوں کا ایک اجلاس طلب کیا ہے۔ جو ۱۵-اگست کو لاہور میں منعقد ہوگا معلوم ہوا ہے۔ کہ پریزیڈنٹوں کو کہا گیا ہے کہ مسودہ مذکور میں ترمیم کے لئے تجاویز پیش کریں۔ ڈاکٹر نارنگ اس جلسہ کے صدر ہونگے۔

—— جموں ۱۸-جولائی۔ کل جلوس عید میلاد کے موقع پر ایک مسلم نوجوان موچی جلوس سے علیحدہ ہو کر محلہ پرانی منڈی کی ملحقہ گلی سے گزر رہا تھا۔ کہ اس پر ایک مکان کے اوپر سے تیزاب پھینکا گیا۔ جس سے اس کے دونوں پاؤں جل گئے۔

نوجوان چلاتا ہوا بمشکل گھر پہنچ گیا۔ جہاں وہ صاحب فراش ہے

اس نوجوان کے بعد ایک مسلم پردہ دار عورت جو جلوس دیکھ آئی کوچہ میں سے گزر رہی تھی۔ اس پر بھی تیزاب پھینکا گیا۔ خاتون مذکور نے جب تیزاب کی بڑھتی ہوئی سوزش اور جلن محسوس کی تو فوراً برقعہ اتار کر پھینک دیا اور چلاتی ہوئی مسلم محلہ میں پہنچی۔ جہاں دوسری مسلم عورتوں نے اسے گھر پہنچایا۔ پولیس دونوں واقعات کے متعلق بالکل خاموش ہے۔

—— شملہ ۲۰-جولائی۔ ٹریبون کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے۔ کہ کل ایگزیکٹو کونسل کا ایک اجلاس منعقد ہوگا جس میں سر سیموئل ہور کے جدید طرز عمل کے متعلق صورت حالات پر غور کیا جائے گا۔ وہ لوگ جو مشکلات پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ وزیر ہند نے ۲۹-اپریل کو دار العوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ ہم اسی حکمت عملی پر عمل کر رہے ہیں۔ جس کی اس ایوان کی غالب اکثریت نے گذشتہ دسمبر میں کی تھی۔ اور میں مخالف جماعت کے ارکان کو چیلنج کرتا ہوں کہ اس سے بہتر حکمت عملی بتائیں یا ثابت کریں۔ کہ حکومت قرطاس ابیض پر جس کو گذشتہ دسمبر میں غالب اکثریت نے منظور کیا تھا۔ تمام و کمال عمل نہیں کر رہی۔

نیز اسی تقریر میں وزیر ہند نے کہا تھا کہ میرا خیال ہے۔ کہ ہندوستان یا دنیا کے کسی حصہ میں ان لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں۔ جو اس حقیقت کو محسوس نہیں کرتے کہ ہر ترقی کے لئے خواہ سیاسی ہو۔ یا اقتصادی مصالحت اور رضامندی ضروری ہے۔ وزیر ہند کی تقریر کے اس حصہ کے متعلق یہاں یہ خیال ہے۔ سر سیموئل ہور اس تقریر کی رو سے اپنے سابقہ پر تمام و کمال عمل کرنے اور کانفرنس میں اصلاحات کی سکیم تیار کرنے میں ہندوستانیوں کی رضامندی حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ اس امر پر زور دیا جا رہا ہے کہ یا تو گول میز کانفرنس کا پورا اجلاس منعقد ہو یا فیڈرل کمیٹی کا اجلاس طلب کیا جائے۔ یا اس رسمی کانفرنس کی کارروائی شروع ہو جس کے متعلق وزیر ہند نے اپنے ۱۷ ستمبر والے اعلان میں ذکر کیا ہے۔ تاکہ تصفیہ طلب معاملات کے متعلق فیصلہ کی بنا پر تجاویز مرتب کی جائیں۔

نیز ان حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ مشترکہ مجلس منتخبہ کی کارروائی کے بعد وزیر ہند کو والیان ریاست کے ساتھ مشورہ اور گفت و شنید کرنی پڑے گی۔ والیان ریاست آئینی طور پر مشترکہ مجلس منتخبہ میں اپنے حقوق کی موجودگی میں اسیروں کے طور پر شامل نہیں ہو سکتے۔ علاوہ ازیں ان کے ساتھ گفت و شنید میں برطانی ہند کے مندوبین کی موجودگی کی بھی ضرورت پیش آئے گی۔ اس طرح ابتدائی پروگرام پر تمام و کمال عمل کرنے کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ تاکہ والیان ریاست کی آئینی پوزیشن کے مسائل پر بحث و تمحیص ہو سکے۔ بہر حال یہاں سیاسی حلقوں میں ایک اور کانفرنس کے انعقاد پر غور ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ مشکلات حل نہیں ہو سکتیں۔ جو سر سیموئل ہور کی جدید سکیم کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔

—— نئی دہلی ۲۱-جولائی۔ ہندوستان کی کرکٹ ٹیم ۷ اکتوبر کو بمبئی پہنچ جائے گی۔ اور غالباً دو میچ کھیلے گی۔ ایک بمبئی پریذیڈنسی سے اور دوسرا بمبئی سے۔ اس کے بعد اگر انتظام ہو سکا تو دہلی میں میچ ہونگے۔

—— بمبئی ۲۰-جولائی۔ آج علی الصبح ڈنکن روڈ پر آتشگیر مادہ پھٹنے کے حادثہ پر کچھ خوف و ہراس پھیل گیا۔ اس مقام کے ہندو اور مسلمان باشندے اپنے مکانوں سے باہر نکل آئے۔ چنانچہ فرقہ وارانہ فساد کی بے بنیاد افواہ پھیل گئی۔ پولیس تھوڑی دیر کے بعد موقع پر پہنچ گئی۔ اور تحقیقات کرنے پر دونوں اقوام کے افراد نے ایک دوسرے پر حادثہ کی ذمہ داری کا الزام عاید کرنا شروع کر دیا۔

—— لاہور ۲۱-جون۔ خان صاحب چودھری جلال الدین بی اے اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور چہارشنبہ کی شام کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ مرحوم کی یادگار میں آج پوسٹ ماسٹر جنرل کا دفتر تمام دن بند رہا۔

—— رانچی ۱۸-جولائی۔ حال ہی میں پٹنہ کے آثار قدیمہ کے ارکان نے سمبل پور کے گھنے جنگل میں جو درندوں کا مسکن ہے۔ وسیع پیمانہ پر تحقیقات کی ان کی جستجو کے نتیجہ پر سمبل پور سٹیشن سے ۲۲ میل کے فاصلہ پر ایک غار میں سے ایک چٹان برآمد ہوئی۔ جس پر پالی اور برہمی زبان میں کچھ الفاظ کھدے ہوئے ہیں۔ یہ چٹان ۳۲ فٹ لمبی اور چھ فٹ اونچی ہے۔ اور غالباً ڈھائی ہزار سال پہلے کی ہے۔

—— قاہرہ ۱۶ جولائی۔ مصر کا ادارۂ تعلیم، تعلیم یافتہ طبقہ کی بے کاری کو دیکھ کر اس کے انسداد کے ذرائع پر غور کر رہا ہے۔ گورنمنٹ ایسے کارخانے قائم کرنا چاہتی جس میں نوجوان اپنی معاش پیدا کر سکیں۔

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۴

اخبار احمدیہ

حضرت امیر کی اپیل قرضہ برلن مسجد پر احباب کرام نے قربانی و ایثار کے جو نمونہ دکھائے ہیں ان کی تفصیل ان خطوط سے معلوم ہوسکتی ہے جو گزشتہ دو تین اشاعتوں سے شائع ہو رہے ہیں۔ انہی احباب میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے انجمن کو بعض رقوم بطور قرضہ دے رکھی ہیں۔ یا قبل ازیں اسی تحریک کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ ادا کر چکے ہیں۔ ان سے مزید کسی قسم کا مطالبہ ضروری نہ سمجھا گیا۔ لیکن پھر بھی ان میں سے بعض ایسے ایثار نفس دوست ہیں جنھوں نے تازہ اپیل پر بھی قوم کے ساتھ شرکت ضروری سمجھی ان میں سے ایک ہمارے مکرم معظم دوست ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایم بی بی ایس ہیں جو آج کل پشاور ہسپتال سے چھٹی پر مانسہرہ آئے ہوئے ہیں۔ اور باوجودیکہ تعمیر مکان کی وجہ سے زیر بار بھی ہو چکے ہیں۔ اور دو ماہ کی چھٹی بھی نصف تنخواہ پر ہے لیکن پھر بھی سابقہ چندہ ۱۲۵ روپیہ اور قرضہ کی رقم ۵۰ روپے کے علاوہ مزید تیس روپے دینے کا وعدہ کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ "سخت شرمسار ہوں کہ اس سے زیادہ نہ کرسکا" یہ بھی لکھا ہے کہ اخبار میں اپیل پڑھی تو بڑا قلق ہوا۔ اور اپنی موجودہ مشکلات کو دیکھکر خاص رنج ہوا جو پہلے کبھی ایسے مواقع پر نہ ہوتا تھا۔ شاید میرا امتحان منظور تھا۔ اور میں نہیں جانتا کہ میں اس میں کامیاب ہوا یا ناکام" یہ جذبات ڈاکٹر صاحب ممدوح کے دلی اخلاص اور تڑپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ قوم کے اندر ایسے جذبات اور ایسی قربانی کی روح پیدا ہونا قوم کی زندگی اور بیداری کی علامت ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے احباب اپنے پاکیزہ نمونوں اور جذبۂ ایثار سے اس زندگی کو قائم رکھنے کی کوشش کریں گے۔

لائل پور میں جلسہ عید میلاد النبی

نوجوانان ملت کا شغف دینی

۱۸ جولائی۔ اتوار کے روز میلاد النبی کی خوشی میں شیخ میاں محمد صاحب کے کارخانہ والی مسجد میں نو بجے رات کو ایک جلسہ منعقد ہوا۔ دو دن پہلے دوستوں کو اس جلسہ میں شامل ہونے کی دعوتیں پہنچ چکی تھیں لیکن افسوس کہ آٹھ دس احمدی برادران جن کی رہائش شہر میں ہے باوجود بار بار کہنے کے خانگی معاملات یا شہر والے جلسہ میلاد النبی میں شامل ہونے کی وجہ سے اس جلسہ میں شامل ہونے سے محروم رہے۔ باوجود اس کے اور شہر والے عالیشان جلسے کے حاضرین کی تعداد نہ صرف کافی بلکہ ہماری توقع سے بہت زیادہ تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی کاموں میں خدا کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔ ایسا جلسہ ہمارے ہاں ہر سال ہوا کرتا ہے۔ لیکن امسال نوجوانوں کے حصہ لینے کی وجہ سے جلسہ میں پوری کامیابی ہوئی۔ کثیر تعداد احمدی بھائیوں کی تھی۔ ان کے علاوہ ملازمان ملز و کارخانجات تھے جن کو خواجۂ دو جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے آگاہ کرنا اہم تر اور زیادہ مفید امر ہے۔

نوجوانوں میں سے میاں عطاء اللہ، ظہور احمد، عزیز احمد، فضل احمد اور نصیر احمد نے اپنے طیار کردہ مضمون پڑھکر جنمیں انھوں نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ میاں عطاء اللہ کا مضمون پر معنی تھا۔ مولوی ولی محمد اور مولوی علی احمد نے تلاوت قرآن شریف کی آٹھ دس سالہ بچوں میں سے میاں رشید احمد نے وہ نظم جس میں ذیل کا شعر ہے نہایت خوش اسلوبی سے پڑھی۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

فاروق احمد جس کی عمر قریباً سات سال ہے اس نے بھی ایک نعت پڑھی اس کے بعد رات کے بارہ بجے جب ظہور احمد نے اپنا مضمون ختم کیا تو جناب شیخ میاں محمد صاحب سٹیج پر تشریف لائے۔ خیال تھا کہ حسب معمول ان کا لکچر لمبا چوڑا ہوگا۔ لیکن انھوں نے مناسب سمجھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس خوشی کا اظہار کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لیکچر دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت اور علم ہی نہیں کہ ایسی پاک ہستی کی پوری پوری تعریف کرسکیں۔ جس کی تعریف نہ صرف اولیاء اللہ نے بلکہ خدا تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں کی ہے۔ مجھے یہ دیکھکر کہ امسال ہمارے نوجوانوں نے حصہ لے کر اس جلسہ کی رونق دوبالا کی ہے۔ بہت خوشی اور فرحت حاصل ہوئی ہے۔ والدین کو خوشی اس وقت ہوتی ہے جب ان کی اولاد ان کے نقش قدم پر چلے۔ اس لئے آج یہ نظارہ اور کامیابی دیکھکر مجھے کمال درجہ کی خوشی ہوئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس جلسہ کا بار اور فکر ہلکا ہوگیا۔ جلسے کی کامیابی خدا کی مدد اور عطاء اللہ و ظہور احمد کے انتظام کا نتیجہ ہے۔"

آخر میں الحاج جناب شیخ مولا بخش صاحب صدر جلسہ نے خواجۂ دو جہاں سرور کائنات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور ختم المرسلین ہونا ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح سورج سے ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچتا ہے ہندو ہو یا سکھ۔ یہودی ہو یا عیسائی۔ چین ہو یا جاپان۔ یورپ ہو یا ہندوستان، ہمارے رہبر احمد مجتبیٰ کے نور کی شعاعیں اسی طرح ہر ایک فرد کو ہر ایک جگہ پہنچتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول پاک کی زندگی ہر شخص کے لئے

(باقی صفحہ)

ارشادات نبوی

حضرت امیر کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب

غریب اور امیر کا فرق

مصعب بن سعد سے روایت ہے کہا سعد نے سمجھا کہ ان کو دوسروں پر شجاعت اور دولت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے تو نبی کریم صلعم نے فرمایا تم کو جو مدد ملتی ہے اور رزق ملتا ہے وہ غربا کی بدولت ہی ہے۔ (بخاری کتاب الجہاد والسیر)

تفسیری نوٹ:۔ ھل ترزقون الا بضعفائکم۔ کمزوروں کی دعائیں ہی تمہاری فتح ونصرت کا ذریعہ بن جاتی ہیں اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ صحابہ میں سے عظیم الشان خدمات دینی کرنے والے غربا کو تحقیر کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ایک رنگ میں خدمات دینی کر رہے ہیں تو ان کے بھائی دوسرے رنگ میں کر رہے ہیں۔

اسلام اور جہاد پر بیعت

مجاشع سے روایت ہے کہا میں اور میرا بھائی نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا ہم ہجرت پر آپ سے بیعت کرتے ہیں فرمایا ہجرت ہجرت کرنے والوں کے لئے ختم ہو چکی۔ میں نے عرض کیا تو کس بات پر آپ ہماری بیعت لیں گے۔ فرمایا اسلام اور جہاد پر۔ (بخاری کتاب الجہاد والسیر)

نوٹ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم اسلام اور جہاد پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے پس اگر آج کوئی مجدد خدا کا حکم پاکر مسلمانوں سے جہاد بالقرآن کی بیعت لے تو وہ نبی صلعم کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

دشمن کے ملک میں قرآن لیکر جانا

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے منع کیا کہ قرآن کو لے کر دشمن کے ملک میں سفر کیا جائے۔ (بخاری کتاب الجہاد والسیر)

نوٹ:۔ ابن عمر کی یہ روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ (اور مسلم کی ایک روایت) میں ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ آئی ہے۔ مخافۃ ان ینالہ العدو اس خوف سے کہ دشمن اسے نہ لے لے۔ تو ظاہر ہے کہ آپ نے صرف اس لئے منع کیا کہ دشمن کے ہاتھ میں پڑکر قرآن کریم کی بےحرمتی نہ ہو۔ تو یہاں دشمن کی سرزمین کا ذکر ہے کفار کی سرزمین کا ذکر نہیں پس اس حدیث سے کافر کے ہاتھ میں قرآن کریم دینے کی ممانعت کا نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا ہے بلکہ قرآن کریم کا علم کفار کو دینا دعوت وتبلیغ کی پہلی ضرورت ہے اور دعوت وتبلیغ کی ضرورت کو اسی کتاب الجہاد میں ہی امام بخاری نے واضح کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے لکھے ہوئے نسخے اس وقت عام طور پر موجود تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کریم کو لے کر دشمن کے ملک میں سفر کرنے کی نہی کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔

خلق عظیم

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلعم کے پاس آیا اور آپ سے قرض کا مطالبہ کیا اور سخت لفظ کہے آپ کے اصحاب نے اس سے سختی کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ حقدار کو کہنے کا حق ہے۔ پھر فرمایا اسے اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ دیدو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے اونٹ کی عمر سے اچھا ہی مل سکتا ہے فرمایا دیدو۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو کسی کا حق اچھی طرح ادا کرتا ہے۔

نوٹ۔ خلق عظیم کا کیسا اعلیٰ نقشہ ہے قرضخواہ تقاضا کرنے میں کچھ سختی کرتا ہے۔ لیکن بادشاہ ہوکر نبی پر اعلیٰ درجہ کا ضبط ہے۔ اور فرماتے ہیں حقدار کو کہنے کا حق ہے اسے تکلیف پہنچی ہوگی۔ اور پھر ادا کرتے ہیں۔ تو قرضخواہ سے بڑھ کر اور اسی کو بزرگی اور نیکی کا معیار بتاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرضخواہ کو شرط کے بغیر اگر ادا کرتے وقت کچھ زیادہ دیا جائے۔ تو یہ سود نہیں۔ اور نہ اس کا لینا سود ہے۔ اسی سے بنک کے سود پر قیاس ہوسکتا ہے جب لینے والے کا ارادہ کچھ نہ لینے کا ہو۔ اور یہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اسے خود نہ لے گا۔ بلکہ کسی خیراتی کام ۴۴

۴۴ پر خرچ کرے گا۔ تو اس صورت میں جو رقم وہ لے گا۔ وہ سود نہیں کہلائیگی۔ کیونکہ اس کی لینے کی نیت نہ تھی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

مولویوں کی مخالفت

مولویوں نے مخالفت کے لئے جہلا کو بھڑکایا۔ اور عوام کو جوش دلایا۔ قتل کے فتوے دیئے کفر کے فتوے شائع کئے اور ہر طرح سے عام لوگوں کو مخالفت کے لئے آمادہ کیا مگر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور تائیدیں اور بھی زور کے ساتھ ہوئیں۔ اسی کے موافق جو اس نے کہا تھا کہ **دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا۔** جو مولوی مخالفت کے لئے شور مچاتے اور لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ یہی پہلے منبروں پر چڑھ کر رو رو کر دعائیں کیا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اب مہدی کا وقت آگیا۔ لیکن جب آنے والا مہدی آگیا تو یہی شور مچانے والے ٹھہرے اور اسی مہدی کو مضل اور ضال اور دجال کہا اور یہاں تک مخالفت کی کہ اپنے خیال میں عدالتوں تک پہنچا کر اس سلسلہ کو بند کرنا چاہا مگر کیا وہ جو خدا کی طرف سے آیا ہے وہ ان لوگوں کی مخالفت سے رک سکتا ہے۔ اور بند ہوسکتا ہے کیا یہ خدا تعالیٰ کا نشان نہیں اگر یہ اب بھی نہیں مانتے تو آدم سے لیکر اس وقت تک کوئی نظیر دو کہ اس طرح پر بیس برس پہلے ایک آنے والے زمانہ کی خبر دی اور پھر ایسی حالت میں کہ لوگوں نے اس پیشگوئی کو رد کرنے کی بہت کوشش کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور لوگوں کا کثرت سے رجوع ہوا۔ کیا یہ نشان کم ہے۔ اس کی نظیر دکھاؤ۔ پھر احادیث میں پڑھتے تھے کہ مہدی کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں کسوف خسوف ہوگا۔ اور جب تک یہ نشان پورا نہیں ہوا تھا اس وقت تک شور مچاتے تھے کہ یہ نشان پورا نہیں ہوا۔

کسوف وخسوف کا نشان

لیکن اب ساری دنیا قریباً گواہ ہے کہ یہ نشان پورا ہوا۔ یہاں تک کہ امریکہ میں بھی ہوا۔ اور دوسرے ممالک میں بھی ہوا۔ اور اب وہی جو اس نشان کو آیات مہدی میں سے ٹھہراتے تھے اس کے پورا ہونے پر اپنے ہی منہ سے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہی قابل اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حالت پر رحم کرے۔ میری مخالفت کی یہ لعنت پڑتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی بھی تکذیب کر بیٹھتے ہیں۔

طاعون کا نشان

پھر مسیح موعود کے وقت کا ایک نشان طاعون کا تھا انجیل توریت میں بھی یہ نشان موجود تھا۔ اور قرآن شریف سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشان مسیح موعود کا خدا تعالیٰ نے ٹھہرایا تھا۔ چنانچہ فرمایا **وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا**

یہ باتیں معمولی نہیں ہیں بلکہ غور سے سمجھنے کے لائق ہیں۔ اور اب دیکھ لو کہ طاعون ملک میں پھیلی ہوئی ہے یا نہیں؟ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ میں نے جب طاعون کے پھیلنے کی پیشگوئی کی تو ملک میں اس کی ہنسی کی گئی۔ اور اس پر ٹھٹھا کیا گیا۔ لیکن اب ملک کی حالت اور طاعونی اموات کے نقشوں کو پڑھ کر بتائیں۔ کہ کیا یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے یا نہیں؟ یہ وہ باتیں ہیں جو سمجھنے کے لائق ہیں۔ اور ان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا اعتراض کرنا کہ ہم اس وقت تسلیم کریں گے جب مغرب کی طرف سے آفتاب نکل آوے گا۔ اس قسم کے اعتراض تو کفار ہمیشہ سے نبیوں پر کرتے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ماموروں کو ایسی باتیں مخالفوں سے سننی پڑی ہیں اصل بات یہ ہے کہ اگر اس قسم کی باتیں ہوں تو پھر قیامت کا نمونہ ہوجاوے اور دنیا کو وہ قیامت بنانا نہیں چاہتا ایمان بالغیب بھی کوئی چیز ہے! اگر ایسا ہوا ہو تو پھر ایمان نہیں رہتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص سورج پر ایمان لائے تو بتاؤ کہ یہ ایمان اس کو کیا نفع دے گا۔ ایمان ہمیشہ اسی صورت اور حالت میں مفید اور نتیجہ خیز ہوتا ہے جب اس میں کوئی پہلو خفا کا بھی ہو۔ لیکن جب کھلی بات ہو تو پھر وہ مفید نہیں ہوتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲	مورخہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۳۲ء	نمبر ۴۵

زمیندار کی شرمناک غلط بیانی

تلبس الحق بالباطل کی کھلی تفسیر

آج کے ملاحظات میں "زمیندار" کی بعض ان خرافات کا ذکر کرتے ہوئے جن میں ایڈیٹر "پیغام صلح" کی ذات کو ہدف مطاعن بنایا گیا ہے۔ ہم نے ان کے جواب سے اعراض کا اعلان کیا ہے۔ لیکن زمیندار کی تازہ ترین اشاعت مورخہ ۲۶ جولائی میں حضرت مسیح موعود کی ذات پاک کو پھر بعض ناپاک خرافات اور بیہودہ اعتراضات کا نشانہ ٹھیرایا گیا ہے اور آپ پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ نے بعض باتیں قرآن کریم کی طرف منسوب کیں حالانکہ ان کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہیں۔ ان میں سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ:-

"تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ درج ہے۔ مکہ۔ مدینہ۔ اور قادیان

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ للبشریٰ حصہ دوم صفحہ ۱۹)

"زمیندار" لکھتا ہے کہ:-

"ہمارے ایک کرمفرما دریافت کرتے ہیں کہ ... مجھ کو انتہائی جستجو کے باوجود القادیان ما القادیان وما ادراک ما القادیان والی آیت قرآن کریم میں نہ مل سکی"

اس کے بعد تمسخر و استہزا، دشنام دہی اور افترا پردازی کا وہ طومار کھڑا کیا ہے کہ اپنے "مرشد جناب عزازیل علیہ ما علیہ" کے بھی کان کتر دیئے ہیں ان ناپاک خرافات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم زمیندار اور اس کے فرضی کرمفرما کے لئے نہیں بلکہ قارئین کرام کے افادہ کے لئے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب خود حضرت مسیح موعود کی تحریر سے دینا چاہتے ہیں۔

قادیان کا نام کشف میں

"زمیندار" کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے قادیان کا نام بھی مکہ اور مدینہ کی طرح قرآن شریف میں لکھا ہوا بتایا ہے۔ ہم اسے چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی کسی عبارت سے یہ ثابت کرے کہ آپ نے سچ مچ اور فی الحقیقت قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا بتایا ہے۔ جس عبارت کا اس نے حوالہ دیا ہے اس کے اگلے ہی الفاظ کو اگر وہ نقل کر دیتا تو تمام معاملہ صاف ہو جاتا۔ لیکن جہاں غلط فہمی پھیلانا اور افترا پردازی کرنا مقصود ہو وہاں معاملہ کی صفائی سے کیا مطلب۔ حضرت مسیح موعود نے جہاں یہ لکھا ہے کہ:-

"تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ۔ مدینہ اور قادیان"

وہاں ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا"

اب ظاہر ہے جو چیز کشف کے اندر دکھائی گئی ہے اس کو حقیقت پر کیونکر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اور کب آپ نے اس کو حقیقت پر محمول کیا؟

قادیان کے متعلق الہام

بلکہ اس سے پہلے اگر صفحہ ۷۳ اور ۷۴ کی عبارت کو پڑھا جائے تو اس سے اور بھی وضاحت ہوتی ہے۔ وہاں حضرت مسیح موعود نے قادیان کا ذکر کرتے ہوئے اپنا ایک الہام لکھا ہے انا انزلناہ قریبًا من القادیان و بالحق انزلناہ و بالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولا۔ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"اس الہام پر نظر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیشگوئی کے پہلے سے لکھا گیا تھا۔ اب چونکہ قادیان کو ایک خاصیت کی رو سے دمشق سے مشابہت دی گئی تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں **استعارہ** کے طور پر دمشق رکھکر پیشگوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا۔ اور یہ الہام جو براہین احمدیہ میں بھی چھپ چکا ہے بصراحت و باعواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں بطور پیشگوئی ضرور موجود ہے اور چونکہ **موجود نہیں** تو بجز اس کے اور کس طرف خیال جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور **پیرایہ میں** ضرور لکھا ہوگا"

حضرت مسیح موعود کا کشف

آگے چلکر صفحہ ۷۷ پر اس کشف کا ذکر کیا ہے جس کو "زمیندار" نے حقیقت کا لباس پہنانا چاہا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر با آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان تو میں نے سنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان۔ یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا"

کیا یہ انصاف ہے

غور کرنے کی بات ہے ان تمام عبارات سے کیا کوئی ادنےٰ شبہ بھی اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے قادیان کا نام فی الحقیقت قرآن شریف میں درج قرار دیا ہے۔ اور اس لئے "زمیندار" اور اس کے فرضی کرمفرما کو اس بات کی ضرورت ہے کہ قرآن میں سے انا انزلناہ قریبًا من القادیان نہیں۔ بلکہ "القادیان ما القادیان وما ادراک ما القادیان" کا استہزائی فقرہ تلاش کرے؟ کیا یہ تحقیق کا شیوہ ہے کہ ایسی غلط بیانیاں اور تمسخر و استہزا کر کے عوام الناس کو خوش کیا جائے؟ کیا یہ منصفانہ تنقید ہے۔ کہ مخالف کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جو اس کی زبان اور قلم سے کبھی نہیں نکلی بلکہ اس کے خلاف ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں متعدد مرتبہ اس بات کی تصریح کر دی کہ قرآن شریف میں قادیان کا نام "موجود نہیں" (انا انزلناہ قریبًا من القادیان میرا الہام ہے۔ قرآن شریف میں محض "کشفی طور پر" لکھا ہوا دیکھا۔ اس قدر صراحت، اس قدر تکرار اور اس قدر صفائی کے بعد جو شخص یہ الزام آپ پر لگائے کہ آپ نے فی الحقیقت اسے قرآن شریف کی آیت قرار دیا ہے۔ اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ وہ خود عزازیل کا پیرو ہے۔ نہ کہ قرآن شریف کا جس نے

حکم دیا ہے لایجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔

"زمیندار" کی تحریف قرآن

لیکن حضرت مرزا صاحب پر تو قادیان کا نام قرآن شریف میں بتانے کا الزام جب ثابت ہوگا دیکھا جائیگا سوال یہ ہے کہ اگر کل کو "زمیندار" کے کوئی اور کرمفرما مدیر "زمیندار" سے یہ دریافت کریں کہ آپ کے آقائے اگرگٹ اور مولانا فحاش آپنی مایۂ ناز کتاب معرکہ مذہب وسائنس میں لاتتحرك ذرة الا باذن الله کو جو قرآن شریف کی آیت قرار دیا ہے تو یہ قرآن شریف کے کس پارہ اور کونسے رکوع میں لکھی ہے۔ تو اس وقت مدیر "زمیندار" اس کا کیا جواب دے گا۔ جس شخص کی قرآن دانی کا یہ حال ہے کہ وہ ایک معمولی عربی کے فقرہ کو قرآن کی آیت قرار دے رہا ہے۔ وہ خدا کے ماموروں اور مجددوں پر زبان درازی کرے اور انہیں قرآن کریم میں تحریف کا مرتکب قرار دے۔ کیا یہ پرلے درجہ کی دناءت اور حق ناشناسی نہیں؟

کشمیری پنڈت اور مسلمان

کشمیر کی صورت حالات اگرچہ بظاہر ایک حد تک سکون کی منزل تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے ہندوؤں کی طرف سے وقتاً فوقتاً چھیڑ خانی ہوتی رہتی ہے۔ معزز معاصر مدینہ (۱۷ر جولائی) کا نامہ نگار اس قسم کے اشتعال انگیز واقعات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ بانڈی پورہ کی مسجد کی زمین پر پنڈت کا مکان تعمیر کرنا، پرتاب ہائی سکول سرینگر میں بانی اسلام صلعم کی شان میں دریدہ دہنی کرنا۔ ریشم خانہ کے مسلم مزدوروں کے سامنے قرآن پاک کی توہین یہ تمام واقعات اسی پچھلے ہفتہ میں پیش آچکے ہیں۔ مگر مسلمانوں نے نوق التصور ضبط سے اس وقت تک کام لیا ہے۔ اور موجودہ نظام حکومت کی طرف نگاہیں لگا رکھی ہیں۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ عرض کریں گے کہ ان کی جنگ جو کچھ بھی ہے حکومت کے ساتھ ہے۔ ہندو انہیں فرقہ وارانہ صورت دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ خود ہی برطانوی ہندوستان میں فرقہ داری کی مخالفت کے درپے ہیں اس سے دراصل ان کا مقصد مسلمانوں کو ناکام کرنا ہے خواہ کسی طریق سے بھی وہ ایسا کرسکیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اس قسم کے چھوٹے چھوٹے واقعات پر صبر و سکون کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اور اپنے مطالبات پر پختگی سے ڈٹے رہیں۔ ان کی قربانیاں ایک حد تک مقبول ہو چکی ہیں۔ اور خدا نے چاہا تو مسلسل جدوجہد سے رہے سہے مطالبات بھی پورے ہو کر رہیں گے۔

اس کے ساتھ ہی ہم حکومت کشمیر سے بھی یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہندوؤں کو ایسی چھیڑ خانیوں کے لئے آزاد چھوڑ کر مسلمانوں کے صبر و سکون کی آزمائش نہ کرنی چاہیئے۔ ع

کہ خاکستر ش آفرینند شرارے

سکھوں کا مطالبہ

پنجاب میں مسلم اکثریت کو دبانے کے لئے ہندوؤں کی طرف سے جو مسلسل کوششیں عمل میں آرہی ہیں ان میں ہر پہلو سے ناکامیابی دیکھ کر اب انہوں نے سکھوں کو کھڑا کیا ہے۔ کہ وہ اپنے سکھاشاہی جبر و تعدی سے مسلمانوں اور حکومت کو دبانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ جگہ بجگہ جلسے منعقد کرکے یہ ریزولیوشن پاس کئے جارہے ہیں کہ پنجاب سکھوں کا مذہبی صدر مقام ہے جس طرح مکہ اور مدینہ مسلمانوں کا۔ اس لئے سکھ یہاں کسی صورت میں مسلم اکثریت کے تابع نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ انہوں نے پنجاب کو مسلمانوں سے بزور شمشیر فتح کیا۔ اس مفتوحہ علاقہ کو برطانیہ کی ایک حرکت قلم سے مسلم راج کے حوالہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ بڑے زور شور کی سکھا شاہی دھمکیاں بھی ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں کو اکثریت کے حقوق دئے گئے تو سکھ اس کے خلاف ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہو نگے۔ اور کسی طرح مسلمانوں کو ان کا جائز حق لینے نہ دیں گے

مسلمان حیران ہیں۔ کہ ان عجیب وغریب دلائل وبراہین اور ان متمردانہ بیانات کا کیا جواب دیں؟ یہ کہاں کی دلیل ہے کہ پنجاب کو سکھوں نے بزور شمشیر حاصل کیا۔ اس لئے مسلمانوں کی اکثریت یہاں نہ ہونی چاہیئے۔ کیا فی الواقعہ سکھوں نے پنجاب کو بزور شمشیر حاصل کیا تھا؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ احمد شاہ [illegible] نے چند توپیں دریائے جہلم سے نکالنے کے معاوضہ میں لاہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو عنایت کیا تھا۔ اور اسی سے یہاں سکھوں کی حکومت کی داغ بیل پڑی؟ اور اگر یہ دلیل صحیح ہے کہ جس علاقہ کو بزور شمشیر فتح کیا جائے اس میں دوسروں کا حق اکثریت تسلیم نہیں کیا جاسکتا تو کیا انگریزوں کو یہ کہنے کا حق نہیں

پنجاب کو تو انگریزوں نے سکھوں ہی سے بزور شمشیر لیا تھا۔ پھر یہاں انگریزوں کا حق کیوں فائق نہیں۔

مذہبی صدر مقام کی بھی ایک ہی کہی۔ دنیا کے کسی آئین اور دستور میں یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ جس قوم کا مذہبی صدر مقام کسی جگہ ہو وہاں اسی کو حکومت کا حق حاصل ہے۔ اس مذہبی صدر مقام میں سکھوں کا جو سب سے بڑا تیرتھ ہے یعنی دربار صاحب امرتسر اسکی بنیاد تو ایک مسلمان ولی اللہ حضرت میاں میر علیہ الرحمتہ نے رکھی۔ اس وقت سردار اجل سنگھ اور گیانی شیر سنگھ وغیرہم کی روحیں کہاں تھیں اور کسطرح انہوں نے اپنے سب سے بڑے تیرتھ کی بنیاد میں ایک مسلمان کا ہاتھ برداشت کرلیا۔ اگر دربار صاحب امرتسر کی تعمیر کے لئے ایک مسلمان سے بنیادی اینٹ رکھوائی جاسکتی ہے اگر گوردواروں اور ان کے اوقاف میں مسلمان بادشاہوں کی عطا کردہ جاگیروں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر ایک مسلمان بادشاہ کے دئے ہوئے انعام سے لاہور اور پنجاب میں سکھوں کو کچھ دن حکومت مل سکتی ہے۔ تو یقیناً وہی مسلمان جو ان کے محسن حقیقی ہیں اپنی حکومت کو واپس بھی لے سکتے یا کم از کم حقوق اکثریت سے فائز المرام ہوسکتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ان کھلے ہوئے روشن دلائل کو نظر انداز کرکے نہ صرف احسان فراموشی سے کام لیا جاتا ہے۔ بلکہ سکھاشاہی قربانیوں کی دھمکیاں دیکر مسلمانوں اور حکومت کو ڈرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان اپنے جائز حق کو کسی طرح کھو نہیں سکتے۔ اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے

کیا ہم امید کریں کہ حکومت کسی قوم کی ناجائز قربانیوں سے ڈر کر نہیں بلکہ حق وانصاف کو مدنظر رکھکر حقوق کا فیصلہ کریگی؟

ملاحظات

کسی صاحب مفتی محمد نعیم دائرہ علماء لدھیانہ نے ۱۷ر جولائی کے "زمیندار" میں تجویز کی ہے کہ تقریب میلاد کے جلسوں کو احمدیوں سے پاک رکھو۔ یہ تجویز تو بڑی زبردست تھی لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ اس دشمنی کی طرح جو کسی شاعر کی دعا کو اثر کے ساتھ پیدا ہوگئی تھی ہمارے مخالفین کی معاندانہ تجاویز کو بھی ازل سے کامیابی کے ساتھ عناد چلا آتا ہے چنانچہ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لکھتے ہیں کہ "تقریب میلاد پر غیر از جماعت اسلامی انجمنوں کی طرف سے سیرۃ نبوی صلعم پر لیکچر دینے والے احمدی واعظین کے لئے اتنی درخواستیں آئیں کہ ہم سب جگہوں کے لئے آدمی مہیا نہ کرسکے بعض انجمنوں کے نمائندے یہاں تین تین دن انتظار کرلینے کے بعد واعظ لے کر گئے۔ اس وقت اگر ہم سو واعظ بھی مہیا کرسکتے تو کم تھے۔ یوپی۔ سی پی۔ تک سے درخواستیں آئیں جنھیں بادل ناخواستہ رد کر دینا پڑا" امید ہے مفتی محمد نعیم صاحب اپنی تجویز کے اس نتیجہ کو دیکھکر ششدر رہ جائیں گے۔ کہ پکائی تھی کھیر ہوگیا دلیا۔

کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دفعہ کسی دشمن اسلام کے ساتھ نبرد آزما تھے دوران جنگ میں آپ نے اسے نیچے گرالیا اور خود اس کی چھاتی پر جو بیٹھے قریب تھا کہ آپ خنجر سے اس کا کام تمام کر دیتے کہ اچانک اس کافر نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس نے حیران ہوکر سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری تمہارے ساتھ جنگ محض اللہ کے لئے تھی لیکن جب تونے میرے منہ پر تھوکا تو طبعاً مجھے غصہ پیدا ہوا۔ جو نفسانی جوش کا نتیجہ تھا۔ اس حالت میں میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تمہیں قتل کیا جائے۔ کیونکہ پھر یہ جنگ اللہ کے لئے نہ رہتی بلکہ اپنے نفس کا انتقام بن جاتی۔

"زمیندار" کے فحاش نکات نویس کی فاحش گفتاری کا تعلق جب تک سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے ساتھ تھا۔ ہم اس کا جواب دینا ضروری سمجھتے تھے لیکن کچھ دنوں سے اس نے اس دشمن اسلام کی مانند جس نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوکدیا تھا اصل مبحث کو چھوڑ کر ایڈیٹر پیغام صلح کی ذات کو مورد طعن وتشنیع بنانا اور ولا تنابزوا بالالقاب کے قرآنی ارشاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ناموں کو بگاڑ کر بئس الاسم الفسوق بعد الایمان کا عملی نقشہ پیش کرنا شروع کر دیا ہے اس لئے ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ اس دشمن خدا اور رسول کو ایسی باتوں کا کوئی جواب دیکر اس بحث کو جو محض للہیت کا درجہ رکھتی ہے۔ ذاتیات سے ملوث کریں۔ ہاں اگر اس نے پھر کسی وقت حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ پر کوئی اصولی اعتراض کیا تو اس کا جواب ہمارے ذمہ ہوگا۔ فی الحال اس کا اصل مبحث سے اعراض کرکے ذاتیات پر اتر آنا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ اس بارہ میں اس کی ترکش

تمام ہو چکی ہے ۔

تنسیخ نکاح کے اس مقدمہ میں جو بہاولپور میں ایک قادیانی احمدی کے خلاف دائر ہے ۔ سب سے بڑا اعتراض شیخ الجامعہ کی طرف سے یہ پیش کیا گیا ہے ۔ کہ مدعا علیہ خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کے آنے کا قائل ہے ۔ اس لئے وہ کافر ہے اور اس سے ایک مسلمان عورت کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا ۔ اس فقرہ کو پڑھ کر ہم حیران ہو گئے ۔ کہ کیا شیخ الجامعہ اور ان کے ہمنوا خاتم النبیین کے بعد ایک اسرائیلی نبی کے دوبارہ دنیا میں آنے کے قائل نہیں رہے ۔ کیا وہ انتظار جو آج سے کچھ مدت پہلے حضرت عیسٰےؑ کے نزول کے متعلق ان مولویوں کو لگا ہوا تھا اب ختم ہو چکا ہے ؟ اگر نہیں تو حیرانی ہے کہ خود خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کے آنے کے قائل ہو کر دوسروں پر کس طرح الزام دے سکتے ہیں ؟ سوال شخصیت کے تعین کا نہیں ۔ بلکہ ختم نبوت کے بعد نبی کے آنے کا سوال ہے ۔ دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کا آنا ضروری ہے ۔ گو شیخ الجامعہ ایک پرانے نبی کو لانا چاہتے ہیں اور قادیانی نئے نبی کا آنا مانتے ہیں ۔ پس ایسی حالت میں قادیانی جب خود انہی کے ہم عقیدہ ہیں تو فسخ نکاح کا سوال ہی کس طرح پیدا ہو سکتا ہے ؟ لیکن اگر شیخ الجامعہ حضرت عیسٰےؑ کی آمد ثانی کے منتظر نہیں رہے تو مہربانی فرما کر نزول مسیح کی احادیث پر روشنی ڈالیں تاکہ دنیا کو ان کی ایمانداری اور راست گوئی کا پتہ لگ جائے ۔

کسی گزشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی بلند اخلاقی کا ایک نمونہ پیش کرتے ہوئے ہم نے اپنے مخالفین سے سوال کیا تھا کہ کیا تمہارے ہاں بھی ایسے حسن اخلاق کا کوئی نمونہ موجود ہے ۔ جس میں دوسروں کے ناپاک اتہامات تمسخر و استہزا اور سب و شتم کے جواب میں پر اظہار ناراضی کیا گیا ہو " فاروق " ۲۱ جولائی میں کسی صاحب فخر الدین کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں غالباً اسی بلند اخلاقی کا مقابلہ کرتے ہوئے قادیانی اخلاق کا ثبوت ذیل کے درہائے بے بہا میں دیا گیا ہے :-

عنوان ہے " ایڈیٹر پیغام کا ننگا ناچ اور کذب بیانی " اس عنوان کے ماتحت زبان بے لگام سے جو بیش بہا موتی بکھیرے ہیں " وہ حسب ذیل ہیں :-

" پیغام نافرجام ۔ بے لگام " " کبیر ہم کا مصداق امیر " " مسکین بلی کی طرح میاؤں میاؤں کرنے والا " " چنڈال چوکڑیاں " " اہل پیغام کے پیٹ کا قراقر " " خبث بھرا مضمون عیارانہ حکمت عملی " " بتکدہ دلنوازی " " مصنوعی اور جعلی شرافت " " پس خود ایڈیٹر پیغام " " دہم لا ینطقون کا مصداق " " پرچۂ نافرجام " " امیر پیغام کی مجنونانہ خاموشی " نامۂ اعمال کی بدنما سیاہی کا بدترین مظاہرہ ناہنجار پرچہ " " مدیر پیغام کی ہرزہ درآئی " بازاری فحش " بے حیا " ہذیان سرا " بازاری بذلہ سنج لغو اور بیہودہ گو ۔ بدبخت مدیر ۔ سیاہ نویس ۔ کمینہ تاڑ خائی اور یاوہ گوئی کرنے والا " مدیر پیغام کی طعنہ زنی اور افک پردازی ۔ لاہوری اصحاب الاخدود پیغامی گرگے *

* کا تعفن اور سنڈاس بھرا دماغ افک باری کرنے والا ۔ سودیشی کورٹ شپ کرنے والے " مدیر پیغام گردن زدنی مجرم ۔ اہالیان اخدود ۔ مدیر پیغام کا سیاہ افترا خطرناک افترا پرداز ۔ مدیر پیغام لم یتق کھیا ۔ تشابہت قلوبہم کے مصداق ۔ لاہوری یزیدی ۔ بدذات بدزادہ پھبتیاں اڑانے والا ۔ امیر پیغام پر ذلت آمیز بوچھاڑ ۔ مدیر

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل خنیخ کے جوابات

قسط سوم

(۱) پیر شمس الدین صاحب ٹریولنگ ایجنٹ انجمن ۔۔ ۔ ۔۔ ۳۰ روپے نقد سالم ۔
(۲) ملک محمد بخش صاحب سوداگر آسٹریلیا حال لاہور ۔۔ ۔ ۔۔ ۱۰ " منجملہ ۲۵ روپے وعدہ ۔
(۳) چودھری عبدالمجید صاحب سپرنٹنڈنٹ کوٹ مونکھل ۔۔ ۔ ۔۔ ۵ " " ۱۵ " "
(۴) ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب رزمک ۔۔ ۔ ۔۔ ۲۵ روپے نقد ۔
(۵) سید یوسف شاہ صاحب گندف ۔۔ ۔ ۔۔ ۵ "
(۶) قاضی احمد الدین صاحب ڈسپنسر جلال پور کیکیاں ۔۔ ۔ ۔۔ ۵ " منجملہ ۱۵ روپے وعدہ
(۷) سید الف شاہ صاحب رخصتی گورالی ۔۔ ۔ ۔۔ ۱۵ "
(۸) چودھری سلطان علی صاحب سب انسپکٹر پولیس رخصتی بدوملہی ۔۔ ۵۰ "
(۹) منجانب خان محمد حیات خان صاحب معرفت " " ۔۔ ۱۵ "
(۱۰) حضرت امیر ایدہ اللہ خود ۔۔ ۱۲۵ "

بابو عبدالعزیز خان صاحب ملتان

حضور کی اپیل ایک آخری کوشش موصول ہوئی ۔ بہت موثر ہوئی ۔ بندہ حضور کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہے ۔ حضور نے میرے ذمے ۱۵ روپے لگائے ہیں ۔ آج ۵ روپے کا منی آرڈر کر دیا ہے ۔

مولوی نور الدین صاحب قاری کاشمیری دائرہ پور کشمیر ۔

قومی قرضہ کے دور کرنے کے لئے خاکسار کے ذمہ مبلغ دس روپے کی رقم ڈالی گئی ہے ۔ باوجود نہایت غریب اور تنگدست ہونے کے نہایت ہی خوشی و خرمی سے اس رقم کو جناب کی خدمت میں یکمشت ارسال کرتا ہوں ۔

مسٹر عبدالرحیم صاحب احمدی بی اے ڈیرہ غازی خاں ۔

حضور نے میرے ذمہ مبلغ ۲۵ روپے کی رقم مقرر فرمائی ہے ۔ مجھ سے جس طرح ہوگا خواہ قرض ہی اٹھانا پڑے یہ رقم انشاء اللہ ستمبر کے آخر تک ادا کر دونگا " (یہ صاحب عرصہ سے بیکار رہیں ۔ احباب ان کے لئے دعا کریں)

خان صاحب شیخ خدا بخش صاحب پشاور ۔

قومی قرضہ کے متعلق جناب کی مقرر کردہ رقم ۱۲۵ انشاء اللہ تعالیٰ جلدی بھیجدی جائے گی ۔

ڈاکٹر سعید احمد صاحب پشاور ۔

اپیل حضرت امیر پہنچی ۔ میں ۳۰ روپے مزید تین اقساط میں انشاء اللہ ادا کر دونگا " (آپ ۱۲۵ روپے واگزاری میں اور ۵۰ روپے قرضہ فنڈ میں پہلے ادا فرما چکے ہیں ۔)

محمد امین خان صاحب منڈوہ ضلع کوہاٹ ۔

جناب والاشان کا فرمودہ ٹریکٹ کی صورت میں جس میں میرے ذمہ مبلغ ۵ روپے ڈالے گئے ہیں ملا ۔ ٹریکٹ ملاحظہ کرکے فوراً غلہ کا سودا کر رہا ہوں اور روپے دستیاب ہوتے ہی ارسال خدمت کر دونگا ۔

بدوملہی معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب ۔

شیخ اللہ بخش صاحب ۔۔۸ ۔۔ ۸ نقد ۸-۱ وعدہ
متفرق احباب ۔۔ ۷ ۔۔ ۸ نقد ۔
چودھری سید احمد صاحب ۔۔ ۔ ۔۔ ۱۰ وعدہ
چودھری محمد سرفراز خاں صاحب ۱۵ وعدہ
چودھری مہتاب الدین احمد بخش صاحب ۲۰ وعدہ
خلیفہ اللہ بخش صاحب ۵ وعدہ
متفرق احباب ۱۴ روپے
میرزا مظفر بیگ صاحب مبلغ ملازم انجمن ۱۰ روپے وعدہ تین اقساط میں ۔
شیخ بشیر احمد صاحب ملازم انجمن ۱۰ روپے وعدہ تین اقساط ۔
میاں عبدالغنی صاحب دکاندار لاہور ۳ روپے وعدہ تین اقساط میں ۔

جھنگ :-

خان بہادر میاں غلام رسول صاحب ۱۰۰ روپے نقد ۔

پنڈی بہاء الدین :-

چودھری خیر الدین صاحب منجانب اہلیہ صاحبہ چودھری سردار خاں صاحب ۱۵ روپے نقد ۔
چودھری خیر الدین صاحب منجانب اہلیہ صاحبہ چودھری محمد حیات صاحب ۱۵ روپے نقد ۔

میری فسخ بیعت اور ایک محمودی کی پیشگوئی

سید عبدالمجید صاحب کے مطالبہ کا جواب

(سید اختر حسین صاحب کے قلم سے)

جماعت قادیان کے ساتھ ہمارا اختلاف مسئلہ نبوت میں ہے اور اس اختلاف کی حالت میں سچائی کو تلاش کرنے والے لوگوں کا شیوہ تو یہ ہونا چاہیئے کہ اصولی رنگ میں اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ مگر قادیانی احباب کی ہمیشہ سے یہی عادت رہی ہے کہ ذاتیات پر حملے کر کے اصول کی طرف آنے سے گریز کرتے ہیں۔ جس دن سے میاں صاحب کی "خلافت" شروع ہوئی ہے اسی دن سے ہمارے ان غالی دوستوں نے ہمیں کوسنا شروع کر رکھا ہے۔ میاں صاحب نے خود سالانہ جلسوں میں اپنی خوابیں بیان کیں۔ جن میں ان کی اپنی خلافت کے متعلق اور جماعت لاہور کی مخالفت کے متعلق اشارات پائے جاتے تھے۔ پیشتر اس سے کہ مسئلہ نبوت کو صاف کیا جائے جماعت لاہور کے ان بزرگوں کو جنھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں گزار کر اپنے آپ کو مجاہد فی سبیل اللہ بنایا تھا — ان بزرگوں کو جنھوں نے حضور کے مشن کی جانی مالی قلمی اور لسانی طور پر مدد کی تھی "فاسق" کا خطاب دیکر جماعت کو ان کی طرف جانے سے روک دیا۔ ان کو "بے شرم" اور "یزیدی" کہا گیا تاکہ ان کی باتیں سننے سے پہلے ہی جماعت ان کے متعلق ایک نقشہ اپنے دماغ میں جمالے کہ ان کی باتوں کا اس پر اثر نہ ہو سکے مگر یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ اس نے دنیا کو سمجھا دیا کہ کون ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی "جانشین" اور اس کی "شاخ" کہلانے کا مستحق ہے۔

میرے جماعت قادیان سے قطع تعلق پر ایک قادیانی بزرگ سید عبدالمجید صاحب آف منصوری نے مجھے ایک خط لکھا جس میں علاوہ دیگر باتوں کے ایک یہ بات بھی تھی کہ آپ کی آل اولاد کو سلسلہ احمدیہ سے دور کا واسطہ بھی نہ رہیگا میں نے ان کی اس متحدیانہ پیشگوئی کا جواب ان کو اسی وقت دیدیا تھا کہ میاں صاحب کے مریدوں میں سے کتنے ہیں جن کی اولاد سلسلہ احمدیہ کی سچی خادم ہے۔ اور پھر اگر کسی شخص کی وفات کے بعد اس کی اولاد فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے تو کیا اس بات سے اس شخص کا غلط رستے پر ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ وہ عبارت یوں ہے۔

"مجھے آپ کی یہ پیشگوئی پڑھکر سخت تعجب ہوا ہے کہ میری آل و اولاد کو تو سلسلہ احمدیہ سے دور کا واسطہ بھی نہ رہے گا۔ گویا جناب میاں صاحب کی بیعت فسخ کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی اولاد فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتی ہے اور یا غیر احمدی ہو جاتی ہے۔"

(پیغام صلح ۳۱ رمئی ۱۹۳۲ء)

یہاں میں نے سید صاحب کی عبارت کو نقل کر کے اس سے جو نتیجہ نکل سکتا تھا لکھا تھا۔ کیونکہ سلسلہ احمدیہ سے دو طرح پر ہی "دور کا واسطہ بھی نہیں" رہتا۔ اول یہ کہ ایک شخص باوجود احمدی ہونے کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے تو ہم کہیں گے کہ اسے تو احمدیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ کیونکہ اس میں احمدیت کی امتیازی خصوصیات نہیں پائی جاتیں۔ دوم۔ یہ کہ ایک شخص غیر احمدی ہو جائے۔ جو حضرات قادیان کے نزدیک کفر ہے۔ ظاہر ہے سلسلہ حقہ سے دوری انہی دو طریق پر ہو سکتی ہے۔ اور انہی دو کو میں نے لکھدیا کہ "فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتی ہے اور یا غیر احمدی ہو جاتی ہے۔"

اس خط کو بھیجے ہوئے ۲ مہینے گزر گئے۔ حتیٰ کہ میاں صاحب کا وہ معرکۃ الآرا خطبہ "الفضل" میں چھپا جس کی بعض عبارتیں یہ تھیں:۔

"تمہاری اولاد ——— وہ تو ایک "لعنت" ہے ...... اور کون ہے جو گندی اور خبیث اولاد رکھنے کے لئے تیار ہو سکے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی "لعنت" کو "لعنت" سمجھتے ہو ——— اگر تم گندی چیزوں کو گندی سمجھتے ہو ——— اگر ناپاکی کو ناپاکی سمجھتے ہو تو بجائے ایسی اولاد کی تائید میں کھڑے ہونے کے اس کو پھینک کر الگ ہو جاؤ۔"

"تم تو اس وقت انہی لوگوں میں شامل ہونے ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے الا انہم ھم المفسدون ولاکن لا یشعرون یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی مفسد اور فتنہ پرداز ہیں مگر یہ سمجھتے نہیں۔"

"تو نے ایک عورت کے لئے ایک ذلیل چیتھڑے کے لئے خدا کے دین کو برباد کیا"

یہ عبارتیں میں نے سید صاحب کی خدمت میں لکھیں اور انہیں لکھا کہ:۔

"خدا کی قدرت گزشتہ سال جناب میاں صاحب نے اپنے خطبہ میں جماعت لاہور کو "میلے کے ڈھیر" "سڑے ہوئے ٹکڑے" "شلغم اور گوبھی کے ٹکڑے" سے تشبیہ دی تھی اور یہاں تک فرمایا تھا کہ اگر کسی نے دوزخ کی چلتی پھرتی تصویریں دیکھنی ہوں تو ان کو دیکھ لے۔"

"مگر آج وہی میاں صاحب ہیں کہ اپنی ہی جماعت کی اولاد کو۔ جماعت کے مردوں کو۔ جماعت کی عورتوں کو ایک لعنت قرار دے رہے ہیں"

پھر میں نے لکھا:۔

کیا اب میرا حق نہیں ہے کہ میں آپ کو یہ کہوں کہ چونکہ آپکی جماعت کی اولاد بموجب بیان حضرت میاں صاحب ایک "لعنت" ہے بدکار ہے اور پرلے درجہ کی مفسد ہے۔ اس لئے آپ اس جماعت سے علیحدہ ہو جائیں۔ کیونکہ جماعت لاہور کے بزرگوں کی مخالفت کی وجہ سے قادیانیوں کی اولاد "ایک لعنت" بن جاتی ہے۔

سید صاحب اس پر بہت سٹ پٹائے اور اپنی ندامت کو چھپانے کے لئے جھٹ ایک مضمون بعنوان "سید اختر حسین صاحب سے مطالبہ" اخبار الفضل مورخہ ۱۲ر جولائی ۱۹۳۲ء میں شائع کرا دیا۔ جس میں لکھتے ہیں:۔

"میں اس وقت آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے کہاں اور کب یہ لکھا کہ "جس نے حضرت میاں صاحب کی بیعت فسخ کی اس کی آل و اولاد فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے گی" دیکھو میں خدا تعالیٰ کو شاہد کر کے کہتا ہوں کہ میں نے نہ یہ بات لکھی ہے اور نہ ہی کسی سے کہی ہے۔ اور نہ ہی میرا یہ عقیدہ ہے۔ پس آپ لوگوں کا مجھ پر یہ سراسر افترا اور بہتان عظیم ہے۔"

افسوس کہ اس جگہ سید صاحب نے میری تحریرات میں وہ تحریف کی ہے کہ مجھے جس قدر حسن ظن ان کی ذات کے متعلق تھا وہ سب جاتا رہا ہے۔ اس وقت میں سید صاحب سے یہ پوچھتا ہوں کہ میں نے کہاں اور کب یہ لکھا کہ سید صاحب نے مجھے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "جس نے حضرت میاں صاحب کی بیعت فسخ کی اس کی آل و اولاد فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے گی۔ دیکھو میں خدا تعالیٰ کو شاہد کر کے کہتا ہوں کہ میں نے نہ یہ بات لکھی ہے اور نہ ہی کسی سے کہی ہے بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اور جو کچھ کسی کو کہا ہے وہ یہ ہے کہ سید صاحب کے الفاظ سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ میاں صاحب کی فسخ بیعت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد غیر احمدی (کافر) یا فاسق و فاجر ہو جاتی ہے۔ مگر آپ نے ایسے تو میرے اخذ کردہ نتیجہ کو جو آپکی عبارت سے پایا جاتا تھا اپنے خط سے دکھانے کا مطالبہ کیا۔ اور دوسرا لفظ "غیر احمدی" جس سے اپنے عقائد شنیعہ پر زد پڑتی تھی میری عبارت سے حذف کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قبلہ آپ کو لکھنا تو یہ چاہیئے تھا کہ آپکی اس پیشگوئی کا جو آپ نے اپنے خط مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۳۲ء میں مجھے لکھی ہے میں نے مطلب غلط سمجھا ہے۔ بلکہ اس کا کوئی اور مفہوم ہے۔ مگر آپ نے نہ تو اپنے ان الفاظ کو بجنسہ نقل کیا اور نہ ہی ان کا کچھ مفہوم سمجھایا۔ تاکہ میرا اخذ کردہ نتیجہ غلط ثابت ہوتا۔ ہاں اگر آپ نے کچھ کیا ہے۔ تو یہ کیا ہے کہ میرے الفاظ کو بھی پورا پورا نقل نہ کرتے ہوئے دوسروں کو غلط فہمی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ آخر خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اس قدر بے انصافی تو نہیں چاہیئے تھی۔

بہرحال میں آپ کے ان الفاظ کو اب شائع کرتا ہوں اگر خود آپ کو بھول گئے ہوں تو اب غور سے پڑھ لیجئے اگر اب بھی آپ نے ان الفاظ کے میری طرف لکھنے سے انکار کر دیا تو انشاء اللہ کسی وقت آپ کے اس خط کا عکس بھی اخبار میں دیدیا جائے گا۔ تاکہ دنیا کو آپ کے صدق و دیانت کا پتہ چل جائے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:۔

"الفاظ کی بات ہے کہ میری نظر سے "پیغام صلح" کا وہ پرچہ گزرا جس میں آپ کا ایک طول طویل مضمون بعنوان "جماعت قادیان سے قطع تعلق الی آخرہ" شائع ہوا ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ ہر ایک شخص اپنے عقائد و اعمال کا خود ہی ذمہ دار ہے اگر آپ نے اپنی شتابکاری سے قادیان سے قطع تعلق کر لیا ہے تو اس سے جماعت قادیان یا اس کے مقدس امام کا ذاتی طور پر کوئی نقصان نہیں اگر فی الواقع حقیقی احمدیت کا تعلق جماعت قادیان سے ہے۔ تو یقیناً آپ نے حق و صداقت سے منحرف ہو کر سلسلہ حقہ سے ارتداد کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ اور حضرت امیر جماعت لاہور کی بیعت آپ کے لئے ہرگز مفید نہیں ہو سکتی۔ زندگی بخیر تو **انشاء اللہ آپ خود ہی دیکھ لینگے کہ وہ نور ایمان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کو ملا تھا رفتہ رفتہ کس طرح وہ زائل ہو کر آپ کو بکلی احمدیت سے بے تعلق کر دے گا۔ اور آپ کی آل و اولاد کو تو سلسلہ احمدیہ سے دور کا واسطہ بھی نہ رہے گا۔ الا ماشاء اللہ"**

اب اگر میاں صاحب کی فسخ بیعت کی وجہ سے "وہ نور ایمان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل انسان کو ملتا ہے رفتہ رفتہ زائل ہو کر انسان کو احمدیت سے بکلی بے تعلق کر دیتا ہے اور اس کی آل و اولاد کو سلسلہ احمدیہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں رہتا۔ الا ماشاء اللہ" تو سید صاحب بتائیں کہ میاں صاحب کی فسخ بیعت اولاد کے سلسلہ احمدیہ سے دوری کا باعث ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو ذرا ہوش سے جواب دیں کہ سلسلہ احمدیہ سے دوری کس کو کہتے ہیں۔ کیا سلسلہ احمدیہ سے دوری فسق و فجور یا غیر احمدی ہو جانے کا ہی دوسرا نام نہیں؟ جسے ہم فسق و فجور اور کفر بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ غیر احمدیت آپ کے نزدیک کفر ہے۔ اب کیا ہمارے قادیانی دوست یہ اعلان کرنے پر آمادہ ہوں گے کہ وہ سلسلہ احمدیہ سے دور کا واسطہ بھی نہ رکھنے والوں کو فاسق و فاجر یا کافر نہیں کہتے؟ دیدہ باید!

جن لوگوں نے خاتم النبیین کے معنے نبیوں کو جاری کرنے والا کے کر لئے ہوں۔ جن لوگوں نے مجاز کو حقیقت بنا لیا ہو۔ جن لوگوں نے نبد ہونے کے معنے کھل جانے کے گھڑ لئے ہوں اگر ان کا کوئی فرد ہمارے سید عبد المجید صاحب کی اس عبارت سے کہ "آپ کی آل و اولاد کو تو سلسلہ احمدیہ سے دور کا واسطہ بھی نہ رہے گا" یہ نتیجہ نکال لے کہ "آپ کی آل و اولاد تو سلسلہ احمدیہ کی سچی خادم ہو گی۔" تو کوئی جائے تعجب نہیں۔ قادیانی احباب کی عجیب و غریب منطق اور ان کی غالیانہ ذہنیت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ ایسی بے معنی باتیں کیا کریں۔ مگر وہ شخص جو عقل سلیم سے بکلی دست بردار نہ ہو چکا ہو۔ امید نہیں کہ سید صاحب کی اس عبارت کو نہ سمجھ سکے۔

سنا کرتے تھے کہ ایک شخص نے کسی کے پاس جا کر سوال کیا کہ "بتاؤ قرآن مجید میں کہاں لکھا ہے سور کا کھانا اور شراب کا پینا حرام ہے۔ قرآن مجید نے تو صرف خنزیر اور سور کا نام لے کر انہیں حرام کہا ہے۔ سور اور شراب کے متعلق تو حرمت کا فتوے نہیں دیا" جب اسے یہ کہا گیا کہ خنزیر اور خمر کے معنے ہی شراب اور سور کے ہیں۔ تو وہ بہت ناراض ہوا اور کہا کہ اس بات کو تو میں پہلے ہی مانتا ہوں کہ خنزیر اور خمر حرام ہیں۔ مجھے تو تم وہ آیت دکھاؤ جس میں سور اور شراب کو حرام کہا گیا ہو"

آج ہمارے سید صاحب نے ہم سے یہ "مطالبہ" کر کے کہ انہوں نے کس جگہ لکھا ہے کہ "جس نے حضرت میاں صاحب کی بیعت فسخ کی اس کی آل و اولاد فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے گی"؟ ہمیں یہی واقعہ یاد دلا دیا ہے ان کی تحریر کے معنے اس کے سوا کچھ اور تو نکل ہی نہیں سکتے مگر وہ ہیں کہ اپنے کئے پر پردہ ڈالنے کے لئے مطالبہ کر رہے ہیں کہ یہیں یہ الفاظ دکھا دو۔ سبحان اللہ! ملت غالیہ قادیانیہ ان حقایق و معارف پر جس قدر فخر کرے کم ہے۔

سید صاحب نے جس قدر گالیاں مجھے اپنے اس چھوٹے سے مضمون میں دیکر اپنے اندرون قلب کا اظہار کیا ہے۔ اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو ان کے اس مضمون کو پڑھے۔ اس کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں میں سید صاحب کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر کے مطابق کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

دعا دیتا ہوں۔ رب اغفر قومی انھم لا یعلمون۔ آپ جی بھر کے مجھے گالیاں دے لیں۔ مگر اتنا کہوں گا کہ اس طرح کبھی کوئی فریق تحقیق حق میں کامیاب نہیں ہوا۔

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اللہ تعالیٰ آپکو ہدایت دے!

(بقیہ صفحہ اول)

سبق آموز ہے۔ امیر ہو یا غریب۔ بادشاہ ہو یا فقیر تاجر ہو یا افسر۔ مستری ہو یا لوہار۔ ہر ایک رسول پاک کی زندگی میں اپنے لئے ایک نمونہ دیکھے گا۔

اس کے بعد مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اور ایک بجے اجلاس کا اختتام ہوا۔ نعت پڑھنے والوں میں سے منشی مشتاق احمد اور منشی خادم حسین سرود کے نام قابل ذکر ہیں۔ منشی خادم حسین صاحب نے جناب حفیظ جالندھری کے طرز پر نعت پڑھی۔

(خاکسار عطاء اللہ پلمور احمد)

احمدیت اور میاں صاحب

مذہب کا واحد مقصد دنیا میں حق پرستی کو پیدا کرنا ہے۔ اور وہ جماعت جو مذہب کی نمائندگی کا دعوے کرے اس کا اولین فرض حق پرستی ہے۔ جماعت احمدیہ کا چونکہ یہ دعوی ہے کہ اس زمانہ میں وہ مذہب کی نمائندہ جماعت ہے اس لحاظ سے اس جماعت کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ صداقت پر قائم ہو۔ خود قرآن شریف میں ہے کہ صداقت کی خاطر اگر تمہیں تمام دنیا کی مخالفت کرنی پڑ جائے تو کرو۔ اگر سچی گواہی ماں باپ اور اقربا یا اپنے نفس کے خلاف بھی ہو تو اسے دو۔ نہ صرف انفرادی رنگ میں صداقت کی تلقین ہے بلکہ قومی معاملات میں تو بہت سے انسان دنیا میں ایسے نکلیں گے جو صداقت پر قائم ہوں خواہ ان کو اس میں نقصان اٹھانا پڑے لیکن آج دنیا میں قومی منافرت اور تباغض کا یہ عالم ہے کہ قومی معاملات میں کوئی قوم ایسی بات نہ کرے گی جو اسے نقصان دہ ثابت ہو خواہ انصاف اور صدق کا خون ہی ہو جائے لیکن جماعت احمدیہ کا قیام محض حق پرستی کی چٹان پر رکھا گیا ہے۔ اگر یہ جماعت دنیا میں اسلام کو پیش کرتی ہے تو اس لئے نہیں کہ اس سے ان کی قوم کو فائدہ پہنچ جائے یا ان کا جتھہ زیادہ مضبوط ہو۔ بلکہ اس لئے کہ اسلام نے جو جو اصول اور قوانین انسانی ہدایت کے لئے بتلائے ہیں وہی صحیح اور راست ہیں۔ اور انہی سے دنیا کا آئندہ امن وابستہ ہے۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ایک دفعہ قادیان سے علما کا ایک وفد لاہور میں پادریوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت صاحب موصوف نے جو ایک نصیحت وفد کو روانگی کے وقت کی۔ وہ یہ تھی کہ پادری صاحبان جو بات حق کی بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ اور جو جھوٹ کہیں اس کے خلاف کہو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کا ایمان صداقت [illegible] زبردست تھا۔ کہ عین جہاد کے وقت جبکہ ایک فریق باطل کی حمایت اور انسان پرستی کی تائید میں مقابل پر ہے۔ اس کے خلاف بھی آپ نے یہ حربہ استعمال کرنے کو نہیں کہا۔ کہ جس طور سے اسلام کی تائید ہو سکے۔ اور جس طرح عیسائیت کی تردید ممکن ہو کیجائے۔

اسی طور سے جب جماعت احمدیہ میں اختلاف نمودار ہوا تو جماعت احمدیہ لاہور کا بنیادی اصول یہ تھا کہ مسلمانوں کی تکفیر چونکہ ایک باطل اصول ہے۔ اور سلسلہ بیعت خلافت محمود خلاف اسلام ہے۔ اس لئے ہم جماعت قادیان کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتے۔ خواہ ان باتوں سے خود جماعت احمدیہ کے استحکام و اتحاد میں کتنا ہی عظیم الشان فائدہ مدنظر ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ لاہور جو اپنے آپ کو مسیح موعود کا جانشین قرار دیتی ہے اس کا اولین نصب العین اب بھی حق پرستی کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہئے۔

پیر پرستی کے ثمرات

خود جناب میاں صاحب کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ جن اصولوں پر جماعت قادیان قائم ہے وہ بہت حد تک صحیح نہیں اور واقعات کسی حد تک ان کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ کبھی کبھی حق کا اعلان کریں۔ مثلاً تکفیر مسلمانان کے خلاف پہلا احساس ان کو اس وقت پیدا ہوا۔ جب انہوں نے "سیاسی مسلمان" اور "مذہبی مسلمان" کی اصطلاحات اختراع کیں۔ اور اب گذشتہ دنوں سے جو تنبیہ جماعت کی وہ کر رہے ہیں اس سے ایک انصاف پرست یہی سمجھے گا کہ ان کو اس امر کا احساس ہے کہ جماعت میں ضرورت

بہت زیادہ تقلید پرستی کی رد عمل چکی ہے۔ چنانچہ آپ خود ہی قائل ہیں کہ اگر وہ (میاں صاحب) جماعت کو یہ کہدیں کہ جماعت میں کچھ نقص ہے تو جماعت مان جائے گی کہ یہ ٹھیک ہے۔ اور ہمارا مال برباد ہو رہا ہے۔ اور اگر میاں صاحب جماعت کو یہ بتلادیں کہ جماعت میں فلاں خوبی ہے تو بس اسی پر آمنا و صدقنا کہہ کر جماعت خیال کرے گی کہ اب اس کے اندر کوئی بھی کمزوری نہیں۔ غرض جماعت کے اندر خود غور و فکر کی عادت بالکل نہیں رہی اور وہ بقول میاں صاحب ابھی بچپن کی حالت میں ہے بار بار وہ موزوں یہ تھا اگر وہ فرماتے کہ ان کی حالت وہ ہے جو قرآن نے بیان کی لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا۔

بلکہ جس طرف کسی نے لگا دیا چل پڑے۔ اور یہی وہ خطرہ تھا جس کی وجہ سے جماعت احمدیہ لاہور نے قادیان سے قطع تعلق کیا۔ اور فی الواقع اگر دیکھا بھی جائے تو معلوم ہوگا جماعت احمدیہ قادیان کی قوت علمی اور عملی اختلاف کے بعد جاتی رہی۔ سوائے اس حرکت کے جو حضرت میاں صاحب کریں۔ جماعت میں خود فکر و غور اور حرکت کی عادت مفقود ہو گئی ہے۔ **ورنہ وہ عظیم الشان علم اور حرکت جو حضرت مسیح موعود کے وقت شروع ہوئی وہ کہاں گئی:** جماعت قادیان کی اس قدر کثرت کے باوجود کونسا اعلیٰ درجہ کا علمی کام اس جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ پھر اس جماعت کی یہ حالت ہے کہ جہاں حضرت مسیح موعود کے وقت میں جماعت کا یہ خاص امتیازی نشان تھا کہ وہ ظاہر پرستی اور الفاظ پرستی کو چھوڑ کر حقیقت اور روح کی طرف غور کرتے۔ اور خاص طور پر پیشگوئیوں میں مجاز و استعارہ کو جائز سمجھتے تھے۔ وہاں اب خود حضرت مسیح موعود کے کلام میں تکلیف دیا جانا ہوگیا۔ خواہ اس سے آپ کی تحریروں میں کتنا ہی تناقض کیوں نہ ماننا پڑے اور خواہ آپ کی ساری عمر کی تحریروں کو منسوخ ہی کیوں نہ قرار دینا پڑ جائے۔ جہاں حدیث نزول مسیح موعود کی بلند شروع سے آخر تک ظاہر الفاظ کی تاویل ہی نہ دیں کریں گے یعنی قتل خنزیر۔ کسر صلیب سے مطلب یہ ہے۔ نزول [illegible] وہاں ایک لفظ بھی کو مجاز اور استعارہ کا رنگ نہیں دینگے خواہ اس سے قرآن شریف اور احادیث کی مخالفت ہی کرنا پڑے [illegible] یہ تمام حیرت انگیز تغیر کی کا رنگ جماعت قادیان میں آیا۔ اور جماعت کی [illegible] بچپن کی کیوں ہوئی محض نیرا صور کی بیعت اور بے جا تقلید سے۔ (حق گو)

ماہوار ایڈیشن

پیغام صلح کا یہ پرچہ اس مہینہ کا آخری پرچہ ہے اس کے بعد **۱۳ر اگست** کو ماہوار ایڈیشن شائع ہوگا۔ جس میں اہل قلم حضرات کے علمی مقالات۔ اسلامی مقدس کے کارنامے۔ انجمن کی تبلیغی کوششیں ممالک غیر کی تبلیغی کتابت اور حالات حاضرہ پر افکار و آراء کا

بہترین مجموعہ ہوگا

احباب کرام سے استدعا ہے کہ اس نمبر کو جہاں تک ہو سکے دوسروں کے ہاتھوں تک پہنچانے کی کوشش کریں اور اخبار کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ فرمائیں۔

خبریں

—— فری پریس کا ایک بیان منظر ہے کہ فرقہ وار سمجھوتے کے سلسلے میں حکومت پنجاب اور حکومت ہند نے وزیر ہند کو ایک یادداشت ارسال کی ہے جس پر غور کرنے کے بعد وزیر ہند مسئلہ پنجاب کا حل تجویز کریں گے اس یادداشت میں پنجاب کونسل کی ترکیب اس طرح تجویز کی گئی ہے:-

عام نشستیں جن کا انتخاب جداگانہ ہوگا۔	۱۶۱
خاص نشستیں جن کا انتخاب مخلوط ہوگا۔	۱۴
پنجاب کونسل کی کل نشستیں	۱۷۵

۱۶۱ عام نشستوں کی تقسیم فرقہ وار اس طرح ہوگی۔

قوم	نشستوں کی تعداد	تناسب فیصدی
یورپین	۲	۳
عیسائی	۲	
سکھ	۳۱	۱۹ فیصدی
ہندو	۴۲	۲۶ ″
مسلمان	۸۴	۵۲ ″

۱۴ خاص نشستوں کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

یونیورسٹی	تجارت	تمندار بلوچ	مزدور	خواتین	سجادہ نشین
۱	۱	۱	۳	۴	۴

ان خاص نشستوں کے متعلق اندازہ کیا گیا ہے کہ ان میں سے ہندوؤں کو پانچ مسلمانوں کو سات۔ اور سکھوں کو دو نشستیں حاصل ہو جائیں گی۔ اس کے بعد گویا پنجاب کونسل کی ۱۷۵ نشستوں میں مختلف قوموں کی حیثیت اس طرح ہوگی۔

قوم	نشستوں کی تعداد	تناسب فیصدی
مسلمان	۹۱	½ ۵۱ ″
ہندو	۴۷	۲۷ ″
سکھ	۳۳	۱۹ ″
عیسائی اور یورپین	۴	۲ ″

واضح رہے کہ فرقہ وار مسئلہ کا یہ حل یقینی نہیں "فری پریس" نے صرف اپنی خاص معلومات کی بنا پر یہ "تخمینہ" شائع کیا ہے۔ ابھی کچھ معلوم نہیں کہ ملک معظم کی حکومت کس نتیجہ پر پہنچے گی یا پہنچی ہے۔

—— بمبئی ۲۴ر جولائی۔ آج اس علاقہ سے جہاں حال ہی میں ہندو مسلم فسادات ہوئے ہیں چار حملوں کی اطلاع ملی ہے۔ آج جن اشخاص پر حملے ہوئے وہ تمام مسلمان تھے پولیس نے اس سلسلہ میں ایک مکان کی تلاشی لی اور دس ہندوؤں کو گرفتار کر لیا۔ (ا - پ)

—— لاہور ۲۵ر جولائی۔ مسٹر آر۔ این۔ لوتھرا سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں بیر تھ سوامی اور لال چند کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند پیش ہوا ملزموں کے خلاف الزام یہ ہے کہ انہوں نے "امریکن سائیکل سپلائی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۲۱ لاہور" کے نام سے ایک کمپنی کھولی۔ اور اخبارات میں اشتہار دیئے کہ ہر شخص سائیکل پانچ روپے یعنی پانچ روپے اور ۲۵ آدمیوں کے پتے بھیجنے سے ایک سائیکل انعام میں ملے گی۔ اور چاہئے کہ جلدی ہو سکے انعام کے خواہشمند اپنا نام بھیج رجسٹر کرالیں۔ اور ہر ماہ کی ۱۵۔ تاریخ کو انعام تقسیم ہوتا ہے چنانچہ اس اشتہار کی بنا پر سینکڑوں لوگوں نے پانچ پانچ روپے کے منی آرڈر اور اپنے شہر کے پڑھے لکھے ۲۵-۲۵ آدمیوں کے پتے ارسال کئے۔ مگر روپیہ بھیجنے والوں میں سے کسی کو بھی انعام نہ ملا۔ پولیس نے تحقیقات کے بعد ملزموں کے خلاف چالان کر دیا۔

—— مسلمان بے روزگاروں کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ مندرجہ ذیل مقتدر اکابر اسلام نے یونین کی رکنیت قبول فرمائی ہے۔ اور ہمیں اجازت دی گئی ہے کہ ہم ان کے اسمائے گرامی آئندہ جنرل اجلاس میں مجلس انتظامیہ کے لئے تجویز کریں۔

(۱) خان بہادر ملک محمد حسین صاحب سابق صدر بلدیہ لاہور

(۲) جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک مدیر انقلاب

(۳) جناب شیخ نیاز علی صاحب ایڈووکیٹ فرنگ لاہور

(۴) جناب سید محسن شاہ ایڈووکیٹ لاہور

(۵) جناب خان جہانگیر خان صاحب گورنمنٹ پنشنر لاہور

صوبیدار حاجی ڈاکٹر فضل الدین صاحب نے اپنی خدمات بلا معاوضہ بطور ڈپٹی سکرٹری یونین کے سپرد کی ہیں۔ مرسلہ عبد الحلیم خان بی اے۔ آنریری سکرٹری

—— لاہور ۲۵ر جولائی آج ٹھاکر کرم سنگھ مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں مسمی عبد المجید موٹر ڈرائیور کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند پیش ہوا ملزم کیطرف سے خواجہ فیروز الدین احمد بیرسٹر کاسٹ تھے۔ ملزم کیخلاف الزام یہ تھا کہ ۳۱ر مارچ ۱۹۳۲ء کو ½۲ بجے بعد دوپہر چار خورد سال بچے معہ اپنی ماما کے کینارڈ سکول سے براہ ایمپرس روڈ اپنے گھر کیطرف جا رہے تھے کہ ایک موٹر ریلوے سٹیشن کیطرف سے آئی اور جب بچوں کے نزدیک پہونچی تو یکدم پٹڑی (فٹ پاتھ) پر چڑھ گئی جس سے چاروں لڑکوں اور ماما کو شدید ضربات آئیں جس سے دو بچے ہسپتال میں مر گئے۔ ایک لڑکے کی ٹانگ اور ایک لڑکے کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ماما کو بھی خفیف ضربات آئیں۔ عرصے مقدمہ زیر سماعت تھا۔ آج عدالت نے ملزم کو دو صد روپے جرمانہ اور ایک سال کیلئے لائسنس کی ضبطی کا حکم سنایا۔

—— ملتان ۲۵ر جولائی۔ خانصاحب میاں غلام مصطفیٰ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملتان کی عدالت میں دیوان سکھانند اوڈیٹر "حقیقت" ہفتہ وار کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ہتک عزت کا مقدمہ جو یہ اطلاع دینے کے الزام میں دائر تھا۔ کہ دیوان الیشر دت نے ہز ایکسیلنسی کے مظفر گڑھ اور شجاع آباد میں گذشتہ دورہ کے دوران میں ان کی ٹرین کو بم سے اڑانے کی سازش کر رکھی ہے خارج ہو گیا ہے۔

سالانہ چندہ اخبار

کا ہمیشہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا کریں۔ تاکہ وی پی میں ہم زیادہ اور بلا وجہ ڈاکخانہ کی نذر نہ کرنے پڑا کریں۔ (مینجر)

... ان لا نعبد الا اللّٰه ولا نشرک به شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰه فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

ماہوار ایڈیشن

قیمت فی پرچہ ۲ ر

نمبر	لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۳۲ء	جلد ۲۰

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام او ست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

لا اکراہ فی الدین

(از کلام مسیح موعود)

چہ حاجتست کہ تیغ از برائے دیں بکشی ۔۔۔ نہ دیں بود کہ بہ خونریزیش بقا باشد
چو دیں مدلل و معقول و باضیا باشد ۔۔۔ کدام دل کہ ازاں مذہبش ابا باشد
چو دیں درست بود خنجرے نمی باید ! ۔۔۔ کہ زور قول موجہ عجب نما باشد
تو از سرائے طبیعت نیامدی بیروں ۔۔۔ ازیں ہمہ ہوست جبر با جفا باشد
ز جبر حجت حق بر جہاں نیاید راست ۔۔۔ برو دلیل بدہ گر خرد ترا باشد !
ز جبر کو کبۂ صدق را شکست آید ۔۔۔ ازیں بود کہ رہ جبر ہا خطا باشد
بہ ہوش باش کہ جبر است خود دلیل گریز ۔۔۔ تسلّیِ دلِ مردم ازیں کجا باشد
مرا بکفر کنی متہم ازیں گفتار ؟! ۔۔۔ کہ کفر نزد تو ابرار را سزا باشد
مگر چہ جائے عجب گر تو ایں چنیں گوئی ۔۔۔ کہ ہر کہ بے ہنر افتاد ز اثر خا باشد

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر احباب کرام نے جس ہمت اور دریا دلی اور ایثار نفسی سے کام لیا ہے اس کے بہت سے نمونے ان فہرستوں میں نظر آتے ہیں جو اس اپیل کے جواب میں شائع کی جا رہی ہیں۔ اس بارہ میں غریبوں کی ہمت زیادہ قابل قدر ہے جن میں سے ایک ہمارے مکرم دوست چودھری سردار خاں صاحب خلف چودھری خیر الدین صاحب پنڈی بہاؤ الدین ہیں۔ اس بھائی کی تنخواہ ۲۸ روپے ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ چند دن ہوئے حضرت امیر کی اپیل موصول ہوئی۔ میرے ہاں لڑکی پیدا ہونیوالی تھی اس لئے پندرہ روپے رکھے ہوئے تھے لڑکی کی پیدائش سے پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل موصول ہوگئی۔ اس لئے ہم نے مشورہ کیا کہ سب کام اللہ تعالیٰ چلانے والا ہے ان کو تو بھیجدیں بعد میں دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا گھر میں ایک پائی تک نہ رہی لیکن دل میں اطمینان اور سرور تھا۔ چار دن بعد لڑکی پیدا ہوگئی۔ اور خدا کی شان قبل اس کے کہ کوئی دائی وغیرہ بلائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کام درست کر دیئے۔ اس موقعہ پر میرے مکرم دوست بابو عبدالغنی صاحب گڈس کلرک کی اہلیہ محترمہ تین گھنٹہ تک پسینہ میں شرابور کام کرتی رہیں جس کے لئے میں ان کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ کل میں نے نوزائیدہ لڑکی کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت امیر کی اپیل آئی ہوئی ہے تم کتنا چندہ دوگی تو اس نے دایاں ہاتھ اٹھا کر پنجہ کھول دیا۔ اس لئے ان کی طرف سے مبلغ پانچ روپے ارسال خدمت ہیں۔ اور ایک روپیہ میری اہلیہ کی طرف سے ارسال ہے یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ میری اہلیہ کی صحت اچھی ہے حالانکہ پہلے بچوں کی پیدائش پر پورے مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد چلنے پھرنے کے قابل ہوتی تھی۔ اس سے مجھے یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ اگر انسان ذرا بھی دل کو مضبوط کر کے خدا کے کام کو مقدم کرے تو اس کے دنیوی کام اللہ تعالیٰ خود بخود پورے کر دیتا ہے۔ میں اپنی ۲۸ روپے تنخواہ میں سے چار آنے بڑے لڑکے کا چندہ چار آنے چھوٹے کا۔ چار آنے نوزائیدہ بچی کا اور چار چار آنے اپنا اور اپنی اہلیہ کا کل ۱۲ ارسال کرتا رہونگا۔۔

— جناب چودھری غلام باری خاں صاحب انکم ٹکس افسر کا تبادلہ سرگودھا سے ملتان ہوگیا ہے۔

— میاں غلام حیدر خاں صاحب تمیم سب انسپکٹر پولیس سیالکوٹ سے نارووال ضلع سیالکوٹ میں تبدیل ہوگئے ہیں

— علاقہ غیر سے اخویم عبدالحکیم خاں صاحب لکھتے ہیں۔ کہ علاقے کے ملانے کئی قسم کی شرارتوں پر آمادہ ہیں لیکن باوجود اس کے میں تبلیغ میں کوشاں ہوں۔ جملہ احباب خاص طور پر دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ابتلائوں سے محفوظ رکھے۔ اور زبان میں تاثیر عطا فرمائے۔ کہ اپنے پاک مقاصد میں کامیاب ہوں۔

چٹ نمبر کا حوالہ بوقت مکاتبت ضرور دیا جائے۔ (منیجر)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل جنگ کے جوابات

قسط چہارم

قاضی محبوب عالم صاحب گوجرانوالہ کے نام ۵۰ روپے کی رقم لگائی گئی تھی لیکن آپ نے یکصد روپیہ اس تحریک میں پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اتنی عظیم الشان جماعت اور ایثار پیشہ دوستوں کے آگے یہ قرضہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لاہور آپ نے حضرت امیر کی دوسری اپیل پر اپنے وعدہ کی بقیہ رقم ایک سو روپیہ بھی یکمشت ادا فرما دی ہے

میاں نصیر احمد صاحب فاروقی سورت ״ ״ ״ ״ پینسٹھ روپے ״ بھجوا دیئے

سید الف شاہ صاحب رخصتی گورالی ״ ״ اپنے وعدہ کی دوسری قسط پچیس روپے ״ ״

شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد ״ ״ اپنی کل رقم ״ ״ ״

ڈاکٹر عزیز احمد صاحب راجنند گاؤں ״ ״ اپنے ذمہ کی رقم سے بڑھ کر تینتیس روپے آٹھ آنے ״

سید حیدر شاہ صاحب لاہور ״ ״ اپنی کل رقم بیس روپے ״ ״

سید محمد عبداللہ شاہ خلف سید حیدر شاہ صاحب لاہور ״ ״ دس روپے ״ ״

جماعت جموں۔

منشی نواب خاں صاحب کی طرف سے ۱۰ روپے نقد بابو چراغ دین صاحب کی طرف سے ۵ روپے نقد

چودھری اللہ دتا صاحب کی طرف سے ۵ ״ ״

سرگودھا

مولوی محمد صدیق صاحب کی طرف سے وعدہ ۲۰ روپے بذریعہ پنڈت شیخ محمد یوسف صاحب۔

چودھری فضل حسین صاحب چک ۹۸ تھانہ کڑانہ ۱۲۵ روپے وعدہ ״ ״ ״

چودھری علی گوہر صاحب نمبردار چک ۹ نیپار ۲۵ ״ ״ ״ ״

چودھری اللہ دتا صاحب بھلوال ۲۵ ״ ״ ״ ״

چودھری محمد حسین صاحب نمبردار چک ۸ جنوبی ۲۵ ״ وعدہ اور ۲۵ روپے نقد باقی ممبران چک سے بھی وصول کر کے بھیجینگے

چودھری احمد خاں صاحب ״ ״ ۱۰ ״ نقد۔

چودھری جمال الدین صاحب بھٹی منڈی ہارون آباد۔ باوجود کاروبار بند ہونے اور علالت طبع کے ۱۰ روپے بھیجنے کا وعدہ کیا ہے

میاں محمد دین صاحب جلد ساز سیالکوٹ شہر ایک روپیہ نقد ۲۳/۴ کو وصول ہوا تھا۔ ۴ روپے مزید کا وعدہ کیا ہے۔

چودھری سردار خاں صاحب پنڈی بہاؤ الدین ۶ روپے نقد۔ شیخ عبدالحق صاحب مہتہ ملازم انجمن ۳ روپے وعدہ

منشی نور احمد صاحب نائب ضلعدار نہر شجاع آباد ۱۰ وعدہ — چودھری اللہ دتا صاحب ملازم بورسٹل جیل لاہور ۲۵ روپے وعدہ

مولانا عبدالہادی خاں صاحب عظیم کلہ۔ آپ نے ۱۲۵ روپے پہلے ادا فرمائے ہوئے ہیں۔ اس تحریک پر دفتر سے آپ کے ذمہ کوئی رقم مقرر نہ کی گئی تھی لیکن چٹھی بھیجدی تھی جس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ جناب نے دس یا پندرہ دن کی آمدنی کا مطالبہ کیا ہے اس طرح ہماری آمدنی سے کچھ نہیں بن سکتا۔ میں یکصد روپیہ بہت جلد مہیا کر کے روانہ خدمت کرونگا۔

ڈاکٹر عبدالمجید صاحب پشاور کی طرف سے ۲۰ روپے پہلے وصول ہو چکے تھے۔ ۳۰ روپے آپ نے مزید نقد بھجوائے ہیں۔

مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس گجرات۔ مردان نے اپنی سالم رقم ۱۰ روپے بھیجدی ہے۔

جماعت مصر معرفت میاں احمد علی صاحب

میاں احمد علی صاحب۔ میاں امیر الدین صاحب۔ میاں نبی بخش صاحب و میاں غلام محمد صاحب ۵۰ روپے نقد۔

میاں بوٹا حجام و دیگر جماعت ۳ روپے نقد

مظفر خاں صاحب ہریانہ کی طرف سے ۲۵ روپے نقد

میاں نیقر محمد صاحب رزمک کی طرف سے ۱۰ روپے نقد۔

ان سب مجاہدین اسلام کا بہت بہت شکریہ ادا کرنے کے بعد جو اس تحریک میں حصہ لے چکے ہیں دوسرے احباب کی خدمت میں جواب تک انتظار میں ہیں عرض ہے کہ وہ جلدی فرما دیں۔ ان کی خاموشی سے بہت بڑے قومی نقصان کا اندیشہ ہے۔ جماعتیں بھی اپنی اپنی جگہ خاص طور پر توجہ دیں۔ جولائی کا مہینہ تو گزر چکا ہے۔ اس ماہ مطالبہ کا بیشتر حصہ وصول ہو جانا چاہیئے۔

(محمد دین جان آنریری افسر تحصیل)

بین الاقوامی صلح واتحاد مذہب کے ذریعہ سے

واشنگٹن (امریکہ) کی عالمگیر مذہبی کانفرنس میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا مضمون

مذہب کے متعلق پانچ اہم سوالات کے جوابات

پیرس کی عالمگیر کانفرنس نے جو مذاہب کے ذریعہ سے بین الاقوامی صلح واتحاد کی علمبردار ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ سے درخواست کی تھی کہ اس کے آئندہ اجلاس کے لئے جو واشنگٹن (امریکہ) میں ماہ دسمبر ۳۲ء میں منعقد ہونیوالا ہے۔ آپ ایک مضمون لکھ کر بھیجیں کانفرنس نے پانچ سوالات لکھکر بھیجے تھے جن کے جواب میں ذیل کا مضمون انگریزی زبان میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے لکھکر کانفرنس کو ارسال کیا ہے:-

سوال ۱:- بین الاقوامی صلح واتحاد کے متعلق آپ کے مذہب کی تعلیم کیا ہے؟

جواب:- اسلام جس کے لغوی معنے صلح وامن کی حالت میں داخل ہونے کے ہیں۔ اس کی تعلیم دو وسیع اصولوں توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی سے مشتق ہے۔ یہ دونوں اصول قرآن کریم میں صفائی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور دونوں باتوں کی پورے طور پر وضاحت کر دی گئی ہے۔ کوئی صلح و اتحاد اس سے زیادہ موثر نہیں ہو سکتا۔ جتنا ایک خاندان کے افراد میں ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم نے ایک خدا اور ایک نسل انسانی کے دو عظیم الشان اصولوں پر اسلام کی بنیاد رکھکر ایک نہایت زبردست بین الاقوامی صلح وامن کی بنا رکھی ہے۔

وحدت انسانی کی بنیاد توحید الٰہی پر

جہاں اس حقیقت کو فی الفور تسلیم کر لیا جائے گا کہ وحدت نسل انسانی کا خیال بین الاقوامی صلح وامن کی حقیقی بنیاد ہے۔ وہیں یہ شبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ توحید الٰہی کا خیال خواہ روحانی طور پر کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔ آیا بین الاقوامی صلح وامن کے دنیوی پہلو پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وحدت نسل انسانی کی بنیاد اسلام نے توحید الٰہی پر رکھی ہے۔ اور ایک خدا اسلامی اصطلاح میں دوسری چیزوں سے بڑھکر ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ محبت و رحم جو تمام انسانی رشتوں کے اندر ہم قیاس کر سکتے ہیں۔ ایک رب اس سے بہت بڑھکر محبت و رحم کے ساتھ نسل انسانی کو کمال تک پہنچاتا ہے۔ اسلام میں وحدت انسانی کا خیال توحید الٰہی کے خیال سے ایسا گہرا تعلق رکھتا ہے کہ ایک خیال دوسرے کے بغیر بالکل غیر مکمل رہ جاتا ہے۔

وحدت نسل انسانی کی تعلیم

یہ امر کہ توحید الٰہی کی تعلیم پوری صفائی اور پختگی کے ساتھ زوردار پیرایہ میں قرآن کریم میں دی گئی ہے۔ غالب اسلام کے بہت سے مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے۔ لیکن بہت لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ وحدت نسل انسانی کی تعلیم بھی اسی صفائی اور پختگی اور اسی زوردار پیرایہ میں قرآن کریم کے اندر دی گئی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین سب سے پہلے الفاظ ہیں۔ جن سے قرآن کریم شروع ہوتا ہے۔ ان الفاظ سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ عربی لفظ رب جس کا ترجمہ انگریزی میں بہتر مترادف نہ ملنے کی وجہ سے "لارڈ" کے لفظ سے کیا جاتا ہے۔ لغوی طور پر اس کے معنے ہیں کسی چیز کو ایسے طریق سے نشو ونما دینے والا کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت اختیار کرتا ہوا حد کمال تک پہنچ جائے۔ اس لئے رب العالمین کے الفاظ صاف طور پر اس بات کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ دنیا کی تمام اقوام ایک باپ کی اولاد ہیں۔ اور کہ وہ سب کی حفاظت مساوی طور پر کرتا ہے اور سب کو درجہ بدرجہ حد کمال تک پہنچاتا ہے پھر اس کے علاوہ صفائی کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ کان الناس امة واحدة تمام لوگ ایک ہی قوم ہیں (البقرہ ۲: ۲۱۳) دوسری جگہ فرمایا نہیں ہیں لوگ مگر ایک ہی قوم (۱۹:۱۲) پھر فرمایا یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں شعوب اور قبائل بنایا ہے۔ تاکہ تم پہچانے جاؤ بے شک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے بڑھکر متقی ہے۔ پھر وہ الفاظ جن پر قرآن کریم ختم ہوتا ہے وہ بھی اس بارہ میں ویسے ہی صاف ہیں۔ کہ تمام نسل انسانی کو ایک کنبہ قرار دیا گیا ہے۔ قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس کہدے میں پناہ چاہتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ (الناس ۱۱۴: ۱-۳)

تمام نسل انسانی کی یکساں ربوبیت

جیسا کہ میں نے کہا وحدت نسل انسانی کا خیال نہ صرف صفائی کے ساتھ قرآن کریم نے ظاہر کیا ہے۔ بلکہ حد کمال تک اسکو پہنچایا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی ربوبیت کا سامان دنیا کی تمام اقوام کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کسی نے بھی آج تک کبھی اس کی تردید نہیں کی۔ تاہم صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس پر اس کے بالمقابل اس خیال پر بھی زور دیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے روحانی ربوبیت کا سلسلہ بھی دنیا کی تمام اقوام کے لئے جاری ہے نہ صرف قرآن کریم کے ان ابتدائی الفاظ میں جن کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ تمام اقوام کا رب ہے۔ یعنے وہ بادشاہ جوانسانوں کی ربوبیت ایسے طریق سے کرتا ہے جس سے وہ حد کمال کو پہنچ جائیں جہاں روحانی تکمیل کے بغیر یقیناً کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس حقیقت نفس الامری کو بھی نہایت صفائی اور پختگی کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ کہ وہ الہام الٰہی جس سے انسان کی روحانی تربیت ہو سکتی ہے دنیا کی تمام اقوام کو دیا گیا چنانچہ فرمایا ان من امة الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانیوالا گزر چکا (فاطر ۳۵: ۲۴) پھر فرمایا ولکل قوم ھاد۔ اور ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی آیا (یونس: ۴۷) یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اسرائیلی نبیوں کے ساتھ بہت سے غیر اسرائیلی انبیا کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً ہود اور صالح یعنے وہ دو نبی جو عرب کے گرد و نواح میں مبعوث ہوئے۔ ایک نوبیہ کے نبی حضرت لقمان کا بھی ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ (لقمان ۳۱: ۱۳) پھر اس نبی کا بھی ذکر ہے جو سوڈان میں مبعوث ہوئے اور جو حضرت موسےٰ کے ہمعصر تھے (الکہف ۱۸: ۶۰) اور فارس کے بادشاہ نبی ذوالقرنین (یا دو مملکتوں کے بادشاہ) کا بھی ذکر کیا ہے (الکہف ۱۸: ۸۳) جو دارائے اول کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور اس بیان کی عمومیت........ پر زور دیتے ہوئے قرآن کریم نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ ایسے بھی نبی ہوئے ہیں جن کے نام قرآن کریم کے اندر نہیں آئے چنانچہ فرمایا ورسلا قد قصصناھم علیك من قبل ورسلا لم نقصصھم علیك اور کچھ رسول ہیں جن کا حال ہم تجھ سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول ہیں جن کا ہم نے تجھ سے ذکر نہیں کیا۔ (النساء ۴: ۱۶۴) اس طرح اس نظریہ کی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی روحانی نعمت کے لئے ایک ہی قوم کو خاص طور پر چن لیا اسلام نے تردید کی ہے اور بجائے اس کے تمام اقوام میں اخوت کی بنیاد رکھدی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ سب قوموں کو ایک انسانی خاندان کے ممبر سمجھا جاتا ہے جن کا بادشاہ اور مالک ایک خدا ہے۔ جو ان سے جسمانی اور روحانی معاملات میں یکساں سلوک کرتا ہے۔

قومی اختلافات اسلام کی نظر میں

اسلام نے نہ صرف قومی یا سرداری کے خیال کو ہی رد کیا بلکہ اس نظریہ کی بھی تردید کی ہے کہ کوئی خاص قوم اللہ تعالیٰ کی نظر میں راندہ درگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی دعاؤں کو سنتا ہے خواہ ان کا مذہب اور قومیت کچھ ہو وہ سب کی مغفرت

اور بخشش کرنیوالا ہے اور سب کے اچھے افعال کی انہیں جزا دیتا ہے وہ ان اقوام میں جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتیں مختلف نسلوں سے پیدا ہوتیں۔ مختلف آرا اور خیالات کا اظہار کرتیں۔ مختلف رنگوں سے ممتاز ہوتیں اور مختلف بولیاں بولتی ہیں۔ کوئی تمیز روا نہیں رکھتا اس لئے تمام انسانوں کو ایک جیسا بنایا۔ اور ایک روحانی فطرت کے ساتھ انہیں پیدا کیا۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت جس پر اس نے اصل حالت میں پیدا کیا ہے (الروم ۳۰: ۳۰) اور اس کے ساتھ ہی فرمایا ہے لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ قائم رہنے والا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اسلام میں کوئی لونی یا لسانی روک حائل نہیں۔ لونی یا لسانی اختلافات جنھوں نے ایک قوم کو دوسری قوم بلکہ بالکل جدا کر دیا ہے قرآن کریم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نشانات ہیں۔ ومن ایاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لایات للعلمین اور اس کے نشانوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے یقیناً اس میں علم والوں کے لئے نشان ہیں۔ (الروم ۳۰: ۲۳) اس آیت کریمہ میں اس حقیقت نفس الامری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ رنگوں اور زبان کے تمام اختلافات کے باوجود ایک ہی انسانی فطرت ہر جگہ ودیعت کی گئی ہے میں قرآن کریم کی چند آیات نقل کرتا ہوں جن میں فرمایا ہے کہ:-

(۱) سب لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم

اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری (بات) قبول کرونگا۔

(المومن ۴۰: ۶۰)

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ قلیلاً ما تذکرون (النمل ۲۷: ۶۲)

بھلا کون اضطرار والے کو جواب دیتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور تمہیں ملک کے حاکم بناتا ہے کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحم یکساں طور پر سب کے لئے ہے:-

ورحمتی وسعت کل شیء۔

اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے (الاعراف ۷: ۱۵۶)

ربنا وسعت کل شیء رحمۃ وعلما (المومن ۴۰: ۷)

ہمارے رب تو رحمت اور علم سے ہر چیز پر حاوی ہے۔

یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم ٥

اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سب ہی گناہ بخش دیتا ہے ہاں وہ بخشنے والا۔ رحم کرنے والا ہے (الزمر ۳۹: ۵۳)

وان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم

اور یقیناً تیرا رب لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے معاف کرتا رہتا ہے

(الرعد ۱۳: ۶)

(۳) تمام لوگوں کو ان کے عملوں کے مطابق جزا سزا دی جائیگی:

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ (الزلزال ۹۹: ۸)

تو جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھلائی کرتا ہے اسے دیکھ لیگا اور جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بدی کرتا ہے اسے دیکھ لیگا۔

من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا۔

جو کوئی نیکی کرتا ہے اس کے لئے دس اس کے مثل ہیں اور جو کوئی بدی کرتا ہے اس کی مثل ہی اس کو سزا دی جائے گی۔ (الانعام ۶: ۱۶۱)

ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئاً (الانبیاء ۲۱: ۴۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی میزانیں رکھینگے پس کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

مختلف اقوام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا برتاؤ

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام میں توحید الٰہی کا عقیدہ نہ صرف اس حقیقت کا ہی مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اقوام عالم کا مشترک باپ ہے۔ بلکہ یہ بھی اس کا ایک کھلا نتیجہ ہے کہ مختلف انسانوں اور اقوام کے ساتھ اس کا برتاؤ بھی ایک جیسا ہے اس لئے وحدت نسل انسانی توحید الٰہی کا طبعی نتیجہ ہے جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں کہ تمام انسانوں کو قرآن کریم نے بار بار ایک ہی قوم کہکر پکارا ہے یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہیں شعوب اور قبیلے بنایا تاکہ تم پہچانے جاؤ۔ اس انسانیت کے کنبہ میں کسی ایک ملک کا باشندہ ہونا موجب عزت نہیں۔ اور نہ کسی دوسرے ملک کا باشندہ ہونا موجب ذلت ہے۔ اور نہ ہی کسی قوم کا رنگ یا اس کی زبان اس کی بڑائی کا معیار ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ ہی فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یقیناً خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو اپنے فرائض کو سب سے زیادہ نگاہ رکھتا ہے۔ (الحجرات ۴۹: ۱۳) اسلام کے انہی بنیادی اصولوں کو رائج کرنے کے لئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں کھلے الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ آپ کی اپنی قوم "عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں" اور امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ "اگر ایک یہودی کو تم پر حاکم مقرر کیا جائے تو تم اس کی سنو اور اطاعت کرو"

دوسری اقوام کے ساتھ مسلمان کا برتاؤ

باہمی معاملات میں بھی اسی وسیع اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے ایک مسلم کی تعریف آنحضرت صلعم نے یہ کی ہے کہ "جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ بچے رہیں" اور قرآن کریم میں ایک مسلمان کے اخلاق و اطوار کے متعلق یہ سنہرا اصول بیان کیا گیا ہے کہ یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ (المائدہ) "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے (حقوق کی) حفاظت کرنے والے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو"

پھر فرمایا یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین

اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف کی پوری محافظت کرنیوالے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو گو معاملہ تمہاری اپنی ذات یا ماں باپ اور قریبیوں کے خلاف ہو۔ (النساء ۴: ۱۳۵)

پھر ایک اور جگہ فرمایا ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ٥ اور کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو حرمت والی مسجد سے روکا تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو (المائدہ ۵: ۲) انصاف کو پوری سختی کے ساتھ ملحوظ رکھنا ایک عام اصول زندگی ہے جو ایک مسلمان کو اس وقت پیش نظر رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے جب وہ دوسرے لوگوں اور اقوام بلکہ ان لوگوں کے ساتھ بھی معاملہ کر رہا ہو جنھوں نے مسلمانوں کو دکھ اور اذیتیں پہنچائی ہوں اور ان سے ظالمانہ برتاؤ کیا ہو۔ نہ صرف انصاف بلکہ سوائے ان لوگوں کے جن کے ساتھ جنگ ہو تمام اقوام کے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت احسان کا برتاؤ کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنھوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارہ میں لڑائی نہیں کی۔ اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا کہ ان سے بڑے بڑے احسان کرو اور ان سے انصاف کرو اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (الممتحنہ ۶۰: ۸)

بین الاقوامی صلح و امن میں اسلام کی زبردست امداد

جنگ کے متعلق قرآن کریم کی تعلیم کو اگر بنظر امعان مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ جس جنگ کی قرآن کریم نے اجازت دی ہے وہ فی الحقیقت نہایت ضروری چیز ہے جو بین الاقوامی صلح و اتحاد کو پیدا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے جارحانہ جنگوں کو نہایت صاف اور کھلے الفاظ میں منع کر دیا قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور زیادتی مت کرو اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (البقرہ ۲: ۱۹۰) سب سے پہلی آیت جو جنگ کے بارہ میں نازل ہوئی وہ بھی ویسی ہی صاف ہے۔ فرمایا:-

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا

ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی صحیح وجہ کے نکالے گئے سوائے اس کے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھریاں اور گرجے اور عبادتگاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔ (الحج ۲۲: ۴۰)

ر یہ صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں آیات میں جو جنگ کی اجازت کے متعلق ابتدائی احکام ہیں سے ہی صرف مدافعانہ جنگ کی ہی اجازت دی گئی ہے اور وہ بھی ایسے شاندار مقصد کی خاطر کہ تمام اقوام کی آزادی کی حفاظت کی جائے عابدوں کی کوٹھڑیاں، مسیحی گرجے ۔ یہودیوں اور دوسری اقوام کے معبد اور مسجدیں مسمار ہونے سے بچی رہیں گویا فی الحقیقت تمام اقوام کے مذہبی مقامات کی حفاظت کا حکم دیا ہے ۔ اور جارحانہ جنگ سے صاف الفاظ میں منع کیا ہے ۔ ان دونوں آیات کے بعد جس قدر احکام جنگ کے بارہ میں نازل ہوئے وہ ان بنیادی شرائط پر مبنی ہیں ۔ جو ان آیات میں بیان کی گئی ہیں اور یہی بنیادی اصول حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے لئے ہدایت و رہبری کا کام دیتے ہیں ۔

جارحانہ جنگ کے خلاف یہ ممانعت بین الاقوامی صلح و اتحاد کو قائم کرنے میں اسلام کا ایک زبردست امدادی کام ہے

اسلام کی اہم ترین دعا

سوال ۲ ۔ کیا آپ کے مذہب میں کوئی ایسی عبادات یا دعائیں ہیں جو بین الاقوامی صلح و اتحاد سے تعلق رکھتی ہوں ؟

جواب ۔ اسلام کی اہم ترین دعا جو روزانہ پنجوقتہ نمازوں کا لازمی حصہ ہے قرآن کریم کی سب سے پہلی سورت ہے ۔ یہ دعا ایک مسلمان کی طرف سے روزانہ مختلف اوقات میں تیس مرتبہ دہرائی جاتی ہے ۔ جو صبح بستر سے اٹھتے ہی اس کا سب سے پہلا کام اور رات کو بستر پر جاتے وقت آخری کام ہوتا ہے ۔ اس دعا کی اہمیت ایک مسلمان کے نزدیک اس سے بہت زیادہ ہے جس قدر ایک مسیحی کے نزدیک خداوند کی دعا ۔ یا کسی مذہب کے پیرو کے نزدیک اپنی مذہبی دعا کو اہمیت حاصل ہے اور ایک مسلمان کی زندگی کا یہ ایک نہایت ضروری حصہ ہے ۔ جو اس کے اخلاق کو درست کرتا ۔ اور اس کی ذہنیت کو سنوارتا ہے یہ ایک نہایت چھوٹی سی سورت ہے ۔ جو سات چھوٹی چھوٹی آیات پر مشتمل ہے ۔

(۱) الحمد للہ رب العالمین ۔
سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے

(۲) الرحمٰن الرحیم ٥
بے انتہا رحم والا ۔ بار بار رحم کرنے والا ۔

(۳) مالک یوم الدین ۔
جزا کے وقت کا مالک ۔

(۴) ایاك نعبد و ایاك نستعین
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔

(۵) اهدنا الصراط المستقیم
تو ہم کو سیدھے رستہ پر چلا ۔

(۶) صراط الذین انعمت علیهم ۔
ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا ۔

(۷) غیر المغضوب علیهم ولا الضالین
نہ ان کا جن پر غضب ہوا ۔ اور نہ گمراہوں کا ۔

اس دعا کا اثر مسلمانوں کے قلب پر

میں صرف دو آیات سے جو بین الاقوامی یا عالمگیر صلح و اتحاد سے تعلق رکھتی ہیں چند ریمارک کرنا چاہتا ہوں ۔ سب سے پہلی آیت میں اس تعریف کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو تمام اقوام کا رب ہے ۔ ان کی پرورش کرنے والا اور ان کی نشوونما کرنے والا ہے اور جو ترقی کے رستہ پر انہیں درجہ بدرجہ چلاتا ہے ۔ یہانتک کہ وہ اپنی حد کمال کو پہنچ جائیں وہ تنگ ذہنیت جس کی وجہ سے انسان اپنی قوم کو دوسری تمام اقوام پر فضیلت دینے کی کوشش کرتا ہے اور جو درحقیقت تمام قومی تباغض و تحاسد، قومی تنافر اور قومی عداوتوں کی جڑ ہے ۔ اس آیہ کریمہ میں ہمیشہ کے لئے ختم کر دی گئی اور ایک مسلمان اس سب سے زیادہ ہر دلعزیز نصب العین کو سامنے رکھکر اپنی زندگی شروع کرتا ہے ۔ جس کو حاصل کرنے کی طاقت قلب انسانی میں موجود ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے بوجہ اس حفاظت، اس محبت اور اس پرورش کے جو وہ سب کی کرتا ہے ۔ صرف میری ہی نہیں ۔ نہ ہی صرف میری قوم یا میرے کنبہ کے لوگوں کی بلکہ دنیا کی تمام اقوام اور اس سے بھی بڑھکر تمام جہانوں کی پرورش، محبت اور حفاظت کرتا ہے ۔ اس خیال کو انسان کی روزانہ زندگی میں بار بار پیش کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے خیالات میں سب سے بلند جگہ حاصل کر لیتا اور قلب انسانی پر اپنی حکومت جما لیتا ہے ۔ اور بعینہ اسی طرح جیسے انسان اس خدا کی تعریف کرتا ہے ۔ جو تمام اقوام کی یکساں حفاظت اور ایک جیسی محبت ان سے کرتا ہے وہ خود بھی اسی سپرٹ کو اپنے اندر لیکر سب سے مساویانہ محبت کرنے لگتا ہے ۔ اس کے ذرائع بے شک محدود ہوں وہ اپنے معمولی حالات میں صرف چند لوگوں تک پہنچ سکتا ہو لیکن اس کی خواہش اور تڑپ کا دائرہ اتنا وسیع ہوتا ہے جتنا کہ ممکن ہے ۔ اس کا نصب العین اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو جو سب سے یکساں محبت اور سب کی حفاظت سے تعلق رکھتی ہے ۔ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے ۔ دعا آخر کیا چیز ہے ؟ یہ ایک ذریعہ ہے جس سے انسان خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتا اور اخلاق الٰہی کے سرچشمہ سے سیراب ہوتا ہے ۔ وہ شخص جو سب کی مساویانہ ربوبیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے ۔ اگر اپنے اندر صداقت رکھتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ بھی ہمیشہ سب کے ساتھ نیکی کرنے اور تمام نسل انسانی کی خدمت بجا لانے کا خیال اپنے اندر پیدا کرے ۔

مسلمانوں کی دعا تمام انسانوں کیلئے

دوسری آیت جس کا میں یہاں ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ اس دعا کی پانچویں آیت ہے ۔ اس آیت میں عبادت کرنے والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہدایت و رہنمائی کے لے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں ۔ لیکن دعا کے الفاظ میں اھدنا فرمایا ہے یعنی ہم کو ہدایت دے ۔ اھدنی یعنی مجھے ہدایت نہیں کہا ۔ اس طرح سے ایک مسلمان کو صرف اپنے ہی لئے دعا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ۔ بلکہ اپنے علاوہ دوسروں کے لئے بھی دعا کرنا سکھایا گیا ہے ۔ اور یہ دوسرے لوگ کون ہیں ؟ وہ صرف اس کے اپنے خاندان کے لوگ یا اس کے دوست ہی نہیں نہ ہی صرف اس کی قوم کے لوگ ہیں سب سے پہلی آیت میں ایک مسلمان کو یہ سکھا یا لیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو انسانیت کے اس وسیع کنبہ کا صرف ایک فرد سمجھے جو دنیا کی تمام اقوام پر مشتمل ہے اور جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ یکساں طور پر کرتا ہے ۔ اس لئے اس کے بندہ کو سکھایا گیا ہے کہ وہ اس تمام کنبہ کے صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کرے اور اپنے لئے صرف اس کنبہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے دعا کرے ۔

بین الاقوامی اتحاد میں ہمارا حصہ

سوال ۳ ۔ کیا آپ کے مذہبی ادارے نے کوئی ایسے ریز ولیوشن پاس کئے ہیں جو بین الاقوامی صلح و اتحاد سے تعلق رکھتے ہیں ؟

جواب ۔ ہماری سوسائٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور دنیا کی پچیس سے زیادہ مختلف زبانوں میں مفت لٹریچر تقسیم کر کے اس عظیم الشان کام کو سرانجام دے رہی ہے ۔ اس لٹریچر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ مذہب کی بالعموم اور اسلام کی بالخصوص آزادانہ روش کو نمایاں کرتا ہے اور تمام اقوام عالم سے اللہ تعالیٰ کے مساوی سلوک پر بہت زیادہ زور دیتا ہے ۔

بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک تجویز

چوبیس سال ہوئے جناب میرزا غلام احمد صاحب بانی جماعت احمدیہ نے "پیغام صلح" کے نام سے ایک تجویز شائع کی جس کو اگر ہندو قوم قبول کر لیتی تو بہت سی ہندو مسلم کشیدگیاں اور فسادات ختم ہو جاتے ۔ اس کتاب میں آپ نے یہ تجویز کی کہ چونکہ مسلمان دنیا کی تمام اقوام میں نبیوں کا آنا مانتے ہیں وہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ ہندوستان کی دو بڑی شخصیتوں رامچند اور کرشن کو خدا کے نبی مانتے ہیں ۔ بشرطیکہ ہندو بھی ایک اسی قسم کے اقرار نامہ پر دستخط کر دیں ۔ جس میں یہ لکھا ہو کہ وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا نبی مانتے ہیں ۔ اور کہ اگر اس اقرار نامہ پر ہندو قوم کے نمائندے دستخط کر دیں تو مسلمان یہ بھی اقرار کرنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ اپنی خوراک اور قربانیوں کے لئے ذبح گاؤ کے حق پر زور نہ دیں گے لیکن ہندوؤں نے اس تجویز کو منظور کرنا مناسب نہ سمجھا ورنہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین صلح و اتحاد کبھی کا ہو چکا ہوتا ۔

مذاہب عالم کو مشترک پلیٹ فارم پر دعوت

قرآن کریم نے بھی ایک ایسی تجویز پیش کی ہے جو دنیا کے مختلف مذاہب کے پیروؤں میں اتحاد پیدا کرنے والی ہے ۔ اس نے حسب ذیل طریق سے ایک مشترک امر پر جمع ہونے کی تجویز کی ہے ۔

قل یا اهل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرك به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ٥

کہو اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کسی کو کوئی اللہ کے سوا رب بنائے اور اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں ۔

(آل عمران ۳ : ۶۴)

تمام مذاہب جو اپنی بنیاد الہام الٰہی پر رکھتے ہیں اور اس لئے اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان ہے اس اصول کی بنیاد پر ایک مشترک پلیٹ فارم پر اکھٹے ہو سکتے ہیں ۔ دنیا کے تمام بڑے

بڑے مذاہب میں ایک مشترک چیز یقیناً موجود ہے کیونکہ نسل انسانی کا مذہبی عقیدہ بنیادی طور پر ایک ہی ہے - یہ مشترک بنیاد **ایک خدا** پر ایمان ہے - اور اسی مشترک عقیدہ پر ایمان لانا قرآن کریم نے دنیا کے بین الاقوامی اور بین الفرقی صلح و اتحاد کے لئے ضروری قرار دیا ہے -

بین الاقوامی اتحاد کیلئے چار ادارے

سوال ۴ - کیا آپ کے مذہب میں کوئی ایسے ادارے موجود ہیں جو بین الاقوامی صلح و اتحاد کے لئے کام کر رہے ہوں ؟ اگر ہیں تو وہ کونسے ہیں ؟

جواب - تمام اسلامی دنیا میں چار قسم کے ادارے پائے جاتے ہیں - جو نسل انسانی کے اتحاد کی غرض کو پورا کرنے والے ہیں - اور اس طرح بین الاقوامی صلح و اتحاد کے قائم کرنے کے لئے بڑی وسیع بنیادوں پر سرگرم عمل ہیں - یہ چار ادارے اس میں شک نہیں کہ روحانی اثر بھی اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن اتحاد انسانی کے عظیم الشان مقصد کو پورا کرنے میں بھی وہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتے - یہ چار ادارے حسب ذیل ہیں :-

(۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ (۴) حج

نماز کا اثر اتحاد انسانی پر

سب سے پہلا رکن روزانہ زندگی میں انسانوں کے اندر اتحاد پیدا کرنے کے لئے ہے - اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ روزانہ پانچ وقت مسجد میں جمع ہوں اور بڑے چھوٹے ، امیر غریب ، آقا اور غلام ، بادشاہ اور رعایا ، اعلیٰ اور ادنیٰ ، اس احکم الحاکمین کے سامنے ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہوں - اور اس کے محامد کے گیت گائیں - کیونکہ وہ سب کی حفاظت کرتا اور سب سے محبت رکھتا ہے - اس طریق سے ایک مسلمان کی آنکھوں کے سامنے روزانہ پانچ مرتبہ انسانی مساوات کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے - اور یہ نقشہ اس کے ہمجنسوں کے متعلق اس کی توجہات پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا اور اگر ایک ہی محلہ کے رہنے والوں کو روزانہ کئی مرتبہ اکٹھا کیا جاتا ہے تو ہر جمعہ کے دن تمام آبادی کو نماز جمعہ کے لئے ایک جگہ جمع ہونا پڑتا ہے اور پھر سال میں کم از کم دو مرتبہ دونوں عیدوں کے موقعہ پر دیہاتی اور شہری سب ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں -

روزہ کا اثر اتحاد انسانی پر

روزہ نسل انسانی کو مصائب اور دکھوں میں جمع کرنے کے لئے ہے پورا ایک مہینہ ایک امیر کبیر کو اپنے غریب بھائی کی طرح بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے - مصائب میں اشتراک انسان کو اتحاد کے زبردست بندھنوں میں مضبوطی کے ساتھ جکڑ دیتا ہے - اور اسلام نے ہر سال میں ایک ماہ کے روزے مقرر کر کے اس مضبوط بندھن میں ہمیں جکڑ دیا ہے - ایک یا دو دن کے لئے مشترک طور پر دکھ اٹھا لینا مطلوبہ اثر پیدا نہ کر سکتا تھا اس لئے پورا ایک مہینہ مقرر کیا گیا - جس میں ضروری ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی جیسی تکلیف برداشت کریں -

زکوٰۃ کا اثر اتحاد نسل انسانی پر

زکوٰۃ یا خیرات کا رکن دولت اور امیری میں نسل انسانی کو متحد کرنے کے لئے ہے - کوئی مسئلہ قلب انسانی کو اس قدر پریشان کرنے کا موجب نہیں ہوا - جس قدر پریشانی مال و دولت کی غیر مساویانہ تقسیم نے پیدا کی ہے - بعض لوگ تو بالکل دولت کے اندر کھیلتے ہیں - اور بعض ایسے ہیں - جو بھوکوں مر رہے ہیں - زکوٰۃ کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کی ہے کہ یہ ایک ٹیکس ہے جو امرا پر غربا کے فائدہ کے لئے عائد کیا گیا ہے - ہر امیر آدمی کی دولت کا چالیسواں حصہ ہر سال لے لیا جاتا اور اسے ایک بیت المال کے اندر جمع کیا جاتا ہے تاکہ اس سے غریبوں اور مصیبت زدوں کے مصائب کو دور کیا جا سکے - یہی وہ فنڈ ہے جس سے حاجتمندوں کی حاجت کو پورا کیا جاتا - قیدیوں یا غلاموں کو آزاد کیا جاتا مقروضوں کے قرضے ادا کئے جاتے ہیں اور اس بات کی کوئی تمیز روا نہیں رکھی جاتی کہ وہ محتاج یا قیدی یا غلام یا مقروض کس قوم سے تعلق رکھتا ہے ہر سال دولت ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکلکر جنہوں نے اسے جمع کیا ہے غریبوں اور محتاجوں کے پاس پہنچتی رہتی ہے - اور اس طریق سے امیر اور غریب میں ایک توازن قائم ہو جاتا ہے جس سے نہ تو امیر بہت زیادہ امیر ہو جاتا ہے اور نہ غریب بہت زیادہ غریب بن جاتا ہے

حج کا اثر اتحاد نسل انسانی پر

حج کا طریق نسل انسانی کو مرتبہ اور قومیت کے اعتبار سے متحد کرنے کے لئے ہے سال بھر میں ایک مرتبہ تمام اقوام کے لوگوں کو مکہ میں اکٹھا کیا جاتا ہے اور اس طریق سے جو اتحاد نسل انسانی کے اندر پیدا ہوتا ہے - وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے نظیر ہے - سطح ارض کی تمام اقوام نہ صرف ایک جگہ جمع ہوتی ہیں - بلکہ انہیں یہ سمجھ آجاتی ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہیں اور کوئی بھی ان میں سے بڑھ چڑھ کر نہیں ان سب کو ایک ہی طرح کے کپڑے پہنائے جاتے ہیں جس سے قومیت اور مرتبہ کا آخری امتیاز بھی قطعاً مٹ جاتا ہے اور ایک یورپین اور ایشیائی اور بادشاہ اور گدا میں امتیاز کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ کا حج نسل انسانی کے اتحاد اور قوموں کے باہمی ملاپ کا بہترین تخیل اور اس کے ساتھ ہی ایک بہترین عملی مظاہرہ ہے -

سوال ۵ - آپ کے مذہب نے بین الاقوامی صلح و اتحاد کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے کس طرح بالواسطہ طور پر امداد کی ہے ؟

مسلمان کی ذہنیت

جواب - ۱ - مذہبی ذہنیت :- اسلام کی مذہبی تعلیمات نے ایک ایسی قوم پیدا کی ہے جو اپنی مذہبی روش کے لحاظ سے بہت آزاد خیال واقع ہوئی ہے یہ خیال کہ ہم ایک ایسی قوم میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی منظور نظر ہے - اور دوسری تمام اقوام راندۂ درگاہ الٰہی ہیں ایک مسلمان کی ذہنیت سے قطعاً معدوم ہے اس کی تربیت ان روایات کے اندر ہوئی ہے جن کا یہ منشا ہے کہ تمام لوگ اور تمام اقوام اللہ تعالیٰ کی نظر میں مساوی ہیں اور کہ ان سب سے وہ مساویانہ سلوک کرتا ہے اور کہ ان سب کی طرف اس نے اپنا الہام بھیجا ہے - اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ قومی تباغض و تحاسد ایک مسلمان کے دل میں قطعاً راہ نہیں پا سکتا - اور یہ روش بین الاقوامی صلح و امن کو بہت حد تک ترقی دینے کی موجب ہے -

پیشوایان مذاہب اور اسلام

بین الاقوامی تباغض و تحاسد کو پیدا کرنے میں یہ امر بہت حد تک ممد و معاون ہوا ہے کہ ایک قوم نے دوسری کے مذہبی پیشواؤں کی عزت کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ انہوں نے عملاً ان کو گالیاں دیں اور سخت ترین الفاظ میں ان پر سب و شتم روا رکھی - اسلام کی روش دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں کے بارہ میں بالکل اس کے متضاد ہے - وہ ان کی عزت و احترام ہی نہیں بلکہ ان پر فی الحقیقت ایمان پیدا کرتی ہے ایک مسلمان صرف انہی باتوں پر ایمان نہیں رکھتا جو حضرت نبی کریم صلعم پر نازل ہوئیں - بلکہ ان پر بھی جو کسی دوسری قوم کے کسی نبی پر الہام ہوئی ہوں قرآن کریم کی صاف اور کھلی تعلیم کے مطابق انبیا ہر قوم میں آئے ہیں - اس لئے ایک مسلمان کا عقیدہ اس طرح بیان کیا گیا ہے :-

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۔

تم کہو ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا - اور اس پر جو نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے دیا گیا ہم ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں - (البقرہ ۲-۱۳۶)

دوسری اقوام کے انبیا اور خود اپنے نبی پر ایمان لانے کی وجہ سے ہر ایک مسلمان اقوام عالم میں محبت و خوشدلی کے جذبات کو عملی طور پر ترقی دینے والا ہے -

اسلامی حکومت میں مذہبی آزادی

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو بھی ملک مسلمانوں نے فتح کیا - وہاں کے لوگوں کو انہوں نے پوری مذہبی آزادی دی جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں - اسلامی جنگوں کا مقصد مسجدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ کلیساؤں اور معبدوں کی حفاظت بھی تھا - یہودیوں ، مسیحیوں ، زرتشتیوں ، بدھوں ، ہندوؤں اور تمام دوسری اقوام کو جن سے اسلام کو بحیثیت ایک فاتح مذہب کے تعلق پیدا ہوا ، پوری مذہبی آزادی دی گئی بلکہ اپنی تہذیب و تمدن کو ترقی دینے کی بھی آزادی دی گئی - اور بعض اوقات مساجد کے علاوہ دوسرے مذہبی مقامات کی مرمت اور ان کا کام چلانے کے لئے اسلامی حکومت کے خزانہ سے امداد دی جاتی رہی اسلام کے فاتح اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت صلعم کے دوسرے خلیفہ تھے ایک مسیحی کلیسا کی حدود میں اس لئے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا - کہ مبادا بعد میں آنے والے مسلمان اس جگہ کو مسجد بنا لیں کسی قوم کو اسلام نے اس وجہ سے نیست و نابود نہیں کیا - کہ وہ کسی اور مذہب کی قائل ہے - آج کے دن تک مصر - شام اور ترکی میں مسیحی موجود ہیں - ایران میں زرتشتی پائے جاتے ہیں - اور ہندوستان میں ہندو اور بدھ اب تک باقی ہیں - دہلی ہندوستان میں مغلیہ بادشاہوں کا دارالخلافہ رہا ہے لیکن صوبہ دہلی کی آبادی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک مسلمان کے بالمقابل آٹھ ہندو پائے جاتے ہیں - اگر بعض افراد سے انفرادی طور پر کوئی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں تو وہ اسلام کی مذہبی ذہنیت کی مظہر نہیں ہو سکتیں -

تمام جماعتوں اور اقوام کے ساتھ انصاف

(۲) **مجلسی انصاف** - میں نے ابھی قرآن کریم کی وہ آیات نقل کی ہیں جن میں ہر مسلمان کو تمام جماعتوں اور سب اقوام کے ساتھ حتی کہ ان سے بھی جنہوں نے اسے دکھ دیا ہو انصاف کا برتاؤ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے - **لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا** کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات

ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا - اور کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو (المائدہ ۵ : ۲) انصاف کے معاملہ میں کسی جماعت، عقیدہ و مذہب یا قومی امتیازات کو روا نہیں رکھا جاتا - اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "تم میں سے سب سے زیادہ کمزور میری نظر میں طاقتور ہے جب تک میں اسے اس کے جائز حقوق نہ دلا دوں - اور تم میں سے سب سے طاقتور میری نظر میں کمزور ہے جب تک میں ان ذمہ داریوں اور حقوق کی ادائیگی پر اسے مجبور نہ کر دوں جو اس پر عائد ہوتے ہیں" یہی وجہ ہے کہ بادشاہوں اور خلفا کو جب کبھی ان کے خلاف کوئی دعوےٰ دائر ہوتا رعایا کے ادنےٰ ترین افراد کی طرح عدالت میں حاضر ہونا پڑتا اور انہیں قاضی کے فیصلہ کے آگے سر جھکانا پڑتا تھا۔ عرب اور عجم کے لوگ ایک ہی مساوی حیثیت میں اور ایک ہی قانون کے تابع ہوتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا - جس میں ایک فریق مسلمان تھا اور دوسرا یہودی - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا - غیر مسلم اور غیر عرب اپنی جائدادوں پر بھی مالکانہ حقوق رکھتے تھے جو مسلمانوں اور عربوں کو حاصل تھے۔ اور عورتوں کو بھی ویسے حق حاصل تھے جیسے کہ مردوں کو، بیویوں کو اپنے خاوندوں کے خلاف ایسے ہی اختیارات تھے جیسے بیویوں کے خلاف انکے خاوندوں کو حاصل تھے اس لئے مجلس انصاف کے تخیل نے اس طریق سے اسلام میں پوری نشو و نما حاصل کی اور اس نے بلا واسطہ طور پر بین الاقوامی صلح و امن کے خیال کو ترقی دی ہے۔

مختلف ذاتوں کے باہمی تعلقات

(۴) اب سب سے آخری سوال سامنے آتا ہے اسلام نے مختلف ذاتوں کے باہمی تعلقات سے بین الاقوامی صلح و اتحاد کے مقصد کو کہاں تک پورا کیا ہے اس معاملہ میں اسلام نے جو امداد دی ہے وہ بالواسطہ ہی نہیں بلکہ بلا واسطہ امداد ہے اس نے بین الاقوامی صلح و اتحاد کے مقصد کو ذیل کے دو طریقوں سے پورا کیا ہے :-

(۱) براہ راست ایک اسلامی اخوت قایم کر کے جس کا دائرہ تمام دنیا پر محیط ہے - اور تمام جماعتی، لونی اور ذاتی امتیازات اس میں مفقود ہیں -

(۲) بالواسطہ طور پر

ا - دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کر کے -

ب - جماعتی - لونی اور ذاتی امتیازات کے خلاف (جو بین الاقوامی صلح و اتحاد کی راہ میں ایک ہی سب سے بڑی روک ہے) آہستہ آہستہ دنیا کی رائے پر اثر ڈالکر۔

اخوت اسلامی کا زبردست عملی تجربہ

جہاں تک اول الذکر امر کا تعلق ہے اخوت اسلامی بجائے خود اس بات کا ایک زبردست عملی تجربہ ہے کہ بین الاقوامی صلح و اتحاد اس ذریعہ سے من کل الوجوہ قایم ہو سکتا - اور جماعتی، لونی اور ذاتی تعصبات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ سکتے ہیں - اس مقصد کا حصول اسلام کی ان اغراض میں سے ہے جن کا اعلان روز اول ہی سے کر دیا گیا اور قرآن کریم نے صاف اور کھلے الفاظ میں بتا دیا کہ وہ تمام نسل انسانی کی ایک ایسی برادری قایم کرنے کے لئے آیا ہے جس میں مختلف ذاتوں اور اقوام کے لوگ ایک ہی خاندان کے ممبر سمجھے جائیں - کوئی شخص اپنی ذات، رنگ یا قوم کی وجہ سے دوسروں پر بڑائی اور فضیلت کا دعوےٰ نہ کر سکے اور ہر شخص کو ترقی کرنے اور اپنا فرض سر انجام دینے کا پورا موقع حاصل ہو اس بارہ میں قرآن کریم کی بعض آیات اس سے پہلے نقل کی جا چکی ہیں - آج سے تیرہ سو سال پہلے کا عرب اپنے حبشی ہمسایہ کو برا سمجھتا اور اس سے نفرت کرتا تھا - اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اسی قدر جس قدر آج کا مہذب مغربی انسان اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے غلامی انسانی خاندان کے معزز ترین انسان کو حقیر ترین بنا دیتی ہے - لیکن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حبشی غلاموں کو عرب کے معزز ترین خاندان قریش کے ہم پلہ بنا دیا - بلال رض ایک حبشی غلام کو اسلام میں بہت عزت کی جگہ حاصل تھی - اور قریش کے بہترین افراد کے برابر ان کا مرتبہ تھا - اور ایک بلال ہی پر کیا منحصر ہے ؟ اس مصلح اعظم یعنے آنحضرت صلعم کے منہ سے یہ عام حکم جاری ہو گیا کہ "اگر اللہ تعالیٰ ایک غلام کو تم پر مسلط کر دے جسکے کان اور ناک کٹے ہوئے ہوں اور وہ قرآن کریم کے حکم کے ماتحت تمہیں موت کے منہ میں دھکیلے تو اس کے حکم کو پوری توجہ اور اطمینان سے سنو اور اس کی اطاعت کرو" پھر فرمایا - اگر ایک حبشی تم پر مسلط کیا جائے تو اس کی سنو اور اطاعت کرو - اگرچہ اس کا سر ایک مرجھائے ہوئے انگور کی طرح گنجا کیوں نہ ہو" اور اکثر ایسا ہوا کہ ایک آزاد غلام کو مغرور قریشیوں پر حاکم بنا دیا گیا - اور بڑے بڑے اعلیٰ خاندان کی عورتیں بھی ایک غلام سے جسے اسلام نے اس کے اعلےٰ اندرونی خصائل کی وجہ سے عزت و عظمت کے مرتبہ پر بٹھا دیا تھا شادی کرنا موجب فخر سمجھتی تھیں۔

اسلام کی وسیع برادری

اخوت اسلامی کے ان اعلےٰ نمونوں کی جو ابتدا اسلام میں دیکھنے میں آئے، اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ وسیع پیمانہ پر پیروی ہوتی رہی - اسلام کی برادری میں عرب ایرانی، یونانی، ہندوستانی، چینی، ترک، یوروپین، اور حبشی سب ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے - بہت سے غلاموں نے بادشاہت کے اعلیٰ مراتب حاصل کئے - اور بعض روحانی بادشاہ اور اسلام کے عظیم الشان مجتہد بن گئے - آج تک اسلام کی یہ ہموار کرنے والی طاقت دنیا کے لئے ایک اعجوبہ بنی ہوئی ہے - پاریا قوم کا قابل نفرت انسان اور ایک حقیر اچھوت جس کا سایہ بلکہ شاہراہ عام یا پبلک تالاب سے ۵۰ فٹ کے اندر اس کا قدم رکھنا بھی پرلے درجہ کی ناپاکی پیدا کرنے کا موجب سمجھا جاتا ہے - جونہی اسلام کا کلمہ پڑھ لیتا ہے اس کی تمام ناپاکیاں دھل کر صاف ہو جاتی ہیں - اور بیان اسلام کا وہ ہوّا جسے بہت خطرناک چیز سمجھا جاتا ہے سوائے اس کے کیا ہے کہ ایک اخوت کا احساس ہے - جو ہر مسلمان کے قلب کو زندہ رکھتا اور دوسرے مسلمانوں کی خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہوں اور کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں ہمدردی اور محبت کی آگ اس کے اندر روشن کئے ہوئے ہے - اخوت اسلامی کا وہ عظیم الشان عملی نقشہ جو شرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے - اور جو تمام ممالک اور ذاتوں اور اقوام پر حاوی ہے - اس بات کا ایک زندہ ثبوت ہے کہ بین الاقوامی صلح و امن نری خواب نہیں بلکہ نسل انسانی آخر کار ایک ایسے رشتہ میں منسلک ہو سکتی ہے جو مجموعی طور پر متحد کر دے -

غیر مذاہب کے ساتھ اسلام کا سلوک

بالواسطہ طور پر اسلام نے دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے متعلق محبت کے جذبات پیدا کر کے بین الاقوامی صلح و اتحاد میں امداد دی ہے - یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ اسلام نے اگر قومی اور لونی امتیازات کو معدوم کر دیا ہے تو اس کی جگہ مذہب کی ایک زبردست روک کھڑی کر دی ہے - دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کے تعلقات پر اوپر مفصل لکھا جا چکا ہے - جس سے یہ صاف ظاہر ہے - کہ اسلام نے صرف قومی، جماعتی، لونی، اور نسلی امتیازات کو ہی دور نہیں کیا بلکہ مذہبی خصوصیت کی بہت بڑی روک کو بھی اس نے دور کر دیا - اور جو کچھ اس نے نظری طور پر دنیا کو سکھایا اس کے متبعین نے اسے عمل میں لا کر دکھا دیا اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اس کی نمایاں مثالیں پائی جاتی ہیں اس بات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں - کہ کس طرح آنحضرت صلعم کے پاس غیر مسلم وفود آئے اور آپؐ نے ان کی مناسب عزت و تکریم کی کس طرح آپؐ نے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کئے - کس طرح آپؐ نے غیر مسلموں کو تحائف بھیجے - اور ان کے تحائف کو قبول کیا - کس طرح آپؐ نے غیر مسلم بیماروں کی عیادت کی اور کس طرح غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ کیا - بہت سی جنگوں میں مسیحی قبائل مسلمانوں کے دوش بدوش ایرانیوں اور خود اپنے ہم مذہبوں کے بالمقابل نبرد آزما ہوئے - اور ایرانیوں نے مسلمانوں کے ساتھ ایسے معاہدات کئے جن میں صرف یہی ایک فرض ان کے ذمہ لگایا گیا کہ دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کے لئے وہ مسلمانوں کی امداد کریں گے یہ قبائل عیسائی ہوں یا مجوسی کبھی جزیہ نہ دیتے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فوراً حکم دیا کہ تمام ذمیوں کو جو اسلامی سلطنت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں اور اپنی قوت لایموت پیدا کرنے سے قاصر ہیں بیت المال سے وظائف دیئے جایا کریں اور بستر مرگ پر آپ نے اپنے جانشین کو وصیت کی کہ وہ ذمیوں کے ساتھ نرمی اور سلوک کا برتاؤ کریں - اس طرح اسلام نے مذہب کو غیر مسلموں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قایم کرنے میں کبھی روک قرار نہیں دیا بلکہ اس کے خلاف اس نے مذہبی خصوصیت کی روک کو بھی ویسے ہی دور کیا جیسے قومی اور لونی رکاوٹوں کو -

مستقبل کا مذہب

آخری بات پر میں کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہبی اور قومی خصوصیت آہستہ آہستہ مٹتی چلی جا رہی ہے - اور اس کی جگہ اقوام عالم میں تبادلہ خیال و تفہیم کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے - نسل انسانی کے ساتھ انصاف آخر کار غالب آ کر رہے گا - اور وہ وقت آنے والا ہے جب ہر شخص اپنے آپ کو انسانی خاندان کا ایک فرد سمجھیگا اور ایک تنگدل محب وطن سے بڑھکر جو ایک ہی ملک یا ایک ہی قوم سے اپنا تعلق سمجھتا ہے - تمام دنیا کو اپنا گھر یقین کریگا اور انسانیت نہ کہ قومیت مستقبل کا مذہب ہوگا -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۳۲ء	نمبر ۴۶

بدقسمت ہندوستان
الور، کشمیر اور پنجاب میں ہندوؤں کی فتنہ انگیزیاں

ہندوستان کے عہد حاضرہ کی تاریخ کو جب آئندہ نسلیں واقعات کی روشنی میں مطالعہ کرینگی تو ان عجیب وغریب حرکات اور نت نئی فتنہ انگیزیوں کو دیکھکر جو مسلمانوں کے خلاف برپا کی جارہی ہیں ہندوستان کی بدقسمتی پر انہیں ماتم کئے بغیر چارہ نہ ہوگا - سالہا سال کی جدوجہد اور مسلسل جانی اور مالی قربانیوں کے بعد اب جبکہ ہندوستان حکومت خود اختیاری کی منزل کے قریب پہنچ رہا ہے اس کی راہ میں روڑے اٹکانے اور آئندہ ملنے والے حقوق واختیارات سے مستفید ہونے کے بجائے انہیں پامال کرنے کی نئی تجویزیں سوچی جارہی ہیں - خود وہ لوگ جو فرقہ وارانہ تحریکات کو کفر کی نظر سے دیکھتے اور ہندوستان کو ایک قومیت متحدہ کی شکل میں لانے کے متمنی ہیں وہ آج انہیں فرقہ وارانہ تحریکات کو ترقی دینے اور تعصب وخودغرضی کی آگ کو ہوا دینے میں سب سے آگے ہیں -

مسلمانان کشمیر اور ہندو

وہ لوگ جو برطانوی ہندوستان میں حقوق ومراعات کے حصول کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کو ضروری سمجھتے اور حکومت کے تشدد کو سراسر ناجائز اور خلاف آئین قرار دیتے ہیں - وہ کشمیری مسلمانوں کے طلب حقوق سے اس لئے نالاں ہیں کہ ایک ہندو ریاست سے وہ حقوق طلب کئے گئے ہیں اور کشمیر کے قلیل التعداد ہندوؤں کے ناواجب مفاد کو اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے - قوت تعداد کو حقوق ومراعات کا معیار قرار دینے کا اصول جو ہندوستان کے آئندہ دستور کی نمایاں خصوصیت ہے کشمیر کی مسلم آبادی نے جب اپنی حکومت کے سامنے رکھا تو ہندوؤں نے متفقہ طور پر اس کی مخالفت ضروری سمجھی اور اس زور کے ساتھ اس کی مخالفت کی کہ حکومت اور رعایا کے بجائے ہندوؤں اور مسلمانوں کی جنگ کشمیر میں برپا ہوگئی - اور ان مقاصد عظیمہ میں جو تمام ہندوستان کی تقلید میں مسلمانان کشمیر نے اپنا نصب العین بنائے تھے ان کو بری طرح ناکام کرنے کی پوری جدوجہد کی گئی - جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس قدر جانی ومالی نقصان وہاں پہنچا کہ شاید ہندوستان کو اپنی تحریک آزادی میں اس قدر تکالیف کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا -

مسلمانان الور اور ہندو

کشمیر کے بعد اب ایک اور ہندو ریاست الور میں فتنہ کی آگ بھڑکائی جارہی ہے - اور حیرت ہے کہ وہی ہندو جو ادنےٰ ادنےٰ بات پر برطانوی حکومت کو کوستے اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کو اپنے دین وایمان کا جزو سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ سننا بھی ناقابل برداشت ہے کہ مسلمانان الور نے ریاست کے ان احکام کے خلاف جو قرآن کریم کی تعلیم کی بندش کے متعلق صادر کئے گئے صدائے احتجاج بلند کی ہے اس صدائے احتجاج کا بلند ہونا تھا کہ شمال سے لیکر جنوب تک تمام ہندو پریس میں آگ لگ گئی - اور مہاراجہ الور کی حمایت اور ان کے احکام کو حق بجانب قرار دینا انہوں نے پرم دھرم سمجھ لیا - مظلوم کی حمایت کے وہ دعاوی جو کانگرس کا نصب العین بتائے جاتے ہیں - ہندو پریس کے نزدیک عام اس سے کہ وہ قوم پرست ہوں - یا فرقہ دار، مسلمان کے حق میں ہیچ ہیں، بالخصوص اس حالت میں جب ہندو کے ظلم سے وہ رہائی حاصل کرنا چاہتا ہو - یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانان الور کی آوازیں ہندوؤں کی قوم پرستی کو مشتعل کرنے کے بجائے ان کے فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارنے کا موجب ہیں کیوں نہ ہوں جبکہ الور کی آگ بھی خود انہی کے فتنہ آرا ہاتھوں کا نتیجہ ہے - ہندوستان کی آزادی ایک بہانہ ہے جس کی تہہ میں صرف ہندوؤں کی آزادی کا جذبہ مضمر ہے - ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہندو اخبارات مسلمانان الور کی آزادی مذہب میں مداخلت کو دیکھتے ہوئے ان پر گولہ باری کی آوازیں سنتے ہوئے ان کے بے گناہ افراد کے جیلوں میں جانے کی خبریں پڑھتے ہوئے اور ان مصائب ومشکلات کی تاب نہ لاکر ہجرت پر کمربستہ دیکھتے ہوئے وہ مسلمانوں ہی کو قصوروار ٹھہراتے اور ریاست کی ہندو حکومت کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں -

پنجاب میں ہندوؤں کی فتنہ انگیزی

اس سے بھی بڑھکر افسوسناک حالات پنجاب میں پیدا ہورہے ہیں - جہاں قدرت نے مسلمانوں کو اکثریت کا حق دے رکھا ہے - مدراس، بمبئی، صوبجات متوسط، صوبجات متحدہ، اور بہار واڑیسہ میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور مسلمانوں نے کبھی اس بات کی شکایت نہیں کی کہ کیوں انہیں وہاں اکثریت کے حقوق دیئے جارہے ہیں - اس کے بالمقابل پنجاب، بنگال، سندھ، سرحد اور بلوچستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے - اور ہندوؤں کو ایک لمحہ کے لئے یہ گوارا نہیں کہ مسلمان اس اکثریت سے جائز فائدہ حاصل کرسکیں - پنجاب میں اس اکثریت کو زائل کرنے کے لئے ناجائز سے ناجائز وسائل سے کام لیا جارہا ہے اور فتنہ انگیزی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا -

سکھوں کا زور وتحکم

چاروں طرف سے اپنے آپ کو ناکام پاکر انہوں نے سکھوں کو اٹھایا ہے - کہ "ہندوستان کی یہ عجیب وغریب قوم" ہر قسم کی جاہلانہ حرکات سے اپنے دعاوی کو منوانے میں یکتائے روزگار ہے - ہم گزشتہ اشاعت میں بتا چکے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ پر سکھوں کا جو جلسہ ۲۴ر جولائی کو لاہور میں منعقد ہوا اس میں پنجاب میں ۳۰ فیصدی اور سرحد میں ۵ فیصدی حقوق کا مطالبہ کرتے ہوئے گرو گرنتھ صاحب کے سامنے انہوں نے حلف اٹھایا کہ جس طرح بھی بن پڑے مسلمانوں کو اکثریت سے فائدہ نہ اٹھانے دیا جائے گا - اور اس غرض سے ایک لاکھ رضاکار بھرتی کئے جائیں گے - ان ادلہ اور براہین کا جو اس مطالبہ کو پیش کرتے ہوئے بڑے بڑے تعلیم یافتہ سکھوں نے دہرائے گزشتہ اشاعت میں مفصل تذکرہ کیا جاچکا ہے - لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ خالصہ جی کو براہین وادلہ سے بڑھکر اپنے سکھا شاہی زور وتحکم پر ناز ہے - اور اس سکھا شاہی کو ہندوؤں کی طرف سے "بہادری" کا نام دیکر ان کی پشت پناہی کی جارہی ہے گویا یوں کہنا چاہیئے کہ انہیں ہندوستان کی آزادی اور سوراج سے اتنا سروکار نہیں جتنا مسلمانوں کے حقوق کو زائل کرنے سے مطلب ہے انہیں ہندوستان کے امن وامان سے واسطہ نہیں بلکہ مسلمانوں کو ہر جگہ ہر قسم کے ناجائز وسائل سے اپنا محکوم اور دست نگر بنانے سے غرض ہے - خواہ اس کے لئے خون کے دریا بہہ جائیں - اور انسانی کشتوں کے پشتے لگ جائیں - سکھوں کے چیلنج کو مسلمانوں نے بھی بطیب خاطر قبول کرلیا ہے - اور ہر طرح سے ان کی جدوجہد کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تیاری کا اعلان کردیا ہے - یہاں تک کہ مسٹر اے ایچ غزنوی نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے یہ بھی کہدیا کہ محمود غزنوی کے جانشین ابھی صفحہ ہستی سے ناپید نہیں ہوگئے - اگر انہیں جنگ کی دھمکی دی گئی تو وہ بطیب اسے قبول کرینگے -

انصاف اور انسانیت سے اپیل

یہ حالات کسی طرح بھی ہندوستان کی خوش قسمتی اور آئندہ خوشحالی پر دال نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر چندے یہی حالت رہی تو بدقسمت ہندوستان کو سوراج کے بجائے نہایت خطرناک حالات سے دوچار ہونا پڑیگا کاش ہندوستان کے نام نہاد لیڈر اس فتنہ کو فرو کرنے اور انصاف اور انسانیت کے نام پر ہندوؤں اور سکھوں کو اس فتنہ انگیزی سے روکنے اور آنے والے سوراج میں امن وامان قائم کرنے کی کوشش کریں -

ریلوے ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ایم ایل اے نے ریلوے کے چیف کمشنر اور فنانشل کمشنر کے ساتھ ایک ملاقات میں محکمہ ریلوے کی ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق کے متعلق متعدد مسائل پر بحث کی۔ منجملہ اور باتوں کے آپ نے یہ بھی کہا کہ ریلوے بورڈ آمدنی میں کمی ہو جانے کی وجہ سے چار ہزار مزید اشخاص کو تخفیف میں لانے پر غور کر رہا ہے۔ آل انڈیا ریلوے فیڈریشن نے تجویز پیش کی تھی۔ کہ ایک سال میں ایک ماہ کی جبری تعطیل کے طریق پر عمل کیا جائے۔ اور مزید تخفیف بالکل بند کر دی جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ چار ہزار اشخاص کی مجوزہ تخفیف سے ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ کی بچت ہوتی ہے۔ اور ایک سال میں ایک ماہ کی بغیر تنخواہ جبری تعطیل سے ۸½ فیصدی تخفیف ہوتی ہے جو حالات کے تقاضات بہت زیادہ ہے۔ موجودہ حالت میں ریلوے سٹاف کی تنخواہوں کی رقم تقریباً ۳۲ کروڑ ہے۔ اور ایک ماہ کی تخفیف سے ۳ کروڑ کی بچت ہو جائے گی۔ جو اس سے بہت زیادہ ہے جس کا ریلوے بورڈ مطالبہ کر رہا ہے۔

ان حالات میں ڈاکٹر صاحب مزید تخفیف کے بند کرنے کے متعلق فیڈریشن کی تجویز سے کامل اتفاق کرتے ہوئے ایک ماہ کی جبری تعطیل کے بجائے دو اور تجاویز کیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ٹھیکہ داروں کے کام کی زیادہ نگہداشت کی جائے۔ اور ایک سال کے لئے عارضی طور پر پنشنرز کی رعایت کو واپس لے لیا جائے۔

(۲) اگر نمبر اول ناقابل قبول ہو۔ تو تنخواہوں میں مزید ایک فیصدی تخفیف کر دی جائے۔

ہمارے خیال میں پہلی تجویز زیادہ پسندیدہ اور تخفیف کی غرض کو پورا کرنے کے ساتھ عوام الناس کیلئے کم نقصان دہ ہے۔ تنخواہوں میں تخفیف یا چار ہزار اشخاص کی تخفیف یا ایک ماہ کی جبری تعطیل کی تجاویز اگرچہ ریلوے کے مقصد کو پورا کر دیں۔ لیکن ملازمین کیلئے زیادہ نقصان رساں ہے۔ ریلوے بورڈ کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ریلوے کے فوائد کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ غریب ملازمین کے حقوق کو بھی پیش نظر رکھے جو پہلے ہی قوت لایموت پر بسر اوقات کر رہے ہیں۔

حسن رپورٹ اور فرقہ وارانہ سبب

ڈاکٹر صاحب نے اسی ملاقات کے دوران میں مسٹر کے ایم حسن کی رپورٹ کا بھی ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ مسلمان یہ جاننے کیلئے بہت بیتاب ہیں۔ کہ حکومت نے رپورٹ مذکور کی شفارشات کو جو اعتدال پسندانہ اور مسلمانوں کی توقعات سے بہت کم ہیں۔ کہاں تک قبول کیا ہے۔ آپ نے کہا۔ کہ اس میں شک نہیں کہ مسلمان حکومت کی ملازمتوں میں بعد میں شامل ہوئے تھے لیکن اب مناسب طور پر قابل آدمی مل سکتے ہیں۔ وہ قدرتی طور پر اپنا جائز حصہ لینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان کی اس خواہش کو فرقہ پرستی نہیں کہا جا سکتا۔ چیف کمشنر نے انہیں تبلایا کہ رپورٹ مذکور اب ہوم ڈیپارٹمنٹ کے زیر غور ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ریلوے بورڈ نے متواتر ہدایات جاری کی ہیں۔ کہ فرقہ وارانہ نسبت پر تخفیف کا اثر نہ ہونے پائے۔ لیکن ریلوے بورڈ کی ہدایات بدقسمتی سے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹوں کو نہیں پہنچائی گئیں۔ جن کے ہاتھ میں تخفیف کا آرہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ایجنٹوں کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹوں کو ریلوے بورڈ کی ہدایات پہنچا دیں۔

ان کے علاوہ ڈاکٹر صاحب متعدد مسائل پر مسلمانوں کے حقوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ بحث کی جن پر اگر سنجیدگی کیساتھ غور کیا گیا۔ تو امید ہے۔ کہ ریلوے میں مسلمانوں کے حقوق کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

ریاست کشمیر کی مالی مشکلات

اس عنوان سے ایم عالم۔ بی۔ اے نے معاصر انقلاب میں ایک نوٹ شائع کیا ہے جس میں واقعات سے یہ ثابت کیا ہے کہ ریاست کشمیر میں مسلمانوں کے جائز حقوق کے ملنے میں جو "مالی مشکلات" مانع ہیں ہندو عمال پر اس کا کوئی اثر نہیں بلکہ وہ خاص الخاص مالی مراعات سے مستفید ہو رہے ہیں۔ مثلاً حال ہی میں سردار عطر سنگھ سابقہ وزیر مالی کی تنخواہ سات سو روپے ماہوار کے حساب سے دی گئی ہے۔ حالانکہ سردار صاحب کا کیس بہت ہی کمزور تھا۔ پنڈت پرمانند اسسٹنٹ اکونٹنٹ کو ڈپٹی اکونٹنٹ جنرل کی اسامی پر دو سال کا تقریباً تین ہزار روپیہ الاؤنس دیا گیا ہے۔ حالانکہ مسٹر واتل سابق وزیر مالیات اس الاؤنس کے دینے سے انکار کر چکے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی اسامی کے لئے تھا جس پر پنڈت پرمانند نے ایک دن بھی کام نہیں کیا تھا۔ لالہ جی رام گورنمنٹ جنرل سکرٹری کی چھ سو سے آٹھ سو تا ہزار منظور کی گئی ہے۔ پنڈت رام چند رکاک پولیٹیکل سکرٹری کی چھ سو سے آٹھ سو تا ہزار اور پنڈت شمبر ناتھ اسسٹنٹ پولیٹیکل سکرٹری کی تین سو سے چار سو تا چھ سو اور ان سب کے مقابلہ میں ایک مسلمان ڈپٹی جنرل سکرٹری کو صرف تین سو روپیہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ مختلف دفاتر کو مسمار کر کے محلات شاہی کی تعمیر پر ڈیڑھ لاکھ کی منظوری ہو چکی ہے وغیرہ وغیرہ مگر مسلمانوں کی بےبسی ملاحظہ ہو کہ مسجد مخدوم صاحب کے ملحقہ تالاب کو پانی سے اب تک محروم رکھا گیا ہے۔ اور بعض اوقات مسلمانوں کو وضو کرنے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چرار شریف (سری نگر) جہاں ہر سال ایک عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ پانی کی دقت قدیم سے چلی آتی ہے۔ اور اس کی ضرورت حکومت تسلیم کر چکی ہے۔ مگر جب مسلمان اس کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ تو وزیر مالیات کی طرف سے یہ سوکھا سا جواب دیکر ٹال دیا جاتا ہے۔ کہ مالی مشکلات کی وجہ سے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح سے ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ اکبر اسلامیہ ہائی اسکول جموں کے بورڈنگ ہوس کی تعمیر کے لئے بھی حکومت نے امداد دینے سے انکار کر دیا ہے۔ برعکس اس کے اگر کسی مندر۔ گوردوارہ۔ پاٹ شالہ۔ دھرم شالہ۔ گؤشالہ یا کسی سبھا کو امداد پہنچانی مقصود ہو تو اس کے لئے صرف حکومت کے خزانہ کا منہ ہی نہیں کھول دیا جاتا۔ بلکہ مہاراجہ بہادر اور مہارانی صاحبہ اپنی جیب خاص سے امداد دینا شروع کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے وزیر مالیات کے دفتر کا سکرٹری بھی مہاسبھائی ذہنیت کا مالک ہے۔ اور لالہ تلسی رام سابق وزیر مالیات کے زمانہ سے اس اسامی پر مسلط ہو کر من مانی کارروائیاں کر رہا ہے۔ اور یہ سب اسی کی تجاویز کے نتائج ہیں۔ وزیر محض برائے نام ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ وہ گورنمنٹ کیا سلوک کر رہی ہے جس کا مذہب "انصاف" ہے۔ کیا ہندو اخبارات جو ہر بات میں مسلمانوں کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ان واقعات کی تردید کی جرات رکھتے ہیں اگر نہیں تو کیا مسلمانوں کا یہ حق خاص نہیں کہ اس نام نہاد انصاف سے ریاست کے دفاتر کو پاک کر کے اپنے جائز حقوق کو جس طرح بن پڑے لینے کی کوشش کریں؟

ابن مریم مسیح موعود کا نام قرآن میں

قرآن کریم میں ہے:۔

ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمت ربھا وکتبہ وکانت من القنتین ۔ (التحریم)

یہاں خدا نے مومنوں کی مثال مریم بنتِ عمران سے دی ہے جس میں خدا نے اپنی روح پھونکی۔ فیہ میں اللہ تعالیٰ نے مذکر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ فرمایئے اس مریم سے خدا کی نفخ روح کے بعد جو پیدا ہو وہ ابن مریم نہ ہوا تو کیا ہوا؟

اسی بنا پر حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔

"اسی کی طرف سورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے۔ جس نے پارسائی اختیار کی تب اس کے رحم میں عیسٰے کی روح پھونکی گئی۔ اور عیسٰے اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملے گا۔ پھر اس میں عیسٰی کی روح پھونکی جائے گی۔ تب مریم میں سے عیسٰے نکل آئے گا۔ یعنے وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائیگا گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسٰے ہونے کا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائے گا" (صفحہ ۴۷ کشتی نوح)

لیکن ایسے نکات صرف ان لوگوں کو نظر آ سکتے ہیں جن کی آنکھیں ہوں۔ روحانی اندھوں کو سوائے سرگردانی کے اور کیا مل سکتا ہے۔

شہادۃ القرآن میں بخاری کا غلط حوالہ

حضرت مسیح موعود نے شہادۃ القرآن میں ایک حدیث کا حوالہ غلطی سے صحیح بخاری کا دیدیا بس پھر کیا تھا مخالفین نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ کہ آپ نے جان بوجھ کر یہ حوالہ غلط دیا ہے۔ حالانکہ آپ ایسی اغلاط کے بارہ میں لکھ چکے ہیں:۔

"عربی یا فارسی کی کوئی مبسوط تالیف سہو اور غلطی سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور حیلہ جو کے لئے کوئی نہ کوئی لفظ گو سہو کاتب ہی سہی حجت پیش کرنے کے لئے ایک سہارا ہو سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت ہاتھ پیر مار کر اور مثل مشہور مرتا کیا نہ کرتا پر عمل کر کے یہ شرمناک عذر پیش کر دیا اور اپنے دل کو اس بازاری چالبازی سے خوش کر لیا کہ کسی ایک سہو کاتب یا فرض کرو اتفاقاً کسی غلطی کے نکلنے سے یہ حجت ہاتھ آ جائے گی۔ کہ اب غلطی تمہاری کسی کتاب میں نکل آئی اس لئے اب بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ **نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعوے ہے۔** جو شخص عربی یا فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گا ممکن ہے کہ حسب مقولہ مشہورہ قلما سلم مکثار کے کوئی صرفی یا نحوی غلطی اس سے ہو جائے اور بباعث خطا نظر کے اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہو کاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے اور ✻

✻ بباعث ذہول بشریت مؤلف کی اس پر نظر نہ پڑے۔ (صفحہ ۵ کرامات الصادقین)

اس لئے ایسے شخص سے جو رات دن تالیف و تصنیف کے کام میں مصروف رہتا ہو ایسی اغلاط کا ہو جانا بہت ممکنات سے ہے خصوصاً اس صورت میں کہ وہ خود اپنے معصوم عن الخطا ہونے کا مدعی نہیں۔

ملاحظات

کفر وارتداد کی اس مشین سے جو چودھویں صدی کے ملانوں کی خاص ایجاد ہے احمدیوں پر پھر گولہ باری شروع ہو گئی ہے۔ اور تعجب ہے کہ اسکا بارود انہی پرانے دنیا نو سی مسالوں سے تیار کیا گیا ہے جن کے اثر کو رئیس المکفرین اور ان کے ہمنوا پہلے سے آزما چکے ہیں۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ پہلے عام فتوے کی صورت میں احمدیوں کے کفر کا اعلان کیا جاتا تھا اب ایک نہایت مقدمہ فسخ نکاح میں جو بہاولپور میں ایک احمدی کے خلاف چل رہا ہے۔ ان سے امداد لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ "زمیندار" کی دعوت پر ایک مولانا کاظم علی شاہ صاحب "سیف اللہ" میرٹھی نے حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کے "قطعی الثبوت کفر وارتداد" کا اعلان پورے چھ کالموں میں کیا ہے۔ اور بڑے زور شور سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ کوئی مسلمہ کسی مرزائی کے حبالہ عقد میں نہیں رہ سکتی۔

ہمارا خیال تھا کہ اس فتوے میں احمدیوں کے کفر کے کوئی نئے وجوہ تلاش کئے گئے ہونگے لیکن یہ دیکھنا موجب حیرت ہے۔ کہ وہی باتیں جن کے بارہا مرتبہ جواب دئے جا چکے ہیں۔ اس نئے فتوے میں دہرا دی گئی ہیں اور مزید یہ ہے کہ مفتی صاحب کا مبلغ علم مسیح موعود کی کتابوں کے بجائے مخالفین کی کتابوں سے اقتباسات تک ہی محدود ہے۔ جو لاتقربوا الصلوۃ کی طرح نقل ہیں۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص بلکہ ایک جماعت کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس کا دار و مدار اسکے مخالفین کی تحریروں یا ان چند فقرات پر رکھا جاتا ہے۔ جو بجائے خود اس کے خیالات صحیح طور پر ظاہر نہیں کرتے جب تک ان کے ساتھ سیاق و سباق کی عبارات کو نہ ملایا جائے لیکن چودھویں صدی کے ملانوں کو کون سمجھائے۔ ان کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ کہ قرآن میں لاتقربوا الصلوۃ کا حکم آ گیا۔ اس سے آگے اگر پڑھنے کے لئے ۔۔۔ کہا جائے تو شاید وہ یہ بھی کہدیں کہ سارے قرآن پر تیرہ سو برس سے عمل کیا ہے۔؟

بڑا زور مولوی صاحب کا اس بات پر ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں نبی اور رسول کے لفظ آتے ہیں۔ اور ایسے الفاظ میں آپ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہیں اس لئے مرزا صاحب نے نہ صرف نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری اور آپ سے برتری کی بھی جرات کی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ان مولویوں کے علم کو کیا ہو گیا۔ کیا محض الہامات میں نبی اور رسول کے لفظ آ جانے سے کوئی شخص نبوت و رسالت کا مدعی بن جاتا ہے۔ اور خواہ وہ لاکھ دفعہ اس سے انکار کرے۔ اور ادعائے نبوت و رسالت کو کفر قرار دے۔ اور الہامات کو ظاہر پر حمل کرنے کے بجائے نبی و رسول کے الفاظ تاویل کرے اور اپنے الہامات کو وحی نبوت قرار دینے کی بجائے وحی ولایت ٹھہرائے۔ پھر بھی اسے مدعی رسالت ہی کہا جائیگا؟ کاش تھوڑی سی عقل اور غور و فکر سے بھی کا کام لیا جاتا۔ اور اس بات کو بھی دیکھا جاتا۔ کہ جو شخص بار بار قسمیں کھا کر اعلان کرتا ہے۔ کہ میں مدعی نبوت نہیں۔ بلکہ خادم اسلام ہوں۔ اور خاتم النبیین کی غلامی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہانتک جائز ہے۔ کہ وہ نبوت کا مدعی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری اور آپ سے برتری کا دعویٰ کرتا ہے۔

لیکن کسی نے سچ کہا ہے "ہرچہ گیرد علتی علت شود" مولویوں کے ہاتھوں میں دو چار الہام کیا آ گئے گویا مرزا صاحبؑ کے کفر پر خدا کی مہر لگ گئی حالانکہ اس سے بڑھکر الہامات اولیاء اللہ کے ملفوظات میں موجود ہیں۔ اور یہ فنافی الرسول کے مرتبہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیا بایزید بسطامیؒ نے نہیں فرمایا "سبحانی ما اعظم شانی" کیا انہوں نے خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر نہیں کہا۔ کہ:-

> "میرا جھنڈا محمد صاحب کے جھنڈے سے بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ پیغمبروں کی امتیں میرے جھنڈے کے نیچے ہونگی میرے جیسا کوئی آسمانوں میں پاؤگے اور نہ ہی میری صفت کا کسی کو زمین میں دیکھوگے۔ میری صفتیں غائب میں غائب ہیں۔ جب کوئی آدمی ایسا ہو تو وہ اس شخص یعنی محمدؐ جیسا کیونکر ہو سکتا ہے" (اردو ترجمہ تذکرۃ اولیا صفحہ ۱۵۴)

پھر یہانتک فرمایا:-

> "میری مثال دریا کی مانند ہے جس کا نہ گہراؤ ہے اور نہ اول ہے اور نہ آخر ہے۔ ایک نے آپ سے سوال کیا۔ کہ عرش کیا ہے اس کو جواب دیا۔ عرش میں ہی ہوں۔ پھر پوچھا کرسی کیا ہے۔ جواب دیا۔ میں ہوں۔ پھر پوچھا لوح و قلم کیا ہے جواب دیا وہ بھی میں ہوں۔ پھر کہا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور محمدؐ کے بدلے میں خدا بزرگ و برتر کے بندے کون ہیں اس کے جواب میں فرمایا وہ سب میں ہی ہوں۔ وہ آدمی خاموش ہو گیا"

اس قسم کی بہت سی باتیں اولیاء اللہ کے ملفوظات میں پائی جاتی ہیں جن کا عشر عشیر بھی حضرت مرزا صاحبؑ سے ثابت نہیں پھر تعجب ہے۔ کہ ان کو اولیاء اللہ کس بنا پر مانا جاتا ہے۔ کیا بایزیدؒ نے سبحانی ما اعظم شانی کہکر اپنی صفات کو غائب در غائب قرار دیکر اپنے آپ کو عرش و کرسی اور لوح و قلم بنا کر الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیا اپنا جھنڈا حضرت نبی کریم صلعم کے جھنڈے سے بلند قرار دیکر اور اپنے آپ کو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور محمدؐ کہکر انبیاء کی ہمسری اور آنحضرت صلعم سے علو مرتبت کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر بایزیدؒ کو (نعوذ باللہ) کافر نہیں ٹھہرایا جاتا۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کے دو ایک الہامات کو لیکر آپ کو الوہیت اور نبوت کا مدعی قرار دیا جاتا اور نہایت جرات سے آپ کے کفر کا اعلان کر دیا جاتا ہے خدا کے بندو! اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے۔ اور یہ الہامات تمہارے نزدیک موجب کفر ہیں تو آؤ سب سے پہلے اولیاء اللہ پر ہاتھ صاف کرو تمہیں بایزیدؒ کو کافر ٹھہراؤ جنیدؒ کو مرتد قرار دو شبلیؒ پر کفر کا فتوے لگاؤ عبدالقادر جیلانیؒ کے کفر کا اعلان کرو پھر مرزا صاحبؑ کی طرف بھی رخ کرنا حق بجانب ہوگا۔ لیکن جب تک ان لوگوں کو اولیاء مانتے ہو جب تک ان کے الہامات اور اقوال کو موجب کفر نہیں بلکہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول کا مرتبہ دیتے ہو۔ اس وقت تک تمہارا حق نہیں کہ اسی قسم کے الہامات پر حضرت مرزا صاحب کو کافر قرار دو۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں کو بھی اپنے زمانہ میں تم ہی جیسے مولویوں سے سابقہ پڑا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ:-

> اہل انس خلوت اور مناجات میں ایسی چیزیں کہتے ہیں کہ وہ عام آدمیوں کو کفر دکھائی دیتی ہیں۔ اور اگر تمام آدمی ان کو سن لیں تو ان کی تکفیر کرتے ہیں"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ چودھویں صدی کے مولوی اور بالخصوص جناب "سیف اللہ میرٹھی" بھی ان عام لوگوں میں سے ہیں۔ جنہیں "اہل انس" کی "خلوت اور مناجات" کی باتوں سے ذرہ بھر مس نہیں اور تکفیر مکفر کی گردان کے سوائے اولیاء اللہ کے علم اور حقیقت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔

اس سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے خود اس شخص کے نامہ اعمال پر ایک نظر ڈالئے جو آج احمدیوں کے خلاف فتوائے تکفیر کی اشاعت کو اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ لاہور میں حزب الاحناف کا ایک نہایت عظیم الشان جلسہ دفتر "زمیندار" کے عین سامنے منعقد ہوا جس میں بڑے بڑے گرانڈیل مولویوں نے خود "مولانا" "نحاش" کو تکفیر کی توپ کا نشانہ قرار دیا۔ اور بھرے مجمع میں یہ اعلان کر دیا۔ کہ ظفر علیخاں کا نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ اور اس کی منکوحہ کے لئے اب جائز ہے کہ وہ جہاں چاہے۔ اپنا عقد ثانی کرلے اس فتوے کو انہوں نے یہانتک مشتہر کیا۔ اور "مولانا گرگٹ" کی ڈیوڑھی پر اسے اس طرح سے سنایا کہ خود "مولانا" کی چیخیں نکل گئیں۔ اور انہیں علی الاعلان یہ لکھنا پڑا کہ احمدیوں کے ساتھ رات دن کی کشاکشی کے باوجود وہ باتیں سننے میں نہیں آئیں جو ان مولویوں نے چند دن میں سنا دیں۔

کیا یہ فتویٰ اب "مولانا" کے حق میں منسوخ ہو چکا ہے؟ کہ دوسروں کی تکفیر کا شوق انہیں چرایا ہے۔ کیا اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ مولانا سید حبیب سے حزب الاحناف کے محولہ فتوے کی تجدید کی درخواست کی جائے۔؟

(بقیہ صفحہ ۱۳)

(۳) مہارشی وشوامتر کی بد دعا کا نتیجہ ہیں۔

(۴) انہوں نے کوئی ایسا فعل کیا کہ جس کے سبب ان کو جماعت سے خارج کیا گیا۔

(۵) ان کے ہاتھ کا کھانا۔ ان کو جنیو دینا۔ ان کو وید پڑھانا از روئے شاستر بالکل ناجائز ہے۔

(۶) ان کو دیکھ یا ان کو چھو کر برتری ذات ناپاک ہو جاتی ہے۔

(۷) یہ کتے۔ سور گدھے کے سمان ناپاک ہیں۔

(۸) ان کی رہائش بستیوں سے الگ ہونی چاہیئے۔

(۹) ان کے ساتھ روٹی بیٹی کا بیوہار قطعاً ناجائز ہے۔ ان کی رشتہ داری آپس ہی میں ہونی چاہیئے۔

(۱۰) ان کے ساتھ صرف یہ رعایت ہو سکتی ہے۔ کہ ان کے لئے کنوئیں مندر اور سکول الگ بنا دئے جاویں۔

اچھوت بھائیو آپنے اپنے ہندو بھائیوں کی رائے کا اندازہ لگا لیا اب میں بتلاتا ہوں کہ اسلام آپ کو کیا کیا حقوق دیتا ہے۔

(۱) اچھوت کا نام اسلام میں نہیں۔

(۲) کنوؤں پر چڑھنے کا حق اچھوتوں کو بھی اسی طرح سے ہے جس طرح اعلیٰ جاتیوں کو۔

(۳) مساجد میں ادنیٰ سے ادنیٰ قوم کے آدمیوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ ذات اور امراء اور بادشاہ تک کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہونے کا حق حاصل ہے۔

(۴) روٹی بیٹی اور کھان پان کے معاملہ میں ادنیٰ اور اعلیٰ مسلمان سب مساوات کا حق رکھتے ہیں۔

(۵) مسلمان ہو کر آپ اپنی کوشش سے ترقی کرکے ملک سکندر حیات خانصاحب کے عہدہ تک فائز المرام ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ مگر اچھوت رہ کر تا قیامت یہ ممکن نہیں۔ خواہ کتنا ہی پڑھ لکھکر ترقی کریں۔

اب نفع و نقصان کے ہر دو پہلو آپکے سامنے ہیں۔

صحابہ کی شان میں گستاخی کرنیوالوں کی تلاش

سید عبد المجید صاحب آف منصوری پہاڑ کے مطالبہ کا جواب

از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ

قادیانیوں کی مکر جانے کی عادت

بات کہکر یا لکھکر مکر جانا شیوہ مردانگی اور طریقہ راستبازی نہیں اور جو شخص کسی بات سے مکر جائے وہ درحقیقت اس امر کو تسلیم کر چکا کہ وہ نہایت مکروہ اور مذموم ہے ۔ ورنہ اس کو مکرنے کی ضرورت کیا ہے ۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ ہمارے قادیانی دوستوں میں اس قسم کے بزرگوں کی کوئی کمی نہیں جو ایک ناواقف کے سامنے ان باتوں کا انکار کر جاتے ہیں جو ان کی کتابوں میں موجود ہوتی ہیں ۔ یا تو ایسی گول مول بات کر دی جس سے مخاطب صریح غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ۔ مثلاً کسی ناواقف نے اعتراض کر دیا کہ آپ لوگ مسلمانوں کو کافر کیوں کہتے ہیں تو کہدیا کہ "ہم تو کسی کو کافر نہیں کہتے" اور دل میں یہ رکھا کہ "ہم تو نہیں کہتے خدا و رسول کافر کہتے ہیں" یا کہدیا کہ "ہم بھی تو سب کو مسلمان کہتے ہیں" اور دل میں یہ رکھا کہ چونکہ انہوں نے اپنا نام مسلمان رکھا ہوا ہے اس لئے اگرچہ ان میں حقیقت اسلام تو نہیں پائی جاتی لیکن بطور اسم جامد کے انہیں مسلمان کہدیتے ہیں ۔ جیسے کسی نہایت بزدل آدمی کا نام "خان بہادر" ہو تو اسے خان بہادر کہدیتے ہیں ۔ یہ تو شرعی حیلے ہیں جو انہوں نے تراشے ہوئے ہیں ۔ لیکن بعض دفعہ ایک بات ان کی کتابوں میں لکھی موجود ہوتی ہے مگر اس صفائی سے انکار کر جاتے ہیں کہ مخاطب کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اپنے قول میں صادق ہیں ۔ مثلاً ایک دفعہ ہمارے ایک دوست کو ایک قادیانی چوٹی کے بزرگ نے صاف کہدیا کہ ہم نے تو کہیں نہیں لکھا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حضرت مسیح موعود کے حوالے دربارہ نبوت منسوخ ہیں حالانکہ یہ کس قدر خلاف واقعہ ہے ۔

میاں صاحب کی مغالطہ دہی

ایک دفعہ خود جناب میاں محمود احمد صاحب نے کسی کو خط میں لکھدیا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی حضرت مسیح موعود کی تحریریں مجمل ہیں ۔ ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ یہ کس قدر غلط اور خلاف واقعہ ہے ۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالوں میں کوئی اجمال نہیں ۔ لیکن میاں صاحب نے محض اپنی ایک غلطی کی پردہ پوشی کے لئے یہ راہ اختیار کی ۔ وہ حقیقۃ النبوت میں ایک شرمناک بات حضرت صاحب کی طرف منسوب کر گئے تھے ۔ کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے وہ اپنے دعوے کو سمجھتے نہ تھے ۔ اور اس لئے وہ حوالے اب منسوخ ہیں ۔ اب انہیں مجمل بتا کر پردہ پوشی کرنی چاہی ۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ مجمل بات کی تفصیل مجمل بات کو منسوخ نہیں کرتی بلکہ تائید کرتی ہے اس لئے مجمل حوالے مفصل سے منسوخ نہیں ہوتے ۔ ان پرلے درجہ کے غیر معقول اور انوکھے علمی انکشافات کی ضرورت آخر کیوں پیش آتی رہتی ہے ۔ اسی لئے کہ دراصل وہ باتیں جنھیں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ ایسی مکروہ، اور غیر معقول اور شرمناک ہیں کہ سوائے اس کے کہ لفظوں کے اینچ پینچ میں انہیں مستور کر دیا جائے یا ناواقف کے سامنے صاف انکار کر دیا جائے ۔ اس کے مذموم اثر سے بچنے کی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی ۔

سید عبد المجید صاحب کا مطالبہ

ایک تازہ واقعہ سنیئے ۔ قادیان سے سید عبد المجید آف منصوری پہاڑ نے حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کو ایک خط لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب والا نے جو اپنی تفسیر القرآن کے صفحہ ۱۸۰۵ نوٹ ۳۲۷۴ میں یہ ارقام فرمایا ہے ۔ کہ "اسی طرح وہ لوگ جنھوں نے آج ایک نئی نبوت قائم کرنے کی کوشش میں یہاں تک صحابہ کی شان میں گستاخی کی ہے کہ یہ لکھدیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم کی کامل فرمانبرداری نہیں کی اس لئے ان میں سے کوئی نبی نہ بنا" اس عبارت کو میں نے بزرگان سلسلہ کی خدمت میں پیش کرکے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جنھوں نے بقول مولوی صاحب صحابہ کی شان میں گستاخی کی ہے تو سب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور آپ کا نام لے کر فرمایا کہ ان کی اور ان کی جماعت کے اکثر لوگوں کی یہ عادت ہے ۔ کہ اپنے مخالف کی تحریروں کا اپنی منشا کے مطابق غلط نتیجہ نکالکر فریق بالمقابل کو بدنام کیا کرتے ہیں ۔ لہذا یہ نوٹ بھی اسی قسم کا ہے ۔ اگرچہ یہ جواب تسلی بخش ہے کیونکہ مجھے بھی ذاتی طور پر یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ کس طرح ایڈیٹر پیغام اور ان کے ایک نامہ نگار سید اختر حسین صاحب نے میرے خط کے ایک فقرے کا غلط مفہوم پیش کرکے بذریعہ پیغام صلح ۳ر جولائی ۱۹۳۲ء نہ صرف مجھے ہی بدنام کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ "

ملت محمودیہ کا عقیدہ

سید عبد المجید آف منصوری پہاڑ کا اپنا ذاتی تجربہ تو جس قدر قابل وثوق ہے اس کی حقیقت تو اختر حسین صاحب نے ابھی حال ہی میں اخبار پیغام صلح میں ایسی طشت ازبام کی ہے کہ سید صاحب موصوف بھی اسی زمرہ میں نظر آنے لگے ہیں ۔ جنھیں کہکر یا لکھکر مکر جانے کی عادت ہوتی ہے ۔ اور وہ اسی لئے ہوتی ہے کہ اس سے انکار کے سوا وہ کوئی چارہ نہیں پاتے لیکن مجھے جس بات پر تعجب ہے وہ یہ ہے کہ سید عبد المجید صاحب آف منصوری پہاڑ کو اس بات کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی اور وہ "بزرگان سلسلہ" سے اس بات کے دریافت کرنے کے لئے گئے ہی کیوں ؟ جو بات اظہر من الشمس ہے ۔ جب ملت محمودیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت ایک اکتسابی چیز اور کمالات انسانی کا آخری مرتبہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے ہر ایک امتی کو مل سکتا ہے ۔ اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ آج تک سوائے حضرت مسیح موعود کے کسی کو نبوت کا مرتبہ نہیں ملا تو ایک بچہ بھی اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد کے سوا امت میں سے کسی فرد نے بھی آنحضرت صلعم کی اتباع کامل نہیں کی ورنہ اگر اتباع کامل کرتے تو کیا وجہ کہ یہ درجہ ان کو بھی نہ مل جاتا منطقی قضایا قائم کرکے دیکھ لو ۔

(۱) نبوت انسانی ترقی اور کمال کا آخری درجہ ہے اور رسول اللہ صلعم کی کامل فرمانبرداری سے مل سکتی ہے ۔

(۲) زید نے باوجود رسول اللہ صلعم کے امتی ہونے کے یہ درجۂ نبوت نہیں پایا ۔

اس لئے لازمی طور پر نتیجہ یہ نکلا کہ زید نے رسول اللہ صلعم کی کامل فرمانبرداری نہیں کی ۔

اب زید کی جگہ حضرت ابوبکرؓ کو رکھ لو ۔ حضرت عمرؓ کو رکھ لو ۔ حضرت عثمانؓ کو رکھ لو ۔ حضرت علیؓ کو رکھ لو کسی صحابی کو رکھ لو کسی ولی، امام، مجدد، محدث کو رکھ لو نتیجہ ایک ہی ہے کہ یہ لوگ بوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل فرمانبرداری نہ کرنے کے اس درجہ کو نہ پا سکے تو اگر مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر القرآن میں یہی لکھدیا تو کیا ستم کر دیا ۔ جس پر ۳۱ر جولائی تک کا دھمکی آمیز نوٹس دینے کی سید صاحب کو ضرورت پڑ گئی ۔ کہ اگر ۳۱ر جولائی تک جواب نہ آیا تو جو کچھ میں کر بیٹھوں گا اس پر آپ کا گلہ شکوہ لاحاصل ہوگا ۔ نہ معلوم کیا کارروائی عجیبہ سید صاحب کریں گے اخبار "الفضل" میں تو چھاپ چکے ۔

کیا حقیقۃ النبوت بھول گئی !

یا تو سید صاحب انکار کر دیں کہ ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں ہم نبوت کو اکتسابی نہیں سمجھتے اور ترقی و کمال کا آخری درجہ نہیں سمجھتے جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے مل سکتا ہے ۔ تو بے شک ان کا حق ہے کہ ہم سے ان حوالجات کا مطالبہ کریں لیکن کیا یہ محل تعجب نہیں کہ سید عبد المجید صاحب میاں محمود احمد صاحب کے اس قدر پرانے مرید ہوں اور ان کی مایہ ناز کتاب حقیقۃ النبوت سے اس قدر ناواقف ہوں ۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جب شائع ہوئی ہے اس وقت بڑے زور شور سے اس کی اشاعت کی گئی ۔ اور محمودی بزرگوں نے اسے سر اور آنکھوں پر رکھا اور پڑھا اور بعض نے تو درس کے رنگ میں سبقاً سبقاً پڑھا اور پڑھایا لیکن سید صاحب ہیں کہ بالکل بھولے بھالے ناواقف بنے پہنچے کہاں ؟ "بزرگان سلسلہ" کی خدمت میں! وہ صاف مکر گئے ۔ اور مکرتے کیوں نہ ؟ بات ہی ایسی تھی کہ انکار کے سوا چارہ نہ تھا! کہا تو یہ کہا کہ مولوی محمد علی اور ان کی جماعت کی عادت ہی یہ ہے کہ "اپنے مخالف کی تحریروں کا اپنی منشا کے مطابق غلط نتیجہ نکال کر فریق بالمقابل کو بدنام کیا کرتے ہیں" ان "بزرگوں" کی افترا پردازی اور بہتان طرازی پر میں کیا کہوں ، سوائے اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین ۔ کیا ان لوگوں کو حقیقۃ النبوت کا پتہ نہ تھا سب کچھ پتہ ہے لیکن دیدہ دلیری دیکھ لو ۔ صاف مکر گئے ۔ بلکہ سر ہو گئے ۔ اور سارا الزام بیچارے محمد علی اور ان کی جماعت کے سر تھوپ دیا ۔ اسی کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے ۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

حقیقۃ النبوت کے حوالجات

اب آؤ حقیقۃ النبوت کو کھولیں اور جناب میاں محمود احمد صاحب کی اپنی تحریروں کو پڑھیں۔

صفحہ ۱۵۰ پر ارشاد ہوتا ہے:۔

"اس جگہ اس امر پر بھی کچھ لکھ دینا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت ایمان کا ہی ایک اعلیٰ مرتبہ ہے اور تقویٰ میں ترقی کرتے کرتے انسان اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جسے نبوت کہتے ہیں"

صفحہ ۱۵۳ پر ارشاد ہوتا ہے:۔

میرا اس تمام بیان سے یہ مطلب ہے کہ نبوت کوئی الگ چیز نہیں کہ وہ مل جائے تو انسان نبی ہو جاتا ہے۔ بلکہ اصل بات یہی ہے جیسا کہ میں اوپر قرآن کریم سے ثابت کرتا یا ہوں کہ انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام نبی ہے۔"

صفحہ ۱۵۴ پر ارشاد ہوتا ہے:۔

"خلاصۂ کلام یہ کہ نبوت کی تعریف **اور اس کے حصول کا طریق** اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ کہ یہ ایک انسانی کمال کا رتبہ ہے جس پر پہنچ کر انسان غیب الٰہی سے واقف کیا جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے مراتب صالح اور شہید اور صدیق کے ہیں"

ان حوالجات سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نبوت ایمان کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جسے تقویٰ میں ترقی کرنے سے انسان حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) نبوت انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام ہے۔

(۳) یہ قرآن کا فتویٰ ہے کہ نبوت انسانی کمال کا ایک مرتبہ ہے۔

(۴) اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اس کے حصول کا طریق صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے۔

(۵) نبوت سے پہلے یعنے اس کے نیچے صالح اور شہید اور صدیق کے مراتب ہیں۔

لازمی نتیجہ

اب اگر ہم مذکورہ بالا امور پر ایمان لے آئیں اور یہ بھی مان لو کہ امت محمدیہ میں سوائے حضرت مسیح موعود کے اور کسی نے درجہ نبوت کا نہیں پایا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ سوائے حضرت مسیح موعود کے امت محمدیہ کا ہر ایک فرد جن میں صحابہ کرام اور اولیائے عظام اور تمام مجددین و محدثین شامل ہیں۔

(۱) ایمان میں اعلیٰ مرتبہ حاصل نہ کر سکا اس وجہ سے کہ وہ تقویٰ میں اتنی ترقی نہ کر سکا کہ اس مرتبہ کو پا لیتا۔

(۲) انسانی ترقی کے آخری درجہ کو نہ پہنچا۔

(۳) اس کے انسانی کمال میں نقص رہ گیا۔

(۴) اگرچہ وہ صالح اور شہید اور صدیق کے مرتبہ کو بھی پہنچ گیا ہو لیکن بوجہ تقویٰ اور ترقی اور کمال میں نقص کے نبوت کے درجہ کو نہ پہنچا جو آخری مرتبہ کمال انسانی کا ہے۔

(۵) جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبوت کے حصول کے طریق صاف طور پر لکھ دیئے تھے۔ تو معلوم ہوا اس نے قرآن کے احکام کی پابندی اور فرمانبرداری پوری پوری نہ کی اور اس آخری بات پر تو جناب میاں محمود احمد صاحب نے ایک دفعہ اس قدر زور دیا تھا کہ منشی فاضل جلال الدین صاحب نے زبانی فرمایا تھا کہ ... خود خلافت مآب اگر کوشش کرتے تو ... منشی فاضل صاحب

(جو اس کے راوی ہیں) کوشش کریں تو وہ بھی نبی بن سکتے ہیں۔ دنہ معلوم میاں محمود احمد صاحب نے نبی بننے کی کیوں ابھی تک کوشش نہیں کی اور کیوں نہیں بن گئے کیا اس کی ضرورت نہیں سمجھتے یا ایمان اور تقویٰ میں کوئی نقص ہے؟)

حضرت ابوبکرؓ کمی اور نقص کی وجہ سے نبی نہ بنے

لیکن اتنا ہی نہیں ممکن ہے سید عبد المجید صاحب آف منصوری پہاڑ حسب عادت یہ فرمادیں کہ صحابہ کا لفظ دکھاؤ۔ میاں صاحب کی ان تحریرات سے اصولاً خواہ ساری امت محمدیہ کے تقویٰ اور کمال اور ایمان کا بیڑا غرق ہو گیا ہو تو ہوا ہو ہمیں مفہوم سے غرض نہیں ہم تو لفظ پرستی کے شیدائی ہیں۔ لفظوں کا فوٹو شائع کراؤ جیسا کہ وہ سید اختر حسین صاحب سے مطالبہ کرتے تھے۔ سو اس لئے ایک اور حوالہ پیش کئے دیتا ہوں۔ حقیقۃ النبوت خود قادیان میں موجود ہے۔ اس لئے فوٹو شائع کروانے کی چنداں ضرورت نہیں نظر آتی۔

حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۵۰ پر تفسیر آیت فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین کی تشریح کے سلسلہ میں چار درجے بیان کرتے ہوئے صفحہ ۱۵۱ پر خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس لئے شہید محدث بھی ہوتا ہے۔ یعنے اس سے اللہ تعالےٰ کا کلام شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ محدث تھے۔

(صفحہ ۱۵۱ آخری سطور)

اور صفحہ ۱۵۲ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"غرض صالح سے انسان ترقی کر کے شہید بن جاتا ہے اور یہ درجہ محدثیت کا درجہ ہے اور **جب انسان اس درجہ پر پہنچکر اور فرمانبرداری دکھاتا ہے اور زیادہ اطاعت کرتا ہے** تو اس وقت یہ اللہ تعالےٰ کا اور بھی مقبول اور پیارا ہو جاتا ہے۔...... اس طرح یہ لوگ صدیق ہو جاتے ہیں...... **لیکن ابوبکرؓ نے جس صدق کو پا لیا تھا اور جس راستی کو سمجھ لیا تھا اس کو نہ حضرت عمرؓ سمجھ سکے نہ کوئی اور صحابی**......

غرض صدیق یعنے بہت ہی سچ بولنے والا انسان شہید سے اوپر ہوتا ہے۔ اور اپنے ہر قول کی تائید اپنے عمل سے کرتا ہے اور اس کی فطرت نبیوں کی سی ہوتی ہے۔ اور اس کے کام نبیوں کے سے کام ہوتے ہیں۔ **لیکن کسی قدر کمی اور نقص کیوجہ سے وہ درجہ نبوت پانے سے روکا جاتا ہے**"

باقی صحابہ کا کیا حال؟

ملاحظہ فرما لیا آپ نے؟ کیا جناب میاں محمود احمد صاحب کی تحریر کا نتیجہ لازمی طور پر یہ نہیں ہے کہ آیت انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین کے ماتحت حضرت عمرؓ صرف شہید کے رتبہ تک پہنچ سکے حضرت ابوبکرؓ نے اور زیادہ فرمانبرداری دکھائی اور زیادہ اطاعت کی تو صدیق کے رتبہ تک پہنچکر رہ گئے۔ اور رہ جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ **کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ درجہ نبوت سے پانے سے روکے گئے** یہ تو حضرت ابوبکرؓ کا حال ہے کہ وہ **اطاعت و فرمانبرداری** اگرچہ حضرت عمرؓ سے بڑھکر دکھلاتے رہے لیکن پھر بھی اطاعت و فرمانبرداری میں کسی قدر کمی اور نقص رہ گیا جس کی وجہ سے وہ نبی نہ بن سکے۔ تو پھر حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابی کا کیا حال جن کی نسبت خلیفہ صاحب ... فرماتے ہیں کہ "ابوبکرؓ نے جس صدق کو پا لیا تھا اور جس راستی کو سمجھ لیا تھا اس کو نہ حضرت عمرؓ سمجھ سکے نہ کوئی اور صحابی"

کیا سید عبد المجید اظہار بیزاری کریں گے؟

ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ میں اطاعت اور فرمانبرداری کا نقص اور کمی حضرت ابوبکرؓ سے بدرجہا بڑھکر ہوگا۔ فرمایئے! اب ہم اس تحریر کو کہاں لیجائیں؟ قادیان کے "بزرگان سلسلہ" جہاں اس تحریر کو لے گئے ہیں جس کی وجہ سے وہ صاف انکاری ہو گئے اس کا پتہ تو انہی بزرگوں کو ہوگا ہم تو حقیقۃ النبوت کے مضمون پر جب تک یہ کچھ لکھا ہوا پائینگے اس حقیقت کے آشکارا کرنے پر مجبور ہیں۔ سید عبد المجید صاحب آف منصوری پہاڑ کو اگر اس تحریر سے تکلیف ہوئی ہو اور ضرور تکلیف ہوئی ہے ورنہ وہ اس قدر سیخ پا اور آپے سے باہر ہو کر ۳۱ر جولائی ۱۹۳۲ء تک کا نوٹس نہ دیتے تو پھر چاہیئے کہ وہ اس عقیدہ سے اظہار بیزاری کریں۔ حق پرستی کا مزہ تو یہی ہے کہ جو چیز اس قدر بری لگی اور جس نے اس قدر آپ کی طبیعت کو برہم کر دیا۔ اگر وہ واقعی جناب میاں صاحب کی کتاب سے نکل آئی ہے تو اس سے برملا اظہار بیزاری کریں۔

اگر آپ ہاں میں ہاں ملانیوالے ہیں

اور اگر اس قدر اخلاقی جرات نہیں ہے۔ یا بقول جناب خلیفہ صاحب آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جو خلیفہ کی ہاں میں ہاں ملانا اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں اور جن کی شان میں خود خلافت مآب یوں رطب اللسان ہیں:۔

"میں ابھی جماعت کی کمزوری پر زیادہ کلام نہیں کرتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں ابھی جماعت میں وہ بلوغت نہیں آئی جبکہ عقل پختہ ہوتی ہے ابھی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی عیب بیان کیا جائے تو قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں تک ہے اور کس حد تک ہے لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ جس میں یہ عیب پایا جاتا ہے اس سے زیادہ ذلیل چیز اور کوئی نہیں۔ اور اسے جس قدر جلد ممکن ہو مٹا دینا چاہیئے اور اگر کوئی خوبی بیان کی جائے تو بجائے اس کے کہ غور کریں کہ وہ خوبی کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ کہنے لگ جائیں گے کہ اس سے زیادہ مفید اور اچھی چیز کوئی نہیں۔ اس وقت ہمارے دوستوں کی مثال اس جھولے کی سی ہے جو میلوں پر لگایا جاتا ہے جب اس کا ایک سرا نیچے جاتا ہے تو دوسرا اوپر کو اٹھ جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ کبھی وسطی مقام قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے اور بسا اوقات میں کسی چیز کے متعلق اپنی رائے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ جماعت کی حالت ابھی بچوں کی سی ہے اگر کوئی نقص بیان کیا جائے تو کہہ اٹھیں گے یونہی مال برباد ہو رہا ہے اور اگر کوئی خوبی بیان کر دوں تو کہیں گے بھلا کوئی عیب ہو سکتا ہے کوئی کالا داغ نہیں" (الفضل مجریہ ۹ر جون ۱۹۳۲ء)

اور ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا۔ (کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر کا مجرم نہ بنا دے کہ تم انصاف نہ کرو) کے حکم کے ماتحت اظہار حق کی جرأت نہیں تو کم از کم اتنا اعتراف تو ضرور کرنا پڑے گا کہ جن کی آپ کو تلاش تھی یعنے "صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی" وہ مل گئے۔ اور وہ نکلے آپ ہی کے "واجب الاحترام حضرت امام" اور ان کی جماعت۔

چھوٹے میاں کی سعی

اور زیادہ ملاحظہ کرنا ہو تو میاں بشیر احمد صاحب کی سیرۃ المہدی حصہ اول کا مطالعہ فرمادیں۔ جس میں متعدد صفحے اس بات کے لئے وقف کئے گئے ہیں کہ صحابہ کی تقویٰ اور راستبازی کی داستانیں

ہندو لیڈروں کی رائے اچھوتوں کے متعلق

وید بھارت کے "اچھوت ایڈیشن" کی کہانی

اچھوت چنڈالوں کی اولاد ہیں۔ ان سے روٹی بیٹی کا بیوہار ناجائز ہے۔ ان سے چھونا۔ انہیں وید پڑھانا۔ جنیو دینا ناجائز ہے۔ ورگ دھا انکا دہن ہیں

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کا تبصرہ

بہت دنوں کے انتظار کے بعد سناتن دہرمی کہلانے والے اخبار وید بھارت کا اچھوت ایڈیشن آنکھوں کے سامنے آیا۔ اور دیش کے اچ کوٹی کے مہاتماؤں کے خیالات اپنے اچھوت بھائیوں کے متعلق صفحہ قرطاس پر ظاہر ہوئے مگر ادیں

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خون نکلا

اچھوت بھائیوں کو چاہئے کہ بار بار اس اخبار کو پڑھیں اور غور سے پڑھیں تاکہ اپنے فرضی ہمدردوں کے متعلق وہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اگر ان کو اس اخبار کے پڑھنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ تو میں اس کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ انہی سے نتیجہ نکال کر اپنی قسمت کا فیصلہ کرلیں۔

(۱) پنڈت مالوی اور اچھوت

پنڈت مالوی جی کے سارے مضمون کا لب لباب یہ ہے کہ سب لوگ بھگتی کریں۔ اس کا نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ اچھوت تو کرشن کے سچے بھگت ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ ان کے ہاتھ کا کھانا ان کے ساتھ روٹی بیٹی کا بیوہار کرنا مندروں اور کنوؤں پر آنے دینا از روئے ہندو دہرم جائز ہے یا ناجائز مگر سارے مضمون میں ان سوالات کا کوئی حل پیش نہیں کیا گیا۔

(۲) روٹی بیٹی کا سوال

لالہ رام سرن داس صاحب لاہور۔

"دلت جاتیاں اس لئے اچھوت کہلاتی ہیں۔ کہ ان میں سے اکثر کا پیشہ سناتن دہرمیوں کی نگاہ میں برا سمجھا جاتا ہے یہاں روٹی بیٹی کے بیوہار کا کوئی سوال نہیں۔ ان کو راج ترکھان اور لوہار کا کام سکھایا جائے"

سوال تو سارا روٹی بیٹی کے بیوہار کا ہے۔ خالی زبانی بھائی کہنا چہ معنی دارد۔ ان کو راج ترکھان بنا دوگے تو شہر کا گند اٹھانے اور مردہ جانوروں کو اٹھانے۔ ان کی کھال اتارنے۔ رنگنے وغیرہ کا کام پھر کون کریگا۔ کیا پھر برہمنوں کو اس کام پر لگایا جاویگا۔ یاد رکھو برہما نے جو تقسیم کار ابتدائے آفرنیش سے کی ہے۔ اس کو آپ ہرگز مٹا نہیں سکتے۔ ورنہ دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائیگا۔

(۳) اچھوتوں کیلئے علیحدہ کنوئیں بنواؤ؟

شنکر آچاریہ جی۔ "دیہات میں آج بھی اچھوتوں سے جو پریم کیا جاتا ہے اعلیٰ ذاتوں کی شادیاں ان کے بغیر ادھوری ہوتی ہیں بعض ایسے پرہیز ہیں جنہیں ہم نہیں چھوتے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کو ان "مریضوں" سے نفرت ہے ... شاستر یہ نہیں کہتے کہ اچھوتو کو تکلیف ہو۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ ان کے لئے علیحدہ کنوئیں ہوں۔"

دیہات میں ان سے جو پریم ہوتا ہے وہ تو ساری دنیا جانتی ہے شہروں میں تو جلسوں۔ شفاخانوں۔ ہوٹلوں۔ ریل اور ٹانگوں پر عموماً ہم نشینی ہو بھی جاتی ہے۔ مگر دیہات میں تو اتنا بھی دشوار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ ذاتوں کی شادیاں۔ اچھوتوں کے بغیر ادھوری رہ جاتی ہیں چوہڑ نائی۔ دھوبی۔ کمہار۔ چمار تو درکنار اگر صرف ایک بھنگی کی ذات ہی مفقود ہو جائے۔ تو بیچارے برہمنوں کو خود یہ خدمت سرانجام دینی پڑے۔ مگر باوجود اس خدمت کے ان کو صلہ یہ ملا۔ کہ ان کے لئے کنوئیں علیحدہ بنوادئے جاویں بے شک نفرت بھی اسی طرح دور ہو سکتی ہے۔

(۴) اچھوتوں کا فیصلہ اور ہندوؤں کا فرض

اچھوتوں کے نام نہاد لیڈر مسٹر راجا صاحب۔

"ہم نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے۔ کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ ہی مرینگے اور ان کے ساتھ ہی جئینگے۔ اب ہندوؤں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنا کرتویہ پالن کریں"

ہندوؤں کا کرتویہ تو اس اخبار ہی سے ظاہر ہے۔ شروع دنیا سے جیسا کرتے آئے ویسا ہی اب کرینگے۔

(۵) اپنے ہی ورن میں ترقی کرو

نیاگ مورتی گوسوامی گنیش دت لاہور۔

"اچھوت بھائی اپنے دہرم میں رہکر ترقی کریں بھگوان کرشن بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ اپنے ورن میں رہ کر ترقی کر لینے دہرم میں مرنا ہی اچھا ہے۔ دوسرے کا دہرم کس قدر اچھا ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے ڈرنا چاہیئے"

اب اگر اچھوت اپنا ورن تیاگ کرینگے۔ تو بھگوان کرشن کی آگیا انوسار دوشی ہونگے۔ اچھوت بھائیو! کان کھول کر سن لو۔

(۶) اچھوت وشوامتر کی بددعا کا نتیجہ ہیں

سوامی پرکاشانند جی۔ سکریٹری آل انڈیا سناتن دہرم سبھا۔

"ایتریہ برہمن۔ بھاگوت پران اور بالمیک رامائن سے ثابت ہوتا ہے کہ رشی وشوامتر نے اپنے پچاس پتروں کو شاپ دیا کہ جاؤ تمہاری سنتان نیچ چنڈال۔ جاتیوں کو پراپت ہوگی۔ اس پر کار شاپت ہوئے وے یہ برہمن۔ اندہر۔ پنڈو شعر۔ بلندی اور ویتو آدمی کہلائے"

اگر یہ رشی وشوامتر جیسے بزرگ کی بددعا سے اچھوت گتی کو پراپت ہوئے ہیں تو جو کوئی بھی رشی کی بددعا کو توڑنے کی کوشش کریگا۔ اندیشہ ہے کہ یہ بددعا اسے بھی نہ لگ جائے۔

(۷) سوائے روٹی بیٹی کے عملی مراعات

بخشی نانک چند صاحب سگین

"سوائے روٹی بیٹی کے اچھوت بھائیوں کو تمام قسم کی عملی مراعات دے کر ......"

(۸) اچھوتوں کیلئے علیحدہ کنوئیں اور مندر

بخشی بھگت رام جی سگین۔ راولپنڈی۔

"اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ اچھوتوں کے بزرگوں نے کوئی سخت پاپ یا ادہرم کا کام کیا تھا۔ چونکہ ادھیاتمک دوشٹی سے اُتم پرش اچھوتوں سے چھو نہیں سکتے اس واسطے اچھوتو کو ایک خاص حد تک مندروں میں جانے کی اجازت ہونی چاہئے۔ اچھوتوں کیلئے علیحدہ کنوئیں اور مندر بنوا دیویں"

(۹) شاستروں میں اچھوت

پرنسپل لیلا دھر جی شاستری۔ سنی کل آشرم لاہور

"کسی زمانہ میں یہ لوگ اونچے ورنوں میں گنے جاتے تھے لیکن کسی خاص وجہ کی بنا پر قوم نے ناراض ہو کر انہیں نیچے گرا دیا۔ گرنے کے بعد آج تک وہ اپنی حالت کا سدھار نہ کر سکے"

"کچھ جاتیاں ایسی ہیں جنہیں شاستروں نے اچھوت کا کام دیا ہے"

(۱۰) اچھوت چنڈال ہیں خاندانی انسے نہ چھوئیں

سوامی دیانند جی۔ بی۔ اے۔ کانپور

"چونکہ ان کے جسموں کی برتی روخراب ہوتی ہے۔ اس لئے خاندانی مرد عورتوں کے لئے انکو چھونا مناسب نہیں ویدوں میں بھی لکھا ہے کہ جو لوگ برے گن کرتے ہیں وہ کتے۔ سور۔ چنڈال وغیرہ نیچ یونیوں کو پراپت ہوتے ہیں سامی وید کے پرمان سے چنڈال وغیرہ نیچ جاتیاں ثابت ہوتی ہیں۔ ..... منو سمرتی ادھیاء دس میں تبلایا ہے۔ کہ شودر مرد سے برہمن عورت میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اسے چانڈال کہتے ہیں ...... ڈوم بھنگی چمار وغیرہ ذاتیں چانڈالوں ہی میں شمار ہوتی ہیں"

شودر کے ہاتھ کا کھانا منع ہے۔

آگے چلکر سوامی صاحب لکھتے ہیں:-

"منو $\frac{۴}{۲۲۳}$ - ودوان برہمن کو شودر کے ہاتھ کا بنا ہوا پکوان نہیں کھانا چاہیئے۔ اگر کہیں کھانا نہ مل سکے [illegible] حالت میں صرف ایک روز کے گذارے کے لئے شودر سے کچا سیدھا لیوے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ شودر کے ہاتھ کا پکوان بھی کھانا منع ہے۔ تو ڈوم۔ بھنگی چمار وغیرہ اچھوت جاتیوں کے ہاتھ کا بنا ہوا بھوجن کرنا یا ان کے ساتھ مل کر کھانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے"

اچھوت کو دیکھنا چھونا۔ وید پڑھانا۔ جنیو دینا منع ہے

پھر لکھا ہے

"اس لئے ان قوموں کو جنیو دینا۔ ان کو وید پڑھانا۔ انکے ساتھ ملکر کھانا وغیرہ باتیں شاستروں کے احکام کے خلاف ہیں۔ پراسر سنگھتا میں لکھا ہے۔ کہ چانڈال کو دیکھ لے تو فوراً سورج دیوتا کے درشن کرے اگر چانڈال سے چھو جائے تو کپڑوں سمیت اشنان کرے۔ تب شدھ ہو سکتا ہے یعنو $\frac{۱}{۵}$ میں لکھا ہے"

اچھوت کا جھوٹا برتن آگ سے بھی پاک نہیں ہوتا

سوامی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ:-

"چانڈال اور شواپچوں کو گاؤں سے باہر رہنے کیلئے جگہ دینی چاہئے جس برتن میں یہ کھانا کھائیں وہ آگ سے بھی شدھ نہیں ہو سکتا۔ کتا اور گدھا ان کا دھن ہیں۔ کسی دہرم کاریہ کے وقت ان کو سامنے نہ آنے دینا چاہئے۔ ان کا دنیاوی کاروبار اور شادی وغیرہ آپس میں ہی ہونی چاہئے"

مذکورہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتیجہ حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) چانڈال یا شودر جاتیاں ویدوں کے زمانہ سے یعنی ابتدائے آفرنیش سے چلی آتی ہیں۔ تبھی تو ویدوں میں جگہ جگہ لفظ شودر اور انکے متعلق احکام درج ہیں۔ یہ ورنوں اور ان کے متعلقہ دہرموں کی تقسیم خود ایشور نے کی ہے۔

(۲) یہ ذاتیں گذشتہ اعمال بد کا ثمرہ ہیں۔ (باقی برصفحہ ۱۰)

مسئلہ نبوت کے متعلق چند کھلی کھلی سچی باتیں

کیا مسیح موعود نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا؟

(جناب سید اختر حسین صاحب اختر کے قلم حق رقم سے)

"کیا ایک غلطی کا ازالہ" میں نبوت کا دعویٰ ہے؟

سوال - کیا مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں "ایک غلطی کا ازالہ" کے ذریعہ اپنی نبوت کا اعلان کیا؟

الجواب - نبوت کا اعلان نہیں کیا بلکہ نبوت سے انکار کیا ہے - اس اشتہار کے لکھے جانے کی وجہ یہ تھی کہ ایک احمدی نے کسی کو کہا کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود نہیں - جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ سے اس غلطی کا ازالہ فرمایا اور لکھا کہ "خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ - پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں" گویا نبی رسول اور مرسل کے الفاظ الہامات میں استعمال ہوتے رہے ہیں اور اس بات کا انکار کرنا ناروا ہے - آگے چل کر فرماتے ہیں کہ :-

"اور یہ بھی یاد رہے کہ

نبی کے معنے لغت کی رو سے

یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا ہو۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا ...... اب اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کی رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لا یظھر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا - اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے"

پس ایک غلطی کے ازالہ کی ان عبارتوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ واقعی حضرت اقدس کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کا مطلب "مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے والا" اور "خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا" کے ہیں -

از روئے لغت [illegible] اس شخص کو جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو اور مامور من اللہ ہو نبی اور رسول کہہ سکتے ہیں - مگر

اصطلاح اسلام میں نبی کے معنی

کچھ اور ہیں - جیسا کہ حضرت اقدس نے فرمایا - "یہ تمام الفاظ صرف مجازی ہیں ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں - ...... اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے ہیں -"

(اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

"گو چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں - یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں - اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں"

(خط حضرت مسیح موعود مندرجہ الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

پس حضرت اقدس اصطلاح اسلام کی رو سے نبی نہیں ہیں ہاں لغت کے لحاظ سے نبی ہیں - مگر اس میں حضرت والا کی کوئی خصوصیت نہیں - جو شخص بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پاتا ہو وہ از روئے لغت نبی کہلائے گا - اور اس طرح تمام اولیا مجددین اور محدثین جو اس امت میں گزرے ہیں نبی ہیں

مگر شریعت اسلام ایسے نبیوں کو نبی نہیں بلکہ ولی یا محدث کہتی ہے - جیسے آنحضرت صلعم نے فرمایا لقد کان فی امم من قبلکم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر - پھر یہی حدیث دوسری طرح پر بخاری میں یوں آئی ہے - لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد منھم فعمر گویا محدثین وہ لوگ ہیں جو نبی تو نہ ہوں مگر ان کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہوتا ہو - پس "ایک غلطی کے ازالہ" سے اگر کسی نبوت کا ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ وہی نبوت ہے جسے حضور علیہ السلام شروع سے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے اپنی طرف منسوب کرتے تھے اور جو از روئے لغت نبوت ہے - یعنے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ورنہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے بڑھ کر اور کسی چیز کا حضور نے دعوے نہیں کیا - ایک غلطی کے ازالہ سے دعویٰ نبوت ثابت کرنے والوں کو اس عبارت پر غور کرنا چاہیئے جو اس غلطی کے ازالہ میں ہے :-

"اب اس تمام تحریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں"

کیا نبوت کا اعلان اسی طرح ہوا کرتا ہے؟ انصاف انصاف!! انصاف!!! ہاں حضرت اقدس کے جن الفاظ سے قادیانی حضرات نے

تبدیلی دعویٰ کا الزام

آپ پر لگایا ہے وہ یہ ہیں :-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں میں کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں - اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں - مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے - رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے - سو اب میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کر سکتا"

لیکن غور کیا جائے تو اس میں انکار نبوت پایا جاتا ہے نہ کہ اقرار نبوت - چنانچہ اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہیں :-

(ا) میں مستقل طور پر شریعت لانے والا نبی نہیں -
(ب) میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کئے
(ج) اس کے واسطے علم غیب خدا کی طرف سے پایا ہے -
(د) مگر بغیر کسی جدید شریعت کے رسول اور نبی ہوں -
(س) میں نے ایسا نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا نہ اب کرتا ہوں -

اب ہم ان میں سے ایک ایک بات کو لیکر دیکھتے ہیں کہ آیا ان سے دعویٰ نبوت ثابت ہوتا ہے یا انکار نبوت -

(ا) مسیح موعود کے نزدیک چونکہ

نبی کے لئے مستقل شریعت

لانا یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرنا ضروری ہے - جیسا کہ اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء کے حوالے سے اوپر دکھایا جا چکا ہے اور مواہب الرحمٰن میں اولیاء اللہ کا ذکر کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ "ایشاں نیز رنگ انبیا داده میشوند و ایشاں در حقیقت انبیا نمیشوند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بہ تکمیل رسانیدہ" اس لئے مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں کیونکہ وہ قرآن کو اکمل الکتب سمجھتے ہیں -

(ب) نبی پر اللہ تعالیٰ براہ راست

بغیر استفادہ کسی نبی کے تجلی

فرماتا ہے (حوالہ بالا) اس لئے مسیح موعود جنہوں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کئے نبی نہیں ہو سکتے -

(ج) حضور خدا تعالیٰ کی طرف سے

علم غیب پانے کی وجہ سے نبی

ہیں - نہ کہ اصطلاح اسلام کی رو سے جس کے لئے کتاب لانا اور نزول جبریل وغیرہ شرط ہے - اس لئے حضرت اقدس نبی نہیں بلکہ محدث ہیں جن پر اللہ تعالیٰ امور غیبیہ ظاہر کرتا ہے -

(د) کوئی جدید شریعت نہیں لائے تو اپنے بیان کے مطابق غیر نبی ہوئے - کیونکہ

نبوت اور نزول احکام شریعت لازم ملزوم

چیزیں ہیں - علاوہ ازیں خود حضرت اقدس نے تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر صاحب شریعت کے نیچے درجہ ملہمیت و محدثیت

کار لکھا ہے۔

(۱۳) حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ گویا جس نبوت کا

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

اقرار کرتے رہے ہیں۔ اسی کا اقرار بعد میں کر رہے ہیں اب دیکھنا چاہیئے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کونسی نبوت کا اقرار کرتے تھے۔ چنانچہ ازالۂ اوہام میں اس سوال کو نقل کرتے ہوئے کہ "فتح اسلام" میں نبوت کا دعوے کیا ہے یہ جواب دیا ہے کہ:-

"نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ۔۔۔ ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ اس کو اگر مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوے لازم آ گیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

معلوم ہوا کہ نبوت مجازی نبوت تھی جسکو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہتے ہیں۔ پس ہم حضرات معترضین سے بادب ملتمس ہیں کہ وہ للہ حضرت اقدس کی ان کھلی کھلی تحریرات پر خالی الذہن ہو کر غور کریں۔ اور اپنے دل سے فتوے طلب کریں کہ آیا یہ تحریرات حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو مدعی نبوت ثابت کرتی ہیں۔ یا مدعی محدثیت۔

درخواست دعا

اخویم چودھری غلام سرور خاں صاحب سب انسپکٹر آبکاری سکنہ ضلع مظفر گڑھ کے تین بھائی مخالفین کی حیلہ سازیوں کے طفیل ایک فوجداری مقدمہ میں سزایاب ہو گئے ہیں ماتحت عدالتوں نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اب اپیل ہائیکورٹ میں دائر ہونے والی ہے۔ جملہ احباب ان کی رہائی کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

دینی امتحان

امیدواران امتحان دینیات مطلع رہیں کہ دوسرا امتحان مورخہ ۲۹-۳۰-۳۱- اکتوبر سنہ ۳۲ء کو ہوگا۔ جس کا کورس حسب ذیل تجویز ہوا ہے:-

	مردوں کے لئے۔	خواتین کیلئے۔
قرآن کریم۔	سورہ آل عمران	پارہ دوم
کتب سلسلہ	برکات الدعا	تحریک احمدیت کے
	تحریک احمدیت	پہلے ۱۰۵ صفحے
سیرت و تاریخ	تاریخ خلافت راشدہ	ابوبکرؓ و عمرؓ

پہلے امتحان کا نتیجہ جو وسط جولائی گذشتہ میں ہو چکا ہے عنقریب شائع ہوگا۔

(عزیز بخش سکرٹری سب کمیٹی دینیات)

قادیان کا نام قرآن میں

"زمیندار" کے "فحاش" کو جب کوئی معقول بات نہیں ملتی تو دوسروں کی قے چاٹنے پر ہی کفایت کرلیتا ہے اور باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے اصل حوالہ اٹھا کر دیکھنے کی تکلیف برداشت نہیں کرتا۔ وجہ یہ کہ "فحاش" کا کام فحش نویسی ہے نہ کہ حق شناسی۔

حضرت مسیح موعود نے اپنا ایک کشف ازالہ اوہام میں بدیں الفاظ لکھا ہے:-

"کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر با واز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو انا انزلناہ قریبا من القادیان پڑھا تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔ اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔ یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا۔" (صفحہ ۷۷ حاشیہ ازالہ اوہام)

یہ تو مسیح موعود کا کشف تھا جس پر مطالبہ ہے کہ قرآن میں سے قادیان کا نام دکھایا جائے۔ میں ذیل میں ایک دوسرے مجدد کا کشف درج کرکے "فحاش" اور اسی قماش کے لوگوں سے دریافت کرتا ہوں کہ اس کی سچائی کا ثبوت دیں:-

"ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی رح کو زیارت بیت اللہ کا شوق زائد از حد غالب ہوا ایک روز اسی بیقراری میں آپ نے دیکھا کہ تمام عالم جن و انس نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ حضرت کی جانب کرتے ہیں۔ حضرت اس معاملہ سے نہایت متحیر ہوئے۔ اور متوجہ کشف اسرار کے ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ آپ کی ملاقات کے واسطے آیا ہے اور آپ کا احاطہ کیا ہے اس سبب سے جو کعبہ کو سجدہ کرتا ہے وہ آپکی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں الہام ہوا کہ تو ہمیشہ زیارت کعبہ کا مشتاق رہتا ہے۔ اس واسطے ہم نے کعبہ کو تیری زیارت کے واسطے بھیجا ہے۔"

(صفحہ ۱۵۵ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ)

جس طرح کعبہ کشف میں مکہ معظمہ سے اٹھکر سرہند آ گیا اسی طرح قادیان کا نام قرآن میں پایا گیا۔ طوالت کے باعث دیگر اولیاء اللہ کے کشوف نہیں دیئے جاتے۔

قرآن شریف میں طاعون کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود نے آیت ذیل سے طاعون کے عذاب کی پیشگوئی کا قرآن سے استدلال کیا ہے۔

وان من قریۃ الا نحن مہلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کان ذالک فی الکتاب مسطوراً ۵

(سورہ بنی اسرائیل)

اور اس کی تائید شیعوں کی کتاب اکمال الدین صفحہ ۳۶۸ سے ہوتی ہے۔ کہ جہاں لکھا ہے کہ امام قایم کے آنے پر طاعون ظاہر ہوگی۔ پھر حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۹ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

تورات و اناجیل بھی اسی کی تائید میں ہیں۔ (دیکھو مکاشفات، باب ۱۶ درس ۲۔ متی باب ۲۴۔ درس ۳ تا ۷)

جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

منعقدہ دہلی کے مختصر حالات

لیڈران اسلام کی متفقہ اپیل کے جواب میں مقامی جماعت احمدیہ (فریق لاہور) نے عیسائیوں۔ آریہ سماجیوں۔ سناتن دھرمی اور سکھ مذہب کے ماننے والوں کیلئے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ پریڈ گراونڈ متصل جامع مسجد بتاریخ ۱۱ و ۱۲۔ ربیع الاول کو منعقد کیا جو خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت کامیابی کیساتھ صداقت محمدیہ کے اظہار کے بعد اتوار کی رات ایک بجے ختم ہوا۔

دونوں روز کوئی ڈیڑھ ہزار کے قریب مقررین نے سیرت نبوی کو بیان کیا۔ برادران اسلام اور نیز غیر مذاہب حضرات فضائل محمدیہ اور صداقت اسلام کو سن کر وجد میں آ رہے تھے۔ اور شہر میں عام چرچا ہے کہ اگر اسی صورت پر رسول اللہ صلعم کے فضائل و مناقب دنیا کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔ تو دنیا افراط و تفریط کی راہوں سے بچ کر صراط مستقیم پر قائم ہو سکتی ہے۔ اور وہ متعصب اور کور باطن اشخاص جن کا شیوہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دنیا کیلئے محسن اعظم ثابت ہوئے ہیں۔ لغو و بے بنیاد اعتراضات سے ملکی اور قومی فضا کو مکدر کرنا ہے۔ وہ بھی اپنی فتنہ زا پالیسی سے باز آ کر وحدت اسلام میں مخل نہ ہوں گے۔ بہرحال تقاریر نہایت علمی فلسفی اور منطقی پہلو لئے ہوئے تھیں۔ جن کی تردید غیر مذاہب کے لئے محالات قطعی میں داخل ہے اور یہی وجہ ہے کہ دونوں روز لوگوں نے ان تقاریر کو ایک بجے رات تک نہایت ذوق و شوق سے سنا۔

مولانا مولوی کریم الدین صاحب۔ مولوی شیخ شمس الدین صاحب نومسلم۔ ماسٹر محمد حسن آسان۔ مولانا مولوی غلام یسین صاحب۔ مولانا مولوی محفوظ الحق صاحب۔ جناب چوہدری عبدالکریم صاحب بی۔ ایس۔ سی مسٹر احمد بخش اور بابو عزیز الدین صاحب کی تقاریر بالعموم خاکسار راقم الحروف اور حضرت مولانا مولوی عمر الدین صاحب کی تقاریر بالخصوص پبلک میں بیحد پسند کی گئیں۔

خدائے تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں توفیق عطا فرمائی۔ کہ ہم نے سرور عالم کی پاکیزہ زندگی کے حالات سے پبلک کو بہرہ اندوز کیا۔ اور ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کلمہ گو بھائی کو سیرت نبوی اور اسوہ حسنہ پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ مسلمانوں کو اپنی کھوئی ہوئی عظمت ہم دوبارہ حاصل ہو جائے۔ اور اشاعت اسلام سے یورپین اقوام کو جو اسلام کو مٹانا چاہتی ہیں داخل اسلام کرکے خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کو حاصل کریں۔ آمین ثم آمین۔

شیخ عبدالحق مناظر اسلام

خبریں

—— شملہ ۳۰ جولائی۔ سرکاری ریلوں کی آمدنی میں کمی واقع ہو رہی ہے ۲۶ جولائی کو ختم ہونے والے ہفتے میں مجموعی آمدنی ایک کروڑ ۶۴ لاکھ روپے ہوئی۔ جو گذشتہ ہفتہ سے ۴ لاکھ اور گذشتہ سال کے اسی ہفتہ کی نسبت ۹ لاکھ روپیہ کم ہے یکم اپریل سے ۲۰ جولائی تک ۱۹۳۰ء میں مجموعی آمدنی ۴۴ کروڑ ۳۴ لاکھ اور ۱۹۲۹ء کی نسبت ۴ کروڑ ۲۴ لاکھ روپیہ کم ہے۔

—— سری نگر یکم اگست ہری پربت کو امر ناتھ چھڑی کا جلوس کل مہنت شوربن آنند کی سرکردگی میں کشمیری پنڈتوں کے ساتھ نکلا۔ اور مخالف سادھوؤں سے تصادم کے بغیر پر امن طریق پر ختم ہو گیا۔

اننت ناگ میں ٹنچیہ کی دیوار کی تعمیر کے تنازعہ سلسلہ میں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش جاری ہے۔

—— کوئٹہ یکم اگست۔ آج صبح یہاں خفیف زلزلہ آیا جس کے جھٹکے صبح آٹھ بجکر تین منٹ پر چھ سیکنڈ تک محسوس ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پچ میں جہاں گذشتہ سال زلزلہ نے سخت نقصان کیا تھا زلزلہ کے جھٹکے کچھ زیادہ محسوس ہوئے۔

—— نئی دہلی یکم اگست۔ مقدمہ سازش دہلی کے سینیر وکیل صفائی ڈاکٹر کچلو کانگرس کے قائم مقام پریزیڈنٹ آج مقدمہ کی وکالت سے دست بردار ہو گئے۔ عدالت اور استغاثہ کی طرف سے آپ کو گرمجوشی کیساتھ خراج تحسین ادا کیا گیا۔ جس کا آپ نے موزوں الفاظ میں جواب دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر کچلو کی جگہ میرٹھ کے ایڈوکیٹ مسٹر پیارے لال شرما وکیل صفائی مقرر ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر کچلو نے مسلمانوں اور سکھوں کے نام ایک اپیل شائع کی ہے۔ کہ ایک دوسرے کی طرف سے دھمکیاں دے کر فرقہ وار فضا کو خراب نہ کریں۔

—— سری نگر یکم اگست کرنل بلی کشمیر کے نئے رزیڈنٹ نے کل اپنے عہدہ کا چارج لے لیا۔

—— کلکتہ یکم اگست۔ اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ کہ صوبہ بنگال کے مختلف اضلاع میں مسلمانوں کے متعدد عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے جن میں اس مطلب کی قراردادیں منظور کی گئیں۔ کہ اگر مسلمانان بنگال کو صوبائی مجلس قانونی ساز میں کامل اکثریت نہ دی گئی تو وہ کسی دستور اساسی کو قبول نہ کریں گے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان قراردادوں کی نقول بذریعہ برقی پیغامات ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور گورنر بنگال کے پرائیوٹ سکریٹریوں کو بھیج دی گئی ہیں۔

—— لاہور یکم اگست۔ وزیر اعظم ریاست الور کی طرف سے مجلس احرار ہند کے نام مندرجہ ذیل تار موصول ہوا ہے:

آپ نے سینٹ سکریٹری کے نام جو تار ارسال کیا ہے۔ اس کے حوالہ سے آپکو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ تحقیقات کے لئے کسی وفد کو اجازت نہیں دی جائے گی۔ بیرون ریاست میں بعض خود غرض اشخاص نے جو غلط فہمیاں پھیلائی ہیں۔ ان میں کوئی صداقت موجود نہیں اور ان غلط اطلاعات کی تردید بھی ہو چکی ہے۔ یہاں کے حالات حسب معمول پر امن ہیں۔

—— لاہور یکم اگست۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ موضع چھچل ضلع لاہور میں دو سکھ پارٹیوں کے درمیان عرصہ سے مناقشت تھی۔ گذشتہ جمعہ کی شب کو قریباً ۱۱ بجے ایک پارٹی نے دوسری پارٹی پر چھریوں اور برچھیوں سے حملہ کر دیا اور تین مردوں تین عورتوں اور ایک ڈیڑھ سال کے بچے کو قتل کر دیا۔ ایک دس یا گیارہ سال کا لڑکا زخمی ہوا۔ حملہ آوروں میں سے تین اشخاص کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ باقی مفرور ہیں۔ پولیس مصروف تفتیش ہے

—— مسٹر کے۔ ایل۔ لیلا رام نے شنبہ مورخہ ۳۰ جولائی کو اپنے مکان پر لاہور کے عیسائیوں کا ایک جلسہ منعقد کیا جس کے صدر مسٹر میاداس ایم۔ ایل۔ سی تھے۔ مسٹر لیلا رام نے اپنی پہلی قرارداد میں وزیر ہند کی تازہ اعلان کے خلاف احتجاج اور آرڈی نینسوں وغیرہ کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ قرارداد مسترد ہو گئی۔ اور کہا گیا۔ کہ عیسائی اس پوزیشن میں نہیں۔ کہ حکومت کو اس قسم کا مشورہ دے سکیں۔

اس کے بعد مسٹر لیلا رام نے اپنی دوسری قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا۔ کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ کسی جماعت کو آئینی اکثریت نہ دے۔ اور کسی جگہ کسی جماعت کو زائد از استحقاق نیابت نہ ملے۔ یا سکھوں کو بھی پنجاب میں پوری پوری زائد از استحقاق نیابت دی جائے۔ اس قرارداد کو بھی متفقہ طور پر اس بنا پر مسترد کر دیا گیا۔ کہ عیسائیوں کو کسی ایسی بات میں دخل نہیں دینا چاہیئے جو کسی جماعت کے خانگی معاملات سے متعلق ہو۔

ذمہ وار حلقوں میں یقین کیا جاتا ہے۔ کہ سشیش گنج رپورٹ کے مصنف اور اقلیتوں کی کانفرنس کے صدر کی یہ تحریک اس حکمت عملی پر جو عیسائیوں نے حال ہی میں مسٹر جوشوا فضل الدین کے زیر صدارت لائلپور کی کانفرنس میں اور نیز بعض دوسرے عیسائی رہنماؤں کی کوشش کے نتیجہ پر اختیار کی ہے۔ ایک طرح کا حملہ تھا۔

—— پنجاب کے ایک انگریزی اخبار نے کراچی کے کسی شخص نے محترم حاجی عبدالغنی سے چند سوالات شائع کرائے ہیں جن میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ حاجی صاحب سے صرف دہلی والوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور دوسرے لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔

میں ہر سال کراچی کے راستے سے حجاز جاتا ہوں بعض جہازوں پر روانگی کے وقت میں موجود ہوتا ہوں۔ اور ہمیشہ اس تلاش میں رہتا ہوں کہ حاجیوں کو کس سے آرام اور کس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اور پورے غور و فکر کیساتھ ہر شخص کے سلوک کا مطالعہ کرتا ہوں۔

میں بلاخوف تردید یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ صرف حاجی عبدالغنی صاحب کی مساعی جمیلہ ایثار و قربانی انتھک جد و جہد اور بےلوث جذبات کی وجہ سے کراچی بندرگاہ حاجیوں کیلئے ہر دلعزیز رہا ہے۔ حاجی صاحب نے اپنے کاروبار کو محض اس اسلامی خدمات کیلئے بہت کم کر دیا۔ اور میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ سارے ہندوستان میں حاجیوں کیلئے ان سے زیادہ اور کوئی مفید اور کارآمد شخص موجود نہیں۔ مگر حسد و بغض کا کیا علاج جن لوگوں سے حاجی صاحب کی ہر دلعزیزی برداشت نہ ہو سکے۔ ان کا کیا علاج ہے تعجب ہے کہ مسلمانوں میں ہی ایسے لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جو نہ خود کام کرتے ہیں اور نہ دوسرے کے کام کو برداشت کر سکتے ہیں۔

میں حاجی صاحب سے درخواست کرونگا۔ کہ آپ ان معترضین کا خیال نہ فرمائیں۔ مسلمان آپ کے ممنون ہیں۔ اور آپ کی ترقی کیلئے دعا کرتے ہیں۔

آخر میں ایڈیٹر صاحب ایسٹرن ٹائمز سے درخواست کروں گا کہ ہر چٹھی کو بلا سوچے سمجھے شائع کر دینا خلاف انصاف ہے۔ ایسی بے معنی اور لغو چٹھیاں ردی کی ٹوکری کی سپرد کر دینی چاہئیں۔ (اسماعیل غزنوی)

—— امرتسر یکم اگست۔ ایک شخص مسمی شریف کے خلاف دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند کے ماتحت فرد جرم عائد کر دی گئی ہے۔ اس کے خلاف الزام یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے ایک ساتھی کو اس بنا پر قتل کر دیا تھا۔ کہ مقتول نے ایک دن اس کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

—— لاہور یکم اگست آج مرزا عزیز احمد مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں ایک شخص ہرنام سنگھ کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۴۵۷ تعزیرات ہند پیش ہوا۔ ملزم کے خلاف الزام یہ تھا۔ کہ اس نے پچیس روز ہوئے گاما کاچھ میں رات کے وقت سماۃ منسو کے گھر نقب لگائی۔ ٹرنک زیورات۔ پارچہ جات وغیرہ چرائے۔ اور اسی گاؤں میں رہنے لگا۔

پولیس نے اسے مشتبہ حالت میں پکڑا۔ اس نے اقبال کیا کہ چوری میں نے کی ہے۔ تمام سامان ایک بھس کی کوٹھری میں ملا۔

آج نو گواہان استغاثہ کی شہادتیں ہوئیں۔ عدالت نے مقدمہ کی کارروائی آئندہ پیشی پر ملتوی کر دی۔

—— لاہور یکم اگست۔ آج سید بشیر حیدر مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں ۴ پٹھان عورتوں کے خلاف مقدمہ پیش ہوا۔

ملزمات کے خلاف الزام یہ تھا۔ کہ ۱۱ جولائی کو وہ ریلوے ٹرین میں سفر کر رہی تھیں۔ اور ان کے برقعہ میں ایک من سے زیادہ چرس پکڑی گئی۔

مسز تھورپ لیڈی چیکر نے شہادت دی کہ میں نے ان کے ٹکٹ چیک کئے جو پشاور سے امرتسر تک تھے لیکن مجھے ان پر شک گذرا۔ میں نے ان کا برقعہ اتارا۔ تو چرس برآمد ہوئی۔ میں ان کو تھانے لے گئی۔ چرس تھیلیوں میں ان کے کندھوں پر پڑی تھی جس کا وزن ہر ایک کے پاس تیرہ تیرہ سیر تھا۔

ملزمات نے اقبال جرم کیا۔ اور معافی چاہی۔ عدالت نے مقدمہ کا فیصلہ آئندہ پیشی پر ملتوی کر دیا۔

—— لندن ۳۰ جولائی۔ حکومت چین نے جمعیتہ اقوام کو حکومت جاپان کے اس فیصلہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ کوتنگ کے گورنر جنرل کو منچوکوس کا سفیر مقرر کر دے چینیوں کا خیال ہے کہ جاپان کی اس کارروائی کا مقصد یہ ہے۔ کہ منچوکوس پر کوریا کی طرح قبضہ کر لے حکومت چین اس کے خلاف اپنی احتجاج کر رہی ہے۔ کہ جاپانی ہوائی جہاز مختلف چینی شہروں پر پرواز کرتے رہتے ہیں۔ اور اشتہارات پھینکتے رہتے ہیں۔ جنہیں چینی حکام کی مذمت کی جاتی ہے اور لوگوں کو ان کے خلاف اشتعال دلایا جاتا ہے۔

—— نانکن ۲۰ جولائی۔ منچو کی حکومت نے مقامی محصولات پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے خلاف حکومت چین نے منچوریا سے آنے والی ڈاک کو روکنے کے بعد اب اعلان کیا ہے۔ کہ منچوریا کی اشیاء پر بھی محصول عائد کیا جائے۔

—— ملتان ۳۰ جولائی۔ ملتان سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ایک شخص اور ایک مندر کے سادھو کے درمیان معمولی سی بات پر تنازعہ ہو گیا۔ جو پولیس کی بر وقت مداخلت سے ہندو مسلم فساد بننے سے بچ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک شخص نے مندر کے تالاب میں کپڑے دھوئے جس پر مندر کا سادھو برافروختہ ہو گیا۔ اور ان کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔ کچھ لوگ سادھو کی امداد پر اتر آئے لیکن ملتان خبر پہنچ گئی۔ اور پولیس نے موقع پر پہنچ کر بدامنی کو روک دیا۔

—— میل نے مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی کیساتھ ایک اخباری نمائندہ کی ملاقات کی تفصیل شائع کی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ مسٹر پٹیل نے تجویز پیش کی ہے کہ مصر کے لوگ اپنے ملک کی آزادی کیلئے جد و جہد کو ہندوستان اور آئرلینڈ کی اپنے اپنے ملکوں کی آزادی کیلئے جد و جہد آزادی کیساتھ ملا دیا جائے یہ تینوں ملک ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اور تینوں کا آزادی کے لئے مشترکہ طور پر جد و جہد کرنا بہت مفید ثابت ہو گا۔

—— لنڈن ۲۹ جولائی۔ نوری پاشا وزیر اعظم عراق نے دفتر خارجہ برطانیہ کے ذریعہ ایک درخواست کی ہے کہ عراق کو جمعیتہ اقوام میں شامل کر لیا جائے۔ مسٹر جان سائمن نے جنرل سکریٹری کو ہدایت کی ہے کہ وہ ستمبر میں اسمبلی کے اجلاس میں اسے ایجنڈا [illegible]

جلد ۲۰ | لاہور یوم یکشنبہ مطبوعہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۷

اخبار احمدیہ

(۱) **جماعت** علی پور کا ضروری ریزولیوشن۔ سکرٹری صاحب جماعت احمدیہ علی پور مطلع فرماتے ہیں کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور شاخ علی پور کے ممبران کا اجتماع ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ انجمن خادم المسلمین اہلسنت علی پور نے برموقعہ میلا پندرہ ساون سمت ۱۹۸۹ بعض ملانوں کو منگوا کر بالخصوص محمد بخش شاہ ساکن سوکڑ ضلع ڈیرہ غازیخاں کے ذریعہ سے احمدیت اور بانی سلسلہ عالیہ کے برخلاف لوگوں کو بدظن اور بدامنی پیدا کرنے کی غرض سے جس دریدہ دہنی سے کام لیا اور جماعت احمدیہ کی دلشکنی اور اس کے خلاف اشتعال دلانے کے لئے جو لیکچر دلائے ان کے خلاف مقامی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا یہ اجلاس سخت مذمت اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ حالانکہ آٹھ سال سے یہ مشن یہاں قائم ہے۔ اور تبلیغ اسلام اتحاد بین المسلمین کے سلسلہ میں جو خدمات اس نے سرانجام دی ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ چنانچہ اتنے عرصہ میں کبھی اپنا سٹیج قائم کر کے مشن نے جائز یا ناجائز طور پر اختلافی مسائل پر کوئی لیکچر یا تقریر نہیں کرائی۔ مولوی محمد بخش شاہ مذکور وہ آدمی ہے جس نے علاقہ ڈیرہ غازیخاں میں بارہا شیعہ سنی احمدی وہابی صوفی وغیرہ گروہوں میں فساد برپا کیا اور کراتا رہتا ہے۔ ابھی ایک سال کی سزائے قید سے رہائی پاکر آیا ہے۔

(۲) پاس ہوا کہ اس ریزولیوشن کی ایک نقل اخبار پیغام صلح کو برائے اندراج و ایک نقل بحضور جناب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع مظفرگڑھ بھیجی جائے

(سکرٹری احمدیہ انجمن علی پور)

گزشتہ پرچہ میں اخبار کا نمبر ۷ لم غلطی سے درج ہوگیا تھا اصل میں ۶ لم تھا۔ اور آج کا ۷ لم ہے۔ ناظرین تصحیح فرمالیں۔

چند یسوعی حقائق

یسوعی تبلیغ

(۱) یسوعی اخبار "نور" لکھتا ہے کہ "خداوند مسیح نے تقریباً تین سال تبلیغ میں صرف کئے اور اس عرصہ میں سات سو آٹھ سو کے قریب اشخاص ایمان لائے"

جھوٹ انسان بولے تو پیٹ بھر کر تو بولے۔ یہی مثال یسوعی صاحبان کی ہے۔ بیچارے یسوع نے تین سال میں بارہ حواری پیدا کئے جن کو بڑے بڑے وعدے دیئے لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ ایک حواری نے تیس روپے کی حقیر رقم کے بدلے اپنے خداوند کو پکڑوا دیا۔ دوسرے نے اس پر لعنت کی نہ معلوم یہ سات سو آٹھ سو ایماندار کہاں بیٹھے تھے۔ جبکہ ان کے خداوند کو ان کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

یسوع کے شاگردوں کی تبلیغ

(۲) دوسرا نکتہ اس سے بھی عجیب ہے فرماتے ہیں:

"خداوند یسوع کے شاگردوں نے بھی اپنے استاد کے نمونہ پر چل کر بذریعہ رشد و ہدایت اشاعت انجیل کی اور تیس چالیس سال کے اندر دنیا میں مشکل سے کوئی ملک ایسا ہوگا جہاں انہوں نے انجیل نہ سنائی ہو۔ اور کلیسائیں قائم نہ کی ہوں"

سبحان اللہ اس گپ کا لکھنے والا غیر معمولی طور پر تاریخ سے واقف معلوم ہوتا ہے۔ یسوعی دین کے پھیلنے میں جس قدر یسوعیوں نے خلق خدا کا خون بہایا ہے۔ اسلام نے اپنی تمام لڑائیوں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں بہایا۔ ملاحظہ ہو کتاب ریلجن آف سورڈ۔ یونہی ناواقفوں کے سامنے گپ ہانک دینی آسان ہے، لیکن تاریخ کے معیار پر اپنی بات کا ثبوت دینا کچھ آسان کام نہیں۔

دین میں جبر

(۳) بعض ان پڑھ مسلمان جب تعلیم یافتہ یسوعیوں کی اشتعال انگیز گفتگو کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کی درشت زبانی کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں تو یسوعی صاحبان اسے دین میں جبر قرار دے لیتے ہیں اور اس کا رونا رونے بیٹھتے ہیں۔ لیکن ان کو اپنے گھر کے جھگڑے بھول جاتے ہیں۔ کہ اس بیسویں صدی عیسوی میں جبکہ تعلیم اور آزادی کا عام چرچا ہے یورپ میں ایسے ملک بھی موجود ہیں۔ جہاں پراٹسٹنٹ علانیہ اپنی اشاعت مذہب اپنے عیسائی بھائیوں کے ممالک میں نہیں کر سکتے۔ مولوی ثناء اللہ سے پوچھنے کے بجائے آپ رومن کیتھولک لاٹ پادری سے ہی پوچھ لیں۔

ایک مشنری کا قبول اسلام

(۴) پیغام صلح ۱۹ مئی میں ایک خبر ایک عیسائی مشنری کے قبول اسلام کی چھپی تھی۔ جو کسی دوسرے اخبار سے نقل کی گئی تھی۔ اس پر مسٹر ایف ایم نجم الدین صاحب آپے سے باہر ہو گئے ہیں۔ کہ یہ خبر محض غلط ہے اس کی صحت غیر صحت کے بارہ میں تو ہم اصل حوالہ دیکھ کر کچھ لکھ سکینگے لیکن مسٹر نجم الدین صاحب ان انگریز اور جرمن نومسلموں کے بارہ میں کیوں تحقیق نہیں کرتے۔ جو ہمارے ذریعہ سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ ذرا ان کو لکھ کر عیسویت کی حقیقت دریافت کریں۔ غالباً نجم الدین صاحب کا خیال ہوگا کہ مشنری چونکہ تنخواہ دار ہوتے ہیں اور روٹی کا معاملہ آجکل پیچیدہ بن رہا ہے۔ اس لئے روٹی چھوڑ کر کسی عیسائی کا مسلمان ہو جانا مشکل ہے کسی حد تک یہ سچ بھی ہے۔ ہمیں کے دیسی عیسائیوں کو جو معقول تنخواہیں مشنوں سے لے رہے ہیں۔ آج جواب دیا جائے تو معلوم ہو سکے گا کہ کتنے لوگ یسوع کی بھیڑوں میں رہ جاتے ہیں!

(باقی بر صفحہ ۴)

مسئلہ نبوت کے متعلق چند کھلی کھلی سچی باتیں

(از سید اختر حسین صاحب)

(گزشتہ سے پیوستہ)

"بدر" کی ڈائری اور دعوی نبوت

سوال ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں " (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) اور نیز تیری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعوے تھا "

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۵ حاشیہ)

الجواب ۔ حضرت اقدس نے کل اسی کے قریب کتب لکھی ہیں اور ان سب میں انکار نبوت پایا جاتا ہے جو بات خود حضور کے قلم سے نکلی ہو وہ واقعی ہمارے سامنے بطور حجت کے پیش کی جا سکتی ہے ۔ مگر اخبار "بدر" کا مندرجہ بالا حوالہ حضرت مسیح موعود کے قلم سے نکلا ہوا نہیں ۔ بلکہ ایک ڈائری ہے جو کسی اور شخص نے لکھی ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ

ڈائری اتنی قابل اعتبار نہیں ہو سکتی

جتنی آپ کی تحریر ۔ کیونکہ اس وقت اردو شارٹ ہینڈ لکھنا بہت ہی کم لوگ جانتے تھے ۔ اور بالخصوص قادیان میں تو کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو اس فن کو جانتا ہو ۔ پس حضرت صاحب کے کلمات طیبات کو جمع کرنے والے لوگ عموماً حضرت اقدس کی تقریر کا مطلب اپنی سمجھ کے مطابق لکھا کرتے تھے " الحکم " اور " البدر " دو اخبارات قادیان کے نکلتے تھے اور دونوں میں حضرت مسیح موعود کی ڈائری شائع ہوتی تھی مگر بعض اوقات دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا تھا ۔ جس کی وجہ محض یہ تھی کہ ہر ایک لکھنے والا اپنی سمجھ کے مطابق لکھتا جیسا کسی نے سب سمجھا لکھ دیا ۔ اس لئے یہ ڈائریاں حضرت صاحب کی کتب کے مقابل پر پیش کرنا بہت کچی بات ہے ۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود نے جس قدر کتب جماعت کی تعلیم کے لئے لکھی ہیں ان میں

کہیں دعوی نبوت نہیں کیا ہے

تو ایڈیٹر "بدر" کی لکھی ہوئی ایک ڈائری پر اپنے دعوے کی بنیاد رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے سوچئے حضرت اقدس کی ان تحریرات کے مقابل اس ڈائری کی وقعت ہی کیا ہے ۔

(۱) " ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ باتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے ۔ اس کے ہم قائل ہیں ۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے ۔ "

(اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ)

(۲) " وسمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت " اور میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

(۳) جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۱)

دوسرے حوالہ میں حضرت اقدس نے رسالت وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کے دعوے کا ذکر کیا ہے مگر رسالت کا لفظ مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک مجددین و محدثین پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

" قرآن شریف میں ہے فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنے کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے ۔ دوسرے کو یہ مرتبہ نہیں عطا ہوتا رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں ۔ خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں " (ایام الصلح صفحہ ۱۷۱)

پس یہاں بھی

رسالت سے مراد مجددیت ہے

اس سے بڑھکر کچھ نہیں ۔ اگر حقیقی نبوت و رسالت کا دعوے کرنا ہوتا تو اسی براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ہمیں یہ عبارتیں نظر نہ آتیں :-

(۱) " اگر درمیانی زمانہ میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا بھی فضول تھا کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور تجدید و غلطیوں کی اصلاح کے لئے ہی آیا کرتے ہیں ۔ " (صفحہ ۴۴)

(۲) اگر نبی کے صرف یہ معنے کئے جائیں کہ اللہ جلشانہ اس سے مکالمہ و مخاطبہ رکھتا ہے ۔ اور بعض اسرار غیب کے اس پر ظاہر کرتا ہے ۔ تو اگر ایک امتی ایسا نبی ہو جائے تو اس میں حرج کیا ہے ۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے ۔ اور خدا تعالیٰ کو اپنے اولیاء اللہ سے مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں ۔ (صفحہ ۱۳۱)

(۳) نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو ۔

شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو (صفحہ ۱۳۸)

(۴) اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام میں نے پائے ایک میرا نام امتی رکھا گیا ۔ جیسا کہ میرے نام غلام احمد سے ظاہر ہے ۔ دوسرے میرا نام ظلی طور پر نبی رکھا گیا ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حصص سابقہ براہین احمدیہ میں میرا نام احمد رکھا اور اسی نام سے بار بار مجھ کو پکارا اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں ظلی طور پر نبی ہوں ۔ **پس میں امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں "**

(حاشیہ صفحہ ۱۸۸)

یہاں یہ تین باتیں صاف طور پر نظر آتی ہیں ۔

(۱) مسیح موعود مجدد ہے ۔

(۲) نبی کے حقیقی معنے (از روئے لغت) صرف شرف مکالمہ و مخاطبہ پانے والے کے ہیں ۔ شریعت لانا یا متبع نہ ہونا اس کے لئے ضروری نہیں ۔

(۳) میں نبی اور امتی ہوں ۔ پہلی بات تو بہت واضح ہے البتہ باقی باتیں ذرا تشریح طلب ہیں ۔ جن کے لئے ہم کو حضرت اقدس کی دوسری تحریرات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا ۔

حضرت اقدس کے نزدیک اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ کامل شریعت لائے یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے ۔ اور نبی سابق کی امت نہ کہلائے ۔

(دیکھو خط حضرت مسیح موعود مندرجہ الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

یہاں

نبی کے معنی از روئے لغت

یہ بیان فرمائے ہیں کہ وہ شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو گو یا لغوی طور پر نبی ہو ۔ اس کے لئے شریعت لانا یا مطاع ہونا ضروری نہیں ۔ تو جو شخص بھی مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ پائے گا ۔ وہ لغوی طور پر نبی ہوگا ۔ اور اس طرح تمام اولیائے امت لغوی طور پر نبی ہو سکتے ہیں مسیح موعود کی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں :-

" خدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے
خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیاء
دادہ می شود و در حقیقت انبیا نیستند "

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

کہ خدا تعالیٰ کے اس امت کے اولیا کے ساتھ مکالمات و مخاطبات ہیں ۔ اور ان کو انبیا کا رنگ دیا جاتا ہے ۔ اور در حقیقت نبی نہیں ہوتے ۔

پس جب ہر ولی مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ پاتا ہے تو وہ لغوی طور پر نبی ہوا گو حقیقت میں یعنے اصطلاح اسلام میں نبی نہیں ۔

تیسری بات کہ میں

امتی نبی

ہوں ۔ عام طور پر حضرت اقدس کی تحریرات میں ملتی ہے جس کے معنے محدث کے ہیں جیسا کہ حضور نے لکھا ہے :-

سو یہ بات کہ (رسول اللہ صلعم نے) اس کو (مسیح موعود کو) امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے ۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲)

محدث جو مرسلین میں سے ہوتا ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی ۔ (" صفحہ ۵۶۹)

جس بات کا حضور علیہ السلام نے دعوے کیا ۔ اس

جنگ مابین آلِ محمدؐ و آلِ عیسیٰؑ

اور ذرّیۃ البغایا کی حقیقت !

(خاں صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب کے قلم سے)

(عن جعفر الباقر علیہ السلام قال ینادی منادٍ من السماء انّ الحق فی آل محمد و ینادی منادٍ من الارض لا ان الحق فی آل عیسیٰ او قال العباس نشک فیہ وانما الاسفل کلمۃ الشیطان والصوت الاعلیٰ کلمۃ اللہ العلیا۔ رواہ نعیم۔ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۸)

(ترجمہ) امام جعفر باقر علیہ السلام سے نعیم بن حماد نے روایت کی ہے کہ آسمان سے ایک پکارنے والے کی آواز آئے گی کہ حق آلِ محمد میں ہے اور زمین سے آواز کرنے والا کہے گا کہ حق آلِ عیسیٰ میں رہا۔ اور یاد رہے کہ وہ جو زمین کی طرف سے آواز آتی ہے۔ وہ شیطانی کلمہ ہے۔ اور وہ جو اوپر کی طرف سے آواز آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا الہام ہے جو ہمیشہ بلند ہے۔

جنگِ مقدس کی بنیاد

حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے نتائج اخذ کرنے کے لئے ایک منصف مزاج کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اس زمانہ میں لیجائے جبکہ آپ کی کوئی خاص زیر بحث تحریر لکھی گئی تھی۔ تاکہ ناظرین کے سامنے واقعات اپنی اصلی صورت میں آجائیں۔ اور وہ کسی صحیح نتیجہ تک پہنچ سکیں۔

عیسائیوں کا چیلنج اہل جنڈیالہ کے نام

۱۱ اپریل ۱۸۹۳ء کو جنڈیالہ کے عیسائیوں نے ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب پادری امرتسر کے ذریعہ سے ایک رجسٹری خط بنام میاں محمد بخش صاحب پاندہ مکتب دیسی جنڈیالہ روانہ کیا۔ جو حسب ذیل ہے:۔

بخدمت شریف میاں محمد بخش صاحب و جملہ شرکاء اہل اسلام جنڈیالہ۔

جناب من بعد سلام کے واضح رائے شریف ہو کہ چونکہ ان دنوں میں قصبہ جنڈیالہ میں مسیحیوں اور اہل اسلام کے درمیان دینی چرچے بہت ہوتے ہیں۔ اور چند صاحبان آپ کے ہم مذہب دین عیسوی پر حرف لاتے ہیں۔ اور کئی ایک سوال جواب کرنے اور کرنا چاہتے ہیں۔ اور نیز اسی طرح سے دین محمدی کے حق میں کئی تحقیقاتیں کرلی ہیں۔ اور مبالغہ از حد ہوچکا ہے۔ لہذا راقم رقیمہ ہذا کی دانست میں طریقہ بہتر اور مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک جلسۂ عام کیا جائے جس میں صاحبان اہل اسلام معہ علماء و دیگر بزرگان دین کے جن پر کہ ان کی تسلی ہو موجود ہوں اور اسی طرح مسیحیوں کی طرف سے بھی کوئی صاحب اعتبار پیش کئے جائیں تاکہ جو باہمی تنازعہ ان دنوں میں ہو رہے ہیں۔ خوب فیصل کئے جائیں اور نیکی اور بدی اور حق اور خلاف ثابت ہوویں۔ لہذا چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ کے درمیان آپ صاحب ہمت گنے جاتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں از طرف مسیحیان جنڈیالہ التماس کرتے ہیں۔ کہ آپ خواہ خود یا اپنے ہم مذہبوں سے مصلحت کرکے ایک وقت مقرر کریں۔ اور جس کسی بزرگ پر آپ کی تسلی ہو اسے طلب کریں اور ہم بھی وقت مقرر پر محفل شریف میں کسی اپنے کو پیش کرینگے کہ جلسہ اور فیصلہ امورات مذکورہ بالا کا بخوبی ہو جائے۔ اور خداوند صراط المستقیم سب کو حاصل کرے۔ ہم کسی ضد یا فساد یا مخالفت کی رو سے اس جلسہ کے درپے نہیں ہیں مگر فقط اس بنا سے کہ جو باتیں راست، برحق اور پسندیدہ ہیں سب صاحبان پر خوب ظاہر ہوں دیگر التماس یہ ہے کہ صاحبان اہل اسلام ایسے مباحثہ میں شریک نہ ہونا چاہیں۔ تو آئندہ کو اپنے اسپ کلام کو میدان گفتگو میں جولانی نہ دیں۔ اور وقت منادی یا دیگر موقعوں پر حجت بے بنیاد ولا حاصل سے باز آکر خاموشی اختیار کریں از راہ مہربانی اس خط کا جواب جلدی عنایت فرمادیں تاکہ اگر آپ ہماری اس دعوت کو قبول کریں تو جلسہ کا اور ان مضامین کا جن کی بابت مباحثہ ہونا ہے۔ معقول انتظام کیا جائے۔

فقط۔ زیادہ سلام۔ یہ نقل بطور اصل کے ہے۔

الراقم مسیحیان جنڈیالہ۔ مارٹن کلارک امرتسر۔

(دستخط انگریزی)

اہل جنڈیالہ کی حضرت مسیح موعود سے درخواست

اس خط کے پہنچنے پر میاں محمد بخش صاحب نے ذیل کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں لکھا:۔

حضرت جناب فیضمآب مجدد الوقت فاضل اجل حامیٔ دین رسولؐ حضرت غلام احمد صاحب۔

از طرف محمد بخش السلام علیکم۔ گزارش یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے قصبہ جنڈیالہ کے عیسائیوں نے بہت شور و شر مچا یا ہوا ہے بلکہ آج بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۸۹۳ء میں عیسائیان جنڈیالہ نے معرفت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب امرتسر بنام فدوی بذریعہ رجسٹری ایک خط ارسال کیا ہے جس کی نقل خط ہذا کی دوسری طرف واسطے ملاحظہ کے پیش خدمت ہے۔ عیسائیوں نے بڑے زور و شور سے لکھا ہے کہ اہل اسلام جنڈیالہ اپنے علماء اور دیگر بزرگان دین کو موجود کرکے ایک جلسہ کریں اور دین حق کی تحقیق کی جائے ورنہ آئندہ سوال کرنے سے خاموشی اختیار کریں۔ اس لئے خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ اکثر کمزور اور مسکین ہیں اس لئے خدمت شریف عالی میں ملتمس ہوں کہ آنجناب للّٰہ اہل اسلام جنڈیالہ کو امداد فرماویں۔ ورنہ اہل اسلام پر دھبہ آجائے گا۔ و نیز عیسائیوں کے خط کو ملاحظہ فرماکر یہ تحریر فرمائیں کہ ان کو جواب خط کا کیا لکھا جاوے۔ جیسا آنجناب ارشاد فرمادیں ویسا عمل کیا جاوے۔ فقط الراقم محمد بخش پاندہ مکتب دیسی قصبہ جنڈیالہ ضلع امرتسر۔ ۱۱ اپریل ۱۸۹۳ء

(جواب طلب ضروری)

حضرت مسیح موعود کا عیسائیوں کو جواب

حضرت مسیح موعود کے پاس اس خط کا پہنچنا تھا کہ آپ نے ذیل کا خط ۱۲ اپریل ۱۸۹۳ء کو بذریعہ رجسٹری مسیحیان جنڈیالہ کو روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مسیحیان جنڈیالہ۔ بعد ما وجب۔ آج میں نے آپ صاحبوں کی وہ تحریر جو آپ نے میاں محمد بخش صاحب کو بھیجی تھی۔ اول سے آخر تک پڑھی جو کچھ آپ صاحبوں نے سوچا ہے مجھے اس سے اتفاق رائے ہے بلکہ درحقیقت میں اس مضمون کے پڑھنے سے ایسا خوش ہوا۔ کہ میں اس مختصر خط میں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ یہ روز کے جھگڑے اچھے نہیں اور ان سے دن رات عداوتیں بڑھتی ہیں۔ اور فریقین کی عافیت و آسودگی میں خلل پڑتا ہے اور یہ بات تو ایک معمولی سی ہے اور اس سے بڑھکر نہایت ضروری اور قابل ذکر یہ بات ہے۔ کہ جس حالت میں دونوں فریق مرنے والے اور دنیا کو چھوڑنے والے ہیں تو پھر اگر باقاعدہ بحث کرکے اظہار حق نہ کریں تو اپنے نفسوں اور دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ جنڈیالہ کے مسلمانوں کا ہم سے کچھ زیادہ حق نہیں بلکہ جس حالت میں کہ خداوند کریم و رحیم نے اس عاجز کو انہی کاموں کے لئے بھیجا ہے تو ایک سخت گناہ ہوگا کہ ایسے موقعہ پر خاموش رہوں اس لئے میں آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس کام کے لئے میں ہی حاضر ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ فریقین کا یہ دعوٰے ہے کہ ان کو اپنا اپنا مذہب بہت سے نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ملا ہے۔ اور یہ بھی فریقین کو اقرار ہے کہ زندہ مذہب وہی ہے کہ جن دلائل پر اس کی صحت کی بنیاد ہے۔ وہ دلائل بطور قصہ کے نہ ہوں۔ بلکہ دلائل ہی کے رنگ میں اب بھی موجود اور نمایاں ہوں مثلاً اگر کسی کتاب میں بیان کیا گیا ہو کہ فلاں نبی نے بطور معجزہ ایسے ایسے بیماروں کو اچھا کیا تھا۔ تو یہ اور اس قسم کے اور امور اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک قطعی اور یقینی دلیل نہیں ٹھہر سکتی۔ بلکہ ایک خبر ہے جو منکر کی نظر میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ بلکہ منکر ایسی خبروں کو صرف ایک قصہ سمجھیگا اسی وجہ سے یورپ کے فلاسفر مسیح کے معجزات سے جو انجیل میں مندرج ہیں کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ بلکہ اس پر قہقہہ مار کر ہنستے ہیں جبکہ یہ بات ہے تو یہ نہایت آسان مناظرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا کوئی فرد اس تعلیم اور علامات کے موافق جو کامل مسلمان ہونے کے لئے قرآن کریم میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کرے۔ اور اگر نہ کرسکے تو دروغگو ہے نہ مسلمان۔ اور ایسا ہی عیسائی صاحبوں میں سے ایک فرد اس تعلیم اور

اور علامات کے موافق جو انجیل شریف میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کر کے دکھائے اور اگر وہ ثابت نہ کر سکے تو وہ دروغگو ہے نہ عیسائی۔ جس حالت میں دونوں فریق کا یہ دعوے ہے کہ جس نور کو ان کے انبیا لائے تھے وہ نور فقط لازمی نہیں تھا بلکہ متعدی تھا۔ تو پھر جس مذہب میں یہ نور متعدی ثابت ہوگا اسی کی نسبت عقل تجویز کرے گی کہ یہی مذہب زندہ اور سچا ہے کیونکہ اگر مذہب کے ذریعہ سے وہ زندگی اور پاک نور معہ اس کی تمام علامتوں کے حاصل نہیں کر سکتے جو اس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے تو ایسا مذہب بجز لاف و گزاف کے زیادہ نہیں اگر ہم فرض کر لیں کہ کوئی نبی پاک تھا مگر ہم میں سے کسی کو بھی پاک نہیں کر سکتا۔ اور صاحب خوارق تھا مگر کسی کو صاحب خوارق نہیں بنا سکتا اور الہام یافتہ تھا مگر کسی کو ملہم نہیں بنا سکتا۔ تو ایسے نبی سے ہمیں کیا فائدہ۔ مگر الحمد للہ والمنۃ کہ ہمارا سید و رسول خاتم الانبیا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں تھا۔ اسؐ نے ایک جہان کو وہ نور حسب مراتب استعداد بخشا کہ جو اس کو ملا تھا۔ اور اپنے نورانی نشانوں سے وہ شناخت کیا گیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے نور تھا جو بھیجا گیا۔ اور اس سے پہلے کوئی ہمیشہ کے لئے نور نہیں آیا۔ اگر وہ نہ آتا اور نہ اس نے تبلایا ہوتا تو حضرت مسیحؑ کے نبی ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ کیونکہ اس کا مذہب مرگیا۔ اور اس کا نور بے نشان ہوگیا۔ اور کوئی وارث نہ رہا جو اس کو کچھ نور دیا گیا ہو۔ اب دنیا میں زندہ مذہب صرف اسلام ہے۔ اور اس عاجز نے اپنے ذاتی تجارب سے دیکھ لیا اور پرکھ لیا کہ دونوں قسم کے نور اسلام اور قرآن میں اب بھی ایسے ہی تازہ بتازہ موجود ہیں جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھے۔ اور ہم ان کے دکھلانے کے لئے ذمہ دار ہیں۔ اگر کسی کو مقابلہ کی طاقت ہے تو ہم سے خط و کتابت کرے۔ والسلام علیٰ متبع الھدیٰ۔

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس عاجز کے مقابلہ پر جو صاحب کھڑے ہووے ہوں وہ کوئی بزرگ نامی اور معزز انگریز پادری صاحبوں میں سے ہونے چاہئیں کیونکہ جو بات اس مقابلہ اور مباحثہ سے مقصود ہے اور جس کا اثر عوام پر ڈالنا مدنظر ہے وہ اسی امر پر موقوف ہے کہ فریقین اپنی اپنی قوم کے خواص میں سے ہوں ہاں بطور تنزل اور اتمام حجت مجھے یہ بھی منظور ہے کہ اس مقابلہ کے لئے پادری عماد الدین صاحب یا پادری ٹھاکرداس صاحب یا مسٹر عبداللہ آتھم صاحب عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہوں۔ اور پھر ان کے اسماء کسی اخبار کے ذریعہ سے شائع کر کے ایک پرچہ اس عاجز کی طرف بھی بھیجا جائے۔ اور اس کے بھیجنے کے بعد یہ عاجز بھی اپنے مقابلہ کا اشتہار دیدے گا اور ایک پرچہ صاحب مقابلہ کی طرف بھیجدے گا۔ مگر واضح رہے کہ یوں تو ایک مدت دراز سے مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھگڑا چلا آتا ہے۔ اور تب سے مباحثات ہوئے اور فریقین کی طرف سے بکثرت کتابیں لکھی گئیں اور درحقیقت علمائے اسلام نے بہ تمام تر صفائی سے ثابت کر دیا کہ جو کچھ قرآن کریم پر اعتراض کئے گئے ہیں وہ دوسرے رنگ میں توریت پر اعتراض ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نکتہ چینی ہوئی وہ دوسرے پیرایہ میں تمام انبیاء کی شان میں نکتہ چینی ہے۔ جس سے حضرت مسیح بھی باہر نہیں۔ بلکہ ایسی نکتہ چینیوں کی بنا پر خدا تعالیٰ بھی مورد اعتراض ٹھیرتا ہے۔ سو یہ بحث زندہ مذہب یا مردہ مذہب کی تشخیص کے بارہ میں ہوگی۔ اور دیکھا جائے گا کہ جن روحانی علامات کا مذہب اور کتاب نے دعوے کیا ہے وہ اب بھی اس میں پائی جاتی ہیں۔ کہ نہیں۔ اور مناسب ہوگا کہ مقام بحث لاہور یا امرتسر مقرر ہو۔ اور فریقین کے علماء کے مجمع میں بحث ہو۔

خاکسار:۔ مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

ہنری مارٹن کا جواب

اس خط کا جواب پہنچنے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب امرتسر نے ذیل کا خط آپ کو لکھا جس میں اس مباحثہ کو "جنگ مقدس" کے نام سے موسوم کیا ہے:۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیان سلامت۔ تسلیم۔ عنایت نامہ آں صاحب کا وارد ہوا۔ بعد مطالعہ طبیعت شاد ہوئی۔ خاص اس بات سے کہ جنڈیالہ کے اہل اسلام کو آپ جیسے لائق فائق ملے لیکن چونکہ ہمارا دعوے نہ آپ سے بلکہ جنڈیالہ کے محمدیوں سے ہے۔ ہم آپ کی دعوت قبول کرنے میں قاصر ہیں۔ ان کی طرف ہم نے خط لکھا ہوا ہے۔ اور تا حال جواب کے منتظر ہیں۔ اگر ان کی مدد آپ کے قبول سے ہے تو مناسب اور باقاعدہ طریق تو یہ ہے کہ آپ خود انہیں خطوط لکھیں جو آپ کے ارادہ پر مہربانی کے ہیں ان پر ظاہر کریں۔ اگر وہ آپ کو ترجمان کر اس جنگ مقدس کے لئے پیش کریں تو ہمارا کچھ عذر نہیں بلکہ عین خوشی ہے۔ چونکہ آپ رد تنضیر اور صاحب کا رد آزمودہ ہیں یہ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ اس خاص بحث کے لئے آپ کو قبول کرنا یا نہ کرنا ہمارا اختیار نہیں بلکہ جنڈیالہ کے اہل اسلام کا ہے۔ لہٰذا انہیں سے آپ فیصلہ کر لیں بعد ازاں ہم بھی حاضر ہیں۔ آپ کے اور ان کے فیصلہ کرنے کی ہی دیری ہے۔ زیادہ سلام۔

امرتسر میڈیکل مشن ۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء

حضرت مسیح موعود کا دوسرا مکتوب

حضرت مسیح موعود نے ذیل کا جواب دستی بذریعہ مولوی عبدالکریم صاحب ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب امرتسر کو بھیجا۔

مشفقی مہربان پادری صاحب۔ بعد ما وجب۔ یہ وقت کیا مبارک وقت ہے کہ میں آپ کی اس جنگ مقدس کے لئے تیار ہوکر جس کا آپ نے اپنے خط میں ذکر فرمایا ہے اپنے چند عزیز دوست بطور سفیر منتخب کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ اس پاک جنگ کے لئے آپ مجھے مقابلہ پر منظور فرمائیں گے۔ جب آپ کا پہلا خط جو جنڈیالہ کے بعض مسلمانوں کے نام تھا۔ مجھ کو ملا اور میں نے یہ عبارتیں پڑھیں کہ کوئی ہے کہ ہمارا مقابلہ کرے۔ تو میری روح اسی وقت بول اٹھی کہ ہاں میں ہوں۔ جسکے ہاتھ پر خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے گا۔ اور سچائی کو ظاہر کرے گا۔ وہ حق جو مجھ کو ملا ہے۔ اور وہ آفتاب جس نے ہم میں طلوع کیا ہے۔ وہ اب پوشیدہ رہنا نہیں چاہتا میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ زور دار شعاعوں کے ساتھ نکلے گا اور دلوں پر اپنا ہاتھ ڈالے گا۔ اور اپنی طرف کھینچ لائے گا۔ لیکن اس کے نکلنے کے لئے کوئی تقریب چاہیئے تھی۔ سو آپ صاحبوں کا مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے بلانا نہایت مبارک اور نیک تقریب ہے۔ مجھے امید نہیں کہ آپ اس بات پر ضد کریں۔ کہ ہمیں تو جنڈیالہ کے مسلمانوں سے کام ہے نہ کسی اور سے۔ آپ جانتے ہیں کہ جنڈیالہ میں کوئی مشہور اور نامی فاضل نہیں۔ اور یہ آپ کی شان سے بعید ہوگا کہ آپ عوام سے الجھتے پھریں۔ اور اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کے لئے دس برس کا پیاسا ہے اور کئی ہزار خط اردو و انگریزی اسی پیاس کے جوش سے آپ جیسے معزز پادری صاحبان کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں اور پھر جب کچھ جواب نہ آیا تو آخر نا امید ہوکر بیٹھ گیا چنانچہ بطور نمونہ ان خطوں میں سے کچھ روانہ بھی کرتا ہوں۔ تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ کی اس توجہ کا اول مستحق میں ہی ہوں۔ اور سوائے اس کے اگر میں کاذب ہوں تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ میں پورے دس سال سے میدان میں کھڑا ہوں جنڈیالہ میں میری دانست میں ایک بھی نہیں جو میدان کا سپاہی تصور کیا جائے۔ اس لئے باادب مکلف ہوں کہ اگر یہ امر مطلوب ہے کہ یہ روز کے قصے طے ہو جائیں۔ اور جس مذہب کے ساتھ خدا ہے اور جو لوگ سچے مذہب پر ایمان لائے ہیں ان کے کچھ امتیازی انوار ظاہر ہوں تو اس عاجز سے مقابلہ کیا جائے آپ لوگوں کا یہ ایک بڑا دعوے ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام درحقیقت خدا تھے۔ اور وہی خالق ارض و سما تھے اور ہمارا یہ بیان ہے کہ وہ ایک سچے نبی ضرور تھے۔ رسول تھے خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ مگر خدا نہیں تھے۔ سوانہی امور کے حقیقی فیصلے کے لئے یہ مقابلہ ہوگا۔ مجھکو خدا تعالیٰ نے براہ راست اطلاع دی ہے کہ جس تعلیم کو قرآن لایا ہے وہ سچائی کی راہ ہے۔ اسی پاک توحید کو ہر ایک نبی نے اپنی امت تک پہنچایا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ لوگ بگڑ گئے اور خدا تعالیٰ کی جگہ انسان کو دیدی۔ غرض یہ امر ہے جس پر بحث ہوگی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی غیرت اپنا کام دکھلائے گی۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس مقابلہ سے ایک دنیا کے لئے مفید اور اثر انداز نتائج نکلیں گے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ اب کل دنیا یا ایک بڑا بھاری حصہ اس کا ایک ہی مذہب قبول کر لے جو سچا اور زندہ مذہب ہو۔ اور جس کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کی مہربانی کا بادل ہو۔ چاہیئے کہ یہ بحث صرف زمین تک محدود نہ رہے۔ بلکہ آسمان بھی اس کے ساتھ شامل ہو اور مقابلہ صرف اس بات میں ہو کہ روحانی زندگی اور آسمانی قبولیت اور روشن ضمیری کس مذہب میں ہے۔ اور میں اور میرا مقابل اپنی اپنی کتاب کی تاثیریں اپنے اپنے نفس میں ثابت کریں۔ ہاں اگر یہ چاہیں کہ معقولی طور پر بھی ان دونوں عقیدوں کا بعد اس کے تصفیہ ہو جائے تو یہ بھی بہتر ہے۔ مگر اس سے پہلے روحانی اور آسمانی آزمائش ضرور چاہیئے۔ والسلام علیٰ متبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ۲۳ اپریل ۱۸۹۳ء

عیسائیوں کی طرف سے مناظرہ کی منظوری

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے اس مناظرہ کو ذیل کے خط میں قبول کر لیا۔ اور شرائط وغیرہ طے ہوگئیں:۔

امرتسر ۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان۔

جناب من! مولوی عبدالکریم صاحب بہ معیت یہاں پہنچے اور مجھے آپ کا دستی خط دیا۔ جناب نے جو مسلمانوں کی طرف سے مجھے مقابلہ کے لئے دعوت دی ہے اس کو میں بخوشی قبول کرتا ہوں آپ کی سفارت نے آپ کی طرف سے مباحثہ اور شرائط ضروریہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ جناب کو بھی وہ انتظام اور شرائط منظور ہوں گے اس لئے مہربانی کر کے اپنی پہلی فرصت میں مجھے اطلاع بخشیں کہ آپ ان

شرائط کو قبول کرتے ہیں یا نہیں ؟

آپ کا تابعدار اینچ مارٹن کلارک ایم ڈی سی ایم اڈنبرا ایم آر اے ایس سی ایم ایس ۔

مندرجہ بالا خط و کتابت سے ثابت ہے کہ مباحثہ اسلام اور عیسائیت کے مابین تھا اور حضرت مسیح موعود کے مخصوص دعاوی کو اس میں کوئی دخل نہ تھا ۔ اس پر عیسائیوں کی بھی شہادت حسب ذیل ہے :۔

" کیونکہ مرزا صاحب نے مسیحیوں کے ساتھ مباحثہ اپنے ملہم اور مثیل مسیح ہونے کے بارہ میں نہیں کیا ۔ بلکہ محمدیت کو مذہب حق اور قرآن کو کلام اللہ ثابت کرنے اور مسیحیوں کو رد کرنے کے لئے کیا تھا اور وہ پیشنگوئی اختتام مباحثہ پر انہوں نے محمدیت ہی کے مذہب حق اور منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں کی تھی "

(اخبار نور افشاں لدھیانہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء ۔ جلد ۲۲ ۔ نمبر ۳۸ ۔ صفحہ ۲ ۔ کالم ۲)

علاوہ اس کے یہ بھی قابل توجہ امر ہے کہ پادری کلارک نے خود ہی اس مباحثہ کا نام " جنگ مقدس " تجویز کیا تھا ۔

فیصلہ کی ایک راہ

چنانچہ یہ جنگ مقدس ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ختم ہوا ۔ اس کے دوران میں الوہیت مسیح کی بحث کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء کو عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے یہ الفاظ اپنے بیان میں لکھوائے :۔

ومن اضل ممن یدعون من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمہ وھم عن دعائھم غافلون ۔ اور پھر فرماتا ہے کہ اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے کہ ایسے شخص کو خدا کر کے پکارتا ہے جو اس کو قیامت تک جواب نہیں دے سکتا ۔ بلکہ اس کے پکارنے سے بھی غافل ہے چہ جائیکہ اس کو جواب دے سکے ۔

اب میں اس مقام پر ایک سچی گواہی دینا چاہتا ہوں جو میرے پر فرض ہے اور وہ یہ ہے **جو میں اس اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتا ہوں کہ جو بگفتن قادر مطلق نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی طور قادر مطلق ہے اور مجھے اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے خاص مکالمہ سے شرف بخشا ہے اور مجھے اطلاع دیدی ہے کہ میں جو سچا اور کامل خدا ہوں میں ہر ایک مقابلہ میں جو روحانی برکات اور سماوی تائیدات میں کیا جائے تیرے ساتھ ہوں اور تجھ کو غلبہ ہوگا ۔**

اب میں اس مجلس میں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کی خدمت میں اور دوسرے تمام حضرات عیسائی صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس بات کو اب طول دینے کی کیا حاجت ہے کہ آپ ایسی پیشگوئیاں پیش کریں جو حضرت مسیح کے اپنے کاموں و فعل کے مخالف پڑی ہوئی ہیں ۔ ایک سیدھا اور آسان فیصلہ ہے جو میں زندہ اور کامل خدا سے کسی نشان کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ حضرت مسیح سے دعا کریں آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے ۔ پھر اگر وہ قادر مطلق ہے تو ضرور آپ کامیاب ہو جائیں گے ۔ اور میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں بالمقابل نشان دکھانے سے قاصر رہا تو ہر ایک سزا اپنے پر اٹھا لوں گا ۔ اور اگر آپ نے مقابل پر کچھ دکھلایا تب بھی سزا اٹھا لوں گا ۔ چاہیئے کہ آپ خلق اللہ پر رحم کریں ۔ میں بھی اب پیرانہ سالی تک پہنچا ہوا ہوں اور آپ بھی بوڑھے ہو چکے ہیں ۔ ہمارا آخری ٹھکانا قبر ہے ۔ آؤ اس طرح پر فیصلہ کر لیں ۔ سچا اور کامل خدا بے شک سچے کی مدد کرے گا ۔ (۲۵ مئی ۱۸۹۳ء)

عیسائیوں کا بیہودہ چیلنج

اس پر دوسرے دن پادری صاحبان نے بیان ذیل لکھوایا اور آپ کو چیلنج دیا :۔

" ہم فقط آپکو ایک محمدی شخص فرض کر کے دین عیسوی اور محمدیت کے بارہ میں بموجب ان قواعد اسناد کے جو ان مذہبوں میں عام مانی جاتی ہیں ۔ آپ سے گفتگو کر رہے ہیں ۔ خیر تاہم چونکہ آپ ایک خاص قدرت الٰہی دکھانے پر آمادہ ہو گئے ہم کو برائے مقابلہ بلاتے ہیں تو ہمیں دیکھنے سے گریز بھی نہیں یعنے معجزہ یا نشانی پس ہم یہ تین شخص پیش کرتے ہیں جن میں ایک اندھا ایک ٹانگ کٹا اور ایک گونگا ہے ۔ ان میں سے جس کسی کو صحیح سالم کر سکو کر دو ۔ اور جو اس معجزہ سے ہم پر فرض و واجب ہوگا ہم ادا کر دیں گے ۔ آپ بقول خود ایسے خدا کے قائل ہیں جو گفتنی قادر نہیں لیکن درحقیقت قادر ہے ۔ تو وہ ان کو تندرست بھی کر سکے گا ۔ پھر اس میں تامل کی کیا ضرورت ہے ۔ اور ضرور بقول آپ کے راستباز کے ساتھ ہوگا ۔ ضرور ہوگا ۔ آپ خلق اللہ پر رحم فرمایئے ۔ جلد فرمایئے اور آپ کو خبر ہوگی کہ آج یہ معاملہ پڑتا ہے جس خدا نے الہام سے آپ کو خبر دی کہ اس جنگ و میدان میں تجھے فتح ہے اس نے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ اندھے اور دیگر مصیبت زدوں نے بھی پیش ہونا ہے ۔ سو سب عیسائی صاحبان و محمدی صاحبان کے روبرو اسی وقت اپنا چیلنج پورا کیجئے ۔ (۲۶ مئی ۱۸۹۳ء)

حضرت مسیح موعود کا جواب

پادریوں کی اس حرکت پر حضرت مسیح موعود نے یہ جواب دیا :۔

اب بعد اس کے واضح ہو کہ میں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کی خدمت میں یہ تحریر کیا تھا کہ جیسے کہ آپ دعوے کرتے ہیں کہ نجات صرف مسیحی مذہب میں ہے ۔ ایسا ہی قرآن میں لکھا ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے ۔ اور آپ کا تو صرف اپنے لفظوں کے ساتھ دعوےٰ ہے اور میں نے وہ آیات بھی پیش کر دی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ دعوے بغیر ثبوت کے کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتا ۔ سو اس بنا پر دریافت کیا گیا تھا کہ قرآن کریم میں تو نجات یافتہ کی نشانیاں لکھی ہیں ۔ جن نشانوں کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ اس مقدس کتاب کی پیروی کرنے والے نجات کو اسی زندگی میں پا لیتے ہیں مگر آپ کے مذہب میں حضرت عیسےٰ نے جو نشانیاں نجات یافتہ یا بندوں یعنی حقیقی ایمانداروں کی لکھی ہیں وہ آپ میں کہاں موجود ہیں مثلاً جیسے کہ مرقس ۱۶ ۔ ۱۷ میں لکھا ہے **اور وے جو ایمان لائیں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہونگی کہ وہ میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولینگے سانپوں کو اٹھا لیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائینگے**

تو اب میں باادب التماس کرتا ہوں اور اگر ان الفاظ میں کچھ درشتی یا مرارۃ ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ تین بیمار جو آپ نے پیش کئے ہیں ۔ یہ علامت تو بالخصوصیت مسیحیوں کے لئے حضرت عیسےٰ قرار دے چکے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہی علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھوگے تو وہ چنگا ہو جائے گا ۔ اب گستاخی معاف اگر آپ سچے ایماندار ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں ۔ تو اس وقت تین بیمار آپ ہی کے پیش کردہ موجود ہیں آپ ان پر ہاتھ رکھدیں اگر وہ چنگے ہو گئے تو ہم قبول کر لیں گے کہ بے شک آپ سچے ایماندار اور نجات یافتہ ہیں ورنہ کوئی قبول کرنے کی راہ نہیں ۔ کیونکہ حضرت مسیح تو یہ فرماتے ہیں کہ تم میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا ۔ مگر خیر میں اس وقت پہاڑ کی نقل مکانی تو آپ سے نہیں چاہتا کیونکہ وہ ہماری اس جگہ سے دور ہیں لیکن یہ تو بہت اچھی تقریب ہوگی کہ بیمار تو آپ نے ہی پیش کر دیئے ۔ اب آپ ان پر ہاتھ رکھو اور چنگا کر کے دکھلاؤ ورنہ ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا ۔ مگر آپ پر یہ واضح رہے کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں ہماری یہ نشانی نہیں رکھی کہ بالخصوصیت تمہاری یہی نشانی ہے کہ جب تم بیماروں پر ہاتھ رکھوگے تو اچھے ہو جائیں گے ۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ میں اپنی رضا اور مرضی کے موافق تمہاری دعائیں قبول کروں گا ۔ اور کم سے کم یہ کہ اگر ایک دعا قبول کرنے کے لائق نہ ہو اور مصلحت الٰہی کے خلاف ہو تو اس میں اطلاع دی جائے گی یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائیگا کہ تم اقتداری طور پر جو چاہو وہی کر گزروگے ۔ مگر حضرت مسیح کا تو یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیماروں وغیرہ کے چنگا کرنے میں اپنے تابعین کو اختیار بخشتے ہیں ۔ جیسا کہ متی ۱۰ باب میں لکھا ہے پھر اس نے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دکھ درد کو دور کریں اب یہ آپ کا فرض اور آپ کی ایمانداری کا ضروری نشان ہو گیا کہ آپ ان بیماروں کو چنگا کر کے دکھلاویں ۔ یا یہ اقرار کریں کہ ایک رائی کے دانہ برابر بھی ہم میں ایمان نہیں ۔ اور آپ کو یاد رہے کہ ہر ایک شخص اپنی کتاب کے موافق مواخذہ کیا جاتا ہے ۔ ہمارے قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ تمہیں اقتدار دیا جائے گا بلکہ صاف فرما دیا کہ قل انما الآیات عند اللہ یعنے ان کو کہدو کہ نشان اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں جس نشان کو چاہتا ہے اسی نشان کو ظاہر کرتا ہے ۔ بندہ کا اس پر زور نہیں کہ جبر کے ساتھ اس سے ایک نشان لیوے یہ جبر و اقتدار تو آپ ہی کی کتابوں میں پایا جاتا ہے ۔ بقول آپ کے مسیح اقتداری معجزات دکھلاتا تھا اور اس نے شاگردوں کو بھی اقتدار بخشا اور آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ اب بھی حضرت مسیح زندہ حی و قیوم قادر مطلق عالم الغیب ذرات آپ کے ساتھ ہے ۔ جو چاہو وہی دے سکتا ہے ۔ پس آپ حضرت مسیح سے درخواست کریں کہ ان تینوں بیماروں کو آپ کے ہاتھ رکھنے سے اچھا کر دیویں ۔ تا نشانی ایمانداری کی آپ میں باقی رہ جائے ۔ (۲۶ مئی ۱۸۹۳ء)

ایک تحریری معاہدہ کی خواہش

پھر ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء کو حضرت مسیح موعود نے اپنے بیان میں

یہ الفاظ لکھائے :-

اگر اللہ تعالیٰ کی عادت نشان دکھلانا نہیں ہے تو اس دین اسلام کی تائید کے لیے کیوں نشان دکھلاتا ہے اس لئے کیا کبھی ممکن ہے کہ ظلمت نور پر غالب آجائے۔ آپ یہ سب باتیں جانے دیں میں خوب سمجھتا ہوں کہ آپ کا دل ہرگز ہرگز آپ کے ان بیانات کے موافق نہ ہوگا۔ بہتر تو یہ ہے کہ اس غم سے پاک کرنے کے لئے میرے ساتھ آپ کا ایک معاہدہ تحریری ہو جائے۔ اگر میں ان شرائط کے مطابق جو اس معاہدہ میں کہونگا کوئی نشان اللہ جلشانہ کی مرضی کے موافق پیش نہ کر سکوں تو جس قسم کی سزا آپ چاہیں اس کے بھگتنے کے لئے تیار رہوں بلکہ سزائے موت کے لئے بھی تیار رہوں لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے تو آپ کا فرض ہے کہ اللہ جلشانہ سے ڈر کر دین اسلام کو اختیار کریں۔ ڈاکٹر صاحب! یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عیسائی مذہب تو سچا ہو اور تائید دین اسلام کی ہو۔ آپ بجائے خود حضرت مسیح سے دعائیں کرتے رہیں۔ کہ وہ اس شخص کو ذلیل اور لاجواب کرے اور میں اپنے خدا سے دعا کروں گا۔ پھر وہ سچا خدا ہی غالب آجائے گا۔ (۲۹ رمئی ۱۸۹۳ء)

عیسائیوں کا جواب

اس کا جواب پادری صاحب نے ذیل کا دیا :-

پھر جناب کی تقریر تھی کہ کرامتیں اسلام کے ساتھ ہیں ہمیں دیکھنے سے کوئی گریز نہیں ساتھ ہی یہ بھی بتایئے کہ بالفرض اگر کوئی یا کئی کرامتیں دار دبھی ہوں تو ہم کس طرح جانیں کہ یہ منجانب اللہ ہیں استثنا کے $\frac{13}{1\text{-}2}$ جناب نے ہی سنائے کہ بے شک تمہارے پرکھنے کے لئے جھوٹے نبی بھی آئیں گے اور کرامت پوری کرینگے نیز مرقس کا $\frac{13}{22}$ سنئے گا۔ گلیتون $\frac{1}{8}$ سو جناب من نہ فقط کرامت کی ضرورت ہے بلکہ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان نشانوں کو کیونکر منجانب اللہ جانیں۔

(ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ۲۹ رمئی ۱۸۹۳ء)

حضرت مسیح موعود کا جواب الجواب

اس کا ۳۰ رمئی ۱۸۹۳ء کو حضرت مسیح موعود نے ذیل کا جواب الجواب دیا :-

اگر یہ کفارہ صحیح ہے اور کفارہ کے ذریعہ سے آپ صاحبان کو نجات مل گئی ہے اور حقیقی ایمان حاصل ہو گیا ہے۔ تو پھر اس حقیقی ایمان کی علامات جو حضرت مسیح آپ لکھ گئے ہیں۔ کیوں آپ لوگوں میں پائی نہیں جاتیں۔ اور یہ کہنا کہ وہ آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں ایک فضول بات ہے اگر آپ ایماندار کہلاتے ہیں۔ تو ایماندار وں کی علامات جو آپ کے لئے مقرر کی گئی ہیں آپ لوگوں میں ضرور پائی جانی چاہئیں کیونکہ حضرت مسیح کا فرمودہ باطل نہیں ہو سکتا مگر غور سے دیکھیں کہ وہ علامات دین اسلام میں ایسے نمایاں طور پر پائی جاتی ہیں کہ آپ ان کے مقابلہ پر دم بھی تو نہیں مار سکتے میں نے انہیں کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ اگر بالمقابل کھڑے نہیں ہو سکتے تو ان علامتوں کو قرآن شریف کی تعلیم کے لحاظ سے پرکھو اور آزماؤ۔ پھر اگر وہ واقعی سچی نکلیں تو راستبازوں کی طرح ان کو قبول کرو مگر آپ نے بجز ہنسی اور ٹھٹھہ کے اور کیا جواب دیا۔ تین لولے لنگڑے وغیرہ میرے سامنے کھڑے کر دیئے کہ ان کو چنگے کرو حالانکہ ان کا چنگا کرنا عیسائی ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔ ہمارے لئے تو وہ علامتیں جو قرآن شریف میں آچکی ہیں۔ اور ہمیں کہیں نہیں کہا گیا کہ تم اپنے اقتدار سے علامتیں دکھلا سکتے ہو بلکہ یہی کہا گیا کہ خدا تعالیٰ سے درخواست کرو پھر جس طرح کا نشان چاہے گا دکھلائیگا تو کیا یہ آپ کی بے انصافی

نہیں کہ آپ نے مجھ سے وہ مطالبہ کیا جو آپ سے ہونا چاہیئے تھا اور پھر اس کا نام فتح رکھ لیا۔ (۳۰ رمئی ۱۸۹۳ء)

حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی

اس کے بعد آخری پرچہ میں آپ نے ذیل کا بیان لکھوایا :-

کفار نے کس دعوے کیساتھ اپنی رائیں ظاہر کیں کہ یہ دین ضرور معدوم ہو جائیگا۔ اور ہم اس کو کالعدم کر دینگے۔ اور ان کے مقابل پر پیشگوئی کی گئی۔ جو قرآن شریف میں موجود ہے۔ کہ ہرگز تباہ نہیں ہوگا یہ ایک بڑے درخت کی طرح ہو جائیگا۔ اور پھیل جائیگا۔ اور اس میں بادشاہ ہونگے۔ اور جیسا کہ زرع اخرج شطاہ $\frac{16}{12}$ میں اشارہ ہے اور پھر فصاحت بلاغت کے بارہ میں فرمایا۔ ھذا لسان عربی مبین $\frac{19}{15}$ اور پھر اس کی نظیر مانگی اور کہا۔ کہ اگر تم کچھ کر سکتے ہو اس کی نظیر دو۔ پس عربی مبین کے لفظ سے فصاحت بلاغت کے سوائے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں۔؟ خاصکر جب ایک شخص کہے۔ کہ میں یہ تقریر ایسی زبان میں کرتا ہوں۔ کہ تم اس کی نظیر پیش کرو۔ تو بجز اس کے کیا سمجھا جائیگا۔ کہ وہ کمال بلاغت کا مدعی ہے۔ اور مبین کا لفظ بھی اسی کو چاہتا ہے۔ بالآخر چونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے عمداً منکر ہیں۔ اور ان کی پیشگوئی سے بھی انکاری ہیں۔ اور مجھ سے بھی اسی مجلس میں تین بار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا۔ کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو۔ تو ان تینوں کو اچھے کر کے دکھاؤ حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا۔ کہ میں قادر مطلق ہوں نہ قرآن شریف کے مطابق مواخذہ تھا۔ بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کے ایمان کی نشانی انجیل میں ٹھہرائی گئی تھی۔ کہ وہ اگر سچے ایماندار ہوں تو وہ ضرور لنگڑوں اندھوں اور بہروں کو اچھا کرینگے مگر تاہم میں اسکے لئے دعا کرتا رہا۔ اور آج رات جو مجھ پر کھلا۔ وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے۔ اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آویگی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگینگے۔ اور بہرے سننے لگینگے۔"

اب میں ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپکے منشا کے موافق کامل پیشگوئی اور خدا کی پیشگوئی ٹھہریگی اور رسول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارے میں جنکو اندرونہ بائیبل میں دجال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں۔ محکم دلیل ہو جائیگی۔ یا نہیں ہو جائیگی" (۵ رجون ۱۸۹۳ء)

مولوی محمد حسین بٹالوی کی حمایت عیسائیت

اس مباحثہ کے دوران میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور اسکے امثال نے جو حرکات ناشائستہ کیں۔ ان کا نمونہ ذیل کے اقتباسات سے ظاہر ہوگا۔

بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں۔ کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کرکے مشہور ہے۔ اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ (نور الحق) کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے۔ جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی۔ اور اپنے اشاعۃ السنہ کا فتویٰ بھیج دیا تھا۔ اور ان کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رک گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی۔ جو اب تک موجود ہے۔ یہ وہی مخفی تحریرات تھیں۔ جن کی وجہ سے پادری عماد الدین نے شیخ مذکور کو اپنی کتاب توزین الاقوال میں قابل تحسین لکھا ہے۔ اور ہمارے نبی صلعم کو گالیاں نکالیں۔ اور شیخ کی تعریف کی۔ (اشتہار ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء)

پیشگوئی کے بعد کے واقعات

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک پادری امرتسر نے ۱۵ راگست ۱۸۹۶ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے روبرو جو بیان دیا۔ اس میں سے ذیل کے فقرات قابل توجہ ہیں :-

عبداللہ آتھم ضعیف آدمی تھا۔ بہت سے آدمی عبداللہ آتھم کی تیمارداری پر تھے۔ عبداللہ آتھم پر بہت حملے کئے گئے جس سے اس کو اپنے مکان کی تبدیلی کرنی پڑی۔ وہ امرتسر سے لدھیانہ اور لدھیانہ سے فیروزپور گیا۔ پیشگوئی کے آخری دو ماہ میں عبداللہ آتھم کی خاص نگرانی سنہ بذریعہ پولیس کرائی گئی۔ دو مرتبہ خاص جو حملہ کیا گیا۔ ایک امرتسر میں ہوا تھا۔ یعنی ایک سانپ (کوبرا) ایک برتن میں بند کر کے ایک شخص پادری عبداللہ آتھم عیسائی کے مکان میں ڈال گیا گو میں نے خود نہیں دیکھا۔ مگر یہ امر سچ ہے۔ کہ وہ سانپ مار گیا تھا۔ اور عام لوگ کہتے ہیں۔ مسٹر آتھم نے بھی ہمیں اطلاع دی ہے کہ ایسا ہوا۔ فیروزپور میں دو دفعہ عبداللہ آتھم کی طرف بندوق چلائی گئی اور ایک مرتبہ عبداللہ آتھم کے سونے کے کمرہ کا دروازہ توڑا گیا۔

(ص ۱۴۷ کتاب البریہ)

اس کا کیا معقول جواب دیا گیا۔ کہ :-

اگر واقعی معیاد کے اندر تین حملے ہماری طرف سے ہوئے تھے تو کیا خیال میں آسکتا ہے۔ کہ آتھم اور اسکے عزیز باوجود تین حملوں کے ایسے چپ رہتے کہ نہ نالش کرتے اور نہ اخبار وں میں چھپواتے اور نہ ہمیں ضمانت کیلئے طلب کرواتے۔ بلکہ معیاد گذرنے کے بعد اس وقت شور مچایا۔ کہ جب آتھم کے ڈر جانے کے بارے میں پانچ ہزار اشتہار ہماری طرف سے نکلا۔ تاکہ کوئی بہانہ ہاتھ آجائے۔ اگر ہمارے اشتہار سے پہلے آتھم کی طرف سے کوئی تحریر شائع ہوئی ہے۔ تو وہ پیش کرنی چاہئے۔ آتھم کی معیاد کے اندر جبکہ اس پر حملے ہوئے تھے۔ کیوں چپ رہا۔ اور پھر معیاد کے بعد ہمارے اشتہارات سے پہلے کیوں اسکے منہ پر قفل لگا رہا۔ حاضرین جانتے ہیں کہ پیشگوئی کو سنتے ہی آثار خوف اس پر طاری ہو گئے تھے۔ (حاشیہ ص ۱۴۷ کتاب البریہ) امرتسر کے پادری کے بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عبداللہ آتھم سخت بیتابی کی حالت میں مختلف شہروں میں پھرتا رہا۔ امرتسر سے لدھیانہ گیا۔ اور وہاں سے فیروزپور اور پھر اس تمام عرصہ میں اسلام اور اس کے نبی پاک کے خلاف جس کو اس نے اپنی کتاب میں دجال تک لکھ دیا تھا۔ ایک لفظ تک نہ نکلا جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پیشگوئی کے رعب کی وجہ سے اس نے اپنے خیالات میں تبدیلی کر لی تھی۔

معیاد پیشگوئی کے بعد

"۵ رستمبر ۱۸۹۴ء یعنی جب آخری تاریخ پیشگوئی کی معیاد گذر گئی۔ تو حضرت مسیح موعودؑ مندرجہ بالا قرائن کو سامنے رکھکر اسی دن اشتہار فتح اسلام شائع فرمایا۔ کہ عبداللہ آتھم نے پیشگوئی کی شرط یعنی "بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے" سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچائی ہے اور اگر ایسا نہیں۔ تو اب مقررہ تاریخ فریقین ایک میدان میں حاضر ہوں جہاں عبداللہ آتھم تین مرتبہ یہ اقرار کرے کہ :-

"اس پیشگوئی کے عرصہ میں اسلامی رعب ایک طرفۃ

العین کے لئے بھی میرے دلیر نہیں۔ اور میں اسلام اور نبی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناحق پر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں۔ اور صداقت کا خیال تک نہیں آیا۔ اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت اور الوہیت پر یقین رکھتا رہا اور رکھتا ہوں۔ اور ایسا ہی یقین جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے عیسائی رکھتے ہیں۔ اور میں نے خلاف واقعہ کہا ہے۔ اور حقیقت کو چھپایا ہے۔ تو اے قادر خدا مجھ پر ایک برس میں عذاب موت نازل کر۔"

یہاں بھی اسلام اور مسیحیت کی صداقت کو پیش نظر رکھا ہے۔ اپنی شخصیت و دعاوی کو درمیان میں نہیں لائے۔ لیکن جب وہ اس پر آمادہ نہ ہوا۔ اور عیسائیوں اور سب سے بڑھکر مولویوں نے اسی بنا پر آپ کا تمسخر اڑانا اور بدزبانی شروع کر دی تو آپ نے عبداللہ آتھم کو انعامی اشتہارات کے ذریعہ سے حلف اٹھانے کے لئے چیلنج پر چیلنج دیا۔ لیکن وہ میدان میں نہ نکلا۔ جب سات اشتہارات نکلنے پر بھی وہ آمادہ حلف نہ ہوا۔ تو آخری اشتہار شائع ہونے سے سات ماہ بعد وہ فیروز پور میں مر گیا۔

عیسائیوں کا تو اس موقع پر شور و غل مچانا قدرتی بات تھی لیکن ناظرین یہ معلوم کر کے تعجب کرینگے۔ کہ اسلام اور عیسویت کے اس مقابلہ پر جس میں اسلام اور نبی پاک کی عزت و بے عزتی کا سوال درپیش تھا ہمارے مولوی صاحبان عیسائیوں کی حمایت پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اور ان میں سب سے پیش پیش مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ سعد اللہ نومسلم لدھیانہ اور مولوی عبدالحق غزنوی امرتسری تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھکر حضرت مسیح موعودؑ نے ذیل کا اعلان شائع کیا۔

نیم عیسائیوں کا ذکر

بعض نام کے مسلمان جنکو نیم عیسائی کہنا چاہئے۔ اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ عبداللہ آتھم پندرہ ماہ تک نہیں مرسکا۔ اور مارے خوشی کے صبر نہ کر سکے۔ آخر اشتہار نکلے اور اپنی عادت کے موافق بہت کچھ ان میں گند بکا۔ اور اُس ذاتی بخل کی وجہ سے جو میرے ساتھ تھا۔ اسلام پر بھی حملہ کیا۔ کیونکہ میرے مباحثات اسلام کی تائید میں تھے۔ نہ میرے مسیح موعود ہونے کی بحث میں۔ غایت درجہ میں ان کے خیال میں کافر تھا۔ یا شیطان تھا۔ یا دجال تھا۔ لیکن بحث تو جناب رسول اللہ صلعم کی صداقت اور قرآن کریم کی فضیلت کے بارہ میں تھی۔ اور صادق کاذب کی یہ تشریح لکھی گئی ہے۔ کہ جو شخص سچے دل سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکاری ہے۔ وہ کاذب ہے۔ اسی فیصلہ کے لئے الہام پیش کیا گیا تھا لیکن پھر آہ کھینچکر کہنا پڑا۔ کہ مخالف مولویوں نے مجھے دروغگو ثابت کرنے کے لئے اللہ اور رسول کی عزت کا ذرا خیال نہ کیا۔ اور میرا مغلوب ہونا اس بحث میں تسلیم کر لیا۔ اور اس صریح نتیجہ سے کچھ بھی نہ ڈرے۔ جو مغلوب ہونے کی حالت میں فریق مخالف کے ہاتھ میں آتا ہے اور میاں ثناء اللہ و سعد اللہ و عبدالحق وغیرہ نے عیسائیوں کا غالب ہونا مان لیا۔ تو پھر کیوں یہ لوگ اپنے اشتہاروں میں عیسائیوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اسلام کی تکذیب کیلئے یہ حجت قرار دی۔ جبکہ بحث اسلام اور عیسائیت کے صدق و کذب کی تھی۔ نہ میرے کسی خاص عقیدہ کی۔ تو نعوذ باللہ اگر میں مغلوب ہوں تو پھر دشمن کیلئے حق پیدا ہو گیا۔ کہ اپنی عیسائیت کے صدق کا دعویٰ کرے۔ امور بحث پر نظر چاہئے۔ نہ مباحثہ پر۔ مثلاً اگر ہماری طرف سے ایک بھنگی یا چمار جو دین سے بالکل الگ ہے۔ اسلامی حمایت میں عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کرے۔ تو پھر بھی یہ ممکن نہ ہوگا کہ عیسائی فتحیاب ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ اس کا بھنگی یا چمار ہونا نہیں دیکھے گا۔ بلکہ اپنے دین کی عزت محفوظ رکھ لیگا۔ اور کبھی اسلام کو شکست نہیں دکھلائے گا۔

تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ بعض کافر اور بت پرست آنحضرت صلعم سے عہد کر کے دوسرے کافروں کے ساتھ لڑتے تھے۔ اور چونکہ اس حالت میں موید اسلام تھے۔ تو دشمنوں پر فتح پاتے تھے سو فرض کرو۔ کہ میں تمہاری نظر میں سب کافروں سے بدتر ہوں۔ اور دوسرے کافر تو خالدین فیہا ابدا کے جہنم میں سزا پائینگے۔ اور میری سزا تمہاری نظر میں اس سے بھی بڑھکر ہے کیونکہ تم نے میرا نام نہ صرف کافر بلکہ اکفر رکھا۔ مگر تاہم سوچنے کا مقام تھا۔ کہ امور بحث میں ان باتوں کا کچھ بھی دخل نہ تھا جنکی وجہ سے مجھکو آپ لوگ کافر اکفر اور دجال کہتے ہیں۔ بلکہ زیر بحث وہی باتیں تھیں جن کے لئے ہر ایک مسلمان کو غیرت کرنی چاہئے۔ اور پھر طرفہ تر یہ کہ مجھ کو مغلوب اور عیسائیوں کو غالب بتلاتے ہیں۔ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے۔ کہ کسی طرح چھپ نہیں سکتا۔ پیشگوئی کے مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت دو پہلو ہیں۔ نہ صرف ایک۔ اور خدائے تعالیٰ نے اس پہلو کو جو مشکوک کیا گیا تھا۔ یعنی موت کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ عبداللہ آتھم کی موت کو کچھ ایک معمولی بات اور قریب قیاس سمجھا گیا تھا۔ اور دوسرا پہلو حق کی طرف رجوع کرنا تھا۔ اس پہلو کو خدائے تعالیٰ نے عبداللہ آتھم کے افعال سے ثابت کر دیا۔ اگر کوئی مولویوں میں سے کہے کہ ثابت نہیں تو اگر وہ اس بات میں سچا اور حلال زادہ ہے۔ تو عبداللہ آتھم کو اس حلف پر آمادہ کرے جو ہم لکھ چکے ہیں۔ اگر عبداللہ آتھم قسم کھالے تو ہم بلاتوقف ہزار روپے بلکہ اب تو دو ہزار روپے باضابطہ تحریر لیکر دیدینگے۔ پھر وہ اگر ایک سال تک فوت نہ ہوا۔ تو مولوی لوگ ہمارا نام رکھیں۔ سب سچ ہوگا۔ ورنہ اس تصفیہ سے پہلے جو شخص اس فتح نمایاں کو قبول نہیں کرتا۔ خواہ وہ امرتسری ہے یا غزنوی یا لدھیانوی یا دہلوی یا بٹالوی وہ سراسر ظلم کرتا ہے۔ اور خبردار رہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی ظالموں اور کاذبوں پر لعنت ہے۔ (صـ۲۲ تا صـ۲۴ انوار الاسلام)

مولویوں کی مخالفت کا نمونہ

ہمنے سنا ہے کہ میاں عبدالحق اور میاں عبدالجبار اور ان کے گروہ کے آدمی اس بات پر اپنے جوش تعصب اور قلت تدبر کی وجہ سے بہت ہی خوش ہو رہے ہیں۔ کہ عبداللہ آتھم پندرہ مہینہ میں نہیں مرا۔ اور وہ زندہ امرتسر میں آگیا۔ (صـ۲۵ فتح اسلام)

"اگرچہ پہلے بھی نصاریٰ سے مباحثات مذہبی ہوتے رہے ہیں، جو نصاریٰ نے اب شوخیاں دکھائیں۔ اور تمام ملک میں شیطانی آوازیں سنائیں اور گدھوں پر سوار ہوئے۔ اور بہروپ بنائے ایسا استہزاء ان کی طرف سے کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور نہ اس استہزاء کا بدل جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والا ہے۔ جو ربانی آواز ہے کبھی ایسا ظاہر ہوا۔ جیسا کہ بعد اس کے ظاہر ہوگا سننے والے یاد رکھیں۔ ایسا ہی اگرچہ بعض مسلمان جو منافق طبع ہیں، پادریوں کے ساتھ اس سے پہلے بھی مداہنہ کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر جواب مولویوں اور ان کے ناقص العقل چیلوں نے ان پادری دجالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائے اور ان کو فتحیاب قرار دیا۔ اور ان کی خوشی کے ساتھ خوشی منائی۔ اور شوخی و چالاکی سے صدہا اشتہار لکھے۔ اور اہل حق پر لعنتیں بھیجیں۔ اور ان لعنتوں سے نصاریٰ کو خوش کیا اور نصاریٰ کو غالب قرار دیا۔ اس کی نظیر تیرہ سو برس میں کسی صدی میں نہیں پائی جاتی۔ (فتح اسلام صـ۴۸/۴۹)

ایک نادان ہندو زادہ کا نام کا نومسلم سعد اللہ نام جو عیسائیوں کی فتحیابی ثابت کرنے کیلئے اس قدر اپنی فطرتی شیطنت سے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ کہ گویا اسی غم میں مر رہا ہے۔ (حاشیہ صـ۲۶ فتح اسلام)

مسیحی تو ایک طرف رہے۔ مگر محمدیوں نے بھی ان کے نام نامی کی تشہیر میں کچھ کمی نہیں کی۔ چنانچہ لدھیانوی محمدیوں نے ۶ ماہ حال کو ایک منظوم اشتہار جاری کیا۔ جس میں مرزا صاحب کی خاطر خواہ مدارات کی گئی تھی۔ (اخبار نور افشاں جلد ۲۲ نمبر ۳۸ صفحہ ۲ کالم ۲)

ایک ہندو زادہ سعد اللہ نام لدھیانہ سے اپنے اشتہار ۱۶ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے۔ کہ صرف دل میں حق کی عظمت کو ماننا اور اپنے عقائد باطلہ کو غلط سمجھنا کسی طرح عمل خیر نہیں بن سکتا یہ چال قادیانی کا ہی کام ہے۔ کہ اس کا نام رجوع بحق رکھے (صـ۱۱ اشتہار انعامی)

"بیچارہ عبداللہ آتھم عیسائی ان کے مذہب میں قسم کھانا منع ہے۔ لالچ کرنا منع ہے (اشتہار مولوی محمد حسین ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء)"

ذریۃ البغایا و ولد الحرام کون ہیں؟:-

غرض اب ہمنے فیصلہ کی صاف صاف راہ بتا دی۔ اور جھوٹے سچے کیلئے ایک معیار پیش کر دیا۔ اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کریگا۔ اور اپنی شرارت سے بار بار کہیگا۔ کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی۔ اور کچھ شرم و حیا کو کام میں نہ لائیگا۔ اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے۔ انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئیگا۔ اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا۔ تو صاف سمجھا جائیگا۔ کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ اور حلال زادہ نہیں۔ پس حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے۔ اور عیسائیوں کو غالب اور فتحیاب قرار دیتا ہے۔ تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے۔ جو میں نے پیش کی ہے پس اس پر کھانا پینا حرام ہے۔ اگر وہ اشتہار کو پڑھے اور مسٹر عبداللہ آتھم کے پاس نہ جائے۔ اور اگر خداوند تعالیٰ کے خوف سے نہیں تو اس گندے لقب کے خوف سے بہت زور لگاوے کہ تا وہ کلمات مذکورہ کا اقرار کرے۔ اور تین ہزار روپے لے لے۔ اور یہ کارروائی کر دکھاوے۔ پھر اگر عبداللہ آتھم معیاد قرار دادہ سے بچ جائے تو بیشک تمام دنیا میں مشہور کر دے کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی۔ ورنہ حرامزادہ کی یہی نشانی ہے۔ کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے اور ظلم اور ناانصافی کی راہوں سے پیار کرتا رہے۔ اگر کسی کو ایسا ہی اسلام سے بغض اور عیسائیت کی طرف میل ہے اور بہر صورت عیسائیوں کو فتحیاب بنانا چاہتا ہے۔ تو اب اس راہ کے سوا اور تمام راہیں بند ہیں۔ نہ ہم کسی کو ولد الحرام کہتے نہ حرام زادہ نام رکھتے۔ بلکہ جو شخص ایسے سیدھے اور صاف فیصلہ کو چھوڑ کر زبان درازی سے باز نہیں رہیگا۔ وہ آپ یہ تمام نام اپنے لئے اختیار کریگا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک اسلام کی فتح ہوئی۔ اور دین محمدی ہی غالب ہوا اور عیسائی ذلیل ہوئے۔ اور جو شخص اس فتح کو نہیں ماننا چاہتے کہ وہ اس طریق اور فیصلہ کی راہ سے ہمکو ملزم کرے۔ اور اس فیصلہ کی راہ سے ہمکو جھوٹا اور مغلوب قرار دے ورنہ بجز اس کے کیا کہیں کہ یک خطا دو خطا سوم مادر بخطا (صـ۳۱ انوار الاسلام)"

عیسائی شہادت کہ اس پیشگوئی کے بعد جو اسلام اور عیسائیت کی حقانیت کیلئے کیگئی تھی مسلمانوں نے خوشی منائی

"۶ ستمبر کی صبح کو عبداللہ آتھم فیروزپور سے امرتسر جاتے ہوئے تھوڑی دیر لاہور ریلوے سٹیشن پر ٹھہرے تھے۔ بہت سے لوگ کمال اشتیاق سے ان کو دیکھنے گئے تھے جنہوں نے ان کو صحیح و سلامت دیکھکر خوشی ظاہر کی۔ فوراً یہ خبر تمام لاہور میں پھیل گئی۔ عام جوش و مسرت اور خوشی کے لحاظ سے ہم کہ سکتے ہیں کہ ۶ ستمبر کا دن مسلمانان لاہور کے لئے عید سے کسی طرح کم نہ تھا۔"

(اخبار کوہ نور ۱۱ ستمبر ۱۸۹۴ء از نور افشاں جلد ۲۲) (نمبر ۲۲ صفحہ ۳ کالم ۲)

مجھکو ایک کارڈ ایک دوست کے ذریعہ ملا ہے جو کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا دستی لکھا ہوا ہے وہ اپنے ایک رشتہ دار کو مرزا قادیانی کی بابت تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا مضمون برائے ملاحظہ ناظرین ارسال ہے ... مضمون یہ ہے :-

"دجال کی زبان کا عام ملک میں روسیاہ ہوگیا۔ مگر وہ بچیلا ہے۔ عذر کرتا ہے کہ عبداللہ آتھم دل سے مسلمان ہو گیا ہے مگر لوگ اس پر ہنستے ہیں۔ دل کا بیان شرعاً معتبر نہیں"

(نور افشاں جلد ۲۲ نمبر ۳۹ صفحہ ۸ کالم ۲)

جہانتک دیکھا گیا۔ ایک دل اور ایک زبان ہو کر بلند آواز سے کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ کیا اہل ہنود اور کیا اہل اسلام خدا کا شکر کرتے تھے، کہ تو نے اس مرزا موذی کو آج کے دن روسیاہ کیا......"

ہمارے مسیحی دوست جو اس وقت ہمارے ساتھ پرستش میں شریک تھے۔ خوب جانتے ہیں کہ کیا کچھ ہو رہا تھا۔ اور کہ کسطرح بچہ بچہ کے منہ سے مسیحی دین کی صداقت کا اظہار ہوتا تھا۔

(نور افشاں جلد ۲۲ نمبر ۴ صفحہ ۳ کالم ۱)

"اے بذات فرقہ مولویان" کیوں استعمال کیا

نادان بطالوی محمد حسین اپنے پرچہ اشاعت السنہ میں ہم پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ جس حالت میں آتھم نے ہم پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ کہ میرے قتل کرنے کے لئے کئی حملے میرے پر کئے گئے۔ تو چاہئے تھا۔ کہ تم اس پر نالش فوجداری کرتے۔ اور الزام فی الواقعہ جھوٹا تھا تو اس کو سزا دلاتے۔

مگر افسوس کہ بطالوی نے اس اعتراض میں بھی شیطان ملعون کی طرح دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہا۔ اعتراض کے وقت اس کو خوب معلوم تھا۔ کہ پیشگوئی کے الفاظ میں بار بار یہ ذکر ہے۔ کہ آتھم انکار کی حالت میں بے سزا نہیں چھوڑا جائیگا۔ اور خدا اس کو اصرار انکار کے بعد جلد پکڑا جائیگا۔ اور ہلاک کرے گا۔ پس جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلایا گیا تھا۔ کہ عنقریب آتھم آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائیگا۔ اور اپنے جرم بیباکی اور انکار پر ماخوذ ہو کر جلد سزائے موت سے سزایاب ہوگا۔ تو ہمیں کونسی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالتوں کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے۔ ہم تو اس وقت سے ہی آتھم کو مرا ہوا دیکھتے تھے جبکہ جاہل عیسائی اور نادان بطالوی اور اس کے ہم خیال آتھم مذکور کو زندہ سمجھتے تھے۔ لیکن یہ فرض آتھم کا تھا کہ جن بے ثبوت حملوں کے الزاموں سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکالتا تھا۔ کہ وہ ضرور اس پیشگوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا۔ جو نہایت ہولناک لفظوں میں بیان کی گئی تھی۔ اور ضرور اسنے پیچھے سے اپنے خوف کی اصل حقیقت چھپانے کے لئے اقدام قتل کا بے ثبوت افترا بنا لیا۔ عدالت میں نالش کر کے ان حملوں کا ثبوت دیتا۔ اور مجرموں کو واقعی سزا دلاتا۔ کیونکہ اسکے بے ثبوت دعوؤں کا بار ثبوت تو اسی کے ذمہ تھا لیکن وہ ظالم مفتری تو قسم بھی نہ کھا سکا۔ چہ جائیکہ نالش کرتا۔ کیا ضرور نہ تھا۔ کہ وہ کسی طرح نالش سے یا قسم سے یا خانگی طور پر ثبوت دینے سے اپنی صفائی ظاہر کر دیتا۔ کہ وہ جا سکے یعنی ارادہ زہر خورانی، اور سانپ چھوڑنا۔ اور لدھیانہ اور فیروزپور میں جو بقول آتھم قتل کیلئے حملے ہوئے۔ ان تمام حملوں کا ثبوت میرے ذمہ تھا یا آتھم کی گردن پر تھا۔

اے بذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئیگا۔ کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑ دو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔" (صفحہ ۲۱ حاشیہ - انجام آتھم)

خاتمۂ سخن

عیسائی منادان جنڈیالہ نے مسلمانان جنڈیالہ کو مباحثہ کا چیلنج دیا۔ موخرالذکر نے جملہ علمائے اسلام میں سے حضرت مسیح موعود کو اس مباحثہ کے لئے منتخب کیا۔

(۲) آپ نے اس مباحثہ کی قبولیت سے عیسایان جنڈیالہ کو اطلاع دی۔

(۳) امرت سر کا انچارج پادری ہنری مارٹن کلارک نے منظوری دیکر اس مباحثہ کو جنگ مقدس کا نام دیا جس کے لئے شرائط مباحثہ طے ہو کر مباحثہ مابین اسلام و عیسائیت شروع ہو گیا

(۴) دوران مباحثہ میں خالص طور پر اسلامی مسائل زیر بحث رہے مسلمانوں کے باہمی نزاعی مسائل کا ذکر تک نہ آیا۔ اسلام کا واحد خدا۔ اور عیسویت کے خداوند یسوع کی طاقت قدرت نمائی پر آپنے آیت قرآنی سے استدلال کر کے خدائے واحد کی قدرت پر اسلام کی روحانی برکات۔ بطور دلیل پیش کیں۔

(۵) عیسائیوں نے اندھے۔ لنگڑے۔ اور گونگے پیش کر کے آپ سے تمسخر کیا۔ کہ ان کو اچھا کیا جائے۔

(۶) آپنے جواباً یہ قدرت نمائی بربنائے اناجیل یسوعی ایمان کی نشانی ثابت کی۔

(۷) عیسائی مناظر جب اخیر تک اس شرط کی پابندی کرنے سے عاجز رہا۔ کہ ہر مسئلہ کا دعویٰ اور دلیل فریقین اپنی اپنی مسلمہ کتابوں سے دیں۔ اور بحث پندرہ روز گذر چکنے پر بھی کسی اصول پر نہ چل سکی۔

(۸) تو آخری پرچہ میں آپنے پیشگوئی کی۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نکرے۔

(۹) اور عیسائی مناظر کو آخر پر لکھا کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا۔ تو کیا یہ سب آپکے منشا کے موافق کامل پیشگوئی اور خدا کی پیشگوئی ٹھہریگی۔ یا نہیں ٹھہریگی۔ اور رسول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارے میں جنکو اندرونہ بائبل میں دجال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں۔ محکم دلیل ہو جائیگی۔ یا نہیں ہو جائیگی۔

(۱۰) مباحثہ کے ختم ہو جانے کی تاریخ یعنی ۵ جون ۱۸۹۳ء سے لیکر ۱۵ ماہ کے خاتمہ یعنی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے درمیان آپنے ذیل کی عربی کتب مخالف مولویوں اور عیسائیوں کو نظیر لانے کے چیلنج پر شائع کیں۔ تحفہ بغداد۔ کرامات الصادقین۔ نور الحق حصہ اول و دوم۔ اتمام الحجۃ۔ سر الخلافہ

(۱۱) دوران مباحثہ اور اس کے خاتمہ پر مولوی محمد حسین بٹالوی عیسائیوں کو مدد دیتا رہا جس کے باعث پادری عماد الدین نے اپنی کتاب توزین الاقوال میں اس کی تعریف کی۔

(۱۲) حق کی طرف رجوع کرنے کے باعث جب عبداللہ آتھم ہاویہ سے بچ گیا۔ تو عیسائیوں سے زیادہ مسلمان مولویوں نے آپکے خلاف اشتہار بازی شروع کر کے آپ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی۔ دہلی۔ لودیانہ۔ امرت سر۔ بٹالہ وغیرہ ہر جگہ سے مولویوں کا یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ اور اسبات کا خیال نہ کیا کہ یہ مباحثہ اسلام اور عیسویت میں تھا۔

(۱۳) مولویوں کی یہ بدتمیزی عیسویت کی تائید میں حد سے بڑھ گئی۔ تو آپ کو بھی سختی سے کام لینا پڑا۔ اور سخت الفاظ میں ان کو غیرت دلائی کہ جس عیسائی کی مدد پر یہ کھڑے ہو گئے ہیں۔ اسنے حلف پر آمادہ کریں۔ کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تھا۔

(۱۴) مولویوں کی یہ مخالفت عیسائی مناظر کے مرجانے کے بعد بھی قائم رہی۔ اس لئے ۱۸۹۶ء میں مولویوں کی حمایت عیسویت دیکھتے ہوئے اور عوام کو گمراہ کرتے ہوئے دیکھکر آپ کو ایسے لوگوں کے خلاف "بذات فرقہ مولویاں" کے الفاظ استعمال کرنے پڑے۔

(بقیہ صفحہ اول)

عیسیٰ کا چراغ

(۵) اخوت لکھتا ہے کہ عیسیٰ کا چراغ وہ نہیں جیسے کیتھولک اور ایس پی جی گرجوں میں بتیاں بوقت عبادت جلائی جاتی ہیں۔ جن کا استعمال ہیکل کے شمعدانوں کی نقلی پیروی میں کلیساؤں نے اب تک رائج اور جاری کر رکھا ہے بلکہ خدا کا اکلوتا بیٹا ہے" یہ تو رومن کیتھولک اور ایس پی جی گرجاؤں کے ان داتا ہی بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ کا کتنا سچ ہے یا ان کا۔ اگر اس کی بھی تشریح کر دی جاتی کہ ہلاک ہونے سے کیا مطلب ہے۔ تو پتہ لگ جاتا کہ جب خود یسوع کے حواری ہلاک ہو گئے۔ تو دوسروں نے اس سے کیا لینا ہے

مسیح کے آسمان پر جانے کا قصہ

(۶) مسیح کے آسمان پر جانے کا قصہ ایسا دور از عقل ہے کہ یورپ کا سمجھدار طبقہ خود اپنے خداوند کی ایسی باتوں سے انکاری ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی نام کے مسلمان "داخوت" میں مسیح کو آسمان پر چڑھا رہے ہیں اناجیل کی عبارات مسیح کے آسمان پر جانے کی الحاقی ثابت ہو چکی ہیں۔ لیکن دیسی یسوعی اور نیم یسوعی ابھی تک آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ یورپ کا فلسفہ آسمان کو ہی جواب دے رہا ہے اور اس کے ساتھ انجیل کو بھی لیکن بھولی بھالی بھیڑیں ابھی مسیح کو آسمان پر تک رہی ہیں۔ مسیح کا آسمان پر رہنا تو درکنار اب تو اس بیچارے کی زندگی کا ثبوت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ اور زمانہ شہادت دے رہا ہے۔ کہ اس کی ہڈیاں تک عرصہ ہوا گل گئی ہیں۔ جس طرح یسوعیوں نے اناجیل میں بے سروپا لکھ دیا کہ مردے قبروں سے نکل کر شہر میں آ گئے۔ لیکن یہ شہادت موجود نہیں کہ کسی مردے نے بھی کہا ہو۔ کہ وہ قبر سے نکل کر آ گیا ہے۔ اور کہ آیا قبر کی مٹی کسی گورکن نے دور کی تھی۔ یا خود یسوع نے اور یا درختوں کی طرح وہ اگ پڑا تھا۔ جب کوئی مردہ زندہ نہیں ہوا تو یسوع بھی جو دو ہزار سال ہوئے مر گیا ہے۔ اس کا زندہ ہونا بھی محالات سے ہے۔ میر نقیر اللہ شیدا کی قلم اسے قبر سے نکال نہیں سکتی

خاکسار محمد منظور الہی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ۱۹۱۳ء سے آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۲۰ — لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۲ء — نمبر ۴۶

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بعافیت ہیں۔

مولوی یار محمد صاحب پلیڈر نور پور ضلع کانگڑہ سے ہمارے اکثر احباب واقف ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے ہیں۔ اور مقدمہ گورداسپور میں پاپیادہ سفر کرکے سلسلہ کی خدمات بجالاتے رہے ہیں اپنے ایک خط میں آپ لکھتے ہیں کہ میں عرصہ ایک ماہ سے مرض وجع المفاصل میں مبتلا ہوں میری ٹانگوں اور بازوؤں میں سخت درد رہتا ہے۔ کھانا پینا بھی تقریباً بند ہے۔ تین علاج تبدیل کرچکا ہوں مستقل طور پر آرام نہیں ہوتا۔ میرا جسم صرف درد ہی درد ہے کیا احمدی ڈاکٹروں اور طبیبوں میں سے کوئی صاحب ہیں جو صرف اس بات کا خیال کرکے کہ میں نے مقدمہ گورداسپور کے ایام میں اندھیری رات میں ۳۵ میل کا سفر کیا مجھے مفت اپنا کرایہ خرچ کرکے دیکھیں۔

امید ہے اپنے مخلص بھائی کی اس درخواست کو قبول فرمایا جائے گا۔ اور احباب کرام ان کے لئے درد دل سے دعا کریں گے۔

میاں شمس الدین صاحب جہلم سے مطلع فرماتے ہیں۔ کہ جہلم کی احمدیہ مسجد کے لئے شیخ قمر الدین صاحب سوداگر چشمہ کی معرفت حسب ذیل رقوم موصول ہوئی ہیں:۔

(۱) شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر چرم وزیر آباد فی روپیہ۔
(۲) اہلیہ صاحبہ محمد زمان خاں صاحب پنشنر اقبال گجرات ۔ ″
(۳) ملک نواب خاں صاحب دکاندار جہلم ″

احباب جہلم معطی صاحبان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

دعا۔ اخویم میاں جی اے آر سلیمان صاحب بصرہ آج کل بغداد میں رونق افروز ہیں۔ گزشتہ سال آپ پر نہایت پریشانیوں کا گزرا خود ملازمت سے بیکار ہوگئے۔ خورد سالہ بچی فوت ہوگئی۔ اور اب گزشتہ سال ان کی بچی کا انتقال ہوگیا۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب ادا کردیں۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کو ہر قسم کی پریشانیوں اور ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔

میاں صاحب ایک نہایت مخلص دوست اور خدمات اسلام میں حصہ لینے والے ہیں۔

عید میلاد النبی کے جلسے

جمعیتہ الاسلامیہ بغداد کا شاندار جلسہ

ملک عراق میں ہندوستانی مسلمانوں کے دینی و خیراتی مرکز جمعیتہ الاسلامیہ بغداد نے جلسہ میلاد النبی الکریم بتاریخ ۲۴ جولائی ۱۹۳۲ء بروز اتوار صدر مقام جمعیتہ میں اسی شان و شوکت کے ساتھ منایا جیسا کہ دس سال سے برابر ہوتا رہا ہے۔

اس جلسہ میلاد میں ہندوستان کے ہر مذہب و ملت کے علاوہ عراق کے شرفا و عظام اور حکومت عراق کے اعلیٰ حکام اور دیگر حکومتوں کے سفیر بھی شریک تھے۔

چونکہ اس جلسہ کی ہمیشہ دو نشستیں ہوتی رہی ہیں لہذا اس کی پہلی نشست ٹھیک ساڑھے پانچ بجے شام سرکار عالی حضرت امیر غازی ولیعہد العراق کی صدارت میں حسب منہاج تلاوت کلام اللہ کے ساتھ شروع ہو چکنے کے بعد استاذ عباس آفندی العزاوی اور الحاج لقمان آفندی اعظمی پرنسپل اعظمیہ یونیورسٹی نے سیرت و تعلیم نبوی پر زبان عربی میں پرزور تقاریر کیں۔ اور جناب خاں صاحب شیخ محمد رفیق انصاری نے انگریزی زبان میں تقریر کی اور حاضرین پر بدلائل یہ ثابت کردیا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ اس کی تعلیم ہی ایسی ہے جو لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف رجوع کرلیتی ہے۔ آپ کی تقریر کے اختتام پر مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ لہذا نشست بغرض صلوٰۃ ختم کردی گئی اور دوسری نشست پونے آٹھ بجے شب خاں صاحب شیخ محمد رفیق الانصاری کی صدارت میں شروع ہوئی اس میں تلاوت کلام مجید کے بعد جناب محمد افضل خاں صاحب اور مسٹر کوتھنڈ پانی صدر آریہ سماج بغداد نے انگریزی پر اسلامی تعلیم اور اخوت پر موثر تقاریر کیں۔ جن کے درمیانی وقفہ میں جناب آغا ذوالفقار علی صاحب سابق سکرٹری جمعیتہ ہذا نے اپنی سالانہ رپورٹ پڑھی۔

جلسہ دعا کے ساتھ ساڑھے نو بجے شب بخیر و خوبی ختم ہوا۔

حالانکہ جلسہ کے دن موسم خراب ہونے کی وجہ سے کارکنان جمعیتہ ناامید ہوگئے تھے۔ لیکن یہ اسلام ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آندھی کے ہوتے ہوئے بھی حضرت امیر غازی وقت مقررہ پر تشریف لائے اور ہر مذہب و ملت کے تقریباً ایک ہزار نفوس کا مجمع ہوگیا تھا۔

ڈھیری میں ایک فاضل ہندو کی تقریر

ڈھیری (صوبہ بہار) میں یوم النبی کا سالانہ جلسہ ۱۷ جولائی کو زیر صدارت عالیجناب بابو رادھا پرشاد سنہا بی اے بی ایل (والی تیلوٹھو اسٹیٹ) ممبر لیجسلیٹو کونسل بہار و اڑیسہ منعقد ہوا۔ ہندو، مسلمان، عیسائی، حکام و غیر حکام کثیر تعداد میں شریک تھے مولوی عبد الشکور صاحب نے ایک ایمان افروز نعت پڑھی اس کے بعد مسٹر مہیش پرشاد نے ہندی میں مسٹر حلیم خاں نے انگریزی میں اور متعدد علماء نے اردو میں رسول اکرم کے مبارک سوانح حیات کے متعلق تقریریں فرمائیں۔

جناب صدر بابو رادھا پرشاد سنہا نے فصیح اردو میں ایک نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز لکچر دیا۔ آپ کی قابلیت اور حد درجہ کی علمیت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ اپنی تقریر میں جابجا قرآن و حدیث کا حوالہ بھی پیش کرتے جاتے تھے دوران تقریر میں آپ نے فرمایا کہ "وہ کامل و اکمل کتاب جو خود اپنی توصیف و تعریف میں لاریب فیہ کا زبردست استدلال رکھتی ہے اس عدیم النظیر اور فقید المثال ہستی کے اخلاق محامد و محاسن یا انک لعلیٰ خلق عظیم کی تصدیق ثبت کررہی ہے" پھر آپ نے فرمایا "اس ہادی برحق اور پیکر شرم و حیا کے جس واقعہ اور جس بات پر بھی نظر ڈالئے وہ حکمتوں کا مجموعہ نظر آئیگی"

آخر میں آپ نے فرمایا "مجھے یقین ہے مساوات کا اتنا زبردست اور کھلا حکم نہیں ملا جتنا اسلام ... اقوام و مذاہب میں رشتہ اخوت قائم کرنا اور ہر قسم کی تفریق کو مٹا کر سب کو بھائی بھائی بنادینا سرکار دو عالم ...

مسئلہ نبوت کے متعلق چند ضروری باتیں

نبی کا نام پانے کی خصوصیت

سلسلہ اشاعت گزشتہ

(اختر حسین صاحب اختر)

خصوصیت مسیح موعود

"سوال" مرزا صاحب لکھتے ہیں:- نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا - اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں - (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

الجواب - یہ تمام عبارت صفحہ ۳۹۰ سے شروع ہوتی ہے جس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں:-

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں - کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا - صرف یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ ایک پہلو سے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں"

اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ ہے کہ:-

(۱) میری طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنا افترا ہے

(۲) جس نبوت کا دعوےٰ کرنا از روئے قرآن کریم منع ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا - بلکہ میں امتی اور نبی ہوں - یعنے کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں - امتی نبی حضرت اقدس کے نزدیک محدث ہوتا ہے جس سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہوتا ہے - اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود بھی محدث تھے - اور ان کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنا "سراسر افترا ہے"

"گو نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص ہونا" کچھ شبہ میں ڈالتا ہے - کہ جب حضرت نبی نہیں ہیں اور نبوت کا دعوےٰ اپنی طرف منسوب کرنے والے کو مفتری قرار دیتے ہیں تو نبی کا نام پاتے ہیں

خصوصیت کیوں

جانتے ہیں؟ اس مشکل کو یہ عبارت رفع کرتی ہے:-

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی **کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہو گا جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائے گا - اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا -**

یعنے اسی کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف اس کو حاصل ہو گا - اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے اور کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے"

پہلے تو فرمایا تھا کہ دعوی نبوت کا الزام دینا سراسر افترا ہے" اور میں امتی نبی یعنے محدث ہوں - مگر اب ایک سوال کا جو قدرتی طور پر طبائع میں پیدا ہوتا تھا کہ مسیح موعود کے لئے "مسلم" کی حدیث میں نبی اللہ کے الفاظ آئے ہیں جواب دیا ہے اور توجیہ فرمائی ہے کہ گو احادیث نبویہ میں مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے - مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر کثرت سے امور غیبیہ ظاہر کئے جائیں گے۔ اور اس کے ساتھ انبیا کی طرح اللہ تعالیٰ مکالمہ و مخاطبہ کریگا یعنے اس میں چونکہ ایک صفت انبیا کی پائی جائے گی اور اس کثرت سے اس پر امور غیبیہ ظاہر کئے جائیں گے - کہ بجز انبیا کے کسی پر ظاہر نہیں کئے جاتے - اس وجہ سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام نبی رکھ دیا - مگر اس کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنا "سراسر افترا ہے"

اب وہ عبارت جس سے ہمارے

قادیانی حضرات کو ٹھوکر لگی ہے

یوں شروع ہوتی ہے:-

"اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں - تیرہ سو برس میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے **غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا - اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔**

یہاں پہلے سے بھی زیادہ وضاحت فرما دی کہ چونکہ اس قدر امور غیبیہ پر اطلاع دی گئی ہے جو پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب میں سے کسی کو نہیں دی گئی اور گو ان کو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی گئی مگر چونکہ "یہ حصہ کثیر اس نعمت کا" میرے سوا کسی کو نہیں دیا گیا اس لئے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا -"

خدا کے لئے غور کرو - کہ یہ نام پانے کی خصوصیت جو حضرت اقدس نے بیان فرمائی ہے - وہ کس وجہ سے ہے - وہ تو خود فرماتے ہیں کہ "میری طرف دعوی نبوت منسوب کرنا سراسر افترا ہے - مگر فرماتے ہیں کہ رسول کریم کا میری نسبت

لفظ نبی کا استعمال

اس وجہ سے تھا کہ میں نے گزشتہ اولیا و اقطاب و ابدال سے بڑھکر "اس نعمت" سے حصہ لیا - یہ تو اس پیشگوئی کے الفاظ کی تاویل ہے کہ میں درحقیقت نبی نہیں ہوں - نبی کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے دیا جانے کی یہ وجہ تھی جس سے کہ آنحضرت صلعم نے خصوصیت سے میری نسبت نبی کا لفظ استعمال کیا -

"یہ حصہ کثیر" کے الفاظ قابل غور ہیں - گویا پہلے اولیا وابدال و اقطاب کو بھی حصہ کثیر تو دیا گیا تھا مگر یہ حصہ کثیر جو مسیح موعود کو دیا گیا ان کو نہ دیا گیا تھا - چنانچہ آگے فرماتے ہیں:-

"اگر دوسرے صلحا جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی **اس قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے** تو اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا - اس لئے خدا کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا - تاکہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا ایک ہی شخص ہو گا - وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

گویا دوسروں کو نبی کا نام صرف اس وجہ سے نہ دیا گیا کہ ان کو "یہ حصہ کثیر اس نعمت کا" نہ دیا گیا تھا ورنہ وہ بھی

مجازاً نبی کا نام

پا لیتے - مگر چونکہ یہ صفت مکالمہ مخاطبہ و اظہار امور غیبیہ کامل طور پر مسیح موعود میں پائی جاتی تھی - اس لئے وہ مجازاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نبی کا نام پانے میں مخصوص کیا گیا - پس خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں دعوےٰ نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے - بلکہ وہ تو حضرت اقدس کی طرف منسوب کرنا "سراسر افترا ہے" ہاں حدیث میں نبی کا نام خصوصیت سے مسیح موعود کی بابت آنے کی وجہ کا ذکر ہے کہ وہ خصوصیت اس کے اس کثرت سے امور غیبیہ پر اظہار پانے اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہونے کی وجہ سے ہے - اور اس میں بھی مجازاً آپ پر نبی کا لفظ بولا جا سکتا ہے - ورنہ درجہ تو ان کا وہی ہے جو بیان کر چکے ہیں - یعنے امتی نبی جو محدث ہوتا ہے - اب اگر اس کے بعد بھی کوئی ان کی طرف دعوی نبوت منسوب کرے تو یہ اس کا

"سراسر افترا" ہو گا

چندہ اخبار

کا ہمیشہ بذریعہ منی آرڈر بھجا کیجئے کہ اس میں آپ کو ۲ کی بچت ہے اور دفتر کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ بروز پنجشنبہ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۲ء	نمبر ۴۸

ایک آنہ مستقل فنڈ کی کامیابی

احباب لائلپور کا قابل قدر نمونہ

نوجوانان جماعت کی توجہ کے قابل

(از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

میں نے جس وقت ایک آنہ مستقل فنڈ کی تحریک کی تو اس وقت میرے مدنظر دو باتیں تھیں ایک بات تو یہ تھی کہ دس سال کے عرصہ میں ہمارے پاس پچاس ہزار روپیہ مستقل سرمایہ ہو جائے گا۔ اور اس سے ہم کوئی عظیم الشان کام خدمت دینی کا کر سکتے ہیں۔ آج دنیا میں بڑے ضروری اور اہم کام ہیں۔ جو بڑے سرمایہ کو چاہتے ہیں۔ میں اس بات کا قائل تو نہیں کہ ہمیں فلاں کام کے لئے اس قدر سرمایہ جمع کر کے اس کے سود سے کام چلانا چاہئے بلکہ ہمارے کام خدا کے فضل سے

جماعت کی قربانیوں سے

چل رہے ہیں اور اگر ہم کام چلالیں اور کوئی جماعت نہ بنائیں تو میں سمجھتا ہوں ہمارا کام ادھورا بھی نہیں ہوا۔ میں جماعت بنانے کو، اس جماعت کی تنظیم کو، اس میں قربانی کی روح پیدا کرنے کو، ایک رنگ میں اشاعت اسلام کے کام پر بھی مقدم سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جس طرح بغیر فوج کے ملک کی حفاظت نہیں ہو سکتی، ملک گیری نہیں ہو سکتی اسی طرح بغیر جماعت کے اشاعت و حفاظت اسلام کا کام نہیں ہو سکتا اسی لئے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ید اللہ علی الجماعۃ تو

میرا مقصد پچاس ہزار سرمایہ

یا ایک لاکھ سرمایہ سے ہرگز یہ نہیں کہ اس کے سود سے انجمن کا گزارہ ہوتا رہے اور احباب کی قربانیوں کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ میرا مقصد صرف اس قدر ہے کہ آج بعض بڑے بڑے کام ہیں جو ہم اختیار نہیں کر سکتے جب تک کہ کام شروع کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی روپیہ موجود نہ ہو۔ پچاس ہزار روپیہ کافی کر ایک [illegible] اخبار جاری کیا جا سکے۔ یا کوئی کالج بنا لیا جائے یا کسی ملک میں کوئی مشن قائم کر لیا جائے۔ یا خود ہندوستان میں بڑی انجمنوں کے لئے کوئی مشن قائم کیا جائے جس کے ساتھ کوئی کارخانہ وغیرہ بنا کر ان لوگوں کی دنیوی حالت کی بھی اصلاح ہو سکے۔ یا اور کوئی اہم کام جو اس وقت سامنے آ جائے کر لیا جائے تو یہ ہمارے سامنے ایک نظیر ہو گی کہ کس طرح ایک ایک قطرے سے ایک دریا بن سکتا ہے ایک آنہ سے کسی کو تکلیف نہیں جن لوگوں میں کچھ بھی احساس دین ہے وہ اشاعت اسلام کے لئے ایک آنہ دینے میں دریغ نہیں کرتے۔ مگر اس

ایک ایک آنے سے تعمیر قومی

یا خدمت اسلام کا کوئی عظیم الشان کام ہو سکتا ہے۔ جسے آج ہم ہاتھ ڈالنے کے قابل نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا تو میں انشاء اللہ احباب کو بتا دوں گا۔ کہ ان کے اس ایک ایک تنکا ہلانے سے کس طرح پہاڑ کی طرح ایک مضبوط عمارت بن گئی ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مجھے انجمن کے مال اور جائداد کی فکر رہتی ہے وہ غلطی کرتے ہیں۔ مجھے انجمن کے متعلق ایک ہی فکر ہے۔ کہ یہ کوئی خدمت دین کا کام کر کے دکھائے۔ اگر کام بغیر روپے کے چل جاتے تو مجھے روپے کی کوئی فکر نہ ہوتی۔ ایک دوست نے طعن کیا ہے کہ تم نے قادیان میں انجمن کی اس قدر جائداد بنائی پھر وہاں سے یک بینی و دوگوش نکال دیئے گئے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ

میں نے جو کام کیا

خدا کے دین کو تقویت پہنچانے کے لئے کیا۔ سو آج بھی خدا کے فضل سے اس کام سے دین کی تائید ہو رہی ہے۔ میرا اگر اس سے تعلق نہیں تو کیا ہوا۔ اور کیا اگر وہاں سے ہم لوگوں کو نکال دیا گیا تو ہمارا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس سے بڑھ کر کام اپنے دین کی تائید کا ہم لوگوں سے نہیں لیا۔ یہ اس کا احسان ہے کہ گو ہم کو قادیان سے نکال دیا گیا لیکن جس غرض کے لئے ہم وہاں گئے تھے اس کی تکمیل میں ہمارے رستہ میں کوئی روک نہیں بلکہ ایک جگہ سے نکال دیئے جانے کے بعد دوسری جگہ اتنی ہی بڑی عمارت خدمت دین کے کام کے لئے اور تیار ہو گئی۔ میرے دل میں اور میرے احباب کے دل میں اب بھی وہی تڑپ ہے کہ خدا کا دین دنیا میں غالب ہو۔ اور وہ محض اپنے فضل سے ہمیں وہ سامان عطا فرماتا ہے جس سے وہ غرض پوری ہو رہی ہے۔

مگر اس ایک آنہ مستقل فنڈ کے قائم کرنے میں

میری ایک اور بھی غرض

تھی جو کسی کام کے لئے نرا سرمایہ جمع کر لینے سے بھی میرے نزدیک مقدم تھی۔ میں چاہتا تھا کہ میرے احباب کے اندر اور بالخصوص نوجوانوں کے اندر خدا کے دین کے لئے کام کرنے کی روح پیدا ہو تو میں نے ان کے سامنے کام کی ایک نہایت سہل صورت رکھی تھی۔ سو جب میں اس ایک آنہ فنڈ کی تحریک کو کامیاب کہتا ہوں تو میرے مدنظر زیادہ تر یہ دوسری بات ہے اس میں شک نہیں کہ

بہت سے احباب،

ابھی تک غفلت کی حالت میں پڑے ہیں۔ لیکن کام بڑا لگاتار بڑا مشکل کام ہے۔ اگر وہ لوگ جو انجمن کے معتمدین کہلاتے ہیں اس کام میں سب کے سب شریک ہو جاتے تو یہ کامیابی اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی۔ مگر اس بارہ میں بہت تھوڑوں نے مدد دی۔ ہاں اس تجویز کی قبولیت کا یہ نشان ہے کہ اللہ تعالیٰ خود دلوں میں اس کے متعلق تحریک پیدا کر رہا ہے۔ اس وقت میرے سامنے

احباب لائل پور کا قابل قدر نمونہ

ہے۔ اس تحریک کے ابتدائی ایام میں ہمارے قابل قدر بھائی ڈاکٹر نبی بخش صاحب لاہوری بڑھاپے اور رعشہ کے باوجود اس تحریک کے کامیاب بنانے میں سب سے آگے تھے۔ پھر اور کئی صاحبان نے قدم اٹھایا ہے کل ہی ہمارے واجب الاحترام رکن انجمن میاں مولا بخش صاحب لائل پوری کے چھوٹے فرزند میاں شریف احمد نے جن کی عمر شاید پندرہ سولہ سال ہو گی مجھے تین سو روپے کی گرانقدر رقم ایک آنہ مستقل فنڈ میں جمع کر کے دی ہے میرے دل سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرے جو احباب میری اس تحریر کو پڑھیں وہ بھی عزیز شریف احمد کے لئے دعا کریں گے۔ یہ رقم انہوں نے سات آٹھ ماہ کے عرصہ میں جمع کی ہے اور ایسے استقلال سے انہوں نے کام شروع کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پانچ سو روپیہ سالانہ کی رقم صرف ایک ان کی ہمت سے اس مستقل فنڈ میں آتی رہے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ مکرمی میاں محمد اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادگان بھی اسی طرح کچھ رقوم جمع کر کے مستقل فنڈ میں بھیجتے رہے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے ان تینوں بزرگوں یعنی شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب، حاجی میاں مولا بخش صاحب، شیخ میاں محمد صاحب کے صاحبزادے زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ہزار روپیہ سالانہ کی رقم باقاعدہ مستقل فنڈ میں جمع کر کے دیتے رہیں گے خود ان بزرگوں کے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ ان کی اولاد اس طرح ان کی آنکھوں کے سامنے خدمت دین کے کام میں لگ گئی ان نوجوانوں میں جن میں سے آج کل چار پانچ ڈلہوزی میں آئے ہوئے ہیں میں نے اس قدر دین کی محبت کا جوش دیکھا ہے جس سے دل باغ باغ ہوتا ہے۔ خدمت دین کے اس جوش کے علاوہ عشق قرآن بھی ان کے دلوں میں ہے اور یہاں پہنچتے ہی انہوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا ہے کہ

کہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے درس قرآن کا سلسلہ یہاں شروع کرادیا ہے جس میں علاوہ ان کے کچھ اور نوجوان بھی شامل ہو لیتے ہیں۔

مگر میری غرض اس امر کو بیان کرنے سے کچھ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے نوجوان کیا اور معمر کیا اپنی زندگیوں کو دین کے لئے مفید بنانے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیا ہمارے ان لائل پوری نوجوانوں کی طرح

دوسری جماعتوں کے نوجوان

بھی اٹھیں گے۔ کیا لاہور کے نوجوان لائل پور کی چھوٹی سی جماعت سے پیچھے رہ جائیں گے۔ نہیں بلکہ وہ کوشش کریں تو ایک ذرا سی حرکت سے دو ہزار روپیہ آسانی سے اس مستقل فنڈ میں بہم پہنچا سکتے ہیں۔ اور وزیرآباد، سیالکوٹ، گجرات، جہلم، راولپنڈی، پشاور، دہلی کی جماعتیں اگر توجہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ کم سے کم پانچ پانچ سو روپے کی رقم ہر سال مستقل فنڈ میں جمع نہ کرادیں۔ ان کے علاوہ متفرق احباب اور دوسری جماعتیں۔ جن میں بعض بڑی بڑی جماعتیں بھی ہیں اور دو تین ہزار روپے کی رقم آسانی سے جمع کرا سکتی ہیں اور یوں

دس سال کا کام پانچ سال میں

ہو جاتا ہے۔ پانچ سال کا بچا لینا کوئی چھوٹی سی بات نہیں میں جہاں ان جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں اپنے جملہ احباب کو فرداً فرداً بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اگر آپ ... خدا کے دین کی خدمت کے لئے ہاتھ بڑھائیں گے تو اس کا فائدہ آپ ہی کو پہنچے گا اور خود آپ میں کام کرنے کی قابلیت پیدا ہوگی۔ ہر ایک دوست کو چاہئے کہ ایک آنہ والی ایک رسید بک ہر وقت اپنے ہمراہ رکھے اور جب تک دو چار آنے کی رقم روزانہ وصول نہ کر لے اسے چین نہ آئے۔ میرے دوست بے شک غور کرلیں کہ میں ان کو ان کے فائدہ کے کام پر ہی لگاتا ہوں اور اگر وہ کام کرنے کا جوہر اپنے اندر پیدا نہیں کرتے تو ان کا شمار دنیا کی زندہ قوموں میں نہیں ہو سکتا۔

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر

میں ہر ایک دوست سے توقع رکھوں گا کہ وہ ایک آنہ مستقل فنڈ میں ضرور کچھ نہ کچھ رقم پیش کرے۔ مگر اس کے لئے کوشش ابھی سے ہونی چاہئے۔ جلسہ کے قریب جاکر اور کئی قسم کی تحریکات ہونگی اور ان پر توجہ صرف کرنے کی ضرورت ہوگی۔ آج ہی دوست ... ایک آنہ کی رسید بکیں منگوالیں اور فوراً کام شروع کردیں اور دیکھیں کہ کس طرح ایک طرف آپ کے دل کے اندر کام کرنے کی قابلیت اور خدا کے دین کی محبت پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف خدا کے دین کو آپ کی اس حرکت سے قوت پہنچتی ہے۔

خاکسار

(محمد علی)

مسلمانوں کی ذہنیت

کوئی زمانہ تھا۔ کہ گری ہوئی ذہنیت کے مسلمانوں نے بادشاہوں اور امراء کو خوش کرنے کے لئے خانہ خدا کے منبروں پر چڑھ کر خطبوں میں اپنے کلمہ گو مسلمانوں کے کفر و فسق کے وعظ کئے۔ اور اسے سب سے بڑھ کر خدمت دین کا کام سمجھا۔ ہمارے موجودہ زمانے کے مسلمان کیوں ان ... اپنے بزرگوں سے کم رہتے۔ دہلی میں الور کے مسلمانوں کی حمایت ... مع مسجد کے اندر جلسہ تھا جس کی نسبت جلسہ کنندگان بڑے فخر سے شائع ۴

ملاحظات

مولانا فحاش آف زمیندار جب حیدرآباد سے بیک بینی و دو گوش نکال دئے گئے تھے۔ اس وقت جو کچھ اخبار جمہور کلکتہ کے ایڈیٹر قاضی عبدالغفار صاحب اخبار ہندوستانی لکھنؤ کے ایڈیٹر پنڈت دیاکشن کول صاحب اور اخبار دیش لاہور کے ایڈیٹر لالہ دینا ناتھ صاحب نے لکھا تھا۔ اسے ہم آئندہ کسی اشاعت کیلئے چھوڑ کر اس وقت "کذب الاشرار" کا پہلا باب مولفہ مولانا ظفر الملک علوی ایڈیٹر رسالہ الناظر لکھنوی کے دیباچہ سے شیخ ضیاء الحق صاحب کا سارٹیفکٹ نقل کرتے ہیں۔ جو مولانا فحاش کو کئی سال ہوئے۔ دیا گیا تھا۔ اور جن لوگوں کو مولانا سے ذاتی تعارف ہے۔ وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اخبار مورخہ ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء کا یہ رونا ہے۔ کہ جن جن لوگوں نے ان کی صحبت میں وقت گذارا ہے۔ وہی لوگ ان کے سخت دشمن بن گئے ہیں۔

بہرحال وہ سند ملاحظہ ہو:۔

"محترم مولانا ظفر الملک اپنی بے نظیر و لاجواب تحریر میں جن افعات کو روشنی میں لائے ہیں وہ سب عہد لیڈری سے پہلے کے ہیں۔ جیسا کہ ہم شروع میں اشارہ کر چکے ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارا سابق رہائی لیڈر اور کرم آباد کا مشہور نظر بند خوشامد۔ چاپلوسی۔ مطربی و مسخرگی۔ مجرمانہ دھوکہ دہی۔ مذہب سے عملی بیگانگی و بے وفائی۔ طوطا چشمی۔ قساوت قلبی۔ سفاکی۔ بے اصولی خود غرضی۔ اور خود مطلبی جیسے خصائل سے چاق چوبند ہو کر میدان لیڈری میں نازل ہوا تھا۔ کیونکہ اس ساز و سامان کے ہوتے اور کسی نئے حربہ کی ضرورت نہ تھی۔ اور کامیابی اور شہرت کے رستے میں لغزش کا ذرا اندیشہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ سینہ تانے آگے بڑھتا گیا۔ اس نے لیڈری کا خطاب حاصل کرلیا۔ ہر دلعزیزی اور قبول عام کے آسمان پر تارا بنکر چمکنے لگا۔

حضرات ناظرین۔ ان صفحات کو ملاحظہ فرما کر آپ اچھی طرح اندازہ کرسکیں گے۔ کہ یہ شیر دل سیاسی لیڈر زمانہ پیشوائی سے پہلے کس قسم کے افعال و حرکات کا مرتکب اور عادی ہوچکا تھا۔ اور وہ کونسے ہتھکنڈے تھے جن کی مشق ان کو اپنی کامیابی اور ترقی کیلئے کرنی ضروری تھی۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ ایک دن اس کی ملمع سازیوں کی قلعی کھل گئی۔ اور امتحان کے وقت وہ اپنے بہروپ کو قائم نہ رکھ سکا۔

بر در میخانہ رفتن کار یک رنگاں بود،
خود فروشاں را بکوئے مے فروشاں راہ نیست

مولانا فحاش کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے۔ کہ بزرگان دین کو خود تو پہلے اپنی نظم و نثر میں گالیاں دیتا ہے لیکن جب کوئی دوسرا اس کی فحش نویسی پر اسے ٹوکتا ہے۔ تو پھر اپنے آپ کو بے آزار ثابت کرنے پر زور لگاتا ہے۔ اس کی فحش نویسی کی تازہ سندات ملاحظہ ہوں۔

"ظفر علیخاں یہ وہ اسلام کش مسلم آزار ہستی ہے۔ جس کا اخبار زمیندار ہمیشہ بزرگان اسلام پر سب و شتم سے لبریز نکلتا ہے۔ اور اسکے نامہ اعمال کی طرح اس کا یہ اخبار ہمیشہ علمائے کرام پیشوایان اسلام اور بزرگان ملت حضرت سید الانام علیہ والسلام پر تبرے سے سیاہ نظر آتا رہا ہے ...... علماء کرام حقیقی خادمان دین و ملت متبعان سنت پر گالیوں افتراؤں بہتانوں کی بوچھاڑ اور نگہبانان اسلام کے جرم حفاظت اسلام و نکات فن و شعر اشرار لئام کے ہزاروں مذمت اس کی فحاشی۔ اس کی دیدہ دہنی۔ اس کی بدزبانی نے ہر گندہ دہن کو مات کر دیا۔ وہ گندی ناپاک ناشائستہ نہایت خفیف بیہودہ سوقیانہ گالیاں لکھتا ہے جسے دیکھکر بازاری شہدے اور تمام غنڈے لفنگے اپنی تبرا بازی بھول جائیں۔ تو کیا عجب" (صفحہ ۷۹ تبصرے از لیڈر بیت مسٹر ظفر علیخان مولفہ مجلس حزب الاحناف)

(لاہور)

"پھر رسالہ "علمائے اسلام اور مسٹر ظفر کیلئے قول فیصل" کا مولف لکھتا ہے۔ "انجمن حزب الاحناف لاہور کے روح رواں عالیجناب مولوی سید دیدار علی صاحب بریلوی نے مسٹر ظفر علیخاں صاحب ایڈیٹر زمیندار کے چند اشعار نقل کر کے حنفی علماء عصر کی طرف سے ان کے لئے فتویٰ کفر شائع کیا ہے، اور ان کی منکوحہ بیوی کو مطلقہ قرار دیا ہے، ...... یہ مانا کہ کسی نہ کسی حد تک ایڈیٹر زمیندار کی خلقی طباعیاں اسکی گوناگوں تبدیلیاں ان تمام مکروہات کیلئے بہت پہلے سے مواد جمع کر رہی تھیں۔"

"اب رہا ایڈیٹر زمیندار کا "تلون طبع یا اس کے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے ایک چولے کو اتار کر فوراً ہی دوسرا روپ بھر لینا۔ گویا حقوق العباد پر حملہ تھا۔"

"بزرگوں کا حفظ مراتب یہ تو اسی وقت سے ان کی سرشت خالی کر چکی ہے۔ جبکہ وہ اب سے دور اپنے مربی حاکم اعلیٰ سے منحرف ہو کر مسئلہ معراج شریف روحانی و جسمانی میں مخالفت ظاہر کر چکے تھے۔"

"شورش و فساد ان کی لائف پڑھنے والے کو ان کی ہر اسٹیج پر کھلے بندوں دکھائی دیتی ہے۔ گو ان کی تلون محض ہستی ابتک ہزارہا چولے بدل چکی ہے۔ مگر دقیقہ رس نگاہیں ان کو ہر بھیس میں پہچان لینے کی عادی ہیں۔ ان کی ذاتی رائے کوئی رائے نہیں۔ ان کا اپنا خیال کوئی خیال نہیں۔ صرف ضرورت زمانہ سے وہ جھکتے ہیں۔ اور وقت کی رفتار ان کے بازو کو جنبش دیتی ہے۔"

مندرجہ بالا اسنادات سے ثابت ہے۔ کہ مولانا فحاش کی فحش نویسی کسی ایک بزرگ اسلام تک محدود نہیں۔ بلکہ یہ شروع سے ہی ایسے ذات شریف چلے آئے ہیں۔ کہ جب قوم یا بزرگ سے ان کی ذاتی اغراض پوری ہوتی نظر نہیں آتیں۔ ان کو اپنی فحش نویسی کا تختہ مشق بنانا۔ اس کی جبلی عادت ہے۔ لیکن اسے جلد معلوم ہو جائیگا۔ کہ سلسلہ احمدیہ سے ٹکر لگانا اس کی ذلت کی انتہا ثابت ہوگی۔ اور اس کی گذشتہ زندگی کا سارا نقشہ دنیا کے سامنے آجائیگا اور مسلمانوں کے بچے بچے کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ مولانا فحاش کس قماش کا آدمی ہے۔

۴ کر رہے ہیں۔ کہ وعظ میں قادیانیوں پر لے دے ہو رہی تھی۔ مگر ان کے دوسرے بھائی۔ ان سے کم رہنے والے کب تھے۔ انہوں نے مسجد میں ہی مارپیٹ شروع کر کے ثابت کر دیا۔ کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کو نہ خدا کا ڈر ہے اور نہ رسول کا اور نہ اسلام کی عزت کا پاس ہے۔ ایک پارٹی ۴۴ شور مچا رہی ہے۔ کہ ہمارے فلاں فلاں بزرگ کو لاٹھیاں پڑیں۔ اور فلاں فلاں زخمی ہوا۔ لیکن دونوں میں سے کسی پارٹی کو اتنا احساس نہیں کہ ان کی کرتوتوں سے اسلام کی کتنی بے عزتی ہوئی۔ کیا الور کے مسلمانوں کی امداد قادیانیوں کو گالیاں نکالنے سے ہی ہو سکتی تھی۔ اور کیا دوسری پارٹی ڈنڈوں کے ذریعہ ہی الور کے مسلمانوں کو واپس بھیج سکتی تھی۔ پہلی پارٹی کی پشت پر بھی علمائے کرام ہیں۔ تو دوسری پارٹی تو ماشاء اللہ ہندوستان کے جمعیۃ العلماء کی پارٹی ہے۔ اگر غیر مسلم مسجد کے پاس سے باجا بجاتے گذریں۔ تو مساجد کی حرمت میں فرق آتا ہے۔ اور لٹھ سے ان کا سر پھوڑنا چاہئے۔ لیکن علماء کرام خود منبر پر چڑھ کر کلمہ گوؤں کے منہ آئیں یا ایک دوسرے پر لٹھ بازی کریں۔ تو مساجد کی بڑی حرمت ہے اور اس سے اسلام کی سرخروئی ہوتی ہے۔ کیا یہی قوم ہے جو خدا اور رسول کی پیاری بننے کی مدعی ہے۔ خدا اور رسول تو ہر دو پر لعنت بھیجتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں آخری فیصلہ

یا یہا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ (المائدہ)
مسلمانو! خدا لگتی گواہی انصاف سے دیا کرو۔ اور کسی قوم کی عداوت سے بے انصافی نہ کرنے لگو۔ عدل کیا کرو۔ عدل پرہیزگاری کے بہت ہی قریب ہے (ترجمہ تفسیر ثنائی)

حدیث شریف میں آیا ہے:-
فاذا جلس بین یدیك الخصمان فلا تقضین حتی تسمع کلام الاٰخر کما سمعت کلام الاول فانه احریٰ ان یتبین لك القضاء - (ابوداؤد)
مطلب یہ کہ دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہو تو طرفین کے بیانات سن کر فیصلہ دینا چاہیے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اور اس کے حامیوں کی طرف سے بار بار حضرت مسیح موعود کا اعلان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اس امر کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت موصوف کا وفات پا جانا ان کے دعوے کے کذب پر دلیل ہے لیکن ان لوگوں کی دیانت اور انصاف کا یہ حال ہے کہ فریقین میں سے ایک کی تحریر تو پیش کرکے اس پر حاشیہ آرائی کر دیتے ہیں۔ لیکن دوسرے فریق کے بیان پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ طرز نہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہے اور نہ احادیث کے۔ نہ معلوم ایسے لوگ اہلحدیث کہلانے کی کس طرح جرأت کرتے ہیں۔ میں ذیل میں اخبار اہلحدیث ۲۶ راپریل ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴-۵-۶ میں سے فریقین کے بیانات پبلک میں رکھدیتا ہوں تاکہ وہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے۔

تحریر حضرت مسیح موعود

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود۔ کذاب۔ دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے۔ اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھکر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی ہی ہلاک ہوجاؤنگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے۔ اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے۔ تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں۔ اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کے سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔

یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔ اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر۔ اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے۔ آمین۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتے ہیں حق پر نہیں۔ تو تو عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی ہی میں ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے۔ جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف مالیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا۔ اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا ہے۔ کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے۔ جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑکر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو۔ مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

(الراقم۔ عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایّد)
(مرقومہ ۱۵ راپریل ۱۹۰۷ء۔ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ)

[1] آپ اس دعوے میں قرآن شریف کے صریح خلاف کر رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو! من کان فی الضلالة فلیمدد له الرحمٰن مدا (پ ۱۶ ع ۸) اور انما نملی لهم لیزدادوا اثما۔ (پ ۴ ع ۹) اور یمدهم فی طغیانهم یعمهون۔ (پ ۱ ع ۲) وغیرہ آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں اور سنو۔ بل متعنا هؤلاء و اباءهم حتی طال علیهم العمر (پ ۱۷ ع ۴) جن کے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں۔ پھر تم کیسے من گھڑت اصول تبلاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی۔ کیوں نہ ہو۔ دعوے تو مسیح، کرشن اور محمد اور احمد بلکہ خدائی کا ہے۔ اور قرآن میں یہ لیاقت؟ ذالك مبلغهم من العلم۔

(نائب ایڈیٹر اخبار اہلحدیث)

جواب مولوی ثناء اللہ صاحب

جواب۔ اس ساری لمبی چوڑی تحریر کا جو شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کرشن جی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے طاعون، ہیضہ وغیرہ سے مرجائے۔ اس جواب میں آپ نے کئی طرح سے دجل اور فریب سے کام لیا ہے

اول:- یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی۔ اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔

دوم:- یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم مرگئے تو تمہارے دام افتادہ "خس کم جہان پاک" کہہ کر یہ عذر کرینگے کہ حضرت صاحب کا یہ الہام نہیں تھا بلکہ محض دعا تھی۔ یہ بھی کہہ دینگے کہ دعائیں تو بہت سے نبیوں کی بھی قبول نہیں ہوئیں۔ دیکھو حضرت نوح کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ آپ ہی کی دعاؤں میں بہت سی مثالیں دے دیں گے۔ کہ قبول نہیں ہوئیں۔ آپ نے تین سال کے اندر فیصلہ ہوجانے کی دعا کی تھی جو قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ اگر یہ قبول نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کافر مردود۔ کذاب اور دجال سمجھونگا جس کی تفصیل گزشتہ نمبر میں ہو چکی ہے۔

سوم - یہ کہ میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم، مولوی اسمٰعیل صاحب علی گڑھی مرحوم اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح سے مر گئے ہیں تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا ہے؟ ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ؟

چہارم - آپ نے بڑی چالاکی یہ کی - کہ یہ دیکھا کہ ان دنوں طاعون کی شدت ہے خصوصاً صوبۂ پنجاب میں سب صوبوں سے زیادہ ہے۔ بالخصوص پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں جو امرتسر سے بہت قریب ہے یہ کیفیت ہے کہ مردوں کا اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہر ایک شخص طاعون سے خائف ہے۔ اور کوئی آج اگر ہے تو کل کا اعتبار نہیں۔ اور دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ وہ ہے تو یہ نہیں اور یہ ہے تو وہ نہیں ایسے وقت میں طاعون یا ہیضہ وغیرہ موت کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ جہاز ڈوبنے لگا ہے تو بلند آواز سے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے جہاز نہیں ڈوبے گا۔ جس سے اس کی یہ غرض تھی کہ اگر ڈوب گیا تو سب مر جائیں گے۔ کون میرے کذب پر مجھے الزام دے گا۔ اور اگر بچ رہا تو سارے معتقد ہو جائیں گے۔ یہی چال تمہاری ہے کہ اگر مخالف مر گیا تو تمہاری چاندی ہے اور اگر خود بدولت خس کم جہاں پاک ہو گئے تو کون قبر پر لات مارنے آئے گا؟

پنجم - تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو بموجب حدیث شریف کے ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں۔ پھر وہ کیونکر تمہاری دعا پر بھروسہ کر کے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے

ششم - آپ نے ایک چالاکی یہ کی کہ پہلے تو صرف طاعون یا ہیضہ سے موت کی دعا کی مگر آخر میں آ کر یہ بھی کہہ دیا کہ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اس تعمیم کرنے سے آپ کی غرض یہی ہے جو آتھم کے معاملہ میں آپ نے ظاہر کی تھی کہ موت کی پیشگوئی جب جھوٹی نکلی تو بات بنا لی کہ چونکہ وہ امرتسر سے فیروزپور تک چلا گیا - اور چھپ کر رہا پس یہی موت کے برابر ہے - چہ خوش -

[illegible] خوب ہی شناسم پیران پارسا را

ہفتم - آپ نے پہلے اپنے گزشتہ مضمون مندرجہ اہلحدیث ۱۹ اپریل کے نمبر میں لکھا تھا کہ "خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے"۔ مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔

مرزائیو! سچ کہنا کہ [illegible] تخالف کیوں ہے؟ ایک ہی مضمون میں اتنا اختلاف کیوں ہوا؟ سچ ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔

مختصر یہ کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔ اگر تم اس حلف کے نتیجے سے مجھے اطلاع دو۔ اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔

مرزائیو! تمہاما گورو اور تم کہا کرتے ہو کہ مرزا صاحب منہاج نبوت پر آئے ہیں۔ کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے؟ تبلاؤ توانعام لو ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔ شرم شرم شرم۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے ماتحتوں کو حکم دیں گے کہ اپنے اخباروں میں میرا جواب بھی تمام نقل کر دیں۔

(اہل حدیث مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

نائب ایڈیٹر اہلحدیث اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی تائید میں حکیم محمد دین امرتسری نے مطبع اہلحدیث میں ایک اشتہار بعنوان "کرشن قادیانی کی نرالی چال" شائع کر کے اس میں لکھا کہ

"یہ بات کرشن جی ہمیشہ کہا کرتے ہیں اور ان کے دام افتادہ کہ جھوٹا سچے سے پہلے ہلاک ہوا کرتا ہے - دیکھئے اس میں کرشن جی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر کیسا حملہ کیا ہے۔ اس بھلے مانس کو معلوم نہیں کہ آنحضرت کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوے کیا تھا - مدینہ طیبہ میں آنحضرت کے ساتھ گفتگو کرنے کو بھی آیا تھا - اور اپنی جھوٹی نبوت کو آنحضرت کے سامنے پیش بھی کیا تھا۔ مگر اس کی زندگی میں آنحضرت فداہ روحی کا انتقال ہوا - اور وہ زندہ رہا۔ تبلاؤ اب تمہارے خیال کے مطابق مسیلمہ کذاب جو آنحضرت کے بعد زندہ رہا سچا نبی ہوا تو آنحضرت کیا ہوئے؟"

مندرجہ بالا وہ جواب ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اخبار اہلحدیث کے نائب ایڈیٹر اور اس کے دوست حکیم محمد الدین امرتسری نے مطبع اہلحدیث میں چھپوا کر حضرت مسیح موعود کی تحریر کا ۱۹۰۷ء میں دیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر کے فقرات ذیل کسی تشریح کے محتاج نہیں:-

(۱) یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔

(۲) تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی

(۳) آپ نے پہلے اپنے گزشتہ مضمون مندرجہ اہلحدیث ۱۹ اپریل کے نمبر میں لکھا تھا کہ "خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے"۔ مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔

(۴) یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں - اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جواب کے شروع اور آخر میں صاف طور پر حضرت مسیح موعود کی تحریر کو نا منظور کر دیا ہے بلکہ ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ "نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے"۔ مولوی صاحب ۱۹۰۷ء میں تو دانا تھے لیکن حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد معاً نادان بن گئے - کیونکہ یہی نتیجہ ان کی اپنی عبارت سے نکلتا ہے۔

اب اخبار اہلحدیث کے نائب ایڈیٹر کے معیار کو لیجئے جس کی بنا اس نے قرآن کریم پر رکھی ہے۔ یعنی یہ کہ جیسا آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالے جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے - تاکہ وہ اس مہلت میں وہ بھی برے کام کر لیں - اس معیار کے مطابق بھی نائب ایڈیٹر صاحب کے چیف ایڈیٹر یعنی مولوی ثناء اللہ صاحب جھوٹے مفسد، دغا باز اور نافرمان ٹھہرتے ہیں - اور ان کو لمبی عمر اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔

تیسری تحریر مولوی ثناء اللہ صاحب کے دوست حکیم محمد الدین صاحب کی ہے۔ جو انہوں نے مطبع اہلحدیث میں چھپوا کر شائع کی ہے۔ اور اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا یہ لکھنا کہ جھوٹا سچے سے پہلے ہلاک ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر حملہ ہے۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کی زندگی ہی میں حضرت نبی کریمؐ کا انتقال ہو گیا تھا گویا حکیم محمد الدین صاحب نے بھی حضرت نبی کریمؐ کی مسیلمہ کذاب سے پہلے وفات پا جانے سے یہ استدلال کیا ہے کہ سچا آدمی پہلے وفات پا جاتا ہے اور جھوٹا۔ کذاب لمبی عمر پاتا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ۱۹۰۷ء میں دانا تھے اس لئے انہوں نے حضرت مسیح موعود کی تحریر کو نا منظور کر دیا۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے اپنے کلام پاک قرآن مجید اور اور حضرت نبی کریم کے لئے غیرت ہے۔ اس نے مسلمات خصم پر فیصلہ کر کے بتا دیا کہ چونکہ مخالف فریق قرآن کریم اور وفات نبی کریمؐ سے یہ استدلال کرتا ہے کہ جھوٹا، دغا باز، مفسد، نافرمان، اور کذاب لمبی عمر پاتا ہے اس لئے اس نے سچے کو جلد وفات دیدی تاکہ دنیا پر ثابت ہو جائے کہ خدا کے نزدیک جھوٹا، دغا باز، مفسد اور نافرمان کون ہے باقی رہا جھوٹے کا سچے کی زندگی میں ہلاک ہونا بطور قاعدہ کلیہ حضرت مسیح موعود نے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ۲ اکتوبر ۱۹۰۷ء یعنے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء شائع ہونے سے قریباً ساڑھے چھ ماہ بعد اپنی جماعت کے ایک دوست نے کسی غیر احمدی کا یہ سوال پیش کیا کہ:-

> آپ نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوت ہوا تھا؟

اس سوال کا جواب آپ نے ذیل کے الفاظ میں دیا:-

"یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے تو مباہلہ کیا ہی نہیں تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ بھی رہا تو ہلاک کیا جائے گا۔ سو ویسا ہی ظہور میں آیا مسیلمہ کذاب تھوڑے ہی عرصہ بعد قتل کیا گیا۔ اور پیشگوئی پوری ہوئی یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب اعداء ان کی زندگی ہی میں ہلاک ہو گئے تھے۔ بلکہ ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے تھے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے۔ اور مخالفوں کے وجود کا قیامت تک ہونا ضروری ہے۔ جیسے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ سے ظاہر ہے ہم تو ایسی باتیں سن سن کر حیران ہوتے ہیں دیکھو ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے اور تحریف کرنے میں وہ کمال حاصل کیا ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی، ولی، قطب، غوث کے زمانہ میں ہوا

کہ اس کے سب اعدا مر گئے ہوں بلکہ کافر، منافق باقی رہ ہی گئے تھے ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں۔ تو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے والوں کا حال ہو رہا ہے۔ مجھے تو اپنی جماعت پر افسوس ہوتا ہے کہ کیا ان میں اتنی عقل بھی نہیں کہ ایسے اعتراض کرنے والوں سے پوچھیں کہ یہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ جگہ تو نکالو جہاں یہ لکھا ہے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ عقل میں فہم میں ہر طرح سے ترقی کریں اور ایسی باتوں کا خود سوچ کر جواب دیا کریں۔ اور اپنی ایمانی روشنی سے ان باتوں کو حل کیا کریں۔ مگر دنیا داری کے دھندوں میں مت ماری جاتی ہے۔ اتنا نہیں کر سکتے کہ معترض سے ہماری کتاب کی وہ جگہ ہی پوچھیں۔ جہاں یہ لکھا ہے کہ سچے کی زندگی میں سب جھوٹے مر جاتے ہیں۔ بلکہ جھوٹے تو قیامت تک رہیں گے۔ (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہے کہ اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء ایک دعائے مباہلہ تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے بھی اس پر لکھنے کے لئے کہا تھا لیکن مولوی صاحب نے اگر کچھ لکھا تو یہ کہ:-

"دجل ہے۔ اس دعائی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے"

اب اپنی ان تحریروں کی موجودگی میں معاملات کو پیچیدہ کر کے اپنی سچائی کا اظہار کرنا کہاں تک تقویٰ اور دیانت ہے

آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن

اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

پاکوں کے سردار پر ناپاک حملہ

سینٹ جبرئیلس ہائی سکول میگزین رنگون کے ایک ناپاک مضمون کا ذکر کچھ عرصہ ہوا ان کالموں میں کیا جا چکا ہے جس میں آنحضرت صلعم کے متعلق بہتان طرازی سے کام لیا گیا تھا۔ اور جب اس پر مسلمانان رنگون نے صدائے احتجاج بلند کی تو مضمون نگار کو معافی طلب کرنی پڑی! لیکن حیرت کی بات ہے۔ کہ چند ہی دنوں میں ان تمام واقعات کو بھلا کر میگزین مذکور نے پھر ایک ناپاک مضمون کو شائع کرنے کی جرأت کی ہے۔ "اہم مسائل پر سوالات" کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مسلمان آج تک محمد سے کیوں بیزار چلے آتے ہیں"! اس "کیوں" کا جواب خود مضمون نگار کے الفاظ میں پڑھیئے۔ اور اس کی علمی بے مائگی اور خباثت قلبی کی داد دیجیئے۔

"ذرا سنو" ایک مؤرخ پیرس کے مقولے دنیا کو کیا بتلایا؟ یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ...... پہلے ایک پادری تھا۔ چونکہ اپنے کو پوپ منتخب کرانے میں ناکام رہا اس لئے دین مسیح سے مرتد ہو گیا۔ نیز یہ کہ پیتے پیتے بدمست ہو کر سڑک کے کنارے گر پڑا۔ اور اسی حالت میں ایک سور نے اسے مار ڈالا یہی وجہ ہے کہ اس کے ماننے والے سور کے گوشت سے بیزار چلے آتے ہیں"

جہاں نقطے دیئے گئے ہیں۔ وہاں اس پاکوں کے سردار سرور عالم و عالمیان کا اسم گرامی ہے جس پر نیکی اور پاکیزگی کو ناز ہے۔ آہ! ایک انسان پر یہ ناپاک حملہ، جس کو سننا بھی کوئی پاک باطن اور ... شریف برداشت نہیں کر سکتا۔ ہمیں حیرت ہے کہ اس قدر ناپاک اور گندا افترا اور اسے شائع کرنے کی جرأت سینٹ جبرئیلس ہائی سکول میگزین کو کیونکر ہوئی۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ مذہبی پیشواؤں کے متعلق اس قسم کے ناپاک خیالات کی اشاعت قانوناً موجب تعزیر ہے۔ اگر ایسے اخلاق انسانی اور ... امانت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ تو کم از کم قانون کا ہی خوف ہوتا لیکن ... لوگوں کو اخلاق و قانون سے اتنا واسطہ نہیں۔ جتنا بہتان تراشی اور گندہ زبانی کو وہ اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۵ الف کے ماتحت اس میگزین پر مقدمہ چلایا جائے۔ اور اپنے ننگ خیالات کو قرار واقعی ... کی

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل چندہ کے جوابات

قسط پنجم

ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب لاہور:- آپ نے جلسہ سالانہ ۱۹۳۶ء کی اپیل تبلیغی فنڈ کے وقت ۱۰۰ روپے کا وعدہ فرما کر اس کی ادائیگی کر دی تھی یک صد روپیہ کا مزید وعدہ کر کے ۵۰ روپے نقد بھیج دیئے ہیں۔ اور ۵۰ روپے ستمبر میں ادا فرمائیں گے۔

مولوی عزیز بخش صاحب لاہور:- آپ نے ۵۰ روپے وعدہ میں سے ۲۰ روپے نقد ادا فرما دیئے ہیں۔

بابو قمر الٰہی صاحب لاہور ۵ روپے نقد

میاں محمد دین صاحب بہاولپور ہوس لاہور ۱ " "

شیخ محمد حسین صاحب آئل ملز لاہور ۵۰ " " سالم رقم وعدہ

مرزا مسعود بیگ صاحب مبلغ انجمن بمبئی ۱۵ " "

شیخ رحمت الٰہی صاحب انجنیر جالندھر ۱۰۰ " سالم رقم

مولانا عبدالہادی خاں صاحب عظیم کلہ ۵۰ " منجملہ ۱۰۰ روپے وعدہ

مولانا عبدالرحمٰن صاحب پنشنر جالندھر ۱۰۰ " سالم رقم

میاں محمد صادق صاحب سب انسپکٹر پولیس ڈپٹی جہلم

معرفت ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ ۴۰ " سالم رقم

صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب و صاحبزادہ عبدالرب صاحب مارخوست ۱۰ "

ماسٹر انعام اللہ خاں صاحب لورالائی ۵۰ " نقد سالم رقم

منشی نور احمد صاحب شجاع آباد ۵ نقد

ملک امر الٰہی صاحب کنجاہ گجرات ۹ " "

محمد عمر خاں صاحب شدنکا ضلع کیمل پور ۵ " "

خان صاحب سید محی الدین احمد صاحب رائے بریلی:- آپ کی طرف سے ہر ماہ کچھ نہ کچھ رقم مختلف مدات میں وصول ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ خاص اس مد میں ۳۶ روپے اس سال پہلے وصول ہو چکے ہیں۔ اور دس روپے اور آئے ہیں۔

مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب پنشنر ڈی۔ ایس۔ پی سلگودال:- آپ کے ذمہ ۱۰۰ روپیہ لگایا گیا تھا ... زیادہ ہو کے اور اپنی مشکلات کے آپ نے لکھا ہے کہ ادا کر دوں گا۔ اس کی وصولی جلد ہو جائے گی۔

شیخ نظام الدین صاحب پنشنر ڈی ایس۔ پی چک جھمرہ خان کا جواب:- جناب کی اپیل دردناک پڑھی عنقریب مبلغ یک صد روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ دعا کریں کہ خدا توفیق اور ہمت دیوے۔ کہ اور بھی بھیجوں جب تک مبلغ یک صد روپیہ اپیل کے متعلق نہ بھیج لوں گا چین مشکل ہے۔

مسٹر ممتاز احمد صاحب فاروقی انجنیر کلکتہ۔ آپ نے یکصد روپیہ بھیجنا منظور فرما کر اطلاع دی ہے کہ بالاقساط ادا کر دیں گے۔

مولوی مرتضےٰ خاں صاحب مانگردل:- آپ نے ۵۰ روپے ستمبر تک بھیجنے منظور فرما کر پہلی قسط ۵ روپے بھیج دیئے ہیں۔

محمد حنیف لیڈر صاحب مینار شوکھا پور کا جواب:- میرے نام جو حضور نے ۱۵ روپیہ کی رقم ڈالی ہے میں ضرور بالضرور اس کو بطیب خاطر اس ماہ کے وسط میں یکمشت ارسال کر دوں گا۔

سید امجد علی شاہ صاحب لاہور۔ آپ نے اپنی کل رقم ۱۰۰ روپیہ نقد ادا فرما دی ہے۔

سعادت علی خاں صاحب پنشنر ریاست رامپور:- آپ اس سے پیشتر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اسی سال ۳۷۵ روپے مرمت برلن مسجد اور ۱۲۵ روپے واگزاری کے لئے ادا فرما چکے ہوئے ہیں۔ ۱۲۵ روپے کا آپ سے مزید مطالبہ کیا گیا تھا جو بوجہ اپنی کمی آمدنی کے آپ نے لکھا ہے کہ اس کے بھیجنے کی فکر میں ہوں۔

شیخ محمد حسین صاحب لاہور:- آپ نے جلسہ سالانہ پر قرضہ فنڈ میں ۵۰ روپے کا وعدہ فرمایا تھا جس کی وصولی ہو چکی ہے اس کے علاوہ ۵۰ روپیہ تازہ اپیل پر نقد ادا فرما دیئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب بنوں:- آپ نے ۱۵ روپے نقد بھجوا دیئے ہیں۔

اس کے ساتھ جملہ بیرونی جماعتوں کے سکرٹریوں یا دیگر کارکنوں اور ممبران مجلس معتمدین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ اس کام کو جلد سرانجام دے کر رقم بھیجنے کا انتظام فرما دیں۔ ابھی تک عام طور پر انفرادی رقمیں آ رہی ہیں اور جماعتوں کی طرف سے بہت کم وصولی ہوئی ہے۔ یہ روپیہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعلان کے مطابق ماہ اگست و ستمبر کے اندر اندر وصول ہو جانا ضروری ہے۔ اگر سب احباب، اخبار کی تحریکات کو کافی سمجھ کر مطالبات کو پورا فرما دیں تو انفرادی خط و کتابت کے اخراجات بچ سکتے ہیں۔ امید ہے وہ سب دوست جو اب تک اس بارہ میں خاموش ہیں خود ہی توجہ فرما کر اپنی رقم جلد سے

خبریں

ـــــ بمبئی ۸ اگست۔ ہندوستانی ریلوں پر عام ہڑتال سے متعلق تیاریاں کا اندازہ کرنے کے بعد آل انڈیا ریلوے مینز فیڈریشن کے جنرل سکرٹری اور پریزیڈنٹ نے تمام متعلقہ یونینوں کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ فیڈریشن کے دو مطالبات کے متعلق ریلوے بورڈ کا جواب غیر اطمینان بخش ہے لیکن آخری نہیں۔ آخری جواب خواہ کچھ بھی ہو۔ اگر اس کے دو مطالبات میں سے ایک مطالبہ کو بھی منظور نہ کیا گیا۔ تو ہڑتال کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ مسٹر این۔ ایم جوشی۔ ایم۔ ایل۔ اے نے ہمیں اطلاع دی ہے۔ کہ وہ اسمبلی میں تحریک التوا یا قرارداد کے ذریعہ سے یہ سوال پیش کرینگے۔ مسٹر جوشی ہمارے مطالبات کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور ان کو امید ہے کہ اسمبلی ان کی کارروائی کی حمایت کریگی۔ تجویز کی گئی ہے۔ کہ ۱۵ اگست کے آخر میں فیڈریشن کا ایک اجلاس منعقد کیا جائے۔ اور ہڑتال کے متعلق تیاریوں پر غور وخوض کیا جائے۔

ـــــ بمبئی ۱۰ اگست۔ ڈاکٹر لوئین اور اسحاق روزنبلڈ جنہیں کراچی میں پونے تین لاکھ روپے کی جعلسازی کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا تھا، آج عدالت میں ان کا مقدمہ پیش ہوا لیکن پولیس نے پندرہ دن کے لئے مزید مہلت تفتیش کی درخواست پیش کی کیونکہ تفتیش مکمل نہیں ہوئی۔ اس درخواست میں بیان کیا گیا۔ کہ ملزموں کے متعلق جرمنی اور امریکہ میں دریافت کیا جا رہا ہے۔ کہ آیا وہاں بھی انہوں نے اس نوعیت کے جرائم کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں۔ اس امر کی بھی صراحت کی گئی ہے کہ ملزموں نے دس ہزار روپے کے نوٹ بمبئی میں روپیہ میں تبدیل کرائے جن میں سے اکیس پولیس نے حاصل کر لئے ہیں۔ لیکن ملزموں نے کہا، کہ اس روپے کا تعلق موجودہ روپے سے نہیں۔ یہ روپیہ سے نہیں، یہ روپیہ ہمیں واپس دیا جائے۔ تاکہ ہم اپنی صفائی کے لئے جدوجہد کر سکیں۔ ایک ملزم نے جیل میں ناقص خوراک کے متعلق مجسٹریٹ کو کہا اور مطالبہ کیا۔ کہ ہماری خوراک کے لئے ۲۵ روپے زائد ادا کئے جایا کریں۔

ـــــ ٹارنٹو ۱۰ اگست۔ پولیس نے مسٹر جے۔ ایچ ٹامس برطانوی وزیر مقبوضات کے قتل کی ایک زبردست سازش کا انکشاف کیا ہے۔ اور ایک آئرش نوجوان ڈان مالوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ گرفتاری کینیڈا کی شاہی سوار پولیس کے میجر جنرل میکبرائن کے زیر ہدایت عمل میں لائی گئی ہے۔ پولیس کا بیان ہے کہ ڈان مالوں آئرلینڈ کی لسین فین پارٹی کا ایک رکن ہے۔ اور اس کا ارادہ تھا کہ آج ہملٹن کے مقام پر ویلینڈ نہر کے افتتاح کے موقع جس کی رسم کینیڈا کے گورنر جنرل کے ہاتھوں ہوئی تھی، مسٹر ٹامس پر قاتلانہ حملہ کرے۔ لیکن پولیس کے پاس اس امر کا کوئی مستقل ثبوت نہیں ہے۔ پولیس نے آوارہ گردی کے الزام میں اسے گرفتار کیا ہے ہملٹن میں متعدد مشتبہ اشخاص کی گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں ہملٹن کی طرف جانے کے لئے متعدد میں کے رستہ پر سنٹرل پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا ہے۔

ـــــ افغانستان اور دیگر ممالک کے درمیان بحری اور بری شاہراہیں قائم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ روس اور افغانستان کے درمیان پہلے ہی سے ہوائی شاہراہ قائم ہو چکی ہے۔ ایران کو بھی طیاروں کے ذریعہ آمدورفت کا سلسلہ عنقریب شروع ہو جائے گا۔ اب افغانستان کے لوگ بھی ہوائی سفر کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ جرمنی کی فرم موسومہ ... زندگر ہوائی شاہراہوں کے لئے طیارے بہم پہنچا رہی ہے۔ اندرون ملک ... اس نے مراعات حاصل کر لی ہیں۔ سڑکوں کی مرمت کی جا رہی ہے۔ تاکہ موٹر لاری کی آمدورفت منظم صورت اختیار کر لے۔

افغانستان کے بازاروں میں برطانوی مصنوعات کی بجائے جاپانی مصنوعات نظر آتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ برطانوی صناع قیمتوں کی کمی میں جاپانیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

دارلسلطنت افغانستان کی تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ ہرات کے علاقہ میں جو تیل کے ذخائر دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ تجارتی طور پر بے جو فائدہ مند ثابت ہوں گے کیونکہ ان میں تیل بمقدار کثیر موجود ہے۔ شمالی علاقہ میں سونا بھی پایا جاتا ہے لیکن نہیں کہا جا سکتا۔ کہ تجارتی نقطۂ نگاہ سے سونے کی کانوں پر کام شروع کر دینا کس حد تک مفید ثابت ہوگا۔

سرکاری حلقوں میں کوئلہ کی کان کے دریافت ہونے سے بہت دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ کوئلہ کی کان کابل کے نزدیک ہی واقعہ ہے۔ کوئلہ کی کان پر بہت جلد امریکن سرمایہ کو استعمال کیا جائیگا۔ اور تیل کے کاروبار کے لئے بھی امریکن سرمایہ استعمال شروع کر دیا جائے گا۔

ـــــ ڈبلن ۲۔ اگست۔ آج آئرلینڈ کی پارلیمنٹ میں مسٹر دی ویلرا کے ۲۰ لاکھ پونڈ کے ہنگامی مطالبہ پر مزید بحث شروع ہوئی۔ مختلف اشخاص نے زبردست مخالفانہ تقریریں۔ مسٹر ہوگن سابق وزیر زراعت نے کہا کہ حقیقت محتاج بیان نہیں۔ اگر صدر محترم سیاسی ہنگامہ آرائی کو ختم کر دیتے۔ تو حکومت برطانیہ سے مفاہمت کا امکان تھا۔ ملک کو یہ کہ کر فریب دیا جا رہا ہے۔ کہ انگلستان کے ساتھ صرف سالانہ خراج کے معاملہ پر تنازعہ پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ مسٹر دی ویلرا کے پیش نظر مختلف مقاصد ہیں۔ مجھے پختہ یقین ہے۔ کہ سالانہ رقوم اراضی کو روکنے کے کوئی آئینی جواز موجود نہیں۔

مسٹر انتھونی نے اپنی تقریر میں اس سے بھی زیادہ شدید حملے کئے اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ مسٹر دی ویلرا کا یہ اقدام برطانیہ کی نفرت پر مبنی ہے۔ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا۔ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اگر ہم نے حکومت کی تائید نہ کی تو ہمیں گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ مسٹر دی ویلرا کی اس تحریک کے پس پردہ پیشہ ور ٹھگو مردوں اور عورتوں کی طاقت کارفرما ہے جن کا کام بنکوں کو لوٹنا ہے۔ اور وہ ہر برائی کے مالک ہیں۔

مزدور نمائندہ مسٹر نارٹن نے بھی مسٹر دی ویلرا پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا۔ کہ ان میں ہنگامی ضروریات کے وقت فیصلہ کن پالیسی اختیار کرنے کی قابلیت نہیں۔ مسٹر مکیلٹی سابق وزیر عدلیہ نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ ملک نہایت سرعت سے انقلاب کی طرف جا رہا ہے اور اس انقلاب کے ساتھ یہاں بھی اس کی طرح خونریزی اور تشدد کا ارتکاب ہوگا۔ وزراء تمام اعتراضات کو خاموشی اور متانت سے سنتے رہے۔ غالباً بحث کے آخری مراحل میں وہ بھی اس گولہ باری کا جواب دیں گے۔

بعد کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ آئرش پارلیمنٹ میں مسٹر ڈی ویلرا کا ۲۰ لاکھ پونڈ کا مطالبہ ۴۳ ووٹوں کے مقابلہ میں ۵۸ ووٹوں سے منظور ہو گیا اور اجلاس ۱۵۔ اکتوبر تک ملتوی ہو گیا۔

مسٹر ڈی ویلرا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ فی الحال یہ بتانا ممکن نہیں۔ کہ روپیہ کو کس طرح سے خرچ کیا جائے گا۔ اور اگر یہ بتانا ممکن بھی ہو تو اس کا اظہار خلاف مصلحت ہوگا۔ موجودہ حالات میں مقابلہ کیلئے جدید منڈیاں قائم کرنے کا امکان ہے لیکن پھر بھی اس اثنا میں حصول مقصد کیلئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

ـــــ لندن ۱۰ اگست۔ جرمنی کے سیاسی حلقوں میں حیرت انگیز تغیرات کی افواہ ہے۔ جسے کسی قدر یقین سے بیان کیا جاتا ہے کہ کپتان فان پیپن عنقریب ریشتاغ کی چانسلرشپ سے مستعفی ہونے والے ہیں اور ڈاکٹر فان ہوئش کی جگہ پر لندن میں سفارت کے فرائض پر مامور ہوں گے جہاں جنگ عظیم سے پیشتر آپ سفارت میں سکرٹری کے طور رہ چکے ہیں۔

ان تمام تبدیلیوں کا انحصار ریشتاغ کے اجلاس پر ہے۔ جبکہ کابینہ وزارت کی جدید تشکیل عمل میں آئے گی اگر کپتان فان پیپن چانسلرشپ کا عہدہ جنرل فان شلیشر بقول مسٹر ہٹلر حکومت کی آہنی شخصیت کے لئے خالی کر دیں۔ تو ان کے لئے موزوں یہ ہوگا۔ کہ آپ پیرس چلے جائیں کیونکہ آپ کو فرانس کے ساتھ بے حد ہمدردی ہے۔ اور لوزان میں حال ہی میں ایم ہیریٹ سے آپکے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے ہیں۔

ـــــ ڈیرہ دون ۷۔ اگست۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ ریاست الور کے ریونیو کمشنر رائے بہادر نندلال کے لڑکے رامیشور ناتھ نے جنون کے دورہ کی وجہ سے اپنی گردن کاٹ لی ہے۔ اس کی عمر سولہ سال کی ہے کل اس نے غسل خانہ میں گھسکر پینسل تراش چاقو کے ساتھ اپنی گردن کو اڑا ڈالنے کی کوشش کی۔ اور متواتر زخم لگائے غسل خانہ کی نالی سے خون بہتا دیکھکر گھر والوں کو کچھ شبہ ہوا لیکن انہوں نے غسل خانہ کے دروازہ کو اندر سے بند پایا۔ اس پر دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ اور رامیشور کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں اس کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔ شہ رگ بالکل کٹ چکی ہے۔ اور دوسری رگوں کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ اس نے اپنے گھر والوں کے نام ایک خط لکھا ہے۔ کہ میرے اس اقدام کا کوئی دوسرا شخص ذمہ وار نہیں۔ اس واقعہ سے بہت سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔

ـــــ برلن ۷۔ اگست خیال کیا جاتا ہے کہ عنقریب اسلحہ کے استعمال پر زبردست پابندیاں عائد کر دی جائیں گی۔ سرکاری اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فان پیپن نے ۳۱ مئی کو عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اس کے بعد ۳ ماہ میں ۱۳۱ اشخاص ہلاک اور ایک ہزار مجروح ہوئے۔ برلن سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف پرشیا ہی میں ۳۲۲ تصادم ہو چکے ہیں۔ جن میں ۲۰۳ اشتراکیوں ۵۰۷ نازیوں اور ۲۱ جمہوریت پسندوں نے حصہ لیا۔ جرمنی کے طول وعرض میں تشدد اور وحشت انگیزی کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ لیکن انتخابات کے بعد نازیوں کی اشتعال انگیزیاں زیادہ بڑھ رہی ہیں۔

ـــــ نینی تال ۷ اگست صوبہ جات متحدہ کی حکومت کے شعبہ اطلاعات کا ایک اعلان مورخہ ۶ اگست مظہر ہے۔ کہ فرقہ وار تصفیہ کے اعلان کی مستقبل قریب ہی میں توقع کی جاتی ہے! اس تصفیہ میں مختلف اقوام کے حق نیابت اور نشستوں کے استحقاق کے متعلق بھی ذکر ہوگا! اس کے علاوہ اس تصفیہ میں پیچیدہ ذمنی مسائل مثلاً طریق انتخابات پر بھی روشنی ڈالی جائی گی۔ کسی قوم کے مخصوص مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے لئے مخصوص نیابت کا جداگانہ و مشترکہ انتخابات وغیرہ مسائل بھی درج ہونگے۔ مگر سب سے اہم مسئلہ مختلف اقوام کے حق نمائندگی کا ہے۔ جن کو آئندہ دستور اساسی میں مختلف صوبہ جات میں نئے آئین کے مطابق نمائندگی دیجائیگی۔

ـــــ راولپنڈی ۸ اگست کو کوہاٹ ٹل ریلوے پر لائن خراب ہو جانے کی وجہ سے آئندہ نوٹس تک گاڑیوں کی تمام آمدورفت بند کر دی گئی ہے۔ غالباً ۳ روز تک اس لائن پر گاڑی نہ جا سکے گی۔

لکی مروت و بنوں کے درمیان لائن کی مرمت ہو چکی ہے۔ اس لائن پر گاڑیوں کی آمدورفت فوراً شروع ہو جائے گی۔

لکی اور مروت اور مندی کے درمیان لائن ابھی تک درست نہیں ہوئی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۸

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددین کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰	لاہور یوم دوشنبہ مطبوعہ ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ اگست سنہ ۱۹۳۲ء	نمبر ۴۹

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل چندہ کے جوابات

قسط پنجم

ماسٹر عبد القیوم صاحب بی اے۔ بی ٹی۔ آنریری سکرٹری جماعت سیالکوٹ کا خط

سب کمیٹی نے پچھلی اتوار کو اپنی کارروائی شروع کر دی اور آج تک تقریباً ہر ایک ممبر سے ملاقات ہو چکی ہے۔ اور کچھ رقم بھی وصول ہو چکی ہے۔ حاجی ماسٹر محمد اسماعیل صاحب نے ۵۰۰ روپے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ الحمد للہ ایسے مخیر اصحاب جماعت میں موجود ہیں خدا انہیں احسن جزا دے۔ ان کے لئے دعا کی جائے کہ انہیں خدا تندرست رکھے۔ اور کامل صحت بخشے۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب لاہور ۔ آپ نے اپنی کل موعودہ رقم جسے اکتوبر تک دینے کا خیال تھا حضرت امیر ایدہ اللہ کی دوسری اپیل پر یکمشت نقد ۱۲۵ روپے ادا فرمادی ہے

چودھری سلطان علی صاحب جالندھر	آپ نے ۱۰۰ سالم رقم یکمشت ادا فرمادی ہے۔
بابو عبد الرزاق صاحب پنشنر حیدر آباد۔ دکن	۲۵ روپے سالم رقم نقد بھجوادی ہے
مرزا جلال احمد صاحب۔ وانو کمپ	۷۵ 〃 〃 〃 〃 〃
ڈاکٹر عبد الستار خانصاحب۔ وانو کمپ	۳۵ 〃 〃 〃 〃 〃
ماسٹر محمود احمد صاحب۔ مدرس نہرواں	۱۰ 〃 〃 〃 〃 〃
لقیہ چودھری فضل احمد صاحب کوہ مری	۹۰ 〃 〃 〃 〃 〃
لقیہ شیخ عبد الحمید صاحب فورٹ پھلور	۳۰ 〃 〃 〃 〃 〃
عبد العزیز صاحب اینڈ کو بحرین	۸ پہلی قسط منجملہ ۲۵ روپے بھجوا دیے ہیں۔
شیخ محمد حسین صاحب بٹالہ	۲ نقد
سید تصدق حسین صاحب بغداد	۲۵ نقد
محمد حسین موسیٰ خان صاحب پنشنر خیر پور میر	۵ 〃 منجملہ ۲۵ روپے
میاں غلام محمد صاحب جلد ساز لاہور	۷ 〃
سید سکندر شاہ صاحب در ملک کوہاٹ	۵ 〃 سالم رقم نقد
نفیر محمد صاحب احمدی کھچی ہزارہ کا جواب	ہم اپیل کا چندہ وصول کرنے میں مصروف ہیں
بابو حمد الدین صاحب سٹیشن ماسٹر کابل	۱۴۔۷ نقد منجملہ ۲۵۰ روپے

(محمد دین جان افسر تحصیل)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک نہایت ضروری مضمون مولوی ثنا اللہ صاحب کے نئے "نجمت نامہ" کے جواب میں موصول ہوا ہے جو بصورت ٹریکٹ طبع کرایا جا رہا ہے۔ اخبار میں بھی عنقریب شائع ہوگا۔

مولانا صدر الدین صاحب اور ڈاکٹر منصور جرمن ترجمۃ القرآن کے کام میں مصروف ہیں۔ گزشتہ جمعہ مولانا نے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں یہ اعلان کیا کہ آٹھ پارہ تک ترجمہ ختم ہو چکا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

مکرم جناب شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی بعض مشکلات میں مبتلا ہیں۔ جملہ احباب اس بزرگ قوم کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس بڑھاپے میں ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کے ہفتہ وار جلسوں میں تقاریر کا سلسلہ تقریباً تین ماہ سے شروع ہے۔ نوجوانان قوم کو دین فطرت کی طرف رغبت دلانا انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جھنڈے تلے جمع کر کے ان میں اشاعت اسلام کی روح پیدا کرنا اور ہر اس "الباطل" کے خلاف جو دین "الحق" کے مقابل پر آتا ہے۔ ایسا زبردست جہاد کرنا کہ ان الباطل کان زھوقا کا نظارہ سامنے آجائے۔ اس ایسوسی ایشن کے مقاصد خصوصی ہیں۔

پچھلے دنوں برادرم قاضی عبد الرشید صاحب منشی فاضل نے مذہب اور سائنس پر ایک فاضلانہ لیکچر دیا تھا جس نے حاضرین کو بہت محظوظ کیا۔

آئندہ ہفتہ "صداقت مسیح موعود از روئے قرآن کریم" پر تقریر ہوگی۔ جس میں ہمارے مقامی دوستوں کو چاہیے کہ خود شامل ہونے کے علاوہ اپنے غیر احمدی دوستوں کو بھی لانے کی کوشش کریں۔

ارشاداتِ نبوی صلعم

حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب

پابندی عہد اور دیانتداری

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے بنی اسرائیل میں سے کسی دوسرے شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں تو اس نے کہا گواہ لاؤ کہ انکو گواہ رکھ لوں اس نے کہا اللہ کافی گواہ ہے۔ کہا تو ضامن لاؤ کہا اللہ کافی ضامن ہے۔ کہا سچ کہتے ہو۔ تو اس نے ایک مقررہ معیاد کے لئے اشرفیاں دیدیں۔ پھر اس نے سمندر کا سفر کیا اور اپنا کام پورا کیا۔ پھر کشتی کی سواری کی تلاش کی تاکہ اس پر سوار ہو کر صاحب قرض کے پاس اسوقت پہنچ جائے۔ جو اس نے مقرر کیا تھا۔ مگر اسے کشتی نہ ملی تو ایک لکڑی لیکر اسے کریدا اور اس میں ہزار اشرفیاں بھر دیں اور ایک خط بھی اپنی طرف سے اپنے قرضخواہ کی طرف اس میں رکھ دیا، پھر اس کا منہ بند کر دیا۔ پھر اسے سمندر پر لایا۔ اور کہنے لگا۔ اے اللہ تو جانتا ہے۔ کہ میں نے فلاں سے ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا خدا کافی ضامن ہے۔ تو وہ تیرے نام سے راضی ہو گیا۔ اور مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا خدا کافی گواہ ہے۔ تو وہ تیرے نام سے راضی ہو گیا۔ اور میں نے کوشش کی کہ مجھے کشتی ملے تاکہ میں اس کا وہ مال اسے پہنچا دوں۔ مگر نہ ہو سکا۔ میں یہ اشرفیاں تیرے سپرد کرتا ہوں اور اشرفیوں کو سمندر میں پھینکا۔ اور وہ سمندر میں چلی گئیں۔ پھر وہ لوٹا اور وہ اس وقت سواری ڈھونڈ رہا تھا۔ کہ اپنے شہر کو چلا جائے جس نے اسے قرض دیا تھا وہ سمندر پر جاکے دیکھنے لگا کہ شاید کوئی جہاز اس کا مال لایا ہو۔ تو اس کی نظر اس لکڑی پر پڑی جس میں مال تھا۔ اسے لیکر گھر والوں کے لئے ایندھن سمجھکر لایا۔ جب اسے چیرا تو اس میں مال تھا۔ اور خط بھی۔ پھر وہ شخص آیا۔ جسے اس شخص نے قرض دیا تھا۔ وہ ہزار اشرفی لیکر آیا۔ اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں جہاز کی طلب میں کوشش کرتا رہا کہ تجھے تیرا مال پہنچا دوں مگر کوئی جہاز نہیں ملا۔ پہلے اس سے جس میں میں آیا ہوں۔ کہا کیا تو نے کوئی چیز میری طرف بھیجی تھی؟ کہا میں بتائے دیتا ہوں۔ کہ میں نے اس جہاز سے پہلے جس میں آیا ہوں کوئی جہاز نہ پایا۔ تو ایک لکڑی میں اشرفیاں ڈالکے سمندر میں پھینک دیا۔ کہا خدا نے اسے جو تو نے لکڑی میں بھر دیا تھا تیری طرف سے ادا کر دیا ہے۔ تو وہ ہزار اشرفیاں لیکر کامیاب واپس ہوا۔ (بخاری کتاب الکفالۃ)

نوٹ از حضرت امیر:- یہ ایک مثال معلوم ہوتی ہے۔ یہ سمجھانے کے لئے کہ قرضہ کے لین دین میں اگر دیانتداری اور پابندی عہد سے کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ کہ قرضہ دینے والا اور لینے والا دونوں نفع اٹھاتے ہیں۔ اس شخص کی پابندی عہد کمال درجہ کی تھی۔ صرف اسی کی خاطر اس نے ایک ہزار اشرفی اپنی طرف سے گویا سمندر میں پھینک دی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی نیک نیتی کی وجہ سے اسے ضائع ہونے سے بچا لیا۔

مقروض کیساتھ سلوک

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے پاس وفات یافتہ شخص کا جنازہ لایا جاتا تو آپ پوچھتے کیا اس نے اپنے قرض کے لئے مال چھوڑا ہے۔؟ تو آپ سے کہا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کیلئے پورا چھوڑا ہے۔ تو جنازہ پڑھ لیتے۔ نہ مسلمانوں کو حکم دیتے کہ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات دیں تو فرمایا میں مومنوں کا ان کی اپنی جانوں سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ پس جو کوئی مومنوں سے وفات پا جائے اور قرض چھوڑے تو اسکا ادا کرنا مجھ پر ہے۔ اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

(بخاری کتاب الکفالۃ)

نوٹ از حضرت امیر:- یعنی قرض چھوڑے۔ جس کے ادا کرنے کے لئے وہ کوئی جائداد نہ چھوڑے۔ تو وہ میں ادا کرونگا۔ اور یہ بیت المال سے ادا کیا جاتا۔ لیکن اس کے بالمقابل اگر کوئی مالدار وفات پائے تو اسکا مال اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ وہ بیت المال میں نہیں جائیگا۔ اسلامی بادشاہت کا اصل مفہوم تھا۔ کہ لوگوں کی خیر خواہی اپنی جانوں سے بڑھکر ہو۔ جو شخص مقروض ہوتا ہے۔ وہ اپنی جان سے خیر خواہی نہیں کرتا۔ مگر آپ کے پاس جب بیت المال میں روپیہ آنا شروع ہوا۔ تو اس کا قرضہ قومی فنڈ سے ادا کر دیا جاتا کہ اس پر دوسرے کا مال کھا کر مرجانے کیوجہ سے کوئی گرفت نہ ہو۔ بادشاہوں میں شفقت رعایا سے ہو تو بادشاہت ایک رحمت ہے۔ لیکن جو لوگوں کا مال لیکر آپ اڑاتے ہیں۔ وہ دنیا کے لئے عذاب ہیں۔

زراعت کی فضیلت

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا زراعت کرتا ہے۔ پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چارپایہ کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا۔ (کتاب الحرث والمزارعۃ)

نوٹ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اخلاقی و روحانی علم ہی نہ تھے۔ بلکہ انسانوں کی دنیوی بہبودی بھی آپ کے مدنظر تھی۔ زراعت اور درخت لگانے کی فضیلت بیان کرکے زمین کو آباد کرنے اور اس کو مفید بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہاں زراعت کو اس قدر فضیلت دی کہ اس میں سے جو نقصان ہو جائے وہ بھی اس کے لئے صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے کہ کھیتی اور درخت کی حفاظت دوسرے مال کی طرح نہیں ہو سکتی،

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن کریم کا اعجاز اور کمالات

"حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر جو آپ نے کلام الٰہی کے معجزہ ہونے کے متعلق ۲۷ نومبر ۱۹۰۱ء کی صبح کو بوقت سیر فرمائی۔"

کلام الٰہی معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ کا کلام جو اس کے برگزیدہ رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ وہ عظیم الشان اعجاز اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور کوئی شخص تنہا یا دوسروں کی مدد سے اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی صرف ہمت کر دیتا ہے۔ اور اس طرح پر ان کا معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ بار بار مخالفوں کو اس کی مثال لانے کی دعوت اور تحدی کرتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ کے لئے کوئی نہیں اٹھ سکتا۔ قرآن شریف جو اللہ کا کلام ہے۔ کامل معجزہ ہے۔ دوسری کتابوں کی نسبت ہم نہیں دیکھتے کہ ایسی تحدی کی گئی ہو۔ جیسی قرآن شریف نے کی ہے۔ اگرچہ ہم اپنے تجربہ اور قرآن شریف کے معجزہ کی بنا پر یہ ایمان لاتے ہیں۔ کہ خدا کا کلام ہر حال میں معجزہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآن شریف کا اعجاز جس کاملیت اور جامعیت کے ساتھ معجزہ ہے۔ دوسرے کو ہم اس جگہ پر نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ بہت سی وجوہ اور صورتیں اس کے معجزہ ہونے کی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کی مثال لانے پر قادر نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ کلام الٰہی معجزہ نہیں ہو سکتا اور بڑے ہی گستاخ اور دلیر ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے اور دیکھتے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی ساری مخلوق بے مثل اور لانظیر ہے۔ اور پھر اس کے کلام کی نظیر کیسے ہو سکتی ہے؟ ساری دنیا کے مدبر اور صناع ملکر اگر ایک تنکا بنانا چاہیں تو بنا نہیں سکتے۔ پھر خدا کے کلام کا مقابلہ وہ کیسے کر سکتے ہیں؟ محض کلام کے اشتراک یا الفاظ کے اشتراک سے یہ کہدینا کہ کوئی معجزہ نہیں نری حماقت اور اپنی موٹی عقل کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ ان اعلیٰ مدارج اور کمالات پر ہر شخص اطلاع نہیں پا سکتا۔ جو باریک بین نگاہ دیکھ سکتی ہے۔ میرا یہ مذہب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص کلام لعل کی طرح چمکتی ہے۔ لیکن باایں ہمہ قرآن شریف آپ کی خالص کلام سے بالکل الگ اور ممتاز نظر آتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

کلام کے مدارج و مراتب

ہر چیز کے مراتب ہوتے ہیں۔ مثلاً کپڑا ہے۔ تو کھدر۔ ململ۔ اور خاصہ۔ لٹھہ محض کپڑا ہونے کی حیثیت سے تو کپڑا ہی ہیں۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ سفید ہیں بظاہر ایک مساوات رکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ریشم بھی سفید ہوتا ہے۔ لیکن کیا ہر تدبر نہیں جانتا کہ ان سب میں مراتب جدا جدا ہیں اور ان میں فرق پایا جاتا ہے۔ ؎

"گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی"

پس جس طرح پر ہم سب اشیا میں ایک امتیاز اور فرق دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کلام میں بھی۔ مدارج اور مراتب ہوتے ہیں۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جو دوسرے انسانوں کے کلام سے بالاتر اور عظمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک پہلو سے اعجازی حدود تک پہنچتا ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کے کلام کے برابر وہ بھی نہیں، تو پھر اور کوئی کلام کیونکر اس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

یہ تو موٹی اور بدیہی بات ہے۔ کہ جس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن شریف معجزہ ہے۔ لیکن اس کے سوا اور بھی بہت سے وجوہ اعجاز ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا کلام اس قدر خوبیوں کا مجموعہ ہے جو پہلی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے۔ کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں۔ اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں

کلام الٰہی کے نزول کا قاعدہ

کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے۔ کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے۔ اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھکر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے۔ جہانتک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑی ہوئی تھی اور تمام مقامات کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے۔ اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا۔ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے۔ اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۳۲ء	نمبر ۴۹

مسلمانوں کی باہم آویزی

خانہ خدا میں جدال و قتال کے شرمناک مناظر

ڈرو اس وقت سے جو کہ ہے آنیوالا

مسلمان اس وقت جن نازک ترین حالات میں سے گزر رہے ہیں مختلف سیاسی و مذہبی طاقتیں اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ انہیں دبانے اور ان کا نام و نشان مٹانے کے لئے جو سر توڑ کوششیں عمل میں لا رہی ہیں وہ اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان میں باہمی اتفاق و اتحاد پیدا ہو۔ اور ایک دوسرے سے لڑنے کے بجائے قوم کو غیروں کی دستبرد سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ جوں جوں حالات کی نزاکت بڑھتی ہے ویسے ہی مسلمانوں کا باہمی تشتت و افتراق بھی ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور وہ طاقت جو غیروں کے مقابلہ پر صرف ہونی چاہیئے تھی اپنوں کی تذلیل اور سرپھٹول میں ضائع کی جا رہی ہے۔

جامع مسجد دہلی میں مسلمانوں کے بدکرتوت

گزشتہ ہفتہ پے در پے ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ کہ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے حد درجہ شرمناک اور مسلمانوں کے لئے باعث ننگ ہیں۔ سب سے پہلا واقعہ تو جامع مسجد دہلی میں پیش آیا۔ جہاں مسلمانان الور کی حمایت میں ۳۱ جولائی اور ۲ اگست کو جلسے منعقد ہوئے۔ پہلا جلسہ سید غلام بھیک نیرنگ کی صدارت میں ہوا۔ جنھوں نے بقول الجمعیۃ:۔

> مہاجرین کی امداد کے لئے اپیل کی اور بعض دیگر لوگوں نے غیر ذمہ دارانہ تقریریں کیں جلسہ میں سید غلام بھیک نیرنگ پر چاروں طرف سے سوالات کی بوچھاڑ کر دی گئی ۔۔۔۔۔۔۔ ان سوالات کا معقول جواب نہ ملنے پر سخت ابتری و برہمی پھیل گئی اور اسی حالت میں داعیان جلسہ مجمع کو چھوڑ کر تشریف لے گئے۔"

دوسرا جلسہ مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی امیر وفد احرار کی زیر صدارت ہوا جس کے متعلق ایک احراری کا بیان ہے کہ:

> "جامع مسجد میں نام لے لے کر علما اور مسلمان لیڈروں کو ماں بہن کی گالیاں دی گئیں۔ چاقو، اور چھریوں سے حملے کئے گئے۔ لاٹھیاں چلیں، لاتیں، مکے اور جوتے چلے غرض جو کچھ آج تک خانہ خدا میں نہ دیکھا اور نہ سنا تھا وہ سب ان جلسوں میں ان آنکھوں نے دیکھا۔ اور کانوں نے سنا۔ کاش کہ مسلمان یہ منظر سامنے آنے سے پہلے مر جاتے"!

"الجمعیۃ" کا بیان

یہ ان لوگوں کا بیان ہے جن کی طرف سے جلسہ منعقد کیا گیا تھا (یعنے مولانا مظہر الدین شیرکوٹی ایڈیٹر الامان اور ان کے ہمنوا احراری مسلمان) اور وہ اس کی تمام ذمہ داری جمعیۃ العلماء پر عائد کرتے ہیں جس کا جواب اخبار "الجمعیۃ" میں غازی محمد عثمان آزاد نے حسب ذیل دیا ہے:۔

> "میں پوری ذمہ داری کے ساتھ باہر کے مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یکم اگست کے واقعات کی تمام تر ذمہ داری مولانا شیرکوٹی غفرلہ پر عائد ہوتی ہے۔ جو خود شہر کے بدمعاشوں کو سات سات آنے پیسے دیکر اپنے ہمراہ جامع مسجد میں لائے۔ اور جنھوں نے لاٹھیوں اور چاقوؤں سے مسلمانوں کے ایک عظیم الشان مجمع پر حملہ کرایا۔ میں خود صدر جلسہ کے پاس مکبر کے قریب بیٹھا ہوا تقریروں کے نوٹ لے رہا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ "مولانا" شیرکوٹی غفرلہ سیڑھیوں پر مع اپنے بدمعاشوں کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو شراب پی کر آئے ہیں اور نشہ میں مست ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ "مولانا" مظہر الدین کے ساتھ بعد میں جو سلوک کیا اور انہیں زدوکوب کر کے مسجد سے جس طرح بیک بینی و دوگوش ننگے پاؤں اور ننگے سر نکالا گیا وہ کبھی ہرگز نہ ہوتا۔ اگر "مولانا" محض اتحاد و اتفاق ہی کی خاطر اور صرف اسی مقصد ہی پر نظر رکھکر جس کے لئے جلسہ منعقد کیا گیا تھا جامع مسجد کو اپنے کھوئے ہوئے اقتدار و اعتماد کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اکھاڑہ بنانے کا فیصلہ نہ کر لیتے"

یہ کن لوگوں کی تہذیب ہے؟

ان دونوں بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ دہلی کی جامع مسجد کے اندر مسلمانوں نے مسلمانوں کو گندی سے گندی اور فحش سے فحش گالیاں دیں۔ لاٹھیاں، لاتیں اور جوتے ان پر برسائے چاقوؤں اور چھریوں سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ اور مولانا مظہر الدین کو زدوکوب کر کے ننگے سر ننگے پاؤں بیک بینی و دوگوش مسجد سے نکال باہر کیا گیا۔ بلکہ اگر "الجمعیۃ" کے نامہ نگار کی مذکورہ بالا روایت کے تمام اجزا صحیح ہیں۔ تو شراب پی کر مسجد کو اور بھی زیادہ ناپاک کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ حالات جس قدر شرمناک ہیں اس کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ایک دوسرے پر اس کا الزام عائد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ باوجودیکہ ہر دو فریق ان حرکات کو ناجائز سمجھتے ہیں پھر بھی جامع مسجد جیسی پاک اور متبرک جگہ میں ایسی حرکات کا انہوں نے ارتکاب کیا جو کسی جگہ اور کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ کس فریق کی طرف سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں اور کون ان کا حقیقی ذمہ دار ہے۔ لیکن جائے ماتم ہے کہ مسلمان اور مسجد کے اندر وہ حرکات کریں جو پرلے درجہ کے بدقماش لوگوں کا شیوہ ہے!!

آہ! آج مسلمانوں کی قوم اور ان کے بڑے بڑے علما تہذیب و اخلاق سے اس درجہ عاری ہو چکے ہیں کہ بازاری لفنگوں سے بھی گئے گزرے ہو گئے۔ جن کو کم از کم خانۂ خدا کی تقدیس و حرمت کا تو پاس و لحاظ ہوتا ہے۔

امرتسر کی مسجد میں احرار کی فتنہ انگیزی

صرف دہلی میں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ وبا ہر جگہ پھیلتی جا رہی ہے ۱۴ اگست کے "زمیندار" میں امرتسر کے ایک جلسہ کی روئداد شائع ہوئی ہے۔ جو مسجد خیر الدین میں شیخ صادق حسن صاحب ایم ایل اے کے زیر صدارت منعقد ہوا اور جس کا مقصد جہاں تک ریزولیوشنوں سے معلوم ہوتا ہے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کی حمایت قیدیوں کے پسماندگان کی امداد اور مسٹر جناح کے چودہ نکات کی تائید کرنا تھا۔ لیکن مجلس احرار نے غالباً اس خیال سے کہ ۵ اگست کو عیدگاہ امرتسر میں یوم پنجاب کے سلسلہ میں جلسہ منعقد کر کے مسلمانوں کی نمبرداری کا جو ٹھیکہ اس نے حاصل کیا ہے وہ شیخ صادق حسن صاحب نہ چھین لیں۔ عین خانہ خدا کے اندر وہ دھما چوکڑی مچائی کہ الامان و الحفیظ!

چنانچہ خود مجلس احرار کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ:۔

> "پبلک نے کہا کہ آپ اپنی پوزیشن صاف کریں اور یہ بتائیں کہ کیوں آپ اس تاریخی اجتماع (جلسہ عیدگاہ) کے بعد اب ایک نئی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے لگے ہیں۔ تو اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا جب صادق حسن صاحب کھڑے ہوئے تو پبلک نے بغیر کوئی لفظ سننے کے آپ کو بیٹھ جانے پر مجبور کیا۔ جس پر آپ کے حواری فساد پر آمادہ ہو گئے اور اس کے بعد نہایت ہی ناکامی کے ساتھ آپ مسجد سے تشریف لے گئے"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ مجلس احرار نے شیخ صادق حسن کے جلسہ کو ناکام کرنے اور ایک لفظ سنے بغیر انہیں خانہ خدا سے نکالنے میں پوری کامیابی حاصل کی مگر یہ نہیں بتایا گیا

کہ یہ کامیابی جو بجائے خود ایک قابل نفرین حرکت تھی کن شرمناک اعمال و افعال کی رہین منت ہے اس کی تفصیل ایک اور نامہ نگار کے بیان سے معلوم ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ:-

"سٹیج کے بائیں طرف ہنگامہ زیادہ تھا۔ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی اور کھلم کھلا لڑائی شروع ہو گئی۔ سٹی انسپکٹر پولیس اور ڈپٹی انسپکٹر اے ڈویژن نے لڑنے والوں کو زبردستی منتشر کیا جب ذرا امن ہوا تو ایک شخص جس کے ناک اور منہ سے خون بہ رہا تھا صدر جلسہ کے سامنے آ کر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ پھر دوبدو لڑائی شروع ہو گئی اس پر پولیس نے پھر دخل دیا۔ اور فساد بند کرا دیا۔ اس موقع پر دو مسلمان بھی زیر حراست کر لئے گئے اور تھانہ میں پہنچا دئے گئے اس گرفتاری کے بعد کچھ سکون ہوا"

کیا یہ مسلمانوں کے کام ہیں؟

انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ان مسلمانوں کی حالت ہے جنہیں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی کہ مسلمان کی عزت مسلمان کا خون ویسا ہی مقدس اور حرام ہے جیسا بلد امین اور شہر حرام اور یوم حج کی عزت و تقدس تم پر واجب ہے۔ آہ! یہ وہ قوم ہے جس کو اس کی کتاب پاک نے یہ حکم دیا تھا ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ایک مسلمان کے لئے یہ واجب نہیں کہ وہ مسجد کے اندر بے باکی کے ساتھ دندناتا پھرے بلکہ اس پاک گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے اس پر خوف الٰہی طاری ہونا چاہئے لیکن یہ آج ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟ کن لوگوں کا نمونہ پیش کیا جا رہا ہے؟ کیا یہ اس قابل ہے کہ نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کی امت اس پر فخر کر سکے؟

مجلس احرار اور اخلاق اسلامی

افسوس ہے کہ مجلس احرار نے اپنے بلند بانگ دعاوی اور عامۃ المسلمین کی بیش قرار قربانیاں لینے کے باوجود اخلاق فاضلہ کو اس طرح جواب دے رکھا ہے کہ گویا اسلام اور اخلاق ان کے نزدیک دو متضاد چیزیں ہیں۔ بجائے اس کے کہ عوام الناس میں قربانی کا جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ انہیں اخلاق اسلامی کا پورا سبق دیا جاتا ابتدا ہی سے انہیں ایسے راہ پر چلایا گیا ہے کہ ان کے نزدیک مسلمانوں کی عزت و آبرو پر حملہ کرنا اسلام کا سب سے بڑا خلق ہے اس خلق کا مظاہرہ سب سے پہلے اس دن ہوا جب پنجاب میں "اینٹی قادیان ڈے" منایا گیا اور ایک اسلامی جماعت کو بازاروں میں اور بھرے جلسوں میں غلیظ سے غلیظ اور فحش سے فحش گالیاں دی گئیں اور کوئی خدا کا بندہ ایسا پیدا نہ ہوا جو اسلام کے ان نام نہاد علمبرداروں سے اتنا پوچھتا کہ بھئی قادیان والے تو جو کچھ ہیں، ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ ایسی ناپاک گالیاں منہ سے نکالنا اور اس قسم کی شرمناک حرکات کا مرتکب ہونا تمہارے لئے کہاں تک جائز ہے۔ ہم نے اس بارہ میں اسی وقت تفصیل کے ساتھ لکھتے ہوئے خود مجلس احرار کے ہر اس قائد سے جس کو اپنی متانت اور سنجیدگی پر ناز ہے۔ ہر اس شریف مسلمان سے جس کے دل میں اسلام کا ذرا بھی درد اور پاس ہے یہ اپیل کی تھی کہ تم قادیانیوں کو جو دل چاہے خیال کرو اور حضرت مرزا صاحب کو جو جی چاہے سمجھو لیکن خدا کے لئے مسلمان نوجوانوں کو اس بات کی اجازت نہ دو کہ وہ گندے اور غلیظ الفاظ سے اپنی زبانوں کو ناپاک کریں۔ اور اخلاق اسلامی سے مبرا ہو کر بدکلامی اور فحش گوئی کے عادی بن جائیں لیکن افسوس کہ اس وقت اس طرف کوئی توجہ نہ کی گئی اور ہر بڑے اور چھوٹے کے دماغ پر احرار کی قربانیاں ایسی مسلط تھیں کہ ان کے مقابلہ میں ان کی ہر بری سے بری حرکت خاموشی سے گوارا کر لی جاتی تھی آج یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مساجد کے اندر ہر بڑے سے بڑے مسلمان کی پگڑی اتار لینے، اسے ذلیل اور خوار کرنے اور اس کا خون تک مباح قرار دینے سے انہیں دریغ نہیں۔ گر اسی وقت انہیں اس ناواجب طریق عمل سے روکا جاتا تو شاید آج یہ منظر دیکھنے میں نہ آتا۔

غیروں کے بجائے اپنوں کا مقابلہ

یہ وقت تھا کہ مسلمان باہم متحد ہو کر غیروں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاتے۔ آج ان کی موت و حیات کا سوال درپیش ہے اور مخالفین نے ایکا کر لیا ہے کہ جس طرح بھی ہو ان کی اکثریت کو مٹا کر ہندو راج قائم کر دیا جائے۔ تاکہ اس سرزمین میں مسلمان کو عزت کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ نہ ملے حیرت ہے کہ اس کے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے اور اپنے جائز اور واجبی حقوق حاصل کرنے کے لئے ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جانے کے بجائے خود اپنوں ہی کو ذلیل و خوار کرنے اور خانہ خدا کے اندر مسلمانوں کا خون بہانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں تاکہ نمبرداری میں وہ کسی سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

مہاجرین الور کی مہمان نوازی

الور سے ہزارہا مسلمان مصائب و آلام کا تختہ مشق بن کر نکلتے ہیں۔ اور دہلی اور گرد و نواح کے مسلمانوں کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان ستم رسیدہ بھائیوں کو آرام پہنچانے اور ان کی شکایات کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی خود اسی بات پر خانہ خدا کے اندر جنگ ہو جاتی ہے کہ فلاں فریق نے ان کی خدمت کا ذمہ کیوں لے لیا ہمیں کیوں اس کام کا نمبردار نہیں بنایا گیا۔ اور چندوں کی بارش ہماری جمعیت پر کیوں نازل نہیں کی گئی۔ بس اسی وجہ سے ایک دوسرے پر الزام دئے جا رہے ہیں۔ خائن اور بددیانت کے الفاظ بے دریغ اخباروں میں استعمال کئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو الوری ایجنٹ لکھ کر بدنام اور رسوا کیا جاتا ہے۔ کیا کبھی کسی نے دیکھا کہ کسی نے اپنے مہمان کے ساتھ وہ سلوک کیا ہو جیسا کہ مسلمانان دہلی نے مسلمانان الور کے ساتھ کیا ہے؟

نازک ترین صورت حالات اور ضرورت اتحاد

ہم پھر ایک دفعہ اپنے مسلمان بھائیوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ وقت لڑنے اور جھگڑنے کا نہیں۔ یہ وقت نمبرداریوں کے لئے دست و گریبان ہونے کا نہیں، یہ خدمت کا وقت ہے اٹھو اور قوم کے ادنےٰ سپاہی بن کر مسلمانوں کی عزت، مسلمان کی زندگی کی حفاظت کا فرض سرانجام دو۔ اختلاف رائے اگر ہے اگر تمہارا کوئی بھائی کسی اور رستے سے اس کام کو کرنے کا مشورہ دیتا ہے تو حوصلہ اور صبر کے ساتھ اس کی رائے کو سن لو۔ اور اس طریق عمل کو اختیار کرو جس سے مسلمانوں کی زندگی اور عزت قائم رہ سکے۔ دشمن چاروں طرف سے نرغہ کئے ہوئے ہے کہیں کشمیر میں مسلمان کو ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے۔ کہیں الور میں مسلمانوں کے دین کو مٹانے اور ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں اور طرح طرح کے مظالم کا انہیں تختہ مشق بنایا جاتا ہے کبھی گوالیار سے اسلام کو مٹانے کی خبر آ جاتی ہے

اور پنجاب میں جو صورت حالات اس وقت پیدا ہو چکی ہے وہ ہر شخص کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ فرقہ وار نیابت کا فیصلہ آج سے دو دن بعد ہونے والا ہے۔ جو دراصل مسلمانوں کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہوگا۔ کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ اس فیصلہ کے سننے اور اس کے نتائج و عواقب کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپکو تیار کریں؟ کیا یہ ضروری نہیں کہ کم از کم اس نازک وقت میں اپنی قوتوں کو باہم آویزی میں ضائع کر کے دشمن کے لئے خوشی و مسرت اور طاقت و استیلا کا وہ سامان پیدا نہ کریں جو ہمیں موت کے منہ میں پہنچانے کا موجب ہو سکتا ہے؟

یا بایں شوراشوری یا بایں بے نمکی

اخبار سیاست لاہور نے مولانا گرگٹ کے اخبار کی پالیسی کے متعلق دو چٹھیاں شائع کر کے اس بڑے فحش نویس کی قومی خدمات کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔ کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ بتاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ قوم پرست اور گورنمنٹ کی پالیسی کا مخالف ہے۔ اور دوسری طرف جب اپنے اخبار کے دوبارہ اجرا کا معاملہ پیش ہوا۔ تو حکومت کی وفاداری اور ارادت کیشی کے گن شروع کر دئیے گئے ہر دو چٹھیوں کے شائع ہونے پر ۲۶ر جولائی ۳۲ء کے زمیندار میں وکیل کی معرفت مالک سیاست کو نوٹس دیا گیا کہ معافی مانگو ورنہ عدم تعمیل کی صورت میں "میں آپ سے اور مدیر سیاست سے عدالت میں ہرجانہ کا مطالبہ کروں اور آپ دونوں حضرات ان تمام جائز اور متفرق اخراجات کے ذمہ دار ہونگے۔ جو اس سلسلہ میں تاوان اور ہرجانہ کی وصولی کے لئے میرے موکل کو برداشت کرنا پڑیں گے۔"

سیاست کو ان چٹھیوں کے اصلی ہونے کا پورا پورا علم تھا۔ اور مولانا گرگٹ کی گزشتہ سوانح عمری سے واقفیت تھی کہ ایک وقت اس نے شہنشاہ انگلستان کی ان الفاظ میں تعریف کی تھی:-

نظر آئی تری ظل الٰہی شان دونوں کو
برہمن کو صنم خانہ میں مسلم کو اذانوں میں
سلامت قیصرہ کو اور قیصر کو خدا رکھے!
یہی اک نغمہ جاں پرور ہے سب کی زبانوں میں
رہیں ثابت قدم ہم اپنے قیصر کی اطاعت پر
کہ جس سے سرخرو ہم ہو سکیں دونوں جہانوں میں

اور مولانا گرگٹ کی ثابت قدمی کا حال اچھی طرح معلوم تھا کہ جونہی کانگرس کی طرف سے کچھ اندرونی اشارہ ہوا۔ قیصر کی اطاعت کی ثابت قدمی جس پر دونوں جہانوں کی سرخروئی حاصل ہونی تھی چھوڑ دوسری طرف چلے گئے۔ اس لئے سیاست نے جھٹ جواب دیا کہ میں معافی مانگنے سے معذور ہوں البتہ آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ سیاست کے مالک میرے والد محترم ہیں۔ میں نے آپ کا نوٹس ان کو دیدیا ہے وہ اس نوٹس کو قبول کرتے اور آپ کو قانونی چارہ جوئی کی اجازت دیتے ہیں۔ الخ"

ناظرین شاید اس بات کے منتظر ہوں گے کہ زمیندار کے مالکان نے اپنی "ذاتی شہرت کو نقصان" سے بچانے کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا ہوگا لیکن وہ یہ معلوم

تحریک قرضہ برلن کی رفتار

آسودہ حال احباب، عہدیدارانِ انجمن، اور معتمدین انجمن کی توجہ کے قابل

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

تحریک قرضہ برلن غالباً جولائی میں کسی وقت احباب کو پہنچی ہوگی۔ میں نے دفتر سے حساب مانگا تھا تو معلوم ہوا کہ

۳۱ جولائی تک صرف چودہ سو روپے

کی رقم اس تحریک میں موصول ہوئی ہے۔ حالانکہ قریباً [illegible] ۶۰۰ روپے معمولی اخراجات کے علاوہ صرف نئے [illegible] ہی جولائی میں بھیجنا پڑے۔ ویسے بھی ان ایام میں کسی قدر مالی تنگی ہو جایا کرتی ہے ان حالات میں احباب نے جیسا کہ چاہئے تھا روپیہ جلد بھیجنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ پروفیسر محمد عبداللہ صاحب اکتوبر میں واپس آرہے ہیں۔ اور اس سے پیشتر پندرہ ہزار روپیہ اور بھی ان کے ہاتھ میں ہونا چاہئے تاکہ قرضہ ادا ہو جائے اور نو دار دمبلغ اس بوجھ سے ادا ہوکر اپنے کام میں لگ سکے۔ اور علاوہ ازیں اس وقت روپیہ مل جانے سے تین چار ہزار روپے کی بچت بھی ہو جانے کی امید ہے۔ ان وجوہات پر میں نے احباب سے درخواست کی تھی کہ وہ تھوڑی سی قربانی کر کے اپنے اپنے حصہ کا روپیہ بجائے تین ماہ پر پھیلانے کے فوراً بھجوا دیں۔ مگر آخر جولائی تک صرف چودہ سو روپیہ کی رقم کا آنا بتاتا ہے کہ احباب نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

میں اس بات کو دہرانا چاہتا ہوں کہ اس وقت قوم اگر توجہ کرے اور پندرہ ہزار روپے کی رقم فوراً برلن بھجوا دی جائے تو قوم کا تین چار ہزار روپیہ بچ سکتا ہے۔ مجھے جو خطوط اس وقت تک پہنچے ہیں ان میں فرداً فرداً احباب نے

بڑی قربانیوں کا نمونہ

دکھایا ہے اور اپنی بڑی سے بڑی مشکلات کے باوجود تحریک کا روپیہ کسی نہ کسی طرح بھجوا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ بعض احباب نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو رقم دفتر نے ان پر ڈالی ہے وہ ان کی آمد کی نسبت سے بہت زیادہ ہے اور دس تا پندرہ یوم کی آمد کے اصول کو نظرانداز کر دیا گیا ہے بایں وہ مطالبہ کو ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت کو ان کے شامل حال کرے جس طرح انہوں نے خدا کے دین کی نصرت میں اپنے نفس پر تکلیف اٹھا کر اور اپنے حصہ رسدی سے بڑھ کر حصہ لیا ہے واقعی دفتر سے جو مطالبات ہوئے ہیں ان میں کئی ایک احباب کی حالت میں میں نے دیکھا ہے کہ دفتر نے ان کے ذمہ رقم ڈالتے وقت ان کی آمدنی کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ ان کے دل کو دیکھا ہے اور یہ سچ ہے کہ ایک اچھا دل خدا کی نعمتوں میں سے عظیم الشان نعمت ہے اور بہت مال سے بڑی نعمت ہے۔ مثلاً رامپور میں ہمارے

ایک مسکین بھائی

حاجی سعادت علی خاں صاحب ہیں جنہوں نے اپنی عمر کا اندوختہ پانچ پانچ سو روپے کے دو عطیوں کی صورت میں انجمن کی نذر کر دیا ہے۔ اور پانچسو روپیہ کا ایک عطیہ ابھی برلن مسجد کی مرمت کے لئے انہوں نے دیا تھا۔ انہیں بہت ہی قلیل پنشن ملتی ہے۔ مگر دفتر نے ان کے ذمہ سوا سو روپیہ کی رقم پھر ڈال دی ہے مجھے ان کی ہمت پر اور ان کے ایثار پر تعجب آیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ میں اس مطالبہ کو بھی پورا کرنے کی کوشش کرونگا۔ تو جہاں یہ فرداً فرداً مثالیں ایثار کے عظیم الشان نمونے ہیں۔

تین قسم کے احباب

سے میں فوراً کوئی ہمت افزا جواب سننے کی خواہش رکھتا ہوں۔ ان تین قسم کے احباب کی فوری توجہ کے بغیر قوم کا وہ چار یا پانچ ہزار روپیہ نہیں بچ سکتا۔ جس کے متعلق میں پہلے مفصل ذکر کر چکا ہوں

(اول) آسودہ حال اصحاب

ہیں جن کے پاس خدا کا دیا ہوا مال موجود ہے۔ یا جن کی آمدنیاں معقول ہیں۔ اور جنھوں نے اپنے خرچ بھی اپنی حیثیت کے مطابق رکھے ہوئے ہیں۔ احباب کا یہ حصہ اگر توجہ کرے اور اس بات کو مدنظر رکھے کہ جس خدا نے انہیں اپنے فضل سے زیادہ دیا ہے اب اس کے دین کی ضرورت کے لئے ان سے بھی مانگا جاتا ہے تو انجمن کی پیش آمدہ مشکلات فوراً حل ہو جاتی ہیں۔ خدا کی نعمتوں کی عملی شکرگزاری یہی ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی نعمت زیادہ دی ہے اسی قدر زیادہ وہ اس کو خدا کی راہ میں خرچ بھی کرے۔ لیکن اگر کوئی دوست ایسے ہوں کہ وہ اپنے ذمہ کے مطالبہ کو اپنی پندرہ یوم کی آمد سے زیادہ سمجھتے ہوں تو ان کا اختیار ہے کہ وہ اپنے اندازے سے اپنی پندرہ یوم کی آمد بھیجدیں۔ ع

لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست

(دوم) انجمن کے عہدیداروں میں سے

صرف راولپنڈی کی جماعت اور جماعت گوجرانوالہ نے توجہ کی ہے باقی جماعتوں کے ارکین اگر کچھ اپنی جگہ کر بھی رہے ہیں تو مجھے اس کا علم نہیں۔ کامیابی کا زیادہ انحصار صرف دو گروہوں پر ہے ایک آسودہ حال احباب کا طبقہ۔ ایک انجمنوں کے ذمہ دار اراکین۔ انجمنوں کے سکرٹری اور پریزیڈنٹ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ تحریک کو کامیاب کریں۔ اگر وہ سستی سے کام لے رہے ہیں تو ان کی ساری جماعت کی غفلت کا بوجھ ان پر ہے۔

(سوم) تیسرا گروہ معتمدین انجمن کا ہے

کا ہے ان احباب پر قوم نے اعتماد کر کے انہیں اپنا نمائندہ بنایا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ قوم کے بوجھ کو سب باتوں پر مقدم کریں اور اس وقت رقم مطلوبہ کے پورا کرنے کے لئے دیوانہ وار کام کریں۔ باوجود میرے پہلے بھی ان کو خصوصیت سے توجہ دلانے کے بہت تھوڑے معتمدین نے اس تحریک کے کامیاب بنانے میں دلچسپی دکھائی ہے۔ یہ لوگ قوم کے سردار ہیں۔ اور اگر سردار سست ہو جائیں گے تو قوم میں چستی اور مستعدی پیدا نہیں ہو سکتی۔ میں خصوصیت سے ان تین گروہوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں۔ موجودہ بیس ہزار کی چٹی ایک مصیبت کے رنگ میں ہم پر آ پڑی ہے۔ ایک دوست نے ذکر کیا کہ ان کے ایک دوست نے [illegible] اس پر طنز کی کہ تم کو جرمن مشن بہت مہنگا پڑا۔ ان کا جواب تو یہی ہے کہ جرمن مشن اور جرمن کی مسجد بے شبہ ہماری قوم پر بہت بوجھ پڑا۔ لیکن یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس بوجھ کے برداشت کرنے کے قابل بنایا اور ہم نے ان کی طرح مسجد کو فروخت نہیں کیا۔

میں یہ بھی احباب کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس جماعت کو باوجود اس کی قلت کے اور باوجود ان کمزوریوں کے جو ہمیشہ گھر کے اندر والوں کو زیادہ نظر آیا کرتی ہیں۔ خدا کے دین کی اشاعت میں

ایک عظیم الشان مقام

حاصل ہے۔ خدا نے اس کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا ہے۔ دنیا کے قریباً ہر ملک تک اس کی شہرت لگا دی ہے اس کے ذریعے قرآن کریم اور اسلامی تعلیم ۲۰ سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہو کر پہنچ گئی ہے۔ اور ابھی یہ کام پورے زور سے جاری ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ یہ جماعت خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم پر قائم ہے۔ اور اس کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ

حضرت مسیح موعود کے نام لیواؤں کا غالی حصہ

آہستہ آہستہ حق کی طرف آ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری اٹھارہ سال کی کوشش جماعت کے غالی حصہ کی اصلاح کے لئے ناکام نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں کی تکفیر کا عقیدہ اب ان میں بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اور آہستہ آہستہ نابود ہو رہا ہے۔ اور شاید جلد ہی اس کا نام لینے والا بھی کوئی نہ رہے ان کامیابیوں کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسلام اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت میں عطا فرمائی ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی سی کامیابی نہیں۔ اب لے دے کر نبوت پر زور ہے۔ لیکن آپ یاد رکھیں کہ جس دن مسلمانوں کی تکفیر کا عقیدہ گیا اسی دن نبوت کا عقیدہ خود جاتا رہے گا۔ دیوار گر گئی تو چھت کھڑی نہیں رہ سکتی۔

بہرحال یہ وقت ہے کہ ہمارے احباب عقائد صحیحہ کے ساتھ پورے جوش سے کام کریں۔ کیونکہ کامیابی کا انحصار زیادہ تر ہمارے کام پر ہی ہے۔ والسلام

(محمد علی)

مکاتبت

کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے تاکہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو

مسئلہ نبوت اور حضرت مسیح موعودؑ

واقعات سے ادعائے نبوت کے الزام کی غیر مشتبہ تردید

حضرت مسیح موعود کی واضح، صاف اور کھلی تحریرات !

(شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی کے قلم حق رقم سے)

اگر کسی متنازعہ فیہ مسئلہ کا تعلق کسی تاریخی واقعہ کے ساتھ پایا جائے تو اس کے تصفیہ کے لئے لفظی بحث سے پیشتر واقعات کی شہادت پر نگاہ ڈالنی چاہیئے کیونکہ واقعات کی شہادت سے انسان جلد بآسانی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

شیعوں کا خم غدیر

مثلاً شیعوں میں ایک مشہور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں خم غدیر کے مقام پر ڈیرہ فرمایا وہاں پر آیہ کریمہ یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ نازل ہوئی اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہزارہا صحابہ کو جمع فرما کر خطبہ ارشاد فرمایا جس کا مفاد حسب منطوق آیہ مذکورہ یہ ہے کہ آپؐ کے بعد آپؐ کے حقیقی جانشین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ خطبہ فرما چکنے کے بعد حضورؐ نے صحابہ کرام سے حضرت علی کے ہاتھ پر خلیفہ بلا فصل ہونے کے متعلق بیعت لی اور یوں لکھا ہے۔ اول من بایع عمر ثم ابوبکر ثم عثمان ثم طلحہ ثم زبیر وکان یبایعون ثلاثۃ ایام ھوالیہ اس پر اجلہ صحابہ میں سے سب سے اول حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کی خوشی میں حضرت علیؓ کو مبارکباد دی۔

روایت کی تردید واقعات سے

مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو بجائے اس کے کہ صحابہ حسب عہد حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کرتے سب نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔ چونکہ واقعات اس کی تصدیق نہیں کرتے اس لئے یہ روایت قابل اعتبار نہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہزارہا صحابہ نے ایک واقعہ کے متعلق پختہ عہد کئے ہوں حتیٰ کہ بیعت کی گئی ہو۔ عہد منائی گئی ہو۔ آپس میں مبارکبادیں دی گئی ہوں اور وقت آنے پر یہ اقرار حرف غلط کی طرح فراموش کر دیا جائے اس میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی ہتک ہے۔ کہ آپؐ نے ایسے شاگرد پیدا کئے جنھوں نے اپنے اور اپنے مرشد کے عہد و پیمان کا کچھ بھی پاس نہ کیا حق تو یہ تھا کہ فی الواقعہ اگر اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آتا تو خطرناک اختلاف رونما ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے فرمان کے خلاف یہ کارروائی عمل میں آئی تھی۔ اور وہ جماعت جس نے اپنے مال اور جانیں خدا کی راہ میں قربان کردی تھیں۔ کس طرح سب کی سب اپنے اور اپنے ہادی کے فرمودہ کے خلاف آمادہ ہو جاتی۔ اگر بعض نفوس ایسا ارادہ بھی کرتے تو یہ ساری کی ساری جماعت ان کی مخالفت پر اٹھ کھڑی ہوتی اور بس نہ کرتی جب تک مخالفوں کو راہ راست پر نہ لے آتی اگر ایک آدھ شخص کے متعلق یہ بدگمانی ہوتی تو شاید کچھ بات بن جاتی مگر یہاں تو ساری کی ساری جماعت پر ہاتھ صاف کیا جاتا ہے۔ اور آدے کا آدا ہی بگڑا ہوا بتلایا جاتا ہے مگر چونکہ واقعات سے اس کی تائید نہیں ہوتی اس لئے یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود کا دعویٰ مجددیت

اسی قسم کا ایک واقعہ ہمارے زمانہ میں رونما ہوا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے چودھویں صدی کے آغاز پر بموجب حدیث صحیح ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ دعویٰ مجددیت کیا اور ۱۸ سال تک بذریعہ تحریر و تقریر اپنے دعوے کی تبلیغ فرماتے رہے پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی جماعت چھ سال تک بزمانہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم و مغفور اسی دعوے کی نشرو اشاعت میں مصروف رہے۔ اور سب کا اسی پر اجماع رہا کہ حضرت اس صدی کے مجدد اور امام ہیں۔ اور جب مجددین اس امت کے مجددوں میں سے مسیح موعود کی خدمات انجام دینی ہیں۔ وہ آپ ہی ہیں۔

صاحبزادہ صاحب کا ادعا

مگر سال ۱۹۱۴ء میں صاحبزادہ صاحب نے ادعائے خلافت کے ساتھ جہاں اور بہت سے جدید دعاوی کا اعلان فرمایا وہاں نہایت شد و مد کے ساتھ اپنا یہ عقیدہ بھی ظاہر فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کا دعوے مجددیت کا نہیں بلکہ نبوت کا دعویٰ تھا۔ اس پر جماعت دو فریق میں منقسم ہوگئی۔ وہ فریق جس نے حضرت کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا۔ وہ اس بات کا تو قائل ہے کہ ابتداً آپ نے دعویٰ مجددیت کیا۔ مگر وہ ساتھ اس کے یہ فرماتے ہیں کہ دراصل آپ نبی تھے۔ مگر اپنی غلط فہمی کی وجہ سے ۱۹۰۱ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک آپکو اپنا اصلی منصب سمجھ میں نہیں آیا۔

تبدیلی دعوے کا واضح اعلان کوئی نہیں

اور پھر جب ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کا انکشاف ہوا تب بھی آپ نے اس امر کا اعلان کسی واضح تحریر کے ساتھ نہیں فرمایا بلکہ وقتاً فوقتاً اگر کسی سائل نے کوئی مسئلہ پوچھا تو جواب دیتے ہوئے ضمناً اس کا بھی ذکر کردیا۔ فریق ثانی اس پر جرح کرتا ہے۔ کہ فی الواقعہ اگر ۱۹۰۱ء میں عہدہ نبوت کی تفہیم ہوئی تھی تو یہ بڑا عظیم الشان انقلاب تھا۔ کیونکہ پہلے خواہ غلطی سے ہی سہی مگر اپنے آپ کو ایک امتی سمجھتے تھے۔ مگر اب تو امتی سے نبی بن گئے تھے۔ چاہیئے تھا کہ بڑے بڑے جلی حروف کے اشتہار شائع کرتے۔ اور مریدوں یا امتیوں کا سپیشل جلسہ طلب کیا جاتا۔ اور نہایت دھڑلے کے ساتھ نبوت کا اعلان فرماتے اور بعض لوگ ماننے والے اور بعض انکار کرنے والے ہوتے۔ اس طرح یہ فریقہم فی الجنۃ و فریقہم فی النار کا نظارہ بطور یادگار نظر آتا۔ حضرت کی تو عادت تھی کہ کسی واقعہ کے انکشاف ہونے پر خواہ وہ ادنےٰ سے ادنےٰ واقعہ کیوں نہ ہو۔ اشتہار پر اشتہار شائع فرماتے۔ جلسے منعقد فرماتے۔ لیکچروں اور عام گفتگو میں اعلان کرتے اور اسی پر بس نہ ہوتی بھی بلکہ شہروں میں، قصبات اور دیہات میں واعظین خصوصیت سے مامور کئے جاتے اور وہ پبلک میں اس امر کی دھوم مچا دیتے مگر کیا کوئی حلفاً بیان کرسکتا ہے کہ دعویٰ نبوت منکشف ہونے پر یہ سب واقعات پیش آئے تھے۔

اجرائے نبوت کی لاطائل ابحاث

اگر فی الواقعہ اصطلاح اسلام کی رو سے نبیوں کی اصطلاح کی رو سے قرآن اور خدا کی اصطلاح کی رو سے آپ کو اصلی حقیقی اور مستقل نبوۃ کا خلعت عطا ہوا تھا تو پھر یہ معاملہ پردہ خفا میں کیوں رکھا گیا اور کیوں اجرائے نبوت کی وہ لاطائل ابحاث خود مدعی کے زمانہ میں پیدا نہوئیں۔ کیا صدہا آیات قرآن کریم جو اس زمانہ میں اجرائے نبوت کے اثبات کے لئے پیش کی جاتی ہیں آیا مدعی نے بھی اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی تھیں۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو وہ آیات آپ کی کس کتاب میں درج ہیں۔ اگر نہیں پیش فرمائیں تو قصور فہم کی وجہ سے ان کے پیش کرنے سے قاصر رہے یا کسی مصلحت کی وجہ سے ایسا عمل میں نہیں آیا۔ اگر اس میں کچھ مفاد ہو تو ہمیں بھی مطلع فرمایا جائے۔ یا کیا جماعت علم و عرفان میں اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ جو دلائل آپ کا حق تھا کہ پیش کرتے وہ فوت ہو جانے سے ۲۴ سال کے بعد جماعت کی طرف سے اب پیش ہو رہی ہیں۔ ایسا کرنے سے کیا مدعی سست اور گواہ چست والی مثال تو صادق نہیں آتی۔

واقعات کی شہادت

ان حقایق پر ہمارے دوستوں نے کبھی روشنی نہیں ڈالی اور چونکہ یہ امور ان کے مسلک کے خلاف ہیں اس لئے ہمیشہ ان کی طرف سے کوشش ہوگی کہ تاریکی میں ہی رہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ چونکہ اس مقدمہ میں واقعات کی شہادت فریق مخالف یعنے دعویداران نبوت کے ہاتھ میں نہیں ہے اس لئے وہ اس دعوے میں حق بجانب نہیں ہیں۔

الفاظ کا مفہوم

اب واقعات کو چھوڑ کر الفاظ کو لو اور دیکھو کہ یہاں پر بھی کس طرح مصنف کو کھینچ تان کر اپنے عقیدے کے مطابق بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی نسبت نبی اور رسول کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ مگر استعارہ اور مجاز کے طور پر یا لغوی رنگ میں اور رفع التباس کی غرض سے بارہا اس کی نسبت صراحت فرمائی ہے تاکہ غلط فہمی واقعہ نہ ہو پس جب تک مصنف کی طرف سے یہ تحریری نوٹس اور ہدایات موجود ہیں ہر کسی کا کیا حق ہے کہ اس کے خلاف کچھ اور مفہوم پیدا کرے۔ چند حوالجات کا درج کرنا اس جگہ موزوں ہوگا جس سے حضرت کی انتہائی احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔

حقیقی نہیں مجازی نبی

ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر

مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادے کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال نہ کرے کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بناء ہے اگر خدا کے حضور پوچھے جاؤ تو بتاؤ میرے کافر ٹھیرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے۔ بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جسے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آ سکتا ہے اور نہ قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے۔"

(سراج منیر صفحہ ۳)

نبی کے لفظ کا غیر حقیقی استعمال

کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد نبی اور رسول ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ اس میں دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلشانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں۔ جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (ایسے الفاظ نہ اب سے بلکہ سولہ برس سے میرے الہامات میں درج ہیں چنانچہ براہین احمدیہ میں ایسے کئی مخاطبات میری نسبت پاؤ گے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہیں اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔

من قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقت والافترا۔ وترک القرآن واحکام شریعت الغراء وھو کافر کذاب۔

یہ عبارت حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷ کی ہے۔

نبی کے الفاظ استعارہ اور مجاز ہیں

اور پھر اسی کتاب کے حاشیہ صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں:۔
لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جسے نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ اپنے مجازی معنوں کے رو سے ہے۔ جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔

نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں

تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے۔ یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۷)

اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں

یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸)

مجاز نہ کہ حقیقت

ایک حوالہ سب سے آخری کتاب حقیقت الوحی کے آخر پر یعنی تتمہ صفحہ ۶۵ پر اس طرح سے ہے:۔

سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت

ایک خدا ترس انسان خشیۃ اللہ کو مدنظر رکھ کر غور کرے کہ جب مصنف کی طرف سے اس قسم کی واضح ہدایات موجود ہیں تو کسی دوسرے شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ نبی یا رسول کے لفظ استعمال کرنے سے اس کو حقیقی اور اصلی یا مستقل نبی بنا دے۔ حضرت امام نے انہی چند حوالوں پر اکتفا نہیں فرمایا تا ان کو اتفاق پر محمول کیا جاوے۔ بلکہ آپکی عالی دماغی، رفعت شان، اور علمی مرتبہ کا کمال اور انتہا ہے کہ جس جس جگہ ان الفاظ کا اپنی کسی مستقل تصنیف میں استعمال فرمایا ہے۔ تو ساتھ ہی تشریح اور تفصیل فرما دی ہے ع

جو اس پہ بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے

قادر ہے کہ اپنے وعید کو منسوخ کر دے یا تاخیر کر دے باقی رہا تمسخر استہزا تو آپ جیسے علماء اہلحدیث سے اور کس بات کی توقع ہو سکتی ہے جو کچھ برتن میں ہوا کرتا ہے۔ وہی اس سے نکلا کرتا ہے۔ آپ محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیں۔ اور اپنی بیگم لوپالی کو ہی سنبھالیں اور اسے دینی تعلیم اہلحدیث کے سبق دیں۔

جناب نواب محمد جہانگیر میاں والی منگرول کے ایک خط سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ بیگم صاحبہ کے اپریشن کے لئے راجکوٹ تشریف لے گئے ہیں۔ اپریشن تو بفضلہ تعالےٰ بخیر و خوبی انجام پا چکا ہے مگر ہنوز زخم کامل طور پر مندمل نہیں ہوا۔ احباب کرام ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔

میر سیالکوٹی بھی بولے

حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں نکالنے میں اہلحدیث کا قدم سب سے آگے نظر آتا ہے گندے لوگوں کو اپنی ہی گندی فطرت کا نقشہ دوسروں میں بھی نظر آتا ہے۔ ابھی چند ماہ گذرے سیالکوٹ کے ایک شخص "سید محمد شاہ بخاری (مولوی فاضل)" نے "نقاب اٹھنے کے بعد" نام اشتہار میں مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی کی ذیل کے الفاظ میں تعریف کی تھی:۔

مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مذہبی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ سارا پنجاب ان کے علم و فضل کا لوہا مانتا ہے۔ حافظ قرآن خازن حدیث۔ عالم منقول و المعقول بڑے فقیہ بڑے مناظر بڑے محقق بڑے فلیسوف۔ نہایت ذکی۔ نہایت فہیم۔ اعلیٰ درجہ کے مفسر بلند پایہ کے محدث۔ تقریر کے دھنی۔ تحریر کے ماہر۔ بولتے ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ لکھتے ہیں تو قلم توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ بھولی بھالی صورت چہرے سے نور برستا ہے۔ گورے چٹے منہ پر سرخی مائل ریش کیا زیب دیتی ہے۔ منہ پر داڑھی ماتھے پر محراب سر پر دستار فضیلت ہے، بدن پر جبہ پارسائی ہے غرض کیا شان رعنائی ہے۔ پیری میں بھی شباب کا عالم ہے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مینگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

یہ تو حضرت میر صاحب قبلہ کے ظاہری اوصاف ہیں ان کے علاوہ ایک باطنی خوبی بھی ہے جس سے اہالیان سیالکوٹ تو کسی حد تک واقف ہو چکے ہیں۔ مگر بیرونجات کے لوگ عموماً بے خبر ہیں۔ اور وہ ان کی حسن پرستی اور عاشق مزاجی ہے مولوی صاحب کو قدرت نے عجیب رنگیلی طبیعت عطا کی ہے جس کی بدولت آپ باوجود پیری کے دل جوان رکھتے ہیں۔ اور اس شعر کے مصداق ہیں۔

ازل سے حسن پرستی لکھی تھی قسمت میں
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا

مولوی صاحب اس عاشقانہ طبع اور درد آشنا دل کے ہاتھوں بہت مجبور ہیں۔ اور اس کی بے اختیارانہ حرکات سے اکثر رسوا ہو چکے ہیں چنانچہ تین چار دفعہ ان پر صنف نازک کیساتھ اقدام مجرمانہ کے الزام عائد ہو چکے ہیں۔ اب قریباً ایک سال سے مولوی صاحب کی نگہ انتخاب نے پچپن سال کی عمر میں ۱۸۔۲۰ سال کی ایک پری چہرہ نازنین کو چنا ہے۔ جوان کی ہوس ناکیوں کا محل بنی ہوئی ہے۔"
اس سے آگے اس لڑکی کا نام و دیگر حالات مفصل درج ہیں اس اشتہار کا سیالکوٹ کے بازاروں میں لگنا تھا۔ کہ مولانا صاحب کنج خاموشی میں گھس گئے۔ اب دیکھا کہ لوگ اس بات کو بھول بھال گئے ہونگے۔ آپ پھر باہر نکلے ہیں۔ اور سلسلہ احمدیہ پر اعتراض کے لئے وہی موضوع پسند کیا ہے جس کی طرف آپ کو فطرتی رغبت ہے۔ چنانچہ ۱۲۔ اگست ۱۹۳۲ء کے اہلحدیث میں مضمون "مرزا صاحب قادیانی کا مبلغ علم بضمن نکاح محترمہ محمدی بیگم" میں اپنی قرآن۔ حدیث اور قواعد دانی پر ٹرا زور دیا ہے۔ لیکن میر صاحب کو اتنا معلوم نہیں۔ کہ آیات اللہ کی تبلیغ ملا لوگوں کی مرضی کے مطابق نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اپنے ارادہ کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ مثلاً یونسؑ کی قوم کے عذاب کو خدا نے ٹال دیا۔ گویا اپنی سابقہ تقدیر جو ایک پیغمبر کے ذریعہ سے بتائی گئی تھی منسوخ کر دیا۔ مفصل کے لئے دیکھو تفسیر نواب صدیق حسن خانصاحب۔ یا تو اپنا یہ عقیدہ رکھو جیسا آریہ لوگوں کا ہے کہ خدائے تعالیٰ مجبور ہے۔ کہ جو کچھ قوانین قدرت ہیں ان کے خلاف نہیں کر سکتا اور اگر کر سکتا ہے۔ تو وہ اس بات پر بھی

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۰	لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء	نمبر ۵۰

فرقہ وار فیصلے کے متعلق وزیر اعظم برطانیہ کا بیان

اقوام ہند تصفیہ میں ناکام رہ گئیں تو ہم فیصلہ پر مجبور ہوئے

وزیر اعظم انگلستان نے فرقہ وار حقوق کے فیصلے کے ساتھ ہی اپنی طرف سے مندرجہ ذیل بیان شائع کیا ہے:-

نہ صرف وزیر اعظم کی حیثیت سے بلکہ ہندوستان کے ایک دوست کی حیثیت سے جس نے گزشتہ دو سال کے دوران میں اقلیتوں کے مسئلہ میں خاص دلچسپی لی ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حکومت نے آج فرقہ وار نیابت کے متعلق جو نہایت اہم فیصلہ کیا ہے اس کے متعلق چند تصریحات عرض کر دوں

ہمیں کبھی ہندوستان کے فرقہ وار اختلافات میں مداخلت کرنے کی خواہش نہیں ہوئی۔ ہم نے گول میز کانفرنس کے دونوں اجلاسوں میں یہ امر بالکل واضح کر دیا تھا اور ہم نے انتہائی کوشش کی تھی کہ ہندوستانی اس مسئلہ کا آپس ہی میں فیصلہ کر لیں۔ ہم نے اول ہی سے محسوس کر لیا تھا کہ یہ فیصلہ جو ہم صادر کر رہے ہیں اس پر ہر قوم خالصۃً اپنے پورے مطالبات کے پیش نظر نکتہ چینی کرے گی لیکن ہمیں یقین ہے کہ بالآخر ہندوستان کی ضروریات کی مصلحتیں غالب آ جائیں گی اور تمام قومیں محسوس کرینگی کہ انہیں اس جدید آئین کو چلانے میں باہم تعاون و اشتراک سے کام بنا بے حد ضروری ہے جس کے ماتحت ہندوستان برطانوی اتحاد اقوام میں ایک نیا درجہ حاصل کرنے والا ہے۔

وعدوں کا ایفا

ہمارا فرض واضح تھا، قومیں آپس میں کوئی تصفیہ کرنے میں ناکام رہ گئیں۔ اور ان کی ناکامی نے آئینی ارتقا کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ حائل کر دی ایسی حالت میں حکومت کا فرض تھا کہ حرکت میں آتی لہذا ان وعدوں کے مطابق جو میں نے گول میز کانفرنس

میں نمائندہ ہندوستانیوں کی پے در پے استدعاؤں کے جواب میں اور برطانوی پارلیمنٹ میں اپنے بیان کے مطابق کر رکھے تھے آج حکومت صوبجاتی کونسلوں کی نیابت کے متعلق ایک سکیم شائع کر رہی ہے جسے وہ مناسب وقت کے اندر اندر پارلیمنٹ میں پیش کر دے گی بشرطیکہ اس دوران میں قومیں باہم گفتگو کر کے کوئی بہتر سکیم تیار نہ کر لیں۔

باہمی تصفیہ قبول کر لیا جائیگا

ہم بے انتہا خوش ہوں گے اگر مجوزہ مسودہ قانون کے پاس ہو جانے کے قبل قومیں آپس میں کوئی تصفیہ کر لیں۔ لیکن گزشتہ تجربہ سے حکومت کو یقین ہو چکا ہے کہ مزید گفت و شنید کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا اور حکومت کسی گفت و شنید میں شریک نہیں ہو سکتی۔ تاہم حکومت اس امر پر بالکل آمادہ ہے۔ کہ تمام اقوام متعلقہ ایک یا ایک سے زیادہ صوبوں یا کل برطانوی ہند کے متعلق متفقہ و متحدہ طور پر کوئی فیصلہ کر لیں۔ حکومت اپنے فیصلہ کے بجائے اس فیصلہ کو پارلیمنٹ میں پیش کر دے گی۔

اقلیتوں کا تحفظ اور جداگانہ انتخاب

حکومت کے فیصلے کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کے لئے ان حالات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن میں یہ فیصلہ صادر کیا جا رہا ہے گزشتہ کئی سال سے جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کو اقلیتوں نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے لازمی اور ناگزیر سمجھا ہے۔ اسی وجہ سے آئینی ارتقا کے تمام گزشتہ مدارج میں جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب رائج رہے ہیں۔ حکومت کے نزدیک مخلوط انتخاب کا کوئی یکساں نظام خواہ کتنا ہی قابل ترجیح ہوتا لیکن اس کے لئے ان تحفظات کو منسوخ

(باقی برصفحہ ۸)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بخیریت اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

مولانا صدر الدین صاحب اور ملک محمد امین صاحب ایڈووکیٹ نے اپنی رہائش بیڈن روڈ سے کوٹھی ۳۲ بیگم روڈ لاہور میں تبدیل کر لی ہے۔ خط و کتابت کرنے والے احباب مطلع رہیں۔

قرضہ جرمنی کی تحریک میں جن احباب اب تک حصہ نہیں لیا یا پوری رقم ادا نہیں کی ان کو فوراً اس طرف متوجہ ہو کر اپنی قومی بیداری اور دینی محبت کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اس کے بغیر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا نہیں ہو سکتا۔

انتقال پُرملال

ہمارے مکرم بھائی اور جماعت راولپنڈی کے صدر جناب شیخ فضل کریم صاحب ٹھیکیدار کا ایک تازہ ترین مکتوب اس غم ناک خبر کو لیکر وارد ہوا ہے۔ کہ ان کا چھوٹا بھائی محمد سعید ۲۲ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رحلت کر گیا۔ شیخ صاحب مکرم لکھتے ہیں کہ دو ماہ کا عرصہ ہوا۔ مرحوم کا جسم آگ سے جل گیا تھا۔ جس سے چند یوم ہوئے بالکل شفا حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن بعض دوسری بیماریوں نے یکدم حملہ کر دیا۔ جن سے جانبر نہ ہو سکا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں مرحوم کی اس جوانی کی موت پر دلی افسوس ہے۔ اور اپنے معزز بھائی شیخ فضل کریم صاحب سے اس صدمہ میں ہم دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور شیخ صاحب مکرم اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ احباب سے مرحوم کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۲ | مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۰

فرقہ وار حقوق کا فیصلہ

پنجاب و بنگال میں مسلمانوں کی آئینی اکثریت کا خاتمہ

صوبہ جاتی حکومتوں میں فرقہ وارانہ حقوق کے متعلق برطانیہ کی طرف سے جو فیصلہ کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ تفصیل کیساتھ درج ہے اس فیصلہ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ جہاں ہندوؤں کو تمام ان صوبہ جات میں جن میں ان کی اکثریت تھی۔ اکثریت ہی کے حقوق دیئے گئے ہیں۔ وہاں مسلمانوں کو پنجاب و بنگال میں ان کی اکثریت کے باوجود آئینی لحاظ سے نمایاں اقلیت میں رکھا گیا ہے

پنجاب کے اسلامی حقوق

پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی ۵۶ فیصدی ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے حق سے بہت نیچے اتر کر صرف ۵۱ فیصدی کا مطالبہ کیا۔ باوجود اس کے آئینی طور پر جو کچھ دیا گیا ہے وہ ۵۰ فیصدی سے بھی کم ہے یعنی پنجاب کی کل ۱۶۵ نشستوں میں سے جو جداگانہ انتخاب سے تعلق رکھتی ہیں۔ ۸۶ مسلمانوں اور ۷۹ غیر مسلموں کے لئے مخصوص ہونگی۔ گویا آئینی طور پر مسلمانوں کو ۱۴، ۴۹ فیصدی نیابت کے حقوق دیئے گئے ہیں ان کے علاوہ دس نشستیں جو تجارت، زمیندار، یونیورسٹی اور مزدوروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ مخلوط انتخاب سے پر ہونگی۔ چونکہ مندرجہ بالا تناسب میں مسلمانوں کی اکثریت کو آئینی طور پر کند چھری کے ساتھ ذبح کر دیا گیا۔ اس لئے ان دس نشستوں میں سے تین ان کے لئے مخصوص کرکے ان کی اشک شوئی کر دی گئی ہے۔ یعنی ان میں سے ایک نشست تمنداروں کے لئے خاص ہوگی۔ جو لازماً مسلمان ہیں۔ اور زمینداروں کی پانچ نشستوں میں سے دو مسلمانوں کو مل جائینگی۔ ان تین نشستوں کو ملاکر مسلمانوں کا تناسب بمشکل ۵۱ فیصدی تک پہنچ جاتا ہے۔ یعنی ۵۶ فیصدی آبادی رکھنے والوں کو پورا اکیاون فیصدی بھی نہیں دیا گیا۔ اور صرف تین زائد نشستوں سے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر پنجاب میں مسلمان تمنداروں کی آبادی نہ ہوتی یا زمینداری میں مسلمانوں کا حصہ نہ ہوتا تو یہ تین نشستیں بھی انہیں نہ مل سکتیں اور اسلامی اکثریت کا عملاً جنازہ پڑھ دیا جاتا۔

سکھ اور مسلمان

اس کے بالمقابل سکھوں کی آبادی پنجاب میں ۱۱ فیصدی ہے لیکن ان کے شور و غوغا کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ۱۸، ۱۸ فیصدی نیابت انہیں دے دی گئی ہے مخلوط انتخاب کی نشستوں میں سے اگر وہ کچھ حاصل کر سکیں تو وہ اس کے علاوہ ہے۔ یہ نتیجہ ہے پروپیگنڈا اور چیخ و پکار کا۔ یہ نتیجہ ہے۔ اس دوکاندارانہ طریق گفتگو کا جو زمانہ حال کی سیاست کا ایک نہایت اہم پہلو ہے اور جس سے مسلمان ہمیشہ علیحدہ اور مجتنب رہے ہیں۔ اگر مسلمان بھی اسی طریق کو اختیار کرتے جو سکھوں اور ہندوؤں نے کیا ہے اور وسیع پروپیگنڈا اور چیخ و پکار سے کام لیتے ہوئے اپنے حق سے زیادہ کا مطالبہ کرتے اور پورے اتحاد اور قوت کیساتھ اس پر جمے رہتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ انہیں کم از کم ۵۴ یا ۵۳ فیصدی حق نیابت نہ مل جاتا لیکن جس قوم نے شروع ہی سے اکیاون فیصدی کا مطالبہ کیا۔ اس کو اس برائے نام اکثریت کے سوائے اور کیا مل سکتا تھا۔

بنگال کی اکثریت کا خاتمہ

یہ تو پنجاب کا حال ہے۔ اب مسلمانوں کے دوسرے بڑے صوبہ بنگال کو دیکھئے جس میں مسلمانوں کی آبادی پونے تین کروڑ ہے۔ یعنی برطانوی ہند کی نصف اسلامی آبادی کے برابر۔ لیکن اس اہم اکثریت کو جو بنگال میں مسلمانوں کی پائی جاتی ہے صرف ۴۸، ۴۸ فیصدی نیابت کا حق دیکر نہایت بری طرح سے پامال کر دیا گیا ہے۔ گویا یوں کہیئے کہ اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ کسقدر افسوسناک طرز عمل ہے۔ کسقدر غیر منصفانہ فیصلہ ہے۔ اس فیصلہ کے ہوتے ہوئے ایک منصف مزاج انسان کس طرح یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کا آئندہ دستور مسلمانوں کے حق میں کسی طرح بھی مفید ثابت ہوگا۔ ہندوستان کے نو صوبوں میں سے چھ پہلے ہی ایسے موجود ہیں جن میں ہندوؤں کو غالب اکثریت حاصل ہے۔ اور زیر نظر فیصلہ میں ان کی اکثریت کو بحال رکھا گیا ہے صرف تین صوبے پنجاب۔ بنگال۔ اور سرحد مسلمانوں کی اکثریت سے مالا مال ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے بھی بنگال کو کوئی حق اکثریت نہیں دیا گیا۔ اور پنجاب کو جو حق دیا گیا ہے اسے آئینی نہیں کہا جا سکتا۔ لے دیکر صرف صوبہ سرحد میں مسلمانوں کی اکثریت باقی رہ جاتی ہے۔ اور اگر صوبہ سندھ بمبئی سے الگ کر دیا جائے۔ (جو افسوس ہے کہ ابھی تک وعدہ وعید کی ہی فضا میں لٹک رہا ہے) تو وہاں بھی مسلمانوں کو اکثریت کے حقوق حاصل ہونگے لیکن ظاہر ہے کہ تمام ہندوستان کے مقابلہ میں یہ ایک دو صوبے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

ہندوؤں کی بے چینی

لیکن اسلامی حقوق کی اس کھلی پامالی کے باوجود ہمارے ہندو معاصرین کو ابھی تک رنج ہے کہ مسلمانوں کو پنجاب میں اکیاون فیصدی نیابت کیوں دی گئی ہے چنانچہ "پرتاپ" لکھتا ہے کہ:

دنیا بھر کے مہذب ممالک کی کانسٹی ٹیوشن میں تو اقلیتوں کے حقوق محفوظ کئے گئے ہیں مگر ہندوستان کی کانسٹی ٹیوشن میں جو برٹش گورنمنٹ نے کمال مہربانی سے اس کے لئے تیار کی ہے۔ اکثریتوں کے حقوق محفوظ کئے گئے ہیں تاکہ اقلیتیں ان پر چھاپہ نہ ماریں۔ نہرو رپورٹ نے اس غلط اصول کو تسلیم نہ کیا۔ سائمن رپورٹ نے اسے رد کر دیا۔ سائمن کمیشن کی پنجاب پراونشل کمیٹی جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی پنجاب کے مسلمانوں کو ½ ۵۰ فیصدی سے زیادہ پیش نہ کر سکی لیکن گورنمنٹ پر ان کی خدمات کا یہ اثر ہے۔ کہ اس نے انہیں اکیاون فیصدی نیابت دی ہے۔

کہتے ہیں۔ ہندو بہت بڑی حساب داں قوم ہے۔ اور "پرتاپ" تو آئے دن مسلمانوں کو ان کی حسابی کمزوری کے طعنے دیا کرتا ہے۔ لیکن حیرت و استعجاب کا مقام ہے۔ کہ فرقہ وار حقوق کا تناسب قائم کرتے ہوئے تمام ہندو اخبارات نے مسلمانوں کو اکیاون فیصدی کا نیابت ملنے کا اعلان کیا ہے اور یہی پرتاپ کے مندرجہ بالا فقرات سے ظاہر ہے۔ حالانکہ ۱۷۵ نشستوں میں سے ۸۹ کا تناسب اکیاون فیصدی ہرگز نہیں۔ بلکہ قریباً ½ ۵۰ فیصدی ہی بنتا ہے جس کی سفارش سائمن کمیشن کی پنجاب پراونشل کمیٹی نے کی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ اکثریت کے حقوق کی حفاظت نہیں۔ بلکہ اقلیتوں ہی کی حفاظت کی گئی ہے کہ ان کو ان کے ... حق سے بڑھکر دیا گیا۔ اور اکثریت کی طاقت کو بہت کم کر دیا گیا ہے۔ اکثریت کی حفاظت تب ہوتی کہ اس کے جائز حق سے بڑھکر اسے دیا جاتا لیکن یہاں تو جائز حق سے بھی بہت کم دیا گیا ہے اس لئے اقلیتوں علی الخصوص ہندوؤں اور سکھوں کی اقلیتوں کے لئے جن کو ان کے جائز حق سے بہت بڑھکر دیا گیا ہے۔ تشویش کی کوئی وجہ نہیں۔

بنگال میں مسلمانوں کی نیابت کا ذکر کرتے ہوئے پرتاپ لکھتا ہے:

"بنگال میں مسلمانوں کی نیابت ۴۸ فیصدی سے کچھ اوپر رہیگی ہندوؤں کی ۳۹ فیصدی ہوگی۔ گویا گورنمنٹ کے اس فیصلہ نے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ایک مستقل خلیج پیدا کر دی ہے"

ہم حیران ہیں کہ اس ذہنیت کا کیا علاج کیا جائے جو بنگال کی اہم اسلامی اکثریت کے اقلیت میں تبدیل ہو جانے کے باوجود کسی طرح اطمینان کا سانس لینے پر راضی نہیں کیا اس کا یہ منشا ہے کہ ہندوؤں کو وہاں بھی مسلمانوں سے بڑھکر نیابت دیدیجاتی کیا ہندو اور مسلمانوں کے درمیان سے مستقل خلیج اس وقت دور ہو سکتی تھی۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت کو فنا کرنے کے ساتھ ہندوؤں کو اکثریت کا حق دیدیا جاتا۔ ؟ قابل غور امر ہے کہ جو قوم دوسروں کے جائز حق لیکر بھی خوش نہیں ہوتی وہ کہاں تک ملک کے امن و امان کی حامی ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کو کہاں تک فائدہ کی امید ہو سکتی ہے۔

فساد کی ترغیب

"پرتاپ" نے اس مضمون کو جن فقرات پر ختم کیا ہے وہ اور بھی زیادہ افسوسناک ہیں لکھا ہے:

"اس بدقسمت ملک کے نصیبوں میں امن نہیں لکھا۔ کانگریس تو پولیٹیکل طور پر اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کریگی۔ ہندو اور سکھ فرقہ وارانہ حیثیت میں ہندو سے تو مجھے کچھ امید نہیں، ہاں خالصہ ہے میں نہیں کہہ سکتا۔ وہ گورنمنٹ پر کتنا دباؤ ڈال سکے گا۔ ہندو اور سکھ اپنی بات منوا سکیں یا نہ بے چینی تو قائم رہے گی"

یہیں تک نہیں وہ سکھوں کو مخاطب کرکے لکھتا ہے کہ

"آپ کے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت بے انصافی ہوئی ہے، مجھے آپ سے اس بے انصافی میں دلی ہمدردی ہے

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ نے جو حلف لیا ہوا ہے آپ اس پر قائم رہینگے۔ اس فیصلہ کے خلاف آپ کی طرف سے زوردار پروٹسٹ ہوگا۔ اتنا زبردست کہ گورنمنٹ کو مجبور ہو کر اپنا فیصلہ بدلنا پڑے۔۔ آپ کی روایات بہت شاندار ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان پر قائم رہیں گے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ "پرتاب" ہندوؤں اور سکھوں کو کس بات پر آمادہ کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ ہندوؤں اور سکھوں کی آواز ہے۔ جو پرتاب کے منہ سے نکلی ہے۔ پنجابی میں ایک ضرب المثل ہے "اونٹ نہ کودے بورے کودے" بولنا چاہیئے تھا مسلمانوں کو جن کے جائز حقوق کو سلب کیا گیا۔ جن کی آئینی اکثریت پنجاب اور بنگال میں چھین لی گئی۔ لیکن بولتے کون ہیں؟ ہندو اور سکھ۔ جن کو ان کے حق سے زائد مل چکا ہے۔ کیا گیارہ فیصدی سکھ آبادی کو ۱۸ فیصدی سے زائد نیابت کا ملنا کافی سے زیادہ نہیں پھر کس بات پر "پرتاب" خالصہ کو گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنے اور ہندوؤں اور سکھوں کو اپنی بات منوانے کی ترغیب دینا اور بے چینی پیدا کرنے کیلئے اکساتا ہے؟۔

مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے کی کوشش

ہم صاف کہدینا چاہتے ہیں کہ یہ بے چینی جس کی "پرتاب" نے ہندوؤں اور سکھوں کو ترغیب دلائی ہے کسی طرح مسلمانوں کو مرعوب نہیں کر سکتی حکومت نے تو صاف اعلان کر دیا ہے۔ کہ۔

"وہ آئندہ ایسی گفت و شنید میں شریک نہ ہوگی جس سے اس تصفیہ پر نظر ثانی مقصود ہو۔ اور کسی ایسی عرضداشت پر غور کرنے کیلئے تیار نہ ہوگی جس کی غرض اس تصفیہ میں تغیر و تبدل کرانا ہو اور جس کیساتھ تمام متعلقہ پارٹیوں کی تائید نہ ہو۔"

اس لئے اس پر دباؤ ڈالنے کا خیال تو بے سود ہے۔ ہاں اس بے چینی کا آماجگاہ مسلمانوں کو بنایا جا سکتا ہے۔ تاکہ متعلقہ پارٹیوں کی تائید کی شرط پورا کرنے کیلئے کسی نئے سمجھوتے پر انہیں آمادہ کیا جا سکے لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسلمان پہلے ہی کافی نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اس لئے جس قدر مل چکا ہے۔ اس سے کم لینے پر وہ کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے

مسلمانوں سے فائدہ اٹھانیکی راہ

اب اگر کسی سمجھوتہ کی ضرورت ہے۔ تو وہ یہی ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کا جائز حق دلا کر ملک میں امن و امان کی فضا پیدا کی جائے فرقہ وار نیابت اور جداگانہ انتخاب کی خواہش اگر مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوئی تو اس کے ذمہ دار ہندو ہیں جنہوں نے ہر موقعہ اور ہر جگہ پر اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹانے اور اس کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی آج ہندو قوم اپنی تنگدلی کو دور کر کے مسلمانوں کے ساتھ شیر و شکر ہو جائے اور پنجاب اور بنگال میں ان کے جائز حقوق کو تسلیم کرلے اور اس قسم کی رواداری نہ ذہنیت کا اظہار اس کی طرف سے آئندہ چند سالوں میں ہوتا رہے۔ مسلمانوں کے بزرگوں اور مذہب پر ناپاک حملوں کے بجائے ان کی عزت و تقدیس کرنا وہ اپنا فرض سمجھیں تو یقیناً یہ ہندوستان کی خوش قسمتی کا موجب ہوگا۔ اور چند سالوں میں اس کی کایا پلٹ جائیگی اور اسوقت باہمی اعتبار و اعتماد پیدا ہو کر قومیت متحدہ کا شاندار محل مخلوط انتخاب سے تعمیر ہونے میں بھی دیر نہ لگے گی۔

مسلم راج اور ہندو

ہندوؤں کو یہ خیال ہے۔ کہ مسلمانوں کو اکثریت ملنے سے پنجاب میں مسلم راج قائم ہو جائیگا۔ اور یہ ہندوؤں کیلئے باعث نقصان ہوگا۔ اس خیال کی تائید میں وہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے بھی فرضی افسانوں کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن حیرانی کی بات ہے۔ کہ وہ قوم جو خود اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے۔ کہ ہندوستان میں ہندو مسلم نفاق کی خلیج بعض اغراض کیوجہ سے پیدا کی گئی جو خود ان کو بارہا دوہرا چکی ہے۔ کہ تاریخ ہند جعلی اور صحیح واقعات پیش کرنے کے بجائے فرقہ وارانہ جذبات کو اکسانے کیلئے لکھی گئی ہے۔ جس قوم کے سامنے دہلی اور آگرہ میں ہندوؤں کی اکثریت شاہان مغلیہ کی بے تعصبی کا پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے ہاں آج صوبہ سرحد اور اس سے بڑھکر افغانستان میں ہندوؤں کی آزادی اور ان کی با امن زندگی اور ذمہ دار عہدوں پر تقرر اس بات کی کھلی شہادت ہے۔ کہ مسلمان پوری طاقت و قوت رکھنے کے باوجود کبھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ ماتحت اقلیتوں کو کسی قسم کا دکھ اور تکلیف پہنچائے۔ بلکہ ان کے ساتھ سچی رواداری اور حسن سلوک اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہے۔ اس کو یہ وہم کیونکر پیدا ہو گیا ہے۔ کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو اکثریت ملنا ہندوؤں کیلئے تکلیف کا موجب ہوگا۔ اگر نادر شاہ غازی کے عہد حکومت میں افغانستان جیسے اسلامی ملک کے اندر ہندو ذمہ دار عہدوں پر متقرر رہ سکتے ہیں اگر کیپٹن سکندر حیات خان کے عہد گورنری میں ہندو با امن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ تو یقیناً پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہونا ہندوؤں کیلئے کس طرح تکلیف اور تشویش کا موجب ہوگا۔ بلکہ ان کے لئے زیادہ مفید زیادہ آرام دہ اور باعث امن ہوگا کیونکہ مسلمان اپنے روایتی اخلاق کے لحاظ سے طاقت کی حالت میں زیادہ بردبار اور زیادہ مخیر واقع ہوا ہے اور اگر اس کی جائز طاقت کو چھین کر اسے کمزور کرنے کی کوشش کیجاوے۔ تو وہ اتنا ہی زیادہ مصیبت اور تکلیف کا موجب ہو جاتا ہے۔ پس ہندوؤں کے لئے آج موقعہ ہے کہ مسلمانوں کی جائز اکثریت کو قبول کر کے ان کی رواداری اور وسعت اخلاق سے فائدہ اٹھائیں۔ بہ نسبت اسکے کہ "بے چینی" کی صدائیں بلند کر کے اس بدقسمت ملک کے مصائب میں اور زیادہ اضافہ کیا جائے کیا ہمارے ہندو بھائی اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرینگے۔؟

ہندو سکھ اور مسلمان لیڈروں کے خیالات

مندرجہ بالا افتتاحیہ کے لکھے جانے کے بعد سکھ رہنماؤں کا ایک مشترکہ بیان شائع ہوا ہے جس پر سوچیت سنگھ، سر سندر سنگھ مجیٹھیہ سردار سنت سنگھ، بھگت جسونت سنگھ گیانی کرتار سنگھ کے دستخط ہیں اس بیان میں برطانوی حکومت کے عدل و انصاف کے متعلق سکھوں کا یقین متزلزل ہو جانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کی نام نہاد اکثریت کو بہت تشویش کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔ اور صرف لکھا ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کے حق سے زائد دیا گیا ہے۔ اور سکھوں کو کوئی زائد از استحقاق نشست نہیں دی گئی۔ حیرت ہے کہ ۱۱ فیصدی آبادی رکھنے والوں کو ۱۸ فیصدی سے زائد نیابت ملتی ہے۔ اور ابھی وہ زائد از استحقاق نہیں۔ لیکن سارا رونا اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کو دو تین نشستوں کی اکثریت کیوں حاصل ہو گئی۔ اور اس بنا پر یہ اعلان کر دیا گیا ہے۔ کہ سکھ قوم کبھی بھی ایسے فیصلہ کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ بلکہ موجودہ نظام حکومت کے تسلسل کو ترجیح دیگی بجائے اس کے کہ کسی ایسے جدید آئین کو قبول کیا جائے۔ جو جمہوریت کے نام پر فرقہ داری کے تواتر کا ذریعہ اور ایک خاص قوم کو اکثریت عطا کرنے کا کفیل ہو" اس کے ساتھ ہی سکھوں کو پنجاب کے شمالی اضلاع کے نظام حکومت سے علیحدگی اختیار کرنے اور قومی ارتقاء کے لئے اپنے آپ کو منظم کرنے کی ھدایت کی گئی ہے۔ جبکہ صاف طور پر یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کے ہوتے ہوئے سکھ قوم پنجاب کو خود اختیاری حکومت سے کسی طرح متمتع نہ ہونے دیگی۔ یہی حال ہندو لیڈروں کا ہے۔ انہوں نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کو کسی طرح قبول نہ کیا جائے۔ ہندو جرائد میں سے "پرتاب" کے خیالات آپ نے پڑھ لئے۔ "ملاپ" "ویر بھارت" اور "بندے ماترم" بھی ایسی ہی آوازیں۔ ان کے علاوہ ہندو لیڈروں میں سے راجہ نریندر ناتھ اور مسٹر موہن لال کے خیالات ہمارے سامنے آئے ہیں۔ جنمیں ہندوؤں کے ساتھ بے انصافی کئے جانے اور مسلمانوں کو ان کے حق سے زائد ملنے کا رونا رویا گیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے۔ کہ "بحالت موجودہ ہندو اور سکھ اپنی جگہ پر مستحکم رہینگے۔ اور اپنے جائز حقوق کیلئے جس قربانی کی بھی ضرورت ہوگی کرینگے۔"

ہم حیران ہیں کہ ان لوگوں کو صرف پنجاب ہی میں ایک خاص قوم کی اکثریت کا رونا کیوں ہے۔ مدراس بمبئی۔ بہار و اڑیسہ۔ صوبجات متوسط، صوبہ جات متحدہ اور آسام کے متعلق جہاں ہندوؤں کو نمایاں اکثریت کے حقوق دئے گئے ہیں۔ کیوں یہی شکایت پیدا نہیں ہوتی اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں محض مسلمانوں کا دکھ ہے۔ اور وہ کسی طرح اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ ہندوستان کے کسی بھی صوبے میں مسلمان بھی اپنی اکثریت کے جائز استحقاق کو حاصل کر سکیں۔

اس کے بالمقابل مسلمانوں کو دیکھئے باوجودیکہ پنجاب میں جو اکثریت انہیں دی گئی ہے۔ وہ آئینی مرتبہ نہیں رکھتی۔ باوجودیکہ بنگال میں ان کی اکثریت کو سلب کر لیا گیا ہے۔ باوجودیکہ ہندوستان کے چھ صوبوں میں ہندوؤں کو اکثریت کا غالب حق دیا گیا ہے۔ پھر بھی مسلم لیڈروں کے بیانات جو اس وقت تک شائع ہوئے ہیں۔ ان میں یہ نہیں کہا گیا کہ ہم کسی قوم کو خود اختیاری نظام حکومت سے متمتع ہونے دینگے۔ نہ کسی قوم اور نہ حکومت کو دھمکی دی گئی ہے۔ بلکہ نہایت سکون کے ساتھ اپنے خیالات کو پیش کر دیا ہے۔ اپنی جائز شکایات بھی حکومت کے سامنے رکھدی ہیں لیکن ملک کی فضا کو فتنہ و فساد کی تعلیم سے خراب کرنا یا ان شکایات کے حسب منشاء بغیر اصلاحات کی واپسی کا کوئی خیال ظاہر کرنا پسند نہیں کیا۔ جیسا کہ ہندوؤں اور سکھوں کے بیانات سے پایا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں کی صاف دلی اور بردباری پر دال ہے۔

مسلم کانفرنس کا آئندہ اجلاس

فرقہ وار حقوق کے متعلق حکومت کے فیصلہ پر غور کرنے کے لئے ۲۰۔۲۱۔ اگست کو دہلی میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ اور ایگزیکٹو بورڈ کے اجلاس منعقد ہونے والے ہیں۔ اس موقعہ پر ضرورت ہے کہ مجلس مذکور کے تمام ارکان وقت مقررہ پر پہنچ جائیں۔ اور اسلامی حقوق کے متعلق پوری سوچ و بچار سے کام لیکر ایسا طریق عمل اختیار کریں جو مسلمانوں کیلئے اطمینان بخش اور مفید ثابت ہوسکے۔ بنگال میں اسلامی اکثریت کو جو نقصان پہنچایا گیا ہے۔ اس کے ازالہ کی کوئی موثر صورت ہونی ضروری ہے اور پنجاب میں مسلمانوں کو آئینی اکثریت کا حق دلانے کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ ایسا ہی علیحدگی سندھ کا جلد سے جلد فیصلہ کرنے کے لئے حکومت پر زور دینا ضروری ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کانفرنس کے ایجنڈا میں کون کون سے امور رکھے گئے ہیں لیکن نظر بحالت موجودہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا سہ امور کانفرنس کے زیر غور لائے جائیں گے اور اگرچہ حکومت نے مزید غور یا اصلاح و ترمیم کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ تاہم جہاں مسلمانوں کا من حیث القوم نقصان نظر آتا ہے۔ وہاں مناسب اصلاح و ترمیم کی کوئی بہترین صورت سوچی جائیگی۔

اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں کہ مسلم کانفرنس کا یہ اجلاس پیش آمدہ مسائل کی نزاکت کے لحاظ سے ایک اہم اجلاس ہوگا۔ ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے بہترین راہ عمل اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو اسلام اور مسلمانوں کو ہندوستان میں عزت کی زندگی دلانے کا موجب ہو۔

فرقہ وار حقوق کا فیصلہ صادر ہو گیا

پنجاب میں مسلمانوں کو عملی اکثریت مل گئی لیکن بنگال کی اکثریت خطرے میں ہے !!

پنجاب میں سکھوں کو اٹھارہ فیصدی

فرقہ وار حقوق کے فیصلہ کا پورا مسودہ درج ذیل ہے :-

(۱) وزیر اعظم نے گزشتہ یکم دسمبر کو گول میز کانفرنس کے دوسرے اجلاس کے اختتام پر حضور ملک معظم کی جانب سے ایک بیان شائع کیا تھا جس کی تائید پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے کر دی تھی۔ اس بیان میں یہ امر واضح کر دیا گیا تھا کہ اگر اقوام ہند آپس میں فرقہ وار حقوق کا کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکیں جو سب جماعتوں کے لئے قابل قبول ہو تو حضور ملک معظم کی حکومت کا عزم مصمم ہے کہ ملک کی آئینی ترقی کو محض اس وجہ سے مسدود نہ ہونے دیا جائے گا اور حکومت مذکورہ خود ایک ہنگامی سکیم مدون اور نافذ کر کے اس رکاوٹ کو دور کر دے گی۔

ترتیب دستور میں رکاوٹ

(۲) گزشتہ ۱۹ر مارچ کو ملک معظم کی حکومت کو یہ اطلاع ملی کہ تصفیہ حقوق میں اقوام ہند کی مسلسل ناکامی کے باعث آئین جدید کی تمام تجاویز کا کام کھٹائی میں پڑ رہا ہے۔ اس پر حکومت نے یہ بیان شائع کیا کہ وہ فرقہ وار حقوق کے دشوار اور اختلافی مسائل پر نہایت حزم و احتیاط سے غور و خوض میں مصروف ہے اور اب حکومت کو یقین ہو چکا ہے کہ جب تک آئین جدید میں اقلیتوں کی حیثیت سے متعلق مسائل پر کم از کم بعض پہلوؤں پر صادر نہ کیا جائے گا۔ جدید آئین سازی کے کام میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔

مرکز کا مسئلہ التوا میں

(۳) ان حالات کے ماتحت حضور ملک معظم کی حکومت نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جب پارلیمنٹ میں دستور ہند کے متعلق اپنی تجاویز پیش کرے گی۔ تو ان تجاویز میں مندرجہ ذیل سکیم کے متعلق ضروری دفعات شامل کر دے گی۔ اس سکیم کا دائرہ صرف صوبجات کی کونسلوں میں برطانوی ہند کی رہنے والی اقوام کی نمائندگی تک محدود رکھا گیا ہے۔ مرکزی مجالس قانون ساز میں نیابت کے مسئلہ کا فیصلہ معرض التوا میں ڈال دیا گیا ہے اور وجوہ التوا اس اعلان کے پیراگراف نمبر ۲۰ میں ظاہر کر دی گئی ہیں اس سکیم کے دائرہ کے محدود کر دینے کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ حکومت کو اس حقیقت کا احساس نہیں ہے۔ کہ جدید آئین کے وضع کرنے میں متعدد دیگر مسائل بھی محتاج فیصلہ ہوں گے۔ جو اقلیتوں کے لئے بے انتہا اہمیت رکھتے ہیں۔ موجودہ فیصلہ اس امید سے کیا گیا ہے کہ اگر ایک دفعہ طریق نیابت اور تناسب نمائندگی کے بنیادی مسائل کے متعلق اعلان کر دیا گیا تو پھر اقوام ہند کے لئے دوسرے فرقہ وار مسائل کے متعلق جو اب تک محتاج غور و خوض رہے ہیں کسی نہ کسی مشترک راہ عمل پر گامزن ہونا ممکن ہو جائے گا۔

صرف باہمی تصفیہ اس فیصلہ کو بدل سکیگا

حضور ملک معظم کی حکومت اس امر کو بالکل صاف اور واضح طور پر سمجھا دینا چاہتی ہے۔ کہ اس فیصلہ کی ترمیم کے لئے کوئی گفت و شنید شروع کی گئی تو حکومت اس میں ہرگز شریک نہ ہوگی۔ اور اگر اس فیصلہ میں ترمیم کرانے کے لئے کوئی استدعا کی گئی تو جب تک اس استدعا میں تمام قومیں (جن پر اس فیصلہ کا اثر پڑتا ہے) شامل نہ ہونگی حکومت اس پر غور کرنے کے لئے بالکل تیار نہ ہوگی۔ لیکن حکومت دل سے اس امر کی خواہشمند ہے کہ باہم تصفیہ حقوق کا دروازہ بند نہ کرے۔ اگر خوش قسمتی سے اس قسم کے تصفیہ کی کوئی صورت نکل آئے۔ لہذا اگر نئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے پاس ہو جانے سے پہلے حکومت کو اس امر کا اطمینان ہو گیا کہ اقوام متعلقہ کسی قابل عمل متبادل سکیم پر باہم تصفیہ کر کے متفق ہو چکی ہیں۔ (خواہ وہ سکیم ایک یا متعدد صوبوں کے متعلق ہو یا سارے برطانوی ہند پر حاوی ہو۔ تو حکومت پارلیمنٹ سے اس امر کی سفارش کرنے کے لئے بالکل تیار ہوگی کہ اس فرقہ وار فیصلے کے بجائے وہ نئی متبادل سکیم شامل قانون کر دی جائے۔

(۵) گورنروں کے صوبوں کی مجالس قانون ساز میں یا ایوان زیریں میں (جہاں ایوان بالا بھی ہو) نشستیں اس تناسب سے دی جائیں گی جو پیراگراف نمبر ۲۴ میں بیان کیا گیا ہے۔

انتخاب جداگانہ رہے گا

(۶) مسلمانوں، یورپینوں، اور سکھوں کے حلقہ ہائے انتخاب کے لئے جو نشستیں معین کی گئی ہیں وہ ان جداگانہ فرقہ وار انتخابی حلقوں سے پُر کی جائیں گی۔ جو صوبے کے تمام رقبہ پر پھیلے ہوئے ہوں گے (سوائے ان علاقوں کے جو خاص حالات میں "پسماندہ" قرار پا کر انتخابی رقبہ سے خارج کر دیئے گئے ہوں)

دس سال بعد ترمیم ممکن ہے

دستور حکومت میں اس منشا کے لئے دفعات شامل کر دی جائیں گی۔ کہ اس انتخابی بندوبست میں (اور دوسرے انتظامات مندرجہ ذیل میں) اقوام متعلقہ کی رضامندی سے دس سال کے بعد ترمیمات کی جا سکیں۔ اس رضامندی کے معلوم کرنے کے لئے مناسب طریقے وضع کئے جائیں گے۔

(۷) تمام مستحق ووٹر جو کسی مسلمان، سکھ، دیسی عیسائی (دیکھو پیراگراف نمبر ۱) اینگلو انڈین (دیکھو پیراگراف نمبر ۱۱)، یا یورپین حلقہ انتخاب کے ووٹر نہ ہوں وہ عمومی حلقہ انتخاب میں ووٹ دینے کے حقدار ہوں گے۔

(۸) بمبئی کے بعض مخصوص حلقہ ہائے انتخاب میں (جہاں ایک سے زیادہ ارکان کی گنجائش ہو) سات نشستیں مرہٹوں کے لئے محفوظ کی جائیں گی (عمومی حلقہ انتخاب سے ہندوؤں اور اچھوتوں وغیرہ کا حلقہ مراد ہے۔ "مدیر")

اچھوتوں کی نمائندگی کا انتظام

(۹) پسماندہ اقوام (اچھوت) جو ووٹر بننے کے حقدار ہوں عمومی حلقہ انتخاب میں ووٹ دے سکیں گے (یعنی ہندوؤں کے ساتھ۔ مدیر) اس حقیقت کے پیش نظر کہ ان اقوام کے لئے صرف اسی طریق سے قانونی کونسلوں میں مدت دراز تک کافی نمائندگی حاصل کرنا غیر اغلب ہے۔ ان کے لئے چند خاص نشستیں علیحدہ کر دی جائیں گی۔ جیسے پیراگراف نمبر ۲۴ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ نشستیں ان خاص حلقہائے انتخاب سے پُر کی جائیں گی جن میں صرف اچھوت قوموں کے افراد ہی ووٹ دے سکیں گے بشرطیکہ وہ ووٹ کا استحقاق رکھتے ہوں جو شخص ایسے خاص حلقے میں ووٹ دے گا۔ وہ عمومی حلقہ انتخاب میں بھی ووٹ دینے کا حقدار ہوگا۔ ارادہ یہ ہے کہ یہ حلقہ ہائے انتخاب ان چیدہ رقبوں میں بنائے جائیں۔ جن میں اچھوت اقوام کی کثیر تعداد آباد ہے۔ اور مدراس کے سوا کسی دوسری جگہ وہ حلقے سارے صوبہ پر حاوی نہ ہوں۔

بنگال میں دس اچھوت نشستیں

بنگال میں یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ بعض عمومی حلقہ ہائے انتخاب میں ووٹروں کی اکثریت اچھوت اقوام کی ہوگی۔ لہذا مزید تحقیقات کے انتظار میں اس صوبہ کے خاص اچھوت حلقہ ہائے انتخاب سے کامیاب ہونے والے ممبروں کی تعداد معین نہیں کی گئی۔ حکومت کا منشا یہ ہے۔ کہ اچھوت قومیں بنگال کی کونسلوں میں کم از کم دس نشستیں ضرور حاصل کر لیں۔ ہر صوبہ میں ان اشخاص کی تعیین جو ووٹروں کی حیثیت سے اچھوتوں کے خاص حلقہ ہائے انتخاب میں ووٹ دینے کے حقدار ہوں گے۔ ابھی قطعی طور پر نہیں کی گئی۔ قاعدہ کی رو سے یہ تعیین ان عام اصول پر مبنی ہو گی جن کی حمایت فرنچائز کمیٹی رپورٹ میں کی گئی ہے۔ لیکن تاہم ممکن ہے کہ شمالی ہند کے بعض صوبوں میں ترمیمات کی ضرورت ہو جہاں اچھوت پن کے عام معیار کا اطلاق ایک ایسی تعیین و تعریف پر منتج ہو جو بعض پہلوؤں سے صوبوں کے خاص حالات سے تطابق نہ کھا سکے۔

بیس سال بعد خاص حلقے ختم

ملک معظم کی حکومت کا یہ خیال نہیں کہ اچھوت قوموں کے یہ خاص حلقہ ہائے انتخاب ایک محدود زمانہ سے زیادہ عرصہ تک ضروری رہیں گے۔ حکومت مذکورہ آئندہ دستور میں معین کر دینا چاہتی ہے۔ کہ یہ مخصوص حلقے اگر پیراگراف نمبر ۶ کے مندرجہ اختیارات ترمیم کے ماتحت پہلے ہی منسوخ نہ کر دیئے گئے۔ تو زیادہ سے زیادہ بیس سال تک رہ کر خود بخود ختم ہو جائیں گے

(باقی آئندہ صفحہ پر)

ہندوستانی عیسائیوں کی نیابت

(۱۰) جو نشستیں ہندوستانی عیسائیوں کے لئے معین کی گئی ہیں ان کے لئے حلقہ ہائے انتخاب جداگانہ ہوں گے یہ تقریبًا یقینی ہے کہ مدراس کے سوا باقی صوبوں میں ہندوستانی عیسائیوں کے ایسے حلقہ ہائے انتخاب بنانے میں جو صوبے کے سارے رقبہ پر پھیلے ہوئے ہوں، عملی مشکلات حائل ہوں اور اس وجہ سے ہندوستانی عیسائیوں کے حلقہ ہائے انتخاب صوبہ کے ایک دو چیدہ رقبوں ہی میں بنائے جاسکیں گے ان رقبوں سے باہر رہنے والے ہندوستانی عیسائی ووٹر عمومی حلقہ ہائے انتخاب میں ووٹ دیں گے۔ بہار و اڑیسہ میں غالبًا خاص انتظامات کی ضرورت ہوگی۔ جہاں ہندوستانی عیسائیوں کی کافی تعداد ہندوستان کے قدیم اور اصلی باشندوں پر مشتمل ہے۔

اینگلو انڈین حلقہ ہائے انتخاب

(۱۱) اینگلو انڈین جماعت کے لئے جو نشستیں معین کی گئی ہیں ان کا انتخاب بھی فرقہ دار جداگانہ حلقوں سے ہوگا۔ بحالات موجودہ ارادہ یہ ہے (اور یہ ارادہ آئندہ کی ممکن مشکلات کی تحقیق پر موقوف ہے) کہ اینگلو انڈین حلقہ ہائے انتخاب ہر صوبہ کے پورے رقبہ پر حاوی ہوں گے اور ان کے لئے ڈاک کے ذریعہ بلیٹ کا انتظام کیا جائے گا لیکن آخری فیصلہ ابھی کچھ نہیں کیا گیا۔

(۱۲) پسماندہ رقبوں کے نمائندوں کے لئے جو نشستیں معین کی گئی ہیں ان کے پُر کرنے کا طریقہ ابھی زیر تحقیقات ہے اور متعینہ نشستوں کی تعداد عارضی سمجھنی چاہیئے۔ تاوقتیکہ ان رقبوں کے متعلق آئینی انتظامات کا آخری فیصلہ نہ کر دیا جائے۔

عورتوں کے حلقہ ہائے انتخاب

(۱۳) حضور ملک معظم کی حکومت اس امر کا انتظام کرنا بے حد اہم اور ضروری سمجھتی ہے۔ کہ نئی مجالس قانون ساز میں کم از کم چند عورتیں ضرور ممبر ہوں۔ حکومت کو اس امر کا احساس ہے۔ کہ چند نشستیں خاص عورتوں ہی کے لئے معین کئے بغیر یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ حکومت یہ بھی محسوس کرتی ہے کہ عورتوں کو ایک ہی قوم سے غیر متناسب طور پر فراہم کرنا بالکل غیر مناسب ہے۔ حکومت کوئی ایسا انتظام دریافت نہ کر سکی جس سے یہ خطرہ باقی نہ رہے اور جو نیابت کی اس سکیم کے ساتھ مطابق ہو سکے جو حکومت نے اختیار کی ہے۔ حکومت صرف یہ تجویز کر سکی ہے کہ عورتوں کی ہر خاص نشست کے لئے ایک ہی قوم کے ووٹروں کا حلقہ محدود کر دیا جائے یہ تجویز اس استثنا کے ماتحت ہے جس کی پیراگراف ۲۴ میں تصریح کر دی گئی ہے۔ اس وجہ سے عورتوں کی خاص نشستیں پیراگراف ۲۴ کی تصریح کے مطابق مختلف قوموں کے درمیان معین طور پر تقسیم کر دی گئی ہیں۔ ان خاص حلقہ ہائے انتخاب میں جو مقررہ انتخابی طریقے اختیار کئے جائیں گے۔ وہ فی الحال زیر غور ہیں۔

مزدوروں کی نمائندگی

(۱۴) لیبر کے لئے جو نشستیں معین کی گئی ہیں۔ وہ غیر فرقہ دار حلقہ ہائے انتخاب سے پُر کی جائیں گی۔ انتخابی انتظامات ابھی معین نہیں کئے گئے لیکن یہ اغلب ہے کہ زیادہ تر صوبوں میں لیبر کے حلقہ ہائے انتخاب کچھ ٹریڈ یونین سے متعلق ہوں گے اور کچھ خاص حلقے ہوں گے جیسا کہ فرنچائز کمیٹی میں سفارش کی گئی ہے۔

تجارت، صنعت، زمیندار، یونیورسٹی،

(۱۵) تجارت، انڈسٹری، کان کنی اور پلانٹنگ کے لئے جو خاص نشستیں معین کی گئی ہیں ان کا انتخاب ایوان ہائے تجارت اور دیگر ایسوسی ایشنوں کی طرف سے ہوگا۔ ان نشستوں کے لئے انتخابی انتظامات کی تفصیلات ابھی مزید تحقیقات پر موقوف ہیں۔

(۱۶) زمینداروں کے لئے جو خاص نشستیں معین کی گئی ہیں ان کا انتخاب زمینداروں کے مخصوص حلقہ ہائے انتخاب سے ہوگا۔

(۱۷) یونیورسٹیوں کی نشستوں کے انتخاب میں جو طریقے ملحوظ رکھے جائیں گے وہ ابھی زیر غور ہیں۔

(۱۸) صوبجاتی مجالس قانون ساز میں نیابت کے ان مسائل کو معین کرنے میں ملک معظم کی حکومت کے لئے بہت زیادہ تفصیلات سے بچکر نکل جانا بالکل ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ حلقہ ہائے انتخاب کی تعیین بھی ابھی باقی ہے حکومت کا ارادہ یہ ہے کہ یہ کام ہندوستان میں حتی الامکان جلد سے جلد شروع کر دیا جائے۔

ایوان بالا کا قیام

(۱۹) صوبوں میں ایوان بالا کے قیام کے مسئلہ پر آئینی مباحثہ میں مقابلۃً بہت کم توجہ مبذول ہوئی۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ کسی صوبہ میں ایوان بالا کے قیام کا فیصلہ کرنے یا اس کی ترکیب کے متعلق سکیم بنانے سے قبل اس پر مزید غور و فکر کی ضرورت ہے۔

مرکزی مجلس وضع قوانین

(۲۰) ملک معظم کی حکومت اس موقع پر مرکزی مجلس وضع قوانین کے ارکان کی تعداد یا اس کی ترکیب کے مسئلہ کی بحث نہیں چھیڑنا چاہتی۔ کیونکہ دوسرے مسائل کے علاوہ اس ضمن میں ہندوستانی ریاستوں کی نمائندگی کا مسئلہ بھی آجاتا ہے۔ جس پر مزید بحث کی ضرورت ہے۔ جب مرکزی مجلس وضع قوانین کی ترکیب کا سوال سامنے آئے گا۔ تو ملک معظم کی حکومت مجلس مذکورہ میں موثر نمائندگی کے لئے تمام اقوام کے مطالبات پر پوری توجہ مبذول کرے گی۔

علیحدگی سندھ

(۲۱) ملک معظم کی حکومت اس اصول کو منظور کر چکی ہے کہ اگر سندھ کے علیحدہ صوبے کے لئے مالی وسائل کا اطمینان بخش انتظام ہو جائے تو اسے مستقل صوبہ بنا دیا جائے چونکہ متعلقہ مالی امور پر ابھی فیڈرل فینانس کے دوسرے مسائل کے ساتھ غور و فکر ضروری ہے۔ لہذا ملک معظم کی حکومت نے انسب یہی سمجھا کہ خاص احاطہ بمبئی اور سندھ کی جداگانہ مجالس وضع قوانین کی سکیموں کے ساتھ ساتھ اس مرحلہ پر بمبئی کے موجودہ صوبہ کی مجلس کے اعداد و شمار بھی دیدیئے جائیں۔

اڑیسہ کی علیحدگی

(۲۲) بہار و اڑیسہ کے لئے جو اعداد دیئے گئے ہیں وہ صوبے کی موجودہ حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اڑیسہ کے صوبہ کو علیحدہ کرنے کا مسئلہ ابھی تک زیر تحقیق ہے۔

برار کا مسئلہ

(۲۳) فقرہ نمبر ۲۴ میں صوبجات متوسط کی مجلس وضع قوانین کے متعلق جو اعداد بتائے گئے ہیں۔ ان میں برار بھی شامل ہے لیکن اس شمول کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ برار کی آئندہ آئینی حیثیت کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔

مدراس

(۲۴) صوبوں کی مجالس وضع قوانین میں نشستوں کی کیفیت یہ ہوگی (یہ اعداد و شمار صرف ایوان ہائے زیریں سے تعلق رکھتے ہیں):-

کل ارکان	۲۱۵	
ہندو	۱۳۴	(چھ عورتیں)
اچھوت	۱۸	
پسماندہ علاقے	۱	
مسلمان	۲۹	(ایک عورت)
ہندوستانی عیسائی	۹	(" ")
اینگلو انڈین	۲	
یورپین	۳	
تجارت صنعت کان کنی پلانٹنگ	۶	
بڑے زمیندار	۶	
یونیورسٹی	۱	
مزدور	۶	

بمبئی بہ شمولیت سندھ

کل ارکان	۲۰۰	
ہندو	۹۷	(پانچ عورتیں)
اچھوت	۱۰	
پسماندہ علاقے	۱	
مسلمان	۶۳	(ایک عورت)
ہندوستانی عیسائی	۳	
انگلو انڈین	۲	
یورپین	۴	
تجارت وغیرہ	۸	
بڑے زمیندار	۳	
یونیورسٹی	۱	
مزدور	۸	

بنگال

کل ارکان	۲۵۰	
ہندو	۸۰	(دو عورتیں)
مسلمان	۱۱۹	(")
ہندوستانی عیسائی	۲	
انگلو انڈین	۴	(ایک عورت)
یورپین	۱۱	
تجارت وغیرہ	۱۹	
بڑے زمیندار	۵	
یونیورسٹی	۲	
مزدور	۸	

صوبجات متحدہ

کل ارکان	۲۲۸	
ہندو	۱۳۲	(چار عورتیں)
اچھوت	۱۲	
مسلمان	۶۶	(دو عورتیں)
ہندوستانی عیسائی	۲	
انگلو انڈین	۱	
یورپین	۲	
تجارت وغیرہ	۳	
بڑے زمیندار	۶	

یونیورسٹی	۱	
مزدور	۳	

پنجاب

کل ارکان	۱۷۵	
مسلمان	۸۶	(دو عورتیں)
ہندو	۴۳	(ایک عورت)
سکھ	۳۲	(" ")
ہندوستانی عیسائی	۲	
انیگلو انڈین	۱	
یورپین	۱	
تجارت وغیرہ	۱	
بڑے زمیندار	۵	
یونیورسٹی	۱	
لیبر	۳	

بہار واڑلیسہ

کل ارکان	۱۷۵	
ہندو	۹۹	(تین عورتیں)
اچھوت	۷	
پسماندہ علاقے	۸	
مسلمان	۴۲	(ایک عورت)
ہندوستانی عیسائی	۲	
انیگلو انڈین	۱	
یورپین	۲	
تجارت وغیرہ	۴	
بڑے زمیندار	۵	
یونیورسٹی	۱	
مزدور	۴	

صوبجات متوسط بہ شمول برار

کل ارکان	۱۱۲	
ہندو	۷۷	(تین عورتیں)
اچھوت	۱۰	
پسماندہ علاقے	۱	
مسلمان	۱۴	
انیگلو انڈین	۱	
یورپین	۱	
تجارت وغیرہ	۲	
بڑے زمیندار	۳	
یونیورسٹی	۱	
لیبر	۲	

آسام

کل ارکان	۱۰۸	
ہندو	۴۴	(ایک عورت)
اچھوت	۲	
پسماندہ علاقے	۹	
مسلمان	۳۵	
ہندوستانی عیسائی	۱	
یورپین	۱	
تجارت وغیرہ	۱۱	
لیبر	۴	

صوبہ سرحد

کل ارکان	۵۰
مسلمان	۳۶
ہندو	۹
سکھ	۳
بڑے زمیندار	۲

بمبئی بصورت علیحدگی سندھ

کل ارکان	۱۷۵	
ہندو	۱۰۹	(پانچ عورتیں)
اچھوت	۱۰	
پسماندہ علاقے	۱	
مسلمان	۳۰	(ایک عورت)
ہندوستانی عیسائی	۳	
انیگلو انڈین / یورپین	۵	
تجارت وغیرہ	۷	
بڑے زمیندار	۲	
یونیورسٹی	۱	
مزدور	۷	

سندھ بحالت علیحدگی

کل ارکان	۶۰	
ہندو	۱۹	(ایک عورت)
مسلمان	۳۴	(" ")
یورپین	۲	
تجارت	۲	
بڑے زمیندار	۲	
مزدور	۱	

صنعت وحرفت کی نشستیں

تجارت اور صنعت وحرفت کی نشستوں کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے کہ جن جماعتوں کے ذریعے سے ان نشستوں کا انتخاب ہوگا۔ اگرچہ وہ اکثر حالتوں میں زیادہ تر انگریز یا زیادہ تر ہندوستانی ہیں۔ لیکن ان کا تعین آئین کے ذریعے سے نہیں ہوگا۔ لہذا ہر صوبے کے تعین میں یہ بتانا غیر ممکن ہے کہ یقینی طور پر کتنے انگریز یا کتنے ہندوستانی منتخب ہو سکیں گے۔ لیکن توقع ہے کہ اعداد تقریباً یہ ہوں گے:۔

مدراس	۴ انگریز	۲ ہندوستانی
بمبئی بشمول سندھ	۵ "	۳ "
بنگال	۱۴ "	۵ "
صوبجات متحدہ	۲ "	۱ "
پنجاب	...	۱ "
بہار واڑلیسہ	۲ انگریز	۲ "
صوبجات متوسط بہ شمول برار	۱ "	۱ "
آسام	۸ "	۳ "
بمبئی (بغیر سندھ)	۴ "	۳ "
سندھ	۱ "	۱ "

متفرق امور

بمبئی میں سندھ شامل رہے یا نہ رہے لیکن اس کی ہندو

نشستوں میں سے سات مرہٹوں کے لئے مخصوص رہیں گی۔ اچھوتوں کے متعلق بنگال میں ابھی تک نشستیں مقرر نہیں کی گئیں لیکن یہ نشستیں دس سے زیادہ نہ ہوں گی۔ اس صورت میں ہندوؤں کی نشستیں بنگال میں ستر رہ جائیں گی۔ پنجاب میں بڑے بڑے زمینداروں کی نشستوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک نشست تمنداروں کی ہوگی۔ بقیہ چار نشستیں مخلوط انتخاب کے ذریعہ سے پُر کی جائیں گی۔ اغلب یہ ہے کہ ان میں سے دو نشستیں مسلمان لیجائیں گے ایک ہندو اور ایک سکھ۔ آسام میں ہندوؤں کی نشستوں کے ساتھ ایک نشست عورت کے لئے بھی رکھی گئی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ نشست شیلانگ کے غیر فرقہ وار حلقہ انتخاب کے ساتھ مختص ہوگی۔

اہلحدیث کا بے اصولا پن

حضرت مسیح موعود نے پیشگوئی کی تھی کہ سو سال کے اندر اندر آریہ سماج مر جائے گی اس پیشگوئی پر آریوں کا چلانا تو ضروری تھا لیکن مولوی ثناء اللہ جیسے حضرت مسیح موعود سے للّہی بغض ہے۔ کئی بار اس پیشگوئی کو پیش کر کے زبان طعن دراز کر چکا ہے اب چونکہ وقت آگیا ہے کہ اس کے خیالات اور اعتراضات کی بیہودگی اس کی اپنی تحریروں سے ثابت کی جائے اس لئے میں ذیل میں اس کی اپنی شہادت پیش کرتا ہوں کہ اس کے نزدیک بھی آریہ سماج مر چکی ہے اور وہ یہ ہے:۔

"یہ تقریر آریہ مہاشہ کی صاف لفظوں میں مشتہر کی تائید تھی کہ آریہ سماج بحیثیت دھرم کے مر گئی۔"

واقعی بات یہ ہے کہ آریہ سماج اپنے اصول کے لحاظ سے مر چکی ہے ہم غیر ہی اس پر نہیں روتے بلکہ اس کے اپنے مخلص بھی اس کی بے وقت موت پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں ویدک میگزین گروکل کانگڑی اور آریہ سماج دہلی کے ایڈیٹر آریہ سماج کی موت پر مرثیہ خواں ہیں۔"

(اہلحدیث ۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۴ کالم ۲)

کہئے مولانا! کیا یہ سچ ہے۔ خدا ہی آپ لوگوں کو سمجھ دے

ضروری اعلان

چونکہ مخالفین سلسلہ کے لغو اعتراضات کی تردید اور سلسلہ احمدیہ کے اعتقادات کی صحت ثابت کرنے کے لئے ایک جامع تصنیف کی جا رہی ہے اس لئے جن دوستوں کو اخبار اہلحدیث امرتسر، اخبار الفقیہ امرتسر، توحید امرتسر، محمدی دہلی، زمیندار لاہور، ستارہ صبح لاہور کے گزشتہ سنوں کے فائل مل سکتے ہوں وہ مفت یا عاریتاً کچھ عرصہ کے لئے دیدیں۔ تو باعث مشکوری ہوگا۔ اگر متفرق پرچے مل سکیں تو وہ بھیجدیئے جائیں۔

اسی طرح مولوی ثناء اللہ، مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی وغزنوی و دیوبندی مولویوں کی تالیفات کی بھی ضرورت ہے۔ نام بھیجکر دریافت کر لیا جائے کہ کونسی قبل ازیں موجود ہیں۔ مخالفین سلسلہ احمدیہ کا ہر قسم کا ریکارڈ درکار ہے۔ خواہ ان کے عقائد کے متعلق ہو یا ان کی ذات کے متعلق۔

(آنریری جائنٹ سکرٹری)

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰی ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲ | لاہور ۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۱

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بخیریت ہیں اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ۲۱ اگست کی شام کو ایک دن کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں۔

مکرم جناب شیخ خدابخش صاحب ای اے سی پشاور کے صاحبزادہ شیخ ایزد بخش صاحب ولایت سے محکمۂ تعلیم کا امتحان پاس کر کے ۲۱ اگست کو واپس لاہور تشریف لائے اور ایک رات یہاں رہکر پشاور تشریف لے گئے۔ ہم اس پر شیخ صاحب ممدوح کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

درخواست جنازہ۔ نہایت درد دل سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے ایک مخلص نوجوان بھائی میر اکبر خان صاحب کلرک دفتر چیف کمشنر پشاور بعارضہ سل ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء بوقت دس بجے دن بروز چہارشنبہ بعمر ۱۸ سال ایبٹ آباد میں وفات پا گئے۔ مرحوم کا جنازہ اپنے وطن سفید ڈھیری بذریعہ موٹر لیجا کر سپرد خاک کیا گیا۔ مرحوم اپنے پیچھے ایک بیوہ دو خوردسال لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑ گیا۔ مرحوم بہت خوبیوں کا مالک تھا اور احمدیت کا سچا فدائی تھا۔ جوش تبلیغ سے ایک مخلص جماعت اپنے گاؤں میں بنا لی تھی اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں داخل فرمائے۔ اور متعلقین کو صبر عطا فرمائے۔ جملہ احباب مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

مسجد برلن میں جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
جرمن اخبارات میں تذکرہ

(امام مسجد برلن کے قلم سے)

۷ ارجولائی کو بروز اتوار مسجد برلن کے وسیع ہال میں جرمن مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام میلاد النبی کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے انعقاد کی اطلاع بذریعہ اخبارات تمام پبلک کو قبل ازیں دی جاچکی تھی ۵ بجے بعد از دوپہر لوگ مسجد میں جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ۵½ بجے مسجد کا سارا ہال پر ہو چکا تھا۔ حاضرین کی تعداد کم و بیش ڈیڑھ سو تھی جن میں تمام اقوام کے لوگ (مثلاً ایرانی، ترک، ہندوستانی، عرب، جرمن مسلم و غیر مسلم) موجود تھے۔ جرمنوں کی تعداد کم و بیش ۷۵ فیصد تھی۔

علامہ حمید مارقوس کی تقریر

سب سے اول ٹھیک ۵½ بجے پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ امام برلن مسجد نے اس متبرک جلسے کا افتتاح بذریعہ تلاوت قرآن کریم کیا۔ اس کے بعد سوسائٹی کے مشہور و معروف صدر علامہ ڈاکٹر حمید مارقوس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے چند واقعات بزبان المانوی بیان کئے۔ اس کے بعد چائے بسکٹ اور فواکہ سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

دو ترک اور تاتاری مسلمانوں کی تقاریر

دوسرے اجلاس کا افتتاح احادیث نبوی سے کیا گیا جسکے بعد ڈاکٹر ذکی کرام بے (ترک) اور ڈاکٹر سعید علی تاتار نے المانوی زبان میں آنحضرت صلعم کی پاک اور متبرک زندگی پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ کا لیکچر

آخر پر پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ امام مسجد نے آنحضرت کی سوانح عمری مختصراً بیان کی۔ یہ تقریر قبل ازیں طبع کرائی گئی تھی۔ جس کو حاضرین میں مفت تقسیم کیا گیا اور یہ جلسہ قریباً ½۷ بجے شام بخیر و خوبی سرانجام پایا۔

جرمن اخبارات میں تذکرہ

اس کے بعد دوسرے دن برلن کے بڑے بڑے اخبارات میں اس کا عام ذکر تھا۔ اور بعض میں اس مجمع کی تقاریر بھی شائع ہوئیں۔ ایک جرمن اخبار میں جو مضمون شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ ارسال خدمت ہے۔ امید ہے یہ ناظرین اخبار کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔

ترجمہ از اخبار برلینر ٹاگیبلٹ ۔ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۲ء

میلاد النبی

مسلمانان برلن آنحضرت صلعم کا یوم میلاد النبی مناتے ہیں

برلن مسجد کی طرف آنحضرت صلعم کے جنم دن کے لئے دعوتی رقعے جاری ہوئے حاضرین و سامعین صاف ستھرے اور اچھے کپڑے پہن کر مسجد میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب امام برلن مسجد اپنے مہمانوں کو نہایت ہی خندہ پیشانی اور خوش دلی سے خوش آمدید کہتے اور پیش آتے ہیں۔ مسجد کے باہر سے رسول اللہ صلعم کا سبز جھنڈا مسجد کے گنبد پر لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔ مسجد کے سامنے موٹر کاروں کی قطار کھڑی ہے۔ سب سے اول پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب نے بزبان عربی قرآن کریم کی تلاوت کی جس کو اکثر لوگ نہ سمجھ سکے۔ مگر حاضرین پر ایک خاص اثر معلوم ہوتا تھا۔ میلاد النبی کے دن کوئی خاص عبادت وغیرہ نہیں ہوتی محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی پر لیکچر ہوئے۔ سب سے اول ڈاکٹر حمید مارقوس صدر سوسائٹی نے لیکچر دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کرام بے، ڈاکٹر سعید علی اور بالآخر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ نے جرمن زبان میں حضرت محمد (صلعم) کے اقوال، افعال اور حالات زندگی پر مختصر پیرایوں میں روشنی ڈالی۔ اور اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔ لیکچروں کے درمیان فواکہ۔ چائے۔ بسکٹ وغیرہ سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ قریباً ۷ بجے یہ مجلس بخیر و خوبی امن و سلامتی کے ساتھ جو اس جلسہ کے موزون حال تھا سرانجام پائی۔

ارشادات نبویؐ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب

کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا

سفیان بن ابی زہیر سے جو ازد شنوءۃ سے ایک شخص ہے روایت ہے۔ اور وہ نبی صلعم کے اصحاب میں سے تھا کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے جس نے ایسا کتا پالا جو نہ اس کی کھیتی کی حفاظت کے کام آتا ہو نہ چارپایوں کے تو ہر روز اس کے عمل سے ایک قیراط گھٹتا جائے گا۔ میں نے کہا کیا تم نے خود یہ رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہا ہاں اس مسجد کے رب کی قسم

نوٹ:۔ یہاں لفظ یہ ہیں من امسک کلبا فانہ ینقص کل یوم من عملہ قیراط الا کلب حرث او ماشیۃ اور ایک روایت میں ہے الا کلب غنم او حرث او صید۔ اور ایک میں ہے کلب صید او ماشیۃ یعنے جو شخص کتا رکھتا ہے سوائے اس کے کہ کھیت یا ریوڑ کی حفاظت کے لئے ہو یا ریوڑ یا کھیت یا شکار کے لئے ہو یا شکار یا ریوڑ کے لئے ہو اس کے عمل سے ایک قیراط روز کم ہوتا رہتا ہے۔ شکار کے کتے کا ذکر تو قرآن شریف میں بھی ہے اور حفاظت کھیت کی ہو یا ریوڑ یا مکان کی سب ایک حکم میں ہیں اور یہ ضرورت ہے حالانکہ شکار محض ایک شوق ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی غرض کے لئے کتا رکھنا منع نہیں بلا ضرورت یا بلا غرض کے رکھنے سے روکا ہے۔ یا شاید اس میں اشارہ ہو کہ جب انسان کسی غرض کے لئے کتا نہیں رکھتا تو پھر اس کی حفاظت وغیرہ بھی نہیں کرتا۔ اور اس سے فائدہ کی جگہ نقصان کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔ کہ اکثر آوارہ کتے نہ صرف باعث تکلیف ہوتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ دیوانہ ہو کر انسان کو بُری طرح ہلاک بھی کرتے ہیں۔ یہاں غرض صرف یہ ہے کہ زراعت کی خاطر بھی کتا رکھا جا سکتا ہے۔

بٹائی میں پیداوار مخصوص کرنا

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہا ہم مدینہ میں سب سے زیادہ کھیتوں والے تھے ہم زمین بٹائی پر دیتے تھے۔ زمین کے ایک خاص قطع کی پیداوار زمین کے لئے خاص کر دیتے تو کبھی اس حصہ کی پیداوار خراب ہو جاتی اور باقی سب زمین سالم رہ جاتی اور کبھی باقی زمین کی پیداوار خراب ہو جاتی اور یہ سالم رہ جاتا۔ تو اس معاملہ سے ہمیں روک دیا گیا۔ اور سونے چاندی کا معاملہ تو اس وقت تھا ہی نہیں۔

نوٹ:۔ معاملہ مزارعت کی صحت کی بنیاد اس پر ہے کہ پیداوار مالک زمین اور کاشتکاروں کی مشترک ہو۔ زمین کے ایک خاص حصہ کی پیداوار کا مالک یا کاشتکار کے لئے خاص کرنا معاملہ مزارعت کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ کسی ایک حصہ پر آفت آنے کی صورت میں مالک یا کاشتکار محروم رہ جاتا ہے۔ اور ساری پیداوار ایک ہی لے جاتا ہے۔ اس لئے نبی کریمؐ نے ایسے معاملہ سے ممانعت فرمائی۔

مفت کاشت کے لئے زمین دینا

سفیانؓ سے روایت ہے عمرؓ نے کہا۔ میں نے طاؤس سے کہا بٹائی چھوڑ دو تو بہتر ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہا اے عمر میں انہیں زمین دیکر فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں اور صحابہ میں سے بڑے عالم ابن عباس نے مجھے خبر دی کہ نبی صلعم نے اس سے روکا نہیں البتہ یہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو زمین مفت دیدے تو اس سے بہتر ہے کہ اس کا مقرر حصہ لے۔

نوٹ:۔ اس حدیث سے بٹائی کی یا زمین کو کاشت پر دینے کی ممانعت نہیں نکلتی بلکہ اس میں یہ سفارش ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس زمین اس کی اپنی ضرورت سے زیادہ ہے تو وہ اپنے بھائی کو مفت کاشت کے لئے دیدے۔

(بقیہ کالم اول)

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقامات کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے۔ اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال پر پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسیطرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھیری جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن کریم کا اعجاز اور کمالاتؐ

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر جو آپ نے کلام الٰہی کے معجزہ ہونے کے متعلق ۲۷ رنومبر ۱۹۰۰ء کی صبح کو بوقت سیر فرمائی۔

کلام الٰہی معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ کا کلام جو اس کے برگزیدہ رسولوں پر نازل ہوتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ عظیم الشان اعجاز اپنے اندر رکھتا ہے اور کوئی شخص تنہا یا دوسروں کی مدد سے اس کی مثال لانے پر قادر نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی صرف ہمت کر دیتا ہے۔ اور اس طرح پر ان کا معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہ بار بار مخالفوں کو اس کی مثال لانے کی دعوت اور تحدی کرتا ہے لیکن اس کے مقابلہ کے لئے کوئی نہیں اٹھ سکتا۔ قرآن شریف جو اللہ کا کلام ہے کامل معجزہ ہے۔ دوسری کتابوں کی نسبت ہم نہیں دیکھتے کہ ایسی تحدی کی گئی ہو جیسی قرآن شریف نے کی ہے۔ اگرچہ ہم اپنے تجربہ اور قرآن شریف کے معجزہ کی بنا پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا کا کلام ہر حال میں معجزہ ہوتا ہے لیکن قرآن شریف کا اعجاز جس کاملیت اور جامعیت کے ساتھ معجزہ ہے دوسرے کو ہم اس جگہ پر نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ بہت سی وجوہ اور صورتیں اس کے معجزہ ہونے کی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کی مثال لانے پر قادر نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ کلام الٰہی معجزہ نہیں ہو سکتا وہ بڑے ہی گستاخ اور دلیر ہیں کیا وہ نہیں جانتے اور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق بے مثل اور لانظیر ہے۔ تو پھر اس کے کلام کی نظیر کیسے ہو سکتی ہے؟ ساری دنیا کے مدبر اور صناع ملکر اگر ایک تنکا بنانا چاہیں تو بنا نہیں سکتے۔ پھر خدا کے کلام کا مقابلہ وہ کیسے کر سکتے!

محض کلام کے اشتراک یا الفاظ کے اشتراک سے یہ کہدینا کہ کوئی معجزہ نہیں نری حماقت اور اپنی موٹی عقل کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ ان اعلیٰ مدارج اور کمالات پر ہر شخص اطلاع نہیں پا سکتا جو باریک بین نگاہ دیکھ سکتی ہے۔

میرا یہ مذہب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خالص کلام لعل کی طرح چمکتی ہے لیکن باایں ہمہ قرآن شریف آپ کی خالص کلام سے بالکل الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اس کی وجہ کیا ہے!

کلام کے مدارج و مراتب

ہر چیز کے مراتب ہوتے ہیں مثلاً کپڑا ہے تو کھدر، ململ اور خاصہ لٹھہ محض کپڑا ہونے کی حیثیت سے تو کپڑا ہی ہیں۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ سفید ہیں بظاہر ایک مساوات رکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور ریشم بھی سفید ہوتا ہے۔ لیکن کیا ہر آدمی نہیں جانتا کہ ان سب میں مراتب جدا جدا ہیں اور ان میں فرق پایا جاتا ہے ؎

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

پس جس طرح پر ہم سب اشیاء میں ایک امتیاز اور فرق دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کلام میں بھی مدارج اور مراتب ہوتے ہیں۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام جو دوسرے انسانوں کے کلام سے بالاتر اور عظمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک پہلو سے اعجازی حدود تک پہنچتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے کلام کے برابر وہ بھی نہیں۔ تو پھر اور کوئی کلام کیونکر اس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

یہ تو موٹی اور بدیہی بات ہے کہ جس سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کہ قرآن شریف معجزہ ہے لیکن اس کے سوا اور بھی بہت سے وجوہ اعجاز ہیں۔ خدا تعالیٰ کا کلام اس قدر خوبیوں کا مجموعہ ہے جو پہلی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو۔ اور سارے کمالات اسمیں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

کلام الٰہی کے نزول کا قاعدہ

کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا تھا جس سے بڑھکر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ (باقی پہلے کالم میں)

خلع اور مہر

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

اعتراض :- قرآن کریم میں آتا ہے - الطلاق مرتان ۪ فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ۔ ولایحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ۔ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون (ترجمہ) طلاق دو دفعہ ہو پھر پسندیدہ طور سے رکھنا یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کرنا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس مال میں سے لو جو تم نے انہیں دیا ہے ۔ (یعنے مہر واپس لینے کے تم مجاز نہیں) سوائے اس کے کہ دونوں کو ڈر ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قایم نہیں رکھ سکینگے پس اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قایم نہیں رکھتے تو پھر ان دونوں پر اس بارے میں کچھ گناہ نہیں کہ عورت فدیہ دیدے (یعنے حق مہر سارا یا کچھ حصہ چھوڑ دے) یہ اللہ کی حدیں ہیں - پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جاتا ہے پس یہی لوگ ظالم ہیں - **اعتراض** یہ ہے کہ عورت جب طلاق لینا چاہے جسے خلع کہتے ہیں تو ہمارے فقہا کے فتوے کے بموجب جن کا ماخذ استنباط مندرجہ بالا آیت ہے عورت کو مہر چھوڑنا پڑے گا - جو بے انصافی نظر آتی ہے - ایک تو وہ شوہر کے ظلم سے تنگ آ کر طلاق لینا چاہتی ہے - دوسرے اپنا حق چھوڑنے کے لئے مجبور کی جاتی ہے - پس اس کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں -

جواب - قرآن کی اصطلاح میں کسی مرد و عورت کے جوڑے کی زوجیت کے منقطع ہو جانے کا نام طلاق ہے - خواہ زوجیت کا منقطع کرنے والا یعنے طلاق دینے والا مرد ہو - خواہ زوجیت کے انقطاع کی متمنی یعنے طلاق لینے والی عورت ہو - قرآن نے دونوں کو ایک ہی نام دیا ہے یعنے طلاق کا - فقہا نے ذرا امتیاز پیدا کرنے کے لئے عورت کے طلاق لینے کا نام خلع رکھدیا ہے - ورنہ ہیں ایک ہی چیز یعنے طلاق - یہاں یہ ذکر ہے کہ دو مرتبہ اگر زوجیت منقطع ہو تو اس کے بعد عدت کے اندر بذریعہ رجوع کے اور عدت کے بعد بذریعہ نکاح کے زوجیت کا تعلق دوبارہ بھی قایم ہو سکتا ہے - لیکن اگر قایم کرنا منظور نہ ہو تو خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دو اور ان کا کوئی حق نہ چھینو ہوا - سوائے اس صورت کے کہ جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ دونوں خدا کی حدود کو قایم نہیں رکھتے یا نہیں رکھ سکیں گے لیکن دونوں کا اندیشہ کافی نہیں ممکن ہے کہ وہ ایک دوسرے کے متعلق غلط اندازہ یا غلط فتوے لگا رہے ہوں اس لئے اس کا فیصلہ قوم یا سوسائٹی کے سپرد کیا جو بذریعہ قاضی یا جج یا پنچایت کے اس کا فیصلہ کریں جیسا کہ جمع کے صیغہ میں فرمایا فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ کہ اگر تم لوگوں کو بھی یہی اندیشہ ہے کہ وہ دونوں حدود اللہ کو قایم نہیں رکھتے تو اگر عورت بطور فدیہ اپنا حق یعنے مہر چھوڑ دے تو حرج نہیں - یہاں چند نتایج نکلتے ہیں جو قابل غور ہیں :-

(۱) طلاق کے وقت مہر عورت کا واپس نہیں لیا جا سکتا یا وہ چھوڑ نہیں سکتی جب تک فیصلہ اس کا قوم کے سامنے نہ ہو یعنے بذریعہ قاضی یا جج یا پنچایت وغیرہ کے اس کا فیصلہ نہ ہو محض فریقین کی اپنی اپنی رائے یا خیال ایک دوسرے کے متعلق کافی نہیں -

(۲) جب جج یا قاضی اس بات کو دیکھے کہ حدود اللہ کو توڑنے والا اگر مرد ہے تو ساتھ ہی عورت بھی حدود اللہ کو توڑنے والی ہو - یا صرف عورت ہی حدود اللہ کو توڑ رہی ہے تو اس وقت قاضی کو اجازت ہے کہ وہ موقع و محل کے مناسب سارا مہر یا کچھ حصہ عورت سے چھڑوا دے - اور مرد کو طلاق دینے کے لئے حکم دیدے -

یہاں الا یقیما حدود اللہ میں الا یقیما کا تثنیہ کا صیغہ قابل غور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک عورت کی طرف سے زیادتی ثابت نہ ہو تب تک حق مہر زائل نہیں ہوتا - عورت جب طلاق لے گی تو دو ہی صورتیں ہوں گی - یا تو مرد ظالم ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا اس وجہ سے عورت طلاق لینا چاہتی ہے - اور عورت کا کوئی قصور نہیں تو اس صورت میں حق مہر زائل نہیں ہو سکتا اور دوسری صورت یہ ہے کہ عورت مرد کو کسی وجہ سے پسند نہیں کرتی مرد کا کوئی قصور نہیں - یا اگر کچھ قصور ہے بھی تو عورت کا بھی ساتھ ہی قصور ثابت ہے اور باوجود اپنے قصوروں کے عورت مرد کے ساتھ رہنے کو راضی نہیں تو پھر اس صورت میں عورت سے اگر حق مہر سارا یا کچھ حصہ چھڑا دیا جائے تو یہ بے انصافی نہیں - بلکہ عین انصاف ہے ورنہ یہ تو کمائی کا ایک خاصہ ذریعہ بن جائے گا - ایک عورت نے آج نکاح کیا اور مہر لیا اور کل شوہر سے طلاق لے لی کہ میرا دل اس کے پاس رہنے کو نہیں چاہتا - اس سے طلاق لے کر پھر دوسرے سے نکاح کیا اور مہر لیا - اور طلاق لیکر پھر تیسرے کو اسیطرح برباد کیا یہ تو بڑی خطرناک راہ ہوگی - لہذا قرآن نے اس راہ کو مسدود کر کے انصاف کا حق ادا کر دیا - ایسی صورت میں جب قصور عورت کا ثابت ہے اور وہ شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو پھر حق مہر چھوڑنا بے انصافی نہیں ہو سکتی - البتہ یہ قاضی یا جج یا پنچایت کا کام ہے کہ وہ دیکھ لے کہ عورت کا کس قدر قصور ہے اور ساتھ اگر مرد کا بھی قصور ہے تو کس قدر ہے - اسی کے مطابق اس سے مہر چھڑوا لینے کا تصفیہ ہو سکے گا - اگر مرد کا قصور مطلق نہیں تو عورت سارا مہر چھوڑ دے اگر کچھ قصور مرد کا بھی ہے تو اسی کے مطابق مہر چھڑوا لینے میں کمی بیشی ہونی چاہئے -

چنانچہ وہ مشہور واقعہ خلع کا جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوا - وہ اسی پر دال ہے - جمیلہ بنت عبداللہ ابن ابی نے اپنے خاوند ثابت بن قیس بن شماس سے طلاق چاہی مقدمہ آنحضرت صلعم کے حضور میں پیش ہوا - جمیلہ نے صاف طور پر کہدیا کہ میرے شوہر میں کوئی عیب نہیں ما اعیب علیہ فی خلق ولا دین (میں اس کے نہ اخلاق پر عیب لگاتی ہوں نہ دین پر) لا اطیقہ بغضا یعنے بغضاً میں اس کی برداشت نہیں کر سکتی یعنے نفرت ہے - اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا تم اس کا باغیچہ جو تم کو اس نے مہر میں دیا تھا واپس کرتی ہو؟ اس نے کہا ہاں - اس پر آپ نے قیس کو حکم دیدیا کہ طلاق دیدو -

صاف ظاہر ہے کہ چونکہ قیس کا کوئی قصور ثابت نہیں ہوا اور حدود اللہ کو توڑنے کا قصور جمیلہ پر آ پڑا اس لئے سارا مہر اسے چھوڑنا پڑا - اگر قیس کا بھی قصور ہوتا تو مہر سارا واپس نہ ہوتا اور اگر محض قیس کا ہی قصور اور ظلم ہوتا اور عورت بے گناہ ہوتی تو پھر عورت کا مہر زائل نہیں ہو سکتا تھا - کیونکہ پھر الا یقیما حدود اللہ کی شرط پوری نہ ہوتی تھی - جس کے رو سے حق مہر کے زائل ہونے کے لئے عورت کا قصوروار ہونا ضروری ہے -

جن فقہا نے خلع کی ہر ایک صورت میں مہر کے زائل ہو جانے کا فتوے دیا ہے انہوں نے غلطی سے الا یقیما حدود اللہ میں یقیما کے تثنیہ کے صیغہ پر غور نہیں کیا - ورنہ یہ تثنیہ کا صیغہ صاف بتا رہا ہے کہ جب تک عورت کا قصور نہ ہو مہر کل کا کل یا اس کا کچھ حصہ زائل نہیں ہو سکتا - اور جمیلہ بنت عبداللہ کا واقعہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے - کہ اسے جو مہر واپس کرنا پڑا تو اسی وجہ سے کہ شوہر کا کوئی قصور نہ تھا اور حدود اللہ کو توڑنے والی خود عورت تھی -

---

شملہ میں تحریک احمدیت

دیوبندی اصحاب سے بحث و مناظرہ

سیرۃ کے جلسہ پر تعلیم یافتہ لوگوں نے میری تقریر کی تجویز کی اور یہ تجویز پاس ہو کر میرا نام پروگرام میں داخل ہو کر چھپنے کے لئے گیا مگر جامع مسجد کے امام کی شرارت کی وجہ سے جاہل پارٹی مخالف ہو گئی اور مخالفت اس قدر بڑھی کہ سیرت کمیٹی کے اراکین کو مجبور ہو کر میرا نام پروگرام سے خارج کرنا پڑا - اراکین سیرت نے مجھے ایک معذرت کی چٹھی لکھ بھیجی وہ چٹھی میرے پاس محفوظ ہے - خیر قصہ تو یہیں ختم ہو گیا مگر امام جامع مسجد ایک نئی چال چلا اس نے عبدالرحیم نام کسی مولوی کو امروہہ سے بلوا کر سیرۃ کے جلسے میں اسے تقریر کرنے کے لئے وقت دیدیا اور اس نے سیرت پر تقریر کرنے کے بجائے ساری تقریر احمدیت کے برخلاف کی - اس پر ہم نے امام جامع مسجد کو ایک کھلی چٹھی لکھی جس کا جواب عبدالرحیم کی طرف سے شائع شدہ ہمیں موصول ہوا - اس پر ہم نے دوسری چٹھی شائع کر کے عبدالرحیم کے نام بھیجی - عبدالرحیم تو فرار ہو گیا مگر اس کا جواب سکرٹری اہلسنت کی طرف سے شائع ہو کر ہمیں ملا - جس کے جواب میں ایک ٹریکٹ بطور چٹھی کے لکھدیا گیا - ابھی وہ ٹریکٹ پریس میں ہے ایک دو دن تک چھپ جائے گا - پبلک بے صبری سے اس ٹریکٹ کا انتظار کر رہی ہے - اس ٹریکٹ میں حضرت صاحب کے دعوے پر سیر کن بحث کی گئی ہے - شملہ آ کر تبلیغ احمدیت کا پورا موقع نہیں ملا تھا مگر مخالفوں نے خود ہمیں موقع دیدیا - اب گھر بگھر ہماری چٹھیوں کا تذکرہ ہے اور گھر بگھر یہی معاملہ زیر بحث ہے - ممکن ہے کوئی بڑا مناظرہ بھی ہو جائے تجویزیں ہو رہی ہیں -

آرمی پریس میں ایک مناظرہ ہو چکا ہے اور مخالف مولوی کو خود غیر احمدیوں نے سر مجلس اس قدر ذلیل کیا کہ خدا کی پناہ - اسے برملا یہاں تک کہدیا گیا کہ تم جھوٹ بولتے ہو اور وہ مناظرہ سے فرار کر گیا - میں پہلی دونوں چٹھیوں کو برائے ملاحظہ ارسال خدمت کرتا ہوں - تیسری چٹھی چھپ جانے پر ارسال کر دوں گا - تنخواہ ابھی تک نہیں آئی بھجوا دی جائے

(خاکسار - بندہ محمد عصمت اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۳۲ء	نمبر ۵۱

فرقہ وار اور مخلوط انتخاب

ہندوؤں اور سکھوں کا جوش و خروش

فرقہ وار حقوق کے فیصلہ کے بعد ملک میں چاروں طرف بے اطمینانی کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ سوائے چند مستثنیات کے تمام ہندو مسلم اور سکھ لیڈروں نے اس فیصلہ کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ لیکن سب کا نقطہ نگاہ الگ الگ ہے ہندو لیڈر اور اخبارات اپنی ناراضی کی دو وجہ بیان کرتے ہیں:۔

ا۔ ہندوستان کے نئے آئین میں فرقہ داری کو داخل کیا گیا ہے۔

ب۔ پنجاب میں مسلمانوں کو اکثریت دیدی گئی ہے۔

ان دونوں باتوں کا ذکر کرتے ہوئے "پرتاپ" لکھتا ہے:۔

"سارے ہندوستان کو اس قدر جماعتوں میں کیوں تقسیم کیا گیا۔ پنجاب میں مسلمانوں کو اس قدر اکثریت کیوں دی گئی۔ کہ باقی سب جماعتیں ملکر بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ محض اس لئے کہ اقلیتوں کی حفاظت کی آڑ میں گورنر کے اختیارات بڑھائے جاسکیں۔"

صرف پنجاب کا نام کیوں لیا جاتا ہے

لیکن سوال یہ ہے کہ پنجاب ہی میں فرقہ وارانہ انتخاب اور مسلمانوں کو حق اکثریت حاصل ہونا گورنر کے اختیارات کو بڑھانے کا موجب ہے۔ یا دوسرے صوبوں میں بھی جہاں ہندوؤں کو اکثریت کا حق دیا گیا ہے۔ یہی صورت پیش آئیگی؟ ہمیں رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ ہندو اخبارات اور زعما صرف پنجاب کی نام نہاد مسلم اکثریت ہی کا رونا روتے ہیں اور اس بات کا نام نہیں لیتے کہ بمبئی، مدراس، بہار و اڑیسہ، صوبجات متوسط، صوبجات متحدہ اور آسام میں ہندوؤں کو جو غیر مشتبہ اکثریت حاصل ہوئی ہے۔ وہ بھی گورنروں کے اختیارات کو بڑھانے، فوج، خزانہ، امور خارجہ۔ سکہ۔ تبادلہ اور "اقلیتوں کے ادھیکاروں کی رکھشا" لازمی طور پر وائسرائے کے پاس رہنے کا موجب ہونگے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ پنجاب میں فرقہ وارانہ انتخاب اور اسلامی اکثریت گورنر کے اختیارات کو بڑھانے کا موجب ہو گی لیکن دوسرے صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت اس نتیجہ کو پیدا نہ کرے گی۔ کیا محض اس لئے کہ وہاں ہندوؤں کو اکثریت حاصل ہے۔ اور ہندوؤں کے اندر کوئی ایسا اعجاز ہے کہ جہاں انہیں اکثریت کے حقوق حاصل ہوں وہاں حکومت بھی ان سے ڈر کر گورنر کو زائد اختیارات نہیں دے سکتی؟ آخر کیوں پنجاب ہی کا نام بار بار لیا جاتا ہے اور ہندو اکثریت رکھنے والے صوبوں کا ذکر تک نہیں کیا جاتا اگر پنجاب میں مسلمانوں کو اکثریت ملنے سے فرقہ داری پیدا ہوتی ہے . . . . تو کیا ہندوؤں کو دوسرے صوبوں میں اکثریت ملنے سے فرقہ داری مٹ جاتی ہے؟

ہر حال میں مسلمانوں کا بگاڑ مقصود ہے

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوؤں کو اگر رونا ہے تو محض مسلم اکثریت کا۔ باقی سب بہانے ہیں۔ اگر آج پنجاب میں بنگال کی طرح مسلمانوں کو صرف ۴۸ فیصدی نیابت دیدی جائے جس سے ان کی اکثریت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے تو تمام ہندو بالکل خاموش ہو کر بیٹھ جائیں۔ اور اسی فرقہ وارانہ فیصلہ کو عین انصاف قرار دیں جس طرح دوسرے صوبوں کے متعلق کوئی شکایت انہیں باقی نہیں۔ جہاں انہیں نمایاں اکثریت مل چکی ہے اور سب سے بڑھکر بنگال کے متعلق کوئی حرف شکایت ان کی زبان پر نہیں آتا۔ جہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ "پرتاب" کے اس فقرے کا کیا مطلب ہے:۔

"پنجاب میں مسلمانوں کو اس قدر اکثریت کیوں دی گئی کہ باقی سب جماعتیں مل کر بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔"

گویا ہر حال میں مسلمانوں ہی کا بگاڑ مقصود ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دوسرے صوبوں میں ہندوؤں کو جو اکثریت حاصل ہوئی ہے وہاں ان کا بھی ساری جماعتیں ملکر کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ خواہش تو یہ تھی کہ مسلمانوں کو جو کچھ بھی ملے وہ اتنا کم ہو کہ ہندو جس وقت جس طرح چاہیں ان کا تہس نہس کر سکیں اور کوئی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کو پنجاب میں اس قدر اکثریت مل چکی ہے۔ کہ تمام جماعتیں ملکر بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ آئینی طور پر انہیں ۱۷۵ نشستوں میں سے صرف ۸۶ نشستوں کا حق حاصل ہے۔ ایک مسلمان تمندار کی نشست ملکر ۸۰ ہو جائینگی باقی ۸۸ نشستیں رہ جاتی ہیں جن میں سے مسلمانوں کو کچھ ملنے کا امکان ہی امکان ہے۔ اور ہندوؤں اور دوسری اقوام کے لئے ہر طرح موقع حاصل ہے کہ وہ ان میں سے ایک بھی نشست مسلمانوں کو نہ ملنے دیں۔

سکھوں کا شور و غوغا

لیکن اس کو بھی چھوڑ دیجئے اور اس حیرت انگیز حقیقت پر نظر ڈالئے کہ سکھ قوم بھی مسلمانوں کی طرح فرقہ وار انتخاب کا مطالبہ رکھتی ہے۔ انھوں کا مطالبہ بھی فرقہ دار انتخاب کا ہی تھا۔ لیکن کوئی ہندو اب انہیں متہم نہیں ٹھیراتا۔ (کیونکہ وہ بھی ہندو قوم کا ہی جزو ہیں۔ اور ان کی علیحدہ نشستیں ہندوؤں ہی کی طاقت و قوت میں اضافہ کا موجب ہیں) اور صرف مسلمانوں ہی کو "فرقہ پرست"، "ٹوڈی" اور "گم کردہ راہ" وغیرہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہے۔ کہ ہندوؤں کا اصل مقصود صرف مسلمانوں کی مخالفت ہے۔ اور فرقہ داری اور مخلوط انتخاب کی بحث صرف ایک بہانہ ہے

لیکن جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کے باوجود سکھوں نے بھی "پنجاب میں مذہبی اکثریت" کی شکایت شروع کر دی ہے۔ اور سردار اجل سنگھ اور سمپورن سنگھ نے وائسرائے کو ایک مکتوب بھیجا ہے جس میں صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ:۔

"اعلان حقوق میں گورنمنٹ نے پنجاب میں مذہبی اکثریت قائم کرکے اس بنیاد کو جس پر کانسٹی ٹیوشن کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ ایسا کھوکھلا کر دیا ہے کہ ہم یہ سوچنے کے لئے مجبور ہو گئے ہیں کہ نیا کانسٹی ٹیوشن موجودہ کانسٹی ٹیوشن سے بھی بدتر ہوگا۔ پنجاب کونسل میں مسلمانوں کی ۵۲ فیصدی اکثریت کا غلام بنا دیا گیا ہے سکھوں کے ساتھ صریح بے انصافی کی گئی ہے اگر مسلمانوں کی اکثریت اقلیتوں کے ساتھ بدسلوکی کرے یا ظالم ثابت ہو تو فیصلہ میں وو ٹروں سے اپیل کرکے اس کو تبدیل کرنے کے لئے کوئی گنجائش بھی نہیں رکھی گئی۔"

سردار اجل سنگھ اور سمپورن سنگھ کی یہ فریاد جس کو پرتاب نے خالصہ کا نعرۂ مستانہ کے عنوان سے نقل کیا ہے۔ اگر ان مطالبات کی روشنی میں دیکھی جائے جو سکھ قوم کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ تو فی الواقعہ نعرۂ "مستانہ" سے بھی کچھ بڑھکر ثابت ہوتی ہے۔ جو قوم خود پنجاب میں معین نشستوں کا مطالبہ کرتی رہی ہے۔ اس کا یہ کہنا کہاں تک حق بجانب ہے کہ پنجاب کو مذہبی اکثریت کا غلام بنا دیا گیا ہے۔ کیا ۱۴ فیصدی آبادی رکھنے والے ۸ و ۱۸ فیصدی نیابت لے سکتے ہیں جس کے ساتھ مخلوط انتخاب والی نشستوں کا بھی امکان ہے اور ۵۶ فیصدی آبادی رکھنے والے ۵۱ فیصدی کا بھی حق نہیں رکھتے؟

کیا مسلمان "ظالم" ہوں گے؟

"خالصہ جی" کا یہ فقرہ نہایت عجیب ہے کہ:۔

"اگر مسلمانوں کی اکثریت اقلیتوں کے ساتھ بدسلوکی کرے یا ظالم ثابت ہو . . . ."

ہم نہیں جانتے کہ مسلمانوں کی بدسلوکی یا ظلم کا وہم خالصہ جی کو کیوں پیدا ہوا۔ کیا خالصہ جی کی پرورش اور نشوونما مسلمانوں ہی کے عہد حکومت میں نہیں ہوئی؟ کیا سکھ گوردواروں کے ساتھ

بیشمار جاگیریں اسلامی عہد حکومت کی فیاضی کا کھلا ثبوت نہیں کیا خود پنجاب میں خالصہ جی کی حکومت ایک مسلمان بادشاہ کی طرف سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ایک ادنیٰ خدمت کا معاوضہ نہ تھا؟ پھر سکھ گردواروں کے مسلمان حکمرانوں اور نفرار کے ساتھ تعلقات اس بات کا ایک کھلا ثبوت ہے کہ مسلمانوں کا سلوک سکھوں کے ساتھ ظالمانہ نہیں بلکہ ہمیشہ روادارانہ اور فیاضانہ رہا ہے۔ اس کے بالمقابل ہندوؤں نے جب کبھی موقعہ ملا انہیں دکھ اور اذیتیں پہنچائیں ان کے مقدس گوروؤں کو دیگوں کے اندر پکوایا۔ اور انہیں باغی قرار دیکر حکومت سے لڑایا۔ اس لئے اگر خوف ہوسکتا ہے تو ہندوؤں کی بدسلوکی اور ظلم وستم کا۔ مسلمان جب خود مختار اور تخت حکومت پر قابض ہوکر ان کے حق میں ظالم ثابت نہ ہوئے تو اب کیا ہوں گے

بالغوں کا حق رائے اور مخلوط انتخاب

ہندوؤں اور سکھوں کے علاوہ مسلمانوں میں بھی بعض لوگ ہیں جو فرقہ وار انتخاب کے مطالبہ کو اس ناانصافی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں جو پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے ساتھ ہوئی ہے اور ہندوؤں کو دعوت دے رہے ہیں کہ اگر وہ بالغوں کا حق رائے تسلیم کرلیں تو مسلمان مخلوط انتخاب تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ حالانکہ بالغوں کے حق رائے کے ساتھ مخلوط انتخاب کو کوئی تعلق نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں کثرت آبادی کی وجہ سے مسلمان ووٹروں کی تعداد بڑھ سکتی ہے اور ایسی حالت میں ان کی نیابت کے بھی بڑھنے کا امکان موجود ہے۔ لیکن جس قوم کی کثیر آبادی ہندوؤں کی رہین منت ہے۔ اور ہندو قوم کی سنہری اور روپہلی تجاوبزاس کے کثیر افراد کو اپنا غلام بنانے میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔ اس کے بالغوں کا حق رائے بھی مخلوط انتخاب کی صورت میں زہر قاتل ثابت ہوگا۔ اس لئے موجودہ حالات میں مخلوط انتخاب کا سوال ہی فضول اور بے فائدہ ہے۔ مسلمانوں کو اگر فرقہ وار حقوق میں جائز حق نیابت نہیں دیا گیا۔ تو یہ جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کا نتیجہ نہیں بلکہ ہندوؤں اور سکھوں کے اس واویلا اور پکار کا نتیجہ ہے جو راتدن ہندو پریس سے جاری ہے

فرقہ واری کا حقیقی علاج

فرقہ واری اگر ایسی ہی بری چیز ہے۔ اگر بقول ڈاکٹر نارنگ فرقہ وار حقوق کا فیصلہ "زہر کا پیالہ" ہے تو اس کے پیدا کرنے والے مسلمان نہیں بلکہ بقول شیخ صادق حسن "ڈاکٹر صاحب کے ہم خیال لوگوں نے ہی پیالہ میں زہر ڈالا ہے۔ جو بھارت ماتا کو زبردستی پلایا جارہا ہے۔ "ہندو رہنماؤں نے" بقول شیخ صاحب ممدوح مسلمانوں کا اعتماد حاصل نہیں کیا۔ اگر وہ فراخدلی اور سچائی سے ایسا کرلیتے تو یقین کامل ہے کہ سپہر سیاست پر جداگانہ انتخاب کے بادل دکھلائی نہ دیتے۔ سکھ اور ہندو بھائیوں سے التماس ہے کہ اگر وہ ہندوستان کے آئین سے جداگانہ انتخاب کو اڑانا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے عملاً اور فعلاً کوشش کریں۔ مسلمان کبھی بھی غفلت نہ کرینگے"۔

درخواست دعا - جیسا کہ احباب کی خدمت میں پہلے عرض کی گئی تھی مکرم خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب جھنگ کی بیگم صاحبہ فالج کے حملہ سے علیل ہیں۔ ابھی تک شکایت بدستور ہے۔ جملہ احباب ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

مسلمانوں کی گراوٹ اور مسیح موعود

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور اس کے پیدا کردہ نکتہ چین حواری حضرت مسیح موعود پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا کام تو غیر مذاہب پر فتوحات حاصل کرکے اسلام کو غالب کرنا تھا لیکن یہاں الٹا ہورہا ہے۔ کہ مسیح موعود آیا بھی اور چلا بھی گیا۔ تاہم مسلمان (اور خصوصاً اہلحدیث) روز بروز قعر مذلت کی طرف جارہے ہیں۔ سو معترضین کی چونکہ الزامی جواب ہی سنکر تسلی ہوتی ہے۔ اس لئے آیت ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسہم کو ایک طرف رکھکر ہم مولوی ثناء اللہ کی زبانی مسلمانوں کی گراوٹ کا سبب سناتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

"قدیم پنجاب خلافت کمیٹی کے ارکن "زمیندار" اور جدید کے حامی اخباروں میں تو تو میں میں بلکہ سب وشتم ابھی سے جاری ہو گئے ہیں جن کو دیکھکر دسمبر کے نتیجہ کی بابت قیاس ہوسکتا ہے ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا . . . .

ادھر خلافت کمیٹی ہوگی جس میں دو دلئی برسر جنگ مسلمان شریک ہوں گے۔ ہاں وہ مسلمان جو مسلمانوں کو عروج کی انتہائی حد (جنت) پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر طریق عمل ان کا وہ ہوگا جو سفل کی انتہائی منزل میں لیجائے۔ اعتبار نہ ہو تو سنئے کلام پاک کا ارشاد ہے لاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔ نزاع مت کرو ورنہ پھسل جاؤگے۔ اور تمہاری عزت برباد ہوجائے گی۔ . . . . . ہم خدالگتی کہنے سے نہیں رک سکتے کہ مسلمانان ہند میں ابھی وہ لیاقت نہیں آئی جس کا عنوان قرآن مجید میں امۃ وسطا (معتدل قوم) آیا ہے۔ ہم بلا مبالغہ کہتے ہیں کہ مسلمانان ہند رجعت قہقری کرکے (الٹی چال چلکر) عرب جاہلیت کے معتاد ہوگئے ہیں جس کو حالی مرحوم نے یوں ادا کیا ہے ؎

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے

خدا بخشے شیخ سعدی مرحوم کو انہوں نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا پروگرام کیا اچھی صورت میں بتایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اگر یک سواری رہ خویش گیر
اگر پائے بندی رضا پیش گیر

یعنے جو کام تیرا ذاتی ہے اس میں تو اپنی مرضی کا مالک ہے اور جو قومی کام ہے اس میں اجتماعی رائے کا پابند ہوکر۔

(اہلحدیث ۱۷ مئی ۱۹۳۲ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب کی خود اس آیت قرآنی اور شیخ سعدی کے مقولہ کی پابندی کا حال دیکھنا ہو تو رسالہ "مسلمان" سوہدرہ بابت ماہ اپریل مئی ۱۹۳۲ء کے دس سوالات ملاحظہ ہوں خود اس کی اپنی جماعت جو خدا اور رسولؐ کے احکام کی سب سے بڑھکر پابندی کی مدعی ہے۔ اور مسلمانوں کی باقی جماعتوں پر کیچڑ اچھالتی رہتی ہے۔ انتشار، تشتت اور شتربے مہاری میں سب مسلمانوں سے بڑھکر ہے۔ پھر اس پر لطف یہ ہے کہ جو ڈاکٹر علاج کرکے صحت کی طرف لانا چاہتا ہے اس پر سب طرف سے گالیوں کی بوچھاڑ ہے۔ اور پھر خم ٹھونک کر بے شرمی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اچھے کیوں نہیں ہوتے۔ چلو یہ مان لو کہ حضرت مسیح موعود خلاف خدا ورسول اعمال بتاتے ہیں۔ لیکن تم لوگ جو خدا ورسولؐ کے احکامات کی پابندی کی مدعی ہو۔ تم سے وہ اثرات کیوں ظاہر نہیں ہوتے جو پہلے مسلمانوں سے ظاہر ہوئے۔ ہم عنقریب "مذاہب اہلحدیث کی کہانی اہلحدیث کی زبانی" شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنی شکل بھی آئینہ میں نظر آجائے پھر سے لکھنے: "الاکہ مسیح موعود آئے اور مسلمانوں کو مردہ کا مردہ کرکر چلے گئے"۔ کچھ غیرت وشرم کرے۔

سالانہ دستکاری کے متعلق

احمدی بہنوں سے اپیل

سب بہنوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ چند سالوں سے جو تحریک بیگم صاحبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے دستکاری کے متعلق شروع کی ہوئی ہے اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر سال سالانہ جلسہ کے موقع پر ہر ایک درد مند بہن خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی، لاہور کی ہو یا باہر کی حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کرتی ہیں۔

جب سے یہ تحریک شروع ہوئی ہے۔ اللہ کے فضل سے اس میں دن بدن ترقی ہورہی ہے اگر بہنوں کی تھوڑی سی توجہ ہمیشہ ادھر ہوتی رہے تو اشاعت اسلام کو ہماری طرف سے اچھی خاصی مدد مل سکتی ہے۔

اس تحریک میں امیر وغریب بہنیں برابر کا حصہ لے سکتی ہیں۔ کیونکہ غریب بہنیں مالی مشکلات کی وجہ سے راہ خدا میں کچھ نہیں دے سکتیں۔ ان کے لئے بھی یہ ایک اچھا موقع ہے کہ اس میں حصہ لے سکیں۔

کیونکہ گزشتہ نمائش میں بعض بہنوں نے مٹی کے چولہے اور سوت کی انٹیاں راہ خدا میں انجمن کو پیش کیں جن کو خریداروں نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور معقول قیمت دے کر خرید کرلئے اس لئے بہنوں سے التجا ہے کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی بھیجنے میں توقف نہ کریں۔ اور بغیر کسی رکاوٹ کے بھیجدیں۔

میں اپنی طرف سے اور دیگر کارکن بہنوں کی طرف سے ان بہنوں کی شکرگزار ہوں جو درد دل سے اس قومی کام میں حصہ لیتی ہیں۔ امید واثق ہے کہ اس دفعہ بھی وہ ہر طرح پیش پیش ہوں گی۔ بلکہ دیگر بہنوں کو بھی ہر ممکن طریقہ سے ترغیب دیتی رہیں گی۔

یہ تحریک جو بیگم صاحبہ امیر قوم نے جاری کی ہے۔ یہ ایک ایسی فائدہ مند تحریک ہے کہ اگر یہ کام اسی طرح جاری رہا تو انشاء اللہ ہماری چھوٹی چھوٹی معصوم بچیوں کے دلوں میں شروع ہی سے اس قومی ہمدردی کا بیج بویا جائے گا۔ اور وہ بڑی ہوکر شوق سے اس میں حصہ لیا کریں گی۔ دیگر سب بہنوں کی خدمت میں تاکیداً عرض ہے کہ وہ اپنی تیار کردہ دستکاری ماہ نومبر تک ختم کردیا کریں۔ تاکہ دسمبر کے شروع ہفتہ میں لاہور پہنچ سکیں۔ اور آسانی سے ان کی قیمتوں کا اندازہ ہوجائے یہ مضمون میں نے بہنوں کی یاددہانی کے لئے تحریر کیا ہے امید ہے کہ اثر پذیر ہوگا۔

(بنت ڈاکٹر سید محمد حسین - سابق - گوہ مری)

اوخود گم است کرا رہبری کند

مولوی ثناء اللہ صاحب سے ایک اہلحدیث کے دس سوالات

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث ۲۷/جولائی ۱۹۲۸ء صفحہ ۳ پر "قرآنی پختہ ایمانداروں کی علامات" لکھی ہیں:-

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایماناً وعلیٰ ربھم یتوکلون۔ یعنے پختہ ایمانداروں کی نشانیاں یہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور پختہ ایماندار اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں" یہ وہ معیار پختہ ایمانداروں کا تھا کہ جسے مولوی صاحب نے بمقابلہ عیسائیاں پیش کیا تھا۔ اب ذرا خود مولوی صاحب کے پختہ ایمان کا حال ان کے ایک اپنے اہلحدیث بھائی کے ذریعہ سنئے:-

"سب سے پہلے میں مولانا پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں آپ کا اور "اہلحدیث" کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہونے کی حیثیت سے یہ سوال کر رہا ہوں۔ چونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ جیسے قابل، تجربہ کار اور جہاندیدہ رہنما کی موجودگی میں اہلحدیث دن بدن تشتت اور قعر مذلت کی طرف جا رہے ہیں۔ اس لئے میں بجا طور پر یہ حق رکھتا ہوں کہ آپ سے اس کے متعلق کچھ سوال کروں۔ خصوصاً جبکہ مجھے تین چار سال سے جماعت کے مختلف حضرات کے ملنے اور واقعات دیکھنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس کی زیادہ تر ذمہ داری بھی آپ ہی پر عائد ہوتی ہے اس لئے میں مودبانہ طور پر یہ درخواست کروں گا کہ آپ بُرا منائے بغیر ان سوالات پر توجہ فرمائیں اور جس طرح بھی ہو سکے خدارا اپنی جماعت کو ایک نظام میں لانے کی کوشش فرمائیں۔"

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہمخیالوں کا قعر مذلت میں جانا اور روز افزوں تشتت یقیناً آیات قرآنی من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا (پ ۱۶ ع ۶) انما نملی لھم لیزدادوا اثما (پ ۴ ع ۹)، ویمدھم فی طغیانھم یعمھون (پ ۱ ع ۲)، بل متعنا ھؤلاء وآباءھم حتی طال علیھم العمر (پ ۱۷ ع ۴) (اخبار اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)، کا نتیجہ ہے تاکہ مولوی صاحب لمبی عمر پا کر اپنی جماعت کی زبوں حالت دیکھکر بصد حسرت و یاس یہاں سے جائیں۔ جس جماعت کی تربیت انہوں نے دوسروں پر ناجائز اور بیباکانہ اور بداخلاقانہ حملے کر کر کے کی ہو اس کا نتیجہ اگر ایسا نہ ہوتا تو نہایت تعجب کی بات ہوتی۔ اب مستفسر کے سوالات ملاحظہ ہوں:-

(۱) کیا یہ صحیح ہے کہ آج سے دس بارہ سال پیشتر جماعت کے بعض افراد نے تنظیم کی ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے آپ کو اپنا سردار منتخب فرمایا تھا۔ جس کا ذکر اخبار اہلحدیث میں ہوتا رہا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپنے ایسی خاموشی اختیار فرمائی کہ پھر عملی کارروائی تو درکنار اخبار میں بھی کبھی اس کا ذکر نہ آیا۔ آخر اس میں کس کی بے اعتنائی ہے

(۲) کیا یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے زمانہ سرداری میں صوبہ پنجاب کی ایک مرکزی انجمن اہلحدیث بنائی گئی تھی۔ جس کے جنرل سکرٹری بھی آپ ہی تجویز ہوئے تھے اور اس کی سب سے بڑی غرض بھی یہی تھی کہ پنجاب میں جہاں کہیں اہلحدیث ہوں انہیں ایک نظام میں لا کر انہیں انجمنیں بنا کر صدر انجمن اہلحدیث صوبہ پنجاب سے ملحق کر دیا جائے۔ پھر کیا ایسا ہوا؟ کتنی انجمنیں بنیں کتنے الحاق ہوئے؟

جہانتک مجھے معلوم ہے آپ کے سارے زمانہ نظامت میں (جو قریباً چھ سات سال رہا) دس بیس سے زیادہ انجمنیں نہیں بنیں آخر یہ کیا اندھیر ہے کہ آپ جیسا قابل آدمی جو بہترین مقرر بھی ہو اور اعلیٰ ترین لکھنے والا بھی پھر لطف یہ کہ پروپیگنڈا کے لئے اس کے ہاتھ میں مستقل طور پر اپنا اخبار بھی ہو۔ جماعت اسے اپنا سردار بھی کہتی ہو اور جنرل سکرٹری بھی بنا چکی ہو وہ آٹھ دس سال کی مہلت میں جماعت کا کوئی نظام نہ قائم کر سکے۔

(۳) کیا یہ صحیح ہے کہ جب جماعت نے آپ کو عہدہ نظامت (سکرٹری شپ) سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے شخص کو سکرٹری بنا دیا تو آپ عملی طور پر انجمن سے علیحدہ ہو گئے اور مجلس شوریٰ کے کسی اجلاس میں بھی تشریف نہ لائے آخر یہ ناراضگی خلوص اور للہیت پر مبنی تھی یا کسی خود غرضی اور عہدہ پرستی پر۔

(۴) کیا یہ بھی صحیح ہے کہ آپ اخبار اہلحدیث کو جماعت کا اخبار کہا کرتے ہیں مگر جب جماعت (یعنے صدر انجمن اہلحدیث صوبہ پنجاب) کی طرف سے آپ کے زمانہ علیحدگی میں کوئی مضمون بغرض طباعت بھیجا گیا تو آپ نے اسے شائع کرنے کے بجائے ردی کی ٹوکری میں پھینکدیا اور انجمن کا کوئی مضمون شائع نہ کیا۔ پھر اخبار جماعتی کیا ہوا۔ آپ کا اپنا ذاتی پرچہ کہنا چاہیے۔ جو ایک تاجرانہ حیثیت رکھتا ہے۔

(۵) کیا یہ بھی صحیح ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ علیحدگی (از سکرٹری شپ) میں علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم پٹیالوی صدر انجمن اہلحدیث صوبہ پنجاب سے اپنے اخبار میں ایک "کھلا سوال" شائع کیا مگر قاضی صاحب نے جواب بھیجا تو اسے درج نہ ہونے دیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو کیا یہ اصول ادارت و دیانت کے خلاف نہیں ہے؟

(۶) قاضی صاحب مرحوم جیسے مرنجاں مرنج بزرگ کے ساتھ ملکر جماعتی کام کرنے سے آپ کو کون امر مانع رہا ہے میرا خیال ہے کہ اگر آپ اس زمانہ میں صحیح معنوں میں جماعتی کام کرتے تو یقیناً کامیاب ثابت ہوتے۔

(۷) آپ اکثر اوقات اپنے اخبار اپنی تصنیفات اپنی تقریروں اور مناظروں کا ذکر فرماتے ہوئے جماعت پر احسان کیا کرتے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ جماعت ہی کے لئے ہو رہا ہے۔ مگر کیا یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ ان سب کاموں کا مالی فائدہ آپ کو پہنچ رہا ہے نہ کہ جماعت کو۔ رہا دینی خدمات کا ثواب سو خدا سے متعلق ہے۔

(۸) کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ آپ اپنی جماعت میں سے جب کسی بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس کی حوصلہ افزائی فرمائیں اپنے تجارتی مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے دبانے کی کوشش کرتے ہیں مثال کے طور پر میں کئی واقعات پیش کر سکتا ہوں مگر فی الحال صرف دو ہی سن لیجئے۔

الف:- کیا حافظ عنایت اللہ صاحب وزیرآبادی نے ایک عربی تفسیر لکھکر آپ کو بغرض ریویو نہیں بھیجی اگر بھیجی تو آپ نے اس پر ریویو کیوں نہ لکھا (کہنے والے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ قیمتی سے قیمتی کتاب پر بھی صرف ایک دو سطر میں لکھدیا کرتے ہیں تاکہ مفصل لکھنے سے کوئی منگانے پر آمادہ نہ ہو جائے اور آپ کی کتب فروشی میں فرق آجائے۔) پھر حافظ صاحب نے بارہا آپ سے اشتہار چھاپنے کے لئے کہا۔ مگر آپ نے محض اس لئے ان کا اشتہار نہ لیا کہ اس کی بکری سے آپ کی عربی تفسیر کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔

ب:- کیا اہلحدیث جنتری والوں کا اشتہار عمداً اخبار اہلحدیث میں چھپنے سے نہیں روکدیا گیا کہ کہیں اس کی اشاعت نہ بڑھ جائے۔ یہاں تک کہ اجرت کا وصول شدہ روپیہ واپس کر دیا گیا۔ اور یکم جنوری ۳۲ء کے اہلحدیث اخبار میں اہلحدیث جنتری کے متعلق ایک ایسا نوٹ لکھا گیا جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ اہلحدیث جنتری کی اشاعت گوارا نہیں کر سکتے۔ اور مالکان اہلحدیث جنتری کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔

(۹) کیا یہ صحیح ہے کہ اہلحدیث افراد نے جب آپ سے مایوس ہو کر سید محمد شریف صاحب کو اپنا امیر بنانا چاہا تو آپ نے اپنی پرانی سرداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی امارت سے انکار کر دیا۔ اور یہ فرمایا کہ مجھے سردار بنانے کے بعد اب کسی دوسرے کی امارت جائز نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) کیا یہ صحیح ہے کہ آپ نے شاہ صاحب کی امارت سے اختلاف رکھنے کے باوجود محض دینی مصالح کی بنا پر ان کے احکام کی اطاعت کا تحریری وعدہ کیا تھا کہ آپ تنظیم کا کام شروع کر دیں۔ میں بھی آپ کی معاونت کروں گا اور اخبار میں آپ کے مضامین شائع کر دیا کرونگا۔ مگر ازاں بعد نہ اخبار میں ان کا مضمون دیا۔ نہ کوئی معاونت کی بلکہ ان کے خلاف مضامین لکھے اور اپنے تحریری وعدہ اور دستخط سے انکار کر دیا جو آپ کی شان کے خلاف تھا۔

ثلاث عشرۃ کاملۃ

مولوی ابوالبشیر محمد نذیر صاحب لاہلپوری مندرجہ رسالہ "مسلمان" سوہدرہ بابت ماہ اپریل مئی ۱۹۳۲ء

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل چندہ کے جوابات

قسط ششم

عبدالکریم صاحب لنگڑیال بھکر:۔ حضور نے بندہ کے ذمہ ۳۰ روپے لگائے گئے تھے۔ مبلغ پندرہ روپے آج بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیئے گئے ہیں بقایا پندرہ روپے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد روانہ کر دونگا۔ بہت سی مشکلات و تکالیف کی وجہ سے دیر ہوگئی ہے ورنہ تعمیل فرمان کے لئے بہت بے تاب تھا اور جی تو چاہتا ہے کہ قوم کے آسودہ ترین افراد سے بھی زیادہ دیا جائے مگر مجبوریاں مانع ہیں۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین۔

بابو عبدالرحمٰن صاحب ایبٹ آباد:۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل عرصہ سے مل چکی تھی جس میں میرے ذمہ مبلغ ۵۰ روپے ڈالے گئے تھے۔ جواب میں کچھ تاخیر ہوگئی جس کی وجہ یہ تھی کہ میرا دل چاہتا تھا کہ پہلے عمل ہو اور پھر آپ کو اطلاع دوں سو آج اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ میں اس جہاد کبیرہ میں شامل ہو سکوں یعنی ۲۵ روپے آج محاسب صاحب کے نام منی آرڈر کر دیئے ہیں اور بقایا ۲۵ روپے انشاء اللہ اگلے ماہ بھیج دوں گا۔ آج کل مالی مشکلات اور تنخواہوں میں تخفیف نے ہاتھ تنگ کر دیا ہے مگر یہ بات درست ہے کہ اگر خدا کسی کے دل کو تنگ نہ کرے تو تمام مشکلات خواہ کتنی بڑی ہوں دور ہو جاتی ہیں۔ آپ میرے لئے دعا کریں کہ خدا آفات سے محفوظ رکھے اور توفیق دے کہ میری کمائی اس کے راستہ میں خرچ ہو۔

خان محمد خاں صاحب محکمہ پولیس انبالہ شہر
مجھے اپنے حصہ کی رقم ۱۰۰ روپیہ یاد ہے مقررہ میعاد دسمبر تک انشاء اللہ آپ کو وصول ہو جائے گی۔

جماعت سیالکوٹ سے وصولی:۔

(۱)	چودھری محمد اصغر صاحب ٹھیکیدار	۵۰ سالم رقم روپے
(۲)	مستری قادر بخش صاحب	۲۰ ″
(۳)	میاں محمد الدین صاحب ٹھیکیدار	۶ ″
(۴)	میاں بشارت احمد صاحب سب پوسٹماسٹر	۵ ″
(۵)	ماسٹر عبدالحق صاحب مدرس	۵ ″
(۶)	ماسٹر عبدالقیوم صاحب	۵ ″
(۷)	ماسٹر محمد رحیم بخش صاحب	۵ ″
(۸)	شیخ مولا بخش صاحب	۵ ″
(۹)	میاں محمد الدین صاحب جلد ساز	۱ ″
(۱۰)	اہلیہ صاحبہ خواجہ بشیر الدین صاحب پوسٹماسٹر	۵ ″

جماعت پشاور سے وصولی:۔

(۱)	شیخ فضل کریم صاحب	۴۰ روپے
(۲)	بابو بلادر خاں صاحب	۳۰ روپے
(۳)	خان بہادر مولانا غلام حسن خاں صاحب	۱۰ ″
(۴)	سکینہ بی بی دختر شیخ فضل کریم صاحب	۴ ″
(۵)	میاں عبدالحلیم صاحب	۱ ″
(۶)	میاں امام الدین صاحب	۱ ″
(۷)	بابو مقبول حسین صاحب دہلی	۱۰ ″
(۸)	منشی محمد بخش صاحب ریڈر رودجہاں	۵ روپے
(۹)	ڈاکٹر ملک نذیر احمد صاحب لاہور	۱۰ ″
(۱۰)	ڈاکٹر سعید احمد صاحب پشاور	۳۰ ″
(۱۱)	چودھری نظیر احمد صاحب ماڑی ہزارہ	۱۰ ″

چودھری غلام باری صاحب انکم ٹیکس افسر ملتان
دس روپے قسط اول۔ دس اقساط میں آپ نے لکھا ہے کہ اپنی کل رقم ۱۰۰ روپیہ ادا فرما دیں گے۔

مسز شیخ رحمت الٰہی صاحب اسسٹنٹ انجنیئر جالندھر
آپکی طرف سے ایک معقول رقم کا زیور پہلے قرضہ فنڈ کی تحریک میں وصول ہو چکا ہے۔ اب مزید حسب ذیل زیور موصول ہوا ہے۔

چوڑیاں طلائی	۲ عدد
انگشتری طلائی	۱ عدد

جماعت بازید خیل ضلع پشاور:۔
فہرست مشمولہ میں ۴۰-۵۷ قسط اول ارسال خدمت ہے۔ انشاء اللہ قسط دوم میں سب رقم ارسال خدمت کیا جائے گا۔

(صاحب گل سکنہ شیخ محمدی)

(۱)	صاحبزادہ علی اکبر خاں صاحب بازید خیل	۱۰ روپے
(۲)	عبداللطیف صاحب شیخ محمدی	۱۰ ″
(۳)	عبدالغنی صاحب ″	۷ ″
(۴)	استاد صاحب گل صاحب	۵ ″
(۵)	نور احمد خاں صاحب ″	۵ ″
(۶)	ولی اللہ صاحب ″	۲ ″
(۷)	صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب بازید خیل	۵ ″
(۸)	خیباز خاں صاحب گگر ولہ	۱-۸-۰ ″

(محمد دین جان۔ آنریری افسر تحصیل)

(بقیہ صفحہ ۶)

مندرجۂ بالا سوالات کو شائع ہوئے تیسرا مہینہ جا رہا ہے لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب جواب دینے سے کنارہ کشی کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان سوالوں کے جوابات میں نہ صرف ان کی موت ہے بلکہ جماعت اہلحدیث کی بھی اخلاقی موت ہے۔ تحسبھم جمیعًا وقلوبھم شتّٰی کا نظارہ کسی نے دیکھنا ہو تو وہ اس جماعت میں دیکھ سکتا ہے۔ جو خود شیشے کے مکان میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر چلاتی ہے۔ یہی حسرت کا نظارہ دیکھتے دیکھتے بیچارہ محمد حسین بٹالوی چل بسا۔ اور اب مولوی ثناء اللہ کو بھی یہی نظارہ موت سے پہلے نظر آ رہا ہے۔

اگر مولوی ثناء اللہ نے ان سوالوں کے جواب کی طرف رخ کیا تو ہم ان کو بھی ناظرین تک پہنچا دینگے۔

جن احباب

کا چندہ اگست میں ختم ہوتا ہے وہ بذریعہ منی آرڈر چندہ ارسال فرما کر شکوری کا موقع دیں۔ (منیجر)

چند یسوعی حقائق

ہم نے ۷ اگست کے اخبار میں ایک یسوعی اخبار کی لپ کی بنا پر لکھا تھا کہ اگر بقول یسوعی صاحبان یسوع کے اس کثرت سے مرید ہو گئے تھے تو وہ کہاں بیٹھے رہے جبکہ یہودیوں نے ہلڑ مچا کر پیلاطوس کو یسوع کے پھانسی دینے پر مجبور کر دیا۔ اگر یہ سات آٹھ سو آیا ہزار بھی پیلاطوس پر زور ڈالتے تو ان کا آقا پھانسی کی سزا سے بچ جاتا۔ جس سے بچنے کے لئے وہ دعائیں بھی کرتا رہا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ یاروں کی گپ ہے کہ اس کثرت سے اس کے مرید ہو گئے تھے۔ اس پر "نور افشاں" کو دیڑا ہے اور اصل بحث کو چھوڑ کر کہیں حواری کے لفظ پر بحث شروع کر دی اور کہیں اناجیل کے بے تعلق حوالے پیش کرنے شروع کر دیئے۔ ہم نے تو اس کی یعنے یسوع کی روحانیت کا اثر دکھایا تھا۔ کہ اس نے تین سال میں بارہ رسول بقول نور افشاں پیدا کئے تھے۔ اور ان کو وعدہ دیا کہ تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم جو میرے پیچھے ہو لئے جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ تم بارہ تختوں پر بیٹھو گے۔

(متی ۱۹: ۲۸)

اور کوئی رسول خواہ تخت پر بیٹھے یا نہ بیٹھے لیکن ان بارہ میں سے یہوداہ اسکریوتی تو خاص اس وعدہ کا مستحق نکلا۔ دوسرے درجہ پر پطرس جسنے تین بار جھوٹ بولا۔ اور لعنت کی۔ کیا یہی نمونہ تھا جس کے بارہ میں یسوع نے کہا تھا "تم زمین کے نمک ہو پھر اگر نمک کا مزہ بگڑ جائے تو وہ کس چیز سے مزیدار کیا جائے . . . . . تم دنیا کے نور ہو" افسوس کہ یسوعیوں کے خدا کا علم اتنا ناقص نکلا کہ خواہ مخواہ ان کو ایسے جھوٹے وعدے دیتا رہا۔ اگر وہ بقول نور افشاں بحوالہ زبور و زکریاہ جانتا تھا کہ یہوداہ اسکریوطی اسے پکڑوا دے گا۔ تو کم سے کم اس کے لئے تو تخت کا وعدہ نہ دیتا۔ نہ اسے دنیا کا نور کہتا اور نہ نمک قرار دیتا۔ یہ تو یاروں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ یسوع کے الفاظ جو اس نے بارہ کو مخاطب کر کے کہے انجیلوں میں موجود ہیں پھر ایسے علام الغیوب آقا سے ایسی لغزش کیسے جائز ہے۔ حضرت مسیح موعود نے نہ خداوند بننے کا دعویٰ کیا اور نہ ذات کے مدارج سے اپنے آپ کو بڑھایا۔ یہ اعتراض تو اسی پر آ سکتا ہے جسے اسکے پیرو خداوند علام الغیوب مانتے ہوں کیا خوبی سے فرماتے ہیں کہ پطرس نے یسوع پر لعنت نہ بھیجی تھی اور ہمارا یہ اعتراض یونانی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ بہت اچھا ہم نے تو غلط ہی سمجھا ہوگا لیکن جو حوالے آپ نے دیئے ہیں اس میں جو لعنت کے معنے ہیں وہ آپ خود کیوں خود برد کر گئے۔ آخر سمجھانا تو تھا کہ آیا اس نے لعنت اپنے اوپر کی یا پوچھنے والوں پر اور یا اپنے آقا پر۔ آپ کے حوالے کے الفاظ یہ ہیں (۱) "مگر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا"

(۲) اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا" لیکن جس حوالہ کے ساتھ آپ اسے خلط ملط کرنا چاہتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں "لعنت کی قسم کھائی" ظاہر ہے کہ لعنت کرنا اور قسم کھانا علیحدہ مفہوم رکھتا ہے۔ بہ نسبت "لعنت کی قسم" کھانے کے۔ آپ ہی بتائیں کہ اس نے اپنے اوپر لعنت کی یا پوچھنے والوں پر اور یا اپنے آقا پر۔ چونکہ آقا کا مددگار یا ساتھی ہونے سے انکار تھا اس لئے اپنی بات کہ اس نے

آنا پر لعنت بھیجکر اور ہم کو کردن زدنی قرار بنایا۔

نورافشاں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ فقرہ "واخوت" کا عملاً غلط ہے کہ تیس چالیس سال میں یسوعیت دنیا کے تمام ممالک میں پھیل گئی۔ یسوعیوں نے اپنا مذہب پھیلانے میں جس قدر خلق خدا کا خون بہایا ہے۔ وہ ایک مستقل مضمون ہے۔ وہ بھی عنقریب نورافشاں کے سامنے آجائے گا۔

دین میں جبر کے بارہ میں ہم نے لکھا تھا کہ ان پڑھ اور جاہل مسلمان اگر کسی وقت زبردستی کرتے ہوں تو یورپ کے تعلیم یافتہ رومن کیتھولک بھی ان سے کم نہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کے اعمال پر نہ اسلام قابل اعتراض ٹھیرتا ہے نہ یسوعیت نہ کوئی اور مذہب جب تک کہ وہ علانیہ زبردستی کی تعلیم نہ دے اس پر نورافشاں کو ضلالت انسانی کی کیا ضرورت تھی۔

مسٹری کے قبول اسلام کی خبر جو کسی اخبار کے حوالہ سے دی گئی تھی وہ غلط ہو یا صحیح محض ایک خبر تھی۔ اس قسم کی خبریں پیغام صلح، نورافشاں وغیرہ اخبارات میں دوسرے اخبارات سے نقل ہو کر نکلتی رہتی ہیں۔ ان میں غلطی کا امکان ہوتا ہے کیونکہ اس کا اصل ماخذ معلوم نہیں ہوتا۔ ہم نے لکھا تھا کہ جو معزز لوگ براہ راست ہمارے ذریعہ مسلمان ہوتے ہیں ان کی صحت کے ہم ذمہ دار ہیں۔ ان کے بارہ میں کوئی خبر غلط ہو تو پیش کریں۔ لیکن اس صحیح امر کی طرف آنا یسوعیوں کے لئے مشکل ہے۔

یسوع کے آسمان پر جانے کی آیات ہی الحاقی ثابت ہو رہی ہیں تو کہاں کا آسمان پر جانا۔ اگر یسوع کو آسمان پر جانے کی اتنی ہی قدرت تھی تو صلیب پر نہ لٹکتا اور نہ ایلی ایلی لما سبقتانی پکارتا۔ بلکہ مردوں کی طرح اس مصیبت کو برداشت کرتا جس میں بقول یسوعیان تمام بنی نوع انسان کی نجات تھی۔

غالباً نورافشاں کی نظر سے ہمارا **ایک صد روپیہ انعام** کا نوٹس گزرا ہوگا۔ اس طرف کیوں توجہ نہیں کرتا۔

قربانی کی ایک نیک مثال

اخویم شیخ غلام محی الدین صاحب برمکان جناب خان بہادر شیخ عبدالعزیز صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں:-

میرا ایک مکان جہلم میں ہے جس وقت میں نے لیا تھا قریباً تین ہزار روپے کی مالیت کا تھا اب قریباً دو ہزار روپے کی مالیت کا ہے۔ وہ نیاز مند نے اشاعت اسلام کے واسطے انجمن احمدیہ کے حوالے کر دیا ہے۔ جہلم میں بابو عبدالرحمن صاحب کو کہدیا ہے کہ جب تک فروخت کا انتظام نہ ہو کل کرایہ انجمن کو بھیجدیا کریں۔ جب فروخت ہوا تو سب قیمت انجمن کو بھیجدی جاوے گی۔ عرصہ سے میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح انجمن کو امداد دی جائے۔ اب خداوند کریم نے یہ تجویز امداد کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ خداوند قبول فرمائے۔

حضرت امیر جملہ احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خاص طور پر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب کی اولاد پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ اور ان کو اس قربانی کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور ہمارے دوسرے احباب کو بھی توفیق دے کہ وہ اس قسم کی قربانیاں کر کے دکھائیں۔ ہماری جماعت کے اندر یہ قربانی کے نمونے ہی درحقیقت مسیح موعود کی صداقت

خبریں

نئی دہلی ۲۰ر اگست۔ آج ہندوستان کی دو عظیم الشان جماعتوں نے فرقہ وار مسئلہ کے اعلان پر غور و خوض شروع کر دیا۔ ہندو مہاسبھا کی مجلس عاملہ اور آل انڈیا مسلم کانفرنس نے اپنی کارروائی شروع کر دی ہے۔

مجلس کانفرنس کے اجلاس میں ڈاکٹر اقبال۔ ملک فیروز خان نون ڈاکٹر شفاعت احمد خان۔ سید ذاکر علی۔ شاہ مسعود احمد۔ مولانا مظہر الدین سید حسن امام۔ مولانا شفیع داؤدی۔ مولانا غلام رسول مہر۔ سید حبیب شامل تھے۔ یہ کمیٹی ایگزیکٹو بورڈ میں قراردادیں پیش کرنے کیلئے مرتب کر رہی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پنجاب و بنگال میں آئینی اکثریت کی عدم منظوری پر مخالفانہ بحث کی گئی اور صوبہ سرحد میں ہندوؤں کو بے جا زائد از زائد استحقاق نیابت کی منظوری پر سخت نکتہ چینی کی گئی۔ علیحدگی سندھ پر بھی عدم اطمینان کا اظہار کیا گیا۔

مہاسبھا کی کارروائی بھی شروع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ نریندر ناتھ مناورتی کمیٹی سے مستعفی ہوگئے ہیں

لاہور ۲۰ر اگست۔ آج شام کو ہز ایکسیلنسی کپتان سکندر حیات خان صاحب گورنر پنجاب شملہ سے بذریعہ موٹر کار لاہور پہنچے اور گورنمنٹ ہاؤس میں فروکش ہوئے۔ آپ بسلسلہ دورہ تشریف لائے ہیں۔ آپ شیخوپورہ اور لائلپور جائیں گے۔ اور پھر لاہور تشریف لے آئیں گے۔ اور نیڈوز ہوٹل میں آپکو لاہور پبلک کی طرف سے جوڈیر پارٹی دی جائیگی۔ اس میں شرکت کریں گے۔ ۲۴ر اگست کو آپ امرتسر ہوتے ہوئے شملہ پہنچ جائیں گے۔

امرتسر ۱۹ر اگست۔ ٹریبون کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ لالہ کشن چند ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ ماسٹر کے ایکہزار کے کرنسی نوٹ گول باغ میں گم ہوگئے۔ جبکہ آپ وہاں دوپہر کے وقت سو رہے تھے۔ لالہ کشن چند کاروبار کیلئے لکڑی خرید نے جا رہے تھے

مدراس ۲۰ر اگست۔ آج بعد دوپہر ہائی کورٹ میں لکشمی کنتھن کے فرار کی وجہ سے عجیب سنسنی پھیل گئی ہے۔ اس کے خلاف ہائی کورٹ سیشن میں جعلسازی کے الزام میں مقدمہ کی سماعت ہو رہی تھی۔ یہ شخص ضمانت پر رہا تھا۔ اور خود ہی مقدمہ کی پیروی کر رہا تھا۔ عدالت جب لنچ کے بعد پھر شروع ہوئی تو پھر ملزم واپس نہ آیا۔ سر اوون بیزلی چیف جسٹس نے گھنٹہ کے قریب انتظار کیا اور مقدمہ کی سماعت دوشنبہ پر ملتوی کر دی۔ اس کے علاوہ اس کی گرفتاری کیلئے بسلسلہ ضمانت وارنٹ جاری کر دیا گیا ہے۔ اور پولیس پوری سرگرمی سے تلاش کر رہی ہے

سرینگر ۱۹ر اگست۔ کل مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں جنگ ہوگئی۔ ایک مولانا عبداللہ کی معتقد تھی اور دوسری میرواعظ یوسف شاہ کی حلقہ بگوش تھی۔ میرواعظ کی پارٹی کے ایک شخص کو شدید زخم آئے باقی دونوں جماعتوں کے افراد خفیف طور پر زخمی ہوئے۔ نوہٹہ برج کے پاس کل سے علی العموم دکانیں بند ہیں۔ مولانا عبداللہ کا بھائی جو مقامی صنعتی سکول میں ایک مدرس ہے اسیر بھی کیا گیا۔ حالات کی تلخی نظر آرہی ہے اور ضرورت کیلئے پولیس ہر وقت تیار ہے۔

سرینگر ۱۹ر اگست۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت ایک اعلان شائع کیا ہے جسکی رو سے سوائے پتھر مسجد کے اور جامع مسجد کے دیگر تمام مساجد میں واعظ و نصیحت کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ مذکورہ مسجد میں بھی عبداللہ میرواعظ ہمدانی اور میرواعظ یوسف شاہ ہی واعظ کر سکتے ہیں۔ یہ حکم سر دست دو ماہ تک نفاذ پذیر رہیگا۔

سرینگر ۱۹ر اگست آج چونکہ جمعہ کا دن ہے اسلئے پولیس اور فوج شہر میں گشت کرتی رہی۔ خصوصاً فساد زدہ علاقہ میں حالات پر قابو پا لیا گیا ہے

سرینگر ۱۹ر اگست کل دوپہر کے بعد پتھر مسجد میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مسلمانوں کی دو جماعتوں کے تصادم کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب اور مولوی میرک شاہ صاحب نے لوگوں کو امن و سکون سے رہنے کی تلقین کی اور کہا کہ شرارت پسندوں کے اشتعال کو کسی قسم کی ہمت نہیں دینی چاہیئے لوگوں کو عزت۔ جائیداد اور انسانی خون کی حرمت کا احساس دلایا گیا تمام معصیت کا ذمہ دار پولیس کو ٹھیرایا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔ شام سے پہلے جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

رنبیر گنج ۲۰ر اگست۔ مسلمانوں کے ایک عظیم الشان اجتماع نے مہاراجہ سے درخواست کی ہے کہ مذہبی معاملات میں دخل نہ دیں۔ کیونکہ عدل و انصاف گلینسی کمیشن اور مہاراجہ صاحب کی اپنی سفارشات اس قسم کی مداخلت کی اجازت نہیں دیتیں۔ اس قسم کے احکام کو فوراً واپس لے لینا چاہیئے۔ تاکہ مسلمان رعایا کے جذبات و احساسات مجروح نہ ہوں۔

ناگپور ۲۰ر اگست آج صبح کلکتہ سے بمبئی میل روانہ ہوئی نوراسہ میں تباہ ہوتے ہوتے بمشکل بچی۔ ریوڑ کے جنرل منیجر نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے نامہ نگار سے بیان کیا کہ میں اس گاڑی پر سوار تھا جب گاڑی شنڈہ کے علاقہ سے گذر رہی تھی کہ فائرمین نے دیکھا کہ ایک گاڑی دھرے والے بکس میں سے دھواں نکل رہا تھا گاڑی کو فوراً روک لیا گیا۔ معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ دھرا ٹوٹ چکا تھا اگر فائرمین اتفاق سے دھواں دیکھ کر گاڑی کو ٹھیرا نہ لیتا تو چند لمحوں میں گاڑی الٹ جاتی یا لائن سے اتر کر تباہ ہو جاتی۔ ناندہ کے اسٹیشن پر اس گاڑی کی بجائے دوسری گاڑی لگائی گئی۔

کلکتہ ۱۹ر اگست آج کونسل میں سوالات کے وقت سر ایم۔ این اٹیڈ ہوم ممبر نے بیان کیا کہ سول نافرمانی کی تحریک کے سلسلہ میں ماہ جنوری سے جولائی کے آخر تک معمولی قوانین کے ماتحت سزا یابوں کی تعداد ۶۶۲۸ ہے اور آرڈیننسوں کے ماتحت ۳۳۲۹ ہے۔ اس سلسلہ میں اسی مدت کے اندر گرفتار شدہ اشخاص کی کل تعداد ۱۱۰۸۱ ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں ہوم ممبر نے بیان کیا کہ پولیس کے خلاف قانون ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے صوبہ کے مختلف مقامات پر سولہ مقامات پر گولی چلانی پڑی تھی۔

لنڈن ۱۹ر اگست۔ سر ولیم لارک لوہے اور فولاد کے کارخانوں کے مالکوں کی نیشنل فیڈریشن کے ڈائرکٹر گذشتہ شب اوٹاوا سے گلاسکو واپس پہنچ گئے ہیں ان کا بیان ہے کہ کینیڈا کے لوہے کے کارخانہ والوں نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ایسی حکمت عملی کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کی بنا پر کینیڈا اور برطانیہ کے درمیان لوہے کی تجارت کو فروغ ہوگا۔ اور برطانیہ عظمیٰ سے لوہے اور فولاد کی کثیر مقدار کینیڈا میں خریدی جائیگی اس ضمن میں تجارتی معاہدہ اسوقت تک شائع نہیں ہوگا جب تک دونوں اسکی تصدیق نہ کریں

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددین کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۲

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بعافیت ہیں۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ۲۴ اگست کی شام کو واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے آپ نے وہاں درس قرآن کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔

مولوی محمد یمین صاحب دانوی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل کی تعمیل میں آدھ سیر سست سلاجیت دینے کو تیار ہوں جس کی قیمت ۲۰ روپے ہے۔ اگر کوئی صاحب خزانہ انجمن میں بیس روپے داخل کر کے مجھے رسید بھجوا دیں تو آدھ سیر سست سلاجیت ان کی خدمت میں ارسال کر دی جائے گی۔

مولوی صاحب ممدوح نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمع قرآن کی بحث کے سلسلہ میں پادریوں کی تردید کے لئے مجھے مندرجہ ذیل کتب کی اشد ضرورت ہے جس دوست کے پاس موجود ہوں وہ ان کی قیمت اور اپنے پتہ سے مطلع فرمائیں

(۱) رسالہ تواتر القرآن مولفہ شیخ محدث عاملی۔
(۲) کتاب الفیصل لابی محمد ابن حزم الاندلسی

آپ لکھتے ہیں کہ ضلع ہزارہ میں پادری اب پوری کامیابی سے کام کر رہے ہیں۔ اور ائمہ مساجد وغیرہ تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ حس ہی باقی نہیں رہی کہ پادری کیوں ہمارے مسلمان بھائیوں کو مرتد کر رہے ہیں۔

لیسرور سے اخویم قاضی نثار محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت ہی مخلص ممبر جناب سیٹھ محمد دین صاحب بروز اتوار (۲۱ اگست) بمقام فیروز پور فوت ہو گئے۔ مرحوم حضرت صاحب کے پرانے شیدائیوں میں سے تھے۔ اور اکثر آپ کی صحبتوں سے مستفیض ہوتے تھے التماس ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ ضرور پڑھا جائے

قابل توجہ احباب

(فرمودہ حضرت مسیح موعود منقول از آئینہ کمالات اسلام)

"اے جماعت مخلصین! خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے۔ اور ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں اور اپنے **سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی** سو جہاں تک ممکن ہو اس کام کے لئے کوشش کرو۔ . . . . چاہیے کہ ہر ایک دوست اپنی اپنی ہمت و مقدرت کے موافق بہت جلد بلا توقف اس چندہ میں شریک ہوں اور **یہ چندہ ہمیشہ ماہواری طور سے ایک تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیئے** . . . . چونکہ یہ تمام کاروبار چندہ پر موقوف ہے اس لئے اس بات کو بہت سوچ لینا چاہیئے کہ اس قدر اپنی طرف سے چندہ مقرر کریں جو بسہولت ماہ بماہ پہنچ سکے۔ اے مردان دین **کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں اب تم خدا کو کسی اور عمل سے راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے** سو جاگو اور اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اٹھاؤ کہ فرشتے بھی **آسمان پر جزاکم اللہ** کہیں۔ اس سے مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ تم اپنا اسلام خدا تعالیٰ کو دکھاؤ اور اتنے جھکو کہ بس فدا ہی ہو جاؤ"

یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۲ء میں تحریر فرمائے تھے۔ ۔ اور جس کے لئے حضور نے اسی سال کے سالانہ جلسہ پر جب تحریک فرمائی تھی تو ۶۳ روپے ۸ آنے ماہوار رقم کے وعدوں سے اس کی ابتدا ہوئی۔ لیکن آج کس قدر اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شامل حال ہے کہ دو اڑھائی ہزار کے درمیان ہمارا یہ ماہوار چندہ وصول ہوتا ہے۔ اور اس کے ماسوا دوران سال میں کئی قسم کی تحریکات سے ہزاروں روپے دینی ضروریات اور اغراض کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں اس کے لئے ہم خوش ہیں اور واقعی فتح و نصرت کے نظارے ہم دیکھ چکے ہیں وہیں ہمیں حضور کے ایک ایک لفظ پر توجہ اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور فرداً فرداً ہم میں سے جو احباب اپنے اس فرض سے غافل ہیں یا اس مالی قربانی کی طرف ان کا پورا زور صرف نہیں ہو رہا ان کو اس طرف جلد توجہ دینے

کی ضرورت ہے۔ حضور کو اس صدی کا مجدد اعظم تسلیم کر کے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار کر کے اور جہاد میں شامل ہو کر پھر پورا ساتھ نہ دینا، یا انتظار کرتے رہنا یا ان نیک اور اہم تحریکات قومی کو پورا کرنے کے سوال کو پیچھے کسی اور وقت اور عمر کے لئے ڈالتے جانا سب نفس کے دھوکے اور خسران کی راہیں ہیں جو ہم سے پہلے بھی اپنے اپنے وقتوں میں لوگ اختیار کر چکے ہیں جب دنیا کے ہر کام میں ہمارا یہ اصول ہے کہ **آج کا کام کل پر نہ ڈالنا چاہیئے۔ کیونکہ وقت گزرنے والی چیز ہے اور عمر کا کسی کو علم نہیں** - تو پھر دین کے معاملہ میں ہمارا اس اصول کو نظر انداز کرنا الٹا سودا ہے ان الفاظ کے ساتھ ہر ممبر جماعت سے میری یہ درخواست ہے کہ کہ ان میں سے جو دوست

(باقی دیکھو ...)

عقائد محمودیہ کی زد صحابہ کرام پر

ان کے ایمان اور اطاعت میں نقص کا عقیدہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہٗ)

فرق مراتب کی بحث

سوال۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ کو مان کر صحابہ کرام پر زد پڑتی ہے۔ کیونکہ جب ان کے عقیدہ کے مطابق نبوت ایک اکتسابی چیز ہے اور انسانی ترقی کا درجہ ہے اور صحابہ کرام نبی نہیں بنے تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے کما حقہ ترقی نہیں کی۔ اس پر ایک محمودی صاحب نے بہت بگڑ کر فرمایا کہ کیا انبیا اور اولیا میں فرق مراتب نہیں ہوا کرتا اسی طرح یہ بھی فرق مراتب ہے۔

جواب۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑے گا کہ یہ ایک صریح مغالطہ دہی ہے یا پھر وہ خود بھی غلطی خوردہ ہیں۔ یہاں انبیا اور اولیا کے فرق مراتب کی مثال پیش کرنا صحیح نہیں پہلے

اصل معاملہ

کو سمجھو۔ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے نبوت کو ایمان کا ایک اعلیٰ درجہ اور انسانی ترقی کا آخری درجہ قرار دیا ہے جو تقویٰ، فرمانبرداری اور اطاعت میں ترقی کرنے سے انسان کو ملتا ہے۔ اور کہ قرآن نے اس کے حصول کے طریق بھی صاف طور سے بتا دیئے ہیں۔" اس کے صاف معنے یہ ہیں کہ جو شخص نبوت کے درجہ پر نہیں پہنچا اس کو ایمان کا اعلیٰ درجہ اور انسانی ترقی کا آخری درجہ نہیں ملا۔ اور اس کی وجہ یہ کہ اس میں کما حقہ تقویٰ پیدا نہیں ہوا اور اس نے جیسا چاہیئے اطاعت، اور فرمانبرداری نہیں کی اور قرآن کی تبلائی ہوئی راہوں پر کما حقہ عمل نہیں کیا۔ ورنہ نبی بن جاتا۔

انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے

فرق مراتب

کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان میں سے بعض نے خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری پوری طرح نہیں کی یا تقویٰ ان میں پورا نہ تھا بلکہ فرق مراتب کی وجہ ان کی فطری استعداد، ان کے مشن اور رسالت کی اہمیت، ان کی تعلیم کے کمالات اور جامعیت ان کی سبقت بالخیرات ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح اولیا یا صلحائے امت جو نفس مطمئنہ کے عالی مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور جن کو یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (کہ اے نفس اطمینان یافتہ اپنے رب کی طرف لوٹ تو خدا سے راضی اور خدا تجھ سے راضی۔ میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا) کا مقام حاصل ہو جاتا ہے ان کا فرق مراتب بوجہ فطری استعداد اور سبقت بالخیرات ہوا کرتا ہے۔ یعنے تقویٰ یا اطاعت و فرمانبرداری میں کمی یا نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ نیکیوں کی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا محمد رسول اللہ صلعم کے فیضان قدسیہ سے اس امت میں کوئی لوگ ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے مقام قرب اور رضائے الٰہی کو پا لیا۔ اور تقویٰ اور اطاعت امر الٰہی کا حق ادا کیا۔ یہاں میں ہزارہا اولیا اور مقربین اور مجددین اور محدثین کا ذکر نہیں کرتا جو اس امت کے لئے باعث فخر و زینت ہیں۔ صرف

صحابہ کرام کا ذکر کرتا ہوں

ان کے مقام قرب و رضائے الٰہی کا گواہ تو خود خدا اور اس کی پاک کتاب قرآن کریم ہے جیسا کہ فرماتا ہے ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے۔ اور کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ کر دیا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو بھلائی اور ہدایت پر چلنے والے ہیں۔ (الحجرات) پھر فرمایا والسابقون السابقون اولئک المقربون (الواقعہ) اور سبقت لیجانے والے سب سے آگے ہیں۔ یہی خدا کے مقرب لوگ ہیں۔ پھر فرمایا والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا۔ ذالک الفوز العظیم (التوبہ) اور سبقت لیجانے والے مہاجرین اور انصار میں سے پہلے اور وہ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور اس نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور وہ انہی میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے

اسی طرح صدہا آیات قرآنی اس پاک گروہ کے کمال صدق و تقویٰ پر شاہد ہیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس رضائے الٰہی اور فوز عظیم کے وارث گروہ میں سے جو کوئی نبی نہیں بنا تو اس کی وجہ کیا

اطاعت اور فرمانبرداری کا نقص

اور تقویٰ کی کمی ہو سکتی ہے؟ کیونکہ اس سے بڑھکر تعریف تو خدا نے اور کسی کی نہیں کی اگر اس نفس مطمئنہ پر پہنچ جانے والے لوگوں کی نسبت یہ مان لیا کہ ان لوگوں نے بھی کما حقہ اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کی اور تقویٰ میں کمی رہ گئی تو پھر خدا کی تعریف نہایت غلط اور ایک شاعرانہ مبالغہ نظر آنے لگتی ہے اور ان مقامات کے حصول کے بعد ہمیں تو قرآن میں کوئی اور مرتبہ نظر نہیں آتا جس کے حصول کی راہیں قرآن نے بیان کی ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس مقام عالی پر پہنچکر جو فرق مراتب ہوگا وہ فطری استعداد اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی وجہ سے ہوگا۔ نہ کہ اطاعت اور فرمانبرداری کی کمی اور تقوے کے نقص کی وجہ سے ہوگا۔

لیکن

میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ

یہ ہے کہ صالحین، شہداء، صدیق اور انبیا میں فرق مراتب بوجہ ایمان، اور اطاعت اور فرمانبرداری اور تقویٰ میں نقص اور کمی کے ہے۔ میں ان کی تحریر پیش کئے دیتا ہوں۔ نتائج خود نکال لیں

حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۰:۔

"اس جگہ اس امر پر بھی کچھ لکھ دینا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت ایمان کا ہی ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور تقویٰ میں ترقی کرتے کرتے انسان اس مرتبہ تک پہنچ جاتا جسے نبوت کہتے ہیں۔"

حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۵۳:۔

"انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام نبی ہے"

"خلاصہ کلام یہ کہ نبوت کی تعریف اور اس کے حصول کا طریق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ یہ ایک انسانی کمال کا مرتبہ ہے۔ جس پر پہنچکر انسان غیب الٰہی سے واقف کیا جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے مراتب صالح اور شہید اور صدیق ہیں"

حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۵۱:۔

"اسی لئے شہید محدث بھی ہوتا ہے یعنے اس سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر محدث تھے۔"

حقیقت النبوت صفحہ ۱۵۲:۔

"غرض صالح سے انسان ترقی کر کے **شہید** بن جاتا ہے اور یہ درجہ محدثیت کا درجہ ہے اور جب **انسان اس درجہ پر پہنچکر اور فرمانبرداری دکھاتا ہے۔ اور زیادہ اطاعت کرتا ہے** تو اس وقت یہ اللہ تعالیٰ کا اور بھی مقبول اور پیارا ہو جاتا ہے . . . . اس طرح یہ لوگ **صدیق** ہو جاتے ہیں . . . . . لیکن ابوبکرؓ نے جس صدق کو پا لیا تھا اور جس راستی کو سمجھ لیا تھا اس کو نہ حضرت عمرؓ سمجھ سکے نہ کوئی اور صحابی . . . . **غرض** صدیق بہت سچ بولنے والا انسان **شہید سے اوپر ہوتا** ہے . . . . **لیکن کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ درجہ نبوت پانے سے روکا جاتا ہے**"

مذکورہ بالا تحریروں سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

نتائج

(۱) نبوت ایمان کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے اور تقویٰ میں ترقی کرتے کرتے انسان اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی نبی نہ بنا دوسرے لفظوں میں یہ کہ کسی کو ایمان کا یہ اعلیٰ مرتبہ نہ ملا اور اس کی وجہ یہ کہ انہوں نے تقویٰ میں کما حقہ ترقی نہیں کی ورنہ جب ایک انسان تقوے میں ترقی کرتا کرتا نبی بن سکتا ہے تو صحابہ کا نبی نہ بننا اس بات پر دلیل ہے کہ انہوں نے قرآنی ارشاد یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے ماتحت تقویٰ کا حق ادا نہ کیا اور جب تقویٰ کا حق ادا کرنے کی شان خدا نے یہ بتائی تھی کہ تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم فرمانبردار اور مسلمان ہو تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کی موت اسلام پر بھی نہیں ہوئی (نعوذ باللہ) کیونکہ خدا نے تو تقویٰ کا حق ادا کرنے کا نشان یہ قرار دیا تھا کہ موت فرمانبرداری اور اسلام پر ہو اور میاں محمود احمد صاحب تقوے کا کما حقہ ادا ہو جانے کا نشان

یہ قرار دیتے ہیں کہ نبوت مل جائے۔ تو صحابہ کو جو نبوت نہ ملی تو میاں محمود احمد صاحب کے عقیدے کے مطابق تقویٰ کا حق ہی ادا نہ ہوا۔ لہٰذا ان کی موت بھی مسلمان ہونے کی حالت میں نہ ہوئی اور ان پر کیا موقوف ہے تیرہ سو پچاس سال میں سوائے حضرت مسیح موعود کے کسی نے بھی نبوت حاصل نہیں کی۔ کیونکہ تقویٰ کا حق ادا نہیں کیا۔ لہٰذا امت محمدیہ میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں مرا سب کی موت کفر پر ہی نظر آتی ہے۔

(۲) نبوت انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام ہے

لہٰذا صحابہ میں سے کسی نے بھی ترقی کا آخری درجہ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ساری امت محمدیہ میں سے سوائے مسیح موعود کے کسی نے بھی یہ ترقی کا آخری درجہ نہ پایا۔ گویا سب کی ترقی میں نقص رہ گیا ہے۔ یہ ہے محمد رسول اللہ صلعم کی روحانی کامیابی کا نشان کہ اپنے صحابہ میں سے کسی کو بھی ترقی کے آخری درجہ پر نہ پہنچا سکے۔ نہ آپ کے فیض سے ساری امت میں سے ہی کوئی آدمی ترقی کا آخری درجہ پا سکا۔ خوش قسمتی ہے ایک مسیح موعود نے اس درجہ پر پہنچ کر مسلمانوں اور قرآن کی لاج رکھ لی۔ اور کچھ آنسو پونچھ دیئے لیکن بایں ہمہ بنی اسرائیل اور توریت کے مقابلہ میں بہت کرکری اور ذلت ہوئی جن میں سینکڑوں لوگوں نے ترقی کر کے اس آخری درجہ کو پایا۔ گویا خیر الامم کے بجائے امت محمدیہ شر الامم ٹھہری۔

(۳) نبوت کے حصول کے طریق قرآن کریم میں صاف

طور پر مذکور تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ صحابہ نے قرآن کریم کی صاف تعلیم اور ہدایت پر عمل نہ کیا۔ ورنہ کیا وجہ کہ اگر وہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریق حصول نبوت پر عمل کرتے تو وہ نبوت کو نہ پالیتے۔ یہ الزام صاف طور پر قرآن کریم کی ہدایات کی اطاعت میں نقص رہ جانے کا الزام صحابہ پر بلکہ امت محمدیہ کے تمام اولیا اور صلحا پر پڑتا ہے۔

(۴) انعمت علیہم کے ماتحت جو چار گروہ ہیں۔ صالحین

شہید۔ صدیق۔ انبیا۔ ان میں صالح سے اوپر شہید کو رکھا گیا ہے۔ شہید سے اوپر صدیق کو اور صدیق سے اوپر نبی کو میاں محمود احمد صاحب حضرت عمرؓ کو شہید کے درجہ میں رکھتے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کو صدیق کے درجہ میں، ظاہر ہے کہ جو نقص شہید میں ہوگا وہ صالحین میں بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس سے کم تر درجہ پر ہیں۔ اب میاں محمود احمد صاحب صدیق اور شہید میں فرق **اطاعت اور فرمانبرداری** کا رکھتے ہیں چنانچہ شہید کی نسبت فرماتے ہیں "جب انسان اس درجہ پر پہنچ کر اور **فرمانبرداری دکھاتا ہے اور زیادہ اطاعت کرتا ہے** ...... اس طرح یہ لوگ صدیق ہو جاتے ہیں"

گویا صدیق اور شہید میں یہ فرق ہے کہ شہید کے فرمانبرداری اور اطاعت میں ابھی نقص ہوتا ہے تو صالح کی فرمانبرداری اور اطاعت میں اور بھی زیادہ نقص ہوا۔ حضرت عمرؓ کے درجہ کے صحابہ کا تو یہ حشر ہوا کہ سب کی اطاعت اور فرمانبرداری میں نقص رہا۔ رہ گئے تھے ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ، اس نقص اور کمی سے وہ بھی خالی نہ رہے چنانچہ صدیق کی نسبت فرماتے ہیں "لیکن کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ درجۂ نبوت پانے سے روکا جاتا ہے"

تو اب فرمایئے کہ صحابہ کی ہتک اور ان کی ازالۂ حیثیت کے سر میں اور کیا سینگ ہوا کرتے ہیں؟ ایک حضرت مسیح موعود کو نبی بنانے کی خاطر تمام صحابہ کرام اور اولیاء و صالحین امت کے ایمان اور تقویٰ اطاعت اور فرمانبرداری کو خاک میں ملا کر چھوڑ دیا کوئی کیا کر سکتا ہے۔ از ماست کہ بر ماست۔

قادیان نے اپنے خود تراشیدہ باطل عقیدہ کا نتیجہ ہے۔ اب مرید جتنا چاہیں پھڑ پھڑاتے پھریں اور پردہ پوشیاں کرتے پھریں اور حق نمک ادا کریں۔ لیکن جو ایک حقیقت ہے اس کی طرف سے دنیا کی آنکھوں میں خاک نہیں جھونکی جا سکتی۔

مرسلانہ نبوت

سوال ۲: ۔ نہایت غیظ و غضب کے ساتھ دہی محمودی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ بے شک انسانی کمال کا منتہا نبوت ہے ہمارا ایمان ہے۔ محمدؐ کی اطاعت کر کے محمدؐ نہ بنا تو فائدہ ہی کیا ہے لیکن **مرسلانہ نبوت** یعنے ماموریت ایک الگ شے ہے اس کمال انسانی تک پہنچے ہوئے انسانوں میں سے خدا حسب ضرورت جس کو چاہتا ہے بطور نبی اور رسول کے چن لیتا ہے

جواب ۲: ۔ سوال ہی مہمل نظر آتا ہے جس کا اصل بحث سے کوئی تعلق بظاہر تو نظر آتا نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس

مرسلانہ نبوت کا نیا شاخسانہ

نکالنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ یہ مانتے ہیں کہ صحابہ کرام یا اولیائے عظام سب نے نبوت کا درجہ پایا؟ صرف مرسلانہ نبوت نہیں پائی یعنے خدا کے انتخاب سے مامور نہیں ہوئے اگر ایسا ہے تو پھر یہ ان کے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کی صریح تحریروں کے خلاف ہے۔ اور اگر یہ مطلب نہیں ہے تو اس مرسلانہ نبوت کا نیا ڈھونگ رچانے کا کیا فائدہ؟ جب بقول میاں محمود احمد صاحب آج تک امت محمدیہ میں کوئی نبی نہیں بنا کیونکہ وہ انسانی ترقی کے اس مرتبہ کو نہیں پہنچا تو خدا نے اسے انتخاب کیا یا نہیں کیا معرض بحث میں ہی نہیں آتا

یا تو مانو کہ نبوت ترقی کا درجہ نہیں بلکہ ایک منصب ہے جو جناب الٰہی کی طرف سے ملتا ہے۔ اور حسب ضرورت زمانہ اللہ تعالیٰ اس کا انتخاب کرتا ہے۔ تو پھر میاں محمود احمد صاحب کی کتاب القول الفصل اور حقیقت النبوۃ کو دریا برد کرو کیونکہ وہاں تو زور ہے نبوت کے اکتسابی اور ترقی کا ایک درجہ ہونے پر اور

اگر یہ مانتے ہو کہ نبوت اکتسابی ہے

اور انسانی ترقی کا ایک درجہ ہے۔ تو پھر خدا کے چننے یا نہ چننے کی بحث ہی بے سود ہے۔ جو اس درجۂ ترقی پر پہنچ گیا جسے نبوت کہتے ہیں وہ نبی بن گیا۔ خدا چنے نہ چنے اس کی مرضی۔ وہ بندہ یا بندی (اگر کوئی عورت ہوئی) تو نبی یا نبیہ بنی ہوئی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ امت محمدیہ میں سے کوئی نبی نہیں بنا تو یہ بھی ثابت ہے کہ ترقی کے اس آخری درجہ پر اور کمال انسانی کے اس مرتبہ پر کوئی بدقسمت تابع ملت محمدیہ پہنچ نہ سکا یہ ہے کمال

محمد رسول اللہ صلعم کے فیضان

کا اور یہ ہے اثر تعلیم قرآن کا۔ حالانکہ ان دونوں سے پہلے ہزارہا انبیا دنیا میں پیدا ہوئے۔ یعنے بقول خلیفہ صاحب ہزارہا انسانوں نے اس کمال انسانی اور اس ترقی کے آخری درجہ کو پایا۔ محمد رسول اللہ صلعم کیا آئے، اور قرآن کیا اترا کہ ترقی انسانی ہی بند ہو گئی۔ اور کمالات ہی ناقص رہ گئے۔ کہنے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اس درجہ کو پایا لیکن پہلے تو وہ بھی اس درجہ کا انکار کرتے رہے۔ پھر کہا تو لوگوں سے ڈر ڈر کر اپنا گول مول لفظوں میں کہا کہ سمجھ میں یہی آئے کہ نبوت کا دعوے نہیں ہے فقط مجازی اور لغوی طور پر آپ کو نبی کا نام

اعزازی طور پر خطاب کے رنگ میں دیا گیا ہے۔ پھر ان کا اس درجہ کو پانا تو خود معرض بحث میں ہے پس خلیفہ صاحب قادیان کے عقیدہ کے مطابق آج تک امت محمدیہ میں سے کسی نے ترقی کا یہ اعلیٰ درجہ نہیں پایا لہٰذا اس عقیدہ نے نہ صرف صحابہ کرام کی توہین کی ہے بلکہ خود

محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم کی توہین کی

ہے جن کی آمد سے انسانی ترقی اور کمال کا ہی دروازہ بند ہو گیا اس سے تو وہی زمانہ اچھا تھا جب محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن نازل نہ ہوئے تھے۔ کہ ہزارہا لوگ اس ترقی کے درجہ کو پا گئے۔ یا اب یہ حال ہے کہ ایک بھی نبی نہیں بن سکا یہ سب نبوت کو اکتسابی اور ترقی کا ایک درجہ ماننے کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نبوت صرف ایک منصب اور موہبت الٰہی تھی جو حسب ضرورت زمانہ دنیا میں ظہور کرتی تھی۔ جب ہدایات الٰہیہ اپنی تکمیل کو پہنچ گئیں اور نبوت کا کام ختم ہو گیا اور صرف تجدید کا کام باقی رہ گیا۔ تو پھر نبوت بھی ختم ہو گئی۔

ترقیات انسانی کا دروازہ

جیسا پہلے کھلا تھا ویسا اب بھی کھلا ہے۔ بلکہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت سے ترقیات و کمالات انسانی بیش از بیش نصیب ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام اولیائے عظام اور ہزارہا صلحائے امت قرآن اور سنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کر کے خدا کے مقرب و محبوب بن گئے۔ اور ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کو پا گئے بدقسمتی سے میاں محمود احمد صاحب نے ایک ایسا غلط اصول گھڑا جس سے فیضان محمدی کا چہرہ داغدار ہو گیا۔ اور اکابر امت کی توہین ہو گئی ما اللہ رحم کرے۔

(باقی دارد)

قابل تقلید نمونہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے مبلغ **دو ہزار** روپیہ بطور قرض حسنہ انجمن کو برلن مسجد کی واگذاری کے لئے بانڈوں کی خرید کے واسطے اس شرط پر عطا فرمایا ہے کہ انہیں جلسہ سالانہ ۳۲ء پر واپس کر دیا جائے اس کے علاوہ یکصد روپیہ آپ نے بطور چندہ جو آپ کے ذمہ لگایا گیا تھا اس مد میں عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ جن دوستوں نے اب تک اپنے حصہ کی رقم ارسال نہیں فرمائی ان کے جلد توجہ فرمانے کی ضرورت ہے تاکہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعلانات کے مطابق اکتوبر تک پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی موجودگی میں انجمن اس بارے بالکل سبکدوش بھی ہو جائے اور اس وقت بانڈوں کے خرید لینے سے چار پانچ ہزار کی جو بچت ہو سکتی ہے اس سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اس ذیل میں آمدنی کی موجودہ رفتار ابھی سست ہے۔ اور اس رفتار سے امید نہیں کہ آخر ستمبر تک کل روپیہ بھیجا جا سکے۔ اس لئے **خاموش احباب** کو بہت جلد ہمت دکھانے اور رقم بھیجنے کی ضرورت ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر کوئی اور دوست بھی ڈاکٹر صاحب کی طرح جلسہ تک کوئی رقم بھیجنے کے قابل ہوں تو اس میں بھی انجمن کا فائدہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰	مورخہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ اگست سنہ ۳۲ء	نمبر ۵۲

تہذیب اسلامی کا جنازہ

دہلوی مولویوں کے حیا سوز اخلاق کا افسوسناک نمونہ

کسی سابقہ اشاعت میں دہلی اور امرتسر کے ان جلسوں کی مفصل کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔ جن میں مساجد کے اندر اخلاق اسلامی کا ایک نہایت ناپاک اور حیا سوز نمونہ دکھایا گیا تھا ہمارا خیال تھا کہ جن ناعاقبت اندیش لوگوں سے یہ حرکات سرزد ہوئیں ان کا جوش محض وقتی اور ہنگامی تھا۔ جو بعد میں ان کے لئے پشیمانی کا موجب ہوا ہوگا۔ لیکن حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو تہذیب اسلامی کے علم بردار اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گدی کے وارث بنے ہوئے ہیں جن کو اس بات پر ناز ہے کہ وہ امت محمدیہ کی رہنمائی کے اجارہ دار ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت آج اس درجہ گر چکی ہے۔ کہ لکھنؤ کی بھٹیاریاں، پشاور کے کنجڑے اور لاہور کا موچی دروازہ بھی ان سے الامان پکار اٹھے۔

اس وقت ہمارے سامنے دہلی کے نام نہاد روزانہ اخبار "قومی گزٹ" کا ایک ضمیمہ ہے جس کے ایڈیٹر اور پرنٹر پبلشر وہی مولوی محمد عثمان آزاد ہیں جنھوں نے جامع مسجد کے جلسہ میں مولوی مظہر الدین شیرکوٹی ایڈیٹر "الامان" کی رسوائی کی روئداد "الجمعیۃ" میں لکھی تھی۔ اس ضمیمہ کی پیشانی حسب ذیل عنوانات پر مشتمل ہے:۔

"مسلمانان ہند کی غیرت کا آخری امتحان"

"فاروق اعظم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی دلخراش توہین"

"(نعوذ باللہ) کیا فاتح روم و عجم زانی تھا؟"

"اسلامی کلیجے کے زخموں پر شیرکوٹی ملا کی نمک پاشی"

"مسلمانو! اگر جینا ہے تو زندوں کی طرح جیو! ورنہ ہمیشہ کیلئے موت کی آغوش میں سو جاؤ"

اس قدر زبردست اور سنسنی خیز عنوانات کو دیکھکر کون مسلمان ہے جس کا کلیجہ نہ ہل جائے بالخصوص تیسرے عنوان کو دیکھکر تو خواہ مخواہ غیرت اسلامی کا خون رگوں کے اندر جوش مارنے لگتا ہے۔ اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا جانے بیچارے مولوی محمد عثمان کو جو جمعیۃ العلما کے خاص کارندوں میں سے ہیں خاص ضمیمہ کے ذریعہ سے اس کی حقیقت بے نقاب کرنی پڑی بالخصوص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق جس ناپاک الزام کا ذکر کیا گیا ہے اگر نے الواقعہ مولوی مظہر الدین نے کوئی ایسی ناشائستہ بات لکھی ہے تو اس سے بڑھکر ذلیل اور ناپاک انسان اور کون ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کو جس قدر بھی سزا دی جائے کم ہے۔

لیکن عنوانات سے گزر کر اصل مضمون پر جب ہم آتے ہیں تو ابتدائی چند فقرات کو چھوڑ کر جہاں تک مذکورہ بالا الزام کا تعلق ہے ذیل کے فقرات میں اس کے خلاف احتجاج کیا گیا ہے:۔

"ہم دنیا کی کسی ممکن قیمت پر بھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے علمائے اسلام کو بدنام کرنے والا کوئی جاہل رنگریز شیرکوٹی حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کی توہین کرے اور ہم خاموش رہیں جب تک ہماری رگوں میں خون اسلامی کا آخری قطرہ بھی موجود ہے۔ ہم اصحاب رسول اور اہلبیت رسول کی عزت پر کٹ کر مر جانا اپنے لئے موجب فخر و ناز سمجھیں گے۔ الامان مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۳۲ء پڑھکر کون ایسا بے غیرت مسلمان ہے کہ جس کی آنکھوں میں خون نہ اتر آئے جس کا کلیجہ نہ ہل جائے۔ جس کے جذبات مذہبی میں ارتعاش پیدا نہ ہو جائے۔ کہ دنیا کا ایک ذلیل کتا اپنی نجس ذات کو قیصر و کسرے کا تخت الٹ دینے والے اسلام کی عظمت میں چار چاند لگانے والے جانشین رسول اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے تشبیہ دیتا ہے"

یہ ہے وہ الزام جس کی بنا پر عنوان میں یہ فقرہ لکھا گیا تھا کہ "(نعوذ باللہ) کیا فاتح روم و عجم زانی تھا؟" گویا مولوی مظہر الدین کا اپنے آپ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دینا آپ پر "نعوذ باللہ تعالیٰ" ہونیکا الزام لگانا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں حیرت ہے کہ ان لوگوں کی غیرت اسلامی کو کیا ہو گیا ہے۔ جو ایسی معمولی باتوں کی بنا پر ایسے ناپاک الفاظ بزرگان دین کے متعلق بھی لکھنے سے دریغ نہ کرتے۔ مولوی مظہر الدین نے اگر اپنے آپ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی اور کارپردازان جمعیۃ العلما کے نزدیک ان کی ذات ایسی ناپاک واقعہ ہوئی ہے جس کا ذکر مندرجہ بالا الفاظ میں کیا گیا ہے تو اس کے اظہار کا یہ طریق نہ تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسے ناپاک الفاظ جلی عنوان میں لکھے جاتے۔ انہیں کہا جا سکتا تھا کہ تمہاری ذات اس قابل نہیں کہ تم اپنے آپکو ایسی پاک ہستی سے تشبیہ دو برخلاف اس کے خود ہی ایک الزام تراش کر اسے جلی عنوانات میں لکھ دینا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ لکھنے والے کی اخلاقی حالت اس درجہ گر چکی ہے کہ اسے اپنی طرف سے ایسے الفاظ لکھتے ہوئے بھی شرم نہیں آتی۔

لیکن وہ کونسے الفاظ ہیں جن میں مولوی مظہر الدین نے اپنے آپ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ سے تشبیہ دی ہے؟ ۱۵ اگست کے "الامان" کو اگر دیکھا جائے جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے تو اس میں ذیل کے الفاظ ہمیں ملتے ہیں:۔

"جب جامع مسجد میں مولانا مظہر الدین صاحب پر قاتلانہ حملہ کی افواہ مشہور ہو گئی تو بعض عمال پولیس اس کے بعد ہی ایک بجے شب کو ان کے مکان پر پہنچے مگر مولانا بحمد اللہ بالکل محفوظ تھے اور بزدل حملہ آوروں کے ہاتھوں سے جا تو چھین لئے گئے تھے۔ مولانا نے اسی وقت پولیس افسر سے بیسیوں مسلمانوں کے سامنے کہدیا کہ میں مقدمہ چلانا نہیں چاہتا اور اگر حملہ آور کامیاب بھی ہو جاتا تو جامع مسجد میں شہادت میرے لئے موجب فخر ہوتی حضرت فاروق اعظم رضی سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہما آخر مساجد کے اندر ہی شہید کئے گئے۔ اس سے بڑھکر کسی مسلمان کی سعادت اور کیا ہوگی"

یہ ہے وہ تشبیہ جو مولوی مظہر الدین صاحب نے اپنے آپ کو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے دی اور یہ ہے وہ الزام زنا جو مولوی محمد عثمان آزاد کے نزدیک انہوں نے اس پاک انسان پر لگایا۔ دیکھا آپ نے! یہ ہیں ہمارے مولویوں کے کارنامے۔ سوال مسجد میں شہادت کے متعلق ہے۔ جس پر مولوی مظہر الدین نے فخر کا اظہار کیا ہے۔ کہ کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑھکر سعادت نہیں ہو سکتی کہ وہ مسجد میں قتل کیا جائے کیونکہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی جیسی مقدس ہستیاں بھی مسجد ہی میں شہید ہوئی تھیں۔ اس کو حضرت عمر فاروق پر نعوذ باللہ زنا کا الزام قرار دینا مولوی محمد عثمان ہی . . . . کے دماغ میں آ سکتا ہے۔ کوئی سلیم المزاج انسان اس کو صحیح نتیجہ باور نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ ناپاک اتہام خود اس ضمیمہ کے لکھنے والے نے اس پاک اور مقدس ہستی پر لگایا جس کو پڑھ کر ایک باغیرت مسلمان کی آنکھوں میں ...

خون اتر آتا اور اس کے جذبات مذہبی میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔

یہ تو وہ سب سے بڑا الزام ہے جو مولوی مظہر الدین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس ضمیمہ میں پورے چار کالموں میں جو عجیب و غریب مغلظات شائع گئی ہیں ان کو بالاستیعاب مطالعہ کرنا بھی مشکل ہے چہ جائیکہ انہیں نقل کیا جائے لیکن صرف یہ دکھانے کے لئے کہ چودھویں صدی کے مولویوں کے اخلاق کس درجہ گر چکے ہیں۔ کہ گندے سے گندے اور ناپاک سے ناپاک الفاظ ان کے قلموں اور زبانوں سے نکلتے ہیں اور انہیں ذرا شرم اور حیا دامنگیر نہیں ہوتی۔ ذیل میں چند الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔ جو مولوی مظہر الدین کے متعلق لکھے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس عبارت پر ہمیں معذور فرمائیں گے۔

"وہ جن کے ابا جان علی بخش (جواب خدا بخش ہو گئے ہیں) ایک ایک دو دو پیسہ پر دیہاتی عورتوں کی جنریاں رنگتے پھرتے تھے۔ وہ جن کے بچپن کی "معصومانہ" فیاضی سے شیر کوٹ کا کوئی اوباش نوجوان محروم نہ رہا۔ وہ جو مذہبی دارالعلوم دیوبند کے غسل خانہ میں تانگے والے (چچا) عظیم اللہ کی آغوش شوق میں ناز و ادا سے مچلتے ہوئے پکڑے گئے

وہ جو اپنی مولانائیت (ریشائیلیت) کے باوجود تھیٹروں اور بائیسکوپوں میں چادر سے منہ چھپا کر لطف نظر و ذوق سامعہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

وہ جن کے شملوی حسن مردانہ کی داستان عشق اب بھی دلوں میں گدگدی پیدا کرتی ہے۔۔۔"

اسی طرح "وہ جو" کی داستان دوسرے کالم سے شروع ہو کر مسلسل چوتھے کالم کے آخر میں جا ختم ہوتی ہے۔ کون باحیا مسلمان ہے جو ان الفاظ کو پڑھتے ہوئے عرق انفعال میں غرق نہ ہو جائے۔ جس قوم کے مذہبی پیشواؤں اور رہبروں کا یہ حال ہے کہ ایسے ایسے ناپاک الفاظ اور اوباشانہ کلمات زبان و قلم سے نکالتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے۔ اس کے اخلاق اور تہذیب پر سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے ہمیں اس سے غرض نہیں کہ مولوی مظہر الدین ایسے ناپاک الفاظ کے کہاں تک مصداق ہیں نہ ہمیں ان کی کوئی حمایت مقصود ہے لیکن جہاں تک اخلاق و تہذیب کا سوال ہے آیا یہ جائز ہے کہ اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ ایسی باتیں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق لکھے؟ آیا یہ غیروں کے سامنے اسلام اور تہذیب اسلامی کی توہین نہیں کہ وہ جو مسلمان کہلاتے ہیں جو دوسروں کی رہبری و رہنمائی کا دم بھرتے ہیں۔ جن کا دعوے ہے کہ اسلام دنیا کے لئے اخلاق و تہذیب کا بہترین معلم ہے وہ دنیا کے سامنے اپنی تہذیب و اخلاق کا یہ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ اسلام کے لئے عزت کا موجب ہے۔ اور خود مسلمانوں کے اخلاق پر اس سے کوئی اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے مولویوں کو "اے بد ذات فرقہ مولویان" کے نام سے پکارا ہے۔ کیا مندرجہ بالا اخلاقی نقشہ آپ کے ان الفاظ کو جائز اور حق بجانب ثابت نہیں کرتا؟ کیا مولویوں کا یہ فرقہ جسکو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اشرّھن تحت ادیم السماء (سقف آسمان کے نیچے بدترین مخلوق) قرار دیا۔ اپنے مندرجہ بالا اخلاق و تہذیب کے لحاظ سے فی الواقعہ اس قابل نہیں کہ ایک غیر متمدن انسان انہی الفاظ میں انہیں مخاطب کرے جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں۔

آہ! کاش درد دل اور غیرت اسلامی رکھنے والے مسلمان اس بات پر غور کریں کہ کیا یہ لوگ آج دین اسلام کے لئے کسی طرح مفید اور کار آمد ہو سکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی اخلاقی حالت پر ان سے کوئی بہتر اثر پڑ سکتا ہے جن کے اپنے اخلاق اس درجہ گندے اور رذیل ہو چکے ہیں؟

کیا پیشوایان دین کی حالت اس درجہ گر جانے کے بعد بھی اس بات کی ضرورت پیدا نہیں ہوتی کہ آسمان سے کوئی شخص آئے جو خلق محمدی کا مجسم نمونہ بن کر دنیا کو تہذیب و اخلاق کا سبق دے؟

کانگریس اور مذہب

پراونشل پولیٹیکل کانفرنس میں جو لائل پور میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے زیر صدارت منعقد ہوئی ڈاکٹر صاحب ممدوح نے فرقہ وار مطالبات کے تصفیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

"میں انڈین نیشنل کانگریس کی طرف سے اس کا اعلان کرنا بہتر سمجھتا ہوں کہ کانگریس سیاسیات ہند میں کسی مذہب کی مداخلت گوارا نہیں کر سکتی۔ اور اسی طرح ملک ان نشستوں کی تقسیم کو جس کی بنیاد فرقہ وارانہ اصول پر رکھی گئی ہے کسی صورت میں قبول نہیں کر سکتی۔"

ہم نہیں سمجھتے کہ انڈین نیشنل کانگریس کو مذہب کے لئے ساتھ دشمنی کیوں ہے؟ اور ڈاکٹر کچلو کو جو اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کا خمیر ہی مذہب سے تیار ہوا ہے ایسے اعلان اور اس قسم کی سیاسیات کو کیونکر گوارہ کر سکتے ہیں جس کا مذہب کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ مذہب کی مداخلت اگر کانگریس کو گوارا نہیں تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ملک کے آئندہ نظم و نسق میں وہ صرف ہندوستانیت کا لحاظ رکھنا چاہتی ہے۔ اور ہندو اور مسلمان کے امتیاز کو پسند نہیں کرتی۔ ہم اس کو بھی گوارا کر لیتے اگر ملک کے وسیع رقبہ میں ہندوؤں کی اکثریت اسلامی اقلیت کو کچلنے اور تباہ و برباد کرنے کے لئے تیار نہ ہوتی اور کانگریس اپنی ہندوانہ ذہنیت کی وجہ سے اس کی حمایت پر کھڑی نہ ہو جاتی۔ ظاہر ہے کہ مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ وہ ہندوستان میں خود اختیاری حکومت کے بہی خواہاں ہیں۔ لیکن اپنے مذہب کو مٹا کر نہیں بلکہ اپنی مذہبی خصوصیات کو قائم رکھتے ہوئے وہ سیاسیات ہند میں برابر کے حصہ دار ہونا چاہتے ہیں۔ اس کا نام اگر مذہبی مداخلت ہے تو ہوا کرے مسلمان اس سے کبھی ہٹ نہیں سکتے۔ اور کانگریس کی یہ سب سے بڑی غلطی ہے کہ مذہب کو تلانجلی دیکر ہندوستان کی ایک چوتھائی آبادی کو اپنے سے پرے اور دور رکھنا چاہتی ہے۔

مسلم کانفرنس کے اگزیکٹو بورڈ کی رائے

آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اگزیکٹو بورڈ کا جو اجلاس ۲۰-۲۱ اگست کو دہلی میں منعقد ہوا۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ:۔

"بورڈ کی رائے میں صوبجاتی کونسلوں میں مسلم نمائندگی کو متعلق برطانوی گورنمنٹ کا فیصلہ مایوس کن ہے۔ کیونکہ اس مسلم مطالبے سے جو آل انڈیا مسلم کانفرنس کے رزولیوشن میں درج ہے بہت ہی کم ہے۔ نیز اس نے بنگال اور پنجاب کے مسلمانوں کو جداگانہ طریق انتخاب کے ذریعہ آئینی حقوق سے محروم کر دیا ہے۔

(۲) اس نے اس ویٹیج (زائد از استحقاق حقوق) کی تخفیف کی کر دی ہے۔ جو اس وقت یو۔ پی، بہار، اڑیسہ اور بمبئی کی لیجسلیٹو کونسلوں میں مسلمانوں کو حاصل ہے۔

(۳) اس فیصلہ میں سرحد کے غیر مسلموں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے تین گنا زیادہ نشستیں دی گئی ہیں گویا جو ویٹیج انہیں دیا گیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ جو دوسرے صوبوں میں اقلیتوں کو دیا گیا ہے۔

(۴) اصلاحات کی عام فہرست سے برطانوی بلوچستان کو خارج کر دیا گیا ہے۔

(۵) سندھ کی علیحدگی کا معاملہ ویسا ہی کھٹائی میں ہے جیسا کہ پہلے تھا۔"

ان حالات میں بورڈ نے فرقہ وار حقوق کے فیصلہ کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ "ہندوستان کے مسلمان کسی ایسے آئین کو قبول نہیں کریں گے۔ جس کی رو سے مساوی درجہ کی مکمل خود مختار فیڈرل ریاستیں قائم نہ کی جائیں۔ اور طاقت کا انتقال پارلیمنٹ سے براہ راست صوبوں کو ہو۔ نہ کہ مرکزی حکومت کو۔" بورڈ نے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی ہے۔ کہ "وہ دوسرے فرقوں کیساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں۔ اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنے اور اپنے باقی ماندہ مطالبات کو جو ان کے نزدیک نشستوں کی تقسیم سے زیادہ اہم ہیں۔ منوانے کیلئے ہر قسم کی صورت حالات کے مقابلہ کیلئے تیار رہیں۔"

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی وہ سب سے بڑی مرکزی مجلس بھی جس میں حکومت کیساتھ براہ راست یا بالواسطہ تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد اور زیادہ ہے۔ فرقہ وار حقوق کے اس فیصلہ سے مطمئن نہیں جو حکومت نے کیا ہے۔ کاش کسی فریق کو تو راضی کرنے کی کوشش کی جاتی۔

کشمیر کے ناخوشگوار حالات

افسوس ہے کہ سال بھر کی پیہم کوششوں اور بے شمار جانی و مالی قربانیوں کے باوجود مسلمانان کشمیر کو ابھی تک کوئی اطمینان بخش حالات میسر نہیں آئے۔ ملازمتوں میں مسلمانوں کے واجب حقوق تسلیم کرنے کے باوجود مختلف محکموں سے مسلمانوں کو خارج اور متنزل کیا جا رہا ہے۔ اور ان کی جگہ ہندوؤں کو اعلیٰ تنخواہوں پر ترقیاں دی جا رہی ہیں۔ جہاں کہیں موقعہ پیش آتا ہے ہندو مسلمانوں کے ساتھ متصادم ہونے سے دریغ نہیں کرتے۔ حال ہی میں جموں میں ایک مسلمان منتری کو ایک سکھ پولیس افسر نے زدوکوب کر کے بیہمانہ شاہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس پر مسلمانوں نے جو صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اس کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔ ان سب سے بڑھ کر یہ دیکھ کر بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ کہ مسلمان حکومت کی پالیسی "ڈیوائیڈ اینڈ کانکر" کے بری طرح شکار ہوئے ہیں۔ اور میر واعظ یوسف شاہ اور شیخ محمد عبداللہ کے ساتھیوں میں تصادم کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر سنگ باری سے بھی انہوں نے دریغ نہیں کیا۔ یہ حالات حکومت کشمیر کیلئے از حد شرمناک ہیں کاش جلد از جلد ان کے انسداد کی کوشش کریں۔ اور باہمی اتحاد و اتفاق سے اپنے حقوق کا مطالبہ حکومت سے کریں جو ان کی قوت اور متحدہ محاذ کے سامنے ضرور جھک کر رہے گی۔

ملک فضل کریم صاحب راولپنڈی کے برادر خورد محمد سعید صاحب کی وفات کی خبر کسی گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے ملک صاحب مکرم تحریر فرماتے ہیں۔

اہلحدیث کا بے اصولاپن

ملا ملتانی نے ایک رسالہ "کشف المغیبات" کے نام
سے حضرت نبی کریمؐ کے علم غیب جاننے پر لکھا تھا اس پر مولوی
ثناء اللہ امرتسری نے الحدیث ۱۴ فروری ۱۹۳۰ء میں جرح کی
تھی اس کتاب میں ملا صاحب نے دلائل علم غیب وہی دیئے
ہیں جو مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت عیسٰیؑ کے معجزات کے
بارہ میں دیا کرتے ہیں۔ ذرا ملا صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب
کے دلائل کا مقابلہ کیجئے :-

عقیدہ ملا صاحب دربارہ محمد رسول اللہ صلعم

خداوند کریم کا علم ذاتی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و
سلم کا علم عطائی۔ اللہ تعالیٰ کا علم حقیقی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا علم اضافی (ص۵)

ہمارے محققین اہل سنت والجماعت کے علماء کرام نے لکھا
ہے کہ علم غیب دو قسم پر ہے۔ علم غیب استقلالی۔ یعنی ذاتی۔
اور دوسرا علم غیب عطائی وہی اضافی۔ علم غیب استقلالی
خاص خداوند کریم لایزال کے لئے ہے اور دوسرا علم غیب اضافی
یعنے وہبی انبیاء و اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ جس کو پسند کرتا ہے
عطا فرما دیتا ہے۔ (ص۱۴)

عقیدہ مولوی ثناء اللہ صاحب دربارہ حضرت عیسٰیؑ

قرآن مجید نے مسیح کے معجزات میں عموماً باذن اللہ کی شرط
لگائی ہے یعنے یہ سب کچھ جو مسیح کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہوتا
رہا ہے اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوتا تھا مسیح علیہ السلام
کے اقتدار یا قدرت سے نہیں۔

(ص۳ الحدیث ۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء)

جب مولوی ثناء اللہ صاحب کو ملا صاحب کی تردید منظور
تھی تو آیت قرآنی لوکنت اعلم الغیب لاستکثرت
من الخیر وما مسنی السوء (پ ۹ ع ۱۳) پیش
کردی۔ تو کیا مسیح کے آسمان پر جانے، مردے زندہ
کرنے وغیرہ کے بارہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو خدا تعالیٰ
کا قانون انسانوں کے بارہ میں فیہا تحیون وفیہا تموتون
ومنہا تخرجون اور وحرام علی قریۃ اھلکناھا
انھم لا یرجعون - الم یروا کم اھلکنا قبلھم من
القرون انھم الیھم لا یرجعون - ومن وراءھم
برزخ الی یوم یبعثون وغیرہ یاد نہ تھا۔

اگر کسی نبی کو عطائی یا اضافی علم غیب ملنا شرک ہے
تو اس سے بڑھکر آسمان پر جانا وہاں بغیر حوائج بشری دو ہزار
سال حی و قیوم رہنا اور محتاج نان نہ رہنا اور مردوں کو زندہ
کرنا وغیرہ یہ سب سے بڑھکر شرک ہے لیکن اہلحدیث لوگوں
کو اپنا پہاڑ جتنا شرک نظر نہیں آتا اور دوسروں کی معمولی
غلطی بھی پہاڑ نظر آتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ایسے
عقائد دیکھکر یہی خیال گزرتا ہے کہ اس کے دل میں حضرت عیسیٰؑ
کی عزت بہت بڑھ چڑھکر ہے بہ نسبت حضرت نبی کریمؐ کے
حضرت عیسٰیؑ کے معجزات خواہ کتنے ہی خلاف عقل و نقل
و منفیات قرآنی ہوں۔ وہ قابل قبول لیکن اگر کوئی ویسے
ہی معجزات حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب
کرے تو وہ شرک ہے۔

حضرت امیر کی اپیل چندہ کے جوابات

قسط ہفتم

شیخ محمد حیات صاحب ڈسٹرکٹ انجینیر شیخوپورہ

یکصد روپیہ قرضہ فنڈ میں ارسال ہے اگر ہو سکا تو اس سو روپے
کے علاوہ کچھ اور اگلے مہینہ اس فنڈ میں دونگا۔

مولوی عزیز بخش صاحب لاہور — بقیہ ۳۰ روپے نقد وصول منجملہ ۵ روپے
مولانا مولوی احمد صاحب لاہور — ۱۵ روپے نقد وصول بالم رقم
چودہری محمد حسن صاحب وکیل گجرات — ۱۰۰ روپیہ نقد وصول
میاں عبدالرحمٰن صاحب کانمار — ۱ روپیہ نقد

ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار راولپنڈی

۵۰ روپے نقد اپنی طرف سے اور ۱۴۰ روپے بہ تفصیل ذیل
پہلی قسط کے بھجوائے ہیں :-

زینب بی بی دختر ٹھیکیدار صاحب — ۵ روپے نقد
مستری چراغ دین صاحب — ۲۵ 〃
میاں الٰہ بخش صاحب ہیڈ کلرک ریلوے — ۱۰ 〃
خان محمد امین خاں صاحب منڈہ ضلع کوہاٹ — ۵۰ 〃
خواجہ نقیر محمد صاحب رزمک — ۱۵ 〃
آپکی طرف سے یہ دوسری قسط ہے کل — ۲۵ 〃
میاں فضل دین صاحب ٹیلر ماسٹر رزمک — ۱۰ 〃

بوساطت ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب

شیخ عبدالمنان صاحب و برادران انگلش ویرہاؤس لاہور
یکصد روپیہ تین اقساط میں و معلوم الاسم سے وصول فرمالیں
یہ روپیہ قرضہ برلن مشن میں ہمارا جمع فرمالیں۔ باقی بھی انشاءاللہ
حسب توفیق جلدی روانہ کر دیا جائے گا۔

چودھری خدا بخش صاحب قلعہ دیدار سنگھ — ۵ روپے نقد

سعادت علی خاں صاحب پنشنر رام پور

آپ نے جیسا کہ وعدہ فرمایا تھا ۱۲۵ روپے نقد بھیجے ہیں۔
شیخ عبدالعلی صاحب ای اے سی قصور حال ایبٹ آباد
آپ نے یکصد روپیہ باقساط بھیجنے کی اطلاع بھجوائی ہے۔

حاجی ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹ

آپکی طرف سے ۵۰۰ روپیہ کی رقم بذریعہ بیمہ وصول ہوگئی ہے

شیخ نظام الدین صاحب پنشنر چک شیخان

آپ کا ۱۰۰ روپیہ بھی پہنچ گیا ہے۔

ایچ قادر بخش صاحب وٹرنری اسسٹنٹ ا کالگڑھ — ۲ روپے
میاں عبدالمجید صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور — ۶ روپے
میاں عبدالکریم صاحب لنگریاں بھکر — ۱۵ 〃

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایبٹ آباد

آپ نے باوجود اپنی مشکلات کے ۵۰ روپے بھیجنے کا وعدہ
فرمایا ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک معقول رقم فراہم کر کے
بھیجنے کا بھی انتظام فرمایا ہے۔

ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب سیالکوٹ کا جواب

جناب کی اپیل دربارہ فنک برلن مسجد متعدد اخبارات میں پڑھی لیکن
جیسا کہ جناب کو علم ہے میری تقرری ماہ جون سے عمل میں آئی
اور آج پہلا دن ہے جب مجھکو تنخواہ ملی ہے۔ اس سے قبل دل
ہی دل میں بیقرار تھا۔ کہ افسوس میں اپیل پر لبیک نہ کہہ سکا
مجھے ساتھ ہی بڑا رنج ہوا کہ دفتر والوں نے میرے ذمہ کچھ نہ ڈالا
غالباً انہوں نے مجھے اس قابل نہ سمجھا ہوگا۔ جناب کی خدمت
میں ۵۰ روپے کی ناچیز رقم پیش کرتا ہوں امید ہے جناب قبول
فرمائیں گے۔ جی تو چاہتا تھا کہ اور دوں مگر حالات سے بہت
ہی مجبور ہوں۔

محمد دین جان (آنریری افسر تحصیل)

(بقیہ صفحہ اول)

اول ابتک ماہوار چندہ کی ادائیگی نہیں فرما رہے وہ باقاعدہ
اس کی ادائیگی شروع کردیں۔ اور اس سے اطلاع دیں

دوم جو ابتک اپنی ادائیگی میں پختہ نہیں وہ اس کی اصلاح فرمائیں
اور اپنا بقایا ادا فرماکر آئندہ ماہ بماہ ادائیگی کا انتظام
کریں۔

سوم جو اپنی ماہواری رقم اپنی حیثیت سے کم دیتے ہیں اس میں
اضافہ فرماکر اپنی پوری توجہ اور ہمدردی اور جوش کا
ثبوت دیں۔

الداعی الی الخیر

(محمد دین جان آنریری افسر تحصیل)

مسلمانان جموں کا عظیم الشان جلسہ

جموں ۲۲ اگست ۔ کل شب ایک سنگھ سب انسپکٹر پولیس نے ایک مسلمان مستری کو محض زد و کوب کیا تھا جس پر تمام معماروں اور مزدوروں نے ہڑتال کر دی تھی ۔ اور ان کے جتھے نعرے لگاتے ہوئے مختلف سڑکوں پر پھرتے رہے ۔ آناً فاناً یہ خبر بجلی کی سرعت کیطرح تمام شہر میں پھیل گئی اور مسلمانوں کا ایک کثیر مجمع دفتر ایسوسی ایشن میں جمع ہو گیا اسلامی حلقوں میں اس ناواجب اور خلاف قانون زد و کوب کو مسلمانو کی باعزت زندگی کے لئے چیلنج قرار دیا گیا ۔ چنانچہ اس اشتعال انگیز واقعہ پر اظہار خیال کرنے کیلئے ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں کے زیر اہتمام مسلمانان جموں کا ایک عظیم الشان جلسہ ۸ بجے شب مسجد تالاب کھٹیکاں میں منعقد ہوا ۔ حاضرین ۶ ہزار سے کچھ اوپر تھے ۔ مستورات کیلئے علیحدہ انتظام کیا گیا تھا ۔ سردار گوہر رحمان خان نے تلاوت قران مجید کی مسٹر غلام حیدر اور مسٹر نور محمد صاحب نے اسی واقعہ پر نظمیں پڑھیں صدر جلسہ جناب چودہری غلام عباس نے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔ کہ ہندؤں نے مصمم ارادہ کیا ہوا ہے ۔ کہ وہ مسلمانوں کو آرام کا سانس نہیں لینے دینگے ۔ چنانچہ ہر ممکن طریقہ سے ہمیں دق کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے ۔ آپ نے پولیس کے سابقہ کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ۔ کہ جب ہم گذشتہ واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں ۔ تو ہمیں کشمیر پولیس پر اس قسم کا اعتماد کرنے کی گنجائش نہیں ملتی ۔ مگر کشمیر پولیس میں مسٹر لاٹھر کی موجودگی مقتضی ہے کہ ایک بار پھر پولیس کو محکمانہ تحقیقات کا موقعہ دیا جائے تاکہ مسلمان پھر ایک بار دیکھ لیں ۔ کہ حکومت جو اپنی انصاف پسندی کی ڈینگیں مارا کرتی ہے کہاں تک حق بجانب ہے ۔

سردار گوہر رحمان کی تقریر

جناب سردار گوہر رحمان صاحب نے تمام واقعات کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں آج زندہ رہنے کا حق صرف طاقتور قوموں کو ہے کمزور و ناتوان قومیں باعزت زندگی بسر نہیں کرسکتیں مسلمانو اگر تم نے کشمیر میں زندہ رہنا ہے تو وہ لوازمات پیدا کرو جو باعزت زندگی کے لئے ضروری ہیں ۔ وقت بہت نازک آیا ہوا ہے زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے ۔ ہماری راہ میں زیادہ سے زیادہ مشکلات پیدا کی جارہی ہیں ۔ کوشش ہو رہی ہے کہ ہم دبکر اور مرعوب ہوکر پہلے سے بدتر اور ذلیل زندگی بسر کرنے پر قانع ہوں اور ہماری حالت اگر ایسی ہی رہی جیسی اندنوں ہے ۔ تو پھر ہم کولہو کے بیل کی طرح اسی جگہ پائے جائینگے جہاں سے چلے تھے ۔ آپنے آج کے تازے واقعہ کو آئیندہ افسوسناک واقعات کا پیش خیمہ قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کی امن پسندی کی پرزور الفاظ میں تعریف کی اور اس امید کا اظہار کیا کہ وہ آئندہ بھی ہر ایسے اشتعال کے موقعہ پر ایسے ہی عمل سے کام لینگے جیسا کہ آج کے واقعہ میں ظہور پذیر ہوا ۔ آپ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ان معماروں اور مستریوں کی اخوت ہمدردی اسلام اور یکجہتی کی تعریف فرمائی جنہوں نے باوجود ریاست کے باشندے ہونے کے اتحاد اسلام اور تنظیم ملت کا ثبوت دیا ۔ اس کے بعد ایک قرارداد پیش ہوئی ۔ جو چند مستری صاحبان کی تائید کے بعد بالاتفاق منظور ہوئی ۔

آخر میں سردار گوہر رحمان نے اعلان فرمایا ۔ کہ ہمارے ایک ہزار مزدور بھائیوں نے ہمسے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے ایک ایک دن کی کمائی پراونشل مسلم کانفرنس جموں کے اخراجات کے لئے دینگے ۔ اور پنڈال واقع سالک ہال کی تیاری میں ایک ایک دن فی کس بلا اجرت امداد دینگے ۔ (نامہ نگار)

شتر بے مہار جماعت

افراد اہلحدیث کا سرٹیفکیٹ جماعت اہلحدیث کو

۸ مارچ ۱۹۲۹ء کے "اہلحدیث" میں " خاکسار حافظ محمد حسن (مبارک مسجد لاہور) نے ذیل کا مضمون جماعت اہلحدیث کے بارہ میں شائع کیا تھا ۔ اور خدا کی کرنی یہ ہے کہ یہ مرض اس گروہ میں ترقی پذیر ہے اور اسے سردار کی زندگی کو تلخ کئے ہوئے ہے ۔ اس مضمون کا ایک ایک لفظ ان لوگوں کی قلبی کیفیت کا نقشہ ہے جن کا کام اصلاح نفس کے بجائے رات دن دوسروں کی بدگوئی کرنا اور نکتہ چینی کرنا ہے ۔ یقین ہے ۔ کہ حافظ محمد حسن اپنے ان اعتراضات لغو کا جواب اپنے اسی مضمون میں پالے گا ۔ جو وہ زمیندار میں ہمارے خلاف شائع کرتا رہتا ہے :-

ایک دردمند کی صدا

میرے درد بھرے دل میں جو خیالات موجزن ہو رہے ہیں جن سے دماغ پریشان اور پراگندہ ہو رہا ہے ان کو بصد ادب نیاز جناب کی خدمت والا میں پیش کر کے ملتمس ہوں کہ ازراہ عنایت میری ناچیز گزارشات کو شرف قبولیت بخشیں گے ۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را ؏ . . . .

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین هداهم الله واولئک هم اولوا الالباب ۔ مضمون میں اگر توسن قلم کی منہ زوری سے کوئی لفظ خلاف ادب نکل جائے تو اس پر قلم عفو کھینچیں مثل مشہور ہے " از خوردان خطا واز بزرگاں عطا "

جماعت اہلحدیث کے تشتت اور انتشار کی جو حالت ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ۔ اسی تفرق اور پراگندگی کی وجہ سے کوئی ٹھوس کام نہیں ہو سکتا ۔ بارہا اخبار میں مضامین نکلے تجاویز پیش کی گئیں ۔ لیکن اس غافل جماعت کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی ۔ " زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد " کے مصداق ہیں ۔ کوئی پند، کوئی نصیحت، کوئی وعظ موثر اور کارگر نہیں ہوتا

؏ چکنے گھڑے پہ بوند پڑی اور پھسل گئی

سچ ہے لیکن یہ سب قصور ہے عدم تنظیم کا ۔ نظام کے قائم نہ ہونے کا ۔ جماعت کے ایک سلک میں منسلک نہ ہونے کا ۔ آپ نے ماشاء اللہ چشم بد دور اسلام کی بہت خدمات انجام دی ہیں کیا بحیثیت اخبار دنیا کے یا بصورت مناظرہ یا بشعبہ تصنیف و تالیف یا بذریعہ وعظ و لکچر لیکن یہ سب انفرادی حیثیت ہے ۔ مولانا صاحب دنیا چند روزہ ہے ۔ آخر ایک روز یہاں سے چلدینا ہوگا ۔ رہ رہ کر میری نظر آپ پر پڑتی ہے ۔ خدا کے لئے اٹھئے اور جماعت پر رحم کھایئے ۔ کیونکہ :- ؏

ہمت میں جواں آپ ہیں تدبیر میں ہیں پیر

تنظیم کے کام کو عملی جامہ پہنایئے ۔ حسبی اللہ توکلت علی اللہ کہکر مرد میدان بنکر میدان میں اتریئے ۔ اور خدا کے دربار میں پہنچنے سے پیشتر اس کام کو سرانجام پہنچا جایئے ۔ آپ ہی خیال فرمائیں کہ (خاکم بدہن) آپ کے بعد کون ہے جو اس کام میں ہاتھ ڈال کر کامیاب ہوگا ۔ اللہ کا نام لے کر اٹھئے اور خدا کے نام پر چند ایام اپنا دیجئے اور پنجاب کا دورہ کیجئے ۔ گاہ بگاہ مختلف مقامات پر جلسے کر لینے سے تنظیم نہیں ہو سکتی ۔ دنیا جد و جہد کا مقام ہے ۔ من جد وجد ۔

میں کیا عرض کروں آپ خود دانا ہیں ۔ آپکو لکھنا "حکمت بہ لقمان آموختن است" والا معاملہ ہے ۔ چھوٹا منہ بڑی بات قاضی سلیمان صاحب کو اپنی معیت میں رکھیں دو تین لیکچرار ساتھ ہوں ۔ ایک ہی دورہ میں آپ کو منکشف ہو جائے گا کہ میری تجویز کیسی مفید اور نتیجہ خیز ہے ۔ اس میں جناب کو تکلیف تو ضرور ہوگی لیکن تکلیف کے بغیر کام بھی نہیں ہو سکتا ۔

اگر آپ کی زندگی میں تنظیم کا کام ایسا ہی کھٹائی میں پڑا رہا اور جماعت اہلحدیث ایسی ہی شتر بے مہار اور انتشار اور تشتت کی حالت میں رہی اور اس کا کوئی نظام قائم نہ ہوسکا اور قوم پر یہی غفلت، کاہلی، سستی، تغافل شعاری، بیہوشی اور جمود کا عالم طاری رہا اور اسی خواب خرگوش میں لمبی تان کر خراٹے لیتی رہی اور بیدار اور ہوشیار نہ ہوئی تو استاد غالب کا مرثیہ الذیل شعر ؎

زندگی اپنی گر اس طور سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

کو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مزے لے لے کر کف افسوس ملتا ہوا حسرت و یاس کو دل میں جگہ دیتا ہوا تکرار کے ساتھ زبان پر لاؤنگا ۔ ؎

زندگی اپنی گر اس طور سے گزری حافظ
ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ تنا رکھتے تھے

(۲) حافظ صاحب کے ساتھ اسی اہلحدیث میں محمد اشرف صاحب خادم جماعت فرماتے ہیں :-

خدا کے فضل و کرم سے اس وقت ملک ہندوستان پر جماعت اہلحدیث کا شمار حساب سے باہر ہو گیا ہے ۔ اور آئے دن زیادتی ہو رہی ہے ۔ اللھم زد فزد ۔ یہ شمار اور آئے دن کی زیادتی از حد مسرت کا موجب ہو مگر ساتھ ہی اس شمار پر جسقدر افسوس کیا جائے کم ہے ۔ اس لئے کہ یہ شمار جماعتی زندگی میں بالکل ردی واقع ہوا ہے ۔ . . . . . جماعت اہلحدیث جو دنیا کی سب اقوام کی پیش امام اور رہنما ہے ۔ اس تنظیم اور جماعتی زندگی کے زمانہ میں خواب غفلت سے مدہوش بھی پڑی ہے ہر فرد اہلحدیث شتر بے مہار کی طرح اپنی خواہش نفسانیہ کا پابند نظر آتا ہے ۔

(۳) پھر ایک اور صاحب عبد القیوم صاحب اسی پرچے میں فرماتے ہیں :-

اہلحدیث جماعت کی بے توجہی دیکھکر دل کڑھتا ہے آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں ۔ کہ خدایا اس جماعت کو کیا ہوا ۔ کہ یہ باوجود چیخنے چلانے کے بھی ٹس سے مس تک نہیں ہوتی . . . . نہ کوئی سنتا ہے نہ کسی قسم کی پرواہی کرتا ہے جلسوں میں اقرار کر آتے ہیں گھر آکر سب بھول جاتے ہیں ۔

نوٹ :- حافظ محمد حسن صاحب خواہ مخواہ گھبراتے ہیں ۔ سردار اہلحدیث اور اس کے روحانی شاگرد رشید یعنی حافظ محمد حسن صاحب ۔ حبیب اللہ کلرک نہر ۔ ابراہیم سیالکوٹی عبد اللہ معمار ۔ صابری بریلوی وغیرہم جب تک زندہ ہیں ۔ اس شتر بے مہار قوم کی تنظیم ہونے سے رہی جن لوگوں کو دوسروں کے بزرگوں کو گالیاں دیتے رہنے سے فرصت نہ ملتی ہو وہ

خبریں

—— لاہور۔ ۲۵۔ اگست۔ پنجاب کے قیدیوں کی امدادی انجمن کے سکریٹری پروفیسر برکت رام کالیا نے ۱۵ اور ۲۰ اگست کو دہلی اور گوردا سپور کا دورہ کیا۔ تاکہ ان مقامات پر قیدیوں کی امدادی انجمن کی شاخیں قائم کی جائیں۔ دہلی میں انجمن کی شاخ کے پریزیڈنٹ مسٹر جے۔ این۔ جی جانسن چیف کمشنر اور سکریٹری مسٹر سی۔ جی بیمن سپرنٹنڈنٹ دہلی ریفرمیٹری سکول مقرر ہوئے۔ گورداسپور میں خان بہادر سید منیاد حسین ڈپٹی کمشنر نے صدر اور پنڈت دیوی دیال بھنوٹ اور مسٹر محمد سعید ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے سکریٹری ہونا منظور کیا ہے۔

—— کلکتہ ۲۵۔ ڈاکٹر ٹیگور نے شانتی نکیتن سے اہل وطن کے نام مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے :-

فرقہ دار اعلان سے اصل مقصد کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ کیونکہ اس اعلان کی وجہ سے مختلف فرقوں اور جماعتوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ اور آئینی اصلاحات کی طرف سے ہماری توجہ کے رخ کو کسی اور جانب پھیر دیا گیا ہے۔ میں اپنے برادران وطن سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس فیصلہ کو مسترد کر دیں۔ اور اپنی متحدہ توجہ کو آئینی دستور کے مسائل پر مرتکز کر دیں۔ فرقہ وار فیصلہ کا حل ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے ہمیں چاہیئے کہ فرقہ وار مسائل کا فیصلہ کرکے متحد ہو جائیں۔ اور اپنے قومی ارتقا کے راستے سے ایک بہت بڑی رکاوٹ کو دور کر دیں۔ ان حالات میں ہمیں جذبات کے ماتحت کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئیے ہمیں اصل مقاصد کی طرف متفقہ حیثیت سے متوجہ ہونا چاہئیے اور ہر ضرورت کے لئے تیار رہنا چاہئیے۔

—— شملہ ۲۴ اگست۔ غیر سرکاری قراردادوں کے لئے اسمبلی کے اجلاس میں ۷۔ ستمبر مقرر ہوئی ہے۔ اور سب سے پہلے مسٹر گوسوامی پوری کی یہ قرارداد پیش ہوگی۔ کہ ٹاٹا آئرن ورکس جمشید پور کی تحقیقات کی جائے۔ شیخ فضل حق پراچہ نے بندرگاہوں کے ساتھ گاڑیوں کے ذریعہ سے مال تجارت کے کرایہ کی قرارداد واپس لے لی ہے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کی تیسری قرارداد ہے۔ جو ریلوے بورڈ کے آئینی قیام کے خلاف ہے۔ مسٹر محمد معظم شیخ بہادر نے تنخواہوں کے اعادہ کے متعلق کوئی قرارداد پیش کی ہے۔ یہ فہرست حاجی وجیہ الدین کے قرارداد پر ختم ہو جاتی ہے۔ جس میں کنٹونمنٹ ایکٹ کی تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

ان قراردادوں کے علاوہ ایک قرارداد میں ریلوے کے تخفیف شدہ عملہ کی بحالی کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے لیکن ان قراردادوں کے لئے ابھی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔

—— کراچی۔ ۲۵ جنوری۔ چیف انجنیئر سندھ نے ایک سرکاری اعلان میں یہ اطلاع دی ہے۔ کہ طغیانی کا جو پانی شمالی چوٹی میں بہ رہا تھا۔ اب اس کی مقدار بہت کم ہوگئی ہے۔ زخیل جنگل میں بھی طغیانی کے پانی کی کمی ہوگئی ہے۔ اب پانی اس قدر زیادہ نہیں۔ کہ رُک سے کوئٹہ تک پہنچ سکے یہ کوشش کی جارہی ہے۔ کہ دریا کے پانی کو طغیانی زدہ علاقہ کی جانب سے روک لیا جائے شکارپور اور خانپور سیلاب کے پانی سے بالکل محفوظ ہوگئے ہیں۔

سندھ ریلیف فنڈ کمیٹی کا آج شام ایک اجلاس منعقد ہوگا اور طوفان زدہ علاقہ کی امداد پر غور کیا جائے گا کمشنر سندھ نے مصیبت زدگان کی امداد کیلئے پانسو روپے کی رقم ارسال فرمائی ہے۔

—— کلکتہ ۲۴ اگست۔ کلکتہ کارپوریشن نے اپنی فنانس کمیٹی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ سال ۱۹۳۲-۳۳ء کے لئے ۷۷۴۰۰۰ روپے کے مجوزہ میونسپل قرض کو قبول کرکے کارپوریشن نے تپدق کے انسداد کے لئے باون ہزار روپے کی منظوری دی بشرطیکہ اس خرچ سے کلکتہ میں ایک ہسپتال کھولا جائے اور اس میں شہر کے بتیس وارڈوں میں ایک ایک آدمی کو انسدادی تدابیر کے لئے تعلیم دی جائے۔

تپدق ایسوسی ایشن کے کلکتہ میں تین اور موڑہ میں ایک ہسپتال موجود ہے۔ کارپوریشن کونسل چیمبر میں سر سریندر ناتھ بنرجی کی تصویر آویزاں کرنے کیلئے دو ہزار روپے کی منظوری دی گئی۔

اگست کا مہینہ دو بار انگلستان کو تیر کر عبور کرنے کیلئے نہایت موزوں ہے۔ اس مقابلہ کیلئے بہت سے لوگ تیار ہو رہے ہیں [illegible] نے بھی اپنے نام دئے ہیں۔ وہ ایک امریکن خاتون مس گوڑ [illegible] بیانی پر سبقت لے جانے کی فکر کر رہی ہیں۔ مس موصوف نے ۲ اگست ۱۹۲۲ء کو رود بار کو چودہ گھنٹے اور ۳۴ منٹ میں عبور کر لیا تھا۔

اس کام کے لئے ایک تو مس سونی نیا ہے۔ اس کی عمر اکیس سال کی ہے اور فن تیراکی میں ایک سو پچاس انعامات حاصل کر چکی ہے۔

دوسری مس انگلینز گمس ہے جن کی عمر اکیس برس کی ہے اور دو دریائے ٹائمز میں بیک وقت چالیس میل تک تیر چکی ہے۔

تیسری مس للین کوپل سٹون ہے۔ جو نیوزی لینڈ میں سٹنی کی بندرگاہ پر اٹھارہ میل کے سفر کو تین گھنٹوں میں طے کر چکی ہے اس کے علاوہ مردوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔

—— لنڈن۔ ۲۲۔ اگست۔ "لبرٹی" کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے۔ کہ برطانی اخبارات میں وزیر اعظم کے اعلان کی حمایت کے بعد اب معلوم ہوا ہے۔ کہ کانگرس کیساتھ پھر گفت و شنید شروع کرنے کے متعلق قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ سیاسی حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مہاتما گاندھی کو اپنے رویہ دوبارہ غور کرنے کا ایک اور موقعہ دیا جائے گا۔

اس امر کے باور کرنے کی وجہ موجود ہے کہ ہندوستانی لبرلوں کا رویہ نرم ہو رہا ہے اور موسم خزاں میں ایک کانفرنس منعقد کی جائیگی۔ جسے چھوٹے پیمانہ پر گول میز کانفرنس کا امکان سر سیموئل ہور کی تقریر میں شامل ہے۔ نیز محسوس کیا جاتا ہے کہ اس امر کے اظہار کا کہ اسمبلی میں ایسے ہندوستانی موجود ہیں۔ جو ان کی جگہ لے سکتے ہیں۔ ان پر ظاہر خواہ اثر ہوا ہے (لبرٹی)

لارڈ لانڈن نے سونڈن میں سوویٹ روس پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگوں نے مجھے یہ کہا ہے کہ روس کیساتھ تجارت کرنی چاہیئے۔ لیکن میری رائے میں بعض اشیاء اس قدر غلیظ ہیں کہ ان سے پرہیز لازمی ہے۔ اور سوویٹ طرز حکومت بھی اسی قبیل میں شامل ہے۔

بین الاقوامی کانفرنس کا حوالہ دیتے ہوئے لارڈ لانڈن نے کہا۔ وہاں بہت سے ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کئے جا سکتے ہیں۔ جس شخص میں ذرا بھی فراست ہے اسے ان خطرات کا اندازہ ہونا چاہیئے جنھیں ہم عبور کر چکے ہیں باجو ممالک ابھی تک منتظر ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ملک کی عزت و وقار میں کوئی فرق [illegible]

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ یکم جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۲

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

خوش قسمت انسان

جو کھوئے گا وہ پائے گا

مسیح موعود کا فرمان

"خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کریگا یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائیگی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے پس جو شخص خدا کیلئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائیگا لیکن جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئے وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔"

ارشاد امیر ایدہ اللہ

"میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم ایکدفعہ آخری کوشش اس قرضہ سے نکلنے کے لئے کریں ہمارا بیرونی قرضہ جرمن قرضہ کو شامل کرکے اسوقت تیس ہزار روپے کی رقم ہی اور اگر جماعت کے امرا اور غربا ملکر توجہ کریں تو ہماری قوم کا یہ بوجھ فوراً دور ہو سکتا ہے۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | مورخہ یکم جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۳

قلت وکثرت کی بحث

مسلمانوں میں تنظیم اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنیکی ضرورت

قلت وکثرت کی اس بحث میں جو اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین جاری ہے۔ ایک اہم بات جس کی طرف مسلمانوں کی توجہ کو منعطف کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ جہاں انہیں اس بات پر ناز ہے کہ پنجاب اور بنگال، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنی ہمسایہ اقوام پر غالب اکثریت عطا کی ہے۔ جہاں ان کا یہ مطالبہ بالکل جائز اور حق بجانب ہے کہ ہندوستان کے آئندہ دستور میں پنجاب اور بنگال کی کونسلوں میں انہیں آئینی اکثریت عطا کی جائے جس طرح ہندوؤں کو باقی پانچ صوبوں میں غالب اکثریت کا حق دیا گیا ہے۔ اور سندھ اور بلوچستان کو الگ الگ صوبے بنا کر وہاں کی کونسلوں میں بھی ان کا جائز حق انہیں عنایت کیا جائے وہیں یہ بھی غور طلب ہے کہ آیا محض ان کا تعداد میں زیادہ ہونا یا کونسلوں میں چند زائد نشستیں مل جانا ان کی قومی فلاح اور عظمت کو پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے؟ واقعات پر اگر نظر ڈالی جائے۔ تاریخ کے اوراق کو اگر غور کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو یہ کہنا خلاف حق نہیں کہ محض کسی قوم کی تعداد کا زیادہ ہونا چنداں مفید نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ اخلاق فاضلہ نہ ہوں۔ اس کے افراد میں اتحاد ومحبت کے جذبات پیدا نہ ہوں اس کے اندر ایسی تنظیم ہو کہ ایک آواز پر وہ سب کے سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور باہم ملکر ایک دوسرے کی عزت ووقار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ذاتی اغراض اور ذاتی آرا، کو قومی معاملات اور قومی اکثریت کے خیالات پر قربان کرتے ہوئے کام میں نہ لگ جائیں۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

مسلمانوں کی حالت آج کیا ہے؟ کیا ان میں اخلاق فاضلہ ہیں؟ کیا اتحاد ومحبت کے جذبات ان میں پائے جاتے ہیں؟ کیا ان کے اندر تنظیم اور ایک آواز پر اکٹھے ہونے کی صلاحیت موجود ہے؟ کیا اختلاف آراء کے موقعہ پر ایک دوسرے کی عزت ووقار کو ملحوظ رکھنا ذاتی اغراض کو قومی مقاصد پر قربان کرنا اور جمہور کی رائے کے بالمقابل اپنی ذاتی رائے کو چھوڑ دینا انہیں آتا ہے؟ ایسا ہوتا تو غالباً حق اکثریت کے حصول کے لئے انہیں اتنی جد وجہد، اتنی چیخ پکار بھی نہ کرنی پڑتی اور موجودہ حالت سے بڑھکر انہیں قوت وغلبہ حاصل ہوتا۔ لیکن آج حالت کیا ہے؟ وہ جو قرآن کریم میں کفار کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ بأسهم بينهم شديد تحسبهم جميعًا وقلوبهم شتّى - ان کی لڑائی آپس میں سخت ہے۔ دیکھنے میں وہ اکٹھے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے دل علیحدہ علیحدہ ہیں بعینہٖ وہی حالت آج ہندوستانی مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔ جتنا ان کے اندر مذہبًا اتحاد پایا جاتا ہے جتنا اپنے اصولوں کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے سے متحد نظر آتے ہیں اتنی ہی ان کے دلوں میں مغائرت، ان کے سینوں میں تباغض وتحاسد اور ان کے مونہوں میں ایک دوسرے کے متعلق بُرے سے بُرے کلمات ہیں۔

سیاسی اختلاف آراء پر گالیاں

مذہبی اختلافات کو چھوڑیئے۔ سیاسی اور دنیوی معاملات کے اندر کہاں تک ان میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و رواداری اور اتحاد کام کر رہا ہے؟ نیشنلسٹ مسلمان کن الفاظ میں فرقہ وار نیابت کے حامیوں کو یاد کرتے اور موخر الذکر نیشنلسٹوں کو کن الفاظ میں پکارتے ہیں۔ ذیل میں ان کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:-

مسلم کانفرنس کے متعلق:- "بزدل قدامت پرستوں کی جماعت یعنے مسلم کانفرنس" (ہند جدید)

"یہ غدار جماعت تھی" (")

"غدار مسلم کانفرنس کی مردار لاش کو سڑنے گلنے کیلئے چھوڑ دیں" (")

سر اقبال کے متعلق:- "سر اقبال جیسے بندے کے مدعی" (مدینہ بجنور)

طالب حقوق مسلمانوں کے اخبار انقلاب کے متعلق:- "لارڈ ولنگڈن کا نیم سرکاری بلڈاگ" (مدینہ بجنور)

"بے تمیز معاصر" (")

"لارڈ ولنگڈن کے بلڈاگ نے اچھل اچھل کر بھونکنا اور علمائے اسلام کے دامن عزت کو چاک کرنا شروع کر دیا" (")

"ان کے بجائے اگر سانپ پیدا ہوتے تو بہتر تھا" (")

"جاہل مطلق" "اس احمق الذی کو" "اس کوڑ مغز کو" (")

"بھانڈوں کی طرح" "لکھنؤ کی بھٹیاریوں کی طرح" (")

نیشنلسٹ اخبار مدینہ کے متعلق:- "ایک رسوائے عالم اخبار" "اس کا کمینہ اور ردی الطبع ایڈیٹر" (انقلاب)

"نصر الشیطان ذلیل (بجائے نصر اللہ خان عزیز)" (")

"سراپا بھونکنے والے کتوں کی عف عف" (")

"لمبے زور کی لاٹھی ان کی تھوتھنیوں پر رسید کی جائے کہ چاؤں چاؤں کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوں" (")

"گاندھی کی ڈگڈگی پر ناچنے والے بندر" (انقلاب)

"یہ بوزنے مل کر خوخیانہ شروع کر دیتے ہیں" (")

یہ بطور نمونہ چند الفاظ نقل کئے گئے ہیں ورنہ اگر دوسرے اخبارات سے بھی گالیوں کی پوری فہرست نقل کی جائے تو معلوم نہیں کتنے کالم اس کی نذر کرنے پڑیں۔

محض کثرت کس کام کی؟

جس قوم کے اخلاق کا یہ حال ہو کہ باہمی اختلاف آراء پر وہ ایک دوسرے کو ایسی خطرناک گالیاں دینے پر اتر آئیں قومی مجالس اور قومی لیڈروں تک کی پگڑیاں اتارنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہوں جن کے اندر اتنی بھی برداشت اور تحمل نہ ہو کہ دوسرے کی بات ٹھنڈے دل کے ساتھ سن سکیں اور کوئی ایسا نظام نہ ہو جسکے ماتحت سب کی آوازیں یکسر بند ہو جائیں۔ اور قوم کی کثرت رائے کے سامنے تمام اختلافات کو چھوڑ کر محبت ویگانگت کے ساتھ ملکر ایک مقصد کے پیچھے لگ سکیں انہیں کثرت تعداد کیا کام دے سکتی ہے۔ اور کسی کونسل کے اندر اس کے نمائندوں کی زیادتی ان کے کس کام آ سکتی ہے؟

قلت کی فتح کثرت پر

عددی قوت بے شک ایک اچھی چیز ہے لیکن وہ وقت بھی مسلمانوں کو بھول نہیں جانا چاہیئے جب بدر کے میدان میں ایک ہزار کے بالمقابل ۳۱۳ مسلمانوں نے عظیم الشان فتح حاصل کی جب احد کے مقام پر تین ہزار کے لشکر کے بالمقابل ایک ہزار مسلمانوں نے فتح پائی۔ اور پھر جنگ خندق کے موقع پر کم از کم دس ہزار کے لشکر جرار کے بالمقابل مٹھی بھر مسلمانوں نے وہ عظیم الشان فتح حاصل کی جس کی نظیر

تاریخ عالم میں ملنی مشکل ہے لیکن یہی مٹھی بھر مسلمان جب خود دس ہزار کی تعداد تک پہنچ گئے اور جنگ حنین کے موقعہ پر دو ہزار آزاد شدہ کا رسالہ بھی مکہ میں سے بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب ٹوٹی پھوٹی تلواروں کے بجائے بہت بڑا سامان جنگ بھی ان کے پاس آگیا۔ تو اس کثرت افواج اور اس ساز و سامان نے ایسا فخر ان کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ چار ہزار کے قلیل لشکر سے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عزم و استقلال انہیں اپنی آواز پر پھر جمع نہ کر لیتا تو یقیناً مسلمانوں کو شکست فاش ہو چکی تھی۔

محض کثرت پر ناز کرنے کا نتیجہ

قرآن کریم نے اس موقع پر صاف کہا ہے لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین اللہ تعالے نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کی اور (جنگ) حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں فخر میں مبتلا کر دیا۔ پس کوئی چیز تمہارے کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دیتے ہوئے پھر گئے۔ کیا قدرت الٰہی کا تماشا ہے کہ وہ قوم جو ۳۱۳ ہو کر ایک ہزار پر غالب آئی جو ایک ہزار ہو کر تین ہزار پر غالب آئی۔ جو دس ہزار کے لشکر جرار پر فتحیاب ہوئی وہ بارہ ہزار ہو کر چار ہزار سے بھاگ نکلتی ہے۔ کیونکہ اسے اپنی کثرت پر ناز ہو گیا اور نصرت الٰہی کو وہ بھول گئی اس میں مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان سبق ہے کہ محض کثرت کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ قوم کے اندر ایسے اخلاق نہ ہوں جو جناب الٰہی کی نصرت و امداد کے جاذب ہوں جب تک ایک نظام کے ماتحت جمع کر اور باہم متحد ہو کر وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا نہ کریں۔

کثرت و قلت کی ایک اور مثال

کثرت و قلت کی ایک اور مثال قرآن کریم نے پیش کی ہے جہاں طالوت کے ایک لشکر کو لیکر نکلنے اور ایک نہر کے پانی سے فوج کی آزمائش کرنے کا ذکر ہے۔ کیا وہاں صفائی کے ساتھ یہ نہیں بتایا کہ جن کثیر التعداد لوگوں نے باوجود منع کرنے کے نہر کا پانی پی لیا۔ اور صبر سے کام نہ لے سکے۔ وہ دشمن کی فوجوں کو دیکھ کر کہہ اٹھے کہ لا طاقۃ لنا الیوم بجالوت و جنودہ آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ لیکن وہ جنہوں نے صبر سے کام لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی یقین تھا کہ وہ اللہ تعالےٰ سے ملنے والے ہیں انہوں نے کیا کہا؟ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ بسا اوقات چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاتا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی دعا کی ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین اے ہمارے رب ہمیں صبر عطا فرما اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور کافروں پر ہمیں نصرت عطا فرما۔ نتیجہ کیا ہوا! فہزموھم باذن اللہ وقتل داؤد جالوت واٰتٰہ اللہ الملک والحکمۃ وعلمہ مما یشاء۔ اللہ کے حکم سے انہوں نے انہیں (یعنی دشمنوں کو) ہزیمت دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے ملک اور حکمت دی اور جو کچھ چاہا اسے سکھایا۔

اخلاق فاضلہ پیدا کرنے کی ضرورت

یہ واقعہ قرآن کریم میں کیوں بیان کیا گیا ہے؟ صرف یہ بتانے کے لئے کہ محض کثرت پر اعتبار کر کے بیٹھ جانا چنداں مفید نہیں جب تک قوم کے اندر صبر و استقامت، قوت، اتحاد اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ نہ ہو کون آ سکتا ہے۔ یہ چیزیں آج مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ دشمن ہر طرف سے ان پر نرغہ کئے ہوئے ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب کفار مسلمانوں کو کھا جانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ دریافت کیا گیا کہ کیا مسلمان اس وقت تھوڑے ہوں گے؟ فرمایا نہیں بلکہ تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہوں گے لیکن ان کی کیفیت اس جھاگ کی طرح ہوگی جو ذرا سے تھپیڑے کے ساتھ ہی بیٹھ جاتی ہے۔ یہ زمانہ آج ہمارے سامنے ہے۔ باوجود کثیر ہونے کے دشمن ہر طرف سے چڑھ دوڑے ہیں۔ سکھوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت نہیں معلوم کیا کچھ روز بد دکھانے والی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اب محض کثرت پر نازاں ہونے کے بجائے اپنے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کریں۔ قوت اتحاد پیدا کریں۔ دلوں میں ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے پر اعتبار و اعتماد پیدا کریں اور باہم لڑنے کے بجائے دشمن سے حفاظت کا بندوبست کریں کہ اس کے بغیر ان کی قومی زندگی محال ہے۔ اور کوئی اکثریت اسے بچا نہیں سکتی۔

لیڈروں اور جرائد کا فرض

اس بارہ میں ہمارے قومی جرائد اور لیڈروں کے سر پر بہت بڑی ذمہ داری ہے اگر وہ ایک دوسرے کی تردید اور اختلاف آرا کو نظر انداز کر کے قوم میں صبر، استقامت حوصلہ اور بردباری پیدا کریں اور باوجود اختلافات کے باہم اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کرنے کی تلقین کریں۔ اگر وہ اپنی ذاتی اغراض سے کنارہ کش ہو کر قومی اور ملی اغراض کے آگے اپنے آپ کو جھکا دیں تو آج مسلمان باوجود اس قلت کے جو تمام ہندوستان میں وہ رکھتے ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کی مجموعی طاقت پر غالب آ سکتے ہیں۔ اور کوئی نریندر ناتھ، کوئی پرمانند، کوئی جگندر سنگھ اور سنت سنگھ ایک لاکھ نہیں کروڑ ہا کا لشکر جمع کر کے بھی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

ضروری اطلاع

ٹریکٹ نمبر ۴ بابت ۱۹۳۲ء یعنی حضرت مسیح موعود اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں آخری فیصلہ" دو ہزار چھپوایا گیا تھا۔ جو ایک ماہ کے اندر ہی ختم ہو گیا۔ اس لئے اسے اب دوبارہ ۴ ہزار کی تعداد میں چھپوایا جا رہا ہے وہابی لوگوں میں خاص طور پر اسے تقسیم کرنے کی ضرورت ہے۔ جس قدر تعداد میں احباب کو اس کی ضرورت ہو۔ پہلے سے اطلاع دیدیں۔ تاکہ شائع ہوتے ہی بھیجدیا جائے۔

آنریری جائنٹ سکرٹری
(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

بنگال اور پنجاب

مہاشہ خوشحال چند خورسند مدیر "ملاپ" نے ۳۰ اگست کی اشاعت میں "بنگال کے مسلمان" کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے جس کا خلاصہ خود انہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:-

"بنگال کا مسلمان جداگانہ انتخاب نہیں چاہتا بلکہ مشترکہ انتخاب چاہتا ہے بنگال کا مسلمان کوئی غیر زبان نہیں پڑھتا بلکہ اپنے صوبہ کی زبان پڑھتا ہے بنگال کا مسلمان کوئی غیر لباس نہیں پہنتا بلکہ اپنے صوبہ کا لباس پہنتا ہے۔ بنگال کا مسلمان دیہات میں ہندوؤں کا جینا مشکل نہیں بناتا۔ بلکہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پنجاب کا مسلمان اپنے بنگالی مسلمان بھائی سے یہ چار باتیں سیکھ لے اور ان پر عملدرآمد کرنا شروع کر دے پھر یقیناً پنجاب کی مشکل کا حل ہو جائیگا پھر پنجاب ہندوستان کا السٹر نہیں رہے گا۔"

مہاشہ جی ایک بات لکھنی بھول گئے۔ اگر وہ بھی لکھ دیتے تو تمام معاملہ ہی ختم ہو جاتا کہ بنگال کا مسلمان غیر ملکی مذہب کا قائل نہیں بلکہ ہندو کہلانے میں فخر سمجھتا ہے" امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس کو بھی پیش کر کے بنگال میں ہندوؤں کی اکثریت کا اعلان کرنے میں لیت و لعل نہ ہوگا ورنہ جس طرح سے یہ غلط ہے ویسے ہی یہ بھی غلط ہے کہ بنگال کا مسلمان جداگانہ انتخاب نہیں بلکہ مشترکہ انتخاب چاہتا ہے کیونکہ سوائے چند نیشنلسٹ مسلمانوں کے جو پنجاب میں بھی موجود ہیں بنگال سے ابھی تک جداگانہ انتخاب اور فرقہ وار حقوق کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ یہ بھی غلط ہے کہ بنگال کا مسلمان کوئی غیر زبان نہیں پڑھتا۔ اور صرف اپنے صوبہ ہی کی زبان پڑھتا ہے۔ بنگال میں ابھی تک ایسے مدارس موجود ہیں جہاں صوبہ کی زبان کے علاوہ اردو اور عربی کی بھی تعلیم ہوتی ہے ابھی تک بنگالیوں کا کثیر حصہ جس میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں بنگالی کے علاوہ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں اور یہی تمام ہندوستان کے ساتھ ان کے تعلقات کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ ہے یہ کہنا کہ پنجابی مسلمان بھی بنگالیوں کی طرح اپنے صوبہ کی زبان پڑھا کریں۔ ایسا ہی ہے۔ جیسے

کوئی مہاشہ خورسند سے کہے کہ آپ اردو کے بجائے پنجابی میں اخبار لکھا کریں ظاہر ہے کہ بنگالی لٹریری زبان ہے اور بنگال کے تمام علاقوں میں اس کی بولی اس کے الفاظ اور ان کے معنی اور طرز تحریر ایک ہی جیسا ہے برخلاف اس کے پنجابی کوئی علمی زبان نہیں نہ پنجاب کے تمام علاقوں میں ایک جیسی بولی اور سمجھی جاتی ہے پھر کس طرح یہ اردو کے قائمقام ہو سکتی ہے۔ جو تمام ہندوستان کو ایک رشتہ میں منسلک کرتی ہے۔ رہا لباس ہمیں افسوس ہے کہ ہندو پریس کے اتنے بڑے جریدہ کے مالک ہو کر مہاشہ خورسند کو ابھی تک یہ بھی علم نہیں کہ بنگالی مسلمان گھروں میں دھوتی پہنیں یا چادر اوڑھیں دفاتر میں پاجامہ اور ترکی ٹوپی ان کا امتیازی نشان ہوتا ہے دیہات میں ہندوؤں کی حفاظت کی بھی ایک ہی کہی۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ پنجاب کا کونسا گاؤں ہے جہاں ہندو مسلمانوں کے ہاتھوں تنگ ہے؟ برخلاف اس کے ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ ہندوؤں نے دیہات میں مسلمانوں کا جینا مشکل بنا رکھا ہے لیکن واقعات و حقائق سے مہاشہ خورسند کو کیا کام۔ انہیں تو مسلمانوں کو ہندوؤں کا لباس پہنانا ہندی کی زبان سکھانا اور ظاہری و باطنی طور پر ہندو بنانا مقصود ہے۔ خواہ اس کے لئے غلط واقعات ہی کیوں نہ گھڑنے پڑیں۔

تاریخ ہند کے از سر نو لکھنے کی ضرورت

سر اکبر حیدری نے حال ہی میں ایک لیکچر نظام کالج حیدر آباد کے طلباء کو دیا ہے جس میں موجودہ فرقہ وارکشیدگی کو ان غلط تاریخی واقعات کا نتیجہ بتایا ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے قتل و غارت سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگلے دن مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مجلس اقوام نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کا مقصد یہ دریافت کرنا ہے کہ مختلف اقوام کی تواریخ پڑھانے کیلئے کونسے ایسے خاص ذرائع اختیار کئے جائیں جن سے مختلف ممالک میں خوشدلی اور محبت کے جذبات پیدا ہو سکیں ہندوستان کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اس بات پر زور دیا کہ ہندوستان کے موجودہ ناگوار حالات کی ذمہ داری ان ناجائز طریقوں پر عائد ہوتی ہے جو وقتی حالات کے ماتحت تاریخ ہند کے لکھنے اور پڑھانے میں استعمال کئے گئے۔ موجودہ نصاب تاریخ میں قتل و خون ریزی جنگ و جدال اور تعصب اور عناد کے واقعات کو نہایت شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے اور ان شاندار مثالوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس کے اندر ہندوستان کے گذشتہ فرمانرواؤں نے اپنی مذہبی رواداری کا ثبوت دیا ہے آپ نے فرمایا۔ کہ جب تاریخ کے جدید تخیل کے مطابق تہذیب ایک ایسی قوت ہے جس سے اتحاد اور اشتراک عمل پیدا ہوتا ہے تو ہمارے بچوں کا علم ایسی مثالوں تک کیوں محدود رکھا جاتا ہے جن میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں نے ہندوؤں کو قتل و غارت کیا۔ کوئی ملک ایسی مثالوں سے بچا ہوا نہیں اور یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے کسی قوم کی بڑائی یا دوسری کی برائی ثابت نہیں ہوتی۔"

سر اکبر حیدری نے اسی سلسلہ میں تاریخ ہند کی بھی شاندار مثالوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ٹیپو سلطان نے باوجود اس تعصب کے جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جنوبی ہند کے مندروں کے برہمن پجاریوں سے التجا کی کہ وہ اسکی فتح کیلئے دعا کریں۔ اورنگ زیب نے بنارس کے ہندو مندروں کو جاگیریں عطا کیں۔ اور سیواجی جیسے متعصب ہندو کے سب سے بڑے لڑکے نے جو ایک بہت بڑا ہندو جرنیل تھا اپنے پہلے بچے کا نام مسلمان کے نام پر رکھا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک اخبار کی اس غلط بیانی کا ذکر کیا ہے کہ حیدر آباد میں گائے کی تصویر کی نمائش بھی ممنوع ہے حالانکہ ہز اگزالٹڈ ہائنس نظام حیدر آباد فرقہ اتحاد کے یہاں تک حامی ہیں کہ عید کے موقع پر بھی عام گذرگاہوں پر گائے کی قربانی سالہا سال سے انہوں نے منع کر رکھی ہے لیے ہی سابق مہاراجہ گوالیار محرم میں بالکل اسی طرح شامل ہوتے تھے جس طرح راسخ الاعتقاد شیعہ۔

ان حالات میں سر اکبر حیدری نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ تاریخ ہند کو از سر نو لکھا جائے تاکہ ہندوستان کے نوجوانوں کے سامنے اپنے بزرگوں کے ایسے واجب التقلید کارنامے ہوں جن سے فرقہ وارکشیدگی کے بجائے باہم محبت اور اتحاد پیدا ہو۔ اور وہ ملک کی ترقی میں مل کر کام کر سکیں

اس تجویز کی اہمیت اور بیان کردہ واقعات کی صحت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ تاریخ ہند کو از سر نو مرتب کرنے کا کام کون اپنے ذمہ لے افسوس ہے کہ ہندو ان تمام باتوں کو مانتے ہوئے بھی اسی بات میں اپنی زندگی سمجھتے ہیں کہ ان غلط تاریخی واقعات سے اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہیں ایسی حالت میں یہ مسلمانوں ہی کا کام ہے کہ وہ تاریخ کو از سر نو مرتب کرنے کی کوشش کریں اور ہمارے نزدیک سر اکبر حیدری سے بڑھکر اس کے لئے کوئی موزوں شخص نہیں جنہوں نے بقول خود تینتیس سال کا لمبا عرصہ صرف تاریخ کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور اپنی عمر کے باقیماندہ ایام بھی اسی میں صرف کرنا چاہتے ہیں کیا وہ اس کام کو عملی طور پر سر انجام دینے کی کوشش کریں گے ؟!

عیسائی مشنوں کی ترقی کا راز

اہلحدیث اخبار کے ایک نامہ نگار نے ۱۲- جولائی ۱۹۳۹ء کے پرچے میں عیسوی دین کی ترقی کے ذرائع کا "انکشاف" کیا ہے چنانچہ اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:-

"میں آج کی صحبت میں اس امر کا انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ عیسویت کی ترقی کے وہ ذرائع کیا ہیں۔ ہندوستان میں عیسویت آج کیوں اتنی جلدی ترقی کرتے ہوئے اپنی سیاسی اور استعماری اغراض کی خاطر ہندوستان کے چار گوشوں پر مسلط ہوتی جاتی ہے"

اب ان ذرائع کی تفصیل بھی سن لیجئے:-

(۱) غریب نوجوانوں کو لالچ دیا جاتا ہے کہ تمکو نوکری دی جائیگی نہایت آرام سے زندگی بسر کرو گے۔

(۲) اگر مذہب عیسویت کو قبول کر لوگے تو تمہاری شادی وغیرہ کر دیجائے گی۔

(۳) ہسپتالوں کے ذریعہ سے ناواقف اور افلاس زدہ لوگوں کو عیسائی بنانا۔

یہی وہ ذرائع ہیں جن کی طرف حضرت مسیح موعودؑ مسلمانوں کو توجہ دلاتے رہے کہ متحد ہو کر اپنے بچوں اور غرباء کو دجال کے فتنہ سے بچالیں لیکن "شتر بے مہار" جماعت کے نام نہاد سردار حضرت مسیح موعود پر طعن کرتے رہے کہ مسیح موعودؑ کی زندگی میں عیسویت کی ترقی کیوں؟ بجائیکہ جسطرح وہابی نے آریہ سماج کی مذہبی موت قبول کرلی ہے اگر وہ یورپ اور دیگر مراکز عیسویت کی عیسوی مذہب سے بیزاری پر نظر ڈالتا تو اسے صاف نظر آجاتا کہ عیسویت بحیثیت مذہب مر چکی ہے۔ ہاں روپیہ پیسہ کے لالچ سے بظاہر ترقی نظر آتی ہے لیکن یہ بھی تبتک ہے جبتک کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہو کر متحدہ کوشش تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے نہیں کرتے عیسوی مذہب کی مادی ترقی حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف مسلمانوں پر ایک حجت ملزمہ ہے کہ اگر تم خدا کے فرستادہ روحانی ڈاکٹر کا نسخہ استعمال کرتے تو خدائے تعالیٰ تم کو بڑی سے بڑی قوم اور مذہب پر غالب کرتا۔ لیکن چونکہ تم نے کفران نعمت کیا۔ اسلئے بطور سزا دوسری اقوام کے نزدیک تم ذلیل ہو جب تنگدل مسلمانوں کی ذہنیت کا یہ حال ہو کہ احمدی ہونے سے عیسائی اور آریہ بنجانا بہتر ہے تو کس منہ سے حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ بجائیکہ سخت سی سخت مخالفت کے باوجود مسلمانوں میں جماعت احمدیہ ترقی کر رہی ہے اور اس کے ذریعہ دیگر مذاہب کی جڑیں بھی کھوکھلی ہو رہی ہیں اور سیکڑوں غیر مسلم ہر سال اس جماعت کے ذریعہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ گویا عیسویت کی ترقی حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب کا نشان نہیں بلکہ مسلمانوں کے غلط اعتقادات کا نتیجہ ہے کیا سات کروڑ ہندی مسلمانوں میں کوئی جماعت ہے۔ جو عیسائی مراکز میں اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے پہلے میدان تبلیغ میں نکلو پھر دوسروں پر اعتراض کرو۔ لیکن "شتر بے مہار" قوم کے نزدیک مجدد پر حرف اعتراض کر دینا ہی خدمت اسلام ہے۔

ترجمہ گلینسی کمیشن رپورٹ

جناب میر محمد نیاز صاحب جرنلسٹ لاہور نے $\frac{۲۰۲۰}{۱۶}$ کے ۴۰ صفحات پر گلینسی کمیشن کی اس رپورٹ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے جو چند ماہ ہوئے مسلمانان کشمیر کے مطالبات کے جواب میں شائع ہوئی تھی۔ اصل رپورٹ کے ترجمہ کے ساتھ مہاراج بہادر جموں و کشمیر کے احکام اور کشمیر گول میز کانفرنس کی رپورٹ کا اردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس ہے اور اس سے مسلمانان کشمیر کے اقتصادی، صنعتی، تمدنی، ملکی اور مذہبی حالات پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس بد قسمت قوم کو عرصہ دراز سے کن کن مصائب و مشکلات میں سے ہو کر گذرنا پڑا ہے اور حکومت کی طرف سے کیا کیا سختیاں اور مظالم ان پر روا رکھے جاتے ہیں جن کے خلاف آخر کار انہیں آواز اٹھانی پڑی ہے۔ اور بیشمار قربانیوں کے بعد گلینسی کمیشن کا تقرر عمل میں آیا جس کا نتیجہ اس رپورٹ کی ظاہر ہے - ہمارے خیال میں مسلمانان کشمیر اور دیگر اہل الرائے مسلمانوں کو جو انگریزی سے ناآشنا ہیں اس ترجمہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے یا دیئے بغور مطالعہ کر کے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ مسلمانان کشمیر کے مطالبات حکومت نے کیا طے کیا تھے۔ اور انہیں کیا کچھ اب تک ملا ہے۔ قیمت ۹ر علاوہ محصولڈاک

"گلچین" لاہور

اس نام سے اردو علم و ادب کا ایک ماہوار رسالہ جناب سید ابو محمد ثاقب صاحب کانپوری کے زیر ادارت لاہور سے جاری ہوا ہے۔ رسالہ کی ضخامت ٹائیٹل سمیت ۴۸ صفحات ہے جس میں حسن معصوم کے نام سے ایک خوبصورت تصویر بھی ہے بلحاظ مضامین یہ پہلا نمبر علم ادب کی بہترین گلکاریوں کا نتیجہ ہے جناب ابوالمحاسن مولوی محمود علی صاحب کا مضمون "چین کا تمدن" جناب پروفیسر مرزا محمد سعید صاحب دہلوی کا "ہندی معاش کا عہد بعہد ارتقاء" علمی حیثیت سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ نظم میں بھی متعدد شعراء کا بہترین کلام نقل کیا گیا ہے۔ اور ان سب کے علاوہ دو افسانے بھی ہیں۔ غرض رسالہ بحیثیت مجموعی موجودہ اردو رسائل کے معیار پر ہے۔ اگرچہ ہمارا اپنا ذوق اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ایسے رسائل میں جو بالعموم نوجوانوں کے ہاتھوں میں جاتے ہیں۔ زنانہ حسن کی تصویروں اور مخرب اخلاق افسانوں کا اندراج جائز قرار دیا جائے۔ افسانوں کی موجودگی بیشک ضروری ہے۔ لیکن ان کا موضوع محبت و عشق کی داستانوں کی بجائے قومی اخلاق اور رسوم و رواج کی اصلاح ہونا چاہئے۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ "گلچین" اپنی آئندہ زندگی میں اس گذارش کو ضرور مد نظر رکھے گا۔

خریداران "پیغام صلح" سے ایک ضروری درخواست

انجمن کے دیگر شعبوں کی طرح اخبار پیغام صلح کا مالی سال بھی ۳۰ ستمبر ۳۲ء کو ختم ہونیوالا ہے اخبار کو مطالبات کی ادائیگی کے لئے روپے کی اشد ضرورت ہے۔ مذکورہ تاریخ تک سال رواں کے تمام بل ادا ہو جانے چاہئیں اس لئے خریداران صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ سال رواں کا چندہ اور بقایا بہت جلد ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ جن اصحاب کی خدمت میں وی پی ارسال کئے گئے ہیں وہ ضرور وصول فرمالیں ورنہ ان کے قومی اخبار کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ امید ہے احباب اس گذارش پر بہت جلد توجہ فرمائیں گے

(مینجر)

نتیجہ امتحان علوم دینیہ

پہلے امتحان دینیات میں جو ۱۵ تا ۱۷ جولائی ۱۹۳۲ء کو ہوا تھا حسب ذیل امتحان دہندگان پاس ہوئے ہیں:-

مردوں کے پرچوں میں:-

نمبر شمار	رول نمبر	نام و مقام	قرآن کریم (۱۰۰ نمبر)	کتب سلسلہ (۱۰۰ نمبر)	سیرت (۱۰۰ نمبر)	کل (۳۰۰ نمبر)
(۱)	(۱۳)	مرزا مسعود بیگ صاحب بمبئی (حاصل کردہ)	۷۴	۳۶	۶۱	۱۹۹
(۲)	(۱۷)	چودھری عبدالحق صاحب لاہور	۵۰	۴۲	۷۴	۱۶۶
(۳)	(۲۲)	سید اختر حسین صاحب لاہور	۹۰	۴۶	۳۳	۱۶۹
(۴)	(۲۴)	ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب سیالکوٹ	۷۸	۳۵	۷۱	۱۸۴
(۵)	(۲۵)	ڈاکٹر عبدالمجید صاحب پشاور	۸۱	۴۲	۷۵	۱۹۸
(۶)	(۳۰)	بابو غلام ربانی صاحب راولپنڈی	۶۰	۴۶	۶۱	۱۶۷
(۷)	(۳۳)	سید اسلم علی صاحب لاہور	۳۹	۳۱*	۵۰	۱۲۰
(۸)	(۳۶)	محمد سرفراز خاں صاحب	۴۶	۴۲	۵۲	۱۴۰
(۹)	(۳۹)	سید سردار علی صاحب رڈیڑ	۵۰	۴۰	۳۷	۱۲۷
(۱۰)	(۴۲)	ماسٹر انعام اللہ خاں صاحب لوالائی	۴۵	۲۸*	۵۳	۱۲۶
(۱۱)	(۴۴)	محمد ہاشم صاحب چک شیخاں شاہپور	۶۱	۴۴	۴۳	۱۴۸
(۱۲)	(۴۸)	ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ	۴۱	۷۰	۳۸	۱۴۹
(۱۳)	(۴۹)	ڈاکٹر الہ بخش صاحب لاہور	۸۱	۶۵	۸۰	۲۲۶
(۱۴)	(۵۱)	شیخ عبدالعزیز صاحب جہلم	۴۲	۵۳	۶۱	۱۵۶
(۱۵)	(۵۵)	محمد اکبر صاحب لاہور	۷۵	۵۵	۴۸	۱۷۸
(۱۶)	خ (۱۰)	سیدہ سلمٰی صاحبہ لاہور	۵۳	۴۰	۴۴	۱۳۷

(نوٹ)* پرچہ ذرا مشکل اور لمبا ہونے کی وجہ سے ۲۵ فیصدی نمبروں پر پاس کئے گئے۔

خواتین کے پرچوں میں

نمبر شمار	رول نمبر	نام و مقام	قرآن کریم	کتب سلسلہ	سیرت	کل
(۱)	(۱)	بیگم صاحبہ حضرت امیر ڈلہوزی	۹۳	۷۴	۸۰	۲۴۷
(۲)	(۲)	خالدہ بیگم صاحبہ ڈلہوزی	۸۴	۵۷	۸۲	۲۲۳
(۳)	(۳)	محمودہ بیگم صاحبہ ″	۸۶	۷۳	۸۰	۲۳۹
(۴)	(۴)	رضیہ بیگم صاحبہ دہلی	۸۵	۶۵	۸۰	۲۳۰
(۵)	(۶)	اختر النساء صاحبہ ڈلہوزی	۸۵	۵۹	۶۷	۲۱۱
(۶)	(۱۵)	اہلیہ صاحبہ منشی عنایت اللہ خاں صاحب لاہور	۶۳	۲۱*	۵۶	۱۴۰
(۷)	(۱۶)	سیدہ شوکت گوجرانوالہ	۴۵	۴۵	۶۲	۱۵۲

(نوٹ)* پرچہ مشکل ہونے کی وجہ سے ۲۰ فیصدی نمبر پاس ہونے کے لئے کافی سمجھے گئے۔

(عزیز بخش سکرٹری سب کمیٹی امتحانات دینیات)

ضروری اعلان

چونکہ مخالفین سلسلہ کے لغو اعتقادات کی تردید اور سلسلہ احمدیہ کے اعتقادات کی صحت ثابت کرنے کے لئے ایک جامع تصنیف کی جا رہی ہے اس لئے جن دوستوں کو اخبار اہلحدیث امرتسر۔ اخبار الفقیہ امرتسر۔ توحید امرتسر۔ محمدی دہلی۔ زمیندار لاہور۔ ستارۂ صبح لاہور کے گزشتہ سنوں کے فائل مل سکتے ہوں وہ مفت، یا عارتیاً کچھ عرصہ کے لئے دیدیں تو باعث مشکوری ہوگا۔ اگر متفرق پرچے مل سکیں تو وہی بھیج دیئے جائیں۔

اسی طرح مولوی ثناء اللہ۔ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ دغزنوی مولویوں نیز دیوبندی مولویوں کی تالیفات کی بھی ضرورت ہے۔ نام بھیجکر دریافت کر لیا جائے کہ کونسی قبل ازیں موجود ہیں۔ مخالفین سلسلہ احمدیہ کا ہر قسم کا ریکارڈ درکار ہے۔ خواہ ان کے عقائد کے متعلق ہو یا ان کی ذات کے متعلق۔

(آنریری جائنٹ سکرٹری)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

قرضہ برلن کے جوابات

(قسط ہشتم)

ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب لاہور ۲۵ روپے نقد موصولہ ۱۶ اگست ۱۹۳۲ء جوپہلی اشاعتوں میں درج ہونے سے رہ گئے۔

سید غلام مصطفٰے شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر لاہور ۲۵ روپے

داروغہ نبی بخش صاحب لاہور ۲ ″

میاں محمد الدین صاحب بہاولپور ہاؤس لاہور ۱ ″

قاضی محبوب عالم صاحب گوجرانوالہ۔ آپکی کل رقم از اعلان مطالبہ مبلغ ۱۰۰ روپیہ ۱۶ اگست ۱۹۳۲ء وصول ہو چکی ہے جو پہلی اشاعتوں میں درج ہونے سے رہ گئی۔

میاں رحیم بخش صاحب ایم اے سپرنٹنڈنٹ سالٹ ڈپو۔ ڈنڈوت۔ آپکی رقم بھی ۱۰۰ روپیہ وصول شدہ پہلی اشاعتوں میں درج نہ ہو سکی۔

چودھری رحمت اللہ صاحب طالب علم میڈیکل کالج لاہور حال سرینگر ۴ روپے نقد۔

شیخ نیاز احمد صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ وزیرآباد آپ سے ۵۰۰ روپیہ کا مطالبہ کیا گیا تھا چنانچہ آپ نے اس کو بعض دوسری رقوم کے ساتھ نقد بھجوا دیا ہے۔

مولوی صدیق صاحب سرگودھا۔ ۱۰ روپے

قاضی سمیع اللہ صاحب سرگودھا۔ آپ نے پچاس روپے جلد بھجوانے کی اطلاع دی ہے۔

سید الف شاہ صاحب رخصتی گورالی گجرات آپ نے سابقہ ۲۰ روپے کے علاوہ ۱۰ روپے اور بھجوائے ہیں۔

جماعت چک ۲/۴ ل اوکاڑہ

چودھری نظام الدین صاحب
حافظ محمد بخش صاحب۔
چودھری امین الدین صاحب
چودھری اکبر الدین صاحب
چودھری شاہ محمد صاحب

برادران حقیقی پندرہ روپے فی کس کے حساب سے کل ۷۵ روپے نقد جمع کرا دیئے ہیں۔ یہ امداد باوجود ان کی ذاتی تکلیف کے ہے جو بہاؤ کی زمین کے نقصان سے انہیں پہنچی۔

چودھری خدا بخش صاحب قلعہ دیدار سنگھ ۵ روپے

بابو چراغ الدین صاحب ٹیلیگراف ماسٹر جموں سابقہ ۵ روپے کے علاوہ ۱۰ روپے اور بھیجے ہیں۔

مستری عبداللہ صاحب جموں ۲ روپے

شیخ احمد علی صاحب کینال افسر ریاست خیرپور میر ۷ ″

مولوی عبدالستار صاحب ٹبری ۱۰ ″

خان شیر فضل خاں صاحب گانگوڈھیری ۵ ″

سید محمود صاحب زردبلی ۱ ″

محمد دین جان
(آنریری افسر تحصیل)

ہندوستانی کس طرح ایک متحدہ قومیت بن سکتے ہیں

فرقہ وار حقوق اور مخلوط انتخاب

مختلف اقوام کی شکایات

حضرت امیر ایدہ اللہ کا تبصرہ موجودہ ملکی حالات پر

گورنمنٹ کے اس فیصلے نے جس کی رو سے مختلف اقوام کی نشستوں کی مختلف کونسلوں میں تعیین کر دی گئی ہے ملک کے بعض حصوں میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ مگر یہی موقعہ ہے کہ رہنمایان قوم حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے اپنی اپنی قوم کو صحیح راہ پر ڈالیں۔ لبرل پارٹی کے بعض ممبر اور کانگرس تو اس اوارڈ کے اس لئے مخالف ہیں کہ اس کے ذریعے جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کو قایم رکھا گیا ہے۔ ہندو اور سکھ اس لئے مخالف ہیں کہ اس سے پنجاب میں مسلمانوں کو اکثریت مل گئی۔ اور ان کے خیال میں مسلم راج قایم ہو گیا۔ مسلمان خود شاکی ہیں کہ ان کی پنجاب کی اکثریت جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کے ذریعہ سے قایم نہیں ہوئی بلکہ اس کا انحصار چند مخلوط حلقہ ہائے انتخاب پر ہے۔ اور کہ بنگال میں ان کی ۵۶ فیصدی آبادی کو ۴۸ فیصدی نشستیں ملی ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس امر کے سلجھانے کے لئے خود مختلف اقوام کے رہنما کم و بیش دس سال مصروف کار رہے اور وہ مشکل حل نہ ہو سکی کسی تیسرے فریق کے لئے خواہ وہ گورنمنٹ انگلستان ہوتی یا کوئی اور ثالث ہوتے یہ ناممکن تھا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کر لی جاتی جس سے یہ سب فریق خوش ہو جاتے۔ اور ہندوستان کی مشکلات کی گتھی سلجھ جاتی۔

اقلیتوں کا عدم اعتماد

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستانی ایک متحدہ قومیت بن جائیں اور متحدہ قومیت بننے میں ہی ہندوستان کی مشکلات کا حل ہے۔ انہیں بے صبری سے کام لینے کے بجائے واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ واقعات یہ ہیں کہ ہندوستان کی دو بڑی قوموں یعنے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے پر اعتماد نہیں۔ اور ہندو مسلم فسادات نے نہایت خطرناک نوعیت اختیار کر لی ہے۔ ان حالات میں اگر دوسری اقلیتوں کا سوال نہ بھی ہوتا تو آٹھ کروڑ مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے بغیر کوئی گورنمنٹ جداگانہ انتخاب کے اصول کو جو انہیں مشکلات کی وجہ سے مروج کیا گیا تھا چھوڑ نہ سکتی تھی۔ ہندو مسلم سوال گورنمنٹ کا پیدا کردہ ہے یا خود ہندو مسلمانوں کا پیدا کردہ ہے اس سوال میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اختلاف موجود ہے اور ایسا خطرناک اختلاف موجود ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بات پر دونوں قومیں ایک دوسرے کے بے گناہ آدمیوں کو قتل کرنے پر اتر آتی ہیں۔

ہندو مسلم فسادات

کسی شہر میں ایک افواہ نکل جائے کہ کسی مسلمان کو ہندوؤں نے قتل کر دیا ہے یا کسی ہندو کو مسلمانوں نے مارا ہے تو مسلمان ہندوؤں پر اور ہندو مسلمانوں پر حملے کے لئے نکل پڑتے ہیں اور راہگزروں اور پُرامن محلہ داروں میں سے جو قابو آجائے اس کو وحشیانہ رنگ میں قتل کرتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں اور بوڑھے جن کو قانون جنگ بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا بے خبری میں مارے جاتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان حالات میں مخلوط انتخاب ہندوستانیوں کو ایک متحدہ قوم بنا دیگا یا جلتی ہوئی آگ پر تیل کا کام دے گا۔

مخلوط انتخاب فساد کو بڑھانے کا موجب ہے

انتخاب کے ساتھ تو فساد لازم ملزوم کی طرح لگا ہوا ہے جہاں دو مسلمان ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں یا دو ہندو امیدوار ایک دوسرے کے مقابل ہوں وہاں بھی مدتوں کے تعلقات ہی منقطع نہیں ہو جاتے بلکہ اس کی جگہ دشمنی پیدا ہو کر فساد تک نوبت پہنچتی ہے۔ لیکن یہ فسادات کوئی زیادہ خطرناک صورت اس لئے اختیار نہیں کرتے کہ مسلمانوں کے اندر آپس میں اور ہندوؤں کے اندر آپس میں پھر بھی ایک اتحاد اور اعتماد موجود ہے۔ لیکن جب ہندو کے مقابل پر مسلمان امیدوار ہوگا اور مسلمان کے مقابل پر ہندو۔ اور ایک طرف سے ہندو سورما لٹھ باندھ کر اپنے ہندو امیدوار کی تائید میں کھڑے ہو جائیں گے اور دوسری طرف مسلمان مسلمان کی تائید میں زور شور سے نکلیں گے تو پولیس کے سارے انتظاموں کے باوجود تصادم کا واقع ہونا یقینی بات ہے مگر یہ فساد دو امیدواروں کے حامیوں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ جہاں یہ خبر نکلی کہ ایک مسلمان کا سر پھٹ گیا ہے۔ یا ایک ہندو کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے وہاں وہی آگ مشتعل ہو جائے گی جو ہمارا روز کا تجربہ ہے اور ہندو مسلمانوں کو اور مسلمان ہندوؤں کو مارنے کے لئے گھروں سے نکل پڑیں گے۔ اور اُس وقت وہ لیڈر جو اس وقت بغیر سوچے سمجھے مخلوط انتخاب کی رٹ لگا رہے ہیں۔ خواہ گھروں میں بیٹھے باتیں کرتے رہیں خواہ مصالحت کی تجویزیں کرتے رہیں۔ ہر شہر کا نمونہ بمبئی بن جائے گا۔

مخلوط انتخاب کی اشتہاری دوائی

یہ کوئی فرضی تصویر نہیں واقعات ہیں۔ جو ہر شہر میں ادنے سے ادنے جھگڑے پر نمودار ہوئے۔ اور جو ہم میں سے ہر ایک ہر روز دیکھتا ہے تو جب کونسلوں کا انتخاب بیک وقت سارے شہروں اور دیہات میں ہوگا اور جگہ جگہ یہ تصادم ہونگے تو کوئی پولیس بھی نہ انتظام کو قایم رکھ سکے گی نہ فساد کو فرو کر سکے گی مخلوط انتخاب تو ضرور آنا چاہئے مگر اسی وقت اس کا آنا مفید ہو سکتا ہے جب ہندوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ ذہنیت بدل جائے اور ہندو کے قتل کے نام پر ہندو اندھے نہ ہو جائیں اور مسلمان کے قتل کے نام پر مسلمانوں کی آنکھیں بند نہ ہو جائیں ورنہ مخلوط انتخاب بجائے متحدہ قومیت پیدا کرنے کے ایسی آگ لگائے گا کہ جو کچھ اتحاد کی امید ہے وہ بھی جاتی رہے گی مخلوط انتخاب آج محض ایک اشتہاری دوائی بنی ہوئی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ جس طرح امرت دھارا کی ایک شیشی گھر میں رکھ لینے سے ساری بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اسی طرح جس دن شام کو مخلوط انتخاب کا اعلان ہو گیا ایک رات کے اندر اندر ہندوستان کی تمام بیماریاں کافور ہو جائیں گی اور صبح کو ہندو مسلمانوں کے گلے مل رہے ہوں گے اور مسلمان ہندوؤں کے اور تمام کے تمام بندے ماترم کے نعرے لگا رہے ہونگے ہندوؤں اور مسلمانوں کی ذہنیت سوتے سوتے بدل جائے گی اور شاید صبح اٹھتے ہی یہ احساس بھی ملک میں نہ رہے گا کہ رات کو کون ہندو تھا اور کون مسلمان؟

قوم کی موجودہ تربیت

آج اگر قوم کی تربیت کو دیکھو تو اس رنگ میں ہو رہی ہے کہ پرانی تاریخ سے جو کوئی چھوٹا موٹا واقعہ مل سکے کہ فلاں مسلمان نے فلاں ہندو پر ظلم کیا تھا اسے ایک ظلم کا پہاڑ بنا کر مسلمان حکمرانوں کی ایسی تصویر کھینچی جاتی ہے کہ یہ گویا دنیا کی بدترین قوم ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی صرف اس غرض کے لئے کی جاتی ہے کہ اس سے وہ واقعات نکالے جائیں جہاں کسی مسلمان نے کسی ہندو کو کوئی تکلیف پہنچائی ہو۔ یا کسی ہندو نے مسلمانوں کا مقابلہ کر کے انہیں خوب مارا ہو۔ اور یہ لوگ ہیرو بنائے جاتے ہیں۔ اور ان کی یادگاریں قایم کی جاتی ہیں۔ اور برسیاں منائی جاتی ہیں تاکہ نفرت کے یہ نظارے ہر سال تازہ ہو کر قوم کے دلوں کو مسموم کرتے رہیں۔ قوموں میں نفرت پھیلے اور ایک دوسرے پر اعتماد بالکل زائل ہو جائے۔ ہندو پرانے ظلموں کو رو رہے ہیں مسلمان ان ظلموں کو رو رہے ہیں جو آج ان پر ہو رہے ہیں۔ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے کہ نوجوانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا کیا جائے ایک قوم دوسری قوم کی کسی خوبی کا ذکر کرنا گناہ سمجھتی ہے ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کو جو بُرا کہے اس کی پشت پر ساری قوم ہوتی ہے۔ لٹریچر وہ اچھا کہتا ہے جس میں دوسروں کو بُرا کہا گیا ہو۔ ایک ناہنجار پر اگر اس کی ناپاک تحریروں کی وجہ سے مقدمہ چلتا ہے تو ساری قوم اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ ان واقعات پر غور کرو۔

پہلے اعتماد پیدا کرو

یہ سب کچھ ہمارے اندر ہو رہا ہے یا نہیں تو کیا وہ ذہنیت جو آج مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک دوسرے کی دشمنی میں اندھا کر رہی ہے۔ وہ مخلوط انتخاب سے دور ہوگی۔ یا مخلوط انتخاب اس آگ پر تیل کا کام دے گا؟ پہلے ان اسباب کو دور کرو جو دونوں قوموں میں بغض اور نفرت پھیلا رہے ہیں۔ قوم کی تعلیم اور تربیت کے وہ سامان فراہم کرو جن سے ایک دوسرے پر اعتماد پیدا ہو ایک دوسرے کے بزرگوں کا احترام دلوں میں ہو۔ ایک قوم دوسری پر اعتماد کرنا سیکھے پھر مخلوط انتخاب خود ہی آجائے گا۔

ہندوؤں اور سکھوں کی کونسل آف ایکشن

مگر عوام الناس کی حالت کا کیا کہنا جب خود لیڈروں کی یہ حالت ہے کہ ایک قوم کو دوسری پر اعتماد سکھانا تو ایک طرف رہا سب سے پہلے خود کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ دوسری قوم کو نیچا دکھائیں گے۔ اور اس طرح اپنی قوم کے اندر ہیرو بنیں گے ایک طرف تو قومیت کا رونا ہے۔ اور سوراج کی پکار ہے لیکن اگر

اس صورت میں کیس مسلمانوں کو اکثریت مل جائے تو ایک طرف سکھ ایک کونسل آف ایکشن بنا کر گرد گرنتھ صاحب پر حلف لے رہے ہیں۔ کہ مٹ جائیں گے مگر مسلم راج قایم نہ ہونے دینگے اور دوسری طرف ہندو بھی پیچھے نہیں ہٹتے وہ ایک کونسل آف ایکشن بنا کر سکھوں کی پشت پناہ بنتے ہیں۔ آخر یہ مٹنے کی تیاری کس بات پر ہے؟ کوئی قوم مرمٹنے کا فیصلہ اس وقت کرتی ہو جب اسے یہ معلوم ہو کہ اس پر نہایت درجہ ظلم کر کے اسے ذلیل کر کے مارنے کی تجویز کی گئی ہے تو کیا اس اوارڈ میں سکھوں اور ہندوؤں پر کوئی ظلم عظیم ہوا ہے اور کیا ان کی ہستی معرض خطر میں پڑ گئی ہے؟

مختلف صوبوں کی فرقہ وار نشستیں

اوارڈ میں یہ ہوا ہے کہ جداگانہ انتخاب کی بنا پر ہر ایک صوبہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں اور دیگر اقوام کی نشستیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ اور کچھ مخصوص حلقے عموماً مخلوط رکھ لئے گئے ہیں۔ اب مختلف صوبوں کی یہ حالت ہے کہ جداگانہ انتخاب کے ذریعہ سے مدراس میں ہندوؤں کو ۱۷ فیصدی نشستیں حاصل ہونگی اور مسلمانوں کو گیارہ فیصدی۔ بمبئی میں ہندوؤں کو ½۵۳ اور مسلمانوں کو ½۳۱ اگر سندھ ساتھ رہے ورنہ بمبئی میں ہندوؤں کو ۶۸ فیصدی اور مسلمانوں کو ۱۷ فیصدی) یو۔ پی میں ہندوؤں کو ۶۳ فیصدی مسلمانوں کو ۲۹ فیصدی۔ بہار و اڑیسہ میں ہندوؤں کو ۶۱ فیصدی مسلمانوں کو ۲۶ فیصدی ممالک متوسط میں ہندوؤں کو ۶۸ فیصدی مسلمانوں کو ½۱۲ فیصدی۔ بنگال میں ہندوؤں کو ۳۲ فیصدی اور مسلمانوں کو ۴۸ فیصدی صوبہ سرحدی میں مسلمانوں کو ۷۲ فیصدی اور ہندوؤں اور سکھوں کو ۲۶ فیصدی اور بالآخر پنجاب میں مسلمانوں کو ۴۹ فیصدی اور ہندوؤں اور سکھوں کو ۴۳ فیصدی۔

ہندو اور مسلم راج

اب آئینی اکثریت جداگانہ انتخاب کے ذریعہ سے پانچ صوبوں میں ہندوؤں کو حاصل ہے۔ ایک میں مسلمانوں کو۔ دو میں کسی کو بھی نہیں۔ اور انہی دو میں پنجاب بھی ہے۔ البتہ مخلوط انتخاب سے پنجاب میں مسلمانوں کو اس قدر نشستیں لے لینے کی توقع ہے کہ وہ پنجاب میں ½۵۱ فیصدی ہو جائیں مگر بنگال میں وہ بہرحال اقلیت ہی میں رہیں گے تو اب اگر بربنائے جمہوریت حکومت اکثریت کی مانی جائے تو پانچ صوبوں میں ہندو حکمران ہوں گے اور زیادہ سے زیادہ دو میں مسلمان یا اگر ہمارے ہندو اور سکھ دوستوں کی منطق اور اصطلاح لی جائے تو پانچ صوبوں میں ہندو راج ہوگا۔ اور دو میں مسلم راج۔ پس مسلم راج کے ماتحت ہندوؤں نے مرمٹنے کے لئے تیار ہونا ہے۔ تو ہندو راج کے ماتحت مسلمان مرمٹنے کو تیار ہو جائیں گے۔

کما تدین تدان

کما تدین تدان۔ اگر ہندو مسلم راج کے ماتحت نہیں رہ سکتے تو مسلمان ہندو راج کی ماتحتی کیوں قبول کریں گے۔ اگر ہندوؤں اور سکھوں نے یہ کہدیا ہے کہ پنجاب کو وہ خود مختار صوبہ نہیں ہونے دیں گے جب تک وہاں مسلم راج یا مسلمانوں کی اکثریت ہے تو کیا مسلمان یہ کہنے میں حق بجانب نہ ہوں گے کہ وہ ہندوستان کے باقی پانچ صوبوں کو خود مختار نہ ہونے دیں گے جب تک کہ وہاں ہندو راج یا ہندوؤں کی اکثریت ہے تو ہمارے ہندو اور سکھ دوست ایک لمحہ کے لئے ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ جس بات کو وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ اسے دوسرے کے لئے کیوں پسند کرتے ہیں اور جس بات کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اسے دوسرے کے لئے کیوں پسند نہیں کرتے۔ کیا اس بنا پر ہمسائیگی کے تعلقات قایم رہ سکتے ہیں۔ کیا ان باتوں سے کبھی ہندوستان میں متحدہ قومیت قایم ہو سکتی ہے۔

ہندو مسلم راج کی تفریق کرنے والے کون ہیں؟

اگر ہمارے ہندو اور سکھ دوستوں کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان کو متحدہ قوم بننا چاہیئے اور اگر واقعی انہیں جداگانہ انتخاب ناپسند ہے تو انہیں اس بات کا نام بھی نہ لینا چاہیئے کہ پنجاب میں مسلم راج قایم ہو گیا۔ اور اگر پنجاب میں مسلم راج ہے تو کیا ہندوستان کے باقی پانچ صوبوں میں ہندو راج نہیں؟ مگر وہ غور کریں کہ یہ ہندو اور مسلم راج کی تفریق پیدا کرنے والے کون لوگ ہیں؟ وہی لوگ جو قوم پرستی کے مدعی ہیں، وہی جو چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں متحدہ قومیت ہو۔ وہی جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمان کا نام مت لو سب کو ہندوستانی کہو افسوس کہ جن کو فرقہ داری کے جذبہ سے معمور کہا جاتا ہے وہ تو ایک حرف بھی زبان پر نہیں لاتے کہ پانچ صوبوں میں ہندو راج قایم ہو گیا اور وہ جو قوم پرست کہلاتے ہیں اور اپنے اندر قومیت کا جذبہ بتاتے ہیں۔ وہ ہندو اور مسلم راج کی تفریق پیدا کر رہے ہیں اور مسلمانوں سے اس قدر بیزار ہیں کہ قسمیں کھا چکے ہیں۔ کہ پنجاب میں انگریز حکمران رہیں مگر مسلمان نہ ہوں کیا یہی وطن پرستی ہے؟ یہی قومیت کا جذبہ ہے۔

پنجاب کی اکثریت اور فیڈریشن

اور مسلمان تو یہ بھی جانتے ہیں کہ پنجاب میں ان کی ½۵۱ فیصدی کی کثرت کس قدر کمزور کثرت ہے اور باوجود اس کے ان کے سر پر ہند کی حکومت اعلیٰ ہے۔

فیڈریشن ہے جہاں ان کے ایک کے مقابل دو ہوں گے۔ تو پنجاب میں ½۵۱ فیصدی اکثریت ان کو کیا فائدہ دیگی۔ مگر یہ کمیونلسٹ تو ہندوستان کی حکومت کو اپنی حکومت کہتے ہیں۔

حکومت نیشنلسٹوں کی ہوگی

اور ابھی یہ ڈیڑھ فیصدی کی کثرت بھی ایک موہوم امر ہے کیونکہ ہندوؤں اور سکھوں میں سے کسی کا مسلمانوں کے ساتھ ملنا تو ایک موہوم امید ہے۔ بلکہ اس وقت یونینسٹ پارٹی کے ہندو ممبر بھی اسی مسلمانوں کی ½۵۱ فیصدی اکثریت کو رو رہے ہیں لیکن مسلمانوں کا تو ایک گروہ جو نیشنلسٹ کہلاتا ہے ہندوؤں کے ساتھ ہے۔ اور ہر بات میں ان کا ہمنوا ہے۔ ہمارے ہندو دوست بھی ایک دلچسپ قوم ہے۔ جب جداگانہ اور مخلوط انتخاب کا سوال ہو تو کہتے ہیں کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ لیکن ان کو یہ بھول گیا ½۵۱ فیصدی میں نیشنلسٹ بھی تو ہیں جو ان کے ساتھ ہیں۔ اگر ان کی کثرت ہے تو پھر تو سمجھئے کہ مسلم راج بمشکل بیس فیصدی رہ گیا۔ اور حکومت نیشنلسٹوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔

لیکن اگر نیشنلسٹ دس فیصدی بھی ہیں تو پھر بھی ۹۰ میں سے نو نشستیں وہ لے جائیں گے۔ اور وہ مسلمان جن پر مسلم راج کا نام آتا ہے ۸۰ یا ۸۱ رہ جائیں گے۔ اور نیشنلسٹ جن میں ہمارے ہندو اور سکھ اور کچھ مسلمان نیشنلسٹ شامل ہیں ۹۵ ہو جائیں گے پھر بھی حکومت نیشنلسٹوں کی ہوئی۔ اگر وہ ۵ فیصدی بھی ہوں اور ۵ نشستیں بھی لیجائیں اور اس کے قریب قریب تعداد پہلے بھی تھی پنجاب کونسل میں بھی مسلمان نیشنلسٹوں ہی کی رہی ہو تو بھی کثرت نیشنلسٹوں کی ہی ہوئی تو فرمایئے کہ مسلم راج کہاں ہے راج تو بہرحال نیشنلسٹوں کا ہوا۔ خواہ چار ہی مسلمان نیشنلسٹ کونسل میں آئیں۔

مسلمان نیشنلسٹ اور ہندو

اب اگر ان نیشنلسٹوں کا یہ جرم ہے کہ وہ مسلمان کہلاتے ہیں اس لئے ان پر ہندوؤں اور سکھوں کو اعتماد نہیں۔ تو جو سب کچھ ہندوؤں کے لئے دے چکے ان پر بھی اگر ہندوؤں کو اعتماد نہیں تو فرمایئے کہ باقی مسلمان ان حالات کو دیکھکر ہندوؤں کے ساتھ ہونے کے لئے کس طرح تیار رہوں گے۔ رہا یہ کہ اس بے اعتمادی کی صورت میں بھی ہمارے نیشنلسٹ بھائیوں کے اندر غیرت ملی پیدا ہوگی یا نہیں؟ یہ وہ جانیں مگر نیشنلسٹ ہندوؤں نے نیشنلسٹ مسلمانوں کی ذلت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ خواہ وہ خود یہ کہیں کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں پھر مسلمان مگر ہندو نیشنلسٹ انہیں ہندوستانی ماننے کے لئے تیار نہیں۔

ظلم کس کے ساتھ ہوا؟

افسوس کہ ہمارے سکھ بھائیوں نے بہت ہی جلد بازی کی اور ہندوؤں نے جو اس جلد بازی کو خوب سمجھتے ہیں محض مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لئے ان کی پیٹھ ٹھونکی ہے ورنہ ظلم نہ سکھوں کے ساتھ ہوا نہ ہندوؤں کے ساتھ ہوا اگر ہوا تو مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ مسلمان جو پنجاب میں ½۵۶ فیصدی تھے۔ ان کو ½۵۱ فیصدی کی نیابت ملی اور بنگال میں ۵۴ فیصدی تھے ان کو ۴۸ فیصدی نیابت ملی اور ہندوؤں کی اکثریت کسی صوبہ میں اس قدر تنگ نہیں۔

اگر مخلوط انتخاب چاہتے ہو!

بہرحال آخر میں یہ عرض ہے کہ ہمارے ہندو اور سکھ اہل وطن واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور بجائے ایسی حلفیں اٹھانے کے جن کی غرض اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرنا اور ان کو ان کی جائز اکثریت سے محروم کرنا ہے۔ کوئی ایسا طریق اختیار کریں جس سے باہمی محبت اور اعتماد ترقی کرے۔ اور ان دس سال کے اندر ہم ایک متحدہ قومیت قایم کر کے دس سال کے بعد دنیا کو یہ کہنے کے قابل ہوں کہ ہم ہندوستانی اب ایک متحدہ قومیت ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد ہے اس لئے جداگانہ انتخاب کے بجائے ہمیں مخلوط انتخاب دیا جائے اور اگر اس وقت عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا گیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ ذہنیت جو آج ہندو مسلمانوں کو لڑا رہی ہے ترقی کرتی جائے گی اور جداگانہ انتخاب کو مسلمان اور دیگر اقلیتیں کبھی چھوڑنے کو تیار نہ ہونگی اور اتنی بڑی قوم کے اطمینان کے بغیر کوئی گورنمنٹ ان کے سر پر مخلوط انتخاب کو نہ لاسکیگی

(محمد علی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

عقائد محمودیہ کی زد صحابہ کرام پر

(٢)

(نعوذ باللہ خدا کی وعدہ خلافیاں)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ)

سوال - ایک محمودی علامہ نے جھلا کر فرمایا ہے کہ خدا نے جو قرآن میں وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم یعنے خدا نے تمام مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے - کہ تم میں سے جو بھی ایماندار اور نیک عمل ہوں گے ان کو میں ضرور خلیفے بناؤں گا - اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد صرف چار ہی خلیفے ہیں یا زیادہ سے زیادہ حضرت مسیح موعود کو شامل کرکے پانچ خلیفے - اس لئے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ میں نیک عمل مومن صرف چار یا پانچ ہوئے ہیں باقی "نعوذ باللہ" سب کے سب بے ایمان - اور بدعمل جیسے یہ غلط ہے اسی طرح مسیح موعود کے نبی بننے سے دوسرے لوگ بے ایمان اور بدعمل کیسے بن سکتے ہیں ؟

جواب :- کیا کہنے ہیں اس "نعوذ باللہ" کے - ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہنے والے اور اس پر فخر کرنے والے - یعنے دوسرے لفظوں میں تمام مسلمانوں کو بے ایمان اور بدعمل کہنے والے اپنی مطلب آری کے وقت کیا "نعوذ باللہ" کی تسبیح پھیرتے ہیں - گویا دوسرے مسلمانوں کو بے ایمان کہنے وقت ان کا کلیجہ خشیت اللہ سے کانپ رہا ہے - چشم بد دور یہ قوم سلامت رہے اور نظر بد سے محفوظ رہے تو انکشافات علمی کے ڈھیر لگ جائیں گے جو معقولیت کی جھاڑو سے سمیٹے نہ سمٹ سکیں گے - اور صداقت کے پانی سے دھوئے نہ دھل سکیں گے -

وعدہ الٰہی کی حقیقت محمودی نقطہ نگاہ سے

اسی سوال پر غور کرنے سے عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں لیجئے ایک نیا نکتہ سنیئے کہ خلافت بھی نبوت کی طرح انسانی ترقی کا ایک درجہ ہے - خدا نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ تم میں سے جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا ہم اسے بس خلیفہ بنا دینگے - ہزارہا لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے مگر خدا نے خلیفہ بنایا کسی کو بھی نہیں - سوائے چار کے - یعنے حضرت ابوبکرؓ - حضرت عمرؓ - حضرت عثمانؓ - حضرت علیؓ کے یا اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے !

(سوال ہوتا ہے کہ) صاحب ! وعدہ کرکے پھر کیوں نہ بنایا ؟

(جواب) نہ بنایا - دل کی خوشی - کیا کسی کا دینا آتا ہے ؟

(سوال) ارے صاحب وعدہ کرکے پھر ایفا نہ کرنا یہ تو خلاف اخلاق فاضلہ ہے ! !

(جواب) اخلاق فاضلہ کیا بلا ہوتی ہے جب دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں وعدے کرکے مکر جاتی ہیں - شعراء اپنے محبوبوں کی وعدہ خلافیوں کو فخریہ بیان کرتے ہیں تو ہم بھی تو شہنشاہ اعظم اور محبوب حقیقی ہیں ہم وعدہ کرکے ایفا نہ کریں تو کیا استبعاد لازم آتا ہے ؟ "

نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات !!

اب اس آیت کو پیش کرکے محمودی علامہ نتیجہ یہ نکالتے ہیں - کہ جس طرح خدا نے مسلمانوں میں سے ہر ایک سے یہ وعدہ کیا کہ اگر تم ایمان لاؤ گے اور نیک عمل کروگے تو ہم تمہیں خلیفہ کا مرتبہ عنایت کر دینگے - لیکن خلیفہ ولیفہ بنایا کسی کو بھی نہیں - وعدہ طاق پر دھرا رہا مشکل سے چار یا پانچ کو بنا کر باقی سب کو سوکھا ٹرخا دیا - اسی طرح مسلمانوں سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ تم جب ترقی کے آخری درجہ پر پہنچ گے تو تم کو نبی بنا دیں گے لیکن جب وہ بیچارے مصائب اٹھا اٹھا کر نیکیاں کرکرکے اس آخری درجۂ ترقی پر پہنچ گئے تو نبی ولی کسی کو بھی نہ بنایا - تیرہ سو برس بعد ایک کو نبی بنا کر باقی سب کو سوکھا ٹرخا دیا - گویا یہ جو تیرہ سو برس میں کوئی نبی نہ بنا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ مسلمانوں نے ترقی کے اس آخری درجہ کو نہ پایا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کا وعدہ ہی ایسا ہوا کرتا ہے وہ وعدہ کر تو چھوڑتا ہے سب سے لیکن نباہتا کسی سے بھی نہیں سوائے ایک آدھ کے - ترقی کے اس آخری درجہ پر پہنچے تو بہتیرے مگر خدا نے نبی بنایا کسی کو بھی نہیں - گویا صفات باری تعالیٰ اور اخلاق الٰہیہ میں سے ایک صفت اس کی اور ایک خلق اس کا وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا بھی ہے نعوذ باللہ منھا جس کے ماتحت وہ وعدے کرکرکے مکر جاتا ہے - عہد کرتا ہے اور اس کا ایفا نہیں کرتا - یہ ہے وہ لطیفہ معرفت اور دقیقہ حکمت جو خلافت محمودیہ کے نمکخواروں کے دماغ سے نکلکر رونق افزائے عالم سفلی ہوا ہے -

خلافت اور نبوت میں مماثلت نہیں

مقام غور ہے کہ کجا نبوت جس کا تعلق بقول میاں محمود احمد صاحب انفرادی ترقی انسانی سے ہے جسے ہر ایک انسان کسب سے حاصل کرسکتا ہے - اور جس مرتبہ کو آج تک سوائے مسیح موعود کے کوئی حاصل نہ کرسکا - بوجہ اطاعت اور فرمانبرداری ایمان اور تقوے میں نقص کے ! اور کجا خلافت جو مسلمانوں کی قوم سے بطور ایک پیشینگوئی کے وعدۂ الٰہی ہے - دونوں میں مماثلت اور مشابہت ہو نہیں سکتی - کہ ایک کو دوسرے پر بطور دلیل کے ٹھہرایا جائے - اور دلیل ٹھہرا کر دیکھ لیا کہ کس طرح خدائی صفات حسنہ کے خلاف یہ پڑتا ہے - کوئی صاحب معرفت آیت استخلاف کی ایسی لچر معنے نہیں کرسکتا جس سے خدا پر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا الزام آجائے - لیکن ان گدی کے نمک خواروں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس پر زد پڑتی ہے - صحابہ کرام پر زد پڑ جائے - محمد رسول اللہ صلعم پہ زد پڑ جائے اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ پر زد پڑ جائے تو پڑ جائے ان کی بلا سے انہیں تو اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں -

خلافت قومی ہے یا انفرادی

اب میں آیت استخلاف کی تشریح خود قرآن کریم سے کرتا ہوں تاکہ پتہ لگ جائے کہ خدا کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا - بلکہ ایفائے عہد میں جب نقص ہوتا ہے بندہ کی طرف سے ہوتا ہے -

خلیفہ بنانے کا مفہوم سمجھ لینے سے سارا معاملہ صاف ہو جاتا ہے - قرآن مجید میں ایک تو خلیفہ حضرت آدمؑ کو کہا ہے جس کے صاف معنے ہیں بطور نیابت کے حکومت کرنا - دوسرا حضرت داؤدؑ کو فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (ص) ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ یعنے بادشاہ بنایا ہے - بہرحال دونوں میں مفہوم حکومت کا ہے - یہ تو انفرادی رنگ میں خلافت کا ذکر نظر آتا ہے - اب قوموں کی خلافت کے متعلق ملاحظہ فرمایئے :-

(١) وھو الذی جعلکم خلئف الارض (الانعام)

اور وہی جس نے تم کو زمین کا حاکم بنایا -

(٢) فکذبوہ فنجینہ ومن معہ فی الفلک وجعلنٰھم خلئف واغرقنا الذین کذبوا بایٰتنا (یونس)

پھر انہوں نے جھٹلایا سو ہم نے نوح کو اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور انہیں جانشین یا حاکم بنایا - اور ان لوگوں کو جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی غرق کر دیا -

(٣) فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت بہ الیکم ویستخلف ربی قوما غیرکم (ہود) سو اگر تم پھر جاؤ تو میں نے تمہیں وہ پیغام پہنچا دیا ہے جو مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے - اور میرا رب تمہارے سوا دوسروں کو حاکم یا جانشین بنا دے گا -

(٤) ھو الذی جعلکم خلئف فی الارض (فاطر)

وہی خدا ہے جس نے تمہیں زمین میں حاکم بنایا -

(٥) ولقد اھلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا وجاءتھم رسلھم بالبینٰت وما کانوا لیؤمنوا کذلک نجزی القوم المجرمین ٥ ثم جعلنٰکم خلئف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون ٥ (یونس)

اور یقیناً ہم نے تم سے پہلے کئی نسلوں کو ہلاک کر مارا جب وہ ظالم بن گئے اور ان کے رسول ان کے پاس کھلے دلائل لے کر آئے - اور نہ ہوا کہ وہ ایمان لاتے اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں - پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین اور حاکم بنایا - تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو - یہاں یہ بطور اصول کے بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی رسول آتا ہے تو ظالم قوم جو ایمان نہیں لاتی - وہ ہلاک کردی جاتی ہے - اور اس کی جگہ رسول کے متبعین جانشین اور حاکم ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی بھی نگرانی کرتا رہتا ہے - اگر وہ بعد میں ظالم بنیں گے تو وہ بھی پہلوں کی طرح حکومت یا جانشینی سے معزول ہو جائیں گے - اور دوسرے لوگ ان کے جانشین اور حاکم بن جائینگے -

(٦) حضرت موسیٰؑ کی قوم کو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی قوم سے خاص مماثلت ہے - اور اسی لئے سورۂ نور میں

جب مسلمانوں کی قوم یا امت محمدیہ سے یہ وعدہ فرمایا کہ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کہ تم میں سے جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں اللہ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان کو اس زمین میں خلیفہ یعنے جانشین اور حاکم بنائے گا تو ساتھ ہی مماثلت بھی بیان فرما دی کہ کما استخلف الذین من قبلھم جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ یعنے حضرت موسیٰ کی قوم کو بالخصوص۔ اب حضرت موسیٰ کی قوم کی خلافت کو دیکھئے جب بنی اسرائیل کی قوم سخت دکھ میں مبتلا ہو اور وہ شکایت کرتی ہے تو حضرت موسیٰ اسے خدائی وعدہ سناتے ہیں۔ فرماتے ہیں قال عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (الاعراف) کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تم کو زمین میں حاکم بنائے گا۔ پھر دیکھے گا کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔ ٹھیک یہی مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا کہ تم کو بھی زمین میں اسی طرح ہم خلیفہ یعنے حاکم اور جانشین بنائیں گے جیسا تم سے پہلے قوموں کو حاکم بنایا تھا جن میں خاص مماثلت حضرت موسیٰ کی قوم سے ہے۔

(۷) اسی طرح آیت استخلاف میں جو سورۂ نور میں ہے مسلمانوں کی قوم کا عرب کی زمین کا حاکم اور کفار مجرمین کی ہلاکت پر ان کا جانشین بننے کی پیشگوئی ہے۔ اور ساری قوم اس کی مصداق ہے نہ کہ کوئی خاص فرد۔ سورہ الحدید کی آیت بھی پیش کرتا ہوں جس میں صاف طور پر خلیفہ ساری مسلمان قوم کو کہا ہے نہ کہ کسی فرد واحد کو۔ فرماتے ہیں امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کے رستہ میں خرچ کرو اس وجہ سے کہ اس نے تمہیں اس میں خلیفہ بنایا ہے۔ یہاں صاف مسلمانوں کی قوم کو خلیفہ فرمایا ہے۔

آیت استخلاف اور اس کا مفہوم

اب اصل آیت استخلاف کو لو جو معرض بحث میں ہے فرماتے ہیں:-

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفسقون ٥

(النور) اللہ وعدہ کرتا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ کہ وہ انہیں زمین میں حاکم بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کے لئے وہ اس دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی کے ساتھ قایم کردے گا۔ اور وہ ان کے لئے خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر یعنے اس نعمت کی ناشکری کرے گا۔ تو پھر وہی نافرمان اور عہد کو توڑنے والا ہے۔ اس آیت شریف میں مسلمانوں کی قوم کے ساتھ چار مبشر وعدے کئے ہیں اور ایک وعید سے ڈرایا ہے۔

(۱) پہلا وعدہ یہ کہ خدا اس قوم کو جو ایمان لائی ہے اور نیک عمل کرتی ہے یعنے مسلمانوں کو زمین میں حکومت اور سلطنت عطا کرے گا۔

(۲) دوسرا وعدہ یہ کہ اس دین کو جسے خدا نے مسلمانوں کے لئے پسند کیا ہے مضبوط اور محکم کرے گا کہ کسی دشمن کا حملہ اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

(۳) تیسرا وعدہ یہ کہ اب جو مسلمانوں کو خوف کی حالت لاحق ہے یعنے انہیں اطمینان اور امن سے اپنے دین کے مطابق عمل اور عبادت کرنا نصیب نہیں۔ یہ حالت جاتی رہے گی اور امن کا دور دورہ ہوگا اور مذہبی آزادی نصیب ہو جائے گی۔

(۴) چوتھا وعدہ یہ کہ یہ ملک جو شرک اور بت پرستی سے بھرا ہوا ہے توحید سے بھر جائے گا۔ خدائے واحد کی عبادت ہوگی اور شرک مٹ جائے گا۔

(۵) آخر میں ایک وعید ہے کہ اس کے بعد اگر کوئی اس نعمت کی ناشکری کرے گا تو عہد کا توڑنے والا وہ خود ہوگا۔

یعنے اللہ تعالیٰ جو اتنے انعامات تم پر کرنے لگا ہے تو وجہ تمہارے ایمان لانے اور اعمال صالحہ کے بجا لانے کے کہ تمہیں زمین کا حاکم بنائے گا۔ تمہارے دین کو مضبوط کرے گا۔ تمہارے خوف کو امن سے بدلے گا۔ شرک کو دور کر کے توحید کو قایم کرے گا۔ استخلافات کے بعد اگر مسلمان ناشکری کریں گے یعنے اپنے ایمان اور اعمال میں کمزوری دکھائیں گے تو پھر خدا کا عہد اگر ان کے ساتھ پورا نہ ہو اور حکومت ان سے چھن جائے۔ یا دین پر دشمنوں کے حملے چاروں طرف سے پڑنے لگیں اور امن کی حالت سے گزر کر خوف کی حالت پھر پیدا ہو جائے اور توحید کی جگہ شرک قسم قسم کے پھیلنے لگیں تو پھر یہ تصور خود مسلمانوں کا ہوگا۔ جنھوں نے اس عہد کو توڑ دیا جس پر یہ تمام احسانات مشروط تھے۔ خدا کی سنت تو یہ ہے کہ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم تم میرے عہد کو پورا کردیں تمہارے عہد کو پورا کرونگا۔ یہ وعید ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ لیستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون۔ خدا تمہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔ یعنے تمہاری خلافت تمہارے اعمال پر مشروط ہے اگر عمل اچھے کروگے تو خدا تمہیں حکومت پر قایم رکھے گا ورنہ چھین لے گا۔ یہی وعید یہاں مسلمانوں کی قوم کے ساتھ کیا کہ اگر اعمال صالحہ بجا لاؤگے تو تمہیں حکومت پر قایم رکھیگا ورنہ چھین لے گا۔ لیستبدل قوما غیرکم۔ خدا تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل کر لے آئے گا۔

مسلمانوں کا زمانہ خلافت

اب دنیا کی تاریخ کے اوراق کو کھول کر دیکھو کہ کیا مذکورہ بالا چاروں وعدے مسلمانوں کے ساتھ پورے ہوئے یا نہ ہوئے۔ صاف ظاہر ہے کہ ہوئے۔ ۲۳ برس کے قلیل عرصہ میں ایک جنگلی امی قوم اٹھ کر بادشاہ بن گئی۔ اور بادشاہی بھی اتنی زبردست کہ جو مقابلہ پہ آیا ہلاک یا مغلوب ہو گیا۔ مسلمانوں میں سینکڑوں بادشاہ ہوئے اور اس دھوم کی سلطنت کی تاریخ دنیا میں یادگار رہے۔ وہ دین جو دشمنوں کے نرغہ میں تھا کس قدر مضبوطی سے قایم ہو گیا مسلمانوں کا خوف امن اور آزادی سے بدل گیا۔ اور شرک مٹ کر توحید قایم ہو گئی لیکن جہاں یہ وعدے پورے ہوئے وہاں وہ وعید بھی پورا ہوا جس سے ڈرایا تھا جیسے جیسے مسلمانوں کے ایمان اور اعمال میں کمزوری آتی گئی حکومت اور خلافت بھی چھنتی گئی۔ قومی اعمال میں کمزوری آتی گئی تو ظاہری حکومت جانے لگی۔ انفرادی اعمال میں کمزوری آئی تو باطنی حکومت سے محرومی ہونے لگی

ظاہری اور باطنی حکومت

میں نے ظاہری اور باطنی حکومت کا جو ذکر کیا ہے وہ اس لئے ہے کہ ایک مذہبی قوم کی حکومت کا رنگ بھی دو قسم کا ہونا چاہئے ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ اسلام میں ظاہری حکومت چونکہ قومی جمہوریت کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اس لئے ساری قوم حاکم یا بادشاہ کا حکم رکھتی ہے اور باطنی حکومت میں چونکہ ہر ایک فرد اللہ تعالےٰ سے تعلق قرب علیحدہ علیحدہ رکھتا ہے اس لئے روحانی حکومت فرداً فرداً اسے ملے گی جو اس کا اہل ہوگا۔ کسی قوم کو روحانی حکومت ملنے کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ خدا کے قرب اور روحانی حکومت کی وہی وارث ہے یعنے اسی قوم میں سے اب روحانی حکومت والے لوگ پیدا ہوں گے نہ کہ کسی غیر قوم میں سے چنانچہ حضرت موسیٰ کی قوم کو بھی جس سے مسلمانوں کی قوم کو خاص طور پر مماثلت ہے دونوں قسم کی حکومت ملنے کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے فرماتے ہیں:- واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتکم ما لم یؤت احدا من العلمین (المائدہ)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو قوموں سے کسی کو نہیں دیا۔ یہاں دو قسم کے انعاموں کا ذکر کیا۔ ایک روحانی حکومت جس کے مظاہر میں سے ایک مظہر نبوت ہے۔ دوسرے ظاہری حکومت یعنے بادشاہی۔ روحانی حکومت چونکہ اپنے اندر انفرادی رنگ رکھتی ہے یعنے اللہ تعالیٰ بوجہ روحانی قرب اور تقویٰ اور احسان کے کسی بندہ کو روحانی حکومت عطا کرتا ہے اور اگر ضرورت زمانہ کے لحاظ سے نبوت کی ضرورت ہو تو اسے نبوت کے منصب پر سرفراز فرماتا ہے۔ اور اگر تجدید دین کی ضرورت ہو تو مجدد بنا دیتا ہے۔ ورنہ محدثیت اور ولایت کے اعلیٰ مراتب پر فائز المرام کر دیتا ہے۔ اس لئے فرمایا جعل فیکم انبیاء تم میں نبی بنائے۔ لیکن ظاہری حکومت چونکہ جناب الٰہی کو جمہوریت کے رنگ میں پسندیدہ ہے جس کی وارث ساری قوم ہوتی ہے۔ اس لئے ساری قوم کو مخاطب کر کے فرمایا جعلکم ملوکا تمہیں بادشاہ بنایا۔ اسی طرح مسلمانوں کی قوم پر جو انعام فرمایا کہ انہیں خلافت یعنی حکومت عطا کی تو دونوں رنگ میں عطا کی۔ یعنے روحانی رنگ میں بھی اور ظاہری رنگ میں بھی۔ ظاہری رنگ میں بادشاہت اور روحانی رنگ میں ولایت، محدثیت، مجددیت۔

روحانی بادشاہت خاتم النبیین کے بعد

ہمارے نبی کریم صلعم چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ آپ کے ارشاد دانا خاتم النبیین و لا نبی بعدی سے ظاہر ہے۔ آپ کے بعد نبوت باقی نہیں رہی کیونکہ دین کی تکمیل ہو چکی اور نبوت کا کام ختم ہو چکا ہاں تجدید دین کی ضرورت ہے اس لئے ایسے روحانی حکومت کے وارثوں میں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ تجدید دین کے لئے انتخاب کرتا رہا ہے جنھیں مجدد کہتے ہیں۔ لیکن روحانی حکومت کے لئے مجدد ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہر ایک خدا کا مقرب بندہ جو ولایت یا محدثیت کا وارث ہے۔ جناب الٰہی کی نگاہ میں وہ ایک روحانی بادشاہ اور محمد رسول اللہ صلعم کا وارث اور جانشین ہے۔

خود ہمارے نبی کریم صلعم کا فیصلہ مسلمانوں میں خلافت روحانی کی نسبت حسب ذیل ہے:۔

عن النبی صلعم قال کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء (صحیح بخاری کتاب بدأ الخلق) فرمایا نبی کریم صلعم نے کہ بنی اسرائیل میں انبیا ہدایت کیا کرتے تھے جب ایک نبی مرتا تھا اس کا جانشین دوسرا نبی ہوا کرتا تھا اور بےشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہاں خلیفے ہونگے۔ اپنے بعد خلفا کا تو اقرار کیا لیکن نبوت کا انکار کیا۔ آپ کے خلفا خواہ ظاہری حکومت کے وارث ہوں خواہ باطنی کے لیکن ان میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کے بعد نبی کوئی نہیں۔ چنانچہ آپ کے بعد آپ کے خلفائے ظاہری کی حیثیت سے مسلمانوں کو سلطنت ملی اور ان میں ہزارہا سلاطین پیدا ہوئے اور خلفائے باطنی میں ہزارہا اولیا و محدثین و مجددین ہوئے جن کے مراتب عالیہ اور شمار کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی لیکن نبی کوئی نہ ہوا۔ کیونکہ نبوت کی ضرورت نہ تھی۔

جم غفیر میں صرف پانچ؟

آنحضرت صلعم کی امت میں آپ کے ظاہری و باطنی خلفا کا اس قدر جم غفیر موجود ہوتے ہوئے بالعجب محمودیت کی آنکھ میں صرف پانچ ہی نظر آتے ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

خدا کا وعدہ اس قدر شوکت اور صفائی سے پورا ہوا کہ دنیا کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا ہوا ہے اور اس وعدہ الٰہی کے ایفا پر آفتاب چڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن اس روز روشن میں کچھ لوگ ہیں جنھیں کچھ نہیں نظر آتا۔ وہ جب تک اپنے عقائد باطلہ کے صدقہ میں نعوذ باللہ خدا کو وعدہ خلاف اور عہد شکن نہ بنالیں ان کا الّو ہی سیدھا نہیں ہوتا۔

"بچوں کی سی" باتیں

اب ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ کجا یہ وعدہ الٰہی جو مسلمان قوم سے تھا اور نہایت صفائی سے پورا ہوا۔ اور کجا یہ بات کہ کوئی انسانی ترقی کا آخری درجہ ہے جسے نبوت کہتے ہیں۔ وہ اس بدقسمت امت میں سے کسی کو نصیب نہ ہوا۔ خود محمد رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھنے والے اس سے بےنصیب گئے تو بعد میں آنے والوں کا تو ذکر ہی کیا۔ ان دونوں باتوں کو آپس میں کیا مناسبت اور کیا مماثلت؟ سوائے اس کے کہ ڈوبتا کیا نہ کرتا۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنا ضروری ہوا۔ اگر یہی فہم و عقل ہے جو آج ملت محمودیہ کے برتن میں سے ٹپک رہی ہے تو جس قدر بھی اس پر ماتم کیا جائے کم ہے۔ جبھی ان کے خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ ان کی "جماعت کی حالت ابھی بچوں کی سی ہے" آخر دن رات صحبت میں رہتے ہیں۔ ان کی دماغی حالت دیکھ بھال کر ہی یہ فتوےٰ لگایا ہے۔

خط و کتابت

کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے (منیجر)

کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالی قدر خاندان سے نہ تھے؟

اہلحدیث لوگوں کا جو علمی ایمان حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ہے وہ تو حنفی تالیفات اور اخبارات کے اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے عملاً وہ حضرت مسیح کو ہر قسم کی فضیلت دینے کو تیار رہیں۔ یہاں تک قرآن کریم کی محکم تعلیم کے خلاف اس کے ہاتھوں مردوں کا زندہ ہونا اور آسمان پر حوائج بشری سے مستغنی ہوکر دو ہزار سال سے زندہ بیٹھے رہنا اور پھر امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے کسی زمانہ میں بڑی خوشی سے قبول کر لیں گے۔ لیکن حضرت نبی کریم کو ایسی صفات دینے سے گریز کریں گے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں جو عزت حضرت نبی کریم کی ہے وہ ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہے:۔

آریوں نے ایک کتاب وید اور قرآن کے مقابلہ کی شائع کی تھی جس کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اہل حدیث" ۱۹۳۲ء میں دیا تھا۔ معترض پنڈت نے حضرت نبی کریم کے بارے میں لکھا تھا کہ "مسلمان ایسے جلیل القدر انسان پر امیت کا ناپاک بہتان لگاتے ہیں حالانکہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ حضرت اپنے زمانہ کے علما کے سردار تھے اور قرآن تو کیا بلکہ اس سے بھی بڑھکر تصنیفات کرنے پر قادر تھے۔ حضرت کی پیدائش قریشیوں کے اس خاندان میں ہوئی تھی جو تمام عرب میں بوجہ اپنے علم و عمل کے نہایت ممتاز تھا۔ حضرت ابوالحکم جو بعد مسلمانوں کے تعصب اور خصومت کی وجہ سے ابوجہل کہلائے اسی خاندان کے ایک فرد تھے حضرت کے والد بزرگوار مکہ کے مندر کے بڑے پجاری تھے۔ اس صورت میں کیا کبھی گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اتنے بڑے عالی خاندان کا لڑکا ہوکر اور خاصکر وہ جو آئندہ چلکر اس قدر نام روشن کرنے والا ہو جاہل یا ان پڑھ رہ گیا ہو۔ اور کتاب کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو"

مولوی ثناء اللہ صاحب اس دلیل کا کیا عمدہ جواب دیتے ہیں۔ اور وہ جواب ایسا عجیب ہے کہ اہل حدیث کی تمام مساجد کے دروازوں پر لکھکر لگادیا جائے۔ اور وہ یہ ہے:۔

"پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاندان اتنا عالی قدر نہ تھا جتنا خلد آشیاں امیر عبدالرحمن خاں بادشاہ کابل کا تھا۔" (اہلحدیث ۱۸ جولائی ۱۹۳۲ء)

یسوع مسیح پر جان دینے والے مولوی ثناء اللہ کا یہ فقرہ نہایت قابل غور ہے کہ حضرت نبی کریم کا خاندان اتنا عالی قدر نہ تھا جتنا امیر کابل کا تھا۔ مخالف آریہ تو ایک غلط دعوےٰ ثابت کرنے کے لئے ہی سہی حضرت نبی کریم کو ایک بڑے عالی خاندان سے لکھتا ہے لیکن ایک اہل حدیث مولوی نے اصل بات کا جواب دینے کے بجائے جو دوسرے رنگ میں بھی دیا جا سکتا تھا حضرت نبی کریم کے خاندان کو امیر کابل کے خاندان سے نیچے گرا دیا کیوں نہ ہو۔ چودھویں صدی کے اہلحدیث کے سردار جو ہوئے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بعافیت ہیں۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ۳ ستمبر کو معہ عیال ڈلہوزی سے واپس تشریف لے آئیں گے۔

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی یکم ستمبر کو دفتر تحصیل کی طرف سے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں آپ حسب ذیل مقامات کا دورہ کریں گے:۔

قصور۔ فیروزپور شہر و چھاونی، جلال آباد۔ لوگا۔ سامپلہ، لوہیان خاص، کپور تھلہ۔ جالندھر شہر، امرتسر، آپ کا کام چندہ ماہوار ایک آنہ فنڈ اور اپیل قرضہ برلن کی تحریکات کو کامیاب بنانا اور موعودہ و توم کے بقائے وصول کرنا ہوگا۔ امید ہے کہ احباب ان کی امداد فرماکر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

قرضہ برلن کی تحریک پر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی تحریر فرماتے ہیں کہ گو انہیں گذشتہ تبلیغی سفروں میں بہت سے غیر معمولی اخراجات برداشت کرنے پڑے ہیں لیکن وہ جرمن قرضہ میں ضرور حصہ لیں گے۔ اور ۵۰ روپیہ آخر ستمبر تک بھیجدیں گے۔ مولوی صاحب موصوف جلسہ سالانہ پر ۵۰ روپے تحریک عام میں اور سو روپیہ قرضہ فنڈ میں اس سے قبل عطا فرما چکے ہیں۔ اس لئے ان سے کسی مزید رقم کا مطالبہ نہ کیا گیا تھا۔ یہ ۵۰ روپیہ کی رقم انہوں نے ازخود پیش کی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اخویم محمد علی الحاج سالمین (بمبئی) علیل ہیں احباب سے اپنی صحت اور مشکلات سے رہائی کے لئے دعا کے طالب ہیں۔

شملہ سے مکرم جناب شیخ اللہ دین صاحب لکھتے ہیں کہ فرزند شیخ اسلام الدین صاحب کی اہلیہ صاحبہ عرصہ سے بیمار ہیں بزرگان قوم و معزز قارئین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مریضہ کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

مولانا عصمت اللہ صاحب عنقریب شملہ سے روانہ ہوکر ایبٹ آباد اور وہاں سے کشمیر جانے والے ہیں۔

اخویم بابو عمرالدین صاحب پارسل کلرک کے ہاں اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ نام خلیل احمد رکھا گیا ہے بابو صاحب ممدوح احباب سے اس کی درازی عمر اور خادم دین بننے کی دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

مبارکباد۔ احباب یہ سنکر خوش ہوں گے کہ ہمارے مکرم بھائی مستری نتھے خاں صاحب بغداد کے گھر (لاہور) میں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے لڑکی عطا فرمائی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مولودہ مسعودہ کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ مستری صاحب نے اس خوشی میں دو دینار عراقی جو کہ ساڑھے چھبیس روپے ہندی بنتے ہیں عطا فرمائے ہیں۔ بارہ روپے بچی کی ولادت کی خوشی میں وہ ہر سال برلن مشن کی امداد کے لئے دیا کریں گے۔ اور چودہ روپے حضرت امیر کی اپیل کے جواب میں۔

مسئلہ فضیلت اور نبوت مسیح موعود

(شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی کے قلم حق رقم سے)

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۹ اگست ۳۲ء

ابتدائی زمانہ کے خیالات

ازالہ اوہام میں اس بارے میں آپ کا ایک الہام ہے۔ "انت اشد مناسبۃ بعیسی ابن مریم واشدہ الناس بہ خلقا خلقاً وزماناً" یہ تو الہام ہے مگر خود ملہم کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں

(۱) اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ÷ عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم
چوں کافرزتم بہ پرستد مسیح را ÷ عبوری خدا بسرش کرد ہمسرم

(۲) میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے۔ مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ (ازالہ اوہام)

(۳) اور یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا۔

یہ حوالہ سراج منیر صفحہ ۴ کا ہے اور اسی کتاب میں ؎

(۴) پھر اس کو کیا کہو گے جو کہہ گیا ہے ھو افضل من بعض الانبیاء

(۵) اور حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱ پر ہے:-

ہم اعلیٰ درجہ کی امت ہیں جو لوگوں کی بھلائی کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں۔ اور کتنے کمال ہیں جو نبیوں میں اصالتاً پائے جاتے ہیں اور ہمیں ان سے افضل اور بہتر ظلی طور پر مل جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

اور پھر اسی کتاب میں ہے:-

علمائے اسلام نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ بعض جزئی فضیلت غیر نبی میں پائی جاتی ہیں۔ جو نبی میں نہیں پائی جاتیں۔

(۶) شہادۃ القرآن صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں:-

اس صدی کا مجدد حضرت مسیح کے رنگ میں آیا اور بوجہ قوی مشابہت کے مسیح موعود کہلایا۔

(۷) اور ۱۸۹۷ء میں دو تین اشتہار بوعدہ انعام ایک ایک ہزار روپیہ عیسائیوں کے مقابلہ پر اس غرض کے لئے شائع فرمائے کہ مسیح کے خوارق اور نشانات اور پیشگوئیاں قوت اور کثرت کے لحاظ سے آپ کے خوارق اور نشانات اور پیشگوئیوں کے برابر نہیں۔

(۸) کتاب البریہ جو ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی اس کے صفحہ ۹۰ پر فرماتے ہیں:-

اب حضرت پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو جو اپنے الہامات آپ نے اصل کتاب میں درج فرمائے ہیں یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں۔ پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اس کی خدائی نکالتے ہیں۔ ان الہامات سے بڑھکر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے۔ تو ان میرے الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی

(۹) پھر صفحہ ۸۲ پر ہے:- پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہو سکتی ہے۔ تو میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر اپنے بیان کو منصفوں کے سامنے رکھا ہے۔ کہ اگر وہ بمقابلہ الہامات حضرت اقدس یسوع کی خدائی ثابت کریں تو ہزار روپے بطور تاوان آپ دینے کو تیار ہیں۔

کیا ایسے واضح حقایق کی موجودگی میں پھر بھی کسی شخص کو حضرت کے اس فقرے سے کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ کچھ شک ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد حقیقت الوحی سے قریب کا زمانہ ہے۔ ان حوالوں میں حضرت اقدس نے نبوۃ کا نہیں بلکہ الوہیت کا معارضہ فرمایا ہے اس لئے ہمارے دوستوں نے کوئی بلند پروازی نہیں دکھائی کہ نبوت کے مقام تک اُڑ کر رہ گئے۔ کم از کم عیسائیوں یا بہائیوں جیسا تو ان کا تخیل ہونا چاہئے تھا۔ غالباً ان باتوں پر آئندہ خلافتوں میں غور ہوگا اس لئے ہم اس فروگذاشت سے قطع نظر کرتے ہوئے اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کشتی نوح کے صفحہ ۱۳ پر ارشاد ہوا ہے:-

"اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے
مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھکر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ
سے بڑھکر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھکر"

جمیع اولیائے امت کی سلسلہ موسوی پر فضیلت

اس حوالہ میں تمام شان میں بڑھکر ہونے کی تفسیر بغیر کسی تاویل اور رائے کے موجود ہے جسے ہمارے دوستوں کو نہایت غور سے پڑھکر پھر حقیقت الوحی کے الفاظ کے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا چاہیے۔ حقیقت الوحی میں تو صرف اپنے آپ کو مسیح سے تمام شان میں بڑھکر فرمایا ہے۔ مگر اس جگہ جمیع افراد سلسلہ محمدیہ کو موسوی سلسلہ کے افراد پر شان میں ہزارہا درجہ بڑھکر بتلایا ہے جس سے اولیائے امت اور مجددین کی شان کا اندازہ خود لگا لیا جائے۔ اور اس کتاب پر منسوخی کے زمانہ کا اثر بھی نہیں ہے۔

اسی قسم کی ایک اور تشریح حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰ پر بھی مل سکتی ہے۔ جہاں فرمایا ہے

آسمان پر خدا کی غیرت عیسائیوں کے مقابلہ پر بڑا جوش مار رہی ہے خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنےٰ خادم بھی اسرائیلی مسیح سے بڑھکر ہیں اب اگر تلاش حق ہو تو معاملہ بالکل صاف ہے مگر مزید اطمینان کے لئے دو حوالے اور بھی لکھے جاتے ہیں ایک تو اسی کتاب کشتی نوح کا ہے۔ جو اس کے صفحہ ۱۶ پر درج ہے۔

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔"

دوسرا حوالہ الحکم ۲ فروری ۱۹۰۲ء کا ہے۔ جہاں مضمون کلمات کلمات طیبات فرمایا ہے:-

"میں پکار کر کہتا ہوں کہ مسیح کو مجھ پر زیادتی نہیں کیونکہ میں نور محمدی کا قائم مقام ہوں؟"

مسیح سے نسبت کا زمانہ

یہ سب حوالجات اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ حقیقۃ الوحی کی یہ عبارت کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس سے مراد حقیقت الوحی سے ملحقہ زمانہ ہے بالکل غلط ہے۔ بلکہ مسیحیت کے دعوے کے ساتھ ہی یہ نسبت آپ نے سمجھی ہوئی تھی جیسا کہ اوپر کے حوالجات سے ظاہر ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا ہے کہ میں خدا کی تیئیس برس کی وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں اس جملہ نے اور اوائل کے لفظ نے کھولکر بتا دیا ہے کہ وہ کوئی ابتدائی زمانہ تھا جس میں مسیح ابن مریم سے اپنی کوئی نسبت نہیں سمجھتے تھے۔ ورنہ ابتدائی کتاب یعنی ازالہ اوہام سے شروع کر کے ہم نے حوالے لکھے ہیں۔ کہ جن میں آپ نے مسیح ابن مریم کی تعلیم اور الہامات اور خوارق اور پیشگوئیوں سے علی الاعلان معارضے فرمائے ہیں۔ اگر مسیح سے کوئی نسبت نہ تھی تو پھر اپنے آپ کو ۱۸۹۱ء سے بحیثیت مسیح موعود کیوں پیش کیا۔ اور یہ مشابہت اور مماثلت کیوں اختیار فرمائی۔ اور نہ صرف مسیح کے ساتھ مشابہت اور مماثلت کا ادعا فرمایا بلکہ آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیا کے نام حتیٰ کہ ملائکۃ المقربین کے ناموں سے بھی آپکو پکارا گیا۔ تو کیا اس سے مناسبت مدنظر تھی یا مغائرت سلسلہ کے لحاظ سے اس سے آگے عبارت اس طرح پر ہے

(وہ نبی ہے) اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا (یعنے اوائل زمانہ میں) تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا (بالکل بجا، ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا) مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی (اب مسیحیت کے زمانہ کا ذکر ہے) اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

فضیلت کا ذکر ہے نبوت کا نہیں

اس کثرت وحی نے کس عقیدہ پر آپ کو قائم نہ رہنے دیا۔ اسی عقیدہ پر جس کا ذکر سطر ڈیڑھ سطر اس سے بیشتر فرما چکے ہیں کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مسیح ابن مریم سے مجھ کو کیا نسبت ہے۔ مگر ہمارے قادیانی دوست یہاں تک پہنچکر پچھلے مضمون کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور بغیر ربط کے اگلی عبارت سے کہ صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا یہ نتیجہ پیدا کر لیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس جگہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ یہ نتیجہ محض بے حقیقت ہے اور یہ اسی طرح کا مغالطہ ہے جیسا کہ بیشتر از ایں مماثلت اور مشابہت مسیح علیہ السلام کے متعلق مفصل گزارش ہو چکا ہے۔ اس جگہ ذیل کی عبارت قابل غور ہے " مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے

مولوی ثناء اللہ صاحب کا "محبت نامہ"

مجلس مناظرہ کے انعقاد کی شرائط

تین سال کے لئے ایک ضروری تجویز

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا ایک اور اشتہار بنام "محبت نامہ" مجھے موصول ہوا ہے۔ اس سے پہلے وہ ایک اشتہار بنام "مودت نامہ" شائع کر چکے ہیں۔ جس کا جواب میں نے لکھا تھا مگر تعجب ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی پہلی تحریر کو تو دہرا دیا مگر میرے جواب کا ذکر تک نہیں کیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اور میں

یہ عجیب بات ہے کہ مولوی صاحب اپنے ہر دو اشتہار کے عنوان تو "مودت نامہ" اور "محبت نامہ" تجویز کرتے ہیں لیکن اپنے ہر دو اشتہاروں میں مجھے خطاب کرتے ہوئے انہیں السلام علیکم تک کہنے کی توفیق نہ ملی۔ میں جانتا ہوں کہ مولوی صاحب میدان مناظرہ کے پرانے پہلوان ہیں۔ اور ان تمام باتوں سے واقف ہیں جن سے اپنے ساتھیوں سے داد لینا اور "شیر" اور "فاتح" کا خطاب حاصل کر لینا آسان ہے۔ اور غالباً ان اشتہارات کے شائع کرنے سے بھی ان کا منشا یہی ہے۔ کہ لوگ یہ کہیں کہ مولوی صاحب جیت گئے مگر میں انہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا مذاق ان سے بعد المشرقین رکھتا ہے اور میں وقت کو باہمی جھگڑوں میں ضائع کرنا گناہ سمجھتا ہوں جب تک کہ کوئی غرض حاصل نہ ہوتی ہو اور اسی کی طرف میں نے انہیں ان کے "مودت نامہ" کے جواب میں توجہ دلائی تھی۔

"شریفانہ" یا "ظریفانہ" گفتگو

مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ تحریری مباحثہ کرنا نہیں چاہتے یہ چاہتے ہیں کہ لاہور میں ایک معزز مجلس کے نام سے ایک دنگل لگایا جائے وہ فرماتے ہیں کہ "لاہور ایک علمی مرکز ہے اس میں ہر طرح کے تعلیم یافتہ ہر طرح کے معزز جولی کے لوگ رہتے ہیں۔ ممبران کونسل، ممبران انجمن حمایت اسلام، ممبران انجمن اہلحدیث، ممبران انجمن احمدیہ قادیان اور لاہور، ججان ہائیکورٹ، ممبران بلدیہ، علمائے کرام، صوفیائے عظام، پروفیسران، وغیرہم کو دعوتی کارڈ بھیجے جائیں" گویا یہ دعوت بھیجنا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ مولوی صاحب اپنی پرانی عادات کو چھوڑ دیں گے۔ اور بجائے پھبتیاں اڑانے کے جو ان کا مناظرانہ طریق ہے "شریفانہ" گفتگو کریں گے۔ کاش ایسا لکھنے سے پہلے مولوی صاحب چند ممبران کونسل و ججان ہائیکورٹ و پروفیسروں سے وعدے بھی لے لیتے کہ اگر مولوی صاحب اس قسم کا دنگل قایم کریں گے تو وہ ضرور کئی دنوں تک کونسلوں اور ہائیکورٹ کو چھوڑ کر ان کی شریفانہ یا ظریفانہ گفتگو سننے کے لئے تشریف لائینگے۔ اور مولوی صاحب کا یہ یقین دلانا کہ ان کی گفتگو "شریفانہ" ہوگی سو اس کے متعلق تو صرف میری شنید ہے۔ البتہ دربار لاہور میں آج سے کوئی بیس بائیس سال بیشتر کا میرا تجربہ ہے جہاں باوجود نواب صاحب کی موجودگی کے وہ اپنی زبان کو روک نہ سکے تھے اور بالآخر فریق کو مباحثہ بند کرنا پڑا۔

ثنائی دلائل کا نمونہ

مشکل یہ ہے کہ جو صورت مولوی صاحب تجویز کرتے ہیں۔ اس میں نتیجہ کچھ نہیں۔ سوائے اس کے کہ مولوی صاحب کے ساتھی جن کی کثرت ہوگی۔ مولوی صاحب کی "فتح" پر نعرے لگا دیں گے اور اس فتح کا فیصلہ تو پہلے سے ہو چکا ہوگا۔ بات وہ ہے جو تحریر میں آجائے۔ اور اس کے موازنہ کرنے کا موقع ہو۔ میں تو حال میں ایک معزز مجلس میں مولوی صاحب کے دلائل کا مشاہدہ کر چکا ہوں جہاں عورتوں کو ورثہ دینے کا سوال تھا اور اس رواج کے بجائے جس کی رو سے عورتیں محروم الارث ہیں قانون شریعت کو ملکی قانون بنانے کا سوال تھا وہاں مولوی صاحب نے عورتوں کو زمینیں اور جائدادیں دینے کے خلاف یہ انوکھی دلیل دی تھی کہ قرآن شریف میں حکم ہے لا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قياما یعنی کم عقل لوگوں کے حوالے اپنے وہ مال نہ کرو جن کو اللہ تعالےٰ نے تمہارے قیام کا موجب بنایا ہے۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ سب عورتیں سفہا میں داخل ہیں۔ اس لئے جائدادیں ان کو نہ دینی چاہئیں اگر اس قسم کی دلیل مولوی صاحب کسی مناظرہ میں دیں تو ان کے ساتھی پھر بھی ان کو "شیر" اور "فاتح" کا خطاب ہی دیں گے۔

گفتگو کی شرائط

میں اپنا وقت ایک دنگل لگا کر ضائع کرنا نہیں چاہتا اس لئے میں نے پہلے بھی مولوی صاحب کو یہ لکھا تھا کہ جب تک دلائل کے موازنہ کی کوئی صورت نہ ہو تب تک میں ایسی گفتگو کو تضیع اوقات خیال کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے مختلف پہلو بھی لکھ دیے تھے۔ اگر مولوی صاحب کو وہ میری تحریر منظور ہے تو وہ اعلان کر دیں اگر نہیں تو اس اشتہار بازی سے وہ شاید اپنے کام کو تو فائدہ پہنچا رہے ہوں گے مگر میرے کام کو نقصان پہنچتا ہے۔ جو ہمارا وقت اور روپیہ اعدائے اسلام کے مقابل پر خرچ ہونا چاہئیے وہ نکمی بحثوں پر اور اپنی مزعومہ فتح منانے پر خرچ ہو رہا ہے اب میں مکرر یہ اعلان کرتا ہوں کہ ذیل کی تین شرائط سے میں مولوی صاحب سے گفتگو کرنے پر تیار رہوں ان میں سے میں ایک بات کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ بھی مولوی صاحب کے اصرار کی وجہ سے ہے۔

اول یہ کہ جو کچھ دلائل ہوں وہ تحریری ہوں تاکہ سوائے چند سننے والوں کے وہ دوسرے لوگوں تک بھی پہنچ سکیں

دوم یہ کہ ان تمام مسائل پر اسی ترتیب سے دلائل ہوں گے جو میں پہلے مولوی صاحب کے مودت نامہ کے جواب میں لکھ چکا ہوں۔ وہ یہ ہیں:۔

(ا) کیا ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے یا نہیں اور چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟

(ب) کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یا بجسد عنصری چوتھے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں؟

(ج) کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے خود واپس آنے سے ختم نبوت کا عقیدہ باطل ہوتا ہے یا نہیں؟

(د) کیا اس امت میں آنے والا مسیح حضرت عیسیٰ نبی اللہ ہیں یا کوئی اور؟

(ہ) دجال اور یاجوج و ماجوج کون ہیں؟

(و) کیا حضرت مرزا صاحب اشتہار "آخری فیصلہ" سے صادق ثابت ہوتے ہیں یا مفتری؟

سوم یہ کہ دلائل کے موازنہ کے لئے بارہ آدمی مقرر ہوں گے چھ احمدی جن کا انتخاب مولوی صاحب کریں گے۔ چھ غیر احمدی جن کا انتخاب میں کرونگا۔ ہر ایک مسئلہ پر سوال و جواب ہو چکنے کے بعد یہ بارہ آدمی اپنی رائے کا اظہار کر دینگے۔ اگر سات آدمی یا سات سے زیادہ میرے دلائل کے غالب ہونے کی رائے ظاہر کرینگے تو مولوی صاحب اپنی مغلوبیت کا اعتراف کر لیں گے اور اگر سات آدمی یا اس سے زیادہ مولوی صاحب کے دلائل کے غالب ہونے کی رائے ظاہر کریں گے۔ تو میں اپنی مغلوبیت کا اعتراف کر لونگا۔ اگر ہم اپنے فریق مخالف میں سے ایک کو بھی قائل نہیں کر سکتے تو فتح کا ڈنکا بجانا ایک طرف سے ہو یا دونوں طرف سے بے معنی ہے۔

اگر دلوں میں عاقبت کا خوف ہے

ان تینوں شرائط میں سے اگر ایک بھی مولوی صاحب کو منظور نہیں تو میں اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ مولوی صاحب کی تحریریں بھی دن رات نکلتی ہیں۔ مجھے بھی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے سمجھ دی ہے اس کے مطابق امر حق کو ظاہر کرتا رہتا ہوں۔ ما بخیر و شما بسلامت۔ اپنی اپنی جگہ کام میں لگے رہئے۔ اور اگر واقعی ہمارے دلوں میں عاقبت کا خوف ہے اور یہ احساس ہے کہ اب ہم جلد خدا کو ملنے والے ہیں۔ تو اس کو اپنی روش میں ظاہر کرنا چاہیئے۔ دعووں سے کچھ نہیں بنتا۔

گالیوں کا وظیفہ

ہاں میں مولوی صاحب کو ایک اور رستہ بھی بتاتا ہوں جس پر چلنے سے ان کی خواہش مقابلہ بھی پوری ہو سکتی ہے۔ اور خدمت اسلام کے کام کو بھی تقویت پہنچ سکتی ہے۔ کیوں نہ اس رنگ میں مقابلہ کریں۔ ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات۔ یہ تو ارشاد خداوندی ہے کہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اگر مولوی صاحب تنہائی کی گھڑیوں میں حضرت مرزا صاحب کو دجال قرار دینے اور گالیاں دینے اور ان کی مخالفت کرنے میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں تو عظیم الشان خدام دین کے لئے گالیوں کا وظیفہ کرنے والے پہلے بھی مسلمانوں میں موجود ہیں۔ مگر گالیوں سے نہ گالی دینے والے کا کچھ بنتا ہے نہ جس کو گالی دی جائے اس کا

کچھ بگڑ جاتا ہے - اور میں مولوی صاحب کو یقین دلاتا ہوں، کہ تنہائی کی گھڑیوں میں خوب سوچ سمجھکر سب باتوں پر غور کرکے حضرت مرزا صاحب کی جو کچھ مخالفت ہو رہی ہے اس کو بھی سامنے رکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب ہی اس صدی کے مجدد ہیں اور وہی اس امت کے مسیح موعود ہیں اور کہ حضرت عیسےٰ فوت ہوچکے ہیں - اور واپس آنے والے نہیں باللہ العظیم میں اس بات کو حق سمجھتا ہوں تو مولوی صاحب مجھے میرے طریق پر چھوڑ دیں - بقول مجدد ؎

رد بہ اسلام خود دم ہارا بکفر ما گذار

تین سال کے لئے ایک تجویز!

لیکن ہم دونوں اپنی اپنی جماعت کے ساتھ کسی نیکی کے کام میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں - مجھے مولوی صاحب نے ایک تبلیغی جماعت کا سردار لکھا ہے - تو میرا فرض تبلیغ ہے - اور خدا کے فضل سے میں اور میری جماعت حتی المقدور اس فرض کو ادا کر رہے ہیں - یورپ میں بھی تبلیغی مرکز قائم کئے ہیں ایشیا میں بھی، خود ہندوستان میں بھی، قرآن کریم اور سیرت نبوی کو کئی زبانوں میں ترجمہ کرکے یورپ اور ایشیا کی مختلف قوموں تک پہنچایا ہے - کفرستانوں میں مسجدیں بنائی ہیں مولوی صاحب کو خود بھی اس پر فخر ہونا چاہئے کہ وہ دین اسلام کے مبلغ ہیں - تو جو کچھ کام ہم دونوں اس وقت کر رہے ہیں - اس میں اگر کوئی حصہ ایک دوسرے کی مخالفت کا ہے تو تین سال کے لئے چھوڑ دیں - اگر بفرض محال حضرت مرزا صاحب بُرے ہی تھے تو میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ مواخذہ بھی کسی سے کرے گا کہ تم نے فلاں شخص کو دجال اور کذاب کیوں نہیں کہا - یا یہ کہ گو تم نے ساری عمر تو فلاں شخص کو دجال اور کذاب کہنے میں صرف کی لیکن تمہاری زندگی میں تین سال ایسے بھی گزرے جب تم نے اپنے مسلمان بھائی کو جس نے تم سے بڑھکر خدمت اسلام کی اور جس نے اپنے ساتھیوں میں خدمت اسلام کے لئے قربانی کرنے کا جذبہ پیدا کیا - اور جس کی وجہ سے قرآن شریف اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کی مختلف آبادیوں میں پہنچا - اور جس کی تحریک سے ان کفرستانوں میں اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی - جہاں ساڑھے تیرہ سو سال میں یہ آواز نہ سنی گئی تھی - تو چونکہ تم نے تین سال تک اس شخص کو دجال اور کذاب کہنا چھوڑ دیا تھا اس لئے تمہارے سارے نیک عمل حبط ہو گئے اور تم کو دوزخ میں ڈالا جائے گا - ہمارا خدا اس سے بہت بڑھکر رحیم وکریم ہے - وہ تو یغفر الذنوب جمیعا کی خوشخبری سناتا ہے - تین سال تک کسی کو گالی نہ دینے کا گناہ اتنا بڑا نہیں کہ وہ ان اللہ لا یغفر کے وعید کے نیچے آجائے -

تین سال کا کام

اور جس طرح مولوی صاحب اور ان کی جماعت تین سال تک احمدیوں کے خلاف اپنی زبان کو بند رکھیں اسی طرح میں اور میری جماعت اہلحدیث کے خلاف اپنی زبان کو بند رکھیں - اور میں نے تو اہلحدیث کی تحریک کو ہمیشہ ایک نیک تحریک ہی سمجھا ہے اور اس کی تعریف ہی کی ہے - گو اس کے موجودہ نام لیوا اصل مقصد سے نکل گئے ہیں بہرحال ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی زبان کو بند کرکے ان تین سالوں کو صرف تبلیغ اسلام پر لگا دیں - اور ایک ایک علاقہ اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کے لئے ہم دونوں الگ کرلیں - ہماری جماعت جو کچھ تبلیغ اسلام کا کام پہلے کر رہی ہے یہ کام اس کے علاوہ ہوگا - اور مولوی صاحب جو کچھ تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں - کرتے رہیں - صرف حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے کا کام کم کر دیں - اور اسے اچھوتوں میں تبلیغ کا کام بڑھالیں -

تین سال کے بعد

یہ نہ سمجھا جائے کہ مولوی صاحب کی حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے کچھ میرے کام میں نقصان ہوتا ہے - میں تو ان کی مخالفت کو اپنی جماعت کی ترقی میں کھاد کے قائم مقام سمجھتا ہوں میں خلوص دل سے یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی توجہ بہرحال ایک ادنیٰ کام سے ہٹکر ایک اعلیٰ کام پر لگ جائے تا کہ اس اعلیٰ کام میں ان کو زیادہ کامیابی حاصل ہو - ان کے ساتھ اہلحدیث کا ایک گروہ ہے وہ اسے بھی اس کام پر لگا دیں - اور تین سال بعد لاہور میں وہی معزز مجلس ججان ہائیکورٹ اور ممبران کونسل کی بلاکر جسے مولوی صاحب اب بلانا چاہتے ہیں ہم دونوں ان کے سامنے اپنا تبلیغ کا یہ کام جو اچھوتوں میں کیا ہو پیش کریں - اور وہ بھی غالباً اس سے بہت خوش ہوں گے - اور خدا اور اس کا رسولؐ تو یقیناً خوش ہوں گے اور اس مقابلہ میں خوبی یہ ہوگی کہ جو جیتا وہ بھی جیتا اور جو ہارا وہ بھی جیتا - اور شاید اس عرصہ میں ہماری عادات تبدیل ہوکر ہم اسلام کے زیادہ مفید مزدور بھی بن سکیں کیا مولوی صاحب اس تجویز پر لبیک کہیں گے؟

دلائل کے موازنہ کی شرط

بارہ موازنہ کرنیوالوں کی شرط کو میں اس لئے ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر ہمارے دلائل اس قابل ہیں کہ ان کا اثر دوسرے لوگوں پر ہو سکے اور صرف ہمارے اپنے ہمخیال ہی ہماری فتح کا نقارہ بجانے والے نہیں تو ضرور ہم دوسرے فریق کے چھ آدمیوں میں سے ایک نہ ایک کو قائل کرلیں گے اور اگر مولوی صاحب کو یہ خیال ہے کہ میں تو کسی غیر احمدی کو قائل کر سکونگا مگر وہ کسی احمدی کو قائل نہ کر سکیں گے جن کا انتخاب بھی انہوں نے خود ہی کیا ہے تو انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس صورت میں ان کی مخالفت احمدیت ایک بے سود کوشش ہے اور ہوگا یہی کہ ہم تو دو زبردزران میں سے آدمی لیتے جائیں گے اور وہ ہم میں سے نہ لے سکیں گے - اگر مولوی صاحب ذرا غور کر سکتے تو وہ اب سب دیکھ سکتے تھے کہ ان کی اور بہت سے دیگر علما کی زبردست مخالفت اتنی مدت میں احمدیت کی ترقی کو روک نہ سکی اگر گزشتہ چالیس سال میں سرتوڑ کوشش کرکے وہ احمدیت کو برباد نہیں کرسکے - تو یہ سبق کافی ہے - بشرطیکہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لئے تیار ہو -

دارالسلام - ڈلہوزی - خاکسار **محمد علی**
امیر جماعت احمدیہ لاہور

کامران
نوجوانوں کیلئے مشعلِ ہدایت اور خضرِ راہ
قوموں کا مستقبل نوجوانوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ یہ قوم کی امیدیں اور اس کی ترقی و عزت کے ضامن ہوتے ہیں۔ کوئی ملک یا قوم نوجوانوں کی قابلِ اطمینان تربیت کے بغیر اپنے مستقبل کو محفوظ اور شاندار نہیں بنا سکتی۔ یہ قدرت کا اٹل قانون ہے جس کی تصدیق تواریخ عالم کے صفحات اور حالات حاضرہ واضح طور پر کر رہے ہیں
ہمارے نوجوان ایسے نہیں ہیں جیسا کہ انہیں ہونا چاہئے۔ قوم ان کی صحیح تربیت سے غافل ہے۔ اس لئے ہمارا مستقبل بھی خطرے میں ہے۔ یہ ہماری بہت بڑی کمزوری ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ایسا لٹریچر موجود نہیں۔ جو نوجوانوں کی صحیح راہنمائی کر سکے۔ لیکن مقام مسرت ہے۔ کہ اس کمی کو ایک نئی شائع شدہ کتاب نے کافی حد تک پورا کر دیا ہے۔ اس کتاب کا نام
کامران
ہے۔ جو ایک بلند پایہ انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے۔ جسے جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل بی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ نے لکھا ہے۔ یہ کتاب فاضل مترجم کے کئی سالہ مطالعہ و محنت کا مفید و قیمتی ثمر ہے۔
کامران میں وہ تمام باتیں موجود ہیں۔ جن کا معلوم ہونا ایک نوجوان کے لئے ضروری ہے۔
کامران کے مطالعہ سے نوجوانوں میں اپنے فرائض کا احساس اور ترقی کی امنگ پیدا ہو جائیگی۔ وہ اپنے دل و دماغ کی مخفی طاقتوں سے واقف ہو جائینگے
کامران نوجوانوں میں عزم راسخ۔ استقلال۔ طلب صادق۔ خودداری۔ شجاعت۔ خود اعتمادی کے جذبات پیدا کر دے گی۔
کامران نوجوانوں کو ایک قابل فخر کیرکٹر کا مالک بنا دیگی۔ اور اسکو پڑھنے سے وہ ان تمام وسائل سے واقف ہو جائینگے۔ جن کی ایک ترقی کی خواہش رکھنے والے نوجوان کو حصول مقصد کے لئے لازمی طور پر ضرورت ہوتی ہے۔
کامران کا مطالعہ نوجوانوں کے دلوں سے مایوسی و غفلت کے تمام پردے دور کر کے ان کو ایک نئی زندگی اور امنگ بخشتا ہے۔ اسکے پڑھنے سے پست ہمت۔ کاہل اور مایوس نوجوان کارزار حیات کے دلیر اور کامیاب سپاہی بن جاتے ہیں۔
کامران کو غور سے پڑھنے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنیوالے کبھی ناکام نہیں رہ سکتے۔
غرضیکہ نوجوانوں کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ اپنے بچوں کو فضول ناولیں اور رسالے پڑھنے سے روکئے۔ اور کامران مطالعہ کیلئے دیجئے۔ ان کی زندگی میں یقیناً ایک خوشگوار اور امید افزا انقلاب آ جائیگا۔ کتاب خشک نہیں بلکہ نہایت دلچسپ ہے۔ اسلوب بیان بیحد دلکش۔ فاضل مترجم نے عبارت کے زور اور زبان کی شگفتگی کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ کتاب کی لکھائی چھپائی نہایت صاف اور خوبصورت ہے۔ کاغذ عمدہ سفید لگایا گیا ہے۔ ٹائٹل بھی مضبوط اور دیدہ زیب ہے۔ سائز ۱۸×۲۲/۸ ضخامت ۲۶۰ صفحات علاوہ ٹائٹل۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ۱ر) علاوہ محصول ڈاک۔
ملنے کا پتہ:
دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

جلد ۲۰ — لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۔ ستمبر ۱۹۳۲ء — نمبر ۵۴

اخبار احمدیہ

—— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ڈلہوزی سے تشریف لے آئے ہیں۔ اور ۲۰ ستمبر کی شام کو ایک ماہ کیلئے دہلی تشریف لے گئے

—— احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار جلسہ ۱۴ ستمبر کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں زیر صدارت مولانا محمد یعقوب خانصاحب منعقد ہوا۔ جس میں سید اختر حسین صاحب نے صداقت مسیح موعودؑ پر تقریر کی۔ اور حضرت مسیح موعود کی دعوے سے پہلے کی زندگی آپ کے مشن کی کامیابی دعوے کے بعد ستائیس سال تک آپ کا زندہ رہنا۔ اور آپ کی پیشگوئیاں جو پوری ہوئیں۔ ان سب باتوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ اور ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مولوی ظفر علیخاں کے والد ماجد کی شہادتیں پیش کیں۔ ان کے بعد ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے مختصر تقریر کی۔ اور بتایا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ پر مبنی ہو سکتا ہے :-

(۱) دماغی خرابی (۲) افترا (۳) صداقت / آپ نے فرمایا۔ کہ جو دعویٰ دماغی خرابی کا نتیجہ ہو۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ افترا کرنے والے شخص کا جھوٹ بھی جلد کھل جاتا ہے اس لئے لازماً آپ کا دعویٰ تیسری وجہ پر ہی مبنی ہے جس کے لئے آپ نے اپنی اس عزت و شہرت کو بھی برباد کر دیا۔ از جو دعوے سے پیشتر حاصل تھی۔

—— ہمارے ایک دوست حکیم عبد الخالق صاحب مالک شاہی دواخانہ شہر راولپنڈی کا نوعمر صاحبزادہ بعارضہ محل فوت ہو گیا ہے۔ حکیم صاحب نے اس کے علاج میں بہت کوشش کی۔ اور زر کثیر صرف کیا لیکن تقدیر الٰہی کے آگے کچھ پیش نہ جا سکی مرحوم کا جنازہ ایبٹ آباد سے اپنے وطن امرتسر میں لا کر سپرد خاک کیا گیا۔ احباب مرحوم کا جنازہ غائبانہ ادا فرمائیں۔

حضرت امیر کی آخری کوشش کو کامیاب بناؤ

بغداد سے ایک خط

ذیل کا خط مکرم جناب چودھری منظور الٰہی صاحب کو بغداد سے موصول ہوا ہے :-

"اس ہفتہ کی ڈاک سے ایک درد انگیز اپیل از حضرت امیر ایدہ اللہ موصول ہوئی جس میں خاکسار کے نام جناب افسر حسین صاحب نے مبلغ پچاس روپے ڈالے ہیں برادرم میں ایک غریب آدمی ہوں میری آمد (آمدنی) بمشکل سے میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے کافی ہوتی ہے۔ مگر حضرت امیر ایدہ اللہ کے ان درد بھرے الفاظ نے مجھے مجبور کیا کہ میں حضور کی آواز پر بغیر چون و چرا لبیک کہوں کہ "یہ بھی یاد رکھئے کہ نیک کام جب سامنے آئے تو اس میں حصہ لینے کے لئے سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب کوئی ضرورت سامنے آجائے تب انسان بہت سوچ میں نہیں پڑتا۔ کون ہے جو اپنے بیار بچے یا بیمار بیوی کے لئے سوچ میں پڑ جاتا ہو کہ اس کا علاج کروں یا نہ کروں تو دینی کاموں کے لئے کیوں انسان سوچ بچار میں پڑے"

مذکورہ بالا الفاظ نے مجھے سوچنے کی مہلت نہ دی اور اس ڈاک سے پہلی قسط مبلغ ۲۵ روپے (مع دیگر رقوم) محاسب صاحب کے نام بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیئے انشاء اللہ دوسری قسط بھی آخر اگست تک پہنچ جائے گی۔ نیز توقع ہے کہ اس مد میں میرے احباب بھی میرا ہاتھ بٹائیں گے انشاء اللہ۔

بنا بریں مجھے اپنے احباب جماعت سے بھی (جنھوں نے ہر ایسے نازک موقع پر قدم آگے ہی بڑھایا ہے)۔ قوی امید ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ کی اس "آخری کوشش" کو اپنی ان تھک کوششوں سے کامیاب بنا کر حضور کو قرضہ کے تفکرات سے نجات دلوا کر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ خاکسار

ضروری تصحیح !

علوم دینیہ کے امتحان کا جو نتیجہ گذشتہ اشاعت میں درج ہوا اس میں مرزا مسعود بیگ صاحب کے نمبر غلط درج ہو گئے۔ ان کے کل نمبر ۱۶۹ ہیں قرآن کریم میں ۴۷ کتب سلسلہ میں ۴۳ - اور سیرت میں ۶۱

خواتین میں حامدہ بیگم صاحبہ کا نام خالدہ بیگم لکھا گیا اس کی تصحیح فرمالی جائے۔

پیغام صلح

جلد ۲۰ — مورخہ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۳۲ء — نمبر ۵۴

ایک بھائی کا خط

احباب جماعت خاص توجہ کے قابل

حال ہی میں ایک نوجوان دوست کا جو سلسلہ کی ترقی اور جماعت کے کاموں میں بہت بڑا حصہ لیتے تھے انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کی خبر کسی گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے۔ ان کے بھائی کا جو وہ بھی جماعت کے پُرجوش ممبر ہیں۔ ایک خط موصول ہوا ہے جس میں اُنہوں نے اس بات کی شکایت کی ہے۔ کہ جماعت کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور محبت و اخوت کا وہ جذبہ نہیں رہا۔ جو جماعت کے ممبروں میں ہونا چاہیئے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ سلسلہ میں شمولیت سے پیشتر اگر کسی کے ہاں کوئی میت ہو جاتی تھی۔ تو لوگ کئی کئی روز تک تعزیت کے لئے آتے تھے اور پوری ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ جس سے دل کو تقویت اور تسلی ہوتی تھی۔ لیکن اب یہ حال ہے۔ کہ اگر کوئی بھائی فوت ہو جاتا ہے۔ تو خود جماعت ہی کے لوگ سب سے پیچھے جنازہ کے لئے پہنچتے ہیں۔ اور وہ بھی بہت کم۔ اس بات نے دلوں کو سخت پژمردہ کر دیا ہے۔ جماعت کے اندر وہ اخوت و محبت نہیں رہی۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے وقت پائی جاتی تھی۔

عام حالت

یہ خلاصہ ہے۔ اُس خط کا جو ہمارے اُس مرحوم دوست کے بھائی نے لکھا ہے۔ اور خدا جانتا ہے۔ کہ اُسے پڑھ کر ہمارے دل کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ اندازہ نہیں ہو سکتا بالخصوص اس لئے کہ یہ شکایت صرف ایک خاص مقام تک محدود نہیں۔ بلکہ عام طور پر جماعت کی یہی حالت ہے۔ اور اس کی شکایت قبل ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے بھی متعدد موقعوں پر ہو چکی ہے۔ وہ قوم جس کو اس لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ کہ وہ دُنیا میں تبلیغ اسلام کا کام کرے۔ اگر وہ خود اسلام کا کوئی بہتر نمونہ دنیا میں پیش نہ کرے۔ تو اُس کا کیا اثر دنیا پر پھیل سکتا ہے۔

مسیح موعود کی خواہش

جماعت احمدیہ کو حضرت مسیح موعود نے اخلاق اسلامی کے جس معیار پر قائم کرنا چاہا۔ وہ اس سے بہت بلند تر ہے۔ جو اس وقت دیکھنے میں آتا ہے۔ آپ نے بار بار اس خواہش کا اظہار کیا ہے۔ کہ آپ کے مریدین اور دوسرے مسلمانوں کے اخلاق و اعمال میں ایک نمایاں امتیاز ہونا چاہیئے۔ جس کی وجہ سے یہ قوم دنیا کے لئے ایک نمونہ کا کام دے۔

جماعت کا اخلاقی نمونہ

یہی بات فی الحقیقت جماعت کی ترقی اور دوسروں کی کشش کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں یہی ایک بات تھی۔ جو بڑے بڑے اشد ترین مخالفین کو رام کر لینے اور جماعت میں اُن کی شمولیت کا موجب ہوئی۔ اس کی بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ کہ محض جماعت کے اخلاقی نمونہ اور باہمی احسان و مروت نے سینکڑوں اشخاص کے جذبہ عقیدت کو اس سلسلہ سے وابستہ کر دیا۔ جو جماعت کی بے حد قوت اور دُنیا میں عزت و وقار کا موجب ہوا۔

ہمارے برادرانہ تعلقات

یہ فی الحقیقت یاد رکھنے کے قابل بات ہے۔ کہ جو لوگ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہونا نہیں جانتے بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت ایک دوسرے کے کام نہیں آ سکتے۔ ایک دوسرے کے جنازوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اور تعزیت کے لئے اُن کے پاس نہیں جا سکتے۔ جو اپنے بیمار بھائیوں کی بیمار پرسی کے لئے وقت نہیں دے سکتے۔ اُنہوں نے مجدد وقت سے کوئی بہتر سبق حاصل نہیں کیا۔ کیا آپ اپنے رشتہ داروں اور برادریوں میں یہی طریقہ اختیار کیا کرتے ہیں۔ کہ جس کا جی چاہا برادری کے کسی آدمی کے جنازہ میں شریک ہو گیا۔ اور جس کا جی چاہا نہ ہوا۔ نہیں بلکہ برادریوں اور رشتہ داریوں میں تو تمام کام کاج چھوڑ کر سب سے پہلے پہنچتے ہیں۔ کیا مسیح موعود نے جو برادری قائم کی ہے۔ وہ ان دنیوی برادریوں سے بڑھ کر مقدس نہیں؟

نبی کریم صلعم کا نمونہ

ہم اس رسول صلعم کی اُمت ہیں۔ جو اپنے ادنےٰ سے ادنےٰ خادم کی بیمار پرسی کے لئے اُس کے گھر پر چل کر جایا کرتے تھے۔ ایک یہودی کا بھی جنازہ گذرتا تو آپ اظہار تکریم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جانا تو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتے۔ ایک بڑھیا کا ذکر حدیثوں کے اندر آتا ہے۔ کہ وہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ مر گئی۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلعم کو اطلاع کئے بغیر اُس کی تجہیز و تکفین کر کے دفن کر دیا۔ رسول اللہ صلعم کو جب چند دن وہ بڑھیا نظر نہ آئی۔ تو آپ نے اُس کے متعلق دریافت کیا صحابہ نے بتایا۔ کہ وہ فوت ہو گئی۔ اور اُسے دفن کر دیا گیا۔ اور آپ بہت خفا ہوئے۔ اور خود اس کی قبر پر چل کر گئے۔ اور دعائے مغفرت کی۔

مسیح موعودؑ کا نمونہ

حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی یہی پاک نمونہ ہمیں نظر آتا ہے۔ اور کئی ایک غریب سے غریب دوستوں کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کہ آپ ان کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آتے۔ اخلاق و مروت کا اظہار کرتے اور اسی طرح اُس کی خاطر و مدارات کرتے۔ جیسے جماعت کے اُمراء کے ساتھ آپ کا برتاؤ تھا۔ آپ سردیوں کے موسم میں آدھی آدھی رات کو مہمان خانہ کے مسافروں میں کوئلے تقسیم کرتے دیکھے گئے۔ اور جب کبھی کوئی دوست فوت ہو جاتا۔ آپ نہ صرف اُس کے جنازہ میں شامل ہوتے۔ بلکہ گھنٹوں اُس کی تعریف و توصیف کرتے رہتے۔ دوستوں کی مصیبت پر آپ کا دل پگھل جاتا۔ اور اس مصیبت کے دور کرنے کے لئے ہر ممکن امداد سے آپ دریغ نہ فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم کی کتاب سیرت مسیح موعود اس قسم کی پاکیزہ مثالوں کی بہترین یادگار ہے۔ اور اگر احباب کرام اس قسم کی کتابوں کو اپنے مطالعہ کا شغل بنائیں۔ تو یہ بہت بڑے فائدہ کا موجب ہوگا۔

کامیابی کا ذریعہ

ہم پھر اپنے احباب سے عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر آپ دنیا میں اور خدا کی نگاہ میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ اگر مسیح موعودؑ کی عزت و وقار کو لوگوں کے دلوں میں قائم کرنا اور اُنہیں اس پاک سلسلہ میں شامل کر کے اشاعت اسلام کے مقدس کام کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ مخالفین اور سخت ترین مخالفین کے مونہوں کو ایک مسکت اور دندان شکن جواب سے بند کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ یونہی ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے باہمی تعلقات اور معاملات میں اسلام کا صحیح اور خالص نمونہ پیش کریں۔ اور ایک دوسرے کے رنجوں اور مصیبتوں میں اور ایک دوسرے کے جنازوں میں اسطرح شامل ہوں۔ کہ سگے بھائیوں میں اور ان میں کوئی امتیاز نہ ہو سکے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملائمت، محبت، ہمدردی اور رنج و راحت میں شرکت ہی درحقیقت جماعت کے باہمی اتحاد و اخوت کو بڑھا سکتی۔ اور اس مقدس کام کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ جس کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ ورنہ ایک مہدی کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں کیا امتیاز باقی رہ جاتا ہے۔

جامع مسجد دہلی اور مسلمان

مسلمانان دہلی نے مہاجرین الور کی حمایت میں جلسہ کرتے ہوئے جامع مسجد میں جو بدترین نمونہ پیش کیا اور حرمت مساجد اور ناموس اسلام کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے جو فتنہ و فساد برپا کیا۔ اس کی داستان گذشتہ اشاعتوں میں سنائی جا چکی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر چیف کمشنر دہلی نے مسجد کمیٹی کو ایک خط بھیجا۔ جس میں ۱۸۶۲ء کے اس معاہدہ کی یاد دلائی گئی۔ جس کے رو سے جامع مسجد واگذار کی گئی تھی اور مسلمانوں نے یہ عہد کیا تھا۔ کہ مسجد مذکور کو تسبیح و عبادت کے سوائے اور کسی چیز کے لئے استعمال نہیں کیا جائیگا نہ حکومت کے خلاف کوئی

نکتہ چینی کی جائیگی اور نہ امن عامہ اور امن مسجد میں خلل پیدا کرنے والی کوئی بات کی جائیگی۔

اس خط کے موصول ہونے پر کمیٹی ہٰذا نے معززین دہلی کا ایک جلسہ طلب کیا تاکہ اس معاملہ میں ان سے مشورہ کرکے آئندہ کے لئے مناسب تدابیر کی جائیں۔ امام مسجد نے دوران جلسہ میں بتایا کہ اگرچہ ۱۹۲۱ء میں جبکہ تحریک خلافت زوروں پر تھی۔ اسی مسجد میں غیر مذہبی جلسے منعقد ہوتے رہے اور حکومت نے اغماض سے کام لیا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ معاہدہ کالعدم ہو گیا۔ جلسہ مذکورہ میں بہت کچھ ردوقدح کے بعد آخر کار ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ جس کا مقصد علماء سے فتویٰ طلب کرنا ہے کہ آیا مسجد کو غیر مذہبی جلسوں کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اسلامی اخبارات اور عوام الناس نے حکومت کی یاد دہانی کو اس پر محمول کیا ہے۔ کہ وہ جامع مسجد پر قبضہ کرکے اس کے دروازوں کو بند کر دینا چاہتی ہے۔ جس کی چیف کمشنر نے تردید کی ہے۔

ازماست کہ برماست

قطع نظر اس بات کے کہ ۱۸۶۲ء کے معاہدہ میں جو شرائط حکومت سے طے ہوئیں۔ وہ کہاں تک جائز تھیں۔ اور آج ان کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جہاں تک فتنہ و فساد کا تعلق ہے ہمارے خیال میں حکومت کو صرف اسی کا روکنا مقصود تھا۔ جس کو کوئی سچا مسلمان بھی پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ اسلامی جرائد حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے رفع فساد کی غرض کو بھی مداخلت فی الدین قرار دیتے ہیں۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہ مسلمانوں کا اپنا کام ہے کہ وہ مسجد کو فتنہ و شر سے پاک رکھیں۔ حکومت کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں لیکن قابل غور امر ہے کہ خود مسلمان ہی تو فتنہ و شر کو مسجد میں پیدا کرتے ہیں۔ چاقو اور چھریاں چلاتے ہیں۔ اور گندی سے گندی گالیاں ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ جس پر جرائد اسلامی نے نفرت و حقارت کا اظہار پورے طور پر نہیں کیا۔ نہ آئندہ کے لئے کوئی انسدادی تدابیر عمل میں لائی گئیں۔ ایسی حالت میں حکومت اگر اس کو اپنے ہاتھ میں نہ لے تو کیا کرے۔ کیا فتنہ و شر کو روکنا حکومت کا فرض نہیں۔ کیا مسجد کے اندر مسلمان جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ خواہ ایک دوسرے کو قتل کریں یا فتنہ و فساد برپا کریں۔ اس فتنہ کو فرو کرنے کا بھی حکومت کو حق نہیں؛ مانا کہ ۱۸۶۲ء کا معاہدہ موجودہ حالات میں ناقابل عمل ہے اور مسجد کے اندر مسلمانوں کو سیاسی و مذہبی دونو قسم کے مسائل پر تقاریر کرنے کا حق ہے۔ لیکن اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اس معاہدہ کی ترمیم کرانے کی کوشش کی جائے نہ یہ کہ فتنہ و فساد کے انسداد سے بھی حکومت کو روکا جائے۔ کاش مسلمان اس قابل ہوتے کہ حرمت مساجد اور ناموس اسلام کا پورا لحاظ رکھتے تو شاید حکومت کو بھی اس عہد نامہ کی یاد دہانی کی ضرورت پیش نہ آتی۔

ناظرین کرام

سے استدعا ہے کہ وہ بہت جلد اپنا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر مشکور فرمائیں کیونکہ آج کل اخبار

خدا پر ایمان کی ضرورت

بیکاری اور کثرت جرائم موجودہ تہذیب و تمدن کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ امریکہ اور انگلستان اور دیگر یورپین ممالک جو تہذیب جدید کے مرکزی مقامات ہیں ہے، آج ان دو نوعیتوں میں جس قدر سبقت لے جا چکے ہیں۔ وہ ان روئدادوں اور اعداد و شمار کی طویل فہرستوں سے آشکارا ہے۔ جو آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ انہی کی تقلید دوسرے ممالک میں ہو رہی ہے اور آج ہندوستان کا قدم بھی اس خطرناک پہلو کی طرف اٹھ رہا ہے آئے دن اخبارات میں ایسے جرائم کی روئدادیں شائع ہوتی ہیں۔ جن میں لوٹ مار، قتل و غارت اور فحش کی وارداتیں بیان کی جاتی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی اخلاقی حالت دن بدن گرتی چلی جا رہی ہے۔ اور مذہب اور خدا پر ایمان جو انسان کو جرائم سے بچانے کا بہترین ذریعہ ہے متزلزل ہو چکا ہے اور ہمارے خیال میں اہل مذاہب کا یہ فرض ہے کہ باہمی تصادم اور مناظرات کو چھوڑ کر اس ایمان کو فطرت میں پیدا کرنے کی کوشش کریں صرف یہی ایک ذریعہ ہے جو ملک کو فتنہ و فساد اور کثرت جرائم کی وبا سے پاک کر سکتا اور ملک کی اخلاقی حالت کو بہتر بنا سکتا ہے۔

خودکشی کی وبا

اسی سلسلہ میں ہمیں خودکشی کی اس وبا کا بھی ذکر کرنا ہے جو ملک میں چاروں طرف پھیل چکی ہے اور پھیلتی جا رہی ہے۔ آئے دن اخبارات میں خودکشیوں کی خبریں درج ہوتی رہتی ہیں۔ اور نہ صرف ہندوستان کے قلاش اور مفلس لوگوں کی خودکشیوں کا ہی ذکر سننے میں آتا ہے بلکہ اس وبا کے اصل ماخذ یورپ کے کروڑپتی لوگ بھی ساکھ بگڑنے پر خودکشی کر لیتے ہیں یہ حالات کیوں ہیں؟ اسی عدم ایمان کا نتیجہ ہیں۔ جو دیگر جرائم کا موجب ہے۔ خودکشی کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس دنیا کے عذاب اور جھمیلوں سے مخلصی حاصل کرنے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک کرکے ہمیشہ کی نیند سو جائے لیکن اگر وہ یہ ایمان رکھتا کہ اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد ایک اور عالم میں اسے جانا ہوگا۔ جہاں اس دنیا کے اعمال کی جزا اور سزا اسے بھگتنی ہوگی۔ اور اس کے اعمال سیئہ دنیا کے مصائب سے کہیں بڑھ چڑھ کر نتائج و عواقب پیدا کرنے کے موجب ہونگے تو کبھی اس بزدلانہ حرکت کا مرتکب نہ ہو۔ اس بارہ میں جو ایمان اسلام نے مسلمانوں کے اندر پیدا کیا ہے۔ وہ دوسرے مذاہب اور اقوام کے لئے قابل رشک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں خودکشی کے واقعات نسبتاً بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اسلام نے نہ صرف عاقبت پر ایمان ہی دلوں کے اندر راسخ کر دیا ہے بلکہ لا تقنطوا من رحمة الله کی بشارت دیکر انسان کو ناکامیوں کے اندر مایوسی سے قطعاً روک دیا ہے۔ ایک مسلمان کے سامنے لا تیئسوا من روح الله کا پیغام جب آتا ہے تو وہ اپنی تمام ناکامیوں کو فراموش کرکے دوبارہ اور سہ بارہ زندگی کی جدوجہد میں لگ جاتا ہے اور لبا اوقات کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ یا کم از کم خودکشی جیسی بزدلانہ حرکت سے بچ جاتا ہے۔

ضرورت ہے کہ یہ ایمان دلوں کے اندر پیدا کیا جائے اور اسلام کو دنیا میں پھیلا کر اس کی روحانی اور جسمانی حیات کو محفوظ کیا جائے۔

نواب صاحب مانگرول کا خط

محبی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ نے میری بیگم کے اپریشن کی خبر سنکر جس ہمدردی و اخوت اسلامی کا اظہار فرمایا ہے وہ آپ کے اخبار مجریہ ۱۵ اگست کے مطالعہ سے معلوم ہوا۔ جس کے بارہ میں سب سے پہلے تو میں آپکی ہمدردی کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں بعدہٗ مکلف ہوں کہ ازراہ عنایت جملہ احباب انجمن کی خدمت میں بھی میرا ہدیہ تشکر پہنچا کر مشکور فرما دیں۔

اپریشن گال کی ہڈی کا کیا گیا۔ گال اور ناک کی ہڈی میں سوراخ کرکے انمیں ٹیوب رکھی گئی ہیں۔ کہ جو مواد آوے وہ ناک سے بہہ جاوے۔ چنانچہ بفضل خدا اور آپ حضرات کی دعا سے زخم تو ٹھیک ہو چلا ہے مگر پیپ آنا ہنوز بند نہیں ہوا۔ امید ہے کہ وہ شافی برحق اپنی رحمت اور صدقہ سے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ شکایت بھی دفع فرما کر صحت تامہ عطا فرمائے گا۔

باقی خیریت ہے۔ فقط والسلام۔ راقم خیر اندیش

(محمد جہانگیر)

پیغام صلح:۔ امید ہے کہ ناظرین کرام بیگم صاحبہ ممدوحہ کے لئے دعائے صحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

افسران حکومت پنجاب و ریاستہائے ہند توجہ فرمائیں

مسلم ان امپلائیڈ یونین لاہور عرصہ ۸ ماہ سے مسلمانوں کو ملازمتیں دلانے کی سعی بلیغ کر رہی ہے۔ اس یونین کے سرپرست ملک کے مقتدر رہنمایان مثلاً نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم کے سی ایس آئی۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں سی ایس آئی ایم ایل اے۔ مولوی سر محمد یعقوب ایم ایل اے۔ سر عبدالکریم غزنوی ایم۔ ایل۔ سی۔ ڈاکٹر سید راس مسعود بارایٹلا ایل ایل ڈی۔ وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ و ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بارایٹلا ہیں۔ افسران لاہور و بیرونجات ہر قسم کی ملازمتوں کے لئے دفتر یونین سے خط و کتابت کریں۔ یونین ہر لائن اور ہر شعبہ میں تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ قابل اعتبار و دیانتدار اشخاص اپنے ممبران میں سے مہیا کرنے کا ذمہ لیتی ہے غیر مسلم ممبر بھی اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ قابل مسلمان دستیاب نہیں ہوتے۔

آنریری سکرٹری دی مسلم ان امپلائڈ یونین
کوٹ عبداللہ شاہ۔ مزنگ۔ لاہور

کو مدد کی اشد ضرورت ہے۔ سال مالی ستمبر میں ختم ہوتا ہے اس لئے اخبار سے متعلق بقایا بھی فوراً بے باق ہو جانا چاہیئے۔ امید ہے بار بار کہنے کی ضرورت پیش نہ آئیگی۔

(منیجر)

سوالات وجوابات

رسول اور نبی اور محدث

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ کے قلم سے)

سوال (۱) اصطلاح شریعت میں نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ کیا رسول نبی کہلا سکتا اور اسی طرح کیا نبی رسول کہلا سکتا ہے؟

لفظ رسول کا استعمال

جواب - ارسال کرنے کے معنے لغت میں بھیجنے کے ہیں مرسل یا رسول کے معنے ہوئے جو بھیجا گیا ہو۔ قرآن کریم نے لغوی معنوں کو سامنے رکھکر مرسل یا رسول یا رسالت کے لفظ کو بڑے وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے۔

(ا) انسان کے بھیجے ہوئے آدمی پر بھی رسول کا لفظ بولا ہے جیسا کہ فرماتا ہے فلما جاءہ الرسول قال ارجع الیٰ ربک (سورہ یوسف رکوع ۷) جب یوسف کے پاس بادشاہ مصر کا رسول آیا تو یوسف نے کہا کہ اپنے مالک کے پاس لوٹ جا۔

ب - خدا کے بھیجے ہوئے پر بھی رسول یا مرسل کا لفظ، یا ارسال سے مشتق افعال کو استعمال کیا ہے۔

(۱) خواہ بھیجی ہوئی چیز بادل ہو۔ مثلاً فرمایا:- یرسل السماء علیکم مدرارا (نوح) بھیجے گا بادل تم پر برستا ہوا۔

(۲) خواہ بھیجی ہوئی چیز جانور ہو مثلاً فرمایا:- انا مرسلوا الناقۃ (القمر) ہم اونٹنی بھیجنے والے ہیں۔

(۳) خواہ بھیجی ہوئی چیز فرشتہ ہو مثلاً فرمایا:- اذ توفتہم رسلنا جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) انکی قبض روح کرتے ہیں۔

(۴) خواہ بھیجی ہوئی چیز انسان ہو مثلاً فرمایا:- لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ بے شک آیا تمہارے پاس رسول تمہارے نفسوں میں سے۔

رسالت کے دو طریق

اب خدا کی طرف سے انسان جو بھیجا جاتا ہے تو دو طریق سے (۱) ایک تو یہ کہ وہ خدا کی طرف سے نوع انسان کی ہدایت کے لئے کوئی تعلیم لاتا ہے جسے قرآن کی اصطلاح میں کتاب کہتے ہیں اور اس کتاب لانے والے کو نبی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ خدا سے براہ راست اس علم اور ہدایت کو حاصل کرتا ہے۔ اور اسے رسول اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس پیغام ہدایت کو نوع انسان تک پہنچاتا ہے۔

(۲) دوم - ایسے لوگ بھی خدا کی طرف سے نوع انسان کی طرف بھیجے جاتے ہیں جو اگرچہ کوئی نئی ہدایت یعنے کتاب تو خدا کی طرف سے نہیں لاتے لیکن بوجہ امتداد زمانہ کے جو غلطیاں دین حق میں پڑ جاتی ہیں اور جو بداعمالیاں لوگوں میں پیدا ہو جاتی ہیں ان کے دور کرنے کے لئے وہ مامور ہوتے ہیں۔ قرآن کی اصطلاح میں وہ نبی نہیں ہوتے انہیں محدث کہہ لو اس لحاظ سے کہ خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ مجدد کہہ لو اس لحاظ سے کہ وہ تجدید دین کرتے ہیں۔ مرسل یا رسول کہہ لو اس لحاظ سے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور اور فرستادہ ہیں۔ قرآن نے ایسے لوگوں کے متعلق بھی مرسل یا رسول کا لفظ استعمال کیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ واضرب لھم مثلاً اصحٰب القریۃ اذ جاءھا المرسلون (یٰسین) اور مثال بیان کر ان سے بستی والوں کی جب ان کے پاس رسول آئے۔ مفسرین کے نزدیک یہ مسیح کے حواری تھے۔ اسی طرح فرمایا یا ایھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحا کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اور نیک اعمال بجالاؤ۔ مفسرین کے نزدیک یہاں رسولوں سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ رسالت بغیر کسی کتاب یا پیغام ہدایت کے ہے۔

نبی اور غیر نبی کی رسالت

پس یہاں رسالت انہی عام لغوی معنوں میں استعمال ہوئی ہے جن میں ایک بادل یا اونٹنی یا روح قبض کرنے والے فرشتہ کی رسالت ہے یعنے اس کا مطلب فقط اس قدر ہے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ یا مقرر کردہ ہے۔ لیکن جو رسالت ایک نبی کے متعلق استعمال ہوئی ہے وہ اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتی ہے جو دوسری رسالتوں میں نہیں یعنے وہ نہ صرف یہ کہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے بلکہ وہ کوئی پیغام یا کتاب بھی خدا کی طرف سے لایا ہے۔ جسکے پہنچانے کے لئے وہ مامور ہے۔ پس نبی کی رسالت اپنے اندر جو کمال اور خصوصیت رکھتی ہے وہ غیر نبی کی رسالت نہیں رکھتی۔ غیر نبی (جن میں مجدد و محدث سب شامل ہیں) کی رسالت صرف لغت کے معنوں میں ہے۔ اور ایک عمومیت کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ یعنے اس کا مطلب ہے فقط بھیجا ہوا اور نبی کی رسالت علاوہ لغوی معنوں میں رسالت کے ایک خصوصیت بھی اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو نبی کے غیر میں نہیں پائی جاتی۔ یعنے علاوہ اس کے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ وہ خدا کی طرف سے پیغام بر بھی ہے۔ پس رسالت کے خاص معنوں میں تو سوائے نبی کے دوسر کسی پر رسول کا لفظ اطلاق نہیں پاتا۔ لیکن رسالت کے عام معنوں میں رسول اور مرسل کا لفظ نبی اور غیر نبی دونوں پر بولا جا سکتا ہے۔ اور قرآن نے دونوں رنگ میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے یعنے عمومیت کے رنگ میں بھی اور خصوصیت کے رنگ میں بھی۔

کیا محدث رسول کہلا سکتا ہے

سوال (۲) :- کیا محدث اصطلاح شریعت میں رسول کہلا سکتا ہے؟

جواب - معلوم نہیں اصطلاح شریعت سے آپکی کیا مراد ہے؟ قرآن میرے سامنے ہے جس پر مدار شریعت ہے قرآن میں رسول کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں غیر نبی پر بھی استعمال ہوا ہے۔ اس لئے محدث کے لئے بھی رسول کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔

محدث اور نبی

سوال ۳ :- کیا اصطلاح شریعت میں محدث نبی بھی کہلا سکتا ہے؟

جواب :- قرآن کی رو سے محدث نبی نہیں کہلا سکتا وجہ یہ کہ قرآن کی رو سے نبوت ایک منصب ہے جو محض وہبی طور پر خدا کے کسی مقرب بندہ کو عطا ہوتا ہے۔ اور یہ اس وقت ملتا ہے جب خداتعالیٰ نوع انسان کے لئے اپنے علم کامل سے کوئی ہدایت نازل فرمانے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ ربانی ہدایت جو بذریعہ وحی نبوت یعنے بوساطت جبرئیل اس پر نازل ہوتی ہے۔ کتاب کہلاتی ہے۔ نبوت کا منصب رسالت کے منصب کو اپنے اندر مضمر رکھتا ہے۔ کیونکہ نبوت کے منصب کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اس منصب کا پانے والا خدا سے براہ راست خبر پاکر کسی ہدایت کو جو نوع انسان کے لئے ضروری ہے مخلوق کو پہنچائے۔ مخلوق کو اس پیغام کے پہنچانے کا نام رسالت ہوا کرتا ہے۔ پس نبوت ہو ہی نہیں سکتی جب تک رسالت اس کے ساتھ نہ ہو۔

ہر محدث رسول نہیں ہوتا

لیکن محدثیت محض ایک درجہ ترقی روحانی کا اور مرتبہ کمال انسانی کا ہے جس پر پہنچ کر انسان خدا سے ہمکلام ہوتا ہے اور یہ ایک اکتسابی چیز ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر ایک محدث رسول بھی ہو۔ یعنے خدا کی طرف سے نوع انسان کی اصلاح یا تجدید دین کے لئے بھیجا جائے۔ ہزارہا اولیا اور صلحا نے محدث ہونے کا مقام پایا۔ لیکن چونکہ وہ مامور نہ تھے اس لئے رسول یا مرسل کا لفظ ان پر بولا نہیں جا سکتا۔ ہاں ان محدثین مقربین میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو منتخب کر کے کسی خدمت دین کے لئے مامور فرما دے۔ تو پھر اس پر مرسل یا رسول کا لفظ اپنے عام یا لغوی معنوں کے رو سے بولا جائے گا۔

پس محدث اور نبی، الگ الگ دو چیزیں ہیں محدثیت اکتسابی اور ترقی انسانی کا ایک درجہ ہے اور نبوت ایک موہبت اور منصب جناب الٰہی کی طرف سے ہے اس لئے قرآن کی اصطلاح کی رو سے محدث کو نبی نہیں کہہ سکتے۔

ہر رسول صاحب کتاب نہیں

سوال :- کیا رسول کے لئے کتاب لانا ضروری ہے؟

جواب :- اسی رسول کے لئے کتاب لانا ضروری اور مخصوص ہے جو نبی ہو کیونکہ نبی بغیر کتاب کے نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتٰب بالحق۔ سب لوگ ایک ہی گروہ ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نبیوں کو مبعوث کرتا رہا ہے۔ بشارتیں دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے۔ اور ان کے ساتھ کتاب اتارتا رہا ہے (سورۂ بقرہ) اسی طرح سورۂ انعام میں (آیت ۸۵ تا ۹۰ تک) اٹھارہ نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا اولٰئک الذین آتینٰھم الکتٰب والحکمۃ والنبوۃ کہ ان لوگوں کو کتاب

ایک وہابی حافظ کے اعتراضات

(خاں صاحب چودہری محمد منظور الٰہی صاحب)

ایک شخص حافظ محمد حسن نے ، اگست کے زمیندار میں حضرت مسیح موعود پر لغو اعتراضات کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ چودھویں صدی کے حافظوں کے گلے سے نیچے قرآن نہیں اترا کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ جہاں قرآن جیسی پاک کتاب کسی مومن کے سینے میں محفوظ ہو وہاں ایسے ناپاک خیالات جمع نہیں ہو سکتے ۔ حافظ صاحب نے اتنا نہ سوچا کہ جس کوچہ میں وہ قدم رکھنے لگے ہیں اس کے وہ اہل نہیں اب ذرا نمبر واران کے خیالات ملاحظہ فرمایئے :-

(۱) فرماتے ہیں حضرت صاحب کا کشف مندرجہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ الہام شیطانی ہے ۔

جواب :- بے شک شیطانوں کو اولیاء اللہ کے کشف شیطانی ہی نظر آتے ہیں ۔ قرآن کریم میں حضرت یوسف کا رویا موجود ہے ۔ کہ اجرام فلکی ان کو سجدہ کر رہے ہیں حالانکہ ہر ایک چیز کا مسجود خدا تعالیٰ ہے ۔ اگر ظاہری **معنوں** میں اسے لیا جائے تو حافظ جی جیسے لوگوں کے نزدیک شرک ہے لیکن اس سجدہ کی تاویل جو نکلی وہ ہر مسلمان کو معلوم ہے ۔ اگر اس رویا کو حضرت یوسف کا ایمان قرار دیا جائے تو نہ معلوم اس خدا کے نبی پر بھی آج کل کے ملاں اور حافظ جھٹ کفر کا فتویٰ لگا دیں ۔

حضرت مسیح موعود نے اپنی اس رویا کا حدیث نبوی سے تطابق کر دکھایا ہے اور آخر پر فرمایا کہ :-

ولا نعنی بھذہ الواقعۃ کما یعنی فی کتب اصحاب وحدۃ الوجود وما نعنی بذٰلک ما ھو مذھب الحلولیین ۔ بل ھذہ الواقعۃ توافق حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعنی بذٰلک حدیث البخاری فی بیان مرتبۃ قرب النوافل لعبادہ اللہ الصالحین (صفحہ ۵۶۶)

اور وہ حدیث یہ ہے :-

(ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سئلنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ

(صحیح بخاری)

یعنی نوافل کے ذریعہ جو مومن تقرب الی اللہ حاصل کر لیتے ہیں وہ قرب اور اتحاد کا اتنا درجہ حاصل کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کان ۔ آنکھ ۔ ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے ۔

اب اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں علمائے اہلحدیث اور کیا مطلب بیان کرتے ہیں اس حدیث کا ۔

(۲) یحمدک اللہ ویمشی الیک ۔ خدا تیری حمد کرتا ہے اور تیری طرف چلا آ رہا ہے ۔

جواب :- قرآن میں آتا ہے ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ

اس آیت کی تفسیر میں نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے ذکر کی طرف برانگیختہ کرنا مراد ہے یعنے حق سبحانہ تعالیٰ تمکو یاد کرتا ہے پس تم بھی اس کو یاد کرو ۔ پھر ایک حدیث لاتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے ۔ میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو شخص مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے میں اسے ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان کی جماعت سے اچھی ہے ۔ پھر لکھتے ہیں کہ جب صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس سے رحمت مراد ہوا کرتی ہے ۔"

(صفحہ ۳۴۸/۳۴۸)

بات صاف ہو گئی ۔ کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف صلوٰۃ اور حمد اور ذکر (فاذکرونی اذکرکم) منسوب ہوں تو ان کے معانی وہ نہیں ہوا کرتے جو انسان کی طرف ان کے منسوب ہونے کی صورت میں ہوتے ہیں ۔ یعنے خدا کی صلوٰۃ کے معنے خدا کی رحمت اور خدا کی حمد کے معنے خدا کی برکات ۔ یا یہ کہ خدا لوگوں کے دلوں میں اس کی تعریف ڈال دے ۔

خدا کا چل کر آنا

قرآن میں ہے (۱) ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام ... الخ (وہ کسی بات کے منتظر نہیں مگر یہ کہ اللہ بادلوں کے سایوں میں چلکر آئے ۔ الخ (۲) فاتٰھم اللہ من حیث لم یحتسبوا (۲-۵۹) سو اللہ ان پر وہاں سے آیا جہاں سے وہ نہیں جانتے تو قرآن سے خدا کا آنا ہے ۔ اب حدیث لیجئے ، صحیح مسلم کی حدیث ہے (من تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا ومن تقرب منہ باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ ... الخ جو شخص قریب ہوا مجھ سے ایک بالشت میں قریب ہوتا ہوں اس کے ایک ہاتھ ۔ اور جو قریب ہوا مجھ سے ایک ہاتھ میں قریب ہوتا ہوں اس سے ایک باع ۔ اور جو چل کر آتا ہے میرے پاس میں دوڑ کر آتا ہوں ۔" کیوں حافظ جی یہ خدا کس طرح دوڑ کر آتا ہے کیا جیسے انسان دوڑا کرتے ہیں ؟

(۳) اصلی واصوم ۔ اسھر وانام ۔ میں نماز پڑھتا ہوں روزہ رکھتا ہوں ۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں ۔

جواب :- یہ ملہم کا نقشہ ہے نہ کہ خدا کا ۔ مطلب یہ کہ تم لوگ جو مجھے کافر کہتے ہو ۔ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں جو ارکان اسلام ہیں ۔ اور تم لوگوں کی طرح سوتا اور جاگتا ہوں یعنے بشر مثلکم

(۴) اخطی واصیب ۔ انی مع الرسول محیط ۔ میں بھولتا ہوں اور صواب پر ہوتا ہوں ۔ میں رسول کے ساتھ محیط ہوں ۔

جواب :- مطلب صاف ہے کہ ملہم کو الہام ہوتا ہے کہ تو ان لوگوں سے جو تیری طرف نبوت منسوب کرتے ہیں کہدے کہ میں [illegible] بھی ہوں اور صواب پر بھی ہوتا ہوں لیکن جو [illegible] رسول ہوتا ہے وہ غلطیوں سے پاک ہوتا ہے ۔ اس کے مطابق آپ نے لکھا ہے : نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیا علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعوےٰ ہے (صفحہ کرامات الصادقین)

(۵) خدا تیری تعریف عرش پر سے کرتا ہے تو اس سے نکلا ہے

جواب :- پہلے حصہ کا جواب ۲ میں گزر چکا ہے ۔ دوسرے حصہ کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسٰیؑ کے بارہ میں بھی فرماتا ہے ۔ کہ کلمۃ منہ جس طرح سے یہ کلمہ خدا سے نکلا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی خدا سے نکلے ہیں ۔

(۶) انت منی وانا منک

جواب ۔ عبدالحمید پسر مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی ناظم مسجد چینیاں والی لاہور نے ایک کتاب سوانح عمری مولوی عبداللہ الغزنوی المرحوم ، مجموعہ مکتوبات شائع کی ہے اس کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم کا الہام درج ہے :- انت منی وانا منک فلا تخف ولا تحزن پھر دوسرا ہے انت منی وانا منک والحسین معک تیسرا الہام ہے خذ الحسین من یدہ وقل لہ انت منی ۔ ان کی تشریح اہلحدیث جو کرینگے ۔ ہم بھی وہی کرینگے یا کیا مولانا عبداللہ صاحب مرحوم بھی معاذ اللہ الہامی شیطانی سے بچے ہوئے نہ تھے ؟

(۷) خدا تعالیٰ کی محبت کو استعارۃً ابنیت کہا ہے ۔

جواب :- اس کا جواب معترض کو آخری فقرہ سے مل سکتا ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اور انسان کے تعلقات محبت سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ناپاک طبائع ہی اسے مشرکانہ خیالات سمجھتی ہیں ۔

(۸) انت منی بمنزلۃ ولدی

(۹) انت منی بمنزلۃ اولادی

جواب :- حضرت مولانا روم اس بارہ میں کیا عمدہ فرماتے ہیں ۔

گفت اطفال من اند این اولیا
در غریبی فرد از کار و کیا
اولیا اطفال حق اند اے پسر
غائبی و حاضری بس باخبر
برتراند از عرش و کرسی و خلا
ساکنان مقعد صدق و صفا

اسی کے مطابق باب الشفقۃ والرحمۃ میں ایک حدیث ہے کہ الخلق عیال اللہ جسے حالی نے یوں نظم کیا ہے

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

(۱۰) اسمع ولدی

جواب :- یہ کوئی الہام نہیں اصل ماخذ سے پتہ لگ سکتا ہے کہ یہ اسمع داری ہے ۔ تحریر کی غلطی سے الف و را اکٹھی ہو گئیں کاتب نے ولدی لکھدیا ۔ اسی کے مطابق غلط ترجمہ کر دیا گیا ۔

(۱۱) ربنا عاج

جواب :- حدیث میں ہے افضل الحج والعج والثج یعنی احکام حج سے افضل تلبیہ یعنے لبیک وغیرہ ذکر سے آواز بلند کرنا اور قربانیوں کا خون بہانا یعنے ذبح کرنا ہے اس لئے ربنا عاج کے معنے ہوئے ہمارا رب آواز کو بلند کرنے والا ہے ۔ یعنے تلبیہ کی آواز کو جو اسلام کی

آئندہ شان و شوکت کی طرف اشارہ ہے ۔

(۱۲) انی صاعقہ (نوٹ) یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے ۔ میں صاعقہ ہوں ۔

جواب :۔ اصل الہام انی انا الصاعقہ (ترجمہ) میں ہی صاعقہ ہوں ہے (نوٹ) . . . . معترض نے الفاظ میں بھی تغیر کیا ہے اور ترجمہ و نوٹ میں بھی ۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ میں ہی صاعقہ سے لوگوں کو سزا دینے والا ہوں اور ایسے محاورات عام مستعمل ہوتے ہیں ۔

(۱۳) انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی ۔

(۱۴) میکائیل

جواب :۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید اپنی کتاب صراط مستقیم صـ۱۱۳ پر فرماتے ہیں :۔

" زنہار بریں معاملہ تعجب نمائی و باکفار پیش نیائی زیراکہ چوں از تار وادی مقدس ندائے انی انا اللہ رب العالمین سر بر زد و اگر از نفس کاملہ کہ اشرف موجودات است و نمونہ حضرت ذات است آواز انا الحق برآید محل تعجب نیست " (ترجمہ) خبردار اس معاملہ میں تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا کیونکہ جب وادی مقدس کی آگ سے آوازہ انی انا اللہ رب العلمین نکلا تو اگر نفس کاملہ سے جو اشرف موجودات ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے آوازہ انا الحق نکلے تو تعجب کا مقام نہیں ۔

پھر اس کا مطلب خود ملہم نے بیان کر دیا ہے کہ :۔

" یعنے تو مجھ سے بمنزلہ میری توحید و تفرید کے ہے پس وہ وقت آگیا ہے کہ تجھے ہر ایک قسم کی مدد دی جائے گی اور دنیا میں تو عزت کے ساتھ شہرت دیا جائے گا ۔ اور شہرت دینے کے وعدہ کو توحید اور تفرید کے ساتھ ذکر کرنا اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ جلال اور عزت کے ساتھ شہرت پانا اصل حق خدائے واحد لاشریک کا ہے پھر جس پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہو وہ اپنی نہایت محویت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی توحید کا قایم مقام ہو جاتا ہے ۔ اور رنگ دوئی اس سے جاتا رہتا ہے ۔ الخ (صـ۱۶۶ حقیقۃ الوحی) یہاں بھی بخاری کی حدیث کی طرف اشارہ ہے ۔

(۱۴) آئینہ کمالات اسلام صـ۵۶۵ کا کشف ۔

جواب :۔ اس کا جواب نمبر ۱ میں حدیث صحیح بخاری کی بنا پر آچکا ہے ۔

(۱۵) انما امرک اذا اردت شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ۔

(۱۶) اردت ما تریدون

(۱۷) کل لک و لامرک

(۱۸) یحمدک اللہ من عرشہ

جواب :۔ ان کا جواب نمبر ۱ ۔ و ۲ ۔ میں آچکا ہے جب کوئی اہل حدیث صحیح بخاری کی حدیث کا مطلب و تشریح بیان کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا ۔ کہ جس شخص کو تقرب الی اللہ حاصل ہو جائے اس کی تمام حرکات و سکنات ارادہ الٰہی کے ماتحت ہوتی ہیں اور اس کا اپنا کچھ نہیں ہوتا ۔

حافظ صاحب ہمیں توحید کا وعظ دیتے ہیں اور خود حضرت مسیح کو حی و قیوم ۔ مردوں کو زندہ کرنے والا ۔ کھانے پینے اور حوائج بشری سے مستغنی مانتے ہیں ۔ نہ معلوم اس وقت اہلحدیث کی توحید کہاں چلی جاتی ہے ۔ پھر ایک حدیث میں ہے قال ان اللہ عزوجل خلق آدم علی صورتہ (مسند احمد بن حنبل جلد دوم صـ۳۲۳) گویا خدا بھی انسان کی سی صورت رکھتا ہے اس لئے قرآن میں اس کے ہاتھ پاؤں ۔ پنڈلیوں ۔ دیکھنے سننے کا ذکر آتا ہے ۔ امید ہے اہلحدیث صاحبان خدا کو انسان کی صورت عرش پر بیٹھے مانتے ہوں گے ۔ اگر حضرت مسیح موعود کے یہ الہامات و کشوف خرافات اور شیطانی ہیں ۔ تو احادیث مندرجہ بالا اور الہامات مولانا عبد اللہ صاحب غزنوی بھی معاذ اللہ شیطانی اور خرافات ہیں ۔ ایک نیک انسان کی مخالفت نے اہلحدیث کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے ۔

(بقیہ صفحہ ۴)

اور حکم اور نبوت عطا کی پس یہ نبوت والی رسالت کی خصوصیت ہے کہ اس کے ساتھ کتاب ضرور ہوگی جو رسول نبی نہیں ہے بلکہ محدث میں سے مامور ہوا ہے اس کے ساتھ کتاب نہیں ہوگی ۔

شہادۃ القرآن کا حوالہ

سوال ۵ :۔ شہادۃ القرآن صفحہ ۲۷ میں حضرت مسیح موعود نے وقفینا من بعدہ بالرسل میں لفظ رسول کا اصطلاح شریعت کی رو سے استعمال کیا یا لغوی طور پر ؟ اگر لغوی طور پر تو پھر لفظ نبی بھی لغوی طور پر استعمال ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ

جواب :۔ شہادۃ القرآن صـ۲۷ پر حضرت مسیح موعود کے الفاظ اس طرح ہیں :۔

" جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا ۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے ۔ اور یہ نہیں آیا کہ قفینا من بعدہ الانبیا پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے ۔ کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں ۔ چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں ۔ اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قایم مقام محدث رکھے گئے ۔ " اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول کا لفظ قرآن کریم میں اپنے لغوی معنوں میں عمومیت کے رنگ میں نبی پر بھی بولا گیا ہے ۔ اور غیر نبی یعنی محدث پر بھی ۔ حضرت موسیٰ سے جو ہمارے نبی کریم صلعم کو خاص طور پر مماثلت ہے ۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان دونوں نبیوں کے خلفا میں بھی مماثلت ہوتی ۔ لیکن حضرت موسیٰؑ کے خلفا تو نبی تھے ۔ اور آنحضرت صلعم کے خلفا بوجہ آپ کے خاتم الانبیا ہونے کے نبی نہ ہو سکتے تھے ۔ بلکہ صرف محدث ہو سکتے تھے ۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ قفینا من بعدہ کے بعد انبیا کا لفظ استعمال فرماتا تو خلفا میں مماثلت زائل ہو جاتی پس قفینا من بعدہ کے بعد رسل کا لفظ استعمال فرمایا ۔ کیونکہ رسول کا لفظ اپنی عمومیت کے لحاظ سے قرآن کریم میں نبی پر بھی بولا گیا ہے اور محدث پر بھی اس لئے بحیثیت رسول ہونے کے دونوں نبیوں کے خلفا میں مماثلت قایم ہو گئی ۔

قرآن میں نبی کے مخصوص معنے

آپ کا یہ فرمانا صحیح نہیں کہ اگر رسول کے معنے لغوی طور پر لئے جا سکتے ہیں تو پھر نبی کے معنے بھی لغوی طور پر لئے جا سکتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ کہ کسی کتاب میں جو لفظ جس اصطلاحی معنے میں استعمال ہوا ہے ۔ اسی معنے میں اسے آپ لے سکتے ہیں ۔ اس میں اپنے کوئی اصطلاحی معنے اپنی طرف سے داخل نہیں کر سکتے ۔

قرآن نے رسول کے لفظ کو دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے ۔ یعنے لغوی معنوں میں عمومیت کے رنگ میں بھی اور خاص معنوں میں بھی جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہے ۔ لیکن نبی کے لفظ کو اپنے خاص اصطلاحی معنوں میں ہی استعمال کیا ہے ۔ اور لغوی معنوں میں نہیں کیا ۔ اس لئے قرآن میں اگر نبی یا انبیا کا لفظ آجائے گا تو وہاں ہم اپنی کوئی خاص معنی جو لغت کی رو سے ہو سکتی ہے ۔ اس کی طرف منسوب نہیں کر سکتے یہ خلاف اصول ہے البتہ رسول کے لفظ کو قرآن نے اگر خاص معنوں میں استعمال کیا ہے تو اس کے عام معنوں میں بھی جو لغت کے رو سے ہو سکتے ہیں استعمال کیا ہے ۔ اس لئے اگر قرآن میں رسول کا لفظ آئیگا تو ہمیں حسب موقعہ و قرینہ اور سیاق و سباق پر نظر ڈال کر دونوں مذکورہ معنوں میں سے کوئی معنے لے لینے کا حق حاصل ہے لیکن قرآن نے نبی کو سوائے اس کے مخصوص معنوں کے کسی اور معنی میں استعمال نہیں کیا اس لئے ہمارا کوئی حق نہیں کہ قرآن کی مقرر کردہ معنے کی خصوصیت کو توڑ کر اپنی طرف سے کوئی عمومیت لغوی طور پر اس میں ایزاد کر دیں ۔

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون ○

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا شائع کردہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم یک شنبہ مطبوعہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۵

کیا حضرت نبی کریمؐ مسحور تھے؟

وہابی اخبار اہلحدیث اور اس کے بدزبان نامہ نگار اس بات پر بہت زور لگاتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ مراقی تھے اس لئے آپ کے الہامات وغیرہ اسی بیماری کا نتیجہ تھے۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر دو ایک وہابیوں نے اپنے بد مذاق معزول سردار کی تابعداری میں کتابیں بھی لکھی ہیں۔ چلو ایک منٹ کے لئے اس بات کو تسلیم ہی کر لو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات و کشوف وغیرہ اسی بیماری کا نتیجہ تھے۔ تاہم یہ الہامات حضرت مسیح موعود کے پیرووں کے نزدیک وہ درجہ نہیں رکھتے جو قرآن شریف کا ہے۔ اتنا تو مانتے ہیں کہ یہ الہامات اسی خدا کا کلام ہیں جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ لیکن ان کا درجہ قرآن کریم سے بہت کم ہے۔ اس لئے وہ حجت شرعی نہیں۔

لیکن اس بات کو کیا کیا جائے کہ خود وہابی اور ان کے ہم خیال حنفی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صاحب وحی شرعی یعنی حضرت نبی کریمؐ پر جادو کا اثر اس درجہ ہو گیا تھا کہ اپنے افعال بھی یاد نہ رکھ سکتے تھے۔ جب ایک مسحور شخص کو اپنے فعل بھی یاد نہیں تو اس بات کا ایک معترض کو کیا جواب دیا جا سکتا ہے کہ کلام الٰہی آپ کو یاد رہتا تھا۔ اور آپ نے اسے صحیح طور پر لوگوں کو پہنچایا۔ قرآن سے اس بات کا کوئی دعویٰ پیش کرنا ایک مخالف اسلام کی تسلی نہیں کر سکتا۔

بخاری و مسلم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک حدیث آئی ہے سحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی انہ لیخیل الیہ انہ فعل الشئی وما فعلہ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۲) یعنی رسول کریمؐ مسحور ہو گئے تھے یہاں تک کہ آپ سمجھتے کہ میں نے کوئی فعل کیا حالانکہ آپؐ نے وہ فعل کیا نہیں ہوتا تھا۔

اس کے خلاف قرآن شریف فرماتا ہے لا یفلح الساحر حیث اتی (۲۰/۶۹) اب اس کے خلاف یہ اعتقاد رکھنا کہ آنحضرتؐ پر جادو اثر کر گیا تھا اور (معاذ اللہ) آپ کا حافظہ جاتا رہا تھا نہایت درجہ کی گستاخی ہے۔ اور ایسی حدیثیں آنحضرتؐ کی عصمت پر سخت حملہ ہیں۔ چونکہ وہابی لوگ ایسی حدیثوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کا مراق مرزا ایشو کرنا انہیں اس الزام سے بری نہیں کر سکتا کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کی نسبت اس سے زیادہ فاسد خیالات رکھتے ہیں۔

خود مولوی ثناء اللہ جادو کے اثر کا قائل ہے چنانچہ لکھتا ہے:-

"جو شخص جادو کو برحق کہتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جائز ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جادو کا اثر واقعی ہے۔ چنانچہ ہاروت ماروت کے جادو کا ثبوت قرآن شریف سے ملتا ہے۔"

(اہلحدیث ۶ فروری ۱۹۳۱ء)

دیکھ لیا معزول سردار اہلحدیث کا عقیدہ۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ چونکہ جادو کا اثر واقعی ہے اس لئے حدیث بخاری و مسلم میں جو آنحضرت صلعم کے مسحور ہونے کا ذکر ہے وہ درست ہے۔ اب ایسے لوگوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ایک امتی کے مراق پر اعتراض کریں۔ جب خود ان کے نزدیک ایک صاحب الشرع نبی کا حافظہ ہی مخدوش ثابت ہو رہا ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ لاہور ہی میں بخیریت اور خدمات دینی میں مصروف ہیں۔

— دیگر بزرگان سلسلہ بھی بخیریت ہیں۔

— خانصاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب جائنٹ سیکرٹری انجمن چند روز کے لئے باہر تشریف لے گئے ہیں

— نہایت مسرت سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے گھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دختر تولد ہوئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عمر دراز دے اور نیک بنا دے۔ ہم ڈاکٹر صاحب موصوف اور بچی کے محترم نانا جان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ بچی کی والدہ نے اس خوشی پر مبلغ پانچ روپے انجمن کو بمد اشاعت اسلام عنایت کئے ہیں۔

— ہمارے دوست ماسٹر محمد اسحاق صاحب ہیڈ ماسٹر ورنیکلر سکول گجرات ضلع پٹنہ کے گھر خداوند کریم نے لڑکا دیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

— جناب مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح چند روز سے بعارضہ بخار بیمار ہیں پیش نظر پرچہ ان کی غیر حاضری میں شائع ہو رہا ہے۔ احباب ان کی صحت کیلئے دعا کریں

ضروری گذارش

انجمن کا مالی سال ہر سال ستمبر کے آخر میں ختم ہو کر سالانہ رپورٹ مرتب کی جاتی ہے جس کے یہ آخری دن ہیں علاوہ ازیں ان ایام میں غیر معمولی طور پر روپے کی اشد ضرورت درپیش ہے۔ قرضہ برلن کی اپیل کے مطالبہ کی میعاد کا بھی یہ آخری مہینہ ہے۔ لہذا جملہ احباب اور کارکنان جماعتہائے احمدیہ کی خدمت میں تاکیداً عرض ہے کہ وہ ہر قسم کے چندوں کے بقائے جلد وصول فرما کر اس ماہ کے اندر مرکز میں پہنچا دیں۔ اسی طرح جن جن دوستوں کے پاس کسی قسم کی رقم چندہ کاپیوں وغیرہ کی جمع شدہ موجود ہو وہ بھی سب اس ماہ کے اندر بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

آنریری افسر تحصیل

ملت محمودیہ اور نبوت مسیح موعود

تشتت یا تخبط کا افسوسناک مظاہرہ

(از سید اختر حسین صاحب)

ایک ناکام کوشش

حضرت مسیح موعودؑ کی غیر تشریعی حقیقی نبوت ثابت کرنے کے لئے ہمارے دیرینہ دوست شیخ عبدالمجید صاحب آف سفور ری پاٹرٹ نے اخبار الفضل مجریہ ۴ ستمبر میں ایک ناکام کوشش کرتے ہوئے دو باتوں کو بطور دعویٰ کے پیش کیا ہے۔

اوّل۔ یہ کہ صحابہ کرام کا اجماع اجراء نبوت پر تھا۔

دوم۔ یہ کہ جماعت لاہور کے بزرگ حضرت مسیح کی شان میں لفظ نبی و رسول کا استعمال کرتے رہے ہیں۔

مگر تعجب تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اجماع اجراء نبوت ثابت کرتے ہوئے انہوں نے کسی ایک صحابی کا بھی قول پیش نہیں کیا جس سے ان کے خیال کی تائید ہو سکے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ایک بے سند قول "قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ" کو پیش کر کے فرماتے ہیں:—

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ لوگوں نے جن کو علم و فہم کا زیادہ حصہ نہ ملا تھا آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی کا یہ مطلب سمجھا کہ اب تا قیامت کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ چونکہ ان کا یہ خیال غلط تھا اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ فرما کر فوراً اس غلطی کی اصلاح کر دی"

بتانا تو یہ چاہیئے تھا کہ کم علم اور کم فہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "لا نبی بعدی" کہنے سے منع فرما کر حضرت عائشہ صدیقہ نے کیا معنے بتائے تھے۔ کیا حضرت عائشہ صدیقہ نے خاتم النبیین کے معنے ملت محمودیہ کی طرح "وہ نبی جس کی اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے" بیان فرمائے تھے۔

اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کہنا چاہیئے اب لغت عرب سے خاتم النبیین کے معنے تلاش کرنے چاہئیں جہاں اس کے معنی "آخرہم" ہی لکھے ہیں۔ تو اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ یا کوئی اور صحابی اجراء نبوت کا قائل تھا۔ اس سے تو ان کے ختم نبوت کے قائل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

مزا تو جب ہے کہ آپ لوگ "خاتم النبیین" کے محاورے کے معنے لغت عرب یا حدیث نبوی میں دکھائیں اور لغت کی کسی کتاب سے یا کسی صحیح حدیث سے یہ دکھائیں کہ خاتم النبیین کے معنے ایسے نبی کے ہیں "جس کی اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے"۔ مگر جماعت قادیان تا قیامت اس بات کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتی۔ قال

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ

وہ معنے جو میاں صاحب کے جدت پسند دماغ نے ۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۴ء میں تجویز کئے ہوں اپنے دماغ میں رکھ کر اس بے سند قول کا مطلب بیان کرتے ہوئے ذرا شرم محسوس کرنی چاہیئے جب حضرت عائشہ صدیقہ نے وہ معنے جو آپ لوگ کرتے ہیں صحابہ کرام کو بتلائے ہی نہیں تو صرف خاتم النبیین کہنے سے انہیں یہ کس طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے آئندہ نبی ہوا کریں گے"۔ کیونکہ آپ نے خود ہی لکھا ہے کہ خاتم النبیین ہی کے معنی کو انہوں نے غلط سمجھا تھا اور پھر وہ کم فہم بھی تھے پس جب تک آپ وہ معنے نہ دکھائیں حضرت عائشہ صدیقہ کا قول آپ کی تائید میں نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی شخص کسی صحابی کا قول استدلال یا تائید کے رنگ میں پیش کرنا چاہے تو اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ بتائے کہ وہ کس کتاب میں ہے۔ اور اس کی سند کیا ہے۔ اور یا

جلد توجہ فرمایئے

انجمن کے دیگر شعبوں کی طرح اخبار پیغام صلح کا مالی سال بھی ۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ء کو ختم ہونے والا ہے اخبار کو مطالبات کی ادائیگی کیلئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ مذکورہ تاریخ تک سال رواں کے تمام بل ادا ہو جانے چاہئیں اس لئے خریداران صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ سال رواں کا چندہ اور بقایا بہت جلد ارسال فرما کر ممنون فرمائیں جن اصحاب کی خدمت میں وی پی ارسال کئے گئے ہیں وہ ضرور وصول فرمالیں۔ ورنہ ان کے قومی اخبار کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ امید ہے احباب اس گذارش پر بہت جلد توجہ فرمائیں گے

مینیجر پیغام صلح

وہ قول کسی ایسی کتاب میں ہے جس کے مصنف نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اپنی کتاب میں اپنے خیال کے مطابق سوائے صحیح روایات کے اور کوئی روایت نہیں لیگا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم میں جنہوں وہی اقوال اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح تھے تو ایسے قول سے استدلال کے وقت صرف اس کتاب کا حوالہ کافی ہو جاتا ہے جس میں وہ روایت درج ہو۔ گو از روئے درایت اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ مگر روایتی رنگ میں اس قول کا ان کتابوں میں موجود ہونا کافی سمجھا جاتا ہے۔

اصول روایت کی رو سے بھی آئمہ حدیث نے بخاری اور مسلم کی بعض روایات پر تنقید کی ہے اور یہ ان کا فرض تھا کہ وہ ایسی روایات پر تنقید کرتے جو ان کی رائے میں قابل جرح تھیں۔ چاہیئے جرح عام اصول روایت کی بنا پر ہو۔ یا امام بخاری اور امام مسلم کی اپنی شرائط صحت روایت کی بنا پر ہو۔ لیکن جب تک امام بخاری اور مسلم کی روایت پر کوئی خاص جرح نہ کی جائے از روئے روایت اس کی صحت صرف ان دو کتابوں میں سے کسی ایک کے اندر ہونے سے ثابت ہو جاتی ہے۔

اور اگر وہ روایت کسی ایسی کتاب میں نہ ہو تو پھر اس سے استدلال کرتے وقت صرف اس کے کسی حدیث کی کتاب میں موجود ہونے کو ہی نہیں دیکھا جاتا بلکہ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ اس کی سند کو دیکھا جائے۔ راویوں کی پڑتال کی جائے اور سند پر بحث کی جائے تنقید کے بعد اگر وہ صحیح اترے تو قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں اگر ایسی روایت کسی فقہ یا لغت یا تفسیر کی کتاب میں ہو اور احادیث کی کتب مستندہ سے اس کا کوئی نشان نہ ملے تو صرف ان کتابوں میں اس روایت کا ہونا اس کی صحت کو ثابت نہیں کرتا اور نہ ایسی روایات سے استدلال کرنا کسی محقق کا کام ہو سکتا ہے

عقاید حقوق العباد۔ اور شرائع میں تو ایسی روایات بالخصوص قابل التفات نہیں ہونی چاہئیں کہ ان سے استدلال کیا جائے امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں کسی محدث کا قول یوں نقل کیا ہے:—

"الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء"

ترجمہ۔ حدیث کے لئے اسناد بیان کرنا دین میں سے ہے اگر اسناد نہ ہوتا تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔

پس وہ روایت جو بے سند ہو ہرگز قابل التفات نہیں کیونکہ بغیر کسی سند اور تنقید سند کے روایات سے امن اٹھ جاتا ہے

مزید برآں یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی صحابی کے قول سے استدلال یا تائید اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اس کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف نہ ہو۔ اگر صحابی کے کسی متشابہ قول کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے . . . . . . مطابق لینے ممکن ہوں تو وہی لینے چاہئیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو بالاجماع صحابی کا قول چھوڑنا پڑے گا۔ اور اسے صحابی یا راویوں کی غلطی قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ نبی کے قول کے بالمقابل امتی کے قول کا اتباع اس شخص کا کام نہیں ہو سکتا جو نبی پر ایمان لانے کا مدعی ہو۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم (القرآن)

اب قادیانی حضرات کو جو حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف منسوب مذکورہ بالا قول کو پیش کر اجراء نبوت کے خیال کی تائید کرتے ہیں یا بطور استدلال پیش کرتے ہیں چاہیئے کہ ان اصول کی روشنی میں اس قول کو احادیث کی کتب معتبرہ میں سے کسی ایک کتاب میں سند کے ساتھ موجود ہونا ثابت کریں اور پھر اصول تنقید کی رو سے اُسے صحیح ثابت کریں۔ ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف اس قول کو منسوب کرنا غلط ہے اور کسی انصاف پسند کے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ اندھا دھند اس کو بطور استدلال کے پیش کرے۔ اگر ہمارے دوست اس بات پر آمادہ نہ ہوں تو خواہ مخواہ "الفضل" کے کالموں کو سیاہ کرنا عدل اور انصاف سے بعید ہے۔

اگر تنقید کے بعد یہ روایت از روئے اصول درست ٹھہرے تو اس کے بعد اس پر یہ بحث ہو سکتی ہے کہ آیا یہی حدیث یا . . . . . اس قول کو استدلال یا تائید کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ از روئے روایت اس قول کو حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف منسوب کرنا درست ہے پھر بھی اس سے استدلال کرنا کم فہمی کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم یکشنبہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۵۵

خریداران پیغام صلح سے کارکنان پیغام صلح کی ایک گذارش

کافی عرصے کے بعد ان صفحات میں پیغام صلح کے متعلق کچھ لکھا جا رہا ہے۔ ہمارے خیال میں ان حقائق کے اعادہ کی تو چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کہ پیغام صلح جماعت کا واحد اردو آرگن اور روز اول سے سلسلہ کی خدمات کے لئے وقف ہے۔ یہ بات بھی احباب کو بخوبی معلوم ہے کہ عرصہ سے یہ مالی مشکلات میں مبتلا ہے۔ اس کی آمد اس کے اخراجات کی کفیل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور ہر سال انجمن ایک معقول رقم اس کو بطور امداد دیتی ہے جو انجمن پر ایک بھاری بوجھ ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر احباب اپنے قومی اخبار کی طرف معمولی توجہ بھی کریں تو اس کی مالی مشکلات بہت جلد دور ہو سکتی ہیں۔

تفصیلات میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اعداد و شمار بارہا بیان ہو چکے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اخبار کی موجودہ حالت اور ضروریات بیان کر دی جائیں۔ ہمیں شکوہ ہے کہ احباب اخبار کی توسیع اشاعت کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں حالانکہ پیغام صلح کی ترقی اشاعت نہ صرف اخبار کی مالی حالت کی درستگی کے لئے ضروری ہے بلکہ سلسلہ کے مقاصد عالیہ کیلئے بھی ازبس مفید ہے۔ اس کی طرف احباب کو [illegible] توجہ دلائی جاتی ہے۔ لیکن نتیجہ ہر بار حوصلہ افزا ہونے کی بجائے حوصلہ فرسا ہوتا ہے۔ چند درد مند دوست ہیں جو کبھی کبھی اس بارہ میں کوشش کرتے ہیں ورنہ کچھ نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس بے حسی کو فی الفور خیرباد کہا جائے ہم ہر ایک **احمدی سے درخواست کریں گے کہ اگر وہ اپنے قومی اخبار کا خریدار نہیں تو فی الفور خریدار بن جائے۔** اگر وہ خریدار ہے تو اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو اس کی خریداری پر آمادہ کرے۔ **نہیں دو ماہ کے اندر اندر کم از کم** دو ہزار نئے خریدار مل جانے چاہئیں۔ ہمارا یہ سوال احمدی جماعت سے ہے ایک زندہ قوم سے ہے۔ ہمارے دوستوں کو اس آواز کے جواب میں اپنی بے حسی کا نہیں بلکہ زندگی کا ثبوت دینا چاہئے۔

اس سے بھی زیادہ شکوہ ہمیں اپنے ان خریداروں سے ہے جو بار بار کی یاددہانی کے باوجود چندہ اخبار ادا نہیں کرتے دفتر سے بار بار مطالبات کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وی پی رسال ہوتا ہے جو واپس آجاتا ہے۔ یہ صورت بے حد قابل افسوس ہے وی پی میں تقریباً چار آنے زائد خرچ ہوتے ہیں دفتر کو زحمت علیحدہ ہوتی ہے۔ مصلحت اور کفایت شعاری کا تقاضا تو یہ ہے کہ وی پی کی ضرورت ہی پیش نہ آنے دی جائے۔

انجمن کے دیگر شعبوں کی طرح پیغام صلح کا مالی سال بھی ۳۰ ستمبر کو ختم ہو رہا ہے۔ اس تاریخ سے قبل تمام بل ادا ہو جانے ضروری ہیں۔ بہت سے بل دفتر میں قابل ادا موجود ہیں جن کی ادائیگی محض روپے کی کمی کی وجہ سے رکی ہوئی ہے اس لئے ان تمام احباب کی خدمت میں جن کی طرف پیغام صلح کا کچھ بقایا ہے۔ ہم نہایت ادب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فی الفور قابل ادا رقوم ارسال کر دیں۔ امید ہے یہ صدا بہرے کانوں سے نہیں سنی جائے گی۔

محصول ڈاک میں ناقابل برداشت اضافہ ہو گیا ہے۔ بار بار کی یاددہانی میں دفتر کا روپیہ اور وقت خواہ مخواہ ضائع ہوتا ہے اخبار میں بھی اس امر کے متعلق زیادہ مرتبہ لکھنا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں وقت بھی بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اسلئے احباب کے لئے لازم ہے مزید یاددہانی اور درخواست کا انتظار کئے بغیر فوراً اپنا فرض ادا کریں۔

مولانا فحاش کو فحش نویسی کی سندات

الفقیہ امرتسر مورخہ ۷ جون ۱۹۲۵ء [illegible] ۲۱ جلد ۸ لکھتا ہے:-

"زمیندار کی خباثت اور رذالت"

حزب الاحناف کے جلسہ کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے آپ میں غور کرتا۔ اور اپنا رویہ بدلتا۔ اور توبہ کرتا۔ اپنی فرعونیت کو اور پختہ کر لیا اور پھر رذالت اور خباثت سے وہ ظاہر کر رہا ہے وہ اس کی اسلئے فرعونیت کی زبردست دلیل ہے۔ چونکہ جواب [illegible] لئے کوئی [illegible] سے اس [illegible] مسلمان کے متعلق [illegible] مضامین [illegible] وصول ہوئے ہیں جن کا [illegible]

اس بیہودہ اور بکواس کی ہفوات واہیات وخرافات پر مزید تنقید کیا جائے ہمیں زمیندار کی طرح بھیک مانگنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ نہ قوم سے اسلام کا نام دے کر ڈاکہ زنی کا تجربہ ہے۔ زمیندار واقعی گالیاں دینے اور فحش کلامی کرنے میں اس وقت دنیا بھر کے کمینوں، رذیلوں اور کمینوں سے سبقت لے گیا ہے (صفحہ ۳) یوں تو کئی سال سے اخبار زمیندار معدن سب وشتم بن رہا ہے۔ علمائے کرام کے حق میں فحش سے فحش گالیاں لکھنا اس کے لئے طغرائے امتیاز ہے۔ اور دنیا کی وہ تمام قومیں جو گالیاں دینے میں شہرہ آفاق ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئیں (ص ۲)

ظفر علی خاں وہ لائق فرزند ہے جس کے قلم سے اسلام اور بزرگان اسلام کے خلاف مضامین نکلتے رہتے ہیں۔ زمیندار کے کالم کبھی "تیج" "انقلاب" وغیرہ ہندو اخبارات کے سخت زہریلے حملوں اور اسلام کی توہین کے جواب میں تو دو چار سطر کے لئے بھی فیاضی نہیں کرتے۔ مگر علمائے دین اور پیشوایان اسلام اور بزرگان ملت کو گالیاں اگر دیکھنا ہوں۔ تو زمیندار کے کالم کے کالم مسلسل اس سے لبریز ملیں گے۔ گالیاں، افتراء بہتان کے جو وہ علمائے دین کے لئے اس لائق میزبان نے پیش کئے، وہ افحش کی نمبرہ بازی کو ظفر علی خاں نے مات کر دیا ہے۔ اور تہذیب و انسانیت کا اس کے ہاتھ سے خون ہو رہا ہے۔ وہ وہ کلمات وہ وہ گالیاں زمیندار میں چھپ رہی ہیں جن سے بازی... شرمائیں" (صفحہ ۱)

روزنامہ "مدینہ" بجنور

اخبار بین حلقوں میں یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ معاصر "مدینہ" بجنور عنقریب سہ روزہ کی بجائے روزانہ ہو جائے گا۔ اسلامی پریس برادران وطن کے مقابلہ میں بے حد کمزور ہے۔ ہر مسلمان اخبار کی ترقی ہمارے لئے باعث مسرت ہے بشرطیکہ اس کی مساعی اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہوں۔ ہم روزنامہ مدینہ کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ اگر ہمارے معاصر کو ناگوار نہ ہو تو اسے موجودہ پالیسی پر نظر ثانی کی طرف بھی توجہ دلائیں گے۔ ہر مسلمان اخبار کا وجود صحیح مسلک اور نیک نیت کے ساتھ ہی امت مسلمہ کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ مسلمانان ہند آج کل خاص طور پر ایک نازک دور سے گذر رہے ہیں۔ ہمیں ذاتی اغراض اور مناقشات سے بلند ہو کر اپنے اسلامی وقومی فرائض ادا کرنا چاہئے۔

مسلمان بے روزگاروں کی یونین

موجودہ کساد بازاری اور اقتصادی پستی کے زمانہ میں روزگار کے مسئلہ نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ موت و زندگی کا سوال بن گیا ہے۔ ہماری اقتصادی بدحالی مدت سے مسلمہ ہے۔ ہمارے لئے روزگار کے دروازے چاروں طرف سے بند ہیں۔ تجارتی میدان میں سرمایہ اور تجربے کی مانگ ہے۔ یہ دونوں چیزیں مسلمانوں کے پاس نہیں ہیں۔ سرکاری ملازمتوں کے حصول کے لئے برادران وطن کا تعصب سد راہ ہے۔ بھوک و مفلسی بے شمار اخلاقی و روحانی امراض کا سبب ہے۔ یہ خطرہ مسلمان قوم کے سامنے پوری قوت سے موجود ہے۔ ان حالات میں ہر وہ کوشش ہماری امداد و حوصلہ افزائی کی مستحق ہے جو مسلمانوں کی بے روزگاری کو دور کرنے کے لئے کی جائے۔

یہ امر بیحد باعث مسرت ہے کہ مسلمان بیروزگاروں کی جو یونین قائم ہوئی تھی اس کی شاخ لاہور میں بھی کھل گئی ہے اور نہایت مفید اور قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ ایک لائق اور مخلص نوجوان ملک عبدالحلیم خاں صاحب اس کے روح رواں ہیں اور آجکل اپنا سارا وقت اور توجہ اس یونین کو کامیاب بنانے میں صرف کر رہے ہیں۔ ہم ملک صاحب موصوف سے ذاتی طور پر واقف ہیں۔ ان کے اخلاص اور قابلیت کے مدنظر ہمیں اس یونین کے کامیاب ہونے کی پوری توقع ہے۔ ذیل میں اسی یونین کے متعلق دو اعلان درج کئے جاتے ہیں۔

ضروری اعلان

بے روزگاروں کی یونین تمام فرموں، سرکاری دفتروں کو بے شمار بہترین دیانت دار محنتی ملازمین مہیا کر رہی ہے ہر شخص اس یونین سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور جب بھی کسی ملازم کی ضرورت ہو ہمیں اطلاع دے۔ ہمارے پاس بے شمار بے روزگار میکنک موٹر ڈرائیور۔ فرٹر۔ ٹیوٹر۔ مدرس۔ ڈاکٹر انجنیر۔ خانگی ملازم۔ چپڑاسی۔ بہرہ۔ خانساماں۔ باغبان قانونی مشیر۔ منیجر۔ کلرک۔ ٹائپسٹ۔ آفس بوائے۔ شاپ اسسٹنٹ۔ اتالیق۔ معمار۔ کاتب۔ دفتری۔ مصنف اخبار نویس۔ مترجم۔ کمپونڈر۔ کوچوان۔ اوورسیر۔ پٹواری ریٹائرڈ تحصیلدار۔ پروفیسر لیکچرار وغیرہ وغیرہ ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اور تمام پنجاب اور صوبہ سرحد کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ آئندہ اپنی ضروریات سے ہمیں مطلع کیا جائے گا جس کا شکریہ یونین کی مجلس انتظامیہ اور جنرل اجلاس میں ادا کیا جائے گا۔ بشرطیکہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہمیں منع نہ کر دیا جائے۔

عبدالحلیم خاں
(آنریری سکرٹری حویلی تھانیداراں کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ لاہور)

افسران حکومت ہند و ریاستہائے ہند توجہ کریں

دی مسلم ان ایمپلائیڈ یونین لاہور آٹھ ماہ سے مسلمانوں کو ملازمتیں دلانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اور اپنے اس مقصد میں اکثر و بیشتر کامیاب رہی ہے۔ اس یونین کے سرپرست ملک کے مقتدر رہنما مثلاً علامہ اقبال۔ ڈاکٹر سید راس مسعود وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم ہوم منسٹر سرحد۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں۔ الحاج سر عبدالکریم غزنوی۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ مولوی سر محمد یعقوب۔ شیخ صادق حسن ایم۔ ایل۔ اے ہیں۔ اس کے علاوہ یونین کے امدادی ارکان میں ملک کی متفقہ آواز کہا جائے تو بجا ہوگا۔ تمام مقامی اور باہر کے حکام کو چاہیئے کہ ہر قسم کی ملازمتوں کے لئے یونین کے دفتر سے خط و کتابت کریں۔ یونین ہر شعبہ اور ہر لائن کے تعلیم یافتہ اشخاص مہیا کرنے کا ذمہ لیتی ہے۔ اب کوئی افسر یہ کہنے کا حقدار نہیں کہ مسلمانوں میں قابل آدمی نہیں ملتے۔

عبدالحلیم خاں
آنریری سکرٹری حویلی تھانیداراں کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ لاہور

حضرت عیسیٰ کی لاش!

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب احمدی دہلی)

خواجہ حسن نظامی صاحب کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ خواجہ صاحب زندہ دل اور معاملہ فہم آدمی ہیں۔ اور وہ آزاد خیال ہیں۔ اور حق گوئی میں جرأت سے کام لیتے ہیں۔ آپ احمدی جماعت کے مبلغ الرسول کے لیکچروں میں باوجود دوسرے مسلمانوں کی مخالفت کے صدر بن کر نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض کو ادا کرتے رہے ہیں۔ بلاشبہ کہ وہ جماعت احمدیہ میں شامل نہیں۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں۔ کہ وہ ایک بے تعصب مسلمان ہیں۔ کاش خواجہ صاحب ذرا اور ہمت کر کے آگے بڑھیں۔ اور دنیاوی لیڈری کو چھوڑ کر خدا کے مقرر کردہ لیڈر اسلام مامور من اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہو کر صحیح معنوں میں خواجہ بنیں

خواجہ صاحب نے نہایت دیانتداری سے حضرت عیسےٰ کی وفات کا اقرار کر لیا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت عیسیٰ کی لاش۔ اخباروں میں چھپا ہے۔ کہ بیت المقدس میں کسی جرمن نے ایک مقام کو کھودا۔ تو وہاں سے چند تابوت برآمد ہوئے۔ ایک تابوت پر یسوع ابن یوسف اور ایک تابوت پر مریم اور چند تابوتوں پر حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے نام پرانے خط اور زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور لاشوں کے نکلنے سے تمام یوروپ میں ہلچل پڑ گئی ہے۔ کیونکہ یوروپ والے کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر چلے گئے تھے۔ قرآن مجید سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں یہ آیت موجود ہے۔ یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی اے عیسےٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ اور اپنے پاس تجھے رفعت اور بلندی دینے والا ہوں۔ اس آیت سے حضرت عیسےٰ کی وفات ثابت ہوتی ہے البتہ ایک دوسری آیت میں یہ بھی ہے۔ کہ ماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم یہودیوں نے نہ حضرت عیسےٰ کو قتل کیا۔ نہ سولی دی۔ بلکہ وہ شبہ میں پڑ گئے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر نہیں چڑھے۔ بلکہ اپنی موت سے مرے۔ اور آسمان پر چڑھنے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ ان کا درجہ خدا کے نزدیک بلند کیا گیا۔

(خواجہ صاحب کا روزنامچہ ۹ رنومبر ۱۹۳۱ء)
(روزنامچہ مجریہ ۱۶ رنومبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۵)

خواجہ صاحب کو چاہیئے۔ کہ اب نزول مسیح موعود کی حقیقت پر بھی غور فرمائیں

رسول اللہ نے پشتو میں بات کی

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب احمدی)

خواجہ حسن نظامی صاحب بڑی تحقیق کے بعد روزنامچہ مجریہ یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ:-

رسول اللہ نے پشتو میں بات کی۔ افغانستان میں مشہور ہے۔ کہ رسول اللہ نے ایک دفعہ فرمایا۔ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی اور دوزخ والوں کی زبان عجمی ہوگی۔ خالد بن ولید بن عتبہ بن عکرمہ سلیمانی (افغان) نے یہ حدیث سنی۔ تو اس کو بہت رنج ہوا۔ کہ میری زبان پشتو ہے اور عجمی ہے۔ اس لئے دوزخ کی زبان ہے۔ پس خالد نے حضور کی خدمت میں حاضر ہونا ترک کر دیا۔ حضور نے بہت پوچھا۔ اور یہ سنکر کہ خالد بن ولید افغان کو زبان پشتو کے سبب رنج ہے۔ تو حضور خالد بن ولید افغان کے مکان پر تشریف لے گئے اور خالد کو پشتو زبان میں آواز دی۔ اور یہ فرمایا۔

خالد را ئشہ غیشی لیندہ رادڑہ

اے خالد ادھر آ۔ اور تیر کمان لا۔

خالد حضور کی زبان سے پشتو زبان سن کر خوش ہو گیا۔ اور پھر جہاد میں بڑے بڑے کام کئے۔

میں نے اس حدیث اور خالد کے نسب کی پوری تحقیقات معتبر کتابوں سے سفرنامہ کے لئے تیار کر لی ہے۔ جو نہایت دلچسپ ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ پشتو میں بات کرنے کی روایت درست ہے اور حضور رسول مقبول نے افغانوں کو پٹھان کا لقب دیا تھا اور سب افغان بنی اسرائیل یعنی حضرت سلیمان پیغمبر کی اولاد ہے۔ اور اسی لئے سلیمانی کہلاتے ہیں۔ بخت نصر بادشاہ کے فتنہ کے زمانہ میں افغانستان میں آ گئے تھے۔ حضور محمد صلعم مبعوث ہوئے۔ تو ان کے چند سردار حضور کی خدمت میں جا کر مسلمان ہو گئے۔

(روزنامچہ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء)

جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ پر انگریزی میں الہام ہونے پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ وہ خواجہ حسن نظامی کے اوپر کے مضمون پر غور کریں۔

ایک افسوسناک موت

یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا کہ ہمارے محترم دوست شیخ حسن الدین صاحب پرنٹر ہمایت اسلام اخبار لاہور کا شیرخوار لڑکا کوٹھے پر سے گرنے کی وجہ سے ۲۵۔ اگست کو گوجرانوالہ میں فوت ہو گیا۔ موت سے پانچ چھ روز قبل یہ حادثہ ہوا۔ چوٹیں بہت سخت تھیں۔ بہترین ڈاکٹروں کا علاج کیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ زیادہ افسوس اس پر ہے کہ یہ روح فرسا حادثہ اور موت اس وقت ہوئی جبکہ شیخ صاحب موصوف گھر سے ہزاروں میل دور صوبہ بنگال میں مقیم تھے۔ وہ اپنے لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سپرد خاک بھی نہ کر سکے۔

اس موت سے جو صدمہ شیخ صاحب کو پہنچا ہے اسے صاحب اولاد ہی جان سکتے ہیں۔ لیکن مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں ہے دعا ہے کہ خداوند کریم شیخ صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

پنڈت کی ضرورت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو ایک ایسے پنڈت کی ضرورت ہے جو شاستری اور سنسکرت وغیرہ کی تعلیم دے سکے تنخواہ حسب لیاقت دی جائیگی۔ تمام درخواستیں بنام سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں۔

مسلمانان کوہ مری کی خدمت میں ایک التماس

از جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بالی (کوہ مری)

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

قریباً گزشتہ دس سال سے میں آپ کے درمیان ہر موسم گرما میں آتا ہوں اور آپ میں سے ہر ایک میری عملی زندگی سے واقف ہے۔ اور میں بھی حتی الامکان آپ کے حالات سے واقف ہو چکا ہوں۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں میری خواہش رہی ہے کہ کم از کم کوہ مری کے مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں خواہ وہ باہر سے آئے ہوئے ہوں یا مقامی ہوں اتفاق واتحاد قائم ہو۔ لیکن بدقسمتی سے بعض افراد یہاں ایسے ہیں جو ناعاقبت اندیش ہیں اور اسلام کی حقیقی تعلیم سے بے بہرہ ہیں اور ارشاد خداوندی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (اے مومنو! اللہ کے رسے کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفرقہ نہ کرو) کی نافرمانی کھلے بندوں کرنا انہوں نے اپنی زندگی کا اولین فرض سمجھ رکھا ہے۔ اس لئے وہ لوگوں کو مختلف خیالات کے مسلمانوں کے متعلق غلط بیانی کر کے بھکاتے رہتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں دشمنی اور عناد پھیلانے کا موجب ہوتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے متعلق غلط فہمیاں

چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان علیہ السلام کے متعلق بھی انہوں نے بہت سی بدظنی پھیلائی ہوئی ہے۔ جس کو دور کرنے کے لئے میں نے تین سال کا عرصہ ہوا کھلے جلسے میں ان سے تبادلہ خیالات کیا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے مولوی صاحبان کے جن کو رزق ہی نہیں ملتا جب تک وہ مسلمانوں کے دو گروہ بنا کر لڑاتے نہ رہیں باقی اکثر احباب کو ہمارے متعلق جو بدظنیاں تھیں وہ بہت حد تک دور ہو گئیں۔ یہاں تک کہ جب میں نے اپنے اعتقادات کا اعلان کیا تو منشی عبداللہ صاحب نے مجھ سے بغلگیر ہو گئے۔ اور کہا کہ اگر آپ کے یہی اعتقادات ہیں تو ہمیں آپ سے کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن دوسرے متعفی لوگوں نے منشی صاحب کو سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح سے اس تفرقہ کو جاری رکھا جسکے دور کرنے کے لئے میں نے کوشش کی تھی۔

اتحاد مسلمین کی ضرورت

گزشتہ سال پھر بسبب میونسپل کمشنری کے خود غرضوں نے ایک ذاتی معاملہ کو مذہبی رنگ دیکر اس کو اور بھی زیادہ کر دیا۔ لیکن میں ان واقعات سے مایوس نہیں ہوا۔ آیت لا تقنطوا من رحمۃ اللہ میری دستگیری کرتی رہی اور اس سال بھی میں اسی کوشش میں رہا کہ مختلف خیال کے مسلمان خواہ وہ شیعہ ہوں یا اہل سنت والجماعت یا اہلحدیث یا احمدی یا محمودی باوجود فروعات میں اختلاف خیالات رکھنے کے اصول میں سب متفق ہیں۔ پھر کیوں سب کلمہ گو آپس میں محبت رکھنے کے ایک دوسرے کے دشمن رہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ پس کیوں کلمہ گو اس الٰہی حکم کی اطاعت نہیں کرتے۔ کیا یہ قرآن کا حکم نہیں ہے۔ کیا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ماننے کے لئے نہیں بھیجا؟

کلمہ گو کو کافر مت کہو

پھر یہی نہیں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور معاملہ پیش ہوا۔ ایک شخص کو جب جنگ ہو رہی تھی اور وہ مغلوب ہو گیا۔ تو اس نے کلمہ پڑھ دیا۔ تو اس کے باوجود ایک صحابی نے اسے قتل کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے صحابی سے پوچھا کہ جب اس نے کلمہ پڑھا تو کیوں تو نے قتل کر دیا اس نے جواب دیا کہ صرف جان بچانے کے لئے اس نے ایسا کیا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ناراض ہوئے اور پھر فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا پس اس ارشاد خداوندی کے ہوتے اور پھر اس تفسیر کے بعد جو حضور علیہ السلام نے کی کوئی کلمہ گو حق نہیں رکھتا کہ جو شخص خود کہے کہ میں مسلمان ہوں اس کو کافر قرار دے۔

تفرقہ اندازوں کے ساتھ شمولیت نہ کرو

مسلمانو! خوب یاد رکھو جب اللہ کے حضور مرنے کے بعد جو کہ یقینی امر ہے جاؤ گے تو نہ یہ مولوی کام آئیں گے اور نہ منشی اور نہ ہی کوئی پیر۔ حبل اللہ یعنی قرآن کی پیروی ہی کام آئے گی۔ پس فروعات میں اختلاف رکھو جب تک ایک بات سمجھ میں نہ آئے اسے نہ مانو لیکن خدارا کسی کلمہ گو سے صرف فروعات میں اختلاف کی وجہ سے دشمنی نہ کرو۔ قرآن کریم نے کل دنیا کے مومنوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے ہم تم سب بھائی بھائی ہیں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ مومن پہنچکی زبان سے قلم سے ہاتھ سے کسی مومن کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی مسجدوں میں آپ کے جلسوں میں کلمہ گو ہونے کے دعوے کرنیوالوں کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ سب و شتم کیا جاتا ہے اور تم خاموشی سے سنتے ہو اور ان کے اس گناہ میں شامل ہوتے ہو۔ ایسے تفرقہ ڈالنے والوں، ایسے خدا کے نافرمانوں، ایسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تذلیل کرنے والوں کے لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ انہیں روک دیں اور ایسی مجالس میں شامل نہ ہوں۔

ایک دنگل کی تجویز

حال ہی میں مجھے منشی محمد عبداللہ صاحب نے ایک خط لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوہ مری میں ایک تھیٹر کا تماشا کرنے والے ہیں تاکہ مسلمانوں کے نفاق اور اسلام کی ذلت کا تماشا دنیا کو دکھائیں۔ اور ایک ہنسی اور مخول اور لغویات کی مجلس قائم کریں۔ یعنی ایک دنگل مذہبی ہو جس میں ایک خیالات کے مسلمان دوسرے خیالات کے مسلمانوں کے ساتھ مباحثہ کریں۔ اور منشی صاحب باوجود کلمہ گو ہونے کے دوسرے کلمہ گو کو گالیاں دل کھولکر دیں۔ اور غیر مذاہب کے لوگ اسلام پر اس طرح حملہ آور ہوں جس طرح مردہ نعش پر گدوں کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ آپ نے مجھے لکھا ہے کہ میں ان کی ایسی مجلس میں جس میں حضرت مسیح موعود مہدی معہود مجدد زمان علیہ السلام کو جنھوں نے اس زمانہ میں ایک جماعت اشاعت اسلام کے لئے اور خدمت مسلمانان کے لئے قائم کی (کیونکہ آج تلوار سے نہیں بلکہ قرآن کے مضبوط ہتھیار سے ہی دنیا فتح ہو سکتی ہے) گالیاں دی جائیں گی شامل ہوں۔

اسلام کی فتح کا واحد ذریعہ

واضح رہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر ایسا دعوے کیا۔ ہندوستان میں آج مسلمانوں کا راج اگر قائم ہو سکتا ہے تو صرف ہندوؤں اور غیر اقوام کو مسلمان کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ زمانہ اس کا شاہد ہے یورپ میں اگر اسلام کا جھنڈا کھڑا کیا جا سکتا ہے تو قرآن کریم کے پرچار سے ہی کیا جا سکتا ہے اور یورپ میں مذہبی فتح حاصل کرنے کے لئے سب سے طاقتور حربہ جو ہے تو وہ یہ ہے کہ ان کا خدا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا ہوا ہے وہ مردہ مانا جائے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ جب قرآن کریم یا عیسیٰ انی متوفیک کہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو ماروں گا فرمائے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن خود کہیں کہ فلما توفیتنی اے میرے خدا جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پیچھے میری قوم بگڑ گئی اس کا میں ذمہ دار نہیں۔ پھر قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کا قانون بتا دیا کہ کل نفس ذائقۃ الموت۔ ہر انسان کے لئے موت ضروری ہے تو پھر ہم اسے یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ جانیں اور کل انسانوں سے علیحدہ ان کو وہ رتبہ دیں جو ہمارے محبوب سردار دو جہاں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نہ دیا۔

پس جیسا کہ میں نے عرض کیا آج دنیا کو کوئی مہدی خونی آکر فتح نہیں کر سکتا نہ جبراً اسلام پھیلا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن کریم کے ارشاد "لا اکراہ فی الدین" (دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں) کے خلاف ہی نہیں بلکہ حالات دنیا بتاتے ہیں کہ ایسا ہونا ناممکن ہے اور جو مولوی یا پیر یا دوسرے مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

عیسائی مذہب پر کاری ضرب

پس آج ہندوستان اور یورپ میں اگر کسی دنیا دار کو اسلامی سلطنت اور سطوت قائم کرنے کی خواہش ہے تو اس کے لئے بھی ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اشاعت اسلام کا حربہ ہے۔ جس کے لئے ضروری تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ خدا کے نبی تھے اور بشر تھے۔ اور جن کو غلطی سے نصف حصہ انسانی دنیا خدا مانتا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر عرض کیا قرآن بھی بتاتا ہے کہ وہ مر گیا۔ مردہ کہا جائے۔ کیونکہ اس سے ساری عمارت عیسائیت کی زمین پر گر جاتی ہے پس جس شخص نے آج سے چالیس سال پہلے آکر مسلمانوں کو اس غلطی سے نکالا اور کہا ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے!

اور اس نے مسلمانوں کو بتایا کہ آج دنیا میں اسلام کی فتح اشاعت اسلام سے ہی ہو سکتی ہے

خیر خواہ کو بدخواہ نہ سمجھو

اور اس کے لئے ایک جماعت اپنے پیچھے چھوڑ رہی ہے

کل دنیا میں اشاعت اسلام کررہی ہے۔ اور جس نے اپنا عقیدہ ذیل کے الفاظ میں ظاہر کیا۔ اور جو کل احمدیوں کا عقیدہ ہے۔

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او ۔ بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است خسران و تباب

ایسے محسن اسلام شخص کو جو مذکورہ بالا اعتقادات رکھتا ہو ملتسی صاحب گالیاں دیتے اور کافر ثابت کرنے میں اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے بدقسمت انسان وہ ہے جو اپنے خیر خواہ کو بدخواہ سمجھے۔

کس قسم کے جلسے ہونے چاہئیں

پس برادران! آپ کا فرض ہے کہ آپ ایسی مجلسوں کے قیام سے مسلمانوں کو روکیں جنہیں کلمہ گوؤں کے مختلف الخیال گروہوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش ہوتی ہو بلکہ آج ضرورت ہے کہ ایسے جلسے ہوں جن میں اسلام کی خوبیاں بیان ہوں۔ ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں، اچھوت اقوام میں اسلام کے مذہب کی اعتقادی اور عملی برتری ثابت کی جائے۔ اور اس میں سب خیالات کے مسلمان شامل ہوں۔ اور ملکر ایسا کریں۔ ایک دوسرے سے محبت بڑھانے کے لئے جلسہ کریں۔ مخلوق خدا سے ہمدردی کے لئے جلسے ہوں۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو غیر اقوام کو بدظنی ہے اس کو دور کرنے کے لئے جلسے ہوں۔ قرآن کریم پر جو آریوں عیسائیوں نے ناواقفی سے اعتراض کئے ہوئے ہیں ان کے ازالہ کے لئے جلسے ہوں۔ ملتسی صاحب یا کوئی اور صاحب جو ایسے جلسے کریں ہم ان کے ساتھ سپاہی ہوکر کام کرنے کو تیار رہیں۔

سمجھدار مسلمانوں سے درخواست

پس میں تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمانوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اگر دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو عزت اور وقار سے دنیا میں زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو اس وقت ارشاد خداوندی ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا (کہ جو شخص بھی ہمیں سلام علیکم کہے اس کو مومن سمجھیں) کی تعمیل کریں۔ اور ان کو مسلمان سمجھتے ہوئے بھائیوں کی طرح محبت سے سلوک کریں۔ اور جو شخص اس کے خلاف کرتا ہے اس کی امداد نہ کریں۔ اور ہاں میں ہاں نہ ملائیں بلکہ ان سے کہدیں کہ ان کا ایسا کرنا خلاف حکم قرآن

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

ہم نے اوپر کے اشعار میں مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام اور احمدیوں کے اعتقادات کو بتا دیا ہے جو کوئی اس کے خلاف ہم پر الزام لگائے وہ مفتری ہے۔ ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات عرض کرکے اس معروضہ کو ختم کرتے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا (پس نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسکتے ہیں نہ مرزا صاحب یا کوئی نیا شخص نبی بن سکتا ہے حضرت مرزا صاحب مجدد تھے آپ نے کبھی نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ بلکہ مدعی نبوت کو کافر کاذب دجال بتایا ہے)
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ (خواہ شیعہ ہے یا سنی یا دہابی یا کسی اور عقیدہ والا۔)
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے (من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ)
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل قرضہ برلن کے جوابات

قسط نہم

(۱) مولوی عبد الہادی خاں صاحب رئیس عظیم گڑھ ۲۵ روپے نقد قسط دوم۔ کل وصول ۷۵ منجملہ ۱۰۰۔
(۲) ملک الٰہی بخش صاحب زراعتی کالج لائل پور ۱۰ روپے نقد
(۳) قاضی فضل قادر صاحب 〃 〃 ۱۰ 〃 〃
(۴) ماسٹر عطا الٰہی صاحب برنالہ۔ جموں ۱۲ 〃 〃
(۵) چودھری عبد الحق صاحب 〃 〃 ۱۰ 〃 〃
(۶) ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور ۵۰ 〃 〃 کل وصولی ۲۰۰ روپے۔
(۷) قاضی سمیع اللہ صاحب سرگودھا ۵۰ 〃 〃
(۸) سید رکن عالم شاہ صاحب چوہان جہلم ۱۰ 〃 〃
(۹) داروغہ نبی بخش صاحب لاہور ۲ 〃 〃 قسط دوم
(۱۰) مولوی مرتضےٰ خاں صاحب مانگرول ۵ 〃 〃 〃
(۱۱) چودھری عبد المجید صاحب کوٹ موکھل ۵ 〃 〃 آخری قسط
(۱۲) چودھری غلام حیدر خاں صاحب رئیس بدوملہی ۳۰ 〃 〃
(۱۳) میاں اللہ بخش صاحب 〃 ۵ 〃 〃
(۱۴) میاں اللہ دتا صاحب 〃 ۳ 〃 〃
(۱۵) شیخ اللہ بخش صاحب سکرٹری 〃 ۱۔۸۔۰ 〃 〃 بقیہ رقم
(۱۶) میاں قاسم علی صاحب 〃 ۰۔۸۔۰ 〃
(۱۷) خان صاحب سید محی الدین احمد صاحب انسپکٹر حلقہ رائے بریلی دس روپے نقد مزید۔
(۱۸) ملک قمر الٰہی صاحب رنگ محل لاہور ۵ روپے مزید
(۱۹) مستری یعقوب علی صاحب جموں ۵۰ روپے۔ جو آپ نے مقامی جماعت کے محاسب کو ادا کر دینے کی اطلاع دی ہے
(۲۰) لفٹننٹ کرنل دیوان منصب علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ ۵۰ روپے آخر ستمبر تک بھیجنے کی اطلاع بھجوائی ہے۔
(۲۱) ڈاکٹر نظام الدین صاحب صوبیدار میجر پشاور ۲۵ روپے جلسہ سالانہ میں قرضہ فنڈ میں ادا فرمائے تھے۔ اب مبلغ ۵۰ روپے قرضہ برلن میں مزید وصول ہوگئے ہیں۔
(۲۲) عبد القیوم صاحب ہیڈ کنسٹبل پولیس بمبئی ۱۰ روپے نقد
(۲۳) محمد علی حیدر صاحب سدوزئی ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۵ 〃 〃
(۲۴) ماسٹر عبد الحکیم صاحب عیسیٰ خیل ۳ 〃 〃
(۲۵) مولوی محمد فردوس صاحب تھوڑ ڈھیر ۱۰ 〃 〃
(۲۶) عبد القادر صاحب معرفت مولوی صاحب ۲ 〃 〃
(۲۷) میاں محمد شریف صاحب 〃 〃 ۱ 〃 〃
(۲۸) میاں ہمایوں صاحب 〃 〃 ۱ 〃 〃
(۲۹) عباس خاں صاحب 〃 〃 ۱ 〃 〃
(۳۰) بدر اسلام صاحب 〃 〃 ۱ 〃 〃
(۳۱) مسٹر ممتاز احمد صاحب فاروقی کلکتہ ۱۰ 〃 〃
(۳۲) ڈاکٹر کے اے خاں صاحب سکندر آباد۔ آپ نے چونکہ ۱۲۵ روپے ادا فرما دیئے ہوئے تھے اس لئے مزید مطالبہ نہ کیا گیا تھا مگر آپ نے دوبارہ جماعت کے ساتھ شمولیت اختیار فرمانے کے لئے ۲۵ روپے اور بھجوا دیئے ہیں۔
(۳۳) خان صاحب شیخ خدا بخش خاں صاحب ہیڈ کلرک ای۔ اے۔ سی پشاور ۱۲۵ روپے موعودہ نقد وصول ہوگئے ہیں۔
(۳۴) ڈاکٹر شجاعت علی صاحب آئی۔ ایم۔ ڈی لاہور۔ آپ نے یکصد روپیہ دو قسطوں میں ادا فرمانے کی اطلاع دی ہے۔
(۳۵) میاں خان محمد خاں صاحب محکمۂ پولیس انبالہ شہر۔ آپ نے مزید یکصد روپیہ نقد بھجوا دیا ہے۔

درخواست دعا

گذشتہ ایام میں مجھے پے درپے صدمات پہنچے ہیں جن کی وجہ سے میں سخت مشکلات اور ذہنی تکلیف میں مبتلا ہوں صحت بھی خراب ہورہی ہے۔ احباب میرے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

(خاکسار محمد انعام الحق ہوشیارپوری)

بقیہ صفحہ ۲

"لا نبی بعدی" کی صحیح حدیث احادیث کی کتب معتبرہ میں موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی صحت مانی ہوئی ہے اور اسی کو خاتم النبیین کی تفسیر کے طور پر کتب حدیث میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بالمقابل حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ کہنا کہ لا نبی بعدی نہ کہو کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایک مسلمان "لا نبی بعدی" کو چھوڑ کر حضرت عائشہ صدیقہ کے حکم کی تعمیل کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ تو علاوہ صحابہ کرام کے "اجماع" کے امت محمدیہ کے "اجماع" سے بھی ظاہر ہے کہ نبی کریم کے بالمقابل کسی امتی کا قول قابل اعتبار نہیں خواہ وہ عائشہ صدیقہ ہو یا کوئی اور سمجھ نہیں آتا کہ نبی کریم کے فرمان "لا نبی بعدی" کے خلاف "لا تقولوا لا نبی بعدہ" کو کس جرأت ایمانی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

پس اول تو از روئے اصول روایت یہ قول صحیح نہیں ہے دوم از روئے درایت یہ بات بالکل غلط ہے حضرت عائشہ صدیقہ یہ کبھی نہیں کہہ سکتیں کہ "لا نبی بعدی" جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے مت کہو۔ کیونکہ نبی کریم کی اتباع ان کا فرض اولین تھا۔

اس کے بعد سید صاحب نے لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا کو پیش کیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ نہایت ضعیف حدیث ہے اور ابن ماجہ کی کتاب میں ہونے کے علاوہ ابن شیبہ ابراہیم جیسے متروک الحدیث کو اپنی اسناد میں رکھتی ہے۔ میں فاضل مضمون نگار سے چند باتیں دریافت کروں گا۔

(الف) اگر لو عاش ابراہیم الخ سے نبوت کا جاری ہونا لازم آتا ہے تو کیا لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا سے دو خداؤں یا دو کائنات میں فساد کا ہونا یا لئن اشرکت لیحبطن عملک سے نبی کریم کا شرک کرنا اور نعوذ باللہ ان کے اعمال کا ضائع ہونا بھی لازم آتا ہے؟ اگر نہیں تو وہاں نبوت کا اجرا کیسے لازم ہوا؟

(ب) کیا رسول کریمؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت تھی۔ کہ ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہو جاتے؟

(ج) اگر ابراہیم زندہ رہتے تو تو کیا چالیس تک یا اس کے لگ بھگ نبی بنائے جاتے؟

(د) کیا ابراہیم فوت ہو گئے تھے تو ان کے ساتھ ہی نبی کریم کے مطابق ضرورت نبوت بھی فوت ہو گئی تھی؟

(ہ) جب ابراہیم فوت ہو گئے تو کیا خدا تعالیٰ یہ نہ کر سکتا تھا کہ کسی اور شخص کو اس وقت جب کہ ابراہیم کی نبوت کی ضرورت تھی نبوت کا درجہ عطا کر دیتا؟

(س) جب کسی اور کو اس وقت درجہ نبوت عطا نہیں کیا تو کیا اس سے یہ معلوم نہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد کسی نبی کی ضرورت نہ تھی؟

(ص) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد کسی نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو ابراہیم زندہ رہتے تو کس طرح نبی ہو سکتے تھے۔

پس درایت کی رو سے یہ حدیث قابل قبول نہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو بھی ہرگز ہرگز نبی نہ ہو سکتے کیونکہ بقول جناب میاں صاحب آپ کے بعد فوراً کسی نبی ... کی بعثت کی ضرورت نہ تھی۔"

مسیح موعود کے صحابہ کا مذہب

قادیانی دوستوں نے ہمیشہ اصول سے گریز کرنے کا ہوتا ہے سوال تو یہ تھا کہ جماعت قادیان کے ستر صحابہ مسیح موعود اپنی حلفی شہادت پیش کریں کہ انہوں نے ایک غلطی کا ازالہ نکلنے پر یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت اقدس دعویٰ نبوت فرماتے ہیں۔ مگر اس کے جواب میں سید صاحب اپنا حلفیہ بیان شائع کرتے ہیں کہ اس وقت جماعت کا یہی عقیدہ تھا جو اب میاں صاحب کا ہے۔ اگر سید صاحب میں کچھ حق پسندی ہے تو انہیں چاہیے کہ جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے رسالہ مسیح موعود اور ختم نبوت میں لکھا ہے اپنی جماعت کے کم از کم ستر آدمیوں کا جو حضرت مسیح موعود کے صحابہ ہوں یہ بیان شائع کریں کہ انہوں نے اس وقت ان کو غیر تشریعی حقیقی نبوت کا مدعی سمجھا تھا جس کی جماعت میں شامل نہ ہونے والا گو اس نے حضرت اقدس کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ورنہ دوسروں کی جگہ حلفیہ بیان دینا پیران نمی پرند و مریدان می پرانند کا مصداق ہے۔

صحابہ مسیح موعود اور لفظ نبی

سید صاحب کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے کہ جماعت صحابہ نے مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے مگر اس کی تشریح خود حضرت مسیح موعود نے فرمائی ہے کہ:

اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدثیت مراد ہے۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ اول ص ۹۷)

ان معنوں میں اب بھی جماعت لاہور حضرت اقدس کو نبی مانتی ہے ہاں اس سے "غیر تشریعی حقیقی نبوت" کا دعویٰ مراد لینا قادیانی دماغ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

"قادیانیوں کی روحانیت"

سب سے بڑی دلیل جو اس اعلیٰ درجے کا علم اور فہم رکھنے والے مضمون نگار کے قلم سے نکل سکتی تھی وہ اسی پاکیزہ قابلیت کی جاتی ہے ذیل کی دھمکی آمیز الفاظ میں مجھے خطاب کرتے ہیں:-

آپ اپنی شائع شدہ تحریر کو غور سے دیکھیں اس کا ایک ایک لفظ شوخی اور گستاخی سے بھرا ہوا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ نے توبہ نہ کی تو روحانی طور پر آپ سخت نقصان اٹھائیں گے۔

کیا میں ان روحانیت کے واحد اجارہ دار دوستوں سے یہ سوال کر سکتا ہوں کہ روحانیت کس چیز کا نام ہے؟ اس کے نقصان کا کیا معیار ہے؟ اور وہ کونسی روحانیت ہے جو آپ کی جماعت میں موجود ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ روحانیت جماعت لاہور میں بھی موجود ہے یا نہیں؟

کیا یہ وہی روحانیت تو نہیں جس کے حاملین کو میاں صاحب نے اپنے خطبہ مندرجہ الفضل ۱۲ جون ۱۹۳۲ء میں الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون کا مصداق قرار دیا ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

ڈاکٹر کی ضرورت

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے نیشنل سینیٹوریم واقعہ سالی (کوہ مری) کے لیے ایک ڈاکٹر کی ضرورت ہے جو سب اسسٹنٹ سرجن پاس یا فیل ہو۔ درخواستیں جناب ڈاکٹر صاحب ممدوح کے پاس مندرجہ بالا پتہ پر جانی چاہئیں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا کیا مذہب ہے

مولوی ثناء اللہ امرتسری حضرت صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار اور عبارات پیش کر کے نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ محض خود ستائی کے طور پر ہیں:-

(۱) میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(۲) منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(۳) آدم نیز احمد مختار
در برم جامۂ ہمہ ابرار

(۴) ان قدمی علیٰ منارۃ ختم علیھا کل رفعۃ

(۵) لا ولی بعدی الا من تبعنی

(۶) اعطیت صفت الاحیاء والافناء

(اہل حدیث ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء)

لیکن غالباً مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کوچہ سے بے خبر ہے جس میں حضرت مولانا عبد اللہ صاحب غزنوی رحؒ کو الہام ہوا۔

(۱) انت منی وانا منک فلا تخف ولا تحزن (۲) خذ الحسین من یدہ وقل لہ انت منی (۳) قل للحسین اقرأ کتابی علیٰ عبادی ولا تن فانی معک حیث ما کنت (۴) قل للحسین ارق راس الخیرات (۵) قل للحسین فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقیٰ ومن اعرض عن ذکری الخ۔

(سوانح عمری مولانا عبد اللہ صاحب غزنوی مطبوعہ عبد الحمید غزنوی)

غالباً مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اس کے شتر بے مہار ہم خیالوں کے نزدیک حضرت مرحوم کے یہ سب الہامات خود ستائی پر مبنی تھے۔

یہ سلسلہ یہیں بس نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے اولیاء اللہ کے الہامات لیجئے۔

— حضرت بایزید بسطامی رحؒ کے کلمات طیبہ مندرجہ تذکرۃ الاولیاء جس کو حضرت فرید الدین عطار نے لکھا ہے اور دیگر معتبر کتب میں بھی موجود ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:-

"میں ہی آدم ہوں، میں ہی شیث ہوں۔ میں ہی نوح ہوں، میں ہی ابراہیم ہوں، میں ہی موسیٰ ہوں میں ہی محمد ہوں، صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ اخوانہ اجمعین"

— حافظ شاہ نیاز احمد صاحب دہلوی فرماتے ہیں:-

احمد ہاشمی منم عیسیٰ مریمی منم
ونہ منم نہ من منم نہ منم منم

— خواجہ معین الدین چشتی رحؒ فرماتے ہیں:-

دمبدم روح القدس اندر معینی مے دمد
من نمے دانم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

— خواجہ حافظ شیرازی رحؒ فرماتے ہیں:-

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

— حضرت غوث الاعظم رحؒ فرماتے ہیں:-

ملکت بلاد اللہ مشرقاً ومغرباً
وان شئت لافنیت الانام بلحظۃ
وکل بلاد اللہ ملکی حقیقۃ
واوقاتہا من تحت حکمی طاعتی

غالباً یہ سب مسلمہ اولیاء اللہ شتر بے مہار جماعت کے نزدیک خودستائی سے یہ کلمات کہتے رہے۔ ہمت اور دلیری ہے تو ان کے بزرگوں کے ان کلمات پر بھی وہی حکم لگاؤ! جو حضرت مسیح موعودؑ پر لگاتے ہو۔ اور سب سے پہلے حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رح پر لگاؤ۔ جو (معاذ اللہ) خودستائی سے حسین بننے کے مدعی تھے اور انت منی وانا منک کے مدعی تھے۔ لیکن تم میں اتنی دلیری کہاں۔

مولانا عبداللہ صاحب پر جب ایک مسلمان حکومت کی طرف سے سختی ہوئی تو فوراً الہام ہوا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین اور انا من المجرمین منتقمون (الخ) کہ وہاں مولانا ثناء اللہ موجود نہ تھا ورنہ فوراً کہتا۔ کہ یا حضرت ایک اسلامی بادشاہ کا بیڑا کیوں غرق کرنے لگے ہو۔ کیا آپ کی پاک نفسی اور حسین ہونے کا یہی مقتضا ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ایک اسلامی سلطنت کا بیڑا غرق ہو جائے۔ اگر ایسے مسلمان بزرگوں کی موجودگی میں اسلامی سلطنتوں اور بادشاہوں کا بیڑا غرق کرنے ہونے لگے۔ جنکو مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اس کا شتر بے مہار گروہ متقی اور بزرگ سمجھتا ہے۔ تو پھر ایسے بزرگوں کے آنے کا کیا فائدہ۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب مرحوم رح کی موجودگی میں ایک مسلمان بادشاہ کا بیڑا غرق ہوگیا۔ تو اگر انہیں وجوہات کے باعث شتر بے مہار مسلمان روز بروز تنزل کی طرف جائیں۔ تو حضرت مسیح موعودؑ پر کیا الزام۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب رح کا واقعہ ایک سبق ہے۔ شتر بے مہار وہابی گروہ کے لئے۔ کہ اپنے نیک بندوں کو دکھ دینے اور ان کی بات نہ ماننے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں مسلمانوں کو سزا دیتا ہے۔ اور اس بات کی اسے پرواہ نہیں کہ فلاں مسلمان سلطنت کا مالک ہے یا دنیا میں بڑی عزت رکھتا ہے۔ ایسے نام نہاد مسلمانوں کی خدا تعالیٰ کو پرواہ نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی اور تنزل محض اس وجہ سے ہے کہ وہ ان صحیح اصولوں کی طرف نہیں آتے جو قوم کی ترقی کا حقیقی ذریعہ ہیں اور جن کی طرف اس زمانہ کے مجدد نے رہنمائی کی۔ مولوی ثناء اللہ نے خود سردار اور امیر بن کر دیکھ لیا۔ کہ اپنی شتر بے مہار جماعت کے کتنے حصہ پر سرداری کر سکا ہے۔ لوگوں کے بنائے ہوئے سرداروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ باوجود جماعت کثیر ہونے کے وہ اپنی جماعت کی شتر بے مہاری دور نہیں کر سکا اور اس کا شیرازہ درست نہیں کر سکا۔ اس کے خلاف خدا کا بنایا ہوا سردار اکیلا اٹھتا ہے۔ باوجود مولویوں اور پیروں کی سخت مخالفت ہونے کے ایک جماعت تیار کر لیتا ہے اور جماعت بھی ایسی جس کی عمدہ مثال موجودہ مسلمان جماعتوں میں کسی ملک میں نہیں پائی جاتی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی نذیر حسین دہلوی اور سعد اللہ لدھیانوی وغیرہ جیسے سینکڑوں مخالفت کرنے والوں نے کیا بگاڑ لیا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے جماعت احمدیہ ترقی کر گئی۔ اب ثناء اللہ اور ابراہیم کیا کر لیں گے۔ جن کی نظروں کے سامنے ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اور مخالف گروہوں میں سے لوگ متواتر اس طرف آرہے ہیں۔

بیماروں کیلئے درخواست دعا

بابو شیر محمد صاحب، وابستہ عبدالحق صاحب محرران دفتر سیکرٹری ملک کسنتی صاحب محرر دفتر بلڈ یو چند روز سے بیمار ہیں۔ احباب انجمن کے ان نوجوان ناکنوں کی صحت کیلئے دعا کریں۔

خبریں

—— شملہ ۷ ستمبر۔ لابی میں معتبر کا بیان ہے۔ کہ غالباً آرڈیننس بل بدھ کے روز اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ انکم ٹیکس ایکٹ میں ترمیم کے مسودہ پر بحث ۲۱ ستمبر تک ملتوی کر دی جائے گی۔

—— شملہ ۷ ستمبر۔ مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگرسی قیدیوں کی رہائی کے متعلق سوال پر ۲۲ ستمبر کو اسمبلی میں بحث کی جائے گی۔

—— امرتسر ۷ ستمبر۔ چند روز ہوئے مقامی بار ایسوسی ایشن نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ مسٹر ایم۔ ایل ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت میں ڈاکٹر کچلو کی سزا کے خلاف مرافعہ دائر کریں لیکن چونکہ خاص اختیارات کے ہنگامی قانون کے ماتحت جو شخص گرفتار کیا گیا ہو اس کے لئے اس قسم کی اپیل دائر نہیں کی جا سکتی اس لئے کوئی اپیل دائر نہیں کی جائے گی۔

—— حیدرآباد ۷ ستمبر۔ آج شام کو سپیشل ٹرین کے ذریعہ شہزادہ معظم جاہ بمبئی روانہ ہو گئے ہیں۔ جہاں سے آپ یورپ تشریف لے جائیں گے۔ ریلوے سٹیشن پر حضور نظام شاہی خاندان کے دیگر ارکان اور ریزیڈنٹ اور ریاست کے دوسرے افسران موجود تھے آپ یورپ میں قریباً تین ماہ قیام فرمائیں گے

—— نئی دہلی ۷ ستمبر۔ راجہ نریندر ناتھ نے پنجاب کونسل کے ہندو ارکان کے نام مکتوبات ارسال کئے ہیں جن میں ان سے دریافت کیا ہے۔ کہ آیا وہ فرقہ وارانہ فیصلہ کی وجہ سے جو صورت حالات پیدا ہو گئی ہے وہ پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کے لئے سخت تحقیر آمیز ہے۔ اور ہمیں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ اگر ہندو اور سکھ اس موقع پر استعفے دینے کے لئے تیار نہیں۔ تو ہمیں موثر کارروائی کا کوئی اور طریقہ سوچنا چاہیئے۔ اس مکتوب میں سکھوں کی جنگی کونسل کے جلسہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو ۲۳۔ اگست کو لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اور جس میں مقامی مجلس قانون ساز اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کے ارکان سے اپیل کی گئی تھی۔ کہ فیصلہ کے خلاف احتجاج کے طور پر اپنی نشستوں سے مستعفی ہو جائیں۔ نیز ارکان کو کہا ہے کہ اگر آپ اپنے استعفے پیش کرنے کے لئے رضامند ہیں تو مجھے ارسال کر دیں۔ میں انہیں اس وقت تک حکومت کے پیش نہ کروں گا جب تک ممبری پارٹی کے اکثر ارکان کے استعفے موصول نہ ہو جائیں لیکن اگر ارکان اس موقع پر استعفے بھیجنے کے لئے تیار نہ ہوں تو وہ اس جلسہ میں شرکت کریں جو میں منعقد کرنے والا ہوں۔

—— کلکتہ ۷ ستمبر۔ کلکتہ کارپوریشن کی موجودہ میعاد ختم ہونے پر آئندہ کارپوریشن میں مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات کی دفعہ نافذ العمل نہیں رہے گی۔ اور نشستوں کے تحفظ کے ساتھ مخلوط انتخاب رائج ہو جائے گا۔

—— لندن ۷ ستمبر۔ لنکا شائر کے سوتی کارخانوں کی ہڑتال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن برطانی ٹریڈ یونین کانگرس کے فیصلہ کے باعث پہلے سے زیادہ مطمئن ہیں۔ آج کل نیوکاسل میں ٹریڈ یونین کانگرس کا اجلاس منعقد کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ان کے لئے امداد کا بندوبست کیا جائے مختلف یونینوں کی طرف سے چندہ جمع کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ امید ہے پانچ لاکھ پونڈ جمع ہو جائیں گے۔

—— لندن ۷ ستمبر۔ ہندوستان کی تجارت درآمد کی رپورٹ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہندوستان کی درآمد میں برطانیہ کے حصہ میں زیادتی ہوئی ہے۔ یہ رپورٹ ۳۰ جون تک تینوں مہینوں کی تجارت درآمد کے متعلق ہے اور محکمہ تجارت ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اس عرصہ کے دوران میں کل تجارت درآمد ۲۷۷۵۰۰۰ پونڈ ہے جو ۱۹۳۱ء میں اتنے ہی عرصہ کی تجارت درآمد سے تین فیصدی زیادہ ہے۔ اور اس میں برطانیہ کے حصہ میں ۹ء۳۲ فی صدی سے ۲ء۳۵ فیصدی تک اضافہ ہو گیا ہے۔

—— برلن ۷ ستمبر۔ فرانس کے نام جرمنی کی یادداشت شائع ہو گئی ہے اس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ دوسری منزل کے اسلحہ میں تخفیف کر کے تخفیف اسلحہ میں مساویانہ سلوک کا مظاہرہ کیا جاوے۔ جرمنی اس وقت تک کسی مزید تخفیف اسلحہ کی کانفرنس میں شرکت نہیں کرے گا۔ جب تک مساویانہ سلوک کے سوال کا فیصلہ کیا جاتا۔ حکومت جرمنی اپنے ساتھ دوسرے درجہ کی حکومت کا سلوک ہونا برداشت نہیں کر سکتی۔

—— امرتسر ۸ ستمبر۔ سول کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ مختلف ذرائع سے تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا ہے۔ کہ اگرچہ سکھوں کی بہت بڑی اکثریت فرقہ وار فیصلہ پر ناراض ہے۔ لیکن ان میں سے صرف چند ایک اشخاص جنگی کونسل کے تازہ فیصلہ کی حمایت میں ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اس پر مشکل عمل کیا جا سکتا ہے مجالس قانون ساز سے صرف چند ایک ارکان کا مستعفی ہو جانا مضحکہ خیز ثابت ہوگا۔ کانگرس یہی طریقہ کئی مرتبہ اختیار کر چکی ہے لیکن کچھ کامیابی نہیں ہوئی تھی اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ تمام سکھ ارکان بحیثیت مجموعی مستعفی ہو جائینگے

—— شملہ ۸ ستمبر۔ وائسرائے نے والیان ریاست کی ایک کانفرنس طلب کی ہے جس میں فیڈریشن وغیرہ مسائل پر بحث ہوگی یہ کانفرنس ہز ایکسیلینسی کی صدارت میں ۲۰ ستمبر کو شملہ میں منعقد ہوگی۔

—— لاہور ۹ ستمبر کل لوکو شاپ کے سامنے دست بدست جنگ ہوئی کالیہ کی پارٹی دوسری پارٹی کے ساتھ لڑ پڑی حتیٰ کہ کالیہ خود بھی مجروح ہو گیا۔

—— شملہ ۸ ستمبر حکومت ہند نے وزیر ہند کی تصدیق پر فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ انڈین فارسٹ سروس کی بھرتی کا سلسلہ بند کر دیا جائے اور جب تک ہندوستانی گول میز کانفرنس کی سروس سب کمیٹی کی سفارشات معلوم نہ ہو جائیں آئندہ محکمہ کے کسی ملازم کو ترقی نہ دی جائے۔ اور نہ براہ راست بھرتی کی جائے۔

—— لندن ۸ ستمبر۔ وزیر اعظم کے طبی مشیروں کا بیان ہے کہ وزیر اعظم کے لندن واپس آنے کے بعد جو معائنہ کیا گیا۔ وہ اطمینان بخش ثابت ہوا ہے۔ اور ان کی صحت عمدہ اور آنکھوں کی حالت اچھی ہے۔

—— انبالہ ۷ ستمبر۔ جلالۃ الملک نادر خان غازی کے خسروانہ ایماء پر رائے بہادر رنا لال آف دی اپر انڈیا گلاس ورکس افغانستان میں صنعت شیشہ گری کے اجراء کے امکانات کا مطالعہ کرنے کیلئے کابل جا رہے ہیں آپ شاہی مہمان ہونگے

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت نہ منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددین کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۶

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ خیریت سے ہیں۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب آجکل دہلی میں فروکش ہیں آپ کے ایک مضمون میں جو ۷ ستمبر کے پرچہ میں "رسول اور نبی اور محدث" کے عنوان سے شائع ہوا دو جگہ "اصطلاحی" کا لفظ غلطی سے "استطلاحی" لکھا گیا۔ قارئین کرام درست فرمالیں۔ اپنے ایک تازہ خط میں ڈاکٹر صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ "اخبار میں یہ تحریک کریں کہ جو صاحب اپنے کسی عزیز کی وفات کی خبر دفتر اخبار کو دیں وہ ساتھ ہی اپنا پتہ یا میت کے ورثا کا پتہ بھی ضرور لکھ دیا کریں تاکہ انہیں تعزیت اور ہمدردی کا خط لکھا جا سکے۔ کئی ایک احباب کی موت کی خبر پڑھ کر دل چاہتا ہے کہ ان کے ورثا کو خط لکھوں لیکن پتہ نامعلوم۔ اسلئے احباب آئندہ میت کے ورثا کا پتہ ضرور لکھ دیا کریں۔

اخویم شیخ انعام الحق صاحب چند دن کی رخصت پر باہر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ چند مشکلات اور ذہنی تکالیف میں مبتلا ہیں احباب ان کے لئے دعا فرمائیں۔

مولانا عصمت اللہ صاحب شملہ سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ وہاں بعض غیر از جماعت مولویوں کے ساتھ تحریری بحث و مناظرہ کا سلسلہ بہت مفید ثابت ہوا۔ مولوی صاحب ممدوح نے اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا ٹریکٹ بھی شائع کیا ہے۔ جس میں قرآن کریم اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق مولویوں کے عجیب و غریب اعتقادات نقل کئے ہیں۔

لائل پور میں ۱۸ ستمبر کو بروز اتوار جماعت کی طرف سے ایک جلسہ منعقد ہونے والا ہے جس میں حضرت مولانا مولوی صدر الدین، مولانا عصمت اللہ صاحب، شیخ محمد یوسف صاحب گرنمتی، میر مدثر شاہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب شامل ہوکر اپنی تقاریر سے مستفید فرمائیں گے۔ لائل پور اور گردو نواح کے دوستوں کو اس جلسہ میں خود بھی شامل ہونا چاہیئے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

جرمنی میں تبلیغ اسلام

ایک جرمن نومسلم کا لیکچر

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب گرامی

گزشتہ جمعہ کو بتاریخ ۱۹ اگست جرمن مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام لیکچر ہوا۔ اس دفعہ مقرر صاحب ایک جرمن مسلم مسٹر خالد زائلر تھے۔ لیکچر کا عنوان تھا "میں مسلمان کیوں ہوا؟" ۸ بجے شب لوگ جوق در جوق لیکچر ہال میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ½۸ بجے تقریباً سارا کمرہ حاضرین سے پر ہو گیا۔ خاکسار نے جلسہ کا افتتاح قرآن کریم کی سورہ بقر کی آخری آیات سے کیا اور ان آیات کا جرمن ترجمہ سنایا۔

اسلام کی غلامی دیگر مذاہب کے مطالعہ کے بعد

ڈاکٹر حمید مارکوس صاحب صدر جرمن مسلم سوسائٹی نے چند فقرات میں لیکچرار صاحب کا تعارف کرایا۔ جس کے بعد مقرر صاحب نے اپنا مضمون پڑھنا شروع کیا۔

آپ نے سب سے پہلے اپنی زندگی کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح آپ کی نشوونما ایک عیسائی گھرانے میں ہوئی اور آپکو توریت و انجیل کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ مگر یہ ناقص تعلیم ان کی تشفی نہ کر سکی جس پر انہوں نے اور مذاہب کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ مثلاً بدھ مت، ہندو مذہب وغیرہ مگر ان تعلیمات کو ناقص اور ناقابل عمل پاکر انہوں نے بالآخر اسلام کا علم حاصل کرنا شروع کیا۔ اور چند سال کے مطالعہ کے بعد اسلام کی غلامی اختیار کرنے کا فخر حاصل کیا۔ اب ان کو مسلمان ہوئے کم و بیش بیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اور آج وہ اس قابل ہیں کہ اس مجمع کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

اسلام کی طرف کھینچنے والی چیزیں

اس تمہید کے بعد لیکچرار صاحب نے اسلام کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ بالخصوص کونسی وہ باتیں تھیں جنہوں نے ان کے دل کو اپنی طرف کھینچا۔ توحید باری تعالیٰ، اخوت اسلامی، اسلام کے تمدنی اور معاشرتی اصول۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی باتیں ہیں جو ان کو صرف اسلام میں ہی نظر آئیں۔ اور جنہوں نے ان کے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ آج انہیں مسلم کہلانے کا شرف حاصل ہے۔ آخر میں آپ نے جرمن مسلم مشن، جرمن مسلم سوسائٹی کے کاموں کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کس طرح ان ہر دو کے ممنون احسان ہیں۔

اسلام اور علم

لیکچر کے اختتام پر حسب معمول، سوال و جواب کا موقع دیا گیا۔ جس پر بعض احباب نے سوالات کئے۔ جن کا انہیں تسلی بخش جواب دیا گیا۔ حاضرین میں ایک عیسائی پادری صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے وہی پرانے اعتراضات کئے جن کا بارہا جواب دیا جا چکا تھا۔ ان اعتراضات میں سے ایک قابل ذکر اعتراض یہ تھا کہ اسلام نے حصول علم کے متعلق کچھ نہیں کہا اور اس کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ یہ اعتراض خود عیسائی مذہب پر خوب چسپاں ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم

باقی بر صفحہ ۴ کالم ۱

تحریک مستقل ریزرو فنڈ انجمن

یہ تحریک تین چار سال سے انجمن کے زیرِ غور رہی۔ ابتدا میں یہ تجویز کی گئی کہ ہر صیغہ انجمن اپنی ماہوار آمدنی سے ایک حصہ الگ کر دیا کرے جو لازماً ریزرو فنڈ میں چلا جایا کرے۔ چنانچہ اس پر عمل تو ہوتا رہا لیکن نقد رقم نہ بچ سکی، اور صیغوں نے اپنی سابقہ آمدنی سے یہ بچت نہ نکالی بالآخر اس کو متروک کر کے فروری ۱۹۳۱ء میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جملہ احباب سے یہ درخواست کی کہ وہ دو طریق پر اس فنڈ کے لئے کچھ مزید بوجھ اپنے ذمے لیں۔

اول ۔ ہر ممبر جماعت جس میں چھوٹے بڑے عورتیں اور مرد سب شامل ہوں، ایک آنہ ماہوار فی کس کے حساب سے زائد چندہ ادا کیا کریں جس میں انہیں تو چنداں تکلیف نہ ہوگی لیکن دس سال میں قوم ہزاروں روپے کی مالک ہو جائے گی۔

دوم ۔ ہر دوست ایک آنہ والی رسید بکوں پر دوسروں سے چندہ فراہم کر کے بھجوائے اور کم از کم ایک آنہ یومیہ ضرور فراہم کرے۔

خدا کے فضل سے یہ تحریک نہ صرف قائم چلی آتی ہے بلکہ کامیاب ہو چکی ہے اور اس وقت ۔۔۔ ۱۹۱۴ روپے اس میں جمع ہو کر نقد موجود ہیں۔ جن احباب نے بالخصوص اس میں حصہ لیا ہے۔ ان کا ذکر حسب ذیل کیا جاتا ہے:-

بذریعہ فراہمی رسید بکس

نمبر شمار	نام	۱۹۳۰-۳۱ء آنہ	روپیہ	۱۹۳۱-۳۲ء آنہ	روپیہ
۱	ڈاکٹر بنی بخش صاحب لاہور	۴	۳۶	۵½	۲۲۳
۲	میاں نصیر احمد صاحب خلف شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب لائلپور	۱۱	۴۲		
۳	شیخ عبد المنان صاحب انگلش ویئر ہاؤس لاہور	۴	۳۶		
۴	سید تصدق حسین صاحب بغداد	۴	۷	۱۲	۱۰۳
۵	ڈاکٹر سعید احمد صاحب پشاور	۰	۱۶		
۶	چودھری محمد سعید صاحب ہیڈ ماسٹر ٹھٹھ ٹھگ گھیانہ	۰	۱۲		
۷	چودھری محمد عبد اللہ خانصاحب چک نمبر ۱۴۸	۸	۱۱		
۸	جماعت سفید ڈھیری	۲	۱	۱۲	۱۵
۹	میاں شریف احمد صاحب خلف شیخ مولا بخش صاحب لائلپور	۰	۰	۰	۳۰

ان میں سید تصدق حسین صاحب نے مسلسل کام جاری رکھا ہوا ہے۔ اور مزید دس کاپیاں منگوالی ہیں۔

بذریعہ ذاتی چندہ

	نام	آنہ	روپیہ
۱	ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور	۰	۵۰
۲	ڈاکٹر کے۔ اے۔ خانصاحب سکندر آباد	۸	۱۲
۳	مولوی عبد المجید صاحب امام مسجد ووکنگ (لنڈن)	۸	۱۳
۴	پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب مبلغ جرمنی	۸	۷
۵	حضرت مولانا صدر الدین صاحب لاہور	۸	۴
۶	بابو عبد الرحمٰن صاحب ربا دلبر	۰	۳

ان کے علاوہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی معرفت کاپیوں کے ذریعہ سے جلسہ سالانہ پر اور وقتاً فوقتاً وصول ہوتی [illegible] روپے [illegible] فنڈ کے لئے بھی اسی تحریک میں ڈالے گئے۔

جلسہ سالانہ ۱۹۳۱ء پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس میں اس قدر تبدیلی فرمائی کہ یکصد روپے ماہوار آمدنی تک ایک آنہ گھر کے فی ممبر کے حساب تین صد روپے تک آمدنی والے چار آنے فی ممبر کے حساب اور اس سے اوپر آمدنی والے ایک روپیہ فی ممبر کے حساب اس فنڈ کا چندہ باقاعدہ ادا کیا کریں جس کا اعلان بھی کیا گیا۔ اور علیحدہ بھی اطلاع دی گئی لیکن سب جماعتیں اور سب احباب ابھی اس نظام میں شامل نہیں ہوئے جنہیں اس طرف خاص توجہ فرمانے کی ضرورت ہے۔ بالخصوص ان کارکن اصحاب کو جن کے سپرد چندوں کی وصولی کا کام ہے۔ کہ وہ چندہ وصول کرتے وقت اس معمولی سی رقم کو بھی وصول کر لیا کریں جس سے آئندہ بڑی بھاری ضرورت انجمن پوری ہونی موقوف ہے۔ ذیل میں ایک روپیہ یا اس سے زائد ماہوار باقاعدہ دینے والے ممبران کا ذکر خاص شکریہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو درحقیقت اس فنڈ کی عمارت کے بانیوں میں ہیں:-

	نام	ماہوار آنہ	روپیہ
۱	حضرت امیر ایدہ اللہ لاہور	۰	۱
۲	ڈاکٹر الہٰی بخش صاحب لاہور	۰	۱
۳	سید امجد علی شاہ صاحب لاہور	۴/	۰
۴	میاں چراغ دین صاحب لاہور	۸/	۰
۵	خواجہ صلاح الدین محمود صاحب بسمہ بیگم صاحبہ لاہور	۰	۱
۶	مولوی عزیز بخش صاحب لاہور	۴/	۰
۷	مولانا محمد یعقوب خانصاحب لاہور	۴/	۰
۸	سید غلام مصطفٰے شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر لاہور	۴/	۰
۹	پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب لاہور	۴/	۰
۱۰	ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور	۴/	۰
۱۱	ڈاکٹر شیخ غلام حیدر صاحب لاہور	۴/	۰
۱۲	ڈاکٹر شجاعت علی صاحب لاہور	۴/	۰
۱۳	چوہدری محمد اسحاق صاحب لاہور	۴/	۰
۱۴	بابو غلام حسین صاحب مزنگ لاہور	۴/	۰
۱۵	بیگم صاحبہ ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور	۴/	۰
۱۶	بیگم صاحبہ ڈاکٹر سید غلام مصطفٰی شاہ صاحب لاہور	۴/	۰
۱۷	چوہدری سلطان علی صاحب جالندھر	۸/	۱
۱۸	مولوی عبد الرحمٰن صاحب جالندھر	۸/	۱
۱۹	شیخ رحمت الٰہی صاحب جالندھر	۰	۱
۲۰	مسٹر متاز احمد صاحب فاروقی کلکتہ	۰	۱
۲۱	مسٹر ظہیر احمد صاحب فاروقی سورت	۰	۱
۲۲	شیخ عبد الرحمٰن صاحب سب جج دہلی	۰	۱
۲۳	خانصاحب شیخ عبد الواحد صاحب دہلی	۴/	۰
۲۴	میاں محمود علی صاحب دہلی	۴/	۰
۲۵	شیخ محمد حیات صاحب شیخوپورہ	۰	۱
۲۶	خان بہادر میاں غلام رسول صاحب جھنگ	۰	۱
۲۷	چوہدری محمد سعید صاحب ٹھٹھ جھنگ	۴/	۰
۲۸	قاضی ثناء اللہ صاحب لاہور چھاؤنی	۰	۱
۲۹	بابو لال دین صاحب لاہور چھاؤنی	۴/	۰
۳۰	مرزا جلال احمد صاحب جبڑ دلہ	۰	۱
۳۱	ڈاکٹر سعید احمد صاحب پشاور	۰	۱
۳۲	قاضی سمیع اللہ صاحب سرگودھا	۰	۱
۳۳	ملک خدا بخش صاحب منٹگمری	۱۰/	۰
۳۴	حافظ عبد الکریم صاحب ہیڈ ماسٹر منٹگمری	۴/	۰
۳۵	چوہدری محمد اصغر صاحب ٹھیکیدار سیالکوٹ	۰	۱
۳۶	حاجی ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹ	۷/	۰
۳۷	چوہدری فتح خاں صاحب گلگت	۱۰/	۰
۳۸	شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد	۱۰/	۰
۳۹	چوہدری غلام حسن صاحب لویری والا	۱۱/	۰
۴۰	منشی غلام نبی صاحب لویری والا	۴/	۰
۴۱	منشی عطاء اللہ صاحب مدرس ″ ″	۵/	۰
۴۲	ماسٹر عطاء الٰہی صاحب مدرس بٹالہ	۶/	۰
۴۳	چوہدری عبد الحق صاحب بٹالہ	۴/	۰
۴۴	ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند	۴/	۰
۴۵	سید عبد الجبار شاہ صاحب دربند	۴/	۰
۴۶	بابو عبد الرحمٰن صاحب جہلم	۹/	۰
۴۷	میاں شمس الدین صاحب جہلم	۴/	۰
۴۸	سید الف شاہ صاحب رضنی گورالی	۴/	۰
۴۹	مولوی محمد فردوس صاحب ٹیری	۶/	۰
۵۰	عبد الاکبر خاں صاحب شبقدر	۷/	۰
۵۱	عبد العزیز خاں صاحب ملتان	۵/	۰
۵۲	منشی ثناء اللہ صاحب امرتسر	۴/	۰
۵۳	شیخ عطا محمد صاحب امرتسر	۴/	۰
۵۴	محمد اکبر خاں صاحب تھانہ چوچک	۴/	۰
۵۵	میاں خان محمد صاحب انبالہ شہر	۴/	۰
۵۶	منشی احمد علی صاحب ساڈھورا	۴/	۰
۵۷	مظفر خاں صاحب ہریانہ	۴/	۰
۵۸	ڈاکٹر مہدی حسن صاحب گنجپورہ	۴/	۰
۵۹	شیخ عبد الحق صاحب سب جج کرنال	۴/	۰
۶۰	محمد حسین موسٰے خان صاحب خیرپور	۴/	۰
۶۱	پروفیسر شیخ محمد فاضل صاحب اسلامیہ کالج	۴/	۰
۶۲	پیرزادہ مصباح الدین احمد صاحب گوانہ	۴/	۰
۶۳	چوہدری سلطان علی صاحب ٹنڈہ مٹھا خاں	۴/	۰
۶۴	مولوی آفتاب الدین صاحب نائب امام مسجد ووکنگ	۴/	۰
۶۵	شیخ الٰہ بخش صاحب لائل پور	۴/	۰
۶۶	شیخ فاروق احمد صاحب وکیل لائلپور	۴/	۰
۶۷	ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ	۴/	۰
۶۸	ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ	۴/	۰
۶۹	شیخ محمد حسین صاحب گوجرانوالہ	۴/	۰
۷۰	سید شاہ محمد صاحب منیجر سری گوبندپورہ	۴/	۰
۷۱	شیخ محمد لطیف صاحب شملہ	۴/	۰
۷۲	شیخ اسلام الدین صاحب شملہ	۴/	۰
۷۳	چوہدری یوسف علی صاحب چونیاں	۴/	۰
۷۴	ماسٹر انعام اللہ خاں صاحب لورالائی	۴/	۰
۷۵	ڈاکٹر عزیز احمد صاحب راجندگاؤں	۴/	۰
۷۶	بابو عبد الرحمٰن صاحب ایبٹ آباد	۴/	۰
۷۷	منشی نور محمد صاحب شجاع آباد	۴/	۰
۷۸	مرزا مسعود بیگ صاحب بمبئی	۴/	۰
۷۹	بیگم صاحبہ سید ممتاز علی شاہ صاحب گوجرانوالہ	۸/	۰
۸۰	سردار غلام رسول خانصاحب ہوشیارپور	۴/	۰

جلد ۲۰ | یوم پنجشنبہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۵۶

فرقہ وار فیصلہ اور مسلمان

کیا مسلمانوں کے ساتھ رعایت ہوئی ہے

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

"ٹربیون" ۹ ستمبر کے ایڈیٹوریل نوٹ میں وائسرائے کی تقریر پر تنقید کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ اوارڈ میں مسلمانوں کے ساتھ رعایت ہوئی ہے اور ہندوؤں کے ساتھ ناانصافی اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پنجاب میں مسلمان اکثریت کو کونسل میں اکثریت دے دی گئی ہے۔ لیکن بمبئی اور آسام میں ہندو اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس بات کا اعادہ بہت سے ہندو لیڈروں نے بھی کیا ہے حالانکہ یہ واقعات کے سراسر خلاف ہے اور جس قسم کی اکثریت مسلمانوں کو پنجاب میں ملی ہے اس سے بہتر اکثریت بمبئی اور آسام میں ہندوؤں کو ملی ہے۔

واقعات یہ ہیں کہ کسی صوبہ میں ہندوؤں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہیں کیا گیا لیکن ایک صوبہ میں مسلمان اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیا گیا ہے یعنی بنگال جہاں ۵۴ فیصدی مسلمان اکثریت کو ½۴۷ فی صدی اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور مخصوص حلقہ جات بھی کوئی ایسے نہیں جہاں سے ایک فیصدی مسلمان بھی آسکیں۔ پھر چار صوبوں میں ہندوؤں کو کھلی آئینی اکثریت دے دی گئی ہے، یعنی مدراس۔ ممالک متحدہ۔ بہار و اڑیسہ۔ ممالک متوسط۔ بمبئی پانچواں صوبہ ہے۔ جس میں ہندوؤں کو آئینی اکثرت حاصل ہے لیکن ذرا نام کے فرق سے یعنی ۲۰۰ میں سے ۹۷ نشستیں ہندوؤں کو عام نشستوں کے نام سے حاصل ہیں۔ اور ۱۰ اچھوت اقوام کے نام سے یعنی کل ۱۰۷۔ اب یہ فرق صرف دکھانے کا ہے۔ اچھوت اقوام ایسے ہی ہندو ہیں جیسے دوسرے ہندو۔ لیکن صرف ایک اس امتیاز کے رکھ دینے کی وجہ سے یہ پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ ناانصافی ہوئی۔ کہ بمبئی میں انکی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا۔ آج تک کسی ہندو لیڈر نے ان اقوام کو غیر ہندو قرار نہیں دیا۔ مردم شماری کرتے وقت انہیں ہندو قرار دیا جاتا ہے اور کونسل کی نشستوں میں انہیں غیر ہندو قرار دیا جاتا ہے بات تو دونوں میں سے ایک ہی درست ہو سکتی ہے۔ اگر یہ اقوام ہندو ہیں تو اس صورت میں صوبہ بمبئی میں ہندوؤں کو آئینی اکثریت حاصل ہے اور اگر یہ غیر ہندو ہیں تو پھر ہندوؤں کی مردم شماری سے بھی ان کو خارج کر دینا چاہیئے۔ اور اس صورت میں مردم شماری میں بمبئی میں ہندو اکثریت قائم نہیں رہ سکتی۔ علاوہ ازیں جب ہم مخصوص حلقوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں صوبہ بمبئی میں تجارت کی ۷ نشستوں میں سے ۳ ہندوؤں کی ہیں باقی یورپین۔ بڑے زمینداروں کی ۲ نشستیں ہیں ان میں سے ۲ یقیناً ہندوؤں کی ہیں۔ لیبر کی ۷ نشستیں ہیں۔ ان میں سے ۷ ضرور ہندوؤں کی ہیں۔ یونیورسٹی کی ایک نشست ہے۔ وہ بھی ہندوؤں کی ہے۔ تو عملی رنگ میں یہ ۱۳ نشستیں اور ہندوؤں کو حاصل ہیں، اور یوں کل ۲۰۰ نشستوں میں سے ۱۲۰ ہندوؤں کو حاصل ہیں اور ان کی عملی اکثریت بمبئی میں ۶۰ کی ہوئی۔ مگر باہیں کہا جاتا ہے کہ بمبئی میں ہندو اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

اب آسام کو لو۔ وہاں ۱۰۸ نشستوں میں سے ۴۴ عام نشستوں کے نام سے اور ۴ اچھوت اقوام کے نام سے ہندوؤں کو حاصل ہیں۔ یعنی کل ۴۸۔ تو گو یہاں آئینی اکثریت حاصل نہیں مگر مخصوص حلقوں کے ذریعہ سے عملی رنگ میں ان کو اکثریت حاصل ہے۔ ۱۱ نشستیں تجارت کی ہیں جن میں ۸ یورپین اور ۳ ہندوؤں کی ہوں گی۔ ۹ پسماندہ علاقہ جات کی ہیں۔ وہ غالباً سب کی سب ہندوؤں کو جائیں گی۔ ممکن ہے ایک آدھ عیسائیوں کے ہاتھ چلی جائے۔ ۴ لیبر کی ہیں، وہ سب ہندوؤں کے ہاتھ میں جائیں گی۔ اور کل نشستیں ہندوؤں کے ہاتھ میں ۱۰۸ میں سے ۶۰ کے قریب قریب ہوں گی۔ گویا انہیں آسام میں بھی عملی اکثریت ۵۵ فیصدی حاصل ہوگی۔

اس کے بالمقابل مسلمانوں کو صرف ایک صوبہ سرحد میں جو ایک نہایت چھوٹا سا صوبہ ہے آئینی اکثریت ملی ہے۔ پنجاب میں انہیں آئینی اکثریت نہیں ملی۔ عملی اکثریت کی توقع ہے جو صرف تین یا زیادہ سے زیادہ پانچ کی ہوگی مگر اس پر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ رعایت ہوئی ہے۔ حالانکہ ہندوؤں کی عملی اکثریت کسی صوبہ میں اتنی کم نہیں جتنی مسلمانوں کی پنجاب میں ہے۔

مختصراً یہ کہ ہندوؤں کی اکثریت کو کسی صوبہ میں اقلیت میں تبدیل نہیں کیا گیا۔ مسلمانوں کی صوبہ بنگال کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ہندوؤں کو آئینی اکثریت پانچ صوبوں میں حاصل ہے۔ مسلمانوں کو صرف ایک چھوٹے سے صوبہ سرحد میں جس ایک صوبہ میں ہندوؤں کو آئینی اکثریت نہیں ملی۔ وہاں بھی ان کی عملی اکثریت ۱۲ کی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو جس صوبہ میں عملی اکثریت دی گئی ہے وہ صرف تین یا پانچ کی ہے۔ اور ابھی کہا یہ جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ اور کہ مسلمانوں کا گورنمنٹ کے ساتھ کوئی خفیہ معاہدہ ہے۔ ہمارے علم میں تو ایسا کوئی معاہدہ نہیں۔ لیکن اگر ہے تو پھر مسلمانوں کو سمجھ آجائے گی کہ انگریزوں کے ساتھ خفیہ معاہدہ کرنیوالوں کی نسبت ان کے خلاف خفیہ سازشیں کرنے والے فائدہ میں رہتے ہیں۔

گاندھی جی اور اچھوت

مہاتما گاندھی نے یرودا جیل سے وزیر اعظم کے ساتھ جو خط و کتابت فرقہ وار حقوق کے فیصلہ کے متعلق کی ہے وہ شائع ہو چکی ہے اس میں یہ دیکھنا موجب حیرت ہے کہ گاندھی جی نے اچھوتوں کی علیحدہ نیابت کو منسوخ کرانے کے لئے فاقہ کشی کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ:۔

"اگر اچھوتوں کو جداگانہ نیابت دے دی گئی تو میرے لئے ضروری ہوگا کہ میں برت رکھ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کروں"

یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"میں صرف پانی یا سوڈا اور نمک والا پانی استعمال کروں گا۔ یہ برت ختم ہو جائے گا اگر حکومت برطانیہ خود بخود یا رائے عامہ سے متاثر ہو کر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے گی۔ وہ پست اقوام کی جداگانہ نیابت کی سکیم واپس لے لے اور انہیں مخلوط نیابت عطا کرے جس میں حق رائے دہی کافی وسیع ہو۔ اگر اس میں مجوزہ ترمیم نہیں کی گئی تو آئندہ ۲۰ ستمبر کی دوپہر سے برت شروع ہو جائے گا"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ گاندھی جی اچھوت اقوام کو کسی طرح اوپر اٹھتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے۔ فرقہ وار فیصلہ میں اچھوتوں کو جو حق نیابت دیا گیا ہے وہ بہت ہی محدود ہے۔ عام طور پر ہندوؤں کے ساتھ ہی ان کو بھی ووٹ دینے کا حق دیا گیا ہے۔ لیکن بعض صوبوں میں انہیں علیحدہ بھی حق انتخاب دیا گیا ہے جو بہت ہی محدود ہے۔ افسوس ہے کہ گاندھی جی اس کو بھی برداشت نہ کر سکے اور خودکشی پر اتر آئے۔

وزیر اعظم نے ان کے اس عزم پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ہندو قوم اور خود گاندھی جی کیلئے باعث شرم ہیں۔ لکھا ہے:۔

"اچھوت طبقہ کی نمائندگی کے مسئلہ پر ہم نے خوب غور کیا۔ اچھوت طبقہ کی بے شمار اپیلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان کی پستی اور اس سلوک کے جو اس سے کیا جاتا ہے اور جس کا آپ نے بھی اعتراف کیا تھا ہم نے انہیں لیجسلیچر میں مناسب نمائندگی دے کر ان کے تحفظ کا بندوبست کرنا اپنا فرض سمجھا اور اس میں ہم نے اس بات کی پوری پوری احتیاط کی کہ یہ طبقہ ہندو دنیا سے بالکل علیحدہ نہ ہو جائے"

آگے چل کر لکھا ہے کہ:۔

"اچھوتوں کے لئے خاص فائدہ یہ ہے کہ وہ عام ہندو حلقوں کے علاوہ خاص حلقوں کی طرف سے بھی اپنے نمائندے کونسلوں میں بھیج سکتے ہیں۔ آپ کی فاقہ کشی کے فیصلہ کا مقصد یہ ہے کہ اچھوتوں

کو چند نشستیں کونسلوں میں نہ ملیں "

قابل غور بات ہے۔ اچھوتوں کی پستی اور ذلت آمیز سلوک کو دیکھ کر ایک غیر قوم کے انسان کا دل پسیج جاتا ہے۔ اور وہ چند علیحدہ نشستیں انہیں دیتا ہے تاکہ وہ بھی اپنی آواز حکومت تک پہنچا کر اپنی بہتری اور ترقی کا سامان کر سکیں۔ لیکن گاندھی جی کو جو اچھوتوں کے سب سے بڑے خیرخواہ اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں یہ کسی طرح گوارا نہیں۔ اور وہ اس کی مخالفت میں فاقہ کشی کر کے خودکشی کر لینے کے لئے بھی تیار رہیں۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے۔ کہاں کا انصاف ہے۔ کیسی عالی حوصلگی اور مردانگی ہے؟ کیا مسلمانوں پر فرقہ پرستی کا الزام دینے والے بتا سکتے ہیں کہ گاندھی جی کا اچھوتوں کے معاملہ کو زیادہ تر اخلاقی اور مذہبی قرار دیکر اونچی ذات کے ہندوؤں کی پاس داری کرنا قومیت پرستی کا کونسا شعار ہے؟ کل تک تو کہا جا رہا تھا کہ کانگریس میں مذہب کو کوئی دخل نہیں۔ آج کانگریس کا قائد اعظم اعلیٰ اور ادنےٰ ذاتوں کی تقسیم کو بھی مذہبی رنگ دیکر سیاسیات میں داخل کرنا چاہتا اور ہندو مذہب کی خاطر مرمٹنے کو تیار ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

ضروری اطلاع

گذشتہ فروری اور مارچ ۱۹۳۲ء میں جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور خان بہادر میاں غلام رسول صاحب نے تکلیف فرما کر بڑی بڑی جماعتوں میں تنظیم جماعت اور باقاعدگی انتظام چندہ کے لئے دورہ فرمایا تھا۔ اس وقت جماعتوں نے چندہ کے جو وعدے فرمائے تھے ان پر پورا پورا عملدرآمد نہیں ہوا۔ ماسوا اس کے کچھ حصہ کام کا باقی رہ گیا تھا۔ اس لئے اکتوبر ۳۲ء میں جناب ڈاکٹر صاحب مولوی عصمت اللہ صاحب اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب کا دوبارہ جماعتوں میں دورہ کرنے کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ سب احباب اور کارکن اصحاب ابھی سے اپنی اپنی جگہ مستعدی اختیار فرما کر کام کو درست حالت پر لانے کی کوشش فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ۔

آنریری افسر تحصیل

بقیہ صفحہ ۱

کے واقعہ پیدائش کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ انجیل میں آتا ہے کہ خدا نے آدم کو علم کے درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا۔ کیونکہ خدا کو خود ڈر تھا کہ اگر آدم نے علم حاصل کرنا شروع کر دیا تو وہ خدا سے زیادہ عالم ہو کر خدائی کا دعویٰ کرنے لگ جائے گا اور اس طرح خدا کی خدائی کرکری ہو جائے گی۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی خدا تحصیل علم کے خلاف ہی نہیں بلکہ اس کو ڈر ہے کہ اگر آدم نے علم حاصل کر لیا تو اس کی خدائی کو جواب مل جائے گا اس کے برخلاف اسلام نے جس درخت کی ممانعت کی ہے وہ فساد۔ لڑائی ۔ جھگڑے کا درخت ہے۔

جلسہ الحمد للہ خوب کامیاب رہا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

[illegible] سے پیاسا رکھنا چاہتے ہیں۔ دست برداری کی ترغیب دیں۔ [illegible] مذہبی اچھوتوں کا [illegible] ہے۔ [illegible] پرکاش ۴ ستمبر

ہندو دنیا

ہندو جاتی کیوں گر رہی ہے

گذشتہ دو تین مردم شماریوں کے اعداد دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ ہندو ہر حالت میں اور ہر پہلو میں اور ہر صیغہ میں بجائے ترقی کی طرف جانے کے تنزل کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ ہم ہندوؤں کو مشورہ دینگے کہ وہ اپنی حالت کو سوچیں۔ اور خواب خرگوش کو تیاگیں۔ وہ خیال کہ کوئی مہاپرش آکر ہماری سدھ لے گا۔ دل سے نکال دیں۔ یہ زمانہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہونے کا ہے۔ ہم کچھ کارن نیچے لکھ دیتے ہیں۔ ان پر وچار کرنا چاہیئے۔ اور ان کو دور کرنا چاہیئے۔

۱۔ ودھواؤں کی شادی نہ کرنا۔

۲۔ جات پات کے بندھن کو نہ توڑنا۔

۳۔ اپنے اخراجات کو قابو نہ رکھنا۔ اور شادی کی خاطر مذہب تبدیل کر لینا۔

۴۔ افلاس کے کارن دور نہ کرنا۔

۵۔ محنت کے پیشے اختیار نہ کرنا۔

۶۔ نشیلی اشیاء کا استعمال کرنا۔

۷۔ ۵۵ لاکھ سادھوؤں کا قوم پر بوجھ ہونا۔

۸۔ عورتوں کی بیکاری اور فیشن پرستی۔

۹۔ ادنیٰ اقوام کے ساتھ بدسلوکی۔

۱۰۔ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا۔

۱۱۔ دھرم سے گراوٹ اور ناول پڑھنے کا شوق۔

۱۲۔ مل کر نہ رہنا وغیرہ وغیرہ۔

(آریہ گزٹ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۲ء)

اسلامی حکومت کی آمد میں!

پنجاب میں اسلامی حکومت کی آمد میں ہندوؤں اور سکھوں کو پہلی قربانی اپنے اچھوت حصہ کی کرنی ہوگی۔ کیونکہ جب اچھوتوں کو معلوم ہو رہا ہے۔ کہ یہاں ہم انسانی حقوق سے بھی محروم ہیں۔ اور وہاں انسانی حقوق ہی نہیں ملیں گے۔ بلکہ حکومت میں حصہ بھی ملے گا۔ تو انہیں ہندوؤں اور سکھوں کی بے عبادتی سہنے کی کیا ضرورت ہے یہ قیاس ہی قیاس نہیں۔ ابتدا شروع ہو گئی ہے۔ جیسے رو داسئے اور مذہبی سکھوں کے اس سلوک ناروا کا ذکر کر کے جو انہیں ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں سہنا پڑتا ہے "شیر پنجاب" نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

> لہٰذا انہوں نے اب اسلام کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا ہے۔ سیالکوٹ کے بارہ دیہات کے مذہبی رو داسی سکھوں کا ایک ڈیپوٹیشن گذشتہ ہفتہ لاہور آیا۔ اور یہاں کے مسلمان لیڈروں نیز مولویوں سے ملا۔ مسلمانوں نے ان سے سرکاری ملازمتوں وغیرہ میں حصہ کا اقرار کیا۔ اور اب ان تمام دیہات کے سینکڑوں مذہبی سکھ گھرانے مسلمان ہونے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور وہ اکٹھے مسلمان ہونے کا اعلان کرنے والے ہیں۔

سیالکوٹ کے ان مذہبی سکھوں کو مسلمان ہونے دو نہ صرف وہ اچھوت ہی جو ابھی تک ملا نہیں لئے گئے۔ ان کی پیروی پر تیار ہو جائیں گے۔ بلکہ جنہیں ملا کر اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ انہیں بھی ان کے پیچھے جانے کی ترغیب ہو گی۔ اور اس طرح مسلمانی حکومت کی آمد میں ہی ہندوؤں اور سکھوں کو لینے کے دینے پڑ گئے تو مسلمانی حکومت کے عملی طور پر آجانے پر جو بھی ہو تھوڑا ہے۔

(پرکاش ۴ ستمبر ۱۹۳۲ء)

آریہ نوجوانوں سے دو باتیں!

ہر قوم کا مستقبل اس کے نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے نوجوان ہی قوم کے روح رواں ہوا کرتے ہیں۔ جس قوم کے نوجوان خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اس قوم کے برے دن دور ہو جاتے ہیں۔ اور جس قوم کے نوجوان اس کار خیر سے لاپرواہ رہتے ہیں۔ وہ قوم تا قیامت ترقی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ قوم کے بوڑھے آدمی دماغ کا کام دے سکتے ہیں۔ لیکن باہوبل نوجوان ہی ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ اگر کسی خیال کو عمل میں نہ لایا جائے۔ تو وہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ہماری قوم کی کشتی اب منجدھار میں ہے۔ خدایان قوم اسے بچانے کے طریقے وضع فرما رہے ہیں۔ مگر جب تک نوجوان حصہ قوم اس کو بچانے میں بزرگان قوم کی امداد نہ کرے گا۔ یہ کام ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔

ہم آریہ نوجوانوں سے یہی پرارتھنا کریں گے۔ کہ وقت کو پہچان کر اپنے کرتویہ کا پالن کریں۔

(آریہ گزٹ ۴ ستمبر ۱۹۳۲ء)

اچھوتوں پر ظلم

ضلع انبالہ میں اچھوت ادھار کے سلسلہ میں ایک مقدمہ چل رہا ہے۔ اسی ضلع کے ایک اور گاؤں سنگھ پورہ میں عاقبت نااندیش جاٹوں کے اچھوتوں پر مظالم کی خبر آئی ہے۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ مسمی نورنگ سنگھ اور تیل سنگھ کو جاٹوں نے اس اپرادھ میں زدوکوب کیا ہے۔ کہ وہ مقدمہ کورالی میں فریق مقدمہ ہیں۔ اور جاٹوں کے کہنے پر مقدمہ سے دست برداری دینے سے انکاری ہیں۔

سنگھ پورہ کے جاٹوں پر جو الزام لگایا گیا ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے۔ تو ہمیں ان پر غصہ نہیں آتا۔ رحم آتا ہے۔ رحم اس لئے کہ وہ اسی شاخ کو کاٹنے کے درپے ہیں جس پر خود بیٹھے ہیں یعنی وہ اچھوتوں کو مجبور کر رہے ہیں۔ کہ وہ ہندو دھرم کو چھوڑ کر دشمنان ہندو دھرم کی صف میں جا ملیں۔ ہندو ہوتے یہ اچھوت ہندو جاٹوں کے بازو ہیں۔ اور وہ جتنے مضبوط ہوں گے۔ اتنے ہی زیادہ جاٹوں کے کام آئیں گے۔ لیکن اگر انہیں مسلمان ہونے پر مجبور کیا گیا۔ تو وہ غیر مالک ہوتے ہوئے بھی ہر ایک معاملہ میں جاٹوں کی برابری کا دعوےٰ ہی نہیں کریں گے۔ بلکہ مسلم طاقت کے بھروسے وہ انہیں نیچا دکھانے کا ذریعہ بھی بنیں گے۔

ان بے خبر ہندو جاٹوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اچھوتوں کا نہ سہی اپنے مفاد کا خیال کریں۔ اور اپنے مفاد کی خاطر اچھوتوں کو کورالی کے مقدمہ سے دستبردار ہونے کے لئے نہیں۔ بلکہ ان کو جو انہیں پانی

موجودہ تصفیہ حقوق اور مسلمان قوم کی ترقی کا راستہ

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

ہندوستان کی مختلف ہندو مسلم سکھ وغیرہ اقوام کے حقوق کے متعلق جو تصفیہ کا اعلان ہوا ہے۔ اس سے ہندو اور سکھ بھائیوں میں بہت ہیجان ہے۔ کیونکہ اس سے یہ سمجھا جا رہا ہے۔ کہ پنجاب میں مسلم اکثریت کے باعث مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اور یہ ان کے قومی مفاد کے خلاف ہے۔ دوسری طرف مسلمانان پنجاب ایک گونہ مطمئن ہیں۔ کہ انہیں صوبہ میں عملی اکثریت دیدی گئی ہے قطع نظر اس امر کے کہ ہندو اور سکھ بھائیوں کی عادت ہے۔ کہ وہ ذرا ذرا سی بات کے متعلق بے جا شور و غوغا کرتے ہیں۔ تا انکے پروپیگنڈا کا اثر محسوس ہو۔ اور دوسری طرف مسلم قوم کی بھی فطرت میں ایک امر داخل ہو گیا ہے۔ کہ جہاں اس قوم کو تھوڑا سا فائدہ یا آرام مل گیا۔ وہیں یہ قوم غفلت کی نیند سو گئی۔ سب سے پہلا سوال جو ہر وقت مسلم قوم کے سامنے رہنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کسی قوم کو اکثریت ملنے کے صحیح معنے کیا ہیں۔ اگر پنجاب میں اکاون فیصدی کونسل کی نشستیں مسلمانوں کو مل جائیں۔ اور اگر بالفرض چالیس فیصدی حصہ ملازمتوں میں حاصل ہو جائے۔ تو کیا ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہوں گے۔ کہ اس صوبہ میں حکومت مسلمانوں کی ہے اور اگر بالفرض کونسل میں پچاس فیصدی سے کم نشستیں حاصل ہوئیں۔ تو محض اس بنا پر ہم آہ و زاری کرتے۔ کہ مسلمان مٹ گئے۔ سب سے مقدم سوال کسی شخص یا قوم کے متعلق یہ نہیں ہوا کرتا۔ کہ اسے کس قدر حقوق ملنے چاہئیں۔ بلکہ یہ کہ وہ کس قدر حقوق لینے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اور اور بالفرض اگر کسی وقت اہلیت کے سوال کو نظر انداز کر کے کسی قوم کو کچھ حقوق دے بھی دئیے جائیں۔ جن کے ادا کرنے کی اس میں قابلیت نہ ہو۔ تو کیا ایسی قوم کبھی ان حقوق کو قائم رکھ سکتی ہے۔ مسلمانوں کے پاس تو اکاون فیصدی چھوڑ سو فیصدی نشستیں تھیں۔ اور ان کی حکومت ایک صوبہ چھوڑ کل ملک ہندوستان اور پھر تمام روئے زمین پر چھائی ہوئی تھی۔ پھر ایسے وسیع اختیارات اور ایسے عالمگیر حقوق مسلم قوم سے کیوں چھن گئے۔ مسلمانوں کی تمنا یہ تو ہے۔ کہ انہیں کھوئی ہوئی حکومت و طاقت واپس مل جائے۔ لیکن یہ خیال کبھی نہیں آتا۔ کہ وہ حکومت کھوئی کیوں گئی تھی۔ اور اس کی حقیقی بنیاد کس چیز پر ہے کیونکہ یہ امر عیاں ہے۔ کہ ایسی حکومت جو مسلم قوم نے اپنی طاقت سے بنائی تھی۔ اگر وہ چلی جا سکتی ہے۔ تو پھر کسی دوسری قوم کے عطا کردہ حقوق کہاں تک قائم رہ سکتے ہیں۔ جب تک قوم میں وہ امور موجود نہ ہوں جن پر حقیقی طاقت کی بنیاد میں کھڑی ہیں۔

آنحضرت صلعم کی سیرت مبارکہ سے ایک سبق

آنحضرت کے آخری ایام زندگی میں بعض ظاہر پرست طبائع کو یہ شوق پیدا ہوا۔ کہ دیکھو آپ نے نبوت کا دعوےٰ کر کے کس قدر کامیابی حاصل کی ہے۔ اور ملک پر حاکم ہو گئے ہیں۔ شاید نبوت کے دعوے میں کوئی ایسی شے ہے۔ کہ اس سے طاقت و حکومت مل جایا کرتی ہے۔ ہم بھی قسمت آزمائی کر دیکھیں۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کا اعلان کر دیا۔ اور ایک خط رسالتمآب کی خدمت میں بدیں مضمون ارسال کیا۔ کہ اگر آپ میرے ساتھ سلطنت نصف تقسیم کریں تو پھر کوئی جھگڑا فساد نہ رہے گا۔ اور آپ محفوظ ہو جائیں گے۔ مسیلمہ نے دل میں سوچا ہوگا۔ کہ نعوذ باللہ حکومت کے شوق نے آنحضرت سے نبوت کا دعوےٰ کرایا ہے۔ اور اس ادعا میں کوئی ایسا اثر پنہاں ہے۔ کہ دنیا کی حکومتیں مل جاتی ہیں۔ تو وہ نادان بالمقابل ادعائے نبوت کر کے اپنے آپ کو نصف سلطنت کے حقوق کا مالک سمجھنے لگ پڑا۔ آفتاب رسالت نے جو جواب اس کذاب کو دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے لکھا۔ من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب ان الارض للہ یورثھا من یشاء والعاقبۃ للمتقین یعنی محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی جانب۔ ملک خدا تعالیٰ کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے۔ اس کا وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت متقیوں کے لئے ہے۔ کیا ہی جامع اور پر حکمت جواب ہے۔ اگر آج کا کوئی مسلمان اس کا جواب لکھتا۔ تو پہلے تو غیظ و غضب میں آ کر گالیوں کی بوچھاڑ اس پر ڈالتا اور پھر لکھتا۔ کہ تم ہو کون تھی مانگنے والے کہاں سے آ گئے۔ اگر ہمت ہے۔ تو آؤ زور آزمائی کر لو۔ ہمارے اور تمہارے درمیان شمشیر فیصلہ کرے گی۔ آنحضرت نبیوں کے سردار تھے۔ پھر وہ حقیقت کے سوا اور کیونکر کچھ فرما سکتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ تم ہم سے ملک مانگتے ہو۔ ملک تو خدا تعالیٰ کی چیز ہے۔ وہ اپنی مرضی سے وہ جس قوم کو چاہتا ہے ملک کی وراثت دیدیتا ہے۔ مگر خداتعالیٰ کی یہ مشیت اندھا دھند نہیں۔ بلکہ آخری میدان اسی کے ہاتھ رہتا ہے جو متقی ہوتا ہے۔ اب تمہارا اور ہمارا مقابلہ اسی بات میں منحصر ہے۔ کہ ہم میں سے کون متقی ہے۔ اگر تقوےٰ کی زیادتی ہماری اور ہماری قوم کی طرف ہے تو پھر خدائی قانون کے ماتحت ملک کی وراثت ہماری ہے۔ اور اگر تقوےٰ کی دولت سے تم اور تمہارے ساتھی مالا مال ہیں۔ تو پھر تم ہم پر فوقیت لے جاؤ گے۔

حکومت کی اہلیت

غرض آنحضرت نے منشاء قرآن مجید ملکی حکومت و وراثت کی بنیاد تقوےٰ میں بتلائی ہے۔ آج تو دنیا میں یہ دھوکہ پھیلا ہوا ہے۔ کہ جو قوم تعداد میں زیادہ ہو۔ وہی حاکم ہوا کرتی ہے۔ پھر کوئی کہتا ہے۔ کہ جس قوم کے پاس مادی طاقت ہو۔ وہ دوسروں پر حکومت حاصل کر لیتی ہے۔ حالانکہ ہماری آنکھوں کے مشاہدے ہیں۔ کہ یہ دونو باتیں قطعاً غلط ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے انگریز قوم کس قدر تھوڑی ہے۔ اور وہ اپنے سے کتنی بڑی قوموں پر حکمران ہے پھر یہ بھی ہمارا تجربہ ہے۔ کہ جب انسانوں کے دلوں پر سے کسی قوم کی حکومت جاتی رہتی ہے۔ تو پھر کوئی مادی طاقت اس کو قائم نہیں کر سکتی۔ کسی قوم کی حقیقی قوت کا تمام تر انحصار اس کی اخلاقی طاقت پر ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو قرآن مجید نے متذکرہ بالا آیت میں لفظ تقوےٰ سے تعبیر کیا ہے۔ اسی اخلاقی قوت میں حکومت و سلطنت کی اہلیت و قابلیت مضمر ہے۔ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہی وہ گوہر مراد ہے جس سے اس زمانہ کا مسلمان دور بھاگتا ہے۔ اس وقت کے مسلمان کو ایک ہی بات یاد ہے۔ وہ ہے۔ قوت بازو یا تلوار اگر اس کا غصہ بھڑک جائے۔ تو وہ مرنے مارنے پہ تیار ہے۔ لیکن جہاں تعمیر قومی کا سوال ہے۔ وہاں اس کا خون دوسری اقوام پر سبقت لے جانے کے لئے جوش میں نہیں آتا۔ اگر کسی قوم پر سے مشہ بھیڑ کا سوال ہو۔ تو ایک مسلمان جھٹ اس کے لئے تیار ہے۔ اور اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ مگر اسے یہ کہا جائے۔ کہ انفرادی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کرنا چاہیئے۔ یا یہ کہ مسلم قوم میں اتحاد و محبت کا وہ رنگ نظر آنا چاہیئے۔ جو دوسروں میں دکھائی نہ دیتا ہو۔ تو ان باتوں کو وہ سمجھ نہیں سکتا۔ اگر یہ منظور ہو۔ کہ کسی قوم سے ظاہری دھینگا مشتی کی لڑائی ہو۔ تو دیکھو مسلمانوں میں سے کتنے لیڈر قوم کے رہبری پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر لڑائی کسی قوم سے ذہنی و اخلاقی قوتوں میں ہو۔ مثلاً تعلیم میں یا اخلاق میں۔ تو اس میدان میں قوم کی رہبری کے لئے کوئی لیڈر دکھلائی نہ دے گا۔ اور اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمان قوم انتہا درجہ کی ظاہر پرست ہے۔ وہ لڑائی و مقابلہ صرف ظاہری جسمانی زور آزمائی میں سمجھتی ہے۔ اخلاقی و روحانی قوتیں اس کی نظر میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اور دوسرا یہ کہ مسلمان کا جوش محض وقتی و عارضی شے ہے۔ جسمانی مقابلہ کے لئے یہ جوش کافی ہے مگر باطنی جہاد کے لئے وہ جوش درکار ہے۔ جو سینہ میں ہر دم موجزن ہو۔ وہ سوز درکار ہے۔ جو ہر لحظہ اس کی نفس پرستی کی کڑیوں کو جلاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی شے ہے۔ جو بہت مشکل ہے۔ استقلال و صبر کے جوہروں کے بغیر اس راہ میں گذر نہیں۔ اور قربانی و ایثار اس راہ کی پہلی منزلیں ہیں۔

قومی صفات حمیدہ پیدا کرنے کی ضرورت

خود جسمانی لڑائی میں بھی کامیابی کا دار و مدار زیادہ تر اخلاقی جوہروں پر منحصر ہے جس قوم میں صبر۔ اطاعت امام۔ نظام۔ اتحاد کی خوبیاں بڑھ چڑھ کر ہوتی ہیں۔ وہی آخر کار غالب آیا کرتی ہے۔ اور یہ لڑائی بھی کسی قوم کے لئے اس حد تک مفید ثابت ہوتی ہے جس حد تک قوم کے اخلاقی قوتوں کی پرورش ہو۔ اور جہاں اخلاقی قوتیں حد اعتدال سے تجاوز کرنے لگیں۔ اسی وقت قوم کے لئے یہ لڑائی بھی مفید نہ رہے گی۔ مثلاً اگر ایک قوم لڑائی کے ذریعہ بجائے شجاعت کے ظلم و سنگدلی اختیار کر لے۔ اور بجائے آپس میں اتحاد و محبت کے نفاق و خودغرضی اور بجائے اطاعت امام کے خود رائی و خودسری کے خصائل سے متصف ہو جائے۔ تو بھی یہ اس قوم کے مفید مطلب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جس طرح بزدلی و کمزوری کسی قوم کے لئے باعث نقصان ہے۔ اسی طرح سنگدلی اور ظلم اس کے لئے تباہ کن ہے۔ لہذا مسلمانوں کو یہ ضرورت ہے۔ کہ وہ دیکھیں کہ ان کی قوم کونسے اخلاقی جوہروں سے خالی ہے۔ اب یہ تو مسلم امر ہے۔ کہ مسلمان قوم صبر۔ نظام۔ اطاعت امام۔ اتحاد وغیرہ خصائل سے بکلی عاری ہے۔ مگر برخلاف اس کے بزدلی اور کمزوری کا شکار نہیں۔ بلکہ کسی حد تک شجاعت و بہادری کی صفات میں حد اعتدال سے باہر قدم رکھ رہی ہے۔ تو کیا ان حالات میں حقیقت شناس انسان کے نزدیک مسلمان قوم کے لئے یہ مفید ہے۔ کہ اس میں اتحاد و نظام کے اوصاف پیدا کئے جاویں۔ یا یہ مناسب ہے کہ موجودہ وقت میں شجاعت و بہادری پیدا کی جائے۔

روحانیت کا غلبہ مادیت پر

موجودہ زمانہ کی روشن پر اور نئے تدبر سے یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ اس وقت جو قوموں اور ملکوں کی جنگ جاری ہے۔ وہ زیادہ تر علمی و اخلاقی جنگ ہے۔ نہ جسمانی و مادی۔ اگرچہ ظاہر طور پر دھوکے کا امکان ہے۔ کہ جو قوم مادیت میں بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ وہی غالب ہوگی۔ مگر قوموں کے متعلق خداتعالیٰ کے قوانین وہی ہیں جو پہلے تھے۔ اور اگر ابتدا سے قانون قدرت یہ چلا آیا ہے۔ کہ اخلاقی جوہروں میں بڑھنے والی

قوم ہی فاتح و غالب ہوا کرتی ہے۔ تو یقین سمجھیے کہ اب بھی وہی قانون قائم و جاری ہے۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا مگر یہ زمانہ تو خاص طور سے علمی زمانہ ہے۔ اور کوئی قوم اس وقت جو کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ وہ اپنے افراد علم و اخلاق کے باعث ہی کر سکتی ہے۔ اسی واسطے ہندوستان نے بھی اگر کچھ قدم بڑھایا ہے تو وہ اس کے علمی و اخلاقی قوتوں میں اضافہ کی وجہ سے ہے۔ اور جس قدر یہ ملک محروم ہے۔ اس کی وجہ بھی علمی و اخلاقی جوہروں کا فقدان ہے۔ مسلمان قوم دوسری قوم پر سبقت نہیں لے جا سکتی جب تک یہ قوم اخلاقی اوصاف میں دوسری اقوام پر فوقیت حاصل نہ کر لے۔ یہ محض خیال خام ہیں۔ کہ مسلمان کسی دوسری قوم کی مدد سے یا محض اپنے عارضی جوش سے کوئی مستقل فائدہ اٹھانیوالے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کسی فرد یا قوم کا طرفدار نہیں۔ اس کے قوانین اخلاقی میدان میں اسی طرح اٹل و غیر مبدل ہیں جس طرح مادی دنیا میں ان سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جو ان کے ماتحت ہو کر اپنے قوٰی کے پرداخت کرے اور جو قوم یا فرد ان قوانین سے بے پرواہ ہو کر محض دل کی خواہش سے کوئی بات چاہے۔ وہ اسے کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب من یعمل سوءً یجز بہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ وہ لوگ جو موجودہ اعلان تصفیہ حقوق پر مطمئن ہیں۔ نہ تو ان کو خوش ہونے کی ضرورت ہے۔ نہ ہی ان لوگوں کو سب رنج کا موقعہ ہونا چاہیے۔ جو اس تصفیہ کو کسی وجہ سے صحیح نہیں سمجھتے۔ دونوں صورتوں میں شاہراہ عمل ایک ہی ہے۔ اگر کسی مسلمان لیڈر کو کسی قوم سے دلی ہمدردی و محبت ہے۔ تو اسے لازم ہے کہ وہ اس قوم میں اخلاق کی اعلیٰ صفات پیدا کرنے پر اپنی تمام کوششوں کو لگا دے۔ اگر کسی محب قوم کی قلبی تمنا ہے۔ کہ دوبارہ اس قوم میں قوت و شوکت پیدا ہو تو ایک ہی دروازہ میدان عمل کا اس کے لئے کھلا ہے۔ اپنی قوم میں نظام و اتحاد و قومی غیرت و محبت کے جذبات طیبہ کو ترقی دینا جس قوم کی بنیادیں اخلاق و روحانی طاقت پر رکھی گئی ہوں۔ وہ سوائے بنیادوں کی مضبوطی کا ورکیونکر کسی راستہ سے استواری پکڑ سکتی ہے۔ نہ فقط قوت بازو اس کے کام آ سکتی ہے نہ زر و مال کی فراوانی سے وہ عروج پکڑ سکتی ہے۔ نہ کوئی سلطنت و حکومت اسے اٹھا سکتی ہے۔ نہ سلطنت اس کے قبضہ میں آ سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود پر لوگ معترض ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو سلطنت نہیں دلائی حضرت مسیح موعود تو وہی کر سکتے تھے۔ جو ماموران الٰہی کیا کرتے ہیں۔ یعنی قوم کو اس کی صحیح ترقی کی راہ بتلا دیں۔ اور انہوں نے بار بار مختلف پیرایوں میں اس حقیقت کو واضح کر دیا۔ اور اپنی زندگی میں اپنی قوم کو اخلاق کے میدان میں کھڑا کر کے نمونہ قائم کر دیا۔ لیکن اگر قوم اس راستہ پر ہی نہ آئے۔ اور آپ کے بعد اس سبق کو بھول جائے۔ تو آپ کیونکر کسی اور راہ سے کامیابی پر پہنچا سکتے ہیں۔ جو آپ کا مشن نہ تھا۔

از رہ دین پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید ہم از ہیں رہ بایقیں

پنڈت کی ضرورت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو ایک ایسے پنڈت کی ضرورت ہے جو شاستری اور سنسکرت وغیرہ کی تعلیم دے سکے تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی تمام درخواستیں بنام سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں۔

اتحاد المسلمین

اخبار الحکم کا ۱۹۱۱ء میں شائع شدہ ایک مضمون

جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مدیر الحکم کا مندرجہ ذیل مضمون ہمارے قوم دوست بابو غلام قادر صاحب سگنیلر انچارج ریلوے اسٹیشن راولپنڈی نے اخبار الحکم مورخہ ۲۱، ۲۸ ستمبر و ۷ اکتوبر ۱۹۱۱ء جلد نمبر ۱۴ میں سے نقل کر کے بھیجا ہے۔ کیا شیخ صاحب موصوف اور ہمارے دوسرے قادیانی دوست اپنے مشغلہ تکفیر سے چند منٹ کے لئے فارغ ہو کر اپنے ہی لکھے ہوئے اس اعلیٰ اور قیمتی مضمون پر غور فرمائیں گے؟ (مدیر)

قرآن مجید نے مسلمانوں کو بڑے زور سے تاکید کی تھی۔ کہ حبل اللہ کو مضبوط پکڑے رہنا اور تفرقہ نہ کرنا مگر شومئی اعمال نے مسلمانوں کو اس مرکز سے پرے ہٹا دیا اور اس کا نتیجہ وہی ہوا۔ جو قرآن مجید میں پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ فتفشلوا وتذھب ریحکم مسلمان ایسے پھسلے ہیں کہ ان کا سنبھلنا مشکل ہو رہا ہے۔ اور ان کی بندھی ہوئی ہوا ایسی بگڑی ہے کہ بنائے نہیں بنتی میں نے اپنی طاقت اور سمجھ کے موافق اس مضمون پر بہت کچھ لکھا گذشتہ سال الحکم میں عام طور پر اس بحث کو اٹھایا گیا اور موجودہ حالات کے لحاظ سے حضرات علمائے کرام کو متوجہ کیا گیا کہ وہ اغیار کے حملوں کی شدت پر نگاہ کریں کس طرح وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ایسے وقت اور ایسی حالت میں ہمارا منتشر ہونا اور اپنے فروعی اختلافات میں اڑے رہنا سخت نامناسب ہے بلکہ یہ وقت ہے کہ باہمی سخت مخالفت ہوتے ہوئے بھی دشمنوں کے مقابلہ میں ہم معاویہ اور جناب امیر کے طرز عمل کو مدنظر رکھیں اور خدا کے لئے مسلمانوں کو مسلمان رہنے دیں اس امر کی کوشش نہ کریں کہ جزوی اختلافات کی بنا پر فتاویٰ تکفیر جاری کریں بلکہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ غیروں کو داخل اسلام کریں نہ کہ اسلام سے نکالیں علمائے کرام اپنے معزز و محترم اسلاف کے نقش قدم پر چلتے تو اس قسم کی مشکلات پیش نہ آتیں مگر افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس اختلاف نے اس نازک حالت تک مسلمانوں کو پہنچایا کہ ان کی طاقت اندرونی مخاصمتوں میں صرف ہونے لگی اور بیرونی حملہ آور دلیر ہوتے گئے خدا کا شکر ہے کہ آخر یہ آواز جو محض نیک نیتی اور خدا کی رضا کے لئے اٹھائی گئی تھی کسی حد تک بار آور ہوتی نظر آتی ہے۔

ایک انجمن اتحاد المسلمین قائم ہوئی ہے جس کے محرک مولوی حشمت علی دہلوی ہیں میں جب دہلی میں تھا مولوی حشمت علی صاحب سے عموماً اس مضمون پر گفتگو ہوتی اور دہلی اور دہلی کی انجمن خادم المسلمین کی بنیاد اسی اصول پر قائم کی گئی اس طریق کو میں نے دہلی کی انجمن ہدایت اسلام کے سامنے بھی رکھا۔ اور عملی طور پر اسے جاری کرنے کی ان سے خواہش کی گئی مولوی حشمت علی صاحب نے بعد ازاں ایک سفر کیا اور وہ قادیان بھی آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے ان کی اس تحریک کو پسند کیا۔ اب یہ تحریک کسی قدر عملی رنگ اختیار کرنے لگی ہے اور میں اس امر کو خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اسے اپنے اخبار میں شروع کیا ہے اور عملی طور پر انہوں نے مکرمی میر قاسم علی شاہ صاحب ایڈیٹر الحق کے ساتھ ملکر تامن میں ایک ہی پلیٹ فارم پر دشمن اسلام پنڈت بھوجدت آریہ کا مقابلہ کیا ہے ایسی نظیریں نہایت قابل قدر اور واجب العمل ہیں میری سمجھ میں مسلمانوں میں اتحاد ہو جانا بہت آسان ہے اور میں نے ہمیشہ اس نفاق کا ذمہ دار علماء کو قرار دیا ہے ممکن ہے کہ میری رائے غلط ہو مگر میرا خیال ہے کہ بعض مولوی صاحبان اپنا تقدم فرض ہی سمجھتے ہیں کہ وہ دو وقتے بنا کر اپنا الو سیدھا کریں۔ اگر وہ اتحاد بین المسلمین کی ضرورت کو مقدم کریں اور ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمانوں کو آزار نہ پہنچانا اسلام کا شیوہ اور جزو ایمان قرار دے لیں تو یہ مشکل حل ہو جاوے۔

پس اس وقت اگر اتحاد المسلمین کے کام کو زیادہ مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے عملی تدابیر کو اختیار کیا جاوے تو خدا کے فضل سے امید ہے کہ مسلمانوں کے اندرونی اختلافات بھی مٹ جاویں کیونکہ جب باہم ایک دوسرے سے ملنے جلنے کا سلسلہ شروع ہو جاوے تو ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات بھی ہو سکتا ہے اور انسان چونکہ ضد اور ہٹ کے درجہ سے اتر آتا ہے اور نفسانیت اس میں نہیں رہتی اس لئے وہ حق کے قبول کرنے میں دلیری کرتا ہے۔ میری سمجھ میں اگر حضرات علمائے اسلام تھوڑی سی توجہ کریں اور خدا کے لئے امت مرحومہ پر رحم کریں تو اسلام اور اہل اسلام میں ایک نئی زندگی کی روح پیدا ہو سکتی ہے۔

اوّل تکفیر بازی کو چھوڑ دیا جاوے ذرا ذرا سے اختلافات پر جو کفر کے فتوے دیئے جاتے ہیں اس سے عام طور پر رجوع کیا جاوے اور ان فتاویٰ کفر کو اٹھا دیا جاوے۔ عقائد اسلام و ارکان اسلام کی بجا آوری اور ایمان پر بھی کسی اختلاف کو باعث کفر قرار دینا سخت تفرقہ کا موجب ہو رہا ہے یہ بات سے سابقہ ہی نہیں بلکہ غیر مقلد او مقلد اور شیعہ سنی اور احمدی اور غیر احمدی وغیرہ سب ہی یہ بلا پڑی ہوئی ہے پس جو شخص عقائد اسلام پر ایمان لاتا ہے اور ایمان لانے کا اقرار اور اعلان کرتا ہے اور حتی الوسع بجا آوری ارکان اسلام کرتا ہے اس کو کافر نہ کہا جاوے اور عوام کو ایسی بحثوں سے باز رکھا جاوے۔

علمائے اسلام میں اگر تنازعہ ہو تو وہ بطور خود اس کا تصفیہ اپنی مجلس علماء میں کر لیا کریں اگر وہ پسند کریں تو تحریری طور پر بھی ہوتا رہے۔ مگر ان تحریروں اور تقریروں میں تشدد اور ذاتی حملوں کو آڑ بنا کر حق کو پوشیدہ نہ کیا جاوے نہایت تہذیب اور شائستگی سے ایسی بحثیں اخبارات و رسالجات میں جاری رہ سکتی ہیں۔

دوم مساجد میں آنے اور نماز پڑھنے کی مخالفت اٹھا دی جاوے یہ نہایت ہی خطرناک غلطی مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہے اور میں اس کے کہنے میں مضائقہ نہیں دیکھتا کہ اس کا ابتدا حضرات مقلدین کی طرف سے ہوا۔ انہوں نے پہلے اہل حدیث کو اپنی مسجدوں سے نکالنا شروع کیا اب تک بھی مجھے دہلی میں یہ خطرناک نشان نظر آیا کہ مسجدوں پر مسجد حنفیہ کے پتھر لگائے گئے۔ میں نے اپنے قیام دہلی میں اس تجویز کو انجمن خادم المسلمین کے سامنے رکھا تھا اور اس کے نوجوان اور پرجوش کارکنوں کے زیر نظر یہ مقصد تھا اور غالباً ہو گا۔ کہ اس تفرقہ کے بنیادی پتھر کو اکھڑوا دینا چاہئے اور اس قسم کا کام جب ہو گا علماء کے اثر اور کوشش سے ہو گا۔ اگر حنفی علمائے امت محمدیہ پر رحم کریں اور مسلمانوں کی اس بگڑی ہوئی حالت کا احساس تو انہیں یہ سمجھ آ جانی کچھ بھی مشکل نہ ہو گی کہ مسجدیں تو ذکر الٰہی کے لئے ہوتی نہ اس قسم کی وحشت سنباری اور تفرقہ پیدا کرنے کا ذریعہ۔ اگر اہل دل حضرات اس پر توجہ کریں تو یہ آئے دن کے فسادات اور جھگڑے مٹ جاویں اور مسلمانوں کے ہزاروں اور لاکھوں روپیہ کا نقصان جو مقدمات کی صورت میں ہوتا ہے بچ جاوے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور یوم دوشنبہ مطبوعہ ۷ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۷

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ مجددین کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ امید ہے کہ شروع ماہ اکتوبر میں لاہور تشریف لے آئیں گے

لائل پور کے جلسہ کی تاریخ ۱۸ ستمبر کے بجائے ۲۳۔ ستمبر مقرر ہو گئی ہے۔

مولانا صدرالدین صاحب کی طبیعت چند دن سے علیل ہے گذشتہ جمعہ مولانا عصمت اللہ صاحب نے پڑھایا

مولانا عزیز بخش صاحب چند دن کیلئے ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں

جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب ردر بندہ نے انجمن کو واگذاری برلن مسجد کیلئے مبلغ ستر روپیہ بطور قرض حسنہ عطا فرمائے ہیں جو دسمبر ۱۹۳۳ء میں انہیں واپس دینے ہوں گے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

شجاع آباد ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ہمارے مکرم دوست میاں نور محمد خانصاحب داروغہ نہر کی دختر دس بارہ یوم سے بعارضہ بخار بیمار ہے۔ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

جہاد بالقرآن کرنیوالی جماعت

سیام کے ایک نوجوان مسلمان کا خط

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا

اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو

یہ آیت مجھ میں اس بات کی جرأت پیدا کرتی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں یہ چند سطریں لکھوں۔ میں مشرق اقصیٰ کے سیامی مسلمانوں میں سے ایک نوجوان ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنا تعارف اپنے مسلمان بھائیوں سے کراؤں۔ جب سے ہمارے پاس مولانا محمد عرفان صاحب تشریف لائے ہیں تو میں ان سے سنتا رہتا ہوں کہ ہندوستان میں ایک انجمن ہے جسے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردھم اور مسیح موعود نے بنایا ہے۔ جس کے امیر حضرت مولانا محمد علی مترجم قرآن کریم انگریزی ہیں۔ اور اس انجمن کے قیام کی غرض و غایت مجاہدین کی ایک جماعت تیار کرنا ہے جو بوقت ضرورت اللہ کی راہ میں جانی و مالی قربانیوں کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہو۔ اور جس جہاد کیلئے وہ کوشش کر رہے ہیں وہ بتعمیل آیت وجاھدھم بہٖ جھاداً کبیراً۔ جہاد بالقرآن اور دین اسلام کا نشر و اشاعت ہے جس کا سب سے بڑا ذریعہ آجکل قلم اور پریس ہے۔ اور محمد عرفان اسی جماعت کے ایک سفیر ہیں جنہیں انجمن نے تبلیغ اسلام کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ اسی عظیم الشان نیک کام کی وجہ سے میرا دل آپ کی محبت سے لبریز ہے۔ اور اسی نیک کام کو مدنظر رکھ کر میرے دل میں یہ جوش پیدا ہو گیا ہے کہ میں آپ کی انجمن کے جھنڈے کے ماتحت آپ کے ساتھ شامل ہو کر خدمت دین میں لگ جاؤں۔ اور اپنی عقلی اور فکری طاقتوں کو اسی راہ میں خرچ کر دوں جس کے لیے انجمن کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ میں نے آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب "الرجوع الی القرآن" کا ترجمہ سیامی زبان میں شروع کر دیا ہے۔ جب ترجمہ ختم ہو جائے تو بھائی محمد عرفان آپ کی خدمت میں روانہ کر دیں گے۔

دوسرا خط خانصاحب منظور الٰہی صاحب کی خدمت میں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولانا محمد عرفان صاحب نے جو خط آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ میرے اور آپ کے درمیان تعارف کے لئے کافی ہے۔ جو علم مجھ کو آپ کے بلند اخلاق اور ہمدردی اسلام اور مسلمانوں کے متعلق حاصل ہوا ہے وہ مجبور کرتا ہے کہ میں آپ کا بھائی بنوں اور آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھوں۔

یہ میرا پہلا خط ہے جو آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں امید ہے کہ آپ مجھ کو اپنی اخوت میں شامل کرنے کو قبول فرمائیں گے کیونکہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ اور مسلمانوں کی کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ سیامی مسلمان ہندوستانی مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھے۔ اور عربی مسلمان عجمی مسلمان اور مصری مسلمان ملائی مسلمان اور سیامی مسلمان جاوی مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنے اور اسلام کے حکم کے مطابق اسی طرح سب مسلمان بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔ اور میری قوی امید ہے کہ جمعیۃ احمدیہ مجھ کو اشاعت اسلام کے کام میں اپنے ساتھ شریک کرے گی۔ میری عمر ابھی کم ہے اور علمی سرمایہ بھی کم ہے مگر میں اپنی توفیق کے مطابق اس ملک میں اشاعت اسلام کے کام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرونگا۔ یہاں کی آبادی کا ایک حصہ تو مسلمان ہے۔ اور دوسرا حصہ ایسے کافروں کا ہے جو یہ بھی نہیں جانتے کہ دین یا مذہب کیا چیز ہے اور اسکی حقیقت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو میں اور مولانا عرفان صاحب انکو برابر توحید اور عبادت الٰہی اور اخوت و اتحاد کی طرف دعوت دیتے رہیں گے اللہ تعالیٰ پر توکل کامل کرینگے بعد میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ دینی کتابوں کا ترجمہ اپنی قومی زبان میں کروں اور اس کی پہلی کڑی "الرجوع الی القرآن" کا ترجمہ ہے جو سیامی زبان میں میں کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ اسی ماہ میں ترجمہ ختم ہو جائیگا۔ آپ سے قوی امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ اور یہ کہ انجمن میرے کاموں کو کامیاب بنانے کیلئے ممکن امداد سے دریغ نہیں کریگی۔

ارشاداتِ نبوی صلعم

حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب

زراعت میں ذلت کا سامان

ابوامامہ باہلی سے روایت ہے۔ کہ اس نے ہل اور کھیتی کا کوئی آلہ دیکھ کر کہا۔ میں نے نبی صلعم سے سنا فرماتے تھے۔ یہ جس قوم کے گھر میں آتا ہے۔ اس میں ذلت بھی لاتا ہے (بخاری کتاب الحرث والمزارعۃ)

نوٹ:۔ حدیث کا مطلب تو عام حالت کی طرف توجہ دلانا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ صرف کھیتی باڑی کے پیشے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس سے اوپر اٹھنا نہیں چاہتے۔ وہ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ زمین کی زراعت کو اپنے لئے کافی سمجھ کر دنیا میں ترقی کرنے اور آگے قدم بڑھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ نہ گھر کو چھوڑ کر باہر نکلنے اور دنیا میں چلنے پھرنے کی طرف ان کو رغبت ہوتی ہے۔ کہ مختلف لوگوں سے ملیں اور حالات کا مطالعہ کر کے اپنے علم کو بڑھائیں۔ اس لئے تعلیم میں بھی پیچھے رہ جاتے ہیں حکومت میں بھی ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ بلکہ خود حکام کے مظالم کا تختہ مشق بن جاتے ہیں۔ بس مطلب یہ ہے۔ کہ زراعت اور زمین کو ترقی دینا گو ایک نہایت اچھا کام ہے۔ مگر اپنے آپ کو اس پر محدود نہ کر لینا چاہیئے اور اس میں اس قدر مصروف نہ ہونا چاہیئے۔ کہ اپنی ترقی کے راستوں کو خود مسدود کر لیں۔

اجارہ کی شرائط

ظہیر سے روایت ہے۔ کہ ہمیں رسول اللہ صلعم نے ایک ایسے کام سے روکا جس میں ہمارا فائدہ تھا۔ (رافع) نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے۔ وہی حق ہے (ظہیر نے) کہا۔ مجھے رسول اللہ صلعم نے بلایا۔ فرمایا۔ تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ نالیوں کی پیداوار لیکر اجرت پر لوگوں کو دیتے ہیں۔ اور کھجور اور جو کے چند وسق دیتے ہیں) آپ نے فرمایا۔ ایسا مت کرو۔ خود کاشت کرو۔ یا کاشت کراؤ۔ یا یونہی رہنے دو۔ رافع نے کہا میں نے کہا۔ سنا اور مان لیا۔

نوٹ:۔ اس میں جو لفظ آتے ہیں۔ تو اجرھا علی الربیع ربیع نالیوں کو کہتے ہیں۔ اور مراد ہے نالیوں کی پیداوار۔ اور بعض روایات میں ہے تو اجرھا علی الربع جس کے معنی ہوں گے۔ چوتھائی پیداوار پر ٹھیکہ دیتے تھے۔ مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ اس کی کری روایت میں یہ لفظ آتے ہیں کانو یکرون الارض بما ینبت علی الاربعاء اور شیء یستثنیہ صاحب الارض یعنی زمین کو اس شرط پر اجارہ پر دیتے تھے۔ کہ جو نالیوں پر پیدا ہو۔ یا اور کوئی چیز جسے مالک اپنے لئے مخصوص کرے۔ وہ مالک کی ہوگی۔ اربعاء ربیع کی جمع ہے۔ اس لئے درست ربیع ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس سے مثلاً اگلی حدیث [illegible] جس میں یہ ہے کہ اس خطہ زمین کی پیداوار [illegible] کی پیداوار مالک لیتا۔ تو اس سے کبھی وقت مزارع کو اور بعض وقت مالک کو نقصان پہنچتا۔ اس قسم کے سودوں سے نبی کریم صلعم منع فرماتے تھے۔ یہاں یہ ذکر ہے کہ نالیوں کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کی جاتی اور اچھی پیداوار ہوتی تھی۔ تو اس سے روکا۔ اور یہ جو فرمایا۔ کہ کاشت کرو۔ یا کراؤ تو اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے سے اجرت پر کاشت کرانا منع نہیں۔ بلکہ نبی صلعم خود خیبر کی زمین یہود والوں سے کاشت کراتے تھے۔

زمین بٹائی پر دینا

جابر سے روایت ہے۔ کہ انصار تہائی اور چوتھائی اور آدھی (پیداوار) پر کاشت کیا کرتے تھے۔ تو نبی صلعم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو۔ وہ خود کاشت کرے یا اسے مفت دیدے۔ اگر ایسا نہ کرے۔ تو اپنی زمین خالی پڑی رہنے دے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ جس کی زمین ہو وہ خود اس میں کاشت کرے یا مفت اپنے بھائی کو دے دے اگر ایسا نہیں کرتا تو اپنی زمین کو خالی پڑا رہنے دے

(**نوٹ**) یہ روایت اپنے ظاہر الفاظ میں نہ صرف ان احادیث کے خلاف ہے جن میں زمین کو آباد کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بلکہ دوسری صریح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں بٹائی پر زمین کو کاشت کرانے کی اجازت ہے۔ اور نبی کریم صلعم کے اپنے عمل کے خلاف ہے۔ کہ آپ نے خیبر کی زمین کو دوسروں سے کاشت کرایا۔ اس لئے یا تو اس حدیث کے سمجھنے میں راویوں کو غلطی لگی ہے۔ اور یا یہ کسی خاص موقعہ پر زجر کے طور پر نبی صلعم نے فرمایا ہوگا۔ حمادی کی روایت میں ہے۔ کہ وہ اس طرح مزارعت کا معاملہ کیا کرتے تھے جس سے اجرت میں جھگڑے پیدا ہوتے تھے۔ تو نبی صلعم نے فرمایا ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارع اگر تمہاری یہی حالت ہے۔ تو زمین کو بٹائی پر مت دیا کرو۔ تو یہ زجر کے طور پر تھا۔ تا ان معاملات میں جھگڑے نہ پیدا کریں۔ بلکہ معاملہ صفائی سے کریں۔ یا بعض غریبوں کے لئے ممکن ہے۔ سفارش کے طور پر فرمایا ہو۔ کہ انہیں زمینیں جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہوں مفت دیدیا کرو۔ چنانچہ م ۱۲۰۳ میں یہ لفظ آتے ہیں کانت لرجال منا فضول الارضین ح ۱۱۳۳ میں ابن عمر نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے عام طور پر زمین اجارہ پر دینے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے ایسے اجارہ سے منع کیا جس میں مالک اہم جگہ اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے۔ اور مزارع کو نقصان پہنچتا تھا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جادوگر کہلانا سنت ہے

فرمایا۔ جادوگر کہلانا قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی سنت چلی آتی ہے۔ ہم کو اگر کسی نے جادوگر کہا۔ تو اسی سنت کو پورا کیا۔

مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم قرآن شریف پیش کرتے ہیں جس سے جادو بھاگتا ہے۔ اس کے بالمقابل کوئی باطل اور سحر ٹھہر نہیں سکتا۔ ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں کیا ہے جس کو وہ لئے پھرتے ہیں۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ قرآن شریف وہ عظیم الشان حربہ ہے۔ کہ اس کے سامنے کسی باطل کو قائم رہنے کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی باطل پرست ہمارے سامنے اور ہماری جماعت کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔ اور گفتگو سے انکار کر دیتا ہے۔ یہ آسمانی ہتھیار ہے جو کبھی کند نہیں ہو سکتا۔ ہمارے اندرونی مخالف اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے ہیں۔ ورنہ اگر قرآن شریف کی رو سے یہ فیصلہ کرنا چاہتے۔ تو ان کو اس قدر مصیبتیں پیش نہ آتیں۔ ہم خدا تعالے کی پیارا اور یقینی کلام قرآن شریف پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے جواب میں قرآن سے استدلال نہیں کرتے۔ ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ خدا تعالے کے کلام کو مقدم کرو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو قرآن شریف کے خلاف ہو۔ ہم نہیں مان سکتے۔ خواہ وہ کسی کا کلام ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پر ہم کسی کی بات کو ترجیح کس طرح دیں۔

احادیث کی عزت

ہم احادیث کی عزت کرتے ہیں۔ اور اپنے مخالفوں سے بھی بڑھ کر احادیث کو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ ہم دیکھیں گے۔ کہ وہ حدیث قرآن شریف کے کسی بیان کے متعارض یا متخالف نہ ہو۔ اور محدثین کے اپنے وضع کردہ اصولوں کی بنا پر اگر کوئی حدیث موضوع بھی ٹھہرتی ہو۔ لیکن قرآن شریف کے مخالف نہ ہو۔ بلکہ اس سے قرآن کی عظمت کا اظہار ہوتا ہو تب بھی ہم اس کو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ اور اس امر کا پاس کریں گے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔

لیکن اگر کوئی حدیث ایسی پیش کی جاوے۔ جو قرآن شریف کے مخالف ہو تو ہم کوشش کریں گے۔ کہ اس کی تاویل کر کے اس مخالفت کو دور کریں۔ لیکن اگر وہ مخالفت دور نہیں ہو سکتی۔ تو پھر ہم کو وہ حدیث بہرحال چھوڑنی پڑے گی۔ کیونکہ ہم اس پر قرآن شریف کو چھوڑ نہیں سکتے۔

اس پر بھی ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ وہ تمام احادیث جو اس معیار پر صحیح ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں بخاری اور مسلم میرے دعوے کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں جیسے قرآن شریف نے فرمایا کہ مسیح مر گئے۔ اسی طرح بخاری اور مسلم نے تصدیق کی۔ اور انی متوفیک کے معنے انی ممیتک کئے۔ جیسے قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسمٰعیل کو اسی طرح شرف عطا ہوا۔ جیسے بنی اسرائیل کو بزرگی دی تھی۔ ویسے ہی احادیث سے یہ پایا جاتا ہے۔

ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں۔ افسوس ہے۔ ان کو رسم اور عادت نے خراب کر دیا ہے۔ ورنہ یہ میرا معاملہ ایسا مشکل اور پیچیدہ نہ تھا۔ جو سمجھ میں نہ آتا۔ قرآن شریف سے ثابت۔ احادیث سے ثابت۔ دلائل عقلیہ سے ثابت اور پھر تائیدات سماویہ اس کی مصدق۔ اور ضرورت زمانہ اس کی موید۔ باوجود اس کے بھی یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ حق پر نہیں۔

مسیح کی زندگی سے اسلام پر اعتراض وارد ہوتا ہے

غور کر کے دیکھو۔ کہ جب یہ لوگ خلاف قرآن و سنت کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰے زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ تو پادریوں کو نکتہ چینی کا موقع ملتا ہے۔ اور وہ جھٹ سے کہ اٹھتے ہیں۔ کہ تمہارا پیغمبر مر گیا۔ اور معاذ اللہ وہ زمینی ہے حضرت عیسٰے زندہ اور آسمانی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے کہتے ہیں۔ کہ وہ مردہ ہے۔ سوچ کر بتاؤ۔ کہ وہ پیغمبر جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہے۔ ایسا اعتقاد کر کے اس کی فضیلت اور خصوصیت کو یہ لوگ بٹہ نہیں لگاتے؟ ضرور لگاتے ہیں۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ پادریوں سے جس قدر توہین ان لوگوں نے اسلام کی کرائی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہلایا ہے۔ اسی کی سزا میں یہ نکبت اور بدبختی ان کے شامل حال ہو رہی ہے۔ ایک طرف تو منہ سے کہتے ہیں۔ کہ وہ افضل الانبیاء ہے۔ اور دوسری طرف یہ اقرار کر لیتے ہیں۔ کہ ۶۳ سال کے بعد مر گئے۔ اور مسیح اب تک زندہ ہے۔ اور نہیں مرا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما پھر کیا یہ ارشاد الٰہی غلط ہے؟ نہیں یہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ جھوٹے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ توہین کا نہیں ہو سکتا حقیقت یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے۔ جو کسی نبی میں نہیں ہے۔ اس کو عزیز رکھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو جو شخص بیان نہیں کرتا۔ وہ میرے نزدیک [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲ | یوم دوشنبہ ۱۷ جمادی الاوّل ۱۳۵۱ھ ہجری | نمبر ۵۷

بہاولپور میں مقدمۂ تنسیخ نکاح

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ اور مخالفین کے عقائد

قبل ازیں ان کالموں میں بہاولپور کے اس مشہور مقدمہ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جو عبدالرزاق نامی ایک قادیانی احمدی کے خلاف وہیروان ضلع ملتان کے ایک شخص الٰہی بخش نامی نے دائر کر رکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مدعی نے اپنی لڑکی مسمات غلام عائشہ کا نکاح مدعا علیہ سے کیا تھا جس کے بعد مؤخر الذکر احمدی ہو گیا۔ اس پر الٰہی بخش نے ریاست بہاولپور میں تنسیخ نکاح کی درخواست دے دی۔ اس مقدمہ کو شروع ہوئے سات سال کا عرصہ منقضی ہو چکا ہے اور جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے ابتداءً یہ مقدمہ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت میں دائر ہوا تھا جہاں سے سماعت کے بعد دعویٰ خارج ہو گیا۔ ڈسٹرکٹ جج نے لکھا کہ وہ لاہور ہائیکورٹ کے ایک فیصل شدہ مقدمہ کریم بخش بنام جنڈو ڈی کے پابند ہیں۔ جس میں یہ طے پا چکا ہے کہ کسی کے احمدی ہو جانے سے ارتداد واقع نہیں ہوتا۔ اس حکم کے خلاف مدعی نے چیفکورٹ ریاست بہاولپور میں اپیل کی وہ بھی خارج ہو گئی۔ لیکن مدعی نے وزیر اعظم ریاست بہاولپور کی عدالت سے رجوع کیا جس پر وزیر صاحب نے ایک اجلاس خاص میں یہ فیصلہ کیا کہ "ہم مزید تحقیقات کے لئے یہ مقدمہ پھر عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاولپور میں بھیجتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ یہ مقدمہ برئے شرع شریف فیصلہ کیا جائے۔"

اس پر دوبارہ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت میں ۲۰ تا ۲۳ اگست کو مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ مدعی کی طرف سے بہت سے مکفر علما کو بلوایا گیا تھا جن میں صرف چار کی شہادتیں ہوئیں یعنی (۱) مولوی انور شاہ صاحب سابق صدر المدرسین دیوبند (۲) مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند (۳) مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی ناظم تعلیمات دیوبند (۴) مولوی نجم الدین صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور۔ مدعا علیہ کی طرف سے (۱) خواجہ جلال الدین شمس سابق مبلغ شام (۲) مولوی غلام احمد صاحب مجاہد مولوی فاضل (۳) مولوی عبدالاحد صاحب مولوی فاضل (۴) چودھری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر پیش ہوئے

عدالت کی شرعی حیثیت

مقدمہ کی ایک پیشی کی جو روئداد "زمیندار" ۱۴ ستمبر میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں عدالت کی شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ:-

"اجلاس شروع ہونے پر عبدالرزاق مرزائی مدعا علیہ نے پیروی مقدمہ کے لئے اپنی طرف سے چودھری اسد اللہ بیرسٹر (مرزائی) کو مختار بنانے کی درخواست دی مگر اس بنا پر اجازت نہ دی گئی کہ ریاست ہذا میں کوئی وکیل یا بیرسٹر بدوں اجازت دربار معلی عدالت میں پیش نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں مقدمہ کی موجودہ تحقیق صرف شرعی نقطۂ نگاہ سے ہوتی تھی۔ اس میں رسمی قانونی موشگافیوں کی ضرورت نہ تھی اس لئے مدعا علیہ کی طرف سے دوسری درخواست دی گئی اور مدعا علیہ نے مسٹر غلام محمد اور مسٹر جلال الدین شمس کا مختار نامہ پیش کیا جو منظور کر لیا گیا۔ مدعیہ کی طرف سے مولانا اسعد اللہ صاحب مدرس مظاہر العلوم سہارنپور مختار بنائے گئے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ کو ہر رنگ میں شرعی حیثیت دینا مدنظر تھا لیکن حیرت ہے کہ عدالت کو "شرعی عدالت" کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ جب مقدمہ کی تحقیقات "شرعی نقطۂ نگاہ سے ہوتی تھی" اور اسی وجہ سے ایک بیرسٹر کا مختار نامہ مسترد کیا جا سکتا ہے تو خود عدالت کو "شرعی نقطۂ نگاہ" سے کونسی حیثیت حاصل تھی۔ ضروری تھا کہ ایسے حالات میں مقدمہ کسی غیر جانبدار قاضی کے سپرد کیا جاتا۔ تاکہ وہ "شرعی نقطۂ نگاہ" کو صرف مکفر مولویوں سے معلوم کرنے کے بجائے خود بھی قرآن حکیم کی روشنی میں اسے واضح کرنے کے قابل ہوتا موجودہ حالت میں اگرچہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی شرعی واقفیت کہاں تک وسیع ہے۔ لیکن اتنا کہے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ اگر "شرعی نقطۂ نگاہ" یہی ہے کہ انگریزی عدالت کے کسی بیرسٹر کے بجائے صرف مولوی لوگ ہی مقدمہ کی پیروی کریں تو خود وہ عدالت بھی جس میں یہ مقدمہ پیش ہے اس نقطۂ نگاہ پر پوری نہیں اتر سکتی۔

مسیح موعودؑ پر الزام

اس نقص سے قطع نظر کرتے ہوئے جہاں تک واقعات مقدمہ کا تعلق ہے۔ یہ امر موجب افسوس ہے کہ فریقین نے حضرت مسیح موعودؑ کی اصل پوزیشن اور دعویٰ کو چھوڑ کر مسئلہ نبوت کے دلدل میں دلائل کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ مخالف مولویوں نے اپنی شہادتوں میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا کہ حضرت مرزا صاحب نے "ختم نبوت اور ختم وحی رسالت کا انکار اور نبوت تشریعی اور وحی شریعت لانے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے وہ باجماع امت کافر ہیں"۔

قادیانی مولویوں کی جرح

بجائے اس کے کہ اس الزام کی تردید خود حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے کی جاتی۔ اور ان صاف اور کھلی عبارات کو پیش کیا جاتا جن میں آپ نے ختم نبوت کا اقرار اور وحی رسالت کے انقطاع پر زور دیا ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ کے ان بیانات کو پڑھا جاتا جن میں آپ نے صاف اور کھلے لفظوں میں دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔ قادیانی مولویوں نے فریق مخالف پر جرح کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اجرائے نبوت کا عقیدہ اُمت محمدیہ میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں متعدد بزرگوں کی کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ حوالے کہاں تک صحیح تھے یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ ان کی صحت و عدم صحت پر غور کر کے مناسب فیصلہ صادر کرے۔ لیکن جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا تعلق ہے ہمارے نزدیک مولویوں کا الزام ہی سرے سے غلط ہے۔ اور اس بات کو تو ہمارے قادیانی دوست بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ کم از کم تشریعی نبوت کا نہ تھا۔ پھر تعجب ہے کہ اس تمام جرح میں جو اس وقت تک شائع ہوئی ہے اس الزام کی تردید میں ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا۔ نہ مخالف مولویوں سے وہ حوالے طلب کئے گئے جن میں حضرت مسیح موعودؑ نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہو

اجرائے نبوت اور حضرت مسیح موعود

قادیانی مولویوں کا سارا زور اس بات پر رہا ہے کہ فریق مخالف کے منہ سے یہ نکلوایا جائے کہ ملا علی قاری، محی الدین ابن عربی، امام محمد طاہر اور مولوی محمد قاسم نانوتوی وغیرہم بھی اجرائے نبوت کے قائل تھے۔ اور باوجود اس کے فریق مخالف انہیں مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ حالانکہ ان تمام باتوں کو چھوڑ کر اگر صرف اتنی ہی بات کو لے لیا جاتا کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ اجرائے نبوت کے قائل تھے؟ کیا آپ وحی رسالت کو جاری سمجھتے اور خود نبی ہونے کے مدعی تھے؟ تو بات نہایت آسانی سے طے ہو جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ عقیدہ جس کو میاں محمود احمد صاحب نے "مصلحت وقت" کے ماتحت اختیار کیا تھا آج قادیانی جماعت کی گھٹی میں یہاں تک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سرایت کر چکا ہے۔ کہ اس کے بالمقابل مسیح موعود کے اصل دعوے کی بھی پروا نہیں کی جاتی ہم پوچھنا چاہتے ہیں، کہ کیا حضرت مسیح موعود نے کبھی اس بات پر زور دیا۔ کہ ملا علی قاری اور محی الدین ابن عربی وغیرہم بھی اجرائے نبوت کے قائل تھے۔ اور اسی طرح میں بھی نبوت کو جاری سمجھتا ہوں؟ کیا آپ نے کبھی اپنی کسی کتاب کسی اشتہار یا کسی خط میں یابنی آدم اما یاتینکم رسل منکم کی آیہ کریمہ کو اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا۔ اگر یہ نہیں۔ تو ان باتوں پر زور دینے کا کیا فائدہ؟ اور کیوں خود مدعی کے ان صاف اور کھلے الفاظ کو پیش نہیں کیا جاتا جن میں آپ نے نبوت کا آنحضرتؐ پر انقطاع تسلیم کیا ہے؟

ہاں ظلی بروزی اور مجازی نبوت کا حضرت مسیح موعود نے بے شک دعوے کیا ہے۔ لیکن اگر قادیانی مولوی خود فریق مخالف کے مولویوں سے ظل بروز اور مجاز کے معنے دریافت کر لیتے۔ تو بات صاف ہو جاتی۔ کہ آپ پر دعوائے نبوت کا الزام کہاں تک صحیح ہے۔ اور ظلی اور مجازی نبوت کے مدعی کو کافر ٹھہرانا کہاں تک جائز؟

بہتان عظیم

ہم پھر ایک دفعہ اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ اجرائے نبوت کی تائید میں قادیانی مولویوں کے پیش کردہ دلائل خواہ کیسے ہوں۔

اوران کا جواب مخالف مولویوں سے نہ بھی بن آیا ہو۔ تو بھی یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اجرائے نبوت کے قائل نہیں۔ بلکہ ختم نبوت کے قائل تھے۔ اور آپ نے کبھی کسی قسم کی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ نہ وحی رسالت کے اجراء کا دعوےٰ کیا۔ بلکہ وحی رسالت کا اجرائے آنحضرت صلعم کے بعد ممتنع قرار دیا۔ ایسی حالت میں مخالف مولویوں کا اس بات پر زور دینا کہ حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اور خود نبوت کا دعوےٰ کیا۔ ایک بہتان عظیم ہے جس کی ہم تردید کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

مخالف مولویوں کا عقیدہ

اس کے ساتھ ہی یہ بھی غور طلب امر ہے۔ کہ وہ مولوی جو آج عدالت میں ایک احمدی کو کافر ثابت کرنے کے لئے اس بات پر زور دیتے ہیں۔ کہ وہ امت محمدیہ میں ایک نبی کا آنا مانتا ہے۔ وہ خود کہاں تک اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ کیا ان کا یہ عقیدہ نہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیلی نبی ہیں۔ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ کیا اس عقیدہ سے ختم نبوت باطل ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ نبی خواہ نیا ہو۔ یا پرانا۔ جب اس امت میں اس کا آنا تسلیم کر لیا گیا۔ تو ختم نبوت کہاں باقی رہ گئی۔

نتائج کا اختلاف کیوں؟

خدا کے بندو! آخر کچھ تو سوچ سمجھ سے کام لو۔ آخر وہ کیا بات ہے جو ایک قادیانی کو تو آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نبی ماننے سے کافر ٹھہرا دیتی ہے۔ مگر تم ایک پرانے نبی کا رجو آنحضرت صلعم کے فیض روحانی کا تربیت یافتہ بھی نہیں) آنا مان کر بھی مسلمان کے مسلمان ہی رہتے ہو۔ جب عقیدہ ایک ہے۔ بلکہ تمہارا عقیدہ قادیانی عقیدہ سے زیادہ بدتر ہے۔ تو نتائج کے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عیسےٰ کا خاتم النبیین کے بعد آنا مان کر بھی تمہارے اسلام میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ باوجودیکہ وہ ایک مستقل اور بلا واسطہ نبی ہیں۔ جیسے آنحضرت صلعم تو حضرت مرزا صاحب کو نبی مان کر کوئی شخص کیونکر کافر ہو سکتا ہے۔ بالخصوص جب وہ آپ کی نبوت کو آنحضرت صلعم کے فیض روحانیت کا نتیجہ سمجھتا۔ اور آنحضرت صلعم ہی کی شریعت پر عمل پیرا ہونا ضروری یقین کرتا ہے۔ وہی نماز، وہی زکوٰۃ وہی حج وہی کلمہ وہ پڑھتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم نے سکھایا ہے کا تقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مومنا کا وہ بھی ویسے ہی مصداق ہے جیسے مولوی انور شاہ یا مولوی محمد شفیع وغیرہم۔ ہاں اس میں شک نہیں۔ کہ مسیح موعود کو نبی ماننے اور آپ کے تمام نہ ماننے والوں کو کافر ٹھہرانے میں قادیانیوں نے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن بعینہٖ یہی غلطیاں مذکورہ بالا مولویوں کے اندر بھی پائی جاتی ہیں۔ اگر وہ باوجود ان غلطیوں کے مسلمان رہیں۔ اور ان کا نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ تو قادیانیوں پر اس کے خلاف نتیجہ کیونکر عائد ہوتا ہے؟

اہل مغرب کا ذوق علمی

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی (لنڈن) پروفیسر گورنمنٹ کالج جھنگ نے ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء کے معارف میں مستشرقین کی بین الاقوامی موتمر کے اس اجلاس کی کارروائی شائع کی ہے۔ جو گذشتہ سال لائڈن (ہالینڈ) میں منعقد ہوئی تھی۔ کانفرنس کے مختلف شعبوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے۔ کہ جرمنی، ہالینڈ، فرانس، اطالیہ اور سپین میں کتنے ہی ایسے فضلاء موجود ہیں۔ جو مشرقی اور بالخصوص علوم اسلامی کی تحقیق و تفتیش میں خاص شغف رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہی فضلاء میں سے کئی ایک نے کانفرنس کے شعبہ اسلام میں تقاریر کیں۔ ان کی تقاریر کے موضوع کیا تھے؟ اور کن کن زبانوں میں انہوں نے لیکچر دیئے۔ ایک مختصر سا جائزہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا

(۱) پروفیسر شاخت۔ شریعت اور قانون موجودہ مصر میں (جرمن) (۲) پروفیسر ماسینیو۔ فرقہ نصیریہ کے تعلقات ایران کے ساتھ (فرانسیسی) (۳) پروفیسر پیریس۔ ابوالولید الحمیری الاندلسی اور اس کی کتاب البدیع فی وصف الربیع (فرانسیسی) (۴) ڈاکٹر کرینکو بعض کتب جن کی اشاعت ہندوستان میں زیر تجویز ہے (انگریزی) (۵) ڈاکٹر سیدحق کتاب المنتظم لابن الجوزی (انگریزی) (۶) پروفیسر نالینو۔ فقہ اسلامی اور رومن لا کے تعلقات (اطالین) (۷) پروفیسر گوئٹائل قرآن کا ایک مصور ترجمہ (انگریزی) (۸) دیولامار۔ اسلامی فن تعمیر کے مصطلحات (فرانسیسی) (۹) ڈاکٹر پلسنر تاریخ العلوم فی الاسلام رکبوالہ صوان الحکمۃ لابی سلیمان السجستانی (جرمن) (۱۰) ڈاکٹر کراؤس فرقہ مانویہ اور معتزلہ کے تعلقات کا مسئلہ (جرمن) (۱۱) پروفیسر بلینیڈ رسیڈ رڈ؟ احصاء العلوم الفارابی (فرانسیسی) (۱۲) پروفیسر بیرک ناروچ۔ یوگ سلاویہ مطالعات اسلامیہ کی کیفیت (فرانسیسی)

یہ چند ایک نام اور مضامین کے عنوانات ہیں۔ جن پر کانفرنس کے شعبہ اسلام میں ان زبانوں میں لیکچر ہوئے۔ جن کا ذکر بین القوسین کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل مغرب میں علمی ذوق دن بدن بڑھ رہا ہے اور زبان، مذہب، تمدن و معاشرت کے اختلافات کے باوجود اسلامی کتب کی ورق گردانی ان پر حاشیہ آرائی اور علوم اسلامی سے بہرہ در ہونا ان کا ایک دل پسند شغل ہے جس کے اندر وہ رات دن منہمک ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ وہ چیز ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی مجاہدانہ کوششوں کو بارآور کرنے اور انہیں اسلام کی طرف لانے میں کارآمد ثابت ہوگی۔

اچھوت اور گاندھی جی

گذشتہ اشاعت میں گاندھی جی کے اس عزم خودکشی کا ذکر کیا جا چکا ہے جو اچھوتوں کو جداگانہ نیابت کی چند نشستیں ملنے پر انہوں نے کیا ہے۔ ہم نے لکھا تھا۔ کہ گاندھی جی کا یہ عزم بتاتا ہے۔ کہ ان کے دل میں قومیت متحدہ کا جذبہ نام کو بھی نہیں۔ بلکہ وہ صرف ہندو جاتی کے لئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ کاش یہی عزم وہ اچھوتوں کو ان کے جائز حقوق دلانے کے لئے کرتے اور ہندوؤں کو یہ کہتے۔ کہ تم نے اگر اچھوتوں کو عملاً ہندو جاتی میں شامل نہ کیا! ایک ساتھ کھان پان۔ روٹی بیٹی کا بیوہار عملاً جائز نہ ٹھہرایا تو فاقہ کشی کر کے مر جاؤں گا۔ تو ایک یہ ایسا نیکی کا کام ہوتا۔ جو رہتی دنیا تک قابل یادگار سمجھا جاتا۔ برخلاف اس کے ان چند نشستوں کو چھیننے کے لئے کوشش کرنا جو اس غریب اور پس ماندہ طبقہ کی آیندہ بہبودی کی ضامن ہو سکتی ہیں۔ پرلے درجہ کی تنگ دلی اور ذلیل ترین فرقہ پرستی ہے حیرت ہے کہ ایک طرف اچھوتوں کی خیر خواہی کا دم بھرا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف انہیں ہر قسم کے حقوق سے محروم کرنے کے لئے خودکشی کی بھی تیاری ہو جاتی ہے۔ اچھوتوں کا ایک نمایندہ مسٹر آر۔ ایل بہو اس معتمد عمومی آل انڈیا اچھوت لیگ نیشن لیگ نے گاندھی جی کے اس عزم کے متعلق صاف لکھا ہے۔ کہ "اگر گاندھی جی صرف اس لئے فاقہ کشی کے ذریعہ مرنا چاہتے ہیں۔ کہ مجالس وضع آئین میں اچھوتوں کو چند نشستیں بذریعہ جداگانہ انتخاب کیوں دی گئی ہیں۔ تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ اچھوت اقوام کا کوئی فرد بھی ان کی زندگی بچانے کے لئے ہرگز کوئی کوشش نہیں کرے گا۔" ایسے ہی خیالات کا اظہار دوسرے اچھوت رہنماؤں نے بھی کیا ہے۔ اور صاف کہدیا ہے۔ کہ جس قوم نے آج تک مخلوط انتخاب کے باوجود کسی اچھوت کو کونسل میں جانے کے لئے منتخب نہیں ہونے دیا۔ اس سے آیندہ کیا امید ہو سکتی ہے۔ بہرحال گاندھی جی کے اس ارادہ اور خیالات نے ان کی فرقہ پرستانہ ذہنیت کو بے نقاب کر دیا ہے۔ کاش ہمارے نیشنلسٹ بھائی اس پر غور کریں۔

فلسفہ اور مذہب

فلسفہ اور مذہب کے عنوان سے ماہ جولائی کے رسالہ جامعہ میں سید مفتی الدین شمس کا ایک طویل مضمون شایع ہوا ہے جس میں فلسفہ کی تاریخ اس کی علمی موشگافیوں اور مذہب کے ساتھ اسکی مخاصمت کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں یہ اعلان کیا ہے کہ

> "جو یہ کوشش کرے۔ کہ سائینس مذہب کے ماتحت ہو جائے۔ یا عقیدہ سائینس میں گھل مل جائے۔ تو اس کی محنت رائگاں ہے علاوہ ازیں وہ ان دونوں کی مصالحت میں بھی سنگ راہ بنتا ہے۔"

سائینس فلسفہ اور مذہب کی مخالفت دراصل نتیجہ ہے۔ اس غلط فہمی اور افراط و تفریط کا جو ان تینوں کے متعلق دنیا میں پائی جاتی ہے سائینس اور فلسفہ ان علوم کا نام ہے جو انسان اپنی عقل و ادراک سے پیدا کرتا ہے۔ لیکن انسان کی عقل معصوم عن الخطا نہیں۔ سائینس اور فلسفہ کے نسبیوں مسائل ہیں جو ایک زمانہ میں صحیح سمجھے جاتے تھے لیکن انسانی علوم کی ترقی نے انہیں غلط ثابت کر دیا۔ اور ان "صحیح علوم" میں بھی خدا جانے کیا کیا کچھ غلطیاں آیندہ چلکر معلوم ہوں۔

مذہب اس خدائی علم کا نام ہے۔ جو انسانی عقل کی تاریکیوں کو ایک ایسی خارجی روشنی سے منور کرتا ہے جس میں خطا کا امکان نہیں اگر انسان اس کو ٹھیک طور پر سمجھ کر علمی دنیا میں قدم رکھے تو وہ فلسفہ اور سائینس کے علمی اکتشافات میں ایک خضر راہ کا کام دیتا ہے۔ بشرطیکہ انسان کی تنگ خیالی علم و عقل کا راستہ اس کے لئے بند نہ کر دے۔ مذہب عقل کا دشمن نہیں۔ علم کا دشمن نہیں۔ سائینس اور فلسفہ کا دشمن نہیں۔ بلکہ ان کو جلا دینے والا اور ان کی ترقی میں امداد کا موجب ہو سکتا ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ جہاں مذہب سے بیگانہ لوگوں نے تمام دار و مدار عقل پر رکھ کر فلسفہ اور سائینس کی حمایت میں مذہب دشمنی سہیڑ لی وہیں تنگ خیال مذہبیوں نے مذہب کو عقل کا دشمن سمجھ کر سائینس اور مذہب کی مخالفت شروع کر دی۔ ورنہ فی الحقیقت مذہب اور فلسفہ میں ایک نہایت گہرا تعلق ہے۔ اور جہاں فلسفہ دنیا و مافیہا کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ وہاں مذہب کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ وہ اس ورا الورا ہستی تک انسان کو پہنچاتا ہے جہاں فلسفہ کی رسائی ناممکن ہے۔ اور یہی انسان کا کمال ہے۔ کہ وہ ایک طرف دنیا اور اس کے علوم سے بہرہ اندوز ہو۔ اور دوسری طرف اس کا دل خدا کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

مولانا فحاش اور اس کے پیڈ فحش نویس

اس سے پہلے ایک نہیں نصف درجن کے قریب اسسٹنٹ ایڈیٹر مولانا فحاش کا نمک کھا کر حضرت مسیح موعود پر کینہ نمنے کرتے رہے! اور آخری نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ سب کے سب بلا استثنٰی و آخر مولانا فحاش اور اس کے فرزند ارجمند کے اندرونی رازافشا کر کے اس سے برگشتہ ہوتے گئے! اور قلم اور زبان جو حضرت مسیح موعود پر چلتی تھی مولانا فحاش کے خلاف چلتی دکھائی دیتی ہے مسلمانوں کے تنزل کا یہ حال ہے۔ کہ مولانا فحاش کو فحش نویسی میں معاونت کیلئے کوئی نہ کوئی بھاڑے کا ٹٹو مل جایا کرتا ہے۔ جس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کا ولی نعمت اس کی فحش نویسی سے خوش ہو کر اسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دے۔ چند دن تو اس کی خوب آؤ بھگت ہوتی ہے آخر جب مولانا فحاش گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ تو بھاڑے کا ٹٹو اڈیٹر کئی ماہ کی تنخواہ اپنے ولی نعمت کے سیونگ بنک میں

اہلحدیث کی جہادی سپرٹ

(خانصاحب محمد منظور الٰہی صاحب کے قلم سے)

اہلحدیث لکھتا ہے۔ کہ "مسلمانوں میں بہادری کی علامت جہاد تھا۔ جس میں سرفروشی ہوتی ہے" ۲ مارچ ۱۹۳۱ء

اب اس جہادی سپرٹ کا اظہار اہلحدیث نے اس رنگ میں کیا ہے۔ کہ "مرزا صاحب نے جہاد کے منسوخ ہونے کا فتویٰ دیا۔ تو دھن زیادہ کیا یا دور کیا"۔ گویا یہ جہادی سپرٹ مسلمانوں میں تب ہی قائم رہ سکتی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کے دست وگریبان رہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی مولوی اہلحدیث نے دہلی اور لاہور کے واقعات کا یوں اظہار کیا ہے:۔

"دہلی میں حضرت میاں صاحب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب قدس سرہ کے ساتھ مناظرہ کرنے گئے۔ مکان مباحثہ جامع مسجد مقرر ہوئی۔ پولیس کپتان اور شرفاء دہلی سب موجود تھے۔ سب نے تسلی دی۔ کہ حفاظت کمل ہوگی۔ مگر مرزا صاحب مکان سے باہر نہ نکلے۔ کہ مجھے جان کا خطرہ ہے"۔

۱۸۹۹ء میں پیر مہر علی شاہ صاحب (گولڑہ) کو مقابلہ میں تفسیر نویسی کے لئے لاہور بلایا۔ جب وہ آ گئے تو آپ نے عذر کیا۔ کہ لاہور میں میرے مرید تھوڑے ہیں۔ اور پیر صاحب کے ساتھ بہت سے سرحدی لوگ آ گئے ۔

(اہلحدیث ۲ مارچ ۱۹۳۱ء)

اب ذرہ ان واقعات پر ایک نظر ڈالیں ۶ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو حضرت مسیح موعود نے دہلی سے اشتہار شائع فرمایا۔ اور اپنے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا۔ کہ:۔

"اگر حضرت سید مولوی نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی محمد ابو عبد الحق مسئلہ وفات مسیح میں مجھے غلطی نیال کرتے ہیں یا ملحد اور ماؤل تصور فرماتے ہیں۔ اور میرے قول کو خلاف قال اللہ قال الرسول گمان کرتے ہیں۔ تو حضرات موصوف پر فرض ہے۔ کہ عامہ خلائق کو فتنہ سے بچانے کے لئے اس مسئلہ میں اسی شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کر لیں"۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس پر یہ چالاکی کی۔ کہ ایک یکطرفہ اشتہار جاری کر دیا۔ کہ فلاں تاریخ بحث ہوگی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:

اگر بٹالوی صاحب کو دیانت اور راستبازی کا کچھ خیال ہوتا۔ تو ایسی دروغ بے فروغ باتیں مشہور نہ کرتے یہ کسقدر مکر و فریب اور چالاکی ہے۔ کہ سراسر بدنیتی سے ایک یکطرفہ اشتہار جاری کر دیا۔ اور محض فرضی طور پر مشتہر کر دیا۔ کہ فلاں تاریخ میں بحث ہوگی۔ اگر نیک نیتی ہوتی تو چاہیئے تھا۔ کہ مجھ سے اتفاق کر کے یعنی میری اتفاق رائے سے تاریخ بحث مقرر کی جاتی۔ تاکہ میں اپنے خانگی حفظ امن کے لئے انتظام کر لیتا۔ اور جس تاریخ میں حاضر ہو سکتا اُسی تاریخ کو مقرر کرتا۔ . . . . اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ یکطرفہ جلسہ محض شیخ بٹالوی کا ایک فریب حق پوشی کی غرض سے تھا جس کی واقعی حقیقت کھولنے کے لئے اب شیخ الکل صاحب کو بحث کے لئے بلایا جاتا ہے۔ یکطرفہ جلسہ میں حاضر ہونا۔ اگرچہ میرے پر فرض نہ تھا۔ کیونکہ میری اتفاق رائے سے وہ جلسہ قرار نہ پایا تھا۔ اور میری طرف سے ایک خاص تاریخ میں حاضر ہونے کا وعدہ بھی نہ تھا۔ مگر پھر بھی میں نے حاضر ہونے کی طیاری کر لی تھی لیکن عوام کے مفسدانہ حملوں نے جو ایک ناگہانی طور پر کئے گئے۔ اُس دن حاضر ہونے سے مجھے روک دیا۔ صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہیں۔ کہ اس جلسہ کے عین وقت میں مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا۔ کہ میں اُن کی وحشیانہ حرکت کو دیکھ کر اوپر کے زنانہ مکان میں چلا گیا۔ آخر وہ اُسی طرف آئے۔ اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔ اور ایک جماعت کثیر نیچے اور گلی میں کھڑی تھی۔ جو گالیاں دیتے تھے۔ اور بڑے جوش سے بدزبانی کا بخار نکالتے تھے۔ بڑی مشکل سے خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ان سے رہائی پائی۔ اور سخت مدافعت کے بعد یہ بلا دفع ہوئی"۔

یہ تھی اہلحدیث لوگوں کی جہادی سپرٹ جس کی طرف بار بار اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور اس پر فخر کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے بڑی بہادری دکھلائی۔ کیونکہ وہ جہاد پر کاربند تھے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے بزدلی دکھائی۔ کیونکہ آپ نے جہاد کے منسوخ ہونے کا فتویٰ دے کر اپنے پیروؤں میں کمزوری پیدا کر دی۔ یہ اہلحدیث اور دوسرے مولویوں مثل علامہ فحاش کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ کہ مسلمان اس جہادی سپرٹ کو دہلی اور امرتسر وغیرہ کی جامع مساجد میں نمایاں کر رہے ہیں۔ اور ان کے لیڈر مولوی لوگ خوش ہیں۔ کہ "مسلمانوں میں بہادری کی علامت جہاد ہے"

اب لیجئے پیر مہر علی شاہ کا معاملہ حضرت مسیح موعود نے اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں اُسے تفسیر نویسی کی دعوت ان شرائط پر دی۔ (۱) اشتہار ہذا کی اشاعت کی تاریخ سے یعنی اس روز سے جو بذریعہ رجسٹری ہذا اُن کو پہنچ جائے۔ دس روز کے اندر اپنی طیاری مقابلہ اور قبول شرائط سے ہمیں اور پبلک کو اطلاع دیں (۲) مباحثہ لاہور میں ہوگا۔ (۳) بحث ایک دن میں ختم ہو جائے گی۔ (۴) جسقدر مولوی مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ وہ ایک دوسرے کو مدد نہ دیں بلکہ ہر ایک خود لکھے۔ (۵) کم از کم بیس صفحہ کا عربی مضمون دستخط کر کے مجھے دیں اور میں اُن کو دوں۔ (۶) مضمون لکھنے کے بعد سنایا جائے۔ (۷) سنانے کے لئے اس دن وقت نہ ہو۔ تو دوسرے دن سنایا جائے (۸) مضمون سنانے کے بعد تین مولوی جن کو پیر صاحب تجویز کریں تین مرتبہ حلف بہ قذف محصنات کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کریں (۹) اگر پیر صاحب مقابلہ نہ کریں۔ تو کم از کم چالیس مولوی مقابلہ کی درخواست کریں (۱۰) اگر ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء سے ایک ماہ کے اندر پیر صاحب یا دیگر چالیس علماء نے مقابلہ کا اشتہار نہ نکالا۔ تو سمجھا جائیگا۔ کہ وہ آسمانی رعب سے ڈر گئے

اس اشتہار کے ذریعہ ۸۶ مولویوں اور سجادہ نشینوں کو دعوت مقابلہ دی گئی تھی۔ لیکن جہادی بہادروں سے کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ لیکن پیر صاحب نے جواب دیا تو یہ کہ ان شرائط مندرجہ بالا کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ تفسیر لکھنے سے پہلے ایک تقریری مباحثہ ہو۔ جس کے حکم مولوی صاحبان ہوں۔ اور مولوی صاحبان اگر پیر صاحب کے حق میں فیصلہ کر دیں۔ تو حضرت صاحب پیر صاحب کی بیعت کر لیں۔ پیر صاحب کے الفاظ یہ ہیں:۔

"پہلے مسئلہ مسیحیت و مہدویت و رسالت لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعوے کو بپایۂ ثبوت پہنچادینگا . . . . . بعد ظہور اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعوے کو بپایۂ ثبوت نہیں پہنچا سکے۔ مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی۔ بعد اس کے عقائد میں وہ مرزا صاحب جن میں جناب ساری اُمت مرحومہ سے منفرد ہیں بحث تقریری واظہار رائے ہو کر مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری دی جائیگی"

حضرت صاحب کی شرائط کے بالمقابل ایک نئی شرط مقرر کرنا اور پھر شرط بھی وہ کہ جس کا اعلان آپ کئی سال پہلے کر چکے ہیں۔ کہ آئندہ تقریری بحثوں کا دروازہ آپ نے بند کر دیا ہے۔ کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اگر اپنی طرف سے کوئی زائد شرط لگانی تھی۔ تو دوسرے فریق کی منظوری کی انتظار کی جاتی۔ پیر صاحب کے اشتہار کے جواب میں مولانا محمد احسن صاحب نے ۱۴ اگست ۱۹۰۰ء کو اشتہار دیا۔ کہ تفسیر القرآن میں حضرت صاحب کا مقابلہ منظور نہیں اور بحث منظور ہے۔ تو بحث مجھ سے کر لیں۔ لیکن اُسے منظور نہ کیا گیا۔ اور پیر صاحب بغیر طے کئے شرائط لاہور آ گئے:۔

جب ۱۹۰۰ء (یعنی سنہ اٹھارہ سو ننانوے میں نہیں بلکہ) مہر علی شاہ صاحب (گولڑہ) کا مقابلہ تفسیر نویسی کے لئے لاہور آنا۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء کے اخبار پیغام میں امرتسری صاحب نے اعتراضات کرنے کے بعد لکھا کہ پیر صاحب نے ایک شرط بڑھائی ہے حالانکہ یہی شرط ایسی تھی۔ کہ جبتک دوسرا فریق اپنی پوزیشن صاف نہ کر لیتا۔ کوئی مقابلہ نہ ہو سکتا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ان الفاظ کی یعنی آپ نے عذر کیا۔ کہ لاہور میں میرے لئے مرید تھوڑے ہیں۔ اور پیر صاحب کے ساتھ بہت سے سرحدی لوگ آ گئے۔ تائید حضرت صاحب کے اپنے اشتہارات ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء یا ۲۸ اگست ۱۹۰۰ء . . . . . . سے نہیں ہوتی:۔

مولانا فحاش اور مولوی ثناء اللہ امرتسری حضرت مسیح موعود پر بار بار اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ نے جہاد کی تعلیم کو منسوخ کر کے مسلمانوں میں سے بہادری کی علامت جہاد کو نکال دیا۔ حالانکہ دوسری طرف خود ہی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ:۔

مرزا جی کی طرف میلان کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم قریب العدم ثابت ہوئی۔ اور مخالفت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ

اہلحدیث ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء

جب حضرت مسیح موعود کی طرف میلان کرنے والے قریب العدم

انجمن حمایت اسلام لاہور کا مبارک عزم

لاہور میں اسلامیہ گرلز ہائی سکول کی ضرورت

روایات اسلام کی رو سے مسلمان مردوں اور عورتوں پر حصول التعلیم یکساں لازم ہے۔ لیکن اعداد و شمار بتلا رہے ہیں کہ مسلمان عورتیں تعلیمی ترقی میں بہت ہی پیچھے ہیں۔ جب مسلمان مرد ہی صرف چار فیصدی تعلیم یافتہ ہیں تو مسلمان عورتوں کی تعلیمی پستی کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔

غیر اسلامی سکولوں کے نقائص

لاہور میں اگرچہ کئی ایک سرکاری و غیر سرکاری گرلز ہائی سکول موجود ہیں لیکن مسلمان لڑکیاں ان سے تعلق مستفید نہیں ہو سکتیں۔ ذیل کے امور قابل توجہ ہیں۔

(۱) یہ اسکول شہر سے اتنے فاصلے پر ہیں کہ پردہ نشین مسلمان لڑکیوں کو وہاں آنے جانے سے بے حد دقت کا سامنا ہوتا ہے۔

(۲) ان سکولوں میں مذہبی تعلیم یکسر مفقود ہے۔ صرف دنیاوی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو لڑکیوں کے حسب حال نہیں ہوتی۔

(۳) وہاں کے اخراجات اتنے زیادہ ہیں۔ کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کسی صورت میں متحمل نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کو ضرورت ہے ایسے مدارس کی جہاں غریب سے غریب اشخاص بھی اپنے بچوں کو بھیج سکیں۔

ہمارے ہندو بھائیوں نے باوجود اس امر کے کہ ان میں پردہ کا رواج نہیں اور نہ اقتصادی کمزوریاں ان کے سد راہ ہیں۔ ان خامیوں کو محسوس کیا اور انہوں نے لڑکیوں کے لئے متعدد سکول کھول دیئے جنمیں ہزاروں کی تعداد میں لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ ان سکولوں کے علاوہ انہوں نے گنگا رام آنجہانی کی یادگار میں ایک بہت بڑا گرلز ہائی سکول جاری کر رکھا ہے۔ جسے وہ عنقریب کالج بنا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

لیکن مسلمان لڑکیوں کے لئے کوئی سکول نہیں۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ جہاں مسلمان بچوں کو تعلیم سے بہرہ ور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہاں مسلمان بچیوں کو بھی زیور علم سے آراستہ کیا جائے۔

اسلامیہ گرلز ہائی سکول

انجمن حمایت اسلام لاہور نے لڑکوں کی تعلیم کا جو انتظام کر دکھایا ہے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہ امر پبلک کے لئے باعث مسرت ہوگا۔ کہ انجمن نے اب مسلمان لڑکیوں کی ہائی تعلیم کا انتظام بھی اپنے ذمے لے لیا ہے۔

سردست ایک اسلامیہ گرلز ہائی سکول کا انتظام کیا جائیگا اگر ضرورت ہوئی تو عنقریب اور سکول بھی اسی پیمانے پر کھول دیئے جائیں گے۔ اور لاہور کی مسلمان لڑکیوں کی ہائی تعلیم میں کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔

اس مجوزہ سکول کی خصوصیات

اس سکول کے متعلق جو تجاویز انجمن کے ذہن میں ہیں انہیں دیکھتے ہوئے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس سکول کی تعلیم یافتہ لڑکیاں ہر لحاظ سے مکمل مسلمان لڑکیاں ہونگی۔ ان شاء اللہ۔

ان میں امور ذیل خاص طور پر پیش نظر رکھے جائیں گے۔

(۱) دینیات کی تعلیم کا خاص انتظام۔
(۲) اسلامی تاریخ و روایات سے پوری واقفیت۔
(۳) خانہ داری کی مکمل تعلیم۔
(۴) عصر حاضرہ کی بہترین دنیاوی تعلیم۔
(۵) کوئی نہ کوئی دستکاری جو عورتوں کے حسب حال ہو۔

قدیم طرز کے مکاتب کی ضرورت

کبھی ایک زمانہ تھا کہ بڑے شہروں کے ہر محلہ میں ایک مکتب ہوتا جہاں محلہ کی بڑی بوڑھیاں چھوٹی بچیوں کو کتابی تعلیم دیتیں۔ کھانا پکانا، سینا، پرونا وغیرہ سکھاتیں۔ بچیوں کی تہذیب و سیرت کی بنیاد رکھتیں۔

انجمن کے خیال میں ان مکاتب کی اس وقت اور بھی ضرورت ہے۔ ایسے مکاتب کی تعلیم یافتہ بچیوں کو مجوزہ اسلامیہ اسکولوں سے پورے پورے طور پر مستفید ہونے کا موقعہ مل سکیگا۔

استدعا

لاہور کی پبلک سے استدعا ہے کہ اس اسکول کے محل وقوع کی نسبت انجمن کو اپنی قیمتی آراء سے مطلع کریں۔ انجمن جانتی ہے کہ سکول ایسے مقام پر ہونا چاہیئے جہاں مسلمان بچیوں کی بیشتر تعداد کو اس سے فائدہ پہنچ سکے انہیں وہاں آنے جانے میں تکلیف نہ ہو۔ جگہ ہوادار اور فراخ ہو اور ایک ہائی سکول کی تمام ضروریات بوجہ احسن پوری ہوتی ہوں۔

انجمن یہ بھی معلوم کرنا چاہتی ہے کہ مکاتب کے متعلق مسلمانان لاہور کی کیا تجاویز ہیں۔ چونکہ معاملہ فوری توجہ کا محتاج ہے اس لئے بہی خواہان ملت اپنی اولین فرصت میں اس اہم کام کو سر انجام دیکر انجمن کی امداد فرمائیں۔

بقیہ صفحہ ۵

ہیں۔ تو پھر آپ لوگوں کے لغو اعتراضات کی حقیقت کیا ہے۔ آپ اپنے ہم خیالوں کی جہادی سپرٹ کو قائم رکھیں۔ اور اُن کو سرفروشی سکھا کر کچھ عملی جہاد کر کے دکھائیں۔ یہ کوئی بہادری نہیں۔ کہ مساجد میں مسلمانوں کو باہم لڑا کر اپنی جہادی سپرٹ کا اظہار کیا جائے۔ اور ساری سرفروشی اپنے ہی بھائیوں کے سر پھوڑنے پر خرچ ہو جائے۔

سوالات و جوابات

پابندی وضو کا فلسفہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ کے قلم سے

سوال۔ نماز سے قبل ایک دفعہ وضو کر لینا تو خیر ہوا مگر یہ کیا کہ اگر آدمی کے پیشاب یا پاخانہ کے مقام سے کوئی چیز بھی خارج ہو تو وضو شکست ہو جاتا ہے۔ یوں کیوں نہ ہوا کہ نماز سے قبل ایک دفعہ وضو کر لیا پھر کسی حالت میں بھی نماز پڑھنے سے قبل دوبارہ وضو کی ضرورت نہ ہوتی۔

جواب۔ اللہ تعالیٰ جیسے مطہر و مقدس ذات کی حضوری کے لئے ضروری تھا کہ ہر قسم کی گندگی اور نجاست سے انسان پاک ہو کر اس کے حضور میں حاضر ہو۔ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ اسی لئے جسم اور کپڑوں کی طہارت ضروری ہوئی پیشاب ہو یا پاخانہ دفع حاجت کے وقت جن مقامات میں جانا پڑتا ہے وہاں سینکڑوں مہلک جراثیم ہوتے ہیں جو سانس اور ناک اور منہ کے ذریعہ انسان کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ بدبو سے دماغ کے لطیف اعصاب اور نازک مرکزوں پر جو برا اثر پڑتا ہے ان سب اثر کو زائل کرنے اور ان کے ضرر سے بچنے کے لئے وضو کو ضروری قرار دیا۔ ایک آدمی جب نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو یا نماز کے لئے تیاری میں ہو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اگر ریح خارج ہو تو کسقدر بدتہذیبی اور گستاخی حضرت رب العزت کی جناب میں ہے۔ یہاں معمولی حاکم کے سامنے اس قسم کی بدتمیزی ناقابل معافی ہے تو چہ جائیکہ احکم الحاکمین کی حضوری میں یا حضوری کی تیاری کے وقت ایسی نالائق حرکت کا انسان مرتکب ہو۔ خود انسان کے حضوری قلب پر بدبو کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ بدبو ناک میں چڑھ رہی ہو تو حضوری قلب تو دور رہی جی متلانے لگتا ہے۔ خدا کی مقدس اور پاک ذات کی حضوری کے لئے کوشش ہو اور حالت یہ ہو کہ بدبو سے جی متلا رہا ہو تو فرمائیے نماز کیا خاک ہوگی۔ پھر نماز کا بیشتر حصہ تو اجتماعی ہے یعنی مسجد میں لوگ نماز با جماعت کیلئے جمع ہوتے ہیں اگر وہاں لوگ بدبو پھیلانے لگیں تو فرمائیے کیا قیامت آئے اور ایسی سوسائٹی کیسی گندی اور بدتمیز اور بدتہذیب سمجھی جائے گی۔ ایک مجمع میں جہاں بدبو پھیلی ہوئی ہو صحت پر کیسا برا اثر پڑنے لگا اور دل و دماغ کی کیا کیفیت ہوگی۔ اور حضوری قلب تو درکنار قے آ جائے تو تعجب نہیں۔ اس لئے اسلام نے یہ حد بندی لگا دی بلکہ اس بات پر بڑا زور دیا کہ کپڑے صاف ہوں غسل یا کم سے کم وضو کر کے آؤ اور کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جس سے فضا گندی ہو جائے بلکہ حکم ہے کہ خوشبو لگا کر آؤ۔ کیونکہ جس طرح بدبو دل و دماغ کے لطیف پٹھوں پر برا اثر ڈالتی ہے خوشبو اچھا اثر ڈالتی ہے پس شکست وضو کے اسباب اپنے اندر سوسائٹی کی تہذیب اور اجتماع کے اندر حفظان صحت اور تمیز اور شائستگی اور خدا کی حضوری میں ہر قسم کی پاکیزگی کیلئے اپنے اندر ایسی حد بندیاں رکھتے ہیں جس کے بغیر نہ کوئی نماز حضوری قلب کے ساتھ ہو سکتی ہے نہ کوئی اجتماع مہذب اور پر امن اور مفید ہو سکتا ہے کسی اجتماع میں بدبو پھیلانا پرلے درجہ کی بدتہذیبی گنی جاتی ہے چہ جائیکہ پھر اس کے ساتھ اپنے رب کی مقدس حضوری بھی شامل ہو۔ وضو کے رنگ میں عبادت کے ساتھ انسانیت اور تہذیب کا بھی اس میں سبق ہے۔

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

بسم الله الرحمن الرحیم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیت

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت یا منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۰

اخبار احمدیہ

حضرت امیر کی تحریک ادائگی قرضہ جات کے جواب میں وانو (وزیرستان) سے مرزا جلال احمد صاحب ایس ڈی او۔ اپنی اور ایک اور دوست ڈاکٹر عدالت خاں صاحب کے حصہ کی رقم بھیجتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت امیر کے حکم کی اہمیت کا خیال کرتے ہوئے واقعی اپنے بال بچے کا پیٹ کاٹ کر ارسال کیا گیا ہے۔ اگر اس کو محض اپیل خیال کیا جاتا تو کم از کم میرے جیسا انسان اس کی تعمیل سے معذور ہوتا۔ مبارک ہیں حضرت امیر اور ان کے ادارہ جات جو حضور کے حکم کا اجرا کرتے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں ہماری ذمہ داریاں جو خود بخود ہم ادا نہیں کر سکتے ہمارا بوجھ اپنے اوپر اٹھا کر ان سے ہمیں سبکدوش کر دیتے ہیں۔ جس کے لئے ہم حضرت امیر کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

مولانا عبد الحق صاحب بمبئی سے تین چار روز کے لئے تشریف لائے ہیں ایک دو دن تک واپس تشریف لے جائیں گے۔

مولانا عصمت اللہ صاحب ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں۔

لائلپور کے جلسہ میں شمولیت کیلئے مولوی عمر الدین صاحب شملوی اور شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی تشریف لے گئے ہیں۔

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار جلسہ گذشتہ ۱۸ ستمبر کو احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا جس میں ایڈیٹر پیغام صلح نے نزول مسیح پر تقریر کی اور مولانا عمر الدین صاحب شملوی نے بحیثیت صدر غیر مذاہب پر حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا غلبہ ثابت کیا۔

شکریہ احباب حکیم عبد الغنی صاحب راولپنڈی کے نوجوان صاحبزادہ کی وفات کی خبر کسی گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے حکیم صاحب ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے انہیں تعزیتی خط لکھے اور ہمدردی کا اظہار کیا۔

پاکیزہ اور اعلیٰ اصولوں نے گھر کر لیا اور بالآخر میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ میں نے کئی سال کی غور و تحقیق کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اسلام سے انسان کا دین اور دنیا دونوں بن جاتی ہیں اور سرمدی راحت

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

چند ذی وجاہت شخصیتوں کا قبول اسلام

جاپان میں قبول اسلام

البلاغ مصر لکھتا ہے :- جو لوصولو کی مرسولہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ مشرق اقصیٰ میں اسلام کی صدائے حق ہر کہ ومہ کو اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔ لوگ بلا قید ملت وجنس کثیر تعداد میں صدق دل کے ساتھ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ دین محمدی کی یہ ترویج شنغا فوری جمعیت کی مساعی کا نتیجہ ہے جو الاستاذ الشیخ عبد العلیم صدیقی کی زیر صدارت نہایت سرگرمی سے تبلیغی کام میں مصروف ہے۔ استاذ مذکور اس جمعیت کے بانی اور مجلہ الاسلام الحق کے مدیر ہیں جو وہاں انگریزی زبان میں شائع کیا جاتا ہے۔

جو لوصولو کے جامعہ کونی کوان کے ایک پروفیسر نے اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے ایک اسلامی مجلہ کو اپنا بیان روانہ کیا جس میں وہ کہتے ہیں۔ میں نے کامل تحقیق کے بعد دین اسلام کو قبول کیا ہے۔ میں اس قطعی نتیجہ پر پہنچا ہوں اور یہ میرا اعتقاد ہے کہ اسلام حقیقتاً دین فطرت ہے یہ وہ دین ہے جو ہر زمان و ہر مکان کیلئے موزوں و متفق ہے۔ اس کا کوئی کوئی اصول ایسا نہیں جو انسانیت اور مدنیت کے مفاد کے خلاف ہو میں نے یہ عہد کیا ہے کہ اپنی گذشتہ تاریک زندگی کی تلافی کے لئے جو سراسر کفر و ظلمت سے بھری ہوئی ہے۔ دین محمدی کی ترویج اور اسلام کی صدائے حق کو بلند کرنے کیلئے اپنے سارے مساعی وقف کر دوں گا۔

جاپان کے مشہور تاجروں نے استاذ مذکور کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلامی مواد کا کافی ذخیرہ اپنے ساتھ لیا اور وعدہ کیا کہ وہ جاپان اور دیگر مقامات میں جہاں کہیں وہ پہنچیں گے اسلام کی حقانیت کو پیش کرنے اور صدائے حق کو بلند کرنے سے کبھی باز نہ رہیں گے۔

دمشق کا اسپینی سفیر آغوش اسلام میں

خدا کا شکر ہے کہ جمہوریہ اسپین کے قیام کے بعد سے اسپانیہ کے نوجوان مسیحی پادریوں کے جال سے باہر نکل رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ تعصب کافور ہو رہا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسپینی لوگ نہایت سرعت کے اسلام کی صداقتوں کے سامنے مفتوح ہونے والے ہیں۔

جرائد دمشق کا بیان ہے کہ اسپینیوں کے مذہبی افکار میں تبدیلی کا تازہ ترین اثر یہ ہے کہ مقامی اسپینی سفیر موسیو ڈاز نڈہ حاکم دمشق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قبول اسلام کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اس کو سرکاری طور پر کاغذات میں درج کر لیا جائے جب یہ خبر سفیر صاحب کے گھر میں پہنچی تو ان کی قدامت پسند بیوی اور لڑکا دونوں حاکم کے پاس پہنچے اور اس سے اس معاملہ کے مسترد کرنے کی درخواست کی اس کی اطلاع سفیر صاحب کو ہوئی تو وہ اپنے گھر والوں کی اس مداخلت پر بہت برہم ہوئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کے حق میں تمام املاک سے دست برداری دیکر انکو اس کے لئے تیار کیا کہ وہ ان کے قبول اسلام میں مزاحمت نہ کریں۔

ایک لکھپتی ہندو لڑکی اسلام میں

ٹھاکردوارہ گرگام کے مشہور دلال مسٹر مکنداس چھیداس کی لکھ پتی لڑکی مس سندر بائی نے گرانٹ روڈ کی مسجد کے امام صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

مس سندر بائی کا بیان ہے کہ میں نے مشہور نو مسلم انگریز مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال کے انگریزی ترجمہ کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں

ارشادات نبوی

حضرت مسیح موعود کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب

بہشت میں زراعت کی خواہش

ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن نبی صلعم باتیں کر رہے تھے۔ اور آپ کے پاس ایک شخص گاؤں کا رہنے والا بیٹھا تھا۔ کہ جنت والوں میں سے ایک شخص نے اپنے رب سے کھیتی کرنے کی اجازت مانگی۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس سے فرمایا۔ کیا تو جو کچھ چاہتا ہے۔ وہ تیرے پاس نہیں۔ عرض کیا۔ ہاں۔ مگر میں کھیتی کرنا پسند کرتا ہوں۔ تو وہ بیج بوئیگا۔ اور اس کا اگنا اور مضبوط ہونا اور کاٹنے کے لائق ہونا آنکھ کی جھپک سے بھی جلدی ہوگا۔ اور وہ پہاڑوں کی طرح ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائیگا۔ اے ابن آدم (یہ) لے تو تیرا پیٹ کسی سے نہیں بھرتا۔ تو دیہاتی نے کہا۔ خدا کی قسم۔ یہ شخص یا قریشی ہوگا۔ یا انصاری۔ کیونکہ وہی کھیتی والے ہوتے ہیں۔ اور ہم تو کھیتی والے ہیں نہیں۔ تو نبی صلعم ہنس پڑے۔

نوٹ :۔ جنت کے متعلق کتاب التفسیر سورہ سجدہ میں آیت فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعين کے نیچے آتا ہے فالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر پس ان نعما کی حقیقت کو مثالوں سے سمجھایا ہے۔ اور یہ بھی ایک مثال ہے۔ کہ کوئی بھی انسان کی خواہش ہو۔ اس کے پورا ہونے کا سامان وہاں ہوگا۔ اور جو رکاوٹیں یہاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہاں نہ ہونگی۔ اعرابی کی بات پر نبی صلعم کا ہنس پڑنا بتاتا ہے۔ کہ آپ لوگوں کی باتوں کو کس وسعت قلبی سے سنتے تھے۔ آج اس قسم کی کوئی بات کسی عالم کے سامنے کہدے۔ تو ہنسنے کے بجائے لٹھ سے خدمت کرنے کو تیار ہوگا۔

مجلس میں مساوات

انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے لئے ایک گھر کی پلی ہوئی بکری کا دودھ دوہا گیا۔ اور وہ انس بن مالک کے گھر میں تھی۔ اور اس کے دودھ کے ساتھ اس کنوئیں کا پانی ملایا گیا۔ جو انس کے گھر میں تھا۔ پھر رسول اللہ صلعم کو پیالہ دیا گیا۔ تو آپ نے اس سے پیا۔ یہاں تک کہ جب آپ نے پیالہ اپنے منہ سے الگ کیا۔ اور آپ کے بائیں حضرت ابوبکرؓ تھے۔ اور آپ کے دائیں ایک دیہاتی تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس خوف سے کہ آپ پیالہ اعرابی کو دیدینگے۔ عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ ابوبکر کو دیں۔ آپ کے پاس ہیں۔ تو آنحضرت نے اسے اس دیہاتی کو دے دیا۔ جو آپ کے دائیں طرف تھا۔ پھر فرمایا۔ دائیں طرف والا پھر اسکی دائیں طرف والا حقدار ہے (کتاب المساقاة)

نوٹ :۔ یہ بھی درحقیقت مجلس میں مساوات قائم کرنے کا ایک اصول تھا۔ اور اس طرح کسی کو شکایت نہیں ہوسکتی تھی۔ کہ دوسرے کو اس پر کیوں مقدم کیا گیا۔

مجلسی حقوق

سہل بن سعد سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے سامنے ایک پیالہ لایا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا۔ جو سب سے چھوٹا تھا۔ اور عمر رسیدہ لوگ آپ کی بائیں طرف تھے۔ آنحضرت نے کہا۔ میاں لڑکے کیا تم اجازت دیتے ہو۔ کہ یہ میں بوڑھوں کو دیدوں۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ سے بچا ہوا جو میرا حصہ ہے۔ اس میں میں کسی کو اپنے اوپر ترجیح نہ دونگا۔ آنحضرت نے وہ پانی اسے دیدیا (ایضاً)

نوٹ :۔ امام بخاری نے اس پر یہ استدلال کیا ہے۔ کہ دائیں طرف بیٹھنے والے کا پانی کا حق ہوگیا۔ مگر کھیتوں میں پانی کے حقوق یا کنوئیں کھدوانے یا نہریں کھدوانے سے جو پانی کے حقوق پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی نوعیت اور ہے۔

قرضہ کی ادائیگی

ابوہریرہ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جو لوگوں سے اس ارادہ سے مال لیتا ہے۔ کہ اسے ادا کردے گا۔ تو اللہ اس کی طرف سے ادا کر دے گا۔ اور جو لیکر برباد کرنا چاہتا ہے۔ تو اللہ اس کو برباد کریگا۔ (کتاب الاستقراض)

نوٹ :۔ جو قرض کو ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے۔ وہ اس کے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی کوشش کو کامیاب کر دیتا ہے۔ جو نہیں ادا کرنا چاہتا۔ وہ قرض لے لے کر تباہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر بے اعتباری کی وجہ سے اسے کوئی دیتا بھی نہیں۔

غرناطہ کی اسلامی یونیورسٹی

وزیر تعلیم اسپین نے اعلان کیا ہے کہ غرناطہ کی مجوزہ اسلامی یونیورسٹی کا افتتاح کئی مفکرین اسلام اور علماء کی موجودگی میں آئندہ ماہ میں عمل میں آئے گا۔ توقع کی جاتی ہے کہ افتتاح کے موقعہ پر شاہ فہد بھی غرناطہ تشریف لے جائیں گے اور یونیورسٹی کا افتتاح فرمائیں گے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

حیات مسیح میں آنحضرت صلعم کی توہین

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ جس نبی کی امت کہلاتے ہیں اسی کو معاذ اللہ مردہ کہتے ہیں۔ اور اس نبی کو جس کی امت کا خاتمہ ضربت عليهم الذلة والمسكنة پر ہوا ابد تک ان کو عزت نہ ملے گی۔ اب اگر حضرت عیسیٰ پھر آگئے۔ تو پھر گویا ان کی کھوئی ہوئی عزت بحال ہوگئی۔ اور قرآن شریف کا یہ حکم باطل ہوگیا جس پہلو اور حیثیت سے دیکھو جو کچھ وہ مانتے ہیں۔ اس پہلو سے قرآن کریم کا ابطال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تو یہود کے لئے فتوے دیتا ہے۔ کہ ان میں نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اور وہ ذلیل ہو گئے۔ پھر ان میں زندہ نبی کیسے آسکتا ہے۔

قرآن سے وفات مسیح

ایک مسلمان کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ کہ جب اس کے سامنے قرآن شریف پیش کیا جائے۔ تو وہ انکار کے لئے لب کشائی نہ کرے۔ مگر یہ قرآن سنتے ہیں۔ اور پڑھتے ہیں۔ وہ ان کے حلق کے نیچے نہیں جاتا۔ ورنہ کیا یہ کافی نہ تھا۔ کہ قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے يٰعيسى انی متوفيك ورافعك الی اور اس سے بڑھکر خود حضرت مسیح کا اپنا اقرار موجود ہے فلما توفيتنی كنت انت الرقيب عليهم اور یہ قیامت کا واقعہ ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا۔ کہ کیا تو نے کہا تھا۔ کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جب تک میں ان میں زندہ تھا۔ میں نے تو نہیں کہا۔ اور میں وہی تعلیم دیتا رہا۔ جو تو نے مجھے دی تھی۔ لیکن جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ اس وقت تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اب یہ کیسی صاف بات ہے

حضرت مسیح کا جواب

اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا۔ کہ حضرت مسیح کو دنیا میں قیامت سے پہلے آنا تھا۔ تو پھر یہ جواب ان کا کیسے صحیح ہوسکتا ہے ان کو تو کہنا چاہئے تھا۔ کہ میں دنیا میں جب دوبارہ گیا۔ تو اس وقت صلیب پرستی کا زور تھا۔ اور میری الوہیت اور ابنیت پر بھی شور مچ رہا تھا۔ مگر میں نے جا کر صلیبوں کو توڑا۔ اور خنزیروں کو قتل کیا۔ اور تیری توحید کو پھیلایا۔ نہ یہ جواب دیتے۔ کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ اس وقت تو خود نگران تھا۔

کیا قیامت کے دن حضرت مسیح جھوٹ بولیں گے؟ ان عقائد کی بابت کہاں تک بیان کی جاوے جس پہلو اور مقام سے دیکھو۔ قرآن شریف کی مخالفت نظر آوے گی۔

مسیح مردوں میں

پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے۔ کہ حضرت مسیح آسمان پر کہاں بیٹھے ہیں؟ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور یحییٰ علیہ السلام بالاتفاق وفات یافتہ ہیں۔ پھر مردوں میں زندوں کا کیا کام ہے۔

غلطیاں اور ضد

غرض کہاں تک بیان کروں۔ ایک غلطی ہو۔ تو آدمی بیان کرے۔ یہاں تو غلطیاں ہی غلطیاں بھری پڑی ہیں۔ باوجود ان غلطیوں کے تعصب اور ضد بڑھی ہوئی ہے۔ اور اس ضد کے سبب سچ کے قبول کرنے میں عذر کرتے ہیں۔ ہاں جس جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہوا ہے۔ اور اس کے حصہ میں سعادت ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے۔ اور اس طرف آتا جاتا ہے

حدیث میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جس کے لئے نیکی چاہتا ہے۔ اس کے دل میں واعظ پیدا کر دیتا ہے جب تک دل میں واعظ نہ ہو۔ کچھ نہیں ہوتا۔ اگر خدا کے قول کے خلاف کوئی قول ہو۔ تو خدا اس کو اس خلاف قول کے ماننے میں کیا جواب دیگا۔ احادیث کے متعلق خود یہ تسلیم کر چکے ہیں۔ خصوصاً مولوی محمد حسین اپنے رسالہ میں شائع کر چکا ہے کہ اہل کشف احادیث کی صحت بذریعہ کشف کر لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث محدثین کے اصولوں کے موافق صحیح بھی ہو۔ تو اہل کشف اسے موضوع قرار دے سکتے ہیں۔ اور موضوع کو صحیح ٹھہرا سکتے ہیں۔

حکم کا کام

جس حال میں اہل کشف احادیث کی صحت کے اس معیار کے پابند نہیں۔ جو محدثین نے مقرر کیا ہے۔ بلکہ وہ بذریعہ کشف ان کی صحیح . . . احادیث کو موضوع ٹھہرانے کا حق رکھتے ہیں۔ تو پھر جس کو حکم ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا خدا تعالیٰ جو اس کا نام حکم رکھتا ہے۔ یہ نام ہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ سارا رطب و یابس جو اسکے سامنے پیش کیا جاوےگا تسلیم نہیں کریگا بلکہ بہت سی باتوں کو رد کر دیگا۔ اور جو صحیح ہونگی۔ ان کے صحیح ہونیکا وہ فیصلہ دیگا۔ ورنہ حکم کے معنی ہی کیا ہوئے جب اسکی کوئی بات مانتی ہی نہیں تو اسکے حکم ہونے سے فائدہ کیا حکم کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اسوقت اختلاف ہوگا اور ۷۳ فرقے موجود ہونگے ایسے ہر فرقہ اپنے مسلمات کو جو اس نے بنا رکھے ہیں۔ قطع نظر اسکے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ یا خیالی چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ یہ چاہیگا کہ اسکی باتیں ہی مانی جاویں اور جو کچھ وہ پیش کرتا ہے۔ وہ سب تسلیم کر لیا جاوے ایسی صورت میں اس حکم کو کیا کرنا ہوگا۔ کہ وہ سب کی باتیں مان لیگا۔ یا یہ کہ بعض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم جمعہ ۱۲۔ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ ہجری | نمبر ۵۸

گاندھی جی کی فاقہ کشی

اچھوتوں پر ڈورے ڈالنے کی ناکام کوشش

جس دن سے گاندھی جی نے فاقہ کشی کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ ہندوستان کے شمال سے لیکر جنوب تک اور مغرب سے لیکر مشرق تک ایک ہیجان عظیم برپا ہے اور ہندوؤں کی طرف سے اپیلوں پر اپیلیں شائع ہو رہی ہیں اور اچھوتوں پر زور دیا جا رہا ہے کہ مہاتما کی زندگی کو بچاؤ۔ ہندو قوم کے ساتھ مل جاؤ۔ مخلوط انتخاب کو مان لو چنانچہ اسی غرض اور مقصد کو لیکر پنڈت مدن موہن مالوی بمبئی پہنچے ہیں اور وہاں ہندوؤں اور اچھوتوں کی ایک کانفرنس منعقد کر رہے ہیں۔ جس کا مقصد اچھوتوں کو مخلوط انتخاب پر راضی کرنا ہے۔ ڈاکٹر امبیدکر نے جو اچھوتوں کے رہنما ہونے کی حیثیت سے اس کانفرنس میں شریک ہیں ہندو رہنماؤں سے صاف کہہ دیا ہے کہ کانفرنس کے انعقاد سے پہلے گاندھی جی کا نقطۂ نگاہ معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ یہ تو معلوم ہو کہ وہ اچھوتوں کو دینا کیا چاہتے ہیں جب تک یہ نہ بتایا جائے اس وقت تک کسی بات پر غور کرنا بے سود ہے۔

نمائشی حقوق

بجائے اس کے کہ اس صاف اور کھلے مطالبہ کا کوئی معقول جواب دیا جاتا۔ ہندوؤں نے اچھوتوں کو اس دھوکا میں مبتلا کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ انہیں مجلسی اور معاشرتی حقوق دینے کے لئے تیار ہیں چنانچہ جگہ بہ جگہ ایسے جلوس نکالے جا رہے ہیں جن میں بعض اچھوتوں کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے اور کسی پبلک مقام جلسہ منعقد کرکے ان کا جھوٹا پانی پی لیا جاتا یا کسی کنوئیں پر انہیں چڑھا دیا جاتا۔ یا کسی مندر کے اندر گھسیڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ۲۰ ستمبر کو جو گاندھی جی کی فاقہ کشی کا پہلا دن تھا اس قسم کے کئی ایک مناظر دیکھنے میں آئے لیکن سوائے ناکامی کے کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ کیونکہ سوائے چند سیاسی لیڈروں کے (جن کی کوشش صرف چند روزہ ہے) راسخ الاعتقاد ہندو ہرگز اچھوتوں کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات قائم کرنے یا انہیں مندروں میں داخل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر کو لاہور میں ہندوؤں کا ایک جلوس جو چند اچھوتوں کو لیکر بازاروں میں گشت لگا رہا جب "برہم ناتھ" کے مندر کے سامنے پہنچا تو مندر کے مہتمم مسٹر راما مل نے مندر کو قفل لگا دیا اور باوجود اصرار کے ان اچھوتوں کو مندر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ جب پنجاب میں یہ حال ہے تو جنوبی ہند میں جہاں برہمنوں کا زیادہ زور ہے اچھوتوں کو کیا امید ہو سکتی ہے۔

ہندو لیڈروں کی سیاسی چالیں

یہ صرف ہندو لیڈروں کی سیاسی چالیں ہیں کہ مجلسی حقوق کے بہانہ سے اچھوتوں کو انتخاب پر راضی کرنا چاہتے ہیں اور یہ امر موجب اطمینان ہے کہ اچھوت بھی ہندو لیڈروں کی اس سیاسی چال کو خوب سمجھ چکے ہیں اور وہ کسی طرح اس بات پر مطمئن نہیں کہ محض دکھاوے کیلئے ہندوؤں کو جھوٹا پانی پلا کر یا کنوؤں پر چڑھ کر اپنی ہستی کو ہمیشہ کے لئے ان میں مدغم کر دیں۔ اس قسم کی کئی ایک نمائشیں وہ اس سے پیشتر دیکھ چکے ہیں جو صرف اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک ہندوؤں کا مقصد حاصل نہ ہو جائے اس کے بعد کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں بلکہ وہی ظلم و ستم ان پر جاری رہتا ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ کہلائیں ہندو لیکن زندگی حیوانوں سے بھی بدتر بسر کریں۔ "ورن جاتی" کے لوگ جس کے نزدیک بھی پھٹکنے کی اجازت نہ ہو، ان کی سڑکوں پر چلنے کی اجازت نہ ہو۔ ان کے مندروں میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ ان کے تالابوں پر نہانے کی اجازت نہ ہو۔

اچھوتوں کے مطالبات

ان حالات میں اچھوتوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ ہمارا جھوٹا پانی پی لینا یا ایک آدھ مندر میں داخل ہو جانا کوئی چیز نہیں جب تک ہم سے روٹی بیٹی کا بیوہار نہ کیا جائے جب تک اونچ جاتیوں کے ہندو اچھوتوں کو اپنی لڑکیاں دینا گوارا نہ کریں، یا کم از کم کونسلوں کے اندر ان کے لئے نشستیں معین نہ کی جائیں تاکہ وہ آئندہ نظام حکومت میں اپنی بہبودی اور ترقی کا سامان پیدا کرکے ہندوؤں کے دائمی مظالم سے نجات پا سکیں

چودھری روشن لال اچھوت وائس پریزیڈنٹ لاہور سوپر ایسوسی ایشن نے ۲۰ ستمبر کو باغ بیرون موری دروازہ میں اچھوتوں اور ہندوؤں کے مشترکہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ

"اگر ہندو اچھوتوں کو اپنے برابر سمجھتے تو گاندھی جی کو مرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ تمام صوبوں میں اچھوتوں کو حقوق دیئے گئے ہیں لیکن پنجاب ان حقوق سے محروم ہے۔ اس لئے تمام ہندوؤں کا فرض ہے کہ وہ تمام ہندوستان میں اچھوتوں کے حقوق کی حفاظت کریں"

چودھری صاحب نے صاف فرمایا کہ

"ہندوؤں کی موجودہ پالیسی پر ہمیں شک ہے۔ اس سے پیشتر بھی تین چار مرتبہ ہمیں جلسوں میں بھوجن وغیرہ کھلایا گیا لیکن بعد میں کسی نے نہ پوچھا تم ہم کو ایسا دھوکا نہ دو جو ہمارے نقصان کا باعث ہو ہم نے تمہاری بہت خدمات کی ہیں اور اب تک کر رہے ہیں جس کے صلہ میں ہندو قوم ہمارے حقوق پر قابض ہے اور خود محل بنا کر عیش کر رہی ہے۔ اور ہم بھوکوں مر رہے ہیں"

ناانصافی کی حد ہوگئی

کون منصف مزاج انسان ان واجبی شکایات اور معقول مطالبات کو غیر حق بجانب قرار دے سکتا ہے۔ لیکن ہندو قوم کی ناانصافی دیکھئے کہ ایک طرف گاندھی جی کی جان بچانے کے لئے غریب اچھوتوں پر زور دیا جا رہا ہے کہ تم مخلوط انتخاب کو مان لو۔ اور دوسری طرف اتنا بھی گوارا نہیں کہ ان غریبوں کو عبادت کے لئے مندروں کے اندر بھی گھسنے دیا جائے۔ جہاں اس بات کا نام آتا ہے فوراً چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مسٹر کے ایم اچاریہ نے پنڈت مدن موہن مالویہ کے نام ایک خط بھیجا ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ

"اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ اچھوتوں اور ہندوؤں کے لئے ایسے جدید مندر تعمیر کریں جہاں آپ کے جدید عقیدہ کے مطابق دونوں قومیں عبادت کر سکیں لیکن آپ پرانے مندروں کو اس ناپاک مقصد کے لئے کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ کیا آپ کی خواہش یہ ہے کہ وہ لوگ جو مندروں کی عبادت کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ ہر مندر کا فرش ان کے خون سے رنگین نظر آئے؟ کیا یہ آپ کی اہنسا ہے؟"

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے وہ ہندو اہنسا جو اچھوتوں کے ساتھ برتی جا رہی ہے۔ ایک طرف انہیں مخلوط انتخاب کی طرف بلایا جا رہا ہے ورنہ گاندھی جی جان لینے کے درپے ہیں اور دوسری طرف ان نمائشی مراعات پر بھی جو مطلب برآری کے لئے دینے کا خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ قدامت پسند ہندو صاف پکار اٹھتے ہیں کہ اگر ان لوگوں کو مندروں کے اندر گھسنے دیا گیا تو ہر مندر کا فرش ان کے خون سے رنگین ہو جائے گا۔

سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے

ایسی حالت میں ہندوؤں کی چالاکی ظاہر ہے۔ گاندھی جی کی فاقہ کشی کو بعض اچھوتوں کی ذلت کو برقرار رکھنے اور ان کے حقوق چھیننے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ وہ کسی طرح نہیں چاہتے کہ اچھوتوں کو سوسائٹی میں کوئی عزت و وقار حاصل ہو۔ وہ نہیں چاہتے کہ اچھوتوں کو کسی قسم کی مراعات دے کر کسی قسم کے مجلسی حقوق عطا کئے اور آئندہ نظام سلطنت میں انہیں بھی اپنے ساتھ شریک کرکے اس ذلت اور پستی سے اٹھنے کا موقع دیں جس میں ہزارہا سال سے وہ مبتلا چلے آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی انہیں گوارا نہیں کہ وہ ہندو قوم سے علیحدگی اختیار کرکے ان کے سیاسی اقتدار اور عددی قوت کو کم کرنے کا موجب ہوں۔ اس لئے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے کی ضرب المثل پر عامل ہو کر وہ اس بات کے درپے ہیں

گاندھی جی کہتے ہیں کہ ... ہندو دیگر اچھوتوں کو اپنے ڈھنگ پر لے آئیں، اور ہاتھ سے کچھ دینا دلانا نہ پڑے۔

حقیقی علاج

ہندوؤں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا یہ طریق عمل ہندوستان کو کسی طرح امن و بہبودی کے رستہ پر نہیں لا سکتا۔ کسی طرح آئندہ دستور العمل کو کامیاب نہیں بنا سکتا جب تک ان کے مطالبات کو پورا کرکے یہ موقعہ نہ دیا جائے کہ وہ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کا سامان کر سکیں۔ اگر اس بہتے ہوئے مواد کو روک دیا گیا اور گاندھی جی کی زندگی کا واسطہ دیکر انہیں مخلوط انتخاب پر راضی کر لیا گیا، تو کل پھر یہ مواد رستے لگ جائے گا اور اس وقت تک اس کا اندمال مشکل ہوگا۔ جب تک انہیں ہندو جاتی سے الگ کرکے اپنی ترقی کے سامان خود پیدا کرنے کے قابل نہ بنایا جائے یا اسلام کی آغوش ترقی و رفعت کے بہترین سامان ان کے لئے مہیا نہ کرے۔

"وہ وحی جس کے ساتھ نبی مختص ہے"

فسخ نکاح کے اس مقدمہ میں جو بہاولپور میں قادیانی احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے مابین چل رہا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس نے شیخ محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ میں سے حسب ذیل حوالہ پیش کیا۔ جو الفضل مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۲ء میں نقل ہوا ہے:۔

وتارة ينزل على قلبه عليه السلام فتاخذه البرحاء وهو الحديث عن بالحال فان الطبع لا يناسب فلذلك يشتد عليه ويغيرت له مزاج الشخص الى ان يؤدى فالوحى بما اليه ثم يسرى عنه فيخبر بما قيل له وهذا كله موجود فى رجال الله من اولياء الله اختص به النبى من هذا دون الولى الوحى بالتشريع

اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

جو وحی رسول اللہ پر نازل ہوتی تھی یعنی آپ کے قلب پر تو آپ پر ایک حرارت سی ہو جاتی تھی جس کو حال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حالت آپ سے جاتی رہتی۔ اور آپ خبر دیتے۔ اس چیز کی جو آپ کو دی جاتی۔ اور یہ تمام اقسام وحی موجود ہیں۔ اب بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اولیاء میں سے اور وہ وحی جو ولی کے علاوہ نبی کے ساتھ مختص ہے۔ وہ تشریعی وحی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نبی کے لئے صاحب شریعت ہونا ضروری ہے، اور غیر تشریعی وحی نبوت نہیں۔ بلکہ وحی ولایت ہے۔ کیا ہمارے قادیانی دوست اس پر غور فرمائیں گے۔

ریاست الور اور مسلمان

الور میں مسلمانوں پر جو شدید مظالم برپا کئے گئے۔ ان کی مذہبی درسگاہوں کو بند کرکے مذہبی تعلیم کو ممنوع قرار دے کر تعلیم قرآن سے منع کیا اور مچلکے لیکر اور ان تمام ناواجب رکاوٹوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والوں پر گولیاں چلا کر انہیں قید و بند کی شقتوں میں ڈال کر جس تہذیب و شائستگی اور رعایا پروری کا اظہار کیا گیا۔ اس کی تفصیل قبل ازیں ان کالموں میں درج ہو چکی ہے۔ ہمارے ہندو معاصرین کو ہمیشہ ان واقعات کی صحت سے انکار رہا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی شکایات کو مبالغہ آمیز بغض و تعصب پر مبنی اور ہندو دشمنی کا نتیجہ قرار دیتے رہے ہیں۔ حالانکہ اگر صرف اسی بات پر غور کیا جاتا۔ کہ جو لوگ اپنے آبائی وطن سے بیوی بچوں سمیت ہزاروں کی تعداد میں نکل کھڑے ہوئے، اور گوڑگانوہ، دہلی، ریواڑی اور دیگر مقامات پر بے خانماں زندگی بسر کرنے کے لئے آ پڑے ہیں، وہ کوئی سر پھرے یا دیوانے تو نہیں۔ اگر ریاست میں امن و سکون تھا۔ اگر حکومت کی طرف سے کوئی جبر و ظلم نہ کیا جاتا تھا۔ تو کیا وہ پاگل ہو گئے تھے۔ کہ یونہی محض کثرت شکایات کی بناء پر امن و امان کی زندگی کو ترک کرکے غریب الوطنی اختیار کر لی۔

ہمیں افسوس ہے کہ ان تمام حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے کیبنٹ گورنر جنرل ما جیونا نے بھی ایک الوامی موقعہ کے موقعہ پر جو سیاہ ادوالو کیا ہے۔ یہ رنگین شورش الور کو مذہبی پر مبنی قرار دیا ہے۔ کاش فساد نویسوں کی تشریح بھی کردی گئی ہوتی تاکہ معلوم ہو جاتا کہ مسلمانوں کی ہجرت اور وطن مالوف کو چھوڑ کر خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کرنا کن ساری آفات کا نتیجہ ہے جو الور کی سرزمین میں محض مسلمانوں کے گھروں پر ٹوٹ پڑی تھیں۔ کاش انگریز اپنی روایتی غیر جانبداری اور انصاف کو اس زمانہ کے ریاستی تعلق کی نذر نہ کردیتے تو اس قسم کے درد فرسا نظارے آئے دن دیکھنے میں نہ آتے۔

ایک حق پسند ہندو کی آواز

ان مخالف حالات میں یہ دیکھ کر موجب مسرت ہے۔ کہ خود الور سے ایک حق پسند ہندو کی آواز بلند ہوئی ہے جس نے مسلمانوں کی مظلومی اور حکومت کے جور و ستم کی علانیہ شہادت دی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ:۔

"الور میں دکھوں سے بے شمار مسلمان جن پر فوج اور پولیس نے بے پناہ شدید ظلم ڈھائے ہیں چیخ پکار کر رہے ہیں کو ہمارے مقدمات کی شنوائی کے لئے باہر سے جج اور وکیل بلائے جائیں۔ لیکن ان بیشمار مسلمانوں کی کوئی نہیں سنتا۔ آخر بے چارے انہوں نے اپنی مادری بھومی کو تیاگ کر الور کو خالی دیکر دہلی، ریواڑی، اجمیر وغیرہ پر چلے گئے۔ ایک سچے ہندو کے لئے جب وہ اپنی آنکھوں سے پولیس اور فوج کے بے پناہ شدید ظلم بے قصور مسلمانوں پر دیکھتا ہے۔ تو چپ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چاہے الور نریش ظلم کرے یا اور کوئی نواب ظلم کرے ظلم آخر ظلم ہے۔ میں نے ان کمبخت درندوں کو پولیس کو ستاتے ہوئے دیکھا ہے جس سے میرے شریر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اگر اوسر موقعہ ہوا تو اس کا ورنن اور بیان کرونگا۔"

اس حق پسند ہندو نے یہ بھی اعلان کیا ہے۔ کہ:۔

"ریاست الور کا عربی، فارسی، اردو کے مکتب بند کر دینا بولاچ ساکر الور راجیہ میں بند ہیں۔ اور سنسکرت کی پڑھائی لازمی کر دینا مسلمان قوم کے مذہب پر کلہاڑا لگانا ہے۔ مہاراجہ الور سے تو یہ کہنا ہے۔ کہ وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں۔ کہ آپ جو اچھوت ادھار کے زبردست حامی ہیں۔ تو پھر مسلمانوں کو اچھوتوں کی نسبت نیچے درجہ میں لانے کی کوشش کیوں ہو رہی ہے۔ اور کیوں ان کی مذہبی تعلیم بند ہے۔ اور اردو و فارسی و عربی کو کیوں لیس زہر سمجھا جاتا ہے؟"

کیا ہمارے ہندو معاصرین اور بالخصوص علاپ اور ویر بھارت وغیرہ ہمیں بتائیں گے۔ کہ اس گھر کے بھیدی کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

انگریزی ترجمہ قرآن کا اثر

"ملا ازم اور اسلام" کے عنوان سے ۸ دسمبر کے لائٹ میں ایم محمود حسن صاحب بھٹیا کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں موجودہ زمانہ کے ملاؤں کی جہالت اور تنگ خیالیوں کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے۔ کہ "نو برس کی عمر میں ملاؤں کے ساتھ مجھے بہت عقیدت تھی۔ عربی تعلیم کے لئے مجھے ایک ملا کے سپرد کیا گیا۔ جس نے غیر معقول باتوں اور خیالات سے میرے کان بھرنے شروع کئے۔ اور ان کو میں بہت بڑا عالم سمجھکر بہت تعداد تھا۔ میں بڑی عقیدت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھتا رہا۔ لیکن نہیں جانتا تھا کہ کیا پڑھتا ہوں۔ وقت گذرتا گیا۔ اور اس کے بعد مجھے سکول میں اور پھر کالج میں آنا پڑا۔ اس تبدیلی نے میرے ایمانیات کو متزلزل کر دیا۔ ملاؤں کے تعلیم کردہ عقائد میرے قلب کی تسکین کے لئے ناکافی ثابت ہوئے۔ اور ہر بات جس سے مذہب کا لگاؤ ہوتا بچپن پر مبنی معلوم ہوتی۔ کوئی معقولیت کوئی منطق اور فلسفہ اس میں نظر نہ آتا۔ اس نازک موقعہ پر جبکہ میں دہریت کے کنارہ پر کھڑا تھا۔ خوش قسمتی سے مجھے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر القرآن مل گئی۔ اور یہ دیکھ کر مجھے سخت حیرانی ہوئی۔ کہ میں اسلام جیسے خوبصورت اور پاکیزہ مذہب کو چھوڑ رہا ہوں۔ جس میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور اب میں اس حقیقت کو بخوبی سمجھ چکا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی تباہی کی وجہ ملا ازم کے سوائے اور کچھ نہیں۔ اس موقعہ پر میں اپنے احمدی دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے اسلامی معقولیت، اور ذہنی ترقی کو دوبارہ زندہ کیا۔"

یہ ایک غیر از جماعت بزرگ کے خیالات ہیں، اور اسی قسم کے جیسوں مسلمان ہیں جنہوں نے جماعت احمدیہ کے لٹریچر اور انگریزی ترجمۃ القرآن کے ذریعہ سے دوبارہ اسلام لانے کا اقرار کیا ہے۔ کیا ان کھلی شہادتوں کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کی مجددیت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟

ناپاک حملہ

سید عبد المجید صاحب آف منصوری کا ایک مضمون "پیر پرستی کا غلط الزام" کے عنوان سے ۸ دسمبر کے الفضل میں شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"یہ درست ہے۔ کہ بعض سرکش اور متکبر لوگ خلافت کی اطاعت کے دائرہ سے نکل گئے ہیں، اسی طرح جس طرح پہلے خلفاء راشدین کے زمانہ میں چند متمرد اور سرکش لوگ حلقہ اطاعت سے نکل گئے تھے۔ مگر یہ تمام نکلنے والے خواہ پہلے ہوں، یا پچھلے سب غرض پرست اور خود پرست تھے۔"

وہ کون متمرد اور سرکش لوگ تھے۔ جو خلفاء راشدین کے حلقہ اطاعت سے نکل گئے تھے۔ تاریخوں میں سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کا ذکر آتا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی مرتے دم تک بیعت نہ کی اور حضرت علیؓ نے بھی ان کی زندگی تک بیعت نہ کی۔ کیا سید عبد المجید کا اشارہ انہی پاک اور مطہر انسانوں کی طرف ہے۔ کیا انہی کو نعوذ باللہ متمرد اور سرکش اور غرض پرست اور خود پرست قرار دیا گیا ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

گر مذہب این است کہ واعظ دارد
وائے گر پس امروز بود فردا ئے

دولت سے کیا حاصل ہوا

مسز رسا فتر ینچ نے لندن کے ہفتہ وار اخبار آنسرز سے ایک خبر ترجمہ کی ہے جس کا مفاد یہ ہے۔ کہ اس اخبار نے دنیا کے چار نہایت دولتمند اشخاص سے یہ سوال کیا۔ کہ آیا آپ کو دولت سے سب کچھ حاصل ہو گیا ہے۔ یا اب بھی کوئی ارمان باقی ہے؟ یہ چار اشخاص حسب ذیل تھے۔ (۱) امریکہ کے مشہور موٹر والے ہنری فورڈ (۲) تیل کے ملک التجار سر ہنری ڈیٹرڈنگ (۳) ہز ہائینس سر آغا خان (۴) مسٹر جان وینڈر بلٹ امریکہ کے مشہور کروڑ پتی۔ ان چاروں نے مذکورہ بالا سوال کے جو جواب دیئے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

ہنری فورڈ نے لکھا:۔

دولت محض ایک ذریعہ یا آلہ ہے مقصود بالذات نہیں، روپیہ محض اس لئے ہے۔ کہ انسان اس کے ذریعہ سے جو چاہے کر سکے۔

سر ہنری ڈیٹرڈنگ نے لکھا:۔

روپیہ کمانے میں جو جد و جہد یعنی کشمکش کرنی پڑتی ہے وہ اصل دولت سے کہیں زیادہ پرلطف ہے۔

سر آغا خاں نے جواب دیا:۔

میں خدا کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ خدا ہے۔ خواہ کسی نام سے بھی پکارا جائے۔ مگر وہ رب العالمین ہے۔ میرے دل میں۔۔۔ میرا کو اسی کے وجود اور اسی کے حضور کا اعتقاد ہے۔ اور اس اعتقاد کے بعد اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کی قدر ہے۔

مسٹر اینڈر بلٹ نے لکھا:۔

میں دوسروں کی شرکت کا آرزومند رہتا ہوں محض خود غرضی میں کوئی لطف نہیں ملتا۔ اگر کوئی رفیق نہیں۔ تو کھیل بے مزہ ہے۔

ان جوابات میں سوائے ایک مسلمان ہز ہائینس سر آغا خاں کے کسی نے بھی خدا کا نام نہیں لیا۔ اور صرف یہی ایک جواب ہے جس میں دولت کو خدا کی نعمت قرار دے کر دلی تسکین کا اظہار کیا گیا ہے گویا تسکین پیدا کرنے والی چیز خدا تعالیٰ پر ایمان ہے نہ کہ دولت اور یہ صرف امرا اور دولتمندوں ہی کے لئے خاص نہیں ایک درویش بے نوا بھی دولت ایمان سے وہ تسکین قلب حاصل کر سکتا ہے۔ جو ایک دولتمند کو اپنی دولت کی وجہ سے بھی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا دولت و مال پر ایمان رکھنے والے اس پر غور کریں!

مسیح موعود کی تحریریں لائینٹ میں

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس کشف کی جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ لندن شہر میں منبر پر کھڑے ہوئے وعظ کرتے اور سفید پرندوں کو پکڑ رہے ہیں یہ تعبیر کی ہے کہ

"گو میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵ طبع اول)

مولوی ثناء اللہ نے اس پر یہ سوال کیا ہے کہ

"کیا ان تحریروں سے انگریز مسلمان ہوئے ہیں تو وہ کونسی کتابیں یا تحریریں ہیں جو انگریزی میں لندن میں شائع ہوئی ہیں مہربانی کر کے ان کی تفصیل بتا دیں گے"

جن لوگوں کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ مسیح موعود کی تحریروں سے انگریز مسلمان ہوئے یا نہیں ہوا ان سے ہی ان کو ہدایت ہے امر علیٰ قلوب اقفالہا کی اس سے روشن تر مثال اور کیا ہو گی۔ مسیح موعود کی تحریریں جو لندن میں شائع ہوئیں اور جو سینکڑوں انگریزوں کے اسلام کا موجب ہوئی ہیں وہ تمام اسلامی لٹریچر ہے جو جماعت احمدیہ کی طرف سے انگریزی میں شائع ہو چکا ہے کیونکہ وہ مسیح موعود ہی کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہیں لیکن اگر خاص مسیح موعود ہی کی تحریریں مطلوب ہوں تو ٹیچنگز آف اسلام (اصول اسلام کی فلاسفی) اسلیس نیس آف پرافٹس (عصمت انبیاء) اور مسیح اسلام کا انگریزی ترجمہ کو دیکھا جائے۔ شاید ہدایت کا موجب ہو۔

دیوبندی مولوی بریلوی کی نظر میں

آج کل دیوبندی مولوی جماعت احمدیہ کو کافر ثابت کرنے اور ان کے نکاح فسخ کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں چنانچہ بہاولپور کے مشہور مقدمہ فسخ نکاح میں دیوبندی مولویوں نے جو زور دکھایا وہ ناظرین کرام کے سامنے آ چکا ہے۔ ان حالات میں ذیل کے فتوے جو خود دیوبندیوں کے کفر کو ثابت کرتے ہیں۔ امید ہے کہ دلچسپی کا موجب ہوں گے۔ کیا دیوبندی حضرات بتائیں گے۔ کہ ان فتاویٰ کی موجودگی میں کیوں نہ انہیں کافر سمجھ کر ان کے نکاح فسخ قرار دے دیئے جاویں۔

دیوبندی مولوی مرتد منافق ہے۔ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے۔ کہ مسلمان بنکر کفر سکھاتا ہے اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔

(احکام شریعت فتوی مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی صفحہ ۱۲۲)

دیوبندی کا ذبیحہ نجس و مردار اور حرام قطعی ہے۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لے۔

(احکام شریعت فتوی مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی صفحہ ۱۲۲)

دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں شرکت کرتا ہے۔ بلکہ چشتی نقشبندی وغیرہ بنکر پیری مریدی کرتا ہے۔ اور علماء و مشائخ کی نقل اتارتا ہے۔ مگر یا یں ہمہ آنحضرت صلعم کی توہین کرتا ہے۔ اور ضروریات دین سے کسی نہ کسی شے کا انکار کرتا ہے۔ اس کی اس کلمہ گوئی اور ادعاء اسلام اور اقوال و افعال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے اس کو اخبث و اضر اور ہر کافر اصلی یہودی و نصرانی بت پرست مجوسی سے بدتر کر دیا۔

(احکام شریعت فتوی مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی صفحہ ۱۲۵)

ایک انگریز مسلمان کا ایثار

جریدہ لیڈس پوسٹ رقمطراز ہے۔ کہ ایک انگریز مسلمان نے پچھلے اٹھارہ ماہ میں کئی مرتبہ اپنے جسم کا خون دم توڑتے ہوئے مریضوں کے لئے بوضع عمل تشریب پیش کیا۔ اور اس طرح ان کی جان بچائی۔ یہ امر خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ کہ اس ایثار پیشہ مسلمان نے نہ تو اپنے نام کی اشاعت کی اجازت دی۔ نہ اس کے عوض کوئی رقم لینا گوارا کیا۔ جب بہت اصرار کیا گیا تو اس نے اسلامی فیاضی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا۔ کہ یہ انعام اس فنڈ کی طرف منتقل کر دیا جائے جو پرانے زخم اور ناسور کے علاج پر صرف کیا جاتا ہے۔

اپنوں پر آتش فشانیاں

آل انڈیا مسلم کانفرنس اسی لئے وجود میں آئی تھی۔ کہ ہندوستان میں انگریزی آبادی اور انگریزی حکومت کی خدمت کرے۔ یہ مسلم کانفرنس والے پرانے غدار ہیں۔ حکومت کے پروردہ ہیں۔ ان کا گوشت پوست سب کچھ حکومت کے روپیہ سے بنا ہے۔ وہ کون دن ایسا گذرا جس میں اس غدار جماعت کا کوئی نہ کوئی نشان ظاہر ہوتا نہیں رہا ہے۔ وہ کون رات نکلی ہے جس سے پہلے ان ٹھگوں نے کوئی نہ کوئی گھاؤ امت محمد صلعم کے دل و جگر میں نہیں ڈالا ہے۔ غداریوں، خباثتوں، بے ایمانیوں، اسلام فروشیوں، وطن دشمنیوں کا ایک لاانتہا سلسلہ ہے۔ اس ناہنجار جماعت کا۔ ذریات شیطان کا یہ مجمع مسلم کانفرنس سب سے زیادہ مستحق لعنت ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی غداری اور بے ایمانی کی کوئی مثال دنیا نے دیکھی ہے۔ مسلمانو! ٹھگوں کے اس جتھے کو ہمیشہ کے لئے توڑ ڈالو۔ (ایک نیشنلسٹ مسلم روزنامہ مورخہ ۲۱ اگست)

حقوقی اخبارات جو ذرا زیادہ ہوشیار یا بالفاظ صحیح نرمکار ہیں۔ جب تک اس پر سب حقوقی رہنما اپنی مدد ر تو ندوں کے ساتھ لپٹے بے دماغ سروں کو کوہ اکٹھا کر غور نہ کریں۔ ان نامردوں کی ہفوات تو اگر قلاست مارے جوتوں کے ان کی کھوپڑیاں بھی چپلی کر دے گی۔

(ایک دوسرا نیشنلسٹ مسلم اخبار مورخہ ۱۵ اگست)

یہ وہ مسلمان قوم پرور اخبارات کے اقتباسات، اعلان تصفیہ حقوق کے سابقہ مسلم کانفرنس اس کے لیڈروں، اور اس کے حامی اخبارات سے متعلق نکلے ہیں۔ یہ دونوں اخبارات، اچھے، خاصے، ذی علم، پڑھے، لکھے شریف سنجیدہ جوانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ دوسروں سے نہیں، خود انہیں کے ضمیر سے سوال ہے۔ کہ یہ انداز بیان، شرافت، اخلاق، عقل، شرافت، انسانیت کے کس معیار کے مطابق ہے؟ کیا رائے کے اختلاف، مسلک کی علیحدگی، اجتہاد کی غلطی کی بنا پر۔ یہ طرز خطاب، عقل سلیم و ذوق سلیم میں سے کسی کے نزدیک جائز بھی ہے؟ جائز نہ سہی، اس کے مؤثر ہونے کی کچھ بھی توقع ہے؟ اپنے سیاسی سرداروں کو لیجئے۔ گاندھی جی، جواہر لال، ولبھ بھائی پٹیل راج گوپال اچاریہ کسی کا یہ انداز خطاب اپنے کمزور رقیبوں، لبرلوں، مہاسبھائیوں، بلکہ امن سبھا والوں کے متعلق بھی ہے؟ اپنے مذہبی پیشواؤں کی طرف دیکھئے۔ حضرت شیخ الہندؒ، جانشین شیخ الہند، صدر جمعیۃ العلماء کس نے اس طرز کلام کو سراہا ہے؟ مسلم کانفرنسیوں پر سب سے بڑا الزام یہی عائد ہوتا ہے۔ کہ ان میں وہ جرأت و دلیری و ہمت و جانبازی، وہ ایثار و سرفروشی نہیں۔ جو آپ حضرات میں ہے۔ اول تو اس الزام کی صورت عمومی ہی میں گفتگو کی گنجائش ہے۔ لیکن اسے تسلیم کر لینے کے بعد بھی انہیں ٹھگ اور غدار، اسلام فروش، خبیث کہنے اور رسوا و اشد حکومت کے جوتوں سے ان کی کھوپڑیوں کے پلپلی ہونے کی آرزو کرنے کا کوئی حق آپ کو پہنچتا ہے جس جماعت کے ارکان اور عہدہ داروں میں اقبال، میر نیرنگ، مولانا شوکت علی، سید مرتضیٰ جیسے افراد اب بھی موجود ہوں۔ انہیں ٹھگوں اور ناہنجاروں کی جماعت قرار دینا انہیں نہیں، خود اپنے کو رسوا کرنا ہے حضرت حسان بن ثابت صحابی رسول تھے کسی ایک غزوہ میں بھی نہ شریک ہوئے۔ اشعار ہی سنا سنا کر رضاء رسول حاصل کرتے رہے۔ کیا ان کے اوپر بھی کبھی ادنیٰ طنز انہوں نے کیا۔ جو ہر وقت اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے پھرتے تھے۔ طعن و طنز، درشت کلامی، دریدہ نگاری کے مستحق اگر ہیں۔ تو اپنے کمزور دوست نہیں۔ دشمنان اسلام ہیں۔ واکبرؔ!

کیوں بے طعن کسی مسلم بدنام کو ڈھونڈو
ڈھونڈنے جاتے ہو تو کسی دشمن اسلام کو ڈھونڈو (سچ)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اور عقیدہ نزول مسیح و اناجیل مروجہ

خانصاحب محمد منظور الٰہی کے قلم سے

ذیل کے سوالات اور ان کے جوابات وہابیت کی دو رخی چال کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

س ۲۱۶۔ شخصی نزول کے عقیدہ میں ایک یہ اشکال بھی ہے۔ کہ آپ کا نزول مثلاً ہندوستان یا یورپ وغیرہ میں ہو۔ تو ضرور ہے کہ دور دراز ممالک کے لوگ مسلمان اور مومن اس کی زیارت اور صحبت سے محروم رہینگے کیونکہ شخصی وجود ہر جگہ حاضر ناظر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا نزول مجازی ہو سکتا ہے حقیقی نہیں۔

ج ۲۱۶۔ پہلے انبیاء کرام خصوصاً سید الانام کی شان کا یہ ہے۔ کہ ساری دنیا کو آپ کی زیارت نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ بعض بزرگوں نے آپ کو مان لیا تھا۔ ان پر سے بعض کو زیارت نہ ہوئی۔ جیسے ہرقل اور اویس قرنی وغیرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم

س ۲۱۷۔ حضرت مسیح نے اپنے نزول کا خود بھی مجازی مانا ہے جس کی نظیر ایلیا کا نزول ہے۔ بحوالہ متی ۱۱ و ۱۷

ج ۲۱۷۔ حوالہ انجیلی اسلامی حجت نہیں۔ خاص کر آج کے مدعی مسیحیت کے نزدیک تو اناجیل محرف ہیں (ملاحظہ ہو چشمہ معرفت)

س ۲۱۸۔ یوحنا ۱۸ میں ہے۔ میری بادشاہت اس جہان کی نہیں یعنی روحانی ہے۔ لہٰذا شخصی نزول کی ضرورت نہیں

ج ۲۱۸۔ ملاحظہ ہو جواب ۲۱۷ (اہلحدیث ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء)

اب ذرا اس معزول سردار اہلحدیث کے ان اعتراضات کو اس کے مندرجہ بالا جوابات کی روشنی میں دیکھو۔ جو وہ حضرت مسیح موعود پر کرتا رہتا ہے۔ اس کے نزدیک حضرت مسیح کا جسمانی نزول ایک خاص جگہ ہوگا اس لئے ضروری نہیں کہ سب لوگ اسے دیکھیں۔ لیکن دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ جب وہ نازل ہونگے۔ تو کس ذریعہ سے تمام دنیا کے مسلمانوں اور کافروں کو علم ہو جائے گا۔ کہ مسیح دمشق میں نازل ہو چکا ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر دوسرے انبیاء اور حضرت نبی کریم کی مثال کافی ہے۔ تو ان کی تبلیغ تو بذریعہ مبلغین دیگر ممالک میں پہنچی ہے۔ اور تیرہ سو سال ہو گئے۔ کہ ابھی تک دنیا کے بعض حصے ایسے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کا نام تک نہیں۔ پھر تبلیغ اسلامی ہونا تو دوسری بات ہے۔ مسیح میں ایسی کونسی خصوصیت ہوگی۔ کہ یکدم اسے ساری دنیا قبول کر کے مسلمان ہو جائے گی۔ بحالیکہ ایسی کوئی مثال دیگر انبیاء خصوصاً حضرت نبی کریم رحمۃ للعالمین تک میں نہیں پائی جاتی۔ مولوی صاحب شاید کہیں کہ دمشق کے شرقی منارہ کے قریب ایک بڑا تار گھر یا بے تار برقی کا سنٹرل آفس بنا ہوا ہوگا۔ اور اس کے اترتے ہی تاریں دنیا کے مولویوں خصوصاً وہابیوں کو تاریں چلی جائیں گی۔ کہ مسیح آسمان سے اتر آیا ہے۔ فوراً کافروں کے گلے کاٹ دو۔ تاکہ دنیا میں مسلمان ہی مسلمان نظر آئیں۔ اور اسلام کا غلبہ ہو جائے۔ لیکن اس میں دشواری یہ ہے۔ کہ مولوی فتوے شائع کر چکے ہیں۔ کہ ہلال عید جیسے معمولی دینی امر کے لئے رویت ہلال شرط ہے۔ اور اس بارہ میں تار کا اعتبار نہیں۔ پھر مسیح کے نزول کی تاروں پر وہ کیسے اعتبار کر لیں گے۔

اگر مسیح نے انبیاء کی سنت پر ہی آنا ہے۔ تو پھر بجز تبلیغ اور کوئی سنت انبیاء نہیں۔ اور پھر اس سنت میں یہ بھی ہے۔ کہ سارے مخاطب نہیں مانا کرتے بلکہ موافق اور مخالف دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس طرح مسیح کی پیدائش سے آسمان پر جانے تک کے حالات مختلف [illegible]

بھی دیگر انبیاء حضرت نبی کریم سے ایک خاص خصوصیت و فضیلت رکھیگی

اب جواب ۲۱۷ کو پڑھیئے۔ اور مولوی صاحب کی وہابیانہ عقل کی داد دیجئے۔ جب حضرت مسیح موعود مروجہ بائیبل کی بناء پر الزامی حجت عیسائیوں پر قائم کریں۔ کہ ان کتابوں میں یسوع کی نانیوں دادیوں کو بدکار لکھا ہے۔ اور یسوع کا ماں سے گستاخی سے کلام کرنا کنجنیوں کی حرام کمائی کے عطر لگوانا وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔ تو مولوی صاحب جھٹ مسلمانوں کے سامنے رونا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ دیکھو مسیح قادیان ہمارے انبیاء کو گالیاں دیتا اور ان کی توہین کرتا ہے۔ لیکن جب خود مولوی صاحب پر اعتراض پڑتا ہے۔ تو جھٹ یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں۔ کہ حوالہ انجیلی اسلامی حجت نہیں۔ یہ ہے مولویانہ عقل و دماغ۔ جب آپ کے لئے حوالہ انجیلی اسلامی حجت نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود کے لئے جو بقول آپ کے جواب ۲۱۷ اناجیل کو محرف مانتے ہیں (ملاحظہ ہو چشمہ معرفت) ایسے حوالے کیوں اسلامی حجت قرار پائے۔ تف ہے ایسے وہابی عقل و دماغ پر۔

اور لطیفہ سنیئے۔ مولوی صاحب ماشاء اللہ معزول سردار اہلحدیث ہیں۔ اور احادیث کے قدر دان لیکن جب موقعہ آئے تو آپ اپنے آئمہ احادیث کو بھی ٹکا سا جواب دے دیتے ہیں مثلاً آپ لکھتے ہیں۔

> "اس میں شک نہیں۔ ہم راستی سے کہتے ہیں۔ کہ بعض علماء اسلام بائیبل میں تحریف لفظی کے قائل نہیں۔ ان میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ مگر ہمارا حسن ظن ہے کہ انہوں نے مسیحیوں کی بائیبل ملاحظہ نہ کی ہوگی محض حسن ظن سے فرما گئے۔ کہ کوئی شخص کتاب اللہ میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ لیکن جب ہم بنظر دیکھتے ہیں۔ تو موجودہ بائیبل ہم کو بلند آواز سے کہتی ہے کہ مجھ میں لفظی تغیرات بھی ہوئے ہیں" (اہلحدیث ۱۳ جون ۱۹۳۱ء)

دیکھ لیا۔ آپ نے چودہویں صدی کے وہابی معزول سردار کا عقیدہ۔ ایک طرف تو امام بخاریؒ کو اتنا بڑا فقیہ قرار دیتا ہے۔ کہ اس نے ہر دینی مسئلہ کو خوب چھانا اور پرکھا۔ لیکن دوسری طرف امام بخاریؒ ایسا بے تحقیق مسائل لکھنے والا تھا۔ کہ مسیحیوں کی بائیبل دیکھے بغیر اسے بلا تحریف مان لیا۔ اور ان کا مسیحیوں پر اتنا حسن ظن تھا۔ کہ باوجود اس کے کہ قرآن ان کے عقائد باطلہ کی تردید کرتا تھا۔ اور ان کو تحریف کے الزام دیتا تھا۔ بخاریؒ نے بائیبل کو غیر محرف مان لیا۔ کلام اللہ کی نسبت تو ایسی بے تحقیقی اور غفلت لیکن جب انسان کے کلام یعنی حضرت نبی کریم کی احادیث کی تحقیق کا وقت آیا۔ تو کسی مسلمان پر بھی وہ حسن ظن نہ کر سکے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کے شتر بے مہار وہابی جو چاہتے ہیں کہتے اور لکھتے ہیں۔ ان کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ ان کے غلط اور لغو خیالات سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ وہ تو دوسروں پر نکتہ چینی کرنا۔ اور ان کی پھبتیاں اڑانا جانتے ہیں۔ ان کی نام نہاد سرداری قائم رہے۔ اسلام خواہ قائم رہے۔ یا نہ رہے۔

جن اصحاب کے ذمہ اخبار کے چندے بقایا چلے آتے ہیں یا جن کا چندہ ماہ ستمبر میں ختم ہوتا ہے وہ براہ کرم معہ تمام بقائے اور آئندہ سال کا پیشگی چندہ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

ضروری گذارش

انجمن کا مالی سال ہر سال ستمبر کے آخر میں ختم ہو کر سالانہ رپورٹ مرتب کی جاتی ہے جس کے یہ آخری دن ہیں علاوہ ازیں ان ایام میں غیر معمولی طور پر روپیہ کی اشد ضرورت درپیش ہے قرضہ برلن کی اپیل کے مطالبہ کی میعاد کا بھی یہ آخری مہینہ ہے۔ لہٰذا احباب اور کارکنان بیرونی جماعتوں کی خدمت میں تاکیداً عرض ہے کہ وہ ستمبر کے چندوں کے بقائے جلد وصول فرما کر اس ماہ کے اندر اندر مرکز میں پہنچا دیویں اسی طرح جن جن دوستوں کے پاس کسی قسم کی رقم چندہ کاپیوں وغیرہ کی جمع شدہ ہو وہ بھی سب اس ماہ کے اندر بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں

آنریری افسر تحصیل

مسلمانوں میں بیروزگاری کا انسداد

خان بہادر حاجی وجیہ الدین ممبر لیجسلیٹو اسمبلی نے بھی دی مسلم ان ایمپلائڈ یونین لاہور (ہیڈ آفس دہلی) کی سرپرستی منظور فرمائی ہے۔ اور ہر قسم کی امداد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ حاجی صاحب یونین کے آٹھویں سرپرست ہیں۔ ان موقر سرپرستوں کے علاوہ یونین کے امدادی ممبران میں ملک کی بہترین ہستیاں شامل ہیں۔ اور باری تعالےٰ کے فضل و کرم سے یونین کے وسائل میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ بعض ہوشمند حکام بھی یونین کی خدمات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور عنقریب تمام حکام سے توقع ہے۔ کہ جب بھی کوئی آسامی ان کے محکمہ میں خالی ہوگی۔ یونین کو مطلع فرمائیں گے۔ یونین ہر شعبہ اور ہر قابلیت کے آدمی مہیا کرنے کا ذمہ لیتی ہے۔

تمام خط و کتابت بنام آنریری سیکرٹری۔ دی مسلم ان ایمپلائڈ یونین کوٹ شہید اللہ شاہ مزنگ لاہور ہونی چاہیئے۔

رشتہ کی ضرورت

ایک سولہ سالہ باکرہ ککےزئی احمدی لڑکی کے لئے جو پرائمری تک تعلیم یافتہ اور امور خانہ داری اور سینے کاڑھنے وغیرہ کاموں سے خوب واقف ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے لڑکا نوجوان۔ کنوارا۔ برسر روزگار اور دیندار احمدی ہو۔ ان سب باتوں کے علاوہ ککےزئی بھی ہو۔ تو اسے ترجیح دیجائیگی خط و کتابت بنام مولانا محمد عبداللہ خاں صاحب مدرس نزد کلاس احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جائے۔

تلاش گمشدہ۔ جنبہ سے ایک دوست لکھتے ہیں کہ ایک لڑکا مسمی فدا محمد ولد امام بابا ساکن کولی علاقہ غیر سرحد کوہستانی عمر ۲۶ سال، قد میانہ، رنگ گندم گوں، چہرہ پر چیچک کے داغ۔ عرصہ ۱۰۔۱۲ سال سے گم ہے کسی صاحب کو اگر پتہ ملے یا سرحد کے علماء اور طلباء وغیرہ میں اسے شناخت کر سکیں تو مندرجہ بالا پتہ پر امام بابا کے نام اطلاع دیں۔

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۵۹

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ امید ہے کہ شروع اکتوبر میں ڈلہوزی سے واپس لاہور تشریف لے آئیں گے۔

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کے ہفتہ وار جلسہ منعقدہ ۴ ستمبر میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے مذہب کی ضرورت پر تقریر کی۔ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا کہ دنیا کا امن و امان اور اخلاقی زندگی اگر قائم رہ سکتی ہے تو صرف مذہب کے ذریعے مذہب کے بغیر دنیا کسی طرح امن اور اخلاق کی زندگی بسر نہیں کر سکتی ڈاکٹر صاحب کا مضمون دلائل کے لحاظ سے بہت قیمتی اور مفید تھا۔ امید ہے کہ وہ اسے قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے قلمبند فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے

لائل پور کا جلسہ بعض وجوہات سے پھر ملتوی ہو گیا۔ انعقاد کی تاریخیں دوبارہ مقرر ہونے پر اطلاع دی جائے گی۔

مولانا صدر الدین صاحب کی صحت ابھی بحال نہیں ہوئی احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب مانسہرہ سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی صحت بدستور مخدوش ہے احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے،

ضروری گذارش

انجمن کا مالی سال ہر سال ستمبر کے آخر میں ختم ہو کر سالانہ رپورٹ مرتب کی جاتی ہے جس کے یہ آخری دن ہیں علاوہ ازیں ان ایام میں غیر معمولی طور پر روپے کی اشد ضرورت در پیش ہے۔ قرضہ برلن کی اپیل کے مطالبہ کی میعاد کا بھی یہ آخری مہینہ ہے لہٰذا جملہ احباب اور کارکنان بیرونی جماعتوں کی خدمت میں تاکیداً عرض ہے کہ وہ ہر قسم کے چندوں کے بقائے جلد وصول فرما کر اس ماہ کے اندر اندر مرکز میں پہنچا دیں۔ اسی طرح جن جن دوستوں کے پاس کسی قسم کی رقم چندہ کاپیوں وغیرہ کا جمع شدہ ہو۔ وہ بھی سب اس ماہ کے اندر بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

آنریری اف تحصیل

لائل پور میں قادیانیوں سے مباحثہ

قادیانیوں کی مذبوحی حرکات

۱۰ ستمبر کے الفضل میں لائل پور کی قادیانی جماعت کے سکرٹری کی طرف سے ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ لائلپور میں لاہوری احمدی جماعت اور قادیانی اصحاب کا مباحثہ ہوا لیکن ایک ہی دن کی بحث میں لاہوری جماعت کے مناظر کے "ہوش و حواس اڑ گئے" اور "اگلے روز منہ دکھانا بھی مشکل ہو گیا"۔

سوالات کے جواب سے انحراف

چونکہ اس نوٹ میں مناظرہ کی پوری کیفیت نہیں بیان کی گئی اس لئے ہمارے عزیز دوست محمد فضل قادر صاحب نے جو قادیانی مناظر کے مقابلہ میں تھے۔ ایک طویل مراسلہ میں اصل واقعات کا اظہار کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے دو معزز ممبر شیخ فاروق احمد صاحب وکیل اور شیخ فضل الرحمٰن صاحب آڑھتی چند سوالات لیکر قادیانیوں کی مسجد میں گئے لیکن ان کے سوالات کے جواب دینے کے بجائے قادیانی اصحاب نے ان کا جواب نہ دینا تھا اور نہ دیا اور فضول تو تو میں میں کر کے وقت گذار دیا۔

مناظرہ کا چیلنج اور شرائط

دوسرے روز شیخ فاروق احمد صاحب نے انہیں تحریری چیلنج بھیجا جس کا یہ جواب آیا کہ اپنی جماعت کے سکرٹری یا پریزیڈنٹ کی طرف سے چیلنج بھیجو۔ اس لئے شیخ صاحب کو ایسا پرچہ بھیجے تبادلہ خیالات کی تحریک کرنی پڑی۔ لیکن ۲۲۔ اگست سے لیکر ۳ ستمبر تک شرائط ہی میں وقت گذار دیا گیا۔ اور آخر کار بہت ہی رد و کد کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ نبوت مسیح موعود کفر و اسلام اور مسئلہ خلافت پر مباحثہ ہو اور ہر روز مدعی قادیانی جماعت ہو اور آخری تقریر میری ہو۔ مگر آخری تقریر میں کوئی نیا حوالہ اور اعتراض پیش نہ کیا جائے نیز غیر از جماعت اصحاب کو اس مباحثہ میں شامل نہ کیا جائے۔

آخری شرط کی وجہ

آخری شرط کی وجہ یہ تھی کہ قادیانی مناظر مولوی محمد نذیر نے جو بیاں کے مسلم ہائی سکول میں ملازم ہیں ۱۹۲۹ء میں ایک ٹریکٹ شائع کیا تھا جس میں تمام مسلمانوں کو خارج از اسلام قرار دیا تھا۔ یہ ٹریکٹ انہوں نے اپنے سکول کے مینیجر کو بھی دیا۔ جنہوں نے سکول کمیٹی کو بھیج دیا اور کمیٹی نے مولوی صاحب کو ملازمت سے برخاست کر دیا۔ مولوی محمد نذیر نے ہماری جماعت کے مکرم اصحاب حاجی شیخ مولا بخش صاحب، شیخ محمد اسمٰعیل صاحب اور شیخ میاں محمد صاحب سے امداد کی درخواست کی۔ جنہوں نے ان سے عہد لیا کہ آئندہ کبھی حضرت امیر ایدہ اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال نہیں کریں گے۔ اس کے بعد شیخ صاحبان کی سفارش سے کمیٹی مذکور نے انہیں دوبارہ سکول میں لے لیا۔ اور ایک شرائط نامہ پر ان کے دستخط کرا لئے جس کا مفہوم یہ تھا کہ وہ آئندہ کسی مجلس میں کسی فرقہ اسلامیہ کے خلاف کسی جگہ بھی کوئی لیکچر نہ دیں گے نہ کوئی مناظرہ کریں گے اور نہ کوئی تحریر شائع کریں گے۔

"اصول مناظرہ کے خلاف"

اس شرائط نامہ پر دستخط کرنے اور بعض سابقہ مناظروں میں غیر از جماعت لوگوں کے سامنے شرمندہ ہونے کی وجہ سے مولوی صاحب نے اس تبادلہ خیالات میں غیر از جماعت لوگوں کی شرکت گوارا نہ کی۔ اور یہ لکھ دیا کہ اگرچہ یہ شرائط اصول مناظرہ کے خلاف ہیں لیکن برادرانہ اور دوستانہ تبادلہ خیالات کی وجہ سے ہم آپس میں فیصلہ کرتے ہیں۔

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳)

ارشادات نبوی

حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ صحیح بخاری کا ضروری انتخاب

انبیاء پر آنحضرتؐ کی فضیلت

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے آپس میں سخت کلامی کی۔ ایک شخص مسلمانوں میں سے تھا اور دوسرا یہودیوں میں سے۔ مسلمانوں نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمدؐ کو سارے جہان پر فضیلت دی اور یہودی نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسےٰ کو سارے جہان پر فضیلت دی۔ تو اس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر یہودی کے منہ پر تھپیڑ مارا۔ تو یہودی نبی صلعم کے پاس گیا۔ اور آپ کو اس کی خبر دی۔ جو اس کے اور مسلمان کے درمیان گذرا۔ تو نبی صلعم نے مسلمان کو بلایا۔ اور اس سے اس بارہ میں دریافت کیا۔ تو اس نے عرض کر دیا۔ تو نبی صلعم نے فرمایا۔ مجھے موسےٰ پر فضیلت مت دو۔ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤنگا۔ اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤنگا۔ تو موسےٰ عرش کا کونہ پکڑے ہوئے ہونگے میں نہیں جانتا کہ موسےٰ ان میں سے تھا جو بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آئے۔ یا ان سے ہیں جن کو اللہ نے مستثنےٰ کیا۔

نوٹ:- اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ ایک کا تعلق فضیلت سے ہے۔ دوسرے کا قیامت کے صعقہ سے پہلا سوال فضیلت ہے۔ بیان فرمایا۔ مجھے موسےٰ پر فضیلت نہ دو۔ اور اس کی دوسری روایت میں جو بعینہٖ آگے آتی ہے یہ لفظ ہیں لا تخیروا بین الانبیاء اور باب یونس (کتاب الانبیاء) لا تفضلوا بین الانبیاء یعنی نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اور اسی باب میں ہے لا ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض پس یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ فی الواقع بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت نہ ہو۔ تو روکنے کا منشا سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ کہ اس موقع پر ایک جھگڑا پیدا ہوا۔ تو آپ کا منشا یہ تھا۔ کہ تمہارا اس طرح پر ایک دوسرے کی فضیلت کا ذکر جھگڑے پیدا کرتا ہے۔ ایک کہتا ہے میرا نبی بڑا ہے دوسرا کہتا ہے میرا نبی بڑا ہے۔ ہاں حقائق اور واقعات کے رنگ میں کسی کی فضیلت، اس حدیث کے منافی نہیں مثلاً اگر یوں کہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ باقی سب نبی ایک ایک قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ تو اس سے آپ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یا یوں کہیں۔ کہ جو کامیابی اور نصرت نبی صلعم کو ملی۔ اور کسی نبی کو نہیں ملی۔ اور اس سے آپ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ تو یہ بھی ایک امر واقعہ ہے جس کا انکار ایک دشمن بھی نہیں کرسکتا۔ پس یوں دعوے کرتے پھرنا کہ ہمارا نبی بڑا ہے۔ حدیث کے خلاف ہے۔ لیکن کسی امر واقعہ کو بیان کرکے اس سے آنحضرت صلعم کی فضیلت کا استدلال کرنا خلاف حدیث نہیں۔ اور مطابق قرآن ہے۔

قیامت کی بے ہوشی

دوسرا سوال قیامت سے تعلق رکھتا ہے۔ مکرر روایت میں ہے فان الناس یصعقون یوم القیامۃ فاکون اول من تنشق عنہ الارض یعنی میں پہلا انسان ہونگا۔ جو زمین پھٹ کر باہر نکلےگا۔ اور باب یونس میں بھی ہے فاکون اول من بعث میں پہلا انسان ہونگا۔ جو اٹھایا جاؤنگا۔ اور نفخ صور سے بے ہوش ہونا صرف ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو اس وقت زندہ موجود ہوں۔ اس لئے حدیث کے الفاظ محفوظ معلوم نہیں ہوتے۔ اور حضرت موسےٰ کے متعلق مکرر روایت میں ہے فلا ادری اکان فیمن صعق ام حوسب بصعقۃ یعنی میں نہیں جانتا۔ کہ موسےٰ ان میں تھے۔ جو بے ہوش ہوئے۔ یا جو پہلے (یعنی طور پر) بے ہوش ہوئے تھے۔ وہ ان کو کافی ہوگا۔ حضرت موسےٰ نے جب اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کی۔ تو وہاں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی۔ تو موسےٰ بے ہوش ہوکر گر گئے۔ تو فرمایا۔ کہ یہی ان کی بے ہوشی شاید قیامت کے دن ان کو دوبارہ بے ہوش ہونے سے بچالے۔ رہا عرش کی جانب کا پکڑنا سو اس کی کیفیت کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ عرش لکڑی کی بنی ہوئی کوئی چیز نہیں۔

مسجد اقصیٰ کا اسلامی کتب خانہ

اٹھارہ زبانوں کی کتابیں بھیجی گئی ہیں

سید ضیاء الدین طباطبائی جنرل سیکرٹری موتمر اسلامی بیت المقدس و سابق وزیر اعظم ایران نے دنیائے اسلام کے مصنفوں سے اپیل کی ہے۔ کہ مسجد اقصیٰ کے کتب خانہ کے لئے ہر زبان کی کتابیں بھیجی جائیں۔ اس اپیل کے جواب میں دفتر اشاعت سیرت نبی ضلع لاہور نے کل اٹھارہ زبانوں میں سیرت النبی کی کتابیں مدوح کی خدمت میں روانہ کی ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس عظیم الشان کتب خانہ کے لئے ہر قسم کی نادر کتب ممدوح کی خدمت میں ارسال فرمائیں

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

حکم کا فیصلہ

غیر مقلد تو راضی نہیں ہوگا۔ جب تک اس کی پیش کردہ احادیث کا سارا مجموعہ نہ مان لے۔ اور ایسا ہی حنفی اور معتزلہ شیعہ وغیرہ کل فرقے تو تب ہی اس سے راضی ہوں گے۔ کہ وہ ہر ایک کی بات تسلیم کرے۔ اور کوئی بھی رد نہ کرے۔ اور یہ ناممکن ہے۔ اگر یہ ہو۔ کہ کوٹھڑی میں بیٹھا رہےگا۔ اور اگر شیعہ اس کے پاس جاوے گا۔ تو اندر ہی اندر مخفی طور پر اسے کہ دیگا۔ کہ تو سچا ہے۔ اور اسی طرح پر جو اس کے پاس جاوے گا۔ اس کو کہ دیگا۔ کہ تو سچا ہے۔ تو پھر تو بجائے حکم ہونے کے وہ پکا منافق ہوا۔ اور بجائے وحدت کی روح پھونکنے کے اور سچا اخلاص پیدا کرنے کے وہ نفاق پھیلانے والا ٹھہرا۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ آنے والا موعود واقعی حکم ہوگا۔ اس کا فیصلہ قطعی اور یقینی ہوگا اس کا فیصلہ میں ایک ہی ہوگا۔

ایک نقل

ایک نقل مشہور ہے۔ کہ کسی عورت کی دو لڑکیاں تھیں۔ ایک بیٹ میں بیاہی ہوئی تھی۔ اور دوسری بانگر میں۔ اور وہ ہمیشہ سوچتی رہتی تھی۔ کہ دو میں سے ایک ہے نہیں۔ اگر بارش زیادہ ہوگئی۔ تو بیٹ والی نہیں ہے۔ اور اگر نہ ہوئی۔ تو دوسری نہیں رہے۔

مسیح موعود پر کفر کا فتوےٰ

یہی حال حکم کے آنے پر ہونا چاہیئے۔ وہ خود ساختہ اور موضوع باتوں کو رد کر دیگا۔ اور سچ کو سچ کا، یہی وجہ ہے۔ کہ اس کا نام حکم رکھا گیا ہے۔ اسی لئے آثار میں آیا ہے۔ کہ اس پر کفر کا فتوےٰ دیا جائیگا۔ کیونکہ وہ جس فرقہ کی باتوں کو رد کریگا۔ وہی اس پر کفر کا فتوےٰ دیگا۔ یہاں تک کہا ہے کہ ۔۔ مسیح موعود کے نزول پر ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہوگا۔ اور منبر پر چڑھ کر کہیگا۔ ان ھذا الرجل غیر دیننا اس شخص نے ہمارے دین کو بدل دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس امر کا ہوگا۔ کہ وہ بہت سی باتوں کو رد کر دیگا۔ جیسا کہ منصب اس کو اجازت دیگا۔

غرض اس بات کو سرسری نظر سے ہرگز نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ غور کرنا چاہیئے۔ کہ حکم عدل کا آنا اور اس کا نام دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ اختلاف کے وقت آئیگا۔ اور اختلاف کو مٹائیگا۔ ایک کو رد کریگا اور اندرونی غلطیوں کی اصلاح کریگا وہ اپنے نور فراست اور خدا تعالیٰ کے اعلام و الہام سے بعض ڈھیروں کے ڈھیر جلا دیگا۔ اور پکی اور محکم باتیں رکھ لے گا۔ جب یہ مسلم امر ہے۔ تو پھر مجھ سے یہ امید کیوں کی جاتی ہے۔ کہ میں ان کی ہر بات مان لوں قطع نظر اس کے کہ وہ غلط اور بیہودہ ہے۔ اگر میں ان کا سارا رطب و یابس مان لوں۔ تو پھر میں حکم کیسے ٹھہر سکتا ہوں۔ یہ ممکن ہی نہیں۔

منکرین اور اسلام کی حالت

افسوس یہ لوگ دل رکھتے ہیں۔ پھر سوچتے نہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں۔ مگر دیکھتے نہیں۔ کان رکھتے ہیں۔ پر سنتے نہیں۔ ان کے لئے بہترین راہ اب یہی ہے۔ کہ وہ رو رو کر دعائیں کریں اور میرے متعلق کشف الحقیقت کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق چاہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص محض احقاق حق کے لئے اللہ تعالےٰ سے مدد مانگے گا۔ وہ میرے معاملہ کی سچائی پر خدا تعالےٰ سے اطلاع پائے گا۔ اور اس کا زنگ دور ہو جائے گا۔ بجز اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں۔ جو دلوں کو کھولے۔ اور کشف حقائق کی قوت عطا کرے اسلام اس وقت مصیبت کی حالت میں ہے۔ اور وہ ایک خستہ شدہ قوم کی حالت اختیار کر چکا ہے۔ ایسی حالت اور صورت میں مجھے ان لوگوں پر رونا آتا ہے جو کہتے ہیں۔ کہ اسلام کی اس تباہ شدہ حالت کی اصلاح کے لئے کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ بیمار ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ ہلاک ہو جائیں۔ ایسے بیماروں سے بڑھ کر کون واجب الرحم ہوسکتا ہے۔ جو اپنی بیماری کو صحت سمجھے۔ یہی وہ مرض ہے۔ جس کا علاج کرنا چاہیئے۔ اور ان لوگوں پر اور بھی افسوس ہے۔ جو خود حدیثیں پڑھتے۔ اور پڑھاتے تھے۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آیا کرتا ہے۔

چودہویں صدی کے مجدد پر فتوےٰ

لیکن اس چودہویں صدی کے مجدد کا انکار کر دیا۔ کہ اس صدی میں سے بیس سال گذر گئے۔ کوئی مجدد آیا ہے یا نہیں؟ خود پتہ نہیں دیتے۔ اور آنے والے کا نام دجال رکھتے ہیں

کیا اسلام کی اس خستہ حالی کا مداوا اللہ تعالےٰ نے یہی کیا۔ کہ بجائے ایک مصلح اور مرد خدا کے بھیجنے کے ایک کافر اور دجال کو بھیج دیا۔؟ یہ لوگ ایسے اعتقاد رکھ کر خدا تعالےٰ اس کی پاک کتاب قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ خدا ان پر رحم کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۲۰ | یوم سہ شنبہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۵۹

اچھوت ادھار اور ہندو

ہندو دھرم کا شیرازہ اور جداگانہ انتخاب

اچھوت ادھار کی کوشش

اس وقت ہندو قوم کے سامنے دو ایسے اہم بالشان سوالات ہیں جو ان کی حب الوطنی اور قومیت پرستی کا پردہ فاش کرنے کا موجب ہیں۔ ان میں سے ایک اچھوت ادھار کا مسئلہ ہے۔ اور دوسرا اچھوتوں کی جداگانہ نیابت کا سوال۔ اچھوت ادھار کا مسئلہ اس وقت سامنے آیا جب جداگانہ نیابت کا خیال ابھی اچھوتوں کے وہم میں بھی نہ تھا آج سے قریباً نصف صدی پہلے آریہ سماج نے سب سے پہلے اس سوال کو اٹھایا۔ اور اس کے بعد کانگریس نے بھی بعض سیاسی حالات کے پیش نظر اس کو اپنے پروگرام میں شامل کیا۔ لیکن اس نصف صدی میں اچھوت ادھار کا کونسا عملی کام ہندوؤں نے کیا۔ کتنے اچھوتوں کو آریہ سماج نے برہمن، چھتری اور ویش کے درجہ پر فائز کرنے میں کامیابی حاصل کی؟ کتنی ہندو لڑکیاں اچھوت اقوام کے امراء اور تعلیم یافتہ لوگوں کے ساتھ بیاہی گئیں؟ کون سے ہندو مدرسے میں اچھوتوں کو ہندو طلبہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ دیا گیا؟ یہ تو ابھی دور کی باتیں ہیں غریب اچھوتوں کو تو یہ بھی حکم نہیں کہ کسی اعلیٰ ذات کے ہندو کے نزدیک بھی پھٹک سکیں۔ جنوبی ہند کے بعض مقامات پر ان سڑکوں پر سے ان کا گذر ممنوع ہے جہاں سے اونچی ذاتوں کے ہندو گذرتے ہیں۔ اور جہاں اچھوت اور اونچی ذات کے ہندو کے مابین دس گز سے کم فاصلہ رہ جائے تو موخر الذکر کا جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔

نصف صدی کی کوششوں کا نتیجہ

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کانگریس یا آریہ سماج نے ان حالات میں کونسی خوشگوار تبدیلی آج تک پیدا کی۔ اچھوت ادھار کا شور تو زبانوں پہ بہت رہا لیکن اس کا عملی نتیجہ کیا ہوا۔ اگر اس نصف صدی کی طویل مدت میں ہر قسم کی اصلی اور نمائشی کوششوں کا اتنا بھی اثر پیدا نہیں ہوا جتنا سمندر کے اندر ایک تنکا پھینکنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر آج بھی ہندوؤں کے مندر، ہندوؤں کے مدارس اور ہندوؤں کے تالاب اور سڑکیں وغیرہ اچھوتوں کے لئے اسی طرح بند ہیں جیسے پہلے تھیں اگر آج بھی مندروں کے اندر اچھوتوں کے داخلے کے سوال پر ہر مندر کا فرش خون سے رنگین ہو جانے کی دھمکی موجود ہے تو "اچھوت ادھار" کے دلفریب لفظ سے دلوں کو بہلاتے رہنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔

مخلوط انتخاب کیا فائدہ دے گا

کیا مخلوط انتخاب کوئی "الہ دین کا چراغ" ہے کہ جونہی اس کا اعلان ہوگا فوراً برہمن اور اچھوت گلے مل جائیں گے۔ جب اتنے عرصہ تک ہندوؤں کے ساتھ ملے جلے رہنے مخلوط انتخاب پر عامل ہونے اور ہندوؤں کی طرف سے "اچھوت ادھار" کی آوازیں بلند ہونے کے باوجود وہ اب بھی ویسے ہی پست اور ذلیل ہیں جیسے پہلے دن تھے۔ تو اب ۔۔۔ ۔۔۔ مخلوط انتخاب کے رائج ہوتے ہی ہندوؤں کی ہزارہا سال کی ذہنیت کس طرح بدل جائے گی۔ اور کونسا جادو انہیں اس ذلت سے نکال کر ہندوؤں کا منظور نظر بنا دیگا؟

ہندوؤں کی فرقہ پرستی

ہاں اس میں شک نہیں کہ اچھوتوں کی علیحدگی ہندوؤں کی عددی قوت کے لئے نقصان رساں ہے۔ اور یہی ایک چیز ہے جو گاندھی جی کو فاقہ کشی کے ذریعہ سے "پران تیاگ" دینے پر مجبور کر رہی ہے۔ لیکن محض اپنی قوت کو بحال رکھنے کے لئے دوسروں کی تباہی کے درپے ہونا کہاں کا انصاف اور قومیت پرستی ہے؟ ہندوؤں کے مدنظر اگر ہندوستان کا فائدہ ہے۔ اگر وہ "مذہبی تنگ خیالیوں" سے الگ ہو کر مادر وطن کو آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ اگر ہندوستان میں کسی خاص مذہب یا فرقہ کی حکومت نہیں بلکہ ہندوستانیوں کی حکومت کو قائم کرنا ان کے پیش نظر ہے تو اپنی ہی قوت کو بڑھانا اور دوسروں کے استیصال میں کوشاں رہنا کہاں کا انصاف نہیں کیا یہ فرقہ پرستی نہیں کہ محض ہندو قوم کی فوقیت اور غلبہ کو قائم رکھنے کے لئے آٹھ کروڑ اچھوتوں کو ذلت اور پستی میں رکھنے کی کوشش کی جائے اور جس چیز (جداگانہ انتخاب) کو وہ اپنے لئے ترقی کا موجب سمجھتے ہیں اس کے حصول سے انہیں روکنے کی کوشش کی جائے؟

گاندھی جی کا نقطہ نظر

۲۴ فروری کو ناگپور میں اچھوتوں کے ایک جلسہ میں چودھری بشن لال نے تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ "ہم بھی انسان ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور ہندوستان میں ہماری تعداد بھی اتنی ہے جتنی مسلمانوں کی۔ جب مسلمان ہندوستان میں اپنے جائز حقوق حاصل کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اچھوت ہندوؤں کے فریب میں آ کر اپنے جائز حقوق سے محروم رہیں"۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ اور مسلمان اس بات کے پورے زور سے مؤید ہیں کہ اچھوتوں کو ہندوستان میں ان کے جائز حقوق دیئے جائیں لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ گاندھی جی جیسے قومیت پرستی کے دعویدار سیاسی نقطہ نگاہ سے اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے "مذہبی اور اخلاقی پہلو" کے مقابلہ میں اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ وہ "مذہبی اور اخلاقی پہلو" کیا ہے۔ یہی کہ ہندو دھرم نے اچھوتوں کو اوپر اٹھنے کی اجازت نہیں دی۔ انہیں کسی قسم کے حقوق دینا پسند نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ جب ہندو قوم کے اتنے بڑے سیاسی لیڈر بھی وقت آنے پر میدان سیاست کو چھوڑ کر مذہب کا چولا اوڑھ لیتے ہیں اور اپنے سوائے کسی دوسرے کو کوئی حق دینا پسند نہیں کرتے تو عوام ہندوؤں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مخلوط انتخاب مان لینے پر اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملا لیں گے۔

"خرابی کا منبع"

ایسی حالت میں اچھوتوں نے نہایت دانشمندی سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو ایک علیحدہ اور مستقل قوم قرار دے کر جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا ہے۔ اور جہاں تک آثار و قرائن سے پایا جاتا ہے وہ مخلوط انتخاب کو کسی طریق سے بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ بمبئی میں جو سمجھوتہ ڈاکٹر امبیدکر کے ساتھ کیا گیا ہے اس میں بھی جداگانہ انتخاب کی ایک شق موجود ہے جس پر گاندھی جی نے اعتراض کیا ہے اور صاف کہا ہے کہ "خرابی کا منبع یہی چیز ہے"۔ ہم نہیں جانتے کہ "جداگانہ انتخاب" میں کونسا بس بھرا ہے کہ اسے "خرابی کا منبع" بتایا جاتا ہے۔ سوائے اس کے اور کیا خرابی پیدا ہو سکتی ہے کہ اچھوت ہندوؤں سے علیحدہ ہو کر اور نظام حکومت میں اختیارات حاصل کر کے اپنی اصلاح کی صورت پیدا کریں گے۔ سوائے اس کے کیا نقصان ہے کہ وہ "اچھوت ادھار" جو گذشتہ نصف صدی سے ہندو قوم کی زبانوں پر چلا آ رہا ہے اس کو عملی جامہ پہنایا جا سکے گا۔

مادر وطن کو مصائب سے بچاؤ

اگر ہندو واقعی "اچھوت ادھار" کے حامی ہیں تو انہیں اس بارہ میں اچھوتوں کی ہمدردی کرنی چاہیئے۔ جذباتی اپیلوں اور جبر کرنے سے انہیں دبانے کی کوشش کر کے ہندوستان کے مصائب کو کم کرنے کے بجائے اس کے امن و امان کو خطرے میں ڈال رہے ہیں کیا اچھوتوں کی اس کانفرنس میں جو ۳ ستمبر کو لاہور میں منعقد ہوئی یہ صاف فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ

> "اچھوت اپنے جداگانہ حقوق حاصل کرنے کے لئے اپنی جان قربان کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔ مخلوط انتخاب ہمارے گلوں پر چھری رکھنے کے برابر ہے۔ ہم چند مندروں اور کنوؤں پر چڑھنا پسند نہیں کرتے یہ ہم لوگوں کو محض دھوکا دیا جا رہا ہے"۔

اس کانفرنس میں ڈاکٹر ... نے یہ زور دیا ہے کہ

> وہ اپنے جداگانہ انتخاب کے مطالبہ پر ڈٹے رہیں کیونکہ سمجھوتہ کی خبر پڑھ کر اچھوتوں میں بے چینی پھیل گئی ہے۔ اور مخلوط انتخاب ہم لوگوں کے واسطے تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے"۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ ہندو قوم تنگ خیالی کو چھوڑ کر حب الوطنی سے کام لے اور اچھوتوں کے مطالبہ میں رکاوٹ پیدا کر کے ملک کے امن وامان کو خطرہ میں نہ ڈالے۔

ہندو دھرم کا شیرازہ

اچھوتوں کے جداگانہ انتخاب سے ہندو دھرم کے شیرازہ کے بکھر جانے کا جو خطرہ انہیں لگا ہوا ہے وہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔ یہ شیرازہ اب بکھر کر ہی رہے گا۔ اب زمانہ ان تنگ خیالیوں، ان چیرہ دستیوں اور زیر دستوں کی پائمالی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جس کی ہندو دھرم نے تعلیم دی ہے۔ اگر اس وقت وہ جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کو ٹھکرا کر ہندو دھرم کے اس شیرازہ کو بچا بھی لیں گے تو وقت آنے والا ہے اور عنقریب آنے والا ہے۔ جب اسلام نسل انسانی کے اس مظلوم طبقہ کو اپنی آغوش میں لے کر انہیں اصلاح و ترقی کے بہترین رستہ پر ڈال دیگا اور اس وقت ہندو دھرم کے شیرازہ کو تمام ہندو قوم مل کر بھی تار تار ہونے سے بچا نہ سکے گی۔ خواہ سب ہی کو فاقہ کشی کے ذریعہ سے خودکشی کی راہ اختیار کرنی پڑے۔

سرینگر میں فساد

کشمیر میں مسلمانوں کو بے شمار قربانیوں کے بعد جو نام نہاد حقوق عطا ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے دلوں میں ان کی وجہ سے بغض و حسد کی آگ ابھی تک سلگ رہی ہے۔ حالانکہ تمام نظام حکومت کی باگ اب تک ہندو افسروں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور مسلمانوں کو کاغذی حقوق کے سوائے عملاً اب تک کچھ بھی نہیں ملا۔ لیکن باوجود اس کے ہندو اس سے کسی طرح نہیں رک سکتے۔ ۲۱ ستمبر کو ہفتہ سمتک کے جلوس کے سلسلہ میں جو فساد رونما ہوا (اور جس کی تفصیل آج کی خبروں میں دوسری جگہ درج ہے) وہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اور یہ دیکھنا نہایت افسوسناک ہے کہ اس فساد کی ابتدا کالج کے پنڈت طلبا کی طرف سے ہوئی۔ جو عوام الناس کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ہوشمند کہلانے کے مستحق ہیں۔ ان لوگوں کا ایک ایسے جلوس کو روکنا جس کا تعلق مسلمانوں سے خاص طور پر تھا اور فرقہ دارانہ فساد پر اتر آنا ثابت کرتا ہے کہ ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خلاف ایک گہری سازش کام کر رہی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی رہی سہی عزت کو فسادات اور قتل و غارت کے ذریعہ سے دبانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے حقوق کا آئندہ نام نہ لے سکیں۔

یہ حالات حکومت کشمیر کے لئے کسی طرح آرام اور اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتے۔ ضرورت ہے کہ اس بڑھتی ہوئی آگ کو جلد از جلد فرو کرنے کی کوشش کی جائے۔ مسلمان مظلوم ہیں اور صدیوں سے مظلوم چلے آتے ہیں۔ حکومت کے نظم و نسق میں آج تک انہیں حصہ لینے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور ان کی زندگی اور گاڑھے پسینہ کی کمائی ہندوؤں کی خدمت گزاری کے لئے وقف رہی ہے۔ آج جبکہ وہ اپنے جائز حقوق حاصل کرنے کے لئے اٹھے ہیں۔ ہندوؤں کا ۔۔ ان کے رستہ میں روڑے اٹکانا۔ اور فسادات سے نقصان پہنچانا کسی طرح جائز نہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ مسٹر کالون وزیر اعظم کی حکومت اس بڑھتی ہوئی آگ کو جلد از جلد فرو کرنے اور مسلمانوں کے لئے امن و اطمینان کے وسائل مہیا کرنے کی کوشش کرے گی؟

اسراف کی انتہا

کونسل آف سٹیٹ میں سوالات کے وقت مسٹر ایم جی ہیلٹ ہوم سیکرٹری نے بیان کیا کہ ماہ اگست کے اخیر تک مقدمہ سازش میرٹھ کے سلسلہ میں مرکزی حکومت کا ۱۷ لاکھ ۳۵ ہزار روپیہ خرچ آچکا ہے۔ استغاثہ کے مصارف کا اندازہ ۱۲ لاکھ ۸۶ ہزار ۴ سو ہے۔ اور مقدمہ کی پیروی کے لئے ۳۱۱۲۷ روپیہ صرف ہوئے سال رواں میں ماہ اگست سے اکتوبر تک مصارف کی مجموعی تعداد ایک لاکھ ۵۷ ہزار ۶ سو روپیہ ہے۔

یہ صرف ایک جگہ کے مصارف کا اندازہ ہے۔ ملک کے دوسرے حصص میں سازش کے جو مقدمات چل رہے ہیں اگر ان کے مصارف کو بھی جمع کیا جائے تو معلوم نہیں کتنے لاکھ کا اور اضافہ کرنا پڑا۔ ایسی حالت میں کہ ملک میں بیکاروں کی کثرت ترقی پر ہے لاکھوں انسان نان شبینہ کے محتاج اور فاقوں کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ حکومت کا مقدمات پر اس قدر روپیہ صرف کرنا بیحد افسوسناک ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے مقدمات کی عدالتی اخراجات حتی الوسع کم کرنے کی کوشش کی جائے اور ان بیش قرار رقوم کو بچا کر غریبوں اور محتاجوں کی قوت لایموت کا بندوبست کیا جائے اور کوئی ایسے کاروبار ان سے جاری کئے جائیں جو بیکاروں کے لئے سبیل معاش کا موجب ہوں یہی ایک صورت حکومت کے فائدہ اور استحکام کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور مقدمات سازش کو بھی ختم کر سکتی ہے ورنہ ملک کا امن اور حکومت کا آرام دونو کا حصول مشکل ہے۔

آدھ دھرم تحریک اور جماعت احمدیہ

معاصر خوشحال چند خورسند مالک ملاپ نے گاندھی جی کی فاقہ کشی کی ذمہ داری حکومت پر عائد کرتے ہوئے ایک سوال نامہ مرتب کیا ہے جن میں سب سے پہلا سوال یہ ہے۔ کہ "آدھ دھرم تحریک جس نے جاری کرائی؟ اس تحریک کے کارکنوں کو تنخواہیں کہاں سے ملتی تھیں۔ احمدی فرقہ والے کیوں اس فرقہ کی امداد کرتے تھے؟"

"معاصر انقلاب نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے صحیح طور پر لکھا ہے کہ آدھ دھرم تحریک کے چلانے کی حقیقی ذمہ داری ہندوؤں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اچھوتوں کے ساتھ ہزارہا سال تک ۔۔۔ سلوک یا ان قائم رکھیں۔ اس تحریک کو خاص تقویت اس وجہ سے ملی ہے کہ ہندوستان میں نمائندہ حکومت قائم ہو گئی جس کی وجہ سے ہر شخص کو ووٹ کی قدر و قیمت معلوم ہوئی۔ اور ہر قوم کے دل میں سیاسی حقوق علی الخصوص واجبی نیابت و نمائندگی حاصل کرنے کی سچی تڑپ پیدا ہو گئی۔ ہندوؤں نے ہر چند اس تحریک کو دبانے کی خود غرضانہ کوششیں کیں۔ جابجا اونچی جاتیوں کے ہندو کارکنوں نے اچھوت ادھار کی نام نہاد مجلسیں قائم کر لیں۔ ضرورت کے وقت یہی لوگ آگے بڑھ بڑھ کر اچھوتوں کی نمائندگی کرتے ہے۔ حالانکہ وہ حقیقۃً اونچی جاتیوں کے نمائندے تھے۔ اور انہی کے خیالات و افکار کی ترجمانی کرتے تھے لیکن ان اقدامات کو غریب دیا ہیں سے کوئی بھی اچھوتوں کے زبردست احساس کو روک نہ سکا۔ اور آدھ دھرم کی تحریک سامنے آگئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس تحریک کے کارکنوں کو کہاں سے تنخواہیں ملتی ہیں۔ اور احمدیہ جماعت نے کب ان کی حمایت کی۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے۔ کہ مسلمان انہیں مالی مدد دیتے ہے۔ یا کسی مسلمان جماعت نے ان کی حمایت کی تو اس پر گھبرانے

کی ضرورت نہیں۔ ہر انصاف پسند اور درد مند انسان کا اولین فرض ہے کہ وہ حتی الوسع مصیبت زدہ انسانوں کی مصیبت کو دور کرے۔ اگر کسی نے آدھ دھرم والوں کی امداد کی۔ تو یقیناً انسانی فرض ادا کیا جسے ہندو پانچ ہزار سال میں ادا نہ کر سکے"۔

ہم اپنے لائق معاصر کے اس جواب سے حرف بحرف متفق ہیں اور ملاپ اور اس کے ہمنواؤں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احمدی جماعت اس بات کو اپنے لئے موجب فخر سمجھتی ہے۔ کہ نسل انسانی کے اس مصیبت زدہ طبقہ کی امداد کر کے اسے مصائب سے چھڑانے کی کوشش کرے۔ بشرطیکہ وہ اس کی امداد حاصل کرنے کے لئے تیار ہو۔ لیکن جس حالت میں آدھ دھرم کی تحریک خود ہندوؤں کی پیدا کردہ ہے۔ اچھوت خود اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور انہیں کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں۔ احمدیوں کو ان کے کام میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ملاپ ایسے سوالوں سے اس تحریک کو دبا سکے گا؟

ایک ویش اور دو اچھوت

۱۴ ستمبر کو شملہ میں اچھوت اقوام کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مسٹر منگو رام صدر کانفرنس اور لالہ جونی لال صدر پبلک آدھ دھرم منڈل کے اس فیصلہ کا اعلان کیا گیا کہ وہ ۲۴ ستمبر سے بھوک ہڑتال کریں گے۔ اور اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک پنجاب میں اچھوتوں کے لئے جداگانہ نیابت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے۔ اس خبر کا اعلان کرتے ہوئے اس بات کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ:-

"موجودہ مسادات میں جبکہ مختلف اقوام ایک سطح میں لا کر کھڑی کی جا رہی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ویش گاندھی کے مقابلہ میں دو اچھوتوں کی زندگی کچھ قدر و قیمت رکھتی ہے۔ یا نہیں؟"

یہ سوال اپنے اندر ہندو قوم کے لئے ایک زبردست آزمائش کو لئے ہوئے ہے۔ اگر فی الواقعہ ان کے دلوں میں اچھوتوں کی ہمدردی موجود ہے۔ اور چھوت اور اچھوت کا امتیاز انہیں گوارا نہیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ ان دونوں اچھوت لیڈروں کی زندگی کے بچانے کی بھی ویسی ہی کوشش کریں۔ جیسے گاندھی جی کی زندگی کے لئے کی جا رہی ہے۔

توہین انبیاء اور ہندو

ہندو بھائیوں کو معلوم نہیں اسلام کے بزرگوں اور انبیاء علیہم السلام سے کیوں اتنا بغض پیدا ہو گیا ہے۔ کہ آئے دن ان کی طرف سے کسی نہ کسی نبی کسی نہ کسی بزرگ اور اس سید الانبیاء کے متعلق جو نیکی اور پاکیزگی کا مجسمہ تھا کوئی نہ کوئی توہین کا کلمہ سننے میں آ جاتا ہے جس پر مسلمانوں کو مجبوراً اس فطری جوش کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ جو ان کی غیرت کا تقاضا ہے چند ہی دن کی بات ہے۔ کہ لاہور میں ایک ہندو بیرسٹر نے آنحضرت صلعم کے متعلق بعض ناشائستہ کلمات استعمال کئے جس پر مسلمانوں کو رنج اور غصہ پیدا ہوا۔ اور اسے علانیہ معافی مانگنی پڑی۔ اس کے بعد ہی ہندو روزنامہ ویر بھارت نے مکہ معظمہ کے متعلق چند دل آزار کلمات استعمال کئے۔ جو اسلامی قلوب کے لئے صدمہ کا موجب ہوئے اور ابھی یہ معاملہ زیر

بحث ہی نہ تھا۔ کہ پشاور کے ایک انگریزی اخبار فرنٹیر ایڈوکیٹ کے ایڈیٹر پنڈت امیر چند بمبوانی حضرت رسول کریم صلعم کی نسبت ایک قابل اعتراض مضمون شائع کر دیا جس پر پشاور کے مسلمانوں میں طبعاً سخت جوش پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ پنڈت امیر چند کو ان کے جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے معافی مانگنی پڑی۔ یہ حالات ہندو قوم کے لئے بے حد شرمناک ہیں۔ جس قوم کے پڑھے لکھے اور سمجھدار طبقہ میں دوسروں کے جذبات و احساسات کا لحاظ نہیں۔ اور جو دنیا کے مسلمہ بزرگوں اور پارسا انسانوں اور مقدس مقامات پر حملہ کرنے سے نہیں چوکتے۔ اس سے کسی بہتری کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

گاندھی جی کا چیلنج ہندو مذہب کو

معزز معاصر ناشٹ نے اپنی ۲۲ ستمبر کی اشاعت میں اگر گاندھی جی مر جائیں۔ کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے۔ جس میں اس بات کو خاص طور پر واضح کیا ہے۔ کہ ہندو مذہب ذات پات کا دوسرا نام ہے۔ اور ذات پات ہی کا نام ہندو مذہب ہے۔ اس لئے یہ توقع کرنا کہ ہندو ذات پات کو چھوڑ دیں گے۔ ایسا ہی ہے۔ جیسے چیتے کی کھال پر سے داغ مٹانے کی کوشش کرنا۔ دوسری طرف اگر یہ خیال کیا جائے۔ کہ اونچی ذات کے ہندو اچھوتوں کو ان کے جائز حقوق دیں گے۔ تو یہ بھی نیچے کی ذہنیت رکھنے والے ہندوؤں سے ایک ناممکن بات کی توقع کرنا ہے۔ ان حالات میں گاندھی جی کی فاقہ کشی ہندو مذہب کو ایک ایسا چیلنج ہے۔ جس سے اس کا عہدہ برآ ہونا مشکل ہے۔ ہندو مذہب کی حالت اس وقت نہایت نازک ہے۔ اگر گاندھی جی مر جائیں۔ جو معاصر مذکور کے نزدیک بظاہر حالات کوئی مستبعد بات نہیں۔ تو اس کے ساتھ ہی ہندو ازم بھی مذہبی اور سیاسی نقطہ نگاہ سے فوت ہو جائے گا۔ دنیا اس بات سے تنگ آگئی ہے کہ انسان انسانوں پر ظلم و ستم روا رکھیں۔ اور پھر وہ خدا کے نام پر ہو اگر ہندو ازم اپنے ایک عظیم الشان انسان کی طرف سے موت کے چیلنج کو قبول کرنے سے بھی انکار کر دے۔ اور نسل انسانی کو ابتدائی انسانی حقوق بھی دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ تو اس کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ کیا ہندو قوم اس نقطہ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے گاندھی جی کی زندگی کو بچانے کے لئے تیار ہو گی؟

مولانا اکبر شاہ خاں کے والد ماجد کا انتقال

معاصر انقلاب کی یہ خبر انتہائی رنج و اندوہ کا موجب ہے کہ مولانا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کے والد ماجد مولوی محمد نادر خاں صاحب ۱۰ ستمبر کو رحلت کر گئے عالم جاودانی ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم کی عمر نوے سال سے زیادہ تھی۔ لڑکپن سے تہجد گذار تھے حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے شرک و بدعت سے سخت متنفر اور کتاب و سنت پر عامل تھے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد شاگردوں اور ہمراہیوں کی صحبت سے مستفیض رہ چکے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد نجیب آباد میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا۔ جو ۱۸۵۷ء کے غدر کے چشم دید اور مکمل و مفصل ۔۔۔ حالات سنا سکے۔ ہمیں اس صدمہ میں مولانا اکبر شاہ خانصاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ مولانا مرحوم کے لئے جنازہ غائبانہ کی درخواست کرتے ہیں۔

اہلحدیث کا اعتقاد موجودہ انجیلوں اور انکے مسیح پر

خانصاحب محمد منظور الٰہی صاحب کے قلم سے

حضرت مسیح موعود نے جب بائیبل مروجہ کی بناء پر یسوع کے چال چلن اور اس کے خاندانی حالات و اخلاق کا کچا چٹھا بطور الزامی جواب کے عیسائیوں کے سامنے پیش کیا۔ تو وہابیوں اور خصوصاً مولوی ثناء اللہ امرتسری کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔ اور وہ آج تک حضرت مسیح موعود پر نہایت بدنیتی سے یہی الزام لگائے چلا جاتا ہے۔ کہ آپ نے مروجہ انجیل کے یسوع نہیں۔ بلکہ قرآن کے حضرت عیسیٰ کو برا بھلا کہا۔ اور یہی ہتھیار اس نے عام مسلمانوں میں سلسلہ احمدیہ کی نسبت غلط فہمی پھیلانے کے لئے استعمال کیا۔

مروجہ اناجیل کے متعلق اختلاف

لیکن جب خود اسے مروجہ اناجیل اور ان کے یسوع پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو کس ڈھٹائی سے لکھتا ہے۔

"اصل بات یہ ہے۔ کہ تورات انجیل مروجہ کی ابتدا ہی سے مسلم اور مسیحیوں میں اختلاف ہے مسلم اس تورات انجیل کو مانتا ہے۔ جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کی وحی کے ذریعہ سے ملی تھیں کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ (پ ۱۳ ع ۱) جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو خدا کی طرف سے ملا تھا۔ ہم اس کو مانتے ہیں۔ موجودہ تورات انجیل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں ان حضرات کے تولد اور وفات کا ذکر ملتا ہے۔ لہذا ایسی کا مذہب بھی یہ ہے۔ کہ یہ کتابیں ان دونوں پیغمبروں کے بعد جمع کی گئی ہیں۔ انجیلیں تو صاحبوں کے نام سے مشہور ہیں۔ انجیل متی انجیل لوقا وغیرہ، تورات کے مؤلف کا نام مرقوم نہیں۔ مگر مسیحی عقیدہ ہے۔ کہ یوشع بن نون نے لکھی ہے۔ بہر حال یہ امر بالکل واضح ہے۔ کہ مسیحی جس کو کلام اللہ اور وحی الٰہی نام رکھتا ہے مسلم اس کو کلام اللہ نہیں کہتا بلکہ وہ کلام مصنف مانتا ہے۔

ہاں مسلم یہ مان سکتا ہے۔ کہ اصل کلام اللہ جو وحی کے ذریعہ ان بزرگوں پر نازل ہوا تھا ان کتابوں میں ملتا ہے۔ اتنا حصہ الہامی ہے۔ سارا مجموعہ الہامی نہیں۔" (اہلحدیث ۵ مئی ۱۹۳۰ء)

موجودہ اناجیل کی مثال

اس سے آگے مزید تشریح کرتے ہوئے یہ بزرگ لکھتا ہے۔

"مسیحی اس کے علاوہ اس مجموعہ کو بھی تورات کہتا ہے جو آج پانچ کتابوں کا مجموعہ ہمارے سامنے ہے جس میں حضرت موسیٰ کے انتقال اور انتقال کے بعد قبر کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کی مثال ہم پیش کرتے ہیں گلستان ایک کتاب حضرت شیخ سعدی کی تصنیف ہے جس میں شیخ موصوف کی نہ ولادت کا ذکر ہے۔ نہ وفات کا کوئی مصنف شیخ سعدی مرحوم کی سوانح عمری لکھے جس کو سعدی کی ولادت سے شروع کرے۔ اسی میں گلستان کی تصنیف کا ذکر بھی لائے پھر مرحوم کی وفات کا ذکر بھی کرے۔ اور اس کا نام گلستان رکھے۔ تو نہ ہمیں اس پر اعتراض ہو گا۔ نہ کسی اور کو۔ ہاں یہ ضرور کہیں گے کہ یہ گلستان اور ہے۔ اور شیخ سعدی کی مصنفہ گلستان اور یہ تمہاری اصطلاح ہے۔ کہ تم اس کو بھی گلستان کہتے ہو لکل ان یصطلح۔ لیکن آپ ہمیں مجبور نہیں کر سکتے۔ کہ ہم اس کو وہی گلستان کہیں جو شیخ کی تصنیف ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ بھی اس کو شیخ کی گلستان نہیں کہہ سکتے۔"

(اہلحدیث مذکورہ بالا)

مروجہ اناجیل کی حقیقت

ذرا اور آگے چلئے۔ وہابیوں کا یہ معزول سردار لکھتا ہے۔

"اسی طرح انجیل کی حقیقت ہے۔ کہ مصنفین نے حضرت مسیح کی زندگی کے حالات اپنی تحقیق کے مطابق لکھے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر مصنف اپنی اپنی تحقیق لکھتا ہے۔ دوسرے کی تحقیق کا پابند نہیں مثلاً متی اور لوقا دونوں صاحب حضرت مسیح کا نسب نامہ لکھتے ہیں مگر متی حضرت داؤد سے سلیمان کی شاخ میں مسیح کو لاتا ہے۔ اور لوقا حضرت سلیمان کے بھائی ناتن سے شمار کرتا ہے۔ حالانکہ صحیح ایک ہی ہو گا۔ کیونکہ سلیمانی شاخ ناتن کی شاخ سے اور ناتن کی سلیمان سے الگ الگ ہیں۔ مگر لوقا متی کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنی تحقیق سے لکھتا ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ کہ ایک مصنف ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔ دوسرا نہیں کرتا کیونکہ اس کے نزدیک وہ واقعہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ مثلاً مسیح کے سولی لینے والے کا بعض ہونا بیان کرتا ہے۔ مگر دوسرا کوئی نہیں کرتا علیٰ ہذا القیاس متی نے مسیح پر سابقہ انبیاء کی پیشگوئیاں چسپاں کی ہیں۔ لیکن اور کسی نے ایسا نہیں کیا حقیقت یہ ہے۔ کہ ان مصنفوں نے اپنی اپنی تحقیقات مرتبہ یا مسیحیہ لکھی ہے۔ الہام سے نہیں بلکہ ذاتی تحقیق سے۔ چنانچہ مصنف لوقا شروع انجیل میں خود اس کا معترف ہے۔ کہ ہم نے حالات مسیحیہ سن سنا کر لکھے ہیں۔" (اہلحدیث ۲۰ مئی ۱۹۳۰ء)

مسلمانوں کی انجیل اور ہے۔ عیسائیوں کی اور

پھر دوسرے پرچے میں لکھتا ہے۔

"ہم نے گذشتہ پرچہ میں بتایا ہے۔ کہ تورات انجیل مسلمانوں کی اور ہے اور عیسائیوں کی اور۔ اور عیسائیوں کی موجودہ مصنفات کو انجیل کہتے ہیں۔ اس لئے اہلِ اسلام ان کے غیر محرف ہونے کے وہ قائل نہیں" (اہلحدیث ۶ جون ۱۹۳۰ء)

حواریان مسیح کے متعلق

اب ذرا اس مولوی کی درافشانی حضرت مسیح رجسے وہ بیچارے مقابلہ پر قرآن کا حضرت عیسیٰ قرار دے لیتا ہے) اور اس کے حواریوں کی نسبت ملاحظہ ہو:-

"یاد آیا۔ کہ واقعی اتنا کمال بھی اس پہلوان کی نسبت زیادہ ہے جن کے اسلاف میں ایسے بہادر بھی گذرے ہیں جب بقول انجیل مسیح کو دشمنوں نے پکڑا۔ تو ایک بہادر خاں صاحب نے سردار کاہن کے آدمی کو ایسے زور سے تلوار ماری کہ اس کا کان کٹ گیا (لوقا ۲۲ ۵۰) جل جلالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۲ | یوم دوشنبہ یکم جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۶۰

ضروریات دین

مسلمان کی صحیح تعریف کیا ہے؟

"ضروریات دین" ایک ایسا لفظ ہے جو مولویوں کی زبانوں سے آئے دن سننے میں آتا ہے۔ آئے دن ان کی طرف سے ایسے فتوے شائع ہوتے ہیں جن میں مسلمانوں کے کسی گروہ یا قوم کے کسی فرد کو محض اس بنا پر کافر ٹھیرایا جاتا ہے کہ وہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ فسخ نکاح کے اس مقدمہ میں بھی بہاولپور میں ایک قادیانی احمدی کے خلاف چل رہا ہے۔ دیوبندی مولویوں نے بار بار اس لفظ کو استعمال کیا ہے اور بتایا ہے کہ احمدی ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اس لئے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

مولوی انور شاہ کا بیان

وہ ضروریات دین کیا ہیں؟ مولوی انور شاہ دیوبندی نے اس پر کسی قدر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ

"ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے۔ تواتر یا خبر واحد۔ اور تواتر ہمارے دین میں چار قسم کا ہے پہلا تواتر اسنادی ہے اور اسی قسم سے نزول مسیح علیہ السلام کی احادیث ہیں۔ متواتر حدیثیں جن میں سے چالیس حدیثیں صحیح ہیں۔ اگر کوئی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ دوسرا تواتر طبقہ ہے یعنی یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا۔ بلکہ یہ معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے سیکھا جیسے قرآن مجید کا تواتر۔ اس کا منکر بھی کافر ہے۔ مسواک کا ثبوت بھی دونوں طرح سے متواتر ہے۔ اگر کوئی ترک کرے تو چنداں بال نہیں۔ لیکن اگر اس کا علم رکھتے ہوئے انکار کرے تو وہ کافر صریح ہے۔ اور اگر کوئی کہہ دے کہ جو حرام ہے تو وہ ازروئے شریعت کافر ہے۔ تیسرا تواتر قدر مشترک ہے۔ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہیں۔ لیکن ان اخبار احاد میں ایک مضمون ملتا ہے جو متفق علیہ ہے اس کا منکر بھی کافر ہے۔ چوتھا تواتر۔ تواتر توارث ہے جیسے ساری امت کا عقیدہ ہے کہ خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اس کا انکار بھی کفر صریح ہے۔ ان تمام متواترات میں تاویل کرنا۔ اور بات بگاڑنا کفر صریح ہے۔

اہل سنت والجماعت میں اور احمدیوں میں قانون کا اختلاف ہے۔ اور علماء دیوبند اور علماء بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے۔ قانون کا نہیں۔ اگر کسی آیت قرآنی کی مراد پر صحابہ اور امت کا اجماع ہو۔ تو اس سے انحراف کرنا اور اس کی تحریف کرنا کفر صریح ہے۔

مولوی صاحب کی بیان کردہ ضروریات دین

اس بیان میں مولوی صاحب نے جن باتوں کو ضروریات دین میں سے قرار دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) خبر متواتر یا خبر احاد پر ایمان

(۲) مسواک پر ایمان

(۳) نزول مسیح کی احادیث پر ایمان

(۴) جو کے حلال ہونے پر ایمان

(۵) امت کے اجماعی عقیدہ پر ایمان

(۶) متواترات کو ناقابل تاویل سمجھنے پر ایمان

(۷) آیت قرآنی کے متعلق صحابہ اور امت کے بیان کردہ مفہوم پر ایمان

اسی طرح سے اگر گنتے چلے جائیں تو اس بیان میں بہت سی باتیں ہیں۔ جن کو ضروریات دین میں قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کے منکر کو کافر۔ اور صرف یہی نہیں۔ اگر ان تمام فتاوی تکفیر کو دیکھا جائے جو مولویوں نے ایک دوسرے کے خلاف دیئے ہیں تو ان کی پیش کردہ ضروریات دین کا احاطہ کرنا بھی مشکل ہے۔

کیا قرآن نے ان کو ضروریات دین کہا ہے؟

قطع نظر اس بات کے کہ مولوی انور شاہ کی بیان کردہ "ضروریات دین" کے متعلق جماعت احمدیہ کا کیا خیال ہے۔ ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ان باتوں کو "ضروریات دین" میں سے قرار دینا اور ان کے ادیر ایمان اور کفر کی بنیاد رکھنا قرآن کریم کے کہاں تک مطابق ہے قرآن کریم نے مسلمان کی جو تعریف کی ہے آیا اس میں ان تمام ضروریات دین کا ذکر کیا ہے؟ اور سارے قرآن میں کہیں یہ آیا ہے کہ جو شخص خبر متواتر یا فلاں قسم کی خبر احاد پر ایمان نہیں لائے گا وہ کافر ہے؟ کہیں قرآن کریم میں ایمانیات کے اندر مسواک کا بھی ذکر پایا جاتا ہے؟ نزول مسیح کی احادیث پر ایمان لانا بھی قرآن کریم نے کسی جگہ مسلمان ہونے کیلئے ضروری ٹھیرایا ہے اور کہیں یہ بھی اس نے کہا ہے کہ جو کو حرام کہنے والا کافر ہے؟ آیا کہیں امت کے اجماعی عقیدہ اور آیات قرآنی کے اس مفہوم کو جس پر صحابہ اور امت کا اجماع ہو۔ اس نے شرائط ایمان میں سے قرار دیا ہے؟ اگر یہ نہیں اور ہرگز نہیں تو مولوی انور شاہ صاحب کا کیا حق ہے کہ ان باتوں کو ضروریات دین میں سے قرار دیکر لوگوں کے ایمان اور کفر کا فیصلہ کرتے پھریں؟

متقی کی تعریف قرآن میں

قرآن کریم نے مسلمان کی جو تعریف کی ہے۔ ایمان کی جو شرائط بیان کی ہیں وہ اس قدر صاف اور واضح ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ شروع ہی میں اس نے متقیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی یہ تعریف کی ہے کہ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون یعنی متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ تجھ پر نازل ہوا اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس پر بھی جو تجھ سے پہلے نازل ہوا۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ مسواک کا منکر کافر ہے۔ اور امت کے اجماعی عقیدہ کا منکر کافر ہے یا متقی وہ ہے جو خبر متواتر وغیرہ پر ایمان لائے

نیکی کی تعریف قرآن میں

دوسری جگہ قرآن کریم نے اللہ اور یوم آخر پر ایمان، فرشتوں کتابوں اور نبیوں پر ایمان اور قریبیوں یتیموں، مساکین، ابن سبیل، سائلین اور غلاموں کو خدا کی محبت کے لئے مال دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، عہد کو پورا کرنا اور تنگیوں اور مشکلات میں صبر سے کام لینا بہت بڑی نیکی قرار دی ہے۔ اس میں بھی ان ضروریات دین کا کوئی ذکر نہیں جن کا انکار مولوی انور شاہ نے موجبات کفر میں سے قرار دیا ہے۔ پھر حیرت ہے انہوں نے کس بنا پر ان کو ضروریات دین میں سے قرار دیا؟

شرائط ایمان اور ضروریات دین

وہ شرائط ایمان جو عام طور پر کسی غیر مسلم کو مسلمان کرتے وقت پڑھائی جاتی ہیں یعنی "اٰمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ ان میں مسواک اور اجماعی عقیدہ وغیرہ پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ ہی کبھی کسی شخص کو مسلمان کرتے وقت یہ سکھایا گیا کہ تم ایمان لاؤ کہ مسواک کرنا، امت کے اجماعی عقیدہ کو ماننا۔ جو کو حلال سمجھنا ضروری ہے۔ پھر کس بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیزیں ان ضروریات دین میں سے ہیں جن کا انکار موجب کفر ہے؟

حدیث میں پنج بنائے اسلام

ممکن ہے احادیث میں ان کو ضروریات دین میں سے قرار دیا گیا ہو۔ اور مولوی انور شاہ صاحب چونکہ شیخ الحدیث ہیں اس لئے ان کی نظر ایسی احادیث پر ہو جن میں ان تمام باتوں کا ماننا ضروری قرار دیا گیا ہو۔ لیکن تمام کتب حدیث پر نظر ڈال لیجئے کہیں بھی ان باتوں پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس کے خلاف اسلام کی بنا صرف پانچ چیزوں پر قرار دی گئی ہے۔

(۱) توحید اور رسالت پر ایمان

(۲) ادائے صلوٰۃ
(۳) ادائگی زکوٰۃ
(۴) حج
(۵) رمضان کے روزے

ایمان اور اسلام کی تعریف حدیث میں

ایک اور حدیث میں حضرت جبریل کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلعم نے بتایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر۔ اس کی لقا پر اس کے رسولوں پر اور بعث کے دن پر ایمان لائے۔ اور اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے جو فرض ہے۔ اور رمضان کے روزے رکھے۔ اور بشرط قدرت حج کرے۔

ان دونوں احادیث میں ایمان اور اسلام کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا ان کے ماننے والا مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو مولوی انور شاہ صاحب کی بیان کردہ ضروریات دین کیا ہوئیں؟ اور آنحضرت صلعم کی شرائط ایمان و اسلام کو ماننے کے باوجود کوئی شخص مولوی انور شاہ کی "ضروریات دین" کو نہ ماننے سے کیونکر کافر ہو سکتا ہے؟

مسلم کی تعریف

رسول اللہ صلعم نے تو اس شخص کو بھی مسلم قرار دیا ہے۔ اور اس کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ کو اور اپنے آپ کو قرار دیا ہے جو ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے اور قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ فرمایا لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے تم اسے بھی کافر نہ کہو لیکن نہیں۔ مولوی انور شاہ صاحب اور ان کے ہم نواؤں کے نزدیک دین یہیں تک محدود نہیں بلکہ ہر اس چیز پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے جو کسی مولانا کے دماغ کی ایجاد اور اختراع ہو۔

مسلمان کی صحیح تعریف کیا ہے؟

کل تک تو ہندوؤں کو طعنہ دیا جاتا تھا کہ ان کے مذہب کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں ہو سکتی۔ لیکن آج خود مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ مسلمان اور اسلام کی جامع و مانع تعریف کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ سنی اور شیعہ، حنفی اور وہابی اور اہل قرآن اور اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی سب کی ضروریات دین الگ الگ ہیں اور کسی ایک فرقہ کی ضروریات دین کو مان لینا مسلمان ہونے کیلئے کافی نہیں۔ کیونکہ ان پر دوسرے فرقوں کی طرف سے تکفیر کا فتویٰ عائد ہے۔ ایسی حالت میں مسلمان کی صحیح تعریف کیا ہے؟ کیا سیاوالہ کے فاضل مجسٹریٹ اس پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے؟

آہ! قاری نورالدین

سری نگر سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص ممبر قاری نورالدین چند دن مرض یرقان میں مبتلا رہ کر اس عالم فانی سے انتقال فرما گئے مرحوم . . . . سری نگر میں ممبر تھے اور علوم دینی سے انہیں بہت شغف تھا کچھ عرصہ قادیان حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت گزینی کا شرف بھی انہیں حاصل رہا علم دین میں انہوں نے کئی ایک کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی تفصیل کسی دوسری جگہ درج ہے اتنی خوبیوں کے ہوتے ہوئے عین عالم جوانی میں ان کی وفات پا جانا سبقدر صدمہ اور افسوس کا موجب ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے مرحوم اپنے پیچھے بیوی بچے چھوڑ گئے ہیں اور ایک ماہ کا بچہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے گزشتہ جمعہ کو لاہور میں ان کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔ بیرونی جماعتیں بھی جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

گاندھی جی اور اچھوت

آخر کار خلاف توقع اچھوت اور ہندو رہنماؤں کا باہم تصفیہ ہو گیا جس کی تفصیلات کسی دوسری جگہ درج ہیں جس چیز کو دور کرنے کے لئے گاندھی جی نے فاقہ کشی کی تھی جس کو تمام خرابی کا منبع بتلاتے تھے آخر کار وہی اچھوتوں کے حق میں انہیں تسلیم کرنی پڑی اور وہ بھی حکومت کے عطا کردہ حقوق سے دو گنے حقوق دیکر یعنی اصل انتخاب جداگانہ ہی رہا اور اس کے ساتھ ہی ہندوؤں کو یہ جانے اور گاندھی جی کی جان بچانے کے لئے جداگانہ انتخاب سے منتخب شدہ لوگوں میں سے ہی جو نئی نشست چار ہونگے کوئی ایک ممبر مخلوط انتخاب سے منتخب کرنا تسلیم کر لیا گویا اصل انتخاب جداگانہ ہی رہا اور اس کے ساتھ ہی اچھوتوں نے دوگنی نشستیں بھی حاصل کر لیں پنجاب میں جہاں انہیں کوئی نشست نہ دی گئی تھی آٹھ نشستیں انہوں نے منوا لیں بنگال میں جہاں حکومت کی طرف سے صرف دس نشستیں دینے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا تیس نشستیں انہیں مل گئیں ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ اچھوت نقصان میں رہے خود حکومت ہند اور صوبجاتی حکومتوں کی متفقہ رائے ہے کہ اچھوتوں کو حیرت انگیز حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے راجہ نریندر ناتھ نے اس معاہدہ کو غیر منصفانہ قرار دیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ اس میں جداگانہ انتخاب کو ایک نئی صورت میں منظور کر لیا گیا ہے فی الحقیقت صحیح ہے اور اچھوت لیڈروں کی دانشمندی قابل داد ہے کہ انہوں نے گاندھی جی کی موت کو بھی اپنے سر نہ لیا اور حقوق زیادہ بھی حاصل کر لیا۔

پنجاب کے اچھوت

باوجود اس کے پنجاب کے اچھوت ابھی تک مطمئن نہیں ہوئے لاہور میں انہوں نے عظیم الشان جلسے منعقد کر کے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم ہندوؤں سے بالکل الگ ہیں اور وہ ہم کو اس وقت ایک فریب میں مبتلا کر رہے ہیں اور یہ فریب اس وقت تک جاری رہیگا جب تک جداگانہ انتخاب کا سوال باقی رہیگا اس ضمن میں بعض لوگوں نے کنوؤں پر چڑھنے اور مندروں کے داخلہ کے متعلق بعض واقعات سنائے جن سے ہندوؤں کے مخالفانہ جذبات کا پتہ لگتا ہے انہوں نے صاف کہا کہ ہندو اپنے مذہب یعنی ویدوں اور دھرم شاستروں کی رو سے کسی طرح ہمیں اپنے ساتھ نہیں ملا سکتے اگر وہ چاہتے ہیں کہ وہ ان مذہبی کتابوں کے احکام کے خلاف ہمیں اپنے ساتھ ملالیں تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ ویدوں اور دھرم شاستروں کو پبلک جلسے کے اندر لاکر سب کے سامنے جلا دیں ورنہ جب تک وید اور دھرم شاستر باقی ہیں ہمیں ان کی موجودہ روش پر قطعی اعتماد نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ اچھوت اصل حقیقت کو اچھی طرح معلوم کر چکے ہیں اور اب وہ کسی طرح ہندوؤں کے دام فریب میں آنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ فی الواقعہ حیرت انگیز بات ہے کہ ان صاف اور صریح احکام کے ہوتے ہوئے جو اچھوتوں کی مذمت میں ویدوں اور دھرم شاستروں میں پائے جاتے ہیں اونچی ذاتوں کے ہندو انہیں اپنے ساتھ ملانے کا ارادہ ظاہر کر رہے ہیں۔ آخر ان احکام کو جنکی تفصیل کسی دوسری جگہ شائع ہو رہی ہے

ہے۔ اگر ختم ہونے کی ہے تو کہاں لے جائیں گے اور ان پر ایمان رکھتے ہوئے کس طرح کھلے دل کے ساتھ اچھوتوں کو ساتھ ملالیں گے؟ کیا ہندو بالخصوص سناتنی اخبارات اس پر روشنی ڈالنے کے لئے تیار ہیں؟

فرنٹیئر ایڈووکیٹ اور مسلمان

گزشتہ اشاعت میں ہم نے بعض ہندو اخبارات کی اسلام دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر اظہار افسوس کیا تھا کہ اسلامی پیشواؤں اور انبیائے کرام کے متعلق توہین آمیز کلمات کا استعمال ان کا روزمرہ کا شعار ہو گیا ہے اسی ضمن میں ہم نے پشاور کے فرنٹیئر ایڈووکیٹ کا بھی ذکر کیا تھا۔ جس نے ایک قابل اعتراض مضمون کی اشاعت پر مسلمانوں کے جوش و اشتعال کو دیکھکر معافی مانگ لی۔

اس شذرہ کی اشاعت کے بعد ہمیں فرنٹیئر ایڈووکیٹ کے مالک پنڈت امیر چند لمبوال کی طرف سے پے در پے تین اشتہار ملے جن میں اس مضمون کی اشاعت پر انتہائی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے نہایت عجز و نیاز کے ساتھ مسلمانوں سے غیر مشروط معافی طلب کی گئی ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ مسلمانوں کو اگر یہ معافی نامہ پسند نہیں تو جن الفاظ میں وہ چاہیں معافی نامہ لکھکر دینے کو تیار ہوں۔

اس ساتھ ہی اس اصل مضمون کو بھی دیکھنے کا ہمیں موقع ملا جس کی بنا پر پشاور کے مسلمانوں میں جوش و اشتعال پیدا ہوا ہے یہ ایک طبی مضمون ہے جس میں عورتوں کے ختنہ کا ذکر ہے اور اس بارہ میں افریقہ کے وحشی اور بعض دوسرے لوگوں کے رسوم و رواجات کو بیان کیا ہے اسی ضمن میں آسمانی کتب کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کی ازواج کے ختنہ کو بیان کیا گیا ہے یہ مضمون سب سے پہلے لاہور کے ایک اسلامی اخبار میں شائع ہوا جہاں سے فرنٹیئر ایڈووکیٹ نے جنوری ۱۹۳۲ء میں نقل کیا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا اب اس کا ترجمہ پشتو زبان میں ہوا ہے تو مسلمانوں میں جوش و اشتعال پیدا ہو گیا جس کی وجہ کا پتہ لگانا مشکل ہے جہاں تک اصل مضمون کا تعلق ہے ہمارے نزدیک وہ چنداں قابل اعتراض نہیں قطع نظر اس بات کے کہ ازواج خلیل اللہ کے متعلق جو کچھ کہا گیا وہ کہاں تک صحیح ہے اس مضمون کا تعلق صرف طبی معلومات سے ہے اور ایسی حالت میں کہ سب سے پہلے ایک اسلامی اخبار اس کو شائع کرتا ہے اور ایک سال سے زائد عرصہ گذر جانے پر بھی اس پر اعتراض نہیں ہوا تو اب اس پر جوش و اشتعال کا اظہار چنداں پسندیدہ نہیں ہو سکتا بالخصوص ایسی حالت میں فرنٹیئر ایڈووکیٹ کے مالک پنڈت امیر چند لمبوال کھلے لفظوں میں معافی طلب کر چکے ہیں سرحد کے غیور مسلمانوں سے ہمیں توقع ہے کہ وہ اس معاملہ کو زیادہ طول نہ دیں گے اور انہیں کھلے دل سے معافی دیکر عند اللہ ماجور ہونگے۔

مولانا شوکت علی کا سفر امریکہ

مولانا شوکت علی ۶ اکتوبر کو امریکہ جا رہے ہیں اپنے اس سفر کی جو غرض و غایت انہوں نے اخبار خلافت میں بیان کی ہے معاصر مدینہ نے خلاصتہً اسے یوں روایت کیا ہے:-

> مولانا کا بیان ہے کہ سال گزشتہ ۱۵ اگست کو جب وہ گول میز کانفرنس کے لئے سفر کر رہے تھے تو جہاز میں ان کے لطائف و ظرائف سے لوگ اس قدر محظوظ ہوئے کہ بقول ان کے وہ محفل سرائی جس میں بھانڈ بازی کی حقیقت طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ ایک امریکی مسافر مولانا محترم سے

محبت کرنے لگا اور یہ سن کر اس کو تعجب ہوا کہ ایسا دلچسپ شخص اب تک امریکہ نہیں گیا۔ مولانا نے عذر کیا ہمارے پاس روپیہ نہیں سفر امریکہ خاک کریں۔ امریکن نے بتایا کہ امریکہ میں بہت سی ایجنسیاں ہیں جو سفر کے مصارف دے کر لیکچر کراتی ہیں۔ ٹکٹ کی آمدنی میں سے سفر کو معقول معاوضہ بھی دیتی ہیں۔ اس کے بعد امریکن نے مولانا کے تن و توش کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ کا قد و قامت، صورت و شکل، طرز بیان، عالم اسلام یورپ اور ہندوستان میں شہرت کے باعث امریکہ میں کامیابی کا سبب ہے (خلافت ۴ ستمبر) اس امریکن نے نیویارک پہنچ کر ایک کمپنی سے مولانا کا تعارف کرایا اور کمپنی والوں نے مولانا کو اپنی تصویریں ارسال کرنے کی ہدایت کی۔ مولانا نے خواہش کی تعمیل کی شرائط پیش ہوئیں اور معاملہ طے ہو گیا۔ مولانا کا ارشاد ہے کہ اس طرح وہ امریکہ میں چین ماچین ایران توران کے قصے سنائیں گے اور خوب روپیہ کمائیں گے تاکہ عزیزوں اور اپنے خاندان والوں کی پرورش کا سامان ہو جائے۔"

یہ حالات ہیں ایک مسلمان لیڈر کے جو اسلامی دنیا میں کافی عزت و شہرت حاصل کر چکا ہے جو تحریک خلافت کا کرتا دھرتا رہ چکا ہے جو غلام کعبہ کا ایک معزز ممبر اور مولانا محمد علی مرحوم جیسے غیور خادم اسلام کا بھائی ہے کس قدر ندامت اور افسوس کا مقام ہے کہ ان صفات کا مالک مولانا شوکت علی امریکہ جاتا ہے تو کس غرض کے لئے؟ کیا تبلیغ اسلام کے لئے؟ کیا سٹیٹسمین کی طرح سیاسی پروپیگنڈا کی غرض سے؟ نہیں بلکہ اپنے تن و توش کی نمائش اور مسخرگی کے ذریعہ کسی تماشہ گر کمپنی کی آمد کو بڑھانے کے لئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون جس قوم کے لیڈر اس حال کو پہنچ جائیں اس کی کیا عزت دنیا میں باقی رہ سکتی ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۲۰ اکتوبر کو لاہور تشریف لے آئیں گے۔

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یکم اکتوبر کو واپس لاہور تشریف لے آئے۔

جموں سے اخویم فیروز الدین صاحب حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ بندہ عرصہ دراز سے بعارضہ تپش سخت بیمار ہے ظاہری علاج حتی الامکان کئے جا چکے ہیں مگر مشیت ایزدی کو ابھی تک ان علاجوں سے صحت یاب کرنا منظور نہ ہوا دوائی تو کی جا چکی ہے اور کرتا بھی رہوں گا خیال ہے کہ اگر آپ جیسے مخلص اور پاک بندے اس عاجز کے حق میں دعائے صحت فرما دیں اور اپنے حلقہ بگوشوں کو بھی متواتر ہر نماز میں دعا کرنے کے لئے ارشاد فرمائیں تو امید ہے کہ مجھے خدا انشاء اللہ العزیز صحت یاب کرے گا۔ یہ کام محض خالصتہً للہ کرنے والا ہے اور آپ کو اپنا روحانی رہنما اور معلم سمجھ کر عرض کر رہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے اس کے لئے آپ عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اخویم فیض محمد صاحب علاقہ پٹیالہ و کچھ مشکلات میں مبتلا ہیں اور ان کے بال بچے علیل ہیں احباب ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمادیں۔

اخویم شیر افضل خان صاحب بھی اپنے اور اپنے بال بچوں کی صحت و خیریت کے لئے ملتجی ہیں احباب دعا فرمادیں۔

اخویم ماسٹر عزیز الدین صاحب دہلوی کے چچا صاحب شہاب الدین صاحب سات ماہ سے بعارضہ فالج بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی ضرورت ہے نیز خود ماسٹر صاحب ایک ابتلا میں مبتلا ہیں احباب ان کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات دور فرمائے۔

ملاحظات

یکم ستمبر کے "الفضل" میں میاں محمود احمد صاحب کا ایک خطبہ شائع ہوا ہے۔ جو ۲۶ اگست کو قادیان میں انہوں نے دیا۔ اس خطبہ میں مومن اور منافق کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"مومن اور منافق میں یہی فرق ہے کہ مومن ہمیشہ یہ خواہش کرتا ہے کہ اسے قربانی کا موقعہ ملے اور منافق پر قربانی پر رونا ہے اور کہتا ہے مصیبت آگئی چندہ دینا پڑے تبلیغ کے لئے نکلنا پڑے خدمت دین کے لئے کوئی تحریک کی جائے ہر موقعہ پر روئے گا اور کہے گا بڑی مصیبت ہے ہر وقت چندہ ہی مانگا جاتا ہے"

ان فقرات میں مومن اور منافق کے مابین یہ امتیاز قائم کیا گیا ہے کہ مومن کے دل میں ہمیشہ قربانی کی خواہش رہتی ہے اور منافق قربانی کرنے اور چندہ دینے سے گھبراتا ہے۔

اسی تعریف کے مطابق آگے چل کر میاں صاحب نے اپنی جماعت کے بعض مخلصین اور منافقین کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"اس میں شبہ نہیں جماعت کے مخلصین نہایت شاندار قربانیاں کرتے ہیں مگر منافقوں کی تعداد باقیوں کا کام بھی خراب کر دیتی ہے اور خلوص سے جماعت کا ایک حصہ جو کام کر رہا ہوتا ہے اس میں رخنہ واقعہ ہو جاتا ہے مجھے افسوس ہے کہ مالی حالت کو مضبوط کرنے کے لئے جو میں نے تحریکیں کی تھیں ان میں بیرونی جماعتوں نے تو حصہ لیا مگر قادیان کی جماعت ان میں حصہ لینے سے بہت پیچھے ہے مثلاً پچھلے دنوں یعنی کشمیر کے مظلومین کے لئے چندہ کی تحریک کی تھی میں نے دیکھا بیسیوں جماعتوں نے اس پر عمل کیا اور وہ عمل کرتی چلی جا رہی ہیں مگر قادیان کی جماعت نے اس چندہ میں بہت ہی کم حصہ لیا ہے بلکہ کئی کئی مہینے ایسے گزرے ہیں کہ قادیان کا چندہ صفر کے برابر رہا ہے۔"

ان فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ قادیان کی جماعت میاں صاحب کی نظروں میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مندرجہ بالا تعریف کے مطابق منافق وہ ہے جو چندہ دینے سے گھبرائے۔ قادیان کی جماعت چندہ دینے میں سب سے پیچھے ہے بلکہ ان کا چندہ صفر کے برابر رہا ہے پس قادیان کی جماعت کیا ہوئی؟؟

اس سے بڑھ کر صفائی کیساتھ چندہ نہ دینے والوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

"وہ منافق جو سالہا سال چندوں کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کی وجہ سے کسی جماعت کی کیا تعریف ہو سکتی ہے...... دراصل وہ جماعت کے لئے ننگ اور عار کا باعث ہیں...... یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ تو منافقوں کے متعلق فرماتا ہے۔ ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار۔ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے"

کیا اب بھی اصحاب قادیان کو اپنی منافقت میں کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے؟

اس سے پیشتر میاں صاحب نے اپنے قادیانی مریدوں کو "بزدل" "نامرد" "ڈرپوک" "کمزور ایمان" قرار دیگر ان پر اور ان کی آل اولاد پر لعنتوں کا مینہ برسایا تھا ان کی بیویوں کو ذلیل چیتھڑے کا معزز خطاب دیا تھا اب انہیں منافقین کے زمرہ میں شمار کر کے دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ کا وارث قرار دیا ہے۔ پیر صاحب کا یہ روحانی فیضان ہمارے قادیانی دوستوں کے لئے جس قدر موجب تبریک ہو سکتا ہے ظاہر ہے وہ لوگ جو لاہوری جماعت کے متعلق دوزخ کی جلتی بھڑکتی آگ کے شاندار فقرات سن کر خوشی سے تالیاں بجایا کرتے تھے اپنی اس حالت پر غور کریں اور پیر صاحب کے فیوض روحانی کی داد دیں حقیقت میں یہ مصرع انہی پر صادق آتا ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

اسی خطبہ میں خلافت مآب نے ایک اور دلچسپ بات ارشاد فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"آج جو قربانیاں مسلمان کر رہے ہیں مجموعی طور پر ان تمام صحابہؓ کی قربانیوں سے بڑھ کر ہیں جو اپنا سارا مال خدمت دین کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے بلکہ آج لاہور کے منافق اس سے زیادہ روپیہ دے سکتے ہیں جتنا مدینہ کے تمام مومن مل کر دیتے تھے"۔

ہیں! کیا "لاہور کے منافق" بھی قربانیاں کرتے اور روپیہ خرچ کرتے ہیں! اور کیا ان قربانیوں کے باوجود بھی وہ منافق کے منافق ہی ہیں! منافق کی تعریف تو آپ نے یہ کی تھی کہ وہ روپیہ خرچ کرنے اور قربانی سے گھبراتا ہے اور قربانی کرنا مومن کا خاصہ قرار دیا تھا پھر یہ کیسے کہ "لاہور کے منافق" قربانیاں کرتے اور قادیان کے مخلص مومن قربانی سے گھبراتے ہیں دوسرے مسلمانوں کو تو فرمانے دیجئے وہ تو آپ کے نزدیک دائرہ اسلام ہی سے خارج ہیں لیکن اہل اسلام کے اندر مومن اور منافق کی تعریف جو آپ نے فرمائی تھی اس نے تو خود آپ ہی نے لاہور کے نام نہاد منافقین کو مومن اور قادیان کی جماعت کو منافق ثابت کر دیا۔ وتلك اذًا قسمة ضيزى۔

گمشدہ رسید بکیں

ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح

مندرجہ ذیل رسید بکیں جو مختلف احباب نے فراہمی چندہ کیلئے دفتر سے لی ہوئی تھیں۔ ان کے پاس سے گم ہو گئی ہیں۔ اخبار میں اعلان کر دیں۔ کہ اگر کسی کے پاس مندرجہ نمبروں میں سے کوئی رسید بک پائی جاوے۔ تو دفتر میں اطلاع دیویں۔

۱۔ بک نمبر ۷ ، نمبر ۳۴۵۱ تا نمبر ۳۵۰۰ ، اردو والی ۲ آنے ۳ روپے

۲۔ بک نمبر ۹۲ ، نمبر ۴۵۵۱ تا نمبر ۴۶۰۰ ، ، ، ۲—۳

۳۔ بک نمبر ۱۰۶ ، نمبر ۵۳۰۱ تا نمبر ۵۳۵۰ ، ، ، ۲—۳

۴۔ بک نمبر ۱۳۳ و نمبر ۱۳۴ ، ، ، ۲—۳

۵۔ بک نمبر ۱۰۸ ، نمبر ۵۳۵۱ تا نمبر ۵۴۰۰ ، ، ، ۲—۳

۶۔ بک نمبر ۱۸۷ ، ، ۲—۳

ہندو قوم کا مذہب اچھوتوں کے متعلق

(از پنڈت شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی)

ہندو مذہب کی بنیاد

کہا جاتا ہے۔ کہ ہندو قوم کا مذہب وید مقدس کے آدھار پر قائم ہوا ہے لیکن تجربہ نے اس کے خلاف یہ ثابت کیا ہے۔ کہ ہندو قوم کا مذہب نہ وید کے ادھار پر نہ رامائن یا گیتا کے انوسار نہ کسی بزرگ کے اقوال پر بلکہ محض دنیا طلبی پر مبنی ہے۔ خواہ یہ مقصد جائز طریقہ سے حاصل ہو۔ اور خواہ ناجائز سے

گاندھی جی کا مذہب

اس موجودہ تحریک کو دیکھ لیجئے۔ گاندھی جی مہاراج کا کیفیت ایک کٹر موجبی ہونے کے ویدوں اور ان کے انوکول دھرم شاستروں سے کوئی سند نہیں ہے۔ بلکہ بقول سوامی دیانند صاحب کے جینیوں کا ویدوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے۔ کہ

ویدوں کے مصنف بھانڈ۔ بدذات۔ مکار اور راکشس تھے (ستیارتھ باب ۱۲)

ویدوں کی حمایت بت پرستی ہے

اس لئے گاندھی جی مہاراج نے ینگ انڈیا ۱۵ مئی ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں صاف کر دیا تھا کہ

اگرچہ دیانند توحید پرست تھا لیکن اس نے بت پرستی کی نہایت لطیف تحریک جاری کر دی ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ ویدوں کے الفاظ کو الہامی مانتا تھا۔ اور کوشش کرتا تھا۔ کہ جو کچھ ماہرین سائنس کو معلوم ہوا ہے۔ اس کا وجود ویدوں میں ثابت کرے۔

یہاں گاندھی جی کا عقیدہ صاف ویدوں کے خلاف ثابت ہوتا ہے اور بحکم سوامی دیانند صاحب

"ویدوں کی مذمت کرنے والے کو ذات جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہئیے (ستیارتھ باب ۳)

لیکن اس وقت محض دنیا طلبی کی دھن پر ہر دو فریق اپنے اپنے دھرموں کو تلانجلی دے رہے ہیں

شودر پاؤں سے پیدا ہوئے

(۱) براہمنو اسیہ مکھم آسیہ، باہو راجنیہ کرتیہہ اُروتند سیہ یددیشیہ۔ پدبھیام شودرو اجایت (رگ وید ۱۰۔۹۰ یجروید ۳۱)

ترجمہ۔ براہمن خدا کے منہ سے کشتری بازوؤں سے، ویش رانوں سے اور شودر دونوں پاؤں سے پیدا ہوئے۔

شودر خدمت کیلئے پیدا کئے گئے

(۲) براہمنے براہمنم کشترائیہ راجنیم مرودبھیو ویشیم تپسے شودرم (یجروید ۳۰)

ترجمہ۔ وید کے لئے براہمن کو، حکومت کیلئے کشتری کو، جانوروں وغیرہ کے لئے ویش کو اور خدمت کے کاموں کے لئے شودروں کو پیدا کیا گیا ہے۔

صرف اونچی ذاتوں کا تزکیہ

(۳) ستنامیا وردا، وید ماتا پرچودیانتام پاؤمانی دوجانام (اتھروید)

ترجمہ: میں وید کی تعریف کرتا ہوں۔ جو دوجوں (براہمن کشتری اور ویش) کا تزکیہ کرتا ہے (شودر کا نام ندارد)

شودر کو اپدیش کرنیوالا دوزخ میں

(۴) نہ شودرائے متم دد یا نوچشٹم نہ ہوش کرتم نہ چاسیہ اپدیشے دھرمم نہ چاسیہ ورتم آدشیت یو ہیسیہ دھرم آچشٹے یش چیوآدشتی ورتم سواسمورتم نام تمہ ستیو مجتی (منو ۴۔ ۸۰ - ۸۱)

ترجمہ۔ شودر کو نصیحت نہ کرے۔ قربانی کا پس ماندہ نہ دے (کیونکہ وہ تبرک ہے) اس کو دھرم کا اپدیش نہ کرے۔ اس کو ورت (روزہ وغیرہ عبادت) کا طریق نہ بتائے۔ جو کوئی شودر کو دھرم کا اپدیش کرتا ہے۔ یا اس کو ورت کا طریقہ سکھاتا ہے۔ وہ شودر کے ہمراہ دوزخ میں پڑتا ہے

عورت اور شودر کیلئے وید پڑھنا ممنوع

(۵) استری شودر دوج، بندھو نام۔ ترے نہ شرتی گوچرہ اہتی ام ابو ہت آرتھا۔ پرانانی کرتانی ودوئی (دیوی بھاگوت ۴۔۲۵)

ترجمہ: عورت اور شودر کو وید پڑھنے کا حق نہیں۔ ان کے لئے پران بنائے گئے ہیں۔ انکو پڑھیں

عورت اور شودر کا ہاتھ لگنے سے وشنو کی مورتی کو تکلیف

(۶) استری شودر کر سپرش سو بجر سپرش ادھکو مند ہ (پرسنو ہو پرچھید تیسرا)

(وشنو بھگوان کہتے ہیں۔ کہ میری مورتی کو) عورت اور شودر کا ہاتھ لگنے سے مجھے ایسی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ گویا کسی نے میرے سینے پر خنجر مارا ہے

وید سننے پر شودر کو سزا

(۷) شرو نے تریو ج تبھیام شرو ترے پرتی پورنم ادچارنے جہوا ادچھید دودھارنے بہری دیہہ ودارنم (ویرامترودیہ شاستر)

ترجمہ: اگر شودر وید کا کوئی منتر سن لے۔ تو اس کے دونوں کانوں میں سکہ پگھلا کر ڈال دینا چاہئیے۔ اگر زبان سے وید کا لفظ ادا کرے۔ تو زبان کاٹ ڈالنی چاہئیے۔ اگر وید کو دل میں یاد کرے

کھان پان کے متعلق سوامی دیانند کا عقیدہ

باقی رہا کھانے پینے کے متعلق کرشناتنیوں کو چھوڑ کر خود آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند صاحب فرماتے ہیں

(سوال) ایک ساتھ کھانے میں کچھ عیب ہے یا نہیں؟

(جواب) عیب ہے کیونکہ ایک کے ساتھ دوسرے کی طبیعت اور مزاج نہیں ملتی۔ جس طرح جزامی وغیرہ کے ساتھ کھانے میں اچھے آدمی کا بھی خون بگڑ جاتا ہے۔ اس طرح دوسرے کے ساتھ کھانے میں بھی بگاڑ ہوتا ہے۔

سوال: سب انسانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانے میں کیا ہرج ہے۔ کیونکہ براہمن سے لے کر چانڈال تک کے جسم ہڈی گوشت چمڑے کے ہیں اور جیسا خون براہمن کے جسم میں ہے ویسا ہی چنڈال وغیرہ کے جسم میں بھی ہے۔ پھر کل نوع انسان کے ہاتھ کی پکی ہوئی رسوئی کے کھانے میں کیا ہرج ہے

جواب: ہرج ہے۔ کیونکہ جیسا اچھی اشیاء کے کھانے پینے سے براہمن اور براہمنی کے جسموں میں بدبو وغیرہ نقصوں سے پاک خون اور منی پیدا ہوتے ہیں۔ ویسا چنڈال اور چنڈالنی کے جسم میں نہیں کیونکہ چنڈال کا جسم، بدبودار ذرات سے پر ہوتا ہے۔ ویسا براہمن وغیرہ اعلےٰ ذاتوں کا نہیں ہوتا۔ اس لئے براہمن وغیرہ اعلےٰ ذات کے آدمیوں کے ہاتھ کا کھانا چاہئیے۔ اور چنڈال وغیرہ، نیچ بھنگی، چمار وغیرہ کے ہاتھ کا نہ کھانا چاہئیے۔ اگر تم پر یہ سوال کیا جائے۔ کہ تمہارے اعتقاد میں جیسا چمڑے کا جسم ماں بہن بیٹی کا ہے۔ ویسا ہی اپنی بیوی کا۔ تو کیا ماں وغیرہ کے ساتھ اپنی جورو کا سا برتاؤ رکھنا واجب ہوگا۔ تو تم چپ ہو جاؤ گے۔ دیکھو جس طرح پاکیزہ غذا منہ سے کھائی جاتی ہے۔ ویسے بدبودار اشیاء بھی کھائی جا سکتی ہیں۔ تو کیا اس دلیل کی بنا پر گندگی کا کھانا جائز ہوگا (ستیارتھ باب ۱۰)

مذہب کو چھوڑ کر دنیا طلبی کی کوشش

سوامی صاحب کی دلائل سے مجھے سروکار نہیں، صرف ان کے عقیدہ سے غرض ہے جس کی رو سے مذہباً آریہ سماج کو بھنگی، چمار کے ہاتھ کا نہ کھانا چاہئیے۔ جو آریہ سماجی ہو کر بھی ایسا کرتا ہے۔ وہ بقول سوامی صاحب گندگی کھاتا۔ اور اپنی ماں بہن سے جورو کا سا برتاؤ کرتا ہے۔ مگر ہمیں ہندو قوم کا مذہب ہی دنیا طلبی ہے۔ اس لئے آج اپنے ویدوں اور بزرگوں کی تعلیم کو تلانجلی دے کر کھانا پینا تو ایک طرف رہا۔ بڑے بڑے لیڈر شملہ کی ٹٹیاں صاف کرنے لگ گئے۔ کہیئے ان کا مذہب اور دھرم کہاں رہا؟

گاندھی جی اور مخلوط انتخاب

گاندھی جی آج اچھوتوں کے جداگانہ انتخاب کے خلاف خودکشی کرنے پر اتر آئے۔ اگر انکو مخلوط انتخاب کی اس قدر حمایت مدنظر تھی۔ تو جس وقت سکھوں نے جداگانہ حقوق طلب کئے تھے۔ اس وقت کیوں آپ نے مرنے کی دھمکی نہ دی۔ بلکہ اس وقت تو مسلمانوں کو بھی باوجود بلینک پیپر پر دستخطوں کا وعدہ کرنے کے ٹکا سا جواب دے دیا تھا۔ کہ پہلے سکھوں کو اپنے ساتھ ملالو یعنی جائے اپنے ساتھ ملانے کے طلب حقوق میں ان کو مسلمانوں سے لانا چاہا۔ کیونکہ مہاتما جی اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ سکھوں کے تعلقات ہندوؤں سے اس قدر گہرے ہیں۔ کہ اگر باپ سکھ ہے۔ تو بیٹا ہندو۔ یا اگر بیٹا سکھ ہے، تو والدین بہن بھائی سب ہندو۔ اس لئے جو کچھ سکھوں کو ملیگا۔ وہ سب گھر ہی میں آ دیگا۔ ... نے تو ان کو مخلوط انتخاب کے لئے نہیں کہا۔ بلکہ ان کے جداگانہ مطالبہ کو مضبوط کیا گیا۔ مگر اچھوتوں کے متعلق چونکہ مہاتما جی اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ان کو جداگانہ حقوق ملنے سے ہندو کو بالکل کوئی فائدہ نہیں ... نہ ہو گا۔ اتنے اچھ

جنیوا میں بین الاقوامی مذہبی کانفرنس

امام مسجد برلن کی شمولیت مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے

پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کا مکتوب گرامی

کانفرنس کا مقصد

جنیوا کی مذہبی کانفرنس کے نام سے تو اکثر احباب واقف ہوں گے۔ باوجود اس کے کہ اب دنیا مادی ترقی میں کمال حاصل کر چکی ہے۔ اس مادی ترقی اور کشمکش سے اس کو کوئی حقیقی آرام سکھ راحت اور طمانیت قلبی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ دن بدن دکھ مصیبت جلن سوز اور ایک قسم کی آگ پیدا ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہ کانفرنس یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے . . . . کہ کس طرح سے مذہبی اور روحانی طاقت اس دنیا کے اندر حقیقی خوشی اور راحت پیدا کر سکتی ہے۔ کیا کسی مذہب کے اندر یہ طاقت اور روحانی قوت موجود ہے کہ وہ دنیا میں وحدت نسل انسانی پیدا کر کے انسان کو حقیقی راحت دے سکے۔

میری شرکت

گذشتہ سال بھی مجھے اس کانفرنس کی مجلس منتظمہ کے اجلاس کی دعوت دی گئی اور کانفرنس نے خود آمد و رفت کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ دیا۔ اور اس طرح امسال بھی مجھے دعوت نامہ بھیجا اور آمد و رفت کا خرچ دیکر مجھے شمولیت کی دعوت دی۔ چنانچہ میں ۱۶ اگست سے لیکر ۱۸ اگست اس کے اجلاس میں شرکت حاصل کرنے کی خاطر جنیوا گیا۔ میں اس کانفرنس میں مسلمانوں کا واحد نمائندہ تھا۔

چار ضروری کمیشن

کانفرنس کی مجلس منتظمہ ابھی مذاہب عالم کی بڑی بھاری کانفرنس کے لئے ضروری مواد جمع کر رہی ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اس نے چار کمیشن مقرر کئے جن کے ذمہ الگ الگ کام سپرد تھے

کمیشن اوّل کا کام

کمیشن اول کا جس کے کم و بیش ۲۰ ممبر تھے یہ کام تھا کہ وجوہات جنگ دریافت کرے۔ چنانچہ اس کمیشن نے اپنی رپورٹ ایک کتاب کی صورت میں جو کہ تقریباً اڑھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ حال ہی میں شائع کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ جنگ کی وجوہات سیاسی اقتصادی۔ مذہبی۔ وغیرہ وغیرہ کس طرح ایک قوم یا ملک کو دوسری قوم یا ملک کے خلاف جنگ و جدل پر آمادہ کر دیتی ہیں۔

دوسری کمیشن کا مقصد

دوسری کمیشن کی رپورٹ تا حال طیار نہیں ہوئی۔ اس کمیشن کا کام یہ ہے کہ وہ اس امر کی تحقیقات کرے کہ مختلف مذاہب میں کون کون سی ایسی [illegible] طاقتیں یا ایسے اصول اور قوانین ہیں جن کے ذریعہ [illegible] وجوہات جنگ دور ہو سکتی ہیں۔ اور اس طرح دنیا کے اندر [illegible] سلامتی قائم ہو سکتی ہے۔ اس کمیشن [illegible] بھی کم و بیش [illegible] چنانچہ راقم الحروف بھی اس [illegible] حیثیت نمائندہ [illegible] اسلام کا [illegible] کر رہا [illegible]

سکرٹری کمیشن کو روانہ کر دی ہوئی ہے۔ جس کا ایک حصہ مجلس منتظمہ کے اجلاس میں بمقام جنیوا پڑھا گیا۔ اور خاکسار نے ایک مختصر سی تقریر کے دوران میں پھر ان تمام باتوں کا اعادہ کیا جو کہ اسلام دنیا میں امن سلامتی وحدت نسل انسانی قائم کرنے کے لئے پیش کرتا ہے۔ اس کمیشن کی رپورٹ اس سال کے اخیر تک بصورت کتاب شائع ہو جائے گی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا مضمون بھی سکرٹری کو مل گیا ہوا ہے۔ اور جناب کے گرانقدر اور قیمتی مضمون کا اقتباس انشاء اللہ اس کتاب میں شائع ہو جائیگا

تیسری کمیشن کی غرض

تیسری کمیشن اس بات کی تحقیقات کر رہی ہے کہ فی زمانہ مختلف مذاہب میں کون کون سی جماعتیں یا گروہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

چوتھی کمیشن کے فرائض

چوتھی کمیشن کا مقصد یہ ہوگا کہ ان تمام رپورٹوں کو مدنظر رکھ کر کوئی ایسی تجاویز پیش کرے جن کے ذریعہ دنیا میں جنگ کا خاتمہ ہو سکے۔ اور وحدت نسل انسانی قائم ہو سکے۔ یہ کمیشن اپنا کام غالباً آئندہ سال شروع کر سکے گی۔

ایک نیکدل خاتون

جنیوا سے واپس ہو کر زیورچ پہنچا اس خاتون سے ملاقات ہوئی جس کو گذشتہ سال بھی ملا۔ اور اس سال دوبارہ اس نیک اور مخیر خاتون کے ایمان کی مضبوطی اور اسلام کی محبت کو دیکھ کر کمال حیرت ہوئی۔ اس کی عمر کم و بیش ۶۰ سال کی ہو گی۔ مگر ہزارہا نوجوانوں سے اعلیٰ جوش اور خدمت اسلام کا جذبہ اس کے دل کے اندر موجزن ہے۔ یہ خاتون بالکل غریب ہے۔ بیوہ ہے۔ ادھر ادھر کام تلاش کر کے اپنا گذارہ کرتی ہے۔ مگر اسلام کی محبت اور رسول صلعم کے عشق کا یہ حال ہے کہ جب میں نے باتوں باتوں میں اس سے امسال کے میلاد النبی کا ذکر کیا تو کہنے لگی کہ افسوس کہ میں اس میں کوئی حصہ نہ لے سکی۔ جس پر میں نے کہا کہ تم جو خدمت اسلام یہاں کر رہی ہو وہ مالی امداد سے بہت بڑھ کر ہے! اور تمہاری اپنی مالی حالت بہت ہی خراب ہے۔ لہٰذا تم اس کا قطعاً خیال کرو

قربانی و ایثار کا جذبہ

یہ خاتون گذشتہ ایک سال سے باقاعدہ ۵ مارکس ماہوار یہاں جرمن مسلم سوسائٹی کو بھیج رہی ہے۔ مگر جب مجھے اس کی اپنی مالی حالت کا علم ہوا تو میں نے اس کو اس مالی امداد سے روک دیا۔ مگر وہ آج تک مصر ہے کہ وہ ضرور بر ضرور اپنا بقیہ سارا چندہ فوراً ارسال کرے گی۔ چنانچہ اب اگست سے یہ شروع کر دیا ہے پس میلاد النبی کے متعلق بھی وہ میری باتوں کو کہاں سننے والی تھی۔ جونہی گاڑی چلنے لگی اور اس نے مجھ سے رخصت ہونے کے لئے ہاتھ ملایا تو ایک کاغذ کے ٹکڑے میں کچھ لپیٹ کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اب گاڑی چل چکی تھی جو کھول کر دیکھتا ہوں تو اس میں دو فرینک یعنی ڈیڑھ روپیہ برائے میلاد النبی تھے

اللہ اللہ یہ ہے اس عورت کا آنحضرت صلعم سے عشق۔ مجھے گاڑی چھوٹنے سے پہلے صرف اس وجہ سے یہ رقم نہیں دی کہ میں اس کا شاید انکار کر دوں۔ اسلامی محبت کا یہ حال ہے کہ اب زیورچ میں کوشش کر رہی ہے کہ وہ ریڈیو پر اسلام کے متعلق لیکچر دیوے۔ چنانچہ اس نے مضمون تیار کر لیا ہے اور اب ریڈیو پر لیکچر کی اجازت کی کوشش کر رہی ہے۔

بیرن عمر ایرنفلز سے ملاقات

اس کے بعد بیرن عمر ایرنفلز کو ملنے کی خاطر دو دن ویانہ (آسٹریا کا دار الخلافہ) ٹھیر گیا۔ آپ بھی اسلام کی مجسم تصویر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایک قلب سلیم عطا کیا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار جو کہ پراگ یونیورسٹی میں فلسفہ کے مشہور معروف پروفیسر تھے۔ آجکل بیمار ہیں۔ ان کی عمر ۷۳ سال کی ہے (احباب ان کی صحت کے لئے در دل سے دعا کریں) بیرن عمر ایرنفلز کا خیال ہے کہ ۵-۷ سال کے عرصہ میں اپنی زمین پر اپنے خرچ سے ایک Oriental University کھولی جاوے

اللہ تعالیٰ ان کو اس مقصد میں کامیاب کرے۔ آمین

پراگ نیشنل کونسل کے صدر سے ملاقات

اس کے بعد پراگ میں Prag National Council کے صدر سے ملاقات ہوئی۔ اور تقریباً نصف گھنٹہ اسلام کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ آپ کی طبیعت علیل تھی، لہٰذا گفتگو کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔ راستہ میں ایک دو جگہ اور جرمن نومسلموں کو ملتا ہوا گذشتہ ہفتہ واپس برلن پہنچ گیا۔

مسجد برلن میں لیکچر

۲۰ ماہ ستمبر کو حسب معمول یہاں برلن میں خاکسار کا لیکچر ہوا۔ مضمون "اسلام اور جنگ" تھا۔ جس میں اسلامی تعلیم اور جنگ کا ذکر کرنے کے بعد جنیوا کی مندرجہ بالا مذہبی کانفرنس کا بھی ذکر کیا۔ اب ۱۵ ستمبر کو عورتوں کی ایک سوسائٹی نے مسجد میں ایک لیکچر کے لئے کہا ہے۔ مضمون ہوگا "عورت کی حیثیت اسلام میں" اس کی کارروائی پھر عرض کرونگا۔

اسلام اور اہل مغرب

(ڈاکٹر خالد شیلڈریک کے قلم سے)

مغربی ممالک کو اسلامی تعلیمات کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ ان کی واقفیت نفی کے برابر ہے یہاں کا عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان سورج کی پرستش کرتا ہے اور جس قدر بھی چاہتا ہے بیویاں رکھ سکتا ہے ان کا ایک مبہم سا خیال یہ بھی ہے کہ مسلمان بت پرست ہے اور بیشمار لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی طرح پرستش کرتے ہیں جس طرح کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمیں اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ صدیوں تک ہر ایک عیسائی کلیسا اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے کا سرچشمہ بنا رہا ہے اس لئے کہ جب پادریوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں عوام الناس تلاش حق کی طرف راغب نہ ہو جائیں تو انہوں نے نہایت ہی دیدہ دلیری سے ہر موقع پر اسلام پر ناروا حملوں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھر یہ حقیقت بھی مخفی نہیں ہے کہ مذہب روما کی بنیاد حکومت روما کے کھنڈرات پر رکھی گئی تھی اور لاطینی زبان اور لاطینی تمدن کو تمام عالم میں امتیاز دینے کی تجویز زوروں پر تھی۔ اسی زمانے میں انہوں نے عربی زبان کی کتابوں کے بیشمار ترجمے کئے۔ اور اکثر مقامات کو ترجمہ میں ایسا مسخ کر دیا کہ کوئی طالب علم اصل کتاب کا مطالعہ کرنے نہ پائے گو جاؤں میں جھوٹے الہام گھڑے گئے تاکہ وہ امور جو موجودہ زمانہ کی مقدس انجیل میں شامل ہیں سچے سمجھے جا سکیں۔ یہ یقیناً سچے نہیں تھے اگرچہ ان کی تالیف و ترتیب اس بات کی شاہد ہے کہ ان کے ماخذ بھی وہی عربی کتابیں ہیں۔

سیاسی مقاصد کیلئے افترا پردازی

طورس (فرانس) کا شہر اکی شکست نے یورپ میں تمدن کی گھڑی کی سوئی کو ہزاروں سال پیچھے سرکا دیا تھا اور ان بے اعتقادات اور جہالت نے عوام کو پادریوں کی ایک پرفن جماعت قسیس کے خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔ آپ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہاں کے اہل سیاست نے جب بھی کسی ملک پر حملہ کرنا اور کسی قوم کو مغلوب کرنا چاہا ہے تو یہی راگ گایا ہے کہ ہم اس قوم پر اس لئے حملہ کرتے ہیں کہ وہ ایک غیر مہذب قوم ہے اسی مذہبی تعصب کے زیر اثر صلیبی جنگیں ہوئیں اور ایسی صلیبی جنگیں کہ اسلام کے بارے میں جو لاعلمی اور تعصب اس وقت مغربی دنیا میں پھیلا ہوا ہے وہ عوام کا قصور نہیں بلکہ یہ اسی مذموم تبلیغ کا نتیجہ ہے جو یہاں صد ہا سال سے ہر ایک اسلامی مسئلہ کو توڑ مروڑ کر اور نازیبا طور پر بیان کرنے کے لئے جاری ہے۔

پادریوں کی غلط تبلیغ

ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جس نے ۱۹۰۳ء میں اسلام قبول کیا مجھکو ان حالات کا بغور مطالعہ کرنے کا ایک زریں موقع ملا اور میں نے اکثر بار اسلامی ممالک پر حملوں اور غارت گریوں کو ندامت کیساتھ محسوس کیا ہے جو وقتاً فوقتاً ان پر ہوتی رہی ہیں۔ میں کسی خاص قوم کا نام لینا نہیں چاہتا میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ تمام یورپین اقوام اور امریکن ان حملوں کے ذمہ دار ہیں۔ میں نے اکثر لوگوں کو عام جلسوں میں تقریر کرتے ہوئے دیکھا ہے جنہوں نے بے شرمی سے اسلام کے متعلق غلط بیانیاں کیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ صریح طور پر جھوٹ بول رہے ہیں ایک موقع پر ایک پادری جس [illegible] نے ظاہر کیا تھا مجھ کو طیش کچھ بھی کہنا پڑا میں نے کہا تھا کہ یہ شخص نے [illegible] گفتگو سے پاکستان ناواقف [illegible] باعمال اور دروغ بافی کر رہا ہے [illegible] اسلام کا اعلان کیا میری جان

خطرے میں تھی بقول سید حسن بلگرامی "اگر میں آج ناروے میں تبلیغ اسلام کرتا تو میرے خلاف ایک ہنگامہ بپا ہو جاتا" ایسی ہی متعصبانہ حالت ۱۹۰۳ء میں بھی موجود تھی۔

سر عبدالقادر سہروردی کی سوسائٹی اور اخبار جناب بیگم صاحبہ بھوپال کی تعمیر کردہ مسجد شاہجہان ووکنگ اسرار لارجنگ کے ویسٹ مارٹن (قادیانی جماعت کی مسجد اور "دی ویسٹرن اسلامک سوسائٹی" کا ذکر فرمانے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ ان بہت سے اداروں نے اسلام کے متعلق بہتر تعلیم مہیا کر کے مغربی ممالک کے لئے تفہیم اسلام کی بہترین صورت پیدا کر دی ہے لیکن ابھی اس سلسلے میں بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

عیسائیت سے عام بیزاری

جہاں تک میں سمجھا ہوں یہاں کے لوگ ایک نئے مذہب کی تلاش میں بے چینی سے کر رہے ہیں اوسط درجہ کے آدمی عیسائیت سے بیزار ہیں۔ وہ کسی قسم کے قیاسی مذہب پر اعتماد نہیں رکھتے اور اسی لئے ہر ایک آدمی عیسائیت سے بے پرواہی کا اظہار کر رہا ہے۔ یہاں یہ مشہور ہے کہ اوسطاً ایک آدمی صرف تین بار اپنی تمام زندگی میں گرجا جاتا ہے۔ اس وقت جبکہ اسے بپتسمہ دیا جاتا ہے دوسری دفعہ اپنی شادی کے موقعہ پر اور تیسری یا آخری بار جنازہ کی صورت میں یہ ضرب المثل یہاں کی اکثر آبادی کے لئے بالکل صحیح ثابت ہو رہی ہے۔

فلم اور سینما کی مذموم کوششیں

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ یہاں صد ہا سال سے ہر ایک اسلامی بات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے کا سلسلہ شروع ہے اور اب آپ اس کے ساتھ ناولوں کے مصنفین اور فلم کمپنیوں کی شرارتیں اور غلط بیانیاں بھی شامل کر لیجئے سینما یہودی سرمایہ داروں کے قبضہ میں ہیں اور یہودی ان کے خراج کو برداشت کرتے ہیں ان کے ایکٹر بھی عام طور پر یہودی ہوتے ہیں۔ ہر ایک فلم کمپنی ایسی فلمیں تیار کرتی ہے جس میں اسلامی نماز کو مضحکہ خیز پیرایہ میں دکھایا جاتا ہے یا مسلمانوں کو مسخروں اور شریروں کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے یہ بے باک حملے مغربی لوگوں کی پہلی رائے پر جو مسلمانوں کے متعلق رکھتے ہیں بہت ہی برا اور مضبوط اثر ڈالتے ہیں۔ اس دفعہ ووکنگ میں نماز عید کی فلم سینما میں دکھائی گئی اور اس فلم کو اس تیزی کیسا تھ چلایا گیا کہ نمازیوں کی تصویروں نے ایک عجیب ہیئت کذائی پیدا کر دی اور ہر طرف قہقہہ کی صدائیں بلند ہو گئیں قابل افسوس بات یہ ہے کہ فلم کمپنیوں کو نماز کے فوٹو کی اجازت دی جاتی ہے۔

احساس اجنبیت

واقعہ یہ ہے کہ مغربی شخص اسلام کو ایک بالکل ہی غیر اور اجنبی چیز تصور کرتا ہے وہ اس حقیقت کو بھول چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایشیائی تھے اور رنگین قوم سے تھے اور خود عیسائیت بھی ایک غیر چیز ہے حضرت عیسیٰ کی تصویر عام طور پر مغربی صورت میں دکھائی جاتی ہے اور اس طرح کہ وہ واقعی مغربی سمجھے جاتے ہیں۔ بائبل کی ارزانی اور عیسائیت کا طریقہ تعلیم جو معمولی سکولوں میں رائج ہے ہر ایک لڑکے اور لڑکی کو حضرت عیسیٰ کی زندگی کے حالات معلوم کرنے میں آسانیاں بہم پہنچاتے ہیں لیکن سکول کی تعلیم کے بعد یہ لڑکے جس وقت آزادانہ طور پر مطالعہ کرنا اور سوچنا شروع کرتے ہیں تو انہیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ انکو محض بیوقوف بنایا گیا تھا [illegible] مذہب کی [illegible]

دنیا میں ہیں وہ نیز یہ کہ عیسائیت ان سب کا مجموعہ نہیں ہے۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ جب میں یہاں اس حقیقت کا اظہار کرتا ہوں کہ اہل برطانیہ اور اہل ہند ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں اور دونوں ایرین نسل سے ہیں۔ تو سامعین حیرت میں رہ جاتے ہیں انہیں نسلی تعلقات کا گمان تک بھی نہیں ہے اور نہ انہیں مذاہب کی ابتداء کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہیں۔ وہ اپنے گرجاؤں کے لمبے میناروں اور چھوٹے دروازوں کی ساخت کو جس کے اندر بہت بڑا کمرہ ہوتا ہے دیکھنے اور سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔

مذہب مسیحی کی تعمیر عیسائیت کے نشو و ارتقاء اور عروج کو بھی وہ بالکل نہیں جانتے ان سب باتوں سے کہیں زیادہ اسلام اور ہمارے واجب التعظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے نابلد ہیں ان حالات کے باوجود وہ موجودہ عیسائیت کے بدل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور اس سے وہ بالکل بیزار ہیں میرا یہ ایمان ہے کہ اگر عوام میں اسلام اپنی فطری حالت میں پیش کیا جائے تو ہزاروں لوگ مشرف باسلام ہو جائیں گے سب سے پہلے ہمارا فرض ہے کہ ہم نفرت اور غلط فہمی کو دور کریں اور اسلام اور انسانیت کے فطری تعلق کو ان پر واضح کریں پھر بلاشبہ ہمارے پیروؤں کی تعداد لاتعداد ہو جائے گی۔

اشاعت سیرت کی ضرورت

بعض اوقات سامعین کا اکٹھا کرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے کہ ہر ایک کام کرنیوالا شخص کم از کم سات بجے شام تک گھر پہنچتا ہے کھانا کھاتا ہے اور پھر کچھ دیر آرام کرتا ہے اس صورت میں سب سے اہم امر یہ ہے کہ ہم کثیر تعداد میں ان کے لئے لٹریچر مہیا کریں ہمیں ضخیم تصنیفات کی ضرورت نہیں ہے۔ جن پر چار پانچ روپے لاگت آ سکے اور جس کو ایک معمولی آدمی نہ خرید سکے۔ ہم کو بڑی بڑی کتابوں کے شائع کرنے پر بھی روپیہ ضائع نہیں کرنا چاہیئے ہمیں صرف ایسی کتابوں کی ضرورت ہے اور بہت ہی جلدی ضرورت ہے جو عام فہم زبان میں حیات مصطفےٰ کے نام سے چند آنوں میں بک سکیں اور جسے ہر ایک کام کرنیوالا مزدور بھی خرید سکے۔ ہمیں اپنے رسول (روحی فداک) کے حالات زندگی سے ہر ایک شخص کو آگاہ کرنا چاہیئے ایسی کتابوں کے نہ ہونے سے ہمارے کام میں بہت ہی رکاوٹ ہو رہی ہے۔ میں خوش ہوں کہ آپ (سیرت کمیٹی) اس قسم کی کتابیں کئی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں اور یہ غیر مذاہب اور غیر ممالک میں مفت تقسیم کی جاتی ہیں انہیں لاکھوں کی تعداد میں چھپوانے کا انتظام کرنا چاہیئے اس لئے کہ اشاعت اسلام کا یہی بہترین طریق ہو ایک چھوٹی سی کتاب بہت سے ہاتھوں سے گزر سکتی ہے لیکن ایک لیکچر صرف چند آدمیوں تک محدود رہتا ہے میرے خیال میں پیشتر اس کے کہ ہم اسلام کے ضروری مسائل کی اشاعت کا ارادہ کریں ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اپنے رسول (روحی فداک) کی مبارک زندگی کے حالات ہر ایک تعلیمیافتہ شخص تک پہنچانیکا انتظام کریں اور پھر ہم بتدریج انہیں اپنے مذہب کی پوری تعلیم سے واقف کر سکتے ہیں۔

ایک تبلیغی رسالہ کی ضرورت

دوسرا اہم امر ایک اسلامی رسالہ ہے جو کہ دو پنس یا تین پنس فی جلد کے حساب سے فروخت ہو سکے اور جس کو یہاں کی دوکانوں پر اور کتب فروشوں کے ہاں رکھا جا سکے میں نے اس کام کو اپنے رسالہ "نشاد" کے ذریعہ سے انجام دینے کی کوشش کی تھی مگر کچھ عرصہ کے بعد مجھے یہ رسالہ بند کرنا پڑا ایسے مختصر رسالہ کی بہت زیادہ اور بعجلت ضرورت ہے ساتھ ہی اس رسالہ کی مفت تقسیم کا انتظام بھی ہونا چاہیئے۔ یہاں ہر ایک معمولی عیسائی فرقہ کا اس قسم کا پرچہ موجود ہے مگر افسوس کہ ہماری اسلامی تبلیغ میں کوئی ایسا رسالہ موجود نہیں ہے میں نے مغرب کی موجودہ متعلق قارئین کو روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور میں خلوص کیساتھ

مسئلہ کفر و اسلام پر مباحثہ کا چیلنج!

چند دن ہوئے۔ لائلپور میں بعض قادیانی دوستوں کے ساتھ ہماری جماعت کے بعض احباب نے فرداً فرداً مسئلہ کفر و اسلام پر گفتگو کی۔ اور ان کے دلوں کو میاں صاحب کے عقیدہ تکفیر سے بیزار پاکر انہی دوستوں کے ایما پر سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لائلپور نے ذیل کا چیلنج قادیانی جماعت کے پریذیڈنٹ کو دیا ہے:-

بخدمت جناب پریذیڈنٹ صاحب انجمن احمدیہ لائلپور
مخدومی السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کی جماعت اور ہماری جماعت کا سب سے بڑا اختلاف مسئلہ کفر و اسلام میں ہے۔ اور یہ مسئلہ نہایت اہم ہے۔ کیونکہ آپ کے اعتقاد کی رو سے تمام دنیا کے مسلمان خواہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے باخبر ہوں۔ یا بے خبر۔ مکذب ہوں۔ یا نہ ہوں۔ مکفر ہوں۔ یا نہ ہوں۔ ان پر تمام حجت ہوئی ہو۔ یا نہ ہوئی ہو یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی حضرت مسیح موعود کو دل سے سچا بھی جانتا ہو۔ پر ظاہراً اس نے بیعت نہ کی ہو۔ تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ہمارے نزدیک یہ فتویٰ امت مرحومہ کی گردن پر اسے قتل کرنے کے لئے یونہی چھری پھیر دینے سے کم نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس فتوے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایسا افترا سمجھتے ہیں۔ جو بہت ہی خطرناک ہے۔

مسیح موعود پر افترا

اور یہ وہی افترا ہے جو مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے کیا تھا جسے دور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود نے حقیقتہ الوحی میں لکھا ہے۔ کہ:-

"ڈاکٹر عبدالحکیم خان المسیح الدجال وغیرہ ہیں۔ میرے اوپر یہ الزام لگاتا ہے۔ کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا۔ خواہ وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا۔ اور وہ ایسے ملک میں ہوگا۔ جہاں میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ صفحہ ۱۷۸"

انفرادی گفتگو

اس لئے ہم حضرت مسیح موعود کے دامن کو اس دلآزار اور مسلم کش تہمت کے داغ سے بچانے کیلئے چاہتے ہیں۔ کہ آپ لوگوں سے اس پر ایک فیصلہ کن مناظرہ ہو۔ ہم نے فرداً فرداً آپ کی جماعت کے افراد کو مل کر سمجھایا ہے۔ اور الحمدللہ کہ ان میں سے کئی احمدی بھائیوں نے کھلے لفظوں میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسئلہ کفر و اسلام میں ہم حق پر ہیں۔ بلکہ بعض نے تو مباحثہ کی خواہش اس لئے کی۔ کہ تا یہ ناحق کا اختلاف درمیان سے اٹھ جائے

احقاق حق کی ضرورت

اندریں حالات امید ہے۔ کہ احقاق حق اور ابطال باطل کی خاطر آپ ہمارے اس چیلنج کو منظور فرمائیں گے۔ اور اس خیال سے کہ حضرت میاں صاحب، آپ کے خلیفہ ہیں۔ ان کا تکفیر ... اہل اسلام کا غلط عقیدہ ہے ایک میں مٹنت از نام نہ ہو جائے۔ آپ مباحثہ سے گریز کی راہ تلاش نہ کریں گے۔ اور خدا گواہ ہے۔ کہ ہماری غرض محض اسلام جیسے تفرقہ کو مٹانے کی ہے۔

مناظرہ تحریری ہو

اس مباحثہ کو قلمبند کر کے فریقین کے خرچ پر افادہ عام کے لئے شائع کرا دیا جائے گا۔ اگر آپ پسند کریں۔ تو بہتر ہے فریقین کسی غیر جانبدار اہل علم میں سے ایک یا کئی ثالثوں کو اس لئے مقرر کر لیا جائے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریریں کی رو سے ہم میں اور آپ میں مباحثہ کے بعد تحریری فیصلہ دیویں جسے شامل مباحثہ کر لیا جائے۔

ضروری نوٹ

یہ چیلنج اس طرح کا نہ تصور فرمائیں۔ کہ مباحثہ یا مباہلہ یا مقابلہ تفسیر نویسی میں تمام دنیا بھر کے علماء کو بلایا جائے۔ اور جب اس طرف سے کوئی مقابلہ کیلئے نکل آئے۔ تو حیلہ و بہانہ سے جان چھڑانے کی کوشش کی جائے۔ اور جب وہ حیلے باطل کر دیئے جائیں۔ تو ایسے خاموش ہو جائیں۔ کہ گویا مردہ ہیں۔ ہم حضرت مسیح موعود کے خادم ہیں۔ اور خدا کے فضل سے ہم اپنے اس چیلنج کے مطابق ہر وقت مقابلہ کے لئے تیار ہیں وما باللہ بالتوفیق

یہ نوٹ کسی دل آزاری کی غرض سے نہیں لکھا گیا۔ بلکہ اظہار واقعات کے طور پر ہے۔ تاکہ آپ یا کوئی اور غیر پسند اس حقیقت پر آگاہ ہو کر تلافی مافات کے لئے کھڑا ہو جائے

واللہ علیٰ ما نقول شہید

فک برلن مسجد

پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی دردمندانہ اپیل

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل بنام "ایک آخری کوشش" جس کو شائع ہوئے قریباً تین ماہ ہو چکے ہیں۔ امید ہے جملہ احباب کے ملاحظہ سے گذری ہوگی۔ جس درد بھرے دل سے آپ نے یہ اپیل لکھی اس کا اندازہ ہر وہ شخص جس کے دل میں خدمت اسلام کا ذرہ بھر بھی درد ہے۔ خود لگا سکتا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر سر محمد اقبال ؎

جو بات دل سے نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے

قوم کی قربانی اور ایثار

اس اپیل نے ایک غریب اور مفلس قوم پر جو اثر پیدا کیا اس کا اندازہ بھی اس ایثار سے لگ سکتا ہے جو اس قوم کے ہر فرد نے کیا ہے۔ ان سطور کے لکھنے تک مجھے کم از کم ۸ ہزار مارکس یعنی ۸ ہزار روپیہ پہنچ چکا ہے۔ ان میں سے نصف یعنی ۴ ہزار مارکس تو مسجد کی زمین کے تصفیہ میں ادا ہو چکا ہے۔ بقیہ ۴ ہزار کے بانڈز خریدنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

مزید ضرورت

مگر جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کل رقم جو بنک مسجد کے حساب میں ادا کرنی ہے وہ ۱۱ ہزار روپے کی ہے۔ بالفاظ دیگر تاحال مزید ۷ ہزار روپیہ درکار ہے۔ یہ کل کی کل رقم جو ۱۶ ہزار مارکس کی ہے دسمبر ۱۹۳۲ء تک لازماً ادا کرنی ہے۔ اگر ہم خدانخواستہ دسمبر ۱۹۳۲ء تک یہ ساری رقم ادا نہ کر سکیں گے تو آئندہ سال شرح سود بجائے سات فی صدی کے آٹھ فیصدی ہو جائے گی!

ایک سہولت

پھر آجکل ایک اور سہولت ہے اور وہ یہ کہ ہم یہ قرضہ اسی بنک کے اپنے بانڈز کی صورت میں ادا کر سکتے ہیں جس کا قرضہ ہمارے ذمہ ہے۔ اور آجکل ان بانڈز کی قیمت تقریباً ۳۰ فیصدی گری ہوئی ہے۔ اگر ہم فوراً یہ بانڈز خرید لیں تو اس طرح ہم کم از کم ۳۰ فیصدی کی بچت کر سکتے ہیں۔ آجکل پونڈ اور روپے کی قیمت گر جانے کی وجہ سے یہ ۱۶ ہزار مارکس کی رقم ۱۶ ہزار روپے کے برابر ہی ہو ڈیوٹی وغیرہ ادا کرنا ہوگا۔ لیکن اگر یہ کل قرضہ ایک ہی دفعہ واپس ادا ہو جاوے تو اس صورت میں ڈیڑھ دو صد مارکس سے زائد خرچ نہ ہوگا

قوم سے دردمندانہ درخواست

اندریں حالات میری قوم کے ہر فرد سے دردمندانہ درخواست ہے کہ یہ قوم پر ایک مصیبت ہے۔ اس کے دور کرنے میں قوم کے ہر ایک فرد کو اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لینا ضروری ہے۔ میری صحت بہت خراب ہو رہی ہے۔ اور میں چاہتا تھا کہ اکتوبر میں ہندوستان پہنچ جاؤں گا اور چند ماہ (یعنی سالانہ جلسہ تک) آرام کروں۔ مگر موجودہ حالت میں جبکہ یہ قرضہ واپس نہیں ہو سکا میں باوجود خرابی صحت ایک دو ماہ مزید یہاں ٹھیرنے کو تیار ہوں۔ مگر احباب سے یہ درخواست ہے کہ از راہ کرم تھوڑی اور ہمت کریں۔ ۱۱ ہزار کی رقم میں سے ان سطور کے لکھنے تک ۴ ہزار مجھے پہنچ چکا ہے۔ بقیہ ۷ ہزار روپیہ اکتوبر کے اخیر تک ضرور بالضرور یہاں پہنچ جانا چاہئے۔ والسلام

جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم یہ بانڈز خرید لیں تو اس صورت میں ہم یہ تقریباً ۱۱ ہزار روپیہ سے پورا کر سکتے ہیں۔

بانڈز کی میعاد

ان بانڈز کا فوراً خریدنا ایک اور وجہ سے بھی اشد ضروری اور نہایت ہی لازمی ہے اور وہ یہ کہ یہ بانڈز صرف ۳۱۔ دسمبر ۱۹۳۲ء تک دستیاب ہو سکیں گے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۲ء کو یہ بانڈز خودبخود بند ہو جاویں گے۔ اور ان کی میعاد ختم ہو جائے گی۔ آج کل بھی ان بانڈز کا ملنا مشکل ہے لیکن اگر سارا روپیہ ہاتھ میں ہو تو شاید کوشش اور سعی سے یہ بانڈز دستیاب ہو سکیں۔

باقساط دینے میں نقصان

پھر اگر یہ قرضہ بنک کو باقساط واپس ادا کیا جائے تو اس صورت میں ہر قسط پر رجسٹری دفتر میں تبدیلی اندراج کروانا ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دفعہ جب ہم قرضہ کے اندراج کو تبدیل کریں گے ہمیں اس تبدیلی پر کم و بیش سو ڈیڑھ سو مارکس بطور کورٹ فیس۔ اسٹامپ

چودھویں صدی کے اہلحدیث کی علمیت کا نمونہ

(خالصاحب محمد منظور الٰہی کے قلم سے)

میاں محمد عبداللہ معمار امرتسری جو رات دن اہل حدیث کی خستہ عمارت کی درستی میں لگا رہتا ہے سلسلہ احمدیہ سے عداوت میں اپنے معزز سرداروں سے دو قدم آگے رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ۱۸ ستمبر ۳۶ء کا اہلحدیث پڑھئے۔ اور اس شخص کی عقل پر ماتم کیجئے حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ اور دیگر تالیفات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک حوالہ دیا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ غیر نبی بھی مکالمات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور انبیاء کرام کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے۔

(صفحہ ۵۴۶ حاشیہ براہین احمدیہ)

میاں معمار صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے جب کھلم کھلا اپنی نبوت . . . کا اعلان کیا۔ تو حضرت مجددؒ کی عبادت میں حقیقۃ الوحی میں تحریف کی۔ اب ذرا حقیقۃ الوحی کی ساری عبارت ملاحظہ کیجئے۔ کہ آیا اس میں کوئی تحریف ہے۔ یا مطلب وہی ہے۔ جو براہین احمدیہ میں تھا۔ فرماتے ہیں:۔

> اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے۔ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوےٰ ہے۔ کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں۔ بات یہ ہے۔ کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے (صفحہ ۳۹۰ حقیقۃ الوحی)

اب اس ساری عبارت کا مطلب صاف ہے۔ اوّل آپ کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنا افترا ہے۔ دوم جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ سوم۔ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہونے کا دعوےٰ ہے یعنی امتی نبی ہونے کا۔ چہارم اس عبارت میں نبی سے مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہے۔ پنجم۔ ایسے نبی کی تعریف حضرت مجدد الف ثانی نے بھی یہ کی ہے کہ جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ اس میں نمبر اول ودوم نے صاف کر دیا کہ قرآن کی اصطلاح میں جس قسم کی نبوت کا دعوےٰ منع ہے۔ ایسا کوئی دعوےٰ نہیں۔ اور ایسے دعوے کا آپ کی طرف منسوب کرنا افترا ہے۔ [illegible]

صاف ہے۔ کہ نمبر سوم، چہارم اور پنجم ایک ہی شق میں آتے ہیں یعنی امتی نبی یا محدث کی شق میں۔ کیونکہ حضرت صاحب نے محدث کی تعریف یہ کی ہے۔ کہ:۔

> محدث جو مرسلین میں سے ہے۔ امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی ہے۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا اس سے معاملہ کرتا ہے۔ اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے۔ مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔
>
> (صفحہ ۵۶۹ ازالہ اوہام)

اس لئے جب حضرت مسیح موعود نے عبارت کے شروع میں صاف طور پر لکھ دیا ہے۔ کہ نبوت کا دعوےٰ آپ کی طرف منسوب کرنا افترا ہے۔ اور جس نبوت کا دعویٰ قرآن شریف کے رو سے منع ہے۔ ایسا کوئی دعوےٰ نہیں۔ تو اب اس کے بعد جس نبوت کا دعوےٰ ہے یعنی بکثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے فیضیاب ہونا اور بکثرت امور غیبیہ کا اظہار وہ امتی والی نبوت ہے۔ شرع اسلام کی اصطلاحی نبوت نہیں اور اس کا ہی دوسرا نام محدثیت ہے۔ خود اس کی تعریف وضاحت کر رہی ہے۔ کہ نبی بمعنی محدث استعمال کیا گیا ہے۔ پھر اسی کی مزید تشریح عربی ضمیمہ میں کی ہے۔

> ثم مع ذالک ذکرت غیر مرة ان اللّٰہ ما اراد من نبوتی الا کثرة المکالمة والمخاطبة وھو مسلم عند اکابر اھل السنة فالنزاع لیس الا نزاعاً لفظیاً فلا تستعجلوا یا اھل العقل والفطنة ولعنة اللّٰہ علی من ادعی خلاف ذالک مثقال ذرة ومعھا لعنة الناس والملائکة
>
> (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۶ الاستفتاء)

گویا یہ نزاع لفظی ہے یعنی نبوت سے مراد محدثیت ہے۔ اس کی مثال لیجئے۔ اہلحدیث ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء میں ذیل کا سوال وجواب چھپا ہے:۔

> ۲۲۲ سوال۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ پیغمبر خدا حوض کوثر پر چند اصحاب کو دیکھیں گے۔ مگر ان کو نزدیک نہیں آنے دیا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے بدعات نکالی تھیں۔ یہ کون اصحاب تھے؟ اور دوسری حدیث میں ہے۔ کہ میرے اصحابی مانند ستاروں کے ہیں کسی اصحابی کی بھی اقتدا کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے ان حدیثوں کو بشرطیکہ دونوں صحیح ہوں تطبیق کیجئے مفصل جواب دیں۔
>
> ۲۲۲ جواب۔ ان اصحاب سے مراد امت ہے کیونکہ دوسری روایت میں اصحابی آیا ہے جو صحبتی لوگوں کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ دائم معتقدین کے لئے ہوتا ہے۔ الخ

یہاں ایک روایت میں صحابی آیا ہے۔ مراد اس صاحب اس

کے معنی امتی کرتے ہیں۔ جب ان کو حق پہنچتا ہے۔ کہ ایک خاص اصطلاحی لفظ کے معنی دوسرے کریں۔ تو یہ حق کسی دوسرے کے لئے کیوں ناجائز ہو گیا۔

> ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند

کیا یہ اہل حدیث کی جہالت نہیں۔ [illegible] تو چلو پانی میں ڈوب مرو۔ وہابی معمار و۔ اس دو رخی چال کا کیا نام رکھو گے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

قرضہ برلن کے جوابات

قسط بارھویں

کنڈل خانصاحب پریذیڈنٹ جماعت سعید ڈھیری پشاور ۲۵ روپے اس سے پیشتر ۱۰ روپے نقد دسمبر ۳۵ء میں وصول ہیں

گلاب شیر خانصاحب	۵ روپے نقد

بدو ملہی سکول

محمد اسلم خانصاحب	۵ روپے نقد
شیخ رضی الدین صاحب	۲ " "
خواجہ غلام نبی صاحب	۲ " "
حکیم اللہ دتا صاحب	۲ " "
ماسٹر عبدالغنی صاحب	۲ " "
مولوی سمیع الزمان صاحب	۱ " "
چوہدری غلام [illegible] صاحب	۱ " "
بابا علی محمد صاحب	۱ " "

جماعت جموں معرفت چوہدری عبدالمجید صاحب بی اے

مستری محمد الدین صاحب نقاش	۱۰ روپے نقد
	کل ۲۰ روپے "
مستری غلام رسول صاحب	۵ " "
مستری جیون صاحب	۵ " "
مستری محمد ابراہیم صاحب	۶ روپے نقد
منشی نواب خاں صاحب	۵ " "
مستری حاکم الدین صاحب	۱ " "
شیخ حفیظ اللہ صاحب	۲ " "
منشی فضل احمد صاحب	۲ " "
مولوی غلام احمد صاحب	۴ " "
مستری محمد عبداللہ صاحب	۳ " "
بابو طفیل احمد صاحب	۵ " "
داروغہ نبی بخش صاحب لاہور	۲ " قسط سوم

جن حضرات

کا چندہ ماہ ستمبر میں ختم ہوتا ہے۔ وہ براہ مہربانی آئندہ سال کا چندہ پیشگی ارسال فرما کر ممنون فرمائیں

احمدیت بمقابلہ آریہ سماج

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک زبردست پیشگوئی

(مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے قلم سے)

دہلی میں چونکہ آریہ سماجی بہت سے ہیں۔ اور آج کل دہلی ان کا مرکز ہے۔ اور یہیں ان کے مشہور اپدیشکات (مبلغ اعظم) بھی رہتے ہیں۔ اس لئے اہل اسلام کے ساتھ قریباً ہر روز ان کا مقابلہ ہوتا رہتا ہے۔ جو اچھی بات ہے کیونکہ اس طرح وقتاً فوقتاً حق کے غلبہ اور باطل کے دبنے کے نظارے دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ احمدیت کے مقابل تو آریہ سماج بار ہا اپنے ہتھیار ڈال چکی ہے

احمدیوں سے مناظرہ بند

چنانچہ بار بار احمدیوں سے شکست کھانے کی وجہ سے آریہ سماج نے مشہور سوامی شردھانند مقتول پنڈت لیکھرام آج سے پانچ سال قبل دہلی سے ایک پوسٹر شائع کیا جس میں یہ اعلان کیا۔ کہ ہم آئندہ احمدیوں سے مناظرہ یا مباحثہ نہ کریں گے بمعہ اپنے سوامی کی سو برسی مناتے ہوئے بھی آریہ ویروں نے احمدیت کے زبردست حملوں کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دیا۔ سوامی شردھانند نے انہیں بارہا سمجھایا۔ کہ احمدیوں کے ساتھ ٹکر مارنے میں بجز نقصان کچھ ہاتھ نہ آئے گا کیونکہ وہ شدھی سبھا کے بالمقابل احمدیوں کی درد بھری تبلیغ سے ہار چکے تھے۔ اور ان کا پانی کی طرح بہایا ہوا روپیہ ضائع ہو چکا تھا۔

سوامی شردھانند اور جماعت احمدیہ

یہی وجہ تھی۔ کہ جب سوامی شردھانند نے تمام اہل اسلام کو ایک فیصلہ کن مباحثہ کی دعوت دی۔ تو احمدی جماعت کے علمبرداران اسلام نے سب سے پہلے لبیک کہ کر میدان کو سنبھال لیا۔ مگر سوامی شردھانند فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ اور پھر بڑے پُر شوکت الفاظ میں بلائے جانے کے باوجود مقابلہ کے لئے نہ نکلے۔ وہ اس وقت دہلی میں تھے۔ ہم نے پوسٹر پر پوسٹر کے ذریعہ بھی دعوت دی۔ مگر رعب صداقت اس قدر غالب تھا۔ کہ آریہ سماج کی طرف سے سوائے خاموشی کے کچھ بھی نہ تھا۔

پنڈت رامچندر سے ایک مناظرہ

البتہ آریہ مہا اپدیشک پنڈت رامچندر کو جب بار بار غیرت دلائی گئی۔ تو وہ بجائے سوامی شردھانند کے مقابلہ کے لئے دہلی میں کھڑے ہوئے۔ لیکن پہلے ہی مناظرے میں جو اس نے حضرت مسیح موعود کی کتاب چشمہ معرفت سے آریہ نسل کو ثابت کرنے کیلئے کیا۔ خدا نے احمدی مناظر کو اس وقت ایسی توفیق عطا کی۔ کہ گویا وہ روح القدس سے مؤید تھا۔ اور آریہ مناظر نے شرمندگی اور ذلت کو ایسی طرح محسوس کیا تھا۔ کہ گویا موت نے جسم اختیار کر کے اس کے سامنے کھڑی یہ کہہ رہی ہے کہ آج آریہ سماج کی موت کا دن ہے۔ اور سچ مچ اس دن ہم نے آریہ سماج کا نظارہ ایسے روشن طور پر دیکھا۔ کہ دوسرے لوگ بھی بول اٹھے کہ یہ موت کا ... "آج کفر ٹوٹ گیا"

اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آئندہ آریہ سماج نے احمدی جماعت سے مناظرہ ہی بند کر دیا۔ اور دہلی سے باہر بھی مباحثہ سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ گو لوگوں کے جبر سے بعض دفعہ انہیں مناظرہ کرنا ہی پڑا۔ اور نتیجہ ہمیشہ اسلام کی فتح نکلا۔

آریہ مناظر کا اعتراف شکست

چند سال کی بات ہے۔ کہ جب شملہ میں جلسہ ہوا تھا۔ آریہ سماج اور احمدیوں میں مناظرہ ہوا جس میں آریہ سماج کو کامل شکست ہوئی۔ آریہ مناظر نے اسلامی دلائل کی قوت کو محسوس کرتے ہوئے خاتمہ مباحثہ پر کھڑے ہو کر تمام پبلک کے روبرو احمدی مناظر کی بہت تعریف کی جس سے لوگوں نے فوراً یہ نتیجہ نکالا کہ مولوی سے مرعوب ہو گیا۔ اس لئے وہ اب اس کی تعریف کر رہا ہے۔ تاکہ یہ سمجھا جائے کہ اس کی شکست کا سبب احمدی مبلغ کی زبردست قابلیت ہے۔ نہ کہ آریہ مناظر کی اپنی ناقابلیت

آریہ مناظر کی جواب طلبی

مگر اس پر بھی اگلے دن آریہ سماج شملہ نے پنڈت رامچندر صاحب دہلوی سے جواب طلب کیا۔ کہ کیوں انہوں نے اس طرح خاتمہ مباحثہ پر احمدی مبلغ کی تعریف کر کے آریہ سماج کی ناک کاٹ دی۔ پنڈت صاحب نے جواب دیا کہ میں نے جو کہا۔ وہ میرا خیال ہے جس کو سچ سمجھتا تھا۔ وہ کہہ دیا۔

میں اعتراف کرتا ہوں۔ کہ پنڈت رامچندر کی یہ بڑی فراخدلی تھی۔ کہ انہوں نے خود ہی اسی دن یہ واقعہ مجھے سنا دیا۔ اس واقعہ کی رپورٹ ایک احمدی بھائی نے مفصل اخبار الفضل میں اسی وقت شائع کرا دی تھی۔

آریہ سماج کی موت

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جہاں تک مذہبی مقدرات کا سوال ہے۔ آریہ سماج درحقیقت مر چکی ہے۔ اور وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود نے اس نام نہاد آریہ سماج کے حق میں آج سے تیس برس پہلے کی تھی۔ کہ ابھی تم میں سے لاکھوں سننے والے موجود ہونگے۔ کہ ایک صدی کے اندر اندر آریہ سماج کا نام دنیا کے صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اس کے ظاہری طور پر پورا ہونے کا وقت بھی قریب آ رہا ہے۔ اور اس کی علامات تو ظاہر ہو چکی ہیں۔

سوامی دیانند کے متعلق پیشگوئی

کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بانی آریہ سماج سوامی دیانند کی موت کی خبر اس کے مرنے سے چھ ماہ پہلے دی۔ اور وہ خدا کی بات پوری ہوئی۔

لیکھرام کا حشر

پھر لیکھرام دیانندی مشن کو لے کر کھڑا ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود کے مقابل آیا۔ تو آپ نے اس کی موت کی پیشگوئی کی۔ جو پوری شوکت و ہیبت کے ساتھ ٹھیک وعدے کے مطابق پوری ہو گئی۔ جس پر دوست دشمن نے گواہی دی۔ کہ بلاشبہ پیشگوئی اپنے تمام لوازم کے ساتھ پوری ہوئی۔ آریہ سماجیوں سے اس صداقت کا انکار نہ ہو سکا البتہ انہوں نے پنڈت لیکھرام کے قتل ہونے کو حضرت مسیح کی سازش قرار دیا۔ مگر جب حضرت اقدس نے ان کو کہا۔ کہ تم میں سے جو شخص بھی قسم کھا کر یہ کہیگا کہ میری سازش سے یہ قتل واقع ہوا ہے۔ تو وہ ضرور بالضرور سال کے اندر خدائی عذاب سے ہلاک ہو جائیگا۔ اور یہ ایسا عذاب ہوگا۔ کہ اس پر انسانی ہاتھ کا ذرا بھی دخل نہ ہوگا تب کوئی آریہ اس مقابلہ کے لئے نہ اٹھا۔ اور اس طرح حضرت مرزا کی پیشگوئی پر خاموشی سے مہر صداقت ثبت کر دی

سوامی شردھانند کا قتل

پنڈت لیکھرام کا جانشین بن کر سوامی شردھانند صاحب اٹھے اور اسلام کے خلاف ساری طاقت خرچ کر دی۔ اور آریہ مسافر کے مشن کو اپنے جان و مال کے ساتھ اخیر تک نبھایا۔ اگرچہ پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کے اندر اس کے مثیل کی بھی موت کی خبر تھی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں کہ:

"۲ اپریل ۱۹۰۵ء کو میں نے دیکھا کہ ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے۔ گویا وہ انسان نہیں ملائکہ شداد غلاظ میں سے ہے۔ وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا تھا کہ ایک خونی شخص کے رنگ میں ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے۔ اور ایک اور شخص کا نام لیا۔ اور کہا کہ وہ کہاں ہے۔ اب تک مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ اس فرشتہ خونی نے اس کا نام تو لیا۔ مگر مجھے یاد نہ رہا۔ کاش اگر مجھے یاد ہوتا تو اسے میں متنبہ کرتا۔ تا اگر ہو سکتا۔ تو میں اسے بذریعہ نصیحت سے توبہ کی طرف مائل کرتا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص لیکھرام کا روپ یا بروز ہو۔ کہ اس کا ہمرنگ ہے۔ اور قوموں اور مکانیوں رتبہ میں اس کا مثیل ہے واللہ اعلم (حقیقت الوحی صفحہ ۲۸۸ حاشیہ)

تب میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے کی سزا کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

(برکات الدعا ٹائیٹل پیج)

اس پیشگوئی کے مطابق لیکھرام ثانی بھی لیکھرام اول کی طرح قتل ہی کیا گیا۔ اور جس طرح یہ قتل کی موت حضرت مرزا صاحب یا ان کے کسی مرید کی سازش کا نتیجہ نہیں۔ اسی طرح پیشگوئی کے مطابق پہلی قتل کی موت بھی سازش کا نتیجہ نہیں تھی۔

دھرم بھکشو کی موت

ان تین زبردست موتوں سے یقین ہو جاتا ہے۔ کہ آریہ سماج کی موت بھی یقینی ہے۔ چنانچہ آریہ سماجی پرچارک یکے بعد دیگرے مرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کا قائم مقام کوئی ساتھ میں نہیں ہوتا۔ مثلاً آریہ مسافر دھرم بھکشو اور آریہ اپدیشک جگدیشا پرشاد لکھنوی۔ آریہ سماج کے بہت اچھے اور زبردست پرچارک تھے۔ دھرم بھکشو تو اگر بدزبان نہ ہوتا۔ تو اچھا آریہ مناظر تھا۔ وہ تو اتنا متکبر تھا۔ کہ خدا کی پناہ۔ قرآن کی مثل سورتیں بنانے کا مدعی تھا۔ اگرچہ وہ لغویات کا مجموعہ ہوتا تھا۔ مگر اس کی یہ کوشش بتاتی ہے۔ کہ اسے اسلام کے ساتھ کس قدر دشمنی تھی۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ شخص بھی اپنی دشمنی کے باعث پنڈت لیکھرام ہی کا روپ تھا۔ اور یہ بھی آریہ مسافر کے مشن کی تکمیل کرتا رہا۔ اس لئے اس نے اپنے پیشرو کی قسمت سے حصہ پایا۔ اور نامرادی کی موت عین عالم شباب میں پائی۔ اور اب اس کا کوئی جانشین نظر نہیں آتا

دھرم بھکشو کا طریق عمل

تین چار مرتبہ اس نے راقم الحروف کے ساتھ لیکھرام کی موت کے متعلق جو مسیح موعود کی پیشگوئی ہے۔ اس پر بحث کی۔ اور آخری اعتراض

معاصرین کے افکار

لندن اور باب لُد

پچھلے ہفتہ پرانے کاغذات کی الٹ پلٹ میں ڈیلی میل (ہفتہ وار) لندن، مورخہ ۸ر اپریل ۱۹۲۳ء کا ایک تراشہ نکل آیا۔ اس میں ایک مکتوب نگار جان مارگن نے لکھا ہے۔ کہ لندن نہایت قدیم شہر ہے۔ رومیوں کے عہد تسلط سے صدیوں قبل آباد ہے۔ اور اس کا پرانا نام . . . . ہے جس کے معنی ہیں "لُڈ کا قلعہ بند خیمہ۔ لُڈ کسی قدیم سردار قوم کا نام تھا اور اسی کی یادگار آج تک لُڈ گیٹ ہل پر قائم ہے۔

احادیث کی اکثر کتب معتبرہ میں آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔ اور شارحین حدیث نے لکھا ہے۔ کہ لُد ارض شام میں ایک قریہ ہے بعض احادیث میں یہ بھی ذکر آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو ملک شام میں قتل کریں گے۔ اس سے قدرتاً یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ لُد بھی شام ہی میں کہیں واقع ہے۔ یہ صحیح ہوگا۔ لیکن یہ تحقیق کہ لندن میں بھی باب لُد ہے۔ دلچسپی سے خالی نہیں حقیقت یہ ہے۔ کہ احادیث میں جتنی بھی پیشگوئیاں مذکور ہیں سب اپنے اپنے اندر خدا جانے کتنی وسعتیں نہاں رکھتی ہیں۔ اور کسی ایک رنگ میں ان کے ظہور وقوع کے اعتقاد رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے دوسرے پہلوؤں سے بالکل قطع نظر کر لیا جائے۔ (سچ)

روس میں گرجاؤں کی حالت

روس کے نظام حکومت میں پادری۔ ربی۔ ملا اور مذہبی عقیدہ کے تمام لوگ بے حقیقت شمار کئے گئے ہیں۔ اور ان کو ملکی نظم و نسق سے بالکل بے دخل کر دیا گیا ہے۔ یہ بات کہ روس میں مذہبی پیشوا یا مذہبی عقیدت کے لوگ ووٹ نہیں دے سکتے۔ ایک بہت معمولی بات ہے۔ موجودہ روس میں اب تو یہ حالت ہوگئی ہے۔ کہ کسی مذہبی شخص کو نہ تو ضیافتی کارڈ دیئے جاتے ہیں۔ نہ ان کی مجالس منعقدہ میں کوئی حصہ دیا جاتا ہے۔ اور نہ ان کے بچوں کو اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں داخل کیا جاتا ہے۔ ان تمام تعلیمی اور سیاسی اداروں سے ان کو خارج کر دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کسی مذہبی شخص کو مذہبی حیثیت سے ناقابل تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ مگر اب تمام ناقابلیتیں ان کے اندر سمٹ کر سماگئی ہیں۔

روس میں تمام سیاسی اور انتظامی مناصب اشتراکیوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اور مذہبی اشخاص کو قطعی نظر انداز کر دیا گیا ہے اس لئے یہ سن کر حیران نہ ہونا چاہیئے۔ کہ آج کل روس میں مذہب رو بہ انحطاط ہے۔ بالشویک روس میں اب تک گرجاؤں کو بند کرنے ان کو منہدم کرنے اور ان کو گودام وغیرہ بنانے کا سلسلہ جاری ہے پادری کلیسا کے عقیدوں سے منحرف ہوتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ان کو ملازمت ملنے کا یقین ہے۔ اور ان کے بچوں کی تعلیم کے انتظام کی توقع موجودہ مذہب کے خلاف انقلابات مستقبل میں اور بھی زیادہ مذہب کے لئے مضر ہوں گے کیونکہ بچے مذہبی پروپیگنڈہ کے علاوہ روس کے باشندوں کا ماحول کلیۃً مادی ہے جس کو روحانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

بے نقابی سے بے حجابی تک

یورپ میں ہر سال ایک بے حیائی کی نمائش ہوتی ہے۔ جسے وہاں کی اصطلاح میں حسن کی نمائش کہتے ہیں۔ یورپ بھر کی حسین نوجوان کم عمر عورتیں جمع ہوتی ہیں جسم کے وزن، اعضاء کے تناسب، کمر، پنڈلی، ایڑیوں، گردن وغیرہ کی پیمائش سے یہ حسن جانچا جاتا ہے۔ اور مردوں کی ایک کمیٹی فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کہ فلاں عورت اس سال حسن میں نمبر اول پر رہی۔ اسے اسی سال کے لئے مس سنہ فلاں کا خطاب اور تمغہ ملتا ہے۔ عرب جاہلیت کے بازار عکاظ میں طرح طرح کی بےحیائیاں ہوتی تھیں۔ مگر جاہلیت فرنگ کے اس مظاہرہ روشن خیالی تک ان وحشیوں کا بھی ذہن نہیں پہنچا تھا!

اب کی سال اسی اگست میں یہ مقابلہ بلجیم کے ایک شہر میں منعقد ہوا۔ اور جسے ۱۹۳۲ء کی حسین ترین دوشیزہ کا خطاب اور تمغہ ملا ہے۔ اس کے فوٹو دم کے دم میں دنیائے تمدن کے سارے طول و عرض میں شائع ہوگئے۔ اب کی سال خاص بات یہ ہوئی ہے کہ جن نیک بخت کی قسمت میں یہ امتیاز آیا ہے۔ وہ جرمن یا انگریز، یا فرانسیسی یا امریکی نہیں۔ بلکہ ہماری آپ کی ہم ملت، اپنا نام مسلمانوں کا سا رکھنے والی کریمہ قانص خانم، ایک ترک ہیں! اور رائٹر کی روایت میں اس جزو کا بھی اضافہ ہے۔ کہ وہ محض ترک ہی نہیں۔ ایک سابق شیخ الاسلام کی پوتی ہیں! اولاد و ازدواج کی ذمہ داری جب حضرات انبیاء تک نہ لے سکے، تو سابق شیخ الاسلام بیچارے کس شمار میں ہیں۔ البتہ روایت اگر صحیح ہے۔ تو روشن خیالوں کو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ حکومت ترکیہ ترقی کی جس منزل مقصود کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اب کہنا چاہیئے۔ کہ اس کے قریب آگئی ہے۔ (سچ)

افراط و تفریط

لندن سے بذریعہ ہوائی ڈاک ایک خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ لندن کی سوسائٹی میں آج کل ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ہندوستانی لڑکی خاص طور پر دلچسپی کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ اس کا نام مس فاطمہ ہے اور وہ شطرنج کے مقابلہ میں حصہ لے رہی ہے۔ صرف تین ماہ ہی ہوئے ہیں۔ کہ اس نے شطرنج کھیلنا سیکھا تھا۔ اور اب وہ ایک مشہور شاطرہ ہے۔ اور سر عمر حیات خاں کے گھرانے میں رہتی ہے اگرچہ مس فاطمہ نے ایک ایسے گھرانے میں پرورش پائی ہے۔ جو پردہ کا پابند ہے۔ مگر مس فاطمہ نے یہاں آکر اسے ترک کر دیا ہے۔ . . انگریزی زبان میں بات چیت کر سکتی ہے۔ مگر بہت کم۔

مندرجہ بالا خبر کسی تشریح کی محتاج نہیں مسلمان عورتیں جب پردہ ترک کرتی ہیں۔ تو پھر وہ شطرنج کھیلتی ہیں (لاحول ولا قوۃ)

در اصل یہ تمام خرابی مسلمان علماء کی پیدا کی ہوئی ہے مسلمانوں کی ایک جماعت اس بات کے حق میں ہے۔ کہ چہرہ ننگا رکھنا اسلامی شریعت کا حکم ہے۔ البتہ گردن، سر، بازو، چھاتی وغیرہ چھپانا۔ اور چادر اوڑھنا اور آنکھیں نیچی رکھنا اسلام کا حکم ہے۔ دوسری جماعت کہتی ہے۔ کہ ان تمام شرائط کے ساتھ چہرہ کا چھپانا بھی ضروری ہے۔ اگر علماء اس مسئلہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طے کر دیں تو مسلمان کسی ایک اصول کو اپنا رہنما بنا سکتے ہیں۔ اور افراط و تفریط سے بچ سکتے ہیں۔ پچھلے دنوں حضور نظام نے بھی نقاب اٹھانے کو قابل تعریف قرار دیا تھا۔ مولانا عبد الماجد مدیر سچ نے بھی اپنے اخبار میں پردہ کے مسئلہ پر نہایت محققانہ مضمون لکھے۔ اور ثابت کیا کہ چہرہ چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ اس پر انہیں گالیاں بھی دی گئی تھیں۔ مولانا محمد اسلم صاحب جیراجپوری استاذ جامعہ ملیہ دہلی نے بھی تفسیر سورۂ نور میں بھی یہی لکھا ہے۔ کہ چہرہ چھپانے کا حکم نہیں۔ اگر یہ حقیقت ہے۔ تو مسلمان علماء کا فرض ہے۔ کہ وہ احکام قرآنی کو دستور اور رواج کے مقابلہ میں دلیری سے کیوں پیش نہیں کرتے۔ اور ایک دستور العمل مسلمانوں کے سامنے پیش کیوں نہیں کرتے جس سے وہ گمراہی سے بچ سکیں۔ اور سب سے اوّل یہ خود اس پر کیوں عمل نہیں کرتے مسلمانوں کی جتنی ابتلائیں ہیں۔ ان کا باعث علماء کا باہمی تفرقہ اور اس کے بعد اسلام کے احکام کو زبانی اور عملی رنگ میں پیش نہ کرنا ہے (نیرنگ خیال)

غلط پراپیگنڈہ

چند روز کی بات ہے جب ابھی حکومت نے فرقہ وارانہ حقوق کے تصفیہ کا اعلان نہ کیا تھا۔ ہندو لیڈر غیر معمولی ذرائع سے علم پا کر پنجاب میں مسلمانوں کی ادنیٰ سی اکثریت کو بھی ملیامیٹ کرنے کے لئے سکھوں کو جوڑ کا رہے تھے۔ اس جگہ اخبارات میں سکھوں کی "جنگی تیاری" کے متعلق ایک لمبا تار شائع ہوا جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا۔ کہ "سکان پنجاب الاصیلون ہم السیخ" کہ پنجاب کے اصل باشندے سکھ ہیں۔ اور جب ہم نے ایک مضمون میں مفصل بتایا۔ کہ سکھ قوم تو صرف چار پانچ صدیوں سے پیدا ہوئی ہے ان کو پنجاب کے اصل باشندے بتانا سراسر باطل ہے۔ تو اڈیٹر صاحب اخبار "فلسطین" کو بھی بہت تعجب ہوا۔ (الفضل)

بقیہ صفحہ ۶

سارا زور اس بات پر ہے کہ کسی طرح اچھوت مخلوط انتخاب منظور کر لیں تاکہ چھوت چھات کے جکڑ تک اس و ردشا میں پھنسے رہیں۔

اچھوت بالمیک نہ کہلائیں

میں تو کہتا ہوں۔ کہ اچھوت اپنے کو بالمیکی کہنا بھی ترک کر دیں کیونکہ ایسے ناموں سے ہندو خیالات کی بو آتی ہے۔ بالمیک نے جو رامائن میں لکھا ہے۔ کہ رامچندر جی نے ایک . . . . شمبوک کو محض اس لئے قتل کر دیا تھا۔ کہ وہ تپ اور ریاضت کے ذریعہ برہمنا یا خدا کو ملنا چاہتا تھا جس پر بالمیک نے ایسی تعلیم دی ہو۔ اس کی طرف اپنے تئیں منسوب کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اچھوت کا لفظ بھی

خبریں

—— شملہ ۳۰ ستمبر۔ چار دن کی بحث تمحیص کے بعد آج آرڈیننس بل پر مناظرہ کا خاتمہ ہو گیا۔ مختلف اصحاب نے مستقل قانونی صورت دینے کے سوال پر بحث کی۔ اور آخر کار شیخ صادق حسن کی اس تحریک کو پیش کیا گیا۔ کہ بل کو ۱۵ جنوری تک شائع کیا جائے۔ لیکن یہ تحریک بغیر کسی تقسیم آراء کے گر گئی۔ ایک دوسری تحریک یہ پیش ہوئی تھی۔ کہ بل کو ۷ نومبر تک مشتہر کر دیا جائے۔ لیکن یہ تحریک ۴۳ آراء کی موافقت اور ۶۳ آراء کی مخالفت سے گر گئی۔

مجلس منتخبہ کے لئے سر ہیگ کی تحریک ۴۳۔ آراء کے مقابلہ میں ۶۴۔ آراء کی اکثریت سے منظور ہو گئی۔

اسمبلی کا آئندہ اجلاس ۷ نومبر کو دہلی میں منعقد ہو گا۔

—— بمبئی ۲۷ ستمبر۔ مسٹر ایم۔ ایس جے گلانے پنڈت مدن موہن مالویہ کے نام ایک اپیل شائع کی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ فرقہ وار مسئلہ پر غور کرنے کیلئے ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کی جائے۔

—— دہلی یکم اکتوبر۔ مولانا محمد اسمٰعیل جمعیۃ العلماء کے اخلاص ڈکٹیٹر نے اپنے ایک بیان میں مولانا ابوالکلام کی مجوزہ آل پارٹیز کانفرنس کی تائید کی ہے۔ تاکہ پیچیدہ فرقہ وار مسائل کا باہمی تصفیہ سے حل کیا جا سکے۔ مسٹر زنگلتو۔ ڈاکٹر موہن سنگھ اور رگھنیا مل اچھوت قوم کے امیدوار بلدیہ دہلی کی خالی نشستوں کیلئے نامزد کر دیئے گئے ہیں۔

—— راولپنڈی یکم اکتوبر۔ مولانا خدا بخش اظہر امرتسری ڈکٹیٹر "احرار" ایڈیٹر ترجمان سرحد ایک سال قید بھگتنے کے بعد آج مقامی جیل سے رہا کر دیئے گئے ہیں۔ آپ آج شب کو جامع مسجد میں تقریر کریں گے۔

—— بمبئی ۳۰ ستمبر۔ آج شام کو ایک عظیم الشان پبلک جلسہ زیر صدارت پنڈت مدن موہن مالوی منعقد ہوا۔ جس میں میثاق پونا کی تائید و توثیق کی گئی۔ اس کے بعد متعدد قرار دادیں منظور کی گئیں۔ ایک قرارداد کا مفاد یہ تھا۔ کہ اچھوتوں کی اصلاح کے لئے ایک آل انڈیا لیگ قائم کی جائے جس کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں ہو۔ اور جس کی شاخیں تمام ہندوستان میں کھولی جائیں۔ مسٹر گھنشام داس برلا اس کے صدر ہوں گے۔ آخری قرار داد میں ہندوؤں سے اپیل کی گئی۔ کہ وہ لیگ کے مقاصد کیلئے فنڈ فراہم کریں۔ اس کے بعد مجوزہ لیگ کے مقاصد کیلئے فنڈ فراہم کریں اس کے بعد مجوزہ لیگ کے پراپگنڈا کے مختلف رہنماؤں کی طرف سے عطیات کا اعلان کیا گیا۔ تجویز کیا گیا ہے۔ کہ لیگ کے مقاصد کے لئے ہر سال ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ کی رقم صرف کی جایا کرے چنانچہ دو سال کے مصارف کیلئے روپیہ فراہم ہو گیا ہے۔

پنڈت مالویہ نے جلسہ میں اعلان کیا۔ کہ اعلیٰحضرت فرمانروائے بھوپال نے اس تحریک کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور مبلغ پانچ ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ عنایت کیا ہے۔ جلسہ میں اعلیٰحضرت نواب صاحب کے اس عطیہ اور ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور شکریہ کی قرارداد منظور کی گئی۔

—— مین سنگھ یکم اکتوبر۔ مین سنگھ میں افواج متعین کرنے کے سلسلہ میں تین سو سپاہیوں کا پہلا دستہ کل کلکتہ جیل میں یہاں پہنچ گیا ہے۔ چونکہ افواج کے قیام کے لئے ابھی مستقل کوارٹر تیار نہیں ہوئے اس لئے سپاہیوں کو خیموں میں رکھا گیا ہے۔

—— اجمیر ۲ ستمبر۔ مولانا شوکت علی اور شیخ عبدالمجید سندھی۔ ایم۔ ایل سی صدر خلافت کانفرنس نے میثاق پونا کے متعلق مندرجہ ذیل مشترکہ بیان شائع کیا ہے

ہمیں یہ معلوم کر کے اطمینان حاصل ہوا ہے۔ کہ اچھوتوں اور اونچی جاتیوں کے ہندوؤں کے درمیان ایک سمجھوتا ہو گیا ہے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ فریقین کا سمجھوتا باہمی اعتماد پر مبنی ہے۔ اور یہ توقع کرتے ہیں۔ کہ اب دونوں میں اعتماد اور دوستی کی فضا پیدا ہو جائے گی۔ یہ سمجھوتا ایک اور پہلو سے بھی ہے۔ زیادہ قابل قدر ہے اور وہ اس کی اخلاقی حیثیت ہے۔ جس کی بنا پر ایک بہت بڑے فرقہ وارانہ جھگڑے کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔

اسلامی مطالبات کی فہرست ہر شخص کے سامنے ہے۔ اور ہم یہ نہایت اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر ان کو دیانتداری کے ساتھ تسلیم کر لیا جائے۔ تو کسی قوم کی بھی حق تلفی نہیں ہو گی۔ حکومت برطانیہ بھی امن کی خواہشمند ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے۔ کہ سمجھوتا کر کے حکومت کے اخلاص کا امتحان کر لیں۔ بعض مسلمانوں کا یہ خیال ہے۔ کہ اہل انگلستان حقیقی امن و امان کے لئے بے حد بیقرار ہیں۔ سیاسیات عالم میں وہ اپنی پوزیشن کو مستحکم بنانا چاہتے ہیں۔ ہمیں بھی اس بات کا احساس ہے۔ کہ اگر ہندوستان کی مختلف اقوام اور فرقے آج متحد ہو جائیں۔ تو حکومت برطانیہ ان کے ساتھ ہر باعزت سمجھوتا کے لئے تیار ہو گی۔

اس نازک دور میں مختلف اقوام کے رہنماؤں پر نہایت اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جہاں مختلف طبقات کی رضامندی اور اتحاد کی ضرورت ہو۔ وہاں کسی سوداگرانہ اور کاروباری سپرٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ہم مسلمانوں کے خیالات کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں۔ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مسلمان ہمیشہ اس بات کے خواہشمند رہے ہیں۔ اور آج بھی اس بات کے آرزومند ہیں۔ کہ کوئی ایسا مستقل سمجھوتا کر لیا جائے۔ جو انہیں بہترین مسلمان اور ہندوستان کے بہترین باشندے بنانے کا کفیل ہو۔

—— شملہ ۳۰ ستمبر۔ آج اسمبلی کے لابی حلقوں میں آئندہ لندن کانفرنس کی ہیئت ترکیبی کے متعلق سرگرم بحث تمحیص ہوتی رہی ہے توقع ہے۔ کہ تیسری گول میز کانفرنس کا اجلاس زیادہ سے زیادہ نومبر کے تیسرے ہفتہ میں شروع ہو جائیگا۔ لابی کی گفتگو سے پایا جاتا ہے۔ کہ ابھی تک برطانی حکام اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ کہ آیا ہندوستانی مندوبین کی تعداد پچیس ہو۔ یا تیس یا چالیس۔ اس لئے ابھی تک جتنے نام لئے جا رہے ہیں۔ ان کو عارضی سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر کانفرنس مختصر ہوئی۔ تو مندوبین کی تعداد بھی بہت کم ہو گی۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک اہم مسئلہ قطعی طور پر طے ہو گیا ہے اور یہ مسئلہ ریاستوں کے وفد کے متعلق ہے۔ والیان ریاست کے تازہ فیصلہ کے پیش نظر وہ اپنی جگہ سے اپنے وزراء کو بطور مندوبین بھیجیں گے۔ جو تجویز اختیار کی جائے گی۔ وہ یہ ہے۔ کہ مختلف ریاستوں کو دعوت نامے بھیجے جائیں گے۔ کہ وہ اپنے نمائندے مقرر کریں لیکن تقرر کے لئے وزیر اعظم کی منظوری ضروری ہو گی کیونکہ آخری نامزدگی انہیں کے حکم سے عمل میں آئے گی۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے وہ مشکل پیش نہیں آئیں گی۔ جو گذشتہ دفعہ پیش آئی تھی یعنی وزراء اپنے ذاتی خیالات پیش کرتے ہوئے یہ یقین نہیں کر سکیں گے۔ کہ انہیں والیان ریاست کی تصدیق حاصل کرنے کے لئے وقت دیا جائے۔ اب ریاستوں کا جو نمائندہ کانفرنس میں شریک ہو گا۔ اس کو ریاست کی نمائندگی کا جس کی طرف سے اسے مقرر کیا جائیگا۔ پورا پورا اختیار حاصل ہو گا۔

برطانی ہند کے وفد کے متعلق بہت سی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن اس وقت صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں۔ لیکن لابی کے حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ بعض مندوبین کی فہرست میں شمولیت لازمی ہے مثلاً سر تیج بہادر سپرو۔ مسٹر ایم۔ آر جیکر۔ ہز ہائینس سر آغا خان۔ چوہدری ظفر اللہ خان۔ مسٹر این۔ ایم۔ جوشی۔ اور مسٹر اے۔ بی۔ سی جبل دوسرے ناموں کے متعلق اسمبلی کی قیاس آرائیوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ اسمبلی کی مخالف جماعتوں کے رہنما سر عبدالرحیم اور سر ہری سنگھ گوڑ شامل نہیں کئے جائیں گے۔ دوسرے ناموں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر شفاعت احمد خان۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ مسٹر عزیز الحق۔ سر ہنری گڈنی۔ سر کاؤس جی جہانگیر۔ مسٹر راماسوامی مدلیار۔ سر الجب سیتھنا۔ مسٹر چنتامنی۔ ڈاکٹر امبیدکر اور مسٹر رائے سنگھ کی نامزدگی کا امکان ہے۔ پنجاب سے ایک ہندو اور ایک سکھ رکن بھی نامزد کیا جائے گا۔

لیکن ابھی یہ فہرست صرف عارضی ہی ہیں۔ بلکہ اس میں بالکل تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اول تو ابھی یہ بات طے نہیں ہوئی۔ کہ کل مندوبین کی تعداد کتنی ہو گی۔ دوسرے اس بات کا بھی امکان ہے۔ خواہ کتنا ہی کم ہو۔ کہ شاید پونا کی گفت و شنید کے نتیجہ میں کانگرس کانفرنس میں شامل ہو جائے۔

—— ایتھنز یکشنبہ۔ یونان میں زلزلہ نے ہر طرف تباہی و بربادی کے آثار پیدا کر دیئے ہیں۔ یکبیرہ روم کا جنگی بیڑا کالسی ڈائس کے مقام پر زلزلہ کے پناہ گزینوں کی امداد کر رہا ہے۔ لیکن ادھر سے اچانک زلزلہ کے ایک تازہ جھٹکے نے ہزارہا انسانوں کو مجروح اور ہلاک کر دیا ہے اور تباہی کی ایک نئی صورت پیدا کر دی ہے۔ پناہ گزین اب سالونیکا میں جمع ہو رہے ہیں۔ جو اپنی مصائب کی ہنگردہ کیفیت بیان کرتے ہیں۔ زلزلہ سے قبل بادلوں کی گرج اور صاعقہ پاشی کا طوفان امڈ آیا۔ لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ بعض نے جان بچانے کی خاطر مکانوں کی کھڑکیوں سے چھلانگیں لگائیں۔ اور اکثر مکانات کی چھتوں سے گر جانے کی وجہ سے کچل کر مر گئے۔ زلزلہ کے برباد شدہ علاقہ کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ منقطع ہے۔

آج کالسی ڈائس میں صبح ۷ بجے سے لیکر دوپہر کے بعد تک پانچ مزید شدید جھٹکے محسوس ہوئے۔ ان میں بعض نوعیت کے لحاظ سے بے حد ہولناک تھے۔ سالونیکا میں جہاں اس وقت لاتعداد جمع ہو رہے ہیں۔ ان جھٹکوں کا کافی اثر محسوس کیا گیا۔ لیکن کالسی ڈائس تو تباہی کا مرکز بن رہا ہے۔ بعض گاؤں میں تو یہ صورت ہوئی۔ کہ زمین . . . حد تک بلند ہو گئی۔ خوفزدہ پناہ گزین التجائیں کر رہے ہیں۔ کہ انہیں کسی محفوظ مقام میں پہنچا یا جائے۔ لیکن چونکہ رسل و رسائل کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کا امکان بہت کم ہے۔ کالسی ڈائس میں لاتعداد ایمبولنس لاریاں طبی امداد اور خوردنی اشیاء کے ذخائر بہم پہنچا رہی ہیں۔

ایتھنز دوشنبہ۔ زلزلہ کی مسلسل تباہ کاریوں کی آخری فہرست ابھی مرتب نہیں ہوئی۔ کیونکہ لاتعداد انسان عمارتوں کے گرنے کی وجہ سے نیچے دب کر رہ گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ تین صد ہلاک اور ایک ہزار مجروح اور تین ہزار خانماں برباد ہو گئے ہیں۔ برطانوی جہاز راں عمارتوں کو گرا گرا کر دبے ہوئے انسانوں کو نکال رہے ہیں۔

—— ناگپور یکم اکتوبر۔ امراؤتی کی ایک سرکردہ سیاسی کارکن عورت مسز پراتی بائی پت وردھن کو مسٹر ایم۔ بی نیوگی اڈیشنل جوڈیشل کمشنر نے اپیل پر بری کر دیا ہے۔ اس کو قتل کی ترغیب دینے کے الزام میں اٹھارہ ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی تھی مسز کمفاء . . . پت وردھن کانگرسی سرگرمیوں کے سلسلہ میں سزائے قید بھگت رہے ہیں۔

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۵ ربیع الآخر ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۱

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۷ اکتوبر کو ڈلہوزی سے لاہور تشریف لائینگے

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار جلسہ گذشتہ اتوار مورخہ ۲ اکتوبر کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے مسئلہ نبوت و امامت پر تقریر فرمائی۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دو دن کے لئے دہلی سے تشریف لائے اور پھر واپس تشریف لے گئے عنقریب آپ بیرونی جماعتوں میں دورہ کے لئے باہر نکلیں گے۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت پہلے سے زیادہ مخدوش ہے۔ احباب کرام کی خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

راولپنڈی مکرم بابو غلام ربانی صاحب نے مولوی فضل الرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ جماعت اہلحدیث صدر راولپنڈی کے متعلق ایک مراسلت بھیجی ہے جس میں لکھا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے بہاسے ۱۹۳۰ء کے جلسہ منعقدہ راولپنڈی میں کانفرنس دربارہ اتحاد المسلمین میں حصہ لیا تھا اور کھلے لفظوں میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ جو لوگ فروعی اختلافات پر ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں وہ دشمن اسلام ہیں اور یہ بھی کہا تھا کہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تکفیر تو درکنار کسی بھی کلمہ گو کی تکفیر کا قائل نہیں اس کیساتھ ہی یہ شکوہ بھی انہوں نے کیا تھا کہ داعیان جلسہ باوجودیکہ ہر بار مسلمانوں کو اتحاد عمل کی دعوت دیتے ہیں مگر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے اس کے جواب میں مولانا عصمت اللہ صاحب نے اعلان کیا تھا کہ داعیان جلسہ ہر اس مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہیں جو کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتا لیکن مکفرین اس بات کے اہل نہیں کہ انہیں پیش امام بنالیا جائے اسی ضمن میں مولانا عصمت اللہ نے کہا تھا کہ حافظ فضل الرحمٰن صاحب چونکہ تکفیر سے بیزاری کا اعلان کر چکے ہیں اور ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں اس لئے ہم ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہیں ظہر کی نماز وہ ہمارے پیچھے پڑھیں اور عصر کی ہم ان کے پیچھے پڑھیں گے۔ باوجود اس اعلان کے ظہر کی نماز میں حافظ صاحب تشریف نہ لائے بعد میں ایک دفعہ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے معذرت کی کہ میں اپنے وعدے کو پورا نہ کر سکا۔ اب گذشتہ جمعہ کو حافظ صاحب ہماری انجمن کے دفتر میں تشریف لائے

دستکاری کی نمائش

دستکاری کے متعلق ضروری ہدایات

احمدی خواتین کی خاص توجہ کے قابل

قریباً سب احمدی خواتین کو معلوم ہے کہ احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور نے دستکاری کی نمائش کے ذریعہ مستورات کو بھی اشاعت اسلام جیسے مبارک اور نیک کام میں حصہ لینے کا موقعہ بہم پہنچایا ہے۔ چار سال سے یہ نمائش سالانہ جلسہ کے ساتھ دسمبر کے اخیر ہفتہ میں ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ جو آمدنی وصول ہو وہ انجمن اشاعت اسلام میں دی جاتی ہے۔ اب زنانہ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دستکاری کی آمد مستقل فنڈ میں داخل کی جائے چنانچہ گذشتہ نمائش کی آمد مستقل فنڈ میں جمع کی گئی ہے۔

بہنوں کی غفلت

مجھے نہایت افسوس کیساتھ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ اب تک بہت کم بہنوں نے اس طرف توجہ کی ہے۔ اشاعت اسلام کا کام ہر احمدی (مرد ہو یا عورت) اس کی زندگی میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور دستکاری کے ذریعہ ہر بہن اپنی محنت سے اس کار ثواب میں حصہ لے سکتی ہے۔ ہر ایک بہن کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ صرف اس کی توجہ و سعی سے یہ کام سرسبز ہو سکتا ہے۔ اور احمدی بھائیوں کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ وہ اس پیغام کو اپنے اپنے گھروں میں پہنچا کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اور چاہیئے کہ کوئی بہن بھی اس نیکی سے محروم نہ رہے۔

جلد توجہ کی ضرورت

جلسہ سالانہ میں قریباً تین ماہ باقی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ بہنیں دستکاری کی تیاری میں مشغول ہوں گی جنہوں نے اب تک شروع نہیں کی وہ بھی توجہ فرمائیں اور اپنی دیگر رشتہ دار بہنوں اور بچیوں سے بھی دستکاری بنوا کر ایبر نومبر تک بھجوادیں۔

اگر ہر شہر کی احمدیہ انجمن کے سیکرٹری صاحب یہ کام اپنے ذمہ لیں کہ سب گھروں سے دستکاری جمع کر کے کسی آنیوالے کے ہاتھ لاہور پہنچا دیں تو پارسل و ڈاک کا خرچ بچ سکتا ہے۔

معزز بہنوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جو کام دستکاری کے لئے بنایا جائے اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا خصوصیت سے لحاظ رکھیں

(۱) جو دستکاری بنائی جائے اس پر جہاں تک ہو سکے لاگت کم خرچ کی جائے اور محنت و دستکاری سے خوبصورت و کارآمد بنایا جائے۔ ایک قیمتی چیز سے متعدد ہلکی قیمت کی اشیاء بہتر ہیں۔

(۲) کاڑھنے میں رنگ ہلکے اور صرف پائیدار لگائے جائیں۔

(۳) اگر بہنیں اپنے گھر اور بچوں کی ضرورت کے مطابق چیزیں بنکر خود ہی خرید لیں تو بہت ہی بہتر ہے۔ وہ قیمت بھیج سکتی ہیں۔

(۴) ہر ایک چیز پر جسقدر لاگت آئے اس کی تفصیل ایک کاغذ کی چٹ پر لکھ کر ساتھ بھیجنی چاہیئے۔ تمام دستکاری ۳۰۔ نومبر تک سیکرٹری صاحب کی خدمت میں پہنچ جانی چاہیئے

(۵) مندرجہ ذیل اشیاء کی زیادہ مانگ ہے۔

کڑھے ہوئے دوپٹے اور چنیاں ٹیبل کلاتھ۔ لیڈیز رومال آزاربند بڑے اور بچوں کے۔ کشن بچوں کے لئے اونی سویٹر اور موزے۔ ٹی کوزیاں۔ غلاف تکیہ۔ کھلونے۔ دیواروں پر آویزاں کرنے کے خوبصورت قطعے۔ کاتا ہوا سوت۔ پلنگ پوش۔ وغیرہ وغیرہ۔

(خاکسار۔ سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور)

مسئلہ نبوت پر میرے مضمون کا جواب

الفضل مورخہ ۴ ستمبر کے اعتراضات پر ایک نظر

(از شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی کے قلم سے)

اختتام مضمون سے پہلے جواب

ناظرین اخبار پیغام صلح کو علم ہوگا۔ کہ ہمارا ایک مضمون مسئلہ اجرائے نبوت کی تردید میں مورخہ ۵ اگست ۳۲ء سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جو کئی نمبروں میں چھپتا چلا گیا ہے۔ دراصل اس مضمون میں مقامی تحریکات کی وجہ سے کتاب حقیقۃ الوحی کے ان حوالجات کی تشریح مطلوب تھی۔ جن سے ہمارے قادیانی دوست بزعم خود حضرت مسیح موعود کی طرف دعوٰے نبوت منسوب کرتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ہمارے مضمون کے خاتمہ تک ہمارے بھائی صبر سے کام لیتے۔ اور جب مضمون ختم ہو جاتا۔ تو مجموعی حیثیت سے اس پر تنقید فرماتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ۴ ستمبر ۳۲ء کے "الفضل" میں ہمارے پہلے نمبر کی تردید شائع کر دی ہے۔ یہ شتاب کاری ہے۔ کہ سارا بیان شائع ہونے سے پہلے جواب لکھ دیا گیا ہے بہرحال ایسا ہی عمل میں آیا ہے۔

نامہ نگار الفضل کی دشنام دہی

مضمون کو اہل پیغام کی فریب کاری کے عنوان سے زینت دیکر چند اور بھی بے مزہ گالیوں سے مزین فرمایا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے "ہمارے غیر مبائع دوستوں نے جو کہ احمدی اور حضرت مسیح موعود کے متبع کہلاتے ہیں۔ آپ کے قائم کردہ سلسلہ کو نقصان پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اس لئے وہ طرح طرح کی غلط بیانیوں اور فریب کاریوں سے عوام کو اصلیت سے دور رکھنے کی سعی میں مصروف رہتے ہیں" کہیں دروغگوئی اور کذب بیانی کا ہم پر الزام ہے۔ ہمارے عمائد اور حضرت امیر کے متعلق لکھا ہے "غیر مبائعین کے عمائدین معہ حضرت امیر اپنا تمام زور قلم نبوت حضرت مسیح موعود کے اثبات میں صرف کرتے رہے۔ تاوقتیکہ حضرت خلیفہ ثانی کے منصب خلافت پر متمکن ہونے کی وجہ سے ذاتی عناد اور عداوت نے ان کو اندھا نہ کر دیا" خود تمہیں پہنچے درجے کی ڈھٹائی اور اخفائے حق کے خطاب سے مفتخر فرمایا ہے۔ ہم اس دشنام دہی سے پورے محظوظ نہیں ہوئے۔ اس لئے اگر ہمارا دوست ہمارا مشورہ منظور کرے۔ تو اس مضمون میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت کے لئے اس کو ظفر علیخاں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا چاہیئے۔ اگر شوق اور محنت سے کام لیا گیا۔ تو خاص مہارت حاصل ہو جائیگی کیونکہ اس مضمون کے ساتھ ان کی طبیعت کا خاص میلان معلوم ہوتا ہے۔

حق کا رعب

ان کا یہ فرمانا کہ ہمارے سلسلہ نے حضرت مسیح موعود کے قائم کردہ سلسلہ کو نقصان پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ یہ کوئی جدید خیال نہیں۔ بلکہ جب کبھی ہمارے سلسلہ کا کوئی فرد مسائل متنازعہ پر قلم اٹھاتا ہے۔ تو سب سے پہلے اثر زائل کرنے کے لئے ہمارے مقدس اور معصوم دوست یہی الزام پیش کیا کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ایک حق کا رعب ہے۔ جو ان کے منہ سے ایسے کلمات نکلواتا ہے۔ اس [illegible] کچھ غور کرنا عبث ہے۔

ہمارا ایک اہم مطالبہ

ہم نے اپنے مضمون میں حدیث مجدد کے ماتحت دکھایا تھا۔ کہ حضرت اقدس نے اس حدیث کی رو سے ۲۰ سال تک دعوٰے مجددیت فرمایا۔ اور حضور کی جماعت مزید چھ سال تک بزمانہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم اس دعوٰے کی نشر و اشاعت میں مصروف رہی۔ باوجودیکہ ہماری یہ تمام عبارت اپنے مضمون میں نقل بھی فرمائی ہے۔ مگر اس کے متعلق تردید یا تائید اً ایک حرف نہیں لکھا۔ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ ہم نے اپنے مضمون میں شہادت امر واقعہ کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سوال کو سرے سے کھا ہی گئے ہیں۔ اور ایک لفظ بھی اس کے متعلق ارشاد نہیں فرمایا۔ غالباً میری دوبارہ تحریک پر توجہ ہوگی۔ اس لئے میں اپنے الفاظ کا پھر اعادہ کرتا ہوں۔

"اگر ۱۹۰۱ء میں عہدہ نبوت کی تفہیم ہوئی تھی۔ تو یہ بڑا عظیم الشان انقلاب تھا۔ کیونکہ پہلے خواہ غلطی سے ہی سہی۔ مگر اپنے آپ کو امتی سمجھتے تھے۔ مگر اب تو امتی سے نبی بن گئے تھے۔ چاہیئے تھا کہ بڑے بڑے جلی حروف کے اشتہار شائع کرتے۔ مریدوں یا امتیوں کا سپیشل جلسہ طلب کیا جاتا۔ اور نہایت دھڑلے کے ساتھ نبوت کا اعلان فرماتے۔ اور بعض لوگ ماننے والے اور بعض انکار کرنے والے ہوتے۔ اس طرح پر فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر کا نظارہ لطور یادگار باقی رہ جاتا۔ حضرت کی تو عادت تھی۔ کہ کسی واقعہ کے انکشاف ہونے پر خواہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ کیوں نہ ہو۔ اشتہار پر اشتہار شائع فرماتے۔ جلسے منعقد کرتے لیکچروں اور تقریروں کے ذریعہ اعلان فرماتے۔ اور اسی پر بس نہ ہوتی تھی۔ بلکہ شہروں میں قصبات اور دیہات میں ناظمین خصوصیت سے مامور کئے جاتے۔ اور وہ پبلک میں اس امر کی دھوم مچا دیتے۔ مگر کیا کوئی صدقاً بیان کر سکتا ہے۔ کہ دعوٰے نبوت منکشف ہونے پر یہ سب واقعات پیش آئے تھے۔؟"

الفضل کی خاموشی

الفضل ۴ ستمبر ۳۲ء سارے کا سارا پڑھ جاؤ۔ مگر ان مطالبات کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ کیا میرے ان باتوں کا کوئی جواب ہے ہی نہیں۔ یا دیدہ دانستہ حرف مطلب کا زبان پر لانا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ میں اپنے بھائی کو ان مطالبات کی طبع آزمائی کے لئے پھر ایک موقعہ دیتا ہوں۔ اور تاکید کرتا ہوں۔ کہ وہ ان باتوں کو ضرور روشنی میں لانے کی کوشش کریں۔ تا میرا یہ گمان غلط ثابت ہو۔ اور اگر اب کی دفعہ بھی ایسا نہ کیا گیا۔ اور میں تحقیق اور تجربے کی بنا پر لکھتا ہوں۔ کہ یہ مطالبات پورے کرنے۔ نامہ نگار صاحب اور ان کے اعوان و انصار کی طاقت و ہمت سے بلند و بالا ہیں۔ تو ایسی حالت میں ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ حق و صداقت کس طرف ہے

لفظ نبوت کا استعمال

نامہ نگار صاحب کا ایک ایسی فہرست پیش کرنا جس میں حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ نے حضرت مسیح موعود کے حق میں الفاظ نبی کا استعمال ہوا ہے۔ یہ میرا مطالبہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کا اپنا تخیل ہے۔ ہاں میرے مطالبات پورا کر چکنے کے بعد ان کا حق تھا۔ کہ وہ اس فہرست کو پیش کر دیتے۔ مگر جب میرے سوالات کو انہوں نے چھوا تک نہیں۔ تو پھر اس قسم کی فہرستیں پیش کرنا بے فائدہ ہے۔ ہمارے مضمون میں جب اس امر کا اعتراف موجود ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی نسبت نبی اور رسول کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ تو [illegible] اقرار کی موجودگی میں اگر بزرگان سلسلہ نے بھی اپنے پیر و مرشد کی اتباع میں ایسا ہی کیا ہے تو کیا یہ گناہ کی بات ہے۔ ہم اپنے بھائی کی رہبری کے لئے اپنے الفاظ کو دوبارہ نقل کرتے ہیں۔

"اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی نسبت نبی اور رسول کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ مگر استعارہ اور مجاز کے طور پر یا لغوی رنگ میں اور رفع التباس کی غرض سے بارہا اس کی نسبت صراحت فرمائی ہے۔ تاکہ غلط فہمی واقعہ نہ ہو۔ پس جب تک مصنف کی طرف سے یہ تحریری نوٹس اور ہدایات موجود ہیں پھر کسی کا کیا حق ہے۔ کہ اس کے خلاف کچھ اور مفہوم پیدا کرے۔"

اور اپنی اس تحریر کے ثبوت میں چھ زبردست حوالے دیئے ہیں۔ کہ نبی کا لفظ استعارہ اور مجاز اور لغوی رنگ میں استعمال کیا گیا ہے۔ مگر ان باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کی گئی۔ دکھانا تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ جب اعلان نبوت کیا۔ تو ساتھ ہی ان حوالوں کی بھی تردید کر دی تھی۔ کہ اب ظلی، بروزی، لغوی، استعارہ اور مجاز کا استعمال ترک کر دیا جائے۔ اور صرف نبی کا استعمال کیا جائے۔ پھر جو شخص اس کی خلاف ورزی کرتا۔ ان لوگوں کی فہرستیں آپ اور آپ کا سلسلہ تیار کرتا۔ ہم کو ان فہرستوں کا اچھی طرح سے علم ہے۔

لبسوریوں والی مثال

ہاں آپ کے بے موقعہ اور بے محل فہرست پیش کرنے سے ایک قصہ یاد آ گیا جس کا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

لکھنؤ میں ایک ذاکر یعنی مرثیہ خوان تھے۔ جو اپنے ساتھ دو لبسوریے رکھتے تھے۔ چونکہ آپ خوش گلو نہ تھے۔ اس لئے لبسوریوں کو رولا دھونا الگی پوری کرنی جاتی تھی۔ لبسوریے اس نقص سے واقف تھے۔ ایک مرتبہ کسی رئیس نے ان کو طلب کیا۔ اور فرمائش کی۔ کہ لبسوریوں کو باہر رکھا جائے۔ اور صرف ذاکر صاحب زنانخانے میں جا کر مرثیے سنائیں۔ حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ ذاکر صاحب اندر دن خانہ میں تشریف لے گئے۔ ادہر لبسوریوں نے سوچا۔ کہ یہ کام تو اچھا نہ ہوا۔ چونکہ ذاکر صاحب کی سر میں اثر نہیں۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ صاحب خانہ خوش نہ ہوں گے۔ دونوں سخت جھنجلائے۔ اور ڈیوڑی کے اندر جا کر زور سے آواز دی کہ کیوں صاحب روئیں۔ صاحبین نے یہ سنکر سمجھ لیا۔ کہ یہ تو ایک بناوٹ ہے۔ اور ان کو دھکا دیکر باہر نکال دیا۔ سو جس طرح ان لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا تھا۔ کہ کیوں صاحب روئیں۔ اسی طرح آپ نے بغیر ضرورت اور محل کے ایک فہرست پیش کر دی ہے۔ جو بالکل بے مصرف ہے جس طرح ان دو لبسوریوں نے آپ ہی آپ یہ خیال کر لیا۔ کہ ممکن ہے کہ مرثیہ خوانی شروع ہو چکی ہو۔ اور کسی پر اثر نہ ہو۔ ہم رو کر یہ کمی پوری کر دیں۔ آپ نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ فہرست سنا دی۔ وہی لبسوریوں والی مثال آپ پر صادق آتی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے بھائی آئندہ ہر کام کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لیا کریں گے

مسیح موعود کی پیش کردہ پانچ آیات

اس کے بعد ہمارے دوست نے قرآن کریم سے پانچ آیات درج مضمون فرمائی ہیں۔ جو ان کے خیال کے مطابق حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوٰے نبوت کی دلیل میں خود پیش کیں۔

ہم اس کے متعلق چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

باقی بر صفحہ ۷

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم جمعہ ۔ ۵ ۔ جمادی الثانی ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۶۱

جنت الحمقا

"زمیندار" کے ادارہ تحریر کا ایک احمقانہ خواب

قادیان اور جماعت احمدیہ کے متعلق جو ہوشربا خواب کچھ دن سے "زمیندار" کے عملہ ادارت کو آرہے ہیں ان کی توضیح اردو کے علاوہ اب انگریزی میں بھی ہونے لگی ہے۔ اور انگریزی کا ایک صفحہ جو "زمیندار" میں ہر روز لگایا جاتا ہے۔ زیادہ تر جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی تضحیک و توہین سے پر ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جماعت احمدیہ کو اس سے چنداں خوف لاحق ہو۔ کیونکہ اس جماعت کی پرورش ہی شدید ترین مخالفتوں اور دشمنیوں کے اندر ہوئی ہے اور ہمیشہ ایسی مخالفتیں اس کی ترقی اور نشوونما میں کھاد کا کام دیتی رہی ہیں چنانچہ اب بھی "زمیندار" کے اس جوش و خروش اور معاندات کو دیکھ کر بہت سی سعید طبائع کے اندر تحقیق و جستجو کا خیال پیدا ہو گیا ہے جو انشاء اللہ انکی ہدایت و رہبری کا موجب ہوگا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس خیال سے کہ "زمیندار" کی افترا پردازیاں سادہ لوح مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا نہ کر دیں اس کی بعض باتوں کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔

"زمیندار" کی فحاش نگاری

۲۷ ۔ اور ۲۸ ستمبر ۱۹۳۲ء کے "زمیندار" میں

"Qadian, A Paradise of Fools"

کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں فحاش مقالہ نگار نے "نادرن جینیس" کا برقعہ اوڑھ کر فحش گوئی اور دشنام طرازی کی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، دھوکا باز، جعل ساز، منافق، شرارتی سوسائٹی کو تباہ کرنے والے، جاہلوں پر ڈاکہ ڈالنے والے وغیرہ وغیرہ الفاظ سے بار بار یاد کیا ہے۔ اور جھوٹی اور فرضی کہانیوں سے دنیا کو یہ بتانا چاہا ہے کہ ایک احمدی کا "مذہبی تخیل معقولیت پر مبنی نہیں۔ نہ ہی دل کو اپیل کرتا ہے بلکہ عقل و فہم کا وہ منکر ہے اور صرف جہالت و تاریکی کی فضا میں پرورش پا سکتا ہے۔ دھوکا اور فریب سے وہ غذائیت حاصل کرتا ہے۔ اور منافقت سے اس مذہب کا بڑا غ ہستی قائم رہ سکتا ہے اور جونہی اسے روشنی میں لایا جا وہ ماند پڑ جاتا ہے ٹمٹمانے لگتا اور آخر کار مرجھا جاتا ہے۔ اور کہ چندوں کی ادائیگی نے احمدیوں کی اقتصادی حالت کو تباہ کر دکھایا ہے

جماعت احمدیہ کا مذہبی تخیل

ان گالیوں کو پڑھ کر کون معقول پسند انسان ہے جو مقالہ نگار کی عقل و فہم کا ماتم نہ کرے۔ وہ جماعت جس کا مذہبی تخیل اس وقت ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ پر ہی نہیں بلکہ یورپ کے فضلا کے دل و دماغ پر حکومت کر رہا ہے۔ وہ جماعت جس نے جہالت و تاریکی کی اس فضا سے جس کے اندر اسلام کو ملائیت کی چادر میں لپیٹ رکھ دیا گیا تھا دین کا منور اور روشن چہرہ باہر نکالا اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ اس کی غذائیت دھوکا اور فریب میں نہیں۔ منافقت اور جہالت سے اس کی ہستی کو کوئی تعلق نہیں بلکہ اسکی زندگی کا دارومدار اس نور اور روشنی پر ہے۔ اس عقل اور فہم سے اس کا تعلق ہے جو آج سے تیرہ صد سال پیشتر نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پیدا کیا کیا اس جماعت کو جہالت اور تاریکی کی فضا میں پرورش پانے والی قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا وہ جماعت اسلامی سوسائٹی کو تباہ کرنے کا موجب ہے جس کے ذریعہ اسلام کی روشنی اور نور یورپ کے اندر پھیلتا جا رہا ہے۔ جس کے خیالات کی بلندی اسلامی دنیا کے متزلزل ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوئی ہے۔ اور سینکڑوں دہریہ منش مسلمان اس کے خیالات کو پڑھ کر صداقت اسلام کے دل سے قائل ہو چکے ہیں؟

"زمیندار" کی جنت الحمقا

ہاں جہالت اور تاریکی کی فضا کا تعلق اگر ہو سکتا ہے۔ دھوکا اور فریب، منافقت اور جعل سازی سے اگر کوئی پرورش پا رہا ہے تو وہ ادارہ "زمیندار" ہے جس کا کام ہر روز جاہلوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنا اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں اور فرضی خدمات کی داستانوں سے روپیہ وصول کر کے عیش و عشرت میں لٹانا ہے۔ یہ وہ جنت الحمقا ہے جس کی تصویر اگر دنیا کو دکھائی جائے تو ادارہ "زمیندار" کا چراغ ہستی جو اپنی فریب کاریوں کے آشکارا ہو جانے کی وجہ سے پہلے ہی سے ٹمٹما رہا ہے یوں سرد ہو کر رہ جائے کہ گویا اس کا کبھی نام و نشان ہی دنیا میں نہ تھا۔ لیکن ہمیں اس طرف جانے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف ان غلط بیانیوں کی تردید کرنا مد نظر ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق اس حق ناشناس انسان نے تراشنے کی کوشش

مسیح کی دوبارہ آمد کا خیال

اپنے مضمون کے دوسرے نمبر میں مقالہ نگار نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت کی بنیاد تلاش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ

"یسوع مسیح کی مصلوبیت نے دنیا کو اس حد تک بیدار کر دیا کہ جناب مسیح کی جو انسان بھی تھے اور نبی بھی۔ اصل حقیقت اور عظمت کو اس نے پہچان لیا۔ اور عوام الناس میں یہ ایک خیال پھیل گیا کہ وہ کسی آئندہ زمانہ میں اپنی موت کا بدلہ لینے کے لئے دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔"

"اس اعتقاد نے فریب کار انسانوں کو اس بات کا موقعہ دے دیا کہ وہ حیلوں اور بہانوں سے کام لیکر مسیحیت کے دعاوی لیکر اٹھیں ......"

مدعیان مسیحیت

اس دعویٰ کو پیش کرتے ہوئے مقالہ نگار نے بعض جھوٹے مدعیان مسیحیت کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے سب سے پہلا ایک یہودی ہے جس نے ان ہولناک جنگوں کے بعد جو سلطنت روما سے پیش آئیں۔ اور تباہی و بربادی ان پر پورے طور پر مسلط ہو گئی۔ مسیح کے لئے ان کی شدت انتظار کو دیکھ کر مسیحیت کا دعویٰ کر دیا۔ بہت سے یہودی اس کے ساتھ ہو گئے اور آخرکار سلطنت روما سے جنگ کرتے ہوئے وہ ناکام و نامراد مر گیا۔ اس کے بعد علی محمد باب ...... اور سید محمد جونپوری کا ذکر کیا ہے اور آخر میں بتایا ہے کہ

"حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی کے لئے خاص تھا کہ وہ دنیا کی گردن پر اپنا ایک زبردست جوا رکھے۔ وہ اپنی عظیم الشان فریب کاریوں کی وجہ سے دنیا کے تمام جھوٹے مدعیان سے سبقت لے گیا ہے۔ آئندہ مضمون میں ہم اس پر تبصرہ کریں گے۔"

مسلمانوں میں نزول مسیح کے عقیدہ کی بنیاد

آئندہ مضمون تو جب شائع ہو گا دیکھا جائے گا فی الحال ہم "زمیندار" کے جونیس مقالہ نگار کے مذکورہ بالا دعاوی پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں تک حق و صداقت پر مبنی ہیں۔ سب سے پہلے قابل غور بات یہ ہے کہ آیا مسلمانوں میں جناب مسیح کی دوبارہ آمد کا عقیدہ عوام الناس کے اس خیال سے پیدا ہوا ہے ...... دوبارہ آمد کا عقیدہ عوام الناس کے اس خیال سے پیدا ہوا ہے جو جناب مسیح کی مصلوبیت کے بعد دنیا میں پھیلا۔ یا اس کی بنا وہ احادیث ہیں جن میں مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے؟ ابھی چند ہی دن ہوئے "زمیندار" کے شیخ الحدیث مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی نے بہاولپور کی عدالت میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا تھا کہ:۔

"ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے۔ تواتر یا خبر واحد اور تواتر ہمارے دین میں چار قسم کا ہے۔ پہلا تواتر اسنادی ہے اور اس قسم سے نزول مسیح علیہ السلام کی احادیث ہیں۔ ستر حدیثیں جن میں سے چالیس حدیثیں صحیح ہیں اگر کوئی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔"

کیا نزول مسیح کی احادیث پر ایمان نہیں!

کیا "زمیندار" مولوی انور شاہ صاحب کے اس بیان کو صحیح نہیں سمجھتا، اور نزول مسیح کی ان احادیث کا قائل نہیں جن کا انکار

"زمیندار" کے نزدیک موجب کفر ہے؟ مندرجہ بالا الفاظ میں "زمیندار" نے صفائی کے ساتھ اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ صرف عوام الناس کے ایک خیال کا نتیجہ ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ نزول مسیح کی احادیث کو وہ صحیح نہیں سمجھتا اور نہ مسیح کی دوبارہ آمد کا قائل ہے۔ کیا ہم امید کریں کہ مولوی انور شاہ صاحب کفر کی اس مشین کا دہانہ جس کی نمائش آجکل دربار بہاولپور میں ہو رہی ہے۔ دفتر "زمیندار" کی طرف پھیر کر ایک اہم ضرورت دینی کو پورا کریں گے؟

کیا مسیح مصلوب ہوئے؟

اس کے ساتھ ہی یہ بھی قابل غور ہے کہ "زمیندار" نے مندرجہ بالا الفاظ میں حضرت مسیح کا مصلوب ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ صاف لکھا ہے کہ:-

"یسوع مسیح کی مصلوبیت نے دنیا کو اس حد تک پیدا کر دیا ......"

یہ کوئی انجیل کے الفاظ نہیں۔ عوام الناس کا عقیدہ نہیں۔ نہ ہی کسی غیر مسلم کے خیالات ہیں بلکہ "زمیندار" کے مقالہ نگار کے اپنے الفاظ ہیں جن پر اس دعوے کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ کہ مسیح کی مصلوبیت نے عوام الناس میں اس کی دوبارہ آمد کا خیال پیدا کر دیا۔ اور اسی سے جھوٹے مدعیان کو دعوے مسیحیت کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ زمیندار کے نزدیک مسیح علیہ السلام عوام الناس کے اعتقاد کے مطابق آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ نہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جیسا کہ جماعت احمدیہ کا اعتقاد ہے۔ بلکہ مصلوب ہوئے۔ حالانکہ قرآن کریم کا صاف اور کھلا ارشاد ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ نہ وہ قتل ہوئے۔ اور نہ مصلوب۔ تعجب ہے۔ کہ قرآن کے اس صریح ارشاد کے خلاف "زمیندار" ان کی مصلوبیت کا قائل ہے۔ جو نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔ اور قرآن نے اس کی فیصلے طور پر تردید کی ہے۔ کیونکہ مصلوبیت لعنتی موت ہے۔ اور عیسائی اسے اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں۔

خدا کے نبی کی توہین

ہم حیران ہیں کہ "زمیندار" جناب مسیح کی مصلوبیت کا قائل ہو کر وما صلبوہ کے کیا معنے کرے گا اور خدا کے ایک نبی کو لعنتی موت سے کیونکر بچا سکیگا۔

کیا مولوی ظفر علیخاں اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں؟

آج تک حضرت مرزا صاحب پر الزام دیا جاتا تھا کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ حالانکہ جہاں انہوں نے بعض انجیلی واقعات کی بنا پر عیسائیوں پر ایک حجت ملزمہ قائم کی ہے۔ وہیں اسلام کا ایک نبی ہونے کی حیثیت سے حضرت عیسیٰ کی عظمت کا بھی اعتراف کیا ہے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ آج وہی معترضین خدا کے اس پاک نبی کو لعنتی موت مار رہے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ ان کے اس ناپاک خیالات سے اسلام اور قرآن کی کس قدر مخالفت لازم آتی ہے۔

جماعت احمدیہ سے بغض کا نتیجہ

حقیقت میں حیات مسیح کے عقیدہ کی غیر معقولیت اور جماعت احمدیہ سے بغض و نقار ہی ان تمام ژولیدہ خیالات کا نتیجہ ہے۔ ایک طرف حیات مسیح کا عقیدہ ایسا نہیں کہ کوئی ادنیٰ سمجھ کا آدمی اس زمانہ میں اس کی معقولیت اور صحت کا قائل ہو سکے۔ اور دوسری طرف جماعت احمدیہ سے چونکہ ایک ضد پیدا ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ بھی مشکل ہے کہ اس کی تائید میں یہ کہ دیا جائے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر لعنتی موت نہیں مرے اور بچکر کسی دوسری جگہ چلے گئے۔ جہاں طبعی عمر پا کر فوت ہوئے۔ اس لئے انہیں مصلوبیت ہی کا قائل ہونا پڑا حالانکہ یہ نصاریٰ کی کھلی تائید اور حضرت مسیح کی سخت بڑی ہتک ہے۔ کیا اصحاب دیو بند ادارہ "زمیندار" کی اس جسارت کو اپنے ایجاد کردہ پیمانہ تکفیر سے ناپنے کیلئے تیار ہونگے؟

یہ تو "زمیندار" کے اپنے عقائد کا حال ہے جن کی بنا پر اس نے وہ عمارت کھڑی کی ہے جو مدعیان مسیحیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس پر ہم آئندہ اشاعت میں نظر ڈالیں گے۔

قادیان میں فوجی تربیت

ماموریت الٰہی کی وہ جماعت جو دنیا میں تبلیغ حق کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ آج اس کا مشغلہ کیا ہے؟ ذیل کے واقعات اس کی تصریح کرتے ہیں:-

(۱) - احمدیہ ٹریننگ کور کی سکھلائی باقاعدہ ہو رہی ہے صبح چھ بجے سے آٹھ اور شام کو چار سے پانچ بجے تک باقاعدہ یونیفارم میں پریڈ کرائی جاتی ہے۔ دفاتر کے کارکنان کے لئے بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ مہینہ میں ایک دن کور کی یونیفارم میں دفاتر آئیں۔ ۱۵ ستمبر کو پہلی بار تمام کارکن یونیفارم پہنینگے انشاء اللہ (الفضل ۱۱ ستمبر)

(۲) - صدر انجمن احمدیہ کے مرکزی دفاتر اور صیغہ جات کے تمام کارکن ۱۵ ستمبر کو احمدیہ کور کی یونیفارم پہنکر دفاتر میں آئے۔ دس بجے کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب نے بحیثیت ناظم ورزش جسمانی تمام دفاتر کا معائنہ کیا۔ تمام کارکن بغیر کسی استثنا کے وردی میں ملبوس تھے حتیٰ کہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ اور دوسرے ناظر صاحبان بھی وردی پہنے ہوئے تھے۔ گیارہ بجے کے قریب سب کو جن کی تعداد ساٹھ کے قریب تھی۔ احمدیہ سکول کے صحن میں جمع کیا گیا۔ اور وہاں سے مارچ کرا کر ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں پہنچایا گیا۔ پھر وہاں سے مدرسہ احمدیہ میں واپس لا کر منتشر کرا دیا گیا۔
(الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۳۲ء)

(۳) - ۳۰ ستمبر بروز جمعہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب ناظم احمدیہ کور کو بذریعہ تار یہ خبر موصول ہوئی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ یکم اکتوبر صبح دس بجے یا تین بجے بعد دوپہر تشریف فرمائے دارالامان ہوں گے۔ ... یکم اکتوبر ۹ بجے صبح احمدیہ کور کا کنان صدر انجمن احمدیہ اور بیرونی دیگر افراد حسب الحکم حضرت مرزا شریف احمد صاحب کور کی وردی میں ملبوس ہو کر ہائی سکول کی گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ جہاں سے مارچ کرا کر بٹالہ والی سڑک پر کھڑے کئے گئے۔ وہاں ساڑھے گیارہ بجے تک انتظار کیا گیا لیکن جب حضور تشریف نہ لائے۔ تو اسی باقاعدگی کے ساتھ شہر میں واپس لا کر احمدیہ چوک میں منتشر کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا گیا۔ کہ سوا دو بجے پھر سب دوست مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جمع ہو جائیں۔ وقت مقررہ پر احباب کو مارچ کرا کر حضرت نواب صاحب کے باغ کے قریب کھڑا کیا گیا۔ سوا تین بجے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی موٹر آئی حضور کچھ فاصلہ پر موٹر کھڑی کر کے پیدل کور کی طرف تشریف لائے۔ کور نے فوجی طریق پر سلامی اتارتے ہوئے باآواز بلند السلام علیکم کہا۔ حضور نے ہاتھ کے اشارہ سے فوجی سلام کا جواب دیا۔ (الفضل)

ان واقعات کی موجودگی میں کون کہ سکتا ہے۔ کہ جماعت قادیان نے موجودہ عہد خلافت میں نمایاں اور شاندار ترقی نہیں کی۔ احمدیہ ٹریننگ کور کا قیام صبح اور شام درس قرآن و حدیث کے بجائے باقاعدہ یونیفارم میں پریڈ کرایا جانا۔ دفاتر کے کارکنوں، ناظروں اور مولوی سرور شاہ صاحب تک کا (باریش و فش) یونیفارم میں ملبوس ہو کر آنا اور مارچ کرنا خلیفۃ المسیح کا فوجی استقبال۔ فوجی طریق پر ان کی سلامی کا اتارا جانا اور ان کا ہاتھ کے اشارہ سے فوجی سلام کا جواب دینا حضرت مسیح موعود اور مولوی نور الدین کے زمانہ میں کہاں نظر آ سکتا۔ اور وہم و خیال میں بھی لایا جا سکتا تھا؟ ہاں تو رات دن کا مشغلہ درس و تدریس تھا۔ یا مسائل دینی پر بحث و تقریر صبح اور شام کی سیر۔ دوستوں اور احباب کی مجلس مسجد اور دیوانخانہ، ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ، انجمن اور اخبارات کے دفاتر جہاں دیکھو سوائے دینی مشاغل اور روحانی فضا کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی لیکن اب وہ مسیح موعود کا زمانہ گذر گیا مولانا نور الدین فوت ہو چکے اب قرآن کے درس و تدریس کا زمانہ نہیں کہ یہ اعلان کیا جائے کہ "خلیفۃ المسیح نے قادیان پہنچکر مسجد اقصےٰ میں قرآن کا درس شروع کیا ہے۔" اب علوم دینی میں انہماک کی ضرورت نہیں کہ بیرونی لوگ مسیح موعود کے فیضان علم سے مستفید ہونے کے لئے قادیان کا رخ کریں۔ اب تفسیر نویسی کا وقت نہیں کہ مولوی سرور شاہ صاحب رسالہ تعلیم الاسلام کے ذریعہ اپنی عالمانہ موشگافیوں کی داد لیں محمد رسول اللہ صلعم کی شان جمالی کا زمانہ گذر چکا ہے۔ مسیح موعود کی روحانی تربیت کا وقت ختم ہو چکا۔ اب خلیفۃ المسیح کی شان جلالی کے اظہار کا زمانہ ہے جس کیلئے فوجی تربیت کی ضرورت ہے۔ اس لئے اگر قادیان کی فضا ملکوتیک مارچ کی آوازوں سے رائل سینڈ ہرسٹ کالج کو مات کرتی اور انگریزی چھاؤنیوں کا مرعوب کن سماں پیدا کرتی ہے۔ تو اس میں تعجب کی بات ہی کونسی ہے۔ کہاں ان حالات کے ہوتے ہوئے کوئی کہ سکتا ہے۔ کہ خلیفۃ المسیح کا عہد نئی اور حیرت انگیز ترقیوں کا گہوارہ نہیں!

اسلام اور مسیحیت

معاصر "اسلامک ریویو" لندن کے مشہور جریدہ "ایوننگ سٹینڈرڈ" کے حوالہ سے رقمطراز ہے۔ کہ نائیٹس برج کے ایک گرجا میں رائٹ ریورنڈ بشپ فریڈرک جیمس نے ایک خطبہ کے اندر اعلان کیا۔ کہ بہت سی باتوں میں اسلام مسیحیت پر برتری اور فوقیت رکھتا ہے۔

یہ پہلا اعلان نہیں۔ جو انگلستان کے ایک گرجا میں ایک عیسائی

دہلی کے بعد اجمیر

قبل ازیں ان کالموں میں اس غنڈا پن پر مفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے جو جامع مسجد دہلی میں آج سے دو ماہ قبل ظہور پذیر ہوا۔ اور اس کے بعد ایک اشتہار کی صورت میں کسی دہلوی مسلمان کی طرف سے اسلامی تہذیب و اخلاق کا جنازہ پڑھا گیا۔ افسوس ہے۔ کہ یہ فتنہ ضبیثہ ختم ہونے کے بجائے اجمیر میں بھی جا پہنچا ہے۔ پچھلے دنوں اجمیر میں خلافت کانفرنس کا جلسہ تھا۔ اس موقعہ پر جمعیتہ العلماء کے بعض نمائندوں نے جس غنڈا پن کا اظہار کیا۔ اس کی کیفیت ایک اشتہار سے معلوم ہوتی ہے۔ جو محمد سعید صاحب اجمیری کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اور اس میں لکھا ہے:۔

"یہاں ۲۵ ستمبر سے خلافت کانفرنس کے جلسے شروع ہونے والے تھے۔ اور یہاں کی مسلمان پبلک بلا مبالغہ ۹۹ فیصدی اس کی پالیسی کو پسند کرتی ہے۔ لیکن ایک ٹولی یہاں پہنچ گئی۔ جس نے ایک ایک روز میں سات سات پوسٹر شائع کئے۔ اور ان بدنصیبوں کو یہ خیال نہ آیا۔ کہ ہم اولیاء اللہ کی سرزمین میں ایسی گالیاں بکتے ہیں۔ اگر قہر الٰہی ہم پر نہیں۔ تو کس پر نازل ہوگا"

جن پوسٹروں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں:۔

(۱) کارکنان خلافت کمیٹی کی بدعہدی (۲) شوکت علم ناکیز کمپنی کا پہلا ڈرامہ (۳) غنڈوں کی پول (۴) برادری بھالو کا ناچ وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بعد میں گالیوں کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

"انجناب علیہ السلام کا قہر نازل ہوتا ہے ان لوگوں پر جو کر رہے ہیں مسلمانوں کی تباہی کے سامان بیچ اجمیر کے اور ڈٹے ہوئے ہیں بفضول کانفرنسیں کرنے پر

ابھی صرف انجناب کی "رگ پولٹک" حرکت میں آئی ہے، اگر کہیں آگیا جوش انجناب کی رگ پولٹک، کو تو پھوٹ جائے گا۔ بھانڈا ان ٹوڈیوں کا۔ اور پھر بھاگیں گے گبشٹ بھائی توندل، (مولانا شوکت علی) طرف بمبئی کے، دیکھتے ہوئے طرف اپنی توند کے، اور رغراتے ہوئے طرف اپنے پیارے چیلے (محی الدین غازی عرف پیارے میاں) کے پس البتہ چونکہ ضروری سمجھی گئی گوشمالی ان بعض غداروں کی۔ چنانچہ لکھا گیا۔

ذیل کا تنبیہ نامہ کہ دفت بنر رمت سند ہو، اور کام آوے ڈاکٹر دمولجہ اکٹ ۔ پولٹک اسپشڈ کو اجمیر"

اس کے بعد تنبیہ نامہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

"پھر پیٹ پرستوں نے ایک ڈھونگ رچایا ہے
خاموش فضاؤں میں کچھ شور مچایا ہے
من موہنی صورت پر قربان چڑیلیں ہوں
اس شیر براری نے کیا نقو بڑا پایا ہے
اے شیر اکوڑے کے گل ہو کے بنا بلبل
الو تجھے غنڈوں نے کیا خوب بنایا ہے
غنڈوں نے الاپا ہے پھر راگ خلافت کا
ٹوٹا ہوا طنبورہ پھر لا کے بجایا ہے
گمہ توند کا پھڑکانا گہہ ہاتھوں کا مٹکانا
یہ ٹوڈیوں نے اچھا اک ریکھ نچایا ہے
اجمیر کی پبلک کا دھتکارا ہوا اکت
اجمیر کی گلیوں میں پھر بھونکنے آیا ہے
جتنے بھی یہ ٹوڈی ہیں سب نفس کے کتے ہیں۔
اسلام کی کشتی کو انہی نے ڈبایا ہے"

فرمائیے۔ یہ کس تہذیب کا نمونہ ہے؟ کون سے اسلام نے ایسے حیا سوز الفاظ مسلمانوں یا غیر مسلموں کے متعلق لکھنے کی اجازت دی ہے کیا اس قسم کے ناپاک اور فحش ترین الفاظ اپنے زبان و قلم سے نکال کر مسلمان دنیا میں عزت و شرافت کی نظروں سے دیکھے جا سکتے ہیں؟ اگر نہیں۔ تو کیوں اسلامی اخبارات ایسی ناپاک تحریرات کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے؟

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا جواب

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ہمارے ۱۵ اگست ۱۹۳۲ء کے نوٹ "میر سیالکوٹی بھی بول اٹھے" پر لکھا ہے۔ کہ ہم نے کسی مخالف کے مطبوعہ اشتہار سے میر صاحب کی بدگوئی نقل کی ہے۔ کیا کسی امر واقعہ کا اظہار بدگوئی ہوا کرتا ہے۔ اور کیا اہل سیالکوٹ ان حقائق سے ناواقف ہیں۔ اس کے خلاف کسی فرسودہ ٹریکٹ کا حضرت مسیح موعود کے خلاف نام لینا جس کا وجود ہی ناپید ہو چکا ہے۔ یا کسی فرضی لیڈر کی برائی ہماری بات کا جواب نہیں۔ باقی آیت اللہ کی تنسیخ کے بارہ میں ہم نے حضرت یونس کے واقعہ کی طرف اشارہ اسی نوٹ میں کر دیا تھا۔ کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو جو ایک پیغمبر کے ذریعہ بتائی گئی تھی منسوخ کر دیا۔ اور منافقین کے اعتراضات کی پرواہ نہ کی۔

پھر ہم نے مولوی ثناء اللہ کا اپنا مذہب ۱۰ نومبر ۱۹۲۶ء کے اخبار اہلحدیث سے پیغام صلح ۱۵ اگست میں نقل کر دیا تھا۔ کہ خدا اپنی تقدیر کو پھیرنے بدل دینے پر قادر ہے (ہو علیٰ کل شیئٍ قدیر) مطلب ہماری عبارت کا صاف تھا۔ کہ جس خدا نے ایک پیشگوئی کا اظہار حضرت مسیح موعود کے ذریعہ فرمایا تھا۔ چونکہ وہ ہو علیٰ کل شیئٍ قدیر ہے۔ اور وہ اپنی تقدیر کو پھیرنے بدل دینے پر قادر ہے اس نے اس پیشگوئی کو مثل حضرت یونس کی پیشگوئی کے منسوخ کر دیا مولوی ثناء اللہ اپنے ضمیر سے دریافت کریں۔ اگر وہ مر نہ گیا ہو۔ کہ جب خدا اپنی تقدیر کو پھیرنے اور بدل دینے پر قادر ہے۔ تو اگر وہ پیشگوئی کو پھیر دے یا بدل دے تو پھر قابل اعتراض کیا بات رہی۔ یا تو مانو کہ خدا اپنی تقدیر بدل نہیں سکتا۔ ورنہ تقدیر کے پھیرنے اور بدلنے کا عقیدہ رکھکر حضرت صاحب کی پیشگوئی پر اعتراض کرنا شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔ باقی رہا ایک اہلحدیث کا یہ کہنا۔ کہ کیا یہ قانون عام ہے۔ کہ ہر مدعی۔ ہر ملحد۔ ہر رسی۔ ہر جعفری پیشگوئی کرے جب جھوٹی نکلے۔ تو کہہ دے۔ کہ اللہ تعالیٰ نسخ کرنے میں تمہارے قانون کا پابند نہیں" اس کے اپنے عقیدہ کے خلاف ہے کہ جب خدا اپنی تقدیر کو پھیرنے بدل دینے پر قادر ہے"۔ تو وہ جب اور جہاں چاہے اپنی یہ قدرت استعمال کر سکتا ہے۔ وہ اس بات کا پابند نہیں۔ کہ پیشگوئی ایک پیغمبر (یونسؑ) کے ذریعہ کی گئی ہے۔ یا ایک مجدد (حضرت مسیح موعودؑ) کے ذریعہ سے۔

فرمائیے معزز سردار اہل حدیث اس میں کیا مشکل ہے اس کو کہتے ہیں۔ کہ کھانے کے دانت اور اور دکھانے کے اور۔ عقیدہ اپنا بھی وہی ہے لیکن اعتراض کرتے رہنا اپنا اصول بنا رکھا ہے ؎

برایں عقل و دانش بباید گریست

—— ہری پور کے علاقہ میں ایک دولتمند مسلمان مسمی ملک زمان شاہ کو اپنے مکان پر آدھی رات کے قریب گولی سے مار دیا گیا۔

بائبل کی کثرت اشاعت اور جمعیتہ العلماء

۵ اکتوبر ۳۲ء کے اخبار الجمعیتہ دہلی نے بائبل کی کثرت اشاعت پر ذیل کا نوٹ دیا ہے:۔

"بائبل کی کثرت اشاعت سے مرعوب نہ ہونا چاہیے بہت سے لوگ تو اس کو اس لئے خریدتے ہیں۔ کہ اس کے پڑھنے سے انگریزی زبان آجائے کیونکہ بائبل کی انگریزی بہترین تسلیم کی گئی ہے۔

بائبل کی زیادہ تر تعداد مد خیرات خرید کر مفت تقسیم کی جاتی ہے۔ اور لاکھوں بائبل تو گرجوں کی طرف سے بلا قیمت تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ نیز اس کی قیمت اس قدر کم ہے۔ کہ بلا تکلف ہر شخص اس کو خرید سکتا ہے۔ ان حالات کی موجودگی میں بائبل کی کثیر اشاعت کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے"

گو ہا محض اس لٹ کے دیدینے سے علما کے ایک نمائندہ اخبار نے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا ہے۔ اگر بائبل کی انگریزی بہترین ہے۔ تو قرآن کریم کی عربی بے مثل ہے۔ کیا جمعیتہ العلماء نے قرآن کو خواہ وہ عربی ہی میں ہے۔ مفت تقسیم کرنے کا کوئی انتظام ہے۔ اگر ایک بائبل سوسائٹی لاکھوں انجیلیں مفت تقسیم کرتی ہے۔ تو جمعیتہ العلماء سارے سال میں چند ہزار یا چند سو قرآن کریم مفت تقسیم کر کے دکھلائے یقیناً قرآن کے ایک پارہ کی قیمت بہ نسبت بائبل کے بہت کم ہے۔ اس لئے کیوں جمعیتہ العلماء قرآن کریم یا اس کے پارے مفت تقسیم نہیں کرتی

الحمد اللہ کی توفیق اور فضل سے ہماری ایک انجمن قرآن کریم سیرۃ نبوی و دیگر اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں ساری دنیا کے ممالک میں اس قدر مفت تقسیم کر رہی ہے۔ کہ ہندوستان اور بیرونی اسلامی ممالک کی انجمنیں مل کر بھی اس سے چوتھائی نہیں کرتیں۔ کیا جمعیتہ العلماء اس نیک کام میں شرکت اختیار کرنے کی جرأت کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو مسلمانوں کو کافر بنانے کی ٹکسال ہے تو وہاں تبلیغ قرآن کا نام کہاں؟

سناتن دہرم اور اچھوت

میثاق پونہ کی تصدیق کیلئے کاؤنسل جہانگیر ہال بمبئی میں اجلاس گذشتہ جمعہ کو منعقد ہوا تھا۔ اس میں مسلح سناتن ہندوؤں نے کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی چھڑیوں وغیرہ سے ہال کے ایک حصہ کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے ایک نمائندہ نے ہندوؤں کی مطلب پرستی کے متعلق کچھ الفاظ کہے ہی تھے کہ حاضرین نے آوازے کسنے شروع کر دیئے۔

وہابی علم کلام کا نمونہ

مولوی ثناءاللہ امرتسری نے ایک رسالہ حضرت مسیح موعود کے خلاف حال ہی میں شائع کیا ہے جس کا نام علم کلام مرزا رکھا ہے۔ اور اس کے شروع میں تن زا حاجی گویم تو مرا حاجی بگو کے مصداق چند وہابی مولویوں کی آراء شائع کی ہیں ان میں سے بعض علماء ایسے ہیں جو خود وہابی عقائد کے غالی مخالف ہیں لیکن بمصداق الکفر ملۃ واحدۃ سلسلہ احمدیہ کے مکفروں کا متحد ہو جانا خصوصاً چودھویں صدی کے علماء کا کوئی اچنبا نہیں۔ اس سے پہلے جب خود وہابی مولویوں نے مولوی ثناءاللہ پر فتویٰ لگایا تھا۔ اور بڑے زور سے اس کے خلاف لکھا تھا تو کس ایک نے اس کے بعد مولوی مذکور کو خوش کرنے کے لئے لکھ دیا کہ انہوں نے بغیر دیکھے رسالہ کے فتویٰ دے دیا تھا۔ دور کیوں جایئے۔ ذرا لاہور کشمیری بازار کی سب ان دوکانوں کی سیر کیجئے جہاں قرآن کے اغیر حافظوں اور مولویوں کی مہریں لگی ہوئی ہونگی قرآن پڑھئے تو ایک نہیں درجنوں غلطیاں نظر آئیں گی۔ یہ تو ہوا نمونہ اس صدی کے علماء کا کہ بغیر کتاب دیکھے فتوے دیتے ہیں اور اپنی آراء کا اظہار کر دیتے ہیں

تنبیہ

مولوی مذکور نے تنبیہ میں لکھا ہے کہ :۔

"اس طویل مضمون کا مفہوم واضح ہے کہ مرزا صاحب نے یسوع کو بحیثیت صفات مزعومہ نصاریٰ کے بہت کچھ برا بھلا کہا ہے کیوں کہا۔ اس لئے کہ عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا تھا۔

ناظرین خصوصاً علماء کلام غور فرمائیں کہ یہ طریق کلام کہاں تک صحیح ہے کہ برا کہیں عیسائی اور مرزا صاحب اس کے جواب میں برا کہیں یسوع مسیح کو۔"

کیا اسی علم و عقل کے مولوی علمبردار اسلام بننے کے مستحق ہیں جو تحریف میں یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیتے ہیں پہلی عبارت سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے حضرت نبی کریمؐ کو برا کہا تھا اس پر حضرت مسیح موعود نے ان کے مزعومہ یسوع کے صحیح حالات کا پردہ منکشف کر دیا لیکن اس چودھویں صدی کے مولوی کی چالاکی دیکھئے کہ کس ڈھٹائی سے لکھتا ہے :۔

"برا کہیں عیسائی اور مرزا صاحب اس کے جواب میں برا کہیں یسوع مسیح کو"

لیکن خدا نے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیا اور اس کی غیرت اسلامی چھین لی۔ بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ "برا کہیں عیسائی" کس کو؟ ..... کیا خود مرزا صاحب کو یا حضرت نبی کریمؐ کو اس کی اپنی پہلی عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت نبی کریمؐ کو برا کہتے ہیں۔ تو پھر کیا کسی مسلمان کا حق نہیں کہ وہ عیسائیوں کے مزعومہ یسوع کے حالات ان کی بائبل کے رو سے الم نشرح کرے۔ مولوی مذکور فقرہ کو پورا کر دیتے تو لوگوں پر اس کی تحریف ظاہر ہو جاتی یعنی "برا کہیں عیسائی نبی کریمؐ کو اور مرزا صاحب اس کے جواب میں برا کہیں یسوع مسیح کو"

لیکن جب اس وہابی کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اتنا عالی قدر نہ تھا جتنا خاندان آشیاں امیر عبدالرحمن خان بادشاہ کابل کا تھا (اہلحدیث ۸ جولائی ۱۹۳۲ء) تو اسے آنحضرتؐ کے لئے غیرت حقیقی کیوں ہو۔ اس کی بلا سے عیسائی جتنا چاہیں حضرت نبی کریمؐ کو برا کہیں جیسا کہ ہمارا کام ہے کہ ہم چپ ناجائز ہے اس لئے مسلمان اپنا منہ بند رکھیں اور بے غیرت ہو کر سنتے رہیں۔ کہ عیسائی کیا کچھ گستاخی حضرت نبی کریمؐ کی نسبت کرتے ہیں۔

مولوی ثناءاللہ کا اپنا مذہب بائبل مروجہ کے بارہ میں

مولوی صاحب جب خود عیسائیوں کا رد لکھنے بیٹھتے ہیں تو کس خوبی سے موجودہ بائبل کا انکار کر دیتے ہیں کہ :۔

"بہر حال یہ امر بالکل واضح ہے کہ جس کو کلام اللہ اور وحی الٰہی نام رکھتے ہیں مسلم اس کو کلام اللہ نہیں کہتا بلکہ وہ کلام مصنف مانتا ہے" (اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۳۰ء)

"ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم تورات انجیل، زبور وغیرہ کو کتب الٰہیہ مانتے ہیں لیکن کتب مروجہ کو ان کتب سے شرکت اسمی جانتے ہیں" فقط (اہلحدیث ۲۰ جون ۱۹۳۰ء)

اب جبکہ مولوی مذکور خود عیسائیوں کے مقابل موجودہ بائبل کی اصل کتب سے محض شرکت اسمی قبول کرتا ہے۔ تو اس میں بیان کردہ اشخاص کے حالات کے بارہ میں اس شرکت اسمی کو کیوں قبول نہیں کرتا موجودہ تورات و اناجیل کو الہامی نہ ماننے کی وجہ مولوی مذکور یہ دیتا ہے کہ :۔

"موجودہ تورات انجیل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت کے تولد اور وفات کا ذکر ملتا ہے" (اہلحدیث ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء) لیکن اس سے بڑھ کر جو وجہ ان کتب کو الہامی درجہ سے گراتی ہے وہ ان کا پیغمبروں کے چال چلن کو نہایت برے رنگ میں پیش کرنا ہے۔ اگرچہ مولوی مذکور خود تفاسیر اور روایات کی بنا پر سابقہ انبیاء کی نسبت ایسے قبیح خیالات رکھتا ہے جن کا نمونہ علیحدہ شائع کیا جائیگا اس لئے اس نے یہ وجہ ان کے غیر الہامی ہونے کی دی۔ صرف تولد اور وفات کو لیا ہے۔ اگر مولوی مذکور اپنی عبارت کے ساتھ اتنی زیادتی کر دیتا کہ ان میں پیغمبروں کے چال چلن کو نہایت برے پیرایہ میں درج کیا گیا ہے۔ تو بات صاف ہو جاتی اور مولوی مذکور کا تار عنکبوت والا گھر ٹوٹ جاتا۔

کیا مولوی ثناءاللہ میں جرأت ہے

کہ یسوع مسیح کے بارہ میں جو واقعات ان شرکت اسمی رکھنے والی انجیلوں میں درج ہیں۔ ان کی سچائی سے انکار کرے۔

مولوی مذکور لکھتا ہے کہ :۔

"ناظرین کے سامنے وہ الفاظ رکھ دیتے ہیں جو مرزا صاحب نے یسوع مسیح کے حق میں لکھے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں ؎

بہت خوب۔ رکھئے لیکن ان شرکت اسمی رکھنے والی تورات و اناجیل سے باہر اگر کوئی بری بات حضرت مسیح موعود نے یسوع مسیح کے بارہ میں لکھی ہے۔ تو وہ بتائیے۔ اب ذرا مولوی مذکور کے جھوٹے الزامات کی تفصیل بھی دیکھئے :۔

(۱) آپ (یسوع) کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

مولوی مذکور نے ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء میں یہی اور لکھا ہے۔ ناموں میں اختلاف ظاہر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے یہ نسب نامے غور سے مطالعہ کئے ہیں اب ان نسب ناموں میں یسوع کی مندرجہ ذیل دادیوں اور نانیوں کے نام درج ہیں جن سے مولوی مذکور واقف ہے یعنی تمر۔ راحاب۔ روت بنت سبع ان کے بارہ میں پادری عماد الدین اپنی کتاب تواریخ المسیح حصہ اول میں لکھتا ہے کہ "یہ عورتیں ہمارے خداوند مسیح جل شانہ کی دادیاں ہوئیں" متی اور لوقا کے دو نسب ناموں میں سے ایک کو عیسائی لوگ یسوع کی والدہ کا بتاتے ہیں اور دوسرے کو اس کے والد یوسف نجار کا تاکہ اسے ابن داؤد ثابت کریں۔ گویا اس طرح ہر دو نسب ناموں میں یہ عورتیں شامل ہیں۔ اب ان عورتوں کے بارہ میں شرکت اسمی رکھنے والی تورات میں مندرجہ ذیل بیان موجود ہیں۔

(۱) اور یوں ہوا کہ قریب تین مہینے کے بعد یہوداہ سے کہا گیا کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا اور دیکھ اسے چھنالے کا حمل بھی ہے" (پیدائش ۳۸/۲۴)

(۲) تب نون کے بیٹے یشوع نے شطیم سے دو مرد بھیجے کہ چھپ کے جا کے جاسوسی کریں اور انہیں کہا کہ جاؤ اس سرزمین کو اور اریحا کو دیکھو چنانچہ وہ گئے اور ایک فاحشہ کے گھر میں جس کا نام راحاب تھا آئے اور وہیں ٹکے (یشوع ۲/۱)

(۳) روت کی ہمبستری کا حال بوعز سے جو اس کا خاوند تھا کتاب روت ... میں مفصل ہے

(۴) اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے بچھونے پر سے اٹھا اور بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے انہوں نے کہا وہ الیعام کی بیٹی بت سبع نہیں اور یاہ حتی کی جورو نہیں؟ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کو بلا لیا چنانچہ وہ اس کے پاس آئی اور وہ اس سے ہمبستر ہوا کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی اور اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں

(۲۔ سموئیل ۱۱۔۲ سے ۵)

مولوی مذکور کا دوسرا الزام دیکھئے۔

آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر کو اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چال چلن کا آدمی ہو سکتا ہے"۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

اب ذرا مولوی مذکور کی شرکت اسمی رکھنے والی انجیل کو اٹھا کر دیکھئے وہ کیا کہتی ہے

"لوقا ۷: ۳۷ - اور دیکھو اس شہر میں ایک عورت جو گنہگار تھی جب جانا کہ وہ فریسی کے گھر کھانے بیٹھا ہے سنگ مر مر کے عطر دان میں عطر لائی"

۳۸ - اور وہ پیچھے پاؤں کے پاس کھڑی تھی اور رو رو کے آنسوؤں سے اس کے پاؤں دھونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھ کے اس کے پاؤں کو شوق سے چوما اور عطر ملا۔

اسی طرح متی ۲۶ باب مرقس ۱۴ یوحنا ۱۲ باب میں یسوع کے سر پر عطر ملنے اور بالوں سے پاؤں پونچھنے کا قصہ درج ہے۔ مولوی مذکور نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس واقعہ میں

میں یسوع کے نام سے یاد کیا ہے" پھر لکھتا ہے کہ دوسرے میں اسلامی نام "مسیح" کے ساتھ کو ساتھ یہ ہے:-

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیؤ شرابی نہ زاہد نہ
عابد نہ حق کا پرستار متکبر۔ خود بیں۔ خدائی کا دعویٰ
کرنیوالا۔" (مکتوبات احمدیہ جلد سوم ۲۳-۲۴)

اس ناقل از اس مولوی کے نزدیک گویا مسیح اسلامی نام ہے حالانکہ **اسی شرکت اسمی** رکھنے والی انجیل میں یسوع کو مسیح کہا گیا ہے دیکھئے یسوع کا نسب نامہ مندرجہ متی جس کا ذکر اس مولوی نے اپنے اخبار ۳۰ رمئی ۱۹۳۰ء میں کیا ہے اس میں لکھا ہے:-

اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تھا مریم کا
جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا (متی ۱/۱۶)

اگر شرکت اسمی کی وجہ سے "مسیح" اسلامی نام ہے تو اسی **شرکت اسمی** کی وجہ سے موجودہ انجیل کیوں اسلامی انجیل نہیں اور آپ کا یہ لکھنا محض لیوٹی اعتراضات سے بچنے کا بہانہ نہیں کہ:-

ہم تورات انجیل زبور وغیرہ کو کتب الٰہیہ مانتے ہیں۔
کتب مروجہ کو ان کتب سے شرکت اسمی جانتے ہیں"

(اہلحدیث ۲۰ رجون ۱۹۳۰ء)

کیا یہی دیانت اسلام ہے کہ غیر مسلموں کے اعتراضات سے بچنے کے لئے خود تو شرکت اسمی کا بہانہ کر کے اپنا پہلو بچا جانا اور حضرت مسیح موعود کے مقابل "مسیح" نام کو اسلامی نام قرار دے کر آپ پر اعتراض کرنا۔ حالانکہ یہی نام انجیل مروجہ میں یسوع کا ہے ہم نہیں کہتے لیکن حضرت مسیح موعود کو بھی اگر ایسے ہی علماء اسلام سے واسطہ پڑا تھا۔ جو اس طرح حق پوشی کرنے ستھے تو جو الفاظ غیظ وغضب آپ نے ایسے لوگوں کے خلاف انجام آتھم میں استعمال کئے ہیں وہ صرف کھری سچی۔ حقیقت۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۲)

کہ ہر پانچ آیات پیش کردہ حضرت مسیح موعود نے اسی زمانہ میں اپنے اوپر چسپاں فرمائیں جبکہ ہمارے قادیانی دوستوں کے خیال کے مطابق ابھی نبوت کا انکشاف نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اپنے آپ کو محدث اور مجدد سمجھتے تھے۔ اس لئے جب تک حضرت اقدس کی کوئی صریح تحریر اس قسم کی نہ دکھائی جائے کہ ہمارا پہلا استدلال جو ان آیات کے ذریعہ ہمارے دعوے محدثیت کے متعلق تھا۔ وہ غلط تھا۔ اب ہم ان آیات کو دعوے نبوت کی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ بغیر کسی تحریر کے ان کو دلیل نبوت بنانا خلاف منشا حضرت مسیح موعود ہے۔

دوم محض الفاظ نبی یا رسول دکھلا دینے سے جبکہ یہ الفاظ حضرت نے عمر بھر محدث اور مجدد پر بھی استعمال فرمائے ہماری بحث حل نہیں ہو سکتی۔ میرے دوست جس بزرگ کے دعوے کی بنیاد حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا پر ہو۔ اور جو اپنی تصنیفات میں اپنی اصطلاح مقرر کر چکا ہو کہ محدث پر نبی کا اطلاق جائز ہے۔ اس کی کسی عبارت سے لفظ رسول یا نبی کا دکھا کر اس کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنا اہل تحقیق کا شیوہ نہیں ہے۔

محدث پر لفظ نبی کا استعمال

اب میں چند وہ اصطلاحی حوالے لکھتا ہوں جن میں آپ محدث پر نبی کا استعمال فرمانا جائز بتلاتے ہیں۔

(۱) النبی محدث والمحدث نبی (توضیح مرام صفحہ ۱۹) (۲) ایک نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث کہتے ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷) (۳) محدث من وجہ نبی ہوتا ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶) (۴) محدث کا مثیل نبی پر جائز ہے یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی (کمالات اسلام صفحہ ۲۲۳) (۵) مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں جیسا خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا۔ ایسا ہی محدثین کا نام مرسل رکھا (شہادت القرآن صفحہ ۲۷) (۶) محدث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مرسلوں میں داخل ہے۔ بخاری میں وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث کی قرأت کو غور سے پڑھو (ایام الصلح صفحہ ۷۵) (۷) جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں رہی۔ پھر یہ کیسی نکتہ چینی ہے۔ کہ مرسل ہونے کا دعوے کیا ہے اسے نادانو ایسا ہی کہا جو بھیجا گیا ہے۔ اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہو گے۔ یا کچھ اور۔ بار بار کہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ نبی اور مرسل کے میرے الہام میں میری نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ ایسے ہی وہ بھی کہ پکارنا جو صحیفوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے۔ جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے (سراج منیر صفحہ ۳)

اھدنا الصراط المستقیم کی دعا

ان معروضات پر دوبارہ توجہ دلاتے ہوئے کہ آیات پیش کردہ کو آپ نے بزمانہ محدثیت اپنے اوپر چسپاں فرمایا۔ اور آپ کی اس اصطلاح کو یاد رکھتے ہوئے کہ آپ محدث پر نبی اور رسول کے الفاظ کا استعمال جائز فرماتے ہیں۔ اب آیات پیش کردہ پر غور کی جاتی ہے منجملہ ان آیات کے ایک اھدنا الصراط المستقیم ہے۔ جو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱ پر درج فرما کر حضرت نے ارشاد فرمایا ہے "پس اگر یہ امت پہلے نبیوں کی وارث نہیں۔ اور اس انعام میں سے اس کو کچھ حصہ نہیں۔ تو یہ دعا کیوں سکھلائی گئی۔"

اس عبارت میں دعوے نبوت کا تو کوئی ذکر نہیں۔ البتہ پہلے نبیوں کی وراثت اور ان کے انعام سے حصہ پانے کا ذکر ہے۔ معلوم نہیں، نامہ نگار صاحب نے ان الفاظ سے دعوے نبوت کہاں سے نکال لیا ہے۔ وراثت نبوت اور انعام نبوت حاصل کرنے سے کوئی شخص نبی کس طرح بن سکتا ہے۔ یہ تو اولیائے امت محمدیہ کا حق ہے۔ چند حوالجات حضرت مسیح موعود کی کتب سے اس کے متعلق لکھے جاتے ہیں:-

(۱) جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے۔ بلکہ واقعی طور پر نائب رسول صلعم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں تمام نعمتوں کا **وارث** بناتا ہے۔ جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں (فتح اسلام حاشیہ صفحہ ۷)

(۲) اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ لذیذ اور بلیغ کلام کرتا ہے اور بعض اسرار پر انہیں اطلاع دیتا ہے۔ اور بعض خبروں سے انہیں واقف کرتا ہے۔ اور ان کو نبیوں کا علم اور نبیوں کا ازار اور نبیوں کی بصیرت اور معجزات عطا کرتا ہے۔ مگر بطور وراثت کے (تحفہ بغداد صفحہ ۳)

(۳) علماء انبیاء اور رسل کا وارث اور نائب ہو جاتا ہے (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳)

(۴) سب تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے علمائے روحانی یعنی محدثین کو نبیوں کے وارث بنایا۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۱۳۹)

(۵) اور کہ اولیاء میں سے اس کے بندے ہیں جن کے آسمان پر نبیوں کے نام رکھے جاتے ہیں کیونکہ وہ جوہر اور طبیعت میں ان سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اور اس لئے ان کے نور سے نور لیتے ہیں۔ اور ان کے خلق پر مخلوق ہوتے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے **وارث** بناتا ہے۔ اور ان کو ان کے مورثوں کے نام پر پکارا جاتا ہے۔

(۶) اور آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ نبیوں کی وراثت جو مرسلین اور صدیقین میں سے گذرے ہیں۔ حق واجب ہے۔ جو کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ اور مقرر کیا گیا ہے۔ ان سے ملنے والوں کے لئے جو مومن صالح ہوں۔ قیامت کے دن تک وہ نبیوں کے وارث ہوتے ہیں اور پاتے ہیں۔ جو پائے انہوں نے اللہ کے انعام (کرامات الصادقین صفحہ ۸۹)

(۷) ہر ایک زمانہ کی مشکل کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں۔ جو وارث رسل ہوتے ہیں۔ (شہادت القرآن صفحہ ۵۸)

(۸) صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت کے نوروں کو حاصل کرنیوالے اور علم نبوت کے پہلے **وارث** تھے (برکات الدعا صفحہ ۱۵)

(۹) قرآنی دعا آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے قبول ہو کر اخیار و ابرار **مسلمان بالخصوص** ان کے کامل فرد انبیائے بنی اسرائیل کے **وارث ٹھہریں** گے۔ (کشتی نوح صفحہ ۴۹)

(۱۰) اور نبی علیہ السلام کے **وارثوں** کو بطور ظلیت کے آپ کی نعمتیں مرحمت ہوتی ہیں۔ (الہدیٰ صفحہ ۳۱)

اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود وقتاً فوقتاً اپنی بعض کتابوں میں جو اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے۔ وہ بھی چند حوالجات عرض کئے جاتے ہیں:-

(۱) وہ گذشتہ نبیوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے مثیلوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس دعا کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے۔ کہ اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا ہمیں مثیل بنا (ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۴)

(۲) اولیاء الرحمٰن کی بزرگی اور شان میں شک ہے۔ تو پڑھ لو آیت صراط الذین انعمت علیھم (الہدیٰ صفحہ ۲۹)

(۳) انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت کسی اپنے بندے کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے۔۔۔۔۔۔ اسی ظلی وجود کے قائم رکھنے کیلئے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھلائی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ پس اس آیت سے کھلے طور پر یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا **وارث** ٹھہراتا ہے۔ (شہادۃ القرآن صفحہ ۵۲)

(۴) اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس کے کیا معنے ہیں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم (اس پر نوٹ ہے) آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے۔ کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں (امت کا لفظ خصوصیت سے یاد رکھنے کے قابل ہے) اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس موہبت کیلئے محض بروز ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ (غلطی کا ازالہ)

ان تشریحات اور حوالجات کی موجودگی میں کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت کو دلیل نبوت حضرت مسیح موعود سمجھا جائے۔ ہاں اگر ان تفاسیر اور حوالوں کو آپ نے دعوے نبوت فرما کر منسوخ فرما دیا ہو۔ تو ہمیں ایسے

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۲

اسلام کی عالمگیر اشاعت

بذریعہ

جماعت احمدیہ لاہور

(نوٹ) بعض مجبوریوں کی وجہ سے ذیل کے بعض خطوط کے پورے نام دیتے حذف کئے گئے ہیں۔

ہسپانیہ

غرناطہ سے پروفیسر ای۔ جی۔ جی لکھتے ہیں۔ کہ:۔

تعطیلات گرما سے واپسی پر میں نے اپنے گھر سیڈرڈ میں اپنی میز پر آپ کی بیش قیمت کتابوں کا پارسل پایا جس کے لئے میں آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ قرآن کریم کا ترجمہ اور اس کی خوبصورتی اور چھپائی ایک نایاب قابل قدر اور مفید چیز ہے۔ میری یہاں سے غیر حاضری کے باعث آپ کو نہ رسید بھیجی جا سکی اور نہ خط۔ میری خدمات ہر وقت آپ کے لئے حاضر ہیں۔ مجھے آپ کی جماعت کے تبلیغ اسلام کے کام سے دلی ہمدردی ہے۔ اور اس بارہ میں آپ کا لٹریچر بے حد مفید ہے۔ تبلیغ اسلام کی غرض سے جن کتب کے ہسپانوی زبان میں تراجم کرنے کیلئے آپ نے فرمائش کی ہے۔ میں اس میں ہر طرح مدد دینے کے لئے تیار ہوں چونکہ ابھی ابھی ہماری یونیورسٹی رخصتوں کے اختتام پر کھلی ہے۔ اس لئے میں آج کل کم فرصت ہوں۔ ذرا سی فراغت حاصل کرنے پر کام شروع کر دونگا۔ یکم اکتوبر سے غرناطہ میں عربی زبان کے مطالعہ کے لئے ایک سکول کا افتتاحی جلسہ ہونیوالا ہے۔ جس کی روئداد میں آپ کو بھیجونگا۔

غرناطہ اور میڈرڈ ہر دو جگہ کے پتے ارسال ہیں۔ تاکہ اس کو خط و کتابت میں آسانی ہو۔

ہسپانیہ

ڈاکٹر ایم۔ اے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

میں آپ کا ترجمہ قرآن شریف اور سیرۃ نبوی کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز مسلم ریوائول کے پہلے نمبر اور دیگر کتب کے لئے جن کا میں نہایت دلچسپی اور مسرت سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ آپ کی کتاب سیرت نبوی پر نہایت مکمل اور سائنٹیفک طریق پر لکھی ہوئی ہے۔ جس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب (ٹیچنگ آف اسلام) ایک نئے نظریہ اور طرز جدید پر لکھی ہوئی ہے۔ آپ کا رسالہ مشرقی اسلام کی تحریکات جدیدہ پر روشنی ڈالتا ہے۔ ان سب کیلئے میرا شکریہ قبول کریں

برسلز (بلجیم)

مسٹر آر۔ ایچ۔ ایس لکھتے ہیں۔ کہ:۔ میں نے آپ کے اخبار کے لئے اسلام پر ایک مضمون بھیجا ہے۔ اگر چھپ گیا ہو۔ تو مجھے بھیجدیں۔ اور مضامین بھی تیار پڑے ہیں۔ آپ کا خط آنے پر بھیجدیئے جائیں گے۔ میں آپ کے عظیم الشان کام تبلیغ اسلام کی کامیابی کے لئے دلی دعا کرتا ہوں۔

کرکوک (عراق)

برادر عبد الصمد صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آپ کا خط ملا۔ لٹریچر کی انتظار ہے۔ یہودی نومسلم کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ اسے آپ کا خط مل چکا ہے جس کے جواب میں اس نے کچھ اور لکھا ہے۔ اس کا جواب آنے پر وہ بتا سکیگا۔ کہ وہ کب آپ کے پاس تعلیم دینی کے حصول کے لئے آسکیگا۔ میرے ایک عراقی دوست نہایت قابل اور آپ کی تحریرات کے مداح ہیں۔ حضرت مسیح موعود کو اس صدی کا مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ عربی خط ارسال ہے۔ وہ تبلیغ سنائی کے لئے عربی، ترکی، فارسی ٹریکٹ طلب کرتے ہیں۔ یہ جلہ بغداد سے دو سو میل دور ہے۔ عام زبان ترکی ہے۔ فارسی بھی سمجھی جاتی ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کے لوگ تشنہ ہیں۔

آسٹریلیا

مسز صوبار پوروم خاتون لکھتی ہیں۔ میں آپ کے خطوط کا جواب نہ دینے کیلئے معافی کی طلبگار ہوں میں اور میرا خاوند آپکی انجمن کے لئے چندہ جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاکہ ہم بھی اس کار خیر میں شامل ہو سکیں۔ اقتصادی مشکلات نے ہمیں اور ہزارہا لوگوں کو بے روزگار بنا رکھا ہے۔ گذشتہ اٹھارہ ماہ سے ہمیں کوئی کام نہیں مل سکا۔ تاہم ہمارا بھروسہ خدا پر ہے۔ اور آپ کا خیال ہر وقت ہمارے دل میں رہتا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی مشکلات معلوم کرکے ہمیں قدرتاً ان سے ہمدردی ہے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ کہ اور خیالات کو چھوڑ کر بار از دو مسلمانوں کے باہمی اتحاد پر صرف کریں۔ یہی انکی کامیابی کی چابی ہے۔

اگر ہمارے پاس کافی مال و دولت ہوتی۔ تو ہم یقیناً ایک حصہ آپ کے تبلیغی کاموں کے لئے وقف کر دیتے۔ کیونکہ یہ ایسا مفید کام ہے جس کا اندازہ باہر والے ہی لگا سکتے ہیں۔ جو کتب ہمیں آپ نے مفت بھیجی تھیں۔ وہ یہاں مختلف لوگوں میں جو اسلام سے دلچسپی لیتے تھے تقسیم کر دی ہیں۔ میرے خاوند کا خط علیحدہ ارسال ہے

مسٹر صوبا لکھتے ہیں۔ کہ آپ کا خط مثل عید مبارک کے چاند کے نظر آیا۔ آپ کی مرسلہ کتب لوگوں میں بے حد مقبول ہوئیں۔ میں انہیں مختلف لوگوں کو مطالعہ کے لئے دیا کرتا ہوں۔ یہاں ڈیڑھ سال سے بیروزگاری بڑھ گئی ہے۔ بے روزگاروں کا نام سرکاری دفاتر میں درج رہتا ہے۔ نمبر وار فی ماہ ایک ہفتہ کام ملتا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی مشکلات درپیش ہیں۔ خدا تعالیٰ رازق ہے۔ اسی پر ہماری سب امیدیں ہیں۔

میں سلسلہ احمدیہ کا ایک ادنےٰ غلام ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ میری زندگی اور موت اسی سلسلہ میں ہو۔ اور خدا تعالیٰ اس سلسلہ کے ذریعہ اسلام کو ساری دنیا پر فتح نمایاں

عطا کرے ۔ آمین۔

انگلینڈ

ڈاکٹر خالد شیلڈ رک لکھتے ہیں ۔ ذکی بے صاحب آئنا میر ہماری شاخ کے قیام میں مشغول ہیں ۔ وہاں سے بوڑاپسٹ جا پہنچے ہیں گل بابا کی مزار کا فوٹو آیا تھا ۔ لیکن میں نے اسے نامکمل حالات کے ساتھ آپ کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا ۔ میں نے ذکی بے سے کہا ہے ۔ کہ وہ سارے حالات مکمل طور پر لکھ کر بھیجدے ۔ میں اسے منہ نوٹو آپ کو بھیج سکوں ۔ مسلم ایکیکیزم کے نئے ایڈیشن کے لئے مبارک ہو ۔ آپ نے جتنی تعداد بھیجی تھی ۔ وہ فوراً ہی دوستوں نے دست بدست لے لی ۔ یہ نہایت دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کی جارہی ہے ۔ یہی کتاب ہے جس کا ہم شوق سے انتظار کر رہے تھے ۔ میری بیوی آپ کو کہنا چاہتی ہے ۔ کہ آپ نے الفاظ کو ایسی خوبصورتی سے منتخب کیا ہے ۔ کہ اسے ایک بچہ بھی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے ۔ یہ ہمارے مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے عجیب ٹیکسٹ بک ہے ۔ نیز نوجوانوں کے لئے بھی ۔ جو کتابیں آپ نے بھیجی ہیں ۔ میں انہیں نہایت احتیاط سے استعمال کر رہا ہوں ۔

ہمارے احباب برٹش گائنا ۔ مغربی اور مشرقی افریقہ نیز ہماری بیان کی شاخوں کو اسلامی مسائل کی تعلیم کی ضرورت ہے ۔ اور میں ان کو یہ کتاب عام تعلیم اسلام کے حصول کے لئے بھیج رہا ہوں ۔ آپ کی انجمن اور بمبئی کی شاخ نے اس پر مفت تقسیم کے لئے لکھا ہے میرا خیال ہے ۔ کہ آئندہ کے لئے یہ الفاظ حذف کر دیئے جائیں ۔ ہمیں تبلیغی جہاد کیلئے فنڈ کی ضرورت ہے ۔ میں بڑی خوشی سے اسے یہاں فروخت کر کے قیمت آپ کو بھیجدیا کرونگا ۔ اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو اس نیک کام کے لئے برکت دیگا ۔ رسالہ نماز کی میں پہلے کئی بار تعریف کر چکا ہوں ۔ یہ مکمل ہے ۔ اور کوئی شخص اسے پڑھ کر بھٹک نہیں سکتا ۔ یا اس کے بغور مطالعہ سے نماز کو عربی میں ادا کرنے میں مشکل محسوس کرسکتا ہے ۔ پیغمبر اسلام ایک نہایت بیش قیمت جوہر ہے ۔ اس کے ذریعہ سے اہل مغرب کے دل میں حضرت نبی کریم کی صحیح تصویر جم جاتی ہے ۔ جو دنیا کے لئے نور لیکر آئے تھے میرے خیال میں اس سے پہلے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ۔ جو حضرت نبی کریم کی شخصیت کو لوگوں کی نظر میں ناقابل وقعت بنائے اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ پڑھنے والا اس مبارک عہد میں موجود ہے ۔ اور آپ کی پاک زندگی کے مختلف درجات میں سے گذر رہا ہے جب میں یہ کتاب اپنے ایک متعصب دوست کو مطالعہ کے لئے دیتا ہوں ۔ تو مجھے پورا یقین ہوتا ہے ۔ کہ حضرت نبی کریم کے بارہ میں اس کا نظریہ فوراً بدل جائیگا ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بانی اسلام سے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے ۔ جس کسی کو میں بھیجتا ہوں ۔ یا دکھاتا ہوں ۔

اس کے علاوہ میں خلوص سے عرض کرونگا ۔ کہ اخبار لائٹ کے صفحات کبھی سوالات وجوابات کے کالم سے خالی نہ ہونے چاہئیں آپ کو اس بات کا کہ اس ذریعہ سے آپ کتنا مفید کام کر رہے ہیں کوئی علم نہیں ہو سکتا ۔ ناواقف مسلمان ان کے ذریعہ سے مسائل اسلامیہ کی صحیح واقفیت حاصل کرتے ہیں ۔ آپ کو اور مجھے معلوم ہے ۔ کہ اشکال کا تتبع کرنے والے (ملّا) ان دنوں کیا کچھ پر شور مچا دیا کرتے ہیں ۔ ایسے لوگ اسلام کو محض چند رسومات اور رہبانیات کا مجموعہ پیش کرتے ہیں ۔ اور نامعقول خیالات اور تنگ طرز کا مذہب اس طرح سے اکثر نقصان پہنچاتا ہے ۔ کہ ایک طالب حق بعض وقت مشتبہ ہو کر رہ جاتا ہے ۔ اور وہ بارہ اسلام کے بارہ میں کچھ معلومات حاصل کرنے سے گریز کرتا ہے ۔ ہمیں اس بات کے لئے سخت جدوجہد کی ضرورت ہے ۔ تاکہ ہمارے بھائی نیز ہمارے دشمن اور

عجس کنندگان پر ثابت ہو جائے ۔ کہ اسلام جہاں معقولی مذہب ہے ۔ وہاں اس کے ساتھ روحانیت کا علمبردار ہے ۔ میں آپ کے سوالات وجوابات پڑھ کر نہایت خوش ہوتا ہوں ۔ اور آپ کے جوابات کی طرز سے مسرت محسوس کرتا ہوں ۔ یہ کیسی بابرکت بات ہے کہ مولانا محمد یعقوب خاں کیسے صاف گوئی سے جوابات دیتے ہیں بجائے الفاظ کو موڑنے توڑنے کے ۔

میں آپ کے بیش قیمت تحفہ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کوئی الفاظ نہیں پاتا ۔ مہربانی کر کے اپنے تمام احباب کی خدمت میں میرا شکریہ ادا کر دیں ۔ قرآن کریم کی یہ کاپی میں ہمیشہ اپنے پاس رکھونگا اور اپنے تمام سفروں میں اسے ساتھ رکھوں گا ۔ میری بیوی اور بڑا بچہ دیباچہ اور پہلی سورتیں اسی سے مطالعہ کر چکی ہیں ۔ میں امید رکھتا ہوں ۔ کہ میں امسال ہندوستان آؤنگا ۔ اور خود اصالتاً آپ لوگوں سے ملوں گا ۔

لارڈ ہیڈلے کے ہمراہ ایسٹ اینڈ لنڈن گئے اور بنگالی پنجابی ، پٹھان اور ملائی مسلمانوں سے ملے ۔ ان کے گھروں میں گئے ۔ ان کی بیوی بچوں سے ہمدردی کا اظہار کیا ۔ خط بہت لمبا ہے اس لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

برٹش گائنا (جنوبی امریکہ)

برادر ایم اکبر صاحب لکھتے ہیں ۔ کہ آپ کا لٹریچر پہنچا ۔ جو نہایت دلچسپ اور مفید ہے ۔ یہاں بیس ہزار کے قریب مسلمان ہیں ۔ اور کل آبادی تین لاکھ ساٹھ ہزار نفوس کی ہے ۔ زیادہ تر رومن کیتھولک لوگ ہیں جن کا ایک رسالہ جاری ہے ۔ اس میں وہ اسلام پر سخت اعتراضات کرتے رہتے ہیں ۔ میں نے ان کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے ۔ جسے میں آپ کے لئے بھیج رہا ہوں ۔ اگر یہ مفید ہو ۔ تو میں مزید کاپیاں بھیجدوں گا ۔

سوئٹزرلینڈ

برادر صلاح الدین کمال صاحب لکھتے ہیں ۔ کہ لاطینی حروف میں قرآن کریم مکمل شائع ہو گیا ہے ۔ جس کا نمونہ ارسال ہے ۔ اگر آپ کے ذریعہ یہ مل سکے ۔ تو اطلاع دیں ۔ ہم سب دوست بخیر و خوشی ہیں ۔

بلجیم کانگو (وسطی افریقہ)

مسٹر انڈری لکھتے ہیں ۔ کہ میں پہلے خط میں مسلمانان نوجوانی لیگوس اور سینیگال کا پیغام دینا آپ کو بھول گیا ۔ وہ آپ کے اسلامی لٹریچر کے بہت دلدادہ ہیں ۔ اس کے علاوہ بھی دیگر بہت سی اشیا آپ کے ذریعہ سے منگوانا چاہتے ہیں ۔ آپ کا لٹریچر افریقہ کے دور دراز اور نامعلوم علاقوں تک تبلیغ کا کام کر رہا ہے ۔ جس کیلئے آپکی جماعت قابل مبارکباد ہے ۔ ہم سب سے السلام علیکم

ایران

اسماعیل طباطبائی دیبا صاحب لکھتے ہیں کہ ۔ جیسا آپ کو معلوم ہے ۔ ایک سال سے برادر منوچہر خاں ایران سے بغرض تعلیم انگلستان چلا گیا ہے ۔ اس سال ہماری جماعت طہران کے تمام ممبر کم و بیش بہت مصروف رہے ۔ اس لئے باقاعدہ اجلاس نہ ہو سکے ۔ ہمارے دو بھائی مسٹر احمدی اور مسٹر قبسی لازمی فوجی خدمات انجام دے رہے تھے ۔ میں اور مسٹر گوہر بان ہمدرد ڈگری کے امتحان کی تیاری میں مصروف تھے ۔ لیکن تبلیغ اسلام کے کام سے ہم کبھی غافل نہیں رہے اور جب موقعہ ایک دوسرے سے مل کر یا انفرادی طور پر بھی اس کام میں لگے رہتے ہیں ڈگری کا امتحان پاس کر لینے کے بعد مسٹر گوہر بان اب ڈاکٹری کی تیاری میں مصروف ہے ۔ اور چونکہ وہ فرنگی زبان جانتا ہے ۔ اس لئے وہ میڈیکل سکول میں داخل ہو جائے گا ۔ لیکن میں اور میرے چند ایک دوسرے دوست اور مسٹر بصیری جو ہماری انجمن کے عقائد سے خوب واقف ہے اور ہمارا لٹریچر مطالعہ کر چکا ہے ۔ سرکاری وظائف کے امتحان میں شریک ہوئے ۔ تقریباً چار سو طلبا امتحان میں شریک ہوئے ۔ ان میں سے اسی لڑکے یورپ میں تعلیم کے حصول کے لئے منتخب کئے گئے ۔ افسوس ہے ۔ کہ میں کامیاب نہ ہو سکا اب میں آپ کی رائے طلب کرتا ہوں ۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہئیے ۔ ایران میں اعلیٰ انگریزی تعلیم کے حصول کے لئے کوئی انتظام نہیں ۔ اور سرکاری سکولوں میں یہ مشکلات ہیں ۔ کہ ان کا ذریعہ تعلیم فرانسیسی زبان ہے جس سے میں ناواقف ہوں ۔ مروجہ تعلیم محض کتابیں رٹنے تک محدود ہے عملی کچھ نہیں ۔ اور اس کے حصول کے بد عملی کی جگہ مل جاتی ہے ۔ جو ہم پسند نہیں کرتے ۔ اس لئے ہمارا ارادہ ہندوستان میں آکر تعلیم حاصل کرنے کا ہے خصوصاً تعلیم سائنس اور سب سے بڑھ کر تعلیم اسلام ۔ تاکہ ہم تبلیغ کا کام عمدگی سے کر سکیں ۔ میں نے اور مسٹر بصیری نے چھ سال یہاں کے امریکن کالج میں تعلیم حاصل کی ہے اور اس سال ہم نے بارہویں جماعت پاس کر لی ہے ۔ میرا ارادہ ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے کا ہے ۔ اور دوسرے دوست کا کیمسٹری ۔ الیکٹرک یا کوئی دوسرا مفید علم اس بارہ میں ہمیں تفصیلات حالات سے اطلاع دیں ۔

نائیجیریا (مغربی افریقہ)

برادر مسٹر ایم ۔ ڈی ۔ او ۔ آئی لکھتے ہیں ۔ کہ میں آپ کو بذریعہ اپنے ایک بزرگ کے یہ خط لکھتا ہوں ۔ تاکہ آپ مجھے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کریں ۔ جس سے میں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکوں ۔ اور خدمت اسلام کر سکوں ۔ عرصہ سے میری دلی خواہش تھی ۔ کہ میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جاؤں کیونکہ گذشتہ پندرہ سال سے مجھے خدا تعالیٰ کے بارہ میں کچھ علم حاصل نہ ہو سکا ۔ لیکن آپ کا لٹریچر پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں ۔ کہ صرف یہی ایک طریق خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کا ہے ۔ کہ میں خود بھی اس سلسلہ کے ساتھ منسلک ہو جاؤں ۔ اس لئے مجھے ہدایت اور انگریزی عربی کتابیں جلد بھیجدیں ۔ میں اپنی زندگی خدا کے دین کی خدمت کیلئے وقف کرتا ہوں ۔

ٹرینیڈاڈ (جنوبی امریکہ)

مسٹر امیر علی لکھتے ہیں کہ ۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں ۔ اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہوں ۔ بعض خود غرض لوگ ہماری نسبت قسم قسم کے بہتان مشہور کرتے ہیں ۔ یہاں ایک ہندی پیر صاحب براجمان ہیں ۔ ان کا جبہ اور لباس عجیب قسم کا ہے ۔ اس کا چوغہ لمبا اور مختلف قسم کا ہوتا ہے کبھی سبز کبھی زرد ۔ اسی رنگ کا سر پر تاج پہنتا ہے ہندی رنگی لمبی داڑھی ہے ۔ اس شکل و شباہت کی وجہ سے جہلا کے طبقہ میں اس کا خوب رسوخ بنا ہوا ہے ۔ اپنی دوکانداری کو نقصان پہنچتے دیکھ کر اس نے اپنے مریدوں میں میری نفرت بٹھا دی ۔ اور بہت کچھ مخالفت کرتا رہتا ہے ۔ جیسا کہ ہندوستانی ملانوں اور پیروں کا قاعدہ ہے ۔ ان کا سب سے بڑا ہتھیار فتوے کفر ہے ۔ جو کہ وہ ملا میرے برخلاف بکواس کر رہا ہے ۔ اس لئے میرا ارادہ اس پر مقدمہ کرنے کا ہے ۔ اس لئے مہربانی کر کے اس قسم کا سارا لٹریچر مجھے بھیجدیں ۔ تاکہ میں جماعت کی پوزیشن صاف کر سکوں

مصر

برادر ایم تی احمد صاحب لکھتے ہیں ۔ آپ کا خط اور قیمتی تحائف پہنچے ۔ جن کو میں نے ساری عمر نہ دیکھا تھا ۔ ان تمام کو میں نے اپنی مرسائش کے کتب خانہ میں آپ کی طرف سے بطور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم شنبہ ۱۳ - جمادی الثانی ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۶۲

مولانا فحاش کا اخلاقی تنزّل

جہاں تک غور سے دیکھا جائے۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی زیادہ تران کے اخلاق کے بگڑ جانے کے باعث ہے۔ جونہی انہوں نے اعلیٰ اخلاق کو چھوڑ کر دنائیت اور کمینگی اختیار کی۔ وہ زندہ قوم کے درجہ سے گر کر قعر مذلّت میں جا پڑے۔ آجکل مولانا فحاش آف زمیندار مسلمانوں کے ایک گروہ کو گالیاں دلوا کر اپنے ہم نواؤں کو دنیا میں اقبال مند یا بالفاظ دیگران کے ذریعہ سے اپنی جیب بھرنے کی فکر میں ہیں۔ ۸۔ اکتوبر کو جو جلوس مولانا فحاش کے ہم نواؤں کا لاہور میں نکلا وہ گویا اس گروہ کی اخلاقی موت کا نظارہ تھا جسے غیر مسلموں نے نہایت خوشی سے دیکھا۔ لاہور کی اچھوت اقوام کے جلوس بھی اس بد اخلاق گروہ کے جلوس سے زیادہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں تو اس وقت زمیندار کے امرتسری ہندو نامہ نگار کی بات لفظ بلفظ سچی معلوم ہوئی کہ اچھوت اقوام تو اب اعلیٰ درجہ پر آ رہی ہیں کیونکہ ان کی جگہ لینے کے لئے مسلمان قوم اچھوت بنتی جا رہی ہے۔ جن لوگوں کے اخلاق اچھوتوں سے بھی نچلے درجہ پر ہوں ان کے لئے ہزار "اسلامی بازار" بناؤ وہ کبھی بار آور نہیں ہو سکتی۔ اب ذرا مولانا فحاش کی زبانی مسلمان قوم کا حال سنئے فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں نے اس سبق کو فراموش کر دیا ہے جو انہیں ان کے مدنی آقا (علیہ التحیہ والتسلیم) نے دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آج وہ ہر جگہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہیں۔"

پھر علمائے کرام کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"میرے منہ سے یہ باتیں زیب نہیں دیتیں لیکن جب مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو آپ کو نیکی کے رستہ سے آگاہ کرے تو مجبوراً مجھے آپ کو اس قسم کی نصیحت کرنی پڑتی ہے۔ یہ کام علمائے کرام اور مقتدایان دین کا ہے لیکن افسوس کہ ہندوستان بھر میں چند بزرگوں کے سوا اس جماعت کے افراد بھی مصروف خواب ہیں۔"

مولانا فحاش! جب خود بقول آپ کے ہر جگہ کے مسلمانوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے سبق کو فراموش کر دیا ہے۔ اور آپ کے علمائے کرام اور مقتدایان دین مصروف خواب ہیں۔ تو پھر یہ کس منہ سے کہتے ہو کہ۔

"روایات اسلامی میں آیا ہے کہ مسیح موعود کا ظہور اسلام اور مسلمانوں کی تقویت کا باعث ہوگا لیکن یہ قادیانی مسیح جب سے مبعوث ہوا ہے۔ مسلمان پیہم مصائب و نوائب کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس دجال (خاک در دہن مولانا فحاش) کے خروج کے بعد دیکھتے دیکھتے تمام اسلامی ممالک اغیار کے قبضہ میں چلے گئے۔ اور مسلمانوں کے افلاس و ادبار میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔"

مولانا فحاش! ذرا قرآن و حدیث پر نظر غور ڈالئے مسیح موعودؑ کا ظہور مسلمانوں کی تقویت کا باعث ہوگا نہ ایسے لوگوں کا جنہوں نے مدنی آقا صلعم کا سبق فراموش کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کی فحش گوئی اور فحش نویسی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے اخلاق سے ایک ذرہ بھر مناسبت نہیں۔ نرا دعویٰ پدرم سلطان بود اسلام میں کام نہیں دیتا۔ مسیح موعودؑ بھی اسی سنت پر آ سکتا ہے جو انبیاء و اولیاء کی سنت قدیمہ ہے کہ جن لوگوں نے ان کو قبول کیا اور ان کی تعلیم پر عمل پیرا ہو گئے وہ ترقی کر گئے۔ اور جنہوں نے مخالفت کی وہ دن بدن ذلیل و خوار ہوتے گئے۔ جن لوگوں نے مسیح موعود کو مان لیا اور اس کے کہنے پر عمل کیا وہ خدا کے فضل سے ایک زندہ قوم ہے اور اسی کے ذریعہ سے اسلام تمام دنیا میں ترقی پکڑ رہا ہے۔ مولانا فحاش کو اپنی چار دیواری میں بیٹھے کیا نظر آ سکتا ہے کہ جو مسلمان حضرت مسیح موعودؑ کے پیرو ہیں دنیا میں کیا انقلاب پیدا کر رہے ہیں اور نہیں تو اپنے نامہ نگار بدر الدین چینی کا ہی مضمون غور سے پڑھ لے۔ باقی رہا مولانا فحاش کا اپنے بد اخلاق گروہ سے احمدیوں کے بائیکاٹ کا عہد لینا۔ سو انشاء اللہ اس پر ثابت ہو جائے گا کہ اس کی منہ کی پھونکوں سے حق کا چراغ بجھ نہیں سکیگا۔ مدنی آقا کے سبق کو فراموش کئے ہوئے لوگوں نے ہمارے سامنے خلافت، ہجرت، عدم تعاون، ہندو مسلم اتحاد، طرابلس فنڈ، انگورہ فنڈ، حجاز ریلوے فنڈ، ہلال احمر فنڈ۔ تحریکات جاری کیں۔ مسلمانوں کا لکھوکھا روپیہ اور جانیں برباد کیں اور نتیجہ صفر نکلا۔ ان تحریکات کو جاری کرنے والے رہنما اپنی اپنی جیبیں غریب قوم کے روپے سے پُر کر کے علیحدہ ہو گئے۔ اور بعض آپ جیسے ابھی تک سانپ کی لکیر کو پیٹ رہے ہیں۔

باقی آپ جیسے لیڈروں اور ان کے پیروؤں کے عہد کا اثر ہمیں اچھی طرح معلوم ہے۔ ذرا مولوی احمد علی صاحب مالک انجمن خدام الدین سے دریافت کریں کہ خود انہوں نے اور ان کے ساتھ دیگر مقتدایان دین نے چند سال ہوئے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی بیعت کی تھی اس بیعت کا کیا حشر ہوا۔ پھر مولوی ثناء اللہ وہابی معزول سردار اہلحدیث سے دریافت کریں۔ اس کی سرداری اور امارت کا اس کے ہم خیال تابعین سنت و حدیث نے کیا حشر کیا آپ جیسے اخلاق کے لوگوں کے عہد کی قیمت ایک پھوٹی کوڑی کے برابر بھی نہیں۔ مزا تب تھا کہ ان پندرہ ہزار عہد کرنیوالوں سے ایک ایک پیسہ ہی اپنے مکر کے جال "اسلامی بازار" کے لئے اکٹھا کر لیتے۔ لاہور کے دو لاکھ مسلمانوں سے بیس روپیہ فی کس جمع کرنا تو دور کی بات ہے۔

ہم نے اس سے بہت سخت مصائب سلسلہ کے شروع میں محض حق کی خاطر برداشت کی ہیں۔ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیرو خال خال نظر آتے تھے۔ اب جبکہ خدا کے فضل سے وہ درخت چالیس سال سے زیادہ عمر کا ہو گیا ہے۔ اور اس کی جڑیں ساری دنیا میں لگ چکی ہیں۔ اس کا ہلانا آپ جیسے بد اخلاق لوگوں کی طاقت کی بات نہیں رہی۔ بلکہ یہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے جو اس سے جو طاقت ٹکرائیگی اس کا سر پاش پاش ہو جائیگا

فانتظروا انی معکم من المنتظرین

اخلاق سوز لٹریچر

یہ امر بے حد خطرناک ہے۔ کہ اردو زبان میں اخلاق سوز لٹریچر نہایت سرعت سے پیدا ہو رہا ہے۔ اور اس کی سب سے زیادہ کھپت مسلمانوں میں ہے۔ اردو کے بہت سے رسائل نے خلاف اخلاق، افسانے، ڈرامے، غزلیں اور ہیبت قسم کے جذبات انگیز مضامین اور عریان تصاویر شائع کرنا اپنے مقصد حیات قرار دے دیا ہے۔ علاوہ ازیں علم زوجی، طب زنی وغیرہ کے نام سے فحش کتابیں اور تصاویر دھڑا دھڑ شائع ہو رہی ہیں۔ یہ بات ہماری قوم کے مستقبل کیلئے زبردست خطرہ ہے۔ جس کے انسداد کی طرف ہمیں فوراً توجہ کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ہمیں اپنے اکثر قومی اخبارات سے بھی گلہ ہے۔ کیونکہ اس باب میں ان کی خاموشی کی کوئی وجہ جواز ہمیں نہیں معلوم ہوئی۔ اس کے علاوہ اس قسم کے لٹریچر کے بے شمار اشتہارات ان کے صفحات میں شائع ہو رہے ہیں۔ جو بے حد قابل افسوس امر ہے۔ کیا ہمارے اسلامی معاصرین اب بھی اپنی ذمہ داری محسوس کرنے کے لئے تیار ہیں؟

شاہنامہ اسلام کی دوسری جلد

مولانا ابو الاثر حفیظ جالندھری کی مشہور و مقبول منظوم تصنیف شاہنامہ اسلام اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی۔ اس کی جلد اول کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا جس کی ایک معقول تعداد احمدی احباب نے بھی خریدی۔ اس کے بعد دو ایڈیشن اسی جلد کے اور شائع ہوئے۔ لیکن پبلک کو دوسری جلد کا انتظار تھا۔ اور اس کے لئے تقریباً تمام اسلامی طبقوں سے سخت تقاضا ہو رہا تھا۔ یہ خبر شاہنامہ اسلام کے قدردانوں کے لئے باعث مسرت ہوگی۔ کہ دوسری جلد مکمل ہو کر نظر ثانی وغیرہ کے تمام مراحل کو طے کر کے کاتب کے پاس پہنچ چکی ہے۔ توقع ہے کہ سال رواں کے آخر تک تیار ہو جائے گی۔

محترمی حنیف صاحب نے خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ جن اصحاب کو اعتقاد ہو۔ وہ اذراہ نوازش پیشگی قیمت بھیج دیں۔ اس طرح موصوف کو طباعت وغیرہ کے اخراجات کیلئے آسانی ہو جائے گی۔ پہلی جلد کی اشاعت کے وقت بھی بہت سے احباب نے ایسا ہی کیا تھا۔ کتاب تیار ہونے کے بعد اصل قیمت تین روپے لی جائے گی۔ امید ہے۔ شائقین شاہنامہ پیشگی قیمت بھیجکر مصنف کی اس کار خیر میں امداد کریں گے۔ اس میں ان کا اپنا بھی فائدہ ہے۔

قاتلانہ حملے

کچھ عرصہ سے ہندوستان میں انارکسٹوں کے خطرناک گروہ کی سرگرمیاں پھر ترقی پر ہیں۔ کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ ایسا نہیں جاتا۔ کہ اس گمراہ گروہ کیطرف سے متعدد وارداتیں وقوع پذیر نہیں ہوتیں محض اختلاف رائے کی وجہ سے کسی کی جان لے لینا۔ یا اس کی کوشش کرنا نہایت قابل نفرت فعل ہے جسے انسانیت واخلاق سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ملک کے تمام ذمہ دار لیڈر اور سرکردہ جماعتیں انارکسٹوں کے افعال سے بیزار ہیں۔ اور ان کو آزادی وطن کے لئے زبردست روک سمجھتی ہیں۔ اس کے باوجود وطن پرستی اور حریت کے نام پر اس قسم کی وارداتوں کا دھڑا دھڑ وقوع پذیر ایک ایسی بات ہے جس پر پوری ایمانداری اور سنجیدگی سے غور ہونا چاہیئے۔ کیا ملک کی سیاسی جماعتیں اپنے اس فرض کو محسوس کریں گی؟ ہمارے خیال میں جب تک داعیان عدم تشدد عملی طور پر انارکسٹوں کی تعریف وتوصیف اور ہمدردی سے باز نہیں آتے۔ اس قسم کی وارداتوں کا رکنا مشکل ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ایک طرف عدم تشدد کا وعظ کیا جاتا ہے۔ اور انارکسٹوں کے خلاف اظہار ملامت ہوتا ہے۔ دوسری طرف وہی لوگ قاتلوں کو شہید وطن کا درجہ دینے کیلئے بیتاب نظر آتے ہیں

ہسپانیہ میں اسلامی تمدن کا احیاء

تاریخ اپنے تئیں دہراتی ہے۔ یہ ایک مشہور مقولہ ہے جس میں بہت کچھ صداقت ہے۔ دنیا اس کے بہت سے نظارے دیکھ چکی ہے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پھر ایک مرتبہ ایسا ہونے والا ہے۔ اب کے تاریخ کا اعادہ ایک محیر العقول اعادہ ہوگا۔ جو تمام یورپ میں ایک زبردست ذہنی، مذہبی اور سیاسی انقلاب پیدا کر دے گا۔ قدرت نے اس عظیم الشان کام کیلئے ہسپانیہ کو منتخب کیا ہے۔

ہسپانیہ! ہاں ہسپانیہ مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا خزاں زدہ باغ۔ اسلامی علوم وفنون کا مدفن۔ ہاں وہ خطہ ارضی جس پر عربوں نے آٹھ سو سال انتہائی شان وشکوہ اور رواداری سے حکومت کی تھی۔ مدت ہوئی۔ یہ اسلامی چمن وحشی عیسائیوں کے ہاتھوں اجڑ چکا ہے۔ لیکن حالات امید دلاتے ہیں۔ کہ اس میں ایک بار پھر بہار آنے والی ہے۔ اخبار بین حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ ہسپانیہ میں عیسائی بادشاہوں کا دور حکومت ختم ہو کر جمہوریت قائم ہو چکی ہے۔ جمہوریت کے قیام کے ساتھ ہی اس ملک کے باشندے جن میں بہت سے عربی النسل ہیں۔ صدیوں کے بعد پھر بیدار ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے قابل فخر اسلاف کے کارناموں کو دوبارہ زندہ کرنے کا عزم کر لیا ہے۔ موجودہ حکومت کے بہت سے ارکان بھی ان کے ہم خیال ومعاون ہیں۔ اس سلسلہ میں دو خبریں نہایت دل خوش کن ہیں۔ ایک تو یہ کہ حکومت ہسپانیہ نے طے کیا ہے۔ کہ اسی سال غرناطہ میں ایک عربی یونیورسٹی قائم کر دی جائے۔ یہ یونیورسٹی اس قدیم عمارت میں کھولی جائے گی جس میں شاہان بنی احمر کے زمانہ میں عربی مدرسہ تھا۔ یہ عمارت اب تک اپنی اسی حالت میں موجود ہے۔ تجویز ہے کہ مجوزہ یونیورسٹی کی تقریب افتتاح پر مختلف اسلامی ممالک کے علماء فضلاء اور ارباب سیاست کو مدعو کیا جائے۔ اسلامی علوم اور عربی زبان کی تعلیم وتدریس اور احیاء اس یونیورسٹی کا مقصد ہوگا۔ علاوہ ازیں میڈرڈ میں ایک اسلامی انجمن کے قیام کی تجویز بھی مکمل ہو چکی ہے جس کے مقاصد عالم اسلامی سے تعلقات پیدا کرنا اور سیاحوں کی امداد وغیرہ ہیں۔ تمام مسلمانان عالم کو اس کی رکنیت کی دعوت دی جانے والی ہے۔ ہماری دعا ہے۔ کہ مسلمانوں اور دنیا کو ہسپانیہ کے اس انقلاب سے جو امیدیں ہیں۔ وہ جلد از جلد پوری ہوں۔ اس اجڑے باغ میں ایک بار پھر بہار آ جائے۔ انشاءاللہ ایسا ہو کر رہے گا۔

تبلیغ اسلام کا ایک نادر موقعہ

ہسپانیہ کے مذکورہ انقلاب نے تبلیغ اسلام کے لئے ایک نہایت وسیع میدان پیدا کر دیا ہے۔ جو ہر ایک فرزند توحید کو دعوت عمل دے رہا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اس سنہرے موقعہ کو کھو دینا مسلمانوں کی زبردست غلطی ہوگی۔ ہسپانیہ دراصل ایک اسلامی ملک ہے جس پر اعدا نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے ایک ایک چپے کو مسلمان غازیوں نے اپنی صدہا لاشیں دے کر خریدا ہوا ہے۔ اس سرزمین میں ہمارے محبوب ترین شاہ اور علماء وفضلاء مدفون ہیں۔ ہسپانیہ کا ہر ایک قریہ تاریخ اسلام کا سرمایہ دار ہے۔ عربی حکومت کی شاندار عمارتیں اس بگڑی ہوئی حالت میں بھی اسلامی فنون کی فضیلت اور شان اسلام کی سرپرستی فنون اور ذوق سلیم کی ناقابل انکار دلائل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور حقیقت کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ کہ اس اہم موقعہ سے فائدہ اٹھانے کیلئے تمام عالم اسلامی کی پر اشتیاق نگاہیں جماعت احمدیہ کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ کیا احمدی نوجوانوں کی ہمت بلند اس میدان تبلیغ پر قبضہ کرنے کی جرأت کریگی! عرصہ سے مسلمان سیاح ہسپانیہ میں جا جا کر مرثیہ خوانی کرتے رہے ہیں۔ اسلامی شاعروں نے دردناک نظمیں لکھی ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ اب اس آہ وبکا کو ختم کر کے ہسپانیہ پر فاتحانہ تبلیغی یلغار شروع کر دی جائے۔ یاد رہے۔ احمدیوں کے سوا اس کارنامہ کو اور کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ اور آخر انہی کو یہ کام کرنا پڑے گا۔ مناسب ہے۔ کہ اسے جلد سے جلد شروع کر دیا جائے

فتنہ مصالحت

ہندو اور سکھ ہمارے وطنی بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ صلح و اتحاد واشتراک کی ہر ایک جائز ومعقول کوشش نہایت ہی قابل قدر ہے یقیناً وہ دن ہندوستان کے لئے بے حد مبارک اور اس کی مصائب کا آخری دن ہوگا۔ جب ہندوستان کی قوموں میں حقیقی اتحاد قائم ہو جائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ کہ اتحاد وصلح، غلامی، غصب حقوق، مظلومی بے غیرتی کا دوسرا نام نہیں ہے بلکہ ان سے مختلف چیز ہے۔ ذلت، ظلم اور فریب محض اس لئے موجب برکت اور قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ کہ یہ چیزیں ہمارے سامنے صلح واتحاد کے ذرائع وشرائط کے نام سے پیش کی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ باعزت سمجھوتہ کی کئی مرتبہ انتہائی رواداری اور اخلاص سے کوشش کی۔ اور ہر مرتبہ ہندوؤں کے طرز عمل کی وجہ سے اس کا جو حشر ہوا۔ وہ سب کو معلوم ہے مسلمانوں سے وہ جو کچھ چاہتے ہیں۔ اس کو بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ آجکل ہندوستان نیشنلسٹ لیڈروں کی تحریک پر مولانا شوکت علی نے ہندوؤں کے ساتھ سمجھوتے کی جو کوشش شروع کر رکھی ہے اس کی تفصیلی کیفیت تمام روزناموں میں شائع ہو چکی ہے۔ اکثر مسلم اکابر موجودہ حالات اور موجودہ شکل میں مولانا شوکت علی کی مساعی کے سخت مخالف ہیں ہم سیاسی نقطہ نظر سے اس کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے لیکن اس عاقبت سے ہم مولانا ممدوح کی کوشش کو خطرناک سمجھتے ہیں۔ کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں میں انتشار اور خانہ جنگی کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ جس کا منظر ہماری بدنصیب آنکھیں مردود نہرو رپورٹ سے لیکر اب تک کئی مرتبہ دیکھ چکی ہیں۔

ہندوؤں سے باعزت سمجھوتہ نہایت ضروری اور مبارک ہے لیکن ہمارے نزدیک ہندوؤں سے صلح واتحاد کی ہر وہ کوشش قابل نفرت اور نقصان دہ ہے۔ جو مسلمانوں کی اکثریت کے نزدیک مردود ہو اور جس کے ذریعہ اسلامیان ہند میں مزید انتشار وخانہ جنگی شروع ہو جائے۔ ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے۔ لیکن اتحاد اسلامی اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ موجودہ حالات میں یہی بہتر ہے۔ کہ مولانا شوکت علی اور ان کے رفقاء اسلامی اکثریت کی آواز کو سنیں۔ اور ہندوؤں سے اتحاد کی امید موہوم پر اتحاد اسلامی کو مزید نقصان نہ پہنچائیں۔

ضروری اطلاع

دوسرا سہ ماہی امتحان دینیات

اور آیندہ امتحانات کے متعلق تجاویز

دوسرا امتحان بتاریخ ۲۹-۳۰-۳۱- اکتوبر ۳۲ء کو ہوگا جیسا کہ بذریعہ اخبار پیغام صلح اعلان ہو چکا ہے۔

اس امتحان میں صرف وہی صاحب شامل ہوں گے جن کا نتیجہ پہلے شائع ہو چکا ہے لیکن جن کا نتیجہ شائع نہیں ہوا۔ اور دیگر صاحبان جو دوسرے امتحان میں شامل ہونا چاہتے تھے اور ان کے علاوہ اور صاحبان جو آیندہ امتحانات میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں ان سب کے لئے ایک علیحدہ سکیم تیار ہو رہی ہے جسکا عنقریب اعلان شائع کیا جائیگا اس سکیم کی مد سے ہر سال صرف ایک سالانہ امتحان ہوا کریگا۔ جسکے تین درجے ہونگے اور ہر درجہ کے امتحان کے پرچے علیحدہ علیحدہ مطابق اس کورس تعلیم کے ہونگے جو زیر تجویز ہے۔ ہر ایک صاحب کو اختیار ہوگا کہ جس درجہ کے امتحان میں چاہے شامل ہو لیکن چھ ماہ قبل اسکی اطلاع دفتر سیکرٹری میں دیدے۔

عزیز بخش سیکرٹری امتحان دینیات

سوالات و جوابات

(از سید اختر حسین صاحب اختر)

سوال نمبر ۱ ۔ مرزا صاحب کے ان الہامات کا کیا مطلب ہے۔ (۱) کل لک و لامرک (۲) لولاک لما خلقت الافلاک (۳) انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون۔

الجواب ۔ پہلے الہام میں مرزا صاحب کو مخاطب سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی جاہل اہدنا الصراط المستقیم کو قرآن کریم کو دیکھ کر کہہ دے۔ کہ خدا تعالیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت طلب کرتا ہے۔ دراصل جس طرح اہدنا الصراط المستقیم میں مخاطب اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح

کل لک و لامرک

میں بھی مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ اور جس طرح وہاں قُل محذوف ہے۔ اسی طرح یہاں بھی محذوف ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ الفاظ اپنے بندوں سے کہلوائے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ جو اعتراضات ہم غیر مسلم معاندین کی طرف سے اسلام پر سنتے تھے۔ انہی اعتراضات کو ہمارے مخالف مسلمان اپنی نادانی کی وجہ مسیح موعودؑ پر دوہراتے ہیں یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ بعینہٖ یہی اعتراض سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں قرآن کریم پر کیا ہے۔ کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم میں نبی کریم مخاطب ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان کی عبادت کا اقرار کرتا اور ان سے استعانت طلب کرتا اور صراط مستقیم کی ہدایت مانگتا ہے۔ جو جواب اس اعتراض کا ہے۔ وہی کل لک و لامرک کے متعلق ہمارے مخالفین کے اعتراض کا جواب ہے۔

لولاک لما خلقت الافلاک

کی تشریح حضرت مسیح موعود نے خود حقیقت الوحی میں کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

> ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنی ملائک کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے۔ اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ پس یہ اسی کی طرف اشارہ ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹ حاشیہ)

اس تشریح کو مدنظر رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے۔ کہ لولاک لما خلقت الافلاک میں زمین و آسمان کی پیدائش کو مسیح موعود کی پیدائش کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ صاف لکھا ہے کہ روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔ اور یہ صرف اپنے لئے ہی خاص نہیں کیا بلکہ ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں ایسا ہونا بیان کیا ہے۔ اور یہ فی الحقیقت صحیح ہے۔ کیونکہ مصلح جو تبدیلی لوگوں کے اعمال و اخلاق میں پیدا کرتا ہے۔ وہ دنیا میں ایک ایسا انقلاب ہوتا ہے جس کو نیا آسمان اور نئی زمین ہی کہنا چاہیئے۔

تیسرے الہام

میں بھی پہلے الہام کی طرح ذات باری تعالےٰ مخاطب ہے حقیقۃ الوحی میں یہ الہام سیاق و سباق کے الہامات کے ساتھ اس طرح درج ہے:۔

اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔ ضاقت الارض بما رحبت رب انی مغلوب فانتصر فاسحقھم تسحیقا۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے۔ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون۔ (صفحہ ۱۰۴ و صفحہ ۱۰۵)

اس سے ایک ذرہ بھر شبہ نہیں رہتا۔ کہ اس الہام میں خدا تعالیٰ ہی مخاطب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ان الہامات کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:۔

> اے ازلی ابدی خدا میری مدد کیلئے آ۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اے میرے خدا میں مغلوب ہوں میرا انتقام دشمنوں سے لے۔ پس ان کو پیس ڈال کہ وہ زندگی کی وضع سے دور جا پڑے ہیں۔ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے
>
> (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۴ و صفحہ ۱۰۵)

کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس عبارت میں حضرت مسیح موعود مخاطب ہیں۔ صاف طور پر اللہ تعالیٰ کو اس میں مخاطب کیا گیا ہے۔ گویا خدا تعالےٰ نے یہ دعا حضرت مسیح موعود کو سکھائی۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ صراحت کے باوجود معترضین کو کیونکر اعتراض کی جرأت ہوتی ہے۔

معترضین سے ہماری گذارش

ہے۔ کہ وہ اعتراض کریں۔ اور بڑی خوشی سے کریں۔ مگر حق و راستی سے الگ نہ ہوتے ہوئے پہلے ٹھنڈے دل سے غور کر لیا کریں۔ کہ جس عبارت پر ہم اعتراض کرنے لگے ہیں۔ اس کے متعلق خود مصنف نے کیا لکھا ہے۔ کیونکہ حق پوشی انسان کو صداقت قبول کرنے سے محروم کر دیا کرتی ہے۔ اب جو ترجمہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اس الہام کا کیا ہے۔ وہ یہی ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کے مخاطب حضرت موصوف ہیں۔ معترض دوستو! الیس منکم رجل رشید؟

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی

سوال نمبر ۲ ۔ حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں۔ مجھے الہام ہوا۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

اگر خدا تعالیٰ واحد اور بے مثل ہے۔ تو اس کی توحید بھی بے مثل ہوگی۔ پھر یہ الہام کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

الجواب ۔ پہلے تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت اقدس نے اس کے معنے اس طرح بیان فرمائے ہیں:۔

> "تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو سو جیسا کہ میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں۔ ایسا ہی تجھے دنیا میں مشہور کروں گا۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵)

"اس کے معنے جو ہمارے خیال میں آتے ہیں۔ یہ ہیں۔ کہ ایسا شخص بمنزلہ توحید ہی ہوتا ہے۔ جو ایسے وقت میں مامور ہو۔ جب دنیا میں توحید الٰہی کی ہتک کی گئی ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسے وقت میں آنے والا توحید مجسم ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنا ایک مقصد اور غایت مقرر کرتا ہے۔ مگر اس شخص کا مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کی توحید ہی ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی توحید کو اپنے طبعی جذبات اور مقاصد سے بھی مقدم کر لیتا ہے۔

(تقریر مندرجہ اخبار الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

پس کسی کا حق نہیں۔ کہ مصنف کی ان توجیہات کے خلاف کوئی معنی گھڑ کر اعتراض کرے۔ دوسری قابل یادداشت بات یہ ہے۔ کہ بیشک

اللہ تعالیٰ کی توحید و تفرید

بے مثل ہے۔ مگر کسی کا کسی وجہ سے بمنزلہ توحید ہونا توحید کے بے مثل ہونے میں مستلزم نقص نہیں ہوتا۔ یوں اگر اعتراض ہی کرنا ہو۔ تو ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ جب خدا تعالےٰ بے مثل ہے اور اس کا نور بھی بے مثل ہے۔ تو قرآن کریم میں یہ کیوں آتا ہے کہ مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح الآیۃ (اس کے نور یعنی اس کے نور کی مثال ایک طاقچہ کی طرح ہے جس میں روشن چراغ ہو۔

پس مصنف کی تشریح سے باہر نہیں جانا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے مندرجہ بالا الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ میں خدا کی توحید میں شریک ہوں۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے۔ کہ میرا کام توحید پھیلانا ہے۔ اور اپنی توحید کی طرح اللہ تعالیٰ مجھ کو

تمام دنیا میں شہرت

دیگا۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ اس وقت یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں۔ جہاں حضرت اقدس کا نام نہ پہنچا ہو۔ اور جہاں حضور کے پیرو نہ پائے جاتے ہوں۔ فذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

بمنزلۃ ولدی کا الہام

سوال نمبر ۳ ۔ مرزا صاحب کے یہ الہامات خلاف اسلام ہیں۔ انت منی بمنزلۃ ولدی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶) انت منی بمنزلۃ اولادی البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۵ اللہ تعالیٰ کتا ہے: تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھداً۔ قریب ہے۔ کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں۔ اور زمین شق ہو جائے۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ کہ وہ رحمان کیلئے بیٹے کا دعوےٰ کرتے ہیں

الجواب ۔ الہام میں انت ولدی کے الفاظ نہیں۔ بلکہ انت منی بمنزلۃ ولدی یا اولادی کے الفاظ ہیں۔ اس لئے وہ آیت قرآنیہ جو سوال میں درج کی گئی ہے۔ یہاں چسپاں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نہ تو حضرت اقدس خود ولد اللہ ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور نہ کوئی اور ان کے ولد اللہ ہونے کا قائل ہے۔ یہاں بمنزلۃ کے الفاظ بہت قابل غور ہیں۔ رہا یہ کہ یہ الہامات خلاف اسلام ہیں۔ اس کے متعلق ذیل کی باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔

(۱) قرآن کریم میں آتا ہے:۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکراً (البقرہ) کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے باپوں کی طرح یاد کرو یہاں مومنین کو بمنزلۃ اولاد الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اتخاذ ولد سے پاک ہے

(ب) حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں لکھتے ہیں ؎

> اولیا اطفال حق اند اے پسر
> در حضور و غیبت آگاہ و باخبر
>
> (مثنوی دفتر سوم صفحہ ۱۳)

ان الہامات میں "بمنزلہ ولدی" کے معنے ہیں۔ کہ تو میرے بیٹے کی طرح ہے۔ گویا بیٹا تو نہیں۔ مگر بیٹے سے مرتبہ ہے یعنی جس کو عیسائیوں نے "بیٹا" قرار دیا ہے۔ تو اسی جیسا ہے۔ اور یہاں

ولدی کی اضافت

لوگوں کے اعتقاد کی بنا پر ہے۔ جس کی مثالیں قرآن حکیم

میں کثرت سے ملتی ہیں۔ مثلاً ویوم ینادیھم این شرکاءی قالوا اذناک ما منا من شھید (حٰم السجدہ ع ۶) ترجمہ:۔ اور دن ہوگا۔ جب میں ان کو کہوں گا "میرے شریک کہاں ہیں"؟ وہ کہینگے "ہم تیرے ساتھ اعلان کرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی اس کا اقرار کرنے والا نہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بتوں کا نام میرے شریک کے الفاظ سے لیا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مراد صرف یہ ہے۔ کہ وہ معبودان باطلہ جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے ہو۔ اسی طرح "بمنزلہ ولدی" کے معنے یہ ہونگے۔ کہ تو اس جیسا ہے۔ جسے نصاریٰ "میرا بیٹا" ٹھہراتے ہیں"۔ گویا جس کو نصاریٰ خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اس کی شان کا انسان خدام محمد مصطفےٰ صلعم میں موجود ہے۔ اس بارہ میں

حضرت مسیح موعود کی تشریح

بھی ملاحظہ ہو:۔

خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اور یہ کلمہ انت منی بمنزلۃ ولدی بطور استعارہ کے ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے اس لئے مصلحت الٰہی نے چاہا۔ کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کیلئے استعمال کرے۔ تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو خدا بناتے ہیں۔ اس امت میں بھی ایک ہے جس کی نسبت اس سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں۔ کہ وہ درحقیقت خدا کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے۔ اور خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کرکے فرمایا گیا۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ خدا تعالےٰ کے پیارے بندے خدا کی محبت کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اور ایک گندی نسل سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے۔ سو اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک استعارہ ہے۔ ورنہ خدا اطفال سے پاک ہے اور لم یلد ولم یولد ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

پھر فرماتے ہیں:۔ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ بیٹا ہے۔ اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ یہ کہے۔ کہ میں خدا ہوں۔ یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ انت منی بمنزلۃ اولادی۔ اس جگہ قبیل مجاز و استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیھم۔ پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو۔ اور یقین رکھو۔ کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس اس سے بچو۔ کہ متشابہات کی پیروی کرو۔ اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے۔ جو براہین احمدیہ میں درج ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد والخیر کلہ فی القرآن (دافع البلاء صفحہ ۶)

ایک صداقت شعار آدمی کیلئے اس سے بڑھ کر اور کسی تشریح کی ضرورت نہیں رہتی۔ ورنہ زیغ قلب سے مجبور لوگ تو قرآن کریم سے مسیح کی خدائی ثابت کرنے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

اللہ تعالیٰ کا کسی کی تعریف کرنا

سوال نمبر ۲:۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ مجھے الہام ہوا یحمدک اللہ من عرشہ ویمشی الیک (انجام آتھم صفحہ ۵۵)

الجواب:۔ خدا تعالیٰ اگر کسی کی تعریف کرے۔ تو یہ کوئی معیوب امر نہیں ہے

قرآن کریم پر نظر غائر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے آدمیوں کی تعریف کی ہے۔ مثلاً دیکھئے۔ ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب (ہود) پھر فرمایا۔ انہ کان صادق الوعد (مریم) اسماعیل کے متعلق ہے۔ واذکر فی الکتب اسماعیل انہ کان صادق الوعد (مریم) مریم کے متعلق آتا ہے۔ وامہ صدیقہ یعنی عیسےٰ علیہ السلام کی والدہ راستباز عورت تھیں۔ حضرت ابوبکر کے متعلق آتا ہے۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین (نور)۔ جس میں ان کو بزرگی والا کہا گیا ہے۔ تو جب اسی طرح خدا تعالیٰ حضرت مرزا صاحب کی تعریف کر دے۔ تو سخت بے انصافی ہوگی۔ اگر اس پر شور مچایا جائے۔

اور یہ بات تو سب کی مسلمہ ہے۔ کہ تمام تعریفی کلمات جو عند ہم بالا بزرگوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے عرش سے ہی استعمال کئے ہیں۔ الرحمان علی العرش استویٰ۔ لہذا اس الہام پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حمد میں صرف اپنی ہی خصوصیت نہیں فرمائی۔ وہ تو کہتے ہیں۔ کہ جب بندہ اخلاص میں ترقی کر جاتا ہے۔ تو

عند ذالک یکون العبد المخلص فی العمل محبوبا فی الحضرۃ فان اللہ یحمدہ من عرشہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب بن جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ عرش پر سے اس کی تعریف کرتا ہے (اعجاز المسیح صفحہ ۱۰۳)

نیز فرمایا ؎

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوان محمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو محمد ہیں۔ ان کے مدح خواں بن جاؤ۔ خدا تمہاری تعریف کرے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ تو صلی اللہ علیہ عشراً۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے یعنی اس کی تعریف کرتا ہے۔

یمشی الیک پر اعتراض کرنے والوں کو حدیث قدسی کے یہ الفاظ پڑھنے چاہئیں "من اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ" یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے۔ میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں (مسلم جلد ۲ باب التقرب الی اللہ ماھو جزاء بکم تھ وجوابیہ)

بقیہ صفحہ ۲

ایک بیش قیمت تحفہ کے داخل کر دیا ہے۔ تاکہ تمام لوگ اس کے مطالعہ سے اپنا ایمان تازہ کرتے رہیں۔ ہم نے یہاں سیناد المسیح پر چھپوایا۔ اور سیرۃ نبوی عربی کی دو ہزار کاپیاں مفت تقسیم کیں۔ میں اپنے انگریزی پمفلٹ موسومہ اسلام کی متعدد کاپیاں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اسے ہم نے مفت تقسیم کیا ہے۔ ہم مشکور ہونگے اگر آپ اپنی بیرونی شاخوں کے پتے ہم کو بھیجدیں۔ تاکہ ہم ان کے ذریعہ مفت لٹریچر تقسیم کر سکیں۔ مجھے آپ کے اس خیال سے پورا اتفاق ہے۔ کہ مصر کی جغرافیائی حیثیت ایسی ہے۔ کہ ہم یہاں بیٹھ کر سب طرف اسلام کی تبلیغ پھیلا سکتے ہیں۔ انشاء اللہ ہم اس فرض کو آئندہ آپ کی مرضی اور منشا کے مطابق سرانجام دینگے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔

اپنی سوسائٹی کا مختصر حال آپ کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں قریباً نو سال ہوئے۔ مجھے تبلیغ اسلام کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے سب سے پہلے جاہل اور ناواقف مسلمانوں میں تعلیم اسلامی پھیلانی شروع کی۔ مساجد میں جا کر ان کو اصول اسلام و دیگر امور سکھلاتا رہا۔ اس کے بعد دستی چھاپہ پر اپنے اخبار کا پہلا پرچہ چھاپ کر شائع کیا۔ اس کے بعد میرا ایک مخلص اس کام میں میرا شریک کار ہو گیا اور اب ہم اپنا تبلیغی اخبار شائع کرتے اور مفت تقسیم کرتے ہیں ہمارے مددگار صرف ایک شلنگ سالانہ ادا کرتے ہیں۔ اور ہمارا اخبار و لٹریچر مفت لیتے ہیں۔ اس وقت مصر میں ہمارے ممبر نو ہزار اور بیرونی ممالک میں دو ہزار ہیں۔ دفتر میں صرف میں اور میرا دوست کام کرتے ہیں۔ میرا دوست عربی خط و کتابت اور اخبار کی ایڈیٹری کا کام کرتا ہے۔ اور میں غیر عربی زبانوں کی خط و کتابت اور تراجم کا کام کرتا ہوں۔ اور اپنا مفت لٹریچر عربی ممالک میں تقسیم کرتا ہوں۔ ہمیں ہر ہفتہ ہزار ہا خطوط آتے ہیں جن کے جواب ہمیں دینے پڑتے ہیں۔ اس طرح ہمارے اوقات کا اکثر حصہ خط و کتابت میں صرف ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے میں شرمندہ ہوں۔ کہ آپ کے خط کا جواب جلد نہ دے سکا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بارہ میں آپ کی پوزیشن بالکل صاف اور بے عیب ہے۔ اور آپ کا ان کو مجدد سمجھنا ثابت صحیح راہ ہے۔ اور ان کو نبی بنانے والوں سے اختلاف کرنا آپ کا محکم اصولوں پر مبنی ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اشاعت اسلام کی بہت بہت توفیق عطا کرے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلائے مہربانی فرما کر خط کا جواب دیری سے وصول ہونے پر ناراض نہ ہوں۔ اور ہم پر نگاہ الفت و محبت رکھیں۔ آئندہ انشاء اللہ ہم بہت محتاط رہیں گے۔ ہم سب سے آپ کو السلام علیکم۔

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ضمیمہ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور - یوم شنبہ مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۳

عقائد جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی

(۴) سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں،

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دہلی سے واپس تشریف لے آئے ہیں ان کی طبیعت ناساز ہے عنقریب صحت ہونے پر باہر دورہ کے لئے تشریف لے جائیں گے۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی طبیعت پھر ناساز ہو گئی احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

سامانہ سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور مولانا عصمت اللہ صاحب واپس تشریف لے آئے ہیں۔ وہاں لیکچروں کے علاوہ ہر دو اصحاب کے آریہ سماج سے مناظرے ہوئے مولوی عمرالدین صاحب کا بھی لیکچر ہوا مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں درج ہو گی۔

راولپنڈی سے بابو غلام ربانی صاحب نے حافظ فضل الرحمن صاحب (اہلحدیث) کے متعلق جو نوٹ بھیجا تھا (جس کا خلاصہ ۔ اکتوبر کے اخبار احمدیہ میں دیا جا چکا ہے) اس کے متعلق آپ لکھتے ہیں:-

"حافظ فضل الرحمن کیساتھ لفظ پریذیڈنٹ غلطی سے لکھا گیا ہے۔ دراصل وہ سیکرٹری تھے اور غالباً اب بھی بدستور وہ سیکرٹری جماعت اہلحدیث صدر بازار راولپنڈی ہیں"

کلکتہ سے اخویم حبیب الرحمن لکھتے ہیں کہ

کلکتہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ممبران کا سب سے پہلا جمعہ ۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی انجنیئر خلف الرشید ڈاکٹر بشارت صاحب کی کوٹھی پر پڑھا گیا۔ صاحب موصوف نے ایک کمرہ اس کام کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اور ممبروں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ باقاعدہ نماز جمعہ ادا کی جاوے گی۔ اس کے علاوہ تبلیغی سلسلہ بھی قائم کرنے کا ارادہ ہے جس کو منظم صورت میں لانے کی تجویز پر غور ہو رہا ہے نماز جمعہ میں میاں ممتاز احمد صاحب کے ملازم بھی شامل تھے۔ محمد عبداللہ صاحب نے بھی آنے کا وعدہ

مانگرول کے مدرسۃ البنات میں تقسیم انعامات

ہر ہائینس بیگم صاحبہ نواب صاحب مانگرول کی تقریر دلپذیر

"حصول علم میں مردوں سے سبقت لیجانیکی کوشش کرو"

مؤرخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ہر ہائینس بیگم صاحبہ نواب صاحب مانگرول نے مع دیگر خواتین خاندان کے تشریف فرمائے گرلز سکول ہو کر اپنے ہاتھ سے لڑکیوں کو انعامات تقسیم فرمائے۔ آں ممدوحہ نے اس موقعہ پر بچیوں کے فہم و ادراک کے مطابق ایک مختصر سی تقریر فرمائی جو ذیل ہے۔

(خاکسار محمد مرتضےٰ خاں ایجوکیشنل انسپکٹر مانگرول)

تعلیم نسواں میں ترقی

بسم اللہ پڑھ کر فرمایا

مسلمان کو چاہئے کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے کام میں برکت دیتا ہے اب میں آج اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے کچھ کہنا چاہتی ہوں میرے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس جلسہ میں آج تم سب وہ جمع ہوئی ہو جو طالب العلم کہلانیکی مستحق ہو۔ اور مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ میں ایک مجمع کثیر (کی شکل میں) میں تمہیں دیکھتی ہوں۔ چند سال پہلے مسلمان بچیاں علم کی شوقین بہت ہی کم نظر آتی تھیں۔ اور سکول اور مدرسوں میں بھی ڈھونڈے نہیں ملتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ نور چشم ولیعہد صاحب سلمہ اور ان کے ماتحت اس محکمہ کے افسر اور استاد اور خاصکر تمہاری معلمہ کی کوشش سے آج یہ برکت میں تمہاری گنتی میں دیکھ رہی ہوں۔

حصول علم کا حکم اور اسکی ضرورت

یاد رکھو کہ اللہ اور رسول کو علم سے زیادہ کوئی چیز انسان کے لئے پیاری نہیں۔ قرآن مجید میں اور احادیث میں مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے وہ دوسرے سب حکموں سے زیادہ تاکید والے حکم ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اسے اور اس کی قدرت اور نبی کریم صلعم کی صفات کو پہچانو اور ان کے حکم کے موجب عمل کر کے اللہ کی دینی و دنیوی نعمتوں سے سرفراز ہو، دیکھو اس سے تمہارا ہی فائدہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارے علم کا محتاج نہیں بلکہ وہ تو تم پر اس طرح سے اپنی رحمت اور کرم کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں اور بسم اللہ کے بعد رحمن اور رحیم کے الفاظ کے یہی معنی ہیں۔

علم میں مردوں پر سبقت حاصل کرو

اب میں تمہارا خیال ایک اور بات کی طرف لانا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ فطرت انسانی میں یہ پایا جاتا ہے کہ مرد سے عورت اپنے ارادہ کو پورا کرنے میں زیادہ طاقتور ہے تو اگر ہم علم سیکھنے کا ارادہ کر لیں تو کیا یہ بات ممکن حاصل نہ ہوگی کہ ہم مردوں پر سبقت لیجائیں ضرور ہوگی اور اس میں اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ پھر خاص کر کے چند علوم ایسے ہیں کہ ان میں کمال پیدا کرنے کے لئے عورتیں ہی زیادہ موزوں ہیں مثلاً طب و الٹری۔ نقش نگاری۔ امور خانہ داری پرورش و تعلیم و تربیت اولاد وغیرہ وغیرہ سب عورت سے ہی وابستہ ہیں۔

علم کا ہر وقت خیال رکھو

قصہ کوتاہ اے میری بیٹیو میں تم کو بہت زور سے نصیحت کرتی ہوں کہ علم سیکھنے میں اپنی جان لڑا دو اور خاصکر [illegible]

اخوت اسلامی کا اہم ترین رکن

فرضیت و اہمیت زکوٰۃ

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار فرماتا ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ۔ نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور سچے مومنوں کے علامات میں فرماتا ہے۔ یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز کے سوائے کوئی ایسا عمل نہیں جس پر قرآن شریف میں اس قدر زور دیا گیا ہو جسقدر زکوٰۃ پر دیا گیا ہے۔

زکوٰۃ کے نہ دینے والوں کو عذاب الیم کی خبر سنائی گئی ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے۔ اور اس سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خبر دیدو۔ کنز وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ اور جس کی زکوٰۃ دیدی جائے۔ خواہ وہ کتنا مال ہو۔ وہ اس آیت کی تحت میں نہیں آتا۔

زکوٰۃ کا نہ دینا مشرکوں اور منکرین قیامت کا شیوہ قرار دیا گیا ہے۔ وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون۔ اور مشرکوں پر ویل ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

کوئی شخص اخوت اسلامی میں داخل ہونے کا اہل نہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتا فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ سو اگر وہ توبہ کریں۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں۔

آنحضرت صلعم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ پس جو شخص ان پانچ باتوں میں سے ایک کو چھوڑتا ہے۔ وہ اسلام کی بنیاد پر قائم نہیں رہتا

زکوٰۃ کی ادائیگی بذریعہ بیت المال ہی ہو سکتی ہے

قرآن کریم میں اگر ایک طرف مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم ہے تو دوسری طرف رسول اللہ صلعم کو حکم ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کریں خذ من اموالھم صدقۃ اور آپ کے بعد آئمۃ المسلمین کو بھی حکم ہے۔ اور جو خیرات کی جائے اس کے متعلق یہ حکم نہیں۔ زکوٰۃ فرض ہے اور دوسرے صدقات بطور نفل ہیں۔ جہاں زکوٰۃ کے خرچ کرنے کی مختلف مدات لکھے وہاں یہ بھی ہے والعاملین علیہا یعنی زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کو بھی تنخواہیں دی جائیں گی جو اس کے وصول کرنے کے لئے مقرر ہوں جس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا باقاعدہ وصول ہو کر قومی بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے احادیث میں آنحضرت صلعم کے عاملین زکوٰۃ مقرر کرنے کا ذکر ہے۔ اور وہ سب زکوٰۃ جمع کر کے بیت المال میں داخل کرتے تھے۔ اور آپ ہی نے وہ حساب بھی بتایا جس حساب سے زکوٰۃ مال میں دینی چاہیئے۔ اور کسی شخص کے اختیار پر اس بات کو نہیں چھوڑا کہ کس قدر زکوٰۃ دے۔ اور یہ بھی حکم تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کی ذات کے آگے سر جھکایا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب بعض لوگوں نے زکوٰۃ کے بیت المال میں داخل کرنے سے انکار کیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کے ساتھ جنگ کا حکم دیا۔ اور صحابہ نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ ہر شخص اپنی جگہ پر فقراء مساکین کو دے کر ادائیگی زکوٰت کے حکم سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا ایک بیت المال میں جمع ہو کر وہاں سے مناسب مدات پر خرچ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ جو ہمارے احباب ادا کرتے ہیں۔ وہ بھی انہیں صدقات میں آتے ہیں جو بطور نفل ہیں۔ اصل فرض زکوٰت ہے اور اس کا حساب کر کے بیت المال میں داخل کرنا ضروری ہے اس کے بعد چندہ جس قدر کوئی شخص چاہیے ادا کرے زکوٰت کے علاوہ دوسرے صدقات میں ہر انسان مجاز ہے جس طرح چاہیے انہیں خرچ کرے۔ مگر زکوٰت کو اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتا ہاں ایک حدیث میں رسول اللہ صلعم کا یہ حکم پایا جاتا ہے۔ واذا خرصتم فخذوا ودعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فالربع یعنی جب تم غلہ وغیرہ کا اندازہ زکوٰۃ کے لئے کرو۔ تو اسے لو اور ایک چوتھائی چھوڑ دو۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ تہائی یا چوتھائی زکوٰۃ کے چھوڑ دینے کا حکم اس لئے ہے تا کہ وہ شخص خود اسے اپنے ہمسایوں اور قریبیوں پر خرچ کرے یعنی ایسے قریبیوں پر جو مستحق زکوٰۃ ہیں۔

نوٹ:- قرآن کریم اور ان احادیث کے احکام کے مطابق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے بیت المال قائم کیا ہے جس میں سب ممبران کی زکوٰۃ کا داخل ہونا ضروری ہے۔ اور آخری حدیث کی منشاء کے مطابق ہر زکوٰت دہندہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وہ اگر چاہے تو ایک تہائی زکوٰت کی اپنے طور پر خرچ کرنے کے لئے رکھ لے۔

زکات کن کن چیزوں پر ہے اور کس حساب سے

نقدی و زیورات

نقدی خواہ سونا ہو یا چاندی یا نوٹوں کی صورت میں اپنے پاس جمع ہو۔ یا کسی جگہ امانت کے طور پر جمع ہو۔ زیورات خواہ روپیہ کو جمع رکھنے کی غرض سے بنوائے گئے ہوں۔ خواہ استعمال کے لئے خواہ شب و روز پہنے جاتے ہوں۔ خواہ رکھے رہتے ہوں۔ ان پر بھی نقدی کی طرح زکوٰۃ ہے۔ مگر ان میں جس قدر چاندی .... یا سونا لگا ہے۔ اسی پر زکوٰۃ ہے۔ اگر ان میں جواہر ہیں تو جواہر پر زکوٰۃ نہیں۔ نہ ہی جواہرات پر زکوٰۃ ہے۔ صرف سونے چاندی کی قیمت پر زکوٰۃ ہے جو اس میں لگے ہے۔

زیور کی زکات پر احادیث موجود ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئی اور اس کی لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے۔ آپ نے فرمایا ان کی زکات ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ تو فرمایا کیا چاہتی ہو۔ کہ قیامت کے دن یہ آگ کے کڑے ہوں!۔

حضرت ام سلمہ نے کچھ سونے کا زیور پہنا ہوا تھا۔ اور آپ نے آنحضرت سے دریافت کیا۔ کہ ایسا مال تو نہیں جس پر عذاب کی خبر قرآن شریف میں ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ جو چیز زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس کی زکات ادا کر دی جائے۔ تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اور ایسی ہی ایک حدیث حضرت عائشہ کے متعلق ہے۔ یہ تینوں حدیثیں ابوداؤد میں ہیں۔

جس نقدی یا زیور پر پورا سال گذر گیا ہو۔ اگر وہ چاندی یا نوٹوں کی صورت میں ہے۔ تو باون روپے سے زیادہ مالیت ہونے کی صورت میں اور اگر سونا ۷½ تولے سونے سے زیادہ ہونے کی صورت اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ کے حساب سے زکات ہے

مال تجارت پر زکوٰۃ

مال تجارت پر زکوٰۃ حدیث نبوی سے۔ اور امت کے تعامل سے ثابت ہے۔ اور مجاہد کے نزدیک وانفقوا من طیبات ما کسبتم تجارت کی زکات کے بارہ میں ہے لیکن چونکہ تجارت کا مال بعض وقت ایک مدت تک بغیر نفع دینے کے بھی پڑا رہ سکتا ہے اس لئے ایسے مال تجارت پر جو سال کے اندر فروخت نہیں ہوا۔ کوئی زکات نہیں جب وہ فروخت ہوگا۔ اسی وقت پر زکات بھی واجب الادا ہوگی۔ اور اس وقت صرف ایک ہی سال کی زکات واجب الادا ہوگی۔ حضرت امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ وانہ لم یبع ذالک العرض سنین لم یجب علیہ فی شیء من ذالک العرض زکوٰۃ وطال زمانہ فاذا باعہ فلیس علیہ الا زکوٰۃ واحدۃ اور اصول جو شارع علیہ السلام نے مقرر کیا ہے اس کی رو سے بھی یہی بات حق معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ زکات کا اصول مویشی میں سے مویشی اور غلہ میں سے غلہ اور نقدی میں سے نقدی ہے لیکن چونکہ مال تجارت ان چیزوں کے علاوہ ہے اس میں سے ہر چیز کا چالیسواں حصہ لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک ایک دوکاندار کے پاس سینکڑوں قسم کی اشیاء ہوتی ہیں پس مال تجارت پر سے زکات صرف بصورت نقدی لی جا سکتی ہے اور یہی عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا معلوم ہوتا ہے لیکن نقدی کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہو۔ مثلاً ایک شخص کی دکان میں پچاس ہزار روپیہ کا مال ہے۔ اس میں سے سال میں پندرہ ہزار کا مال فروخت ہوا۔ تو گویا پندرہ ہزار کا مال بصورت نقدی تبدیل ہوگیا۔ اور اس پر زکات واجب الادا ہوگی لیکن باقی پر نہیں اور یوں بھی جو مال بند پڑا رہا۔ اور فروخت نہیں ہوا نقدی نہیں کہلا سکتا۔ پس تجارت کے مال کی تین صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ سارا سرمایہ جو تجارت پر لگایا گیا ہے۔ وہ سال بھر میں واپس نہیں ہوا۔ یعنی کل مال فروخت نہیں ہوا۔ تو زکوٰۃ صرف اس حصہ پر ہے جو فروخت ہوا یعنی سال بھر میں جس قدر مال فروخت ہوا اس پر ۲½ فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ ہے

دوم یہ کہ سارا سرمایہ بار بار وصول ہوتا اور تجارت پر لگتا رہا۔ مثلاً ایک شخص کے پاس دس ہزار سرمایہ ہے اور اس نے اس کا کچھ سامان خریدا وہ ایک دو ماہ میں فروخت ہوا۔ پھر اس سے اور سامان خریدا اور وہ بھی فروخت ہو گیا اور یوں سال میں کئی دفعہ ہوا۔ تو صرف اصل سرمایہ پر سال میں ایک دفعہ زکات بحساب ۲½ فیصدی واجب الوصول ہوگی۔

سوم۔ یہ کہ سرمایہ بصورت کسی انڈسٹری کے ہے جیسے مشین وغیرہ لگا کر کام چلانا۔ تو اس صورت میں بھی سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۲۰ | یوم شنبہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ | نمبر ۶۳

مولوی ثناء اللہ کی کفر پڑی

اسلام کے مقابلہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کی حمایت

وہابی قوم میں غیرت اسلامی کا یہاں تک نقدان ہو گیا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ان مسلمانوں کو جو ان کے خیالات سے اختلاف رکھتے ہیں غیر مسلم اقوام کے مقابلہ پر لا کر ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ایسی باتوں کا نتیجہ ظاہر ہے ؎

نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

ایسی حرکات سے خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ اور اسلام کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ پہلے مولوی ثناء اللہ وہابی حضرت مسیح موعود اور دیانند کا مقابلہ کر چکا ہے۔ جب کہ یسوعی لوگ حضرت نبی کریم اور یسوع کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ اور اب اس نے حضرت مسیح موعود کا گاندھی سے مقابلہ کیا ہے ۷ راکتوبر ۱۹۳۲ء کے اخبار اہلحدیث میں اس نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے فیصلہ ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حالانکہ اسے یاد ہوگا۔ کہ خود اس کے اعتراض مندرجہ اخبار عام نومبر ۱۸۹۹ء کے جواب میں حضرت مسیح موعود...... اس واقعہ کی تفصیل مندرجہ ذیل الفاظ میں دے چکے ہیں لیکن اب ۳۳ سال کے بعد اصل معاملہ کو غلط طور پر پیش کرنے کی جرأت کرنا وہابی دیانتداری کا نمونہ ہے۔ حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں:۔

مسٹر جے ایم۔ ڈوئی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرا لئے۔ کہ آئندہ وہ مجھے دجال اور کافر اور کاذب نہیں کہیگا۔ اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھیگا۔ اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا۔ کہ آئندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہیگا۔ اور نہ میرا نام دجال رکھیگا۔ اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے مشہور کریگا۔ اب دیکھو۔ کہ اس اقرار کے بعد وہ استفتاء اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتویٰ دینے میں راستی پر ہوتا۔ تو اس کو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیئے تھا۔ کہ میرے نزدیک بیشک یہ کافر ہے۔ اس لئے میں اس کو کافر کہتا ہوں۔ اور دجال بھی ہے۔ اس لئے میں اس کا نام دجال رکھتا ہوں۔ اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے ...... اس لئے میں اس کو جھوٹا ہی کہتا ہوں۔ بالخصوص جس حالت میں خدا تعالےٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور آخیر زندگی تک ان عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے۔ کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں کو برباد کیا۔ اور حکام کے سامنے اقرار کر دیا۔ کہ میں آئندہ ان کو کافر نہیں کہونگا اور نہ ان کا نام دجال اور کاذب رکھونگا۔ پس سوچنے کے لائق ہے۔ کہ اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی۔ کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرا دیا۔ اگر اس عمارت کی تقوےٰ پر بنیاد ہوتی۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آ جاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ

اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں۔ مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا۔ اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق و صواب سے دور سمجھتا ہوں۔ جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالےٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں۔ جو حق اور راستی سے منحرف ہے۔ لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے۔ کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتوے طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کیلئے کوئی فتوے تیار نہیں کیا۔ اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں۔ کہ اگر میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسلمان ہوں۔ تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوےٰ ان پر یہی ہے۔ کہ وہ خود کافر ہیں سو میں ان کو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتوےٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر میں نے مسٹر ڈوئی کے روبرو یہی اس بات کا اقرار کیا ہے۔ کہ ان کو کافر نہیں کہونگا۔ تو واقعی میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا (اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء)

سو یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا (تریاق القلوب)

مندرجہ بالا بیان کے مقابلہ پر مولوی ثناء اللہ کا یہ لکھنا کہ "دوسرے ایک ضلع کے مجسٹریٹ کے کہنے سے خدا کی عطا کی ہوئی نبوت کو شائع نہ کرنے کا وعدہ کر دیا" کہاں تک وہابی دیانت ہے۔ اس زمانہ کے وہابیوں کے پاس سوائے گالی گلوچ اور دوسروں کو حقارت سے دیکھنے کے اور کیا رہ گیا ہے۔ عبد اللہ آتھم کے بارہ میں ہم الگ سے مفصل لکھ چکے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں وہابی اس کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

وہابی بیانات

مقدمہ بہاولپور پر ۱۹ ستمبر کے پرچہ میں ایک ایڈیٹوریل لکھا گیا تھا۔ لیکن جیسا کہ مولوی ثناء اللہ وہابی کی عادت ہے۔ کہ کوؤں کی طرح بزعم خود ایک ناقص جگہ پر ہی نظر رکھتا ہے۔ سارے مضمون کا ایک ٹکڑا ہے کہ اس پر طبع آزمائی کر دی ہے۔ حالانکہ سارے مضمون کا خلاصہ اس کے آخر پر زیر عنوان "مخالف مولویوں کا عقیدہ" اور "نتائج کا اختلاف کیوں؟" آتا ہے۔ مولوی مذکور کو اتنی جرأت تو نہیں ہو سکی۔ کہ اپنے عقائد کی بنا پر ان عنوانات کی تردید کر دیتا۔ اگر اس کے کسی چیلے میں جرأت ہے۔ تو وہی اس پر طبع آزمائی کرے۔ اور وہ عبارت یہ ہے:۔

"وہ مولوی جو آج عدالت میں ایک احمدی کو کافر ثابت کرنے کیلئے اس بات پر زور دیتے ہیں۔ کہ وہ امت محمدیہ میں ایک نبی کا آنا مانتا ہے۔ وہ خود کہاں تک اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ کیا ان کا یہ عقیدہ نہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیلی نبی ہیں۔ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ کیا اس عقیدہ سے ختم نبوت باطل ہوتی ہے یا نہیں۔ نبی خواہ نیا ہو۔ یا پرانا جب اس امت میں اس کا آنا تسلیم کر لیا گیا۔ تو ختم نبوت کہاں باقی رہ گئی۔

"خدا کے بندو! آخر کچھ تو سوچ سمجھ سے کام لو۔ آخر وہ کیا بات ہے۔ جو ایک قادیانی کو آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نبی ماننے سے کافر ٹھہرا دیتی ہے لیکن تم ایک پرانے نبی کا جو آنحضرت صلعم کے فیض روحانی کا تربیت یافتہ بھی نہیں، آنا مان کر بھی مسلمان کے مسلمان ہی رہتے ہو جب عقیدہ ایک ہے بلکہ تمہارا عقیدہ قادیانی عقیدہ سے زیادہ بدتر ہے۔ تو نتائج کے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے حضرت عیسیٰ کا خاتم النبیین کے بعد آنا مان کر بھی تمہارے اسلام میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ باوجودیکہ وہ ایک

حقل ہو واسطے ہی ہیں۔ جیسے آنحضرت صلعم تو حضرت مرزا صاحب کو نبی
کر کوئی شخص کیونکر کافر ہو سکتا ہے۔ بالخصوص جب وہ آپ کی نبوت کو
آنحضرت صلعم کے فیض روحانیت کا نتیجہ سمجھتا اور آنحضرت صلعم ہی کی
شریعت پر عمل پیرا ہونا ضروری یقین کرتا ہے۔
کیا مولوی ثناءاللہ صاحب کچھ جواب دے گا

مسلمانوں کی باہمی مناقشت

افسوس ہے۔ کہ اختلاف آراء مسلمانوں کی باہمی مناقشت کو اس درجہ بڑھا دیتا ہے۔ کہ دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق نفرت و کدورت پیدا ہو کر طعن و تشنیع اور گالی گلوچ تک نوبت جا پہنچتی ہے اور اس میں چھوٹے اور بڑے ہر صنف اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں جہاں کسی سے اختلاف رائے ہوا۔ بلالحاظ اس امر کے کہ وہ کتنی بڑی عزت و شہرت کا مالک ہے۔ بلالحاظ اس امر کے کہ وہ شرافت نفس اور حسن اخلاق سے کہاں تک ممتاز ہے۔ بلالحاظ اس بات کے کہ کل تک اس کے متعلق کیا رائے ظاہر کی جاتی تھی۔ اس کی نیت، اس کے اخلاق و اعمال اور عزت و شرافت پر حملے شروع ہو جاتے۔ طرح طرح کے نام رکھے جاتے اور اس پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان اخبارات کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ جو قوم کی شائستگی اور حسن کردار کے ضامن سمجھے جاتے ہیں۔ اس کی بیسیوں مثالیں ان کالموں میں قبل ازیں دی جا چکی ہیں۔ ایک اور تازہ مثال سن لیجئے۔ لکھنؤ کی آل مسلم پارٹیز کانفرنس سے ڈاکٹر سر اقبال اور دوسرے جلیل القدر مسلمانوں نے بیزاری اور اس کی عدم ضرورت کا اظہار کیا۔ بجائے اس کے کہ ان کے خیالات کو ٹھنڈے دل سے سن کر معقول اور شریفانہ الفاظ میں جواب دیا جاتا۔ معاصر "مدینہ" نے "اتحاد مسلمین" کے عنوان سے ایک لمبا افتتاحیہ لکھا ہے جس میں مسلمانوں کے موجودہ تفرق و تشتت کا نہایت دلسوز پیرایہ میں ذکر کرتے ہوئے ان کے باہمی اتحاد کی تائید جو لکھنؤ کانفرنس کا مدعا تھا ضروری مقصد قرار دیا گیا ہے۔ بہترین دلائل دیئے گئے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ان جلیل القدر مسلم رہنماؤں کا جو اس کانفرنس کے مخالف ہیں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:-

> "معلوم ہوتا ہے۔ سر اقبال مسلمانوں کے مابین اتحاد پسند ہی نہیں کرتے۔ اس لئے کہ اگر اتحاد مسلمین کا ذریعہ مکمل ہو جائے۔ مسلمان یکجہت ہو کر مصروف عمل ہو جائیں تو غریب اقبال، سر یعقوب، ڈاکٹر شفاعت احمد خاں شفیع داؤدی، مسٹر غزنوی اور اس قسم کے "سیاسی مخنثوں" کو کون پوچھ سکتا ہے"
>
> "ہمارے لیڈران کرام اس نازک پوزیشن کو کبھی گوارا نہیں کر سکتے" "مسلمانوں کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے۔ کہ سر اقبال بھی مسلمانوں کے رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں . . . . . . اسی قسم کے لیڈروں کے متعلق عربی شاعر نے کہا ہے۔
>
> اذا کان الغراب دلیل قوم
>
> سیھدیھم طریق الھالکینا

جس قوم کی رہنمائی کا فخر ایک کوے کو حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی روز ضرور تباہ ہو کر رہتی ہے۔"

اسی قسم کے دلآزار فقرے جابجا لکھے ہیں۔ اور صرف "مدینہ" ہی نہیں۔ اس کی مخالف پارٹی کے اخبارات بھی محرکین کانفرنس کی نیتوں اور ان کے اعمال پر حملہ آور ہونے سے نہیں چوکتے۔ یہاں تک کہ جب کانفرنس کی کارروائی میں انہیں انتشار نظر آئے "تو انقلاب" جیسے معزز نوں جریدہ نے اس خبر کو درج کرتے ہوئے یہ عنوان جمایا "آنچہ دانا

بڑلاڈہ میں مسلمانوں کا وحشیانہ قتل

بڑلاڈہ ضلع حصار سے ایک نہایت ہولناک خبر موصول ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ کسی مسلمان نے ایک چمار کی گائے چرا کر ایک قصاب کے پاس فروخت کر دی۔ لیکن تلاش و جستجو سے جلد ہی اس کا سراغ مل گیا۔ اور جب مالک وہاں پہنچا تو گائے پوشیدہ طور پر ذبح ہو چکی تھی۔ اس کی کھال اور سر پر اسی وقت قبضہ کر لیا گیا۔ اور پولیس کو اطلاع کی گئی جس نے اسی وقت چور اور قصاب وغیرہ کو گرفتار کر کے مناسب تفتیش کے بعد چالان کر دیا۔

لیکن قریب ہی کے گاؤں میں سکھوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے ایک جلسہ منعقد کر کے مسلمانوں کے خلاف جوش و اشتعال پیدا کرنا شروع کیا۔ اتفاق سے سب انسپکٹر پولیس بھی وہاں پہنچ گیا۔ اور اس نے مجمع کو یقین دلایا۔ کہ ملزمین کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں گی۔ اس لئے کسی جوش و خروش کی ضرورت نہیں۔ اس وقت تو معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سازش خفیہ طور پر ہوتی رہی جس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ۱۱ اکتوبر کو تین مسلح سکھ بڑلاڈہ میں آئے۔ اور آتے ہی ایک مسلمان سے مسجد کا پتہ پوچھا اس نے انہیں ساتھ لے جا کر مسجد بتائی۔ لیکن اس وقت مسجد بالکل خالی تھی انہوں نے وہاں سے واپس ہوتے ہی سب سے پہلے پتہ بتانے والے مسلمان کو گولی کا نشانہ بنایا۔ اور پھر تمام بازار میں گھومتے رہے۔ جو مسلمان مرد یا عورت سامنے آتی۔ اس کو گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا۔ اس طرح کل سات آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ آٹھ زخمی ہوئے۔ اس کے بعد وہاں سے موضع "بلونڈی" گئے۔ جو بڑلاڈہ سے چھ سات سو کرم کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں بھی سب سے پہلے مسجد میں جا کر ایک عورت کو شہید کیا۔ اور پھر جو مسلمان سامنے آتا۔ اسے گولی کا نشانہ بنا دیتے۔ یہاں تک کہ کل آٹھ مسلمان شہید ہو گئے۔ اور ایک آٹھ سالہ بچہ زخمی ہوا۔ اس طرح کل چوبیس نفوس کو گولیوں کا نشانہ بنا کر یہ وحشیوں کا گروہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور حیرت ہے۔ کہ کسی ہندو یا سکھ نے نہ تو موقع پر انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ اور نہ اب تک ان کی گرفتاری کی کوئی اطلاع آئی ہے۔ اس ہولناک بربریت کی اطلاع ڈپٹی کمشنر حصار کو (جو خود بھی ہندو ہیں) دو دن بعد پہنچی۔ جو کپتان پولیس کے ساتھ موقع پر گئے۔ لیکن اب تک یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ انہوں نے ملزموں کی گرفتاری مسلمانوں کی آئندہ حفاظت اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے متعلق کیا کارروائی کی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ زخمی ہسپتال میں پڑے کراہ رہے ہیں مسلمانوں نے سول سرجن کو تار دیا۔ تو ایک سکھ سب اسسٹنٹ سرجن تشریف لے آئے۔ اور انہوں نے بھی مسلمانوں کی درخواست کے باوجود زخمیوں کی گولیاں نکالنے کے بجائے انہیں حصار لے جانے کی ہدایت کی۔ مسلمان بھلا اتنے متمول کہاں ہیں۔ کہ اتنے زخمیوں کو حصار پہنچایا جاتا۔ صرف دو آدمی جو صاحب استطاعت ہیں وہ اپنے زخمیوں کو دہلی لے گئے ہیں

یہ حالات جس درجہ ہولناک جس درجہ دلخراش اور تشویش انگیز ہیں۔ اس پر کسی تفصیلی تبصرہ یا حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ یہ نمونہ ہے ان اخلاق کا جو آئندہ سوراج میں ہندو اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ برتے جانیوالے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ تین سکھوں کا یہ وحشیانہ طرز عمل ہندوؤں اور سکھوں کی ایک وسیع سازش کا نتیجہ نہیں جبکہ اس سے قبل بلکہ اسی دن بڑلاڈہ کی منڈیوں میں مہابیر دل کا جلوس بھی مسلمانوں کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کیلئے نکالا جا چکا تھا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں کا جن کی اس علاقہ میں بہت بڑی اکثریت ہے۔ اس وحشیانہ اور بیدردانہ قتل و غارت کو منہ اٹھا کر دیکھتے رہنا۔ اور مجرمین کو گرفتار کرنے کی کوشش نہ کرنا اس بات کا ایک کھلا ثبوت نہیں۔ کہ وہ اس سازش میں شریک ہیں۔ اور مجرمین کی انہوں نے عمداً اعانت کی جس علاقہ میں غریب آبادی کو اس بیدردی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ وہاں کون کہہ سکتا ہے۔ کہ انگریزی حکومت کا کوئی عمل دخل ہے۔ کیا گورنر پنجاب کو معلوم ہے۔ کہ ضلع حصار بھی انہی کے ماتحت ہے۔ جہاں ہندوؤں کی کثیر آبادی کے ساتھ مسلمانوں کی بھی ایک قلیل تعداد موجود ہے۔ جو اگرچہ غریب ہیں لیکن آخر انسان ہیں۔ اور انہی انسانی حقوق کے حقدار ہیں۔ جو دوسری برطانوی رعایا کو حاصل ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہے۔ کہ ان غریب مسلمانوں کا خون اس قدر ارزاں ہو گیا ہے۔ کہ جب اور جو شخص چاہتا ہے۔ انہیں بے دریغ گولیوں کا نشانہ بنا دیتا ہے؟ ابھی گذشتہ سال ہربھول سنگھ نامی ایک مشہور ڈاکو کو محض اس وجہ سے ہندوؤں نے ہیرو بنا لیا۔ کہ اس نے مسلمانوں کو بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا تھا اسے گرو بھگت کا خطاب دیا گیا۔ اس کے گیت بنائے گئے۔ اور جب وہ گرفتار ہوا۔ تو اس کی پیروی کے لئے بیدریغ روپیہ خرچ کیا گیا۔ آخر کار وہ پھانسی پر لٹکایا گیا لیکن ہندوؤں میں اسلام دشمنی کا وہی جذبہ موجود ہے۔ جس نے اب پھر ایک گائے کے معاوضہ میں ۲۴ مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھا۔ ہم حکام بالا سے پھر عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ایسے واقعات کا قرار واقعی تدارک کرنے کی کوشش کی جائے۔ جو مسلمانوں کی آئندہ حفاظت کا موجب ہو۔ ضرورت ہے۔ کہ اس علاقہ میں تعزیری چوکیاں بٹھائی جائیں ہندوؤں اور سکھوں پر تعزیری ٹیکس عائد کئے جائیں۔ جن سے شہداء کے ورثاء اور زخمیوں کو امداد دی جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی اصل مجرموں کی گرفتاری کی بھی پوری کوشش کی جائے۔ تاکہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ سکیں۔

کند کند ناداں"

ہم نہیں کہتے۔ کہ ان معزز صحافت نگاروں کی نیتوں میں فتور ہے یا ان کے دلوں میں مسلمانوں کا درد نہیں۔ ہم نہ انہیں خود غرض کہتے ہیں۔ نہ ہندو پرست۔ لیکن اس حقیقت کے اعتراف میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں کے متعلق نہایت دلآزار اور درشت ترین الفاظ ان کے قلم سے نکلتے ہیں۔ جو نہ تو "اتحاد مسلمین" کے مقصد کو پورا کرنے کا موجب ہیں۔ اور نہ قوم کے اخلاق کا کوئی اچھا نمونہ ہیں۔ اپنے ہی لیڈروں کو "سیاسی مخنث" اور "غراب" وغیرہ قرار دینا قوم کے لئے کوئی عزت کا نشان نہیں۔ ان سے اختلاف بے شک کیجئے لیکن شائستہ الفاظ میں جو یقیناً زیادہ معقول۔ زیادہ زوردار اور زیادہ موثر ثابت ہوں گے۔

سے بچ کر اور نفرت کر کے تحصیل علم کا ہی خیال ہر وقت دل میں رکھو یہاں تک کہ اٹھتے بیٹھتے بلکہ کام کاج کرتے بھی ایک ایک دو دو لغت اپنے سبق کے یاد کرتی رہو۔

بس اس وقت تو میں تمہیں اتنا ہی کہتی ہوں اور اب تمہاری ہر طرح کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم و کمال حاصل کرنے کی اور عبادت الٰہی کرنے کی نیک توفیق عطا فرمائے۔ اور نماز روزہ کی پابندی کی بھی توفیق بخشے اور اس طور پر اپنے حبیب پاک صلعم کے صدقہ سے تمہیں اپنی دینی اور دنیوی نعمتوں سے اپنے فضل و کرم کے ساتھ کامیاب و بامراد فرمائے آمین۔ اس پر میں اپنی تقریر کو ختم کرتی ہوں۔

مولوی ثناء اللہ کا علم و عقل

(مولانا احمد صاحب کے قلم سے)

جس طرح یہ مقولہ مشہور ہے۔ حبك الشيء يعمي ويصم ایک چیز کی محبت میں حد سے زیادہ بڑھنا اس کے عیوب و نقائص سے انسان کو اندھا بنا دیتا ہے۔ اسی طرح یہ مقولہ بھی سچا ہے۔ بغضك الشيء يعمي ويصم ایک چیز سے بغض و عداوت رکھنے میں حد سے بڑھنا بھی انسان کو اس کے محاسن اور کمالات سے اندھا اور بہرہ بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے مخالفین پر اس وقت یہی مقولہ صادق آتا ہے۔ کہ وہ آپ سے بغض و عداوت رکھنے میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں۔ کہ وہ اندھے بھی ہو گئے ہیں۔ اور بہرے بھی۔ اور آپ پر جھوٹ اور افترا میں بیباک ہو کر اللہ تعالیٰ سے ایسے نڈر اور بے خوف ہو گئے ہیں۔ کہ يوم يقوم الناس لرب العلمين پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ایک صفحہ میں ان کو ایک بات نظر آتی ہے۔ مگر اسی صفحہ میں دوسری لکھی ہوئی بات نظر نہیں آتی۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ انہیں طلب حق سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اور ان کا مطلب صرف حضرت مسیح موعود کو دنیا میں رسوا اور ذلیل کرنا ہے۔ گو وہ اس غرض کو پورا کرنے میں کتنی بھی خیانت اور اللہ تعالیٰ کے کھلے احکام کی نافرمانی کرنی پڑے۔ اس بارہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا قدم سب سے آگے ہے۔ اور وہ اس راہ پر چلنے والوں کیلئے بطور پیشوا اور رہبر کے ہیں۔ جس طرح خارجی علماء سوء اور ائمۃ التکفیر کے امام اور پیشوا ہیں

پادری سلطان محمد کا ایک اعتراض

پادری سلطان محمد پال نے قرآن کریم کے ایک فقرہ ان هذان لساحران پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ علم نحو کے قواعد کے خلاف ہے۔ ان هذين لساحران ہونا چاہیئے۔ اور اس اعتراض کی تائید کیلئے پادری صاحب نے حضرت مسیح موعود کی عبارت مندرجہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۴ نقل کی ہے۔ اور اس سے پہلے یہ لکھا ہے:۔

"اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی قدر و قیمت دمڑی کے برابر بھی نہیں۔ لیکن خود ان کے مریدوں کے نزدیک مرزا صاحب کی منزلت آنحضرت سے بوجوہ چند بڑھ کر ہے۔ اس لئے قرآن کی فصاحت و بلاغت کے متعلق ان کے قول کا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔"

حضرت مسیح اور حضرت مرزا صاحب مریدوں کی نظر میں

پادری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی مسیح موعود کی قدر و قیمت اگر مسلمانوں میں صرف اسی قدر رہی ہو۔ جو قدر و قیمت حضرت مسیح ابن مریم کی یہود کی نظروں میں تھی۔ تب بھی حضرت مرزا صاحب کی عزت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ مگر انجیل کے رو سے حضرت مسیح ابن مریم کی قدر و قیمت ان کے مریدوں کی نظروں میں بھی جس قدر تھی وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ایک مرید نے تین مرتبہ ان کا انکار ایک ہی رات میں کیا۔ اور دوسرے نے تیس روپے لے کر ان کو پکڑوا دیا۔ اور مرید یا حواری بھی صرف بارہ ہی تھے۔ اس کے بالمقابل حضرت مرزا صاحب کے مریدوں میں سے کئی ایسے ہیں جنہوں نے آپ کی تائید کے صلہ میں جام شہادت پیا۔ قتل کئے گئے۔ سنگسار کئے گئے۔ مگر ان مصائب سے بچنے کے لئے اپنے مرشد کا انکار نہیں کیا۔

انصاف پرست غیر مریدین کا خیال

مریدوں کے علاوہ بھی بہتیرے ایسے انصاف پرست اور حق گو مسلمان پہلے بھی موجود تھے۔ اور اب بھی موجود ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف رائے رکھتے ہوئے ان کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اور ان کی خدمات اسلامیہ کو بڑی قدر سے دیکھتے ہیں۔

پوست خور علماء اور مامورین الٰہی

پوست خور علماء کو چھوڑیئے۔ کیونکہ اس طبقہ نے ہمیشہ سے اپنے علوم رسمیہ پر اتراتے ہوئے رسولوں اور مامورین کی مخالفت کی ہے۔ قرآن کریم کی شہادت بھی یہی ہے فلما جاءتهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ما كانوا به يستهزءون یہود نے حضرت عیسیٰ کو رد کیا۔ اور سخت مخالفت کی۔ اور ان کے سرکردہ ان کے فقیہ اور فریسی تھے۔ سردار دو جہان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام اقوام اور جملہ مذاہب کی طرف مبعوث ہوئے۔ تب بھی یہود اور ان کے علماء نے اور مسیحیوں اور ان کے علماء نے سخت مخالفت کی۔ اور آپ کے مشن کے تباہ کرنے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اور اس مخالفت کے سرکردہ بھی علماء، پوست خور اور ظاہر پرست تھے۔ اور ان کے علم رسمی کے حجاب نے یا وجاہت اور ریاست کے لالچ نے ان کو اس نعمت سے محروم کر دیا۔ استثناء ہر جگہ ہوتی ہے۔ بعض سعید روحوں نے علماء یہود میں سے حق کو قبول بھی کیا۔ لیکن ... ان اكثرهم لفاسقون کے مصداق تھے۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ علماء امت محمدیہ کے ظاہر پرست اپنے اسلاف یہود کے قدم بقدم نہ چلتے۔ آخر تشابهت قلوبهم کا مصداق ہونا ان کے لئے ہی مقدر تھا۔ اس لئے علماء ظاہر کے اکثر حصہ کا حضرت مرزا صاحب کو قبول نہ کرنا یا آپ کی مخالفت کرنا آپ کی کسر شان کا موجب نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔

ایک افترا

مرزا صاحب کے مریدوں کے نزدیک حضرت مرزا غلام احمد صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ اور ان کے لئے یہی فخر کافی ہے۔ کہ وہ آنحضرت کے غلام ہیں۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

یہ بات کہ مرزا صاحب کی قدر اپنے مریدوں کے نزدیک بوجوہ آنحضرت سے بڑھ کر ہے۔ یہ بھی مخالفین کے افتراؤں میں سے ایک افترا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا بیان

پادری صاحب نے حضرت صاحب کی جو عبارت اپنی تائید میں پیش کی ہے۔ وہ یہ ہے:۔

"یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض جگہ خدا تعالیٰ انسانی محاورات کا پابند نہیں ہوتا۔ یا کسی اور زمانہ کے متروک محاورات کو اختیار کرتا ہے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ بعض جگہ گریمر یعنی صرف و نحو کے ماتحت نہیں چلتا اس کی نظیریں قرآن میں بہت پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ آیت ان هذان لساحران انسانی نحو کے رو سے ان هذين چاہیئے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۴)

حضرت صاحب نے ان هذان کو نحو کے خلاف تمایا۔

مولوی ثناء اللہ کا جواب

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اسے نحو کے مطابق بنانے کے لئے اپنے اخبار اہلحدیث مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء میں یوں لکھا ہے۔ کانہ ان کی بحث میں لکھا ہے۔ تخفف المكسورة ويلزمها اللام ويجوز الغاؤها یعنی انّ (مکسورہ) مخفف کیا جاتا ہے۔ تو اس کی خبر میں لام کا آنا ضروری ہے اور اس کو بے عمل کر دینا جائز ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہاں انّ مشدد کو اِن مخفف کر دیا گیا ہے۔ اور بصورت اِن وہ اسم پر اگر اثر نہ کرے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ یعنی انّ کی صورت میں انّ هذين چاہیئے۔ یا کے ساتھ مگر اِن کی صورت میں ان هذان بھی درست ہے۔ مولوی صاحب پھر لکھتے ہیں۔ کہ پس ہم پادری صاحب کی معرفت مرزا صاحب کو پہنچاتے ہیں۔ کہ مرحوم بالا قانون کافیہ میں پڑھیں۔ تو ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا ہوگا۔

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

بے محل جواب

مگر مولوی ثناء اللہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اعتراض ان هذان لساحران پر نہیں ہے۔ بلکہ انّ هذان لساحران پر ہے۔ کہ انّ مشدد کی صورت میں انّ هذان نحو کے خلاف ہے حالانکہ انّ هذان لساحران بھی قراۃ مشہور ہے۔ اور بہت سے مفسرین نے اس پر تفسیریں لکھی ہیں۔ مولوی صاحب نے یا تو تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے اصل اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ اور یا ان کو محل اعتراض کا علم نہیں ہے۔ کہ اعتراض انّ هذان پر ہے۔ نہ اِن هذان پر۔ کافیہ کا قاعدہ ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کا تعلق اِن مخفف سے ہے۔ اور اعتراض انّ هذان مشدد پر ہے۔ پس ہم پادری صاحب کی معرفت مولوی صاحب کو پہنچاتے ہیں۔ کہ مرحوم بالا قانون کافیہ میں پڑھیں۔ تو ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا ہوگا۔

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جواب کے دو طریق

پس مولوی صاحب کو چاہیئے۔ کہ انّ هذان پر اعتراض کا جواب دیں۔ اور یہ دو طرح پر دے سکتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ سرے سے انکار ہی کر دیں۔ کہ یہ قرآن کا کوئی فقرہ نہیں ہے۔

۲۔ یہ کہ اسے کسی اور قاعدہ کے ماتحت کر دیں۔ میں انتظار میں ہوں۔ کہ مولوی صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ کیونکہ جو جواب دیا ہے۔ وہ بے محل ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی انّ هذان کے متعلق لکھا ہے جس میں نون مشدد ہے اور مفسرین نے جو کچھ تاویلیں کی ہیں۔ وہ بھی ران (انّ) مشدد ہذان کی کی ہیں۔

معذرت

بعض معذوریوں کی وجہ سے ۱۵ اکتوبر کا پرچہ بروقت روانہ نہ ہوسکا جو اس ضمیمہ کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں ارسال کیا جاتا ہے۔

منیجر

وہابیوں کا حضرت علیؓ کی ہتک کرنا

وہابی علم کلام کا نمونہ

حضرت مسیح موعودؑ نے جب اس انجیل کے مطابق جو بقول اہلحدیث ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء اسلامی حجت نہیں۔ عیسائیوں کے خدا یسوع مسیح کا کچا چٹھا ظاہر کیا۔ تو امرتسر کے وہابی ہیں اشتہار کہ حضرت مسیح نے حضرت عیسیٰ کی ہتک کی ہے اور اس کو گالیاں دی ہیں۔ عوام کو گمراہ اور بدگمان کرنے کے یہ آسان ٹوٹکا تھا۔ اب ذرا خود اس وہابی اخبار کا بزرگان امت کے بارہ میں طرز عمل ہے وہ ملاحظہ ہو۔ گویا جس کی بنا پر وہ حضرت مسیح موعود پر الزام لگاتا تھا اسی بنا پر وہ خود حضرت علیؓ کی ہتک کرنے کا مرتکب ہے چنانچہ اہلحدیث ۱۸ دسمبر ۱۹۲۱ء میں زیر عنوان متفرق اور روحی لکھا ہے کہ:۔

جس علی پر ہم نقص کرتے کو ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں جو نقشن نبی۔ خلیفہ اور احد خلفاء الراشدین المہدیین علیہم السلام۔ بلکہ وہ شیعوں کے علی ہیں جو ہم مرتبہ رسول بتائے جاتے ہیں جنہیں نفس رسول کہا جاتا ہے جن کو عین رسول کہکر پکارا جاتا ہے اور افضل الانبیاء ابن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب دیا جاتا ہے (کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا) جنکی شان میں مبالغہ کرتے کرتے انہیں اعجوبہ تریں ہستی بنا دیا گیا ہے حتیٰ کہ ان کے القاب میں سے مظہر العجائب ایک معمولی لقب ہے۔

اب اس علی کے بارہ میں زیر عنوان "رافضہ کا علی" ایک نظم شائع ہوئی ہے جس میں اس علی پر جا بجا مختلف قسم کی چوٹیں کی گئی ہیں جن پر اڈیٹر اخبار کے حاشیے زائد ہیں۔ (اخبار اہلحدیث ۲۲ جنوری ۱۹۲۱ء)

اب کیا مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اسی معیار پر جو وہ حضرت مسیح موعود کے مقابل استعمال کرتا ہے ہم یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ مولوی مذکور حضرت علیؓ کی ہتک کرتا ہے حضرت مسیح موعود کا یسوع مسیح تو وہ شخصیت ہے جس کا ذکر اناجیل میں ہے۔ **جو اسلامی حجت نہیں** لیکن حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی شخصیت تو شیعہ سنی سب مسلمانوں میں مشترک ہے۔ جب حضرت مسیح موعود کی ذیل کی عبارت کی موجودگی میں مولوی مذکور آپ پر ہتک انبیاء کا الزام لگاتا ہے تو کیا وہ خود حضرت علیؓ کی ہتک کرنے کا ملزم نہیں ہے۔

لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی اس شخص کی چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا اور ایسے پاکوں کو جو ہزارہا درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔ سو ہم نے **اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے** وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔ (نور القرآن ۲ ص ۲۔)

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی بددیانتی

وہابی مولوی دوسروں کو جاہلیں سنا سنا کر دیانت کا وعظ کیا کرتے ہیں لیکن جب خود عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو سب دیانت دھری رہ جاتی ہے چنانچہ مولوی مذکور کی اپنی دیانت اور غیرت اسلامی کا یہ حال ہے کہ رسالہ "علم الکلام مرزا" کے صفحہ ۶ پر حضرت مسیح موعود کی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ کے ایک حاشیہ کو نامکمل نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت صاحب معاذ اللہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی ہتک کی ہے حالانکہ اسی حاشیہ کے دوسرے صفحہ پر یہ لفظ بھی موجود ہیں:۔

بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں چنانچہ اس پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں پس اس طرح اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا۔ اور آنیوالے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔ (ص ۹ ضمیمہ انجام آتھم)

یہ ہے وہابی مولویوں کی دیانت اور امانت کا حال۔ کہ ایک ہی حاشیہ سے تھوڑی عبارت کاٹ کر دنیا کو دھوکا میں ڈال دیا ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں فرمایا گیا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ (النساء) اور ایسے ہی مولویوں کو حضرت مسیح موعود نے ان ناموں سے مخاطب کیا جو انجام آتھم میں درج ہیں۔ جو آپ کی عبارت کو کتر بیونت کر کے لوگوں میں بدگمانی پھیلاتے ہیں۔ مولوی صاحب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لیں۔ کہ جب اپنے اخبار میں عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ تو شائع کرتے ہیں:۔

اگر عیسائیوں میں جرأت ہے تو وہ آئیں اور مریم صدیقہ کو اناجیل کی رو سے عفیفہ پاکدامن اور مومنہ ثابت کر دیں" (اہلحدیث ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اناجیل کے رو سے مریم صدیقہ نہ عفیفہ اور پاکدامن تھیں اور نہ مومنہ لیکن انہیں اناجیل میں سے اگر حضرت

... ان کو وہ پہچانیں ... سے چار پانچ سے بار دیں ... تو وہ اس کی سمجھی جاتی ہے۔ کیا ایسے ہی علماء اسلام عزت سے یاد کئے جانے کے قابل ہیں؟

چودھویں صدی کے وہابی علماء کی حسن ظنی کا نمونہ

اپنی کتاب کے شروع صفحہ میں مولوی صاحب حضرت مسیح موعود کے اشتہار منسلکہ براہین احمدیہ جلد اول کا اقتباس دے کر کس شان وہابیت سے فرماتے ہیں:۔

"اس عالی شان پروگرام والی کتاب پر علماء کرام اور پیران اسلام کیوں فریفتہ نہ ہوتے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے علماء اور رؤساء کو جناب مصنف سے حسن ظن پیدا ہوا" (ص ۱۳)

سلہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم نے اسی حسن ظنی میں ریویو براہین احمدیہ لکھا تھا **کفالتعال لنا مولنا المرحوم"**

وہابی مولویوں کی یہ حسن ظنی یہیں تک محدود نہیں۔ کہ بغیر کتاب کا مطالعہ کئے محض اس اشتہار پر ۲۰۰ صفحہ کا مفصل و مبسوط ریویو مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھ دیا۔ بلکہ دوسرے وہابی مولویوں کی حسن ظنی کا نمونہ بھی ملاحظہ ہو۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک عربی تفسیر بنام "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" لکھی جس پر مختلف علماء وہابیہ نے تقریظیں لکھیں اور جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہوگا محض حسن ظنی کی بنا پر لکھیں۔ ذرا ان علماء وہابیہ کی دیانت و امانت پر بھی نظر دوڑائیں۔

مولوی شیخ حسین عرب وہابی بھوپال نے لکھا:۔

(الف) میں نے اس عظیم الشان تفسیر کو دیکھا اور خوب گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ تو ایسا پایا کہ دل کو خوش کرتی ہے عقل اور نقل سے ثابت ہے زوائد اور فضول باتوں سے پاک جو اس کو نہ دیکھے گا اس کو دور و نزدیک کی ذرا بھی تمیز نہ ہوگی جو اس کا ذائقہ چکھیگا وہی خوش قسمت ہے جس کو اس تقریر میں شک ہو وہ اپنے شک کو یقین سے بدل لے تو حق واضح اس پر کھل جائے گا (کلام المبین ص ۱۱ مؤلفہ مولوی ثناء اللہ)

اب انہیں وہابی صاحب کا اس تفسیر پر فتویٰ ملاحظہ ہو۔

"ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں سوائے طریقہ محققین مفسرین کے اور راہ اختیار کی۔ اور منکرین کی چال پر چلا پس منقدروں پر ان خرافات کا جلانا واجب ہے" (عشرہ کاملہ ص ۲ حاشیہ مؤلفہ مولوی عبدالحق غزنوی)

(۲) دوسرے وہابی عالم حافظ عبدالہادی امام مسجد اہلحدیث شہر راولپنڈی اسی تفسیر پر تقریظ لکھتے ہیں:۔

"خدا کا شکر ہے جس نے ہم پر تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کی وجہ سے بڑا احسان کیا۔ وہ تفسیر کیا ہے اس میں علماء کے لئے بڑے بڑے فائدے ہیں اور برگزیدوں کے لئے اسرار کریمہ و انوار عظیمہ ہیں خاکسار کا فہم اس پر مطلع ہوا۔ تو اس کو ایسا ہی پایا جیسا کہ اس کا نام ہے۔ (الکلام المبین ص ۱۲۱)

اب انہیں وہابی صاحب کا اس تفسیر پر فتوے ملاحظہ ہو۔

"جب میں رسالہ مسمے بمذہب اہلحدیث مؤلفہ ثناء اللہ کا دیکھا تو مجھ کو حسن ظن پیدا ہوا لہذا میں نے اس کی کتابیں منگائیں اور حسب استدعا و مطالبہ اس کے کہ اس کی تفسیر کی مدح بھی لکھدی جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو خلاف مذہب اہل سنت و مخالف امت و آئمہ دین کے پایا۔ بلکہ اس میں پرلے درجہ کا دھوکہ و ابلہ فریبی اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت والا ہے۔ لہذا میں تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس کی کتابیں خصوصاً تفسیر اس کی کہ صریح تحریف ہے اور

تمام اہل اسلام کے مخالف ہے۔ ہرگز نہ دیکھیں کیونکہ وہ متبع ہوا ہے۔ نہ متبع ہدایت۔ اور تابع ملحدین و نیچرین کا ہے نہ تابع مہاجرین و انصار و سلف صالحین کا۔ نہ اس کے ساتھ مجالست و ملت کریں اور نہ اس کو سلام دیں جب تک توبہ نصوح نہ کرے۔ خدا تعالیٰ اسلام و اہل اسلام کو ایسے بیدینوں کے شر و فتنے سے بچائے۔ آمین (اربعین ص ۸)

(۳) تیسرے وہابی عالم کی تقریظ دیکھئے یعنی حافظ عبدالسلام ملتانی صاحب کی:-

"تفسیر القرآن ایسی کتاب ہے کہ آج تک زمانے میں اس جیسی نہیں بنی پس لوگو! اگر تم اس کی خریداری کے لئے روپیہ نہ پاؤ۔ تو اپنی جانوں کو خرچ کر دو (کلام المبین ص ۱۲۳)

اب انہیں وہابی صاحب کا اس تفسیر پر فتوے ملاحظہ ہو۔

"میں نے بعض مقامات تفسیر مذکور کو دیکھکر اس کی تحسین کی تھی اور اس پر تقریظ لکھی تھی لیکن جب بغور اس کو دیکھا اور تفاسیر اسلامی سے مقابلہ کیا۔ تو ان کے مخالف پایا اس لئے مجھے اپنی سابقہ خطا کا اعتراف فرض ہے اور میں اس تقریظ کی بابت خدا تعالیٰ کو معافی چاہتا ہوں اور قسم ہے خدا کی اس تفسیر انوکھی سے خدا و رسول و مومنین علیحدہ ہیں۔ (اربعین ص ۲۹)

(۴) چوتھے وہابی عالم مولوی عبدالتواب ملتانی کی تقریظ دیکھئے

میں تفسیر القرآن مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری دیکھی پس میں اس کو ایک بابرکت دفتر پایا۔ جو چھکتے موتیوں پر مشتمل ہے اس کی تعریف کسی کے بیان میں نہیں آسکتی نہ اس کی خوبیوں کو کوئی کتاب گھیر سکتی ہے۔ مصنف نے اس میں عجیب و غریب نکات بیان کئے ہیں (الکلام المبین ص ۱۲۴)

اب یہی وہابی عالم اس تفسیر پر فتوے ذیل دیتا ہے۔

"ثناء اللہ کی تفسیر بالرائے ہے جس کے لئے وعید شدید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی رائے سے تفسیر قرآن کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کرلے یہی حدیث دلیل ہے ثنائی مزخرفات کے لئے (اربعین ص ۲۸)

پانچویں وہابی عالم مولوی محمد سعید بنارسی تقریظ لکھتے ہیں:۔

واقعی تفسیر مختصر مطلب خیز ہے قرآن سے قرآن کی تفسیر کی گئی ہے۔ آپ نے بڑی جانفشانی کی ہے۔ اللہ آپ کی محنت کو مشکور کرے (ص ۱۲۵ کلام المبین)

اب اسی وہابی عالم کا فتوے اس تفسیر پر ملاحظہ ہو۔

ثناء اللہ کی تفسیر سلف کے طریقہ پر نہیں بلکہ معتزلیوں کی روش پر ہے اور اس کا مولف محدثین کے طریقہ پر نہیں بلکہ گمراہوں سے ہے۔ (اربعین ص ۳۲)

بقیہ صفحہ ۲

ان تینوں صورتوں میں حساب سالانہ ہوگا۔ اور ہر سال کی اصلی فروخت یا اصل سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی لیکن اگر سرمایہ میں کچھ حصہ قرضہ کا بھی ہے۔ تو قرضہ والا حصہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگا جس قدر فروخت یا سرمایہ بڑھیں یا گھٹیں گے۔ اسی قدر زکات بھی کم یا زیادہ ہوگی۔ اور تینوں صورتوں میں یہ جائز ہوگا کہ کل فروخت یا کل سرمایہ میں سے ان اخراجات کو منہا کیا جائے جو اس تجارت یا انڈسٹری سے خاص ہیں۔ مثلاً بصورت تجارت کرایہ دکان یا تنخواہ ملازمین دکان اور بصورت انڈسٹری اس کے علاوہ خرچ مرمت مشین وغیرہ۔

غلہ وغیرہ۔ پیداوار زمین پر زکوٰۃ

زمین کی پیداوار پر بھی زکات ہے۔ اور اس کا ذکر قرآن کریم میں خصوصیت سے کیا گیا ہے چنانچہ انگور۔ کھجور۔ زیتون انار اور مختلف قسم کے کھیتوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ اس کے پھل سے کھاؤ۔ جب وہ پھل لاتے۔ اور اس کے کاٹنے کے دن اس کا حق دو۔ یہ حق زکوٰۃ ہے۔ اور زمین پر خراج ہندوستان میں گورنمنٹ وصول کرتی ہے۔ وہ زکات سے مستثنیٰ نہیں کرنا حقہ کے اندر نہیں آتا بلکہ وہ گورنمنٹ اپنے آپ کو ایک گونہ مالک زمین قرار دے کر وصول کرتی ہو علاوہ زکات کے خاص مصارف قرآن کریم میں بتائے گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر فقراء و مساکین مولفۃ القلوب اور جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے۔ اور زمین کے خراج کا روپیہ جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے ان مصارف پر نہیں لگتا۔ پھر یہ خراج ہر مالک زمین سے وصول ہوتا ہے امیر ہو یا کہ غریب فصل ہو یا نہ ہو۔ زکات صرف اغنیاء پر ہے۔ اور جس قدر کسی فصل میں پیداوار ہو۔ اسی کا معینہ حصہ ہے۔ البتہ یہ خراج چونکہ مجبوراً دینا پڑتا ہے۔ اس لئے لازمی اخراجات زمین میں شمار ہوگا۔ گویا پیداوار زمین کی اس قدر کم سمجھی جائے گی۔ مثلاً ایک شخص کے پاس بیس گھماؤں زمین ہے جس میں سے پچاس من گیہوں پیدا ہوتی ہے جس کی قیمت اندازاً ڈیڑھ سو روپیہ سمجھ لو۔ مگر اس زمین پر اسے پچاس روپے خراج سرکار کو بھی دینا پڑتا ہے۔ تو اس کی پیداوار ایک سو روپے سمجھی جائے گی اور اسی پر زکوٰۃ محسوب ہوگی۔ ایسا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے سے اجارہ لے کر زمین کو کاشت کیا ہے۔ تو جس قدر رقم بطور اجارہ دینی پڑی ہے۔ وہ خرچ لازم میں محسوب ہوگی۔ اور نصاب کا اندازہ بھی اس کی منہائی کے بعد ہوگا لیکن اس صورت اجارہ پر دینے والے نے بھی فی الحقیقت زمین کی پیداوار کا ہی ایک حصہ لیا ہے۔ اس لئے جو رقم وہ بطور اجارہ ہے۔ وہ غلہ کے قائم مقام سمجھی جا کر اس پر زکوٰۃ غلہ کی طرح ہی واجب الادا ہوگی۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ اس زمین کی پیداوار میں دو سراشریک ہو گئے۔ ایک اصل مالک زمین اور ایک کاشتکار۔ اور ہر ایک پر اس کے حصہ کے مطابق زکوٰۃ ہے۔ بشرطیکہ وہ آمد نصاب سے زیادہ ہو۔

غلہ کا نصاب

حدیث میں کھجور کا نصاب پانچ وسق ہے۔ جو ساٹھ صاع ہوتا ہے۔ اور ایک صاع چار مد ہے۔ اور مد ڈیڑھ رطل ہے۔ اور رطل آدھ سیر۔ تو اس حساب سے بیس من پختہ کھجور کا نصاب ہوا ایسی ہی نصاب غلوں کا ہے۔ خواہ گیہوں ہو یا باجرہ یا چنا یا کوئی اور غلہ جن کا نرخ قریباً برابر ہے لیکن ایسی

پیداوار اراضی جو نسبتاً زیادہ گراں ہے۔ جیسے کپاس۔ اس کا نصاب بھی کم ہونا چاہیئے۔ چنانچہ احادیث میں نہ صرف سونے اور چاندی کے نصاب میں فرق رکھا ہے۔ بلکہ اونٹ گائے۔ بکری سب کے نصاب میں فرق ہے اور چونکہ ہر چیز کے لئے علیحدہ نصاب مقرر کرنا مشکل ہے اسی لئے ایسی پیداوار اراضی کا جو عام غلوں سے زیادہ گراں ہے سب کا نصاب باون روپے رہیگا۔ جو نقدی کا نصاب ہے۔ اور نصاب کا حساب یوں کیا جائے گا۔ کہ اول پیداوار اراضی کی دیکھی جائے گی۔ پھر اس میں سے اسی قدر کمی کی جائے گی جس قدر خراج زمین پر سرکار کو یا مالک زمین کو دینا پڑتا ہے۔ باقی ماندہ پیداوار اگر بیس من پختہ سے زیادہ ہے۔ یا باون روپے سے زیادہ قیمت کی ہے۔ تو اس پر زکات لی جائے گی۔

زمین کی ہر قسم کی پیداوار پر اگر زمین بارانی ہے۔ یا قدرتی نہروں سے سیراب ہوتی ہے۔ تو زکات دسواں حصہ ہوگی اگر چاہی یا نہری ہے جس پر آبیانہ ادا کرنا پڑتا ہے تو بیسواں حصہ ہے۔

ایسی فصلیں جو زمیندار صرف مویشی کے لئے بوتے ہیں ان پر کوئی زکات نہ ہوگی اور ایسا ہی ان ترکاریوں۔ سبزیوں اور پھلوں پر بھی کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی جو اپنے گذارہ کے لئے کاشت کی جاتی ہے۔ لیکن جو سبزیاں اور پھل وغیرہ فروخت کے لئے کاشت ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی جو فصلیں ایسی ہیں کہ وہ صرف فروخت کے لئے ہی کاشت کی جاتی ہیں۔ یا فروخت کردی جاتی ہیں۔ جیسے خربوزہ نیل وغیرہ۔ ان سب میں زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی۔ جو اوپر ذکر ہوا ہے۔ لیکن نصاب سہولت کے لئے باون روپے رہیگا یعنی باون روپے سے زیادہ کی اگر کسی فصل کی فروخت ہو تو اس پر زکات اسی حساب سے ہوگی۔ جو اوپر ذکر ہوا ہے۔

جو لوگ زمین کو خود کاشت نہیں کرتے۔ بلکہ اجارہ یا حصہ پر دے کر دوسروں سے کاشت کراتے ہیں۔ ان کی پیداوار اراضی وہی روپیہ یا غلہ سمجھا جائے گا۔ جو وہ وصول کرتے ہیں اور خراج سرکاری اگر وہ خود ادا کرتے ہیں تو اس سے منہا کرنے کے بعد اگر نصاب غلہ سے زیادہ ہو۔ یا بصورت روپیہ باون روپے سے زیادہ انہیں آمد ہو۔ تو اس پر زکات اسی حساب سے ہوگی۔ جو اوپر ذکر ہوا۔

کرایہ مکانات پر زکات

مکانات کے کرایہ پر ایک سال کی آمدنی کرایہ باون روپے سے زیادہ ہو۔ تو زکات بحساب اڑھائی روپے سینکڑہ ہوگی اپنے رہائشی مکانات یا جن مکانات سے کوئی کرایہ وصول نہیں ہوتا۔ کوئی زکات نہیں ہے۔

محمد علی احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

ضروری اطلاع متعلق امتحان دینیات

اخبار پیغام صلح مورخہ ۵ / اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اعلان کیا گیا تھا کہ دوسرے امتحان میں جو ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ہوگا۔ صرف وہی صاحب شامل ہوں گے جن کا نتیجہ پہلے شائع ہو چکا ہے۔ لیکن سب کمیٹی نے اب فیصلہ کیا ہے کہ دوسرے امتحان میں بھی شامل ہونے کے واسطے سب کو موقع دیا جاوے خواہ انہوں نے پہلا امتحان دیا ہو یا نہ دیا ہو اور خواہ وہ پاس ہوں یا فیل اس لئے دوسرے امتحان کے پرچے ان سب صاحبان کے لئے بھیجے جاویں گے جن کے نام تا حال درج رجسٹر ہو چکے ہیں۔

آیندہ سال ان کے امتحانات کے متعلق مکمل تجویز جلسہ سالانہ کے موقع پر ہو کر اطلاع دی جاوے گی ۲۰/۱۰/۳۲

عزیز بخش سیکرٹری امتحان دینیات

دعائے صحت

مولوی عبدالستار صاحب سکنہ شیری ضلع گوجرانوالہ کی اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں۔ احباب ان کی شفایابی کیلئے دعا کریں۔

خبریں

—— لاہور، ۱۱ اکتوبر۔ آج نو بجے شام حضرت علامہ اقبال فرنٹیئر میل سے بعزم یورپ روانہ ہو گئے۔ چونکہ شہر میں کسی کو بھی اطلاع نہ تھی۔ اس لئے صرف بیس پچیس ذاتی احباب و اعزہ ریلوے سٹیشن پر موجود تھے جنہوں نے حضرت علامہ کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے۔

حضرت علامہ ویانا، بوڈاپسٹ، برلن وغیرہ کے علمی مراکز میں ہوتے ہوئے غالباً دس گیارہ نومبر تک انگلستان پہنچ جائیں گے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ دوران سفر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اور بخیر و عافیت واپس لائے۔

—— پشاور ۸ اکتوبر۔ آج سرحدی کونسل کے اجلاس میں حکومت کو خان بہادر عبد الرحیم خاں کی قرارداد کے سلسلے میں ایک رائے سے شکست کھانی پڑی۔ اور خان بہادر کی یہ تجویز کہ زمینداروں کے مالیانہ اور آبیانہ میں ۰ ۵ فیصدی کی تخفیف کر دی جائے۔ کثرت رائے سے منظور ہو گئی۔ یعنی اس تجویز کے رد سے مالیانہ اور آبیانہ کی ۴۴ لاکھ کی رقم میں سے ۲۲ لاکھ روپیہ کی تخفیف ہو گئی ہے۔

کونسل کے نیشنلسٹ ارکان نے ۲۲ لاکھ روپے کی تخفیف کرانے میں زمینداروں کی پر زور حمایت کی۔ اور صرف ہندو ارکان نے سرکاری ارکان کا ساتھ دیا۔ ہندو ارکان نے غیر سرکاری ارکان کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ گو ہمیں آپ سے ہر قسم کی ہمدردی ہے۔ اور آپ کا مطالبہ کسی حد تک درست ہے۔ لیکن اس تخفیف کی وجہ سے سارا بوجھ ہم پر ڈالا جائے گا۔ اور سرکاری خزانہ کا یہ خسارہ ہم پر ٹیکس عائد کر کے پورا کیا جائے گا۔ چنانچہ اس آڑ میں انہوں نے اس تحریک کی مخالفت کی۔ حکومت کی طرف سے مسٹر تھامسن ریونیو کمشنر اور مسٹر برکٹ سکرٹری صیغہ آبپاشی نے کہا۔ کہ اس تخفیف سے ایسے محکموں کو نقصان پہنچے گا۔ جو محض رفاہ عام کے لئے کھولے گئے ہیں۔

تخفیف کی تجویز پیش کرنے والوں خصوصاً نیشنلسٹ پارٹی کے ارکان نے کہا۔ کہ زمینداروں کی حالت اس قدر خراب ہو رہی ہے۔ کہ سخت خطرہ کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ناخوشگوار نتائج سے بچنے کیلئے تخفیف نہایت ضروری ہے۔ خواہ اس خسارہ کو پورا کرنے کے لئے محکموں ہی میں تخفیف کرنی پڑے۔ لیکن طویل بحث و تمحیص کے بعد مالیہ کی ادائیگی کی رقوم میں ۲۰ فیصدی تخفیف منظور ہو گئی۔

دوسری تجویز یہ پیش ہوئی۔ کہ حکومت سرحد کو بھی دوسری حکومتوں کی طرح ذمہ دار اور اپنی آمدنی کا پورا پورا مختار بنا جائے۔ سرکاری ارکان نے بھی اس تجویز کی تائید کی۔ اور تجویز منظور ہونے کے بعد وزیر مالیات نے وعدہ کیا۔ کہ وہ اس بحث و تمحیص کی کارروائی حکام بالا تک پہنچا دیں گے۔

دہلی ۹ اکتوبر۔ مولانا شوکت علی آج صبح دہلی پہنچ گئے۔ آپ ہیلی روڈ پر مقیم ہیں۔ اور پنڈت مالویہ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

مولانا شوکت علی نے کل امرتسر میں پنڈت مالویہ کے ساتھ ٹیلیفون پر گفتگو کی جس کے دوران میں ہر ایک و تہنیت کا تبادلہ ہوا مالویہ جی نے ان سے درخواست کی۔ کہ آپ دہلی تشریف لے آئیں تاکہ بالشافہ گفتگو ہو سکے۔ چنانچہ آپ اس سلسلہ میں دہلی تشریف لے آئے ہیں۔

آج سہ پہر مولانا شوکت علی نے وائسرائے سے ملاقات کی۔ جو تقریباً پینتیس منٹ تک جاری رہی۔ ملاقات کے دوران میں وائسرائے کا لب و لہجہ بے حد ملائمت آمیز تھا۔ اور گذشتہ کانفرنس کے سلسلہ میں مولانا کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا۔ کہ فرقہ وار مسئلہ کے حل کیلئے میں ہر امداد دینے کو تیار ہوں

ملاقات کے بعد جب نمائندہ فری پریس نے مولانا سے ملاقات کی۔ تو آپ نے گاندھی جی کی رہائی کے متعلق کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔ بہرحال فری پریس کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ مولانا نے گاندھی جی کی رہائی کے متعلق کچھ نہ کچھ گفتگو ضرور کی ہے اور گاندھی جی کو عنقریب رہا کر دیا جائے گا۔

—— کلکتہ ۸ اکتوبر۔ کھلنا سے ایک اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ مسٹر سیوبال دت جو پہلے منا کی کانگرس کے ڈکٹیٹر تھے قتل کر دیئے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ۶ اکتوبر کو شوتی اپنے مکان میں سو رہا تھا کہ سامنے سے کسی نے گولی مار دی۔ گولی جسم کی ہڈی توڑتی ہوئی جسم میں پیوست ہو گئی۔ اسے کل ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ لیکن عمل جراحی سے پیشتر ہی انتقال ہو گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مسٹر سیوبال کو چند روز قبل تہدیدی خطوط موصول ہوئے تھے۔ جن میں دھمکی دی گئی تھی۔ کہ وہ مرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ کیونکہ وہ پولیس جاسوس ہیں۔ ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

—— لاہور ۹ اکتوبر۔ آج ہز ایکسیلنسی سر جافرے ڈی مونٹ مورنسی نے کپتان سردار سکندر حیات خاں سے گورنری کے عہدہ کا چارج لے لیا ہے۔ سردار سکندر حیات خاں صاحب نے اپنے اصل عہدہ کا چارج لے لیا ہے۔ اور مسٹر کیلوٹ نے بطور فنانشل کمشنر کام شروع کر دیا ہے۔ اور مسٹر ڈی جے بائڈ حسب سابق لاہور ڈویژن کے کمشنر مقرر ہو گئے ہیں۔

—— سری نگر ۸ اکتوبر۔ ۴ اکتوبر کی شب کو سرینگر کے ایک کثیر الآبادی علاقہ میں آگ لگ گئی۔ فائر بریگیڈ آگ پر قابو پانے سے قاصر رہا۔ تقریباً پچاس مکانات جل کر راکھ ہو گئے۔ نقصان کا اندازہ تقریباً دس لاکھ ہے

—— قاہرہ ۵ اکتوبر۔ ام القریٰ کا بیان ہے۔ کہ سلطان ابن سعود سے زعمار نجدیہ نے درخواست کی ہے۔ کہ نجد و حجاز کی حکومت کا نام مملکت عربیہ سعودیہ رکھ دیا جائے۔ اور اس طرح تحریک وحدت عرب کا عملی طور پر آغاز کیا جائے۔

وحدت عرب کی تحریک کی تائید میں فلسطین شام، شرق اردن عراق اور سلاطین و امرا شامل ہیں۔ اس مقصد کے لئے عنقریب بغداد میں ایک عربی کانفرنس منعقد ہو گی۔

سلطان ابن سعود نے یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ چنانچہ ام القریٰ میں اس امر کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔ کہ آئندہ مملکت حجاز یہ نجدیہ و ملحقا کے بجائے حکومت کا نام مملکت عربیہ سعودیہ ہو گا۔

—— لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ لندن کے باخبر حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مسٹر پائے اور مسٹر چارلس کورکران کے متعلق جو منچوریا کے ڈاکوؤں کے قبضہ میں ہیں۔ امید افزا خبر موصول ہوئی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اب حکومت جاپان اور حکومت منچوریا کی ڈاکوؤں کے ساتھ گفت و شنید کامیاب ہو گی۔ مسٹر پائے اور مسٹر چارلس، ۸ ستمبر کو گھوڑوں پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ کہ ڈاکوؤں نے پکڑ لیا تھا۔ اور اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

لاہور کرنسی آفس میں ہندو راج

جناب ایڈیٹر صاحب

تسلیمات۔ اگر مندرجہ ذیل سطور کو اپنے اخبار کے کسی ایک کالم میں قبول فرما دیں۔ تو مین عنایت ہو گی۔

(محمد منظور الٰہی آنریری اسسٹنٹ سیکرٹری جمعیۃ انجمن اشاعت اسلام)

سرکاری محکمہ جات میں جہاں پر کہ سوراجیہ حکومت کے غیر مسلم افسروں کے ہاتھوں سے مسلمان رنجور و نالاں ہیں۔ ان میں سے بدترین کرنسی ڈیپارٹمنٹ ہے میں کلکتہ، کانپور، بمبئی، کراچی، رنگون اور مدراس کے کرنسی آفسوں کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر لاہور کے کرنسی آفس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ یہاں تو قطعی طور پر پورا راج نمایاں ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے سرپی اسسٹنٹ، سپرنٹنڈنٹ سے لیکر کرنسی آفیسر کے عہدہ جلیلہ تک ہندو راج اور ہندو ذہنیت نمایاں ہے۔ دیرینہ مسلمان ملازم کلرکوں کو محروم رکھ کر بہترین اسامیاں ہندوؤں کو دی جاتی ہیں۔ حالانکہ حکومت ہند کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے۔ متعدد بار سرکلر شائع ہو چکے ہیں۔ کہ سینئر کلرکوں کو کرنسی آفس کے ہر صیغہ میں کام سیکھنے کا موقعہ دیا جائے اور کام سنبھالنے اور ذمہ داری محسوس کرنے میں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ مگر ایسے سنہری موقع جونیئر غیر مسلموں کو دیئے جاتے ہیں۔ تاہنوز مسلمان سوراجیہ حکومت کے اس تشدد اور ستم آرائیوں کو کمال صبر کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں۔

مگر اب جبکہ تخفیف کا مسئلہ درپیش ہے۔ تو مسلمانوں کی زندگی دفتر مذکور میں خطرے سے خالی نہیں۔ حال ہی میں حکومت ہند نے فائنس ڈیپارٹمنٹ کے بعد محکمہ کرنسی میں نو ملازمتوں کی تخفیف کا حکم دیا تھا۔ گذشتہ ماہ اگست میں لاہور کے کرنسی آفس کے محکمہ خزانہ میں مسلموں اور غیر مسلموں میں سولہ اور چونتیس کا تناسب تھا۔ ایک مہینہ پہلے ایک مسلمان کلرک کو جو کہ عارضی طور پر ایک مستقل آسامی کی جگہ پر کام کر رہا تھا نکال دیا گیا تھا۔ باقی ماندہ ۱۵ مسلم کلرکوں میں سے ۴ مسلمان بمقابلہ ۵ ہندوؤں کے تخفیف کر دیئے گئے حالانکہ قومی تناسب کو بحال رکھنے کیلئے تین مسلمان اور ۶ ہندو تخفیف کرنے چاہئیے تھے۔ چونکہ ایک مسلمان پیشتر ازیں نکالا جا چکا تھا۔ اس لئے چار مسلمانوں کی بجائے صرف ۲ مسلمانوں کی تخفیف ہونی چاہیئے تھی۔ ایسی چالوں سے کرنسی آفیسر نے اپنی سوراجیہ سکیم کو رائج کر رکھا ہے۔ اور شنید ہے۔ کہ عنقریب مستقبل میں کرنسی آفس کے عملہ میں اور تخفیف ہونے والی ہے۔ اور نیز یہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آئندہ تخفیف کیلئے بھی مسلمانوں کی تاک میں ہیں۔ اور وہ حکمران کی جو کہ مسلمانوں کے روح رواں ہیں۔ اور ملازمت میں بھی سینئر ہیں۔ اب حکومت کو چاہیئے کہ اس معاملہ میں دخل انداز ہو۔ اور چند مسلمان افسروں کو تعین کرے۔ تاکہ ان کی بورڈ میں موجودگی سے کرنسی آفس کے مسلمان کلرکوں کی جائز حق رسی ہو۔ چونکہ بورڈ جس نے موجودہ تخفیف کیلئے آدمی چنے تھے قطعی طور پر غیر مسلموں پر مشتمل تھا جنہوں نے چنے ہوئے اشخاص کی فائنس ڈیپارٹمنٹ کو رپورٹ بھیجنے کے بجائے منظوری حاصل کرنے کے بغیر ان اشخاص کو نہایت سرعت سے باہر نکال پھینکا۔ لاہور کے کرنسی آفس کے متعلق اور بہت سی باتیں قابل ذکر ہیں۔ مگر ایک امر میں فائنس ڈیپارٹمنٹ کی توجہ ازحد ضروری ہے۔ وہ تخفیف عملہ اور اس پر صحیح نگرانی ہے۔ بلکہ موزوں یوں ہو گا۔ کہ موجودہ تخفیف کو واپس لیا جائے اور اس پر نظر ثانی کی جائے۔ بلکہ سخت جانبداری سے کام لیا گیا ہے۔ اور حکومت ہند کے احکام کو پس پشت ڈالا گیا ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی

(۴) سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا خلاصہ

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۴

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ نے گذشتہ جمعہ (مورخہ ۲۱ر اکتوبر) کو خطبہ جمعہ میں مسلمانوں کی خدمت اور رفع الی اللہ کے متعلق بعض نہایت اہم اور ضروری تجاویز پیش کیں جو آیندہ اشاعت میں تفصیل کے ساتھ درج ہونگی۔

انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس آج (۲۳ر اکتوبر) کو منعقد ہو رہا ہے جس میں سال آیندہ کا بجٹ اور بعض دیگر اہم معاملات فیصلہ کے لئے پیش ہیں۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ۲۳ر اکتوبر سے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں درس قرآن کریم اٹھائیسویں پارہ سے شروع کر دیا ہے گذشتہ سال انتیسویں اور تیسویں پارہ کا درس ہوا تھا جس کا ایک حصہ پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ بقیہ عنقریب بالاقساط شائع ہوگا۔

ضروری اطلاع متعلق امتحانات دینیات

اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اعلان کیا گیا تھا کہ دوسرے امتحان میں جو ۲۹، ۳۰ و ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ہوگا صرف وہی صاحب شامل ہونگے جنکا نتیجہ پہلے شائع ہو چکا ہے لیکن سب کمیٹی نے اب فیصلہ کیا ہے کہ دوسرے امتحان میں بھی شامل ہونے کے واسطے سب کو موقع دیا جاوے خواہ انہوں نے پہلا امتحان دیا ہو یا نہ دیا ہو اور خواہ پاس ہوں یا فیل اس لئے دوسرے امتحان کے پرچے ان سب صاحبان کیلئے بھیجے جاویں گے جنکے نام تاحال درج رجسٹر ہو چکے ہیں۔

آیندہ سال ان کے امتحانات کے متعلق مکمل تجویز جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہو کر اطلاع دیجاوے گی۔ مہتمم عزیز بخش سیکرٹری امتحانات دینیات

یورپ کے مرکز میں اسلام اور مسلمانوں کا اقتدار

بوڈاپسٹ میں عثمانی اسلام کا تقرر اور مساجد و مدارس کی کثرت

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ملک ہنگری جو یورپ کا قلب و مرکز ہے کبھی اسلامی تمدن اور تہذیب کا گہوارہ رہا ہے اور اسپین کے سلاطین امیہ کی طرح وہاں بھی اسلام نے یورپ کے باشندوں کو تمدن و تہذیب سے آشنا کیا تھا! اسپین میں بنو امیہ نے جس طرح تہذیب کو فروغ دیکر وہاں سر بفلک اور آہنی عمارات تعمیر کی تھیں اسی طرح ہنگری میں بھی سلاطین عثمانیہ نے اپنے فن تعمیر کو اوج کمال پر پہنچایا تھا۔ اور جس طرح اسپین کی یادگار زمانہ عمارتیں اور مساجد گرجاؤں میں تبدیل کر دی گئیں۔ اسی طرح ہنگری کی مساجد کو بھی بعد میں کلیساؤں میں تبدیل کر دیا گیا۔

عربی اخبارات میں ڈاکٹر زکی علی مقیم بوڈاپسٹ (ہنگری) نے ہنگری کے تاریخی واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ جو دور عثمانی کے تمدنی اور سیاسی نظام کا ایک مرقع ہے۔ ہم قارئین کے لئے اس پورے مضمون کا مکمل ترجمہ درج ذیل کرتے ہیں۔

ہنگری میں اسلام اور ترکوں کا داخلہ

۱۵۴۱ء سے ۱۶۸۶ء تک ہنگری میں عثمانی ترکوں نے حکومت کی اور ڈیڑھ سو سال تک یہ خطہ ہر قسم کے تمدن سے مالا مال رہا جب عثمانی اتراک اس میں داخل ہوئے تو ساتھ ہی اسلام نے بھی وہاں اثر و نفوذ کیا۔ اس عہد میں بالخصوص سلیمان قانونی کے زمانہ میں یہ ملک ترکوں کی قوت کا مرکز رہا۔ اور انہوں نے بوڈاپسٹ کو اپنا دار الحکومت قرار دے لیا۔

ترکوں کی عادت تھی کہ جب وہ کوئی ملک فتح کرتے تو اس میں مسجدیں ضرور تعمیر کرتے جن کے جوار میں مدرسے بھی ہوتے۔ پھر وہ تمام ملک کو حضارت و تہذیب کا گلدستہ بنا دیتے۔ چنانچہ وہ جہاں کہیں بھی گئے انہوں نے وہاں فلک رسا عمارتیں بنائیں۔ مینارے تعمیر کئے ترکی حمام بنائے اور پانی کے چشموں پر بکثرت حوض تعمیر کئے اس زمانہ میں جبکہ ہنگری پر عثمانی پرچم لہرا رہا تھا صرف بوڈاپسٹ میں ۶۵ مسجدیں تھیں جن میں سب سے بڑی مسجد فتحیہ کے نام سے مشہور ہے۔ جب ترکوں کی سیادت و امارت کا خاتمہ ہو گیا تو عیسائیوں نے اس مسجد اعظم کو کلیسا یا گرجا میں تبدیل کر دیا۔ اور آج وہ کلیسا ماتیاس کے نام سے مشہور ہے۔ اس کلیسا میں ہنگری کے سلاطین کی تاجپوشی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

بوڈاپسٹ میں مساجد۔ مدارس اور گل بابا کا مزار

اسی طرح ہنگری کے مقام بوڈاپسٹ میں سات مدارس عالیہ اور متعدد عظیم الشان حمام تھے۔ ایک حمام تو اس وقت تک باقی ہے جس کو قائد ترکی مصطفےٰ پاشا نے تعمیر کیا تھا اسی طرح تمام ہنگری میں مساجد کی دیواریں۔ حمام اور قدیم عمارات اب تک موجود ہیں۔ مشہور ترکی سیاح اولیا چلبی نے اپنی کتاب "سیاحت نامہ" میں ان تمام عمارات کا مفصل تذکرہ کر دیا ہے۔ جو ہنگری کے بڑے بڑے شہروں میں اب تک دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ گئے ہیں۔ ترکوں نے ہنگری کے ممالک میں جو عمارات تعمیر کیں وہ مشرقی طرز کی تھیں۔ انہوں نے ہر چیز کو مشرقی معیار پر قائم کیا یہاں تک کہ کھانے پینے اور دیگر ضروریات زندگی میں بھی مشرقی طرز کو قائم رکھا۔ ہنگری میں جو آثار باقیہ ہیں ان کو دیکھ کر ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

عثمانی اثر و نفوذ کے بعد ہنگری کے تمام اطراف میں اسلام پھیل گیا اور لوگ بکثرت تصوف کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ان

ضروری اطلاع:۔ آیندہ پرچہ بجائے ۳۰ر اکتوبر ۲ر نومبر کو شائع ہوگا۔ مینجر

نومسلموں میں بڑے بڑے مشہور علماء پیدا ہوئے جن کی جلالت قدر ترکوں میں اب تک تسلیم کی جاتی ہے علامہ ابراہیم آفندی جنہوں نے دولت عثمانیہ کی تاریخ لکھی سب ان ہی مجاہدین اسلام لوگوں کے ایک فرد تھے۔ ترکوں میں بعض اولیاء صالحین جو عثمانی فوج کے ہمراہ ہنگری چلے آئے تھے ان کے مزارات اب تک ہاں باقی ہیں ان میں ایک مشہور مزار گل بابا کے نام سے اب تک بوڈاپسٹ میں موجود ہے جو مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ گل بابا کے مقبرہ کے وسط میں گلاب کے پھولوں کا ایک خوشنما چمن ہے جس کی مناسبت سے گل بابا اسم بامسمیٰ ہو گئے ہیں۔ یہ مزار نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی زیارت گاہ ہے۔ ترکوں کے زمانہ میں ہنگری کے چھوٹے بڑے شہروں میں مسلم اور غیر مسلم فقراء موسم سرما میں جمع ہوتے تھے جن کو حکومت اسلامیہ کی طرف سے کھانا تقسیم کیا جاتا تھا اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جاتی تھی۔

ہنگری کے مسلمانوں کا مذہبی شغف

اس کے بعد زمانہ میں انقلاب آیا اور ہنگری سے عثمانی ترکوں کی حکومت اُٹھ گئی۔ یہ حالت بلقان کے سیاسی انقلابات تک قائم رہی ہے چونکہ ترکوں کی وجہ سے ہنگری میں اسلام کو خاص استحکام حاصل ہو چکا تھا اس لئے ان کے چلے جانے کے بعد بھی ان کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی ہنگری کے مسلمانوں نے حکومت ترکی سے استدعا کی کہ وہ ایک ترکی عالم کو ہنگری روانہ کرے تاکہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائے اور ان کو دینی مسائل سے آگاہ کرتا رہے چنانچہ آستانہ میں ترکی گورنمنٹ نے ایک سو علماء میں سے استاذ عبداللطیف آفندی کو منتخب کر کے سنہ ۱۹۰۹ء میں ہنگری کو روانہ کر دیا۔ اب آپ ہنگری میں منصب افتاء پر فائز ہیں سنہ ۱۹۰۹ء کے بعد مفتی صاحب نے مسلمانوں کی خدمت اور نصرت کے لئے جہاد شروع کر دیا اور حکومت ہنگری سے مطالبہ کیا کہ وہ تمام ادیان میں دین اسلام کا سرکاری طور پر اعتراف کرے۔ چنانچہ آپ کو اس تحریک میں کامیابی ہوئی اور پارلیمنٹ نے اس کی تصدیق کر دی اس کے بعد استاذ عبداللطیف چند سال تک بوڈاپسٹ کی یونیورسٹی میں ترکی لغت اور ادب کے پروفیسر رہے۔ آپ نے ہنگری کے اطراف میں دین اسلام کی جو خدمت انجام دی ہے۔ وہ بہت وقیع ہے آپ ہی کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ سنہ ۱۹۱۶ء میں ہنگری کے اندر مسلمانوں کے موتمر نے آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔

مسلمانوں کی تعداد اور عیسائی مدارس کے خلاف جہاد

اس وقت ہنگری میں مسلمانوں کی تعداد دو لاکھ ہے جن میں فوجی سپاہی۔ طلباء اور تجار شامل ہیں۔ گل بابا کے مقبرہ کے قریب جمعہ اور عیدین کی نماز ہوتی ہے جنگ عظیم کے دوران میں روس اور قفقاز کے تیس ہزار مسلمانوں کو حکومت ہنگری نے گرفتار کر لیا لیکن اس کے ساتھ ہی ان سے حسن سلوک کیا گیا اور وعظ و ارشاد کی غرض سے ان کے لئے ایک مفتی بھی مقرر کر دیا گیا اس کے علاوہ عارضی طور پر شہر ایچر میں ان کے نماز پڑھنے کی ایک مسجد بھی حکومت نے بنا دی تاکہ وہ اس میں اپنے دینی شعار کو انجام دے سکیں۔ ہنگری کے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا مشکل مسئلہ عیسائی مدارس میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کا تھا جہاں مسیحی دین کی تعلیم دی جاتی تھی مسلمانوں نے متفق ہو کر مفتی عبداللطیف صاحب سے اس امر کی شکایت کی مفتی صاحب نے بڑی کوشش سے حکومت ہنگری کو بتایا کہ مسلمان کسی حالت میں بھی مدارس میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ کی سعی مشکور ہوئی اور وزارت معارف نے عیسائی مدارس میں مسلمان بچوں کے لئے مسیحی تعلیم ممنوع قرار دی۔ ۴۴

لفظ حمد کا استعمال اور وہابی حافظ کا دندان شکن جواب

حضرت مسیح موعود کے الہام یحمدك الله ويمشى اليك پر ہم نے لکھا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کا کسی نیک بندہ اور راستباز کی حمد و ثنا کرنا کوئی مستبعد امر نہیں۔ اس کی متعدد مثالیں بھی دی تھیں لیکن لائل کے وہابی حافظ جی کو وہ پسند نہیں آئیں۔ اور بقول ملاں آں باشد کہ بند نشود پھر ۱۵ اکتوبر کے زمیندار میں بولے ہیں۔ اور قرآن کریم کی آیات جن میں خدا تعالیٰ کی حمد کرنے کا ذکر ہے پیش کر کے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ان میں کسی ایک مقام میں حمد کا لفظ اب موجود ہے جو اللہ رب العزت کے سوا کسی دوسرے کے حق میں وارد ہوا ہو"

حافظ وہابی کو غالباً علم نہیں۔ کہ بالذات اور حقیقی طور پر تو حمد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس طرح وہ حقیقی طور پر الحی القیوم، البصیر، السمیع، الخبیر ہے۔ لیکن یہی الفاظ غیر حقیقی طور پر انسان پر بھی بولے جاتے ہیں۔ کہ وہ زندہ، قائم، دیکھنے والا۔ سننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ حقیقی طور پر تو حمد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے:۔

لا يتحقق حقيقة الحمد كما هو حقها الا للذى هو مبدء لجميع الفيض والانوار ومحسن على وجه البصيرة لا من غير الشعور ولا من الاضطرار فلا يوجد هذا المعنى الا فى الله الخبير البصير وانه هو المحسن ومنه المنن كلها فى الاول والاخير وله الحمد فى هذه الدار وتلك الدار واليه يرجع كل حمد ينسب الى الاغيار (اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۵)

یعنی حقیقت حمد اصلی طور پر صرف اسی ذات میں متحقق ہے، جو تمام فیوض و انوار کی منبع و سرچشمہ ہے۔ اور بالارادہ عمداً بلا جبر و اکراہ احسان کرنے والی ہے۔ اور یہ بات بجز اللہ خبیر و بصیر کے نہیں پائی جاتی پس وہ حقیقی محسن ہے۔ اور پہلے اور پیچھے سب احسانات، اسی کی طرف سے آتے ہیں۔ اس لئے اس دنیا اور اگلے جہان میں حقیقی حمد اسی کے لئے ہے۔ اور جو محامد اس کے غیر سے منسوب ہیں۔ وہ بھی دراصل اسی کی طرف راجع ہیں"

لیکن غیر حقیقی طور پر یہ لفظ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم میں موجود ہے۔ مثلاً عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا (بنی اسرائیل) شاید کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب تعریف کے مقام میں (ترجمان القرآن)

نواب صدیق حسن خانصاحب اس ساری آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"اس عمل کے کرنے پر اللہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا۔ کہ ہم تم کو مقام محمود میں کھڑا کریں گے جس جگہ ساری خلائق تمہاری تعریف کرے گی۔ اور

---

۴۴ اس کے بعد مفتی صاحب نے خاص ہنگری میں ایک جامع مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کے لئے ایک بہت بڑا قطعہ مسلمانوں کو دیدیا۔ ۲ یہ مسلمانوں کی ہمت پر موقوف ہے کہ وہ اس کی تعمیر کے لئے کوشش کریں تاکہ یورپ کے قلب و مرکز میں اسلام مضبوطی کیساتھ قائم ہوجائے۔

نیز خالق جملہ خلائق تبارک وتعالیٰ (ترجمان القرآن و تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۹۲)

پھر صحیح بخاری کتاب الزکوۃ میں ہے۔ وذا دیحمدہ اهل الجمع كلهم یعنی آپ کی اہل موقف تعریف کریں گے۔

مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔ کہ حقیقی حمد تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہی سزاوار ہے لیکن یہ لفظ خدا تعالیٰ نے بندوں کی تعریف پر بھی استعمال فرمایا ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"خطاب اس آیت میں اگرچہ خاص حضرتؐ کو ہے۔ لیکن جو امر آپ کیلئے ہے۔ وہی امر امت کیلئے ہے پس یہ شرع عام ہے۔ اسی جگہ سے نماز شب کی ترغیب دی ہے کہ یہ عام ہے۔ واسطے ساری امت کے ۔ ۔ ۔ ۔ پھر اللہ نے اقامت فرائض و نوافل پر حضرتؐ سے وعدہ بعث کا مقام محمود میں فرمایا یعنی جو کوئی اس مقام کو معلوم کریگا۔ وہ اس کی تعریف کریگا"

اب فرمایئے حافظ جی جو شخص اقامت فرائض و نوافل کریگا۔ کیوں اسے خدا تعالیٰ مقام محمود میں کھڑا نہ کریگا۔ میں نے حمد کا استعمال قرآن و حدیث دونو طرح پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ انسان کی بھی حمد کرتا ہے۔ جو استعمال غیر حقیقی ہے۔ لیکن انسان کا خدا کی حمد حبب ویحبون ان یحمدوا (آل عمران) کانه حمدالله۔ گویا رسول کریم نے اس سائل کی تعریف فرمائی (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۶۷) ویحمده الناس علیه (مسلم جلد ۲ کتاب البر والصلة) یعنی لوگ اس کی حمد کرتے ہیں۔

پھر لفظ محمدؐ کے معنے جو کچھ لسان العرب صاحب زرقانی زاد المعاد وغیرہ کے اقوال دیکھے جائیں۔ حافظ جی نے غالباً دانستہ پہلا قرآنی حوالہ چھوڑ دیا۔ اسے فریب کہیں۔ یا دھوکہ ان کا اپنا اختیار ہے۔ اسی لئے کہا گیا تھا۔ کہ اس زمانہ کے حافظوں کے گلے سے نیچے قرآن نہیں اترتا۔

مشی اور اتیان

حافظ جی کو صرف آیات قرآنی پیش کرنے کا شوق ہے۔ لیکن نہ قرآن کی بات ماننی پسند ہے۔ نہ حدیث کی۔ کیسے بھولا پن سے فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"بحث تو مشی (چلنا) کے بارہ میں ہے۔ اور آپ آیات ایسی پیش کر رہے ہیں جن میں لفظ اتیان (آنا) وارد ہوا ہے۔"

گویا کوئی شخص جو آتا ہے۔ وہ چل کر نہیں آتا خیر یہی سہی لیکن حدیث میں تو لکھا ہے۔ کہ انسان خدا کی طرف چل کر جائے۔ تو خدا دوڑ کر آتا ہے لیکن غالباً حافظ جی دوڑنے کو بھی چلنا نہ سمجھیں گے۔

میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے احادیث پیش کی تھیں کہ تقرب الی اللہ حاصل کر کے مومن اتنا فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ کہ خدا اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہے۔ وہ جملہ اتی یمشی بھا صحیح مسلم میں تھا۔ کہ ومن اتانی یمشی اتیته هرولة یعنی جو میری طرف چل کر آتا ہے۔ میں یعنی (خدا) اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ یہاں چلنے سے بڑھ کر خدا کا دوڑنا لکھا ہے لیکن حافظ جی کے

سامانہ میں دو عظیم الشان مناظرے

صداقت اسلام پر کھلے کھلے دلائل۔ آریہ مذہب کی حقیقت کا اظہار

(از شیخ محمد شفیع صاحب علوی سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ)

۱۳، ۱۴، ۱۵ اکتوبر کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ ریاست پٹیالہ کا سالانہ جلسہ حسب سابق منعقد ہوا۔ جناب مولانا محمد عصمت اللہ صاحب، جناب مولانا عمرالدین صاحب شملوی اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تشریف لائے۔ ۱۳ اور ۱۴ اکتوبر کو آریہ سماج کے ساتھ الہامی کتاب اور مسئلہ تناسخ پر دو مناظرے ہوئے۔ الہامی کتاب میں اگرچہ وید اور قرآن سے ہی بحث ہونی چاہیئے تھی لیکن آریوں نے توریت، انجیل، احادیث، روایات کتب حضرت مرزا صاحب وغیرہ سے بھی حوالہ جات پیش کرنے کی ضد کی جس کی انہیں اجازت دی گئی۔

الہامی کتاب پر مناظرہ

الہامی کتاب پر پنڈت ستیہ دیو اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا مناظرہ ہوا۔ جو دو گھنٹہ جاری رہا۔ پنڈت صاحب نے اپنی طرف سے چند شرائط . . . پیش کرکے کہا۔ کہ جو کتاب ان شرائط کے مطابق اترے۔ وہ الہامی کتاب ہے۔ اسلامی مناظر نے خود ویدوں سے توڑ کر ثابت کیا۔ کہ وید الہامی نہیں۔ اور پھر چند نہایت دلچسپ اور عام فہم مطالبات ایسے پیش کئے۔ کہ آریہ مناظر آخر دم تک ویدوں سے ان کا جواب پیش نہ کرسکا۔

ویدوں میں تحریف

مسئلہ تحریف میں پنڈت کو اتنا رگڑا گیا۔ کہ بے چارہ بالکل ہی بے دم ہو گیا۔ ویدوں میں ہزارہا منتروں کی گڑبڑ تمام آریوں کو شرمندہ کر رہی تھی۔ گورو کل کانگڑی سے آئے ہوئے چند فضلاء سنسکرت بھی پنڈت صاحب کی امداد کر رہے تھے لیکن کسی کی کچھ پیش نہ جاتی اور اسلامی مناظر کا جواب کسی سے بن نہ آتا تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ پنڈت صاحب تحریف و تبدل، انجیل و توریت وغیرہ کے حوالہ جات کے بغیر کام کی کوئی چیز پیش نہ کر سکے۔ اسلامی مناظر کا کمال یہ تھا۔ کہ اول سے آخر تک جو پیش کیا گیا۔ براہ راست ویدوں سے پیش کیا۔ اور ادھر ادھر کے غیر متعلق حوالے سے کام نہیں لیا گیا۔

ازالہ اوہام کا حوالہ

پنڈت صاحب کی طرف سے ازالہ اوہام کا بھی ایک حوالہ پیش کیا گیا۔ لیکن جب اس کا سیاق و سباق پڑھ کر پبلک کو سنایا گیا۔ تو پنڈت اتنا ذلیل ہوا جس کی حد و نہایت نہ رہی۔ ایک مقام پر تو اسلامی مناظر نے شرط لگا دی۔ کہ پچاس روپے انعام دینے اور آریہ ہونے کو تیار ہوں لیکن پنڈت کی کہاں ہمت۔ کہ مرزا صاحب کے اس انعام کو حاصل کرتا۔

قرآن کی عظمت

غرض خدا کے فضل و احسان سے مناظرہ نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔ اور مخلوق خدا نے دیکھا۔ کہ قرآن کے مقابلہ میں ویدوں کی کیا حیثیت ہے۔ اگرچہ پنڈت ستیہ دیو نے اکثر اوقات بدتہذیبی سے کام لے کر جلسہ میں بدمزگی پیدا کرنی چاہی لیکن اسلامی مناظر کے صبر و برداشت نے کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہونے نہ دیا۔

گوشت خوری پر لیکچر

رات کو مسئلہ گوشت خوری پر مولانا عمرالدین صاحب شملوی کا ایک نہایت مبسوط اور پر از معلومات لیکچر ہوا۔ آپ نے پرزور دلائل و براہین سے گوشت کو انسان کی فطرتی غذا ثابت کرتے ہوئے آریوں پر اتمام حجت کی۔ مولانا ممدوح آریوں کے مقابلہ میں ایک پرانے اسلامی پہلوان ہیں۔ اور ماشاء اللہ اپنے دشمنوں کو کامیابی سے پچھاڑتے ہیں

تناسخ پر مناظرہ

۱۴ اکتوبر دو بجے کے اجلاس میں جناب مولینا عصمت اللہ صاحب کا مسئلہ تناسخ پر لیکچر تھا۔ اور حسب پروگرام لیکچر کے اختتام پر آریوں کو سوال و جواب کا وقت تھا۔ لیکن سماج نے خواہش ظاہر کی۔ کہ لیکچر نہ کیا جائے۔ اور اول سے لیکر آخر تک مناظرہ ہو چنانچہ ہم نے آریوں کی اس خواہش کو بھی منظور کر لیا۔ حالانکہ دو سال گذرے، کہ سماج سامانہ نے باوجود اپنے سٹیج پر مناظرے کا اعلان کرنے کے ہمیں سماج مندر میں داخل ہونے سے ہی روک دیا تھا۔ لیکن ہم نے اخلاقاً ان کی استدعا کو منظور کیا۔ اور وقت مقررہ پر مولینا عصمت اللہ صاحب اور پنڈت ستیہ دیو میں مسئلہ تناسخ پر مناظرہ شروع ہوا۔

تنکوں کا سہارا

مولینا ممدوح نے شروع میں ہی چند ایسے فیصلہ کن اعتراضات پیش کر دیئے۔ جن کا جواب پنڈت ہزار کوشش کے باوجود بھی نہ دے سکا۔ اور مقابلہ میں ایسی بودی اور نکمی باتیں پیش کرتا تھا۔ جو الٹی اسی کی رسوائی کا باعث بنتی تھیں۔ رشید المومنین جیسی ردی کتاب کے حوالہ جات پڑھ کر پنڈت یہ ثابت کرتا تھا۔ کہ ایک احمدی مناظر کے مقابلہ میں وہ بالکل بے دست و پا ہے۔ اور تنکوں کا سہارا لے رہا ہے۔ تفسیر کبیر کا بھی ایک حوالہ آریہ مناظر نے پیش کیا۔ جس کے متعلق اسلامی مناظر نے بڑے زوردار الفاظ میں اعلان فرمایا۔ کہ یہ چیز تفسیر کبیر میں نہیں۔ پنڈت کہنے لگا۔ کہ اگر ثابت نہ کروں۔ تو مسلمان ہو جاؤنگا۔ مولینا نے کہا۔ کہ لکھ دو۔ لیکن پنڈت کو لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور جب اس پر اصل حقیقت کا انکشاف ہوا۔ تو بہت ذلیل ہوا۔ غرض بفضل خدا یہ مناظرہ بھی فتح اسلام کا اعلان کرتا ہوا ختم ہوا۔

وید اور قرآن پر لیکچر

محفل مناظرہ میں ہی اعلان کیا گیا۔ کہ رات کو ویدوں اور قرآن پر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا ایک زبردست لیکچر ہوگا اور پنڈت کو اجازت دی جاتی ہے۔ کہ اگر اس لیکچر پر اپنے اعتراضات پیش کریں۔ وقت مقررہ پر مرزا صاحب کا لیکچر شروع ہوا۔ اور ایسے دلنشین طریق پر ویدک دھرم پر روشنی ڈالی گئی۔ کہ سامعین کو وجدانی کیفیت کا لطف حاصل ہوا۔ موقعہ پر آریہ پنڈتوں کو جو کہ گوشہ میں منڈلی کی صورت میں چھپے بیٹھے تھے للکارا گیا۔ اور متعدد انعامات پیش کئے گئے۔ لیکن کسی پنڈت کو حوصلہ نہ ہوا کہ اٹھ کر سامنے آئے۔ اور انعام حاصل کرے۔ لیکچر بہت دیر تک جاری رہا۔ اور مخلوق خدا نے نہایت اطمینان اور دلچسپی سے سنا۔ عامہ پر امید تھی۔ کہ کوئی پنڈت سوال و جواب کیلئے آگے بڑھیگا مگر کوئی پنڈت ہمت نہ کرسکا۔

صداقت مسیح موعود پر لیکچر

۱۵ اکتوبر کو دو بجے دن کے اجلاس میں مولینا عمرالدین صاحب شملوی کا ایک لیکچر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ہوا۔ آپ نے حضرت صاحب کے دعوے پر روشنی ڈالی۔ اور لوگوں کو توجہ دلائی۔ کہ حضرت صاحب نے اسی چیز کو پیش کیا ہے۔ جو صوفیائے کرام کے ہاں جائز رکھا گیا ہے۔

ختم نبوت پر لیکچر

رات کو مولانا عصمت اللہ صاحب کا لیکچر ختم نبوت پر ہوا۔ اور لاہوری احمدیوں کے مذہب کو نہایت شد و مد سے پیش کیا گیا۔ آپ کے لیکچر کے بعد مرزا مظفر بیگ ساطع کا لیکچر آریہ دھرم پر ہوا جس میں اسلام کی برتری کا بیان دلچسپ طریق پر کیا گیا۔ مولانا عمرالدین صاحب شملوی نے مرزا صاحب، کے مناظرہ اور لیکچروں کو پہلی بار سنا تھا۔ مولانا ممدوح نے فرمایا۔ کہ اگر مرزا مظفر بیگ ساطع جیسے چالیس آدمی اور پیدا ہو جائیں۔ تو ہم ہندوستان کو سنبھال لیں گے۔ مرزا صاحب آریوں کے مقابلہ میں ایک ننگی تلوار ہیں اور مجھے انہیں دیکھکر بڑی خوشی ہوئی۔

دعوت الی الحق

۱۶ اکتوبر کو اہالیان شہر کی درخواست پر رات کو مجلس وعظ منعقد ہوئی جس میں مولانا عمرالدین صاحب شملوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کر کے لوگوں کو پرزور الفاظ میں توجہ دلائی۔ کہ لوگو مامور وقت کو شناخت کرو۔ اور اس کے ساتھ مل کر کام کرو۔ آپ کا بیان نہایت بلند پایہ تھا۔ اور ادھر ہمارے مبلغین کی متواتر خدمات سے لوگ کچھ ایسے متأثر ہو چکے ہیں۔ کہ مولانا کی کھری کھری باتیں بھی نہایت صبر و سکون کے ساتھ سنی گئیں۔

مستورات کو تلقین

مولانا کے بعد مولانا عصمت اللہ صاحب نے لیکچر شروع کیا۔ اور بڑے پر اثر طریق پر قوم کی مستورات کو جو کہ پردہ میں پیچھے موجود تھیں، مخاطب فرما کر توجہ دلائی۔ کہ مسلمان خواتین کو اسلامی تعلیم سے آشنا ہو کر اپنے بچوں کو صحیح معنوں میں تربیت کرنی چاہیئے۔ تاکہ آگے چل کر وہ بچے اسلام کے مایہ ناز فرزند بن سکیں۔

مسلمان اور تجارت

مولانا کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے تقریر کی۔ اور اپنی قوم کو تجارت کی طرف توجہ دلائی۔ اور ہندوؤں کے مختلف ہتھکنڈوں سے اطلاع دی۔ کہ کس طرح بھولی بھالی مسلمان قوم کو برباد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جلسہ دعا پر خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

رئیس اعظم گڑھی نظیر کی طرف سے دعوت۔

۱۶ اکتوبر کو خان محمد اکبر خانصاحب رئیس اعظم گڑھی نظیر نے ہمارے مبلغین کو اپنے ہاں دعوت دی۔ جہاں بہار اور دلچسپ گفتگو رہی۔ خانصاحب ممدوح ایک عرصہ سے ہماری جماعت کی کوششوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دعا ہے۔ کہ اللہ کریم اس بزرگ کو بدیر سلامت رکھ کر خدمت اسلام کا کام لے۔

آمین ثم آمین

سامانہ میں دو عظیم الشان مناظرے

صداقت اسلام پر کھلے کھلے دلائل۔ آریہ مذہب کی حقیقت کا اظہار

(از شیخ محمد شفیع صاحب علوی سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ)

۱۳، ۱۴، ۱۵ اکتوبر کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ ریاست پٹیالہ کا سالانہ جلسہ حسب سابق منعقد ہوا۔ جناب مولانا محمد عصمت اللہ صاحب، جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تشریف لائے۔ ۱۳ اور ۱۴ اکتوبر کو آریہ سماج کے ساتھ الہامی کتاب اور مسئلہ تناسخ پر دو مناظرے ہوئے۔ الہامی کتاب میں اگرچہ وید اور قرآن سے ہی بحث ہونی چاہیئے تھی لیکن آریوں نے توریت، انجیل، احادیث، روایات کتب حضرت مرزا صاحب وغیرہ سے بھی حوالہ جات پیش کرنے کی ضد کی جس کی انہیں اجازت دی گئی۔

الہامی کتاب پر مناظرہ

الہامی کتاب پر پنڈت ستیہ دیو اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا مناظرہ ہوا۔ جو دو گھنٹہ جاری رہا۔ پنڈت صاحب نے اپنی طرف سے چند شرائط . . . پیش کر کے کہا۔ کہ جو کتاب ان شرائط کے مطابق اترے۔ وہ الہامی کتاب ہے۔ اسلامی مناظر نے خود ویدمنتروں سے توڑ کر ثابت کیا۔ کہ وید الہامی نہیں۔ اور چیدہ چیدہ نہایت دلچسپ اور عام فہم مطالبات ایسے پیش کئے۔ کہ آریہ مناظر آخر دم تک ویدوں سے ان کا جواب پیش نہ کرسکا۔

ویدوں میں تحریف

مسئلہ تحریف میں پنڈت کو اتنا گردا گیا۔ کہ بے چارہ بالکل ہی بے دم ہو گیا۔ ویدوں میں ہزارہا منتروں کی گڑبڑ تمام آریوں کو شرمندہ کر رہی تھی۔ گورو کل کانگڑی سے آئے ہوئے چند فضلاء سنسکرت بھی پنڈت صاحب کی امداد کر رہے تھے لیکن کسی کی کچھ پیش نہ جاتی اور اسلامی مناظر کا جواب کسی سے بن نہ آتا تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ پنڈت صاحب تحریف و تبدل، انجیل و توریت وغیرہ کے حوالہ جات کے بغیر کام کی کوئی چیز پیش نہ کرسکے۔ اسلامی مناظر کا کمال یہ تھا۔ کہ اوّل سے آخر تک جو پیش کیا گیا۔ براہ راست ویدوں سے پیش کیا۔ اور ادھر ادھر کے غیر متعلق حوالہ سے کام نہیں لیا گیا۔

ازالہ اوہام کا حوالہ

پنڈت صاحب کی طرف سے ازالہ اوہام کا بھی ایک حوالہ پیش کیا گیا۔ لیکن جب اس کا سیاق و سباق پڑھ کر پبلک کو سنایا گیا۔ تو پنڈت اتنا ذلیل ہوا جس کی حد و نہایت نہ رہی۔ ایک مقام پر تو اسلامی مناظر نے شرط لگا دی۔ کہ پچاس روپے انعام دینے اور آریہ ہونے کو تیار ہوں لیکن پنڈت کی کہاں ہمت۔ کہ مرزا صاحب کے اس انعام کو حاصل کرتا۔

قرآن کی عظمت

غرض خدا کے فضل و احسان سے مناظرہ نہایت کامیابی سے ختم ہوا اور مخلوق خدا نے دیکھا۔ کہ قرآن کے مقابلہ میں ویدوں کی کیا حیثیت ہے۔ اگرچہ پنڈت ستیہ دیو نے اکثر اوقات بدتہذیبی سے کام لے کر جلسہ میں بدمزگی پیدا کرنی چاہی لیکن اسلامی مناظر کے صبر و برداشت نے کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہونے نہ دیا۔

گوشت خوری پر لیکچر

رات کو مسئلہ گوشت خوری پر مولانا عمر الدین صاحب شملوی کا ایک نہایت قیمتی اور پر از معلومات لیکچر ہوا۔ آپ نے پرزور دلائل و براہین سے گوشت کو انسان کی فطرتی غذا ثابت کرتے ہوئے آریوں پر اتمام حجت کی۔ مولانا ممدوح آریوں کے مقابلہ میں ایک پرانے اسلامی پہلوان ہیں۔ اور ماشاء اللہ اپنے دشمنوں کو کامیابی سے پچھاڑتے ہیں۔

تناسخ پر مناظرہ

۱۴ اکتوبر دس بجے کے اجلاس میں جناب مولینا عصمت اللہ صاحب کا مسئلہ تناسخ پر لیکچر تھا۔ اور حسب پروگرام لیکچر کے اختتام پر آریوں کو سوال و جواب کا وقت تھا لیکن سماج نے خواہش ظاہر کی۔ کہ لیکچر نہ کیا جائے۔ اور اوّل سے لیکر آخر تک مناظرہ ہو چنانچہ ہم نے آریوں کی اس خواہش کو بھی منظور کر لیا۔ حالانکہ دو سال گذرے۔ کہ سماج سامانہ نے باوجود اپنے سٹیج پر مناظرے کا اعلان کرنے کے ہمیں سماج مندر میں داخل ہونے سے ہی روک دیا تھا۔ لیکن ہم نے اخلاقاً ان کی استدعا کو منظور کیا۔ اور وقت مقررہ پر مولینا عصمت اللہ صاحب اور پنڈت ستیہ دیو میں مسئلہ تناسخ پر مناظرہ شروع ہوا۔

تنکوں کا سہارا

مولینا ممدوح نے شروع میں ہی چند ایسے فیصلہ کن اعتراضات پیش کر دیئے۔ جن کا جواب پنڈت ہزار کوشش کے باوجود بھی نہ دے سکا۔ اور مقابلہ میں ایسی بودی اور رکیک باتیں پیش کرتا تھا۔ جو الٹی اسی کی رسوائی کا باعث بنتی تھیں۔ رشید المومنین جیسی ردی کتاب کے حوالہ جات پڑھ کر پنڈت یہ ثابت کرتا تھا۔ کہ ایک احمدی مناظر کے مقابلہ میں وہ بالکل بے دست و پا ہے۔ اور تنکوں کا سہارا لے رہا ہے۔ تفسیر کبیر کا بھی ایک حوالہ آریہ مناظر نے پیش کیا جس کے متعلق اسلامی مناظر نے بڑے زوردار الفاظ میں اعلان فرمایا۔ کہ یہ چیز تفسیر کبیر میں نہیں۔ پنڈت کہنے لگا۔ کہ اگر ثابت نہ کروں۔ تو مسلمان ہو جاؤنگا۔ مولینا نے کہا۔ کہ لکھ دو۔ لیکن پنڈت کو لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور جب اس پر اصل حقیقت کا انکشاف ہوا۔ تو بہت ذلیل ہوا۔ غرض لفضل خدا یہ مناظرہ بھی فتح اسلام کا اعلان کرتا ہوا ختم ہوا۔

وید اور قرآن پر لیکچر

محفل مناظرہ میں ہی اعلان کیا گیا۔ کہ رات کو ویدوں اور قرآن پر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا ایک زبردست لیکچر ہوگا اور پنڈت کو اجازت دی جاتی ہے۔ کہ آ کر اس لیکچر پر اپنے اعتراضات پیش کریں۔ وقت مقررہ پر مرزا صاحب کا لیکچر شروع ہوا۔ اور ایسے دلنشین طریق پر ویدک دھرم پر روشنی ڈالی گئی۔ کہ سامعین کو وجدانی کیفیت کا لطف حاصل ہوا۔ موقعہ پر آریہ پنڈتوں کو جو حجۃ گروشنا میں منڈلی کی صورت میں چھپے بیٹھے تھے للکارا گیا۔ اور متعدد انعامات پیش کئے گئے۔ لیکن کسی پنڈت کو حوصلہ نہ ہوا کہ اٹھ کر سامنے آئے۔ اور انعام حاصل کرے۔ لیکچر بہت دیر تک جاری رہا۔ اور مخلوق خدا نے نہایت اطمینان اور دلچسپی سے سنا۔ سامانہ پر امید تھی۔ کہ کوئی پنڈت سوال و جواب کیلئے آگے بڑھیگا مگر کوئی پنڈت ہمت نہ کرسکا۔

صداقت مسیح موعود پر لیکچر

۱۵ اکتوبر کو دس بجے دن کے اجلاس میں مولینا عمر الدین صاحب شملوی کا ایک لیکچر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ہوا۔ آپ نے حضرت صاحب کے دعوے پر روشنی ڈالی۔ اور لوگوں کو توجہ دلائی۔ کہ حضرت صاحب نے اسی چیز کو پیش کیا ہے۔ جو صوفیائے کرام کے ہاں جائز رکھا گیا ہے۔

ختم نبوت پر لیکچر

رات کو مولانا عصمت اللہ صاحب کا لیکچر ختم نبوت پر ہوا۔ اور لاہوری احمدیوں کے مذہب کو نہایت شد و مد سے پیش کیا گیا۔ آپ کے لیکچر کے بعد مرزا مظفر بیگ ساطع کا لیکچر آریہ دھرم پر ہوا جس میں اسلام کی برتری کا بیان دلچسپ طریق پر کیا گیا۔ مولانا عمر الدین صاحب شملوی نے مرزا صاحب کے مناظرہ اور لیکچروں کو پہلی بار سنا تھا۔ مولانا ممدوح نے فرمایا۔ کہ اگر مرزا مظفر بیگ ساطع جیسے چالیس آدمی اور پیدا ہو جائیں۔ تو ہم پنڈتان کو سنبھال لیں گے۔ مرزا صاحب آریوں کے مقابلہ میں ایک ننگی تلوار ہیں اور مجھے انہیں دیکھکر بڑی خوشی ہوئی۔

دعوت الی الحق

۱۶ اکتوبر کو اہالیان شہر کی درخواست پر رات کو مجلس وعظ منعقد ہوئی جس میں مولانا عمر الدین صاحب شملوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کر کے لوگوں کو پرزور الفاظ میں توجہ دلائی۔ کہ لوگو مامور وقت کو شناخت کرو۔ اور اس کے ساتھ مل کر کام کرو۔ آپ کا بیان نہایت بلند پایہ تھا۔ اور ادھر ہمارے مبلغین کی متواتر خدمات سے لوگ کچھ ایسے متأثر ہو چکے ہیں۔ کہ مولانا کی کھری کھری باتیں بھی نہایت صبر و سکون کے ساتھ سنی گئیں۔

مستورات کو تلقین

مولانا کے بعد مولانا عصمت اللہ صاحب نے لیکچر شروع کیا۔ اور بڑے پر اثر طریق پر قوم کی مستورات کو (جو کہ پردہ میں پیچھے موجود تھیں) مخاطب فرما کر توجہ دلائی۔ کہ مسلمان خواتین کو اسلامی تعلیم سے آشنا ہو کر اپنے بچوں کو صحیح معنوں میں تربیت کرنی چاہیئے۔ تاکہ آگے چل کر وہ بچے اسلام کے مایہ ناز فرزند بن سکیں۔

مسلمان اور تجارت

مولانا کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے تقریر کی۔ اور اپنی قوم کو تجارت کی طرف توجہ دلائی۔ اور ہندوؤں کے مختلف ہتھکنڈوں سے اطلاع دی۔ کہ کس طرح بعض بھولی بھالی مسلمان قوم کو برباد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جلسہ دعا پر خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

رئیس اعظم گڑھی نظیر کی طرف سے دعوت

۱۷ اکتوبر کو خان محمد اکبر خانصاحب رئیس اعظم گڑھی نظیر نے ہمارے مبلغین کو اپنے ہاں دعوت دی۔ جہاں سارا وقت دلچسپ گفتگو رہی۔ خانصاحب ممدوح ایک عرصہ سے ہماری جماعت کی کوششوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دعا ہے۔ کہ اللہ کریم اس بزرگ کو دیر سلامت رکھ کر خدمت اسلام کا کام لے۔

آمین ثم آمین

وہابیوں کا حضرت علی کی ہتک کرنا

وہابی علم کلام کا نمونہ

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

وہابی علماء کی ایمانداری کا نمونہ

اس تفسیر عربی ثنائی پر حافظ عبدالمنان وزیرآبادی وہابی فتوی دیتے ہیں :-

"یہ تفسیر عربی ثناء اللہ امرتسری کی مواضع متعددہ سے بلکہ اکثر تفسیر سلف صالحین و خیرالقرون کے خلاف ہے بلکہ اکثر مواضع پر تفسیر بالرائے ہے۔ اہلحدیث کو اس تفسیر پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ (اربعین صفحہ ۱)

یہی وہابی عالم مولوی ثناء اللہ کو لکھتا ہے۔

عزیزی ثناء اللہ۔ (اربعین پر) جس عبارت پر مجھ سے دستخط کرایا وہ نہ میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہ میرے پاس چھوڑی گئی۔ فقط قادری سے قرات کر کے تصدیق لی۔ (کلام المبین صفحہ ۔)

پھر لکھتا ہے کہ :-

میں نے اربعین غزنویہ اور اس کا جواب الکلام المبین مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری بغور سنا تو معلوم ہوا کہ اربعین کے بہت سے اعتراضات بالکل بیہودہ اور فضول ہیں اور اربعین کے مفتیوں نے تو غضب ہی کیا ہے کہ ایک الزام کے بندہ مولوی ثناء اللہ کو اہل سنت سے تو کیا اسلام سے ہی خارج کر دیا میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ پکا مسلمان اور اہلحدیث ہے (الکلام المبین صفحہ ۱۲۹)

اس کے بعد یہی وہابی عالم صاحب ایک اشتہار شائع کرتے اور اس میں لکھتے ہیں :-

برادران دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اربعین پر جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ جیسا تھا میں اس پر اب تک قائم ہوں یعنی مولوی ثناء اللہ کی تفسیر القرآن کو اکثر جگہ تفسیر بالرائے اور مخالف تفسیر سلف صالحین کے یقیناً جانتا ہوں اور کلام المبین پر میرے نام سے جو مضمون لکھا گیا وہ مذکورہ میری عبارت ہے اور نہ مضمون حاشا وکلا بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریف سے اپنی طرف سے انہوں نے جو کچھ آیا بلا اجازت میری لکھ دیا ہے کلام المبین کے شائع ہوتے ہی میں نے اپنی برأت کا اشتہار دینا چاہا مگر مولوی ثناء اللہ دوبارہ میرے پاس آئے اور کہا میں ان سب باتوں سے رجوع کر کے ان کی اصلاح کر دوں گا۔ اور وہ تھے میرے شاگرد پس ان کی لہت ولعل کی وجہ سے اظہار برأت میں دیر کرتے آیا ہوں۔ چونکہ اب رجوع کی امید نہیں رہی لہذا مجبوراً اظہار حق کو مقدم جان کر کلام المبین کی عبارت سے جو میرے نام سے درج ہے برأت کر کے تمام اہل سنت وجماعت کو مطلع کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ نے کلام المبین میں جو نقل عبارات میں جن کو تائیداً ذکر کیا ہے بہت جگہ خیانت کی ہے کہ ناظرین کو دھوکہ دیا ہے" (اشتہار البرأة لتنبیہ ثناء اللہ مطبوعہ مطبع احمدی وزیرآباد)

اب یہ شاگرد رشید صاحب یعنی مولوی ثناء اللہ کا جواب ملاحظہ ہو

حافظ صاحب عبدالمنان وزیرآبادی نے دستخط اربعین غزنویہ پر ہی نہیں بلکہ کلام المبین پر بھی کئے ہیں اور کلام المبین والے مضمون کی تحریر بھی لفظ بلفظ سرکاری مہر زدہ کتب میں ہے پاس موجود ہے جس کی نقل حسب فرمان حافظ صاحب مولوی عبدالقادر کھچ سے لے گیا۔ اور حافظ نے اس کی صحت کا اقرار کیا۔ مگر تعجب ہے کہ حافظ صاحب نے کسی خاص وجہ سے خاندان غزنویہ کے فرستادہ مولوی فقیراللہ پنجابی کے کہنے سننے سے بلکہ انہی کے بنائے ہوئے مضمون سے اشتہار دیا جس کی بابت میں نے اخبار اہلحدیث ۲ جنوری ۱۹۰۵ء میں مجمل جواب لکھا تھا۔ اور مفصل جواب لکھنے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ مگر حافظ صاحب نے منصف کا تقرر تو منظور نہ کیا البتہ کی ایک خط آپ آئے جن میں جواب دینے جواب دینے سے مجھ کو سخت منع کیا۔ اس لئے میں نے بھی خاموشی اختیار کی (اب جب کہ) میرے کئی ایک دوستوں نے مشورہ دیا کہ حضرت یوسف کی طرح برأت کرنی ضروری ہے اس لئے میں نے مناسب جانا کہ اشتہار مذکور کے متعلق اصلیت کا اظہار بھی کر دوں۔ لیکن ان کی صرف حافظ صاحب کا پاس ادب مانع رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اشتہار مذکور آپ نے نہیں لکھا بلکہ اشتہار مذکور امرتسر سے بن کر معہ خرچہ ایک آدمی مولوی فقیراللہ سے گیا ہے" (فیصلہ آرہ صفحہ ۹۲ تا صفحہ ۹۵)

اب ناظرین ان چند تیکے وہابی علماء کی ایمانداری کا اندازہ لگا لیں۔ استاد کہتا ہے شاگرد رشید نے دوبارہ میرے پاس آ کر رجوع کا وعدہ کیا اس لئے میں الکلام المبین والی مندرجہ تحریر سے اظہار برأت میں توقف کیا۔ لیکن شاگرد کہتا ہے کہ استاد جی نے کئی خطوط کے ذریعے مجھے اس اشتہار کا جواب دینے سے منع کیا اس لئے میں نے بھی خاموشی اختیار کی۔ اب ناظرین خود ہی اندازہ لگا لیں کہ استاد و شاگرد میں سے دروغ گو کون ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ نے رسالہ علم کلام مرزا کے حاشیہ صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین نے لے کہا کہ براہین احمدیہ پر ریویو محض حسن ظنی کی بنا پر لکھا گیا تھا۔ گویا بغیر دیکھے کتاب کے ریویو شائع کر دیا گیا تھا۔ چونکہ موخرالذکر اب فوت ہو چکا ہے اور اس بات کا گواہ صرف مولوی ثناء اللہ ہی ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان ہر دو کے تعلقات اور پرہیزگاری کا پردہ اٹھا دیا جائے تاکہ دونوں کے اخلاق کا نقشہ دنیا کے سامنے آ جائے۔

مولوی ثناء اللہ کی تفسیر عربی پر مولوی محمد حسین نے ذیل کا فتوی اربعین غزنویہ میں دیا تھا۔

"خاکسار نے امرتسری کی تفسیر عربی جو درحقیقت تحریف القرآن بالالحاد والاعتزال والزیان والبہتان ہے ان چالیس مقامات سے جنہیں عبدالحق غزنوی نے رسالہ اربعین میں مفسر محرف کا تعاقب کیا ہے۔ علاوہ بریں اور پانچ بالترتیب اور بلا ترتیب بہت سے متفرق مقامات سے بنظر غائر ملاحظہ کیا کسی ایک مقام پر بھی مسمی کو سلف اہل سنت نہ پایا اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد و تحریف میں پورا امرزائی۔ پورا چکڑالوی اور چھپا ہوا نیچری ہے۔ اس کا اہل حدیث کہلانا اور اپنے مطبع اور رسالہ عقائد و اخبار کا نام اہل حدیث رکھنا محض ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے جس سے اس کی غرض جہلائے اہلحدیث کو اپنے دام میں لانا۔ اور ان مال مارنا اور ٹکے کی نلسہ ہے۔ حدیث کا یہ شخص دربردہ منکر ہے۔ قرآن کی تفسیر رائے سے کرتا ہے" (اربعین صفحہ ۲۶)

اب اسی مولوی کا پیغام اپنے شاگرد رشید کے نام بہ گواہی تین گواہان کلام المبین میں یہ ہے :-

"میں کلام المبین فی جواب الاربعین کو دیکھا۔ کچھ شک نہیں کہ اربعین کے اعتراضات کے جوابات مصنف نے دیدیئے ہیں اور اربعین کے مصنفوں کے تعاقبات سے مصنف چھوٹ گیا" (گواہان خواجہ حبیب اللہ، حکیم محمد الدین امرتسری و مولوی اللہ دتہ سہیل۔ کلام المبین صفحہ ۱۳)

اس کا شائع ہونا تھا کہ مولوی بٹالوی نے بارہ صفحہ کا الٹی میٹم مطبوعہ مطبع خادم پنجاب امرتسر بنام مولوی ثناء اللہ شائع کر اس میں لکھا۔

"اے عزیز تم نے میری نسبت یہ چھاپ دیا ہے کہ میں الکلام المبین کو کافی جواب اربعین تسلیم کیا ہے۔ اور اس کے الزامات سے تمہارا چھوٹ جانا مان لیا ہے جس پر مثل دروغ گویم بر روئے تو پوری صادق آتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک حصہ میری تقریر کا لے لیا اور باقی حصوں کو جنہیں تمہارے اہلحدیث ہونے کے نفی نکلتی تھی چھوڑ دیا اور نقل کلام میں سرقہ کیا" (خلاصہ)

اس کے بعد میر سیالکوٹی ان وہابی علماء میں صلح کرانے دوڑے ہیں اور ذیل کا معاہدہ طرفین میں ہو جاتا ہے :-

"معاہدہ مصالحت"۔ آج ۲۴ اپریل ۱۹۱۱ء کو مولوی ابوسعید محمد حسین و مولوی ثناء اللہ کے فیما بین جو ملال تھا وہ رفع ہو کر فریقین نے باہم صفائے قلبی سے ایک دوسرے سے معافی مانگ لی ہے اور یہ فیصلہ قرار پایا ہے کہ رسالہ اتباع سلف مصنفہ مولوی ثناء اللہ کا جواب منجانب مولوی محمد حسین جو غیر شائع ہے مولوی محمد حسین صاحب شائع کر سکتے ہیں بشرطیکہ صفحہ اول پر یہ علیحدہ لکھ دیا جائے کہ جو جو الفاظ درشت اور دل آزار رسالہ ہذا میں (ثناء اللہ کی نسبت) پائے جائیں ان سب کو مصنف (محمد حسین) نے واپس لے لیا ہے۔ یہ معاہدہ رسالہ جواب اتباع سلف و اخبار اہل حدیث میں شائع کیا جائے۔ ۲۴ اپریل العبد محمد حسین و ثناء اللہ گواہان احمد دین۔ و ابراہیم سیالکوٹی۔ مصدقین سلطان محمد بیرسٹر و حکیم خدابخش گواہ تصدیق مولوی غلام محمد ہوشیارپوری (اخبار اہلحدیث ۲۹ اپریل ۱۹۱۱ء صفحہ ۱) پیروان سنت و حدیث یعنی ان وہابی علماء کے اس صلحنامہ کا جو حشر ہوا۔ وہ بھی مولوی ثناء اللہ کی زبانی سن لیجئے :-

"اب ذرا میں ایک واقعہ قابل افسوس ظاہر کر کے اعیان اہلحدیث کی توجہ چاہتا ہوں سیالکوٹ میں بموجودگی حافظ عبدالمنان وزیرآبادی و مولوی ابراہیم سیالکوٹی وغیرہ وغیرہ مجھ میں اور مولوی محمد حسین میں مصالحت ہو کر اقرارنامہ ہوا جس میں یہ بھی تھا کہ اس رسالہ نصیحت نامہ میں جو الفاظ سخت ہیں مصنف نے ان کو واپس لے لیا ہے۔ یہ بھی تھا کہ رسالہ جب شائع ہو۔ تو یہ اقرارنامہ اس کے ساتھ لگایا جائے۔ بزرگان قوم اہل حدیث کس قدر افسوس کے ساتھ سنیں گے کہ رسالہ مذکور شائع ہو گیا مگر اقرارنامہ اس کے ساتھ نہ لگایا۔ بزرگان قوم حدیث ذیل کے معنی بھی آپ بتلا سکتے ہیں جس کے الفاظ طیبہ یہ ہیں اذا وعد خلف" (اہلحدیث ۱۰ جون ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

مندرجہ بالا اخلاق تھے علماء اہلحدیث کا جب باہمی یہ سلوک ہے تو اپنے سے مختلف خیالات کے مسلمانوں کے ساتھ جو وہ کر گذریں کم ہے اسی وہابی اخلاق کا نمونہ مولوی ثناء اللہ کی ان

وفات مسیح پر ایک گمنام نامہ نگار اہلحدیث

۲۴ ستمبر کے اہلحدیث میں ایک غیر معلوم نامہ نگار کی باسی کڑہی میں ابال اٹھا ہے۔ اور اس نے وفات مسیح پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور سب سے اول مقدمہ قائم کر کے لکھا ہے۔ کہ یہودی اور عیسائی اس کی صلیبی موت پر متفق ہیں۔ لیکن قرآن نے اس عقیدہ کی ماقتلوہ وما صلبوہ بل رفعہ اللہ الیہ کہ کر تردید کر دی۔ مگر . . . . . حضرت مسیح موعود نے اس کا صلیب سے زندہ اترانا اور بموجب احادیث ایک سو بیس برس عمر پانا لکھا ہے حضرت صاحب کے عقیدہ پر جو اعتراض اس گمنام اور ناواقف نامہ نگار نے کئے ہیں۔ وہ بھی سن لیجئے۔

(۱) حضرت مسیح نے علے الاعلان کیوں نہ یہودیوں کو فرمایا "کہ دیکھو میں لعنتی موت نہیں مرا"

جواباً عرض ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح اس وقت اتنا جتھا اور طاقت اور رسوخ رکھتے۔ تو یہودیوں کے کہنے پر رومی سلطنت ان کو صلیب پر ہی کیوں چڑھاتی۔ اور کیوں کانٹوں کا تاج پہنا کر ان سے تمسخر کیا جاتا اگر وہ ایسا اعلان کرتے۔ تو نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ فوراً مروا دیئے جاتے۔ گویا ناواقف اور دین سے بے خبر نامہ نگار کے نزدیک ایک نبی اتنی اخلاقی کمزوری نہیں دکھایا کرتا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر حضرت نبی کریم کو غار میں چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔ مکہ سے صاف نکل گئے تھے۔ دندناتے ہوئے مدینہ چلے جاتے معاذ اللہ ایسی اخلاقی کمزوری کیوں دکھائی۔ کہ غار میں چھپ رہے۔

(۲) پھر فرماتے ہیں۔ کہ خدا پر الزام آتا ہے۔ کہ پورے انیس سو سال یہودیوں کو دھوکے میں رکھا۔ کہ حضرت عیسےٰ کو ان کے روبرو صلیب پر وفات دیکر قبر تک پہنچا دیا۔ لیکن اس ناواقف کو اتنا معلوم نہیں۔ کہ یہودی ابھی تک مسیح کے منتظر ہیں۔ وہ کمبخت تو نہ مسیح کو مانتے ہیں۔ نہ مثیل موسےٰ کو۔ آپ کو ان کی اتنی کیوں فکر پڑ گئی ہے۔ بقول آپ کے معاذ اللہ خدا نے ان کو تورات میں کچھ ایسی ہی تعلیم دیدی تھی کہ جب تک الیاس آسمان سے نہ اترے۔ تب تک مسیح نہ آئے گا۔ اس لئے وہ آپ کی طرح آسمان کی طرف کئی ہزار سال سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ جونہی الیاس آسمان سے اترے۔ اس وقت مسیح ظاہر ہوگا۔ وہ اسے مان لیں گے۔ بعینہ جس طرح آپ حضرت عیسےٰ کے لئے آسمان کی طرف تک رہے ہیں۔ کہ وہ آسمان سے اتر کر مہدی کے ساتھ مل کر آپ لوگوں کو سلطنتیں چھین کر دیدیگا۔

(۳) آپ کا یہ کہنا۔ کہ حضرت عیسےٰ کا کلام (انجیل مقدس) جو واقعہ صلیب تک کا ہے۔ وہ تو کئی طرح سے مرقوم و منضبط قریباً دنیا کی سب زبانوں میں ترجمہ شدہ موجود و منتشر ہے۔

کیا یہ سچ ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو مولوی ثناء اللہ کیوں لکھتا ہے۔ کہ:۔

"مسیحی جس کو کلام اللہ اور وحی الٰہی نام رکھتے ہیں مسلم اس کو کلام اللہ نہیں کہتا۔ بلکہ وہ کلام مصنف مانتا ہے" (اہلحدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء)

کتب مروجہ کو ان کتب سے شرکت اسمی حاصل ہے۔

(اہلحدیث ۲۶ جون ۱۹۳۱ء)

افسوس کہ خود وہابیوں میں ایسا گروہ موجود ہے۔ جو اپنے معزول سردار سے اتنا عظیم اختلاف رکھتا ہے۔ اور وہ موجودہ انجیل کو حضرت عیسےٰ کا کلام یا وحی ماننا ہے۔

گمنام نامہ نگار کس ڈھٹائی سے ہم سے پوچھتا ہے۔ کہ:۔

"بتاؤ کہ واقعہ صلیب کے بعد سے لیکر ۸۷ برس کا کلام یا وحی کہاں ہے"

اس کا جواب اپنے معزول سردار سے لو۔ کہ صلیب سے پہلے کا کلام یا وحی کہاں گیا۔ ہم کہیں گے۔ جہاں صلیب سے پہلے کا کلام گیا۔ وہیں کھپلا چلا گیا۔ لیکن تمہارے لئے اس کا جواب دینا مشکل ہے۔ اپنے معزول سردار سے ہی دریافت کر لو۔ کہ:۔

"قرآن شریف کی رو سے ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ (المائدہ)

کے مطابق عیسائیوں کو عمل کرنے کا حکم ہے تو . . اس کا وجود کہاں ہے۔ پھر ہم کثیری انجیل کا پتہ کیوں دیں گے۔ کیونکہ بقول معزول سردار (۱) یہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابیں کلام اللہ نہیں کیا آپ کا قول خود آپ پر صادق نہیں آتا۔ کہ ایک جھوٹی بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے کئی ایک جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ اپنے غلط عقیدہ کو سچ ثابت کرنے کیلئے ہمارے وہابی دوست کئی طرح کی غلط تاویلات کرتے ہیں۔ اور کریں گے۔ گویا اصول ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

بہت مقبول ہے۔"

وھابی ذہنیت

مولوی ثناء اللہ امرتسری جو اپنے آپ کو سنت و حدیث کا پیرو جانتا ہے۔ موقعہ بے موقعہ حضرت مسیح موعود پر چوٹیں کرنے کا عادی ہے حالانکہ اسے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ خود اسلامی تاریخ اور احادیث کے بیان کردہ واقعات میں بڑا بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت نبی کریم کی پیدائش و وفات کی تاریخوں میں اختلاف موجود ہے۔ لیکن اس نے چونکہ حضرت مسیح موعود کی مخالفت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ آپ کے خلاف لکھنا اس کا فرض ہے۔ اہلحدیث میں وہ برہان التفاسیر لاصلاح سلطان التفاسیر کے عنوان سے ایک یسوعی کی کتاب کا جواب دے رہا ہے۔ ۹ راکتوبر کے پرچے میں اسے الزامی جواب دیکر حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں اختلاف دکھانے کی کوشش کی ہے ہم وہ عبارتیں درج کر کے اہل حق سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ غور کریں کہ آیا یہ اختلافات ہیں۔ یا خود مولوی ثناء اللہ کی دماغی مخلوجیت کا اثر ہے۔ کہ وہ ان میں اختلاف پاتا ہے جب خود اس پر اس کی عربی کی تفسیر کی بناء پر مخالفت ہوئی۔ تو اپنی غلطیوں سے بچنے کے لئے کیا عمدہ بہانہ بنا لیا۔

انسان اتنا خطا کار ہے۔ کہ اس کی خطا کاری کی ایک مثال بن گئی ہے۔ الانسان مرکب الخطاء والنسیان یعنی غلطیاں انسان پر ہر وقت غالب رہتی ہیں۔ اس لحاظ سے کسی مصنف سے غلطی کا ہونا مضمون میں ہو۔ یا عبارت میں عین مطابق فطرت ہے۔ جواد کبیو رتیز گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ناخن لیا کرتا ہے عربی میں یہ ایک مثال ہے۔ جو ہر اس موقع پر بولا کرتے ہیں۔ جہاں کسی بڑے آدمی سے فطرتاً لغزش ہوجائے

ثبوت کرتا ہے۔ جو کسی طرح جائز نہیں" (اہلحدیث ۲۹ مئی ۱۹۳۱ء)

ایسی سب عبارتیں مولوی ثناء اللہ کو لکھتی اس وقت یاد آتی ہیں۔ جب خود اس کی ذات پر اعتراض ہو۔ لیکن دوسروں پر اعتراض کرتے وقت یہ ظالم مولوی اپنی ایسی تحریروں کو بھول جایا کرتا ہے حضرت مسیح موعود کی جن عبارتوں میں اس نے اختلاف ظاہر کرنا چاہا ہے۔ وہ ذیل میں درج ہیں۔ کتاب راز حقیقت میں یہودیوں کے منصوبہ بخلاف حضرت عیسےٰ یعنی صلیبی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:۔

لیکن خدائے قادر و قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا۔ اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا۔ بلکہ اس کو ایک سو بیس برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اس کے سامنے ہلاک کیا (صفحہ ۲ راز حقیقت) سے حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی۔ لیکن تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا۔ جب کہ حضرت ممدوح کی عمر صرف تینتیس برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالےٰ نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گذاری تھی (حاشیہ صفحہ ۲)

کتاب تذکرۃ الشہادتین میں اسی واقعہ صلیب کا ذکر کرتے ہوئے قرآنی آیت واوینہما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

اور احادیث میں آیا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد عیسےٰ ابن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی (صفحہ ۲۲)

بظاہر اس میں اختلاف کوئی بھی نہیں۔ تذکرۃ الشہادتین میں بھی بیان یہی فرمایا ہے۔ کہ صلیب کا واقعہ ہو جانے کے بعد حضرت مسیح نے ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ لیکن مولوی مذکور نے واقعہ صلیب تک کی عمر کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اور ایک سو بیس کو علیحدہ حالانکہ حضرت صاحب کا مطلب اس عبارت سے یہی ہے۔ کہ ۳۳ سال میں واقعہ صلیب پیش آیا۔ اور باقی عمر سیاحت میں گذار کر ایک سو بیس برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

اپیل فرضہ واگذاری لندن مسجد کے جوابات

چودھویں قسط

خانصاحب شیخ عبد الواحد صاحب انچارج

کوتوالی دہلی	۱۲۵	روپے نقد
منشی مراد علی صاحب ٹھیکیداری مک ایم اوکاڑہ	۱۰	〃 〃
مسٹر مت زاہد صاحب فارقی کلکتہ	۱۰	〃 〃

قسط دوم

خانصاحب سید محی الدین احمد صاحب رائے بریلی	۵	روپے نقد

ماہواری قسط

بابو رحمت اللہ صاحب بٹ سیالکوٹی از سرابایا

ملک جاوا	۱۰	روپے نقد
محمد حسین صاحب خانصاحب خیر لوہ رہیبر	۵	〃 〃

خبریں

—— لاہور ۲۲ اکتوبر۔ آج مسٹر آر، این لوتھرا سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں مسٹر امرناتھ سودبی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ و ۲۹۴ تعزیرات ہند کی مزید سماعت ہوئی۔

ملزم کے خلاف الزام یہ ہے۔ کہ اس نے شملہ کے گردونواح کی ریاستوں میں یکے بعد دیگرے مختلف ناموں سے متعدد لاٹری کمپنیاں قائم کیں جن میں ایک ایک روپے کے ٹکٹ تھے۔ اور ان میں ایک ایک لاکھ یا کئی کئی ہزار روپے کا انعام مشتہر کیا جاتا تھا لیکن اتنا روپیہ تقسیم نہیں کیا جاتا تھا۔ جتنا کہ اشتہار میں درج تھا۔ نیز حکومت ہند کی اجازت کے بغیر لاٹری کے ٹکٹوں میں برطانوی ہند میں تقسیم کیا گیا۔ ملزم کے خلاف یہ الزام بھی ہے۔ کہ جن افراد کے نام انعامی فہرست میں درج تھے۔ ان میں سے بعض ایک کثیر حصہ کو انعامات تقسیم نہیں کئے گئے

لاٹری کمپنیوں کے نام یہ ہیں۔ سکیس پرل لاٹری سولن ریاست بھاگاٹ۔ دی گرینڈ گولڈن لاٹری سورج پور نزد کالکا۔ دی گرینڈ لاٹری سولن ریاست بھگاٹ۔ دی گرینڈ گولڈن لاٹری مارکنڈہ ریاست کمارسین نزد شملہ۔ دی بیسٹ سولن لاٹری مقام سولن۔ دی سورج پور گولڈن لاٹری مقام سورج پور ریاست سلوگ نزد کالکا۔

آج عدالت میں ملزم کے خلاف دی سورج پور گولڈن لاٹری کے متعلق مقدمہ پیش ہوا۔ اس لاٹری میں ایک لاکھ روپے کے انعامات کا اشتہار تھا۔ جسے سولہ سو بائیس اشخاص میں تقسیم کرنا تھا۔ لیکن کمپنی مذکور نے صرف چار ہزار تین سو چھیالیس روپے ۱۵ ۴ آدمیوں میں تقسیم کئے۔ اور باقی خود کھا گئے۔

آج عدالت میں ان اشخاص میں سے سات گواہوں کے بیانات قلمبند ہوئے جن کے نام انعامی اشتہار میں نکل چکے تھے لیکن انہیں انعام نہیں ملا۔ گواہوں کے نام حافظ عبد الرشید، شیخ احسان الٰہی، بابو سنگھ، سماۃ نواب بی بی۔ آتما سنگھ، رتن سنگھ ورسیلہ ہیں۔ گواہوں نے عدالت پر بیان ظاہر کیا۔ کہ ان کے نام انعامی فہرست میں داخل تھے۔ لیکن انہیں انعام نہیں ملا۔

ملزم کو جون ۱۹۳۱ء میں نارکنڈہ میں گرفتار کیا تھا۔ سید علی حسین شاہ انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی و محمد شریف سب انسپکٹر سی آئی ڈی نے اس مقدمہ کی تفتیش کی ہے۔

—— ہماری معتبر اطلاع کے مطابق آنریبل وزیر تعلیم نے ایک حکم صادر کیا ہے۔ کہ آئندہ لاہور کے ٹریننگ کالج میں داخل ہونے والے طلباء میں چالیس فیصدی ضرور مسلمان ہونے چاہئیں۔

—— نئی دہلی ۱۸ اکتوبر۔ مولوی مظہر الدین سیکرٹری جمعیت العلمائے ہند کانپور نے مولوی شفیع داؤدی کو تار ارسال کیا ہے۔ کہ فی الفور دہلی پہنچ جائیں۔ کیونکہ ان کی وہاں موجودگی ضروری ہے۔ مولوی شفیع داؤدی نے جواب بھیج دیا ہے۔ کہ وہ ۱۸ اکتوبر کو دہلی پہنچ جائیں گے سر محمد یعقوب سیکرٹری مسلم لیگ بھی اسی روز شام کو دہلی پہنچ رہے ہیں معلوم ہوا ہے۔ کہ ۲۲ اکتوبر کو مسلم لیگ کے رہنماؤں کی کانفرنس منعقد ہوگی جس میں مولانا شوکت علی لکھنؤ کانفرنس کا معاملہ پیش کریں گے۔ اور مجوزہ الہ آباد کانفرنس کا تذکرہ کریں گے۔ اور ممکن ہے کہ [illegible] سے درخواست کریں گے۔ کہ ہندوؤں کے ساتھ مصالحت کرنے میں ان کا ساتھ دیں۔

—— لاہور ۲۱ اکتوبر۔ لندن کے پرائیویٹ حلقوں میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے۔ کہ جب سر جافرے ڈی مونٹ مورنسی اپنی میعاد ختم کر کے جائیں گے۔ تو ان کی جگہ صوبہ متوسط کے گورنر سر ہائیڈ گوون پنجاب کے گورنر بنائے جائیں گے۔

—— دہلی ۲۲ اکتوبر۔ پنڈت مالویہ نے پنجاب کے متعدد ہندو اور سکھ رہنماؤں کو جن میں راجہ نریندر ناتھ بھی شامل ہیں۔ تار دے کر کل دہلی بلایا ہے۔ تاکہ وہ فرقہ وارانہ مفاہمت کے متعلقہ مسائل پر بحث و تمحیص کر سکیں۔

—— لاہور ۲۲ اکتوبر۔ آج بارہ بجے دوپہر مقامی پولیس کو کوچہ کھوئی دیڑھا محلہ نو گھرا اندرون شیرانوالہ دروازہ مستری دین محمد بڑھئی کے مکان سے اس کی عورت سماۃ غلام زہرہ کی نعش برآمد ہوئی جس کا پیٹ کسی تیز دھار والے آلہ سے چاک کیا ہوا تھا نعش سے سخت عفونت آرہی تھی۔ چنانچہ مقتولہ کی نعش کو پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال بھیج دیا گیا۔

واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ مقتولہ اور اس کے خاوند کے درمیان کچھ رنجش تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۹ اور ۲۰ اکتوبر کی درمیانی شب کو مقتولہ کو قتل کیا گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسے اس کے خاوند نے قتل کیا ہوگا۔ کیونکہ وقوعہ کے بعد مستری دین محمد نے اپنے مکان کو تین مضبوط قفل لگائے۔ اور پوشیدنی پارچات کا ایک ٹرنک اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور ہمسایہ کو کہہ گیا کہ میری اہلیہ اپنی والدہ کے پاس بھاٹی دروازہ گئی ہوئی ہے اور میں کہیں باہر جا رہا ہوں چنانچہ کسی نے اس سے تعرض نہ کیا۔

آج صبح جب مقتولہ کی والدہ اپنی لڑکی سے ملنے آئی۔ تو مکان کو قفل دیکھا اور ہمسایوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مقتولہ تو خود ان کے پاس گزشتہ چار دن سے گئی ہوئی تھی کیونکہ مقتولہ کا خاوند ہمسایوں کو ایسا ہی کہہ گیا تھا۔ اس پر مقتولہ کی ماں کو شک ہوا۔ اس نے دوسرے مکان کی چھت پر سے گزر کر جب مقفل مکان کی چھت کے روشندان سے دیکھا تو مکان سے سخت بدبو آرہی تھی۔ چنانچہ پولیس کو رپورٹ کی گئی۔

جب پولیس آئی تو اس نے مکان کے قفل کو توڑ کر دیکھا تو اندر سے مقتولہ کی نعش برآمد ہوئی جس کا پیٹ چاک تھا۔ اور حلق بگڑا ہوا تھا۔ چنانچہ نعش کو تو ہسپتال بھیجا گیا اور واقعات کی تفتیش کی جا رہی ہے ابھی تک قاتل کا پتہ نہیں چلا۔ (ا م۔ ن۔ س)

—— بمبئی ۲۲ اکتوبر۔ مندوبین گول میز کانفرنس کے اسماء کا آج سہ پہر کو اعلان ہو گیا۔ برطانوی ہند کے نمایندوں میں مسٹر این سی کیلکر۔ سر راماسوامی مدلیار۔ پنڈت نانک چند۔ لاہوری سر پرشوتم داس۔ سر اے پی پٹرو۔ سر تیج بہادر سپرو۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں۔ سردار تارا سنگھ۔ چوہدری ظفر اللہ خاں ہز ہائی نس آغا خاں۔ ڈاکٹر امبیدکار۔ راجہ صاحب بیلی۔ سر ہبرٹ کر مسٹر غزنوی۔ کرنل گڈنی۔ مسٹر ہما اقبال۔ مسٹر جیکار اور سر کاؤس جی جہانگیر وغیرہ کے نام نظر آتے ہیں۔

ریاستوں کے نمایندوں میں مسٹر منو بھائی مہتا (بیکانیر) مسٹر کرشنا اچاریہ (بڑودہ) راجہ اودھ نرائن بسریا (بھوپال) سر محمد اسماعیل (میسور) سر اکبر حیدری (حیدر آباد) وجاہت حسین (کشمیر) رائے بہادر سر [illegible] (کولہاپور) مسٹر رش بروک ولیمس (نوانگر) نواب لیاقت حیات خان (پٹیالہ) شامل ہیں۔ جودھ پور اور جے پور ریاستوں کی طرف سے سر سکھ دیو پرشاد نمایندگی کریں گے چھوٹی ریاستوں کی طرف سے راجہ صاحب سریلا جائیں

گے۔ ٹرانکور اور دیوان کو بھی دعوت دی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے نمایندے بھیجیں علاوہ بریں اس فہرست میں ایک یا دو ناموں کا اور اضافہ کیا جائے گا۔

کمیونک میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ ۱۵ نومبر کو یا اس تاریخ کے لگ بھگ آئینی مسائل پر بحث و تمحیص ہوگی۔ اس میں یہ نمایندے حصہ لیں گے۔ والیان ریاست کو جو دعوت دی گئی تھی اس میں یہ بات ان کی مرضی پر چھوڑ دی گئی تھی۔ کہ یا تو وہ خود بنفس نفیس کانفرنس میں شرکت کریں یا اپنے نمایندے نامزد کریں۔ برطانوی پالیمنٹری نمایندوں کے اسماء کا عنقریب اعلان کر دیا جائے گا۔

—— امرت سر ۲۰ اکتوبر۔ سول کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ درگیانہ کی انتظامیہ کمیٹی نے پنڈت مدن موہن مالویہ کی یہ درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ اچھوتوں کو درگیانہ مندر میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔

نیز معلوم ہوا ہے کہ اچھوت ادھار لیگ اور اچھوت ادھار منڈل عوام میں سخت پروپیگنڈا کر رہے ہیں تاکہ درگیانہ کمیٹی کے ارکان ان کی بات مان لیں۔

—— ڈھاکہ ۲۲ اکتوبر۔ شنکھری نگر میں ایک دھماکا ہوا جس سے نرس دت نامی ایک طالب علم بری طرح زخمی ہوا اس کی بائیں ہتھیلی بالکل اڑ گئی۔ نیز اس کی دو سالہ بہن کے پاؤں میں بھی ہلکے زخم ہو گئے ہیں اطلاع ملتے ہی پولیس نے مکان کی تلاشی لی اور آتش گیر مادہ اور دیگر چیزیں اپنے قبضہ میں کر لیں۔

—— نئی دہلی ۲۲ اکتوبر۔ ڈاکٹر مونجے صدر ہندو مہاسبھا نے لکھنؤ مسلم کانفرنس اور سمجھوتہ کی موجودہ گفت و شنید کے متعلق مہاسبھا کا نقطہ نظر بتانے کے لئے ایک بیان شایع کیا ہے جس کا مفہوم حسب ذیل ہے:۔

فرقہ وارانہ مسئلہ پر مسلم رہنماؤں کی صلح جویانہ کوشش کا خیر مقدم کرتے ہوئے مہاسبھا یہ بتانا چاہتی ہے کہ اگر مفاہمت مخلوط انتخاب اور قومی لائنوں پر ہوگی تو مہاسبھا تعاون کرنے کا یقین دلاتی ہے مہاسبھا کو یقین ہے کہ مفاہمت کے لئے ایسا معقول فارمولا بن سکتا ہے جس پر تمام جماعتیں عمل پیرا ہو سکیں۔ مثلاً ذیل کے مطابق مخلوط انتخاب بغیر تحفظ یا تحفظ کے یا نشستوں کے ساتھ یا پانگ کے بغیر

بقیہ صک

مولوی محمد صبغت اللہ صاحب مٹری	۵ روپے نقد
سید عبد الغفور شاہ صاحب نمبردار گندف	
ضلع ہزارہ	۱۰ روپے نقد
بابو احمد الدین صاحب سٹیشن ماسٹر کابل۔ آگے معہ ۲ قسط دوم	
عبد الغفور خاں صاحب لاہور	۲ روپے نقد
عبد الحمید خاں صاحب	۲ 〃 〃

قسط دوم بذریعہ ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار

صدر راولپنڈی

محمد عبد العزیز صاحب صدیقی۔ A.T.O	۱۰ روپے نقد
ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب اسلامیہ ہائی سکول	۱۵ 〃 〃
چوہدری عبد اللطیف صاحب کلرک ملٹری	
کنٹرولر آفس	۵ 〃 〃
رحمت اللہ صاحب گھڑی ساز مرچنٹ	
کھوکھو اینڈ کو	۵ روپے نقد
فرمان علی شاہ صاحب سپیشل ٹکٹ اگزیمنر	۴ 〃 〃
ڈاکٹر فضل الدین صاحب ہومیوپیتھک	۱ 〃 〃

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

ماہوار ایڈیشن

جلد ۲۰ | لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۵

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

دین و دانش

از جناب مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام

دوش پرسیدم ز فطرت بر ملا با من بگو
عقل را با دیں چہ نسبت دین را با او چہ کار

نعرۂ زد فطرتم کاے مرد دامنگیرِ من
میدہم پاسخ ترا از گوش ہا پنبہ بر آر

ہر چہ نسبت جان را با تن بدہر اندر بود
دین را باشد ہماں نسبت بہ دانش ہوشدار

جاں اگر بے جسم و تن باشد نمے ارزد بجو
تن اگر بے جاں بود در مردگاں دار شمار

برہمیں طور است رنگِ مذہب و فرہنگ ہم
ہم بریں نہج است کارِ دین و دانش یاد دار

دینِ حق درکار دارد دانش و فرہنگ را
عقل می باشد بہ دنیا دین را آئینہ دار

مذہبے کورانہ باشد کار با فرہنگ و عقل
لائقِ تسلیم آں مذہب نہ باشد ہوشدار

عقل کو از دیں ندارد رہبرے در راہِ خود
آں ہمہ دیوانگی باشد نہ عقل اے ہوشیار

اخبار زمیندار اور حضرت نبی کریم کی توہین

سلسلہ احمدیہ کے مخالف مسلمان جب حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراضات شروع کرتے ہیں۔ تو ان کو اپنے گندے اور ناپاک خیالات کا دھیان نہیں رہتا۔ ایک صاحب حکیم محمد علی امرتسری نے جو اپنے آپ کو پروفیسر طبیہ کالج لکھتے ہیں۔ ایک رسالہ حضرت مسیح موعود کے خلاف یہ ثابت کرنے کیلئے لکھا تھا۔ کہ آپ مراق اور مالیخولیا کے مریض تھے:
لیکن جب آپ کے سامنے بخاری و مسلم سے حضرت عائشہ کی ایک حدیث پیش کی گئی سحر رسول اللہ صلعم حتے انہ یخیل الیہ انہ فعل الشئی وما فعلہ (بخاری مسلم) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسحور ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ انہوں نے کوئی فعل کیا۔ حالانکہ آپ نے وہ فعل نہیں کیا۔ اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ نے روایت کیا ہے۔ تو اس کی تشریح ذرا اس طبیہ کالج کی زبانی سنئے:۔

رسول اکرم صلعم کے مسحور ہونے کی مصلحت

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک حقیقی۔ دوسرا الزامی
اوّل جواب حقیقی سنیئے۔ کفار نبی کریم صلعم کو ساحر کہا کرتے تھے۔ چونکہ جادوگر کو کسی کا جادو اثر نہیں کیا کرتا۔ اس لئے آپ پر جادو کا اثر ہو گیا۔ اور خدا تعالےٰ نے دکھا دیا۔ کہ جادو کے اثر سے متاثر ہونا ساحر کی شان سے بعید ہے۔ لہذا آنحضرت جادوگر نہیں ہیں۔ دوم آنحضرت کو جادو کا اثر امور دنیادی میں تھا۔ امور الہٰی تبلیغ، الہامات، سلسلہ وحی میں اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ بلکہ یہ سب امور بدستور سابق علیٰ حالہ تھے۔ جیسا کہ کل محدثین اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔
(زمیندار یکم نومبر ۳۲ء)

یہی لفظ اگر کوئی غیر مسلم لکھ دیتا۔ تو مسلمان اخبارات اور علما نے اتنا شور مچاتے۔ کہ توبہ بھلی۔ لیکن اگر خود ان کے اخبارات اور نام نہاد لیڈر و ملانے گندے سے گندے خیالات کا حضرت نبی کریم کے بارہ میں اخبارات کے ذریعہ سے اظہار کریں۔ تو شیر مادر کی طرح ہضم کر جاتے ہیں محض اس لئے کہ دراصل مضمون حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں لکھا گیا ہے۔ اب ذرا ان حکیم جی کے جواب پر نظر ڈالئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ جادوگر کو کسی کا جادو اثر نہیں کیا کرتا۔ اس لئے آپ پر جادو کا اثر ہو گیا۔ نہ معلوم حکیم جی دوسروں کو مراقی اور مالیخولیا میں مبتلا کر کے خود ہی ان مرضوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ قرآن یا حدیث کی کس آیت اور روایت میں لکھا ہے۔ کہ جادوگر پر تو کسی کے جادو کا اثر نہیں ہو سکتا لیکن ایک حامل وحی شریعت پیغمبر پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے۔ جب خود ساختہ غلط عقائد کی بنا پر یہ لوگ حضرت نبی کریم کی عزت پر حملہ کرنے سے نہیں چوکتے۔ تو حضرت مسیح موعود ان کی نظر میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ آگے حکیم جی لکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے دکھا دیا۔ کہ جادو کے اثر سے متاثر ہونا ساحر کی شان سے بعید ہے۔ لہذا آنحضرت جادوگر نہیں ہیں۔ سبحان اللہ کیا معرفت بھری دلیل حکیم جی نے پیش کی ہے۔ کہ جادو کے اثر سے متاثر ہونا ساحر کی شان سے بعید ہے۔ لیکن ایک صاحب شریعت اولوالعزم پیغمبر کی شان سے یہ امر بعید نہیں۔ کہ اس پر جادو کا اثر ہو۔ اور وہ اپنے افعال کو بھول جائے۔ گویا ساحر کی شان حکیم جی اور اس کے ہم خیالوں کے لئے بہت بڑی ہے۔ کہ جس پر جادو اثر نہیں کرتا۔ بہ نسبت حضرت نبی کریم کی شان کے۔ نہ معلوم خدا نے یہ بات کہاں دکھا دی۔ کہ آنحضرت پر جادو کا اثر ہونا آپ کے جادوگر نہ ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن و حدیث سے تو ہمیں یہ دلیل نہیں ملتی حکیم صاحب خود یا اپنے علمائے کرام سے کوئی حوالہ قرآن و حدیث اس دلیل پر پیش کریں۔ آپ کی نسبت مسحور کا لفظ کفار استعمال کرتے تھے۔ خدا نے تو ہمیں نہیں فرمایا۔ کہ آپ مسحور ہیں۔ اس لئے جادوگر نہیں۔ یہ امر سراسر حکیموں اور علمائے کرام کے مخلوج دماغ کے نتائج ہیں۔ ایک حدیث کو جس کا راوی صرف ایک ہی ہے صحیح ماننا ہے۔ خواہ ساری تعلیم اسلام پر پانی پھر جائے۔ اتنا بڑا واقعہ کہ آنحضرت مسحور ہو گئے۔ اور آپ کو اپنے افعال یاد نہ رہتے تھے گروہ کثیر صحابہ کو معلوم نہ ہو سکا حکیم جی فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت کو جادو کا اثر امور دنیادی میں تھا۔ خوب ذرا ان امور دنیادی کی تشریح بھی کر دینی تھی۔ کیا اپنی حسن معاشرت یا آپ کے دیگر افعال جو امت کے لئے ایک نمونہ اور سبق کا حکم رکھتے تھے۔ دنیادی امور تھے حکیم جی اتنی تو تشریح کرنی تھی۔ کہ فلاں فلاں دنیادی افعال آپ نے کئے۔ جو بوجہ مسحور ہونے کے آپ کو یاد نہ رہے تھے۔ امور الٰہی تبلیغ کون سے امر تھے۔ اسوۂ حسنہ تو وحی الٰہی سے علیحدہ چیز تھی جس کی نسبت آپ لوگوں کا ایمان ہے۔ کہ وہ بوجہ آپ کے مسحور ہونے کے مخدوش ہے۔ باقی رہا الہامات اور سلسلہ وحی پر سحر کا اثر نہ ہونا۔ اس پر حکیم جی نے کوئی دلیل نہیں دی۔ جب مہبط وحی کا دماغ ہی سحر کے اثر سے محفوظ نہیں۔ تو اس کے افعال خواہ وحی کے ذریعہ سے ہوں۔ یا اجتہاد کے ذریعہ سے کس دلیل کی رو سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جب حافظہ پہ سحر کا اثر تھا۔ کہ ایک فعل کر کے بھول جاتا تھا۔ تو یہ سب امور سابق علےٰ حالہ کیسے رہ سکتے ہیں۔ حکیم جی جب کسی محدث یا مفسر کی دلیل اپنی تائید میں پیش کریں گے۔ تو دیکھا جائیگا۔

حضرت نبی کریم کی عزت پر حملہ کرنے سے نہ یہ لوگ شرم کرتے ہیں۔ نہ ان کے مدد اخبارات

سلسلہ احمدیہ کی پوزیشن

مندرجہ بالا تحریر ان لوگوں کی ہے جن کے مفلوج دماغ ہر وقت حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں نئی نئی تجویزیں سوچتے رہتے تھے لیکن اس سچے خادم اسلام مسیح قادیانی کی غیرت ملاحظہ کیجئے۔ کہ اس کی غیرت گوارا نہیں کر سکتی۔ کہ کوئی شخص خواہ وہ بخاری ہو۔ یا مسلم آنحضرت کے بارہ میں یہ لفظ لکھ سکے۔ کہ معاذ اللہ آپ پر جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک دوست نے ایسا ہی سوال آپ سے کیا تھا۔ جس کا جواب آپ نے مندرجہ ذیل دیا:۔

> ایک شخص نے مرزا صاحب سے سوال کیا۔ کہ آنحضرت صلعم پر کافروں نے جو جادو کیا تھا۔ اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی۔ کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لا یفلح الساحر حیث اتیٰ۔ دیکھو حضرت موسےٰ کے مقابل پر جادو تھا۔ آخر موسےٰ غالب ہوا کہ نہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کہ آنحضرت کے مقابلہ میں جادو غالب آگیا۔ ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو ماننا جانا ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔ یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ ایسے عالیشان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔ ایسی ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے معاذ اللہ آنحضرت صلعم کا حافظہ جاتا رہا۔ یہ ہو گیا۔ وہ ہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف ہو۔ آنحضرتؐ کی عصمت کے برخلاف ہو۔ اس کو ہم کیسے مان سکتے ہیں۔

(الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء صہ ملفظا از زمیندار)

اب ان حکیم جی کے اس خیال کا کہ چونکہ جادوگر کو کسی کا جادو اثر نہیں کیا کرتا۔ اس لئے آپ پر جادو کا اثر ہو گیا۔ اور خدا تعالےٰ نے دکھا دیا۔ کہ جادو کے اثر سے متاثر ہونا ساحر کی شان سے بعید ہے "حضرت مسیح موعود کا اس خیال سے کہ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی۔ کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے" مقابلہ کر کے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ماشاء اللہ حکیم جی خود مراق اور مالیخولیا میں مبتلا ہیں۔ اور ان کا دماغ مفلوج ہے۔ حضرت مسیح موعود اپنی تائید میں قرآنی آیت پیش کرتے ہیں۔ لیکن حکیم جی ایک غلط حدیث کی تائید میں ڈھکوسلہ پیش کرتے ہیں۔ کہ ساحر پر جادو اثر نہیں کرتا۔ ہر دو تحریریں زمیندار میں موجود ہیں۔ ایک حق پرست انسان ان کے مقابلہ سے معلوم کر سکتا ہے۔ کہ حق کس طرف ہے۔ اور زمیندار اور اس کے نامہ نگاروں کے دلوں میں آنحضرت کی کتنی عزت ہے۔ پھر عقل و فہم کس طرف ہے۔ اور بے عقلی بیہودگی اور بے غیرتی کس طرف ہے۔

حج والی حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ

مسیح موعود کے بارہ میں احادیث میں جو اختلاف ہے۔ وہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے رنگ میں اختلاف۔ مقام نزول میں اختلاف گویا اس پیشگوئی کی ہر ایک تفصیل میں اختلاف موجود ہے۔ پھر باوجود اس کے حکیم جی مسیح موعود کے حج والی حدیث پیش کر کے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے حج نہیں کیا۔ لیکن ساتھ ہی خود ہی حضرت صاحب کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ کہ ہم بہر حال حج کو جائینگے (ایام صلح اردو صہ ۱۶۹) ابھی تو ہم سوروں کو مار رہے ہیں۔ ان سے فارغ ہوں گے۔ تو حج کریں گے۔ (اخبار الفادیان یکم ستمبر ۱۹۰۲ء صہ ۶ ملفظا از زمیندار) گویا حضرت مسیح موعود نے یہ کبھی نہیں فرمایا۔ کہ ہم حج نہیں کریں گے۔ بلکہ خود حکیم جی کے پیش کردہ حوالوں سے ثابت ہے۔ کہ حضرت صاحب کا ارادہ حج کرنے کا تھا۔ جب یہ بات ہے۔ تو ذرا قرآنی تعلیم بھی ملاحظہ کیجئے۔ فقد وقع اجرہ علے اللہ اور (الاعمال بالنیات) اولیاء اللہ میں سے سینکڑوں گذرے ہیں۔ جن کو حج نصیب نہیں ہوا۔ یا اصلاح قوم سے فراغت حاصل کر کے حج کو نہ جا سکے۔ ہر ایک حدیث کا ماننا کسی مسلمان پر فرض نہیں۔ صرف وہی حدیث قابل قبول ہے۔ جس کی قرآن یا واقعات زمانہ تردید نہ کرتے ہوں۔

جن احباب

کا چندہ اخبار ماہ ستمبر و اکتوبر میں ختم ہو چکا ہے۔ یا نومبر میں ہوتا ہو۔ ان کو اطلاعی خطوط لکھے جا رہے ہیں۔ دو چار روز میں وی پی ارسال ہونے شروع ہو جائیں گے۔ جن کو وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہے۔

(منیجر پیغام صلح)

جلد ۲۰ | یوم پنجشنبہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۶۵

اچھوت اقوام

ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا ایک وسیع میدان

اعلیٰ ذات کے ہندو غریب اچھوتوں پر ہزارہا سال سے جو وحشیانہ مظالم کرتے آئے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ غالباً تاریخ عالم کا تاریک ترین حصہ بھی ان مظالم کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ہندو اچھوتوں کو اپنی قوم کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کو اپنا ہم مذہب بیان کرتے ہیں۔ لیکن اپنے ہم قوم اور ہم مذہب افراد کو نجس ترین جانوروں سے بھی زیادہ ناپاک سمجھنا۔ ان کے سائے سے بچنا اور ان کو انسانیت سے ابتدائی حقوق سے بھی یکسر محروم رکھنا ایک ایسا افسوسناک برتاؤ ہے جس کی اجازت ہندوؤں کی تنگدلی، خودغرضی اور مذہبی و قومی روایات ہی دے سکتی ہیں۔ ہمیشہ سے ہی دنیا میں انسان انسانوں پر ظلم کرتے آئے ہیں۔ اولاد آدم کے مغرور و ظالم افراد نے سدا ہی اپنے کمزور و بے قصور بھائیوں کو دکھ اور مصیبت میں مبتلا رکھا ہے۔ لیکن ہندوؤں نے اچھوتوں پر جو ظلم کیا اور کر رہے ہیں اس سے بڑا ظلم آج تک صفحہ ارض پر نہیں کیا گیا۔

انصاف کی نظر میں ہندو اس ظلم کے لئے بہت بڑی سزا کے مستحق ہیں، مگر ہندوؤں کے اس عظیم ترین ظلم کے مقابلے میں ہندوستانی مسلمانوں کا بھی اتنا ہی بڑا ایک قصور ہے۔ آج کی صحبت میں ہم ہندوؤں کے ظلم کی بجائے مسلمانوں کے اس قصور کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

ہندوستان کے لئے مسلمانوں نے بہت کچھ کیا۔ مسلمانوں کے آنے سے قبل تاریخ ہندوستان کی جو تصویر پیش کرتی ہے وہ بے حد تاریک اور گھناؤنی ہے۔ فرزندان توحید نے اس خطہ ارض کی اخلاقی حالت کو سنوارا۔ اس کو تہذیب تمدن، علوم و فنون اور امن و انتظام کی دولتوں سے مالامال کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے کہ تبلیغ اسلام کے فرض عزیز کو انہوں نے پوری طرح ادا نہیں کیا۔ اور جہاں تک مسلمان بادشاہوں اور امرا کا تعلق ہے وہ اس فرض سے تقریباً بالکل غافل رہے۔ چند خاص بزرگوں سے قطع نظر کرکے جن لوگوں نے فرض تبلیغ ادا بھی کیا انہوں نے اچھوتوں کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں کی۔ اچھوتوں کو ہندو قوم اور ہندو مذہب کے مظالم سے نجات دلانا ہمارا فرض تھا۔ افسوس ہم نے اس فرض کو ادا نہیں کیا یہی ہمارا بہت بڑا قصور ہے۔ اب ہمیں پوری ایمانداری کے ساتھ اس قصور کا اعتراف کرکے اس کی تلافی کی کوشش کرنی چاہیے۔

چند سال سے ہندو اپنی مخصوص اغراض کے ماتحت اچھوتوں کو اپنانے کی نمائشی و سطحی کوششوں میں مصروف ہیں۔ معاہدہ پونا کے نام سے ہندو اور اچھوت لیڈروں میں جو سمجھوتا ہوا ہے اس کے بعد ہندوؤں کی ان کوششوں میں کچھ اور سرگرمی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض مسلمان ان سرگرمیوں کو دیکھ کر خیال کرتے ہوں کہ اچھوتوں میں تبلیغ کے لئے وہ آسانیاں نہیں رہیں جو اب سے پہلے تھیں یا اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ معاہدہ پونا نے اچھوتوں کی بے چینی میں کسی حد تک سکون ضرور پیدا کر دیا ہے۔ لیکن اس کے بعد جگہ جگہ ہندوؤں کے قول و عمل میں تفاوت کے ایسے مناظر پیش آ رہے ہیں جن کی وجہ سے عقلمند اچھوتوں کے سامنے ہندوؤں کی خودغرضی اور فطرت پہلے سے زیادہ بے نقاب ہو گئی ہے۔ اس وقت اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کا ایک نادر موقعہ ہے۔ میدان تیار ہے۔ معمولی محنت کی تخم ریزی سے بہترین پھول اور پھل حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس وقت ہمیں اپنی گذشتہ غفلت کی تلافی کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ تبلیغ اسلام کی برکت سے ایک طرف اچھوت ہندوؤں کے مظالم اور خودغرضیوں سے نجات پا جائیں گے۔ دوسری طرف یہ کوشش مسلمانوں کی قوت کا بھی موجب ہو گی۔ اگر مسلمان کوشش کرکے تمام اچھوتوں یا ان کی زبردست اکثریت کو دائرہ اسلام کے اندر داخل کر لیں تو اکثریت و اقلیت کے جھگڑے بہت جلد ختم ہو جائیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کئی سال سے اپنی طاقت و بساط کے مطابق اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے اور اس کی کوشش سے کئی ہزار اچھوت مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ لیکن حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ رفتار کافی نہیں ہے اس کام کو زیادہ وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے ہم احمدی احباب اور خاص کر احمدی نوجوانوں کو توجہ دلاتے ہوئے تمام فرزندان توحید سے تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔ (محمد انعام الحق)

آہ! سر علی امام مرحوم

گذشتہ ہفتہ میں اسلامی ہند کا سب سے افسوسناک واقعہ سر علی امام بالقابہ کا انتقال ہے۔ مولانا محمد علی جوہر اور سر شفیع کی وفات کے بعد یہ ملت اسلامیہ کے دل پر تازہ چرکا ہے۔ مرحوم کی وفات ایسا قومی نقصان ہے جس کی تلافی کی سردست کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مرحوم مذہبی عقائد کے لحاظ سے شیعہ اور سیاسی خیالات کے لحاظ سے نیم کانگریسی اور مخلوط انتخاب کے حامی تھے۔ لیکن ان کا اسلامی خلوص۔ روشن خیالی اور دانشمندی ان اختلافات سے بلند تھی۔ وہ شیعہ ہونے کے باوجود ملت اسلامیہ کے مشترکہ مفاد کے لئے سرگرم ساعی رہے۔ اور اکثر مواقع پر اپنے سیاسی خیالات کو بھی اسلامی اکثریت کے احترام میں پس پشت ڈال دیا۔ دوسری گول میز کانفرنس کے موقعہ پر آپ نے دیگر مسلمان مندوبین کے ساتھ پورے طور پر تعاون کیا تھا۔

مرحوم ملک کے چند منتخب سیاست دانوں میں سے تھے۔ آپ کی قانونی قابلیت بے مثال تھی۔ آپ نے اسلامی تحریکات میں ہمیشہ نمایاں حصہ لیا۔ برسوں مسلم لیگ کے روح رواں رہے۔ پبلک، گورنمنٹ اور والیان ریاست میں آپ کا کافی رسوخ حاصل تھا آپ کئی سال تک حکومت ہند کے لا ممبر اور ریاست حیدر آباد کے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور گرانقدر خدمات انجام دیں۔ صوبہ بہار کو مستقل صوبہ بنانے میں بھی آپ نے نمایاں حصہ لیا۔

مرحوم ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے اور کم و بیش ۶۳ سال عمر پائی۔ صوبہ بہار میں پٹنہ کے قریب ایک قصبہ کو آپ کا مولد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ گذشتہ سال آپ گول میز کانفرنس کے لئے ولایت تشریف لے گئے تو سخت بیمار ہو گئے۔ ہندوستان واپس آنے پر بھی آپ کی صحت خراب رہی۔ دیوالی کی تعطیلات منانے کے لئے آپ پٹنہ سے رانچی تشریف لے گئے ہوئے تھے کہ ۳۰ اکتوبر کو حرکت قلب بند ہونے سے آپ کا انتقال ہو گیا۔ وصیت کے مطابق رانچی ہی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ مرحوم امسال سفر حج کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار شمس العلماء نواب امداد امام اثر بہت بڑے عالم اور اردو کے بلند پایہ شاعر ہیں بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ آپ کے بھائی سید حسن امام صاحب ملک کے مشہور قانون دان ہیں۔

ہم مرحوم کی وفات کو اسلامیان ہند کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان سمجھتے ہوئے حضرت اثر قبلہ۔ لیڈی علی امام اور مرحوم کے برادر اور فرزندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

خلق نبوی کا کمال

آنحضرت کے قلب مطہر کا عکس خلفائے راشدین کی زندگیوں میں

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

ہمارے دینیات کے پرچہ میں اس دفعہ یہ سوال دیا گیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ کونسے افعال تھے جن کی وجہ سے فتنہ بغاوت کھڑا ہوا۔ اور جو الزامات آپ پر لگائے گئے تھے ان سے آپ کی بریت کیونکر ہوسکتی ہے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کے خلاف کے واقعات اس قدر پیچیدہ بنا لئے گئے ہیں۔ کہ مخالفین تو الگ رہے۔ خود موافقین کو ان مقدس ذاتوں سے الزامات دور کرنے میں بہت ہی مشکل آپڑتی ہے۔ اور بہت سے مسلمانوں کے دل بھی مطمئن نہیں ہوتے۔ مثلاً حضرت عثمان کی نسبت دو اہم سوال یہ اٹھتے ہیں۔ کہ قریبی رشتہ داروں کو گورنر بنانے میں کیا آپ کے اندر خودغرضی کی جھلک نہیں پائی جاتی؟ اور دوسرا سوال آپ کے متعلق یہ ہوتا ہے۔ کہ فتنہ و فساد کے بانیوں کو موقعہ بغاوت دینا حتیٰ کہ اپنی جان کھو دینا کیا یہ انتہائی کمزوری اور بزدلی کے مرادف نہیں! اسی طرح حضرت علی کے بارہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ باغیوں اور مفسدوں کو نہ صرف سزا نہ دینا بلکہ ان کو اپنا مددگار بنائے رکھنا کیا یہ خودغرضی پر مبنی نہیں کہ کسی طرح ان کی خلافت قائم ہو جائے؟ اور پھر معاویہ کے خلاف کارروائی کو تکمیل تک نہ پہنچانا کیا ان کی کمزوری پر دال نہیں؟

حضرت عثمان کا کمال صبر و رحم

اگر ذرا تامل سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ حقیقت یہ ہے کہ الزامات کا جواب خود انہی سوالات کے اندر آجاتا ہے۔ ایک طرف یہ اعتراض ہے۔ کہ قریبیوں کو عہدے دینا خودغرضی ہے۔ دوسری طرف یہ کہ مفسدوں سے شہید ہونا۔ بزدلی، اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ خودغرض آدمی بزدل ہوا کرتا ہے۔ مگر بزدل انسان تو جان کو بچاتا ہے۔ وہ جان کو خطرہ میں کب ڈالتا اور اپنے آپ کو کٹوانے کیلئے پیش کب کیا کرتا ہے۔ غور کرو۔ کہ اگر حضرت عثمان قتل سے بچنا چاہتے۔ تو کیا ان میں اس کی طاقت و مقدرت نہ تھی؟ کیا ان کے لئے جان کے بچاؤ کا کوئی سامان نہ رہ گیا تھا۔ بلکہ اگر وہ اشارہ بھی کرتے۔ تو باغیوں کو ایک آن میں تہ و تیغ کر دیا جاتا۔ وہ خود اپنی حفاظت کا مکمل انتظام کروا سکتے تھے صحابہ نے کئی دفعہ مفسدوں سے جنگ کی اجازت چاہی۔ معاویہ مصر ہوئے کہ وہ ان کے لئے ایک محافظ فوج چھوڑتے ہیں۔ پھر مفسد مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ خلافت سے دست بردار ہو جاؤ۔ اگر جان بچانا منظور ہوتا۔ تو کیا ان تمام امور میں سے کوئی آپ اختیار کرکے اپنی جان نہ بچا سکتے تھے؟ [illegible] فطرت اس کو گوارا کرسکتی ہے۔ کہ اس شخص کو بزدل قرار دے۔ جو باوجود کئی گریز کے راہوں کے اپنی جان کھو دیتا ہے اب اگر یہ امر واقعہ ہے۔ کہ آپ ہرگز ہرگز کمزور و بزدل نہ تھے۔ بلکہ فرض منصبی پر جان گنوا دیتے ہیں۔ تو ثابت ہوگیا۔ کہ آپ خودغرض بھی نہیں اس لئے کہ خودغرضی کے ساتھ بزدلی لازم ہے۔ جو انسان ایسا خودغرض ہے کہ وہ قریبیوں کو بے حد فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ بھلا اپنے نفس کے لئے اپنے جائز حقوق سے کیوں دست بردار ہونے لگا۔ خلیفہ چھوڑ ایک عام مسلمان کا ایک جائز حق ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت کرے مگر اس جگہ ایک خلیفہ ایک شہنشاہ چار سلطنتوں کا مالک مفسدوں سے اپنی جان نہیں بچاتا۔ بلکہ اسے قربان کر دیتا ہے۔ کیا ایسی انتہائی قربانی و بے نفسی کا انسان کسی خودغرضی کا مرتکب ہوسکتا ہے؟ حضرت عثمان کی طرف بزدلی یا خودغرضی منسوب کرنا فطرت انسانی کو جھٹلانا ہے۔ خودغرض انسان کو جب طاقت میسر ہو۔ تو وہ تو دوسروں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ کیا آپ نے کوئی ایسا خودغرض طاقتور بادشاہ بھی سنا۔ جو باوجود بچاؤ کے سامان رکھنے کے خود تختۂ ظلم بنا گیا ہو۔ یہ غلط فہمیاں اس لئے پیدا ہوتی ہیں۔ کہ آپ کے فطرتی کمال کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ حالانکہ بات صاف و سیدھی ہے۔ آپ کی فطرت کمال درجہ کی رحیم و کریم و باحیا و عفو گذار واقع ہوئی تھی۔ قریبیوں کو کیوں فائدہ دیتے ہیں۔ اسی رحیمانہ و کریمانہ فیض طبع کی وجہ سے بھلا جو شخص ایک طاقتور بادشاہ ہونے کے باوجود مفسدوں کو نہیں پکڑتا۔ اور انہیں قرار واقعی سزا نہیں دیتا۔ بلکہ ان کے ناجائز مظالم کے بدلے اپنی جان کھو دیتا ہے وہ اپنوں پر کیا مہربان نہ ہوگا۔ کیا یہ بات سمجھنی مشکل ہے؟ اسی طرح پھر وہ مفسدوں کے خلاف تلوار کیوں نہیں چلاتا محض اپنی اسی جبلی خاصہ رحمت کے باعث اور اس لئے کہ اتحاد اسلام نہ جائے۔ اس کی جان جائے۔ تو چلی جائے۔ مگر اتحاد نہ جائے۔ قربانی کی کیا ہی بے نظیر مثال ہے، جو اس جملہ کی عملی تفسیر ہے۔ لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العلمین۔ اگر تو اپنے ہاتھ کو میرے قتل کیلئے بڑھاتا ہے۔ تو میں اپنے ہاتھ کو تیرے قتل کے لئے نہیں بڑھاتا کیونکہ میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں

موجودہ زمانہ کا عدم تشدد و دعویٰ اتحاد

آج بھی ہندوستان کی فضا اتحاد و عدم تشدد کے دعووں سے گونج رہی ہے۔ مگر یہاں عدم تشدد کس موقع پر استعمال ہوتا ہے کیا اپنے کسی کمزور رعایا یا کسی کمزور قوم کے مقابلہ پر؟ نہیں۔ بلکہ طاقتور حاکموں کے برخلاف اور جو اپنے نہیں۔ بلکہ غیر ہیں۔ کیا ہی عجیب نظارہ ہے۔ کہ یہاں اتحاد کی خاطر ایک طاقتور قوم اپنی کمزور قوموں کے مقابل کوئی رحم و عدم تشدد چھوڑ انصاف کا رویہ اختیار نہیں کرسکتی بلکہ انہوں کو ملیامیٹ کرنے کے ارادے ہیں۔ مگر دعوے اتحاد و قومیت کے۔ اور ادھر ایک محمد رسول اللہ کا شاگرد ہے۔ کہ اتحاد قومی کی خاطر کمزوروں کے برخلاف وہ عدم تشدد دکھلاتا ہے۔ کہ اپنی جان کو قربان کر دیتا ہے۔ مگر چار سلطنتوں کی طاقت رکھتے ہوئے انگلی نہیں ہلاتا طاقتوروں کے سامنے عدم تشدد دکھانا کونسا کارنامہ ہے جس پر دنیا دنگ و حیران ہے۔ اور پھر وہ جو غیر ہیں۔ عدم تشدد کا وقت تو کمزوروں کے ظلم کے برخلاف ہونا چاہیئے۔ اور وہ جو اپنے ہوں۔ اس لئے کہ یہ بھی ایک فطرتی تقاضا ہے۔ کہ انسان غیر کے مظالم برداشت کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ بہ نسبت ان مظالم کے جو اپنوں کی طرف سے ہوں۔ اے عدم تشدد کے شیدائیو! آؤ اور کمال صبر، کمال عدم تشدد، کمال رحم و عفو و تحمل کے مظاہر میں ملاحظہ کرو! کمزور و ناتواں ہو کر حاکم کے مظالم برداشت کرنا تو آپ ہر روز سنتے ہیں۔ کیا دنیا کی تاریخ کوئی اور ایسی مثال پیش کرسکتی ہے۔ کہ کسی طاقتور بادشاہ نے کمزور رعایا کے مظالم برداشت کرکے اپنی جان کو اتحاد قوم پر نثار کر دیا۔ ہو یہ صبر و برداشت کا یہ انتہائی نقطہ ہے۔ جس کے آگے تصور بھی نہیں جاسکتا

حضرت علی کا کمال زہد و سادگی

حضرت علی کے متعلق دلوں میں شبہ ہے۔ کہ ایک طرف آپ کا دامن قاتلان عثمان کے ساتھ ملوث نظر آتا ہے۔ دوسری طرف آپ نے معاویہ کے مقابل پوری قوت استعمال نہ کرکے کمزوری دکھلائی۔ یہاں پر بھی یہ دونوں اعتراضات ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ اور ایک کا جواب دوسرے کے اندر موجود ہے۔ قاتلان عثمان کو سزا نہ دینا خودغرضی کا ثبوت سمجھا جارہا ہے۔ کیونکہ وہ آپ کی حمایت میں تھے۔ اگر یہ بات ایسی تھی۔ تو پھر حضرت علی نے انہی لوگوں کو اپنا دشمن بنا کر ان سے جنگ کیوں کی۔ جب انہوں نے معاویہ کے خلاف جنگ رکھنے اور اسے کافر کہنے کا مطالبہ کیا؟ اگر آپ میں خودغرضی خلیفہ بننے کی ہوتی۔ تو آپ کو تو خود معاویہ کے خلاف کوئی عذر نکالنا چاہیئے تھا۔ پھر جب آپ کا ساتھ دینے والے اسے کافر قرار دینے اور اس کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کا مطالبہ پیش کریں۔ تو بتلایئے۔ کہ ایسے نازک موقعہ پر کیا یہ خودغرضی تھی۔ کہ آپ نے ان کے مطالبہ کو نہ صرف منظور کیا۔ بلکہ ان سے جنگ کی۔ اور اپنے خلاف اور معاویہ کی تائید میں ایک ایسا راستہ کھول دیا۔ کہ آخر آپ کو معاویہ سے صلح کے بغیر اور کچھ نہ بن پڑا۔ حضرت علی اگر خودغرض ہوتے۔ تو کبھی اپنے مخالف معاویہ کے دشمنوں کو ناراض نہ کرتے۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر وہ سیاست دانی کی ابجد سے بھی واقف ہوتے۔ تو بھی ایسا نہ کرتے۔ اور اصل حقیقت بھی یہی ہے۔ جس کو نظر انداز کرنے سے تمام مشکلات پیش آرہی ہیں۔ کہ حضرت علی اول درجہ کے زاہد و عابد اور کمال درجہ کے سادہ اور صاف گو واقعہ ہوئے تھے۔ آپ کو سیاست سے کچھ تعلق و واسطہ نہ تھا حضرت عثمان کی شہادت پر انہوں نے کیوں خلافت قبول کی جبکہ اثر اس کا وقت قاتلان کا غالب تھا محض اپنی سادگی طبع کی وجہ سے۔ پھر طلحہ و زبیر سے لڑائی تک کس لئے نوبت پہنچی۔ وہ بھی اسی سادگی و صاف گوئی کے باعث۔ مگر صاف گوئی اور صداقت پسندی کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ کہ جب آپ کو یہ بالبداہت معلوم ہوگیا۔ کہ خوارج گروہ کی نیت میں مطلقاً کوئی خلوص نہیں۔ بلکہ ان کا نصب العین مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا اور اسلام کو تباہ کرنا ہے۔ تو اسی وقت آپ نے اپنے حامیوں ہی سے جنگ شروع کر دی۔ اور جن کو اپنے باغی سمجھتے تھے۔ یعنی معاویہ اس طرح ان کی تائید و نصرت کی۔ خدارا غور کرو۔ کہ کوئی خودغرض اور چالاک انسان اس طرح کیا کرتا ہے۔ پھر آپ کی شہادت بھی انہی خوارج لوگوں کے ہاتھوں ہوئی۔ گویا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اگر ایک وقت میں آپ کی صاف گوئی و صداقت پسندی کے باعث طلحہ و زبیر سے جنگ ٹھن گئی۔ تو اسی صاف گوئی و راست روی کی وجہ سے آپ معاویہ پر غالب نہ آسکے۔ بلکہ اپنی جان کو قربان کر دیا۔ مگر ان اوصاف کو نہ چھوڑا۔ (باقی آئندہ)

درس قرآن کریم کے نوٹ

فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ

عہد حاضرہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق زبردست پیشگوئیاں

اعمال کی جزا و سزا کا کھلا ثبوت

سورۃ التکویر

خلاصہ مضمون

اس سورت کا نزول مکہ معظمہ میں ہؤا۔ ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اس میں اعمال کے نتائج پر ایک نئے طریق سے استدلال کیا ہے۔ پہلے بڑی بڑی عظیم الشان پیشگوئیاں کی ہیں جو قیامت کبریٰ کے قائم ہونے سے قبل پوری ہونے والی تھیں۔ اور اس زمانہ میں ان کا ظہور مقدر تھا جس زمانہ میں مادیت اور بیدینی کا زور اور آخرت اور نتائج اعمال کا انکار بڑے شد و مد کے ساتھ ہونے والا تھا۔ یہ علم غیب جو مستقبل کے پردہ میں نہاں تھا اور جس کو اس خوبی اور صفائی کے ساتھ تیرہ سو سال قبل بیان فرما دیا اس کا مقصد صرف یہ تھا تا کہ یہ منکرین پر حجت ہو کہ وہی خدا جو مستقبل کے متعلق اس قدر پر از صداقت خبریں دے رہا ہے وہی یہ بھی خبر دیتا ہے کہ اعمال کے نتائج لابد ہیں اور آخر کار ایک دن آئے گا کہ اعمال کے نتائج کا ظہور کلی طور پر ہوگا جس سے کوئی نہ بچے گا۔ اگر یہ پیشگوئیاں سچی ثابت ہوں تو دوسری خبر بھی سچی ہونی یقینی ہے۔

پیشگوئیوں میں اخفا کا پہلو

پیشگوئیوں کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے کہ پیشگوئیوں میں اکثر ایک پہلو اخفا کا ہوتا ہے اور اخفا کا پردہ اس وقت اٹھتا ہے جب اس پیشگوئی کا ظہور ہوتا ہے گویا واقعات زمانہ پیشگوئی پر سے اخفا کے پردہ کو اٹھاتے ہیں۔ اور وہ پیشگوئی اس وقت اس طرح چمک اٹھتی ہے۔ گویا دن چڑھ جاتا ہے اور مومنوں کے ازدیاد ایمان کا باعث اور منکرین پر اتمام حجت ہو جاتا ہے۔ یہ پہلو اخفا کا بالعموم استعارہ کے رنگ میں ہؤا کرتا ہے۔ استعارہ ایک طرف تو پیشگوئی پر کچھ پردہ ڈال دیتا ہے۔ دوسری طرف کلام میں فصاحت و بلاغت پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً حضرت یوسفؑ کو رویا میں دکھایا گیا کہ سورج اور چاند اور گیارہ ستارے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ کیسا لطیف استعارہ تھا۔ آسمانی سلطنت کے وارث ہونے کے لئے اس سے بڑھ کر لطیف استعارہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اجرام آسمانی اطاعت کرتے ہوئے دکھلائے جائیں اسی طرح اس سورت التکویر میں پیشگوئیاں بڑے دقیق اور عظیم الشان علم غیب کو اپنے اندر رکھتی ہیں۔ لیکن ایسے لطیف استعارات کو لئے ہوئے ہیں کہ جب یہ واقعات ظہور میں آتے ہوئے نظر پڑتے ہیں تو ان آیات کی عظمت اور علم غیب پر روح انسانی وجد کر اٹھتی ہے۔

اخفا کا فائدہ

ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ پیشگوئی پر ایک پہلو اخفا کا کیوں رکھا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تا کہ ایک تو یہ ثبوت پیدا ہو کہ یہ خدا کی طرف سے علم غیب ہے۔ انسانی دماغ کا نتیجہ نہیں کیونکہ جب خود ملہم یا صاحب وحی بھی الہام کے وقت اس کی صحیح حقیقت کو نہ سمجھ سکے اور جب تک وہ واقعات جن پر پیشگوئی مشتمل ہے۔ ظاہر نہ ہوں اس کے اصلی مقصد کا علم خود صاحب وحی کو بھی نہ ہوا ہو وہ پیشگوئی سچی۔ تو پھر صاف نظر آ جاتا ہے کہ ان علوم غیبیہ کا سرچشمہ کوئی اور علیم و حکیم ذات ہے صاحب وحی کا دماغ نہیں مثلاً حضرت نبی کریم صلعم نے رویا میں دیکھا کہ آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے وہ بیوی فوت ہو کر آپ سے ملے گی جس کے سب سے لمبے ہاتھ ہیں۔ آپ کے سامنے سب بیبیوں نے ہاتھ ناپے اور حضرت سودہ رضؓ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے۔ آپ نے منع نہیں فرمایا۔ چنانچہ اس وقت یہی سمجھا گیا کہ حضرت سودہ پہلے فوت ہوں گی۔ لیکن جب حضرت زینب ام المساکین کا انتقال سب سے پہلے ہؤا تو اس وقت پتہ لگا کہ سب سے لمبے ہاتھ سے مراد سب سے بڑھ کر جود و سخا کرنا تھا اور حضرت زینب اس کا مصداق تھیں جو سب سے بڑھ کر سخاوت کیا کرتی تھیں۔ خبر تو سچی تھی لیکن استعارہ کے رنگ میں اخفا کا پردہ تھا جو اپنے وقت پر اٹھا۔ خود صاحب وحی سے بھی اس کی اصل حقیقت کا مخفی رہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ علم غیب صاحب وحی کے دماغ میں سے نکلا نہ تھا۔ بلکہ خارج سے کسی سب سے بڑھ کر علیم و خبیر ذات کی طرف سے نازل ہؤا تھا۔ دوسرا فائدہ اخفا کا یہ ہے کہ تا کوئی جھوٹا مدعی اپنے آپ کو اس کا مصداق نہ بنا سکے۔ اور ظاہر لفظوں کے مطابق کچھ واقعات جمع کر کے لوگوں کو دھوکا نہ دے سکے۔ اس لئے وہ علم غیب کچھ ایسا اخفا کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے کہ سوائے مدعی برحق کے صحیح علم اور اصل حقیقت جھوٹے پر کھولی نہیں جاتی یہ ایک لمبی بحث ہے پھر کبھی سہی۔

موجودہ زمانہ کی بیدینی کا نقشہ

اس سورت میں سب سے پہلے اس زمانہ کی مادیت اور بیدینی کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا اذا الشمس کورت۔ جب سورج جو سرچشمہ نور آسمانی کا ہے لپیٹ لیا جائیگا۔ واذا النجوم انکدرت۔ اور ستارے جو آسمانی نور سے منور ہیں جھڑ جائیں گے یا ماندا در مکدر پڑ جائیں گے۔ یہ استعارہ قرآن میں اور جگہ بھی موجود ہے۔ جہاں خود حضرت نبی کریم صلعم کو سراجاً منیراً فرمایا یعنی نور دینے والا آفتاب۔ وجہ یہ کہ جس طرح آفتاب ظاہری آسمانی نور کا سرچشمہ ہے اسی طرح انبیاء بالخصوص حضرت نبی کریم صلعم کا وجود سرچشمہ نور آسمانی کا ہے جس سے وہ نور جو خدا کی طرف سے نازل ہؤا تھا۔ یعنی نور قرآن نکل کر تمام مستعد طبائع کو منور کر گیا اور کر رہا ہے۔ اور ایسی طبائع اور افراد کا مدار اس آسمانی نور سے منور ہو کر آسمان روحانی کے ستارے بن کر چمکتے ہیں۔ اور وہ بمنزلہ نجوم کے ہوتے ہیں جیسا کہ خود حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ پس جو بھی اس نور آسمانی سے منور ہوتا ہے خواہ وہ صحابہ ہوں یا امت محمدیہ کے صلحا اور اولیا اور علما ہوں۔ سب آسمان روحانی کے ستارے ہیں۔ پس یہاں اس زمانہ میں بے دینی و مادیت کا کیسے خوبصورت استعارہ کے اندر نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا کہ اس زمانہ میں سرچشمہ نور آسمانی کا لپیٹ لیا جائے گا۔ یعنی قرآن کا علم اور عمل اٹھ جائے گا اور بے دینی اور ضلالت کی تاریکی پھیل جائے گی۔ اور جو اس نور آسمانی سے منور افراد صلحا اور علما ہؤا کرتے ہیں وہ یا تو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں گے یا اگر ہوں گے بھی تو ان میں وہ نور آسمانی نہ ہوگا یا ہوگا تو بہت مدھم۔ کتنا صحیح نقشہ اس موجودہ زمانہ کی مذہبی حالت کا ہے۔

پہاڑوں کا اڑایا جانا

اس کے بعد بالمقابل مادی ترقیات کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ تمدن و تہذیب مادی کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ شہروں اور قصبوں کے درمیانی فاصلے میٹ جائیں یا کم ہو جائیں اور ایسے ذرایع پیدا ہو جائیں جن سے آمد و رفت آسان ہو جائے اور وقت بچ جائے اور لوگ ایک دوسرے کے علم اور تبادلہ خیالات سے فائدہ اٹھا کر علمی اور صنعتی و حرفتی ترقی کریں اور تجارت سے فائدہ اٹھا کر مالی ترقی سے حصہ لیں۔ اسی لئے سب سے پہلے فرمایا واذا الجبال سیرت۔ اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے یا ان پر سیر کی جائے گی۔ لوگوں کے باہمی میل جول میں سب سے پہلی روک جو ہؤا کرتی ہے وہ پہاڑوں کی ہوتی ہے۔ دور کیوں جاؤ۔ افغانستان کی علیحدگی بھی بہت کچھ اس کی پہاڑی دیواروں کی وجہ سے ہے۔ فرمایا پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے۔ دیکھ لو۔ کس طرح

دنیا کے پہاڑ اڑائے گئے ہیں۔ سڑکیں بن گئیں، سرنگیں نکل گئیں۔ کونسی بلندی پہاڑ کی ہے جس پر سے یاجوج ماجوج کی قوم نہیں پھر گئی۔ گویا ان کے لئے کوئی پہاڑ پہاڑ رہا ہی نہیں۔ بلکہ پہاڑ تو سیرگاہیں بن گئیں۔ اونچی سی اونچی چوٹی پر بھی پڑھنے کی تگ و دو جاری ہے، اور یہ ہوکر رہے گا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے وھم من کل حدب ینسلون۔ وہ ہر ایک بلندی پر سے اترتے چلے آئیں گے۔ بتایا ملکوں میں شہروں میں قریوں میں میل جول اور اختلاط وارتباط کی کوئی روک نہ رہے گی۔ پہاڑ ہوں گے تو وہ بھی اڑ جائیں گے اور پہاڑ سرنگوں اور سڑکوں کے ذریعہ سیرگاہیں بن جائیں گے

اونٹنیوں کا بیکار ہونا

دوسری روک جو باہمی میل جول میں ہوا کرتی ہے وہ فاصلہ ہوا کرتا ہے۔ اس کے لئے فرمایا واذا العشار عطلت اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی بمویشی حاملہ اس وقت زیادہ بیش قیمت ہو جاتا ہے۔ جب وضع حمل کے دن قریب ہوں۔ مثلاً ہمارے ملک میں گائے بھینس جب بیا تہنے والی ہو یعنی اس کے وضع حمل کے دن قریب ہوں تو زیادہ قیمتی ہو جاتی ہے۔ اس کی بڑی قدر ہوتی ہے وجہ یہ کہ کسی آنے والے بچہ کی امید ہوتی ہے۔ اسی طرح عرب میں اونٹنی بھی جب وضع حمل قریب ہو تو بیش قیمت ہو جاتی تھی۔ عرب اسے عشار کہا کرتے تھے یعنی دس ماہ کی حاملہ۔ اور اس کی قدر اس لئے ہوا کرتی تھی کہ اونٹ پیدا ہونے کی امید ہوتی تھی۔ بچہ کے علاوہ سانڈنی (اونٹنی) فاصلہ طے کرنے میں اور تیز رفتاری میں بھی اونٹ سے بڑھ کر ہوا کرتی ہے۔ اونٹ کی سواری کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کہ یہ ایسا جانور ہے جو ان مقامات میں سواری اور بار برداری کا کام دیتا ہے۔ جہاں اور کوئی جانور یہ کام نہیں دے سکتا۔ ریگستانوں میں، خشک پہاڑوں میں جہاں پانی کا نام ونشان نہیں ہوتا وہاں یہ کئی کئی روز بغیر چارہ اور پانی کے چلا چلتا ہے۔ اور بڑے بڑے بوجھ لے جاتا اور بڑے بڑے فاصلے طے کرنے کا دم خم رکھتا ہے جو اور کوئی جانور نہیں رکھتا۔ عرب کے لوگ بھی اپنے بے آب وگیاہ بیابان اور خشک اور جلے ہوئے پہاڑ اسی جانور کے ذریعہ طے کر سکتے تھے اور طے کیا کرتے تھے۔ گھوڑے صرف جنگ میں کام آیا کرتے تھے۔ اس لئے اونٹ بڑے قدر وقیمت کی چیز تھی۔ کیونکہ دشوار گزار راستوں کو طے کرنے کا یہ واحد ذریعہ تھا۔ لیکن جب ایسی سواریاں نکل آئیں مثلاً ریل یا موٹر جن کے ذریعہ بیابان ہوں یا پہاڑ ہوں بے آب وگیاہ ریگستان ہوں۔ یا لمبے سے لمبا فاصلہ ہو بڑی آسانی اور جلدی سے طے ہو سکتا ہو تو اب اونٹوں کی کیا قدر وقیمت باقی رہ گئی۔ اور ان اونٹنیوں کو اب کون پوچھے جو دس ماہ کی حاملہ اور بڑی قیمتی تھیں۔ ہمارے ملک میں لائل پور، سرگودھا، منٹگمری کی بار کو جا کر دیکھو۔ نہ اونٹ رہے نہ اونٹ والے بلوچ رہے۔ جابجا ریلیں اور موٹریں چل رہی ہیں۔ کونسا بوجھ ہے جو یہ نہ لیجاتے ہوں۔ اور کونسا فاصلہ ہے جو یہ نہ طے کر جاتے ہوں۔ اور پھر کس قدر جلد اور آسانی سے اور وقت کی کس قدر بچت ہے۔

مولوی ثناء اللہ کی حق کوشی

یہی حال حجاز میں ہے۔ ریل مدینہ شریف تک پہنچی مکہ تک نہ آئی تو مولوی ثناء اللہ نے بغلیں بجائیں کہ مرزا غلام احمد نعوذ باللہ جھوٹا ٹھیرا۔ اس حق کے دشمن انسان کو یہ سمجھ نہ آئی کہ اس سے تو قرآن نعوذ باللہ جھوٹا ٹھیرتا تھا جس کی یہ پیشگوئی تھی۔ محمد رسول اللہ صلعم جھوٹے ٹھیرتے تھے نعوذ باللہ جنہوں نے فرمایا تھا لیترکن القلاص فلا یسعیٰ لھا۔ کہ اونٹنیاں چھوڑی جائیں گی اور ان سے کام نہ لیا جائیگا۔ حضرت مرزا صاحب تو بیچارے صرف اس بات کے گنہگار تھے کہ پیشگوئی کی اصل حقیقت پر سے خدا سے علم پاکر پردہ اٹھا دیا تھا۔ لیکن اس عدو اللہ کو خدا نے رسیاہ کیا اور مکہ اور مدینہ اور جدہ کے درمیان موٹریں چلیں اور خدا کی بات پوری ہوئی اور حاسدوں کا منہ کالا ہوا۔ اب اونٹنیاں وہاں بے قدر وقیمت ہیں اور اونٹ بیکار ہیں

اور خدا اور رسول صلعم سچے ہیں اور ثناء اللہ خائب وخاسر اور ناکام ونامراد ہے۔ پرائی بد شگونی کے لئے اپنی ناک کٹوانی اسے ہی کہتے ہیں۔ مرزا کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے یہ شخص خوش تھا کہ خدا اور رسول صلعم کی پیشگوئیاں جھوٹی ٹھیر جائیں۔ یہ ہیں چودھویں صدی کے علما جن سے کہتے ہیں کہ حضرت یوسف والے بھیڑیئے نے بھی پناہ مانگی تھی۔ اور جو اسلام کے لئے بھیڑیوں سے کم نہیں

وحشی اقوام کی تہذیب

الغرض پہاڑوں کے اڑ جانے اور راستے نکل آنے اور ایسی تیز رفتار سواریوں کے نکل آنے سے جن کے ذریعہ بڑے سے بڑا فاصلہ آسانی سے اور نہایت جلد طے ہو سکے اور ہر ایک دشوار گزار منزل کو طے کر لینا چشم زدن کا معاملہ رہ جائے ظاہر ہے کہ قوموں کا باہمی ارتباط واختلاط بڑھے گا اور تمدن وتہذیب ان ملکوں اور قوموں تک بھی پہنچ جائے گی جو دور دراز مقامات میں پڑی ہوئی تھیں اور وحشی اور جنگلی ہونے کا حکم رکھتی تھیں۔ اس لئے فرمایا کہ واذا الوحوش حشرت اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے یعنی وحشی اقوام جو جنگلوں اور پہاڑوں میں خانہ بدوش رہا کرتی تھیں وہ متمدن اور مہذب بن جائیں گی اور بستی اور شہروں میں آباد ہوں گی۔ اور تمدن وتہذیب کے ہر ایک شعبہ سے فائدہ اٹھائیں گی۔ ذرا افریقہ کے جنگلوں کو دیکھو کہ کس طرح وحشی اقوام متمدن ہو کر شہروں کو بسا رہی ہیں۔ ہمارے ملک میں بار کے لوگوں کو دیکھو۔ چک بن گئے۔ شہر بس گئے۔ وہی جنگلی جو جنگلوں میں مارے پھرتے تھے موٹروں پر چڑھے پھرتے ہیں۔ ذرا اچھوتوں پر نظر ڈالو اور اسمبلی اور کونسل کی ممبریاں ملاحظہ ہوں۔ یہی حال دوسرے ملکوں کا ہے۔ خود یورپ کیا تھا یہ بھی تو وحشی اقوام کا مجموعہ تھا۔ آج ذرا اس کے تمدن پر نظر ڈالو۔ اور پھر اذا الوحوش حشرت پر غور کرو۔ لذت آ جاتی ہے۔

سمندروں کا پٹ جانا

یہ تمدن وتہذیب مکمل نہیں ہو سکتی تھی جب تک نہ صرف شہر اور ملک بلکہ براعظم تک آپس میں اس طرح مل جائیں کہ تمام دنیا ایک شہر کا حکم رکھے۔ اور ایک ملک کا مال تجارت دوسرے ملک میں جائے اور ایک جگہ کے لوگ دوسری جگہ جائیں اور آپس میں ملیں جلیں اور ایک دوسرے کے علم وحکمت، صنعت وحرفت تجارت اور تمدن سے فائدہ اٹھا کر ہر ایک رنگ میں ترقی کریں اس لئے فرمایا کہ واذا البحار سجرت اور جب سمندر جو ان براعظموں کے درمیان حائل ہیں وہ پٹ جائیں گے یعنی ان کا عدم وجود برابر ہو جائے گا۔ ایسی سواریاں اور جہاز نکل آئیں گے اور اس کثرت سے وہ چلیں گے کہ سمندر ایک معمولی گذرگاہ اور شاہراہ کی حیثیت اختیار کرلے گا۔ دیکھ لو آج یورپ اور افریقہ ایشیا اور امریکہ آسٹریلیا اور جزائر مختلف ایک شہر کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان سمندر کوئی روک نہیں بلکہ وہ ایک گذرگاہ اور شاہراہ کا کام دے رہا ہے جس کے ذریعہ فاصلے نہایت آرام اور سرعت سے طے ہوتے ہیں۔

لوگوں کا باہمی اختلاط

نتیجہ یہ ہے کہ واذا النفوس زوجت۔ اور جب نفوس یعنی لوگ باہم ملا دیئے جائیں گے بس قدر دنیا آپس میں مل رہی اور ایک دوسرے سے نفع اٹھا رہی ہے اور ایک دوسرے کے علم اور تجارت سے مستفیض ہو رہی ہے۔

عورت کی عزت کا احساس

اس باہمی میل جول اور تہذیب تمدن اور تعلیم وتعلّم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عقل انسانی اس قدر ترقی کر جائے گی کہ عورت کی عزت کا احساس پیدا ہو جائے گا۔ اور نتیجہ یہ ہوگا۔ واذا المؤدة سئلت بای ذنب قتلت۔ اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی جائے گی کہ وہ کس قصور کے بدلہ میں ماری گئی۔ گویا کسی قوم کی تہذیب و تمدن کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب اس میں عورت کی عزت کا احساس پیدا ہو جائے وحشی اور غیر مہذب اقوام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ ان میں عورت کی عزت کوئی نہیں بلکہ وہ باعث ننگ وعار سمجھی جاتی ہے۔ اسی لئے زمانہ جاہلیت میں غیرت وشرافت کا تقاضہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے چنانچہ راجپوتوں کا یہ عام شیوہ تھا۔ اور اب بھی راجپوتوں میں ایسی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔

عرب کی دختر کشی

عرب میں حالت اس سے بھی بدتر تھی کہ لڑکی کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عرب آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنے اس ظلم کی سرگذشت سنائی کہ میری ایک چھوٹی سی لڑکی تھی جو ماں کی محبت کی وجہ سے فوراً ہی قتل نہ کی جا سکی۔ وہ مجھ سے بڑی محبت کرتی تھی۔ ایک دن میں اسے زندہ درگور کرنے کی نیت سے جنگل کو لے گیا۔ بیر کھلانے کا بہانہ کیا۔ جنگل میں پہنچ کر اسے زندہ دفن کرنے کے لئے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ گڑھا کھودنے سے جو مٹی اڑ کر میری تہ بند تک پہنچتی تھی تو وہ بچی بڑے پیار سے اپنے دوپٹے سے اسے جھاڑتی جاتی تھی۔ آخرکار اسے دفن کرنے لگا تو وہ باپ باپ پکارتی رہی لیکن میں نے اسے زندہ دفن کر ہی دیا

آنحضرت صلعم کی قوت قدسی

یہ سن کر آنحضرت صلعم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ آخرکار اس رحیم وکریم انسان کے شفقت بھرے قلب کی قوت قدسی نے وہ کام کر دکھایا جو انگریزوں کا زبردست قانون بھی مکمل طور پر ہندوستان میں نہ کر سکا۔ اسی آیت کے نازل ہونے پر یک قلم تمام عرب سے دختر کشی مٹ گئی۔ جب قوم نے سنا کہ یہ وہ فعل ہے جس کی بازپرس ہوگی۔ دنیا میں تو جب کبھی ہوگی ہوگی خدا کے سامنے بازپرس ہونی یقینی ہے تو سنگدل سے سنگدل عرب کانپ اٹھا یہ اس پاک روح محمدی کا تزکیہ نفس تھا جو کام کر گیا اور خدا کے آگے ایک قوم کی قوم کا سر جھک گیا۔ اس آیت میں یہ بتایا کہ عورت کا عورت ہونا کوئی قصور نہیں ہو سکتا بلکہ عورت بھی وہی مقام خدا کی نگاہ میں رکھتی ہے جو مرد کا ہے۔ اس کی عزت کے احساس کے بغیر تہذیب وتمدن انسانی مکمل نہیں ہو سکتا

فرمایا تہذیب وتمدن انسانی آخر اس قدر ترقی کر جائے گا کہ عورت کی عزت کا احساس عام ہو جائیگا اور تمام متمدن قوموں میں دختر کشی خلاف قانون قرار دی جائے گی۔

سرعالف درم وست

لیکن یہ وہ وقت ہوگا جب واذا الصحف نشرت۔ جب صحیفے پھیلائے جائیں گے یعنی علم و حکمت کا دنیا میں بڑا چرچا ہوگا اور اخبارات۔ اور ٹریکٹ۔ رسالے اور کتابیں بڑی کثرت سے دنیا میں شائع کی جائیں گی تاکہ ایک ملک یا قوم کا علم دوسرے ملک یا قوم کو پہنچایا جائے اور ایک دوسرے کے خیالات اور علم اور سائنس سے فائدہ اٹھایا جائے

علم آسمانی کی پردہ کشائی

فرمایا اس وقت پھر خدا بھی اپنے آسمانی علم پر سے پردہ اٹھائے گا۔ واذا السماء کشطت اور جب آسمان کا پردہ اٹھایا جائے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو ایک شخص ابنائے فارس میں سے اسے واپس لے آئے گا۔ اور یہ حضرت مسیح موعود کے وجود میں پیشگوئی پوری ہوئی کہ جب سرچشمہ نور آسمانی لپیٹ لیا گیا اور علم قرآن دنیا سے اٹھ گیا اور علمائے ربانی معدوم ہو گئے اور علما کے پاس نور آسمانی نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس نشر و اشاعت علم و حکمت کے زمانہ میں اپنا ایک بندہ غادم محمد رسول اللہ صلعم غلام احمد مجتبیٰ صلعم بھیجا جس کے ذریعہ آسمانی علم پر سے پردہ اٹھایا گیا اور جس کی قلم سے اور فیض روحانی سے دینی علوم کا ایک سمندر بہ نکلا جس نے اسلام کو دنیا کے ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھا دیا۔ اور بے دینی اور دہریت کی رو کے سامنے سد سکندری بن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آسمانی علم پر سے ایسا پردہ اٹھایا کہ دنیا حیران و ششدر ہو کر رہ گئی۔ اور مذہب کو ایسا سائنس بنا کر دکھایا کہ عقلمندوں کے سر اس کے زبردست دلائل کے سامنے جھک گئے۔

مادیت کے ساتھ جہنم

آخر اس پردہ اٹھانے کی ضرورت کیا تھی۔ تہذیب و تمدن کے اس اعلیٰ معراج کے باوجود انسان کو آسمانی علوم کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اس کی وجہ بیان فرمائی کہ واذا الجحیم سعرت اور جب جہنم بھڑکایا جائیگا۔ یعنی باوجود اس قدر مادی تہذیب و تمدن کے عروج کے انسان خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی کی غلامی سے آزاد نہ ہوگا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آسمانی علوم سے نسل انسانی کی امداد کی جائے۔ کتنی سچی بات ہے کہ دنیوی کمالات اور مادی ترقیات انسان کو نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد نہ کر سکے۔ اور نہ صرف لالچ اور شہوت نے عیاشی اور شراب خوری اور زناکاری اور قماربازی اور سودخوری اور ہر قسم کے ناپاک نظاہروں سے جہنم کو بھڑکایا۔ بلکہ غضب اور حسد نے جنگوں کی خطرناک صورت میں جہنم کے بھڑکنے کو ایسا نمایاں کر کے دکھایا کہ اذا الجحیم سعرت کا نظارہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

موجودہ زمانہ میں خدمت دین کا اجر

فرمایا یہی وقت ہوگا جب نیکی اور خدمت دین بہت ہی قابل قدر چیز ہوگی۔ فرماتے ہیں واذا الجنۃ ازلفت۔ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ جب دنیا میں فسق و فجور اور گمراہی و ضلالت کا زور ہو۔ اس وقت خدا کے رستہ میں نیکی اور خدا تعالیٰ کے حکموں کی اطاعت جو ثواب رکھتی ہے وہ دوسرے وقت میں نہیں رکھتی۔ حضرت نبی کریم صلعم نے ایک موقعہ پر خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو اس زمانہ میں ایک مٹھی جو کی دیتا ہے وہ جتنا ثواب رکھتا ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے جو بعد میں احد کے پہاڑ کے برابر سونا دینے سے حاصل ہوگا۔ بوقت ضرورت کے وقت جو کام آتا ہے وہ زیادہ قابل قدر ہوتا ہے اس سے جو ضرورت کے بغیر کوئی کام کر دے۔ ایک مسکین کو روکھی روٹی دینی جو ثواب رکھتی ہے وہ ایک پیٹ بھرے کو پلاؤ پیش کرنے سے ثواب نہیں ہو سکتا۔ جب دین کی خدمت کی ضرورت ہو اس وقت روپیہ خرچ کرنا جو ثواب رکھے گا وہ اس ثواب سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ جو دین کے لئے روپیہ اس وقت خرچ کرنے میں ہو سکتا ہے۔ جب اس کو چنداں ضرورت نہیں اور ہمارے زمانہ کی نسبت تو آنحضرت صلعم نے صاف فرمایا کہ اس وقت خدا کے حضور میں ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بڑھ کر ہوگا۔ وجہ یہ کہ بے دینی کے زمانہ میں دینداری واقعی ایک بڑی قابل قدر چیز ہے۔ اور یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جب جنت نزدیک کر دی جاتی ہے۔ اور تھوڑے سے عمل سے بہت سا ثواب انسان حاصل کر لیتا ہے۔

عملوں کی بازپرس

اب فرماتے ہیں کہ اگر یہ سب باتیں صحیح ثابت ہوں تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ علمت نفس ما احضرت۔ جان لے گا ہر ایک نفس جو وہ حاضر لائے گا یعنی ہر ایک نفس جو عمل کرتا ہے اس کے نتائج کا وہ ذمہ دار ہے۔ اور ایک دن ایسا آئیگا کہ اپنے عملوں کی نسبت اس سے بازپرس ہوگی۔ اس بازپرس سے وہ بچ نہیں سکتا اسے بھی ایک پیشگوئی کے رنگ میں سمجھ لو۔ اگر اوپر کی بارہ زبردست پیشگوئیاں پوری ہوتی نظر آویں تو تیرھویں خبر بھی سچی ماننی پڑے گی۔

حضور نظام کا قابل تعریف کارنامہ

ہندوستان میں بیوہ سے زیادہ مظلوم ہستی اور کوئی نہیں۔ رسم و رواج نے اس کو حقوق و مراعات سے اس طرح محروم کر دیا ہے کہ خاوند کے مرتے ہی عورت زندہ درگور ہو جاتی ہے۔ ہندوؤں کے قدیم طرز معاشرت کے اتباع میں مسلمانوں نے بھی جاگیرداروں اور جاگیروں کی حفاظت کے لئے اس قسم کے قوانین بنائے کہ بیوہ نکاح ثانی کرنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں کر سکتی۔ مثلاً ممالک محروسہ دکن میں یہ قانون تھا۔ اگر کسی جاگیردار کی بیوہ نکاح ثانی کریگی اس کو اس جاگیر سے جو وظیفہ مل رہا تھا۔ وہ فوراً بند ہو جائیگا۔ اس لغو اور ظالمانہ قانون کی باعث اکثر بیوائیں زندگی کی مصیبتوں کا پہاڑ بیوگی کے عالم میں کاٹنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ یہ قانون ہر اعتبار سے غیر منصفانہ تھا جو عورت اپنے خاوند کی زندگی میں سفید و سیاہ کی مالک تھی اور اس کی وفات کے بعد بھی جاگیر سے وظیفہ پانے کی مستحق تھی آخر نکاح ثانی کے بعد وہ اس سے کیوں محروم کی جائے۔ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ اعلیٰ حضرت شہریار دکن نے ایک فرمان خاص کے ذریعہ سے اس لغو قانون پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ایگزیکٹو کونسل کے سامنے یہ مسئلہ بحث کے لئے پیش ہوا اور اس نے انتہائی افسوس کیساتھ دیکھا کہ قانون سابق کے باعث اکثر بیوائیں نکاح سے گریز کرتی تھیں اور ان کے اخلاق و اعمال پر بہت بڑا اثر پڑتا تھا۔ اس لئے اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ کی خدمت میں اس قانون کی ترمیم پیش کی جسے بندگان عالی نے منظور فرمایا۔

ایپل ضمہ برلن کے جوابات

(پندرہویں قسط)

معرفت سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور۔ علاوہ سابقہ ۳ روپے کے

مولوی ابوبکر صاحب مدرس ۔۔۔۔ ۵ روپے
ماسٹر غلام محمد صاحب مدرس ۔۔۔۔ ۲
مرزا محمد یعقوب صاحب ” ۔۔۔۔ ۱۰
چوہدری عبدالمجید صاحب۔ بی۔ اے ۔۔۔۔ ۲
ماسٹر ضیاء الرحمٰن صاحب ڈرائنگ ماسٹر ۔۔۔۔ ۸
مولوی محمد ابراہیم صاحب ۔۔۔۔ ۴
شمشیر خاں صاحب ۔۔۔۔ ۵
مولوی عزیز الدین صاحب سیکنڈ ماسٹر ۔۔۔۔ ۵
راجہ اللہ یار خاں صاحب ۔۔۔۔ ۵
مولوی محمد عثمان صاحب ۔۔۔۔ ۳

میزان ۔۔۔۔ ۸۰

معرفت عبدالصمد صاحب جبہ کدل سری نگر ۔۔۔۔ ۴
چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ اور سیر تتنگ ۔۔۔۔ ۲۵
قیمت زیورات بیگم صاحبہ ڈاکٹر رضا حسین صاحب ماتگا ہٹ ۔۔۔۔ ۴۴
[illegible] بی بی زوجہ میاں امیر بخش صاحب ۔۔۔۔ [illegible]

(محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سیکرٹری)

عازمین حج بیت اللہ کے قافلہ کی روانگی

بذریعہ موٹر لاری

بریلی سے حجاز کا ایک قافلہ آئندہ ماہ فروری ۱۹۳۳ء کو بذریعہ موٹر لاری براہ خشکی سفر حج کا عزم صمیم کر چکا ہے الحمد للہ۔ اس مبارک سفر کے متعلق ابتدائی انتظامات اور ضروری معلومات فراہم کئے جا چکے ہیں وثوق کے ساتھ امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ طریق سفر فردوس منظر کم خرچ بالانشین اور خلشہائے گوناگون سے منزہ ہوگا۔ نیز مصداق (یک کرشمہ دو کار) اسلامی ممالک کی سیاحت اور جمیع بزرگان عظام کی زیارت کے سعادت آفرین مواقع بھی حاصل ہو سکیں گے۔

قافلہ بریلی سے براہ مرادآباد

دہلی۔ کوئٹہ۔ بلوچستان۔ دزداب۔ طہران۔ مشہد مقدس۔ بغداد شریف۔ کربلا معلیٰ۔ کاظمین شریف۔ نجف اشرف۔ بیت المقدس۔ مدینہ طیبہ۔ بیت اللہ شریف پہنچے گا۔ مزید تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے دشت نوردان دیار حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت فرما سکتے ہیں۔ جواب کے واسطے ٹکٹ کا آنا ضروری ہے۔

پتہ :۔ سیکرٹری جمعیۃ عازمین حرمین شریف محمد یٰسین خان قاضی ٹولہ دارحال ملوک پور۔ بریلی۔ لاری نمبر ۴۹

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔

ایک پادری کے دل میں اسلام کی تڑپ

ذیل میں ایک رومن کیتھولک پادری کی چٹھی کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ جو اس نے خواجہ کمال الدین صاحب کے نام لکھی ہے:-

میرے محترم اسلامی بھائی

میں تعارف کے بغیر آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ امید ہے۔ کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ اور شاید مجھے اب اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں رہی۔ میرے خیال میں مجھے سب سے پہلے اپنی ذات کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہیئے۔

میری ماں ایک انگریز خاتون ہے۔ اگرچہ ولدیت اور قومیت کے لحاظ سے میں ملک ہنگری سے تعلق رکھتا ہوں۔ مجھے اپنی عمر رسیدہ ماں کے ہمراہ انگلستان جا کر وہاں کے باشندوں سے ملنے کا اکثر اتفاق ہوتا رہا ہے پچھلی دفعہ جب میں لندن گیا۔ تو اتفاق سے ایک دن مجھے اور تو کوئی کام نہ تھا وقت گذارنے کے لئے سینٹرل لائبریری (الیٹ ہام) میں چلا گیا۔ جب میں اس واقعہ پر دوبارہ غور کرتا ہوں۔ تو خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔

اسلامی لٹریچر کا اثر

پڑھنے کے لئے میں کوئی دلچسپ کتاب ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کہ میری نظر آپ کے ایک رسالے پر پڑی۔ یہ رسالہ مجھے کچھ عجیب سا معلوم ہوا۔ اور میں نے الٹ پلٹ کر اسے دیکھنا شروع کیا۔ اس میں ایک مضمون بدی کے وجود کے موضوع پر بھی درج تھا۔ اس مضمون نے مجھے حرج میں ڈال دیا۔ مجھے یہ بھی بتا دینا چاہیئے۔ کہ اس وقت میں ایک رومن کیتھولک پادری تھا۔ جب میں نے اس کے متعلق چرچ مشنری سوسائٹی کے ایک ممبر سے بحث کی۔ تو مجھے بتایا گیا۔ کہ ایسی بحث مذہباً ناجائز ہے۔ مجھے اس جواب سے تسلی نہ ہوئی۔ میں دوبارہ لائبریری پہنچا۔ اس اخبار میں مختلف کتابوں کے اشتہار دیئے ہوئے تھے۔ میں نے دو تین کتابوں کے نام اور پتے نوٹ کئے۔ اور ایک ایجنسی کی معرفت تین کتابیں (۱) قرآن شریف (مترجمہ مسٹر محمد علی) (۲) دی آئیڈل پرافٹ (۳) اور سورسنز آف کرسچیانٹی منگوائیں۔

جس موضوع پر سورسنز آف کرسچیانٹی لکھی گئی تھی۔ اس سے میں پہلے بھی واقف تھا۔ لیکن نفس مضمون کی جس طریقہ پر تشریح کی گئی تھی۔ وہ میرے لئے بالکل انوکھی تھی۔ چند ماہ کے عرصہ میں میں نے مذکرہ بالا کتابوں کے علاوہ آپ کی چند اور کتابیں بھی پڑھ ڈالیں

ایک آواز

ایک دن علی الصبح جب میں دعا کرنے میں مستغرق تھا۔ تو مجھے ایک آواز سنائی دی۔ میں اسے سمجھ تو نہ سکا لیکن میں نے جان لیا۔ کہ میری بے اطمینانی دور ہونے کا وقت آگیا ہے۔ میں نے قرآن ہاتھ میں لیا۔ اور پڑھنے بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے جس آیت پر میری نظر پڑی۔ وہ یہ تھی:-

ان الدین عند اللہ الاسلام

(تحقیق بہتر دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے)

اسی وقت رو کر اسی جگہ میں اپنے خالق کے آگے جھک گیا۔ اور سچے دل سے یہ کلمہ دہرایا:-

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد خدا کے رسول ہیں)

قبول حق کے بعد

میں اس وقت کے احساسات بیان نہیں کر سکتا۔ اس وقت میرا دل خوشی اور غم کے جذبات سے لبریز تھا۔ اور میں نے ایک بچے کی طرح رونا شروع کیا۔ کیونکہ مجھے اپنے دو فرض یاد آگئے۔ اپنی ضعیف ماں کی خوشنودی۔ اور خدا کی رضامندی کا خیال۔ میں نے سوچا کہ جب میں اپنی ماں کو جو اس وقت بھی پکی رومن کیتھولک ہے۔ اپنے تبدیل مذہب کی خبر سناؤں گا۔ او رکچھ عجب نہیں۔ کہ اسے اس خبر سے سخت صدمہ ہو سب سے زیادہ یقین تو مجھے اس بات کا تھا۔ کہ وہ مجھے کبھی معاف نہ کرے گی۔ اور دوسری طرف مجھے خدا کی رضا جوئی کا خیال تھا۔ میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ پہلے ہی میری کافی عمر گمراہی میں بسر ہو چکی تھی۔

اس خط کا مقصد

اس طویل خط کا مقصد یہ ہے۔ کہ میں اس مشکل کے حل کے لئے آپ کی رائے معلوم کروں۔ آپ اور برادران اسلام میری مشکل کے حل کے لئے دعا کریں۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ پر جو فرض عائد کیا ہے۔ میں اسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اپنی ضعیف ماں کے احساسات کو بھی ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔ کیونکہ بقول حضرت محمد صلعم میری بہشت میری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ میرے استعفیٰ داخل کرنے پر میری ماں سخت حیران ہو رہی ہے۔

حضرت مسیح اور آنحضرت صلعم

وہ دی آئیڈیل پرافٹ تھی۔ اس میں جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مردانہ کیرکٹر تھا۔ جن کو کارلائل نے سب سے بڑا پیغمبر مانا ہے۔

میں نے انجیل کے بیان کردہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلعم کا مقابلہ کیا۔ اور اپنی رہنمائی کے لئے ایک اب آدمی تلاش کر لیا۔ جو بالکل میری طرح ایک انسان تھا۔ لیکن ایک انسان ہوتے ہوئے اس کا درجہ کس قدر بلند عالی مقام اور ممتاز تھا۔ اپنے کیتھولک نظریہ کے مطابق میں فوراً اس آدمی کی سر بسجود ہو کر پرستش کر سکتا تھا لیکن مجھے صرف اس بات نے مانع رکھا۔ کہ اسلام نے خدائے وحدہ لاشریک کے سوائے اور کسی کی پرستش کی اجازت نہیں دی۔

غلط فہمیوں کا ازالہ

چونکہ میری پرورش کیے عیسائی ماحول میں ہوئی تھی۔ اس لئے اب بھی میرے دل سے اسلام کے خلاف عیسوی تعصبات دور نہ ہوئے۔ میرا اب بھی یہی خیال تھا۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ لیکن آپ کی چند کتابوں "دی ہاؤس ڈیوائیڈڈ" اور "دی سپرٹ آف اسلام" مصنفہ امیر علی کے مطالعہ نے میرے تمام شبہات دور کر دیئے کیونکہ ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد تصدیق کے لئے فوراً قرآن کا ترجمہ دیکھ لیتا تھا۔

پادریت سے استعفار

اب میں عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ لوگ میرے پاس اپنے گناہ بخشانے آتے تھے مجھے نہ صرف یہ بات ہی مضحکہ خیز معلوم ہونے لگی۔ بلکہ میں اپنے آپ کو بھی ایک منافق محسوس کرنے لگا۔ نہیں نہ صرف یہی نہیں ہوا۔ بلکہ مجھ پر کیتھولک چرچ کے بانیوں کی منافقانہ روش بھی آشکارا ہو گئی۔ اب میرے خیالات بدل چکے تھے۔ میں اس فرض سے استعفیٰ دیئے کے بغیر نہ رہ سکا۔ اس وقت میرے دل سے ایک بارِ عظیم اتر گیا۔ اس سے پہلے میری حالت ایک ایسے غلام کی تھی۔ جسے زندان میں ڈال کر زنجیروں سے جکڑ دیا گیا ہو۔ لیکن اب میں بالکل آزاد ہو چکا تھا۔ میری تمام زنجیریں کٹ گئی تھیں۔ اس وقت مجھے انتہائی مسرت حاصل ہوئی۔ لیکن یہ مسرت صرف عارضی تھی۔ میرے دل کو ابھی تک پوری تسکین حاصل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے نہایت گڑگڑا کر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ تیرا مذہب قبول کرنے میں ابھی میرے لئے بہت دشواریاں ہیں۔

اگر آپ مناسب سمجھیں۔ تو اس خط کو شائع کر سکتے ہیں لیکن مجھے امید ہے۔ کہ آپ بحالت موجودہ میرے نام چھپانے کی استدعا کو جائز سمجھیں گے۔ میں ایک کارڈ جس پر میرا پتہ درج ہے۔ اس خط میں ڈال رہا ہوں۔

آپ کا اسلامی بھائی

اے۔ ایچ۔ جی

خریداران پیغام صلح سے

ضروری استدعا

مالی سال ختم ہو چکا ہے لیکن بہت سی احباب نے پیغام صلح کا بقایا اور سال رواں کا چندہ ادا نہیں کیا۔ حالانکہ اس کے متعلق ان کو بذریعہ خطوط اور اخبار متعدد مرتبہ توجہ دلائی جا چکی ہے۔ آجکل اخبار کو روپے کی اشد ضرورت ہے۔ از راہ کرم بہت جلد احباب الاداء رقوم ارسال فرما کر اپنے قومی و اخلاقی فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

"مینجر"

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے

بائیبل اور قرآن شریف

جان فی اکر ایم اے کے اعتراضات کا جواب

(مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے قلم سے)

اس مضمون کی پہلی قسط ۳ر جولائی سنہ رواں کے پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد پے در پے مجھے جنوبی ہند کے دورہ پر جانا پڑا۔ اس لئے اس کتاب پر کچھ نہ لکھ سکا۔ ایڈیٹر صاحب کے دوبارہ توجہ دلانے پر کچھ اور لکھ دیتا ہوں۔ (عبدالحق)

حضرت موسےٰ سے پہلے شریعت

مسٹر جان واکر کو اس امر پر بھی اعتراض ہے۔ کہ قرآن شریف نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کوئی صحیفہ نازل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ بائیبل کے عہد نامہ جدید میں نہایت صفائی کے ساتھ اس امر کا اقرار موجود ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے پہلے کسی نبی پر کوئی شریعت نازل نہیں ہوئی)

مسٹر جان واکر نے جس بات پر اعتراض کیا ہے۔ وہی امر قرآن شریف کے من جانب اللہ ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی جان واکر کی تردید میں ایک روشن برہان بھی ہے۔ بابل اور کلدان کے مدفون خزانوں نے ہزاروں سالوں کے بعد زمین کے نچلے طبقہ سے سر اٹھا کر یہ شہادت دی ہے۔ عیسائی دنیا کا خیال قطعاً باطل ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے پیشتر کوئی شریعت نازل نہیں ہوئی۔ اس سے پیشتر بھی مختلف اقوام میں نبی آئے بلکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت بالکل نئی شریعت نہ تھی۔ چنانچہ اس کا قانون شریعت بابل کی پرانی حمورابی شریعت کی لفظاً لفظاً نقل ہے جو حمورابی شریعت کا زمانہ قریباً قریباً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ بلکہ اس سے پیشتر کی شریعت بھی ان دونوں شریعتوں سے متفق تھی۔ جیسا کہ کالڈیا کی سب سے پرانی لوح کی تعلیم کے متعلق ڈاکٹر ہیوسینٹ جیڈ باسکون نے دی جو اور بیلونیا میں لکھا ہے۔

It is Curious in these hymns dating back Certainly to the twenty fifth Century before the Christain era to find phrases & expressions almost similar to those used by the Hebrew psal-mists

یعنی ان گیتوں میں یہ ایک عجیب بات ہے۔ مسیح سے ۲۵۰۰ سال پیشتر ہونے کے باوجود اس قسم کا طرز تحریر اور اظہار خیال ہے۔ جیسے داؤد کے پیروؤں نے استعمال کیا ہے۔

اس مضمون کے آخر پر لکھا ہے۔

From them we learn that not only was Babylon the mother land of Culture & Civilization of arts science & letters but also that in her temple schools were taught the 1st principles of many of the great doctrines of religion which we hear at present day set forth from the pulpits

ان قدیم کتبوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بابل نہ صرف تمدن و تہذیب اور علوم و فنون کا گہوارہ تھا۔ بلکہ اس کے مندروں کے مکاتب میں مذہب کے وہ اولین اصول تعلیم کئے جاتے تھے۔ جو ہم آج کل اپنے گرجوں کے منبروں پر سے سنتے ہیں۔

قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل

اس حقیقت کو قرآن شریف نے آج سے ۱۳۰۰ سال پیشتر بیان کیا۔ جس پر عیسائی دنیا کو تعجب ہو رہا ہے

ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ و ابراھیم الذی وفّیٰ ألا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (النجم۔ ۳۶)

کیا اسے اس بات کی خبر نہیں ملی۔ جو موسےٰ کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم جس نے انسان کو خدا کے ساتھ وفا کا سبق سکھایا۔ اس کے صحیفوں میں بھی تھا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

(قرآن شریف سورۃ النجم آیت ۳۶)

چنانچہ یہی مضمون صحیفہ موسےٰ میں بھی ہے

"اولاد کے بدلے باپ دادے نہ مارے جائیں۔ اور نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جائے ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا۔" (استثنا باب ۲۴ آیت ۱۶-۱۷)

"بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔ اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائیگا۔ وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی۔"

(حزقیل ۱۸)

قرآن شریف نے ایک اور جگہ فرمایا۔

انّ ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ

(اعلیٰ - ۱۹)

یقیناً پہلے صحیفوں میں بھی یہ تعلیم (کہ دنیا کی نسبت آخرت کی فکر زیادہ ضروری ہے) موجود ہے ابراہیم اور موسےٰ کے صحیفوں میں۔

یعنی کفارہ کی تردید اور اپنے عمل کی ذمہ داری اور آخرت (پر یقین) یہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی موجود

۔۔۔ چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنے ایک عہد نامہ جدید گھڑ لیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حمورابی شریعت یا بابل کی مدفون مذہبی تعلیمات کا کسی کو علم نہ تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ عہد نامہ جدید اور یہود و نصاریٰ نے یہ عقیدہ بنا لیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پیشتر شریعت کی کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی (نامہ گلاتیوں ۳، رومیوں ۴ مطابق خروج ۱۲/۴۰، ۱۲/۴۱)

بابل کے کھنڈرات کی کھدائی سے پیشتر دنیا میں سب سے پہلے قرآن شریف نے اس امر کا اعلان کیا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے پیشتر بھی انبیاء کو صحائف دیئے گئے۔ اور ان کی تعلیم بھی اصولاً وہی تھی جو تورات موسوی نے بنی اسرائیل کو دی۔ اس سے ۱۳۰۰ سال بعد بابل کے خاموش کھنڈرات نے بھی اپنی امانت یعنی حمورابی شریعت کی تختیوں کو اگل کر قرآن کریم کی تصدیق اور بائیبل کے عقیدہ کی تردید کر دی۔

حضرت ابراہیم کے مہمان بائیبل اور قرآن میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں جو کوئی بھی مہمان آئے تھے اس کا ذکر بائیبل اور قرآن شریف دونوں میں مذکور ہے۔ مسٹر جان واکر کا خیال ہے۔ کہ قرآن شریف میں بائیبل کے قصہ کی نقل ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ بائیبل میں لکھا ہے۔ کہ مہمانوں نے کھانا کھایا۔ اور قرآن شریف میں ہے۔ کہ انہوں نے نہیں کھایا۔ بائیبل کی کتاب پیدائش باب ۱۸ میں یہ قصہ موجود ہے لیکن اس قدر مبہم اور پیچیدہ الفاظ میں کہ یہودی اور عیسائی دونوں مل کر بھی اس کو حل نہیں کر سکتے کہ مہمان کون تھے۔ تالمود بابلی میں اس پر ایک سو علماء یہود نے بحث کی ہے۔ مگر بے سود۔ اس الجھن کی وجہ یہ ہے۔ کہ باب ۱۸ کی پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مہمان خود خدا تھا۔ دوسری آیت سے ظاہر ہے کہ وہ تین مرد تھے۔ باب ۱۹ کی پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ دو فرشتے تھے۔ باب ۱۸ کی تیسری چوتھی اور پانچویں آیت میں بصیغہ واحد خدا سے ہی ہاتھ منہ دھونے اور کچھ تناول فرمانے کی التجا ہے۔ پانچویں آیت کے آخر میں وہ خدا پھر تین مرد بن جاتا ہے۔ آیت ۶، ۷، ۸ میں ابراہیم کے روٹی پکوانے کباب بنوانے اور ان کو کھلانے کا ذکر ہے۔ آیت ۹ میں انہوں نے سارہ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ ۱۰ میں بصیغہ واحد پھر خدا نے واپس لوٹنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور سارہ کو بیٹے کی خوشخبری دی ہے۔ آیت ۱۳ میں سارہ کی ہنسی کو کہ اس کے اس بڑھاپے میں بیٹا ہوگا۔ ناپسند کیا ہے۔ آیت ۱۵ میں سارہ پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ اس نے جھوٹ بولا۔ کہ میں نہیں ہنسی۔

غرض اس مبہم عبارت سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کہ وہ مہمان تین شخص تھے۔ یا باپ بیٹا۔ روح القدس مجسم ہو کر ایک بھی تھا۔ اور تین بھی تھے۔ اسی بنا پر ایک سو علماء یہود نے تالمود میں اس امر پر بحث کی ہے کہ اگر وہ خدا تھا۔ یا فرشتے تھے۔ تو انہوں نے کھانا کیسے کھایا۔ یہ سب لغو اور بے ہودہ بحثیں تھیں۔ جو کی گئیں۔ قرآن شریف کے بیان کی صفائی اس امر پر شاہد ہے۔ کہ قرآن شریف نے بائیبل کو نقل نہیں کیا۔ بلکہ بائیبل کے قصہ کی اصلاح کر کے حضرت ابراہیم اور ان کی بیوی کی عزت کو قائم کیا ہے۔ اور اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جب ایک قوم کو اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔ تو دوسری طرف نیکی کے درخت کو مضبوط کر کے اس کے سایہ کو دنیا میں پھیلاتا ہے۔ وہ خدا کے فرستادے لوط کی قوم کے لئے اگر عذاب کا وعید لائے تھے۔ تو دوسری طرف انہوں نے حضرت ابراہیم کی نیک ذریت کو دنیا میں کثرت سے پھیلنے کی خوشخبری بھی دی۔

حضرت ابراہیم کے مہمان فرشتے تھے یا انسان؟

علماء یہود نے بائیبل کے اس قصہ کی بنا پر جو بحث تالمود بابلی میں کی ہے۔ وہ اس امر پر ہے۔ کہ اگر مہمان فرشتے تھے۔ تو انہوں نے کھانا کیسے کھایا۔ کیا فرشتے بھی ہماری طرح گوشت روٹی کھاتے ہیں۔ (۲) حضرت ابراہیم نے ان کو فرشتے سمجھتے ہوئے ان کی دعوت کیوں کی؟ کیا وہ فرشتہ اور انسان میں فرق نہ کر سکتے تھے۔ اس الجھن کا حل انہوں نے یہ سوچا کہ مہمان فرشتے ہی تھے۔ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ کھانا کھاتے ہوئے معلوم ہوئے۔ قرآن شریف میں کسی جگہ ان کے فرشتہ ہونے کا ذکر نہیں۔ اور نہ حدیث میں کہیں ان کا فرشتہ ہونا مذکور ہے۔ بلکہ صاف الفاظ میں ان کو "ضیف ابراہیم" فرمایا ہے یعنی وہ مہمان تھے۔ جو انسان ہی ہوتے ہیں۔ فرشتے کسی کے مہمان نہیں ہوتے۔ وہ خدا سے خبر پائے ہوئے انسان تھے۔ ان کا کھانا نہ کھانا۔ یا کھانے میں تامل کرنا اس رنجیدہ خبر کی وجہ سے تھا۔ جو وہ قوم لوط کے لیے لائے تھے۔ چنانچہ یہی مہمان جب حضرت لوط کے ہاں جاتے ہیں۔ تو وہاں بھی کھانے اور مہمان رہنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور یہ کتاب پیدائش کے باب ۱۹ میں موجود ہے۔ پس حضرت ابراہیم کے ہاں بھی انہوں نے یقیناً انکار کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ اس دہشتناک خبر کی وجہ سے غمگین تھے۔ شاید کوئی سنگدل انسان ہی ہوتے۔ جو بنی نوع انسان کی اس تباہی اور بربادی کی خبر بھی بیان کرتے۔ اور مزے سے میٹھے نان کباب بھی اڑاتے نیکدل انسان کی تو روح بھی اس سانحہ ہوشربا سے کانپ اٹھتی ہے یہ تو یہودی علماء کے باہمی تنازعہ کا جھگڑا تھا۔ جو قرآن شریف نے کیا۔ موجودہ علماء مسیحی کا فیصلہ اس قصہ کے متعلق یہ ہے۔ کہ بائیبل کا یہ قصہ سرے سے باطل ہے۔ اور محض ایک افسانہ ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بائیبل کے بیان میں قدم قدم پر تضاد اور اختلاف ہے۔ قرآن شریف کا بائیبل اور علماء مسیحیت پر کس قدر احسان ہے۔ کہ وہ اصل قصہ کو بیان کر کے ایک گونہ بائیبل کی تصدیق کر دیتا ہے۔ یعنی وہ تذکرہ جو بائیبل کا غیر الہامی ہونا ثابت کرتا تھا۔ اس کو قرآن شریف نے پاک اور صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

سلہ یہود کے ہاں تورات کی تفسیر کے دو حصے ہیں۔ جن کو جمرا اور مشنا کہا جاتا ہے یعنی قدیم اور جدید تفاسیر ان دونوں قسم کی تفاسیر کو تالمود میں جمع کر دیا گیا ہے۔ تالمود کے لکھنے والے ایک سو علماء یہود ہیں۔ اس وقت تالمود دو طرح کی موجود ہے۔ ایک تالمود بابلی کہلاتی ہے۔ اور دوسری شامی۔ تالمود شامی میں قواعد زبان تاریخ اور جغرافیہ قوم یہود پر تفصیلی مضامین ہیں۔ تالمود بابلی میں تورات پر فلسفیانہ مباحث ہیں۔ اور کچھ ان کی تائید میں روایات بیان کی گئی ہیں۔ یہود کے نزدیک تالمود شامی کی نسبت تالمود بابلی زیادہ مستند ہے۔ لیکن عیسائیوں کو اس کے ساتھ دشمنی زیادہ رہی ہے۔ بارہا اس کو دنیا سے مٹانے اور جلانے کی کوشش کی گئی۔ پوپ اور دوسرے مسیحی بادشاہوں نے اس کو ضبط کر کے تباہ کرنے کے احکام جاری کئے۔ فرانس میں ۱۲۴۲ء میں اس کی چوبیس گاڑیاں بھر کر جلا دی گئیں۔ اسی تالمود بابلی کے چار زبردست یہودی علماء جو اپنی قوم کو تبلیغ کرنے کے لئے یوروپ گئے تھے ہسپانیہ کے امیر البحر نے ان کو گرفتار کر کے دنیا کی چار مختلف منڈیوں، سکندریہ کیروان، کارڈووا وغیرہ میں بھیج کر ان کو فروخت کر دیا۔ تالمود بابلی کے ساتھ عیسائیوں کو دشمنی اسی وجہ سے تھی۔ کہ اس میں یہودی مذہب پر فلسفیانہ معقول دلائل تھے۔

حضرت ابراہیم اور ملک عرب

مسٹر جان واکر صاحب کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم کو کعبہ کا تعمیر کرنے والا کہنا یہود سے دشمنی کی بنا پر قریش کو اپنے قابو میں لانے کے لئے ایک ذہنی خیال ہے۔ اور وہ اپنے قول کی تائید میں سائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ایک مضمون نگار کو پیش کرتے ہیں، حضرت ابراہیم کا تعلق ملک عرب کے ساتھ ہے۔ یا نہیں۔ اس میں احبار یہود علماء مسیحی اور علماء اسلام کا اختلاف ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور آپ کی اولاد کے ساتھ دشمنی کی بنا پر بائیبل میں بھی بہت تحریف کی گئی ہے۔ تاہم حضرت اسمٰعیل کا وعدہ کا فرزند ہونا آپ کی اولاد کی کثرت اور آپ پر برکات نزول یہ سب مضامین اب بھی بائیبل میں موجود ہیں۔ آپ کا وادی فاران میں آ کر آباد ہونا کتاب پیدائش ۲۱/۱۲ سے ثابت ہے۔ قوم عرب کی روایات حضرت ابراہیم کے مکہ معظمہ میں آنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کی موجود ہیں۔ اور نساب عرب بھی بیان کرتے تھے۔ کہ قریش حضرت اسمٰعیل کے بڑے بیٹے قیدار کی اولاد ہیں۔ پس بائیبل کی شہادت اور قوم عرب کی روایات دونوں اس پر متفق ہیں۔ کہ حضرت اسمٰعیل وادی فاران میں آباد ہوئے۔

حضرت ابراہیم کے نام کے متعلق مسیحیوں سے ایک سوال

حضرت ابراہیم کے متعلق کتاب پیدائش ۱۷/۵ میں لکھا ہے۔ کہ آپ کا پہلا نام ابرام تھا۔ خدا نے آپ کی نیکی سے خوش ہو کر ان کو کہا۔ کہ آئندہ ترا نام ابرام نہیں۔ بلکہ ابراہام ہوگا۔ اس لفظ کا ترجمہ بائیبل میں "بہت گروہوں کا باپ" بتایا گیا ہے لیکن عبری زبان میں کوئی لفظ راہام بمعنی گروہ یا بہت گروہ موجود نہیں۔ اور نہ اس لفظ کا کوئی مادہ رحم عبرانی میں موجود ہے۔ تو اس نام کا ترجمہ بائیبل نے بہت گروہوں کا باپ کیسے کر دیا۔ البتہ عربی زبان میں لفظ راہام بمعنی العدد الکثیر (یعنی بہت بڑا گروہ) موجود ہے۔ اور ایک مادہ رحم بھی موجود ہے جس کے معنی ہمیشہ جاری رہنے والی بارش کے ہیں۔ یہ نام اللہ تعالےٰ نے آپ کا اس بنا پر رکھا تھا۔ کہ آپ پر ہمیشہ درود اور برکت بھیجی جائے گی۔ یا یہ کہ آپ کی روحانی اولاد بکثرت ہوگی عیسائی اور یہود تو آپ پر درود نہیں بھیجتے۔ البتہ مسلمان اور اہل عرب ضرور بھیجتے ہیں۔ عبرانی زبان میں جب لفظ رہام موجود ہی نہیں۔ تو یہ کیوں نہ مانا جائے۔ کہ حضرت ابراہیم کو یہ نام اس وقت دیا گیا۔ جب آپ ملک عرب میں اپنے بیٹے اسمٰعیل کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ اور انہوں نے یہاں تعمیر کعبہ کی تھی۔

ملک عرب میں حضرت ابراہیم کی اولاد

وہ وعدہ جو ملک عرب میں حضرت ابراہیم کے ساتھ عربی بولی میں اللہ تعالےٰ نے کیا تھا۔ وہ زیادہ تر عرب میں ہی پورا ہوا بنی اسرائیل کی جو گت حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی۔ اس سے بائیبل اور مسیحی دوست ناواقف ۱۲ قبائل بنی اسرائیل میں سے دس قبیلے تو مشرکین کے ساتھ مل گئے۔ (کتاب سلاطین اول ۱۲/۲۲-۲۴) باقی دو قبیلوں کو ۵۸۶ قبل مسیح بخت نصر شاہ بابل نے قتل کرا دیا۔ ان میں سے بہت تھوڑے لوگ تھے۔ جو پراگندہ ہو کر بچ رہے۔ لیکن ملک عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے ۱۲ بیٹے پیدا ہوئے۔ جو سرداران قبائل کہلائے۔ یعنی آگے ان کے نام پر ۱۲ قبائل پیدا ہو گئے۔ حضرت ابراہیم کی ایک تیسری بی بی قتورہ بھی تھی جس کا ذکر مسیحی اور یہودی علماء بہت کم کرتے ہیں۔ ان سے بھی حضرت کے چھ بیٹے پیدا ہوئے۔ گویا حضرت اسمٰعیل کے بارہ اور قتورہ کے چھ کو ملا کر کل ۱۸ بیٹوں کی اولاد عرب میں آباد ہوئی۔ اور وہ کثرت اولاد کا وعدہ یہاں بھی پورا ہوا۔ یہ کہنا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کا کوئی تعلق ملک عرب کے ساتھ نہیں۔ تاریخی شہادت بائیبل کی گواہی اور واقعات کا انکار کرنا ہے۔

(باقی دارد)

مسئلہ تناسخ پر واضح مبین اور مدلل رسالہ!

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کتاب تناسخ پر معاصر "جامعہ" کا ریویو!

جامعہ ملیہ دہلی کا ماہوار علمی رسالہ جامعہ اپنی اپریل ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں "تنقید و تبصرہ" کے زیر عنوان رقمطراز ہے:۔

تناسخ۔ مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب احمدی۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی۔ حجم چار جزو، قیمت فی نسخہ ۳/ر۔ ملنے کا پتہ مال منیجر صاحب دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ڈاکٹر صاحب نے اس رسالہ میں ایک سوال کے جواب میں تناسخ کے متعلق تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ یہ اعتقاد زمانہ لاعلمی کا ایک غلط نظریہ ہے۔ اس مسئلہ کی تردید میں اگرچہ پہلے بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر یہ رسالہ سب سے زیادہ واضح مبین اور مدلل ہے۔ ان کے دلائل کو مقاصد تین امور ہیں۔ اول یہ کہ ہر آدمی جانتا ہے۔ کہ میں اس سے قبل اس دنیا میں کبھی نہیں آیا۔ دوم یہ کہ مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعے سے انسان کو جو علم ملا ہے۔ اس نے ارتقاء کو مان کر تناسخ کی جڑ کاٹ دی ہے۔ سوم یہ کہ خود خالق کائنات نے بنی نوع انسان کو آج تک جو علم اسلام کے ذریعے سے دیا۔ ان میں یہ بتا کر کہ مرنے کے بعد انسان اس دنیا میں واپس نہیں آتا۔ تناسخ کی تردید کر دی۔

ساری کتاب ان تین اصولی دلائل کی تشریح اور توضیح ہے۔ کہ علم اور عقل کی روشنی میں ان کا جواب ناممکن ہے ڈاکٹر صاحب نے اس رسالہ کو چار مختلف لکچروں میں تقسیم کیا ہے۔ جس کی وجہ سے مضامین کا جا بجا تکرار ہو گیا ہے۔ اگر مسلسل ایک مضمون لکھتے تو یہ عیب نہ واقع ہوتا۔ مگر تاہم اپنے موضوع پر بے مثل رسالہ ہے (جامعہ اپریل ۱۹۳۲ء)

اخبار احمدیہ

حضرت میر ایدہ اللہ تعالیٰ بالخیریت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں
حضرت مولانا صدر الدین صاحب کو اب بفضلہ افاقہ ہے
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب تاحال علیل ہیں۔ تمام اصحاب درد دل سے دعا فرمائیں۔

۲۹ر اکتوبر کو گجرات میں شیخ عبدالعزیز صاحب جہلمی اور مولوی عبدالغفور صاحب قادیانی مولوی فاضل کے درمیان کامل دو گھنٹہ تک مسئلہ نبوت پر نہایت کامیاب مناظرہ ہوا۔ ہمارے نوجوان مناظر شیخ عبدالعزیز نے قادیانی مولوی فاضل صاحب کو چاروں شانے چت گرا دیا۔ مولوی صاحب کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔ گجرات میں اس مناظرہ کا بہت چرچا ہو رہا ہے "مفصل کیفیت انشاء اللہ آئندہ پرچے میں ہدیہ ناظرین ہو گی۔

گذشتہ ہفتہ مولانا عبدالستار صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال بمقام ٹیری صوبہ سرحد ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون

گذشتہ ہفتہ قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب میاں محمد اسماعیل صاحب ہیڈ ماسٹر کے صاحبزادہ کی شادی پر تشریف لے گئے تھے آپ تقریب مذکور کی شمولیت کے بعد واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح ہر روز بعد نماز مغرب مسجد احمدیہ میں درس قرآن دیتے ہیں جس میں بہت سے احباب اور کالجوں کے نوجوان طلبا شریک ہوتے ہیں۔

شیخ محمد عبدالحق صاحب نائب محرر دفتر سیکرٹری بعارضہ تپ محرقہ بیمار ہیں احباب اس نوجوان مخلص کارکن کی صحت کے لئے دعا کریں۔

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ایک ضروری کام کی تکمیل کی خاطر چند یوم کے لئے راولپنڈی گئے ہیں۔

مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے چند یوم کی رخصت لی ہے یہ پرچہ ان کی غیر حاضری میں ہی شائع ہوا ہے۔ جناب مولانا عصمت اللہ صاحب ان کی جگہ کام کریں گے۔

اساتذہ مسلم ہائی سکول لاہور کا ایک جلسہ بتاریخ ۳۱ر اکتوبر منعقد ہوا جس میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے۔

(۱) اساتذہ مسلم ہائی سکول لاہور کا یہ جلسہ سر علی امام کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کرتا ہے اور ان کی ملکی و ملی خدمات کو بنظر استحسان دیکھتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماوے۔

(۲) اس ریزولیوشن کی کاپیاں گرانقدر جرائد اسلامی اور سر علی امام مرحوم کے اعزا کو بھیجی جاویں۔ نیز سکول باقی وقت کے لئے بند رہے۔

اعلان

آئندہ جلسہ سالانہ پر مجلس مشاورت ہو گی اگر کوئی دوست مجلس مشاورت میں کوئی تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تو مہربانی فرما کر ۱۵ نومبر تک ایسی تجاویز سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کو بھیج دیں تا مجلس منتظمہ کی منظوری لیکر ممبروں کو اطلاع کر دی جاوے۔

مجلس مشاورت کے لئے ایسی تجاویز بھیجیں جن کا اثر جماعت کی ترقی اور بہبود و بہبود پر پڑتا ہو۔

اسسٹنٹ سیکرٹری عزیز بخش

میاں فخر الدین محمودی کی شیریں کلامی

نہ معلوم ہمارے محمودی دوستوں کو ہر بات میں غلو کرنے میں کیا لطف آتا ہے۔ کچھ دن ہوئے۔ میاں فخر الدین ملتانی یہاں آئے۔ میں نے السلام علیکم کے بعد معمولی طور پر ان کی درشت کلامی کی شکایت کی۔ جواب میں انہوں نے بات کو ٹال دیا۔ لیکن اب فاروق دیکھنے سے معلوم ہوا۔ کہ آپ نے عالم خواب میں یہ لفظ بھی زبان مبارک سے فرمائے تھے:۔

"لوحی مجدد وقت حضرت مرزا صاحب کے نزول
گاہ کو تباہ و برباد ہوتا ہوا دیکھنے والے آگئے ہیں"

میں نے میاں صاحب سے کب اپنی شہرت و ناموری کی داد چاہی ہے اور جو لوگ خواہ وہ محمودی ہوں۔ یا احمدی۔ مجھے ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ وہ گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ میں نے ایک معزز سرکاری عہدے پر اٹھارہ سال کام کرنے کے باوجود کبھی اپنے ماتحتوں سے سلام کی خواہش نہیں رکھی۔ اور ہر ایک سے برادرانہ اور مساویانہ سلوک رکھا۔ اور قریباً تینتیس ۳۳ سال سے مذہبی رسائل میں مضامین لکھنے اور ڈیڑھ درجن کے قریب چھوٹی تصانیف کرنے کے باوجود میں نے کبھی ناموری اور شہرت کی پرواہ نہیں رکھی لیکن اب میاں فخر الدین صاحب مجھے شہرت اور ناموری کا بھوکا قرار دیتے ہیں۔ گویا مذہبی معاملات میں مداخلت جا و بیجا کا حق صرف محمودیوں کو ہے۔ دوسرے لوگ اپنی زبان اور قلم بند رکھیں۔ ورنہ شہرت اور ناموری کے طالب کہلائیں گے۔ لیکن ایسی دھمکیوں سے تو وہی ڈر سکتا ہے۔ جو فی الحقیقت شہرت و ناموری کا بھوکا ہو جس بات کو ایک شخص اپنے ضمیر و ایمان کے مطابق صحیح سمجھتا ہے۔ اسے حق حاصل ہے۔ کہ وہ اس کا علانیہ اظہار کرے خواہ دوسرا اسے اچھا کہے یا برا۔

باقی رہا حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پر درشتی کا الزام یہ تو نقارہ کی صدا ہے۔ اگر میاں فخر الدین کو اپنی جماعت اور اپنے امام کی نرم بیانی دیکھنے کا شوق ہے تو اس کے لئے وہ خود "الفضل" کے فائل شروع سے دیکھنا شروع کر دے۔ تاکہ ہمیں تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اور تحصیل حاصل نہ ہو۔ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم بھی کسی موقعہ پر کام آتی ہے۔

شکر ہے کہ میاں فخر الدین نے بھی دار و غصفائی کی نائبی اختیار کر لی ہے۔ شاید اسی لئے فاروق کے صفحات اور ان کا قلم گندگی سے ملوث نظر آتے ہیں۔ (خاکسار محمد منظور الٰہی)

جنوبی امریکہ میں اسلام کی ترقی!

اسلام کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ ہر زمانہ، ہر قوم اور ہر ملک کے لئے ہے۔ چنانچہ کرۂ ارض کا کوئی حصہ ایسا نہیں۔ جہاں پرستاران اسلام موجود نہ ہوں۔ دنیا کی عقل و دانش میں جس قدر اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر مسلمانوں کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے۔ مخالفین اسلام ہمیشہ کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے لیکن واقعات و حقائق اس دعوے کی ہمیشہ تکذیب و تردید کرتے ہیں۔

گذشتہ تین سال کے عرصہ میں انڈر کیپ۔ کا زلہ۔ جزائر فجی برجا، آسام، تبت، برقد (آسٹریلیا) اور جنوبی امریکہ میں مذہب اسلام کی غیر معمولی ترقی اس امر کا زبردست ثبوت ہے۔ کہ اشاعت و ترویج اسلام کا راز اس کی روحانی اور اخلاقی قوتوں میں پوشیدہ ہے۔ نہ کہ تلوار کی طاقت میں۔

عیسائی مشنریوں کی روایات

ہم اس مضمون میں صرف جنوبی امریکہ کے مسلمانوں کی حالت پر تبصرہ کریں گے۔ کہ اسی صدی کے اندر انہوں نے کس قدر ترقی کی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے پاس ایسے ذرائع موجود نہیں۔ کہ ہم خود بلاد اسطہ دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی حالت و آبادی کا صحیح اندازہ کر سکیں۔ لہٰذا ہمیں عیسائی مشنریوں اور یورپین سیاحوں کی معلومات پر انحصار کرنا پڑتا ہے

۱۸۹۷ء میں ڈاکٹر جیمز رچ جیمس نے اپنی کتاب "دی ریچ آف اسلام" میں جنوبی امریکہ کے مسلمان باشندوں کی تعداد پچاس ہزار ظاہر کی تھی۔ ان کے اندازہ کے مطابق اکیس ہزار تین سو ستر مسلمان برٹش گائنا میں تھے تین ہزار کے قریب ڈچ گائنا میں، پانچ ہزار پیرو میں اور بقیہ میں ہزار میکسیکو میں، وینیزویلا وغیرہ میں۔

فرزندان اسلام کی روز افزوں ترقی

اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں ایک فرانسیسی مشنری ریورنڈ آرولیر نے اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر ڈچ گائنا میں مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار ظاہر کی یعنی اس مختصر عرصہ میں ان کی تعداد ڈچ گائنا میں چوگنی ہوگئی ہے۔

جنوبی امریکہ کے دوسرے حصوں میں ریورنڈ موصوف کے اندازہ کے مطابق مسلمانوں کی تعداد حسب ذیل تھی۔

ملک	تعداد	ملک	تعداد
جزائر ونڈ ورڈ	۳۰۵	ارجنٹائن	۹۵۲۰
جمیکا	۳۴۰۰	برازیل	۱۱۱۷۰۰
ٹرینیڈاڈ	۱۱۴۹۳	چلی	۱۵۰
گواڈیلوپ	۳۰۰۰	کیوبا	۳۰۰۰
مارٹنیق	۲۰۰۰	پیراگوئے	۲۰۰
فرنچ گائنا	۱۶۷۰	پیرو	۶۰۰۰
ڈچ گائنا	۲۰۳۱۴	یوراگوے	۷۰۰
برٹش گائنا	۱۵۳۶	..	..
میزان ..	..	..	۱۹۵۰۸۷

۱۹۰۱ء کے بعد سے سرکاری رپورٹوں اور مشنریوں کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی آبادی میں برابر اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس غیر معمولی اضافہ میں کچھ تعداد نومسلموں کی شامل ہے۔ اور کچھ تعداد دور ممالک کے تارکان وطن کی۔

ارجنٹائن کے دیگر مسلمان

برازیل اور ارجنٹائن میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ترکوں کے نام سے مشہور ہے۔ تمام لوگ قومیت کے لحاظ سے شیگرو ہیں۔ اور شامی تارکان وطن کی کوششوں سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ برازیل کے ترک اور شامی سوداگر بہت مالدار اور با اثر ہیں۔

۱۹۰۷ء میں ایک عیسائی مشنری نے مسلمانان برازیل کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ یہاں نومسلم باشندگان کے علاوہ تین ہزار ترک شامی اور دروزی مسلمان آباد ہیں لیکن حال ہی میں جنوبی امریکہ کے مشہور مصنف اور صحیفہ نگار مسٹر جنگیز نے جو اعداد و شمار مہیا کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب یہاں ترکی رعایا کی تعداد صرف ۶۰۰ کے قریب رہ گئی ہے۔ شامی باشندوں کی تعداد میں بھی کمی ہے مسٹر محمد جنگیز کے اندازہ کے مطابق برازیل کے شیگرو نومسلموں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ باشندے دراصل قدیم غلاموں کی اولاد ہیں برازیل میں مسلمانوں کی مالی حالت بہت اچھی ہے۔ ان کے قبضہ میں بعض بڑی بڑی تجارتیں ہیں۔ دنیا کے خوبصورت اور مشہور ترین شہر ریو ڈی جنیرو میں مسلمانوں کی آبادی سب سے زیادہ ہے۔ اور یہاں کئی شاندار مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔

جنوبی امریکہ میں جوش تبلیغ

ارجنٹائن کی اسلامی آبادی مسلم تارکان وطن کی وجہ سے برابر بڑھ رہی ہے۔ برازیل کے ہزاروں شامی سوداگروں نے اپنا کاروبار پندرہ برس کے اندر منتقل کر دیا ہے۔ برازیل کے مشہور سہ روزہ عربی اخبار "الافکار" کے ایڈیٹر ڈاکٹر سعید ابوجبرہ کے بیان کے مطابق ارجنٹائن میں مسلمانوں کی آبادی ایک لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور چونکہ ارجنٹائن میں مسلمانوں کی سیاسی اہمیت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے وہاں نومسلموں کی تعداد میں۔ روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

کئی شامی سوداگر انتہائی انہماک کے ساتھ ارجنٹائن میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ اور ملک کے قدیم باشندے بہت آسانی سے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ نومسلموں کو فکر معاش سے نجات دلانے کے لئے ارجنٹائن میں کئی اسلامی کارخانے قائم ہیں۔ جہاں نومسلموں کو مختلف قسم کی صنعتوں کے سکھائے جانے کا انتظام ہے۔ اور ان کی مالی امداد کا بھی بہت خیال رکھا جاتا ہے۔

جنوبی امریکہ کے اسلامی اخبارات

جنوبی امریکہ سے متعدد اخبارات نکلتے ہیں۔ ان سے برازیل کے مشہور ترین اخبارات کے نام یہ ہیں:۔

اخبار		اخبار	
الافکار	سہ روزہ	الحدید	ہفتہ وار
العدل	روزنامہ	البرید	ہفتہ وار
روزنامہ امریکہ	"	فیتالیبان	سہ روزہ

روزنامہ العدل برازیل کے پایہ تخت ریو ڈی جنیرو سے شائع ہوتا ہے اور باقی اخبارات برازیل کے دوسرے مشہور تجارتی ساؤ پاؤلو سے۔ سینٹ پالو کے سابق ترکی قونصل کے بیان کے مطابق شہر مذکور کی تقریباً ۴ لاکھ آبادی میں ۵ ہزار کے قریب مسلمان ہیں۔

(الامان)

غلط قسم کی کفایت شعاری

(سید طفیل احمد صاحب منگلوری)

کفایت شعاری یا کم خرچ کرنا بہت مفید ہے۔ مگر کوئی کام ایسا نہیں جو سراسر مفید ہو۔ اور اس کا کوئی مضر پہلو نہ ہو۔ کم خرچ کرنے کا مضر پہلو یہ ہے کہ بعض اصحاب کسی کار آمد چیز کو قائم رکھنے اور اس کی عمر بڑھانے میں ایک پیسہ خرچ نہیں کرتے اس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ میں چار روپیہ کا ایک جوتہ خریدا۔ استعمال کرنے سے وہ ایک جگہ سے پھٹ گیا اب اس کی مرمت نہیں کرائی جاتی اور اگر کرائی جاتی ہے تو چند پیسوں میں نتیجہ یہ کہ وہ اسی جگہ سے پھر چل آتا ہے اور چند روز بیکار ہو کر پھینک دیا جاتا ہے انگریز اپنے ستھرے لباس اور صفائی کی عادت کی وجہ سے بہت مسرف معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وہ چیزوں کو قائم رکھنے کے لئے خرچ کرنے میں بڑے دلیر ہوتے ہیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ انگریز اپنے جوتوں۔ کپڑوں۔ اور گھڑیوں کی مرمت کے لئے انہیں کلکتہ بمبئی کی دوکانوں میں بھیجتے ہیں نتیجہ یہ کہ ان کا ایک ایک جوتہ بیس بیس برس کا ہو جاتا ہے اور دیکھنے میں نیا معلوم ہوتا ہے میں نے ایک انگریز کا ایک بہت بڑا خیمہ دیکھا جو صاف ستھرا معلوم ہوتا تھا انہوں نے بیان کیا کہ پچاس برس ہوئے میرے باپ نے مجھے یہ میری شادی میں دیا تھا اور اب میں اسے اپنے لڑکے کو شادی میں دیتا ہوں۔

آپ کسی انگریز کے گھر میں چلے جائیں اس کے ہاں بیسیوں چیزیں بیسیوں برس کی پرانی ملیں گی۔ اور پرانی ہونے پر بھی وہ اپنی چیزوں کو کوڑے میں نہیں پھینکتے۔ بلکہ نیلام میں بیچ کر ان کے دام اٹھا لیتے ہیں۔ ہم لوگ ایک چیز کو بڑے شوق سے خریدتے ہیں اور اسے نمایاں مقام پر رکھتے ہیں، مگر صاف رکھنے میں وقت صرف نہیں کرتے۔ چند روز بعد گرد سے اس کی آب و تاب جاتی رہتی ہے جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ وہ کسی کونے میں جا پہنچتی ہے حتیٰ کہ وہ کوڑے میں پھینک دی جاتی ہے گھر میں عمدہ سے عمدہ فرنیچر موجود ہے۔ کفایت شعاری کی وجہ سے اس پر روغن نہیں کرایا جاتا آٹھ روپیہ کی کرسی کی بید ٹوٹ جاتی ہے مرمت نہیں کرائی جاتی بیس روپیہ کی میز کا پایہ ان ٹوٹ گیا ہے۔ بڑھئی بلوا کر ایک کیل نہیں لگائی جاتی حتیٰ کہ میز کے پائے اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے اور ایک دن وہ گر کر ڈھیر ہو جاتی ہے اور اس طرح ایک آنہ کی کفایت شعاری کی بدولت بیس روپے کا نقصان ہو جاتا ہے اسی طرح کپڑے کے جوڑ کھل جاتے ہیں تو ہوشیار درزی سے مرمت کرانے کی جگہ خود اس میں ٹانکے لگائے جاتے ہیں حتیٰ کہ چند دنوں میں کل کپڑا ضائع ہو جاتا ہے۔ اچھے اچھے معزز انگریزوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ان کی پتلون میں ایک بالشت لمبا چوڑا پیوند لگا ہے اس پیوند لگانے میں چار آنے کیا بلکہ آٹھ آنے لگے ہوں گے۔ مگر اس سے اس پتلون کی عمر بقدر دو سال کے اضافہ ہو گیا کہاں تک شمار کرایا جائے ڈرائنگ روم۔ توشہ خانہ۔ باورچی خانہ، غرضیکہ جس طرف دیکھئے کچھ تو غفلت اور کچھ غلط قسم کی کفایت سے ہزاروں روپیہ کا نقصان ہو جاتا ہے مکانوں کی سالانہ مرمت اور صفائی کی تو کوئی مد ہی نہیں۔ ایک دو کڑیاں جھک جانے پر تو خیال ہی نہیں کیا جاتا حتیٰ کہ چھت میں پانی مرتے

آرین پرمیشور اور اسلام

اسلام کی پاک تعلیم کی رو سے خدا تعالیٰ واحد لاشریک لہٗ ہے اور ظاہر ہے۔ کہ ذات واحد جس کا کوئی شریک نہ ہو۔ وہ ذات کسی کی محتاج ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ محتاج ہونے کے لئے غیر کے وجود کا ہونا لازمی ہے لیکن جبکہ ماسوا اللہ کوئی ہے ہی نہیں تو وہ ذات اگر محتاج ہو تو کس طرح اور کس کی۔ رہا وجودِ کائنات سو وہ خود اسی ذات کا محتاج ہے اس لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لغنی عن العالمین۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام عالمین سے بے نیاز ہے۔

اس اسلامی پاک تعلیم کو ہندوؤں کا مشرک فرقہ جسے آریہ کہتے ہیں بوجہ اپنی کوری باطن کے نہ صرف تسلیم ہی نہیں کرتا بلکہ الٹا اس سچائی کو خدا تعالیٰ کا نقص قرار دیتا ہے اور اس کے مقابل اپنے عقیدۂ تثلیث کو اس طرح بلند آہنگی سے پیش کرتا ہے کہ خدا روح اور مادہ تینوں ازلی ہیں کیونکہ عدم سے وجود ناممکن ہے اگر ایک ہی ذات ہوتی تو ایک سے اس قدر مختلف و متضاد اشیاء کا وجود میں آنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ مگر یہ مدعی عقل و علم فرقہ نہیں سوچتا کہ اگر ذات واحد اپنے منشاء کو پورا کرنے کیلئے کسی غیر ذات کی محتاج ہو تو وہی دوسری ہستی اس ذات واحد کی شریک ماننی پڑے گی۔ اور دونوں کسی ایسی ہستی کی محتاج ماننی پڑیگی جو اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں واحد و یگانہ ہو۔ اور کسی طرح بھی کسی کی محتاج نہ ہو۔

آرین تثلیث کا نتیجہ

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سچ مچ خدا۔ روح اور مادہ تین واجب الوجود ہیں تو اب یہ سوال ہوتا ہے کہ ان تینوں کو آپس میں کیا تعلق ہے۔ اور ان میں سے کوئی ایسی ذات بھی ہے جو اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے دوسری ہستیوں کی محتاج نہ ہو چونکہ آریہ سماج اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ خدا کچھ کر ہی نہیں سکتا جب تک کہ مادہ اور روح نہ ہو اس لئے خدا کو تو پہلے ہی قدم پر انہیں روح مادہ کا محتاج ماننا پڑتا ہے۔ اگرچہ وہ زبان سے یہی کہتے جائیں کہ پرمیشور کسی طرح محتاج نہیں اسی طرح روح بھی حصول علم اور قوت عمل کے لئے خدا اور روح دونوں کی محتاج ہے۔ ہاں مادہ جسے آریہ پرکرتی کہتے ہیں وہ چونکہ جڑ ہے اسے کوئی حاجت ہی نہیں۔ لہٰذا پرکرتی نہ خدا کی محتاج ہے اور نہ روح کی محتاج۔ البتہ روح اور خدا دونوں پرکرتی کے محتاج ہیں۔ خدا تعالیٰ تو اس لئے کہ اس کی کوئی صفت بھی کارآمد نہیں ہو سکتی جب تک پرکرتی نہ ہو۔ مثلاً وہ کچھ پیدا کرنا چاہتا ہے یا رزق دینا چاہتا ہے تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا تاوقتیکہ پرکرتی نہ ہو لہٰذا خدا ازروے آریہ دھرم ہر لحظہ پرکرتی کا محتاج ہے۔ اگر پرکرتی نہ ہو تو خدا کی ذات اور صفات سب بیکار ہیں۔ بلکہ اگر خدا کی موت بھی فرض کر لی جائے تو بھی پرکرتی کا کچھ نقصان نہیں لیکن اگر پرکرتی نہ ہو تو خدا کی تمام صفات باطل ہو جاتی ہیں اور اس کی ہستی ہی معدوم محض ہو جاتی ہے۔

محتاجی کسے کہتے ہیں

اس اعتراض سے بچنے کے لئے آریہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالیٰ کو اپنے علم و ارادہ (اکشن) کے پورا کرنے کے لئے جو کچھ ضروری ہے حاصل ہے۔ اس لئے ہم خدا کو محتاج نہیں کہہ سکتے۔ مگر یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ کیونکہ محتاجگی کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے ماسوا کی طرف ضرورت مند ہو۔ ایسی ضرورت جسکا پورا ہونا ضرورتمند کے غیر پر موقوف ہو احتیاج ہے اور جسے احتیاج ہو وہی محتاج ہے۔ مثلاً انسان اپنی بقا کے لئے سورج ہوا پانی وغیرہ کا محتاج ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو انسان مر جائے۔ اب اگر آریہ سماج کی تعریف محتاجگی کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ انسان سورج ہوا پانی وغیرہ کا محتاج نہیں کیونکہ ضرورتمند انسان کی ضرورت سے پہلے ہی سورج۔ ہوا۔ پانی وغیرہ موجود ہیں۔ حالانکہ یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ ضرورت کے سامان کا موجود ہونا بھی تو ضرورت مند کے محتاج ہونے کی دلیل ہے۔ ہم جب کچھ جمع کرتے ہیں تو ہمارا منشاء ہی یہ ہوتا ہے کہ اندوختہ ہمارے وقت ضرورت کام آوے۔ اور اگر کسی کو کبھی روپیہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔ تو وہ شخص کبھی خزانوں کو اپنے لئے جمع نہیں کرے گا۔ اور اگر کرے تو بے وقوف سے بھی بے وقوف ہے۔ جانور بھی اس شے کو ازل سے جمع نہیں کرتے جو ان کے کام کی نہ ہو پس ایشور کا ازل سے موجود ہونا ہی ایشور کے ازلی محتاج ہونے کی دلیل ہے۔

جس طرح پیاس کا لگ جانا پانی کو چاہتا ہے اور پانی اگرچہ بے انتہا سمندر کی شکل میں موجود ہے اور پیاسے کی حاجت سے بے انتہا گنا زیادہ بھی ہے۔ اور پیاسے انسان کو وہ پانی حاصل بھی ہے تو بھی پیاسا پانی کا محتاج ہے اور مجرد پیاس کا ہونا ہی اس کی محتاجگی کی دلیل ہے اسی طرح لاانتہا ذرات کا موجود ہونا اور ان گنت روحوں کا ہونا اور مادہ اور روح کا خدا کے تابع ہونا خدا کو غیر محتاج ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ خدا کو اصول آریہ سماج کے مطابق پرکرتی اور جیو کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت ہی اس کے محتاج ہونے کی دلیل ہے۔

یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات کے لئے اپنے ماسوا کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ روحوں کے لئے پرکرتی کی ضرورت ہو یہ بھی بالکل غلط ہے کیونکہ آریہ سماج خدا کو فاعل بالخاصہ مانتی ہے اور خدا کو اپنے خواص کے اظہار کے لئے یقیناً روح و مادہ کی حاجت ہے کیا علم خدا کی صفت ذاتی نہیں اور آریہ سماجی عقیدہ کی رو سے کیا خدا کے جاننے کے لئے ازلی جیو اور پرکرتی کی ضرورت نہیں۔ اگر ہے تو ایک صفت علم ہی کی وجہ سے خدا معلومات کا محتاج ازلی ہے۔ اور معلومات ازلی سے مراد وہی قدیمی راجہ کی ازلی پرجا مراد ہے۔ نہ پرجا نہ راجہ کو علم ہو۔ کیونکہ عالم الغیب تو آرین ایشور ہے ہی نہیں۔

چلو ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ خدا کو اپنی ذات کے لئے پرکرتی کی ضرورت نہیں بلکہ جیو کی خاطر اسے پرکرتی کی ضرورت ہے۔ تو کیا اس طرح خدا کے محتاج ہونے میں کچھ فرق ہو گیا ہمارے خیال میں تو وہ پہلے اگر اپنی حاجت کو پورا کرنے کے لئے محتاج تھا تو اب وہ ارواح کی حاجات کو پورا کرنیکے لئے پرکرتی کا محتاج ہے محتاج وہ ہر حال ہے۔ اور محتاج کو واجب الوجود کہنا بے علموں کا کام ہے۔

لطیفہ

عیسائی اور آریہ دونوں تثلیث کے قائل ہیں جس طرح عیسائیوں کو ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک طرف تم مسیح کو خدا مانتے ہو دوسری طرف اسے صلیب پر مر کر ملعون مانتے ہو۔ کیا ملعون ہونا بھی خدائی کا نشان ہے یا ملعون ہونا خدا تعالیٰ کی جناب سے دوری کا نام ہے۔ تو عیسائی کہا کرتے ہیں کہ بلاشبہ خداوند یسوع مسیح ملعون تو ہوا پر وہ ہم گنہگاروں کی خاطر ملعون ہوا نہ اپنے کسی گناہ کی وجہ سے اس لئے اس کا ملعون ہونا قابل اعتراض نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح تثلیث کے پیرو آریوں سے جب کہا جاتا ہے کہ عجب تمہارا خدا ہے کہ پرکرتی کا محتاج ہے تو آریہ کہتے ہیں کہ اپنی ذات کے لئے تو وہ محتاج نہیں البتہ جیو آتماؤں کی خاطر وہ پرکرتی کا محتاج ضرور ہے۔ چونکہ یہ محتاجگی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ غیروں کی خاطر ہے اس لئے اس محتاجگی سے اس کی ذات میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔

ایک مثال

آریہ اور عیسائیوں کی مثال اس موقعہ پر ٹھیک اس حکیم کی سی ہے جسنے مریض کو اس کی طاقت سے زیادہ جلاب دے دیا جس سے مریض مر گیا مرنے والے کے ورثاء حکیم صاحب کو لائے حکیم صاحب اپنے کشتۂ حکمت کو دیکھکر فرمانے لگے "مر گیا اس کا تو ڈر نہیں پیٹ تو بالکل صاف ہو گیا"۔ وہیں کوئی ظریف طبع انسان بھی موجود تھا اس نے کہا۔ "ہاں حکیم صاحب آپ کا علاج بہت زبردست ہے جس نے نہ صرف پیٹ صاف کر دیا بلکہ بیمار کو ہی صاف کر دیا"

پرکرتی ہی غیر محتاج ہے

غرض آریہ سدھانت کی رو سے خدا سب سے زیادہ محتاج ہے یا یوں کہو کہ اس کی صفت خالقیت بے انتہا علم بے انتہا۔ قدرت بے انتہا۔ اس لئے ان بے انتہا صفات کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے خدا بے انتہا محتاج ہے مگر کم کیونکہ اس کی حاجت بھی تھوڑی سی ہے اور صرف پرکرتی ہی ایسا جوہر ہے جو بالکل بے احتیاج ہے لہٰذا وہی واجب الوجود ازلی جوہر ہو سکتا ہے اور اگر آرین ایشور کا مرنا بھی فرض کر لیا جاوے تو بھی پرکرتی کا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر پرکرتی معدوم ہو جائے تو ایشور مہاراج بھی معدوم ہو جائیں گے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں ہی ناستک مت کی بہت سی شاخیں پائی جاتی ہیں۔

حماقت

شاید کوئی عقل کا دشمن یہ کہہ دے کہ تمام پرکرتی کا محض ہے جب تک کہ انسان کی خاطر خدا تعالیٰ کا اس پرکرتی کو اپنے دست قدرت سے گوناگون وجود میں پیدا نہ کرے بنا پر پرکرتی خدا کی محتاج ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ مٹی سے اگر کسی نے ایک نہایت خوبصورت مجسمہ بنایا ہو تو کیا اور اگر اس سے ایک بدصورت شکل کی تصویر بنا دی تو کیا مٹی کو نہ خوبصورتی سے کوئی لطف ہے نہ بدصورتی سے کوئی بدمزگی۔ اس کی خوبصورتی اور بدصورتی تو اوروں کے لئے ہے۔ لہٰذا پرکرتی کا مختلف شکلوں میں بننا اور بگڑنا اس کے محتاج ہونے کی دلیل نہیں۔ زمین پر جس قدر مکانات انسان بناتے ہیں وہ سب کے سب غیر محتاج ہیں۔ ان کو بنانے والے انسان ضرور ان کے محتاج ہیں۔ کیونکہ اگر ان کو گھر دں

دیوالی

(از جناب مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام)

ہم بچپن سے دیوالی کی بہار دیکھتے چلے آئے ہیں اس دن کی عبادت کا کیا کہنا۔ دیدنی ہوتی ہے۔ لکھنے میں نہیں آسکتی انسان کو سجانا۔ دوکانوں کا آراستہ ہونا قسم قسم کی مٹھائیوں کا قرینے سے چنا جانا عجب لطف دیتا ہے۔ جدھر دیکھو تماشائیوں کا ہجوم جدھر جاؤ خلقت کا انبوہ جس طرح بہار کے موسم میں قوت نامیہ کے فیض سے پتے پتے پر جوبن کا سماں چھا جاتا ہے اسی طرح اس دن کے اثر سے قمار بازوں پر بھی شباب کا عالم آجاتا ہے۔ جابجا قمار بازوں کے پرستے ہوتے ہیں بازو ہیں کہ جھٹ اپنا اپنا اڈا قائم کئے بیٹھے ہیں۔ ہار پر ہار۔ ہر بار ہار کھاتے ہیں مگر باز نہیں آتے۔ کھیلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ . . . ان کے حق میں رات کا ۱۲ دن کا چڑھنا ہے۔ گویا دیوالی کی رات قمار بازی کے پیشہ دن کو کم کرتی ہے۔ سارے سارے ساری رات جاگتے اور جوا کھیلتے ہیں۔ رات کو دیپ مالا ہوتی ہے۔ چراغ جلتے ہیں اور بجلی کی روشنی سے تو در و دیوار جگمگا اٹھتے ہیں غرضیکہ یہ دن بھی اپنی دلفریبیوں اور جلوہ نمائیوں کی بدولت سارے ہندوستان میں بڑے لطف کا دن مانا جاتا ہے۔ مگر یہ ہم پر راز ہی رہا کہ اس دن یہ سجاوٹ یہ رونق۔ یہ دیپ مالا۔ یہ قمار بازی۔ یہ چہل پہل کیوں ہوتی ہے۔ ہم شری یت پنڈت ... صاحب بی۔ اے کے بہت ممنون و مشکور ہیں جنہوں نے ہندو تیوہاروں کا اتہاس نام ایک کتاب لکھ کر اس عقدہ کو توڑا۔ اور اس راز کو آشکار فرمایا۔ صاحب ممدوح تحریر فرماتے ہیں کہ دیوالی کے متعلق کئی باتیں مشہور ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس دن راجہ بل دوسرے تین لوکوں کی سلطنت سے علیحدہ کرکے پاتال بھیجے گئے چنانچہ اس دن لوہار استری کی عورتیں راجہ بل کے بت بنا کر پوجا کرتی ہیں بعض لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ اس دن وشنو بھگوان نے نرک آسر نام دیت کو مارا تھا اسی واقعہ کی یادگار میں یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ مگر بعض محقق ہندو ودوانوں کا یہ خیال ہے کہ یہ لکشمی پوجا کا دن ہے۔ ایک گروہ کی یہ رائے ہے کہ اس روز راجہ بکرماجیت کو راج تلک لگا یا گیا تھا۔ یہ دن اسی خوشی کی یادگار ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس دن مہاراجہ رام چندر جی لنکا فتح کرنے کے بعد اجودھیا کے تخت حکومت پر متمکن ہوئے تھے ہمارے خیال میں یہ رائے صحیح معلوم ہوتی ہے ممکن ہے یہ دن رام چندر جی مہاراج ہی کی گدی نشینی کی یادگار رہے۔ مگر قمار بازی وغیرہ کی موجودہ رسومات اس کی تائید نہیں کرتیں پنڈت ... صاحب نے جو دیوالی کی جوئے بازی کے متعلق ایک حکایت لکھی ہیں وہ حکایت موجودہ رسومات سے پوری پوری مطابقت رکھتی ہے۔ چراغاں کرنا۔ جوا کھیلنا۔ وغیرہ امور اگر اسی کی یادگار میں ہوں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

لکھا ہے۔ کہ اس دن شوجی نے پاربتی کے ساتھ جوا کھیلا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شوجی کے پاس جو کچھ تھا سب ہار گئے اور دکھی ہو کر کیلاش پر رہنا چھوڑ دیا۔ گنگا جی کے کنارے رہنے لگے شوجی کے بیٹے کارتیہ جی نے جان لیا کہ والد بزرگوار سب کچھ جوئے میں ہار جانیکی وجہ سے بہت دکھی ہو رہے ہیں اسلئے انہوں نے بھی جوئے بازی سیکھنی شروع کردی۔ جب اچھی طرح سیکھ گئے۔ تو پاربتی جی اپنی والدہ ماجدہ کے پاس گئے اور ان کو جوا کھیلا۔ پاربتی جی سب کچھ ہار گئیں۔ اس طرح پر کارتیہ جی نے شوجی مہاراج کی ہاری ہوئی جائداد جیت کر واپس دلادی۔ مگر پاربتی جی کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ انہیں بہت دکھ ہوا۔ پاربتی جی کا دکھیا ہونا ان کے بیٹے گنیش جی کو برا لگا۔ اس لئے انہوں نے بھی قمار بازی کے فن میں کمال پیدا کرکے اپنے بھائی کارتیہ سے بازی لگائی۔ اور انہیں ہرا دیا۔ اب شوجی نے گنیش جی سے کہا۔ کہ پاربتی جی کو بلا لاؤ۔ تاکہ آپس میں صلح ہو جاوے۔ گنیش جی اس مبارک کام کو سر انجام دینے کے لئے چوہے پر سوار ہو کر گنگا کے کنارے سے چلے۔ نارد کو پتہ چل گیا۔ اس نے وشنو جی کو اس معاملے کی خبر کردی۔ کہ گنیش جی پاربتی کو صلح کرانے کی غرض سے بلانے جاتے ہیں۔ یہ خبر سن کر وشنو خود ہی جوئے کا پاسا بن گئے۔ شو۔ نارد۔ راون۔ اور پاربتی نے اسی پاسے سے جوا کھیلنا شروع کر دیا۔ مگر پاسا تو خود وشنو ہی تھے۔ بار بار پاربتی ہی کے خلاف لڑھک جاتے تھے۔ پاربتی سب کچھ ہار گئیں۔ مگر جب کو پتہ چلا کہ یہ سب وشنو بھگوان کا مذاق تھا۔ تو غصے میں آکر بددعا دینی چاہی۔ مگر آخر کار سمجھانے بجھانے پر خوش ہو کر یہ دعا دی کہ جو اس دن یعنی دیوالی کے دن جوا کھیلیگا وہ سال بھر تک برابر خوش رہیگا۔ اور اس کی ساری مرادیں حاصل ہوں گی۔

دیوالی میں چراغاں کرنے۔ جوا کھیلنے کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ اس دن کی خوشی۔ اور اس دن کی جوئے بازی سال آئندہ کے لئے سرتوں کی ضامن ہے۔ سارے سال نہ کوئی دکھ ہو۔ نہ درد۔ نہ سوت سامنے آئے۔ نہ تکلیف منہ دکھائے۔

اس لحاظ سے ہندو جاتی کے لئے اس تیوہار کا منانا نہایت ضروری ہے اور اسی وجہ سے یہ رسم قدیم الایام سے اس قوم میں چلی آتی ہے۔

کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ کیوں گھروں کو بناتے۔

کہا جاسکتا ہے کہ معمار جو گھروں کو بناتے ہیں تو وہ اوروں کے لئے بناتے ہیں لہذا معمار مکان کے محتاج ہیں ہاں جس کیلئے مکان بنا دیا جاتا ہے وہ ضرور مکان کا محتاج ہے پس خدا اس کائنات کا محتاج نہیں کیونکہ اس نے یہ کائنات روحوں کے لئے بنائی ہے نہ اپنے لئے علیٰ ہذا القیاس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر خدا نے دنیا کو اس لئے روحوں کے لئے بنایا ہے کہ تا روحوں کی ضرورت کو پورا کرے تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ اوروں کی ضرورتوں کو پورا کرنا خدا کا کام ہے اور وہ یہ کام نہیں کرسکتا اگر پرکرتی نہ ہو۔ لہذا وہ پرکرتی کا محتاج ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ڈاکٹر اور مریض

آریہ سماج نے ایک یہ مثال پیش کی ہے کہ ڈاکٹر کو اپنے لئے دواؤں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مریضوں کے لئے ضرورت ہوتی ہے لہذا ڈاکٹر کو محتاج نہیں کہہ سکتے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر مریض ہی نہ ہوں تو ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری بیکار رہیگی یا نہیں۔ آریہ سماج کا اصول یہ ہے کہ اگر مخلوق موجود نہ ہو تو خدا کی صفت خالقیت مالکیت رازقیت بیکار رہے اسی طرح اگر مریض نہ ہوں تو ڈاکٹر کی ڈاکٹری بیکار ہے پس آرین اصول کے لحاظ سے ان کا ڈاکٹر یعنی خدا اپنی ڈاکٹری کے لئے قدیم مریضوں کا قدیمی محتاج ہے۔

اسلام پر یہ اعتراض کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلامی عقائد کی رو سے خدا خالق کل ہے۔ فقط والسلام عبداللہ نعمانی

معذرت

بعض مشکلات کی وجہ سے گذشتہ ہفتوں میں پیغام صلح کی اشاعت میں کچھ بیقاعدگی ہوگئی اور ایک پرچہ بھی ناغہ کیا گیا۔ جس کے لئے ہم ناظرین سے معافی چاہتے ہیں انشاء اللہ آئندہ اس قسم کی شکایت پیدا نہ ہونے دی جائے گی۔ تمام ناظرین اور خاصکر وہ احباب جو اخبار کی باقاعدہ فائل رکھتے ہیں مندرجہ ذیل باتوں کو نوٹ فرمالیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

(۱) ۷ راکتوبر کے ضمیمے کو ۱۱ راکتوبر کا پرچہ تصور کریں اور اسی ۵ راکتوبر کے ضمیمے کو ۹ راکتوبر کا پرچہ سمجھیں ۱۱ اور ۱۹ راکتوبر کے علیحدہ پرچے شائع نہیں ہوئے۔

(۲) ۲۳ راکتوبر کا پرچہ شائع نہیں ہوا۔ پریس کی خرابی کی وجہ سے مجبوراً ناغہ کیا گیا تھا۔

خاکسار منیجر پیغام صلح

اچھوت کیلئے ایک قرآنی اصطلاح

سچ کے فاضل مقالہ نگار اور مدیر سچ کے حبیب ومحبوب مولانا الحاج سید مناظر احسن صاحب ان دنوں علیل ہو کر علاج کیلئے حیدر آباد سے لکھنؤ آئے ہوئے تھے۔ پچھلے ہفتہ ملاقاتیں رہیں۔ اللہ نے انہیں کمالات علمی وعملی کے ساتھ ساتھ خاص نکتہ رس ذہن سے بھی سرفراز کیا ہے۔ گفتگو میں کچھ ذکر اچھوتوں کا آگیا۔ مولانا نے فرمایا، کہ قرآن کی زبان میں انہیں لامساسی کہنا چاہئیے۔ اس وقت تو یہ فقرہ محض لطیفہ سمجھا گیا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ محض لطیفہ نہیں ہے قرآن پاک میں سامری کے ذکر میں آتا ہے۔ کہ اس کی سرکشیوں پر سزا یہ ملی۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس سے جھڑک کر فرمایا۔ کہ قال فاذھب فان لک فی الحیٰوۃ ان تقول لامساس (طہٰ ۱۰) جا دور ہو۔ اب تیرے لئے زندگی بھر یہ ہے۔ کہ کہتا رہے۔ چھونا نہیں

اہل لغت لکھتے ہیں۔ کہ مساس کے معنی ایک دوسرے کے چھونے کے ہیں۔ گویا لامساس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ میں کسی کو چھوؤں اور نہ کوئی مجھے چھوئے۔ اور یہ حکم بطور سزا ملا۔ قاموس میں ہے:۔

لامساس ای لا اَمَسُّ ولا اُمَسُّ
لامساس کے معنی ہیں۔ نہ میں چھوؤں۔ نہ چھوا جاؤں

اور اس کی شرح تاج العروس میں اتنا اور اضافہ ہے:۔

وحرم مخالطۃ السامری عقوبۃ لہ معناہ لاامسی ولا امامسہ وقد قری بھما
سامری کیلئے ملنا جلنا بطور سزا ممنوع ہوگیا۔ لامساس کے معنی دونوں ہیں۔ ایک یہ نہ چھوؤں دوسرے میں نہ چھوا جاؤں۔ اور اسے دونوں معنوں میں پڑھا گیا ہے۔

اور لسان العرب میں ہے:۔

وقولہ لامساس لاتخالط احداً حرم مخالطۃ السامری عقوبۃ لہ ومعناہ لا امس ولا اُمس
لامساس کے معنی ہیں۔ کہ کسی سے میل جول نہ رکھ۔ سامری کیلئے میل جول بطور سزا ممنوع قرار پایا یعنی نہ میں چھوؤں نہ چھوا جاؤں

اور عجیب تر امر یہ ہے، کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں یہ چھوت چھات کی لعنت گوسالہ پرستی کے جرم میں مسلط ہوئی تھی اسی طرح آج بھی اس لعنت کا وجود اسی قوم میں ہے، جو گاؤ پرستی کیلئے مشہور ہے۔ کیا گاؤ پرستی اور چھوت چھات کے درمیان کوئی طبعی تلازم ہے۔

ملفوظات احمدیہ

جلد سوم چھپکر تیار ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود کے ملفوظات ۱۹۰۱ء تک کے آگئے ہیں قیمت فی جلد (عیر) بکڈپو سے مل سکتی ہے۔ چوتھی جلد بھی زیر کتابت ہے۔ چوڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ بہت جلد شائع ہو جائے گی۔

خبریں

—— بمبئی ۳۱ راکتوبر۔ مولانا شوکت علی نے گاندھی جی کے ساتھ ملاقات کے لئے وائسرائے ہند سے اجازت طلب کی تھی۔ وائسرائے کے سیکرٹری کی طرف سے کل مولانا شوکت علی کو مندرجہ ذیل جواب موصول ہوا ہے۔

میرے خط مورخہ ۷ اکتوبر میں آپ کی دونوں گذارشات کا جواب دیا جا چکا ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا۔ کہ گاندھی جی کے ساتھ ملاقات کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

—— سیڈرڈ ۲۹ راکتوبر۔ سر آتول چٹرجی سابق ہائی کمشنر ہندوستان مقیم لندن بین الاقوامی لیبر آفس کی مجلس منتظمہ کے صدر منتخب کئے گئے ہیں۔

—— کلکتہ ۵ ۲ راکتوبر۔ اخبارات کے نام ایک بیان میں نواب صاحب ڈھاکہ فرماتے ہیں۔ کہ لکھنؤ کانفرنس جن نتائج پر پہنچی ہے۔ وہ حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ کانفرنس غیر نمائندہ تھی۔ اور اسی طرح وہ کمیٹی جو اس کانفرنس نے مقرر کی ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر اس کانفرنس اور کمیٹی کی کارروائی کو شبہ کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اور بالخصوص بنگال میں جس کا کوئی نمائندہ اس کانفرنس میں نہیں تھا۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ ان حالات میں گول میز کانفرنس کے مسلم مندوبین پر کوئی اثر نہیں ہونا چاہیئے۔ میں مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہوں۔ کہ جداگانہ انتخاب کا حق چھوڑنے میں جو قیمت انہیں ادا کرنی ہوگی۔ اس پر دو مرتبہ غور کرلیں۔

—— رنگون ۲۸ راکتوبر۔ گورنر برما نے آج یونیورسٹی کے کنووکیشن ہال میں دربار منعقد کیا۔ اس موقعہ پر خطابات اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ زیادہ تر انعام اور خطاب ان لوگوں کو دیئے گئے جنہوں نے بغاوت برما کو دبانے کے متعلق سرگرمی دکھائی تھی۔

—— لندن ۲۸ راکتوبر۔ کپتان ایڈن نائب وزیر خارجہ نے کل دار العوام میں بیان کیا۔ کہ حکومت مصر سے برطانیہ کے تعلقات نہایت خوشگوار اور دوستانہ ہیں۔

—— وزیر اعظم کی دعوت پر برطانی ہند کے مندرجہ ذیل مزید نمائندے گول میز کانفرنس میں شرکت کریں گے۔ جو تقریباً ۵ ارنومبر کو لندن میں آئینی بحث دوبارہ شروع کردے گی۔

سر ایس۔ این سرکار۔ حافظ ہدایت حسین مسٹر این۔ ایم جوشی (لیبر) بیگم شاہنواز عورتوں کی طرف سے)

اب برطانی ہند کے وفد کے ارکان کی تعداد باہیس ہوگئی ہے اور حافظ ہدایت حسین مسلمانوں کے چھٹے نمائندے ہیں۔

اطلاع ملی ہے۔ کہ ہز ہائینس سر آغا خان مسلم وفد کے لیے رٹز ہوٹل میں دفتر کا انتظام کر رہے ہیں۔ اور تمام کارروائی کے لیے ایک اور دفتر غالباً ڈاکٹر شفاعت احمد خاں کے ماتحت قائم کیا جائیگا

—— لاہور ۳ راکتوبر۔ آج آنریبل سر شیخ عبد القادر صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لا جج ہائیکورٹ لاہور کی دعوت پر معزز مسلمانان لاہور کا ایک نمائندہ اجتماع ۴ بجے شام سر موصوف کی کوٹھی واقعہ ... میں منعقد ہوا۔ سر موصوف کی تحریک پر آنریبل ملک فیروز خاں نون صاحب بیرسٹر ایٹ لا وزیر تعلیم پنجاب لاہور صدر جلسہ قرار پائے۔ اجتماع کی اغراض بیان کرتے ہوئے سر عبد القادر نے سر سید علیہ الرحمۃ کی تحریکات اور مسلمانان پنجاب کے دیرینہ تعلقات کا ذکر کیا۔ اور فرمایا۔ کہ چونکہ اب کے ایک آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس بڑے دنوں میں لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ اور مدت سے علیگڈھ کی مسلم کانفرنس کو ہم مسلمانان پنجاب نے مدعو نہیں کیا۔ لہذا ضرورت ہے۔ کہ اب کے مسلم کانفرنس کا اجلاس بھی لاہور میں منعقد ہو۔ آپ کی تحریک باتفاق منظور ہوئی۔ تمام حاضرین نے مجلس استقبالیہ کی رکنیت قبول کرلی۔ دس روپے چندہ مقرر ہوا قرار پایا۔ کہ اسلامیہ کالج یا اس کے میدان میں جلسہ ہو۔ مسٹر عبد المجید صاحب بیرسٹر مجلس کے آنریری سکرٹری قرار پائے

—— امرت سر ۳۰ راکتوبر۔ بارہ سال کے ایک لڑکے نے سادھو ہونا اختیار کر لیا ہے۔ کل دو سادھوؤں میں اس لڑکے کے متعلق شدید جنگ ہوگئی۔ پولیس بھی موقع پر پہنچ گئی۔ اور اس لڑکے کو گرفتار کر کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کردیا عدالت نے یہ حکم دے دیا۔ کہ لڑکے کو ضلع انبالہ میں اپنے والدین کے پاس بھیجدیا جائے۔

—— لکھنؤ ۳۰ راکتوبر۔ شہزادہ بخت بہادر سراج الدین نے جو شاہان مغلیہ کی یادگار ہیں۔ وائسرائے اور سر تیج بہادر سپرو کو ایک میموریل بھیجا ہے۔ اس میموریل میں بتایا گیا ہے۔ کہ شاہان دہلی کے اہل خاندان بڑی تکلیف اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ ملک کے آئندہ دستور اساسی میں ان کے مفاد کی کافی طور پر محافظت ہونی چاہیئے۔

—— بمبئی ۲۹ راکتوبر۔ ہفتہ مختتمہ ۲۵ راکتوبر تک بمبئی سے ۱۲۹۶۵۰۱۳ روپے کا سونا غیر ممالک کو گیا ہے۔ جہاز "راولپنڈی" جو آج سہ پہر کو انگلستان روانہ ہوا ہے۔ ۶۹۰۵۲۵۵ روپے کا سونا لے گیا ہے اور جہاز "برطانیہ" جو پنجشنبہ کو روانہ ہوا تھا۔ ۴۰۵۰۰۹۹ روپے کا سونا لے گیا تھا۔ برطانیہ کے معیار طلا معطل ہونے کے لیے اب تک بمبئی سے کل ۴۶۳۰۲۴۰۹۰ روپے کا سونا غیر ممالک کو بھیجا گیا ہے

—— دہلی ۳۱ راکتوبر۔ مولانا عبد الماجد دیوبندی اور مولانا حسرت موہانی نے الہ آباد جاتے ہوئے دہلی میں قیام کیا تھا۔ وہ آج صبح الہ آباد کو روانہ ہوگئے ہیں۔

—— بمبئی ۲۹ راکتوبر۔ سر شادی لال چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ اور سر محمد سلیمان فوجی مصارف کے ٹریبونل کے ارکان آج جہاز "راولپنڈی" میں انگلستان روانہ ہوگئے ہیں۔

—— بمبئی ۲۹ راکتوبر۔ کل کراڈ ساوین سٹروی مسز جے پٹیل سابق صدر اسمبلی اور سردار ولبھ بھائی پٹیل سابق صدر کانگریس کی ماتا سرگباش ہوگئیں۔ آپ کی عمر نوے برس کے قریب تھی۔

—— لندن ۲۹ راکتوبر۔ جمعہ مورخہ ۱۱ رنومبر کو صلح کا یوم منانے کی تقریبات کے سلسلہ میں تیاریاں مکمل ہوگئی ہیں۔ اور تقریبات کی تفصیلات مملکت کے تمام حصوں میں بھیجدی گئی ہیں۔ موجودہ انتظامات کے مطابق ملک معظم وائٹ ہال کی مرکزی تقریب میں حصہ لیں گے۔ دن کے گیارہ بجے دو منٹ کے لئے خاموشی اختیار کی جائے گی۔ اور پانی اور ریل کی تمام سرگرمیاں دو منٹ کے لئے بند کی جائیں گی۔ تمام تقریبات کا خاتمہ ایک مختصر دعا پر ہوگا۔

کامران

نوجوانوں کیلئے مشعلِ ہدایت اور خضرِ راہ

قوموں کا مستقبل نوجوانوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ یہ قوم کی امیدیں اور اس کی ترقی و عزت کے ضامن ہوتے ہیں۔ کوئی ملک یا قوم نوجوانوں کی قابلِ اطمینان تربیت کے بغیر اپنے مستقبل کو محفوظ اور شاندار نہیں بنا سکتی۔ یہ قدرت کا اٹل قانون ہے جس کی تصدیق تواریخ عالم کے صفحات اور حالات حاضرہ واضح طور پر کر رہے ہیں ہمارے نوجوان ایسے نہیں ہیں۔ جیسا کہ انہیں ہونا چاہیئے۔ قوم ان کی صحیح تربیت سے غافل ہے۔ اس لئے ہمارا مستقبل بھی خطرے میں ہے۔ یہ ہماری بہت بڑی کمزوری ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ایسا لٹریچر موجود نہیں۔ جو نوجوانوں کی صحیح راہنمائی کر سکے۔ لیکن مقام مسرت ہے۔ کہ اس کمی کو ایک نئی شائع شدہ کتاب نے کافی حد تک پورا کر دیا ہے۔ اس کتاب کا نام

کامران

ہے۔ یہ ایک بلند پایہ انگریزی تصنیف کا اُردو ترجمہ ہے۔ جسے **جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی۔اے۔ ایل۔ایل بی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ** نے لکھا ہے۔ یہ کتاب فاضل مترجم کے کئی سالہ مطالعہ و محنت کا مفید و قیمتی ثمر ہے۔

کامران میں وہ تمام باتیں موجود ہیں۔ جن کا معلوم ہونا ایک نوجوان کے لئے ضروری ہے۔

کامران کے مطالعہ سے نوجوانوں میں اپنے فرائض کا احساس اور ترقی کی امنگ پیدا ہو جائیگی۔ وہ اپنے دل و دماغ کی مخفی طاقتوں سے واقف ہو جائینگے

کامران نوجوانوں میں عزم راسخ۔ استقلال۔ طلب صادق۔ خودداری۔ شجاعت۔ خود اعتمادی کے جذبات پیدا کر دے گی۔

کامران نوجوانوں کو ایک قابل فخر کیرکٹر کا مالک بنا دیگی۔ اور اسکو پڑھنے سے وہ ان تمام وسائل سے واقف ہو جائینگے۔ جن کی ایک ترقی کی خواہش رکھنے والے نوجوان کو حصول مقصد کے لئے لازمی طور پر ضرورت ہوتی ہے۔

کامران کا مطالعہ نوجوانوں کے دلوں سے مایوسی و غفلت کے تمام پردے دُور کر کے ان کو ایک نئی زندگی اور امنگ بخشتا ہے۔ اسکے پڑھنے سے پست ہمت۔ کاہل اور مایوس نوجوان کارزارِ حیات کے دلیر اور کامیاب سپاہی بن جاتے ہیں۔

کامران کو غور سے پڑھنے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنیوالے کبھی ناکام نہیں رہ سکتے۔

غرضیکہ نوجوانوں کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ اپنے بچوں کو فضول ناولیں اور رسالے پڑھنے سے روکئے۔ اور **کامران** مطالعہ کیلئے دیجئے۔ ان کی زندگی میں یقیناً ایک خوشگوار اور امید افزا انقلاب آ جائیگا۔ کتاب خشک نہیں بلکہ نہایت دلچسپ ہے۔ اسلوب بیان بیحد دلکش۔ فاضل مترجم نے عبارت کے زور اور زبان کی شگفتگی و سلاست کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ کتاب کی لکھائی چھپائی نہایت صاف اور خوبصورت ہے۔ کاغذ عمدہ سفید لگایا گیا ہے۔ ٹائٹل بھی مضبوط اور دیدہ زیب ہے۔ سائز ۲۲×۱۸/۸ ضخامت ۲۰۰ صفحات علاوہ ٹائٹل۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ؍) علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔

دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۲۰ | لاہور - یوم دوشنبہ مطبوعہ ۸ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۶

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

آج کل کے مولوی

از مولانا محمد اسمٰعیل صاحب

نہ شاعروں ہی پہ تنہا پڑے ہیں یہ پتھر
کہ عالموں کا بھی اس دور میں یہی ہے شعار

وہیں ہیں آج جہاں تھے یہ دس صدی پہلے
گیا ہے قافلہ دور اب ٹٹولتے ہیں غبار

وہیں ہیں یاد پرانے اصول یونانی
جنہیں علوم جدیدہ نے کر دیا بیکار

وہی قدیم زمانہ کا فلسفہ سڑیل
ہو جیسے کہنہ کھنڈر کی ڈھئی ہوئی دیوار

ہنوز فخر و مباہات اس پہ کرتے ہیں
وہ جنکے سر پہ فضیلت کی ہے بندھی دستار

ہے درس میں وہی ترتیب مادہ اب تک
کہ پہلے خاک ہے پھر آب پھر ہوا پھر نار

اگرچہ ہوگئے تحلیل خاک باد اور آب
مگر ہیں علم میں ان کے وہی عناصر چار

ہے آسمان طواف زمین میں مصروف
ہے آفتاب ابھی چرخ چار میں پہ سوار

وہی ہے ڈھانچ پرانا نظام ہیئت کا
جڑے ہوئے ہیں فلک میں ثوابت و سیار

وہی ہے مسئلہ خرق و التیام ہنوز
کہ جس کا اب نہ کوئی مدعی نہ جانب دار

وہی حساب ہے لکھا ہے جو خلاصے میں
گھٹے بڑھے گا نہ اک صفر تا بروز شمار

جو کہہ گئے ہیں فلاطون اور بطلیموس
اسی کی بحث ہے اب تک اسی کی ہے تکرار

جو شرح چغمنی و میبذی میں لکھا ہے
زروئے کشف کھلے تھے وہ غیب کے اسرار

جو شمس بازغہ میں آچکا وہ ہے الہام
کہ ہے مسائل حکمیہ کا اسی پہ مدار

بھرا ہوا انہی کج بحثیوں سے ہے منطق
کہ ایک کو جو کہیں دو تو پھر ہو انکار

ہوا دلائل وہمیہ سے جو کچھ ثابت
تو پھر مشاہدہ بے سود تجربہ بیکار

دماغ خشک میں انکے جو کچھ سمایا ہے
اسی کی تیج ہے وہی ڈینگ اور وہی اصرار

بسی ہوئی ہے ابھی تک وہی پرانی بو
کچھ ایسی پی ہے کہ گھٹتا نہیں ہے جس کا خمار

ہے جن علوم سے انساں کی زندگی سرسبز
ہیں جن فنون سے اہل زمانہ بر سر کار

یہ انکے نام پہ کہتے ہیں ذت اور عین
یہ ان پہ کرتے ہیں لاحول اور استغفار

یہ نعمتوں سے خدا کی ہوئے ہیں سخت نفور
یہ خوبیوں سے تمدن کی ہیں بہت بیزار

یہ ڈھونڈتے ہیں وہی لیک اور وہی چھکڑا
اگرچہ ریل کی سیٹی نے کر دیا بے کار

کیا ہے گردش گیتی نے جس کو ملیا میٹ
سمجھ رہے ہیں اسے یہ بزرگوار حصار

ختم نبوت پر ایک جدید قسم کی بحث

(از شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی)

دہلی سے ایک محمودی صاحب نے مذکورہ عنوان کا ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے جس کی بابت مصنف صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

اس طریقہ کو نہ علمار متقدمین نے اختیار کیا ہے۔ اور نہ علمار متاخرین نے اور نہ زمانہ حاضرہ کے علمار نے (ص ۱)

البتہ میاں کو بھی غالباً یہ طرز استدلال نہ سوجھا ہوگا۔ ورنہ وہ حضرت مسیح موعود یا میاں محمود صاحب کو تو ضرور ہی سمجھا دیتا۔ آپ نے اس ٹریکٹ میں جس کا نام "ختم نبوت پر ایک جدید قسم کی بحث" رکھا ہے۔ برعکس منشار نام اجرائے نبوت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور الفاظ طبع آخر، ختم، تمام وغیرہ پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ چونکہ ہماری اور محمودیوں کی ساری بحث فقرہ خاتم النبیین پر ہے جس کے معنی کل دنیا کے نبیوں کا آخر اور محمودی حضرات نبیوں کو جاری کرنیوالا لیتے ہیں۔ لہذا میں بھی آپ کے ٹریکٹ میں سے لفظ ختم کی بحث کو ہی لیتا ہوں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

ختم کی متعدد قسمیں ہیں مثلاً ایک شخص کہتا ہے۔ کہ گلاس میں پانی ختم ہو گیا (یہ دہلی کا محاورہ ہوگا۔ ناقل) تو کیا کوئی شخص اس پانی کے ختم کے یہ معنی کر سکتا ہے کہ تمام دنیا سے ہی پانی ختم ہو گیا۔ اور اب کبھی پانی پیدا نہیں ہو سکتا (ص ۲)

الجواب:۔ چونکہ کہنے والے اور سننے والے کو یہ علم ہے کہ گلاس کے علاوہ کل دنیا میں بکثرت پانی موجود ہے۔ اس لئے وہ قرائن کے ماتحت اس جملہ کا یہی مطلب لیں گے۔ کہ صرف گلاس کا پانی ختم ہو گیا۔ کل دنیا میں پانی موجود ہونے سے گلاس کا ختم شدہ پانی واپس نہیں ہو سکتا لیکن اگر کل دنیا میں صرف ایک ہی گلاس کا پانی ہو۔ اور وہ ختم ہو جاوے تو یقیناً یہی سمجھا جاویگا۔ کہ کل دنیا کا پانی ختم ہو گیا۔ اس وقت دنیا بمنزلہ گلاس کے ہے۔ اور اس میں نبوت محمدیہ بمنزلہ پانی کے ہے۔ جب تک نبوت محمدیہ کا پانی ختم ہو کر گلاس خالی نہ ہو جاوے۔ تب تک دوسرا پانی بھرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ہے۔ تو پہلے اس گلاس کو خالی تو کیجئے۔ تاکہ دوسرے پانی کیلئے گنجائش نکل سکے۔

ایک شخص کہتا ہے۔ کہ کتاب تمام (ختم) ہو گئی۔ تو کیا کوئی اس کے یہ معنی کر سکتا ہے۔ کہ اب اس کا دوسرا حصہ نہیں لکھا جا سکتا۔ یا اس موضوع پر کوئی اور شخص کتاب تصنیف نہیں کر سکتا۔

الجواب:۔ کتاب ختم ہو گئی کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس کتاب کے اندر اب مزید کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ اور حصے خواہ کتنے لکھے جائیں پہلی کی ختمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اگر وہ کتاب ہر پہلو سے مجوزہ موضوع پر مکمل ہو۔ تو دوسرا حصہ یا اس موضوع پر اور کتاب لکھنا قطعاً بے معنی ہے۔ اگر کوئی ڈھٹائی سے ایسی نامعقول حرکت کا ارادہ کریگا۔ تو لن تفعلوا کی سچی پیشگوئی کے ماتحت ہرگز کامیاب نہ ہوگا۔ بلکہ نبوت محمدی کی توہین کا مجرم قرار دیا جا کر وقودھا الناس والحجارۃ کے گھر پہنچا دیا جائیگا۔

ایک شخص کہتا ہے۔ کہ اس بوتل پر مہر لگا دی۔ اب اس میں گنجائش ختم ہو گئی۔ اور کچھ اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا اس کے یہ معنے کئے جا سکتے ہیں۔ کہ اب یہ مہر بھی کھل نہیں سکتی۔ اور اب دوبارہ اس میں شراب یا شربت یا عرق نہیں بھرا جا سکتا۔ (ص ۳)

الجواب:۔ بھرا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ پہلی مہر کو توڑ کر شربت کو نکال کر بوتل کو خالی کر دیا جاوے۔ اگر آپ کے خیال میں سنار روپہلی بوتل سے نبوت محمدیہ کا شربت ختم ہو چکا ہے۔ اور اب دنیا نبوت سے خالی ہو چکی ہے۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ دوسرا شربت لائیے۔ ہم پینے کو طیار ہیں۔ لیکن اگر آپ کے نزدیک بھی قیامت تک شربت نبوت محمدیہ سے یہ بوتل خالی نہیں ہو سکتی۔ تو پھر دوسرے شربت کو اس پر انڈھیل کر محض وقت ضائع ہی کرنا ہے۔

ایک شخص کہتا ہے۔ کہ ابوالکلام آزاد کی تقریر ختم ہو گئی۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ اب وہ کبھی تقریر نہیں کر سکتے۔ (ص ۲)

الجواب:۔ جو تقریر ختم ہو چکی۔ وہ ہو چکی۔ اب دوسری تقریر کرنے سے پہلی کی ختمیت پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ اور اگر پہلی تقریر اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر پہلو سے مکمل ہو۔ تو یقیناً کسی غیر کو تو کیا خود آزاد صاحب کو بھی اس موضوع پر مزید تقریر کرنے کی ضرورت نہ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہوتی۔ لیکن جس دینی تعریف کو وہ ہر پہلو سے مکمل کر چکا۔ اب اس کا دہرانا تحصیل حاصل ہے۔

اس کے آگے ص ۵ پر مصنف صاحب نے قرآن مجید کی چھ آیات پیش کی ہیں جن میں لفظ ختم یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں۔ اور بزعم خود یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ گویا قرآن مجید میں لفظ ختم اجرا کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔ گو ان سب آیات میں لفظ ختم مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تاہم ان آیات میں بھی اس ختم سے ایسی بندش مراد ہے۔ جس کے بعد کھلنا ناممکن ہے۔ مثلاً:۔

(۱) ان الذین کفروا سواء علیہم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ختم اللہ علی قلوبھم

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے کفر کیا۔ حتیٰ کہ تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا ان پر مساوی ہوا۔ وہ ہرگز ایمان نہ لاویں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ فرمائیے۔ یہاں ختم کا لفظ بندش کے معنی دیتا ہے۔ یا کہ اجرار کے بلکہ لا یؤمنون کے الٰہی فرمان نے اس بات پر مہر کر دی۔ کہ ان کے دلوں کی مہر کبھی نہ ٹوٹیگی۔

(۲) أرأیتم ان اخذ اللہ سمعکم وابصارکم وختم علی قلوبکم من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بہ

ترجمہ:۔ اگر اللہ تمہارے سمع و بصر کی قوت زائل کر دے۔ اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے۔ پھر کوئی اور معبود اللہ کے سوا ہے جو تمہاری ان قوتوں کو جاری کر سکے؟

یہاں کسی واقعہ کا بیان نہیں۔ بطور شرط فرمایا۔ کہ اگر ہم قوائے انسانی پر بندش لگا دیں۔ تو پھر ان کا اجرار ناممکن ہے۔ یہاں بھی لفظ ختم انقطاع کے معنوں میں استعمال ہوا ہے

(۳) افرءیت من اتخذ الٰہہ ھواہ واضلہ اللہ علیٰ علم وختم علیٰ سمعہ وقلبہ وجعل علیٰ بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون

ترجمہ:۔ اگر کوئی شخص اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہونے کی حیثیت سے یہ فتویٰ لگا دے۔ کہ یہ ہمیشہ گمراہ رہیگا۔ اور اس کے سمع و قلب پر مہر لگا دے۔ اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالدے۔ تو کیا خدا کے بعد کوئی ہے۔ جو اس کو ہدایت دے سکے (یعنی اس کی قوتوں کو جاری کر سکے۔ پھر تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے

یہاں بھی آیت ۱-۲ کی طرح مختوم بشر کے لئے انقطاع ہدایت کے لئے ہے۔ نہ کہ اجرار کے معنے میں۔

(۴) فان یشاء اللہ یختم علیٰ قلبک

ترجمہ:۔ پس اگر چاہے۔ اللہ مہر لگا دے۔ تیرے دل پر۔ یہاں بھی کسی واقعہ کا ذکر نہیں۔ بلکہ ختم بطور شرط ہے۔ جس کی جزا مذکورہ آیات میں مذکور ہے۔

(۵) یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک

ترجمہ:۔ پلائے جاویں گے۔ شراب مہر شدہ۔ مہر اس کی مشک ہوگی۔

یہاں بھی لفظ ختم بندش کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ وہ مہر ہی اس امر کی تصدیق ہے۔ کہ اس شراب میں ملاوٹ نہیں ہوئی یہی معنے ختم نبوت کے ہیں۔ کہ نبوت محمدیہ نبوت غیر کی آمیزش سے پاک ہے۔

(۶) الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم

ترجمہ:۔ اس وقت ان کے مونہوں پر مہر لگا دیجائیگی (اور بجائے مونہہ کے) ان کے ہاتھ کلام کریں گے۔ اس جگہ مصنف صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دوسری آیات سے ثابت ہے۔ کہ جب مجرموں سے پوچھا جاویگا۔ کہ الم یاتکم رسل منکم تو وہ جواب دیں گے۔ بلیٰ جس سے ثابت ہوا۔ کہ مونہوں کی مہر ٹوٹ جاویگی۔ اور وہ بولنے لگیں گے

اول تو یہاں الیوم میں آل تخصیص کا ہے جس سے کوئی خاص

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم دوشنبہ ۷ رجب المرجب ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۶۶

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

ہم اور ہمارے علماء

ہمارا ایمانی فرض ہے کہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اپنے ۔۔۔ پاک پیغمبر فداہ روحی کے متعلق وہ باتیں بیان کریں اور لکھیں جو کہ پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہوں۔ اور محک و تحقیق پر کسی جا چکی ہوں۔ روائت و درائت کے معیار پر بالکل پوری اتری ہوں۔ نہ یہ کہ اناپ شناپ جو کچھ دل میں آئے بیان کرتے اور لکھتے چلے جائیں۔ اس معاملے میں غیر محتاط ہونا نہایت ہی برا کام ہے۔

بعض علماء کی عادت ہے کہ تقریر کرنے کے وقت اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ صحیح باتیں ہی بیان کریں۔ ان کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ سامعین ان کا بیان سن کر متاثر ہوں۔ عالم کیف میں آ کر جھومیں۔ گلی گلی کوچے کوچے ان کے بیان کی تعریفیں ہوں۔ نت نئے سورج وعظ و تقریر کے لئے دعوتوں پر دعوتیں آئیں۔ گھر گھر شہرہ ہو اس لئے انہیں بلا رعائت صحت ایسی ہی باتیں بیان کرنی پڑتی ہیں۔ جو حد سے زیادہ دل ہلا دینے والی اور موثر ہوں۔ یہی حال بعض مصنفین کا بھی ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں صحت کا التزام نہیں رکھتے بلکہ شاعرانہ تخیل کو واقعات کا رنگ دیکر اچھا خاصہ افسانہ بنا دیتے ہیں۔ اگر اس قسم کی تصنیف صرف خیالی ہو تو چنداں قابل اعتراض نہیں۔ مگر جب وہ تصنیف سیرت و تاریخ کے فن میں ہو اور اس کا یہ حال ہو۔ کہ بے اصل اور بے سر و پا واقعات سے فسانہ عجائب بن گئی ہو۔ تو یہ امر نہ صرف مذموم ہی معدوم ہوتا ہے بلکہ اس سے اکثر لوگوں کے ... پر بھی برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

اس قسم کے واعظ اور مصنف قوم کے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔ نہ ان کی تقریروں سے کوئی معتدبہ نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ تحریروں سے۔ اس قسم کے لوگ قوم کے جسم کیلئے پھوڑے کا حکم رکھتے ہیں۔ جس سے سارے کا سارا ہی جسم گندہ ہوا چلا جاتا ہے یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ آج کل کے علماء زیادہ تر اسی قسم میں داخل ہیں۔ انہیں اپنی تقریروں اور تحریروں میں صرف لوگوں کا متاثر کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔ صحت کی بالکل پرواہ نہیں ہوتی۔ تقریر و تحریر کے میدان میں اشہب خیال کو جدھر منہ اٹھے دوڑاتے چلے جاتے ہیں۔

ہم مولانا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی بہت عزت کرتے ہیں۔ عالم ہیں، فاضل ہیں، صاحب تصنیف ہیں، واعظ بھی ہیں، مقرر بھی ہیں، پیر بھی ہیں، مرید بھی کرتے ہیں، غرض سب کچھ ہیں مگر صحت و تحقیق کے لحاظ سے دیکھا جاتا ہے تو کچھ بھی نہیں آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ تفسیر بھی لکھی ہے مگر اس میں بھی شاعرانہ جدت آفرینی کو نہیں چھوڑا۔ نقش سلیمانی بنا دیا ہے۔ آپ کی ترجمہ کردہ حمائل موجود ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ اس میں حب اور بغض کے تعویذ موجود ہیں۔ بعض سورتوں کے متعلق یہ بتلایا گیا ہے کہ اس سے احتلام رک جاتا ہے۔ بعض کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اس سورت کے نقش سے بیوی کے دل میں خاوند کی اور خاوند کے دل میں بیوی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی سورت سے زبان بندی کا تعویذ پیدا کیا ہے تو کسی سے کشائش رزق کا۔ کسی سے دشمن مغلوب ہوتا ہے تو کسی سے دولت غالب۔ غرض سارے کا سارا قرآن تعویذات کا مجموعہ بن کر نقش سلیمانی ہو گیا ہے ممکن ہے مولانا کے روحانی تجربے نے بعض سورتوں میں ایسے اثر دکھلا دیئے ہوں مگر قابل غور یہ امر ہے کہ اس طریق سے عام لوگ قرآن مجید کو مختلف اغراض و مقاصد کے لئے نقشوں اور تعویذوں کی کتاب سمجھ کر گلے میں ڈالیں گے۔ یا اسے ربانی دستور العمل قرار دے کر اسے پڑھیں گے۔ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مولانا کی اس طرز کا نتیجہ یہ کہ آہستہ آہستہ عمل بالقرآن کا جذبہ ہی فنا ہو جاوے گا۔

اسی طرح مولانا نے اپنی کتاب بہشتی زیور میں جو کہ خاص کر مستورات ہی کے لئے لکھی ہے تحریر فرمایا ہے۔

> "میاں پردیس میں ہے مدت ہو گئی۔ برسیں گذر گئیں گھر نہیں آیا۔ اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا۔ تب بھی وہ حرامی نہیں۔ اسی کا شوہر ہے (بہشتی زیور صفحہ ۴۴)

اب سوال یہ ہے کہ مولانا کا یہ فتویٰ کس دلیل پر مبنی ہے۔ کیا اس سے امت مسلمہ میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ کیا اس سے عورتوں کو بدکاری کی ترغیب نہیں ہوتی۔ اس قسم کی باتیں لکھ کر اور اسی طرح کے فتوے دیکر جن کی کوئی اصل ہی نہ ہو گری ہوئی قوم کو اور بھی تباہی کے گڑھے میں لے جانا کہاں کی مولویت ہے۔ مولانا کی تحریروں میں اس قسم کی سینکڑوں باتیں موجود ہیں۔ کس کس کو گنائیں۔ مگر سب سے بڑی بات جس پر قلم اٹھانے کی ہمیں آج ضرورت محسوس ہوئی وہ یہ ہے۔ کہ مولانا نے ممدوح نے اپنی کتاب نشر الطیب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک ایسی بات لکھی ہے جس کی کوئی اصل ہی نہیں صرف مولانا کے اپنے خیال ہی کی پرواز ہے اور بس۔ مولانا لکھتے ہیں:۔

> عام لوگوں کا آپ پر اس طور پر عاشق نہ ہونا۔ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بہ سبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ کا جمال جیسا تھا۔ غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا گیا۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۵۱)

کوئی مولانا سے پوچھے۔ آپ کو کس نے بتلایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال صرف حضرت یعقوب علیہ السلام اور زلیخا پر ہی ظاہر ہوا تھا اور کسی پر نہیں۔ کیا اس کے متعلق کوئی صحیح روائت موجود ہے۔ اور کیا اس کا سلسلہ سند متصل ہے۔ راوی سب کے سب ثقہ ہیں۔ ہم بفرض محال تسلیم کر لیتے ہیں کہ روایت بھی موجود ہے۔ سلسلہ سند بھی متصل ہے۔ راوی بھی ثقہ ہیں۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ روائت یا تو حضرت یوسف سے چلی۔ یا حضرت یعقوب سے یا بی بی زلیخا سے۔ حضرت یوسف سے چلی تو انہیں کیونکر معلوم ہوا کہ ہمارا جمال با کمال حضرت یعقوب و زلیخا کے سوا کسی اور پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ جس علم پر اس کی بنیاد ہو۔ وہ کہاں، کہیں مولانا نے اس کا پتہ دیا۔ اگر یہ روائت حضرت یعقوب سے چلی ہو۔ تو انہیں کیونکر پتہ چلا کہ ہمارے اور زلیخا کے سوا دوسرا اس جمال کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ خیال کس علم پر مبنی ہے۔ کہیں مولانا نے اس کا بھی حوالہ دیا۔ ایسا ہی زلیخا کے متعلق سمجھ لو۔ ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہے۔ کوئی روایت نہیں۔ کوئی اس کا سلسلہ سند نہیں۔ بفرض محال کچھ ہو بھی۔ تو جس علم پر یہ خیال مبنی ہے اس کا پتہ نہیں۔ پھر اس کو کیونکر صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ کیا اس بات کی مولانا کے جدت آفرین دماغ کے سوا کوئی اصل ہے اگر نہیں تو سوال یہ ہے کہ مولانا نے ایک پاک پیغمبر کے متعلق یہ خیال کیوں وضع فرمایا۔ اور کیوں ایک بے اصل بات لکھ کر لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کیا۔ علاوہ ازیں یہ خیال کہاں سے آیا اور اس کی کیا اصل ہے کہ عام لوگوں کا آپ پر اس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بہ سبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔

کیا حضرت مولانا سے کسی نے پوچھا تھا کہ لوگ حضور پر کیوں عاشق نہیں ہوئے جس کا جواب دینے کے لئے اتنی زحمت اٹھانی پڑی۔ اور یہ کس آئت یا حدیث کا ترجمہ ہے کہ غیرت الٰہی نے آپ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ افسوس اپنے خیالات بے اصل کی رو میں بہتے ہوئے مولانا نے حضور پر نور کے متعلق ایک ایسی نا ملائم بات لکھ دی کہ جس پر تہذیب ... اب بھی اگر

اگر کہہ دو تو کچھ بے جا نہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس کے قابل یہ امر ہے کہ یہی مولوی صاحب آنحضور کے متعلق گستاخانہ رنگ میں یوں بھی لکھتے ہیں

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے ...... اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں۔ تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے

(حفظ الایمان صفحہ ۶)

ناظرین کرام۔ دیکھا آپ نے مولانا تھانوی کا کمال۔ کہ ایک طرف تو از خود دفع دخل مقدر کے طور پر کہہ رہے ہیں۔ کہ حضور پر لوگوں کا عاشق نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ غیرت الٰہی نے آپ کا جمال با کمال غیروں پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ کہاں یہ بات کہ خدا عاشق ہے۔ غیروں پر آپ کا جمال بہ تقاضائے غیرت ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ اور کہاں یہ خرافات کہ حضور کا علم ایسا ہے جیسا زید عمر و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کجا یہ و مرکب کجا تا ختم

اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ تھانوی صاحب کا یہ ناپاک بیان صریحی طور پر حضور اور حضور کے علم وسیع کی توہین اور سخت توہین ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ علمک ما لم تکن تعلم۔

افسوس کا مقام ہے۔ مولوی لوگوں کی اس قسم کی ناپاک اور بے اصل تحریرات نے عالم اسلام میں ایک قسم کا طوفان محشر بپا کر رکھا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہوش سے کام لیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اس قسم کی نامعقول باتوں سے بیزاری کا اظہار کریں۔ اور مولوی پرستی کا جو بت بنا رکھا ہے اس کو توڑ دیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو مے گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

علیہ السلام

ہمارے ایک دوست کو شکایت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے نام کے ساتھ علیہ السلام کیوں لکھا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ کیوں نہیں لکھا جاتا۔ جسے علیہ السلام کہا جاتا ہے وہ نبی ہوتا ہے اور علیہ السلام انبیاء کے لئے ہی مخصوص ہے۔ ہم بجواب عرض کرتے ہیں کہ علیہ السلام انبیاء ہی کیلئے مخصوص نہیں ہے۔ اور نہ جسے علیہ السلام کہا جائے اس کا نبی ہونا لازم ہے۔ آپ بھی تو کسی دوسرے بھائی سے ملتے وقت السلام علیکم کہتے ہیں۔ اور نمازوں میں بھی التحیات پڑھتے ہوئے السلام علینا کہتے ہیں۔ سلام پھیرتے ہوئے بھی السلام علیکم ہی زبان پر لاتے ہیں۔ السلام علیکم اور علیہ السلام میں صرف ضمیر غائب و حاضر کا فرق ہے اور بس۔ اگر علیہ السلام نبی ہی کے لئے مخصوص ہوتا تو پھر السلام علیکم بھی نبی کے سوا کسی دوسرے کے لئے جائز نہ ہوتا۔ علیہ السلام کے معنی ہیں اس پر سلام ہو اور علیکم السلام کے معنی تم پر سلام ہو۔ غیبت و حضور کے سوا ان میں کیا فرق ہے۔ معلوم نہیں ہمارے دوست نے یہ بات کہاں سے اخذ کر لی کہ علیہ السلام نبی ہی کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ ہمارے دوست تو علیہ السلام کا جھگڑا لئے بیٹھے ہیں۔ مگر قرآن مجید تو صلوٰۃ بھیجنے کو بھی انبیاء ہی کے لئے مخصوص نہیں کرتا۔ ایک جگہ یوں فرماتا ہے کہ

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے نبی صلعم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ۔

اللہ وہ ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ اور اس کے فرشتے بھی تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

ابو داؤد و باب دعا المصدق لاھل الصدقۃ میں ہے۔ عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ قال کان ابی من اصحاب الشجرۃ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقتھم قال اللھم صل علی آل فلان قال فاتاہ ابی بصدقتہ فقال اللھم صل علی آل ابی اوفیٰ۔

عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے والد اصحاب الشجرہ میں سے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کے پاس کوئی قوم صدقہ لے کر آتی تو آپ فرماتے اللھم صل علی آل فلان عبد اللہ بن ابی اوفیٰ۔ فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد آپ کے پاس صدقہ لائے تو آپ نے فرمایا۔ اللھم صل علی آل ابی اوفیٰ۔ اے اللہ آل ابی اوفیٰ پر صلوٰۃ بھیج ؏

آنحضرت صلعم پر سحر

پیغام صلح مورخہ ۳ر نومبر ۱۹۳۲ء کے نمبرہ مراسلات میں ایک مضمون اخبار زمیندار و حضرت نبی کریم کی توہین" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون کسی برگشتہ دماغ حکیم کے مجنونانہ خیالات کی تردید میں نہایت تدقیق و تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ چونکہ مجنوں میاں نے اپنی ساری تڑک کی بنیاد بخاری کی ایک حدیث پر رکھی ہے۔ اس لئے فاضل اور محقق مجیب نے بھی اپنے محققانہ جواب میں اس حدیث کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ مگر ان گل تراشیوں کو جو مولویوں نے اس حدیث پر کی ہیں۔ زیر بحث نہیں لاتے۔ اس لئے ہماری رائے میں مضمون مذکور زرا تشنہ تفصیل ہے۔

بخاری نے تو اتنا ہی لکھا ہے۔ انہ یخیل الیہ انہ فعل الشئی وما فعلہ۔ کہ اثر سحر سے معاذ اللہ رسول پاک کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ ایک کام کر لینے کے باوجود یہ خیال کرتے تھے کہ ہم نے نہیں کیا۔ مگر شیخ عبد الحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں۔

وبہ نقل ثابت شدہ است۔ کہ یہود سحر کردند آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم و تاثیر آں در ذات جلیل وے صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر شدہ از عروض نسیان و تخییل وضعف قوت جماع و امثال آں

(مدارج النبوۃ جلد اول ذکر سحر صفحہ ۲۷۵)

یہی بزرگ شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں:۔

مدت لقائے ایں عارضہ بقولے چہل روز و در روایتے شش ماہ و در روایتے یک سال بود

(شرح سفر السعادت شیخ عبد الحق بحوالہ تہذیب الاخلاق جلد سوم صفحہ ۱۳۱)

بخاری نے تو اتنا ہی کہہ کر رہ گئے۔ کہ اثر سحر سے آپ کو ناکردہ کام کردہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر محدث دہلوی نے اس پر اتنا حاشیہ اور چڑھا دیا۔ کہ یہودیوں نے آپ پر جادو کیا۔ اور اس کا اثر آپ کی ذات والا میں اس طرح ظاہر ہوا۔ کہ آپ کو نسیان عارض ہو گیا۔ اور قوت جماع وغیرہ میں ضعف آ گیا۔

اس پر بھی صبر نہ آیا۔ تو دوسری کتاب میں یوں گلفشانی کر دی کہ ایک قول کے موجب یہ عارضہ چالیس دن تک رہا۔ اور ایک روایت کے بموجب چھ ماہ تک اور ایک روایت کے رو سے ایک سال تک ؏

اگر کم از کم یہی مان لیا جاوے۔ کہ نسیان کا عارضہ چالیس دن تک رہا۔ تو ان دنوں میں جس قدر آیات قرآنی کا نزول ہوا ہو گا اور جس قدر احکام صادر فرمائے گئے ہوں گے۔ اور جو جو تعلیمات امت کو دی ہوں گی۔ ان میں نسیان کے پہلو کا احتمال غالب ہو گا۔ تب اس احتمال سے وہ ایمان حاصل ہو سکتا ہے جس پر یقینیات کی بنیاد قائم ہو۔

معلوم نہیں۔ ہمارے علماء کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ یہ اور اسی قسم کی اور لایعنی باتوں کو زیر بحث لا کر دامن اسلام کو کیوں داغدار بنا رہے ہیں۔ وہ یاد رکھیں۔ بخاری کو نسیان ہو سکتا ہے۔ عبد الحق کو ہو سکتا ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کی ذات والا ان باتوں سے بالکل پاک ہے۔

وقت ہے۔ کہ ہمارے علماء اس قسم کی بیہودہ باتوں کی جن سے صریحاً انبیائے کرام کی توہین ہوتی ہے۔ لایعنی تائید کرنے کی بجائے ان کی تردید پر آمادہ ہو جائیں۔ اور برملا کہیں۔ کہ کسی امام مجتہد اور عالم فاضل کا کوئی قول جو قرآن مجید کے صریحاً برخلاف ہو۔ قابل تسلیم نہیں۔

اور کچھ نہیں۔ تو آریوں ہی سے سبق لیں۔ کہ وہ بھی وید کے مخالف اقوال کو خواہ کسی کے ہی کیوں نہ ہوں۔ ردی کی ٹوکری میں پھینکتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر ہمارے مولوی ہیں، اس قسم کے۔ کہ اناپ شناپ اقوال کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔ انہیں کیا رسول بدنام ہو۔ تو ہو۔ مگر اپنے کسی بزرگ پر حرف نہ آنے پائے۔ آہ!

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں۔

آریہ گزٹ کی باسی کڑھی میں ابال

مولوی محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام تھا "موازنہ احکام وید و قرآن در بارہ قتل انسان"۔ تحریک ارتداد کے عالم شباب کے دنوں میں احمدیہ انجمن اشاعت لاہور نے اسے چھپوایا۔ اور مفت تقسیم کیا۔ رسالے کو لکھے۔ چھپے تقسیم ہوئے کئی سال گذر گئے۔ اخباروں نے اس کے متعلق اچھے اچھے ریویو لکھے رسالے کے مندرجہ دلائل کی مضبوطی کہو۔ یا تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ویدک تعلیمات کے بھید کھل جانے کا ڈر اس وقت کسی نے لب نہیں ہلایا۔ آریہ بھی چپ رہے۔ اور ان کے اخبار بھی۔ ایک گہری نیند تھی۔ جو آریوں اور ان کے اخبار نویسوں کو آئی رہی مگر کئی سال متواتر خاموشی کی گہری نیند سو رہنے کے بعد اب آریہ گزٹ نے آنکھ کھولی ہے۔ اور اپنے کسی ناز آریہ مسافر کنور رام سنگھ جی سے اناپ شناپ جواب لکھوا کر شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اور اس کے متعلق بڑے زور و شور سے یہ اشتہار دیا ہے:۔

یہ جواب پہلے آریہ گزٹ میں چھاپا جائیگا۔ پھر ٹریکٹ کے روپ میں شائع کیا جائے گا۔ آریہ سماجوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس ٹریکٹ کی ہزاروں کاپیاں گاؤں میں

مفت بانٹیں۔ ۵۰۰۰ کاپی کا آرڈر ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور بہت سا جیبی بھی آرڈر ہیں۔

(آریہ گزٹ ۲۰ اگست ۳۲ء)

کنورجی مذکور کا اکھڑا بیان۔ دلائل کی کمزوری۔ طرز ادا کا بودا پن دیکھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ اور اس پر آریہ گزٹ کا مذکورہ بالا نوٹ اور بھی مضحکہ انگیز ہے۔ جو جواب ہی زٹلیات پر مبنی ہو۔ اس پر اس شد و مد کا نوٹ کہاں تک معنی رکھتا ہے۔ اگر جواب ہی لکھنا تھا۔ تو کسی قابل اپدیشک کو لکھنے کی تکلیف دی جاتی۔ مگر آریہ گزٹ کیا کرے۔ اس کے دامن میں کنورجی کے سوا اور دھرا ہی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو اس ژاژخائی پر اگلے پرچے میں تفصیلی نظر ڈالی جائیگی۔ ناظرین کرام منتظر رہیں۔

علمار کا مشغلہ بیکاری

اگر سرسری نظر سے بھی دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ موجودہ زمانے میں علمار کیلئے ایسے ایسے مشاغل پیدا ہو چکے ہیں۔ کہ اگر محنت اور جانفشانی سے ان کی طرف توجہ دی جائے۔ تو وہ قوم کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی زمانے کی ایک نیرنگی ہے۔ کہ کہا جا رہا ہے۔ مذہب ترقی کے لئے سد راہ ہے۔ اس روک کو دور کر دینا چاہیئے۔ علمار کا فرض تھا۔ کہ اس کی طرف توجہ دیتے۔ اس پر کتابیں لکھتے۔ کہا جاتا ہے کہ مذہب اسلام کے کئی ایک مسائل علوم جدیدہ کے خلاف ہیں۔ علمار کا کام تھا۔ اس کا حل کرتے۔ مگر علمار کو ایسی باتوں کی طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں۔ ان کے پاس بہت سے کام ہیں۔ ان سے وقت بچے۔ تو ایسی باتوں کی طرف توجہ بھی دیں۔ کیا یہ مسئلہ کچھ کم اہمیت رکھتا ہے۔ کہ مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ پاک ہے۔ یا پلید مولانا اشرف علی تھانوی بہشتی زیور میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ پلید ہے اور مولانا حشمت علی صاحب اصلاح بہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔ کہ پاک ہے۔ نہ اس میں نجاست خفیفہ ہے۔ نہ غلیظہ۔ اس کے اثبات میں صفحے کے صفحے سیاہ کر دیئے ہیں۔ اور وہ دھواں دھار دلیلیں دی ہیں کہ پڑھنے والا وجد کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ اور اسی قسم کے سینکڑوں مسئلے ہیں۔ جن پر علمار کا قیمتی وقت خرچ ہو رہا ہے۔ موجودہ زمانہ میں مذہب کے متعلق جو نئے نئے سوال اٹھائے اور نئے نئے شکوک و شبہات پیش کئے جا رہے ہیں۔ انہیں حل کرنے کی کسے فرصت ہے۔ یہ فضول کام تو صرف احمدیوں ہی کے حصے میں آئے ہیں۔ وہ انہیں حل کریں۔ ان پر کتابیں لکھیں۔ تقریریں کریں۔ علمار کے کام تو صرف یہ ہیں کہ مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ کی پاکی پلیدی پر اکھاڑے لگا کر طبع آزمائی کریں۔

احمدی نوجوانوں کی مساعی

جناب فضل داد خاں صاحب (کیمپ کلرک انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹی لالہ موسیٰ) ان مخلص احمدی نوجوانوں میں سے ہیں۔ جو جماعت کے کاروبار میں بہت ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ ابھی حال میں آپ نے نہ صرف برلن مسجد کے لئے نصف ۵ روپیہ ارسال فرمائے ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی اخبار لائٹ کا ایک خریدار بھی مہیا کیا ہے۔ اور پھر کم از کم تین صد ٹریکٹ تبلیغ تقسیم کئے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں اس کار خیر میں اور بڑھ کر عملی حصہ لینے کی توفیق دے

گجرات میں مناظرہ
اور قادیانی حضرات کو شکست

مسلمانان گجرات کیلئے ۱۹ ۳۲ کا دن بھی عجیب مسرت و خوشی کا دن تھا جس میں حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کی رو سے مسئلہ ختم نبوت پر شیخ عبدالعزیز صاحب اور مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل کے درمیان کامل دو گھنٹہ تک مناظرہ ہوا۔ اور شیخ عبدالعزیز صاحب کی کامیابی پر ختم ہو گیا۔

ہمارے نوجوان مناظر شیخ عبدالعزیز نے عبدالغفور نام ایک مولوی فاضل کو اپنے کڑے سوالات سے اس قدر مرعوب کر دیا۔ کہ بے ساختہ یہ شعر زبانوں پر آگیا

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

کہاں حضرت مولانا عبدالغفور مولوی فاضل اور کہاں ایک گھڑی سازی کا کام کرنے والا عبدالعزیز۔ مگر واہ رے صداقت تیرا کیا کہنا جدھر تو ہوگی۔ ادھر ہی کامیابی کا نقارہ بجے گا۔ مولوی فاضل صاحب کی عربی دانی اور منطق دانی دھری کی دھری ہی رہ گئی۔ اور ہمارے نوجوان گھڑی ساز مناظر کے اٹل سوالات کے جواب سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ اور مجمع پر صاف کھل گیا۔ کہ مولوی فاضل صاحب تو نرا گھڑ دے کر ہی پڑھے ہیں۔ آتا جاتا کچھ بھی نہیں۔ اور نوجوان مناظر مولوی فاضل نہ ہونے کے باوجود سب کچھ جانتا ہے

جناب حافظ چودھری محمد حسین صاحب وکیل کے مکان پر ایک پادری صاحب تشریف لائے۔ اور باتوں باتوں میں حافظ صاحب سے کہنے لگے۔ کہ مناظرہ تو خوب ہوا۔ آپ کا مناظر بڑا کامیاب نکلا۔ اور مولوی فاضل چاروں شانے چت گر گیا۔ بھلا حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے نبوت بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ مولوی فاضل کا اس موضوع پر مناظرہ کرنا انتہائی جہالت کا نتیجہ تھا۔

قادیانی حضرات کے جلسہ میں تیس چالیس سے زیادہ آدمی شامل نہیں ہوئے۔ اور وہ بھی ان کی اپنی جماعت ہی کے دیہات سے بلائے ہوئے لوگ تھے۔ مگر مناظرے کے وقت لوگوں کا وہ ہجوم ہوا۔ کہ خارج از حد بیان ہے۔ یہ خلقت کا انبوہ، یہ لوگوں کا ہجوم جناب مولوی فاضل صاحب کی علمی فضیلت اور خوبی تقریر کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ ایک گھڑی ساز مناظر کی خوش بیانی اور طلاقت لسانی اور قوت استدلالی اور خوبی مناظرہ خود ہی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لائی تھی۔ ورنہ جناب مولوی فاضل صاحب کی خوبی تقریر کا تو یہ عالم تھا۔ کہ جب ہمارے قابل مناظر صاحب اپنی آخری تقریر ختم کر چکے۔ اور مولوی فاضل صاحب اپنی ورنشانی کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو دریوں اور نیبروں کے سوا کوئی بھی سامع باقی نہ رہا۔ پریذیڈنٹ کے چیخنے چلانے پر بھی کسی نے توجہ نہ دی۔ تقریر میں کوئی علمی خوبی ہوتی۔ کوئی جذب ہوتا۔ کوئی کشش ہوتی۔ تو لوگ کیوں اٹھتے۔ مولوی فاضل کی زبان سے جاہلانہ تقریر کا سننا بڑا مشکل تھا۔

دوسرے دن پھر جلسہ ہوا۔ اور ذلت مٹانے کیلئے تیس چالیس آدمیوں کے مجمع میں پھر للکارا گیا۔ کہ کوئی ہے۔ جو ہر دے قرآن و حدیث ختم نبوت کے مسئلہ پر نبرد آزما ہو۔ جناب مولوی محمد عصمت اللہ صاحب موقع پر پہنچ چکے تھے۔ حافظ صاحب مکرم نے فوراً لکھا۔ وقت دیجئے۔ ہم حاضر ہیں۔ جب یہ رقعہ پہنچا۔ تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ اور ادھر ادھر کی لمبانہ سازی کر کے وقت ٹالا کبھی تھک جانے کو آڑ بنایا۔ کبھی گلے پڑ جانے کا حیلہ تراشا۔ جان بچی۔ لاکھوں پائے۔

بھلا جہاں مولانا مولوی محمد عصمت اللہ صاحب موجود ہوں اور ختم نبوت کے مضمون پر اور وہ بھی بروئے قرآن و حدیث مناظرہ ہو۔ وہاں قادیانی حضرات کی کیا تاب۔ کہ ایک دم کے لئے کھڑے ہو سکیں۔ آفتاب نکلنے پر شبنم کا باقی رہنا امر محال ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

۱۰ نومبر ۳۲ء کو عرصہ کے بعد یونائیٹڈ پولیس (دائی۔ ایم۔ سی) حجکی دجاجا حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقات کی غرض سے آئے۔ کافی وقت تک مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ پادری صاحب موصوف دوبارہ آنے کا وعدہ کر گئے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کو اب بہ نسبت بہت آرام ہے۔ اور آپ بدستور خدمت ترجمۃ القرآن میں مصروف ہیں۔

جناب مسٹر ممتاز احمد صاحب فاروقی انجینئر ای سی ریلوے خلف الرشید حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کلکتہ میں مقیم ہیں۔ وہاں آپ کے دولت خانہ پر نماز باقاعدہ ادا کی جاتی ہے۔

اخویم چوہدری فضل داد صاحب کیمپ کلرک انسپکٹر صاحب کوآپریٹو سوسائٹیز لالہ موسیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

امام صاحب برلن مسجد نے ۷ ہزار کی رقم اخیر اکتوبر تک برلن میں پہنچ جانے کو لکھا ہے اور اس کی ادائیگی کی طرف بڑا زور دیا ہے میں اپنی سمجھ کے مطابق اس کی وصولی کے لئے مندرجہ ذیل تجویز کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی تجویز کے آپنے آپ کو والنٹیئر پیش کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے کہہ سکتا ہوں کہ اپنی رقم معہ اپنی اہلیہ کی رقم کے انشاء اللہ ۱۵ نومبر سے پیشتر ہی خزانہ مرکز میں بھیج دوں گا۔

۷ ہزار میں سے ایک ہزار عورتوں کے ذمہ ہو۔ اگر بہنیں بھی میدان عمل میں نکلیں جو۔ خود یا اوروں سے وصول کر کے بھیج دیویں تو ایک ہزار کی رقم پوری ہو سکتی ہے۔ میری اہلیہ اسی نیک تحریک کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے اور امید مزید ہے کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کو پورا کرے گی باقی چھ ہزار روپیہ میں سے ... ہم طبقہ امرار کے ذمہ ہے۔ اور دو ہزار کے لئے اگر باہمت نوجوان ایک سو بھی کمر ہمت باندھ لیویں اور بیس بیس کی رقم جمع کرنے کا تہیہ کر لیں۔ تو ہزار کی یہ رقم بھی ۱۵ تک داخل خزانہ ہو سکتی ہے۔

معاصرین کے افکار

بڈھلاڈا کے حوادث کی روداد

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ کے مفتش مولوی سعید حسن صاحب عثمانی نے بڈھلاڈا اور تلونڈی کا دورہ کر کے گذشتہ ہولناک حوادث کی جو روداد مرتب کی ہے۔ اس سے قارئین کو معلوم ہوگا۔ کہ بڈھلاڈا کی پانچ ہزار آبادی میں سے صرف ایک ہزار مسلمان ہیں۔ تجارت ہندوؤں کے قبضے میں اور اراضی سکھوں کی ملکیت ہے۔ اور مسلمان نہایت مفلس و نادار اور کمزور ہیں۔ جن ایام میں حادثۂ مذکورہ ظہور پذیر ہوا ضلع کے ڈپٹی کمشنر صاحب ہندو اور سپرنٹنڈنٹ پولیس سکھ تھے۔ جن کی ہم قومی کی وجہ سے علاقے کے ہندوؤں اور سکھوں کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

تفصیلات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ کہ آج سے دو ماہ قبل جب امرتسر اور لاہور میں سکھوں نے "فرقہ وارانہ فیصلہ" کے خلاف عظیم الشان جلسے منعقد کر کے گرنتھ صاحب پر حلف اٹھائے تھے۔ کہ مر جائیں گے لیکن مسلم اکثریت قبول نہ کریں گے۔ اس علاقے کے بعض سکھ بھی ان جلسوں میں شریک ہوئے تھے۔ اس کے بعد محض مسلمانوں کو دق کرنے کی غرض سے وسط ستمبر میں یہ طے کیا گیا۔ کہ جو شخص منڈی بڈھلاڈا میں گوشت لائے گا۔ اس پر جرمانہ کیا جائے گا چنانچہ مسلمانوں نے اپنی کمزوری اور ناداری کے باعث اس جابرانہ پابندی کی تعمیل کی۔ اس کے بعد ۵ راکتوبر کو ایک سکھ گنڈا سنگھ نامی ۱۲ سے ایک گائے لایا جسے اپنے ایک مسلمان دوست کی وساطت سے قصابوں کے ہاتھ فروخت کر گیا۔ ابھی وہ گائے ذبح ہی کی گئی تھی۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں نے شور مچا دیا۔ اور پولیس نے گنڈا سنگھ کے مسلمان دوست کو اور چند قصابوں کو گرفتار کر لیا۔ لیکن گنڈا سنگھ کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔

۸ راکتوبر کو گوردوارہ منڈی بڈھلاڈا میں سکھوں کا ایک جلسہ ہوا ۸ راکتوبر کو سناتن دھرم پرتی ندی سبھا کے کسی پرچارک کی تقریر ہوئی۔ ۹ راکتوبر کو پھر سناتن دھرم لائبریری کے سامنے ہندوؤں کا اجتماع ہوا۔ اسی دن موضع لکھوانا میں بھی ہندوؤں اور سکھوں کا جلسہ منعقد ہوا۔ چونکہ ان جلسوں میں مسلمانوں کے خلاف نہایت اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔ اور مسلمان اپنی کمزوری کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے۔ لہذا انہوں نے حکام سے استدعا کی۔ کہ ان کی حفاظت کیلئے پولیس بھیجی جائے جس کا خرچ وہ خود ادا کریں گے لیکن شدید خطرے کے باوجود ہندو ڈپٹی کمشنر اور سکھ کپتان پولیس نے کوئی انتظام نہ کیا۔ ۱۰ راکتوبر کو موضع رتی میں بھی ایک جلسہ ہوا۔ ۱۱ راکتوبر کی شام کو مہابیروں کا جلوس نکالا۔ غرض ۵ راکتوبر کے بعد ۱۱ راکتوبر تک اس علاقے میں روزانہ بلا ناغہ ہندوؤں اور سکھوں کے اشتعال انگیز جلسے ہوتے رہے۔ اور بالآخر ۱۱ راکتوبر کی شام کو بڈھلاڈہ اور تلونڈی میں وہ ہولناک واقعات پیش آئے جن کی تفصیل رپورٹ میں درج ہے۔ اور جن کو پڑھ کر کوئی انسان آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا ہم نے بیشمار فسادات اور ہنگاموں کے حالات سنے اور دیکھے ہیں۔ لیکن اس قسم کی اندھا دھند خونریزی جس میں بالکل بیگناہ مردوں، عورتوں اور بچوں تک کو نشانۂ تفنگ بنایا گیا ہو کبھی سننے میں نہیں آئی۔

ہندو جرائد بار بار لکھ رہے ہیں۔ کہ یہ واقعہ محض ایک ڈاکہ تھا جس کی ذمہ داری ہندوؤں اور سکھوں پر عائد نہیں کی جا سکتی لیکن جس شخص کے سامنے یہ حقائق ہوں۔ کہ سات دن سے متواتر ہندوؤں اور سکھوں کے جذبات مشتعل کئے جا رہے تھے۔ اور حیران قاتلوں نے کسی کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ کیونکر تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ یہ حادثہ کسی ہولناک خفیہ سازش کا نتیجہ نہ تھا۔ اور یہ محض چند ڈاکوؤں کی حرکت تھی۔ اگر وہ ڈاکو ہوتے۔ تو ان کو سرمایہ دار ہندوؤں کی جان و مال پر حملہ کرنا چاہیئے

اعلان

مخالفین سلسلہ کے آئے دن کے بے معنی اعتراضات اور بعض ہزل سراجرائد کے بیہودہ پروپیگنڈے نے مجبور کر دیا ہے۔ کہ ان کے جواب میں آئندہ سے پیغام صلح کے ساتھ مستقل طور پر دو ورقی بطور ضمیمہ شائع ہوتے رہیں ضرورت ہے۔ کہ اس ضمیمہ کی ہر جگہ کثرت سے اشاعت کی جایا کرے۔ احباب کرام کو چاہیئے۔ کہ ہمیں مطلع فرما دیں۔ کہ پیغام صلح کے ساتھ کس قدر ضمیمہ جات ان کی خدمات میں روانہ ہوتے رہیں۔ قیمت کا اعلان آئندہ پرچے میں کیا جائیگا

(نیازمند) "منیجر"

تھا جہاں سے ان کو کچھ ہاتھ بھی آتا۔ غریب نادار اور بیکس مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں پر اندھا دھند گولیاں چلانا ہرگز ڈاکہ نہیں کہلا سکتا یہ حادثہ اپنی تفصیلات ماقبل و مابعد کے اعتبار سے یقینی طور پر کسی سازش کا پتہ دیتا ہے۔ اور حکومت کا فرض ہے۔ کہ انتہائی سرگرمی سے تحقیقات کر کے اس سازش کا پتہ چلائے۔ اور سازشیوں اور قاتلوں کو ایسی شدید سزا دے جس سے سارے علاقے کے شورہ پشتوں کو عبرت ہو۔

"محبت نامہ" اور "مودت نامہ"

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے محبت نامہ اور مودت نامہ کے عنوان سے دو اشتہار شائع فرمائے ہیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ لاہور کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ایک مجلس میں مرزا صاحب مرحوم کے اشتہار "آخری فیصلہ" پر ان سے مباحثہ فرمالیں۔

مولوی محمد علی صاحب اس اشتہار کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

"میں وقت کو باہمی جھگڑوں میں ضائع کرنا گناہ سمجھتا ہوں جب تک کہ کوئی غرض حاصل نہ ہوتی ہو میں اپنا وقت دنگل لگا کر ضائع کرنا نہیں چاہتا (مولوی صاحب) شاید اس اشتہار بازی سے اپنے کام کو تو فائدہ پہنچا رہے ہوں گے۔ مگر میرے کام کو نقصان پہنچتا ہے۔ جو ہمارا وقت اور روپیہ اعدائے اسلام کے مقابل پر خرچ ہونا چاہیئے۔ وہ کمی کبثوں اور اپنی مزعومہ فتح منانے پر خرچ ہو رہا ہے۔

آخر میں آپ تجویز فرماتے ہیں:۔

مولوی ثناء اللہ صاحب جماعت اہل حدیث اور احمدیہ جماعت تین سال کے لئے ایک دوسرے کے خلاف اپنی زبانوں کو بند رکھیں۔ اور ایک ایک اچھوتوں کا علاقہ لے کر اس میں تبلیغ اسلام کا فرض ادا کریں۔ اور پھر تین سال کے بعد معززین کی مجلس بلا کر فیصلہ کر لیا جائے کہ کس نے اس مقابلہ میں کس نے سبقت کی ہے؟ اس مقابلہ میں خوبی یہ ہے۔ کہ جو ہارا وہ بھی جیتا۔ اور جو جیتا۔ وہ بھی جیتا"

مباحثہ کی آخری صورت۔ بے حد پسندیدہ ہے ہم نہایت ہی خلوص اور احترام سے اپنے محترم بزرگ مولینا ثناء اللہ صاحب سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ اس صورت مقابلہ کو فی الفور قبول فرمالیں۔ ہم اپنے الفاظ کی ذمہ داریوں کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہم اس مقابلہ میں جان و مال سے مولینا ثناء اللہ صاحب اور اہل حدیث کا ساتھ دیں گے۔ اور اس امر کی پوری پوری کوشش کرینگے۔ کہ اس نیکی اور عمل و خدمت کے مقابلہ میں جماعت اہلحدیث جماعت احمدیہ پر غالب آئے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کو فی الفور مولانا محمد علی صاحب کی اس دعوت مقابلہ کو منظور کر لینا چاہیئے۔

(الامان)

فیشن پرستی کی قیمت

فیشن کے ایک لندنی ماہر نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ برطانیہ کی عورتیں اوسطاً اپنی آمدنی کا ۲۰ فیصدی یعنی پورا پانچواں حصہ اپنے سر و چہرہ کی آرائش و زیبائش کے لئے طرح طرح کے غازوں، پوڈروں اور روغنوں پر صرف کرتی رہتی ہیں۔ اور مجموعی طور پر اسی محقق کے تخمینہ کے مطابق برطانوی عورتوں کے مصارف اس مد میں کم از کم ۳ کروڑ پونڈ (تقریباً چالیس کروڑ روپیہ) سالانہ کے ہیں۔ اور اس کی پیشگوئی ہے۔ کہ یہ ابھی اور بڑھتے رہیں گے (نیوز آف دی ورلڈ لندن۔ ۲ راکتوبر ۳۲ء)

خاتونان فرنگ کی شوقینی کا یہ عالم ہے اس وقت ہے جب سارا فرنگستان مالی کساد بازاری سے چیخ رہا ہے۔ جب ہر ہر ملک کا خزانہ عامرہ تہی مایہ ہو رہا ہے۔ جب ہر زبان پر مفلسی و بے زری کی فریاد ہے۔ جب لکھوکھا انسان انگلستان کے گلی کوچوں میں بے روزگار اور بے معاش پھر رہے ہیں! یہ تو اقتصادی اور معاشی پہلو تھا۔ اور پھر اخلاقی و معاشرتی حیثیت سے یہ سوچیئے۔ کہ یہ زیب و زینت یہ آراستگی و نمائش کس کے لئے۔ کیا غریب شوہروں کیلئے؟

بقیہ صفحہ ۲

زمانہ مراد ہے۔ جب مونہوں پر مہر لگائی جائیگی۔

دوسرے تکلمنا ایدیھم سے صاف ظاہر ہے۔ کہ شرم کے باعث ان کے مونہہ اقبال جرم کے لئے نہ کھل سکیں گے بلکہ ہاتھوں یا دیگر جوارح کے اشاروں سے کلام کریں گے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ جب ان سے رسولوں کی آمد کے متعلق پوچھا جائے۔ تو وہ عربی کا لفظ بلیٰ ہی بولیں۔ بلکہ سر ہلا کر بھی ہاں کہا جاسکتا ہے بس اس زمانہ مہر کے بعد جب تک صریح الفاظ ان کے منہ سے بولنے کو ثابت نہ کریں۔ حجت اوّل قائم رہے گی۔

چیلنج

اس کے آگے صفحہ ۱۱ پر آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں چیلنج کرتا ہوں۔ کہ اگر عقیدہ کو نکال کر محض ادبی اور علمی رنگ میں کوئی شخص کسی عالم کے قول سے کسی شاعر کے قول سے۔ کسی لغت میں کسی کتاب میں کسی نظم میں۔ کسی نثر میں۔ یا زمانہ جاہلیت کا کوئی محاورہ۔ کسی کافر کسی یہودی کے قول سے بھی کوئی شخص خاتم کا ایک بھی محاورہ ایسا بتا دے۔ کہ جس میں خاتم کا لفظ کسی ذی روح کے واسطے مدح کے مقام میں نہ سہی۔ مقام مذمت میں بھی دکھا دے جس کے معنے منقطع کر دینے کے ہوں۔ تو ایک ہزار روپیہ دونگا۔

الجواب:۔ عربی کا بہترین علمی و ادبی لٹریچر قرآن مجید ہے۔ اس میں سے جو مثالیں آپ نے پیش کی ہیں۔ ان میں تو ایک میں بھی لفظ ختم اجراء کے معنے میں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ سب جگہ جیسا کہ اوپر دکھایا گیا۔ صرف بندش اور انقطاع کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے اب اگر اور بھی کوئی مثال آپ کے پاس ہو۔ تو پیش کریں۔ خاتم القوم ایک محاورہ ہے جس کے معنے قوم کا آخری شخص اہل لغت نے بیان کئے ہیں۔ اسی کے طرز پر فقرہ خاتم النبیین قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی نبیوں کا آخر یا آخری نبی ہیں۔

میری طرف سے دو چیلنج

(۱) آپ کوئی جگہ عربی لٹریچر میں دکھا دیں۔ کہ جہاں محاورہ مذکورہ استعمال کیا گیا ہو۔ اور خاتم کے معنے آخری نہ ہوں

(۲) کوئی جگہ عربی لٹریچر میں دکھا دیں۔ جہاں لفظ ختم اجراء کے معنے میں استعمال کیا گیا ہو۔

"خاتم المحدثین۔ خاتم الائمہ۔ خاتم الاولیاء وغیرہ مقامات میں بھی خاتم کا لفظ استعمال ہو کر منقطع کر دینے والا نہیں۔ مگر نبی کے ساتھ یہ لفظ آ کر منقطع کر دینے کے معنے فوراً دینے لگتا ہے۔ کیا بوالعجبی ہے (صفحہ)"

الجواب:۔ خاتم المحدثین۔ خاتم الائمہ۔ خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء وغیرہ الفاظ اگر کسی نے کسی وقت کسی بزرگ کیلئے استعمال کئے ہیں۔ تو بندش اور انقطاع کے معنے میں ہی کئے ہیں۔ مثلاً جب کسی شخص نے کسی بزرگ کے متعلق یہ سمجھ لیا۔ کہ اب اس پر سلسلہ محدثین ختم ہوگیا۔ اور اب آئندہ کوئی محدث نہ ہوگا۔ تو اس نے اسے خاتم المحدثین کہہ دیا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ وہ شخص عالم غیب نہ تھا۔ اس لئے جس کو اس نے آخری محدث سمجھا تھا۔ اس کے بعد کوئی اور محدث بھی آگیا اور وہ آخری نہ رہا۔ یا یہ کہ اس نے اپنے ہی محدث کو آخری سمجھا۔ اور دوسرے کو محدث تسلیم ہی نہ کیا۔ جیسے کہ مسلمانوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھا۔ مگر بہائیوں یا محمودیوں نے اس کو آخری نہ سمجھا۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ مسلمانوں نے جب لفظ خاتم النبیین استعمال کیا۔ تو ان کے نزدیک اس کے معنے آخری نبی نہیں تھے۔ بلکہ صاف ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں نے اس لفظ کو آخری نبی کے معنے میں ہی استعمال کیا تھا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے فقرہ خاتم المحدثین یا خاتم الاولیاء وغیرہ کسی کے حق میں استعمال کیا۔ تو اسے آخرھم کے معنے میں ہی استعمال کیا تھا۔ بعد میں آنے والا اگر سچا بھی ہو۔ تو شخص مذکورہ کے استعمال کردہ الفاظ کے معنی پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی۔

"یہ نعمت نبوت ہمیشہ کے واسطے جاری ہے۔ اور بار بار وعدہ کیا جارہا ہے۔ اور دن میں چالیس بار مانگنے اور طلب کرنے کی ہدایت ہے۔ اور کروڑوں مسلمان مانگتے ہیں۔ اور کروڑوں انسان روزانہ مانگیں گے۔ مگر افسوس کہ ہم اس نعمت سے اس طرح فرار ہونا چاہتے ہیں۔ کہ جس طرح لعنت سے کوئی بھاگتا ہے"

الجواب:۔ ہمیشہ کے واسطے جاری بھی کر دی۔ بار بار وعدہ بھی کیا۔ روزانہ چالیس مرتبہ طلب کرنے کی ہدایت بھی کی۔ قیامت تک لوگ مانگتے بھی رہیں گے۔ مگر افسوس کہ باوجود اتنے وعدوں اور روزانہ یاد دہانی کے ملی صرف ایک کو۔ وہ بھی مشتبہ۔ کیونکہ خود اس نبی کو بھی سمجھ نہ آئی۔ کہ مجھے جو ملا ہے۔ وہ نبوت ہے۔ اور اب قیامت تک مانگو چلاؤ۔ کورا جواب ہے۔ کہ کسی کو نہ ملیگی یعنی اب قیامت تک بعد مرزا صاحب کے کوئی نبی نہ بنایا جائیگا۔ خدا بھی نعوذ باللہ بھول ہوگی کہ لفظ خاتم النبیین کر دیا جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے زمانہ میں آپ کی مہر سے صرف ایک ہی نبی بنانا تھا۔ تو خاتم النبی کہنا چاہیئے تھا۔ نہ کہ خاتم النبیین۔ کیونکہ نبیین جمع کا صیغہ ہے جس کی رو سے کم از کم ۳ نبی تو ضرور ہونے چاہئیں تھے

لطیفہ

پنجاب کے ایک مولوی صاحب حج کرنے گئے۔ ان کے ہمراہ ان کے گاؤں کا ایک مراسی بھی چلا گیا۔ وہاں ایک روز مولوی صاحب اونٹ پر سوار اور مراسی پیدل جارہے تھے۔ کہ یکایک بارش آگئی۔ مولوی صاحب بھاگ کر ایک محفوظ جگہ پہنچے۔ عربوں نے ان کو ملامت کرنا شروع کیا۔ کہ تم خدا کی نعمت سے بھاگتے ہو۔ مولوی صاحب حیران تھے۔ کہ کیا جواب دیں۔ اتنے میں ساتھی بھی آپہنچا۔ اس نے جو ان کی لڑائی کا رنگ دیکھا۔ تو وجہ دریافت کی۔ لوگوں نے کہا۔ کہ تم خدا کی نعمت سے بھاگتے ہو۔ وہ بولا۔ ہم تو اس لئے بھاگے۔ تھے۔ کہ مبادا نعمت پاؤں کے نیچے آئے۔ اور یوں اس کی بے ادبی ہو۔ ہم نبوت کو لعنت ہرگز نہیں مانتے۔ بلکہ ہم تو اس بات سے خائف ہیں۔ کہ مبادا ہم نبوت محمدیہ کی توہین کر کے ملعون بن جاویں۔

خبریں

— الہ آباد ۳ نومبر "ٹریبون" کے نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ الہ آباد کانفرنس کا اجلاس اس طرح شروع ہوا کہ پہلے سب نے کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ ہندو، مسلمان، سکھوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جو عنقریب امور متنازعہ فیہ پر غور و خوض کرے گی مختلف جماعتوں کے نمایندے اپنی اپنی متعلقہ جماعتوں کو معاملات سے باخبر کریں گے اس کے بعد آخری سمجھوتہ پر غور و خوض کیا جائے گا۔ بعد ازاں یہ متفقہ عمل کانفرنس کے سامنے مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے رکھا جائے گا۔

— کمیٹی کے ارکان کی کل جو پوری کانفرنس منعقد ہو گی اس کے سامنے تجاویز مرتب کر کے پیش کرنے کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی ہے ان میں اصحاب ذیل بھی شامل ہیں۔ مہاراجہ دربھنگا۔ مسٹر جے این باسو۔ مسٹر راما نند چیٹرجی۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا ظفر علی خاں۔ راجہ صاحب سلیم پور۔ سردار سندر سنگھ۔ سردار اجل سنگھ۔ مسٹر راج گوپال آچاریہ۔ پنڈت مدن موہن مالویہ۔ ڈاکٹر مونجے۔ اور ڈاکٹر ڈی سوزہ۔ ساڑھے ۵ بجے کانفرنس کا اجلاس ملتوی ہوا۔

الہ آباد۔ ۴ نومبر ۴ بجے شام الہ آباد کانفرنس نے جو سب کمیٹی مقرر کی تھی اس میں بحث و تمحیص مسائل کے دوران میں معلوم ہوا ہے کہ اختلافات بہت شدید ہیں۔

سکھ اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کے مسئلے کو زیر بحث لانے سے قبل ملازمتوں اور تعلیمات وغیرہ میں ان کے تحفظات کا بندوبست کر دیا جائے۔ سندھ کے (ہندو) نمایندے علیحدگی سندھ کے سخت مخالف ہیں درآنحالیکہ مسلمان ہر حال میں علیحدگی پر مصر ہیں۔

بنگال کے ہندوؤں کی روش یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ زیادہ قربانیاں نہیں کر سکتے۔

باقی ماندہ اختیارات اور مرکزی مجلس وضع قوانین میں مسلمانوں کے لئے ایک تہائی نیابت کے مسائل پر ابھی تک طے نہیں ہوئے زبردست کوششیں کی جا رہی ہیں کہ آج شام کو کانفرنس کے روبرو ایک متحدہ مسودہ پیش کیا جائے۔

الہ آباد ۴ نومبر (ایک بجے شب) فرقہ وار گفت و شنید نے آج شب نہایت ہی نازک صورت اختیار کر لی اگرچہ بعض محب وطنوں کے چہروں پر امید کی جھلک نظر آ رہی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اجلاس کے تمام ماحول پر یاس و ناامیدی چھا رہی ہے۔ وہ کانفرنس جس کا اجلاس آج سات بجے شام شروع ہونا تھا اسے کل شام ساڑھے چھ بجے پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔ کانفرنس کے شرکا مزید تضییع اوقات کے لئے تیار نظر نہیں آتے پنجاب کا مسئلہ ایک ایسی سخت چٹان نظر آ رہا ہے۔ جہاں گفت و شنید کا سفینہ پاش پاش ہو کر رہ جائے گا۔"

— مدراس ۳ نومبر۔ آج مدراس کونسل میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ممبر مالیات نے بتایا کہ سال رواں میں کے لگان میں ساڑھے لاکھ روپیہ کی بچت ہونے کی توقع ہے۔ اس بچت کے ایک حصے کو ضمنی گرانٹ کے مطالبات پر خرچ کیا جائے گا۔ بقیہ بچت کو کس طرح خرچ کرنے کا معاملہ حکومت کے زیر غور ہے۔

— کراچی ۳ نومبر۔ مولانا شوکت علی نے حاجی عبداللہ ہارون کو الہ آباد کانفرنس میں شرکت کرنے کی دعوت دی تھی۔ حاجی صاحب نے کانفرنس میں شریک ہونے پر اظہار معذرت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ چونکہ میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کا رکن ہوں اور اس جماعت نے باقاعدہ طور پر اپنا کوئی نمایندہ الہ آباد نہیں بھیجا ہے اس لئے میں کانفرنس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

— لاہور ۴ نومبر۔ آج شام کے ۴ بجے ٹاؤن ہال میں میونسپل کمیٹی کا عام اجلاس زیر صدارت صدر بلدیہ منعقد ہوا۔ کارروائی کے آغاز میں صاحب صدر نے سر علی امام کی وفات حسرت آیات ایک قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

— لاہور ۴ نومبر۔ آج شام شالامار ہوٹل ۶ منٹگمری روڈ لاہور میں اسلامی بازار کی مجلس منتظمہ کا جلسہ زیر صدارت شیخ محبوب الٰہی صاحب ایڈووکیٹ منعقد ہوا۔ جلسہ میں شیخ صادق حسن پروفیسر سید عبدالقادر، شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ کے علاوہ متعدد شرفا حاضر تھے۔ سب کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۲۵ اکتوبر کی رپورٹ پڑھی گئی اور اس کے بعد مندرجہ ذیل عہدے داروں کا انتخاب ہوا۔

مولانا ظفر علی خان (صدر) شیخ صادق حسن (سینیر نائب صدر) پروفیسر سید عبدالقادر (جنرل سیکرٹری) شیخ محبوب الٰہی (جائنٹ سیکرٹری) ڈاکٹر فیروز الدین اور حاجی غلام جیلانی مدد پروپیگنڈا سیکرٹری) مولانا شمس الدین حسن (خزانچی)

— لاہور ۴ نومبر۔ معلوم ہوا ہے کہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر عالم کو حکومت پنجاب کے ہوم سیکرٹری کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ گورنر باجلاس کونسل کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ ان کے شوہر کے معائنہ کے لئے ڈاکٹر بی سی رائے کو بلایا جائے جو ہسپتال کے میڈیکل افسروں کے مشورہ کے ساتھ جن کے ماتحت علاج ہو رہا ہے۔ معائنہ کریں گے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس مطلب کے لئے ضروری خط و کتابت کی جا رہی ہے۔

— لاہور ۳ نومبر آج صبح پولیس نے گروٹ بھون کے ایک کمرہ پر چھاپہ مارا اس کمرے میں بلیس راج طالب علم رہا کرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں سے پولیس کو اس قسم کے اشتہارات کی تین کاپیاں ملیں جن پر "انقلاب زندہ باد" لکھا ہوا تھا جب ایک گھنٹہ پولیس طالب علم مذکور کی گرفتاری کے لئے آئی تو بلیس راج موجود نہ تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بلیس راج مقدمہ سازش کا ملزم تھا اسے رہا کر دیا گیا تھا۔

— پشاور ۳ نومبر۔ اعلیٰ حضرت شاہ نادر خاں نے باغ دلکشا میں کابل یونیورسٹی کے طبی ادارہ کا افتتاح کیا اعلیٰ حضرت شہریار افغانستان، آقائے علی محمد خاں وزیر تعلیم اور ڈاکٹر رفعی پرنسپل میڈیکل کالج نے اپنی تقریروں میں نئے ادارہ کے فوائد پر روشنی ڈالی اور مستقبل میں اس سے جو فائدہ حاصل ہو گا اس کا ذکر کیا۔

— مدراس۔ ۴ نومبر۔ چونکہ مدراس کی وزارت مستعفی ہو چکی ہے۔ اس لئے گورنر نے اس وقت تک جدید وزارت قائم نہیں ہوتی متعلقہ محکموں کا عارضی طور پر چارج لے لیا ہے

— رنگون ۳ نومبر۔ ہز ایکسیلینسی سر چارلس انز کے تیسرے صاحبزادہ لفٹنٹ جان انز کی آج میری اسکو فیلڈ سے شادی ہوئی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمدؐ

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۱۱۔ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱۔ نومبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۷

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی صحت اب پہلے سے بہتر ہو

جناب مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی ۱۱ر نومبر کی صبح کو لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

احباب یہ سن کر خوش ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اخویم چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ اوورسیئر جھنگ کو گزشتہ ماہ فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے جس کا نام ظفر اقبال رکھا گیا ہے برادر موصوف نے اس خوشی میں پچاس روپے واگذاری مسجد برلن کے لئے انجمن کو مرحمت فرمائے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز ظفر اقبال کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور والدین کے لئے باعث مسرت و فلاح بنائے۔

پیغام صلح:۔ ہم محترمی چوہدری صاحب کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

جناب شیخ غلام قادر صاحب سیکنڈ انچارج کا صاحبزادہ بعارضہ تپ محرقہ بیمار ہے۔ عزیز مذکور کے لئے دعا کی جاتے۔

شیخ محمد عبدالحق صاحب ہیڈ محرر دفتر سیکرٹری بیمار ہیں احباب ان کے لئے درد دل سے دعائے صحت کریں۔

۹ر نومبر کی صبح کو چوہدری فضل الٰہی صاحب خلف جناب خانصاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب کا نومولود بچہ فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے

خانصاحب بشیر احمد صاحب ہیڈ کنسٹیبل ریلوے پولیس لاہور کی ہمشیرہ صاحبہ طویل علالت کے بعد گجرات میں وفات فرما گئیں دعا ہے کہ خداوند کریم مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

۱۱۔ نومبر کو بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جناب شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا

جلسہ سالانہ

احباب سلسلہ کے نام ضروری اپیل

احباب کو معلوم ہے۔ کہ انجمن کا سالانہ جلسہ ۲۵ر ۲۶ر ۲۷ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو ہونا قرار پاگیا ہے جس میں ڈیڑھ ماہ باقی رہ گیا ہے۔ اور اس عرصہ میں اس کے متعلق ہر قسم کا انتظام کرنا ہے۔ اور ہر ایک کام کے لئے کافی اخراجات درکار ہیں۔ کل دو ہزار روپیہ اخراجات کا اندازہ لگایا گیا ہے جس کا اس ماہ کے آخر تک یا زیادہ سے زیادہ دس دسمبر تک جمع ہو کر خزانہ انجمن میں داخل ہو جانا یا بصورت دیگر اجناس آجانا ضروری ہے۔ گذشتہ دو سالوں میں معلوم ہوا ہے۔ کہ سارے دوست اس میں حصہ نہیں لیتے رہے۔ اس لئے اس کے اخراجات کی پوری رقم وصول نہیں ہوتی۔ اور ایک معقول رقم انجمن کو اپنے پاس سے دوسری مدات سے خرچ کرنی پڑتی ہے۔ یہ نقص اس سال بالکل نہ رہنا چاہیئے یہ ایک عظیم الشان قومی اجتماع ہوتا ہے۔ اور اس موقع پر دور دور سے احباب تکلیف اٹھا کر خالص اسلام کی محبت اور ہمدردی دین کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ایسے مقدس کام اور ایسے پاکیزہ اجتماع آج اس زمانہ میں بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔ اس لئے اگر دوستوں کی تھوڑی تھوڑی رقم خاص اس موقع پر خرچ کے لئے وصول ہو جائے۔ تو بہت ثواب کا موجب ہوگا۔ کم از کم ایک روپیہ فی دوست ادا ہونا چاہیئے۔ اور جو فراخی رکھتے ہیں۔ انہیں زیادہ حصہ لینے کی ضرورت ہے۔ عنقریب انفرادی اور جماعتی رقوم سے بھی اطلاع دی جائے گی جن کی وصولی سے مطلوبہ اخراجات جلسہ پورے ہو جائیں گے۔ جو دوست اجناس دے سکتے ہوں۔ وہ متعلقہ جنس اور اس کے وزن سے فوراً اطلاع دیں۔

ماسٹر فقیر اللہ صاحب کا دورہ

ماسٹر فقیر اللہ صاحب محصل و آڈیٹر کو حسب ذیل مقامات کے دورہ پر بھیجا گیا ہے۔ گوجرانوالہ، گجرات، سرگودھا، چک ۱۰۴ جنوبی، چک ۱۲۶ جنوبی۔ چک شیخاں۔ چک ۱۰۶۔ چک ۹۔ پنیار۔ بھلوال۔ جہلم۔ ان کے دورہ کے اہم اغراض ہر قسم کے چندوں کی پڑتال و انتظام وصولی اور روانگی ہے۔ یا جلسہ سالانہ کے اخراجات کیلئے خاص چندہ و اجناس کی وصولی اور شمولیت جلسہ کے لئے تحریک کرنا ہے۔ سب دوست اپنی اپنی جگہ ان کی پوری امداد فرما دیں۔ اور ان کاموں کی تکمیل شروع فرما دیں۔ عنقریب دوسری جگہوں پر بھی کارکن بھیجنے کا انتظام کیا جائے گا۔

ڈاکٹر الٰہ بخش
آنریری افسر تحصیل

خلق نبوی کا کمال

آنحضرت کے قلب مطہر کا عکس خلفائے راشدین کی زندگیوں میں!

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

(۲)

یہ بتلایا جا چکا ہے۔ کہ جو کچھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آپ کی خلافت کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کا تمام تر باعث آپ کا کمال درجہ کا خلق رحم تھا۔ اور حضرت علیؓ سے جو امور صادر ہوئے۔ ان کا باعث آپ کا کامل راست روی اور سادہ ہونا تھا۔ لیکن ان امور کو تسلیم کر کے بھی ایک بڑا بھاری سوال رہ جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ خواہ ان اصحاب سے یہ امور کسی نیت سے عمل میں آئے ہوں۔ خواہ خود غرضی کی بنا پر یا کسی طبعی رجحان کے باعث۔ لیکن آخر جو نتیجہ ان سے برآمد ہوا۔ وہ اسلام کی قوم و سلطنت کے حق میں ہر حال مفید نہ پڑا۔ کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ اگر حضرت عثمانؓ اس قدر نرمی اپنوں کے بارہ میں اور نہ دوسروں کے حق میں برتتے۔ تو یہ مصیبت اسلام کو پیش نہ آتی۔ اور اسلام کی قوت و طاقت اس سے بہت زیادہ ہوتی جتنی کہ ہوئی۔ اسی طرح اگر حضرت علی اس فتنہ و فساد کے مٹانے پر قادر ہو جاتے۔ تو پھر بھی اسلام کی وہی عظمت قائم ہو جاتی۔

آنحضرت کا نصب العین

یہ سوال اس لئے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ آنحضرت کا نصب العین صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا۔ کیا آنحضرت کا مقصد کوئی عظیم الشان سلطنت قائم کرنے کا تھا۔ اگر یہ بات ہے۔ تب تو بے شک ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ حضرت عثمان و علی کے واقعات سے اس عظیم سلطنت کے قیام میں نقص واقع ہوا کیا آنحضرت کا نصب العین قوم عرب کو متحد و منظم کر کے اسے دنیا میں بلند کرنا تھا۔ اگر محض یہی امر آپ کا حقیقی مقصد و مدعا ہے۔ تب بھی شاید یہ ماننے سے گریز نہ ہو سکے۔ کہ دو آخری خلفاء راشدین کے افعال سے قوم عرب کے شیرازہ میں رخنہ پڑ گیا۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ان امور میں سے کوئی بات بھی آنحضرت کا منتہائے نظر نہ تھی۔ آپ کے مد نظر تو ارتقائے اخلاقیہ تھا۔ اور چونکہ آپ جامع اخلاق تھے۔ لہذا آپ کی کوششیں اخلاق انسانی کے تمام پہلوؤں کو تربیت کرتی تھیں۔ اس اصل الاصول کو نہ سمجھنے کے باعث ہی تمام قسم کے مغالطے لگتے ہیں۔ ایک طرف معترضین خود آنحضرت کی مدنی زندگی پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہی معترضین حضرت عثمان و علی کے واقعات کی بنا پر آنحضرت کی کمزوری قرار دیتے ہیں۔ یعنی دوسرے لفظوں میں آنحضرت یا آپ کے پہلے دو جانشینوں نے مدافعت قوت و شجاعت کا اظہار کیا۔ تو وہ بھی قابل اعتراض امر ہے۔ اور اگر آپ کے آخری دو خلفاء نے رحمت و سادگی کا ایک کامل نمونہ پیش کیا۔ تو وہ بھی نعوذ باللہ آنجناب کا ہی نقص ہے۔ شاید ایسے اصحاب اس قسم کی نکتہ چینی کے وقت عقل و تمیز کو بکلی کھو چکے ہوتے ہیں۔ ورنہ ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص پر یہ متضاد سوال کیونکر صحیح ٹھہر سکتے ہیں۔ اگر وہ شجاعت و ہمت دکھلائے۔ تو بھی غلط۔ اگر وہ یا اس کے خلفاء رحمت و راست روی کا اعلےٰ نمونہ پیش کریں۔ تب بھی محل اعتراض!

ارتقاء اخلاق حسنہ کا کمال

ان تمام مشکلات کا حل نہایت ہی آسان ہے۔ اور وہ وہی حقیقت و نصب العین ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے خدا تعالےٰ نے آپ کو ایک کامل مذہب عنایت فرمایا۔ آنحضرت کا اصل مدعا و منتہائے نظر انسانی اخلاق حسنہ کے تمام شعبوں کا کامل نشو و نما تھا۔ اور چونکہ یہ بات ناممکن ہے۔ کہ متضاد اخلاق کو کامل و مکمل صورت میں ایک واحد انسان کی زندگی میں دکھلایا جا سکے۔ اس لئے مقدر یہی تھا۔ کہ اخلاق کے مختلف و متضاد پہلوؤں کے نشو و نما کا جو بیج آپ نے اپنی زندگی میں ڈالا تھا۔ وہ آپ کے شاگردوں کی زندگیوں میں کامل و مکمل صورت میں دکھلائی دے۔ یعنی اگرچہ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ اخلاق کے مختلف شعبے مثلاً ایمان، شجاعت، رحم، راست روی کامل طور سے آپ کے اندر ودیعت کر دیئے گئے تھے۔ اور اگرچہ بلاشبہ آنجناب نے اپنی زندگی میں ان کو کامل طور سے ظاہر بھی کر دیا تھا۔ مگر یہ بھی سچ ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک خلق کا شعبہ جب تک وہ الگ الگ ایک ایک انسان کی زندگی میں کامل طور پر نظر نہ آتا۔ تب تک ظاہر بین آنکھ کے نزدیک محل اشتباہ رہتا۔ آنجناب کا کمال ہی تھا۔ کہ جس جس انسان میں کوئی جبلی خاصہ ودیعت کیا گیا تھا۔ ان سب کو آنحضرت کے عملی و علمی درس سے کامل نشو و نما کا موقعہ ملا۔

خلفائے اربعہ اور خلق کے چار عظیم شعبے

اب غور کرو۔ کہ بات کیا ہے۔ حضرت ابوبکر میں فطرتی طور سے خلق کا وہ پہلو جسے ایمان کہتے ہیں۔ وافر طور پر رکھا گیا تھا۔ آنحضرت کی تربیت کا یہ اثر ہوا۔ کہ یہ شعبہ اخلاق ایسے کمال پر ترقی کر گیا۔ کہ اس پر زیادت ممکن ہی نہیں۔ آنحضرت کی وفات پر اسلام کے کمل پر جو جو مصائب وارد ہوئیں۔ ان کے اندر اعلےٰ درجہ کی ثابت قدمی دکھلائی اور یہ یقین رکھنا۔ کہ اسلام کی مدد پر اب بھی وہی قادر و عزیز خدا ہے۔ جو آنحضرت کی زندگی میں تھا۔ اور اسلام اب بھی ان مشکلات پر غالب آجائیگا جس طرح آنجناب کی زندگی میں آیا تھا۔ کیا اس کے لئے کسی تھوڑے سے ایمان کی ضرورت ہے؟ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو تاریخ اسلامی کو گہری نظر سے دیکھیں چنانچہ دشمنوں نے یہ تسلیم کیا ہے۔ ایچ۔ جی۔ ویلز مشہور انگریز مصنف اپنی مختصر تاریخ دنیا میں لکھتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر کا ایمان وہ تھا جس کی نسبت حضرت عیسےٰ کا یہ مقولہ ہے۔

کہ اگر تم پہاڑ کو کہو گے۔ کہ ٹل جا۔ تو وہ ٹل جائے گا۔

اور واقعی وہ مشکلات جو آنحضرت کی وفات پر اسلام کو پیش آئیں کیا اندرونی اور کیا بیرونی وہ پہاڑ سے کم نہ تھیں۔ اب غور کرنا چاہیئے۔ کہ ایمان کا شعبہ جس کمال کو حضرت ابوبکر کی زندگی میں نشو و نما ہوا۔ کیا اس خلق کی تربیت اس سے زیادہ تصور میں بھی آسکتی ہے

حضرت عمر کی شجاعت

شجاعت ایک اور عظیم شعبہ خلق کا ہے۔ یہ اپنے آخری نقطہ پر حضرت عمر کی زندگی میں پہنچا۔ شجاعت صرف دشمن کے مقابل پر ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ حقیقی شجاعت اپنے نفس کے خلاف ہوتی ہے۔ غور کرو۔ کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن نفس ہے۔ کس طرح مال و دنیا کی محبت کی طرف لے جاتا ہے۔ جہاں آکر بڑے بڑے عالم و فاضل ذلیل ہو جاتے ہیں۔ مگر حضرت عمر کی زندگی میں مخالفوں کے لئے حیرت کا موقعہ ہے۔ یہی ایچ جی ویلز اپنی اسی کتاب میں حضرت عمر کی نسبت لکھتا ہے۔ کہ عمر بھی عجیب خلقت کا انسان تھا۔ کہ چاروں طرف دولت کے انبار لگے ہوئے تھے۔ اور آپ خوش ہونا ترک کر رہے ہیں۔ پھر بیت المقدس جا کر اپنے جرنیلوں کو اعلےٰ لباس میں دیکھا۔ تو آپے سے باہر ہو گئے۔ اور جو کچھ زمین سے ہاتھ میں مٹی اور کنکر ملا۔ اٹھا کر ان پر پھینکا۔ اور کہا۔ کہ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ ایک گورنر نے کوئی محل بنا لیا۔ آپ نے حکم بھیجا۔ کہ محل گرا دیا جائے اور گورنر کو خط میں لکھا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ تم نے محل بنوایا ہے اب تم اس محل پر دربان بھی بٹھلاؤ گے۔ پھر لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ غریب تم تک پہنچ نہ سکینگے۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ

تم جہنم میں جاؤ گے جیسا کہ یہ قیصر و کسریٰ جہنم میں پہنچے

حضرت عمر نے نفس کے خلاف جو شجاعت دکھلائی وہ بے نظیر شے ہے اور اگر آپ کی زندگی میں یہ بات نہ ہوتی تو بے شک آنحضرت کا مقصد و نصب العین دنیا میں مشتبہ نظر آتا۔ مگر اب اسلامی جنگوں کو حصول دنیا پر محمول کرنے والے بجز ضد و ہٹ یا افتراء کرنے کے اور کسی رنگ میں نظر نہیں آتے۔

جس طرح نفس کے خلاف شجاعت دکھلائی حضرت عمر کے واقعات سے ایک کہانی معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح دشمن کی بے انتہا طاقت کے مقابل بھی جو شجاعت و قوت آپ سے ظہور میں آئی وہ بھی ایک نقش عجیب و عظیم الشان طاقتوں کو صرف پانچ برس کے قلیل عرصہ میں ایسا کچل ڈالا کہ تا قیامت انہیں اٹھنے کی ہمت نصیب نہ ہوئی۔ اب اگر انصاف معدوم نہیں ہو گیا تو خدارا غور کرو کہ اگر حضرت ابوبکر کا ایمان بے نظیر ہے تو حضرت عمر کی شجاعت کی کوئی نظیر کہاں ہے

حضرت عثمان کا کمال رحم اور حضرت علی کی کمال راست روی

مگر آپ یقین رکھیے کہ حضرت ابوبکر و عمر نے اگرچہ یقیناً اپنے اپنے شعبہ اخلاق بے مثل کمال حاصل کیا لیکن اگر بات یہیں رہ جاتی یا نشاۃ اگر ان حضرات کے بعد انہی اخلاقی شعبوں میں ترقی کرنیوالے اصحاب ہوتے تو بھی اخلاق کا باغ نامکمل رہ جاتا۔ اس لئے کہ جہاں ایمان و شجاعت واقعی اعلےٰ وصف ہیں وہاں موقعہ و محل پر رحم و سادگی یا صداقت پسندی بھی ان سے کم درجہ کی خوبیاں نہیں۔ ماسوا اس کے کہ حضرت نبی کریم کا مقصد و نصب العین ہمیں صاف صاف نظر نہ آتا۔ اس لئے کہ اگر سلطنت و قوم کو مضبوط کرنے والے ہی لوگ ہوئے ہوتے تو پھر ایک شخص کہہ سکتا تھا کہ آنحضرت نے بے شک وہ لوگ تو پیدا کر دیئے جو اعلےٰ درجہ کے سیاست دان اور شجاع تھے مگر آپ نے سادگی و رحم دلی کے وصفوں میں لوگوں کو ترقی نہ دلائی۔ غرضیکہ یہ مت خیال کرنا چاہیئے کہ حضرت عثمان و حضرت علی کی خلافتوں کو حضرت ابوبکر و عمر کے کارناموں یا آنحضرت کے مقاصد میں کوئی نقص واقع ہوا۔ بلکہ سچ امر یہ ہے کہ رحمدلی و سادگی کے عظیم خلقوں کے کامل ظہور سے خود اور پھر ابوبکر و عمر کے کارناموں کو چار چاند لگ گئے ہیں اور جو جو اشتباہ دوسری صورت میں واقع ہو سکتے تھے ان کا دفعیہ بکلی ہو جاتا ہے جو شخص حضرت ابوبکر و عمر کے کارناموں کو تو بے نظیر سمجھتا ہے۔ مگر حضرت عثمان و علی میں کمال مشاہدہ نہیں کر سکتا وہ سمجھ لے کہ اس کی اپنی فطرت میں کمزوری و نقص ہے۔ ورنہ ان چار خلفاء میں ایک وحدت ہے۔ مگر ہر ایک اپنے اپنے شعبہ اخلاق کا بے مثیل انسان ہے۔

خلفاء اربعہ کی وحدت

یہ پوچھا جائیگا کہ عمر کی شجاعت اور عثمان کی رحمدلی اور عمر کی سیاست دانی اور علی کی سادگی میں بھلا کیا وحدت و اشتراک ہو سکتا ہے۔ ایک اگر مغرب ہے تو دوسرا مشرق اور ایک شمال دوسرا جنوب۔ مگر باوجود اس اختلاف کے قلبی کیفیت تمام کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم جمعہ ۱۱ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۱ھ | نمبر ۶۷

"زمیندار" کا قادیان نمبر

ناکامی و نامرادی کا کھلا مظاہرہ!

مولانا فحاش اور اس کے بدزبان نامہ نگاروں نے کئی روز سے پروپیگنڈا شروع کر رکھا تھا۔ کہ وہ ۶ نومبر کو اخبار کا قادیان نمبر نکال کر سلسلہ احمدیہ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اس کے اوپر سرخی عنوانوں نے خاص نمبر کی کیفیت، اور تمیشا سے کر شائع کرنے کا اعلان کیا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ خاص نمبر ہمارے سامنے ہے۔ جس پر سند رجہ بالا مثل صادق آتی ہے۔ اتنی عید وعید کے بعد مولانا فحاش کو کن کن "علمائے کرام" نے مدد دی، وہ بھی سن لیجئے۔ پہلے اور دوسرے صفحہ پر مولانا فحاش کی نظمیں، اور تیسرے صفحہ پر آپ کی نقالی سے بڑا ایک لیڈر اور نقاش (یعنی خود مولانا فحاش) کے نام سے ایک مختصر نظم ہے صفحہ دوم پر ایک حافظ کا ایک مضمون ہے جس کے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اسے نبوت کے الہام اور ولایت کے الہام کا فرق تک معلوم نہیں لیکن وہابیت کی رگ اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ جب خود قرآن میں محکمات اور متشابہات ہیں۔ اور متشابہات کے معانی اور تفسیر کی بناء پر خود مسلمان علمائے سلف و خلف کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک تفسیر کچھ لکھتی ہے دوسری کچھ اور۔ ایک مولوی کچھ معنی کرتا ہے۔ دوسرا کچھ اور۔ تو اولیاء اللہ کے الہامات جن کا بیشتر حصہ متشابہات سے پر ہوتا ہے، ہر کوئی کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ انبیاء کی وحی جو بذریعہ جبرئیل نازل ہوتی ہے۔ اس کا اکثر حصہ محکمات سے پر ہوتا ہے۔ لیکن مومن اور منافق میں فرق کرنے کیلئے کچھ حصہ متشابہات کا بھی ہوتا ہے۔ خود حضرت مسیح موعود نے یہ فرق بیان فرما دیا ہوا ہے:-

"یہ سچ بات ہے۔ کہ رسولوں کا الہام بہت ہی روشن اور روشن اور اجلے اور اقوے اور اصفے اور اسلے اور مراتب یقین کے انتہائی درجے پر ہوتا ہے اور آفتاب کی طرح چمک کر ہر ایک ظلمت کو اٹھا دیتا ہے، مگر اولیاء کے الہاموں میں سے جب تک معانی کسی الہامی عبارت کے مشتبہ ہوں، یا وہ الہام ہی مشتبہ اور مخفی ہو۔ تب تک وہ ایک امر ظنی ہوگا۔ اور رویا کا الہام اسی وقت حد قطع اور یقین تک پہنچیگا کہ جب ضعیف الہاموں کی قسم میں سے نہ ہو۔ الخ"

(صفحہ ۲۳۳ براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ)

ممکن ہے۔ حافظ جی اپنی بے سمجھی سے بول اٹھیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کا دعوے نبوت ہے (بقول قادیانی صاحبان) اس لئے آپ مدعی الہام نبوت ہیں۔ سو یہ امر بھی خود حضرت صاحب کی تحریر کی رو سے صاف کر دینا ضروری ہے۔ کہ آپ کا دعوے الہام ولایت کا تھا۔ نہ الہام نبوت کا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"ان پر (یعنی مولوی غلام دستگیر قصوری پر) واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں، بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنحضرت صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں۔"

(اشتہار ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ)

مولانا فحاش نے دمشقی اور اندلسی خلافت کی تے کی ہے اسی کو حافظ جی اور ان کے امثال چاٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اتنی سمجھ کسی کو نہیں۔ کہ دمشقی اور اندلسی خلافتوں میں مسلمان قوم کو کتنی عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں۔ اور اب بھی انشاء اللہ یقین ہے۔ کہ اندلس فتح ہوگا۔ حضرت مسیح موعود کے انہیں روحانی سپاہیوں کے ذریعہ فتح ہوگا جنہیں اس وقت تم لوگ از راہ تمسخر اندلسی کہتے ہو حضرت نبی کریم کو مسحور نبی قرار دینے والے اگر حضرت مرزا صاحب کو مرائی کہیں۔ تو افسوس کی جا نہیں۔

قادیان نمبر میں پھر اسی صفحہ ۳ اور بقیہ صفحہ ۱۲ پر خواجہ حسن نظامی صاحب کی پندرہ سال کی پرانی قے چاٹی ہے۔ حالانکہ اسی کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ خواجہ صاحب موصوف اپنے معتقدات میں اب اس قدر سخت نہیں رہے۔ لیکن باوجود اس کے قادیانیوں کے خلاف جو انہوں نے لکھا۔ وہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔ خوب اگر یہ اپنی جگہ قائم ہے۔ تو پھر تم نے جو پنجاب کے لاٹ صاحب کے حضور ناک رگڑ کر کے، منظم انگلستان کی تعریف

[illegible] ... پھر صفحہ ۳ پر ایک مخنث جالوت نے نعت کا لبادہ اوڑھ کر ایک مضمون لکھا ہے۔ اور اسی صفحہ پر ایک بدگو شاعر نے اپنی زبان کی قینچی سے حضرت مسیح موعود کے اپنی دلائل کو کاٹنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود نے تلوار کے جہاد کو منسوخ کیا ہے۔ تو آپ لوگوں کو کس نے منع کیا ہے۔ کہ آپ تلوار لے کر لوگوں کے گلے کاٹیں۔ جماعت احمدیہ تو آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ آپ لوگوں کی کثرت ہے۔ ذرا تلوار لیکر میدان میں نکلیں۔ اور ہندوؤں اور انگریزوں کے گلے کاٹ کر دکھائیں تاکہ معلوم ہو۔ کہ آپ جس تعلیم کو سچا سمجھتے ہیں، اس پر عمل بھی کرتے ہیں ورنہ بات تو ایک ہی ہے۔ ہم اسلامی تعلیم کی رو سے اقدام بغرض تلوار اٹھانا، یا غیر مسلموں کو محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے قتل کرنا حرام سمجھتے ہیں، آپ اسے جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن انگریزوں کے ڈر سے ایسا نہیں کرتے۔ بظاہر تو آپ بھی ہم سے متفق ہیں۔ خواہ منافقت سے ہی سہی۔

صفحہ ۸ پر ایک کشمیری نے کشوف کو عقائد احمدیہ بنا دیا ہے۔ اگر یہی بات ہے۔ تو ذرا کشمیری بازار لاہور سے اگر سب مسلمان دکانداروں سے خواب نامے لیکر جلا دو۔ کیونکہ ان میں بڑے بڑے گندے عقائد درج ہیں۔ خدا کے ہاتھ پاؤں پنڈلی کرسی اور اس کا چلنا پھرنا، دوڑنا، اترنا سب کچھ قرآن و احادیث میں درج ہے حضرت صاحب کو کیوں برا کہتے ہو۔

اسی صفحہ پر ایک گیارہ سالہ طفل مکتب علماء اور اکابر ملت سے دردمندانہ اپیل کرتا ہے لیکن ہمیں یقین ہے۔ کہ جن "علمائے کرام" کو اس نے مخاطب کیا ہے۔ ان میں اتنی جرأت نہیں، کہ خود گندے عقائد رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کے مقابل میدان میں اتریں۔ اس لئے بہتر ہو۔ کہ وہ صرف اپنے والد بزرگوار کو ہی اس میدان میں لا کھڑا کرے۔

صفحہ ۱۰ پر ایک خبیث نے ایک شجرہ درج کیا ہے۔ جو اس کے "علمائے کرام" پر لفظ بلفظ صادق آتا ہے۔ اس کے نیچے ایک اور نے اپنی بدباطنی کا ثبوت دیکر نظم لکھی ہے۔ آریہ فحش نویسوں اور مولانا فحاش کا یہ اتفاق قابل داد ہے۔ خدا یہ جوڑی سلامت رکھے۔ تاکہ مسلمانوں پر مولانا فحاش کا اندرونہ روشن ہو۔ کہ یہ کن سے لگا کھاتا ہے۔ اور کن سے بگاڑتا ہے۔ صفحہ ۱۲ پر جالوت کی ایک نظم ہے۔

مندرجہ بالا مضامین سے ظاہر ہے۔ کہ مولانا فحاش کو صرف تھرڈ کلاس فحش نویس مل سکے ہیں۔ اس کے "علمائے کرام او زعمائے عظام" نے میدان میں آنے کی جرأت نہیں کی۔ یہی اس کیلئے کافی ہے۔ کہ اس کا اخبار سنجیدہ طبقہ کی نظر سے اس قدر گر چکا ہے۔ کہ خود اس کے مددگاران درجہ اول و دوم نے اس سے بائیکاٹ کر دیا۔ اور وہ اب فحش نویسی سے سیر ہو چکے ہیں۔ دیکھیں، مولانا فحاش کب تک یہ گندہ ذہنی نبا ہیں گے۔

مجلس مشاورت

۳ نومبر کے پرچہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ آئندہ جلسہ سالانہ پر مجلس مشاورت منعقد ہوگی احباب اپنی تجاویز جو جماعت کی ترقی و بہبود کے متعلق ہوں ۱۰ نومبر تک بنام سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور بھیجدیں تاکہ مجلس منتظمہ کی منظوری لیکر ممبران کو اطلاع کر دی جائے لیکن بہت کم احباب نے اس طرف توجہ کی اب مکرر اعلان کیا جاتا ہے کہ میعاد ۱۰ نومبر کی بجائے ۲۰ نومبر تک کر دی گئی ہے احباب کو فوراً اس ضروری کام کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔

اسسٹنٹ سیکرٹری

درس قرآن کریم کے نوٹ

فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدظلہ

دجال کی مغلوبیت اور رسول کریم کی عظمت کے متعلق زبردست پیشگوئیاں

اعمال کی جزا و سزا کا کھلا ثبوت۔

بقیہ سورۃ التکویر

خناس کی گواہی

فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس۔ پھر نہیں میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والوں کی۔ چلنے والوں اور غائب ہو جانے والوں کی۔ فرمایا اتنا ہی نہیں اور پیشگوئیاں سن لو۔ میں گواہی میں پیش کرتا ہوں الخنس کو (کسی چیز کی ... قسم کھانا اسے بطور گواہ کے پیش کرنا ہوتا ہے۔ قسم میں اور گواہی میں فرق صرف اس قدر ہے کہ قسم میں گواہی کے ساتھ تاکید بھی ہوتی ہے) خنس جمع ہے خانس کی جس کے معنے ہیں پیچھے ہٹ جانے والا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ الشیطان یوسوس الی العبد فاذا ذکر اللہ خنس۔ یعنی شیطان بندہ کی طرف وسوسہ ڈالتا ہے۔ پھر جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اسی سے خناس آتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ من شر الوسواس الخناس کہ خناس کے وسوسوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ خناس کی تعریف خود قرآن نے کی ہے۔ الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے خواہ وہ جن ہو یا آدمی ہو۔

الجوار۔ جو تیزی سے دنیا میں چلے اور پھیل جائے۔

الکنس۔ غائب ہو جانے والے۔

مسیحیت کے متعلق پیشگوئی

اب دیکھنا یہ ہو کہ یہ کون لوگ ہیں جو مومنوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اور تمام روئے زمین میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عیسائی پادری ہیں جن کا کام دن رات اسلام کے خلاف لٹریچر پھیلانا اور پروپاگنڈا کرنا ہے۔ جس سے خدا کے دین کی نسبت لوگوں کے دلوں میں وساوس پیدا ہوں اور یہ نہایت خوش اسلوبی سے چپ چاپ دین حق کی نسبت وسوسے ڈالتے اور پیچھے ہٹ جاتے اور الگ ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ پادری عماد الدین نے شائع کیا کہ اگر ہم مسلمانوں کو عیسائی نہ بنا سکے تو خیر ہم نے اس قدر لٹریچر اسلام کے خلاف تیار کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان بھی رہنے نہ دیں گے۔ مشن اسکولوں اور مشن کالجوں کا بھی یہی مقصد ہے۔ جہاں عیسائیت کا وار نہ چل سکے تو مادہ پرستی کو سامنے کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہے ہیں۔ یہ طریق بعض دیسی عیسائیوں کا بھی دیکھا ہے کہ مسلمانوں کا سا لباس پہن کر مسلمانوں کا سا نام رکھ کر اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے پھر اسلام پر اعتراض کر کر کے مسلمان نوجوانوں کو گمراہ کرتے اور بہکاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بطور ایک عیسائی کے پیچھے اور الگ بھی ہٹے رہیں اور ضرب بھی کاری لگے اور مسلمان مسلمان نہ رہے۔ فرمایا یہ وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹنے والے اور تمام عالم میں اپنے مشن کو لے کر تیزی سے پھیل جانے والے آخر غائب ہو جانے والے ہیں۔ وقت آئیگا کہ یہ دجال پانی میں نمک کی طرح گل جائیگا اور یہ تیزی سے دنیا میں پھیلنے والے غائب ہونا شروع ہو جائیں گے۔

مغرب سے طلوع آفتاب

پھر فرماتے ہیں واللیل اذا عسعس والصبح اذا تنفس اور گواہ ہے رات جب چڑھتی چلی آئے۔ اور گواہ ہے صبح جب وہ طلوع کرنے لگے۔ یعنی یہ ہستیاں جو اسلام کے خلاف کارروائیاں کرتی پھرتی تھیں اسی وقت تک کام کر سکتی تھیں جب گمراہی کی رات چڑھتی چلی آتی تھی۔ لیکن جب صبح طلوع کرنے لگتی ہے تو جس طرح تمام تاریکی کے فرزند خواہ وہ کیڑے مکوڑے ہوں یا درندے یا چور یا کوئی اور اہل باطل جو صرف رات کو ہی باہر نکلتے اور اپنی کارروائیاں کر سکتے ہیں اور صبح کے طلوع کے ساتھ وہ غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب اسلام کا آفتاب ہدایت طلوع ہونے لگے گا تو یہ سب خناس یعنی وسوسے دلوں میں ڈال کر پیچھے ہٹ جانیوالے غائب ہو جائیں گے۔ اور ان کی ساری کارروائیاں بے اثر ہو جائیں گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ یہ طلوع آفتاب مغرب سے ہوگا یعنی اس مرتبہ اسلام کا آفتاب ہدایت خاص طور پر ارض مغرب یعنی یورپ اور امریکہ پر اپنے انوار ہدایت کو ڈالے گا۔ چنانچہ آج یہ تنفس صبح اور طلوع آفتاب کا نظارہ یورپ میں نظر آرہا ہے۔ ووکنگ اور برلن سے جو صبح صادق طلوع ہو رہی ہے اس کے متعلق خواجہ کمال الدین صاحب کیا خوب فرماتے ہیں۔

اے خدا را قوم من برخیز از مستانہ خواب
تا بکے غفلت ببیں بر بام آمد آفتاب
کن نگاہ بر افق مغرب او نمود آثار صبح
حیف باشد گر نہ ایں ایام بشناسی شتاب
در ملائک غلغلہ شد نصرت اسلام را
غلبۂ توحید ہے خواہد خود اندر وقت تاب

دیکھئے کو کس طرح یورپ کے پادری مشن بے اثر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض یورپ کے ملکوں سے تو یہ خارج البلد کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی کارروائیاں کس طرح حضرت مسیح موعود کی آمد کے ساتھ ہی بے اثر ہو گئیں۔ احمدی لٹریچر کے نور سے جو اپنے اندر آفتاب اسلام کا نور رکھتا ہے۔ تمام تاریکی کے فرزند گھبراتے اور اس کے سامنے آتے ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ عیسائی پادری احمدی مبلغین کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اور خود یہ مذہب اب مٹتا چلا جا رہا ہے۔

قول رسول اور اس کا انکار

فرمایا یہ چاروں پیشگوئیاں بعد ان بارہ پہلی پیشگوئیوں کے اس بات پر گواہ ہیں کہ انہ لقول رسول کریم کہ یہ قرآن بیشک معزز رسول کی بات ہے۔ یعنی یہ قول محمد صلعم کا نہیں بلکہ بحیثیت رسول کے یہ خدا کا قول آپ پیش کر رہے ہیں۔ یہاں قول رسول میں اضافت تملیکی نہیں۔ بلکہ ادنی ملابست کے رنگ میں اضافت ہے۔ مثلاً میں اگر کہوں کہ میرا اسکول۔ یا گھوڑے کی زین۔ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ اسکول میری ملکیت ہے یا زین گھوڑے کی ملکیت ہے۔ بلکہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اسکول جہاں میں پڑھتا ہوں یا وہ زین جو گھوڑے پر ڈالی جاتی ہے۔ اسی طرح قول رسول کا مطلب ہے کہ یہ محمد (صلعم) کا قول نہیں بلکہ رسول کا قول ہے اور رسول کا قول جو ہوا کرتا ہے وہ اس کا اپنا نہیں ہوتا بلکہ بھیجنے والے کا پیغام وہ پیش کیا کرتا ہے۔ اس لئے اس قول کا انکار در حقیقت خدا کے ساتھ جنگ کا مترادف ہے۔ کیونکہ وہ قول تو خدا کا قول ہے نبی تو محض ایک رسول ہے جو رسالت ادا کر رہا ہے۔ یعنی محض پیغام بری کر رہا ہے۔ اسی بات کو سورہ الحاقہ میں بھی فرمایا ہے فرماتے ہیں انہ لقول رسول کریم۔ وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون۔ ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون۔ تنزیل من رب العالمین۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ بے شک یہ قول ہے معزز رسول کا اور نہیں ہے وہ شاعر کا قول۔ تھوڑا ہے جو تم ایمان رکھتے ہو اور نہ قول ہے کاہن کا۔ تم لوگ بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ یہ نازل شدہ ہے رب العالمین کی طرف سے۔ اور اگر وہ ہماری طرف کوئی بات بطور افترا کے منسوب کرے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ جان کاٹ دیں۔

اس سے بڑھ کر صفائی اور کیا ہوگی۔ یہاں بتلایا کہ قرآن

محمد صلعم کا یعنی آپ کی کلام نہیں۔ زبان سے تو محمد صلعم کے سننے ہو مگر وہ اس کا بیان کرنا محض ایک رسول کی حیثیت سے ہے۔ پھر فرمایا یہ شاعر کی شاعری بھی نہیں۔ کاہن کی کہانت بھی نہیں بلکہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے۔ جسے وہ بحیثیت رسول کے تمہیں سناتا ہے اور پھر اس قدر احتیاط کے ساتھ سناتا ہے اور یہ احتیاط ضروری ہی ہے کہ کوئی لفظ وہ ہماری طرف اگر منسوب کر دے جو ہم نے نازل نہیں فرمایا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیں اور ہلاک کر دیں۔ دوسری جگہ فرمایا وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ وہ نہیں بولتا ہے اپنی خواہش سے مگر وہی جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ پس یہاں ان تمام پیشگوئیوں کو بیان کر کے فرمایا کہ یہ پیشگوئیاں گواہ ہیں اس بات پر کہ محمد صلعم خدا کے سچے رسول ہیں۔ اور یہ کلام جو وہ سناتا ہے خدا کا پیغام ہے جس کا وہ رسول ہے۔

رسول کریم کی عزت و عظمت

پھر رسول کے ساتھ کریم بڑھایا یعنی یہ رسول معزز ہے۔ جو کسی بادشاہ کی طرف سے سفیر اور پیغام بر آتا ہے اس کی عزت مسلم ہوتی ہے۔ اس کو ذلیل کرنا خود اس بادشاہ کو ذلیل کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ جن لوگوں کی طرف وہ سفیر بن کر آتا ہے اگر وہ اسے ذلیل کرنا چاہیں تو سفیر کا بھیجنے والا اس میں اپنی ہتک سمجھتا اور اس کی خاطر لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ پس فرمایا کہ یہ خدا کا رسول ہے اس لئے اس کا معزز ہونا لازمی امر ہے۔ جو اس کی عزت پر ہاتھ ڈالے گا وہ خدا سے لڑتا ہے۔ ذلیل اور رسوا ہوگا۔ اور یہ رسول چونکہ خدا کا ہے اس لئے یہ تو معزز ہو کر رہیگا۔ اگر یہ جھوٹا ہوتا تو خدا خود اس کا دشمن ہوتا خود اسے ذلیل کر دیتا۔ اس لئے باوجود مخالفت کے اس کا معزز ہوتے چلے جانا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ خدا کا سچا رسول ہے۔ آپ کے معزز ہونے میں کیا کلام ہے۔ آج چالیس کروڑ انسان آپ کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔ پادری لاکھ شکلیں بگاڑ کر مشق کریں لیکن خدا نے جسے کریم فرمایا ہے وہ دنیا بھر میں معزز ہو کر رہیگا۔ اور وہ وقت آ گیا ہے۔ آپ کی عزت و عظمت دنیا پر ظاہر ہو رہی ہے۔

رسول کریم کی قوت قدسی

ذی قوۃ۔ قوت والا۔ اپنی قوت قدسی کا تماشہ دکھائیگا تمام عرب کو شرک اور گندگی فسق و فجور اور غلامیٔ نفس سے نکال کر توحید و تقویٰ طہارت اور اخلاق کے اعلیٰ منازل پر پہنچا دے گا جب وہ قوت والے خدا کا رسول ہے تو کیوں ذی قوت نہ ہو۔ تمام دنیا کی قوتیں اس کو زیر نہیں کر سکتیں اور سب قوتوں پر اس کی قوت غالب آئے گی کیونکہ قوت والے خدا کی قوت اس کے ساتھ ہے۔ دیکھو کس طرح عرب کی قوتیں ٹوٹیں قیصر و کسریٰ کی قوت ٹوٹی۔ شیطان کی قوت ٹوٹی۔

ظاہری و باطنی سلطنت کا مالک

عند ذی العرش مکین۔ صاحب عرش کے نزدیک مرتبہ والا۔ جب یہ رسول خدا کے حضور میں جو صاحب عرش ہے مقرب ہے تو لازمی بات ہے کہ اس کے درجہ کا اظہار دنیا میں بھی ہو اور وہ باطنی اور ظاہری سلطنت کا مالک ہو۔ اور اس کی قبولیت ایک عالم کے دل میں ڈالی جائے۔

مطاع۔ اطاعت کیا گیا۔ فرمایا یہ مطاع ہے۔ ایک عالم اس کی اطاعت کریگا۔ اللہ اللہ جب یہ سورت نازل ہوتی ہے اس وقت آپ کی اطاعت کرنے والا شاذ و نادر ہی کوئی موجود تھا۔ یا ایک زمانہ آیا کہ نہ صرف سارا عرب آپ کا مطیع ہو گیا بلکہ کروڑوں انسان جن میں بڑے بڑے سلاطین ہوئے آپ کی اطاعت کو اپنے لئے فخر سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں۔

رسول کریم کی راستبازی

ثم امین۔ ادھر دیکھو یہ امین ہے۔ ثمّ تاکید کے نتیجے کے ساتھ اس وقت استعمال ہوتا ہے۔ جب مخاطب کی توجہ کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیرنا ہو۔ اب تک تو حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق زبردست پیشگوئیاں ہو رہی تھیں جن میں سے ہر ایک آپ کے منجانب اللہ اور صادق ہونے پر دلیل تھی لیکن اب مخاطب کی توجہ کو مستقبل سے ماضی کی طرف پھیر کر فرماتے ہیں کہ ایک اور بات کی طرف توجہ کرو وہ یہ کہ تم میں یہ رسول ایک عمر رہا ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ یہ کس قدر راستباز انسان ہے۔ اس کی دیانت و امانت تم میں مسلم ہے۔ پھر تم غور کرو کہ ایسا راستباز اور امین انسان کس طرح خدا پر جھوٹ افترا کرنے لگ جائیگا۔ اس کی پہلی زندگی جو صدق اور امانت و دیانت سے بھرپور ہے۔ اور جس کے تم گواہ ہو اس کی راستبازی پر دلیل قاطع ہے۔

صاحب اخلاق فاضلہ ہیں مجنون نہیں

وما صاحبکم بمجنون اور تمہارا ساتھی مجنون نہیں ہے۔ جب اس طرف توجہ دلائی۔ کہ یہ رسول تم میں ایک عمر رہا ہے جس کی صداقت اور امانت پر تم گواہ ہو۔ تو ایک وسوسہ پیدا ہو سکتا تھا۔ وہ یہ کہ اگرچہ ایک امین و صادق انسان جھوٹ نہیں بول سکتا لیکن ممکن ہے دماغ خراب ہو گیا ہو۔ اور حالت جنون میں دعوے الہام و نبوت کیا ہو۔ اس کا جواب ایک لفظ صاحبکم سے دیدیا۔ ایک مجنون وہ ہوتے ہیں جو ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہیں۔ ان کی شناخت تو مشکل نہیں ہوتی لیکن ایک پاگل وہ ہوتے ہیں جنہیں ایک خاص امر کا جنون ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی شناخت کا یہ طریق ہے۔ کہ انہیں کئی کئی دن زیر ملاحظہ رکھا جاتا ہے۔ آج کل بھی یہی طریق مستعمل ہے۔ مشتبہ مجنون کئی کئی دن جیلخانوں یا شفاخانوں میں زیر ملاحظہ رکھے جاتے ہیں۔ تب ان کی نسبت یہ رائے قائم کی جاتی ہے۔ کہ یہ مجنون ہیں۔ یا نہیں۔ یہاں بھی یہی بتلایا۔ کہ تمہارا ساتھی جو ہر وقت تمہاری صحبت میں رہتا ہے۔ مجنون نہیں۔ دن رات تمہاری صحبت میں تمہارے زیر ملاحظہ اگر مجنون ہوتا۔ تو نظر نہ آ جاتا کیں دن رات صحبت میں رہ کر بھی ایک باخدا اور صاحب اخلاق فاضلہ کا امتیاز مجنون سے نہیں ہو سکتا؟

رسول کریم کی معرفت تامہ

ولقد راٰہ بالافق المبین۔ اور بے شک اس نے اپنے رب کو یا خدا کو کھلے کھلے انتہائی مقام پر دیکھا۔ افق کے معنی ہیں انتہائی مقام کونسا انتہائی مقام۔ وہ جو انسان کے حد کمال کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں بتلایا۔ کہ یہ مجنون نہیں۔ بلکہ اس نے اپنے آپ کو اس انتہائی مقام پر دیکھ لیا ہے جہاں تک انسان اپنے کمالات میں پہنچ سکتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کو اس حد کمال انسانی تک دیکھ لیا ہے۔ اور معرفت حاصل کر لی ہے جس حد تک کہ انسان خدا کو دیکھ سکتا اور اس کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس امر کا ثبوت نہ صرف آپ کے اخلاق فاضلہ اور معرفت تامہ سے اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اس قدر علوم غیبیہ اور اسرار لدنیہ کا اظہار کیا۔ کہ ممکن نہیں۔ کہ بغیر خدائی علم کے انسانی علم وہاں تک پہنچ سکتا ہو جس میں سے مشتے نمونہ از خروارے اس سورۃ میں متعدد پیشگوئیاں کی گئی ہیں جو کس قدر دقیق در دقیق علوم غیبیہ پر مشتمل ہیں۔ کیا یہ ایک مفتری انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔

قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل

وما ھو علی الغیب بضنین کہ وہ غیب پر بخیل نہیں ہے۔ یعنی اس قدر علوم غیبیہ کی پیشگوئیاں ثابت کرتی ہیں۔ کہ اس شخص کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ جو بکل شئی علیم ہے۔

وما ھو بقول شیطان رجیم فاین تذھبون اور یہ مردود شیطان کا قول نہیں۔ سو تم کدھر جاتے ہو۔ یعنی یہ خیال کہ ممکن ہے۔ کہ شیطان کا قول ہو۔ نہایت درجہ گمراہی ہے۔ کیونکہ شیطان تو خود مردود اور خدا کی درگاہ سے راندہ ہے۔ اس کی آواز تو ہمیشہ بدی کی محرک اور گندگی اور ذلت دنیا کی طرف لیجانیوالی ہوگی۔

قرآن پر عمل بزرگی عطا کرتا ہے

اور یہ قرآن ان ھو ذکر للعالمین ہے یعنی بے شک وہ نہیں ہے مگر نصیحت اور موجب شرف تمام عالموں کیلئے۔ یعنی اس کی تعلیم دیکھو کہ کس قدر اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اور کس قدر بلند ہے۔ جو انسان کے شرف اور بزرگی کا موجب ہے۔ اور جس پر عمل کر کے انسان اس شرف کو حاصل کر سکتا ہے جس کیلئے وہ پیدا ہوا ہے۔ ایسی تعلیم کیا شیطان کی ہو سکتی ہے۔ جو انسان کو بلند سے بلند عزت کے مقام تک پہنچا دے اس پر ضروری ہے۔ کہ انسان خود اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ جیسا کہ فرمایا لمن شاء منکم ان یستقیم اس کے لئے جو تم میں سے چاہے۔ کہ سیدھی راہ پر ہے یعنی اگرچہ یہ تعلیم جناب الٰہی سے تمام عالم کے فائدہ کیلئے ہے۔ لیکن اس شرف اور بزرگی سے وہی حصہ لے سکتا ہے۔ جو چاہے۔ کہ میں صراط مستقیم پر قائم رہوں۔ کیونکہ خدا کسی پر جبر کر کے اسے کوئی تعلیم منوانا نہیں چاہتا۔ یہ انسان کا کام ہے کہ وہ خود اس ذکر سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

مشیت الٰہی کا مفہوم

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العالمین اور تم نہیں چاہتے ہو۔ مگر وہی جو اللہ چاہتا ہے۔ جو تمام عالموں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ بدقسمتی سے اس آیت کے معنے ہمارے علماء نے یہ کر لئے ہیں۔ کہ تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی جو اللہ چاہتا ہے۔ پس جو سیدھے رستہ پر آنا چاہتا ہے۔ وہ بھی خدا کی مشیت ہے۔ اور جو نہیں آتا وہ بھی خدا کی مشیت ہے۔ لیکن یہ معنے صریحاً غلط ہیں۔ اس طرح تو انسان مجبور محض ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کو اس کی گمراہی پر سزا دینا سخت ناانصافی ہوگی۔ اس آیت کے معنے صاف ہیں۔ وہ یہ کہ اوپر جب یہ ذکر کیا۔ کہ یہ کتاب تمام دو جہان کے لئے شرف و بزرگی کا مقام حاصل کرنے کے لئے اتاری گئی ہے۔ تو ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ ان لوگوں کو یہ شرف مل سکتا ہے۔ جو تم میں سے سیدھا راستہ چاہتے ہیں۔ اب یہاں مخاطب وہ ہیں۔ جو سیدھا رستہ چاہتے ہیں۔ فرماتے ہیں تم جو سیدھا رستہ چاہتے ہو۔ تو اس چاہتے میں تم اور تمہارا رب ایک ہیں یعنی جو تم چاہتے ہو۔ خدا بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ تم سیدھا رستہ اختیار کرو۔ اور جب تم سیدھا رستہ اختیار کرنا چاہتے ہو۔ تو گویا بے شک تم وہی چاہتے ہو۔ جو تمہارا رب چاہتا ہے کیونکہ اس کی ربوبیت تو یہی چاہتی ہے۔ کہ تمام عالم سیدھا رستہ اختیار کرے۔ لیکن وہ جبر کے ذریعہ نہیں منواتا۔ انسان کو جو صاحب ارادہ پیدا کیا۔ تو ضروری ہے۔ کہ وہ خود سیدھے رستہ کو اختیار کرے۔ اور اپنی مشیت کو معطل نہ کرے۔ سو خدا تو یہی چاہتا ہے۔ کہ انسان سیدھا رستہ اختیار کرے کیونکہ وہ رب العالمین ہے یعنی تمام عالموں کا رب ہے۔ اور اسی لئے قرآن کو جو ذکر للعالمین یعنی تمام عالموں کے لئے ذکر ہے۔ نازل فرمایا۔ پس تم میں سے جو سیدھا رستہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ وہ وہی چاہتا ہے جو اس کا رب چاہتا ہے۔ اور جو سیدھا رستہ اختیار کرنا نہیں چاہتا وہ اپنے رب کی مشیت کے خلاف چاہتا ہے۔

ایک برگزیدہ بزرگ کا انتقال

ہمارے احباب یہ سن کر از حد تاسف ہونگے کہ جناب شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی جو ہماری قوم کے ایک نہایت برگزیدہ بزرگ اور حضرت مسیح موعودؑ کے قدیم خادم میں سے تھے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم سلسلہ کے ان چند برگزیدہ انسانوں میں تھے جنہیں دین کی خدمت و اشاعت کا خاص جذبہ اور شوق تھا آپ سیالکوٹ میں بوٹوں کی دوکان کرتے تھے لیکن یہ دوکان کیا تھی اچھا خاصا دار التبلیغ تھا۔ سارا سارا دن جماعت کے دوستوں اور غیر از جماعت احباب سے جن میں ہندو اور مسلمان سب شامل ہیں۔ مذہبی گفتگو میں بحث و مناظرات اور مطالعہ کتب و اخبارات جاری رہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کی کتب پر آپ کو خاصہ عبور تھا اور ویسے بھی عام دینی واقفیت خاصی تھی اگرچہ نوشت خواند میں اتنی مہارت نہ تھی جب قادیان سے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہوا تو قادیانی اصحاب سے آپ کی بحث و مناظرات بہت ہوتے تھے اور بہت سے دلائل کا سلسلہ اس قدر زبردست اور معقول ہوتا تھا کہ بڑے بڑے عالم کو بھی مقابلہ میں بغلیں جھانکنے کے سوائے چارہ نہ تھا باوجود ضعیف العمری کے زندگی کے آخری ایام تک آپ نے مطالعہ کتب اور مذہبی مسائل پر گفتگو کا سلسلہ ترک نہیں کیا آپ کے کلام میں ظرافت اور بذلہ سنجی ہونے کی وجہ سے مخالفوں کو بھی آپ سے گفتگو کرنے میں ایک مزا آتا تھا۔

آپ جیسے قابل پرجوش اور بہادر و ملت انسان کی وفات اس سلسلہ کا ایک ایسا قومی نقصان ہے جس کی تلافی ہونی مشکل ہے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت سے مستفیض ہونے والے بزرگوں میں سے اس قسم کے کئی انسان اس سلسلہ میں پیدا ہوئے جو یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے گئے اور چلے جا رہے ہیں لیکن ان کی جگہ پر کرنیوالا کوئی نہیں۔

مرحوم شیخ صاحب کے کئی لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ محمد عبد اللہ بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ صدر علمی اور دینی شغف کے لحاظ سے باپ کے نقش قدم پر ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور سب بچوں کو خادم دین بنائے اور وہ باپ کا ایک نمونہ دنیا میں زندہ رکھنے کا موجب ہوں ہمیں شیخ صاحب مرحوم کے لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم شیخ صاحب کو جنت نصیب کرے آمین۔

اسلامیہ کالج میں لیکچر

۴ نومبر کو دن کے ساڑھے دس بجے جناب مولانا مولوی محمد عصمت اللہ صاحب کا اسلامیہ کالج لاہور میں ایک نہایت دلچسپ اور مفید لیکچر کالج مذکور کے پرنسپل صاحب کی خواہش پر ہوا جسے سن کر سامعین بہت متاثر اور محظوظ ہوئے۔

بقیہ صفحہ ۲

ایک ہی ہے اور وہ ہے بے نفسی و بے غرضی اور اسلام کی راہ میں مال و عزت عزیز و اقارب حتیٰ کہ جان قربان کرنے کی تمنا اگر حضرت ابوبکر و عمر نے مصائب کے وقتوں میں اپنا سب کچھ اسلام پر نثار کر دیا تو حضرت عثمان و علی نے باوجود فتح حاصل ہونے کے اپنا کیا رکھا۔ حضرت ابوبکر و عمر کے وقتوں میں تو اسلام کو مال و جان کی ضرورت بھی تھی کیونکہ بغیر اس کے ترقی نہ ہو سکتی تھی۔ مگر حضرت عثمان و علی کے وقتوں میں تو اسلام کی فتح ہی فتح تھی۔ اس وقت تو مال و جان فدا کرنے کی ضرورت بھی نہ رہی تھی۔ باوجود اس کے حضرت عثمان و علی نے اپنا سب کچھ یہاں تک کہ جان بھی قربان کر دکھلائی کس شئے کے حصول کے لئے؟ اخلاقی کمال حاصل کرنے کیلئے۔ گویا کہ ان اصحاب کے نزدیک اسلام کی فتح نہ تو اس کی سلطنت قائم ہو جانے میں مضمر تھی۔ نہ قوم کے مضبوط ہونے میں۔ بلکہ اسلام کا کمال اخلاق کے شعبوں میں کمال کا حصول ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کیلئے یہ اصحاب ہر وقت مستعد کھڑے ہیں۔ اور ہر وقت اپنا سب کچھ نثار کر رہے ہیں

قومی اخلاق کا ارتقاء

جہاں حضرت ابوبکر و عمر نے اپنے اپنے اخلاق کے شعبہ کو مصائب و مشکلات کے وقت کمال تک پہنچایا۔ اور اس مقصد کے حصول کیلئے اپنا سب کچھ گنوا دیا۔ وہاں حضرت عثمان و علی نے بھی اسی عزم و استقلال کے ساتھ اپنے اپنے شعبہ اخلاق کو آخری نقطہ تک پہنچا دیا۔ اور باوجود فتح و سلطنت میسر ہونے کے یہ چیز حضرت عثمان و علی کے لئے اس مقصد کے حصول کیلئے روک نہ بنی۔ بلکہ جس طرح ابوبکر و عمر نے جان تک دیدی ان حضرات نے بھی جان کو قربان کر دیا۔ گویا بتلانا یہ تھا۔ قومی اخلاق کے ارتقاء کا موقع اسلام کی کشائش کے وقت بھی اسی طرح ہے جیسے اس کی مصائب کے وقت یعنی اندرونی ارتقاء کو بیرونی حالات سے کچھ تعلق نہیں۔ اور نہ بیرونی تبدیلی انسان کے اندرونی جوہروں کو تبدیل کر سکتی ہے۔ اب غور کرو۔ کہ اگرچہ اسلام کی فتوحات ابوبکر و عمر نے کیں۔ مگر یہ کس نے عملاً ثابت کر دکھلایا کہ اصحاب کبار کا اندرون ان باتوں کا طالب نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عثمان و علی نے سلطنت و کشائش میسر ہونے کے باوجود اخلاقی ارتقاء کو نہ چھوڑا۔ اگرچہ سلطنت چھوڑ انہیں اپنی جان بھی اسی راہ میں گنوانی پڑی۔ گویا اس آیت کی عملی تفسیر حضرت عثمان و علی ہیں۔ ومنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ محمد رسول اللہ اور اس کے ساتھیوں نے ایک ہی سبق دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اخلاق کی تربیت کے سامنے سب چیزیں قربان ہیں۔ اپنی ذات کی ہر قربانی حتیٰ کہ جان کا دیدینا تو ادنیٰ امر ہے۔ ان اصحاب کرام نے تو یہ سبق پیش کیا۔ کہ سلطنت و قوم بھی اخلاق کی تربیت کے آگے قربان ہیں۔ کیا یہ سبق دنیا کسی اور جگہ سے حاصل کر سکتی ہے؟ کسی نے کیا خوب کہا۔ کہ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا میں پنج تن کا ذکر ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم استاد ہیں۔ ان کا ساتھی یعنی ابوبکر۔ پھر اشداء علی الکفار کا مظہر یعنی عمر اور رحماء بینھم کی تصویر حضرت عثمان اور چوتھے حضرت علی جو عابد و زاہد ہونے کی وجہ سے نہایت راست رو وسادہ تھے۔ لیکن ان سب اصحاب کے اپنے اپنے شعبہ اخلاق میں کمال حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے۔ یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا کوئی خود غرضی و نفس پرستی کا شائبہ نہیں۔ صرف ابتغاء مرضات اللہ جو کچھ کرتے ہیں۔ کرتے ہیں۔ اور کسی نے اس کو شعر میں یوں ادا کیا ہے:

بوبکر، عمر، عثمان، علی — ہیں کرتیں ایک ہی شمع کی
کچھ فرق نہیں ان چاروں میں — ہم مرتبہ ہیں یاران نبی

حضرت محمد مصطفےٰ نے روحانیت کا جو باغ لگایا تھا۔ اور جس کا پانی انتہائی بے غرضی و بے نفسی ہے۔ اس کے چار عظیم الشان و بے مثیل درخت ایمان، شجاعت، رحم، سادگی کیسے اچھے پھولے کیا دنیا اس کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ

درس عبرت

ان بے مثیل زندگیوں میں ہمارے لئے بھی درس عبرت ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ رہنے والوں کو بھی صحابہ کرام سے نسبت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ مگر جہاں یہ صحیح ہے۔ کہ صدیق کے ایمان کا انسان واقعی حضرت مسیح موعود کو نصیب ہوا۔ وہاں واقعات میں حضرت عثمان و علی کی شجاعت و رحمدلی و سادگی کہیں نہیں دکھائی دیتی خواہ دعوے کتنے بڑے ہوں۔ مگر بے نفسی اور بے غرضی اور فضلا من اللہ و رضوانا کے طالب کہاں ہیں۔ کیونکہ اخلاق کا کوئی بھی شعبہ ہو۔ وہ تب ہی خلق کہلانے کا مستحق ہوگا۔ جبکہ اس کا بانی یعنی حقیقی بے نفسی و بے غرضی موجود ہو۔ پس اگر کسی کو صحابہ کرام سے ادنیٰ لگاؤ کا شوق ہے تو وہ پہلے اپنے اندر بے نفسی کی نہر جاری کرے۔ تا کوئی خلق خلق کہلانے کا مستحق ہو سکے۔ اور صحابہ کرام تک پہنچنا تو ایک خیال خام و فاسد ہے۔ حضرت عزوجل کی خاص عنایت اور حضرت محمد مصطفےٰ کی خاص تربیت جو ان اصحاب کو نصیب ہوئی ہے۔ وہ کسی دوسرے کیلئے مقدر نہیں۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد

درخواست دعا

مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر اخبار پیغام صلح کچھ عرصہ سے بعض مشکلات کی وجہ سے پریشان ہیں۔ تمام احباب خاص کر ناظرین پیغام صلح سے درخواست ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

(منیجر)

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۸

قابلِ توجہ احباب

دفتر تحصیل کی ضروری اپیل!

انجمن کو ہر قسم کے چندوں کے متعلق ایک حصہ رقوم کا فرداً فرداً احباب سے براہ راست قابل وصول ہوتا ہے۔ اور ایک حصہ جماعتوں کی مجموعی رقم کا مقامی عہدیداران محاسب وغیرہ کی وساطت سے انفرادی رقوم کیلئے ہر ماہ کی دس یا زیادہ سے زیادہ ۱۵ تاریخ تک خزانہ انجمن میں وصولی کی انتظار کی جاتی ہے۔ اور جماعتی رقوم کی بیس سے پچیس تاریخ تک۔ اور ان مقررہ ایام کے اندر اندر جو رقوم وصول نہیں ہوتیں مجبوراً ان کے لئے یاددہانیاں کرانی پڑتی ہیں۔ اور بعض دفعہ مہینہ میں دو دو تین تین بار بھی یاددہانیوں کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور جب اس سے بھی شکایت رفع نہیں ہوتی۔ تو محصلین کو اخراجات برداشت کر کے محض اس کام کے لئے روزانہ کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح بہت سا خرچ ڈاک اور سفر اور کارکنوں کی محنت ایک ایسے کام پر صرف ہو جاتی ہے۔ جو بے فائدہ اخراجات بڑھانے کا موجب ہے۔ اور احباب کی ذراسی توجہ سے انجمن اس قسم کے خرچ سے بڑی آسانی سے بچ سکتی ہے۔

اس لئے میں ہر ایک خیرخواہ ممبر انجمن سے یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ از راہ کرم یہ خاص طور پر نوٹ فرمالیں۔ کہ:۔

اول۔ انفرادی رقوم ٹھیک دس بارہ تاریخ تک خزانہ انجمن میں داخل ہو جانے کا انتظام فرمالیں۔ یا جب مستقل مناسب انتظام ہو سکتا ہو۔ اس سے اطلاع دیں۔

دوم۔ جماعتی رقوم ۱۸۔۲۰ تاریخ کو بالضرور ہر ماہ جس قدر بھی ہوں روانہ کر دی جایا کریں۔

یہی انجمن کے قواعد و ضوابط کا منشا ہے۔ اور اسی سے انجمن کو آسانی ہے بالخصوص جماعتی رقوم ماہ بماہ اور بروقت پر وصول نہیں ہوتیں۔ بعض جگہ سے دو دو تین تین ماہ کی رقوم اکٹھی بھیجی جاتی ہے۔ اور قسطاً یا دو ہانی یا قواعد کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ جو بہت قابل اعتراض امر ہے۔ مرکز نے نہ صرف جو کچھ آتا ہے۔ اسے وصول دکھانا ہوتا ہے۔ بلکہ جو ممبران چندہ نہیں دیتے۔ ان کے متعلق وقت پر انتظام کرنا ہوتا ہے۔ تین ماہ بعد رقم آنے سے یہ سب باتیں رہ جاتی ہیں۔ اس وقت جلسہ سالانہ کی وجہ سے بعض رقمیں رکی ہوئی ہیں۔ اس خیال سے کہ جلسہ پر پیش کی جائیں گی۔ یہ طریق انجمن کے مفاد کے خلاف ہے۔ سب رقمیں باقاعدہ اس ماہ بھی اور دسمبر میں بھی ۱۵ دسمبر تک بھیجدی جاویں۔

پتوں کی ضرورت ہے

جلسہ سالانہ کے پروپیگنڈا اور ایک خاص اپیل بھیجنے کے لئے ہر جگہ کے ایسے مسلمان برادران کے پتوں کی ضرورت ہے جن کے متعلق احباب کو تھوڑا بہت یہ علم ہو کہ وہ ... متعصب نہیں۔ اور دین کی کچھ رغبت رکھتے ہیں۔ اور تعلیمیافتہ ہیں۔ سب دوست اپنی اپنی جگہ غور فرما کر اپنے اپنے حلقہ سے اس قسم کے نام معہ پتوں کے ایک ہفتہ کے اندر اندر اگر بھجوا دیں۔ تو بہت شکریہ کا موجب ہوگا۔

(خاکسار)

(اللہ بخش افسر تحصیل)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

۱۲ نومبر ۳۲ء کو بعد از نماز مغرب ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار اجلاس بصدارت جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا جس میں جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے سلسلہ احمدیہ کی اہمیت کے موضوع پر ایک فاضلانہ تقریر فرمائی۔ دوران تقریر میں آپ نے ثابت کیا آج کل دنیا روحانی اور علمی طاقت کی تلاش میں ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ مخالفین اسلام تبلیغ اسلام کو بزور شمشیر مٹانا چاہیں اور جس کے لئے مسلمانوں کو جہاد بالسیف کی ضرورت پڑے۔ موجودہ وقت میں اشاعت اسلام کے لئے وہی پرامن اور معقول طریق دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور اسی کے ذریعہ ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آخر پر فاضل مقرر نے تبلیغ احمدیت کے لئے زبردست اپیل کی تقریر نہایت موثر اور کامیاب تھی۔

جناب سید عبدالجبار صاحب سابق بادشاہ سوات بعارضہ انفلوئنزا اور ذات الجنب بیمار ہیں بخار اور کھانسی کی وجہ سے سخت تکلیف ہے۔ تمام احباب سلسلہ ممدوح کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔

چند روز ہوتے ہمارے مبلغین و احباب کی مساعی سے ضلع گورداسپور میں ۳۹ اچھوت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں جن میں اچھوت اقوام کے ایک بااثر لیڈر بھی شامل ہیں۔ مزید تبلیغی کوششیں جاری ہیں کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔

شیخ عبدالحق صاحب بہت بدستور صاحب فراش ہیں۔ گو پہلے سے بہت افاقہ ہے ان کی صحت کے لئے دعا کی جاوے۔

جناب مولوی دوست محمد صاحب پیغام صلح کی ایڈیٹری سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔

حضرت میاں صاحب کی جماعت سے میری علیحدگی

(از مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

میں حضرت میاں صاحب کی بیعت میں ان کی خلافت کے شروع سے لیکر دسمبر ۱۹۳۱ء تک رہا۔ اور نہایت دیانتداری سے ان کی جماعت میں تبلیغ احمدیت کا کام کرتا رہا۔ اور بعض عقائد میں اگرچہ میاں صاحب سے میں اختلاف رکھتا تھا۔ لیکن چونکہ مولانا سید سرور شاہ صاحب نے مجھے واللہ باللہ ثم تاللہ کے الفاظ میں قسم کھا کر بتایا کہ حضرت سیدنا مولانا نورالدین اعظم میاں صاحب کو ہی مصلح الموعود جانتے تھے۔ اس لئے اپنے اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے میں نے حضرت میاں صاحب کی ۱۹۱۳ء میں بیعت کر لی۔ اس کے بعد بعض موقع اختلاف کے آئے۔ مگر بوجہ میاں صاحب کو مصلح الموعود مان لینے کے میں عموماً ایسے موقعوں پر یا خاموشی اختیار کرتا۔ اور یا احمدی احباب کو تو کہہ دیتا۔ کہ میاں صاحب بیان غلطی پر ہیں۔ مگر کبھی میاں صاحب کے مقابل اس اختلاف پر زور نہ دیتا۔ گو دل میں جانتا تھا۔ کہ میاں صاحب غلطی پر ہیں۔ اور جن احمدی دوستوں کو میں میاں صاحب کی غلطی بتاتا وہ بعض اوقات تو یہ کہہ دیتے۔ کہ آپ کہتے تو ٹھیک ہیں۔ مگر چونکہ میاں صاحب اس کے خلاف کہتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے۔ غرض یہ سلسلہ یونہی جاری رہا۔ مگر بعض ایسے واقعات پیش آگئے۔ کہ جن میں میرے نزدیک میاں صاحب بالکل حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف چلنے والے تھے۔ یا وہ ایسے واقعات تھے کہ ان کے ہوتے ہوئے میاں صاحب مصلح الموعود تو ایک طرف خلافت کے اہل بھی نظر نہ آتے تھے۔ اس لئے میں میاں صاحب کے خلاف بول اٹھا تھا۔ اور میاں صاحب بجائے معقول جواب دینے کے چاہتے تھے۔ کہ میں یوں ہی ان کی بات کو مانتا چلا جاؤں جس طرح عام طور پر پیر پرستوں کا حال ہوتا ہے۔ مگر چونکہ میری فطرت اس کو گوارا نہ کرتی تھی۔ اس لئے میں نے ایسے اہم موقعوں پر جناب میاں صاحب کی خدمت میں ادب سے اپنے خیالات کو پیش کر دیا۔ مگر . . . ادھر سے ہمیشہ خاموشی رہی۔ اور بعض احباب نے مشورہ دیا۔ کہ آپ چپ رہیں تو بہتر ہے۔ آخر خدا نے میاں صاحب کو خلیفہ بنایا ہے وہ خود ذمہ دار ہے ایسے غیر معقول ناصح میرے لئے کچھ بھی مفید نہ تھے۔ اور میں ایسے کرم فرماؤں کو کہہ دیا کرتا تھا۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ

اگر قرآن مجید میں ... کی بات مان ہی لینا ہے مگر افسوس ہے۔ کہ میں میاں صاحب ... کے احبار اور راہبوں کی طرح من دون اللہ رب نہیں ... بنا۔ غرض اسی طرح معاملہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ میاں صاحب نے سالانہ جلسہ دسمبر ۱۹۳۲ء کے موقعہ پر وہ جھوٹے عذر ... بنا پر اعلان کر دیا۔ کہ میں ... عمر الدین شملوی کو جماعت ... خارج کرتا ہوں۔ میں نے وہیں چاہا کہ اصل حقیقت سے میاں صاحب ... کو آگاہ کر دوں۔ مگر میاں صاحب نے ایک منٹ بھی معذرت کرنے کا بھی موقعہ نہ دیا۔ اور اسی میں اپنی اولوالعزمی یا کری اور مصلحت سمجھی۔ مگر مجھے ان کی اس کارروائی سے ان پر سخت افسوس آیا۔ اور فقیر درویش بر جان درویش اس ہزاروں احمدیوں کے جلسہ میں خاموش ہو گیا۔ بعض احمدی احباب نے قادیان میں ہی مجھ پر بہت سخت زبان درازی شروع کر دی۔ اور بعض نے ان لوگوں کو جو مجھ سے بات چیت کرتے تھے یا ملتے جلتے تھے۔ ڈانٹ اور کہا۔ کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ اس شخص سے بولتے ہو جسے خدا کے خلیفہ نے جماعت سے نکال دیا ہے۔ میں ان کی عقلوں اور ذہنوں پر کچھ تعجب نہ کرتا تھا۔ کیونکہ جماعت کی اس گری ہوئی ذہنیت کا میں پہلے بھی واقف تھا۔ اور میں ان کو معذور ہی سمجھ رہا ہوں۔ کیونکہ حکمت عملی سے ان کو بنا ہی ایسا دیا گیا ہے باوجود ان سب باتوں کے اور باوجودیکہ لوگ مجھ سے دریافت کرتے تھے۔ کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ میں نے اپنی قلم سے اس قضیہ نامرضیہ کو پبلک میں لانا سلسلہ احمدیہ کے وقار کی خاطر ناپسند کیا۔ مگر اخبار الفضل مجریہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں میرے متعلق ایک اعلان کیا گیا ہے۔ جو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے جیسا کہ میں آگے چل کر دکھاؤں گا۔ اس اعلان کی خاص غرض صرف یہ ہے۔ کہ میاں صاحب کی جماعت کے لوگ مجھ سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں

مقاطعہ کے حکم کی غرض

جہاں تک واقعات کا تعلق ہے۔ اور عقل و فہم کے ساتھ دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قطع تعلق کے حکم کی غرض یہ ہے۔ کہ کہیں لوگوں پر اصل حقیقت کھل نہ جائے۔ اور جناب میاں صاحب کے بعض غلط عقائد کو سمجھ کر کوئی میاں صاحب کا مرید ان سے مرتد نہ ہو جائے۔ اور یہ وہی کمزور ایمان علماء کی چال ہے جو دو احمدیت کے خلاف ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔ تاکہ ان کے پیرو کسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل نہ ہو جائیں۔

اگر میرا خیال واقعی غلط ہے۔ تو میں درخواست کروں گا کہ جناب میاں صاحب اب دوسرا اعلان یہ کرا دیں۔ کہ ان کی طرف سے جماعت کو اجازت ہے۔ وہ مجھ سے ملیں جلیں سمجھیں اور سمجھائیں پھر میں انشاءاللہ ان کی تمام جماعتوں میں ایک تبلیغی دورہ کرونگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے اعتقادات بتاؤنگا۔ اور میں یہ اقرار کرتا ہوں۔ کہ میاں صاحب کی ذات پر کوئی اعتراض نہ کرونگا تاوقتیکہ کوئی ان کا مرید مجھے مجبور نہ کرے۔ کہ میں ایسے واقعات کا اظہار کروں۔

مباحثہ کا چیلنج

اگر یہ اعلان کرنا کسی مصلحت کے ماتحت نامناسب ہو تو پھر میں میاں صاحب کی تمام جماعت کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ وہ جہاں اور جب چاہیں۔ مجھ سے جس مختلف فیہ مسئلہ پر چاہیں بحث کر لیں اور بلاشبہ وہ میاں صاحب کو ہی حکم مان لیں۔ میں ان کے فیصلہ کو بشرطیکہ ایسا فیصلہ حلف مؤکد بعذاب الٰہی سے ہو۔ اپنے لئے حجت لازمہ تسلیم کرونگا۔ اور آئندہ جناب میاں صاحب کی جماعت کے ساتھ ان مسائل پر کبھی بحث نہ کرونگا۔ بلکہ میں جناب میاں صاحب سے ان کے حسب منشا شرائط کے ساتھ معافی مانگ لونگا۔ مگر میں جانتا ہوں۔ کہ میاں صاحب نہ یہ کریں گے اور نہ وہ کریں گے۔ ہاں یہ ممکن ہے۔ کہ کوئی مرید خلاف منشا خلافت اپنی ناواقفی کی وجہ سے یونہی دکھاوے کو میرے اس چیلنج کی منظوری کا اعلان کر دے۔

میں چونکہ دہلی میں رہتا ہوں۔ اور جناب میاں صاحب کی جماعت دہلی میں بھی ہے۔ اور میرے مخدوم مکرم و معظم جناب فاضل راجیکی کا تقرر دہلی کی ہدایت کیلئے کیا جا چکا ہے۔ اور فاضل راجیکی حضرت میاں صاحب کی جماعت کے اعلیٰ رکن ہیں۔ میرے نزدیک تبلیغ کیلئے بہترین عالم ہیں۔ اور ان کے بالمقابل میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اس لئے بہت بہتر ہو۔ کہ دہلی میں ہی شملہ کی طرح دونوں جماعتوں میں ایک فیصلہ کن بحث ہو جائے۔ یہاں بھی وکلاء اور علماء بہت ہیں ان میں سے ثالث مقرر کر لئے جائینگے۔ اور ان کے فیصلہ پر اگر جناب میاں صاحب حلفاً یہ کہہ دیں۔ کہ وہ غلط ہے۔ تو بھی ہم اپنی شکست تسلیم کر لیں گے۔ مگر میں پھر کہتا ہوں کہ قادیانی جماعت اس مقابلہ کیلئے بھی کبھی تیار نہ ہوگی۔ یہ کوئی الہامی پیشگوئی نہیں ہے بلکہ میں اپنے یقین اور تجربہ کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ اور یقیناً جانتا ہوں۔ کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ بالکل سچ ہے۔ اور واقعات آئندہ اس بیان کی صداقت پر انشاءاللہ تعالیٰ شاہد ہونگے۔

مباحثہ شملہ

ممکن ہے۔ کہ کوئی صاحب کج بحثی کے طور پر یہاں یہ عذر لے بیٹھیں۔ کہ شملہ میں جو مباحثہ ہوا تھا۔ اس میں ثالث نے اپنے خیال کے مطابق فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تحریروں کی رو سے نبی ثابت ہوتے ہیں۔ پس تم پہلے اس فیصلہ کو قبول کر لو۔ سو یاد رہے۔ کہ میرا تو پہلے سے یہی ایمان ہے۔ کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی بھی ہیں اور امتی بھی۔ امتی نبی وہ ہوتا ہے جو نبی نہیں (اڈیٹر) اور ان دونوں لفظوں کا جامع مفہوم یہ ہے کہ مسیح موعود امتی نبی ہیں۔ جسے بالفاظ دیگر ظلی نبی بھی کہتے ہیں۔ اور میں ...

خریداران پیغام صلح سے

ضروری استدعا

مالی سال ختم ہو چکا ہے لیکن بہت سے احباب نے پیغام صلح کا بقایا اور سال رواں کا چندہ ادا نہیں کیا۔ حالانکہ اس کے متعلق ان کو بذریعہ خطوط اور اخبار متعدد مرتبہ توجہ دلائی جا چکی ہے آج کل اخبار کو روپے کی اشد ضرورت ہے۔ از راہ کرم بہت جلد واجب الادا رقوم ارسال فرما کر اپنے قومی و اخلاقی فرض سے سبکدوش ہو جائیں

"منیجر"

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰی ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۰ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۳ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۹

احمدی خواتین کے نام ایک خط

نمائش دستکاری کو کامیاب بنانے کی اپیل

محترم بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کو علم ہوگا کہ احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور نے اشاعت اسلام میں مدد دینے کیلئے ایک دستکاری فنڈ جاری کیا ہے۔ یعنی ہر ایک بی بی کوئی سا دستکاری کا کام اپنے ہاتھ سے بنا کر سال میں ایک دفعہ دیں۔ اور یہ سب اشیا جمع کرکے سالانہ جلسے پر جو دسمبر میں ہوتا ہے بذریعہ نمائش فروخت کیا جائے۔ اور روپیہ اشاعت اسلام پر صرف ہو۔ چنانچہ تین سال سے یہ نمائش ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک بہت کم بہنوں نے اس مبارک کام میں حصہ لیا ہے۔ اگر یہ تحریک عام ہو جائے تو اشاعت اسلام کو گراں قدر امداد خواتین کی طرف سے مل سکتی ہے۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی اس نیک مفید تحریک میں شامل ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اور اپنی بچیوں و دیگر رشتہ دار بہنوں کو بھی شریک کریں۔ آپ جانتی ہیں کہ آجکل مسلمانوں پر کس قدر مشکلات کا زمانہ گذر رہا ہے۔ ان کی ہستی چہار طرف سے معرض خطر ہے ناموس اسلام پر گندے حملے ہوتے ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک ترین الزامات لگائے جاتے ہیں تو کیا ہمیں یونہی خاموش بیٹھے رہنا چاہیئے۔ ہرگز نہیں۔ مذہب اسلام نے طبقہ نسواں کو ذلیل ترین حالت سے نکال کر بام عروج پر پہنچایا اور ان کے حقوق قائم کئے۔ تو ہر ایک دختر اسلام کا فرض ہے کہ وہ تن من دھن سے اپنے پیارے مذہب کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائے۔ آپ چاردیواری کے اندر سے بھی بذریعہ دستکاری حفاظت اسلام جیسے زبردست جہاد میں حصہ لیکر دین دنیا میں سرخرو ہو سکتی ہیں غریب سے غریب بہنیں بھی امداد دینے سے نہ ہچکچائیں کہ خلوص دل سے دیا ہوا ایک پیسہ بھی نہایت قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اور ہماری متمول بہنیں بھی خادمۂ اسلام ہونے کا شرف حاصل کرنے میں تاخیر نہ کریں۔ جس قسم کی دستکاری آپ کو آتی ہو وہ آپ تیار کر سکتی ہیں۔ اور اگر پسند نہ ہو تو اس کو دوبارہ خود ہی خرید سکتی ہیں۔ اس قدر خیال رکھنا چاہیئے کہ کم قیمت، خوبصورت و پائیدار چیز ہو۔ ایک قیمتی چیز سے متعدد ہلکی قیمت کی چیزیں بہتر ہیں۔ آجکل مندرجہ ذیل اشیا کی زیادہ کھپت ہے۔ مثلاً کڑھے ہوئے دوپٹے، ازاربند، بچوں کے سویٹر، موزے (ٹوپی کا رواج بہت کم ہے) ٹیبل کلاتھ، غلاف تکیہ۔ کرسیوں کے کشن، بچوں کے کھلونے، پلنگ پوش، کاتا ہوا سوت، کڑھی ہوئی قمیصیں، لیڈیز رومال، دیواروں پر آویزاں کرنے کے خوبصورت قطعے وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام اشیاء دسمبر کے پہلے ہفتے میں خاکسار کے پاس پہنچ جانی چاہئیں۔ والسلام

خاکسار۔ اہلیہ محمد علی۔ آنریری سکرٹری۔ احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت اور بدستور مذہبات دینیہ میں مصروف ہیں ۱۷ نومبر کی شام کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے مسٹر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو جو آجکل پنجاب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ چائے کی دعوت دی جس میں مرکز کے چند ایک احباب بھی مدعو تھے۔ ممدوح جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی اور اپنے ایک رفیق کے ہمراہ تشریف لائے چائے نوشی کے علاوہ دیر تک تحریک کشمیر و دیگر اسلامی امور پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا جس کے دوران میں تحریک کشمیر کشمیر کے ملاؤں اور پیروں وغیرہ کے متعلق بعض عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئیں۔ جن کا ضروری خلاصہ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں درج کیا جائیگا۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی ہے تمام اصحاب درد دل سے دعائے صحت کریں۔ ممدوح آجکل ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہائش رکھتے ہیں۔ تاکہ وہاں کی صاف اور کھلی ہوا سے فائدہ اٹھا سکیں۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب جرمن ترجمۃ القرآن کے کام میں مصروف ہیں۔ ساڑھے گیارہ پاروں کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دہلی سے تشریف لے آئے ہیں۔ انشاء اللہ کچھ عرصہ کیلئے مستقل طور پر لاہور میں قیام فرمائیں گے ممدوح نے ۱۲ نومبر کی شام سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا ہے تا اطلاع ثانی آپ کا پتہ معرفت حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے احمدیہ بلڈنگس لاہور رہوگا۔ چند روز سے آپ کو بخار وغیرہ کی شکایت ہے تمام ناظرین سے درخواست دعا ہے۔

بذریعہ تار اطلاع ملی ہے۔ کہ جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق بادشاہ سوات کو اب پہلے سے افاقہ ہے۔ ممدوح کیلئے شفائے کامل کی دعا کی جائے۔

جناب مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام آجکل ضمیمہ پیغام صلح کے کام میں مصروف ہیں۔ آپ بھی چند روز سے علیل ہیں۔ بخار کے علاوہ گردن پر ایک پھنسی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہے۔

دیوبندی علماء اور توہین انبیاء

(از جناب مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام)

ہم نہیں چاہتے تھے۔ کہ عنوان مذکورہ پر قلم اٹھائیں۔ مگر دیوبندی مولوی صاحبان کی آئے دن کی افترا پردازیوں اور ستم آرائیوں نے مجبور کر دیا۔ کہ اس موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ کر ارباب عقل وخرد سے پوچھیں ؎

ستیں تقصیر اس بت کی کہ ہے میری خطا گنتی
ذرا لے عقل دا لو ہوش سے کہنا خدا لگتی

دیوبندی مولویوں کا شور بے ہنگام

دیوبندی مولویوں نے اپنے شور بے ہنگام سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ان کا کوئی اخبار کوئی رسالہ ایسا نہیں رہا جس میں مضامین نہ لکھے گئے ہوں۔ اور کوئی وعظ کوئی تقریر ایسی نہیں رہی جس میں سوقیانہ طرز اور اشتعال انگیز روش میں یہ نہ کہا گیا ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں جناب مسیح علیہ السلام کی نانیوں دادیوں کی صریحی توہین کی ہے۔ ایک پھکڑ اخبار نویس نے تو اپنے اخبار کے کالم ہی اس ناپاک غرض کو پورا کرنے کے لئے وقف کر دیئے۔ اور اپنی شاعرانہ جدت آفرینی کی ساری طاقت اسی بیہودہ مدعا کیلئے صرف کر دی۔ اس نے اپنی نادانی سے سمجھ لیا۔ کہ دیوبندی میرے پس پشت ہیں۔ یہی جنس کاسد میری گرمی بازار کا موجب ہو جائے گی۔

افترا پردازی کا اصل مقصد

دیوبندی مولوی معذور ہیں۔ ان کی تو روزی ہی اس بات پر منحصر ہے۔ کہ آئے دن امت مسلمہ میں تفرقہ پیدا کر کے فتنہ اٹھائیں کبھی بریلویوں کو کافر کہہ کر اپنا الو سیدھا کریں۔ کبھی شیعہ بھائیوں کے منہ آ کر روٹی کھائیں۔ اگر اس پر بھی دوزخ شکم نہ بھرے۔ تو پھر احمدیوں ہی کو صلواتیں سنا کر اپنا کام نکالیں۔ ان کا تو پیشہ ہی یہی ہے۔ ان سے کیا شکوہ کیا شکایت ہو سکتی ہے۔

بہتان طرازی اور دیدہ دلیری

دیوبندی مولوی دیدہ دلیری سے حضرت مرزا صاحب کی ذات پر اعتراض جماتا ہے۔ کہ معاذ اللہ انہوں نے جناب مسیح علیہ السلام کی نانیوں دادیوں کی توہین کی۔ اور یہ نہیں دیکھتا۔ کہ خود اس کی اور اس کے مسلمہ بزرگوں کی قلم سے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ کیسا کیسا سلوک روا رکھے گئے ہیں۔ اور ان پاک اور معصوم بزرگوں کی کس کس طرح اہانت کی گئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے ماننے والے احمدیوں کی دو جماعتیں ہیں۔ لاہوری قادیانی۔ دونوں جماعتوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نانیاں اور دادیاں معاذ اللہ کسبی اور زنا کار تھیں۔ خود حضرت مرزا صاحب کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ کیا کوئی دیوبندی مولوی احمدیوں میں سے کسی ایک فرد کو بھی دکھلا سکتا ہے جس کا یہ ناپاک عقیدہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہوتا۔ تو پھر کس کا خوف تھا۔ ان کے ماننے والے بھی یہی عقیدہ رکھتے۔ جب حضرت مرزا صاحب نے فرمایا۔ مسیح فوت ہو چکا ہے۔ ساری جماعت نے تسلیم کر لیا۔ اور سب نے بزعم الف عدو کہہ دیا۔ کہ مسیح فوت ہو چکا ہے۔ جب حضرت ممدوح نے فرمایا۔ میں اس صدی کا مجدد ہوں۔ مسیح موعود ہوں۔ مہدی مسعود ہوں۔ ساری جماعت نے مانا۔ نہ کسی دیوبندی کا ڈر تھا نہ کسی اور کا۔ اگر معاذ اللہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نانیوں دادیوں کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا ایسا عقیدہ ہوتا۔ تو یا جماعت انہیں چھوڑ دیتی۔ یا برملا پکار اٹھتی۔ کہ مسیح علیہ السلام کی نانیاں دادیاں ایسی ایسی تھیں۔ پھر دیوبندی مولوی اور اس کے اعوان و انصار کو حق ہوتا۔ کہ وہ لب اعتراض وا کرتا۔ جب کہ معاملہ اس کے برخلاف اور بالعکس ہے۔ تو پھر دیوبندی کو اعتراض کا حق ہی کیا۔

دیوبندیوں کے اپنے عقائد

توہین انبیاء کرام کے متعلق ہم ایسی باتیں زیر بحث لا سکتے ہیں۔ جو دیوبندی مولویوں کے عقائد میں داخل ہیں۔ اور وہ سب انہیں مانتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمیں حق حاصل ہے۔ کہ دیوبندی مولویوں پر یہ اعتراض کریں۔ کہ اے دیوبندیت کے متوالو! تم نے ایسے گندے عقیدے قائم کر کے انبیائے کرام کی سخت توہین کی ہے۔ مگر دیوبندی مولوی کو یہ حق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب یا ان کے ماننے والوں پر یہ اعتراض کرے۔ کہ تم نے حضرت مسیح اور ان کی نانیوں، دادیوں کی ایسا عقیدہ رکھ کر توہین کی۔ جب وہ حضرت مرزا صاحب کا اور ہمارا عقیدہ ہی نہ ہو۔ مزا تو جب تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا اور ہمارا ایسا عقیدہ ہوتا۔ تو پھر دیوبندی مولوی اعتراض کرتا

اصل حقیقت

حقیقت یہ ہے۔ کہ جس طرح انبیائے کرام کے متعلق دیوبندیوں کے بیہودہ عقائد نے ہمیں یہ سکھلایا۔ کہ دیوبندیت کو دور ہی سے سلام کر دو۔ اس سے اسلام ذلیل ہو رہا ہے۔ اسی طرح ان لغو تراشوں کے بیہودہ اور بے سر و پا اعتراضات نے ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا دروازہ کھولا۔ فللہ الحمد

عیسائیوں نے کئی ایک کتابیں لکھیں۔ اور ان میں دیوبندی عقائد کے رد سے انبیائے کرام پر مسیح علیہ السلام کی فضیلت کو ثابت کیا۔ انہوں نے دیوبندی تحریرات کے بموجب انبیائے کرام کو گنہگار ٹھہرایا۔ اور بتلایا۔ کہ صرف حضرت مسیح ہی کی ذات بیگناہ تھی۔ اس لئے سب پر نمایاں فضیلت رکھتی تھی۔ کوئی پیغمبر روح اللہ نہیں کہلایا یہ بھی حضرت مسیح ہی کا خاصہ تھا۔ کسی کو کلمۃ اللہ کا خطاب نہیں ملا۔ اس کے مخاطب بھی حضرت مسیح ہی ہوئے۔ کوئی زندہ آسمانوں پر نہیں چڑھا۔ مگر مسیح علیہ السلام انیس سو برس سے زیادہ ہو گئے۔ آسمانوں پر خدا کے پاس تشریف فرما ہیں۔ کوئی بلا باپ نہیں پیدا ہوا۔ یہ شرف بھی انہی کے حصے میں آیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر انہی اوصاف کو خدائی صفات ٹھہرا کر انہیں ابن اللہ اور خدائے مجسم قرار دیا۔

دیوبندی مولویوں کی دینی بے حسی

دیوبندی مولویوں کے کانوں پر تو جوں تک نہ چلی۔ اور عیسائیوں کی ان لن ترانیوں کو میٹھا شربت سمجھ کر پی گئے۔ مگر خدا کا وہ پاک بندہ جو قادیان جیسے دور افتادہ مقام کا باشندہ تھا۔ وہ ان بیہودہ باتوں کو برداشت نہ کر سکا۔ اٹھا۔ اور دلیرانہ اٹھا۔ اس نے ایک ایک بات کا جواب دیا تحقیقی بھی۔ الزامی بھی۔ الزامی جوابوں میں سے ایک یہ بھی جواب تھا۔ کہ تم کسی کو خدا اور ابن خدا بناتے ہو۔ کہ جو خود قبول کہا ایسا تھا۔ اور اس کی نانیاں اور دادیاں ایسی اور ایسی تھیں۔ بھلا جو خود ایسا ہو۔ کہ کسبیوں سے اپنے پاؤں پر عطر ملوائے۔ اور کھاؤ پیو شرابی کہلوائے۔ اور اس کی نانیں اور دادیں کسبی اور زناکار ہوں۔ وہ کبھی خدا اور ابن خدا ہو سکتا ہے

نرالی منطق

دیوبندی مولوی کے سوا اور کون عقلمند ہے۔ کہ جو اس قسم کے جواب سے یہ نتیجہ پیدا کرے۔ کہ یہ مجیب کا اپنا عقیدہ ہے۔ کوئی نہیں مجیب تو مخالف کے مسلمہ عقیدے کو اسی کے سامنے رکھ کر اس کے دعوے کی تردید کر رہا ہے۔ اس سے یہ کیسے لازم آ گیا۔ کہ یہ مجیب کا اپنا عقیدہ ہے۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَاب

یہ بات دیوبندیوں کی نرالی منطق اور اس کے انوکھے مقدمات کا نتیجہ ہو۔ تو ہو۔ ورنہ کوئی پڑھا لکھا انسان ایسے جواب کو مجیب کا عقیدہ نہیں کہہ سکتا۔ خود حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ

ھذا ما کتبنا من الاناجیل علیٰ سبیل الالزام وانا نکرم المسیح ونعلم انہ کان تقیاً من الانبیاء الکرام (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۱)

ہم نے یہ باتیں از روئے اناجیل بطور الزام لکھی ہیں۔ ورنہ ہم تو مسیح کی عزت کرتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں۔ کہ وہ پارسا اور برگزیدہ نبیوں میں سے تھے۔

عیسائی کتب مقدسہ کی تحریریں

یہ باتیں جو حضرت ممدوح نے بطور الزام تحریر فرمائی ہیں۔ عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔

انجیل متی $\frac{11}{19}$ میں تحریر ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار۔

کسبیوں سے عطر ملوانے کا حال تو اس قدر مشہور ہے۔ کہ حاجت بیان نہیں جس نے سرسری نگاہ سے بھی انجیلوں کو دیکھا ہے وہ اس سے خوب واقف ہے۔ البتہ نانیوں، دادیوں کے پست کنندہ حالات ہم لکھے دیتے ہیں۔

متی کی انجیل کا آغاز حضرت مسیح کے نسب نامہ سے ہوتا ہے۔ اس میں تامار، راحاب وغیرہ کو مسیح کی نانیوں، دادیوں میں شمار کیا ہے۔ اور ان کے متعلق کتاب پیدائش میں یہ بیانات موجود ہیں۔

اور یوں ہوا۔ کہ قریب تین مہینے کے بعد یہودا سے کہا گیا کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا۔ اور دیکھ اسے چھنالے کا حمل بھی ہے۔

(پیدائش $\frac{38}{24}$)

اور یشوع نے راحاب فاحشہ کی اور اس کے باپ کے گھرانے کی اس سب سمیت جو اس کا تھا۔ جان بخشی کی۔ یشوع $\frac{6}{25}$

اختصار کلام ہمیں اجازت نہیں دیتا۔ ورنہ اس قسم کے بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر بیہودہ حوالے اور موجود ہیں۔ اسی قسم کے حوالہ جات کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کو الزامی جواب دیتے ہوئے الوہیت مسیح کی تردید کی۔

خبث باطنی کی انتہا

ظالم مولوی ایسی تردید کرنے اٹھے۔ اور اپنے خبث باطن سے حضرت ممدوح کا عقیدہ قرار دیکر توہین مسیح کا الزام جمایا۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

حضرت مرزا صاحب کی طرح مولانا رحمت اللہ مرحوم مہاجر مکہ بھی عیسائیوں کو اسی قسم کا الزامی جواب دے چکے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ہمراہ جناب مسیح بسیار زنان ہمراہ مے گشتند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲ | یوم چہارشنبہ ۲۳ رجب المرجب ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۶۹

توسیع جماعت

ہمارا ایک مقدس اور ضروری فرض

احمدیت کیا ہے؟ اسلام کی صحیح اور روشن تصویر۔
احمدی کون ہیں؟ اسلام کے سچے اور پرجوش سپاہی۔
اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو پھر کیا ضرورت نہیں ہے کہ اس وقت جبکہ اسلام کا روشن و دلفریب چہرہ ملاؤں اور پیروں کے غلط عقائد اور عوام کی جہالت اور غلط فہمیوں کی کالی گھٹاؤں کے اندر بہت بڑی حد تک چھپ گیا ہے۔ احمدیت کو پھیلایا جائے۔ تاکہ یہ کالی گھٹائیں دور ہو کر دنیا کو اسلام کی صحیح شکل نظر آ سکے۔ جو کرۂ ارض کے امن وفلاح اور اولاد آدم کی ہدایت و نجات کا واحد ذریعہ ہے؟ اس وقت جبکہ اسلام، پیغمبر اسلامؐ اور مسلمانوں پر چاروں طرف سے خوفناک حملے ہو رہے ہیں۔ فرزندان توحید مختلف قسم کے خطرات میں محصور ہیں۔ اور اس کا مستقبل بالکل تاریک نظر آ رہا ہے۔ کیا لازم نہیں۔ کہ اسلام کے سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ تاکہ ہم اعدائے اسلام کا کامیابی سے مقابلہ کر سکیں۔ بس اسی مقصد کو ہم مختصر الفاظ میں توسیع جماعت کہہ سکتے ہیں۔ جو مصلحت پسند اور عافیت کوش دوست توسیع جماعت کے کام سے ذرا گھبراتے ہیں۔ انہیں اطمینان رکھنا چاہیئے۔ کہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ہمارا مقصد یہی ہے۔ کیا وہ اس کو ضروری نہیں سمجھتے؟ یاد رکھئے۔ جب ضرورت اور فرض جمع ہو جائیں۔ تو اس چرخ نیلگوں کے نیچے کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہتی جس کو مصلحت یا روک کہا جا سکے۔ آؤ ہم ان فرضی مصلحتوں اور رکاوٹوں کو جو دراصل ہمارے وہم اور وسوسے ہیں، بالائے طاق رکھتے ہوئے توسیع جماعت کے مقصد عزیز و مقدس کے لئے کچھ کریں۔

یہ کوئی مبالغہ آمیزی اور خوش بیانی نہیں۔ بلکہ ایک واضح حقیقت ہے کہ احمدیت کی تعلیمات نے تمام عالم اسلام کو متاثر کیا ہے۔ اور اس کے اثرات عملی طور پر دنیا کے دور دراز گوشوں تک جا پہنچے ہیں۔ دنیائے اسلام کے اکثر باخبر اور انصاف پسند اکابر جماعت احمدیہ کی دینی و تبلیغی خدمات کا اعتراف کر رہے ہیں۔ ہندوستان کی ہی طرف دیکھ لیجئے۔ تبلیغ اسلام و دیگر دینی امور میں . . . .

. . . . تمام روشن خیال اور مخلص مسلمانوں کا مرکز امید صرف جماعت احمدیہ لاہور ہے۔ مذکورہ حقائق کی روشنی میں صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ احمدیت کے لئے ایک وسیع میدان تیار ہو چکا ہے۔ ہماری معمولی کوششیں بھی بہترین نتائج پیدا کر سکتی ہیں۔ یقین جانئے۔ اسلامی تڑپ رکھنے والے مخلص اور روشن خیال اصحاب اور احمدیت میں صرف ناملی، عدم فہمی اور ملاؤں پیروں وغیرہ کی افترا پردازیوں اور بہتان طرازیوں ہی کا پردہ حائل ہے۔ اگر ہم ذرا کوشش کر کے اس پردہ کو حقائق کی روشنی سے چاک کر دیں۔ تو مخلص مسلمانوں کی کثیر تعداد قلیل عرصہ میں احمدیت سے بغلگیر ہو جائے گی۔

اس سلسلہ میں ہم اپنے بعض احباب کی ایک کمزوری کا ذکر کرنے کی بھی اجازت چاہتے ہیں۔ ہمارے یہ بھائی برادری اور خاندان وغیرہ کی مخالفت کے خوف سے اپنی احمدیت کے اظہار میں بعض اوقات تکلف کرتے ہیں۔ اس قسم کے بھائیوں کی تعداد گو بہت کم ہے۔ مگر ہے ضرور۔ اس کمزوری کو بھی دور کرنا چاہیئے۔ احمدیت کی مخالفت کا وہ طوفان جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں تھا۔ اس کا اندازہ ہمارے نوجوان بھائی نہیں کر سکتے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے۔ کہ اس زمانہ میں جن بزرگوں نے مخالفتوں اور مصیبتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قبول صداقت کا شرف حاصل کیا تھا۔ ان میں بکثرت سے آج اپنی مخالفت کرنے والوں یا ان کی اولاد کے نزدیک محبوب و محترم ہیں۔ وہ وقت بھی تھا۔ اسی لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ و دیگر بزرگان سلسلہ پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ آج اسی لاہور میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہر ایک مفید اسلامی تحریک میں حضرت امیر اور جماعت احمدیہ کے دیگر اکابر کی شرکت و سرپرستی لازمی خیال کی جاتی ہے۔ یاد رکھئے۔ صداقت کی چٹان اٹل اور صداقت کی مخالفت کا طوفان عارضی ہوا کرتا ہے۔ طوفان کی لہروں میں بہ جانے سے چٹان کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا بہتر ہوتا ہے۔

دوسری کمزوری جو جماعت میں پہلی کمزوری سے زیادہ وسعت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم میں سے بہت سے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو احمدیت کی تبلیغ نہیں کرتے۔ یہ کمزوری بھی ہماری ترقی کی راہ میں روک ہے۔ اگر آپ نے احمدیت کو اچھی اور مفید چیز سمجھ کر قبول کیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ آپ اپنے عزیزوں اور دوستوں تک اس نعمت کو نہ پہنچائیں۔ ایک اچھی چیز سے ان لوگوں کو محروم رکھنا ان کے ساتھ دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔

اب سوال آتا ہے۔ کہ توسیع جماعت کی عملی صورت کیا ہے۔ اور اس راستے میں ہمیں سب سے پہلے کون عملی قدم اٹھانا چاہیئے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ہی ہم نے مذکورہ دو کمزوریوں کا ذکر کیا تھا۔ ہم میں سے ہر ایک فرد کو اپنی احمدیت کے اظہار کو اپنا اہم فرض سمجھنا چاہیئے۔ اور ہر جگہ ہر ایک شخص کے سامنے اپنے الفاظ اور اپنے اعمال سے احمدیت کا واضح اقرار و اعلان کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد سب سے پہلے اپنے عزیزوں، دوستوں اور ہمسایوں کو احمدیت کی تبلیغ اپنا ضروری فرض سمجھ لینا چاہیئے۔ اور ہر ایک شخص کو لازمی طور پر یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ کم از کم اپنے گھر کے آدمیوں کو ضرور شامل جماعت کر کے چھوڑے گا۔ . . . اعمال حسنہ، تبلیغ، دلائل اور عزم راسخ سے آپ یقیناً اس ارادہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی پرچہ میں کسی ضروری جگہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا برادران سلسلہ کے نام ایک خط شائع ہو رہا ہے۔ اس میں حضرت ممدوح نے توسیع جماعت کے متعلق جو ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔ انہیں ہر ایک بھائی کو بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ وہ اس راستہ میں ہمارے لئے خضر راہ کا کام دے سکتی ہیں۔

ہم آخر پر اپنے نوجوان دوستوں کو خاص طور پر مخاطب کرنا چاہتے تھے لیکن طوالت کے خوف سے اس ارادہ کو کسی آئندہ اشاعت پر ملتوی رکھتے ہیں۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

احباب کو معلوم ہوگا۔ کہ لاہور میں ہماری جماعت کے نوجوانوں کی ایک انجمن ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کے نام سے قائم ہے جس کا تذکرہ کئی مرتبہ اخبار میں بھی ہو چکا ہے۔ جناب سعید النصرت اور پرجوش نوجوان اس انجمن کے روح رواں ہیں۔ اور یہ اپنی بساط کے مطابق نہایت مفید کام کر رہی ہے کچھ عرصہ سے اس کے ہفتہ وار جلسے باقاعدگی سے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو رہے ہیں۔ جن میں نہایت مفید مضامین پر تقریریں ہوتی ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند کریم ہمارے نوجوانوں کی اس انجمن کو نظر بد سے بچائے اور دانشمندی جوش اور اخلاص سے خدمت دین و قوم کی توفیق بخشے۔ قوم اور بزرگان قوم کو اس سے جو توقعات ہیں۔ وہ جلد از جلد پوری ہوں۔ آمین ثم آمین۔

ایسوسی ایشن کے ہفتہ واری جلسوں میں حاضری تسلی بخش نہیں ہوتی۔ جو قابل افسوس بات ہے۔ جلسہ کے لئے اتوار کا دن مقرر ہے۔ اس روز سرکاری اور اکثر پرائیویٹ دفاتر اور سکولوں کالجوں میں تعطیل ہوتی ہے۔ تمام دوست آسانی سے شامل ہو سکتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد مضمون اور مقرر کا اعلان بھی کر دیا جاتا ہے۔ لاہور کے ہر ایک احمدی نوجوان کو ان ہفتہ واری جلسوں میں ضرور شریک ہونا چاہیئے۔ بلکہ اپنے غیر از جماعت رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی ہمراہ لانا چاہیئے۔ اگر ہمت سے کام لیا جائے۔ تو نواح لاہور کے دوست بھی پہنچ سکتے ہیں۔ آخر پر ہم بزرگان قوم سے بھی اس انجمن کی سرپرستی کی درخواست کرتے ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کا تحقیقاتی کمیشن

پنجاب یونیورسٹی عرصہ سے آریہ سماجی یونیورسٹی بنی ہوئی ہے ہندو شاید ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور اور ہندو یونیورسٹی بنارس میں بھی ایسی من مانی کارروائیاں نہ کرتے ہوں گے جیسی وہ پنجاب یونیورسٹی کے مختلف اداروں میں کر رہے ہیں۔ یونیورسٹی کے تقریباً تمام بااختیار عہدے ہندوؤں یا ہندوؤں کے منظور نظر افراد کی ذاتی جاگیریں اور یونیورسٹی کے وفاتر اور کمیٹیاں صحیح معنوں میں ہندو آشرم بنے ہوئے ہیں۔ جن میں . . .

اکثریت یعنی بدنصیب مسلمانوں سے بالکل اچھوتوں جیسا سلوک ہوتا ہے مسلمان عرصہ سے اس ظلم پر شور مچا رہے تھے اور کوئی شنوائی نہ ہوتی تھی آخر خدا خدا کرکے آنریبل وزیر تعلیم پنجاب نے توجہ فرمائی اور ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کر دیا۔ جو سرکردہ مسلمان حضرات پر مشتمل ہے۔ اس کمیشن کی سفارشات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصلاح کا ارادہ ظاہر کیا۔ ہندو پریس اور ہندو اداروں نے اس کمیشن کے تقرر پر شور قیامت برپا کر دیا۔ اور کمیشن کے دائرہ تحقیقات و اختیارات کو محدود کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی ہو گئے۔ بہرحال کمیشن نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اور اس نے پبلک کو اپنی شکایات پیش کرنے کی دعوت دی ہے۔ مسلمانوں کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ اس موقعہ کو جو انہیں ایک طویل سعی و انتظار کے بعد ہاتھ آیا ہے۔ رائیگاں نہ جانے دیں۔ اور منظم و مترتب شکل میں اپنی شکایات پیش کرکے فائدہ اٹھائیں۔ اسلامی درسگاہوں اور تعلیمی انجمنوں کے ذمہ دار اصحاب کو اس طرف ضرور اور بہت جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ معزز معاصر "انقلاب" میں آج کل یونیورسٹی کے متعلق ایک پر از معلومات سلسلہ مضامین شائع ہو رہا ہے۔ شکایات کی ترتیب میں اس کے مطالعہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

احمدی خواتین سے اپیل

پیش نظر اشاعت کے صفحہ اول پر جناب بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک خط خواتین کے نام شائع ہو رہا ہے جس میں انہوں نے آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور کی حیثیت سے احمدی بہنوں سے اس امر کی اپیل کی ہے۔ کہ وہ جلسہ سالانہ پر منعقد ہونے والی نمائش دستکاری کو کامیاب بنائیں یعنی اس نمائش میں اپنے ہاتھ سے کارآمد چیزیں بنا کر بھیجیں جن کی فروخت سے وصول شدہ روپیہ حسب معمول اشاعت اسلام پر صرف ہوگا آپ ملت اسلامیہ کی موجودہ مشکلات کو بیان کرنے کے بعد فرماتی ہیں:۔

"مذہب اسلام نے طبقہ نسواں کو ذلیل ترین حالت سے
نکال کر بام عروج پر پہنچایا۔ اور ان کے حقوق قائم کئے۔
تو ہر ایک دختر اسلام کا فرض ہے۔ کہ وہ تن من، دھن
سے اپنے پیارے مذہب کی حفاظت کیلئے تیار ہو
جائے۔ آپ چار دیواری کے اندر سے بھی بذریعہ دستکاری
حفاظت اسلام جیسے زبردست جہاد میں حصہ لے کر دین و
دنیا میں سرخرو ہو سکتی ہیں۔ غریب سے غریب بہنیں بھی
امداد دینے سے نہ ہچکچائیں۔ کہ خلوص دل سے دیا ہوا
ایک پیسہ بھی نہایت قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اور پیاری
متمول بہنیں بھی خادم اسلام ہونے کا شرف حاصل
کرنے میں تاخیر نہ کریں جس قسم کی دستکاری آپ کو
آتی ہو۔ وہ آپ تیار کر سکتی ہیں"

ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ مندرجہ بالا پرخلوص الفاظ بے اثر نہ رہیں گے۔ اور ہر ایک احمدی خاتون اور لڑکی اس نمائش کو کامیاب بنانے میں حصہ لیگی۔ مردوں کا بھی فرض ہے۔ کہ اس طرف اپنی رشتہ دار خواتین کو توجہ دلائیں۔ اور سامان تیار کی تیاری وغیرہ میں ان کی امداد کریں۔

قومی اخبار پیغام صلح
کی توسیع اشاعت کی کوشش کرنا ہر ایک نوجوان کا فرض ہے

بقیہ صفحہ ۲

وبال خودسے خورانیدند۔ وزنان فاحشہ پائے آنجناب راسے بوسیدند۔ وآنجناب مرثا و مریم را دوست میداشت۔ وخود شراب برائے نوشیدن دیگرکن عطائے فرودند۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۷)

نسبے پاکیزگی فرزندان یعقوب علیہ السلام کہ فرزند کلاں کنیزک پدر ہمبستر شدند و فرزند دوم زوجہ پسر را در آغوش کرد۔ وگو دیگی وقت زنا کہ بقصد بود۔ ندانست کہ زوجہ پسر من است وقبل از اطلاع ایں معنی کہ او حاملہ از من است حکم سوختن آں فرمودند وبعد اطلاع الٰہی معنے اقرار نیکو کار بودنش فرمودند ویعقوب علیہ السلام سزا راچہ ذکر ملامت ہم بصاحبزادہ والا تبار و آں زن نیکوکار نہ کردند۔ ودر اولاد ہمیں فارص کہ از شکم تامار نیکو شی برآمد داؤد و سلیمان و مسیح اند (ازالہ اوہام صفحہ ۳۵)

دیوبندی مولوی تبلائیں۔ کہ حوالہ جات مذکورہ کی بنا پر مولانا رحمت اللہ مرحوم پر کیا فتوٰے لگایا جا سکتا ہے۔ اور کیا وہ نہ صرف توہین مسیح کے بلکہ توہین داؤد و سلیمان علیہم السلام کے بھی مرتکب ہوئے یا نہیں۔

فماہو جوابکم فھو جوابنا

ہم ابھی سے بتائے دیتے ہیں۔ کہ دیوبندی مولوی مولانا رحمت اللہ مرحوم کا نام تک نہیں لیگا۔ اور اس کڑوے گھونٹ کو بہت میٹھا سمجھ کر ہڑپ کر جائے گا۔ کیونکہ مولانا مرحوم پر فتوٰے لگانا آسان کام نہیں۔ دیوبندیت کے لئے موت کا موجب ہے۔ اور ان کی طرف سے جواب دینا اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ خود اپنا اعتراض ہی واپس لے لیا جاوے۔ دونوں باتیں دیوبندی کے لئے مشکل ہیں۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

ضمیمہ پیغام صلح کا مطالعہ کرو

دیوبندی مولویوں نے توہین انبیاء کرام کے متعلق جو بیہودہ اور بے سروپا عقیدے گھڑ رکھے ہیں۔ ان کا تفصیلی تذکرہ پیغام صلح میں ایک ضمیمہ کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ قارئین کرام اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں۔

بقیہ اخبار احمدیہ

ڈاکٹر سعید احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن مانسہرہ کی گرفت اب خدا کے فضل سے پہلے سے بہتر ہے۔ آپ جماعت کی مالی خدمات کے علاوہ تبلیغ احمدیت میں بھی سرگرم عمل رہتے ہیں۔ حال ہی میں آپ کی سعی سے ایک سعید روح جناب الٰہی بخش صاحب داخل سلسلہ عالیہ ہو چکا ہے۔ احباب ڈاکٹر صاحب موصوف کیلئے دعا کرتے رہا کریں۔

ہمارے ایک دوست جناب عبدالعزیز خانصاحب منیجر پنجاب موٹر کمپنی فورٹ ڈویلپمنٹ زلت ان چھاؤنی آج کل کچھ کاروباری مشکلات میں مبتلا ہیں اور احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

مولوی دوست محمد صاحب بدستور مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ناظرین کرام ان کے لئے خاص طور پر دعا کریں

جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور شیخ بشیر احمد صاحب چند روز کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں۔

عالم اسلام

— حکومت حجاز کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ امسال حکومت نے مدینہ منورہ اور مکہ شریف کے درمیان مختلف مقامات پر نہایت عمدہ ہوٹل قائم کرائے ہیں۔ اور ان میں علاوہ کھانے پینے کے سامان کے قیام کا نہایت عمدہ انتظام کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ان میں موٹروں اور لاریوں کے لئے ضروری پرزے اور پٹرول کا ذخیرہ بھی ماہرین فن کے ماتحت رکھوا دیا ہے۔ مستورات کیلئے علیحدہ پردہ دار جگہ کا انتظام کیا گیا ہے۔

— چند ہفتے ہوئے بیت المقدس میں یہودیوں اور مسلمانوں میں فساد ہوتے ہوتے رہ گیا۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ ایک یہودی نے براق شریف کی دیوار کے نیچے اپنے ایک مذہبی تہوار "عید غفران" کی شام کو ناقوس بجا دیا۔ حالانکہ اس قسم کی حرکت گذشتہ روایات اور قانون کی رو سے ناجائز ہے۔ پولیس نے یہودی پر مقدمہ چلایا۔ عدالت میں بیان دیتے ہوئے ملزم نے کہا۔ کہ یہ حرکت میں نے اپنے مذہبی احکام کی بنا پر کی ہے مذہبی روایات و احکامات کے مقابلہ میں قانون کو کوئی وقعت نہیں دیتا۔ عدالت نے ملزم کو ایک ہفتہ قید کی سزا دی۔ اور کہا۔ کہ رہائی کے بعد یا تو ملک سے نکل جاؤ۔ ورنہ قانون کی پابندی کرو۔ اس قسم کی حرکات ہی سے یہودی فلسطین کے امن کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

— کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ جنرل غلام نبی خان جن کو سزائے موت دی جا چکی ہے۔ کے بھائی غلام جیلانی خان اور چند دیگر اشخاص کو گرفتار کر لیا ہے۔ ان کی گرفتاریاں کابل میں عمل میں آئی ہیں۔ بعض خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ ان کو بھی سزائے موت دی جا چکی ہے۔ یہ بھی سنا جاتا ہے۔ کہ افغانستان کے بعض حصوں میں بغاوت و بدامنی کا خطرہ ہے فی الحال قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جنرل غلام نبی خاں شاہ امان اللہ خاں کے عہد حکومت میں وزیر جنگ اور دوسرے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔ عرصہ سے جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ گذشتہ ایام میں انہوں نے جرمنی سے شاہ نادر خاں سے افغانستان واپس آنے کی اجازت مانگی تھی۔ جو دی گئی۔ اور غلام نبی خان کو افغانستان آئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ کہ سزائے موت دیدی گئی۔ موجودہ حکومت افغانستان کے حامیوں کے بیان کے مطابق ان کا جرم یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے موجودہ حکومت کے خلاف اور شاہ امان اللہ خاں کے حق میں پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا۔ جس سے خطرناک بغاوت پھیلنے کا اندیشہ تھا اخبار سٹیٹسمین کی روایت کے مطابق یہ افواہ بھی گرم ہے۔ کہ غلام نبی خان نے جلاوطنی، درمیانی کیلئے درخواست کی تھی۔ لیکن وہ منظور نہ ہو سکی۔ اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے۔ کہ شاہ نادر خاں نے ایک برائی کا سرچشمہ بند کر دیا ہے۔

— بغداد کے زنانہ مدارس کی بعض معلمات بازاروں میں نیم عریاں لباس پہن کر نکلتی ہیں۔ خصوصاً ان کے سینے کا ایک حصہ کھلا رہتا ہے چونکہ طالبات اکثر امور میں معلمات کی پیرو ہوتی ہیں۔ اور معلمات کے ہر ایک فعل کا اثر ان کی طالبات پر پڑتا ہے۔ اس لئے بغداد کے اکثر مسلمانوں نے وزیر معارف سے درخواست کی ہے۔ کہ اس قسم کی نیم برہنہ معلمات کو ہدایت کی جائے۔ کہ وہ بازاروں میں نکلیں تو نیچے تک کافی طور پر مستور کریں

— تازہ عربی اخبار سے معلوم ہوا ہے۔ کہ فرانسیسی ہائی کمشنر ۱۷ اکتوبر کو قسطنطنیہ پہنچے۔ ترکی حکومت نے سرکاری طور پر آپ کا استقبال کیا۔ آپ کی آمد کی غرض ان مسائل کے متعلق گفت و شنید ہے۔ جو اب تک فرانس اور ترکی کے درمیان معلق ہیں۔ ان میں سے سب سے اہم مسئلہ ترکی اور شامی حدود کی ریلوے لائنوں کے متعلق ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خط

برادران سلسلہ کے نام

برادران مکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج میں آپ کو یہ خوشخبری سنانے کے قابل ہوں۔ کہ برلن مسجد کے وہ تفکرات جنہوں نے گذشتہ کئی سال سے ہمیں پریشان کیا ہوا تھا اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ان سے ہمیں آج آزاد کر دیا ہے۔ پہلے مسجد کا خرچ اندازہ سے بہت بڑھ گیا۔ اور ایک عرصہ تک مسجد کی تکمیل کے لیے اپیلیں ہوتی رہیں۔ وہ بوجھ مشکل سے اترا تھا۔ کہ تیس ہزار روپے کا ایک نیا بوجھ آ پڑا لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ کہ جماعت نے ان مشکلات کے مقابلہ میں ہمت نہیں ہاری۔ اور ان کی قربانیوں کو اللہ تعالےٰ نے کامیابی کا ثمرہ عطا فرمایا۔ ورنہ ہم سے بہت بڑی جماعت اس سے بیشتر اسی جگہ اس سے کمتر مشکلات کا مقابلہ نہ کر سکی۔ میری آخری اپیل کے جواب میں کثیر حصہ احباب نے ایسی خوشدلی سے لبیک کہا۔ کہ آج قرضے کی پوری رقم ہم جرمنی بھیج چکے ہیں گو اس میں شک نہیں۔ کہ سردست کچھ قرضہ لیکر انتظام کیا گیا ہے۔ مگر وہ قرضہ اسی قدر ہے۔ جو آخری اپیل کی بعض رقوم سے جو بعض آسودہ حال احباب نے اب تک ادا نہیں کیں۔ مگر جن کے ادا ہو جانے کی پوری امید ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ پورا ہو جائیگا۔

ہمارا کام ختم نہیں ہوا

برلن کی مشکلات سے نکل جانے کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہمارا کام ختم ہو گیا۔ اور ہم اب آرام کر سکتے ہیں۔ ہر ایک جدوجہد کا لازمی نتیجہ یہ ہونا ہے کہ انسان میں نئی جدوجہد کیلئے طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے ان مشکلات کے اندر ڈالے جانے کا مطلب یہی تھا۔ کہ ہم میں جدوجہد کی ایک نئی قوت پیدا ہو جائے۔ تاکہ ہم اپنے کام میں اور زیادہ تن دہی سے لگ جائیں۔ اور اس کے دائرہ کو وسیع کرتے جائیں۔

آئندہ کیلئے ہمارے فرائض

اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچانا بہت بڑا کام ہے۔ اس کیلئے ضرورت ہے۔ کہ قرآن کریم، سیرت نبوی تعلیم اسلام کو مختلف قوموں تک ان کی اپنی زبان میں پہنچایا جائے۔ اور دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کئے جائیں۔ مگر اس کا انحصار جماعت کی قوت پر ہے۔ اگر ہماری جماعت ترقی نہ کرے۔ تو ہمارا کام بھی ترقی نہیں کر سکتا قبل اس کے کہ ہم مزید کام کا بوجھ اپنے ذمہ لیں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ ایک عظیم الشان جدوجہد اپنی جماعت کی توسیع کے لئے کی جائے۔

توسیع جماعت

اس لئے اس وقت جو کام میں اپنے احباب کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ جماعت کی توسیع کا کام ہے۔ اور گو اس وقت مخالفت کا طوفان زور پر ہے۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہی وقت جماعت کی ترقی کا بھی ہے۔ کیونکہ مخالفت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ اس حرکت کے ساتھ یہ ضروری ہے۔ کہ ہم بھی احمدیت کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ تاکہ وہ موازنہ کر کے دیکھ لیں۔ کہ کس گروہ میں شامل ہونا ان کیلئے اور اسلام کے لئے موجب نقصان ہے۔ اور کس جماعت میں داخل ہو کر وہ اپنے آپ کو قوم کا زیادہ مفید عنصر بنا سکتے ہیں۔ اور اسلام کو قوت پہنچا سکتے ہیں؟ اس گروہ میں جن کے مدنظر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی تباہی اور ہلاکت ہے۔ اور جو کلمہ گوؤں کی تکفیر کر کے مسلمان قوم کے اتحاد کو توڑ رہے ہیں۔ اور روز بروز فرقہ بندی کی دلدل میں اور زیادہ دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ یا اس جماعت میں جس کے مدنظر اعدائے اسلام کا مقابلہ ہے۔ جو اشاعت اور تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہزارہا لوگوں کو اسلام میں لانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ قرآن کریم کو دنیا کے دور دور کے کناروں تک پہنچا رہے ہیں۔ کفرستانوں میں مسجدیں کھڑی کر کے اللہ اکبر کی آواز بلند کر رہے ہیں۔

میں چاہتا ہوں۔ کہ جس طرح ہم نے پہلے اپنے کاموں میں جماعت کے رنگ میں توجہ کی ہے۔ اور ہم میں سے مرد تو ایک طرف رہے، عورتوں نے بھی اس جہاد میں حصہ لیا ہے۔ اسی طرح اب اس توسیع جماعت کے کام کی طرف کل جماعت کی توجہ ہو۔ اور ہم میں سے ہر ایک فرد اس کام کو اپنے سامنے رکھ لے صرف تھوڑی سی توجہ درکار ہے۔ ورنہ تو خود ہماری پاک کتاب نے کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ نبی کریم صلعم کو حکم ہوا۔ اور اس حکم میں آپ کا ہر ایک متبع شامل ہے

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (اپنے قریبیوں کو سمجھاؤ)

ہماری پہلی ضرورت توسیع جماعت کیلئے یہ ہے۔ کہ ہم سب کے سب اس آیت قرآنی پر عامل ہونے کی کوشش کریں۔ اور ہر ایک شخص بڑا ہو، یا چھوٹا، مرد ہو، یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کر چکا ہو، یا اپنی طاقت کے مطابق خدمات دینیہ میں حصہ لے رہا ہو۔ اس آیت کو ایک خوشنما قطعہ کی صورت میں اپنے قلب کے کمرے میں آویزاں کرے۔

توسیع جماعت کا طریق

اسی غرض کیلئے میں یہ عریضہ آپ کو لکھ رہا ہوں کسی کا بیٹا ہو یا باپ، کسی کی بیوی ہو، یا کسی بی بی کا خاوند ہو، کسی کا بھائی ہو، دور نزدیک کا کوئی رشتہ دار ہو کسی کا دوست ہو۔ آج ہم میں سے ہر ایک ان کی ایک فہرست تیار کر لے۔ اور پھر دو طرح پر کوشش شروع کر دے ایک ان کے لئے خدا کے آگے گر جائے۔ اور درد دل سے دعا کرے کہ وہ جماعت کے ان عزیزوں کے دلوں کو ہر ایک غلط فہمی سے پاک کر دے۔ ان کے اندر سے ہر ایک کمزوری کو دور کر دے۔ ان کے دلوں میں خدمت دین کے لئے ایک جوش اور ولولہ پیدا کر دے۔ ان کو اسلام کا سپاہی بنا دے۔ اور دوسرے خود ان کو سمجھائے۔ زبانی گفتگو سے یا خط وکتابت سے یا ان کو لٹریچر پہنچا کے۔ اس لٹریچر کا کچھ حصہ چھوٹے چھوٹے رسالوں اور ٹریکٹوں کی صورت میں مفت انجمن کے دفتر سے مل سکتا ہے۔ اور کچھ کتابیں کم قیمت پر مل سکتی ہیں۔ اگر کسی دوست کو اپنے کسی عزیز یا دوست کے سمجھانے میں جواب نافع ہو۔ یا اور کسی قسم کی مشکلات ہوں۔ تو وہ ایسے اعزہ اور احباب کے اسماء اور پتوں سے ہمیں اطلاع دیں۔ اور جو لٹریچر ان کو بھیجنے کی ضرورت ہو۔ اس سے بھی اطلاع دیں۔ بہر حال خالی کوئی نہ رہے۔ ہر ایک دوست فوراً اس جدوجہد میں لگ جائے۔ اگر ساری جماعت اس کوشش میں لگ جائے۔ تو چند دنوں میں جماعت کی تعداد دو چند سہ چند ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ ضرورت ہے۔ کہ ہر ایک دوست کے دل میں اس کام کے لئے ایک جوش پیدا ہو جائے۔ اس کیلئے میں احباب کو بار بار تحریک بھی کرتا رہوں گا۔ حسب ضرورت لٹریچر بھی مہیا کرنے کا انتظام کرونگا اور دعائیں بھی کرتا رہوں گا۔ کیونکہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اس کے فضل سے دلوں میں وہ تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ جو انسانوں اور قوموں کو کامیاب کر دیتی ہے۔

احباب لاہور کی مساعی کا نتیجہ

میں نے کوئی آج سے دو ہفتے پیشتر خطبہ جمعہ میں احباب لاہور کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ گو میں یہ تو نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان احباب نے اس طرف توجہ کر لی ہے۔ لیکن یہ مجھے یقین ہے۔ کہ جماعت میں اس طرف ایک حرکت پیدا ہونیوالی ہے۔ ان دو ہفتوں میں خدا کے فضل سے پندرہ آدمی سے زیادہ جماعت میں شامل ہو چکے ہیں۔ یہ صرف ہمارے بعض احباب کی توجہ سے ہوا ہے۔ یا یوں کہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ایک نصرت کی ہوا چلا دی ہے۔ تاکہ ہمارا قدم نصرت الٰہی کی پیشقدمی کو دیکھ کر سرعت کے ساتھ آگے بڑھے۔ میری یہ درخواست ہر ایک احمدی دوست سے ہے۔ خواہ وہ کتنا بلند مرتبہ رکھتے ہوں۔ اور خواہ اپنے آپ کو خدا کے دین کا ادنےٰ سے ادنےٰ خدمتگار سمجھتے ہوں

جلسہ سالانہ اور ایک معزز مہمان

دوسری بات جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جماعت کی ترقی کا ایک عظیم الشان موقعہ ہمارے سامنے پانچ ہفتوں کے اندر آ رہا ہے یعنی ہمارا سالانہ جلسہ۔ اس جلسے کے متعلق میں آپ کو ایک بڑی بھاری خوشخبری بھی سناتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک تو اس موقعہ پر پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ ہمارے مبلغ برلن کے ساتھ جو پانچ سال کے بعد ہندوستان آ رہے ہیں۔ آسٹریا کے ایک نومسلم نواب بیرن عمر ایرنفلز بھی تشریف لا رہے ہیں۔ اپنے اس قابل مبلغ کی ملاقات کے لئے ہر ایک دوست کو تکلیف کر کے آنا ہی چاہیئے تھا۔ مگر اب تو ان کے ساتھ ایک نہایت معزز نومسلم بھی ہمارے مہمان ہو کر آ رہے ہیں۔ اکرام ضیف اسلام اور پیغمبر اسلام کی ایک ممتاز خصوصیت ہے۔ اس لئے اپنے معزز مہمان کی ملاقات کے لئے سب احباب کا فرض ہے۔ کہ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر یہاں پہنچیں۔ علاوہ ازیں سالانہ جلسہ پر مختلف اطراف سے احباب جمع ہوتے ہیں۔ اور دور دور کے رہنے والے احباب سے یہ ایک ملاقات کا موقع ہوتا ہے

اجتماع کے فوائد

اور چونکہ یہ میل ملاقات محض حصول رضائے الٰہی کے لئے ہے اور اس میں کسی قسم کی دنیوی غرض نہیں۔ اس لئے ایسے اجتماع پر اللہ تعالیٰ اپنی برکات بھی نازل فرماتا ہے۔ اور اس میں ایک مجاہدہ کا رنگ بھی ہے محض حصول رضائے الٰہی کے لئے اور دین کو قوت پہنچانے کے لئے سفر میں جو بھی مصیبت ہو۔ یا جو بھی بھوک پیاس تھکان، بے آرامی کی تکلیف اٹھانی پڑے۔ اس سب کا اجر اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے، ذالك بانهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة في سبيل الله الا كتب لهم به عمل صالح۔ مجاہدہ کیا ہے۔ خدا کی راہ میں کچھ تکلیف اٹھانا نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کے مجاہدات وہی تھے جن سے دین کو بھی قوت پہنچتی تھی۔ اور اعدائے دین کا مقابلہ ہوتا تھا۔ بعد میں صوفیوں نے ایسے مجاہدات تجویز کئے جن سے انسان تکلیف تو اٹھاتا۔ اور اس سے کچھ تزکیہ قلب بھی ہوتا۔ مگر دین کو کوئی قوت نہ پہنچتی۔ نہ اعدائے اسلام کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت مسیح موعود نے مجاہدات دینی کو پھر قائم کیا

حضرت مسیح موعود نے مجاہدات دینی کو پھر اپنی اصلیت پر قائم

وہابی عقائد کا نمونہ

روپڑ ضلع انبالہ سے جمعیت تنظیم اہلحدیث کا ایک پندرہ روزہ اخبار "تنظیم اہلحدیث" حافظ عبداللہ امرتسری کی زیر ادارت نکلتا ہے اس کے گذشتہ نمبر تو میری نظر سے نہیں گذرے لیکن اتفاقیہ ۱۷ مجھے مطالعہ کے لئے مل گیا۔ اس میں جو کچھ نکات قرآنی بیان کئے گئے ہیں وہ مسلمانوں کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے خاص توجہ کے لائق ہیں۔ اگر وہابی علماء اور ان کے امیر کے پاس یہی نکات معرفت رہ گئے ہیں تو محض اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کی خاطر ان کو اپنے دماغوں میں ہی بند رکھیں ورنہ ہو کہ ان کے سبب اسلام سے پیرو اسلام ہی برگشتہ ہو جائیں ان سے تو مولوی ثناء اللہ نے ہی دانائی کی کہ اپنی مختصر تفاسیر کو اپنے وہابی عقائد اور ایسے ایسے معرفت کے نکات سے خالی رکھا۔

تنظیم اہلحدیث کے ان معرفت بھرے نکتوں کو ملاحظہ کیجئے :۔

سورہ الشعراء پارہ ۱۹ کی آیات قال فرعون وما رب العالمین تا بیضاء للنظرین کو بعد ترجمہ لکھ کر فرماتے ہیں :۔

"تفسیر خازن میں ہے جب موسے علیہ السلام کا عصا سانپ بن گیا تو ایک میل قد اور پر کو بلند ہو کر فرعون پر جھکا فرعون نے موسے علیہ السلام کو کہا میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے بھیجا اس سانپ کو پکڑ لے موسے علیہ السلام نے پکڑا تو پھر عصا ہو گیا"

نہ معلوم وہابی صاحبان نے یہ قصہ کس آیات قرآنی یا حدیث سے لیا ہے۔ خیر اس سے آگے سنئے :۔

"فرعون ظلم اور تعدی میں مشہور تھا اس کے جذبات بہت جلد افروختہ ہو جاتے اپنی طبیعت کا تھوڑا اختلاف بھی برداشت نہ کر سکتا معمولی بات سے غیظ و غضب میں آ کر اپنے مغضوب الیہ کو گرم زمین پر دھوپ میں بچھا کر ہاتھوں پاؤں میں میخیں گاڑ کر زمین کے ساتھ ٹھونس دیتا۔ اور اوپر گرم پتھر رکھ دینا یا کرتا اسے میں تیل گرم کرا کر اس میں ڈال دیتا اس کا جیل خانہ قتل سے بھی زیادہ سخت تھا جو ایک گہرا کنواں تھا جس میں کسی کی قید نہیں بلکہ ڈال دیتا پھر اس کی خبر تک بھی نہ پوچھتا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو اس نے جیل کی دھمکی دی۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا نام ذوالاوتاد رکھا ہے چنانچہ سورہ ص میں رکوع اول میں فرمایا وفرعون ذوالاوتاد یعنی فرعون میخوں والے نے جھٹلایا۔ اور ایک جگہ فرمایا انہ کان عالیا من المسرفین یعنی وہ بڑا سرکش حد سے گذرنے والا تھا اسی طرح کئی آیتوں میں اس کی سرکشی اور ظلم اور زیادتی کا خصوصیت سے بیان ہے۔

یہ قصہ بھی وہابی ذہنیت کا نمونہ ہے اور محض ذوالاوتاد کے صحیح معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے بیضاوی نے اس کے معنی ذوالجموع الکثیرۃ یعنی بڑی جماعت یا لشکر والا کے اور کشاف نے ذوالملک الثابت کے کئے ہیں اوتاد الارض پہاڑوں کو کہا جاتا ہے اور اوتاد البلاد بڑے بڑے سرداروں کو کیونکہ میخوں سے ایک چیز مضبوط ہوتی ہے۔ والجبال اوتادا الخ فرمایا زمین کی مضبوطی پہاڑوں سے ہے۔ سلطنت کی مضبوطی بڑی جماعت اور لشکر کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ بنی اسرائیل کے مقابلہ میں فرعون کی جماعت اور لشکر کثیر تھا جس کی وجہ سے اسکی سلطنت کی مضبوطی تھی میخوں کا قصہ محض عجوبہ پرستی کا نتیجہ ہے جو یہ لوگ قرآن میں ہر جگہ گھسیڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ذرا آگے مزید معرفت کے نکتے سنئے۔ آیت ودخل المدینۃ علے حین غفلۃ تا مضل مبین۔ (سورہ القصص) کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد تفسیر دیا ہے یہ ہے کہ :۔

جب موسے علیہ السلام نے ایک مکا رسید کر قبطی کا کام تمام کر دیا تو فرعون کی طرف سے پکڑ دھکڑ کا خطرہ ہوا موسیٰ علیہ السلام نے وہاں سے شہر مدین کا راستہ لیا۔ جب شہر مدین پہنچے تو وہاں کنویں پر لوگ اپنے مال مویشی کو پانی پلا رہے تھے ان کے قریب دو عورتیں دیکھیں جو اپنی بکریوں کو پیچھے ہٹاتیں موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا تم کیوں پیچھے ہٹاتی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان لوگوں کے جانے کے بعد پانی پلاتی ہیں اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے یعنی ہم عورتیں ہیں مردوں میں ہمارا گھسنا اچھا نہیں جب یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں تو بچا کھچا پانی پلا لیتی ہیں بلکہ اپنا پاس بھی لے نہیں کرتیں لیکن ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے کام کاج کے لائق نہیں اس لئے مجبوراً ہمیں باہر آنا پڑتا ہے موسے علیہ السلام کو ان پر رحم آیا۔ وہ لوگ کنوئیں کے منہ پر ایک بڑا پتھر رکھ کر چلے گئے جس کو دس آدمی اٹھاتے اور ایک روایت میں ہے چالیس آدمی اٹھاتے۔ موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہی نے وہ پتھر پرے ہٹا دیا اور کنوئیں کا ڈول بھی دس آدمی نکالتے موسے علیہ السلام نے وہ بھی ڈول اکیلے ہی نکالا۔ باوجود بھوکے تھکے ماندے ہونے کے . . . .

بکریوں کو پانی پلا دیا۔ وہ بکریاں لیکر چلی گئیں موسیٰ علیہ السلام تھکے ماندے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور دعا کی کہ یا اللہ مجھے کھانے کی بہت حاجت ہے ملتے ہیں ان دونوں میں سے ایک آئی اور بڑی شرم و حیا سے بولی کہ موسے علیہ السلام کو کہا تجھے میرا باپ بلاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام آئے اور گذشتہ قبطی کے قتل وغیرہ کا قصہ سنایا۔ ان کے باپ نے تسلی دی مشہور ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام نبی تھے جن کا ذکر کئی جگہ قرآن میں ہے اور ان کی کئی لڑکیاں بکریاں چراتی تھیں ان دونوں میں سے ایک نے کہا یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین (سورہ قصص) اے باپ اس موسے علیہ السلام کو نوکر رکھ لو بیشک بہتر نوکر وہ ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو تفسیر خازن وغیرہ میں اس آیت پر لکھا ہے کہ باپ نے اپنی لڑکی سے دریافت کیا تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ یہ (موسیٰ علیہ السلام) طاقتور اور امانتدار ہے لڑکی نے جواب دیا کہ جب اس نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا تو کوئیں کے منہ سے اکیلے ہی نے وہ پتھر پرے ہٹا دیا جس سے وہ لوگ کنواں ڈھانک کر چلے گئے اور اس پتھر کو دس آدمی اٹھاتے ہیں یا چالیس آدمی اٹھاتے ہیں اس سے مجھے اس کا طاقتور ہونا معلوم ہوا اور امانتداری اس کی اس طرح معلوم ہوئی کہ جب میں اس کو بلانے کے لئے گئی تو واپسی کے وقت میں آگے آگے چلی کیونکہ اسکو راستہ معلوم نہ تھا کبھی ہوا کے ساتھ میرے بدن (ایڑیوں وغیرہ) سے کپڑا اٹھ جاتا۔ اس نے کہا میں تیرے آگے ہو جاتا ہوں تو مجھے پیچھے سے رستہ بتا۔"

ہمیں خیال تھا کہ وہابی لوگ اور ان کے ہم خیال صرف حضرت مسیح موعود کے ہی ہر قول کو عجوبہ پرستی کے رنگ میں بیان کرتے ہیں لیکن وہابی علماء کی ایسی تفسیروں سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی قرآن ان لوگوں کے نزدیک قصوں کی کتاب ہے اور ہندوؤں کے پرانوں کی طرح اس میں ہر قسم کے لغویات درج ہیں۔ کہاں تو مولوی اور حافظ جی کا یہ لکھنا کہ "موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری طاقت نے ایک مکا سے دشمن کا کام تمام کر دیا" اور کہاں فرعون کی پکڑ دھکڑ کے خطرہ سے ہی کل کھڑے ہونا۔ حالانکہ یہ ایک معمولی بات ہوتی ہے بعض دفعہ ایک مکا اگر کسی نازک جگہ لگ جائے خواہ اسے پہلوان مارے یا کوئی معمولی آدمی، اس سے موت واقع ہو جاتی ہے ایک حکمران قوم کے آدمی کا مارا جانا فی الحقیقت جرم تھا اسلئے فرعونیوں کا ارادہ قتل موسے لابدی تھا ان کے اس ارادہ سے ایک نیک انسان نے اطلاع دی اس لئے آپ وہ شہر چھوڑ گئے۔ جیل۔ الفاظ محض عجوبہ کا رنگ دینے کے لئے زائد کئے گئے ہیں۔ مطلب قرآن مجید کا اس عجوبہ نویسی کے بغیر بھی صاف نظر آ رہا ہے۔

میدان میں ننگے غسل کرتے وقت ایک معجزہ کا ظہور پتھر کپڑے لیکر بھاگ گیا موسے علیہ السلام کی ضرب کے چھ سات نشان اس پر پڑے۔

حافظ جی نے قرآن کے معارف کے دریا بہاتے بہاتے اب حدیث کے معارف بھی بیان کرنے ہیں ذرا سنیئے :۔

بخاری باب من اغتسل عریانا میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال کانت اسرائیل یغتسلون عراۃ ینظر بعضھم الی بعض وکان موسیٰ صلے اللہ علیہ وسلم یغتسل وحدہ فقالوا واللہ ما یمنع موسیٰ ان یغتسل معنا الا انہ آدر فذھب مرۃ یغتسل فوضع ثوبہ علے حجر ففر الحجر بثوبہ فجمع موسیٰ فی اثرہ یقول ثوبی یا حجر ثوبی یا حجر حتی نظرت بنو اسرائیل وقالوا واللہ ما بموسیٰ من باس واخذ ثوبہ فطفق بالحجر ضربا قال ابو ھریرۃ واللہ انہ لندب بالحجر ستۃ او سبعۃ ضربا بالحجر

ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل ننگے غسل کرتے ایک دوسرے کو دیکھتے اور موسے علیہ السلام الگ تنہائی میں غسل کرتے بنی اسرائیل نے خیال کیا کہ موسے علیہ السلام کے خصیتین پھولے ہوئے ہیں اس لئے ہمارے ساتھ غسل نہیں کرتے ایک مرتبہ (کسی باہر جنگل میں) موسے علیہ السلام غسل کرنے لگے اپنے کپڑے کھول کر ایک پتھر پر رکھ دیئے پتھر کپڑے لیکر بھاگا موسے علیہ السلام پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے یہاں تک کہ پتھر بنی اسرائیل کے مجمع میں آ گیا۔ بنی اسرائیل نے دیکھا کہ موسے علیہ السلام کو کوئی بیماری نہیں موسے علیہ السلام عصا سے پتھر کو مارنا شروع ہو گئے ابوہریرہ نے کہا اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام کی ضرب کے چھ سات نشان پتھر پر

پتھر پر موجود ہیں۔ ناظرین موسے علیہ السلام کی طاقت کا اندازہ کریں۔ پتھر پر ایسی سوٹیاں ماریں کہ پتھر زخمی ہوگیا۔

سبحان اللہ کیا وہابی معرفت کے ٹکڑے ہیں حضرت موسے کو لوگوں کے سامنے ننگا کرنے کے بغیر معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بھی چین نہ آیا پتھر کپڑے لیکر بھاگ گیا یہ کس کا معجزہ تھا حضرت موسے کا تو یقیناً نہ تھا کیونکہ ان کو تو پتھر نے ننگا کرکے دکھا نا تھا۔ غالباً اس زمانہ کے پتھروں میں بھی جان ہوتی ہوگی جبھی تو بیچارہ پتھر سوٹیوں کی مار سے زخمی ہوگیا۔

اب ذرا دوسرا معجزہ اس سے بھی عجیب تر سنیئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی باطنی طاقت۔

ان کا رعب اور ان کی ہیبت و دہشت

ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی۔ ملک الموت نے چوں چرا نہیں کی

دنیا کی بے ثباتی خواہ کتنی لمبی عمر ہو آخر موت ہے

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلعم جاء ملك الموت الى موسى بن عمران فقال له اجب ربك قال فلطم موسى عين ملك الموت ففقاءها قال فرجع الملك الى الله فقال انك ارسلتني الى عبد لك لا يريد الموت وقد فقاء عيني قال فرد الله اليه عينه وقال ارجع الى عبدي فقل الحيوة تريد فان كنت تريد الحيوة فضع يدك على متن ثور فما توارت يدك من شعرة فانك تعيش بها سنة قال ثم مه قال ثم تموت قال فالان من قريب رب ادنني من الارض المقدسة رمية بحجر قال رسول الله صلعم والله لو اني عنده لاريتكم قبره الى جنب الطريق عند الكثيب الاحمر متفق عليه ،

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۸ باب بدء الخلق فصل اول)

ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملک الموت موسے علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ خدا کی دعوت (موت) قبول کر موسے علیہ السلام نے ملک الموت کو طمانچہ مار کر آنکھ پھوڑ دی ملک الموت نے واپس جاکر خدا کے پاس شکایت کی کہ تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت نہیں چاہتا اس نے میری آنکھ پھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ ٹھیک کرکے فرمایا میرے بندے کو کہہ دے کہ اگر تو حیات چاہتا ہے تو بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے عوض ایک سال عمر مل جائے گی تو موسے علیہ السلام نے فرمایا پھر کیا ہوگا۔ ملک الموت نے کہا پھر موت ہوگی۔ موسے علیہ السلام نے کہا جب آخر موت ہے تو پھر ابھی سہی پھر دعا کی یا اللہ مجھے پتھر پھینکنے قدر زمین مقدس کے قریب کردے یعنی بیت المقدس اور میری قبر کے درمیان ہاتھ سے پتھر پھینکنے قدر فاصلہ رہجائے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر میں وہاں (بیت المقدس) میں ہوتا تو تمہیں موسے علیہ السلام کی قبر دکھاتا سرخ ٹیلے کے پاس ہے روایت کیا اس بخاری مسلم نے۔ موسے علیہ السلام کی ہیبت اور شان بھی کہ ملک الموت جیسا فرشتہ بھی آگے سے دم نہیں مار سکا اور اسی ہیبت کا اثر تھا کہ بنی اسرائیل جب گمراہ ہوگئے اور بچھڑے کی پوجا شروع کردی تو ہارون علیہ السلام نے بڑے زور سے ان کو روکا لیکن بجائے اس کے کہ رکیں ہارون علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ قرآن میں ہے وکادوا یقتلوننی موسیٰ علیہ السلام ان دونوں پہاڑ پر گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو سب تائب ہوگئے حالانکہ موسے علیہ السلام اپنے ساتھ کوئی فوج لیکر واپس نہیں آئے لیکن ان کا قدرتی جاہ وجلال اور ان کی شان ہیبت فوج سے بڑھکر تھی جو کچھ اس کا اثر دلوں پر ہوتا وہ فوج کشی سے نہیں ہوسکتا تھا یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون جیسے ظالم کے دربار میں بے کھٹکے آتے اور جو کہنا ہوتا بے دھڑک کہتے۔ نہ ان کو ننگی تلوار کا پہرا روکتا نہ فرعون کی فوجی طاقت سد راہ بنتی حالانکہ موسے علیہ السلام کی ظاہری حالت فقیرانہ بدن پر کملی پاؤں میں گدڑے کے کچے چمڑے کا جوتہ ہاتھ میں معمولی سوٹی دیکھنے میں ملنگوں کی طرح لیکن ہیبت کا یہ عالم کہ پاؤں رکھیں تو گویا دھرتی کانپے "

اب اگر ان اسرائیلیات پر کہ حضرت موسے نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ ڈالی وہابیوں کا ایمان ہے تو پھر حضرت پیران پیر کے ماننے والوں پر کیا اعتراض کہ انہوں نے ملک الموت سے روحوں کا تھیلا چھین کر اپنے مریدوں کو بچا لیا۔ ملک الموت کسی انسان سے آنکھ پھڑواتا ہے تو کسی سے روحیں چھنوا لیتا ہے۔ خدا نے ایک کمزور مخلوق پیدا کیا ہے اس بچارے کا کیا قصور جو چاہتا ہے اس پر زبردستی کر لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی جان لیتا ہے کہ اس کا واسطہ زبردست بندوں سے پڑتا ہے اس لئے مار کھا لیتا ہے بجز اس کا علاج کردینے کے خدا کیا کرسکتا ہے۔ بندے بڑے چوست ہیں ان سے پوچھنا بڑا مشکل ہے۔

مندرجہ بالا اعتقاد رکھتے ہوئے دہلی حافظ صاحب کس شان کبریائی سے فرماتے ہیں " جیسے آج کل پیر پرست مریدوں کا حال ہے جو پیرپرستی قبرپرستی میں مبتلا ہیں! ان کے سامنے توحید کے واضح دلائل رکھے جاتے ہیں تو مثل مشہور ہے " اک چپ سو کو ہرائے " ان کا صرف ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ یہ وہابی ہے۔ بس اتنا کہنے سے سب دلائل پر پانی پھر جاتا ہے۔ گویا لوگوں کو انہوں نے الو بنا رکھا ہے "

اگر وہابیوں کے پاس یہی سرمایہ توحید ہے۔ کہ ایک انسان نے فرشتہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور رب العالمین صاحب بھی خاموش رہے۔ تو وہابیوں کی اس توحید اور پیرپرستوں کی توحید میں ذرا فرق نظر نہیں آتا۔ اگر وہابی لوگ ایسے معارف کالجوں کے مسلمان طلبا کے سامنے پیش کریں۔ تو ان پر اپنی توحید کی حقیقت ظاہر ہوجائے۔

بقیہ صفحہ ۵

کیا اور خدمت دین کے لئے تکلیف اٹھانا ہماری جماعت کا اصل مجاہدہ قرار دیا۔ اسی ذیل میں آپ نے ایک سالانہ اجتماع کی بنیاد بھی رکھی۔ ہماری جماعت کے بہت لوگ اس سالانہ اجتماع کو وقعت نہیں دیتے بعض محض سستی سے اپنی جگہ نہیں چھوڑتے۔ یا سفر کی بے آرامی سے ڈرتے ہیں بعض چند پیسوں کی خاطر بعض اپنے دنیوی کاموں کی خاطر اس قومی اجتماع میں شامل نہیں ہوتے۔ ان سب دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی ذراسی آسائش کے لئے

خدمت دین کے کام کو بڑا بھاری نقصان

پہنچاتے ہیں۔ ہماری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ اس قلت کا احساس ہمارے دلوں پر ہوتا۔ تو ہم میں سے ہر ایک دوست اپنے قومی اجتماع کو رونق دینے کیلئے اور اسے دین کی قوت کا موجب بنانے کیلئے ہر ایک تکلیف کو اس سفر کے مقابل ہیچ سمجھتا

احباب کی غفلت

مگر حالت یہ ہے۔ کہ بڑی بڑی جماعتوں میں سے بعض جگہ سے دو چار اور بعض جگہ سے دس بارہ آدمی بمشکل سے آتے ہیں۔ اور جو آتے ہیں۔ ان میں سے بھی کئی ایک دنیوی تفکرات کا بڑا بھاری بوجھ ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ فکر اور تکالیف اٹھانے کیلئے نہیں آتے۔ دنیوی تفکرات سے آزاد ہوکر اور اپنے قلب کو روحانیت کے لئے فارغ کرکے نہیں آتے۔ بڑے چھوٹے باہم مل کر بیٹھنے اور جماعت کی ترقی اور استحکام اور خدمت دین کے راستوں کو سوچنے کیلئے نہیں آتے سب کے سب اکٹھے ہو کر خدا کے حضور گرنے کیلئے نہیں آتے۔ عزیزو! وقت ہاتھ سے جارہا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اس سستی کی حالت میں ہم بند لئے جائیں۔ کچھ خدا کے دین کے لئے تکالیف اٹھانے کی عادت ڈالو۔ کچھ خدمت کا کام انجام دے لو۔ تاکہ جب ہمارے بلائے جانے کا وقت آئے تو ہمارے دل اس راحت سے بھرے ہوئے ہوں۔ کہ ہم خدا کے دین کی خدمت کا کچھ کام کرکے اس کے حضور جارہے ہیں۔

انجمن کو مالی لحاظ سے بھی مضبوط کرو

ایک اور بات کی طرف بھی میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جماعت کی قوت کا اندازہ سالانہ اجتماع کی کامیابی سے ہوتا ہے۔ کثرت بھی بلاشبہ اپنا اثر رکھتی ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر کام کا اثر ہوتا ہے۔ آپ کی انجمن جس قدر مالی رنگ میں مضبوط ہوگی۔ اسی قدر آپ کی قوم کے بازو مضبوط ہوں گے۔ اور آپ کے کام میں وسعت اور ترقی ہوگی۔ آپ اپنے طور پر ضرور مالی قربانیاں کرتے ہیں۔ لیکن اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ آپ دوسرے لوگوں کو بھی خدمت اسلام کے اس کام میں شامل کریں۔ سال گذشتہ اور اس سے پہلے بھی ایک دو سال ہمارے اکثر احباب کچھ نہ کچھ چندہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں سے جمع کرکے لاتے رہے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ جہاں ہماری مالی قربانیاں ایک خاص امتیاز حاصل کرچکی ہیں۔ ہمارے دوستوں کی قربانیاں بھی یہی امتیاز حاصل کریں۔ اور ہم میں سے ہر ایک شخص کچھ نہ کچھ امداد دوسروں سے حاصل کرکے جلسہ میں شامل ہو۔ خواہ وہ چند آنوں کی مدد ہو۔ یا چند روپوں کی لیکن جس طرح ہر ایک دوست اپنی کمائی میں سے کچھ ضرور دیتا ہے۔ اسی طرح وہ اس بات کو بھی اپنا فرض سمجھے۔ کہ اس نے کچھ دوسروں سے جمع کرکے قومی بیت المال کو مضبوط کرنا ہے۔

گذشتہ سال کی اپیل

میں نے گذشتہ سال یہ اپیل کی تھی۔ کہ ہر دوست میں روپے جمع کرکے لائے۔ بہت سے احباب اس سے بہت زیادہ لائے۔ لیکن بہت سے ایسے تھے۔ کہ جنہوں نے اس میں حصہ نہیں لیا۔ اب میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہر ایک دوست کچھ نہ کچھ چندہ دوسروں سے کرکے ضرور لائے۔ خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی رقم کیوں نہ ہو۔ مگر اس تحریک میں ہر ایک دوست شریک ضرور ہو۔

چند گذارشات

میں اب اپنی گذارشات کو مختصر کرتا ہوں۔

(۱) اپنے عزیزوں، قریبیوں دوستوں کو جماعت میں شامل کریں

(۲) خود جلسہ میں پورے تین دن کیلئے شامل ہوں

(۳) اپنے بچوں اور عزیزوں کو ساتھ لائیں۔

(۴) اپنی مستورات کو بھی شامل کرنے کی کوشش کریں

(۵) غیر از جماعت احباب کو شمولیت جلسہ کیلئے تحریک کریں

(۶) اپنے حلقہ اثر سے چندہ جمع کرکے لائیں۔

نوٹ ۱: جن احباب نے رخصت کا انتظام کرنا ہو۔ وہ اس بات کو مدنظر رکھیں۔ کہ ۲۴ کی شام تک وہ لاہور پہنچ جائیں۔

نوٹ ۲: چندہ کرنے کیلئے سہل تجویز یہ ہے۔ کہ ایک ایک آنے چار چار آنے ایک ایک روپے والی کاپیاں اپنے سیکرٹری کی معرفت یا جہاں انجمن باقاعدہ نہیں مرکزی دفتر سے حسب ضرورت منگوا لیں اور ایسا ہی انجمن کے کاموں کے متعلق بھی لٹریچر منگوا لیں

خاکسار **محمد علی**

اتحاد کانفرنس الہ آباد

اتحاد کانفرنس الہ آباد اختتام پذیر ہوچکی ہے ہندو اور کانگریسی مسلمان مسرت کا اظہار کر رہے ہیں کانفرنس مذکور کے ذمہ دار کارکنوں کی طرف سے کوئی تفصیلی اعلانات شائع نہیں ہوئے اخبارات کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو برائے نام اکثریت دی گئی ہے اور مرکز میں ۳۲ فیصدی نمائندگی سندھ کی علیحدگی بشرائط

خبریں

ہندوستان

—— لاہور ۷ ار نومبر۔ آج پنجاب کونسل میں گوردوارہ بل پاس ہو گیا۔ وزیر تعلیم نے اس کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بل ہندوؤں اور سکھوں کے باہمی سمجھوتے کا نتیجہ ہے۔

—— لاہور، ار نومبر۔ آج لالہ لاجپت رائے آنجہانی کی بیوہ کا حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہو گیا۔ ارتھی کا جلوس نہایت شاندار تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آج سے چار سال پہلے لالہ جی کا انتقال بھی اسی تاریخ کو ہوا تھا۔

—— الہ آباد، ار نومبر سندھ میں ہندوؤں کے مشہور لیڈر ڈاکٹر چوئتھ رام آج الہ آباد میں گرفتار کر لئے گئے۔ آپ اتحاد کانفرنس کی شرکت کی غرض سے یہاں آئے ہوئے تھے۔

—— احمد آباد میونسپلٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ گورنر بمبئی کی آمد پر انہیں کوئی ایڈریس نہ دیا جائے۔

—— اخبار سول اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ اور ربار اور مسلمان ہندو کے درمیان جو گفتگو مصالحت جاری تھی۔ بند کر دی گئی ہے۔

—— حکومت ہند کے محکمہ تجارت کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ موجودہ مالی سال کے سات مہینوں میں محاصل کی کل آمدنی ۳۱ کروڑ روپیہ تھی۔ یہ رقم گذشتہ سال کے اتنے ہی عرصہ کی آمدنی سے ۶/۵ کروڑ زیادہ ہے۔ ان اعداد و شمار کی بنا پر دہلی کے سرکاری حلقوں میں یہ افواہیں پھیل رہی ہیں۔ کہ حکومت نے گذشتہ سال تنخواہوں میں جو دس فیصدی کی تخفیف کی تھی۔ وہ منسوخ کر دی جائے گی۔

—— گاندھی جی اچھوت ادھار کے سلسلہ میں جو کوششیں کر رہے ہیں ان کی وجہ سے جنوبی ہند کے برہمن بہت مشتعل اور فکرمند ہو رہے ہیں

—— ریاست الور میں ریاستی پولیس نے مسلمان زمینداروں پر گولی چلا دی جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔

—— سلطان ابن سعود کے سفیر جمال پاشا آج کل ہندوستان کی سیاحت میں مصروف ہیں۔

—— دہلی ۷ ار نومبر۔ آج گاندھی جی کے صاحبزادے مسٹر منی لال نے سر فضل حسین بالقابہ وزیر تعلیم حکومت ہند سے ملاقات کی بحث کا موضوع ٹرانسوال میں ہندوستان کے خلاف قانون تھا۔

—— دہلی ۶ ار نومبر۔ مہاراجہ الور دہلی آئے ہوئے ہیں۔ ان کے مسلمان مصاحبین مہاراجہ الور کو درغلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں

—— آج کل پنجاب کونسل کا اجلاس لاہور میں اور اسمبلی کا اجلاس دہلی میں شروع ہے۔

—— حیدر آباد (سندھ) ۷ ار نومبر۔ مسلم آزاد سندھ کانفرنس جو کل شام شروع ہوئی تھی۔ آج سہ پہر کو اختتام پذیر ہو گئی۔ صاحب صدر نے اعلان کیا۔ کہ صوبہ کی زرعتی، اقتصادی اور صنعتی ترقی کے لئے سندھ کی علیحدگی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں صاحب صدر نے اپنے خطبہ صدارت میں نہایت مدلل طور پر بیان کیا۔ کہ جغرافیائی لحاظ اور زبان اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے سندھ ایک علیحدہ صوبہ ہے۔

—— پشاور ۷ ار نومبر۔ آج یہاں مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں میونسپل انتخاب کے پروپیگنڈا کے سلسلہ میں فساد ہو گیا۔

—— کوئٹہ ار نومبر۔ یہاں محکمہ ڈاک کے ایک ہندو افسر نے اپنے ماتحتوں کو نماز سے روک دیا جس کی وجہ سے کوئٹہ اور اس کے نواح کی مسلم آبادی بے حد بے چین ہو رہی ہے۔

—— آل انڈیا الور کانفرنس کا التوا شدہ اجلاس اجمیر کی بجائے فیروزپور جھرکا ضلع گوڑگانواں میں ۳ ر۔ ۴ ر دسمبر ۳۲ء بروز ہفتہ اتوار کو منعقد ہو گا۔

ممالک خارجہ

—— لنڈن ۷ ار نومبر۔ ملک معظم نے آج معاہدہ اٹاوہ کی منظوری عطا کر دی۔ اس قانون کی رو سے سوائے آئرش فری سٹیٹ کے تمام ایمپائر سے ترجیحی سلوک روا رکھا گیا ہے۔

—— لنڈن ۷ ار نومبر۔ فوجی مصارف کے ٹریبونل کے ارکان نے ایک غیر رسمی اجلاس منعقد کیا۔ پہلا باقاعدہ اجلاس غالباً آئندہ ہفتہ میں منعقد ہو گا۔ کارروائی اخبارات میں شائع نہ ہو گی۔

—— لنڈن ۷ ار نومبر۔ تیسری گول میز کانفرنس کا اجلاس شروع ہو گیا۔

—— لنڈن ۷ ار نومبر۔ آج پارلیمنٹ میں ملک معظم نے تقریر کی۔ اور پارلیمنٹ کے اجلاس کی توسیع کا اعلان اور اٹاوہ کانفرنس کے کامیاب خاتمہ پر اظہار اطمینان فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ نے آئرلینڈ اور برطانیہ کی نزاع پر اظہار افسوس فرمایا۔

—— ٹوکیو (جاپان) ۷ ار نومبر۔ گذشتہ دو روز سے بحر الکاہل کے کنارے پر شدید طوفان آ رہا ہے۔ اس میں کافی تعداد میں آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ بہت سے آدمی لاپتہ ہیں۔

—— جنیوا، ار نومبر۔ آج تخفیف اسلحہ کی کانفرنس کے بیورو کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے سر جان سائمن وزیر خارجہ برطانیہ نے صاف طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ کہ جرمنی کو اسلحہ کے معاملہ میں کامل مساوات کا حق حاصل ہے

—— دوران تقریر میں سر سائمن نے حکومت برطانیہ کی طرف سے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں:۔

(۱) بڑی بڑی دول کی ہوائی طاقتوں میں فوراً اتنی تخفیف کر دی جائے۔ کہ وہ ریاستہائے متحدہ کی ہوائی طاقت کے برابر ہو جائیں

(۲) تمام دنیا کی ہوائی طاقتوں میں جس میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ہوائی طاقت بھی شامل ہے۔ ۳۳ فیصدی تخفیف کر دی جائے

(۳) فوجی ہوا بازی کے سامان کو محدود کر دیا جائے جس کا تعین باہمی سمجھوتہ سے کیا جا سکتا ہے۔

—— ہپانوسی گی آنا کے گورنر جنرل کو ایک فوجی سارجنٹ نے قتل کر دیا۔ ایک غیر سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ گورنر مذکور ایک جلسہ کے رقص کے دوران میں گھونٹ کے مارا گیا۔

الصلح خیر

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیار پوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) صحابہ در آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد و کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است خسران و تباب

جلد ۲۰ | لاہور - یوم یک شنبہ مطبوعہ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء | نمبر

احبابِ سلسلہ کو دعوت

برادران مکرم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج چالیس سال سے زیادہ حضرت امام زمان علیہ السلام کو دنیا میں مبعوث ہوئے گذر چکے۔ آپ جو پروگرام دنیا میں لیکر آئے اس کا خلاصہ آپکے اس الہام سے ظاہر ہے۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد" یعنی محمدیوں کا قدم روحانی اور جسمانی ترقیات میں اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ جائے گا۔ پس آپ جو کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن کے ممبر ہیں آپ کا کام بڑا عظیم الشان ہے۔ کہ دنیا میں مذہب اسلام کی حفاظت اور اشاعت اور مسلمانوں کی قوم کی اصلاح۔

بعض عقائد فاسدہ جو کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے تتبع میں روایات کے رنگ میں مسلمانوں میں رواج پاگئے ہیں۔ اور ان کے ملانوں اور پیروں نے اسے اصل اسلام قرار دیکر دنیا سے حقیقی اسلام کا چہرہ چھپا رکھا ہے اُن سب کو آپنے دُور کرنا ہے۔ مسلمان اسلام باز کردند مسلمانوں کے ایمان کو جو ثریا پر پہنچ چکا تھا از سر نو زندہ کرنا ہے۔ اور پھر کسر صلیب و قتل خنزیر یہ کام بہت بڑے ہیں بہت بڑی قربانی اور ہمت کو چاہتے ہیں۔ آپنے خدا کے برگزیدہ کے ہاتھ پر اس کام کو سرانجام دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ اس کام کو سرانجام دینے کی تجاویز سوچنے اور عملی قدم اٹھانے کیلئے آپکا سالانہ جلسہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو ہے۔ آپکا فرض ہے اس میں شامل ہوں اور درگاہ الٰہی سے دعا ہدین کا اجر پاویں۔ انجمن کی جانب سے میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے ان ایام میں ضرور یہاں تشریف لادیں۔ اور کارکنان انجمن کو اور خاکسار کو مشکور فرماویں - اور خود ہی نہیں اپنے عزیزوں کو اور مستعدات کو اور دوستوں کو بھی اس میں شامل کریں۔ اس جلسہ کی خصوصیت یہ بھی ہوگی کہ جرمنی ہمارے مبلغ واپس تشریف لائیں گے۔ اور ان کے ہمراہ ایک نو مسلم جرمن لیڈ ہونگے۔

۲۲ - نومبر ۱۹۳۲ء خاکسار - سید محمد حسین

مردِ کامل

از جناب حکیم احمد شجاع صاحب - بی۔ اے (علیگ) اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب کونسل

یہی معیار ہے دنیا میں بس اک مرد کامل کا
نہیں مرعوب ہوتی اسکی آنکھیں فر شوکت سے

پیام حق سنا دیتا ہے وہ کسریٰ کی محفل میں
نہیں ڈرتا کسی نظارۂ باطل کی ہیبت سے

وہ نانِ خشک پر ہی اپنی راتیں کاٹ لیتا ہے
اگر حاصل ہو ہاتھ کی مشقت دنکی محنت سے

وہ سیدھا تیر تا ہے شیر کی مانند دریا میں
نہیں جھکتا کسی فرعون بے ساماں کی طاقت سے

نہیں شرمندۂ دستِ کرم دستِ سوال اس کا
نہیں بڑھتا وہ عزت سے نہیں گھٹتا وہ ذلت سے

وہ ٹکراتا ہے پتھر سے وہ لڑتا ہے مقدر سے
جگہ اپنی بنا لیتا ہے دنیا میں وہ ہمت سے

اگر ذلت سے نعمت ہو میسر تھوک دیتا ہے
وہ اپنا پیٹ بھر لیتا ہے فاقے کی مصیبت سے

سمجھ لیتا ہے سنجاب و قاقم بوریا اس کا
اگر کچھ جائے ہاتھوں سے اگر ملجائے عزت سے

ادا کرتا ہے اپنے فرض کو وہ فرض کی خاطر
نہیں سودا ہے اسکی حق شناسی طمع دولت سے

ان ہی اوصاف کا حامل کسی دن تھا مسلماں بھی
ملے تھے جوہر کامل اسے صناع فطرت سے

کل من علیہا فان

جناب شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی مرحوم و مغفور

یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ واقعہ ۲۲، ۲۳ر نومبر ۶۳ء یعنی جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو ایک بجے ہماری جماعت کے مشہور و معروف بزرگ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نے تقریباً ۹۰ سال عمر پائی ہے۔ آپ کی ذات میں نہایت عمدہ اور اعلیٰ اوصاف پائے جاتے تھے۔ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے سے قبل مذہب سے خاص شغف رکھتے تھے۔ ابتدائً وہابیت کی فضا سے متاثر ہوئے۔ بڑے بڑے معرکوں میں شامل رہے انہی ایام میں مولوی برہان الدین صاحب محدث جہلمی اور مولوی عبدالکریم صاحب و میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی رحمہم اللہ اجمعین کے ساتھ رابطہ اتحاد پیدا ہوا۔ اور اس قدر ارتباط بڑھا۔ کہ شیخ صاحب مرحوم کی دوکان واقعہ دروازہ ہی ان بزرگوں نے اپنے قیام کیلئے تجویز فرمائی۔ جہاں ہر وقت مذہبی گفتگو کا ذکر رہتا تھا۔ پھر سال ۱۸۹۱ء میں جب حضرت مسیح موعود نے دعوے مجددیت اور ماموریت فرما کر اعلان بیعت فرمایا۔ تو یہ بزرگ السابقون الاولون میں سے تھے جنہوں نے حضرت امام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگرچہ قبل از بیعت یہ بزرگ دینداری کا مجسمہ تھے۔ مگر بیعت کر لینے کے بعد جو سپرٹ ان کے اندر پیدا ہوئی۔ وہ حیطہ بیان سے باہر ہے۔ امراء اور رؤساء، علماء اور فقراء متوسط الحال اور غرباء کے طبقہ میں مجرانہ طور پر ان بزرگوں نے نشر و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اور اس وقت تک کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی کوششیں اور ہمتیں زیادہ سے زیادہ بڑھتی گئیں۔ شیخ صاحب مرحوم اگرچہ مذہبی علوم میں پوری مہارت نہ رکھتے تھے۔ تاہم مسائل اختلافیہ میں بڑے بڑے علماء مثل مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی غلام حسن اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی وغیرہ سے نہایت جرأت اور دھڑے کے ساتھ بحثیں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کے ایسے عاشق تھے۔ کہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت کا کوئی جلسہ ایسا نہیں جس میں کہ میں شریک نہ ہوا ہوں۔ اس کے علاوہ جب کوئی تقریب قادیان میں پیش آتی۔ مرحوم اس میں ضرور شامل ہوا کرتے تھے۔ مباحثات اور مقدمات کے چشم دید حالات سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود بھی ان کو مخلصین میں شمار فرماتے تھے۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام ضمیمہ انجام آتھم اور اشتہار منارۃ المسیح میں جن خاص احباب کے نام درج ہیں۔ ان میں شیخ صاحب مرحوم کا نام بھی موجود ہے۔ اکثر واقعات جو کتابوں میں نہیں ملتے۔ وہ آپ زبانی سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے داخل سلسلہ ہونے سے قبل کا ایک واقعہ اس طرح سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ وہ اور میر حامد شاہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے سیالکوٹ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بمقام لاہور میاں چراغ الدین صاحب مرحوم کے مکان پر قیام فرمایا۔ وہاں پر مفتی محمد صادق صاحب نے ان سے کہا۔ چلو۔ ایک بزرگ کی زیارت کرا لائیں۔ چنانچہ مفتی صاحب ان دونوں کو متصل سنہری مسجد بابو تاج الدین صاحب مرحوم کے مکان پر لے گئے۔ جہاں حضرت مولوی محمد علی صاحب ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ ان دنوں حضرت مولوی صاحب موصوف اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ سلسلہ کلام شروع ہوا

تو حضرت مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا۔ کہ آج کل قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب خدمت اسلام بجا لا رہے ہیں۔ دل چاہتا ہے۔ کہ اگر خدا فرصت دے۔ تو حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ اسلام کی خدمت بجا لائیں۔ اسی طرح کچھ باتیں ہو ہوا کر پھر یہ لوگ واپس چلے آئے۔ اور اگلے روز حضرت اقدس کی خدمت میں قادیان چلے گئے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں جب حاضر ہوئے۔ تو باتوں ہی باتوں میں شیخ صاحب مرحوم نے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ کہ مولوی صاحب کے دل میں یہ تڑپ ہے۔ کہ اگر خدا موقعہ دے۔ تو حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دینی خدمت بجا لائیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر ان میں اخلاص ہے۔ تو خدا موقعہ دے دیگا۔ اسی واقعہ کو وہ حضرت کے اس الہام کی تشریح سمجھتے تھے۔ جو ہمارے قادیانی دوست حضرت امیر کے خلاف سنایا کرتے ہیں۔ کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

چونکہ شیخ صاحب دائم المریض تھے۔ اس لئے کچھ عرصہ سے کاروبار دنیاوی انہوں نے اپنے بڑے صاحبزادے شیخ محمد عبداللہ صاحب کے سپرد کر رکھے تھے۔ اور آپ کا دن رات مشغلہ مذہبی گفتگو تھا۔ جہاں انہیں اسلام کے اندرونی فرقہائے کے متعلق نہایت عمدہ اور اعلیٰ واقفیت تھی۔ وہاں سلسلے کے لٹریچر سے آگاہ ہونے کے سبب سے غیر مذاہب کی کتابوں پر اچھا خاصا عبور حاصل تھا۔ اور دہر دلعزیزی اور ملنساری کی وجہ سے سب مذہب و ملت کے لوگ ان سے اختلاط رکھتے تھے۔ ایک دن ایک آریہ دوست نے اثنائے گفتگو ان سے ذکر کیا۔ کہ میری لڑکی کو امتحان میں اعلےٰ نمبروں پر پاس ہونے کی وجہ سے ستیارتھ پرکاش انعام ملی ہے۔ شیخ صاحب نے کہا۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ستیارتھ پرکاش چونکہ نہایت مخرب اخلاق کتاب ہے۔ اس لئے آپ اپنی لڑکی کو اس کے مطالعہ سے منع کر دیں۔ اور پھر ستیارتھ پرکاش کے چوتھے سملاس کا حوالہ دے کر اس موقعہ کا ذکر کیا۔ جہاں پر لکھا ہے۔

> "جب ویریج کے رحم میں گرنے کا وقت ہو۔ اس وقت عورت مرد دونوں بے حرکت ناک کے سامنے ناک آنکھ کے سامنے آنکھ یعنی سیدھا جسم اور نہایت خوش دل رہیں۔ ہلیں نہیں۔ مرد اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دے عورت ویریہ حاصل کرنے کے وقت اپان وایو کو اوپر کھینچے۔ . . . . کو اوپر سکوڑ ویریہ کو اوپر کشش کرکے رحم میں ٹھہرائے۔"

اور پھر نیوگ کے مسئلے کا ذکر کرتے رہے۔ مگر آریہ مذکور نے ان باتوں کی چنداں پرواہ نہ کی۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ چند روز کے بعد پھر وہی آریہ ملا۔ اور خود بخود ذکر چھیڑ کر کہنے لگا۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے چوتھے سملاس سے اس نے وہ مقام جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ پڑھا ہے۔ فی الواقعہ نہایت فحش ہے۔ اس لئے میں نے اپنی لڑکی کو اس کتاب کے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔

حضرت اقدس کی کتابوں پر مرحوم کو بہت بڑا عبور حاصل تھا۔ عبارتوں کی عبارتیں ازبر یاد تھیں۔ چونکہ مخالفتوں اور ابتلاؤں کے طوفان دیکھے ہوئے تھے۔ اس لئے ایسے وقتوں میں نہایت استقامت دکھاتے تھے۔ احرار کی مخالفت کا سیلاب جس زور اور شدت کیساتھ احمدی جماعت کیخلاف سیالکوٹ میں اٹھا۔ اور کام کرتا رہا۔ اس کا تصور دیگر شہروں کے لوگوں سے بلند و بالا ہے۔ مگر اس طوفان بے تمیزی میں بھی شیخ صاحب مرحوم ایک چٹان کی طرح ثابت قدم رہ کر اپنے خیالات کا اظہار نہ صرف دوسرے لوگوں پر بلکہ خود ممبران احرار کے ساتھ نہایت سچائی اور جرأت کے ساتھ فرماتے تھے۔ اور اگرچہ وہ لوگ ان دلائل کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ مگر سن کر خاموش ضرور ہو جاتے تھے۔ حضرت امیر کے ساتھ نہایت اخلاص تھا۔ آپ کا قول تھا۔ کہ حضرت امام کی تعلیم نے موجودہ زمانے کیلئے یہ خاص وجود پیدا کیا ہے۔ اگر یہ وجود نہ ہوتا۔ تو حضرت اقدس کی صحیح پوزیشن دنیا پر ظاہر ہونی مشکل تھی۔ غرضیکہ مرنے والے کی ذات میں بے شمار خوبیاں تھیں۔ ان کی موت سلسلے کیلئے انتہائی نقصان اور بہت بڑے صدمہ کا موجب ہے۔

مرنے سے پہلے اپنے لڑکے شیخ محمد عبداللہ صاحب کو وصیت کی کہ پیشتر اس کے کہ میرا جنازہ اٹھایا جائے۔ اول بذریعہ خطوط حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور جناب قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب اور جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ و ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبان کی خدمت میں میری موت کی اطلاع دی جائے۔ چنانچہ اس کے مطابق عملدرآمد کیا گیا۔ ۲۲ر نومبر جمعہ کی شام تک حواس بالکل درست رہے۔ شام کے بعد زبان بند ہو گئی۔ تاہم ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اشارے کے ساتھ کلمہ شہادت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور اقرباء کو اشاروں سے قرآن شریف کی تلاوت کی ہدایت فرماتے ہوئے ٹھیک ایک بجے رات بعارضہ ہچکی طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

تعلقات کا یہ حال ہے۔ کہ ہر مذہب و ملت کے لوگ ان کے مرحوم کے پسماندگان کے پاس عزاداری کی خاطر تانتا لگا رہتا ہے۔ جنازے کی رسم مرحوم کی وصیت کے مطابق نہایت تعجیل سے عمل میں آئی یعنی ہفتے کے دن دس بجے کے قریب نماز جنازہ پڑھی گئی۔ تاہم مسلمانوں کے تمام فرقوں کے لوگ نماز میں شامل ہوئے اور جنازہ نہایت تزک و احتشام کیساتھ پڑھا گیا۔ احباب سلسلہ سے استدعا ہے۔ کہ وہ بھی اخلاص کی گھڑیوں میں اپنے مولا کریم کے حضور مرحوم کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

نوٹ

شیخ صاحب مرحوم ایک کتاب الموسومہ بہ بشارت احمد کے مصنف تھے۔ اس کتاب میں آیہ کریمہ مبشراً برسول من بعدہ اسمہ احمد کے متعلق نہایت سیر کن بحث کی گئی ہے۔ اور ظاہر کیا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور متفقہ احادیث اور اقوال حضرت مسیح موعود کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ کتاب ۱۸۴ صفحہ پر ختم ہوئی ہے۔ اور ایک خصوصیت اس کی یہ ہے۔ کہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے اس پر ریویو لکھکر مصنف کے دلائل کی تعریف کی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ جب سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ فریق ثانی نے اپنے اس دعوے کے متعلق پھر آواز اٹھانی بند کر دی ہے۔ غالباً سمجھدار اصحاب نے اس مسئلہ سے رجوع کر لیا ہے۔ جو کہ ہماری سمجھ میں اس کتاب کی قبولیت کی دلیل ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲ | یوم یک شنبہ ۲۷ر رجب المرجب ۱۳۵۱ھ | نمبر ۷

احمدیت کی مخالفت

حق پر باطل کی احمقانہ یورش

جس طرح روشنی تاریکی اور بہار خزاں کے لئے پیغام فنا ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح آفتاب حق و صداقت کی کرنیں باطل کی خوفناک تاریکی کے لئے موت و بربادی کا سامان بن جاتی ہیں یہی وجہ ہے۔ حق و صداقت کا آفتاب جب کبھی طلوع ہوتا ہے۔ تو باطل کی تمام طاقتیں اس کو چھپانے برباد و بدنام کرنے کیلئے جمع ہو جاتی ہیں۔ وہ اس نور کے مقابلے پر اپنی سیاہ باطنی و سیاہ کاری کا خوب مظاہرہ کرتی ہیں۔ باطل پرستوں کے مختلف گروہ جو آپس میں برسرپیکار رہتے ہیں حق کے مقابلے میں متحد ہو جاتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان سے ہو سکتا ہے۔ کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تمام کوششیں رائگاں جاتی ہیں۔ دنیا کے دیکھتے ہی دیکھتے حق اپنی بے سروسامانیوں کے باوجود باطل کو شکست دے دیتا ہے۔ حق کی ہر ایک جنبش قدم باطل پر بربادی و ہلاکت کے بیشمار دروازے کھول دیتی ہے۔ صداقت کی کمزور سے کمزور آواز باطل پرستوں کے مستحکم سے مستحکم قلعوں کو منہدم کر دیتی ہے تاریخ عالم گواہ ہے۔ کہ دنیا میں جب کبھی بھی کسی سچے نے صداقت کی کوئی پکار بلند کی ہے۔ باطل پرست اس کی بربادی کے درپے ہو گئے ہیں۔ جب کبھی کسی رہنما نے لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلانا چاہا۔ گمراہوں نے ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ تمام نبیوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ نبیوں کے علاوہ حق و صداقت کے ہر ایک داعی اور اصلاح کے ہر ایک علمبردار کو باطل کے طوفان مخالفت سے گذرنا پڑتا ہے یہ بھی اسی خدائے واحد کا اٹل قانون ہے جس نے حق کو کامیاب و بامراد اور باطل کو ناکام و نامراد رہنے کیلئے پیدا کیا ہے۔

آج اگر احمدیت اور حضرت مسیح موعود کی مخالفت ہو رہی ہے تو اس پر تعجب کیوں ہے۔ مخالفین کا شور و غوغا، دشنام طرازی و بہتان تراشی یہ سب باتیں خدا کے قانون کے ماتحت ہی عمل میں آ رہی ہیں احمدیت اسلام کی روشن ترین تصویر ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذات اقدس کو اغیار کے ناپاک حملوں سے محفوظ رکھنے کیلئے بہترین سپر ہے۔ احمدیت نے محو غفلت مسلمانوں کو بیدار کیا۔ ان کو ملانوں کے خود ساختہ عقائد کے دام سے نجات دی۔ ان کو تاریک خیالی کی بھول بھلیوں سے نکالا ملت اسلامیہ کو تکفیر کی لعنت سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے لازم تھا۔ کہ وہ علماء سو جن کی زندگی اور روزی ہی مسلمانوں کو بے معنی عقائد و توہمات میں مبتلا اور تکفیر کا بازار گرم رکھنے پر منحصر ہے۔ احمدیت کے مقابلے میں ایک زبردست طوفان مخالفت برپا کر دیں۔ آج سے ذرا تیس چالیس سال قبل کے زمانہ پر نظر ڈالئے حضرت مسیح موعود کے آوازہ حق بلند کرنے کے ساتھ ہی مولویوں کے تمام مرکزوں میں ایک زلزلہ آ گیا علمائے سوء کے غول تکفیر، بہتان طرازی، تمسخر و بدزبانی کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر قادیان کے اس بے سروسامان دہقانی کے مقابلے پر صف آرا ہو گئے۔ بہت سے جاہل بھی جبوں اور عماموں کی اس نمائش سے مرعوب و متاثر ہوئے۔ ملانوں نے اس کو اپنی کامیابی سمجھ کر نہایت مغرورانہ انداز سے احمدیت کو تباہ کرنے کا دعوےٰ کر دیا۔ وقت گذرتا گیا۔ ہر روز طلوع ہونے والا سورج قادیان کے دہقانی کے لئے کامرانی و مسرت اور ملانوں کے لئے نامرادی و خواری کا نیا پیغام لیکر آتا رہا۔ آج ہر ایک راست گو اور انصاف پسند انسان کی زبان اور واقعات کی پکار احمدیت کی فتح کا اعلان کر رہی ہے۔

حضرت مرزا صاحب اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ ان کا مبارک مشن کامیابی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ لیکن جس طرح صبح کاذب کے بعد ظلمت شب دوبارہ طلوع آفتاب کا راستہ روکنے کی ناکام کوشش کیا کرتی ہے۔ اسی طرح ملانوں کا ناکام گروہ آج کل احمدیت کی مخالفت میں مصروف ہے۔ کچھ عرصہ سے مذہبی اور سیاسی رنگ میں حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے اور گالیاں دینے کا فعل شیطانی خاص اہتمام سے انجام دیا جا رہا ہے۔ طوفان مخالفت کی چند لہریں پھر اپنا زور و شور دکھلا رہی ہیں۔ جس طرح سر کچلا ہوا سانپ مرنے سے قبل بار بار پیچ و تاب کھاتا ہے۔ اسی طرح آج کل چند مذہبی اور سیاسی ملانے جاہل اور گمراہ انسانوں کی قیادت اختیار کر کے احمدیت کی مخالفت میں مصروف ہیں۔ ان میں دیوبند کے چند ملانوں، لاہور کے مولانا محاش اور دو روزناموں اور امرتسر کے وہابیوں کے معزول سردار کو نمایاں درجہ حاصل ہے۔ یہ لوگ نامرادی و بدبختی کا وہی کھیل کھیل رہے ہیں۔ جو آج سے ربع صدی قبل پہلے کھیلا گیا تھا۔ یہ لوگ اپنے بہتانوں اور گالیوں کا ذخیرہ کمالی سرگرمی سے صرف کر رہے ہیں۔ اور ان کی طرف سے احمدیت کو تباہ کر دینے کے طفلانہ دعووں کا بار بار اعادہ ہو رہا ہے۔

یہ لوگ گمراہ اور گمراہی کے علمبردار ہیں۔ یہ باطل کے حامی اور باطل پرستی کے مبلغ ہیں۔ یہ اسلام کے دوست نما دشمن ہیں۔ یہ مذہب کے نام پر لوگوں کو بھڑکاتے ہیں لیکن عملی طور پر ان کو مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں دین کی ذرہ بھر بھی محبت نہیں۔ ان کے سینوں کے اندر تعصب اور بغض و عناد کے الاؤ دھک رہے ہیں۔ ان کا سارا شور و غوغا محض اپنے انحطاط پذیر اقتدار کو قائم رکھنے کیلئے ہے یہ لوگ اسلام اور ملت اسلامیہ کے ہمدرد نہیں۔ بلکہ ان کا مقصد صرف اپنے تقدس و وقار کی حفاظت ہے۔ خواہ اس کے لئے قائم بدین دایمان کیسے ہی گراں آزمائشیں مہیا کی جائیں۔ یہ لوگ شور مچا سکتے ہیں گالیاں دے سکتے ہیں۔ بہتان تراش سکتے ہیں۔ لیکن معقولیت و دلائل کے ساتھ بات کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی سہارا نہیں ہے۔ زبانی جمع خرچ کرنے کے لئے یہ ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن عمل کے میدان سے بالکل تہیدست ہیں۔

احسان فراموش انسانو! مرزا کو جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت و حفاظت دین میں گذرا۔ جس نے اپنے بعد ایک ایسی عملی جماعت چھوڑی جس کا مقصد حیات ہی تبلیغ و خدمت اسلام ہے۔ کافر اور دشمن اسلام کہتے ہو۔ تمہیں خادم اسلام ہونے کا دعویٰ ہے۔ لیکن تمہاری خدمت اسلام کا طول و عرض صرف اسی حد تک محدود ہے۔ کہ مسلمانوں کو باطل فتنہ گری و فرقہ بندی میں مبتلا رکھو۔ فروعی سے فروعی اختلافات پر بلاتکلف کفر کا فتوے دے دو۔ اسلام کے ہر ایک سپاہی کے درپے آزار رہو۔ خدمت دین کے ہر ایک کام ملت اسلامیہ کی ہر ایک مفید تحریک کو بگاڑو۔ تباہ کرو۔ اس میں روڑے اٹکاؤ۔ اور جہاں بھی کوئی شخص دین کے لئے کسی کام میں مصروف دکھائی دے۔ اس پر دیوانہ وار حملہ بول دو۔ جب عیسائی اور آریہ اسلام پر حملے کرتے ہیں۔ جب فرزندان توحید کو کفر کے دام میں پھنسایا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں کی بیکس عورتیں اور لاوارث بچے غیروں کے چنگل میں پھنستے ہیں۔ جب بعض اقوام مسلمانوں کے حقوق پر چھاپے مارتی ہیں غرضیکہ تمام نازک موقعوں پر تمہارا دینی جذبہ محو غفلت رہتا ہے۔ وہ صرف خادمان اسلام کو تباہ کرنے کے لئے حرکت میں آتا ہے۔

مسلمانوں کو برباد کرنا، خادمان ملت کو ستانا تو تمہارا پرانا شیوہ ہے معمولی معمولی باتوں پر کفر کے فتوے دینا تمہاری عادت میں داخل ہو چکا ہے آج تم روشن خیالی اور حریت پسندی کا دعوے کرتے ہو۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ دنیا میں ایسے آدمی بھی موجود ہیں جن کی نظریں ایک ہی طلوع و غروب تک محدود نہیں رہتیں۔ تم ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے سر سید اور شبلی ایسے محتاط لوگوں پر محض انگریزی تعلیم کی ترویج پر کفر کے فتوے لگائے تھے۔ اب تمہارے بیٹے اور پوتے اور تمہارے اخبار نویس انہی انگریزی کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو۔ وہ وقت بھی دور نہیں۔ جبکہ تمہاری آئندہ نسل کا ہر ایک معقول نوجوان احمدیت کے علمبرداروں میں نظر آئیگا

تم اپنے آپ کو حریت و آزادی کا علمبردار اور دشمن حکومت پرست کہتے ہو۔ ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور سوچو۔ تم ہیں۔ تمہارا ہر دو اپنی نفسانی خواہشات کا اسیر اور ذاتی مصلحتوں کا غلام ہے۔ ہر شخص تم کو روپے کی زنجیروں میں جکڑ سکتا ہے۔ ہر کوئی تمہارے گلے میں زریں طوق ڈال سکتا ہے سرمایہ داروں کی وظیفہ خواری کا سیاہ داغ تمہاری پیشانی پر صاف نظر آ رہا ہے۔ دین و قوم کے کون سے مفاد ہیں۔ جن کو تم نے فروخت نہیں کیا تمہارے لکھے ہوئے قوم فروشانہ تصیدے ابھی تک تمہارے ہی اخبارات کے فائلوں میں محفوظ ہیں۔

اچھا! حق و باطل کی جنگ جاری ہے۔ ہمیں حق کی چاکری کا شرف حاصل ہے۔ تمہارے حصہ باطل کی حمایت آئی ہے۔ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ تم اپنا کرو۔ بہت جلد واقعات کے ہاتھوں اس جنگ کا فیصلہ ہو جائیگا کاش اب تم گذشتہ واقعات کی روشنی میں اپنا انجام دیکھ لیتے۔

پیغام صلح کی توسیع اشاعت ہر مسلمان کا فرض ہے

اخبار احمدیہ کا کالم

تنظیم و ترقی جماعت کیلئے یہ بات ازبس ضروری ہے۔ کہ مختلف مقامات کے احمدی ایک دوسرے اور تمام جماعتوں کے مقامی حالات سے باخبر رہیں۔ ہر ایک ممبر یا ہر ایک جماعت قوم کے تمام افراد کو بذریعہ خطوط و پیغامات اطلاع نہیں دے سکتی۔ یہ عملاً ناممکن ہے۔ ظاہر ہے۔ اس مقصد کیلئے اخبار ہی بہترین اور آسان ترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے پیغام صلح میں اخبار احمدیہ کا کالم رکھا گیا ہے اور کوشش کی جاتی ہے۔ کہ اس میں انجمن اور اس کی شاخوں، کارکنوں اور مرکز کے متعلق ضروری خبریں درج ہو جایا کریں۔ بزرگان و احباب سلسلہ کے ذاتی حالات کے متعلق بھی حسب ضرورت اطلاع دیدی جاتی ہے۔ اس کالم کو زیادہ مکمل و مفید بنانے کیلئے تمام دوستوں اور جماعتوں سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ ضروری حالات سے دفتر پیغام صلح کو مطلع کر دیا کریں۔ تمام اطلاعیں مختصر سے مختصر الفاظ و صاف حروف میں لکھی جائیں۔ تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی یا شکایت پیدا نہ ہو۔ جن چند دوستوں کو اطلاعات کے عدم اندراج کی شکایت ہے۔ ہم ان کی خدمت میں دلی معذرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ انشاءاللہ آئندہ ایسی شکایت پیدا نہ ہوگی۔

جلسہ نمبر!

فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ ۱۱ر دسمبر کو پیغام صلح کی ایک خاص اشاعت "جلسہ نمبر" یا "دعوت نمبر" کے نام سے شائع کی جائے جس میں جلسہ سالانہ کے متعلق نہایت دلچسپ اور مفید مضامین و نظمیں ہوں گی۔ بزرگان سلسلہ و غیر از جماعت اکابر کے پیغامات بھی شائع کئے جائیں گے جلسہ میں شامل ہونیوالے مقتدر رہنماؤں اور مقررین کے متعلق تعیینی معلومات بھی دی جائیں گی۔ اور انشاءاللہ اس نمبر کو مفید و دلچسپ بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جائیگی۔ قیمت وغیرہ کے متعلق آئندہ پرچے میں اطلاع دی جائے گی۔ جو ہر صورت میں ۲ر فی پرچہ سے زائد نہ ہوگی۔ احباب اور جماعتوں کو اس خاص نمبر کی جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں۔ اس کی اطلاع جلد سے جلد دے دینی چاہیئے۔ کیونکہ یہ نمبر ضرورت کے مطابق ہی چھپوایا جائیگا۔ جلسہ کے مقاصد کی اشاعت کیلئے یہ نمبر بہترین چیز ہوگی۔ احباب کو لازم ہے۔ کہ وہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں اور غیر از جماعت دوستوں تک اس کو کثیر تعداد میں پہنچائیں۔

اس نمبر کی تیاری کی مصروفیت کی وجہ سے ۴ر دسمبر کا ماہوار ایڈیشن شائع نہ ہوگا۔ بلکہ اس تاریخ کو معمولی نمبر ہی نکالا جائے گا۔ اور خلاف معمول ۳۰ر نومبر کا پرچہ بھی شائع ہوگا۔ تاکہ ۱۹ر نومبر کے ناغہ کی تلافی ہو سکے۔ (منیجر)

الوداعی پارٹی

۲۵ر نومبر کو ۴ بجے شام احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کی طرف سے محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ ایم۔اے کو احمدیہ بلڈنگس میں ایک شاندار الوداعی ٹی پارٹی دی گئی۔ جس میں بہت سی تعلیم یافتہ اور معزز عورتیں شریک تھیں۔ ممدوحہ گورنمنٹ گرلز کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر امرتسر تشریف لے جا رہی ہیں۔

عالم اسلام

—— نومبر کے آخری ہفتہ میں عراقی خواتین کی ایک عظیم الشان کانفرنس بغداد میں منعقد ہوگی جس کی صدارت کے فرائض وزیر اعظم عراق کی بیگم صاحبہ انجام دیں گی۔ عراقی خواتین نہایت سرگرمی سے اس کانفرنس کا خیر مقدم کر رہی ہیں۔ امید ہے۔ ایران شام اور فلسطین وغیرہ کی بعض سرکردہ خواتین بھی اس میں شریک ہونگی۔

—— تازہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ افغانستان میں مطالعہ کتب و اخبار کا شوق بہت ترقی کر رہا ہے۔ ملک کے ہر ایک حصہ میں علمی مذاق پیدا ہو رہا ہے۔ نئے نئے اخبارات و رسائل جاری ہیں اور اہل افغانستان کی طرف سے ان کی خوب قدردانی ہو رہی ہے۔ اچھی کتابوں کی ملک میں بہت مانگ ہے۔ حکومت کی طرف سے کتابوں کی تصنیف و تالیف اور اشاعت کے لئے ادارہ تالیف کے نام سے ایک محکمہ قائم ہے اس کی طرف سے بھی عمدہ عمدہ کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ اس محکمہ میں بڑے بڑے عالم اور مصنف کام کر رہے ہیں۔ شاہ نادر خان کو اس محکمے کی ترقی کا خاص طور پر خیال ہے۔

—— ٹرکی کے ایک مشہور انجینئر صلاح الدین بک عرصہ سے ایک جدید قسم کے طیارہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ معلوم ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے کام کو ختم کر لیا ہے۔ اور آزمائش میں یہ طیارہ بہت کامیاب رہا ہے۔ اس کی رفتار ... کیلومیٹر سے زائد ہے۔

—— حکومت برطانیہ نے یہودیوں کے پروپیگنڈا سے مرعوب ہو کر یہودی مزدوروں کی ایک سکیم کی تصدیق کر دی ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آئندہ چھ ماہ کے عرصہ میں ساڑھے چار ہزار یہودیوں کو مع اہل و عیال فلسطین میں توطن اختیار کرنے کی اجازت ہو جائے گی۔ گویا آئندہ چھ ماہ کے عرصہ میں بارہ ہزار کے قریب مزید یہودی ارض فلسطین میں آباد ہو جائیں گے۔

—— ترکی کی تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت ترکی اور مجلس قرضہ جات عثمانیہ میں عنقریب مفاہمت ہو جائے گی۔

—— معلوم ہوا ہے۔ کہ سردار عنایت اللہ خاں امان اللہ خاں سابق تاجدار افغانستان کے بھائی آج کل طہران میں خاموشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے افغانستان واپس آنے کی افواہیں بالکل غلط ہیں

—— مصر کی تازہ خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ مصر کی حزب پرور جماعت جو وفد موڈ ... کہلاتی ہے کے ارکان میں بعض سیاسی مسائل پر اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ یہ اختلاف کو صدقی پاشا وزیر اعظم مصر اور حکومت برطانیہ کے حق میں مفید خیال کیا جاتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نجیب غرابلی پاشا نے جو وفد پارٹی کے ایک جلیل القدر رکن ہیں۔ پارٹی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی توقع ظاہر کی جا رہی ہے۔ کہ بعض با اثر ارکان کی کوشش سے یہ اختلاف جلد دور ہو جائیگا۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور رمضانات دینیہ میں مصروف ہیں

—— حضرت خواجہ کمال الدین کی حالت بدستور ہے۔ دعا کی جائے

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی صحت پہلے سے بہتر ہے۔ لیکن ابھی تک پورے طور پر تندرست نہیں ہوئے۔ آپ بدستور ترجمۃ القرآن کے کام میں مصروف ہیں۔

—— حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب نے جلسہ سالانہ کے پروپیگنڈا کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور وہ اس میں پوری توجہ سے مصروف ہیں

—— سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور جلسہ سالانہ کے مہتمم مقرر ہوئے ہیں۔

—— حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے درس کا سلسلہ شروع ہے۔ ممدوح کی طبیعت اب پہلے سے بہتر ہے۔

—— جناب سید عبد الجبار شاہ صاحب سابق بادشاہ سوات۔ جناب مولوی محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام اور شیخ عبد الحق صاحب مدنہ کو پہلے سے افاقہ ہے۔ لیکن ابھی تک بہت کچھ تکلیف باقی ہے شفائے کامل کیلئے دعا کی جائے۔

—— نہایت مسرت سے اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ ہمارے محترم دوست جناب شیخ الٰہی بخش صاحب عرضی نویس لائل پور کو اللہ تعالیٰ نے ۳۴ سال کی عمر میں نرینہ فرزند عطا فرمایا۔ شیخ صاحب موصوف نے اس خوشی میں مختلف انجمنوں وغیرہ کو مندرجہ ذیل رقوم عطا فرمائیں۔

۱۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ ۱۵ روپے نقد ۳۵ وعدہ
۲۔ انجمن حمایت اسلام لاہور ۵ ، ،
۳۔ انجمن اسلامیہ چنیوٹ ۱۵ ، ،
۴۔ عیدگاہ فنڈ لائلپور ۵ ، ،
۵۔ درس قرآن شریف چنیوٹ ۴ ، ،
۶۔ مسجد گڑھ چنیوٹ ۵ ، ،
۷۔ لائبریری دگورستان فنڈ چنیوٹ ۴ ، ،

ہم شیخ صاحب کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہوئے دست بدعا ہیں۔ کہ خدا وند کریم مولود مسعود کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

—— ہمارے پرجوش بھائی چوہدری فضل داد صاحب کیمپ کلرک انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز رالہ موسیٰ کی والدہ صاحبہ شامل سلسلہ ہو گئی ہیں یہ چوہدری صاحب موصوف کی دینداری اور تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ موصوفہ نے نمائش دستکاری میں اپنے ہاتھ سے سوت کات کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔

—— جناب محمد شفیع صاحب علومی سامانہ ریاست پٹیالہ سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ وہاں ایک مخلص احمدی چودھری محمد عبد اللہ صاحب کا جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خادم تھے انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود کی بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ نہایت دیندار مخلص بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ۲۵ر نومبر کو بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں مرحوم کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔

—— ۱۸ر نومبر کو آریہ سماج وچھووالی لاہور کی طرف سے گوردت بھون میں ایک کانفرنس مذاہب ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کی زیر صدارت منعقد ہوئی "میرا مذہب کن کن اصولوں میں دوسرے مذاہب سے جدا ہے" موضوع تھا۔ جناب مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی نے بھی تقریر فرمائی۔ ان سے پہلے ایک آریہ مقرر پنڈت ... نے تقریر کی

مراسلات

(ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

مولانا مولوی مظہر الدین صاحب سے ایک استدعا

(از جناب ڈاکٹر کے، اے، خاں صاحب)

سکندر آباد ضلع بلند شہر میں بروز جمعہ ۹ر نومبر مولانا مظہر الدین صاحب ایڈیٹر الامان کی تقریر سیرۃ النبی صلعم پر تھی چنانچہ انہوں نے بعد نماز جمعہ تقریر فرمائی اس میں شک نہیں۔ کہ مولانا مذکور کی تقریر کا بہت سا حصہ نہایت مفید اور اعلیٰ پیمانہ پر تھا۔ مگر افسوس اور حیرت تو مجھے اس سے ہوئی۔ کہ مولانا مظہر الدین صاحب بھی ابھی زمانہ موجودہ کی رفتار سے کماحقہ واقف نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی تقریر کے دوران میں فرماتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے۔ کہ ایک دفعہ جناب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے صبح کی نماز قضا ہوگئی۔ آپ اس کے غم میں متواتر ۲۴ گھنٹے تک روتے رہے اور اس قدر روئے۔ کہ آنسوؤں سے پرنالہ بہ نکلا۔ اتفاق سے ایک شخص جا رہا تھا۔ اس پر جب پرنالہ کا پانی گرا۔ تو وہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے پاس مسئلہ دریافت کرنے گیا۔ کہ پرنالے کے پانی کے متعلق کیا احکام ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ہی نجس ہوں۔ اس لئے کہ مجھ سے صبح کی نماز قضا ہوگئی۔ اور وہ پانی میرے ہی آنسوؤں کا تھا۔ لہٰذا وہ نجس تھا۔ اب میں مولانا سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ جناب خیر ایک وقت کی تو نماز ان سے قضا ہو ہی گئی تھی۔ سیدھی اور صاف بات تو یہ تھی۔ کہ جب وہ اٹھے تھے۔ اٹھ کر قضا پڑھ لیتے۔ مگر ان کا متواتر ۲۴ گھنٹے تک روتے رہنا تو یہ بتاتا ہے۔ کہ انہوں نے پانچ وقت کی . . . . . اور نماز قضا کر دی۔ اور جبکہ ایک وقت کی نماز قضا ہو جائے پر ایک آدمی متواتر ۲۴ گھنٹے روتا ہے۔ اور ایک پرنالہ بہ نکلتا ہے۔ تو پانچ وقت کی نماز قضا ہو جانے پر اس کو کتنا رونا چاہیئے اور کتنے پرنالے بہنے چاہئیں۔ اگر اس کا اوسط لگایا جائے۔ تو میرے خیال میں اس شخص کی ساری عمر رونے میں کٹ جانی چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی منطق سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ ان ۲۴ گھنٹے کے متواتر رونے سے پرنالہ بھی بہ نکلے۔ یہ ممکن ہے۔ کہ اس زمانے کے لوگوں کے جسم میں پانی زیادہ ہوتا ہوگا۔ یا کوئی اور سبب ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی عجیب منطق ہے۔ کہ اس قصہ کا حوالہ آپ نے صحیح بخاری کی حدیث فرمایا ہے کیا کسی امام کا کہنا بھی حدیث ہوتا ہے۔ میں تو آج تک یہ ہی سنتا آیا ہوں۔ کہ حدیث وہ ہے۔ جو پیغمبر اسلام کے الفاظ ہوں۔ خواہ راوی اس کا کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ بہرحال مولانا صاحب مجھے معاف فرمائینگے میں ان پر کوئی حملہ نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو وہی عرض کر رہا ہوں۔ جو انہوں نے فرمایا ہے۔ اور جو اس وقت کے لوگوں نے سنا ہے۔ میں نے سکندر آباد کے کئی ایک حنفی مولویوں اور حنفی صاحبان سے دریافت کیا۔ کہ آپ حضرات امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے پیرو ہیں۔ کیا ایسا شخص قابل تقلید ہو سکتا ہے۔ جو ایک وقت کی نماز قضا ہو جانے پر ۲۴ گھنٹے متواتر روتا ہے۔ اور اپنے وقت کا امام بھی بنا ہے۔ کیا اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے۔ کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے پیروؤں سے اگر ایک وقت کی نماز قضا ہو جائے۔ تو ان کو بھی ۲۴ گھنٹے متواتر رونا چاہیئے۔ اور اگر اتنے نہیں تو کم از کم ۱۲ ہی گھنٹے متواتر رونا چاہیئے۔ مگر میں نے تو کسی حنفی کو آج تک ۱۲ گھنٹے تو درکنار ۱۲ منٹ بھی متواتر ایک نماز قضا ہونے پر روتے نہیں دیکھا۔ اس پر ایک صاحب فرمانے لگے۔ کہ روتے روتے بھی نماز ہو سکتی ہے۔ وہ ۲۴ گھنٹے روتے بھی رہے۔ اور اسی حالت میں انہوں نے نمازیں ادا بھی کیں۔ میں نے کہا۔ اچھا خیر یوں ہی سہی۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ اس امام کے پیروؤں کو کیا کرنا چاہیئے یعنی حنفیوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ کسی امام کی تقلید تو تب ہی ہو سکتی ہے جب امام خود نمونہ ہوں۔ اس پر بات یہ ہے۔ کہ وہ مجمع حنفیوں کا تھا۔ اور ان کے امام کے متعلق حضرت مولانا مظہر الدین صاحب نے صحیح بخاری کا حوالہ دے کر یہ فرمایا تھا۔ بھلا پھر کسی اور بات کا گذر وہاں کیا ممکن ہو سکتا تھا خیر بہرحال مجھے جو کچھ عرض کرنا ہے۔ خدمت میں حضرت مولانا مظہر الدین صاحب کے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ جیسا زبردست عالم، بیدار مغز انسان۔ زمانہ کی رفتار سے واقف کار انسان اگر ایسی غلطی کا مرتکب ہوگا۔ تو بھلا پھر آپ ہی انصاف فرمائیے۔ کہ مسلمانوں کو کہاں پناہ مل سکتی ہے۔ آپ کا تو یہ فرض ہے۔ کہ دوران تقریر میں آپ کو اپنے ہر جملے اور ہر لفظ پر پورا پورا عبور رہے۔ کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس لئے کہ مسلمان اور آج کل کے مسلمان مولانا اب صحیح معنوں میں مسلمان ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ کا بھی فرض ہے۔ کہ ان کو ان کے اصل مرکز سے ادھر ادھر نہ ہونے دیں اس گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ مگر یہ بھی آپ یقین رکھئے۔ کہ آپ جیسی شخصیت سے جب اس قسم کی حرکت سرزد ہوئی ہے تب میں نے اس گستاخی کی جرأت کی ہے۔ ورنہ بدقسمتی سے یا خوش قسمتی سے میں نے کم وبیش . . . . ہندوستان کے ہر ایک عالم اور مولوی کی تقریر سنی ہیں۔ آپ نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ صرف ایک وقت کی نماز کے قضا ہو جانے پر آپ نے ایک انتہائی نقشہ کھینچا ہے۔ اور اگر اس پر کسی کو شک رہ جائے۔ تو آپ کا صحیح بخاری کی حدیث کا حوالہ سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا ہے۔ میں نے تو مولویوں کو زمین و آسمان ملاتے دیکھا ہے۔ مگر اس قسم کے مولویوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔ البتہ آپ جیسے موزوں، بیدار مغز مولوی سے جس کے لئے میرے دل میں عزت اور قدر ہے۔ اگر ایسی حرکات سرزد ہونگی۔ تو اسلام کو اسی قدر اس کمی کو پورا کرنے کے لئے وقت لینا پڑیگا۔ اور زمانہ موجودہ میں وقت کافی کم رہ گیا ہے۔ اور کام بہت زیادہ ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔

اپیل و اگذاری برلن مسجد کے جوابات

اٹھارھویں قسط

۱۔ شیخ میاں مولا بخش و محمد اسمٰعیل صاحبان لائلپور ۔۔۔ ۔ ۔ ۔ ۱ روپیہ نقد

۲۔ شیخ عبد المنان صاحب انگلش ویر ہوس لاہور معرفت مرزا خدا بخش صاحب ۔ ۔۔۔ ۲ روپیہ نقد

۳۔ مرزا عزیز الرحمٰن صاحب مبلغ جرمنی ۔ ۔۔۔ ۱۴ ، ، ،

۴۔ مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ جاوا ۔ ۔۔۔ ۱۰ ، ، ،

۵۔ بابو مقبول حسین صاحب معرفت مولوی عمر الدین صاحب دہلی ۔۔۔ ۱۰ ، ، ،

قسط دوم

۶۔ مرزا اسفر اللہ بیگ صاحب کلانور ۔ ۔۔۔ ۱۵ ، ، ،

۷۔ چوہدری غلام باری صاحب مظفر گڑھ ۔۔۔ ۱ روپے قسط سوم

۸۔ خان محمد زمان خاں صاحب مدرس زیدہ ۔ ۱۱ ۔۔۔ ۵ ،

۹۔ مخدوم محمد اشرف صاحب معرفت سیکرٹری جماعت شملہ ۔۔۔ ۷ روپے

۱۰۔ ابو عبد الرحمٰن رزاقی صاحب ، ، ، ، ۔۔۔ ۲ ،

۱۱۔ مستری محمد الدین صاحب لاہور ۔۔۔ ۱ روپیہ نقد

۱۲۔ بابو احمد الدین صاحب کابل ۔ ۷ ۔۔۔ ۱ روپیہ

۱۳۔ معرفت قاضی شیر احمد صاحب علی پور ۔ ۔۔۔ ۳ ، ،

برادران اسلام کو دعوت جلسہ!

برادران اسلام۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا اٹھارہواں سالانہ جلسہ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۲ء کو ہوگا اس انجمن کا کام محض اشاعت اسلام ہے۔ انجمن کے ممبروں کا ایمان ہے۔ کہ جس طرح حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ کے متبعین علیہ السلام نے جب اشاعت و حفاظت قرآن کو اپنی زندگیوں کا نصب العین بنایا تو ایک صدی کے اندر مشرق سے مغرب تک نعرہ تکبیر بلند ہو گیا۔ یہی نہیں۔ بلکہ کل دنیا کی سلطنت اس تحریک کی غلام بن گئی۔ آج بھی اگر اسلام ترقی کر سکتا ہے۔ تو اسی راہ سے اور اگر قوت اور طاقت حاصل کر سکتا ہے۔ تو اسی طریق سے یہ انجمن اگرچہ مذہبی ہے لیکن اس کا مذہبی یا پالیٹکس ہندوستان تک محدود نہیں۔ کل دنیا میں صلح و آشتی کا مذہب پھیلانا اور کل دنیا میں نعرہ تکبیر بلند کرنا۔ اور شوکت اسلام بڑھانا ہے۔ تجربہ بتاتا ہے۔ کہ ہماری تھوڑی سی کوشش نے چند سال میں یورپ میں اسلام کے متعلق ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اور وہ خطہ جو اب تک اسلام کی عظمت سے محروم رہا۔ اس میں آج طلوع الشمس من المغرب کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ انگلینڈ میں، فرانس میں، جرمن میں، سپین میں نعرہ اللہ اکبر بلند ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے لارڈ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس موسم سرما میں خالد شیلڈرک اور ایک جرمن لارڈ جو نو مسلم ہیں۔ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ باتیں بتاتی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس انجمن کے کام میں کس قدر نصرت کر رہا ہے۔ اور کہ مسلمانوں کو اب تمام توجہ کدھر لگانی چاہیئے۔ اس لئے میں باادب جملہ برادران اسلام جو درد دل رکھتے ہیں ان کی خدمت میں التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ ان ملانوں کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ اور ہمارے عمل اور کام سے ہمارا اندازہ لگاتے ہوئے ہمارے کام میں شرکت فرمائیں۔ اور ہماری انجمن کے سالانہ جلسہ میں شریک ہوں۔ (خاکسار)

(سید محمد حسین شاہ آنریری مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

بقیہ اخبار احمدیہ

ہوئے۔ اسلام اور عیسائیت پر خواہ مخواہ اعتراض کئے۔ مولانا موصوف نے اسلام پر اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ صدر نے آریہ مقرر کو ۵۰ منٹ اور مولانا موصوف کو بمشکل ۲۵۔ ۳۰ منٹ دیئے۔ مولانا کی تقریر نہایت کامیاب رہی۔ مولانا ۲۵ر نومبر کو ایک اسلامی جلسہ میں شرکت کیلئے جہلم تشریف لے گئے ہیں۔

۔۔۔۔ ۲۴ر نومبر کو مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے مسلم ہائی سکول لاہور میں صداقت اسلام کے موضوع پر تقریر کی جس سے طلبا اور اساتذہ بہت متاثر ہوئے۔ یہ سلسلہ انشاء اللہ جاری رہیگا۔

۔۔۔۔ ۲۵ر نومبر کو بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ایک تعلیم یافتہ نوجوان عیسائی حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کا پہلا نام عمر الدین تھا۔ اسلامی نام بھی یہی قرار پایا۔ آپ پہلے اثنا عشری عیسائی ہیں۔ خداوند استقامت دے۔

خبریں

ہندوستان

—— افغان جنرل قونصل مقیم دہلی نے اعلان کیا ہے۔ کہ اب افغانستان میں کامل امن و امان ہے۔

—— لاہور میں ایک مسلم اکنامک ایسوسی ایشن قائم ہوئی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کی مالی اور معاشی خدمت و اصلاح ہے۔ اس کی باقاعدہ رجسٹری ہوگئی ہے۔ اور دفتر بیرون موچی دروازہ سرکلر روڈ لاہور پر کھل گیا ہے۔

—— سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ حکومت ہند کی توجہ میں یہ بات لائی گئی ہے۔ کہ ملک کے مختلف گوشوں میں غیر ذمہ دار اشخاص کے ذریعہ خطوط بھیجے جاتے ہیں۔ یہ ضابطہ پوسٹ آفس کے ماتحت جرم ہے۔ اس کے مرتکب کو سزا یا جرمانہ دی جا سکتی ہے۔

—— مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کا کانووکیشن (جلسہ تقسیم اسناد) ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو گیارہ بجے دن اسٹریچی ہال میں ہوگا۔

—— گورنر بنگال کو ٹینس کھیلتے ہوئے ایک حادثہ پیش آگیا جس سے ان کے کندھے کا جوڑ ہل گیا۔ اب حالت اچھی ہے۔

—— رنگون ۱۹ر نومبر۔ عام انتخابات کے بعد پہلی مرتبہ برما کونسل کا اجلاس ۹ ر دسمبر کو منعقد ہوگا۔

—— آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس امسال لاہور میں ۲۶-۲۷-۲۸ ماہ دسمبر کو منعقد ہوگا۔ ایک زبردست اور با اثر مجلس استقبالیہ مرتب ہوگئی ہے۔ جو اپنے کام میں مصروف ہے

—— نئی دہلی ۲۲ر نومبر۔ آج اسمبلی کے اجلاس میں صوبہ بمبئی سے سندھ کی علیحدگی کے متعلق حاجی عبداللہ ہارون کے سوال کے جواب میں مسٹر ہیگ نے بیان کیا۔ کہ ابھی تک بمبئی سے سندھ کو علیحدہ کرنے اور ایک جدا صوبہ بنانے کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔

—— فیروزپور جھرکا (ضلع گوڑگانواں) میں الور کانفرنس کے اجلاس کی شاندار تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کانفرنس ۳ ر۴ ر دسمبر کو منعقد ہوگی۔ حاجی سر رحیم بخش خانصاحب صدارت فرمائیں گے۔

—— بعض ہندو اخبارات کے بیان کے مطابق یہ افواہ حکومت ہند کے اعلیٰ طبقوں میں گرم ہے۔ کہ گاندھی جی ماہ دسمبر ۱۹۳۲ء کے اندر ہی رہا کر دیئے جائیں گے۔

—— لاہور ۲۲ر نومبر آج پنجاب کونسل میں آرڈیننس بل پاس ہوگیا۔ اس کے متعلق تقریباً تمام ترمیمات نامنظور ہوئیں۔

—— آل انڈیا مسلم ریلوے ایسوسی ایشن کا ایک اجلاس ۲۷ر ۲۸ر نومبر کو بمقام دہلی زیر صدارت ڈاکٹر ضیاء الدین احمد خانصاحب جیون بخش ہال فتحپوری میں منعقد ہوگا۔

—— بمبئی ۲۳ر نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ جگت گورو شنکراچاریہ آف کرکوٹم نے چھوت چھات کے متعلق گاندھی جی کو ایک طویل خط لکھا ہے جس میں چھوت چھات کی حمایت میں شاستروں کے حوالے دیئے ہیں۔

—— الہ آباد ۲۳ر نومبر۔ آج پنڈت مالویہ یہاں سے کلکتہ کو روانہ ہوگئے۔

—— لاہور ۲۳ر نومبر۔ آج سکرٹری پنجاب زمیندار لیگ نے ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ الہ آباد کانفرنس نے عیسائیوں کے حقوق کو تباہ کر دیا یہ عدل و انصاف کے ساتھ تمسخر اور ایک خوفناک سازش ہے۔

—— لاہور ۲۳ر نومبر۔ آل انڈیا ویمنز کانفرنس (انجمن خواتین ہند) کی شاخ دہلی نے قانون ازدواج صغیر سنی کے متعلق نگہداشت کرنے والی ایک کمیٹی مقرر کی ہے۔ جو شہر میں صغیر سنی کی شادیوں کا خیال رکھیگی۔ اور ایسی شادیوں پر ضروری قانونی کارروائی کرے گی۔ کمیٹی کے ارکان کے نام پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔

—— کلکتہ ۲۴ر نومبر۔ گزٹ کے ذریعہ اعلان کیا گیا۔ کہ آج سے بنگال میں دہشت انگیزی کے حادثات کے انسداد کے قانون کی دفعات ڈھاکہ ڈویژن کے تمام اضلاع اور چٹاگانگ نواکھالی میں نافذ کر دی گئی ہیں۔

—— آل انڈیا مسلم کونسل کا ایک اجلاس دہلی میں ۲۷ر نومبر کو منعقد ہوگا

—— لاہور ۲۴ر نومبر۔ کل شام آنریبل ملک فیروز خاں نون نے اپنے مکان پر یونیورسٹی تحقیقاتی کمیٹی کے اعزاز میں ایک شاندار گارڈن پارٹی دی جس میں بہت سے شرفاء اور سرکاری حکام مدعو تھے۔

—— ہندو مہاسبھا نے الہ آباد کی تجویز کو مسترد کر دیا ہے

—— ہندوستان کے بہت سے مقامات پر الہ آباد کے فیصلے کے خلاف ہندو مسلمانوں و دیگر اقوام کے جلسے منعقد ہوئے ہیں۔ اور بعض جگہ تیاریاں ہو رہی ہیں۔

—— اخبار لیڈر کے نامہ نگار مقیم لندن نے لکھا ہے۔ کہ برطانیہ کے اخبارات معاہدہ الہ آباد کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔

—— موضع کالی کچا (بنگال) میں پولیس کے ایک مخبر کو گولی مار دی گئی جو سخت مجروح ہوا۔ اس کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔

—— نئی دہلی ۲۴ر نومبر۔ بنارس اور میرٹھ کے قدامت پسند ہندوؤں نے ایک میموریل بھیجا تھا کہ حکومت مندروں میں اچھوتوں کا داخلہ روکدے چنانچہ اس سلسلہ میں مسٹر رام کرشن نے اسمبلی میں ایک سوال کیا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ہیگ نے کہا۔ کہ حکومت مذہبی معاملات میں غیر جانبدار ہے۔

—— ایک اور سوال کے جواب میں ہوم ممبر نے بیان کیا۔ کہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء سے ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء تک ۱۸ کروڑ روپے کا سونا غیر ممالک کو جا چکا ہے۔

رسالہ احکام شب برات

مصنفہ حضرت مولانا حاجی امام الدین صاحب امیر حزب الله

اگر آپ قرآن حکیم و حدیث شریف کی روشنی اور فقہائے عظام کی ہدایات کے ذریعہ احکام شب برات کا صحیح علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل پتہ پر ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر اک رسالہ احکام شب برات منگوا کر پڑھیں بلکہ ہو سکے تو زیادہ بحث زیادہ تعداد میں منگوائیں اور دوست احباب میں تقسیم فرما کر اشاعت و تبلیغ کا ثواب پائیں۔ اس رسالہ پر مقتدر علماء کرام کی تصدیقات بھی ثبت ہیں

المعلن ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

جن اصحاب

نے ابھی تک پیغام صلح کا بقایا ادا نہیں کیا وہ جلد ادا کر دیں

ممالک خارجہ

—— لندن ۱۹ر نومبر۔ آج گول میز کانفرنس کے وفاقی کمیٹی کو کوئی کام نہ تھا۔ تاہم اکثر مقتدر ہندوستانی مندوبین نے برطانی ارکان سے تبادلہ خیالات کیا۔ سر اکبر حیدری صدر وفد ریاست حیدرآباد عارضی طور پر ۹ر دسمبر کو ہندوستان روانہ ہو جائیں گے۔

—— ڈاکٹر سر محمد اقبال نے علیحدگی سندھ کے متعلق ایک نوٹ جس میں حیدرآباد سندھ کی کانفرنس کی قرارداد بھی شامل ہے۔ ۱۸۰ سربرآوردہ ارکان پارلیمنٹ کے نام روانہ کیا ہے۔

—— لندن ۲۰ر نومبر۔ کل صبح جام صاحب نوانگر کی صدارت میں ہندوستانی ریاستوں کے وفد کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں اس بات پر غور کیا گیا۔ کہ فرنچائز کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق وفد مذکور کا رویہ کیا ہے

—— ربی ۱۹ر نومبر۔ کل اعلان کیا گیا۔ کہ مسٹر جے۔ اے۔ موتین نے انگلستان سے کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) تک کا سفر چار روز ۶ گھنٹے اور ۵۲ منٹ میں بذریعہ ہوائی جہاز طے کیا۔

—— لندن ۲۱ر نومبر۔ گذشتہ شب مولانا شوکت علی صاحب اپنی بیگم صاحبہ کی معیت میں یہاں پہنچے۔ آپ نے الہ آباد کانفرنس کے فیصلہ پر اظہار مسرت کرتے ہوئے یہ امید ظاہر کی۔ کہ ذمہ دار برطانی وزراء کو اسے قبول کرنے پر راضی کیا جا سکیگا۔ بعد کی ایک غیر مصدقہ اطلاع مظہر ہے کہ آپ ۲۳ر نومبر کو عازم امریکہ ہو چکے ہیں۔

—— لندن ۲۱ر نومبر۔ کل ڈاکٹر امبیدکر نے ایک ملاقات کے دوران میں کہا۔ شکر ہے۔ کہ اب ہمارے راستے میں فرقہ وارانہ سوال حائل نہیں ہے۔ اور اب ہم مسئلہ آئین پر اپنی پوری توجہ مبذول کرینگے۔

—— لندن ۲۲ر نومبر۔ آج ملک معظم نے شاہانہ تزک احتشام سے روانہ ہو کر پارلیمنٹ کا افتتاح کیا قصر شاہی سے ملک معظم اور ملکہ معظمہ آٹھ گھوڑوں کی بگھی پر روانہ ہوئے۔ محافظ دستہ انکے ساتھ تھا۔ راہ میں دو رویہ فوجی پہرہ تھا۔ جب جلوس دارالامراء پہنچا۔ تو اکیس توپوں کی سلامی اتاری گئی۔ ملک معظم نے دارالامراء کے تخت شاہی سے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دیگر امور کے علاوہ گول میز کانفرنس کا بھی ذکر تھا۔

—— برلن ۱۲ر نومبر۔ ابھی تک قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا ہے کہ جرمنی کا آئندہ چانسلر کون ہوگا۔ افواہ گرم ہے۔ کہ یہ سعادت ہرہٹلر کے حصہ میں آئے گی۔

—— نیویارک ۲۲ر نومبر۔ آج مسٹر ہوور صدر جمہوریہ امریکہ اور مسٹر روزویلٹ منتخب صدر کے درمیان ملاقات ہوئی۔ دیر تک جنگی قرضوں کے متعلق بحث تمحیص ہوتی رہی

—— لندن ۲۲ر نومبر۔ آج تیسری گول میز کانفرنس کا اجلاس مقررکردہ ایجنڈے کے مطابق لارڈ سینکی کے زیر صدارت دارالامراء میں شروع ہوا فرنچائز کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کے بعد طے پایا۔ کہ رائے دہندگی بالغان کا اصول فی الحال ناقابل عمل ہے۔ ارکان کمیٹی نے براہ راست رائے دہی کے طریق انتخاب کی سفارش کی۔ کانفرنس کا عام رجحان یہ تھا۔ کہ فرنچائز کی سفارشات کو قبول کر لیا جائے۔ اچھوتوں اور عورتوں کے حق رائے دہی پر بھی بحث ہوتی رہی۔

—— لندن ۲۲ر نومبر۔ آج ڈاکٹر شفاعت احمد خاں نے ایک ملاقات کے دوران میں اتحاد کانفرنس الہ آباد کے فیصلے کو ناپسند کیا۔ اور اسے مسلمانوں کیلئے سخت نقصان دہ بتایا۔

—— لندن ۲۳ر نومبر۔ آج ملک معظم نے گول میز کانفرنس کے ہندوستانی نمائندوں کو شرف باریابی عطا فرمایا

—— تازہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ تبت اور چین کی سرحد پر جنگ ختم ہوگئی ہے اور دلائی لامہ اور تاشی لامہ کے درمیان صلح ہوگئی ہے۔

—— ایک غیر مصدقہ خبر ہے۔ کہ شمالی منچوریا میں زبردست لڑائی ہو رہی ہے۔ ۲۵ ہزار چینی رضاکار اتنی ہی بڑی جاپانی تعداد کا پرجوش مقابلہ کر رہے ہیں

تار کا پتہ۔ "مسلمان لاہور"

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۳۰ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۷۱

جلسہ سالانہ کی

تاریخوں میں تبدیلی

چونکہ امسال آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس بھی لاہور میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو منعقد ہو رہا ہے اس لئے انجمن نے زیادہ ازدحام سے بچنے کے لئے اپنے سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کی بجائے

۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء
ہفتہ۔ اتوار۔ پیر

مقرر کی ہیں اس لئے تمام احباب ۲۳ دسمبر (جمعہ) کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں۔ ۲۴ دسمبر کی صبح کو ایک ضروری اور عظیم الشان کام میں ساری جماعت کی شمولیت ضروری ہے

ملازم صاحبان ابھی سے رخصت کا کوئی انتظام کر لیں

خوب یاد رکھیں

کہ تمام احباب ۲۳ کی شام تک ضرور پہنچ جائیں

اور جلسہ سالانہ کی تاریخیں
۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء
(ہفتہ) (اتوار) (پیر)
ہیں

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

شاہنامہ اسلام کی دوسری جلد کا ایک ورق

(حضرت ابو الاثر حفیظ جالندھری)

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایمان نامکمل ہے

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

محمد کی محبت آن ملت شان ملت ہے
محمد کی محبت روح ملت جان ملت ہے

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

یہی جذبہ تھا ان مردان غیرتمند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

(حسب اجازت)

وہابی علم کلام کا نمونہ (۴)

مولوی محمد حسین بٹالوی اور دیگر علماء وہابیہ کے حسن ظن کا نمونہ گذشتہ مضمون میں دیا جا چکا ہے۔ رسالہ "علم کلام مرزا" میں مولوی ثناء اللہ نے لکھا ہے۔ کہ (ص۱۳) اس عالیشان پروگرام والی کتاب (یعنی براہین احمدیہ) پر علماء کرام اور پیروان اسلام کیوں فریفتہ نہ ہوتے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے علماء اور رؤساء کو جناب مصنف سے حسن ظن پیدا ہوا" اس کے دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ مسلمان قوم کی قسمت ایسی بدصورت واقع ہوئی ہے۔ کہ علمائے وہابیہ کی طرح بلا دیکھے اور سوچے سمجھے محض حسن ظن کی وجہ سے لفظوں پر ہی فریفتہ ہو جاتی ہے لیکن دور کیوں جائیے۔ ذرا مولوی محمد حسین کے ریویو پر ہی نظر ڈالئے کہ آیا وہ محض حسن ظنی کا نتیجہ تھا۔ یا کتاب کے بغور مطالعہ کرنے کا۔ چنانچہ مولوی مذکور لکھتا ہے۔ کہ:۔

"اس کتاب کے چار حصے طبع ہو کر ہماری نظر سے گذرے ہیں"

گویا مولوی مذکور نے محض حسن ظنی کی بنا پر ریویو نہ کیا تھا۔ بلکہ ہر چہار حصص کے طبع ہو جانے کے بعد ان کو بغور مطالعہ کر لینے کے بعد ان پر ریویو لکھا تھا۔ مولوی ثناء اللہ نے اپنی مفلوج ذہنیت کی بناء پر براہین احمدیہ کو ایک بے حقیقت کتاب ثابت کرنے پر زور دیکر آخر میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"خیال فرمایئے۔ ایسی بڑی ناموری کتاب کی جلدوں کا خاتمہ اس طرح کہ کسی معمولی کتاب کی جلدیں بھی اس طرح ختم اور شروع نہیں ہوتیں۔ چہ خوش! ہم نے براہین احمدیہ کی اس بے معنی تقسیم کو دیکھ کر بہت کوشش کی۔ کہ اس کو صحیح صورت میں سمجھیں۔ افسوس کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ . . . . احمدی دوستو! یاد رکھو۔ تمہاری کوشش سے براہین احمدیہ سنور نہیں سکتی" (ص۲۸ علم کلام مرزا)

مفلوج دماغ کی سمجھ میں ایسی روحانی باتوں کا آجانا واقعی معجزہ سے کم نہ ہوتا۔ لیکن ہمارا خطاب چونکہ دوسرے لوگوں سے ہے جن کے سر میں خدا نے دماغ دیا ہے۔ اور اس دماغ میں سمجھ کا مادہ رکھا ہے اور خدا نے جن کے دماغوں کو مامور من اللہ کی للہی دشمنی کی وجہ سے مفلوج نہیں کر دیا۔ اس لئے ان کے سمجھانے کے لئے ہم مولوی محمد حسین بٹالوی سرگروہ وہابیہ کے ریویو سے ہی براہین احمدیہ کی تقسیم کا مفہوم بیان کر دیتے ہیں:۔

تلخیص مطالب حصہ دوم کو مولوی محمد حسین بٹالوی نے ۱۴۰ سطور میں بیان کیا ہے۔ اور تلخیص مطالب حصہ سوم کو تین صفحہ جات اور بارہ سطور میں اور تلخیص مطالب حصہ چہارم کتاب کو پونے چار صفحوں میں۔ گویا اس ساری کتاب کے مضامین کا خلاصہ نیو ٹائپ میں بھی مولوی محمد حسین بٹالوی نے گیارہ صفحے خرچ کر دیئے۔ اور ابھی کہا جاتا ہے۔ کہ محض حسن ظنی کی وجہ سے ریویو کیا گیا تھا۔ ص۱۰ سے لیکر ص۲۱۲ تک مولوی محمد حسین بٹالوی نے مخالفین حضرت مسیح موعود کو خوب لتاڑا ہے۔ اور سلف صالحین کے حوالوں سے ان کے لغو اعتراضات کی قلعی کھولی ہے کیا مولوی ثناء اللہ نے اس سارے ریویو کو اول سے آخر تک کبھی پڑھا بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جس شخص کا دماغ مفلوج ہو۔ وہ اگر یہ الفاظ براہین احمدیہ کے بارہ میں لکھے۔ کہ:۔

"ہم نے براہین احمدیہ کی اس بے معنی تقسیم کو دیکھ کر بہت کوشش کی۔ کہ اس کو صحیح صورت میں سمجھیں۔ افسوس کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا" (ص۲۸ علم کلام مرزا)

بہتر ہوتا۔ کہ مولوی مذکور اسے مولوی محمد حسین بٹالوی کے ریویو براہین احمدیہ کی عینک لگا کر دیکھتا۔ تو اسے ممکن ہے۔ کچھ سمجھ آجاتا۔ گو مفلوج دماغ میں کوئی صحیح بات پڑنی مشکل ہی ہوتی ہے۔

علم کلام مرزا کے ص۲۹ سے مولوی مذکور نے حضرت صاحب کے حوالہ جات پر بحث شروع کی ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان پر ذرا تفصیلاً لکھا جائے۔

حوالہ ۱۔ مولوی غلام دستگیر قصوری کی فتح رحمانی کی دعا نقل کر کے یہ مولوی لکھتا ہے۔ کہ "اس دعا کے الفاظ کو بغور دیکھیں۔ کہ ان میں کسی طرح یہ مفہوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اور مولوی صاحب میں سے جو جھوٹا ہوگا۔ وہ پہلے مریگا۔ اب ذرا اس حوالہ کو بھی دیکھئے:۔

"اللھم یا ذا الجلال والاکرام یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مولف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا۔ ویسا ہی دعا و التجا اس فقیر قصوری کان اللہ لہ کی سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے، مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما۔ اگر یہ مقدر نہیں۔ تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد للہ رب العلمین۔ انک علی کل شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر۔ آمین"

(ص۲۶ فتح رحمانی مولفہ مولوی غلام دستگیر)

اب واقعات پر نظر ڈالنے سے ہی اس عبارت کا صحیح مفہوم نکل سکتا ہے۔ اول۔ کیا عالم ربانی حضرت محمد طاہر صاحب کی دعا سے اس زمانہ کے مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا ان کے سامنے ہی بیڑا غرق نہ ہوا تھا۔ اور ضرور ہوا تھا۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ گویا ایک بزرگ کی دعا سے ایک جھوٹے مدعی کا ان کی زندگی میں ہی بیڑا غارت ہوا تھا۔ دوم فقطع دابر القوم الذین ظلموا کے کیا معنی ہیں۔ یہی کہ جو ظالم قوم ہے۔ اس کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اب اس کا مفہوم صاف ہے۔ کہ جو ظالم ہے۔ اس کی جڑ کٹ جائے جیسا کہ پہلے ایک عالم ربانی کی دعا سے ہوا۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ جو فریقین میں سے ظالم ہے۔ اس کی جڑ کٹ جائے۔ اور اس کا بیڑا غارت ہو جائے۔ اتنی بات اگر مفلوج دماغ والے مخالف کو سمجھ نہ آئے۔ تو کس کا قصور

اب رہا۔ مولوی اسمٰعیل علیگڑھی کا معاملہ۔ مولوی ثناء اللہ خود مانتا ہے۔ کہ اس نے حضرت صاحب کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے: "اعلان الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح" جس میں بموجب روایت مولوی ثناء اللہ انہوں نے مرزا صاحب یا اپنی موت کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن اس میں جو کچھ لکھا ہوگا۔ اس کا ایک نمونہ افترا یہ ہے۔ کہ اس مولوی نے ذیل کا بیان دیا تھا کہ:۔

"سید احمد عرب جن کو میں ثقہ جانتا ہوں۔ وہ مجھ سے (واسطہ) بیان کرتے تھے۔ کہ میں دو ماہ تک ان کے پاس انکے معتقدین خاص کے زمرہ میں رہا۔ اور وقتاً فوقتاً بنظر تجسس و امتحان ہر ایک وقت خاص پر حاضر رہ کر جانچا تو معلوم ہوا۔ کہ درحقیقت ان کے پاس آلات نجوم موجود ہیں۔ وہ ان سے کام لیتے ہیں"

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے شائع فرمایا۔ تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ لیکن چونکہ اصل کتاب ہمارے سامنے نہیں۔ جو حضرت مسیح موعود کے سامنے تھی۔ اس لئے ہم اس پر بحث فضول سمجھتے ہیں۔ صرف مولوی اسمٰعیل علیگڑھی کے افترا کا ایک نمونہ پیش کر دیا ہے۔ اسی پر اس کی کتاب کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ کی بددیانتی

دوسرا حوالہ دینے میں مولوی مذکور نے وہابیانہ تحریف سے اس قدر کام لیا ہے۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ چودھویں صدی کے علماء کو کیا ہو گیا ہے۔ جو بظاہر تو پیروی حدیث کا دم بھرتے۔ اور سچ بولنے کے لئے انجمنیں بناتے پھرتے ہیں۔ لیکن خود جھوٹ کی گندگی پر منہ مارنے سے باز نہیں آتے۔ اب ذرا مولوی صاحب کا حوالہ لیجئے۔

(ص۳۱ علم کلام مرزا)

"جو فریق عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ (جنگ مقدس ص۱۸۹)

پھر اسی کی تصدیق میں دوسرا حوالہ دیتا ہے:۔

"ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ موت کی پیشگوئی اس (آتھم) کے حق میں کی گئی تھی۔ اور اس پیشگوئی کی پندرہ مہینے میعاد تھی (حاشیہ تریاق القلوب ص۵ طبع اول)

اس پر مولوی مذکور لکھتا ہے۔ کہ جب آتھم بجائے پندرہ ماہ کے ۲۱ ماہ بعد مرا۔ تو مرزا صاحب نے اس کے دو جواب دیئے۔ پہلے جواب میں اپنی ہی عبارت کو مکمل محرف کیا جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

(علم کلام مرزا ص۳۲)

"میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمی کے روبرو یہ کہا تھا۔ کہ ہم دونوں (مرزا اور آتھم) میں سے جو جھوٹا ہے۔ وہ پہلے مریگا۔ سو آتھم بھی اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔

(ضمیمہ اول تریاق القلوب ص۷ تقطیع کلاں)

اپنے دماغ سے یہ فرق گھڑ کر مولوی مذکور لکھتا ہے:۔

"ناظرین! اس عبارت کو پہلی عبارت کے ساتھ ملا کر ملاحظہ کریں۔ تو آسمان زمین جتنا فرق پائیں گے۔ پہلی عبارت جو روئداد مناظرہ سے منقول ہے۔ یوں ہے: "عاجز انسان کو خدا بنانے والا پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائیگا"۔ . . . . اس صاف عبارت میں مرزا صاحب نے فریقین کے تقدم و تاخر کی نسبت پیدا کر کے عبارت کو اصل صورت سے محرف کر کے اپنی پیشگوئی کو توضیح کر دیا ہوگا۔ مگر ساتھ ہی اس کے بحیثیت فن روایت اور فن تصنیف آپ قابل اعتماد نہ رہے" (علم کلام مرزا ص۳۲)

اب اصل حقیقت سنیئے۔ کہ ۵ جون ۱۸۹۳ء ص۱۸۸ پر روئداد مباحثہ اہل اسلام اور عیسائیان امرتسر میں ذیل کی عبارت زیر عنوان شائع شدہ موجود ہے:۔

"میں اس وقت اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم چہارشنبہ ۳۰ رجب المرجب ۱۳۵۱ ہجری | نمبر ۷۱

جلسہ سالانہ

اہل ہمت و اخلاص کیلئے معرکہ عمل

ہمارا جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے۔ ہر ایک گذرنے والا لمحہ اس عظیم الشان قومی اجتماع کے فاصلے کو مسلسل کم کئے جا رہا ہے۔ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ ضرورت ہے قوم کا ہر ایک فرد بلاکسی امتیاز و عذر اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے فی الفور سرگرم عمل ہو جائے۔ جو محو غفلت ہیں وہ بیدار ہوں۔ جو بیدار ہیں وہ بستر غفلت کو خیرباد کہہ دیں۔ بیٹھے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں اور کھڑے ہوئے اپنے پاؤں اور ہاتھوں کو حرکت دیں اور یہ عمل اس وقت تک جاری رہے جب تک قوم کا بچہ بچہ دیوانہ وار اپنے قومی فرائض میں منہمک نہ ہو جائے۔ کیونکہ زندگی و ترقی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔ اور زندہ قومیں ایسا ہی کیا کرتی ہیں۔ قوموں اور جماعتوں کا سکون موت اور انکی غفلت زہر ہلاہل ہے۔ ہمیں سکون کی موت اور غفلت کے زہر سے بچنے کے لئے ہمیشہ حرکت اور کام میں معروف رہنا چاہئے۔ اس کے بغیر ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب و سرخرو نہیں ہو سکتے۔ اب جبکہ جلسہ سالانہ کا معرکہ عمل ہمارے سامنے موجود ہے ہمیں اپنی رفتار کو زیادہ سے زیادہ تیز کر دینا چاہئے۔

جلسہ سالانہ کے فوائد اور اہمیت

جلسہ سالانہ کی اہمیت اور فوائد پر ۱۵۔ نومبر کی اشاعت میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ہمارے خیال میں اسکا تفصیلی اعادہ بلا ضرورت ہوگا۔ اس اجتماع سے بہت سے روحانی، تنظیمی، معاشرتی، اور مالی فوائد وابستہ ہیں۔ ایک لحاظ سے ہمارے قومی وقار کا انحصار بھی بڑی حد تک جلسہ سالانہ کی کامیابی پر ہے۔ اس لئے جلسہ کی کامیابی یا اس میں شامل ہونے اور اپنے اعزہ و احباب کو شامل کرنے کی کوشش نہ کرنا اس مقدس عہد سے روگردانی کے مترادف ہے جو ہم نے مجدد وقت کی بیعت میں شامل ہوتے وقت دین کو دنیا پر مقدم کرنے کیلئے کیا تھا۔ اس عہد کی پابندی موجودہ ایام میں تقاضا کر رہی ہے کہ ہم آئندہ اجتماع میں شریک ہونے اور اس کو کامیاب بنانے کی انتہائی کوشش کریں اس کے بغیر ہم اپنے فرض سے عہدہ برآنہ ہو سکیں گے۔ بہتر ہوگا آج کی صحبت میں مزید تحریک و تاکید کی بجائے چند ضروری باتیں عرض کر دیجائیں، ان کا بغور مطالعہ احباب کے لئے مفید ہوگا۔

ابھی سے تیاری شروع کر دیجائے

جلسے کے انعقاد میں تقریباً تین ہفتے باقی رہ گئے ہیں۔ جو کوئی زیادہ وقت نہیں۔ احباب کیلئے لازم ہے کہ شمولیت کی ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ کرسمس کی تعطیلوں میں بہت سی خاندانی تقریبیں ہوتی ہیں احباب و رشتہ داروں کے دعوتیں اور تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ ملازم اصحاب کیلئے وطن کی کشش بھی ہوتی ہے۔ اگر آپ ابھی سے جلسہ میں شمولیت کی تیاری شروع کر دیں اور اپنا پروگرام بنا کر رشتہ داروں اور دوستوں کو اطلاع دیں تو آرام میں رہیں گے۔ اور بہت سے تقاضوں اور گلے شکووں سے بھی نجات مل جائے گی۔

تاریخوں میں تبدیلی

جیسا کہ آج کی اشاعت کے صفحہ اول پر اعلان ہو رہا ہے جلسے کی تاریخوں میں معمولی تبدیلی کر دی گئی ہے۔ یعنی ۲۵-۲۶-۲۷-دسمبر کی بجائے

۲۴-۲۵-۲۶-دسمبر ۱۹۳۲ء

تاریخیں مقرر ہوئی ہیں۔ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس امسال ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو لاہور منعقد ہو رہا ہے۔ زیادہ تصادم سے بچنے کے لئے یہ تبدیلی ضروری خیال کی گئی۔ اس لئے تمام دوستوں کو زیادہ سے زیادہ ۲۳ دسمبر کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جانا چاہئے۔ ۲۴ کی صبح کو ایک ضروری اور عظیم الشان کام ہوگا جس میں ساری جماعت کی شمولیت ازبس ضروری ہے۔ اس کے متعلق بعد میں اعلان کیا جائے گا۔ جن اصحاب کو وقت مذکور پر پہنچنے کے لئے رخصت کی ضرورت ہو وہ اپنے افسروں سے کہکر ابھی سے رخصت کا بندوبست کر لیں

اہل و عیال کو بھی ساتھ لائیں

غالباً حضرت امیر ایدہ اللہ کے مکتوب مفتوح اور دیگر متعدد جلسہ سالانہ کے تاکیدی اعلانات کے بعد اس تاکید کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ تمام دوست اپنی خواتین اور بچوں کو بھی ساتھ لائیں۔ چند سال سے عورتوں کا ایک علیحدہ جلسہ اور زنانہ دستکاری کی نمائش بھی ہوتی ہے جس سے وہ کافی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں عام اجلاس میں ان کے لئے پردہ دار نشست کا معقول انتظام ہوتا ہے۔ خواتین کے قیام و طعام کا اہتمام بھی علیحدہ اور عورتوں کے سپرد ہوتا ہے اور ان کے آرام کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔

غیر از جماعت رشتہ داروں اور دوستوں کو لائیں

اس کے بعد اس امر کی کوشش ہونی چاہئے کہ غیر از جماعت بھائیوں کو بھی کثرت سے جلسہ میں لایا جائے۔ ملانوں کے بہتان اور قادیانی جماعت کے غلط عقائد اور روش کی وجہ سے ہماری جماعت کے متعلق بہت سی غلط اور بے بنیاد باتیں مشہور ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے اکثر دیندار اور روشن خیال مسلمان دائرہ احمدیت میں شامل ہونے میں تامل کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دل اس کے لئے چاہتا ہے۔ جلسہ سالانہ پر وہ خود آ کر حالات اور ہمارے خیالات و عقائد کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح نہایت عمدہ طریق سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو کر توسیع جماعت کے لئے راستہ صاف ہو سکتا ہے۔

غور و فکر کر کے آؤ

جلسہ سالانہ کی ایک بڑی غرض تبادلہ خیالات کے ذریعے ترقی جماعت کے وسائل بھی معلوم کرنا ہے اس لئے تمام دوستوں کو لازم ہے کہ وہ ترقی و تنظیم جماعت کے وسائل پر غور کر کے آئیں اور ان سے اپنے دوسرے بھائیوں اور کارکنان انجمن کو آگاہ کریں۔

چندہ جمع کر کے لائیں

انجمن کو مالی لحاظ سے مضبوط کرنا بھی ہمارا ایک ضروری فرض ہے۔ موجودہ اقتصادی مشکلات نے انجمن کے سامنے بہت سے مالی خطرات کھڑے کر دیئے ہیں جن کو دور کرنے کے لئے غیر معمولی جد و جہد کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہر ایک بھائی اور بہن کو چاہئے کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں سے چندہ جمع کرنے کی انتہائی کوشش کرے۔ اپنی ذات کے لئے سوال بری بات ہے لیکن اللہ اور اس کے دین کی خدمت و حفاظت کیلئے مانگنا موجب عزت ہے۔ مختلف قیمتوں کی مطبوعہ رسیدیں مقامی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان یا دفتر تحصیل سے طلب کی جا سکتی ہیں۔ اس کام میں دریغ نہ کرنی چاہئے

اخراجات جلسہ کیلئے چندہ

ایام جلسہ میں مہمانداری اور دیگر ضرورتوں پر جو خرچ ہوتا ہے اس میں بھی چندہ یا جنس کے ذریعے شریک ہونا چاہئے۔ اس کے متعلق دفتر تحصیل ایک سے زائد مرتبہ اپیل کر چکا ہے۔

جلسہ کے انتظامات میں حصہ لو

جلسہ کے انتظامات کیلئے بھی بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ زنانہ اور مردانہ دونوں کارکن درکار ہوتے ہیں۔ احباب خصوصاً نوجوانوں کو جلد سے جلد اس خدمت کیلئے تیار ہو جانا چاہئے۔ نوجوانوں کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔ جلسہ پر تشریف لانیوالے اصحاب ہمارے قابل عزت مہمان ہوتے ہیں۔ ہمیں انکے آرام اور طعام وغیرہ کا اپنے ذاتی مہمانوں سے زیادہ خیال رکھنا چاہئے اور کوشش کر کے اچھا انتظام کرنا چاہئے۔ بعض اوقات انتظام کی خرابی کی وجہ سے بھی بہت سی بدمزگیاں پیدا ہو جاتی ہیں

جلسہ نمبر

جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں اعلان کیا گیا تھا۔ ۱۱ر دسمبر یا اس کے قریب کسی تاریخ کو "پیغام صلح" کی ایک خاص اشاعت "جلسہ نمبر" کے نام سے شائع کرنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس کے متعلق مفصل اعلان اسی پرچے میں کسی دوسری جگہ شائع ہو رہا ہے۔ تمام احباب اسے بغور ملاحظہ فرما کر اپنی پہلی فرصت میں فرمائشیں بھجوائیں۔ مضمون نگار حضرات کو بھی محبت سے کام لینا چاہئیے۔ جلسہ سالانہ کی کامیابی انجمن اور جماعت کی کامیابی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی جلسہ کو کامیاب بنانے اور اس کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے یہ نمبر شائع ہو رہا ہے۔ کیا اس نمبر کو مضامین اور مالی لحاظ سے کامیاب بنانا آپ کا فرض نہیں ہے۔ کیا آپ اس میں ہمارا ہاتھ نہ بٹائیں گے؟ پہلی بات تو اس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ اہل علم حضرات قلمی اعانت کریں اور مالی لحاظ سے کامیاب بنانے کا یہ ذریعہ ہے۔ کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ احباب اور جماعتیں کثرت سے یہ نمبر منگوا کر تقسیم کریں، تجارت پیشہ دوست اس کے لئے اشتہار مہیا کریں۔ اخبار پہلے ہی مالی مشکلات میں مبتلا ہے۔ اس لئے قیمت فرمائش کے ہمراہ ہی ارسال کر دی جائے۔ امید ہے۔ ہمارے ناظرین و احباب اس موقعہ پر ہم سے تعاون کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔

حضرت امیر کے نام دو خط

جناب چودھری فضل داد صاحب کیمپ کلرک الیکٹرک اپریشن سوسائیٹیز لائل پور ہماری جماعت کے نہایت ہی صالح مخلص اور پُرجوش نوجوانوں میں سے ہیں۔ آپ کو اسلام کی ترقی اور جماعت کی توسیع کا عشق ہے ہمیشہ جماعت کے کاموں میں عملی حصہ لیتے ہیں۔ اور ہر ایک اپیل پر شرح صدر کے ساتھ لبیک کہنے کیلئے تیار رہتے ہیں آج کی اشاعت میں آپ کے دو خط شائع ہوئے ہیں۔ جو موصوف نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ان کے تازہ مکتوب مفتوح کے جواب میں لکھے ہیں۔ یہ خط اس قابل ہیں۔ کہ جماعت کا ہر ایک فرد انہیں بغور مطالعہ کرے۔ چودھری صاحب کی لائق احترام پھوپھی صاحبہ کا یہ ارادہ بے حد قابل تعریف ہے۔ کہ وہ ہر روز آٹا گوندھتے وقت ایک چھٹانک آٹا انجمن کی امداد کیلئے محفوظ کر لیا کریں گی۔ اور اس کی فروخت سے جو رقم حاصل ہوگی۔ وہ انجمن کو دیا کریں گی۔ اس طرح سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی متعدد اسلامی انجمنیں اور قومی عمارتیں موجود ہیں۔ جو دیندار اور غریب عورتوں کی اسی قسم کی امداد سے قائم و تعمیر ہوئیں۔ انجمن حمایت اسلام کے ابتدائی ایام میں اسی طریق پر آٹا جمع کیا جاتا تھا۔ اس کے عظیم الشان کالج اور دوسرے اداروں کی بنیاد انہی چندوں سے استوار ہوئی تھی۔ اسلامیہ ہائی سکول ہوشیار پور کی وسیع شاندار عمارت کی تعمیر کیلئے عورتوں نے سوت کات کر چندہ دیا تھا۔ اگر ہمارے قومی کاموں سے بے نیاز احمدی دوست باور کریں۔ تو یہ بتانا بھی ضروری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے وقت بہت سے احمدی گھرانوں میں بھی یہ طریق مروج تھا۔ چودھری فضل داد صاحب کو مالی لحاظ سے ہم جماعت کے غریب افراد میں شمار کر سکتے ہیں۔ لیکن اخلاص اور جذبہ عمل نے ان کو امیر بنا دیا ہے۔ قوم کے حق میں یہ غریب بہت سے امیروں سے بہتر ہے۔ خدا کرے۔ ایسے غریبوں کی تعداد ہماری جماعت میں زیادہ سے زیادہ ترقی کرے۔

کچھ اپنے متعلق

ہمیں انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ پیغام صلح بدستور احباب کی توجہ سے محروم ہے۔ توسیع اشاعت کی کوشش تو بڑی بات ہے۔ بہت سے دوست چندہ اور بقایا بھی بار بار کی یاد دہانیوں کے باوجود ادا نہیں کرتے جس کے نتیجے کے طور پر اخبار کی مالی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر یہی حالت کچھ عرصہ اور رہی۔ تو وہ وقت دور نہیں جب یہ مشکلات حد برداشت سے باہر ہو جائیں گی شکوے کرنا ہماری عادت نہیں۔ لیکن جب معمولی آواز پر مخاطب متوجہ نہ ہو۔ تو پکارنے والے کو چیخنا پڑتا ہے۔ آپ یقیناً اس خیال میں ہمارے متفق ہوں گے۔ کہ یہ صورت حالات قابل تعریف نہیں ہوتی۔ یہ مخاطب اور بولنے والے دونوں کے وقار کے خلاف ہے۔ ان الفاظ کے گوش گذار کرنے کے

کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ احباب سال رواں کا چندہ اور بقایا جات جلد سے جلد ادا کر دیں گے؟

معذرت

اس ہفتہ پریس دو روز کیلئے بند رہا ہمیں پریس والوں کے اس ارادہ کی اطلاع ۲۶ر نومبر کی شام کو اس وقت ملی جب ۲۷ر نومبر کی اشاعت کی کاپیاں مکمل ہونے میں کچھ وقت باقی تھا۔ تاخیر کے خوف سے رات کے وقت ہی نہایت عجلت اور پریشانی کی حالت میں کاپیاں تیار کی گئیں۔ اور شب کے دو بجے اخبار چھپا۔ اس وجہ سے چند غلطیاں رہ گئیں۔ ان میں سے دو غلطیاں تو بہت ہی افسوس ناک ہیں۔ ایک تو صفحہ ۲ پر "کل من علیہا فان" کے عنوان سے جناب شیخ مولا بخش صاحب مرحوم کے متعلق جو مضمون چھپا ہے۔ اس پر مضمون نگار جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی کا نام درج نہ ہو سکا۔ دوسرے سرورق پر تاریخ ۲۷ر نومبر کی بجائے ۲۷ر اکتوبر درج ہو گئی (قمری مہینہ کی تاریخ صحیح ہے) احباب اس کی تصحیح فرما لیں ہم تمام ناظرین اور خاص کر شیخ صاحب موصوف سے انتہائی ندامت کے ساتھ معذرت چاہتے ہیں۔ فائل رکھنے والے دوست تاریخ کی تصحیح ضرور کر لیں۔ اور یاد سے ۲۷ر اکتوبر کی بجائے ۲۷ر نومبر بنا لیں۔

اندرونی اوراق اور ضمیمہ پر تاریخیں صحیح درج ہوئی ہیں۔

(خاکسار) ایڈیٹر

اخبار احمدیہ
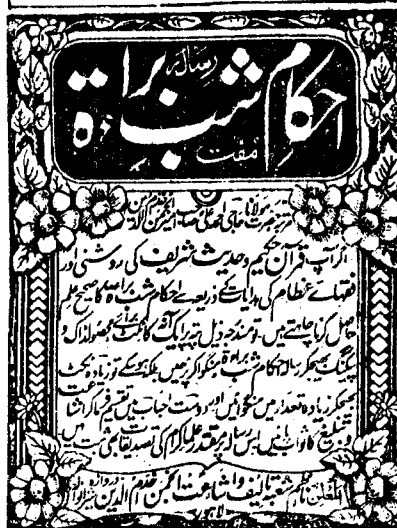
— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور مصروفیات دینیہ میں مصروف ہیں
— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی حالت بدستور ہے۔ بہت زیادہ کمزور ہو گئے ہیں۔ احباب دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں
— حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب جلسہ سالانہ کے پروپیگنڈا میں مصروف ہیں۔
— حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے صاحبزادے میاں نصیر احمد صاحب فاروقی آئی سی۔ ایس۔ اسسٹنٹ کلکٹر۔ سورت چند ہفتوں کی رخصت پر لاہور تشریف لائے ہیں ہمیں امید ہے۔ اس قابل قدر اور قابل فخر نوجوان کی موجودگی سے ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن اور نوجوان بھائی فائدہ اٹھائیں گے۔
— ۲۷ر نومبر بروز اتوار بعد از نماز مغرب ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار اجلاس بصدارت میاں نصیر احمد صاحب فاروقی منعقد ہوا۔ سید اختر حسین صاحب نے "حضرت مسیح کی خصوصیات پر تنقیدی نظر" کے عنوان سے ایک پُر از معلومات اور مدلل تقریر فرمائی جس میں اس امر کو وضاحت سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح کی وہ غیر معمولی خصوصیات جو عیسائیوں یا عام مسلمانوں میں عقائد کے طور پر مشہور ہیں۔ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔
— ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مقام تھانہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ اب جناب سید عبد الجبار شاہ صاحب سابق بادشاہ سوات کو افاقہ ہے۔ الحمد للہ گذشتہ ایام میں حالت خطرناک ہو گئی تھی۔
— جناب مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی جہلم سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ رتہ شریف ضلع جہلم میں ایک مشہور گدی ہے۔ اس کے سجادہ نشین جناب مفتی عطار اللہ صاحب کے صاحبزادہ حافظ مفتی عبد الرزاق صاحب فاضل دیوبند تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا۔ پادریوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے۔ جن کا پادریوں نے خوب پروپیگنڈا کیا۔ الحمد للہ وہ تائب ہو کر دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ ۲۵ر نومبر کو جمعہ کے روز جامع مسجد جہلم میں ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے انہوں نے اعلان اسلام کیا۔ مولانا موصوف اسی تقریب میں شرکت کیلئے جہلم تشریف لے گئے تھے۔ موصوف کی وہاں تین نہایت موثر تقریریں ہوئیں جہلم کے مشہور پادری جمیل الدین صاحب تو ایک تقریر کو سننے کے بعد کہنے لگے۔ کہ مولانا عبد الحق صاحب نے عیسائیت اور یہودیت کا کچھ چھوڑا ہی نہیں۔ ہم جناب مفتی عطار اللہ صاحب ان کے خاندان اور تمام مسلمانان جہلم کو مبارکباد دیتے ہوئے حافظ مفتی عبد الرزاق صاحب کیلئے استقامت کی دعا کرتے ہیں۔
— جناب مولوی امام الدین صاحب مدرس کھوسہ ضلع فیروز پور کی والدہ صاحبہ کا ۱۵ر نومبر کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں
— جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۵، ۲۶، ۲۷ر دسمبر کی بجائے ۲۴، ۲۵، ۲۶ر دسمبر مقرر کی گئی ہیں۔ اس کے متعلق مفصل اعلان صفحہ اول پر ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ناظر پیغام صلح کی خدمت میں عرض جس امرتسری دوست نے معارف قرآنی از قاں ربک کی تفسیر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مہربانی فرما کر وہ یکم مئی اور یکم جون کے پرچے اس اخبار کے بھجوا دیں۔ ممکن ہو تو شرح سے ۱۵ تک خواہ مفت خواہ قیمتاً۔

خاکسار محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سیکرٹری

غربا جماعت کی تقویت کیلئے کیا کر سکتے ہیں!

حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام دو خط

جناب چوہدری فضل داد صاحب کمپ کلرک انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز لالہ موسیٰ ضلع گجرات نے گذشتہ ہفتہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں مندرجہ ذیل دو خط لکھے ہیں۔ (ایڈیٹر)

(۱)

لالہ موسیٰ ۲۲ نومبر ۱۹۳۲ء

مکرم و محترم جناب حضرت امیر صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور کا نوازش نامہ بصورت ٹریکٹ مورخہ ۱۷ نومبر ۳۲ء جس میں آپ نے توسیع جماعت کی طرف جملہ احباب کی توجہ دلائی ہے۔ مجھے ۲۱/۱۱ /۳۲ کو ملا۔ پڑھ کر جملہ کوائف سے آگاہی ہوئی۔ حضور کے لئے دردِ دل سے دعا نکلتی ہے۔ جو کہ مجھ جیسے نابکار، کاہل انسان کو نیک تحریک میں شامل ہونے کیلئے بیدار کرتے رہتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ آپ برلن مسجد کے موجودہ قرضہ کی ادائگی سے بے فکر ہوئے۔

(۳) آپ کے ارشاد کے مطابق آیت قرآنی وانذر عشیرتک الاقربین کو ایک خوشنما قطعہ کی صورت میں اپنے قلب کے کمرے میں آویزاں کر لیا ہے۔ چنانچہ درمیانی رات ۲۱/۲۲ ۱۱ ۳۲ء کو اپنے خاص گھر والوں کو جمع کر کے احمدیت کی خوبیاں اور جماعت بندی کے فوائد ذہن نشین کرائے گئے۔ اور میری محترمہ والدہ صاحبہ نے بصد خوشی وخرمی مجھے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ آپ کی خدمت میں عرض کروں۔ کہ ان کی ثابت قدمی کیلئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔ اور والدہ صاحبہ کا نام زینب بی بی درج رجسٹر فرمالیویں۔ نیز محترمہ والدہ صاحبہ نے اگلے سالانہ جلسہ پر سوت کات کر دینے کو قبول فرمالیا ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ ضرور ماہ بماہ آٹے کی صورت میں یا اناج کی صورت میں کچھ دیا کرونگی والدہ صاحبہ گو اس سے پہلے باقاعدہ طور پر شامل جماعت نہیں تھیں۔ تاہم جب کبھی چندہ وغیرہ مانگا۔ بڑی خوشی سے دیا۔ والدہ صاحبہ نے لسّی اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے بچت کر کے کچھ نقدی دینے کا وعدہ فرمایا ہے میں نے اپنی حقیقی پھوپھی سے بھی عرض کی۔ انہوں نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ روزانہ ایک چھٹانک آٹا بوقت گوندھنے کے علیحدہ کر دیا کرونگی۔ اور ہر ماہ کے اخیر پر فروخت کر کے اشاعت اسلام میں دیا کرونگی۔ میری محترمہ پھوپھی صاحبہ نے داگذاری برلن مسجد میں پہلے تیرہ ۱۳ روپے کی رقم ادا کر دی ہوئی ہے۔ انشاء اللہ امید ہے کہ وہ بھی داخل جماعت ہو جاوے گی۔ زیادہ اور بار بار کیا عرض کروں آج سے فوراً اس جدوجہد میں لگ گیا ہوں۔ آپ کے لفظ لفظ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرونگا۔ آپ دعا سے مدد فرماتے رہیں۔ حرکت میں برکت ضرور ہے۔ ۲۲/۱۱ کا دن تقریباً اسی جدوجہد میں گذارا ہے۔ امید ہے۔ کہ چند ایک خواہشمند غیر از جماعت لوگوں کو اپنی گرہ سے کرایہ دیکر ہمراہ لاؤنگا۔ تاکہ وہ دیکھ لیویں۔ کہ جماعت سوائے اشاعت اسلام کے اور کچھ کام نہیں کر رہی۔ والسلام

خاکسار فضل داد کمپ کلرک انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز لالہ موسیٰ ضلع گجرات

(۲)

لالہ موسیٰ ضلع گجرات ۲۳ نومبر ۱۹۳۲ء

مکرمی جناب حضرت امیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور نے توسیع جماعت کے متعلق جو جو مبارک تجاویز پیش کی ہیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ میری اپنی ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کو مقامی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اور تجویزیں بھی سوچتے رہنا چاہیئے۔ قبلہ حضرت صاحب میں اپنے تجربہ کی بنا پر یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر احمدیت کی صحیح تصویر کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے اس پر عمل کر کے دکھلایا جاوے۔ تو دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوتی ہے میں نے آپ کے دست مبارک پر دسمبر ۲۵ء پر سالانہ اجتماع کے موقع پر بیعت کی۔ گھر میں پہنچتے ہی مخالفت کا ایک طوفان برپا ہوا۔ دوسروں کا کیا ذکر کروں۔ والد صاحب اور سسرال نے برملا کہہ دیا۔ کہ اگر تم نے توبہ نہ کی۔ تو ایسی سخت سزا دی جاوے گی۔ جس کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہوگی میں نے نہایت انکساری و عاجزی سے جواب دیا۔ کہ اگر میرا کوئی فعل خلاف شریعت آپ پائیں۔ تو آپ کو اختیار ہے۔ کہ جو سزا تجویز کریں۔ مجھے منظور ہے۔ انہوں نے اس کے جواب میں صاف صاف کہہ دیا۔ کہ فلاں احمدی کا باپ مر گیا۔ اس نے جنازہ نہ پڑھا۔ فلاں کی ماں مر گئی۔ اور اس نے جنازہ نہ پڑھا۔ اور یہ بھی فرمادیا۔ کہ تم مرزا کو نبی مانتے ہو۔ وغیرہ وغیرہ میں نے اپنی دانست کے مطابق ان سے عرض کیا۔ لیکن چونکہ وہ ایک عملی نمونہ دیکھ چکے تھے۔ اس لئے ان کی تسلی نہ ہوئی۔ میں غالباً چار یوم گھر رہا۔ اور ان ایام میں جو جو تکلیفیں مجھے دیکھنی نصیب ہوئیں۔ بیان سے باہر تھا میرا کام تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑا ہو جانا۔ اور خوب گڑگڑا کر اور رو رو کر دعا کرتا میں آپ سے سچ سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ جو لطف ان ایام کی نمازوں میں آیا۔ ابھی تک نہیں آیا۔ اس کے بعد میں نے حتی الوسع کوشش کی۔ کہ لوگوں کے دلوں کو بالعموم اور والدین اور قریبی رشتہ داروں کے دلوں کو بالخصوص تحریک احمدیت کی طرف راغب کروں۔ اللہ کے فضل وکرم سے اب یہ نوبت ہے۔ کہ والدین اور قریبی رشتہ دار تو درکنار جو ان ایام میں میرے جانی دشمن تھے۔ آج میرے مداح ہیں۔ وہ لوگ جو مجھے تکلیف پہنچا کر خوش ہوتے تھے۔ آج مجھ سے صحیح رائے طلب کرتے ہیں۔ اور یہ عام مشہور ہے۔ کہ یہ لڑکا جھوٹ سے نفرت کرتا اور صحیح راستہ سے نہیں بھٹکتا۔ میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کو گن نہیں سکتا۔ کہ جو جو احسانات اس تحریک احمدیت میں شامل ہونے سے مجھے عطا فرمائے اصل بات یہ ہے۔ کہ جب تک احمدیت کے رنگین رنگ میں انسان رنگا نہ جاوے۔ احمدی نام لکھانا بجائے اس کے کہ فائدہ ہو۔ جماعت کو بدنام کرنا ہے۔ میں یہ ضرور کہونگا۔ کہ ایک گاؤں سے ایک آدمی کو احمدیت کے رنگ میں رنگین کرنا سالم گاؤں کے غیر احمدیوں سے بہتر ہے۔ یا سالم گاؤں صرف نام کا احمدی ہو جائے، چنداں فائدہ نہیں ہے۔ آپ جملہ احباب کو اس طرف متوجہ کریں۔ کہ احمدیت کی صحیح تصویر بن جائیں۔ تاکہ لوگ اس کو اپنا صحیح رہنما تصور کریں۔ جب تک لوگوں کو اعتماد نہ ہوگا۔ کوئی بات سنیں گے پہلے اعتماد پیدا کرنا ضروری اور لابدی ہے۔ میں یوں کہونگا۔ کہ احمدیت ایک پکے مسلم کا دوسرا نام ہے۔ احمدی نام رکھا کر جب تک متابعت واقع نہ ہو۔ احمدیت کو بدنام کرنا ہے۔

توسیع جماعت لازمی اور لابدی ہے۔ اس زمانہ میں کثرت اور قلت کا جو سوال ہے۔ بڑا اہم سوال ہے۔ میں اس ضمن میں یہ عرض ضرور ہی کرونگا۔ کہ ایسے لوگوں کو تحریک احمدیت میں شامل کرنے کی دعوت دینی چاہیئے۔ جن کے دلوں میں اشاعت اسلام کا ولولہ اور جوش کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو۔ جو اپنی ضروریات دنیوی کو لات مار کر تبلیغ دین حق کی اشاعت میں دل وجان سے لگ جاویں۔ اور جہاں کہیں رسول کریم صلعم کی ذات بابرکات پر حملہ ہوتے دیکھیں۔ وہاں اپنی جان تن من دھن سے دریغ نہ کریں۔ بالفاظ دیگر یوں بھی۔ کہ ہمارا جیسا ہمارا امام رسول کریم صلعم کی ذات بابرکات کی صحیح تصویر پیش کرنے میں ہو۔ جملہ اوصاف حمیدہ وصفت پسندیدہ ایک احمدی میں ہونے چاہئیں۔

ہماری ایک بہت ہی معمولی سی جماعت ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اشاعت اسلام کو جملہ دیگر امورات دنیوی سے اہم سمجھتی ہے۔ اور جس طرف لگ جاتی ہے۔ کچھ کر کے دکھلا دیتی ہے ورنہ ہمارے دوسرے مسلمان بھائی ہم سے کئی لاکھ گنا زیادہ ہیں۔ جو کام کے جماعت کے رنگ میں سر دار ہوئے۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کے احسانات ہیں۔ اور آپ کی ہمت ہے۔ آپ میرے لئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے جملہ نیک ارادوں میں کامیاب کرے آمین۔ خاکسار فضل داد کمپ کلرک انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز لالہ موسیٰ

اپیل واگذاری برلن مسجد کے جوابات

سترھویں قسط

اساتذہ بدوملہی سکول معرفت ہیڈ ماسٹر صاحب ۱۰ روپے

جماعت بدوملہی معرفت شیخ اللہ بخش صاحب سیکرٹری

نام	رقم
حکیم محمد عبد اللہ صاحب	۰—۱ روپیہ
چوہدری فتح محمد صاحب	۰—۰—۴ روپے
چوہدری غلام حیدر خانصاحب	۰—۰—۴ 〃
چوہدری نبی بخش صاحب	۰—۱—۰ 〃
ساۃ اللہ رکھی صاحبہ	۰—۰—۱ روپیہ
متفرق جماعت	۰—۳—۱ 〃
داروغہ نبی بخش صاحب لاہور	۰—۰—۲ روپے
عبد الرحمن صاحب اسسٹنٹ ڈپٹی انسپکٹر روہڑی	۰—۱۲—۲۳ 〃
میاں نور محمد صاحب لبدی معرفت ڈاکٹر سید احمد صاحب	۰—۰—۶ 〃
منشی محمد زمان صاحب تمبر کھولہ	۰—۴—۱۵ 〃
خانصاحب سید محی الدین صاحب رائے بریلی	۰—۰—۵ 〃
منشی احمد خانصاحب معرفت سیکرٹری جماعت پشاور	۰—۰—۵۰ 〃
چوہدری عبد الرحیم خانصاحب نائب تحصیلدار علی پور	۰—۰—۲۵ 〃
مستری نبی بخش صاحب پٹواری کھوکھرین معرفت حضرت امیر	۰—۰—۲ 〃
ماسٹر محمد عبد اللہ خان صاحب ٹیچر دسلم سٹنری مجی	۰—۱۲—۳۹ 〃
نقد اور وعدہ	۰—۴—۱۳ 〃
چوہدری برکت علی صاحب نائب تحصیلدار ڈورو	۰—۰—۵ 〃
ڈاکٹر محمد جمال صاحب سول ہسپتال علی پور	۰—۰—۲۵ 〃
مولوی غلام حیدر صاحب مدرس سکول	۰—۰—۲ 〃
مولوی سلطان محمود صاحب	۰—۰—۱ 〃

جلسہ نمبر کے متعلق ضروری اعلان

جیسا کہ پہلے اعلان ہو چکا ہے جلسہ سالانہ کے پروپیگنڈا کیلئے پیغام صلح کی ایک خاص اشاعت جلسہ نمبر کے نام سے نکالنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس میں جلسہ کے متعلق نہایت دلچسپ مضامین نظمیں اور ضروری معلومات ہونگی۔ بزرگان سلسلہ وغیر از جماعت اکابر کے مضامین و پیامات بھی شائع کئے جائیں گے۔ اور کوشش کی جائیگی۔ کہ اس نمبر میں جلسہ کے متعلق جملہ معلومات درج ہو جائیں۔ آپ اس کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو شمولیت جلسہ کیلئے آسانی سے آمادہ کر سکیں گے۔ لہذا تمام احباب کیلئے لازم ہے۔ کہ اس نمبر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں۔ تمام احباب اور مقامی جماعتوں کو اس کے متعلق مندرجہ ذیل سطور کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت جلد کوشش کرنی چاہیئے :-

(۱)۔ اس خاص اشاعت کا نام **جلسہ نمبر** قرار پایا ہے ضخامت کم از کم ۲۰ صفحات ہوگی۔ ٹائیٹل نہایت دیدہ زیب اور رنگین۔

(۲) ۱۱ دسمبر یا اس کے قریب کسی تاریخ کو شائع ہو جائے گا۔ وقت بہت کم ہے۔ تمام احباب و جماعتیں جلد فرمائشیں بھیجدیں۔ صوبہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور یو۔ پی کی تمام فرمائشیں ۹ دسمبر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ پرچہ ضرورت کے مطابق ہی طبع ہوگا۔ اس لئے فرمائشیں بھیجنے میں دیر نہ کریں۔

(۳) **قیمت فی پرچہ ۲** مع محصولڈاک ہوگی۔ ایک روپے کی دس کاپیاں مع محصول ڈاک دی جائینگی قیمت ہر صورت میں فرمائش کے ہمراہ وصول ہونی ضروری ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے

(۴) مضمون نگار حضرات ۷ دسمبر تک اپنے قیمتی مضمون عنایت فرمادیں۔ مضمون لکھتے وقت موضوع کو پیش نظر رکھا جائے کوئی مضمون اخبار کے دو کالم سے زیادہ نہ ہو۔

(۵) "جلسہ نمبر" کافی تعداد میں شائع ہوگا۔ ملک کے ہر ایک حصہ کے باشندے اس کو کثرت سے مطالعہ کریں گے۔ اس میں اشتہار دینا بہت مفید ہوگا تجارت پیشہ اصحاب کو جلد از جلد اپنے لئے جگہ محفوظ کرا لینی چاہیئے۔ نرخنامہ حسب ذیل ہے پورا صفحہ دس روپے، نصف صفحہ چھ روپے۔ ایک کالم چار روپے۔ نصف کالم ڈھائی روپے، چوتھائی کالم ڈیڑھ روپیہ

(الف) تمام اشتہارات ۸ دسمبر ۱۹۳۲ء تک موصول ہو جانے چاہئیں۔

(ب) اجرت پیشگی لی جائیگی۔ اس کے بغیر کسی اشتہار کی اشاعت ناممکن ہے۔ (ج) صرف عمدہ چربے ارسال ہوں۔

(د) اخبار کا سائز ۲۰×۲۶/۴ ہے۔ ہر صفحے میں تین کالم ہوتے ہیں۔ مخرب اخلاق اشتہارات کسی قیمت پر نہیں لئے جائینگے

(خاکسار) **منیجر اخبار "پیغام صلح" احمدیہ بلڈنگس لاہور**

محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ کو الوداعی پارٹی

گذشتہ پرچہ میں یہ مراسلت اختصار سے درج ہو چکی ہے (ایڈیٹر)

۲۷ نومبر کو احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کی طرف سے چار بجے خدیجہ بیگم صاحبہ ایم اے کو شاندار الوداعی ٹی پارٹی دی گئی۔ چائے کے بعد بیگم محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ نے تقریر کی۔ آپ نے خدیجہ بیگم صاحبہ کے علم و فضل کی تعریف کی اور ان کے لاہور سے جانیکو قومی نقصان بتاتے ہوئے سب بہنوں کو توجہ دلائی۔ کہ وہ اتفاق اور اتحاد کے ساتھ قومی خدمت میں حتی المقدور حصہ لیں۔ اور کہا۔ کہ مسلمان قوم اس وقت نازک ترین دور میں سے گذر رہی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ہر فرد بشر، مرد و عورت سب قومی بہبودی کے سامنے اپنے ذاتی مفاد کو قربان کرنے کی سپرٹ اپنے اندر پیدا کریں۔ بیگم صاحبہ موصوفہ کی تقریر کے بعد خدیجہ بیگم صاحبہ نے تقریر کی۔ آپ نے میزبان بہنوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور مسلمان خواتین میں تعلیم کی اشد ضرورت کا اظہار کرکے ان کو نصیحت کی۔ کہ وہ مغربیت کو چھوڑ کر اسلامی سادگی کو اختیار کریں اور شعار اسلامی کی پابند رہیں۔ خواتین نے نہایت شوق اور دلچسپی سے تقریر کو سنا۔ مہمانوں میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں :-

لیڈی عبدالقادر، لیڈی فضل حسین، لیڈی ذوالفقار علی، بیگم اصغر علی، بیگم قلندر علی خاں، بیگم احمد یار دولتانہ، بیگم راجہ غضنفر علی، بیگم رحمت اللہ خاں۔ بیگم مقبول شاہ، بیگم ریاض الدین، بیگم بشیر حیدر، بیگم محمد رمضان، بیگم عظیم اللہ۔

(سیکرٹری احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور)

(بقیہ صفحہ ۱۰)

نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے"

مولوی مذکور کی چالاکی دیکھئے۔ کہ جہاں سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ (علم کلام مرزا ص ۳۱)

"جو فریق عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا"

وہیں ساری عبارت اس طرح درج ہے :-

اس نے خدا نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے (ص ۱۸۵ روئداد مباحثہ)

اب ناظرین خود اس عبارت کا مولوی مذکور کی درج کردہ عبارت تریاق القلوب ضمیمہ اول ص مندرجہ رسالہ علم کلام مرزا ص ۳۲ سے مقابلہ کریں۔ کہ دونوں عبارتوں میں تطابق ہے۔ یا اختلاف۔ ایک صحیح الدماغ شخص کو تو صاف تطابق نظر آجائے گا۔ لیکن ایک مفلوج دماغ کو **آسمان زمین جتنا فرق نظر آجائیگا۔**

اس کے بعد مولوی مذکور نے حضرت مسیح موعود کی ملفوظ مندرجہ حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۸۵ پر جرح کی ہے۔ اور وہابیانہ تحریف سے جو دراصل یہودیانہ تحریف ہے۔ اصل معاملہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے میں اصل عبارت معہ اس حاشیہ کے نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ اس یہودیانہ تحریف کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ اصل عبارت یوں ہے :-

"عبد اللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی کے یہ لفظ تھے کہ وہ پندرہ مہینے میں ہلاک ہوگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ لفظ نہیں تھے۔ کہ بشرطیکہ ظاہری طور پر مسلمان بھی ہو جائے۔ رجوع ایک ایسا لفظ ہے جو دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے[1] سو اس نے اسی مجلس میں جس میں ساٹھ یا ستر یا کم و بیش آدمی موجود تھے پیشگوئی سننے کے بعد آثار رجوع ظاہر کئے۔ یعنی جب میں نے پیشگوئی سنا کر اس کو یہ کہا۔ کہ تم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب میں دجال کہا ہے۔ اس کی سزا میں یہ پیشگوئی ہے۔ کہ پندرہ مہینے کے اندر تمہاری زندگی کا خاتمہ ہوگا۔ تب اس کا رنگ زرد ہو گیا۔ . . . بعد میں وہ پندرہ مہینے تک خاموش رہا۔ بلکہ روتا رہا۔ تو پھر کیا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس بات کا حق نہ رکھتا۔ تاکہ خدا تعالیٰ شرط کے موافق اس کو فائدہ پہنچاتا۔[2] پھر بہت مدت تک بھی اس کی زندگی نہیں ہوئی۔ بلکہ چند ماہ کے بعد فوت ہو گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵، ۱۸۶)

[1] اگر کسی کی نسبت یہ پیشگوئی ہو۔ کہ وہ پندرہ مہینہ تک مجذوم ہو جائیگا۔ پس اگر وہ بجائے پندرہ کے بیسویں مہینہ میں مجذوم ہو جائے اور ناک اور تمام اعضا گر جائیں۔ تو کیا وہ مجاز ہوگا۔ کہ یہ کہے۔ کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیئے (حاشیہ ص ۱۸۵)

[2] ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عبداللہ آتھم نے دجال کہنے سے رجوع کر لیا تھا۔ اور پیشگوئی کا اصل موجب یہی لفظ تھے (حاشیہ ص ۱۸۶)

خبریں

ہندوستان

——— بردوان ۲۵ نومبر۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ان لوگوں کو جن کے پاس ریوالور اور پستول ہیں۔ حکم دیا ہے۔ کہ وہ اپنے ریوالور اور پستول فوراً گورنمنٹ کے حوالے کر دیں

——— کلکتہ ۲۵ نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ بابا کھڑک سنگھ نے کلکتہ میں ہونیوالی سکھ ادھیکار کانفرنس کی صدارت منظور کر لی ہے۔

——— نئی دہلی ۲۵ نومبر۔ مسٹر ایم سی گھوش۔ آئی سی ایس بیرسٹر کو ۵ نومبر سے کلکتہ ہائیکورٹ کا قائمقام جج مقرر کیا گیا۔

——— امرتسر ۲۴ نومبر۔ انجمن اتحاد المسلمین امرتسر نے اخبارات کے نام ایک بیان شائع کیا ہے۔ اس بیان میں بتایا گیا ہے۔ کہ،

اتحاد کانفرنس الہ آباد کا مقصد ہر حیثیت سے قابل تعریف ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس کانفرنس میں جو فیصلے کئے گئے ہیں۔ وہ بالکل مختلف فرقوں کے لئے قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ ہمارے خیال میں کوئی ایسا پروگرام قابل عمل نہیں ہو سکتا جس میں زیر نظم کے اعلان کی طرح صباگانہ حلقہ ہائے نیابت نہ ہوں۔ انجمن نے یہ خیال بھی ظاہر ہے۔ کہ مولانا شوکت علی کا یہ خیال غلط ہے کہ ۹۰ فیصدی مسلمانان ہند تجاویز الہ آباد کو قبول کر لیں گے ہمارے خیال بالکل ایک فیصدی مسلمان ان تجاویز کو منظور کریں گے۔

——— لاہور ۲۵ نومبر۔ ایک ریلوے گارڈ نے جو ۲۵ اپ ڈاؤن ٹرین کے ساتھ تھا۔ غیر معمولی ہمت و استقلال کا ثبوت دیا۔ ایک عورت کا جو لاہور ریلوے اسٹیشن پر چلتی گاڑی پر چڑھتے لگی۔ پاؤں پھسل گیا۔ گارڈ نے جھٹ گاڑی کی زنجیر کھینچ دی۔ اور گاڑی ٹھہرا کر عورت کو صحیح وسلامت باہر کھینچ لیا۔

——— نئی دہلی ۲۵ نومبر۔ ریاست الور میں ہنگامہ ہو جانے کی ایک غیر مصدقہ اطلاع ملی ہے۔ تفصیلات میسر نہیں ہوئیں۔ دربار الور کے سرکاری بیان کا انتظار ہے۔

——— ملتان ۲۴ نومبر۔ اخبار ملاپ رقمطراز ہے۔ کہ ساڑھے ۱۲ بجے دن کے قریب رائے صاحب لالہ گوکل چند اپنے چند دیگر ارکان عملہ جیل کی معیت میں جیل کے قیدیوں کی تلاشی لینے کی نیت سے گئے۔ وہ نمبر ۹ بارک میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ کہ چند قیدیوں نے رائے صاحب پر حملہ کر کے انہیں گرا دیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل کو اطلاع ملتے ہی وہ موقع پر پہنچے اور خطرہ کا الارم بجا یا۔ تاکہ امداد کیلئے کمک آ جائے۔ صورت حالات پر عقلمندی سے قابو پا لیا گیا۔

——— پشاور ۲۴ نومبر۔ کابل کی پرائیویٹ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ہندوستانی اخبارات میں جو اطلاع شائع ہوئی ہے۔ کہ علاقہ خوست میں جنرل محمود کو قتل کر دیا گیا ہے۔ وہ بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔

——— امرتسر ۲۵ نومبر۔ مقامی پولیس نے ایک مکان پر کامیاب چھاپہ مارا۔ شبہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہاں جوا کھیلا جاتا ہے۔ پولیس مکان کے اندر داخل ہوئی۔ تو تین آدمی جوا کھیل رہے تھے۔ پولیس نے کچھ نقدی اور جوا کھیلنے کے پانسوں پر قبضہ کر لیا۔

——— کلکتہ ۲۵ نومبر۔ پنڈت گوبند مالویہ جنرل سیکرٹری اتحاد کانفرنس نے پریس کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا ہے۔ کہ اتحاد کانفرنس کی گذشتہ تاریخیں بدل دی گئی ہیں۔ اب اتحاد کانفرنس کی سب کمیٹی کا اجلاس ۱۱ دسمبر کو ہوگا۔ اور اتحاد کانفرنس ۱۱ اور ۱۲ کو منعقد ہوگی۔ اور آل پارٹیز کانفرنس ۱۴ دسمبر کو منعقد ہوگی۔ مقام الہ آباد ہی ہوگا۔

ممالک خارجہ

——— لندن ۲۴ نومبر۔ ہاؤس آف کامنز میں ملک معظم کے ایڈریس پر بحث کے دوران میں مسٹر چرچل نے تقریر کرتے ہوئے اوٹاوہ، جنیوا اور گول میز کانفرنس کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ کہ اوٹاوہ کانفرنس کے بغیر ان کانفرنسوں کو بہت کم کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر چرچل نے کہا۔ کہ میں گول میز کانفرنس کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ اس کی حقیقت محض نادرتی ہے۔ اور پارلیمنٹ اس کے فیصلوں کی پابند نہیں ہوگی

——— واشنگٹن ۲۴ نومبر۔ پریذیڈنٹ ہوور نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ ۱۵ دسمبر کو واجب الادا قرضوں کے التوا کے خلاف ہیں۔ انہوں نے کانگرس سے سفارش کی ہے۔ کہ وہ مقروضوں کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے کے لئے ایک ایجنسی مقرر کرے۔

——— لندن ۲۴ نومبر۔ مجالس قانون ساز کی تشکیل کے متعلق آج جو اختلافات رونما ہوئے۔ ان کے کئی پہلو تھے۔ اولاً یہ کہ ریاستیں باہم متفق نہیں ہیں۔ بعض نمائندے رتعین کمیٹی کی سفارشات کے حق میں ہیں لیکن اس کے بخلاف ایک اور جماعت کاروباری طریقہ پر فیصلہ کی خواہاں ہے۔ جہاں تک برطانوی ہند کے ہندوستانیوں کا تعلق ہے۔ بہت سے مندوب رتعین کمیٹی کی رپورٹ کے حق میں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ مشکل بھی ہے۔ کہ مسلمان ریاستوں کو رعائتیں دینے کے حق میں نہیں ہیں ان کی رائے ہے۔ کہ ریاستوں کو تناسب آبادی کے لحاظ سے نشستیں دی جائیں۔

——— لنڈن ۲۵ نومبر۔ لارڈ سینکی کی صدارت میں کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا۔ مرکز اور صوبوں کے آئینی تعلقات پر بحث ہوئی۔ فیصلہ کیا گیا۔ کہ ایک مختصر سی کمیٹی بنائی جائے۔ جو فیڈرل ترکیبی کمیٹی کی دوسری رپورٹ کے مطابق مجوزہ محکمہ جات کی فہرست پر عام اصولوں کو عائد کر کے ان کی آزمائش کرے۔

——— لندن ۲۴ نومبر۔ کل ہندوستانی گول میز کانفرنس میں حق رائے دہندگی کے مسائل پر از سر نو غور کیا گیا۔ اچھوت جماعتوں کی فیڈرل اسمبلی میں کس طرح نمائندگی ہونی چاہیئے۔ اس کے متعلق کانفرنس نے فرنچائز کمیٹی کی سفارش کو منظور کر لیا۔

——— جنیوا ۲۵ نومبر۔ مجلس اقوام کی کونسل نے منچوریا کے مسئلہ پر چینی و جاپانی نمائندوں کی تقریریں آج پھر سنیں۔ اس کے بعد لٹن کمیٹی کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ اپنا اجلاس منعقد کرے۔ اور کونسل کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرے۔ سر جان سائمن جمعہ کو لندن روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن کچھ روز کے بعد وہاں سے واپس آ جائیں گے۔

——— لنڈن ۲۵ نومبر۔ مولانا شوکت علی ۲۶ نومبر کو امریکہ روانہ ہونگے آپ کا بیان ہے۔ کہ میرے لائحہ عمل میں پروپیگنڈے کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ میں امریکہ کی طول و طویل سیاحت کے دوران میں ہندوستانی تمدن و تاریخ اور دنیائے اسلام کے علوم کے متعلق لیکچر دوں گا۔

مندرجہ بالا عبارات کے مطالعہ سے حاشیہ صفحہ ۱۸۵ کا مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ کہ اصل پیشگوئی بباعث ہتک رسول کریم اس کی موت کی تھی۔ جو مشروط تھی۔ جب اس نے شرط سے فائدہ اٹھایا۔ اسے مہلت مل گئی۔ لیکن جب حق کا اخفا کیا۔ تو پھر چند ماہ بعد پکڑا گیا۔ حضرت صاحب کا مطلب اس حاشیہ سے یہی ہے۔ کہ نفس پیشگوئی اس کی موت ہے۔ جس کی میعاد پندرہ ماہ تھی۔ لیکن جب شرط سے اس نے فائدہ اٹھایا۔ تو بجائے پندرہ ماہ کے بیس ماہ بعد مر گیا۔ موت تو بہرحال واقعہ ہو گئی یعنی نفس واقعہ تو صحیح ثابت ہوا۔ اب منصف مزاج لوگ خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اصل عبارت کو چھوڑ کر محض حاشیہ کی ایک مختصر عبارت پر اعتراض کا مدار رکھنا کہاں تک نیک نیتی پر مبنی ہے۔ خود مولوی مذکور کے ایسے حوالجات عنقریب ناظرین کے سامنے آ جائیں گے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ وہ (آتھم) ہمارے آخری اشتہار سے جو اتمام حجت کی طرح سات ماہ کے اندر فوت ہو گیا۔"

(سراج منیر صفحہ ۶)

حالانکہ دوسری جگہ اسی واقعہ کو یوں لکھتے ہیں۔ کہ "آتھم میرے آخری اشتہار سے پندرہ مہینہ کے اندر مر گیا

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۷)

اب ذرا مولوی مذکور کی بیہودہ یا نہ تحریف ملاحظہ ہو حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی کا حاشیہ یوں لکھا ہے:۔

"ہاں جب آتھم پندرہ مہینے کے گذرنے کے بعد شوخ چشم ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ کے احسان کا شکر گذار نہ رہا۔ تب ایک دوسری پیشگوئی کے مطابق میرے آخری اشتہار سے پندرہ مہینہ کے اندر مر گیا۔ بہر حال اس کی موت پندرہ مہینہ سے باہر نہ نکل سکی

(حاشیہ صفحہ ۲۰۷ حقیقۃ الوحی)

دوسرے حوالہ کا مطلب اب بالکل واضح ہے۔ کہ پہلی میعاد پندرہ ماہ سے آتھم نے بباعث رجوع فائدہ اٹھایا۔ اس لئے وہ بچ گیا۔ لیکن چونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے اس احسان سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور پہلی میعاد گذر جانے کے بعد شوخ چشم ہو گیا۔ اس لئے پہلی میعاد پندرہ ماہ بباعث شرط سے فائدہ اٹھانے کے منسوخ سمجھی گئی۔ اور دوسری پیشگوئی کے مطابق وہ پندرہ ماہ مقررہ سابقہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر پکڑا گیا۔ اور مر گیا۔ گویا خدا تعالیٰ نے پہلی میعاد پندرہ ماہ کو منسوخ کر کے آگے کر دیا۔ ظاہر ہے۔ کہ حقیقۃ الوحی کا بیان سراج منیر کے بیان سے ایک جدا مضمون ہے۔ اول الذکر میں میعاد پندرہ ماہ پر بحث ہے۔ مولوی مذکور کو تعصب کے باعث اصل حقیقت نظر نہ آئی

رہی یہ بات کہ آپ نے ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کے اشتہار میں لکھا ہے کہ ہم اس وقت تک پانچ اشتہار اس بارے میں نکال چکے ہیں۔ اس لئے ظاہر ہوا۔ کہ یہ اشتہار چھٹا ہے۔ ساتواں نہیں۔ سو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اگر مولوی مذکور حضرت صاحب کے اشتہارات کو شروع سے آخر تک دیکھیگا۔ تو اس پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ بعض دفعہ ایک ایک دن میں دو دو تین تین اشتہارات شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو۔ تو مولوی مذکور کو اپنی تحریر نظر کے سامنے رکھنی چاہیئے۔

انسان اتنا خطاکار ہے۔ کہ اس کی خطاکاری کی ایک مثال بن گئی۔ الانسان مرکب الخطاء والنسیان یعنی نسیان انسان پر ہر وقت غالب رہتی ہے۔ اس لحاظ سے کسی مصنف سے غلطی کا ہونا مضمون میں ہو۔ یا عبارت میں عین مطابق فطرت ہے۔ جو اکثر بہترین گھوڑا ٹھوکر کھایا کرتا ہے۔ عربی میں یہ ایک مثال ہے۔ جو ہر اس موقع پر بولا کرتے ہیں۔ جہاں کسی بڑے آدمی سے لغزش ہو جائے

عالم اسلام

ریف کے دیسی مسلمانوں کو جبر یہ کہا جاتا ہے۔ حکومت فرانس عیسائی بنانے کی سرتوڑ کوششیں کر رہی ہے۔ ان لوگوں کو دوبارہ اس قدیم مذہب کی بھی ترغیب دی جاتی ہے۔ جس پر وہ قبل از اسلام قائم تھے۔ اس کے جواب میں ریف کے مسلمانوں نے ایک انجمن قائم کی ہے جو قوم بربر کو دین اسلام پر قائم رکھنے کیلئے جد و جہد کرے گی۔

جس طرح برطانیہ کی امداد کے بل بوتے یہودی فلسطین میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح حکومت فرانس کے اشارے پر آرمینوں نے مسلمانان شام کو مبتلائے مصیبت کر رکھا ہے۔ انہوں نے شام کی صنعت و حرفت اور تجارت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان بے روزگاری کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ تمام یورپین فرمیں ارمنی مزدوروں اور کارکنوں کو ترجیح دیتی ہیں۔ عرب مزدوروں کے تحفظ کی غرض سے حمص میں ایک انجمن بھی قائم ہوئی۔ لیکن حالات بہت زیادہ خراب ہو رہے ہیں۔

سپین میں جمہوری حکومت کے قیام کے ساتھ ہی یہ خواہش پیدا ہو گئی ہے۔ کہ عربوں سے تعاون پیدا کر کے ان کی تہذیب کو سپین میں از سر نو زندہ کیا جائے۔ اس خواہش میں عوام، علماء اور ارکان حکومت برابر کے شریک ہیں۔ دیگر مغربی ممالک کے اخبار اس تبدیلی ذہنیت پر بہت ناراض ہو رہے ہیں۔ فرانس کے اخبارات کا لب و لہجہ خاص طور پر سخت ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سپین پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی نہ ہوگا۔ حکومت سپین نے علاقہ ریف میں چند ماہ کے اندر سینکڑوں عربی سکول جاری کر دیئے ہیں۔ غرناطہ میں عربی یونیورسٹی قائم کرنے کی منظوری بھی سپین پارلیمنٹ نے دے دی ہے۔

حکومت حجاز نے اعلان کیا ہے۔ کہ باوجود سخت ممانعت کے بہت سے غیر مسلم یورپین ارض حرم میں داخل ہونے کی ہر سال کوشش کرتے ہیں۔ جو احکام شریعت اور حکومت حجاز کے قواعد کے . . سخت خلاف ہے آئندہ کیلئے اگر اس قسم کے کسی شخص کو رعایائے حجاز کے کسی فرد نے کوئی نقصان پہنچایا۔ یا گولی مار دی۔ تو حکومت حجاز اس کی ذمہ دار نہ ہوگی۔ اور نہ رعایائے حجاز کے اس فرد کے کوئی مواخذہ کیا جائیگا۔ نیز حکومت حجاز نے ترکی، عراقی اور ایرانی سرحدوں کے حکام کو بھی مطلع کیا ہے۔ کہ وہ اپنی سرحدوں سے کسی مشتبہ شخص کو گذرنے کی اجازت نہ دیں۔ اور اس کو اپنا کام سمجھ کر حکومت حجاز کا ہاتھ بٹائیں۔

عربی اخبارات رقمطراز ہیں۔ کہ فرانس، اٹلی، اسپین، بلجیم، ہالینڈ اور پولینڈ کی حکومتوں نے حکومت عراق کو مطلع کیا ہے۔ کہ وہ عراق سے اجنبی امتیازات کے حقوق سے دستبردار ہو جائیں گی۔ حکومت عراق سے اس کا صلہ بھی طلب نہیں کریں گی۔ مذکورہ حکومتوں کے فیصلہ پر حکومت عراق نے اظہار تشکر و مسرت کیا ہے۔ امید ہے۔ دیگر یورپین حکومتیں بھی اس کی تقلید کریں گی۔

اخبار صراط المستقیم رقمطراز ہے۔ کہ نجف اشرف کے علماء و فضلاء "جمعیۃ علمیہ ادبیۃ" کے نام سے ایک مجلس قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں جس کا مقصد اخلاق کی ترویج، علوم و ادب کی اشاعت اور فنون لطیفہ کی خدمت ہوگا۔ حکومت نے اس مجلس کے قیام کی اجازت دی ہے۔

عربی اخبارات کے بیان کے مطابق عدن میں زنانہ مشن سکول کے قیام نے مسلمان لڑکیوں کے اخلاق اور عقائد پر بہت برا اثر ڈالا۔ وہ روز بروز مذہب سے بیگانہ، فیشن پرست اور بے حیا ہو رہی ہیں۔ دن رات بناؤ سنگھار میں مصروف رہتی ہیں۔ اس طرح وہ رفتہ رفتہ اسلامی اور عربی تہذیب کی قابل فخر خصوصیات کو ترک کر رہی ہیں۔ عدن کے بعض حساس اور غیرت مند عربوں کا ارادہ ہے۔ کہ مسیحی مدارس کے مقابلہ میں اسلامی مدارس جاری کر کے مسلمان بچیوں کو مغربی تہذیب اور مسیحی تعلیم کے زہریلے اثرات سے بچائیں۔

حزب الاحناف کا سالانہ جلسہ

مولویوں کی عجیب و غریب ذہنیت

حزب الاحناف لاہور کا سالانہ جلسہ ۸ نومبر کو شروع ہوا۔ دور دور سے علمائے کرام تشریف لائے۔ تاکہ دنیا کو اپنے خیالات سے محظوظ فرمائیں۔ ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ علمائے اسلام علم، اخلاق اور معقولیت کا مجسمہ ہوا کرتے تھے۔ اور دنیا کو اپنی علمی اور روحانی طاقت سے اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ مگر آج جو نمونہ اس قوم نے اپنے عقائد اور اخلاق کا پیش کیا ہے۔ وہ ایسا ہے۔ کہ اس کی حالت پر جس قدر رحم کیا جائے۔ کم ہے۔ بڑے بڑے مولینا اور بڑا بالفضل اولنا وغیرہ کے القاب کو اگر لکھا جائے۔ تو چار سطر سے کم میں نہ لکھے جائیں سٹیج پر آ کر وہ بے دلیل اور غیر معقول باتیں کرتے جنہیں فطرت انسانی دور سے دھکے دیتی ہے۔ مجھے آخری دن جلسے میں شمولیت کا اتفاق ہوا۔ جس میں گجرات کے ایک مقرر نے نبی کریم کے عالم الغیب ہونے پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو درکنار رہے۔ اصحاب کہف کو بھی غیب کا علم تھا۔ بلکہ ان کا کتا اس قدر مقرب الٰہی ہوا کہ جنت کا درجہ پا گیا۔

پیر جماعت علی شاہ صاحب علیپوری نے کہا۔ دیکھو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جہاں لفظ اللہ کی "ہ" ختم ہوتی ہے۔ وہاں سے محمد کا "م" شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ محمد رسول اللہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے مصداق ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ لا الہ الا اللہ کے بھی بارہ حروف ہیں۔ اور محمد رسول اللہ کے بھی بارہ حروف ہیں۔ پس یہ نہ سمجھو۔ کہ نبی کریم پر ایمان لانے کے بغیر او صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے کوئی مومن بن سکتا ہے

جو دوست جلسہ میں شامل ہوئے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ پیر صاحب موصوف نے فرمایا۔ کہ "بشر" تو نبی کریم کو کفار کی طرف سے کہا گیا تھا انہیں بشر یا انسان کہنا تو انکی ہتک کرنا ہے۔ دیکھو نبی کریم کو راجپال نے "رنگیلا رسول" لکھا تھا جس پر علم الدین مرحوم نے اپنے جوش ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ کیا اب ہم میں کوئی ایسا نہیں؟ اگر کوئی نبی کریم کو بشر کہے تو پہلا شخص میں ہونگا۔ جو اس سے جنگ کرونگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور عقائد پر اعتراضات کرتے ہوئے جب ایک مولوی نے حد سے زیادہ افترا شروع کیا تو ہمارے ایک دوست نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ براہ نوازش ہمیں وقت دیا جائے تاکہ ان اعتراضات کا جواب پبلک کو دیا جائے۔ مگر بجائے اس کے کہ وقت دیا جاتا۔ یا انکار کیا جاتا۔ جلسہ میں بیٹھے ہوئے متعصب ملاؤں نے اسے دھکے دیکر باہر نکال دیا۔ اور پریذیڈنٹ کی اتنی جرأت نہ ہو سکی۔ کہ کم از کم اس بدتہذیبی سے انہیں روک سکے۔

(سید اختر حسین)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

الصلح خیر

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم شنبہ مطابق ۶ ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ مطابق ۳ ردسمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۷۲

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دفتر اخبار پیغام صلح

احمدیہ بلڈنگس لاہور — ۳ ردسمبر ۳۲ء

برادر محترم و مکرم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اس وقت میں آپکو ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانے کی اجازت چاہتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ اس پر ازراہ مہربانی ضرور متوجہ ہو کر شکریہ کا موقع دینگے۔ پیغام صلح کے گزشتہ دو نمبروں سے جناب کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ ۱۸ دسمبر یا اسکے قریب کسی تاریخ کو اخبار کی ایک خاص اشاعت "جلسہ نمبر" کے نام سے شائع ہونیوالی ہے جسکا مقصد جلسہ سالانہ کے مقاصد کی تبلیغ اور اسکے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچانا ہے۔ کارکنان پیغام صلح کوشش کر رہے ہیں کہ مضامین اور ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے جلسہ نمبر کو حتی المقدور دلچسپ اور بہتر بنایا جائے اور اسکی اشاعت بہت زیادہ ہو۔ اس نیک کام میں محض آپکی قیمتی اعانت کی ضرورت ہے۔ جو آپ اس صورت میں کر سکتے ہیں کہ اس نمبر کو کافی تعداد میں خرید کر اپنے احمدی و غیر از جماعت رشتہ دار اور دوستوں میں مفت تقسیم کریں۔ ایک احمدی کی حیثیت سے جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے کیلئے جو فرائض آپکے ذمہ ہیں انکو آپ اس نمبر کے ذریعہ نہایت آسانی اور عمدہ طریق سے ادا کر سکینگے۔

اس نمبر کے متعلق ایک ضروری اعلان آج کی اشاعت کے صفحہ [illegible] پر شائع ہو رہا ہے اسے بغور ملاحظہ فرما کر اپنی فرمائش جلد سے جلد بھیجدیں اس کام میں دیر نہ کریں وقت بہت کم ہے۔ ایک دیگر گزارش یہ ہے کہ قیمت فرمائش کے ہمراہ ہی بھجوادی جاوے۔ امید ہے کہ آپ اس کار خیر میں ہماری پوری پوری امداد فرمائینگے۔

نیازکیش
(ایڈیٹر)

جلسہ سالانہ کی تاریخوں میں تبدیلی

چونکہ امسال آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس لاہور میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو منعقد ہو رہا ہے اس لئے انجمن نے زیادہ تصادم سے بچنے کے لئے اپنے سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کی بجائے

۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء

(ہفتہ۔ اتوار۔ پیر)

مقرر کی ہیں اسلئے تمام احباب ۲۳ دسمبر (جمعہ) کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں۔ ۲۴ دسمبر کی صبح کو ایک ضروری اور عظیم الشان کام میں ساری جماعت کی شمولیت ضروری ہے ملازم اصحاب ابھی سے رخصت کا کوئی انتظام کریں

خوب یاد رکھیں

کہ تمام اصحاب ۲۳ کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں

اور جلسہ سالانہ کی تاریخیں

۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء

(ہفتہ۔ اتوار۔ پیر)

ہیں

کیا کسی غیر مامور خلیفہ کا منکر کافر ہے؟

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی)

سوال مندرجہ بالا کیوں پیدا ہوا جبکہ انبیاء علیہم السلام کے بعد کوئی بھی ایسی ہستی نہیں جس کا انکار کفر ہو۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اپنے دعوے کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اس حوالہ سے دو اور دو چار کی طرح ظاہر ہے۔ کہ صرف صرف تشریعی نبیوں کا انکار کفر ہے۔ ان کے ماسوا کوئی ملہم اور محدث خواہ وہ کتنا اعلیٰ رتبہ جناب الٰہی میں رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ وہ ظلی طور پر محمد صلعم ہی کیوں نہ بن گیا ہو۔ اس کا انکار ہرگز کفر نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے ولی اللہ کی دشمنی کی وجہ سے کوئی شخص آہستہ آہستہ ایک دن اپنے نور ایمان کو کھو بیٹھے۔ جبکہ تشریعی انبیاء کے ماسوا کسی دوسرے مامور من اللہ کے دعوے کا انکار اگرچہ وہ محدث یعنی امتی نبی بھی کیوں نہ ہو کفر نہیں ہے۔ تو پھر یہ سوال کیوں پیدا ہوا جو بطور عنوان مضمون ہذا درج ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب کے غلط اعتقاد اور غلو کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ آپ کے وابستگان خلافت کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ:۔

جو میاں محمود کو خلیفہ نہیں مانتا وہ کافر ہے

ممکن ہے۔ کہ ناظرین پیغام صلح کسی قدر اس عقیدہ کو تعجب کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور بعض خود میاں صاحب کے ایسے مرید جنہوں نے علم و عقل کو میاں صاحب کے ہاتھ پر بیچ نہیں دیا۔ بلکہ میزان شریعت سے کام لیتے ہیں۔ وہ بھی یہ کہہ اٹھیں۔ کہ یہ تو بالکل غلط عقیدہ ہے۔ اور ایسا لکھنے والا عمداً جھوٹ بولتا ہے۔ اس لئے میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ مجھے کئی احمدیوں سے جو حضرت میاں صاحب کے مرید ہیں یہ عقیدہ اسی طرح سننے میں آیا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ کہ میں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے میرٹھ میں آریہ سماج سے مناظرہ کے لئے آیا۔ اور خدا کے فضل سے ایک بہت کامیاب مناظرہ کیا۔ جس میں مسلمان اس قدر خوش تھے۔ کہ مجھے دعائیں دیتے تھے۔ اور ہندوؤں میں سے ایک جم غفیر میرے ساتھ تھا جنہوں نے بتایا۔ کہ دوران مباحثہ میں ہی خود ہندو آپس میں کہتے تھے۔ کہ واقعی پنڈت رامچندر آریہ کو جواب نہیں آیا۔ اور آریہ سماج احمدی مناظر کے مقابل شکست کھا رہا ہے۔ میں اس مناظرہ کو افادہ عام کے لئے اخبار میں انشاء اللہ شائع کراؤنگا۔ اس مناظرہ کے بعد میں اپنے احمدی بھائیوں سے محض ملنے کی خاطر گیا۔ اور مغرب کی نماز ناظر حامد حسین خاں صاحب احمدی کے مکان پر ایک ایسے احمدی امام کے پیچھے پڑھی جن سے پہلے تو مجھے تعارف نہ تھا۔ مگر پتہ بنے کہ حامد حسین خاں صاحب کے رشتہ دار ہیں میں نے جماعت میں یہ بات بطور مشورہ پیش کی۔ کہ چونکہ آریہ سماج کا جلسہ ایک ہفتہ برابر ہوگا۔ اور ابھی وقت بچا اور اتوار کے دن کا وقت انہوں نے ہمیں دیا ہے۔ اور مضمون یہ ہے۔ کہ:۔

”سوامی دیانند کے قرآن پر اعتراضات غلط ہیں“

یہ وقت آپ لوگ لے لیں۔ اور دہلی سے مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کو بلالیں۔ اور اس طرح اشاعت اسلام میں اور دشمنان اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کو توڑنے میں حصہ لیں۔ اور یہ کام کریں۔ کیونکہ حکم ہے

تعاونوا علی البر والتقویٰ

اس گفتگو کے دوران میں امام صاحب نے فرمایا۔ کہ آریہ سماج میرٹھ نے ہم سے بحث کرنے کی بجائے اپنے مفید مطلب آدمیوں کو وقت دیدیا ہے۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب ابھی تو جمعہ آٹھ روز کی بات ہے۔ کہ میں احمدی جماعت قادیان کی طرف سے ہمیشہ اس خدمت کو بجا لاتا رہا ہوں۔ اور میں آریوں کے مفید مطلب نہ تھا۔ اب کیا ہوگیا۔ کہ آپ نے یوں فرما دیا۔ یہ بات کیا ہے انسان کو انصاف کو ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ اس پر انہوں نے بڑی شان سے فرمایا۔ کہ ابھی تمہیں معلوم ہی نہیں۔ کہ کیا ہوگیا۔ ہم تو تمہیں خلیفہ کا منکر ہونے کی وجہ سے

”قل یایہا الکافرون“

کا مصداق سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا۔ بھائی یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ میں حضرت مسیح موعود کا ماننے والا ہوں۔ اور آپ مجھے ”الکافرون“ میں داخل کرتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ میں۔۔۔ ایک غیر مامور خلیفہ کو نہیں مانتا۔ اچھا اگر یہی بات ہے۔ تو آپ

حضرت امیر معاویہ رض

کو کیا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو محمد رسول اللہ کے خلیفہ حضرت علی کا تلوار سے مقابلہ کرکے خلافت کو ہی بے اثر کر دیا۔ اور جس کا میں منکر ہوں۔ وہ تو محمد رسول اللہ کے ایک غلام اور خلیفہ کا خلیفہ ہونے کا مدعی ہے۔ اگر حضرت امیر معاویہ باوجود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کے بھی مومن اور پکے مومن ہیں۔ اور آج تک ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تمام اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ اور آپ بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ تو میں صرف ایک خلیفہ کے خلیفہ کا انکار کرنے کی وجہ سے کیسے کافر ہوگیا۔ اور مجھے تو خلافت سے انکار نہیں ہے۔ آپ میاں صاحب کو سچا خلیفہ ثابت کر دیں۔ میں ابھی بلا چون و چرا بیعت کر لیتا ہوں۔ اس پر تنگ آ کر اس احمدی بھائی نے فرمایا۔ کہ ہم تو تمہارے ساتھ وہی سلوک کرینگے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکھرام سے کیا تھا۔ گویا ان کے خیال میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن لیکھرام اور میں جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل سے ایک ادنےٰ خادم ہوں۔ اور مسیح موعود کا بھی غلام ہوں۔ برابر ہیں۔ یہ ہے میاں صاحب کی جماعت کا حال ایسے غالی لوگوں پر خدا رحم فرمائے

دوسرا فتوےٰ

میں یہاں سے رخصت ہو کر اپنے ایک پرانے احمدی بھائی صوفی فضل الٰہی کے ہاں پہنچا۔ اور صرف ملاقات مقصود تھی۔ وہ جو ملے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ چونکہ میاں صاحب نے آپ کو جماعت سے نکال دیا ہے۔ اس لئے اب آپ احمدی نہیں ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ انہوں نے تو مجھے اپنی جماعت مبائعین ہی سے نکالا ہے۔ نہ کہ احمدی جماعت میں سے۔ اس پر صوفی صاحب نے فرمایا۔ کہ جو میاں صاحب کو نہیں مانتا وہ کافر ہی ہے۔ اور تمام پیغامی کافر ہیں۔ میں نے کہا۔ بھائی خوف خدا کرو۔ میاں صاحب کا تو یہ فتوےٰ نہیں ہے۔ وہ تو فرماتے ہیں۔ کہ احمدیت سے کسی کو نکالنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں صرف اپنی جماعت میں سے نکال سکتا ہوں۔ لیکن صوفی صاحب نے بڑے جوش قلب سے فرمایا کہ نہیں یہ غلط ہے۔ جو میاں صاحب کو نہیں مانتا۔ وہ کافر ہے۔ میں نے کہا۔ کہ دیکھو یہ تو مسیح موعود کے دعوے کے انکار سے بھی لازم نہیں آتا تو میاں صاحب جو محض ایک خلیفہ ہیں۔ ان کے انکار سے کیونکر کفر لازم آگیا۔ مگر صوفی صاحب استغفر اللہ استغفر اللہ کہہ رہے تھے۔ اور مجھے فرمانے لگے۔ کہ یاد رکھو۔ جس طرح تمام پیغامی تباہ ہوگئے ہیں۔ اور وہ احمدی نہیں ہیں۔ تم بھی تباہ ہو جاؤ گے۔ جس پر میں نے انہیں کہا۔

”فانتظروا انی معکم من المنتظرین“

اور وہاں سے چلا آیا۔

غلط عقیدہ کا اثر

مجھے یاد ہے۔ کہ ۱۹۱۴ء میں جب میں نے مسئلہ کفر و اسلام میں میاں صاحب کے غلط عقیدہ کی وجہ سے بیعت کرنے والوں کو روکا اور یہ سمجھایا۔ کہ دیکھو۔ اگر باوجود اس غلط عقیدہ کے بیعت کی گئی۔ تو ہم میں بھی یہ عقیدہ اثر کر جائیگا۔ اور حقیقت پر پردہ پڑ جائے گا۔ چنانچہ میرا ایک خط اسی مضمون کا انہی دنوں پیغام صلح میں چھپ بھی گیا تھا۔ آج میں دیکھتا ہوں۔ کہ میاں صاحب کے غلط عقیدہ کا اثر یہاں تک ہو چکا ہے۔ کہ ان کے مبائعین احمدیوں کو بھی بے دریغ کافر کہتے ہیں۔ چاہیئے۔ کہ میاں صاحب اس معاملہ میں آج بڑے زور سے جماعت کو فہمائش کریں۔ ورنہ مومنوں کو کافر کہنے کا جو نتیجہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ اگر مبائعین میاں صاحب کو یہ خوشی ہو۔ کہ چلو اچھا ہوا۔ کہ ان کے بھائیوں نے ایک احمدی سے ایسا سلوک کیا۔ جو کافروں کے سلوک سے کم نہیں۔ تو وہ خوش ہو لیں۔ مگر اس کا انجام جماعت کی اخلاقی اور ایمانی موت ہے

میاں صاحب سے درخواست

اس لئے میں بڑے ادب سے جناب میاں صاحب کی خدمت میں بذریعہ مضمون ہذا درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس غلط اور غالیانہ عقیدہ کے متعلق صفائی سے جماعت کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کریں ورنہ اس گناہ کا بوجھ ان کی گردن پر ہوگا۔ اگر انہوں نے باوجود علم ہو جانے کے بھی خاموشی سے بات کو ٹال دیا۔ اور اگر انہیں بھی یہی خوشی ہے کہ ان کے مبائعین جماعت احمدیہ لاہور سے کفار کا سا سلوک کریں۔ تو یہ دوسری بات ہے۔ مگر اس کا انجام بھی قدرتاً بہت ہی برا ہوگا۔

مبائعین کی شکایت

الفضل میں اکثر مبائعین نے جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کی شکایت کو شائع کیا۔ اور بار بار کہا گیا ہے۔ کہ وہ ان کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ شکایت کسی حد تک ضرور درست ہوگی۔ کیونکہ جب خود مبائعین کا اتنا سخت رویہ ہے۔ اور وہ جماعت لاہور کو کافر کا کھلا فتوےٰ دے رہے ہیں۔ اور اس جماعت کو تباہ کرنے کے متمنی ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً اگر موقعہ ملے۔ تو اس سے چوکتے نہیں۔ تو ان میں سے بھی اگر کوئی ایسا سلوک کر گذرے۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ مگر میں تمام احمدی بھائیوں سے عرض کروں گا۔ کہ وہ مذہبی عقائد میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے سے بدسلوکی اور شرارت کی عادت کو بالکل دور کر دیں۔ کیونکہ یہ سیرۃ کفار ہے۔ نہ سیرۃ اہل اسلام۔

میں نے جو واقعات اس مضمون کے اندر لکھے ہیں۔ یہ صرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم شنبہ ۴ر شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ | نمبر ۷۲

احمدی نوجوان

خوابیدہ طاقت کو بیدار کرنے کیلئے ایک پکار

آج کل دنیا میں ایک معرکہ کارزار برپا ہے۔ قوموں کے مستقبل اور ملتوں کی قسمتیں بن اور بگڑ رہی ہیں عمل کا فرشتہ کئی چھوٹوں کو بڑا اور بڑوں کو چھوٹا بنا رہا ہے۔ دنیا کی ہر ایک قوم اس معرکہ کارزار میں اپنی پوری طاقت سے حصہ لے رہی ہے۔ اور ان سب کی روح عمل نوجوانوں کی پرجوش سعی ہمت کی مرہون منت ہے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ احمدی جماعت جو ایک ایسے بلند و پاک مقصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے جس سے زیادہ بلند و پاک مقصد دنیا میں اور کوئی نہیں۔ اس کے نوجوانوں کی کیا حالت ہے۔ افسوس وہ محو غفلت ہیں۔ وقف خاموشی ہیں۔ وہ ایک طاقت، بہت بڑی طاقت ہیں۔ لیکن خوابیدہ، وہ دنیا میں ایک زبردست اخلاقی اور روحانی انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ وہ دنیا کے دور دراز کناروں تک اسلام کی روشنی پہنچا سکتے ہیں۔ وہ ملت اسلامیہ کے خوفناک بھنور میں گرفتار سفینے کی کامیابی سے ناخدائی کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ ایسا کرنا چاہیں۔ اس کے لئے صرف بیداری، عزم راسخ اور جوش صادق کی ضرورت ہے۔ حالات کا تقاضا ہے۔ کہ وہ جلد سے جلد بیدار ہو کر اپنے فرائض کو ادا کریں۔ لیکن ان کی بیداری صرف حالت خواب میں پہلو بدلنے پر ختم ہو جاتی ہے ضرورت ہے کہ ان کو بیدار کر کے میدان عمل میں کھڑا کر دیا جائے۔ اس کے بغیر ہمارا مستقبل ہرگز محفوظ نہیں ہو سکتا ہے۔

دراصل یہ مقولہ کہ آج کل کے بیٹے کل کو باپ بنیں گے۔ بہت بڑی صداقت ہے۔ وہ وقت تیزی سے قریب آ رہا ہے۔ جب ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانیوالے بچے اور نوجوان قوم کی قسمت کے مالک بن جائیں گے۔ زمانہ ان کے کندھوں پر اس سے کہیں زیادہ بھاری بوجھ رکھ دیگا۔ جو آج قوم کے بزرگوں کے کندھوں پر موجود ہے۔ اگر ہم اپنے مستقبل سے بالکل بے فکر نہیں ہو گئے۔ تو ہمارا یہ ضروری فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اپنی آئندہ نسل یعنی نوجوانوں کی خبر لیں۔ اور ان کو آئندہ پیش آنے والے فرائض کو انجام دینے کیلئے تیار کریں۔ آج اسی سلسلہ میں ہم نہایت اختصار سے چند باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے خیال میں قوم کی ترقی کے لئے توسیع جماعت کی سرگرم کوشش اشد ضروری ہے۔ اس کوشش کا سب سے ضروری پہلو یہ ہے کہ نوجوانوں کو کثرت جماعت میں شامل اور دینی و قومی خدمات انجام دینے کیلئے تیار کیا جائے۔ اس راستہ میں ہمارا سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہر ایک احمدی خاندان کے تمام نوجوانوں کو جماعت میں شامل کر کے ان کو دین کا سچا خادم بنایا جائے۔ احمدیت کی صحیح تعلیم ان کی خوابیدہ طاقتوں کو بیدار کر کے انہیں سچا مسلم نوجوان بنا دے گی۔ یہ حقیقت خواہ کس قدر ہی تلخ اور افسوسناک کیوں نہ ہو۔ بہرحال حقیقت ہے کہ ہمارے بہت سے احباب کے نوجوان و بالغ بچے ابھی تک جماعت میں شامل نہیں ہوئے۔ اگر شامل بھی ہیں۔ تو ان کی شمولیت عملی نہیں ہے۔ اس لئے ہم کو یہ عہد کر لینا چاہیئے۔ کہ اپنے تمام بچوں، چھوٹے بھائیوں اور دوسرے نوجوان رشتہ داروں کو جماعت میں شامل کر کے چھوڑیں گے اور جو نوجوان شامل ہیں۔ ان کو قومی کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب دیں گے اگر یہ کوشش شروع ہو جائے۔ تو چند روز کے اندر وہ خوابیدہ طاقت جو اب تک محو غفلت ہے۔ بیدار ہو جائے گی۔ اس بیداری کے بعد آپ کو بہت سے فکروں سے نجات مل جائے گی۔ اسی لئے یہ پکار بلند کی جا رہی ہے جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے۔ اگر تمام احباب اس میں اپنے نوجوان بچوں اور رشتہ داروں کو شامل ہونے اور انتظامات وغیرہ میں حصہ لینے کیلئے مجبور کریں۔ تو ہمارے خیال میں یہ نوجوانوں میں بیداری پیدا کرنے کی ایک نہایت ہی موزوں ابتدا ہوگی۔

آخر میں ہم ان صالح اور قابل قدر نوجوانوں کا ذکر بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ جن کا نیک نمونہ ہی قوم کی بہت سی توقعات کا مرکز بنا ہوا ہے لاہور کے ایسے ہی چند نوجوانوں کی سعی سے احمدیہ بلڈنگس میں ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن قائم ہے۔ اگر اس مفید انجمن کو وسعت دی جائے اور بزرگ اس کی سرپرستی اور صحیح رہنمائی کریں۔ تو احمدی نوجوانوں میں بہت بڑی حد تک بیداری پیدا ہو سکتی ہے۔

جلسہ سالانہ پر جلوس

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کی تبدیلی سے تو تمام احباب آگاہ ہو چکے ہونگے ترمیم شدہ تاریخیں ۲۴، ۲۵، ۲۶ ر دسمبر ۱۹۳۲ء ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک تازہ اور مسرت انگیز اطلاع یہ ہے۔ کہ ۲۴ ر دسمبر کی صبح کو انشاءاللہ سر ہربرٹ عمر ہوفلر اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مبلغ برلن بذریعہ فرانٹیئر میل بمبئی سے وارد لاہور ہوں گے۔ ریلوے اسٹیشن پر ان کا شاندار استقبال کرنے کے بعد میں شہر میں جلوس نکالا جائیگا جس کے پروگرام سے بعد میں اطلاع دی جائیگی۔ یہ جلوس جلسہ سالانہ کا ایک ضروری حصہ ہے جس کو کامیاب بنانا بھی ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہونا چاہیئے۔ جلسوں کی کامیابی زیادہ تر نوجوانوں کی سعی و جوش کی مرہون منت ہوتی ہے۔ احمدی نوجوانوں کیلئے لازم ہے۔ کہ ابھی سے اس جلوس کو شاندار اور کامیاب بنانے کی تیاری شروع کر دیں۔ اور کوشش کریں کہ اہل لاہور کے سامنے ایک منظم، پابند ضبط و اخلاق جلوس کا نمونہ پیش کریں۔ اس کے ساتھ ہم لاہور کے تمام روشن خیال اور رواداری رکھنے والے مسلمانوں سے بھی توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ایک معزز یورپین نو مسلم مہمان کا اس کے شایان شان استقبال کریں گے۔ اور اس کے جلوس کو کامیاب بنانے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

تبلیغی وفود کے دورے

جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے اور مقامی جماعتوں میں بیداری و احساس فرائض پیدا کرنے کیلئے انجمن کے تبلیغی وفود پنجاب کے بہت سے اضلاع میں دورہ کر رہے ہیں۔ جن کے متعلق اطلاعات اخبار میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ بعض اضلاع کا دورہ ختم ہو چکا ہے۔ لیکن بہت سے مقامات ابھی باقی ہیں۔ ان وفود کی فہرست اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ شائع ہو رہی ہے۔ ... اور امید ہے۔ کہ اس پرچہ کی اشاعت تک وہ اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔ ان وفود میں بعض ایسے مقتدر اور لائق احترام بزرگ بھی شامل ہیں جن کا پیرانہ سالی کے باوجود اس سخت سردی کے موسم میں زحمت سفر گوارا کرنا بہت بڑی قربانی ہے۔ انہوں نے محض جماعت کے فائدہ کی خاطر اس تو داختیار [illegible] تکلیف گوارا کیا ہے۔ غالباً اس کے بعد یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ کہ احباب کو کیا کرنا چاہیئے۔ جماعت کی ترقی و بہبودی کا خیال اور اسلام اور پیغمبر اسلام کا عشق ہی ان بزرگوں کو در بدر لئے پھر رہا ہے۔ اس کے باوجود احباب ان کے دورہ کو کامیاب بنانے کی سعی نہ کریں۔ تو بعید قابل افسوس بات ہوگی۔ اس لئے ہم تمام احباب اور مقامی جماعتوں سے بصد ادب درخواست کرتے ہیں۔ کہ جب کوئی وفد آپکے ہاں پہنچے، تو آپ تن من دھن سے اس کی امداد کریں

احمدیہ بلڈنگس اور لاہور میونسپلٹی

محلہ احمدیہ بلڈنگس لاہور جس کو مسلمانان عالم کی سب سے بڑی تبلیغی انجمن کے مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لاہور میونسپلٹی کی توجہ سے یکسر محروم ہے۔ برادران وطن لاہور میونسپلٹی کو مسلم ریاست کہا کرتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر آپ کو اس بات کے تسلیم کرنے میں کچھ تامل ہو۔ تو لاہور کے مسلم محلوں اور مسلم آبادیوں کی حالت ذرا غیر مسلم محلوں کے مقابل رکھ کر ملاحظہ کیجئے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ احمدیہ بلڈنگس اس بارہ میں شہر کے بدنصیب ترین مسلم محلوں میں سے ہے۔ روشنی، صفائی اور چھڑکاؤ کے انتظام کا ذکر تو جانے ہی دیجئے۔ یہاں نالیوں کی تعمیر اور گلیوں کے پختہ فرش کی طرف بھی ہنوز توجہ نہیں کی گئی۔ برسات کے موسم میں وہ گلی جس میں انجمن کے دفاتر، حضرت امیر کا مکان اور مسجد واقع ہے۔ برساتی [illegible]

موسلا دھار بارش کے دن تو یہاں کشتی کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے مسجد کا صحن اچھا خاصا تالاب بن جاتا ہے۔ ایک روز کی بارش سے کئی دن تک پانی اور کیچڑ موجود رہتا ہے۔ جس سے محلہ داروں، نمازیوں مہمانوں اور کارکنان انجمن کو بے اندازہ تکلیف ہوتی ہے۔ اب اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے۔ کہ میونسپلٹی کو احمدیہ بلڈنگس کی حالت زار پر کچھ رحم آیا ہے۔ اور اس نے احمدیہ بلڈنگس اور رام گلی کے علاقہ میں برساتی اور مستعمل پانی کی نکاسی کیلئے نالیاں بنانے کیلئے دس ہزار روپیہ منظور کیا ہے دس ہزار کی رقم گو بہت کم ہے۔ لیکن جیسے۔ وہی غنیمت ہے لیکن ہم اس موقعہ پر ایک بات ضرور کہنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ احمدیہ بلڈنگس ہمیشہ رام گلی کے مقابلے میں بدقسمت رہی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کی وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں محلوں کے نام ہی کوئی اس کا ہر کر رہے ہیں۔ میونسپلٹی کے لئے لازم ہے۔ اس مرتبہ انصاف سے کام لے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ احمدیہ بلڈنگس مسلمانان عالم کی سب سے بڑی تبلیغی انجمن اور مسلمانوں کی ایک معزز جماعت کا مرکز ہے۔ اس جماعت کا امیر اور اکثر مقتدر ارکان اسی محلے میں سکونت رکھتے ہیں۔ جماعت کی مسجد، انجمن کے دفاتر اور مہمان خانہ سب کچھ یہیں ہے۔ ہندوستان کے ہر ایک حصہ اور دنیا کے تمام ممالک کے باشندے یہاں بطور مہمان یا وزیٹر اکثر آتے رہتے ہیں۔ ایک ایسی جگہ کو ردی حالت میں رکھنا لاہور میونسپلٹی کے لئے انتہائی بدنامی اور شرم کا باعث ہے۔

کیا ہم امید رکھیں کہ اس وارڈ کے میونسپل کمشنر صاحب بھی اپنے فرائض کا احساس فرمائیں گے۔ احمدیہ بلڈنگس کو ان سے بڑی بڑی توقعات ہیں۔

آریہ سماجی ذہنیت کا مظاہرہ

گذشتہ ہفتہ لاہور آریہ سماج کی دونوں پارٹیوں کے سالانہ جلسے منعقد ہوئے گر دکل پارٹی (آریہ سماج وچھوالی) کے جلسہ کے سلسلہ میں ۲۷ر نومبر کو گرودت بھون میں ایک کانفرنس مذاہب زیر صدارت ڈاکٹر گوکل چند صاحب وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ پنجاب بھی منعقد ہوئی جس میں بہت سے مذاہب کے نمایندے مدعو تھے۔ ہماری طرف سے جناب مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی شامل ہوئے "میرا مذہب کن کن اصولوں میں دوسرے مذاہب سے ملتا ہے" موضوع تھا اس کانفرنس کے بیان کردہ مقصد انعقاد اور موضوع سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ اجتماع اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے اور مختلف مذاہب کے پیروں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے منعقد کیا گیا ہے لیکن دوسرے مذاہب اور ان کے بانیوں کی توہین اور ان کے خلاف بہتان طرازی آریہ سماجیوں کی فطرت بن چکی ہے۔ آریہ سماج کی ساری عمارت ہی کھنڈن کے اصول پر کھڑی ہے وہ اتحاد و اتفاق اور رواداری کے نام سے یکسر ناآشنا ہے۔ چنانچہ اس کانفرنس میں بھی یہ قابل نفرت ذہنیت بے نقاب ہو کر رہی ایک آریہ مقرر پنڈت ستیا ورت نے تقریر کرتے ہوئے کانفرنس کے موضوع اور مقصد سے آنکھیں بند کر کے اسلام اور عیسائیت پر بے معنی اعتراضات شروع کر دیئے۔ صاحب صدر نے بھی کمال دریا دلی اور سیر چشمی سے اس مقرر کو پروگرام کے خلاف بہت زیادہ وقت دے دیا بعض حاضرین اس بے قاعدگی پر حیران ہوئے لیکن ہمیں مطلق تعجب نہیں یہ تو آریہ سماج کا پنڈال تھا۔ وزیر موصوف تو سرکاری محکموں میں اس قسم کا انصاف نہایت آزادی سے فرما رہے ہیں۔ خیر اس کے بعد جب مولوی عبدالحق صاحب کی باری آئی تو انہوں نے آریہ مقرر کے اسلام پر بے معنی اعتراضات کا نہایت مدلل اور دندان شکن جواب دیا انہوں نے آریہ مقرر کی مثال دیتے ہوئے مزید وقت کا مطالبہ بھی کیا لیکن صاحب صدر نے صرف [illegible] زیادہ وقت

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ آج کل ممدوح آئندہ جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے کی طرف خاص طور پر توجہ فرما رہے ہیں۔

—— حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب عنقریب راولپنڈی، کیمبل پور ضلع ہزارہ اور پشاور اور مضافات کا دورہ فرمائیں گے۔

—— حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قصور، لدھیانہ، گجرات اور جہلم کے دورے پر روانہ ہونیوالے ہیں۔

—— دیگر بہت سے مبلغین و محصلین صاحبان بھی دورہ پر روانہ ہو رہے ہیں۔ اس کے متعلق مفصل اعلان اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ شائع ہو رہا ہے۔

—— مولوی عمر الدین صاحب شملوی اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ ہفتہ آریہ سماج میرٹھ سے تین مناظرے ہوئے۔ دو تو میں نے خود کئے۔ اور ایک شیخ عبدالحق صاحب نے۔ مناظرے نہایت کامیاب رہے مسلمانوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ انہوں نے یہ علم رکھنے کے باوجود کہ ہم احمدی ہیں۔ ہم سے بار بار مصافحہ اور معانقہ کیا۔ خود آریوں نے اسلامی دلائل کا لوہا مان لیا۔

—— جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب۔ گوجرانوالہ، گجرات، جہلم، سرگودہا چک ۹۹ جنوبی، چک شیخاں ضلع سرگودہا وغیرہ کے دورے سے ۳۰ر نومبر کو واپس لاہور آگئے ہیں۔ اور عنقریب دوسرے دورے پر روانہ ہونیوالے ہیں۔

—— حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب و حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے بھی گذشتہ ہفتہ گوجرانوالہ اور وزیرآباد کا دورہ کیا۔

—— جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق بادشاہ سوات، جناب مولانا عصمت اللہ صاحب شیخ عبدالحق صاحب منتہ، بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب کو اب پہلے سے افاقہ ہے۔ شفاء کامل کی دعا کی جائے

—— یکم دسمبر ۳۲ء کی شام کو جناب مولانا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر لائٹ کا ایک لیکچر اسلامیہ کالج لاہور میں بزبان انگریزی ہوا "مسلمان اور حالات حاضرہ" موضوع تھا۔ طلباء نے لیکچر کو نہایت توجہ اور دلچسپی سے سنا۔

—— ۴ر دسمبر بروز اتوار بعد از نماز مغرب ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار اجلاس مسجد احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوگا چوہدری عبدالحق صاحب نبی کریم کی تعداد ازدواج کی وجوہات کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے۔

—— ہمارے ایک معزز دوست کے ذریعہ سے جو آنریری مبلغ ہیں ایک معزز ہندو دوکاندار ٹھاکر داس عمر ۲۳ سال برضا و رغبت مسلمان ہوا۔ اسلامی نام محمد الدین رکھا گیا۔ نومسلم عیالدار اور ایک بیوی اور چار بچے رکھتا ہے۔

اس سے پہلے اسی دوست کے ذریعہ سے دو عیسائی نوجوان مسلمان ہوئے تھے۔ جن کے اسلامی نام غلام نبی و غلام علی رکھے گئے جن میں سے ایک اب تک قرآن کریم ختم کر چکا ہے۔ دوسرا پڑھ رہا ہے

—— یکم دسمبر کو مسلم ہائی سکول لاہور میں جناب مرزا مظفر بیگ صاحب کا ایک لیکچر ہوا جس میں آپ نے طلباء اور اساتذہ کو تبلیغ اسلام کی اہمیت بتلاتے ہوئے جلسہ سالانہ کیلئے تحصیل چندہ کی ترغیب دی

ٹال دیا اس واقعہ سے آریہ سماجیوں کی ذہنیت صاف طور پر عیاں ہو رہی ہے دراصل یہ فسادی فرقہ ہی ہندوستان کی خانہ جنگی کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہے

بقیہ صفحہ ۲

بطور نمونہ ہیں۔ ورنہ مبائعین کا عام رویہ یہی ہے۔ کہ وہ میاں صاحب کی خبر نہ ماننے والے کو کافر کہہ دینا ایک معمولی بات جانتے ہیں۔ اور آئے دن مجھے ایسے واقعات دیکھنے پڑتے ہیں۔ اور بعض احمدی تو یہ بھی نہیں جانتے کہ میاں صاحب اور حضرت مرزا صاحب میں کیا فرق ہے۔ ان کے انکار میں فرق کرنا تو دور کی بات ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ میاں صاحب اپنی جماعت کی اصلاح کریں۔ اس سے خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ ان کی خاطر جماعت غلطی سے ان کے منکروں کے ساتھ کس طرح کی بداخلاقی اور اخلاقی کمزوری کا اظہار کرتی ہے۔ میاں صاحب تو خود قائل ہیں۔ کہ ان کی جماعت کا یہ حال ہے۔ کہ وہ اگر دن کو رات کہیں تو وہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشبہ چاند اور تارے سب نظر آ رہے ہیں۔ پس ان کو ہدایت کرنا میاں صاحب کے لئے آسان ہے۔ اور اگر انہوں نے اب جماعت کی خبر نہ لی۔ تو عیسائیوں کا جو حال پوپ ازم کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہی ان کی جماعت کا ہو کر رہیگا۔ اور اگلی صدی کے مجدد کو شاید یہی اصلاح کا کام کرنا پڑ جائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدےٰ

لطیفہ

یہ مضمون میں بھیجنے کو تھا۔ کہ ایک مبائع دوست کے سامنے اس واقعہ کو جو بیان کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہ تو بڑا ظلم ہے۔ غالباً انہوں نے آپ کو پکا پیغامی سمجھ لیا ہوگا۔ میں نے کہا۔ کہ کیا پیغامی کافر ہیں۔ تو وہ دوست خاموش ہو گئے۔ اور غالباً دل میں سوچنے لگے۔ کہ انہوں نے کیا بیوقوفی کی بات کر دی۔

نوٹ:- جماعت قادیان میں سے اکثر اسی رو میں بہتے جا رہے ہیں۔ معمولی دنیاوی معاملات میں ممبران جماعت لاہور کو نقصان پہنچانا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ غلو میں بعض لوگ اس قدر ترقی کر چکے ہیں۔ کہ میاں صاحب کی بات بھی غالباً اب نہ مانیں۔ مثل خارجیوں کے۔ آپ اپنا کام کئے جائیں اور اس جماعت کو حوالہ بخدا کر دیں۔ جس کے دل کو شولیں گے۔ دیکھ پڑھا ہوا ہوگا۔ (ایڈیٹر)

اغراض جلسہ سالانہ کے لئے

مبلغین کا دورہ

حسب ذیل وفود دورہ پر بھیجے جانیوالے ہیں۔ احباب اور مقامی جماعتیں ان کی ہر ممکن امداد فرمائیں:-

(۱) مولانا عبدالحق صاحب — مالیر کوٹلہ، انبالہ، کرنال، کنجپورہ، گرانہ، ساہیہ ضلع رہتک و دہلی

(۲) مولوی محمد عصمت اللہ صاحب و ماسٹر فقیر اللہ صاحب — لاہور چھاؤنی، شیخوپورہ، سانگلہ، لائل پور، ٹوبہ ٹیک سنگھ، مظفر گڑھ، ملتان، منٹگمری۔

(۳) سید مدثر شاہ صاحب و چوہدری بشیر احمد صاحب دانا — دہلی، نگوے، نارووال، سیرو، سیالکوٹ، جموں

(۴) مرزا مظفر بیگ صاحب و شیخ بشیر احمد صاحب — سرگودہا مع چک ۹۹ جنوبی چک ۹۸، چک ۹ پنیار، بھلوال، چک شیخاں، جھنگ مگھیانہ

(۵) شیخ محمد یوسف صاحب و پنڈت شیخ محمد یوسف صاحب — گورداسپور، بٹالہ، دھرم کوٹ، فیض اللہ چک، کلانور، ڈیرک، سری گوبند پورہ

ان کے علاوہ جناب خانصاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب امرتسر، جالندھر، راولپنڈی، کیمبل پور ضلع ہزارہ اور پشاور و مضافات کا دورہ فرمائیں گے۔ اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، قصور،

اہلِ حدیث کی پریشانی

تعصّب کی حد ہوگئی

(از جناب مولانا احمد صاحب)

صرف و نحو کے قواعد نزول قرآن کریم کے کئی سال بعد بنے ہیں۔ اور یہ ایک یقینی امر ہے کہ ہر ایک زبان کے قواعد اس زبان کے بعد بنتے ہیں اور قواعد تلاش اور استقراء پر مبنی ہوتے۔ محاورات اور اہل زبان کی نظم و نثر کو سامنے رکھ کر قواعد کو بنایا جاتا ہے۔ لیکن ہر ایک اہل زبان کے کلام پر قواعد کی بنا نہیں ہوتی بلکہ اہل زبان میں سے جو زبان کے لحاظ سے چوٹی کے آدمی ہوتے ہیں انہی کا کلام اور نظم و نثر مستند مانا جاتا ہے قرآن کریم کے نزول سے پہلے "سبع معلقات" سات مشہور قصیدے فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے چوٹی کے مانے جاتے تھے اور مشہور یہ ہے کہ ان کے بلند مقام کی وجہ سے عرب جاہلیت نے انہیں کعبہ کے ساتھ آویزاں کیا تھا۔ لیکن قرآن کریم کے نزول کے بعد عرب کے نزدیک ان کی بھی کوئی حیثیت نہ رہی اور قرآن کریم فصاحت و بلاغت اور صحت محاورہ کے لحاظ سے بھی بے نظیر مانا گیا جس طرح وہ تزکیہ نفس بلندی تعلیم تکمیل تعلیم وغیرہ اوصاف کے لحاظ سے بے نظیر مانا گیا۔ قواعد صرف و نحو عربی مسلمانوں نے بنائے اور مسلمانوں کے نزدیک تو عقیدۃً بھی قرآن کریم صحت قواعد کے لئے معیار ہے جس طرح وہ اپنی عظمت شان کے لحاظ سے اس بات کا استحقاق رکھتا ہے کہ اسے معیار بنایا جائے انسان کا کام بوجہ قلت وسائل نظر کی کوتاہی محدود استعداد نسیان و خطا کے محل ہونے کے ناتمام غیر مکمل ہوتے ہیں اور غلطی اور خطا سے خالی نہیں ہوتے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ قواعد بناتے وقت ان سے غلطی سرزد نہ ہو اور ان کے قواعد میں نقص اور خامی نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔ سہو خطا سے پاک ہے اس کا علم محیط ہے اس سے کچھ بھی باہر نہیں اور اپنے کامل علم کے ماتحت قرآن کو اتارا اور پھر بآواز بلند تحدی کی فاتوا بسورۃ من مثلہ اور مشرکین عرب ان کے ان کے خطیبوں ان کے کاہنوں کو چیلنج کیا کہ اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اور قرآن کریم کا مقابلہ کر کے اس جیسی کوئی سورت لے آؤ مگر اس وقت کسی نے بھی قرآن کریم کی عربیت اس کی فصاحت و بلاغت اور مطابق محاورہ ہونے پر اعتراض نہیں کیا جس طرح قرآن کریم کے اور کمالات کا مقابلہ نہ کر سکے اور نہ کوئی اعتراض کر سکے۔ مخالفوں نے ہر ایک قسم کی مادی مخالفت کی اور اسلام اور قرآن کریم کو نابود کرنے انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے نبی کریمؐ اور جماعت صحابہ کو قتل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر علمی مقابلہ انہوں نے کسی رنگ میں بھی نہیں کیا۔ کم سے کم قرآن کریم کے محاورات اور عبارات پر بھی اعتراض کرتے اور کوئی غلطی محاورے کی دکھلاتے تو آئندہ عیسائی یا ان کے بھائی اہلحدیث کے لئے یہ کہنے کا موقع چھوڑ دیتے کہ انسانوں کے فلاں قاعدے سے قرآن موافق نہیں اس لئے وہ غلط ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اہل زبان اور اہل محاورہ کو اس قسم کے اعتراض کا موقع بھی نہیں ملا اس لئے عیسائیوں اور اہلحدیث کو شرم آنی چاہیئے کہ وہ قرآن کریم کی صحت کے لئے صرف و نحو کے قواعد معیار ٹھہراتے ہیں جو قواعد کے مطابق ہو وہ درست اور صحیح اور قواعد جس کے مخالف ہو وہ غلط۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قرآن کریم کی صحت کی شہادت اللہ تعالیٰ نے دی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی۔ صحابہ کرام نے دی۔ مخالفوں نے دی لیکن عیسائیوں اور اہلحدیث کے نزدیک ان شہادتوں کے بعد بھی قرآن کریم کی صحت صرف و نحو کے قواعد کی محتاج ہے۔ یہ ہے قرآن کریم کی عظمت اہلحدیث کے نزدیک۔

اہل قواعد قواعد کی صحت کے لئے قرآن کریم کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں کہ یہ قاعدہ اس لئے درست ہے کہ قرآن کریم کا محاورہ ایسا ہی ہے لیکن عیسائی اور اہلحدیث کے نزدیک قرآن کریم کا محاورہ یا اعراب جب صحیح ہوگا کہ نحو کے قواعد کے مطابق ہو۔ قرآن کریم کا محاورہ اصل ہے اور قواعد کی صحت اس کا فرع ہے لیکن اہل حدیث کے نزدیک قواعد اصل ہیں اور قرآن کی عبارت کی صحت ان کا فرع ہے جو قواعد کے مطابق ہو وہ درست ہوگا ورنہ نہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ تسلسل کے لئے دیکھو "پیغام صلح" جلد ۲۰ نمبر ۶۳ صفحہ ۵۔

قرآن کریم پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۲ میں یہ آیت ہے ان ھٰذٰن لسٰحرٰن اس کی قراءۃ مشہورہ ان ھٰذان لساحران ہے۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ اِنَّ مشدد اور "ھٰذان" الف کے ساتھ اس قراءۃ مشہورہ پر از روئے قواعد نحویہ یہ اعتراض تقریباً سب تفسیروں میں موجود ہے کہ اِنَّ مشدد کی صورت میں ھٰذان یاء کے ساتھ ہونا چاہیئے کیونکہ موجودہ قواعد یہی چاہتے ہیں اس کے متعلق حضرت مسیح موعود نے یوں لکھا ہے کہ "یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض جگہ خدا تعالیٰ انسانی محاورات کا پابند نہیں ہوتا یا کسی اور زمانہ کے متروکہ محاورات کو اختیار کرتا ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہ انسانی گرامر یعنی صرف و نحو کے ماتحت نہیں چلتا۔ اس کی نظیریں قرآن شریف میں بہت پائی جاتی ہیں مثلاً اِنَّ (مشدد) ھٰذان لساحران انسانی صرف و نحو کے روسے اِنَّ ھٰذین چاہیئے۔ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم اپنی عظمت شان کے ہوتے ہوئے اور اپنی مسلّمہ فصاحت و بلاغت کی موجودگی میں اپنی صحت کے لئے صرف و نحو کے قواعد کا محتاج نہیں اور اس کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی صحت کے لئے صرف و نحو اس پر حاکم قرار دئے جائیں۔ اس لئے قرآن کریم کی کسی آیت پر یہ اعتراض ہی غلط ہے کہ فلاں فقرہ قرآن کریم کا اس لئے صحیح نہیں کہ وہ نحو یا صرف کے قواعد کے خلاف ہے اگر کسی اہلحدیث کے نزدیک شعرائے جاہلیت کا کلام قواعد کے لئے بطور استشہاد پیش کیا جا سکتا ہے تو کیا قرآن کریم کے محاورہ کی عظمت اس کے دل میں جاہلیت کے کسی شاعر کے کلام کے برابر بھی نہیں کہ قرآن کریم کو بھی وہ صحت قواعد کے لئے بطور شاہد تسلیم کرے یا اسے شاذ فصیح اور صحیح قرار دے اگر وہ عام قواعد کے موافق نہ ہو۔ اہل حدیث کی تحریر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا اعراب اگر صرف و نحو کے قواعد کے معیار پر ٹھیک اترے تو تو وہ صحیح اور درست ہے اور اگر اس معیار پر صحیح نہ اترے تو غلط ہے۔ لیکن کیا وہ عرب جاہلیت کے چوٹی کے شعراء کے کلام کی صحت کے لئے بھی صرف و نحو کے قواعد معیار ٹھہراتے ہیں یا صرف و نحو کے قواعد کی صحت کے لئے ان شعراء کے کلام کو معیار سمجھتے ہیں۔ الغرض اعتراض اِنَّ (مشدد) ھٰذان پر تھا کہ اِنَّ (مشدد) کی صورت میں ھٰذین چاہیئے اور ہے ھٰذان جو موجودہ قواعد صرف و نحو کے خلاف ہے۔ اور اسی کا جواب حضرت صاحب نے دیا تھا جس کی تشریح اوپر کی گئی۔ لیکن اہلحدیث نے جیسا کہ اس کا شیوہ ہے تحریف اور تعصب کی نگاہ سے دیکھا اور لکھا کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ اعتراض "اِنْ (مخفف) ھٰذان" پر ہے اور چاہئے "اِنَّ (مشدد) ھٰذین" اور پھر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے غلطی کی ہے کہ اِنْ ھٰذان کو نحو کے خلاف قرار دیا ہے کیونکہ اِنْ (مخفف) ھٰذان قاعدے کے موافق ہے اس طرح اہلحدیث نے اپنے زعم باطل کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کی غلطی کو ظاہر کر کے قرآن کریم کو غلطی سے بچایا چنانچہ لکھتے ہیں:

> ہم سمجھتے تھے کہ ہم نے گو مرزا صاحب کی غلطی کا اظہار کیا لیکن قرآن مجید کو غلطی سے بچایا اس لئے مرزائی جماعت خصوصاً لاہوری پارٹی ہم پر خفا نہ ہوگی بلکہ ایمانی اور علمی حیثیت سے ان کو ہم سے خوش ہونا چاہیئے تھا مگر "پیغام صلح" دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارا گمان غلط ہے جماعت مرزائیہ کے نزدیک تب رضاء یہ صورت ہوتی کہ ہم بھی مرزا صاحب کی تائید میں قرآن مجید کو غلط قرار دیتے۔

کیا اہلحدیث اس شعر کا مصداق نہیں ہے؟

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اہل حدیث کے نزدیک حضرت مرزا صاحب نے قرآن کو غلط قرار دیا ہے نہ اس بناء پر کہ حضرت صاحب کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس شعر کی بنا پر جس کا وہ مصداق ہیں اس عداوت اور تعصب کی وجہ سے جو اس کو حضرت صاحب سے ہے اس تشابہ قلب کی وجہ سے جو اس کو اہل کتاب سے ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود نے کبھی بھی نہیں لکھا کہ اِنَّ (مشدد) ھٰذان غلط ہے۔ ان کا مقصد تو یہ ہے کہ قرآن کریم کو اس لحاظ سے غلط ٹھہرایا کہ وہ صرف و نحو کے قواعد مروجہ کے خلاف ہے یہ قرآن کریم کی ہتک ہے اور وہ قواعد جن کے لئے قرآن کریم کا استعمال بھی معیار صحت ہے ان کے روسے قرآن کریم کی صحت کو پرکھنا قلب حقیقت ہے۔

رہا ایمانی اور علمی حیثیت سے اہل حدیث سے خوش ہونا۔ یہ ہمارا فرض ہے اگر وہ کوئی ایمانی اور علمی کام کرے لیکن جب وہ کوئی ایمانی یا علمی کام نہ کرے بلکہ اس کے خلاف کام کرے اور پھر بھی وہ مرزائیوں سے خصوصاً لاہوری پارٹی سے خوش ہونے کی توقع رکھے تو یہ ناممکن بات۔

نہ تو اہلحدیث اصل اعتراض کا جواب دے سکے اور نہ (بزعم خود) قرآن کو غلطی سے بچا سکے اور نہ بوجہ تعصب حضرت مسیح موعود کا مطلب سمجھ سکے پھر بھی وہ ہم سے خوش ہونے کی توقع رکھتے ہیں کیا وہ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا کو بھول گیا۔

حضرت صاحب نے تو فرمایا۔ اِنَّ (مشدد) ھٰذان لساحران انسانی نحو کی روسے "اِنَّ (مشدد) ھٰذین لساحران" چاہیئے۔ لیکن اہلحدیث نے حسب عادت زبر زیر لگا کر اسے یوں بگاڑا کہ کہ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۶ میں لکھتے ہیں کہ اِنَّ ھٰذان لساحران انسانی نحو کی روسے "اِنَّ ھٰذین لساحران" چاہیئے "اہلحدیث" پیغام صلح ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۵ کالم ۳ کی آخری سطر میں میں نے جو لکھا ہے

کہ حضرت صاحب نے اِنَّ ھٰذان کو نحو کے خلاف بتایا۔ اسے بھی حسب عادتِ تحریف اِنَّ سے تشدید اُڑا کر سکون لگا کر یوں لکھا ہے۔ حضرت صاحب نے اِنْ ھٰذان کو نحو کے خلاف بتایا۔ اہلحدیث اگر کچھ بھی عقل و علم سے کام لیتے اور تعصب کم کرتے تو اس میں تحریف نہ کرتے۔ کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ "اِنْ (مخفف) ھٰذان لساحران کی جگہ اِنَّ (مشدد) ھٰذین لساحران چاہئے۔ بحث تو یہ ہے کہ ھٰذان چاہیئے یا ھٰذین نہ یہ کہ از روئے قواعد اِنْ (مخفف) چاہیئے یا اِنَّ (مخفف) تو اگر بالفرض اِنْ (مخفف) ھٰذان۔ پر کوئی اعتراض کرے تو وہ یوں کس طرح کہہ سکتا ہے کہ اِنْ (مخفف) کی جگہ اِنَّ (مشدد) چاہیئے۔ کیونکہ کوئی قاعدہ یہ نہیں چاہتا کہ اِنْ کی جگہ اِنَّ (مشدد) ہو۔

اگر پال صاحب نے بھی حضرت مسیح موعود کی عبارت کا مطلب تشابہ قلوب کی وجہ سے وہی سمجھا ہے جو "اہلحدیث" نے سمجھا ہے جنہیں "اہلحدیث" نے اپنی تائید کے لئے اشارہ کیا ہے تو انہوں نے بھی غلط سمجھا ہے جس طرح "اہلحدیث" نے غلط سمجھا ہے۔ حضرت صاحب نے پال کے اعتراض کا جواب نہیں دیا کہ اگر پال کا اعتراض اِنْ (مخفف) ھٰذان پر ہو تو حضرت صاحب کا مطلب بھی اسی کا جواب سمجھا جائے پال کے اعتراض سے کئی سال پہلے حضرت صاحب حقیقۃ الوحی لکھ چکے ہیں اور اس میں جو کچھ زیر بحث فقرہ کے متعلق لکھا ہے وہ اِنَّ (مشدد) ھٰذان پر لکھا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے اس پر بحث لکھی ہے۔ اس وقت پال آپ کے سامنے نہیں تھا۔

پھر "اہلحدیث" لکھتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کی بحث "اِنَّ (مشدد) ھٰذان" پر ہوتی تو آپ کی حقیقۃ الوحی کی عبارت یوں ہوتی۔ "اس کی نظیریں قرآن کی بعض شاذ قرأتوں میں ملتی ہیں۔ جیسی اِنَّ ھٰذین لساحران"۔ لیکن یہاں بھی "اہلحدیث" نے علم و عقل سے کام نہیں لیا۔ اس لئے کہ اِنَّ (مشدد) ھٰذین لساحران تو مروجہ نحو کے موافق ہے۔ اور حضرت صاحب نے مثال اس کی دی ہے جو مروجہ نحو کے خلاف ہو اور وہ "اِنَّ (مشدد) ھٰذان لساحران" کی قرأت مشہورہ ہے نہ اِنَّ ھٰذین لساحران۔ کیونکہ یہ تو قواعد کے موافق ہے۔

یہ مضمون ذرا لمبا ہو گیا لیکن مقصد قرآن کریم کی عظمت تھی جسے حضرت مسیح موعود نے قائم کیا اور جو آپ کے مشن کے اہم مقاصد میں سے ہے اور اس بات کا اظہار بھی مقصد تھا کہ مخالفین کے علمی اعتراضات اور نکتہ چینیاں اور لاف وگزاف کہاں تک درست ہے اس لئے امید ہے کہ قارئین اسے ناپسند نہ کریں گے۔

بیرن عمر ایرنفلز اور مسلمانانِ ہند

جملہ مسلمانانِ ہند کے لئے یہ خبر نہایت مسرت خیز ہو گی کہ یورپ کے ایک مایۂ ناز اور قابل قدر مسلمان بیرن عمر ایرنفلز ہندوستان تشریف لے جانے والے ہیں۔

معزز بیرن آسٹریا کے رہنے والے ہیں۔ ان کا خاندان زمانہ قدیم سے آسٹریا کے شرفا میں سے ہے۔ بیرن صاحب موصوف کے والد ماجد جن کی وفات ابھی حال ہی میں ہوئی ایک زبردست فلاسفر تھے اور ایک جرمن یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر تھے۔ جناب عمر کو بچپن سے ہی مذہب سے دلچسپی تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ ایسا صحیح راستہ اختیار کریں کہ دنیا و عقبےٰ کی زندگی سنور جائے۔ جب وہ سن بلوغت کو پہنچے تو ان کی اس تڑپ نے عملی جامہ پہنا اور وہ مختلف مذاہب کی کتب کا غور و خوض سے مطالعہ کرنے لگے اسی اثنا میں ان کے ہاں علامہ مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا انگریزی ترجمہ قرآن بھی پہنچا۔ قرآن مجید کی تعلیم سے وہ اتنے مرغوب ہوئے کہ انہوں نے عربی پڑھنا شروع کی اسی اثنا میں وہ اسلام کی مختلف کتب بھی پڑھتے رہے اور بالآخر جب اس مذہب فطرت نے ان کے دل میں گھر کر لیا تو آج سے قریباً تین سال پیشتر جناب پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جو اس وقت امام مسجد برلن تھے کے دست مبارک پر اسلام کی حقانیت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو اسلام کی لڑی میں منسلک کر لیا۔ اس وقت سے آج تک ان کی یہی خواہش رہی ہے کہ وہ اس مذہب حقہ کی جس قدر خدمت کر سکیں کریں۔ اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے اسلام پر زبان المانوی (جرمن) بہت سے مفید مضامین اور عقیدتمندانہ نظمیں لکھیں جو مسلمش ریویو (جو کہ برلن مسلم مشن کا ایک رسالہ ہے) میں باقاعدہ چھپتی رہیں اور خراجِ تحسین حاصل کرتی رہیں۔

بیرن موصوف نوجوان فلاسفر جرمن زبان کے گراں پایہ شاعر اور قابل قدر مصنف ہیں اس نوجوانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مذہب کی خدمت کے لئے چن لیا۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے دین کی خدمت کے لئے انتخاب کرے۔

بیرن صاحب موصوف کی ہندوستان جانے کی بڑی وجوہات دو ہیں۔ اوّل تو یہ ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے انہیں ایک نہایت مقدس کام کے لئے مدعو کیا ہے۔ آپکو معلوم ہو گا کہ لاہور میں قبلہ مولانا مولوی صدر الدین صاحب سابق مسلم مشنری ووکنگ و برلن جناب ڈاکٹر منصور احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کی معیت میں قرآن کریم کا جرمن زبان میں ترجمہ فرما رہے ہیں۔ بیرن صاحب موصوف اس ترجمہ پر نظر ثانی کریں گے اور اس کو فصیح جرمن کا جامہ پہنائیں گے دوسرا اہم مقصد جس کے لئے وہ ہزاروں میل کا سفر اختیار کرنے والے ہیں وہ یہ ہے کہ ان کے دل میں ایک تڑپ ہے کہ وہ اپنے وسیع احاطہ (آسٹریا) میں مشرقی زبانوں کی تعلیم کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کریں جس میں عربی اور فارسی کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر دی جائے اس مقصد کے لئے وہ سارے ہندوستان میں دورہ کریں گے اور اپنی اس نیک تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے معززین ہند سے تبادلہ خیالات کریں گے اور ان کے مشوروں سے مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس نوجوان خادم اسلام کی کوششوں کو بار آور کرے اور ان کے بلند ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور ان کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین اسلام کی خدمت جتنی بھی کر سکیں کریں۔

حضرت بیرن عمر جناب پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب پی۔ ایچ ڈی۔ برلن، سابق امام مسجد برلن کی معیت میں انشاء اللہ العزیز ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء کو جہاز سے ساحل اطالیہ سے روانہ ہوں گے اور قریباً ۱۲ روز بعد ساحل ہند پر بمقام بمبئی پہنچیں گے مفصل پروگرام کے متعلق عنقریب اطلاع دوں گا۔

مجھے مسلمانانِ ہند سے کامل امید ہے کہ وہ ان معزز مہمانوں کا خاطر خواہ خیر مقدم کریں گے اور اس طرح اخوت اسلامی کا کما حقہ ثبوت دیں گے۔

(خادم اسلام مرزا عزیز الرحمٰن امام مسجد برلن جرمنی)

چندہ جلسہ فنڈ

سب احباب کی خدمت میں نہایت تاکید سے عرض ہے کہ وہ اپنی اپنی رقم جلسہ فنڈ نقد یا بصورت جنس جیسا کہ مطالبہ کیا جا چکا ہے جلد بھیج کر ممنون فرمائیں

(اللہ بخش) آنریری افسر تحصیل

جلسہ نمبر کے متعلق ضروری اعلان

جیسا کہ پہلے اعلان ہو چکا ہے جلسہ سالانہ کے پروپیگنڈا کے لئے پیغام صلح کی ایک خاص اشاعت "جلسہ نمبر" کے نام سے نکالنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس میں جلسہ کے متعلق نہایت دلچسپ مضامین نظمیں اور ضروری معلومات ہوں گی۔ بزرگان سلسلہ و غیر از جماعت اکابر کے مضامین و پیامات بھی شائع کئے جائیں گے۔ اور کوشش کی جائیگی۔ کہ اس نمبر میں جلسہ کے متعلق جملہ معلومات درج ہو جائیں۔ آپ اس کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو شمولیت جلسہ کیلئے آسانی سے آمادہ کر سکیں گے۔ لہٰذا تمام احباب کیلئے لازم ہے۔ کہ اس نمبر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں۔ تمام احباب اور مقامی جماعتوں کو اس کے متعلق مندرجہ ذیل سطور کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت جلد کوشش کرنی چاہیئے۔

(۱) اس خاص اشاعت کا نام **"جلسہ نمبر"** قرار پایا ہے ضخامت کم از کم بیس صفحات ہوگی۔ ٹائٹیل نہایت دیدہ زیب اور رنگین۔

(۲) ۱۱ دسمبر یا اس کے قریب کسی تاریخ کو شائع ہو جائیگا۔ وقت بہت کم ہے۔ تمام احباب اور جماعتیں جلد فرمائشیں بھیجدیں۔ صوبہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور یو۔ پی کی تمام فرمائشیں ۹ دسمبر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ پرچہ ضرورت کے مطابق ہی طبع ہوگا۔ اس لئے فرمائشیں بھیجنے میں دیر نہ کریں۔

(۳) **قیمت فی پرچہ ۲** مع محصول ڈاک ہوگی۔ ایک روپے کی دس کاپیاں مع محصول ڈاک دی جائیںگی۔ قیمت ہر صورت میں فرمائش کے ہمراہ وصول ہونی ضروری ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے۔

(۴) مضمون نگار حضرات ۶ دسمبر تک اپنے قیمتی مضمون عنایت فرمادیں۔ مضمون لکھتے وقت موضوع کو پیش نظر رکھا جائے۔ کوئی مضمون اخبار کے دو کالم سے زیادہ نہ ہو۔

(۵) جلسہ نمبر کافی تعداد میں شائع ہوگا۔ ملک کے ہر ایک حصہ کے باشندے اس کو کثرت سے مطالعہ کرینگے۔ اس میں اشتہار دینا بہت مفید ہوگا۔ تجارت پیشہ اصحاب کو علی از جلد اپنے لئے جگہ محفوظ کرا لینی چاہیئے۔ نرخنامہ درج ذیل ہے:۔ پورا صفحہ دس روپے، نصف صفحہ چھ روپے۔ ایک کالم چار روپے، نصف کالم ڈھائی روپے، چوتھائی کالم ڈیڑھ روپیہ

(الف) تمام اشتہارات ۸ دسمبر ۱۹۳۲ء تک موصول ہو جانے چاہئیں۔

(ب) اجرت پیشگی لی جائیگی۔ اس کے بغیر کسی اشتہار کی اشاعت ناممکن ہے (ج) صرف مُہر چربے ارسال ہوں

(د) اخبار کا سائز ۲۰×۳۰/۴ ہے ہر صفحے میں تین کالم ہوتے ہیں۔ مخرب اخلاق اشتہارات کسی قیمت پر نہیں لئے جائیں گے

(خاکسار) **منیجر اخبار "پیغام صلح" احمدیہ بلڈنگس لاہور**

امیر کویت شیخ احمد جابر آج کل تعمیری کاموں کی طرف خاص توجہ کر رہے ہیں۔ عراقیوں کی ایک کمپنی کو بجلی کا کارخانہ کھولنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ جو تمام کویت میں برقی روشنی کا انتظام کرے گی ایک دوسری کمپنی کے سپرد نہروں کی کھدائی اور آبپاشی کے انتظام کا کام ہوا ہے۔

حکومت حجاز کی خواہش ہے۔ کہ بغداد سے مدینہ منورہ تک موٹر سروس جاری ہو جائے۔ اس بارہ میں وہ حکومت عراق سے کوئی فیصلہ کرنا چاہتی ہے۔ گفتگو کا آغاز آئندہ رمضان مبارک سے پہلے ہی ہو جائیگا۔ امید ہے۔ حکومت عراق کو اس میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

تازہ عربی اخبارات مظہر ہیں۔ کہ بمقام بیت المقدس میں جناب موسیٰ کاظم پاشا کی صدارت میں کئی ممتاز عربوں نے ایک کمپنی فلسطین میں عربوں کے لئے اراضی خریدنے کی غرض سے قائم کی ہے۔ یہ کمپنی سیدی قومی فنڈ کے نمونہ پر قائم ہوئی ہے

عالم اسلام

اخبار ام القریٰ مکہ معظمہ رقمطراز ہے کہ ہر سال جبکہ سلطان ابن سعود اپنے نجدی پایہ تخت ریاض میں مقیم ہوتے ہیں تمام اطراف مملکت سے وفود بغرض زیارت و اظہار اطاعت ان کی خدمت میں آتے ہیں۔ امسال گذشتہ سالوں کی نسبت کثرت سے وفود آئے چنانچہ جس روز سے سلطان ممدوح نے ریاض میں قدم رنجہ فرمایا ہے ہر روز بیشمار عرب آتے ہیں۔ یہ تمام وفود اپنے زمانہ قیام تک سلطان کے مہمان ہوتے ہیں آجکل نو ہزار مہمان دونوں وقت سلطان کے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ ممدوح ہر ایک مہمان سے مساوی برتاؤ کرتے ہیں بعض وفود کے مصارف سفر بھی سلطان ہی برداشت کرتے ہیں۔

مختلف عربی ممالک میں تحریک وحدۃ عربیہ روز بروز ترقی کر رہی ہے امام یمن اور سلطان ابن سعود اس کی ترقی کے خاص طور پر خواہاں ہیں۔ سلطان ابن سعود نے اس سلسلہ میں گفت و شنید کے لئے امام یمن سے درخواست کی تھی اس درخواست کو امام ممدوح نے قبول فرما لیا چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان ابن سعود نے اپنا ایک نمائندہ بھیجدیا ہے جو غالباً اب صنعاء پایہ تخت یمن میں پہنچ چکا ہوگا۔ عربی ممالک میں اس گفت و شنید کے نتائج کا شوق اور بے صبری سے انتظار کیا جا رہا ہے۔

امام یمن نے اپنی سلطنت میں اعلان کر دیا ہے کہ گراموفون باجے رکھنے والے کو سزا دی جائیگی کیونکہ اس قسم کی چیزیں سامان عیش پرستی میں شامل ہیں۔ جو منشائے شریعت کے خلاف ہے۔

شاہ نادر خاں نے حال ہی میں ایک فرمان جاری کیا ہے جس میں یہ بتاتے ہوئے کہ اب افغانستان میں کلی طور پر امن و امان ہے سمت جنوبی کے ان قبائل کی خدمات کو سراہا ہے جنہوں نے قبیلہ دری خیل کی تازہ بغاوت کو فرو کرنے میں حکومت کی امداد کی تھی۔

انگریزی ذرائع سے موصول شدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ جمہوریت ٹرکی کی سالگرہ کے گذشتہ جشن میں مصطفےٰ کمال پاشا اور عبدالملک حمزہ بک سفیر مصر میں ایک ناگوار جھڑپ ہوگئی۔ سفیر موصوف جشن میں ترکی ٹوپی جو حکومت مصر کا سرکاری لباس ہے پہن کر آئے غازی مرحوم نے ترکی ٹوپی پر اظہار غضب کرتے ہوئے اسے اتار دینے کا مطالبہ کیا سفیر موصوف کے انکار پر انہیں باہر نکلوا دیا گیا بعد میں غازی مرحوم کو اپنی افسوسناک غلطی محسوس ہوئی اور انہوں نے سفیر مصر سے معذرت چاہی جو قبول کر لی گئی ورنہ حکومت ٹرکی اور حکومت مصر میں سخت بدمزگی پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔

کابل میں ایک جدید عجائب گھر قائم کیا گیا ہے۔ سابقہ عجائب گھر جسے شاہ امان اللہ نے تعمیر کرایا تھا بچہ سقہ نے برباد کر دیا تھا۔

الجزائر میں مسکرات کے انسداد کیلئے مسلمانوں نے جمعیۃ اسلامیہ کے نام سے ایک انجمن قائم کی ہے۔ اس انجمن کی طرف سے شراب نوشی و دیگر مسکرات کے خلاف وسیع لسانی اور قلمی جہاد کیا جا رہا ہے۔ الجزائر کے ہر ایک گوشہ میں اس انجمن کے قیام پر اظہار مسرت کیا گیا ہے

خبریں

ہندوستان

—— وزیر ہند نے توقع ظاہر کی ہے۔ کہ سال نو کے آغاز میں ہندوستان اور انگلستان کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ جاری ہو جائیگا

—— ریاست کشمیر میں مسلمان ملازمین بیدردی سے تخفیف میں لائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی تعداد پہلے ہی بہت کم ہے۔ اس طرز عمل کے خلاف احتجاج کے لئے ۹ ؍ نومبر کو مسلمانان سرینگر کا ایک جلسہ پتھر مسجد میں منعقد ہوا۔

—— معلوم ہوا ہے۔ کہ ریاست الور میں حالات سخت تشویش انگیز ہو گئے ہیں۔ کسانوں کے پاس مالیہ ادا کرنے کیلئے روپیہ نہیں ہے۔ حکام ریاست مالیہ کی وصول یابی کے لئے تشدد سے کام لے رہے ہیں جس کی وجہ سے جگہ جگہ بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ مسلمان تو پہلے ہی ناراض تھے اور معلوم ہوا ہے۔ کہ ہندو کسانوں نے بھی مالیہ ادا نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور ایک زبردست ایجی ٹیشن کی ابتدا ہو چکی ہے۔ دہلی میں افواہ ہے۔ کہ اس ایجی ٹیشن کو دبانے کیلئے ریاست عنقریب انگریزی افواج بلانے پر مجبور ہوگی۔

—— یہ بھی افواہ ہے۔ کہ مہاراجہ الور نے حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ فیروزپور جھرکا میں ہونیوالی الور کانفرنس کو روک دے۔

—— نئی دہلی ۲۹ ؍ نومبر۔ مقدمہ سازش دہلی کے دو ملزم سیشن سپرد کر دیئے گئے ہیں۔

—— اخبار سیاست اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ سر شفیع مرحوم کے ذمہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ قرض تھا۔ حکومت ہند نے مرحوم کی اعلیٰ خدمات کے پیش نظر لیڈی شفیع کے پاس ایک لاکھ روپیہ کا چیک بھیجا ہے۔ تاکہ یہ قرض اتارا جاسکے۔

—— ڈاکٹر عالم رہا ہونے کے بعد اپنی بیگم کے ہمراہ بغرض علاج کلکتہ تشریف لے گئے ہیں۔

—— گاندھی جی نے اعلان کیا ہے۔ کہ میں محض چھوت چھات کے کام کے سلسلہ میں ہی لوگوں سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ اور انہوں نے اس امر پر اظہار افسوس کیا ہے۔ کہ بعض لوگ محض درشن کیلئے ملاقات کرتے ہیں۔

—— لکھنؤ ۲۰ ؍ نومبر۔ پرسوں یونیورسٹی کے پنڈال کو جس میں جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہونیوالا تھا۔ انعقاد جلسہ سے چند گھنٹے قبل باوجود سخت پہرے کے آگ لگا دی گئی جس سے وہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔

—— گذشتہ ہفتہ ضلع پٹنہ کے ایک گاؤں میں بڑی مچھلی کے پیٹ کے اندر انسان کا مردہ بچہ پایا گیا۔

—— پنڈت مالویہ عنقریب گاندھی جی سے ملاقات کریں گے۔

—— ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔ کل آبادی میں دس فیصدی سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی تعداد میں تیرہ فیصدی اضافہ ہوا ہے

—— ۲۰ ؍ نومبر کی شب کو گورنمنٹ کے وزراء ممبران کونسل اور ہشتر فار پنجاب کی طرف سے سر ہنری کریک فنانس ممبر کے اعزاز میں ایک شاندار ڈنر دیا گیا۔

—— کلکتہ ۳۰ ؍ نومبر۔ کلکتہ میں سکھوں کی جو کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس کے صدر کا جلوس نکالنے کی مقامی حکام نے اجازت نہیں دی۔

—— ۲۰ ؍ نومبر کو ہالیڈے پارک کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں بنگال کونسل کے اس فیصلے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ کہ کلکتہ کارپوریشن میں مخلوط انتخاب رائج کر دیا جائے۔ اور حکومت سے جداگانہ انتخاب قائم رکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔

—— اسمبلی میں جو آرڈیننس بل پیش ہے۔ اس پر زبردست بحث ہو رہی ہے اکثر ترمیمیں نامنظور ہو چکی ہیں۔ پکٹنگ کرنا خواہ وہ پرامن ہی کیوں نہ ہو جرم قرار دیدیا گیا ہے۔

—— اب قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا ہے۔ کہ مجوزہ مسلم کانفرنس کا اجلاس جس کا مقصد معاہدہ الہ آباد کی تصدیق ہوگا۔ ۱۰ ؍ ۱۱ ؍ دسمبر کو لکھنؤ منعقد ہوگا۔ راجہ صاحب سلیم پور صدارت فرمائیں گے۔

ممالک خارجہ

—— شاہ ڈنمارک عنقریب لنڈن آنیوالے ہیں۔ حکومت کی طرف سے استقبال کی شاندار تیاریاں ہو رہی ہیں۔

—— لنڈن ۲۹ ؍ نومبر۔ آج دوپہر وزیر اعظم نے قصر شاہی میں ملک معظم سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات میں جنگی قرضہ جات کے مسئلہ پر بحث ہوئی۔

—— ماسکو ۳۰ ؍ نومبر۔ مشہور روسی سیاست دان گریگوری زینوویف کا انتقال ہو گیا ہے۔

—— رومانیہ کی مالی حالت سخت خراب ہو رہی ہے۔ سرکاری ملازموں کو کئی ماہ سے تنخواہ نہیں ملی۔

—— آج کل حکومت برطانیہ کیلئے ادائیگی قرض کا مسئلہ بہت اہم اور تشویشناک ہو گیا ہے۔ حکومت برطانیہ نے بعض دوسری سلطنتوں کی طرح حکومت امریکہ سے ایک خطیر رقم ایام جنگ میں قرض لی تھی۔ اب وہ بطریق اقساط ادا ہو رہی ہے۔ ۱۵ ؍ دسمبر ۱۹۳۲ء کو ایک قسط ادا ہونیوالی تھی۔ لیکن مالی مشکلات اس ادائیگی میں حائل ہو رہی ہیں۔

—— مجبوراً حکومت برطانیہ نے امریکہ سے التوا کی درخواست کی تھی۔ جو منظور نہ ہو سکی۔ اب وزراء نے مشورہ سے ایک اور یادداشت مرتب کی ہے جو عنقریب روانہ ہو جائے گی۔ بنک آف انگلینڈ کے گورنر نے وزیر اعظم کو کہا ہے۔ کہ اگر موجودہ قسط ادا نہ کی گئی۔ تو برطانیہ کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچیگا۔ ایک خبر سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خود وزراء میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا ہے۔

—— لنڈن ۲۹ ؍ نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ گول میز کانفرنس میں پنجاب کے ہندو اور سکھ نمائندوں یعنی مسٹر نانک چند اور سردار تارا سنگھ نے دھمکی دی ہے۔ کہ اگر پنجاب میں صوبجاتی خودمختاری کی بنیاد فرقہ وار تصفیہ پر رکھی گئی تو وہ بشرط ضرورت کانفرنس سے واک آوٹ کر جائیں گے۔ سردار تارا سنگھ نے اعلان کیا ہے۔ کہ سکھ کسی صورت میں بھی مسلم اکثریت کو گوارا نہیں کریں گے۔

—— لنڈن ۳۰ ؍ نومبر۔ مسٹر ڈی ویلرا نے آئرش فری سٹیٹ کے باشندوں کو متنبہ کیا ہے۔ کہ فری سٹیٹ سے باہر خریدی ہوئی تمام اشیاء پر محصول واجب الادا ہے۔ اور عدم تعمیل پر ۵۰ پونڈ جرمانہ یا دو سال قید کی سزا ملے گی۔ اس انتباہ کا مقصد یہ ہے۔ کہ کرسمس کے دوران میں تجارت فری سٹیٹ کے اندر ہی رہے۔

—— برلن ۳۰ ؍ نومبر۔ اب یقین کیا جاتا ہے۔ کہ جرمنی کا آئندہ چانسلر جنرل وان شیلر یا کپتان وان سیلین کو مقرر کیا جائیگا۔ اور وہ پارلیمنٹ کی بجائے صدر کے سامنے جوابدہ ہوگا۔

—— لنڈن ۳۰ ؍ نومبر گذشتہ شام سمندر میں سخت طوفان آیا جس کی وجہ سے دریائے ٹیمز میں بھی طغیانی کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا لیکن خلاف توقع کوئی نقصان نہیں ہوا

—— لنڈن ۲۹ ؍ نومبر۔ گول میز کانفرنس کا اجلاس کل دارالامراء میں منعقد ہوا۔ ہنگامی اختیارات کے تعین اور گورنروں اور گورنر جنرل کے اختیارات کے مسائل پر بحث ہوتی رہی۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۷۳

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر او شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

ملک آسٹریا کے نومسلم نواب
بیرن عمر ایرنفلز

جلسہ سالانہ میں شمولیت اور اپنے ہندوستانی بھائیوں کی ملاقات کیلئے سات سمندر پار سے لاہور تشریف لا رہے ہیں

۲۴۔ دسمبر ۱۹۳۲ء (ہفتہ)

کی صبح کو بمبئی سے بذریعہ فرنٹیئر میل وارد لاہور ہوں گے قرار پایا ہے کہ اس روز ان کا ریلوے اسٹیشن پر شاندار استقبال کرنے کے بعد شہر میں جلوس نکالا جائے جس میں ساری جماعت کی شرکت لازمی ہے۔ تمام احباب اس کو اپنا ضروری فرض سمجھتے ہوئے

۲۳۔ دسمبر ۱۹۳۲ء (جمعہ)

کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں۔ یہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے اس کو یاد رکھیں

جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب
پی۔ایچ۔ڈی

مبلغ جرمنی بھی بیرن ممدوح کے ہمراہ تشریف لائیں گے

جلسہ نمبر کے متعلق
آخری اطلاع

پیغام صلح کا یہ نمبر "جلسہ نمبر" سے قبل شائع ہونے والا آخری پرچہ ہے۔ ۱۱۔ دسمبر کی اشاعت مصروفیت کی وجہ سے ناغہ ہوگی۔ اس کے بعد انشاء اللہ ۱۳ یا ۱۴۔ دسمبر کو جلسہ نمبر شائع کیا جائیگا۔ اس لئے مندرجہ ذیل چند ضروری باتوں کو آخری اطلاع سمجھنا چاہیئے۔

(۱) تمام احباب اپنی فرمائش گذشتہ دو اشاعتوں میں شائع شدہ اعلان کو مدنظر رکھتے ہوئے جلد از جلد بھیج دیں۔ قیمت فرمائش کے ہمراہ ہی ارسال کر دی جائے۔

(۲) ہر ایک بھائی بہن اپنی استطاعت کے مطابق اس کی کچھ نہ کچھ زائد کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرے۔

(۳) ہر ایک جماعت اس کی اشاعت میں ضرور شریک ہو۔

(۴) جن اصحاب سے مضامین کی درخواست کی گئی ہے وہ ان سطور کے ملاحظہ کے بعد اپنی پہلی فرصت میں مضمون عنایت فرما دیں۔ وقت بہت کم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مضمون رقم نہ فرما سکیں تو مختصر الفاظ میں اپنا پیغام بھیج دیں۔

جلسہ نمبر کو کامیاب بنانا آپکا قومی فرض ہے اس میں تاخیر و تساہل مناسب نہیں

جلسہ سالانہ کی
تاریخوں میں تبدیلی

چونکہ امسال آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس لاہور میں ۲۶۔۲۷۔۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ اس لئے انجمن نے زیادہ تصادم سے بچنے کے لئے اپنے سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۲۵۔۲۶۔۲۷ دسمبر کی بجائے

۲۴۔۲۵۔۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء
(ہفتہ۔ اتوار۔ پیر)

مقرر کی ہیں۔ اس لئے تمام احباب ۲۳ دسمبر (جمعہ) کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں۔ ۲۴۔ دسمبر کی صبح کو جلوس میں ساری جماعت کی شمولیت لازمی ہے۔ ملازم اصحاب ابھی سے رخصت کا کوئی انتظام کریں

خوب یاد رکھیں

کہ تمام اصحاب ۲۳ کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں

اور جلسہ سالانہ کی تاریخیں

۲۴۔۲۵۔۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء
(ہفتہ۔ اتوار۔ پیر)
ہیں

سلسلہ احمدیہ کے قیام کا مقصد

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

(۱)

سلسلہ احمدیہ کو قائم ہوئے قریباً چالیس برس ہوچکے ہیں۔ اس کی خدمات اسلام کو دیکھ کر اکثر اصحاب خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ آہستہ آہستہ اس کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ لیکن چند ایک مشکلات ہیں۔ جو عملی رنگ میں ایسے اصحاب کو شمولیت سلسلہ سے روک رہی ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں کسی ایک ایسے اصحاب نے سلسلہ احمدیہ لاہور کے انگریزی اخبار دی لائٹ میں یہ تحریک پیش کی ہے۔ کہ اگر جماعت احمدیہ لاہور اپنے نام سے "احمدی" کے لفظ کو ہٹا دے۔ تو اس سے جماعت کو بہت تقویت پہنچیگی۔ ان اصحاب کی طرف سے جو دلائل اس خیال کی تائید میں دیئے گئے ہیں۔ وہ تین ہیں

(۱) پہلی بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ چونکہ لفظ احمدی قادیان اور لاہور دونوں فریقوں کے ساتھ ملحق ہے۔ اس لئے عوام الناس کو لفظ احمدی سے دھوکا لگتا ہے۔ اور وہ تمیز نہیں کر سکتے۔ کہ اس سے کونسا فریق مراد ہے

(۲) دوسری دلیل یہ دی گئی ہے۔ کہ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور اسلامی اتحاد و اخوت کو قائم کرنا چاہتی ہے۔ مگر خود لفظ احمدی اپنے ساتھ لگا کر ایک تفریق ڈال رہی ہے۔

(۳) اور تیسری دلیل ان دونو امور کا نتیجہ ہے۔ کہ لوگ لفظ احمدی کو بیوا سمجھ کر اشاعت اسلام کی تحریک میں شامل نہیں ہوسکتے۔

مذہب اسلام اور ملا کی تعلیم

سب سے پہلے میں ان دلائل کو یکے بعد دیگرے لیتا ہوں جن کی بنا پر یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔ اگر کوئی لفظ دنیا میں غلط فہمی پیدا کرتا ہو۔ تو کیا یہ بات بجائے خود اس امر کیلئے کافی دلیل ہے۔ کہ اس لفظ کو اڑا دیا جائے۔ ایسے اصحاب کی نگاہ میں یہ ضروری ہے۔ کہ جہاں کسی لفظ سے دھوکہ لگتا ہو۔ اسے بدل دیا جائے۔ اگر یہ اصول ایسا ہی ہے۔ تو ہمیں بڑی مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ خود الفاظ مسلم اور اسلام اب تک دنیا میں خصوصاً یورپ میں بہت بدنام ہیے ہیں۔ اور اب بھی ایک حد تک ہیں۔ یورپ اب تک الا اللہ کے معنی نہایت مکروہ لیتا رہا ہے۔ یورپ میں وحشت، بربریت، انتہائی تعصب اور اسلام وسلم ہم معنی الفاظ ہیں۔ اسلام کو نہایت خونخوار اور بیہودہ مذہب سمجھا گیا ہے اور دنیا کو اس امر کا یقین دلایا گیا ہے۔ مسلمان کا تصور جو اب تک یورپ کے دماغ میں تھا۔ وہ نہایت بھیانک اور خوفناک تھا۔ گویا اس کی تصویر ایک افریقہ کے اول درجہ کے وحشی کی تھی۔ اور اس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک میں قرآن ہے۔ وہ جس کا فر کو ملتا ہے۔ اسے قرآن پیش کرتا ہے۔ اور اگر وہ کافر انکار کرے تو فوراً اس کا سر اڑا دینے پر تیار رہتا ہے۔ اب ایک طرف یورپ کی یہ تصویر رکھو۔ دوسری طرف خود اس زمانے کے ملاؤں نے جو تصویر اسلام کی پیش کی ہے۔ اسے رکھو۔ تو کیا دونوں تصویروں میں کوئی فرق ہے۔ یورپ کہتا ہے۔ کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا۔ ہمارا زمانے کا ملا وہ حدیث ... کو ... کر کہتا ہے۔ کہ ... تلوار کے ذریعے آنحضرت صلعم نے صرف ... دین ... پھیلایا ... یہ دین تو اب بھی اگر پھیلے گا ... تو خونی مسیح کے ذریعہ ہی حاصل رہیگا۔ اب خدا را انصاف کرو ... سچ ... ملا ... دونوں ... درست ... ہے ... مشتبہ نہیں ہو رہا۔

اور کیا ملا کی موجودگی میں غیر مسلم اصحاب کے لئے ایک ٹھوکر کا موقعہ نہیں۔ کیونکہ ملا بھی اسلام کا سچا پیرو ہونے کا مدعی ہے؟ ملا کی تعلیم وعمل کو دیکھ کر دنیا اسلام کے متعلق ایک خطرناک غلطی میں مبتلا ہے۔ اب میں ان اصحاب سے جو احمدی نام سے غلطی لگنے کے باعث اس کو اڑانا چاہتے ہیں۔ پوچھتا ہوں۔ کہ وہ ایک غیر مسلم کو کیا جواب دینگے اگر وہ یہ مشکل ان کے سامنے پیش کرے۔ کہ دیکھو جو مذہب اسلام تم تعلیم یافتہ لوگ پیش کرتے ہو۔ وہ تو کچھ اور ہے۔ اور جو اسلام ملا پیش کرتا ہے۔ وہ اس کے بالکل برعکس۔ تو اس غلط فہمی کو دنیا سے اس طرح کیوں نہیں نکال دیتے۔ کہ تم اسلام ومسلمان کے ناموں کو اڑا کر ان کی جگہ اور نام تجویز کر دو۔ نہ تمہارے اور ملا کے مذہب میں نام کا اشتراک ہوگا۔ اور نہ دنیا دھوکہ میں رہے گی۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ اگر ایک غیر مسلم نیک نیتی سے یہ اعتراض کرے۔ اور بہتیرے اصحاب یہ اعتراض کرتے ہیں۔ تو کیا اس موقعہ پر بھی ہمارے روشن خیال "حضرات" اسلام ومسلم ناموں کو خیرباد کہنے کے لئے تیار رہوں گے۔ یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو کیوں نہیں جبکہ یہاں بھی وہی مشکل درپیش ہے۔ جو نام احمدی کے اختیار کرنے میں ان کو گھبراہٹ میں ڈال رہی ہے۔

فرقہ بازی اور تنگدلی

دوسری دلیل احمدی نام کو اڑانے کے متعلق یہ دی گئی ہے۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور چاہتی تو یہ ہے۔ کہ اسلام کا عالمگیر اتحاد ہو۔ مگر خود اسی نام احمدی کو اختیار کر کے اس اتحاد میں روک ہو رہی ہے۔ اور یہ بہت تنگدلی ہے کہ کہا جائے۔ کہ فلاں احمدی ہے۔ اور فلاں وہابی۔ ان ناموں سے کیا فائدہ ہے۔ سوائے اس کے کہ تفرقہ پڑتا ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کی بنیاد ہی اس امر پر رکھی گئی ہے۔ کہ ہر کلمہ گو دائرہ اخوت اسلام کے اندر ہے۔ اور اس جماعت کی بیشتر قوت اسی بات کی نشر واشاعت پر صرف ہو رہی ہے۔ اور یہ واقعات ہیں۔ کہ اسلام میں صرف ایک ہی جماعت ہے۔ جس کا نہ صرف یہ اعتقاد ہو۔ بلکہ اس کا ذریعہ بھی اسی تکفیر کے مرض کی بیخ کنی میں خرچ ہوتا ہو۔ مگر باوجود اس کے ہمارے روشن خیال اصحاب اسے بھی فرقہ بازی اور تنگدلی پر محمول کرتے ہیں۔ محض اس لئے کہ اس کے ساتھ احمدی نام لگا ہوا ہے۔ یا اس لئے کہ یہ جماعت مجدد وقت مامور زمان جس کو خدا نے اس وقت اسلام کا جرنیل کر کے بھیجا ہے کے ماتحت ہوکر اسلام کے جہاد میں اپنے جان ومال کو قربان کر رہی ہے۔

اسلام کی زندگی کا ثبوت

اسلام کی زندگی کا ایک ہی ثبوت ہے۔ ایک ہی امر اس کی زندگی کا باعث ہے۔ یعنی یہ کہ خداوند تعالےٰ خود اس دین کی تائید وحمایت ہمیشہ کرتا رہا۔ اور کرتا رہے گا۔ اب جبکہ یہ زمانہ ایسا پرفتن اور اسلام کیلئے انتہا درجہ کی مصیبت کا ہے۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ کیا ایسے وقتوں میں خداتعالےٰ نے اپنی طرف سے اس دین کی حفاظت کا کوئی انتظام کیا۔ یا نہیں؟ اگر نہیں کیا۔ تو بتلاؤ۔ کہ اس کا وہ وعدہ کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کیا ہوا؟ اور جبکہ ایسا زمانہ آچکا جبکہ واقعات نے تمام قلوب کو اس امر کے مان لینے پر مجبور کر دیا۔ کہ دجال موعود ظاہر ہوچکا۔ تو پھر بتلاؤ۔ کہ مسیح موعود کی اخبار کو کیا ہوگیا؟ اگر کہو۔ کہ مسیح موعود کی پیشگوئیاں بھی پوری ہوئیں۔ اور وہ شخص خدا تعالےٰ کی نصرت وتائید سے کھڑا ہوچکا۔ تو پھر تمہاری روشن خیالی بھی عجیب ہے جو تمہیں یہ ہدایت نہیں کرتی۔ کہ خداوند عالم نے جس جرنیل وپہلوان کو اسلام کی سپہ سالاری عطا کی ہے۔ ہم اس کے ماتحت ہوکر اسلام کے جہاد میں حصہ لیں۔ بلکہ وہ تمہیں یہ سبق دیتی ہے۔ کہ خدا کے جرنیل کا سپاہی بننا تفرقہ بازی وتنگدلی ہے۔ آفرین ہے۔ آپ کی عقل ودانش پر اور شاباش آپ کی اس فراخدلی وروشن خیالی پر!! صاحبو۔ یقین رکھو۔ کہ خدا تعالےٰ کی تائید کے بغیر اب اسلام زندہ نہ ہوسکیگا۔ اور تم اس کے تیار کردہ راستہ یعنی حضرت مسیح موعود کی اطاعت کے بغیر کامیابی نہ حاصل کروگے۔

واقعاتِ زمانہ کی شہادت

ہمارے ایسے روشن خیال اصحاب بھی عجیب منطق کے انسان واقع ہوئے ہیں۔ ایک طرف یہ ماننے پر مجبور رہیں۔ کہ جماعت احمدیہ کی وجہ سے ہی اسلام کے چہرے سے بدنما داغ دور ہوتے ہیں۔ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ ہی نے ایسے زمانہ میں اسلام کی ڈوبتی کشتی کو سنبھالا۔ مگر بجائے اس کے کہ عملی طور پر اس میں شامل ہوں یہ کہیں کہ ہم تو آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ اور ایک جماعت میں داخل ہونا تو تنگدلی اور فرقہ بازی ہے۔ دراصل یہ بات نہیں۔ بلکہ وہ عملی طور پر کچھ کرنا نہیں چاہتے میں پوچھتا ہوں۔ کہ ہمیں منظور تو اسلام کی بلندی ہے۔ فرض کرو۔ کہ اسلام کو ایسی راہ سے نصرت پہنچتی ہے۔ جو تمہارے خیال میں تنگ دلی وفرقہ بازی ہے۔ اور اسلام کو تمہاری فراخدلی سے ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں ہوتا تو اس حال میں عقلمند انسان تنگ دلی کو قبول کر کے اسلام کی حمایت کرے گا۔ یا فراخدلی کے ڈھکوسلوں کو چاٹتا رہے گا؟

تمام سعادت وفراخدلی خدا تعالےٰ کی اطاعت میں ہے

حقیقی بات تو یہ ہے۔ کہ ہماری نہ تنگدلی ہمیں فائدہ دے سکتی ہے۔ اور نہ ہماری روشن خیالی ہمیں کامیابی پر پہنچا سکتی ہے ہماری تمام سعادت وفلاح خداوند تعالےٰ کی اطاعت میں مضمر ہے۔ خواہ وہ بات آپ کی نظروں میں تنگ دلی دکھائی دے۔ یا وہ روشن خیالی ہو جبکہ خداوند نے اپنے وعدہ کے موافق حضرت مسیح موعود کو اسلام کا جرنیل کر کے بھیجا۔ اور اس نے اپنے کارناموں کی وجہ سے تمہاری گردنیں بھی جھکالیں۔ اور تمہارے دل بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے۔ کہ واقعی اسلام کی کامیابی کی یہی راہ ہے۔ تو پھر یا تو یہ انتہائی جہالت ہے۔ کہ اس کامیابی کی راہ کو اختیار نہ کیا جائے۔ اور یا یہ پرلے درجہ کی بزدلی ہے۔ کہ اس میں شمولیت سے گریز کے عذر تلاش کیے جائیں۔ تمہاری مجوزہ آزادی تمہاری بربادی ہے۔ اور تمہاری روشن خیالی بےعقلی ہے اس لئے کہ یہ باتیں تمہیں خداوند تعالےٰ کی اطاعت سے باہر کر رہی ہیں کیا تم نے نہیں پڑھا۔ کہ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ جو شخص امام زمان کو شناخت نہ کرسکا۔ وہ جاہلیت کی موت مرے گا؟ کیا قرآن میں نہیں لکھا۔ کہ کونوا مع الصادقین صادقوں کے ساتھ ہوجاؤ۔ اب بتلاؤ۔ کہ وہ انسان جس نے اشاعت کا بھولا ہوا سبق تمہیں یاد دلایا۔ وہ کاذب تھا۔ یا صادق؟ اگر کاذب تھا۔ تو خدا بھی عجیب ہے۔ جس نے اشاعت کے بھولے ہوئے سبق کو ایک کاذب کے ذریعے سے تازہ کیا۔ اور اگر صادق ہے۔ تو پھر قرآن کا حکم ماننے کو تم فرقہ بازی وتنگدلی کہتے ہو۔ اور اس کے انحراف کا نام روشن خیالی وفراخدلی رکھتے ہو!!! تم اپنی فراخدلی پر ناز مت کرو۔ کیونکہ اگر ایسی ہی ذہنیت کا نام فراخدلی ہے۔ تو تم ابھی تنگدل ہو۔ کیونکہ فراخدل تو وہ فری تھنکر ہیں۔ جو ہر قسم کے جھگڑوں سے آزاد ہو چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ خدا کی اطاعت اور مخلوق کی ہمدردی تو پھر

(بقیہ دیکھو صفحہ ۹ پر)

قرآن شریف کا پیغام مسلمانوں کے نام

(از جناب مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی)

(نوٹ) مندرجہ ذیل مضمون ان اشتہارات کا ایک نمونہ ہے۔ جو ادارہ تبلیغ اسلام دزیر مینشن بھنڈی بازار بمبئی سے ہر جمعہ کو ۰۰۰ ۶ کی تعداد میں طبع ہو کر بمبئی کی تمام جامع مسجدوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جو صاحب پسند کریں۔ وہ مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے حسب ضرورت مفت طلب کر سکتے ہیں۔ (عبدالحق)

شب برات میں اپنے اموال اور ایمان آگ سے بچاؤ

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ۔ والذین ھم عن اللغو معرضون ۔ والذین ھم للزکوۃ فاعلون الخ (المومنون ۱)

(ترجمہ) "ان مومنوں نے یقیناً کامیابی حاصل کر لی۔ جو اپنی نمازوں میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ ... باتوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔" قرآن شریف کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے لئے دین اور دنیا دونوں میں اعلےٰ درجہ کی کامیابی حاصل کرنے کے کچھ اصول بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے تین اصول ہم نے یہاں نقل کئے ہیں:-

(۱) نمازوں میں عاجزی اختیار کرنا۔
(۲) لغو اور بیہودہ باتوں سے پرہیز کرنا۔
(۳) زکوٰۃ کا ادا کرنا

۱۔ نماز میں عاجزی اختیار کرنا

اسلام میں جتنے بھی مقدس دن مسنون ہیں یعنی جن دنوں کے منانے کا حکم شریعت اسلامیہ نے دیا ہے۔ ان سب کی روح نماز ہے اسلام کے تاریخی یا ان دنوں میں سے جن کی یاد تازہ رکھنے کا حکم قرآن کریم یا سنت نبوی نے دیا ہے۔ کوئی ایک دن بھی نماز سے یا خدا کی یاد سے خالی نہیں۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے۔ جو اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب سے ممتاز اور اس کا الٰہی دین ہونا ثابت کرتی ہے غیر اقوام کے اکثر دن بیہودہ اور لغو باتوں میں دل خوش کرنے کیلئے تجویز ہیں بخلاف اس کے اسلام نے مومنوں کی حقیقی خوشی سے ایسے مبارک دنوں میں خدا کی عبادت۔ نماز میں عاجزی اور مساکین و غربا کی دستگیری میں بتائی ہے۔ قرآن شریف میں عاجزی کے لئے لفظ خشوع آیا ہے اور خشوع اس عجز کو کہتے ہیں جس میں جسم کا ہر عضو اور روح سکون کی حالت میں ہوں۔ نیز جو کچھ ہم اپنی زبان سے پڑھیں۔ اس کا اثر دل پر پڑتا جائے۔ کسی قسم کی غفلت نہ ہماری حرکات سے ہو۔ اور نہ دل اس مفہوم سے غافل ہو۔ جو ہم اپنے منہ سے پڑھتے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے متعلق فرمایا۔ کہ ہر شخص کی نماز میں سے صرف وہ حصہ ثواب کیلئے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب اور مفہوم سمجھ کر کوئی شخص پڑھتا ہے۔ زبان عربی میں ان تمام آداب نماز کا نام خشوع ہے۔ اس قسم کے عجز و نیاز والی نماز کے بعد یہ حکم دیا ہے۔ کہ لغو اور بیہودہ اشتغال سے پرہیز کرو۔ اور قرآن کریم کی اصطلاح میں لغو ہر وہ فعل ہے۔ جو حرام، گناہ اور مکروہ ہو۔ یا بے فائدہ ہو۔ جیسے غیر مذاہب کے لوگ، ہولی، دیوالی، دسہرہ اور کرسمس وغیرہ میں بیہودہ لہو و لعب میں وقت اور روپیہ برباد کرتے ہیں۔ اے مومنو! تمہاری یہ شان سے بعید ہے۔ کہ تم ایسے کام کرو۔ نہ ان میں اپنا وقت ضائع کرو۔ اور نہ اپنے مال جو قوم کی زندگی کا سرمایہ حیات ہیں۔ یوں برباد کرو۔ بلکہ ایسے مبارک دنوں میں خدا کی یاد میں اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں یتیموں اور مسکینوں کی دستگیری اور تبلیغ دین میں خرچ کرو۔ تاکہ تم دین اور دنیا دونوں میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی یا فلاح کو حاصل کرو۔

شب برأت اور ماہ شعبان کی فضیلت

یہ مہینہ جس میں شب برات کی مبارک رات آتی ہے۔ گناہوں سے بیزاری اور رمضان مبارک کے جہاد کیلئے تیاری کا مہینہ ہے برأت عربی زبان میں بیزاری اور نفرت ظاہر کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ احادیث میں ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ سوائے رمضان کے کسی ماہ میں روزے نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ آپ اکثر شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھتے۔ اور فرماتے۔ کہ نیک عمل کرو جس قدر تم میں طاقت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ جب تک تم خود اس کی طرف مائل نہ ہو۔ آپ شب برات کا دن روزہ میں اور رات نماز میں گذارتے تھے۔ اس لئے حضور نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا۔ کہ "فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا"۔ اس رات اللہ کے حضور نماز میں کھڑے رہو۔ اور دن کو روزہ رکھو۔

شب برأت یا شعبان کی مبارک رات ماہ رمضان کے جہاد کیلئے کمر ہمت باندھنے کی رات اور گناہوں سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرنے کی رات ہے۔ اگر اس دن حسب فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم لوگ روزہ رکھیں۔ اور رات کو نوافل پڑھتے ہوئے اپنی نمازوں میں عجز اور خشوع کو پیدا کریں۔ تو یقیناً اس مبارک رات میں ان کے اپنے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ اور آئندہ کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی برکتیں ان پر نازل ہوں گی۔

ایسی مبارک رات میں مسلمان کیا کرتے ہیں

اس آیت میں جو ہم نے اس اشتہار کے شروع میں لکھی ہے۔ نماز کے حکم کے ساتھ ہی لغو باتوں سے بچنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ جو شخص حضور دل سے فی الحقیقت نماز پڑھتا ہے۔ اس کو یہ توفیق بھی مل جاتی ہے کہ وہ لغو باتوں سے بچ جاتا ہے۔ قرآن کریم کے اس حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا عملی تفسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ لغو بات سے بچنے کا طریق نماز میں مشغولیت ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمانوں نے نماز سے بچنے کیلئے آتشبازی یعنی ایک لغو مشغلہ اختیار کر رکھا ہے شب برأت سے ایک مہینہ پہلے ہی شیطانی برات چڑھنی شروع ہو جاتی ہے پھر اس مبارک رات کو تو اس کی وہ کثرت ہوتی ہے۔ کہ ایک ایک شہر میں مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ دھواں ہو کر اڑ جاتا ہے۔ جو ولایت اور جاپان پر سونے اور پونڈوں کے بادل بن کر جا برستا ہے۔ فلاح اور کامیابی کی جو راہ مسلمانوں کو قرآن کریم نے سکھائی تھی۔ اس کو چھوڑ کر مسلمان دن بدن مفلس اور قلاش ہوتے جاتے ہیں۔ جہالت کی انتہا ہے مسلمان اپنی چاندی سے دھواں خریدتے ہیں۔ جو انسانی زندگی کیلئے زہر مہلک ہے پر ولایت اور جاپان کے عقلمند لوگ بارود اور دھواں بیچ کر روپیہ اور پونڈ حاصل کرتے ہیں۔ جو قومی زندگی کا آب حیات ہے۔ کاش بمبئی کے خوجہ اور بوہرہ صاحبان اپنے بال بچوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... اور قرآن پر چلتے ہوئے اس ماہ مبارک میں کثرت سے نوافل پڑھیں ... روزے رکھیں۔ اور دعاؤں میں لگے رہیں۔ تاکہ مسلمانوں کی قومی مشکلات دور ... شیطان کے براتی بننے اور اپنے روپیہ سے دھواں خریدنے کی بجائے یہی روپیہ بچا کر اشاعت اسلام اور تبلیغ دین میں صرف کر کے جنت کی نعمتوں کے وارث ہوں

(ادارہ تبلیغ اسلام کرہ ۳۴ دزیر مینشن بھنڈی بازار بمبئی)

جلسہ سالانہ کے ایام میں

چندوں کے متعلق ضروری ہدایات

اوّل۔ جس قدر احباب جلسہ سالانہ کے ایام میں رقمیں لائیں۔ وہ کوشش کریں۔ کہ رقم دفتر میں ادا ہو کر اس کی رسید وہیں سے حاصل کر لی جائے۔ تاکہ روپیہ بھی خزانہ میں محفوظ ہو جائے۔ اور انہیں بھی بروقت رسید مل جائے۔

دوم۔ رقمیں باقاعدہ جس جس مد کے متعلق ہوں۔ انہیں میں داخل کرائی جائیں۔ اور اس کی اسم وار مکمل فہرست و نقشے رسیدات بھی ساتھ دی جائیں۔

سوم۔ جلسہ سالانہ کے اندر صرف وہی روپیہ حتی الوسع دینا چاہیئے جس کے لئے جلسہ کے اندر کوئی خاص تحریک کی جائے۔ اور باقی ہر قسم کی موعودہ رقمیں۔ چندہ ماہوار مستقل آنہ فنڈ۔ جرمن مشن، اپیل وآگنڈاری برلن مسجد و ترمنہ فنڈ کی رقوم خواہ جماعتیں ہوں، یا انفرادی باقاعدہ تفصیل لکھ کر داخل خزانہ کرائی جائیں۔ رسید بکوں پر جو روپیہ وصول ہو۔ اس کی بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ جملہ حسابات صحیح رہ سکیں۔ گذشتہ سالوں میں دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض دوست وقتی تحریکات میں روپیہ بغیر تفصیل دیدیتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ رسید بکوں کے حساب میں تھا، یا خاص کسی موعودہ مد کا۔ اس لئے اس امر کا خاص خیال رکھا جائے۔ کہ سب سے پہلے موعودہ مطالبات و بقائے ادا ہو جائیں۔ جن کا تمام سال مطالبہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کے بعد جو تحریکیں جلسہ کے اندر ہوں۔ ان کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔ (خاکسار)

الہ بخش آنریری افسر تحصیل)

ضروری اطلاع

پہلے اعلان کیا گیا تھا۔ کہ جلسہ نمبر کی تمام فرمائشیں ۹ دسمبر تک پہنچ جانی چاہیئیں لیکن اب میعاد بڑھا دی گئی ہے۔ فرمائشیں ۱۲ دسمبر تک وصول کی جائیں گی +

(منیجر پیغام صلح لاہور)

خبریں

ہندوستان

—— صوبہ متوسط کے مسلمان حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہمیں بھی اس تناسب سے حق نمائندگی و ملازمت دیا جائے جس تناسب سے صوبہ سرحد کے ہندوؤں کو دیا گیا ہے۔

—— امنوں نے الہ آباد کانفرنس کے معاہدہ کو مسترد اور مخلوط انتخاب کو نامنظور کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ اس غرض سے ان کا ۱۰ دسمبر کو جبل پور میں ایک شاندار جلسہ ہوا۔

—— معلوم ہوا ہے کہ بنگال کے مسلمان بھی الہ آباد کے مجوزہ مخلوط انتخاب کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور وہ کسی حالت میں بھی جداگانہ انتخاب چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں۔ اس وجہ سے پنڈت مالویہ سخت پریشان ہو رہے ہیں۔

—— صوبہ سرحد کے گورنر نے دور جدید کے آغاز پر مالیہ میں تخفیف کی توقع ظاہر کی ہے۔

—— بمبئی ۱۰ دسمبر۔ آج مسٹر ویویداس گاندھی نے گاندھی جی سے جیل میں ملاقات کی۔ بعض ہندو حلقوں میں اس ملاقات کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔

—— دہلی ۱۰ دسمبر خان بہادر عبد الرحمٰن کی مدت وائس چانسلری شپ ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے متفقہ طور پر سفارش کی گئی ہے کہ آپ کو اس عہدہ پر دوبارہ منتخب کیا جائے۔

—— فیروز پور جھرکا (ضلع گوڑگاؤں) ۱۰ دسمبر۔ آج الور کانفرنس کا اجلاس زیر صدارت خان بہادر حاجی رحیم بخش صاحب منعقد ہوا صاحب صدر نے حالات الور اور مسلمانان و مہاجرین الور کی مشکلات و مشکلات پر نہایت قابلیت سے روشنی ڈالی بہت سے معتقد مسلمان شامل کانفرنس ہوئے۔

—— توقع کی جاتی ہے کہ جنوری ۱۹۳۳ء کے وسط میں وائسرائے الہ آباد جائیں گے۔

—— دہلی ۱۰ دسمبر۔ دو گفت و شنید جو الور ہاؤس میں شروع تھی۔ کل شب تک جاری رہی۔ اس تیسرے دور میں سر غضنفر اور وزیر اعظم الور مہاجرین الور کے نمائندوں کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ امام صاحب جامع مسجد دہلی ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور نواب کنجپورہ نے گفتگو میں خاص طور پر حصہ لیا وزیر اعظم اپنی ان شرائط پر اصرار کر رہے ہیں۔ جن کی وجہ سے دوسری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو۔ نقشہ حالات امید افزا نہیں۔

—— بمبئی ۱۰ دسمبر۔ آج جہازی میری سن سے ۲۰۰۰۰، ۳۰۰۰، ۱۵۰، ۲ روپے کا سونا نیویارک گیا۔ گذشتہ چند سال کے اندر یہ پہلا موقع ہے کہ اس قدر مقدار میں سونا یک وقت ہندوستان سے باہر لے جایا گیا۔

—— گذشتہ دنوں حکومت سرحد تحریک خاکسار کے متعلق کچھ الجھن ہو گئی تھی۔ عام افواہ کی رو سے علامہ مشرقی کی ملازمت سے علیحدگی کی وجہ بھی یہی بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ حکومت مذکور نے اس تحریک کا مذہبی اور معاشرتی ہونا مشروط طور پر تسلیم کر لیا ہے لیکن بہت سی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ مثلاً بیک وقت خاکی لباس میں ڈہائی سو سے زیادہ خاکسار قواعد نہ کریں۔ اور تحریک پشاور میونسپل حدود کے اندر ہی محدود رہے۔

—— لاہور ۱۰ دسمبر کل شام شاہ عالمی دروازہ کے اندر ایک مسلمان نوجوان کو ایک ہندو نے قتل کر دیا۔ بیان کردہ قاتل گرفتار ہو چکا ہے۔ چند اور گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں۔ اس قتل کی وجہ سے شہر میں کچھ فرقہ وارانہ جذبات پیدا ہو گئے تھے لیکن سٹی مجسٹریٹ نے اس کا مناسب تدارک کر دیا ہے۔

—— آل انڈیا مسلم کانفرنس کا خاص اجلاس ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کو کلکتہ میں منعقد ہوگا۔ تاکہ معاہدہ الہ آباد کے متعلق تمام مسلمانوں کی صحیح رائے معلوم کی جائے۔

—— شیخ عظیم اللہ صاحب سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پیغام صلح ہم شیخ صاحب ممدوح سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

—— گذشتہ ہفتہ مہاراجہ الور اور ان کے وزیر اعظم نے ایک اعلان کیا ہے جس میں مسلمانوں کی اشک شوئی کرنے کی نہایت ناکام کوشش کی ہے نیز یہ کہ ریاست کا ایک افسر مال بھی کس نوں نے قتل کر دیا ہے

—— اسمبلی کے اکثر مسلمان ممبر معاہدہ الہ آباد کے سخت خلاف ہیں۔

ممالک خارجہ

—— توقع کی جا رہی ہے کہ گول میز کانفرنس ۲۳ دسمبر کو ختم ہو جائیگی۔

—— معلوم ہوا ہے کہ امریکہ کے بجٹ میں ساڑھے پانچ کروڑ کا خسارہ ہو

—— برطانیہ نے مسئلہ قرض کے متعلق اپنی دوسری یادداشت بھیجی ہے

—— جمہوریہ جرمنی کا جدید کابینہ وزارت مرتب ہو گیا ہے۔ جنرل وان سلیچر چانسلر مقرر ہوئے ہیں۔

—— ۱۰ دسمبر کو جمہوریہ فرانس کے سابق صدر موسیو ڈومرگ اور مسٹر ڈامرکو ملک معظم نے قصر شاہی میں شرف ملاقات عطا فرمایا۔ اور لنچ کی دعوت دی

—— امریکہ کے کمانڈر انچیف نے اپنی سالانہ رپورٹ میں حکومت کے سامنے فوج میں چار ہزار فوجی افسروں اور ایک لاکھ ۶۵ ہزار سپاہیوں کے اضافہ کی سفارش کی ہے

—— لنڈن ۱۰ دسمبر۔ آج ایمپائر پارلیمنٹری ایسوسی ایشن نے گول میزی مندوبین کے اعزاز میں دعوت دی۔ لارڈ پیل نے گول میزیوں کیلئے جام صحت تجویز کیا۔ سر کاؤس جی جہانگیر نے جوابی تقریر کی۔

—— لنڈن ۱۰ دسمبر۔ آج گول میز کے برطانی مندوبین کی طرف سے اجلاس میں ایک بیان پڑھا گیا جس کے دوران میں بتلایا گیا کہ اقلیات پنجاب کو فرقہ وارانہ تصفیہ کی وجہ سے جو شکایات پیدا ہو گئی ہیں۔ ان کی وجہ سے تصفیہ میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ لیکن اقلیات کے تحفظ کے لئے گورنر اور گورنر جنرل کو خاص اختیارات دیئے جائیں گے۔

—— لنڈن ۱۰ دسمبر۔ ملک معظم آج کل سیاسیات سے شدید دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور حالات حاضرہ سے ہر وقت آگاہ رہنا چاہتے ہیں۔ گذشتہ ہفتہ آپ نے وزیر اعظم مسٹر میکڈانلڈ، مسٹر چیمبرلین اور سر جان سائمن سے اسی مقصد کی خاطر ملاقاتیں کیں

—— تنگھائی (چین) ۱۰ دسمبر۔ جاپان اور چین کے مابین جنگ کا آغاز ہو گیا ڈھائی سو سپاہی قتل ہوئے منچوریا میں چینی والنٹیروں کو چین کے متعدد اشخاص روپیہ اور رسد سے امداد پہنچا رہے ہیں۔ جاپانی طیارے خوفناک طریق پر بمباری کر رہے ہیں۔

—— رگبی ۱۰ دسمبر۔ آج ملک معظم اور ملکہ معظمہ لنڈن سے سینڈرنگھم روانہ ہو جائینگے اور ایک ہفتہ تک اپنی نارفوک کی قیام گاہ میں ٹھہریں گے۔

—— جنیوا ۱۰ دسمبر۔ جاپان کی بحری تخفیف کے متعلق قابل وثوق معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔ اس نے بڑے بڑے جہاز ۲۵۰۰۰ ٹن تک محدود کر دیا ہے۔ ہوائی جہاز لے جانے والے جہازوں کو منسوخ کرنے کی تجویز کی ہے۔ آبدوز کشتیوں کی تعداد کو برقرار رکھا ہے۔

حیاتِ قومی کا راز

(از قلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

قرآن کا نسخہ بیان

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو جب وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہیں زندہ کرے۔ [illegible] خدا کا رسول جو قوم کو دعوت دیتا ہے اور اپنے پاس آنے کے لئے بلاتا ہے اس میں [illegible] زندگی کا راز پنہاں ہے۔ [illegible] روحانی زندگی اور حیاتِ قومی ہے [illegible] فرستادہ کی دعوت پر قائم ہوا ہے۔

خدا کا فرستادہ [illegible] نے حیاتِ قومی [illegible] کے اجتماع کو ضروری سمجھ کر [illegible] کی دعوت پر لبیک [illegible] اجتماع میں حاضر ہونا ایمان و اخلاص کی علامت [illegible] ضروری ہے اور اس میں شامل نہ ہونے پر [illegible] بھی قرآن سے پوچھ لو سورہ نور میں فرماتے ہیں انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ۔ یعنی [illegible] رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب اس کے پاس کسی [illegible] بات کے لئے بیٹھے ہیں جس میں جمع ہونا ضروری ہے تو نہیں [illegible] جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں۔

دو قابلِ غور باتیں

اس جگہ دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ ایک تو مومن کی نشانی یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ اور [illegible] رسول پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور ایمان کا عملی نشان یہ بتایا کہ وہ اگر خدا کے فرستادہ کے بلانے پر کسی ایسے کام کے لئے جس میں قوم کا جمع ہونا ضروری ہے جمع ہوتے ہیں تو نہیں جاتے جب تک اجازت نہ لے لیں۔ یعنی عملی طور پر ایمان کا نشان یہ قرار دیا کہ جب ایک امر جامع کے لئے جمع ہوئے ہیں تو خدا کے فرستادہ یا اس کی عدم موجودگی میں اس امیر یا صدر سے جو اس کا جانشین ہو اجازت لئے بغیر وہاں سے نہیں جاتے۔ دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ یہاں اس کا ذکر ہی نہیں فرمایا کہ وہ امر جامع کے موقعہ پر حاضر نہیں ہوتے۔ گویا حاضر نہ ہونا ایک بحث سے خارج بات ہے مومن کا یہ کام ہی نہیں کہ خدا کے فرستادہ کی آواز پر لبیک نہ کہے اور امر جامع کے لئے حاضر نہ ہو۔ صرف اس قدر اجازت دی کہ حاضری کے بعد وہاں سے ہرگز کہیں نہ جائے جب تک اجازت نہ لے لے۔ اور اس کو اس قدر اہم قرار دیا کہ فرماتے ہیں۔ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ۔ بے شک جو لوگ تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ گویا کسی ایسے اجتماع سے جو امر جامع کا حکم رکھتا ہے جیسے ہمارا سالانہ جلسہ ہے۔ بغیر اجازت کے چلے جانا اللہ اور [illegible] رسول پر ایمان لانے کے منافی ہے۔

حضرت مسیح موعود کی آواز پر لبیک نہ کہنے والے غور کریں

پس کیا حال اس شخص کا جو خدا کے فرستادہ حضرت مسیح موعود کی دعوت پر لبیک نہ کہے اور اس سالانہ اجتماع قومی و امر جامع کی پروا نہ کرے اور ادنیٰ ادنیٰ سے عذروں پر بہانے کر کے گھر میں بیٹھ رہے۔ کسی کے کوئی مہمان آجاتا ہے کسی کو بہو بیٹی لگی ہے کسی کو کھانے کی شکایت ہوتی ہے۔ کوئی لاہور کی سیر اور انارکلی بازار سے سودا سلف خریدنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کوئی رات کو بیٹھے گپیں مارنے اور حقہ پینے میں مشغول رہتا اور امر جامع کی اہمیت کو [illegible] دیتا ہے۔ غرضیکہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی حالت قرآن کریم کی ان آیات کے سامنے رکھ کر غور کرنا چاہئے اور اس وعید سے ڈرنا چاہئے جو ایسے امر جامع میں عدم شمولیت یا بلا اجازت غیر حاضری پر خدا کی طرف سے بطور سزا کے وارد ہونا مقدر ہے۔ اجازت لینے والوں کو بھی اپنی اس محرومی پر استغفار کا حکم ہے فرماتے ہیں۔ فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم واستغفر لہم اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ اور جب یہ لوگ اجازت مانگیں تجھ سے اپنے بعض کاموں کے لئے پس تو جسے چاہے اجازت دیدے اور ان کے لئے استغفار کر۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ گویا یہاں یہ بتایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی ایسی وجہ پیش آگئی ہے جس کے باعث وہ امر جامع سے غیر حاضری کی اجازت چاہتا ہے تو فرمایا کہ اسے اجازت دیدو لیکن اس کے لئے استغفار کرو۔ کیونکہ ایسے عظیم الشان کاموں میں عدم شمولیت کی وجہ اس کے کوئی گناہ ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کار ثواب اور عظیم الشان نیکی سے محروم ہو گیا۔ یہ اس کی محرومی القسمت اور شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔ جو امر جامع میں شامل ہونے کی توفیق نہ ملی۔ پس ہمارے دوست ان آیات قرآنی پر خوب غور کریں اور دیکھیں کہ آیا خدا اور رسول پر ایمان لانے کے اس معیار پر وہ ٹھیک اترتے ہیں یا نہیں۔ اور امر جامع کی شمولیت سے غیر حاضر ہونے سے قبل اس آیت پر بھی غور کر لیں۔ فرماتے ہیں۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم۔ خدا کے فرستادہ کی دعوت کو وہ حیثیت مت دو جو تم آپس میں ایک دوسرے کی دعوت کو دیتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگوں کو جو تم میں سے چھپ کر کھسک جاتے ہیں پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو خدا کے فرستادہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ ان کو کوئی آفت پہنچ جائے یا کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔

خدا کے مامور کی آواز کو معمولی نہ سمجھو

یہاں فرمایا کہ خدا کے مامور کی آواز کو اور اس کی دعوت اور بلانے کو ایک دوسرے کی دعوت کی حیثیت مت دو کہ دل چاہا تو گئے اور دل نہ چاہا تو نہ گئے۔ یہ خدا کے فرستادہ کی دعوت ہے جس کا رد کرنا خدا کی طرف سے عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ [illegible] عام لوگ کسی شادی یا معمولی دعوتوں میں شمولیت کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ سینکڑوں روپے خرچ کر کے ایک دوسرے کی ماتم پرسی کرتے اور شادیوں اور دعوتوں میں شامل ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن خدا کے مامور کی اس دعوت کو اس سے بڑھ کر سمجھنا تو درکنار اس کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ خدا نے فرمایا تھا کہ تمہارے لوگوں کا ایک دوسرے کو دعوت دینا رسول کی دعوت کے مقابلہ میں کوئی شے نہیں۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ بعض دفعہ ہماری شادیاں اور دنیوی دعوتیں ہمارے لئے اس امر جامع میں عدم شمولیت کا عذر بن جاتی ہیں جو ایمان و اخلاص اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کے صریح خلاف ہے۔

حضرت نبی کریم کا ارشاد

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ ایک دینی مجلس میں تین آدمی آئے ایک نے بیچ میں مجلس میں گھس کر اپنے لئے جگہ نکال لی۔ اللہ بھی اپنے دربار میں اس کے لئے جگہ نکال لیتا ہے۔ دوسرے نے شرم کی وجہ سے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ اللہ بھی اس کے اعمال سے محاسبہ کے وقت شرم کرے گا۔ تیسرے نے کہا چلو اس ہجوم میں کیا رکھا ہے وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ پس ہمیں اس سے بچنا چاہئے کہ خدا ہم سے پیٹھ پھیرے۔ بلکہ ہمیں خدا کے دربار میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس امر جامع میں جسے خدا کے فرستادہ کی دعوت کی بنا پر قائم کیا گیا ہے شامل ہو کر اپنے ایمان اور اخلاص اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو عملی طور پر ثابت کر کے دکھانا چاہئے۔ ورنہ صرف زبان سے دعویٰ ایمان اور شیخی بازیاں خدا کے دربار میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں را گزیں

> لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ
>
> اگر آپ نے اپنے لئے
>
> **احمدیہ جماعت**
>
> میں شامل ہونا پسند کیا ہے تو اپنے
>
> **عزیزوں دوستوں تعلق والوں**
>
> کو جلسہ سالانہ پر اپنے ساتھ لائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو بھی کھولدے۔ (محمد علی)

> **جلسہ پر نہ آنیوالے احباب غور کریں کہ جو**
>
> **عذر**
>
> آپ دینی اجتماع میں نہ آنے کیلئے پیش کرتے ہیں کیا
>
> **اس عذر نے**
>
> کبھی آپ کو اپنے ضروری دنیوی کاموں سے بھی روکا ہے۔ (محمد علی)

شاہنامۂ اسلام کی دُوسری جلد کا ایک ورق

(از مولانا ابو الاثر حفیظ جالندھری)

میدان بدر میں صفِ مجاہدین کا منظر

ادھر روشن ہوئی رُوئے نبیؐ سے بدر کی وادی
اُدھر پائی شہِ خاور نے دامِ شب سے آزادی

بیاباں کے عظیم الشان منظر سے اُٹھے پردے
کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھر دے

ہوئی جب روشنی تو آسماں والوں نے کیا دیکھا
زمیں پر نور و ظلمت کا نرالا معرکہ دیکھا

کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
بھری دنیا سے منہ موڑے ہوئے دیندار بندوں کی

نہتّے بے سر و سامان ۔ بھوکے اور تھکے ہارے
کہ مل کر تین سو تیرہ جوان و پیر تھے سارے

کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
شہادت کے لئے آئے تھے میدانِ شہادت میں

پتہ دیتی تھی ان کی خاکساری سربلندی کا
نگاہوں میں مرقع تھا دلوں کی دردمندی کا

یہ آئے تھے کہ شمع دینِ حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اُجالا ہو

یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جواں مردوں کی صُورت مارنے مرنے کو آئے تھے

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواجِ الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

(غیر مطبوعہ) (حسب اجازت)

نواب صاحب بانگرول کا پیغام

آپ کی تبلیغی خدمات اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات کے لئے نہایت قابل قدر ہیں ۔ میں آپ کے آئندہ مبارک جلسہ سالانہ کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں (بذریعہ تار)

(جہانگیر میاں)

جناب نواب صاحب کھمبایت کا پیغام

کھمبایت کاٹھیاوار میں ایک نیک نام اسلامی ریاست ہے اسکے نوجوان فرمانروا کی نسبت محترمہ بیگم شاہنواز کی صاحبزادی سے ہوئی ہے ۔ گزشتہ ہفتہ نواب صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے ممدوح نے بھی محترمہ لیڈی شفیع کی معرفت جلسہ سالانہ کے مقاصد سے ہمدردی ظاہر فرمائی ۔ اور اس کی کامیابی کی دعا کی ۔

محترمہ لیڈی شفیع کی دعا

محترمہ لیڈی شفیع سے بھی جلسہ نمبر کے لئے پیغام کی درخواست کی گئی تھی ۔ بعض خانگی مصروفیتوں کی وجہ سے وہ تحریری پیغام نہ دے سکیں ۔ خاکسار ایڈیٹر سے زبانی ارشاد فرمایا کہ انجمن کا کام نہایت قابل قدر ہے ۔ میں جلسہ سالانہ کی کامیابی کے لئے دعا کرتی ہوں ۔ اور اس میں شامل ہوں گی ۔

جناب بیرن عمر ایرنفلز

جیسا کہ احباب کو بخوبی معلوم ہے امسال جلسہ سالانہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آسٹریلیا کے ایک معزز نومسلم نواب اور فاضل جناب بیرن عمر ایرنفلز تشریف لا رہے ہیں۔ گو ممدوح کے مختصر حالات زندگی ۳ دسمبر کے پرچہ میں شائع ہو چکے ہیں لیکن جلسہ نمبر میں بھی ان کا اعادہ غالباً غیر مفید نہ ہوگا۔

بیرن ممدوح ملک آسٹریلیا کے ایک نہایت معزز خاندان کے فرد ہیں۔ آپ کا خاندان زمانہ قدیم سے آسٹریا کے شرفا میں سے ہے۔ نوجوان اور کم عمر ہونے کے باوجود علم و فضل میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔ یہ ان کے خاندان کی ایک قابل تعریف خصوصیت ہے کہ وہ مال و زر کے علاوہ دولت علم سے بھی مالا مال رہا ہے بیرن ممدوح کے والد جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے زبردست فلاسفر اور جرمنی کی ایک مشہور یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر تھے ملکی رواج کے مطابق آپ خاندانی جاگیر کے مالک ہوتے تھے لیکن علمی شوق اور خدمت کے مقابلے میں انہوں نے جاگیر کی پروا نہ کی اور اس کا انتظام اپنے چھوٹے بھائی یعنی بیرن ممدوح کے چچا کے سپرد کیا اور خود ساری عمر درس و تدریس اور مطالعہ میں بسر کر دی۔ بیرن ممدوح کے چچا لاولد ہیں ان کے بعد آپ ہی جاگیر کے مالک ہوں گے۔

جناب بیرن عمر ایرنفلز کو بچپن ہی سے مذہب سے دلچسپی تھی اور وہ اسی عمر سے صحیح مذہب کی تلاش میں تھے۔ جب ممدوح سن بلوغت کو پہنچے تو انہیں حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا اور ممدوح نے قرآن کریم کو اس کی اصل زبان میں مطالعہ کرنے کی خاطر عربی زبان کی تحصیل شروع کر دی اور اس میں ضرورت کے مطابق استعداد پیدا کر لی۔ اسی اثنا میں انہیں ہمارے برلن مشن کا علم ہوا اور مشن مذکور سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سعید روح دین فطرت کی آغوش میں آ گئی۔ آپ قریباً دو ڈھائی سال کا عرصہ ہوا کہ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی مبلغ برلن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ بیرن ممدوح جرمن زبان کے بلند پایہ شاعر اور ادیب بھی ہیں۔ اور اس ملک کے حلقہ علم و ادب میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ آخری اطلاع کے مطابق بیرن ممدوح اور ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جہاز پر سوار ہو چکے ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند کریم ان کو بخیریت منزل مقصود پر پہنچائے۔ اور ہم جلد اپنے ایک مقتدر نومسلم بھائی کے دیدار سے مسرت حاصل کریں۔ آمین۔ ثم آمین

بیرن عمر مغربی لباس میں

بیرن عمر عربی لباس میں

ملک آسٹریا کے نومسلم نواب

بیرن عمر ایرنفلز

جلسہ سالانہ میں شمولیت اور اپنے ہندوستانی بھائیوں کی ملاقات کے لئے سات سمندر پار سے لاہور تشریف لا رہے ہیں

۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء (ہفتہ)

کی صبح کو بمبئی سے بذریعہ فرنٹیر میل وارد لاہور ہوں گے قرار پایا ہے کہ اس روز ان کا ریلوے اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا جائے جس میں ساری جماعت کی شرکت لازمی ہے۔ تمام احباب اس کو

اپنا ضروری فرض سمجھتے ہوئے

۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء (جمعہ)

کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں یہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے

اس کو یاد رکھیں

جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب

پی۔ ایچ۔ ڈی

مبلغ جرمنی بھی بیرن ممدوح کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں

نہایت احتیاط سے نوٹ کر لیجئے

کہ

۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء ہفتہ کے روز

ہمارے نہایت ہی معزز نومسلم مہمان

بیرن عمر ایرنفلز

جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب

مبلغ جرمنی

کے ہمراہ سات سمندر پار یعنی ملک جرمنی سے تشریف لا رہے ہیں۔ تاریخ مقررہ پر صبح کے وقت بذریعہ فرنٹیر میل بمبئی سے وارد لاہور ہوں گے۔ اس لئے تمام احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد کے مطابق ۲۳ دسمبر کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائیں۔ تاکہ معزز مہمان اور لائق مبلغ کا شایان شان

استقبال

کیا جا سکے

مشہور ٹرین فرنٹیر میل

۸ — ۴۰

صبح آٹھ بج کر چالیس منٹ پر

بمبئی سے لاہور پہنچتی ہے

۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء کو اسی ٹرین سے ہمارے لائق مبلغ جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب

مبلغ جرمنی اور ہمارے نہایت ہی معزز مہمان

بیرن عمر ایرنفلز

تشریف لا رہے ہیں اس لئے ہر ایک بھائی کا فرض ہے کہ وہ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء کی شام تک ضرور لاہور پہنچ جائے تاکہ

استقبال میں حصہ لے سکے

لاہور کے مسلمان بھائیوں

سے بھی درخواست ہے کہ وہ سردی کی پروا نہ کریں اور خلوص بھرے دل اور پھولوں کے ہار لے کر مقررہ تاریخ اور وقت پر ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جائیں۔ اخوت اسلامی کی حرارت کے سامنے دسمبر کی سردی بالکل ہیچ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۲۰ | لاہور یوم پنجشنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ | نمبر ۷۴

قومی اجتماع

اللہ کے لئے تین دن

جلسہ نمبر" محض جلسہ سالانہ کی دعوت دینے کے لئے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے صفحات حضرت امیر ایدہ اللہ و بزرگان سلسلہ کے ارشادات سے پُر ہیں۔ احباب نے بھی قوم کو متوجہ کیا ہے۔ خواتین نے خواتین اور نوجوانوں نے نوجوانوں کو پکارا ہے علاوہ ازیں غیر از جماعت مقتدر مسلمان رہنماؤں اور معزز تعلیم یافتہ خواتین کے قیمتی مضامین اور پیغامات بھی درج ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد... کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور خاصکر اس صورت میں جبکہ اخبار کی گذشتہ اشاعتوں میں متعدد مقالات افتتاحیہ لکھے جا چکے ہیں۔ ایک چیز کا بار بار اعادہ بے شک غیر ضروری ہوتا ہے لیکن کسی چیز کی اہمیت اور خاص حالات بعض اوقات اس غیر ضروری فعل کو ضروری بنا دیتے ہیں۔ ہمارے آئندہ قومی اجتماع کی اہمیت اور حالات تقاضا کر رہے ہیں کہ اس کی دعوت کا جسقدر بھی تکرار کیا جائے کم ہے۔ اس لئے ہم بھی چند باتیں عرض کئے دیتے ہیں۔ گو وہ پہلی گذارشات کا اعادہ ہی ہوگا۔

کارزار حیات میں عمل، پرجوش عمل۔ کوشش، ان تھک کوشش ترقی و شرف کی پہلی شرط ہے۔ زندہ رہنے والی قومیں اور ترقی و شرف حاصل کرنے والی جماعتیں والہانہ طور پر مصروف عمل رہتی ہیں۔ ان کا ایک ایک فرد عمل کا دیوانہ ہوتا ہے۔ ان کے بچے کام سے پیار کرتے ہیں۔ ان کے نوجوانوں کو اس کا عشق ہوتا ہے۔ ان کی عورتیں مردانہ عزم۔ انکے بوڑھے نوجوانوں کی ہمت رکھتے ہیں۔ یقیناً بچی زندہ رہنے والی قومیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ کارزار حیات میں زندگی کی یہی شرائط ہیں۔

مسلمان قوم پر جمود و جہل کی مردنی طاری ہو چکی تھی حکومت اور مال و دولت کے چھن جانے سے وہ دنیوی طور پر تباہ ہو چکے تھے۔ ملانوں کے غلط عقائد غیر مذاہب کے حملوں اور مغربی تعلیم و تہذیب نے دینی طور پر انکی حالت خراب کر دی تھی ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے اپنی قدیم سنت کے ماتحت ایک مجدد بھیجا جس نے مسلمانوں کی مردہ قوم کو زندگی بخشی ایمانوں کو تازہ کیا سرد سینوں میں دین کی حرارت اور بے حس دلوں میں اسلام کی غیرت پیدا کر دی۔ اس نے غیر مذاہب کے ... اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ ملانوں کے باطل عقائد کا ابطال کیا دین کی خدمت و تبلیغ کے لئے ایک مجاہد جماعت تیار کی احمدیو! وہ جماعت تم ہو۔ کیا تمہیں اپنے فرائض کا احساس ہے۔ کیا تم ان فرائض کو سرانجام دینے کے لئے تیار ہو۔ زمانہ کے حالات اور زندگی کی شرائط پر غور کرو اور خوب غور کرو۔

تم نے اللہ۔ اس کے دین اور اس کے رسول کے لئے غیرت دکھلائی تھوڑا سا کام کیا سرخرو ہو گئے۔ آج کی اشاعت میں متعدد غیر از جماعت حضرات و خواتین کے جو مضامین و پیغامات شائع ہو رہے ہیں وہ اس حقیقت کا ایک بالکل معمولی سا ثبوت ہیں کہ مسلمان تمہیں کیا سمجھتے ہیں اور تم سے کیا توقع رکھتے ہیں کیا تم اپنے تئیں ان پاکیزہ خیالات کے اہل ثابت نہ کرو گے۔ کیا تم ان توقعات کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرو گے؟

حضرت مسیح موعود کی جاری کردہ مبارک قومی تقریب یعنی جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے۔ اس اجتماع پر ہماری قومی ترقی کا بہت کچھ انحصار ہے۔ کیا ہر احمدی کا فرض نہیں کہ وہ اس قومی و دینی تقریب میں شامل ہو اور اس کو کامیاب بنانے میں حصہ لے دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالی جماعت اپنے دینی و قومی مرکز میں جمع ہو ....

.... تین دن کے لئے دنیا اور اس کے جھگڑوں کو فراموش کر کے اللہ صرف اللہ کے لئے وقف ہو جا۔ اس مالک حقیقی کے سامنے اکٹھے ہو کر جھک اس کے حضور میں دعا کر اس کے دین اور اس کے رسول کے لئے زندگی کا ثبوت دے۔ دیکھ فرض کا فرشتہ تجھے کچھ ارشارہ کر رہا ہے۔ زمانہ کی پکار تجھے مخاطب کر رہی ہے اپنی آنکھیں اور کان کھول دے اس اشارے کو سمجھ اور اس پکار کو سن۔

جلسہ ... کو زیادہ سے زیادہ ... جائیں۔

رعایتی اعلان

حسب دستور سابق امسال بھی انجمن بحصہ تصنیف و اشاعت یعنی دارالکتب اسلامیہ نے جلسہ سالانہ کی تقریب کے سلسلے میں ایک ماہ کے لئے رعایتی اعلان کیا ہے اور ۱۵ دسمبر ۱۹۳۲ء سے لیکر ۱۵ جنوری ۱۹۳۳ء تک کتب کی قیمتوں میں کافی کمی کر دی ہے جس کی تفصیل رعایتی اعلان سے معلوم ہو سکتی ہے۔ احباب کے لئے یہ ایک اچھا موقعہ ہے۔ امید ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ صاحب استطاعت دوستوں کا فرض ہے کہ کچھ نہ کچھ کتابیں خرید کر مفت تقسیم کریں بعض کتب کا غیر از جماعت اور قادیانی حضرات میں تقسیم کرنا نہایت مفید نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اسی طرح انگریزی ترجمۃ القرآن سیرۃ نبوی کا غیر مسلم طبقوں میں پہنچانا سودمند ہو سکتا ہے۔ دارالکتب اسلامیہ انجمن کے نہایت مفید شعبوں میں سے ہے بلند پایہ دینی علمی کتابوں کی اشاعت کے علاوہ یہ شعبہ مالی لحاظ سے بھی انجمن کے لئے قابل قدر کام کر رہا ہے۔ اس لئے خریداری کتب ایک طرح انجمن کی مالی امداد بھی ہے۔

قارئین پیغام صلح سے

کیا سالانہ جلسہ کے سلسلہ میں ہمارے قابل عزت احباب اپنے قومی اخبار "پیغام صلح" کے متعلق بھی چند الفاظ عرض کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں! ہم کوئی نئی بات نہیں کہیں گے صرف پرانی گذارشات کا نہایت مختصر الفاظ میں اعادہ کر دینے پر ہی اکتفا کریں گے پیغام صلح جماعت کا ناچیز اور قدیم خادم ہے اپنی زندگی کے روز اول سے آج تک اس نے اپنی طاقت اور بساط کے مطابق سلسلہ کی خدمت کرنیکی کوشش کی ہے۔ اور ہمیشہ دین و قوم کے لئے سینہ سپر اور وقف رہا ہے اور یہی اس کی زندگی کا مقصد وحید ہے۔ اس زمانہ میں اخبار ایک بھاری طاقت ہے۔ پیغام صلح کی ترقی کے ساتھ قوم کے بہت سے مفاد وابستہ ہیں۔ کیا امید کی جا سکتی ہے کہ احباب قومی اجتماع کی مبارک تقریب پر اخبار کی طرف بھی توجہ فرمائیں گے۔ جو دوست خود خریدار نہیں وہ اس کی خریداری قبول فرمائیں جو خریدار ہیں وہ کچھ نہ کچھ نئے خریدار تیار کر کے ان کا چندہ و خریداری ساتھ لائیں جن دوستوں کے ذمہ سال رواں کا چندہ یا بقایا ہے ان کی خدمت میں تاکیداً گذارش ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر اپنا حساب ضرور صاف کر دیں۔ ایام جلسہ میں اخبار کا دفتر جلسہ گاہ کے قریب موجود رہے گا۔

ریلوے کے واپسی ٹکٹ

نارتھ ویسٹرن ریلوے ایام کرسمس میں رعایتی واپسی ٹکٹ جاری کیا کرتی ہے امسال بھی اس دستور کی پابندی کی گئی ہے پنتو میل یا اس سے زیادہ فاصلے کے لئے مندرجہ ذیل شرح سے واپسی ٹکٹ جاری کئے گئے ہیں جو نارتھ ویسٹرن ریلوے کے سٹیشن ۳ دسمبر سے لیکر ۲۶ دسمبر تک مل سکتے ہیں اور ۱۵ جنوری ۱۹۳۳ء تک کارآمد ہوں گے۔

پہلا اور دوسرا درجہ — ایک طرف کا پورا کرایہ اور دوسری طرف کا ½
ڈیوڑھا (انٹر) — ½

باقی برصفحہ کالم ۳

جرمنی سے آرہا ہے ہیرنِ عالی وقار

اُٹھو پھر اے عاشقانِ ملّتِ بیضا اٹھو ‏ ‏ ‏ دین کی خدمت کیلئے باندھو کمر مردانہ وار

پھر خدا سے نصرت و تائید کے طالب بنو ‏ ‏ ‏ پھر کرو دل کر دعائیں با دو چشمِ اشکبار

خدمتِ دیں کیلئے اللہ نے تم کو چنا ‏ ‏ ‏ دینِ احمدؐ کا بنایا اس نے تم کو پاسدار

سربسجدہ ہوں اگر ہم درگہِ باری میں آج ‏ ‏ ‏ کشتیِ اسلام ہو جائیگی ہر طوفاں سے پار

ہم مجاہد ہیں خدا کے فضل سے قاعد نہیں ‏ ‏ ‏ گھر میں ہم بیٹھے رہیں کاہل نہیں اپنا شعار

بے زری کا کیا ہے شکوہ ہمتِ عالی تو ہے ‏ ‏ ‏ عزمِ مردانہ دکھاؤ مشکلیں گو ہوں ہزار

وقت ہے وقتِ جہاد اے دوستو خود سوچ لو ‏ ‏ ‏ پھر خدا جانے کہ کب آئیں گے یہ لیل و نہار

اے عزیزو! راحت و آرام کے یہ دن نہیں ‏ ‏ ‏ کہہ گئے ہیں حضرتِ مہدی بچشمِ اشکبار

دوستاں خود را نثارِ حضرتِ جاناں کنید ‏ ‏ ‏ وز پے آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید

آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی ‏ ‏ ‏ از پئے دینِ محمدؐ کلبۂ احزاں کنید

از تعیش ہا بروں آئید اے مردانِ حق ‏ ‏ ‏ خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید"

کوئے احمدؐ کی کشش کو دیکھنا اے دوستو ‏ ‏ ‏ جرمنی سے آرہا ہے ہیرنِ عالی وقار

صاحبِ شان و شکوہ و مالکِ جاہ و جلال ‏ ‏ ‏ عالم و فاضل و حیدِ عصر فخرِ روزگار

ایسے مہمانِ مکرم پر فدا ہو جائیں ہم ‏ ‏ ‏ راہ میں آنکھیں بچھائیں دل کریں اس پر نثار

جلسۂ سالانۂ ما جاذبِ صد رحمت است ‏ ‏ ‏ ہر عدوئے تیرہ بختے پائے بند نکبت است

(حسن)

بقیہ صفحہ ۵

تیسرا درجہ ‏ ‏ ایک طرف کا پورا کرایہ اور دوسری طرف کا ¾

یاد رکھیں یہ رعایت سو میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر مل سکتی ہے۔ لاہور پہنچ کر ٹکٹ کلکٹر آدھا ٹکٹ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیگا۔ اور آدھا مسافر کو واپس دے دیگا جو احتیاط سے رکھنا چاہیئے تاکہ واپسی کے وقت کام آسکے چھوٹے اسٹیشنوں پر بعض اوقات۔۔ مطبوعہ رعایتی ٹکٹ موجود نہیں ہوتے،۔ بلکہ کلرک کو بنا کر دینے پڑتے ہیں اس لئے گاڑی کی روانگی سے کچھ دیر پہلے پہنچنا چاہیئے۔ ہندوستان کی تقریباً تمام دوسری ریلوے لائنیں بھی ایام کرسمس میں اس قسم کے رعایتی واپسی ٹکٹ جاری کیا کرتی ہیں۔ جن کی تفصیل ریلوے اسٹیشنوں سے دریافت کی جاسکتی ہے۔

نوجوانوں کو دعوتِ عمل

(از قاضی عبدالرشید صاحب شوق مانسہری)

عین اس وقت جب کوئی قوم گوناگوں مصائب کی الجھنوں میں پھنس جاتی ہے مطلعِ امید پر یاس و ناامیدی کی سیاہ گھٹائیں اٹھ کر اسکے افکار و خیالات میں پراگندگی پیدا کر دیتی ہے۔ چاروں طرف سے ناکامی و نامرادی اپنی بھیانک شکل میں نمودار ہو کر افسردہ دلوں کو اور بھی افسردگی کر دیتی ہے۔ اور پھر جب قومی روح کسی تسکین کسی سکھ اور کسی سہارے کی تلاش میں سرگرداں اور بیقرار ہو کر متیٰ نصر اللہ کہہ اٹھتی ہے تو خدائے کریم کی شان کریمی جوش مار کر اس تڑپ اور اس پکار کا جواب الا ان نصر اللہ قریب کے روح پرور آواز سے دیتی ہے۔ قدرت کا یہ جواب۔ یہ وعدہ۔ یہ سکون خیز صدائی الواقع فوز و فلاح کی بشارت۔ کامیابی و کامرانی کا پیام ہوتا ہے۔ زمانہ اس پر گواہ تاریخ اس کی صداقت پر شاہد ہے۔ مگر کیا یہ نصرت۔ یہ امدادِ خداوندی کسی غافل۔ آرام طلب اور مردہ قوم کے لئے ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ آبِ حیات انہی کے لئے ہے جو پہلے خود زندہ ہو۔ یہ درماں اسی کے لئے ہے جس کے دل میں درد ہو جس دل میں درد نہیں وہ دل نہیں۔ وہ مردار گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی کی کوئی رمق نہیں۔ جب حرکت نہیں تو اس میں برکت کہاں؟ ان تنصروا اللہ ینصرکم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

میرے محترم دوستو! تو کیا اس وقت ہاں ٹھیک اسی وقت جبکہ مسلمان خوابِ غفلت میں مدہوش تھے۔ بے تکفیر مست تھے۔ نہ غمِ دنیا تھی نہ فکرِ عقبیٰ۔ بے حس تھے۔ بے حرکت تھے۔ اغیار دلائل کی چھری لئے ذبح کرنے کو سر پر کھڑے تھے۔ مگر ان میں تاب استدلال تھی اور نہ قوتِ مقال کسی دردمند دل کی پکار کارگر ہوئی؟ کسی نے ان کا ہاتھ پکڑا؟ کسی نے اسلام کی لاج رکھی؟ آپ ضرور کہیں گے۔ ہاں خدا کے فضل سے مسیح موعود اور اس کی جماعت نے یہ سب کچھ کیا۔ لیکن کیا اس جماعت میں ہم نوجوان کبھی شامل تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس آؤ۔ آج ہم بھی اس میں شامل ہونے کے لئے کمرِ ہمت باندھیں اور اٹھیں۔ مگر حباب کی طرح نہیں کیونکہ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ جوار بھاٹا کی طرح نہیں۔ کیونکہ وہ بھی عارضی شے ہے ہاں اٹھیں مگر کس طرح ایک پہاڑ کی طرح جس پر گرے چکنا چور کر دے اور جو اس پر گرے خود پاش پاش ہو جائے

باقی رپورٹ میں

مسلم اکابر کے پیغامات

"جلسہ نمبر" کیلئے مسلم اکابر کی طرف سے مندرجہ ذیل پیغامات موصول ہوئے ہیں (اڈیٹر)

جماعت احمدیہ لاہور کی بیش بہا خدمات دینی

عالیجناب جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب بالقابہ

پیغام صلح کا "جلسہ نمبر" جس مقصد کی طرف قوم کو توجہ دلانے کیلئے شائع ہو رہا ہے۔ وہ ایسا مقصد ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو دلی ہمدردی ہونی چاہیئے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ایک عرصہ سے اشاعت مذہب کے متعلق بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔ اس کے سب سے بڑے رکن اور صدر جناب مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ہیں۔ جنہوں نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شائع کرکے انگریزی خوان دنیا کو ممنون احسان کیا ہے۔ آپ ایک ایسے بزرگ ہیں جنہیں اسلام سے سچی محبت ہے۔ اور اہل اسلام بلا لحاظ فرقہ و ملت ان کی بے لاگ خدمات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کی قدر کرتے ہیں اس انجمن کا سالانہ جلسہ تعطیلات دسمبر میں منعقد ہونے کو ہے۔ اور "پیغام صلح" جو اس جماعت کے خیالات کا ترجمان ہے۔ سب مسلمانوں کو بلا رہا ہے۔ کہ وہ جوق جوق آئیں۔ اور اس جلسہ میں شریک ہوں۔ چونکہ اسلام کی اشاعت سب مسلمانوں کی مشترکہ فرض ہے۔ اور اس جماعت نے بیرونی ممالک میں اس اشاعت کو فرقہ بندی کے خیالات سے الگ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسلام کی ایسی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ جسے ہر فرقہ کے مسلمان پہچان سکیں۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ سب مسلمان اس دعوت کو خوشی سے قبول کریں گے۔ اور اسے کامیاب بنائیں گے۔ میری دعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس کار خیر میں برکت دے۔ اور ہمارے دوستوں کی ساعی نتیجہ خیز ہوں۔

(عبدالقادر)

اللہ تعالیٰ انجمن کی کارگذاریوں میں برکت دے

(از جناب ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب بیرسٹر۔ لاہور)

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے یہ خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ میں بھی "جلسہ نمبر" کے لئے چند سطور بطور پیغام تحریر کروں جس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی خدمات کا ذکر ہو۔ میں اس انجمن کی کارگذاری سے کئی سالوں سے واقف ہوں۔ اور اب میں نے اس ٹریکٹ کو بھی دیکھا ہے۔ جو دفتر پیغام صلح سے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔ اور جس میں انجمن کے عقائد اور اس کی خدمات دینی وعلمی درج ہیں۔ مجھے یہ معلوم کرکے نہایت مسرت ہوئی۔ کہ اس انجمن کے ارکان اور عامۃ المسلمین کے درمیان توحید و رسالت کے متعلق کوئی فرق نہیں اور یہ چیز چونکہ میرے نزدیک اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے میں اس کو بہت اہمیت دیتا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں۔ کہ جو تبلیغی کام اس عقیدے کے ماتحت کیا جائیگا۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی پر منتج ہوگا۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس انجمن کی کارگذاریوں میں برکت دے۔ اور اس کا جلسہ کامیاب ہو۔

(شجاع الدین)

پیام۔ اہل "پیغام" کے نام

(از جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی ایڈیٹر اخبار "سچ")

پیام حقیقی تو بس ہمیں ایک تھا۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل دنیا کو مل چکا۔ "پیام سچا"، اس کے لانے والا سچا، اور اب ہمارے، آپ کے، سب کے فخر و شرف کا منتہیٰ بس یہی ہے۔ کہ اس سچے اور اچھے پیام کی سچائیوں کے ماننے، جاننے، برتنے اور پھیلانے میں اپنے اپنے ظرف، حوصلہ کے مطابق اپنی عمریں صرف کردیں۔

آپ کے امیر جماعت اور خواجہ کمال الدین صاحب دونوں مستحق مبارکباد ہیں۔ کہ اپنی زندگیاں اس مبارک مشن کے لئے وقف کردی ہیں۔ ولادت مسیح، وفات مسیح، ظہور مسیح موعود وغیرہا مسائل میں ہمارا آپ کا اختلاف ہے۔ وہ واضح و ظاہر ہے۔ لیکن جو عام خدمات اسلامی آپ کی جماعت ہمت و سرگرمی، جوش وانہماک کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔ ان کی داد نہ دینا ظلم ہے۔ اور داد کیا معنی مجھے تو بار بار رشک آچکا ہے۔ یورپ، امریکہ، میں تبلیغ اسلام کی کوششیں۔ آپ کے امیر جماعت کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر قرآن، سیرت خیر البشر، تاریخ خلافت راشدہ، مقام حدیث وغیرہ، متعدد انگریزی تصانیف، نیز خواجہ صاحب کا اسلامک ریویو، ان سب کے ذریعہ سے انگریزی خوانوں تک جو روشنی پہنچ رہی ہے۔ اس کے فیض سے کوئی واقف کار کیسے انکار کرسکتا ہے۔

اللہ ہم کو، آپ کو، سب کو اپنے دین کا سیدھا راستہ دکھائے۔ اور اس کی خدمت کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔ والسلام۔

عبدالماجد (اڈیٹر سچ)

پیغام کشفی

(از جناب سید کشفی شاہ صاحب نظامی)

یہ پیغام ہے۔ جو تم کو دیا جاتا ہے۔ تو اس پر عامل ہوجا۔ مسلمان اس وقت سو رہے ہیں۔ وہ اس پیغام کو بھول گئے ہیں۔ جو ان کو دیا گیا تھا۔ کہ کفر کے قلعوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا علم بلند کریں۔ ان کفر کی آندھیوں کو دور کرکے توحید کی روشنی پھیلادو۔ مغربی دنیا پر کفر کی آندھیاں چھائی ہوئی ہیں۔ تو لاہور کے مرکز سے اٹھی۔ اور مغربی دنیا کے مرکزوں تک پہنچ کرکے تونے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پیغام سنا دیا۔ تونے ان ہستیوں کو جو کفر کے باعث تڑپ رہی تھیں۔ پیغام حیات ان کو سنا دیا۔ تونے ان کی سرزمین میں اسلام کا بیج بو دیا۔ جو کہ اب نشو ونما پر آرہا ہے۔

مگر بیج بو کر کے اس کو چھوڑ دینا۔ اور اس کی پرورش نہ کرنا۔ دوبارہ غنید کی غفلت میں سو جانا ہے تو اس سے زیادہ قربانی کے لئے تیار ہوجا۔ تو اس سے زیادہ جان نثاری دکھا۔ تو اس سے زیادہ مبلغوں کی جماعت تیار کر۔ جو صرف مغربی دنیا کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے قریہ قریہ میں پھیل جائیں۔ اور توحید کا پیغام غافل سینوں تک پہنچا دے۔ تو اپنے میں ایسی قوت اور جذبہ پیدا کر۔ جس سے کفر کی آندھیاں دور ہوجائیں۔

تو یہ مت دیکھ۔ کہ دوسرے مسلمان کیا کر رہے ہیں۔ یا کیا کہہ رہے ہیں۔ تو اپنا فرض ادا کر۔ اور اس ...... سے زیادہ کر۔ جو اب تک کیا گیا ہے۔ قدرت ربانی تیرے کام کو دیکھ رہی ہے۔ وہی تیری معاون و مددگار ہے۔ اسی کے بھروسہ پر کفر کے لشکر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ سنا دے۔

(خادم کشفی نظامی دہلی)

پیغام قریشی

(از جناب مولانا عبدالمجید صاحب قریشی مدیر اخبار "ایمان" پٹنہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ آپ کا عمل ہے۔ اصول وضع کرنے بڑے آسان ہیں۔ کتابیں لکھنا بھی آسان ہے۔ باتیں کرنا اور وعظ کرنا بھی آسان ہے۔ کسی تعمیری کام کی تجویز کرنا۔ اور اس پر مشکل اٹھانا بھی آسان ہے۔ لیکن کوئی زندہ اور پائیدار تعمیری عمل اور تنظیمی اقدام بڑا مشکل ہے۔

جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کام کا چنداں مداح نہ تھا۔ اب جبکہ چار سال سے تحریک یوم النبی کے کام میں مصروف ہوں۔ اور چار سال کی شبانہ روز کوششوں اور محنتوں کے باوجود حالت یہ ہے۔ کہ ابھی اس تعمیری کام کا پہلا قدم بھی نہیں اٹھ سکا۔ اس ذاتی تجربہ کے بعد پہلی دفعہ میں اس حقیقت کا احساس کر سکا ہوں۔ کہ انجمن کا کام کس قدر اہم اور عظیم الشان ہے۔

بے شک! احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تبلیغی کارگذاری عظیم الشان ہے۔ انجمن کی کامیاب کوششوں نے کائنات عالم کی تاریخ میں اپنے لئے ایک زریں ورق حاصل کرلیا ہے۔ انجمن نے برلن مسجد کی تعمیر، ووکنگ کی آبادی۔ اور انگریزی اور جرمن ترجمۃ القرآن کی صورت میں ملت اسلامیہ کے لئے ایک اتنی بڑی دولت پیدا کردی ہے۔ جس پر ہماری آئندہ نسلیں فخر کریں گی۔ اور فخر کے ساتھ اس دولت کی حفاظت کریں گی۔

انجمن کا ایک اور بہت ہی بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ اس نے ان لوگوں پر صاف الفاظ میں واضح کی

جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل، ایک نئی اور مستقل نبوت بند رہیج قائم کر رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے سکہ کو نہ کا رشتہ ختم کر دیں۔ اور اپنی نئی دنیا آباد کر لیں۔ آج تک رسول اللہ کی نبوت کے ساتھ اتنی بڑی دشمنی کبھی نہیں کی گئی۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی اگر تمام مساعی حسنہ سے قطع نظر کر لی جائے۔ تو اس کا صرف یہ والہانہ اعلان کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی ہرگز نہیں مانتے۔ رسول اللہ کے دین کی اتنی بڑی خدمت ہے۔ کہ اس کے سامنے گردن بے اختیار جھک جاتی ہے۔

بعض مشہور دینی اور سیاسی مسائل میں ہمارا اختلاف احمدیہ جماعت سے بالکل واضح ہے۔ لیکن اس جماعت کے نظام کی وسعت، اور باقاعدگی، اس کے کارکنوں کی گرمجوشیاں، اس کے مبلغوں کی عالمگیر حرکت، اس کی مطبوعات کی اشاعت اور سپرد رسی، ہر سال دو لاکھ روپیہ کی باقاعدہ آمد، اور دو لاکھ روپیہ کا باقاعدہ خرچ، ایسی چیزیں ہیں۔ جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر زبان انکار کرے۔ تو دل انکار نہیں کر سکتا۔ انجمن کا کامیاب تبلیغی پروگرام، اس کا باقاعدہ نفاذ، اس کی مستقل سیر و حرکت اور مسلسل اقدام۔ ہندوستان کے سات کروڑ منتشر مسلمانوں کے لئے درس عبرت ہے۔ سات ہزار احمدیوں کا اتحاد و اہتمام تبلیغی میدان میں جو کچھ کر رہا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہم سات کروڑ حنفیوں، وہابیوں اور شیعوں کو میسر ہے؟

میری موجودہ جد و جہد کا ایک بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم نیکی اور خیرات و حسنات کے کاموں میں انجمن احمدیہ کا زبردست مقابلہ کریں۔ ہم زبان کو چھوٹا کریں۔ اور اعمال کو بڑھائیں۔ ایک لکیر انجمن نے کھینچی ہے ہم اس کے پاس ایک بڑی لکیر کھینچ دیں۔ تاکہ انجمن کی لکیر چھوٹی ہو جائے مجھے اپنی ملت کے مسلمانوں پر حسرت ہے۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ اعمال کو دلائل اور الفاظ سے شکست دیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ منہ کی پھونکوں اور ہاتھوں کی تالیوں سے ایک فولادی تختے کو توڑ دیں۔ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

ترک احمدی ہوں۔ یا نہ ہوں۔ مجھے اس امر کا پورا یقین ہے کہ احمدیہ انجمن کی کامیاب اور عظیم الشان مثال، ایک دن تمام امت کے لئے بیداری کا پیغام ثابت ہوگی۔ اگر ایک دیا سلائی کی رگڑ سے ایک مبتدی کے ڈھیر کو آگ لگا کر خود فنا بھی ہو جائے۔ تو اس کی یہ فنا نہایت مبارک ہے۔ خدا ان کو اور ہم سب کو نیکی مضبوط، خدمت دین اور اخلاص سے قلبِ حق کی توفیق دے۔

(خاکسار) عبد المجید قرشی
(ایڈیٹر "ایمان" پٹی ضلع لاہور)

پیغام مہر

(از جناب مولانا غلام رسول صاحب مہر مدیر روزنامہ انقلاب لاہور)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ میں "پیغام صلح" کے جلسہ نمبر کے لئے کوئی مضمون لکھ دوں۔ گذارش ہے۔ کہ مصروفیتوں کے ہجوم کے باعث اتنے قلیل وقت میں کوئی تفصیلی چیز لکھنا بالکل غیر ممکن ہے۔ چند سطریں خدمت گرامی میں بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ انہیں قابل اشاعت سمجھیں۔ تو شائع فرما دیں۔

احمدیہ جماعت سے بعض خاص امور میں اختلاف کے باوجود میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی وسیع دینی و ملی خدمات کا ہمیشہ معترف و مداح رہا ہوں۔ غیر مسلموں کے مقابلے میں اسلام کی حفاظت، غیر مسلم ممالک

مراکز میں مستقل تبلیغی ادارات کا قیام، مختلف حلقوں کی ضروریات کے مطابق موزوں و مناسب مبلغین کی تیاری۔ ان میں سے ہر کام اتنا اہم اتنا ضروری اور اس درجہ لازم ہے۔ کہ ہر دردمند مسلمان کو اس کی بجا آوری پر زیادہ سے زیادہ خوش ہونا چاہیئے۔ خواہ ایسے کام انجام دینے والی جماعت سے بعض دوسرے امور میں کتنا ہی اختلاف ہو اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام تو یہ سب کام بہت وقت سے انجام دے رہی ہے علاوہ بریں انجمن نے پندرہ سولہ ملکی و غیر ملکی زبانوں میں مفید اسلامی لٹریچر کا بیش قیمت ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ قرآن حکیم، حدیث، سیرت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم۔ اور اصول اسلام کے متعلق انجمن کی تحریری خدمات قبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ تعلیم اور اصلاح معاشرت کے دائرے بھی خالی نہیں رہے۔ انجمن کے زیر اہتمام دو ہائی سکول چل رہے ہیں۔ نیز دیہاتی آبادی میں مسرفانہ و غیر شرعی رسوم کو رد کرنے اور غریب مسلمانوں کو سود خواروں کی گرفت سے بچانے کی طرف بھی توجہ مبذول ہے۔ میری دلی آرزو ہے۔ کہ انجمن کی ان مفید مذہبی و ملی خدمات کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو جائے۔ اور تمام اسلامی انجمنیں اور جماعتیں اسی استقلال و سرگرمی سے مسلمانوں کی اصلاح و ترقی اور دین کی حفاظت و اشاعت کو اپنا شعار بنالیں۔

"مہر"

پیغام سالک

(از جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک مدیر روزنامہ انقلاب لاہور)

احمدیوں سے کسی کو عقائد کے معاملے میں کتنا ہی اختلاف ہو لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ہند اور بیرون ہند کے ممالک میں اسلام اور شارع اسلام کے خلاف شائع ہونے والی غلط بیانیوں کی اصلاح و انسداد اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں جس قدر عظیم الشان کام کیا ہے۔ اس کا اعتراف ہر منصف مزاج انسان کو کرنا پڑتا ہے اس انجمن کے صدر محترم حضرت مولانا محمد علی ایم اے علم و متانت کے پیکر اور فضل و دیانت کے مجسمے ہیں اور عامۃ المسلمین کی مفید تحریکات میں ہمیشہ مخلصانہ شریک ہوتے ہیں۔ لاہوری احمدیوں میں ایک اور امتیازی وصف یہ ہے۔ کہ وہ اغیار میں تبلیغ کرتے وقت اپنے فرقے کے مخصوص عقائد پر زور نہیں دیتے۔ اور سب سے پہلے غیر مسلم کو اسلام کا حلقہ بگوش بنانے پر اپنی توجہ مرتکز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس انجمن کو بلا امتیاز فرقہ تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل ہے۔ چند روز میں اس انجمن کا سالانہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ اجلاس کامیاب ہوگا۔ اور انجمن اپنے مفید کام کو بیش از بیش اطمینان اور سرگرمی سے جاری رکھنے کے قابل ہو جائیگی کیونکہ اس کو لاہوری احمدیوں کے علاوہ عام مسلمانوں کی طرف سے بھی مالی امداد ملتی ہے۔ اور یقیناً ملنی چاہیئے۔

عبد المجید سالک
(ایڈیٹر انقلاب)

پیغام منصور

(از جناب ڈاکٹر ابو الحسن منصور احمد صاحب پی ایچ ڈی)

میں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی کارروائی برلن میں دیکھی ہے۔ اور ایک حد تک لاہور میں بھی میں اس سے واقف ہوں اور میرا خیال یہ ہے۔ کہ جو کوشش اور ہمت اس انجمن نے اشاعت اسلام کے متعلق صرف کی ہے۔ اس کی نظیر آج کل دنیائے اسلام کی کوئی انجمن پیش نہیں کر سکتی۔ تمام مسلمانان ہند و دیگر ممالک اسلامیہ کے لئے میرا یہ مشورہ ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے بارے میں اس انجمن کی تقلید و تائید کریں۔

(ابو الحسن منصور احمد)

پیغام واحدی

(از جناب ملا واحدی صاحب ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دہلی)

محترم علیکم السلام۔ آپ کے کئی گرامی نامے ملے۔ آپ کو شاید کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔ جو مجھ سے "پیغام صلح" کے "جلسہ نمبر" کے لئے پیغام طلب کر رہے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ میں اتنی قابلیت اور حیثیت نہیں رکھتا۔ کہ کسی جماعت کو پیغام دے سکوں۔ البتہ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی جماعت میں عمل کی جو قوت ہے۔ وہ برقرار رہے۔ اور ترقی کرے۔ اور مسلمانوں کی دوسری جماعتوں میں بھی یہی بات پیدا ہو۔ آپ کی جماعت کی تبلیغی کوششیں اس دور میں تعارف و توصیف سے مستغنی ہیں۔

(خیر طلب)
"واحدی"

بزرگان و احباب سلسلہ کے پیغامات

ایڈیٹر پیغام صلح کی درخواست پر بزرگان و احباب سلسلہ نے مندرجہ ذیل پیغامات جلسہ نمبر کیلئے عنایت فرمائے۔ جو بصد شکریہ شائع کئے جاتے ہیں:۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

میرا یقین ہے۔ کہ قومی اجتماع پر اللہ تعالےٰ کی جناب سے برکات نازل ہوتی ہیں ہمارے دوستوں کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ان برکات سے حصہ حاصل کریں۔ علاوہ اس کے یہ اجتماع ہمارے دوستوں کے ایمان اور عرفان کو زیادہ کرنے کے لئے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ وہ یہ کہ بیرن عمر کی زیارت کرنا گویا مجدد زمان کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ یہ وہ صداقت ہے جس کا انکار دشمن بھی نہیں کر سکتا۔ احباب کرام کو علم ہے۔ کہ بیرن صاحب کی تشریف آوری کی ایک غرض یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کا ترجمہ جو جرمن زبان میں کیا جا رہا ہے۔ اس پر ایک فائر نظر ڈالیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ تیرہ پارے تک کا ترجمہ ان کی آمد کے دن تک ختم ہو چکا ہوگا۔

(صدر الدین)

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب

آ ؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

لوگ کہتے ہیں۔ کہ احمدیہ جماعت لاہور دوسرے مسلمانوں میں جذب ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ اب احمدیت کی تبلیغ نہیں کرتی۔ اگر ان کی اس سے مراد یہ ہے۔ کہ احمدیت کوئی اسلام سے باہر چیز ہے۔ تو وہ غلطی پر ہیں۔ اور اگر ان کی یہ مراد ہے۔ کہ احمدیت اشاعت اسلام کرنے والے گروہ کا نام ہے۔ تو بھی ان کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ ہم خدا کے فضل سے اپنی حیثیت کے مطابق مالی اور علمی جہاد میں مصروف ہیں۔ ہمارے علم کلام کا اثر ہمارے مخالفین میں بھی موجود ہے۔ وہ غیر مذاہب سے مباحثات میں اس سے کام لیتے ہیں۔ آج دنیا میں اسلام کی صحیح تصویر سوائے اس جماعت کے لٹریچر کے اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ پھر اشاعت اسلام اور حفاظت کے کام میں جو نصرت الٰہی اس جماعت کے شامل حال ہے۔ وہ پکار پکار کر بتا رہی ہے۔ کہ اللہ کا فضل ہمارے ساتھ ہے۔

یورپ اور ایشیا میں جہاں کہیں بھی اس جماعت نے تھوڑا سا قدم اٹھایا۔ اللہ نے اس کے لئے فتح کے دروازے کھول دیئے۔ ہاں کسر ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ ہم نے ابھی تک اشاعت اسلام کیلئے اپنے آپ کو وقف نہیں کیا۔ اور نہ حقیقی طور پر دین کو دنیا پر مقدم نہیں کیا ہے۔ اگر جلسہ سالانہ میں اس کیلئے کوئی تجویز کی جائے۔ تو امید ہے۔ اللہ کی جناب سے ایسے ایسے فضلوں کی بارش ہو۔ جن کی روشنی ساری دنیا کو چکا چوند کر دے۔

بے شک ہم پولیٹیکل جماعت نہیں ہیں۔ ہم میں جھوٹا پروپیگنڈا کرنے کی قابلیت نہیں۔ ہم چالبازی کی راہوں سے بالکل ناواقف ہیں۔ ہم گورنمنٹ کی خوشامد نہیں کر سکتے۔ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمانوں سے محبت کرتے ہیں۔ ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ جو کہتا ہے۔ کہ ہم ان میں جذب ہو جائیں گے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہم ان سے جدا پہلے بھی نہیں ہیں۔ ہم خادم اسلام ہیں۔ اس سے زیادہ ہمارا اور کوئی دعوےٰ نہیں۔ ہاں جو مذہب ملاؤں نے اسلام کی جگہ تجویز کیا ہے۔ اس کی اصلاح ہمارا کام ہے۔ اور وہ ہو رہا ہے۔ اگر کسر ہے۔ تو یہ کہ ہم جو کوشش کا حق ہے۔ وہ ادا نہیں کر رہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ساری قوم جمع ہو۔ اور سوچے۔ کہ غفلت کس طرح دور کی جا سکتی ہے۔ اس لئے التماس ہے۔ کہ برادران اس جلسہ سالانہ میں ضرور تشریف لائیں۔ اور وہ کام دنیا کو کر کے دکھائیں۔ جس نے صحابہ کرامؓ کو ساری دنیا میں ممتاز کر دیا تھا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

خاکسار سید محمد حسین

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

میں اپنے جملہ برادران طریقت کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اور اپنے قومی سالانہ جلسہ میں شامل ہو کر اپنے اس دینی فرض کو ادا کریں۔ جو اشاعت اسلام کے لئے مال اور نفس کے جہاد کے طور پر قرآن نے ان کے سر پر ڈالا ہوا ہے۔ ہماری جماعت ایک مجاہدین کی جماعت ہے۔ اور ہر ایک قدم جو وہ حفاظت و اشاعت کے لئے اٹھاتی ہے۔ اس جہاد کبیر کا حصہ ہے۔ جس کے لئے اس نے اپنے امام وقت کے ہاتھ پر عہد کیا تھا۔ یہ کوئی نفل نہیں۔ کہ دل چاہا۔ تو اس میں حصہ لے لیا۔ اور دل چاہا۔ تو نہ لیا۔ قرآن کی اشاعت انتہائے عالم میں جہاد کبیر ہے۔ جو فرض ادا کرنے ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔ جاهدهم به جهادا كبيرا اور جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کو قرآن کریم نے مخلفین کا نام دیا ہے۔ سورہ توبہ پڑھو اور دیکھو۔ کہ مخلفین کا شمار کن لوگوں میں ہے۔ اور ان کے لئے کیا کیا وعید ہے پس دعا کرو۔ اور کوشش کرو کہ ہم مخلفین سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے نہ ہوں۔ اور خدا کے لئے سب سے پہلے مال اور جان سے جہاد کرنے میں سبقت لے جانے والوں میں سے ہوں۔ اس جہاد کا بوجھ صرف انجمن کے سر پر پھینکنا غلطی ہے۔ اور ان کے سر پر ڈال کر بیٹھ رہنا اپنی ذمہ داری سے دانستہ یا نادانستہ غفلت ہے۔ جو عند اللہ ناقابل معافی ہے کیونکہ ہم اس کے ایک مامور کے ہاتھ پر عہد کر چکے ہیں۔ عہد کا توڑنے والا فاسق کہلاتا ہے پس اس سے بچو۔ انجمن محض جماعت کی ایک نمائندہ ہے۔ اور اس کے افراد محض انتظام کے لئے جماعت نے مقرر کئے ہیں۔ اصل کام یہ ساری جماعت کا ہے۔ جس کا چھوٹے سے چھوٹا فرد خدا کے سامنے اسی طرح ذمہ دار ہے جیسا کہ بڑے سے بڑا فرد۔ پس اپنے فرض اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور اس جلسہ میں جس کا مقصد فقط خدمت دین ہے۔ شامل ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(خاکسار البشارت احمد)

(ہم حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کے بیحد ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے پیغام کے علاوہ مضمون بھی عنایت فرمایا۔ جو اسی اشاعت میں درج ہے)

جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے ایڈیٹر لائٹ

جو خدا کی طرف ایک قدم چلتا ہے۔ خدا اس کی طرف دس قدم چلتا ہے۔ ویسے تو احمدیوں کی مجاہد قوم بارہ مہینے اپنے اموال اور اوقات سے اللہ تعالےٰ کے راستے میں مصروف جہاد رہتی ہے۔ اور یہی درحقیقت اللہ تعالےٰ کے راستے میں چلنا ہے۔ لیکن لفظی معنوں میں خدا کے راستے میں گھر سے نکل پڑنا اور چل پڑنا اپنے اندر ایک خاص کیفیت رکھتا ہے جو ممکن ہے۔ ایک دنیا دار کی آنکھ میں یہ بھی ایک قسم کا جنون ہو۔ لیکن اس جنون کے سرور کو اس آسمانی سلسلہ کے احباب جو سال بہ سال اس سالانہ اجتماع میں شامل ہوتے ہیں۔ بخوبی جانتے ہیں۔ میں خود اس نعمت سے محروم ہوں۔ اور میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں بھی لاہور سے کہیں باہر سکونت پذیر ہوتا۔ اور اس موقع پر بستر باندھ احباب کی صحبت میں خدا کے راستے میں چل کر آتا۔ اس مادیت اور دہریت کے زمانہ میں ایک عبد باخدا انسان کی ملاقات اور صحبت ایک بڑی نعمت ہے چہ جائیکہ سالانہ جلسہ جیسا عظیم الشان اجتماع ہو جس میں دور دراز کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کی سعید روحیں انسان محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کے لئے جمع ہوتی ہیں۔ سال کا آخری ہفتہ ہندوستان میں جلسوں اور جلوسوں کا ہفتہ ہوتا ہے۔ یہ سب جلسے اور جلوس دنیاوی اغراض کے لئے ہوتے ہیں۔ اور انسانی ہاتھوں کے قائم کردہ۔ انسان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز خدا کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز کا کب مقابلہ کر سکتی ہے۔ ہمارا سالانہ اجتماع صرف خدا کی رضا کے لئے ہے۔ بلکہ خدا کے پاک اور مامور بندہ کا قائم کردہ ہے۔ مجھے اس دوست سے ہمدردی ہوگی۔ جو کسی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہے اور خدا کے راستے میں چلنے والوں کی فہرست میں اس کا نام نہ آ سکے۔

(محمد یعقوب خاں)

جناب مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام

سالانہ جلسہ کے دن قریباً پہنچے ہیں۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ احباب کی خدمت میں خود حاضر ہوتا۔ اور حاضر ہو کر تاکید کرتا۔ کہ اس قومی اجتماع کو ہر حیثیت سے کامیاب بنانا نہایت ضروری ہے۔ مگر مجھے دو ر پھوڑے نے لاچار کر دیا۔ اور میں اپنی اس آرزو کو پورا نہ کر سکا۔ مجبوراً ان چند سطروں کے ذریعہ سے التماس کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ احباب کرام میرے اس نیازمندانہ پیغام کو توجہ سے پڑھیں گے۔ اور دوسروں کے کانوں تک پہنچائیں گے۔

مخالفین اپنی مخالفت میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور آئے دن احمدیت کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے سوچتے رہتے ہیں۔ جو قوم شدت مخالفت کی حالت میں اپنے بچاؤ کی تدبیر نہیں کرتی۔ اور اپنے حصار کو مستحکم نہیں بناتی۔ اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتی ہے۔ وہ کامیابی کی منزل مقصود سے بہت دور جا پڑتی ہے۔ اس لئے ضروری اور نہایت ضروری ہے۔ کہ احباب کرام اب کے سالانہ جلسہ پر نہ صرف خود ہی تشریف لاویں۔ بلکہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی ساتھ لانے کی پوری پوری

کوشش فرمادیں۔ اور ثابت کر دیں۔ کہ احمدیوں میں بھی جان ہے اور ان کا یہ عہد کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اتنا بڑا پکا عہد ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ اس کے ساتھ یہ بھی التجا ہے۔ کہ اوقات عبادت میں اس اپنے خادم کو بھی یاد رکھیں۔ اور بارگاہ مجیب الدعوات میں دعا فرمادیں۔ کہ وہ اس عاجز کی بیماری کو دور کرے۔ اور کچھ مزید مہلت خدمت دین کی کرامت فرمائے

بندہ عصمت اللہ

جناب مولانا احمد صاحب

یٰقومنا اجیبوا داعی اللہ وآمنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم (احقاف آیت ۳۱)

ترجمہ:- اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کو قبول کرو۔ اور اس پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہارے قصور تمہیں معاف کر دیگا۔ اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دیگا۔

اس آیت میں "داعی اللہ" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر امام وقت اور مجدد عصر چونکہ آپ کا خلیفہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا مامور۔ اس لئے اس کو قبول کرنا اور اس کے بتائے ہوئے راہوں پر چلنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت اور آپ کی ہدایتوں پر چلنا ہے۔ اور قصوروں کے معاف ہونے کا موجب ہے۔ اور عذاب الیم سے بچنے کی راہ ہے۔ ہر ایک قوم اور جماعت اپنی سمجھ اور اجتہاد سے اپنے لئے راہ عمل تجویز کرتی ہے۔ اور اس پر گامزن ہوتی ہے اور اس کے لئے ہر ایک قسم کی قربانی کرتی ہے۔ یہ ایک یقینی بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانا جہاد کبیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے منشا کو پورا کرنا ہے۔ اور اسی کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے ہیں۔ ملہذا یہ جہاد دائمی اور غیر موقت فریضہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ جماعت احمدیہ کا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود و مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو امام اور مامور کر کے اپنا منشا ان پر ظاہر کیا۔ کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے۔ کہ مسلمان آپ کو تسلیم کر کے تبلیغ اسلام میں لگ جائیں ہمارے سالانہ جلسے کا مقصد چونکہ اسلام کے کام میں قوت پیدا کرنا اور اسے توسیع دینا ہے۔ یا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے منشا کو پورا کرنا ہے۔ جو ذاتی اغراض اور خواہشات سے پاک ہے اور یہی انسان کا سب سے اعلیٰ اور بلند مقصد ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے دوستوں پر لازم ہے۔ کہ اپنے چھوٹے چھوٹے مقاصد اور اغراض اس بڑے مقصد پر قربان کر دیں۔ اور جلسہ سالانہ میں شرکت اور اس کے مقاصد کو باقی تمام ضروریات پر مقدم کریں۔ کیونکہ یہی کامیابی کی راہ ہے۔ اور داعی اللہ کی قبولیت اور اس کے بتائے ہوئے راہوں پر چلنا ہے۔ اور یہی ہماری کمزوریوں کا علاج اور دکھوں سے نجات کا رستہ ہے۔ اور یہی رضا الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ خاکسار احمد

جناب حافظ محمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی
وکیل گجرات

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم۔ آپ مجھ ایسے غفلت شعار سے قارئین پیغام صلح کیلئے کوئی پیغام چاہتے ہیں! خوب!!

اس سال پنجاب بھر میں مخالفت کا ایک طوفان احمدیت کے خلاف رہا۔ اخباروں کے ذریعے لیکچروں اور لٹریچروں کے ذریعے نعش گیتوں، پھبتیوں کے ذریعے تمسخر اور استہزا کے رنگ میں غرضیکہ ہر طور و طریق پر ہمارے علمار کرام اور لیڈران ملت نے تحریک احمدیت کے خلاف زہر اگلا۔ اور ایسی فضا پیدا کر دی۔ کہ بظاہر اس سلسلہ کے نشو و نما کا کوئی امکان نہ رہا۔ مگر اس زندہ اور کارکن جماعت کو کوئی طاقت مرعوب نہ کر سکی۔ ان کی رفتار ترقی پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی۔

اس سال کی دبا بازاری اور اقتصادی بدحالی نے یورپ کی متمول اقوام کی کمر توڑ دی ہے۔ ہماری جماعت تو کوئی متمول جماعت ہی نہیں۔ ہمارے اہل صنعت و حرفت، زراعت پیشہ اصحاب اور مزدور طبقہ سخت تلاش اور مفلس ہو رہے ہیں۔ مگر آفرین ہے ان کی ہمتوں پر۔ کہ جماعت کے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہونے دی۔ ہر سال خاص تحریکات بھی کی جاتی ہیں۔ اور ہمیشہ زندہ دلان جماعت اپنی اپنی طاقت... سے بڑھ کر لبیک کہتے رہے ہیں۔

اس سال حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی دردناک اپیل نے جماعت میں ایک زبردست زندگی کی لہر دوڑا دی ہے۔ اور سرفروشوں نے قربانی کی وہ سپرٹ دکھلائی۔ کہ مخالفین حیران رہ گئے۔ انجمن کی تمام مشکلات آناً فاناً حل ہو گئیں۔ اس جماعت کے لئے آپ مجھ سے پیغام چاہتے ہیں۔ میرا پیغام یہی ہے۔ کہ خدا اس جماعت کے ان افراد میں جو میری طرح غفلت اور کاہلی میں اپنا قیمتی وقت کھو رہے ہیں۔ نور ایمان پیدا کرے۔ انہیں عمل کی طاقت بخشے۔ خدا میرے جیسے ناکاروں کو جماعت کے لئے مفید اور کار آمد بنائے۔ آمین ثم آمین۔ خاکسار محمد حسن از گجرات

از جناب سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب
ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور

برادران من۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جلسہ سالانہ بہت قریب آ رہا ہے لہذا میں احباب کی خدمت میں پر زور اپیل کرتا ہوں کہ سالانہ جلسہ میں ضرور شامل ہو کر تمام دیگر اقوام کے سامنے اپنے اتحاد اور اخوت کا نمونہ پیش کریں۔ جب دیگر اقوام اپنے باطل معبودوں کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ اور زور شور سے اپنے قومی اجتماع کے نمونے پیش کرتی ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم جو صرف اعلائے کلمۃ الحق کے لئے قومی اجتماع کرتے ہیں کیوں جمع ہو کر دعاؤں میں شامل نہ ہوں۔ اور ثواب دارین حاصل نہ کریں۔

اس دفعہ یہ سالانہ جلسہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ آپ کے دو معزز بھائی ڈاکٹر و فیصر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن اور مسٹر عمر ایرنفلز بڑی دور سے تشریف لا رہے ہیں اس لئے میں بھی احباب کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ کم از کم اس دفعہ ضرور باقی تمام مصروفیتوں کے باوجود جلسہ میں شمولیت کو ضروری سمجھیں اور اپنے معزز مہمان کی آمد پر ثابت کر دیں کہ آپ بھی ایک زندہ قوم ہیں اور بفضلہ تعالےٰ زندہ رہنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ یہ درست ہے کہ سالانہ جلسہ پر ہم سے آپ کی کماحقہ خدمت نہیں ہو سکتی لیکن آپ جس غرض کو لیکر اس موقعہ پر شمولیت اختیار کر رہے ہیں اس کے حصول کے لئے ایسی رکاوٹیں بالکل ہیچ ہیں۔ اور جو قوم پہلے ہی مجدد وقت کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کر چکی ہو وہ ایسی ایسی ناچیز باتوں کو کب خاطر میں لاتی ہے۔ وہ تو اس نشہ میں سرشار ہوتی ہے کہ ہم نے اس مقصد اعلیٰ کو حاصل کرنا ہے جس کی غرض سے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے سبحان اللہ کیا ہی اعلیٰ وارفع مقام ہے اللہ تعالےٰ آپ کو اور مجھے اس کے سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

عرض حال
(از ایڈیٹر)

جلسہ نمبر جس کا اعلان پیغام صلح کی گزشتہ چند اشاعتوں میں ہوتا رہا ہے۔ آپ کے سامنے ہے۔ یہ ادارہ پیغام صلح کی طرف سے قوم اور قارئین کی خدمت میں ایک معمولی نذر ہے امید ہے وہ اسے قبول فرمائیں گے افسوس وقت کی قلت اور دوسری مشکلات کی وجہ سے ہم اسے اپنے ارادے اور خواہش کے مطابق تیار نہ کر سکے۔ یہ جو کچھ بھی آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ خدا کے فضل اور بزرگوں اور دوستوں کی امداد کا نتیجہ ہے۔

دسمبر کا مہینہ قومی کارکنوں اور رہنماؤں کے لئے سخت مصروفیت کا زمانہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر قومی اجتماعات اسی مہینہ کے ہفتہ کے آخر میں منعقد ہوتے ہیں۔ لاہور کے بزرگان و احباب سلسلہ سالانہ جلسہ کی تیاریوں میں منہمک ہیں امسال آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس بھی لاہور میں منعقد ہو رہا ہے۔ لاہور کے . . . . اکثر معتقد مسلمان اس کے انتظامات میں مصروف ہیں۔ علاوہ ازیں ہندوستان کے بہت سے قومی کارکن گزشتہ ہفتہ لکھنؤ کانفرنس اور آل انڈیا کانفرنس کیطرف متوجہ ہو اس لئے ہمیں بزرگان و احباب سلسلہ اور دیگر حضرات کے مضامین و پیغامات حاصل کرنے میں بہت دقت اور تاخیر ہوئی۔ تاہم ان تمام احباب کے جنہوں نے ہماری استدعا پر جلسہ نمبر کیلئے اپنی بیش قیمتی تحریریں عنایت فرمائیں بے حد ممنون ہیں۔ خداوند کریم ان کو جزائے خیر دے۔

قومی کاموں کی کامیابی کے لئے۔ نوجوانوں اور خواتین کی شرکت لازمی ہے۔ تاریخ اور خاص کر تاریخ اسلام ہمیں بتلاتی ہے کہ قوم کے ان دو طبقوں کی شرکت کے بغیر قومی تحریکات بے جان ہیں۔ نوجوان قوم کی قوت عمل کی روح ہوتے ہیں۔ عورت قومی گاڑی کا ایک پہیہ ہے۔ ایک پہیہ کو بیکار اور روح عمل سے قطع تعلق کر کے ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں؟ جس طرح ہم نے قومی اجتماعات کے لئے ہمیشہ نوجوانوں اور خواتین کو خاص طور پر پکارا ہے اسی طرح جلسہ نمبر کی تیاری کے لئے بھی ان کو دعوت دی۔ خدا کا شکر ہے جلسہ نمبر کے ناچیز صفحات ہمارے قابل قدر نوجوانوں اور بعض مقتدر مسلم خواتین کی تحریروں سے مزین ہیں۔

ہم معزز خواتین کے خاص طور پر ممنون ہیں جنہوں نے بہت ہی قلیل وقت میں اخبار کے لئے پیغامات تحریر کر دیئے غیر از جماعت مقتدر خواتین کے پرجوش و مخلصانہ پیغامات اس حقیقت کا واضح اور روشن ثبوت ہیں کہ دین دار اور روشن خیال مردوں کی طرح پابند مذہب اور تعلیم یافتہ خواتین بھی جماعت احمدیہ لاہور کی دینی وعلمی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی اور مسلم قوم اور مسلم خواتین کے مفاد کو اس مبارک تحریک سے وابستہ سمجھتی ہیں۔ یہ بات ہمیں نہایت ہی روشن مستقبل کی طرف اشارہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے بشرطیکہ ہم ہمت بلند سے کام لیں۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جلسہ کا مقصد وحید جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانا ہے۔ پیغام صلح قوم کا ایک حقیر خادم ہے۔ اس نے اپنے جذبہ بے اختیار سے مجبور ہو کر یہ قدم اٹھانے کی جرأت

مقتدر مسلم خواتین کے پیغامات

جماعت احمدیہ لاہور کی دینی خدمات

(از محترمہ لیڈی عبدالقادر صاحبہ)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسے کے موقعہ پر میں اس انجمن کے بزرگ صدر جناب مولانا محمد علی صاحب اور دیگر اراکین کو مبارکباد دیتی ہوں کہ یہ انجمن ہمارے مقدس مذہب کی اشاعت کے متعلق بیش بہا خدمات کر رہی ہے ممالک غیر میں اس کی طرف سے تبلیغ کا کام جاری ہے اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں بھی مبلغ موجود ہیں۔ مجھے پچھلے سال انگلستان کے سفر میں ووکنگ جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں میں نے اس مشن کے کام کو دیکھا ہے۔ ووکنگ کے امام صاحب اور ان کے رفقاء بہت محنت اور توجہ سے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ان کی بدولت اذان کی مبارک آواز سرزمین انگلستان میں بلند ہو رہی ہے اور کئی انگریز مسلمان ہوئے ہیں۔ جرمنی کے دارالحکومت میں جو مسجد انجمن نے بنائی ہے اس کی بھی تعریف سنی ہے گو اسے میں نے دیکھا نہیں۔

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو اس انجمن نے شائع کیا ہے۔ وہ بہت مقبول ہوا ہے۔ اب یہ معلوم کر کے نہایت خوشی ہوتی ہے کہ جرمن زبان میں بھی کلام پاک کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ خدا اس کی تکمیل کا دن جلد لائے۔ امید ہے کہ قوم ان خدمات کی پوری قدر کرے گی۔ میری دعا ہے کہ آنے والا سالانہ جلسہ پہلے جلسوں سے بھی زیادہ کامیاب ہو۔ اس کے ساتھ زنانہ دستکاری کی ایک نمائش بھی ہونے والی ہے جس کا اہتمام میری محترمہ بہن بیگم مولانا محمد علی صاحب کر رہی ہیں۔ خدا ان کی ہمت میں برکت دے۔ اور ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔

(لیڈی عبدالقادر)

ایک بابرکت انجمن

(از محترمہ ازکیہ ظفر صاحبہ)

اس کفر و ضلالت کے زمانہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ایک بابرکت انجمن ہے اس کا وجود مسلمانوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس انجمن کا مقصد اشاعت اسلام ہے اور سالہا سال سے یہ ایسوسی ایشن اسلام کی سچی خدمت کر رہی ہے۔ قلعے در ہے سنئے۔ یہ انجمن تبلیغ کے لئے کوشاں ہے۔ ہندوستان میں اور اس سے باہر اس کے مبلغ موجود ہیں جو دشمن اسلام قوموں میں اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم مدلل طور پر بیان کر کے بحث مباحثوں میں انہیں قائل کرتے ہیں بانی اسلام پر نہایت غلط اور ناپاک حملوں کی تردید اور ان کی روک تھام کے لئے سینہ سپر رہتے ہیں۔ مختلف اوقات میں مختلف زبانوں میں قرآن شریف کا ترجمہ سیرت نبوی اور اصول اسلام پر کتابیں اور پمفلٹ شائع کرنا اور انہیں مفت تقسیم کرنا مرتد اور اچھوت لوگوں کو دائرہ اسلام میں شامل کرنے کے لئے کوشش کرنا اور انہیں پناہ دینا۔ بیرون ہند میں اسلامی مشن قائم کرنا جیسے ووکنگ مشن اور جرمن مشن وغیرہ علاوہ ازیں انجمن عامہ بہبودی کے سلسلہ میں بھی کام کرتی رہتی ہے۔ مثلاً اس کے مبلغ مختلف دیہاتوں وغیرہ میں دورہ کر کے عام مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کو رسم و رواج اور سودی روپیہ لینے کی برائیوں سے آگاہ اور انہیں تجارت کاروبار میں حصہ لینے کی ترغیب دلاتے ہیں اس انجمن کے دو ہائی سکول بھی ہیں جہاں پر طلباء کو اسلامی رنگ میں تعلیم دی جاتی ہے۔ غرضیکہ یہ انجمن اسلام کی اشاعت اور حفاظت مسلمانوں کی بہبودی پیغمبر اسلام کی عزت کی حفاظت اور مسلموں کی امداد اور دیگر اس قسم کے مفید اور ضروری کام نہایت مستعدی سے سرانجام دے رہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ تفرقوں میں نہ پڑیں۔ وسیع نظر سے کام لیں اور اس انجمن کی مدد کو ضروری سمجھیں۔ احمدی یا قادیانی شیعہ یا سنی حنفی یا وہابی فرقوں میں ہرگز نہیں پڑنا چاہئے۔ ہر کلمہ گو مسلمان ہے جس نے خدا کو ایک مانا اور اس کے رسول پر ایمان لایا بس وہ مسلمان ہے۔ اس وقت مسلمان منتشر ہو رہے ہیں۔ کس لئے۔ کہ وہ تفرقوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ سب فرقہ بندیاں چھوڑیں اور ایک اسلامی جماعت بن جائیں جہاں انہیں تفرقہ یا جھگڑا نظر آئے وہاں بردباری اور سمجھ سے کام لے کر جھگڑا مٹائیں۔ اور سب اسلامیوں کو یکجا کریں۔ اگر مسلمانوں کی اکثریت اس بات پر تل جائے کہ ہم نے مسلمانوں کو ایک جماعت بنانا ہے اور تفرقے مٹانے ہیں تو میرے خیال میں یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ سب دینی بہن بھائی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کو اصل اسلام سمجھیں اور خواہ مخواہ ذرا ذرا اختلافات کو نہ بڑھائیں بلکہ انہیں نظر انداز کر دیں اگر آج ہماری ایک جماعت ہو جائے تو بہت سی مشکلیں یک قلم دور ہو جائیں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے سب مل کر پکڑیں اور تفرقوں میں نہ پڑیں۔

(خاکسار ازکیہ ظفر)

انجمن کی بیش بہا خدمات

(از محترمہ ریس۔ قلندر علی خاں صاحبہ)

اگرچہ میں ذاتی طور پر اس فرقے سے تعلق نہیں رکھتی لیکن تاہم اپنے غیر متعصبانہ خیالات اظہار کرنے بغیر نہیں رہ سکتی اور اس انجمن کی بیش بہا خدمات دینی کا اعتراف اپنا اخلاقی فرض سمجھتی ہوں میں امید کرتی ہوں کہ میری یہ چند سطور میرے خیالات کے اظہار کے لئے کافی ہوں گی۔ وھو ہذا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جس جانفشانی، صدق دل۔ بلکہ سرفروشی کے ساتھ اس دینی خدمت کو ایک مدت سے سرانجام دے رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ واقعات اور مشاہدات ہمیں صاف دکھا رہے ہیں۔ اور بتا رہے ہیں کہ صداقت کی آبپاشی نے تشنہ دلوں اور پیاسی روحوں کو کس قدر سیراب اور کتنا سرسبز کر دیا ہے! یورپ، امریکہ، جاوا، سماٹرا اور بہت سے بیرونی ممالک کے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں آ رہے ہیں۔ اور ان کی ضمیروں نے اس وحدانیت کی صدا کو کس جوش و خروش سے لبیک کہا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اس انجمن نے اسلام کی ڈوبتی کشتی کو بچا لیا ہے اور ایک آزمودہ کار ناخدا بنکر برق و باد تند کے تھپیڑوں اور سمندر کی بے پناہ موجوں سے منجدھار سے نکال کر سلامتی کیساتھ ساحل کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ اس نازک زمانے میں جبکہ اسلامی عقائد میں تزلزل مذہبی شعائر میں غفلت احکام خداوندی کی بجاآوری میں کوتاہی رونما ہو رہی تھی۔ اس انجمن نے اپنی ہستی سے معجز نما اثر دکھا کر پاک عقیدوں کو خلوص۔ صداقت۔ و استقامت کے رنگ میں رنگا۔ مذہبی شعائر میں پوری توجہ پیدا کر دی احکام خداوندی کی تعمیل میں اپنی جانیں تک پیش کر دیں زنگ آلود روحوں کو جلا دی۔ گویا کہ اسلامی حلقوں میں عقیدت۔ خلوص۔ ایثار۔ خدمت خلق اخوت کی ایک لہر پیدا کر دی اور اخلاقی و مذہبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی۔ سچ پوچھو تو اس انجمن نے اپنی سر توڑ کوششوں اور ان تھک محنتوں سے اسلام کی لاج رکھ لی اور دشمنان اسلام پر ثابت کر دکھایا کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی اسلام کے نام لیوا۔ اللہ اور اس کے رسول پر جانیں فدا کرنے والے اسلام کی عزت و ناموس پر اپنی گردنیں حاضر کرنے والے بہت موجود ہیں۔ کہو اسلام کی فتح۔ مسلموں کا بول بالا۔ نصر من اللہ وفتح قریب۔ پس ہم تمام مسلمان بہن بھائیوں کا فرض ہے کہ وہ تعصب کی عینک اتار کر اور فرقہ وارانہ خیالات کو برطرف کر کے۔ دامے۔ درمے۔ قدمے اس انجمن کی مدد کریں۔ اور اشاعت اسلام کو اپنا فرض اولین سمجھیں تاکہ اسلام دن دگنی رات چوگنی ترقی پر ہو اور مسلموں کا بول بالا رہے۔ پھر کہو۔ اسلام کی فتح! مسلموں کا بول بالا۔

(راقمہ ریس۔ قلندر علی خاں)

جماعت احمدیہ لاہور کی ایک اہم خدمت

(از محترمہ نسیم اللہ صاحبہ عصمت)

جماعت احمدیہ لاہور کی دینی قومی اور علمی خدمات محتاج تعارف نہیں ہیں جماعت کے اشد ترین مخالفین کی زبانیں نہیں تو کم از کم ان کے دل تو لازمی طور پر اس کا اعتراف کر رہے ہیں۔ مگر اس وقت میں صرف ایک اہم خدمت کے ذکر پر ہی اکتفا کروں گی۔ ہندوستانی مسلمان آجکل افراط و تفریط کے مرض میں مبتلا ہیں۔ مسلم خواتین بھی اسی بیماری کی مریض ہیں۔ ہماری پابند مذہب بہنوں پر تاریک خیالی کا غلبہ ہے اور تعلیم یافتہ اور روشن خیال بہنیں مذہب سے بے پرواہ اور مغربی تہذیب کی دیوانی ہو رہی ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور نے مردوں کے علاوہ عورتوں کے لئے ایک ایسا معتدل مسلک اور پلیٹ فارم تیار کیا ہے جو افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے چند مخصوص عقائد سے قطع نظر وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم خواتین کا مستقبل بھی جماعت احمدیہ لاہور کی نسوانی تحریکات کے ساتھ وابستہ ہے۔ مسلم قوم کو روشن خیال اور پابند مذہب ہستیاں صرف اسی جماعت سے مل سکتی ہیں۔ دوسرے تمام طبقوں میں تاریک خیالی یا آزاد خیالی کے مظاہروں کے سوا اور کچھ نظر نہ آئیگا۔

ان الفاظ کے ساتھ میں انجمن کے ایام کرسمس میں منعقد ہونے والے زنانہ و مردانہ اجتماعات کی کامیابی کے لئے دعا اور مسلم خواتین سے ان میں شمولیت کی درخواست کرتی ہوں۔

خاکسار عصمت

زنانہ جلسہ اور نمائش دستکاری

۲۲ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو جمعرات کے روز مسلم ہائی سکول لاہور میں منعقد ہوگی سب بہنیں تشریف لائیں پردہ کا معقول انتظام ہوگا

نوجوانوں کے پیغامات نوجوانوں کے نام

ہم نے چند نوجوان احباب سے بھی جلسہ نمبر کیلئے کچھ لکھنے کی درخواست کی تھی۔ چونکہ وقت بہت کم تھا۔ اس لئے ان میں سے اکثر طویل مضامین نہ لکھ سکے۔ صرف مختصر پیغامات عنایت فرمائیے۔ جو شکریہ کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ ہم عمروں کی آواز بااوقات غیر معمولی اثر رکھتی ہے۔ کیا ہم توقع کر سکتے ہیں۔ ان چند اصحاب کی آواز جماعت کے نوجوانوں کیلئے باعث کشش ہوگی۔ اور وہ ضرور جلسہ سالانہ میں شامل ہو کر اپنے دینی و قومی فرائض کو ادا کریں گے؟ (ایڈیٹر)

قومی اجتماعات کی کامیابی نوجوانوں پر منحصر ہے

(از جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی)

مجھے یقین ہے۔ کہ ہر احمدی کے دل میں سالانہ جلسہ کی محبت ہوتی ہے۔ اور وہ شوق سے اس کا انتظار کرتا ہے۔ سالانہ جلسہ پر نوجوانوں کی تعداد زیادہ نظر نہیں آتی۔ سردی یا تھوڑی سی تکلیف کا بہانہ ہمارے نوجوان نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی ادنیٰ چیزوں کیلئے بڑی بڑی تکلیف اٹھایا کرتے ہیں۔ خدا کے لئے بھی تھوڑی سی تکلیف اٹھالیں ہمارا ایک نوجوان بھائی اس موقعہ پر آسٹریا سے چل کر آرہا ہے۔ اس کے استقبال اور ملاقات کا بھی موقعہ ہے۔ ہمارے نوجوان بھائی اس بات کو سمجھ لیں۔ کہ سالانہ جلسہ ہو۔ یا بیرن عمر ایرنفلز کا استقبال کسی میں سرگرمی پیدا نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ نوجوان نہ آئیں۔

احمدی نوجوانو! فتح اسلام کے پروگرام میں حصہ لو

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

ہر قوم اس وقت مصروف عمل ہے۔ ہر قوم کے نوجوان سرگرمی، جوش اور دلی تڑپ سے اپنی اپنی قوم کو اٹھانے کیلئے ہر ممکن قربانی کر رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے نوجوانو! آپ کی قوم کو اٹھے ابھی چالیس برس ہوئے ہیں اس قوم نے ابھی اپنی بنیادیں بھی استوار نہیں کیں۔ کیا اس حالت میں آپ اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے؟ آپ کا دائرہ عمل کل عالم پر محیط ہے۔ آپ نے دلوں اور دماغوں میں انقلاب پیدا کرنا ہے۔ کیا آپ نے اس فریضۂ عظیم سے سبکدوش ہونے کی استعداد اور ہمت پیدا کر لی ہے؟ کیا آپ کے اپنے اندر وہ تبدیلی و انقلاب پیدا ہو چکا ہے اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو پھر آپ کیوں خاموش ہیں؟ کیوں حرکت میں آ کر قوم پر فدا نہیں ہو رہے۔ آپ کے بانی سلسلہ احمدیہ نے آپ کے عمل کے لئے فتح اسلام کا ایک مکمل پروگرام آپ کو دیدیا ہے۔ جو اصحاب اس پر عمل پیرا ہوئے۔ وہ کامیابی و کامرانی کے مالک ہو رہے ہیں۔ کیا آپ کو اس کا شک نہیں۔ کہ آپ بھی اسی فلاح کے حصہ دار ہوں۔ کیا آپ کا خون اس لئے جوش میں نہیں آتا۔ کہ اسلام کی فتح کا انقلاب لانے میں آپ کی ادنیٰ خدمت بھی شامل ہو؟ آپ کی قوم کا سالانہ اجتماع ہے۔ سستی و غفلت کو دور کرنے اور نئے سرے سے عزم کرنے کا ایک شاندار موقع ہے۔ کیا آپ اس معمولی اور ابتدائی منزل کو طے کریں گے؟ اور خالص طور پر دین کی راہ میں یہ تکلیف گوارا کر کے آئیں گے اور محض رضا الٰہی کے لئے کوئی تڑپ و جوش پیدا کر کے جائیں گے۔ تو آپ کی دین و دنیا میں فلاح ہے۔ (ڈاکٹر صاحب نے پیغام کے علاوہ مضمون بھی عنایت فرمایا جس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں۔ (ایڈیٹر)

ایک فوجی سپاہی کی آواز

(از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام)

میں ایک فوجی آدمی ہوں۔ اور میرا کام آریوں سے لڑنا ہے۔ ہمارے جنگی مرکز میں مخالفین اسلام سے آئندہ سال جنگ لڑنے کے پروگرام پر غور و خوض کے لئے ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر ۱۹۳۶ء کو اجتماع قرار پایا ہے۔ میں اپنے ان تمام بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں۔ جنہوں نے سلسلہ عالیہ میں شامل ہو کر اس جنگ کو جاری رکھنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ کہ تشریف لا کر اپنے مرکز کو رونق بخشیں۔ اس موقع پر بہت سے اسلامی پہلوان و جنگجو اپنے اپنے ہنر پیش کر کے آپ کیلئے دلچسپی کا سامان ہم پہنچائیں گے۔ خود آئیے۔ دوسروں کو لائیے خود دیکھئے۔ دوسروں کو دکھائیے۔ کہ آپ کا فوجی نظام کس قدر اعلیٰ اور مضبوط ہے۔ اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم ایک سال کے لئے تو ضرور آپ اپنے سینوں میں خدمت دین کی حرارت لے کر جائیں گے۔

ہمارا قومی اجتماع بھی ایک عید ہے

(از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب بی۔ اے)

خدا تعالیٰ کے پیاروں اور برگزیدوں کا زمانہ انوار و برکات کے لحاظ سے انتہائی خوشی کا زمانہ اور عید کی مانند ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں خدا کے فضل کی بارش ہوتی ہے۔ جو مردہ دلوں کو زندگی اور ناامیدوں کو قوت بخشتی ہے۔ ہمارے حضرت کا الہام ہے "عید ہے چاہے کرو یا نہ کرو" گویا مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ مسلمانوں کے لئے بڑی برکت کا زمانہ ہے۔ بس مبارک ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے امام وقت کو شناخت کر کے حقیقی راحت کو حاصل کیا۔ اور اس عہد میں شامل ہوئے جس کی مدت سے دنیا منتظر تھی۔ اگر واقعی دوست و احباب کے باہم ملنے سے دلوں میں راحت اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ تو سالانہ جلسہ سے بہتر ملاقات کا اور کونسا موقع ہو سکتا ہے۔

ہمارے نوجوان بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ نہ صرف وہ خود اس عید میں شامل ہو کر سرور و ثواب حاصل کریں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس میں شریک کریں۔ اور مایوس دلوں کو بشارت دیں۔ اور انہیں اسلام کی ترقی کا یقین دلائیں۔ اور امام موعود کی بعثت کا مژدہ سناتے ہوئے ان الفاظ میں انہیں مدعو کریں ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

جلسہ سالانہ کے متعلق احمدی نوجوانوں سے اپیل

(از جناب سید اختر حسین صاحب سکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن)

قوموں کا خوش آئند مستقبل۔ وہ مستقبل جس سے ان کی تمام امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ بہت حد تک نوجوانوں کی سعی و کوشش پر منحصر ہوتا ہے۔ جماعت کے مقاصد کو پورا کرنے کا شغف اور مرکز قومی سے اتصال۔ یہ ایسے دو زریں اصول ہیں۔ جن پر پوری طرح عمل کرنے میں حیات قومی کا راز مضمر ہے۔ اور جب جماعت کا مقصد بھی توحید الٰہی کو دنیا میں پھیلانا ہو۔ تو ان صفات سے متصف قوم دینی اور دنیوی برکات کی وارث ہو سکتی ہے۔ صحابہ کرام کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ نبی کریمؐ کے ذریعہ جو روح اس برگزیدہ جماعت میں پیدا ہوئی تھی۔ اس نے اسے دنیا کا مالک بنائے بغیر نہ چھوڑا ان کوششوں میں بیشتر حصہ ان نوجوانوں کا تھا۔ جو بڑھتے ہوئے جوش اور بلند ارادوں کو لیکر کلمۃ الحق کی تبلیغ کے لئے جانی و مالی قربانیاں کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔

خدائے رحیم و کریم نے اس زمانہ میں ہماری تعلیم اور اصلاح کے لئے ایک مامور مبعوث فرمایا جس نے ادیان باطلہ پر اسلام کا غلبہ دکھانا تھا۔ اس مرد ربانی نے اسلام کا درد رکھنے والوں سے اپیل کی۔ کہ میدان عمل میں نکل کر اس کے معاون ہوں۔ چنانچہ وہ بزرگ جو آج ہمیں اپنے سامنے نظر آتے ہیں۔ نوجوانی کے عالم میں خدمت اسلام کا جذبہ لے کر اس سے اکتساب فیض کرنے کے لئے دوڑے اور ان کے اندر وہ روح پیدا ہوئی۔ کہ ان کے کارناموں سے مشرق اور مغرب کو اسلامی تعلیم سے آگاہی نصیب ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

ان دو اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک احمدی نوجوان کا فرض ہے۔ کہ وہ نہ صرف خود مرکز کے اس عظیم الشان اجتماع میں شامل ہو۔ بلکہ اپنے غیر از جماعت دوستوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کرے۔ اس سال بیرن ایرنفلز جیسے ذی اقتدار یورپین کے آغوش اسلام میں آنے اور [illegible] جماعت احمدیہ لاہور کے مرکز میں تشریف لانے سے ایک غیر معمولی رونق ہوگی جس میں حصہ لینا اور مختلف بزرگوں کے احکام، انجمن کی مساعی اور کامیابیوں کا تذکرہ سننا ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث ہوگا۔

بیرن عمر ایرنفلز وڈرفنیر محمد عبداللہ صاحب کو

چائے کی دعوت

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے ۲۷ دسمبر کی شام کو بیرن عمر ایرنفلز و ڈرفنیر محمد عبداللہ صاحب مبلغ جرمنی کو دعوت چائے دی جائیگی جس میں جماعت کے بزرگوں اور نوجوانوں کے علاوہ شہر کے رؤسا و امرا کو بھی جو جماعت احمدیہ کے کارناموں کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ مدعو کیا جائیگا

(سید اختر حسین سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن)

احمدیت کی خصوصیات

ایک خاتون کے پاکیزہ خیالات

(از محترمہ س۔ب صاحبہ بنت جناب داروغہ نبی بخش صاحب)

میں نے احمدیت میں کیا خصوصیت دیکھی۔ میں احمدی ہونے سے پہلے شرک اور توحید کے مسئلہ کو بالکل نہ سمجھ سکتی تھی لیکن جب میں نے احمدیوں کی مسجد میں نماز جمعہ کے لئے جانا شروع کر دیا اور حضرت امیر اور دیگر بزرگان کے خطبات سنے اور قرآن کریم کے عجیب و غریب معارف جو انہوں نے بیان فرمائے اور میرے سننے میں آئے تو میرے دل میں بھی قرآن کریم کو باترجمہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مگر ظاہرا طور پر میرے شوق کے پورا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ یہ میرے ہی جذبہ دل کا اثر تھا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مستورات کی دینی تعلیم کو ضروری سمجھ کر حضرت مولانا مولوی عبد اللہ خان صاحب کو مستورات کی تعلیم کیلئے مقرر کیا۔ میں کس منہ سے ایسے فرشتہ خصلت استاد کی تعریف کروں جنہوں نے اپنی حقیقی بیٹیوں سے بڑھ کر ہم پر شفقت کی اور بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ مجھ کو اور میری دو بہنوں کو باترجمہ قرآن شریف پڑھایا۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو جزائے خیر دے اور ان کے قیمتی وجود کو لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لئے دیر تک سلامت رکھے۔ ہمارے بزرگ استاد نے ہمیں اور مولویوں کی طرح صرف قرآن کریم کا ترجمہ نہیں پڑھایا بلکہ بہت سے مسائل جو غیر احمدی مولویوں نے گھڑ رکھے ہیں جو تعلیم اسلام کے سراسر مخالف ہیں ان کی برائیاں ہمارے بزرگ استاد نے اپنی خوبی سے ہمارے ذہن نشین کیں کہ ان سب مشرکانہ باتوں سے ہمارا دل سخت متنفر ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ہمارے ایمان کو تجدید اسلام کے نور سے منور کر دیا۔ باتیں تو اس قدر ہیں کہ ان کے لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے مگر میں مجبور ہوں جناب ایڈیٹر صاحب کا ارشاد ہے کہ مضمون بہت ہی مختصر ہو۔ یہی اختصار کا ڈر ہے جو میری قلم کو چلنے نہیں دیتا کیونکہ مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں میرا مضمون طویل ہو جانے سے ایڈیٹر صاحب یہ عذر کر دیں کہ افسوس اخبار میں گنجائش نہ تھی اس لئے آپ کا مضمون چھپ نہ سکا۔ پس میں مختصر طور پر ہی ان ملانوں کے اعتقادات کا کچھ ذکر کرتی ہوں اور ان کا ذکر کرنا اس لئے ضروری سمجھتی ہوں کہ ان کے ان اعتقادات کے ماتحت دین اسلام پر سخت حملے ہو رہے ہیں چنانچہ ان کا جو یہ اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی کس قدر مذہب عیسائیت کو تقویت پہنچاتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ اس کے یعنی اللہ کے ہاں بیٹا کہاں سے ہو کیونکہ اس کی جورو تو ہے نہیں اور دوسری جگہ فرماتا ہے یایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ۔ ہم نے انسانوں کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے کھول کر بیان کر دیا ہے کہ جب تک ماں اور باپ دونوں کا وجود نہ ہو تب تک کسی کے ہاں اولاد پیدا ہو نہیں سکتی۔ مگر یہ علماء ان آیات پر غور نہیں کرتے بلکہ عام جہلا کو بجائے توحید پرستی کے عیسائیت کی تعلیم دیتے ہیں پھر ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام اس جسد عنصری کے ساتھ اٹھائے گئے اور دو ہزار برس سے بغیر کھانے پینے کے زندہ ہیں لیکن قرآن کریم ان کے اس اعتقاد کو بھی اس آیت کریمہ سے بار بار جھٹلا رہا ہے قرآن کریم میں آیا ہے "ہم نے رسولوں کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور ہمیشہ ایک حالت پر رہیں"۔ غرض میں کہاں تک ان کی مشرکانہ باتوں کا ذکر کروں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ ان مولویوں نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف ایسی باتیں منسوب کر رکھی ہیں جن کو سن کر کوئی شریف آدمی نہیں تو کجا ایک راست باز انسان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ میں کہاں تک ان کے گندے اعتقادات کا ذکر کروں۔ مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے عین موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے آکر ہمکو ان گندے اعتقادات سے نجات دی اور سب نبیوں کی معصومیت کا ثبوت بہم پہنچایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی شان کو بڑھایا۔ میری پیاری بہنو! یہ اسی مجدد وقت کا فیض ہے جس نے ایسی جماعت تیار کی جو دنیا کے اندرون تک دین اسلام کی اشاعت کر رہی ہے انگلینڈ میں بہت سے انگریز اسی جماعت کی مشن سے مسلمان ہو چکے ہیں جرمن میں اسی جماعت نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ کر کے ایک مسجد بنوائی قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ عرصہ ہوا یہ جماعت شائع کر چکی ہے جس کو پڑھ کر بہت سے انگریز مسلمان ہو چکے ہیں۔ اب جرمن زبان میں بھی جماعت قرآن کریم کا ترجمہ تیار کر رہی ہے۔ میری پیاری بہنو! ایسی جماعت کی امداد کرنا گویا محمد رسول اللہ صلعم کے دین کی امداد کرنا ہے اس لئے میں سب بہنوں کی خدمت میں درد دل سے درخواست کرتی ہوں کہ اس انجمن کے سالانہ جلسہ پر جو ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر کو مقرر ہوا ہے اور ۲۲ دسمبر کو مستورات کے جلسہ اور دستکاری کی نمائش میں ضرور تشریف لاکر ثواب حاصل کریں۔ ہر ایک بہن کو چاہیئے۔ کہ وہ اس دینی کام کو دنیاوی کاموں پر مقدم سمجھ کر اس میں ضرور شامل ہو کر دینی خدمات میں حصہ لیں دستکاری جو اس موقعہ پر مختلف بہنوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے اس کی آمد اشاعت اسلام پر ہی خرچ ہوتی ہے اس لئے امید ہے کہ آپ دستکاری یا نقد امداد سے اس جلسہ کو کامیاب بنانے کی کوشش فرمائیں گی۔

دوسرے دنیاوی کام تو ہر روز ہوتے ہی رہتے ہیں ان کے مقابل محمد رسول اللہ کے دین کا بھی آپ پر حق ہے۔ اگر سچ پوچھو حقیقی حق دین ہی کا ہے۔ مگر عام طور پر آجکل اس کی طرف سے غفلت ہے۔ پس اس غفلت کو چھوڑ کر دین اسلام کے حق کی طرف توجہ فرمائیں۔

جلسہ نمبر اپنی خواتین تک ضرور پہنچائیں

ہمارا سالانہ جلسہ اور اس کی غرض

(جنابہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

جیسا کہ قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے۔ مردانہ جلسے کی تاریخیں ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر مقرر ہوئی ہیں۔ جلسہ خواتین جگہ کی قلت کی وجہ سے ایک دن پہلے کیا جاتا تھا۔ مگر اب ۲۳ کو جمعہ آگیا ہے۔ اس لئے مجبوراً جلسے کی تاریخ ۲۲ دسمبر مقرر کی گئی ہے۔ اس جلسے کی صدر محترمہ لیڈی شفیع صاحبہ ہونگی۔ اور نمائش بھی اسی دن شروع ہو گی۔ چونکہ ۲۲ تاریخ تک بہت کم بہنیں پہنچ سکیں گی۔ اس لئے ایک جلسہ ۲۵ کو بھی ہوگا۔ نمائش ۲۶ تاریخ تک رہے گی۔ ۲۲ تاریخ کو مسلم گرلز سکول میں جلسہ ہوگا۔ اور ۲۵ تاریخ کو مسجد احمدیہ بلڈنگس کی گیلری میں ہوگا۔ دونو جلسے صبح دس بجے شروع ہوں گے۔ اور دو بجے ختم ہو جائیں گے۔ نمائش تمام دن رہے گی۔

لاہور میں رہنے والی بہنوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ خود بھی ہر دو جلسوں میں شریک ہوں۔ اور اپنے ساتھ دیگر بہنوں کو بھی کثرت سے لائیں۔ کلمہ حق کو دوسروں تک پہنچانا ہماری جماعت کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہر احمدی مرد و عورت، پیر و جوان داعی الحق ہے۔ اور سالانہ جلسہ بہترین موقعہ ہے۔ کہ ہم اپنے اس فرض کو ادا کریں اور دنیا کو بتائیں۔ کہ ہمارے کیا خیالات ہیں۔ اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ بیرونی احمدی بہنوں کو بھی میں دعوت دیتی ہوں۔ کہ وہ لاہور آکر سلسلہ اخوت کو تازہ کریں۔ بزرگان دین کے نصائح سنیں۔ اور اپنے قومی اجتماع میں حصہ لیکر اس خدمت دینی کے ولولہ کو اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کے لئے ورثہ چھوڑا ہے

میری محترم بہنو! میں جانتی ہوں۔ کہ یہ انتہا درجہ سردی کے دن ہیں۔ اور بچوں کے ساتھ گھروں سے نکلنا بڑی ہمت اور ایثار کو چاہتا ہے۔ مگر آپ جانتی ہیں۔ کہ ہمت کا حامی خدا ہے۔ جب ہم اپنے دنیوی اغراض کے لئے سخت گرمی اور سردی میں سفر اختیار کرتے ہیں۔ تو یہ تو ایک خالص دینی فرض ہے۔ گھر کے آرام کو چھوڑ کر دینی غرض کے لئے تکلیف کو اختیار کرنا بھی ایک مجاہدہ ہے۔ اور ہر ایک بہن کو اس جہاد میں حصہ لیکر اپنی قومی زندگی کا ثبوت دینا چاہیئے ہم مسلمان عورتوں کو بہت کم ایسے موقع میسر ہوتے ہیں۔ کہ ہم تبادلہ خیالات سے اپنے علم میں اضافہ کریں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اپنے نوجوان بچوں اور بچیوں کو ساتھ لائیں۔ تاکہ وہ ان تعطیلات میں قدرے دینی فیض سے بھی بہرہ ور ہوں۔ اور سلسلہ سے انس پیدا ہو۔

اجتماع ایک برکت ہے۔ اور اسلام نے نمازوں اور حج میں ہمیں جمع کر کے یہ راز ہم پر کھول دیا ہے۔ حضرت اقدس نے بھی سالانہ جلسے کو ایک میلے یا عرس کی غرض سے قائم نہ کیا تھا۔ بلکہ اس کی واحد غرض یہی ہے۔ جب ہم اس قومی اجتماع کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑیں۔ تو ہمارے دلوں میں یہی دھن ہو۔ کہ ہم نے اپنے آرام و آسائش اور مال کی قربانی صرف اسی غرض کے لئے کی ہے۔ تاکہ خدا کا نام دنیا میں پھیلے۔ اور ہم ایک جگہ بیٹھ کر دیکھیں۔ اور سوچیں۔ کہ ہم نے سال بھر کیا کیا۔ اور کتنی کمی رہی۔ اور وہ کون سے طریقے ہیں۔ جن کے ذریعے ہم اپنی قومی خصوصیت اور وقار کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ تاکہ سال آئندہ کے لئے تازہ جوش، زبردست قوت عمل، اور بلند ہمت کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹیں۔

نمائش دستکاری

میں سے چیزیں ضرور خرید کر خدمت دین میں حصہ لیں۔

جماعت احمدیہ کے نوجوانوں سے خطاب

از جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب

جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ کیا شے ہے؟ کیا کسی خانقاہ کا عرس! یا یہ کہ کوئی تھیئٹر یا نمائش ہے کہ اس میں بہت اچھا ایکٹ کرنے والے حصہ لیتے ہیں! یا یہ کہ کوئی نیشنلزم کی تحریک کا پلیٹ فارم ہے۔ کہ اس میں نوجوان دوڑے آئیں۔

جن حالات سے ہمارا ملک گذر رہا ہے۔ اس میں یہ توقع رکھنی عبث ہے۔ کہ نوجوان دھڑا دھڑ ہماری طرف کھچے چلے آئیں گے۔ میرا خطاب صرف ان نوجوانوں سے ہے جو جماعت احمدیہ لاہور سے متعلق ہیں۔ کیا انہوں نے جماعت کے قیام کا صحیح مقصد سمجھ لیا ہے! اور کیا وہ اپنے جوش عمل کو اس راہ میں وقف کر رہے ہیں! کیا انہیں معلوم ہے کہ اس جماعت نے کس جگہ پہنچنا تھا۔ اور انکی بے توجہی اور سستی سے کہاں جا رہی ہے۔ جس قوم کے نوجوان مجنونہ وار قوم کے مقاصد کیلئے سرگرم سعی نہ ہوں جس قوم کے نوجوان اپنی زندگیاں اپنی قابلیتیں اور اپنے دل و دماغ کی تمام قوتیں قوم کے مقاصد پر صرف نہ کر رہے ہوں!! جس جماعت کی نئی نسل کو اپنی جماعت کی خاطر قربان ہونے کی تمنائیں نہ رہی ہوں!!! اس قوم کا مستقبل معلوم کرنا کیا مشکل ہے۔

اے میرے نوجوان بھائیو! اپنے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھو اور ایک سوال اپنے دل سے پوچھو۔ اگر اس وقت قوم کو تمہاری جان کی ضرورت ہو تو کیا تم یہ جان پیش کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔ اگر قوم کو یہ ضرورت ہو کہ تم دنیاوی حصول علم و دنیاوی حصول جاہ کی خواہش چھوڑ کر قوم کی تقویت کا باعث ہو۔ تو تمہارے قلب کی آواز تمہیں اس مطالبہ کا کیا جواب دیتی ہے۔ اگر ہمارے اندر سے ان سوالات کے جواب ...... نہ صرف ہاں کی صورت میں نکلتے ہیں بلکہ ہر نوجوان اس شوق و انتظار میں ہے کہ اسے یہ سعادت حاصل ہو۔ اور اگر اس کی جان و عزت وجاہ دنیا کے بلند ارادے اس پر قربان ہو جائیں تو وہ خوش ہے کہ اس نے مقصد پا لیا اور اگر اس کے حصہ میں ایسی قربانی نہ آئے تو وہ اپنے آپ کو محروم و بے نصیب تصور کر کے دست بدعا ہے کہ کاش کوئی موقعہ نکلے اگر ایسی حالت ہمارے قلوب کی ہو چکی ہے تو ہماری قوم زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ اور اگر اس حالت پر ہماری قلبی کیفیت نہیں آئی تو پھر یہ بھی یقین جانیئے کہ وہ عظیم الشان مقصد جس سے ایک

عالمگیر انقلاب پیدا ہوتا ہے

وہ ہماری سعادت میں نہیں ہے۔ یہ تو مقدر ہے کہ اس دنیا کا اب ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین ہوگی! لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ ہم نے اس بلند مقصد کے حصول کا کیا طریق سمجھ رکھا ہے۔ میرے بھائیو دین سے تمسخر مت کرو۔ یہ کوئی ذلیل و حقیر شے نہیں ہے کہ چند پیسوں اور چند پیسوں سے بلند ہو جائے جسطرح پہلے جانوں اور خونوں کی ضرورت تھی اب بھی ہے۔ یہ صرف ہماری ظاہر پرستی ہے کہ ہم کہتے ہیں۔ چونکہ اب جہاد سیفی نہیں لہذا اس قربانی کی حاجت بھی نہیں۔ حالانکہ خواہ ذریعہ انقلاب کسی زمانہ میں تلوار ہو۔ یا دوسرے زمانہ میں قلم۔ دونوں حالتوں میں قربانی کی یکساں طور پر ضرورت ہے۔ اگر وہ قربانی تم دینے کو تیار نہیں تو ہمارے دعوے فضول و باطل ہیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا۔ جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کیساتھ چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ہے ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارا لہو پانی ایک نہ ہو جائے۔ اور ہم سارے آراموں کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے فراموش نہ کر دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک زبردست قربانی مانگتا ہے وہ کیا ہے۔

ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے

جس پر اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے" (فتح اسلام) اے میرے بھائیو اگر ہم اس حقیقت کو پا لیں اور اس پر چل پڑیں تو ایک مملکت کیا

تمام ممالک میں سوراجیہ

قائم ہوگا اور ایک قوم کیا تمام عالم آزاد ہو جائے گا! ور غلاموں سو انسان کی غلامی سے ہی نہیں شیطان کی غلامی سے بھی نجات دلا دو گے۔

جماعت احمدیہ لاہور کا جلسہ سالانہ روح کی تازگی کا سامان ہے۔ مادیت سے اکتائی اور گھبرائی ہوئی روحوں کے لئے باعث تسکین و راحت ہے۔ سال بھر کی تاریکیوں میں تھوڑی دیر کے لئے آسمانی بجلی کے نور کی تجلی ہے۔ کیا آپ آئیں گے! ارادہ ہے کہ اگر قوم کے نوجوان ہمت و عزم دکھلائیں تو خاص ان کے اجتماع کے لئے ایک اجلاس یا ایک پورا دن رکھا جائے مگر یہ سب آپ کی ہمت پر منحصر ہے۔

خواتین کے نام ایک خط

مکرمہ محترمہ بہن صاحبہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ

جلسے کا اشتہار ارسال خدمت ہے۔ آپکو معلوم ہے کہ اس نازک ترین زمانے میں اپنی ہستی کو قائم رکھنے کیلئے کسقدر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ایک طرف مالی و اقتصادی مشکلات درپیش ہیں تو دوسری طرف ہمارا پیارا مذہب اسلام ناپاک ترین حملوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم مل کر اپنے پیارے مذہب اور قوم کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں۔ ہندو، و عیسائی بہنوں کو دیکھئے کہ وہ اپنے قومی و مذہبی کاموں میں کسقدر سرگرمی دکھا رہی ہیں!۔ اور دنیا میں باعزت زندگی بسر کرنے کیلئے جدوجہد میں مصروف ہے۔ ہم مسلمان مستورات کا بھی فرض ہے کہ اپنے مذہب اور قوم کی خدمت کیلئے میدان عمل میں نکل آئیں۔ آپ کس طرح اپنے آپکو خدمت دین و قوم کیلئے مفید بنا سکتی ہیں۔ اور مختلف حالات میں کن کن طریقوں سے حصہ لے سکتی ہیں۔ یہ معلوم کرنے کیلئے آپ اس جلسے میں تشریف لائیں جس میں ہماری قوم کی بہبودی کی تجاویز پیش ہونگی۔ اور ہماری لائق اور معزز بہنیں مثلاً لیڈی عبدالقادر صاحبہ محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ ایم اے۔ بیگم راجہ غضنفر حسین۔ بیگم قلندر علی خاں اپنی عالمانہ و دلچسپ تقریروں میں قومی ترقی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گی۔ جلسے کے ساتھ ہی دستکاری کی نمائش بھی ہوگی۔ جس میں بچوں کے اونی لباس موزے وغیرہ ٹیبل کلاتھ۔ کشن۔ غلاف تکیہ۔ ٹی کوزی۔ آزاربند۔ لیڈیز رومال۔ بچوں کے سئے ہاتھ سے بنائے ہوئے کھلونے۔ ٹوپے۔ کڑھے ہوئے دوپٹے۔ قطعے وغیرہ فروخت کیلئے موجود ہوں گے قیمتیں معمولی ہونگی غالباً آپ جانتی ہوں گی کہ اس نمائش کا مقصد اشاعت اسلام میں مدد دینا ہے۔ جو چیز آپ خریدیں گی اس کی قیمت تبلیغ اسلام پر صرف ہوگی آپکو عمدہ پائیدار چیز مل جائے گی اور اشاعت اسلام کی مدد بھی ہوگی۔ اور اسطرح آپ اس نمائش میں سے کچھ خرید کر ہم خرما و ہم ثواب کی مصداق ہوں گی مجھے آپکی دینی و قومی محبت سے امید ہے۔ کہ آپ اس جلسے و نمائش میں ضرور تشریف لائیں گی۔ پیاری بہن دنیا کے دھندے تو مدت العمر ختم نہیں ہو سکتے مگر اسلام بھی آپ سے کچھ توقعات رکھتا ہے۔ خدارا اپنے فرض کو پہچانیئے۔ اور اس دینی اور قومی کام کو اپنے دیگر کاموں پر مقدم کر کے اپنی شرکت سے جلسے کو پر رونق بنایئے۔ اپنی سہیلیوں و دیگر عزیز بہنوں کو بھی ساتھ لایئے۔ آجکل دن بہت چھوٹے ہیں اس لئے جلسہ عین وقت پر شروع ہوگا۔ پابندی وقت کا خاص خیال رکھئے گا۔

آپ کی بہن بیگم محمد علی آنریری سیکرٹری انجمن خواتین اسلام لاہور

مسلمان خواتین کا عظیم الشان اجتماع

زیر صدارت محترمہ لیڈی شفیع صاحبہ

محترم خواہران اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کا ساتواں سالانہ جلسہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے دس بجے صبح مسلم ہائی سکول برانڈرتھ روڈ (نزد اسلامیہ کالج) لاہور منعقد ہوگا جس میں معزز لائق خواتین تقریریں فرمائینگی۔ اور متعدد مفید و اہم تجاویز غور و خوض کیلئے پیش کی جائیں گی اس کے علاوہ

دستکاری کی نمائش

ہوگی یہ نمائش صرف اشاعت اسلام میں مدد دینے کیلئے کی گئی ہے۔ مختلف اشیاء کا نادر ذخیرہ موجود ہوگا۔ اور تمام چیزیں ہاتھ کی بنی ہوئی ہونگی۔ قیمتیں واجبی رکھی گئی ہیں۔ اور تمام آمدنی تبلیغ اسلام پر صرف ہوگی۔ علاوہ دیگر اشیاء کے بچوں کے اونی سویٹر و ٹوپیاں۔ موزے۔ فراک۔ جانگئے۔ کشن۔ ٹی کوزیاں۔ کامدانی کے اور کڑھے ہوئے دوپٹے میز پوشن۔ پلنگ کی چادریں۔ ٹرے کلاتھ۔ غلاف تکیہ۔ لیڈیز رومال۔ دیواروں پر آویزاں کرنے کے خوبصورت قطعے۔ مخملی بٹنے۔ ریشمی آزار بند۔ موتیوں کی لیس بچوں کے کھلونے قمیضیں وغیرہ وغیرہ موجود ہونگے

ہر دختر اسلام کا فرض ہے کہ وہ جلسے میں تشریف لا کر ایک دینی کام میں معاون ہو کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جماعت احمدیہ لاہور کی دینی و علمی خدمات

(از جناب سید عبدالقادر صاحب ایم ۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور!)

مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی کے دعاوی کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے ۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے قریباً ربع صدی کی مسلسل کوشش اور جد وجہد سے مسلمانوں کے ایک اچھے خاصے طبقے کو جسے جماعت احمدیہ کہتے ہیں منظم کر کے خدمت اسلام کیلئے کمربستہ کر دیا ۔ گو مرزا صاحب کی وفات کے بعد اس جماعت کے دو حصے ہو گئے ۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں جماعتیں نہایت تندہی اور ہمت کے ساتھ سرگرم عمل ہیں ۔ اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اپنے اپنے طریق پر اسلام اور مسلمانوں کی قابل قدر خدمت سرانجام دے رہی ہیں ۔ ۔ دونوں جماعتوں کے کام اور طریق کار کا موازنہ کرنے کا یہ موقع نہیں لیکن یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے ۔ کہ لاہوری جماعت کی تبلیغی سعی اور علمی خدمت قرون اولےٰ کے مسلمانوں کی ہمت اور مستعدی کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کرنے والی ہے ۔ اس وقت اس جماعت کے تبلیغی مشن لندن اور برلن میں بڑی سرگرمی کے ساتھ کام کر رہے ہیں ۔ اور بہت سے خاندانوں میں جن پر ضلالت اور گمراہی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اسلام کی روشنی پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے ۔ کہ روپیہ کی قلت کی وجہ سے یہ جماعت دوسرے ممالک میں اپنے تبلیغی مشن قائم نہیں کر سکتی ۔ اگر اس جماعت کے ایثار پیشہ افراد کی طرح دوسرے مسلمان بھی اپنے دست کرم کو تھوڑا سا دراز کر دیں اور اس جماعت کی اس نیک کام میں امداد کریں تو مغرب کا ظلمت کدہ بہت جلد اسلام کے نور سے منور ہو سکتا ہے ۔ یا یوں کہئے کہ آفتاب اسلام مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے ۔

اس جماعت کی مستعدی کی بدولت نہ صرف ممالک مغرب میں بلکہ خود ہندوستان میں بھی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے ۔ اور فتنۂ ارتداد کے وقت قادیانی جماعت کے مبلغین کی طرح اس جماعت کے مبلغ بھی ہمیشہ مسلمانوں کے کام آتے رہتے ہیں ۔

مرزا غلام احمد صاحب مرحوم نے اپنی جین حیات میں قادیان کو خطۂ یونان بنا دیا تھا ۔ اور وہاں سے علم و فضل کے چشمے اُبل اُبل کر نکلتے تھے اور سارے ملک کو سیراب کرتے تھے ۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ان کی وفات کے بعد تمام چشمے خشک ہو گئے ہیں ۔ کیونکہ کئی سال سے ہم نے وہاں کی کوئی ایسی تصنیف نہیں دیکھی ۔ جسے ہم فخر کے ساتھ اسلامی یا غیر اسلامی دنیا کے سامنے پیش کر سکیں ۔ لیکن خدا کا شکر ہے ۔ کہ مرزا صاحب کے لگائے ہوئے باغ کے چند پودے لاہور میں موجود ہیں ۔ اور وہ اپنی بیش بہا تصانیف و تالیفات سے اسلام اور مسلمانوں کی نہایت مفید خدمت کر رہے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ دور حاضرہ میں لاہوری جماعت نے اپنی تصانیف و تالیفات کے ذریعہ مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچایا ہے ۔ اور ان کی وجہ سے اب یورپ اور امریکہ کے بہت سے شہروں میں اسلام کا چرچا ہو گیا ہے ۔ اس جماعت کی مطبوعات سے احمدی اور غیر احمدی یکساں طریق پر مستفید ہو سکتے ہیں ۔ اس جماعت کی امداد کا ایک طریق یہ بھی ہے ۔ کہ مسلمان ان کتابوں کو اپنے مطالعہ کے لئے خریدیں اور دوستوں اور عزیزوں کو بھی ان کی خریداری پر آمادہ کریں ۔

آخر میں میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تبلیغ اسلام کا کام ہم سب مسلمانوں کو محبوب اور عزیز ہے ۔ اور یہ کام یہ جماعت نہایت احسن طریق پر کر رہی ہے ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس نیک کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹائیں اور جہاں تک ہو سکے زر و نقد سے اس کی امداد کریں ۔

اس جماعت کے کارکن نہایت خلوص اور ایثار کے ساتھ کام کر رہے ہیں ۔ اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر خدمت دین میں مصروف ہیں ۔ خدا کرے کہ ان کی کوششیں بارور ہوں انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نصیب ہو اور ہمیں بھی خدمت دین کی توفیق حاصل ہو ۔ والسلام ✦

نتیجہ امتحان دینیات

سہ ماہی اول و دوم ۱۹۳۲ء

ذیل میں نتیجہ ہر دو امتحانات دینیات درج کیا جاتا ہے۔ جو جولائی و اکتوبر ۳۲ء میں ہوئے۔ اس میں صرف ان امیدواروں کے نام دیئے گئے ہیں۔ جو دوسرے امتحان میں بھی شامل ہوئے۔ دونوں امتحانوں کے نتیجہ کو مجموعی طور پر بھی دکھایا گیا ہے۔ امتیاز کے لئے پہلے امتحان کے حاصل شدہ نمبروں کو (۱) کے محاذ دکھایا گیا ہے۔ اور دوسرے امتحان کے نمبروں کو (۲) کے سامنے اور لکیر دیکر نیچے مجموعہ نمبرات ہر دو امتحان کو دکھایا گیا ہے۔ کل نمبر ہر ایک امتحان کے ہر ایک پرچہ کے ایک ایک سو ہیں۔ نتیجہ میں ترتیب زیادہ نمبروں کے لحاظ سے رکھی گئی ہے۔

پرچہ ہائے مرداں

نمبر شمار	رول نمبر	نام		نمبر حاصل کردہ			
				قرآن کریم	کتب سلسلہ	سیرت	میزان
(۱)	۴۹	ڈاکٹر الٰہی بخش	(۱)	۸۱	۶۵	۸۰	۲۲۶
			(۲)	۸۳	۸۱	۶۵	۲۲۹
				۱۶۴	۱۴۶	۱۴۵	۴۵۵
(۲)	۲۵	ڈاکٹر عبدالمجید	(۱)	۸۱	۴۲	۷۵	۱۹۸
			(۲)	۷۴	۵۳	۴۵	۱۷۲
				۱۵۵	۹۵	۱۲۰	۳۷۰
(۳)	۵۵	محمد اکبر	(۱)	۷۵	۵۵	۴۸	۱۷۸
			(۲)	۷۴	۵۹	۴۵	۱۷۸
				۱۴۹	۱۱۴	۹۳	۳۵۶
(۴)	۴۴	محمد ہاشم	(۱)	۶۱	۴۴	۴۳	۱۴۸
			(۲)	۷۲	۶۵	۶۳	۲۰۰
				۱۳۳	۱۰۹	۱۰۶	۳۴۸
(۵)	۳۰	بابو غلام ربانی	(۱)	۶۰	۴۶	۶۱	۱۶۷
			(۲)	۶۳	۶۸	۴۳	۱۷۴
				۱۲۳	۱۱۴	۱۰۴	۳۴۱
(۶)	۲۲	سید اختر حسین	(۱)	۹۰	۴۶	۳۳	۱۶۹
			(۲)	۶۷	۵۵	۴۲	۱۶۴
				۱۵۷	۱۰۱	۷۵	۳۳۳
(۷)	۱۳	مرزا مسعود بیگ	(۱)	۷۴	۳۴	۶۱	۱۶۹
			(۲)	۷۶	۴۹	۳۸	۱۶۳
				۱۵۰	۸۳	۹۹	۳۳۲
(۸)	۱۷	چوہدری عبدالحق	(۱)	۵۰	۴۲	۷۴	۱۶۶
			(۲)	۶۴	۴۶	۴۰	۱۵۰
				۱۱۴	۸۸	۱۱۴	۳۱۶
(۹)	۴۸	ڈاکٹر حسن علی	(۱)	۴۱	۷۰	۳۸	۱۴۹
			(۲)	۵۴	۵۴	۳۸	۱۴۶
				۹۵	۱۲۴	۷۶	۲۹۵
(۱۰)	۳۳	سید اسلم علی	(۱)	۳۹	۳۱	۵۰	۱۲۰
			(۲)	۶۳	۵۴	۴۴	۱۶۱
				۱۰۲	۸۵	۹۴	۲۸۱

پرچہ ہائے مرداں

نمبر شمار	رول نمبر	نام		نمبر حاصل کردہ			
				قرآن کریم	کتب سلسلہ	سیرت	میزان
(۱۱)	خ ۱۰۰	سیدہ سلمیٰ خاتون	(۱)	۵۳	۴۰	۴۴	۱۳۷
			(۲)	۵۳	۳۷	۴۴	۱۳۴
				۱۰۶	۷۷	۸۸	۲۷۱
(۱۲)	۴۲	ماسٹر انعام اللہ خاں	(۱)	۴۵	۲۸	۵۳	۱۲۶
			(۲)	۵۳	۴۸	۲۰	۱۲۱
				۹۸	۷۶	۷۳	۲۴۷
(۱۳)	۳۲	سید عبدالغفور	(۱)	۲	۱۵	۲۰	۳۷
			(۲)	۴۲	۶۰	۳۳	۱۳۵
				۴۴	۷۵	۵۳	۱۷۲

پرچہ ہائے خواتین

نمبر شمار	رول نمبر	نام		قرآن کریم	کتب سلسلہ	سیرت	میزان
(۱)	خ ۴	رضیہ بیگم	(۱)	۸۵	۶۵	۸۰	۲۳۰
			(۲)	۹۳	۶۱	۷۸	۲۳۲
				۱۷۸	۱۲۶	۱۵۸	۴۶۲
(۲)	خ ۲	عابدہ بیگم	(۱)	۸۴	۵۷	۸۲	۲۲۳
			(۲)	۸۹	۶۱	۸۰	۲۳۰
				۱۷۳	۱۱۸	۱۶۲	۴۵۳
(۳)	خ ۳	محمودہ بیگم	(۱)	۸۶	۷۳	۸۰	۲۳۹
			(۲)	۸۹	۶۷	۳۰	۱۸۶
				۱۷۵	۱۴۰	۱۱۰	۴۲۵
(۴)	خ ۱۶	سیدہ شوکت	(۱)	۴۵	۴۵	۶۲	۱۵۲
			(۲)	۶۸	۵۹	۲۳	۱۵۰
				۱۱۳	۱۰۴	۸۵	۳۰۲
(۵)	خ ۱۷	سیدہ مسرت	(۱)	۲۱	۳۳	۶۹	۱۲۳
			(۲)	۵۸	۴۶	۳۵	۱۳۹
				۷۹	۷۹	۱۰۴	۲۶۲

عزیز بخش
(سیکرٹری امتحان دینیات)

جلسہ سالانہ میں شمولیت ہر ایک احمدی مرد عورت کا دینی و قومی فرض ہے۔

تارکا پتہ۔ "مسلمان لاہور"

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

الصُّلحُ خَیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیار پوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد و کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۲۰ | لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۷۵

عرضِ حقیقت

(از جناب غلام نبی صاحب مہجور کپورتھلوی)

بجا ہے خوبیٔ قسمت پہ ہو جو ناز مجھے
امام وقت سے حاصل ہوا نیاز مجھے

بروز و ظل میں ہے انعکاسِ نورِ ازل
ہوئی حقیقت کبھی کب رہِ مجاز مجھے

مٹی نہ تشنگیٔ شوق گرچہ ساقی نے
ہزار بار پلائی تھی خانہ ساز مجھے

نثار کیوں نہ ترے میکدے پہ ہو جاؤں
کہ جس کے خم سے ملی ہے مئے حجاز مجھے

ہزار بار بنوں اور بن کے مٹ جاؤں
عطا حضور سے ایسا ہو سوز و ساز مجھے

کہاں وہ قعرِ مذلت کہاں یہ اوجِ کمال
کہاں سے لایا کہاں پردۂ بے نیاز مجھے

دکھا وہ جلوۂ غارت گرِ قرار و شکیب
کہ نور و نار سے کردے جو بے نیاز مجھے

ہزار غزنوی مہجور ہوں غلام مرے
بنا لے شاہِ مدینہ اگر ایاز مجھے

وہ آئیں گھر ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

قابل عزت مہمان جناب

بیرن عمر ایرنفلز

کی خدمت میں ہدیۂ خیر مقدم

جیسا کہ تمام ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے نہایت ہی معزز مہمان جناب بیرن عمر ایرنفلز ۲۴ دسمبر کی صبح کو بذریعہ فرنٹیر میل لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ پیغام صلح کا پیش نظر پرچہ اس تاریخ سے قبل شائع ہونے والا آخری نمبر ہے۔ اس لئے ہم بیرن ممدوح کے خیر مقدم کے خوشگوار فرض کو اسی اشاعت میں ادا کرنا چاہتے ہیں۔ بیرن ممدوح کی آمد بلا مبالغہ ہماری انتہائی مسرت و عزت افزائی کا باعث ہے۔ اور اس کو ہم اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ ان کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث ہے۔ اس لحاظ سے ابھی ممدوح ہمیں بے حد محبوب و محترم ہیں۔ ہم تمام قارئین و کارکنان پیغام صلح کی طرف سے دلی خلوص و مسرت کے ساتھ جناب عمر کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور دست بدعا ہیں کہ ان کا سفر ہندوستان نہایت بابرکت اور مفید ثابت ہو۔

ہمارے لائق مبلغ

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب

(پی۔ ایچ۔ ڈی)

بھی بیرن ممدوح کے ساتھ تقریباً پانچ برس بعد ہندوستان تشریف لا رہے ہیں ہم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بھی انکی کامیاب مراجعت پر مبارکباد عرض کرتے ہیں انکی تبلیغی خدمات قوم کیلئے باعث فخر ہیں۔

الہ آباد کے فیصلے مسلمانوں کیلئے سخت مضر ہیں

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

الہ آباد اتحاد کانفرنس کے سلسلے میں خلافت کانفرنس کی طرف سے مجھے بھی دعوت شمولیت دی گئی ہے۔ مگر ایک تو اس میں بعض مسلمانوں کا خود بخود جا کر شامل ہونا خلاف آئین و اصول ہے دوسرے اس کے فیصلے جن پر ہمارے بعض بھائی خوش ہو رہے ہیں مسلمانوں کے لئے سخت نقصان رساں ہیں۔ خلاف آئین اس لئے ہے کہ جس صورت میں مسلم کانفرنس تمام مسلمانوں کی آئینی مجلس موجود ہے تو مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی صرف اس کانفرنس کے ذریعہ سے ہو سکتی تھی۔ صرف یہی ایک ذریعہ تھا جس سے مسلمانوں کا اتحاد قائم رہ سکتا تھا۔ اس کے بغیر جو کچھ کیا گیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے والا ہے۔ ہندو مسلم اتحاد بے شک اچھی چیز ہے اور ہم سب کو اس کے لئے کوشش کرنی چاہیے لیکن ہمارے بعض بھائیوں کا مسلمانوں سے اتحاد توڑ کر ہندوؤں کے ساتھ اتحاد قائم کرنا ایک طرف مسلم اتحاد پر کاری ضرب ہے اور دوسری طرف یہ ہندو مسلم اتحاد نہیں۔ بلکہ بعض مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ اتحاد ہے۔ بعض عاقبت نا اندیش ہندوؤں کے لئے یہ بیشک خوشی کا مقام ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا اتحاد توڑ دیا لیکن مسلمانوں کے لئے یہ افسوس کا مقام ہے۔ ہاں اگر مسلمان پہلے آپس میں اتحاد قائم کر کے پھر ہندوؤں کے ساتھ اتحاد قائم کرتے تو یہ وہ چیز ہوتی جس کی ضرورت تھی۔

اگر الہ آباد اتحاد کانفرنس کے فیصلوں کو دیکھا جائے تو وہ بھی مسلمانوں کے فوائد کے سراسر منافی ہیں۔

جداگانہ اور مخلوط انتخاب

(۱) اول سب سے بڑا سوال جداگانہ انتخاب یا مخلوط انتخاب کا ہے۔ مسلمانوں کی بڑی بھاری اکثریت ہمیشہ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کرتی رہی ہے۔ اور ہندو جداگانہ انتخاب کے خلاف ہے مسلمانوں کا یہ مطالبہ ملک کے لئے مفید ہے یا نہیں۔ یہ سوال اس وقت نہیں۔ مسلمانوں نے اپنی قوم کی حالت پر غور کر کے اس کے حقوق کی حفاظت کے لئے جداگانہ انتخاب کو نہایت ضروری سمجھا ہے بعینہٖ اسی طرح بعض دوسری قلیتیں مثلاً اچھوت بھی جداگانہ انتخاب کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں لیکن گاندھی جی کی فاقہ کشی کی دھمکی پر انہوں مخلوط انتخاب منظور کر لیا۔ مگر بلا معاوضہ نہیں بلکہ انہوں نے جداگانہ انتخاب کو اس وقت ترک کیا جب اس کا بہت بڑا معاوضہ نشستوں کے رنگ میں لے لیا یعنی جہاں انہیں جداگانہ انتخاب کی رو سے تھوڑی سی نشستیں حاصل تھیں۔ پونا کے میثاق کے ذریعہ سے انہوں جداگانہ انتخاب کا حق تو چھوڑا لیکن اپنی نشستیں دوچند کرا لیں۔ اس سے صاف نظر آتا ہے کہ خود ہندوؤں کی نظر میں بھی جداگانہ انتخاب اقلیتوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اور وہ اس کا اتنا بڑا معاوضہ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کہ اچھوتوں کو برٹش گورنمنٹ کے ”اوارڈ“ کی نسبت دگنی نشستیں دے کر جداگانہ انتخاب ترک کرنے پر راضی کرتے ہیں۔ پس اکثریت نے بھی اقلیت کے لئے جداگانہ انتخاب کو بڑی قیمتی چیز سمجھا۔ حقیقت تو ایسا سمجھتی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں نے اس حق کو کس معاوضہ پر دیا۔ یا ہاتھ جوڑ کر یوں ہی ہندوؤں کو دے دیا ہے۔ [illegible] الہ آباد کانفرنس

کے فیصلوں سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ جداگانہ انتخاب کے قیمتی حق کو ہمارے مسلمان بھائیوں نے بلا معاوضہ ہی نہیں دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ اور بھی کچھ اپنی گرہ سے دیا ہے اس سے بڑھ کر مسلمانوں کی حق تلفی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ہندو ہندوؤں کے ساتھ سودا کرنے جاتے ہیں۔ تو جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے کی بڑی بھاری قیمت ادا کر کے آتے ہیں۔ اور بھولے بھالے مسلمانوں سے سودا کرنے آتے ہیں تو جداگانہ انتخاب کا حق بھی لے جاتے ہیں۔ اور کچھ معاوضہ دینے کے بجائے ان سے بہت کچھ اور بھی لے جاتے ہیں۔

پنجاب کی اکثریت

دوسرا نقصان جو مسلمانوں کے فوائد کو الہ آباد کانفرنس نے پہنچایا ہے وہ یہ ہے۔ کہ پنجاب میں۔

(الف) ان کی اکثریت کو کم کر دیا۔

(ب) اس اکثریت کی وزارت پر ایسی شرطیں لگا دیں جن سے وہ وزارت اقلیت کے رحم پر ہوگی۔

برٹش گورنمنٹ کے ”اوارڈ“ میں مسلمانوں کو ۱۷۵ نشستوں میں سے آٹھ اور کم سے کم چھ کی اکثریت ملی تھی۔ اتحاد کانفرنس اسے کم کر کے دو سو نشستوں میں سے ۱۰۲ مسلمانوں کو دے کر ان کی اکثریت صرف چار کی رکھتی ہے۔ مگر یہ اکثریت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ جب پنجاب کی وزارت پر یہ شرط عائد کر دی جاتی ہیں۔ کہ سکھ یا ہندو وزیر اکثریت کا اعتماد حاصل کرنے کے محتاج نہ ہوں گے بلکہ اگر وہ اکثریت کا اعتماد کھو بھی دیتے تو وزارت سے الگ نہیں ہو سکتے جب تک ساری وزارت گر نہ جائے پنجاب کی وزارت کی ایک ٹانگ تو یوں توڑ دی گئی اور دوسری ٹانگ یوں توڑی گئی۔ کہ اگر ہندوؤں اور سکھوں کے تین چوتھائی ممبر کسی تجویز کو اپنی اغراض کے منافی سمجھیں۔ تو اس تجویز کو وزارت واپس لے لے گی۔ اور اگر واپس نہ لے تو گورنمنٹ ہند (جو لازماً ہندو حکومت ہوگی) تین ججوں کی ایک ٹربیونل مقرر کر دے گی جس میں زیادہ سے زیادہ ایک مسلمان ہو سکتا ہے اس کا فیصلہ وزارت کو تسلیم کرنا پڑے گا اور نہ تسلیم کرے تو وزارت ٹوٹ جائیگی۔ گویا ادنیٰ ادنیٰ معاملات میں جہاں تین چوتھائی سکھ اور ہندو ممبر کسی معاملہ پر اڑ جائیں وزارت بیکار ہو جائے گی۔ اور تعجب یہ کہ اس قسم کی کوئی شرط کسی ہندو اکثریت والے صوبے کی وزارت کے ساتھ نہیں رکھی گئی۔ سوائے بہار اور بمبئی کے جہاں مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ وہ دوسری اقلیتوں کے مقابلہ میں کبھی اس شرط سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

مسئلہ علیحدگی سندھ

(۳) سندھ کے ساتھ جو دوسرا صوبہ مسلمان اکثریت کا ہے جو سلوک ہوا ہے۔ وہ پنجاب سے بھی بدتر ہے۔ اور سندھ کے مسلمانوں نے ان تجاویز کو رد کر دیا ہے۔

صرف دس سال کیلئے

(۴) لیکن سب سے بڑی بات جس کی رو سے مسلمانوں کے جملہ حقوق ہمیشہ کے لئے تلف کر دیئے گئے الہ آباد کانفرنس کی یہ شرط ہے [illegible] دو نشستوں کی ہر ایک قسم [illegible] تخصیص اور خاص حلقہ [illegible] رائے دہندگی [illegible] کے بعد خود بخود کالعدم ہوجائیں گے۔

ظاہر ہے کہ موجودہ حق رائے دہندگی کا جو معیار ہے وہ ملکیت جائداد ہے۔ اور مسلمان قوم بوجہ اپنی غربت کے اور ان کی جائداد پر دوسری قوم کے قابض ہو جانے کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ جن صوبوں کی اکثریت بھی ہے۔ جیسے بنگال اور پنجاب وہاں مسلمان رائے دہندگان کی تعداد موجودہ حق نیابت کی رو سے غیر مسلموں کی تعداد سے کم ہے۔ اسی کمی کا علاج مسلمانوں کی نشستوں کی تخصیص کی صورت میں کیا گیا ہے۔ تو اب میں اتحاد کانفرنس میں شامل ہونے والے مسلمان بزرگوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ دس سال کے بعد مسلمان رائے دہندگان کی بنگال اور پنجاب میں تعداد بڑھ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ نہیں۔ تو اس کے صاف معنے یہ ہوتے۔ کہ یہاں سال کے لئے تو پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو اکثریت دے دی گئی ہے۔ لیکن دس سال کے بعد ان دونوں مسلمان اکثریت کے صوبوں میں بھی کونسل میں اکثریت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور غالباً یہی حالت سندھ میں ہوگی۔ صرف ایک سرحدی صوبہ رہ جائے گا اور باقی تمام صوبجات میں مسلمانوں کی آبادی کی اکثریت کے باوجود حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوگی۔ کیا اس کے صاف معنے یہ نہیں کہ دس سال کے لئے اکثریت کا کھلونا (مجوزہ شرائط کے ساتھ اکثریت کے کھلونے سے بڑھ کر نہیں) لے کر ہمارے مسلمان بھائیوں نے قوم کو کلیۃً ہندو اکثریت کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور اس مسلمان کی فروخت پر خود مسلمانوں سے مہر ثبت کرانے کے لئے اب دعوت دی جاتی ہے کہ وہ بھی آئیں اور اپنی موت کے وارنٹ پر دستخط کر دیں۔ دس سال تک وہ ایک بیمار کی طرح اپنے دن پورے کریں۔ اور پھر ہمیشہ ہمیشہ ان کے لئے غلامی ہے اور یہ اس پر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے تیرہ نکات منظور ہو گئے ہیں معلوم نہیں مسلمانوں کے مطالبات میں کونسا مطالبہ یہ تھا کہ دس سال کے بعد ہم ہمیشہ کی غلامی منظور کرتے ہیں۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ الہ آباد میں چند مسلمان بزرگوں نے اپنی قوم کو فروخت کر دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور اگر کہا جائے کہ دس سال کے بعد ہم از سر نو پھر بحث اٹھائیں گے۔ اور پھر حقوق کا فیصلہ کرنے بیٹھیں گے۔ تو یہ ایک احمقانہ خیال ہے۔ پنڈت مالوی جی سے اب دریافت کر لیں دس سال کے بعد پھر یہ جھگڑا از سر نو ہوگا۔ فیصلہ کے الفاظ صاف ہیں۔ کہ دس سال کے بعد نشستوں کی تخصیص کالعدم ہوگی۔ اس کے سوا باقی کسی بات کے کالعدم ہونے کا ذکر نہیں جس کے صاف معنے ہیں۔ کہ دس سال بعد ہر جگہ مسلمان اکثریت خود بخود اقلیت میں تبدیل ہو جائے گی اور باقی باتیں اسی طرح رہیں گی۔

بقیہ پیغامات

جلسہ پر بعض پیغامات تاخیر سے موصول ہونے کی وجہ سے شائع نہ ہو سکے۔ وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں (ایڈیٹر)

ندائے نیازمند

(جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم جھنگ)

اول تو انسانی فطرت ہی اس کارزار دنیا میں خارجی تاثرات کی محتاج ہے جس طرح آنکھ بصارت کی پوری استعداد رکھنے کے باوجود سورج کی اور کان سماعت کی مکمل طاقت رکھتے ہوئے ہوا کا محتاج ہے۔ اسی طرح قوت عمل بھی تحریک۔ تحریص۔ صیقل اور نمونہ کی محتاج ہوتی ہے۔ اور اس کا بہترین اور مؤثر ترین ذریعہ تمدن اور اجتماع ہوتا ہے

یہ حقیقت بھی مسلمہ طور پر سورج سے بھی روشن تر ہے۔ کہ دنیا نے اپنی عمر بھر کے علوم اور تجربات کے بعد آخر ترقی کا راز باہمی اجتماع میں پایا۔ اور یہ زمانہ بھی اجتماعات کا زمانہ ہے۔ اور بڑے سے چھوٹے تک ہر ایک [illegible]ال خواہ نسلی ہو۔ یا اعتقادی یا اقتصادی، اسی اصول اجتماع کے ماتحت ترقی کے کارزار میں سرتوڑ ساعی ہے۔ اور اجتماع کی طاقت اور سعی کے زور کے مطابق مکافات عمل کا انعام یا اس راز سے بے علمی یا غفلت کے ماتحت سزا پا رہا ہے۔

مگر اس تمام ترقی کی رو میدان مادیات میں ہے۔ اور دنیا میں روحانیت کے دھندلے سے نقایا آثار بھی اسی سیل کی رو میں بہہ جا چکے ہیں اور دنیا کا یہ گرم خون خود اس کے اپنے ہی خرمن کو جلا دینے کو تھا۔ کہ اللہ کریم نے اپنی قدیمی سنت کریمانہ کے مطابق عین وقت پر اپنا ایک مامور قرآنی نسخہ کے ساتھ ہم میں مبعوث کیا تاکہ وہ چودہ سو برس گذشتہ والے انقلاب کا اعادہ کر کے الٰہی وعدوں کے مطابق پھر وہی نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کا سماں دنیا میں قائم کر دے۔ چنانچہ مامور اپنا فرض احسن طور پر پورا کر کے اپنے خدا سے جا ملا۔ اور وہ بار امانت تم نے اللہ کو گواہ کر کے اپنے کندھوں پر لیا۔ اور یوں دنیا بھر میں اپنے اعتقاد اور قوت عمل کے مسند پر امتیاز کا علم بلند کیا۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ میں دنیا کو چیلنج کیا۔ ایک طرف اپنی بے مائگی۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی نصرت بجائے خود ایک معجزہ ہے۔ اور محتاج بیان نہیں۔ اسی کام میں سعی مزید اور تدابیر مفید کے مراسلہ ہمارا ابھی یہ سالانہ اجتماع ہے۔ اور اسی مامور کے جانشین انجمن کی طرف سے دعوت ہے۔ تمہارا جرمنی کا مجاہد بھی چھ سات سال کے جہاد کے بعد ایک آسٹرین نومسلم نواب کے ساتھ اس موقع پر آ رہا ہے۔ اور تمہاری طرف سے صرف تین دن کا وقت اور کرایہ وغیرہ کے چند پیسے درکار ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کر لیں۔ کہ اس موقع پر آپ کا فرض کیا ہے۔ اور آپ کہاں تک اس کی ادائیگی پر تیار ہیں۔

والسلام مع الاکرام

(غلام رسول)

صدائے عالم

(جناب میاں عالم الدین صاحب ایڈووکیٹ شیخوپورہ)

برادران کرم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

بدستور سابق اجتماع قومی تعطیلات دسمبر میں منعقد ہونا قرار ہے۔ برادران قوم کے لئے امسال جلسہ کی اہمیت از بس ضروری ہے وہ دیگر فیوض و برکات کے جو اجتماع قومی کے انعقاد سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انجمن کی کوشش سے ایک معزز مہمان اور نئے حلقہ بگوش اسلام ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مبلغ اسلام امام مسجد برلن کے ساتھ جلسہ کے ایام میں لاہور تشریف لا رہے ہیں جلسہ کی رونق بڑھانے کے لئے اور ان معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرنے کے لئے جماعت کے ہر فرد کا فرض اولین ہے۔ کہ وہ خود بھی جلسہ میں موجود ہو۔ اور دیگر احباب کو بھی ساتھ لاوے

صحیح واقعہ یوں ہے۔ کہ دور بیٹھے بٹھائے ہر کام کا صحیح اندازہ بذریعہ اخبارات و کتب نہیں ہو سکتا ہے۔ جو بچشم خود مشاہدہ سے ہونا لازمی ہے۔ مزید برآں اس موقعہ پر قوم کے جملہ اکابر و بزرگ جمع ہوں گے۔ ان کے کلام اور صحبت سے فائدہ اٹھانا جماعت کے ممبران کے لئے باعث حسنات و برکات ہوگا۔ جماعت کی بزرگ ترین ہستیوں سے حصول فیضان کا یہ بھی ایک نادر موقعہ ہے۔ ہر جماعت کی حیات کے لئے یہ لازمی ہے۔ کہ ممبران جماعت آپس میں بار بار ملنے، تبادلہ خیالات کرنے اور ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اجتماع سے نئی طاقت حاصل کرنے اور گذشتہ خامیوں اور فروگذاشتوں کو دور کرنے کی سعی میں مصروف رہیں۔ نیز کارکنان انجمن ممبران جماعت سے توقع کرتے ہیں۔ کہ وہ کام کا خود ملاحظہ کر کے جہاں جہاں صلاح اور مشورہ کی ضرورت ہووے۔ ان کو اپنی مفید رائے سے مستفیض فرما دیں۔ ممبران جماعت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ غیر از جماعت احباب کو بھی ساتھ لانے کی کوشش فرما دیں جنہیں اسلام سے دلچسپی ہو تاکہ وہ خود آ کر دیکھیں کہ ہماری نسبتاً مختصر سی جماعت نے کس قدر اہم کام اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ اور کس خوش اسلوبی کے ساتھ تبلیغ اسلام اور اشاعت کتب دینیات کے کام جاری ہیں۔ سالانہ جلسہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ اور ہماری جماعت نے جو حضرت مسیح موعود کی حقیقی جانشین اور ان کے مبارک مشن کی حقیقی علمبردار ہے روز قیام انجمن سے جلسہ کی اہمیت کو تسلیم کرتی رہی ہے۔ اور اس کی کامیابی کے لئے کوشاں رہی ہے۔ میں جماعت کے ہر ایک فرد سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ خود مع اپنے کنبہ و خاندان کے جلسہ میں حاضر ہونے کی کوشش کریگا۔ جو احباب جلسہ کی اہمیت اور احباب جماعت سے میل جول کی اہمیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ وہ نامعلوم طور پر جماعت سے دور جا رہے ہیں۔ (خاکسار)

(عالم دین ایڈووکیٹ)

مخلص اسلامی کارکنوں کی جماعت

(از جناب عبدالحمید خان لشاری خلف الرشید جناب خانصاحب ملک فتح شیر خانصاحب میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور)

ارباب عقل و خرد سے یہ حقیقت مخفی نہیں۔ کہ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی و بہبودی صرف اتحاد و تنظیم میں مرکوز رہی ہے جب تک اہل اسلام اتفاق و اتحاد اور یکجہتی کے زریں اصول پر کاربند رہے۔ ہر طرح اور ہر جگہ یہ لوگ ایک سیلاب عظیم کی طرح میدان عروج و ترقی میں بڑھتے رہے۔ اور جب سے عام اسلامیوں نے ان اوصاف حمیدہ کو خیرباد کہی۔ تو دینی و دنیاوی برکات نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن زمانہ کبھی بھی مخلص اسلامی کارکنوں سے خالی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دینی متین کی خدمت کے لئے کوئی نہ کوئی گروہ پیدا کرتا رہا ہے۔ اس گئے گذرے زمانے میں بھی جبکہ عام اہل اسلام غفلت و جمود کی گہری نیند میں خوابیدہ رہے ہیں مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بطریق احسن اسلامی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ میری مراد اس سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ اس جماعت نے علی الخصوص صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی زندگی کو از سر نو تازہ کر دیا۔ اس چھوٹی سی مگر نہایت وسیع النظر جماعت نے وہ کام کر دکھائے۔ کہ باید و شاید۔ فتنہ ارتداد کے دبانے میں انہوں نے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح نہایت ایثار و اخلاص سے کام کیا۔ مجھے مولوی عبدالمالک آف کموڑیاں رسالتی مشیرمال ریاست بہاولپور کی وہ نہایت منصفانہ رائے ہمیشہ یاد رہے گی۔ کہ فتنہ ارتداد کو دبانے اور مسلمانوں کے گھروں میں صدائے لا الٰہ الا اللہ پہنچانے میں جس قدر تن دہی اور جانفشانی سے احمدی مبلغوں نے کام کیا ہے۔ اس کا نمونہ صرف سلف صالحین میں ہی نظر آتا ہے

ہمیں اعتراف ہے۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے نہایت اہم اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں۔ انجمن ہذا یورپ میں بھی سب سے بڑی اسلامی خدمت یعنی تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے۔ چنانچہ ووکنگ کا اسلامی مشن جو یورپ کی سرزمین میں پہلا اسلامی مشن ہے۔ اس جماعت کا ہی قائم کیا ہوا ہے۔ جس کی محنت شاقہ و تبلیغ جد و جہد سے لارڈ ہیڈلے جیسے معزز انگریز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ علی ہذا القیاس برلن دارالسلطنت جرمنی میں بھی تقریباً دو لاکھ روپے کے خرچ سے اس انجمن نے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی ہے۔ جہاں پر ہر روز پانچ دفعہ اللّٰہ اکبر کی آواز اہل کفر و الحاد کے کانوں میں پہنچ رہی ہے۔ اس انجمن نے اپنے اکثر مبلغین غیر ممالک میں مثلاً جاوا، سماٹرا، سیام، افریقہ، وغیرہ میں بھیج رکھے ہیں۔ انجمن ہذا مسلمانوں کی بہبودی عام کے فرائض سرانجام دینے سے کبھی کسی طرح قاصر و کوتاہ دست نہیں رہی چنانچہ اس نے دو مسلم ہائی سکول کھول رکھے ہیں۔ ایک تو یہیں لاہور میں اور دوسرا دیہاتی طبقہ کی تشنگی علم بجھانے کے لئے قصبہ گوولی ضلع سیالکوٹ میں، دیگر زبانوں میں عقائد اسلامی کا لٹریچر پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انجمن کی تصنیفات ہی اس پر شاہد عادل ہیں۔

(عبدالحمید خاں)

ایک نوعمر بچی کا پیغام

(عزیزہ رشیدہ لشاری بنت جناب خانصاحب ملک فتح شیر خانصاحب میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور)

آج مسلمانوں کے ایمان کی شکستہ کشتی دریائے فنا میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ اور جبکہ کفر و جہالت کی ابھرتی ہوئی لہریں اس کمزور نیا کو پاش پاش کر دینا چاہتی ہیں ہمیں ضرورت ہے۔ کہ ہم ہوش سے کام لیں۔ کبھی اہل اسلام کی دینی محبت اور خدا کی وحدت کے بلند نعرے فضا میں گونجا کرتے تھے۔ لیکن آج انہی مسلمانوں کی بیقرار آرزوئیں خاموشی کی حسرتیں بن چکی ہیں۔ وہ بہادر اور غیور مسلمان جن پر اسلام کو ناز تھا۔ آج بستر خود فراموشی پر غفلت کی نیند سوتے ہیں۔ ان کے جذبات مردہ ہو چکے ہیں۔ ولولے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ ان کی روح خوابیدہ ہے۔ آزادی کے نغمے دل سے فراموش ہو چکے ہیں۔ اور اخوت باہمی کے کارنامے اب گذری ہوئی داستانیں بن کر رہ گئی ہیں۔

لیکن اب بھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مبلغ وحدت کے پاکیزہ اصول بتا کر پھر باد دھکام لوگوں کو عبرت کے سبق سکھاتے ہیں۔ اور اس انجمن کے اسلامی مشن ہندوستان میں اور بیرون ہند لوگوں کو زمانہ کی رفتار سے آگاہ کرتے ہیں۔ اشاعت اسلام کے لئے ان کا زر و جان وقف ہے۔ قرآن کریم کا غیر زبانوں میں ترجمہ غیر ممالک میں تقسیم کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ میری دعائیں ان کے پاکیزہ خیالات و عمل کو محبت کرتی ہیں۔ خدائے ذوالجلال سے اپنی بھی استدعا ہے۔ متیم اللہ امانا (رشید)

دعوت جلسہ سالانہ

(از جناب محمد سعید صاحب ٹھٹھہ اوریسر جھنگ)

برادران سلسلہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ میں فرمایا ہے۔ کہ جس طرح ایک قصاب دو چھریوں کو ایک دوسرے پر رگڑ کر تیز کر لیتا ہے۔ اسی طرح دو مومن جب مل کر تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ تو دونوں کے ایمان کو مضبوطی اور جلا ہو جاتا ہے۔ بوجہ الفرصتی کی وجہ سے زیادہ تحریر نہیں کر سکا۔ عاقل را اشارہ کافی است) (خاکسار) محمد سعید ٹھٹھہ

جلسہ سالانہ کے ایام میں

چندوں کے متعلق ضروری ہدایات

اول :- جس قدر احباب جلسہ سالانہ کے ایام میں رقمیں لائیں وہ کوشش کریں۔ کہ رقم دفتر میں ادا ہو کر اس کی رسید دفتر سے حاصل کر لی جائے۔ تاکہ روپیہ بھی خزانہ میں محفوظ ہو جائے۔ اور انہیں بھی بروقت رسید مل جائے۔

دوم :- رقمیں باقاعدہ جس جس مد کے متعلق ہوں۔ انہیں میں داخل کرائی جائیں۔ اور اس کی تمام دار مکمل فہرست و مثنیٰ رسیدات بھی ساتھ دی جائیں۔

سوم :- جلسہ سالانہ کے اندر صرف وہی روپیہ حتی الوسع دینا چاہیئے۔ جس کے لئے جلسہ کے اندر کوئی خاص تحریک کی جائے۔ اور باقی ہر قسم کی موجودہ رقمیں۔ چندہ ماہوار مستقل آنہ فنڈ۔ جرمن مشن اپیل۔ واگذاری برلن مسجد و قرضہ فنڈ کی رقوم۔ خواہ جماعتی ہوں یا انفرادی۔ باقاعدہ تفصیل لکھ کر داخل خزانہ کرائی جائیں۔ رسیدکوں پر جو روپیہ وصول ہو۔ اس کی بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ حساباتِ صحیح رہ سکیں۔ گذشتہ سالوں میں دیکھا گیا ہے کہ بعض دوست وقتی تحریکات میں روپیہ بغیر تفصیل دے دیتے ہیں بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ رسیدکوں کے حساب میں تھا۔ یا خاص کسی موعودہ مد کا۔ اس لئے اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ سب سے پہلے موعودہ مطالبات دفتر کے ادا ہو جائیں۔ جن کا تمام سال مطالبہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کے بعد جو تحریکیں جلسہ کے اندر ہوں۔ ان کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔ (خاکسار)

(الہ بخش آنریری افسر تحصیل)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت

(از جناب چوہدری فضل داد صاحب لالہ موسیٰ ضلع گجرات)

دوستو! اور بھائیو!! جلسہ سالانہ بہت قریب آگیا ہے اس سالانہ اجتماع کی بنا خود حضرت مسیح موعود نے رکھی تھی غرض اس کی یہ تھی اس جماعت کے لوگ جس نے دنیا میں اسلام پھیلانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ کم از کم سال میں ایک دفعہ ضرور اکٹھے جمع ہوں۔ اور ان امور پر غور و فکر کریں جو کہ محض تبلیغ و اشاعت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلاشبہ ہر سال ہر قوم میں اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے اجتماع ہوتے ہیں۔ لیکن میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اشاعت اسلام کے لئے بہت کم ہوتے ہیں حالانکہ اہمیت کے لحاظ سے سب سے بڑا کام یہی ہے

سالانہ اجتماع میں قوم کی زندگی کا راز مضمر ہے اس سے افراد میں تازہ روح اور کام کرنے کا شوق و جوش پیدا ہوتا ہے اس میں ہم ان بزرگ و مقدس ہستیوں کی صحبت سے مستفید ہوتے ہیں یہ ہمارا سالانہ جلسہ دعاء الرسول کے قائم مقام ہے کیونکہ ہم خالص اغراض دینی کے لئے اعلائے حکم اللہ کے لئے۔ حفاظت دین اسلام کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اور انہی اغراض کے لئے تجاویز سوچتے ہیں۔ اس لئے میں اپنے بھائیوں کو انہی الفاظ میں مخاطب کرتا ہوں

"لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضاً"

ہم اپنی برادریوں میں محض ناک کی خاطر اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔ تو کیا ایسے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے ہمیں بصد خوشی و خرمی لبیک نہیں کہنا چاہیئے علاوہ کام کو جس میں اسلام اور مسلمانوں کی زندگی کا دار و مدار ہے کامیاب کرنے میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ لینا چاہیئے ضرور لینا چاہیئے۔

ایسا نہ ہو کہ جو بے اعتنائی عام مسلمان اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں برت رہے ہیں۔ اسی بے اعتنائی سے ہم کام لیں۔ ایسے عظیم الشان اجتماع میں شامل نہ ہونا ایک نعمت سے محرومی ہے۔

اس سال کا جلسہ اپنے اندر چند خصوصیتیں بھی رکھتا ہے۔ بہت سے امور ہیں جو کہ اس وقت قوم کے سامنے ہیں جن کا فوری حل ضروری ہے۔ ہمارے محترم بھائی پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ امام برلن مسجد کے ساتھ جو پانچ سال کے بعد واپس تشریف رہے ہیں آسٹریا کے ایک نومسلم نواب بیرن عمر ارنفلز بھی تشریف لا رہے ہیں۔ گو ہمیں اس قابل مبلغ کی ملاقات کے لئے پہلے ہی آنا چاہیئے تھا۔ مگر اب تو ان کے ساتھ ایک نہایت معزز نومسلم بھی ہمارے مہمان ہو کر آرہے ہیں اس لئے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر ان کا نیاز حاصل کریں

ہم میں سے ہر ایک بھائی کو معہ اہل و عیال سالانہ اجتماع میں شامل ہونا چاہیئے۔ اور اس قومی اجتماع کو ہر پہلو سے بارونق بنانا ہمارا اولین فرض ہے۔ اگر چھوٹے چھوٹے عذروں کی بنا پر جلسہ سے غیر حاضر رہے۔ تو یہ ایک ایسا نقصان ہوگا جس کی تلافی محض چندہ دینے سے پوری ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ نیز ہم میں سے ہر ایک بھائی کے لئے لازمی ہو کہ وہ غیر از جماعت احباب کو ساتھ لانے کی از حد کوشش۔ تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے ہمارے کام کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ اور فیصلہ کر سکیں کہ آیا مجاہدین کی جماعت کے ساتھ ملنا چاہیئے یا نہیں ہمیں تساہل سے ہرگز ہرگز کام نہ لینا چاہیئے اور توسیع جماعت کے لئے پورا پورا زور لگانا چاہیئے۔ میری ناقص رائے میں سینکڑوں ہزاروں دلائل سے بڑھ کر یہ ہے کہ ایک شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ یہ جماعت کیا کام کر رہی ہے۔ ہمارے سالانہ اجتماع کی بڑی خصوصیت یہی ہے جس کی طرف جماعت کے ہر ایک فرد کو عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ صحیح عقائد پر قائم ہوں ان میں قوت عمل پیدا ہو۔ وہ ایک اعلیٰ نظام میں منسلک ہوں جس کی بنا پیر پرستی پر نہ ہو۔ اور یہی وہ تین باتیں ہیں جو جماعت احمدیہ لاہور کا خاص نصب العین ہیں۔

میرے بھائیو! حضرت مسیح موعود نے ان خدائی ارادوں کو پورا کرنے کے لئے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس زمانہ میں مامور فرمایا تھا ایک جماعت بنائی اور اس جماعت کا انتظام ایک انجمن کے سپرد کیا۔ اکثر سننے میں آتا ہے کہ جملہ کام مرکزی انجمن کو ہی کرنا ہے۔ یہ ایک غلط خیال ہے۔ جس کو جتنی جلدی دور کیا جائے بہتر ہے ہم میں سے ہر ایک بھائی کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ جو کچھ کرنا ہے وہ مجھ کو ہی کرنا ہے تب ہم عہدہ برآ ہو سکیں گے اور تب ہی یہ اہم کام ہو سکے گا ہم میں سے ہر ایک نے دین کو دنیا کو پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے اگر ہم اس کا عملی ثبوت نہ دیں گے تو زبانی جمع خرچ کرنا فضول ہے تاریخ کا مطالعہ کرنے والے دوست خوب واقف ہوں گے صحابہ کرام جو حکم خدا اور رسول کی طرف سے آتا اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ وہ ایسی بزرگ ہستیاں تھیں جنہوں نے سارا سارا مال تبلیغ و اشاعت اسلام میں لگا دیا مال تو درکنار رہا اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی۔ آج وہ حالات نہیں آج کل اگر قربانی کرنی ہے۔ تو مال کی قربانی۔ وقت کی قربانی۔ اور چھوٹی موٹی تکلیف اٹھانی پھر کس قدر افسوس کا مقام ہوگا کہ ہم اس میں بھی پورا نہ اتریں۔ بھائیو۔ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ وقت ہاتھ سے جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بے سر و سامانی کی حالت میں ہم بلائے جائیں۔ اور ہمیں سب کچھ یہاں چھوڑ کر اللہ کے حضور جانا پڑے۔ پھر ہم کس منہ سے اپنے رسول اللہ حبیب اور اس کے مامور کے روبرو پیش ہوں گے۔ اس دن کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اس لئے آپ کو چاہیئے کہ دین کے لئے تکلیف اٹھانے کی عادت ڈالیں۔ کچھ خدمت دین کا کام سر انجام دیں تاکہ جب ہم بلائے جائیں تو ہمارے دل اس راحت سے بھرے ہوئے ہوں کہ ہم خدا کے دین کا کچھ کام کر کے جا رہے ہیں۔

میں آخر میں یہ التماس ضرور کرتا ہوں۔ کہ ہم میں سے ہر ایک احمدیت کی صحیح تصویر بن جائے تاکہ دوسرے مسلمانوں کے لئے نمونہ ہو پس اگر ہماری جماعت دوسروں کے لئے نمونہ نہیں بنتی تو پھر یہ دعویٰ۔ بیکار ہے۔ کہ یہ مجدد وقت کی جماعت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو نمونہ کی توفیق دے

اے غافلاں وفا نکند ایں سرائے
دنیائے دوں نماند و نماند